احیاء العلوم

احیاءُ العلوم

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین

جلد سوم

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

مصنفہ

اکمل زمان افضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمۃ اللہ العلی القوی

مقبول اکیڈمی ۱۹۹ سرکلر روڈ، چوک انارکلی، لاہور

اہتمام ——— ملک مقبول احمد
مطبع ——— منظور اعجاز پریس لاہور

مقبول اکیڈمی لاہور

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد سوم

خلاصۂ مطالب	صفحہ
دیباچہ	۲
باب اول ذکر عجائبات قلبی کا	۳
	۴
بیان اول نفس اور روح اور قلب و عقل کے معنی کا۔	″
بیان دوم قلب کے لشکروں کا	۶
بیان سوم مثالیں قلب کے باطنی خادموں کی	۷
بیان چہارم قلب انسان کی خاصیت کا ذکر	۹
بیان پنجم اوصاف جامع قلب کا	۱۲
بیان ششم دل کی مثال کا صرف اعتبار علوم کے۔	۱۴
بیان ہفتم قلب کے حال کا باعتبار اقسام علوم کے۔	۱۸
بیان ہشتم فرق کا الہام اور تعلم میں اور امر حق کے واضح ہونے میں صوفیہ اور علماء ظاہر پر۔	۲۱
بیان نہم دونوں مقاموں کے فرق کا ذکر۔	۲۳
بیان دہم دلائل شرعی کا اس بات پر کہ اہل تصوف جو تحصیل معرفت تعلم سے اور متعاد طور سے نہیں کرتے اُن کا یہ طریق	۱

خلاصۂ مطالب	صفحہ
درست ہے۔	۲۶
بیان یازدہم شیطان کے مسلط ہونے کا دل پر وسواس کی جہت سے اور معنی وسوسہ کے اور اُسکے غلبہ کا سبب۔	۲۹
بیان دوازدہم تفصیل شیطان کے راستوں کی دل کی طرف	۳۵
بیان سیزدہم اس امر کا کہ قلب کے وساوس اور وہم اور قصد اور خواطر سے کونسی چیز پر مواخذہ ہوتا ہے اور کونسی چیز معاف ہے۔	۴۶
بیان چہاردہم اس بات کا کہ ذکر کرنے کے وقت وسواس بالکل منقطع ہو جاتا ہے یا نہیں۔	۴۹
بیان پانزدہم قلب کے جلد بدلنے کا اور تغیر اور ثبات کے اعتبار سے اسکی تقسیم کا	۵۱
باب دوم ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق اور قلب کی بیماریوں کے علاج میں	۵۴
بیان اوّل فضیلت حسن خلق اور مذمت خلق بد کا۔	۵۵
بیان دوم حقیقت خوش خلقی اور بدخلقی کا	۶۰
بیان سوم اس بات کا کہ ریاضت سے	

خلاصۂ مطالب	صفحہ
اخلاق میں تغیر ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۶۱
بیان چہارم اُن سبب کا جس سے حسن خلق حاصل ہو۔	۶۳
بیان پنجم تہذیب اخلاق کے طریق مفصل کا۔	۶۶
بیان ششم قلوب کی بیماریوں کی علامتوں کا اور اُنکے تندرست ہو جانے کی علامتوں کا۔	۶۹
بیان ہفتم اس طریق کا جس سے انسان اپنے عیب پہچانے۔	۷۰
بیان ہشتم دلائل نقلی ارباب بصیرت اور شواہد شریعت اس بات پر کہ امراض قلب کا علاج شہوات کے چھوڑنے سے ہے اور یہ کہ مادہ ان امراض کا اتباع شہوات ہے۔	۷۲
بیان نہم تمیز علامت حسن خلق کا۔	۷۶
بیان دہم لڑکوں کی ریاضت اور تادیب اور تحسین اخلاق کا۔	۸۰
بیان یازدہم مرید ہونے کی شرطوں اور مقدمات مجاہدہ کا اور راہ ریاضت کے چلنے میں تدریج مرید کی ترقی کا	۸۳
باب سوم شہوت شکم اور شرمگاہ کے توڑنے کے بیان میں	۸۹
بیان اول بھوک کی فضیلت اور سیری کی مذمت میں۔	″
بیان دوم بھوک کے فائدہ اور پیٹ بھرنے کی	

خلاصۂ مطالب	صفحہ
آفتین۔	۹۳
بیان سوم ایسی ریاضت کا جس سے شہوت شکم ٹوٹے	۹۸
بیان چہارم اختلاف مین حکم بھوک کے اور اسکی	
فضیلت کے اور یہ کہ احوال لوگون کا اس مین	
مختلف ہوتا ہے۔	۱۰۶
بیان پنجم ریا کی آفت کا جو شہوات کے	
تارک اور کم خوراک آدمی پر آتی ہے۔	۱۰۹
بیان ششم شہوت شرمگاہ کا حال۔	۱۱۰
بیان ہفتم مرید کے نکاح اور ترک نکاح کے حال مین	۱۱۲
بیان ہشتم فضیلت اُس شخص کا جو زنا اور نظر سے بچے	۱۱۶
باب چہارم آفات زبان مین	۱۲۰
بیان زبان کے خطرے کے بڑے ہونیکا اور فضیلت	
چپ رہنے کی۔	۱۲۱
پہلی آفت کلام بے فائدہ ہی۔	۱۲۴
دوسری آفت زیادہ گوئی ہی۔	۱۲۶
تیسری آفت امور باطلہ کا ذکر کرنا۔	۱۲۸
چوتھی آفت مراد دوسرے کی بات کاٹنی اور جھگڑا کرنا۔	۱۲۹
پانچوین آفت خصومت ہی۔	۱۳۱
چھٹی آفت کلام کو خوب بنا کر کہنا۔	۱۳۳
ساتوین آفت فحش کہنا اور گالی اور پھکڑ دینا ہی۔	۱۳۴
آٹھوین آفت لعنت کرنا۔	۱۳۶
نوین آفت راگ اور شعر ہی۔	۱۳۹
دسوین آفت ہنسی ٹھٹھا ہی۔	۱۴۰

خلاصۂ مطالب	صفحہ
گیارھوین آفت مسخراپن اور دوسرے کو بنانا	
اور ٹھٹول کرنا ہی	۱۴۳
بارھوین آفت راز کا ظاہر کر دینا۔	۱۴۴
تیرھوین آفت جھوٹا وعدہ کرنا ہی۔	〃
چودھوین آفت جھوٹ بولنا اور قسم کھانی۔	۱۴۶
پندرھوین آفت غیبت ہی۔	۱۵۳
بیان اول غیبت کی مذمت	〃
بیان دوم معنی غیبت اور اُسکی تعریف مین	۱۵۶
بیان سوم اسباب غیبت کے ذکر مین	۱۵۹
بیان چہارم اُس تدبیر کے ذکر مین جس سے زبان	
غیبت سے باز رہے۔	۱۶۱
بیان پنجم اس امر کا کہ دل سے بھی غیبت کرنی	۱۶۴
حرام ہے۔	
بیان ششم اُن عذرون کا جنکے سبب غیبت درست ہے	۱۶۶
بیان ہفتم غیبت کے کفارہ کے ذکر مین۔	۱۶۷
سولھوین آفت چغلی ہی۔	۱۶۹
سترھوین آفت دو رخی بات کہنی۔	۱۷۳
اٹھارھوین آفت تعریف و مدح ہی۔	۱۷۴
اُنیسوین آفت فحوائے کلام مین باریک	
غلطیون سے غافل ہو جانا۔	۱۷۶
بیسوین آفت عام لوگون کا سوال کرنا۔	۱۷۸
باب پنجم غضب اور حقد و حسد کی	
برائی کے بیان مین	۱۷۹
بیان اول غصہ کی برائی مین۔	〃

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بیان دوم غضب کی حقیقت مین۔	۱۸۲
بیان سوم اس بات کا کہ ریاضت سے	
اصل غضب کا دور ہونا ممکن ہی یا نہین۔	۱۸۵
بیان چہارم غصہ کے سببون کے ذکر مین	
اور اُنکے دور کرنیکی تدبیر مین۔	۱۸۹
بیان پنجم غصہ کے علاج کا بعد جوش کے	۱۹۰
بیان ششم فضائل غصہ پینے کے۔	۱۹۳
بیان ہفتم حلم کی فضیلت مین۔	〃
بیان ہشتم اُس مقدار کلام کا جو انتقام و تشفی	
کے لئے جائز ہی۔	۱۹۷
بیان نہم حقد یعنی کینے کے معنی اور ثمرہ کا	
اور عفو اور نرمی کی فضیلت کا۔	۱۹۹
بیان دہم فضیلت عفو اور احسان مین	۲۰۰
بیان یازدہم حسد کی برائی اور اُسکی حقیقت	
و اسباب و علاج کے بیان مین۔	۲۰۵
بیان دوازدہم حسد کی حقیقت اور حکم اور	
اقسام اور مراتب کے ذکر مین۔	۲۰۹
بیان سیزدہم منافست اور حسد کے اسباب مین	۲۱۲
بیان چہاردہم اس بات کی وجہ کہ ہمسرون	
اور برابر دن اور بھائیون اور یگانون مین	
زیادہ حسد کیون ہوتی ہے۔	۲۱۵
بیان پانزدہم اس دوا کا جس سے حسد کا	
مرض دل سے جاتا رہے۔	۲۱۷
بیان شانزدہم اُس مقدار حسد کا جس کا	

خلاصۂ مطالب	صفحہ
دور کرنا دل مین سے واجب ہی۔	۲۲۱
باب ششم دنیا کی مذمت کا	۲۲۳
بیان اول دنیا کی مذمت مین۔	〃
بیان دوم اُن نصیحتون کا اور واعظونکا جن مین دنیا کی مذمت اور صفت مذکور ہی۔	۲۳۶
بیان سوم دنیا کی کیفیت کا مثالون مین	۲۴۱
بیان چہارم دنیا کی حقیقت اور ماہیت کا بندہ کے حق مین۔	۲۴۷
بیان پنجم خود دنیا کی حقیقت اور اُسکے شغلون کا ذکر جنمین خلق ایسی ڈوبی ہوئی ہی کہ اپنے نفس اور خالق کو اور دنیا مین اپنے آنے جانے کو بھولی ہوئی ہے۔	۲۵۳
باب ہفتم بخل کی مذمت اور مال کی دوستی کے بیان مین	۲۶۲
بیان اول مال کی مذمت اور اُسکی محبت کی برائی	〃
بیان دوم مال کی تعریف اور اُسکی مدح ومذمت مین تطبیق کی وجہ	۲۶۵
بیان سوم آفات مال اور اُسکے فوائد کی تفصیل مین	۲۶۶
بیان چہارم حرص وطمع کی مذمت اور قناعت اور لوگون سے توقع نہ رکھنے کی ثنا۔	۲۶۸
بیان پنجم حرص وطمع کا علاج اور اُس دوا کا ذکر جس سے قناعت کی صفت حاصل ہو	۲۷۲
بیان ششم سخاوت کی فضیلت مین۔	۲۷۴
بیان ہفتم بخل کی مذمت مین۔	۲۸۵
بیان ہشتم ایثار اور اُسکی فضیلت کے بیان مین	۲۹۰
بیان نہم سخاوت اور بخل کی تعریف اور اُسکی حقیقت مین۔	۲۹۲
بیان دہم بخل کا علاج۔	۲۹۶
بیان یازدہم اُن باتونکا جو آدمی کو مال کے باب مین ضروری ہین۔	۲۹۹
بیان دوازدہم تونگری کی مذمت اور فقیری کی ثنا مین۔	۳۰۰
باب ہشتم جاہ وریا کی مذمت کے بیان مین	۳۱۳
فصل اول ایسی باتونکا ذکر جن سے ریا پیدا ہوتا ہی۔	۳۱۴
بیان اول شہرت اور خلق مین نام ہونے کی برائی۔	〃
بیان دوم گمنامی اور عدم شہرت کی فضیلت	۳۱۵
بیان سوم جاہ کی محبت کی برائی۔	۳۱۷
بیان چہارم جاہ کے معنی اور اُس کی حقیقت کے ذکر مین۔	〃
بیان پنجم اس امر کا کہ جاہ کے محبوب ہونیکی کیا وجہ ہے۔	۳۱۸
بیان ششم کمال حقیقی اور کمال وہمی بے اصل کا ذکر۔	۳۲۳
بیان ہفتم اس امر مین کہ جاہ کی کونسی محبت اچھی ہی اور کونسی بری۔	۳۲۶
بیان ہشتم اس باب مین کہ نفس کو اپنے مدح وثنا کی محبت اور خوشی کس سبب سے ہے اور ہجو سے نفرت اور بغض کس وجہ سے	۳۲۷
بیان نہم ت کی جاہ کے علاج مین	۳۲۹
بیان دہم مدح کی محبت کے علاج مین	۳۳۲
بیان یازدہم مذمت کی نفرت کے علاج مین	۳۳۳
بیان دوازدہم مدح اور مذمت مین لوگونکے مختلف احوال ہونے کے باب مین۔	۳۳۵
فصل دوم ریا کے باب مین۔	۳۳۸
بیان اول ریا کی مذمت مین۔	〃
بیان دوم ریا کی حقیقت اور جس چیز مین کہ ریا ہوتا ہی۔	۳۴۲
بیان سوم ریا کے درجات مین۔	۳۴۷
بیان چہارم اُس ریائے خفی کا جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔	۳۵۲
بیان پنجم اس بات کا کہ ریائے خفی وجلی مین سے کون کونسی صورت مین عمل باطل ہوتا ہی۔	۳۵۵
بیان ششم ریا کی دوا کا اور دفعت ریا دل کے علاج کا طریق۔	۳۵۹
بیان ہفتم اظہار طاعت کے قصد کے جواز مین۔	۳۶۸
بیان ہشتم گناہونکے چھپانیکے جواز مین۔	۳۷۱
بیان نہم ریا اور آفات کے ڈر کے مارے عمل کے چھوڑ دینے کے ذکر مین۔	۳۷۵

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بیان دہم اس بات مین کہ عبادت کو لوگون کے دیکھنے سے جو نشاط بندہ کو حاصل ہوتی ہے اُس مین سے کون درست ہے اور کون نادرست ہے	۳۸۵
بیان یازدہم اس امر مین کہ مرید پر قبل عمل اور بعد عمل اور عین عمل مین کیا کرنا چاہیے	۳۸۸
باب نہم کبر اور عجب کی برائی مین	۳۹۲
فصل اول کبر کے بیان مین۔	"
بیان اول کبر کی مذمت کا۔	"
بیان دوم اترانے کی برائی اور چلنے اور کپڑون کے لٹکانے سے اظہار تکبر کی مذمت مین	۳۹۶
بیان سوم تواضع کی فضیلت مین۔	۳۹۸
بیان چہارم کبر کی حقیقت اور اُسکی آفت کا۔	۴۰۲
بیان پنجم اس امر مین کہ جس شخص پر تکبر کیا جاتا ہے اُسکے کتنے درجات اور اقسام ہین اور نتیجہ کبر کا اُن مین کیا ہے۔	۴۰۴
بیان ششم اُن چیزونکا جنسے تکبر ہوتا ہے۔	۴۰۷

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بیان ہفتم اُن اسباب کا جنسے تکبر ہیجان مین آتا ہے۔	۴۱۴
بیان ہشتم تواضع والون کے اخلاق کا اور تفصیل اُن افعال کی جنمین اثر تواضع اور تکبر کا ظاہر ہو۔	۴۱۵
بیان نہم طریق علاج کبر کا اور تواضع کے حاصل کرنے کا۔	۴۲۰
بیان دہم تواضع مین نہایت درجہ کی یافت کا	۴۲۴
فصل دوم بیان عجب مین۔	۴۲۵
بیان اول عجب کی مذمت مین۔	"
بیان دوم عجب کی آفت کے ذکر مین۔	۴۲۶
بیان سوم عجب اور ناز کی حقیقت اور انکی تعریف	۴۲۷
بیان چہارم عجب کے مجمل علاج مین	۴۲۸
بیان پنجم اُن چیزون کے اقسام کا جنسے عجب ہوتا ہے اور جدا جدا ہر ایک کا علاج۔	۴۴۲

خلاصۂ مطالب	صفحہ
باب دہم غرور یعنی مغالطہ کی مذمت مین	۴۴۷
بیان اول غرور کی مذمت اور اُسکی حقیقت اور مثالین۔	۴۴۸
بیان دوم مغرور کی چارون صنفون کے فرقون کا حال۔	۴۵۹
فصل اول صنف اول یعنی اہل علم کے فرقون کا حال۔	"
فصل دوم ارباب عبادت و عمل کے غرور مین۔	۴۷۸
فصل سوم صوفیون کے مغالطے مین۔	۴۸۲
فصل چہارم ارباب اموال کے مغالطے کا ذکر	۴۸۷
قطعہ تاریخ مترجم و خاتمۃ الطبع	۴۹۶

تمت

مذاق العارفین

ترجمہ

احیا علوم الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

اے چارہ ساز بندہ پرور	ہر دم ہی تجھ ہی سے استعانت	جلد ثالث کو کردون پوری	یہ زور قلم مین کر عنایت

رباعی

گو حمد سے بہتر نہین کوئی مذکور	لاحصی کا مضمون بھی ہی لیکن مشہور	کیا نسبت خاک کو ہی با عالم پاک	انسان جو کرے دعوی سراسر ہی قصور

دیباچہ

حمد اس خدا کو سزاوار ہے جسکے جلال کے ادراک مین دل اور خواطر سرگردان ہین اور اُسکے نور کی ادنی تجلی سے آنکھین اور نظرین حیران سب راز ہاے مخفی اور مکنونات ضمیر کو جانتا ہی اور اپنی سلطنت کی تدبیر مین مشیر و وزیر سے بے پروا عیبون کو چھپانا دلون کو پھیر دینا اُسکا کام ہے اور غفار الذنوب و ستار العیوب اُسکا نام اور صلوٰۃ و سلام حضرت شفیع المذنبین سید المرسلین پر کہ اُنھون نے دین کی ابتری کو درست فرمایا اور بدینون کو جڑ سے اُکھاڑا اور اُنکی آل پاک و صحابہ طیبین پر بہت سا سلام بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ شرف انسانی جس سے کہ اسکو اور مخلوقات پر فضیلت ہی وہ استعداد معرفت خداے پاک ہی اور یہی معرفت دنیا مین جمال و کمال انسان ہی اور آخرت مین اُسکا ذخیرہ و سامان اور جو استعداد معرفت قلب کو مرحمت ہوئی اور کسی عضو کو نہین ہوئی کیونکہ خداے تعالی سے نزدیک ہونا اور اسکو پہچاننا اور اسکے لیے کام کرنا اور اسکی طرف دوڑنا یہ سب کام قلب ہی کا ہی اور اشیاے حضوری کا مکاشفہ بھی اسی سے متعلق ہی دوسرے اعضا اُسکے آلات اور تابع اور خدمتگار ہین وہ اُن سے

اسطرح کام لیتا ہے جیسے مالک غلام سے یا حاکم رعیت سے یا کاریگر آلات سے غرضکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل ہی مقبول ہے اگر غیر اللہ سے محفوظ ہے اور یہی محجوب بھی ہو جاتا ہے اگر غیر اللہ کیطرف بہت متوجہ ہوا اور اسی سے باز پرس متعلق ہے اور اسکو اوامر اور نواہی کا خطاب ہے اور اسی پر عتاب ور یہی سعادت قرب الٰہی سے بھی اشرف ہوتا ہے پس اگر صفائی اور تزکیہ نصیب ہو گیا تو فلاح کو پہونچتا ہے اور اگر آلودگی مین پڑا رہا تو بدبختی اور ناامیدی کا مورد ہوتا ہے حاصل یہ کہ درحقیقت خدا یتعالیٰ کی اطاعت دل ہی کرتا ہے اور اعضاء ظاہری مین صرف عبادت کے سبب نور پھیل جاتا ہے اور عصیان اور تمرد بھی دل ہی کا کام ہے اور اسوقت اعضا مین فحش اور برائیون کے آثار نمودار ہو جاتے ہین اسی کی روشنی اور تاریکی سے ظاہر کے محاسن اور قبائح کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ برتن مین سے وہی نکلتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے - اور دل ایسی چیز ہے کہ آدمی جب اسکو جان لے تو اپنے نفس کا عالم ہو جاتا ہے جسکے جاننے پر مدار خدائے تعالیٰ کی معرفت کا ہے اور اگر دل سے جاہل رہے تو نفس سے بھی جاہل رہتا ہے اور نفس کی جہالت سے خدا یتعالیٰ کو بھی نہین پہچان سکتا اسلیے کہ جو اپنے قلب ہی سے جاہل ہے تو غیر سے بطریق اولیٰ جاہل ہوگا۔ اور اکثر لوگ اپنے قلوب اور نفوس سے ناواقف ہین اور اُنکے بیچ مین اور اُنکے نفسون کے درمیان مین حجاب ہے چنانچہ خدا یتعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ اور خدا کا حائل ہونا اسطرح ہے کہ دل کو مشاہدہ اور مراقبہ اور ادراک صفات قلبی سے روک دے اور یہ کیفیت نہ معلوم ہونے دے کہ دل خدا یتعالیٰ کی دو انگلیون مین کسطرح پھرتا رہتا ہے اور یہ کہ کس طرح بعض اوقات اُسکا میلان اسفل السافلین کیطرف ہو کر شیاطین کی حد تک پہونچتا ہے اور بعض اوقات اسکی رغبت اعلیٰ علیین کیطرف ہو کر عالم ملائکہ مقربین تک عروج کر جاتا ہے اور جو شخص اپنے قلب کا حال نہ جانے کہ اسکی نگہبانی اور محافظت کرے اور خزائن ملکوتیہ جو اسپر وارد ہوتے ہین اُنکا امیدوار رہے وہ ان لوگون مین سے ہے جنکے حق مین خدا یتعالیٰ فرماتا ہے نسوا اللہ فانساہم انفسہم اولئک ہم الفاسقون اس سے معلوم ہوا کہ قلب کا پہچاننا اور اس کے اوصاف کی حقیقت کو دریافت کرنا اصل دین اور بنیاد طریق سالکین ہے اور چونکہ ہم نصف اول کتاب مین عبادات و معاملات متعلقہ اعضاء ظاہری کا حال لکھ چکے ہین جسکو علم ظاہر کہتے ہین اور وعدہ کر چکے ہین کہ نصف ثانی مین صفات مہلکہ اور منجیات جو قلب پر جاری ہوتے ہین اور جنکا نام علم باطن ہے بیان کرینگے اس لیے ضرور ہوا کہ قبل تفصیل مہلکات اور منجیات کے دو باب لکھین اول مین عجائب صفات قلبی اور اخلاق کا مذکور ہو اور دوم مین کیفیت ریاضت قلب اور اُس کے اخلاق کی تہذیب کا مسطور اب ہم عجائب قلبی کو بطریق ضرب المثال ذکر کرتے ہین کہ جلد سمجھ مین آوے ورنہ اُس کے عجائب واسرار جو عالم ملکوت سے متعلق ہین اکثر سمجھ مین نہین آتے

باب اول ذکر عجائبات قلبی کا مشتمل پندرہ بیانو نپر

بیان اول نفس اور روح اور قلب اور عقل کے معنی کا اور یہ کہ ان چارون اسما سے کیا مراد ہی جاننا چاہیے کہ ان چارون لفظونکا استعمال فصول مہلکات اور منجیات مین ہوتا ہے اور علما مین سے ایسے لوگ کم ہین جو ان الفاظ کے معانی کا اختلاف اور انکا مصداق جانتے ہون اور اکثر غلطی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ اُنکے معنی نہین جانتے اور نہ اُنکے معانی مختلفہ مین اشتراک انکا حال پہچانتے لہذا ہم انکے معانی و بیان کرینگے

جنسے ہماری غرض متعلق ہے لفظ اول قلب ہی اُسکے دو معنی ہین اول تو وہ گوشت کا ٹکڑا گاؤ دم جو سینے کے بائین جانب ہی اور اُسکے بیچ مین خلو ہی جسمین سیاہ خون رہتا ہی جو منبع اور معدن روح کا ہی لیکن ہمکو اُس شکل وکیفیت کا بیان کرنا مقصود نہین اُس سے غرض اطبا کی متعلق ہوتی ہی دینی غرض اس سے کوئی متعلق نہین اسطرح کا دل تو بہائم بلکہ مُردہ مین بھی موجود ہوتا ہی پس جب کہ قلب کا اس کتاب مین آویگا تو اس سے یہ معنی مراد نہ ہونگے اسلیے کہ ان معنی کے اعتبار سے تو دل ایک گوشت کا ٹکڑا بیقدر ہی اور عالم محسوسات ظاہری سے ہی یہانتک کہ جانورونکو بھی آنکھ سے سوجھ سکتا ہی آدمیونکا تو کیا ذکر ہی اور دوسرے معنی دل کے یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ روحانی ربانی ہی جسکو قلب جسمانی سے تعلق ہی اور یہی لطیفہ حقیقت انسانی کہلاتا ہی اور مدرک اور عالم اور مخاطب اور معاتب یہی ہی اور اسی سے بازپرس ہی اور جو وجہ علاقہ کی اس لطیفہ کو قلب جسمانی سے ہی اُسکے ادراک مین اکثر لوگون کی عقل حیران ہی کیونکہ اُسکا تعلق قلب جسمانی سے ایسا ہی جیسا تعلق اعراض کا اجسام سے یا صفات کا اپنے موصوف سے یا تعلق کاریگر کا اپنے آلہ سے یا مکین کا مکان سے اور ہم جو اس وجہ کو نہین بیان کرتے اُسکے دو سبب ہین اول تو یہ کہ یہ امر علوم مکاشفہ یعنی اسرار غیبی سے متعلق ہی اور ہمکو اس کتاب مین صرف علوم معاملہ بیان کرنے مقصود ہین دوم یہ کہ اسکی تحقیق روح کے راز فاش ہونے پر موقوف ہی اور یہ وہ راز ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہین فرمایا پس دوسرے کو بھی لب کشائی اس باب مین نچاہیے غرضکہ اس کتاب مین جسجگہ ہم قلب لکھینگے اس سے یہی لطیفہ مراد ہوگا اور ہماری غرض بھی یہی ہی کہ اُسکے اوصاف اور احوال بیان کرین اُسکی حقیقت فی ذاتہ کا بیان کرنا منظور نہین اسلیے کہ مدار علم معاملہ کا اُسکے صفات اور حالات کے جاننے پر ہی اسمین کچھ ضرورت ذکر حقیقت کی نہین پڑتی دوسرا لفظ روح ہی اُسکے بھی دو معنی ہین ایک یہ کہ روح ایک جسم لطیف ہی جسکا منبع قلب جسمانی کا خلو ہی اور وہان سے بذریعہ شریانون کے تمام اعضاء بدن مین پھیلتی ہے اور اسکا بدن مین پھیلنا اور حیات اور حواس خمسہ کا اعضا کو دینا ایسا ہی جیسا ایک چراغ کسی گھر مین رکھدو اور اس سے چارطرف روشنی پھیلی وے اور گھر کے اندر جس جگہ یہ روشنی جاوے وہان اجالا ہوجاوے پس روح بمنزلہ چراغ کے ہی اور حیات بمنزلہ نور کے اور روح کا باطن مین حرکت کرنا اور بدن مین جاری ہونا ایسا ہی جیسا چراغ مثلاً اطراف گھر مین پھرا جاوے یہ معنی روح کے اصطلاح اطبا کی ہی یعنی روح ایک بخار لطیف ہی جو حرارت قلب سے نضج پاتا ہی پس ان معنو نکا بیان کرنا ہماری غرض نہین اس سے غرض اطبا کی متعلق ہی جو علاج بدن کرتے ہین اور اطباء دین جو قلب کے معالج اس لیے ہوتے ہین کہ اسکو جوار رب العالمین تک پہونچا دین وہ اس روح سے ذرا بھی بحث نہین کرتے بلکہ انکی غرض دوسرے معنی سے ہی اور روح کے دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ مدرکہ ہی انسان مین اور یہ وہی معنی ہین جسکی شرح دوسرے معنی قلب مین ہم کرچکے ہین اور یہی معنی مراد ہین اس آیۃ شریفہ مین قل الروح من امر ربی اور یہ ایک ایسی عجیب ربانی شی ہی کہ جسکے کنہ حقیقت کے ادراک مین اکثر عقول و فہم عاجز ہین تیسرا لفظ نفس ہی کئی معنون مین مشترک بولا جاتا ہی جنمین سے دو معنی ہمارے مقصود کے موافق ہین اول یہ کہ نفس انسان مین وہ شی ہی جو قوت غضب اور شہوت کی جامع ہی اور اُسکا بیان عنقریب آویگا اہل تصوف مین یہ معنی اکثر شائع ہین اُنکے نزدیک نفس وہی ہی جسمین صفات مذمومہ انسانی جمع ہین اور اسی بنا پر وہ لوگ فرماتے ہین کہ نفس پر مجاہدہ کرنا چاہیے اور نفس کو خوب توڑنا چاہیے اور اس حدیث شریف مین بھی کہ اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک یہی معنی مراد ہین دوسرے معنی نفس کے یہ ہین کہ نفس ایک لطیفہ ربانی ہی جسکا ہم پہلے ذکر کرچکے ہین اور اس اعتبار سے واقع مین انسان وہی ہی اور نفس انسان اور ذات انسان بھی اُسی کو سمجھنا چاہیے البتہ اتنا ہی کہ بحسب اختلاف احوال صفات مختلفہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہی پس جب شہوات سے مزاحمت کرتے

کرتے اُسکا اضطراب دور ہو جاتا ہی اور فرمانبرداری مین ٹھہر جاتا ہی تو اسکو نفس مطمئنہ کہتے ہین جسکے باب مین خدا تعالیٰ فرماتا ہی یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کیونکہ نفس کے اول معنی جو بیان ہوئے اُنکے اعتبار سے اسکا اللہ کیطرف رجوع کرنا متصور نہین ہوتا بلکہ وہ تو اللہ سے دور کرتا ہی اور جماعت شیطان سے ہی اور جب اُسکا سکون کامل نہین ہوتا مگر نفس شہوانی کو روکتا رہتا ہی اور اسپر اعتراض کرتا رہتا ہی تو اسکو نفس لوامہ کہتے ہین اسلیے کہ وہ اپنے مالک کو عبادت مولیٰ مین قاصر پا کر ملامت کرتا ہی اسکا ذکر بھی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی لا اقسم بالنفس اللوامۃ اور جب شہوانی کی روک نہ کرے بلکہ مقتضائے شہوات اور حرکات شیطانی کا مطیع اور منقاد ہو جاوے تو اسکو امارہ بالسوء کہتے ہین جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف یا عزیز مصر کی بی بی کے حال مین ارشاد فرمایا ہی وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ امارہ بالسوء سے مراد نفس باعتبار معنی اول ہو تو اس صورت مین نفس یعنی اول نہایت ہی برا ہی اور دوسرے معنی کی رو سے عمدہ ہی اسلیے کہ وہ انھین معنی کے اعتبار سے ذات و حقیقت انسانی ہی جو معرفت الٰہی و دیگر معلومات کی عالم ہی چوتھا لفظ عقل ہی اور وہ بھی معانی مختلفہ مین مشترک ہی جنکا بیان ہم باب العلم مین کر چکے اور انھین سے دو معنوں کیساتھ ہماری غرض متعلق ہی اول تو یہ کہ کبھی عقل بولتے ہین اور اس سے مقصود علم حقائق امور کا ہوتا ہی اس صورت مین عقل صفت علمیہ ہوگی جسکا محل قلب ہے دوسرے یہ کہ کبھی عقل کہتے ہین اور اس سے مراد مدرک علوم ہوتی ہی تو اس صورت مین عقل بھی وہی لطیفہ مذکورہ بالا ہوگی اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ ہم جانتے ہین کہ ہر عالم ہی وہ بنفسہ موجود اور قائم بذات خود ہی اور صفت علم اسمین حلول کی ہوئی ہی اور صفت غیر ہوتی ہی اپنے موصوف کی پس عقل سے کبھی تو یہ صفت علم مراد ہوتی ہی اور کبھی محل ادراک یعنی موصوف اُس صفت کا مراد ہوتا ہی اور یہی معنی ہین عقل کے اس حدیث شریف مین کہ اول ما خلق اللہ العقل کیونکہ صفت علم تو قائم بالنفس نہین ایک عرض ہی اُسکا اول مخلوق ہونا کیسے سمجھا جاوے تو ضرور ہی کہ اسکا محل اُس سے پہلے یا اُسکے ساتھ مخلوق ہو ورنہ خطاب کسطرح ممکن ہوگا جو اسی حدیث مین مذکور ہی کہ خدا تعالیٰ نے اسکو فرمایا کہ سامنے آ تو سامنے آئی پھر فرمایا پشت پھیر تو پشت پھیری اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث مین عقل سے محل صفت علمی مراد ہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان چارون الفاظ قلب و نفس و روح و عقل کے مدلول جدا جدا موجود ہین یعنی قلب جسمانی اور روح جسمانی اور نفس شہوانی اور علوم اور پانچوین معنی یعنی لطیفہ مدرکہ انسانی وہ ان چارون لفظون مین مشترک ہی اس صورت مین چار ہوئے اور معنی پانچ اور ہر لفظ کے دو دو معنی ہوئے۔ اور چونکہ اکثر علما پر ان الفاظ کا اختلاف اور اشتراک مشتبہ ہو گیا ہے اسی جہت سے وہ خواطر مین لکھتے ہین کہ یہ خاطر قلب ہی اور یہ خاطر نفس ہی اور یہ خاطر روح ہی مگر ناظر کو ان چیزون مین کچھ معانی کا اختلاف معلوم نہین ہوتا اسی قباحت کے دور کرنے کے لیے ہم نے ان الفاظ کی شرح اول کر دی۔ اور جہان کہین قرآن مجید یا حدیث شریف مین لفظ قلب واقع ہی بس اس سے مراد وہ چیز ہی جو انسان مین سمجھتی ہے اور حقیقت اشیا کو معلوم کرتی ہی اور اسکو کنایۃً اُس قلب پہ بولتے ہین جو آدمی کے سینہ مین ہی کیونکہ اُس لطیفہ اور جسم قلب مین ایک علاقہ خاص ہی اور اگرچہ وہ تمام بدن سے متعلق ہے اور سب اعضا سے کام لیتا ہی لیکن تعلق اُسکا اور اعضا سے بواسطہ قلب کے ہی یعنی لطیفہ مذکورہ کا تعلق اول قلب جسمانی ہی سے ہی گویا کہ قلب جسمانی اُسکا محل اور دار السلطنت اور مرکب ہی اور اسی جہت سے سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے قلب جسمانی کو عرش سے اور سینہ کو کرسی سے تشبیہ دی ہی اور فرمایا ہی کہ قلب عرش ہی اور صدر کرسی ہی اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان کی غرض یہ ہی کہ قلب عرش خدا کا ہی اور صدر اسکی کرسی ہی کیونکہ یہ امر تو محال ہی بلکہ مراد انکی یہ ہی کہ قلب جسمانی اور صدر لطیفہ قلبی کیلیے دار السلطنت اور تختگاہ ہین کہ اول اُسکا تصرف انھین سے شروع ہوتا ہی غرضکہ قلب جسمانی اور صدر کو لطیفہ قلبی سے وہ نسبت ہے جو عرش و کرسی کو ہی خدا سے

پاک ہے اور یہ تشبیہ بھی صرف بعض وجوہ سے درست بیٹھتی ہے اور چونکہ اُس سے ہماری غرض متعلق نہین اسلیے فروگذاشت کرتے ہین

دوسرا بیان قلب کے لشکرونکا

واضح ہو کہ اللہ تعالی کے لشکر قلوب وارواح اور دوسرے عالمون مین اتنے ہین کہ اُنکی حقیقت اور گنتی سوا اُسکے اور کوئی نہین جانتا جیسا کہ خود فرماتا ہی وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ اور ہم اب بعض لشکر قلب کے بیان کرتے ہین کیونکہ ہماری غرض قلب ہی سے متعلق ہے پس جاننا چاہیے کہ قلب کے دو لشکر ہین ایک وہ جو ظاہری آنکھ سے محسوس ہوتا ہے اور ایک وہ جو عقل کی آنکھ سے سوجھتا ہے اور وہ دونون قلب کے لیے بمنزلہ خادم اور مددگار کے ہین اور یہان لشکر کے یہی معنی ہین پس وہ لشکر جو ظاہری آنکھ سے سوجھتا ہی وہ ہاتھ پانون زبان آنکھ کان ناک اور تمام اعضا ظاہری اور باطنی ہین کہ سب کے سب اُسکے خادم اور مسخر ہین وہ جسطرح چاہتا ہی انمین تصرف کرتا ہی یہ سب اُسی کی طاعت کیلیے پیدا ہوے ہین حتی کہ اُسکے خلاف کی قدرت نہین رکھتے اور نہ اُس سے منحرف ہو سکتے ہین مثلاً جب آنکھ کو حکم کھلنے کا کرتا ہی کھل جاتی ہی اور پانون کو چلنے کا کرتا ہی تو چلنے لگتا ہی زبان کو بولنے کیلیے حکم ناطق دیتا ہی تو بولنے لگتی ہی اور اسیطرح تمام اعضا کا حال ہی اور اعضا اور حواس کا مطیع ہونا قلب کیلیے ہین وجہ ایسا ہی جیسا فرشتے اللہ تعالی کے مطیع ہین کہ وے بھی طاعت الٰہی کیلیے مخلوق ہین خلاف کی قدرت نہین رکھتے بلکہ اُنکا حال یہ ہی لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ البتہ ایک بات کا فرق ہی کہ فرشتے اپنی اطاعت اور امر الٰہی کی بجا آوری کے عالم بھی ہوتے ہین اور اعضا مین یہ بات نہین مثلاً آنکھ کی پلکین کھلنے اور بند ہونے مین اطاعت قلب کی تو کرتی ہین مگر اُنکو مطلق نہ اپنے وجود کی خبر ہی اور نہ اس اطاعت کی خبر اور چونکہ قلب کو حاجت سواری اور زاد راہ کی اُس سفر کیلیے ہوئی ہی جسکے لیے پیدا ہوا ہے یعنی سفر معرفت الٰہی اور قطع منازل دیدار رحمانی کے جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ اسی لیے اسکو ان اعوان اور مددگارون کی حاجت پڑی اُنمین سے اُسکی سواری تو بدن ہی اور زاد راہ علم ہی اور جن اسباب سے کہ یہ زاد راہ تک پہونچکر توشہ حاصل کرتا ہی وہ اعمال نیک ہین اور بندہ کیلیے ممکن نہین کہ راہ سلوک الی اللہ بدون سکونت بدن اور بسر کرنے دنیا کے حاصل ہو سکے کیونکہ بڑی منزل تک پہونچنے کے لیے چھوٹی منزل کا قطع کرنا ضرور ہی اور اسی بنا پر اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ واقع ہوا ہی گو دنیا بھی ایک منزل ہدایت کی اور اُسکا دنیا اسوجہ سے نام ہوا کہ قدر و منزلت مین دوسری منزل سے کم ہی غرضکہ قلب کو ضرور ہی کہ اس عالم مین زاد راہ حاصل کرے اور بدن وہ سواری ہی جسکے باعث اس دنیا مین پہونچ جاتا ہی پس اُسکی حفاظت اور کفالت بھی ضرور ہوئی اور اسکی حفاظت اسطرح ہی کہ جو غذا وغیرہ اُسکے موافق ہی وہ اسکو دیجا دے اور جو اسباب اُسکے ہلاک کے ہون وہ اُس سے دور کیے جاوین اس اعتبار سے حصول غذا کیلیے دو خادمون کی حاجت ہوئی ایک باطنی جسکا نام بھوک اور خواہش ہی اور ایک ظاہری یعنی ہاتھ وغیرہ اعضا جنسے غذا حاصل ہو اسلیے قلب مین بقدر حاجت خواہش بھی پیدا کیگئی اور اعضا جو ذریعہ خواہش ہین وہ بھی عنایت ہوے اسیطرح مہلکات سے بچنے کیلیے دو لشکرونکی ضرورت آئی ایک باطنی جسکو غضب کہتے ہین اور جسکے باعث دشمنون سے انتقام لیتا ہی اور مہلکات کو دور کرتا ہی اور ایک ظاہری یعنی ہاتھ اور پانون وغیرہ جنسے غضب کے وقت حسب مقتضائے غضب کام لیتا ہی گویا ان اعضا کا وجود بدن مین مثل ہتھیارونکے ہی اب جو شخص محتاج غذا کا ہی جبتک اُسکو

غذا کا حال معلوم نہو تو صرف محبت غذا اور بھوک سے کام نہ چلیگا اسلیئے قلب کو غذا کے پہچاننے کیلیے دو خادمون کی ضرورت ہوئی ایک باطنی یعنے ادراک حواس خمسۂ ظاہری کا اور ایک ظاہری یعنی مواضع حواس خمسۂ ظاہری کے کہ آنکھ و کان و ناک وغیرہ ہین۔ اور قلب کو جو ان اشیا کی طرف حاجت ہی اسکی وجہ مفصل اور یہ کہ اسمین کیا حکمت ہے اتنا طول کلام چاہتی ہی کہ بہت سی جلدون مین بھی بیان نہو سکے اور ہمنے کچھ تھوڑا سا باب الشکر مین لکھا ہی اسی پر اکتفا کیجاتی ہی۔ حاصل یہ کہ قلب کے خادم تین قسم کے ہین ایک تو وہ کہ اسکو کسی شی کیطرف رغبت دلاوین خواہ حصول نفع کیطرف مثل بھوک کے خواہ ضرر دور کرنیکی طرف مثل غضب کے اس قسم کے خادم کو ارادہ بھی کہتے ہین دوسری قسم وہ ہی جو حصول مقصود کیلیے اعضا کو حرکت دیتی ہی اسکو قدرت و طاقت کہتے ہین جو تمام اعضا خصوصًا رگ و پے مین پھیلی ہوئی ہی تیسری قسم جاسوسون کیطرح مدرک اور پہچاننے والی ان اشیا کی ہی وہ قوت دیکھنے اور سونگھنے اور سننے اور چکھنے اور چھونے کی ہی جو اعضا معینہ مین موجود ہے اس قسم کا نام علم و ادراک ہی اور ان باطنی لشکرون مین سے ہر ایک کے ساتھ ظاہری لشکر بھی ہین یعنی اعضا مرکب گوشت و پوست و چربی و خون و ہڈی وغیرہ سے یہ اعضا آلات و اسباب پہلے لشکرون کے ہین مثلاً قوت گرفت انگلیون سے متعلق ہی۔ اور قوت بینائی آنکھ مین ہے اور علی ہذا القیاس اور قوی کو سمجھنا چاہیے۔ اور ہمکو اعضا ظاہری سے بحث نہین کیونکہ یہ عالم ظاہری سے ہین بلکہ ہم ان اعوان قلبی کا ذکر کرتے ہین جو آنکھ سے نہین سوجھتے اور وہ ان سب مین سے قسم سوم ہی یعنی قوائے مدرکہ اور انکی دو قسمین ہین ایک تو وہ جسکا ٹھکانا اعضاء ظاہری مین ہی یعنی حواس خمسۂ ظاہری جو متعلق اعضا ظاہری آنکھ کان ناک وغیرہ سے ہین اور ایک وہ جنکا مسکن منازل باطنی مین ہی یعنی دماغ کی تجویفون مین اور یہ بھی پانچ ہین اسلیے کہ آدمی کسی چیز کو دیکھکر جو اپنی آنکھین بند کرلیتا ہی تو اس شی کی تصویر اپنے نفس مین پاتا ہی اسکو خیال کہتے ہین پھر یہ صورت بعض باتین یاد رکھنے سے اسکے ساتھ رہتی ہی وہ حافظہ کہلاتا ہی پھر یاد کی چیز کو سوچتا ہی اور بعض کو بعض سے ملاتا ہی اور جو بھولا ہوا ہوتا ہی وہ یاد آجاتا ہی اور صورت جو ان کی تو ان نفس مین ہو جاتی ہی پھر محسوسات کی سب باتونکو حس مشترک سے اپنے خیال مین جمع کرلیتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ باطن مین یہ قوتین ہین حس مشترک اور خیال اور فکر اور ذکر اور حفظ۔ اور اگر خداتعالی قوت حفظ اور فکر اور ذکر اور خیال پیدا نہ فرماتا تو دماغ ان چیزون سے خالی ہوتا جیسے اب ہاتھ پانون وغیرہ انسے خالی ہین غرضکہ جیسے یہ قوی باطنی ہین اسیطرح انکی جگہین بھی باطنی ہین ف مترجم کہتا ہی کہ اطبا کے نزدیک جو حواس خمسۂ باطنی ہین وہ سب کو معلوم ہین اور نام بھی انکے مشہور مصنف نے جو تبدیل کی ہی نمعلوم کس عنایت سے کی ہی انکی تقریر کا ترجمہ کر دیا گیا ہی پس یہ اقسام ہین قلب کے لشکرون کے اور انکا بیان اسطرح کر کم علمونکی بھی سمجھ مین آجاوے طول چاہتا ہی اور گو اس جیسی کتاب مین غرض یہی ہی کہ منتہی لوگون کو نفع ہو پھر بھی ہم مثالین لکھکر ایسا بیان کرتے ہین جسکو مبتدی بھی سمجھ سکین

تیسرا بیان مثالین قلب کے باطنی خادمونکی

جاننا چاہیے کہ قلب کے دو خادم غضب اور شہوت کبھی اسکی فرمانبرداری بدرجۂ اتم کرتے ہین تو اسوقت قلب کو سلوک مین انسے مدد ملتی ہی بلکہ ان دونون کو اپنے سفر الی اللہ مین اچھا رفیق سمجھتا ہی اور کبھی یہ دونون اسکی نافرمانی کرکے اس سے باغی ہو جاتے ہین تو یہ نوبت پہونچتی ہی کہ اسی کو غلام کر لیتے ہین اور موجب اسکی بربادی کا ہوتے ہین اور جس سفر سے کہ اسکو سعادت ابدی حاصل ہوتی ہی اس سے باز رہتا ہی مگر اس کے

مددگار اور بھی ہین جنکو علم اور حکمت اور تفکر کہتے ہین اور اُنکا بیان عنقریب آتا ہی پس ایسے وقت نازک مین قلب کو مناسب ہی کہ اُن مددگارون سے جو اللہ کے گروہ کہلاتے ہین اُن دونون خادمون کے مقابلہ کیلیے استعانت چاہے اسلیے کہ وہ دونون کبھی شیطان کی جماعت مین مل جاتے ہین اور قلب کو دباتے ہین پس اگر قلب نے استعانت نہ کی اور غضب و شہوت کا مطیع ہوگیا تو بھی صورت ہلاکی اور نقصان مبین کی ہے اور اکثر لوگون کا یہی حال دیکھا جاتا ہے کہ اُنکی عقلین شہوات کی ایسی مطیع ہوگئی ہین کہ اپنی شہوات کے پورا کرنے کیلیے بیسیون حیلے ڈھونڈھتے ہین اور مناسب یون تھا کہ عقل کی ضروریات مین شہوت اُسکی مطیع رہتی اب ہم ناظرین کے سمجھانے کیلیے اُسکی توضیح تین مثالون سے کرتے ہین

مثال اول فرض کرو کہ نفس انسانی یعنی لطیفہ مذکورہ بالا بادشاہ ہی اور بدن اُسکا شہر اور دار السلطنت اور جوارح اور قوی اُس کے کارکن اور عملہ اور قوت عقلیہ اُسکا وزیر خیر خواہ و باتدبیر ہے اور غضب اُس شہر کا کوتوال ہی اور شہوت اُسکا غلام بدسرشت جو اُس شہر مین کھانا وغیرہ لایا کرتا ہی اور بڑا مکار جھوٹا فریبی پلید ہی کہ خیر خواہونکی صورت مین آکر بظاہر خیر خواہی کرتا ہی مگر اُسکی خیر خواہی مین سراسر فساد اور زہر قاتل ہی اور اُسکی عادت یہ ٹھہر گئی ہی کہ وزیر باتدبیر کے ساتھ اُسکی تجویزون مین نزاع کرتا رہتا ہی یہانتک کہ کوئی گھڑی اُسکے نزاع سے خالی نہین رہتا ہے پس ایسی صورت مین اگر بادشاہ اپنے امور سلطنت مین وزیر کے مشورہ پر چلیگا اور اس غلام پلید کے کہنے سے روگردان رہیگا اور یہ بات ٹھان لیگا کہ اُسکے خلاف ہی مین بہتری ہی اور اپنے وزیر کی خاطرداری سے کوتوال کو بھی تادیب کریگا اور وزیر کیطرف ہو کر اُسکو اُس غلام خبیث اور اُسکے تابعین پر معین فرمائیگا تاکہ غلام مذکور اپنے درجہ سے بڑھنے نپاوے مغلوب اور محکوم بنا رہے زیادہ منھ نہ لگے تو ظاہر ہی کہ بادشاہی انتظام بہت راستی اور عدل کے ساتھ ہوگا اسیطرح اگر نفس عقل سے استعانت لیگا اور غضب کی تادیب کر کے اُسکو شہوت پر مسلط رکھیگا اور کبھی غضب کو کم کرنے کیلیے شہوت سے مدد چاہیگا اور کبھی شہوت کے دبانے کیلیے غضب کو اُسپر مسلط کر کے مقتضیات شہوت کو بُرا سمجھے گا تو اُسکے قوی سب درجۂ اعتدال پر رہین گے اور اُسکے اخلاق سب بہتر ہونگے اور اگر اس طریق سے عدول کریگا اُن لوگون مین سے ہوگا جنکی شان مین خدا تعالی فرماتا ہی أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ اور ارشاد ہی وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث اور جو شخص کہ نفس کو شہوت سے روکتا ہی اُس کے حق مین یون ارشاد ہی وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى اور کیفیت ان چیزون کے ساتھ مجاہدہ کی اور ایک کو دوسرے پر مسلط کرنیکی انشاء اللہ عنقریب باب ریاضت نفس مین آویگی

دوسری مثال فرض کرو کہ بدن ایک شہر ہی اور اُسکا حاکم مدبر عقل ہی یعنی وہ چیز جو انسان کی مدرک ہی اور حواس ظاہری و باطنی اُسکے لشکر اور اعوان ہین اور اعضاء اُسکے رعیت اور نفس امارہ یعنی شہوت اور غضب اُسکا دشمن کہ اُسکی سلطنت کا خواہان ہی اور رعیت کو تباہ کیا چاہتا ہی تو اب بدن کو ایک مورچہ جاننا چاہیے جس مین بادشاہ خود حفاظت کیلیے موجود ہی پس اگر اپنے دشمن سے لڑ کر اُسکو بھگا دیگا یا مغلوب کر لیگا تو اُسکا کام دربار اعلی مین پسند ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً اور اگر اس مورچہ کو کھو بیٹھے گا اور اپنی رعیت کو بیکار کر دیگا تو خدا کے نزدیک مذموم ہوگا اور اسکی سزا اسکو دیجاویگی جیسا کہ حدیث قدسی مین آیا ہی کہ ایسے شخص سے قیامت کو یون کہا جائیگا اے خبیث نگاہبان تو نے گوشت کھایا اور دودھ پیا مگر گم ہوئی چیز کا ٹھکانا نہ لگایا اور شکستہ کو درست نہ کیا آج مین تجھ سے عوض لونگا اور اسی مجاہدہ کیطرف اشارہ ہی اس حدیث شریف مین کہ رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر

تیسری مثال عقل کو ایک سوار سمجھنا چاہیے جسکا ارادہ شکار کا ہی اور شہوت کو اُسکا گھوڑا

اور غضب کو اسکا کتا خیال کرنا چاہیے پس اگر سوار حاذق اور ماہر ہوگا اور گھوڑا بھی سدھا ہوا اور کتا بھی تعلیم یافتہ تو بیشک اپنے مقصود کو پہونچے گا اور جب سوار بذات خود فن سواری سے جاہل ہوگا اور گھوڑا سرکش اور کتا دیوانہ تو نہ گھوڑا ہی اسکا کہنا کریگا اور نہ کتا اشارہ پہ چلے گا پس ایسے شخص کو شکار کا ملنا تو درکنار اپنی جان ہی بچانی دشوار ہوگی اس مثال مین سوار کو سواری نہ آنیکی مثال انسان کی جہالت اور قلت حکمت اور کمی بصیرت کی ہی اور گھوڑے کی سرکشی مثل غلبۂ شہوت کے خصوصاً شہوت شکم اور شرمگاہ کی اور کتے کی دیوانگی مثل غلبہ غضب کے ہی اللہ تعالی اپنے فضل و عنایت سے اُنسے بچاوے

چوتھا بیان قلب انسانی کی خاصیت کا ذکر

واضح ہو کہ جسقدر چیزین ہم نے اعضا و حواس سے بیان کی ہین وہ اللہ تعالی نے تمام حیوانات کو بھی دی ہین مثلاً شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی سب حیوانون کو بھی حاصل ہین دیکھو جب بکری بھیڑیے کو آنکھ سے دیکھتی ہی تو اسکی عداوت اپنے دلسے معلوم کر کے فوراً بھاگتی ہی اس سے معلوم ہوا کہ حیوان کو بھی ادراک باطنی موجود ہی پس اب ہم وہ چیز ذکر کرتے ہین جو خاص قلب انسانی مین پائی جاوے اور جسکے باعث اسکو شرف اور تقرب الی اللہ کی لیاقت ہی اور وہ دو باتین ہین ایک علم اور دوسرا ارادہ علم تو امور دنیوی اور اُخروی و حقائق عقلی کا ہی کہ یہ امور محسوسات کی حد مین داخل ہین اور نہ حیوانات کو انمین انسان کیساتھ شرکت بلکہ علوم کلیہ بدیہی بھی خواص عقل انسانی سے ہین مثلاً انسان یہ حکم کرتا ہی کہ ایک شخص کا دو مکانون مین ہونا ایک ہی حالت مین غیر ممکن ہی پس یہ حکم ہر شخص کے واسطے ہی گو یا اُسنے دنیا کے بعض ہی اشخاص دیکھے ہین اس صورت مین اسکا حکم کر دینا جمیع اشخاص پر اسکی حس کے ادراک سے زائد ہی اور جب علم خاص بدیہی مین یہ امر سمجھ چکے تو اور تمام نظریات مین اور بھی ظاہر تر ہی اور ارادہ سے یہ غرض ہی کہ جب انسان عقل سے انجام کار کو سوچتا ہی اور اُسمین بہتری معلوم ہوتی ہی تو اسکی طبیعت مین ایک شوق اُس بہتری کا اور اُسکے لوازم کے حاصل کرنیکا پیدا ہوتا ہی اسکو ارادہ کہتے ہین اور یہ ارادہ وہ نہین جو ارادۂ شہوت یا ارادہ حیوانات کا ہوتا ہی بلکہ یہ ارادہ شہوت کے ارادہ کی ضد ہی مثلاً شہوت فصد اور پچھنے سے نفرت کرتی ہی مگر عقل اُسکا ارادہ کرتی ہی اور اُسکے لیے مال تک خرچ کرتی ہی یا بیماری کیحالت مین شہوت کا میل لذیذ کھانونکی طرف ہوتا ہی اور عاقل آدمی اپنے نفس مین اُنسے ایک مانع پاتا ہی اور یہ مانع شہوت کیطرف سے نہین اور اگر خدا تعالی عقل کو تو پیدا فرماتا جس سے انجام کار سوجھتا ہی اور اس ارادہ کو پیدا نہ فرماتا جسکے باعث حرکت اعضا کی عقل کے حکم کے بموجب ہوتی ہی تو عقل کا حکم بفائدہ محض ہوتا غرضکہ قلب انسانی مین وہ علم و ارادہ ہی جو تمام حیوانات مین نہین بلکہ اول لڑکون مین بھی نہین ہوتا کیونکہ یہ ارادہ انمین بعد بلوغ کے پیدا ہوتا ہی اور شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی اُنمین سب موجود ہوتے ہین ہان ان علوم کے حاصل ہونے کے لڑکے مین دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اُسکے دلمین علم بدیہی یا تو نکا آجاوے مثلاً جن چیزون کا وجود ظاہر مین نہین ہو سکتا اُنکا محال جاننا یا ممکنات ظاہری کا جائز سمجھنا تو اُس صورت مین اُسکو علوم نظریہ تو حاصل نہونگے مگر اُنکے حصول کے قریب ہو جاویگا اور اُسکا حال علوم نظریہ مین ایسا ہوگا جیسا کوئی کاتب کہ کتابت مرکبات سے تو عاری ہے مگر مفردات حروف اور دوات و قلم کو جانتا ہی اسطرح کا کاتب اگرچہ درجۂ کتابت پر نہین پہونچتا مگر اُسکے قریب ہو جاتا ہے۔ دوسرے

ہے کہ علوم اسکو اکتساب اور تجربہ اور فکر سے حاصل ہوے ہین اور انکا مخزن اسکے پاس ہے جب چاہے انکی طرف رجوع کرے تو ایسے شخص کا حال کاتب حاذق کا سا ہی کہ گو وہ بالفعل لکھتا نہو مگر اسکو کاتب کہینگے کیونکہ وہ کتابت پر ہر وقت قدرت رکھتا ہی اور یہ مرتبہ علوم کا انسانیت کے مدارج مین سے اعلیٰ درجہ ہی لیکن اس درجہ مین مراتب غیر متناہی ہین کہ انمین لوگ کثرت و قلت معلومات کے باعث یا شرافت و خست معلومات کی جہت سے متفاوت ہین اور نیز طریق حصول مین بھی تفاوت ہوتا ہی کہ بعض قلوب کو اول ہی وہلہ مین بسبیل مکاشفہ الہام الٰہی سے حاصل ہوجاتے ہین اور بعض کو نوبت اکتساب اور تعلیم کی پہونچتی ہی پھر بعضے سریع الفہم ہوتے ہین اور بعضے بطی الحصول اور اس مقام مین درجات انبیاء و علما اور اولیا و حکما کے مختلف ہین اور درجات ترقی کی کچھ انتہا نہین اسلیے کہ معلومات الٰہی کی کچھ حد نہین اور سب مین اعلیٰ رتبہ اُس نبی کا ہوتا ہی جسپر سب حقیقتین بلا اکتساب و تکلف صرف مکاشفۂ الٰہی سے بہت جلد منکشف ہوجائین اور اسی سعادت سے بندہ کو خداوند پاک سے قرب معنوی اور حقیقی اور وصفی ہوتا ہی مگر قرب مکانی اور نزدیکی مسافت نہین ہوتی اور ان درجات مین ترقی کرنی سالکین الی اللہ کی منزلین کہلاتی ہین اور ان منازل کی کچھ حد نہین بلکہ ہر سالک کو جس منزل تک وہ پہونچتا ہی اسکا اور اسکے نیچے کی منزلونکا حال معلوم رہتا ہی جو منزلین اُسکے آگے ہین انکو علماً تو نہین جانتا الا کبھی ایمانا بالغیب انکی تصدیق کرتا ہی جیسے ہم نبوت و نبی پر ایمان رکھتے ہین اور اُنکے وجود کی تصدیق کرتے ہین مگر حقیقت نبوت کو سوائے نبی کے دوسرا نہین جانتا اور جسطرح کہ پیٹ کے بچہ کو شیر خوار کا حال معلوم نہین ہوتا اور شیر خوار کو تمیز دار لڑکے کا حال معلوم نہین ہوتا کہ اسکو کیا کیا بدیہی باتین حاصل ہوگئی ہین اور تمیز دار کو عاقل کا حال معلوم نہین ہوتا کہ علوم نظریہ سے اُسنے کیا سیکھا ہی اسیطرح عاقل کو بھی یہ معلوم نہین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیا اور انبیا پر کیا کیا الطاف و رحمت نے یاد فرمائی ہین ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا اور یہ رحمت بموجب جود اور کرم خداوندی کے عام ہی کسیکے ساتھ اسکی طرف سے بخل نہین مگر ظہور اس رحمت کا ان دلونپر ہوتا ہی جو نفحات رحمت کی تاک لگائے رہتے ہین جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا اور انپر تاک لگانا اسطرح ہی کہ دلکو پاک رکھین اور خبث و کدورت جو اخلاق مذمومہ سے ہوتی ہی اس سے اجتناب کرین جیسا کہ عنقریب اسکا بیان آنیوالا ہی اور رحمت پاک کے اسی جود کیطرف اشارہ ہی اس حدیث شریف مین ہی ینزل اللہ کل لیلۃ الی سماء الدنیا فیقول ہل من داع فاستجیب لہ اور اس حدیث قدسی مین لقد طال شوق الابرار الی لقائی وانا الی لقائہم اشد شوقا اور اس حدیث قدسی مین من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا ان سب احادیث متبرکہ سے یہ معلوم ہوا کہ انوار علوم جو دلونسے پوشیدہ رہتے ہین تو منعم حقیقی کیطرف سے کچھ بخل اور رد کی نہین بلکہ خبث اور کدورت جو دلونمین رہتی ہی وہی باعث حجاب انوار معرفت الٰہی ہوتی ہی کیونکہ دلونکا حال برتن کا سا ہے جبتک برتن مین پانی بھرا رہیگا اسمین ہوا نہین جاسکیگی اسیطرح جبتک دل غیر اللہ سے مشغول رہیگا اسمین معرفت نہ جاسکیگی اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السماء خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہوا کہ خاصیت انسان علم اور حکمت ہے اور اشرف علوم علم اللہ جل شانہ اور اسکی صفات و افعال کا ہی کہ جسمین کمال انسانی ہی اور اس کمال کے باعث سعادت اور لیاقت حضوری حضرت رب العزت اسکو حاصل ہوتی ہی غرضکہ بدن نفس کی سواری ہی اور نفس محل علم ہی اور علم انسان کا مقصود اور اسکی خاصیت ہی کہ جس کے واسطے پیدا ہوا ہی اور جسطرح پر کہ گھوڑا بوجھ اٹھانے مین گدھے کا شریک ہی اور خوبصورتی اور دوڑ دھوپ مین اس سے خاص ہی تو گویا گھوڑے کی خاصیت یہی ہی اور اسی کے لیے پیدا ہوا ہی پس اگر اس بات سے عاری ہوگا تو گدھے کے درجہ کو پہونچ جائیگا اسیطرح انسان بہت سی باتونمین گھوڑے

اور گدھے کا شریک ہی مگر جو خاصیت انسانی ہی اُسکے باعث اُن دونون سے ممتاز ہی اور یہ خاصیت ملائکہ مقربین کے اوصاف مین سے ہے اور انسان کا رتبہ بہائم اور ملائکہ کے درمیان مین ہی اسواسطے کہ انسان باعتبار غذا اور نشو و نما کے تو سبزہ ہی اور حس و حرکت اختیاری کی جہت سے حیوان ہے اور صورت و قد و قامت کے اعتبار سے مثل نقش دیوار ہی لیکن خاصیت اُسکی حقائق اشیا کی معرفت ہی پس جس شخص نے اپنے تمام اعضا اور قویٰ سے اسطرح کام کیا کہ علم و عمل مین اسکو استعانت ہو تو ایسا شخص مشابہ فرشتون کے ہی اور انہین لاحق ہونیکا سزاوار ہی اور اگر اسکو ملک ربانی کہا جائے تو بجا ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والیون کا قول نقل فرمایا ہی ما ہٰذا بشرًا ان ہٰذا الا ملک کریم اور جس شخص نے کہ اپنی ہمت لذات بدنی کیطرف مصروف کی اور چوپایونکی طرح کھانے لگا تو وہ درجہ بہائم مین داخل ہوکر یا تو نرا بیل نا تجربہ کار ہوگا یا حریص مثل سور کے یا غرانیوالا مثل کتے بلی کے یا کینہ ور مثل اونٹ کے یا متکبر مثل چیتے کے یا مکار مثل لومڑی کے بنجاویگا اور اگر ان سب باتونکا جامع ہوگا تو پورا شیطان رجیم ہی اور آدمی مین کوئی عضو یا حاسہ ایسا نہین کہ جسکے سبب سے وصول الی اللہ کیطرف مدد نہ مل سکے جیسا کہ باب شکر مین کچھ تھوڑا سا بیان اُسکا آویگا پس جو کوئی اپنے اعضا کو اسی کام مین لگاویگا وہ فلاح کو پہونچیگا اور جو اس سے عدول کریگا وہ نقصان مین رہیگا اور انسانکی سعادت کامل اسی مین ہی کہ دیدار الٰہی کو اپنا مقصد بناوے اور آخرت کو اپنا مستقر جانے اور دنیا کو منزل اور بدنکو سواری اور اعضا کو خادم تصور کرے اور اپنی قوت مدرکہ کو بادشاہ قرار دے جسکا دار السلطنت قلب ہی اور قوت خیالی جو مقدم دماغ مین ہی اُس بادشاہ کا قاصد کیونکہ محسوسات کی خبرین اُسکے پاس جمع ہوتی ہین اور قوت حافظہ جسکا مسکن مؤخر دماغ ہی اُسکا خزانچی ہی اور زبان اُسکی ترجمان اور اعضا متحرکہ اُسکے محرر اور حواس خمسہ اُسکے جاسوس ہین اور ہر واحد اُنمین سے ایک طرف کی اخبار رسانی پر متعین ہی آنکھ عالم رنگ پر متعین ہی اور کان عالم آواز پر اور ناک عالم خوشبو پر اور علی ہٰذا القیاس پھر یہ سب اپنے اپنے علاقہ کے اخبار جمع کرتے ہین اور قوت خیالی تک پہونچا دیتے ہین جسکا کام قاصدی ہی وہ ان اخبار کو خزانچی یعنی حافظہ کے سپرد کرتی ہی اور خزانچی بحضور بادشاہ پیش کرتا ہی تاکہ بادشاہ کو ان اخبار مین سے بقدر سلطنت کی تدابیر مین یا جس سفر کے درپے ہی اُسکی تکمیل مین یا جس دشمن کے ساتھ منازعت ہی اُسکے قلع قمع مین یا رہزنونکے دور کرنے مین ضرورت ہو اُسقدر لیوے پس اگر ایسا ہی کیا تو سعید اور کامیاب اور خدا کی نعمتون کا شاکر ہوا اور جب ان سب کو بیکار رکھا یا کام تو لیا مگر اُسمین اپنے دشمنون یعنی شہوت اور غضب اور لذائذ فانی اور آبادی رہگذر یعنی یہ دنیا کا ہی لحاظ رکھا تو شقی اور رسوا اور خدا کی نعمتونکا کافر ہوگا اور لشکر الٰہی کو جو اُسکا تابع تھا تلف کریگا اور دشمنان خدا کی عزت اور حزب اللہ کی ذلت ہوگی انجام اُسکا یہ ہوگا کہ مستحق عقاب اور عذاب اور خرابی معاد کا ہوگا نعوذ باللہ منہا اور جو مثال کہ ہم نے بیان کی ہی حضرت کعب احبار نے اُسکی طرف اشارہ فرمایا ہی جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ مین حضرت عائشہ رضہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انسان مین آنکھین تو راہبر ہین اور کان محافظ اور زبان ترجمان اور ہاتھ دو طرف لشکر کے اور پاؤن قاصد اور قلب بادشاہ ہی پس جب بادشاہ اچھا ہوگا تو اُسکے توابع بھی اچھے ہونگے حضرت عائشہ رضہ نے جواب دیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ایسا ہی سنا ہی وہ بھی یہی فرماتے تھے اور حضرت علی رضہ نے تمثیل قلوب مین یون ارشاد فرمایا ہی کہ زمین مین خدا کے برتن قلوب ہین انمین سے اُسکو زیادہ محبوب وہ ہی جو نرم اور صاف اور سخت ہی پھر ان لفظونکی تفسیر یون فرمائی ہی کہ اپنے بھائیون کے ساتھ نرم اور یقین مین صاف اور دین مین سخت ہو اسمین اشارہ ہی اس آیت کریمہ کیطرف کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ یہ مثال نور مومن اور اُسکے دل کی ہی اور اس آیت مین او کظلمات فی

بھی فرمایا کہ یہ مثال قلب منافق کی ہی اور زید بن اسلم نے لوح محفوظ کو جو قرآن شریف مین وارد ہی فرمایا ہی کہ وہ مومن کا قلب ہی اور سہل تستری
رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ مثال قلب اور صدر کی عرش و کرسی ہی یہ ہین مثالین قلب کی

پانچوان بیان اوصاف جامع قلب کا اور اسکی مثالین

جاننا چاہیے کہ انسان کی خلقت اور ترکیب مین چار آمیزشین ہین جنکے سبب اُسمین چار اوصاف سبعی اور بہیمی اور شیطانی اور ربانی جمع ہین پس اس
جہت سے کہ اُسپر غضب مسلط ہی افعال سباع کا مرتکب ہوتا ہی اور عداوت اور کینہ اور لوگون سے دھول دھپا گالی گلوج کرتا ہی اور شہوت کے مسلط ہونے
کے باعث بہائم کے افعال یعنی حرص و حسد و طمع وغیرہ اُس سے سرزد ہوتے ہین اور اس جہت سے کہ وہ خود فی ذاتہ امر ربانی ہے جیسا کہ
خدا تعالی فرماتا ہی قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی دعوی ربوبیت کا کرتا ہی اور تعلی اور تشخص اور سب امور پر اصرار کرنا اور ربانیت کا مدعی ہونا اور
عبودیت اور تواضع کے حلقہ سے نکلنا ان سب باتون کو پسند کرتا ہی اور آرزومند تمام علوم کی اطلاع کا ہوتا ہے بلکہ علم اور معرفت اور
حقائق امور پر واقف ہونیکا مدعی ہوتا ہی اور جب علم کی طرف منسوب ہوتا ہی تو خوش ہوتا ہی اور جہل کی طرف نسبت کیے جانے سے ناراض
اور ظاہر ہی کہ جمیع امور کے حقائق پر محیط ہونا اور سب خلق پر کبریائی کا مدعی ہونا اوصاف ربوبیت سے ہی اور انسان مین اُس کی حرص
موجود ہی اور چونکہ باوجود اشتراک غضب و شہوت کی تمیز کے باعث بہائم سے جدا ہی تو اُسمین شیطانیت بھی ہی جس سے شریر کہلاتا ہی اور اپنی
تمیز کو شر کی صورتون مین استعمال کرتا ہی اور اپنی غرضین مکر و حیلہ و فریب سے حاصل کرتا ہی اور خیر کے بدلے شر ظاہر کرتا ہی اور یہ سب
عادتین شیطانونکی ہین غرضکہ ہر ایک آدمی مین ان چارون اصول یعنی ربانیت اور شیطانیت اور سبعی اور بہیمی کا خلط پایا جاتا ہی اور یہ چارون
قلب مین جمع ہین تو گویا انسان کی جلد مین چار چیزین ہین سور اور کتا اور شیطان اور حکیم سور تو اُسکی شہوت ہی اسلیے کہ سور جو مذموم کہلاتا ہی
تو رنگ اور شکل کے باعث سے نہین بلکہ شدت حرص اور بسیار خواری سے مذموم ہی اور کتا آدمی کا غضب ہے کیونکہ درندہ جو ضرر پہونچاتا ہی اور کتا
جو کاٹ لیتا ہی باعتبار صورت و شکل کے یہ امر اُنسے سرزد نہین ہوتا ہی بلکہ بمعنی سبعیت کے یعنی آزار دینا اور عداوت اُمین پائی جاتی ہی اسیطرح
انسان کے باطن مین بھی تکلیف دہی اور غضب درندہ کا سا موجود ہی اور حرص و طمع سور کی سی پس سور اپنی حرص کے باعث فحش اور منا ہی کی
طرف بلاتا ہی اور درندہ غضب کی جہت سے ظلم اور ایذا کیطرف اور شیطان ان دونون کی حرص و غضب کو اشتعال دیتا رہتا ہی اور ایک کو دوسرے
پر بھڑکاتا رہتا ہی اور انکی جبلی صفت کو انکی نظر مین اچھا کرتا رہتا ہی اور عقل انسانی جو بمنزلہ حکیم کے ہی اُسپر مامور ہی کہ شیطان کے مکر و حیلہ کو دفع
کرے یعنی اپنی بصیرت کاملہ اور نور واضح سے اُسکا مکر و انکشاف کر دے اور سور اور کتے کو مسلط کر کے اُسکی شہوت توڑ دے کیونکہ غضب سے
شہوت ٹوٹتی ہی اسیطرح سور کو کتے پر مسلط کر کے اسکی ایذا کو دفع کرے اور کتے کو اپنی سیاست کا مغلوب رکھے پس اگر ایسا کیا تو خاصی بات بنے گی
اور ملکت بدن مین عدل ظاہر ہوگا اور سب کے سب راہ راست پر آجاوینگے اور اگر وہ حکیم انکو مغلوب نہ کر سکا تو یہ چیزین اُسکو دبا لیتی ہین اور
اس سے خدمت لیتی ہین تو اب اسکو سور کے پیٹ بھرنے اور کتے کے راضی رکھنے کے حیلے ڈھونڈھنے پڑتے ہین اور ہمیشہ ان دونونکا غلام بنا
اور یہ حال اکثر لوگونکا ہی کہ انکی اکثر ہمت شکم اور شہوت اور اعدا کی خوشامد پر مصروف ہوتی ہی اور عجیب بات یہ ہی کہ ایسا آدمی بت پرستون کی پرستش کا

اعتراض کرتا ہی اور اگر اسکا حجاب دور کیا جاوے اور حقیقت حال تبلائی جاوے اور مکاشفہ والونکی طرح اُسکی صورت حال کو مجسم بناکر بیداری یا خواب مین دکھلایا جاوے تو یہ معلوم ہوگا کہ شخص مذکور کبھی سور کے سامنے سجدہ کرتا ہی اور کبھی رکوع اور اُسکے اشارہ اور امر کا منتظر ہی اور جب سور اپنی خواہش کی کوئی چیز مانگتا ہی فوراً اسکی تعمیل اور بجا آوری مین اٹھ کھڑا ہوتا ہی یا یون معلوم ہوگا کہ خود ایک دیوانے کتے کیطرف مائل ہی اور اسکی عبادت اور اطاعت کررہا ہی اور اُسکے التماس کو بسمع رضا سن رہا ہی اور اُسکی اطاعت کی بجا آوری مین غور دقیق کررہا ہی اور ان باتونسے اپنے شیطان کی خوشی مین ساعی ہوتا ہی کیونکہ شیطان ہی سور اور کتے کو بھڑکاتا ہی اور انسان سے خدمت لینے کیواسطے انکو برانگیختہ کرتا ہی تو اسوجہ سے سور اور کتے کی کیا عبادت کی بلکہ شیطان کی پرستش کرتا ہی پس ہر ایک شخص اپنے حرکات اور سکنات اور سکوت اور نطق و قیام و قعود کو تاکتا رہے اور غور سے ملاحظہ کرے پھر اگر انصاف کریگا تو معلوم ہوگا کہ تمام دن انھین چیزون کی پرستش مین سعی کرتا رہتا ہی اور یہ نہایت درجہ کا ظلم ہے کہ مالک کو مملوک کردیا اور آقا کو غلام بنادیا اور غالب کو مغلوب ٹھہرادیا اسلیے کہ غلبہ و سرداری کے قابل تو عقل تھی جسکو اُس نے تینون چیزون کا مغلوب اور خادم کردیا پس نتیجہ اُنکی اطاعت کا یہ ہوگا کہ اُسکے دلپر پے در پے ایسے صفات اونگے جنسے دل پر زنگ ہوجاویگا اور انجام کار باعث اُسکے ہلاک کے ہون گے خنزیر شہوت کی طاعت سے یہ صفات اُس سے صادر ہونگے بیحیائی خبث اسراف بخل ریا ہتک پرکھائی حرص حسد خوشامد غضب حقد شماتت وغیرہ اور کلب غضب کی طاعت سے دلپر یہ صفات منتشر ہونگے تہور عدم صیانت تعلی خودستائی مغلوب الغضب ہونا تکبر عجب استہزا تحقیر خلق ارادہ شر خواہش ظلم وغیرہ اور شیطان کی طاعت جو طاعت غضب اور شہوت پرستی سے لازم آتی ہی اُس سے مکر و فریب و حیلہ و دغابازی اور خیانت اور دنائت اور فحش کلامی وغیرہ صفات حاصل ہوتے ہین اور اگر امر بالعکس ہو اور سب کو صفت ربانیت کی سیاست سے دبالیا تو دل مین صفات ربانیت قائم ہونگے یعنی علم اور حکمت اور یقین اور معرفت حقائق و ماہیت اشیا اور غالب ہونا سب پر قوت علم و عقل سے اور استحقاق تقدم خلق پر بباعث کمال علم و جلال کے اور نیز اس صورت مین شہوت و غضب کی عبادت سے مستغنی ہوجاویگا اور خنزیر شہوت کے روکنے سے اور اُسکے حد اعتدال پر رکھنے سے بہت سے صفات شریفہ پیدا ہون گے مثلاً عفت اور قناعت اور سکون اور زہد اور ورع اور تقویٰ اور انبساط اور حیا اور حسن صورت اور ظرافت اور مساعدت وغیرہ اسیطرح قوت غضب کے روکنے اور مغلوب رکھنے اور حد واجبی پر لانے سے یہ صفات حاصل ہونگے شجاعت اور کرم اور رفعت اور ضبط نفس اور صبر اور حلم اور عفو اور استقلال اور جوانمردی اور توقیر و اصالت وغیرہ پس اس معاملہ مین دلکو آئینہ سمجھنا چاہیے کہ جسکو اُن تینون امور مؤثرہ نے گھیر رکھا ہی اور یہ آثار پے در پے دلپر پہونچتے رہتے ہین مگر آثار محمودہ مذکورۂ بالا سے آئینۂ قلب کو زیادہ تر جلا اور نور و چمک بڑھتی ہے یہانتک کہ اُسمین تجلی حق جلوہ گر ہوتی ہی اور جو امر دینی مطلوب ہو اُسکی حقیقت منکشف ہوجاتی ہی اور ایسے ہی دلکی طرف اس حدیث شریف مین اشارہ ہی اذا اراد اللہ بعبد خیرا جعل لہ واعظا من قلبہ اور اسمین بھی جس شخص کیلیے اُسکے دل سے واعظ موجود ہی اُسکے لیے خدا کیطرف سے نگہبان رہتا ہی اور ایسے ہی دل مین ذکر الٰہی ٹھہرتا ہی جسکے لیے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور آثار مذمومہ جو آئینہ قلب پر عکس افگن ہوتے ہین اُنکا حال سیاہ دھوئین کا سا ہی کہ جتنا آئینہ پر پہونچتا جاتا ہی وہ کالا ہوتا جاتا ہی اسیطرح دل بھی ان آثار سے تاریک ہوتے ہوتے بالکل خدا تعالیٰ سے محجوب ہوجاتا ہی اور اسی پردہ کا نام طبع اور رین ہی یعنی مہر اور زنگ جسکا ذکر قرآن مجید مین ہے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور فرمایا

ان لو نشاء اصبناہم بذنوبہم ونطبع علی قلوبہم فہم لا یسمعون اس آیت شریف میں نہ سننے کو کثرت گناہونکی باعث مہر لگ جانے کے ساتھ مربوط کیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ سننے کو تقوی کے ساتھ ربط دیا ہے اور فرمایا واتقوا اللہ واسمعوا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ غرضکہ جب گناہونکی کثرت سے دلپر مہر ہوجاتی ہے تو وہ ادراک حق اور درستی دین سے اندھا ہوجاتا ہے اور امر آخرت کو ہلکا جاننے لگتا ہے اور دنیا کا کام بڑا سمجھتا ہے اور بالکل اسی میں ہمت صرف کرتا ہے اور جبکہ آخرت اور اسکے احوال کا ذکر سنتا ہے تو ایک کان سے سنکر دوسرے سے نکال ڈالتا ہے اور یہ ذکر اسکے دلمیں قیام نہیں کرتا اور تدارک اور توبہ کیطرف رغبت نہیں دلاتا سو ایسوں کا یہ حال ہے کہ قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور اور یہی معنی ہیں سیاہی قلب کے جسکا ذکر قرآن مجید اور سنت سید میں ہے میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اسکے دلپر ایک سیاہ نقطہ منقوش ہوجاتا ہے اور جب توبہ کرتا ہے تو مٹ جاتا ہے پھر اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس نقطہ میں زیادتی ہوتی ہے یہانتک کہ ہوتے ہوتے سارے دلپر سیاہی دوڑتی ہے اور اسی کا نام رین یعنی زنگ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں قلب المؤمن اجرد فیہ سراج یزہر وقلب الکافر اسود منکوس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ کی طاعت اور شہوات کی مخالفت سے دلکو جلا ہوتی ہے اور اسکی نافرمانی سے دل سیاہ ہوتا ہے پس جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکا دل سیاہ ہوجاتا ہے اور اگر گناہ کے بعد نیک کام کرتا ہے اور پہلا اثر مٹانا چاہتا ہے تو اگرچہ سیاہی دور ہوجاتی ہے مگر نور میں نقصان جب بھی رہتا ہے جیسے آئینہ پر دم کرو اور اسکو صاف کر ڈالو پھر دم کرو پھر صاف کرو تو اسمیں کچھ نہ کچھ کدورت رہجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ القلوب اربعۃ قلب اجرد فیہ سراج یزہر فذلک قلب المؤمن وقلب اسود منکوس فذلک قلب الکافر وقلب اغلف مربوط علی غلافہ فذلک قلب المنافق وقلب مصفح فیہ ایمان ونفاق فمثل الایمان فیہ کمثل البقلۃ یمدہا الماء الطیب ومثل النفاق فیہ کمثل القرحۃ یمدہا القیح والصدید فای المادتین غلبت علیہ حکم لہ بہا وفی روایۃ ذہبت بہ اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون اس آیت میں تبلادیا کہ جلاء قلب ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہے اور ذکر تقوی والے ہی کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ تقوی ذکر کا پھاٹک ہے اور ذکر کشف کا دروازہ ہے اور کشف فوز اکبر یعنی دیدار الٰہی کا دروازہ ہے

چھٹا بیان دل کی مثال کا صرف باعتبار علوم کے

واضح ہو کہ محل علم کا قلب ہے یعنی وہ لطیفہ جو تمام اعضا کی تدبیر کرتا ہے اور سب اسی کی طاعت و خدمت کرتے ہیں اسکا حال حقائق معلومات کی نسبت کر ایسا ہی جیسا آئینہ کا حال بہ نسبت صور محسوسات کے یعنی جسطرح کہ چیزوں کی تصویر آئینہ میں منقش ہو کر اسمیں موجود رہتی ہے اسیطرح ہر ایک معلوم کی تصویر آئینہ قلب میں عکس افگن ہو کر اسپر واضح ہوجاتی ہے اور جسطرح کہ آئینہ اور چیز ہے اور صورت چیزونکی اور چیز اور ان کا آئینہ میں آجانا اور چیز اسیطرح دلکے باب میں بھی تین چیزیں جدا جدا ہیں ایک قلب دوسرا حقائق اشیا تیسرے حصول نفس ان حقائق کا قلب میں پس عالم تو قلب ہے جسمیں کہ حقائق اشیا کی صورتیں حلول کرتی ہیں اور معلوم حقائق اشیا ہیں اور علم ان حقائق کی صورتونکا آئینہ قلب میں حاضر ہونا ہے ایک

وہ کافر کا دل ہے تیسرا وہ دل ہے جو غلاف میں ہے اور اسکا منہ بند ہے یعنی وہ منافق کا دل ہے چوتھا وہ دل ہے جس میں ایمان و نفاق دونوں ہیں ایمان کا اثر اس میں ایسا ہوگا جیسے سبزہ کو پاک پانی نشو و نما دیتا ہے اور نفاق کی تاثیر ایسی ہوگی جیسے پیپ اور زخم کو پھیلاتی ہے پس جونسا مادہ ان دونوں میں سے

اور مثال عالم اور معلوم اور علم کی یہی ہے کہ قبضہ اور گرفت کے لیے تین چیزیں چاہییں ایک گرفت کرنیوالا مثلاً ہاتھ دوسرے جسکو گرفت کرتا ہے مثلاً تلوار تیسرا ملنا ہاتھ اور تلوار کا جسکو گرفت کہتے ہیں اسیطرح معلوم کی تصویر کا دل میں پہونچنا علم کہلاتا ہے اور کبھی حقیقت چیز کی بھی موجود ہوتی ہے اور دل بھی موجود مگر علم نہیں ہوتا کیونکہ علم نام اسی بات کا ہے کہ حقیقت چیز کی دل تک پہونچ جاوے جسطرح تلوار بھی ہو اور ہاتھ بھی مگر جبتک ہاتھ میں نہ آویگی تو گرفت نہیں کہلاویگی ہاں اتنا فرق ہے کہ گرفت میں بعینہ تلوار ہاتھ میں آجاتی ہے اور معلوم بعینہ دلمیں نہیں آتا مثلاً کوئی اگر آگ کو جان لیوے تو خود آگ اُسمین نہیں چلی جاویگی بلکہ آگ کی حقیقت جو اُسکی ظاہری شکل کے مطابق ہے وہ دلمیں آتی ہے اس جہت سے اُسکو آئینہ کیساتھ مشابہت دینی مناسب ہے کیونکہ آئینہ میں بھی خود انسان نہیں چلا جاتا بلکہ ایک نقش و صورت اُسکے مطابق حاصل ہوتی ہے اسیطرح دلمیں بھی معلوم کی صورت ہی آجاتی ہے اور بڑی وجہ مشابہت کی آئینہ کیساتھ یہ ہے کہ آئینہ میں پانچ وجہ سے صورت معلوم نہیں ہوتی اول تو یہ کہ آئینہ ہی اچھا نہ ہو یعنی اُسکے جوہر میں نقصان ہو یا اُسکی شکل ٹھیک نہو دوسرے یہ کہ اُسمین کسی اور وجہ سے کدورت آگئی ہو تیسرے یہ کہ جس چیز کا آئینہ میں عکس پڑے وہ اُسکے سامنے نہو مثلاً اُسکے پیچھے ہو چوتھے یہ کہ چیز اور آئینہ کے بیچ میں آڑ ہو پانچوین یہ کہ جس چیز کی صورت آئینہ میں دیکھی ہے اُسکی جہت معلوم نہو کہ اُسکے موجب آئینہ ٹھیک سمت پر رکھا جاوے اسیطرح آئینہ قلب بھی ایسی چیز ہے کہ اُسمین تمام امور میں امر حق منکشف ہوسکتا ہے مگر قلوب میں جو بعض علوم نہیں آتے تو اُنکا سبب وہی پانچ چیزیں ہیں اول خود قلب کا ناقص ہونا جیسے لڑکونکا قلب ہوتا ہے کہ اُسمین انکشاف معلومات کا نقصان کی جہت سے نہیں ہوتا دوسرے کدورت گناہونکی اور میل معاصی کا کہ بباعث کثرت شہوات کے قلب پر پیاپے آتا ہے اور اُسکی صفائی اور جلا کو کھو دیتا ہے تو اس تاریکی کیوجہ سے حق بات اُسمین ظاہر نہیں ہوسکتی اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں کہ جو[ع۴] شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو عقل اُس سے جدا ہوجاتی ہے اور پھر کبھی اُسکے پاس نہیں آتی یعنی اُسکے دلمیں ایسی کدورت آجاویگی کہ اُسکا اثر کبھی نہیں جاویگا کیونکہ غایت مافی الباب یہ ہے کہ گناہ کے بعد کوئی نیکی کریگا جسکے سبب وہ اثر دور ہو لیکن اگر گناہ نہ کرتا اور نیکی ہی کرتا تو بیشک دلمیں نور زیادہ ہوتا مگر چونکہ پہلے گناہ کرچکا ہے تو فائدہ نیکی کا کچھ نہوا جیسا کہ قلب پہلے گناہ کے تھا ویسا ہی ہوگیا نور کی زیادتی نہوئی تو یہ واقع میں بڑا نقصان ہے جسکا کچھ علاج نہیں کیونکہ جس آئینہ پر زنگ لگ جاتا ہے اور صیقل سے دور کیا جاتا ہے وہ اُس آئینہ کے برابر نہیں ہوتا جسپر بے زنگ جلا کیجاوے خلاصہ یہ کہ اللہ کی طاعت کیطرف متوجہ ہونا اور مقتضاء شہوات سے روگردان ہونا جلاء القلب و صفاء باطن کرتا ہے اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[ع۵] تیسرے یہ کہ حقیقت مطلوبہ کی جہت سے پھرا ہوا ہو مثلاً ایک شخص مطیع اور صالح ہے مگر اُسکا قلب طالب امر حق نہیں بلکہ اکثر طاعات بدنیہ یا اسباب معیشت کے تہیہ میں اپنی ہمت کو مصروف رکھتا ہے اور اپنی فکر کو حقائق خفیہ الٰہیہ اور حضرت ربوبیت کے تامل میں نہیں لگاتا تو اُسکا دل اگرچہ صاف ہوتا ہے لیکن اُسمین جلوہ حق نہیں ہوتا بلکہ اُسمین وہی امر منکشف ہوتا ہے جسکا اُسکو خیال رہتا ہے مثلاً اگر فکر آفات اعمال کی دقائق میں تھی یا نفس کے خفیہ عیوب جاننے میں یا مصالح معیشت کے باب میں تو یہی باتیں منکشف ہوجاوینگی اور جب یہ بات ٹھہری کہ صرف ہمت اجمال اور تفصیل طاعات میں مانع انکشاف جلوہ حق ہے تو جو لوگ اپنی ہمت کو شہوات دنیوی اور اُنکی لذات و علائق میں مصروف رکھتے ہیں اُنپر کسطرح کشف حقیقی ہوسکتا ہے چوتھا حجاب مانع انکشاف ہوتا ہے مثلاً کوئی مطیع آدمی جسنے اپنی شہوات کو دبا رکھا ہے اگر کسی حقیقت کے دریافت میں فکر کرے تو بعض اوقات اُسکو امر حق نہیں منکشف ہوتا اسلیے کہ بباعث تقلید آبائی یا

ع۴ مضمون یہ ہے کہ جو شخص اپنے علم کے بموجب عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی چیزوں کا علم دیتا ہے جو اس کو معلوم نہوں ابو نعیم در حلیہ بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

ع۵ مجھکو اسکا پتا نہیں ملا ۱۲

حسن ظن کے کسی ایسی بات کا اعتقاد کر لیتا ہی کہ یہی اعتقاد امر حق ہین اور اُسکے دلمین حجاب ہو جاتا ہی اور جس بات کا وہ لڑکپن سے معتقد ہی اور تقلید کی باعث اُسکے دل پر جم رہی ہی وہ مانع ہی اس سے کہ اُسکا خلاف اُسکے دلپر منکشف ہو جاوے اور یہ بھی بڑا حجاب ہی کہ جسکے باعث اکثر متکلمین اور مذاہب کے متعصبین امر حق سے محجوب ہین بلکہ اکثر صالحین جنکی فکر ملکوت زمین و آسمان مین رہتی ہی وہ بھی اسی بلا مین مبتلا ہوتے ہین کہ بعض اعتقادات تقلیدیہ اُنکے نفوس مین ایسے جم جاتے ہین کہ ادراک حقائق سے مانع ہوتے ہین پانچوین عدم واقفیت اُس جہت کی جس سے مطلوب ملے مثلاً کوئی طالب العلم اگر کسی مجہول کو دریافت کرنا چاہے تو جبتک معلومات مناسب مطلوب کو خیال نکریگا اور اُن معلومات کو بہ ترتیب خاص کہ علما کے نزدیک معتبر ہو نرکھیگا تب تک مجہول مطلوب حاصل نہوگا کیونکہ جو معلومات جبلی نہین ہین اُنکا علم بدون دوسرے معلومات کے نہین آسکتا بلکہ ہر ایک علم کیلیے یہ ضرور ہی کہ دو علم اُس سے پہلے حاصل ہون اور اُنمین ترکیب و ازدواج مخصوص عمل مین آوے جب تیسرا علم حاصل ہو جسطرح کہ بچہ نر اور مادہ سے پیدا ہوتا ہی پھر جیسا کہ بچھیرا مثلاً اگر کسی کو مطلوب ہو تو وہ اونٹ اور گدھے اور انسان سے نہین ہوسکتا بلکہ اُسکے لیے گھوڑا گھوڑی چاہیے کہ ان دونومین مجامعت ہو کر مطلوب حاصل ہو اسیطرح ہر ایک علم کیواسطے دو اصل مخصوص اور ایک طریق اُنکی ترکیب کا چاہیے جنسے علم مطلوب حاصل ہو پس عدم واقفیت اُن اصول کی اور اُنکی کیفیت ترکیب کی مانع ادراک ہوتی ہی جیسا آئینہ مین جہت مطلوب کے معلوم نہونیسے صورت عکس افگن نہین ہوتی اور ایک مثال واضح تر یہ ہی کہ مثلاً کوئی آدمی یہ چاہے کہ آئینہ مین اپنی پشت دیکھے تو اگر آئینہ کو اپنے منھ کے سامنے رکھیگا تو پشت نظر نہ آویگی کیونکہ آئینہ اُسکے محاذی نہین اور اگر آئینہ کو پشت کے محاذی کریگا تب بھی پشت نہ سوجھیگی بلکہ خود آئینہ بھی نظر نہ آویگا کہ آنکھ سے اوجھل ہو گیا تو ضرور اس صورت مین ایک اور آئینہ کی ضرورت ہوگی کہ ایک تو وہ محاذی پشت کے رکھے اور دوسرے کو ایسی طرح آنکھ کے سامنے رکھے کہ دونون آئینون مین بھی محاذات رہے اس صورت مین یہ شخص اپنی پشت کو دیکھ سکتا ہی اسلیے کہ اُسکی پشت کا عکس پہلے کے آئینہ مین پڑیگا اور اُسکا عکس دوسرے آئینہ مین جو سامنے رکھا ہوا ہی پڑیگا تو پہلے آئینہ مین جو پشت کا عکس تھا وہ دوسرے مین معلوم ہونیلگیگا اسیطرح علوم کے حاصل کرنے مین تصرفات اور تحریفات اس مثال سے بڑھکر عجیب ہوتے ہین اور روئے زمین پر ایسا کوئی نہین کہ سبکو کیفیت ان تحریفات کی معلوم ہی ہو جایا کرے تو یہی سبب طلب کیلیے مانع معرفت حقائق امور کا ہو جاتا ہی اور نہ ہر ایک قلب کو باعتبار جبلت صلاحیت ادراک حقائق کی ہی اسلیے کہ وہ ایک امر ربانی شریف ہی اور سب جواہر مین اسی خاصیت کے باعث ممتاز و اشرف ہی اور اسی کیطرف اللہ جل شانہ نے اس آیت شریف مین ارشاد فرمایا ہی اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ یعنی انسان مین ایک خاصیت ہی کہ جسکے باعث آسمانون اور زمین اور پہاڑونسے ممتاز ہوا اور تحمل امانت الٰہی کے قابل ٹھہرا اور وہ امانت معرفت اور توحید کی ہی کہ ہر ایک شخص کا دل اُسکے اُٹھانے کی لیاقت رکھتا ہی مگر جو حجاب ہمنے ذکر کیے اُنکے باعث امر و اجبی تک پہونچ نہین سکتا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاِنَّمَا اَبَوَاہُ یُهَوِّدَانِهٖ وَیُنَصِّرَانِهٖ وَیُمَجِّسَانِهٖ اور اس حدیث شریف مین کہ لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السماء اشارہ ہی بعض اسباب کیطرف جو قلب اور ملکوت مین حجاب ہوتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اُس قول مین جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے پوچھا کہ یا حضرت خدا تعالیٰ کہان ہی زمین مین یا آسمانمین آپنے ارشاد فرمایا کہ اپنے ایمان والے بندونکے دل مین ہی سبحٰن ہی ۔ ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے ۔ میرا

میرے بندہ مومن کے دل میں ہی جو نرم اور ساکن ہو اور ایک حدیث میں ہی کہ قِیلَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ فَقَالَ کُلُّ مُؤْمِنٍ مَحْمُومُ الْقَلْبِ فَقِیلَ مَا مَحْمُومُ الْقَلْبِ فَقَالَ ہُوَ التَّقِیُّ النَّقِیُّ الَّذِی لَا غِشَّ فِیہِ وَلَا بَغْیَ وَلَا غَدْرَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل نے خدا کو بسبب تقوی کے دیکھا تقوی کے باعث حجاب دور ہو گیا اور جس شخص کے اور خدا تعالی کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہی تو صورت ملک اور ملکوت کی اسکے دل میں ظاہر ہوتی ہی تو اسکو ایسی جنت نظر پڑتی ہی کہ اسمین سے تھوڑی سی کا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہو اور سب کی سب جنت تو ایسی ہوتی ہی کہ ان آسمانون اور زمینون میں نہین سما سکتی کیونکہ یہ چیزین اس عالم محسوس کی ہین اور یہ عالم اگرچہ بہت لمبا چوڑا ہی پھر بھی حد و نہایت رکھتا ہی لیکن عالم ملکوت یعنی وہ اسرار غائب جو آنکھ سے نہین سوجھتے اور انکے لیے نور بصیرت درکار ہی وہ بے حد و پایان ہین ہان جسقدر کہ قلب مین انکا ظہور ہوتا ہی وہ مقدار متناہی ہی مگر انکو اگر بذات خود دیکھو یا باعتبار علم الٰہی کے خیال کرو تو کچھ ٹھکانا نہین بے انتہا ہین اور سب عالم ملک و ملکوت کا اگر ایک ساتھ لیا جاوے تو اسکا نام حضرت ربوبیت ہی کیونکہ حضرت ربوبیت تمام موجودات کو محیط ہی اسلیے کہ سوائے خدا کے جو کچھ موجود ہی وہ یا اسکے افعال ہین یا مملکت یا بندے تو جسقدر انمین سے قلب پر واضح ہوتا ہی بعضون کے نزدیک بعینہ وہی جنت ہے مگر اہل حق اسکو سبب استحقاق جنت جانتے ہین اور جنت مین وسعت ملک موافق وسعت معرفت کے ہوگی یعنی اللہ کی صفات اور افعال مین سے جسقدر اسکو زیادہ معلوم ہوا ہوگا اسیقدر وسعت بھی زیادہ ہوگی اور سب طاعات اور اعمال جوارح کا مقصود یہی ہی کہ دل صاف و شستہ ہو اور جلا پا دے ہی اور اسکی جلا سے یہ غرض ہی کہ نور ایمان یعنی لمعۂ معرفت اسمین آجاوے اور یہی مراد ہی اس آیت شریف مین فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّہْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ اور اس دوسری آیت مین بھی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ اب اس تجلی اور ایمان کے تین مرتبہ ہین پہلا مرتبہ ایمان عوام کا ہی کہ محض تقلید پر اسکی بنا ہوتی ہی دوسرا مرتبہ ایمان متکلمین کا کہ اسمین کچھ حجت و دلیل بھی ہوتی ہی مگر اسکا درجہ بھی ایمان عوام کے قریب ہی ہی تیسرا مرتبہ ایمان عارفین کا جو نور یقین سے دریافت ہوتا ہی اور ہم ان مراتب کو ایک مثال سے بیان کرتے ہین وہ یہ ہی کہ مثلاً زید کے گھر مین ہونیکی تصدیق آدمی کو تین طرح سے ہو سکتی ہی ایک تو یہ ہی کہ کوئی ایسا شخص بیان کرے کہ بارہا اسکی راست گوئی کا امتحان ہوا ہو اور کسیطرح کی جھوٹی بات اسکی طرف سے مشہور نہوئی ہو نہ اسکے قول مین گنجایش اتہام ہو تو ایسے آدمی کے کہتے ہی یقین ہوگا کہ بیشک زید گھر مین ہی یہ مثال اس ایمان کی ہی جو محض تقلید سے ہو یعنی ایمان عوام کی کیونکہ انکا بھی یہی حال ہی کہ جب سن تمیز کو پہنچکر اپنے ماں باپ سے اللہ تعالی کے وجود اور علم و قدرت و ارادہ و جمیع صفات الٰہی کو اور انبیا کے مبعوث برحق ہونیکو اور جو احکام وے لائے ہین انکے سچ ہونیکو سنتے ہین فوراً ایمان لاتے ہین اور اسپر ثابت رہتے ہین اور اسکا خلاف انکے دل مین نہین گذرتا کیونکہ اپنے ماں باپ اور اساتذہ کیطرف حسن ظن ہوتا ہی پس اسطرح کا ایمان باعث نجات اخروی ہوتا ہی اور ایسے ایماندار اصحاب یمین مین سے ادنی درجہ ہوتے ہین مقربین مین سے نہین ہوتے کیونکہ تقرب مین کشف اور بصیرت اور نور یقین سے سینہ کا منور ہونا بھی ہوتا ہی جو اسطرح کے ایمان مین نہین پایا جاتا علاوہ اسکے اعتقاد کے باب مین جو خبر بعض لوگ یا بہت سے لوگ بیان کرین اسمین غلطی بھی ممکن ہی دیکھو یہود اور نصاری کے دلونکو بھی اپنے ماں باپ کے قول پر اطمینان ہوتا ہی مگر جس بات کے وہ معتقد ہین وہ غلط ہی کیونکہ انکے دلون پر غلطی ہی کا القا ہوا اور مسلمانونکا اعتقاد حق ہی اور یہ حقیقت اس جہت سے نہین کہ انکو اسکی اطلاع ہو گئی بلکہ اس جہت سے ہی کہ دلونمین حق بات ہی پڑی دوسری طرح یہ ہی کہ آدمی

زید کی آواز گھر میں سے سنے اور خود دیوار کی آڑ میں ہو تو اُسے بھی معلوم ہوگا کہ زید گھر میں ہی اور جسقدر تصدیق کہ دوسرے شخص کے کہنے سے ہوئی آواز سننے سے بیشک اُس سے کسی قدر زیادہ ہوگی مثلاً پہلے سے سُن رکھو کہ زید گھر میں ہی پھر اُسکی آواز بھی اندر سے سنو تو زیادہ یقین ہو جاویگا کیونکہ آواز سننے سے تمام شکل وصورت بولنے والی دھیان میں گذر جاتی ہی اور دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ یہ آواز فلان شخص کی ہے پس یہ مثال دوسرے قسم کے ایمان کی ہی جسمین کچھ دلیل کا بھی ملاؤ ہوتا ہی مگر غلطی اسمین بھی ممکن ہی کیونکہ ایک آواز دوسرے سے ملتی ہوئی بھی ہو سکتی ہی اور بعض اوقات دوسرے شخص کی نقل کرے کو بہ تکلف ویسا ہی بولنے لگتے ہین اور یہ امر سامع کو معلوم نہین ہوتا کیونکہ وہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہی اور آواز کی مشابہت اور نقل وحکایات سے کچھ غرض نہین رکھتا تیسری طرح یہ ہی کہ آدمی خود اندر جاکر زید کو دیکھ لے کہ گھر مین موجود ہی پس یہ مثال ایمان عارفین اور مقربین اور صدیقین کی ہی اسی کو معرفت حقیقی اور مشاہدۂ یقینی کہتے ہین کہ اُنکا ایمان مشاہدہ کے بعد ہوتا ہی اُنکا ایمان ایمان عوام اور متکلمین کو متضمن ہی مگر اسمین ایک ایسی زیادتی مشاہدہ کی ہو جاتی ہی کہ اُسکے ساتھ احتمال غلطی کا نہین رہتا ہان انمین بھی بمقدار علوم اور کشف مین تفاوت ہوتا ہی علم کے درجہ کا تفاوت تو یون سمجھنا چاہیے کہ مثلاً مثال مذکورۂ بالا مین ایک شخص نے زید کو گھر کے صحن مین قریب جاکر خوب روشنی مین دیکھے اور دوسرا شخص اسکو کسی کوٹھری مین یا دور سے یا شام کے وقت دیکھے تو پہلے شخص کا دیکھنا زیادہ کامل ہوگا اور دوسرے کا ادراک بھی گو اسوجہ سے عمدہ ہی کہ دیکھنے کے بعد یقین اُسکے وجود کا ہوا مگر اُسکے خیال مین زید کی شکل وصورت مین جو علامات ہونگے وہ اچھی طرح نہ آوینگے اسیطرح مشاہدۂ امور مین بھی فرق ہوا کرتا ہی کہ بعضون کو خوب دقائق خفیہ تک معلوم ہو جاتے ہین اور بعضے اُنسے محروم رہتے جیسا کہ تفاوت علم مین ہوتا ہی ویسا ہی معلوم مین بھی ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے زید کو مع بکر وعمر وغیرہ کے دیکھا اور دوسرے نے صرف زید ہی کو دیکھا تو اول کے معلومات زیادہ ہونگے یہ ہی حال قلب کا باعتبار علوم کے واللہ اعلم بالصواب

ساتوان بیان قلب کے حالکا باعتبار اقسام علوم کے یعنی علوم عقلی و دینی اور دنیوی اور اخروی کے

پہلے مذکور ہو چکا ہی کہ قلب اپنی طبیعت سے حقائق معلومات کے قبول کرنے کا مستعد ہی اب یہ بیان ہوتا ہی کہ جو علوم اُسمین آتے ہین اُن کی دو قسمین ہین ایک عقلی اور دوسرا شرعی پھر عقلی کی بھی دو قسم ہین ایک وہ کہ بدیہی ہون اور دوسرا وہ کہ سیکھنے سے آوین اور جو سیکھنے سے حاصل ہوتی ہین وہ بھی دو طرح کی ہین یا دنیوی ہین یا اُخروی اور علوم عقلی سے ہماری یہ غرض ہی کہ نفس عقل اُنکے مقتضی ہو تقلید اور سننے کو اُنمین دخل نہو اُنمین سے بدیہی وہ ہین کہ جنمین یہ معلوم نہو کہ یہ کہان سے اور کسطور حاصل ہوئے مثلاً اس بات کو جاننا کہ ایک شخص دو مکانو نمین ایک ہی وقت نہین رہ سکتا اور ایک ہی چیز قدیم اور حادث یا موجود اور معدوم معاً نہین ہو سکتی تو یہ علوم آدمی لڑکپن سے جانتا ہی مگر یہ معلوم نہین کہ یہ کب اور کسطرح حاصل ہوئے یعنی اُنکا کوئی سبب قریب ظاہری نہین جانتا ہو ورنہ یہ تو جانتا ہی کہ یہ علوم خدا کیطرف سے دل مین آگئے ہین اور جو علوم کہ سیکھنے سے آتے ہین وہ وہ ہین کہ جنمین تعلم اور استدلال کی ضرورت ہی اور ان دونون قسمونکو عقل کہتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی جسکا خلاصہ یہ ہی رباعی دو قسمین ہین عقل کی یہ مجھ سے سن لے۔ اول طبعی ہی سمعی دوم جانو۔ طبعی کے بدون ہووے سمعی بے فیض۔ خورشید سے جیسے نفع اندھے کو نہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ہی کہ ماخلق اللہ خلقاً اکرم علیہ من العقل اس سے عقل اول قسم کی مراد ہی اور اس ارشاد مین اذا تقرب الناس الی اللہ تعالیٰ بانواع البر فتقرب انت بعقلک دوسری قسم کی

ف۔ حدیث اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو زیادہ عقل سے بہتر ہو ... ترمذی حکیم ... ضعیف ہے۔ ...ف۲ ... تعلق کا ...
... جب لوگ تقرب ... تو تو عقل سے قرب ... ابو نعیم ... روایت علی ... ضعیف ہے

عقل مراد ہی کیونکہ تقرب الی اللہ عقل غریزی فطری سے ممکن نہین اور نہ علوم بدیہی سے حاصل ہو سکتا ہی بلکہ اُسکے لیے علوم مکتسبہ درکار ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسا شخص ہی تقرب کیلیے اُن علوم کے حاصل کرنے مین کہ جنسے قرب رب العالمین حاصل ہو عقل کو استعمال کر سکتا ہے ہر ایک کا کام نہین غرضکہ قلب کو بمنزلہ آنکھ کے تصور کرنا چاہیے اور عقل فطری کو اسمین بمنزلہ قوت بینائی معلوم کرنا چاہیے اور قوت بینائی ایک ایسا لطیفہ ہی جو اندھے مین نہین ہوتا اور بینا مین موجود رہتا ہی گو وہ اپنی آنکھین بند کر لے یا اندھیری رات مین ہو اور قلب کو جو علم اس عقل سے حاصل ہوتا ہی اسکو بجاے قوت ادراک آنکھ کے یعنی رویت مین اشیا کی گننا چاہیے اور عقل کی آنکھ سے جو اور علوم وقت طفلی سے سن تمیز اور بلوغ تک مخفی رہتے ہین اسکو یون جاننا چاہیے کہ آنکھ بھی جبتک آفتاب نہین چمکتا اور مبصرات پر اُسکا نور نہین پھیلتا تب تک کچھ کام نہین کرتی اور قلم کہ جس سے خدا تعالی علوم کو قلب پر نقش فرماتا ہی بمنزلہ قرص آفتاب کے خیال کرنا چاہیے اور لڑکپن مین جو علم حاصل نہین ہوتا اُسکی وجہ یہی ہی کہ اسوقت تک اُسکے قلب کے تختے مین لیاقت نقش علوم کی نہین ہوتی اور قلم سے ہماری یہ غرض ہی کہ خدا نے ایک ایسی چیز پیدا کی ہی جس سے علوم کا نقش دل پر ہو جاتا ہی جیسا کہ خود فرمایا کہ علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم اور خدا تعالی کا قلم ہمارے تمھارے قلم کی صورت کا نہین جیسے اُسکے اوصاف خلق کے اوصاف سے بالکل جدا ہین اُسکا قلم لکڑی اور نے وغیرہ کا نہین جیسے وہ خود جوہر و عرض ہونے سے منزہ ہی غرضکہ بصیرت باطنی اور بینائی ظاہری مین اُن وجوہ مذکورہ بالا سے مشابہت ہو سکتی ہی مگر شرف اور رتبے مین کچھ مناسبت نہین کیونکہ بصیرت باطنی عین نفس ہی جو لطیفہ مدرکہ کہلاتا ہی اور وہ بمنزلہ سوار کے ہی اور بدن مثل گھوڑے کے اور سوار اگر اندھا ہو تو اُسکا زیادہ ضرر ہی بہ نسبت گھوڑے کی نابینائی کے بلکہ ایک ضرر کو دوسرے سے کچھ بھی مناسبت نہین اور چونکہ بصیرت باطنی اور ظاہری مین مشابہت پائی جاتی ہی تو خداوند کریم نے بھی دل کے ادراک کو بینائی سے تعبیر فرمایا ہی اور یہ ارشاد کیا کہ ما کذب الفواد ما رای اور اسیطرح اس آیت شریفہ مین وَکَذٰلِکَ نُرِیٓ اِبْرٰہِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ادراک قلبی کو رویت سے بیان فرمایا اس سے رویت ظاہری ہرگز مقصود نہین کیونکہ اسمین کچھ خصوصیت حضرت ابراہیم کی نہین رہتی بلکہ گنجائش اعتراض کی باقی رہتی ہی اور نیز بوجہ مشابہت مذکورہ عدم ادراک کو نابینائی سے تعبیر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور اور فرمایا من کان فی ہذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی و اضل سبیلا یہانتک بیان علم عقلی کا اب علوم دینی کو سننا چاہیے کہ وہ وہ ہین کہ بطور تقلید انبیا صلوات اللہ علیہم سے پہونچے ہون اور وہ کتاب اللہ اور حدیث شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکھنے اور اُنکے معانی کے سمجھنے سے حاصل ہوتے ہین اور صفت قلبی کا کمال انھین سے ہوتا ہے اور قلب امراض اور دردون سے انھین کے باعث بچتا رہتا ہی غرضکہ علوم عقلیہ قلب کی سلامتی کے لیے کافی نہین گو اُنکی حاجت ہوتی ہو جسطرح کہ دوام صحت بدن کیلیے صرف عقل کافی نہین بلکہ خواص ادویہ اور اُنکے اصول کو اطبا سے دریافت کرنیکی ضرورت ہوتی ہی کیونکہ یہ باتین خود بخود عقل سے نہین معلوم ہوتین مگر سننے کے بعد اُنکے سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہی اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقل کو سماع سے چارہ نہین اور سننے کو عقل سے گریز نہین پس جو شخص کہ محض تقلید ہی کا ہو رہے اور عقل کو بالاے طاق رکھے وہ جاہل ہی اسیطرح جو صرف عقل ہی پر اکتفا کرے اور انوار قرآنی اور حدیث شریف کیطرف ملتفت نہو وہ مغرور ہی طالب کو چاہیے کہ ان دونون طریقون کو چھوڑے اور دونون اصلون کا جامع ہو کیونکہ علوم عقلیہ مثل غذا کے ہین اور علوم شرعیہ مثل دوا کے بیمار شخص کو اگر دوا نہ ملیگی تو صرف غذا سے البتہ تکلیف ہوگی اسیطرح قلوب کی بیماری کا علاج انھین معجونون سے ہو سکتا ہی جو شریعت کے شفاخانہ سے ملتی ہین یعنی وظائف عبادات و اعمال جنکو اصلاح قلوب کیلیے حکماء

ع سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا ۱۲ ع جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا ۱۲ ع اور ایسے ہی ہم دکھلانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان و زمین ۱۲ ع سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں پر اندھے ہوتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں ۱۲ ع اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا سو پچھلے جہان میں اندھا ہے اور زیادہ دور پڑا راہ سے ۱۲

روحانی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ترتیب پایا ہے پس جو شخص اپنے دل بیمار کا علاج عبادات شرعیہ سے نکرے اور علوم عقلی ہی پر کفایت کرے تو اسکو ضرر ہوگا جیسا اُس بیمار کو ہوتا ہے جو دوا نہ کھاوے اور غذا کھاتا رہے اور جو لوگ کہتے ہین کہ علوم عقلیہ علوم شرعیہ کے خلاف ہین دونونکا جامع ہونا ممکن نہین تو یہ بات اُنکی لاعلمی سے ہے وہ لوگ نور بصیرت سے عاری ہین بلکہ ایسے لوگونکے نزدیک بعض اوقات بعض علوم شرعیہ بھی ایک دوسرے کے مخالف معلوم ہونے لگتے ہین اور اُنکے جمع کرنے سے عاجز ہوکر یہ گمان کرتے ہین کہ اُس دین ہی مین تناقض ہے اور حیران ہوکر دین مین سے ایسے نکل جاتے ہین جیسے بال آٹے مین سے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ انکو اپنے عجز کے باعث دین مین اختلاف معلوم ہوا حالانکہ یہ بات نہین اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی اندھا آدمی کسی کے گھر مین جاوے اور اتفاقاً اُسکا پانون برتنون پر پڑ جاوے اور لوگونسے کہنے لگے کہ عجب طرح کے آدمی ہین کہ برتن راہ مین رکھ چھوڑے ہین اُنکو اپنے موقع پر کیون نہین رکھا تو وہ لوگ اُس سے کہین کہ میان صاحب برتن تو سب اپنے اپنے موقع سے ہین مگر آپ کو نابینائی کے سبب راہ کی تمیز نہین اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ اپنے آپ تو نہ سوجھے اور دوسرون کا قصور بتلاؤ یہی نسبت علوم دینیہ کی طرف علوم عقلیہ کی ہے پھر علوم عقلی کی دو قسمین ہین دنیوی جیسے علم طب اور حساب اور ہندسہ اور نجوم وغیرہ صناعات اور حرفہ اور اُخروی مثل علم احوال قلب اور آفات اعمال اور علم اللہ تعالیٰ اور اُسکے صفات اور افعال کا جیسا کہ باب علم مین ہم مفصل کہہ چکے ہین اور یہ دونون ایک دوسرے کے منافی ہین اس نظر سے کہ اگر کوئی شخص اُنمین سے ایک کیطرف تمام ہمت متوجہ ہوگا تو غالباً اس کی بصیرت دوسرے سے قاصر رہیگی اور اسلیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا اور آخرت کی تین مثالین فرمائی ہین ایک مین فرمایا کہ دونون مثل دو پلہ ترازو کے ہین اور دوسرے مین ارشاد کیا کہ دونون مثل مشرق اور مغرب کے اور تیسری مین فرمایا کہ دونون مثل دو سوتون کے ہے اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض اور یہی سبب ہے کہ جو لوگ اُمور دنیا مین خوب ہوشیار ہوتے ہین اور علم طب اور حساب اور ہندسہ اور حکمت خوب جانتے ہین وہ امور آخرت سے جاہل رہتے ہین اور جن لوگونکو دقائق علوم آخرت پر عبور ہوتا ہے وہ اکثر علوم دنیا کو نہین جانتے کیونکہ قوت عقلی اکثر لوگون کی دونون باتون کے جمع کرنے کو وفا نہین کرتی جب ایک کو سیکھتے ہین تو دوسری بات مین کمال نہین ہوسکتا اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ ان اکثر اہل الجنۃ البلہ یعنی جنکو کہ امور دنیا مین شعور نہین اور حضرت حسن بصری نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا کہ ہمنے ایسے لوگون سے ملاقات کی ہے کہ اگر تم اُنکو دیکھو تو مجنون کہو اور اگر وے تمکو دیکھین تو شیطان کہین پس آدمی کو چاہیے کہ جب کسی امر دینی عجیب کو سنے کہ علماء علوم ظاہری اُسکے منکر ہون تو یہ شبہہ نہ کرے کہ اُنکو ایسے امور کے اقرار سے انکار ہے بلکہ یون سمجھے کہ یہ ہو نہین سکتا کہ کوئی چلے تو مشرق کو اور مغرب کی چیز اُسے ملجاوے امر دنیا اور آخرت بھی ایسے ہی ہین دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انّ الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا والذین ہم عن آیاتنا غافلون اور یہ بھی فرمایا کہ یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ ہم غافلون اور فرمایا فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم حاصل یہ کہ اُمور دنیا و دین مین کمال بصیرت اُنھین لوگون کو حاصل ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندونمین سے تدبیر معاش اور معاد دونون عنایت فرمائے ہین اور وہ زمرۂ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے کہ جنکو روح قدس اور قوت الٰہی سے تائید ہوتی رہتی ہے اُن کے دلون مین سب امور کی گنجائش اور کچھ دقت نہین مگر لوگون کے قلوب اگر امر دنیا مین پکے ہونگے تو آخرت کے کمال سے قاصر رہینگے

آٹھوان بیان فرق کا الہام اور تعلم مین اور امر حق کے واضح ہونے مین صوفیہ اور علماء ظاہر پر

جاننا چاہیے کہ جو علم بدیہی نہین اور دل مین کبھی آتے ہین انکا دل مین آنا کئی طرح ہوتا ہے کبھی تو دل پر اسیطرح آجاتے ہین گویا کسی نے بیخبر دل مین ڈالدیے اور کبھی بطریق تعلم اور استدلال کے حاصل ہوتے ہین پس جو علم کہ بدون اکتساب اور دلیل کے حاصل ہوتے ہین انکو الہام کہتے ہین اور جو استدلال سے حاصل ہوتے ہین اُنکو اعتبار اور استبصار بولتے ہین پھر علم اول کی دو قسمین ہین ایک تو یہ کہ بندہ کو یہ خبر نہو کہ علم مذکور کہان سے اور کسطرح حاصل ہوا اسکو تو الہام اور نفخ فی القلب کہتے ہین اور یہ اولیا اور اصفیا کیلیے ہوتا ہی اور دوسرے یہ کہ جس ذریعہ سے وہ علم حاصل ہو وہ بندہ کو معلوم ہوجاوے یعنی وہ فرشتہ جو دل مین ڈالتا ہی وہ نظر آجاوے اسکو وحی کہتے ہین اور یہ خاصہ انبیا کا ہی اور علم جو اکتساب اور استدلال سے ہوتا ہی وہ علما کو ہوتا ہی اور حقیقت امر یہ ہی کہ قلب مین استعداد اس امر کی ہی کہ سب چیزون مین امر حق اُسکو معلوم ہوجاوے مگر وہی پانچ وجہین جنکا اوپر ذکر ہوچکا ہی اسکو مانع ہوتی ہین تو گویا یہ چیزین آئینہ قلب اور لوح محفوظ کے درمیان حجاب ہوجاتی ہین اور لوح محفوظ وہ ہی جسپر تمام امور شدنی قیامت تک کے منقوش ہین اور لوح محفوظ سے حقائق علوم کا قلب پر جلوہ گر ہونا ایسا ہی جیسا کہ آئینہ کا عکس دوسرا آئینہ محاذی مین معلوم ہوا کرتا ہی اور جسطرح کہ دونون آئینون کے درمیان کا حجاب کبھی ہاتھ سے سرکا دیتے ہین اور کبھی خود بخود ہوا سے ٹلجاتا ہی اسیطرح کبھی نسیم الطاف یزدانی چلتی ہی اور قلب کی آنکھ کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہی تو بعض چیزین جو لوح محفوظ مین سطور ہین وہ نظر آنے لگتی ہین اور یہ امر کبھی تو خواب مین ہوتا ہی کہ اُس سے مستقبل کا حال معلوم ہوجاتا ہی اور بالکل حجاب کا مرتفع ہونا موت پر ہی موت کے باعث انکشاف تام ہوجاتا ہی اور کبھی بیداری مین ہوتا ہی کہ حجاب کے اُٹھتے ہی پردہ غیب سے بڑی عجیب باتین علوم کی دل پر کھلتی ہین مگر یہ انکشاف بعض اوقات بجلی کی ایک حد تک گذرتا رہتا ہی اور اُسکا دائمی ہونا نہایت قلیل ہی خلاصہ یہ کہ الہام اور اکتساب مین نہ تو نفس علم مین فرق ہی نہ محل اور سبب مین بلکہ صرف فرق حجاب کے زائل ہونیکا ہی جو بندہ کے اختیار مین نہین اسیطرح وحی اور الہام مین بھی کچھ فرق نہین صرف اتنا فرق ہی کہ وحی مین وہ فرشتہ جو ذریعہ علم کا ہوتا ہی نظر آتا ہی اور علم جو دل مین حاصل ہوتا ہی وہ فرشتون ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۤئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۤءُ اور جب یہ معلوم ہوچکا تو اب جاننا چاہیے کہ اہل تصوف علوم الہامی کیطرف راغب ہوتے ہین علوم تعلیمی کیطرف مائل نہین ہوتے اور یہی وجہ ہی کہ کتابین مصنفین کی نہین پڑھتے اور اقوال اور ادلہ سے بحث نہین کرتے بلکہ یہ فرماتے ہین کہ اول خوب مجاہدہ کرنا چاہیے اور صفات ذمیمہ اور تمام علائق کو قطع کرکے بہمہ تن و تمام ہمت خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہونا چاہیے اور جب یہ بات حاصل ہوجاویگی تو خدا تعالیٰ خود متکفل اور متولی اپنے بندہ کے قلب کا ہوجاویگا اور جب وہ متولی ہوگا تو اُسپر سایہ رحمت ہوگا اور قلب مین نور چمکنے لگیگا اور سینہ کھلجاویگا اور سر ملکوت اُسپر ظاہر ہوگا اور قلب کے سامنے سے حجاب دور ہوجاویگا اور امور الٰہیہ کے حقائق اُسمین روشن ہونگے پس اس تقریر کے بموجب بندے کا کام صرف اتنا ہی کہ محض تصفیہ کرے اور اپنی ہمت کو ارادہ صادق کیساتھ متوجہ کرے اور رحمت الٰہی سے انکشاف کا ہمیشہ منتظر رہے یہان سے بس انبیا اور اولیا کے اوپر جو علم منکشف ہوجاتا ہی اور نور سینہ مین پھیلجاتا ہی وہ کچھ تعلم اور درس و نوشت خواند کتب سے نہین ہوتا بلکہ دنیا مین زہد کرنے اور خلائق سے منقطع ہونے اور اشغال دنیاوی سے فارغ البال ہونے اور تمام ہمت متوجہ الی اللہ ہونیسے ہوتا ہی کیونکہ جو اللہ کا ہورہتا ہی اللہ اُسکا ہوجاتا ہی اور اہل تصوف کا یہ بھی مقولہ ہی کہ اسباب مین اول علائق دنیا کو بتمامہا منقطع کرڈالے اور دل کو اُنسے فارغ کرے اور ہمت کو اہل و مال اور اولاد اور وطن اور علم اور ولایت اور جاہ سے اُٹھاوے اور دل کو ایسی حالت مین کرلے کہ اُسکے سامنے ہر چیز کا ہونا اور نہونا برابر ہوجاوے پھر اسکے بعد ایک گوشہ مین بیٹھے اور صرف فرائض و ریاضات

فرائض و وظائف پر اکتفا کرکے جمیع ہمت ماسوی اللہ سے فارغ البال ہوجاوے یہانتک کہ قرات قرآن اور معانی تفسیر و حدیث وغیرہ کی فکر سے بھی اپنا دھیان پریشان نکرے بلکہ اس باب مین کوشش کرے کہ سوائے خدا تعالی کے دلمین اور کچھ نرہنے پاوے اور خلوت مین بیٹھکر بحضور قلب اللہ اللہ کہتا رہے اور اس اسم پاک کا یہانتک ورد کرے کہ ایسی حالت پر پہنچ جاوے کہ اگر زبان کی حرکت موقوف کردے تب بھی یہی معلوم ہو کہ زبان سے اللہ اللہ نکلتا ہے پھر اسی حالت پر ٹھہر کر اس لفظ کا اثر زبان سے مٹاوے اور قلب اس ذکر کی مواظبت کرے حتی کہ قلب مین بھی صورت اور ہیئت لفظ کی محو ہوجاوے اور صرف معنی اس لفظ کے مدام موجود رہین گویا کہ قلب کے ساتھ لازم ہین اور اس حد تک پہنچنے مین اور اس حالت کے مدام رکھنے مین بندہ کو اختیار ہی اسطرح کہ وسواس غیر اللہ کا دفع کرتا رہے لیکن رحمت الہی کی کشش کا اختیار نہین بلکہ اس فعل سے جذب رحمت کی لیاقت ہوجاتی ہی پس آگے بھی باقی رہا کہ اس درجہ کو پہونچکر فتوحات غیبی کا منتظر ہوے کہ جیسا کہ اللہ تعالی نے انبیا اور اولیا پر امور حق مفتوح فرمائے اسپر بھی منکشف فرماوے اور اس صورت مین اگر اسکا ارادہ سچا ہوگا اور ہمت بھی درست ہوگی اور مواظبت بھی خوب کریگا اور جذب شہوات سے بچا رہیگا اور علائق دنیا کی کوئی بات دلمین نہ آویگی تو البتہ لوامع حق کے اسکے دلمین چمکنے لگینگے اور ابتدا مین بجلی کیطرح گذر جاینگے اور دیر تک نہین ٹھہرینگے پھر دوبارہ ایسا ہی ہویگا اور بعض اوقات دیر بھی ہوجاویگی اور اگر دوبارہ آوینگے تو کبھی ٹھہرینگے اور کبھی نہ ٹھہرینگے اور ٹھہرینگی صورتین کبھی کبھی زیادہ مدت ہوگی اور کبھی تھوڑی اور بعض اوقات اسطرح کے لوامع پے درپے ہونگے اور بعض دفعہ صرف ایک ہی فن پر اقتصار رہیگا اور بلحاظ ان وجوہ مذکورہ کے اولیا کے منازل کا تفاوت کچھ انتہا نہین رکھتا جیسے کہ انکے اخلاق کے تفاوت کی انتہا نہین غرضکہ اہل تصوف کی تقریر کا یہ ہی کہ تصفیہ اور جلاء قلب بندہ کیجانب سے ہونا چاہیے اور پھر لیاقت حاصل ہونیکے بعد امیدوار رحمت ہونا چاہیے اور علماء ظاہر کو اس طریق کے امکان مین اور بر سبیل شاذ منزل مقصود تک پہونچ جانے مین توکسیطرح کا انکار نہین کیونکہ اکثر انبیا اور اولیا کا یہی حال ہوتا ہے مگر یہ کہتے ہین کہ یہ طریق نہایت مشکل ہی اور اسکا نتیجہ دیر کر حاصل ہوتا ہی اور ان شروط کا جمع ہونا بھی بہت بعید ہی کیونکہ علائق کا اس درجہ تک کھودینا گویا غیر ممکن ہی اور اگر ہو بھی جاوے تو اسکا باقی رہنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہی کیونکہ ذرا سے وسواس اور اندیشہ سے قلب کو تشویش ہوجاتی ہے

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلب المومن اشد تقلب من القدر فی غلیانہا اور یہ بھی فرمایا کہ قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن علاوہ اسکے اس مجاہدہ مین کبھی مزاج بدمزہ ہوجاتا ہی اور عقل خبط ہوجاتی ہی اور بدن بیمار پڑتا ہی اور اگر پہلے سے حقائق علوم سیکھکر نفس کی تہذیب نہین کیجاتی ہی تو دلمین صدہا طرح کے خیالات فاسد جمع ہوجاتے ہین کہ بدون انکے رفع کیے ہوے نفس انھین مین مبتلا رہتا ہی اور عمر بھر وہ حل نہین ہوتے بہت سے صوفی جو اس راہ پر چلے ایک ہی خیال مین بیس برس الجھ رہے مگر پہلے سے علم پڑھ لیتے تو اسطرح کے خیال کا التباس انپر فوراً کھلجاتا اس سے معلوم ہوا کہ اشتغال تعلم ہی کا طریق پر معتبر اور اقرب الی المقصود ہی اور علما یہ حجت پیش کرتے ہین کہ اہل تصوف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص فقہ نہ سیکھے اور یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو نہین سیکھا تھا اور وحی اور الہام سے فقیہ ہوگئے تھے پس مین بھی ریاضت اور مواظبت کرتے کرتے ویسا ہی ہوجاؤنگا تو جس کسی نے ایسا خیال کیا اسنے اپنی جان پر ظلم کیا اور عمر بھر ناحق تلف کی بلکہ وہ تو ایسا ہے کہ کھیتی باڑی اور کمائی کچھ نہ کرے اور اسبات کا متوقع ہو کہ کہین سے خزانہ ملجاوے سو گو یہ بات ممکن ہے مگر یہ بات نہایت بعید ہی اور علما کا اسباب مین یہ قول ہی کہ اول تحصیل علم کرنی چاہیے اور علما کے اقوال کے معانی سمجھنے چاہئین پھر اسکے بعد اسبات کا منتظر ہووے کہ جو اور علما کو نہین معلوم ہوا وہ مجھکو معلوم ہوجاوے تو شاید بعد مجاہدہ کے یہ بات حاصل ہوجاوے

ح صحیحین مذبذب یا کے ابال سے بھی زیادہ کیا ہے ۱۲ احمد حاکم بروایت مقداد ابن الاسود ۱۲

ح مسلم بروایت عبد اللہ بن عمرو ۱۲

نواں بیان دونوں مقاموں کے فرق کا ذکر مثال محسوس سے

جاننا چاہیے کہ قلب کے عجائب حواس سے مدرک نہیں ہو سکتے جیسا کہ خود قلب حیطہ حواس سے خارج ہے اور جو چیز مدرک بالحواس نہیں ہوتی تو جبتک اسکی مثال محسوس چیز سے نہ بتلائی جاوے تب تک سمجھ میں اچھی طرح نہیں آتی لہذا کم سمجھوں کیواسطے ہم اسکی دو مثالیں بیان کرتے ہیں ایک تو یہ کہ فرض کرو کہ ایک حوض زمین میں کھدا ہوا ہے اب اسمیں پانی ہونے کے دو طریق ہیں یا تو اوپر سے نالیاں بنا کر کسی جگہ سے اسمیں پانی بھر دیا جاوے یا زمین کو اتنا کھودا جاوے کہ خود بخود اندر سے پانی نکل آوے دوسرے طریق کا پانی صاف بھی زیادہ ہوگا اور ہمیشہ بھی رہیگا اور بعض اوقات زیادہ بھی ہوگا پس قلب کو حوض سمجھنا چاہیے اور علم کو پانی اور حواس خمسہ کو مثل نالیوں کے تصور کرنا چاہیے تو قلب کیطرف علم کا پہونچنا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ حواس خمسہ کے ذریعہ سے بقدر مشاہدات ہوتے جاویں علم آتا جاوے یہانتک کہ قلب خوب علم سے بھر جاوے اور ایک صورت یہ ہے کہ حواس کی نالیاں عزلت کے باعث بند کر دیجاویں اور خود قلب کی کاوش میں سعی کی جاوے اسطرح کہ خلوت میں بیٹھکر اسکی صفائی کیجاوے اور پردوں کے طبقات اسپر سے دور کیے جاویں یہانتک کہ خود اسمیں سے علم کا چشمہ پیدا ہو جاوے مگر اسمیں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب دل میں علم موجود نہیں تو اسکے اندر سے کسطرح چشمہ نکلے گا اسکا جواب یہ ہے کہ اسرار قلبی میں سے ایک عجیب بات ہے اور علم معاملہ میں اسکا اسیقدر ذکر ہو سکتا ہے کہ حقائق اشیا لوح محفوظ میں مکتوب ہیں بلکہ فرشتوں کے دلوں میں سطور ہیں جسطرح کہ معمار پہلے ایک سادہ کاغذ پر نقشہ عمارت کا کھینچ لیتا ہے پھر اسکے موافق عمارت بناتا چلا جاتا ہے اسیطرح خالق آسمان وزمین نے عالم کا حال اول سے آخر تک لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے اور اسکے مطابق بناتا رہتا ہے پس اس عالم ظاہری کی شکل آدمی کے حس و خیال میں بھی موجود ہوتی ہے مثلاً آسمان اور زمین کیطرف دیکھکر اگر کوئی آنکھیں بند کر لے تو صورت انکی دونوں کی خیال میں معلوم ہوگی گویا انھیں کیطرف دیکھ رہا ہے یہانتک کہ اگر بالفرض آسمان وزمین نابود ہو جاویں اور دیکھنے والا صرف باقی رہجاوے تب بھی آسمان وزمین کی صورت اپنے خیال میں ایسی ہی پاویگا گویا انکی طرف دیکھ رہا ہے پھر خیال سے ایک اثر قلب پر پڑتا ہے تو اسمیں حقائق ان اشیا کے آتے ہیں جو حس اور خیال میں موجود رہتے ہیں پس جو کچھ دل میں حاصل ہوا ہے وہ تو مطابق صورت خیالی کے ہے اور صورت خیالی موافق وجود ظاہری کے ہے جو انسان اور اسکے قلب سے دونوں سے علیحدہ موجود ہے اور یہ عالم ظاہری مطابق اس نقشہ کے ہے جو لوح محفوظ میں مندرج ہے اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ عالم ظاہری کے چار وجود ہیں ایک تو لوح محفوظ میں اور یہ وجود اسکے وجود جسمانی سے مقدم ہے دوسرا وجود حقیقی جو دنیا میں ہوتا ہے تیسرا وجود خیالی جو وجود حقیقی کے بعد اسکی صورت خیال میں موجود ہوتی ہے چوتھا وجود عقلی جو صورت خیالی سے قلب میں صورت حاصل ہوتی ہے اور ان چاروں وجودوں میں بعض تو وجود جسمانی ہیں اور بعض روحانی اور وجود ہائے روحانی میں سے بعض میں روحانیت زیادہ ہے اور بعض میں کم اور ایسی باتوں میں حکمت الٰہی نظر پڑتی ہے دیکھو آنکھ کے حدقہ کو ایسا بنایا کہ باوجود چھوٹے ہونے کے جہان کی صورت اور آسمان وزمین کی شکل اسمیں پیدا ہو جاتی ہے اور ان چیزوں کا پھیلاؤ اسقدر ہے کہ بیان سے باہر پھر آنکھ کے ذریعہ سے ان چیزوں کا وجود خیال میں پہونچتا ہے اور وہاں سے دل میں جاتا ہے جب انکو معلوم ہوتا ہے کیونکہ آدمی کو جبتک کوئی چیز اسکے تک نہیں پہونچتی خبر نہیں ہوتی پس اگر خدا تعالیٰ آدمی کے دل میں عالم کی صورت نہ بناتا تو جو چیزیں آدمی سے علیحدہ ہوتیں انکا کبھی علم نہ آتا سبحان اللہ قلوب اور ابصار میں کیسی عجیب باتیں رکھی ہیں اور بعض قلوب اور ابصار کو اندھا بھی کر دیا ہے یہانتک کہ اکثر لوگوں کو اپنے نفس کی اور اسکے عجائبات کی مطلق خبر نہیں اب ہم اصل مطلب کیطرف رجوع کرتے ہیں کہ قلب میں جو حقیقت عالم کی آتی ہے تو کبھی تو حواس ہی سے آتی ہے اور کبھی لوح محفوظ سے آتی ہے جسطرح کہ آنکھ میں سورج کی صورت کبھی تو اسکی

طرف دیکھنے سے آتی ہے اور کبھی بذریعہ پانی کے دیکھنے کے جسمین کہ آفتاب کا عکس ہوتا ہے اور یہ عکس آفتاب کی صورت اصل ہی کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح جب دل کے سامنے سے حجاب دور ہوجاتا ہے تو لوح محفوظ کی چیزین سوجھنے لگتی ہین اور انکا علم اسمین آجاتا ہے اس صورت مین جو اُسکے استفادہ سے مستغنی ہوجاتا ہے اسکی ایسی ہی مثال ہوجاتی ہے کہ گویا زمین کو بقدر کھودا کہ خود بخود اسمین سے پانی نکل آیا اور کبھی قلب کی توجہ اُن خیالات کی طرف ہوتی ہے جو محسوسات سے حاصل ہوئے ہین تو یہ امر اسکو مطالعۂ لوح محفوظ سے مانع ہوتا ہے جیسے کہ پانی جب نہر مین جمع ہوجاتا ہے تو نیچے سے نہین نکلسکتا یا اسطرح کہ گویا کوئی شخص آفتاب کے عکس کو پانی مین دیکھے تو اسکو وہ آفتاب نظر نہ آویگا حاصل یہ کہ قلب مین دو دروازہ ہین ایک تو عالم ملکوت اور لوح محفوظ کی طرف کو ہے اور ایک دروازہ حواس خمسہ کی جانب کو ہے جو عالم ظاہری سے اخذ اشیا کرتا ہے ان دونون عالمون مین ایک طرح کی مشابہت ہے پس دروازہ عالم ظاہری جسطرح کہ قلب کو بذریعہ حواس علم ہوتا ہے تو وہ معلوم ہی ہے مگر جو دروازہ کہ عالم ملکوت کی طرف ہے اور جس سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اسکا بھی یقین ہوسکتا ہے اگر اس بات کو سوچے کہ خواب مین عجیب عجیب حالات پیش آتے ہین تو دلکو حال آئندہ اور گذشتہ معلوم ہوجاتا ہے حالانکہ حواس کو اسمین کچھ دخل نہین ہوتا اور یہ دروازہ اُس شخص کیلیے کھلتا ہے جو خدا تعالیٰ کے ذکر ہی مین مستغرق رہے جیسا کہ رسول مقبول صلعم نے فرمایا سبق المفردون قیل من ہم یا رسول اللہ قال المستہترون بذکر اللہ تعالیٰ وضع الذکر عنہم اوزارہم فوردوا القیامۃ خفافا پھر ان لوگونکی توصیف مین خداوند کریم کا یہ قول ارشاد فرمایا کہ پھر مین اپنے چہرہ کو انکی طرف کرکے متوجہ ہوتا ہون تجھے معلوم ہے کہ کسکے سامنے مین اپنا چہرہ کرتا ہون اور کوئی جانتا ہے کہ مین انکو کیا دیا چاہتا ہون پھر ارشاد فرمایا کہ اول یہی عطا ہوتی ہے کہ انکے دلونمین نور ڈالدیتا ہون تو وہ میرے حال سے خبر دینے لگتے ہین جیسے مین اُنکا حال کہتا ہون اور مدخل ان خبرونکا دروازۂ باطنی ہے اس بیان سے فرق علوم اولیا اور انبیا اور علوم علما اور حکما کا ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ علم اولیا و انبیا کا تو اس دروازہ سے ہوتا ہے جو عالم ملکوت کی طرف کھلا ہوا ہے اور علم و حکمت وغیرہ ابواب حواس سے حاصل ہوتا ہے جو عالم ظاہری کی طرف مفتوح ہین غرضکہ عجائب قلبی اور اسکی آمد و شد دونون عالمون غیب اور شہادت مین علم معلومات مین حصر نہین ہوسکتے صرف اس مثال سے مدخل دونون علمون کا معلوم ہوگیا اب دوسری مثال اسلیے بیان ہوتی ہے کہ اُس سے علما اور اولیا کے عمل کا فرق معلوم ہوجاوے یعنی علما کا عمل تو یہ ہے کہ نفس علوم کو حاصل کرتے ہین اور اسکو دل کی طرف کھینچتے ہین بعد اولیا اور صوفیہ صرف قلوب کی جلا اور صفائی مین کوشش کرتے ہین تو ان دونون کی مثال یہ ہے کہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے مذکور ہوا کہ اہل روم اور چین والے نقاشی کے کام مین بڑے ماہر ہین اور تصویر بہت عمدہ کھینچتے ہین اُسکے دلمین یہ آیا کہ ایک مکان کی ایک طرف تو روم والونکے سپرد کرنی چاہیے اور ایک جانب چین والونکو دینی چاہیے تاکہ دونون فریق اپنی کارستانی ظاہر کرین اور بیچ مین ایک ایسا پردہ ڈالنا چاہیے کہ ایک کے کام کی دوسرے کو اطلاع نہو چنانچہ ایسا ہی کیا پس روم والون نے عجیب عجیب رنگ بسیار لگھے گیے اور چین والے بے رنگ ہی کام مین مصروف ہوے یعنی اپنی طرف کی جانب کو خوب جلا کرنی شروع کردی جب روم والے رنگ کے نقوش سے فارغ ہوئے تو چین والون نے بھی کہا کہ ہم بھی نقش کرچکے بادشاہ بہت متحیر ہوا کہ اُنھون نے کیسا نقش بنایا ہے جسمین رنگ کی ضرورت نہوئی اُنسے پوچھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ آپ کو اس سے کچھ غرض نہین پردہ اُٹھا کر ملاحظہ فرما لیجیے جونہین پردہ اُٹھایا گیا تمام نقوش رومیون کے چین والونکی جانب مین جلا کے سبب معلوم ہونے لگے بلکہ اُنمین چمکاہٹ زیادہ تھی کیونکہ اُنکی جانب جلا کے سبب آئینہ کے مثال ہوگئی تھی اس سے اور بھی زیادہ خوبی معلوم ہوتی تھی پس اولیا اللہ کی توجہ بھی چین والونکی طرح قلب کی جلا اور تطہیر و صفا مین مصروف رہتی ہے یہانتک کہ اسمین امور حق چمکنے لگتے ہین اور علما ظاہر کی توجہ روم والونکی طرح اکتساب اور نقوش علمی کی طرف رہتی ہے بہر صورت علم قلب مین کسی طرح حاصل ہو قلب مومن کا فنا

نہین ہوتا اور نہ اسکا علم موت پر جاتا رہتا ہی نہ صفائے قلب مین کچھ کدورت آتی ہی جیسا کہ حسن بصری نے فرمایا ہی کہ خاک محل ایمان کو نہین کھاتی
بلکہ وسیلہ تقرب الی اللہ ہوتی ہی اور نفس علم جو دل مین آتا ہی اور صفاء اور استعداد اس علم کے حاصل ہونیکی یہ چیزین لابدی ہین سعادت
ابدی بدون علم اور معرفت کے کسی کو نہین ملسکتی اور اس سعادت مین بھی بعض لوگ اشرف ہین بعض سے جسطرح کہ تو انگری کیواسطے مال
کی ضرورت ہوتی ہی تو تھوڑے روپیہ والا بھی غنی کہلاتا ہی اور جسکے پاس بہت سے خزانے ہون وہ بھی غنی ہی مگر دونو مین بہت فرق ہوتا ہی اسی
طرح معرفت و ایمان مین بھی تفاوت درجات ہی کہ اسکی کچھ انتہا نہین معرفت وہ نور ہی جس سے کہ ایمان والے خدا تعالی کے دیدار کیطرف چلینگے
جیسا کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا نورہم یسعی بین ایدیہم و بایمانہم اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ بعضون کو نور مثل پہاڑ کے عنایت ہوگا اور بعضونکو
اس سے کم یہانتک کہ سب سے پچھلا وہ شخص ہوگا کہ اسکو صرف دونون پائون کے انگوٹھون پر نور عنایت ہوگا اور وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی
گل ہوجاویگا چمکنے کیحالت مین تو وہ قدم آگے کو بڑھاویگا اور گل ہونیکی صورت مین کھڑا رہیگا اور پل صراط پر گذرنا بھی بموافق نور ہی کے
ہوگا کوئی تو آنکھ کے جھپکتے ہی اترجاویگا اور بجلی کیطرح اور کوئی بادل کیطرح اور کوئی شہاب کیطرح اور کوئی سرپٹ گھوڑے کیطرح گذریگا اور جسکے
صرف انگوٹھون پر نور رہیگا وہ رگڑتا چلیگا کہ ایک ہاتھ کو بچاویگا تو دوسرا لٹک جاویگا اور اسیطرح ہاتھ پائون کو آگ لگ کر خلاص ہوگا اس
بیان سے لوگون کے ایمان کا تفاوت معلوم ہوتا ہی اور یہ جو ایک روایت مین آیا ہی کہ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام جہانون کے ایمان
کے ساتھ سوائے پیغمبرون کے وزن کیا جاوے تو انھین کا ایمان بھاری ٹھہرے اسکی یہ مثال ہی کہ کوئی یون کہے کہ اگر آفتاب کا نور اور تمام دنیا
کے چراغون کا مقابل کیا جاوے تو آفتاب ہی کا نور غالب رہے بس عوام مین سے بعضون کے ایمان کا نور چراغ جیسا ہی اور بعضونکا نور شعل
جیسا اور صدیقین کے ایمان کا نور مثل چاند اور ستارون کے نور کے ہی اور انبیا کے ایمان کا نور آفتاب کے مانند تو جسطرح کہ آفتاب کے نور سے
تمام آفاق کی صورت باوجود وسعت کے منکشف ہوجاتی ہی اور چراغ کے نور سے صرف مکان کا ایک کونا ظاہر ہوتا ہی اسیطرح سینہ کے انشراح کا
فرق سمجھنا چاہیے کہ قلوب عارفین پر بباعث معرفت تمام عالم ملکوت منکشف ہوجاتا ہی اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہی کہ یقال یوم القیامۃ
اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان و نصف مثقال و ربع مثقال وغیرہ وغیرہ اس حدیث سے کئی باتین نکلتی ہین ایک تو درجات ایمانی
مین تفاوت ہے اور ایک یہ کہ اسقدر ایمان دخول نار کا مانع نہین اور ایک یہ کہ جس شخص کا ایمان مثقال سے بڑھکر ہوگا تو وہ داخل نار نہوگا کیونکہ اگر وہ بھی
داخل ہوتا تو حکم اسکے اخراج کا بھی ہوتا اور ایک یہ کہ جسکے دل مین بوزن ذرہ ایمان ہوگا اگرچہ دوزخ مین جاوے مگر ہمیشہ نرہیگا اور اسیطرح اس حدیث
شریف مین لیس شئی خیرا من الف مثلہ الا الانسان المومن اشارہ ہی فضیلت پر قلب عارف باللہ کے جو یقین کامل رکھتا ہو کیونکہ وہ ہزار عامی کے قلب سے
بہتر ہوتا ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی وانتم الاعلون ان کنتم مومنین یعنی مومنین کو فضیلت دی مسلمانو پر اور مومن سے غرض یہ ہی کہ عارف ہو مقلد نہو اور یہ بھی فرمایا
یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اس آیت مین الذین آمنوا سے وہ لوگ مراد ہین کہ جنھون نے بدون علم کے تصدیق کی ان لوگونکو علم والون
سے علیحدہ بیان فرمایا اور اس سے یہ بھی پایا جاتا ہی کہ مومن کا لفظ مقلد پر بھی بولا جاتا ہی اگرچہ تصدیق اسکی کشف اور بصیرت سے نہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
نے والذین اوتوا العلم درجات کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ اللہ تعالی عالم کا درجہ مومن پر سات سو درجہ اونچا کریگا کہ ہر درجے کا فاصلہ اس قدر ہوگا جیسا
آسمان و زمین کا ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ اکثر اہل الجنۃ البلہ و علیون لذوی الالباب اور نیز یہ ارشاد فرمایا فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی

رجل من صحابی اور ایک روایت مین یون وارد ہی کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب پس ان دلیلون سے واضح ہوتا ہی کہ تفاوت درجات اہل جنت کا مطابق اُنکے معارف اور قلوب کے ہوگا اسی لیے روز قیامت کو تغابن یعنی گھاٹے کا دن کہتے ہین کیونکہ جو کوئی اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا اُسکو بڑا گھاٹا اور نقصان ہوگا اور اسطرح کا شخص اپنے اوپر بڑے درجے دیکھے گا اور اُسکا دیکھنا ایسا ہوگا جیسے دس روپیہ والا ایسے شخص کو دیکھے جو روئے زمین کا مالک ہی اگرچہ دونون غنی ہین لیکن دونون مین فرق زمین و آسمان کا ہی پس جسکو آخرت کے بڑے بڑے درجات اور فضائل سے کچھ کم ملیگا اُسکو کتنا بڑا نقصان ہوگا

دسوان بیان دلائل شرعی کا اسبات پر کہ اہل تصوف تحصیل معرفت تعلیم سے اور معتاد طور سے نہین کرتے انکا طریق فرست ہے

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے دل مین کچھ تھوڑی سی چیز بھی بطریق الہام یا بے خبر دل مین پڑنے کے منکشف ہو جاوے تو وہ بجہت صحت طریق کے عارف کہلاویگا اور جسکو یہ بات کبھی نہ معلوم ہو تو اُسکو بھی اسپر ایمان چاہیے کیونکہ درجہ معرفت آدمی کے اندر امر جبلی ہی اور اُسکے لیے دلائل شرعی اور تجربہ اور حکایات موجود ہین دلائل یہ ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا یعنی حکمت کا ظہور قلب سے بسبب دوام عبادت کے بے تعلم بطریق کشف اور الہام کے ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم ووفقہ فیما یعمل حتی یستوجب الجنۃ ومن لم یعمل بما یعلم تاہ فیما یعلم ولم یوفق فیما یعمل حتی یستوجب النار اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب یعنی اشکالات اور شبہات سے مخرج نصیب ہوتا ہی اور علم اور فطانت بدون تعلم اور تجربہ کے عنایت ہوتا ہی اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا یہین فرقان سے مراد نور ہی کہ جس سے حق باطل مین فرق کرے اور شبہات سے نکلجاوے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤن مین اکثر نور اسطرح مانگا کرتے تھے اللّٰہم اعطنی نورًا وزدنی نورًا واجعل لی فی قلبی نورًا وفی قبری نورًا وفی بصری نورًا یہانتک کہ یون فرماتے میرے بال اور گوشت و پوست اور خون اور ہڈیون مین نور عنایت فرما اور جب آپ سے اس آیت کی تفسیر مین افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ شرح صدر کے معنی پوچھے گئے تو ارشاد فرمایا کہ اس سے غرض فراخی ہی یعنی نور جب دل مین ڈالا جاتا ہی تو اُسکے لیے سینہ کھلجاتا ہی اور حضرت ابن عباس کیلیے دعا مانگی اللّٰہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات خفیہ نہین بتلاوی ہی مگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی سمجھ مرحمت کردیتا ہی اور یہ بات تعلم سے نہین آتی اور اس آیت مین کہ یوتی الحکمۃ من یشاء بعضون نے حکمت کی تفسیر فہم کتاب اللہ کی ہی اور اس آیت مین ففہمناہا سلیمان جو بات حضرت سلیمان علیہ السلام پر بواسطہ کشف ظاہر ہوئی تھی اُسکو فہم سے تعبیر فرمایا اور حضرت ابو درداء فرماتے تھے کہ مومن وہ ہی جسکو اللہ کے نور سے پردہ کے پیچھے کی چیز نظر آوے اور قسم کھا کر ارشاد فرماتے تھے کہ بات ٹھیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امر حق کو مومنونکے دلون مین ڈالدیتا ہی اور انکی زبانون پر جاری کردیتا ہی اور بعض سلف کا قول ہی کہ مومن کا غلبۂ گمان کہانت ہے اور حدیث شریف

ہین عارو ہی اتقوا فراستہ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین اِنَّ فی ذٰلک لآیات للمتوسمین اور اسمین کہ قد بینا الآیات
لقوم یوقنون اور حضرت امام حسن آنحضرت صلعم سے یون روایت فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا العلم علمان فعلم باطن فی القلب فذلک ہو العلم النافع اور
بعض علماء سے علم باطن کے معنی پوچھے گئے تو انھون نے فرمایا کہ وہ ایک بھید ہی اللہ کے اسرار مین سے کہ اپنے دوستونکے دلونمین ڈال دیتا ہے
اور کسی فرشتہ خواہ آدمی کو اسپر آگاہ نہین فرماتا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ان من امتی محدثین ومعلمین ومکلمین وان عمر منہم اور حضرت ابن عباس رضہ
نے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی کے بعد ولا محدث بھی پڑھا ہے اور محدث کے معنی صدیقین فرمائے ہین غرضکہ محدث اسکو کہتے ہین جسپر
الہام ہو اور الہام والا وہ شخص ہی کہ جسپر باطن قلب سے انکشاف اشیاء ہو محسوسات خارجی کی حاجت نہو اور قرآن شریف مین یہ امر مصرح ہے کہ تقوی
مفتاح ہدایت اور کشف ہی اور اسی کا نام علم بدون تعلم ہی جیسا کہ ارشاد فرمایا وما خلق اللہ فی السموات والارض لآیات لقوم یتقون اور ہذا بیان للناس
وہدی وموعظة للمتقین ہدایت مین اہل التقوی کی ہی تخصیص فرمائی اور ابویزید وغیرہ فرماتے تھے کہ عالم اس شخص کا نام نہین ہی کہ کتاب مین سے کچھ یاد
کرلے اور جب اسکو بھول جاوے تو جاہل رہجاوے بلکہ عالم اسکو کہتے ہین کہ علم اشیاء پروردگار کے پاس سے جسوقت چاہے بدون درس وحفظ حاصل
کرلے اور علم ربانی اُسی کو کہتے ہین اور اسیطرف اشارہ ہی اس آیت مین وآتیناہ من لدنا علما ورنہ ہر ایک علم اُسی کیطرف سے ہی فرق یہ ہی کہ بعض
علوم بواسطہ تعلیم خلق ہوتے ہین انکا نام علم لدنی نہین بلکہ علم لدنی وہ ہی کہ جو قلب مین بدون کسی سبب خارجی معتاد کے حاصل ہوئے دلائل نقلی ہین اور
اگر سب آیات واحادیث جو اس باب مین وارد ہین لکھے جاوین تو بیشمار ہوجاوین تجربہ سے جو مشاہدہ دال امور کا ہوا ہی وہ بیان ہوتا ہی وہ بھی بے نہایت
ہی اور صحابہ اور تابعین اور بعد کے لوگونکو سب کو ہوا ہی جیسا کہ روایت ہی حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ سے اپنی موت کے وقت فرمایا کہ
تیرے دو بھائی اور دو بہنین ہین حالانکہ حضرت کی زوجہ اسوقت حاملہ تھین اور بعد کو بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرلیا کہ لڑکی ہوگی
اور حضرت عمر نے عین خطبہ کے درمیان مین ارشاد فرمایا کہ یا ساریة الجبل الجبل یعنی جب آپکو کشف سے معلوم ہوا کہ دشمن لشکر اسلام پر چڑھ آیا تو
آپ نے لشکر اسلام کو للکارا کہ پہاڑ کیطرف ہوجاؤ پھر اس آواز کا لشکر مین پہونچ جانا نہایت بڑی کرامت ہے اور انس بن مالک سے روایت
ہی کہ مین ایک روز حضرت عثمان کی خدمت مین جاتا تھا راستہ مین مجھکو ایک عورت ملی مین نے اسکو دیکھا اور اُسکے حسن کو اچھی طرح معائنہ کیا پس
جب مین خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت عثمان نے مجھکو ارشاد فرمایا کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس ایسے آتے ہین جنکی آنکھون مین زنا کا اثر ہوتا ہے
کیا تجھکو یہ معلوم نہین کہ آنکھونکا زنا بری طرح سے دیکھنا ہی تو توبہ کرو ورنہ تجھکو سزا دونگا مین نے پوچھا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی وحی ہوتی ہی
آپنے فرمایا کہ نہین لیکن بصیرت اور فراست صادقہ ہی اور ابو سعید خراز سے نقل ہی کہ ایک بار مین حرم شریف مین گیا اور ایک فقیر کو دیکھا کہ دو خرقہ پہنے
ہوئے ہی دل مین کہا کہ اس قسم کے لوگ آدمیون پر بھاری ہوتے ہین اُسنے مجھکو پکارا اور کہا اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ تو مین نے اپنے دل
مین استغفار کیا پھر اُسنے مجھکو پکار کر کہا ہو الذی یقبل التوبة عن عبادہ اور یہ کہکر میری نظرون سے غائب ہوگیا اور زکریا ابن داؤد سے
روایت ہی کہ ابو العباس ابن مسروق ابو الفضل ہاشمی کی عیادت کو گئے اور یہ مریض عیال والے تھے اور بسر اوقات کا سامان ظاہری کچھ نہ تھا
جب ابو العباس اُٹھنے لگے دلمین کہا کہ الٰہی یہ شخص کہان سے کھاتا ہوگا اسیوقت ابو الفضل نے آواز دی کہ خبردار اس فکر کو کبھی دلمین نلا خدا تعالیٰ

[illegible]

م بعد مسروق ولد ابو علی ہین سے ہین جو العلمای بروایت ابوبکر کہ وہ نبی تھا دیکھے وقت نہیں دیکھا ہمنے انکو سے پہلے کہیں یہ سوال ہو دلکی کس نبی کی بابت ۱۲ دیکھے اور وجوب بیان اسلئے آسمان اور زمین مین بیچ مین ہین ایک دوسرونکو جدا رکھے ہین واضح یہ بیان ہین دوسرون کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ڈرنیوالونکو ۱۲ واضح اور بخشدیا اسکو اپنے پاس سے ایک علم ۱۲ اسے ساریہ پہاڑ والو پہاڑ کیجانب ہٹ جاؤ کر ۱۲ واضح اللہ کو معلوم ہی جو تمہارے دل مین ہی تو اس سے ڈرتے رہو ۱۲ واضح وہی ہی جو قبول کرتا ہی توبہ اپنے بندون سے ۱۲ یعنی میری امت مین ایسے لوگ ہونگے جنسے باتین کی جاوینگی اور انکو علم دیا جاویگا اور کلام کیا جائیگا ۱۲

الطاف پوشیدہ بہت ہین اور احمد نقیب سے روایت ہی کہ ایک روز مین حضرت شبلی کی خدمت مین گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے احمد خدا تعالی نے ہم سبکو پہچان کے لیے داغ دیا ہی مین نے پوچھا کہ حضرت کیا حال ہی آپنے فرمایا کہ مین اسوقت بیٹھا ہوا تھا میرے دلمین یہ بات گذری کہ تو بخیل ہی احمد کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ حضرت مین تو بخیل نہین ہون پھر آپنے تامل کرکے فرمایا کہ بیشک تو بخیل ہی پھر مین نے دل مین قصد کیا کہ جو کچھ آج مجھکو ملیگا اُسکو جو فقیر مجھکو اول ملیگا اُسے دے ڈالونگا مین اسی فکر مین تھا کہ ایک شخص میرے پاس پچاس اشرفیان لیکر آیا اور کہا کہ انکو اپنے مصارف مین خرچ کرو انکو لیکر ایفاے وعدہ کے لیے اُٹھا دیکھا تو ایک اندھا فقیر نائی سے سر منڈاتا ہی مین اُسکے سامنے جاکر اشرفیان اسکو دینے لگا اُسنے جواب دیا کہ اس نائی کو دیدے مین نے کہا کہ یہ پچاس ہین اُسنے جواب دیا کہ تجھ سے کہہ نہین دیا کہ تو بخیل ہی نائی کو دیدے جب نائی کو دینے لگا تو اُسنے کہا کہ جب سے یہ فقیر مجھ سے سر منڈانے بیٹھا ہی مین نے عہد کیا ہی کہ اُجرت نہین لونگا پس مین نے اُن اشرفیونکو دریا مین پھینک دیا اور یہ کہا کہ جو کوئی تمھاری عزت کرتا ہی اسکو خدا ذلیل کرتا ہی اور حمزہ بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ حضرت ابوالخیر کے گھر گیا اور دلمین عہد کیا کہ انکے گھر کچھ کھانا نہ کھاؤنگا جب مین گھر سے نکلا تو دیکھا وہ میرے پاس ایک کھانے کا طباق لیے آتے ہین اور فرمایا کہ لو اب کھاؤ یہان تو میرا گھر نہین ہی اور ان صاحب کی کرامتین بھی مشہور ہین چنانچہ ابراہیم رقی سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ اُنکی زیارت کو گیا مغرب کی نماز اُنھون نے پڑھائی تو الحمد بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکے مین نے اپنے دلمین سوچا کہ ناحق مین انکے پاس آیا جب نماز ہو چکی تو مین استنجے کو باہر گیا ایک شیر نے مجھکو لتاڑا مین نے حضرت ابوالخیر کی خدمت مین آکر حال بیان کیا آپ نے وہین سے شیر کو للکارا کہ کیون ہم نے کہہ نہین دیا کہ ہمارے مہمانون سے مزاحمت نہ کیا کر یہ سنتے ہی شیر علیحدہ ہو گیا مین طہارت کے بعد جب پھرا تو مجھے ارشاد فرمایا کہ تمنے اپنے ظاہر کو سیدھا کیا ہی اس جہت سے شیر سے ڈر گئے اور ہم نے اپنے باطن کو سیدھا کیا ہی اسلیے شیر ہم سے ڈرتا ہی اسیطرح کی بے انتہا حکایتین ہین جنسے مشائخ کی فراست اور لوگون کے دلونکا حال معلوم کرنا اُنکے اعتقاد کو تبلا دینا پایا جاتا ہی بلکہ مشائخ نے جو حضرت خضر سے ملاقات کی ہی اور اُنسے سوال کیے ہین اور ہاتف کی آوازین سنی ہین اور دیگر اقسام کی کرامات اسقدر ہین کہ اُنکا حصر بھی نہین ہو سکتا ہان منکر کیلیے صرف حکایات کافی نہین جبتک اُسکو اُسکے نفس سے اُسکا مشاہدہ نہو جاوے اور جو شخص خود اس کیفیت کا منکر ہوگا وہ سب تفصیل کا منکر ہوگا لیکن وہ دلیل قاطع کہ جسکا کوئی انکار نہ کرسکے دو باتین ہین اول تو عجیب و غریب سچی خوابین کہ اُنسے غیب کا حال کھلتا ہی کیونکہ جب یہ ممکن ہوا کہ خواب مین احوال غیب منکشف ہو جاوے تو بیداری مین ہو جانا محال نہین اسواسطے کہ فرق دونون حالتون مین صرف یہی ہی کہ خواب مین حواس ساکن ہوتے ہین اور محسوسات ظاہری کی طرف مشغول نہین ہوتے اور یہ بات اکثر بیداری مین بھی واقع ہو جاتی ہی کہ آدمی اگر کسی بات کو خوب غور کر رہا ہو تو اُسوقت نہ آواز سنتا ہی اور نہ کوئی چیز دیکھتا ہی اپنے دھیان مین لگا رہتا ہی دوسرے خبر دینا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کے احوال سے اور اُمور آئندہ سے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہی اور جب یہ بات نبی سے ثابت ہوئی تو غیر نبی سے بھی ہو سکتی ہی کیونکہ نبی اُس شخص کو کہتے ہین جسکو حقائق امور بکاشفہ سے معلوم ہون اور اصلاح خلق مین مشغول ہو تو ممکن ہی کہ کوئی اور شخص اسطرح کا ہو جسکو حقائق امور مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین مگر اصلاح خلق اُسکا کام نہو ایسے شخص کو نبی تو نہ کہینگے بلکہ ولی کہینگے اب جو آدمی انبیا کو مانیگا اور سچے خوابونکی تصدیق کریگا اُسکو بالضرور اقرار کرنا پڑیگا کہ قلب کے دو دروازہ ہین ایک خارج یعنی حواس کیطرف اور دوسرا عالم ملکوت کیطرف جسکو دروازۂ الہام اور وحی کہتے ہین جب اُن دونون دروازونکا اقرار کریگا تو پھر یہ نہین کہہ سکتا کہ علوم کا انحصار صرف تعلم اور اسباب معتادہ ہی پر منحصر ہی بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہی کہ ذریعہ علم کا صرف مجاہدہ ہو اسوجہ سے

حقیقت آمد و شد قلب کی درمیان عالم ظاہری اور عالم ملکوت کے صاف ظاہر ہی لیکن یہ بات کہ خواب مین انکشاف امر کیون ہوتا ہی اور انبیا اور اولیاء کیلیے فرشتے صور مختلفہ مین کیون معلوم ہوتے ہین یہ بھی اسرار عجائب قلب مین سے ہی اور اُسکا بیان علم مکاشفہ کے لائق ہی اسی لیے ہم اسیقدر پر اکتفا کرتے ہین کیونکہ ترغیب مجاہدہ اور اُس سے احوال کے معلوم کرنے کیلیے اتنا ہی بہت ہی بعض مکاشفین سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مجھکو کراماً کاتبین نے ظاہر ہو کر یہ کہا کہ تم اپنا ذکر خفی اور مشاہدۂ توحید کچھ لکھدو کیونکہ ہم تمھارا کوئی عمل نہین لکھتے اور اس بات کے آرزومند ہین کہ جس عمل سے تم تقرب الی اللہ کرتے ہو اُسکو لیکر آسمان پر جاوین مین نے پوچھا کیا تم میرے فرائض نہین لکھتے اُنھون نے کہا کہ فرائض کو لکھتے ہین مین نے جواب دیا کہ لکھنے کو بس اسی قدر کفایت ہی اس سے معلوم ہوا کہ کراماً کاتبین کو بھی اسرار قلب پر اطلاع نہین ہوتی وہ بھی اعمال ظاہری پر مطلع ہوتے ہین اور بعض عارفین سے منقول ہی کہ مین نے ایک ابدال سے مسئلہ مشاہدۂ یقین پوچھا تو وہ اپنی بائین طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ کیون بھائی کیا کہتا ہی پھر داہنی طرف متوجہ ہو کر یہی کہا پھر سینہ کیطرف گردن جھکا کر یہی کہا اسکے بعد بڑا عجیب و غریب جواب دیا کہ مین نے ویسا کبھی نہین سنا تھا پھر مین نے اُنسے متوجہ ہونیکا حال پوچھا تو اُنھون نے فرمایا کہ مجھکو جواب تمھارے سوال کا معلوم نہ تھا تو مین نے بائین طرف کے فرشتے سے پوچھا اُسنے کہا کہ مجھکو معلوم نہین تب مین نے داہنے فرشتے سے پوچھا کہ وہ زیادہ جانتا ہی اُسنے بھی لاعلمی بیان کی تب مین نے اپنے دل کی طرف دیکھا اور اُس سے دریافت کیا تو اُسنے وہ جواب دیا جو مین نے تم سے ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دونون سے زیادہ جانتا ہی پس یہ صاحب گویا مصداق اِس حدیث کے ہین اِنَّ فِی اُمَّتِی مُحَدَّثِینَ وَاِنَّ عُمَرَ مِنْھُمْ اور ایک حدیث قدسی مین ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اَیُّمَا عَبْدٍ اِطَّلَعْتُ عَلٰی قَلْبِہٖ فَرَاَیْتُ الْغَالِبَ عَلَیْہِ التَّمَسُّکَ بِذِکْرِیْ تَوَلَّیْتُ سِیَاسَتَہٗ وَکُنْتُ جَلِیْسَہٗ وَمُحَادِثَہٗ وَاَنِیْسَہٗ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ قلب بمنزلہ ایک برج کے ہی جسکے چارو نطرف دروازے بند ہین انمین سے جو دروازہ اُسکے لیے کھلتا ہے وہ اُسمین کام کرتا ہی غرضکہ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ قلب کے دروازون مین سے ملکوت کیجانب بھی ایک دروازہ ہی اور وہ مجاہدہ اور ورع اور انقطاع شہوات دنیاوی سے کھلتا ہی اور اسی جہت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے رئیسونکو ارقام فرمایا تھا کہ جو مطیع لوگ تم سے کچھ کہین اُسکو یاد رکھا کرو کیونکہ اُنپر امور صادقہ منکشف ہوتے ہین اور بعض علمانے یہ فرمایا ہی کہ حکما کے منھ پر اللہ کا ہاتھ ہی وہی بات اُنکے منھ سے نکلتی ہی جو اللہ تعالی اُنکے لیے امر حق تیار کر دیتا ہی اور ایک حکیم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی خاشعین کو اپنے بعض اسرار پر مطلع فرما دیتا ہی

گیارھوان بیان شیطانکے مسلط ہونیکا دلپر وسواس کیجہت سے اور معنی وسوسہ کے اور اُسکے غلبہ کا سبب

یہ مثال پہلے بیان ہو چکی ہی کہ قلب مثل ایک برج کے ہی جسکے گرد بہت سے دروازے ہون انھین دروازون سے اُسپر احوال کی آمد و شد ہوتی ہی یا قلب کو مثل توے کے سمجھنا چاہیے جسپر چارطرف سے نشانے لگتے ہون یا مثال آئینہ کے جاننا چاہیے جسپر مختلف صورتین گذرتی رہتی ہین اور ایک کا عکس بعد دوسری کے پڑتا رہتا ہی یا ایک حوض ہی جسمین مختلف نالیون سے پانی آتا ہی بہر صورت قلب مین ہر اوقات ان نئے نئے آثار کا ظہور یا تو حواس خمسہ ظاہری کیجہت سے ہوتا ہی یا باطن کی جہت سے اُسصورت مین خیال اور شہوت و غضب و اخلاق مرکبہ انسانکے مزاج مین داخل ہین مثلاً اگر کسی چیز کو حواس سے معلوم کریگا تو اُس سے دلمین ایک اثر پیدا ہوگا اسیطرح کثرت غذا اور زور طبیعت کے باعث

لہ میری امت مین بعض لوگ الہام والے ہین اگر کوئی ان مین ہے تو عمر ہے ۱۲ ح دیکھو ۱۲ ح جب بندہ کے دل پر مین جھانکتا ہون اور جانتا ہون کہ اس پر ذکر کا تمسک غالب ہے تو اسکی سیاست کا منتظم ہو جاتا ہون اور اسکا جلیس اور ہم کلام و انیس ہوتا ہون ۱۲

اگر ہیجان شہوت ہوگا تو اس سے بھی دل پر ایک اثر ہوگا اور اگر جو اس کو روک دیوے تو نفس مین جو خیالات باقی رہتے ہین اُن کی طرف خیال بڑے گا
اور جسطرح خیال ایک شے سے دوسری کی طرف بدلتا جاویگا اسی طرح دل بھی ایک حال سے دوسرے کیطرف بدلتا جاویگا غرض کہ دل کی تغییر
اور تاثیر ہمیشہ انھین اسباب سے ہوتی ہی اور جو افکار خاصکر دلمین آتے ہین انکو خواطر کہتے ہین یعنی فکر اور ذکر اور فکر اور ذکر سے یہ مراد ہی کہ جو علوم
قلب دراک کرتا ہی خواہ وہ نئے ہون یا پہلی باتونکا تذکرہ ہو اسی کا نام خواطر ہی کیونکہ یہ چیزین دلمین آتی ہین حالانکہ پہلے سے دلکو اُنسے غفلت
تھی اور ارادون کے محرک یہی خواطر ہوتے ہین اسلیے کہ جس چیز پر آدمی نیت اور عزم اور ارادہ کرتا ہی پہلے وہ چیز دلمین گذرتی ہی خلاصہ یہ کہ
آدمی کے افعال کا ابتداء خواطر ہین پھر خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہی اور رغبت سے عزم اور نیت کو حرکت ہوتی ہی اور نیت اعضا کو حرکت دیتی ہی
لیکن جن خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہی اُسکی دو قسمین ہین ایک خاطر شر جو انجام کو مضر ہو اور ایک خاطر خیر جس سے آخرت مین نفع ہو اور چونکہ یہ
دونون بالکل مختلف ہین اسلیے اُنکے نام بھی جُدا جُدا رکھے گئے ہین خاطر خیر کو تو الہام کہتے ہین اور خاطر شر کو وسواس بولتے ہین اب یہ معلوم کرنا چاہیے
کہ خاطر جو دلمین حادث ہوتی ہی کوئی اُسکا بانی بھی چاہیے جسکے سبب سے دلمین حادث ہوتے ہین اور اذا جاکہ مسبب مختلف ہین اُنکے اسباب
بھی مختلف ہی ہونگے اور خدا تعالی کی عادت بھی اسیطرح ہی کہ جیسا سبب ہوتا ہی ویسا ہی اُسکا مسبب ہوتا ہی مثلاً اگر گھر مین آگ جلاوین اور
دیوارین اُسکی روشنی سے روشن ہو جاوین اور دھوین سے چھت کالی پڑجاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ سیاہی کا سبب آگ کی روشنی نہین ہی
اسیطرح دل کی روشنی اور سیاہی کے بھی سبب جدا جدا ہین یعنی خاطر خیر کا سبب فرشتہ ہی اور خاطر شر کا سبب شیطان اور دل کی نرمی جس سے
کہ الہام یعنی خاطر خیر کے قبول کیلیے تیار ہوتا ہی توفیق کہلاتی ہی اور اگر اُس سے وسواس شیطانی کو پذیرا کرے تو اُسکو خذلان بولتے ہین
کیونکہ معانی کے اختلاف سے الفاظ مین بھی اختلاف ہونا چاہیے اور فرشتہ سے وہ مخلوق مراد ہی کہ جسکو خدا تعالی نے افاضہ خیر اور افادہ علم
اور کشف حق اور وعدہ خیر اور امر بالمعروف کیلیے پیدا کیا ہی اور وہ اسی کام کیلیے مسخر ہی اور شیطان وہ مخلوق ہی کہ جسکا کام اُسکے خلاف ہو
یعنی وعدہ شر اور امر بالفحشاء اور خیرات کرنیکے وقت مفلسی کا خوف دلانا وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ کے مقابل الہام ہی اور شیطان
کے مقابل فرشتہ اور خذلان کے مقابل توفیق اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین ومن کل شی خلقنا زوجین یعنی موجودات تمام باہم متقابل اور
جفت ہین سوائے ذات خدائے پاک کے کہ اُسکا نہ کوئی جفت ہی نہ مقابل بلکہ وحدہ لاشریک خالق تمام جفت چیزون کا ہی غرضکہ قلب انسانی شیطان اور
فرشتہ کی کھینچا تانی مین رہتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ فی القلب لمتان لمۃ من الملک ایعاد بالخیر وتصدیق بالحق فمن وجد ذلک فلیعلم انہ
من اللہ سبحانہ ولیحمد اللہ ولمۃ من العدو ایعاد بالشر وتکذیب بالحق ونہی عن الخیر فمن وجد ذلک فلیستعذ باللہ من الشیطان الرجیم پھر آپنے یہ آیت پڑھی الشیطان
یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء آخر تک اور حسن بصری کا قول ہی کہ دو قصد دل کے گرد پھرتے ہین ایک اللہ کیطرف سے اور ایک دشمن کیطرف سے
پس اللہ رحم کرے اُس بندے پر جو قصد کرنیکے وقت توقف کیا کرے اگر اللہ کیطرف سے معلوم ہوا کرے تو اُسکو جاری کرے اور اگر دشمن کی
طرف سے جانے تو اُس سے لڑے اور قلب کی اسی کھینچا تانی کیطرف اشارہ ہی اس حدیث مین قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن کیونکہ
خدا تعالی اس بات سے بری ہی کہ اُسکی کوئی اُنگلی مرکب گوشت و پوست و خون و ہڈی وغیرہ سے ہو بلکہ مراد یہ ہی کہ جیسا آدمی جلد جلد
اُنگلیون سے کام کرتا ہی اور دوسرے کی سرعت کو تحریک اُنگلیون سے تبلایا کرتا ہی اسیطرح اللہ تعالی فرشتہ اور شیطان سے کام لیتا ہی اور

ہے دونون دل کے بدلنے مین مثل آدمی کی انگلیون کے ہین اجسام کے بدلنے مین اور باعتبار اصل پیدائش کے دل مین لیاقت قبول کرنے آثار ملکی اور شیطانی کی دونونکی مساوی ہی کسی کو ترجیح ایک دوسرے پر نہین ہان اتباع شہوات اور انکی مخالفت سے ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح ہوجاتی ہی یعنی اگر انسان غضب اور شہوت کے مقتضا کے موافق کام کریگا تو شیطان بواسطہ خواہش نفسانی غالب ہو جائیگا اور اسصورت مین قلب شیطان کا ملجا اور ماوا ہوگا کیونکہ خواہش نفسانی اسکی چراگاہ اور سیرگاہ ہی اور اگر شہوت کو مغلوب کرکے فرشتونکے اخلاق اختیار کریگا تو اس صورت مین دل فرشتون کی منزل اور مستقر ہو جاویگا اور چونکہ قلب مین صفات بشریہ یعنی شہوت و غضب و حرص و طمع و طول امل وغیرہ جو خواہش نفسانی کی فرع ہین سب موجود ہین تو بالضرور ہر ایک قلب مین شیطان کو بھی وسوسہ کرنیکی مجال ہی اسی جہت سے حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهٗ شَيْطَانٌ قَالُوْا وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَنَا اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ وَلَا يَاْمُرُ اِلَّا بِخَيْرٍ اور شیطان کا خیر کیلیے امر کرنا صرف شہوت ہی کے ذریعہ سے تصرف کرتا ہی پس جس کسی پر خدا تعالی نے عنایت کی اور اسکی شہوت کو اسکا ایسا مطیع کر دیا کہ حد مناسب کے سوا اسکا ظہور ہونے نہ پاوے تو اسصورت مین اسکی شہوت اس شخص کو شر کیطرف داعی نہین ہوتی پس شیطان بھی کہ شہوت ہی کا چولا پہنے ہوئے ہی اسکو امر خیر کے سوا کچھ نہین کہتا اور جب ذکر دنیا خواہش نفسانی کے سبب غالب ہوجاتا ہی تو شیطانکو مجال وسوسہ کی ملتی ہی اور اپنے کام مین مصروف ہوتا ہی اور جب قلب ذکر اللہ کیطرف رجوع کرتا ہی تو شیطانکو موقع نہین ملتا ہی اور چلا جاتا ہی اسوقت فرشتہ اپنی مداخلت کرتا ہی اور ان شیاطین اور فرشتون کے دونون لشکرون مین ہمیشہ یہی کشمکش دل پر رہتی ہی یہانتک کہ قلب ایک کا ان مین سے منقاد ہوجاتا ہی اور پھر اسی کا مستقر اور مکان بنجاتا ہی دوسرے کا گذر اسمین اگر ہوتا بھی ہی تو چھینا جھپٹی کے طور پر ہوتا ہی لیکن اکثر قلوب کا یہ حال ہی کہ لشکر شیاطین نے انکو مفتوح اور مسخر کرلیا ہی اور انکا مالک بن بیٹھا ہی تو ایسے دل وسوسون سے پر ہین اور انھون نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے رکھا ہی اور اس لشکر کے غالب ہونیکا سبب اتباع شہوات اور ہوائے نفسانی کا اتباع ہی اب جبتک کہ شیطان کا زور کم نہوگا اسکا مسخر ہونا ممکن نہین اور اسکا زور اسطرح کم ہوتا ہی کہ شہوات اور ہوائے نفسانی سے دل کو خالی کرے اور اللہ تعالی کے ذکر سے اسکو پر کرے جسکے سبب فرشتون کا اثر دل پر نزول کرتا ہی جابر بن عبیدہ عدوی فرماتے ہین کہ علا بن زیاد سے مین نے شکایت کی کہ میرے دل مین وسوسہ ہوتا ہی انھون نے فرمایا کہ اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ ایک گھر مین چور گھسے اگر اسمین کچھ ہوگا تو مار کر لیجاوینگے اور اگر کچھ نہوگا تو چھوڑ جاوینگے غرض اس سے یہ ہی کہ جو دل ہوائے نفسانی سے خالی ہی اسمین شیطان نہین جاتا ہی اسواسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہی اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ پس جو آدمی اتباع ہوائے نفسانی کرتا ہی وہ گویا اللہ کا بندہ نہین ہی اسکو بندۂ ہوا کہنا چاہیے چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہی اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ اسمین صاف ارشاد فرمایا کہ تبع ہوائے نفسانی بندۂ ہوا ہی کیونکہ ہوا کو اپنا معبود سمجھتا ہی پس ایسے شخص پر شیطانکو غالب فرمادیا ہی اور شیطان سے بچاؤ کیلیے بھی احادیث مین ذکر اللہ ہی مذکور ہی مثلاً حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یارسول اللہ شیطان مجھ مین اور میری نماز مین حائل ہوتا ہی یعنی نماز و قرأت مین شبہ ڈالتا ہی آپنے ارشاد فرمایا ذٰلِكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَنْ يَسَارِكَ ثَلَاثًا عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ مین نے آپکے ارشاد پر جب عمل کیا تو وہ بات جاتی رہی اسیطرح دوسری حدیث مین وارد ہی اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَلْهَانُ فَاسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْهُ اور خدا کے ذکر ہی سے شیطان کا دفع ہونا ایک عمدہ وجہ سے ہم ثابت کرتے ہین وہ یہ ہی کہ وسوسہ شیطانی دل مین سے جب ہی جاویگا جب اس وسوسہ کے سوا

کوئی اور بات دلمین گذرے کیونکہ جب ایک بات کا دلمین گذر ہوتا ہی تو دوسری سے جو اُس سے اول تھی وہ اُسمین نہین رہتی پس دلکو کسی اور بات کیطرف متوجہ کرنے سے وسوسۂ شیطانی رفع ہو سکتا ہی مگر یہ بھی ممکن ہی کہ اس دوسری بات مین بھی وہ وسوسہ کرنے لگے لیکن ذکر الٰہی اور اُسکے متعلقات ایک ایسی شئے ہین کہ اُنکے ہوتے شیطان کی مجال نہین ہوتی کہ دل کے پاس پھٹکے اس سے معلوم ہوا کہ وساوس کے دفع کیلیے سواے ذکر الٰہی اور اُسکے متعلقات کے کوئی شئے مفید نہین اور اسی سے دفع شیطان کیلیے اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ واقع ہوا ہی اور اُسکے دفع کی قدرت اُنھین کو ہی جو متقی ہین اور اکثر ذکر الٰہی مین مصروف رہتے ہین ایسے لوگون پر شیطان زلالت کے وقت مین خطرہ گذر کرجاتا ہی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ اور مجاہدؒ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہی جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہی تو وہ دبکتا ہی اور سکڑ جاتا ہی اور جب غافل ہوتا ہی تو پھیلتا ہی اور ذکر اللہ اور وسوسہ مین ایسا اختلاف ہی جیسا روشنی اور اندھیرے مین یا دن اور رات مین ہی اور ان دونون مین ضدیت ہی کی جہت سے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ اور حضرت انس سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ وَاضِعٌ خُرْطُوْمَہٗ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَاِنْ ھُوَ ذَکَرَ اللّٰہَ تَعَالٰی خَنَسَ وَاِنْ نَّسِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی اِلْتَقَمَ قَلْبَہٗ اور ابن وضاح سے روایت ہی کہ جب آدمی چالیس برس کا ہو جاتا ہے اور توبہ نہین کرتا تو شیطان اُسکے منھ پر ہاتھ پھیرتا ہی اور کہتا ہی کہ اس صورت کے قربان جائیے کہ فلاح نہین پائیگی غرض کہ شہوات آدمی کے گوشت اور خون مین گھسے ہوئے ہین تو سلطنت شیطان کی بھی اُسکے خون اور گوشت مین موجود ہی اور قلب کو چہار طرف سے محیط ہی اسیلیے حدیث شریف مین وارد ہی کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ فَضَیِّقُوْا مَجَارِیَہٗ بِالْجُوْعِ اور یہ اسلیے فرمایا ہی کہ بھوک کے باعث شہوات کمزور ہوتے ہین اور شیطانکی دخل کی راہ شہوات ہی ہین اور قلب کا چارطرف سے شہوات مین گھرا رہنا اس آیت سے ثابت ہی لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَائِلِھِمْ اور بھی کر اس حدیث مین ہی کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِطُرُقٍ فَقَعَدَ لَہٗ بِطَرِیْقِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ لَہٗ اَتُسْلِمُ وَتَتْرُکُ دِیْنَکَ وَدِیْنَ آبَائِکَ فَعَصَاہُ وَاَسْلَمَ ثُمَّ قَعَدَ لَہٗ بِطَرِیْقِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَ لَہٗ اَتُھَاجِرُ وَتَدَعُ اَرْضَکَ وَسَمَائَکَ فَعَصَاہُ وَھَاجَرَ ثُمَّ قَعَدَ لَہٗ بِطَرِیْقِ الْجِھَادِ فَقَالَ لَہٗ تُجَاھِدُ وَھُوَ تَلَفُ النَّفْسِ وَالْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ فَتُنْکَحُ نِسَاءُکَ وَیُقْسَمُ مَالُکَ فَعَصَاہُ وَجَاھَدَ پھر آپنے یہ فرمایا کہ جو شخص ایسا کریگا خدا بالضرور اسکو داخل جنت کریگا پھر آپنے ذکر وسوسہ کا فرمایا کہ وہ اسطرح کے خواطر ہین جیسے مجاہد کے دلمین گذرین کہ اگر مارا جاؤنگا تو میری منکوحہ غیر سے منسوب ہو جاویگی اور اسیطرح کے اور وساوس جو اسکو جہاد سے مانع ہون اور یہ خواطر سب کو معلوم ہین تو وساوس بھی معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ سبب ان خواطر کا شیطان ہوتا ہی اور آدمی کا اس سے جدا ہونا متصور نہین البتہ اُس کی متابعت اور نافرمانی کی جہت سے آدمیون مین اختلاف ہوتا ہی اسی جہت سے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَہٗ شَیْطَانٌ اس سارے بیان سے معنی وسوسہ اور الہام اور فرشتہ اور شیطان اور توفیق اور خذلان کے معلوم ہو گئے اب اگر کوئی یہ دریافت کیا چاہے کہ شیطان کیا چیز ہے وہ جسم لطیف ہی یا نہین اور اگر جسم ہی تو انسان کے بدن مین کیسے گھستا ہی تو ان باتونکا ذکر علم معاملہ مین ضروری نہین بلکہ جو کوئی ایسی باتین پوچھے تو اسکی مثال ایسی ہی جیسے کسی کے کپڑون مین سانپ گھس جاوے تو وہ اس بات کی تو فکر نہ کرے کہ کسی طرح نکلجاوے اور اُسکے آسیب سے

حفاظت ہوجاوے بلکہ یون پوچھنے لگے کہ سانپ کا رنگ اور شکل کیسی ہی اور اُسکا طول وعرض کیا ہی تو ایسا سوال جہالت محض ہی پس جب یہ معلوم ہوگیا کہ آدمی کے دلمین ایسے خواطر گذرتے ہین جو باعث شر کے ہوا کرتے ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان خواطر کا کوئی سبب ہوا کرتا ہی اور یہ امر بھی یقینی ہی کہ جو چیز آیندہ کے شر کیطرف داعی ہو وہ دشمن جانی ہی تو ان باتون سے دشمن کا وجود تو یقیناً معلوم ہوا اب اس باب مین کوشش کرنی چاہیے کہ یہ دشمن ضرر نہ پہونچا سکے اللہ تعالی نے اسکی عداوت کا اپنی کتاب پاک مین اکثر جا اسی لیے ارشاد فرمایا کہ لوگ اُسپر ایمان لاوین اور اُسکے ضرر سے بچین ایک جگہ فرمایا ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا انما یدعو حزبہ لیکونوا من اصحاب السعیر اور دوسری جگہ ارشاد ہوا الم اعہد الیکم یابنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین پس آدمی کو واجب ہی کہ اس دشمن سے اپنے کو آپ بچاوے نہ یہ پوچھے کہ اسکی اصل ونسب ومسکن کیا ہی بلکہ پوچھنے کے قابل یہ امر ہی کہ اُسکے ہتھیار کیا کیا ہین تاکہ اُنسے اپنے آپکو دور رکھے اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہی کہ شیطان کے ہتھیار شہوات نفسانی ہین پس یہ قدر علما کیلیے جاننا کافی ہی لیکن پہچاننا اُسکی ذات کا اور فرشتونکی حقیقت کا پس یہ امر متعلق عارفین سے ہی جو علوم مکاشفات مین مستغرق رہتے ہین اُسکے دریافت کی حاجت علم معاملہ مین نہین پڑتی یہان یہ بات جاننے کے قابل ہی کہ خواطر تین قسم پر ہین اول تو وہ کہ قطعاً داعی الی الخیر ہون تو اُنکے الہام ہونے مین کچھ شک نہین دوسرے وہ کہ یقیناً داعی الی الشر ہون اُنکے وسوسہ ہونے مین کچھ کلام نہین تیسرے وہ کہ بین بین ہو اور معلوم نہو کہ یہ خطرہ فرشتہ کیطرف سے ہی یا شیطان کیطرف سے تو اُسمین بڑا دھوکا پڑتا ہی اور تمیز اسکی بہت دقیق ہی کیونکہ بعض لوگ جو نیک ہوتے ہین شیطان اُنکو صریح شر کی طرف تو بلا نہین سکتا بلکہ شر کو خیر کی صورت مین لاکر اُنکے سامنے کرتا ہی اور یہ بڑا فریب ہی اس سے اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہین مثلاً عالم سے بطریق وعظ کہتا ہی کہ خلق کا حال دیکھو کہ جہل مین گرفتار اور غفلت مین سرشار دوزخ کے کنارے پر ہین ان اللہ کے بندون پر رحم کرکے ہلاکی سے بچانا چاہیے اور وعظ ونصیحت اُنکو سنانا چاہیے خدا تعالی نے تجکو نعمت علم اور دل گویا اور تقریر دلکش و لحن خوش سے بہرہ مند فرمایا ہی تو اللہ کی نعمت کی ناشکری کسطرح کریگا اور علم کی اشاعت سے رُک کر مورد عنایت خداوندی کیونکر ہوگا لوگونکو راہ راست کیطرف بُلانا چاہیے اسیطرح کی تقریرین اُسکے نفس سے ہمیشہ کرتا رہتا ہی یہانتک کہ اسکو وعظ گوئی پر بلطائف الحیل آمادہ کر دیتا ہی پھر اسکے بعد یون دلمین ڈالتا ہی کہ اگر عمدہ لباس پہنکر اچھے لہجہ سے تقریر اور اظہار خیر نہ کروگے تو تمھاری بات دلپر اثر نہ کریگی اور نہ کسی کو راہ راست ملیگی اور اسطرح کی تقریرین مدام کرتا رہتا ہی اور اسکی غرض ان باتونسے یہ ہوتی ہی کہ عالم مذکور کو ریا مین ڈالے کہ اسکو شوق اپنی تعظیم اور کثرت خدام کا اور تکبر اپنے علم اور جاہ کا اور حقارت کی آنکھ سے اورونکو دیکھنے کا ہو جاوے تو دیکھو کہ ظاہر مین تو کیسی خیر خواہی کی باتین پیش کرتا ہی مگر واقع مین ایک غریب بیچارے کی ہلاکت کی فکر ہی اسکی چکنی باتون سے سننے والا بھی جانتا ہی کہ یہ خیر خواہی کرتا ہی اور اللہ کے نزدیک ہمارا بڑا مرتبہ ہوگا حالانکہ اسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ ریا اور عجب مین پڑکر تباہ ہو جاوے ایسے لوگون کیطرف اشارہ ہی ان حدیثونمین ان اللہ لیؤید ہذا الدین بقوم لا خلاق لہم ان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر اور اسی لیے حضرت عیسی ؑ نے شیطان مردود کے جواب مین کیا اچھا ارشاد فرمایا تھا یعنی ابلیس مردود جو حضرت کے سامنے آیا اور آپسے عرض کیا کہ فرمائیے لا الہ الا اللہ تو آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ کلمہ تو ٹھیک ہی مگر تیرے کہنے سے مین نہین کہونگا اس سے غرض آپکی یہی تھی کہ مردود خیر کے اندر بھی کچھ دغا کرتا ہی اور شیطان کے اس قسم کے فریب بیشمار ہین اُنکے باعث علما اور عابد وزاہد اور فقرا اور اغنیا اور ہر قسم کے لوگ جو صرف ظاہر شر کو بُرا جانتے ہین اور محض گناہ علانیہ کے مرتکب نہین ہوئے تباہ وبرباد ہوجاتے ہین باب غرور ومغالطہ مین ہم کچھ شیطان کے فریب اس جلد کے

آخر مین لکھینگے اور اگر فرصت ملی تو شاید ایک کتاب ہی اسی باب خاص مین لکھکر اُسکا نام تلبیس ابلیس رکھینگے کیونکہ آجکل اُسکے فریب زمانہ مین دنخلوق مین خاصکر مذاہب اور اعتقادات مین بہت پھیلے ہوے ہین حتی کہ خیر کا نام ہی نام رہگیا ہی اور یہ اسی سبب ہی کہ لوگ شیطان کے دھوکھون کو نیکیان کر لیتے ہین پس بندہ پر واجب ہی کہ جو قصد اُسکے دل مین آوے اُسمین توقف اور تامل سے یہ بات معلوم کرے کہ یہ فرشتہ کیجانب سے ہے یا شیطان کی جانب سے اور اسکو خوب غور سے سوچے کیونکہ یہ بات بدون نور تقوی اور کثرت علم اور بصیرت کے معلوم نہین ہو سکتی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون اس سے غرض یہی ہی کہ تقوی والے ایسے وقت مین نور علم کی طرف رجوع کرتے ہین اور انکا اشکال دور ہو جاتا ہی اور جو شخص کہ تقوی نہین کرتا اُسکو خواہش نفس کی متابعت کیجہت سے شیطان کے فریب کا یقین ہو جاتا ہی اور بہت سے دھوکے کھاتا ہی اور بے سمجھے بوجھے ہلاک ہو جاتا ہی انھین جیسون کے حق مین حق تعالی فرماتا ہی وبدا لہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون یعنی جن عملونکو وہ حسنات تصور کرتے تھے وہ سیئات مین داخل ہوے اور علم معاملہ مین سب سے باریک بات نفس و شیطان کے فریبونکا معلوم کرنا ہے اور یہ ہر ایک بندہ پر فرض عین ہی مگر لوگ اس سے غافل ہوکر ایسے علوم مین مشغول ہوے ہین جنسے وسواس زیادہ ہوا اور شیطان غالب ہوا اور اُسکی عداوت اور اس سے بچنے کا طور بھول جاوین اور کثرت وسواس سے بچنے کا یہ طور ہی کہ ابواب خاطر کے بند کیے جاوین اور وہ حواس خمسۂ ظاہری ہین اور باطن مین شہوات اور دنیا کے علائق پس حواس ظاہری تو اسطرح بند ہوتے ہین کہ اندھیرے مکان مین بیٹھ رہے اور باطن کے وسواس کم کرنے کا یہ طور ہی کہ اہل اور مال سے جدا ہو جاوے اسصورت مین صرف تخیلات کے راستے کھلے رہینگے جو ہر وقت دلمین جاری رہتے ہین اُنکے دفع کیلیے سواے ذکر اللہ کے اور کوئی چارہ نہین لیکن شیطان دل کو یہان بھی نہین چھوڑتا ہی اور حق تعالی کا ذکر اُس سے بھلاتا رہتا ہی پس اسصورت مین اُس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اس مجاہدہ کی انتہا موت پر ہوتی ہی کیونکہ جبتک آدمی زندہ رہتا ہی شیطان سے چھٹکارا نہین پاتا ہان ایسا زبردست ہو جاتا ہی کہ شیطان کا فرمانبردار نہین رہتا اور مجاہدہ سے اُسکے شر کو ٹال دیتا ہی لیکن جبتک خون بدن مین رہتا ہی جبتک اُسکا مجاہدہ ضروری ہی کیونکہ ابواب شیطانی زندگی بھر تک آدمی کے دلپر مفتوح رہتے ہین اور بند نہین ہوتے اور وہ غضب اور شہوت اور طمع اور حسد وغیرہ ہین جیسا کہ عنقریب اُنکا بیان ہوگا اور جب دروازے کھلے ہون اور دشمن بھی غافل نہو تو بغیر حفاظت و مجاہدہ کے کام نہ چلیگا حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ اے ابو سعید شیطان سویا بھی کرتا ہی آپنے فرمایا کہ اگر وہ سوتا تو ہمکو چین ہوتی خلاصہ یہ کہ بندہ مومن کو اُس سے چھٹی نہین البتہ اُسکا زور کم کر سکتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی ان المومن ینضی شیطانہ کما ینضی احدکم بعیرہ فی سفرہ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ مومن کا شیطان دُبلا ہوتا ہی اور قیس ابن حجاج فرماتے ہین کہ میرا شیطان مجھے کہنے لگا کہ مین تمھارے پاس ونٹ کے موافق توانا آیا تھا اب چڑیا جیسا ہون مین نے پوچھا کہ یہ کسطرح ہی جواب دیا کہ تم ذکر اللہ سے مجھے گھلاتے ہو تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ تقوی والونپر ابواب ظاہری شیطانی کا بند ہونا مشکل نہین کہ جو طریق واضح مفضی الی المعاصی ہین اُنسے اجتناب کرتے ہین اور حفاظت وحراست کما ینبغی بجالاتے ہین مگر جو مکائد شیطانی کے طریق غامض ہین اُنمین انکو بھی لغزش ہو جاتی ہی کیونکہ وہ جلدی معلوم نہین ہوتے کہ اُنکی حفاظت کرین جیسا کہ ہمنے علما کے فریب دینے مین ایک مثال لکھدی ہی اور زیادہ تر مشکل یہ ہی کہ جو ابواب شیطانی دل پر مفتوح ہین وہ تو بہت سے ہین اور فرشتون کیطرف کا دروازہ صرف ایک ہی اور یہ اکیلا دروازہ اُن سب مین مشتبہ ہو گیا ہی بندہ کا حال یہ اعتبار اُن

دروازون کے ایسا ہی جیسا کوئی مسافر اندھیری راتین کسی جنگل مین کھڑا ہو جسمین بہت سی راہین دشوار گذار موجود ہین تو اُس شخص کو ٹھیک راستہ دو طرح معلوم ہو سکتا ہی یا تو بصیرت اور عقل سے یا آفتاب کی چاندنی سے پس اُن دروازون کی معرفت مین قلب تقی بجاے بصیرت اور عقل کے ہی اور علم کثیر کتاب اللہ اور سنت کا مثل آفتاب کے ہی کہ اُنکے سبب سے البتہ راستہ درست معلوم ہوگا ورنہ شیطان کے طریق بہت ہین اور نا معلوم اور راستی کے مطابق وہ روایت ہی جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ سے منقول ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ راستہ اللہ کا ہی پھر اُس خط کے دہنے اور بائین بہت سے خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ راستے شیطان کے ہین ہر ایک راہ پر ایک شیطان ہی کہ اُسی طرف کو بُلاتا ہی پھر یہ آیت پڑھی وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل اور سبل انھین خطوط کو ارشاد فرمایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے راستون کی کثرت واضح کر دی اور ہم نے اُسکی باریک راہ کی ایک مثال بھی لکھدی جس سے کہ وہ علما اور عابدون کو فریب دے دیتا ہی حالانکہ یہ لوگ اپنے شہوات کے مالک ہوتے ہین اور گناہ ظاہری بھی نہین کرتے اب ہم اُسکے ایک واضح طریق کا ذکر کرتے ہین کہ آدمی خواہ مخواہ اُس راہ چلنے لگتا ہی اور یہ قصہ حدیث شریف مین بھی وارد ہی کہ بنی اسرائیل مین ایک راہب تھا شیطان نے ایک لڑکی کا گلا دبایا اور اُسکے گھر والون کے دل مین یہ بات ڈالی کہ اُسکا علاج فلان راہب کے پاس ہی پس وے لوگ اُسکو راہب کے پاس لیگئے اُسنے اول معالجہ سے انکار کیا مگر اُنھون نے اصرار کرنا شروع کیا یہانتک کہ راہب مان گیا اور لڑکی کو اپنے پاس علاج کیلیے رکھ چھوڑا اب شیطان نے راہب کے پاس آکر اس سے صحبت کرنیکا وسوسہ دل مین ڈالا یہانتک کہ وہ نہ رہ سکا اور مباشرت کو بیٹھا اسکو حمل رہگیا اب اُسکے دلمین یہ بات پیدا کی کہ اب تیری فضیحت ہوگی اُسکے گھر والے آوینگے بہتر یہ ہی کہ اُسکو مار کر دفن کر دے اگر کوئی پوچھنے آویگا تو کہدیجیو کہ مرگئی راہب نے ایساہی کیا پھر شیطان اُس لڑکی کے اقربا کے پاس گیا اور اُنکے دل مین وسوسہ کیا کہ راہب نے اُسکے ساتھ ایسا ایسا کیا اور مار کر دفنا دیا وہ لوگ راہب سے پوچھنے آئے اور کچھ حال مین کالا علوم کر کے اُسکو قصاص مین مار ڈالنے کیلیے گرفتار کیا تب شیطان اُسکے سامنے آیا کہ یہ سب کام میرے کیے ہوئے ہین اب اگر میرا ہی کہنا مانے تو اس خون سے بچیگا اُسنے پوچھا کہ کیا کرون کسطرح خون سے نجات پاؤن اُسنے جواب دیا کہ مجکو دو سجدے کرے تو بچ جاویگا جب اُسنے سجدہ کر لیے تو کہا کہ مین کچھ نہین کر سکتا مین تجھے کیا جانون پس یہی شخص ہی جسکا حال اللہ تعالی نے یون ارشاد فرمایا کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک تو دیکھنا چاہیے کہ کیسا ڈھیٹ حیلہ باز ہی کہ راہب کو کسطرح کبیرہ گناہون مین مبتلا کر دیا اور منشا اُسکا صرف اسقدر ہوا کہ راہب نے علاج کے باب مین اُسکا وسوسہ مان لیا اور یہ ایک امر بہت آسان تھا ابتدا ئ یہی معلوم ہوتا تھا کہ علاج کرنا عمدہ بات ہی پس اس سے معلوم ہوا کہ اول دل مین ایسی بات ڈالتا ہی کہ آدمی بسبب رغبت خیر کے اسکو اچھا جانے اور انجام کو کام ہاتھ سے نکلجاتا ہی اور ایک بات سے دوسری ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ اُس سے چھوٹنا میسر نہین ہوتا او ابتداء امور کے ضائع ہونے سے خدا بچاوے اور یہ جو حدیث شریف مین وارد ہی من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ اسمین بھی اسی بات کیطرف اشارہ ہی -

بارھوان بیان تفصیل شیطان کے راستونکی دل کی طرف

جاننا چاہیے کہ قلب انسانی بمنزلہ ایک قلعہ کے ہی اور شیطان دشمن ہی کہ اُسکے اندر گھسکر اُسکا قبضہ کرنا چاہتا ہی تو اُس قلعہ کے دروازے نکی

حفاظت کیجاوے اور شیطان کی آمد کے راستون کی حراست رہے تو قلب محفوظ رہ سکتا ہی لیکن جو شخص اُسکے دروازے ہی نہ جانتا ہو وہ حفاظت بھی نہین کر سکتا اور قلب کو بچانا وسواس شیطان سے واجب ہی بلکہ ہر بندۂ عاقل بالغ پر فرض عین ہی اور جو چیز کہ ذریعہ فرض عین تک پہونچنے کا ہو وہ بھی واجب ہی اور دفع کرنا شیطان کا اُسکی آمد کے راستون کے پہچاننے سے ہو سکتا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسے راستونکا پہچاننا واجب ہی اور یہ راستے بندونکی صفات ہین اسی لیے انکی کچھ انتہا نہین لیکن ہم انمین سے بڑے بڑے راستون کو بتلائے دیتے ہین کہ جنپر شیطان کے لشکرون کی کثرت رہتی ہی اول اُسکا بڑا مدخل غضب اور شہوت ہی کیونکہ غصہ سے عقل جاتی رہتی ہی اور جب عقل کمزور ہوتی ہی فوراً لشکر شیطان حملہ کرتا ہے اور جب آدمی غصہ کرتا ہی تو شیطان اُس سے ایسا کھیلتا ہی جیسا لڑکا گیند سے کھیلا کرتا ہی چنانچہ روایت ہی کہ ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا اور عرض کیا کہ تم تو وہ ہو جنکو خدا نے رسول کیا اور کلام کیے اور مین بھی اللہ کی مخلوق ہون مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے اور اُس سے توبہ کیا چاہتا ہون تو آپ خدا سے میری سفارش کر دیجیے کہ توبہ قبول فرماوے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکی عرض قبول کی اور جب پہاڑ پر تشریف لیگئے اور رب سے ہمکلام ہو کر اُترنا چاہا رب العزت سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ امانت ادا کرو آپنے عرض کیا کہ تیرا بندہ ابلیس یہ چاہتا ہی کہ اُسکی توبہ قبول ہو حکم ہوا کہ اگر وہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے اسکی توبہ قبول ہوگی حضرت موسیٰ نے ابلیس سے فرمایا کہ تیری حاجت مین نے پوری کی یون حکم ہوا ہی کہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے تو توبہ قبول ہو جاویگی وہ ملعون غصہ ہوا اور تکبر سے کہنے لگا کہ مین نے اُسکو زندگی مین تو سجدہ کیا ہی نہین مرے پر تو کیون کرنے لگا ہون پھر عرض کیا کہ آپکا مجھپر حق ہی کہ آپنے خدا سے میری سفارش کی مین آپکو ایک بات بتلاتا ہون کہ مجھکو تین چیزونمین یاد رکھیے اُنسے آپکو ضرر نہ پہونچا سکونگا ایک تو غصہ کیحالت مین کیونکہ میری روح تو آپکے دل مین ہی اور آنکھ آپ کی آنکھ مین اور جہان جہان بدن کا خون پھرتا ہی وہان وہان میرا گذر ہی تو غصہ کیحالت مین میرا خیال ضرور کر لیا کرو اسلیے کہ جب غصہ آدمی کرتا ہی تو مین اسکی ناک مین پھونک ماردیتا ہون پھر اسکو خبر نہین رہتی کہ مین کیا کرتا ہون اور ایک صف قتال مین مجکو یاد رکھو کیونکہ جب آدمی لڑائی مین چلتا ہی تو مین اُسکا گھر بار جورو بچے یاد دلاتا ہون یہانتک کہ بھاگ جاوے اور ایک اس بات کو یاد رکھو کہ جس عورت کا محرم پاس نہو اُسکے پاس ہرگز مت بیٹھنا کیونکہ مین اسکی طرف تمہارا پیام پہونچاتا ہون اور اُسکا پیام تمکو پہونچاتا ہون یہانتک کہ دونون گناہ مین مبتلا ہو جاؤ غرض ان باتون سے اُسنے شہوت اور غضب اور حرص کیطرف اشارہ کیا کیونکہ آدم کو مرنے پر سجدہ نہ کرنا تو حسد کے باعث تھا اور بھاگنا صف قتال سے دنیا کی حرص کیمحبت سے ہوتا ہی اور یہ شیطانکے بڑے مداخل مین سے ہی اسیطرح بعض اولیاء سے منقول ہی کہ اُنھون نے ابلیس سے پوچھا کہ آدمی کے دلپر تو کسوقت غالب ہوتا ہی اُسنے جواب دیا کہ غضب اور خواہش نفسانی کے وقت اُسکو دبا لیتا ہون اور یہ بھی مروی ہی کہ ابلیس ایک راہب کے سامنے آیا اُسنے پوچھا کہ آدمی کی کون سی صفت سے تجکو زیادہ مدد ملتی ہی اُسنے کہا کہ تیزی مزاج سے کیونکہ جب آدمی تیز مزاج ہوتا ہی تو مین اُسکے دل کو ایسا لوٹتا ہون جیسا کوئی لڑکا گیند کو لوٹتا ہی اور کہتے ہین کہ شیطانکا قول ہی کہ آدمی مجھپر کسطرح غالب ہو سکتا ہی کیونکہ جب وہ ہنسی خوشی رہتا ہی تو مین اُسکے دلمین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اُڑ کر اُس کے سر مین پہونچتا ہون دوسرا بڑا مدخل شیطان کا حسد اور حرص ہی جب آدمی کسی شے پر حریص ہوتا ہی تو حرص اُسکو اندھا اور بہرا کر دیتی ہی جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ حبک الشئ یعمی و یصم پس جب نور بصیرت حسد اور حرص کے باعث جاتا رہتا ہی تو کچھ نہین سمجھتا اور شیطانکو اُسوقت موقع ملجاتا ہی

کہ جو چیز جو ابلیس کی خواہش تک پہونچانے کی ہو اُسی کو اُسکی نظروںمین اچھا کرکے دکھلاتا ہی گو وہ کیسی ہی بُری ہو حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی مین سوار ہوے اور موافق ارشاد الٰہی کے ہر ایک چیز کا اسمین ایک جوڑا رکھ لیا تو کشتی مین آپ نے ایک بوڑھا اجنبی شخص دیکھا آپنے پوچھا تو کیون سوار ہوا ہی اُسنے عرض کیا کہ آپ کے یاروں کے دل لینے آیا ہون اُنکے بدن آپکے ساتھ رہینگے اور دل میرے ساتھ ہونگے آپنے فرمایا کہ معلوم ہوا تو مردود دشمن خدا ہی یہانسے نکل جا اُسنے عرض کیا کہ پانچ باتین ہین جنسے مین لوگونکو ہلاک کرونگا مین تین تو آپ کو بتلا دونگا دو نہین بتاؤنگا اُس وقت آپ کو وحی ہوئی کہ جو باتین یہ بتایا چاہتا ہی اُنکی آپ کو کچھ حاجت نہین وہ دو باتین پوچھو جو چھپاتا ہی تو آپ نے اُس سے پوچھا کہ وہ دو باتین کونسی ہین اُسنے کہا وہ وہ ہین کہ کبھی مجھے دھوکا نہ دینگی اور لوگون کے ہلاک کرنے مین کبھی خطا نہ کرینگی وہ دونون حسد اور حرص ہین حسد تو وہ چیز ہی جس سے مین ملعون اور شیطان رجیم ہوا ہون اور حرص وہ ہی کہ آدم کیلیے تمام جنت سوا ایک درخت کے مباح ہوگئی تھی آدم نے حرص ہی کیجہت سے اپنا کام نکالا اور انکو خرابی مین ڈالا اور ایک اُسکے بڑے راستونمین سے پیٹ بھر کر کھانا ہی خواہ مال حلال طیب ہی کیون نہو اسلیے کہ پیٹ بھرنے سے شہوات کا زور ہوتا ہی اور شہوات شیطان کے ہتھیار ہین چنانچہ روایت ہی کہ حضرت یحییٰ کے سامنے ابلیس آیا اور اُسکے ہاتھ مین پھندے تھے آپنے پوچھا کہ یہ پھندے کیسے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ شہوات ہین کہ اُنسے آدمیونکو پھنساتا ہون آپنے پوچھا کہ انمین کوئی میرے لیے بھی ہی اُسنے جواب دیا کہ ہان کبھی جو آپ پیٹ بھر کھانا کھاتے ہین تو مین آپ پر نماز پڑھنا اور ذکر کرنا بھاری کر دیتا ہون پھر آپنے فرمایا کہ اُسکے سوا کوئی اور چیز بھی ہی اُسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ مجکو بھی قسم ہی کہ کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھاؤنگا شیطان نے کہا کہ مین بھی قسم کھاتا ہون کہ مسلمان سے کبھی خیر خواہی کی بات نہ کہونگا اور کہتے ہین کہ بہت کھانے مین چھ چیزین مذموم جمع ہین اول یہ کہ خوف الٰہی دل سے جاتا رہتا ہی دوسرے یہ کہ خلق پر رحم نہین رہتا کیونکہ یہ جانتا ہی کہ سب پیٹ بھرے ہین تیسرے یہ کہ اطاعت خدا بھاری پڑ جاتی ہی چوتھے یہ کہ حکمت کی بات سننے سے دل مین نرمی نہین ہوتی پانچوین یہ کہ اگر اورونکو نصیحت کرتا ہی تو کسی کے دلمین تاثیر نہین ہوتی چھٹے یہ کہ بیماریونکا گھر ہو جاتا ہی اور ایک اُسکے بڑے راستونمین سے اچھا معلوم ہونا زینت ظاہری کا اسباب اور لباس اور مکان وغیرہ سے ہی کیونکہ شیطان جسوقت یہ بات قلب انسان پر غالب پاتا ہی تو اسمین انڈے بچے دیتا ہی اور ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہی کہ گھر خوب اونچا اور وسیع بنا کر اُسکی چھت اور دیوارون کو خوب آراستہ کرنا چاہیے اسیطرح لباس اور سواری بھی خوب تڑک بھڑک کی ہونی چاہیے غرضکہ مدت العمر اسی بات مین لگائے رہتا ہی اور جب آدمی کو ایکبار اس امر مین لگا پایا تو پھر دوبارہ لینے آنیکی ضرورت بھی نہین جانتا کیونکہ آدمی کو خود ایک چیز سے دوسری کا شوق پیدا ہوتا ہی اور ننانوے کے پھیر مین پڑ جاتا ہی یہانتک کہ موت آجاتی ہی اور اسی راہ شیطانی اور ہوا نفسانی مین چلدیتا ہی اور اُس سے خوف خرابی عاقبت اور کفر کا بھی ہی نعوذ باللہ منہ اور ایک اُسکے بڑے راستونمین سے طمع ہی دوسرے شخصونکی کیونکہ جب دلپر طمع غالب ہوتی ہی تو شیطان یہ سکھلاتا ہی کہ جس سے طمع رکھتا ہی اُسکے سامنے خوب تکلف اور زینت ظاہر کرنی چاہیے اور اُسکی تلبیس اور ریا کرتا ہی گویا جس سے طمع ہی وہی اُسکا معبود ہی اور ہمیشہ اسی فکر مین رہتا ہی کہ کوئی حیلہ ایسا نکلے جس سے اُسکی نظر مین محبوب بنجاؤن اور اس بات کیواسطے بہتیری خاک چھانتا ہی ادنی بات یہ ہی کہ اُسکی تعریف مین غلو کرتا ہی اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا موقع آوے تو دیدہ و دانستہ اُسکے سامنے درگذر کرتا ہی حضرت صفوان بن سلیم سے روایت ہی کہ ایکبار ابلیس عبداللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہا کہ مین تمکو ایک بات سکھائے دیتا ہون یاد رکھنا اُنھون نے فرمایا کہ مجکو تیری بات کی ضرورت نہین اُسنے عرض کیا کہ اگر اچھی ہو تو یاد رکھنا بُری ہو تو میرے پلے باندھنا

بات یہ ہو کہ سواے خدا کے کسی سے ایسا سوال مت کرنا جسمین طمع پائی جاوے اور غصہ کیوقت اپنے آپکو سنبھالنا کیونکہ اُسوقت تم میرے قابو مین ہوتے ہو اور ایک اُسکے بڑے طریقون مین سے کامون مین جلدی کرنا اور استقلال کو ہاتھ سے دینا ہو جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ العجلۃ من الشیطان والتانی من اللہ [1] اللہ تعالی فرماتا ہو خلق الانسان من عجل اور فرمایا وکان الانسان عجولا [2][3] اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ [4] اور اسکی وجہ یہ ہو کہ اعمال کا ارتکاب بعد تبصر اور جانچ کے ہونا چاہیے اور جانچ کے واسطے تامل و مہلت چاہیے جلدی سے یہ بات نہین ہوسکتی اور جلدی مین شیطان اپنی بدی انسان پر ایسی طرح ڈال دیتا ہو کہ اُسکو خبر بھی نہین ہوتی چنانچہ روایت ہو کہ جسوقت حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے تو سب شیطان ابلیس کے پاس آئے اور کہا کہ آج سب بت اوندھے ہوگئے اُسنے کہا کہ معلوم ہوتا ہو کہ کوئی نئی بات ہوئی تم یہان ہی ٹھہرو مین خبر لاتا ہون اور اُسیوقت روے زمین پر اُڑ گیا مگر کوئی چیز معلوم نہین ہوئی پھر دیکھا کہ حضرت عیسی پیدا ہوئے ہین اور اُنکو فرشتون نے گھیر رکھا ہو پس اپنے گروہ سے آکر بیان کیا کہ شب گذشتہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہو اور جو عورت حاملہ ہوتی ہو یا بچہ جنتی ہو مین اسوقت موجود رہتا ہون مگر اس لڑکے کا مجکو علم نہوا تو آج سے بتونکی پرستش سے ناامید ہونا چاہیے آدمیونکو جلدی کیوقت بہکایا کرو اور ایک اُسکی بڑی راہ نفسے روپیہ پیسہ اور اسباب و جائداد وغیرہ ہے کیونکہ ان چیزون مین سے جب مقدار قوت سے زائد ہوتی ہو اُسپر شیطان کا بہرہ ہوتا ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ جسکے پاس مقدار قوت موجود ہو وہ آدمی فارغ البال ہے لیکن لیکن اگر کسیطرح اسکو سو روپیہ ملجاوین تو اُسکے دل کے اندر سے دس ایسے شہوات اُٹھینگے کہ ہر ایک کے پورا ہونیکے لیے سو سو روپیہ چاہئین تو جو قدر اُسکے پاس ہو اُس سے کام نہ نکلیگا بلکہ نوسو کی اور ضرورت رہیگی حالانکہ جب کچھ نہ تھا تب فارغ البال و رہے پر واتھا اسکو یہی علم ہو کہ سو روپیے مجھے تونگری ہوگئی یہ خبر نہیق کہ سو کے ملنے سے نوسو کا محتاج ہوگیا مثلا سو جب ملے تو یہ خیال ہوا کہ اگر نوسے اور ہوتے تو ایک گھر مول لیتے اور اسباب خانہ داری اور لباس وغیرہ بھی درست ہوجاتا اور ہر ایک اُمین سے ایسی شی ہو کہ جسکو دوسری کوئی اور چیز لازم ہو اسطرح بے انتہا چیزین ضروری نکلتی چلی آتی ہین اُنکی فکر کرتے کرتے انجام یہ ہوتا ہو کہ جہنم مین پڑجاتا ہو اور اسی پر خاتمہ ہوتا ہو حضرت ثابت بنانی [5] روایت کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جامہ رسالت در بر فرمایا ابلیس نے اپنے گروہ سے کہا کہ کوئی نئی بات ہوئی ہو اسکو تلاش کرو سب شیاطین ادھر اُدھر پھر کر عاجز ہوکر چلے آئے کہ ہمکو کچھ معلوم نہین ابلیس نے کہا کہ رہو مین خبر لاتا ہون اور خود جاکر یہ خبر لایا کہ خدا تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر فرمایا اب تم اُنکے یارونکی خبر لو شیاطین ناامید ہوکر اُنکے پاس گئے اور کہا کہ ایسے لوگ ہمنے کبھی دیکھے ہی نہین اگر کوئی بات ہم اُن سے کرا پاتے ہین وہ نماز کو کھڑے ہوجاتے ہین اس سے اُنکی خطائین محو ہوجاتی ہین ابلیس نے کہا کہ چندے توقف کرو غالب ہے کہ جب یہ لوگ ملکونکو فتح کرینگے اور اُنکو دنیا ملیگی تو اُسوقت ہمارا مطلب نکل آویگا اور روایت ہو کہ ایک روز حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک پتھر اپنے سر تلے رکھ لیا ابلیس کا جو گذر اُنپر ہوا کہنے لگا کہ یا حضرت آپ کو بھی دنیا کی رغبت ہوئی آپ نے پتھر کو سر کے نیچے سے نکالکر پھینک مارا اور فرمایا کہ یہ مع دنیا تیرے ہی لیے ہو اور درحقیقت اگر غور کرو تو جس شخص کے پاس تکیہ کے بجاے پتھر ہو تو اُسکے پاس اتنی دنیا تو ہوگئی کہ شیطان اپنا داؤ کھیلے مثلاً اگر کوئی تہجد کو اُٹھے اور اُسکے قریب ایک پتھر بھی ہو جسپر تکیہ ہوسکتا ہو تو شیطان ضرور دلمین ڈالیگا کہ ذرا اسپر تکیہ لگائے اور اس صورت مین رغبت نیند کی ہوجاتی ہو کہ گاڑی دیکھکر پانون پھولتے ہین اگر سرہے سے پتھر نہوتا تو یہ بات دل مین نہ گذر سکتی اور نہ سونے کی

[1] جلدی شیطان کی طرف سے ہے اور دیر اللہ تعالی کی طرف سے ترمذی بروایت سہل بن سعد بلفظ الاناۃ بجاے العجلۃ ۱۲

[2] بنا ہے آدمی شتابی کا ۱۲

[3] اور ہے انسان لوٹتا اور ۱۲

[4] اور تو جلدی نہ کر قرآن لینے مین جبتک نہ پورا ہو چکے اس کا اترنا ۱۲

[5] ابن ابی الدنیا در مکاید الشیطان ۱۲ بیہقی ثابت رضی اللہ عنہ مرسلاً

رغبت ہوتی ہو حال تو پتھر کا ہو لیکن جسکے پاس گاؤ تکیہ اور گدے گدے فرش اور اور آرام طلبی کے لوازم موجود ہون اُسکو عبادت الٰہی سے
کب مزہ حاصل ہو سکتا ہو اور ایک اُسکی بڑی راہون مین سے بخل اور فقیر ہو جانے کا خوف ہو اور یہ وہ بات ہو کہ صدقہ اور خیرات کچھ نہین کرنے
دیتی بلکہ جمع کرنے اور رکھ چھوڑ رکھنے کی رغبت دلاتی ہو ایسے لوگون کیواسطے عذاب الیم کا وعید کلام مجید مین موجود ہو خثیمہ بن عبدالرحمن فرماتے ہین
کہ شیطان کا قول ہو کہ آدمی کتنا ہی مجھپر غالب ہو جاوے مگر تین باتو مین مجھپر نہین بڑھ سکتا جو کہتا ہون وہ مانتا ہے اول ناحق
کسی کا مال لینا دوسرے اُسکا بے موقع خرچ کرنا تیسرے جہان ضرورت خرچ کی ہو وہان نہ خرچ کرنا اور سفیان فرماتے ہین کہ شیطان کے پاس
کوئی ہتھیار مفلسی کے خوف دلانے سے بڑھکر نہین جب آدمی اُسکو مان لیتا ہو تو باطل کیطرف راغب ہوتا ہو اور امر حق سے باز رہتا ہو اور
مطلب ہی کی بات کہتا ہو اور خداتعالی سے بدگمان ہو جاتا ہو اور بخل اور حرص کی آفتون مین سے یہ بھی ہو کہ مال جمع کرنے کے لیے ہر وقت
بازار مین موجود رہے جو شیطان کے رہنے کی جگہ ہو اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
ہو کہ جب ابلیس زمین پر اُترا تو رب العزت سے درخواست کی کہ الٰہی تو نے مجھکو زمین پر اُتار کر مردود کر دیا میرے لیے رہنے کی جگہ کیا ہے
فرمایا کہ حمام تیرے رہنے کا مقام ہو عرض کیا کہ بیٹھک بھی ارشاد ہو حکم ہوا تیری بیٹھک بازار اور چوراہے ہین عرض کیا کہ میری خوراک بھی
مقرر ہو حکم ہوا کہ جس کھانے پر خدا کا نام نہ لیا جاوے وہ تیری غذا ہو عرض کیا کہ میرے لیے پانی بھی عنایت ہو ارشاد ہوا کہ نشہ کی چیزین تیرا
پانی ہین عرض کیا کہ مجھے ایک خبررسان بھی ملے حکم ہوا کہ مزامیر تیرے موذن ہین عرض کیا کہ میرے لیے کچھ پڑھنے کی چیز مرحمت ہو حکم ہوا کہ وہ شعر
ہین عرض کیا کہ لکھنے کیلیے بھی ارشاد ہو حکم ہوا کہ بدن کو گودنا تیری کتابت ہو عرض کیا کہ مجھے حدیث عنایت ہو حکم ہوا کہ جھوٹھ تیری حدیث
ہو عرض کیا کہ میری شکارگاہ بھی مقرر ہو حکم ہوا کہ وہ عورتین ہین اور ایک اُسکے بڑے رستو مین سے تعصب مذاہب اور خواہش نفسانی
ہو اور جو اپنے خلاف پر ہون انسے بغض رکھنا اور انکو حقارت سے دیکھنا اور یہ ایک ایسی بات ہو جس سے عابد اور فاسق دونون ہلاک ہوئے
ہین کیونکہ لوگون پر طعن کرنا اور اُنکی برائیون کا ذکر کرنا یہ ایک صفت سبعی ہو جو آدمی کی طینت مین داخل ہو پس جب شیطان اس صفت کو آدمی کی
نظر مین حق قرار دیتا ہو اور اسکی طبیعت مین تو پہلے ہی سے تھی تو قلب پر اُسکا چسکا پڑجاتا ہو اور تمام ہمت اُسمین لگجاتا ہے اور اس بات سے
بہت خوش ہوتا ہو اور جانتا ہو کہ مین دین مین سعی کرتا ہون یہ خبر نہین کہ اتباع شیاطین کرتا ہون مثلاً ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی محبت مین متعصب ہے مگر حرام خوار اور منہ پھٹ اور جھوٹا اور بکھیڑیا اور فسادی ہو تو ایسے شخص کو اگر حضرت صدیق دیکھتے تو اپنا بڑا دشمن تصور
فرماتے اسلیے کہ اُنکا دوست تو وہ ہو جو اُنکی راہ چلے اور اُنکی سیرت کو دستورالعمل بناوے اور زبان کو واہیات سے روکے حضرت کا یہ دستور
تھا کہ منہ مین کنکر رکھے رہتے تھے تاکہ کوئی کلمہ بیجا منہ سے نہ نکلے پس یہ مدعی کیسے اُنکی محبت کا دعوی کرتا ہو اور اُنکی سیرت اختیار نہین کرتا
اسیطرح بعضونکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت مین تعصب ہوتا ہو حالانکہ ریشمی کپڑے بدن پر ہوتے ہین اور مال حرام سے خوب زرق برق بنے
رہتے ہین پھر دعوی محبت علی رضی اللہ عنہ کا کرتے ہین حضرت ممدوح نے عین خلافت مین وہ کپڑے پہنے ہین کہ اُنکا دام ایک روپیہ سے بھی کم
تھا پھر ایسے شخص سے وہ کیسے خوش ہونگے بلکہ قیامت کو یہ شخص اُنکا دشمن ہوگا مقام غور ہو کہ اگر کوئی شخص کسی کے فرزند لخت جگر کو اپنے
یہان لیجاوے اور اُسکے بال نوچے اور بدنکو قینچیون سے کاٹے اور سب طرح کی ایذا دے اور پھر محبت کا مدعی ہو کہ مین اس بچہ کے

ط
ابن ابی الدنیا
عن ابی امامہ
وابن عباس
بسند
ضعیف ۱۲

باپ سے محبت رکھتا ہون یہ دعوی کس طرح صحیح ہوگا یہی حال ان لوگونکا ہی کہ دین اور شریعت جو خلفاء اربعہ اور جمیع صحابہ کے نزدیک فرزند و
زن مال وعیال بلکہ خود اپنی جانون سے بھی عزیز تھا اُسکے تو یہ لوگ یون ٹکڑے کرین کہ کوئی بات اسکی اختیار نہ کرین بلکہ پابندی شہوات سے ابلیس
لعین دشمن دین کی خوشی مناتے رہین پھر محبت صحابہ رضہ کا دم بھرین قیامت کے روز معلوم ہوگا کہ صحابہ اور اولیا کے سامنے ان لوگون پر کیا
گذریگا قیامت تو دور ہی اگر دنیا ہی مین پردہ اُٹھالیا جاوے اور صحابہ رضہ کا عندیہ امت کے باب مین معلوم ہوجاوے کہ انکو کسطرح کے لوگ
اچھے معلوم ہوتے ہین تو یہ لوگ اپنے حالات کو دیکھکر شرم کے مارے کبھی اپنی زبان ناقص سے انکا نام بھی نہ لین خلاصہ یہ کہ تخیلات شیطانی
سے اُنکے دلونمین یہ بات جم گئی ہی کہ جو کوئی محبت مین حضرت ابوبکر رضہ و حضرت عمر رضہ کی مریگا اُسکے گرد شعلہ دوزخ نہ پھریگا یا جو کوئی محبت مین حضرت
علی رضہ کی وفات پاویگا اُسکے گرد خوف نہ آویگا اس حدیث شریف کو نہین دیکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر قرۃ العین حضرت
فاطمہ رضہ سے فرماتے ہین کہ اعملی فانی لا اغنی عنک من اللہ شیئا اور یہ ہوائے نفسانی مین سے ایک مثال ہے اسیطرح اُن لوگون کا حال
ہے جو امام ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد رح کے باب مین تعصب کرتے ہین پس جو لوگ ایک امام کے مذہب کا دعوی کرتے ہین اور
انکی سیرت اختیار نہین کرتے قیامت کے روز وہی امام اُنکے مقابل ہوکر پوچھینگے کہ میرا مذہب تو عمل تھا قول نہ تھا اور قول بھی عمل کیواسطے
تھا جھک کرنیکے لیے نہین تھا تو نے میرے عمل کی مخالفت کیون کی جسپر مین ہمیشہ رہا اور اسپر خاتمہ ہوا اور پھر جھوٹ موٹ کا دعوی میرے مذہب
کا کیا غرضکہ یہ الیسا بڑا راستہ شیطان کی آمد کا ہی کہ بہت لوگ اسمین تباہ ہوتے ہین وعظ و نصیحت ایسے لوگون کے متعلق ہی جو خدا کا خوف نہین کرتے
دین کے مسائل سے کم واقف ہین دنیا کی رغبت کا زور ہی لوگونکے معتقد کرنیکی حرص بہت ہی اور لوگونکا اعتقاد اور رشک نکا د فقط تعصب
ہی سے بڑھتا ہی اسلیے اسی بات کو اچھا بتلاتے ہین شیطان کے فریبون کو نہین بتلاتے بلکہ اُسکے فریب جاری ہونے کیلیے وہ اُسکے نائب
بنگئے ہین اور لوگ بھی انھین کی باتون پر جم گئے ہین اور اصول کو دین کے بالکل بھول گئے تو وہ خود بھی تباہ ہوئے اور اورونکو بھی تباہ کردیا
خدا تعالی اُنکی اور ہماری توبہ قبول فرماوے اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ شیطان کا یہ قول ہی کہ مین نے امت محمد صلعم کیلیے جو معصیتونکو
آراستہ کیا تو انھون نے استغفار کرکے میری پیٹھ توڑدی پھر مین نے اُنکے لیے ایسے گناہ گھڑے کہ اُنسے استغفار نہ کرین وہ خواہشات نفسانی
ہین اور یہ بات اُس ملعون نے سچ کہی کیونکہ ایسے امور مین لوگونکو خبر ہی نہین ہوتی کہ انکا انجام نافرمانی ہو ورنہ استغفار ضرور کرتے اور ایک بڑا
حیلہ شیطانکا یہ ہی کہ انسان اپنے آپ لوگونکے اختلافات اور خصومات مین لگی وے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ایک
جماعت ذکر الہی مین مشغول تھی شیطان نے چاہا کہ یہ یہان سے اُٹھ کھڑے ہون اور جدا ہوجاوین مگر کچھ بن نہ پڑی پس ایک دوسری جماعت
مین گیا جو دنیا کی باتین کررہے تھے انمین فساد کرادیا یہانتک کہ اُنکے آپسمین کشت و خون ہونے لگا تو پہلی جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی اور انمین
بیچ بچاؤ کردیا مطلب اسکا یہ نہ تھا کہ پچھلی جماعت مین کشت و خون ہو بلکہ جماعت اول کا اُٹھانا مقصود تھا سو اسطرح اُٹھادیا اور ایک اُس کے
اُسکے طریق مین سے یہ ہی کہ عوام لوگونکو جو علم مین کم تجربہ رکھتے ہین خدا تعالی کی ذات اور صفات اور ایسے امور کی فکر مین اُلجھا دیتا ہے جو اُنکی
عقل مین نہ آسکین یہانتک کہ اصل دین مین شک کرنے لگتے ہین اور خداوند کریم کی نسبت اُنکو ایسے خیال پیدا ہوتے ہین کہ اُن سے
یا کافر یا دہریہ ہوجاتے ہین اور ان باتون سے بہت خوش ہوتے ہین اور وہ جانتے ہین کہ بصیرت اور معرفت یہی ہی اور یہ امر ہمکو کشف سے

معلوم ہوا ہے اپنی تیزی عقل پر نازان ہوتے ہین حالانکہ سب مین زیادہ بیوقوف وہ ہے جو صرف اپنی عقل پر زیادہ اعتماد کرے اور عقیل وہ شخص کہ اپنی عقل کو متہم سمجھکر اکثر علماء سے پوچھتا رہے حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان یاتی احدکم فیقول من خلقک فیقول اللہ تبارک وتعالیٰ فیقول فمن خلق اللہ فاذا وجد احدکم ذلک فلیقل آمنت باللہ ورسولہ فان ذلک یذہب عنہ آنحضرت صلعم نے اجازت نہین فرمائی کہ اس وسواس کے علاج مین بحث کیجاوے کیونکہ یہ وسواس عوام کو ہوتا ہے علما کو نہین ہوتا عوام کو یہی چاہیے کہ ایمان واسلام لاکر اپنی عبادت و معیشت مین مصروف ہون علم کی باتین علما پر چھوڑ دین عامی آدمی اگر زنا اور چوری کرے تو اس سے بہتر ہے کہ ایسی بات مین پڑے کیونکہ جو کوئی بے جانے بوجھے اللہ تعالیٰ اور اُسکے دین کی نسبت کچھ کہیگا کافر ہوجاویگا اور اُس کو خبر بھی نہوگی اور اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تیرنا نہ جانے اور دریا کی موجون مین کود پڑے غرضکہ مذاہب در عقائد کے باب مین شیطان کے فریب بعید وانتہا ہین ہمنے بطور نمونہ کچھ لکھدیا ہے اور ایک اُسکے دروازون مین سے مسلمانون سے بدگمان ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم پس جو کوئی دوسرے پر بدی کا گمان کریگا شیطان اُسکو ابھاریگا یہانتک کہ اسکی غیبت کرے یا اُسکے حقوق کم ادا کرے یا تعظیم مین سستی کرے اور اسکو بچشم حقارت دیکھے اور اپنے آپ کو اُس سے بہتر سمجھے یہ سب چیزین تباہی کی ہین اور اسی تہمت سے شریعت مین تہمتون سے بچنے کے لیے حکم ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے اتقوا مواضع التہم اور خود آنحضرت صلعم نے تہمت سے احتراز فرمایا علی بن حسین رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین معتکف تھے مین جب آپکی خدمت مین گئی تو حائض ہوگئی شام کو وہان سے مراجعت کی اور آپ بھی میرے ساتھ چلے راستہ مین دو انصار ملے اور آپ کو سلام کرکے پھرے آپ نے اُنکو پکارا اور فرمایا کہ یہ صفیہ بنت حیی ہے یعنی میری زوجہ ام المومنین ہے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہمکو آپ کے ساتھ گمان خیر ہے آپنے فرمایا کہ یہ درست ہے مگر شیطان آدمی کیساتھ ایسا ہے جیسا خون بدن مین ہے اسلیے مجھے یہ خوف ہوا کہ کہین تم کو نہ بہکاوے پس اس شفقت نبوی کو دیکھنا چاہیے کہ اُنکے دین کا خوف کرکے اُنکو بھی بچا دیا اور امت کیلیے طریق احتراز تہمت سے سکھلا دیا کہ ایسا نہو کوئی عالم متقی جو دینداری مین انگشت نما ہو تہمت کے حالات مین سہل انگاری کرے اور اپنے نفس پر عجب کرکے یہ جانے کہ مجھپر کوئی بدگمانی نہ کریگا لوگ میرے ساتھ ظن خیر ہی سے پیش آوینگے اسلیے کہ کیسا ہی بڑا متقی اور عالم ہو سب لوگ اُسکے یکسان نہین معتقد ہوتے بلکہ بعض اُس سے خوش رہتے ہین اور بعضے ناراض جو خوش ہین وہ اُسکے عیب نہ دیکھینگے اور فریق ثانی اظہار ہی مین مبتلا رہینگے جیسا کہ قول سعدی کا ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ✠ عیب نماید ہنرش در نظر ✠ ور ہنری داری و ہفتاد عیب ✠ دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر ✠

پس ضرور ہوا کہ بدگمانی اور بدون کی تہمت سے احتراز کیا جاوے کیونکہ یہ فرقہ تمام لوگون سے بدگمان رہتا ہے پس جب کوئی آدمی ایسا نظر آوے کہ لوگون کیطرف بدگمانی کرتا ہو اور اُنکے عیب کا متلاشی تو جان لینا چاہیے کہ وہ خود باطن مین خباثت رکھتا ہے اور یہ عیب جوئی اُسی خباثت کا ظہور ہے کہ سب کو اپنے ہی جیسا جانتا ہے کیونکہ عیب جوئی منافق کا کام ہے مومن کا سینہ سب خلق کیطرف سے صاف رہتا ہے یہ تھوڑا سا بیان شیطان کے راستون کا قلب کیجانب ہے اور اگر سب راستون کو لکھا جاوے تو ہماری قدرت سے باہر ہے اسقدر رستون کا قیاس ہو سکتا ہے مثلاً یون جاننا چاہیے کہ جو صفت بد آدمی کی ہے وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور وہی اُسکا

اوج شیطان ... [illegible]

حجابی زیبا ۱۲ احمد بزار و ابو یعلی ... خود بروایت ... ۱۲ مترجم

بچے رہو بہت تہمتین ... بعضی تہمت گناہ ہے ۱۲ ... صحیح بخاری و مسلم بروایت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۲

مداخل ہیں اب اگر کوئی یون پوچھے کہ شیطان کے دفع کرنے کی تدبیر کیا ہی اور اُسکے دفعیہ مین زبان سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا کوئی اور ذکر
اسکافی ہی یا نہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ دل کا علاج شیطان سے بچانے کیلیے یہی ہی کہ اسکی سب راہین بند کر دی جاوین یعنی دل کو اُن صفات
مذمومہ سے صاف کیا جاوے اور اسکا بیان بہت طویل ہی اور اس جلد مین ہمکو یہی غرض ہی کہ صفات مہلکہ انسانی بیان کرین ہر ایک صفت
کے لیے ایک باب علیحدہ کی حاجت ہی جیسا کہ شرح آیندہ بیان ہوگا یہان اسقدر ضروری ہی کہ جب قلب اِن صفات کے اصول سے
منقطع اور علیحدہ ہو جاتا ہی تو پھر شیطان صرف پھیر اپھیری اور خطرات ہی کرتا رہتا ہی جمکر نہین بیٹھتا اور اُسکی آمد و رفت کو ذکر اللہ مانع
ہی کیونکہ دل مین ذکر اللہ جب ہی جاگزین ہوتا ہی جب تقوی اور صفائی کے باعث صفات مذمومہ سے دل آزاد ہو جاتا ہی اور اگر ایسا نہو تو ذکر
بھی از قبیل خطرات ہوتا ہی اسکو دلپر کچھ قابو نہین ہوتا اور شیطان کو بھی دفع نہین کر سکتا اسی جہت سے خداوند کریم نے اس آیت مین ان الذین
اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون ذکر دافع شیطان کو متقی کے ساتھ خاص فرمایا ہی خلاصہ یہ کہ شیطان کو مثل بھوکے
کتے کے اپنے پاس سمجھنا چاہیے پس اگر آدمی کے پاس روٹی و گوشت وغیرہ نہو تو صرف دوت کہنے ہی سے ٹل جاویگا لیکن اگر سامان
کھانیکا ہوگا اور کتا بھوکا ہوگا تو ضرور کھانے پر گریگا اور صرف للکارنے سے نہین ٹلیگا اسیطرح جس دل مین غذا شیطانی نہین تو اُسکے
پاس سے شیطان صرف ذکر اللہ سے ہٹ جاویگا لیکن اگر دل پر شہوت غالب ہی تو دل کا سویدا شیطان کے قابو مین ہوگا اُسوقت ذکر اللہ
تو قلب کے اطراف مین پھیلا رہیگا اور متقیون کے دل جو ہوا نفسانی اور صفات مذمومہ سے خالی ہوتے ہین اُنپر شیطان کا آنا شہوات کے
باعث نہین ہوتا بلکہ جسوقت ذکر سے غفلت ہوتی ہی اُسوقت اپنی راہ نکالتا ہی اور جب پھر وہ ذکر کرنے لگتے ہین تو ٹل جاتا ہی اور اسکی دلیل
یہ ہے کہ خدا تعالی نے اُسکے دفع کیلیے فرمایا فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم اسی طرح اور آیات اور اخبار سے جو ذکر کے باب مین ہین مفہوم
ہوتا ہی حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہی کہ ایک بار مومن کا شیطان اور کافر کا شیطان آپسمین ملے کافر کا شیطان تو خوب چکنا اور موٹا اور
اچھا لباس پہنے تھا اور مومن کا شیطان ننگا و دُبلا غبار آلود تھا اُسنے اُس سے پوچھا کہ تو دبلا کیون ہی اُسنے کہا کہ مین ایسے شخص کے
ساتھ رہتا ہون کہ اپنے کھانے اور پینے اور کپڑا پہنے اور سر مین تیل ڈالنے کے وقت بسم اللہ کہتا ہی تو نہ مجھے کھانا نصیب ہوتا ہی نہ پانی
نہ کپڑا نہ تیل اسی واسطے بھوکا پیاسا ننگا بال بکھرے رہتا ہون کافر کے شیطان نے کہا کہ یار مین تو ایسے کے ساتھ ہون کہ ان باتون مین سے
کسی پر بھی خدا کا نام نہین لیتا اسی لیے مین اُسکے سب امور مین شریک رہتا ہون اور محمد بن واسع ہر روز بعد نماز صبح یہ دعا مانگا کرتے تھے
اللھم انک سلطت علینا عدوا بصیرا بعیوبنا یرانا ہو وقبیلہ من حیث لا نراہم اللھم فآیسہ منا کما آیستہ من رحمتک وقنطہ منا کما قنطتہ من عفوک وباعد بیننا
وبینہ کما باعدت بینہ وبین رحمتک انک علی کل شیء قدیر وہ فرماتے ہین کہ ایک روز شیطان مجھکو مسجد کے راستہ مین ملا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتے
ہو مین نے کہا کہ تو کون ہی جواب دیا کہ ابلیس ہون مین نے پوچھا کہ کس غرض سے آیا ہی کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس دعا کو کسیکو مت سکھلانا مین تمسے
کچھ مزاحم نہونگا مین نے کہا کہ مین ہرگز کسی کو منع نہین کرونگا جو چاہے پڑھے تیرا جو دل چاہے وہ کر اور حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی فرماتے ہین
کہ ایک شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت مین ہاتھ مین آگ کی مشعل لیکر کھڑا ہوا کرتا تھا اور قراءت اور استغفار سے نہین جاتا تھا
آپکی خدمت مبارک مین حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے بعد عرض کیا کہ آپ یون پڑھیے اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزہن

بہٖ لاقا بومن شر مایلج فی الارض وما یخرج منہا ومن ما ینزل من السماء وما یعرج فیہا ومن فتن اللیل والنہار ومن طوارق اللیل والنہار الا طارقا یطرق
بخیر یا رحمٰن بس حضرت نے اسی طرح پڑھا تو اُس مردود کی شمع گل ہوگئی اور اوندھے منہ گر پڑا اور حضرت حسن بصری ؒ سے منقول ہے کہ حضرت
جبرئیل ؑ آپ کی خدمت مبارک مین آئے اور عرض کیا کہ ایک جن آپ سے دغا کیا چاہتا ہے جب آپ بستر پر لیٹین تو آیت الکرسی پڑھ لیا کیجیے
اور حدیث شریف مین آیا ہے لقد اتانی الشیطان فنازعنی فاخذت بحلقہ فو الذی بعثنی بالحق ما ارسلتہ حتی وجدت برد ما لسانہ علی یدی
ولو لا دعوۃ اخی سلیمان علیہ السلام لاصبح طریحا فی المسجد اور یہ بھی وارد ہے ما سلک عمر فجا الا سلک الشیطان فجا غیر الذی سلکہ عمر اور اسی سبب سے فرمایا
کہ اُن لوگون کے قلوب شیطانون کے مداخل اور غذا سے پاک تھے یعنی شہوات کا دخل نہ تھا پس اگر کوئی اور شخص چاہے کہ صرف ذکر الٰہی سے شیطان
دور ہو جاوے جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور ہو گیا تھا تو یہ امر محال ہے اور اُسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص دوا پیوے اور پرہیز نکرے
حالانکہ معدہ مین بھی بلا اثر بھری ہو اور اُسپر توقع دوا کے نفع کی بھی کرے کہ جیسا پرہیز اور تنقیہ والون کو فائدہ ہوتا ہے ویسا ہی مجھے بھی ہو
یہان ذکر الٰہی کو دوا سمجھنا چاہیے اور تقوی کو پرہیز اور قلب کے خالی ہونے کو شہوات سے تنقیہ تصور کرنا چاہیے تو جب ذکر الٰہی ایسے
قلب مین جاویگا جو ماسوی اللہ سے خالی ہے تو شیطان دفع ہو جاویگا جیسے تنقیہ کے بعد دوا کھانے سے بیماری جاتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب اور دوسری جگہ فرمایا کتب علیہ انہ من تولاہ فانہ یضلہ ویہدیہ الی عذاب السعیر پس جو کوئی
عمل کے رو سے شیطان کی متابعت کریگا وہ اُسکا ساتھی اور یار کہلاویگا اگرچہ زبان سے ذکر اللہ کرے اب اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث مین تو مطلق
بیان ہوا ہے کہ ذکر اللہ سے شیطان دفع ہوتا ہے اور یہ خصوصیات جنکا علمائے دین بیان کرتے ہین اُسکے لفظ عام مین مفہوم نہین ہوتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ا
گفتگو کو آرسی کیا ہے اُسکا امتحان اپنے ہی نفس مین کر لینا چاہیے تاکہ حقیقت اُنکے بیان کی معلوم ہو غور کرنا چاہیے کہ آدمی کا منتہا ذکر اور عبادت نماز
ہے تو جب نماز مین کھڑا ہو اُسوقت اپنے دل کا حال دیکھتا رہے کہ شیطان کہان کہان اُسکو کھینچتا ہے کبھی بکر بازار اور لوگونکے حساب کتاب مین اور
کبھی دنیا کی دوا دار و اور معاندین کے جواب مین غرضکہ یہانتک نوبت پہونچتی ہے کہ دنیا کی بات جو بسے جاتی بھی رہی ہو وہ بھی نماز ہی مین یاد
آتی ہے اور شیطان کا حملہ بھی نماز ہی مین زیادہ ہوتا ہے پس نماز دلونکے لیے کسوٹی ہے کہ اُس سے خوبی اور برائی اُنکی معلوم ہو جاتی ہے اور جو دل کہ
شہوات دنیا سے بھرے ہین اُنکی نماز مقبول نہین ہوتی ؎ لب در ذکر و دل در فکر خانہ ÷ چہ حاصل زین نماز پنجگانہ ÷ تو ایسی نماز کے سبب سے
دفعیہ شیطان کا بھی نہین ہوگا بلکہ غالبًا وسواس اور زیادہ ہوگا جیسے کہ دوا بدون پرہیز کے اکثر نقصان ہی کیا کرتی ہے اگر کسی کو شیطان سے
خلاص منظور ہو تو اول پرہیز تقوی اختیار کرے بعد اُسکے ذکر کی دوا پیے تب شیطان اُسکے پاس سے بھاگیگا جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتا
تھا وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور شیطان کو ظاہر مین بُرا مت کہو کہ تم باطن مین اُسکے دوست یعنی فرمانبردار ہو اور بعضون نے فرمایا
کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آدمی جس شخص کا اپنے اوپر احسان دیکھے پھر اُس محسن کی نافرمانی کرے اور شیطان لعین کی سرکشی اور زور معلوم کرے
اور پھر اُسکی اطاعت کرے اور جسطرح بموجب اس آیت شریف کے کہ ادعونی استجب لکم دعا مانگتے ہو اور قبول نہین ہوتی اسیطرح ذکر الٰہی کرتے ہو
اور شیطان نہین دفع ہوتا کیونکہ شرطین ذکر اور دعا کی سب مفقود ہین حضرت ابراہیم بن ادہم سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو فرمایئے کہ ہم لوگون کی
دعا کیون نہین قبول ہوتی اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم آپنے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ تمھارے دل مردہ ہین پوچھا کہ اُنکے مردہ ہونیکی کیا

جہت ہی آپ نے فرمایا کہ آٹھ عادتین ہین اول یہ کہ اللہ کا حق معلوم کر لیا اُسکو بجا نہ لائے دوم قرآن کو پڑھا اور اُسکے بموجب عمل نکیا سوم دعوی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا اور اُنکے طریق کے موافق عمل نہ کیا چہارم موت کا خوف کیا اور اُسکے لیے سامان نہ کیا پنجم حکم الٰہی یون تھا کہ شیطان کو دشمن جانو جیسا کہ فرمایا ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا مگر تم نے معصیت میں اُس سے یاری کی ششم دعوی خوف دوزخ کا کیا مگر پھر اپنے بدنون کو اُسمین جھونک دیا ہفتم جنت کو دل سے چاہتے رہے مگر اُس کے لیے کوئی کام نہ کیا ہشتم صبح اُٹھتے ہی اپنے عیبون کو تو پیٹھ پیچھے ڈالدیا اور لوگون کی عیب جینی اختیار کی پس ان باتون سے خدا تعالیٰ ناراض ہوگیا تو دعا کسطرح قبول فرماوے باقی رہی یہ بات کہ معاصی مختلفہ کا داعی ایک ہی شیطان ہی یا سب گناہون کے لیے جُدا جُدا شیطان ہین تو اس امر کا جاننا علم معاملہ مین چندان ضروری نہین یہان یہی ضرور ہی کہ اپنے نفس کو دشمن سے بچاوے اور اپنے مطلب سے غرض رکھے بقول شخصے کہ آم کھانے یا پیڑ گننے تاہم جو کچھ اخبار اور نور بصیرت سے واضح ہوا ہی اُسکو ہم بیان کیے دیتے ہین کہ ہر نوع معصیت کیلیے ایک شیطان مخصوص ہی اُسکا کام یہی ہی کہ اُسے خاص گناہ کیطرف بلاتا ہی اس حساب سے شیطانون کے دَل کے دَل ہین اور جس طریق سے کہ یہ امر دریافت ہوا ہی اُسکا لکھنا طویل ہی وہی ایک بات کافی ہی کہ مسبب کے اختلاف سے سبب کا اختلاف معلوم ہوتا ہی جیسا کہ آگ کی روشنی اور دھوین کی سیاہی مین مذکور ہوا لیکن دلائل اخبار یہ ہین کہ حضرت مجاہد فرماتے ہین کہ شیطان کے پانچ فرزند ہین انمین سے ہر ایک کو ایک کام سپرد کر دیا ایک کا نام ثبر ہی اور اُسکو مصیبت کا کام سپرد ہی تو واویلا کرنا اور گریبان پھاڑنا اور طمانچہ مارنا اور نوحہ وغیرہ کرنا سب اُسی کے اغوا سے ہوتا ہی دوسرے کا نام اعور ہی اُسکا کام زنا کیلیے بہکانا اور اُسی کو نظرون مین اچھا معلوم کرانا ہی تیسرا مبسوط ہی جسکو جھوٹ کا عہدہ ہی چوتھا داسم ہی کہ آدمی کے ساتھ گھرون مین جاکر اقربا کی برائیان اُسکے سامنے پیش کرتا ہی اور اُنکو اُنسے خفا کر دیتا ہی پانچوان لنبور وہ بازار مین رہتا ہی وہان کے فسادات سب اُسکی جہت سے ہوتے ہین اور یہ بھی ایک روایت مین ہی کہ نماز کے شیطان کا نام خنزب ہی اور وضو کے شیطان کا نام دلہان اور جیسے کہ شیطان کثرت سے ہین ویسے ہی فرشتون مین کثرت ہی باب الشکر مین ہم لکھ چکے ہین کہ وجہ اُنکی کثرت کی اور ہر عمل کیلیے جدا جدا مخصوص ہونیکی کیا وجہ ہی اور حضرت ابوامامہ باہلی نے یہ حدیث روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وکل بالمومن

مائة وستون ملکا یذبون عنہ مالم یقدر علیہ من ذلک للبصر سبعة املاک یذبون عنہ کما یذب الذباب عن قصعة العسل فی الیوم الصائف لوبدا لکم لرایتموہ

علی کل سہل وجبل کل باسط یدہ فاغر فاہ ولو وکل العبد الی نفسہ طرفة عین لاختطفتہ الشیاطین اور ایوب بن یونس سے روایت ہی کہ مجکو یون پہونچا ہی کہ اولاد آدم کے ساتھ اولاد جن بھی پیدا ہوتی ہی اور انھین کے ساتھ نشو و نما ہوتی ہی اور جابر بن عبد اللہ سے منقول ہی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اُترے تو اُنھون نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا تو نے مجھ مین اور شیطان مین عداوت کر دی اگر تیری اعانت نہوگی تو مین اُسپر غالب نہونگا ارشاد ہوا کہ تیرا جو فرزند پیدا ہوگا اُسپر ایک فرشتہ موکل معین ہو جاویگا عرض کیا کہ زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ اگر کوئی ایک بدی کریگا تو ایک ہی بدی کی سزا پاویگا مگر نیکی کا بدلہ دس گنے سے جہانتک مجکو منظور ہوگا دونگا پھر زیادتی اعانت کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جبتک روح بدن مین رہیگی دروازہ توبہ کا مفتوح رہیگا شیطان نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو تو نے مجھسے اشرف بنایا اگر مجکو اعانت نہ ہوگی تو مین کیسے قادر ہونگا حکم ہوا کہ جو بچہ آدم کے ہوگا اُسکے ساتھ تیرے بھی بچہ پیدا ہوگا اُسنے عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ

جیسے خون بدن مین چلتا ہی ویسا ہی تو بھی اُنکے رگ و پے مین جاری ہوگا اور اُنکے سینون مین اپنا گھر بناویگا اُسنے عرض کیا کہ اور زیادہ مدد ملے حکم ہوا کہ اجلب علیہم بخیلک و رجلک وشارکہم فی الاموال والاولاد وعدہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا اور حضرت ابو درداؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلق اللہ الجن ثلثہ اصناف صنف حیات وعقارب وخشاش الارض وصنف کالریح فی الہوا وصنف علیہم الثواب والعقاب وخلق اللہ تعالیٰ الانس ثلثہ اصناف صنف کالبہائم کما قال اللہ تعالیٰ لہم قلوب لایفقہون بہا ولہم اعین لایبصرون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل وصنف اجسامہم اجسام بنی آدم وارواحہم ارواح الشیاطین وصنف فی ظل اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ یوم لا ظل الا ظلہ اور وہیب بن الورد کہتے ہین کہ شیطان ایکبار حضرت یحیٰؑ کی خدمت مین آیا اور کہا کہ مین آپکو کچھ نصیحت کیا چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ مجھکو تیری نصیحت کی حاجت نہین مگر مجھ سے بنی آدم کا حال کچھ کہہ اُسنے کہا کہ ہمارے نزدیک اُنکی تین قسمین ہین ایک قسم جو ہم پر بڑے سخت ہین وہ لوگ ہین کہ ہم اُنکے پاس جاتے ہین اور اُنکو بہکا کر اپنے قابو مین لاتے ہین مگر وہ استغفار اور توبہ کرنے لگتے ہین ہمارا کیا کرایا سب مٹی ہو جاتا ہی پھر اگر ہم دوبارہ کچھ فکر کرتے ہین وہ اُسکے بعد بھی ایسا ہی کرتے ہین اسی حیص و بیص مین نہ ہم اُنسے ناامید ہی ہوتے ہین یہ مطلب ہی نکلتا ہی مشقت ہی مشقت ہی اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ وہ ہمارے پنجہ مین ایسے ہین جیسے لوگون کے ہاتھ مین گیند ہوتا ہے اُن کو ہم جدھر چاہتے ہین اُدھر پھیر لیتے ہین اُنکی ہمین کچھ فکر نہین اور تیسری قسم آپ جیسے لوگ معصوم ہین اُنپر ہمارا کچھ بس نہین چلتا اب اگر یہ کہو کہ اسکی کیا وجہ ہی کہ بعض لوگونکو تو شیطان صورت پکڑ کر سوجھتا ہی اور بعضونکو نہین معلوم ہوتا اور نیز جب نظر آتا ہی تو وہ شکل اُسکی اصلی صورت ہی یا اُسکا عکس و مثال ہی اور اگر اصلی صورت ہی تو اسکی مختلف صورتین کیون معلوم ہوتی ہین اور ایک ہی وقت مین دو جگہ جدا جدا صورت دو شخصونکو کیسے معلوم ہوتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ شیطان اور فرشتونکی اصلی صورتین بھی ہین مگر ان اصلی صورتونکو مشاہدہ سے نہین دیکھ سکتے ہان کہ اُنکا دیکھنا انوار نبوت سے ہوتا ہی اسی لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی اصلی صورت پر صرف دو مرتبہ ملاحظہ فرمایا تھا یعنی ایک دفعہ تو خود حضرت نے اُنسے درخواست کی کہ اپنی اصلی صورت مجھکو دکھاؤ اُنھون نے وعدہ کیا کہ بہت اچھا اور کوہ حرا پر اصلی صورت مین نمود ہوئے تو شرق سے غرب تک تمام آفاق کو روک لیا اور دوسری دفعہ معراج کی رات مین سدرۃ المنتہیٰ پر اُنکو اصلی صورت مین دیکھا ورنہ اکثر حضرت دحیہ کلبی کی صورت مین ملاحظہ فرماتے تھے اور یہ شخص نہایت خوبصورت تھے اور اکثر مکاشفہ اہل دل کا یون ہوتا ہی کہ صورت اصلی کی مثال اُنکے سامنے ہو جاتی ہی مثلاً شیطان بیداری مین صورت پکڑ کر اُنکی آنکھ کے سامنے آتا ہی تو وہ اُسکو دیکھتے بھی ہین اور کلام بھی سنتے ہین اور یہی صورت قائم مقام صورت اصلی کے ہو جاتی ہی جیسا کہ اکثر صلحا کو خواب مین اتفاق ہوتا ہی اور صاحب کشف اُسکو کہتے ہین کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاوے کہ باوجود مشغولی حواس کے دنیا مین اُسکے مکاشفہ مین خلل نہ آوے یعنی اُسکو بیداری مین وہ بات معلوم ہو جاوے جو اورون کو خواب مین سوجھتی ہی جیسا کہ عمر بن عبد العزیزؒ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے رب العزت سے یہ دعا مانگی کہ مجھکو وہ جگہ دکھلاوے جہان قلب بنی آدم پر شیطان رہتا ہی تو خواب مین دیکھا کہ ایک آدمی کا جسم بلور کی صورت کا ہی یعنی اُسکے اندر کی چیز باہر سے معلوم ہوتی ہی اور شیطان مینڈک کی صورت مین اُسکے بائین شانہ پر مونڈھے اور کان کے درمیان بیٹھا ہی اور اُسکی پتلی اور لمبی سونڈ ہی جسکو آدمی کے دل مین ڈالکر وہان ہی سے وسوسہ کر رہا ہے اور جب

وہ ذکر الٰہی کرتا ہی توہٹ جاتا ہی اسطرح کا امر کبھی بیداری مین ہو بہو معلوم ہوتا ہی چنانچہ بعض اہل کشف نے دیکھا کہ شیطان ایسی صورت مین نظر آیا کہ گویا کوئی کتا مردار پر گرتا ہی اور لوگون کو اُس طرف بلاتا ہی یعنی دنیا بصورت مردار معلوم ہوئی پس اسطرح پر معلوم ہونا قائم مقام صورت اصلی کے نظر آنے کے ہی کیونکہ یہ پہلے بیان ہوچکا ہی کہ قلب کے لیے دو طرف ہین ایک وہ ہی جو عالم ملکوت کے مقابل ہوتی ہے اور وہی مدخل وحی والہام ہی کہ عالم ظاہری کی طرف کو ہی تو جب قلب کی پہلی جانب پر عالم ملکوت سے کسی شے کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی ہی تو اُسکے اثر سے وہ جانب جو عالم ظاہری کیطرف ہی اسمین بھی چمک جاتی ہی اسلیے کہ دونون جانبین ایک دوسرے سے ملی جُلی ہین تو ظاہر ہی کہ اس جانب مین جو عالم ظاہری کیطرف کو ہی جو شے نظر آویگی وہ ایک صورت متخیلہ ہوگی اسوجہ سے کہ تمام عالم ظاہری متخیلات ہی مین داخل ہے اتنا فرق ہے کہ آدمی کا خیال جو حس ظاہری سے ہوتا ہی اسمین یہ بات ممکن ہی کہ صورت مطابق سیرت نہو کیونکہ عالم ظاہری مین تلبیس بہت واقع ہوتی ہی مثلاً ممکن ہی کہ جو آدمی ظاہر مین خوبصورت نظر آتا ہی وہ باطن کا خبیث ہو مگر جو صورت کہ عالم ملکوت کی چمک سے دلکو حاصل ہی وہ بعینہ مطابق صفت اور سیرت کے ہوتی ہی کیونکہ عالم ملکوت مین صورت مطابق سیرت ہی کے ہوا کرتی ہی اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کا باطن بُرا ہوگا وہ اسی طرح پر بُری ہی نظر آویگی اسی لیے شیطان جب اسطرح نظر آتا ہی تو کتے اور مینڈک اور سور وغیرہ کی صورت مین معلوم ہوتا ہی اور فرشتہ اُسکے برعکس خوبصورت سوجھتا ہی پس یہ صورت گویا باطن کا عنوان ہوجاتی ہی اور اسی کے مطابق ہوتی ہی پس اگر کوئی شخص خواب مین بندر یا سور دیکھے تو اسکی تعبیر انسان خبیث کے دیکھنے سے ہوگی اور اگر بکری دیکھے تو انسان سلیم الطبع سے مراد ہوگی اور تمام تعبیرات خواب کا یہی حال ہی غرضکہ یہ امر بھی اسرار قلبی مین سے ایک عجیب بات ہی اُسکا ذکر کرنا علم معاملہ کے مناسب نہین یہان یہی مقصود ہی کہ اسبات کا یقین کرلیا جاوے کہ شیطان خواہ فرشتہ اہل دل کو منکشف ہوتا ہی کبھی تو بطریق حکایت اور تمثل کے جیسا کہ خواب مین ہوتا ہی جو مشابہ باطن کے ہو مگر نظر آنا اُس مثال کا آنکھ سے حقیقت مین ہوتا ہی اور اسکو ارباب مکاشفہ صرف دیکھ سکتے ہین اُسکے گرد کے لوگ نہین دیکھ سکتے جیسے سونے والے نہین دیکھ سکتے

تیرھوان بیان اس امر کا کہ قلب کے وساوس اور وہم اور قصد و خواطر سے کونسی چیز پر مواخذہ ہوتا ہی اور کونسی چیز معاف ہے

واضح ہو کہ اس باب مین آیات اور اخبار مختلف واقع ہوئے ہین کہ سوائے علماء کاملین شریعت کے انہین کسی سے تطبیق نہین ہوسکتی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آپ نے فرمایا عفی عن امتی ما حدثت بہ نفسہا مالم تکلم او تعمل بہ اور ایک روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ یقول للحفظۃ اذا ہم عبدی بسیئۃ فلا تکتبوہا علیہ فان عملہا فاکتبوہا سیئۃ واذا ہم بحسنۃ فلم یعملہا فاکتبوہا حسنۃ فان عملہا فاکتبوہا عشراً اور یہ حدیث بخاری اور مسلم دونون مین موجود ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ عمل قلبی اور اسکا میلان طرف بدی کے معاف ہی اور دوسری روایت مین یون ہی کہ من ہم بحسنۃ فلم یعملہا کتب لہ حسنۃ ومن ہم بحسنۃ فعملہا کتبت لہ عشراً الی سبعمائۃ ضعف ومن ہم بسیئۃ فلم یعملہا لم تکتب علیہ وان عملہا کتبت اور ایک روایت یون ہی واذا تحدث بان یعمل سیئۃ فانا اغفرہا لہ مالم یعملہا اور

عفو ہی سمجھا جاتا ہی اور مواخذہ کے باب مین یہ آیت ہی ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء اور یہ آیت ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا یعنی عمل قلب مثل عمل آنکھ اور کان کے ہی معاف نہین ہونے کا اور یہ آیت ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ اور یہ آیت لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم ان سب سے مواخذہ پایا جاتا ہی اور اس مسئلہ مین حق یہ ہی کہ جب تک تفصیل اعمال قلوب کی شروع سے لیکر اعضا کے ارتکاب تک نہ بتلائی جاوے تب تک کچھ حکم عفو یا مواخذہ کا مطلق نہین کہنا چاہیے اب ہم کہتے ہین کہ قلب پر اول جو چیز وارد ہوتی ہی اسکو خاطر اور حدیث نفس کہتے ہین مثلاً ایک عورت کی صورت دل مین آوے جو اسکی پس پشت ہو کہ اگر چاہے تو پھر کر اسکو دیکھ لے دوسری بات دیکھنے کی رغبت کا ہیجان ہی یعنی وہ شہوت جو طبیعت مین موجود ہی حرکت کرے اور یہ امر پہلے خاطر سے پیدا ہوتا ہی اسکو میل طبع کہتے ہین تیسری بات دل کی اجازت اس رغبت کی تعمیل کے لیے مثلاً امثال مذکور مین دیکھنے کے لیے اجازت دینی کیونکہ بعضی دفعہ طبیعت کی رغبت تو ہوتی ہی مگر موانع کے باعث دل اجازت نہین دیتا مثلاً حیا کے سبب نہین دیکھ سکتا یا پھر کر دیکھنے سے کچھ خوف معلوم ہوتا ہی اور ان موانع کا برطرف ہونا تامل سے ہوتا ہی جو بہرحال عقل کی ہی اجازت سے ہی اسکا نام اعتقاد ہی اور یہ ان دو پہلی باتون کے بعد ہوتا ہی چوتھی بات پکا کرنا ارادہ کا متوجہ ہونے پر اس کو نیت اور قصد اور ارادہ کہتے ہین اس ارادہ کا مبدا کبھی ضعیف ہوتا ہی مگر بہ اعتبار خاطر اول کے کشش نفس کو اسقدر ہوتی ہی کہ یہ ارادہ مصمم اور پکا ہو جاتا ہی بعد اس ارادہ کے مصمم ہونے کے کبھی آدمی ندامت کے باعث فعل کا مرتکب نہین ہوتا اور کبھی اس نظر سے نہین کرتا کہ کسی وجہ سے غافل ہو جاتا ہی اور اس کام کیطرف توجہ نہین رہتی اور کبھی کوئی ایسا مانع پیش آتا ہی کہ اس کام کا کرنا متعذر ہو جاتا ہی غرضکہ دل کیلیے پہلے اعضا کے عمل سے چار حالتین ہوتی ہین اول حدیث نفس پھر میل طبع پھر اعتقاد پھر عزم اب ان چارون کا حکم سننا چاہیے کہ حدیث نفس اور میل طبع پر تو مواخذہ نہین اسواسطے کہ انسان کا انپر کچھ بس نہین یہ باتین آدمی کے اختیار سے باہر ہین اور اس حدیث مین کہ عفی عن امتی ما حدثت بہ نفوسہا یہی دونون مراد ہین اسلیے کہ حدیث نفس اسی کو کہتے ہین کہ صرف دل مین گذرے اور اسکے کرنے کا عزم نہو اور عزم اور ارادہ کو حدیث نفس نہین کہتے بلکہ حدیث نفس یہ ہی جیسا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا حضرت میرے جی مین یون آتا ہی کہ اپنی بی بی خولہ کو طلاق دیدون آپ نے فرمایا کہ مہلا ان من سنتی النکاح انھون نے عرض کیا کہ میرا جی یون چاہتا ہی کہ خصی ہو جاؤن آپ نے فرمایا کہ مہلا خصاء امتی دوب الصیام عرض کیا کہ میرا جی یہ چاہتا ہی کہ راہب بن جاؤن آپنے فرمایا کہ مہلا رہبانیۃ امتی الجہاد والحج عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہی کہ گوشت کھانا چھوڑ دون آپ نے فرمایا کہ مہلا فانی احبہ ولو اصبتہ لاکلتہ ولو سالت اللہ تعالی لاطعمہ پس جن خواطر کے ساتھ عزم نہین ہوتا وہ حدیث نفس مین داخل ہین جیسے ان صحابی کے خواطر تھے اسی جہت سے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکے باب مین مشورہ لیا کہ عزم انکے ارتکاب کا نہ تھا تیسری بات یعنی اعتقاد اسکی دو قسمین ہین ایک اختیاری اور ایک اضطراری اور دونو کا حکم بھی مختلف ہی کہ اختیاری پر مواخذہ

ہوتا ہی اور اضطراری پر نہین ہوتا اور چوتھی بات یعنی قصد فعل اسپر مواخذہ ہوتا ہی مگر جب کام اس قصد کے بعد نہین کیا تو یہ دیکھنا چاہیے کہ خوف الٰہی اور ندامت کے باعث سے نہین کیا یا کسی اور سبب سے اول صورت مین ایک نیکی اسکے لیے لکھی جاویگی اسلیے کہ ارادہ کا شر گناہ ہی اور اُس سے باز رہنا اور نفس پر مجاہدہ کرنا نیکی ہی اور نیز ارادہ کرنا بر حسب اقتضائے طبع اُسپر دلالت نہین کرتا کہ خدا سے بالکل غافل ہوگیا لیکن نفس کو مجاہدہ سے طبیعت کے خلاف پر باز رکھنا اُسکو بڑی قوت چاہیے تو اُسنے جسقدر کوشش ارادۂ فعل کیجہت سے شیطان کی متابعت مین کی تھی اُس سے زیادہ مخالفت طبع اور بعد کام کرنے مین کی اسلیے سزاوار ایک نیکی کا ہوا اور اگر کسی مانع یا عذر کے باعث اُس فعل سے باز رہا ہی تو اُسپر ایک بُرائی لکھی جاویگی اسلیے کہ ارادہ کرنا بھی قلب کا فعل اختیاری ہی اور یہ احکام جو ہمنے مفصل لکھے ہین اُنکی دلیل یہ ہی کہ اسی طرح الفاظ حدیث مین مفصل کور ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قالت الملائکۃ علیہم السلام رب ذاک عبدک یرید ان یعمل سیئۃ وہو ابصر بہ فقال ارقبوہ فان ہو عملہا فاکتبوہا لہ بمثلہا وان ترکہا فاکتبوہا لہ حسنۃ فانما ترکہا من جرائی اور جس روایت مین لم یعملہا آیا ہی اُس سے بھی یہی مراد ہی کہ خدا کے خوف سے چھوڑ دیا ہو اور اگر گناہ پر ارادہ کرکے کسی عذر یا غفلت کے سبب چھوڑا ہو تو اسصورت مین نیکی کا مستحق نہین ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہی انما یحشر الناس علی نیاتہم اور یہ بھی معلوم ہی کہ جو کوئی رات کو اس بات کا ارادہ کرے کہ صبح کو کسی مسلمان کو قتل کرونگا یا کسی عورت سے زنا کرونگا اور اُسی رات مین مرجاوے تو اپنے ارادہ پر مصر مریگا اور اسی نیت پر اُسکا حشر ہوگا حالانکہ فعل کا مرتکب نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ حدیث مذکور مین لم یعمل سے مراد یہی ہی کہ خدا کے خوف سے چھوڑ دیا ہو اور دلیل قاطع نیت پر مواخذہ کے باب مین یہ حدیث شریف ہی اذا التقی المسلمان بسیفیہما فالقاتل والمقتول فی النار فقیل یا رسول اللہ ہذا القاتل فما بال المقتول قال لانہ اراد قتل صاحبہ اس سے صریح معلوم ہوگیا کہ صرف ارادہ کی جہت سے ناری ہوا باوجودیکہ خود ظلماً مقتول ہوا پس مواخذہ جب نص صریح سے معلوم ہوا تو اب گمان یہ نہین ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ نیت پر مواخذہ نہ فرماویگا بلکہ جو قصد کہ آدمی کے اختیار سے ہوگا اُسپر اُسکا مواخذہ ہوگا لیکن اگر اسکا کفارہ نیکی سے کردیگا تو مواخذہ سے بری ہوجاویگا اور اپنے عزم کو ندامت کے سبب فسخ کرنا نیکی ہی اسلیے مستحق نیکی کا ہوتا ہی مگر مانع کے سبب کام کو ترک کرنا نیکی نہین اسلیے مواخذہ دار رہتا ہی اور خواطر اور میل طبع بندہ کے اختیار مین نہین اگر اُنپر مواخذہ ہو تو گویا جو بات طاقت سے باہر ہی اُسکا حکم ہوا اور یہی وجہ ہی کہ جب یہ آیت اُتری وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ کچھ صحابی رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین آئے اور عرض کیا کہ ہمپر حکم ایسی بات کا ہوا جو ہماری طاقت سے باہر ہی ہم مین سے بعضون کے دلمین ایسی باتین گذرتی ہین کہ یہ منظور نہین کہ وہ دل مین رہین پھر انپر مواخذہ ہوگا آپنے فرمایا کہ شاید تم بھی ایسا کہتے ہو جیسا یہودیون نے کہا تھا سمعنا وعصینا یون کہو کہ سمعنا واطعنا انھون نے کہا سمعنا واطعنا ایک برس کے بعد خداوند کریم نے وہ تنگی رفع کی اور یہ آیت اُتری لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا پس ظاہر ہوا کہ جو بات اعمال قلبی سے بندہ کے اختیار مین نہین اُسپر مواخذہ بھی نہین یہی بیان شافی اس امر کا اور جو لوگ یہ گمان رکھتے ہین کہ جو بات دل پر گذرے وہ حدیث نفس ہی اور ان اقسام کی کچھ تفریق نہین کرتے وہ بیشک غلطی پر ہین اور کیا وجہ ہی کہ اعمال قلبی پر مواخذہ نہو حالانکہ کبر اور عجب اور ریا اور نفاق اور حسد وغیرہ سب اعمال قلب ہی مین سے ہین بلا اصل یہی ہی کہ جو اعمال بندہ کے اختیار مین ہین خواہ آنکھ کے ہون یا کان یا دل کے سب پر مواخذہ ہوگا یہانتک کہ اگر آنکھ بے اختیار کسی غیر محرم

پر پڑ جاوے تو اُسپر بھی مواخذہ نہین ہان اگر دوبارہ پھر دانستہ دیکھیگا تو اُسپر مواخذہ ہوگا اسیطرح خواطر قلبی کا حال ہی بلکہ مواخذہ قلب ہی ت اول ہونا چاہیے کیونکہ اصل وہی ہی حدیث شریف مین ہی کہ التقویٰ ہہنا یعنی دل کیطرف اشارہ کرکے آپنے یہ لفظ فرمایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم اور ایک حدیث مین اسطرح ارشاد ہی الاثم حواز القلوب اور یہ بھی فرمایا البر ما اطمان الیہ القلب و ان افتوک و افتوک یہانتک کہ ہم یہ کہتے ہین کہ اگر مفتی کے دل نے کسی چیز کے واجب ہونے کو کہا اور وہ فی الواقع غلطی پر ہو تب بھی اُسکو ثواب ہوگا یا کسی نے یہ جانا کہ مین وضو سے ہون اور نماز پڑھی بعد نماز کے خیال ہوا کہ مجکو وضو نہ تھا تو اسکی پہلی نماز کا ثواب ملیگا لیکن باوجود جاننے اپنی طہارت کے نماز چھوڑ دیگا تو مستحق عقاب ہوگا گو پیچھے یاد آوے کہ مجکو وضو نہ تھا یا کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو پایا اور یہ جانا کہ میری منکوحہ ہی اور اُس سے جماع کیا تو گنہگار نہوگا گو وہ عورت اجنبی ہی ہو اور اگر بالفرض اُسکی منکوحہ ہی ہوتی مگر یہ شخص اُسکو غیر عورت جانکر صحبت کرتا تو گناہگار ہوتا پس ان سب مسائل کی بنا دل ہی پر ہی اعضا کو مین کچھ خیال نہین

چودھوان بیان اس بات کا کہ ذکر کرنے کے وقت وسواس بالکل منقطع ہوجاتا ہی یا نہین

واضح ہو کہ جو علما قلوب کے حال کے نگران ہین اور اُسکے صفات و عجائب کو دیکھتے رہتے ہین اس مسئلہ مین اُنکے پانچ فریق ہین ایک فرقہ کا یہ قول ہی کہ ذکر الٰہی سے وسوسہ منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاذا ذکر اللہ خنس اور خنس کے معنی خاموشی کے ہین گویا کہ شیطان چپ ہوجاتا ہی اور ایک فرقہ کا یہ قول ہی کہ اصل وسوسہ تو نہین جاتا مگر اُسکا اثر جاتا رہتا ہی اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ جب دل مین ذکر بھر جاویگا تو تاثیر نکرنے پاویگا جیسے کوئی آدمی کسی سوچ مین بیٹھا ہو تو بعض اوقات کلام نہین سمجھتا اگرچہ آواز اُسکے کان پر پہونچتی ہی اور ایک فرقہ کا یہ قول ہی کہ نہ وسوسہ منقطع ہوتا ہے نہ تاثیر جاتی ہی مگر غلبہ اُسکا فرد ہوجاتا ہی یعنی وسواس تو ہوتا ہی مگر بہت ضعیف اور ایک فرقہ کا یہ قول ہی کہ ذرا سی دیر ذکر سے وسوسہ معدوم ہوجاتا ہی اور اتنی ہی دیر کے واسطے ذکر معدوم ہوجاتا ہی اور اُنکے پے در پے اور جلد جلد آنے سے ایک تار سا بندھ جاتا ہی اور اُنکی مثال ایسی ہی کہ ایک کرہ پر چند نقطے متفرق اگر اُسکو زور سے گھماؤ تو وہ نقطے دائرہ کی شکل معلوم ہونگے کیونکہ تیزی حرکت کی باعث ایک دوسرے سے ملے معلوم ہونگے اور یہ لوگ اپنے قول کی دلیل فرماتے ہین کہ حدیث شریف مین خنس مذکور ہی اگر ہمکو ذکر کے ساتھ وسوسہ سوجھتا ہی تو اُسکی تطبیق بجز بیان مذکور کے کسی طرح نہین ہو سکتی اور ایک فرقہ کا یہ قول ہی کہ وسوسہ اور ذکر دل پر ہمیشہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہین اور منقطع نہین ہوتے جیسے کوئی آدمی ایک ہی حالت مین اپنی آنکھ سے دو چیزین دیکھے اسی طرح دل بھی دو چیزون کا مقام ہوتا ہی حدیث شریف مین وارد ہی کہ ما من عبد الا ولہ اربعۃ اعین عینان فی راسہ یبصر بہا امر دنیاہ وعینان فی قلبہ یبصر بہما امر دینہ اور یہی مذہب محاسبی کا ہی اور ہمارے نزدیک یہ سب مذہب درست ہین مگر اقسام وسواس کا حصر کسی مین نہین ہر ایک نے جس وسواس کو دیکھا ویسا ہی بتلا دیا اسلیے ہم اُسکے اقسام لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ وسواس تین قسم کے ہین اول یہ کہ امر حق کو مشتبہ کرنے سے شیطان وسوسہ کرے مثلاً یون سمجھاوے کہ دنیا کی لذت نہ چھوڑنی چاہیے زندگی بہت ہے خواہشات کو اتنے دنون روکنا بڑا عذاب ہے پس اسوقت اگر بندہ اللہ تعالیٰ کا حق اور اُسکا ثواب عظیم اور عقاب یاد کریگا اور اپنے نفس کو سمجھاویگا کہ خواہش سے رکا رہنا تو سخت ہی مگر دوزخ کی آنچ کا سہنا سخت تر ہی دونون مین سے ایک ہی ہو سکتا ہی تو جب اسطرح

وعدہ اور وعید کو یاد کرکے تجدید اپنے یقین کی کریگا تو شیطان بھاگ جاویگا کیونکہ یہ نہین کہہ سکتا کہ دوزخ کی آگ پر صبر کرنا گناہون کے صبر سے ہلکا ہی نہ یہ کہہ سکتا ہی کہ گناہ کا انجام دوزخ نہین اسلیے کہ اگر کہیگا بھی تو بندہ کتاب اللہ پر ایمان رکھنے سے اسکی کب سنے گا بہر کیف اسکا وسواس منقطع ہوجاویگا اسی طرح اگر عجب کیلیے وسوسہ ڈالے مثلاً دل مین یہ بات ڈالے کہ آج تیرے برابر معرفت اور عبادت الٰہی مین کوئی نہین تیرا رتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہی اور اسوقت بندہ یہ یاد کرے کہ میری معرفت اور اختیار اور قلب اور اعضا جنسے کہ مین نے جانا یا عمل کیا سب کے سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہین پس عجب کس پر کرنا چاہیے تو اُسوقت بھی شیطان ٹلے گا کیونکہ یہ نہین کہہ سکتا کہ اللہ کیجانب سے نہین اور اگر کہے بھی تو ایمان کی جہت سے شنوائی کب ہوسکتی ہی غرضکہ اس قسم کا وسواس تو بالکل منقطع ہوجاتا ہی جو لوگ عارف اور نور ایمانی اور معرفت سے روشن ضمیر ہین اُنکے پاس نہین رہتا دوسری قسم وسواس کی یہ ہی کہ شہوت کو حرکت دے اور اسمین یہ تفریق ہی کہ تحریک یا تو ایسی چیز کیطرف ہو کہ بندہ کو یقینی معلوم ہوجاوے کہ وہ چیز معصیت ہے یا صرف غلبۂ ظن ہی ہو پس یقینی جاننے کی صورت مین شیطان ہیجان شہوت سے تو باز نہین رہیگا مگر ایسا ہیجان نہین کریگا جس سے تحریک ہو اور اگر امر مظنون ہوگا تو اکثر موثر رہیگا یہانتک کہ اسکے دفع کے لیے مجاہدہ کی ضرورت ہوگی پس وسوسہ تو موجود رہتا ہی مگر دبا ہوا ہوتا ہی تیسری قسم وسوسہ کی خواطر ہین اور غائب چیزون کا حال یاد کرنا پس جب دل متوجہ ذکر الٰہی کیطرف ہوتا ہی تو ذرا اُلجھتا ہے پھر آجاتا ہی پھر ذرا دیر کو ٹلجاتا ہی تو ذکر اور وسوسہ پے درپے اسطرح آتے ہین کہ یہ خیال ہوتا ہی کہ دونو کا ایک سلسلہ ہوگیا ہی یہانتک کہ ذہن مین معنی قراءت کے بھی آتے ہین اور یہ خواطر بھی رہتے ہین گویا اُن دونون چیزون کے ٹھکانے دلمین دو جگہ ہین اور اس قسم کا وسوسہ بالکلیہ منقطع ہوجانا بہت مشکل ہی مگر محال نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من صلّی رکعتین لم یحدث نفسہ فیہما بشیٔ من الدنیا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ پس اگر یہ بات محال ہوتی تو حضرت یہ ذکر نفرماتے ہان ایسا اُسی دلمین ہوسکتا ہی جسپر محبت الٰہی حاوی ہوگئی ہو کیونکہ قلب کو جسطرف مشغولی تام ہوتی ہی اُسکے سوا اور کچھ دلپر نہین گذرتا جیسے عاشق اگر فکر محبت مین مستغرق ہوتا ہی تو سوا ذکر محبوب اور کوئی بات اُسکے دلمین نہین گذرتی یا جسکو کسی دشمن کا خیال ہوتا ہی تو بعض اوقات دو رکعت یا زیادہ کی مقدار ایسا فکر مین ڈوبا رہتا ہی کہ سوا اُس دشمن کی بات کے اور کچھ دلپر نہین گذرتا یہانتک کہ اگر اس عرصہ مین کوئی پاس کو نکلجاوے یا کچھ کہہ جاوے تو اُسکو خبر نہین ہوتی گویا کہ اُسپر آنکھ ہی نہین پڑی پس جب بات دنیا کے فکرات مین ممکن ہی تو اگر کسیکو خوف دوزخ یا حرص جنت سے یہ استغراق نصیب ہو تو کیا بعید ہی ہان بنظر ضعف ایمان کے البتہ شاذ و نادر ہی پس جب آپ یہ اقسام وساوس کو سوچو تو معلوم ہوجاوے کہ مذہب مذکورہ بالا مین سے ہر ایک کیلیے ایک وجہ ہی لیکن اُسکا محل مخصوص ہی خلاصہ یہ کہ شیطان سے خلاص ہونا ایک لحظہ یا ساعت کو کچھ بعید نہین مگر عمر بھر اس سے نجات ملنی بہت بعید ہی بلکہ محال ہی کیونکہ اگر یہ بات ممکن الوجود ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی قسم کا وسوسہ نہوتا حالانکہ وسوسہ آپکو بھی ہوا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آپنے نماز مین اپنے کپڑے کے نقوش پر نگاہ کی اور سلام پھیر کر وہ کپڑا پھینک دیا اور فرمایا شغلنی عن الصلوٰۃ اور ایک بار سونے کے حرام ہونے سے پیشتر آپکے ہاتھ مین ایک انگوٹھی سونیکی تھی خطبہ پڑھنے مین اسپر نگاہ جا پڑی تو آپنے اُسکو نکالکر پھینک دی اور فرمایا نظرۃ الیہ و نظرۃ الیکم تو لذت نگاہ کو سونیکی انگوٹھی یا کپڑے کے نقش کیطرف حرکت دینی وسوسہ کے باعث تھی اسی لیے آپنے انکو پھینک دیا اس سے یہ معلوم ہوا

کہ وسوسہ متاع دنیاوی اور نقد کا جب ہی منقطع ہوگا جب اُسکو علیحدہ کردیا جاوے اور جب تک ایک روپیہ بھی ملک میں رہیگا نماز میں شیطان اسی کا وسوسہ کریگا کہ اُسکو کہان چھپایا جاوے کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور حفاظت کس طرح ہو اور کس خرچ مین اُٹھانا چاہیے اور کیونکر اسکو ظاہر کرکے نام پیدا کیا جاوے اسی طرح کے بیسیون وسوسے کرتا ہی پس جو کوئی دنیا مین پھنسکر یہ طمع کرے کہ مجھے شیطان سے نجات ملے اسکی ایسی مثال ہی کہ شہد بدن مین لیس کر یہ جانے کہ اُسپر مکھی نہ بیٹھے گی ورنہ یہ بات محال ہی غرضکہ دنیا وسوسہ کا بڑا پھاٹک ہی اور اسکا ایک اسقدر نہین بہت راستے ہین ایک حکیم کا قول ہی کہ شیطان اول بنی آدم کے پاس عاصی کیطرف سے آتا ہی اگر اُسکے کہنا نہ مانا تو نصیحت کے طور پر پیش آتا ہی کہ کسی بدعت مین پھنساوے اور اگر اُسکو بھی نہ مانا تو اسکو تنگی ور شدت کا حکم کرتا ہی کہ جو چیز حرام نہو اُسکو بھی حرام کرے اگر اسکو بھی پذیرا نہ کیا تو وضو اور نماز مین شبہہ ڈالدیتا ہی کہ کسی کا یقین نہ رہے اگر یہ بھی بن نہ پڑا تو اعمال نیک کو اُسپر آسان کردیتا ہی تاکہ جب لوگ اُسکو صابر اور عفیف دیکھتے ہین اور اسکی طرف راغب ہوتے ہین تو عجب مین ڈالکر تباہ کردیتا ہی مگر اس مرتبہ مین کوئی دقیقہ فرگذاشت نہین کرتا اسلیے کہ یہ جانتا ہی کہ اگر اب کی بار پھندے مین نہ آیا تو کھٹکا جنت کو چلا جاویگا

پندرھوان بیان قلب کے جلد بدلنے کا اور تغیر اور ثبات کے اعتبار سے اُسکی تقسیم کا

پیشتر ہم لکھ چکے ہین کہ قلب پر آثار اور احوال مختلف طرق سے آتے رہتے ہین اور اس باب مین گو یا دو ایک تو وہ ہی جسپر ہر طرف سے تیر پڑتے رہتے ہین پس جب ایک طرف سے کسی چیز کا اُسپر اثر ہوا دوسری طرف سے اُسکے خلاف کوئی چیز آجاتی ہی تو پہلی صفت بدلجاتی ہی مثلاً اگر شیطان نے اُسکو ہوائے نفسانی کیطرف سے کھینچا فرشتہ اسکو آکر اس سے باز رکھتا ہی اور اگر ایک شیطان نے ایک برائی کو کہا دوسرے نے دوسری طرف کھینچ لیا اور اگر ایک فرشتے نے کسی چیز کی رغبت دلائی دوسرے نے دوسری چیز سوجھائی غرض کبھی تو دو فرشتون کی کشاکش مین رہتا ہی اور کبھی دو شیطانون کی اور کبھی ایک فرشتہ اور ایک شیطان کی مگر کسی وقت فارغ نہین رہتا اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین ونقلب افئدتہم وابصارہم اور ازانجا کہ قلب کو خداوند کریم نے ایک عجیب چیز بنایا ہی اور اُسمین بہت عجائب رکھے ہین اور ان عجائب سے اور اُسکے بدلنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوبی واقف کیا تھا تو اکثر آپ اسطرح قسم کھاتے تھے لا و مقلب القلوب اور اکثر یون دعا مانگتے تھے یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپکو اپنے قلب کا خوف ہی آپ نے فرمایا کہ دنیا یونہی و القلب بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبہ کیف یشاء اور ایک روایت مین یہ ہی کہ ان شاء اقامہ و ان شاء ازاغہ اور آپ نے قلب کی تین مثالین فرمائین ایک یہ کہ فرمایا مثل القلب کالعصفور یتقلب فی کل ساعۃ اور دوسری جگہ فرمایا مثل القلب فی تقلبہ کالقدر اذا اجتمعت غلیانہا اور تیسری مثال مین فرمایا مثل القلب کمثل ریشۃ بارض فلاۃ تقلبہا الریاح ظہرا لبطن اور یہ دلون کی تبدیل اور اللہ تعالیٰ کی عجیب صفت اس باب مین ایسی ہی کہ بجز ان لوگون کے جو اپنے احوال کے نگران رہتے اور مراقبہ مین لگے رہتے ہین اور کسی کو معلوم نہین ہوتا اور قلب باعتبار ثابت رہنے کے خیر اور شر پر یا مذبذب رہنے کے ان دونون مین تین قسم

[illegible]

پر ہی ایک قلب تو وہ ہی کہ تقوی سے پر ہو اور ریاضت سے اُسکا تزکیہ ہوا ہو اور خبیث عادات سے پاک صاف ہو گیا ہو ایسے دلمین خواطر خیر خزانہ غیب اور طریق ملکوت سے آتے ہین اور عقل ان خواطر کے تفکر مین مصروف ہوتی ہی کہ اُنکے دقائق خیر اور اسرار فوائد سے مطلع ہو پس جب نور البصیرت سے اسپر اُسکی وجہ ظاہر ہو جاتی ہی تو کہدیتی ہی کہ اس کام کا کرنا ضروری ہی اور قلب کو اُسکے ارتکاب کی ترغیب دیتی ہی اور فرشتہ کی نظر جو اس قلب پر پڑتی ہی تو دیکھتا ہی کہ اُسکا جوہر صاف ہی اور نور خرد سے تمام اجالا ہو رہا ہی تقوی سے معمور ہی شمع معرفت سے نور علی نور ہی ہمارے رہنے کے قابل ہی اور ہمارے اُترنے کی صلاحیت حاصل تو اُسوقت ایسے لشکرون سے اُسکی مدد کرتا ہی کہ جو سوجھتے نہین اور بہت سے اور خیرات کیطرف ہادی بنتا ہی یہانتک کہ ایک خیر سے دوسری اور پھر تیسری اور پھر چوتھی اسیطرح بیشمار خیرات کی ترغیب علی الدوام کرتا رہتا ہی اور ان باتونکو اُسپر آسان کرتا رہتا ہی جیسا اللہ تعالی فرماتا ہی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری اسی طرح کے دل مین مطلع ربوبیت سے خورشید معرفت طلوع ہوتا ہی کہ جسکے لمعان نور سے اُسپر شرک خفی چھپا نہین رہتا حالانکہ وہ اندھیری رات مین سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہی اسیطرح اور پوشیدہ باتین اُسپر چھپی نہین رہتین اور نہ مکر شیطانی کارگر ہوتا ہی بلکہ شیطان بکھرا ہو کر بہت سی چکنی باتین دھوکے کی کہتا ہی مگر وہ متوجہ بھی نہین ہوتا اور اسطرح کا دل جب مہلکات سے صاف ہو جاتا ہی منجیات سے معمور ہی یعنی شکر اور صبر اور خوف اور رجا اور فقر و زہد اور محبت اور رضا و شوق اور توکل اور تفکر اور محاسبہ وغیرہ جنکو آگے بیان کرینگے اُسکا محل ہو جاتا ہی یہی دل ہی کہ جسکی طرف خود بخود ارفیاض یعنی خدائے عزوجل کی توجہ ہوتی ہی اور قلب مطمئن اُسی کا نام ہی جو اس آیت سے مراد ہی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور اس آیت مین بھی وہی غرض ہی یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک دوسرا قلب اول کے عکس ہی یعنی ہوائے نفسانی سے معمور اور عادات مذموم مین آلودہ ہو دروازے شیطانونکے اسکی طرف مفتوح ہون اور فرشتونکے ابواب مسدود ایسے دل مین آغاز شر کا اسطرح ہوتا ہی کہ اول اسمین ایک خطرہ ہوائے نفسانی کا آتا ہی اور دلمین کھٹکتا ہے تو وہ حاکم عقل کی تجویز پوچھتا ہی کہ مصلحت کیا ہی تو چونکہ عقل پہلے سے ہوائے نفسانی کی خدمتگزاری کی معتاد ہوتی ہی اور ہمیشہ اُسکے لیے حیلے ڈھونڈھا کرتی ہی اور اُسی کی مرضی کے موافق کام کرتی ہی اب بھی نفس کی مساعدت کرتی ہی اور اُسی کے مطابق جواب دیتی ہی تو ہوائے نفسانی کیلیے سینہ کھلجاتا ہی اور اُسکا اندھیرا پھیلتا ہی اور لشکر عقل مغلوب ہو جاتا ہی شیطانکی بن پڑتی ہی خوب پاؤن پھیلاتا ہی اور زینت ظاہری اور فریب و طول امل اور اسیطرح کی کچھی باتون کی ترغیب یہانتک کرتا ہی کہ سلطان ایمان کمزور ہو جاتا ہی اور نور یقین گل ہو جاتا ہی یعنی وعدہ اور وعید اور خوف آخرت کا یقین نہین رہتا کیونکہ ہوائے نفسانی سے ایک ایسا سیاہ دھوان نکلتا ہی کہ قلب کے چہار طرف پھیلکر اُسکے نور کو بجھا دیتا ہی عقل کا حال اُسوقت ایسا ہوتا ہی جیسے کسی کی آنکھ مین کڑوا دھوان بھرا ہو اور دیکھ نہ سکے یہی حال غلبۂ شہوت سے قلب پر طاری ہوتا ہی کہ تامل اور استبصار ذرا نہین رہتا اور اگر امر حق کو کوئی واعظ سوجھا دے تو بھی نہین سمجھتا اور نہ کان دھرتا ہی ایسی صورت مین شیطان جب حملہ کرتا ہی شہوت جدا ہیجان مین آتی ہی اعضا جدا موافق ہوائے نفسانی کے حرکت کرتے ہین معصیت تقدیر الہی کی جہت سے ظاہر ہوتی ہی ایسے ہی دل کیطرف

اس آیت مین اشارہ ہی ارأیت من اتخذ الھہ ہواہ افانت تکون علیہ وکیلا ام تحسب ان اکثرہم یسمعون او یعقلون ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل سبیلا اور اس آیت مین بھی لقد حق القول علی اکثرہم فہم لا یؤمنون اور اس آیت مین وسواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون اور بعضے

قلوب کا تو حال بہ نسبت سب شہوات کے ایسا ہی ہوتا ہی اور بعضونکا ایسا حال بہ اعتبار بعض شہوات کے ہوتا ہی مثلاً بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ بعض
معصیتون سے پرہیز کرتے ہین لیکن جب کوئی خوبصورت صورت نظر پڑتی ہی تو اس سے صبر نہین کر سکتے عقل رخصت ہوتی ہے اور دل کو ضبط
نہین کر سکتے اور بعضون کا یہ حال ہے کہ اگر جاہ اور ریاست اور کبر کا سامان نظر پڑتا ہی تو اسپر دیوانہ ہوجاتے ہین اور بعضے لوگ ایسے
ہین کہ اگر کوئی کلمہ اپنی حقارت یا عیب کا سنین غصہ کے مارے آگ ببولا ہوجاتے ہین اور بعضے روپیہ پیسہ لینے کے وقت ایسے تیز ہوتے ہین کہ مروت
اور تقوی کا کچھ خیال نہین رکھتے پس یہ سب باتین ایسے سے ہوتی ہین کہ سیاہ دھوان ہوا رنفسانی کا قلب پر چھا جاتا ہی اور اسمین نور بصیرت
دھندلا پڑجاتا ہی اسی جہت سے حیا اور ایمان اور مروت کو بالاے طاق رکھکر مراد شیطانی کی تحصیل مین کوشش کرتے ہین تیسرا قلب
وہ ہی کہ اسمین ہوا رنفسانی کی خاطر ظاہر ہوتی ہی اور اسکو شر کیطرف کھینچتی ہی اسی وقت خاطر ایمان آتی ہی اور خیر کیطرف بلاتی ہی اور نفس
شہوت پرست خاطر شر کی طرفداری پر مستعد ہوتا ہی اسوقت شہوت کو کچھ غلبہ ہوتا ہی اور تمتع اور لذت اچھی معلوم ہونے لگتی ہی پس عقل
خاطر خیر کی ترجیح کرتی ہی اور شہوت کی برائی بیان کرتی ہی اور کہتی ہی کہ یہ کام نادانی کا ہی یا مشابہ افعال بہائم اور سباع کے ہی جنکو انجام کی
پروا نہین ہوتی اور بدی پر گر پڑتے ہین تو نفس عقل کی نصیحت پر راغب ہوتا ہی اسی وقت شیطان عقل پر حملہ کرتا ہی اور ہوا نفسانی کو
کمک پہونچاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ زہد خشک کیسا ہی تو اپنی خواہش سے کیون رکتا ہی دنیا مین اور بھی کوئی ہی جو اپنا مطلب چھوڑ دیتا ہی کیا دنیا کی
لذتین اورون کے حصہ مین ہین تیرے نصیب مین بدبختی اور رنج و مصیبت اور حرمان کے سوا کچھ نہین لوگ تجھپر ہنسینگے دیکھ فلان فلان
شخص نے یہی بات چاہی تھی اور اسکے مرتکب ہوتے سے کیسے چین کرتے ہین تو اُنسے بڑھکر رتبہ کیون نہین حاصل کرتا فلان شخص عالم
بھی تو ایسا ہی کرتا ہی اور اس سے پرہیز نہین کرتا اگر یہ بات منع ہوتی تو وہ کیون کرتا ان باتون سے نفس شیطانی کیطرف کو جھکتا ہی اسوقت
فرشتہ شیطان پر چڑھ آتا ہی اور یون سمجھاتا ہی کہ جو شخص اتباع لذت حال کرتا ہی اور انجام اور مآل پر دھیان نہین دھرتا وہ تباہ ہوجاتا ہی
کیا اس چند روزہ عیش پر قانع ہوکر ابد الآباد کی لذت بہشتی کو چھوڑے دیتا ہی شہوت پر صبر کرنے کا رنج نہین اٹھا سکتا دوزخ کا عذاب
ہلکا سمجھا ہوگا لوگون کے اتباع شہوات مین پڑنے سے اور اطاعت شیطانی کرنے سے تو بھی اپنے نفس سے غافل ہوا جاتا ہی یہ بڑا
دھوکا ہی دوسرون کا گناہ تیرے عذاب کو ہلکا نہین کریگا اگر بالفرض جیٹھ اساڑھ کے دنون مین اور لوگ دھوپ مین جلتے ہون
اور تجکو کوئی ٹھنڈا مکان میسر ہوجاوے تو تو لوگون کا ساتھ دیگا یا اپنا گھر غنیمت جانیگا جب دھوپ مین تجکو اورونکے ساتھ کھڑا ہوتے
ڈر لگتا ہی تو دوزخ مین اورون کے ساتھ جاتے کیون نہین ڈرتا اس نصیحت سے نفس فرشتہ کیطرف میل کرتا ہی اور یہی کشاکشی ہر دو فریق
فریق کے رہتا ہی یہانتک کہ دلپر اگر صفات شیطانی غالب ہونگے تو اسیطرف کا ہو رہیگا اور گروہ شیطان کا ممد و معاون ہوکر گروہ
رحمانی سے اعراض کریگا اور اعضا پر سابقہ تقدیر ازلی سے وہ کام جاری ہونگے جو اللہ تعالیٰ سے دور ہونیکے سبب ہون اور
اگر اسپر صفات ملکیہ کا غلبہ ہوگا تو اغواء شیطانی اور اسکی ترغیب کو ہیچ جانیگا اور دنیا رفانی کی ترجیح اور آخرت کی سستی کیطرف ذرا
بھی مائل نہوگا بلکہ گروہ رحمانی کی طاعت قبول کریگا اور اعضا سے وہی کام صادر ہونگے جو موجب رضاء الٰہی ہون اور یہ بھی بعاملہ تقدیر
ہی کا ہی کیونکہ قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن واقع ہی یعنی کشاکشی درمیان ان دونون فریق کے اکثر رہتی ہی اور قلب ادھر کو کرتا رہتا ہی مگر ایک ہی

اس گروہ کیطرف ہمیشہ کو جم جانا بہت کم ہی اور جمیع طاعت خواہ معاصی خزانۂ غیب سے جو عالم ظہور مین آتے ہین بواسطۂ خزانۂ قلب کے آتے ہین کیونکہ قلب خزائن ملکوت سے ہی اور اُنکے ظہور ہی سے ارباب قلوب قضاء الٰہی پہچانتے ہین یعنی جو جنت کیلیے پیدا ہوا ہی اُسکے واسطے اسباب طاعت آسان کردیے جاتے ہین اور جو دوزخ کیلیے پیدا ہوا ہی اُسکے لیے لوازم معصیت کے مہیا ہو جاتے ہین صحبت بھی ویسی ہی ملتی ہے حکم شیطان دلمین جم جاتا ہی کیونکہ وہ سیون حکمتون سے احمقونکو فریب دیتا ہی اور کہتا ہی ع غفور ست داور تو ساغر بنوش + کچھ پروا نکرسب لوگ خدا سے نہین ڈرتے ہین اُنکے خلاف نہونا چاہیے ابھی زندگی بہت ہی کل توبہ کرلیجیو یعدہم ویمنیہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا یعنے توبہ کا وعدہ دیتا ہی اور مغفرت کی تمنا دلاتا ہی تاکہ ان جیسے حیلون سے آدمی کو تباہ کرے پس آدمی دھوکے مین اگر اُسکی بات مان لیتا ہی اور امر حق کے قبول سے اُسکا دل تنگ ہوتا ہی اور پہلے سے حکم الٰہی اسیطرح ہوتا ہی فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت وضلالت اُسی کے ہاتھ ہی یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید نہ اُسکے حکم کو کوئی ٹال سکے اور نہ اُسکی قضا کو کوئی تاخیر کرسکے اُسی نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے لیے کچھ لوگ بنائے اُنکو ویسے ہی کامون مین لگا یا اور دوزخ کو بھی پیدا کیا اُسکے لیے بھی لوگ بنائے اُنکو ویسے ہی کامون مین لگایا لوگونکو نشان دونون طرح کے لوگون کے بتلادیے اور فرمایا ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم پھر اپنے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یون بھی ارشاد فرمایا ہولاء فی الجنۃ ولا ابالی وہولاء فی النار ولا ابالی غرضکہ اس کا معاملہ بہت بڑا ہے لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون اب ذکر عجائبات قلبی کو ہم اسی تھوڑی مقدار پر کفایت کرتے ہین اُسکا پورا بیان علم معاملہ کے مناسب نہین بلکہ اُسی قدر بیان کردیا ہی جس سے کہ علوم معاملہ کی باریک باتین اور اسرار کے دریافت کرنے مین حاجت پڑتی ہی کیونکہ بعض لوگونکو صرف بیان ظاہری سے سیری نہین ہوتی وہ کچھ اُسمین باریکیان بھی معلوم کرنیکے مشتاق ہوتے ہین پس اسقدر بیان سے انشاء اللہ اُنکو اطمینان اور فائدہ ہو جاویگا واللہ ولی التوفیق عجائب قلبی پوری ہوگئے اُنکے بعد ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق کا ذکر ہی والسلام علی من اتبع الہدیٰ والحمد للہ اولاً وآخراً

باب دوم ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق اور قلب کی بیماریونکے علاج مین اسمین گیارہ بیان ہین

رباعی ہی خلق حسن وصف نبی مرسل + ثمرہ ہی عبادت کا ریاضت کا پھل + بدخلق کو زمرہ ہو شیاطین کا نصیب + دارین مین رہتا ہی ذلیل اور ذل + معلوم کرنا چاہیے کہ حُسن خلق صفت سید المرسلین کی ہی اور اعمال صدیقین مین سے افضل یہی ہی اور حقیقت مین نصف دین اور ثمرہ مجاہدہ متقین اور نتیجہ ریاضت عابدین اسی کو کہنا چاہیے اور اخلاق بد زہر قاتل اور مہلک ہین اور ذلت وخواری اور فضیحت ورسوائی اُنہین سے ہوتی ہی خدا کے قرب سے دور کرتے ہین اور شیطان کے گروہ مین منسلک نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کے کھلے دروازے ہین جیسے کہ اخلاق جمیلہ دار النعیم کے کھلے پھاٹک ہین اور قرب الی اللہ کے وسائل خلاصہ یہ کہ اخلاق بد قلوب کی ایسی بیماریان ہین کہ جنسے حیات

ابدی جاتی رہتی ہی اور امراض بدنی صرف حیات جسدی ہی کو دور کرتے ہین پس اُن مین اور اِن مین کچھ نسبت نہین اور از انجا کہ اطبا اُن امراض کا علاج کرتے ہین جنسے کہ صرف حیات فانی جاتی رہتی ہی اور اُسکے لیے قانون اور تشخیص و علامات کیطرف توجہ مصروف رکھتے ہین تو امراض قلوب جنسے کہ حیات ابدی فوت ہوجاتی ہی اُنکے علاج کیلیے بھی ضبط قوانین پر ضرور ہی اور اسی طب کا سیکھنا سب اہل عقل پر واجب کیونکہ ہر ایک دل مین کوئی نہ کوئی مرض ہوتا ہی اگر اُسکا علاج نہ کیجیے تو بصد ہا مرض لاعلاج پیدا ہوتے ہین اسی لیے ہر شخص کو اُن امراض کا پہچاننا اور انکے اسباب کا جاننا اور پھر اُنکے علاج و اصلاح کیلیے مستعد ہونا ضروری ٹھہرا اور آیت قد افلح من زکیہا مین دل کے علاج ہی سے غرض ہی اور وقد خاب من دسہا مین اُسکے علاج سے غفلت مقصود ہی ہم اسباب مین کچھ امراض قلوب اور انکا علاج بطور کلی بیان کرتے ہین اور تفصیل وار بیان ہر مرض کا مع علاج جدا گانہ آگے بیان کرینگے یہان صرف یہ مقصود ہی کہ تہذیب اخلاق اور اُسکے ڈھنگ ڈالنے کو عام طور پر بیان کرین اور اثنار ذکر مین علاج بدن سے مثال دینگے تاکہ سمجھ مین جلد آجاوے

بیان اول فضیلت حُسن خلق اور مذمت خلق بد کا

واضح ہو کہ جناب رب العزت نے اپنے حبیب نبی کریم کی ثنا مین بہ ازاے نعمت کا اظہار کرکے فرمایا وانک لعلی خلق عظیم حضرت عائشہ رضہ فرماتی تھین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا اور جب یہ آیت اُتری خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین تو آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہی اُنھون نے عرض کیا کہ جبتک جناب احدیت سے نہ سوال کرون مجکو معلوم نہین پھر حضرت جبرئیل آسمان پر گئے اور تشریف لا کر عرض کیا کہ اس سے یہ غرض ہی کہ آپسے جو علیحدہ ہو اُس سے آپ ملین اور جو آپکو نہ دے اُسکو آپ مرحمت فرماوین اور جو کوئی آپ پر ظلم کرے اُسکو آپ معاف فرماوین اور حدیث شریف مین ہی کہ آپنے فرمایا انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق اور یہ بھی فرمایا اثقل ما یوضع فی المیزان یوم القیمۃ تقوی اللہ وحسن الخلق اور ایک شخص نے آپکے سامنے سے آکر سوال کیا کہ ما الدین یعنی دین کیا ہی آپ نے فرمایا حسن الخلق یعنی خوش خلق ہونا پھر وہ شخص آپ کی دہنی طرف سے آکر پوچھنے لگا کہ ما الدین آپنے وہی جواب فرمایا پھر بائین طرف سے ہو کر وہی سوال کیا آپنے پھر وہی جواب دیا اُسنے پیچھے سے آکر وہی سوال کیا آپ نے اُسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اما تفقہ ہو ان لا تغضب اور ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ نحوست کیا چیز ہی آپ نے فرمایا سوء الخلق یعنی بد خلقی اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجکو کچھ نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جہان کہین رہے خدا سے ڈر اُسنے عرض کیا کچھ اور فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ ہوجاوے تو اُسکے پیچھے نیکی کیا کر اُس سے وہ گناہ مٹ جاویگا اُسنے عرض کیا کچھ اور فرمائیے آپ نے فرمایا خالق الناس بخلق حسن اور ایک شخص نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ حسن خلق اور ایک حدیث مین ہی ما حسن اللہ خلق عبد وخلقہ فتطعمہ النار اور حضرت فضیل سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے ذکر کیا کہ فلان عورت دنکو روزہ رکھتی ہی اور رات کو تہجد پڑھتی ہی مگر بد خلق ہی ہمسایون کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہی آپ نے فرمایا کہ لا خیر فیہا ہی من اہل النار اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے آپ سے سنا ہی کہ فرماتے تھے میزان مین جو چیز اول تلیگی حسن خلق اور سخاوت ہوگی

اور جب اللہ تعالیٰ نے ایمان کو پیدا کیا اُسنے عرض کیا کہ الٰہی مجھے قوت عنایت کر خداوند کریم نے اسکو حُسن خلق اور سخاوت سے زور دیا اور جب کفر کو پیدا کیا اُسنے بھی تقویت کیلیے عرض کیا اُسکو بخل اور بدخلقی سے زور عنایت ہوا اور ایک حدیث مین ہی ان اللہ استخلص ہذا الدین لنفسہ ولا یصلح لہ دینکم الا السخاء وحسن الخلق الا فزینوا دینکم بہما اور ایک جگہ یون فرمایا حسن الخلق خلق اللہ الاعظم اور کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مومنین مین سے باعتبار ایمان کے کون افضل ہی آپ نے فرمایا احسنہم خلقا یعنی جو خلق مین سب سے اچھا ہی اور ایک حدیث مین ہے کہ انکم لن تسعوا الناس باموالکم فسعوہم ببسط الوجہ وحسن الخلق اور یہ بھی فرمایا کہ سوء الخلق یفسد العمل کما یفسد الخل العسل اور حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہین کہ مجکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجکو خدا تعالیٰ نے خوبصورت بنایا ہی اپنے خلق کو بھی خوبصورت کر اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب مین زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے ؎ حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری، آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری، اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یون دعا مانگا کرتے تھے اللہم حسنت خلقی فحسن خلقی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت اکثر اسطرح دعا مانگتے تھے اللہم انی اسئلک الصحۃ والعافیۃ وحسن الخلق اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کرم المرء دینہ وحسبہ حسن خلقہ ومروتہ عقلہ اور اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین ایکبار خدمت اقدس مین حاضر ہوا اسوقت بدو لوگ آپ سے یہ پوچھ رہے تھے کہ بندہ کو سب مین بہتر کیا چیز عنایت ہوئی ہی آپ نے فرمایا خلق حسن اور ایک روایت مین ہی ان احبکم الی واقربکم منی مجلسا یوم القیمۃ احسنکم اخلاقا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا جس شخص مین تین چیزین نہون یا ایک بھی اُنمین کی نہو تو اُسکے عمل کا کچھ اعتبار نہ کرو تقوی تحجزہ عن معاصی اللہ او حلم یکف بہ السفیہ او خلق یعیش بہ بین الناس اور شروع نماز مین آپ یہ دعا مانگتے تھے اللہم اہدنی لاحسن الاخلاق لا یہدی لاحسنہا الا انت واصرف عنی سیئہا لا یصرف عنی سیئہا الا انت اور حضرت انس فرماتے ہین کہ ہم ایک روز آپکی خدمت فیضدرجت مین حاضر تھے آپنے فرمایا ان حسن الخلق لیذیب الخطیئۃ کما یذیب الشمس الجلید اور فرمایا ان من سعادۃ المرء حسن الخلق اور الیمن حسن الخلق اور حضرت ابوذر کو فرمایا یا اباذر لا عقل کالتدبیر ولا حسب کحسن الخلق اور حضرت انس فرماتے ہین کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر کسی عورت کے دنیا مین دو شوہر تھے اور وہ دونون مرگئے اور جنتی ہوے وہ عورت کسکو ملیگی آپ نے فرمایا لاحسنہما خلقا کان عندہا فی الدنیا یا ام حبیبۃ ذہب حسن الخلق بخیر الدنیا والآخرۃ اور نیز فرمایا ان المسلم المسدد لیدرک

درجۃ الصائم القائم بحسن خلقہ وکرم مرتبہ اور ایک روایت مین درجۃ الظمآن فی الہواجر آیا ہی اور حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپ کی خدمت مین تھے آپ نے فرمایا کہ مین نے رات کو عجیب خواب دیکھا کہ ایک آدمی میری اُمت مین سے دوزانو بیٹھا ہی اور اُسکے اور خدا تعالی کے درمیان حجاب ہی اتنے مین حُسن خلق آیا اور اسکو خدا کے سامنے کر دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہین کہ بعض لوگ عبادت مین ضعیف ہوتے ہین مگر اپنے حسن خلق کی جہت سے شرف منازل اور بڑے بڑے درجات آخرت کے پا وین گے اور روایت مین ہی کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اُسوقت آپکی خدمت مین کچھ قریش کی عورتین جمع تھین اور آپ سے زور زور باتین کر رہی تھین جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جلدی سے پردے مین ہو گئین حضرت عمر جو خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ کو ہنستے ہوئے پایا اُنھون نے سبب آپکے ہنسنے کا پوچھا آپنے فرمایا کہ مجھے ان عورتون کی بات پر ہنسی آئی جو میرے پاس تھین کہ جب تمھاری آواز سنی فوراً پردہ کر لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ زیادہ تر مستحق ہیبت تھے پھر عورتون کیطرف مخاطب ہو کر کہا کہ بے وقوفو مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہین ڈرتین اُنھون نے جواب دیا کہ ہان تمھارا خوف ہی کیونکہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سخت مزاج ہو پھر آپنے ارشاد فرمایا ایہا یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ لقیک الشیطان قط سالکا فجا الا سلک فجا غیر فجک اور ایک حدیث مین ہی کہ سوء الخلق ذنب لا یغفر وسوء الظن خطیئۃ تفوح اور نیز آپ نے فرمایا ان العبد لیبلغ من سوء خلقہ اسفل درک جہنم اور لقمان حکیم سے اُنکے بیٹے نے پوچھا انسان مین کونسی خصلت اچھی ہی فرمایا کہ دین اُسنے پوچھا کہ اگر دو ہون تو کونسی ہون فرمایا کہ دین اور مال پوچھا کہ اگر تین ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا پوچھا کہ اگر چار ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور حسن خلق پوچھا کہ اگر پانچ ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور حسن خلق اور سخاوت ہین پوچھا کہ اگر چھ ہون اُنھون نے ارشاد کیا کہ بیٹا پانچ ہی خصلتو نکے جمع ہونے سے صاف متقی اور اللہ کا ولی اور شیطان سے بری ہو جاتا ہی زیادہ کی کیا حاجت ہی اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ جو کوئی بدخلقی کرتا ہی اپنی جان کو ستاتا ہی اور حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ آدمی اپنے حسن خلق کی بدولت جنت کے اعلی درجہ کو پہونچ جاتا ہی گو عبادت نہ کرتا ہو اور بدخلقی کے باعث اسفل طبقہ جہنم کو پہونچ جاتا ہی گو عابد ہی ہو اور یحیی بن معاذ کا قول ہی کہ حسن خلق روزی کا خزانہ ہی اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ بدخلق آدمی پھوٹے ٹھکرے کی مثال ہی کہ جڑ نہ سکے نہ مٹی ہو سکے اور فضیل فرماتے ہین کہ اگر کوئی بدکار خوش خلق آدمی میرے ساتھ رہے اس سے بہتر ہی کہ عابد اور بدخلق ہو اور حضرت ابن المبارک سے منقول ہی کہ ایکبار کوئی بدخلق آدمی اُنکے ساتھ سفر مین ہو لیا آپ اُسکی بہت سی مدارات اور ناز برداری کرتے جب وہ علیحدہ ہو گیا تو رونے لگے لوگون نے رونیکا سبب پوچھا آپنے فرمایا کہ مجکو اسپر رحم آیا کہ مین تو اُس سے علیحدہ ہو گیا مگر اُسکا خلق بد اُسکے ساتھ ہی رہا وہ نہ جدا ہوا اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ چار باتین آدمی مین ایسی ہین کہ گو علم وعمل کم ہو تب بھی اعلی درجات ملجاتے ہین وہ حلم اور تواضع اور سخاوت اور حُسن خلق ہین اور کمال ایمان اسی حسن خلق سے ہوتا ہی اور کتانی رح کا قول ہی کہ تصوف خلق کا نام ہی جو کوئی آدمی مین خلق زیادہ کر دے وہ گویا اُسکے تصوف کو زیادہ کرے اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ لوگون سے اخلاق کے ساتھ ملو اور اعمال کی جہت سے اُنسے علیحدہ رہو اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ بدخلقی ایسی بلا ہے کہ اُسکے ہوتے حسنات کی کثرت سے کچھ فائدہ نہین ہوتا اور خوش خلقی ایسی خوبی ہی کہ اُسکے ہوتے برائیون کی کثرت سے کچھ ضرر نہین ہوتا اور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کرم کیا چیز ہی آپنے فرمایا کہ جو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک مین فرمایا ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم پوچھا کہ حسب کیا ہی آپنے فرمایا کہ جو خوش خلق زیادہ ہو وہی خوش حسب زیادہ ہی اور یہ سب بزرگوارون کا قول ہی کہ عمارت بنا پر موقوف ہے اور بناء اسلام حسن خلق ہی اور ابن عطاء کا قول ہی کہ جس کسی کو شرف رتبہ حاصل ہوا ہی صرف حسن خلق کے باعث سے ہوا ہے اور کوئی شخص اُسکے کمال کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہین پہونچا اخلاق مین زیادہ مقرب الی اللہ وہی لوگ ہین جو خوش خلقی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتے ہین

دوسرا بیان حقیقت خوش خلقی اور بد خلقی کا

جاننا چاہیے کہ لوگون نے خوش خلقی کے باب مین بہت کچھ لکھا ہی مگر اُسکی حقیقت کے بیان کا تعرض کسی نے نہین کیا فقط اُسکے ثمرات اور نتائج لکھے ہین وہ بھی پورے نہین لکھے بلکہ جسکی جو سمجھ مین آیا وہی ثمرہ لکھدیا اُسکی حد اور ماہیت اور بیان ثمرات کا مفصل کسی نے نہین لکھا ہم کچھ اقوال اُن لوگون کے نقل کرتے ہین حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ خوش خلقی عبارت اس سے ہی کہ کشادہ پیشانی رہے اور دولت کو خرچ کرے اور ایذا سے باز رہے اور واسطی کا قول ہی کہ وہ یہ ہی کہ نہ خود کسی سے خصومت کرے نہ اُس سے کوئی خصومت کرے کیونکہ اسکو معرفت الٰہی مین قوت حاصل ہی اور اُنکا دوسرا قول یہ ہی کہ مفلسی اور توانگری مین خلق کو راضی رکھے اور شاہ کرمانی یون کہتے ہین کہ ایذا سے باز رہنا اور مشقتونکا سہنا ہی اور بعضونکا قول ہی کہ لوگونسے قریب رہنا اور انمین غریب ہونا ہی اور ابو عثمان فرماتے ہین خدا تعالیٰ کی خوشنودی سے مراد ہی اور سہل تستری سے جو خوش خلقی کو پوچھا تو جواب دیا کہ ادنی یہ ہی کہ بردباری کرے اور انتقام نہ لے بلکہ ظالم پر رحم اور شفقت کرے اور اُسکے لیے مغفرت چاہے اور اُنکا دوسرا قول یہ ہی کہ رزق کے باب مین خدا سے بدگمان نہو اُسپر اعتماد کرے اور جس چیز کا وہ ضامن ہوا ہی اسکے وعدہ پورا ہونے پر ساکت رہے اور اسکے جتنے حقوق ہین انمین اور حقوق عباد مین اُسکی نافرمانی نہ کرے بلکہ اطاعت کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خوش خلقی تین چیزونمین ہی محرمات سے بچنا اور حلال روزی کا تلاش کرنا اور عیال پر زیادہ خرچ کرنا اور حسین بن منصور فرماتے ہین کہ خوش خلقی یہ ہی کہ بعد معلوم ہونے حق کے ظلم لوگونکا تاثیر نہ کرے اور ابو سعید خراز کہتے ہین کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی طرف ہمت نکرنیکا نام خوش خلقی ہی اسیطرح کے بہت سے اقوال ہین مگر ان سب مین ثمرات خوش خلقی کا ذکر ہی خود اُسکا ذکر نہین علاوہ ازین ثمرات بھی سب مذکور نہین ہین نظر برین حقیقت امر بیان کرنا ان اقوال کے نقل سے بہتر معلوم ہوتا ہی پس جاننا چاہیے کہ خلق اور خلق دو لفظ ہین کہ ایک ہی ساتھ مستعمل ہین یعنی اسطرح بولتے ہین کہ فلان شخص خوش خلق اور خوش خلق ہی یعنی حسن ظاہری اور باطنی دونون رکھتا ہی تو معلوم ہوا کہ خلق سے صورت ظاہری مراد ہوتی ہی اور خلق سے صورت باطنی کیونکہ انسان دو چیزون سے مرکب ہی ایک تو بدن جو آنکھ سے سوجھتا ہی اور ایک روح یعنی نفس جو بصیرت اور عقل سے معلوم ہوتا ہی اور انمین سے ہر ایک کیلیے ایک صورت ہوتی ہی خواہ اچھی خواہ بُری اور نفس جو عقل کی آنکھ سے سوجھتا ہی قدر و منزلت مین جسم سے بڑھکر ہی اور اسی لیے خدا تعالیٰ نے بھی اسکو اپنی طرف منسوب کیا تاکہ اسکی عظمت معلوم ہو فرمایا کہ انی خالق بشرا من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین اس آیت مین صاف ارشاد ہی کہ جسم منسوب ہے مٹی کیطرف اور روح

منسوب ہی خدا تعالیٰ کیطرف اور روح اور نفس اس جگہ ایک ہی ہین غرضکہ خلق کی تعریف یہ ہی کہ خلق وہ ہیئت راسخہ ہی نفس مین جس سے کہ افعال بہ آسانی بلا فکر و تامل صادر ہون پس اگر یہ ہیئت ایسی ہی کہ اُس سے ایسے افعال صادر ہون جو عقلاً اور شرعاً عمدہ ہین تو اس ہیئت کا نام خلق خوب ہی اور اگر اُس سے بُرے افعال صادر ہون تو اُس ہیئت کا نام خلق بد ہی اب ہم اُن قیدون کا فائدہ تبلاتے ہین کہ راسخ اور ثابت فی النفس کی قید اسلیے ہی کہ اگر کوئی شخص اتفاقاً کسی ضرورت مین بہت سا مال اُٹھا ڈالے تو اُسکا خلق سخاوت نہ کہلاویگا جبتک کہ یہ بات اُسکے دلمین جم جاوے اور بدون تامل کی قید صدور افعال مین اسلیے ہی کہ اگر کوئی بڑی فکر و تامل سے بہ تکلف مال خرچ کرے یا اپنے غصہ کو فرو کرے تو اُسکا خلق سخاوت اور حلم نہوگا خلاصہ یہ کہ یہان چار باتین ہین اول فعل اچھا یا بُرا دوسرے اُسپر قادر ہونا تیسرے اُس کو پہچاننا چوتھے نفس مین ایسی صورت ہونی جس سے کہ اسکو دونو طرفون مین سے ایکطرف رغبت ہو یعنی حسن و قبح مین سے ایک اُس پر آسان ہو جاوے پس خلق صرف فعل کا نام نہین کیونکہ بہت سے آدمی خلق سخا رکھتے ہین مگر مفلسی یا کسی اور مانع کے سبب خرچ کرنے سے معذور ہین یا بعضے ایسے ہین کہ خلق بخل رکھتے ہین مگر ریا وغیرہ کیجہت سے خرچ کرتے ہین اور نیز خلق ملکہ کا نام بھی نہین اسلیے کہ ملکہ کی نسبت سخا اور بخل بلکہ اور ضدین کیطرف بھی یکسان ہی اور ہر ایک انسان اپنی فطرت سے سخا اور بخل پر قدرت رکھتا ہی اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خلق بخل اور خلق سخاوت متعین ہو اور صرف معرفت یعنی پہچاننا بھی خلق نہین کیونکہ معرفت بھی مثل ملکہ اور قدرت کے اچھے بُرے سب کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہے تو اب چوتھی بات رہی یعنی وہ ہیئت کہ جس سے نفس صدور بخل یا سخا کا مستعد ہوتا ہی تو خلق نام اُسی نفس کی ہیئت اور صورت باطنی کا ہی اور جسطرح کہ حسن ظاہری صرف ایک عضو مثلاً آنکھون کے اچھا ہونے سے کامل نہین ہوتا بلکہ ناک منھ رخسار سب کے عمدہ ہونے سے حسن ظاہری پورا ہوتا ہی اسیطرح باطن کے حسن کیلیے بھی چار ارکان ہین جب اُنمین حسن ہوگا تو خوش خلقی پوری ہوگی یعنی جب یے چارون ارکان درجۂ اعتدال پر تناسب ہونگے تو خوش خلق کہلاویگا وہ چارون ارکان یہ ہین قوت علم قوت غضب قوت شہوت قوت عدل یعنی اُن تینون قوتون کو اعتدال پر رکھنے کی طاقت قوت علم کی خوبی تو یہ ہی کہ آدمی اُسکے سبب اقوال کا صدق اور کذب اور اعتقادات مین حق و باطل اور اعمال مین اچھا اور بُرا جان لیوے پس جب قوت علم اسطرح کی ہو جاویگی تو اُسکا ثمرہ حکمت حاصل ہوگی جو کہ سب اخلاق عمدہ مین اصل ہی اور جسکے باب مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً اور قوت غضب اور شہوت کی خوبی یہ ہی کہ یہ دونون حکمت کے موافق ہوویں اُسکے اشارہ پر چلین یعنی جس بات کو عقل اور شرع تجویز کرے ویسا ہی عمل کرین اور قوت عدل سے یہی غرض ہی کہ غضب اور شہوت کو عقل و شرع کے پابند کر دینے کی قدرت ہو پس عقل کو مثل مشیر ناصح کے سمجھنا چاہیے اور قوت عدل یعنی قدرت کو ایسا جاننا چاہیے کہ یہ اشارہ عقل کی تعمیل کرنیوالی ہی اور غضب وہ چیز ہی جسپر اشارہ کی تعمیل منظور ہی اُسکو بمنزلہ شکاری کتے کے تصور کرنا چاہیے جسکو تعمیل کیجا جب ہوتی ہی جبکہ کہ چھوٹنا اور ٹھہرنا حسب اشارہ ہو اپنی خواہش نفس کے ہیجان سے نہو اور شہوت کو مثل اُس گھوڑے کے جاننا چاہیے جسپر شکار کی تلاش مین سوار ہوتے ہین اور وہ کبھی تو مودب اور عادی ہوتا ہی کبھی سرکش اور غیر مہذب ہوتا ہی غرضکہ جس شخص مین یہ چارون رکن درجہ اعتدال پر ہونگے تو وہ خوش خلق مطلق کہلاویگا اور جسمین کہ صرف ایک ہی چیز یا دو چیز حد اعتدال پر ہونگی تو صرف اُسی اعتبار سے خوش خلق ہوگا جیسے کسی کے چہرہ مین بعض چیزین اچھی ہون تو انہی ہی چیزون کو اچھا کہینگے پورا خوبصورت نہین کہلاویگا اب قوت غضبی کے

اعتدال و حسن کا نام شجاعت ہی اور قوت اور شہوت کے حسن اعتدال کا نام عفت پس قوت غضبی اگر حد اعتدال سے زیادہ ہوگی تو اُس کا
نام تہور ہی اور اگر کم ہوگی تو نامردی اور خوف کہلاویگی اور قوت شہوت زیادہ ہونیکی صورت مین شرہ اور حرص بولی جاتی ہی اور کمی کی
صورت مین جمود یعنی بستگی طبیعت نام ہی اور انہین فضیلت اور عمدگی اوسط درجہ کی ہی دونون طرفین کمی زیادتی کی مذموم اور رذیل ہین
اور قوت عدل مین کمی بیشی کچھ نہین ہوتی اسکی ضد صرف ظلم ہی کہ جب عدل نہوا تو ظلم ہوگا اور قوت علمیہ کا حسن و اعتدال یعنی حکمت اگر
اُسکی زیادتی خراب مطلبون مین واقع ہو تو اسکا نام مکر و فریب ہوتا ہی اور کمی کی صورت مین بے وقوفی کہلاتی ہی اور درجۂ اوسط کا نام
حکمت ہی اس سب بیان سے معلوم ہوا کہ اخلاق کی اصل چار چیزین ہین حکمت اور شجاعت اور عفت اور عدل حکمت سے ہماری غرض وہ
حالت نفس کی ہی جس سے سب احوال اختیاری مین صحت اور غلطی کو معلوم کرلے اور عدل سے مراد وہ حالت نفس کی ہی جس کے کہ غضب اور شہوت
کو قابو مین رکھے اور اُنکا چھوٹنا اور روکنا مقتضاے حکمت کے موافق ہو اور شجاعت سے یہ غرض ہی کہ غضب عقل کا منقاد ہو جہان وہ اقدام کو
کہے وہان کرے اور عفت سے یہ غرض ہی کہ قوت شہوت عقل کی تادیب کے بموجب کاربند ہو پس ان چارون اصول کے اعتدال کے باعث
سب اخلاق عمدہ پیدا ہوتے ہین اور افراط و تفریط سے اخلاق بد ہوتے ہین مثلاً قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چیزین پیدا ہوتی ہین حسن
تدبیر اور تیزی ذہن اور رساے صائب اور دقائق اعمال اور آفات پوشیدہ نفس کا معلوم کرنا وغیرہ اور اسکی زیادتی سے مکر و فریب
اور حقد اور خبث باطن پیدا ہوتے ہین اور کم ہونے سے ناتجربہ کاری اور بے شعوری اور حمق اور جنون پیدا ہوتے ہین ناتجربہ کاری سے غرض
ہی کہ باوجود سلامتی تخیل کے تجربہ نہو جیسے بعض آدمی اکثر باتوں مین ہوشیار ہوتے ہین اور دوسری مین جاہل اور حمق اور جنون مین یہ فرق ہی کہ
احمق کا مقصود تو صحیح ہوتا ہی مگر اس تک پہونچنے کا راستہ اُسکو معلوم نہین ہوتا اور یہ نہین جانتا کہ کس طریق سے غرض تک پہونچونگا تو اُس کا
طریق فاسد ہوتا ہی اور جنون یہ ہی کہ جو بات قابل اختیار نہین ہی اسکو اختیار کرلے پس اسکے اختیار ہی مین سرے سے فساد ہوتا ہی مقصود ہی
صحیح نہین ہوتا اور قوت غضبی کے اعتدال یعنی خلق شجاعت سے یہ چیزین پیدا ہوتی ہین کرم اور دلیری اور شہامت اور کسر نفس اور حلم
اور استقلال اور غصہ کا فرو کرنا اور وقار وغیرہ اور یہ سب باتین اچھی ہین اور اُسکی زیادتی یعنی تہور سے کبر اور شیخی اور غصہ سے جل اُٹھنا اور
عجب وغیرہ صادر ہوتے ہین اور اُسکی کمی یعنی نامردی سے خواری اور ذلت اور خوف اور خست اور پست حوصلگی اور واجبی بات سے منقبض
ہونا صادر ہوتے ہین اور اعتدال قوت شہوت یعنی عفت سے یہ افعال صادر ہوتے ہین سخاوت حیا صبر چشم پوشی قناعت پرہیزگاری
لطافت حوصلہ قلت طمع اور اُسکی کمی اور بیشی کی صورت مین یہ باتین صادر ہوتی ہین حرص بےحیائی خبث اسراف کفر والون پر کم خرچ کرنا ریا بجبری
فحش لغو خوشامد حسد شماتت تونگرون مین ذلیل بننا فقیرونکو حقیر جاننا وغیرہ غرضکہ محاسن اخلاق کے اصول مین چارون چیزین یعنی حکمت و
شجاعت اور عفت و عدل ہین اور باقی چیزین اُنکی فروع ہین اور ان چارون کا کمال اعتدال بجز ہونا سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اور کسی کو نصیب نہین ہوا اور آپ کے بعد لوگون مین تفاوت ہی جو شخص کہ ان اخلاق مین آپ سے قریب ہے وہ اُسی قدر
خدا تعالیٰ سے قریب ہی اور جو بعید ہی وہ بعید ہی اور جو شخص جامع ان سب اخلاق کا ہو وہ مستحق اسکا ہی کہ مرجع کل ہو اور لوگ اُسکی اطاعت اور
اقتدا کرین اور اُسکی پیروی سب افعال مین عمل مین لاوین اور جو کوئی انمین سے کسی بات کے ساتھ متصف نہو بلکہ اُنکی سب ضدونکا

ح آداب الصحبت مین گذری ۱۲

جامع ہو وہ اس بات کے لائق ہی کہ شہرون مین سے نکال دیا جاوے کیونکہ وہ شیطان رجیم سے قریب ہو گیا ہی تو چاہیے کہ شیطان کی طرح اُس سے بھی علٰحدگی کیجاوے جیسا کہ پہلا شخص مقرب فرشتہ کے قریب ہوتا ہی تو وہ اسی بات کے لائق ہی کہ اُسکی پیروی اور نزدیکی کیجاوے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے مبعوث ہوئے ہین کہ مکارم اخلاق کو پورا کرین جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی اور قرآن مجید مین بھی مومنین کے اوصاف مین ان اخلاق کی طرف اشارہ ہی فرمایا کہ انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون یعنی اللہ اور رسول پر بلے تردد ایمان لانا قوت یقین سے ہوتا ہے جو ثمرۂ عقل اور منتہاء حکمت ہی اور مجاہدہ مال سے کرنا سخاوت ہی جو قوت شہوت کو روکنے سے ہوتا ہی اور جہاد نفس کا نام شجاعت ہی جو شرائط عقل اور حد اعتدال کے مطابق استعمال قوت غضبی سے ہوتی ہی اور صحابہ کی تعریف مین اسطرح ارشاد ہوا ہی کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم اس مین اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ شدت اور رحمت جُدے جُدے مقامون پر ہوتے ہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ نہ ہر جا مین شدت ہی کرنے سے کمال ہی نہ رحمت کرنے مین یہ ہی بیان حقیقت خلق اور اُسکے حُسن و قبح اور ارکان اور ثمرات اور فروع کا

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اخلاق مین تغیر ہو سکتا ہی

جاننا چاہیے کہ جن لوگون پر اعتقاد باطل کا غلبہ ہی اُنپر مجاہدہ اور ریاضت تزکیہ نفس کے لیے شاق ہی اُنکا نفس اس بات کو گوارا نہین کرتا کہ تزکیہ نفس باوجود نقصان اور خبث باطن کے ہمسے ہو سکے تو اس قسم کے لوگون کا یہ قول ہی کہ اخلاق مین تغیر ہو ہی نہین سکتی کیونکہ طبیعت مین تبدیلی نہین ہو سکتی اور اس دعوی کی دو وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ خلق صورت باطن کا نام ہی جیسے کہ خلق صورت ظاہری کو کہتے ہین لیکن صورت ظاہری کی تبدیل ممکن نہین مثلاً بونا آدمی اپنے قد کو بڑھا نہین سکتا نہ بڑے قد والا چھوٹا ہو سکتا ہی اور نہ بد صورت خوبصورت بن سکتا ہی اور نہ اُسکا عکس ممکن پس باطن کی بُرائی کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے دوسری وجہ یہ ہی کہ حسن خلق سے شہوت اور غضب کا استیصال مراد ہی مگر ہم نے جو طول مجاہدہ سے امتحان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ چیزین مزاج اور طبیعت کے اقتضا سے ہوئی ہین اور کبھی منقطع نہین ہوتین پس اسکے درپی ہونا بیفائدہ عمر کا ضائع کرنا ہی کیونکہ غرض تزکیہ نفس سے یہ ہی کہ قلب کا التفات لذات فانی کیطرف نرہے اور انکا وجود محال ہی اب ہم ان دونون وجہون کا جواب دیتے ہین وجہ اول کے جواب مین کہتے ہین کہ اگر اخلاق مین تغیر نہو سکتا تو وعظ و نصیحت و تادیب سب بیکار جاتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیون فرماتے کہ حسنوا اخلاقکم آدمی تو در کنار یہ بات تو جانورون مین بھی ممکن ہی دیکھو باز کی وحشت کیسے اُنس کے ساتھ بدلجاتی ہی شکاری کتا کیسا تعلیم سے مودب ہو جاتا ہی کہ شکار کو صرف پکڑ لیتا ہی کھانیکی حرص مطلق نہین کرتا گھوڑا سرکش کیا غریب اور فرمانبردار بنجاتا ہی پس اگر یہ اخلاق کی تغییر نہین تو اور کیا ہی اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ موجودات مین سے بعض اشیاء تو ایسی ہین کہ جنکا وجود کامل ہی اور جس بات کی انمین ضرورت تھی وہ ہو چکی اب آدمی کے اختیار سے انمین کچھ نہین ہو سکتا جیسے آسمان اور ستارے اور اعضاء ظاہری و باطنی انسان یا حیوان کے اور بعض چیزین ایسی ہین کہ اُنکا وجود ناقص ہی مگر استعداد کامل ہونیکی اُن مین موجود ہی اگر شرائط کمال پائے جاوین تو وہ درجہ کمال کو پہونچ جاوین اور وے شرائط کبھی انسان کے اختیار مین ہوتی ہین مثلاً آم کی گٹھلی

نہ تو پھل ہی نہ پیڑ ہی مگر اسکی پیدائش اسطرح کی ہی کہ پیڑ ہو سکتی ہو بشرطیکہ خدمت معمولی کیجاوے اور اگر اُس گٹھلی کو پھل بنانا چاہین تو ہرگز نہین ہو سکے گا اسکی استعداد اسمین نہین جب گٹھلی بندہ کے اختیار سے متاثر ہوتی ہی کہ ایک حال سے دوسرے مین بدل جاتی ہی تو غضب اور شہوت اگر متغیر ہو جاوین تو کیا بعید ہی ہان اُنکا اسطرح پر استیصال ہو جانا کہ بالکل اثر نہ رہے اسپر ہمارا قابو نہین مگر انکا دبا دینا اور ریاضت اور مجاہدہ سے اپنے قابو مین رکھنا یہ ہو سکتا ہی اور اسی کا ہمکو حکم بھی ہی اور یہی ہماری نجات اور وصول الی اللہ کا سبب ہے البتہ طبائع مختلف ہین کہ بعضے جلدی ہی متاثر ہوتے ہین اور بعضے دیر کو پس اُنکے اختلاف کے دو سبب ہین اول دیرپا ہونا وجود اُس شی کا جسکا بدلنا مقصود ہی یعنی اصل پیدائش سے اُسکے ساتھ ہی مثلاً شہوت اور غضب اور تکبر ہر ایک انسان مین موجود ہین مگر سب سے زیادہ مشکل بدلنا شہوت کا ہے کیونکہ یہ شروع پیدائش سے ساتھ ہی ہوتی ہی چنانچہ لڑکپن سے بچے کو خواہش ہوتی ہی اور غصہ اکثر سات برس کی عمر مین پیدا ہوتا ہی اور اُسکے بعد قوت تمیز عنایت ہوتی ہی اور دوسرا سبب یہ ہی خلق یعنی عادت کبھی کثرت عمل سے بھی مضبوط ہو جاتی ہی کہ لوگ اپنی عادت کے مقتضا کے موافق کام کرتے ہین اور اُسکی طاعت مین سرگرم رہتے ہین اور اُسی کو پسندیدہ اور عمدہ سمجھتے ہین اور اس باب مین لوگونکے چار درجے ہین پہلا تو یہ کہ آدمی جیسا پیدا ہوا ہی ویسا رہے حق و باطل اور اچھے و برے مین تمیز نکر سکے سب اعتقادات سے غافل اور خالی ہو اور اتباع لذات سے شہوت بھی کامل نہوئی تو ایسے شخص کا علاج جلد ہو سکتا ہی اسکے لیے صرف ایک اُستاد اور مرشد ہی کی ضرورت ہوتی ہی اور ایک اُسکے نفس مین باعث اُسکے مجاہدہ کا ہو تو تھوڑے ہی دنو نمین ایسے شخص کا خلق درست ہو جاتا ہی دوسرا یہ کہ عمل بد کو تو جانتا ہی مگر عمل صالح کا عادی نہین عمل بد ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اس امر مین اپنی شہوت کا تابع ہی اور رائے صواب سے منحرف تاہم اپنے عمل کے قصور سے واقف ہو تو ایسے شخص کا روبراہ ہونا پہلے کی نسبت سخت ہی کیونکہ اسمین دو باتونکی ضرورت پڑیگی اول تو عادت عمل بد کی چھڑانی دوسرے عمل صالح کی عادت ڈالنی بہر حال ایسا شخص بھی قابل تاثیر ہی اگر ریاضت مین خوب اچھی طرح مستعد ہو تیسرا یہ کہ اخلاق بد پیا سکو یہ اعتقاد ہو کہ یہ بہت اچھے ہین اور اُنکا کرنا واجب ہے اور انھین پر اُسکی پرورش بھی ہوئی ہی تو ایسے آدمی کا علاج گویا محال ہی اور اُسکی اصلاح کی توقع نہین کیونکہ گمراہی کے اسباب کی کثرت ہی چوتھا یہ کہ باوجود رائے فاسد پر نشو و نما پانے اور اعمال بد پر پرورش ہونیکے یہ بات بھی ہو کہ بہت سے شر کرنیکو اور لوگونکے تباہ کرنیکو باعث فضیلت اور فخر جانتا ہو اور خیال کرتا ہو کہ ہماری عزت اسی سے ہی بس یہ درجہ سب مین سخت ہی اسی جیسے شخص کی شان مین یہ مصرع شیخ کا ہی ع تربیت نا اہل را چون گردگان بر گنبد است • ان چارونمین سے اول تو جاہل محض ہی اور دوسرا جاہل گمراہ ہی تیسرا جاہل و گمراہ و فاسق ہی چوتھا جاہل و گمراہ و فاسق و شریر ہی اب ہم دوسری وجہ کے جواب کیطرف متوجہ ہوتے ہین کہ وہ لوگ یہ بات جو کہتے ہین کہ حسن خلق سے استیصال شہوت و غضب کا ہوتا ہی اور یہ آدمی مین پایا جانا محال ہی تو اُنکو یہ خیال ہوا ہی کہ حسن خلق سے یہ صفات نیست ہو جاتے ہین حالانکہ یہ بات مقصود نہین بلکہ شہوت تو ایک فائدہ کیلیے پیدا ہوئی ہی خلقت انسانی مین اُسکا ہونا بھی ضرور ہی اگر بالفرض شہوت کھانیکی نرہے تو آدمی ہلاک ہو جاوے یا شہوت جماع نرہے تو نسل منقطع ہو اسیطرح غضب اگر بالکل نابود ہو جاوے تو مہلک چیزون کو آدمی دفع نہ کر سکے اور تباہ ہو جاوے اور اگر اصل شہوت باقی ہی تو حب مال جو شہوت تک پہونچاتی ہی وہ بھی باقی رہیگی اور بخل کی ترغیب دیگی اور اس اصل کا بالکل نیست و نابود کرنا غرض نہین بلکہ یہ منظور ہی کہ افراط و تفریط کو چھوڑ کر معتدل درجہ پر آجاوے علی ہذا القیاس غضب مین یہ مقصود ہے کہ تہور اور نامردی سے علٰحدہ ہو کر حسن حمیت کا پابند ہو اور اسکو عقل کا منقاد کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اشداء علی الکفار رحماء بینھم صحابہ کے وصف شدت کے ساتھ کی جو غضب سے صادر ہوتی ہی اگر غضب بالکلیہ جاتا رہے تو جہاد بھی منقطع

ہو جاوے اور غضب اور شہوت کے بالکل منقطع ہو جانے کا کیسے کوئی دعوی کر سکتا ہی انبیاء تو اس سے علیحدہ ہوے ہی نہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی انما انا بشر اغضب کما یغضب البشر اور حضرت کبھی کوئی بات آپکے سامنے خلاف مرضی بیان ہوتی تو ایسے غصہ ہوتے کہ رخسار مبارک سرخ پڑ جاتے مگر جب بھی حق بات ہی فرماتے یعنی آپکا غصہ بھی آپکو احاطہ حق سے باہر نہین جانے دیتا تھا اور خدا تعالی فرماتا ہے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس اسمین صفت ایسے لوگونکی ہی جو غصہ ہوتے مین مگر اسکو دبا لیتے ہین یہ نہین فرمایا کہ جنہین غصہ بالکل نہین اس بیان سے معلوم ہوا کہ غضب اور شہوت کا حد اعتدال پر آنا اسطرح پر کہ کوئی انمین سے عقل پر غالب نہو بلکہ عقل ہی کے قابو مین رہین ممکن ہے اور تبدیل خلق سے بھی یہی غرض ہی اسلیے کہ بعض اوقات آدمی پر شہوت ایسا زور کرتی ہی کہ پھر عقل سے کچھ بن نہین پڑتی مگر ریاضت سے اسکا حد اعتدال پر آنا ممکن ہی امتحان اور تجربہ سے یہ بات ایسی ظاہر ہو جاتی ہی کہ اسمین کسیطرح کا شک نہین رہتا اور اس بات کی دلیل کہ اخلاق مین غرض افراط و تفریط نہین بلکہ درجہ اوسط مطلوب ہی یہ ہی کہ خدا تعالی درجہ اوسط اخلاق ہی کی تعریف فرماتا ہی چنانچہ فرمایا والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما اسمین اشارہ سخاوت کیطرف ہی جو اسراف و کمی کے درمیان ہی اور فرمایا ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط اور اسی طرح شہوت طعام مین اعتدال مطلوب ہی حرص اور بستگی طبع ناپسند ہی جیسا کہ فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین اور غضب کے باب مین فرمایا اشداء علی الکفار رحماء بینہم اور حدیث شریف مین ہی کہ خیر الامور اوسطہا اور اوسط درجہ کے محمود ہونے مین ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ سعادت انسانی اسمین ہی کہ اسکا قلب عوارض دنیاوی سے سالم ہو جیسکے لیے اللہ تعالی فرماتا ہے الا من اتی اللہ بقلب سلیم اور بخل اور اسراف دونون عوارض دنیاوی سے ہین تو دلکو ان دونون سے بچا رہنا چاہیے نہ جمع مال کیطرف متوجہ ہو اور نہ اسکے خرچ کرنیکی حرص ہو اسلیے کہ جسکو خرچ کرنیکی حرص ہوگی اسکا دل اسمین لگا رہیگا اور جو بخل دوست ہوگا وہ امساک مین اپنا دل مصروف رکھیگا تو کمال قلب اسمین ہوا کہ یہ دونون وصف اسمین نہون اور چونکہ ارتفاع نقیضین دنیا مین ہو نہین سکتا تو ایسی بات کی طرف رجوع کرنی پڑی جو دونون وصفونکے نہونیکے مشابہ اور انسے علیحدہ ہو وہ درجہ اوسط انکا ہی گویا درجہ اوسط مین دونون وصف نہین مثلا پانی گرم کی اگر حرارت نکلجاوے اور ٹھنڈا بھی نہونے پاوے تو اسکو نہ ٹھنڈا ہی کہتے ہین نہ گرم یہی حال سخاوت کا ہی درمیان اسراف اور کم خرچی کے اور شجاعت کا درمیان تہور و نامردی کے اور عفت کا درمیان حرص و بستگی اور اور تمام اخلاق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ دونون طرفین مذموم ہین اور صرف وسط مقصود ہی اور وہ ممکن ہی ہان استاد مرشد کو یہ چاہیے کہ مرید کو یہی فرما دے کہ غصہ بالکل ترک کر اور مال ذرا بھی مت رکھو اور ہمیشہ غضب اور امساک کی برائی ہی اسکے سامنے بیان کرتا ہی تاکہ بموجب اس مثل کے کہ بمرگش گیر تا بتب راضی شود دونون چیزین اسمین اوسط درجہ پر ہو جاوینگی ورنہ اگر اسکو ذرا بھی ان دونون چیزونکا اشارہ ملجاویگا تو اسکو بخل و غضب کا ایک حیلہ ہو جاویگا جسقدر ان دونونکا مرتکب ہوگا یہی سمجھیگا کہ اتنے کی مجھے اجازت ہو گئی ہی اسلیے اس سے یہی فرما دے کہ ان دونونکا استیصال کرے مگر بھید اس حکمت کا نہین احمقونکو اس سے دھوکا ہو جاتا ہی وہ یہی تصور کرتے ہین کہ ہمارا غضب اور بخل جائز طور پر ہین۔

چوتھا بیان اُس سبب کا جس سے حسن خلق حاصل ہو

یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ حسن خلق سے قوت اعتدال عقل اور کمال حکمت اور اعتدال قوت غضب و شہوت اور انکا منقاد ہونا شرع اور عقل کو

مقصود ہو پس یہ بات دو وجہ سے حاصل ہوتی ہو وجہ اول داد الٰہی ہو کہ آدمی ابتدا ر پیدائش سے کامل العقل خوش خلق پیدا ہووے اور شہوت و غضب کو اسپر غلبہ نہو بلکہ یہ دونون عقل و شرع کے منقاد رہین تو ایسا شخص بے تعلیم عالم ہو جاتا ہی اور بے تادیب مودب جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور جناب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہم اجمعین اور انبیا علیہم السلام اور یہ بات کچھ بعید نہین کہ آدمی کی پیدائش اور فطرت مین وہ بات ہو جو اکتساب سے حاصل ہوتی ہو اکثر لڑکے شروع ہی سے سخی اور جری اور صادق اللہجہ پیدا ہوتے ہین اور بعضے اُنکے خلاف ہوتے ہین مگر یہ امر اُنکو اور لوگو نمین ملے جلے رہنے سے حاصل ہوتا ہی جو ان اوصاف سے متصف ہوتے ہین اور کبھی سیکھنے سے آتا ہی دوسری وجہ ان اخلاق کو مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کرنا یعنے نفس سے ایسے کام لینے جنسے کہ خلق کا مطلوب حاصل ہو جاوے مثلاً جو شخص خلق سخاوت حاصل کیا چاہے اُسکا طور یہ ہی کہ بتکلف اہل سخاوت کا فعل یعنی بذل مال اختیار کرے اور ہمیشہ اپنے نفس پر زور دے دیکر یہ کام لیتا رہے یہانتک کہ یہ امر اُسکی عادت ہو جاوے اور طبیعت مین جم جاوے تو اسبات سے سخی ہو جاویگا اسی طرح جو شخص خلق تواضع کو حاصل کیا چاہے اور اسپر کبر غالب ہو تو اُسکو چاہیے کہ اول مدت مدید تک اہل تواضع کے افعال پر بتکلف و مجاہدہ مواظبت کرے یہانتک کہ وہ افعال اُسپر آسان ہو جاوین اور خلق و طبیعت بنجاوین اور جتنے اخلاق شرعاً عمدہ ہین سب اسیطرح حاصل ہوسکتے ہین اور اُسکی انتہا یہ ہو کہ اُس کام مین آدمی کو لذت معلوم ہونے لگے مثلاً سخی اُسی کو کہینگے کہ جو مال خرچ کرے اور اسمین اُسکو لذت ملے اور اگر خرچ کرتا ہی مگر بُرا معلوم ہوتا ہی تو سخی نہوگا اسیطرح متواضع وہ آدمی ہوگا جسکو تواضع مین مزہ ملے اور اخلاق دینی نفس مین جبتک نہین جمینگے جبتک نفس سب بُری عادتونکو چھوڑکر اچھی عادتونکا معتاد نہو جاوے اور افعال حسنہ پر مشتاقونکی طرح مواظبت نہ کرے اور اُن سے لذت حاصل نہ کرے اور افعال قبیحہ کو بُرا جانکر اُنسے ایذا نپاوے چنانچہ حدیث شریف مین ہو کہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور جب تک عبادات کا بجالانا اور ممنوعات کو چھوڑنا بُرا معلوم ہوگا اور نفس پر فراق گذریگا تب تک نقصان باقی رہیگا اور کمال سعادت کو نہ پہونچیگا ہان ان باتونپر مواظبت بہ نسبت نہ کرنیکے بہتر ہوگی مگر طوع و رغبت کے ساتھ کرنیکی نسبت بہتر نہین اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعبد اللہ فی الرضا فان لم تستطع ففی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر پھر سعادت موعودہ کے حاصل ہونے کیلیے یہ امر کافی نہین کہ کبھی تو طاعت مین مزہ ملے اور نافرمانی بُری معلوم ہو اور بعض اوقات نہو بلکہ تمام عمر یہی بات رہنی چاہیے اب جسقدر عمر زیادہ ہوگی یہ فضیلت زیادہ مستقل ہوگی اور اسی لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے سوال کیا کہ سعادت کیا ہی آپنے فرمایا کہ طول العمر فی طاعۃ اللہ تعالیٰ اور اسی جہت سے انبیا اور اولیا موت کو بُرا سمجھتے تھے کیونکہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ واقع ہی پس جسقدر طول عمر سے عبادات زیادہ ہونگے اُسیقدر ثواب زیادہ ہوگا اور نفس طاہر اور اطہر بنیگا اور اخلاق اقوی اور راسخ تر ہونگے علاوہ ازین مقصود عبادات سے یہ ہی کہ اُنکا اثر قلب پر ہو اور تاثیر قلب مین جب ہی ہوتی ہی جب عبادات پر مواظبت اور مداومت کثرت سے ہو اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان اخلاق سے غرض یہ ہی کہ نفس مین سے دنیا کی محبت جاتی رہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اُسمین جم جاوے یہانتک کہ کوئی چیز اُسکے نزدیک دیدار الٰہی سے محبوب تر نرہے اپنا مال بھی ایسی ہی باتونمین خرچ کرے جس سے یہ مطلب حاصل ہو اور غضب و شہوت کو بھی ایسی ہی طرح کام مین لاوے کہ جس سے خدا ملے اور ظاہر ہی کہ اس صورت مین ہوگا کہ شرع اور عقل کے مطابق ہو پھر اسطرح کے کامونسے خوش ہو اور مزہ پاوے اور اگر کسی کو نماز مین

راحت اور خنکی چشم حاصل ہو یا عبادات اچھی معلوم ہونے لگین تو کچھ بعید نہین عادت کے باعث نفس مین اس سے بھی زیادہ عجیب باتین ہوجاتی
ہین دیکھو جواری مفلس جوے مین کیسا خوش ہوتا ہی اور مزہ پاتا ہی حالانکہ جس حال مین وہ ہی اگر دوسرون کو وہ نوبت ہو تو بے قمار ہی
زندگی ناگوار ہوجاوے اسکے سوا قمار کے باعث مال سب جاتا رہتا ہی گھر خراب ہوتا ہی پھر بھی محبت اور جیکا قمار کا لگا رہتا ہی ایسی باعث سے
ہی کہ کھیلتے کھیلتے اُس سے الفت ہوگئی ہی اسیطرح کبوتر باز دن بھر دھوپ مین کھڑا رہتا ہی دھوپ کی گرمی نہین مانتا اسلیے کہ کبوترونکا اُڑنا اور
اُنکی حرکات اور بازیان اچھی معلوم ہوتی ہین چور اچکونپر کیسے کیسے کوڑے پڑتے ہین اور ہاتھ کاٹا جاتا ہی مگر وہ لوگ اُسکو اپنا فخر سمجھتے ہین
اور سختی کی برداشت سے خوش ہوتے ہین یہانتک کہ بالفرض اگر اُنکے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو تب بھی نہ مال کا نشان دینگے نہ اپنے
ساتھیون کا نام لینگے پس ایسی سختیون کا سہنا اور سیاستونکا خیال مین نہ لانا اسی جہت سے ہی کہ اپنے کام کو کمال اور شجاعت اور بہادری اعتقاد
کر لیا ہی اور باوجودیکہ اسمین اتنے شدائد ہین تاہم اُنکی راحت اسی مین ہی سب سے زیادہ بدتر حال مخنث کا ہی کہ وہ اپنے آپکو عورتونکی صورت
بناتا ہی مگر وہ بھی اس حال مین خوش ہی رہتا ہی بلکہ اپنے کمال کا فخر کرتا ہی اور مخنثونمین بیٹھ کر شیخی بگھارتا ہی اسیطرح کنجر اور حلال خور اپنے
پیشہ مین فخر و مباہات کرتے ہین جیسا علماء اور سلاطین مین ہوتا ہی تو یہ سب اُمور عادت سے متعلق ہین کہ جب ایک بات پر مدت مدید مواظبت
ہوتی ہی اور ہمجولیون مین وہی مشاہدہ ہوتی ہی تو اپنے نفس کو اچھی لگتی ہی پس جب عادت کے سبب امر باطل سے لذت ہوتی ہی اور نفس اُسکی
طرف راغب ہوتا ہو تو امر حق پر اگر مواظبت مدت مدید رہیگی اُس سے کیون نہین لذت حاصل ہوگی بلکہ رغبت نفس امور بد کیطرف بمقتضاء طبع
سے خارج ہی اور ایسی ہی جیسے کسی کو مٹی کھانیکی رغبت ہوجاوے جیسا کہ بعض لوگونکو کھاتے کھاتے عادت ہوجاتی ہی لیکن حکمت کیطرف
راغب ہونا اور محبت اور معرفت و عبادت الٰہی کا میل کرنا حسب مقتضاے طبیعت قلبی ہی اور ایسا ہی جیسا کھانے پینے کی رغبت کرنی اسلیے
کہ قلب ایک امر ربانی ہی مقتضاے شہوت کیطرف اُسکا میل کرنا امر عارضی ہی اور اُسکی ذات سے بعید بلکہ اُسکی غذا حکمت اور معرفت اور محبت
الٰہی ہی مگر کسی بیماری لاحقہ سے اپنے مقتضاے طبعی سے منحرف ہوگیا ہی جسطرح معدہ مین کچھ خلل ہو تو کھانے کو اور پینے کو دل نہین چاہتا حالانکہ
کھانے پینے ہی سے زندگی ہوتی ہی پس جسقدر کوئی دل غیر اللہ کی محبت کیطرف مائل ہوگا اُسیقدر اسمین مرض ہوگا مگر اُس صورت مین کہ اُس شے
کی محبت صرف اس غرض سے ہو کہ اُس سے محبت اور دین الٰہی مین مدد ملیگی اسصورت مین البتہ یہ محبت غیر اللہ مرض مین شمار نہوگی اس بیان
سے اب قطعاً معلوم ہوگیا کہ ان اخلاق حسنہ کا اکتساب ریاضت سے ہو سکتا ہی یعنی اولاً بتکلف اُنکے مرتکب ہونیسے آخر کو امور طبعی اور خلقی ہوجاتے ہین اور
ایک عجیب طرح کا علاقہ قلب اور اعضا مین ہی کہ جو صفت قلب مین ظہور کرتی ہی اُسکا اثر اعضا پر پہونچتا ہی کہ اُسی کے موافق حرکت کرنے لگتے
ہین اور جو فعل اعضا سے کیا جاتا ہی اُس سے بھی کبھی اثر دل پر بطریق دور ہوجاتا ہی اُسکو مثال سے سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی شخص چاہے کہ خوشخطی مین
ماہر ہوجاوے تو اُسکا طریق یہی ہی کہ جیسے کاتب اپنے ہاتھ سے مشق کرتے ہین ویسے ہی یہ بھی مدت مدید تک مشق کیے جاے یہانتک کہ صفت کتابت
اُسکے نفس مین جم جاوے اور حروف خوشخط آمد کے طور پر ہاتھ سے نکلنے لگین جیسے پہلے آورد سے نکلتے تھے اسیطرح اگر کوئی فقیہ بننا چاہے تو افعال
فقہا کی مواظبت کرے یعنی فقہ کے مسائل تکرار کرکر زبان سے ادا کرے یہانتک کہ دل پر اثر اس فقہ کا پہونچے اُسوقت فقیہ النفس ہو جاویگا اسیطرح
جو شخص پارسا حلیم متواضع ہونا چاہے اُسکو چاہیے کہ ابتداءً اُن لوگون کے افعال بتکلف ادا کرے تاکہ رفتہ رفتہ یہ امور طبیعت مین جگہ پکڑ لین اُسکے

سوا اور کوئی تدبیر نہین اور جسطرح پر کہ طالب فقہ ایک روز تعطیل کرنے سے اپنے مطلب سے محروم نہین رہتا اور صرف ایک روز کی بحث سے فقیہ نہین ہو جاتا اسیطرح جو شخص تزکیہ اور تکمیل اور تحسین قلب کی اعمال حسنہ سے چاہتا ہی وہ نہ ایکدن کی عبادت مین یہ رتبہ پا سکتا ہے اور نہ ایک دن کی نافرمانی سے اس رتبہ سے محروم ہو سکتا ہی اور یہ جو قول ہمارے بزرگونکا ہی کہ ایک کبیرہ موجب ہمیشہ کی بدبختی کا نہین ہوتا اُسکے یہی معنی ہین ہان ایک روز کو بیکار چھوڑنا دوسرے روز کی بیکاری کا باعث ہوتا ہی پھر اسیطرح ہوتے ہوتے آخر کو نفس کسل کا عادی ہوکر سرے سے تحصیل ہی چھوڑ دیتا ہی اور فضیلت فقہ سے محروم رہتا ہی اسیطرح ایک گناہ صغیرہ کا ارتکاب دوسرے کا باعث ہوتا ہی اور بتدریج اصل سعادت سے باز رکھتا ہے اور خاتمہ کیوقت اصل ایمان کو غارت کرتا ہی نعوذ باللہ منہ اور جسطرح ایک رات کی بحث سے فقہ کے آثار نمودار نہین ہوتے بلکہ بتدریج مثل نشو و نما بدن اور قد کے ظاہر ہوتے ہین اسیطرح ایک طاعت کے کرنیسے اثر تزکیہ نفس کا اُسوقت محسوس نہین ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ مدت کے بعد معلوم ہوتا ہے تاہم تھوڑی طاعت کو حقیر نہ جاننا چاہیے اسلیے کہ تھوڑی ہی تھوڑی ہو کر بہت ہو جاتی ہی اور مجموع کا اثر کچھ کچھ حصہ رسد ایک ایک کا بھی مقابل ہوتا ہی گو محسوس نہین ہوتا علاوہ ازین اگر تاثیر مخفی ہی تو ہوا کرے ثواب تو نہین کہین گیا وہ عوض تاثیر کے موجود ہی اسیطرح معصیت کو قیاس کرنا چاہیے اور بہت سے فقیہ ایسے ہوتے ہین کہ ایک روز کی تعطیل کو ہیچ سمجھتے ہین اور پھر رفتہ رفتہ پیاپے تعطیل کرکے نفس کو ایک ایک روز کی توقع دیتے رہتے ہین یہانتک کہ طبیعت قبول فقہ سے خارج ہو جاتی ہی اسیطرح لوگ صغیر گناہونکو حقیر جانتے ہین اور نفس کو توبہ کا وعدہ آج کل دیتے رہتے ہین یہانتک کہ دفعۃً پنجہ موت مین گرفتار ہو جاتے ہین یا سیاہی گناہون کی دل پر دھوان دھار ہو جاتی ہی اور توبہ مشکل پڑجاتی ہی اسلیے کہ تھوڑے تھوڑے گناہ ہوتے ہوتے بہت ہو گئے اور قلب ان پھندون مین ایسا پھنسا کہ رہائی غیر ممکن ہو گئی اور دروازے توبہ کے بند ہونے سے یہی مراد ہی اور اس آیت مین بھی یہی غرض ہی کہ وجعلنا من بین ایدیہم سدا ومن خلفہم سدا اور اسی جہت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ قلب مین اول ایمان ایک سفید نقطہ کے برابر ہوتا ہی جتنا ایمان زیادہ ہوتا جاتا ہی اسی قدر یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہی جب بندہ کا ایمان کامل ہو جاتا ہی تو تمام دل نورانی ہو جاتا ہی اور نفاق اول ایک نقطہ سیاہ کے برابر دل مین ظاہر ہوتا ہی پھر جتنا بڑھتا جاتا ہی اتنا سیاہی دوڑتی ہی جب نفاق کامل ہوتا ہی تو دل بھی تمام سیاہ ہو جاتا ہی اس بیان سے واضح ہوا کہ اخلاق حسنہ کبھی تو طبیعت اور اصل پیدائش سے ہوتے ہین اور کبھی عمدہ افعال کے عادی ہونیسے اور کبھی صلحا اور ارباب خیر کے افعال دیکھنے اور اُن کے پاس بیٹھنے سے کیونکہ ایک طبیعت دوسرے سے شر اور خیر دونون چرا لیتی ہی پس اگر کوئی شخص ایسا ہو جس مین تینون جہات جمع ہو گئے ہون یعنی طبعًا اور عادۃً اور تعلم سے فضیلت کو پہونچا ہو تو ایسا شخص نہایت درجہ فضیلت پر ہی اور جو شخص کہ طبیعت کا اچھا نہ ہو اور اسباب شر کے مہیا ہونے سے اُس کا عادی ہو گیا ہو اور صحبت والے بھی بد ہون تو وہ نہایت درجہ پر خدا تعالیٰ سے بعید ہی اور جو ان جہات کا کچھ اختلاف رکھتے ہین وہ اُن دونون مرتبونکے درمیان ہی اور اُسکا قرب و بعد بموجب اُسکی صفت و حال کے ہی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون

پانچوان بیان تہذیب اخلاق کے طریق مفصل کا

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہی کہ مزاج بدنمین اخلاق کا معتدل رہنا صحت نفس کہلاتا ہی اور اُنکا اعتدال نہ رہنا سقم اور مرض نفس ہی جیسے کہ اعتدال

اخلاط صحت بدن ہی اور اسکا میل کرنا اعتدال سے مرض بدن اب جاننا چاہیے کہ نفس کا علاج بایں طور کہ اوس مین سے رذیل اور ردی اخلاق معدوم کیے جاوین اور فضائل اور افعال حسنہ کا مورد بنایا جاوے مشابہ بدن کے علاج کے ہی کہ اوس مین سے امراض کو دور کرکے اوسکی صحت و تندرستی مین کوشش کیجاوے پس جسطرح پر کہ اکثر اصل مزاج اعتدال ہی پر ہوتا ہی اور غذا اور خواہش و دیگر عوارض کیوجہ سے معدہ مین خلل ہوجاتا ہی اسیطرح ہر فطرت بھی صحیح و معتدل ہی ہوئی ہی جیسا کہ حدیث شریف مین ہی کل مولود یولد علی الفطرة وانما ابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ یعنی آدمی عادت خواہ تعلم سے اکتساب رذائل کرتا ہی اور جیسے کہ بدن ابتدا مین کامل نہین پیدا ہوتا بلکہ نشو اور تربیت اور غذا سے کامل ہوتا ہی اسیطرح نفس بھی ناقص پیدا ہوتا ہی مگر لیاقت کمال کی اوس مین رہتی ہی تزکیہ اور تہذیب اخلاق اور غذاے علم سے کامل ہوجاتا ہی اور جسطرح کہ بدن اگر صحیح ہو تو طبیب حفظ صحت کی تدبیر کرتا ہی اور اگر بیمار ہو تو حصول صحت کی فکر مین رہتا ہی اسیطرح اگر آدمی کا نفس پاک و صاف و مہذب ہو تو چاہیے کہ اسباب مین کوشش کرے کہ ویسا ہی بنا رہے بلکہ ان امور کو اوس مین ترقی اور زور ہوجاوے اور اگر اوس مین کچھ کمال نہو تو اوس کمال کے حاصل کرنے مین سعی کرے اور جیسا کہ اوس علت کا علاج جس سے کہ اعتدال بدن مین خلل ہوا ہی اوسکی ضد سے ہوتا ہی مثلاً اگر حرارت سے ہو تو برودت سے تدبیر کیجاتی ہی اور اسکا عکس اسیطرح رذائل یعنی امراض قلبی کا علاج بھی انکی ضدون سے ہوتا ہی مثلاً جہل کا علاج تعلم سے اور بخل کا علاج سخی بننے سے اور کبر کا تواضع سے اور حرص کا علاج بزور خواہش نفسانی کے روکنے سے ہوتا ہی اور جیسے مرض بدن مین تلخی دوا کی برداشت کرنی پڑتی ہی اور دل چاہتی چیزون سے صبر کرنا ہوتا ہی اسیطرح علاج قلب مین تلخی مجاہدہ کا برداشت کرنا اور علاج پر صبر کرنا ہوتا ہی بلکہ اوس مین بطریق اولیٰ چاہیے اسواسطے کہ مرض بدنی سے تو مرنے پر نجات ہوجاتی ہی اور مرض قلبی معاذ اللہ ایسا مرض ہی کہ بعد موت بھی ابد الآباد تک رہتا ہی اور جسطرح کہ ہر ایک حرارت کیلیے ہر دوا سرد کافی نہین بلکہ برعایت شدت اور ضعف اور دوام اور اتفاق اور کثرت اور قلت کے مختلف طور پر دیجاتی ہی اور خوراک کیلیے بھی وزن معین ہوتا ہی کیونکہ مراعات وزن کے نہونے سے فساد زیادہ ہوتا ہی اور وزن کی مقدار دوا کے درجہ کے موافق اور احوال بدن کے مناسب اور مریض کے سن و سال و موسم کے مطابق اور مرض کی شدت و ضعف کے بموجب ہوا کرتی ہو کہ جب طبیب حرارت یا برودت کی قوت و ضعف معلوم کرلیتا ہی تو انھین باتون کے لحاظ سے نسخہ تجویز کرتا ہی اسیطرح مرشد استاد جو مریدون کے نفوس کے معالج ہین اونکو چاہیے کہ مریدون پر ایکبارگی ریاضت اور تکلیف صرف ایک فن مخصوص یا طریق معین کی نڈالین جبتک کہ اونکے اخلاق و امراض سے بخوبی واقف نہون اور جیسے کہ طبیب اگر سب مرضون کا علاج ایک ہی دوا سے کرے تو اکثر مر جاوینگے اسیطرح مرشد اگر سب مریدونکو ایک ہی لکڑی ہانکیگا وہ بھی ہلاک ہونگے بلکہ یون چاہیے کہ مرید کا مرض اور اوسکا حال اور سن و سال اور مزاج غور سے دیکھے اور معلوم کرے کہ کس قسم کی ریاضت اوس سے ہوسکتی ہی اوس قسم کی مشقت اوس سے لیوے مثلاً اگر مرید مبتدی جاہل ہو اور احکام شرع نہ جانتا ہو تو اول اسکو طہارت اور نماز اور عبادات ظاہری سکھلادے اور اگر بمال حرام اور معصیت مین مشغول ہو تو اسکو اون چیزون کے ترک کا حکم کرے جب ظاہر اسکا بنور عبادات ظاہری سے آراستہ ہوجاوے اور اعضا بھی علانیہ معاصی سے پاک ہوجاوین تو قرائن احوال سے اوسکے باطن کیطرف متوجہ ہوکر اوسکے اخلاق و امراض قلبی کو دیکھے پس اگر اوسکے پاس قدر ضرورت سے مال زیادہ جانے اوس سے لے کر خیرات کرڈالے کہ اوسکی طرف سے فارغ البال ہوجاوے اور اوسطرف ملتفت نہو اور اگر رعونت اور کبر اوسپر غالب ہووے تو اسکو بازارون مین گداگری کیلیے بھیجے کیونکہ عزت ریاست کی اور شیخی نفس کی بے ذلت نہین جاتی اور سوال سے زیادہ کوئی ذلت نہین پس اوسکو اوسی کی مواظبت کا حکم کرے

ع ہر ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے اصل ایمان پر اور اوسکے ماں باپ اوسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہین بخاری و مسلم روایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعا

جبتک اُسکا کبر جاتا رہے کہ کبر اور رعونت امراض قلبی مین سے مہلک ہین اور اگر بدن کی صفائی اور لطافت لباس کو غالب دیکھے اور اُسکا دل بھی ان باتون کی طرف متوجہ پاوے تو اُس سے آبدارخانہ کا کام لے اور خس و خاشاک کیجگہ مین جھاڑو دلوادے اور مدام باورچیخانہ اور دھوئین کی جگہون مین بیٹھنے کی اجازت دے یہانتک کہ صفائی کی رعونت مزاج سے ٹلجاوے کیونکہ جو لوگ کپڑون مین بناؤ سنگار کرتے ہین اور رنگارنگ کے مصالحے تلاش کرتے ہین اُنمین اور دلہن مین کیا فرق ہے وہ بھی دن بھر اپنے آپکو بنایا سنوارا کرتی ہے اور آدمی خواہ اپنے تن کی پرستش کرے خواہ کسی بت کی عبادت کرے اسمین بھی کچھ فرق نہین کیونکہ جب غیر خدا کی عبادت ہوتی ہے تو خدا تعالی سے حجاب ہوجاتا ہے اسمین اپنا نفس اور بت برابر ہین پس جو کوئی اپنے کپڑے کیطرف مائل ہو اور بجز حلال اور طاہر ہونے کا در طور پر اسکی طرف دل لگاوے تو وہ اپنے نفس کا پابند ہے اور ایک عجیب طرح کی ریاضت یہ ہے کہ جب مرید رعونت یا کسی دوسری صفت کے ترک پر اصلا راضی نہو اور اُسکی ضد کو دفعۃً گوارا نہ کرے تو مرشد کو چاہیے کہ اسکو ایک عادت بد سے دوسری عادت بد مین جو اس سے ہلکی ہو لگاوے مثلاً اگر کپڑے پر خون لگجاتا ہے اور پانی سے اُسکا دھبہ نہین جاتا تو اول کپڑے کو پیشاب سے دھوتے ہین بعد اُسکے پانی سے دھوتے ہین یا لڑکے کو مکتب مین اول ترغیب گیند بلا وغیرہ کی دیجاوے پھر کھیل سے عمدہ کپڑون کی ترغیب دیجاوے اُسکے بعد ریاست اور جاہ کی ترغیب دیجاوے پھر ان سب کے بعد جاہ و ریاست آخرت کیطرف برانگیختہ کیا جاوے اسی طرح جس کسی کا نفس دفعۃً جاہ کے چھوڑنے پر راضی نہو تو چاہیے کہ اسکو کسی ہلکے جاہ مین مصروف کیا جاوے اسیطرح بتدریج اس صفت کو اُس سے دور کرنا چاہیے اور جب اُسپر حرص کھانیکی غالب ہو تو ہمیشہ روزہ رکھوادے اور کھانا کم کھلاوے اور یہ حکم کرے کہ مزہ دار کھانا پکاکر دوسرون کو کھلاوے آپ اُنمین سے نہ کھاوے یہانتک کہ اُسکے نفس کو صبر کی عادت ہو اور کھانیکی حرص دور ہو اور جب اُسکو جوان شائق نکاح جانے مگر نان و نفقہ سے عاجز ہو تو اسکو روزہ رکھنے کا حکم کرے اور اگر اس سے خواہش کم نہو تو یون کہے کہ رات کو پانی سے افطار کیا کرو روٹی نہ کھاؤ اور دوسرے دن شام کو روٹی کھاؤ پانی نہ پیو اور گوشت و سالن کی ممانعت قطعی کردے تاکہ اُسکا نفس ذلیل ہو اور خواہش کم ہوجاوے کیونکہ شروع مین بھوک سے بڑھکر کوئی اچھا علاج نہین اور اگر غصے کو اسپر غالب دیکھے تو حلم اور سکوت کیلیے حکم کرے اور ایک بدمزاج کے ساتھ اُسکو کرکے کہدے کہ اسکی اطاعت کیا کر یہانتک کہ اُسکا نفس برداشت کرنے پر عادی ہوجاوے چنانچہ بعض بزرگون کے حال مین لکھا ہے کہ وہ اپنے نفس کو حلم کی عادت ڈالنے اور شدت غضب کو دور کرنے کے لیے ایسے آدمیونکی مزدوری کیا کرتے تھے جو برملا گالیان دین پس اپنے نفس سے بزور صبر کراتے تھے اور غصہ پیتے تھے یہانتک کہ حلم اُنکی عادت ہوگئی اور اس باب مین ضرب المثل ہوگئے اور بعضے بزرگ اپنے آپ مین نامردی اور ضعف قلب پاتے تھے تو تحصیل شجاعت کے لیے جاڑون کے موسم مین جب سمندر مین خوب موجین اُٹھتی ہوتین سوار ہوتے اور ہنود عابد کسل عبادت کا علاج یون کرتے ہین کہ تمام رات ایک ہی ہیئت پر کھڑے رہتے ہین اور بعض بزرگ ابتداء مریدی مین قیام سے کسل کرتے تھے تو اپنے نفس پر لازم کرلیا کہ تمام رات سر کے بل کھڑا رہونگا تاکہ پاؤن پر کھڑا ہونیکو بخوشی مانے اور بعضون نے دوستی مال کا یون علاج کیا کہ سارا مال بیچکر اُسکا دام دریا مین پھینکدیا اس جہت سے کہ بانٹنا نہین شبہہ سخاوت یا ریا کا بھی تھا ان سب مثالون سے علاج قلوب کا طور معلوم ہوتا ہے مگر ہماری غرض یہ نہین کہ ہر ہر مرض کیلیے جدا جدا دوا لکھین اُسکا بیان آگے آویگا یہان یہی غرض ہے کہ طریق عام اس باب مین نفس کی خواہش کے خلاف پر چلنا ہے اور اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین اسبات کو ایک ہی کلمہ مین ارشاد فرمایا ہے یعنی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى

فان الجنۃ ہی الماوی اور اصل مہم مجاہدہ نفس مین پورا کرنا عزم کا ہے پس جب آدمی ترک شہوت کا عزم کرے اور اسکے لوازم پیش آجادین تو یہ جانے کہ یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے امتحان ہے اسوقت چاہیے کہ صبر کرے اور اپنے وعدہ پر جما رہے اسلیے کہ اگر عہد شکنی کریگا تو نفس کو ویسی ہی عادت ہو جاویگی اور تباہ ہو جاویگا بلکہ اگر عہد شکنی کرے تو اپنے اوپر ایک سزا مقرر کرے جیساکہ ہمنے باب محاسبہ و مراقبہ مین نفس کی تعزیر مین بیان کیا ہے اور اگر اسکو سزا سے نہین ڈراویگا تو نفس اسپر غالب آجاویگا اسصورت مین شہوت کے بموجب مرتکب ہو بیٹھیگا جسکے سبب ریاضت برباد ہو جاوے گی

چھٹا بیان قلوب کی بیماریون کی علامتونکا اور اُسکے تندرست ہوجانیکی علامتون کا

واضح ہو کہ ہر ایک عضو اعضاء بدن سے ایک فعل خاص کے لیے پیدا ہوا ہے اگر اس سے وہ فعل صادر نہوگا یا کچھ اضطراب کے طور پر صادر ہو گا تو وہ عضو صحیح نکہلاویگا بیمار ہوگا مثلاً ہاتھ کا مرض یہ ہے کہ اس سے گرفت نہو سکے اور آنکھ کا مرض یہ ہے کہ دیکھ نہ سکے یا دیکھنا مشکل ہو اسیطرح مرض قلب وہ ہوگا جس سے قلب اپنا فعل خاص نہ کر سکے اور اسکا فعل خاص علم اور حکمت اور معرفت اور محبت اور عبادت الٰہی ہے اور اسکے ذکر سے لذت پانا اور سوا اُسکے ہر چیز کی خواہش پر اسی لذت کو ترجیح دینی اور تمام اعضا اور آرزوؤن سے اُسی کیلیے مدد چاہنی جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اس سے معلوم ہوا کہ قلب انسانی کا فعل خاص عبادت و معرفت الٰہی ہے اور خاصیت نفس انسانی وہی ہونی بھی چاہیے کہ جس سے بہائم سے علیحدہ ہو جاوے کیونکہ قوت کھانے اور پینے اور جماع اور دیکھنے مین تو انسان اُنسے تمیز نہین بلکہ اس امر مین تمیز ہے کہ چیزون کو اُنکی اصل حقیقت پہچانتا ہے اور اسکا کہ موجد اور مخترع تمام اشیا کا اللہ جل شانہ ہے پس اگر کوئی تمام اشیا کو جانے اور اُنکے صانع کو نہ پہچانے تو گویا اُس نے خاک بھی نہ جانا اور علامت خدا کے پہچاننے کی اُسکی محبت ہے جو اُسکو پہچانتا ہے اُسکی دوستی مین محو ہو جاتا ہے سہ این مدعیان در طلبش بیخبر انند + آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد + اور اُسکی محبت کی یہ نشانی ہے کہ اُسپر دنیا اور ما فیہا اور تمام اپنی محبوب چیزون کو ترجیح نہ دے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموہا وتجارۃ تخشون کسادہا ومساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ پس جس کسی کے نزدیک خدا کے سوا اور کوئی چیز محبوب تر ہو تو اُسکا دل مریض ہے جیساکہ کسی کے معدہ مین روٹی اور پانی کی نسبت محبت مٹی کی زیادہ ہو جاوے اور غذا کی خواہش جاتی رہے تو وہ مریض ہوتا ہے پس مرض قلوب کے یہ علامات ہین اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ تمام قلوب بیمار ہین الا ماشاء اللہ اور چونکہ بعضے مرض ایسے ہوتے ہین کہ بیمار کو معلوم نہین ہوتے اور مرض قلب بھی انھین مین سے ہے اسیواسطے آدمی غافل رہتا ہے اور اگر جان بھی جاتا ہے تو اُسکے علاج کی تلخی پر صبر مشکل ہے اسلیے کہ دوا اسکی شہوات کی مخالفت ہے جسکو جان کندنی سمجھتا ہے اور اگر نفس مین صبر بھی ملتا ہے تو کوئی معالج حاذق نہین ملتا کہ اُسکا علاج کرے کیونکہ طبیب اس مرض کے علما ہین اور وہ خود اس مرض مین مبتلا ہین پس جب وہ اپنا ہی علاج نہین کرتے تو دوسرے کا کسطرح کرینگے سہ جو معالج تھا ہے اس درد سے لاچار ہے + پھر دوا بیمار کی ہونی بہت دشوار ہے + اسی جہت سے مرض قلوب لاعلاج ہو گیا ہے نہ اسکا علم لوگون مین رہا نہ اس مرض کو کوئی جانتا ہے لوگ حب دنیا پر جھک پڑے اور ایسے اعمال پر متوجہ ہوے کہ ظاہر مین عبادت ہین اور باطن مین ریا و عادت یہانتک اصول امراض کی علامات ہو چکین اب علامات صحت کو بعد معالجہ کے سنناچاہیے

وہ اسطرح ہی کہ جس بیماری کا علاج کرنا ہی اگر وہ بخل ہی جو موجب تباہی اور بعد عن اللہ ہوتا ہی تو اُسکا علاج مال کے دے ڈالنے اور خرچ کرنے
ہوتا ہی مگر بذل مال اس درجہ پر کرے کہ اسراف نہو جاوے ورنہ ایک اور مرض مین مبتلا ہو جاویگا جیسے کوئی شخص سردی کا علاج گرمی سے اسقدر
کرے کہ حرارت بڑھجاوے تو یہ بھی ایک مرض ہی بلکہ مقصود یہ ہی کہ اعتدال سردی اور گرمی مین ہو جاوے اسیطرح یہان بھی یہ مقصود ہی کہ فضول
خرچی اور کم خرچی مین اعتدال ہو جاوے اور درجۂ اوسط جو دونون طرفون سے نہایت فاصلہ پر ہی حاصل ہو جاوے پس اگر یہ منظور ہو کہ درجۂ
وسط معلوم کرو تو اُسکا طریق یہ ہی کہ جو فعل کسی خلق کے باعث ہوتا ہی اُسکو دیکھنا چاہیے اگر وہ سہل اور شیرین معلوم ہو تو جان لینا چاہیے کہ
یہی خلق نفس پر غالب ہی مثلاً اگر مال کا روکنا اور جمع کرنا آسان اور لذیذ معلوم ہو بہ نسبت مستحقین کے دینے کے تو جان لو کہ بخل کا غلبہ ہی
اس صورت مین داد و دہش کی مواظبت زیادہ کرنی چاہیے اور اگر غیر مستحقونکو دینا آسان اور لذیذ معلوم ہوتا ہو بہ نسبت امساک واجبی کے
تو اپنے اوپر فضول خرچی کا غلبہ سمجھو اور اس صورت مین امساک کی مواظبت کیطرف رجوع کرو اور اسیطرح نفس کے افعال کو دیکھکر انکی سہولت
اور اشکال سے عادت پر استدلال کرتے رہو یہانتک کہ علاقہ دل مال کیطرف التفات سے منقطع ہو جاوے اور بذل اور امساک دونون
کیطرف رجوع نکرے بلکہ مال کا حال پانی کا سا ہو جاوے کہ اگر امساک بھی ہو تو کسی محتاج کیحاجت کیلیے ہو اور بذل بھی ہو تو ایسا ہی
کچھ ہو مگر ان دونون کو ایک دوسرے پر غلبہ نرہے پس جو قلب ایطرح کا ہو جاویگا وہ اس مقام خاص سے سالم رہیگا اور تمام اخلاق سے سالم
ہونا ضروری ہی یہانتک کہ متعلقات دنیا مین سے کسی چیز کا علاقہ نرہے اور یہانسے بے لگاؤ اُٹھجاوے نہ خود دنیا کا التفات ہو نہ اُسکے
لوازم کا شوق اسوقت پروردگار کے سامنے اطمینان کے ساتھ جاویگا وہ اس سے راضی اور یہ اُس سے خوش اور بندگان مقرب یعنی انبیا اور
صدیقین اور شہدا اور صالحین کی جماعت مین داخل ہوگا جو عمدہ رفیق ہین اور ساز انجاکہ درجۂ اوسط دونون طرفونمین نہایت باریک بلکہ بال
سے زیادہ پتلا اور تلوار سے زیادہ تیز ہی تو بالضرور جو اس صراط مستقیم پر دنیا مین قائم رہیگا وہ اسیطرح آخرت کے پلصراط پر گذریگا اور چونکہ آدمی
کچھ نہ کچھ صراط مستقیم درجۂ اوسط سے ایک نہ ایک طرف کو جھک جاتا ہی اسی لیے اُسکا قلب متعلق اسی جانب کو ہوتا ہی جسطرف کو جھکا ہی
اور سی لحاظ کچھ نہ کچھ عذاب ورگزند دوزخ ضرور ہوگا گو بجلی ہی کی طرح نکلجاوے اللہ تعالی فرماتا ہی وان منکم الا واردہا کان علی ربک
حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا یعنی وہ لوگ کہ صراط مستقیم سے اکثر قریب رہے بعید کمتر رہے اور اسی استقامت کی دشواری کی جہت سے
ہر روز بندہ پر اثناء قرارت الحمد مین سترہ بار یہ دعا واجب ہوئی ہی اہدنا الصراط المستقیم روایت ہی کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہی کہ مجکو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا اُسکی وجہ کیا ہی آپنے ارشاد فرمایا کہ اسمین حکم خداوندی یون
ہی کہ فاستقم کما امرت اس سے معلوم ہوا کہ استقامت راہ راست پر نہایت دشوار ہی مگر بندہ کو چاہیے کہ اگر استقامت حقیقی میسر نہو تو اُس سے
قرب ہی کیلیے کوشش کیے جاوے غرضکہ جو شخص اپنی نجات چاہے تو بدون عمل صالح نہو گی اور اعمال صالح عمدہ اخلاق سے ہوتے ہین اسلیے
ضرور ہی کہ آدمی اپنے صفات اور اخلاق کیطرف متوجہ ہو اور ایک ایک کا علاج بترتیب کرے خداوند کریم ہم کو تقوی نصیب فرمائے

ساتواں بیان اُس طریق کا جس سے انسان اپنے عیب پہچانے

جاننا چاہیے کہ جب خدا تعالی کو کسی کے ساتھ بھلائی کرنی منظور ہوتی ہی اُسکی نظر کو خود اُسکے عیبون کیطرف پھیر دیتا ہی پس جسکی عقل تیز ہوتی

اسپر اُسکے عیب پوشیدہ نہین رہتے اور عیب کے معلوم ہونیکے بعد علاج بھی ممکن ہی مگر افسوس کہ لوگ اپنے عیبون سے جاہل ہین دوسرون کے عیوب ذرا ذرا معلوم کرتے ہین لیکن اپنے بڑے عیب بھی نہین جانتے قطعہ ای ہنر ہا نہادہ بر کف دست + عیبہا را گرفتہ زیر بغل + تا چہ خواہی خریدن ای مغرور + روز درماندگی بسیم دغل + پس جو کوئی اپنے عیب جاننا چاہے اُسکے چار طور ہین اول یہ کہ جو مرشد کہ عیوب نفس جان سکتا ہو اور آفات پوشیدہ کو معلوم کر سکتا ہو اُسکے سامنے بیٹھے اور اپنے آپ کو اُسکے حوالہ کرے اور جو کچھ وہ مجاہدہ بتلاوے اُسکے موجب عمل کرے یہ حال مرید کا مرشد کے ساتھ ہی کہ مرشد عیوب نفس اور علاج دونون بتلا دیتا ہی مگر اسوقت مین ایسے شخص کا وجود کمیاب ہی دوسرے یہ کہ کسی اپنے دوست صادق متدین عقیل سے کہے کہ میرے احوال اور افعال کو تاکتے رہو اور جو کچھ میرے اخلاق و افعال ظاہری و باطنی مین برا معلوم ہو اس سے مجکو اطلاع کردو اکابر ائمہ دین اسی طرح کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو مجکو میرے عیب بتلاوے اور حضرت سلمان فارسی سے اپنے عیوب کو پوچھا کرتے جب حضرت سلمان آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بات بھی میری تمکو پہونچی ہی جو تمھین بری معلوم ہو اُنھون نے عرض کیا کہ اس بات سے مجکو معاف رکھیے آپ نے باصرار پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ مین نے سنا ہی کہ آپ نے دسترخوان پر دو سالن جمع کیے اور آپکے پاس دو لباس ہین ایک رات کا ایک دن کا آپ نے فرمایا کہ اسکے سوا کچھ اور سنا ہی اُنھون نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ ان دونون سے تسلی رکھو انکی ایک وجہ ہی اور حضرت حذیفہ رضی سے پوچھتے کہ آپ منافقین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہین یہ بتلاؤ کہ مجھ مین تو کوئی نشان نفاق کا نہین پاتے سبحان اللہ باوجود اس جلالت شان اور علو مکان کے آپ اپنے نفس کو اسقدر متہم کرتے تھے پس جو کوئی عقل زیادہ اور منصب عالی رکھتا ہوگا وہ عجب کمتر کریگا اور سب سے زیادہ اپنے نفس پر تہمتین باندھیگا اور اس زمانے مین ایسا دوست ملنا دشوار ہی کہ منہ دیکھے پر کا لحاظ برطرف کرکے عیب بتلاوے یا حسد کے باعث جتنا چاہیے اس سے زیادہ نہ کہے آجکل کے دوست حاسد اور خود غرضے ہین کہ جو عیب نہو اُسکو بھی عیب جانین یا خوشامد کے مارے عیب چھپا دین اسی جہت سے داود طائی نے لوگون سے کنارہ کر لیا تھا جب اُنسے پوچھا کہ لوگون سے آپ کیون نہین ملتے اُنھون نے کہا کہ مین ایسے لوگون سے ملکر کیا کرون جو میرے عیب پوشیدہ رکھین غرض کہ ارباب حق کی آرزو یہی ہوتی تھی کہ دوسرے کے بتلانے سے اپنے عیبون پر متنبہ ہون لیکن اب زمانہ ایسا ہو گیا ہی کہ جو کوئی نصیحت کی بات کہے اور ہمکو ہمارے عیب بتلاوے وہ سب سے بڑھکر دشمن گنا جاتا ہی اور یہ علامت ضعف ایمان کی ہی کیونکہ اخلاق بد مثل سانپ اور بچھو کے ہین پس اگر کوئی ہمسے یون کہے کہ تمھارے کپڑون مین بچھو ہی تو اُسکا ممنون ہونا چاہیے اور خوش ہو کر اُسکے علیحدہ کرنے اور قتل کرنے مین کوشش کرنی چاہیے حالانکہ بچھو کا زہر اور رنج صرف ایک روز یا اُس سے بھی کم رہتا ہی اور اخلاق بد کا وبال یہ خوف ہی کہ بعد موت بھی ہمیشہ کو ہزارون برس رہے تو جو کوئی اُنکی اطلاع ہمکو بتلاوے ہم اُس سے خوش نہین ہوتے اور اُنکے دور کرنے مین مشغول نہین ہوتے بلکہ اُسکے مقابلہ مین کوئی عیب نصیحت کنندہ کا نکالنے لگتے ہین کہ تم مین بھی تو فلان عیب ہی اور اس عیب جوئی کی جہت سے اُسکی نصیحت کا فائدہ مہمل ہو جاتا ہی اور یہ امر کثرت ذنوب سے سختی دل کا نشان ہی اور اصل سبب کی وہی ضعف ایمان ہی ہم اللہ سے چاہتے ہین کہ ہمکو راہ راست دکھلا دے اور ہمارے عیبون پر ہمکو مطلع کرکے اُسکے علاج مین مصروف کر دے اور اس بات کی توفیق عنایت کرے کہ جو کوئی عیب ہمکو بتلاوے اُسکے ممنون اور مشکور ہون تیسرا طور یہ ہی کہ اپنے عیب دشمنون کی

دبانی معلوم کرے کروہ لوگ عیوب ہی کے درپے رہتے ہین اور غالب یہ ہے کہ آدمی اس باب مین بہ نسبت دوستونکے دشمنان عیب جو سے زیادہ نفع حاصل کرسکتا ہی اسلیے کہ دوست خوشامد کیجہت سے عیب نہین ظاہر کرتے مگر آدمی کی پیدائش مین یہ بات ہی کہ دشمن کے قول کو جھوٹا اور مبنی بر حسد جانتے ہین لیکن اہل بصیرت دشمنونکے قول سے بھی فائدہ مند ہوتے ہین اسلیے کہ بُرائیان ضرور انکی زبانون پر مذکور ہوتی ہین جو تیسرا طور یہ ہی کہ آدمیون سے ملکر جو بات انہین بُری دیکھے اپنے نفس کو اُسپر متنبہ کرے اسلیے کہ مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہی دوسرے کے عیب دیکھکر اپنے عیب کو معلوم کرلے اور جان لے کہ طبیعتین سب کی قریب قریب ہوتی ہین جو بات ایک مین ہوگی اُسکی اصل دوسرے مین بھی ہوگی یا اُس سے بڑھکر ہوگی اسطرح جو بات دوسرے سے بری معلوم ہو اس بات کو اپنے نفس سے دور کرے اور یہ تادیب بہت عمدہ ہی اگر آدمی اُسپر عمل کرین تو مرشد و مودب کی کچھ حاجت نہو حضرت عیسی علیہ السلام سے لوگون نے پوچھا کہ آپکو ادب کسنے سکھلایا آپنے فرمایا کہ مجکو کسی نے ادب نہین سکھلایا جاہل کی جہالت مجکو بُری معلوم ہوئی اس سے مین نے کنارہ کیا اور یہ طور اُن لوگون کے لیے ہین جنکو ایسا اُستاد کامل میسر نہو جو عارف اور ذکی اور عیوب نفس سے واقف ہو اور شفقت سے دین کی نصیحت کرے اور اپنے نفس سے تہذیب سے فارغ ہوکر اللہ کے بندونکی تہذیب و تعلیم مین مشغول ہو ورنہ جسکو ایسا مرشد میسر آجاوے تو گویا طبیب ملگیا اُسکا پیچھا نہ چھوڑے وہ اُسکا مرض کھو دیگا اور ہلاک سے بچاویگا

بیان دلائل نقلی ارباب بصیرت اور شواہد شریعت کا اس بات پر کہ امراض قلوب کا علاج شہوات کے چھوڑنے سے ہی اور یہ کہ مادہ ان امراض کا اتباع شہوات ہے

جاننا چاہیے کہ بیان مذکورۂ بالا اگر بنظر تامل اور اعتبار کے دیکھا جاوے تو آدمی کی بصیرت کھلجاوے اور امراض قلوب مع اُنکے علاج کے نور علم و یقین سے معلوم ہوجاوین پس اگر اس سے عاجز ہو تو یہ ضرور چاہیے کہ اُسکی تصدیق اور ایمان بر اہ تقلید حاصل ہو کیونکہ ایمان کا درجہ جدا ہی اور علم کا جدا علم بعد ایمان کے حاصل ہوتا ہی اور اُسکا درجہ بھی ایمان کے اوپر ہی قال اللہ تعالی یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات پس جس شخص نے اسبات کی تصدیق کی کہ شہوت کی مخالفت موصل الی اللہ ہی اور اسکا سبب اور بھید نہین جانا تو وہ ایمان والونمین ہی اور جب سبب اور بھید پر بھی دقوف ہوگیا تو علم والونمین ہوا وکلا وعد اللہ الحسنی اور اس بات پر ایمان لانا قرآن و حدیث اور اقوال علما سے ثابت ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور فرمایا اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی اُسکی تفسیر یون ہی کہ اُنکے دلون سے محبت شہوات نکال لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المومن بین خمس شدائد مومن یحسدہ و منافق یبغضہ و کافر یقاتلہ و شیطان یضلہ و نفس تنازعہ اسمین بیان فرمایا کہ آدمی کا نفس دشمن نزاع کنندہ ہی اس سے مجاہدہ واجب ہے اور ایک روایت مین ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد اپنے اصحاب کو شہوات کے کھانیسے ڈراؤ اور بچاؤ کیونکہ جن قلوب کی عقلین شہوات دنیاوی سے تعلق ہین وہ مجھسے محجوب ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ خوشحال اُس شخص کا جسنے حال کی شہوتکو بن دیکھے وعدہ کیلیے چھوڑدیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگونکو فرمایا جو جہاد سے پھرکر آئے تھے

مرحبا بکم قدمتم من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر لوگون نے پوچھا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہی آپنے فرمایا جہاد النفس اور فرمایا المجاہد من جاہد نفسہ فی طاعۃ اللہ عزوجل اور فرمایا کُفّ اذاک عن نفسک ولا تتابع ہواہا فی معصیۃ اللہ تعالیٰ اذا تخاصمک یوم القیامۃ فیلعن بعضک بعضا الا ان یغفر اللہ تعالیٰ ویستر اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ نفس سے سخت تر علاج مین نے کسی چیز کا نہین دیکھا کبھی تو میرے مفید ہوتا ہی اور کبھی مضر اور ابو العباس موصلی اپنے نفس سے کہتے کہ نہ تو شہزادون کے ساتھ دنیا کا مزہ پاتا ہی نہ آخرت کی طلب مین عابدون کے ساتھ محنت اٹھاتا ہی کیا مجکو دوزخ اور جنت کے بیچ مین قید کریگا شرم نہین کرتا اور حسن بصری فرماتے کہ نفس سے زیادہ سرکش گھوڑے کو بھی سخت لگام کی حاجت نہین ہوتی اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ نفس کے ساتھ ریاضت کی تلوارون سے لڑنا چاہیے اور ریاضت چار طرح پر ہی تھوڑا کھانا تھوڑا سونا بقدر حاجت بولنا اور سب لوگون کی ایذا کو سہنا تھوڑے کھانے سے شہوت مرجاتی ہی اور تھوڑے سونے سے نیت صاف ہوتی ہی اور کم بولنے سے آفتون سے سلامت رہتا ہی اور ایذا کی برداشت سے قصوی مراتب کو پہونچتا ہی اور بندہ پر حلم اور برداشت جفا کے برابر کوئی چیز سخت نہین پس جب نفس مین سے ارادہ شہوت کا اٹھے یا شیرینی کلام بیہودہ کی اس سے جوش مارے اسوقت چاہیے کہ شمشیر قلت طعام غلاف گمنامی سے برہنہ کرے اور خاموشی کا تازیانہ اسپر جڑے یہانتک کہ ظلم اور انتقام سے باز آوے اور ہمیشہ کو اسکے وبال سے چھوٹے اور کدورت شہوات سے اسکو پاک و صاف کردے تب کہین اسکی آفتون سے چھٹی ملے اسوقت نورانی و روحانی ہلکا پھلکا ہو جاویگا اور میدان خیر آتین دوڑتا پھریگا اور طاعت کے رستون مین سرپٹ گھوڑے کی طرح جولانیان کریگا اور ایسا ہو جائیگا جیسے بادشاہ چمن مین سیر کرتا ہی اور یہ بھی انھون نے ہی فرمایا ہی کہ انسان کے دشمن تین ہین دنیا اور شیطان اور نفس تو دنیا سے تو زہد کرنے سے بچنا چاہیے اور شیطان سے اسکی مخالفت کرنے سے اور نفس سے ترک شہوات سے اور بعض حکما کا قول ہی کہ جس شخص پر نفس غالب ہو جاتا ہی وہ اسکی چاہ کی چاہ مین قید ہو جاتا ہی اور بیڑیان اور طوق پڑ جاتا ہی باگ اسکے قبضہ مین ہو جاتی ہی جدھر چاہتا ہی لیے پھرتا ہی قلب کو فوائد سے مانع ہوتا ہی اور امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہین کہ اسپر علما و حکما کا اتفاق ہی کہ عیش دائمی بے عیش چھوڑے نہین ملتا اور ابو یحییٰ وراق فرماتے ہین کہ جسے اعضا کی خوشی شہوات کے ارتکاب سے کی اسنے مزرعہ دل مین تخم ندامت بویا اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ روٹی سے زیادہ اگر ہو تو خواہش نفس مین داخل ہی اور یہ بھی انکا قول ہی کہ جو کوئی شہوات دنیا سے محبت کرتا ہی چاہیے کہ ذلت کیواسطے تیار رہے اور روایت ہی کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس وقت مین کہ آپ مالک مصر ہوگئے تھے عرض کیا اے یوسف حرص اور شہوت نے بادشاہون کو غلام کردیا اور صبر اور تقوی نے غلامون کو بادشاہ بنا دیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو خدا ہی نے کہا ہی انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ ایکدفعہ رات کو مین جاگا اور نماز پڑھا ہوا کچھ وہ لذت نہ ملی جو ہمیشہ ہوتی تھی تو ارادہ کیا کہ سو رہون یہ بھی نہو سکا پھر بیٹھنا چاہا تو وہ بھی ممکن نہوا آخر مکان سے نکلا تو دیکھا کہ ایک آدمی کمل مین لپٹا ہوا راستہ مین لیٹا ہی جب اسنے میری آہٹ سنی تو کہا کہ اے ابو القاسم اسوقت ذرا میرے پاس آنا مین نے کہا کہ بلا غفلت پہلے سے تو آپنے اطلاع نہین فرمائی اسنے کہا کہ ٹھیک ہی مین نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ تمھارے دل کو میرے لیے حرکت دے مین نے کہا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے کیا اب آپ فرمائین کیا مطلب ہی اسنے کہا کہ نفس کا درد کسوقت اسکا علاج ہوتا ہی مین نے جواب دیا کہ جب آدمی خواہش نفس کے خلاف کرتا ہی تو اسکو تکلیف ہوتی ہی مگر یہی اسکا علاج اور دوا ہی پس وہ شخص اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوکر کہنے لگا کہ سن مین نے تجکو سات بار

یہی جواب دیا تھا تو نے نہ مانا اور کہا کہ جنید سے سونگا اب سن لیا پھر وہ شخص چلدیا اور مین نے دیکھا نا اور یزید رقاشی فرمایا کرتے کہ یارو ٹھنڈا پانی مجکو دنیا مین ندو ایسا نہو کہ آخرت مین اُس سے محروم رہون اور ایک شخص نے عمرؓ بن عبد العزیزؒ سے پوچھا کہ مین کس وقت کلام کیا کرون آپنے فرمایا کہ جب نفس خاموشی چاہے اُسنے پوچھا کہ چپ کسوقت ہون فرمایا کہ جب وہ بولنا چاہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جسکو شوق جنت کا ہو وہ دنیا مین شہوات سے الگ رہے اور حضرت مالک بن دینار بازارون مین پھرتے جب کوئی چیز اپنے جی چاہتی دیکھتے تو نفس سے کہتے کہ صبر کرنا چاہیے بخدا کہ مین تجکو منع کرتا ہون صرف تجکو اپنے نزدیک بڑا سمجھکر روکتا ہون ان سب باتون سے معلوم ہوا کہ علما و حکما کا اسپر اتفاق ہی کہ سعادت اُخروی کا طریق سواے روکنے نفس کے ہواے نفسانی سے اور مخالفت شہوات کے اور کوئی نہین تو اُسپر ایمان واجب ہی اور علم تفصیل اس امر کا کہ شہوات سے کون شے ترک کرنی چاہیے اور کونسی نہین اس بیان سے معلوم ہوتا ہی جو ہم اوپر لکھ چکے ہین اور اصل ریاضت اُسکا نام ہی کہ جو چیز قبر مین نجائے اُس سے نفس کو بقدر ضرورت بہرہ مند کرے یعنی کھانا اور لباس و نکاح اور مسکن اور جو چیزین کہ ضروری ہین اُنسے بقدر حاجت و ضرورت مستفید ہو اگر اسقدر سے کچھ بھی زیادتی کریگا تو اسیقدر کے ساتھ اُنس و الفت ہوگی جب مریگا تو اسی حب سے تمنا دنیا مین پھر آنیکی باقی رہیگی اور دنیا مین آنیکی تمنا اسیکو ہوگی جسکو آخرت سے بہرہ نہو اور اس نجات کی صورت یہی ہی کہ قلب خدا کی معرفت اور محبت اور فکر مین مشغول رہے اور اُسی کا ہورہے اور دنیا سے اُسقدر پر قناعت کرے جو فکر اور ذکر کی مانع نہو اور یہ بالیقین سب اُسی کی عنایت سے میسر ہوتی ہین پس جو کوئی اس ریاضت حقیقی تک نہ پہونچ سکے اُسکے قریب تو پہونچنے کا قصد کرے اس باب مین لوگ چار طرح پر ہین ایک وہ ہی کہ اُسکا قلب فکر الٰہی مین مستغرق ہی اور دنیا کیطرف سواے ضرورت معیشت کے التفات ہی نہین کرتا ایسا شخص صدیقین مین سے ہی مگر یہ رتبہ بہت دنونکی ریاضت اور مدت تک ترک شہوات کے بعد ملتا ہی ؎ عمرے باید کہ یار آید بکنار * این دولت سرمدیہ کس را ندہند * دوسرا وہ شخص ہی کہ دنیا مین اُسکا دل ڈوبا ہوا ہی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف بطور حدیث نفس کے آجاتا ہی یعنی صرف زبان سے ذکر کرتا ہی نہ دل سے تو ایسا شخص ہالکین مین سے ہی تیسرا وہ شخص ہی کہ دنیا اور دین مین دونون مین مشغول ہی لیکن قلب پر دین غالب ہی تو ایسا شخص آگ مین تو ضرور جائیگا مگر جسقدر دل پر غلبہ ذکر الٰہی ہوگا اسی قدر جلد نجات پاویگا چوتھا وہ شخص ہی کہ دونون مین مشغول ہی مگر دنیا کا غلبہ دل پر ہی تو یہ شخص دوزخ مین زیادہ رہیگا لیکن اُسمین سے بیشک نکلے گا کیونکہ اگرچہ دنیا اسکے دلپر غالب تھی مگر خدا کا ذکر بھی تہ دل سے کرتا تھا اُسی کی قوت سے نجات حاصل ہوگی الٰہی ہمکو ذلت و رسوائی سے بچانا ؎ نفس و شیطان زدکر بیاراہ ما * رحمت باد شفاعت خواہ ما * بعضے لوگ یہ کہتے ہین کہ اشیاء مباح سے لذت لینی مباح ہی تو اس سے خدا کی دوری کیسے ہوگی مگر یہ اُنکا خیال خام ہی بلکہ اصل حقیقت یہ ہی کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ دوستی دنیا کی ہر ایک گناہ کی جڑ ہی اور ہر ایک حسنہ کو حبط کرتی ہی اور مباح شی جو ضرورت سے زیادہ ہو وہ بیشک دنیا ہی ہی اور دوری کا سبب ہوتی ہی چنانچہ اُسکا ذکر ذم دنیا کے باب مین آویگا ابراہیم غواص کہتے ہین کہ مین ایک دفعہ پہاڑ لکام پر تھا مجکو انار نظر پڑے اور دل چاہا ایک توڑکر جو چیرا تو کھٹا پایا اُسے ڈالکر چلدیا راہ مین ایک شخص پڑا ہوا تھا اور اُسپر بھڑین جمع تھین مین نے اُس سے کہا السلام علیک اُسنے کہا وعلیک السلام یا ابراہیم مین نے پوچھا کہ تمنے مجھے کیسے پہچانا اُسنے کہا کہ جو خدا کو پہچانتا ہی اُسپر کوئی چیز مخفی نہین رہتی مین نے کہا کہ آپ تو رسیدہ ہین خدا سے دعا کیون نہین مانگتے کہ ان بھڑون

ے نکو بچاوے اُسنے جواب دیا کہ آپ بھی تو رسیدہ ہین دعا کیون نہین کرتے کہ انار کی خواہش سے تمھارے دلکو بچاوے پھر وہ نکا رنج تو دنیا ہی تک ہے شہوت کا دکھ تو آخرت تک رہیگا مین چپ ہو کر چلا گیا اور سری فرماتے ہین کہ چالیس برس سے میرا نفس یون چاہتا ہے کہ روٹی چھوہارے کے شیرہ مین تر کر کے کھاؤن مگر مین نے نہ کھلائی اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح قلب طریق آخرت کے سلوک کے لیے نہین ہوتی جبتک کہ نفس کو شہوات سے اور مباح چیزون کی لذت سے روکا نہ جاوے اسلیے کہ مباحات کی لذت سے محظورات مین پڑ جاتا ہے مثلاً اگر کوئی چاہے کہ زبان سے غیبت اور فضول بات نہ نکلے تو اُسکو چاہیے کہ بجز ذکر الٰہی یا ضروریات دین کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے اور سکوت اختیار کرے یہانتک کہ شہوت کلام فنا ہو جاوے پھر جو کلام نکلیگا وہ حق ہوگا اور سکوت اور کلام دونون عبادت ہونگے اور جب آنکھون مین یہ عادت ہو کہ ہر ایک اچھی چیز کیطرف اٹھتی ہے تو حرام چیزون پر بھی پڑیگی اور علیٰ ہذا القیاس اور شہوات کو خیال کرو کیونکہ حلال اور حرام دونون کی شہوت تو ایک ہی ہے اور بندہ کو حکم ہے کہ حرام سے شہوت کو روکے پس اگر بمقدار حاجت بر کفایت کا عادی نہوگا تو شہوت کا غلبہ ہو جاویگا اور یہ ادنی آفت مباحات کی ہے اسکے سوا اور بڑی آفتین ہین وہ یہ ہے کہ لذت دنیا پا کر نفس خوش ہوتا ہے اور اُسکی طرف میل اور اطمینان کرتا ہے اور اترا کر پھولا نہین سماتا اور ایسا ہو جاتا ہے جیسا کوئی متوالا کہ کبھی ہوش مین نہین آتا اور یہ خوشی اُسکے حق مین زہر قاتل ہے کہ رگ و ریشہ مین پھیل جاتی ہے اور دل سے خوف اور ذکر موت اور اہوال قیامت کو ایک لخت اُڑا دیتی ہے اُسی کا نام موت قلب ہے قرآن مجید مین اکثر جا مذمت دنیا کی اور اُسپر خوش ہونیکی موجود ہے جیسا کہ ارشاد ہوا رضوا بالحیوٰة الدنیا واطمانوا بہا [ف ۱] اور فرمایا وما الحیوٰة الدنیا فی الآخرة الا متاع [ف ۲] اور فرمایا اعلموا انما الحیوٰة الدنیا لعب ولہو وزینة وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد [ف ۳] خدا تعالیٰ ان آفات سے بچاوے علاوہ ازین جو لوگ ارباب قلوب مین محتاط ہین اُنھون نے امتحان کیا ہے تو دنیاوی خوشی کیحالت مین دلکو سخت اور سرکش اور ذکر سے کم متاثر پایا اور غم کی حالت مین نرم اور صاف اور متاثر معلوم کیا اس سے جان لیا کہ نجات آدمی کی اسی مین ہے کہ مدام غمگین رہے اور اسباب خوشی اور طغیان سے کوسون دور اسی لیے اپنے نفسونکو اس بات کی عادت ڈالی کہ شہوات خواہ حلال ہون یا حرام سب پر صبر کرے اور جتنے اُسکے مقر اور ٹھکانے تھے اسکو سب علیحدہ کر دیا اور یہ بھی جان لیا کہ حلال شہوت مین بھی حساب ہوتا ہے جو ایک قسم کا عذاب ہے اسلیے کہ جس سے مناقشہ حساب کا ہوگا عرصات قیامت مین کیسی تکلیف اٹھاویگا ان باتون کے لحاظ سے اُنھون نے اپنے نفسونکو اس تکلیف سے بچایا اور شہوات کی غلامی اور قید سے چھوٹ کر دونون جہانکی آزادی اور بادشاہت لی اور خدا تعالیٰ کے ذکر و طاعت سے شغل و انس حاصل کیا اور اپنے نفسون سے وہ معاملہ کیا جو باز سے تادیب کیوقت کیا جاتا ہے یعنی اولاً باز کو اندھیرے مکان مین رکھتے ہین اور اسکی آنکھین سی دیتے ہین تاکہ ہوا مین اڑنا چھوٹا رہنا جسکا پہلے سے عادی تھا وہ موقوف ہو جاوے بعد اُسکے اُسکو گوشت پر لگاتے ہین تاکہ اپنے مالک کو پہچان لے اور جب اُسکی آواز سنے اُسکے پاس پھر آوے اسیطرح نفس بھی اپنے رب سے مانوس نہین ہوتا اور نہ اُسکے ذکر سے الفت کرتا ہے لیکن اول اُسکی عادتین خلوت اور عزلت سے چھڑائی جاتی ہین اور کان اور آنکھ کی اُنکے مالوف چیزون سے حفاظت کیجاتی ہے پھر ذکر و ثنا کی عادت ڈالی جاتی ہے یہانتک کہ اُسکو اُسی سے اُنس ہو جاوے اور اُنس دنیاوی مع تمام شہوات نسیاً منسیاً ہو جاوے اور یہ امر مرید کو اول مین گران گذرتا ہے مگر انجام مین چاٹ پڑ جاتی ہے جیسے شیر خوار لڑکے کا دودھ چھڑا دین تو کیسا روتا ہے کیونکہ دم بھر بھی اُسکو بے دودھ رہنے کی عادت

ف ۱ اور راضی ہوے دنیا کی زندگی پر اور اسی پر چین پکڑا ۱۲

ف ۲ اور کچھ نہین دنیا کی زندگی آخرت کے حساب مین مگر تھوڑا برتنا ۱۲

ف ۳ جان رکھو کہ دنیا کا جینا یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیان کرنی آپس مین اور بہتایت ڈھونڈھنی مال کی اور اولاد کی ۱۲

نہ تھی اب دفعتہً روک دیا گیا اسی لیے بہت روتا ہی اور عوض دودھ کے جو کھانا اُسکے سامنے لاتے ہین اُس سے بھی نفرت کرتا ہے مگر جب بالکل دودھ نہین ملتا تو بتدریج بعد چندے غلبہ بھوک مین بتکلف کچھ کھانے لگتا ہی یہانتک کہ پھر کھانا ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہی دودھ کا نام بھی نہین لیتا بلکہ اسکو بُرا جانتا ہی اسیطرح گھوڑا اول اول لگام اور زین اور سواری سے بھاگتا ہی لیکن زبردستی اُس سے یہ کام لیا جاتا ہی اور چھوٹے رہنے کی عادت چھڑانے کو اگاڑی پچھاڑی لگائی جاتی ہی مگر رفتہ رفتہ ایسا مودب ہو جاتا ہی کہ جس جگہ سوا چھوڑ دیے وہان سے نہین ہلتا گو بندھا نہو انھین چیزون کی تادیب کیطرح نفس کی تادیب بھی ہوتی ہی اور اُسکو ادب اس طور دیتے ہین کہ لذاید دنیاوی کے دیکھنے اور اُنسے اُنس اور خوشی حاصل کرنے سے روک دیتے ہین بلکہ جتنی چیزین کہ موت کے بعد اس سے چھوٹ جاتی ہین سب کا اُنس چھڑا لیتے ہین اور یون سمجھاتے رہتے ہین کہ جس چیز کے ساتھ چاہے محبت کر انجام کو چھوڑنی پڑیگی جب اُسکو یقین ہو جاتا ہی کہ جو شخص کسی چیز کیطرف دل لگاویگا بیشک درد فراق مین مبتلا ہوگا اور جدا ہونا ضروری ہی تو اس نصیحت سے ایسی چیز کی محبت کرتا ہی جس سے کبھی جدا نہو یعنی ذکر الٰہی کہ قبر مین بھی ساتھ رہیگا جدا نہوگا اور اسبات کیواسطے چندروز صبر کرنا پڑتا ہی یعنی مدت حیات تک جو بہ نسبت حیات آخرت کے بہت ذراسی ہی دیکھو عاقل آدمی اسبات پر راضی ہوتے ہین کہ چندے سفر کر کے کوئی کام یا پیشہ ایک دو مہینے مین ایسا سیکھین جس سے ایک برس خواہ عمر بھر کو چین ہو جاوے پس اگر حساب کرو تو مدت زندگی بہ نسبت ابدالآباد کے اتنی بھی نہین ہی جتنی مدت ایک مہینے کی بہ نسبت ایام زندگی کے تو اتنے دنونکا صبر اور مجاہدہ اُس خوشی دائمی کے لیے بہت ضرور ہی اور طریق مجاہدہ اور ریاضت کا اعتبار احوال ہر ایک انسان کے مختلف ہی مگر کلیہ یہ ہی کہ اسباب دنیا مین سے جس شخص کو جس سے خوشی ہوتی ہو اُسکو ترک کر دے مثلاً جو لوگ مال اور جاہ سے خوش ہوتے ہون یا اپنے وعظ کی تاثیر سے خوش ہوتے ہون یا ریاست وحکومت کی عزت سے یا کثرت تلامذہ سے خوش ہوتے ہون تو اُنکو چاہیے کہ اول ان چیزون کو دلسے بھلا دین پھر اُسکے بعد اگر کوئی چیز ان چیزونمین اُنسے روک دیجاوے اور کہا جاوے کہ تمکو اُسکے نہ ملنے سے کچھ آخرت کا ثواب کم نہین ہوگا اور وہ اس سے ناراض ہون اور رنج اُٹھاوین تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اُن لوگونمین سے ہین کہ رضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمانوا بہا اور یہ اُنکے حق مین زہر ہی جب اسباب فرح چھوڑ دے تو لوگون سے الگ ہو کر اپنے دل کا نگران رہے یہانتک کہ بجز ذکر اور فکر الٰہی کے اور کسی چیز مین مشغول نہو اور جو کچھ نفس مین وسوسہ یا شہوت ظاہر ہو اُسکو تاکتا رہے جب ہی کچھ پیدا ہو فوراً اُسکی جڑ اُٹھا دے یعنی ظہور وسوسہ کیلیے کوئی سبب ضرور ہی پس اُسکا استیصال اس سبب کے قطع کرنے سے ہوگا اور اسیطرح عمر بھر کرتا رہے اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ نفس کی انتہا موت ہی ہی

نوان بیان تمیز علامات حسن خلق کا

جاننا چاہیے کہ آدمی کو اپنے عیوب کی خبر نہین ہوتی پس جب فی الجملہ مجاہدہ کر کے بڑے بڑے گناہ چھوڑ دیتا ہی تو جاننے لگتا ہی کہ اب مین مہذب ہو گیا اور مجھ مین حُسن خلق آ گیا اب مجاہدہ کی ضرورت نہین اسلیے ضرور ہوا کہ علامات حُسن خلق بتلا دیے جاوین کیونکہ حسن خلق عین ایمان ہی اور سوء خلق عین نفاق اور کتاب مجید مین خداوند کریم نے صفات مومنین اور منافقین کے بیان کر دیے ہین اور وے سب نتیجہ

ف راضی ہوے ساتھ زندگانی دنیا کے اور مطمئن ہوے ساتھ اُسکے ۱۲

حسن خلق اور سوء خلق کے ہین کچھ ہم یہان بیان کرتے ہین تاکہ نشانی حسن خلق کی معلوم ہو جاوے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون والذین ہم عن اللغو معرضون آخر اولئک ہم الوارثون تک اور فرمایا التائبون العابدون الحامدون سے وبشر المومنین تک اور فرمایا وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذا خاطبہم الجاہلون آخر سورہ تک پس جس کسی کو اپنے حال مین کچھ شک پڑے تو ان آیتون کے مطابق اپنے آپ کو دیکھے اگر سب باتین انھین آیتون کے مطابق ہون تو حسن خلق حاصل ہوا اور اگر کوئی مطابق نہین تو سوء خلق کی علامت ہے اور اگر تھوڑی باتین مطابق ہین اور تھوڑی نہین تو اسی قدر نقصان ہے ایسی صورت مین جو بات حاصل ہوگئی ہو اسکی حفاظت کرے اور دوسری بات کی تلاش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو بہت صفات سے ذکر فرمایا اور ان سب سے اشارہ محاسن اخلاق کی طرف فرمایا ہے مثلاً یہ ارشاد کیا المومن یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ اور فرمایا من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ اور ایک روایت مین فلیکرم جارہ ہے اور ایک مین فلیقل خیرا او لیصمت ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ صفات مومنین کے حسن خلق ہی ہین چنانچہ ارشاد فرمایا اکمل المومنین ایمانا احسنہم اخلاقا اور فرمایا اذا رایتم المومن صموتا وقورا فادنوا منہ فانہ یلقن الحکمۃ اور فرمایا من سرتہ حسنتہ وساءتہ سیئتہ فہو مومن اور فرمایا لا یحل لمومن ان ینظر الی اخیہ بنظرۃ توذیہ اور فرمایا لا یحل لمسلم ان یروع مسلما اور فرمایا انما یتجالس المتجالسان بامانۃ اللہ عز وجل فلا یحل لاحدہما ان یفشی علی اخیہ ما یکرہہ اور بعض لوگون نے سب علامات حسن خلق کو جمع کر دیا ہے اور فرمایا کہ خوش خلق وہ آدمی ہے کہ کثیر الحیا کثیر الصلاح کم آزار کم سخن غیر فضول کثیر العمل کم لغزش است گفتار نیکوکار صاحب وقار صابر شاکر راضی حلیم رفیق پارسا شفیق ہشاش بشاش ہو بدگفتار دشنام دہندہ چغل خور غیبت کنندہ جلد باز کینہ ور بخیل حاسد نہو بغض وغضب اللہ ہی کیواسطے کرے اور حب رضا بھی اللہ ہی کے لیے اتنی باتون سے خوش خلق ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علامات مومن اور

منافق کو پوچھا تو آپنے فرمایا اِنَّ المومن ہمتہ فی الصلوٰۃ والصیام والمنافق ہمتہ فی الطعام والشراب کالبہیمۃ اور حاتم اصم فرماتے ہین کہ مومن فکر و عبرت مین مشغول رہتا ہی اور منافق حرص و امل مین مومن سوائے خدا کے کسی سے توقع نہین رکھتا ہی اور منافق بجز اللہ تعالیٰ کے سب سے متوقع رہتا ہی مومن سوائے خدا کے سب سے مامون و نڈر ہی اور منافق سوائے خدا کے سب سے خائف مومن مال دیتا ہی دین نہین دیتا اور منافق دین دیتا ہی مال نہین دیتا مومن حسنات کر کے روتا ہی اور منافق گناہ کر کے ہنستا ہی مومن کو خلوت اور تنہائی اچھی معلوم ہوتی ہی اور منافق کو جماؤ اور جماعت اچھی لگتی ہی مومن کھیتی کرتا ہی اور اُسکے بگاڑ سے ڈرتا ہی اور منافق بیخ کنی کرتا ہی اور توقع خرمن کی رکھتا ہی مومن امر و نہی سیاست کی کر کے اصلاح کرتا ہی اور منافق امر و نہی ریاست کی کر کے فساد کرتا ہی اور حسن خلق کا اول امتحان ایذا پر صبر کرنے سے ہوتا ہی پس جو کوئی دوسرے کی بدخلقی کی شکایت کرے اُسکی بدخلقی کی دلیل ہی کیونکہ حسن خلق ایذا و جفا کی برداشت کا نام ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر نجرانی موٹے کنارے کی اوڑھے تشریف لیے چلے جاتے تھے اور آپکے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے ایک اعرابی رستہ مین ملا اُسنے چادر پکڑ کے اس زور سے کھینچا کہ چادر کا کنارہ آپکی گردن مبارک مین گھس گیا اور کہا کہ اے محمد تمھارے پاس جو خدا کا مال ہی اُس مین سے مجھے بھی دو آپنے اُسکی طرف دیکھا اور ہنسکر اُسکو کچھ دلوا دیا اور جب قریش نے ایذا اور ضرب آپ پر بہت روا رکھی تو فرمایا اللّٰھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ کلام آپ نے احد کی لڑائی مین فرمایا تھا بہر صورت انھین باتون سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان مین فرمایا وانّک لعلیٰ خلق عظیم اور روایت ہی کہ ایک روز ابراہیم ادہم کسی جنگل مین جاتے تھے ایک سپاہی ملا اُسنے کہا کہ تو بندہ ہی آپ نے فرمایا کہ ہان اُسنے پوچھا کہ بستی کدھر ہی آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کر دیا اُسنے کہا کہ مین آبادی پوچھتا ہون آپ نے فرمایا کہ قبرستان ہی آبادی ہی اس سے سپاہی کو غصہ آیا سر مین ایسا کوڑا مارا کہ سر پھٹ گیا اور اُنکو شہر مین پکڑ لایا جب دوست آشنا آئے اور حال پوچھا تو سپاہی نے ماجرا بیان کیا اُنھون نے کہا کہ یہ ابراہیم بن ادہم ہین سپاہی گھوڑے سے اُتر پڑا اور آپ کے ہاتھ پانون چومنے لگا اور عذر کرنے لگا بعد اُسکے لوگون نے اُنسے کہا کہ آپنے کیون فرمایا تھا کہ مین بندہ ہون آپنے فرمایا اُسنے مجھ سے یون نہین پوچھا کہ تو کس شخص کا بندہ ہی بلکہ یون پوچھا کہ تو بندہ ہی چونکہ مین بندہ خدا تھا اسواسطے کہدیا کہ بندہ ہون جب اُسنے مجھے مارا تو مین نے اُسکے لیے دعا جنت کی مانگی لوگون نے پوچھا اُسنے تو آپ پر ظلم کیا تھا آپنے فرمایا کہ مجھکو یقین تھا کہ اس مصیبت پر مجھکو ثواب ملیگا تو مین نے یہ اچھا نہ جانا کہ اُسکے باعث مجھکو ثواب ملے اور میری طرف سے اُسکو عذاب ہو ابو عثمان حیری کو کسی شخص نے بنظر امتحان دعوت کے بہانے بلایا جب آپ اُسکے گھر گئے تو کہا کہ اسوقت تو مجھ سے کچھ بن نہ سکا آپ وہان سے پھر آئے جب بہت دور نکل آئے پھر وہ شخص آیا اور کہا کہ جو اسوقت موجود ہی اسی پر قناعت کیجیے جب دروازے پر پہونچے تو جیسا پہلے کہا تھا ویسا کہا پھر آپ لوٹ گئے اسیطرح کئی بار بلایا اور پھر لوٹا دیا مگر آپ ذرا نہ مکدر ہوے پھر تو وہ شخص پانون پر گر پڑا اور کہا کہ مین نے آپ کو آزمانا چاہا تھا سبحان اللہ کیا خلق ہی آپنے فرمایا کہ جو بات تو نے میری دیکھی وہ تو صفت کتے کی ہی کہ جب بلاؤ چلا آوے اور ہکاؤ تو ہٹ جاوے اور یہ بھی انھین کا ذکر ہی کہ کسی روز سوار ہو کر ایک کوچہ مین گذرے اوپر سے کسی نے اُنپر راکھ پھینکدی آپ اُتر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا اور کپڑون پر سے راکھ جھاڑ دی اور کچھ نہ کہا لوگون نے کہا کہ آپنے راکھ ڈالنے والے کو جھڑکا نہین آپ نے فرمایا

اگر جو شخص مستحق آگ کا تھا اُسپر راکھ پڑے تو اُسکو غصہ کرنا مناسب نہین اور روایت ہی کہ حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کا رنگ سانولا تھا اس نسبت سے کہ آپ کی والدہ حبشن تھین نیشاپور مین آپ کے دروازہ پر ایک حمام تھا جب آپ حمام مین جایا چاہتے تھے تو حمامی آپ کے لیے حمام خالی کر دیتا تھا ایک روز جو آپ حمام مین تشریف لے گئے وہ دروازہ بھیڑا کر کسی کام کو چلا گیا اتنے مین ایک شخص رستائی آیا اور حمام کا دروازہ کھول کر اندر گھسا اور کپڑے اتار کر حمام مین گیا آپ کو دیکھکر یہ جانا کہ حمام کا کوئی خادم ہی آپ سے کہا کہ اُٹھکر میرے لیے پانی لا آپ نے اُسکا کہنا کیا اور جو جو کہتا گیا کرتے گئے جب حمامی پھر کر آیا اور رستائی کے کپڑے دیکھے اور اُسکی گفتگو آپ کے ساتھ سنی ڈر کر بھاگ گیا جب آپ حمام سے نکلے تو حمامی کو پوچھا لوگون نے کہا کہ وہ خوف کے مارے بھاگ گیا آپنے فرمایا کہ اُسکو بھاگنا کیا ضرور تھا قصور اُسکا ہی جس نے اپنا نطفہ حبشن کے حوالے کیا اور ابو عبد اللہ خیاط کے حال مین لکھا ہی کہ آپ دکان پر بیٹھے اور کپڑا سیتے ایک مجوسی جو آپ سے دشمنی رکھتا تھا اپنا کپڑا سلواتا اور کھوٹے درم مزدوری مین دیتا آپ اُنکو لیکر نہ واپس کرتے اور نہ اُسکو خبر کرتے ایک روز جو وہ مزدوری دینے آیا تو آپ کو نہ پایا آپ کا شاگرد بیٹھا تھا اُسکو اجرت دے کر اپنا کپڑا مانگا شاگرد نے کھوٹا دام دیکھکر پھیر دیا جب ابو عبد اللہ آئے تو اُنسے حال کہا آپ نے فرمایا تو نے برا کیا یہ مجوسی ایک برس سے یہی معاملہ کرتا ہی اور مین چپ چاپ اجرت لیکر کنوین مین ڈال دیتا ہون تاکہ کسی مسلمان کو دھوکا نہ دیوے اور یوسف بن اسباط فرماتے ہین کہ حسن خلق کی علامت دس باتین ہین قلت خلاف حسن انصاف انتقام نہ لینا گناہون کا برا جاننا عذر کرنا ایذا سہنا نفس کو ملامت کرتے رہنا دوسرون کے عیوب سے قطع نظر کرکے اپنے عیوب کو پہچاننا چھوٹے بڑے سے کشادہ پیشانی پیش آنا اپنے سے ادنیٰ اور اعلیٰ کے ساتھ نرمی سے بولنا کسی شخص نے سہل تستری سے پوچھا کہ حسن خلق کیا ہی آپنے فرمایا کہ ادنیٰ یہ ہی کہ انتقام نہ لے اور ایذا کو سہے اور ظالم پر رحم کرے اُسکے لیے دعاء مغفرت مانگے اور احنف بن قیس سے پوچھا کہ آپ نے حلم کس سے سیکھا کہا کہ قیس بن عاصم سے لوگون نے کہا کہ اُنکے حلم کا کیا حال ہی آپ نے کہا کہ ایک روز وہ اپنے گھر مین بیٹھے تھے اُنکی لونڈی ایک سیخچہ جسپر کباب چڑھے تھے لیکر آئی اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر اُنکے ایک لڑکے صغیر سن پر گرا کہ اُسکے صدمہ سے وہ لڑکا مر گیا وہ لونڈی ڈری آپ نے فرمایا کچھ خوف نکر مین نے تجھے لوجہ اللہ آزاد کیا اور حضرت اویس قرنی کا حال لکھا ہی کہ جب آپ کو لڑکے دیکھتے تو پتھر مارتے تھے آپ اُنسے کہتے کہ بھائیو اگر مارنا ضرور ہی ہی تو چھوٹے پتھر مارو کہ میرے پانون مین سے خون نہ نکلے اور نماز کا حارج نہو اور احنف بن قیس کو ایک آدمی نے گالیان دینی شروع کین آپ چپ چاپ چلے گئے جب محلے کے قریب پہونچے تو ٹھہر کر اُس سے یہ کہا کہ اگر کچھ اور جی مین رہا ہو تو وہ بھی اب کہلے ایسا نہو کہ محلہ کا کوئی بیوقوف تیری آواز سنے تو تجھے ایذا دے اور حضرت علی نے ایک بار اپنے ایک غلام کو پکارا وہ نہ بولا پھر آپنے دوبارہ سہ بارہ پکارا پھر نہ بولا آپ خود اُسکے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ لیٹا ہوا ہی آپنے فرمایا کہ تو نے سنا نہین اُسنے عرض کیا کہ سنا تو تھا آپنے پوچھا کہ پھر جواب کیون نہین دیا اُسنے عرض کیا کہ مجکو یہ خوف تو تھا ہی نہین کہ آپ مارینگے اسلیے کسل کر گیا آپنے فرمایا کہ مین نے لِلّٰہ تجھے آزاد کیا اور مالک بن دینار کو ایک عورت نے پکارا کہ او ریاکار آپنے فرمایا کہ یہ نام تو نے خوب نکالا جو اہل بصرہ بھول گئے تھے اور یحییٰ بن زیاد حارثی کے پاس ایک غلام بد خلق تھا لوگون نے اُنسے کہا کہ آپ اسکو کیون رکھتے ہین آپنے فرمایا تاکہ مین اس سے حلم سیکھون ان روایات سے معلوم ہوا کہ ان لوگون کے

نفوس ریاضت سے ڈھیلے ہوکر انکے اخلاق اعتدال پر آگئے تھے اور دغا و خیانت اور حقد سے دل صاف تھے اُسکا ثمرہ یہ ہوا کہ تقدیرات الٰہی پر راضی ہوے جو کہ اقصی غایت حسن خلق کی ہی کیونکہ جو شخص خدا کے کام کو اچھا نہ جانے اور اُسپر راضی نہو تو اسکی نہایت بدخلقی ہی ان لوگون کی ظاہر ہیں علامتیں حسن خلق کی سو جو تعین جیسا کہ مذکور ہوا ہی اگر کوئی شخص اپنے نفس مین یہ علامات نپاوے تو اُسکو متصف بحسن خلق نہ خیال کرے اور دھوکا نہ کھاوے بلکہ ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول ہو یہانتک کہ درجۂ حسن خلق نصیب ہو یہ درجہ نہایت عظیم الشان ہی مقربین و صدیقین ہی اسکو پہونچتے ہین

دسوان بیان لڑکونکی ریاضت اور تادیب اور تحسین اخلاق کا

واضح ہو کہ لڑکون کی تہذیب ایک امر نہایت ضروری ہی اور لڑکا ماں باپ کے پاس امانت ہی اور اُسکا قلب ایک جوہر نفیس سادہ ہر نقش و صورت سے خالی ہی ہر ایک نقش کے قابل ہی اور جسطرف کو مائل کرو اسطرف میلان کے لائق ہوتا ہی مثلاً اگر تعلیم خیر کی پاوے اور اُسکا عادی کیا جاوے تو بڑا ہو کر بھی ایسا ہی رہیگا اور دونون جہان کی سعادت لیگا اور اس ثواب مین ماں باپ اور استاد و ادیب شریک ہونگے اور اگر برائی کا عادی ہوگا اور جانورونکی طرح بے غور چھوڑا جاویگا تو تباہ ہو جاویگا اور اُسکا وبال اُسکے مربی پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا تو جب باپ دنیا کی آگ سے اپنی اولاد کو بچاتا ہی تو آخرت کی آگ سے بچانا بطریق اولی ضرور ہی اور اُسکی حفاظت نار آخرت سے اسطرح ہی کہ ادب اور تہذیب اور محاسن اخلاق سکھاوے اور صحبت بد سے بچاوے زینت اور بناؤ سنگار اور لذتون اور آرام طلبی کی نظر و نمین حقیر کرے تاکہ بڑا ہو کر انکی طلب نکرے اور ہلاکت ابدی سے بچے بلکہ شروع ہی سے اُسکی حفاظت ضرور ہی اسطور پر کہ اُسکو کسی عورت نیک بخت متدین حلال خوار کا دودھ پلاوے کیونکہ حرام کے دودھ مین برکت نہین ہوتی اور جب لڑکپن مین حرام کا دودھ پیتا ہی تو اُسکے خمیر مین رچ جاتا ہی بڑا ہو کر خبث کیطرف میل کرتا ہی اور جب اُسمین کچھ تمیز شروع ہو تب زیادہ حفاظت ضرور ہی اور شروع تمیز حیا کے ظاہر ہونے سے ہوتی ہی اسلیے کہ جب لڑکا بعض افعال حیا کے سبب چھوڑ دیتا ہی تو یہی سبب سے ہوتا ہی کہ عقل کے نور کی جھلک اُسمین آتی ہی اور بعض چیزونکو بہ نسبت بعض کے برا جانتا ہی تو افعال بد سے حیا کرنے لگتا ہی اور یہ امر خدا کی عنایت سے ہی اور اعتدال اخلاق اور صفاء قلب پر دلالت کرتا ہی اور یہ معلوم ہوتا ہی کہ بڑا ہونے پر کمال عاقل ہوگا تو ایسے شرمالو لڑکے کو مہمل نہین چھوڑنا چاہیے بلکہ حیا اور تمیز پر تادیب مین اُسکی مدد کرنی چاہیے اول اول جو صفت کہ لڑکے پر غالب ہوتی ہی وہ خواہش کھانے کی ہی تو اُسی کے ادب اُسکو سکھانے چاہیین کہ دہنے ہی ہاتھ سے کھاوے اور کھانے پر بسم اللہ کہے اور اپنے سامنے سے کھاوے اور دوسرون سے پہلے کھانا شروع نکرے اور کھانے کیطرف گھورے نہین اور نہ کسی کھانیکی طرف تاکے اور جلدی جلدی نہ کھاوے اچھی طرح چبا کر کھاوے اور پے در پے لقمہ منھ مین ندے اور ہاتھ اور کپڑا نہ بھرے اور کبھی کبھی روکھی روٹی کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ یہ نہ جانے کہ سالن کے ساتھ ہی کھانا ضرور ہی اور بسیار خواری کی مذمت اُسکے سامنے کرنی چاہیے اس طرح کہ جو زیادہ کھاتا ہی وہ چوپایونکی طرح ہی یا کسی لڑکے بسیار خوار کی مذمت اُسکے سامنے بیان کیجاوے اور کمخوار کی ثنا کیجاوے اور اُسکی نظر

مین یہ بات بھی اچھی جتانی چاہیے کہ کھانا دوسرون کو دے دیا کرے اپنے آپ اُسکی پروا کم کرے اور دال دلیہ جو کچھ میسر آوے اُس پر قناعت
کرے اور کپڑون مین سے سفید کپڑا اُسکو پسند کرانا چاہیے رنگین اور ریشمی کو کہدینا چاہیے کہ یہ عورتون اور مخنثون کا لباس ہی مرد اُس کو بُرا
جانتے ہین اور اسی طرح کئی بار اُس سے کہا جاوے اور جب کوئی لڑکا رنگین اور ریشمی کپڑا پہنے نظر پڑے اُسکی حقارت اُسکے سامنے
بیان کرین اور اُسکو ایسے لڑکون کی صحبت سے بچانا چاہیے جنکو شوق و عادات آرام طلبی اور عمدہ پوشاک کی ہو اور ایسون سے بھی نہ ملنے
دے جنکے کہنے سے اُسکے دلمین ان باتون کی رغبت ہو جاوے اسلیے کہ ابتداء مین اگر لڑکے کی خبرگیری نہین ہوتی تو اکثر عادات بد اُسمین
پیدا ہوتے ہین جھوٹا حاسد چور جھگڑالو چغلخور بیہودہ گو ہنسوڑ مکار بے پروا ہو جاتا ہی ان اُمور سے بچاؤ بہت حُسن تادیب سے
ہوتا ہی بعدہ مکتب مین بھیجنا چاہیے اور قرآن اور حدیث اور صلحا کی حکایتین سکھانی چاہیین تاکہ محبت صالحین کی اُسکے دلمین جمے اور
ایسے اشعار جنمین عشق و عاشق کا ذکر ہو اُسکو پڑھنے نہ دیوین بلکہ جو لوگ ایسے اشعار کو ظرافت اور ہوشیاری جانتے ہین اُنسے بھی نہ ملنے
دین کہ ان اشعار سے فساد کا بیج دلمین پڑتا ہی اور جب لڑکا کوئی عمدہ کام کرے تو چاہیے کہ اسکو کچھ انعام دین کہ جس سے خوش ہو
اور لوگون مین اسکی تعریف کرین اور اگر کبھی ایک آدھ مرتبہ امر خلاف کرے تو اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اُسکا پردہ نہین کھولنا
چاہیے خاصکر ایسی صورتمین کہ خود لڑکا اُس کام کو چھپاوے اور اُسکے پوشیدہ رکھنے مین جد و جہد کرے کیونکہ اگر اُسکو معلوم ہوجاویگا
کہ اس امر کے ظاہر ہونے سے کچھ نہوا تو آیندہ کو جرأت ہوگی اور راز کھلنے کی پروا نہ رہیگی اگر دوبارہ اُس حرکت کو کرے تو اُسکو پوشیدہ
عتاب کرنا چاہیے اور تاکید سے کہنا چاہیے کہ خبردار آیندہ ایسا مت کرنا اگر پھر کروگے تو لوگون مین فضیحت ہوگے اور ہر وقت عتاب
نہین کرنا چاہیے اس سے ملامت کا عادی ہو جاتا ہی اور بُری باتون کو نکی جرأت بڑھ جاتی ہی کلام کی تاثیر دل سے جاتی رہتی
ہی ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است ؎ چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است ؎ اور باپ کو چاہیے کہ اُسکے ساتھ کلام لحاظ کے ساتھ کرے کسی
وقت صرف گھُڑک دیا کرے اور ماں بھی اُسکو بُری باتون سے روکے اور باپ کا خوف دلاوے اور دنکو سونے کی عادت نہ ڈالنی چاہیے
کہ موجب سستی کا ہوتی ہی مگر رات کو سونے سے روکنا نچاہیے الا گدگدا بچھونا نہ دینا چاہیے تاکہ بدن سخت رہے آرام طلب نہو غرضکہ فرش و
لباس و غذا مین آرام طلبی چھوڑنیکا لحاظ رہے اور کوئی کام اُسکو پوشیدہ نکرنے دیوین کیونکہ جس امر کو وہ اپنے نزدیک بُرا سمجھیگا اُسکو چھپا کر کریگا
پس اسکو عادت علانیہ کام کرنیکی ہوگی تو بُرے افعال سے باز رہیگا اور دنکو کوئی وقت ایسا مقرر کرنا چاہیے کہ جسمین چلنے پھرنے کی عادت
ہو تاکہ سستی کا غلبہ نہو اور اُسکی بھی عادت رہے کہ اپنے ہاتھ پاؤن نہ کھولے اور دوڑ کے نہ چلے اور اپنے باپ کی چیزون سے ہمجولیون پر فخر
نہ کرے خواہ کھانے پہننے کی اشیا پر نہ اتراوے اور نہ تختی اور دوات وغیرہ پر ناز کرے بلکہ جو اُس سے ملے اُسکے ساتھ تواضع اور اکرام
سے پیش آوے اور کلام ملائمت کے ساتھ کرے اور لڑکون سے کوئی چیز نلے اگر امیر زادہ ہی تو اُسکو یون سمجھایا جاوے کہ تمھارا مرتبہ دینے
کا ہی لینا نہین چاہیے کسی سے لینا خست اور دنائت کا نشان ہی اور اگر فقیر زادہ ہی تو اسکو یہ کہا جاوے کہ طمع اور لینا ذلت ہی اور کتے
کی عادت کیونکہ لقمہ کے لیے وہی دم ہلایا کرتا ہی حاصل یہ کہ لڑکونکو سونے چاندی کی محبت اور طمع سے روکنا چاہیے اور سانپ
بچھو سے زیادہ ان چیزونکا خوف دلانا چاہیے کیونکہ ان چیزون کی آفت کا ضرر بہ نسبت زہر کے لڑکے کے حق مین زیادہ مضر ہے بلکہ

بڑون کے حق مین بھی یہی حال ہی اور اس بات کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ بیٹھنے کی جگہ مین تھوک وغیرہ نہ ڈالے اور دوسرے کے سامنے جمائی نہ لیوے اور نہ کسی طرف پشت پھیر کر بیٹھے اور ایک پانوٗن پر دوسرا نہ رکھے اور ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ نہ دے اور نہ بازو کو سر کا تکیہ کرے کیونکہ یہ سب امور سستی کے نشان ہین کیفیت جلوس کی اُسکو بتانی چاہیے اور کثرت کلام سے منع کرنا چاہیے اور بیان کرنا چاہیے کہ زیادہ بولنا بیحیائی کا کام ہی کمینے آدمی زیادہ بکا کرتے ہین اور قسم خواہ سچی ہو خواہ جھوٹی مطلق دونونسے روکنا چاہیے تاکہ لڑکپن مین عادت قسم کی نہ پڑے اور اسبات کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ سب سے پہلے نہ بولے بلکہ کوئی کچھ پوچھے تو صرف اُسکا جواب دیوے زیادہ کچھ نہ کہے اور جب کوئی دوسرا شخص خواہ بڑا کچھ بات کہے تو اُسکو خوب سنے اور اپنے سے بڑے کی اُٹھکر تعظیم کرے اور اُسکے لیے جگہ خالی کردے آپ اُسکے سامنے بیٹھے اور لغو اور فحش اور لعنت اور دشنام سے روکنا چاہیے بلکہ جس شخص مین یہ عادتین ہون اُس سے ملنے دینا بھی نہین چاہیے کیونکہ یہ باتین صحبت بد سے حاصل ہوتی ہین اور تادیب مین لڑکونکی اصل بھی یہی ہی کہ بد لوگون کی صحبت سے روکنا چاہیے اور جب استاد مارے تو زیادہ شورش نہ کرے نہ کسی کو سفارشی ڈھونڈھے بلکہ صبر کرے اور اس سے کہدینا چاہیے کہ صبر کرنا مردون اور بہادرون کا کام ہی اور زیادہ رونا پیٹنا عورتون اور غلامون کا کام اور مکتب سے آنیکے بعد اسکو اجازت کسی اچھے کھیل کی دینی چاہیے جس سے کہ مکتب کی مشقت سے راحت ملے مگر کھیل بھی اتنا کھیلے کہ تھک نجاوے اگر اسقدر کھیل کی اجازت نہو اور تعلیم مین ہمیشہ کمال سختگیری کیجاوے تو لڑکیکا دل مرجاتا ہی اور تیزی طبیعت کی جاتی رہتی ہی اور زندگی تلخ ہوجاتی ہی یہانتک کہ کوئی حیلہ ایسا ڈھونڈھنے لگتا ہی کہ جس سے بالکل کچھ بھی نہ سیکھے اور یہ بھی تعلیم ضرور ہی کہ اپنے والدین اور معلم مودب اور عمر مین زیادہ کی فرمانبرداری کرے خواہ اپنا ہو یا بیگانہ اور اُنکی طرف نظر تعظیم سے دیکھے اور اُنکے سامنے نہ کھیلے اور جب سن تمیز کو پہونچے تو طہارت اور نماز کے سکھلانے مین بھی غفلت نہ کرنی چاہیے اور رمضان مین کچھ روزے رکھانے چاہئین اور حریر و دیبا اور سنہرے کپڑے پہننے سے قطعی روکا جاوے اور بقدر ضرورت حدود شرع تعلیم کرنی چاہیین اور چوری اور مال حرام اور خیانت اور جھوٹ اور فحش اور جو باتین کہ لڑکونپر غالب ہوجاتی ہین اُنسے ڈرانا چاہیے جب اسطرح پر پرورش ہوئی تو قریب بلوغ ان باتونکے اسرار بتلانے چاہیین اور یہ کہنا چاہیے کہ کھانے بمنزلہ دواؤنکے ہین انسے یہ غرض ہی کہ انسانمین طاقت خداتعالی کی عبادت کی آوے اور چونکہ دنیا ایک ناپائدار چیز ہی اسلیے اسکی کچھ اصل نہین موت پر اسکی لذتین جاتی رہتی ہین یہ صرف گذرگاہ ہی آخرت رہنے کی جگہ ہی اور موت ہر گھڑی تاک رہی ہی دانا و ہوشیار وہی ہی جو دنیا سے زاد آخرت لے اور چلدے اور خداتعالی کے پاس بڑا رتبہ پاوے اور وسعت جنت سے مزا اُٹھاوے پس اگر پہلے سے تربیت اچھی ہوگی تو یہ باتین جو دل مین ہین بلوغ کیوقت دل پر پتھر کی لکیر ہوجائینگی اور اگر تربیت اچھی طرح نہوگی اور لڑکے کو عادت کھیل کود اور فحش اور بیحیائی اور کھانے اور لباس وغیرہ اور تفاخر کی ہوگی تو ان باتونکا اثر دلپر کچھ نہوگا جیسے خشک مٹی دیوار پر نہین ٹھہرتی حاصل کلام یہ ہی کہ لڑکون کی تربیت ابتدا مین بہت ضروری ہی کہ اُسوقت اُسکا جوہر قلبی سب طرح کی لیاقت رکھتا ہی خیر و شر دونون سیکھ سکتا ہی اور اُسکا اختیار ماں باپ کو ہی جس طرف چاہین اُسطرف پھیر سکتا ہی جیساکہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ و انما ابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ
حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہین کہ جب مین تین برس کا تھا رات کو جاگتا اور اپنے ماموں محمد بن سوار کو نماز پڑھتے دیکھتا ایک

ح ہر ایک لڑکا پیدا ہوتا ہی فطرت پر بعد اُسکے ماں باپ اُسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین ۱۲ [illegible] ۱۲

روز اُنھون نے فرمایا کہ تو اللہ کا ذکر نہین کرتا جسنے تجھکو پیدا کیا ہی مین نے کہا کسطرح ذکر کرون کہا کہ جب تو لیٹا کرے تین بار یہ الفاظ دل سے کہہ لیا کر زبان مت ہلانا اَللّٰہُ مَعِی اَللّٰہُ نَاظِرِی اَللّٰہُ شَاہِدِی مین نے چند شب ایسا ہی کیا اور اُنکو اطلاع دی اُنھون نے فرمایا کہ سات بار کہا کر مین نے ویسا ہی کیا اور اُنسے کہدیا اُنھون نے فرمایا کہ گیارہ مرتبہ کہا کر مین نے گیارہ بار کہنا شروع کیا تو میرے دلمین اسکا مزا معلوم ہوا جب مین نے برس روز اسکا ورد کیا تو اُنھون نے فرمایا کہ جو کچھ مین نے تجھکو سکھایا ہی اسکو یاد رکھنا اور ہمیشہ کیے جانا یہانتک کہ قبر مین جاوے یہ بات تجھکو دونون جہان مین کام آویگی مین نے چند سال اُسکی مزاولت کی اور باطن مین حلاوت زیادہ معلوم ہوئی تو ایک روز ماموں صاحب نے فرمایا کہ اے سہیل جو شخص کہ اللہ اُسکے ساتھ ہو اور وہ اُسکا ناظر اور شاہد رہے بھلا وہ شخص اُسکی نافرمانی کر سکتا ہی خبردار خدا کی نافرمانی مت کرنا بس مین الگ ہو کر یہی ذکر رکھتا جب مجھکو مکتب مین بٹھایا تو یہ ڈر ہوا کہ کہین اس امر مین فتور نہو اسی لیے مین نے کہا کہ استاد سے یہ شرط کر لو کہ ایک گھنٹہ پڑھکر چلا آؤنگا پھر مکتب مین جا کر چھ یا سات برس کی عمر مین کلام اللہ حفظ کر لیا اور ہمیشہ روزہ رکھتا اور جو کی روٹی بارہ برس کی عمر تک کھائی جب تیرہ برس کا ہوا تو ایک سوال میرے دلمین آیا مین نے گھر والونسے کہا کہ مجھے بصرہ مین بھیجدو کہ وہان جا کر پوچھون بصرہ مین آکر وہانکے علما سے دریافت کیا کسی نے جواب شافی ندیا تو عبادان کو چلا گیا وہان ایک بزرگ ہو جب رہتے تھے اُنسے جا کر پوچھا تو اُنھون نے جواب شافی دیا مین اُنکی خدمت مین ایک مدت تک رہا اُنکے کلام سے نفع لیتا اور اُنکے طریق سیکھتا پھر مین تستر کو چلا آیا اور اپنی غذا یون مقرر کی کہ ایک درم کے جو خریدتا اور اُنکو پسوا کر روکھی روٹی بے نمک سحر کے وقت بقدر ایک چھٹانک کے کھاتا تو ایک درم سال بھر کو کافی ہو جاتا پھر مین نے یہ قصد کیا کہ تین دن روزہ اتصال رکھتا اور رات کو افطار کرتا پھر پانچ دن پھر سات دن کا اتصال کرتا یہانتک کہ پچیس دن کے اتصال پر نوبت پہونچی اور بیس برس اسی طرح گذر گئے پھر مین نے چند سال ملکون کا سفر کیا اور تستر مین لوٹ کر تمام شب کا جاگنا اختیار کیا

گیارھوان بیان مریدہونیکی شرطون اور مقدمات مجاہدہ کا اور راہ ریاضت کے چلنے مین تدریج مرید کی ترقی کا

جاننا چاہیے کہ جو کوئی اپنے دل سے آخرت کو مشاہدہ یقینی کر لیتا ہی وہ آخرت کے رازکا مشتاق ہوتا ہی اُسی کے راستے پر چلتا ہی دنیا کی نعمتون اور لذتونکو خوار و ناپایدار سمجھتا ہی جیسا کسی کے پاس پوت ہو اور اُسکو کوئی جوہر قیمتی نظر پڑے تو پوت کی رغبت اُسکے دل سے جاتی رہیگی اور یہ چاہیگا کہ اس جوہر سے اُسکو بدل لون اور جسکو کہ رغبت آخرت نہین اور نہ دیدار الٰہی کا طالب ہی وہ اسوجہ سے ہی کہ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر اسکو ایمان نہین اور ہماری غرض اُس ایمان سے نہین کہ زبان سے کلمۂ شہادت کہہ لیا اور بے صدق و اخلاص دلمین وسوسہ سا گذر گیا اسطرح کے ایمان کی مثال ایسی ہی کہ کوئی اس بات کی تصدیق کرے کہ جوہر پوت سے اچھا ہی مگر جوہر کا نام ہی سنا ہی اُسکی حقیقت نہین جانتا اور اسطرح کا شخص اگر پوت کی الفت مین پڑ جائیگا تو اُس کو نہین چھوڑیگا یا جوہر کا اشتیاق خوب نکریگا اُس سے معلوم ہوا وصول الی اللہ بے سلوک کے نہین ہوتا اور سلوک بے ارادہ ممکن نہین اور ارادہ کا مانع ایمان کا نہونا ہی اور سبب ایمان کے نہونیکا یہ ہی کہ کوئی ہادی اور مذکر نہین اور علما جو راہ حق بتاوین اور دنیا کی حقارت اور اُسکا فانی ہونا اور آخرت کا امر مہم ہونا اور اُسکی

ابقا سمجھا وین مفقود ہین خلق خدا غافل ہی اور اپنے شہوات مین مستغرق اور معرفت الٰہی سے خواب خرگوش مین ہین کوئی عالم دین ایسا نہین
کہ انکو متنبہ کرے اگر کوئی متنبہ ہوتا ہی تو خود ناواقفیت کیجہت سے چل نہین سکتا اور اگر علما سے پوچھتا ہی تو وہ خود ہوائے نفسانی مین
مبتلا ہو کر راہ راست سے علیحدہ ہین تو ضعف ارادہ اور راہ کی ناواقفیت اور علما کا ہوائے نفسانی سے بولنا اسبات کا باعث
ہوا کہ خدا تعالی کی راہ کے چلنے والے نرہے پس جب مقصود محجوب ہوا اور راہبر مفقود اور ہوائے نفسانی غالب اور طالب غافل تو راہ
البتہ خالی رہیگی اور پہونچنا دشوار ہوگا پھر اگر کوئی ہوشیار خود بخود یا کسی دوسرے کی ترغیب سے بجارت آخرت کا ارادہ کرے تو اُسکو معلوم کرنا
چاہیے کہ ارادت یعنی مرید ہونے کیلیے شروع مین چند شرطین ہین کہ اُنکو پہلے بجا لانا چاہیے اور ایک گرفت کی چیز ہی جسکو گرفت کرنی
چاہیے اور ایک قلعہ ہی جسمین پناہ لینی چاہیے تاکہ دشمنان راہ زن سے بچے اور نیز چند وظائف ہین کہ اثناء سلوک مین اُنکی مداومت
کرنی چاہیے پس جو شرطین کہ اُنکا اول مقدم کرنا ضرور ہی وہ یہ ہین کہ اپنے اور حق کے بیچ مین جو حجاب اور روک ہی اُسکو دور کرنا چاہیے
کیونکہ خلق کا محروم رہنا حق سے اسی باعث ہی کہ بہت سے پردے بیچ مین حائل ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وجعلنا من بین ایدیہم
سدا ومن خلفہم سدا فاغشیناہم فہم لا یبصرون اور یہ حجاب مرید اور حق کے درمیان چار ہین مال اور جاہ اور تقلید اور نافرمانی مال کا
حجاب اسطرح دور ہوتا ہی کہ اسکو بانٹ دے اور بقدر ضرورت کے سوا سب اپنے ملک سے نکال دے کیونکہ جبتک ایک درم بھی پاس
رہیگا دل کی توجہ اُسکی طرف رہیگی اور وہی حجاب رہیگا اور جاہ کے حجاب دور کرنیکی یہ تدبیر ہی کہ ایسی جگہ مین نہ رہے جہان جاہ حاصل ہو
اور سکوت اور تواضع اختیار کرے اور ایسے اعمال کرے کہ خلق کو اس سے نفرت ہو جائے اور تقلید کا حجاب مرتفع ہونیکا یہ طور ہی کہ
مذہبونکا تعصب چھوڑ دے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معنی کی تصدیق کرکے اسکی تصدیق حقیقی کے حاصل کرنیکی حرص کرے یعنی
سوائے خدا تعالی کے جو چیز اسکی معبود ہو اسکو نابود کرے اور سب سے بڑھکر معبود آدمی کا ہوائے نفسانی ہی اسکو دور کرے اگر ایسا کیگا
تو جس چیز کا اعتقاد تقلید کے باعث حاصل ہوا ہی اسکی حقیقت کھلجائیگی اور یہ بات مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہی مجادلہ سے نہین ہوتی پس اگر اسپر
تعصب کا غلبہ ہوگا کہ نفس مین سوائے اُس اعتقاد تقلیدی کے اور بات کی گنجائش نہوگی تو اسی مین پھنسا رہیگا اور یہی امر باعث حجاب ہوگا کیونکہ
مرید مین یہ شرط نہین کہ کسی خاص مذہب کا ہو اور نافرمانی کے حجاب دفع کرنیکی تدبیر یہ ہی کہ اُسکے نہین کہ توبہ کرے اور گناہونسے صاف ہو اور
عہد مضبوط کرے کہ دوبارہ ایسا نہ کرونگا اور پہلے گناہونسے عزم کرکے جو چیز کسی کی چھین لی ہو واپس کرے اور حق والونکو اُنکے حق ادا
کرے پھر جو کوئی توبہ تو نہ کرے اور گناہ ظاہری بھی نہ چھوڑے اور یہ چاہے کہ اسرار دین کے مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین اسکی مثال
ایسی ہی کہ کوئی عبرانی سیکھے یہ چاہے کہ قرآن شریف کے اسرار اور تفسیر معلوم ہو جاوے حالانکہ دستور یہ ہی کہ اول ترجمہ الفاظ عربی کا سیکھتے ہین پھر
اُسکے بعد معانی کے اسرار علوم کرتے ہین اسیطرح یہان اول ظاہر شریعت کو ابتدا سے آخر تک درست کرلیتے ہین پھر اُسکے اسرار و دقائق کیطرف ترقی کرتے
ہین غرضکہ جب ان چارون شرطونکو مقدم کرکے مال و جاہ سے کنارہ کریگا تو ایسا ہو جائیگا کہ جیسا کوئی شخص وضو اور طہارت کرکے نماز کے قابل
ہوجاوے اور صرف ایک امام کی اقتدا کی ضرورت ہے اسیطرح مرید کو ایک مرشد اور اُستاد کی ضرورت ہوگی جو راہ مستقیم بتاوے اسلیے کہ دین
کا راستہ بہت باریک ہی اور شیطانکی راہین ظاہر اور بہت ہین تو اگر مرشد ہادی نہوگا تو بالضرور شیطان اپنے رستونکی طرف کھینچے گا

کہ بدون راہبر راہ پر خطر مین چلنا اپنی جان کو تباہی مین ڈالنا ہی اور جو اپنی عقل پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسے ہین جیسا خود رو پیڑ ہوتا ہی کہ تھوڑے ہی عرصہ مین سوکھ کے رہجاتا ہی اور اگر چند روز ٹھہر گیا اور پتے بھی نکل آئے تو پھل نہین لگتا خلاصہ یہ کہ بعد تقدیم چارون شروط مذکورہ کے مرید کیلیے جو شی قابل گرفت ہی وہ استاد ہی اسپر تمسک ایسا چاہیے جیسا نہر کے کنارہ اندھا آدمی اپنی لاٹھی پکڑنے والے پر کرتا ہی کہ اپنا سب امر اسکے سپرد کر دیتا ہی نیچ اونچ مین اسکی متابعت کرتا ہی اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا اسیطرح مرید کو مرشد کے ساتھ ہونا چاہیے اور یہ جان لیوے کہ اگر مرشد غلطی بھی کریگا تو اسکی غلطی مین مجکو نفع زیادہ ہی بہ نسبت اسکے کہ مین اکیلا چلون اور اتفاقاً راہ صواب ہی جاؤن تو جب ایسا مرشد ملجاوے تو مرشد کو چاہیے کہ اپنے مرید کو ایسی پناہ کی جگہ اور قلعہ مین بٹھا دیوے کہ راہزنون سے محفوظ رہے اور یہ قلعہ چار چیز ہین خلوت اور سکوت اور بیداری اور بھوکھ کیونکہ مقصود مرید کا یہ ہی کہ قلب کی اصلاح ہو جاوے تاکہ اُس سے پروردگار کا مشاہدہ کرے اُسکے قرب کی لیاقت بہم پہونچاوے اور یہ بات اُن چارون چیزون سے حاصل ہی بھوکھ سے دلکا خون کم ہوتا ہی اور سفید ہو جاتا ہی اور سفیدی مین اُسکا نور ہی اور نیز چربی دل کی بھوکھ سے دور ہوتی ہی اور یہ باعث اُسکی نرمی کا ہی جو کلید مکاشفہ ہی جسطرح سختی دل باعث حجاب ہے اور جب خون دل کم ہوجاتا ہی تو دشمن کی راہ تنگ ہو جاتی ہی اسلیے کہ اُسکی گذرگاہ رگین ہین جنمین شہوات بھرے ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حوارین کو فرمایا کہ اپنے شکمونکو بھوکا رکھو تاکہ اپنے پروردگار کو دیکھو اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ ابدال چار چیزون سے یہ رتبہ پائے ہین پیٹ کو بھوکھا رکھنا جاگنا سکوت اور عزلت غرضکہ بھوکھ سے روشنی قلب کا ہونا ظاہر ہی تجربہ بھی اُسکا ممد ہی اور باب کسر شہوت مین اُسکا بیان مفصل آویگا اور بیداری سے یہ فائدہ ہی کہ جلا اور صفا قلب کی حاصل ہوتی ہی اور جسقدر بھوکھ سے نور حاصل ہوا تھا اُسمین یہ نور زیادہ ہو جاتا ہی اور دل مثل ستارہ یا آئینہ جلا کیے ہوے کے چمکنے لگتا ہی اور اسمین جمال حق ظاہر ہوتا ہی اور درجات بلند آخرت کے اور دنیا کی حقارت اور اُسکی آفتین نظر آنے لگتی ہین تو اسصورت مین آدمی کا دل اُسکی طرف سے ہٹ جاتا ہی اور ہمہ تن متوجہ آخرت کی طرف ہوتا ہی اور بیداری بھی نتیجہ بھوک ہی کا ہی پیٹ بھرنے پر جاگنا نہین ہو سکتا نیند دل کو سخت اور مردہ کر دیتی ہی لیکن اگر بقدر ضرورت ہو تو سبب مکاشفہ اسرار غیبی کا ہوتی ہی ابدال کی صفا مین لکھا ہی کہ غذا اُنکی فاقہ ہی اور نیند غلبہ اور کلام بقدر ضرورت اور ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ ستر صدیقین کی راے اس بات پر متفق ہوئی ہی کہ زیادہ پانی پینے سے نیند بڑھتی ہے اور سکوت کا فائدہ یہ ہی کہ اس سے عزلت آسان ہو جاتی ہی مگر عزلت نشین کو اس شخص کا دیکھنا ضرور ہوتا ہی جو کھانا پانی وغیرہ پہونچا دے تو چاہیے کہ اُس سے ضرورت کے سوا کلام نکرے کلام سے دل دو طرف مصروف ہوجاتا ہی اور دل کو کلام کیطرف بڑی رغبت ہی کیونکہ ذکر فکر سے تھک کر اسمین آرام ملتا ہی خلاصہ یہ کہ سکوت سے عقل کو قوت ہوتی ہی اور باعث ورع و تقوی کا ہوتا ہی اور خلوت کا فائدہ یہ ہی کہ آنکھ اور کان جو قلب کے دروازے ہین رُکے رہین اور شغل دور ہو جاوین کیونکہ دل بمنزلہ ایک حوض کے ہی جسمین حواس کی نہرون سے گندہ پانی اور خس و خاشاک گرتا ہی اور ریاضت سے یہ منظور ہی کہ یہ حوض اس خراب پانی سے خالی ہو جاوے اور کیچڑ تہ مین سے نکلجاوے تاکہ اسکو کھودتے کھودتے اصل پانی تک پہونچ جاوین اور پھر صاف اور شستہ پانی نکل آوے پس یہ غیر ممکن ہی کہ نہرونمین سے پانی کو نہ روکین اور حوض خالی ہو جاوے بلکہ جتنا خالی کروگے اُس سے زیادہ اور چلا آویگا اسلیے ضرور ہوا کہ حواس کو ضرورت کے سوا ضبط کیا جاوے اور یہ بات بدون خلوت نشینی

اندھیرے مکان کے نہین ہوسکتی ہی اور اگر اندھیرا مکان نہ ملے تو اپنا منھ چادر یا لنگی وغیرہ سے ڈھانپ لیوے اُسوقت مین آواز غیب
سننے لگے گا اور جلال ربوبیت سوجھنے لگیگا دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی حال مین آواز پہونچتی تھی کہ یاایہا المزمل اور یا ایہا
المدثر اس سے معلوم ہوا کہ یہ چارون چیزین بمنزلہ قلعہ یا سپر کے ہین جنسے رہزن دور ہوتے ہین اور موانع برطرف جب یہ بات بھی کر چکے
تو اب راہ معرفت کے چلنے مین مشغول ہو اور اُسکا چلنا بدون طے کرنے گھاٹیونکے نہوگا اور اس راہ مین گھاٹیان صفات قلبی ہین جو التفات
دنیا کے سبب سے ہوتی ہین اور اُنہین سے بعض آسان ہین اور بعض مشکل اُنکا طے کرنا بہ ترتیب شروع کرے یعنی اول سب سے آسان
کو قطع کرے پھر اُس سے مشکل کو پھر اُس سے مشکل کو اور یہ صفات انھین علائق کے اسرار اور آثار ہین جو شروع ارادت مین قطع کیے
ہین یعنی مال وجاہ وحب دنیا والتفات الی الخلق اور معاصی کا میل پس ضرور ہی کہ جیسا ظاہر مین اُنکے اسباب دفع کردیے باطن سے بھی
اُنکے نشان دفع کرے اور اُسمین مجاہدہ بہت چاہیے اور اختلاف احوال کے اعتبار سے یہ بھی مختلف ہوتا ہی بعض لوگ اکثر صفات سے
محفوظ ہوتے ہین اُنکو تھوڑا ہی مجاہدہ کرنا پڑتا ہی اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مجاہدہ مخالفت ہوا اور شہوات کے خلاف سے کرنا ایسی صفت
ہی کہ نفس مرید کی ہر صفت پر غالب ہوتی ہی پس جب شہوات سے محفوظ ہوجاوے یا اُنکو ضعیف کرپاوے اور دلمین کوئی علاقہ قابل
شغل نہ رہے تو مرشد کو چاہیے کہ ہمیشہ اُسکے دل کے پیچھے پڑا رہے اور وظائف ظاہری زیادہ نہ بڑھنے دے بلکہ فرائض اور سنن پر
اکتفا کراکر صرف ایک وظیفہ جو لب لباب اور ثمرہ تمام اوراد کا ہی اُسکا ورد کرے اور وہ یہ ہی کہ جب دل غیر اللہ سے فارغ ہوجاوے
خدا تعالی کا ذکر کراوے اور جبتک اُسکا دل اور علائق کیطرف ملتفت ہو اس ذکر مبارک کا شغل نہ بتاوے چنانچہ حضرت شبلیؒ
نے اپنے مرید حضریؒ سے فرمایا تھا کہ جس جمعہ کو تم میرے پاس آتے ہو اگر اس سے لیکر دوسرے جمعہ تک تمہارے دل مین سوائے خدا
کے کوئی اور چیز گذری تو تم کو میرے پاس آنا حرام ہے اور اسطرح کا تجرد بے صدق ارادت اور غلبۂ محبت الٰہی کے حاصل نہین ہوتا جبتک کہ
عاشق صادق نہ بنجاوے کہ سوائے ایک فکر کے دوسرا باقی نہ رہے جب اسطرح کا حال مرید کا ہو تو مرشد اُسکو اجازت دے کہ کسی گوشہ مین
تنہا بیٹھے اور ایک آدمی ایسا مقرر کردے کہ اُسکو تھوڑی سی غذا حلال پہونچا دیا کرے روزی حلال ہونی بہت ضرور ہے
کیونکہ طریق دین کی اصل یہی ہی کہ غذا حلال کھاوے اور پھر اسکو ذکر تعلیم کرے کہ وہ اپنا دل اور زبان اُس مین مشغول کرے
مثلاً اللہ اللہ یا جان اللہ سبحان اللہ یا اور الفاظ جو مرشد کی تجویز مین آوین ہمیشہ بیٹھا کہتا رہے یہانتک اُسکی مواظبت کرے
کہ حرکت زبان کی موقوف ہوجاوے اور کلمہ مذکور گویا زبان پر بے حرکت جاری ہوجاوے پھر اسحال پر مداومت کرتے کرتے زبان سے بھی
اثر جاتا رہتا ہی دلمین صورت لفظ کی منقوش ہوجاوے پھر اُسپر مزاولت کرنے سے صورت لفظونکی یعنی حروف اُسپر سے مٹ جاوین صرف
معانی لفظ کے دل کے ساتھ اور اُسپر غالب ہین اسطرح کہ کبھی سامنے سے غائب نہون اور کل ماسوا سے دل خالی ہوجاوے کیونکہ دل جب
ایک چیز مین مشغول ہوتا ہی تو دوسری شی کوئی سی ہو اُس سے نکلجاتی ہی اسی لیے اگر ذکر الٰہی مقصود بالذات مین مشغول ہوجاویگا تو بیشک ماسوا سے
خالی ہوجاویگا اب اسوقت یہ چاہیے کہ وساوس اور خواطر دنیاوی سے دلکو بچاوے اور اپنا اور پرایا حال کچھ یاد نکرے اسلیے کہ اگر ذرا بھی
دل اس طرف متوجہ ہوگا یاد الٰہی سے خالی رہیگا اور اتنا ہی نقصان ہوجاویگا تو ایسے امور کو ضرور ہی دفع کرنا چاہیے ہرچند جب سب

وساوس کو دفع کرکے ایک خاص کلمہ کیطرف نفس کو پھیریگا تو اُسی کلمہ کے باب مین وساوس پیدا ہونگے کہ یہ کلمہ کیا ہی اور اسکے معنی کیا ہین اور وہ کس سبب سے خدا اور معبود ہی اور ان وساوس سے فکر کا دروازہ کھل جاویگا اور شیطان کی طرف سے ایسے وساوس آنے لگینگے کہ کفر و بدعت ہون اگر جب ان وساوس کو بُرا جانتا ہوگا اور قلب سے اُنکے دور کرنے کیلیے مستعد رہیگا تو اُنسے کچھ ضرر نہ پہونچیگا پھر ان وساوس کی دو قسمین ہین ایک تو وہ کہ جنمین یقینی معلوم ہو جاوے کہ خداوند کریم ان شبہات سے پاک ہی مگر شیطان دلمین ڈالکر اُنمین پھنسایا چاہتا ہی تو اُسکا علاج یہ ہی کہ اُنکی پروا نکرے اور ذکر الٰہی مین مشغول ہو اور خدا تعالیٰ سے اُسکے لیے پناہ مانگے وہی اُسکو دور کریگا جیسا کہ خود فرمایا واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم اور فرمایا ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون اور ایک وہ ہین کہ اُنمین تردد اور شک ہو تو اُنکی تدبیر یہ ہی کہ مرشد سے کہے بلکہ جو کچھ دل پر گذرے خواہ گستی ہو یا نشاط یا التفات کسی علاقہ کیطرف یا صدق ارادت سبکو اُس سے کہدینا چاہیے سوا اُسکے اور وں سے اُسکا ذکر نکرے پھر مرشد کو چاہیے کہ اُسکے حال کو اور اُسکی ذکا اور کیاست کو بنظر تامل دیکھے اگر اُسکو ایسا جانے کہ بجالِ خود چھوڑنے اور فکر کی اجازت دینے سے خود بخود امر حق پر متنبہ ہو جاویگا تو اُسکو فکر ہی مین لگاوے اور اسپر مداومت کی اجازت دے یہانتک کہ اُسکے دلمین نور الٰہی جلوہ گر ہو اور حقیقت امر جون کی تون معلوم ہو جاوے اور اگر ایسا جانے کہ اس جیسا شخص آپ ہی آپ معلوم نکر سکیگا تو اُسکے سامنے اعتقاد یقینی شبہہ مذکور کا جسقدر اُسکے دلکو متحمل ہو بیان کرے اور پند و نصیحت کے بعد ایک ایسی دلیل اعتقاد کی سناوے جو اُسکے فہم مین آجاوے اور چاہیے کہ حسب مقتضاے حال بہت نرمی سے سمجھاوے کیونکہ یہ طریق مہلک اور پُر خطر ہی بعض مریدونکو اثناے شغل ریاضت مین ایسے خیال فاسد جم گئے ہین کہ اُنکے کشف پر اُنکو قدرت نہوئی تو اپنی چال چھوڑکر راہ بطالت طی کرینگے اور یہ امر نہایت درجہ کی تباہی کا ہی اور جو شخص کہ صرف ذکر ہی کا ہو رہے اور اُن علائق کو جو دل کو مشغول کرتے ہین دفع کرے وہ بھی ایسے افکار سے خالی نہین ہوتا کیونکہ خطر کی کشتی مین سوار ہی لیکن اگر بچگیا تو دین کا بادشاہ ہی اور اگر چوک گیا تو تباہ ہوا ہی بنا بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے علیکم بدین العجائز یعنی اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد بطور تقلید یا کر اعمال خیر مین مصروف ہونا چاہیے اسکے خلاف مین بہت سے خطرے ہین سی لحاظ سے بعضو نکے نزدیک مرشد پر واجب ہی کہ مرید کا حال فراست سے معلوم کرے اگر ذکی و ہوشیار نہو اور اعتقاد ظاہری ہی پر قرار واقعی نہ رکھتا ہو تو اُسکو ذکر و فکر مین مشغول نکرے بلکہ اعمال ظاہری کا پابند کرکے وظائف متواترہ و مشہور بتلاوے یا فکر والون کی خدمت مین مشغول کردے تاکہ اُنکی برکت مین یہ بھی شریک ہو جاوے جب کوئی شخص جہاد سے عاجز ہو تو اُسکو چاہیے کہ مجاہدین کو پانی پلاوے اور اُنکے جانور و نکی خبر رکھے تاکہ قیامت کو اُنکے ساتھ اُٹھے اور اُنکی برکت مین شریک ہو گو اُنکا درجہ نپاوے پھر مرید اگر کو اور بہت سے رہزن مثل عجب اور ریا اور احوال کے منکشف ہونیکی خوشی اور اوائل کرامات کے ظاہر ہونیکی فرحت کے پیش آتے ہین اگر اُنمین سے کسی کیطرف التفات کرے اور نفس کو اسیقدر پر قانع کردے تو سلوک مین خلل واقع ہو اور اُسی جگہ رہجاوے تو ایسی صورتمین چاہیے کہ اپنے حال پر مدت عمر چلا جاوے اور کسی امر پر قناعت نہ کرے بلکہ اپنا حال مثل اُس پیاسے کے جانے کہ اگر بالفرض دریا کے دریا اُسکے سامنے آجاوین تب بھی پیاس نہ بجھے اور راس المال اپنا خلق سے علیحدگی اور خلوت کو جانے بعض سیاحون سے منقول ہی کہ مین نے ایک ابدال عزلت گزین کی خدمت مین عرض کیا کہ تحقیق کی راہ کسطرح ہی اور ایک دفعہ یہ پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتلائیے جس سے مدام میرا دل خدا کیساتھ رہے اُنھون نے فرمایا کہ خلق کو

فائدہ اور کبھی ... اور کبھا ... مثل شیطان کی چھیڑ تو پناہ ... یعنی اسکی ... یہی بات ... وہ جو ... اور کہتے ہین جہان کہیں ... شیطان ... ان لفظوں سے اس کی سند نہین ملی مگر ابن حبان نے ضعفا مین بروایت ابن عمر نقل کیا علیکم بدین اہل البادیہ والنساء ۱۲

ست دیکھ اُنکی طرف دیکھنا تاریکی ہی مین نے کہا کہ یہ تو ضروری ہی اُنھون نے فرمایا کہ اُنکا کلام سننا سختی دل کا باعث ہی مین نے کہا کہ یہ بھی ضروری ہی اُنھون نے فرمایا کہ اُنسے ملنا دین ست کر اُس سے وحشت ہوتی ہی مین نے کہا کہ اُنمین تو رہتا ہون مین دین کیسے چھوڑدون اُنھون نے فرمایا کہ ان مین ست علیٰحدہ اُنمین رہنا تو عین تباہی ہی مین نے کہا کہ اُنکے درمیان رہنے کا مرض ہوگیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ عجیب بات ہے غافلون کیطرف دیکھنا بھی چاہتے ہو جاہلون کے کلام بھی سنو جھوٹون سے معاملہ بھی کرو اور پھر چاہتے ہو کہ مدام دل خدا تعالیٰ کے ساتھ رہے یہ کبھی نہین ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ منتہاے ریاضت یہ ہی کہ آدمی علی الدوام اپنے دل کو خدا تعالیٰ کے ساتھ پاوے اور یہ بات بدون اسکے کہ غیر سے خالی ہو غیر ممکن ہی اور غیر سے خالی ہونا بے مجاہدہ نہین ہوسکتا پس جب اپنے دل کو اللہ کے ساتھ پاویگا تو جلال حضرت ربوبیت منکشف ہوگا اور حق جلوہ گر اور ایسے ایسے لطیفے اللہ تعالیٰ کیطرف سے معلوم ہونگے جنکی صفت ہرگز نہین ہوسکتی جب مرید کا حال اس درجہ کو پہنچے اور انمین سے کچھ منکشف ہونے لگے تو اسوقت بڑا راہ زن یہ امر ہوتا ہی کہ ان امور کو بطور پند و نصیحت بیان کرنے لگتا ہی اور وعظ گوئی کے درپے ہوتا ہی اس سے نفس کو کمال درجہ کی لذت ملتی ہی اور اُس لذت سے اسبات کی فکر ہوتی ہی کہ اُن معانی کو حسن الفاظ سے مرتب و مزین بیان کیجیے اور حکایات و دلائل قرآن و حدیث سے مدلل اور ایسی خوبصورتی سے ادا ہون کہ لوگونکو اُنکے سننے کی طرف رغبت ہو اور شیطان دلمین یہ خیال ڈالدیتا ہی کہ یہ امر اسلیے ہی کہ جو لوگ خدا سے غافل ہین اُنکے دل زندہ ہوجادین ہمکو اُس سے کچھ فائدہ نہ لذت ہم صرف خدا تعالیٰ اور اُسکے بندونمین ذریعہ ہین کہ اُنکو اُسکی راہ بتاتے ہین اور یہ شیطانی وسوسہ اسوقت کھلتا ہی کہ کوئی اپنے ہمسرونمین ایسا ہو کہ اُسکا وعظ اپنی نسبت عمدہ ہو اور لوگونکا میلان بھی اُسکی طرف زیادہ ہو پس اگر وعظ کوئی لذت کے سبب سے ہوئی ہوگی تو ایسے شخص کو دیکھکر رگ حسد اندر سے جوش کریگی اور اگر واقع مین بھی منظور ہوگا کہ لوگ راہ راست پر آجادین تو ایسے شخص سے کمال طبیعت خوش ہوگی اور خدا کا شکر کریگا کہ خوب ہوا ایک سے دو ہوے جیسے کوئی لاوارث مردہ کو دفنانا چاہے اور کوئی وہان موجود نہو اور شرعًا اسی کے ذمہ آپڑے تو ایسے وقت مین اگر کوئی مددگار پیدا ہوجادے تو کمال خوشی ہوتی ہی اور کسی طرح کی حسد نہین اُٹھتی اسیطرح غافل لوگ مردہ ہین اور واعظ اُنکے دلونکو زندہ کرنا چاہتے ہین تو واعظین کی کثرت سے ایکدوسرے کو اعانت اور راحت ہوتی ہی یہ مقام خوشی کا ہی نہ حسد کا اور ایسا بہت کم پایا جاتا ہی اسلیے مرید کو چاہیے کہ اس سے بچے کیونکہ یہ شیطان کے بڑے جالونمین سے ہی جس سے اُن لوگونکی راہ مارتا ہی جنپر اول اول کچھ راہ معرفت کھلتی ہی اور لوگ اسوجہ سے اس جال مین پھنس جاتے ہین کہ زندگانی دنیاوی انسان پر طبعًا غالب ہی اسی جہت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پھر فرمایا کہ طبیعتونمین شر ہمیشہ سے چلی آئی ہی اور کتب سابقہ مین بھی اُسکا ذکر ہوا ہی اور یہ فرمایا اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى یہی حال مرید کو ریاضت سکھلانیکا اور بتدریج اُسکی تربیت کا خدا تعالیٰ کے دیدار کیلیے ہی اور تفصیل ریاضت کی ہر ہر صفت مین آگے مذکور ہوگی اور راز اسکا یہ ہی کہ صفات انسانی مین غالب تر شہوت پیٹ اور شرمگاہ اور زبان کی ہی اور اُسکے بعد غضب ہے جو شہوات کی حمایت کرتا ہی اور جب شہوت پیٹ اور شرمگاہ کے ساتھ مانوس ہوتا ہی تو دنیا کی محبت ہوتی ہی اور مال و جاہ مین مبتلا ہوتا ہی مال و جاہ مین پڑکر کبر و عجب و ریاست مین ایسا پھنستا ہی کہ سرے سے دنیا چھوڑنیکو دل نہین چاہتا اور دین مین بھی ایسی باتکو لیتا ہی جسمین ریاست و غرور پایا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ بعد ان دونون بابون

کے آٹھ باب اس تفصیل سے لکھین باب اول شہوت شکم و فرج کی کمی مین باب دوم حرص کلام کے دور کرنے مین باب سوم غضب اور حقد و حسد کے دور کرنے مین باب چہارم دنیا کی مذمت اور اسکے مکرون کی تفصیل مین باب پنجم محبت مال توڑنے اور بخل کی برائی مین باب ششم ریا اور محبت جاہ کی برائی مین باب ہفتم کبر و عجب کی برائی مین باب ہشتم دھوکا کھانے کے مواقع مین ان مہلکات اور انکے معالجات کے تمام ہونیکے بعد جو ہماری غرض اس جلد مین بیان کرنی ہی انشاء اللہ پوری ہوجاویگی کیونکہ باب اول مین تو ہمنے صفات قلبی کی شرح کی ہے جو معدن مہلکات اور منجیات دونونکا ہی اور دوسرے باب مین تہذیب اخلاق و امراض قلبی کے معالجات کا طور بطور کلی اجمالاً ذکر کیا ہے اب ان بابون مین انکی تفصیل بیان ہوگی ذکر ریاضت نفس و تہذیب اخلاق خداتعالیٰ کی مدد و حسن توفیق سے تمام ہوا اسکے بعد دو شہوتون کے دور کرنیکا بیان مذکور ہوتا ہی والحمد للہ اولاً و آخراً والسلام علی من اتبع الهدی وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب

باب سوم شہوت شکم اور شرمگاہ کے توڑنیکے بیان مین اور اسمین آٹھ بیان ہین

رباعی

دل کہتا تھا حمد کبریا کو لکھیے
زان بعد ثنائے مصطفےٰ کو لکھیے
پر حوصلہ اپنا دیکھ عاجز ہوکہا
احسن ہے یہی کہ مدعا کو لکھیے

جاننا چاہیے کہ بڑا مہلکات اولاد آدم کا شہوت شکم ہی جسکے سبب حضرت آدم و حوا علیہما السلام دار القرار سے اس ذلت کے گھر مین نکالے گئے کیونکہ انکو درخت خاص سے منع کیا گیا تھا مگر انکی شہوت غالب ہوئی کھا بیٹھے اور سب انکی برائیان انپر کھل گئین اور در حقیقت شکم چشمہ شہوات اور معدن آفات ہی اسلیے کہ شہوت شکم کو شہوت جماع لازم ہے پیٹ بھرنے پر یہ سوجھتا ہی کہ بہت سی منکوحہ ہون اور خوب صحبت کیجیے اس کے بعد مال و جاہ کو دل چاہتا ہی کہ انکے ذریعہ سے یہ مطلب بخوبی نکلتا ہی اور مال کی کثرت سے طرح طرح کی رعونتین اور حسد ین پیدا ہوتی ہین اور انہین مال و جاہ کی بدولت ریا اور تفاخر اور غرور پیدا ہوتا ہی جنسے حقد و حسد و کینہ و دشمنی اٹھتی ہی اور پھر یہ نوبت پہونچتی ہی کہ آدمی سرکشی اور نافرمانی اور مکروہات و ممنوعات کرنے لگتا ہی اور یہ سب اسبات کا ثمرہ ہی کہ معدہ کو خالی نرکھا اور ناکون ناک بھرلیا اگر آدمی اپنے نفس کو بھوک سے ذلیل رکھے اور اسکے سبب شیطان کے راستے تنگ کردے تو البتہ قدم جادۂ اطاعت الٰہی سے نہ اٹھاویگا اور سرکشی اور اترانا پاس نہ پھٹکیگا اور بالکل آخرت کو چھوڑ کر دنیا کا نہ ہو رہیگا اور دنیا کیواسطے اتنے جھگڑے اور خصومات نہ مول لیگا پس از انجا کہ آفت شہوت شکم اس درجہ ہی تو ضرور ہے کہ آفات اسکی اور مہلکات کو بیان کردیا جاوے کہ اس سے لوگ بچین اور طریق مجاہدہ کا اور اسکی فضیلت بھی شرح کردیجاوے تاکہ اسکی طرف رغبت کرین اور چونکہ شہوت فرج بھی کچھ ایسی ہی اور اسکے بعد ہوتی ہی اسلیے اسکا بیان بھی ضرور ہی لہذا ہم ان سب امور کو آٹھ بیانون مین ذکر کرینگے

بیان اول بھوکھ کی فضیلت اور سیری کی مذمت مین

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاهدوا انفسكم بالجوع والعطش فان الاجر فی ذلك كاجر المجاهد فی سبیل الله وانه لیس من عمل احب الی الله من جوع وعطش اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے فرشتے اس شخص کے پاس نہین آتے جو اپنا پیٹ

بھرے اور کسی نے آپ سے پوچھا کہ آدمیون مین سے کون افضل ہی آپنے فرمایا من قل طعمہ وضحکہ ورضی بالیستر بہ عورتہ اور فرمایا سید الاعمال الجوع وذل النفس لباس الصوف ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ اُونکا کپڑا پہنو اور آدھے پیٹ کھاؤ پیو یہ ایک نبوت کا جز ہی اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا ہی کہ فکر نصف عبادت ہی اور قلت غذا پوری عبادت ہی اور یہ بھی حسن سے روایت ہی کہ آپنے فرمایا افضلکم عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ اطولکم جوعا وتفکرا الی اللہ سبحانہ وابغضکم عند اللہ عز وجل یوم القیمۃ کل نوام اکول شروب اور روایت ہی کہ آپ بے ضرورت بھی بھوکے رہتے تھے یعنی یہ امر آپکو پسند تھا اور حدیث قدسی مین ہی کہ اللہ تعالی اُس شخص سے کہ جسکا خورد و نوش دنیا مین کم ہو فرشتون پر فخر فرماتا ہی اور کہتا ہی کہ میرے بندہ کو دیکھو کہ مین نے اسکو دنیا مین اکل و شرب کم دیا ہی اُسنے صبر کیا اور اسکو ترک کر دیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چھوڑیگا اسکے عوض جنت مین درجات عنایت کرونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تمیتوا القلب بکثرۃ الطعام والشراب فان القلب کالزرع یموت اذا کثر علیہ الماء اور فرمایا ما ملأ ابن آدم وعاء اشر من بطنہ حسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ و ان کان لا بد فاعلا فثلث لطعامہ والثلث لشرابہ وثلث لنفسہ اور ایک حدیث طویل مین اسامۃ بن زید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فضیلت بھوک کی وارد ہوئی ہی اسمین ارشاد فرمایا ہی کہ قیامت کے دن اللہ عز وجل سے زیادہ قریب وہ لوگ ہونگے جو دنیا مین زیادہ بھوکے پیاسے اور غمگین رہے وہ لوگ چھپے متقی ہین کہ اگر ظاہر ہون تو کوئی نجانے اور اگر غائب ہو جاوین تو کوئی تلاش نکرے زمین اُنکو سب جانتی ہی اور فرشتے اُنکو گھیرے رہتے ہین وہی اچھے لوگ ہین اور خدا تعالی کی طاعت بھی اچھی طرح وہ ہی کرتے ہین لوگ نرم نرم فرش بچھاتے ہین اور وہ اپنا ماتھا اور گھٹنے بچھاتے ہین نبیون کے اخلاق اور افعال لوگون کو نہ ملے مگر اُنکو حفظ مین جس زمین پر سے وہ چلے جاتے ہین تو زمین اُن کے لیے روتی ہی اور جس شہر مین کوئی اُنمین سے نہو اُسپر خدا کا غضب ہوتا ہی دنیا کیلیے مردار پر کتون کیطرح نہین لڑتے بقدر سد رمق کھاتے ہین اور پھٹا پرانا پہنتے ہین میلے کچیلے حال سے رہتے ہین لوگ یہ جانتے ہین کہ اُنکو کچھ مرض ہی حالانکہ اُنکو کوئی مرض نہین اور بعضے سمجھتے ہین کہ اُنکی عقلین جاتی رہین اور یہ بات بھی نہین ہوئی بلکہ جن چیزون پر لوگونکی عقل دنیا مین دوڑتی ہی وہ اُنمین نہین پائی جاتی اسواسطے لوگ جانتے ہین کہ بیعقل ہین مگر وہ لوگ وہ باتین سمجھتے ہین کہ جہان لوگونکی عقل گم ہوتی ہی شرف آخرت اُنھین لوگون کیلیے ہی اے اسامہ جس شہر مین ایسے لوگ نظر آوین تو جان لے کہ اس شہر کی امن کا باعث یہی ہین جس قوم مین وہ ہوتے ہین اسکو خدا عذاب نہین دیتا زمین بھی اُنسے خوش ہی اور خدا بھی راضی آدمیون مین اُنکو اسلیے رکھا ہی کہ شاید اُنکے باعث اُنکی نجات ہو اور اگر تجھ سے بھوک یا پیاس کی برداشت مرتے دم تک ہو سکے تو کیا کر اسکے باعث تجھکو شرف منزلت ملیگا اور نبیون کی صف مین داخل ہوگا اور جب تیری روح فرشتونکے پاس جائیگی تو وے خوش ہونگے اور خدا تجھپر رحمت کریگا اور حضرت حسن ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البسوا الصوف وشمروا وکلوا فی انصاف البطون تدخلوا فی ملکوت السماء اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زمرۂ حوارین اپنے معدون کو بھوکا رکھو اور بدنون کو ننگا تاکہ تمھارے دل خدائے عز وجل کو دیکھ پاوین اور یہی روایت طاؤس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کی ہی اور روایت

بروایت ابو نعیم ۱۲ع خطیب در ابن ماجہ بروایت سعد بن سہل اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین لکھا ہی ۱۲ع اون پہنو اور سفید رہو اور نصف پیٹ کھاؤ آسمان کے فرشتون مین داخل ہوگے ۱۲ ابو منصور دیلمی در مسند فردوس بہ سند ضعیف ۱۲ مجھے نہین ملی ۱۲ع بیہقی در شعب روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور اسکی سند ضعیف ہے ۱۲ع جلد اول باب العلوم مین گذری

[illegible]

ہے توریت مین لکھا ہے کہ اللہ تعالی کو موٹا عالم پسند نہین اسلیے کہ موٹاپن غفلت اور کثرت غذا پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر عالم کے حق مین اچھا نہین اور
اسی لیے حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اُس قاری سے جو پیٹ بھر بھر کر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ شیطان
آدمی مین خون کیطرح پھرتا ہے تو اُسکے راستون کو بھوک اور پیاس سے تنگ کرو اور ایک روایت مین ہے کہ پیٹ بھرے پر کھانے سے برص ہوجاتا
ہے اور فرمایا کہ المومن یاکل فی معاء واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء یعنی مومن کی نسبت کافر سات گنا کھاتا ہے یا اس کی خواہش مومن سے
سات گنی ہوتی ہے اور آنت کو بجائے شہوت مجاز ارشاد فرمایا اس سے کہ طعام کا قبول کرنا اور لینا شہوت کے متعلق ہے جیسا کہ آنت اسکو
اخذ اور قبول کرتی ہے اور اس سے یہ غرض نہین ہے کہ منافق کی آنتین درحقیقت زیادہ ہوتی ہین اور حضرت حسن حضرت عائشہ سے
روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ یہ فرماتے تھے ادیموا قرع باب الجنۃ یفتح لکم اُنھون نے پوچھا کہ باب
جنت کو ہمیشہ کیسے کھٹکھٹاوین آپ نے فرمایا بالجوع والظماء یعنی بھوک اور پیاس سے اور ایک حدیث مین ہے کہ حضرت ابو جحیفہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مجلس اقدس مین ڈکار لی آپنے فرمایا کہ اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز وہی زیادہ بھوکا ہوگا جسنے دنیا مین زیادہ پیٹ بھرا ہے اور
حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا اور بعض اوقات آنکی بھوک دیکھکر رحم کے مارے رو پڑتی اور
آپکے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیر کر کہتین کہ مین آپ کے قربان جاؤن دنیا سے اتنا تو لے لیا کرو جس سے قوت رہے اور بھوک سے محفوظ رہو تو آپ یہ فرماتے
کہ اے عائشہ میرے بھائیون نے یعنی اولو العزم رسولون نے مجھسے بھی زیادہ شدائد اُٹھائے اور اُسپر صبر کرکے جب پروردگار کے سامنے گئے
تو اُنکی بڑی تکریم ہوئی اور نہایت ثواب عنایت ہوا مجکو یہ حیا آتی ہے کہ ایسا نہو زندگی مین کچھ آرام کرنے سے کل کو اُنسے کمتر رتبہ ملے پس چند روز
صبر کرنا آسان ہے اس سے کہ کل کو آخرت مین حصہ کم ملے اور مجکو اپنے بھائیون اور دوستون سے ملنے کے سوا کوئی چیز اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت
عائشہ فرماتی ہین کہ بخدا اس گفتگو کے بعد آپ کو ایک ہفتہ بھی نہین گذرا تھا کہ آپ نے وفات پائی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک روٹی کا ٹکڑا آپ کی خدمت مین لائین آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اُنھون نے کہا کہ مین نے ایک روٹی
پکائی تھی میرا دل چاہا تو یہ ٹکڑا آپ کے پاس لے آئی آپ نے تناول فرماکر ارشاد کیا کہ یہ اول غذا ہے جو تیرے باپ کے منھ مین تین دن
پیچھے پہونچی ہے اور حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مدت العمر اپنے گھر والون کو تین دن پیہم گیہون کی
روٹی پیٹ بھر نہین دی اور آپ نے فرمایا ہے ان اہل الجوع فی الدنیا ہم اہل الشبع فی الآخرۃ وان ابغض الناس الی اللہ المتخمون الملاٰ
وما ترک عبد اکلۃ یشتہیہا الا کانت لہ درجۃ فی الجنۃ اور آثار بھی فضیلت بھوک مین بہت ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ پیٹ بھرنے
سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ زندگی مین موجب گرانی اور موت کے بعد باعث بدبو ہوتا ہے اور شفیق بلخی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے جسکی
دوکان خلوت اور اوزار بھوک ہے اور حضرت لقمان رحمۃ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا جب معدہ پر ہوتا ہے تو فکر سو رہتا ہے اور اعضا عبادت
سے بیٹھ رہتے ہین اور حکمت بیکار ہوجاتی ہے سعدی فرماتے ہین ؎ تہی از حکمتے بعلت آن ٭ کہ پُری از طعام تا بینی ۱۲ اور حضرت فضیل
بن عیاض اپنے نفس سے کہتے کہ تو کس بات سے ڈرتا ہے کیا بھوک سے ڈر لگتا ہے کیا اُس سے خوف نکرنا چاہیے کیونکہ اُسکے باعث خدا کے

[illegible]

سامنے ہلکا پھلکا رہتا ہی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب سب بھوکے رہتے تھے اور کہمسؒ فرماتے ہین کہ الٰہی تو نے مجھکو بھوکا رکھا ننگا رکھا اندھیری راتون کو بے چراغ رکھا کیسے کیسے وسیلون سے مجھکو اس رتبہ پر پہونچایا اور فتح موصلی کو جب مرض اور بھوک زیادہ ہوتی تھی تو کہتے کہ الٰہی تو نے مجھکو مرض اور بھوک مین مبتلا کیا اور تو اپنے دوستون سے ایسا کیا کرتا ہی تو کونسی بات سے تیری نعمت کا شکر کرون اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین نے محمد بن واسع سے کہا کہ خوشحال وہ شخص ہی جسکے پاس تھوڑا غلہ اُسکے سد رمق کیلیے ہو اور لوگونکا محتاج نہو انھون نے فرمایا کہ اے مالک خوشحال وہ ہی جو صبح اور شام کو بھوکا رہے اور پھر خدا سے راضی رہے اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے کہ الٰہی تو نے مجکو اور میرے عیال کو بھوکا رکھا اور اندھیری راتون مین بے چراغ رکھا یہ باتین تو اپنے دوستون سے کیا کرتا ہی مجکو یہ مرتبہ کیسے ملیگا اور یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ راغبین کی بھوک تنبیہ کے لیے ہوتی ہی اور تائبین کے امتحان کیلیے اور مجتہدین کی بزرگی کیلیے اور صابرین کی سیاست کے لیے اور زاہدین کی حکمت کیلیے اور توریت مین مذکور ہی کہ اللہ سے ڈرو اور جب پیٹ بھرے تو بھوکے کو یاد کرو اور ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ رات کے کھانے مین سے ایک لقمہ کم کھانا مجکو بہ نسبت تمام شب کی بیداری کے اچھا معلوم ہوتا ہی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ بھوک اللہ کے خزانے سے اُسی کو عنایت ہوتی ہی جسکو وہ دوست رکھتا ہی اور حضرت سہل بن عبد اللہ تستری پچیس روز نہ کھاتے اور ایک درم کے غلہ مین ایک سال گذار دیتے اور بھوک کا بڑا رتبہ جانتے اور اُسکے باب مین مبالغہ کرتے اور کہتے کہ قیامت کے روز کسی نیک عمل کا اتنا ثواب نہ ملیگا جتنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جہت سے فضول طعام کو چھوڑنے سے ملیگا اور یہ بھی فرمایا کہ دانا لوگو نکو کوئی چیز دونون جہان کی نافع بھوک سے بڑھکر نہین ملی اور فرمایا کہ طالبین آخرت کے حق مین کوئی چیز کھانے سے زیادہ مضر نہین اور فرمایا کہ حکمت اور علم بھوک مین ہین اور معصیت اور جہل سیری مین اور فرمایا کہ کوئی عبادت اس سے بڑھکر نہین کہ ہوائے نفسانی کے خلاف حلال چیز کو ترک کرے اور جس حدیث مین مذکور ہی کہ پیٹ کی تہائی غذا کے لیے ہی اُسمین آپنے فرمایا کہ جو اس مقدار پر زیادہ کھائیگا وہ اپنی نیکیان کھائیگا اور اس درجے سے بڑھکر مرتبہ کا حال جو اُنسے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسکو فضیلت ہوگی جبتک کہ غذا کا نہ کھانا اُسکے نزدیک کھانیکی نسبت محبوب ہو اور اگر ایک رات بھوکا رہے تو خداے تعالیٰ سے دعا مانگے کہ وہ رات بھوکا رکھے اور جب یہ حال اسکا ہو جاویگا کہ غذا نہ کھانیکو محبوب جانیگا اور ایک رات کے فاقہ سے دو رات کے فاقہ کی دعا مانگیگا تو البتہ فضیلت اُسکو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ لوگ ابدال ہوے ہین تو شکم کو بھوکا رکھنے اور بیداری اور سکوت اور خلوت سے ہوئے ہین اور فرمایا کہ آسمان اور زمین مین ہر نیکی کی جڑ بھوک ہی اور ہر بدی کی اصل پیٹ بھر کھانا اور فرمایا کہ جسنے اپنے نفس کو بھوکا رکھا اُس سے وساوس دور ہوتے ہین اور فرمایا کہ اللہ عز و جل کا متوجہ ہونا بندہ پر بھوک اور مرض و مصیبت سے ہوتا ہی مگر جسکو خدا چاہے اور فرمایا کہ جان لو یہ وہ زمانہ ہی کہ اسمین نجات اُسی کو ملے گی جو بھوکا اور صبر اور مجاہدہ سے اپنی نفس کشی کرے اور فرمایا کہ جو آدمی اس پانی کو خوب پیٹ بھر کے پیے تو مجکو نہین معلوم ہوتا کہ معصیت سے بچ رہے اگرچہ شکر اللہ تعالیٰ کا کرے بس کھانے سے سیر ہو تو نہین کیا حال ہوگا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ مین اپنے نفس کو کس چیز سے روکون اُسنے جواب دیا کہ بھوک اور پیاس کی بیڑی ڈال اور گمنامی اور ترک عزت سے اُسکو ذلیل کر اور آخرت والونکا خاکپا بنا کر اُسکو چھوٹا کر اور بڑے ہوئے لوگونکے لباس چھوڑنے سے اُسکو توڑ اور اسکی طرف مدام بدظن ہو کر اُسکی آفتون سے بچ اور اسکی خواہشونکے خلاف کرتا رہ اور عبد الواحد ابن زید فرماتے کہ بخدا محبت الٰہی نہین ملتی مگر بھوک سے اور اولیا پانی پر نہین چلتے اور زمین انکے لیے طے نہین ہوتی مگر بھوکے اور

خدا تعالی انکی کفالت نہین فرمایا مگر بھوکھ سے اور ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ پیٹ مثل ستار کے ہی کہ خالی لکڑی مین تار لگے رہتے ہین مگر اسکی حسن صوت بکی اور رقت سے ہوتی ہی کہ جوف دار ہوتا ہی اسمین کچھ بھرا نہین ہوتا اسی طرح پیٹ کا حال ہی کہ جب خالی رہتا ہے تو حلاوت بھی شیرین معلوم ہوتی ہی اور شب بیداری اور قلت خواب پر بھی مداومت کرتا ہی اور بکر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ تین آدمیون کو خدا تعالی دوست رکھتا ہی کم خواب کم خور کم راحت اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام دو مہینے تک خدا تعالی سے مناجات اور باتین کرتے رہے اور کچھ نہ کھایا یکایک جو روٹی کا خیال دل مین آیا تو مناجات جاتی رہی اور دیکھا کہ روٹی سامنے رکھی ہی آپ مناجات کے جاتے رہنے سے بیٹھے رو دیا کیے اتنے مین ایک مرد پیر انکے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ ای ولی اللہ خدا مجھکو برکت دے مین ایک حالت مین تھا کہ روٹی کا دھیان آیا اور وہ حالت جاتی رہی تو خدا سے میرے لیے دعا کر اُسنے کہا کہ الٰہی جب سے مین نے تجھے پہچانا ہی اگر روٹی کا دھیان مجھے آیا ہو تو میری مغفرت مت کیجیو بلکہ جو کچھ کبھی دھیان مین گذرا اُسی کو پکا کر کھا لیا اور روایت ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو جب شرف ہمکلامی خدا سے نصیب ہوا تھا تو چلہ بھر کھانا نہین کھایا تھا

دوسرا بیان بھوکھ کے فائدے اور پیٹ بھرنیکی آفتین

اب اگر کوئی یون کہے کہ بھوک مین اتنی فضیلت کہان سے آئی اور اسکی وجہ کیا ہی کیونکہ بھوک سے تو صرف معدہ کا رنج دینا اور تکلیف اٹھانا ہی اور اگر تکلیف ہی مین فضیلت ہی تو چاہیے کہ جو لوگ خود کشی کرین یا اپنی بوٹیان کاٹین یا بُری چیزین کھائین یا ایسی ہی اور حرکات کرین انکو زیادہ ثواب ملا کرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ قول ایسا ہی کہ کوئی دوا پینے سے اچھا ہو جاوے تو یون سمجھے کہ اسمین جو بُرائی اور تلخی تھی اُس سے مجھکو آرام ہوا ہی اور اسی خیال سے اور بُری کڑوی چیزین کھانے لگے حالانکہ یہ امر غلط ہی دوا کا نفع تلخی کے سبب سے نہین بلکہ اسمین ایک خاصیت ہی جسکو اطبا جانتے ہین اسیطرح بھوک مین جو فوائد ہین انکو علما جانتے ہین جو کوئی اُسکے نافع ہونیکا یقین کرکے اپنے اوپر بھوکھ اختیار کرے اور جانے کہ شرعًا یہ اچھی چیز ہی تو اُسکو بیشک نفع ہوگا گو نفع کا سبب نہ معلوم ہو جیسے دوا پینے والے کو نفع ہوتا ہی گو اُسکی وجہ نہین جانتا مگر بمفحوائے اس آیت کے یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اگر کوئی علاوہ فوائد کی تصدیق کے انکا علم بھی ترقی مدارج کیلیے چاہے تو اُسکے لیے ہم بھوکھ کے دس فائدے لکھے دیتے ہین **فائدہ اول** قلب کی صفائی اور طبیعت کی تیزی اور بصیرت کا نافذ و کامل ہونا کیونکہ سیری سے بلادت ہوتی ہی اور ذہن اندھا ہو جاتا ہی اور دماغ مین بخار نشہ کیطرح زیادہ چڑھتا ہی اور فکر کیجگہ گھیر لیتا ہی تو دل بھاری ہوکر فکر کیطرف نہین دوڑتا اور جلد ادراک نہین کرسکتا بلکہ لڑکا جب زیادہ کھا جاتا ہی تو اُسکے حفظ مین فرق آجاتا ہی اور ذہن بگڑ جاتا ہی اور غبی ہو جاتا ہی اور حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ بھوکھ کو اختیار کرنا چاہیے کہ اس سے نفس ذلیل اور قلب رقیق ہوتا ہی اور باعث علم آسمانی کا ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی احیوا قلوبکم بقلۃ الضحک و قلۃ الشبع وطہروہا بالجوع تصفو و ترق اور بعض اکابر کا قول ہی کہ بھوک مثل رعد کے ہی اور قناعت مثل ابر کے اور حکمت مثل مینھ کے یعنی اُن دونون سے حاصل ہوتی ہی اور حدیث شریف مین ہی من اجاع بطنہ عظمت فکرتہ وفطن قلبہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من شبع ونام قست قلبہ

پھر آپ نے فرمایا کہ لکل شیٔ زکوٰۃ وزکوٰۃ البدن الجوع اور حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب کبھی مین خدا کیواسطے بھوکا رہا ہون تو ایک دروازہ حکمت اور عبرت کا اپنے دلمین ایسا کھلا پایا ہی کہ پہلے نہ تھا اور یہ تو بدیہی بات ہی کہ مقصود عبادات سے وہ فکر ہی جو معرفت پر پہونچادے اور حقائق اشیا جون کی تون نظر آدین اور بھوک سے یہ مقصود حاصل ہی اور سیری اسکی مانع اور چونکہ معرفت الٰہی جنت کا ایک دروازہ ہے تو ضرور ہی کہ بھوک کی ملازمت سے جنت کے دروازہ کا کھٹکٹانا نصیب ہو اور حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اسیوجہ سے اپنے بیٹے کو کہا تھا کہ جب معدہ پر ہوتا ہی تو فکر سو رہتا ہی اور حکمت ساکت ہوتی ہی اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہین اور حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کا قول ہی کہ بھوک ایک ابر ہی جس سے بندہ کے دل سے بھوک کیوقت حکمت برستی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ونور الحکمۃ الجوع والتباعد للہ عز وجل الشبع والقربۃ الی اللہ عز وجل حب المساکین والدنو منہم لا تشبعوا فتطفؤا نور الحکمۃ من قلوبکم ومن بات یصلی فی خفۃ من الطعام بات الحور حولہ حتی یصبح

دوسرا فائدہ قلب کی نرمی ہی جس سے استعداد ادراک لذت ذکر کی حاصل ہوتی ہی بہت بار ایسا ہوتا ہی کہ ذکر زبان پر حضور دل کے ساتھ جاری رہتا ہی مگر قلب کو اُس سے لذت اور اثر نہین ہوتا گویا قلب مین اور اثر مین حجاب سختی دل کا پڑا ہوا ہی اور بعض دفعہ ذکر سے خوب اثر ہوتا ہے اور مناجات مین ایک لذت معلوم ہوتی ہی اور ظاہر اسکی علت معدہ کا خالی ہونا ہی چنانچہ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ مجکو عبادتمین زیادہ حلاوت جبھی ہوتی ہی جب میری پیٹھ پیٹ سے لگی رہے اور یہ بھی اُنکا ہی قول ہی کہ جب دل بھوکا پیاسا رہتا ہی تو صاف و رقیق ہوتا ہی اور جب پیٹ بھرا ہوتا ہی تو اندھا اور کثیف اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ بعض آدمی اپنے سینے مین کھانیکی آخور رکھ لیتے ہین اور پھر مناجات کی حلاوت چاہتے ہین اس بیان سے معلوم ہوا کہ آسان ہونا فکر کا اور حصول معرفت اور شی ہی اور اُس سے لذت و تاثیر ہونی اور چیز اور یہ دوسرا فائدہ ہی **تیسرا فائدہ** انکسار اور فروتنی ہی اور دور ہونا اترانے اور خوشی کا جو مبدا طغیان و غفلت کا ہی کیونکہ نفس کسی شی سے اتنا منکسر اور ذلیل نہین ہوتا جتنا بھوک سے ہوتا ہی اور بھوک کی حالت مین جب اسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہی اور حیلہ جاتا رہتا ہی اور ٹکڑا روٹی کا اور گھونٹ پانی کا نہین ملتا تو مالک کی اطاعت کرتا ہی اور ذلیل و عاجز بنا رہتا ہی اور جبتک انسان اپنے نفس کو عاجز اور ذلیل مشاہدہ نہین کرتا تب تک عزت و غلبہ مولیٰ نہین سجھتا اور چونکہ سعادت انسانی اسمین ہی کہ ہمیشہ اپنے آپ کو عاجز اور ذلیل جانے اور خدا تعالیٰ کو عزیز و غالب تو ضرور ہوا کہ ہمیشہ بھوکا اور خدا کی طرف مضطر رہے اور اس اضطرار مین ذوق و حلاوت پاوے اور یہی باعث تھا کہ جب دنیا اور اُسکے خزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے اُنسے اعراض کیا اور فرمایا کہ لا بل اجوع یوما واشبع یوما فاذا جعت صبرت وتضرعت واذا شبعت شکرت یا جس طرح فرمایا غرضکہ شکم اور شرمگاہ ایک دوزخ کے دروازوں مین سے ہی اور اصل پیٹ بھرنا ہی اور عاجزی و انکسار جنت کا دروازہ ہی اور اسکی اصل بھوکا رہنا ہی پس جو کوئی دروازہ دوزخ کو بند کریگا باب جنت کھلی پائیگا اسلیے کہ یہ دونون ایک دوسرے کی ضدین ہین جیسا شرق و مغرب کہ جتنا ایک کیطرف چلو دوسرے سے دور ہو جاؤ گے **چوتھا فائدہ** نہ بھولنا عذاب الٰہی اور اہل مصیبت کا اسلیے کہ پیٹ بھر کو بھوکا اور بھوکھ دونون یاد نہین رہتے اور ہوشیار آدمی جب کوئی مصیبت دیکھتا ہی اُس سے آخرت کی مصیبت یاد رکھتا ہی پیاس سے پیاس آخرت کو عرصات قیامت مین یاد کرتا ہی اور بھوکھ سے دوزخیونکی بھوکھ یاد کرتا ہی کہ جب انکو بھوکھ لگیگی تو تھیٹر اور خار دار درخت غذا کے لیے ملینگے اور پیاس کیوقت پیپ و ریم دیجاویگی اور بندہ کو ایسا ہی چاہیے کہ عذاب آخرت کو مد نظر رکھے اسلیے کہ اس سے خوف الٰہی کا جوش ہوتا ہی

ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہی اور بدن کی زکوٰۃ بھوکھ ہی ۱۲ ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ بسند ضعیف اور بعضین الجوع کی جگہ الصوم ہی ۱۲ نور حکمت کا گرسنگی ہی اور اللہ سے دور ہونا شکم سیری اور قرب الٰہی محبت مساکین کی اور انسے نزدیک رہنا ہی شکم سیر مت ہو کر نور حکمت اپنے قلب سے بجھادو جو شخص رات کو خفیف غذا مین نماز پڑھتا ہی اسکے گرد صبح تک حوریں رہتی ہین ۱۲ ابو نعیم دیلمی بسند ضعیف ۱۲ نہین بلکہ ایک روز بھوکا رہون اور ایک روز سیر رہون تو جب بھوکا ہوں صبر و تضرع کرون اور جب سیر ہون شکر کروں ۱۲ حدیث ترمذی

اور جو آدمی کبھی ذلت و علت و مصیبت مین گرفتار نہوا ہو وہ عذاب آخرت کو بھول جاتا ہی بلکہ خود عذاب ہی کو نہین جانتا اور نہ اُسکے دل پر اُس کا خوف غالب ہوتا تو بالضرور بندہ کیلیے مصیبت مین رہنا یا مصیبت کو دیکھنا چاہیے اور سب سے اولی مصیبت جو آدمی اُٹھا سکتا ہی وہ بھوک ہی کہ اسمین سواے یاد کرنے عذاب آخرت کے بہت سے فوائد عمدہ ہین اور یہی وجہ ہی کہ انبیا اور اولیا حسب مدارج کسی مصیبت خاص مین مبتلا ہوتے ہین حضرت یوسف علیہ السلام سے لوگون نے کہا کہ آپ بھوکے کیون رہتے ہین آپکے قبضہ مین تو زمین کے خزانے ہین آپنے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ پیٹ بھر کر بھوکون کو نہ بھول جاؤن اس سے معلوم ہوا کہ بھوکون محتاجونکی یاد بھی ایک فائدہ بھوک کا ہی اسلیے کہ بھوک سے رحم اور کھانا کھلانا اور شفقت خلق خدا پر پیدا ہوتی ہی اور پیٹ بھرے کو بھوکے کی تکلیف کیا معلوم ہی ع آنکہ در راحت و تنعم زیست ہ او چہ داند کہ حال گرسنہ چیست ہ جسکی پھٹی ہو بوائی وہ کیا جانے پیر پرائی **پانچوان فائدہ** جو سب فائدون مین زیادہ ہی توڑنا شہوات معاصی کا اور غالب آنا نفس امارہ پر ہی کیونکہ منشا تمام گناہونکا شہوات اور قوی ہین جنکا مادہ غذائین اور کھانے ہین پس اُنکے کم کرنے سے ہر ایک شہوت و قوت کمزور ہو جاتی ہی اور چونکہ سعادت تمامتر اسمین ہی کہ آدمی اپنے نفس کو قابو مین رکھے اور شقاوت یہ ہی کہ نفس کے قابو مین پڑ جاوے تو جیسے سرکش گھوڑا بے آب و دانہ رکھنے سے قابو مین آجاتا ہی اسی طرح نفس بھی بھوکا رکھنے سے دب نکلتا ہی بعض اکابر سے منقول ہی کہ انسے لوگون نے کہا کہ آپ باوجود ضعیف ہوئے نفس کی خدمت کیون نہین کرتے کہ اب وہ کمزور ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اسلیے کہ یہ جلدی اکڑنے لگتا ہے اور بہت شرارت کرتا ہی ایسا نہو کہ سرکشی کر کے مجھے کسی ورطہ مین ڈالدے اسکے ساتھ سختی برتنی اس سے بہتر ہی کہ مجھسے اُسکا گناہ کا ڈر ہو اور حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین نے جب کبھی پیٹ بھر کر کھایا تو یا گناہ کیا یا قصد گناہ مین مبتلا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اول بدعت جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی یہ تھی کہ لوگ سیر ہو کر کھانا کھانے لگے پیٹ بھر کھاوینگے تو ضرور اُنکے نفس دنیا کیطرف کو زور کرینگے اور اسکو ایک فائدہ نہ تصور کرنا چاہیے بلکہ فوائد کی کھان جاننی چاہیے اور اسی واسطے بزرگ فرماتے ہین کہ بھوک خدا تعالے کے خزانون مین سے ایک خزانہ ہی ایک ادنی بات یہ ہی کہ بھوک کے سبب شہوت شرمگاہ اور شہوت کلام جاتی رہے کیونکہ بھوکے کا دل زیادہ بولنے کو نہین چاہتا اور اس جہت سے زبان کی آفتونسے مثل غیبت و فحش اور جھوٹ اور چغلی وغیرہ کے سبب سے محفوظ رہتا ہی اور پیٹ بھرے پر دل لگی سوجھتی ہی اسوقت لوگونکی غیبت کا ضرور ہی ذکر ہوتا ہی غرضکہ زبان ہی کی بدولت آدمی دوزخ مین جاوینگے اور شہوت زنا کی برائی خود مخفی نہین مگر بھوکھ سے اُسکے شر سے بھی محفوظ رہتا ہی اور شکم سیر ہونے پر اور شہوت زور کرتی ہی اپنے آپے مین نہین رہتا اور اگر تقوی کی جہت سے اسکو روکا تو آنکھ قابو مین نرہیگی اور وہ بھی زنا مین داخل ہی کہ اور اگر بالفرض آنکھ بھی بند کریگا تو فکر تو اختیاری نہین دلمین خطرات خبیثہ اور وساوس اسباب شہوت کے ایسے پیدا ہونگے جنسے مناجات پھیکی پڑ جاوے بلکہ اکثر اسطرح کے افکار نماز کیحالت مین پیش آوینگے اسیطرح اور اعضا کے معاصی کو خیال کرنا چاہیے زبان کو شرمگاہ کو ہمنے بطور مثال لکھدیا ہی سب اعضا کے افعال کا سبب قوت ہوئی ہی جو پیٹ بھر نیسے حاصل ہوتی ہی ایک حکیم کا قول ہی کہ جو مرید ریاضت پر صبر کرے اور برس روز نصف پیٹ روکھی روٹی کھاوے اور اسمین کوئی چیز اپنے دل چاہتی نہ ملاوے تو اللہ تعالی اس سے عورتونکی فکر دور فرماتا ہی **چھٹا فائدہ** نیند کا دفع ہونا اور مدام بیدار رہنا کیونکہ جو پیٹ بھر کھاویگا وہ پانی بہت پیئیگا اور زیادہ پانی پینے سے نیند

بہت آتی ہی بعض اکابر اسی بنا پر اپنے مریدون سے کھانا کھانے کے وقت فرماتے کہ بہت مت کھائیو ورنہ پانی بہت پیوگے، ور زیادہ سوؤگے
اور کثرت سے حسرت کروگے اور ستر صدیق اس بات پر متفق ہین کہ نیند کی کثرت بہت پانی پینے سے ہوتی ہے اور کثرت نیند سے اور بھی
خرابیان ہین تہجد جاتا رہتا ہی طبیعت غبی ہوتی ہی دل سخت ہوتا ہے اور از انجا کہ عمر جوہر النفس اور تجارت کے لیے راس المال
آدمی کا یہی ہی کہ نیند بمنزلہ موت کے ہی تو کثرت نیند سے عمر کم ہوتی ہی اور غلبہ خواب سے حلاوت تہجد مین بھی نہین ہوتی پھر جو آدمی گر شکم سیر
پر سو رہیگا تو احتلام ہو جاویگا یہ بھی تہجد سے مانع ہی اسلیے کہ حاجت غسل مین ٹھنڈے پانی سے تکلیف ہوتی ہی اور گرم پانی رات کو سو وقت
بعض اوقات نہین ملتا تو اگر وتر بھی اول شب نہ پڑھے ہونگے وہ بھی قضا ہو جاوینگے اسلیے ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہی کہ احتلام عقوبت ہی کہ
بہت سی عبادات سے مانع ہو جاتا ہی ہر وقت آدمی سے غسل نہین ہو سکتا ہی غرضکہ نیند چشمہ آفات ہی اور سیری اسکا سبب ہے اور بھوکھا رکھنا اسکی دافع ـ
ساتوان فائدہ آسان ہونا عبادت کی مواظبت کا کیونکہ خود کھانا کثرت عبادت سے بایں وجہ مانع ہی کہ اسکے لیے ایکوقت چاہیے اور کبھی
آٹا وغیرہ مول لینے مین اور پکانے مین بھی وقت گذر جاتا ہی اور کھانیکے بعد ہاتھ دھونے اور خلال کرنے مین اور کئی دفعہ پانی پینے مین بھی کا
صرف ہوتا ہی اگر ان اوقات کو ذکر و مناجات مین صرف کرتا تو زیادہ نفع ہوتا سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مین نے جرجانی کے پاس ستو
دیکھے کہ روکھے پھانک رہے تھے مین نے کہا کہ یہ کس باعث سے آپ کرتے ہین کہا کہ مین نے چابنے اور پھانکنے کا حساب لگایا تو ستر دفعہ سبحان اللہ
کہنے کی مقدار چابنے مین زیادہ دیر لگتی ہی اسلیے چالیس برس سے مین نے روٹی کھانی چھوڑ دی غور کی جگہ ہی کہ انھون نے کیسے اپنے وقت کا
تلف ہونا چابنے مین سوچا اور اسکو ضائع نہونے دیا اسطرح ہر ایک سانس عمر کا جوہر نفیس بے مول ہی اس سے آخرت کا خزانہ باقی حاصل کرنا
چاہیے اور یہ بات اسکو اللہ کے ذکر و طاعت مین مصروف کرنیسے ہوتی ہی علاوہ ازین کثرت غذا سے مدام طاہر نہین رہ سکتا نہ مسجد مین ٹھہر سکتا
ہی کیونکہ بار بار پانی پینے اور پیشاب کرنے کیلیے نکلنا پڑیگا اور روزہ رکھنا بھی ایسے شخص کو دشوار ہی اسلیے کہ جسکو بھوکھ کی عادت ہوتی ہی وہی
روزہ رکھ سکتا ہی پس روزہ رکھنا اور دوام اعتکاف اور طہارت و اوقات حصول غذا اور اسکے لوازم کو عبادتین صرف کرنا بڑی نعمتین در
نفع کی چیزین ہین انکی قدر ان غافلونکو معلوم نہین جنکی شان مین یہ وارد ہی رضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا اور یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ
ہم غافلون اور حضرت سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ سیری مین چھ آفتین ہین مناجات کی حلاوت پانی حکمت کے حفظ سے محروم رہنا خلق پر
شفقت سے بے بہرہ کیونکہ اپنی سیری سے اورونکو بھی ایسا ہی سمجھتا ہی عبادتکا گران معلوم ہونا شہوت کی زیادتی سب پاخانہ مسجدون
کے گرد پھرین اور پیٹ بھرے گندگی جگہ ہوتے گرد **آٹھوان فائدہ** بدنکا تندرست رہنا اور بیماریونکا دفع ہونا اسلیے کہ امراض کا سبب یہی
ہوتا ہی کہ غذا کی زیادتی سے نکمے اخلاط معدہ اور رگون مین جمع ہو جاتے ہین پھر مریض سے عبادت نہین ہو سکتی دلکو تشویش ہوتی ہی ذکر فکر
نہین کر سکتا زندگی تلخ ہو جاتی ہی فصد و حجامت دوا و طبیب کی ضرورت ہوتی ہی اور ان سب کیلیے پیسہ چاہیے جس سے کہ انسان رنج بھی
اٹھاوے اور معصیت سے خالی نرہے اور بھوک مین یہ سب باتین مفقود ہین روایت ہی کہ ہارون رشید نے چار طبیب ہندی اور رومی اور عراقی
اور حبشی بلا کر انسے کہا کہ ہر کوئی ایسی دوا بتاوے جس سے مرض نہو ہندی نے کہا کہ میرے نزدیک ایسی دوا اسیاہ ہڑ ہی اور عراقی نے کہا کہ میرے
نزدیک تیزک ہی اور رومی نے گرم پانی بتلایا حبشی کہ سب سے زیادہ جانتا تھا بولا کہ ہڑ سے معدہ تنگ ہوتا ہی اور یہ بھی ایک مرض ہی اور

ف ۱ اور خوش ہوا دنیا کی زندگی پر اور اسی پر چین پکڑ گئے
ف ۲ جانتے ہین اوپر اوپر دنیا کا جینا اور وہ آخرت سے بےخبر ہین

ثنہ بیزک سے معدہ نرم ہوتا ہی وہ جدا مرض ہی اور گرم پانی سے معدہ سُست ہوتا ہی وہ بھی روگ ہی اُنھون نے پوچھا کہ پھر آپکے نزدیک کونسی دوا ہے
اُسنے کہا کہ میرے نزدیک جسمین وا سے عرض نہو یہ ہی کہ کھانا ایسے وقت کھاوے کہ خواہش ہو اور موقوف ایسے وقت کرے کہ خواہش باقی ہو اسکو
سنکر حیران گئے بعض حکما اہل کتاب کے سامنے اس حدیث کا ذکر ہوا کہ ثلث طعام و ثلث شراب و ثلث النفس تو اُنھون نے متعجب ہوکر کہا کہ کمی غذا کے باب
مین اس سے زیادہ محکم کوئی قول مین نے نہین سُنا یہ کلام بیشک کسی حکیم کا معلوم ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البطنۃ
اصل الداء و الحمیۃ اصل الدواء و عودوا کل جسم ما اعتاد ہمارے نزدیک اگر اس حدیث سے طبیب زیادہ تعجب کرین تو لائق ہی اور ابن
سالم فرماتے ہین کہ اگر کوئی گیہون کی روکھی روٹی ادب کے ساتھ کھاوے تو مرض موت کے سوا کبھی بیمار نہ پڑے لوگون نے کہا کہ ادب
کیا ہی اُنھون نے کہا کہ بھوک پر کھانا اور سیری سے پہلے ہاتھ کھینچنا اور بعض اطباء فاضلین کا قول بسیار خواری کی مذمت مین یہ ہی کہ معدہ
مین سب سے زیادہ فائدہ انار کرتا ہی اور سب سے زیادہ ضرر نمک لیکن تھوڑا نمک کھانا بہ نسبت بہت انار کھانیکے مفید ہی اور حدیث مین ہی صوموا
تصحوا بھوک بھی صوم مین داخل ہی غرضکہ غذا کی کمی مین اجسام مرضون سے محفوظ رہتے ہین اور قلوب کو سرکشی اور تکبر وغیرہ کا روگ نہین ہوتا
نوان فائدہ خرچ کا کم ہوتا کیونکہ جو کم کھاویگا اُسکو تھوڑا سامان کافی ہوگا اور اگر پیٹ بھرنیکی عادت ہوگی تو ہمیشہ پیٹ کا تقاضا ہوگا اور
وہ گردن پکڑکے کہیگا کہ کھانیکی فکر بھی ہی تو آدمی دربدر اسکے لیے پھرتا پھریگا پھر اگر وجہ حرام سے کچھ پیدا کریگا تو گنہگار رہیگا اور وجہ حلال سے
لاویگا تو بھی رنج و ذلت سے خالی نہین اسلیے کہ اکثر لوگونکی طرف طمع سے دیکھنا پڑیگا جو کمال درجہ کی ذلت ہی مومن وہ ہی جو اپنا خرچ کم رکھے
بعض حکما کا قول ہی کہ مین اپنی اکثر حاجتین اسطرح پوری کرتا ہون کہ اُنکو ترک کردیتا ہون اس سے دل کو بڑی آسائش پاتا ہون اور ایک حکیم
کہتے ہین کہ جب مین کسی دوسرے شخص سے اپنی خواہش پورا کرنے کیلیے قرض لیا چاہتا ہون تو اپنے نفس ہی سے اُس خواہش کو قرض
لیکر ترک کردیتا ہون تو میرا نفس میرے لیے خوب سودی ہی اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ اپنے یارونسے ماکولات کا نرخ پوچھتے اگر وہ گران
بتاتے تو فرماتے کہ ترک کرکے ارزان کرلو اور سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ بسیار خواری تین حال مین بُرا ہی اگر اہل عبادت ہی تو سُستی کریگا اور
اگر پیشہ والا ہی تو آفات سے خالی نرہیگا اور اگر کچھ آمد والا ہی تو اپنے دل سے خدا کا انصاف نکریگا حاصل یہ ہی کہ حرص دنیا موجب تباہی ہی اور دنیا
کی حرص پیٹ اور شرمگاہ کے سبب سے ہی اور شہوت جماع شہوت غذا سے ہوئی ہی جسکے تھوڑا کرنے سے یہ سب باتین جاتی رہتی ہین اور یہ سب ابواب
دوزخ ہین اُنکے بند ہوتے ہی جنت کے دروازے کھُلجاتے ہین جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادیموا قرع باب الجنۃ بالجوع پس
جو شخص ایک چپاتی پر ہر روز قناعت کریگا وہ سب شہوت سے قناعت کریگا اور آزاد اور مستغنی ہوکر رنج سے راحت پاویگا اور عبادت
الٰہی و تجارت اُخروی ہی کا ہو رہیگا اور اُن لوگونمین سے ہوگا جنکی شان مین ہی لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ کہ دنیا کے معاملات اُنکو
لہو مین نہین ڈالتے کیونکہ یہ لوگ اُس سے بے پروا ہین اور جنکو اُسکی طرف حاجت ہی اُنکو لہو مین ضرور ڈالتے ہین **دسوان فائدہ** یہ کہ جو غذا
کھانے سے بچیگی اُس سے صدقہ اور خیرات ہوسکتی ہی اور یتیمون مسکینونکی خبرگیری سے قیامت کی دھوپ مین حدیث کے بموجب اپنے صدقہ کے سایہ مین
رہیگا جسقدر آدمی کھالیتا ہی وہ مٹی اور پاخانہ ہوجاتا ہی اور جو صدقہ دیتا ہی وہ فضل الٰہی کیلیے ذخیرہ ہوتا ہی تو بندہ کو مال مین اتنا ہی ہی جو کھاتا ہی کہ
خواہ صدقہ سے اُسکو جمع کررکھے یا کھاکر فنا کردے یا پہنکر پُرانا کردے مگر اپنی غذا کو کم کرکے اگر بقیہ سے صدقہ کرے تو اس سے بہتر ہی کہ شکم سیر ہوکر

بیضہ مین مبتلا ہو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جب یہ آیت پڑھی انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا و
حملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا فرمایا کہ خداوند کریم نے انھین ساتون آسمانونکو جو مزین بہ نجوم ہین و حملہ عرش سے ارشاد فرمایا کہ تم بار امانت
کو مع مافیہا اٹھاؤ گے اُنھون نے عرض کیا کہ اُسکے اندر کیا ہی ارشاد ہوا کہ اگر نیک کرے ثواب پاوے اور برا کرے تو عذاب ہو عرض کیا کہ ہمسے
نہین اُٹھیگا پھر اسیطرح زمین سے پوچھا اُسنے بھی انکار کیا پھر بڑے بڑے مضبوط سخت پہاڑون پر یہ مضمون پیش ہوا اُنھون نے بھی انکار
کیا پھر انسان سے جو فرمایا تو اُسنے مان لیا کیونکہ اپنے نفس پر ظالم اور امر ربانی کی حکمت سے ناواقف تھا در حقیقت اب اس ظلم و جہل کا
مشاہدہ ہوتا ہی کہ ایمان کو مال کے بدلے مین دیڈالتے ہین اور ہزارونکے مالک ہو کر گھرونکو وسیع اور قبرونکو تنگ اور مویشی کو موٹا اور دین
کو دُبلا کرتے ہین اور صبح شام حاکم کے دروازے پر جا جا کر اپنی جانون کو مصیبت لگا کے حاکم حقیقی سے بیخوف ہوے ہین کوئی یہ کہتا ہے کہ
مین یہ چاہتا ہون اور یہ آرزو رکھتا ہون اور میرے لیے فلانی فلانی چیز لے آؤ اور بائین ہاتھ پر تکیہ لگا کر پرایا مال کھاتا ہی اور جب نوبت بدہضمی
اور سینہ کی بیہوجی ہی تو نوکرونسے کہتے ہین کہ کوئی ایسی چیز لاؤ جس سے کھانا ہضم ہو ارے بیوقوف کھانا ہضم کیا چاہتا ہی یا دین کو ہضم کر بیٹھا فقیر
اور یتیم اور بیوہ و مسکین کہان گئے جنکی خبر گیری کا حکم تجھکو خدا نے دیا تھا اس بیان سے اسی فائدہ کیطرف اشارہ پایا جاتا ہی یعنی جو کچھ کھانے
سے بچے اُسکو محتاج کو دینا چاہیے تا کہ اجر اُخروی کا ذریعہ ہو اور کھانیکی نسبت یہ امر بہتر ہی اسلیے کہ اُس سے دو گناہ ہوتا ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک آدمی کی توند دیکھکر انگشت مبارک سے توند کیطرف اشارہ کر کے اسکو فرمایا کہ اگر اسقدر غیر کے پیٹ مین جاتا تو تیرے واسطے
اچھا ہوتا یعنی اگر تو اپنی خوراک کم کرکے اورونکو کھلاتا تو آخرت کیلیے ذخیرہ ہوتا اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے
ہین کہ جنکے پاس اتنی غذا تھی کہ اگر وہ چاہتے تو سب کھا لیتے مگر یہ کہا کہ بخدا سب اپنے پیٹ مین نڈالونگا کچھ بعد بھی دونگا پس یہ دس فائدہ بھوک
کے ہین جنمین سے ہر ایک حاوی فوائد بیشمار ہی اسی لیے بھوک کو فوائد اُخروی کا خزانہ کہنا چاہیے بعض اکابر سے منقول ہی کہ بھوک کلید آخرت و در زہد کا
پھاٹک ہی اور شکم سیری کلید دنیا اور باب رغبت اور یہی مضمون اخبار مین بھی ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ان فوائد کی تفصیل جاننے سے معانی
ان اخبار کے بخوبی معلوم و مفہوم ہو جاتے ہین اور اگر تفصیل فوائد معلوم نہو اور صرف بھوک کو مفید جانو تب بھی ثمرہ ایمان تقلیدی کا حاصل ہوگا

بیان سوم ایسی ریاضت کا جس سے شہوت شکم ٹوٹے

جاننا چاہیے کہ مرید کو شکم اور غذا کے باب مین چار چیزین مقرر کرنی چاہیین اوّل مقدار غذا دوم وقت غذا سوم جنس غذا چہارم درجات ورع
ہین جنکا بیان باب حلال و حرام مین ہمنے لکھا ہی یہان تین اول کی چیزونکا ذکر لکھا جاتا ہی مگر جان لینا چاہیے کہ مقدم غذا حلال ہی اسلیے کہ عبادت
غذا حرام کے ساتھ ایسی ہی جیسی عمارت پانی پر بنایا جاہین اول بات جو مقرر کرنیکی ہی مقدار غذا کو کم کرنا ہی اور اسمین ریاضت بتدریج کرنی
چاہیے تا کہ ایک انداز پر پہنچ جاوے کیونکہ اگر کوئی شخص بہت کھانیکا عادی ہوگا اور دفعۃً کم کر دیگا تو مشقت بھی زیادہ ہوگی ورلے
ضعف کے اُسکا مزاج متحمل ریاضت نہوگا پس تھوڑا تھوڑا کم کرنا چاہیے مثلاً اگر دو روٹی کھاتا ہی اور یہ چاہے کہ ایک روٹی کھایا کرون تو چاہیے
کہ اسی طرح کم کرے کہ مہینہ بھر مین ایک روٹی پر آجاوے اور یہ بات کئی طرح ہو سکتی ہی خواہ اول بقدار دو روٹی کو وزن کرے اور پھر ہر روز

کمبیٹی ڈیکے وزن کا تیسواں حصہ کم کر دیا کرے یا لقمون کے شمار سے اُسکو گھٹائے تو نہ اُسکو ضرر ہوگا اور نہ کچھ اثر کسی طرح کا معلوم ہوگا اور غذا کے باب مین چار درجے ہین درجۂ اعلیٰ یہ ہی کہ غذا اتنی کم کرے کہ مقدار سد رمق رہ جاوے جسکے بدون زندگی نہو سکے یہ مرتبہ صدیقین کا ہے اور سہل تستری بھی اسی کو پسند فرماتے ہین وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ تین چیزون سے عبادت لیتا ہی زندگی اور عقل اور قوت پس اگر بندہ کو اول کی دو چیزین جاتی رہنے کا خوف ہو تو کھاوے روزہ ہو تو افطار کرے پاس نہو تو تلاش کرے اور اگر ان دونوں کے جانے کا خوف نہ ہو صرف طاقت جانے کا ڈر ہو تو کچھ پروا نہ کرے گو ضعیف ہو جاوے یہانتک کہ بیٹھ کے نماز پڑھے اور یہ جانے کہ بھوک کے ضعف سے بیٹھکر نماز پڑھنی قوت غذا سے کھڑے ہو کر پڑھنے کی نسبت افضل ہی اور اُنسے جو کسی نے شروع کا حال اور غذا کی کیفیت پوچھی تو فرمایا کہ میری غذا سال بھر مین تین درم ہوتی تھی ایک درم کا مین شیرۂ انگور لیتا تھا اور ایک کا چاولوں کا آٹا اور ایک کا گھی اور سب ملا کر تین سو ساٹھ گولیان بنا لیتا تھا ہر ایک شب ایک گولی سے افطار کیا کرتا تھا لوگون نے کہا کہ اب کیا حال ہی اُنھون نے فرمایا کہ اب کچھ مقدار و وقت مقرر نہین اور بعض راہبین کی حکایت ہی کہ وہ اپنی خوراک ساڑھے تین ماشہ غذا تک پہونچاتے ہین دوسرا درجہ یہ ہی کہ رات دن مین مقدار نصف مد یعنی سوا پاؤ کھاوے اور غالب ہی کہ اکثر لوگون کی نسبت یہ مقدار سوم حصہ شکم کی مساوی ہوگی جسکا ذکر حدیث شریف مین وارد ہی اور لقیمات سے بڑھکر ہی کیونکہ یہ وزن جمع سالم کا قلت کیلیے مستعمل ہی جو دس سے کم پر بولتے ہین حضرت عمرؓ کی عادت یہی تھی آپ سات لقمہ یا نو کھایا کرتے تھے تیسرا درجہ یہ کہ مقدار ایک مد کے یعنی اڑھائی پاؤ کھاوے یہ ثلث شکم سے بڑھکر ہی اور غالب ہی کہ دو ثلث شکم کے مساوی ہو اور تیسرا ثلث شکم پانی کا حق رہیگا مگر ذکر کیلیے کچھ نرہا جیسا کہ بعض روایتون مین بجائے نفس کے ثلث للذکر واقع ہوا ہی چوتھا درجہ یہ ہی کہ مد سے بڑھکر ایک سیر تک کھاوے اور سیر سے زیادہ کھانا اسراف مین داخل ہی اور حکم ربانی ولا تسرفوا کے مخالف مگر یہ حکم اکثریہ ہی ورنہ مقدار غذا باعتبار شخص و عمر اور کار متعلقہ ہر شخص کے جداگانہ ہی اور ایک پانچوان طور اور بھی ہی مگر اسمین دھوکے کا مقام ہی وہ یہ ہی کہ جب اشتہاء صادق ہو جب کھانا کھاوے اور ابھی اشتہاے صادق باقی ہو کہ ہاتھ کھینچے لیکن جو شخص ایک یا دو روٹی کی مقدار مقرر نہ کریگا اُسکو اشتہاء صادق کی ظاہر نہ ہوگی بلکہ اشتہاے کاذب سے اُسکو تمیز نہ کر سکیگا اگرچہ اشتہاء صادق کی علامتین بھی لکھی ہین اول تو یہ کہ کوئی سی روٹی روکھی ملے اسکو کھائے جب کسی معین روٹی کو جی چاہے یا سالن کی تمنا ہو تو اشتہاء صادق نہوگی اور ایک یہ ہی اگر تھوکے تو مکھی تھوک پر نہ بیٹھے یعنی چکنائی تھوک مین نہو جس سے معلوم ہوتا ہی کہ معدہ خالی ہی اور اسکی پہچان مشکل ہی تو مرید کے حق مین اولیٰ یہی ہی کہ ایسی مقدار کھانیکی مقرر کرلے کہ جون سی عبادت کے درپے ہی اسکو بخوبی کر سکے اُسکے کرنے مین کمزور نہو جاوے جب اس حد پر پہونچے تب ٹھہر جاوے گو اشتہا باقی رہے خلاصہ یہ کہ اندازہ خاص غذا کا نہین ہوسکتا کیونکہ احوال اور اشخاص کے اعتبار سے ہر ایک کیلیے حد جداگانہ ہی ہان صحابہؓ مین سے ایک جماعت کا معمول تھا کہ ہفتہ مین ایک صاع گیہون تناول فرماتے اور اگر خرما کھاتے تو ڈیڑھ صاع ہفتہ مین کھاتے اور صاع چار مد کا ہوتا ہی تو اب اس سے ایک دن کی غذا کو حساب کرو تو ایک روز مین کچھ اوپر نصف مد گیہون ہوتے ہین اور خرما کے بڑھنے کی یہ وجہ ہی کہ اسمین سے گٹھلی نکل جاتی ہے پس یہ مقدار اسی کے قریب ہی جسکو ہمنے سوم حصہ شکم کے لیے لکھا ہی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہر ہفتہ مین تین سیر جو کھاتے اور بعد آپکے بھی اسی قدر تناول فرماتے اور کہتے کہ بخدا مین اس مقدار پر زندگی بھر نہ بڑھاؤنگا کیونکہ

مین نے سنا ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ تم مین سے قیامت کو مجھ سے زیادہ قریب اور محبوب تر وہ ہوگا کہ مرتے دم تک اسی حال پر رہے جسپر اب موجود ہی اور بعض صحابۂ کا حال دیکھکر برا معلوم ہوتا اور کہتے کہ تمنے سب ڈھنگ بدلڈالا جو کو چھاننے لگے پتلی چپاتیان پکوانے لگے دودھ و سالن ورنگ برنگ کے کھانے کھانے لگے کپڑے صبح کو اور شام کو اور پہننے لگے یہ باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت مین کہان تھین اور ارباب صفہ کی غذا یہ تھی کہ دو آدمیون پیچھے تین پاؤ خرما ہر روز کھاتے اور اسمین گٹھلی بھی ہی جسکے دور کرنے سے بہت ہی کم مقدار رہتی ہی اور حسن بصری فرماتے ہین کہ مومن مثل بھیڑ کے ہی اسکو ایک مٹھی اٹرے خرما کی یا ستو کی اور ایک گھونٹ پانی کافی ہی اور منافق درندہ ایذا دہندہ کے موافق ہی کہ نگلے چلا جاتا ہی نہ ہمسایہ کیلیے اپنے پیٹ مین کمی کرے نہ اور کسی بھائی بند کو اپنے اوپر ترجیح دے اور سہل تستری فرماتے ہین کہ اگر بالفرض دنیا خون خالص ہی ہوتی تب بھی مومن کی غذا حلال ہی ہوتی اسلیے کہ مومن وہی ہی جو ضرورت کے وقت بقدر سد رمق کھاوے دوسری بات مقرر کرنے کی وقت غذا ہی کہ کتنی دیر کے بعد کھاوے اسمین تین درجہ ہین اعلیٰ درجہ یہ ہی کہ تین دن یا اس سے زیادہ کچھ نہ کھاوے اور بعض عارفین نے اس باب مین اتنی ریاضت کی ہی کہ تیس روز اور چالیس روز کے طے تک نوبت پہونچادی ہی اور علما مین سے بھی بہت سے لوگ ایسے ہی ہین مثلاً محمد بن عمر عرفی اور عبد الرحمن بن ابراہیم اور ابراہیم تیمی اور سلیمان خواص اور سہل تستری اور ابراہیم بن احمد خواص وغیرہ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ چھ روز کا طے فرماتے اور عبد اللہ بن الزبیر اور ابو الجوزا سات روز کا اور سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم تین روز کا غرضکہ یہ سب بزرگ بھوک سے طریق آخرت پر مدد چاہتے تھے بعض علما کا قول ہی کہ جو کوئی خدا کیواسطے چالیس روز کچھ نہ کھاوے اُسپر بعض اسرار الٰہی کھلجاتے ہین اور ایک شخص اس جماعت مین کا ایک راہب کے پاس گیا اور اُسکو نصیحت کرنی شروع کی کہ اسلام اختیار کرنا چاہیے تمھارے طریق مین صرف دھوکا ہی دھوکا ہی اسکو چھوڑ دینا چاہیے یہانتک اُس سے گفتگو کی کہ راہب کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس روز تک طے کا روزہ رکھتے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہی کہ سواے نبی صادق کے اور کوئی نہین کرسکتا صوفی نے کہا کہ اگر مین پچاس دن طے کا روزہ رکھون تو تو اپنے دین کو چھوڑدیگا اور دین اسلام کو قبول کرکے جانیگا کہ تمھارا دین باطل ہی اور اسلام حق ہی اُسنے کہا کہ ہان ایسا ہی کرونگا پھر صوفی نے اُسکے سامنے ہی بیٹھکر پچاس روز پورے کیے اور کہا کہ ساٹھ پورے کیے دیتا ہون پس ساٹھ روز کے بعد راہب کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ مجھکو یہی خیال تھا کہ عیسیٰ سے بڑھکر کوئی نہ ہوسکیگا آخر کو مسلمان ہوگیا اور یہ ایک بڑا درجہ ہی اسکو ایسا ہی شخص پہونچتا ہی کہ قطع علائق و عادات کرکے مکاشفہ اور مشاہدہ مین مستغرق ہوکر بھوک و حاجت سے مستغنی ہوا ہو دوسرا درجہ یہ ہی کہ دو روز سے تین روز تک کا طے کرے اور یہ امر عادت سے خارج نہین بلکہ ممکن ہی اور تھوڑے سے مجاہدہ اور کوشش سے پہونچ سکتا ہی تیسرا درجہ جو ادنیٰ ہی وہ یہ ہی کہ رات دن مین ایک بار کھالوے اور اگر اس سے زیادہ ہوگا تو اسراف میں داخل ہی اور ہمیشہ شکم سیر رہنا کہ بھوک کیحالت محسوس نہو عیاشون کا کام ہی اور خلاف سنت حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر صبح کو کھاتے تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح کو نہ کھاتے اور اکابر کا بھی یہی دستور تھا کہ ایک بار غذا کھاتے تھے اور حدیث شریف مین حضرت عائشہ کو آپنے فرمایا ایاک والسرف فان اکلتین فی کل یوم من سرف واکلۃ واحدۃ فی کل یومین اقتار واکلۃ فی کل یوم قوام بین ذلک وہو المحمود فی کتاب اللہ عز وجل پس جو کوئی ایکدفعہ رات دن مین کھانا چاہے تو مستحب یہ ہی کہ سحر کے وقت

صبح صادق سے پہلے تہجد کے بعد کھاوے کہ دن کو بھوکا رہنے سے روزہ ہوجاویگا اور رات کو بھوکا رہنے سے تہجد کیلیے اُٹھنا سہل ہوگا اور معدہ کے خالی رہنے سے فارغ البال اور رقیق القلب اور مجتمع الہم رہیگا نفس بھی ساکن رہیگا پہلے وقت سے تقاضا نہ کریگا اور عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تہجد نہین پڑھتے تھے جیسا تم پڑھتے ہو بلکہ اتنا دیر تک تہجد کا پڑھا کرتے تھے کہ پاؤن ورم کر جاتے تھے اور روزہ وصال بھی تمھاری طرح نہ رکھتے تھے بلکہ افطار روزہ سحر کے وقت کیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو سحر مین ملا دیتے تھے پس اگر روزہ دار کا دل بعد مغرب کھانیکا مائل ہو اس طرح کہ تہجد مین حضور قلب نہوسکے تو ایسی صورت مین چاہیے کہ جسقدر کھانیکی اُسنے عادت کی ہے اُسکے دو حصہ کرلے ایک کو بعد مغرب کھالیوے اور ایک کو سحر کے وقت یا افطار کے وقت کھانیسے یہ فائدہ ہوگا کہ نفس کھانیکی طرف نہ جھکیگا اور تہجد بھی اچھی طرح ادا ہوگا اور سحر کے کھانے سے دنکو بھوک کی زیادتی نہوگی اور جو ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکھے تو اسکو انہین کچھ مضائقہ نہین کہ روزہ کے دن سحر کے وقت کھالے اور افطار والے دن ظہر کے وقت یہ طریق ہی غذا کے وقت مقرر کرنیکا تیسری بات مقرر کرنیکی جنس غذا ہی اور سالن کا چھوڑنا پس معلوم کرنا چاہیے کہ غذا سب سے عمدہ گیہون کا آٹا ہی اگر چھان کر لے تو آسائش مین داخل ہی اور اوسط غذا اچھنا ہوا آٹا جو کا اور ادنی اُسکا بن چھنا آٹا اور عمدہ سالن گوشت اور مٹھائی ہی اور اوسط شوربا اور چکنائی بے گوشت اور ادنی نمک سرکہ ہی اور سالکین کی عادت یہ ہی کہ سالن کبھی نہین کھاتے بلکہ لذیذ چیز جسکو انسانکی طبیعت چاہے اس سے بھی باز رہتے ہین کیونکہ اس سے نفس مین فسحت اور سختی ہوتی ہی اور لذات دنیا دل مین گھر کر جاتی ہین اُنسے مالوف ہو کر موت اور دیدار الٰہی کو بُرا جاننے لگتا ہی اور دنیا کو جنت اور موت کو قید خانہ تصور کرتا ہی اور اگر نفس کو شہوات سے روکا جاوے تو سب معاملے برعکس ہوجاتے ہین نفس تنگ ہو کر یہ چاہتا ہی کہ کل کا مرتا آج مرجاوے یہان کی لذتون سے محروم ہون وہانکی لذات سے جلد بہرہ یاب ہون اور زندگی کی قید سے چھوٹون یحیی ابن معاذ فرماتے ہین اگر گروہ صادقان جنت کا ولیمہ کھانا ہی اپنے نفسونکو خوب بھوکا رکھو جتنی بھوک زیادہ ہوگی اُتنی ہی اشتہا اُس کھانیکی بڑھیگی علاوہ ازین جتنے آفات شکم سیری کے ہمنے لکھے ہین وہ دل چاہتی چیزونکے کھانے اور لذت مین پڑنے سے ہوتی ہین اسی لیے شہوات کے ترک مین اگر مباحات کو بھی چھوڑ دیا جاوے تو ثواب بہت ہوتا ہی اور اُنکے کھانے مین خطرہ رہتا ہی اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین یاکلون مخ الحنطۃ اور اس سے یہ غرض نہین کہ یہ کھانا حرام ہی بلکہ وہ تو مباح ہی اس طرح پر کہ اگر گاہ گاہ کھالیا تو کچھ برا نہین مگر اسی کی مداومت کرے تب بھی ایسے کھانیسے گنہگار نہوگا الا نفس کو لذت کی چاٹ پڑجاویگی اور دنیا کے انس مین مبتلا ہوکر اسی کے طلب مین مباحی امر کا اسمین گناہ ہوتا ہے ارتکاب بھی ہوجاویگا اسی جہت سے شرار امت فرمایا کہ معدہ ایسے امور مین مبتلا کرتا ہی کہ وہ باعث معاصی ہون اور نیز فرمایا شرار امتی الذین ولدوا فی النعیم ونبتت علیہ اجسامہم انما ہمتہم الوان الطعام وانواع اللباس ویتشدقون فی الکلام اور خداتعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ یاد کر لیا کرو کہ قبر مین رہنا ہی اس سے بہت سی شہوتون سے باز رہوگے اور اکابر سلف لذیذ کھانونسے بہت ڈرتے اور اُنکو علامت بدبختی سمجھتے اور اللہ کی منع فرمانیکو نہایت سعادت جانتے چنانچہ وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ دو فرشتے چوتھے آسمان پر آپسمین ملے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو اُسنے کہا کہ مجھکو حکم ہوا کہ ایک مچھلی سمندر سے فلانی جگہ لیجاؤن جسکو فلانے یہودی نے تمنا کی تھی دوسرے نے کہا مین بھی اسی بات پر مامور تھا کہ فلانے عابد کیلیے تیل ڈال آؤن جو اُسکا آرزومند تھا پس اس بات کا اشارہ ہی کہ آسان ہونا لوازم خیر کا باعث اچھی نہین اسلیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈے پانی کا شربت نہ پیا اور فرمایا کہ اسکا حساب مجھے آگے رکھو غرضکہ کوئی عبادت

[illegible]

شہوات اور ترک لذات سے بڑھکر نہین جیسا کہ ریاضت نفس مین ہمنے بیان کیا ہی اور حضرت نافعؒ فرماتے ہین کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک بار مریض تھے تازی مچھلی کو اُنکا جی چاہا مدینہ منورہ مین باوجود تلاش نہ ملی بعد چندے جو ملی تو ڈیڑھ درم کو مول لیکر اسکو پکایا اور ایک روٹی پر رکھکر آپکے سامنے لیگئے اُتنے مین ایک سائل دروازہ پر آیا آپ نے خادم سے کہا کہ اسکو روٹی مین لپیٹ کر سائل کو دیدے خادم نے عرض کیا کہ جناب عالی آپکا دل اتنے دنون سے چاہتا تھا جب تو ملی نہ تھی اب جو ملی تو ڈیڑھ درم کو ہمنے مول لیکر آپکے واسطے پکائی تو اگر آپ فرماوین اسکو اسکا نقد دام دیدیا جاوے آپنے فرمایا کہ اسی کو روٹی مین لپیٹ کر دے دو پھر خادم نے سائل سے کہا کہ تم اسکو ایک درم کی عوض دیتے ہو اُسنے کہا اچھا خادم نے ایک درم اسکو دیدیا اور مچھلی کو آپکے سامنے لاکر رکھا اور کہا کہ اسکو ایک درم دیکر یہ مول لیلی آپنے فرمایا کہ اُس سے درم بھی واپس نہ کرو اور یہ بھی مع روٹی دیدو مین نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپ فرماتے تھے ایما امرا اشتھی شھوۃ فرد شھوتہ واثر بھا علی نفسہ غفر اللہ لہ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا اسددت کلب الجوع برغیف وکوز من الماء القراح فعلی الدنیا و اھلھا الدمار اسمین اس امر کیطرف اشارہ ہی کہ مقصود بھوک پیاس سے مشقت وضرر کا دور کرنا ہی لذات دنیاوی سے عیش کرنا منظور نہین حضرت عمر کو خبر پہونچی کہ یزید بن ابی سفیان طرح طرح کے کھانے کھاتے ہین آپنے اُنکے خادم سے فرمایا کہ جب اُنکا طعام شبنہ تیار ہو مجھکو اطلاع کرنا اُسنے ویسا ہی کیا آپ اُنکے یہان تشریف لیگئے جب کھانا آیا تو اول ثرید اور گوشت لائے آپنے بھی اُنکے ساتھ کھایا بعد اُسکے بھنا ہوا گوشت آیا اُنھون نے ہاتھ بڑھایا مگر حضرت عمر نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ ای یزید بن ابی سفیان کیا ایک غذا کے بعد دوسری بھی ہوتی ہی بخدا کہ اگر تم سلف کی سنت کو چھوڑدوگے تو بیشک اُنکا طریق بھی تمسے جاتا رہیگا اور یسار بن عمیر فرماتے ہین کہ مین نے کبھی حضرت عمرؓ کیلیے آٹا نہین چھانا اور اگر چھانا بھی ہی تو اُنکی مرضی کے خلاف کیا ہی اور عتبہ اپنا آٹا گوندھکر دھوپ مین رکھ دیتے جب سوکھ جاتا تو کھا لیتے اور کہتے کہ ایک ٹکڑے اور نمک پر رہنا چاہیے یہانتک کہ آخرت مین بھنا گوشت اور عمدہ کھانا تیار ہو جاوے اور کوزہ اُٹھاکر ایک ٹھلیا مین سے پانی پیتے جو تمام دن دھوپ مین رہتی تھی آپکی لونڈی کہتی کہ اگر اپنا آٹا آپ مجھکو دیدیا کرین تو مین پکا دیا کرونگی اور پانی ٹھنڈا کر دیا کرونگی آپ جواب دیتے کہ غرض بھوک کے کتے کا روکنا ہی سو یون بھی رک جاتا ہی اور شقیق بن ابراہیم کہتے ہین کہ مین نے ابراہیم بن ادہم کو مکہ معظمہ کے سوق الیل مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونیکی جگہ کے قریب ہی دیکھا کہ رستہ سے ایک کنارہ پر بیٹھے ہوے روتے تھے مین بھی اُدھر مڑکر اُنکے پاس جا بیٹھا اور سبب گریہ کا پوچھا اُنھون نے فرمایا خیریت ہی پھر مین نے دو بارہ سہ بارہ پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ کسی سے کہو نہین تو کہون مین نے کہا کہ بہتر آپ فرمائین اُنھون نے کہا کہ تیس برس سے میرا دل حریرہ کو چاہ رہا تھا مگر مین کمال کوشش سے اسکو روکتا تھا کل رات مین بیٹھا ہوا تھا کہ اونگھنے لگا اتنے مین ایک شخص آیا جسکے ہاتھ مین سبز پیالہ تھا اُسمین بھاپ اور خوشبو حریرہ کی آئی مین نے اپنی ہمت سے نفس کو روکا پھر اُسنے پیالہ میرے قریب کر کے کہا کہ ای ابراہیم کھا مین نے کہا کہ مین نے اسکو للہ چھوڑ دیا ہی نہ کھاؤنگا اُسنے کہا اگر خدا ہی کھلاوے تو کھانا چاہیے مجھے کچھ جواب ورتو نہ بن آیا رونے لگا پھر اُسنے کہا کہ لو کھاؤ مین نے کہا کہ ہمکو حکم ہی کہ جبتک یہ نہ معلوم ہو کہ کھانا کہان سے آیا ہی تب تک ہاتھ نہ ڈالین اُسنے جواب دیا کہ کھاؤ یہ تمھارے ہی واسطے عنایت ہوا ہی مجھکو حکم ہوا ہی کہ اے خضر اس پیالے کو لیجا اور نفس ابراہیم بن ادہم کو کھلاوے کیونکہ اُسنے اب بہت دنون سے نفس پر صبر کر کے اُسکو روک رکھا ہی اب اللہ نے اُسپر رحم کیا اور ای ابراہیم یہ بھی یاد رکھو

کہ مین نے فرشتوں سے سنا ہی کہ وہ کہتے ہین جو شخص عطا کو نہین لیتا تو پھر اگر طلب کرتا ہی تو نہین ملتی مین نے کہا کہ اگر یہی حال ہے تو مین تمھارے سامنے ہون اسکا عقدہ اللہ ہی کھولیگا پھر مین نے جو دیکھا تو ایک اور شخص نظر آیا کہ اسنے پہلے کچھ دیا اور کہا کہ تو ہی اپنے ہاتھ سے کھلا دے پس اُسنے میرے منھ مین لقمہ دینا شروع کیا یہانتک کہ مین سو گیا جب جاگا تو اُسکا مزا منھ مین پایا شقیق کہتے ہین کہ جب ابراہیم نے یہ بات تمام کی مین نے کہا کہ اپنا ہاتھ تو لاؤ اُنکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین پکڑ کے بوسہ دیا اور یون کہنے لگا کہ خداوندا جو لوگ اپنی شہوتونکو اچھی طرح روکتے ہین تو اُنکی آرزو پوری کرتا ہی دل مین یقین تو ہی ڈالتا ہی دلون کو اُنسے مطمئن تو ہی رکھتا ہی اپنے بندہ شقیق پر بھی نظر توجہ ہو پھر حضرت ابراہیم بن ادہم کا ہاتھ آسمان کیطرف اُٹھا کر کہنے لگا کہ الٰہی اس ہاتھ کی اور اس ہاتھ والے کی برکت سے اور اس انعام کی برکت سے جو تو نے اُنپر فرمایا اپنے بندہ مسکین پر عطا کر وہ تیرے ہی فضل و احسان و رحمت کا محتاج ہی اگرچہ اسکا سزاوار نہین اُسکے بعد وہ اُٹھ کھڑے ہوے اور چلکر حرم شریف مین داخل ہوے اور مالک بن دینار کو کہتے ہین کہ چالیس برس دودھ کو چاہتے رہے مگر نہ پیا اور ایک روز اُنکے پاس تھوہارے ہدیہ آئے اور لوگون نے اُنسے کھانیکو اصرار کیا آپنے فرمایا کہ تمھین کھالو مین نے چالیس برس سے اُنکو نہین چکھا اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ ابو سلیمان دارانی کا دل ایک بار گرم روٹی نمکین کو ہوا مین سامنے لیگیا آپنے ایک بار دانت سے کتر کر چھوڑ دیا اور رو کر کہنے لگے کہ بہت سی محنت و مشقت کے بعد تو نے میری آرزو جلد عنایت کی اب مین بھی توبہ کرتا ہون مجکو معاف فرما احمد کہتے ہین کہ پھر کبھی نمک زندگی بھر نہ کھایا اور مالک بن ضیغم فرماتے ہین کہ مین بصرہ کی بازار مین جاتا تھا ایک ترکاری دیکھی میرے نفس نے کہا کہ رات کو مجکو یہ کھلائے مین نے قسم کھائی کہ چالیس روز نہ کھلاؤنگا اور حضرت مالک بن دینار بصرہ مین پچاس برس رہے مگر اُن لوگون کے تر و خشک خرما کبھی نہ کھائے بعد اسکے اُنسے کہا کہ بصرہ والو مین تم مین پچاس برس رہا اور تمھارے تر و خشک سے سروکار نہ رکھا مگر پھر بھی جو چیز مجھ سے کم ہوئی تم مین نہ بڑھی اور نہ جو چیز تم مین زیادہ تھی مجھ سے کم ہوئی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ مین نے دنیا کو پچاس برس سے چھوڑ دیا ہی میرا دل دودھ کو چالیس برس سے چاہتا ہی مگر بخدا عمر بھر نہ پیونگا اور حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہین کہ مین داؤد طائی کے پاس آیا وہ دروازہ بند کیے ہوے کہہ رہے تھے کہ تو نے روٹی چاہی مین نے کھلادی پھر خرما کھانا چاہتا ہی مین نے قسم کھائی کہ کبھی نہ کھلاؤنگا پھر جب مین نے سامنے ہو کر سلام کیا تو معلوم ہوا کہ صرف اکیلے اپنے نفس سے کہہ رہے تھے اور ابو حازم ایک روز بازار مین جاتے تھے ایک میوہ نظر پڑا اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ میوہ جو ٹوٹا ہوا اور کٹا ہوا دھرا ہی اسمین سے میرے واسطے خرید لا شاید میوہ جنت بن ٹوٹا ہے روک بھی ٹل جاوے جب وہ خرید کر لایا اپنے نفس سے کہنے لگے کہ تو نے فریب دیا کہ دیکھتے ہی آرزو پیدا کی اور پھر اسکو مول لوایا بخدا کہ کھلاؤنگا نہین پس اُسکو یتیم محتاجون کو بانٹ دیا اور موسیٰ اشج سے نقل ہی کہ بیس برس سے میرا دل دردہ نمک کو چاہتا ہی اور احمد بن خلیفہ کہتے ہین کہ بیس برس تک میرا نفس یہی کہتا رہا کہ پانی پیٹ بھر کر پلا وے مگر مین نے کبھی سیراب نہ کیا اور عتبہ غلام کہتے ہین کہ سات برس تک میرا دل گوشت کو چاہتا رہا بعد اسکے مجھے شرم آئی کہ کب تک ٹال بتاؤن سات برس سے تو ٹال رہا ہون آخر ایک گوشت کا ٹکڑا لیکر بھونا اور اُسکو لیکر ایک روٹی مین لپیٹا اور ایک لڑکے کو دیکھ کر اُس سے پوچھا کہ تو فلانے کا بیٹا ہی جو مر گیا اُسنے کہا کہ ہان پس وہ روٹی اُسکے حوالے کی کہتے ہین کہ روٹی دیکر آپ رونے لگے اور یہ آیت پڑھی ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً اور پھر کبھی گوشت نہ کھایا اور چند روز اُنکا دل خرما کو چاہا ایک روز کسیقدر

خرید کر رات کے لیے رکھ چھوڑے کہ اُسسے افطار کرونگا اتنے مین ہوا کا طوفان آیا اور اندھیرا ہوگیا لوگون کو خوف معلوم ہوا عتبہ اپنے نفس سے کہنے لگے کہ یہ بلا اسی سبب سے آئی کہ مین نے تیری خاطر سے اتنے خرمے مول لیے اب خبردار اُنکو مت چکھنا اور داؤد طائی نے ڈھیلے کے نقل اور پیسے کا سرکہ مول لیا اور تمام رات نفس سے کہتے رہے کہ اے داؤد قیامت کو کیسا بڑا حساب دینا پڑے گا پھر ہمیشہ روکھی روٹی کھائی اور عتبہ غلام نے ایک روز عبدالواحد بن زید سے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس مین ایسا درجہ تبلاتا ہے کہ مین اُس رتبہ کو اپنے نفس مین نہین پاتا اُنھون نے کہا کہ یہ اسلیے ہے کہ تم روٹی کے ساتھ خرما کھاتے ہو اور وہ صرف روٹی ہی کھاتا ہے عتبہ نے کہا کہ اگر مین بھی خرما چھوڑدون تو وہ رتبہ حاصل ہوگا اُنھون نے کہا کہ بیشک پس عتبہ رونے لگے لوگون نے کہا کہ کیا خرما پر روتے ہو عبدالواحد نے فرمایا کہ جھے نہ کہو اُنکے نفس نے جان لیا کہ ارادہ پکا کرتے ہین اور جس چیز کو چھوڑینگے پھر اُسکی طرف رجوع نہ کرینگے اور جعفر بن نصر کہتے ہین کہ مجکو حضرت جنید نے فرمایا کہ تھوڑے انجیر میرے لیے خرید لا جب مین مول لے آیا تو افطار کیوقت ایک منھ مین ڈالا اور تھوک دیا اور کہا کہ اُٹھا لے جا مین نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ گوش دل مین غیب سے یہ ندا آئی کہ تو نے میری خاطر چھوڑا تھا کیا پھر کھائے گا اور صالح کہتے ہین کہ مین نے عطاء سلمی کی خدمت مین عرض کیا کہ مین آپ کے لیے ایک چیز بھیجا چاہتا ہون بشرطیکہ آپ واپس نکرین اُنھون نے فرمایا بہتر مین نے اپنے لڑکے کے ہاتھ ستو گھی اور شہد مین ملا کر بھیجدیے اور کہدیا کہ جبتک وہ کھا نہ لین تب تک مت آنا آپنے کھالیے دوسرے روز مین نے پھر بھیجے آپنے نہ پیے اور واپس کردیے بس مین آپسے خفا ہوکر کہنے لگا کہ سبحان اللہ آپنے میرا ہدیہ واپس کیا جب اُنھون نے مجکو غصہ مین دیکھا فرمایا کہ برا ماننے کی بات نہین ایکبار تو مین نے تعمیل کی جب دوسری بار تمنے بھیجا تو ہرچند مین نے کھانا چاہا مگر نہ ہوسکا جب مین ارادہ کھانیکا کرتا تھا تو یہ آیت یاد پڑتی تھی یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ[ت] آخر تک صالح کہتے ہین کہ مین رو پڑا اور دل مین کہنے لگا کہ مین اور کہین ہون اور تم اور کہین اور سری سقطی فرماتے ہین کہ میرا نفس تیس برس سے چاہتا ہے کہ روٹی شیرۂ انگور مین تر کرکے کھلاؤن مگر مین نے نہین کھلائی اور ابوبکر جلا نے فرمایا ہے کہ ایک شخص مین نے ایسا دیکھا ہے کہ اُسکا نفس اُس سے کہتا تھا کہ مین دس روز تک کچھ نہ کھاؤنگا بشرطیکہ تو دس روز کے بعد جو کہون وہ کھلاوے اُسنے جواب دیا کہ مین دس روز کا فاقہ نہین چاہتا تو بھی تمنا چھوڑدے ایک عابد کا ذکر ہے کہ اُنھون نے کسی اپنے یگانہ کی دعوت کی اور روٹیان سامنے رکھدین وہ شخص روٹیونکو لوٹنے لگا کہ اچھی دیکھکر کھاوے عابد نے فرمایا کہ یہ کیا کرتے ہو تم کو معلوم نہین کہ جس روٹی کو تم نے چھوڑدیا اُسمین کتنی حکمتین ہین اور کتنے کاریگرون کے ہاتھ سے نکلکر تمھارے پاس آئی اول ابر سے چلو کہ اُسمین پانی آیا اور پانی سے زمین اور ہوا اور چوپایہ تارے ہوے اور بہت سے لوگون نے کام کیا جب کہین تم تک آئی اب تم اُنکو لوٹتے ہو غربت سے نہین کھاتے حدیث شریف مین ہے لا یستدیر الرغیف ویوضع بین یدیک حتی یعمل فیہ ثلاثمائۃ وستون صانعا اولہم میکائیل علیہ السلام الذی یکیل الماء من خزائن الرحمۃ ثم الملائکۃ اللتی تزجی السحاب والشمس والقمر والافلاک وملائکۃ الھواء ودواب الارض آخرہم الخباز وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا[ح] ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند • تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری • اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین قاسم جوعی کے پاس آیا اور اُنسے پوچھا کہ زہد کیا چیز ہے اُنھون نے کہا کہ تم نے اُسکے باب مین کیا سنا ہے مین نے چند اقوال نقل کیے وہ چپ ہو رہے مین نے کہا کہ آپ کیا کہتے ہین اُنھون نے کہا کہ پیٹ آدمی کا دنیا ہے جسقدر اسکو ضبط کریگا اُتنا ہی زہد حاصل کریگا اور جتنا اسکو روکیگا اتنی ہی دنیا اُسپر قابض

[ت] گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اسکو اور گلے سے نہین اُتار سکتا ۱۲

[ح] روٹی گول ہو کر تیرے سامنے نہین آتی جبتک اسمین تین سو ساٹھ کاریگر کام نہین کرتے اول میکائیل علیہ السلام ہین جو پانی کو خزانۂ رحمت سے نکالتے ہین پھر فرشتے ہین جو ابر کو ہنکاتے ہین اور آفتاب و ماہتاب و آسمانونکو لیے پھرتے ہین اور ہوا کے فرشتے ہین اور زمین کے چوپائے اور زمین سے آخر نانبائی ہے اور اگر تم شمار کرو خدا کی نعمتونکو تو نہین گن سکو گے ۱۲

ہو گی اور بیان ہے حارث ایک بار بیمار پڑے عبدالرحمن بن طیب کے پاس جا کر ماکولات مین سے اپنے مزاج کے موافق پوچھنے لگے انھون نے کہا کہ پوچھتے تو ہو لیکن اگر مین بتاؤنگا تو مانو گے نہین انھون نے کہا کہ تم بتاؤ تو سہی مین غور سے سنونگا کہا کہ سکنجبین پیو اور سیب چوسو بعد اسکے شوربا کھاؤ انھون نے فرمایا کہ سکنجبین سے کمتر کوئی چیز بتاؤ کہ اسکی قائم مقام ہو کہا کہ مجھے معلوم نہین انھون نے کہا مجھے معلوم ہے وہ کاسنی ہے سرکہ کے ساتھ پھر پوچھا کہ سیب سے کمتر چیز قائم مقام اسکے ہے انھون نے کہا کہ مین نہین جانتا کہا کہ مین جانتا ہون وہ شامی لوبیہ سینکی ہوئی ہے پھر پوچھا کہ شوربا سے کم کوئی چیز اسکا عوض معلوم ہے کہا کہ نہین انھون نے کہا کہ مجھکو معلوم ہے نخود آبگاہ کے گھی مین اسکا بدل ہے عبدالرحمن نے کہا کہ تم مجھسے طب زیادہ جانتے ہو پھر بیفائدہ مجھسے پوچھتے ہو

ان حکایات سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو شہوات سے باز رہے اور غذا شکم سیر سے رکے اسکا باعث وہی فوائد ہین جنکا ہمنے ذکر کیا اور بعض اوقات یہ بھی وجہ ہوتی تھی کہ روزی حلال صاف نجانتے تھے اسوجہ سے بے ضرورت اپنے نفس کو اجازت غذا ندیتے تھے اور دل چاہتی چیزین داخل ضرورات نہین چنانچہ ابو سلیمان فرماتے ہین کہ نمک بھی شہوت وآرزو کی چیز ہے اسلیے کہ روٹی سے زیادہ ہے اور جو چیز روٹی کے سوا ہے سب زائد اور شہوتون مین داخل ہے یہ انتہا درجہ کی بات ہے اگر کوئی اسپر قادر نہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اپنے نفس سے غافل نہو اور شہوات مین مستغرق نہو آدمی کو اسیقدر اسراف کافی ہے کہ جو دل چاہے وہ کھائے اور جو جی مین آوے وہ کرے اسلیے ضرور ہوا کہ مداومت گوشت کی چھوڑ دے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین جو شخص چالیس روز تک گوشت ترک کردے بدخلق ہوجاتا ہے اور جو برابر چالیس روز کھاوے سخت دل ہوجاتا ہے اور بعضون کا یہ قول ہے کہ گوشت کی مداومت مین شراب کا نشہ ہوتا ہے اور جب بھوکا ہو اور جماع کو بھی دل چاہے تو یہ نکرے کہ کھا کر صحبت کرے اور نفس کی دو آرزوئین پوری کرے کیونکہ وہ اسوقت قوی ہو جاویگا اور بعض دفعہ غذا اسلیے کھاتا ہے کہ صحبت کا نشاط زیادہ ہو اور مستحب ہے کہ شکم سیری پر نہ سوئے نہین تو دو غفلتون کا جامع ہوگا اور سستی کا عادی و سختی دل بھی اس سے پیدا ہوتی ہے ایسی صورت مین نماز پڑھے یا بیٹھ کر ذکر کرے کہ یہ بات شکر کے قریب ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اذیبوا طعامکم بالذکر والصلوۃ ولا تناموا علیہ فتقسوا قلوبکم اور ادنی مقدار یہ ہے کہ چار رکعتین پڑھے یا سو دفعہ سبحان اللہ کہے یا ہر غذا کے بعد کچھ قرآن شریف کی تلاوت کرے حضرت سفیان ثوری رح جب رات شکم سیر ہوتے تو تمام رات عبادت کرتے اور اگر دن کو سیر ہوتے تو پیاپے نماز و ذکر مین مصروف رہتے اور فرماتے کہ کالی بلا کا پیٹ بھرو اور محنت لو خواہ یون کہتے کہ گدھے کو شکم سیر کرکے اس سے محنت لو اور جب کبھی کسی غذا کے بعد کچھ تفکہات کو جی چاہے تو روٹی نہ کھانی چاہیے اسکے عوض اسی میوہ کو کھالے تاکہ غذا مین داخل ہو اور نفس جامع عادت اور شہوت کا نہو اور سہل تستری رح نے ابن سالم کے ہاتھ مین روٹی اور چھوارے دیکر فرمایا کہ چھوارے اول کھاؤ اگر کافی ہو تو فبہا ورنہ پھر روٹی بقدر ضرورت کھا لینا اور جب ایک کھانا لطیف اور ایک غلیظ میسر آوے تو اول لطیف کھاوے کیونکہ اسکے بعد غلیظ کو دل نچاہیگا اور اگر پہلے اچھا نہ کھاویگا تو دوسرے کھانیکے بعد اسپر طبیعت جھکتی رہیگی اور بعض اکابر اپنے ساتھیون سے کہتے کہ جی چاہی چیزین مت کھاؤ اور اگر کھاؤ تو انکی تلاش مت کرو اگر تلاش کرو تو انسے محبت نہ رکھو اور خاص طرح کی روٹی ڈھونڈھنی داخل شہوت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے کہ عراق سے ہمارے پاس کوئی فاکہ روٹی سے بڑھکر نہین آتا تو دیکھنا چاہیے کہ روٹی کو آپ نے فاکہ ارشاد فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ مباحات کی شہوت واتباع مین بھی نفس کو ڈالنا نہ چاہیے ایسا نہو کہ اگر یہان شہوتین پوری کرین اور قیامت کو کہا جائے کہ اذہبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا واستمتعتم بہا اور جسقدر کہ یہان نفس پر مجاہدہ کرکے شہوات کو چھوڑیگا اسیقدر آخرت مین اچاہتی چیزین پاویگا بصرہ کے ایک بزرگ چانول کی روٹی اور مچھلی کو بیس برس تک چاہتے رہے مگر نفس پر مجاہدہ کرکے اسکو روکا اور ہر چند انکا نفس مانگا کیا مگر کبھی ندی

جب وفات پائی تو کسی نے اُنکو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمھارے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا اُنھون نے کہا کہ جو نعمتین اور کرامتین عنایت فرمائین مین اچھی طرح بیان نہین کر سکتا سب سے اول چیز جو مجھکو عنایت ہوئی چانول کی روٹی اور مچھلی تھی ارشاد ہوا کہ آج جتنا چاہے اب حساب جی بھرکے کھالے چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتا ہی کلوا واشربوا ہنیئًا بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ پہلے عمل بھی کیا تھا کہ شہوات کو چھوڑ دیا تھا اسی جہت سے ابو سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہین کہ ایک شہوت کو چھوڑ دینا برس روز کے روزے اور شب بیداری سے زیادہ نافع ہوتا ہی خدا ہمکو بھی اپنی رضا کی توفیق عنایت کرے بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

بیان چوتھا اختلاف مین حکم بھوک کے اور اسکی فضیلت کے اور یہ کہ احوال لوگونکا اسمین مختلف ہوتا ہی

جاننا چاہیے کہ غایت مقصود سب احوال و اخلاق مین بیچ ہی اسے خیر الامور اوسطہا کہ میانہ روی ہی اور دونون طرفین افراط و تفریط کے مذموم ہین اور بھوک کی فضیلت مین جو کچھ ہم لکھ آئے ہین اُس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُسکی افراط منظور ہی بلکہ وجہ اُسکی یہ ہی کہ جن چیزونکی طرف اقتضے کو طبیعت طالب ہوتی ہی اور اسمین کچھ فساد ہوتا ہی تو اسرار حکمت شرعی مین سے ہی کہ ایسی صورتمین منع مبالغہ کے ساتھ کیا جاتا ہے یہانتک کہ جاہل کو یہ گمان ہو کہ مقصود یہی ہی کہ ہر حال مین طبیعت کا ضد خیال کیا جائے اور جہانتک ممکن ہو اُسکے خلاف عمل کیا جاوے اور عاقل یہ سمجھتے ہین کہ منظور درجۂ اعتدال ہی مثلاً نہایت شکم سیری اقتضاء طبع ہی تو شریعت کمال درجہ کی بھوک کی صفت اور ثنا کرتی ہی تاکہ طبیعت کسی قدر اپنے مقتضا سے باز رہکر درجۂ اعتدال حاصل کرے کیونکہ اقتضاء طبع کو بالکل استیصال کرنا امر محال ہی تو ضرور کوئی انتہا اُسکی ہوگی کہ اُسپر عمل کرنے سے شرعًا ممدوح ہو اسیطرح اگر کوئی مسرف خلاف طبع اسراف کرے تو شریعت مین اسکی مذمت پائی جاویگی مثلاً شب بیداری اور روزہ کے باب مین شریعت مین نہایت مبالغہ کے ساتھ وصف ہی مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ بعض لوگ ہمیشہ روزہ رکھتے ہین اور تمام رات جاگتے ہین تو انکو اس سے منع فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود صرف درجہ اعتدال ہی پس کھانے کے باب مین افضل اور معتدل یہ ہی کہ اتنا کھاوے کہ نہ معدہ ثقیل ہو نہ بھوک کی تکلیف معلوم ہو ع نچندان بخور کز دہانت برآید نچندانکہ از ضعف جانت برآید + بلکہ کھانا ایسی طرح کھاوے کہ اُسکا اثر معلوم نہو اسلیے کہ غرض غذا سے بقاء حیات و قوت عبادت ہی معدہ کی گرانی سے بھی عبادت نہین ہو سکتی اور بھوک کی تکلیف بھی دل کے شغل کو مانع ہی تو یہی نتیجہ نکلا کہ ایسی طرح کھاوے کہ غذا کا اثر معلوم نہو تاکہ فرشتونکے مشابہ ہو جاوے کہ اُنکو بھی غذا کی گرانی اور بھوک کی تکلیف معلوم نہین ہوتی اور انسانکا درجہ کمال بھی یہی ہی کہ اُنکا اقتدا کرے اور چونکہ سیری اور بھوک سے تو چھوٹ ہی نہین سکتا تو دونون حالتون سے دورتر درجہ وسط ہی جسکو اعتدال کہتے ہین اور رجوع کرنا افراط و تفریط سے درجۂ وسط و اعتدال کیطرف ایسا ہی کہ ایک لوہے کی گرم کنڈل کو زمین مین ڈالکر ایک چیونٹی کو اُسکے بیچ مین چھوڑ دو اب چیونٹی اُس حلقہ کی گرمی سے بچنا چاہیگی اور چارون طرف سے نکلنا چاہیگی مگر ہر طرف وہی گرمی موجود ہی کسی طرف سے نکل نہین سکتی بھاگتی پھریگی یہانتک کہ اس حلقہ کے مرکز مین پہونچکر ٹھہر جاوے تو البتہ سب طرف کی حرارت سے دورتر رہیگی اسیطرح شہوات بھی انسانکو محیط ہین اور یہ چیونٹی کیطرح اُنکے کنڈل مین پڑا ہوا ہی اور فرشتے اس سے خارج ہین اور انسانکو اُنسے نکلنا تو غیر ممکن ہی اور تشبہ فرشتونکا کیا جاتا ہی

تو اسی صورت سے ہوسکتا ہی کہ شہوات سے جتنا دور ممکن ہو اتنا ہو جاوے اور چونکہ درجۂ اعتدال سب اطراف سے برابر دوری پر ہے
اسیواسطے سب اخلاق متقابلہ مین وہی مطلوب ہونا چاہیے اور اسی اعتدال سے اس حدیث مین مقصود ہی کہ خیر الامور اوسطہا اور اسی طرح
اس آیت مین اشارہ ہی کلوا واشربوا ولا تسرفوا یعنی جب انسان کو بھوک اور سیری دونون محسوس نہونگی تب نفس ہلکا رہیگا اور عبادت
و فکر آسان معلوم ہونگی اور عمل کرنے پر قادر ہوگا مگر چونکہ ابتداء امر مین نفس سرکش ہوتا ہی اور شہوت کا شائق اور افراط کا مائل تو اعتدال
کا حاصل ہونا سہل نہین ہوتا ورنہ اس سے چندان فائدہ بلکہ اسوقت بھوک سے اسکی ایذا دینے مین خوب مبالغہ کرنا چاہیے جیسا اول اول
گھوڑے وغیرہ کی شایستگی کیلیے بھوکا پیاسا رکھتے ہین اور خوب کوڑے پڑتے ہین تب کہین سیدھا ہوتا ہی اور کام دیتا ہی پھر حسب مرضی
کام کرنے کے بعد سب مشقت اس سے دور کردیجاتی ہی اور اعتدال پر چھوڑ دیا جاتا ہی اور اسی بھید کی جہت سے مرشد اپنے مریدون کو
ایسے کام بتاتا ہی جو خود نہین کرتا مثلاً بھوکا رہنے کو کہتا ہی یا شہوت کے چھوڑنے کو فرماتا ہی حالانکہ خود بھوکا نہین رہتا نہ شہوات سے بالکلیہ
منقطع ہوتا ہی بلکہ بعض اوقات فواکہ اور شہوات کا مرتکب ہوتا ہی کیونکہ وہ اپنے نفس کی تادیب سے فارغ ہوگیا اب تکلیف دینے کی اسکو حاجت
نہین اور چونکہ نفس غالب احوال مین شہوت پرست اور شریر و سرکش اور عبادت کا چور رہتا ہی تو مناسب یہی ہی کہ بھوکا رکھا جاوے کہ اکثر
احوال مین تکلیف اٹھاوے اور انکسار پاکر درجہ اعتدال حاصل کرے بعد اسکے غذا بھی معتدل کردیجاوے اور ہمیشہ بھوکا رہنے سے وہی
شخص باز رہتے ہین ایک صدیق اور ایک احمق دھوکے مین پڑا ہوا صدیق کو تو اس وجہ سے بھوک کی ضرورت نہین کہ اسکا نفس راہ راست پر
مستقیم ہی اسکو تکلیف دہی نفس کی حاجت نہین اور جو شخص احمق ہی وہ اسلیے بھوکا نہین رہتا کہ اپنے آپ کو صدیق جانتا ہی اور نفس کو تادیب
کے قابل نہین سمجھتا اور یہ ایک بڑا دھوکا ہی اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہی اسلیے کہ نفس کی تادیب بوجہ کمال کمتر ہوتی ہی اور بسا اوقات یہی ہوتا
ہی کہ کسی صدیق کو دیکھا کہ وہ اس باب مین پروا نہین کرتا تو آپ بھی ویسا ہی کرنے لگا اور اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی بیمار کسی تندرست
آدمی کو جو مرض سے شفا پاچکا ہی کوئی چیز کھاتے دیکھے تو اپنے آپ کو صحیح جانکر وہی چیز کھانے لگے اور ہلاک ہو جاوے اور اسبات کی
وجہ کہ مقدار اور جنس اور وقت غذا مین کچھ تخصیص نہین بلکہ مقصود اصلی مجاہدۂ نفس نافرمان کا ہی جو حق سے تجاوز ہوکر رتبہ کمال کو نہین پہنچا
یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے بھی مقدار و وقت غذا مقرر نہ تھا چنانچہ حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ آپ اسقدر روزے رکھتے کہ ہمکو
گمان ہوتا کہ افطار نکرینگے اور کبھی افطار کے دن اتنے ہوتے کہ معلوم ہوتا کہ اب روزہ نرکھینگے اور جب گھر مین تشریف لاکر پوچھتے کہ کچھ ہی اور گھر کے
لوگ عرض کرتے کہ ہی تو تناول فرماتے ورنہ فرماتے کہ آج تو میرا روزہ ہی اسیطرح جب آپکے سامنے کوئی چیز پیش ہوتی تو فرماتے کہ میرا ارادہ تو
روزہ رکھنے کا تھا اور ایک روز آپ باہر تشریف لیگئے اور فرمایا کہ مین روزہ سے ہون حضرت عائشہ نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ ہمارے
یہان حیس یعنی چھوارے گھی اور پنیر ملے ہوئے آئے ہین آپنے فرمایا کہ مین نے تو روزہ رکھنا چاہا تھا مگر خیر لے آؤ اور اسی جہت سے
سہل تستری سے نقل ہی کہ انسے کسی نے پوچھا کہ شروع مین آپکا کیا حال تھا انھون نے عجیب عجیب مشقتین بیان فرمائین یہانتک کہ فرمایا کہ بہت
تک مین نے بیری کے پتے بغیر گندم کی اور تین برس تک انجیر کوٹ کوٹ کر کھائے پھر یہ کہا کہ تین برس مین تین درم کی غذا کھاتا تھا پھر جب پوچھا
گیا کہ اب آپکی غذا کیا ہی آپ نے فرمایا کہ اب کچھ حد اور وقت مقرر نہین اس سے یہ غرض نہین کہ اب بہت کھاتا ہون بلکہ یہ مطلب ہی کہ کوئی

مقدار معتبر نہین ہی اور نہ کچھ وقت مقرر ہی جسقدر کہ ضروری سمجھتا ہون اور جسوقت مناسب جانتا ہون کھالیتا ہون اور حضرت معروف کرخیؒ کے پاس اچھے اچھے کھانے لوگ بھیجتے آپ کھالیتے لوگون نے کہا کہ آپکے بھائی بشر ایسے کھانے نہین کھاتے آپنے فرمایا کہ میرے بھائی بشر کو ورع نے روک رکھا ہی اور مجکو معرفت نے کشادہ کر رکھا ہی پھر فرمایا کہ مین خدا کا مہمان ہون جب مجھے کھلاتا ہی کھاتا ہون جب بھوکا رکھتا ہی صبر کرتا ہون مجکو اعتراض و تمیز سے کیا کام پڑا ہی اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنے بھائیون مین سے کسی کو چند درم دیے اور کہا کہ ان کا مکھن اور شہد اور روٹی لے آؤ اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت ان سب کا آپنے فرمایا بھلے مانس اگر ہمکو ملتا ہی تو مردونکی طرح کھاتے ہین اور اگر نہین ہوتا تو مردون ہی کیطرح صبر کرتے ہین اور ایک روز بہت سا کھانا پکوایا اور چند لوگونکی دعوت کی کہ انمین اوزاعی اور ثوری تھے پس سفیان ثوری نے فرمایا ہی کہ اے ابا اسحاق تمکو خوف نہین معلوم ہوتا کہ یہ کہین اسراف نہو جاوے آپنے فرمایا کہ کھانے مین اسراف نہین ہوتا اسراف کپڑے اور اثاث البیت مین ہوتا ہی پس جس شخص کو علم سمعی ہاتھ سے اور نقل اور تقلید سے ہوتا ہی حضرت ابراہیم بن ادہم کا تو یہ حال سنتا ہی اور مالک بن دینار کا حال یہ سنتا ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ میرے گھر مین بیس برس سے نمک نہین آیا اور سری سقطی کا حال دیکھتا ہی کہ چالیس برس تک انکا دل شیرہ انگور سے روٹی کے ٹکڑے کو چاہتا رہا مگر نہ کھایا تو ان باتونکو ایک دوسرے کے خلاف پاتا ہی اور حیران ہو کر جانتا ہی کہ انمین سے بیشک ایک شخص خطا پر تھا اور جس بصیر آدمی پر اسرار علم کھل گئے ہین وہ یہ جانتا ہی کہ سب لوگ حق پر تھے مگر باعتبار احوال و اوقات اُنکے اعمال مختلف تھے پھر ان احوال مختلف کو سننے سے محتاط آدمی تو یہ سمجھتا ہی کہ مین درجہ معرفت کو نہین پہونچا مجھکو کسیطرح کی سماحت اور بے پروائی مثل اکابر نہین چاہیے میرا نفس کچھ مالک بن دینار یا سری سقطی کے نفس سے زیادہ مطیع نہین ہی جنھون نے لذات کو ترک کر دیا تھا پس انھین کا اقتدا کرتا ہی اور مغرور آدمی یون سوچتا ہی کہ میرا نفس ابراہیم بن ادہم اور معروف کرخی کے نفس سے زیادہ نافرمان نہین مین بھی انھین کا اقتدا کرون اور غذا کے انداز کو بالاے طاق رکھون مین بھی اپنے خدا کے گھر مہمان ہون مجھکو اعتراض سے کیا کام پڑا ہی پھر اگر کوئی شخص ایسے آدمی کے حق مین یا تعظیم مین یا مال و جاہ مین ایک طور پر کفایت کرے تو اسپر قیامت برپا ہو اور اعتراض کرنے لگے احمقونکے ساتھ شیطانکو اس باب مین بڑا دخل ہوتا ہی بلکہ غذا اور روزہ رکھنے اور اشتہا کی چیزونکو کھانے کی قید اُٹھانی صرف اُسی کو زیبا ہی جو نور ولایت اور نبوت سے دیکھتا ہی اور اُسکے اور خدا کے درمیان کوئی علامت انقباض خواہ استرسال کی ہوگئی ہی اور یہ بات جب ہی نصیب ہوئی ہی جب نفس ہوا نفسانی کی طاعت سے نکلجاوے اور عادات سے بالکلیہ منقطع ہو جاوے یہانتک کہ اگر کچھ کھاوے تو اسمین بھی کچھ نیت ہو اور نہ کھاوے تو وہ بھی خالی از نیت نہو تو البتہ اس صورت مین غذا اور عدم غذا دونون خدا کیواسطے ہونگے اس باب مین حضرت عمرؓ کی احتیاط مدنظر رکھنی چاہیے کہ باوجودیکہ آپکو معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پسند تھا اور اسکو تناول فرمایا کرتے تھے مگر اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک پر قیاس نہ فرمایا بلکہ جب شہد کا ٹھنڈا شربت لوگ اُنکے سامنے لائے تو اپنے ہاتھ مین برتن کو پھراتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اسکو پیون تو مزہ تھوڑی دیر مین جاتا رہیگا مگر اُسکا مواخذہ باقی رہیگا یہ کہکر کہا کہ مجھ سے اسکا حساب الگ کر دو مین نہ پیونگا مرشد کو چاہیے کہ ان اسرار کو مرید سے بیان نہ کرے بلکہ صرف بھوک کی صفت پر کفایت کرے اور یہ نہ کہے کہ اسمین اعتدال کرنا چاہیے کیونکہ وہ اعتدال سے کسیقدر ضروری قصور کریگا بلکہ غایت درجہ کی بھوک کو ارشاد کرے تاکہ اعتدال پر نوبت آجاوے چنانچہ ہمہ کس بگیر تا بہ تپ راضی شود مثل مشہور ہی اور یہ بھی اس سے

نہ کہے کہ عارف کامل ریاضت سے مستغنی ہوجاتا ہی نہین تو شیطان اُسپر ہمیشہ وسوسہ ڈالیگا کہ اب تو عارف کامل ہوگیا اور کوئی دقیقہ باقی نہین رہا سب
تمکو حاصل ہی حضرت ابراہیم خواص جو ریاضت مُرید کو بتلاتے وہی آپ بھی اُسکے ساتھ کرتے تاکہ اُسکے دلمین یہ نہ آوے کہ پیر جیسا خود نکو کرتے
ہی نہین مجھ سے کہتے ہین اور یہ باین لحاظ ریاضت سے نفرت کرنے لگے اور زبردست آدمی جب دوسرے کو ریاضت سکھاتا ہی اور
اُسکی اصلاح کے درپی ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ کمزور اُنکی طرح ہوجاوے جیسا کہ کشتی وغیرہ سکھانے والے کیا کرتے ہین اس امر سے زیادہ تر
تلطف پایا جاتا ہی اور جلد آدمی سعادت کو پہونچتا ہی اور اسمین انبیا اور اولیا کا بڑا امتحان ہوتا ہی اور راز آنجا کہ حد اعتدال ہر ایک
شخص کے حق مین ایک امر پوشیدہ ہی پس حزم و احتیاط کو کسی حال مین ہاتھ سے نہ دینا چاہیے حضرت عمرؓ نے ایکبار اپنے لڑکے عبداللہ کو دیکھا کہ وہ
گوشت اور گھی روٹی کے ساتھ کھا رہے ہین آپنے دُرّہ سے اُنکو مارا اور فرمایا کہ کسی روز روٹی دودھ سے کھا اور کسی روز گھی سے اور کسی روز
تیل سے اور کسی روز نمک سے اور کسی روز روکھی پھیکی کھا اس سے معلوم ہوا کہ اعتدال اسی کا نام ہی گوشت اور شہوتکی چیزون پر مواظبت کرنی افراط اور
اسراف مین داخل ہی اور بالکل گوشت کو ترک کردینا تفریط اور تنگی مین شمار ہی اور کبھی کھا لینا درجہ اوسط و اعتدال ہے

پانچوان بیان ریا کی آفت کا جو شہوات کے تارک اور کم خوراک آدمی پر آتی ہے

جاننا چاہیے کہ تارک شہوات پر دو آفتین جو جی چاہتی چیزونکے کھانے سے بھی زیادہ ہین آتی ہین اول تو یہ ہی کہ نفس بعض شہوات کو
نہین چھوڑ سکتا اُنکی خواہش رہتی ہی لیکن یہ نہین چاہتا کہ کوئی جانے اسواسطے لوگون سے علیحدہ ہوکر اُس چیز کو کھا لیتا ہی مجمع مین نہین کھاتا
اسکا نام شرک خفی ہی بعض علما سے کسی زاہد کا حال پوچھا تو وہ چپ ہو رہے لوگون نے کہا کہ کوئی برائی اُنکی آپکو معلوم ہی اُنھون نے
کہا کہ وہ تنہائی مین ایسی چیزین کھاتا ہی جو مجمع مین نہین کھاتا غرضکہ یہ بہت بڑی آفت ہی بندہ کو یہ مناسب ہی کہ اگر شہوات کی محبت مین مبتلا
ہوجاوے تو اسکو ظاہر کردیوے صدق حال اسی کو کہتے ہین اس سے صرف اتنا معلوم ہوگا کہ اعمال کی شامت سے مجاہدہ جاتا رہا اور
اگر کسی نقصان کو چھپاکر اُسکے مقابل کا کمال ظاہر کریگا تو اسمین دو نقصان ہونگے جیسے جھوٹ بولے اور اُسکو چھپاوے تو دو جھوٹ ہوتے
ہین اور دونا غصہ ہوتا ہی اور جبتک دو توبہ صادق نہین کرتا تب تک اُس سے کوئی خوش نہین ہوتا اور اسی بنا پر خداوند کریم نے منافقون کا
عذاب زیادہ ارشاد فرمایا کہ اِنَّ المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کیونکہ کافر نے کفر علانیہ کیا اور منافق نے کفر کرکے چھپایا تو چھپانا
دوسرا کفر ہوا اسلیے کہ اُسنے اس بات کو ہلکا جانا کہ خدا تعالیٰ دلکو دیکھتا ہی اور بندون کی نظر کو زیادہ سمجھ کر اپنے ظاہر مین سے کفر کو
دور کردیا اسلیے مستحق دونے عذاب کا ہوا اور عارفین شہوات کیا بلکہ معاصی مین بھی مبتلا ہوجاتے ہین مگر ریا مین گرفتار نہین ہوتے اور
اپنے عیوب کو پوشیدہ نہین کرتے بلکہ کمال عرفان یہ ہی کہ خدا کیواسطے شہوات اپنے نفس سے دور کرے اور ظاہر مین لوگون کے اعتقاد
دور کرنیکو اظہار شہوات کرے بعضے اکابر کوئی جی چاہتی چیز معمولی لیکر اپنے گھر مین لٹکا دیتے حالانکہ اُسکو کھاتے نہین تھے مگر یہ باعث تھا کہ
غافل لوگ اُنکے پاس آکر خلل انداز ہون اور جانین کہ یہ شخص مبتلا ئے شہوات ہی زاہد کا بڑا کمال اسی مین ہی کہ زہد مین زہد کرے یعنی اُسکے خلاف ظاہر
کرے اور یہ کام صدیقین کا ہی کیونکہ اُسنے دو صدق کو اکٹھا کیا یعنی دو بار نفس پر بوجھ ڈالا اور جام صبر نوش کیا ایکبا تو اُس چیز سے روکنے کے

باعث اور دوسری بار لوگونکے طعن کے باعث تو ایسے لوگونکا یہ حال ہی اولٰئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا اور اسکی ایسی مثال ہی کہ کوئی شخص ظاہر مین کسی کو کچھ دے اور وہ اسوقت تو لے لیوے اور پھر چھپا کر مالک کو پھیر دے تو اُس شخص کا دل دوبار شکستہ ہوگا اول تو ظاہر مین لینے کی ذلت سے دوم چھپا کر واپس کر کے اپنی احتیاج باقی رکھنے سے بس جبتک یہ مرتبہ نہ حاصل ہو تب تک آدمی اپنے آپکو ناقص جاننے اور اظہار شہوت سے اجتناب نکرے اور شیطان کے اس دھوکے مین نہ آوے کہ اگر تم یہ بات ظاہر کروگے تو دوسرے لوگ بھی تمھاری پیروی کرینگے دوسرونکی اصلاح اسی مین ہی کہ اسے دبائے رکھو اسلیئے کہ اگر فی الحقیقت دوسرونکی اصلاح منظور ہوتی تو خود اپنے نفس کی اصلاح مقدم اور اہم ہوتی بقول شخصے کہ اول خویش بعدہ درویش ورنہ خود را فضیحت دیگرے را نصیحت کے کیا معنی معلوم ہوا کہ صرف مقصود یہ ہے کہ دوسرونکی اصلاح کے بہانے سے شیطان نے اُسکو اسمین مبتلا کر رکھا ہی اسلیئے اُسکا کھلنا ناگوار معلوم ہوتا ہی گو یہ بھی جانتا ہو کہ لوگونکو اطلاع ہونے سے کوئی میری پیروی نکریگا اور نہ میرے تارک الشہوات ہونے سے بد اعتقاد ہوگا دوسری آفت یہ ہی کہ ترک شہوت پر قادر تو ہے مگر عفیف مشہور ہونیکا شائق ہی اور اس سے خوش بھی ہوتا ہی تو اس صورت مین شہوت غذا جو ضعیف تھی اسکا تو تارک ہوا مگر جو بدی مین اُس سے زیادہ تھی یعنی خواہش جاہ اُسکی اطاعت کی اور اسکو شہوت خفیہ کہتے ہین پس جب آدمی اسطرح کی خواہش اپنے جی مین پاوے تو اُسکا توڑنا شہوت غذا سے مؤکد تر سمجھکر اگر کھا لیوے تو اُسکے حقمین اچھا ہی حضرت ابو سلیمان فرماتے ہین کہ جب تیرے سامنے جی چاہتی چیز آوے جسکا تو تارک ہی تو اُسمین سے ذرا سی کھالے نفس کی مرضی کے موافق مت کھا اسمین دو فائدہ ہونگے ایک تو یہ کہ شہوت نہین رہنے کی دوسرے نفس پر ستارہ جاویگا اور حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہین کہ جب میرے سامنے کوئی خواہش کی چیز آتی ہے تو مین اپنے نفس کیطرف دیکھتا ہون اگر اُسکی تمنا ظاہر مین اُسپر پاتا ہون تو اسکو کھلا دیتا ہون روکنے سے یہ امر افضل ہی اور اگر خواہش مخفی کرتا ہی اور ظاہر مین تارک ہونیکو چاہتا ہی تو اُسکی شرط یہ ہی کہ اُس چیز کو مین ترک کر دیتا ہون اور کبھی نہین دیتا اس سے معلوم ہوا کہ طریق سزائے نفس کا شہوت خفیہ پر اسطرح ہوا کرتا ہی غرض یہ ہی کہ شہوت غذا کو چھوڑ کر جو شخص ریا مین مبتلا ہو وہ ایسا ہی کہ بچھو سے ڈر کر سانپ کے پاس جاوے اسلیئے کہ ریا کا ضرر خواہش غذا کے ضرر سے بہت زیادہ ہی

چھٹا بیان شہوت شرمگاہ کا حال

جاننا چاہیے کہ آدمی پر شہوت جماع دو فائدونکے لیئے مسلط ہوئی ہی اول تو یہ کہ اس سے لذت حاصل کر کے قیامت کی لذتون کو یاد کرے کیونکہ اگر یہ لذت دیر پا ہوتی تو اجسام کی لذتونمین سب سے زیادہ قوی ہوتی جسطرح پر کہ آگ کی تکلیف سب تکلیفون سے زیادہ ہی اور آدمیونکو سعادت اور جنت کی رغبت دلانی اور شقاوت اور دوزخ سے ڈرانا بدون لذت محسوس اور تکلیف محسوس کے نہین ہوسکتا تو جب دنیا مین مثلاً کوئی لذت جماع کو عمدہ پاویگا جان لیگا کہ جنت کے لذائذ بھی اسیطرح کے خواہ اس سے اعلیٰ ہونگے دوسرا فائدہ نسل کا باقی رہنا ہی یہ تو دو فائدے ہین مگر اسمین آفتین ایسی بڑی ہین کہ اگر آدمی اس شہوت کو ضبط کر کے اعتدال پر نرکھے تو دین و دنیا دونون کھو بیٹھے اور آیت شریف مین ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ بعضون نے طاقت سے زیادہ چیز کے یہی معنی لکھے ہین کہ شدت

شہوت جماع مراد ہی اور من شر غاسق اذا وقب مین حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ مراد آلہ تناسل کے کھڑے ہونے سے ہی اور بعضون نے اسکی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچائی ہی مگر تفسیر اسطرح کی ہی کہ آلہ تناسل وقت دخول مراد ہی اور یہ مین تو شک نہین کہ جب آدمی کو جوش اس شہوت کا ہوتا ہی تو دو ثلث عقل جاتی رہتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین فرماتے اعوذ بک من شر سمعی و بصری و قلبی و منی اور یہ بھی فرمایا النساء حبائل الشیطان ولولا ہذہ الشہوۃ لما کان للنساء سلطنۃ علی الرجال ایک روایت مین ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کسی مجلس مین بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس آیا اُسکے سر پر ٹوپی تھی جس مین بیسون رنگ چمکتے تھے جب حضرت سے قریب ہوا تو ٹوپی اُتار کر رکھدی اور خدمت مین آکر سلام کیا حضرت نے پوچھا کہ تو کون ہی عرض کیا کہ ابلیس ہون آپنے فرمایا کہ خدا تجھے موت دے یہان کیون آیا ہے عرض کیا چونکہ اللہ کے نزدیک آپکو رتبہ اور منزلت ہی اس جہت سے آپکے سلام کو آیا ہون آپنے فرمایا کہ تیرے سر پر کیا چیز تھی بولا کہ ٹوپی ہی جس سے آدمیونکے دل اُچکتا ہون آپنے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہی کہ جب انسان اُسکو کرتا ہی تو تو غالب ہو جاتا ہی عرض کیا جب عجب اُسکے دل مین سماتا ہی اور گناہونکو بھول کر اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہی اُسوقت میرے قابو مین آجاتا ہی اور تین باتونسے مین اُنکو ڈراتا ہون اول تو یہ کہ اجنبی عورت کیساتھ علیحدہ مت ہونا کیونکہ جو مرد اجنبی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہی تو وہان مین خود جاتا ہون اپنے اور کارندونکو نہین بھیجتا اور اس مرد کو فتنہ مین ڈالدیتا ہون دوسری بات یہ ہی کہ اللہ سے جو عہد کرو اُسکو پورا کرنا اور جو زکوۃ اور صدقہ کیلیے مال نکالو اُسکو بانٹ دینا اسلیے کہ جب آدمی کچھ خیرات کرنیکو روپیہ علیحدہ کرتا ہی تو وہان بھی مین خود جاکر ایسا پیچ ڈالتا ہون کہ اپنی نیت پوری نکرے پھر اُسکے بعد شیطان چلا گیا اور یہ کہتا تھا کہ افسوس حضرت موسی کو آدمیونکے مبتلا ہونیکے داؤ معلوم ہو گئے اور سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو نبی زمانہ سابق مین مبعوث ہوئے شیطان کو یہی توقع رہی کہ مین اُنکو عورتونکی جہت سے ہلاک کرونگا اور میرے نزدیک بھی کوئی چیز اُنسے بڑھکر خوفناک نہین اسلیے مین مدینہ منورہ مین سوا اپنے گھر کے اور کسی کے گھر مین نہین جاتا یا اپنی بیٹی کے یہان جمعہ کو صرف نہانے جاتا ہون اور بعض اکابر کا قول ہی کہ شیطان عورت سے کہتا ہی کہ تو میرا آدھا لشکر ہی اور تو میرا تیر ہی کہ جب چلاتا ہون چوکتا ہی نہین اور تو میرے بھید کی جگہ ہی اور میری حاجتین تو میری قاصد ہی یعنی نصف لشکر اُسکا شہوت ہی اور نصف غضب مگر سب شہوت سے بڑھکر عورتونکی شہوت ہی پھر اس شہوت کے تین درجے ہین افراط اور تفریط اور اعتدال افراط یہ ہی کہ عقل کو دبالے اور مردونکی ہمت عورتونکی صحبت مین مصروف کر دے اور سلوک طریق آخرت سے محروم رکھے یا دین پر غالب ہو کر امور قبیحہ مین مبتلا کر دے اور بعض اوقات اسکی افراط سے کئی امر قبیح پیدا ہوتے ہین اول ادویہ مقوی باہ کی فکر پڑتی ہی جیسے بعض لوگ کھانیکے ہضم کیلیے چورنکی تلاش مین رہتے ہین اور اُنکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص درندون اور سانپونمین جا پڑا ہو اور وہ اگر کبھی اس سے غفلت کرین اور سو جاوین تو یہ کسی حیلہ سے اُنکو جگادے پھر جب وہ ضرر پہونچاوین تو اُنکی اصلاح و علاج مین مشغول ہو اسیطرح شہوات غذا اور جماع دونون موذی ہین اُنسے اول ہی محفوظ رہنا چاہیے اور جب چورن یا مقویات سے اُنکو چوگنا کر دیا تو پھر آفت سے بچنا معلوم یہان پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے باہ کی شکایت کی تو اُنہنے ہریسہ کھانیکو بتایا تو قوت باہ کی تلاش حدیث سے ثابت ہی اسکا جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیان تھین اور آپ پر سب کا اطمینان واجب تھا اسلیے کہ غیر پر اُنکا نکاح حرام تھا اگر آپ طلاق بھی دیدیتے تو اسلیے آپنے قوت چاہی تھی نہ لذت حاصل کرنے کیلیے دوسرے یہ کہ افراط کے باعث امراض خبیثہ پیدا

پناہ مانگتا ہون تیرے کان سے آنکھ سے اور دل اور نطفہ سے ۱۲

گزری ہے ... جلیل ہین اگر عورت نہوتی تو مردون پر ... قابو ہوتا ۱۲

ہوتے ہین بلکہ کچھ اسی پر منحصر نہین اُسکی اولاد تک بھی اُنکا اثر رہتا ہی تیسرے یہ کہ افراط شہوت سے بعض گمراہونکو عشق سوجھتا ہی اور اس کمال درجہ کی جہالت غرض اصلی جماع سے پائی جاتی ہی اور قوت بہیمی مین چوپاؤن سے بھی بڑھ جاتا ہی اسلیے کہ چوپایہ اپنی شہوت کو کسیطرح دور کر دیتا ہی اور عاشق ایک خاص شخص کے سوا اور طرح اپنی شہوت رفع نہین کر سکتا گو سب خواہشو نمین بڑی ہے اور شرم و حیا کا مقام ہے مگر اُس کا اعتقاد یہی ہی کہ اُسی معین شخص سے ہو یہانتک کہ اُسکے لیے ذلت پر ذلت اور غلامی اُٹھاتا ہی اور شہوتکی خدمتمین اپنی عقل کو فرمان پذیر کرتا ہی یہ نہین جانتا کہ پیدائش عقل کی اسلیے ہی کہ اورون سے کام لے نہ یہ کہ خود شہوت کے مطیع ہوکر اُسکے اجرا کے حیلے تلاش کرے اور اگر عشق پر غور سے دیکھو تو ایسے آدمی کا کام ہی جسکے دل پر کوئی فکر نہو اور اُسکا منشاء یہی افراط شہوت ہی اور اوائل مین اس سے بچنے کا ڈھنگ یہی ہی کہ دوبارہ نہ دیکھے اور اپنی فکر مین مشغول رہے ورنہ مستحکم ہونے پر اُسکا دفع کرنا مشکل ہوتا ہی ؎ سر چشمہ شاید گرفتن بمیل ﴿ چو پر شد نشاید گذشتن بپیل اسیطرح عشق مال اور جاہ اور اولاد اور ستار نوازی اور شطرنج و چوسر بازی وغیرہ کا ہی کہ بعض اوقات لوگون پر ایسے حاوی ہوتے ہین کہ اُنکے دین و دنیا کے کام نہین ہونے دیتے اور کسی وقت اُنکو چین نہین لینے دیتے اگر اول مین عشق کا روگ چاہے تو ایسا ہے جیسے سوار دروازہ سے باہر ہو اور منظور یہ ہو کہ گھوڑا دروازے مین نجاوے تو ادنیٰ اشارہ باگ کا کافی ہوتا ہی اور بعد استحکام کے علاج کرنا ایسا ہی کہ پہلے سے گھوڑے کو چھوڑ دیا جب وہ دروازہ مین گھس گیا تو اُسکی دم پکڑکر پیچھے کو گھسیٹنا چاہا تو دونون باتونمین فرق زمین و آسمان کا ہی اسلیے احتیاط ابتداء امر مین ضروری ہی انجام کو علاج بہت دشواری اور نہایت کوشش سے ہوتا ہی کہ نوبت جان کندنی کی پہونچتی ہی غرض یہ کہ اس درجہ کی افراط شہوت مذموم اور کمی کا درجہ نامرد ہنجانیکا ہی وہ بھی مذموم اور برا ہی اور اعتدال کا درجہ جو محمود ہی وہ یہ ہی کہ شہوت مطیع عقل و شرع کی رہے اور انھین کے بموجب کام کرے اور جب اسمین زیادتی ہو تو اُسکا توڑنا بھوک اور نکاح سے ہوتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یامعشر الشباب علیکم بالباءة فمن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء

بیان ساتوان مرید کے نکاح اور ترک نکاح کے حال مین

ابتداء امر مین مرید کو شغل نکاح مین پڑنا نہین چاہیے کہ اس سے سلوک آخرت سے باز رہیگا اور بیوی کی محبت مین پھنس جاویگا اور جو غیر اللہ کے ساتھ اُنس اختیار کرتا ہی وہ اللہ سے مانوس نہین ہوتا اور اس بات سے دھوکا نہ کھاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے نکاح کیے تھے اسلیے کہ قلب مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی چیزین اللہ تعالیٰ کیطرف سے پھیر نہین سکتی تھین تو اُنپر قیاس کرنا بیجا ہی چہ نسبت خاک را با عالم پاک آپکا استغراق محبت الٰہی مین اسدرجہ پر تھا کہ بعض مرتبہ گرمی محبت کا دلمین یہ جوش پاتے کہ یون خوف ہوتا کہ دل پھٹ جاویگا اور اسی جوش و خروش مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ مارتے اور فرماتے کہ کچھ باتین کرو تاکہ اُنکی باتون کے باعث قلب مین جو زیادتی حرارت ہی اسکا اثر کم ہو جاوے کہ بدن مبارک کو طاقت اُسکے تحمل کی نتھی واقع مین یہ بوجھ ایسا ہی ؎ آسمان بار امانت نتوانست کشید ﴿ قرعۂ فال بنام من بیچارہ زدند ﴾ غرضکہ حضرت کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس طبعی تھا اور خلقت کے ساتھ عارضی تاکہ بدن کو کچھ راحت ملجاوے پھر جب لوگو نمین بیٹھتے تو صبر نہ آتا اور تنگ ہوکر فرماتے ارحنا یا بلال تاکہ جس

ف اسما گردہ جو انثی لازم پکڑو پہنچانا دیر نکاح کو اور جسکو قدرت نہو اُسکو چاہیے کہ روزہ رکھے کہ روزہ رکھنا اُسکے حق مین خصی ہونا ہی ۱۲ باب النکاح مین گذرا ۱۲ منہ

ف اس باب مین حدیث پہنچتر گذری ۱۲

ف اسکی سند بھی نہین ملی ۱۲

ف راحت دو ہمکو اے بلال یعنی نماز سے ہمکو آرام پہنچاؤ ۱۲ باب الصلوۃ مین گذری

چیز مین آپکی آنکھ کو ٹھنڈک ملتی تھی اُسمین مصروف ہوجاوین پس دوسرا شخص اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہین کرسکتا اور اگر کریگا تو دھوکا کھاوے گا اسلیے کہ آپ کے اسرار کوئی نہین سمجھ سکتا غرضکہ ابتدا مین مرید کو تجرد ہی شایان ہے ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو شخص نکاح کرتا ہے وہ دنیا کیطرف مائل ہوتا ہے مین نے کسی مرید کو نہین دیکھا کہ بعد نکاح کے پہلا سا حال رہا ہو اور وہی فرماتے ہین کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے باز رکھے خواہ بیوی ہو یا مال یا اولاد اُسکو منحوس جاننا چاہیے اور ایکبار اُنسے کسی نے پوچھا کہ آپکو کیا حاجت ہوئی کہ ایک عورت سے مانوس ہوئے فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ مین اُس سے اُنس کرون یعنی اُس سے اُنس کرنا اللہ کے ساتھ اُنس کرنیسے روکتا ہے بہرحال مرید کو تجرد ہی تاکیدی ہے جبتک شہوت کا زور نہو اور اگر اُسکا غلبہ دیکھے تو اول بھوک اور ہمیشہ کے روزہ سے توڑے اگر اس سے بھی دفع نہو بایں طور کہ گو اپنی شرمگاہ کو روک سکتا ہے مگر آنکھ کے روکنے پر قادر نہین تو ایسی صورت مین تسکین شہوت کیلیے نکاح کرنا مناسب ہے ورنہ اگر آنکھ کو روک نہ سکیگا تو فکر بھی طرح نہ کرسکیگا اور مطلب مین پریشانی واقع ہوگی اور بعض اوقات ایسی مصیبت مین پڑیگا کہ طاقت سے زیادہ ہو علاوہ ازین آنکھ کا زنا صغیرہ گناہ ہو نہین بہت بڑا ہے اور اسی سے کبیرہ بھی ہو جایا کرتا ہے جو شخص اپنی آنکھ پر قادر نہین وہ اپنے دین کی بھی حفاظت نہین کرسکتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تاکنے سے بچتے رہو کیونکہ اس سے دل مین شہوت کا بیج پڑتا ہے اور اسی قدر فتنہ کافی ہے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو فتنہ مین مبتلا ہوے صرف نظر کے باعث سے ہوئے اور اسی جہت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ شیر اور سانپ کے پیچھے جائیو مگر عورت کے پیچھے نہ جائیو حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کی ابتدا کیا ہوتی ہے آپنے فرمایا کہ دیکھنا اور للچانا اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ابلیس کہتا ہے کہ نظر میری قدیم کی تیر کمان ہے کہ کبھی خطا نہین کرتی اور حدیث شریف مین ہے النظرة سهم مسموم من سهام ابليس فمن تركها خوفا من الله تعالى اعطاه الله تعالى ايمانا يجد حلاوته في قلبه اور فرمایا ما تركت بعدي فتنة اضر على الرجال من النساء اور فرمایا اتقوا فتنة الدنيا وفتنة النساء فان اول فتنة بني اسرائيل كان من قبل النساء اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم الآیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لكل بني آدم حظ من الزنا فالعينان تزنيان وزناهما النظر واليدان تزنيان وزناهما البطش والرجلان تزنيان وزناهما المشي والفم يزني وزناه القبلة والقلب يهم او يتمنى ويصدق ذلك الفرج او يكذبه اور حضرت ام سلمہ فرماتی ہین کہ ایکبار ابن ام مکتوم اندھے رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا چاہا اُسوقت مین اور میمونہ بیٹھی ہوئی تھین آپ نے فرمایا کہ پردہ کرلو ہم نے عرض کیا کہ وہ تو اندھا ہے آپنے فرمایا کہ تم اُسکو دیکھتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ عورتونکو اندھون کے پاس بیٹھنا اور بے ضرورت اُنکو دیکھنا جائز نہین جیسا آجکل مروج ہو رہا ہے ہان حاجت کے وقت عورت کو مرد سے بات کرنی خواہ دیکھنا جائز ہے اور اگر مرید کا یہ حال ہو کہ عورتونسے تو آنکھ بچا سکتا ہے مگر لڑکون کو دیکھنے سے نہین رہ سکتا تب بھی نکاح اولیٰ ہے اسلیے کہ لڑکونکی حسن پرستی مین زیادہ خرابی ہے کیونکہ اگر مثلاً کسی عورت کی طرف دل راغب ہوگیا تو اُس سے نکاح کرکے تمتع کو پہونچنا ممکن ہے اور لڑکے مین یہ بات مفقود ہے اسی لیے لڑکے کو نگاہ بد سے دیکھنا حرام ہے بلکہ امرد کی صورت بھی اگر اچھی ہو اور

[illegible]

ڈاڑھی والے کی نسبت ولمین زیادہ کھپتی ہو تو اُسکی طرف بھی دیکھنا ناجائز لیکن اگر یون کہو کہ خوبصورت اور بدصورت مین تو کوئی فرق کیا ہی کرتا ہی اور لڑکون کے چہرے ہمیشہ کھلے رہتے ہین تو اُنسے بچاؤ کسطرح ہو سکتا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ہماری غرض صرف تمیز ہی سے نہین تمیز اچھے اور برُے کی سب اشیاء مین ہوتی ہی مثلاً ایک درخت ہرا ہوا اور دوسرا سوکھا یا ایک پانی صاف ہوا اور دوسرا میلا یا ایک درخت مین پھول اور کلیان ہون اور دوسرے مین پتے بھی نہون تو بالضرور اُنمین سے ایک کیطرف طبیعت کو میل ہوگا مگر اس رغبت مین شہوت نہوگی کہ اُس سے بوس وکنار کیجیے پس اگر اسیطرح کا حال خوبصورت شکل کا ہی کہ جیسے اور چیزین خوبصورت اچھی معلوم ہوتی ہین اور اُنمین لگاؤ شہوت کا نہین ہوتا تو دیکھنے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر نفس مین یہ بات بھی ہو کہ کسیطرح سے اُسکا قرب اور چھیڑ چھاڑ میسر ہو تو ایسی نظر نظر بد کہلاتی ہی اور حرام ہی اور اس باب مین آدمی بہت سُستی برتتے ہین اور آیندہ کو بلاؤن مین پڑتے ہین بعض تابعین کا قول ہی کہ مجکو جوان سالک بامرد کی ہمنشینی کا اتنا خوف ہی کہ اتنا درندہ کا خوف نہین اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص براہ شہوت کسی لڑکے کے پاؤن کی انگلیون مین بھی گدگدی کریگا تو لوطی ہوگا اور بعضے اکابر سلف کا قول ہی کہ اس امت مین تین طرح کے لوطی ہونگے بعضے تو صرف دیکھین گے اور بعضے مصافحہ کرینگے اور بعضے فعل شنیع کے مرتکب ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ نظر کے باعث بڑی بڑی آفتین پیدا ہوتی ہین تو جب مرید اپنی نظر کے روکنے اور فکر کے ضبط کرنے پر قادر نہو تو اُسکے حقمین بہتر یہی ہی کہ نکاح کرے اسلیے کہ اکثر آدمی ایسے ہوتے ہین جنکا جوش شہوت بھوک سے کم نہین ہوتا چنانچہ ایک بزرگ روایت کرتے ہین کہ ابتداء سلوک مین مجھپر شہوت غالب ہوئی تو مین خدا کی درگاہ مین خوب رویا خواب مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پوچھتے ہین کہ تیرا کیا حال ہی مین نے ماجرا بیان کیا اُنھون نے فرمایا کہ آگے آؤ مین بڑھ گیا اُنھون نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا اُسکی ٹھنڈک مین نے اپنے دل اور بدن مین پائی صبح کو جو جاگا تو وہ جوش اپنے آپ مین نہ پایا برس روز تک ویسا ہی رہا پھر غلبہ ہوا پھر مین نے فریاد مچائی ایک شخص خواب مین نظر آیا اُسنے کہا کہ اگر تجھے اپنی گردن کٹوانی منظور ہو تو تیرا علاج کرون مین نے کہا کہ بہتر اُسنے کہا تو گردن جھکا مین نے گردن جھکا دی اُسنے ایک نور کی تلوار میری گردن پر ماری مین جاگ پڑا اور برس روز تک پھر اچھا رہا بعدہ پھر وہی زور ہوا بلکہ اُس سے بھی سخت تو اس حال مین مین نے ایک شخص کو خواب مین دیکھا کہ میرے سینہ اور پہلو کے درمیان ہی اور مجھ سے کہتا ہی کہ جس چیز کا خدا کو دور کرنا منظور نہین اُسکے دفع ہونیکے واسطے کب تک التجا کیا کریگا پھر مین نے جاگ کر نکاح کر لیا اور اولاد ہوئی اور زور جاتا رہا پس اگر مرید کو حاجت نکاح ہو تو شرط ارادت کسی حال مین نہ چھوڑے یعنی ابتدا مین تو نیت اچھی ہو اور انجام مین حسن خلق و سیرت سے پیش آوے اور حقوق واجبہ کو ادا کرے جیسا کہ احکام نکاح مین ہم بیان کر چکے ہین دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین اور صدق نیت کی علامت یہ ہی کہ کسی مفلس دیندار عورت سے نکاح کرے مالدار کی تلاش نکرے بعض اکابر کا قول ہی کہ مالدار عورت سے نکاح کر نہین پانچ خرابیان مین اول مہر کا زیادہ ہونا دوم رخصت مین دیر و تعلل ہونا سوم خدمت کا نکرنا چہارم زیادہ خرچ کا تحمل پنجم اگر دل چھوڑنیکو ہو تو مال کی حرص سے چھوڑا جاتا اور مفلس مین اُنمین سے کوئی سی بات نہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ عورت چار چیزون مین مرد سے کم ہونی چاہیے ورنہ وہ مرد کو حقیر سمجھیگی عمر مین قدمین مال مین اور حسب مین اور چار چیزون مین بڑھکر ہونی چاہیے خوبصورتی مین ادب مین پرہیز مین اور خلق مین اور علامت صدق ارادت کی دوام نکاح مین خلق ہی بعض مریدین نے نکاح کیا اور ہمیشہ اُسکی خدمت کرتے رہے یہانتک کہ وہ شرمائی اور اپنے باپ سے

کہنے لگی کہ مین اس شخص کے حال مین حیران ہون اتنے برس سے اُسکے گھر مین جب پائخانہ کو جاتی ہون لوٹا مجھ سے پہلے وہان رکھدیتا ہی اور ایک بزرگ نے ایک خوبصورت عورت سے نکاح کیا جب رخصت کے دن قریب آئے اُسکے چیچک نکل آئی اُسکے گھر والون کو نہایت رنج ہوا کہ اب خوہر اُسکو پسند نہ کریگا اس مرد بزرگ نے خبر پاکر بہانہ کیا کہ میری آنکھین دکھتی ہین اور بعد اُسکے اندھا بن گیا جب وہ عورت گھر مین آئی بیس برس تک رہکر مر گئی پھر آپنے آنکھین کھولدین لوگون نے سبب پوچھا کہا کہ مین جان بوجھ کے اندھا ہوا تھا تاکہ سسرال والے رنج نہ کرین لوگون کو کمال حیرت ہوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اب دنیا مین نہین اور ایک صوفی نے ایک بدخلق عورت سے نکاح کیا ہمیشہ اُسکی باتین سہتے لوگون نے کہا کہ آپ طلاق کیون نہین دیدیتے آپنے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ شاید کوئی شخص اُسکے باعث ایذا پاوے پس اگر مرید نکاح کرے تو ایسا ہی ہونا چاہیے اور اگر بے نکاح رہ سکے اور جانے کہ نکاح کرنے سے سلوک آخرت مین خلل واقع ہوگا تو نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہی محمد بن سلیمان ہاشمی کا ذکر ہی کہ اُنکے یہان اسی ہزار درم کی آمدنی ہر روز ہوتی تھی بصرہ کے لوگون اور علما کو لکھا کہ مین کسی عورت سے نکاح کیا چاہتا ہون سب نے باتفاق لکھا بیبی رابعہ عدویہ سے آپ نکاح کرین تو مناسب ہے تو آپ نے اُنکو اسطرح خط لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد وصلوۃ کے معلوم کرو کہ اللہ تعالی نے مجکو آج اتنی آمدنی دی ہی کہ اسی ہزار درم ہر روز آتا ہی اور کچھ دن ہی جاتے ہین کہ پورے لاکھ ہر روز عنایت فرماویگا اگر تم مجکو منظور کرو تو یہ سب تمھارا ہی ہی فقط اُنھون نے جواب لکھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد ونعت کے واضح ہو کہ دنیا مین زہد کرنے سے دلکو چین اور بدن کو راحت ہی اور اُسکی طرف رغبت کرنا موجب رنج واندوہ آپ کو چاہیے کہ بغور پہونچنے اس رقعہ کے اپنی زاد آخرت کی تیاری کرین اور معاد کی فکر مین لگین اور خود اپنے نفس کے وصی ہون تاکہ اور لوگون کو میراث بانٹنے مین وصی کرنے کی حاجت نہ رہے تمام عمر روزہ رکھو اور موت کے وقت افطار کرو اور میرا حال یہ ہی کہ اگر خداوند کریم مجھکو اتنا عنایت کرے جتنا تم کو دیا ہی یا اُس بھی دوچند سہ چند ہو تب بھی ایک لحہ بے یاد الٰہی مجھے اچھا نہ معلوم ہوگا فقط اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز مانع شغل الٰہی سے ہو اسمین نقصان ہی تو مرید بھی اپنے حال اور قلب پر غور کرے اگر مجرد رہنا اچھا معلوم ہو تو فبہا اور اگر نہ رہ سکے تو نکاح بہتر ہی اور اس مرض کی تین دوا ہین اول بھوکھ دوم نظر کا بند رکھنا سوم دل کو ایسے شغل مین مصروف کردینا جو اُسکی جا ری ہوجاوے اگر ان تینون تدبیرون سے کچھ فائدہ نہو تو آخر کو نکاح ہی اس سے اُس بیماری کی جڑ جاتی رہتی ہی اور اسی جہت سے سلف کے لوگ نکاح کیطرف سبقت کرتے تھے اور اپنی لڑکیون کا نکاح کردیتے تھے سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ شیطان کسی سے بے توقع نہین ہوا اور عورتون کے سبب ضرور ہی جال مارتا ہی اور جب اُنکی عمر چوراسی برس کی ہوئی اور ایک آنکھ بھی جاتی رہی اور دوسری سے بھی رتوندی آتی تھی اُسوقت فرماتے تھے کہ مجھے عورتون سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہین اور عبد اللہ بن ابی وداعہ رض کہتے ہین کہ مین اُن کے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا چند روز نہ گیا پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا کہ کہان تھے مین نے کہا کہ میری بیوی مر گئی تھی اسلیئے حاضری سے مقصر رہا آپنے فرمایا کہ تمنے ہمکو اطلاع نہ کی ہم بھی آتے بعد اُسکے مین نے اُٹھنا چاہا آپ نے فرمایا کہ اب کوئی اور بیوی ہی کہ اُٹھے جاتے ہو مین نے عرض کیا کہ حضرت میری دوچار پیسہ کی اوقات ہی مجھے کون بیٹی دیتا ہی آپنے فرمایا کہ مین دیتا ہون مین نے عرض کیا کہ آپ دینگے فرمایا کہ ہان اور خطبہ پڑھکر تھوڑے سے مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردیا مین وہان سے اُٹھا اور خوشی کے مارے پھولا ہاتھا اور یہ سوچتا

تھا کہ کس سے اُدھار لون کیا کرون اُسمین مغرب کا وقت ہوا مین نماز پڑھکر گھر آیا اور چراغ جلایا روزہ افطار کرنے کو روٹی اور تیل کھانے بیٹھا اتنے مین دروازہ سے دستک کی آواز آئی مین نے پوچھا کون ہی کہا سعید مین نے بہت فکر کیا کہ کون سے سعید ہین خیال مین نہ آیا اور سعید بن المسیب کا دھیان بھی نہ تھا کیونکہ اُنھون نے چالیس برس سے مسجد کے سوا جانا بالکل ترک کر دیا تھا جب مین دروازہ پر آیا تو دیکھا کہ سعید بن المسیب ہین مجکو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپکو ہوئی ہوگی مین نے عرض کیا کہ آپنے مجھے کیون نہ بلوایا فرمایا کہ تمھارے پاس آنا ہی مناسب تھا مین نے پوچھا کہ کیا حکم ہی فرمایا کہ تم نے نکاح کیا تھا مجھے تمھارا اکیلا سونا برا معلوم ہوا اسلیے تمھاری بیوی کو پہونچانے آیا ہون مین نے جو دیکھا تو واقع مین وہ نیکبخت اُنکے پیچھے کھڑی ہوئی ہی اُنھون نے اُسکا ہاتھ پکڑکے دروازہ مین کر دیا اور دروازہ کو بند کر دیا وہ عورت مارے شرم کے گر پڑی مین نے دروازہ کو خوب بند کر دیا پھر جس پیالے مین روٹی اور تیل رکھا تھا اُسکو چراغ کے سامنے سے ہٹایا کہ عورت کی نظر اُسپر نہ پڑے پھر چھت پر چڑھ کے اپنے ہمسایونکو پکارا سب جمع ہو گئے پوچھا کہ کیا حال ہی مین نے کہا کہ سعید بن المسیب نے آج دنکو اپنی بیٹی مجھے بیاہی تھی اب رات کو مجھے خبر بھی نہ تھی وہ اُسے یہان پہونچا گئے لوگون نے تعجب سے پوچھا کہ کیا سعید نے تمھارا نکاح کیا ہی مین نے کہا ہان اُنھون نے پوچھا کہ لڑکی گھر مین ہی مین نے کہا ہان تو سب لوگ اُسکے پاس گئے اور میری والدہ کو جو خبر پہونچی اُنھون نے آکر کہا کہ اگر تین دن تک تو نے اُسکو چھیڑا تو کبھی منھ نہ دیکھونگی تین دن مین ہم اُسکو ٹھیک کرینگے تب مضائقہ نہین تین دن مین علیحدہ رہا پھر جو مین نے اُسکو دیکھا تو نہایت خوبصورت کلام اللہ کی حافظ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم اور حقوق شوہر سے واقف پایا ایک مہینے تک نہ سعید بن المسیب میرے پاس آئے اور نہ مین اُنکے پاس گیا بعد مہینے کے مین گیا تو آپ حلقہ مین بیٹھے مین نے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیکر کچھ نہ کہا جب لوگ اُٹھ گئے اُسوقت پوچھا کہ اُس آدمی کا کیا حال ہی مین نے کہا کہ بہت اچھا حال ہے دوست خوش ہون اور دشمن جلین کہا کہ اگر کوئی بات خلاف مرضی پاؤ تو لاٹھی سے خبر لینا مین گھر کو چلا آیا اُنھون نے بیس ہزار درم میرے پاس بھیجدیے اور یہ وہی لڑکی تھی جسکو عبدالملک بن مروان اپنے بیٹے ولید کے ساتھ اپنے عہد خلافت مین نسبت چاہتے تھے مگر سعید بن المسیب نے انکار کر دیا تھا اور عبدالملک نے ایک حیلہ قائم کرکے اُنکے سو کوڑے مارے تھے اور جاڑے کے موسم مین ایک گھڑا ٹھنڈا اُنپر ڈالا تھا اور کمل کا کرتہ پہنایا تھا پس اُن کا اُسی رات رخصت کر دینا کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہی جزاہ اللہ خیر الجزاء

آٹھوان بیان فضیلت اس شخص کا جو زنا اور نظر سے بچے

جاننا چاہیے کہ شہوت شرمگاہ سب شہوات انسانی سے غالب ہی اور ہیجان کے وقت سب سے زیادہ عقل کی نافرمان علاوہ اس کے اسکا نتیجہ ایسا برا ہی کہ جس سے شرم آتی ہی اور اُسکی مباشرت سے خوف معلوم ہوتا ہی اور لوگ جو اُسکی مباشرت نہین کرتے تو یا عاجزی کے سبب یا لوگون کے خوف کے باعث یا حیا کے مارے یا حشمت بچانیکی جہت سے نہین کرتے اور انمین سے کسی مین ثواب نہین اسلیے کہ اسمین ایک حظ النفس کو دوسرے پر ترجیح دینی ہی ہان ان موانع مین بھی ایک فائدہ ہی کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہی کسی سبب سے بچے مگر درجہ اور ثواب اسمین ہی کہ باوجود قدرت اور عدم موانع کے صرف خدا کے خوف سے زنا نہ کرے خاصکر جبکہ شہوت صادق موجود ہو اور یہ درجہ

صدیقین کا ہی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من عشق فعف فکتم فمات فہو شہید اور فرمایا کہ سات آدمیون کو قیامت کے روز اللہ
تعالی عرش کے سایہ مین جگہ دیگا اور اسدن سوا اُسکے کہین سایہ نہوگا انمین سے ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کو کوئی عورت خوبصورت
حسب و نسب والی اپنی طرف بلا دے اور وہ جواب مین کہے انی اخاف اللہ رب العالمین اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ زلیخا
کے ساتھ باوجود قدرت اور اُسکی رغبت کے مشہور و معروف ہی جسپر خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید مین اُنکی ثنا کی ہی اور آپ اس باب مین
سب کے امام ہین حضرت سلیمان بن یسار جو بہت خوبصورت جوان تھے اُنکا ذکر ہی کہ ایک عورت اُنکے گھر آئی اور اُنسے مباشرت کی طالب
ہوئی اُنھون نے انکار کیا اور اُسکو گھر مین چھوڑ بھاگ گئے رات کو خواب مین حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ تم
یوسف ہو اُنھون نے فرمایا کہ ہان مین وہی یوسف ہون کہ ارادہ کیا تھا اور تو وہ سلیمان ہی کہ ارادہ بھی نہ کیا یعنی آپنے ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان را
برہان ربہ کیطرف اشارہ فرما کے اُنکی مدح کی اور ایک اور عجیب قصہ اُنھین کا مذکور ہی کہ ایک رفیق کے ساتھ ایک بار مدینہ منورہ سے حج
کیلیے نکلے جب ابوا مین پہونچے تو اُنکا رفیق دسترخوان لیکر کچھ خریدنے کو بازار چلا گیا اور آپ خیمہ مین بیٹھے رہے ایک بدوی عورت کی نگاہ جو اُنکے
حسن و جمال پر پڑی بہزار جان عاشق ہوگئی اور پہاڑ سے اُترکر سامنے آکر کھڑی ہوئی اور چونکہ خود بھی مہ پارہ تھی برقع اُٹھا کر چاند سورج کی جوت
ملائی اور اُنسے کہا کہ مجھے کچھ دیجیے اُنھون نے جانا کہ کھانا مانگتی ہی یہ روٹی لیکر دینے لگے اُسنے کہا کہ مین یہ نہین مانگتی میری تمنا وہ امر ہی جو میان
بیوی مین ہوتا ہی آپنے فرمایا کہ تجھکو شیطان میرے پاس لایا ہی پھر اپنا سر گھٹنون کے اندر کرکے خوب ورسے رونے لگے جب اُسنے یہ حال دیکھا تو
اپنا سا منھ لیکر اپنے گھر چلی گئی جب اُنکا رفیق آیا تو دیکھا کہ روتے روتے آنکھین سوج گئی ہین اور گلا پڑ گیا ہی پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپنے فرمایا
کہ کچھ نہین مجھے لڑکی یاد آگئی تھی اُسنے کہا کہ کوئی اور بات ہی تین منزل ہین آپکو لڑکی کبھی یاد نہ آئی آج کیا تھا غرض بہت اصرار سے جو پوچھا تو
آپنے بدوی عورت کا قصہ کہدیا وہ شخص دسترخوان رکھکر پھوٹ پھوٹ رونے لگا اُنھون نے پوچھا کہ کیون روتا ہی اُسنے جوابدیا کہ مین اس لیے
روتا ہون کہ اگر آپکی جگہ مین ہوتا تو مجھ سے نہ رہا جاتا معصیت مین مبتلا ہوجاتا تھوڑی دیر تک دونون روتے رہے جب مکہ مین پہونچے اور طواف
اور سعی کے بعد حجر اسود کے پاس آئے تو سلیمان بن یسار رض گوٹ مار کر بیٹھ رہے اور اُنکو نیند آگئی تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص دراز قد
خوبصورت لباس فاخرہ پہنے اور عمدہ خوشبو لگائے ہوئے ہی اُنھون نے پوچھا کہ آپ کون ہین فرمایا کہ مین یوسف ہون پوچھا کہ یوسف صدیق فرمایا
کہ ہان عرض کیا کہ آپکا حال زلیخا کے ساتھ بڑا عجیب ہی آپنے فرمایا کہ تمھارا حال بدوی والی عورت کے ساتھ اس سے بھی زیادہ عجیب ہی اور حضرت
عبداللہ بن عمر فرماتے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یون سنا ہی کہ زمانہ گذشتہ مین تین آدمی چلے جاتے تھے
رات کو ایک غار مین رہے ایک پتھر اتفاقاً پہاڑ سے ایسا گرا کہ اُس غار کا منھ بند ہوگیا آپسمین کہنے لگے اپنے اپنے عمل صالح یاد کرکے خدا سے
دعا مانگو شاید اُنکی برکت سے یہ پتھر سرک جاوے ایک نے اُنمین سے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہی کہ میرے مان باپ بوڑھے تھے اور مین شام کا کھانا پہلے
اُنکو کھلا دیتا تھا جب اپنے گھر والون اور جانورون کو دیتا تھا ایک روز مجکو چارہ لانے مین دیر ہوگئی تو وہ سو گئے اور مین اُنکے لیے دودھ دوھکر
اُنکے پاس لیگیا تو سوتا پایا مجھکو جگانا اچھا نہ معلوم ہوا پیالہ ہاتھ مین لیے اُنکے پاس صبح تک کھڑا رہا میرے بچے میرے پاؤن پر لوٹا کیے
مگر مین نے مان باپ سے پہلے اُنکو دینا اچھا نہ جانا جب صبح کو وے پی چکے تب اورونکو دیا الٰہی اگر تو یہ جانتا ہی کہ یہ کام مین نے صرف تیری

رضامندی کیلیے کیا ہو تو اس بلا سے نجات فرما اسکی دعا سے وہ پتھر اتنا سرکا کہ آسمان سوجھنے لگا کہ دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور اس سے وصال کی استدعا کی مگر اُسنے انکار کیا جب اُسکو قحط سالی مین تکلیف ہوئی تو میرے پاس آئی مین نے ایک سو بیس اشرفیان دین اس شرط پر کہ مجھ سے انکار نکرے اُسنے میرا کہنا مان لیا لیکن جب مین نے اُس سے صحبت کرنا چاہا تو اُسنے کہا کہ خدا کا خوف کر ناحق مہری شکست مت کر مین ڈر گیا اور اُسکو چھوڑ دیا اور جو کچھ دے چکا تھا وہ بھی نہ لیا اور محبت بھی بدستور رکھی الٰہی اگر یہ امر مین نے تیرے خوف سے چھوڑا تھا تو ہماری مصیبت کو ٹال دے اُسکی دعا سے وہ پتھر تھوڑا اور سرک گیا مگر ایسا راستہ نہوا کہ اُسمین سے نکل سکین تیسرے نے کہا کہ الٰہی مین نے ایکبار چند مزدوروں کو کام پر لگایا تھا اور سب کی مزدوری چکا دی تھی مگر ایک مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا مین نے اُسکو اُسکے پیچھے بڑھایا یہانتک کہ بہت سا مال ہو گیا جب وہ مدت کے بعد مجھ سے مزدوری مانگنے آیا تو مین نے جسقدر اُسکا مال تھا اونٹ اور گاے اور بکری سب دکھا دیا اور کہا کہ یہ سب تیرا ہی اُسنے کہا کہ بندۂ خدا کیا ہنسی کرتے ہو مین نے کہا کہ ہنسی نہین ہی یہ تیری ہی مزدوری کی تجارت سے ہوئے ہین اُنکو لیجا وہ اُن سب کو ہانک لیگیا اور کچھ نہ چھوڑا الٰہی اگر یہ امر مین نے تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہمکو بلا سے نجات عنایت فرما پس اُسکی دعا کے بعد وہ پتھر بالکل علیحدہ ہو گیا اور سبھون نے اپنی اپنی راہ لی یہ حال و فضیلت تو اُسکی ہی جسنے کہ اپنے آپ کو شہوت رانی سے بچایا اور پارسا رہا اسی کے قریب وہ شخص بھی ہی جو آنکھ کی شہوت رانی سے محفوظ رہے کیونکہ زنا کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہی اسلیے کہ نظر کا روکنا بھی امر مہم و مشکل ہی اسلیے کہ اسکو سہل تصور کر لیا ہی اور اُسکا خوف بہت نہین ہی حالانکہ جتنی آفتین ہین سب کا منشا نظر ہی ایکبار دیکھنے سے تو مواخذہ نہین ہوتا اگر قصداً نہو مگر دوبارہ تاکنے پر مواخذہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لک الاولی وعلیک الثانیۃ مراد اس سے نظر ہی ہی اور علاء ابن زیاد فرماتے ہین کہ اپنی نگاہ تو عورت کی چادر پر مت ڈال اسلیے کہ نظر تخم شہوت دل مین بوتی ہی اور انسان جب کبھی عورت یا لڑکے پر نظر ڈالتا ہی تو کم ایسا ہوتا ہی کہ دوبارہ نہ تاکے پس جمال کا خیال مد نظر ہو گا تو دوبارہ دیکھنے پر طبیعت راغب ہوگی اُسوقت اپنے نفس مین یہ ٹھہرا لے کہ دوبارہ دیکھنا عین حماقت ہی کیونکہ دو حال سے خالی نہین اگر دوسری دفعہ مین صورت اچھی معلوم ہوئی تو نفس مقتضی شہوت کا ہوگا اور اُسکو ملنے کی نہین تو بجز داماں حسرت اور کیا ہاتھ آویگا اور اگر بُری معلوم ہوئی تو جس واسطے دیکھتا تھا یعنے حصول لذت کیلیے وہ حاصل نہوگی تو گناہ بے لذت مین مبتلا ہوگا بہرصورت یا حسرت ہم آغوش ہوگا یا لذت کے نہ حاصل ہونے سے ہمکنار اور یہ دونون امر محض بیکار ہین اور اگر آنکھین بند کر لیجا دین تو بہت سی آفتین دل پر سے جاتی رہتی ہین اور اگر آنکھ سے خطا بھی ہووے اور باوجود قدرت اپنے آپکو زنا سے بچایا تو یہ بڑے زور اور نہایت توفیق کا کام ہی ابوبکر بن عبداللہ مزنی روایت کرتے ہین کہ ایک قصاب اپنے ہمسایہ کی لونڈی پر عاشق ہوا جب اُسکے مالک نے اُسکو کسی کام کیلیے دوسرے گانون بھیجا تو قصاب اُسکے پیچھے ہوا اور مطلب کا خواہان ہوا اُس لونڈی نے کہا کہ جتنا تم مجھے چاہتے ہو اُس سے زیادہ مین تمھین چاہتی ہون مگر اس بات سے درگذرو کہ مجھکو خدا کا خوف معلوم ہوتا ہی اُسنے کہا کہ جب تجھے خوف ہی تو مجھے نہو گا غرضکہ تائب ہو کر پھرا بعد اُسکے اُسکو اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب مرنے کے ہو گیا اتنے مین انبیاء بنی اسرائیل مین سے کسی کا قاصد ملا اُسنے اُس سے حال پوچھا اُسنے کہا کہ مین پیاسا ہون نبی کے قاصد نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دعا کرین کہ خدا تعالیٰ اس گانون مین جانے تک ابر کا سایہ

ہیر کردے اُسنے کہا کہ مین نے کوئی کام نیک نہین کیا کہ دعا مانگون تم دعا مانگو قاصد نے کہا کہ اچھا مین دعا مانگتا ہون تم آمین کہنا پھر قاصد نے دعا شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا یہانتک کہ ایک بادل کا ٹکڑا اُن دونون کے سر پر ہوگیا اور گاؤن مین پہونچ گئے جب قصائی اپنے مکان کی طرف کو جدا ہوا تو ابر بھی اُسکے ساتھ ہی ہولیا قاصد نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نیک نہین دعا مین نے مانگی تھی اور آمین تمنے کی تھی اور بادل دونون پر آیا تھا اب کسطرح تمہارے ساتھ ہولیا اپنا حال مجھسے کہو اُسنے قصہ توبہ کا بیان کیا قاصد نے کہا کہ خدا کے نزدیک تائب کا وہ درجہ ہے کہ کسی کا نہین اور احمد بن سعید اپنے باپ سے ناقل ہین کہ کوفہ مین ہمارے پاس ایک جوان نہایت شکیل و خوبصورت و خوش سیرت عابد رہتا تھا کبھی مسجد جامع سے گویا جُدا نہوتا ایک عورت جمیلہ عقیلہ اُسکو دیکھکر فریفتہ ہوئی اور مدت تک ویسی ہی رہی ایک روز وہ شخص مسجد کو جاتا تھا اُسکی راہ مین کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ میان صاحب جو کچھ مین کہون اُسکو سُن لیجیے پھر جو دل مین آوے سو کیجیے مگر شخص مذکور نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا پھر جب وہ گھر کو جانے لگا پھر راستہ روک کر کہا کہ میری بات سنتے جاؤ اُنھون نے گردن جھکا لی اور بڑی دیر کے بعد فرمایا کہ یہ تہمت کی جگہ ہے مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ کوئی مجھپر تہمت کرے اُسنے کہا کہ مین جو یہان آکر کھڑی ہون تو یہ بات نہین ہے کہ تمہارا حال نہین جانتی بلکہ خدا نکرے کہ لوگون کو میری طرف سے ایسا ویسا حال معلوم ہو مگر مجھکو خود اس جیسے کام مین تمہارے پاس آنا پڑا مجھے خود معلوم ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ جانا کرتے ہین اور تم لوگ عابد مثل آئینہ کے ہو ذرا سی بات سے تم کو عیب لگ جاتا ہے مجھے سو کی ایک بات یہ کہنی ہے کہ سمایا ہے جسدن سے نظر دنین میری ✚ جدہر دیکھتی ہون اُدھر تو ہی تو ہے تو میرے تیرے معاملہ مین خدا ہی چکاوے راوی کہتا ہے کہ وہ جوان یہ سنکر گھر چلے گئے اور نماز پڑھنی چاہی مگر سمجھ مین نہ آیا کہ کیا پڑھتے ہین ایک پرچہ کاغذ لیکر اُسپر ایک رقعہ لکھا اور گھر سے نکلے دیکھا کہ عورت راہ مین اُسی جگہ کھڑی ہوئی ہے وہ رقعہ اُسکی طرف پھینک کر اپنے گھر چلے آئے مضمون رقعہ کا یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اے عورت آگاہ ہو کہ جب بندہ نافرمانی خدا کی کرتا ہے تو وہ بردباری فرماتا ہے اور جب دوبارہ کرتا ہے تب بھی پردہ پوشی فرماتا ہے ع گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم ✚ اور جب گناہ کو اپنا شعار کر لیتا ہے تو پھر اُسپر ایسا غضب نازل ہوتا ہے کہ نہ اُسکو زمین و آسمان سہار سکین نہ پہاڑ و اشجار نہ دد و دام ✚ ۵ بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم ✚ بمانند کروبیان صم و بکم ✚ پس ایسے غضب کی کسکو طاقت ہے اور جو تونے بات کہی تھی وہ اگر باطل ہے تو یاد کر اُسدن کو کہ آسمان گلے ہوئے تانبے کی شکل کا ہوگا اور پہاڑ دھنی روئی کیطرح اور صولت جباری اور دبدبۂ قہاری اس زور و شور پر ہوگا کہ تمام لوگ گھٹنے کے بل گرے ہوئے ہونگے اور میرا حال یہ ہے کہ مین اپنے ہی نفس کی اصلاح نہین کر سکتا تا بدیگرے چہ رسد اور اگر تیرا قول حق ہے تو ایسا طبیب بتلائے دیتا ہون کہ تمام دردونکی دوا کرے اور مہلک بیماریون کا علاج فرماوے وہ ذات پاک اللہ جلشانہ کی ہے اُسی کیطرف صدق دل سے رجوع کرنا چاہیے اور مجھکو تیری طرف سے یہی آیت کافی ہے ؎ وانذرھم یوم الآزفۃ اذ القلوب لدی الحناجر کاظمین ماللظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور اس آیت سے کوئی مفر نہین ہوتا فقط پھر وہ عورت بعد چندے آئی اور راہ مین کھڑی ہوئی جب اُس شخص نے اُسکو دور سے دیکھا گھر کو لوٹنے کا ارادہ کیا کہ اُسکی صورت نظر نہ پڑے اُسنے کہا کہ کیون جاتے ہو آج کے سوا کبھی ملاقات نہوگی اب خدا ہی کے یہان ملین گے یہ کہکر خوب روئی اور کہا کہ مین خدا سے دعا کرتی ہون جسکے ہاتھ مین تیرا دل ہے کہ مجھپر تیری مشکل آسان کرے لیکن مجھکو کوئی نصیحت اور

ف ترجمہ اور ڈرا سنا انکو اس نزدیک آنیوالے دن سے جس وقت دل پہونچینگے گلون تک دبا رہے ہونگے غم سے نہین ستمگارون کا کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی جسکی بات مانی جاوے وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو چھپا ہے سینون مین

وصیت کر کہ اسپر عمل کر دن اُسنے کہا کہ مین بھی یہی وصیت کرتا ہون کہ اپنے آپ کو اپنے نفس سے بچائے رکھنا اور یہ آیت یاد رکھنا وہو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار اس عورت نے گریبان مین منھ ڈالکر پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ رونا شروع کیا اور پھر بعد افاقہ کے اپنے گھر چلی آئی اور خدا تعالی کی عبادت مین چندے مصروف رہکر اسی رنج مین مرگئی وہ جوان اسکو یاد کرکے رویا کرتے لوگ پوچھتے مصرع اے باد صبا این ہمہ آوردہ تست + آپ ہی نے تو اسکو مایوس کیا تھا اب کیون روتے ہو فرمایا کہ مین نے بقول گربہ کشتن روز اول اسکی طمع کو اول ہی دفعہ ذبح کر ڈالا اور اس سے کنارہ کشی کو خدا کے یہان اپنے لیے ذخیرہ کیا اب یہ شرم آتی ہے کہ یہ ذخیرہ کہین واپس نہو جاوے باب کسر شہوتین تمام ہوا اسکے بعد آفات زبان مذکور ہوتے ہین والحمد للہ اولا و آخرا و صلی اللہ علی کل عبد مصطفے من اہل الارض والسماء

باب چہارم آفات زبان مین

رباعی کر احسن تقویم مین پیدا انسان	اسرار دلی کیے ودیعت بزبان
پھر اپنے نبی سے من صمت سنوایا	اللہ اللہ ترے ہین کیا کیا احسان

جاننا چاہیے کہ زبان اگرچہ ایک مضغہ گوشت ہے مگر خدا تعالی کی بڑی نعمتون اور صنائع لطیفہ مین سے ہے اسکا گناہ بھی سب سے زیادہ ہے اور طاعت بھی بڑھکر کیونکہ کفر و ایمان جو پرلے درجہ کی طغیانی و طاقت کہلاتے ہین وہ زبان کی شہادت سے ظاہر ہوتے ہین پھر کوئی چیز معدوم ہو یا موجود خالق ہو یا مخلوق معلوم ہو یا موہوم خیالی ہو یا ظنی سب کی سب زبان پر آتی ہے اور انکی نفی و اثبات مین تعرض کرتی ہے مثلاً جس چیز پر علم حاوی ہوتا ہے اسکو زبان ہی سے بیان کرتے ہین خواہ حق ہو یا باطل اور علم سے کوئی چیز باہر نہین اسلیے کہ زبان پر سب طرح کے مذکورات آسکتے ہین اور یہ ایک ایسی خاصیت ہے کہ اور اعضا مین نہین پائی جاتی مثلاً آنکھ رنگ کی چیز و نکی صورتون کے سوا اور چیز نہین دیکھ سکتی کان آواز کے سوا نہین سن سکتا ہاتھ اجسام کے سوا نہین پہونچ سکتا اسیطرح سب اعضا کو جاننا چاہیے مگر زبان کا میدان وسیع ہے اسکے لیے کچھ حد اور انتہا نہین جیسے خیر کے بولنے پر قادر ہے ویسے ہی شر کے بولنے پر قابو رکھتی ہے پس جو کوئی اپنی زبان کو اختیار مین نہ رکھے معلوم شیطان اسسے کیا کیا کھلائے اور کس گڑھے مین ڈھکیلے ولا یکب الناس فی النار علی مناخرہم الا حصائد السنتہم حدیث صحیح ہے اس زبان کی شرارت سے وہی بچیگا جو اسکو لگام شرع دیے رہیگا اور منھ سے بات وہی نکالیگا جسمین نفع دنیا و آخرت کا ہو اور جس بات کی ابتدا و انتہا مین کچھ شک ہے دیکھ اسکو زبان تک نہ لاویگا اور اس بات کا معلوم کرنا کہ کس بات کا کہنا اچھا ہے اور کسکا برا بہت دقیق ہے اور اسکے اوپر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل انسان کے حق مین سب اعضا سے زیادہ نافرمان زبان ہے کیونکہ اسکے ہلانے مین ذرا بھی مشقت نہین ہوتی اور راز آنجا کہ خلق اسکی آفات سے بچنے اور شرارت سے خوف کرنے مین سہل انگاری کرتی ہے حالانکہ یہ انسان کے بہکانیکو شیطان کے بڑے اوزارون سے ہے اسلیے ہم اللہ کی مدد اور توفیق سے سب آفتین زبان کی ایک ایک مع تعریف اور سبب اور انسے احتراز کی تدبیر مفصل لکھتے ہین اور اخبار و آثار جو انکی مذمت مین وارد ہین وہ بھی نقل کرینگے قبل ذکر آفات کے فضائل خاموشی کے لکھتے ہین بعد اسکے بیس آفتین جو زبان سے متعلق ہین ذکر کرینگے اسطرح کہ اول جو سب سے

ادنی ہوگی اُسکو لکھین گے بعدہ اُس سے زیادہ پھر اُس سے زیادہ اسیطرح آخر تک مرتب لکھین گے

بیان زبان کے خطرہ کے بڑے ہونیکا اور فضیلت چپ رہنے کی

معلوم کرنا چاہیے کہ زبان کے باعث اندیشہ بہت بڑا ہی اور اس سے بچنے کی صورت بجز سکوت کے اور کوئی نہین اسیواسطے شرع مین سکوت کی مدح اور ترغیب پائی جاتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجا اور فرمایا الصمت حکم وقلیل فاعلہ یعنی خاموشی حکمت اور احتیاط کی شی ہی اور عبداللہ بن سفیان اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ اسلام مین کوئی ایسی بات ارشاد فرما دیجیے کہ پھر آپکے پیچھے کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آوے آپنے فرمایا کہ قل آمنت باللہ ثم استقم پھر انھون نے عرض کیا کہ مین کس چیز سے بچون آپنے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے بچو اور عقبہ بن عامر کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہی آپنے فرمایا امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک اور سہل بن سعد ساعدی فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا من تکفل لی بما بین لحییہ ورجلیہ اتکفل لہ بالجنۃ اور فرمایا من وقی شر قبقبہ و ذبذبہ ولقلقہ فقد وقی الشر کلہ یعنی جو شخص اپنے شکم اور شرمگاہ اور زبان کے شر سے بچا وہ سب شرون سے محفوظ رہا کیونکہ اکثر لوگ انھین تین شہوات سے تباہ ہوئے ہین اور اسی لیے ہمنے بھی بعد بیان شہوتین کے آفات زبان کی تشریح کو مقدم سمجھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کونسی چیز ہی جس کے باعث جنت مین کثرت سے جاوینگے آپ نے فرمایا تقوی اللہ وحسن الخلق اور جب یہ پوچھا کہ دوزخ مین کس چیز کے سبب زیادہ جاوینگے فرمایا کہ الاجوفان الفم والفرج اس حدیث مین فم سے مراد آفات زبان بھی ہوسکتی ہین کیونکہ منھ زبان کا محل ہی اور شکم بھی مراد ہوسکتا ہی کہ اُس کے بھرنے کا راستہ منھ ہی ہی اور حضرت معاذ بن جبل نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ ہم جو بولتے چالتے ہین اُسپر ہم سے مواخذہ ہوگا آپ نے فرمایا ثکلتک امک یا ابن جبل وہل یکب الناس فی النار علی مناخرہم الا حصائد السنتہم اور حضرت عبداللہ ثقفی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ کوئی بات قابل تمسک مجکو ارشاد فرمائیے آپنے فرمایا قل ربی اللہ ثم استقم انھون نے عرض کیا کہ جس چیز کا آپکو مجھپر زیادہ خوف ہو وہ کیا ہی آپنے اپنی زبان مبارک پکڑکر فرمایا کہ یہ ہی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب آپ سے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپنے اپنی زبان نکالکر اُسپر انگلی رکھی یعنی سکوت افضل الاعمال ہی اور حضرت انس بن مالک سے یہ حدیث مروی ہی کہ لا یستقیم ایمان العبد حتی یستقیم قلبہ ولا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ ولا یدخل الجنۃ رجل لا یامن جارہ بوائقہ اور فرمایا من سرہ ان یسلم فلیلزم الصمت اور سعید بن جبیر روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا جب صبح ہوتی ہی اعضا سب کے سب زبان سے کہتے ہین کہ ہمارے باب مین خدا کا خوف رکھنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی رہینگے ورنہ تو ٹیڑھی ہوئی تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی

[illegible]

زبان کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچ رہے تھے آپ نے پوچھا کہ اے نائب رسول اللہ صلعم آپ کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسنے مجھے بہت ناک چنے چبوائے ہین اور آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ جسم مین کوئی ایسا عضو نہین کہ زبان کی تیزی کی شکایت خدا سے نکرتا ہو اور حضرت ابن مسعود صفا پر چڑھے ہوے یون فرماتے تھے یا لسان قل خیرا تغنم واسکت عن شر تسلم من قبل ان تندم لوگون نے پوچھا کہ یہ اپنی طرف سے آپ فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ اُنھون نے ارشاد فرمایا ہی اَنَّ اکثر خطایا ابن آدم فی لسانہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث فرماتے ہین کہ مَن کف لسانہ ستر اللہ عورتہ ومن ملک غضبہ وقاہ اللہ عذابہ ومن اعتذر الی اللہ قبل اللہ عذرہ اور روایت ہی کہ معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ مجکو کوئی وصیت فرمایئے آپنے فرمایا اعبد اللہ کانک تراہ وعد نفسک فی الموتی پھر فرمایا کہ اگر تو کہے ایسی بات بتا دون کہ اس سب سے زیادہ تجکو نافع ہو اور ہاتھ سے اشارہ زبان کیطرف فرمایا اور صفوان بن سلیم سے یہ حدیث شریف مروی ہی الا اخبرکم بایسر العبادۃ واہونہا علی البدن الصمت وحسن الخلق اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیسکت اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ ہمکو یہ حدیث پہونچی ہی رحم اللہ عبدا تکلم فغنم او سکت فسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل تبلایئے کہ جس سے جنت ملے آپنے فرمایا کہ کبھی نبولو تب اُنھون نے عرض کیا کہ یہ تو نہین ہو سکتا فرمایا کہ خیر کے سوا کچھ زبان سے مت نکالو اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام فرماتے ہین کہ اگر کلام بالفرض چاندی ہو تو چپ رہنا سونا ہی اور براء ابن عازب فرماتے ہین کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا تبلایئے جس سے مجکو جنت ملے آپ نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پانی پلا اور اچھی بات کا امر کر اور بری بات سے منع کر اور اگر یہ نہو سکے تو اپنی زبان سے سوا خیر کے اور کچھ مت بول اور ایک حدیث شریف مین فرمایا اخزن لسانک الا من خیر فانک بذلک تغلب الشیطان اور فرمایا اِنَّ اللہ عند لسان کل قائل فلیتق اللہ امرء علی ما یقول اور فرمایا اذا رایتم المومن صموتا وقورا فادنوا منہ فانہ تلقن الحکمۃ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا آدمی تین قسم کے ہین ایک غنیمت لوٹنے والا جو اللہ کا ذکر کرتا ہی اور ایک آفتون سے محفوظ جو خاموش ہی اور ایک ہلاک ہونیوالا جو باطل مین خوض کرتا رہتا ہے اور ایک حدیث مین ہی کہ مومن کی زبان دل کے پیچھے رہتی ہی جب بولنا چاہتا ہی تو اول دل مین سوچ لیتا ہی جب زبان سے نکالتا ہے اور منافق کی زبان دل کے آگے ہوتی ہی بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہی بک دیتا ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ عبادت کے دس حصہ ہین نو حصہ تو سکوت مین ہین اور ایک حصہ لوگون سے جدا رہنے مین اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَن کثر کلامہ کثر سقطہ ومن کثر سقطہ کثرت ذنوبہ ومن کثرت ذنوبہ کانت النار اولی بہ آثار حضرت ابو بکر صدیق منھ مین کنکر رکھتے تاکہ بولنے سے رکے رہین اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے اسنے مجکو بہت سے گھاٹ اتارا ہی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ قسم ہی اُس ذات پاک کی

[illegible]

[illegible]

جسکے سوا کوئی معبود نہین زبان سے زیادہ کوئی چیز زیادہ قید رکھنے کی محتاج نہین اور حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ میری زبان درندہ ہی اگر چھوڑ دون
تو مجھے چٹ کرے اور وہب بن منبہ حکمت آل داؤد مین فرماتے ہین کہ عاقل پر واجب ہی کہ عارف زمانہ اور حافظ زبان اور اپنی وضع کا پورا ہو اور
حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ جسنے اپنی زبان نہ روکی اُسنے دین کو بھی نہ سمجھا اوزاعی فرماتے ہین کہ ہمکو عمر بن عبد العزیز رح نے یون لکھا تھا کہ جو کوئی
موت کو بہت یاد کرتا ہی دنیا سے تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہی اور جو اپنے کلام کو بھی عمل تصور کرے وہ بیفائدہ کم بولیگا اور بعض اکابر
کا قول ہی کہ سکوت سے آدمی مین دو خصلتین جمع ہوتی ہین اوّل تو دین سلامت رہتا ہی دوّم دوسرے کی بات خوب سمجھتا ہی اور محمد بن واسع نے
مالک بن دینار کو فرمایا کہ آدمی کو زبان کا روکنا روپیہ پیسے کی حفاظت سے زیادہ مشکل ہی اور یونس بن عبیدؒ فرماتے ہین کہ جسکی زبان ٹھکانے
پر رہتی ہی اُسکے سب کام ٹھیک رہتے ہین اور حسن بصری فرماتے ہین کہ امیر معاویہؓ کی مجلس مین لوگ بول رہے تھے اور احنف بن قیس چپ بیٹھے تھے
حضرت معاویہؓ نے اُنسے کہا کہ آپ کچھ نہین فرماتے آپ نے جواب دیا کہ اگر جھوٹ کہون تو خدا کا خوف آتا ہی اور اگر سچ کہون تو تم سے ڈر لگتا ہی
اور ابو بکر بن عیاش فرماتے ہین کہ ایکبار چار بادشاہ جمع ہوئے بادشاہ ہند اور بادشاہ چین اور بادشاہ فارس اور قیصر روم ایک نے کہا کہ جو مین
کہتا ہون اُس سے پچھتاتا ہون اور جو نہین کہتا اُسپر کچھ ندامت نہین ہوتی دوسرے نے کہا کہ جب مین کوئی کلمہ بولتا ہون مین اُسکے اختیار مین
ہو جاتا ہون وہ میرے قابو مین نہین رہتا اور جبتک نہین بولتا تو وہ میرے اختیار مین رہتا ہی مین اُسکے قابو سے باہر رہتا ہون تیسرے
نے کہا کہ مجھے ایسے بولنے والے ہی سے تعجب ہی کہ اگر وہی بات اُسپر واپس آوے تو ضرر دے اور اگر واپس نہ آوے تو کچھ فائدہ نہ دے چوتھے
نے کہا کہ مین بن کہی بات کے ہٹا لینے پر زیادہ قادر ہون کہی ہوئی کو نہین ہٹا سکتا اور منصور بن المعتمر کے حال مین لکھا ہی کہ عشاء کے بعد چالیس
برس تک کوئی کلمہ نہین بولتے تھے اسی طرح ربیع بن خثیم نے بیس برس تک کوئی دنیا کے کلام نہین کیے اور جب صبح ہوتی دوات قلم اور پرچہ کاغذ
اپنے پاس رکھ لیتے جو کچھ بولتے وہ کاغذ پر لکھ لیتے شام کو اپنے نفس سے اُسکا حساب کیا کرتے یہ فضائل سکوت کے ہین اور وجہ سکوت کے
افضل ہونے کی یہ ہی بولنے مین صدہا آفات ہین خطا اور جھوٹ اور غیبت اور چغلی اور ریا اور نفاق اور فحش اور تکرار اور اپنے آپ کو
پاک جتلانا امر باطل مین خوض کرنا خصومت زیادہ گوئی بات بدلنی بڑھانا گھٹانا خلق کو ایذا دینا پردہ دری کرنی یہ سب زبان ہی کے سبب سے
ہوتے ہین زبان ہلانے کچھ دقت نہین معلوم ہوتی دل مین مزہ معلوم ہوتا ہی طبیعت اور شیطان اکساتا رہتا ہی اور یہ بات بہت کم ہی کہ جو بولنے
کا عادی ہو تو زبان کو ایسی طرح قابو مین رکھے اور جہان بولنا چاہیے وہان ہی بولے اور جس بات کو کہنا چاہیے اُس سے باز رہے کیونکہ اسکا
معلوم ہونا بہت مشکل ہی کہ کونسی بات کہنے کے قابل ہی اور کون سی نہین اس جہت سے بولنے مین خطرہ رہتا ہی اور خاموشی مین سلامتی ہے
اس بناپر اُسکی فضیلت بھی زیادہ ہوئی علاوہ ازین سکوت سے یہ بھی فائدے ہین کہ ہمت اکٹھی رہتی ہی اور ہیبت بنی رہتی ہی فکر و ذکر عبادت کی فراغت
میسر ہی بولنے کی آفات سے دنیا مین نجات حاصل اور آخرت مین حساب سے برئیت ہی اللہ تعالی فرماتا ہی مَا یَلْفِظُ مِن قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ
عَتِیْدٌ اور فضیلت سکوت کی ایک اور دلیل عقلی عمدہ ہی وہ یہ ہی کہ کلام چار قسم ہی ایک تو وہ کہ اُسمین ضرر ہی ضرر ہو دوسرے وہ کہ اُسمین
محض نفع ہی تیسرے وہ کہ ضرر و نفع دونون ہون چوتھے وہ کہ نہ نفع ہو نہ ضرر تو قسم اول سے تو سکوت ضروری ہی ہی اور ایسے ہی قسم
سوم سے بھی اگر ضرر نفع سے زیادہ ہو اور چوتھی قسم کے کلام مین وقت کا ضائع کرنا ہی اور یہ بھی بڑا نقصان ہی پس قابل بولنے کے دوسری

قسم ہی رہی یعنی ایک چوتھائی کلام کی قابل بولنے کے ہی تین چوتھائی مین سکوت ہی اولی ہی اب یہ چوتھائی بھی خطرے خالی نہین کیونکہ اسمین بعض آفات خفی مثل ریا اور تکلف اور خود پرستی اور زیادہ گوئی و غیبت و چغلی وغیرہ ملجاتی ہین کہ متکلم کو معلوم نہین ہوتی اسلیے بولنے سے ہر وقت خطرہ ہی ہی اور جو شخص زبان کی آفات سے ہماری تفصیل کے موافق آگاہ ہوجاویگا وہ قطعًا جان لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اسمین قسمت نجابت درست ہی اور خطاب فیصل ہی خداوند کریم نے اُس فرات ستودہ صفات کو حکمت کے دُر بے بہا اور کلمات جامع عنایت فرمائے ہین ہر ہر لفظ مین موتی کوٹ کوٹ کے بھر دیتے ہین سمندر کو کوزہ مین پُر فرادیتے ہین صلی اللہ علیہ وسلم افضل صلوٰۃ خواص علما کے سوا آپ کے کلام کے دقائق اور نکات اور کوئی سمجھ بھی نہین سکتا انشاء اللہ تعالی بیان آیندہ سے اُسکی حقیقت واضح ہوگی اب ہم بیس آفتین مرتب شروع کرتے ہین

پہلی آفت کلام بیفائدہ ہی

یعنی ایسا کلام منھ سے نکالنا کہ اگر اسکو نہ کہے تو کچھ گناہ نہو اور نہ جان و مال مین کچھ ضرر ہو واضح ہو کہ سب مین عمدہ حال یہ ہی کہ آدمی اپنے سب الفاظ مین یہ خیال رکھے کہ جتنی آفتین مثل غیبت اور چغلی اور جھوٹ اور خصومت وغیرہ کے ہین سب سے الفاظ محفوظ رہین اور صرف وہی بات منھ سے نکلے جسکا بولنا مباح ہی اور اس سے نہ اپنے کو ضرر ہو نہ اور کسی بھائی کا ضرر ہو لیکن بعض اوقات ایسی باتین بھی منھ سے نکلجاتی ہین کہ جنکی کچھ احتیاج نہو ایسی صورت مین وقت کا ضائع کرنا اور اپنی گردن پر حساب زبان کا لینا اور کمتر چیز کے بدلے بہتر شی کو دے ڈالنا ہی اسلیے کہ اگر بولنے کے وقت فکر مین مصروف ہوتا تو شاید فتوحات غیبی مین سے ایسی چیز فرحمت ہوتی کہ اسکا نفع زیادہ ہوتا یا تہلیل اور تسبیح اور تکبیر یا کسی اور ذکر مین لگتا تو یقینًا بہت الفاظ ایسے ہین جنکے باعث جنت مین مکان بنتا ہی پس جس شخص کو قدرت اس بات کی ہو کہ خزانہ لے سکے وہ اُسکے عوض مین ڈھیلے جمع کرلے تو نقصان کے سوا اور کیا کہا چاہیے تو ذکر اللہ تعالی جو عمدہ خزائن مین سے ہی اسکو چھوڑکر کلمات بے حاجت کو زبان سے نکالنا ایسا ہی ہی گو اُنکا بولنا مباح تھا اور کچھ گناہ نہ ہوا مگر جو نکہ بڑا مطلب اُنکے سبب سے فوت ہوگیا اس جہت سے خسارہ ہی ہوا ایا ندار کا سکوت فکر ہوتا ہی اور نطق ذکر اور دیکھنا عبرت اور اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی بلکہ آدمی کا راس المال اوقات ہین جب اُنکو کلام بے ضرورت مین صرف کریگا اور اُنسے ثواب آخرت کا ذخیرہ نہ حاصل کریگا تو راس المال مین بٹہ پڑیگا اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ من حسن الاسلام المرء ترک مالا یعنیہ بلکہ اس سے بھی سخت ایک حدیث ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ احد کی لڑائی مین ایک لڑکا ہم مین سے شہید ہوا ہمنے جو دیکھا تو بھوک کے سبب اُسکے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اُسکی ماں اُسکے منھ سے مٹی جھاڑ کر کہنے لگی کہ بیٹا جنت مبارک ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوا شاید وہ کلام بے فائدہ کیا کرتا ہو اور جس چیز سے اُسکا ضرر نہو وہ اور ونکو نہ دیتا ہو اور دوسری حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو چند روز نہ دیکھا تو پوچھا کہ کہان ہین لوگون نے عرض کیا کہ بیمار ہین آپ عیادت کو تشریف لائے جب اُنکے پاس آئے تو فرمایا کہ خوشخبری ہو تجھکو اے کعب انکی ماں نے کہا کہ اے کعب تجھکو جنت بے روک ٹوک مبارک ہو

آپنے فرمایا کہ یہ کون ہو کہ بنداہر حکم کرتی ہی حضرت کعب نے عرض کیا کہ میری مان آپ نے فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید تمھارے بیٹے نے کوئی کلام بے حاجت
کیا ہو یا کسی چیز کو بے فائدہ منع کیا ہو اس سے یہ غرض ہو کہ کھڑا جنت مین بے حساب وہی جاتا ہو جسکے ذمہ کچھ حساب نہ ہو اور جب کلام بے حاجت
کرتا ہو تو اُسکا حساب باقی رہتا ہو اگرچہ مباح ہی کیون نہو تو باوجود مناقشہ حساب کے یہ کہنا کہ بے روک ٹوک جنت مبارک ہو نہین چاہیے اور
محمد بن کعب سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دروازہ سے آج جو اول آوے گا وہ جنتی ہوگا حضرت عبداللہ بن
سلام داخل ہوے تو اُنکو دیکھکر کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اُنکے پاس گئے اور جو کچھ آپنے اُنکے حق مین فرمایا تھا اُنسے کہا اور پوچھا کہ جونسا عمل محکم تم
کیتے ہو اور اس سے توقع پڑتی ہو اُسکو ہم کو بھی بتلاؤ اُنھون نے فرمایا کہ مین ضعیف آدمی ہون میرا عمل کیا ہو اِلا جس سے مجکو توقع ہو وہ یہ
ہو کہ سینہ کو بچائے رکھتا ہون اور بے فائدہ کلام نہین کرتا اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُنسے فرمایا کہ تجھے ایسا عمل بتلادون کہ بدن پر ہلکا ہو اور میزان مین بھاری اُنھون نے عرض کیا کہ بہت بہتر فرمائیے آپ نے
فرمایا ہو الصمت وحسن الخلق وترک مالا یعنیک اور مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہو یہ کہا کرتے تھے کہ
پانچ چیزین مجھے روپیون کے وقف سے بھی اچھی معلوم ہوتی ہین ایک کلام بے فائدہ کا ترک کرنا کیونکہ وہ زیادہ ہوتا ہو اور اس سے گناہ کا
خوف لگا رہتا ہو دوسرے کلام مفید بے موقع نہ کہنا کہ اکثر کلام مفید بھی اگر بے موقع بولا جاتا ہو خرابی لاتا ہو تیسرے حلیم اور بے وقوف سے
بحث نکرنی کیونکہ حلیم سے بحث کرنے سے اُسکو غصہ دلاتا ہو اور بے وقوف سے ایذا اُٹھانی چوتھے ذکر کسی غائب بھائی کا ایسی طرح کرنا جیسی
طرح خود اپنا ذکر اُس سے کہلانا منظور ہو اور اُسکے اُن قصورون سے درگذر کرنا جنکو اُس سے معاف کرنا اچھا معلوم ہو اور اُس سے وہ معاملہ
کرنا کہ وہ بھی ایسا ہی کرے تو اچھا لگے ان سب کا خلاصہ یہ ہو کہ ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند پانچوین عمل کرنا اس یقین کیساتھ کہ احسان
کرنے سے جزا پاؤنگا اور جرم کرنے سے سزا اور لقمان حکیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کیا حکمت کرتے ہین فرمایا کہ جو چیز خود معلوم ہو جاوے اُسکے
پوچھنے کے درپے نہین ہوتا اور بے تکلف کلام بیفائدہ نہین کہتا اور مورق عجلی کہتے ہین کہ مین بیس برس سے ایک امر کی تلاش مین ہون
نہ اب تک ملا نہ اُسکی طلب مین نے چھوڑی لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہو اُنھون نے فرمایا کہ کلام بیفائدہ سے سکوت چاہتا ہون اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ کلام بیفائدہ کا معترض نہونا چاہیے اور دشمن سے کنارہ کش اور دوست سے پُرحذر رہنا چاہیے
مگر جو دوست امین ہو اور امین وہی ہو جو خدا تعالیٰ سے ڈرے اور بدکار کی صحبت سے بچنا چاہیے ورنہ اُسکا اثر اپنے آپ مین ہو جاویگا
اور اپنے بھید کی اُسکو خبر نکرنی چاہیے اور مشورہ کامون مین ایسے لوگون سے کرے جنکو خوف خدا ہو اب جاننا چاہیے کہ تعریف کلام بیفائدہ
کی تو اوپر مذکور ہوئی یہان اُسکی مثال بتلائی جاتی ہو مثلاً کوئی شخص لوگون مین بیٹھکر اپنے سفرون کا ذکر کرے اور کوہ و بیابان و سبزہ و
آب روان وحالات ماضیہ اور عمدہ کھانے اور کپڑے اور عجیب وغریب طرز مشائخ کے خواہ اور کوئی چیز جو سفر مین دیکھی ہو یا سنی ہو
اُسکو بیان کرے تو ایسی باتین ہین کہ اگر اُنکو بیان نکرے تو کچھ گناہ بھی نہو اور نہ کچھ اپنا نقصان ہو بشرطیکہ اُن حکایات مین اپنی طرف سے
کچھ کم وبیش نہ کرے نہ اپنا فخر ظاہر ہو کہ ہمنے ایسے بڑے بڑے اُمور دیکھے نہ کسی کی غیبت شامل ہو اور نہ مذمت کسی مخلوق کی پائی جاتی ہو
جب اسطرح بیان کریگا تو یہ کلام بے فائدہ ہوگا اور ایسا کلام کرنا اپنے وقت کا ضائع کرنا ہو اور ظاہر ہو کہ آدمی بات کہنے مین آفات

ح ابن ابی الدنیا بسند ... ۱۲
ح ابن ابی الدنیا ... ۱۲
ح ابن ابی الدنیا بسند منقطع ۱۲
ح وہ سکوت اور نوعی خفی امر غیر مفید چیز کا چھوڑنا ہو ۱۲

سے کسی طرح نہین بچ سکتا کسی نہ کسی مین مبتلا ہو جاتا ہی ورنہ تضییع اوقات نقد وقت ہوتا ہے اُسمین کسی طرح کا شک نہین اور ایک کلام بے فائدہ یہ ہی کہ دوسرے سے سوال بے فائدہ کرے تو اُس سے ایک تو اپنا وقت سوال مین ضائع کرتا ہی اور چونکہ دوسرے کو جواب دینا پڑے گا تو گویا اُسکا وقت بھی کھویا اور یہ اُسی صورت مین ہی کہ سوال مین کوئی آفت نہو ورنہ اکثر سوالون مین بڑی بڑی آفتین رہتی ہین اگر کسی سے اُسکی عبادت کا حال پوچھو مثلاً اسطرح کہ تم روزہ دار ہو تو اس سوال کے جواب مین چار صورتون مین سے ایک صورت پیش آویگی یا تو وہ ہان کہیگا تو اپنی عبادت کو ظاہر کرنا پڑے گا اور ریا مین داخل ہو جاویگی اور اگر بالفرض ریا مین شامل نہ ہوگی تب پوشیدہ عبادت کا جو ثواب بدرجہا زیادہ ہوا کرتا ہی وہ تو ضرور ہی جاتا رہے گا یا نہین کہیگا تو اس صورت مین جھوٹ بولے گا یا خاموش رہے گا کچھ جواب نہ دیگا تو تم کو بُرا معلوم ہوگا کہ ہم نے پوچھا اُنھون نے نہ بتایا شاید ہم کو حقیر سمجھا یا جواب نہ دینے کا کوئی حیلہ سوچیگا تو ایک مشقت مفت مین اُسکے ذمہ پڑ جاویگی پس اسطرح کے سوال سے ریا خواہ جھوٹ خواہ حقیر سمجھنا خواہ حیلہ کی فکر مین مبتلا ہونا کوئی سی نہ کوئی خرابی مجیب پر آوے گی علی ہذا القیاس اور عبادتونکا حال پوچھنا بھی ایسا ہی ہی اسی طرح اگر گناہون کا حال یا پوشیدہ اُمور کا حال پوچھو اور وہ کہنے سے شرماوے یا یون پوچھو کہ فلان شخص نے تم سے کیا کہا اور تمھاری کیا رائے ہی یا کسی مسافر سے پوچھو کہ کہان سے آئے اکثر بتلانا منظور نہین ہوتا کوئی وجہ مانع ہوتی ہی اگر سچ کہتا ہی تو راز کھلتا ہی یا حیا آتی ہی ورنہ جھوٹ بولنا پڑتا ہی اور ان دونون باتونکا سبب صرف سوال ہی ہی یا کسی مسئلہ کی حاجت تو نہو ویسے ہی کسی عالم سے پوچھو اور اُسکو یاد نہو مگر یہ کہنے کو جی نہین چاہتا کہ مجھکو نہین آتا بلکہ اَن گھڑ جواب کہدیگا پس کلام بے فائدہ سے ہمارا مقصود اسطرح کے سوالات کا نہین کیونکہ اُن مین یا گناہ موجود ہی یا ضرر ہی بلکہ کلام غیر مفید کی یہ مثال ہی جو لقمان حکیم سے منقول ہی کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت مین ایسے وقت گئے کہ آپ زرہ بنا رہے تھے اور اُنھون نے پہلے کبھی زرہ نہ دیکھی تھی تعجب سے دیکھتے رہے اور چاہا کہ پوچھین مگر حکمت مانع ہوئی اور نہ پوچھا جب آپ تیار کر چکے تو کھڑے ہو کر اسکو پہنا اور فرمایا کہ لڑائی کے لیے زرہ کیا عمدہ چیز ہے حضرت لقمان نے دل مین کہا کہ سکوت بڑی حکمت ہی مگر اسکو کم لوگ اختیار کرتے ہین یعنی بے سوال ہی معلوم ہو گیا حاجت پوچھنے کی نہ رہی اور ایک روایت مین ہی کہ سال بھر تک پھرا کیے کہ بدون پوچھے حال معلوم ہو جاوے پس اسطرح کے سوالات مین اگر نقصان اور رنج اور ریا و کذب مین مبتلا کرنا نہ پایا جاوے تو داخل کلام بیفائدہ ہین اور ایسے کلام کیلیے حدیث شریف مین وارد ہی کہ اُسکے چھوڑنے سے اسلام کی خوبی ہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ باعث اس کلام بیفائدہ کا یا غیر ضروری چیزکے معلوم کرنیکی حرص ہوتی ہی یا بطور محبت کلام کو پھیلانا منظور ہوتا ہی یا دل بہلانیکے طور پر ایسی حکایات کہتے ہین کہ جنسے کچھ فائدہ نہین ہوتا اور ان سبکا علاج یہ ہی کہ اس بات کا یقین کرے کہ موت سامنے کھڑی ہی بعد مرنیکے ایک ایک لفظ سے پرسش ہوگی اور یہ کہ راس المال آدمی کا اُسکی سانس ہین اور زبان ایک جال ہی کہ اس سے طائر نعماء بہشتی پھنسا کرتا ہی پس اسکو بیکار چھوڑنا بڑے نقصان کی بات ہی یہ علاج علمی ہی مگر عملی تدبیر گوشہ کے سوا بہتر نہین یا کنکر منھ مین رکھے اور اول اول مفید کلام کا بولنا بھی چھوڑ دے تاکہ عادت کلام بے فائدہ کے ترک کی پڑ جاوے اور

اس زمانہ مین بے عزلت نشینی کے زبان کا روکنا بہت مشکل ہی

دوسری آفت زیادہ گوئی ہی اسمین کلام بے فائدہ بھی شامل ہی اور کلام ضروری پر اگر بمقدار ضرورت سے بڑھجاوے وہ بھی اسمین داخل ہی اور اسی لیے دوسری قسم آفت کی قرار دی گئی مثلاً کلام حاجت کا بولنا مختصر طور پر بھی ہو سکتا ہی تو ایک کلمہ کی جگہ اگر دو کہیگا

دوسرا کلمہ زائد ہوگا یعنے حاجت سے زائد ہوگا گو اُس سے تقریر یا تاکید منظور ہو اور یہ بھی بُرا ہی اگرچہ اُسمین گناہ اور ضرر نہو عطا بن ابی رباح فرماتے ہین کہ اکابر سلف کلام زائد کو بُرا جانتے تھے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امر معروف اور نہی منکر اور حاجت ضروری دنیاوی کے سوا اور کلام زائد تصور فرماتے تھے پھر اب کیا اسبات کا انکار ہی کہ کرام کاتبین دہنے بائین سے لکھتے ہین مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید اس بات کی شرم نہین آتی کہ نامۂ اعمال جب کھلیگا تو اکثر ایسی باتین نکلینگی کہ نہ دین کی بدون نہ دنیا کی اور بعض صحابہؓ فرماتے ہین کہ بعض آدمی مجھسے ایسی بات کہتے ہین کہ اُسکا جواب جیسے پیاسے کو ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہی اس سے زیادہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہی مگر مین زائد ہونے کے ڈر سے جواب نہین دیتا اور مطرف فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کو بہت لحاظ رکھو بے جگہ اُسکا ذکر مت کیا کرو مثلاً کتے یا گدھے کو دیکھکر کہو کہ الٰہی اسے ہٹا دے یا اور اسی طرح کے کلام مین اُسکا ذکر مت کرو اور معلوم کرنا چاہیے کہ کلام زائد کچھ حصر نہین بلکہ جو کلام ضروری ہی اُسکا حصر کلام مجید مین موجود ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لاخیر فی کثیر من نجواہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس اور حدیث شریف مین ہی کہ خوشخبری ہی اُس شخص کو جو زبان کو زائد بات سے روکے اور زائد مال کو خرچ کرے پس دیکھنا چاہیے کہ لوگون نے کیسا معاملہ الٹا کر رکھا ہی کہ مال زائد کو تو جوڑ رکھا ہی اور زبان کو مطلق العنان چھوڑ رکھا ہی اور مطرف بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اُنکے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عامر کے گروہ کے ساتھ حاضر ہوے اُنکو لوگون نے عرض کرنا شروع کیا کہ آپ ہمارے والد اور سید افضل اور محسن اور منعم ہین اور آپ چنین ہین اور آپ چنان ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ قولوا بقولکم لایستہوینکم الشیطان اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی کسی کی تعریف مین زبان کھولتا ہی گو سچی ہی ہو مگر خوف اسکا ہے کہ شیطان زائد نہ کہلاوے اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ مین تمکو کلام زائد سے ڈراتا ہون آدمی کو اُسی قدر کلام کافی ہے کہ اُسکی حاجت روائی ہوجاوے اور حضرت مجاہد فرماتے ہین کہ آدمی کی سب باتین لکھی جاتی ہین یہانتک کہ لڑکے کو چپ کرنے کو اگر کہے گا کہ مین تجھے فلان چیز دے دونگا تو جھوٹا لکھا جاویگا اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ اے ابن آدم کاغذ اعمال پھیلا ہوا ہی اور دو فرشتے اسپر تیرے عمل لکھنے کو تعین ہین جاہے تھوڑا بول جاہے زیادہ اور روایت ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اپنے جن کو کہین بھیجا اور اُسکے پیچھے روانہ کیا کہ جو کچھ تم اُسکا حال دیکھو اور جو کچھ یہ کہے وہ مجھسے آکر کہنا اُنھون نے آکر کہا کہ یہ بازار مین گیا اور اپنا سر آسمان کیطرف اُٹھایا پھر لوگونکی طرف دیکھکر سر ہلانے لگا آپنے اس جن سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی اُسنے عرض کیا کہ مجکو آسمان کے فرشتون سے تعجب آیا کہ انسانون کے سرون پر بیٹھکر کتنا جلد اُنکے اعمال لکھتے ہین اور حضرت انسان پر تعجب آیا کہ کتنا جلد بہکتے ہین اور حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہین کہ ایماندار کا بولنا تامل کے ساتھ ہوتا ہی اگر کچھ فائدہ معلوم ہوا تو بولتا ہی ورنہ سکوت اختیار کرتا ہی اور بدکار آدمی کی زبان لپر لپر چلتی ہی بے تامل بکے چلا جاتا ہی اور حضرت حسن فرماتے ہین جو زیادہ بولتا ہی وہ زیادہ جھوٹا ہوتا ہی اور جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہی وہ گناہ زیادہ کرتا ہی اور جو بدخلق ہوتا ہی وہ اپنی جان پر عذاب لیتا ہی اور عمرو بن دینار فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک مین کسی نے کچھ کلام طویل کیا آپنے فرمایا کہ تیری زبان سے اس طرف کتنے دروازے ہین اُسنے عرض کیا کہ میرے لب اور دانت ہین آپنے فرمایا کہ اُنمین کوئی ایسا نہ تھا جو تیرے کلام کو روکتا اور ایک روایت مین ہی کہ کسی شخص نے آپ کی تعریف مین طول کلامی کی تھی آپنے فرمایا کہ آدمی کو زبان کی

زیادہ گوئی سے بڑھکر کوئی چیز بُری نہین عنایت ہوئی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ مباہات و فخر کے ڈر سے اکثر کلام نہین کرتا ہون اور بعض حکما کا قول ہی کہ جب آدمی کسی مجلس مین ہو اور اپنا بولنا اچھا معلوم ہو تو چپ رہنا چاہیے اور اگر اپنا سکوت اچھا معلوم ہوتا ہو تو بولنا چاہیے اور یزید بن ابی حبیب فرماتے ہین کہ عالم کے لیے یہ بھی ایک امتحان کی چیز ہی کہ اپنے بولنے کی بہ نسبت سننے کو زیادہ پسند کرے اسلیے چاہیے کہ جب تک دوسرا شخص بولے اپنے آپ چپکا رہے کیونکہ سننے مین سلامتی ہی اور کہنے مین بات کا چکنانا اور کم و بیش کرنا وغیرہ آفات ہین اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ پاک کرنے کے لیے سب سے زیادہ مستحق آدمی کی زبان ہی اور حضرت ابو درداء رضہ نے ایک عورت زبان دراز دیکھی فرمایا کہ اگر یہ گونگی ہوتی تو اُسکے حق مین اچھا تھا اور ابراہیم رح کا قول ہی کہ دو باتون سے آدمی کی تباہی ہی مال سے اور کلام زائد سے مذمت کلام فضول اور زائد کی اور اسکا سبب اور علاج وہی ہی جو پہلی آفت مین گذرا

تیسری آفت اُمور باطلہ کا ذکر کرنا

یہ بھی ہر چند کلام فضول مین داخل ہی الا اسمین اور پہلی دو نون آفتون مین یہ فرق ہی کہ وہ دونون مباح تھے حرمت اُنمین نہ تھی اور امر باطل وہ ہی جسمین علاوہ زائد از مطلب ہونے کی حرمت بھی پائی جاوے مثلاً گناہون کی باتین کرنی یا عورتون کا ذکر کرنا یا شراب کی مجلس اور بدکارون کے جلسونکا بیان کرنا یا بادشاہون اور دولتمندون کی عیاشی خواہ اُن کے دوسرے افعال مکروہ کو ذکر کرنا یہ سب اس تیسری قسم مین داخل ہین اور قطعاً ناجائز اور حرام ہین اور یہ آفت اسطرح پیدا ہوتی ہی کہ اول اول کلام بیفائدہ اور زائد از مطلب کے کہنے کی عادت ہوتی ہی بعدہ رفتہ رفتہ ایسے ذکرونکا عادی ہو جاتا ہی اکثر لوگ بطور تفرج باتین کرنے بیٹھتے ہین مگر باتین جب ہونگی جب ایسی ہی ہونگی کہ کسی کی ابرو کا ذکر ہو یا امور مذکورۂ بالا مین سے کوئی ہو اور چونکہ امور باطل کی تعیین اور حصر نہین انواع و اقسام بیشمار ہین اسی جہت سے اُنسے بچنا بھی سوا اسکے نہین ہو سکتا کہ جو امر دین یا دنیا کے اہم ہین اُنکے سوا اور کچھ نہ کہے کیونکہ اس آفت مین مبتلا ہونے سے بعض اوقات آدمی تباہ و ہلاک ہو جاتا ہی اور وہ خود اپنے ذہن مین اُس بات کو خفیف سمجھتا ہی چنانچہ بلال بن حارث فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ آدمی ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کا کہتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ اس سے کچھ بڑی رضامندی حاصل ہوگی مگر خداوند کریم اُسی کے باعث قیامت تک کی رضامندی لکھ لیتا ہی اور کبھی ایک کلمہ ناخوشی کا سرزد ہوتا ہی اور یہ نہین معلوم ہوتا کہ اس سے ناخوشی زیادہ ہوگی مگر خدا تعالیٰ اس سے اپنی ناخوشی قیامت تک لکھتا ہی اور حضرت القمہ فرماتے ہین کہ اکثر باتون سے مجھ کو حدیث بلال بن حارث نے روک دیا اور ایک حدیث شریف مین ہی ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ یضحک بہا جلساءہ یہوی بہا ابعد من الثریا اور حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آدمی کبھی بے پروائی سے ایسی بات کہہ بیٹھتا ہی کہ اُسکے سبب دوزخ مین پڑتا ہی اور کبھی ایسی بات کہتا ہی کہ اُسکے سبب جنت کے مدارج اسکو عنایت ہوتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اعظم الناس خطایا یوم القیامۃ اکثرہم خوضا فی الباطل اور اسی طرف اشارہ ہی اس آیت کریمہ مین وکنا نخوض مع الخائضین اور اس آیت مین ولا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم حضرت سلمان فرماتے ہین کہ قیامت کے روز زیادہ تر خطادار وہی ہوگا جس نے خدا کی نافرمانی کی باتین زیادہ کی ہونگی اور ابن سیرین فرماتے ہین کہ ایک شخص انصار مین کا جب اُنکی مجلس پر گذرتا تو کہا کرتا کہ وضو کر لو اسلیے کہ جو کچھ تم باتین کر رہے ہو اُنمین سے بعض حدث سے بھی زیادہ بری ہین ذکر باطل اُسکا نام ہی اور یہ غیبت و چغلی اور گالی وغیرہ کے علاوہ ہی بلکہ یہ ایسا حال مکروہ بیان کرنا ہی کہ جس کا وجود پہلے ہو چکا ہو حالانکہ کوئی ضرورت دینی اسکے ذکر کی

باعث نہوئی ہو اور اسمین داخل ہی بدعات کا نقل کرنا اور جھوٹے مذہبون کی حکایت کرنی اور صحابہ رضہ کے جھگڑون کو ایسی طرح بیان کرنا جس سے یہ وہم ہو کہ کوئی انمین سے خطا پر تھا اسیے سب باتین بکار ہین اللہ بچائے

چوتھی آفت مراء یعنی دوسرے کی بات کاٹنی اور جھگڑا کرنا

حدیث شریف مین بات کاٹنے کو منع فرمایا ہی چنانچہ فرمایا لاتمار اخاک ولاتمازحہ ولاتعدہ موعدا فتخلفہ اور فرمایا ذرالمراء فانہ لاتفہم حکمتہ ولاتومن فتنتہ اور فرمایا من ترک المراء وہو محق بنی لہ بیت فی اعلی الجنۃ ومن ترک المراء وہو مبطل بنی لہ بیت فی ربض الجنۃ اور حضرت ام سلمہ رضہ آپ سے روایت کرتی ہین کہ فرمایا ان اول ماعہد الی ربی ونہانی عنہ بعد عبادۃ الاوثان وبعد شرب الخمر ملاحاۃ الرجال اور فرمایا ماضل قوم بعد ان ہداہم اللہ تعالی الا اوتوا الجدل اور نیز فرمایا لایستکمل عبد حقیقۃ الایمان حتی یدع المراء وان کان محقا اور فرمایا کہ جسمین چھ خصلت ہون وہ ایمان حقیقی کے درجہ کو پہونچتا ہی اول روزہ رکھنا گرمیون مین دوسرے دشمنان خدا کو تلوار سے کاٹنا تیسرے مینھ بادل کے دن مین نماز جلد ادا کرنا چوتھے مصیبت پر صبر کرنا پانچوین باوجود مکروہات کے وضو کو پورا کرنا چھٹی باوجود حق بطرف ہونے کے اعتراض جھگڑا نہ کرنا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ قرآن کی بات مین کسی سے جدال مت کرنا تجکو لوگون کے سامنے تاب نہو گی بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دستور العمل رکھنا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جو کوئی دین مین زیادہ اعتراضات کے درپے ہوتا ہی وہ اکثر بدلتا رہتا ہی اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہین کہ اعتراض سے بچو کیونکہ تکرار کے وقت عالم جاہل ہو جاتا ہی اور اسوقت شیطان اسکی لغزش کا خواہان رہتا ہی اور حضرت مالک بن انس فرماتے ہین کہ جدال کرنا دین سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ جھگڑا کرنیسے دل سخت ہو جاتے ہین اور دلو مین کینہ کا بیج پڑتا ہی اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ علما سے مت جھگڑنا ورنہ تجھ سے عداوت کرینگے اور بلال بن سعد فرماتے ہین کہ جب کسی کو جھگڑالو لیچڑ اور خودرائے دیکھو تو جان لو کہ خسارہ اسپر ختم ہی اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جھگڑا ایسی بلا ہی کہ بالفرض مین اپنے بھائی سے انار مین جھگڑون وہ کہے شیرین اور مین کہون کھٹا تو وہ حاکم کے یہان میری چغلی کرے اور نیز فرمایا کہ جس سے چاہو صفائی حاصل ہو سکتی ہی اور ذرا سے جھگڑے مین اسکو ایسا غصہ آسکتا ہی کہ کبھی ایسی مصیبت مین پھنساوے جس سے زندگی تلخ ہو اور ابن ابی لیلی فرماتے ہین کہ مین اپنے یارون سے تکرار نہین کرتا کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا اسکو جھٹلاؤنگا یا غصہ دلاؤنگا اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ آدمی کو یہی گناہ کافی ہی کہ ہمیشہ بحث کرتا پھرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکفیر کل لحاء رکعتان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ علم تین باتون کے لیے نہ سیکھنا چاہیے اور تین باتو نکی جہت سے اسکی تحصیل سے

پہلو تہی نہ کرنی چاہیے بحث و فخر و ریا کے لیے تو سیکھنا نہ چاہیے اور حیا اور زہد کے باعث اور جہالت پر راضی ہونیکے سبب سے اس سے
دست بردار نہونا چاہیے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو زیادہ جھوٹ بولتا ہی اُسکی خوبی جاتی رہتی ہی اور جو لوگونسے جھگڑتا ہے
بے مروت ہو جاتا ہی اور جس کو رنج بہت ہوتا ہی اُسکا جسم مریض ہو جاتا ہی اور جسکی عادت اچھی نہین ہوتی اُسکی جان عذاب مین ہوتی ہی سچ ہی ع
اگر ز دست قضا بر فلک و و بد خوے ٭ ز دست خوے بد خویش در بلا باشد ٭ اور میمون بن مہران سے لوگون نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ آپ
کسی کو عداوت کی راہ سے ترک نہین کرتے آپنے فرمایا کہ نہ مین کسی سے دل لگی کرون نہ بحث تکرار کرون پھر وجہ عداوت کی کیا ہی غرضکہ مراء اور
جدال کی بُرائی حد شمار سے افزون ہی اور تعریف مراء کی یہ ہی کہ دوسرے شخص کی بات مین براہ اعتراض خواہ لفظوں مین یا معنوں مین یا ارادہ مین
خلل ظاہر کرنا لفظون مین عیب تبلانا اسطرح کہ علم نحو یا لغت یا محاورہ کے خلاف کہتے ہو یا اس کلام کی بندش اچھی نہین اسکے الفاظ مین
تقدیم و تاخیر ہو گئی ہی اور ایسا اکثر ہوتا ہی کہ جو شخص کم جانتا ہی اچھی عبارت نہین بول سکتا یا اسکہ زبان سے کچھ کا کچھ نکل جاتا ہی تو جسمین مجادلت
اعتراض کی ہوتی ہی وہ فوراً عیب جوئی پر آمادہ ہو جاتا ہی حالانکہ اظہار عیب کی کوئی وجہ نہین ہوتی اور معنون مین طعن کرنا یہ ہی کہ جیسا تم
کہتے ہو ویسا نہین آمین یہ غلطیان ہین اور ارادہ مین عیب ظاہر کرنا یہ ہی کہ اسطرح کہے کہ تمھارا کلام گو درست ہی مگر تم نے اثبات حق کیلیے
نہین کہا بلکہ اسمین تمھارا کچھ مطلب ہے اور اسکے قائم مقام کہے اور اگر مسائل علمی مین اس قسم کے اعتراض واقع ہوتے مین تو اسکو جدال اور
جدال کہتے ہین بہرصورت دونون بُرے ہین اُنکو ترک کرنا چاہیے جب آدمی کوئی بات سنے اگر سچ ہو تو اسکو مان لے اور اگر جھوٹ ہو اور
امور دینی سے متعلق نہو تو چپ ہو رہے عیب جوئی کی کوئی وجہ نہین ہان اگر بغرض استفادہ کچھ سوال کرے اور عناد و بغض کو دخل نہ ہو دے
اور مجیب عیب بھی نرمی سے بتا دے تو مضائقہ نہین اور جدال سے یہ غرض ہوتی ہی کہ دوسرے کے کلام پر اعتراض کر کے اُسکو ساکت کرنا اور اسکا
نقصان عجز ظاہر کرنا اور اسکی پہچان یہ ہی کہ متکلم کو اور طرح سمجھا دینا اچھا معلوم ہو بلکہ جدال کرنے والا اسی بات کو ضروری جانے کہ مین ہی
متکلم کا قصور علانیہ بتلاؤن تاکہ میرا افضل اور اُسکا نقصان کھلجاوے اور اس سے نجات کی صورت یہی ہی کہ جس بات کے نہ کہنے مین گناہ نہوتا
ہو اُس سے بھی سکوت اختیار کرے اور مراء اور جدال کا سبب یہی ہی کہ آدمی اپنا فضل و برتری دوسرون پر اُن کے نقصان کے اظہار
سے چاہتا ہی اور یہ دونون خواہش نفس کے اندر سخت ہین اظہار فضل قبیل خود ستائی سے ہی جو بڑائی اور بزرگی یعنی صفات ربوبیت
کے جوش سے پیدا ہوتی ہی اور دوسرے کو ناقص جاننا صفات سبعی کے تقتضاء سے بروے کار آتا ہی کیونکہ درندہ بھی یہی چاہتا ہے کہ
دوسرے کو چیر پھاڑ برابر کرے یا صدمہ و ایذا پہونچاوے غرضکہ یہ دونون صفتین آدمی کے حق مین مہلک ہین اور اُنکو مراء اور جدال سے
دورہ ہو جاتا ہی پس جو کوئی مراء اور جدال کرتا رہیگا وہ ان صفات مہلکہ کو شہ دیتا رہیگا اور یہ امر حد کراہت سے بڑھکر معصیت مین
داخل ہی بشرطیکہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور بحث اور تکرار مین یہ بات تو ہمیشہ ہی رہتی ہی کہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور غصہ آوے اور اسے
اعتراض کے جواب مین اپنے کلام کی تائید کے جو رطب و یابس حق و باطل بن پڑے پیش کرے اور معترض کے کلام مین جو کچھ خلل سوجھے
بیان کرے اسیطرح بڑھتے بڑھتے آپس مین ایسے لڑتے ہین جیسے کتے لڑتے ہین کہ ہر ایک کا ارادہ یہی ہوتا ہی کہ اب کی چوٹ ایسی کرون کہ مخالف
خوب درد و تکلیف پہونچے اور بجز خاموشی اور عاجزی کے کچھ نہ بن پڑے اور اسکا علاج یہ ہی کہ کبر جس سے اظہار فضل کو چاہتا ہی اور

عہ عیب جوئی ... سے ظاہر ... کے وقت ... کی غلطی پر اطلاع ... ۱۲ امیر علی

سببیت جس سے کہ دوسرے کو ناقص کیا چاہتا ہی ان دونون کو چھوڑ دے اور اُسکا بیان کبر و عجب اور غضب کی بُرائی مین مذکور ہوگا بیان اسی قدر معلوم کرنا چاہیے کہ ہر ایک بیماری کا علاج اسی طور سے ہوتا ہی کہ اُسکا سبب دور کیا جاوے اور از انجا کہ سبب مراء اور جدال کا یہی دونون چیزین ہین جیسا کہ بیان ہوا اب ان دونون کو دور کرنے سے علاج اُنکا ہو جاویگا پھر مراء اور جدال کے ترک کی یہانتک مواظبت چاہیے کہ عادت اور طبیعت مین داخل ہو جاوے اور نفس مین کنقش الحجر جاگزین ہو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے داؤد طائی سے پوچھا کہ تمنے عزلت نشینی کیون اختیار کی اُنھون نے کہا کہ اس جہت سے کہ نفس پر جدال کے چھوڑنے کا مجاہدہ کرون آپنے فرمایا کہ تو اسطرح کرنا چاہیے کہ لوگون مین بیٹھو اُنکی سنو اپنی نہ کہو داؤد طائی کہتے ہین کہ مین نے ایسا ہی کیا مگر مجاہدہ نہایت سخت پایا اور واقع مین یہ صورت مجاہدہ کی بڑی مشکل ہی اسلیے کہ جو شخص غیر سے غلطی سنتا ہی اُسکی اصل حقیقت کے بتانے پر قادر ہی اُسکو صبر کرنا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حق پر ہو کر مراء چھوڑ دے اُسکو جنت اعلیٰ مین مکان ملیگا کیونکہ یہ امر نفس پر نہایت شاق ہے خصوصاً مذاہب اور عقائد مین اسکا زیادہ غلبہ ہوتا ہی کیونکہ بحث امر طبعی تو پہلے ہی سے ہی تب یہ معلوم ہوا کہ فلان عقیدہ کے ظاہر کرنے مین ثواب ہی تو ثواب کی حرص بڑھتی ہی اور طبیعت و شریعت ایک دوسرے کی معاون ہوتی ہین اور یہ بھی ایک خطا ہی بلکہ صواب نہین ہی کہ اپنی زبان سے اہل قبلہ کو کچھ نہ کہے اور جب کسی اہل بدعت کو دیکھے تو علیحدہ خلوت مین اُسکو نصیحت کرے اسطرح کہ جدال کی بو نہ پائی جاوے ورنہ اسکو یہ خیال ہوگا کہ مقرر لوگ اگر چاہتے ہین تو تقریر سے دوسرے کو ساکت کر دیتے ہین ایسا ہی کچھ یہ بھی کرتے ہین اس خیال سے بدعت اُسکے دل مین پک جاویگی پس نرمی سے بطور خیر خواہی اُسکو سمجھانا چاہیے اگر مان لے فبہا والا وہ جانے اُسکا کام اپنے آپ اُس سے کنارہ کرے حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا رحم اللہ من کف لسانہ عن اہل القبلۃ الا باحسن ما یقدر علیہ اور ہشام بن عروہ رض فرماتے ہین کہ آپ نے اس کلام کو سات بار فرمایا اور جو شخص جدال کا عادی ہو جاتا ہی اور اُسکے باعث نفس کو عزت اور قبول زیادہ پاتا ہی تو اُس مین یہ مہلکات زور پر جاتے ہین اور جب سلطان غضب اور کبر اور ریا اور محبت عزت و جاہ اکٹھے چڑھ آتے ہین تو تاب مقاومت نہین لاتا کیونکہ اُن مین ایک ایک جداگانہ صفت ایسی ہی کہ اُس سے لڑنا مشکل پڑتا ہی جب سب جمع ہو گئین تو خدا ہی بچاوے تو بچے

پانچوین آفت خصومت ہی اور اسمین اور مراء و جدال مین یہ فرق ہی کہ مراء اسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے کلام مین عیب ظاہر کرے اور سواے اُسکی تحقیر اور اپنی تفضیل کے اور کوئی مطلب نہو اور جدال اُمور مذہبی کی بحث سے متعلق ہوتا ہی اور خصومت یہ ہی کہ جھگڑے سے غرض مال یا کسی حق کا لینا مقصود ہو اور یہ کبھی بے اعتراض ہوتی ہی اور کبھی اعتراض سے اور پہلی دونون چیزین بے اعتراض کے نہین ہوتین اب معلوم کرنا چاہیے کہ خصومت بھی بُری چیز ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یون روایت ہی من جادل فی خصومۃ بغیر علم لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ خصومت سے بچنا چاہیے اسلیے کہ وہ دین کو برباد کرتی ہی اور یہ تو ضرب المثل ہو رہا ہے کہ پرہیزگار آدمی دین مین خصومت نہین کیا کرتے مصرع دو صاحب دل نگہدارند موے ۔ اور ابن قتیبہ فرماتے ہین کہ ایک روز مین

ح یہ حدیث پیشتر گذری
ح ... ترمذی و ابن ماجہ ...
... ابن ابی الدنیا ...
... سے خدا کے نزدیک زیادہ بغض ... بخاری نے نقل کی ہے
ح جو شخص کسی خصومت مین بے جانے بوجھے جھگڑے وہ اللہ کے غضب مین رہتا ہے یہانتک کہ اس سے باز رہے ... ابن ابی الدنیا

بیٹھا تھا بشر بن عبد اللہ میرے پاس سے گذرے پوچھا کہ یہان کیون بیٹھے ہو مین نے کہا کہ مجھ مین اور میرے چچا زاد بھائی مین ایک شے پر تنازع ہی اُنھون نے کہا کہ تمھارے باپ کا میرے اوپر حق ہی مین چاہتا ہون کہ اسکی مکافات تمسے کرون یہ جانو کہ خصومت سے زیادہ بڑھکر کوئی بُری چیز نہین دین اس سے برباد ہوتا ہی مروت اس سے جاتی رہتی ہی لذت زندگی مفقود ہوتی ہی دل اسی مین اُلجھا رہتا ہی مین یہ سنکر اُٹھا اور گھر کو جانا چاہا میری طرف ثانی نے کہا کہ کہان چلے مین نے کہا کہ اب مین نزاع نہین کرتا اُسنے کہا کہ شاید اب معلوم ہو گیا کہ حق میرا ہی ہی مین نے کہا کہ یہ بات تو نہین لیکن مین خصومت کو دور رکھکر اپنے نفس کی بزرگی کرنا چاہتا ہون اُسنے کہا کہ اگر یہی باعث ہو تو مجکو اب کچھ دعوی نہین وہ شے آپ ہی رکھیے یہان یہ شبہہ ہوتا ہی کہ جب انسان کا حق کوئی ظالم دبالے تو اسکے طلب اور حفظ مین خصومت ضرور ہی اُسکی مذمت کس طرح ہو سکتی ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ خصومت ہمیشہ ایک ہی طرح تو نہین ہوتی کبھی جھوٹی بھی ہوتی ہی کبھی بلا جانے ہوا کرتی ہی جیسے وکیل جھگڑا کرتے ہین کہ انکو اسباب کا علم نہین ہوتا کہ حق بجانب کسکے ہی مگر وکالت جسطرف ہو کر لیتے ہین اور بے جانے خصومت و جوابدہی کرتے ہین اور کبھی طلب حق مین بمقدار واجب سے زیادہ طلبی ہوتی ہی اور جھگڑنے مین قدر حاجت پر اکتفا کرکے زیادہ تر لیچڑ پن اور خصومت محض ایذا کے لیے یا دبانے کے لیے کرتے ہین اور کبھی عین خصومت مین ایسے کلمات ایذا دہندہ پیش کرتے ہین جنکی حاجت وجہ ثبوت اور اظہار حق مین کچھ نہین ہوتی اور کبھی بنا خصومت محض عناد پر ہوتی ہی کیونکہ شئے متنازعہ فیہ ایسی حقیر ہوتی ہی کہ طرفین کے نزدیک اُسکی کچھ حقیقت نہین ہوتی بلکہ علانیہ بعض لوگ کہہ دیتے کہ اس نزاع سے ہماری غرض صرف عناد اور طرف ثانی کا ہتک ہی ورنہ ایسا مال تو مین جوتی پر مارتا ہون پس اسطرح کی خصومت بہت بُری ہی اور اگر مظلوم آدمی اپنی دادرسی کے لیے حجت بطور شریعت کرے اور لیچڑ پن اور اسراف اور قدر حاجت سے زیادہ خصومت نکرے اور قصد عناد و ایذا اُسکی درمیان مین نہو تو اُسکا فعل حرام نہین مگر بہتر یہ ہی کہ جبتک بے خصومت راہ نکلے تبتک نالشی نالش نہو اسلیے کہ خصومت و جھگڑے مین زبان کو حد اعتدال پر ضبط کرنا دشوار ہی خصومت کے باعث سینہ مین غصہ کی لپٹ اُٹھتی ہی اُسکے سبب حق تو بالاے طاق ہو جاتا ہی صرف طرفین مین کینہ باقی رہتا ہی یہانتک کہ ایک کے رنج سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے اور اُسکی راحت سے اسکو بے چینی اور ایک دوسرے کی ہتک مین زبان درازیان ہوتی ہین پس جو شخص خصومت اول کرتا ہی ان بُری چیزون مین مبتلا ہوتا ہی اور ادنی مرتبہ یہ ہی کہ دل پر تشویش غالب ہوتی ہی یہانتک کہ نماز مین بھی یہی دھیان رہتا ہی کہ کسطرح حریف پر غالب ہونا چاہیے غرضکہ خصومت سے بات بڑھ جاتی ہی قدر واجب پر نہین رہتی ہی اسلیے گویا منشا ہر ایک شر کا خصومت ٹھہرتی ہی اور یہی حال مراء اور جدال کا ہی تو بہتر یہی ہی کہ بالکل اسکا باب ہی بند کیا جاوے اور اگر ضرورت ہو تو اُسوقت بھی زبان اور قلب کو لوازم خصومت مذکورۂ بالا سے بچاوے اور یہ امر نہایت دشوار ہی ہرچند جو شخص خصومت واجبی پر کفایت کرے وہ گناہگار نہوگا اور نہ اُسکی خصومت بُری کہلاویگی تاہم اگر شے متنازعہ فیہ سے مستغنی ہو اور اُسکے پاس اسقدر ہو کہ اسکی کچھ پروا نہ رکھتا ہو تو خصومت کرنیسے گناہگار نہین تارک اولی ضرور ہوگا اور خصومت اور مراء و جدال سے ادنی درجہ یہ ہی کہ اچھی طرح بولنا اسمین چھوٹ جاتا ہی اور طیب کلام کے ثواب سے محروم رہتا ہی اور طیب کلام کا اقل رتبہ یہ ہی کہ موافقت ظاہر ہو اور اعتراض و طعن سے یہ امر بمراحل دور ہی اسواسطے کہ جو شخص دوسرے سے خصومت اور مراء و جدال کرتا ہی وہ دوسرے کو یا جاہل ٹھہراتا ہی یا جھوٹا پھر طیب کلام کہان ہی جسکے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہی کہ بہشت مین الجنۃ طیب الکلام واطعام الطعام اور قرآن مجید مین ارشاد ہی وقولوا للناس حسنًا اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ اگر خدا کی مخلوق مین سے کوئی تمکو سلام کرے تو اُسکے جواب مین تم بھی سلام کرو گو وہ مجوسی ہی کیون نہو اس لیے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہی واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوہا اور مجھ کو تو اگر فرعون بھی اچھا کلمہ کہے تو اُسکا جواب ویسا ہی دون اور حضرت انسؓ سے یہ حدیث منقول ہی کہ جنت مین بعضے مکان ایسے لطیف وشفاف ہین کہ باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز معلوم ہوتی ہی اللہ تعالےٰ نے اُنھین ان لوگون کے لیے بنایا ہی کہ جو کھانا کھلاتے ہین اور نرمی سے گفتگو کرتے ہین اور روایت ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ سور نکلا آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح چلا جا لوگون نے عرض کیا کہ آپ اس جانور سے ایسا فرماتے ہین فرمایا مجھکو بُرا معلوم ہوتا ہی کہ میری زبان بدی کی عادی ہو اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ اور فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ اور حضرت عمرؓ کا قول ہی کہ نیکی ایک چیز آسان ہی وہ کشادگی پیشانی اور نرمی زبان ہی اور بعض حکما کا قول ہی کہ نرم گفتگو پوشیدہ کینون کو دھو ڈالتی ہی اور یہ بھی بعض حکما کا قول ہی کہ خدا تعالیٰ کسی کلام سے ناراض نہین ہوتا اتنی شرط ہی کہ ہمنشین راضی رہے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے پاس بیٹھنے والے سے اچھے کلام کرنے مین دریغ نکرے شاید خداوند کریم اُسکے عوض مین ثواب محسنین کا عنایت فرماوے غرضکہ نرم گفتگو مین اتنے فضائل ہین اور خصومت ومرا اُسکی ضد ہین جنسے آدمی کو وحشت ہوتی ہی عیش تلخ ہوجاتا ہی غصہ آتا ہی دل کو رنج ہوتا ہی اللہ بچاوے بمنہ وکرمہ

چھٹی آفت

چھٹی آفت کلام کو خوب بنابنا کر کہنا اور سجع اور قافیہ اور فصاحت کے لیے تکلف کرنا اور تمہید ومقدمات گڑھنے جیسا کہ اکثر مدعیان تقریر کی عادت ہی اس طرح کا تکلف اور تصنع مذموم ہی حدیث شریف مین ہی کہ انا واتقیاء امتی براء من التکلف اور فرمایا ان ابغضکم الی وابعدکم منی مجلسًا الثرثارون المتفیہقون المتشدقون فی الکلام اور حضرت فاطمہؓ فرماتی ہین کہ آپنے فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم یاکلون الوان الطعام ویلبسون الوان الثیاب ویتشدقون فی الکلام اور فرمایا الا ہلک المتنطعون اور اس جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا تنطع کے معنی تعمق اور مبالغہ کے ہین اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ کلام مین بلبلانا شیطان کی طرف سے ہی اور عمر بن سعد ایک روز اپنے باپ کی خدمت مین کچھ حاجت لیکر آیا اور اُسکے لیے ایک تمہید بیان کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنی یعنی تمہید حاجت کے لیے آج تو نے بیان کی کبھی نہین کی تھی مین نے سنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگون پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ کلام کو ایسا چبائین گے جیسے گائے گھاس چباتی ہی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد کو بیٹے کی تمہید حاجت سے پہلے بُری معلوم ہوئی اور اُسکو سراسر تصنع اور تکلف جانا اور یہ مذموم ہی اور آفات لسانی سے ہی اور جو قافیہ بندی کہ عادت سے خارج ہو وہ سب اسمین داخل ہی گفتگو اور بول چال مین بھی ایسا تکلف ممنوع ہی چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ مردہ کے عوض غلام آزاد کردینے کا حکم فرمایا تو ایک شخص اُن لوگون مین سے بول اُٹھا جنکے سبب سے وہ بچہ ضائع ہوا تھا کہ ہم ایسے کا کسطرح خون بہا دین جسنے پیا نہ کھایا نہ رویا نہ چلایا ایسا خون بہا معافی مین کیون نہ آیا آپ نے فرمایا کہ کیا جاہلون کی سی فقرہ بندی کرتے ہو غرضکہ آپ کو یہ قافیہ اثنائے گفتگو مین بُرا معلوم ہوا اور واقع مین

ایسے کلام مین اثر تکلف کا صاف معلوم ہوتا ہی پس ضرور ہی کہ کلام اسطرح کرے کہ مقصود حاصل ہو جاوے اور مطلب صرف دوسرے کو سمجھانے سے ہی اُسکے سوا جو کچھ ہی وہ تکلف مین داخل ہی جسکی مذمت شرع مین موجود ہی ہان اسمین وہ قافیہ بندی داخل نہین جو خطبہ یا وعظ مین بے افراط و مبالغہ کرتے ہین کیونکہ مقصود وعظ و تذکیر سے دلونکا شوق دلانا اور تحریک اور قبض و بسط ہے اور الفاظ کی خوبی کو اسمین بڑی تاثیر ہی تو اسمین عمدہ الفاظ اور موقع کا ہونا بجا ہی مگر جو محاورے کہ روزمرہ کی حاجات مین بولے جاتے ہین اُنمین وزن و قافیہ کی کچھ ضرورت نہین تو اُنمین تکلف ورزبان اینٹھنے سے کیا فائدہ وہ سراسر مذموم ہی اور باعث اس تمام تصنع کا ریا اور اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوتا ہی جو شرعاً ناجائز اور ممنوع ہی

ساتوین آفت فحش کہنا اور گالی اور جھگڑ دینا ہی یہ بھی مذموم اور ممنوع ہی اور اُسکا منشا خبث باطنی اور کمینہ پن سے ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والفحش فان اللہ تعالیٰ لا یحب الفحش ولا التفحش اور بدر کی لڑائی مین جو مشرک مارے گئے تھے اُنکے حق مین بھی گالی دینے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اُنکو گالی نہ دو کیونکہ جو کچھ تم اُنکو کہتے ہو اُنکو تو لگتی نہین زندہ کو ایذا ہوتی ہی اور خبردار ہو کہ بُرا کہنا کمینہ پن ہی اور ایک حدیث شریف مین فرمایا لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی اور فرمایا الجنۃ حرام علی کل فاحش ان یدخلھا اور فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہونگے کہ دوزخ کے لوگون کو باوجود اُنکی ایذا کے اور ایذا دینگے یعنی وہ تو اپنی مصیبت مین ہونگے کھولتے پانی اور آگ مین دوڑ رہے ہونگے اور اپنی خرابی و تباہی پکار رہے ہونگے اُنپر وہ چارون اور زیادہ جلون کو جلا وینگے اُنمین سے ایک شخص ایسا ہوگا کہ اُسکے منھ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا تو اُس سے پوچھینگے کہ او ڈھیکائے ہوے کہ تیرا کیا حال ہی تونے ہمکو دکھ پر دکھ دیا وہ کہیگا کہ جو کلمہ بُرا اور خبیث تجھے سوجھتا تھا اُسکو مزہ سے کہکر جماع کا سا مزا لیا کرتا تھا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے عائشہ اگر فحش کوے آدمی ہوتا تو بُرا بد ہوتا اور فرمایا کہ البذاء والبیان شعبتان من النفاق اس حدیث مین بیان کے کئی معنی ہو سکتے ہین ایک تو یہ کہ جو شے ظاہر کہنے کی نہو اسکو بیان کرنا یعنی ظاہر کہنا مراد ہو دوسرے یہ کہ بیان سے مبالغہ غرض ہو یعنی چیز کو ایسا مبالغہ کے ساتھ کہنا کہ تکلف مین داخل ہو جاوے تیسرے یہ کہ امور دینی اور صفات الٰہیہ کا بیان مراد ہو کیونکہ ان چیزونکا مجملا عوام کے کان مین ڈال دینا اچھا ہی بہ نسبت اُسکے کہ انمین مبالغہ کیا جاوے اسلیے کہ غالب درجہ کے بیان سے شک و شبہہ پیدا ہوتا ہی اور وسوسے اُٹھتے ہین اور مجمل کہدینے سے دل جھٹ پٹ اُسکے ماننے کی طرف مائل ہو کر مطمئن ہو جاتا ہی مگر چونکہ حدیث شریف مین اس لفظ کو بذاء یعنی بکنے کے پاس ذکر فرمایا ہی تو غالب یہی معلوم ہوتا ہی کہ بیان سے غرض یہی ہی کہ جس بات سے شرم آتی ہو اُسکو پکار کر کہے اور شعبۂ نفاق اسوجہ سے ہی کہ ایسے امور مین اغماض اور تغافل ہی برتنا چاہیے کشف اور بیان نہ کرے اور ایک حدیث مین ہی کہ ان اللہ لا یحب الفاحش المتفحش الصیاح فی الاسواق اور حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بیٹھا ہوا تھا اور میرے باپ میرے آگے بیٹھے ہوئے تھے آپنے فرمایا کہ ان الفحش والتفاحش لیسا

[illegible]

من الاسلام فی شیٔ وان احسن الناس اسلاما احسنہم اخلاقا اور ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہین کہ ایسا سنا ہی کہ فحش اور بیہودہ والا قیامت کو کتے کی صورت یا اُسکے پیٹ مین ہوکر آویگا اور احنف بن قیس فرماتے ہین کہ مین تم کو سب سے زیادہ مرض بتلاتے دیتا ہون وہ زبان جھگڑ باز ہے اور کمینی عادت ہی پس یہ تو مذمت فحش کی ہوئی اب اسکی تعریف کو سنا چاہیے کہ فحش اُسکا نام ہی کہ امور قبیحہ کو صریح الفاظ سے ذکر کرنا مثلاً شرمگاہ کا نام لینا وغیرہ جیسا کہ اکثر مسخرے دن رات بکا کرتے ہین اور نیکبخت لوگ ایسی چیزونکی کنایۃً نام لینے سے بچتے ہین ضرورت کے وقت رمز کے طور پر ذکر کرتے ہین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اللہ جل شانہ حیا والا ہی گناہ کو معاف کرتا ہی اور اشارہ بیان فرماتا ہی دیکھو صحبت کو لمس کے لفظ سے ارشاد کیا ہی پس جماع کے لیے صحبت اور وقاع اور مس اور دخول وغیرہ الفاظ کنایات ہین کہ جنمین فحش نہین مگر اسکے لیے بعض الفاظ ایسے کریہ مستعمل ہین کہ ناگفتہ بہ ہین اکثر گالی وغیرہ دینے مین اُنکا استعمال ہوتا ہی اور انمین سے بھی بعض مین فحش زیادہ ہی اور بعضون مین کم اور ہر ملک دیار مین عادت کے اختلاف سے اُن مین بھی اختلاف ہی بہر صورت انمین سے کمتر درجہ کے مکروہ ہین اور زیادہ درجہ کے ممنوع اور اُن دونون کے درمیان کے الفاظ ہین کہ وہ بھی خالی از خرخشہ نہین اور کچھ فحش جماع ہی پر موقوف نہین ہر ایک امر مکروہ کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیے مثلاً قضاء حاجت کے لیے اگر پاخانہ اور پیشاب کہین تو اور الفاظ کی نسبت بہتر ہی غرضکہ جو الفاظ مکروہ ہین اُنکو صراحۃً ذکر کرنا چاہیے ورنہ فحش مین داخل ہوگا اسی طرح عورتونکا ذکر بھی کنایۃً مناسب ہی مثلاً یون نہ کہنا چاہیے کہ تمھاری جورو نے یہ کہا بلکہ اس طرح بولنا چاہیے کہ گھر مین سے یہ کہا یا پردہ سے یہ آواز آئی یا لڑکون کی مان نے یہ کہا خلاصہ یہ کہ ایسے الفاظ مین کنایۃً بولنا بہتر ہی صریح سے فحش ہو جاویگا علی ہذا القیاس جس کسی کو کوئی گھن کی بیماری ہو مثل برص و جذام و بواسیر وغیرہ کے تو انکا ذکر کرنا اچھا نہین بلکہ اسطرح ذکر کرے کہ جسکو سخت بیماری ہی یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہے تصریح سے بیان کرنا فحش ہی اور آفت لسان مین داخل ہی علاء بن ہارون کہتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے ایکبار بغل مین پھوڑا نکلا اور اُنکی عادت تھی کہ زبان کی حفاظت بہت کرتے تھے ہم اُنکی عیادت کو گئے کہ دیکھین اسمین کیا کہینگے ہم نے پوچھا کہ کہان نکلا ہی اُنھون نے فرمایا کہ ہاتھ کے اندر کیطرف اور سبب فحش کا یا ایذا دینی ہی یا بدون کی صحبت سے عادت پڑ جاتی ہی کہ اکثر اُنکی عادت گالی کی ہو تی ہی ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجکو وصیت فرمائیے آپؐ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرتا رہ اور اگر تجھ مین کچھ بات دیکھکر کوئی تجکو عار دلاوے تو تو اُس کی بات دیکھکر اُس کو عار مت دلا یعنی اگر کوئی بُرا کہے تو اُسکے جواب مین ویسا ہی مت کہہ کہ اسمین اُسکے اوپر وبال رہیگا اور تجکو ثواب ملیگا اور کسی چیز کو گالی مت دینا اعرابی کہتا ہی کہ پھر مین نے کبھی گالی نہ دی اور عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ ایک آدمی جو مجھ سے رتبہ مین کم ہی مجکو گالیان دیا کرتا ہی تو اسکا کچھ مضائقہ تو نہین کہ مین بھی اُس سے بدلا لے لون آپؐ نے فرمایا کہ گالی گلوچ کرنے والے دونون شیطان ہوتے ہین ایک دوسرے کو جھٹلاتے اور تہمت لگاتے ہین اور ایک حدیث مین فرمایا سباب المومن فسوق وقتالہ کفر اور فرمایا کہ گالی دینے والے جو کچھ کہتے ہین وہ اسی پر پڑتی ہی جس نے ابتدا کی ہو بشرطیکہ مظلوم حد سے نہ بڑھ جاوے اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے والدین کو گالی دے اُسکو خدا کی پھٹکار رہی اور ایک روایت مین ہی کہ یہ سب کبیرون سے بڑا گناہ ہی کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے لوگون نے

عرض کیا کہ حضرت آدمی مان باپ کو کیسے گالی دیگا آپ نے فرمایا کہ دوسرے کے مان باپ کو گالی دے اور وہ جواب مین اُسکے مان باپ کو کہے تو گویا اس گالی کا باعث یہی ہوا

آٹھوین آفت لعنت کرنا یہ امر حیوان اور انسان اور جمادات تک بیے سب کیلیے برا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا المومن لیس بلعان اور فرمایا کہ لاتلاعنوا بلعنة اللہ ولا بغضبہ ولا بجہنم اور حضرت حذیفہ فرماتے ہین کہ جس قوم نے ایک دوسرے کو لعنت کی اُس پر خدا کی مار ٹھیک ہوئی اور حضرت عمران بن حصین فرماتے ہین کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر مین تھے ایک انصاری عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی اُسنے جو کچھ بدی کی تو عورت نے کہا کہ تجھپر خدا کی لعنت ہی آپنے فرمایا کہ اس اونٹنی کا بوجھ وغیرہ اتار کر رہنگا کردو کہ اب تو وہ ملعون ہوچکی راوی کہتے ہین کہ وہ اونٹنی گویا میری نظر مین پھرتی ہی کہ لوگون مین پھرتی تھی اور کوئی اس سے مزاحمت نہ کرتا تھا اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ جب کوئی زمین کو لعنت کرتا ہی تو وہ کہتی ہے کہ جو ہم مین سے زیادہ نافرمان اللہ جل شانہ کا ہو اُس پر لعنت ہو اور حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضہ کو سنا کہ کسی اپنے غلام کو لعنت کرتے تھے آپ اُنکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر کیا صدیق بھی لعنت کیا کرتے ہین کلا ورب الکعبة اس جملہ کو کئی بار ارشاد فرمایا حضرت ابوبکر رضہ نے اُسی روز اُس غلام کو آزاد کردیا اور آپکی خدمت مین آکر عرض کیا کہ اب مین کبھی ایسی خطا نہ کرونگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ ان اللعانین لایکونون شفعاء ولا شہداء یوم القیامة اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اونٹ پر جاتا تھا اُس نے اپنے اونٹ کو لعنت کی آپنے فرمایا کہ اے عبداللہ ملعون اونٹ پر ہمارے ساتھ مت چلو اور یہ اسلیے فرمایا کہ اُسکو معلوم ہو کہ آپ کو یہ لعنت کہنا برا معلوم ہوا اور لعنت کے معنی یہ ہین کہ خدا کے یہان سے دور نکال دینا پس یہ لفظ اُسی پر بولنا درست ہوگا کہ جسمین ایسی صفت پائی جاوے جس سے اللہ تعالیٰ سے بعد ہوتا ہو اور وہ صفت کفر و ظلم کی ہی تو یہ کہنا جائز ہی کہ ظالمون پر خدا کی لعنت اور کافرون پر خدا کی لعنت غرض جسطور پر شرع مین وارد ہوا انہین الفاظ سے کہنا چاہیے کیونکہ لعنت مین خطر بڑا ہی اسلیے کہ یہ غیب دانی کا دعوی ہی کہ اُسکے ملعون کو خدا نے دور کردیا یہ بات تو سوا خدا کے اور کوئی نہین جان سکتا یا خدا وند کریم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دے تو اُنکو اُسکا علم ہوسکتا ہی غیر کو کسطرح علم ہوسکتا ہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ جو صفات مقتضی لعنت کے ہین وہ تین ہین کفر و بدعت اور فسق اور اُنمین لعنت کرنیکے تین طور ہین پہلا تو یہ کہ وصف عام کے ساتھ لعنت کرے مثلا یون کہے کہ کافرون اور بدعتیون اور فاسقون پر خدا کی لعنت ہو دوسرا یہ کہ وصف کو اُس سے کچھ خاص کرکے کہے جیسے خدا کی لعنت یہود و نصاری و مجوس و قدریہ و خوارج و روافض و زانی و ظالم و سود خوار پر اور یہ دونون شقین جائز ہین مگر اہل بدعت پر لعنت کہنے مین خطر رہی کیونکہ بدعت کا پہچاننا امر مشکل ہی اور حدیث شریف مین کوئی لفظ اُسکے لیے وارد نہین تو عوام کو اس سے روکنا چاہیے ورنہ لوگون مین نزاع اور فساد پیدا ہوگا تیسرا طور لعنت کا یہ ہی کہ کسی شخص معین پر ہو اور یہ محل خطر ہی مثلا زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہی تو اسکو نہ کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہی اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ جس شخص پر شرع مین لعنت ثابت ہوئی ہو اُسکے کہنے مین مضائقہ نہین مثلاً یون کہنا کہ فرعون خواہ ابوجہل پر خدا کی لعنت کیونکہ شرعاً ثابت ہی کہ یہ دونون کفر پر مرے لیکن

اُس زمانہ کے کسی شخص معین کو گو وہ کافر ہی کیون نہو لعنت کرنا اچھا نہین شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کرے اور ایماندار ہو جاوے تو پھر کس طرح اُس کو خدا کی رحمت سے دور کہہ سکتے ہین پس اگر کوئی یون کہے کہ جیسا مسلمان کو حالت اسلام مین رحمہ اللہ کہہ سکتے ہین ایسا ہی کافر کو بھی جب وہ کفر کی حالت مین ہو لعنت کرنا درست چاہیے اور جیسا کافر مین احتمال ہی کہ مسلم ہوکر مرے ویسا ہی مسلمان مین شبہہ ہی کہ کافر ہوکر مرے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ رحمہ اللہ سے مراد یہ ہی کہ خدا اُسکو مرتے دم تک مسلمان رکھے جیسا سے واجب رحمت ہو اور یہ بات ممنت مین ممکن نہین یعنی نہین کہہ سکتے کہ خدا تعالی نہ لاوے کو کافر رکھے جو لعنت کا سبب ہو اسلیے کہ یہ کفر کا سوال ہی اور ایسا سوال خود کفر ہی ہان اگر یون کہے تو ہوسکتا ہے کہ اگر کفر پر مرے تو خدا کی لعنت ہو ورنہ اگر اسلام پر مرے تو لعنت نہو اور یہ طور بھی مخطور ہی اسلیے کہ تردد ہی رہا یہ حال معلوم کیسے ہوسکتا ہی کہ خاتمہ کیسا ہوگا اور لعنت نہ کہنے مین کچھ بھی خطرہ نہین پس سبب کافر کا یہ حال ہوا تو ظاہر ہوکہ فاسق اور بدعتی کو بطریق اولی لعنت نکرنا چاہیے اسلیے کہ آدمی کا حال ہمیشہ یکسان نہین رہتا کیا معلوم ہی انجام کو کیسا ہو جاوے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کرسکتے تھے کہ اُسکا انجام کیسا ہوگا اسلیے جنکا حال معلوم ہو گیا تھا اُنکے لیے بددعا کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اللھم علیک بابی جہل بن ہشام وعتبہ بن ربیعہ اور جو لوگ کہ جنگ بدر مین کافر مارے گئے تھے اُنکو بھی لعنت اور بددعا مین شامل فرماتے تھے مگر جسکا انجام معلوم نہ تھا جب اُسکو لعنت کرتے تو خدا تعالی نے منع فرما دیا چنانچہ آپ[74] مہینہ بھر دعاے قنوت مین اُن لوگونکو لعنت کرتے رہے جنھون نے بیر معونہ کے لوگونکو مارا تھا اُسی وقت یہ آیت اتری لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم او یعذبہم فانھم ظالمون یعنی شاید وہ مسلمان ہی ہو جاوین تمنے کیسے جانا کہ وہ ملعون ہین اسیطرح اگر ہمکو بھی کسی کا حال معلوم ہو جاوے کہ خاتمہ کفر پر ہوا ہی تو اُسکو لعنت اور بُرا کہنا درست ہے بشرطیکہ اُسمین کسی مسلمان کو ایذا نہوتی ہو ورنہ اُسپر بھی لعنت درست نہین چنانچہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کو تشریف[74] لیے جاتے تھے حضرت ابوبکرؓ سے ایک قبر کا حال پوچھا کہ یہ کسکی قبر ہی آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ قبر سعید بن عاص کی ہی یہ شخص خدا اور رسول سے سرکش رہتا تھا اُسکا لڑکا عمر و بن سعید جو ہمراہ تھا اس بات سے غصہ ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ قبر اُس شخص کی ہی کہ ابوبکر کے باپ ابو قحافہ سے زیادہ کھانا کھلاتا تھا اور اُسکی نسبت زیادہ شجاع تھا پس حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ آپ ملاحظہ فرماوین کہ یہ مجھسے کیسی بات کہتا ہی آپ نے اُسکو منع فرمایا اور اُنکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ جب کفار کا ذکر کیا کرو تو عام طور پر کہا کرو ورنہ تخصیص مین اُنکی اولاد برا مانیگی تو لوگون نے خاص کو بُرا کہنا چھوڑ دیا اور نعیمان شراب پیا کرتا کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین اُسکو سزا ہوئی پس بعض صحابہ نے کہا کہ خدا کی لعنت اُس شخص پر اکثر یہی پکڑا آتا ہی آپ نے فرمایا کہ لاتکن عونا للشیطان علی اخیک اور بعض روایت مین یہ ہی کہ آپنے فرمایا لاتقل[5] ہذا فانہ یحب اللہ و رسولہ غرضکہ شخص معین کی لعنت سے اُسکو روکدیا اُس سے معلوم ہوا کہ معین آدمی فاسق کی لعنت جائز نہین حاصل کلام یہ ہے کہ معین لوگونکی لعنت مین خرابی ہی اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان ہی کو لعنت نکرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہین شیطان سے بڑھکر کوئی تو اور کیا ہوگا رہا یزید کی لعنت کا حال کہ اگر اُسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اجازت قتل دی تو اُسکو لعنت کہنا درست ہی یا نہین تو اُسکا یہ حال ہی کہ قتل و اجازت دونون بایہ ثبوت کو نہین پہونچتی لعنت کا تو کیا ذکر ہی جبتک اُسکا قتل یا اجازت ثابت نہو تب تک اُسکو قاتل اور اجازت دہ بھی نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ قتل گناہ کبیرہ ہی اُسکی نسبت مسلمان کیطرف بلا ثبوت کامل نہین ہوسکتی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اگر کوئی کسی کو کافر یا فاسق کہے اگر وہ ایسا نہو گا تو یہ لفظ کہنے والے ہی پر لوٹ آویگا اور فرمایا ما شہد رجل علی رجل بالکفر الا باء بہ احدہما ان کان کافرا فہو کما قال وان لم یکن کافرا فقد کفر بتکفیرہ ایاہ اور یہ سوئت ہی کہ مسلمان جانکر کافر کہے لیکن اگر بدعت وغیرہ کے سبب اُسکو کافر کہا تو خطاوار ہوگا کافر نہو گا اور حضرت معاذ رض فرماتے ہین کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو منع کرتا ہون مسلمان کو گالی نہ دینا اور امام عادل کی نافرمانی نہ کرنا اور مردون کے حال سے تعرض کرنا بہت سخت ہے مسروق فرماتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رض کیخدمت مین گیا تو انھون نے کہا کہ فلانے شخص کا کیا حال ہی اُسپر خدا کی لعنت ہو مین نے عرض کیا کہ وہ مرگیا اُنھون نے فرمایا کہ خدا اُسپر رحم کرے مین نے پوچھا یہ کیا بات ہی اُنھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا اور فرمایا لاتسبوا الاموات فتوذوا بہ الاحیاء اور نیز فرمایا یاایہا الناس احفظونی فی اصحابی واخوانی واصہاری ولا تسبوہم ایہا الناس اذا مات المیت فاذکروا منہ خیرا اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ بھی کہنا جائز ہی یا نہین کہ قاتل امام حسین علیہ السلام یا قتل کی اجازت دہندہ پر خدا کی لعنت ہو اُسکا جواب یہ ہی کہ بہتر یہ ہی کہ یون کہے اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبل توبہ مرا ہو تو اُسپر خدا کی لعنت کیونکہ یہ احتمال ہی کہ شاید بعد توبہ مرا ہو دیکھو کہ وحشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حالت کفر مین شہید کیا تھا مگر پھر مسلمان ہو کر کفر اور قتل سب سے توبہ کری اب نہین ہوسکتا کہ کوئی اُنکو لعنت کرے علاوہ اُسکے قتل گناہ کبیرہ ہے اس سے کافر مطلق تو ہو ہی نہین جاتا اسلیے اگر توبہ کی قید نہ لگائیگا تو لعن مین موجب خطر ہی اور سکوت مین کچھ بھی خطر نہین تو سکوت ہی بہتر ہی اور ہم نے جو یزید کی لعنت کا یہان ذکر کیا تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن کے باب مین جھٹ پٹ زبان کھول دیتے ہین حالانکہ حدیث شریف مین آچکا ہی کہ مومن لعنت کنندہ نہین ہوتا تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مرگیا ہو اُسکے سوا پر زبان لعن نہ کھولین اور اگر لعنت ہی کو دل چاہے تو معین شخص کا ذکر نہ کرین وصف عام کے طور پر لعنت کرین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس سے تو یہی بہتر ہی کہ آدمی کچھ ذکر خدا کرے اور اگر نہو سکے تو چپ رہے اسی مین سلامتی ہی ع خوشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید مکی بن ابراہیم کہتے ہین کہ ہم ابن عون کے پاس تھے اتنے مین بلال بن ابی بردہ کا ذکر چلا تو لوگ لعنت و مذمت کرنے لگے ابن عون چپکے سنا کیے لوگون نے اُنسے کہا کہ تمہین یاد ہی اُسنے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا آپ اُسکو برا کیون نہین کہتے آپنے فرمایا کہ قیامت کو نامۂ اعمال مین بھی دو باتین ہونگی ایک لا الہ الا اللہ دوسرے فلانے نے فلان کو لعنت کی تو مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ میرے نامۂ اعمال مین اول کلمہ نکلے دوسرا نہ نکلے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ مجھکو کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ یہی وصیت ہی کہ بہت لعنت مت کیا کرو اور ابن عمر رض فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ناگوار وہ ہی جو کثرت سے لعن وطعن کیا کرے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ مومن کو لعنت کرنا اُسکے قتل کے برابر ہی اور حماد بن زید جو اس قول کے راوی ہین کہتے ہین کہ اگر اس قول کو حدیث کہون تب بھی کچھ مضائقہ نہین اور واقع مین ابی قتادہ سے اسی مضمون کی حدیث نقل بھی ہی کہ من لعن مومنا فہو مثل ان یقتلہ اور کسی کو کوسنا بھی لعنت کے قریب ہی ہی یہان تک کہ ظالم کے حق مین یون کہنا

کر خدا اسکو اچھا اور تندرست نکرے اور اسکو موت آدے وغیرہ بھی برا ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ان المظلوم لیدعوا علی الظالم حتے یکافیہ ثم یبقی للظالم عنده فضلة یوم القیامة

نوین آفت راگ و شعر ہی باب سماع مین ہم لکھ چکے ہین کہ راگ مین سے کونسا حرام اور کونسا حلال ہی اُسکے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین اور شعر کا یہ حال ہی کہ اسمین سے اچھا اچھا ہی اور برا برا مگر اسطرح کہنا کہ اُسی کا ہو رہے یہ البتہ مذموم ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لان یمتلی جوف احدکم قیحا حتی یریہ خیر لہ من ان یمتلی شعرا اور مسروق سے کسی نے کوئی بیت پوچھی تو اُنکو برا معلوم ہوا لوگون نے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ میرے نامۂ اعمال مین شعر نکلے اور بعض اکابر سے کسی نے کوئی شعر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اُسکے عوض خدا کا ذکر کرو تو بہتر ہی خلاصہ یہ کہ شعر پڑھنا اور بنانا حرام نہین ہی بشرطیکہ اسمین کوئی کلام بیجا نہو کیونکہ حدیث صحیح ہی کہ ان من الشعر لحکمة مگر اتنی بات ہی کہ شعر مین اکثر مدح اور ہجو اور عورتونکا ذکر ہوتا ہی اور اسمین دروغ کو گنجائش ہی ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت انصاری کو ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کی ہجو بیان کرو اور مدح مین مبالغہ کرنے سے گو کسی قدر جھوٹ بھی ہو جاوے حرمت نہین ہوتی مثلاً سخاوت کی تعریف مین اسطرح کہا جاوے سے جو ملک جہان کوئی اُس سے کچھ عذر نہ کرے + دلے ضرور ہے سائل کو بھی خدا کا خوف + تو اگر ممدوح سخی نہوگا تو شاعر جھوٹا ہی ورنہ اگر سخی ہوگا تو مبالغہ شعر مین کچھ اور ہی نمک مرچ لگا دیتا ہے اُس کا اعتقاد تو مقصود ہوتا ہی نہین علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار ایسے پڑھے گئے ہین کہ اگر ان مین تلاش کی جاوے تو مضامین مبالغہ کے نکلین گے حالانکہ آپ نے منع نہین فرمایا حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ مین ایک روز سوت کات رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی ٹانک رہے تھے مین نے جو آپ کیطرف دیکھا تو یہ نظر آیا کہ پیشانی مبارک عرق آلود ہی اور قطرات عرق روشنی مین کہکشان کی بہار دکھار ہے ہین مین دیکھتے ہی اس حسن خداداد پر حیران رہگئی آپ نے جو میری حیرانی کیطرف ملاحظہ فرمایا تو پوچھا کہ ایسی مبہوت کیون ہو رہی ہو مین نے عرض کیا کہ آپ کے اب جو پیشانی سے جو نور کی لہر اُٹھ رہی ہی اُس سے در طہ حیرت مین ہون اگر آپ کو ابو بکر ہذلی دیکھتا تو جانتا کہ اُسکے شعر کے مصداق آپ ہی ہین آپ نے فرمایا کہ اُسکے شعر کیا ہین مین نے عرض کیا کہ یہ دو بیتین ہین سے ومبرأ من کل غبر حیضة + وفساد مرضعة وداء مغیل + واذا نظرت الی اسرة وجهه + برقت کبرق العارض المتهلل انکا خلاصہ یہ ہی سے خمیرہ مایۂ صبح ست از صفا بدنت + تراب قالب خورشید و ماہ ریختہ اند + سے بچہرۂ عرق آلود او نگر ز سحر + در آفتاب قیامت

نمود پروین را + حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آپ نے اپنا کام چھوڑ کر میری پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ جزاک اللہ خیرا یا عائشہ تو مجھ سے اتنی خوش نہین ہوئی ہوگی جتنا مین تجھ سے راضی ہوا اور جب جنگ حنین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو عباس بن مرداس کو چار اونٹ مرحمت فرمائے وہ چلے گئے اور ایک قصیدہ شعر اپنی زیادتی اتفاق اور شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا آپ نے لوگون سے فرمایا کہ اسکی شکایت رفع کر دو حضرت ابو بکر صدیق اسکو اپنے ساتھ لیگئے یہانتک کہ اُنھون نے سو اونٹ پسند کیے پھر تو سب مین زیادہ راضی و خوش تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب بھی کچھ شعر کہا کرتے ہو

انھون نے عذر معذرت کرنی شروع کی اور عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر قربان ہون مین اپنی زبان پر شعر کو ایسا پاتا ہون جیسے چیونٹی چلتی ہو جب وہ چیونٹی کی طرح میری زبان مین کاٹنے لگتی ہی تو کچھ کہہ لیتا ہون بے کہے چارہ نہین آپ متبسم ہوے اور فرمایا کہ عرب کے لوگ شعر گوئی نہ چھوڑینگے جبتک کہ اونٹ بلبلاتے رہین گے

دسوین آفت ہنسی ٹھٹھا ہی اصل مین یہ بھی بری اور ممنوع ہی مگر تھوڑی سی کا مضائقہ نہین حدیث شریف مین ہی لاتمار اخاک ولاتمازحہ بس اگر یہ کہو کہ بات کاٹنی اور اعتراض کرنے مین تو ایذا ہوتی ہی کہ دوسرے کو جھوٹا یا جاہل قرار دیتے ہین مزاح مین تو یہ بات نہین اس سے صرف چہل اور دل لگی ہوتی ہی یہ کیون ممنوع ہی پس جاننا چاہیے کہ ہنسی کی افراط اور مداومت ممنوع ہی مداومت سے تو دل ہمیشہ کھیل اور بیہودہ باتوں مین مصروف ہو جاتا ہی اور کھیل اگرچہ مباح ہی ہو مگر ہمیشہ اُسکا مرتکب ہونا ممنوع ہی اور افراط ہنسی سے قہقہہ دبھتا ہی جس سے دل مرجاتا ہی اور دل مین بغض پیدا ہوتا ہی اور ہیبت و وقار اُٹھ جاتا ہی اور اگر ہنسی ان عیوب سے پاک ہو تو مذموم نہین چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا انی لامازح ولااقول الاحقا پس یہ آپ ہی کا کام تھا اس بات پر قادر تھے کہ ہنسی دل لگی مین امر حق کو فروگذاشت نہ کرین دوسرا شخص اگر اسکی سلسلہ جنبانی کرتا ہی اسکا مقصود تو یہی ہوتا ہی کہ جسطرح ہو لوگونکو ہنسائے حالانکہ حدیث شریف مین ہی کہ آدمی وہ بات کرتا ہی جس سے اُسکے پاس والے ہنسین اور اُسکی باعث دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہی اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ جو بہت ہنستا ہی اُسکی ہیبت کم ہوتی ہی اور جو چہل کرتا ہی نظرون مین سبک ہو جاتا ہی اور جو ایک چیز کو زیادہ کرتا ہی وہ اسی کے نام سے مشہور ہو جاتا ہی اور جو زیادہ بولتا ہی وہ زیادہ غلطی کرتا ہی اور جو زیادہ غلطی کرتا ہی اسمین حیا کم ہوتی ہی اور جسکا حیا کم ہوتا ہی اُسکا ورع بھی کم ہوتا ہی اور جو پرہیز کم کرتا ہی اُس کا دل مرجاتا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ ہنسی کے باعث آخرت سے غفلت پائی جاتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا ولضحکتم قلیلا ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا کہ تمکو یہ بھی خبر ہی کہ دوزخ مین جانا پڑیگا اُسنے جواب دیا کہ ہان معلوم ہی اُسنے کہا یہ بھی معلوم ہی کہ اسمین سے نکلنا بھی نصیب ہوگا جواب دیا کہ یہ تو معلوم نہین کہا کہ پھر خوشی کس چیز سے کر رہے ہو کہتے ہین کہ پھر کسی نے اسکو مرتے دم تک ہنستے نہ دیکھا اور یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ حسن رضی اللہ عنہ تیس برس تک نہ ہنسے اور عطاء سلمی کی نقل ہی کہ وہ چالیس برس تک نہ ہنسے اور وہیب بن الورد نے کچھ لوگون کو دیکھا کہ عید فطر مین ہنس رہے ہین آپنے فرمایا کہ اگر انکی مغفرت ہوگئی ہی تو یہ فعل شکر کرنے والون کا سا نہین اور اگر مغفرت نہین ہوئی تو یہ کام خوف کرنے والونکا سا نہین اور حضرت عبداللہ بن ابی یعلی فرماتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید کفن دھوبی کے یہان سے دھل کر آگیا ہو یعنی موت بہت جلد آ جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو گناہ کرکے ہنستا ہے وہ دوزخ مین روتا جاویگا اور محمد بن واسع فرماتے ہین کہ جب کوئی جنت مین جاکر رووے تو خواہ مخواہ تعجب کی بات ہی لیکن جو دنیا مین ہنستا ہی اور اپنے ٹھکانے اور انجام کا حال نہین جانتا یہ جنت کے رونے سے بھی زیادہ تر عجیب بات ہی یہ آفتین ہنسی کی ہین مگر ہنسی مین سے وہی قسم بری ہی جو آواز کے ساتھ ہی یعنی مسکرانے سے زیادہ اور مسکرانا جسکو تبسم کہتے ہین اور بے آواز ہوتا ہی وہ اچھا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسیطرح تبسم فرماتے تھے حضرت قاسم سے روایت ہی کہ ایک اعرابی ایک سرخ اونٹ پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور سلام کیا پھر جب اونٹ کو آگے بڑھانے کا ارادہ کیا کہ کچھ پوچھے اونٹ نے بھڑکنا شروع کیا کئی بار ایسا ہی ہوا صحابہؓ یہ دیکھ کر ہنسنے لگے

اونٹ کو یہانتک بھڑکا کہ وہ سوار گر کر مر گیا لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ اونٹ نے اُس اعرابی کو ٹپکا دیا اور وہ مر گیا آپ نے فرمایا وہ تو مر گیا مگر اسکا خون تمھارے منھ مین بھرا ہوا ہی اور جس ہنسی سے ہیبت و وقار جاتا ہو وہ بھی مذموم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو ہنسی کرتا ہی خفیف ہوجاتا ہی اور محمد بن منکدر رح فرماتے ہین کہ میری مان نے مجھ کو نصیحت کی ہے کہ لڑکون سے ہنسی مت کرنا ورنہ اُن کی نظرون مین ہلکا ہوجاوے گا اور سعید بن العاص نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ نہ شریف آدمی سے ہنسی کر کہ تجھ سے دشمنی کرے گا اور نہ کمینے سے ہنسی کر کہ تجھ پر جرأت کرنے لگے گا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرو اور ہنسی سے کو سون بھاگو کہ اُس سے کینہ ہوتا ہی اور انجام بُرا ہوتا ہی قرآن کا ذکر کیا کرو اور اگر گران معلوم ہو تو عمدہ حالات مردونکے بیان کیا کرو اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمکو یہ معلوم ہی کہ ہنسی کا نام مزاح کیون ہوا لوگون نے عرض کیا کہ ہمکو نہین معلوم آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ مزاح مشتق زیح سے ہی جسکے معنی دوری کے ہین تو اس سے یہ غرض ہوئی کہ مزاح حق سے دور کرتا ہی اور ہر شی کا ایک بیج ہی اور عداوت کا بیج مزاح ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ مزاح سے عقل سلب ہوجاتی ہی دوست الگ ہوجاتے ہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ اگر شاذ و نادر کوئی ایسا شخص ہو کہ مزاح مین حق کے سوا کچھ نہ کہے کسی کو ایذا نہ دے اور نہ افراط کرے بلکہ کبھی کبھی کیا کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب کا دستور تھا تو اسطرح کے مزاح مین کچھ مضائقہ نہین مگر بڑی غلطی کی بات ہی کہ آدمی مزاح اپنا پیشہ دائمی کر لے اور خوب افراط کے درجہ کو پہونچا دے اور پھر دعوی کرے کہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب رض کا اتباع کرتا ہون اُسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی دن بھر حبشیون کے ساتھ پھرے اور ناچ دیکھے اور کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عائشہ رض کو عید کے روز ناچ دیکھنے کی اجازت دی تھی حالانکہ یہ غلط ہی اسلیے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہوجاتا ہے بلکہ مباح چیز دن پر اصرار بھی بعض اوقات گناہ صغیرہ ہوجاتا ہی اس بات کو خوب یاد کر لینا چاہیے ہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح مزاح فرماتے تھے وہ یہان لکھے دیتے ہین تاکہ دھوکا نہ پڑے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ہم سے مزاح کرتے ہین فرمایا کہ البتہ اگر کبھی مزاح کرتا ہون تو سچ بات کے سوا کچھ نہین کہتا اور عطار روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی کیا کرتے تھے یا نہین آپ نے فرمایا کہ کرتے تھے اُس نے پوچھا کہ کس طرح کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ ایک روز آپنے اپنی ازواج مطہرات مین سے کسی کو ایک تھان دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسکو پہنو اور خدا کا شکر کرو اور اس مین سے دلھن کے دامن بناؤ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم اپنی ازواج مطہرات سے اور لوگون کی نسبت زیادہ چہل فرماتے تھے اور یہ بھی روایت ہی کہ آپ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے اور حضرت حسن رض سے روایت ہی کہ ایک بڑھیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوئی آپنے اُس سے فرمایا کہ جنت مین کوئی بڑھیا نجائیگی وہ رونے لگی آپنے فرمایا کہ تو اُسوقت بڑھیا نہ رہیگی خدا تعالی فرماتا ہی انا انشاناہن انشاء فجعلناہن ابکارا اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین کہ ایک عورت ام ایمن نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین آئی اور عرض کیا کہ آپ کو میرا شوہر بلاتا ہے آپنے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی نہین جسکی آنکھ مین سفیدی ہی اُسنے عرض کیا کہ اُسکی آنکھین تو اچھی ہین اُن مین سفیدی نہین آپنے فرمایا کہ بیشک ہے

[illegible] ترمذی [illegible] ۱۲ نسائی ۱۲ [illegible] ۵ ترمذی ۱۲ [illegible] ۶ یعنی وہ عورتیں [illegible] زبیر بن بکار و ابن ابی الدنیا بروایت عبد اللہ بن اسلم [illegible] ۱۲

اُسنے تبسم کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص نہین جسکی آنکھ مین سفیدی نہین یعنی حدقۂ چشم ہر ایک انسان کا سیاہی اور سفیدی دونون
رکھتا ہی اور ایک اور عورت آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو ایک اونٹ سواری کو ملے آپ نے فرمایا کہ مین تیری
سواری کے لیے اونٹ کا بچہ دونگا اُسنے عرض کیا کہ بچہ لیکر مین کیا کرونگی وہ مجھے کیسے اُٹھاویگا آپ نے فرمایا جو اونٹ ہوتا ہی
وہ اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہی پس آپ کا مزاح اسی طرح کا ہوتا تھا اور نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت ابوطلحہ
رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا تھا اُسکا نام ابوعمیر تھا ایک لال اُسنے پالا تھا اور اُس سے کھیلا کرتا جب آپ اُنکے گھر جاتے تو اُس
لڑکے سے فرماتے یا ابا عمیر مافعل النغیر اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ جنگ بدر مین مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی آپنے
فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑین دیکھین کون آگے نکلجاوے مین نے اپنا دوپٹہ مضبوط باندھ لیا اور ایک نشان کھینچکر اُسپر کھڑی ہوئی اور دوڑی اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کا بدلہ ہی ذی المجاز ایک جگہ کا نام ہی جب حضرت عائشہ رض
چھوٹی تھین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُنکو کچھ لینے کو بھیجا تھا آپنے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
انکار کیا اور لیکر بھاگین آپ اُنکے پیچھے دوڑے مگر وہ ہاتھ نہ آئین اسی قصہ کو حضرت نے اُسوقت یاد دلایا چنانچہ ایک دوسری
روایت مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی کہ اول دفعہ جو مین آپ کے ساتھ دوڑی تو آگے نکل گئی مگر دوبارہ جب مین فربہ ہوگئی
اور دوڑی تو آپ آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ اول دفعہ کا بدلہ ہے اور نیز فرماتی ہین کہ ایک روز آپ میرے گھر مین تھے اور بی بی
سودہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھین مین نے قلیہ تیار کیا اور سودہ سے کہا کہ کھاؤ اُنھون نے کہا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا مین نے کہا
کھاؤ تو کھاؤ نہین تو تمھارے منھ پر مل دونگی اُنھون نے کہا کہ مین تو نہین کھاؤن گی مین نے پیالے مین سے لے کر اُن کے
منھ پر لیس دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونون کے بیچ مین بیٹھے تھے اپنا پاؤن بیچ مین سے ہٹا لیا تاکہ وہ بھی اپنا
عوض مجھ سے لین اُنھون نے پیالہ مین ہاتھ ڈال کر میرے منھ پر پھیر دیا آپ بیٹھے ہنستے رہے اور ضحاک بن سفیان کلابی نہایت
بدصورت آدمی تھے جب وہ بیعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضہ بھی موجود تھین
اور اسوقت تک پردہ کا حکم نہوا تھا بیعت کے بعد اُنھون نے عرض کیا کہ میرے پاس دو بیبیان اس سرخ عورت یعنے عائشہ
رضی اللہ عنہا سے بھی اچھی ہین اگر آپ نکاح کرین تو ایک کو مین آپ کے واسطے بھیجدون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
اُنسے پوچھا کہ وہ خوبصورت ہین یا تم اُنھون نے کہا کہ مین اُنسے کہین اچھا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال و جواب سے ہنسے
کہ ایسی صورت ہونے پر اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہین اور حضرت علقمہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن
علیہ السلام کو گود مین لیے اُنکے سامنے اپنی زبان نکال رہے تھے اور وہ زبان مبارک کو دیکھ دیکھ خوش ہو رہے تھے اتنے مین عیینہ بن
بدر فزاری نے کہا کہ میرے جو لڑکا ہوتا ہی اُسکی ڈاڑھی نکلنے تک بھی مین کبھی پیار نہین کرتا آپنے فرمایا کہ من لا یرحم لا یرحم پس اسطرح کی ہنسی عورتون
اور بچون سے آپ کیا کرتے تھے اور یہ گویا کہ ان دونون فریق کے ضعف دل کے علاج کے طور پر تھی نہ ٹھٹھے وغیرہ کے طور پر اور ایکبار صہیب رض
کی آنکھ مین درد تھا اور خرما کھاتے تھے آپنے فرمایا کہ تمھاری آنکھ دکھتی ہی اور تم خرما کھاتے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت مین دوسری ڈاڑھ سے

کھاتا ہون آپ اتنے ہنسے کہ کچلیان ظاہر ہونے لگین اور روایت ہی کہ خوات بن جبیر انصاری بن کعب کی عورتون مین مکہ معظمہ کی راہ پر بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اسطرف ہوا فرمایا کہ تم ان عورتون مین کیون بیٹھے ہو انھون نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اونٹ شریر ہی اسکے لیے انسے رسی ڈھونڈ رہا ہون آپ اپنے کام کو تشریف لے گئے جب وہان سے پھرے تو پھر انسے فرمایا کہ اُس اونٹ نے ابھی شرارت نہین چھوڑی خوات کہتے ہین کہ مجھے شرم آگئی اور چپ ہو رہا اور اُسکے بعد جہان کہین حضرت کو دیکھتا شرم کے مارے بھاگ جاتا یہانتک کہ مین مدینہ منورہ مین آکر مشرف باسلام ہوا ایک روز مین مسجد مین نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ تشریف لائے اور میری طرف بیٹھ گئے مین نے بڑی رکعتین پڑھنی شروع کین آپ نے فرمایا کہ طویل نماز مت پڑھو مین تمھارا منتظر ہون جب مین نے سلام پھیرا تو آپنے فرمایا کہ اُس اونٹ نے ابتک شرارت نہین چھوڑی مین مارے شرم کے کچھ نہ کہہ سکا آپ تشریف لیگئے مگر میرا یہ حال تھا کہ آپ سے بھاگتا پھرتا تھا ایک روز آپ دراز گوش پر سوار مجھکو ملے کہ دونون پاے مبارک ایک ہی طرف کو کر رکھے تھے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ ابتک اونٹ نے شرارت چھوڑی کہ نہین مین نے عرض کیا کہ قسم ہی اُس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق کیا ہے جس روز سے مین مسلمان ہوا ہون اُس روز سے کبھی بد ذاتی نہین کی آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر الٰہی اس شخص کو ہدایت فرما اللہ تعالی نے انکو ہدایت کی اور بڑے اچھے مسلمان ہوئے اور نعیمان انصاری ایک منہ زور آدمی تھا مگر شراب بہت پیتا تھا جب حضرت کی خدمت مین اسکو لاتے تو آپ اپنی جوتی سے اُسکو مارتے اور اصحاب رضہ کو فرماتے وہ بھی جوتیان لگاتے جب بہت دفعہ پٹا تو ایک شخص نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ خدا اسپر لعنت کرے آپ نے اُسکو فرمایا کہ یون مت کہو یہ آدمی اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہی اور حال نعیمان کا یہ تھا کہ مدینہ منورہ مین جب کبھی دودھ یا کوئی نئی چیز آتی تو اس مین سے خرید کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین لاتا اور کہتا کہ یا حضرت یہ چیز مین نے آپ ہی کیلیے مول لی ہی اور ہدیہ لایا ہون جب اُس چیز کا مالک دام مانگنے آتا تو اُسکو بھی آپ کی خدمت مین لاتا اور عرض کرتا کہ فلان چیز کے دام اسکو عنایت فرمائیے آپ فرماتے کہ وہ تو تونے ہدیہ دی تھی عرض کرتا کہ میرے پاس دام نہ تھا مگر میرا دل یون چاہتا تھا کہ آپ اُس کو کھاوین اسلیے کہہ گیا تھا آپ ہنس کر دام دلوا دیتے پس اسطرح کے مطائبات کبھی کبھی جائز ہین اُنپر دوام کرنا بُرا ہے اور زیادہ ہنسی سے دل مرجاتا ہے

گیارھوین آفت مسخراپن اور دوسرے کو بنانا اور ٹھٹول کرنا ہی اگر اُس سے دوسرے کو ایذا ہو تو حرام ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منہم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منہن اور تمسخر کے معنی یہ ہین کہ دوسرے کی اہانت اور حقارت کرنی اور اُسکے عیب و نقصان اسطرح بیان کرنے جس سے ہنسی آوے اور یہ کئی طور ہو سکتا ہے یا اُسکے فعل کی نقل کرنے سے یا قول کی نقل سے یا اشارہ و ایماء سے پس اگر پیٹھ پیچھے ہو تو غیبت ہی ورنہ تمسخر اور استہزا نام ہی گو یہ غیبت نہین مگر دونون کا حاصل ایک ہی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین نے ایک آدمی کی نقل اُتاری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا واللہ ما احب انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین یا ویلتنا ما لہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا یہ ارشاد کیا ہی کہ صغیرہ سے مراد تبسم ہی مومن کے تمسخر پر اور کبیرہ سے مراد کھلکھلانا ہی تمسخر پر اس

۲۶ الطبرانی و کبیر
۲۷ بروایت زید بن اسلم عن خوات ۱۲
ابن عبد البر بروایت محمد بن عمرو بن حزم مرسلا
۲۸ ای الزبیر بن بکار فی کتاب الفکاہۃ
دوسرون سے شاید وہ بہتر ہون انسے اور نہ عورتین دوسری عورتون سے شاید وہ بہتر ہون ۱۲
۴۷ ابوداود و ترمذی ۱۲
۵۷ قسم ہے اسکی نہین پسند کہ مین کسی آدمی کی نقل اُتارون اور مجھکو بہت کچھ ملے ۱۲
ای خرابی کیا ہے یہ کتاب چھوٹی اور بڑی کچھ نہین چھوڑتی ۱۲

تفسیر سے معلوم ہوا کہ لوگون پر ہنسنا گناہ مین داخل ہی اور عبد اللہ بن زمعہ فرماتے ہین کہ مین نے خطبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی
کہ آپ گوز پر ہنسنے کے باب مین نصیحت فرماتے تھے کہ جس بات مین آدمی خود مبتلا ہی اُس پر دوسرے کو کیون ہنستا ہے اور ایک حدیث
مین ہی کہ جو لوگ دنیا مین لوگون پر ہنستے ہین قیامت کو اُنسے بھی ہنسی ہوگی کہ ایک دروازہ جنت کا کھول دیا جاویگا اور اُن کو کہا
جاویگا کہ یہان آؤ یہان آؤ مصیبت کے مارے جب دروازے کے قریب پہونچینگے تو بند کر دیا جائیگا اور دوسرے دروازے سے بلایا
جاویگا جب وہان جاوینگے تو یہی حال پاوینگے اسی طرح ہوتا رہیگا یہانتک کہ آخر کو تھک کر نہین جاوینگے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من غیر اخاہ بذنب قد تاب منہ لم یمت حتی یعملہ اور ان سب کا مآل ایک ہی یعنی دوسرے کی حقارت واہانت
و ذلت اور اُسپر ہنسی اور استہزا کرنا آیت گذشتہ مین اُسپر تنبیہ موجود ہی کہ عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم یعنی براہ حقارت دوسرے پر ہنسنا نہ چاہیے
کیا معلوم ہی شاید وہی اچھا ہو غرضکہ دوسرے پر ہنسنا اسی صورت مین حرام ہی کہ اسکو ایذا ہوتی ہو اور اگر کوئی اس امر سے خوش ہوتا ہو
تو اُسپر ہنسنا اُسکے حق مین حکم مزاح کا رکھتا ہی جسکا حال مفصل اوپر بیان ہوا حرام وہی استہزا ہی جسمین کسی کو ایذا ہو مثلاً اگر کلام مین کہین
کچھ خبط نکلجاوے تو اُسپر ہنسنے لگنا یا افعال پر استہزا کرنا کہ خط کیا خوب لکھتے ہین یا فلانا کام کیا اچھا کرتے ہین یا قد وقامت وصورت
پر ہنسنا جیسے بَونے یا نکٹے آدمی کو ہنسا کرتے ہین یا کوئی عیب ونقصان دیکھکر ہنسنا وغیرہ سب داخل تمسخر ہین اور اُن سے
شرعاً اجتناب چاہیے

بارھوین آفت راز کا ظاہر کر دینا یہ بھی ممنوع ہی اسلیے کہ اسمین بھی ایذا ہوتی ہی اور حق معرفت و دوستی برباد جاتا ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین اذا احدث الرجل الحدیث ثم التفت فہی امانۃ اور یون بھی ارشاد فرمایا ہی کہ الحدیث بینکم امانۃ اور حضرت حسن رضی اللہ
عنہ فرماتے ہین کسی بھائی کا راز کھول دینا بھی خیانت مین داخل ہی روایت ہی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ سے کوئی راز
کہا اُنھون نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھ سے آج حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ایک راز کہا ہی اور یقین ہی جب مجھ سے کہدیا ہی تو تم سے
کیون چھپا رہیگا اُنھون نے کہا کہ اُس بات کا ذکر مجھ سے مت کرو اسواسطے کہ جب تک آدمی راز کو چھپائے رکھتا ہی تب تک اُس کے
قابو مین ہی اور جب کہدیا تو دوسرے کے اختیار مین چلا گیا مین نے کہا کہ کیا یہ معاملہ باپ بیٹے مین بھی ہوتا ہی اُنھون نے کہا کہ ہرچند
باپ بیٹے مین نہین ہوتا مگر مین یہ چاہتا ہون کہ تیری زبان راز کے بیان کرنے پر نہ کھلے اور تجکو افشاء راز کی عادت نہو پھر مین نے حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت مین جاکر سب ماجرا بیان کیا اُنھین نے فرمایا کہ تیرے باپ نے تجکو خطا کی غلامی سے آزاد کر دیا خلاصہ
یہ کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہی اور اگر اسمین کسی کا ضرر ہوتا ہو تو حرام ہی اور اگر ضرر نہوتا ہو تو بھی کمینہ پن ہی اور راز کے پوشیدہ
رکھنے کا حال ہم باب آداب صحبت مین لکھ چکے ہین ضرورت دوبارہ لکھنے کی نہین

تیرھوین آفت جھوٹا وعدہ کرنا ہی زبان وعدہ کے لیے پیش قدمی کیا کرتی ہی مگر نفس پر پورا کرنا ناگوار ہوتا ہی تو وعدہ جھوٹا ہو جاتا
ہی اور یہ امر نفاق کی علامت ہی حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
وعدہ کرنا عطا مین شمار ہے اور فرمایا الوائے مثل الدین یعنی وعدہ بھی ایک طرح کا قرض ہی اور خداوند کریم نے اپنے نبی اسمٰعیل

علیہ السلام کی تعریف اپنی کتاب مجید مین یون فرمائی ہی اِنّہ کَانَ صَادِقَ الوَعْد روایت ہی کہ ایک جگہ مین ایک شخص سے وعدہ کیا تھا وہ شخص جب تک وہان بائیس دن نہ آیا آپ اُس کے انتظار مین اتنی مدت وہان ہی رہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو جب موت کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ ایک قریشی شخص نے مجھسے میری لڑکی کی درخواست کی تھی اور مین نے کچھ مذبذب وعدہ کر لیا تھا پس بخدا مین خدا کے سامنے تہائی نفاق لیکر نجاؤنگا تم گواہ رہو کہ مین نے اُسی شخص کو اپنی لڑکی بیاہ دی اور عبد اللہ بن ابی الحمساء روایت کرتے ہین کہ مین نے قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا تھا اور آپکا کچھ دام میری طرف رہگیا تھا مین نے عرض کیا کہ ابھی لائے دیتا ہون آپ یہان ٹھہرئیے مگر مین اُس روز اور اگلے روز بھول گیا تیسرے روز جو آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی جگہ پایا آپ نے فرمایا کہ میان صاحب آپ نے تو بڑی مصیبت مین جان ڈالی کہ یہان تین روز سے تمھارے انتظار مین ہون اور ابراہیم بن ادہم سے روایت ہے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کر جاوے اور میعاد پہ نہ آوے تو کیا کرے آپ نے فرمایا کہ یہانتک انتظار کرے کہ نماز آیندہ کا وقت آجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے وعدہ فرماتے تو شاید کا لفظ فرماتے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ ہر ایک وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ کہا کرتے تھے اور یہی بہتر بھی ہی پھر اگر اُسکے ساتھ پختہ ارادہ بھی ہو تو پورا کرنا چاہیے اگر معذور نہو اور اگر وعدہ کے وقت اس امر کا قصد پختہ کر لیا کہ پورا نہین کرونگا تو اُسکا نام نفاق ہی چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص مین تین باتین ہون وہ پکا منافق ہی گو نماز روزہ ادا کرے اور زبان سے کہے جاوے کہ مین مسلمان ہون وہ تین باتین یہ ہین بات کہے تو جھوٹی اور وعدہ کرے تو پورا نکرے کوئی کچھ امانت اُسکے پاس رکھوا دے تو اُسمین خیانت کرے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا جسمین چار چیزین ہون وہ منافق کامل ہی اور جسمین ایک چیز اُنمین کی ہو اُسمین اُسی قدر نفاق بھی ہوگا جبتک کہ اسکو ترک نکرے اوّل یہ کہ بات کہے تو جھوٹی کہے دوسرے وعدہ کے خلاف کرے سوم عہد کرکے فریب و دغا کرے چہارم خصومت کے وقت گالیان سنادے اور یہ اُسی کا حال ہی کہ وعدہ کرتے وقت نیت وفا کی نہو یا بے عذر وفا نہ کرے مگر جو شخص وعدہ کے وقت پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہی اور کسی عذر کے باعث پورا نکریگا وہ منافق نہوگا اگرچہ صورت نفاق ہی کی سی آپڑی ہی اسلیے جیسا کہ نفاق اصلی سے بچنا ضرور ہی اسی طرح اس صورت نفاق سے بھی احتراز واجب ہی اور بے ضرورت شدید اپنے نفس کو معذور نکرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الہیثم بن التیہان کو ایک غلام دینے کا وعدہ فرمایا تھا جب غنیمت مین تین غلام آئے تو دو آپنے دیدئے ایک رہگیا حضرت فاطمہؓ تشریف لائین اور عرض کیا کہ دیکھیے میرے ہاتھ مین چکی پیستے پیستے گھٹے پڑ گئے ہین یہ غلام مجکو عنایت ہو آپکو وعدہ ابو الہیثم کا یاد آگیا اور صاحبزادی کو فرمایا کہ اگر تمکو غلام دے دون تو وعدہ خلاف ہوگا غرض وہ غلام ابو الہیثم ہی کو مرحمت فرمایا اور حضرت فاطمہؓ کو وعدہ پر ترجیح ندی باوجودیکہ اُنکے نازک ہاتھون مین گھٹے بھی تھے اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی غنیمت حنین مین تقسیم فرماتے تھے ایک آدمی آکر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے ایک وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ درست ہی جو مجکو چاہیے لے لے اُس نے اسّی بھیڑین مع اُنکے چرانے والے کے پسند کین آپ نے دلوا دین اور فرمایا کہ تو نے کچھ بھی نہ مانگا تجھسے تو وہ عورت ہوشیار زیادہ تھی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی ہڈیان بتلائین تھین اور پھر حضرت موسیٰ نے اس سے کہا تھا کہ مانگ کیا مانگتی ہے

فائدہ [illegible]
۴۲ ابو داؤد اور [illegible]
۳۲ [illegible]
۱۲۱ بخاری و مسلم
۵۲ ابو الشیخ
[illegible] جلد دوم باب اول [illegible] اور ترمذی
[illegible] بروایت ابو ہریرہ [illegible] ذکر فاطمہ [illegible]
۱۲۲ ابن حبان و حاکم بروایت ابو موسیٰ [illegible]

اُسنے کہا کہ میرا سوال یہ ہی کہ مین پھر سے جوان ہوجاؤن اور آپکے ساتھ جنت مین جاؤن کہتے ہین کہ لوگونکو اس شخص کا مانگنا حضرت سے
ایسا کم علوم ہوا کہ اُسکی عربی مین یہ ضرب المثل ٹھہرائی اشح من صاحب الثمانین والراعی اور ایک حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلف وعدہ اسکا نام نہین ہی کہ آدمی وعدہ کرلے اور نیت مین ہو کہ اسکو پورا کرونگا اور دوسری روایت مین ہی
کہ جب آدمی دوسرے سے وعدہ کرے اور نیت پورا کرنے کی ہو مگر کسی مانع سے پورا نہ کرسکے تو اس پر کچھ گناہ نہین

چودھوین آفت جھوٹ بولنا اور قسم کھانی اور یہ عیب فاحش اور گناہ عظیم ہی اسماعیل بن واسط رح کہتے ہین کہ بعد وفات آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے مین نے حضرت ابوبکر صدیق رض سے سنا کہ خطبہ مین فرماتے تھے کہ اول سال ہجرت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اسی جگہ کھڑے ہوئے جہان مین کھڑا ہون یہ فرما رہے تھے اتنا کہکر حضرت صدیق رض رونے لگے ع در نماز م خم ابروے تو چون
یاد آمد ÷ حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد ÷ پھر یہ حدیث بیان فرمائی ایاکم والکذب فانہ مع الفجور وہما فی النار وعلیکم بالصدق فانہ
مع البر وہما فی الجنۃ اور حضرت ابوامامہ رض یون روایت کرتے کہ آپ نے فرمایا کہ کذب ایک دروازہ ہے نفاق کے دروازون مین
سے اور حضرت حسن رض فرماتے ہین کہ اختلاف ظاہر وباطن اور قول اور فعل اور مدخل ومخرج کا نفاق کہلاتا ہی اور جس اصل پر کہ اُسکی
بنیاد ہی وہ جھوٹ ہی اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک حدیثا وہو لک بہ مصدق وانت لہ بہ کاذب اور
حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا لایزال العبد یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا اور ایک بار آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر دو شخصون پر ہوا کہ وہ ایک بکری کا معاملہ کر رہے تھے ایک تو قسم کہہ رہا تھا کہ مین اتنے سے کم نہ لونگا اور دوسرا
بقسم کہتا تھا کہ مین اتنے سے زیادہ نہ دونگا پھر جو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو وہ بکری خریدار نے مول لے لی آپ نے فرمایا کہ انمین
سے ایک پر گناہ اور کفارہ دونون لازم ہوئے اور نیز آپ نے فرمایا الکذب ینقص الرزق اور فرمایا ان التجار ہم الفجار یعنی تاجر فاجر
ہوتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام پس اُنکے فاجر ہونے کا کیا سبب ہی آپ نے
فرمایا کہ یہ وجہ ہی کہ قسم کھا کھا کر گناہگار ہوتے ہین اور کچھ کہتے ہین تو جھوٹ بولتے ہین اور فرمایا کہ تین شخص ایسے ہین جن سے خداے
تعالی قیامت کے دن بات نہ کرے گا اور نہ اُنپر نظر شفقت ہوگی ایک وہ کہ کسی کو کچھ دیکر احسان جتادے دوسرا وہ کہ جھوٹی قسم کھا کر اپنا
مال بیچے تیسرے وہ کہ پاجامہ ٹخنون سے نیچے رکھے اور فرمایا کہ اگر کوئی خدا کی قسم کھا کر کچھ کہے اور مچھر کے پر کے برابر اسمین اپنی طرف سے
کوئی چیز ملادے تو اُسکے دل پر ایک سیاہ دھبا قیامت تک رہیگا اور حضرت ابوذر روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ تین آدمیونکو اللہ
تعالی دوست رکھتا ہی ایک وہ کہ صف قتال مین اپنا سینہ بھڑا کر کھڑا ہوجاوے یہانتک کہ یا شہید ہو یا اُسکی جیت ہو دوسرے وہ کہ
کسی موذی کے پڑوس مین رہکر اُسکی ایذا پر صبر کرے حتی کہ موت یا سفر کے سبب دونون مین جدائی ہوجاوے اور ایک وہ شخص کہ سفر مین
ایک قافلہ کے ساتھ ہو اور وہ اتنا چلے کہ زمین پر لیٹنے سے ترس گئے پھر اتر پڑے اُس شخص نے کنارہ ہوکر نماز پڑھنی شروع کردی تاکہ
کوچ کے واسطے اُنکو جگادے اور تین آدمیون سے خدا دشمنی رکھتا ہی ایک سوداگر یا بیچنے والا کہ بہت قسم کھاوے دوسرا فقیر متکبر تیسرا بخیل

جو دیکر احسان جتاوے اور فرمایا ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک بالقوم ویل لہ ویل لہ اور فرمایا کہ مین نے یہ خواب دیکھا کہ گویا ایک آدمی
میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ چل مین اُسکے ساتھ ہولیا اتنے مین دو آدمیون کو دیکھا کہ ایک بیٹھا ہوا ہی اور دوسرا کھڑا اور اس دوسرے
کے ہاتھ مین ایک لوہے کا گرز ہی کہ بیٹھے ہوے کی باچھ مین ڈالکر اتنا چیرتا ہی کہ وہ اُسکے کندھے تک آجاتی ہی پھر دوسری باچھ مین ڈالکر
ایسا ہی کرتا ہی اتنے مین پہلی باچھ جون کی تون ہوجاتی ہی پس جو شخص مجکو لے گیا تھا اُس سے مین نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہی اُسنے جوابدیا
کہ یہ دروغگو آدمی ہی اُسکو قیامت تک یہی عذاب قبر مین ہوتا رہیگا اور عبد اللہ بن جراد سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا کہ مومن زنا کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہی مین نے عرض کیا کہ مومن جھوٹ بولتا ہی آپ نے فرمایا کہ نہین
بعد اسکے یہ آیت پڑھی انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآیات اللہ اور ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ مین نے آپکو سنا یہ دعا مانگتے تھے اللہم
طہر قلبی من النفاق وفرجی من الزنا ولسانی من الکذب اور ایک حدیث مین وارد ہی ثلاثۃ لا یکلمہم اللہ ولا ینظر الیہم ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم
شیخ زان وملک کذاب وعائل مستکبر اور عبد اللہ بن عامر فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے مین سوقت
مین لڑکا تھا کھیلنے چلا گیا میری مان نے پکارا کہ یہان آ یہ لے آپ نے فرمایا کہ کیا دینے کو بلایا ہی انھون نے عرض کیا کہ خرما آپنے فرمایا کہ اگر
کچھ نہ دیتین تو ایک جھوٹ تمپر لکھا جاتا اور نیز فرمایا اگر اللہ میرے اوپر فضل کرے اور ان کنکرون کے برابر اونٹ غنیمت مین دیوے تو
مین سب تمکو دے ڈالون اور تمکو معلوم ہوجاوے کہ مین بخیل اور نامرد اور دروغگو نہین ہون اور ایکبار آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے فرمایا کہ
تم کو سب مین بڑا کبیرہ بتاتا ہون شرک خدا اور نافرمانی والدین ہی پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جان لو کہ جھوٹا قول بھی سب مین بڑا
کبیرہ ہی اور حضرت ابن عمر فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہی تو ایسی بدبو اسکی پھیلتی ہی کہ فرشتہ ایک کوس دور چلا جاتا ہی اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا
اگر چھ باتین میری مان لو تو مین تمھارے لیے جنت کا کفیل ہوتا ہون لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین آپنے فرمایا ایک یہ کہ جب بات کہو جھوٹ نہ بولو دوسرے یہ کہ وعدہ کرو تو
خلاف نہ کرو تیسرے یہ کہ امانت مین خیانت نکرو چوتھے یہ کہ بدنگاہ نکرو پانچوین یہ کہ ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دو چھٹے یہ کہ شرمگاہ کی حفاظت رکھو اور فرمایا کہ شیطان کیلیے چٹنی
اور سرمہ اور خوشبو مقرر ہی اُسکی چٹنی تو جھوٹ ہی اور کثرت خواب سرمہ اور غضب خوشبو اور حضرت عمر رض نے اپنے خطبہ مین ایک روز
فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہان مین کھڑا ہون یہان کھڑے ہوکر یون فرماتے تھے احسنوا الی اصحابی ثم الذین یلونہم ثم یفشو الکذب
حتی یحلف الرجل علی الیمین ولم یستحلف ویشہد ولم یستشہد اور ایک حدیث مین ہی کہ من حدث عنی بحدیث وہو یری انہ کذب فہو احد
الکاذبین اور فرمایا من حلف علی یمین باثم لیقتطع بہا مال امرء مسلم بغیر حق لقی اللہ عز وجل وہو علیہ غضبان اور روایت ہے کہ آپ نے ایکبار

ایک شخص کی شہادت پر صرف ایک دفعہ کے جھوٹ کے سبب رد فرمادی اور نیز فرمایا کہ کل خصلۃ یطبع اویطوی علیہا المومن الا الخیانۃ و الکذب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی بری عادت نہ معلوم ہوتی تھی اور آپکا دستور یہ تھا کہ جب کسی اصحاب کا دروغ معلوم ہوتا تھا تو دل مین سے کدورت نجاتی تھی جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ اُسنے نئے سر سے خدا کے سامنے جھوٹ سے توبہ کی اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ تیرے بندون مین باعتبار عمل کے کون اچھا ہی ارشاد فرمایا کہ جسکی زبان جھوٹ نہ بولے اور قلب فجور نہ کرے اور شرمگاہ زنا نہ کرے اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ جھوٹ مت بولنا کو وہ چڑیا کے گوشت کی طرح مزہ دار ہوتا ہی الا تھوڑی سی بات مین متکلم کو اسکی برائی معلوم ہو جاتی ہی اور سچ بولنے کی تعریف مین یہ حدیث وارد ہی کہ اربع اذا کن فیک فلا یضرک ما فاتک من الدنیا صدق حدیث وحفظ امانۃ وحسن خلق وعفۃ طعمۃ اور حضرت معاذ فرماتے ہین کہ آپنے مجھکو ارشاد فرمایا اوصیک بتقوی اللہ وصدق الحدیث واداء الامانۃ والوفاء بالعہد وبذل الطعام وخفض الجناح اور اس باب مین آثار بھی بہت وارد ہین چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑی خطا زبان کا ذب ہی اور سب سے بدتر قیامت کے روز کی پشیمانی ہی اور عمر بن عبد العزیز فرماتے ہین کہ جب سے مجکو تمیز پاجامہ باندھنے کی ہوئی ہین کبھی جھوٹ نہین بولا اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ جبتک ہمسے ملاقات نہین ہوتی تب تک تو تم مین سے زیادہ اچھا وہ معلوم ہوتا ہی جسکا نام اچھا ہو اور جب ملاقات ہوجاتی ہی تو وہ اچھا معلوم ہوتا ہی جو عادت اچھی رکھتا ہو اور معاملہ کرنے کے بعد وہ اچھا معلوم ہوتا ہی جو بات کا سچا امانت کا پکا ہو اور میمون بن ابی شبیب فرماتے ہین کہ ایک روز مین خط لکھتا تھا ایک ایسا لفظ معلوم ہوا کہ اگر اسکو لکھدون تو خط کی زینت ہو جاوے مگر اُسکے ساتھ ہی جھوٹ بھی ہو مین نے ارادہ اُسکو چھوڑ دیا اُسی وقت گھر کے ایک طرف سے آواز آئی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ اور حضرت شعبی فرماتے ہین کہ مجکو معلوم نہین کہ دوزخ مین بخیل اور جھوٹے مین سے کونسا دور پڑیگا اور ابن السماک فرماتے ہین کہ مجکو یہ گمان ہی کہ جھوٹ چھوڑنے سے مجکو کچھ ثواب نہ ہوگا کیونکہ مین اسکو دنیا کی حمیت کے لیے چھوڑتا ہون اور خالد بن صبیح سے کسی نے پوچھا کہ کیا ایک دفعہ کے جھوٹ سے بھی آدمی جھوٹا کہلاتا ہی انھون نے فرمایا کہ بیشک اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ کسی کتاب مین میری نظر سے گذرا ہی کہ واعظ کا وعظ اُسکے عمل سے مطابق کیا جاوے گا اگر عمل ویسا ہی ہوا تو خیر اور اگر جھوٹ ہوا تو اُسکے ہونٹھ آگ کی مقراضون سے کاٹے جاوینگے جتنی دفعہ کٹینگے پھر ویسے ہی ہو جاوینگے اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ سچ اور جھوٹ آدمی کے دل مین لڑتے رہتے ہین یہانتک کہ ایک غالب ہوکر دوسرے کو نکال دیتا ہے اور ایک بار عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک سے کچھ کہا اُسنے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ بخدا جب سے کہ مجھے معلوم ہوا ہی کہ جھوٹ سے جھوٹے آدمی کو عیب لگتا ہی تب سے مین کبھی جھوٹ نہین بولا **فائدہ** ان مقامات کا ذکر جہان جھوٹ بولنے کی اجازت ہی واضح ہو کہ جھوٹ اپنی ذات سے حرام نہین بلکہ اس جہت سے حرام ہی کہ اس سے دوسرے کو ضرر پہونچتا ہی اس لیے کہ ادنے مرتبہ یہ ہی کہ مخاطب ایک اصل بات کا اعتقاد کرے اور حقیقت امر سے جاہل رہے اور اس سے کبھی دوسرے کا نقصان بھی ہوجاتا ہی پس اگر حقیقت امر کے جاہل رہنے مین نفع اور مصلحت معلوم ہو تو جھوٹ کی اجازت ہونی چاہیے بلکہ بعض صور تو مین واجب ہونا چاہیے میمون بن مہران کا قول ہی کہ جھوٹ بعضے مقامات مین سچ سے اچھا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص بھاگ کر ایک گھر مین تمھارے سامنے چھپ جاوے اور

دوسرا شخص اسکو ناحق مار ڈالنے کے لیے تلوار لیے پیچھے سے آوے اور تم سے پوچھے کہ فلانا شخص کہان ہے تو ایسی صورت مین جھوٹ بولنا واجب ہے
اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو مقصود جھوٹ اور سچ دونون سے حاصل ہو سکتا ہے تو وہان جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر صرف جھوٹ ہی سے وہ مطلب حاصل
ہو سکتا ہو تو جھوٹ مباح ہے بشرطیکہ وہ مطلب بھی مباح ہو اور اگر مطلب واجب ہے تو جھوٹ بھی واجب ہے جیسا کہ اوپر کی مثال مین خون ناحق
سے بچانا واجب تھا تو جھوٹ بولنا بھی وہان واجب ہوا اور چونکہ مقصود لڑائی کا اور آپس مین صلح کرانے کا بدون جھوٹ کے راست
نہین آتا تو ایسے مقامات مین جھوٹ بولنا مباح ہے مگر حتی الوسع اس سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ جھوٹ کی عادت ہونے سے اس
بات کا خوف ہے کہ جس جھوٹ کی حاجت نہو وہ بھی زبان سے نکلجاوے یا مقدار ضرورت سے زیادہ کہدے اس سے معلوم ہو کہ اصل
مین جھوٹ حرام ہے مگر ضرورت کے لیے جائز ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت ام کلثوم سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے کبھی نہین سنا کہ جھوٹ کی اجازت دی ہو مگر تین جگہ مین ایک یہ کہ دو شخصون کے درمیان صلح کرانے مین دوسرے لڑائی
مین تیسرے میان بی بی کے آپس مین اور یہی انھین سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا
او نمی خیرا اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کل الکذب یکتب علی ابن آدم الا رجل کذب بین مسلمین لیصلح بینہما اور حضرت
ابو کاہل روایت کرتے ہین کہ دو اصحاب رض مین گفتگو بڑھی یہانتک کہ کشت و خون پر تیار ہوے مجھ سے جو ایک صاحب ملے
تو مین نے اُن سے کہا کہ تم فلان شخص سے کیون لڑتے ہو وہ تو تمھاری تعریف کرتے تھے پھر دوسرے سے مل کر ایسا ہی کہا یہانتک
کہ دونو مین صلح ہو گئی پھر مین نے اپنے دل مین سوچا کہ مین نے ان دونون کو راضی کر دیا مگر میری جان کو بنے گی کہ جھوٹ بولا
اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابو کاہل آپس مین صلح کرانا
چاہیے گو جھوٹ سے ہی ہو اور عطاء بن یسار فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین
اپنی زوجہ سے جھوٹ بولا کرون آپ نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ مین خیر نہین اُس نے عرض کیا کہ مین اُس سے وعدہ
کر لیا کرون فرمایا کہ اسکا مضائقہ نہین اور روایت ہے کہ عہد خلافت حضرت عمر رض مین ایک شخص ابو عروہ دئیلی کا بیٹا تھا
اسکی عادت یہ تھی کہ عورتون سے نکاح کر کے خلع کرا لیا کرتا تھا لوگون مین اس کا چرچا ہوا تو حضرت عمر رض کو برا معلوم ہوا جب
اسکو اطلاع ہوئی تو عبد اللہ بن ارقم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ تو مجھسے بغض رکھتی ہے یا نہین
اسنے جواب دیا کہ قسم مت دو پھر اسنے کہا کہ قسم ہی سے پوچھتا ہون سچ بتانا اسنے کہا کہ بغض تو رکھتی ہون اسنے ابن ارقم سے کہا کہ
آپ نے اسکا قول سنا پھر دونون حضرت عمر رض کی خدمت مین آئے اور اُسنے عرض کیا کہ آپ سب لوگ فرماتے ہین کہ مین اپنی زوجہ پر ظلم کرتا ہون
اور چھوڑ دیتا ہون آپ ابن ارقم سے پوچھیے آپنے اُنسے حال پوچھا اُنھون نے ماجرا بیان کیا تب آپنے اُسکی عورت کو بلوایا وہ اور اُسکی
پھوپی حاضر ہوئین آپنے اس سے پوچھا کہ تو نے ہی اپنے خاوند سے کہا کہ مین تجھکو برا جانتی ہون اُسنے عرض کیا کہ حضرت مین نے ابھی توبہ
کر کے رجوع الی اللہ کیا ہے اُسنے مجھسے قسم دیکر پوچھا اسواسطے مین جھوٹ نہ بول سکی کیا مین جھوٹ بول دیا کرون آپنے فرمایا کہ البتہ اگر عورتون
کو مرد پسند نہ آوے تو اس سے ہرگز ذکر نہ کرین کیونکہ گھر کی آبادی دوستی پر منحصر ہے لوگونکو چاہیے کہ اسلام اور احسان کیساتھ زندگی کرین

اور نواس بن سمعان کلابی سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا مالی اراکم تتہافتون فی الکذب تہافت الفراش فی النار کل الکذب یکتب علی ابن
آدم لامحالۃ الا ان یکذب الرجل فی الحرب فان الحرب خدعۃ او یکون بین الرجلین شحناء فیصلح بینہما او یحدث امراتہ یرضیہا اور حضرت ثوبان فر
ماتے ہیں کہ سب جھوٹ میں گناہ ہوتا ہی مگر اُسمیں کہ کسی مسلمان کا فائدہ یا دفع ضرر ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب میں
کوئی روایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا ہوں تو آسمان سے گرنا اچھا معلوم ہوتا ہی اُسمیں جھوٹ بولنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور
جب آپس کی نزاع کی کچھ بات کہتا ہوں تو لڑائی میں فریب ہوتا ہی پس یہ تین مقام حدیث میں مستثنیٰ ہوئے ہیں اور اگر کوئی اور جگہ بھی ایسی
ہی ہو کہ جسمیں اُسکا یا دوسرے کا مقصود صحیح نکلتا ہو وہ بھی اسمیں داخل ہی مثلاً کوئی ظالم کسی کو پکڑ کے پوچھے کہ تیرا مال کہاں ہے تو اسکو
کہنا جائز ہے کہ میں نہیں جانتا یا کوئی زبردست حاکم پکڑ کر پوچھے کہ کوئی اپنا فعل قبیح جو خفیہ کیا ہو اسکو ظاہر کر تو جائز ہے کہ انکار
کردے اور کہدے کہ مین نے نہ کبھی زنا کیا نہ شراب پی وغیرہ اسلیے کہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ جو کوئی ان پلید چیزوں کا مرتکب
ہو جاوے تو اُسکو چاہیے کہ پوشیدہ رکھے خدا اُسکے عیب چھپاویگا اور ایک وجہ یہ ہی کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی ایک گناہ ہی تو ضرور ہوا
کہ آدمی اپنے نفس و مال کو ظلم سے بچاوے اور اپنی عزت کو زبان سے محفوظ رکھے گو دروغ ہی سے ہو اور دوسرے شخص کے مطلب کے
لیے جھوٹ بولنے کی یہ مثال ہی کہ کوئی شخص کسی کا راز پوچھنا چاہے تو کہدے کہ میں نہیں جانتا یا دو شخصوں میں صلح کرادے جیسا کہ پہلے گذرا
یا دو سوتوں میں صلح کرادے کہ ہر ایک سے یہ کہدے کہ میں تجھی کو زیادہ چاہتا ہوں یا عورت کی رضا کیواسطے کسی ایسی چیز کا وعدہ کرے
جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو یا کسی شخص سے عذر کرے اور جانے کہ جبتک یہ نہ کہونگا کہ آگے کو پھر ایسی خطا نہوگی دور زیادہ دوستی نہ بنائیگا
تب تک وہ نہیں مانیگا تو جھوٹ بولنے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر چونکہ جھوٹ بولنا برا ہی اگر سچ بولنے سے اُن جگہوں میں خرابی ہوتی ہو تو چاہیے کہ
دونوں برائیوں کو مقابلہ کرکے اچھی طرح دیکھ لے اگر سچ بولنے سے برائی میں زیادتی ہوئی ہو بہ نسبت جھوٹ بولنے کے تو جھوٹ بولے
اور اگر جھوٹ بولنے سے مقصود کم حاصل ہوتا ہو بہ نسبت سچ بولنے کے تو سچ بولنا واجب ہی اور بعض اوقات دونوں امر ایسے مساوی
ہیں کہ انمیں تردد پڑجاتا ہی اس صورت میں سچ بولنا ہی چاہیے اسلیے کہ جھوٹ ضرورت یا حاجت مہم کے واسطے محتاج ہی پس
اگر حاجت کے اہم ہونے میں تردد ہو تو اصل میں جھوٹ حرام ہی ایسی جگہ اصل ہی کیطرف رجوع چاہیے اور انتہا کے مراتب مقاصد
کے بہت باریک ہیں کہ ہر کسی کو معلوم نہیں ہو سکتے لہذا انسان کو حتی الوسع جھوٹ سے احتراز ہی چاہیے بلکہ اگر اپنی حاجت بھی
ہو تو اُسکو ترک کرے اور جھوٹ سے باز آوے لیکن اگر دوسرے کا مطلب ہو تو اسکے لیے چشم پوشی اور ضرر ناحق پہونچانا نہیں چاہیے
اور آج کل جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو صرف اپنے حظ نفسانی کے لیے اور زیادتی مال و جاہ کیلیے بولتے ہیں اور وہ ایسی باتیں ہوتی
ہیں کہ اگر فوت ہو جاویں تو کچھ خرابی لازم نہیں آتی یہانتک کہ عورت مثلاً اپنی سوت کے جلانیکو ایسی باتیں جھوٹی خاوند کیطرف سے کہدیتی ہی
کہ اُسکو یقین ہو جاوے مثلاً کہدیتی ہی کہ مجھے اتنا زیور بنادیا یا کپڑے بنادیے وغیرہ پس ایسا جھوٹ حرام ہی اور چنانچہ اسماء بنت یزید
روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ایک سوت ہی میں اُسکے جلانے کو کہہ دیتی ہوں کہ خاوند
نے مجھکو بہت کچھ دیا ہی تو مجھپر کچھ گناہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ جسکو کچھ نہیں ملتا اور کہتا ہی کہ مجھکو ملا وہ ایسا ہے کہ کپڑے میں فریب دینے

کے لیے آستین یا پردہ دوسرا لگائے جسمین لوگون کو معلوم ہو کہ دو کپڑے پہنے ہوئے ہی اور یہ بھی حدیث مین وارد ہی من تطعم بما لا یطعم
وقال لی ولیس لہ واعطیت ولم تعط کان کلابس ثوبی زور یوم القیامۃ اور اسمین یہ بھی داخل ہی کہ کوئی عالم بلا تحقیق کچھ فتوی دیدے اور
جس حدیث کا کچھ ثبوت معلوم نہین کہ اسکو روایت کرے کیونکہ سارا مطلب اُسکا یہ ہوتا ہی کہ اپنا فضل ظاہر ہو اسیواسطے یہ نہوسکے مین
کہتا کہ مین نہین جانتا اور یہ حرام ہی اور عورتون ہی کا سا حکم لڑکون کا ہی وہ بھی بلا ترغیب وعدہ یا جھوٹے ڈراوے کے مکتب مین نہین
جاتا پس اسکے لیے ایسا امر کرنا مباح ہی ہان اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اسطرح کے امر سے بھی جھوٹ نامہ اعمال مین لکھا جاتا ہی لیکن کذب
مباح کا بھی حساب کتاب ہوتا ہی اور اس بات کی باز پرس ہوتی ہی کہ مقصود اسکا صحیح تھا یا نہین پھر معاف ہوجاتا ہے اسلیے کہ قصد
اصلاح کے لیے اسکو مباح ٹھہرایا گیا ہی مگر اسمین دھوکا بڑا پڑتا ہی کیونکہ اُسکا باعث کبھی اپنی غرض نفسانی ہی ہوتی ہی اور اصلاح کے بہانہ
سے جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے حالانکہ اسکی حاجت نہین ہوتی اسیواسطے اسطرح کے جھوٹ نامہ اعمال مین درج ہوتے ہین غرضکہ جو
آدمی جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہی تو اسکو یہ دقت آپڑتی ہی کہ جس سبب سے جھوٹ بولا ہی وہ شرعًا بہ نسبت سچ بولنے کے اہم اور مقصود تھا یا
نہین اور اس بات کا معلوم ہونا بہت مشکل ہی تو احتیاط اسی مین ہی کہ جھوٹ نہ بولے الا اُس صورت مین کہ واجب ہوجائے اور صدق
اسکا چھوڑنا جائز نہو مثلًا جھوٹ نہ بولنے سے کسی کی گردن ناحق ماری جاتی ہو یا گناہ عظیم مین مبتلا ہوتا ہو تو یہان جھوٹ بولنا واجب
اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ فضائل اعمال اور سختی معصیت کے باب مین احادیث کا وضع کرنا درست ہی اور اُنکو گمان یہ ہی کہ اُسکا
مقصود صحیح ہی پس یہ بڑی خطا ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور اسکی
بے ضرورت عمل چھوڑا نہین جاتا اور وعدہ و وعید کے لیے کچھ ضرورت وضع احادیث کی نہین اسلیے کہ جو مضامین احادیث و آیات
صحیحہ مین وارد ہین وہ کیا تھوڑے ہین جو جھوٹی احادیث کی ضرورت ہو اور یہ جو لوگ بیان کرتے ہین کہ احادیث و آیات صحیحہ کو سنتے
سنتے اُنکا رعب جاتا رہتا ہی اور خوف اتنا نہین ہوتا جتنا نئے مضمون سے حاصل ہوتا ہی تو یہ خیال خام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور خدا وند کریم پر افترا کرنے سے کوئی گناہ بڑھکر نہین اور اس سے ایسے امور بھی واقع ہوتے ہین کہ بالکل شریعت کو درہم برہم کردین تو نیکی
یا دگناہ لازم کا مضمون ہوتا ہی حضرت پر جھوٹ اور افترا ایسا گناہ کبیرہ ہی کہ اُسکے سامنے سب گناہ گرد ہین خدا ہم کو اور سب مسلمانون
کو اُس سے بچاوے تنبیہ اس بات کے بیان مین کہ کنایۃً بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے جاننا چاہیے کہ سلف کا قول ہی کہ کنایۃً جھوٹ
بولنا کذب نہین کہلاتا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ اگر آدمی کنایۃً کچھ جھوٹ کہے تو کذب سے بچ جاتا ہی اور ایسا ہی حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہی مگر ان لوگون کی غرض یہ ہی کہ جب آدمی جھوٹ بولنے کے واسطے مضطر ہو تو کنایۃً کہے
ورنہ بلا ضرورت و حاجت جھوٹ بولنا نہ صراحۃً جائز ہی نہ کنایۃً گو کنایۃً مین آسانی ہی اور مثال کنایۃً کی یہ ہی کہ تم ایک زیادہ
کے پاس گئے اُسنے کہا کہ دیر کرکیون آئے تو ایک مرض کا بہانہ کرکے کہا کہ جب سے مین تمھارے پاس سے گیا تھا کروٹ نہین لی لا
ماشاء اللہ یا کسی آدمی سے تمھاری طرف سے کسی نے کچھ کان بھردیے اور تم کو منظور ہو کہ جھوٹ نہ بولین تو اُسوقت ایسا جواب
دو کہ وہ کچھ اور سمجھے اور تمھارا مطلب کچھ اور ہو تو یہ کنایہ کہلاویگا غرض کنایۃً اُسی کا نام ہی کہ سامع اُس سے کچھ سمجھے اور متکلم کا مطلب

کچھ اور ہوگا مثلاً حضرت معاذ بن جبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین ایک جگہ کے عامل تھے جب وہان سے آئے تو اُنکی بی بی نے کہا کہ جیسے اور عامل اپنے گھر کچھ لاتے ہین تم بھی کچھ لائے یا نہین اُنھون نے جوابدیا کہ میرے ساتھ ایک ناظر مقرر تھا اُنکی مراد یہ تھی کہ خدا تعالیٰ ناظر تھا مگر اُنکی بی بی نے یہ سمجھا کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُنکے ساتھ کسی کو نگاہبانی کے لیے بھیجا ہوگا اس خیال سے کہنے لگی کہ سبحان اللہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک امین تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمھارے ساتھ ناظر مقرر کیا یہ چرچا تمام عورتون مین پھیلا یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جاکر شکایت کی آپنے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ مین نے کب تمھارے ساتھ ناظر بھیجا تھا اُنھون نے عرض کیا کہ مین نے آپکے بھیجے کا تو ذکر نہین کیا یہ کہا تھا کہ میرے ساتھ ناظر تھا اور اسکے سوا کوئی اور مجکو عذر نہ سوجھا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اُنکو کچھ عنایت فرماکر کہا کہ لو اور اپنی بی بی کو راضی کرو اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اپنی بیٹی سے یہ کبھی نہ کہتے کہ مین تجھے شکر لے دونگا بلکہ یون کہتے کہ اگر مین تجھے شکر لے دون کیونکہ اکثر اُنکو خریدنے کا اتفاق نہوتا تھا اور بعض اوقات جو کوئی پکارنے آتا اور اُسکے واسطے نکلنا گھر سے منظور نہوتا تو لونڈی سے کہدیتے کہ کہدے مسجد مین تلاش کرو اور یہ مت کہیو کہ یہان نہین ہین تاکہ جھوٹ نہو جاوے اور شعبی کا یہ دستور تھا کہ جسکے لیے نکلنا منظور نہوتا اپنے پاس ایک دائرہ کھینچتے اور لونڈی سے فرماتے کہ اس دائرہ مین اُنگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہین ہین بہرحال یہ تمام باتین کنایہ کی ضرورت و حاجت کے وقت ہین ورنہ بے ضرورت انکا ارتکاب بھی نہین چاہیے کیونکہ ایک حیلہ و بناوٹ ہے اس سے دوسرا شخص خلاف واقع سمجھتا ہے گو لفظون مین جھوٹ نہو تب بھی فی الجملہ مکروہ ہے عبد اللہ بن عتبہ کہتے ہین کہ مین اپنے والد کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین گیا اور لباس اچھا پہنے ہوئے تھا جب وہان سے نکلا تو اُس کپڑے کو دیکھکر لوگ کہنے لگے کہ یہ تمکو امیر المومنین نے عنایت کیا ہے مین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انکو جزاے خیر دیوے پس میرے باپ نے کہا کہ دیکھو خبردار جھوٹ مت کہو حالانکہ یہ جملہ کچھ جھوٹ نہ تھا مگر اس خیال سے کہ دعا بادشاہ کے حق مین اکثر انعام کے مقابلہ مین ہوتی ہے لوگ اس جملہ سے یہی سمجھے ہونگے کہ بادشاہ نے دیا ہے تو گویا ایک جھوٹی اور بے اصل بات پر انکو جمانا ہوا اسلیے اُنکو منع کیا کہ ایسا نہ کرین اسمین فائدہ کیا ہے بجز اسکے کہ شیخی اور فخر ہو کہ ہمکو بادشاہ کے یہان سے یہ ملا ہان کنایات تھوڑے سے مطلبون کے لیے مزاح کے طور پر مباح ہین جیسے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بڑھیا بہشت مین نجاویگی اور تیرے خاوند کی آنکھ مین سفیدی ہے اور تجکو اونٹ کے بچے پر سوار کرینگے وغیرہ لیکن صریح جھوٹ جس سے ایسا ضرر ہو کہ دلکو ایذا پہونچے وہ حرام ہے جیسا نعیمان انصاری نے اندھے کو بہکا دیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اُس سے کہدیا کہ یہ نعیمان ہین یا جیسا لوگون کی عادت ہوتی ہے کہ بعض احمقون کو فریب دیا کرتے ہین کہ فلانی عورت تمپر عاشق ہے اور اگر ایذا منظور نہو صرف دل لگی منظور ہو تو اگرچہ فاسق تو نہین ہوتا پھر بھی درجہ ایمان سے کچھ گھٹ جاتا ہے ایک حدیث شریف مین وارد ہے لا یکمل للمرء الایمان حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ وحتی یجتنب الکذب فی مزاحہ اور یہ جو حدیث مین مذکور ہے کہ آدمی بعض اوقات ایسی بات کہتا ہے کہ لوگ اُسپر ہنسین اور اُسکے سبب سے دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہے تو اس سے مراد وہی کلام ہے جسمین غیبت اور ایذا اقلب ہو مطلق مزاح مراد نہین ایک جھوٹ جس سے فاسق نہین ہوتا یہ ہے کہ عادۃً بطور مبالغہ کہے مثلاً ہم نے تمکو سو دفعہ طلب کیا یا ہزار دفعہ یہ کہدیا کہ ایسا مت کرو تو اس سے غرض شمار عدد منظور نہین ہوتی بلکہ کثرت بطور مبالغہ مقصود ہوتی ہے

پس اگر ایک ہی بار کہایا بلایا ہو تو بیشک جھوٹ ہوگا اور اگر عادت سے زیادہ دفعہ کہایا بلایا ہوگا تو گناہگار نہ ہوگا گو اتنی دفعہ نہ کہا ہو جتنی تعداد کہی ہی اور ان دونون کے درمیان اور درجے ہین کہ جو کوئی اپنی زبان مبالغہ سے نہ روکے وہ خطرۂ کذب سے خالی نہ ہوگا اور ایک جھوٹ جسکی عادت اور سہل انکاری لوگونمین شائع ہی یہ ہی کہ جب آدمی سے کہا جاوے کہ کھانا کھاؤ تو جواب دے کہ مجھے بھوک نہین اور یہ بھی ممنوع اور حرام ہی بشرطیکہ کوئی غرض صحیح اس سے متعلق نہو مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اسماء بنت عمیس سے روایت ہی کہ شب زفاف مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مین موجود تھی اور انکو مین نے ہی بنایا سنوارا تھا اور میرے ساتھ کچھ اور عورتین بھی تھین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت کے پاس ہم لیگئے تو آپ کے یہان بجز ایک پیالہ دودھ کے اور کچھ موجود نہ تھا پس اسمین سے کچھ آپنے پیا اور پھر حضرت عائشہ کو دیا اُنکو حیا دامنگیر ہوئی تو مین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مت ہٹاؤ اور لے لو انھون نے اُسی شرم کی حالت مین لیا اور پیا پھر آپنے فرمایا اپنی ساتھیون کو دے دے عورتون نے عرض کیا کہ ہمکو بھوک نہین آپنے فرمایا کہ اپنے پیٹ مین بھوک اور جھوٹ دونونکو ساتھ مت کرو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز کو ہمارا دل چاہتا ہو اور ہم کہدین کہ ہمکو نہین کیا یہ بھی جھوٹ مین داخل ہی آپنے فرمایا کہ جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جاتا ہی حتی کہ اگر تھوڑا سا جھوٹ ہوگا تو وہ تھوڑا سا لکھا جاویگا اور اہل ورع اس جیسے جھوٹ مین بھی تسامح سے بچتے تھے چنانچہ لیث بن سعد کہتے ہین کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی آنکھونمین اتنا کیچڑ رہتا تھا کہ باہر بھی آجاتا تھا لوگ اُنسے عرض کرتے تھے کہ آپ اپنی آنکھین پونچھ ڈالیے آپ فرماتے تھے کہ طبیب کے قول کو کیا کرون اور اُسنے کہا ہی کہ آنکھون کو ہاتھ مت لگاؤ یعنی وعدہ جو معالج سے ہاتھ نہ لگانے کا کر چکا ہون وہ خلاف ہو جاویگا اب ہم کہتے ہین کہ واقع مین اہل ورع اسیطرح حفاظت اپنی زبان کی فرماتے ہین اور جو شخص حفاظت کو ترک کریگا اسکی زبان بے اختیار جھوٹ مین مبتلا ہوگی اور اسکو خبر بھی نہوگی خوات تیمی فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم کی بہن میرے لڑکے کی عیادت کو آئین اور اسپر جھک پڑین اور پوچھنے لگین کہ بیٹا کیسا حال ہی پس اُنکے بی بی ربیع نے اُنسے پوچھا کہ تم نے اس لڑکے کو دودھ پلایا ہی اُنھون نے کہا نہین اُنکے بھائی نے فرمایا کہ پھر تمھارا بیٹا کیسے ہوا یون کیون نہ کہا کہ بھتیجے کیسے ہے جو جھوٹ نہ ہوتا اور ایک عادت یہ بھی ہوتی ہی کہ جو بات اپنی آپکو نہ معلوم ہو اُسمین کہتے ہین کہ خدا جانتا ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑے گناہون مین سے ہی کہ جسکی بات کو نہ جانتا ہو اُسکو کہے کہ خدا جانے اور نیز بعض لوگ جھوٹا خواب گھڑ کر کہتے ہین یا آمین کچھ اپنی طرف سے ملا کر کہتے ہین اسمین بھی بڑا گناہ ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی ان من اعظم الفریۃ ان یدعی الرجل الی غیر ابیہ او یری عینہ فی المنام مالم یر او یقول علی مالم اقل اور دوسری حدیث مین ہی من کذب فی حلم کلف یوم القیمۃ ان یعقد شعیرۃ ولیس بعاقد

پندرھوین آفت غیبت ہے اور اسمین سات بیان ہین

بیان اول غیبت کی مذمت و دلائل شرعی سے اللہ تعالی نے اپنی کتاب مجید مین اُسکی برائی کا ذکر فرمایا اور غیبت کرنیوالے کو مردار کھانے والے کی مشابہت دی جیسا کہ ارشاد ہی ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ اور عرض مین غیبت بھی آگئی مال و خون کے ساتھ اُسکو بھی خدا تعالی نے اکھٹا فرمادیا

اور حضرت ابوہریرہ اس حدیث کو روایت کرتے ہین لاتحاسدوا ولا تباغضوا ولا یغتب بعضکم بعضا وکونوا عباد اللہ اخوانا اور حضرت جابر
اور ابوسعید رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا ایاکم والغیبۃ فان الغیبۃ اشد من الزنا اسکی وجہ یہ ہے کہ زنا کرکے تو آدمی اگر توبہ کرلے تو اللہ
تعالی توبہ قبول کرلیتا ہے اور غیبت والے کی مغفرت جب تک نہین ہوتی جبتک جسکی غیبت کی ہے وہ معاف نہ کرے اور حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ شب معراج کو میرا گذر ایسے لوگون پر ہوا کہ اپنے چہرہ کو ناخنون سے نوچ رہے تھے
مین نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین انھون نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین کہ لوگون کی غیبت کیا کرتے تھے اور اُن کی آبرو
مین گفتگو کرتے تھے اور حضرت سلیمان بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ کوئی ایسی عمدہ شے تبلائیے جس سے مجکو فائدہ ہو آپنے ارشاد فرمایا کہ کسی اچھی بات کو حقیر نہ سمجھنا گو اتنی ہی
کیون نہو کہ اپنے ڈول مین سے پیاسے کے برتن مین پانی ڈالدو اور یہ کہ اپنے بھائی مسلمان سے بکشادہ پیشانی ملنا چاہیے اور اس کے
پیچھے اُسکی غیبت نکرنی چاہیے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اس زور سے
پڑھا کہ گھرونکی عورتون نے بھی سُنا اسمین فرمایا یا معشر من امن بلسانہ ولم یومن بقلبہ لاتغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم فانہ من تتبع عورۃ
اخیہ تتبع اللہ عورتہ ومن تتبع اللہ عورتہ یفضحہ فی جوف بیتہ اور حضرت موسی علیہ السلام پر اللہ تعالی نے وحی فرمائی کہ جو شخص غیبت سے
توبہ کرکے مریگا سب سے پیچھے جنت مین جاویگا اور جو بے توبہ مریگا تو سب سے اول دوزخ مین جاویگا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک روز روزہ رکھنے کو ارشاد فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جبتک مین اجازت نہ دون تب تک کوئی افطار نہ کرے
غرض لوگون نے روزہ رکھا اور جب شام ہوئی تو آپ کی خدمت مین ایک ایک آدمی نے آنا شروع کیا اور عرض کرتے گئے مین نے روزہ رکھا
تھا مجکو اجازت افطار کی ہو آپ اجازت دیتے گئے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتین ہین کہ انھون نے
بھی روزہ رکھا تھا اُنکو آپ اجازت دین تو افطار کرین آپ نے منھ پھیر لیا اُسنے دوبارہ عرض کیا دوبارہ بھی منھ پھیر لیا اُسنے پھر عرض
کیا آپنے فرمایا کہ اُنھون نے روزہ نہین رکھا جو آدمی دن بھر لوگون کا گوشت کھاوے اُسکا روزہ کیسے ہوگا تو جا اگر اُنسے کہدے کہ تمھارا
روزہ ہے تو قے کردو اُسنے اُن عورتون کو حضرت کا حکم سنادیا اُنھون نے قے کی تو ہر ایک کے منھ سے جما ہوا خون نکلا اُسنے آکر آپ کی خدمت مین
ماجرا بیان کیا آپنے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میرا دم ہے اگر یہ خون کے لوتھڑے اُن کے پیٹون مین رہ جاتے تو اُنکو
دوزخ کھا جاتی اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب آپنے منھ پھیر لیا تو وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ بخدا وہ عورتین قریب المرگ
ہین آپنے فرمایا کہ اُنکو یہان بلا لا جب وہ آئین تو آپ نے ایک بڑا بادیہ منگا کر ایک کو اُنمین سے کہا کہ اسمین قے کر اُسنے پیپ اور خون کی
قے کی یہانتک کی کہ پیالہ بھر گیا پھر دوسری سے کہا کہ قے کر اُسنے بھی ویسی ہی قے کی آپنے فرمایا کہ ان دونون نے جس چیز کو اللہ تعالی
نے حلال کیا اُس سے تو روزہ رکھا اور جسکو حرام کیا تھا اُس سے افطار کیا ایک دوسرے کے پاس بیٹھکر لوگون کا گوشت کھانا
شروع کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ مین ذکر سود کا فرمایا اور ارشاد کیا کہ اگر ایک درم

سود کا ادمی لے تو خدا کے نزدیک گناہ مین چھتیس زنا سے بڑھکر ہی اور ہر سود سے بڑھکر مسلمان آدمی کی آبرو ہی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپکے ساتھ ایک سفر مین تھے پس آپ دو قبرون پہ گذرے کہ جنکے مردون کو عذاب ہورہا تھا آپ نے فرمایا کہ اُن لوگون نے کوئی بڑا گناہ نہین کیا تھا اور عذاب ہوتا ہی ایک تو لوگونکی غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہین بچتا تھا پھر آپ نے ایک تر لکڑی یا دو منگا کر اُنکو توڑا اور دونون قبرون پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ جبتک یہ تر رہینگی اُنکو عذاب مین تخفیف رہیگی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو زنا کے باعث سنگسار کیا تھا ایک آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اُسکو کتے کیطرح اسی جگہ مار ڈالا پھر راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مردار پہ ہوا تو اُن دونون شخصون کو فرمایا کہ اسمین دانت لگاؤ اُنھون نے عرض کیا کہ کیا مردار پر ہم دانت مارین آپنے فرمایا کہ جو ذکر ماعز کا تمنے کیا تھا وہ تو اس سے بھی زیادہ بُرا تھا غرضکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپسمین بکشادہ پیشانی ملتے اور غیبت کسی کی نکرتے اور غیبت نہ کرنے کو افضل اعمال جانتے اور اُسکے خلاف کو عادت منافقین تصور کرتے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو آدمی دنیا مین اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہی تو آخرت مین بھی اُسکے سامنے وہی گوشت کیا جاویگا اور حکم ہوگا کہ جیسا زندگی مین تونے کھایا تھا اب بھی کھا تو ناچار کھاویگا اور منھ بناویگا چلاویگا اور یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہی اور ایک بار دو آدمی مسجد کے کسی دروازہ کے پاس بیٹھے تھے کہ وہان پر گذر ایک مخنث کا ہوا جسنے اپنا کام چھوڑ دیا تھا اُن دونون نے اُسکو دیکھکر آپس مین کہا کہ ابھی اسمین اثر مخنث پنے کا باقی ہی اتنے مین نماز کے لیے تکبیر ہوئی یہ دونون بھی جماعت مین شریک ہوے مگر دل مین یہ خیال رہا کہ ہمنے اس شخص کی نسبت ایسا کلام کہا ہی نہ معلوم نماز ہوئی یا نہین اسلیے عطا رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ماجرا کہا اُنھون نے فرمایا کہ دوبارہ وضو کرکے پھر سے نماز پڑھو اور اگر روزہ بھی تمھارا تھا تو روزہ کو بھی قضا کرو اور ویل لکل ہمزۃ لمزۃ کی تفسیر مین حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمزہ سے وہ شخص مراد ہی کہ جو طعن و اعتراض لوگون پر کرے اور لمزہ سے غیبت کرنیوالا مراد ہی اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمکو ایسا پہونچا ہی کہ عذاب قبر کے تین حصہ ہین ایک تہائی تو غیبت سے ہوتا ہی اور ایک تہائی چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب سے نہ بچنے سے اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ بخدا غیبت کا اثر مسلمان کے دین مین اکلہ بیماری کے اثر سے بھی زیادہ ہوتا ہی یعنی جیسا مرض اکلہ آدمی کے تن بدن کو کھا لیتا ہی ویسے ہی غیبت دین کو چٹ کرتی ہے اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ ہمنے سلف کو اسی حال پر پایا کہ نماز و روزہ کو کسی کو عبادت نہین سمجھتے تھے بلکہ ترک غیبت کو عبادت جانتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب تمھارا دل چاہے کہ لوگون کے عیب بیان کرو تو اپنے عیب یاد کرو اور بعضونکا قول ہی کہ تم لوگ لوگونکی آنکھ کا تنکا بھی دیکھ لیتے ہو مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہین سوجھتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے ابن آدم حقیقت ایمان پر جبھی پہونچیگا کہ جو برائی تجھ مین ہی اُسپر دوسرون کو بُرا نہ کہیگا اور اپنی برائی کی اصلاح پہلے کریگا اور جب پہلے اپنے نفس کی اصلاح مقدم جانیگا تو یہی شغل کافی ہی دوسرون کیطرف التفات کی نوبت آنی بھی مشکل ہی اور اللہ کے نزدیک محبوب تر وہی بندہ ہے جسکا حال ایسا ہی ہو اور مالک ابن دینار فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر مع حواریون کے ایک مرے کتے پر ہوا تو حواریون نے کہا کہ اس کتے مین سے کیا بُری بو آتی ہی آپنے فرمایا کہ اسکے دانتونکی سفیدی کتنی تیز ہی اس سے گویا حضرت عیسیٰ نے انکو کتے کی غیبت سے بھی

۲۸ ابن ابی الدنیا در صمت در حضرت ... صحیحین مین بھی بروایت ابن عباس منقول ہی ... غیبت عوض ...

۲۹ ... ابن ابی الدنیا ...

۳۰ ... خرائطی ...

منع فرمایا اور تنبیہ کی کہ اللہ کی مخلوق مین سے اچھی شے کے سوا اور کچھ ذکر نکرنا چاہیے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سُنا کہ دوسرے کی غیبت کرتا تھا آپنے فرمایا کہ خبردار غیبت مت کرنا یہ چیز اُن لوگونکا سالن ہی جو انسانون مین سے کتے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کیا کرو کہ اُس مین شفا ہی لوگونکا ذکر مت کیا کرو کہ اسمین روگ ہی اللہ ہمکو حسن توفیق عنایت فرما وے

دوسرا بیان معنی غیبت اور اُسکی تعریف مین غیبت کی تعریف یہ ہی کہ دوسرے کا ایسا ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے تو بُرا جانے خواہ نقصان بدن کا ذکر ہو یا نسب کا یا خلق کا یا قول وفعل کا یا دین کا یا دنیا کا یا کپڑے اور گھر اور سواری وغیرہ کا - بدن کا عیب تو یہ ہے کہ کسی کو یون کہو کہ جسکی آنکھین چندھی یا آشوب حال یا بھینگی ہین یا جو گنجا یا بونا یا لنبا یا کالا یا پیلا وغیرہ جو ایسے عیب معلوم ہون کہ اگر وہ سنیگا تو بُرا مانیگا اور نسب کا عیب اسطرح کہ اُسکا باپ غلام ہی خواہ خسیس ہی یا بدکار یا موچی یا گوبر والا یا اور کسی بکروہ پیشہ والا ہی اور خلق کا عیب اسطرح کہ فلان شخص بدمزاج ہی یا بخیل یا متکبر یا ریاکار یا غضب آور یا نامرد یا بزدلا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہا جاوے اور ان افعال مین عیب جو دین سے متعلق ہین یون ہوتا ہی کہ وہ چور جھوٹا شراب خوار خائن ظالم ہی یا نماز زکوٰۃ مین سُستی کرتا ہی یا رکوع وسجدہ اچھی طرح نہین ادا کرتا یا نجاست سے نہین بچتا یا والدین سے سلوک نہین کرتا یا زکوٰۃ کو بیموقع صرف کرتا ہی یا اچھی طرح نہین تقسیم کرتا یا روزہ مین جماع وغیبت لوگونکی بُرائی کا ذکر کیا کرتا ہی - اور جو افعال متعلق دنیا سے ہین اُنکا عیب اسطرح ہی کہ فلان شخص ادب سے لوگون کی تعظیم نہین کرتا اپنا حق سب پر جانتا ہے اپنے اوپر کسی کا حق نہین سمجھتا یا بڑا بکی ہی یا بسیار خوار یا سوتا ہی کہ بے وقت سو رہتا ہی اور بیموقع بیٹھ جاتا ہی اور کپڑے کے عیب اسطرح کہ اسکی آستین چوڑی ہی یا دامن لنبے ہین یا کپڑے میلے رکھتا ہی اور بعض لوگ کہتے ہین کہ دین کے باب مین جو کسی کو کچھ کہتے ہین تو وہ داخل غیبت نہین اسلیے کہ جس چیز کو خدا نے بُرا کہا ہی اُسکی مذمت کرتے ہین تو ایسے شخص کو گناہ کے باعث بُرا کہنے مین کیا خرابی ہی دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ذکر اُس عورت کا ہوا جو بہت نماز و روزہ کیا کرتی تھی اور اُسکے ساتھ ہی ہمسایونکو اپنی زبان سے ستاتی تھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی اور اسیطرح ایک عورت کا ذکر آپکے سامنے ہوا کہ وہ بخیلہ ہی آپنے فرمایا کہ اسمین کچھ اچھی بات نہین تو اگر اس قسم کی بُرائی ممنوع ہوتی تو آپ لوگونکو منع فرما دیتے کہ ایسے الفاظ سے ذکر مت کیا کرو ہم کہتے ہین کہ یہ قول ودلیل اُن لوگون کی ٹھیک نہین اسلیے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم جو لوگونکا ذکر اُن الفاظ سے آپ کے سامنے کرتے تھے تو اُنکی غرض یہ نہ تھی کہ انکا ہتک یا بُرائی ہو بلکہ تحقیق مسائل منظور ہوتی تھی اور سوا مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی جگہ اُسکی ضرورت نہ تھی اسواسطے صرف اسی مجلس مین ایسا ذکر تحقیق کے لیے ہوجاتا تھا اور ان امور کے غیبت مین داخل ہونے کی یہ سند ہی کہ تمام علماء امت کا اجماع ہے کہ دوسرے آدمی کو ایسا کہنا کہ وہ سنے تو بُرا مانے اسی کا نام غیبت ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی تعریف مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی سبب ہی کہ جو بات کسی کی بیان کی ہی اور اسمین موجود ہو تو ایسی بات کہنے سے غیبت کا بھی مرتکب ہوا اور خدا کا نافرمان اور اپنے بھائی کا گوشت کھانے والا بھی ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمکو معلوم ہی کہ غیبت کسکو کہتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ اور اُسکا رسول زیادہ جانتا ہی آپنے فرمایا کہ ذکرک اخاک بما یکرہ لوگون نے عرض کیا کہ جو بات کسی کی کہی جاوے اگر اس مین ہو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بات اُسمین ہو تو غیبت ہی ورنہ بہتان ہی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص کا ذکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو لوگون نے کہا کہ وہ بڑا عاجز ہی آپ نے فرمایا کہ تم نے اُسکی غیبت کی انھون نے عرض کیا کہ حضرت جو بات اسمین تھی ہم نے تو وہ بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات کہتے جو اسمین نہتی تو بہتان کرتے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور بیان کیا کہ وہ چھوٹے قد کی ہے آپ نے اُنکو فرمایا کہ تو نے اُسکی غیبت کی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دوسرے کا ذکر کرنا تین طرح ہوتا ہے غیبت اور بہتان اور افک اور ہر ایک کتاب اللہ عزوجل مین موجود ہی غیبت تو ایسی چیز کو کہتے ہین کہ جو بات دوسرے مین ہو اسکو بیان کرین اور بہتان یہ ہے کہ جو بات اسمین نہ ہو اُسے بیان کرین اور افک یہ ہی کہ جیسا سنین ویسا کہدین اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو منھ سے یہ کالا آدمی نکل گیا تو کہا کہ استغفر اللہ مین نے اسکی غیبت کی اور ایک بار ابراہیم نے یک چشم کا ذکر کیا تو نخعی کہتے ہین کہ اپنا ہاتھ آنکھ پر رکھ لیا اور ایک چشم نہ کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ کسی کی غیبت مت کرو مین نے ایک عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہدیا تھا کہ اُسکے دامن لنبے لنبے ہین آپ نے فرمایا کہ تھوک تھوک مین سے جو تھوکا تو منھ مین سے گوشت کا لوتھڑا نکلا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ غیبت زبان ہی سے کہنے پر موقوف نہین بلکہ جسطرح دوسرا شخص کسی کا عیب سمجھ جاوے وہ غیبت ہی مین داخل ہے خواہ کنایہ اور رمز سے ہو یا حرکت و فعل سے یا تصریح و قول سے پس سب حرام اور ناجائز ہین چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ ایکبار ایک عورت آئی جب وہ چلی گئی تو مین نے ہاتھ سے اُسکے قد کا اشارہ کیا کہ کوتاہ قد کی تھی یعنی بونی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اُسکی غیبت کی اور اسی مین داخل ہی اگر لنگڑے آدمی کی نقل کرے اور خود اُسکی چال چلنے لگے بلکہ نقل کرنا غیبت سے بھی بڑھکر ہے اسلیے کہ اس سے زیادہ تر صورت دوسرے شخص کی ذہن مین آتی ہے گویا تصویر پیش نظر ہو جاتی ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ایک عورت کی نقل کی تو آپنے فرمایا کہ مایسرنی انی حاکیت ولی کذا وکذا اور یہی حال لکھنے کا ہی کہ قلم بھی بنصف زبان ہی پس اگر کوئی مصنف ایک شخص معین کی نسبت کچھ برا لکھے یا اُسکا کلام کتاب مین نقل کرے تو داخل غیبت ہی مگر اس صورت مین کہ کوئی وجہ یا عذر رکھدے جیسا کہ آگے اسکا بیان آتا ہے ہان اسطرح کہنا کہ کچھ لوگ ایسا کہتے ہین داخل غیبت نہین غیبت اُسی کا نام ہی کہ شخص معین کی طرف اشارہ پایا جاوے خواہ زندہ ہو یا مردہ اور یہ بھی غیبت ہی کہ اسطرح کہے جس سے آج ملاقات ہوئی تھی یا جو شخص ہمارے پاس آیا تھا وغیرہ بشرطیکہ مخاطب اس سے شخص معین سمجھے کیونکہ مقصود یہی ہی کہ مخاطب سمجھ جاوے یہ مقصود نہین کہ کسی طور خاص سے سمجھانے سے غیبت ہوتی ہی لیکن اگر شخص معین مخاطب کے ذہن مین نہ آویگا تو جائز ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی آدمی کا فعل برا معلوم ہوتا تو فرماتے کہ لوگون کا کیا حال ہی کہ ایسا کرتے ہین معین کرکے کچھ نہین فرماتے تھے پس کلام مین کوئی ایسا لفظ کہدینا کہ جس سے شخص معین ہی سمجھا جاوے غیبت ہوگی اور سب سے زیادہ بُری غیبت وہ لوگ کرتے ہین جو پڑھے ہوے اور ریاکار ہین کہ مقصود بھی اپنا ظاہر کردین اور اچھے کے اچھے بنے رہین اور لوگون کو یہ معلوم ہو کہ غیبت نہین کرتے حالانکہ وہ خود جہالت سے یہ نہین جانتے کہ دو خطا کے مرتکب ہوئے غیبت کی غیبت سر رہی اور ریا اُسپر علاوہ ہوا مثلاً کسی شخص کا ذکر اگر اُنکے سامنے ہو تو کہتے ہین خدا کا شکر ہی کہ ہمکو حکام سے غرض نہین ڈالی نہ اُنکے سامنے دنیا کیواسطے ذلیل کیا یا یون کہتے ہین کہ

بے شرمی سے بھی خدا بچا دے تو ان الفاظ سے غرض یہی ہوتی ہی کہ دوسرا شخص معیوب ہی مگر اسکو شکر اور دعا کے پیرایہ مین بیان کرتے [۱]
ہین اور بعض اوقات اُس شخص کی مدح بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فلانا شخص کتنا اچھا ہی افعال سب درست عبادت مین چُست
مگر ایک ایسی ہی بلا مین مبتلا ہی کہ ہم سب کے سب اسمین گرفتار ہین وہ یہ ہی کہ صبر کم کرتا ہی پس اول اپنے نفس کو ذکر کر لیتے ہین اور اُس کے
ضمن مین غرض صرف دوسرے کی مذمت ہوتی ہی اور اپنے آپ کو صلحا سے مشابہ کرنا تو اس صورت مین تین خطا جمع ہو جاتی ہین
غیبت اور ریا اور اپنے نفس کو صاف جاننا اور خود یہی سمجھتے ہین کہ ہم نیک ہین کسی کی غیبت سے سروکار نہین رکھتے اسی بنا پر جو آدمی
بے جانے عبادت کرتے ہین شیطان اُنکو مسخرہ بنا لیتا ہی اُنکو لاعلمی کے سبب کچھ خبر نہین ہوتی وہ جسطرح چاہتا ہے اُنپر ہنستا ہے اور اُنکے
اعمال کو اپنے فریب سے گھیر لیتا ہے اور اسی مین یہ بھی ہی کہ کسی جلسہ مین ایک آدمی کے عیب کا ذکر کرتے ہین اور بعض شخص اس پر کان
نہین دھرتے تو کہہ اُٹھتے ہین کہ سبحان اللہ عجیب و غریب بات ہی تاکہ لوگ خوب متوجہ ہو کر سنین اپنے خبث باطن کے اظہار مین خدا
کا نام لیا جاتا ہی اُسکو بھی دھوکا دینا چاہتے ہین وہ تو دلون کی بات جانتا ہی کہ اُنکی کیا غرض ہی اور بعض اوقات کہتے ہین کہ ہمارے
دوست پر جو یہ حال گذرا ہمکو نہایت رنج ہوا کہ اُنکو سبکی ہوئی خدا تعالیٰ اسکو اُسکے عوض راحت دے تو غم کا دعوی اور دعا کا اظہار
دونون جھوٹے ہوتے ہین کیونکہ اگر دعا کا قصد ہوتا تو خلوت مین بعد نماز اُسکے لیے دعا کرتے اور در واقع مین اُسکے رنج سے رنج ہوتا تو
جس چیز کے اظہار سے اُسکو بُرا لگے وہ کیون ظاہر کرتے اسی طرح کبھی کہتے ہین کہ وہ بیچارہ بڑی آفت مین پھنس گیا ہی اللہ تعالیٰ اُسکو اور ہمکو دونون
کو توبہ نصیب فرما دے ظاہر مین تو یہ دعا ہی مگر اللہ تعالیٰ اخبث باطن پر خوب مطلع ہی کہ دل مین کیا ابھرا ہی مگر اُنکو جہالت کے باعث نہین معلوم ہوتا
کہ یہ امر جاہلون سے بھی بڑھکر ہی اور غیبت کو سنکر تعجب کرنا بھی غیبت ہی اسلیے کہ تعجب کرنیسے غیبت کنندہ خوش ہوتا ہی اور زیادہ کہنے کو تیار
ہوتا ہی مثلاً جب کسی نے دوسرے کا عیب بیان کیا اور سننے والے نے کہا کہ بھائی ہم اسکو ایسا نہین جانتے تھے آجتک ہم کو اس کی
نسبت اور ہی کچھ خیال تھا یہ تمنے عجیب حال اُسکا سنایا خدا بچائے پس اس سے وہ شخص غیبت کنندہ اور ویسے ہی باتین اسکی کرنے لگتا ہی کہ زیادہ
موجب تعجب ہوگا اور یہ بھی ہان جی ہان جی کہنے لگتا ہی غرضکہ غیبت کا سننا اور تصدیق کرنا بھی اُفعل غیبت ہے بلکہ جو جپکا سنا کرے وہ بھی شریک
غیبت ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی اَلْمُسْتَمِعُ اَحَدُ الْمُغْتَابِيْنَ اور ایکبار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مین سے ایک نے دوسرے سے ذکر کیا کہ فلانا
شخص بڑا سوتا ہی پھر دونون صاحبون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹی کے لیے سالن مانگا آپنے فرمایا کہ سالن تو تم لے چکے اُنھون نے
عرض کیا کہ ہمکو تو معلوم نہین کب لیا آپنے فرمایا کہ تم اپنے بھائی مسلمان کا گوشت کھا چکے دیکھو باوجودیکہ وہ کلمہ ایک صاحب نے فرمایا تھا مگر آپ نے
دونونکو شریک کیا اسیطرح ماعز کے رجم مین جب دو شخصون نے آپس مین کہا تھا کہ کتے کیطرح اسی جگہ مارا گیا تو آپ نے مردار دیکھکر دونونکو ارشاد فرمایا
تھا کہ اسمین دانت مارو حالانکہ کہنے والا ایک ہی تھا دوسرا سنتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ سننے والا بھی غیبت کے گناہ مین شریک ہی
مگر اس صورت مین کہ زبان سے کہنے والے کو منع کردے اور اگر زبان سے منع کرنے مین خوف ہو تو دل مین بُرا سمجھے اور اگر آپ
اس مجلس سے اُٹھ سکتا ہی یا کہنے والے کو دوسری باتین لگا سکتا ہی مگر یہ دونون باتین نہ کین تو گناہ بیشک ہوگا اور اگر زبان سے
تو منع کیا لیکن دل مین خواہش سننے کی رہی تو اسکا نام نفاق ہی گناہ سے جبھی بچیگا جب دل سے بُرا سمجھے گا اور منع کرنے مین اسیقدر کافی

ح ۱ استغفرالاعمی ایک غیبت کرنیوالونکا ہے ۱۲ ح ۲ اطبرانی نے بروایت ابن عمر بسند ضعیف استماع غیبت کی ممانعت نقل کی ہے ۱۲ ح ۳ ابو العباس قصولی در اسبات بروایت عبدالرحمن ابن ابی لیلی مرسلاً ۱۲ ح ۳ ادبر گذری ۱۲

نہیں کہ ہاتھ سے یا ابرو یا آنکھ کے اشارہ سے روک دے اسمین سہل انکاری سی معلوم ہوتی ہی بلکہ یون چاہیے کہ بخوبی منع کرے کہ خبردار ایساذ کر ہرگز مت کرنا حدیث شریف مین وارد ہی من اذل عندہ مومن فلم ینصرہ وہو یقدر علی نصرہ اذلہ اللہ یوم القیامۃ علی رؤس الخلائق اور حضرت ابو الدرداء فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا من رد عن عرض اخیہ بالغیب کان حقا علی اللہ ان یرد عن عرضہ یوم القیامۃ اور فرمایا من ذب عن عرض اخیہ بالغیب کان حقا علی اللہ ان یعتقہ من النار اور غیبت کے وقت مسلمان کی نصرت کے باب مین اور اسکی فضیلت مین بہت سی احادیث ہین جنکو ہم باب آداب صحبت اور حقوق اسلام مین بیان کر چکے ہین اب اعادہ کرنا امر زائد ہی

تیسرا بیان اسباب غیبت کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ غیبت کے سبب بہت ہین مگر گیارہ سبب مین وہ سب آ جاتے ہین آٹھ تو انمین عوام کے حق مین عام ہین اور تین دینداروں کے لیے خاص ہین آٹھ سببون مین سے اول یہ ہے کہ غصہ کے وقت دل کے پھپھولے پھوڑنے منظور ہون یعنی جب کوئی ایسا سبب ہو جاوے کہ آدمی کو دوسرے پر غصہ آوے تو ہیجان غضب مین اس کی برائی کرنے لگتا ہی اور دل کی کسر نکالتا ہی یہ امر اقتضائے طبع سے ہوتا ہی بشرطیکہ دین کا تعلق نہو اور کبھی بظاہر برا نہین کہتا مگر دل مین کینہ رہتا ہے اس سے گویا آیندہ کو ہمیشہ کے لیے برا کہنے کی بنا پڑتی ہی پس کینہ اور غضب دونون غیبت کے بڑے سببون مین سے ہین دوسرا سبب اورون کی دیکھا دیکھی اور ہان مین ہان ملانا ہی مثلاً اگر اپنے رفیق اور اہل جلسہ کسی کی برائی کرین تو اسوقت یہ سمجھتا ہے کہ اگر انکی طرح نہ کہونگا تو یہ ناراض ہو جاوینگے یا مجھکو برا سمجھین گے اور کنارہ کشی کرینگے تو انکی سی یہ بھی کہنے لگتا ہی اور اس امر کو حسن معاشرت اور ملنساری جانتا ہی کو جب وے غصہ کی حالت مین کسی کو برا کہتے ہین یہ بھی غصہ مین انکی دیکھا دیکھی کر کے برا کہنے لگتا ہی تیسرا سبب یہ ہی کہ پیش بندی منظور ہو یعنی جب کسیکو معلوم کیا کہ یہ شخص کسی بڑے آدمی کے سامنے میری برائی کریگا یا میرے خلاف گواہی دیگا تو پہلے ہی سے اسکی برائی کرنے لگے کہ پھر وہ اگر اسکی نسبت کچھ کہے تو شنوائی نہو اول سے یہ بات مخاطب کے دلمین جم جاوے کہ یہ آدمی لغو اور فضول گو ہی یا اول اول کچھ اس کے سچے حالات بیان کیے بعدہ جھوٹے معاملہ بھی اسکی طرف لگا کر کہدے تاکہ پہلے حالات کی طرح انکو بھی مخاطب صحیح تصور کرے اور اس کا جھوٹا اور فریبی ہونا اسطرح سے مشہور ہو جاوے اور اسکو اسطرح بیان کرتا ہی کہ میری عادت جھوٹ بولنے کی نہین مگر مین نے تمسے فلان فلان حال بیان کیے سب ویسے ہی نکلے جیسے مین نے کہے تھے چوتھا سبب یہ کہ کسی عیب سے اپنا بری ہونا مقصود ہوتا ہی تو اسوقت دوسرے شخص کا نام لیکر کہتا ہی کہ اسنے بھی ایسا ہی کیا یا وہ بھی میرے ساتھ شریک تھا اسمین معذور ہون اور چاہیے یون تھا کہ اپنے آپ کوئی عذر بیان کرتا دوسرے کا نام نہ لیتا پانچوان سبب ارادہ فخر و مباہات ہی کہ دوسرے کے ناقص بتلانیسے اپنا افضل ہونا ثابت کرے مثلاً کسی کو یہ کہنا کہ وہ جاہل آدمی ہی اسکی سمجھ اچھی نہین کلام پوچ کرتا ہی اس سے غرض یہی ہوتی ہی کہ ہم اسکی نسبت زیادہ جانتے ہین یا یہ خوف ہوا کہ شاید میری سی تعظیم کہین اسکی ہونے لگے اسلیے اسمین عیب نکالنے شروع کیے چھٹا سبب حسد ہی یعنی جب لوگون کو دیکھا کہ کسی امر کی تعریف و تعظیم کرتے ہین اور اس سے بہ محبت پیش آتے ہین تو رگ حسد جوش کرتی ہی اور یہ دل چاہتا ہی کہ یہ نعمت اسکے پاس نہ رہے تو اور تو کچھ نہین بن پڑتا اسکا عیب ظاہر کرنا شروع کرتا ہی تاکہ لوگون کے نزدیک اسکی عزت نہ رہے اور تعظیم و اکرام و مدح سے باز آوین اس لیے کہ تعریف کا سننا اور تعظیم ناگوار گذرتی ہی اسکا نام حسد ہی یہ غصہ اور کینہ کے علاوہ ہی کیونکہ غصہ اور کینہ مین تو یہ ہوتا ہی کہ دوسرا شخص کچھ اپنا بگاڑ کرتا ہے

جب غصہ اور کینہ آتا ہی اور حسد بگاڑ پر موقوف نہین دوست محسن اور رشتہ دار موافق پر بھی ہوا کرتی ہے ساتوان سبب کھیل اور دل لگی
ہے کہ دوسرے کی بُرائی بیان کر کے ہنسنا اور ہنسانا اور وقت ٹالنا منظور ہوتا ہے آٹھوان سبب دوسرے کی حقارت کے لیے اُسکو
بنا لینا مقصود ہوتا ہی اور یہ سامنے اور پیٹھ پیچھے دونون طرح ہوتا ہی اس مین اپنی بڑائی اور دوسرے کی ذلت منظور ہوتی ہی اور وہ
تین سبب جو خاص لوگو نہین باعث غیبت ہوتے ہین وہ بڑے دقیق و باریک ہین خیر کے پہلو مین شیطان اُنکو لا ڈالتا ہے انہین خیر واقع
مین ہوتی ہی مگر شیطان شر بھی خلط کر دیتا ہی پہلا سبب یہ ہی کہ دین کے باعث کسی کے قصور پر مطلع ہو کر تعجب معلوم ہوتا ہی تو کہنے لگتا ہے کہ
دیکھو فلان شخص سے ہمکو عجیب بات معلوم ہوئی ہر چند دیندار آدمی سے کسی قسم کی خطا درحقیقت موجب تعجب ہوتی ہی مگر دوسرے شخص
کو یون چاہیے تھا کہ تعجب تو کرتا مگر نام کسی کا نہ لیتا پس نام کا لوانا شیطان کا کام ہی اسی سبب سے یہ داخل غیبت ہو گیا اور نادانستہ گنہگار
ٹھہرا اور انہین یہ بھی داخل ہی کہ کسی کو کہین کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ اس جیسا شخص ایسی بدصورت عورت سے محبت کرے یا جاہلون مین
جا جا کر بیٹھے دوسرا سبب کسی کی خطا دیکھکر رحم آنا اور رنج کرنا مثلاً جب کسی کو کسی امر معیوب مین مبتلا دیکھا تو براہ رحم کہا کہ ہم کو اس کے حال
پر بڑا افسوس ہی کہ وہ اس بلا مین گرفتار ہو گیا تو اگرچہ دعوائے افسوس اُسکی جانب سے صحیح ہے مگر چونکہ غم مین اُس کا نام لے دیا اتنی بھی
بھول سے داخل غیبت ہو گیا پس ہر چند کسی مسلمان کے خطا وار ہونے سے غم کرنا اور رحم کھانا اچھی بات ہی لیکن شیطان نے اسمین
یہ شر بھی ملا دی کہ اُسکا نام لے دیا بدون نام کے لیے بھی تو رنج و رحم و تعجب ممکن ہی الا شیطان نے اُسکے ثواب سے محروم رکھنے کیلیے

حم باسناد صحیح ۱۲

نام لوا دیا تیسرا سبب اللہ کے واسطے غصہ کرنا یعنی جب کسی آدمی کو بُری بات کرتے سنا یا دیکھا تو براہ حمیت دینی غصہ آتا ہے انہین اگر
اُسکا نام لے کر غصہ کریگا تو غیبت مین داخل ہوگا بلکہ واجب یہ ہی کہ امر معروف اور نہی منکر کیلیے اظہار غضب خاص اُس شخص پر کرے اُسکی
اطلاع دوسرے کو منظور نہ ہو یا اظہار غضب کے وقت اُسکا نام لے اور برملا کہے یہ تین سبب ایسے ہین کہ انکا معلوم ہونا عوام کو تو کیا علما کو بھی بہت
مشکل ہی کیونکہ ظاہر اسباب یہ معلوم ہوتا ہی کہ تعجب اور رحمت اور غضب جب اللہ کے واسطے ہونگے تو تعیین نام مین ایک عذر قوی ہوگا حالانکہ
یہ خطا ہی بلکہ غیبت کے باب مین حاجات مخصوص ہین کہ اُنمین ذکر نام کی گنجائش نہین جیسا کہ آگے مذکور ہوگا عامر بن واثلہ رضہ روایت کرتے
ہین کہ ایک شخص ایک مجمع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین گذرا اور انکو سلام کیا سبھون نے جواب سلام دیا جب وہ آگے بڑھا
ایک آدمی نے مجمع مین سے کہا کہ مجھے اُس شخص کے ساتھ بغض للہ ہی لوگون نے کہا کہ یہ تم نے بہت بُرا کہا ہم اسکو مطلع کرتے ہین اور
اُسی وقت ایک آدمی سے کہا کہ اس شخص سے جا کر کہدے کہ فلان شخص تمھاری نسبت یون کہتا ہی چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ شخص سنتے ہی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُس شخص کا قول اپنی نسبت عرض کیا آپ نے اُسکو بلوا کر پوچھا کہ تو نے ایسا کلمہ
اُسکی نسبت کہا ہی اُسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ پھر وجہ بغض کی کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ مین اُس شخص کا ہمسایہ ہون اُسکے حال
کو خوب جانتا ہون یہ شخص سوائے نماز فرض کے اور کوئی نماز نہین پڑھتا اُسنے عرض کیا کہ آپ یہ دریافت فرمایئے کہ فرض نماز
مین مین نے کبھی دیر کی ہی یا وضو اچھی طرح نہین کیا یا رکوع سجدہ بُرا کیا ہی جب آپنے اُس سے پوچھا تو عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر
عرض کیا کہ یا حضرت سوائے ماہ رمضان مبارک کے اور کبھی روزہ رکھتے مین نے اُسکو نہین دیکھا اور اس مہینے کے روزہ

تو اچھے بُرے سب ہی آدمی رکھتے ہین اُس نے جواب مین عرض کیا کہ آپ دریافت فرمائیے کہ کبھی مین نے کسی رمضان کے روزہ نہ رکھے ہون یا کچھ روزون کا حق ادا نہ کیا ہو آپ نے جو دریافت فرمایا کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ مین نے اس کو کبھی سائل اور مسکین کو دیتے نہین دیکھا اور نہ خدا واسطے کبھی خرچ کرتے دیکھا البتہ زکوٰۃ مال کی دیا کرتا ہے سو سبھی دیتے ہین اُس نے عرض کیا کہ آپ یہ پوچھین کہ کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ مین نے زکوٰۃ کم دی ہو یا وقت سے ٹال گیا ہون آپ نے جو دریافت فرمایا اُس نے عرض کیا کہ یہ بات تو کوئی بھی نہین ہوئی پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ چلا جا شاید یہی شخص تیری نسبت بہتر ہو اس سے بغض کیون رکھتا ہے

چوتھا بیان اُس تدبیر کے ذکر مین جس سے زبان غیبت سے باز رہے جاننا چاہیے کہ کل اخلاق بد کا علاج معجون علم و عمل سے ہوتا ہے اور ہر مرض کی دوا اُسکے سبب کے خلاف ہوتی ہے یعنی سبب مرض اگر برودت ہو تو علاج حرارت سے ہوگا اور اگر حرارت ہو تو برودت سے اور چونکہ سبب غیبت کے اوپر مذکور ہوئے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ روکنا زبان کا غیبت سے دو طرح ممکن ہے ایک طور تو اجمالی ہے اور ایک تفصیلی اجمالی تو یہ ہے کہ آدمی یہ یقین کرے کہ غیبت کے باعث غضب الٰہی مین گرفتار ہونگا جیسے کہ اخبار و آثار سے معلوم ہوا اور یہ کہ اُس کے باعث قیامت کے روز نیکیاں بیکار ہو جاوینگی اسلیے کہ غیبت مین جس شخص کی ہتک ہوگی نیکیاں اُسکو مل جاوینگی اور نیکیاں غیبت کنندہ کے پاس نہ ہونگی تو دوسرے شخص کی برائیاں اُسکے نامۂ اعمال مین لکھ دیجاوینگی اور غضب الٰہی اُسکے علاوہ رہا کہ خدا کے سامنے گویا یہ شخص مردار خوار ہے بلکہ اگر پلہ بدیون کا جھک گیا تو دوزخی ہی ہوا فرض کرو کہ اُسکی نیکیاں اور بدیاں برابر تھین لیکن غیبت کے باعث اگر ایک نیکی دوسرے شخص کو مل گئی یا ایک بدی اُسکی طرف آملی تو ظاہر ہے کہ دونون صورتون مین پلہ بدیون کا بھاری ہو جاویگا اور اُسوقت نتیجہ بجز دوزخی ہونے کے اور کیا ہے اور کمتر درجہ یہ ہے کہ اعمال کا ثواب کم ملے یعنی جب مواخذہ اور باز پرس اور سوال و جواب و حساب کتاب ہو چکے اور کچھ نیکیاں مثلاً باقی رہین تو جتنا ثواب اُسکو بے غیبت اُنکے عوض ملتا غیبت ہونے سے اتنا نہین ملیگا حدیث شریف مین آیا ہے ما النار فی الیبس باسرع من الغیبۃ فی حسنات العبد[26] اور ایک روایت مین ہے کہ کسی نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مین نے یون سنا ہے کہ آپ میری غیبت کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ میری نظر مین تمھاری ایسی قدر نہین کہ اپنی نیکیاں تم کو حوالہ کرون غرضکہ جب آدمی اُن احادیث کو جو غیبت کے باب مین وارد ہین یقین کریگا تو ڈر کے مارے غیبت پر زبان نہ کھلے گی اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ جب غیبت کا خیال آوے تو اپنے نفس مین فکر کرے کہ کوئی عیب مجھ مین بھی ہے یا نہین اگر کوئی عیب پاوے تو اُسکے دور کرنے مین مشغول ہو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو یاد کرے طوبیٰ لمن شغلہ عیبہ عن عیوب الناس[27] اور جب آدمی مین خود عیب ہو تو چاہیے کہ اس امر کی شرم کرے کہ اپنے نفس کو تو بُرا نہ کہے اوروں کو بُرا کہے بلکہ یہ جان لے کہ جیسا مجھ سے اپنے نفس کا عیب دور نہ ہو سکا ویسا ہی یہ شخص بھی مجبور رہا ہوگا ورنہ خود را فضیحت دیگرے را نصیحت کے کیا معنی اور یہ بھی صورت ہے کہ دوسرے شخص مین عیب اس قسم کا ہو جو اُسکے فعل اور اختیار سے ہوا ہو ورنہ اگر کوئی امر جبلی خواہ اعضا ظاہری مین ہوگا تو اُسپر بُرا کہنا تو خالق کو بُرا کہنا ہے معاذ اللہ منہا جیسا کہ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ اے بدصورت اُسنے جواب دیا کہ صورت کا بنانا میرے اختیار مین نہین تھا کہ مین اسکو اچھا کر لیتا اور اگر اپنے نفس مین کوئی عیب نہ پاوے تو خدا کا شکر کرے اور غیبت مین جو سب سے بڑا عیب ہے مبتلا نہو مردار کے گوشت

[26] آگ اتنی جلدی نہین اثر کرتی سوکھی لکڑی مین جتنی جلدی غیبت اثر کرتی ہے بندہ کی حسنات مین ۱۲

[27] خوشی ہو واسطے اُس شخص کے جسکو باز رکھے اُسکا عیب دوسرون کے عیب سے تخریج کیا بزار نے بروایت انس رضی اللہ عنہ بسند ضعیف ۱۲

کھانے سے زیادہ برائی کونسی ہوگی پس اگر اپنے آپ کو عیبون سے صاف جانتا ہی تو اس زبان کو اس غلیظ اور کثیف چیز مین بھی آلودہ نکرے اور اگر بنظر انصاف دیکھو تو کوئی آدمی عیب سے خالی ہنین اگر کوئی اپنے آپ کو عیب سے پاک تصور کرے یہ محض حماقت اور نادانی ہی پس یہی بہتر ہی کہ دوسرون کی غیبت کے وقت اپنے نفس کی اصلاح کیا کرے اور ایک تدبیر یہ بھی ہی کہ یہ خیال کرے کہ اگر کوئی شخص میری غیبت کرے تو مجکو کتنا برا معلوم ہوگا اسیطرح اگر مین دوسرے کی غیبت کرونگا تو اسکو بھی ویسا ہی رنج ہوگا پس جیسا یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اپنی غیبت کوئی کرے ایسا ہی اُسکو بھی ناپسند کرنا چاہیے کہ خود دوسرے کی غیبت کا مرتکب ہو یہ تدبیرین اجمالی تھین اور معالجہ تفصیلی اسطرح ہی کہ جونسا سبب غیبت کا ہو اُسی کو دور کرنا چاہیے اسلیے کہ بیماری جبھی دور ہوتی ہے جب اُس کا سبب منقطع ہو جاتا ہی پس اگر سبب غیبت کا غضب ہو تو اس سے اسطرح بچنا چاہیے کہ دل مین یون تصور کرے کہ اگر مین اس پر غصہ نکالونگا تو خدا تعالی غیبت کے سبب مجھپر غصہ نکالے گا اسلیے کہ اُس نے فرمادیا تھا مگر مین نے اُسکی عدول حکمی کی اور اُسکے روکنے کی کچھ حقیقت نہ سمجھی اور حدیث شریف مین ہی ان لجہنم بابا لا یدخل منہ الا من شفی غیظہ بمعصیۃ اللہ تعالی[۲۶] اور فرمایا من اتقی ربہ کل لسانہ ولم یشف غیظہ[۲۷] اور فرمایا کہ جو شخص غصہ نکالنے پر قادر ہو کر اُسکو پی جاوے اللہ تعالی قیامت کے روز سب لوگون کے سامنے اسکو بلا کر ارشاد فرماویگا کہ حورون مین سے جونسی چاہے پسند کرے اور بعض انبیا علیہم السلام کے صحیفون مین ہی کہ خداوند جل وعلی فرماتا ہے کہ اے ابن آدم جب تو غصہ کرے مجھکو یاد کیا کر مین اپنے غصہ کے وقت تجکو یاد کرونگا یعنی تباہ کارون کے ساتھ تجکو تباہ نہین کرونگا اور اگر باعث غیبت یار آشناؤن کی موافقت اور دیکھا دیکھی ہو تو یون جاننا چاہیے کہ جس بات سے خدا ناخوش ہی اسمین اگر مخلوق راضی ہوئی تو کیا ہوگا یہ کسطرح ہو سکتا ہی کہ بندہ دوسرے کی خاطر اپنے آقا سے بگاڑ کرے اور ایسا کرے تو اُس جیسا نادان اور نمک حرام کوئی نہین ہان یہ چاہیے کہ غصہ اللہ کیواسطے ہو اور اسمین بھی اس بات کا خیال رہے کہ جسپر غصہ ہو اُسکی نسبت کچھ کلمہ بیجا نہ نکلے بلکہ زیادہ سے اگر کوئی کلام اُسکی نسبت بیجا صادر ہو تو اُسپر بھی غصہ کرے اسلیے کہ وہ لوگ بڑے گناہ کے مرتکب ہوے جسکا نام غیبت ہی اور اگر باعث غیبت اپنے نفس کا پاک و بری کرنا ہے یعنی دوسرے کا نام کسی گناہ مین اسلیے لیتا ہی کہ لوگ اسکو بری تصور کرین اس خیال سے کہ ایسا کام اور اچھے لوگ بھی کرتے ہین تو اسکا معالجہ یہ ہی کہ خیال کرے کہ مخلوق کی ناراضی کی نسبت خدا تعالی کی ناراضی بہت سخت ہی اور غیبت کے سبب خدا تعالی کی ناراضی تو قطعاً ہوتی ہی مگر جس مطلب کے واسطے غیبت کرتا ہون وہ امر وہمی ہی اسلیے کہ کیا معلوم ہی کہ لوگ بعد غیبت اسکو برا تصور کرینگے یا نہین بہر صورت اسمین خدا تعالی کا غصہ اور آخرت مین تباہ ہونا اور نیکیون کا نقصان تو نقد اور حقیقت مین موجود ہی اور دنیا کے نزدیک سرخروئی ہے اور لوگونکی زبان بندی یہ بھی بات بمنزلہ اُدھار کے ہی تو ایسے معاملہ مین سراسر جہالت و ذلت ہی اس کہنے سے کیا فائدہ کہ مین نے حرام کھایا تو کیا ہوا فلانا شخص بھی کھاتا ہی یا مین نے یہ قصور کیا تو تنہا نہین ہون فلان شخص بھی ایسا ہی کرتا ہی اسلیے کہ تقلید و اقتدا ایسے ہی شخص کی مقبول ہوتی ہی جو خدا تعالی کی مرضی کے موافق کام کرتا ہو اور اگر اُسکے خلاف حکم کرے تو ایسے کی اقتدا ہرگز نہین چاہیے خواہ کوئی کیون نہو ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ٭ فرض کرو کہ کوئی آدمی جلتی آگ مین کود پڑے اور تم کو قدرت اُس آگ سے بچنے کی حاصل ہو تو کبھی پہلے شخص کا ساتھ دوگے اور اگر دوگے تو بیوقوف کہلاؤگے غور کرنے کی بات ہی کہ اپنا

[۲۶] دوزخ کا ایک دروازہ ہی جس مین داخل ہونگے وہ لوگ کہ نکالتے ہین اپنا غصہ خدا کی نافرمانی مین ۱۲ ابن ابی الدنیا و بیہقی بروایت ابن عباس بسند ضعیف

[۲۷] جو شخص تقوی کرتا ہے اپنے رب سے بند رکھتا ہے اپنی زبان اور نہین نکالتا غصہ اپنا ... ابن ابی الدنیا بروایت سہل بن سعد بسند ضعیف ...

عذر بیان کرے زمین جو شخص دوسرے کا نام لیتا ہی تو اُسکے ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو غیبت دوسرے اُس گناہ کی زیادتی کیونکہ عذر گناہ بدتر از گناہ مشہور ہی پس ایسے شخص پر جہالت اور غباوت دونون ختم ہین اور اُسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی بکری ایک بز کوہی کو پہاڑ کی چوٹی سے گرتے دیکھکر آپ بھی اُسکے ساتھ گر پڑے اب اگر مثلاً اُسکی زبان گویا ہو جاوے اور اس گرنے کی وجہ یون کہے کہ چونکہ بکرا مجھسے زیادہ دانا تھا اور بہت گراتھا اسواسطے مین بھی گر پڑی تو بیشک سننے والونکو ہنسی آویگی کہ کیسی جہالت کا جواب ہے مگر حضرت انسان کا بعینہٖ یہی حال ہے اپنے نفس پر ہنسی نہین آتی کہ خطا کا عذر کیسا نامعقول کرتے ہین اور اگر باعث غیبت یہ ہو کہ دوسرے کی نسبت اپنا فضل زیادہ ہو اور لوگ اُسکی بُرائی سے آگاہ ہو کر اسکی تعظیم کم کرین تو اُسکا علاج یہ ہی کہ غیبت کرنے سے جو مرتبہ خدا کے نزدیک تھا وہ تو جاتا رہا اب لوگون کے نزدیک افضل ہونا احتمالی بات ہی بلکہ ممکن ہی کہ وہ بداعتقاد ہو جاوین جبکہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص لوگونکی برائی کرتا رہتا ہی بہرصورت اپنی قدر خدا کے یہان کی یقیناً دے ڈالی اور دنیا کی عزت وہمی کا خریدار ہوا اور اگر بالفرض لوگون مین کچھ عزت و تعظیم ہوئی بھی تو قیامت مین کیا کام آویگی ولکن عذاب اللہ شدید وہان کوئی اپنا یا بیگانہ کچھ نفع نہین کریگا اور اگر غیبت کا سبب حسد ہو تو دو عذاب اور دو مصیبتین ہی اپنے اوپر لیتی ہی دنیا مین تو حسد کے باعث جلتا رہیگا چنانچہ کسی شاعر کا قول ہی ؎ حاسد کو ایکدم نہین راحت جہان مین رنج و حسد ہی جان پر جبتک کہ جان مین ہے اور اُسپر بھی قناعت نہ کی غیبت کرکے عذاب آخرت بھی گردن پر لیا اور خسر الدنیا والآخرۃ ہوا ارادہ تو یہ کیا کہ دوسرے کا بُرا ہو مگر اپنا بُرا ہو رہا اور دوسرے کے شگون بد کے لیے اپنی ناک کٹ گئی کہ نیکیان اُسکو ملین گی خواہ اُس کی خطائین اپنے اوپر آئین گی دونون صورت مین گویا اُسکے ساتھ تو دوستی ہوئی اور اپنے نفس کے ساتھ دشمنی اُسکے سوا کبھی یہ بھی ہوتا ہی کہ حسد اور غیبت سے دوسرے کا فضل اور زیادہ مشہور ہو جاتا ہی تب اور زیادہ حماقت اور جہالت پر ندامت ہوتی ہی اور اگر باعث غیبت استہزا ہو تو جاننا چاہیے کہ گو سردست ایک شخص خاطر خواہ بن جاتا ہی لوگون مین رسوا ہوتا ہی مگر غیبت کرنیوالا خدا کے نزدیک رسوا ہوتا ہی اور فرشتون اور انبیاء کے سامنے ذلت اٹھاتا ہی پس اگر آدمی اُسکے انجام کو سوچے کہ کسطرح کی حسرت اور ذلت اور خجالت قیامت کے دن اٹھانی پڑے گی جب دوسرے کے گناہ اُسکے سر پڑینگے اور یہ بھاری گٹھری ایکبار دوزخ مین ڈال دیا جاویگا تو اسطرح کا خوف دل مین سماویگا پھر کسی آدمی کے بنانے کو دل نچاہے گا اسلیے کہ دنیا مین دوسرے کو بنانا صرف چند آدمیون کے سامنے ہوگا اور قیامت کی رسوائی تمام خلق کے سامنے ہوگی اُسوقت دوسرا شخص اپنے غیبت کنندہ کو دیکھے گا کہ گدھے کیطرح بوجھون لدا ہوا دوزخ مین چلا جاتا ہی تو وہ اس رسوائی کو دیکھکر خوش ہوگا اور کہیگا کہ ہنسی کا مزہ پایا دیکھو خدا نے میری کیسی مدد کی اور کیا بدلا لیا اور اگر باعث رحمت غیبت کرتا ہی کہ دوسرے کے گناہ پر اُسکو رحم آیا اسواسطے منہ سے غیبت نکلی تو رحم کھانا کسی کی مصیبت پر تو اچھا ہی مگر شیطان چونکہ انسان کا حاسد ہی وہ ایسا کلمہ منہ سے نکلوا دیتا ہی جس سے اُس مرحوم کے گناہ کم ہو جاوین اور غیبت کنندہ کے ذمہ پڑین پس اس صورت مین اگر سچ پوچھو تو وہ مرحوم قابل رحم نہ رہا اسلیے کہ اُسکی خطا کا نقصان غیبت کنندہ کی نیکیون سے جاتا رہا بلکہ اب قابل رحم غیبت کنندہ ہی کہ بیچارہ کو لینے کے دینے پڑے ثواب کا ثواب گیا اور نیکیان کم ہو گئین اسی طرح اگر غصہ اللہ کیواسطے کیا جاتا ہی تو موجب غیبت نہین ہوتا مگر شیطان فریب دیکر اس غصہ کا ثواب کھونے کے لیے غیبت کی بات نکلوا دیتا ہی جو موجب ناراضمندی خالق ہو اور تعجب سے جو غیبت آدمی کرتا ہے تو چاہیے کہ اپنے نفس پر تعجب کرے

کر دوسرے کے دین مین دنیا کے واسطے کیسے اپنا دین برباد کر دیا اور اسپر طرہ یہ ہی کہ دنیا کے عذاب سے بھی بالکل امن نہین کیونکہ ہوسکتا ہی کہ جیسے اُسنے دوسرے کا ہتک کیا خدا تعالی اُسکا کیا اُسکے آگے لاوے اور یہ بھی ویسا ہی ہو جاوے خلاصہ یہ کہ سب عیبونکا علاج صرف انجام کا جان لینا ہی کہ یہ باتین مذکورہ بالا اُسکے دل مین ٹھن جاوین بس جس کسیکا ایمان ان سب باتونپر پکا ہوگا اُسکی زبان بیشک غیبت سے باز رہیگی

بیان پانچوان اس امر کا کہ دلسے بھی غیبت کرنی حرام ہی

واضح ہو کہ بدگمانی حرام ہی جسطرح کہ بُرا کہنا ناجائز ہی مثلاً جیسا دوسرے کی غیبت زبانسے ذکر کرنی نچاہیے ویسا ہی یہ بھی نچاہیے کہ دلمین اُسکی طرف سے بدگمانی کرے اور بدگمانی سے ہماری غرض یہ ہی کہ دل سے قصداً دوسرے کو بد نہ سمجھنا چاہیے اگر کسی کی بُرائی خواطر اور حدیث نفس کے طور پر گذر جاوے تو وہ معاف ہی بلکہ شک بھی عفو مین داخل ہی ممنوع جو چیز ہی وہ ظن ہی یعنی دل کا میلان بدی کی طرف جسکے واسطے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی یاأیہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم اور سوء ظن کے حرام ہونیکی یہ وجہ ہی کہ اسرار قلوب کو سوائے علام الغیوب کے اور کوئی نہین جانتا پس بندہ کو نہین پہونچ سکتا کہ دوسرے کی طرف سے بدی کو دلمین جمائے ہان اس صورت مین کہ بدی کا معاینہ ایسی طرح پر ہو جاوے جسمین محل تاویل نہ رہے تو البتہ اُسکے خلاف دلمین جمنا دشوار ہی مگر جبتک کسی کا حال ندیکھا ہو نہ سنا خواہ نہ خواہ دلمین اُسکی طرف سے بدگمان ہونا کام شیطان کا ہی ایسی صورت مین اُس اعتقاد کو جھوٹا کرنا چاہیے اور اس وسوسہ شیطانی کی تکذیب کے درپے ہونا چاہیے یہ بڑا فاسق ہے اور فاسق کی خبر ماننے کا حکم نہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی یاایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی خبر کو سچ نہ جاننا چاہیے اور اگر اُسکے ساتھ کچھ بات ایسی بھی ہو جس سے کہ یہ اعتقاد حاسد ٹھہرتا ہو یا خلاف کا احتمال نکلتا ہو تب تو بطریق اولی سچ نہ ماننا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ فاسق خبر سچ ہی کہتا ہو لیکن بلا تحقیق اسکی تصدیق کیسے ہوسکتی ہے فرض کرو کہ ایک شخص کے منھ سے شراب کی بو آتی ہے تو اُس پر حد شراب کی جاری نہ ہوگی اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ شراب سے کلی کی ہو یا غرارہ کیا ہو یا زبردستی کسی نے منھ مین لگا دی ہو اور پیا نہ ہو بس احتمالات کے ہوتے ہوئے تصدیق قلبی کرنی اور مسلمان پر سوء ظن کرنا نہ چاہیے چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ ان اللہ حرم من المسلم دمہ و مالہ وان یظن بہ ظن السوء اس سے معلوم ہوا کہ جن دلیلون سے مال اور خون مباح ہوتا ہی انھین دلیلون سے سوء ظن بھی مباح ہوتا ہی یعنی جب آنکھ سے دیکھے یا گواہ دل سے ثابت ہوا اور جب اسطرح نہو اور بدگمانی کا خطرہ دل مین آوے تو اُسکو نفس سے دور کرنا چاہیے اور نفس کو سمجھانا چاہیے کہ اس شخص کا حال تجھ سے آج تک مخفی رہا ہی اور جس وجہ سے تو اب سوء ظن کرتا ہی اسمین بھی احتمال خیر و شر کا ہی بس بینا بدہ شر کی طرف جانا اور سہی کا وسواس دلمین لانا کیا ضرور ہی اب اگر یہ کہو کہ شک تو آدمی کے دلمین خلجان کرتے ہی رہتے ہین اور حدیث نفس بھی ہوتی ہی رہتی ہے تو ظن کو ہم کسطرح پہچانین کہ اس چیز کا نام ظن ہی اُسکی علامت بتانی چاہیے تو معلوم کرو کہ ظن کے مستقل و مستحکم ہونیکی یہ علامت ہی کہ پہلے سے جسطرح کا اعتقاد ایک شخص کے ساتھ ہو ظن کے ہوتے ہوئے وہ بات نرہے بلکہ اُس سے کسی قدر نفرت دل مین سما جاوے اور اگر پاس بیٹھے تو گران معلوم ہو رعایت اور مہربانی و اکرام و تعظیم مین سستی کرنے لگے اور اگر وہ کچھ گناہ کرے تو اُسکا رنج نہ ہو یہ نشان

احکام ظن کے ہین اُنسے جان لے کہ مجھکو دوسرے کی نسبت سوء ظن ہی ایک حدیث شریف مین مذکور ہی ثلاث فی المومن ولہ منہن مخرج فمخرجہ من السوء الظن ان لا یحققہ یعنی سوء ظن سے نکال کی صورت یہ ہی کہ ظن کو ٹھہرنے اور جمنے نہ دے نہ دل مین نہ اعضاء ظاہری مین دل مین جمنے کی صورت تو یہ ہی کہ اُسکے باعث نفرت اور کراہت کرنے لگے اور اعضاء ظاہری مین یہ صورت ہی کہ اُنسے بھی اعمال دل کے ظن کے موافق صادر ہون غرضکہ شیطان ادنی اسی بات مین لوگونکی بُرائی دلمین ڈالدیتا ہی اور ساتھ ہی اُسکے یہ بھی تصور دلمین ڈالدیتا ہی کہ ہمنے کیا خوب جلد دوسرے کو جان لیا کیسے عقیل اور ذکی ہین اور کیون نہو مومن تو خدا کے نور سے سوجھا کرتا ہی حالانکہ حقیقت مین شیطان کے دھوکے سے دیکھتا ہی اُسکا اندھیرا آنکھون مین چھایا ہوا ہی یہان نور خدا کہان البتہ اگر کوئی گواہ عادل کچھ خبر سنادے اور دل اُسکی تصدیق کیطرف مائل ہو تو معذور ہی اسلیے کہ اگر اس عادل کو جھوٹا سمجھیگا تو اُسکی نسبت سوء ظن ٹھہرتا ہی اور سوا اسکے ترجیح بلا مرجح ہو نہین سکتی کہ ایک کی طرف سوء ظن ہو اور دوسرے کیطرف حسن ظن تو ایسی صورت مین آدمی کو چاہیے کہ اس بات کی تلاش کرے کہ اُن دونون مین عداوت یا حسد وغیرہ تو نہین کہ تہمت کو دخل ہو اور تہمت کے باعث باپ اگرچہ عادل ہو اُسکی گواہی بیٹے کے نفع کے لیے شرعاً جائز نہین اور اسی کے سبب دشمن کی شہادت غیر مقبول ہی پس جبتک یہ اچھی طرح معلوم نہو تب تک عادل کی خبر پر بھی توقف ہی چاہیے نہ اُسکو سچا جانے نہ جھوٹا بلکہ دلمین یہ سوچے کہ جس شخص کا حال اُسنے کہا ہی اب تک بدستور سابق مجھکو اُسکا کچھ علم نہین ہوا جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہی اور بعض اوقات آدمی ظاہر مین عادل تو ہوتا ہی اور اُسمین اور دوسرے شخص مین عداوت وغیرہ بھی نہین ہوتی مگر اُسکی عادت اسطرح کی ہی کہ لوگونکی برائی کیا کرتا ہی لوگ بظاہر اُسکے اعمال کو دیکھکر جانتے ہین کہ یہ شخص عادل ہی مگر واقع مین عادل نہین ہی اسلیے کہ غیبت کرتا ہی اور غیبت کنندہ فاسق ہوتا ہی جسکی عادت غیبت کی ہوتی ہے اُسکی گواہی نہین چاہیے مگر لوگون کو غیبت کے باب مین ایسی سہل انکاری ہی کہ اُسکی کچھ پروا نہین کرتے ایک دوسرے کی برائی کرتے رہتے ہین خلاصہ یہ کہ جب کسی مسلمان کی طرف سوء ظن دلمین ہو تو آدمی کو چاہیے کہ پہلے کی نسبت اُسکی مراعات زیادہ کرے اور اُسکے لیے دعاء خیر کرے اس سے سوء ظن جاتا رہیگا اور شیطان کو بُرا معلوم ہوگا پھر کبھی کسی کیطرف سے سوء ظن دل مین نہ ڈالیگا اس ڈر سے کہ مبادا یہ اُسکے لیے دعا خیر اور زیادتی رعایت مین مصروف ہو جاوے اور جب کسی شخص مسلمان کی لغزش دلیل سے بایہ ثبوت کو پہونچ جاوے تو اُسوقت چاہیے کہ شیطان کے فریب مین آکر اُسکی غیبت نہ کرنے لگے بلکہ اُسکو خفیہ نصیحت کرے اور نصیحت مین بھی یہ خیال رہے کہ اس بات کی خوشی ظاہر نہو کہ ہمکو دوسرے کا دینی عیب معلوم ہو گیا اور ہم کو رتبہ وعظ و نصیحت حاصل ہوا ہمارا مرتبہ اس سے بڑا ہی اُسکو ہماری تعظیم چاہیے بلکہ جسطرح اپنے آپ مین کوئی نقصان دینی ہونے سے رنج ہوتا ہے ویسا ہی رنج کرکے یہ قصد کرے کہ یہ گناہ اُس سے چھوٹ جاوے اور بدل یہی اچھا معلوم ہو کہ بدون میری نصیحت کے وہ راہ راست پر آجاوے جب اسطرح پر آدمی کام کریگا تو تین ثواب کا مستحق ہوگا اول دوسرے کو نصیحت کرنے کا دوم اُسکی خطا پر غم کرنیکا سوم دین پر اُسکی مدد کرنے کا اور جاسوسی کرنا بھی سوء ظن کا نتیجہ ہی یعنی جب کسی کی طرف سے کچھ ظن ہوتا ہی تو دل کو اُسپر قناعت نہین ہوتی درپے تحقیق ہو کر اُسکے حال کی جاسوسی کرتا ہی یہ بھی ممنوع ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ولا تجسسوا ایک ہی آیت مین غیبت اور سوء ظن اور تجسس کو منع فرمادیا اور

جاسوسی کے یہ معنی ہین کہ جو شخص مستور الحال ہو معلوم نہین کہ کیا کرتا ہی اُسکے حال کے دریافت کے درپے ہونا اور اُسکے خفیہ واقعات کی تلاش
مین پڑنا یہانتک کہ اُسکے ایسے حال معلوم ہوجاوین کہ اگر وہ نہ معلوم ہوتے تو دل و دین کیلیے بہتر ہوتے اور حکم جاسوسی کا اور اُسکی حقیقت
مفصل باب امر بالمعروف مین گذر چکی ہی وہان دیکھنا چاہیے

چھٹا بیان اُن عذرونکا جنکے سبب غیبت درست ہی

جاننا چاہیے کہ اگر دوسرے شخص کی برائی بیان کرنے مین شرعًا
کوئی مقصود صحیح ہو تو اُس غیبت کا گناہ نہین ہوتا اور وہ چھہ باتین ہین اول ظلم کی دادرسی کے لیے غیبت کرنی مثلًا مظلوم آدمی اگر حاکم
اعلی سے کہے کہ فلان حاکم ادنی نے میرے اوپر ظلم کیا یا خیانت کی یا رشوت لی تو یہ داخل غیبت نہین کیونکہ بدون اسکے دادرسی نہین ہوگی
مگر سوائے مظلوم کے اور کوئی شخص ایسا کہے تو غیبت ہوگی مظلوم کو ظالم کا برا کہنا درست ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ ان لصاحب الحق
مقالا اور فرمایا مطل الغنی ظلم اور لی الواجد یحل عقوبتہ وعرضہ دوسرے یہ کہ بری بات کے دور کرنیکے لیے یا گنہگار کے راہ راست پر لانے کیلیے
استعانت منظور ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب آپ حضرت عثمانؓ یا حضرت طلحہؓ کے پاس کو گذرے تو السلام علیکم کہا انھون
نے جواب نہ دیا آپنے انکی شکایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لیجاکر صلح کرادی تو یہ شکایت صحابہ
رضی اللہ عنہم کے نزدیک داخل غیبت نہ تھی کیونکہ اس سے مقصود انکی صلح تھی اسیطرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی کہ شام کے ملک مین
ابوجندل نے شراب خواری شروع کردی ہی تو یون لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم حم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب
شدید العقاب انھون نے اُسکے پڑھتے ہی توبہ کی تو جس شخص نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ماجرا کہا تھا بطور غیبت نہین کہا تھا اور نہ آپنے
اسکو غیبت تصور کیا بلکہ اُسکا مقصود یہ تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنینگے تو اس حرکت کو برا جانکر انکو نصیحت فرمادینگے اور ان باتون جیسی
انکی نصیحت کارگر ہوگی دوسرے کی نہوگی اور ایسا ہی ہوا غرضکہ مقصود صحیح شرط ہی ورنہ غیبت کے حرام ہونے مین کیا کلام ہی تیسرے یہ کہ کسی
مسئلہ مین حکم شرع پوچھنا منظور ہو مثلًا مفتی سے جاکر سوال کرے کہ میرے باپ بھائی یا زوجہ وغیرہ نے مجھپر ظلم کیا ہی شرعًا مجکو کیا کرنا چاہیے جو
اس ظلم سے رہائی پاؤن اور اسمین بھی احتیاط یہی ہی کہ کنایۃً استفسار کرے مثلًا یون پوچھے کہ آپ اس باب مین کیا ارشاد فرماتے ہین کہ
ایک شخص پر اسکے کسی رشتہ دار نے ظلم کیا تو اسکو کیا کرنا چاہیے اور اگر اس عذر کے باعث تصریح اور تعیین بھی کریگا تو جائز ہے چنانچہ روایت ہی
کہ ہندہ عتبہ کی بیٹی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین اپنے شوہر کی شکایت کی کہ ابوسفیان مرد بخیل ہی مجکو اسقدر نہین دیتا کہ مجکو اور
اولاد کو کافی ہو اگر اجازت ہو تو مین اُس سے چھپا کر لیا کرون آپنے فرمایا کہ جسقدر ٹھیک ٹھیک تجکو اور تیری اولاد کو کافی ہو اُسقدر لے لیا کر
تو باوجودیکہ اُسنے اپنے شوہر کا بخل و ظلم ذکر کیا مگر آپنے اسکو منع نہین فرمایا کیونکہ غرض اُسکی مسئلہ کا دریافت کرنا تھا چوتھے یہ کہ کسی مسلمان
کو شر سے بچانا منظور ہو مثلًا جب کسی فقیہ دیندار کو دیکھا کہ ایک بدعتی یا فاسق کے پاس آتا جاتا ہی اور یہ خوف ہوا کہ کہین اُسکی بدعت یا فسق مین
یہ بھی مبتلا نہوجاوے تو جائز ہی کہ اس بدعتی یا فاسق کی بدعت و فسق کا اظہار اُس فقیہ سے کردے اُسی غرض سے کہ اُسکا اثر اُس مین
نہوجاوے اور کسی طرح جائز نہین اسلیے کہ اسمین دھوکا بھی ہوجاتا ہی کیونکہ کبھی حسد کے سبب سے دوسرے کی بدعت و فسق کہنے کی نوبت آتی
ہی اور شیطان یہی سوجھاتا رہتا ہی کہ لوگونکا بچاؤ اس بدعتی و فاسق سے منظور ہی ایسا ہی اگر کوئی شخص کسی کو نوکر رکھنا چاہتا ہی اور اسکے گھر کا

١٧ اتقوا اللّٰہ کچھ نہین ... بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ١٢
١٧ دولتمند کی تاخیر ادائی حق مین ظلم ہی بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ١٢
١٧ قرض نہ ادا کرنا تونگر کا ... حلال اور ... اسکی عقوبت ...

[illegible]

عیب آپ پاوے کسی دوست کو معلوم ہو تو اسکو چاہیے کہ آقا سے اسکا حال کہدے گو انہین نوکر کا ضرر ہی مگر آقا کے فائدہ پر اور نقصان نہونے پر اول لحاظ چاہیے اسی طرح اگر کوئی حاکم گواہی کے باب مین کسی کا حال پوچھے کہ یہ شخص گواہ کیسا ہی عادل ہی یا نہین تو اُسوقت بھی اگر اس کی برائی معلوم ہو تو بیان کردینی چاہیے اسلیے کہ گواہون کی گواہی پر دار مدار مقدمہ کا ہوتا ہے اگر یہ سچ نہ کہیگا تو کیا عجب ہی کہ دوسرے کا نقصان ہوجاوے ایسا ہی اگر کوئی شخص نکاح کے باب مین خواہ ودیعت رکھنے کے باب مین دوسرے کا حال پوچھے تو جیسا جانتا ہو ویسا ہی کہے اس صورت مین اظہار عیب داخل غیبت نہین اسواسطے کہ مقصود خیرخواہی مشورہ چاہنے والے کی ہی نہ دوسرے کو برا کہنا اور ان لحاظات سے اگر یہ جانے کہ میرے صرف منع کرنے سے یہ باز رہیگا تو فقط یہی کہدے کہ ایسا مناسب نہین معلوم ہوتا اور اگر یہ جانے کہ بدون دوسرے کی برائی زبان پر آئے یہ ہرگز باز نہ آویگا تو اُسوقت اُسکا حال صاف صاف کہدے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی اترعبون عن ذکر الفاجر بما فیہ اھتکوھتی لیعرفہ الناس ذکروہ بما فیہ حتی یحذرہ الناس اور اکابر سلف کا قول ہی کہ تین آدمیونکی برائی کرنی غیبت نہین ہی اول امام ظالم دوم بدعتی سوم فاسق معلن پانچوین یہ کہ کوئی شخص ایسے لقب سے معروف ہو گیا ہو جسمین کوئی عیب ہو جیسے لنگڑا یا اندھا یا گنجا وغیرہ تو اس صورت مین بھی گناہ نہین احادیث کی روایت مین ایسا پایا جاتا ہی مثلاً روی ابوالزناد عن الاعرج وسلیمان عن الاعمش اور ضرورت کے واسطے علمانے ایسا کیا کہ مقصود تصریح راوی کی تھی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لقب اُنکے ایسے ہو جاتے ہین کہ اُنسے وہ لوگ برا نہین مانتے تاہم ایسے القاب کو کنایۃً بولنا بہتر ہی اسیواسطے اندھے کو بصیر کہا کرتے ہین کہ نقصان کا ذکر نہ آوے چھٹے یہ کہ جسکی برائی کرین وہ فاسق معلن ہو یعنی فسق علانیہ کرتا ہو کسی پر اُسکی برائی مخفی نہو جیسے مخنث یا شراب خوار یا بھنگڑ یا یا لوگون کے ڈانڈ لینے والے کہ ظاہر ظہور یہ کام کرتے ہون اور اگر کوئی اُنکی یہ خطا بیان کرے تو برا نہ مانتے ہون تو ایسے لوگون کی غیبت جائز ہی چنانچہ بحدیث شریف مین ہی کہ من القی جلباب الحیاء عن وجہہ فلا غیبۃ لہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ فاجر کی کچھ عزت وحرمت نہین یعنی جو شخص کہ کھلم کھلا بدکاری کرتا ہی اُسکو برا کہنے سے ہتک عزت اور داخل غیبت نہین الا جو چھپا کرتا ہو اُس کی حرمت کی رعایت چاہیے اور صلت بن طریف کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر مین فاسق معلن کی برائی کرون اور جو بات اُسمین ہی اُسکو بیان کرون تو غیبت ہوگی یا نہین اُنھون نے فرمایا کہ غیبت تو نہین مگر کچھ بزرگی بھی نہین اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ تین شخصون کی برائی غیبت نہین صاحب ہواء نفسانی اور فاسق معلن اور امام ظالم کیونکہ یہ لوگ اپنے افعال ظاہر کرتے ہین بلکہ اکثر اوقات اُنسے فخر کرتے ہین تو برا کیون ماننے لگے تھے ہان جو بات چھپا کر کرتے ہون اُسکے ذکر سے البتہ گناہ ہوگا اور عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مین نے ایکبار حضرت ابن سیرین کی خدمت مین حاضر ہو کر حجاج بن یوسف کو برا بھلا کہا تو اُنھون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حاکم عادل ہی جیسا حجاج سے انتقام اُسکے ظلم کا لیگا ایسا ہی جو کوئی اُسکی غیبت کرتا ہی اُس سے اُسکا عوض لیگا اور یاد رکھو کہ کل کو جب خدا کے سامنے جاؤگے تو تمھارا یہ چھوٹا گناہ حجاج کے بڑے گناہون سے تم پر سخت معلوم ہوگا

ساتوان بیان غیبت کے کفارہ کے ذکر مین

غیبت کنندہ پر لازم ہی کہ غیبت سے توبہ کرے اور نادم ہو کر اپنے فعل پر تاسف کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حق سے بری الذمہ ہو پھر جس شخص کی غیبت کی ہے اُس سے معاف کرا دے تاکہ اُسکے حق سے بھی بری ہو

مگر حزین اور نادم اور متاسف ہو کر قصور معاف کرا دے اسلیے کہ ریاکار آدمی اسلیے بھی عفو کے خواہان ہوتے ہین کہ کوئی انکو بڑا پرہیزگار نہ جانے حالانکہ دل مین ذرا ندامت کا نام نہین ہوتا تو اس سے ایک دوسرا گناہ ذمہ ہوتا ہی اور حضرت حسن رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کی غیبت کی ہی اسکے حق مین دعاء مغفرت کافی ہی معاف کرانے کی ضرورت نہین اور اسکی وجہ اس حدیث کو کہتے ہین جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفارۃ من اغتبتہ ان تستغفر لہ اور حضرت مجاہد رض فرماتے ہین کہ کفارہ کسی کے گوشت کھانے کا یہی ہی کہ اسکی ثنا کرے اور اسکے لیے دعاء خیر کرے اور عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ غیبت سے توبہ کسطرح ہوتی ہی انھون نے فرمایا کہ اسطرح ہی کہ جسکی غیبت کی ہی اسکے پاس جاوے اور کہے کہ جو کچھ مین نے کہا تھا جھک مارا تھا تیرے حق مین ظلم و زیادتی ہوئی اب مین حاضر ہون چاہو مجھ سے بدلا لو چاہو معاف کرو اور یہی قول عطاء کا اصح ہے اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہین کہ آبرو کا کچھ عوض نہین اس سے عفو چاہنا واجب نہین جیسا مال کی صورت مین معاف کرانیکی ضرورت ہوتی ہی تو یہ ایک قول پوچ ہی اسلیے کہ آبرو ایسی چیز ہی کہ اسکے واسطے گالی مین سزا دیجاتی ہی اور بازپرس ہوتی ہی بلکہ حدیث شریف مین اسکی تصریح بھی موجود ہے کہ آپ نے فرمایا من کانت لاخیہ عندہ مظلمۃ فی عرض او مال فلیتحللہا منہ من قبل ان یاتی یوم لیس ہناک دینار ولا درہم انما یوخذ من حسناتہ فان لم تکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فزیدت علی سیئاتہ اور حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو فرمایا جسنے کہ دوسری عورت کو کہا تھا کہ بڑے لنبے دامن والی ہی کہ تو نے اسکی غیبت کی ہی اس سے اپنا قصور معاف کرا اس سے معلوم ہوا کہ عفو کرانا بیشک چاہیے بشرطیکہ ممکن ہو اور اگر وہ شخص مفقود الخبر ہو گیا یا مر گیا ہو تب البتہ اسکے لیے زیادہ تر دعاء خیر کرے اور اسکو نیکیون کا ثواب بخشا کرے اب باقی رہا یہ کہ معاف کرنا دوسرے کے ذمہ واجب ہی یا نہین تو اسکا حال یہ ہی کہ واجب تو نہین اسلیے کہ یہ ایک طور کا احسان کرنا ہے البتہ مستحب ہی اگر معاف کردیگا تو ثواب پاویگا ورنہ مستحق عتاب نہین اور معاف کرانیکی سبیل یہ ہی کہ اول اس شخص کی خوب سی تعریف کرے اور اس سے دوستی پیدا کرے اسی طرح روزمرہ کرتا رہے یہانتک کہ اسکا دل اسکی طرف سے صاف ہو جاوے اور قصور معاف کرے اور اگر بالفرض طبیعت صاف نہوگی تب بھی اسکا عذر کرنا اور دوست بنجانا خالی ثواب سے نہ ہوگا عجب کیا ہے کہ غیبت کے مقابلہ مین یہی نیکی ہو جاوے اور بزرگان سلف مین سے بعضے لوگ معاف نہین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو شخص مجھپر زیادتی کرتا ہی مین اسکو معاف نہین کرتا اور حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہین کہ غیبت کو کچھ مین نے تو حرام کیا ہی نہین خدا تعالی نے حرام کیا ہی پس مین معاف کرکے اسکو حلال کیون کرون اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ جو حدیث شریف مین وارد ہے کہ کیا تم مین سے کسی سے نہین ہو سکتا کہ مثل ابی ضمضم کے ہو جاوے وہ جب گھر مین سے نکلتا تھا تو کہہ دیتا تھا کہ الٰہی مین نے لوگون پر اپنی آبرو خیرات کردی تو آبرو کا صدقہ کر دینا کیسے ہوتا ہے اور اگر یہ صدقہ جائز ہو تو ایسے شخص کو لوگ برا بھلا کہسکتے ہین یا نہین اور اگر صدقہ نا جائز ہو تو حدیث مین اسکی ترغیب کیون ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ معنی ابی ضمضم کے قول کے یہ ہین کہ مین قیامت کو اسکا طالب نہونگا کہ فلانے نے میری غیبت کی تھی اس سے میرا حق ملے اور اس کہنے سے نہ تو غیبت ایسے شخص کی جائز ہی اور نہ گناہ سے بری ہو سکتا ہی اسواسطے کہ پہلے وجوب سے عفو کے کیا معنی بلکہ یہ ایک وعدہ کی صورت ہی کہ اگر کوئی مجکو برا کہیگا تو مین قیامت مین خصومت نہ کرونگا

پس اگر وہ اس وعدہ سے پھر جاوے اور اپنے حق کا طالب ہو تو مثل اور حقوق کے یہ بھی ہو سکتا ہے چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کر دی ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو گالی دینا لوگون کے لیے مباح کر دے تو اس سے اُسکا حق ساقط نہین ہوتا اور آخرت کے حقوق ایسا ہی ہین جیسے دنیا کے حاصل یہ کہ معاف کرنا افضل ہی حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ جب قیامت کے روز تمام قومین اللہ عز وجل کے سامنے گھٹنون کے بل گری ہوئی ہونگی اُسوقت سرادقات کبریائی سے ندا ہوگی کہ جسکی مزدوری اللہ جل شانہ پر باقی ہو وہ اُٹھے اُسوقت صرف وے لوگ اُٹھینگے جنھون نے دنیا مین لوگون کے قصور معاف کیے ہونگے اور اللہ جل شانہ فرماتا ہی خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھی اُنھون نے فرمایا کہ یون حکم ہی کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اُسکو معاف کرو اور جو تم سے نہ ملے اُس سے خود ملو اور جو تمکو نہ دے اُسکو دو اور ایک شخص نے حضرت حسنؒ سے کہا کہ فلان شخص نے آپکی غیبت کی ہی تو آپنے غیبت کنندہ کے پاس کچھ خرمائے تر ایک طباق مین بھیجے اور کہلا بھیجا کہ مین نے سُنا ہی تم نے اپنی نیکیون مین سے کچھ مجکو ہدیۃً دی ہین تو مین نے اُسکا بدلہ چاہا مگر چونکہ پورا عوض نہین دے سکا اسلیے جسقدر بن سکا مکافات کی معذور رکھنا

سولھوین آفت چغلی ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ہماز مشاء بنمیم پھر فرمایا عتل بعد ذلک زنیم عبد اللہ بن المبارکؒ فرماتے ہین کہ زنیم کے معنی ہین وہ ولد الزنا جو بات نہ چھپاوے اور اس آیت سے اُنھون نے یہ بھی استنباط کیا ہی کہ جو شخص بات نہ چھپاوے اور چغلی کھاوے وہ ولد الزنا ہی اور نیز فرمایا اللہ جلشانہ نے ویل لکل ہمزۃ لمزۃ اس آیت مین ہمزہ سے بعضون نے چغلخور مراد لیا ہی اور فرمایا حمالۃ الحطب کہتے ہین کہ ابولہب کی بی بی چغلخور تھی تو معنی یہ ہوے کہ حمالۃ للحدیث اور فرمایا فخانتاہما فلم یغنیا عنہما من اللہ شیئا یہ آیت حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیبیون کی شان مین ہی حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی جب کبھی اُنکے یہان کوئی مہمان آتا قوم مین جا کر خبر کر دیتی وہ لوگ خبر پا کر اس مہمان سے خواستگار لواطت ہوتے اور حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی لوگون سے کہتی کہ آپ مجنون ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لا یدخل الجنۃ نمام اور دوسری روایت مین نمام کیجگہ قتات ہی جسکے معنی بھی نمام ہی کے ہین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا احبکم الی اللہ احاسنکم اخلاقا الموطئون اکنافا الذین یالفون و یولفون وان ابغضکم الی اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاخوان الملتمسون للبراء العثرات اور فرمایا کہ مین تم کو سب سے زیادہ شریر نہ بتادون صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماویے وہ کون لوگ ہین آپنے فرمایا کہ جو چغلی کھا کھا کر دوستون مین بگاڑ کرتے ہین اور صاف آدمیون کے عیب کے متلاشی رہتے ہین اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہی کہ آپ نے فرمایا من اشاع علی مسلم بکلمۃ لیشینہ بہا بغیر حق شانہ اللہ بہا فی النار یوم القیامۃ اور یہ حدیث بھی انھین سے مروی ہی من شہد علی مسلم الشہادۃ لیس لہا باہل فلیتبوا مقعدہ من النار اور کہتے ہین کہ سوم حصہ عذاب قبر کا چغلی سے ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا کیا تو اسکو ارشاد ہوا کہ کچھ بول اُسنے عرض کیا کہ جو شخص میرے اندر آویگا وہ سعید ہی اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہی اپنی عزت و جلال کی آٹھ قسم کے لوگ تجھ مین نہین رہینگے ایک ہمیشہ شراب پینے والا دوم زنا پر اصرار کرنے والا سوم چغلخور چہارم دیوث پنجم ظالم

سیاہی چھٹا مخنث ساتوان قاطع رحم آٹھوان جو خدا کی قسم کسی کام کے کرنے کے لیے کھاوے اور پھر قسم پوری نکرے اور کعب احبار سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک سال خشکی ہوئی حضرت موسی علیہ السلام نے کئی بار مینھ کے لیے دعا کی مگر نہ برسا خدا تعالے نے وحی بھیجی کہ دعا تھاری اور تمھارے ساتھ والونکی اسلیے مقبول نہین ہوتی کہ تم مین ایک چغلخور ہی کہ وہ چغلی پر اصرار کرتا ہی حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی وہ کون ہی مجھکو تبلادے تاکہ ہم اُسکو اپنے گروہ سے نکال دین ارشاد ہوا کہ اے موسی مین چغلی سے منع کرتا ہون اور پھر مین ہی چغلی کھاؤن پس سب ہمراہیون نے ایک ساتھ توبہ کی اور باران رحمت نازل ہوا اور روایت ہی کہ ایک شخص سات سو کوس پختہ چلکر ایک حکیم کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ چونکہ تمکو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہی مین بنظر استفادہ سات باتین پوچھنے آیا ہون اُنکا جواب شافی عنایت فرماؤ اول سوال یہ ہی کہ آسمانون سے زیادہ بھاری کیا چیز ہی اُسنے جواب دیا کہ صاف آدمی پر بہتان باندھنا اُسنے دوسرا سوال کیا کہ زمین سے زیادہ چوڑی کیا ہی اُسنے کہا کہ حق اُسنے تیسرا سوال پوچھا کہ پتھر سے زیادہ سخت کیا چیز ہی حکیم نے کہا کہ کافر کا دل اُسنے چوتھا سوال پوچھا کہ آگ سے گرم کیا شے ہی جواب دیا کہ حسد اور حرص پانچوان سوال کیا کہ زمہریر سے زیادہ ٹھنڈی کیا چیز ہی جواب دیا کہ کسی قریب رشتہ دار سے حاجت کا نہ پورا ہونا اُسنے چھٹا سوال کیا کہ سمندر سے زیادہ بے پروا کیا چیز ہے حکیم نے کہا کہ جس دل مین فراغت ہو ساتوان سوال کیا کہ یتیم سے زیادہ کون ذلیل ہی اُسنے جواب دیا کہ وہ چغلخور ہے جب اُسکا حال ظاہر ہو جاتا ہے تو یتیم سے زیادہ ذلیل ہوتا ہی **اب** تعریف چغلی کی اور جو چیز اُسکے دور کرنے کے لیے ضروری ہی اُسکو لکھا جاتا ہے واضح ہو کہ چغلی کی تعریف لوگونمین یون مشہور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے جاکر یہ کہدے کہ فلانا شخص تمکو یہ کہتا تھا اور چغلی واقع مین اسی پر منحصر نہین بلکہ تعریف اُسکی یہ ہی کہ جس چیز کا ظاہر کرنا برا ہو اسکو ظاہر کردے خواہ جسکی طرف سے کہا ہی اُسکو برُا لگے یا جس سے کہا ہے اُس کو برُا معلوم ہو خواہ کسی تیسرے آدمی کو ناگوار گذرے اور ظاہر کرنا بھی خواہ قول سے ہو یا لکھنے سے یا رمز وکنایہ سے اور جو چیز ظاہر کی ہی وہ بھی خواہ عمل ہو یا کلام خواہ عیب و نقصان دوسرے کا ہو یا نہو غرضکہ چغلی افشار راز اور مکروہ بات کے اظہار کا نام ہی پس جب آدمی کی نظر لوگونکے حال پر پڑے تو چاہیے کہ سکوت کرے مگر ایسی بات جسمین فائدہ کسی مسلمان کا یا دور کرنا کسی گناہ کا پایا جاتا ہو اسمین البتہ بولنا چاہیے مثلاً جب کسی شخص کو دیکھے کہ کسی کا مال لیے لیتا ہی تو چاہیے کہ اُسکے واسطے گواہی دے اُسمین رعایت مال والے کی ہوگی لیکن اگر کوئی اپنا مال چھپا کر رکھتا ہو اسکو اگر ظاہر کردیگا تو چغلی ہوگی اور اگر کسی کا عیب یا نقصان ذکر کریگا تو دو گناہ ہونگے ایک غیبت کا دوسرے چغلی کا اور باعث چغلی کا یا تو یہ ہوتا ہی کہ جسکی بات کہے اسکو کچھ برائی پہونچے یا یہ کہ جس سے بیان کرتا ہی اُسکی دوستی کا اظہار منظور ہو یا تو مین دل لگی کے طور پر مذکور ہو جاوے یا فضول باطل بکنے کا شوق ہو بہر صورت جب کسی شخص کے سامنے اس قسم کی کوئی چغلی پیش ہو مثلاً یون کہا جاوے کہ فلاں شخص تم کو ایسا ایسا کہتا تھا یا تمھارے باب مین یہ تدبیر کی ہی یا تمھارے بگاڑ کی فکر مین ہے یا تمھارے دشمن سے ساز رکھتا ہی یا اور کوئی ایسی ہی بات کہے تو سننے والے کو چھ باتین چاہیین اول تو یہ کہ اسکو سچا نہ جانے کیونکہ چغلخور فاسق ہی اُسکی شہادت نامقبول ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ دوسری یہ کہ کہنے والے کو منع کرے کہ پھر میرے سامنے ایسا مت کہنا اور اسکو نصیحت کی راہ تبلادے کہ یہ حرکت بیجا ہی جیسا کہ قرآن مجید مین ہی وامر بالمعروف

عن المنکر ٹھہری یہ کہ اُس سے اللہ کیواسطے بغض رکھے کیونکہ اُس سے خدا تعالیٰ بغض رکھتا ہی اور جس سے خدا بغض رکھے اُس سے
بغض رکھنا واجب ہی چوتھی یہ کہ غائب شخص پر صرف اُسکے کہنے سے بدگمانی نہ کرے جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اجتنبوا کثیرًا من الظن ان بعض
الظن اثم پانچوین یہ کہ اُسکے کہنے سے در پے تحقیق و تلاش نہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تجسسوا چھٹی یہ کہ جس بات سے کہ چغلخور کو منع
کیا ہے اُسمین آپ بتلا نہو مثلاً لوگون مین ذکر نہ کرے کہ فلان شخص مجھ سے ایسا ایسا کہتا تھا ورنہ غیبت و چغلی ہو گی اور اسی سے
اُسکو منع کیا تھا روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمتمین آیا اور ایک دوسرے شخص کا حال اُنکے سامنے بیان کیا
آپ نے فرمایا کہ اگر تو کہے تو اس بات کو امتحان کرین اگر جھوٹے نکلے تو اس آیت کا مصداق ٹھہریگا ان جاءکم فاسق بنبإٍ اور اگر سچ
نکلے تو اس آیت کا ہماز مشاء بنمیم اور کہے تو معاف کردین اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین مجھ سے خطا ہوئی پھر کبھی ایسا نہ کرونگا معاف
فرمایئے اور روایت ہی کہ ایک حکیم کا کوئی بھائی اُسکے پاس آیا اور اُسکے کسی دوست کا کچھ حال کہا اُسنے سنکر جواب دیا کہ تم بہت دنمین
تو آئے اور تین کرتوت ساتھ لائے اول تو یہ کہ میرے دوست سے بغض پیدا کر دیا دوسرا میرا دل فارغ اور چین سے تھا
اُسمین ایک تردد ڈال دیا سوم مین تم کو امین جانتا تھا اب اعتبار جاتا رہا اور روایت ہی کہ سلیمان بن عبد الملک بیٹھے ہوئے تھے
اور اُنکے پاس حضرت زہری بھی تھے اتنے مین ایک شخص آیا سلیمان نے اس سے کہا کہ مین نے سنا ہی کہ تو نے میرے حق مین ایسا
ایسا کہا ہے اُسنے عرض کیا کہ یہ حرکت مجھ سے نہین ہوئی اور نہ مین نے کچھ کہا سلیمان نے کہا کہ جسنے مجھ سے کہا ہی وہ سچا آدمی ہی پھر
حضرت زہری نے کہا کہ نمام سچا نہین ہوتا سلیمان نے کہا کہ واقع مین آپنے درست فرمایا اور اس شخص سے کہا کہ سچ چھٹی ملی اور حضرت حسن
کا قول ہی کہ من نم الیک نم علیک اسی کا ترجمہ ہی جو شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہین سہ ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد بیگمان عیب
تو پیش دگران خواہد برد۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نمام سے بغض رکھنا چاہیے اور اُس کے قول کو معتبر اور سچا نہ جاننا چاہیے کیونکہ
وہ جھوٹ اور غیبت اور غدر و خیانت اور بغض و حسد و نفاق اور لوگونمین بگاڑ ڈالنے سے خالی نہین رہتا جس چیز کے پیوند کا خدا
تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اُسکو کاٹتا رہتا ہی ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اور چغلخور بھی ایسے ہی لوگون مین سے ہے اور حدیث شریف
مین ہی ان من شرار الناس من اتقاہ الناس لشرہ اور چغلخور بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور فرمایا لا یدخل الجنۃ قاطع اس مین
بعضون نے قاطع سے مراد قاطع رحم لی ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے وہ شخص مراد ہی جو لوگونمین چغلی سے بگاڑ کرے اور حضرت علی
کے سامنے ایک شخص نے دوسرے کی چغلی کی آپ نے فرمایا کہ ہم اُسکی تحقیقات کرتے ہین اگر سچ بات ہوئی تو تجھ سے ناراض ہونگے اور
اگر جھوٹ ہوئی تو سزا دینگے اور اگر چاہے تو معاف کردین اُسنے عرض کیا کہ حضرت آپ معاف فرمادین اور محمد بن کعب قرظی سے کسی نے
پوچھا کہ کونسی خصلت سے ایماندار کی قدر کم ہوتی ہی اُنھون نے فرمایا کہ بہت باتین کرنے اور راز کے فاش کرنے سے اور ہر ایک کی
بات مان لینے سے اور ایک شخص نے عبد اللہ بن عامر سے اُنکے عہد امارت مین پوچھا کہ مین نے سنا ہی کہ فلان شخص آپسے یہ کہہ گیا ہی کہ مین نے ایسا
کہا ہی اُنھون نے کہا کہ کہا تو ہی اُسنے کہا کہ جو کچھ وہ کہہ گیا ہی آپ مجھ سے ذکر کرین تاکہ مین اُسکا جھوٹ ظاہر کرون اُنھون نے کہا کہ مجھے

منظور نہیں کہ اپنی زبان سے اپنے آپکو گالی دون آمین یہی کافی ہی کہ مین اُسکی بات سچ نہ جانونگا اور تمسے ملاقات نہین چھوڑونگا اور بعض صلحا سے منقول ہی کہ اُنکے سامنے چغلی کا ذکر ہوا اُنھون نے فرمایا کہ لوگونکو کیا ہوا ہی کہ ہر ایک قوم کے لوگون سے سچ بات پسند کرتے ہین مگر چغلخورونکی جھوٹی بات کیون اچھی معلوم ہوتی ہی اور حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمارا یہ اعتقاد ہی کہ چغلی کی نسبت چغلی کا مان لینا زیادہ بُرا ہی اسلیے کہ چغلی مین تو صرف تبلانا ہی اور ماننے مین اجازت پائی جاتی ہی کہ اور کھا کر اور دونون مین بہت فرق ہی اسلیے چغلخور سے کنارہ کرنا چاہیے کیونکہ اگر بالفرض اُسکا قول صحیح ہی تب بھی کمینگی سے خالی نہین کہ اُسنے حرمت کی حفاظت کی اور عیب پوشی کا کاربند نہوا اور ایک حدیث مین ہی کہ الساعی بالناس بغیر رشدہ یعنی چغلخور حلال زادہ نہین ہوتا اور ایک شخص سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اور زیاد الاعجم کی چغلی کی سلیمان نے دونونکو صلح کیواسطے اکٹھا کیا تو زیاد اُس شخص کیطرف مخاطب ہو کر کہنے لگا ع امانت مین خیانت کی جو کچھ بولے تو سب واہی ۔ نہی شرط مروت تقی دیانت اسکو کہتے ہین ۔ اور ایک شخص نے عمرو بن عبید سے کہا کہ تمھارا رفیق اسواری ہمیشہ اپنے مکانات مین تمکو برا کہا کرتا ہی اُنھون نے جوابدیا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو نے نہ تو اُسکی رفاقت اور ہمنشینی کا حق سمجھا کہ برا کہنے لگا اور نہ میرا حق خیال کیا کہ مجھکو اُسکا حال ایسا تبلایا جو مجھکو برا معلوم ہو خیر اگر یون ہی ہی تو اُس سے کہدینا کہ موت ہم دونونکو آویگی اور قبر ہم دونونکو چھپاویگی اور قیامت مین اکٹھے ہونگے اور احکم الحاکمین فیصلہ فرماویگا اور منقول ہے کہ بعض چغلخورون نے صاحب بن عباد کو ایک پرچہ لکھا کہ جو یتیم آپ کی تربیت مین ہی اُسکے پاس مال بہت ہی اگر داخل خزانہ ہو تو مناسب اُنھون نے اُس پرچہ کی پشت پر لکھا کہ چغلی بہت بُری چیز ہے گو درست ہی کیون نہو خدا تعالی مرد متوفی پر رحمت کرے اور یتیم کو عوض عنایت فرماوے اور اُسکے مال کو بڑھاوے اور چغلخور پر لعنت کرے اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ تجھکو ایسی عادتین سکھلائے دیتا ہون کہ اگر اُنپر کاربند ہوگا تو ہمیشہ سردار بنا رہیگا وہ یہ ہین کہ قریب وبعید سے بخلق پیش آیا کر اور اپنا جہل کریم و لئیم پر ظاہر مت کر اور لوگونکی حرمت کا لحاظ رکھ اور اپنے یگانون سے ملا کر اور جو شخص تجھ مین اور لوگو مین بگاڑ ڈالا چاہے اور فریب دیا چاہے اُسکی بات کبھی مت مان اور اپنا بھائی اور دوست اُسکو جان کہ جب علیحدہ ہو جاوے تو نہ تو اُسکی برائی کرے نہ وہ تیری اور بعضون نے کہا ہی کہ چغلی جھوٹ اور حسد اور نفاق سے بنی ہی اور یہی تینون چیزین ذلت کی بنا اور ارکان ہین اور بعض اکابر کا قول ہی کہ چغلخور اگر بالفرض سچ ہی کہتا ہی تو واقع مین گویا گالی وہی دیتا ہی اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیان کرتا ہی وہ اگر سچ پوچھو تو قابل رحم ہی کیا اُسکو اتنی ہمت وجرأت نہوئی کہ سامنے کہتا بلکہ اُسنے خود اپنی زبان سے تمکو رنج دیا حاصل یہ کہ چغلی کی بدی قابل بچنے کے ہے بڑی بلا ہی اس سے بڑے بکھیڑے ہو جاتے ہین چنانچہ حماد بن سلمہ کہتے ہین کہ ایک شخص نے غلام بیچا اور مشتری سے کہا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی مگر چغلخور ہی خریدار نے کہا کہ مجکو منظور ہی غرض اُسکو خرید لیا چند روز کے بعد اُس غلام نے اپنے آقا کی بیوی سے کہا کہ تمھارا شوہر تمکو نہین چاہتا اب وہ کوئی حرم اپنے گھر مین ڈالا چاہتا ہی مجھے ایک منتر آتا ہی جب تمھارا شوہر سو رہے اُسترہ سے گدی کے بال مونڈ لیے لیکر مجکو دینا تو اُنپر وہ منتر پڑھ دونگا تو تمھارا ہی ہو رہیگا اُسنے منظور کرلیا اور منتظر سونیکی ہوئی اور اس چالاک نے آقا سے خفیہ یہ کہا کہ تمھاری بیوی کسی دوسرے سے آشنائی رکھتی ہی فرصت کیوقت تمھارے مارنیکی فکر مین ہی امتحان کرنا چاہو تو سونے کے بہانے سے

لیٹ کر دیکھو وہ شخص اسیطرح لیٹ رہا کوئی جانے سوتا ہی عورت تو منتظر ہی تھی اُسترہ لیکر اُسکے پاس گئی جو نہین وہ گردن کی طرف جھکی مرد نے جانا کہ مینگ گلا کاٹا چاہتی ہی فوراً اُٹھتے ہی اُسکو مار ڈالا اُسکی سُسرال والون نے خبر سنکر اُسکو صاف کر دیا پھر یہ فساد مرد و عورت کے کُنبہ مین پھیلگیا ایک فی راسی چغلی سے اتنا بکھیڑا ہوا

سترھوین آفت۔ دورخی بات کہنی مثلاً جو شخص دو دشمنون سے ملتا ہی تو جسکے سامنے جاتا ہی اُسی کے موافق گفتگو کرتا ہی اور یہ کم ہوتا ہی کہ دو عداوت والون سے بچے بھی اور ایسی بات کہنے سے بچا رہے اسی کا نام عین نفاق ہی حضرت عمار بن یاسر رضہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ من کان لہ وجہان فی الدنیا کان لہ لسانان من نار یوم القیامۃ اور حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث مروی ہی کہ آپنے فرمایا تجدون من شر عباد اللہ یوم القیامۃ ذا الوجہین الذین یاتی ہولاء بحدیث وہولاء بحدیث اور ایک روایت مین بحدیث کی جگہ بوجہ ہی اور یہ بھی حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ دورخا آدمی خدا کے نزدیک امین نہین ہوتا اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین نے توریت مین پڑھا ہی کہ آدمی اپنے یارون سے دورخی بات کہتا ہی اور پھر امانت کا طالب ہی امانت در کنار قیامت کو خدا تعالیٰ ایسے منھ کو ہلاک کریگا جس سے دورخی بات نکلی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ابغض خلیقۃ اللہ الی اللہ یوم القیامۃ الکذابون والمستکبرون والذین یکنزون البغضاء لاخوانہم فی صدورہم فاذا لقوہم تخلقوا لہم واذا دعوا الی اللہ ورسولہ کانوا ابطاء واذا دعوا الی الشیطان والامرہ کانوا اسراعا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی رکابیہ نہ ہو کہ جدھر کی ہوا دیکھی ادھر ہی پھر گئے غرضکہ اس پر سب کا اتفاق ہی کہ دو شخصون سے دورخی ملاقات کرنی نفاق ہی اور نفاق کی بہت سی علامتین ہین انمین سے ایک یہ بھی روایت ہی کہ ایک شخص صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے مرگیا حذیفہ رضی اللہ عنہ رازدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی حضرت عمر رضہ نے اُنکو فرمایا کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کوئی مرے اور تم نماز نہ پڑھو اُنھون نے فرمایا کہ یا امیر المومنین انہ منہم یعنے یہ منافقون مین سے ہی آپنے فرمایا کہ مین تم سے بقسم پوچھتا ہون کہ مین تو منہم مین نہین ہون اُنھون نے فرمایا کہ نہین مگر بعد تمھارے مجھے اُنکا کھٹکا ہی اب یہ جاننا چاہیے کہ آدمی دورخا کن باتون سے ہوتا ہی پس اگر دو دشمنون کے پاس جاکر ہر ایک سے اچھی طرح ملا اور گفتگو بھی راست راست کی تو نہ دورخا ہوگا اور نہ منافق اسلیے کہ ممکن ہی کہ دو عداوت والون سے بھی بات بنی رہے اور دوستی بنی رہے گو اس قسم کی دوستی ضعیف ہوتی ہی درجہ بھائی چارہ کو نہین پہونچتی کیونکہ پکی دوستی سے تو دوست کے دشمن کے ساتھ عداوت کرنی پڑتی ہی جیسا کہ آداب صحبت اور بھائی چارہ کے بیان مین گذرا بلکہ دورخا جب ہوتا ہی کہ دو عداوت والون مین سے ہر ایک کی بات دوسرے سے جا کہے اور یہ امر چغلی سے زیادہ بڑا ہی اسواسطے کہ چغلخور تو ایک ہی طرف کی بات نقل کرنے سے ہوجاتا ہی یہان تو دونون طرف کی بات ایک دوسرے سے کہتا ہی اور اگر کلام ایک دوسرے کی نقل نہ کرے بلکہ ہر ایک سے یہی کہے کہ تم جو فلان شخص سے عداوت رکھتے ہو یہ بہت اچھی بات ہی یا ہر ایک سے وعدہ کرے کہ مین تمھارے ہی ساتھ ہون یا دشمنی کے سبب ہر ایک کی تعریف کرے تو ان سب باتون سے دورخا کہلاویگا ایسا ہی اس صورت مین ہوگا کہ جب منھ پر اچھا کہے اور سامنے سے

علیحدہ ہوکر بُرا کہے بلکہ سزاوار یہ ہی کہ کچھ نہ کہے یا حق والیکی تعریف کرے خواہ اُسکے سامنے ہو یا پیچھے یہانتک کہ اُسکے دشمن کے سامنے بھی اُسکی تعریف کرے ورنہ اگر منھ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ کہیگا تو منافق ہوگا حضرت ابن عمر سے کسی نے سوال کیا کہ ہملوگ جب اپنے امیرونکے سامنے جاتے ہین تو اور کچھ کہتے ہین اور جب وہان سے نکلتے ہین تو اور کچھ کہتے ہین اسکا کیا حال ہی آپنے فرمایا کہ ہم اس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تھے بس جس صورتمین کہ امیرون کے یہان جانیکی حاجت نہو اور خواہ مخواہ چلا جاوے پھر خوف کے مارے اُنکے سامنے خوشامد اور تعریف کرے تو نفاق مین داخل ہی اسلیے کہ بضرورت کیون گیا تھا اگر اُسکے پاس کھانے پینے کی اشیاء وغیرہ ضروریات بمقدار قناعت تھین تو پھر کیا حاجت تھی خود کردہ را علاجے نیست مال وجاہ کیلیے بیفائدہ تعریف کرنی پڑی اسلیے منافق ہوا اور یہی غرض ہی اس حدیث شریف مین حب المال والجاہ ینبتان النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل لیکن اگر اُن کے پاس بضرورت گیا اور ڈر کے مارے تعریف کی تو معذور ہی اسلیے کہ شر سے بچنا جائز ہے چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بعض لوگون کے سامنے ہم اُنکے دکھلانے کو ہنس دیتے ہین مگر ہمارے دل انکو لعنت کرتے ہین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین ایکبار ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اُسے آنے دو سب قوم مین بُرا یہی شخص ہی جب وہ سامنے آیا تو آپ نے بہت ملائمت سے گفتگو فرمائی جب وہ چلا گیا تو مین نے آپکی خدمتمین عرض کیا کہ آپ تو اُسکے حق مین کچھ اور ہی کہتے تھے پھر گفتگو نرم کیون فرمائی آپ نے فرمایا کہ ان شر الناس الذی یکرم اتقاء شرہ لیکن یہ حال صرف متوجہ ہونے اور تبسم کرنے کا ہی مگر تعریف کرنا صریح جھوٹ ہی وہ بے ضرورت شدید کے ہرگز درست نہین جبتک ایسی صورت نہ پیش اوے کہ جس سے جھوٹ بولنا مباح ہوجاتا ہی جیسا کہ آفت جھوٹ مین گذرا ابتک تعریف درست نہین بلکہ اُسکی تصدیق اور سر ہلانا بھی نہین چاہیے ایسا ہی حال ہر ایک کلام باطل کا ہی کسی کی تصدیق مین سر کا ہلانا اور ہان ہان کرنا نہین چاہیے اگر ایسا کریگا تو منافق ہوگا بلکہ یون چاہیے کہ اُسکو روک دے اور اگر روکنے کی قدرت نہو تو زبان سے چپ رہے اور دل سے بُرا جانے

اٹھاروین آفت تعریف ومدح ہی یہ بھی بعض موقعون پر ممنوع ہی اور ہجو تو عین غیبت ہی جسکا بیان پہلے گذر چکا تعریف مین چھ آفتین ہین چار تو اس سے متعلق ہین جو مدح کرتا ہی اور دو مدح سے تعریف کرنیوالے سے جو چار متعلق ہین وہ یہ ہین اول یہ کہ تعریف مین افراط وزیادتی یہانتک کرتا ہی کہ جھوٹ ہوجاوے خالد بن معدان کہتے ہین کہ جو شخص کسی کی تعریف مجمع مین ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو خدا تعالی اُسکو قیامت مین تو تلا اُٹھاویگا دوسری یہ کہ مدح مین کبھی ریا کو دخل ہوتا ہی مثلاً تعریف مین اظہار محبت ممدوح ہوتا ہے مگر دلمین اُسکی محبت کچھ بھی نہین ہوتی تو اس سے ریاکار اور منافق ہوتا ہی تیسری یہ کہ بعض باتین اور اوصاف ایسے بیان کرتا ہے کہ اُنسے واقف بھی نہین ہوتا کہ یہ ممدوح مین ہین یا نہین اور نہ اُنپر آگاہ ہونیکی کوئی سبیل ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی آپ نے مادح کو فرمایا ویحک قطعت عنق صاحبک لو سمعہا ما افلح ثم قال ان کان احدکم لابد مادحا اخاہ فلیقل احسب فلانا ولا ازکی علی اللہ احدا حسبہ اللہ ان کان یری انہ کذلک غرضکہ ایسے اوصاف سے تعریف کرنا جو دلیلون سے معلوم ہوتے ہین وہ اس آفت مین داخل ہین مثلاً یون کہنا کہ فلان شخص متقی اور پرہیزگار اور

زاہد اور خیرات کرنے والا وغیرہ ہے تو اسطرح کے اوصاف مخفی ہوئے ہین اور باطن سے متعلق ہین جبتک آدمی باطن کا امتحان نہ کرلے تب تک
یقیناً ان اوصاف کا حال نہین کہنا چاہیے ہان اگر یون کہے کہ مین نے اسکو تہجد پڑھتے دیکھا ہے یا حج مین دیکھا ہے یا صدقہ دیتے دیکھا ہے
تو یہ باتین یقینی کہہ سکتا ہے اسی طرح یہ کہنا کہ وہ عادل پسندیدہ قابل گواہی ہے اسلیے کہ ظاہر سے متعلق ہین صرف دیکھنے سے انکا یقین ہوسکتا ہے
حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دوسرے کی تعریف کرتے سنا آپ نے تعریف کرنیوالے سے پوچھا کہ تو نے اسکے ساتھ سفر کیا ہے یا کبھی بیع
و شراء و داد و ستد کا معاملہ کیا ہے یا اسکا ہمسایہ ہے کہ صبح و شام اسکے پاس رہتا ہو اسنے عرض کیا کہ ان باتوں مین سے کوئی نہین آپ نے فرمایا
کہ تو پھر اسکی تعریف مت کر جو تجھے یہ ممدوح کو باوجود ظالم و فاسق ہونے کے اپنی تعریف سے خوش کرتا ہے اور یہ ناجائز ہے جیسا کہ حدیث
شریف مین مروی ہے کہ جب فاسق کی کوئی تعریف کرتا ہے تو خدا تعالےٰ غصہ ہوتا ہے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ جو کوئی ظالم کے
لیے درازی عمر کی دعا کرتا ہے وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی زمین مین زیادہ نافرمانی ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظالم فاسق اسی
بات کا مستحق ہے کہ اسکی مذمت کیجاوے تاکہ اسکو رنج ہو اسکی تعریف سے اسکا خوش کرنا نہ چاہیے اور دو باتین جو ممدوح کے ضرر کی ہین ان مین
سے ایک تو یہ ہے کہ تعریف سے اسکو کبر و عجب پیدا ہوتا ہے اور یہ دونون صفتین مہلک ہین حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ
ایک بار دُرّہ لیے بیٹھے تھے اور لوگ آپکو حلقہ کیے تھے کہ اتنے مین جارود بن منذر آیا ایک شخص نے اسکو کہا کہ ربیعہ کی قوم کا سردار
ہے جب اسنے اور لوگون نے اسکو سنا اور وہ قریب آیا تو آپنے آہستہ آہستہ اسکو دُرّہ سے مارا اسنے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے
فرمایا کہ تو نے سنا نہین تھا جو فلان شخص نے کیا کہا تھا اسنے عرض کیا کہ سنا تو تھا آپنے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو تجھ مین اس کی شیخی
آجاوے اسواسطے مین نے تیرے نفس کے کم کرنے کو یہ بات کی دوم یہ کہ جب تعریف سے یہ معلوم ہوگا کہ مین اچھا ہوگیا تو اپنی بہتری
مین سستی کریگا کیونکہ عمل مین کوشش وہی خوب کرتا ہے جسکو یہ معلوم ہو کہ میرے نفس مین قصور و کمی ہے اور جب لوگون کی زبان سے
تعریف ہی سنیگا تو جانیگا کہ مین کامل ہوگیا اب عمل کی حاجت نہین اسیواسطے حدیث مذکورۂ بالا مین ارشاد تھا کہ تو نے اپنے یار
کی گردن کاٹ ڈالی اگر وہ سنیگا تو فلاح نپاویگا اور ایک حدیث مین ہے اذا مدحت اخاک فی وجہہ فکانما امررت علی حلقہ موسی رمیضا اور
ایک شخص مادح کو فرمایا عقرت الرجل عقرک اللہ اور مطرف فرماتے ہین کہ جب کبھی مین نے کسی سے مدح و ثنا سنی ہے میرا نفس میرے نزدیک
ذلیل ہوگیا اور زیاد بن ابی مسلم کا قول ہے کہ جب کوئی شخص اپنی تعریف و مدح سنتا ہے تو شیطان اسکو فخر و شیخی مین مبتلا کرتا ہے مگر ایماندار آدمی اس
بات سے محفوظ رہتا ہے حاصل یہ کہ عوام کے حق مین تعریف زہر قاتل ہے اور خواص اسکی آفت سے بچے رہتے ہین اور ایک حدیث
مین ہے کہ لو مشی رجل الی رجل بسکین مرہف کان خیراً لہ من ان تمنی علیہ فی وجہہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مدح کرنا بمنزلہ ذبح
کے ہے اور یہ اسلیے فرمایا کہ ذبح کے بعد کوئی کام نہین ہوسکتا ایسا ہی تعریف سے بھی سستی چھا جاتی ہے اور عمل سے باز رکھتی ہے یا یہ کہ مدح
کے باعث کبر و عجب جو صفات مہلکہ سے ہین پیدا ہوتے ہین اور یہ بھی گویا ذبح کرنا ہے پس اگر تعریف ان سب آفتون سے خالی ہو تو اسمین
کسی طرح کا مضائقہ نہین بلکہ اسطرح کی تعریف مستحب ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی تعریف فرمائی ہے حضرت ابو بکرؓ
صدیق کی شان مین فرمایا لو وزن ایمان ابی بکر بایمان العالم لرجح اور حضرت عمرؓ کی شان مین فرمایا لو لم ابعث لبعثت یا عمر اور

اس سے زیادہ اور کونسی تعریف ہوگی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نور بصیرت سے معلوم ہوگیا تو ایسا فرمایا علاوہ ازین آنحضرت کا رتبہ اتنا بڑا تھا کہ اس تعریف سے گرد کبر وعجب کی اُنکے دامن دل پر نہین بیٹھ سکتی تھی اسی لحاظ سے اپنے منھ سے اپنی بڑائی کرنی بُری ہے انمین کبر اور فخر پایا جاتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی انا سید ولد آدم ولا فخر یعنے مین یہ قول براہ تفاخر نہین کہتا ہون جیسا اور لوگ کہا کرتے ہین کہ اپنے منھ آپ میان مٹھو بنتے ہین اور ظاہر ہی کہ افتخار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب الی اللہ کی جہت سے تھا نہ اس سبب سے کہ سرداری اولاد آدم کی ہوئی اور اُن لوگونکی نسبت مقدم ہوئے اسکو ایسا سمجھنا چاہیے کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کو زیادہ تر مقبول فرماوے تو اسکو بادشاہ کے معتمد اور مقرب بننے کا فخر ہوتا ہی اسوجہ سے خوش نہین ہوتا کہ رعایا کے اوپر فضیلت ہوئی جب کہ تفصیل آفات کی معلوم ہوگئی تو اب معلوم ہوگیا کہ مدح کی بُرائی کس سبب سے ہوتی ہے اور اسپر جو احادیث مین ترغیب پائی جاتی ہے اس سے کیا غرض ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص مردہ کی شان مین فرمایا وجبت یعنے یہ ضرور جنتی ہوا اول لوگون نے اُسکا ذکر خیر کیا تب آپ نے یہ لفظ فرمایا اس سے صاف ظاہر ہی کہ ذکر خیر ہی دوسرے کا کرنا چاہیے اور مجاہد رضہ فرماتے ہین کہ آدمی کے جلیس فرشتے ہوتے ہین جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کا ذکر خیر کرتا ہی تو فرشتے کہتے ہین کہ تجھے بھی خدا ایسا ہی کرے اور جب کسی کو بُرائی سے ذکر کرے تو فرشتے کہتے ہین کہ اے ابن آدم خدا نے تیرے عیب پوشیدہ رکھے تو اسی پر بس کر اور اللہ کا شکر کر اب یہ بات رہی کہ ممدوح کو تعریف کے بعد کیا کرنا چاہیے پس اسکو یہ چاہیے کہ یون تامل کرے کہ خاتمہ کا وقت نازک اور پرخطر ہی اور اعمال پر بھروسہ کچھ کرنا نہین چاہیے صدہا آفات ریا وغیرہ کی لگی ہوئی ہین اور اپنے عیوب کو بھی سوچے جنکو خود جانتا ہی اور تعریف کرنے والے کو اُنکا علم نہین اگر اُسکو اپنے اسرار اور خواطر کا حال معلوم ہوگا تو تعریف کرنیوالے کو مدح سے باز رکھیگا اور پھر خود اس تعریف پر کراہت کرے کہ مادح کو ذلیل اور پشیمان کرے چنانچہ حدیث شریف مین ہی احثوا فی وجوہ المداحین التراب اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کو جانتا ہی اسکو مدح سے ضرر نہین ہوتا ایک مرد صالح کی کسی نے تعریف کی تو اُنھون نے فرمایا الٰہی یہ لوگ مجکو نہین جانتے اور تو میرے حال کو جانتا ہی اور ایک دوسرے بزرگ نے تعریف کے بعد فرمایا کہ الٰہی تیرے اس بندہ نے میری نزدیکی ایسی بات سے چاہی جسمین تو ناخوش ہو مین تجکو گواہ کرتا ہون کہ مین اُس سے ناخوش ہون اور حضرت علی کی تعریف کسی نے کی تو آپنے فرمایا الٰہی جس بات کو یہ لوگ نہین جانتے اور میری نسبت کہتے ہین اُسکا مجھ سے مواخذہ مت فرما اور مغفرت کر اور مجکو اُنکے عندیہ سے بہتر کردے اور ایک شخص کا حال آپ کو معلوم تھا کہ پیچھے بُرا کہتا ہی اُسنے جب سامنے آکر تعریف کی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ جو تو زبان سے کہہ رہا ہی اس سے تو مین کم ہون اور جو بات تیرے دل کے اندر ہی اُس سے زیادہ ہون اور ایک شخص نے حضرت عمر کی تعریف کی تو آپنے فرمایا کہ تو مجکو اور اپنے آپکو دونونکو ہلاک کیا چاہتا ہے

انیسوین آفت فحوائے کلام مین باریک غلطیون سے غافل ہوجانا خصوصاً جو باتین کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے صفات سے تعلق ہین یا امور دین سے لگاؤ رکھتے ہین تو علما آدمی اُسکے الفاظ کو درست کرکے بولتے ہین اور عوام جنکو علم کم ہوتا ہی اُنمین لغزش کرجاتے ہین مگر جہالت کے سبب اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہی اور وہ باتین ایسی ہین جیسے حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یقل احدکم ماشاء اللہ وشئت ولکن لیقل ماشاء اللہ ثم شئت یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور خواہش کے ساتھ دوسرے کو شریک کرکے بولنا نچاہیے کہ

۱۷ مین اولاد آدم کا سردار ہون اور کچھ فخر نہین ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابو سعید خدری ۱۲

۲۷ بخاری و مسلم بروایت انس ۱۲

۳۷ تعریف کرنے والون کے منھ پر خاک ڈالو مسلم بروایت مقداد ۱۲

۴۷ ہم مین سے کوئی یہ نہ کہے کہ جو خدا اور تو چاہے بلکہ یون کہے کہ جو خدا چاہے پھر تو نسائی و ابوداؤد و ابن ماجہ ۱۲

خدا اور تو چاہیگا تو یون ہوگا کہ اسمین بے تعظیمی اور بے ادبی پائی جاتی ہی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ مقدم تو مشیت ایزدی ہی پھر تیرا ارادہ یہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گفتگو مین بول اُٹھا کہ جو خدا اور اُس کے رسول نے چاہا آپ نے فرمایا کہ تو مجکو خدا کا شریک کرتا ہی یون کہہ ماشاء اللہ وحدہ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑھا اُسمین کہا من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی تو آپنے فرمایا کہ اسطرح کہہ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوی یعنے صیغہ تثنیہ جو مشارکت اور برابری پر دلالت کرتا ہی اُسکو بھی آپ نے بُرا جانا اور ابراہیم رح اس بات کو بُرا جانتے تھے کہ کوئی کہے خدا کی پناہ اور تیری پناہ بلکہ یون کہنا جائز ہی کہ خدا کی پناہ پھر تیری پناہ اور بعضے لوگ یون کہنا بُرا جانتے ہین کہ الٰہی دوزخ سے ہمکو آزاد کر اور وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ آزاد کرنا بعد دوزخ مین داخل ہونے کے ہوگا اسواسطے کہنا ضرور ہی کہ ایسا لفظ کہین یون کیون نہ کہین کہ الٰہی ہمکو دوزخ سے بچا اور پناہ مین رکھ اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الٰہی تو مجکو اُن لوگون سے کر جنکو شفاعت شافع روز جزا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہو پس حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنون کو آنحضرت صلعم کی شفاعت سے غنی فرمادیگا آپ کی شفاعت گناہگاران امت کیلیے ہوگی ؎ چہ غم دیوار اُمت را کہ باشد چون تو پشتیبان ✦ چہ باک از موج بحر آن را کہ باشد نوح کشتیبان ✦ اور ابراہیم رض فرماتے ہین کہ جب آدمی دوسرے کو گدھا یا سور کہتا ہی تو قیامت کو اُس سے پوچھا جاویگا کہ بتا تو ہی مین نے اُسکو گدھا بنایا تھا یا سور جو تو ان الفاظ سے اُسکو ذکر کرتا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے بعضے آدمی ایسا شرک کرتے ہین کہ کتے تک کو شریک کر دیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر یہ کتہ نہوتا تو آج رات لٹ ہی گئے تھے حافظ حقیقی کا خیال نہین کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب سے مین نے یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ ان اللہ ینہاکم ان تحلفوا بابائکم مین نے کبھی اسطرح قسم نہین کھائی اور ایک حدیث شریف مین ہی لاتسموا العنب کرما ان الکرم الرجل المسلم اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہی کہ تم مین سے کوئی یون مت کہو کہ یہ میرا بندہ ہی اور میری لونڈی ہی کیونکہ بندے سب اللہ کے ہین اور لونڈیان بھی سب اُسی کی ہین بلکہ یون کہا کرو کہ یہ میرا غلام یا چھوکرا اور اصیل یا چھوکری ہی اور غلام بھی اپنے آقا کو رب اور ربی یعنی پرورش کنندہ نہ کہے بلکہ آقا اور سردار کہے اسلیے کہ پرورش کنندہ سب کا خدا تعالیٰ ہی اور فرمایا لاتقولوا للمنافق سیدنا فانہ ان یک سیدکم فقد اسخطتم ربکم اور فرمایا کہ جو شخص یون کہے کہ مین اسلام سے بری ہون تو اگر سچا ہی تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہا اور اگر جھوٹا ہی تو اسلام کیطرف کبھی سلامت نہ پھریگا غرضکہ اسطرح کی باتین جو رات دن آدمی کے منھ سے نکلتی ہین سب اس آفت مین داخل ہین اور تامل سے معلوم ہوتا ہی کہ ایسی باتین روزمرہ صدہا نکلجاتی ہونگی اور جو شخص آفات زبان کو دیکھے اُسکو یقین ہو جاویگا کہ اگر زبان کو نہین روکونگا تو بیشک نہین بچونگا اور اُسوقت اس حدیث شریف کی حکمت معلوم ہو کہ من صمت نجی اسلیے کہ آفات سب کے سب مہلک ہین اور بولنے والے کی راہ مین ہین اگر وہ چپ رہیگا تو ان سب سے بچا رہیگا اور اگر بولیگا تو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالیگا لیکن اگر زبان فصیح اور بہت سا علم اور تقوی اور مراقبہ دوام اور قلت کلام رکھتا ہوگا تو شاید بچا رہے اور باوجود ان باتون کے بھی خطرہ سے خالی نہوگا پس اگر آدمی سے یہ نہ ہو سکے کہ گفتگو کر کے کچھ فائدہ حاصل کرے تو سکوت اختیار کرنا اولے ہے جس سے اور کچھ نہوگا تو ان آفات سے تو بچا رہیگا یہی غنیمت ہی ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

بیسوین آفت عام لوگون کا سوال کرنا - اللہ تعالی کے صفات اور کلام اور حروف سے کہ یہ قدیم ہیں یا حادث ہیں حالانکہ عوام کو اتنی قدر چاہیے کہ جو کچھ قرآن کے اندر احکام ہین اُنکے بموجب عمل کرین مگر یہ بات نفس پر گران گذرتی ہے اور بیہودہ باتین دل پر آسان معلوم ہوتی ہین اور عامی آدمی دخل در معقولات کرنے سے خوش ہوتے ہین اسواسطے کہ شیطان اُنکے دلونمین جما دیتا ہے کہ تم عالم و فاضل ہو اور یہانتک اس امر کو اُنکے دل مین پختہ کرتا ہی کہ بعض دفعہ کلمات کفر بھی زبان سے نکلجاتے ہین اور اُنکو خبر نہین ہوتی اور عامی کے لیے گناہ کبیرہ کا ارتکاب بہ نسبت علمی کلام کے زیادہ اچھا ہی خصوصاً جو باتین کہ اللہ تعالی اور اُسکے صفات کے متعلق ہین اُنمین تو اُنکو کلام کرنا ہی نچاہیے اُنکو تو یہ چاہیے کہ جو کچھ قرآن مجید مین اترا ہی اُسپر ایمان لاوین اور عبادات مین مشغول ہون اور جو کچھ اللہ تعالی نے اپنے رسول کے ذریعہ سے ہم تک بھیجا اُسکو مان لین کچھ بحث و تکرار نہ کرین اور جو امور کہ عبادات سے متعلق نہین اُنکا پوچھنا بے ادبی ہی اُس سے مستحق غصہ الٰہی کے ہوتے ہین اور کفر کے خطرہ مین پڑتے ہین اور اُنکی مثال ایسی ہی جیسے گھوڑونکے سائیس بادشاہی رازون کو دریافت کرنا چاہین اور یہ نہین سوچتے کہ ؎ زغن را بہر طاؤسی نزادند + مگس را فر عنقائے نداندند + پس جو کوئی کسی ایسے علم دقیق کا سوال کریگا کہ اُسکی عقل نہین پہونچتی اور فہم اُس رتبہ سے قاصر ہی تو وہ شخص بھی اُس علم مین بمنزلہ عامی و جاہل کے ہی ایسے سوال کرنے سے مستحق عقوبت اور قابل مذمت ہوگا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ ذرونی ما ترکتکم فانما ہلک من کان قبلکم بسوالہم واختلافہم علی انبیائہم ما نہیتکم عنہ فاجتنبوہ وما امرتکم بہ فاتوا منہ ما استطعتم اور حضرت انس روایت کرتے ہین کہ ایک روز لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہانتک سوال کثرت سے کیے کہ آپ تنگ ہوکر غصہ ہوئے اور منبر پر چڑھکے فرمایا کہ خوب پوچھو جو پوچھوگے بتاؤنگا پس ایک شخص آپکے سامنے کھڑا ہوکر پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہی آپنے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے پھر اور دو بھائی کھڑے ہوے اُنھون نے سوال کیا کہ ہمارا باپ کون ہی آپ نے فرمایا کہ جسکے تم بیٹے کہلاتے ہو پھر ایک اور شخص اُٹھا اور اُسنے پوچھا کہ مین جنت مین جاؤنگا یا دوزخ مین آپ نے فرمایا دوزخ مین جب لوگون نے آپ کا غصہ اور جلال دیکھا تو خاموش ہوے اور کسی کو کچھ جرات نہوئی حضرت عمر سامنے کھڑے ہوکر عرض کرنے لگے رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا آپ نے فرمایا کہ اے عمر تو بیٹھ جا مجکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تجکو توفیق رفیق ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحث اور مال کے تلف کرنے اور کثرت استفسار سے منع فرمایا اور یہ بھی وارد ہے کہ آپنے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ لوگ کثرت سے سوال کرتے یون کہنے لگینگے کہ خلق کو تو خدا نے پیدا فرمایا خدا کو کسنے پیدا کیا پس جب یہ قول کہین تو چاہیے کہ سورۂ اخلاص پڑھین اور بائین طرف مین بار تھتکار دین اور شیطان رجیم سے جناب باری مین پناہ مانگین اور حضرت جابر فرماتے ہین کہ متلاعنین کی آیت یعنے جو سورۂ نور کے اول رکوع مین ہی صرف کثرت استفسار کے باعث نازل ہوئی اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے قصہ سے تو صاف ثابت ہی کہ بیموقع سوال کبھی نہ کرنا چاہیے اور جس باتکا اپنے آپکو سمجھنے کا شعور نہ ہو اُسکو ہرگز دریافت نکرنا چاہیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کا یہ وعدہ تھا کہ جب تک مین نہ کہون کسی بات کو مجھ سے مت پوچھنا مگر جب اُنھون نے اول کشتی کا حال پوچھا تو اُنکو برا معلوم ہوا اور وعدہ یاد دلایا اُنھون نے عذر کیا کہ بھولے سے مین نے پوچھا اسکو معاف کر ولیکن

جب تین بار ایسا ہی ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ہٰذا فراق بینی و بینک[1] اور انکو چھوڑ کر چلے گئے حاصل یہ کہ عوام لوگوں کے حق میں باریک علمی باتوں کا پوچھنا بڑی آفت ہی اور اس سے بہت سے فتنہ پیدا ہوتے ہیں اسلیے انکو روکنا ہی مصلحت ہی اور حروف قرآنی میں انکا بحث کرنا ایسا ہی کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کے پاس اپنا شقہ بھیجے اور ضروری کام اسمین لکھدے وہ ان باتوں کی طرف تو متوجہ نہو بلکہ اپنا وقت اسمین رائگان کرے کہ اس شقہ کا کاغذ پرانا ہی یا نیا اس امر سے بیشک وہ مستحق سزا ہوگا اسی طرح جاہل آدمی بھی اگر کلام مجید کی عبادات ضروری کو چھوڑ کر حروف کی بحث مین اوقات تلف کرے تو اسکا بھی وہی حال ہوگا اور یہی حال اور صفات الٰہی کا جاننا چاہیے باب آفات زبان خدا کی عنایت سے پورا ہوا و للہ الحمد

باب پنجم غضب اور حقد و حسد کی برائی کے بیان مین اس مین تین بیان ہین

رباعی			
	ہے حقد و حسد سے ظلمت دل حاصل	ازاد جو انسے ہو وہی ہے کامل	
	یہ دونوں رہ سلوک مین ہین رہزن	سالک نہ رہے انسے کسی دم غافل	

جاننا چاہیے کہ غضب جسکو غصہ کہتے ہین وہ اس آگ مین کا ایک شعلہ ہی جسکی صفت یہ آیت ہی نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ[2] اور جیسے آگ راکھ مین چھپی رہتی ہی اسیطرح غصہ کی آگ دل کی تہون مین مخفی رہتی ہی اور جسطرح چقماق لگتے ہی آگ ظاہر ہو جاتی ہے اسی طرح یہ آگ بھی کبر کی ادنیٰ چوٹ سے جو دل مین رہتی ہی ظاہر ہو جاتی ہی اور ارباب مکاشفہ کو نور یقین سے یہ بات دریافت ہوئی ہے کہ آدمی مین ایک رگ شیطان کی مشابہت کی پائی جاتی ہے پس جو غصہ کی آگ سے جل اٹھتا ہی اور حق سے مائل ہو جاتا ہی وہ اپنا نسب اور قرابت شیطان کیطرف پکارتا ہی اسلیے کہ اسنے یہی کہا تھا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین[3] مٹی کی شان سے یہ ہی کہ ساکن اور وقار سے رہے اور آگ کی شان یہ ہی کہ سلگے اور شعلہ زن ہو کر متحرک و مضطرب ہو پس آدمی مین بھی اگر حرکت و اضطراب وقت غصہ پایا جاوے تو معلوم ہوتا ہی کہ اسکی ساخت مٹی سے نہین بلکہ خمیر آگ کا ہی جس سے شیطان بنا ہی اور غضب کا نتیجہ حقد و حسد یعنی کینہ اور دوسرے کا برا چاہنا ہی ان دونون سے اکثر لوگ تباہ و برباد ہوئے انکا مسکن بھی وہی مضغۂ گوشت یعنی دل ہے اور از آنجا کہ ان تینون چیزون سے انسان تباہ ہوتا ہی تو نہایت ضرور ہوا کہ ہلاک کی جگہ بتلادی جاوین تاکہ انسے برحذر رہے اور انکے پاس نہ پھٹکے اور اگر دل مین یہ چیزین جم گئی ہون تو اسکو بھی صاف کرے اور جہانتک بنے علاج کے درپے ہو اسلیے کہ جب تک بری بات کو آدمی نہین جانتا اسمین مبتلا ہو جاتا ہی اور صرف جاننا بھی کافی نہین جبتک اس سے بچنے کا علاج و تدبیر معلوم نہو لہذا ہم اس باب مین سو کر بیان لکھینگے اول کے آٹھ بیانو مین تو غضب کی برائی اور اسکی حقیقت اور اسباب اور علاج اور حلم کا ثواب وغیرہ اور باقیون مین حقد و حسد کے معنی اور نتیجے اور مذمت و اسباب و تدابیر اور جو انسے متعلق ہی لکھے جاوینگے

بیان اول غصہ کی برائی مین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحمیۃ حمیۃ الجاہلیۃ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین[4] اس آیت مین اللہ جلشانہ نے کفار کی مذمت اسلیے فرمائی کہ انھون نے امر باطل پر غیرت کے مارے اتفاق کرلیا تھا اور غیرت

[1] قولہ یہ جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ مین ۱۲
[2] قولہ آگ اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جو جھانک لیتی ہے دلون کو ۱۲
[3] قولہ مجھکو بنایا تونے آگ سے اور اسکو بنایا مٹی سے ۱۲
[4] قولہ جب رکھی منکرون نے اپنے دلون مین ضد نادانی کی ضد پھر اتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مسلمانون پر ۱۲

بھی غصہ ہی سے ہوا کرتی ہی اور مومنین کی تعریف سکینت اور وقار اُترنے پر فرمائی حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو کوئی تھوڑا سا عمل تبلا دیجیے آپنے فرمایا لا تغضب یعنی غصہ نہوا کر پھر دوبارہ اُسنے پوچھا تو وہی جواب دیا اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی باسی مضمون کے قریب قریب مروی ہی وہ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے واسطے ایک بات تھوڑی سی ارشاد فرما دیجیے کہ اُسپر تمسک کرون اور عمل کرون آپنے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر مین نے دو بار یہی سوال کیا آپنے یہی جواب دیا اور یہ بھی المغنین کا قول ہی کہ مین نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مجکو خدا کے غضب سے کیا چیز بچاویگی آپنے ارشاد فرمایا کہ خود غصہ مت کیا کر اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے حاضرین سے پوچھا کہ تملوگ پہلوان زبردست کسکو سمجھتے ہو سبھون نے عرض کیا کہ ایسے شخص کو جانتے ہین جو کسی سے پچھاڑ نکھاوے آپنے فرمایا کہ وہ پہلوان نہین پہلوان زبردست وہ ہی جو غصہ کیوقت اپنے نفس کو باز رکھے اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہی کہ آپنے فرمایا لیس الشدید بالصرعة وانما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا من کف غضبہ ستر اللہ عورتہ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہی کہ بہت غصہ سے بچنا چاہیے کیونکہ غصہ کی کثرت مرد حلیم کے دل کو خفیف کردیتی ہی اور حضرت عکرمہ تفسیر آیت وسیدا وحصورا ونبیا من الصالحین مین فرماتے ہین کہ سید سے وہ شخص مراد ہی جسپر غصہ غالب نہو اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجکو کوئی ایسا عمل تبلائیے جس سے جنت مین جاؤن آپنے فرمایا کہ غصہ نہ کر اور حضرت یحییٰؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر اُنھون نے فرمایا کہ یہ تو مجھسے نہین ہوسکتا مین آدمی ہون آپنے فرمایا کہ مال مت جمع کرو اُنھون نے فرمایا کہ شاید یہ ہوسکیگا اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غضب سے ایمان ایسا بگڑتا ہی جیسے ایلوے سے شہد خراب ہوجاتا ہی اور فرمایا کہ جو کوئی غصہ کرتا ہی جہنم کے کنارہ جا لگتا ہی اور ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ سب مین زیادہ سخت کیا چیز ہی آپنے فرمایا کہ خدا کا غضب اُسنے عرض کیا کہ مجکو کون چیز اُس سے دور کریگی آپنے فرمایا کہ غصہ نکیا کر

آثار حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تو غصہ مین اتنا اچھلتا ہی کہ یہ ڈر ہوتا ہی کہ شاید ایکی اچھال مین دوزخ مین جا پڑے اور حضرت ذی القرنین سے روایت ہی کہ اُنسے ایک فرشتہ ملا اُنھون نے پوچھا کہ مجکو کوئی علم ایسا بتاؤ جس سے میرا ایمان و یقین زیادہ ہو فرشتے نے کہا کہ غصہ نکیا کرو کیونکہ شیطان آدمی پر جتنا غصہ مین اختیار رکھتا ہی اور کسی حالت مین نہین رکھتا پس غصہ کو پی جایا کرو اور تاخیر سے اُسکو ساکن کیا کرو اور جتنا ہوسکے جلدی سے بچو جلدی مین بہرہ وافی نہین ملتا اور قریب و اجنبی سے سہولت و نرمی کے ساتھ رہو اور جابر اور سرکش مت رہو اور وہب بن منبہ سے روایت ہی کہ ایک راہب اپنی عبادت گاہ مین تھا شیطان نے اُسکو گمراہ کرنا چاہا مگر وہ اپنی بات پر پکا رہا تو شیطان ایکبار اُسکے حجرہ کے پاس آیا اور اُسکو پکار کر کہا کہ دروازہ کھول اُسنے جواب ندیا شیطان نے پھر کہا کہ دروازہ کھول دے ورنہ اگر مین چلا جاؤنگا تو پچھتاویگا اُسنے پھر بھی کچھ توجہ نہ کی پھر کہا کہ مسیح ہون راہب نے کہا کہ مسیح ہی تو مین کیا کرون مسیح نے ہمکو عبادت اور ریاضت کا حکم فرمایا ہی اور قیامت مین ملنے کا وعدہ کیا ہی اگر بخلاف وعدہ قیامت سے پہلے آج ہی چلے آؤینگے تو ہم کب مانتے ہین پھر شیطان نے اُس سے کہا کہ مین شیطان ہون تجھے بہکانا چاہا تھا سو نہو سکا اب اسواسطے آیا تھا کہ جو

[illegible]

تو پوچھے بتادون اُسنے کہا کہ مجھے کچھ پوچھنا منظور نہین پس شیطان وہان سے پھرا اتنے مین راہب نے کہا کہ سنتا ہی یا نہین اُسنے کہا کہ سنتا ہون کہا کہ مجھے یہ تبلا دے کہ آدمی کی عادتون سے کونسی تیری زیادہ مدد کرتی ہی اُسنے کہا کہ تیزی اور غصہ آدمی جب غصہ ہوتا ہی تو ہم اس کو ایسا لوٹ دیتے ہین جیسا لڑکے گیند کو اُڑکاتے ہین اور خیثمہ فرماتے ہین کہ شیطان کا مقولہ ہی کہ ابن آدم مجھپر کیسے غالب ہو سکتا ہی جب وہ راضی رہتا ہی تو مین اُسکے دل مین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اُڑکر اُسکے سر مین چلا جاتا ہون اور حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ غضب ہر ایک برائی کی کنجی ہی اور بعض انصار کا قول ہی کہ تیزی بیوقوفی کی جڑ ہی اور اُسکا منشا غصہ ہوتا ہی اور جو جہالت سے خوش ہے اُسکو حلم کی کچھ حاجت نہین کیونکہ حلم زینت اور نفع کی چیز ہی اور جہالت عیب و ضرر کی اور خاموش رہنا احمق کے جواب مین یہی اسکا جواب ہوتا ہی ع جواب جاہلان باشد خموشی + اور حضرت مجاہد فرماتے ہین کہ شیطان کا قول ہی کہ بنی آدم سے مین نہین تھکا اور تین باتون مین کبھی بھی نہین تھکونگا ایک تو اُن مین سے جب کوئی نشہ پیوے گا تو اُسکی نکیل ہمارے ہاتھ مین ہوگی جہان چاہینگے لیجاوینگے کام ہماری مرضی کے موافق کریگا ایک جب غصہ ہوگا تو قول ایسا کہیگا جسکو جانتا بھی نہ ہو اور کام وہ کریگا کہ جس سے ندامت ہو ایک یہ کہ پاس کی چیز مین ہمیشہ بخل کی ترغیب دیتے رہتے ہین اور ایسی باتون کا چاؤ دلاتے ہین جنپر اسکو قدرت نہ ہو اور ایک حکیم سے کسی نے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس پر خوب قابو رکھتا ہی اُسنے جواب دیا کہ تو اب اسکو شہوت رسوا نہ کریگی اور ہواے نفسانی سے پچھاڑ نہ کھاویگا اور غصہ اسکو نہ دباویگا اور بعضون کا قول ہے کہ غضب سے بچنا چاہیے کیونکہ انجام کو معذرت کی ذلت اُٹھانی پڑتی ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ غضب سے ڈرتے رہو اس سے ایمان بگڑ جاتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد بگڑ جاتا ہی اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہی کہ مرد کا حلم غصہ کے وقت دیکھنا چاہیے اور امانت کو طمع کے وقت جانچنا چاہیے اور جب غصہ نہوا تو حلم کا کیا اعتبار ہی اسیطرح بدون طمع کے امانت کا اعتبار نہین اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عامل کو لکھا کہ غصہ کیوقت کسی کو سزا مت دینا بلکہ جب کسی پر جرم پر غصہ آوے تو اسکو قید کرنا اور جب غصہ جاتا رہے تب دو بکاری کرکے موافق جرم کے سزا دینا اور سزا بھی پندرہ کوڑے سے زیادہ کی نہو اور علی بن زید الحصین کے حال مین کہتے ہین کہ ایکبار ایک قریشی شخص نے اُنسے سخت کلامی کی اُنھون نے بڑی دیر تک سر جھکا لیا اور پھر فرمایا کہ تمھاری مرضی یہ تھی کہ حکومت کے جوش مین شیطان کے ہاتھون خفیف ہوکر آج تمھارے ساتھ وہ بات کرون جسکو کل تم میرے ساتھ کرو اور بعض اکابر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ غصہ کے وقت آدمی کی عقل ٹھکانے نہین رہتی جیسا کہ جلتے تنور مین زندہ کی روح نہین رہتی پس جو شخص غصہ کم کرے وہی عقیل زیادہ ہی اور غصہ اگر دنیا کیواسطے ہی تو اُسکا نام مکر و فریب ہی اور اگر آخرت کے لیے ہی تو اُسکو علم اور حلم کہتے ہین کیونکہ لوگ ایسا کہتے ہین کہ غصہ عقل کا دشمن جانی ہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ مین ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین سے فلاح کو پہونچا وہ شخص جو طمع اور ہواے نفسانی اور غضب سے بچا رہا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جسنے شہوت و غصہ کی اطاعت کی یہ دونون اُسکو دوزخ کیطرف کھینچین گے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ مسلمان کی پہچان یہ ہی کہ دین مین پکا ہو اور ایمان کا یقین رکھتا ہو اور علم مع حلم اور دانائی ملایمت کے ساتھ اور حقوق کی داد و دہش بجالاوے اور تونگری مین میانہ روی اور فاقہ کے وقت تحمل اور قدرت کے وقت احسان اور شدت مین صبر کرے اور شہوت اُسپر غالب نہو اور نہ تنگ

حمیت اُسپر سرکشی نکرین حرص و پیٹ کے باعث ذلیل نہو اور نیت مین کسیطرح کا قصور و فتور نہ واقع ہو مظلوم کی نصرت و مدد کرے ضعیفون پر رحم کرے نہ بخیل ہو نہ مسرف جب اُسپر کوئی ظلم کرے تو معاف کرے اور جاہلون سے درگذر کیا کرے اُسکا نفس تو ہمیشہ اُسکے ساتھ سے تنگ رہے مگر لوگ اُس سے سب راضی رہین اور کسی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ آپ حسن خلق کو بھلا ایک لفظ مین ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ترک غضب کا نام حسن خلق ہی اور ایک نبی نے انبیاء علیہم السلام مین سے اپنے ساتھیون سے کہا کہ کوئی ایسا ہی کہ جو مجھسے اس بات کا ذمہ کرے کہ کبھی غصہ نکرونگا اور میرے ساتھ جنت مین درجہ پاوے اور میرے بعد خلیفہ اور جانشین ہو ایک جوان نے عرض کیا کہ مین کبھی غصہ نکرونگا پھر آپنے دوبارہ کہا تو پھر اُسی شخص نے کہا کہ مین ایسا ہون اور اُنکی زندگی بھر اپنے عہد کو پورا کیا بعد اُنکی وفات شریف کے اُنکے خلیفہ ہوئے یہ شخص ذو الکفل علیہ السلام تھے یعنی ضمانت والے کہ جس بات کا ذمہ کیا تھا اُسکو پورا کیا اور وہب ابن منبہ فرماتے ہین کہ کفر کے چار رکن ہین اول غضب دوسرے شہوت سوم حمق چہارم طمع

بیان دوم غضب کی حقیقت مین ۔ واضح ہو کہ خداوند کریم نے حیوان کو ایسا بنایا ہی کہ اسباب داخلی و خارجی سے فنا اور ہلاک ہوجاتا ہی تو اپنے خزانہ العلم سے ایک ایسی شی بھی عنایت فرمائی ہی کہ جسکے سبب سے مدت مقرری تک فنا سے محفوظ رہے داخلی اسباب کی طرف تم جو غور کرو تو معلوم ہوتا ہی کہ انسان کی ترکیب حرارت اور رطوبت سے ہی جنمین باہم خود ایک عداوت اور ضد پائی جاتی ہی حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل اور خشک کرتی رہتی ہی کہ اُسکے اجزا بخارات بنکر اُڑجاوین پس اگر رطوبت کو غذا سے مدد نہ ملے اور جسقدر تحلیل اور خشک ہوجاتی ہی اسقدر جبر و نقصان نہو تو حیوان فنا ہوجاوے اسلیے خداوند کریم نے غذا موافق بدن حیوانی کے پیدا کی اور حیوان مین اُسکی اشتہا رکھدی کہ جس سے غذا کھایا کرے اور نقصان کا تدارک ہو کر ہلاک نہونے پاوے اور اسباب خارجی جو موجب ہلاک ہین وہ ہتھیار مثل تلوار وغیرہ اور دوسرے مہلکات ہین اُنکیلیے اللہ تعالی نے ایک قوت غضب پیدا کی ہی جو باطن سے جوش کرتی ہی اور مہلک چیزون کو اپنے آپ سے دفع کرتی ہی اُسکو خدا تعالی نے آگ سے بنا کر آدمی کی سرشت مین خمیر فرمادیا ہی پس جب آدمی کسی مطلب سے روکا جاتا ہے یا اُسکے خلاف مرضی کوئی چیز پیش آتی ہی تو وہ آگ بھڑک اُٹھتی ہی اور اُسکا شعلہ ایسا تیز ہوتا ہی کہ دل کے اندر کا خون جوش کھا کر رگون مین اوپر کیطرف چڑھتا ہی جیسا کہ آگ کا شعلہ اونچا اُٹھتا ہی یا ہنڈیا کا جوش اوپر کو اُبلتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ غصہ کے وقت آدمی کا چہرہ اور آنکھین سرخ ہوجاتی ہین چونکہ چہرہ کا پوست نرم و صاف ہوتا ہی اسلیے خون کی جھلک اُسمین خوب ظاہر ہوجاتی ہے جیسا کہ شیشہ کے اندر کی چیز معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ حال اُسوقت ہوتا ہی جسوقت کہ اپنے سے کم رتبہ آدمی پر غصہ آوے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ اسپر میرا قابو ہے اور جسوقت کہ غصہ اپنے سے زیادہ پر آوے یا انتقام نہ لے سکتا ہو تو ایسی صورت مین خون ظاہر جلد سے بستہ ہوکر قلب کیطرف کو رجوع کرتا ہی اور باعث رنج و غم ہوتا ہے اسی سے چہرہ زرد رنگ ہوجاتا ہے اور اگر کسی برابر والے پر غصہ آتا ہی تو یہ دونون کیفیتین نمود ہوتی ہین لال پیلا رنگ ہوا کرتا ہی اور اضطراب پیش آتا ہے بہرصورت غضب کیجگہ قلب ہی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ جوش کرنا خون دل کا بدلہ لینے کے واسطے اور یہ قوت موذی چیزون کے دفع کیلئے تو اول ہی متوجہ ہوتی ہی یعنے قبل ایذا اُنکا دفعیہ چاہتی ہی اور بعد ایذا انتقام اور تشفی دل کے لیے پیدا ہوتی ہے اور اس قوت کی غذا اور اشتہا انتقام ہی اور اسمین اسکو لذت ملتی ہی اور بدون انتقام چین نہین لیتی اب اس قوت مین ابتدائی

پیدائش سے آدمیون کے تین درجہ ہین اوّل درجہ تفریط یعنی کمی کا ہی اور یہ مذموم ہی ایسے ہی شخص کو بے غیرت کہا کرتے ہین حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو باوجود غصہ دلانے کے غصہ نہ آوے تو وہ گدھا ہی اس سے معلوم ہوا کہ غصہ اور حمیت کا بالکلیہ نہونا بہت نقصان کی بات ہی اللہ تعالیٰ نے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ارشاد فرمایا اشداء علی الکفار اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم اور شدت اور غلظت غضب کے بعد ہوا کرتی ہی دوسرا درجہ افراط یعنے زیادتی کا ہی وہ یہ ہی کہ غصہ اس درجہ غالب ہو کر عقل و دین کی طاعت و سیاست سے نکلجاوے اور غصہ کے وقت آدمی مین بصیرت اور تامل اور فکر اور اختیار کچھ نہ رہے مضطر کی طرح ہوجاوے اور غلبہ غضب کا سبب یا تو پیدائشی ہوتا ہے کہ شروع پیدائش سے ڈرانی صورت اور زود رنج اور زود غضب ہوتا ہی پھر مزاج کی گرمی اسکو اشتعال دیتی ہی اور شعلہ اسکو زیادہ بالا ہوجاتا ہی اور سردی مزاج سے البتہ اسکی تیزی کم ہوجاتی ہی یا غلبہ غضب کا سبب عادت ہوتی ہی کہ ایسے لوگون مین نشست اور برخاست رہے جو مغلوب الغضب اور سریع الانتقام ہین اور ان باتون کو شجاعت اور جوانمردی جانتے ہین اور فخر یہ کہتے ہین کہ ہم کو ذرا برداشت نہین اور ہم کو کوئی ذرا سی بات کہے تو نہین سہ سکتے حالانکہ حقیقت مین گویا یہ کہہ رہے کہ ہم کو ذرا عقل و حلم نہین مگر بے وقوفی سے اسی کو فخر جانتے ہین لیس جو شخص ایسے لوگون سے اسطرح کی باتین سنتا رہتا ہی اُسکے دل مین غصہ کی خوبی جم جاتی ہے اور چاہتا ہے کہ مین بھی ایسا ہی ہوجاؤن اسلیے غصہ بڑھ جاتا ہی اور جب غصہ کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے تو غصہ والے کو بھونک دیتی ہی اور نصیحت سننے سے بہرا کر دیتی ہے بلکہ نصیحت سے اور زیادہ غصہ ہوتا ہے اور اگر اپنی عقل و نفس سے کچھ استفادہ کرے یہ بھی نہین ہوسکتا اسلیے کہ نور عقل گل ہوجاتا ہے خواہ غصہ کے دھوین سے ایسا دھندلا ہوجاتا ہی کہ کام کا نہین رہتا اسلیے کہ آدمی دماغ سے فکر کیا کرتا ہے مگر جب غصہ کے مارے دل مین خون جوش کھاتا ہی تو اُس سے ایک کالا دھوان دماغ کیطرف چڑھکر فکر کی جگہ مین پھیل جاتا ہے بلکہ بعض اوقات حواس کی جگہ کو بھی گھیر لیتا ہے کہ آنکھ سے کچھ نہین دیکھتا اور کانون سے کچھ نہین سنتا دنیا تاریک معلوم ہوتی ہی اور اس حال مین دماغ کی ایسی صورت ہوجاتی ہی جیسے کسی غار مین آگ جلائی جاوے اور تمام غار مین دھوان بھرجاوے اور زمین بھی تیز ہوجاوے تو ایسی جگہ مین اگر کوئی چراغ جلتا ہوا ہوگا تو اُس سے کیا سوجھیگا وہ تو دھندلا ہوجاویگا یا گل ہوجاویگا اور جو شخص اس غار مین ہوگا وہ نہ تو اسمین ٹھہر سکتا ہے نہ کوئی کلام سن سکتا ہے نہ صورت دیکھ سکتا ہے نہ اس دھوین کو اندر یا باہر سے فرو کرسکتا ہے بلکہ جب تک جلنے کی چیز جل نجاوے تب تک صبر کرنا پڑیگا یہی حال غصہ کا دل و دماغ کے ساتھ ہوتا ہی بلکہ بعض اوقات غصہ کی آگ ایسی تیز ہوتی ہی کہ اُس سے وہ رطوبت جس سے کہ دل کی زندگی ہی فنا ہوجاتی ہی اور آدمی ہلاک ہوجاتا ہی جیسے کہ غار کی آگ بعض اوقات زیادہ ہو کر اُس کے ٹکڑے کردیتی ہی اور اوپر سے نیچے کو بیٹھ جاتا ہی یعنی غار کی دیوارون اور طرفون مین جو قوت قائم رہنے کی ہی شدت گرمی سے وہ جاتی رہتی ہی اور گر پڑتا ہی اسیطرح یہان بھی غصہ کی آگ سے رطوبت قلبی دور ہو کر باعث موت ہوجاتی ہی اور اگر واقع مین پوچھو تو سمندر کی موجون مین طوفان کے وقت کشتی کا ہونا بہت بہتر ہی اُس حال سے جو غصہ کے وقت آدمی کے دل کا ہوتا ہے اسلیے کہ کشتی کے بچنے کی توقع ہوتی ہی کیونکہ اسمین جو لوگ سوار ہین وہ اُسکے ٹھہرانے کی بیسیون تدبیرین کرینگے اور یہان تو نفس کی کشتی کا ناخدا دل تھا

[illegible]

وہی غصہ کے سبب اندھا اور بہرا ہوگیا پھر تدبیر کون کرے اب جاننا چاہیے کہ شدت غضب کے نشان ظاہر مین یہ ہین رنگ کا بدلجانا ہاتھ پانؤن کا کانپنا افعال کا بے ترتیب انتظام صادر ہونا کلام مین لڑکھڑانا یہانتک کہ باچھون مین جھاگ آجاوین اور آنکھین سُرخ ہوجاوین نتھنا پھر جاوے شکل بدل جاوے اور اگر غصہ والا اپنی صورت کو غصہ کے وقت دیکھے تو شرم کے مارے غصہ جاتا رہے کہ کیسی بُری صورت ہوگئی اور از آنجا کہ صورت ظاہری صورت باطنی کا عنوان ہوا کرتی ہی اس سے معلوم ہوا کہ باطن اوربھی زیادہ بُرا ہوجاتا ہوگا کیونکہ اول صورت باطن ہی بگڑتی ہی اور وہی بگاڑ ہوتے ہوتے صورت ظاہری پر پھیل جاتا ہی تو گویا تبدل صورت ظاہری فرع ہی اور صورت باطنی کی برائی اصل تو فرع کی صورت سے اصل کو قیاس کرنا چاہیے غرض کہ تمام جسم مین تو یہ علامات ہوتی ہین اور زبان مین غصہ کا اثر یہ ہی کہ گالیان بکنے لگتا ہی اور ایسے کلام فحش اور بُرے بولتا ہی کہ جس سے خردمندونکو شرم آوے بلکہ خود غصہ والا بدون غصہ کے وقت کے کبھی اُنکو بولتے ہوے شرم کرے اور اس فحش کے ساتھ ہی یہ بھی ہوتا ہی کہ لفظون مین اضطراب اور بندش بالکل خراب ہوتی ہی اور اعضا پر تاثیر غضب یہ ہوتی ہی کہ بے تامل مار پیٹ نوچ کھسوٹ قتل و زخم کرنے لگتے ہین اگر جس شخص پر آیا ہے وہ سامنے ہوا اور بس چلا تو یہ باتین اُسکے ساتھ ہونگی اور اگر وہ بھاگ گیا یا کسی اور سبب سے بے قابو ہوگیا تو غصہ خود اپنے اوپر لوٹتا ہے کہ کپڑے پھاڑتا ہی اور اپنا منھ پیٹتا ہی یا زمین پر ہاتھ دے مارتا ہی یا نشہ والون اور مدہوشون حیرانون کی طرح دوڑتا ہی اور کبھی غصہ کے مارے ایسا گر پڑتا ہی کہ اُٹھنے اور دوڑنے کی طاقت نہین رہتی اور غش سا آجاتا ہی کبھی جمادات و حیوانات کو مارتا ہے مثلاً برتن توڑ ڈالا دسترخوان پھاڑ ڈالا گاے بیل گھوڑے کو گالیان دینے لگا اور اُنسے ایسی باتین کرنیلگا جیسے سمجھدار سے کیا کرتے ہین اور اگر کوئی جانور لات مار دے تو غصہ مین آپ بھی اُسکے لات مارتا ہی حالانکہ یہ حرکات مجنونونکے سے ہین اور دل پر تاثیر غصہ کی یہ ہی کہ جسپر غصہ ہوا ہی اُسکی طرف سے کینہ رکھنا اور حسد کرنا اُسکی برائی چاہنا اور اُسکی برائی سے خوش ہونا اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا اور اُسکے بھید کو ظاہر کردینا اور اُسپہ تنک ہونا اور مسخرہ بنانا وغیرہ پس شدت غضب کے ثمرات یہ ہین اسیطرح ضعف غضب کا نتیجہ بھی اچھا نہین یعنی اُسکا ثمرہ بیغیرتی ہی کہ جو بات آدمی کے گھر والونکی مثلاً مان بہن بیوی وغیرہ کی قابل غیرت کے ہو اس سے غیرت نکرے اور کمینون سے ذلت اُٹھاوے اور خوار اور رسوا رہے اور بیغیرتی مثل مخنث ہونیکے ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ اِنَّ سعداً لغیور وانا اغیر منه والله اغیر منی[17] علاوہ ازین غیرت نسبون کی حفاظت کے لیے پیدا ہوئی ہی اگر غیرت مین لوگ تساہل کرین تو انساب مین فتور اور خلط واقع ہو اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہی کہ جس قوم کے مردونمین غیرت ہوتی ہی اُنکی عورتونمین حفاظت رہتی ہی اور بُری بات کو دیکھکر سکوت کرجانا بھی منجملہ ضعف غضب سے ہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خیر امتی احداؤها[18] یعنی جو دین مین سخت ہون اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ[19] بلکہ آدمی اگر اپنے نفس کی ریاضت نکرسکے تو یہ بھی اسی بات کی علامت ہی کہ غصہ نہین رکھتا اسلیے کہ ریاضت جبھی ہوسکتی ہے جب غصہ کو شہوت پر مسلط کردے یہانتک کہ اگر نفس کبھی شہوات پر جھکے تو اسی وقت اُسپر غصہ کرے غرض درجہ غصہ کا اچھا اور محمود ہی وہ یہ ہے کہ غصہ منتظر اشارہ عقل کا رہے اور دین کا مطیع ہو جسجگہ حمیت شرعاً واجب ہی وہان غصہ آوے اور جسجگہ حلم اور غصہ کا پینا چاہیے وہان حد اعتدال سے نہ بڑھے ایسے ہی غصہ سے خداوند کریم نے اپنے بندونکو مکلف کیا ہی اور یہ وہی درجہ ہے جسکی صفت اس حدیث شریف

[17] سعد البتہ غیرت والا ہے اور مین سعد سے زیادہ غیرت والا ہون اور خدا تعالی مجھ سے زیادہ غیرت والا ہی ۱۲ مسلم بروایت ابو ہریرہ و بخاری و مسلم بروایت مغیرہ ۱۲ م

[18] بہتر لوگ میری امت کے وہ ہین جو سخت ہین دین مین طبرانی و بیہقی بروایت ... ضعیف ۱۲

[19] اور نہ آوے تمکو ان دونون پر ترس اللہ کے دین مین حد لگانے مین

مین ہی خیر الامور اوسطہا اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی مین غصہ ایسا سست ہو کہ غیرت بھی کم ہو اور نفس کو ذلت اور ظلم بے موقع کی برداشت ناگوار نہو تو اسکو چاہیے کہ اپنے نفس کا علاج کرے یہانتک کہ غصہ مین قوت آجاوے اور جس شخص مین غصہ حد اعتدال سے زیادہ ہو کر نوبت تہور اور بے عقلی سے برے کامون مین گھسنے کی پہونچاوے اسکو بھی علاج نفس کا چاہیے تاکہ غصہ ایک عمدہ اور درمیانی حالت پر آجاوے جسکا نام صراط مستقیم ہی ہرچند صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہی لیکن جو اسکو نپاسکے اسکو لازم ہی کہ جسقدر اسکے قریب آسکے اتنی کوشش کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروہا کالمعلقۃ اسلیے کہ یہ ضرور نہین کہ جس سے ہمہ تن خیر نہو سکے وہ ہمہ تن غیر ہی کیا کرے بلکہ بعض بدی بعض کی نسبت ہلکی ہوتی ہین اور بعض نیکیان بعض کی نسبت زیادہ رتبہ رکھتی ہین پس اگر بڑی نیکی نہو سکے چھوٹی کے درپے ہو اور اگر شر سے محفوظ نہ رہ سکے تو جسمین ضرر کم ہو اسی پر قناعت کرے

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اصل غضب کا دور ہونا ممکن ہی یا نہین

جاننا چاہیے کہ بعض لوگ تو خیال کرتے ہین کہ ریاضت سے بالکلیہ محو کرنا غضب کا ہوسکتا ہی اور مقصود بھی ریاضت سے یہی ہی اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ غضب کا کچھ علاج ہی نہین اور یہ ان لوگونکا قول ہی جو یہ تصور کرتے ہین کہ عادات بھی مثل پیدائش ظاہری کے ہین جیسا اعضاء ظاہری کے نقصان کو آدمی درست نہین کرسکتا ویسا ہی خلق بھی قابل علاج نہین اور یہ دونون قول ضعیف ہین بلکہ اصل اس باب مین یہ ہے کہ آدمی اپنے جیسے جی ایک چیز سے محبت رکھتا ہی اور ایک چیز کو برا جانتا ہی تو غصہ بھی ضرور ہی ہوگا اسلیے کہ کوئی چیز اسکے مزاج کے موافق ہوگی اور کوئی مخالف موافق اسکے خاطر خواہ ہوگی اور مخالف پر اسکو غصہ آویگا مثلاً فرض کرو کہ کسی نے اسکی محبوب چیز لے لی تو غصہ ہوگا یا کسی نے اسکو ضرر پہونچانا چاہا تو بیشک غصہ ہوگا مگر جس شی کے ساتھ کہ آدمی کو محبت ہوتی ہے اسکی تین قسمین ہین ایک تو ایسی شے جو سب کیلیے ضروری ہی مثلاً غذا اور مکان اور لباس اور صحت بدن پس جو شخص کہ آدمی کی ایسی چیزون کو دور کرنا چاہے مثلاً کھانیکی غذا چھین لے یا پانی پینے کا گرادیوے یا کپڑا جو مقدار ستر عورت ہی تھا اسکو چھین لے یا رہنے کے مکان سے نکال دے تو چونکہ ایسی چیزین ہر ایک شخص کی ضروریات مین داخل ہین اسلیے انکا علیحدہ ہونا برا معلوم ہوتا ہے اور جو کوئی ان چیزون کا مزاحم ہوتا ہی اسپر غصہ آتا ہے دوسری قسم وہ ہی کہ کسی کے لیے بھی ضروری نہو جیسے بہت سامال اور جاہ و جلال اور خدم و حشم و سواری وغیرہ کہ یہ چیزین عادت کے سبب محبوب ہین ضرورت مین داخل نہین لوگونکو علت غائی چیزون کی معلوم نہین جہالت سے ایسی اشیا سے محبت کرتے ہین دیکھو چاندی سونا خود اتنے محبوب ہوگئے ہین کہ انکو گاڑکر رکھتے ہین اگر کوئی انکو بیجا صرف کرڈالے تو اسپر غصہ آتا ہی حالانکہ یہ دونون کھانے کی چیز نہین پس اس قسم کی چیز کے لیے جو غصہ ہوتا ہی وہ اس قابل ہی کہ انسان سے بالکلیہ منقطع ہوسکے مثلاً اگر کسی کے پاس ایک مکان زائد از حاجت ہو اور اسکو کوئی ظالم گرادیوے تو ہوسکتا ہے کہ اسکے گرانے پر غصہ نہ آوے اسطرح کہ مکان والا کوئی شخص دانا بینا ہو جسکو زائد از حاجت کے ساتھ محبت ہی نہو پس اگر اسکو ظالم نے گرادیا تو بوجہ محبت نہونے کے غصہ نہ آویگا لیکن اگر محبت ہوگی تو بیشک غصہ آویگا اور بالفعل جو دیکھا جاتا ہی تو اکثر لوگونکا غصہ ایسی ہی باتون پر

ہوتا ہی جو ضروری نہین ہو تین مثلاً شہرت اور جاہ پر اور مجلس مین شخص ہو کر بیٹھنے پر اور علم سے فخر کرنے پر تو جس آدمی کو اس بات کا
ذرا بھی چسکا اور محبت ہوتی ہی وہ ضروری غصہ ہو جاتا ہی اگر محفل مین اسکی نشست ذرا بدلی جبھی لال پیلا ہو جاتا ہی اور جسکو صدر بیٹھنے کا
شوق نہین وہ اگر جوتیون مین بیٹھ جاوے تب بھی غصہ نہین کرتا اور ع صدر ہر جا کہ نشیند صدر ست + پر عمل کرتا ہی غرضکہ اکثر لوگون کی محبت
ایسی ہی عادات ردی اور خراب سے ہو گئی ہی اسلیے غصہ بھی بات بات پر کرتے ہین یہ نہین سمجھتے کہ جتنے شہوات اور ارادے زیادہ
ہوئے ہین اتنا ہی آدمی مین نقصان زیادہ ہی اسلیے کہ حاجت صفت نقصانی ہی جسقدر اُسکی زیادتی آدمی مین ہو گی اُسی قدر
نقصان بھی زیادہ ہو گا نادان آدمی ہمیشہ اسی بات پر کوشش کرتا ہی کہ حاجات زیادہ پوری ہون اور آرزوئین بہت برآمد ہون
حالانکہ یہی چیزین ذخیرہ غم و اندوہ کا ہوتی ہین اور بعضے تو ایسے بحر جہالت مین ڈوبے ہوتے ہین کہ اگر بری بات کا بھی عیب بتایا
جاوے تو اُسپر بھی غصہ ہوتے ہین مثلاً کوئی یون کہے کہ تمکو مرغ لڑانا خوب نہین آتا یا شطرنج اچھی طرح نہین کھیلتے یا شراب بہت نہین پی سکتے
یا کھانا زیادہ نہین کھا سکتے تو یہ باتین ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہون تو خوبی کی بات ہی مگر انپر بھی بعض جاہل بگڑ بیٹھتے ہین کہ ہم کو
یون کیون کہا خلاصہ یہ کہ اس قسم کی چیزوں جنکی محبت ضروری نہین غصہ بھی ضروری نہین تیسری قسم وہ اشیا ہین کہ بعض کے حق مین ضروری ہین اور بعض کے غیر ضروری مثلاً کتاب
عالم کے واسطے محبوب چیز ہی اسکو اسکی ضرورت رہتی ہی اسی لیے اس سے محبت رکھتا ہی اور اگر کوئی اسکو جلا دے یا ڈبو دے یا ضائع کر دے تو اُسپر غصہ ہوتا ہی جاہل اور زار و نکا یہ
پیشہ والونکے کہ ہر پیشہ والے کو غذا کا ملنا بدون اوزار کے اور اپنے کام کے مشکل ہی پس جو تکہ اوزار ضروری چیز یعنی غذا وغیرہ کے حصول کے وسیلے ہین اس سبب پیشہ والے اُنسے
محبت رکھتے ہی اور انکو ضروری جانتا ہی حالانکہ محبت ضروری وہ ہی جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف مین ارشاد فرمایا ہی من اصبح آمنا فی سربہ معافی فی بدنہ عندہ قوت
یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا پس جو شخص کہ حقائق امور سے واقف ہو اور یہ تینون باتین مذکورہ حدیث اُسکو حاصل ہون تو ہو سکتا ہی کہ وہ ان چیزون کے
سوا مین غصہ نہ کرے یہ تین قسمین تو بیان ہو چکین اب ریاضت کے باعث جو اثر ہر ایک قسم مین ہوتا ہی اُسکو سننا چاہیے قسم اول
مین تو ریاضت اس بات کو مفید نہین ہوتی کہ دل کا غصہ بالکل نیست و نابود ہو جاوے بلکہ ریاضت اسلیے ہوتی ہے کہ دل مین ایسا
ملکہ ہو جاوے جس سے مطیع غضب کا نہ رہے اور بظاہر اُسکا استعمال اُسی درجہ تک کرے جسکو شرع اور عقل مستحسن جانے اور یہ امر مجاہدہ
سے اور کوشش سے ممکن ہی کہ بہ تکلف حلم کیا کرے اور مدت تک برداشت کرتا رہے یہانتک کہ حلم و برداشت مثل امور طبعی کے
عادت راسخ ہو جاوین الابیخ و بن سے غصہ کو دل مین سے نکالنا غیر ممکن ہی اور خلاف مقتضاے طبع ہان تیزی کا توڑنا اور اُسکا
کمزور کر دینا ہو سکتا ہی کہ باطن مین اُسکا جوش نہونے پاوے اور یہانتک ضعف آجاوے کہ اُسکا اثر ظاہر پر کچھ بھی محسوس نہو گو یہ امر
نہایت سخت ہی تاہم امکان سے باہر نہین اور یہی حال قسم سوم کا بھی ہی اسلیے کہ اسمین بھی آخر بعض لوگونکے حق مین تو وہ اشیا ضروری ہین
ریاضت سے اُنکو بھی یہ فائدہ ہو گا کہ غصہ کی شدت باطن مین نہو گی اور صبر کی سختی زیادہ محسوس نہو گی اور دوسری قسم کی اشیا پر جو غصہ
ہوتا ہی تو ریاضت سے اُسکا قطعی استیصال ہو سکتا ہی یعنی جب دل مین سے محبت غیر ضروری چیزونکی دور ہو جاوے گی تو اُسکے ساتھ ہی
غصہ بھی علیحدہ ہو گا کہ محبت اور وہ لازم و ملزوم ہین اور اسمین ریاضت کا طور یہ ہی کہ آدمی یون تصور کرے کہ میرا وطن قبر تاریک ہی اور
ٹھہرنے کی جگہ آخرت ہی دنیا صرف ایک گذرگاہ ہی کہ اس سے گذر جانا قطعی ہو گا اور یہان جو مین آیا ہون صرف اسلیے کہ توشۂ آخرت حاصل

١٧ جو شخص کہ اپنے گھر مین امن سے ہو اور بدن سے تندرست ہو اور اُسکے پاس اُس دن کی غذا موجود ہو تو گویا اُسکے لیے تمام دنیا جمع کی گئی ۔ روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے بروایت عبید اللہ بن محصن [illegible] اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن غریب کہا ہے ١٢

گرون سے کار دنیا کسے تمام نکرد + ہر چہ گیرید مختصر گیرید + بقدر ضرورت اشیا کے سوا سب کو یہ جانے کہ وطن اصلی اور مستقر حقیقی مین یہ چیزین باعث وبال ہونگی ان خیالات سے دنیا مین زہد اختیار کرکے محبت دنیا دل سے محو کرڈالے تو یقین ہی کہ اسطرح کی ریاضت سے بالکل اصل غصہ کی جاتی رہتی ہی اور کچھ نہو گا تو اسقدر تو ضروری ہو گا کہ غصہ کو ظاہر نکریگا اور اُسکے بموجب عمل نکریگا اسلیے کہ غصہ تابع محبت کا ہی اگر محبت جاتی رہیگی تو یہ بھی فنا ہو جاویگا مثلاً ایک آدمی کے پاس کتا ہی جس سے کہ اسکو محبت نہین اگر کوئی دوسرا شخص اس کتے کو مارے تو اُسکو غصہ آویگا کیونکہ محبت اُسکی نہین بہر حال جڑ سے جاتا رہنا غصہ کا تو بہت ہی مشکل ہی الا نضیعت ہو جانا اور اُسکے بموجب عمل کا نہونا بھی غنیمت ہی یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہی کہ قسم اول یعنی ضروری اشیا کے جانے سے درد و رنج ہوتا ہی کہ حاجت کی چیز جاتی رہی یہ ضرور نہین کہ غصہ بھی آوے مثلاً اگر کسی نے بکری کھانے کیلیے پالی ہو اور وہ مر جاوے تو اُسکو رنج اُسکے مرنیکا البتہ ہو گا مگر غصہ کسی پر نہین کرنے کا اور یہ امر ضروری بھی نہین کہ ہر رنج کے ساتھ غصہ بھی ہوا کرے دیکھو خون نکلوانے مین تکلیف اور درد تو ہوتا ہی مگر فصد کھولنے والے یا پچھنے لگانے والے پر غصہ نہین آتا پس جس شخص پر توحید کا غلبہ ہو یہانتک کہ سب اشیا کو قبضۂ قدرت الٰہی مین دیکھے اور سب کچھ اُسی کیطرف سے جانے تو وہ غصہ نہین کریگا اسواسطے کہ وہ مخلوق کو صرف ایک واسطہ جانیگا جیسے لکھنے والیکے ہاتھ مین قلم ہوتا ہی تو اگر بادشاہ مثلاً کسی آدمی کی گردن مارنیکا فرمان لکھدے تو وہ قلم پر غصہ نہین کریگا اسیطرح جو شخص اُسکی بکری ذبح کرڈالے اُسپر بھی غصہ نہوگا کیونکہ ذبح اور موت کو خدا ہی کیطرف سے جانتا ہی تو غلبۂ توحید مین غصہ نہ آنا چاہیے علاوہ ازین خدا کے ساتھ حسن ظن بھی اسی بات کا مقتضی ہی یعنی جبتک تصور کیا کہ خداوند کریم میرے حق مین جو بہتر ہی وہی کرتا ہی تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ شاید میرے بھوکھا یا بیمار یا زخمی رہنے ہی مین اُسکے نزدیک بہتری ہوگی پس غصہ کی کوئی وجہ نہین جیسے خون نکالنے والے پر غصہ نہین آتا کیونکہ اپنی بہتری اسمین متصور ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین غلبۂ توحید سے یہ بات تو ممکن ہی مگر اس درجہ کی توحید ہمیشہ نہین رہا کرتی اور دیرپا نہین ہوتی بلکہ آناً فاناً بجلی سی چمک جاتی ہی اور انجام کو دل وسیلون ہی کیطرف رجوع کیا کرتا ہی اور یہ بات دلمین جبلی اور طبعی ہی اور اگر توحید دیرپا ہوا کرتی تو اشرف المخلوقات و سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہی ہوتی حالانکہ آپ کو غصہ آتا تھا یہانتک کہ رخسار مبارک سرخ ہو جاتے تھے اور خود ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین آدمی ہون آدمی کیطرح مجکو بھی غصہ آتا ہی پس جس کسی مسلمان کو مین نے گالی دی ہو یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو میری طرف سے ان باتون کو اُس کے لیے مستکفر ... اور باعث تقرب بنا دے کہ جسکے سبب قیامت مین اُسکو تیرا تقرب حاصل ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہین کہ مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کلام آپ غصہ اور خوشی کی حالت مین فرمایا کرتے ہین اُسکو مین لکھون آپ نے فرمایا کہ لکھا کر قسم ہی اُس ذات کی جس نے مجکو رسول برحق بنایا اس سے یعنی زبان سے سوا سے حق کے کچھ نہ نکلیگا اور یہ نفرمایا کہ مین غصہ نہین ہوتا ہون بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ مجکو حق سے تجاوز نہین کرنے دیتا یعنے مین اُس کے مقتضا کے بموجب عمل نہین کرتا ہون اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایکبار غصہ ہوئین تو آپ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا تیرا شیطان تیرے پاس آیا ہی انھون نے عرض کیا کہ کیا آپ کا شیطان نہین آپ نے فرمایا کہ کیون نہین مگر مین نے اللہ سے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہو گیا مجکو خیر کے سوا کچھ نہین کہتا یہ نہ فرمایا کہ میرا شیطان نہین ہی بلکہ فرمایا کہ وہ مجکو بدی کا امر نہین کرتا اور یہان شیطان سے شیطان غضب

مراد ہی اور حضرت علیؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے واسطے کبھی غصہ نہ آتا تھا اور اگر امر حق مین غصہ فرماتے تھے تو کسی کو خبر نہین ہوتی تھی اور نہ کوئی آپ کے غضب سے تاب مقابلہ لا سکتا تھا یہانتک کہ حق کا انتقام لے لین اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ اللہ ہی کیواسطے امر حق پر ہوتا تھا تاہم فی الجملہ التفات وسیلون کیطرف پایا جاتا ہی اسیطرح جو شخص کسی کی قوت اور حاجت دینے کی چیز چھین لے اور وہ اسپر غصہ کرے تو یہ غصہ خدا کیواسطے ہوگا اسطرح کے غصہ کا علیحدہ ہونا ممکن نہین ہان بعض اوقات جب کوئی شخص کسی زیادہ ضروری مہم مین مشغول رہتا ہی تو ضروری چیز کے چھین جانے پر بھی غصہ نہین کرتا کیونکہ دل اور طرف مشغول ہوتا ہی اسمین گنجائش غصہ کی نہین ہوتی اپنے استغراق کے باعث اور چیز کو خیال مین بھی نہین لاتا چنانچہ حضرت سلمان رضؓ کو جب کسی نے گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میزان اعمال مین میرے عمل کم ہوئے تو جو کچھ تو کہتا ہی مین اس سے بھی بدتر ہون اور اگر پلہ بھاری ہی تو اس کہنے سے میرا کچھ ضرر نہین پس چونکہ آپ کا قلب آخرت مین مصروف تھا گالی سے متاثر نہوا اسی طرح کسی نے ربیع بن خثیم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیرا قول سنتا ہی جنت سے اسطرف ایک گھاٹی ہی اگر مین نے اسکو طی کر لیا تو تیری بات سے کچھ بھی ضرر نہوگا اور اگر وہ طی نہوئی تو جو کچھ تو کہتا ہی اس سے بھی بدتر ہون اور ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو گالی دی آپ نے اپنے نفس کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تیرے جن عیبونکو خدا تعالی نے چھپا رکھا ہی وہ بہت ہین تو گویا آپ اپنے نفس کی تقصیر و نقصان کے دیکھنے مین مشغول تھے یعنی یہ بات مدنظر تھی کہ خدا تعالی کو حق معرفت نہ پہچانا اور جسقدر اس سے ڈرنے کا حق تھا اُتنا ۱۲ خوف نہ کیا پس اس حال مین اگر کسی دوسرے نے اُنکے نفس کو ناقص کہا تو اُسکی تاثیر نہوئی اسلیے کہ وہ تو خود پہلے ہی سے باوجود شان صدیقی اپنے نفس کو نقصان کی آنکھ سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ایک عورت نے مالک بن دینارؒ کو کہا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ تیرے سوا مجھے اور کسی نے نہین پہچانا تو گویا وہ اپنے نفس سے آفت ریا دور کرنے مین مشغول تھے اور اُسکو یہ سمجھاتے تھے کہ ریا تجھ سے چھوٹا نہین جو کچھ ہی شیطان کا فریب ہی جب اُس عورت نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اسواسطے غصہ نہوے اور حضرت شعبی کو کسی نے بُرا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہی تو خدا میرے حال پر رحم کرے اور اگر تو جھوٹا ہی تو تیرے اوپر رحم کرے ان حکایات سے صاف ثابت ہی کہ ان لوگون نے جو غصہ نہ کیا تو یہی وجہ تھی کہ اُنکے دل اور مہمات دینی مین مصروف تھے اور یہ بھی احتمال ہی کہ ان باتون نے اُنکے دل پر تاثیر کی ہو مگر وہ اُسکی طرف متوجہ نہوے جو بات اُنکے دلپر غالب تھی اسی کیطرف التفات کیا غرضکہ دل اگر کسی امر مہم مین مشغول ہو تو محبوب چیزون کے جاتے رہنے مین ہیجان غضب سے محفوظ رہتا ہی پس غصہ کا نہونا دو باتون سے ممکن ہوا ایک تو یہ کہ دل اور کسی مہم مین مصروف ہو دوسرے یہ کہ غلبہ وحدانیت ہو اور ایک تیسرا سبب بھی غصہ کے نہونے کے لیے ہی وہ یہ ہی کہ یون جانے کہ خدا کو میرا غصہ ناپسند ہی پس محبت الٰہی کے باعث آتش غضب فرو ہو جاویگی اور یہ امر بھی محال نہین کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا ہی خلاصہ اس سب تقریر کا یہ ہی کہ آتش غضب سے رہائی اسی مین ہی کہ محبت دنیا یک لخت دل سے مٹا دیوے اور محبت کا دور کرنا دنیا کے فریبون اور مہلکات کو پہچاننے سے ہوتا ہی جنکا بیان دنیا کی بُرائی کے باب مین انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگا اور جو شخص ریا کی محبت دل سے دور کر دے وہ بہت سے اسباب غضب سے محفوظ رہتا ہی اور غضب کے اسباب مین سے جو

سبب ایسا ہی کہ وہ بالکلیہ رست نہین سکتا اُسکی تیزی کم ہوسکتی ہی اور سبب کے ضعیف ہونے سے غضب کا ضعیف ہونا بھی آسان ہوجاتا ہی خدا تعالےٰ ہمکو بھی اپنے لطف وکرم سے توفیق غصہ کے دفع کی عنایت فرماوے

چوتھا بیان غصہ کے سببونکے ذکر مین اور اُنکے دور کرنیکی تدبیر مین

چونکہ دور ہونا مرض کا اسکی علت کے دور ہونے سے ہوتا ہی اسلیے غصہ کا دور ہونا بھی اُسکے سبب کے دور ہونے پر ہی منحصر ہی اسواسطے اُس کے اسباب کو اور اُنکے دور کرنیکی تدبیر کو معلوم کرنا چاہیے حضرت یحیی علیہ السلام نے حضرت عیسی علیہ السلام سے پوچھا کہ سب مین سخت تر کیا چیز ہی آپنے فرمایا کہ غضب الٰہی نہایت شدید ہی پھر اُنھون نے پوچھا کہ اُسکے لگ بھگ کیا ہی آپنے فرمایا کہ آدمی کا غصہ پھر پوچھا کہ غضب کس بات سے ظہور ونشو ونما پاتا ہی آپ نے فرمایا کہ تکبر اور فخر اور عزت طلبی اور حمیت سے غصہ آیا کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ اشتداد غصہ کے اسباب یہ چیزین ہین کبر اور عجب اور مزاح اور لغو ہنسی ٹھٹھا اور دوسرے کو بنانا عیب لگانا اور بات کاٹنا اور ضد کرنی اور فریب کرنا اور حصول مال وجاہ مین کثرت سے حرص کرنی اور یہ سب باتین عادات بد ہین اور شرعًا مذموم اُنکے رہتے ہوے غضب کا جانا ممکن نہین اسلیے ضرور ہوا کہ ان عیبون کو آدمی اُنکے مقابل کی چیزون سے کھو دے یعنی تکبر کو تواضع سے دور کرے اور عجب کو اپنے نفس کی پہچان سے زائل کرے چنانچہ اسکا بیان باب کبر وعجب مین آویگا اور فخر کو یون دور کرے کہ مین بھی آدمی ہی ہون جیسے اور میرے باندی غلام ہین آخر سب کا باپ تو ایک ہی تھا پیچھے سے قومین جدا جدا ہوگئین آدم زاد ہونے مین سب یکسان ہین فخر عمدہ بات مین کرنا چاہیے کبر اور عجب اور شیخی تو کمینگی کے عادات ہین اُنکا کیا فخر کرنا چاہیے بلکہ یہ باتین سب رذائل کی اصل ہین اگر اُنھین کو اپنے آپ سے دور نہین کیا تو فخر کس بات کا ہی ناک آنکھ کان جسم نسب مین تو سب برابر ہی ہین اور مزاح اسطرح دور کرے کہ ایسے مہمات دینی مین مصروف ہو کہ عمر بھر اُنسے فرصت ہی نہ ملے جو نوبت مزاح کی پہونچے اور لغویات سے اسطرح بچے کہ عمدہ فضائل اور اخلاق حسنہ کی طلب مین اور علوم دینیہ کی تحصیل مین کوشش کرے جس سے کہ سعادت اُخروی میسر ہو اور دوسرے کو بنانے مین یہ خیال کرے کہ کہین ایسا نہو کہ یہی حال میرے ساتھ پیش ہو چاہ کن را چاہ درپیش مثل مشہور ہی اور علاوہ اِسکے لوگونکی ایذا ایک امر معیوب ہی اُسکو اختیار کرنا بُرا ہی اور عیب جوئی مین یہ سمجھے کہ بری بات کا منہ سے نکالنا بُرا ہے اسکے سوا اگر کوئی جواب ترکی بترکی دیگا تو تلخ معلوم ہوگا اور علی ہذا القیاس بات کاٹنے اور ضد کرنے اور فریب دینے مین تصور کرے کہ اُنسے میرے بھی نوع کا نقصان ہی اُسکا مرتکب نہونا چاہیے اور کثرت مال وجاہ کی حرص کو اسطرح مٹادے کہ مقدار ضرورت پر قناعت کرے تاکہ استغنا بھی حاصل ہو اور حاجت کی ذلت سے محفوظ رہے اور یہ جتنی باتین اوپر لکھی گئین اُنمین سے ہر ایک کے علاج مین بہت سی ریاضت وتحمل ومشقت چاہیے مجملًا یہ ہی کہ ان اخلاق کی برائیون اور آفتون سے واقف ہونا چاہیے تاکہ دلکو اُنسے نفرت ہو اور پھر جو جو باتین اُن کے مقابل لکھی گئی ہین اُنپر مدام عامل رہے کہ رفتہ رفتہ اُنکا عادی ہوکر نفس پر شاق نہ معلوم ہون بلکہ اُنسے الفت ہوجاوے جب یہ بُری عادتین چھوٹ جاوین اور نفس اُنسے پاک وصاف ہوجاوے تو غصہ بھی جو اُنھین چیزون سے پیدا ہوتا ہی جاتا رہیگا اور ایک بڑا سبب غصہ کا جاہلون مین یہ ہی کہ غصہ کا نام شجاعت اور جوانمردی اور جرأت وعلو ہمت رکھا ہی اور اسطرح کے اچھے اچھے لقب اُسکو دیے ہین یہانتک کہ نفس براہ جہل اُسی کیطرف میل کرتا ہی اور اچھا جانتا ہی اور کبھی اُسکی تقویت یون بھی ہوتی ہی کہ اکابر کی تعریف کے مقام مین

جو شدت غضب کو شجاعت سے بیان کرتے ہیں تو چونکہ لوگوں کو اکابر کی مشابہت کا شوق ہوتا ہی اسلیے دل میں ہیجان غضب ہوتا ہے اور اس جوش غضب کو شجاعت اور علو ہمت کہنا جہالت ہی تو ایک مرض قلب اور نقصان عقل ہی جو نفس کے ضعف و نقصان سے پیدا ہوتا ہے اور اسوجہ سے جن لوگوں کا نفس یا عقل ضعیف ہے یا نقصان رکھتا ہی انکو یہ مرض بہت جلد ہوتا ہی دیکھو بیمار کو بہ نسبت تندرست کے جلد غصہ آتا ہی اور عورت کو بہ نسبت مرد کے اور لڑکے کو بہ نسبت بالغ کے اور بڈھے کو بہ نسبت جوان اور بری عادت والے کو بہ نسبت اہل فضل کے جلد جوش آجاتا ہی کمینہ آدمی اگر ایک لقمہ نپاوے یا بخیل سے اگر ایک دانہ چھوٹ جاوے تو کیسا غصہ ہوتا ہی یہانتک کہ اپنے بال بچوں اور اہل و عیال سے بھی غصہ ہی کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ نقصان و ضعف عقل باعث غصہ کا ہی زبردست وہی ہی جو غصہ کیوقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہی لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب اور جو شخص ایسا نہو تو اسکے سامنے اہل حلم و عفو کی حکایتیں بیان کرنی چاہییں تاکہ وہ اپنے نفس کا علاج کرے غرضکہ غصہ کا پینا انبیا اور اولیا اور حکما اور علما اور عمدہ بادشاہوں اور فضلا سے منقول ہی اور اسکا عکس ترکوں اور جاہلوں اور غبیوں اور بیعقلوں سے منقول ہے

پانچواں بیان غصہ کے علاج کا بعد جوش کے

ابتک جو بیان ہوا وہ یہ تھا کہ غصہ کے اسباب کو دور کرنا چاہیے تاکہ جوش و شدت نہونے پاوے لیکن اب یہ ذکر ہوتا ہی کہ اگر کسی وجہ سے غضب بر سر جوش آجاوے تو اسطرح استقلال کیا جاوے کہ صاحب غضب مضطرب ہو کر اسکے بموجب بری طرح پر کام نہ کر بیٹھے اور یہ استقلال جوش و غضب میں معجون علم و عمل سے حاصل ہوتا ہے علم کے متعلق تو چھ باتیں ہیں اول یہ کہ جو اخبار کہ غصہ کے پینے اور عفو اور حلم کی فضیلت میں وارد ہیں جنکا بیان عنقریب کیا جاویگا انکو سوچے اور انکے ثواب کی رغبت کرے پس کیا عجب ہی کہ ثواب کی حرص سے جوش جاتا رہے اور انتقام سے درگذر کرے حضرت مالک بن اوس فرماتے ہیں کہ ایکبار حضرت عمرؓ کسی شخص پر غصہ ہوئے اور اُسے پیٹنے کا حکم فرمایا اُسوقت میں نے یہ آیت پڑھی خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاہلین پس حضرت عمرؓ اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے اور سوچتے تھے الخ آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی آیت آپ کے سامنے پڑھی جاتی تو بہت دیر تک تامل اُسکے سمجھنے میں کیا کرتے تھے اُسی معمول کے موافق سوچکر اُس شخص کو چھوڑ دیا اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک شخص کے مارنیکا حکم کیا اور پھر یہ ارشاد الٰہی زبان پر لائے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس اُسی وقت خادم سے کہا کہ اسکو جانے دو دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو عذاب الٰہی سے ڈراوے اور یوں کہے کہ جتنی میری قوت اُس شخص پر ہی اس سے زیادہ خدا کا زور مجھپر ہی اگر میں نے آج اسپر غصہ چلا لیا کل قیامت کو خدا کے غضب سے کون بچاویگا آخر مجھے بھی اُسوقت شدت سے احتیاج عفو کی ہوگی تو دوسروں کو معاف کرنے سے شاید نجات ملجاوے چنانچہ بعض صحیفوں میں مذکور ہی کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی کہ اے آدم زاد جسوقت تو غصہ کرے مجھکو یاد کر لیا کر جسوقت میں غصہ میں ہونگا تو تجھکو یاد کرونگا اور تباہ کاروں کے ساتھ ہلاک نکرونگا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو کسی کام کے لیے بھیجا اُسنے دیر کی جب سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ لولا القصاص لاوجعتک یعنی اگر قصاص قیامت نہوتا تو تجکو خوب دکھ دیتا اور روایت ہی کہ بنی اسرائیل میں جتنے بادشاہ ہوئے ہیں سب کے ساتھ ایک حکیم رہتا تھا جب بادشاہ غصہ ہوتا وہ حکیم ایک پرچہ بادشاہ کے حوالہ کرتا اُسمیں لکھا ہوتا تھا کہ مسکین پر رحم کر اور موت سے

ڈر اور قیامت کو یاد کر اس پرچہ کے دیکھتے اسکا غصہ فرو ہو جاتا تھا تیسرے یہ کہ اگر خوف عذاب اخروی نہو تو رنج و مصائب دنیاوی جو غصہ کے باعث ہوتے ہیں انھین کو تامل کرے کہ جس شخص پر غصہ کرونگا وہ میرا مخالف ہو جاویگا اور طرف مقابل بنکر درپے تخریب اور ایذا رسانی اور شماتت و ہتک وغیرہ کے ہوگا اور مال اس تامل کا یہ ہی کہ شہوت سے غضب کو روکنا ہوتا ہی یعنی دنیا کی ایک خرابی کو دوسری خرابی کی فکر سے ہٹانا چاہتا ہی اسی لیے اعمال آخرت مین شمار نہین ہونے کا اور نہ اسپر کچھ ثواب ہوگا ہان اگر دنیا کی تشویش سے علم و عمل کے لیے دل کو فراغت حاصل ہو اور آخرت کے لیے مدد نہ ملے تو البتہ ایسی تشویش دنیاوی کو دور کرنے مین ثواب ہوگا چوتھے یہ کہ غصہ کے وقت دوسرے لوگون کی جیسے صورت بری بنجاتی ہی اپنی صورت کو غصہ مین بھی ویسا ہی خیال کرے اور تصور کرے کہ خود غصہ ایسی بلا ہی کہ جسکو آتا ہی اسکی شکل باؤلے کتے یا درندہ کیسی ہو جاتی ہی اور اسکے برخلاف حلیم و صاحب وقار و تارک غضب کی صورت انبیا اور اولیا اور حکما اور علما جیسی ہوتی ہی اب چاہے جونسی صورت اختیار کرے خواہ کتون اور درندون اور کمینون کی شکل بنے یا علما و حکما و انبیا سے مشابہ ہو اگر ذرا بھی عقل ہوگی تو اچھے ہی لوگون کی عادت و اقتدا کو دستور العمل ٹھہراویگا پانچوین یہ کہ جس سبب سے انتقام لیا چاہتا ہی اور غصہ کو پی نہین سکتا اسمین فکر کرے کہ وہ کیا وجہ ہے آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی مثلاً شیطان بہکاتا ہی کہ اگر تو نے انتقام نہ لیا تو دوسرا شخص جانیگا کہ دب گیا اور لوگون کے نزدیک بھی ایک ذلت اور رسوائی ہوگی پس اگر یہی سبب ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو سمجھاوے کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ بردباری تجکو ایسی بری معلوم ہوتی ہی رسوائی قیامت کے روز کی بری نہین معلوم ہوتی جب دوسرا شخص ہاتھ پکڑ لیگا اور اپنا بدلہ لینا چاہیگا اور لوگونکی نظرون مین حقارت کا اتنا خوف ہی کہ خدا کی نظرون مین اور فرشتون اور انبیا کی نظرون مین حقیر ہونیکا خوف نہین آدمی نفس کیا مطلب ملتا ہی کہ انکا خیال زیادہ ہو خدا کے واسطے غصہ پی جانے مین تو مرتبہ زیادہ ہوگا علاوہ اسکے اگر بالفرض کسی نے اسپر ظلم ہی کیا ہی تو جسقدر یہ انتقام لیا چاہتا ہے قیامت کو اس سے زیادہ اسکی ذلت ہوگی یون ہی کیون نکرے کہ غصہ پی جاوے اسمین تو ہر طرح اپنا ہی پالا جیتتا ہی کیا اسکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ جب قیامت کو پکارنے والا پکارے کہ جسکی اجرت خدا پر ہو وہ کھڑا ہو جاوے اور سوقت سوا معاف کرنے والون کے کوئی نہ اٹھیگا ایسے وقت مین یہ مستحق کھڑا ہونے کا ہو لیکن اسطرح کی باتین ایمان سے تعلق ہین انکو چاہیے کہ دلمین خوب ٹھان لے چھٹے یہ کہ یون جانے کہ میرا غصہ اس سبب سے ہی کہ کام میری مرضی کے موافق کیون نہوا خدا کی مرضی کے موافق کیون ہوا اور ظاہر ہی کہ یہ ایک نہایت بیوقوفی کی بات ہی کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر ترجیح دے بلکہ ممکن ہی کہ اس سبب سے خدا تعالیٰ کا غضب پھر اسکے غصہ سے بڑھکر ہو اور عمل غصہ کی دفع کا یہ ہی کہ زبان سے کہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم غصہ کے وقت یہی کہنے کا حکم حدیث شریف مین[۲۲] بھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب حضرت عائشہ غصہ ہوتین تو آپ انکی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے اے عویش[۲۳] یون کہہ اللھم رب النبی محمد اغفر لی ذنبی واذہب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن تو اس دعا کا کہنا بھی مستحب ٹھہرا اگر اس زبانی قول سے غصہ نجاوے تو یہ کرے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جاوے یعنی اپنے آپ کو زمین کی خاک سے قریب کر دے تاکہ یہ معلوم ہو کہ مین اس سے پیدا ہوا ہون اور اسی جا مکو بھی اسمین جانا ہی اس عمل سے اپنے نفس کی خاکساری سمجھ مین آجاویگی اور بیٹھنے خواہ لیٹنے سے غصہ ساکن ہو جاویگا

ف پارہ [illegible]
اسد سے تعیذ [illegible]
ف ۱۳ ح ۲ بخاری
و مسلم بروایت سلیمان
بن صرد ۱۲ ح ۳
ابن السنی بروایت [illegible]
[illegible]
مجھکو میری خطا اور دور کر
میرے دل کا غصہ اور
بچا مجھکو [illegible]
فتنون [illegible] ابن سنی در
[illegible]
عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا ۱۲

اسلیے کہ غصہ حرارت سے ہوتا ہی اور حرارت حرکت سے تو جب بیٹھنے یا لیٹنے سے حرکت دور ہوئی تو توقع ہی کہ حرارت غضب بھی دور ہو جاوے اور یہ عمل بھی حدیث شریف مین وارد ہی جیسا کہ فرمایا اَنّ الغضب جمرۃ توقد فی القلب الم تروا الی انتفاخ اوداجہ وحمرۃ عینیہ فاذا وجد احدکم من ذلک شیئا فان کان قائما فلیجلس وان کان جالسا فلینم اگر اس سے بھی غصہ نہ جاوے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا نہاڈالے کیونکہ آگ بدون پانی کے نہین بجھ سکتی چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ اذا غضب احدکم فلیتوضا بالماء فانما الغضب من النار اور ایک روایت مین یون ہی کہ انّ الغضب من الشیطان وان الشیطان خلق من النار وانما تطفا النار بالماء فاذا غضب احدکم فلیتوضا اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث مروی ہی اذا غضبت فاسکت اور حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ حضرت کی عادت شریف تھی کہ غصہ کیوقت اگر کھڑے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے اسی سے آپ کا غصہ فرو ہو جاتا تھا اور حضرت ابو سعید خدری سے یہ حدیث منقول ہی الا انّ الغضب جمرۃ فی قلب ابن آدم الا ترون الی حمرۃ عینیہ وانتفاخ اوداجہ فمن وجد من ذلک شیئا فلیلصق خدہ بالارض اس حدیث مین اشارہ سجدہ کیطرف ہی یعنی بدن کا جو اعلیٰ اور اشرف عضو ہی اُسکو سب سے ذلیل چیز یعنی خاک پر رکھنا چاہیے تاکہ نفس اپنی ذلت اور خاکساری کو سمجھ کر عزت و تکبر سے جو باعث غضب ہین باز آوے اور حضرت عمرؓ ایک روز غصہ ہوے تو پانی منگا کر ناک مین دینا شروع کیا اور فرمایا کہ غضب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور اس عمل سے جاتا رہتا ہی اور عروہ بن محمد فرماتے ہین کہ جب مین حاکم یمن ہوا تو میرے باپ نے مجھسے پوچھا کہ تو والی ہوا ہی مین نے کہا کہ ہان اُنھون نے فرمایا کہ جب تجھے غصہ آوے تو آسمان اور زمین کو دیکھ کر اُنکے خالق کی عظمت بجا لانا یعنی سجدہ کرنا اور حضرت ابوذر نے ایک شخص کو جس سے کچھ خصومت تھی کہا کہ اے لال عورت کے جنے یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ نے اُنسے پوچھا کہ مین نے سنا ہی کہ تو نے اپنے بھائی مسلمان کو ماں کی گالی دی اُنھون نے عرض کیا کہ البتہ اور یہ کہکر وہان سے چلے کہ اُس شخص کو راضی کرین کہ اتنے مین اُسی شخص نے سبقت کرکے اُنسے سلام علیک کی اُنھون نے یہ ماجرا آنحضرت صلعم کیخدمت مین عرض کیا آپنے فرمایا کہ اے ابوذر اپنا سر اُٹھاکے دیکھ پھر یہ جان لے کہ زمین کے پردے پر تجھکو فضیلت نہ کسی لال پر ہی نہ کسی کالے پر جبتک کہ عمل اچھے نہون پھر ارشاد فرمایا کہ غصہ کے وقت اگر تو کھڑا ہو تو بیٹھ جایا کر اور بیٹھا ہو تو تکیہ لگا لیا کر اور تکیہ لگائے ہو تو لیٹ رہا کر اور معتمر بن سلیمان رح سے روایت ہی کہ ایک شخص پہلے لوگون مین مغلوب الغضب تھا اُسنے تین پرچے لکھکر تین شخصون کو دے دیے ایک سے کہا کہ جب مجھے غصہ آوے یہ پرچہ دیدینا دوسرے سے کہا کہ جب میرا غصہ کم ہو تب اپنا پرچہ دینا تیسرے سے کہا کہ جب بالکل غصہ جاتا رہے جب یہ پرچہ دینا ایک دن اُسکو کسی پر شدت سے غصہ آیا تو پہلا پرچہ اسکو دیا گیا اسمین لکھا تھا کہ تو اس شخص کے کیون پیچھے پڑا ہی تو اُسکا خدا نہین بلکہ بشر ہی کوئی دن ایسا ہوگا کہ تیرے ٹکڑے خود تجھی کو کھا لینگے اُسکے پڑھنے سے اُسکا غصہ کچھ کم ہو گیا تو دوسرا پرچہ دیدیا گیا اُسمین یہ لکھا تھا کہ تو بخشتا ایشے کن بر اہل زمین تا کہ رحمت کند رب عرش برین پھر تیسرا پرچہ اُسکو دیا تو اُسمین یہ تھا کہ لوگون کو حق کے ساتھ مواخذہ کرنا چاہیے اُنکی صلاح کا راسی مین ہے یعنی

حدود شرعی سزاے جرم کے لیے خود مقرر ہین انھین کے بموجب مواخذہ اور سزا کافی ہی اور خلیفہ مہدی ایک شخص پر غصہ ہوا تو شبیب نے کہا کہ خدا کے واسطے اتنا غصہ نہ کرنا چاہیے جتنا اُس شخص نے اپنے نفس کیواسطے کیا ہی خلیفہ نے فرمایا کہ اُسکو جانے دو

چھٹا بیان فضائل غصہ پینے کے۔ اللہ تعالی نے مدح کے طور پر ارشاد فرمایا ہی والکاظمین الغیظ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من کف غضبه کف الله عنه عذابه ومن اعتذر الی ربه قبل الله عذره ومن خزن لسانه ستر الله عورته اور فرمایا اشدکم من غلب نفسه عند الغضب واحلمکم من عفا عند القدرة اور فرمایا من کظم غیظا ولو شاء ان یمضیه امضاه ملا الله قلبه یوم القیامة رضا اور ایک روایت مین ہی کہ ملا الله قلبه امنا وایمانا اور حضرت ابن عمر رض سے یہ روایت ہی کہ آپ نے فرمایا ما من جرع عبد جرعة اعظم اجرا من جرعة غیظ کظمها ابتغاء وجه الله تعالی اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا ان لجہنم بابا لا یدخله الا من شفی غیظه بمعصیة الله تعالی اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہین جتنا غصہ کا پینا ہی جو کوئی غصہ پیتا ہی اللہ تعالی اُس کا دل ایمان سے بھر دیتا ہی اور فرمایا کہ جو کوئی باوجود قدرت انتقام غصہ پیتا ہی خدا تعالی اسکو سب خلقت کے سامنے بلاکر اختیار دیگا کہ جو حور تیرے پسند آوے لے لے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہی وہ خدا کی معصیت مین اپنا غصہ جاری نہین کرتا بلکہ اپنا خاطر خواہ کام بھی نہین کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو جو کچھ حال اب دیکھ رہے ہو اُسکے خلاف ہوتا اور لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اپنی آبرو سوال سے مت کھونا اور غصہ کا انتقام اپنی نصیحت کے سبب نہ لینا اور اپنی لیاقت کو جانے رکھنا کہ زندگی مین مفید ہوگا اور ایوب فرماتے ہین کہ ایک گھڑی کا حلم کرنا بہت سے شر کو دور کرتا ہی اور ایک بار حضرت سفیان ثوری اور ابو خزیمہ یربوعی اور فضیل بن عیاض جمع ہوے اور زہد کا ذکر آپس مین ہوا تو سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ افضل اعمال غصہ کے وقت حلم کرنا اور طمع کے وقت صبر کرنا ہے اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کو کہا کہ آپ انصاف سے حکم نہین کرتے اور بہت نہین دیتے آپکو یہانتک غصہ آیا کہ چہرہ پر اُسکا اثر معلوم ہوا تب ایک شخص نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپکا کیا خیال ہے یہ شخص جاہل ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور گویا ایک آگ کو بجھا دیا اور محمد بن کعب کہتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ اگر کسی مین جمع ہون تو ایمان کامل ہو جاوے ایک یہ کہ جب خوش ہو تو حالت خوشی مین امور باطل مین نہ داخل ہو دوسرے یہ کہ جب غصہ ہو تو غضب اسکو حق سے تجاوز نہ کرنے دے تیسرے یہ کہ جب قابو پاوے تو جو چیز اپنی نہو وہ نہ لیوے اور ایک شخص سلیمان رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے بندۂ خدا مجکو کچھ وصیت کر آپنے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر اُسنے کہا کہ یہ مجھ سے نہین ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ اتنا ہی کیا کر کہ غصہ کے وقت اپنی زبان اور ہاتھ روک لیا کر

ساتوان بیان حلم کی فضیلت۔ جاننا چاہیے کہ حلم اسکو کہتے ہین کہ غصہ جوش پر نہ آوے اور اگر آوے بھی تو اُسکے فرو کرنے

مین کچھ تعب اور مشقت نہو اور یہ غصہ کے پینے سے بہتر ہی اسواسطے کہ غصہ کا پینا بزور و تکلف حلیم بننا ہے کہ جسوقت غصہ کی شدت ہو بڑے مجاہدہ اور کوشش سے اسکو بچاوے تو غصہ کا پینا ایک تکلف اور بناوٹ ہی اور حلم طبعی عادت جبلی ہی جس سے کمال عقل ثابت ہوتا ہے اور قوت غضبی فرمانبردار اور مغلوب رہتی ہی مگر ابتدا مین بزور و تکلف غصہ پینے اور حلیم بننے سے یہ عادت حاصل ہوتی ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ انما العلم بالتعلم والحلم بالتحلم ومن یتحر الخیر یعطہ ومن یتوق الشر یوقہ اس سے معلوم ہوا کہ حصول حلم کا ذریعہ اول اول تحلم یعنے بتکلف حلیم بننا ہی جیسے تحصیل علم کا وسیلہ تعلیم ہوتا ہی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطلبوا العلم واطلبوا مع العلم السکینۃ والحلم ولینوا لمن تعلمون ولمن تتعلمون منہ ولاتکونوا من جبابرۃ العلماء فیغلب جہلکم علمکم اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ باعث ہیجان غضب تکبر اور تجبر ہین اور یہی مانع نرمی اور حلم کے ہوتے ہین اور آپ دعا مین یون فرماتے اللھم اغننی بالعلم وزینی بالحلم واکرمنی بالتقوی وجملنی بالعافیۃ اور حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک علو مقام کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا باتین ہین آپ نے فرمایا کہ تصل من قطعک وتعطی من حرمک وتحلم من جہل علیک اور فرمایا کہ پانچ باتین سنت مرسلین سے ہین حیا اور حلم اور پچھنے لگوانے اور مسواک کرنی اور عطر ملنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان آدمی کو حلم کے باعث وہ درجہ ملتا ہی جو شب بیدار اور روزہ دار کو ملتا ہی اور وہی جبار عنید بھی لکھا جاتا ہی باوجودیکہ اپنے گھر والون کے سوا اور کسی کا مالک نہین ہوتا یعنے اگر حلم نہ اختیار کرے اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میرے رشتہ دار ایسے ہین کہ مین تو اُنسے ملتا ہون وہ مجھے کنارہ کرتے ہین مین اُنسے نیکی کرتا ہون وہ مجھ سے بدی کرتے ہین مین حلم کرتا ہون وہ جہالت کرتے ہین آپ نے فرمایا اگر یہی حال ہی تو تم اُنکے پیٹون مین آگ بھرتے ہو یعنی تمھاری داد و دہش اُنکے حق مین اچھی نہین ہوگی اور جب تک تم ایسا کرتے رہوگے خدا کی طرف سے تمکو مدد پہنچتی رہیگی اور ایک شخص نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی میرے پاس کچھ دینے کو تو ہے نہین جو صدقہ اور خیرات کرون مین یہی کہتا ہون کہ جو مسلمان میری ہتک کرے مین نے اسکو معاف کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ہم نے اُس بندہ کو بخشدیا اور ابو ضمضم کی روایت جو حدیث مین ہی وہ پہلے مذکور ہوئی اور وہ بھی یہان چسپان ہی اور قرآن مجید مین جو لفظ ربانین واقع ہی اُسکی تفسیر مین بعض کہتے ہین کہ اُس سے عالم اور حلیم مراد ہین اور حضرت حسن اس آیت مین واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما فرماتے ہین کہ اُس سے حلیم مراد ہین اور اگر اُنسے کوئی بجہالت پیش آوے تو وہ جہالت نہین کرتے اور عطا ابن ابی رباح یمشون علی الارض ہونا سے بھی حلیم مراد لیتے ہین اور ابن ابی حبیب وکھلا من الصالحین کی تفسیر مین کہتے ہین کہ کہل انتہاء حلم سے مراد ہی اور مجاہد واذا مروا باللغو مروا کراما کے معنی کہتے ہین کہ جب ایذا دیے جاوین معاف کردین اور ایکبار حضرت

[illegible]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لغو امر سے کنارہ ہو کر گذرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو تو ابن مسعود تھا اور شام کو کریم
ہو گیا پھر راوی حدیث ابراہیم بن میسرہ نے یہ آیت پڑھی واذا مروا باللغو مروا کراما اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ لایدرکنی ولا ادرکہ زمان
لا یتبعون فیہ العلیم ولا یستحیون فیہ من الحلیم قلوبہم قلوب العجم والسنتہم السنۃ العرب اور فرمایا لیلینی منکم ذو الاحلام والنہی ثم الذین یلونہم ثم الذین
یلونہم ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم وایاکم وہیشات الاسواق اور روایت ہے کہ اشج رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پس اپنا اونٹ
بٹھلا کر اسکو باندھ دیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر جامہ دانی میں سے ایک جوڑا اچھا نکالکر آپ کے سامنے پہنا اور پھر آپ کی طرف
کو چلے جب پاس آئے تو آپنے فرمایا کہ تم میں دو باتیں ایسی ہیں کہ اللہ اور اُسکے رسول کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اُنھوں نے عرض کیا
کہ وہ کونسی ہیں آپ نے فرمایا کہ حلم اور درنگ انھوں نے عرض کیا کہ یہ دونوں خلق ہیں کہ میں نے اختیار کیے ہیں یا پیدائشی ہیں آپ نے
فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہی نے تجھکو ایسا پیدا کیا ہی جبلی ہی باتیں ہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ شکر ہے اُس خالق کا جس نے مجھکو ایسی دو باتیں
پیدائش ہی سے عنایت کیں جنکو وہ اور اُسکا رسول پسند کرتا ہی اور ایک حدیث میں ہے ان اللہ یحب الحلیم الحی الغنی المتعفف التقی ویبغض
الفاحش البذی السائل الملحف اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی میں ان تینوں میں سے
ایک بھی نہو تو اُسکے عمل کا کچھ اعتبار نہ کرو تقوی تحجزہ عن معاصی اللہ عز وجل وحلم یکیت بہ السفیہ وخلق یعیش بہ فی الناس اور فرمایا کہ جب
روز قیامت میں خدا تعالیٰ خلق کو جمع کریگا تو ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اہل فضل کہاں ہیں تو تھوڑے سے لوگ اُٹھینگے اور جنت
کیطرف کو دوڑینگے فرشتے جو اُنکو دیکھینگے تو کہینگے کہ تم دوڑ کر چلتے ہو وہ کہینگے کہ ہاں ہم اہل فضل ہیں وہ پوچھینگے کہ تم میں کیا فضل تھا
جواب دینگے کہ ہمارا یہ حال تھا کہ ہمپر اگر ظلم ہوتا تو ہم صبر کرتے اور اگر کوئی ہم سے سلوک بد کرتا تو بخشدیتے اور اگر جہالت کرتا تو حلم کرتے فرشتے
کہینگے تو آپ جنت میں تشریف لیجائیے فنعم اجر العاملین **آثار** حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کو سیکھو اور اُسکے لیے وقار اور حلم کو
سیکھو اور حضرت علی فرماتے ہیں کہ خیر و برکت اسکا نام نہیں کہ آدمی کی دولت بڑھ جاوے اور اولاد کی کثرت ہو برکت اسکا نام ہے کہ
علم اور حلم بہت سا ہو اور اگر فخر کرے خدا کی عبادت سے بندوں میں فخر کرے اور جب نیک کام کرے تو خدا کا شکر کرے اور جو بد کام
کرے تو توبہ و استغفار کرے اور حضرت حسن رہ فرماتے ہیں کہ علم کی تحصیل کرو اور اسکو وقار اور حلم سے زینت دو اور اکثم بن صیفی
فرماتے ہیں کہ عقل کا رکن حلم ہی اور سب بات میں اصل صبر ہی اور حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ لوگوں کو میں نے ایسا دیکھا تھا کہ
ہمہ تن پتے تھے کانٹا نام کو نہ تھا اور اب ہمہ تن خار ہیں پتے کا پتہ نہیں اگر اُنکو کچھ کہیے مقابلہ کو تیار ہوتے ہیں اور اگر اُن سے درگذر
کیجیے وہ ہرگز درگذر نہیں کرتے لوگوں نے پوچھا کہ پھر ایسے لوگوں کے ساتھ ہم کس طرح معاملہ کریں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی
ہر تو برا کہے اُسکا جواب نہ دو یہ بات قیامت کے روز جب تم مفلس ہوگے تمھارے کام آوے گی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا قول ہے کہ حلیم کو حلم کے سبب اول عوض تو یہی ملتا ہی کہ سب آدمی اُسکے طرفدار ہو کر اُسکے بدخواہ کے درپے ہوتے ہیں اور حضرت معاویہ

رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی اجتہاد اور تجویز کے درجہ کو نہیں پہونچتا جب تک کہ حلم جہل پر غالب نہ ہو اور صبر شہوت پر اور یہ بات بذریعہ علم حاصل ہوتی ہی اور نیز اُنھوں نے عمرو بن اثم سے پوچھا کہ مردوں میں سے بہادر کون ہی اُنھوں نے فرمایا کہ جو اپنے حلم کے سبب جہل کو ہٹا دے پھر پوچھا کہ زیادہ سخی کون ہی اُنھوں نے فرمایا کہ جو دنیا کو دین کی بہتری کے لیے خرچ کر ڈالے اور حضرت انس بن مالک اس آیت کی تفسیر میں فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم ۔ وما یلقھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذو حظ عظیم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے وہ شخص مراد ہی کہ جب اُسکو اُسکا کوئی بھائی گالی دے تو وہ یوں کہے کہ اگر تو جھوٹا ہی تو خدا تجکو بخشے اور اگر سچا ہی تو مجکو بخشے اور بعض کہا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بصرہ کے لوگوں سے میں نے گالی دی اُنھوں نے حلم کیا تو مجکو گویا مدت تک بندہ زرخرید کر لیا اور حضرت معاویہ رحمہ اللہ نے عرابہ بن اوس انصاری سے پوچھا کہ تم اپنی قوم میں سردار کیسے ہوئے اُنھوں نے کہا کہ میں اُنکے جاہلوں سے حلم کرتا ہوں سائلوں کو دیتا ہوں حاجات میں سعی کرتا ہوں پس جو کوئی میرے برابر کام کریگا وہ مجھ جیسا ہوگا اور اگر مجھ سے کچھ زائد کرے گا تو اُسکو مجھ پر فضیلت ہوگی اور اگر کم کریگا تو میں اُس سے بہتر ہوں اور حضرت ابن عباس کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہ کو فرمایا کہ دیکھو تو اگر اسکی کچھ حاجت ہو تو دے دو اس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے سر نیچا کر لیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کو کسی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو آپ نے فرمایا کہ تیری گواہی مقبول نہیں اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہی کہ انکو کسی نے گالی دی آپ نے اپنا جامہ اُسکی طرف پھینک دی اور سو درم دلوائے بعضوں نے فرمایا ہی کہ آپ نے اس تھوڑی سی دنیا کی چیز سے پانچ عمدہ باتیں حاصل کیں اول حلم دوسرے دفع کرنا ایذا کا تیسرے اُس شخص کو ایسی بات سے رہائی دینی جو اللہ تعالیٰ سے دور کرے چوتھے اُس شخص کا پشیمان ہونا اور اپنے کیے سے توبہ کرنی پانچویں اسکی تعریف کرنا بعد برائی کے اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھ میں اور کچھ لوگوں میں جھگڑا ہی میں چاہتا ہوں کہ اسکو دفع کروں مگر لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنے چھوڑ دینے میں ذلت ہی آپ نے فرمایا کہ ذلیل ظالم ہوا کرتا ہی تجکو کچھ ذلت نہیں اور خلیل بن احمد کا قول ہی کہ یوں مشہور ہی کہ اگر کوئی شخص برائی کرے اور اُسکے عوض میں اُس سے سلوک کیا جاوے تو اُسکے دل میں خود بخود ایک ایسا امر پیدا ہوگا کہ پھر وہ ویسی بدی نہ کرے گا اور احنف بن قیس کہا کرتے کہ میں حلیم تو نہیں مگر بزور حلم کرتا ہوں اور وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رحم کرتا ہی اُسپر رحم کیا جاتا ہی اور جو خاموش رہتا ہی وہ بچ جاتا ہی اور جو جہالت کرتا ہی وہ غالب ہوتا ہی اور جو جلدی کرتا ہی وہ خطا کرتا ہی اور جو شر کی حرص کرتا ہی وہ اس سے محفوظ نہیں رہتا اور جو باتوں میں دخل دیا کرتا ہی اُسکو گالیاں ملتی ہیں اور جو بُری بات کو بُرا نہیں جانتا وہ گنہگار ہوتا ہے اور اگر بُرا سمجھتا ہی تو اس سے بچا رہتا ہی اور جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب چلتا ہی وہ محفوظ رہتا ہی اور جو اس سے خوف کرتا ہے مامون رہتا ہی اور جو اُسکو دوست رکھتا ہی وہ ہر دل عزیز ہوتا ہی اور جو اللہ سے نہیں سوال کرتا وہ محتاج ہو جاتا ہی اور جو اُسکے عذاب سے نہیں ڈرتا ذلت اُٹھاتا ہی اور جو اس سے مدد چاہتا ہی فتح پاتا ہی اور ایک شخص نے مالک بن دینار سے کہا کہ میں نے سنا ہی کہ آپ نے مجکو کچھ بُرا کہا ہی آپ نے فرمایا کہ تب تو تم میرے نزدیک میری جان سے افضل ٹھہرے یعنی نیکیاں کیں میرے نفس نے اور انکو تمھارے لیے میں نے ہبہ کر دیا اور بعض علما کا قول ہی کہ حلم بہ نسبت عقل کے زیادہ رتبہ رکھتا ہی اسواسطے کہ خدا

ف ا پھر جو دیکھے تو جس میں تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوستدار ہو ناتے والا ۔ اور یہ بات ملتی ہی انھیں کو جو سہار رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہی اسکو جس کی بڑی قسمت ہے ۱۲

انکا نام حلیم بولتے ہین عقیل نہین کہتے اور ایک شخص نے کسی حکیم کو کہا کہ تمکو ایسی گالی دونگا کہ قبر مین بھی ساتھ جاوے اُنھون نے جواب دیا کہ البتہ تیری قبر مین ساتھ جاویگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود کی قوم پر گذرے تو اُنھون نے آپ کو بُرا کہا آپ نے اُن کو کلمہ خیر فرمایا لوگون نے عرض کیا حضرت وہ تو آپ کو بُرا کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہم مین سے ہر ایک وہی دیتا ہے جو اُسکے پاس ہی ع مے تراود چہ کنم انچہ در آوندمن است + اور لقمان حکیم رح فرماتے ہین کہ تین شخص تین باتون مین پہچانے جاتے ہین حکیم تو غصہ کے وقت اور بہادر لڑائی کے وقت اور دوست حاجت کے وقت اور ایک حکیم کے یہان اُسکا ایک دوست آیا اُسنے ماحضر پیش کیا حکیم کی بی بی بدمزاج تھی دسترخوان تو اُٹھا لیا اور شوہر کو گالیان دینی شروع کی وہ مہمان غصہ ہوکر اُٹھ گیا حکیم اُسکے پیچھے گیا اور کہا کہ تمکو یاد ہی کہ ایکبار ہم تمھارے گھر کھانا کھاتے تھے اتنے مین ایک مرغی آئی اور اُسنے دسترخوان پر کی چیز کو خراب کردیا ہم مین سے کوئی غصہ ہوا تھا اُسنے کہا کہ کوئی نہین حکیم نے کہا تو اب بھی ایسا ہی تصور کرو وہ شخص ہنس پڑا اور خفگی جاتی رہی اور کہنے لگا کہ حکما کا قول درست ہی کہ حلم ہر درد و چوٹ کی دوا ہی اور ایک شخص نے ایک حکیم کے پاؤن مین ضرب ایسی ماری کہ اُسکو دکھ معلوم ہوا مگر غصہ نہوا لوگون نے اُسکا سبب پوچھا اُسنے کہا کہ مین نے یہ سمجھ لیا کہ میرا پاؤن کسی پتھر پر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی اسوجہ سے غصہ نہین کیا اور محمود وراق نے ایک قطعہ عربی مین کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی **قطعہ** کوئی بُرا کہے مجکو تو مین معاف کرون + جو گالیان ہی دے بافرض بیحد و پایان + یہ ہین سبب کہ ہین عالم مین تین قسم کے لوگ + یکم شریف دوم ارذل و سوم اقران + شریف و برتر اگر کچھ کہے تو ہی برجا + سکوت اسلیئے ٹھہرا مناسب و شایان + جواب ارذل و کمتر کا ہی ندینا خوب + اسی سے کہتے ہین وابستہ حفظ حرمت و جان + رہا جو ہمسر اگر کچھ کہے وہ جھوٹ سے + تو میرے فضل کو بس ہی اگر کرون احسان

اٹھوان بیان اُس مقدار کلام کا جو انتقام و تشفی کیلیے جائز ہی - یہ تو ناجائز محض ہی کہ ظلم کے بدلے مین ظلم کیا جاوے یا بدی کا مقابلہ بدی سے کیا جاوے ع بدی را بدی سہل باشد جزا + اگر مردے احسن الیٰ من اسا + مثلاً غیبت کے عوض غیبت کرنا اور گالی کے عوض گالی دینا اور جاسوسی کے عوض جاسوسی کرنا اور علیٰ ہذا القیاس سب معصیتون مین ویسا ہی تدارک ناجائز ہی ہان بقدر قصاص جسکی مقدار شرع مین وارد ہی اور ہم نے فقہ مین اُسکی تفصیل لکھی ہی اسی قدر جائز ہی اور گالی کے بدلے مین گالی تو کسی طرح نہین چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین ہی کہ ان امرء عیرک بما فیک فلا تعیرہ بما فیہ اور فرمایا المستبان شیطانان یتہاتران اور ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو آپ کے سامنے بُرا بھلا کہا آپ چپکے سنا کیے جب حضرت ابوبکر نے انتقام کیلیے کچھ بولنا شروع کیا جب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوے اُنھون نے عرض کیا کہ جب وہ شخص مجکو بُرا کہتا تھا آپ چپ رہے اب جو مین نے بدلہ چاہا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوے آپ نے فرمایا کہ جب تک تم چپ تھے فرشتہ تمھاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم بولے فرشتہ چلا گیا شیطان آیا تو مجھے ایسی مجلس مین بیٹھنا منظور نہین جہان شیطان ہو اور بعض لوگ فرماتے ہین کہ مقابلہ مین ایسے لفظ کہنے جسمین جھوٹ نہو درست ہین اور حدیث مین جو ممانعت ہی وہ احتیاطاً ہی یعنی ترک ایسے الفاظ کا بھی اولیٰ اور افضل ہی لیکن اگر کہیگا تو گنہگار نہوگا اور وہ اس قسم کے کلمات ہین کہ تم کون ہو اور تم فلانے ہی کی اولاد نہین ہو جیسا کہ سعد رضہ نے حضرت ابن مسعود کو کہا تھا کہ تم بنی ہذیل

ہی مین سے نہین ہو اُنھون نے جواب مین کہا کہ تم بنی اُمیہ مین سے نہین ہو یا یہ کہ کسی کو احمق کہین اسلیے کہ بموجب قول مطرف رح کے
سب لوگ خدا کے معاملات مین بیوقوف ہین مگر بعضے کم حماقت رکھتے ہین اور بعضے زیادہ اور حدیث شریف مین حضرت ابن عمر
سے ایسا ہی کچھ مروی ہی حتی تری الناس کلھم حمقاً فی ذات اللہ تعالیٰ اسیطرح کسی کو جاہل کہدینا ہی کیونکہ کسی قسم کی جہالت ہر ایک شخص
مین ہوتی ہی غرض اس قسم کے کلمات ایسے ہین کہ اُنسے دوسرے کو ایذا پہونچتی ہی مگر واقع مین جھوٹ نہین ہوتے علیٰ ہذا القیاس بدخلق اور
بیحیا اور عیب جو وغیرہ کہدینا بشرطیکہ یہ باتین اُسمین ہون یا یہ کہنا کہ اگر تم مین شرم ہوتی تو ایسا نہ کہتے اور تم اپنی حرکت سے میری
آنکھون مین نہایت حقیر ہو گئے اور خدا تمسے عوض لے یا تمکو سمجھے وغیرہ لیکن چغلی اور غیبت اور ماں باپ کی گالی باتفاق حرام ہین چنانچہ
حضرت خالد بن ولید اور حضرت سعد کے درمیان کچھ بات ہو گئی تھی ایک شخص نے حضرت سعد کے سامنے حضرت خالد کو کچھ
کہنا چاہا آپ نے فرمایا کہ سنو صاحب ہمارے اُنکے جو بات ہی اُسکی نوبت ابھی دین تک نہین پہونچی یعنی ایک دوسرے سے وہ بات نہین
ہوئی جس سے گنہگار ٹھہرین غرضکہ اُنھون نے بُرائی کا سُننا نہ مانا کہنے کا تو کیا ذکر ہی اور اسبات کی دلیل کہ جو بات جھوٹ اور حرام نہو وہ انتقام
مین کہنی جائز ہی یہ روایت حدیث ہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ سب ازواج مطہرات رض نے حضرت فاطمہ زہرا رض کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا آپ تشریف لائین اور عرض کیا کہ آپ کی ازواج نے مجھکو آپکے پاس بھیجا ہی اس غرض سے کہ عائشہ رض کو
بھی اُنکے برابر ہی سمجھیے زیادہ نہ سمجھیے آپ لیٹے ہوئے تھے فرمایا کہ اے فاطمہ جسکو مین چاہتا ہون اسکو تو بھی چاہیگی اُنھون نے عرض کیا کہ البتہ
آپنے فرمایا کہ تو عائشہ رض سے محبت کر حضرت فاطمہ رض نے ازواج سے جاکر ماجرا بیان کیا اُنھون نے کہا کہ تم نے تو کچھ بھی نہ کیا ویسے ہی
پھر آئین پھر زینب بنت جحش رض کو بھیجا حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ اُنکو محبت مین دعویٰ میری برابری کا تھا اُنھون نے آکر کہنا شروع کیا
ابوبکر کی بیٹی ایسی ابوبکر کی بیٹی ایسی اور یہی کہتی رہین اور مین چپکی سنا کی مگر اسبات کی منتظر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو اجازت
جواب دینے کی دیتے جو اجازت دی تو مین نے اتنا کچھ کہا کہ میری زبان سوکھ گئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو فرمایا
کہ ابوبکر رض کی بیٹی کو دیکھا ایسی ہی یعنی مجھکو تاب مقاومت نہین اور یہ گفتگو جو حضرت عائشہ نے حضرت زینب سے کی تھی اُس مین فحش نہ تھا
صرف جواب اُنکے کلام کا ٹھیک ٹھیک تھا اور ایک حدیث مین فرمایا ہی المستبان ما قالا فعلی البادی منھما حتی یعتدی المظلوم اس سے
ثابت ہوا کہ مظلوم کو انتقام پہونچتا ہی بشرطیکہ حد سے تجاوز نہ کرے پس اکابر سلف نے جو اجازت دی وہ اسی قدر ہی کہ جسقدر اُسکو اول
ایذا ہوا اُسقدر یہ بھی عوض لے مگر اس مقدار کا بھی ترک ہی افضل ہی اسلیے کہ اس سے نوبت زیادتی کی پہونچ جاتی ہی اور مقدار واجب
پر کفایت کرنا نہین بن سکتا کہ انتہا و شروع ایک امر مخفی ہی اسلیے کہ جواب دینے سے سکوت ہی افضل ہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض
لوگ شدت غضب مین اپنے نفس کو روک نہین سکتے گو جلد بحالت اصلی آجاتے ہین اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ ابتدا مین تو نفس کو
روک لیتے ہین مگر ہمیشہ کو کینہ و بغض دل مین رکھتے ہین اس اعتبار سے لوگونکی چار قسمین ہین اول وہ لوگ کہ گھاس کی طرح
جلد جلجاوین اور جلد بجھ جاوین دوم وہ کہ پتھر کے کوئلے کیطرح دیر کو سُلگین اور دیر ہی مین بجھین تیسرے وہ کہ تر لکڑی کی طرح دیر مین
جلین مگر جلد بجھ جاوین یہ حالت بہت اچھی ہی بشرطیکہ زری بے غیرتی منجر نہو چوتھے وہ کہ جلد بھڑک جاوین اور دیر مین ٹھنڈے ہون یہ سب

مین خراب ہین اور حدیث شریف مین ہی کہ ایماندار کو جلدی غصہ آتا ہی اور جلدی راضی ہو جاتا ہی تو اس عادت کا تدارک اُس سے ہو جاتا ہی اور حضرت امام شافعی رہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور اسکو غصہ نہ آوے تو وہ گدھا ہی اور جسکو منایا جاوے وہ نہ منے تو وہ شیطان ہی اور حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مختلف اقسام کے ہین بعض دیر مین غصہ ہوتے ہین اور جلد رجوع کرتے ہین اور بعض کو جلد غصہ آتا ہی جلدی فنا ہو جاتا ہی ایک بات کا تدارک دوسرے سے ہوتا ہی اور بعض جلد غصہ کرتے ہین اور دیر مین غصہ جاتا ہی اور سب مین بہتر وہ ہی کہ دیر کر خفا ہو اور جلد منجاوے اور سب سے بدتر وہ ہین کہ جلد غصہ ہون اور دیر مین راضی ہون اور از آنجا کہ ہر ایک انسان پر جوش غضب کی تاثیر ضروری ہوتی ہی تو بادشاہون کو ضرور ہوا کہ غصہ کیحالت مین کسی کو سزا نہ دین ورنہ کیا بعید ہی کہ سزا مقدار واجبی سے زیادہ ہو اور بمقتضائے غضب انتقام حد سے گذر جاوے اسلیے واجب ہی کہ سزا صرف مقصور خداوندی پر دیا کرے اپنی غرض کیلیے سزا نہ دلوے چنانچہ حضرت عمر نے ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ پکڑ کر اُسکو سزا دین اُسنے آپ کو کچھ بُرا کہا آپ پھر آسئے لوگون نے عرض کیا کہ آپنے بُرا کہنے سے اُسکو کیون چھوڑ دیا آپنے فرمایا کہ اُسکے بُرا کہنے سے مجکو غصہ آگیا تھا اگر مین اُسکو مارتا تو اپنے نفس کے غصہ کا بھی لگاؤ رہتا اور مجکو یہ منظور ہی کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کی حمیت و غیرت سے نہ مارون اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو جب ایک شخص نے غصہ کر دیا تو آپنے فرمایا کہ اگر تو مجھکو غصہ نہ دلاتا تو مین سزا دیتا

نوان بیان حقد یعنی کینہ کے معنی و ثمرہ کا اور عفو اور نرمی کی فضیلت کا۔ واضح ہو کہ جب آدمی غصہ کے وقت بمجبوری انتقام نہین لے سکتا اور غصہ پینا پڑتا ہی تو یہ باطن پر گر کر حقد بنجاتا ہی اور حقد کے معنی یہ ہین کہ کسی کو ثقیل اور گران جاننا اور اس سے بغض و نفرت کرنی ہمیشہ دل کے ساتھ ہو اور یہ امر ممنوع ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المومن لیس بحقود اور حقد غضب کا نتیجہ ہی اور اس سے آٹھ باتین پیدا ہوتی ہین اول حسد یعنی کینہ کے باعث اس بات کی تمنا ہو کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے اور اگر اسکو کچھ نعمت ملے تو اپنے آپ کو غم کرے اور اگر اسپر مصیبت آوے تو خوش ہو اور حسد فعل منافقین کا ہی اسکی بُرائی عنقریب لکھی جاویگی دوسرے زیادہ ہونا حسد کا باطن مین کہ بر ایک بلا جو غیر پر آوے شماتت کرے گویا رہے تیسرے دوسرے سے علیحدہ ہونا اور قطع کرنا گو وہ ملنے کا طالب اور پاس آنے کا مائل ہو مگر خود اُس سے اینٹھا رہنا چوتھے اسکو حقیر و ذلیل سمجھنا پانچوین اُسکے بابمین کلمات ناجائز زبان پر لانے مثل غیبت اور جھوٹ اور فاش کرنے راز اور پردہ دری وغیرہ کے چھٹے باتوین اُس سے ٹھٹھول اور تمسخر کرنا ساتوین اسکو مار وغیرہ سے ایذا جسمانی پہونچانی آٹھوین اگر اُسکا حق اپنے ذمہ ہو اُسکے ادا سے باز رہنا مثلاً قرض کا نہ دینا یا صلہ رحم بجا نہ لانا یا کوئی چیز اسکی دبائی ہو اور وہ واپس نکرنا وغیرہ یہ آٹھون چیزین حرام ہین اور ادنی درجہ کینہ کا یہ ہی کہ آدمی آٹھون باتون سے احتراز کرے اور خدا کی نافرمانی تک کی نوبت نہ پہونچے لیکن صرف دل مین دوسرے کو بُرا جانے یہانتک کہ جیسے پہلے باتین کیا کرتا تھا وہ نکرے مثلاً دیکھکر خوش ہونا اور نرمی در عنایت کرنی اور اُسکی حاجتون کے وقت کام آنا اور اُسکے ساتھ بیٹھکر ذکر الٰہی کرنا اور اُسکے نفع مین مددگار ہونا ان امور مین سے کوئی بجا نہ لاوے یا صرف اُسکے لیے دعا مانگے یا تعریف نکرے یا ترغیب نیکی کی اُسکو نکرے تو یہ باتین ایسی ہین کہ اُنسے آدمی کا درجہ دین مین گھٹجاتا

اور بڑے فضل اور ثواب کو مانع ہوتے ہین گو مستحق عذاب ہو دیکھو حضرت ابو بکرؓ نے مسطح کیلیے قسم کھائی تھی کہ اسکو کبھی کچھ ندونگا یہ شخص آپکا قریب تھا
اور حضرت عائشہؓ کی تہمت مین کچھ اُسنے بھی کہا تھا اسلیے حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی تھی مگر جب یہ آیت اُتری ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ
ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم تو آپنے فرمایا کہ ہان ہم اللہ کی مغفرت کو دوست
رکھتے ہین اور پھر جو کچھ دیا کرتے تھے وہ بدستور دینے لگے اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہی کہ جیسے معاملات پہلے کیا کرتا تھا ویسے ہی بدستور
جاری رکھے اور اگر نفس پر کوشش کر کے شیطان کی مخالفت کے باعث سلوک کچھ زیادہ کرے تو یہ مقام و رتبہ صدیقین کا ہی اور مقربین کے
اعمال مین سے بڑھکر یہی ہی کیونکہ قدرت کے وقت کینہ ور کے تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ جتنا اپنا آتا ہو اُسی قدر لے کمی زیادتی
دوسرے سے نہ لے اسکو تو عدل کہتے ہین دوسرے یہ کہ اپنا حق معاف کر دے اور زیادہ صلہ رحم کرے اسکا نام فضل ہے
تیسرے یہ کہ جو حق اپنا نہین وہ اُس سے ظلماً لے لیوے اُسکو جور و ظلم کہتے ہین اور یہ پیشہ ارذال و کمینون کا ہی اور امر اول صلحا کے درجہ
کی انتہا سمجھنی چاہیے اور امر دوم حال صدیقین کا ہی

دسوان بیان فضیلت عفو اور احسان مین

عفو کے معنی یہ ہین کہ اپنا حق جو دوسرے کے ذمہ ہو اسکو چھوڑ دیوے مثلاً
قصاص یا ذر وغیرہ جو کسی کے ذمہ ہو اسکو اس سے بری کر دے اور اسکی تعریف و ثنا بہت آئی ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی خذ العفو وامر بالعرف
واعرض عن الجاہلین اور فرمایا وان تعفوا اقرب للتقوی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ مین بہ قسم
کہہ سکتا ہون اول یہ کہ صدقہ سے مال کم نہین ہوتا صدقہ دینا چاہیے ۔ زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلہ رز را + چو باغبان ببرد بیشتر دہد
انگور + دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا حق صرف خدا کے واسطے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اُسکے باعث قیامت کو اُس کی عزت
بڑھا دے تیسرے یہ کہ جو آدمی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہی اللہ تعالیٰ اُسپر محتاج ہونے کا دروازہ کشادہ کرتا ہی اور ایک
حدیث مین ہی کہ التواضع لا یزید العبد الا رفعۃ فتواضعوا یرفعکم اللہ والعفو لا یزید العبد الا عزا فاعفوا یعزکم اللہ والصدقۃ لا یزید المال
الا کثرۃ فتصدقوا یرحمکم اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی حقوق کا انتقام لیتے
نہین دیکھا جبتک کہ خدائے تعالیٰ کے محارم مین سے کوئی نہ ٹوٹتی اور جب ایسا ہوتا تو سب سے زیادہ غصہ آپکو آتا تھا اور
جب کبھی دو باتون کا آپکو اختیار دیا جاتا تو جو نسی دونون مین سے آسان ہوتی اُسکو اختیار کرتے بشرطیکہ اُسمین گناہ نہوتا اور حضرت عقبہ فرماتے ہین کہ ایک روز
مین آپکی خدمت مین حاضر ہوا تو معلوم نہین کہ مین نے آپکا ہاتھ اول پکڑ لیا یا آپنے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ دنیا و آخرت کے لوگون کے
اخلاق مین سے جو افضل ہین وہ مین تجکو بتاتا ہون تصل من قطعک وتعطی من حرمک وتعفو عمن ظلمک اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ بیان فرمایا ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بندون مین سے تیرے نزدیک کونسا زیادہ تر عزیز ہی ارشاد ہوا کہ جو
شخص قدرت کے ہوتے معاف کر دے اور حضرت ابی درداؓ سے جب لوگون نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عزت کسکی ہی تو آپنے یہی فرمایا کہ جو قابو پاکر معاف کر دے
وہ زیادہ عزت والا ہی تم بھی معاف کیا کرو خدا تمکو عزت دیگا اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوا اور کسی حق کا نالشی ہوا

آپنے اُسکو حکم بیٹھنے کا دیا اور منظور یہ تھا کہ اُسکا حق دلوا دیا جاوے مگر بسبیل تذکرہ اُس سے ارشاد فرمایا کہ ان المظلومین ہم المفلحون یوم القیامۃ اُس شخص نے یہ حدیث سنکر اپنا حق چھوڑ دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث مروی ہی من دعا علی من ظلمہ فقد انتصر اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا اذا بعث اللہ الخلائق یوم القیامۃ نادی مناد من تحت العرش ثلاثۃ اصوات یا معشر الموحدین ان اللہ قد عفا عنکم فلیعف بعضکم عن بعض اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دوگانہ گزار کر پھر کعبہ مین تشریف لائے اور چوکھٹ پکڑکر لوگون سے پوچھا کہ اب تمھارا میری نسبت کیا قول و گمان ہی اُنھون نے عرض کیا کہ ہم یہ کہتے ہین کہ آپ ہمارے بھائی ہین اور چچازاد ہین حلیم ہین رحیم ہین تین بار یہی الفاظ کہے آپ نے فرمایا کہ مین وہ قول کہتا ہون کہ جو یوسف علیہ السلام نے کہا تھا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وہو ارحم الراحمین راوی فرماتے ہین کہ اس قول کو سنکر لوگ ایسے نکل پڑے جیسے قبرون مین سے نکلتے ہین اور مسلمان ہو گئے اور سہیل بن عمرو اسی قصہ کو اسطرح نقل فرماتے ہین کہ جب آپ مکہ مین تشریف لائے تو لوگ آپکے گرد تھے آپنے اپنے دونون ہاتھ کعبہ کی چوکھٹ پر رکھکر یہ دعا پڑھی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ پھر لوگون کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ قریش تمھارا میری نسبت کیا قول و گمان ہی راوی کہتے ہین کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اچھا کہتے ہین اور گمان بھی اچھا ہی یعنی آپ ہمارے بھائی کریم ہین اور بھتیجے رحیم ہین اور ہم سب آپکے قابو مین ہین تو آپنے فرمایا کہ مین وہ بات کہتا ہون جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہی تھی لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جب قیامت مین بندے کھڑے ہونگے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس کی مزدوری اللہ پر ہو وہ چلا اور داخل جنت ہو تو پوچھا جاویگا کہ ایسا کون ہی جسکی مزدوری خدا پر ہو وہ کہیگا کہ وہ لوگ ہین جنھون نے لوگون کو معاف کر دیا پھر بہت سے آدمی اُٹھینگے اور بیحساب جنت مین داخل ہونگے اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینبغی لوالی امر ان یوتی بحد الا اقامہ واللہ عفو یحب العفو اور پھر یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا آخر تک اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ تین باتین ایسی ہین کہ جو کوئی اُنکو ایمان سے ادا کرے تو جنت کے جون سے دروازہ سے چاہے اندر چلا جاوے اور حورون مین سے جس سے چاہے نکاح کرے اور جہان چاہے وہان رہے اول تو یہ کہ قرض پوشیدہ کو ادا کرے دوسرے سورۂ اخلاص ہر نماز کے بعد دس بار پڑھے تیسرے اپنے قاتل کو خون معاف کر دے حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ خواہ اُنمین سے ایک کوئی بجا لاوے آپنے فرمایا کہ خواہ ایک ہی کرے **آثار** حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص مجھپر ظلم کرتا ہی تو مین اُسپر رحم کرتا ہون کہ قیامت کو یہ بیچارہ اس ظلم کے باعث پکڑا جاویگا اور مواخذہ و بازپرس ہوگی اسکو کچھ جواب نبن پڑیگا یہ درجہ عفو سے بڑھکر ہی اسکو احسان کہتے ہین اور بعض اکابر کا قول ہی کہ جب خدا تعالی کسی بندے کو تحفہ دیا چاہتا ہی تو اُسپر ایسا شخص معین کر دیتا ہی جو ظلم کرے یعنی ظلم کے باعث ظالم کے حسنات مظلوم کے پاس آجاتے ہین تو بدون عمل اُنکا آجانا گویا خدا کیطرف سے ہدیہ ہی اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ

کے پاس آکر شکایت کرنی شروع کی کہ مجھ پر فلان شخص نے ظلم کیا ہی اور اسکو برا کہنا شروع کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو خدا کے سامنے یہ ظلم
جون کا تون لیجاوے تو اس سے بہتر ہی کہ اسکا عوض یہان لیکر جاوے اور مزید بن میسرہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے ظالم کو کوستا
ہی تو خداے تعالی مظلوم کو فرماتا ہی کہ جسپر تو نے ظلم کیا ہی وہ تجھے کوس رہا ہی اور تو اپنے ظالم کو کوستا ہی تو اگر تجکو منظور ہو تو ہم دونون کو سنون
کو نہین اور اگر چاہے تو قیامت تک تاخیر کرکے دونونکو اپنے دامن عفو مین جگہ دین اور مسلم بن یسار رحمہ نے ایک شخص سے کہا جس نے
اپنے ظلم کرنیوالے پر بد دعا کی تھی کہ ظالم کا ظلم اسی کے حوالہ کر تیری بد دعا سے پہلے اسکو لگیگا بشرطیکہ کسی کام عمدہ سے اُسکا تدارک
نکرے اور لائق و مناسب اُسکے حال کے تو یہی ہی کہ تدارک نہین کریگا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکرؓ سے روایت
کرتے ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ ہمکو یہ حدیث پہونچی ہی کہ قیامت کو خدا تعالی ایک منادی کو حکم فرماویگا کہ یون پکارے کہ جسکا خدا کے
پاس کچھ رہا ہو وہ کھڑا ہو تو اہل عفو کھڑے ہونگے اور چونکہ انھون نے لوگون سے درگذر کی ہوگی اللہ تعالی اُسکے مکافات مین اُنسے
درگذر فرماویگا اور ہشام بن محمد کہتے ہین کہ خلیفہ نعمان بن منذر کے پاس دو شخص حاضر کیے گئے ایک نے تو بڑی خطا کی تھی اُسکو تو معاف
کردیا اور دوسرے نے چھوٹی تقصیر کی تھی اُسکو سزا دی اور دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہی **رباعی** سلطان جو بڑا قصور کرتے ہین معاف ✦ اور
چھوٹے سے جرم پر سزا دیتے ہین صاف ✦ نادان و جہل سے نہین معمول ✦ ہی شہرت حلم و رعب لو یہ انصاف ✦ اور مبارک بن فضالہ
کہتے ہین کہ سوار بن عبد اللہ نے مجکو بصرہ والون کے ساتھ ابو جعفر خلیفہ کے پاس بھیجا مین اُنکے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک آدمی پکڑا آیا انھون
نے اُسکے قتل کو حکم کیا مین نے اپنے دل مین کہا کہ میرے سامنے اس بیچارہ مسلمان کا خون ہوگا پھر اُسنے کہا کہ اے امیر المومنین مین ایک حدیث
نقل کرتا ہون جسکو مین نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ہی اُنھون نے کہا کہ وہ کون سی حدیث ہی مین نے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا
اللہ تعالی لوگون کو ایک ایسے میدان مین جمع کریگا کہ دیکھنے والا اُنکو دیکھ سکے اور پکارنے والے کی آواز سن سکین پھر ایک پکارنے
والا پکاریگا کہ جسکا خدا پر کچھ حق ہو وہ کھڑا ہو تو سوا معاف کرنے والون کے اور کوئی نہین اُٹھیگا اسکو سنکر ابو جعفر نے کہا کہ یہ حدیث
سچ تمنے حضرت حسن سے سنی ہی مین نے کہا کہ بیشک مین نے اُنسے سنی ہی پس اپنے آدمیون سے کہا کہ اس مجرم کو جانے دو اور حضرت
معاویہ رضہ فرماتے ہین کہ جبتک تمکو انتقام کا قابو اور موقع نہ ملے تب تک حلم اور برداشت کرو اور جب موقع ملجاوے تو عفو اور
احسان کرو اور روایت ہی کہ ایک راہب ہشام بن عبد الملک کے پاس آیا انھون نے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہین
اُسنے کہا کہ نبی تو نہ تھے مگر جو رتبہ اُنکو ملا صرف چار خصلتون کے باعث ملا ایک تو یہ کہ جب انتقام پر قدرت ہوتی معاف کردیتے دوسرے
یہ کہ وعدہ پورا کرتے تیسرے یہ کہ سچ بولتے چوتھے یہ کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑتے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ حلیم اُسکا نام نہین کہ ظلم کے
وقت تو چپ ہو رہے جب قدرت پاوے تو بدلہ لے بلکہ حلیم وہ ہی کہ ظلم کے وقت حلم کرے اور قدرت کے وقت معاف کرے اور زیادؔ
کہتے ہین کہ قدرت اور قابو پا نا کینہ اور غصہ کو کھو دیتا ہی اور ہشام بن عبد الملک کے پاس ایک شخص گرفتار ہو کر آیا جسکی کوئی بات اُنکے کان
مین پہونچی تھی جب سامنے آیا تو اپنی حجت بیان کرنے لگا خلیفہ نے فرمایا کہ تو بھی بولتا ہی اُسنے کہا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے فرماتا ہے
یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا کیا خدا کے سامنے تو جھگڑینگے اور آپکے سامنے نہ بولینگے اُنھون نے کہا کہ خیر کہو جو کہتے ہو اور روایت ہی کہ

ایک چور حضرت عمار بن یاسر کے خیمہ مین گھسا اور پکڑا گیا لوگون نے اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ اسکا ہاتھ کاٹ ڈالیے آپنے فرمایا کہ نہین مین اسکی پردہ پوشی کرونگا کہ اللہ تعالی میری پردہ پوشی فرما دے۔ اور ایکبار حضرت ابن مسعود بازار مین بیٹھے ہوے کچھ سودا لیتے تھے دام دینے کیواسطے عمامہ مین سے درم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لیے آپ نے فرمایا کہ جب تک مین یہان بیٹھا ہون تب تک موجود تھے لوگ لینے والے کو بددعا دینے لگے کہ الٰہی اُسکے ہاتھ کٹ پڑین اور اُسکا برا ہو سیّآپنے فرمایا کہ الٰہی اگر اُسکو کچھ حاجت تھی اور لے گیا ہی تو اُسکو برکت دے کہ اُسکا کام نکلجاوے اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب لیگیا ہو تو اُسی گناہ کو اُسکا پچھلا گناہ کر دے کہ آگے کو پھر ایسا نہ کرے اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ خراسان کے ایک شخص کی بہ نسبت مین نے کوئی زیادہ زاہد نہین دیکھا وہ میرے ساتھ مسجد حرام مین بیٹھا تھا کہ طواف کو اُٹھا اُسمین اُسکے دینار چوری گئے تو رونا شروع کیا مین نے پوچھا کہ دینارون کیواسطے روتے ہو اُسنے کہا کہ نہین بلکہ اسوقت مجکو یہ تصور بندھ گئی ہی کہ مین اور چور خدا کے سامنے موجود ہین اور اسکو کچھ حجت نہین کہ پیش کرے اس لیے مجکو رحم آیا اور رو پڑا۔ اور حضرت مالک بن دینار رح کہتے ہین کہ جسوقت حکم بن ایوب بصرہ کے حاکم تھے ہم اُن کے گھر رات کو گئے اور حضرت حسن بھی خوف زدہ سے آئے اور ہم اور وہ ساتھ ہی اُنکے پاس گئے مگر ہم حضرت حسن کے ساتھ بچے سے معلوم ہوتے تھے پس حضرت حسن نے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان کیا کہ بھائیون نے اُنکو بیچ دیا اور کوئین مین ڈالا اور کیا کیا سلوک کیا غرضکہ بھائی کو بیچا اور باپ کو رنج دیا پھر عورتون کے مکر سے قید مین مبتلا ہوے مگر دیکھو تو خدا نے اُنسے کیا کیا سب سے زیادہ ذی ثروت عزت بنایا اور اُنھین کا بول بالا رہا اور زمین کے خزانون کا مالک کر دیا ان سب باتون کے بعد جب حکومت پوری ہو گئی اور گھربار سب وہان آگئے تو یہ ارشاد فرمایا لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وہو ارحم الراحمین اس قصہ سے غرض حضرت حسن رح کی یہ تھی کہ حکم بن ایوب بھی اُنکے ساتھیونکو معاف کر دین پس یہ قصہ سنکر حکم نے کہا کہ مین بھی یہی کہتا ہون کہ لاتثریب علیکم الیوم اور اگر میرے پاس بدن کے کپڑون کے سوا اور کچھ ہوتا تو مین اُنھین مین تمکو چھپا لیتا۔ اور ابن مقفع نے کسی اپنے دوست کو کسی بھائی کی سفارش کا خط لکھا مضمون یہ تھا کہ فلان شخص اپنے قصور سے گریز کر کے تمھاری عفو کا خواہان ہی اور تمھارے غصہ سے ڈر کر تمھاری ہی پناہ چاہتا ہی اور معلوم رہے کہ جتنا گناہ بڑا ہوتا ہی اتنا ہی عفو کا فضل زیادہ ہی ؎ گر عظیم ست از فرودستان گناہ ٭ از بزرگان عفو کردن اعظم است ٭ اور عبد الملک بن مروان کے پاس جب ابن اشعث کے قیدی آئے تو رجا بن حیات نے خلیفہ سے اُنکے باب مین صلاح کی اُسنے عرض کیا کہ خداوند کریم نے جو چیز تمکو پسند تھی یعنے فتح عنایت فرمائی اُسکے عوض مین جو اسکو پسند ہی وہ تم کرو یعنی اللہ تعالے عفو کو پسند فرماتا ہی تم بھی معاف کرو پس سب قیدیون کا قصور معاف کر دیا اور روایت ہی کہ زیاد نے ایک خارجی کو پکڑا اتفاقا وہ بھاگ گیا زیاد نے اُسکے بھائی کو پکڑ لیا اور کہا کہ یا تو اپنے بھائی کو حاضر کرو ورنہ مین تجکو مار ڈالونگا اُسنے کہا کہ اگر مین امیر المومنین کا شقہ لا دون تب تو چھوڑ دو گے کہا کہ البتہ اُسنے کہا کہ مین عزیز حکیم کا شقہ لاتا ہون اور اُسپر دو پیغمبرونکی گواہی گذارتا ہون پھر یہ آیت پڑھی ام لم ینبا بما فی صحف موسیٰ وابراہیم الذی وفی الاتزر وازرۃ وزر اخری زیاد نے کہا کہ اسکو جانے دو اسکو حجت خوب سوجھی اور روایت ہی کہ انجیل مین مذکور ہی کہ جو اپنے ظالم کے لیے مغفرت کی دعا کرے شیطان اُس سے بھاگتا ہی اب مناسب معلوم ہوتا ہی کہ عفو کا تتمہ نرمی کے

فضائل پر کیا جاوے

فضیلت نرمی کی۔ نرمی کا مقابل تیزی اور ناک چڑھا ہونا ہی نرمی ایک صفت عمدہ ہی جو حسن خلق کا نتیجہ ہی اور اُس کے برعکس تیزی نتیجہ غصہ اور درشتی کا ہی اور کبھی تو تیزی غصہ سے ہوتی ہی اور کبھی شدت حرص اور اُس کے غلبہ سے ہوتی ہے کہ اسمین آدمی کو سوچ سمجھ نہین رہتی اسیواسطے استقلال جاتا رہتا ہی مگر نرمی بہرصورت ثمرہ حسن خلق ہی کا ہی اور حسن خلق جبھی میسر ہوتا ہے کہ قوت غضب و قوت شہوت کو حد اعتدال پر روکا جاوے اسی بنا پر رفق یعنی نرمی کی تعریف مین حدیث شریف مین بہت مبالغہ ہی چنانچہ فرمایا یا عائشہ انہ من اعطی حظہ من الرفق فقد اعطی حظہ من خیر الدنیا والآخرۃ ومن یحرم حظہ من الرفق فقد حرم حظہ من خیر الدنیا والآخرۃ اور فرمایا اذا احب اللہ اہل بیت ادخل علیہم الرفق اور فرمایا ان اللہ لیعطی علی الرفق ما لا یعطی علی الخرق فاذا احب اللہ عبداً اعطاہ الرفق وما من اہل بیت یحرمون الرفق الا حرموا جنۃ اللہ تعالیٰ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ ان اللہ رفیق یحب الرفق یعنی اللہ تعالیٰ رفیق ہی اور رفق ہی کو پسند فرماتا ہی اور ملائمت پر وہ چیز عطا فرماتا ہی جو درشتی کیساتھ نہین دیتا اور حضرت عائشہ کو فرمایا کہ اے عائشہ ملایمت کیا کر اسلیے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی خاندان کی بزرگی چاہتا ہی تو انکو ملائمت کی راہ سوجھا دیتا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ جسکو ملائمت نہ ملی وہ بالکل خیر سے محروم رہا اور فرمایا کہ جو حاکم اپنے عہدہ مین ملائمت و نرمی برتے گا اُسکے ساتھ قیامت کو سہولت برتی جاویگی۔ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہی کہ دوزخ کن لوگون پر حرام ہی کل ہین لین سہل قریب اور فرمایا الرفق یمن والخرق شوم اور فرمایا التانی من اللہ والعجلۃ من الشیطان اور ایک روایت مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب مسلمان تو خداے تعالیٰ کی عنایت سے آپ سے مستفید ہوتے ہین کوئی عمدہ بات میرے لیے بھی خاص کر دیجیے آپ نے دو یا تین بار الحمد للہ فرما کر اُس شخص کیطرف متوجہ ہو کر دو یا تین بار پوچھا کہ تو ہی نصیحت چاہتا تھا اُسنے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اُسکا انجام سوچ لیا کر اگر اچھی ہو تو کیا کر ورنہ باز رہا کر اور ایکبار حضرت عائشہ سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھین اور اُنکی سواری مین ایک اونٹ شوخ تھا تو اُسکو کبھی داہنے کبھی بائین پھراتی تھین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ سہولت اور ملائمت کر یہ ایسی چیز ہی کہ جس چیز مین ہو تو اُسکی زینت ہو جاوے اور جسمین نہو اُسکو معیوب کر دے **آثار** حضرت عمر بن خطاب کو یہ خبر پہونچی کہ بعض عامل ظلم کرتے ہین آپ نے اُنکو طلب فرمایا جب وہ حاضر ہوے تو آپ نے بعد حمد و ثنا کے ارشاد فرمایا کہ اے رعیت ہمارا حق تمپر یہ ہی کہ پیٹھ پیچھے خیر خواہی کرو اور اچھی بات پر مددگار رہو اور اے عاملو رعیت کا تمپر حق ہی پس جان لو کہ جیسی نرمی امام کی اور اُسکا حلم اللہ کو پسند ہے ویسا کوئی حلم محبوب اور عام نہین اسیطرح کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام کے ظلم و جہل سے بُری نہین اور یہ بھی جان رکھو کہ جو شخص اپنے سامنے والون کو عافیت سے رکھتا ہی اُسکو غائب لوگون کیطرف سے بھی عافیت اور آسائش پہونچتی ہے اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ ملائمت حلم کا ہم پلہ ہی۔ اور ایک حدیث موقوف و مرفوع مین وارد ہی کہ علم مومن کا دوست جانی ہی اور حلم اُسکا وزیر اور عقل راہ نما اور

عمل سربراہ کار اور رفق اسکا والد اور نرمی بھائی اور صبر سپہ سالار ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ علم ایمان کو کیا خوب زینت دیتا ہے اور اُس علم کا تو کیا پوچھنا ہی جسکو عمل سے زیبائش ہوئی ہو اور کتنا خوب وہ عمل ہی جسکی آرائشگی رفق سے ہوئی ہو غرضکہ جیسا جوڑ علم اور حلم کا ہی ایسا کوئی نہین ہے اور حضرت عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے عبداللہ سے سوال کیا کہ رفق کیا چیز ہی اُنھون نے جواب دیا کہ جس صورت مین آدمی حاکم ہو تو عاملون سے نرمی برتے انھون نے پوچھا کہ خرق یعنی جہالت و درشتی کیا شے ہی آپ نے فرمایا کہ امام سے اور ایسے لوگون سے جنکو اختیار و قابو ضرر پہونچانے کا ہو دشمنی اور عداوت رکھنی اور حضرت سفیان ثوری رح نے اپنے یارون سے پوچھا کہ رفق کو تم لوگ جانتے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیے فرمایا کہ ہر ایک امر کو اُسکے موقع و مقام پر رکھنا شدت کی جگہ شدت اور نرمی کی جگہ نرمی اس سے معلوم ہوا کہ نرمی کے ساتھ درشتی کا اختلاط بھی ضرور چاہیے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است ؎ چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است ؎ خلاصہ یہ کہ اور اخلاق کیطرح یہان بھی درجہ اوسط درشتی و نرمی مین محمود ہی مگر چونکہ انسان کی طبیعت درشتی کیطرف زیادہ مائل ہی بدین لحاظ ترغیب غایت درجہ رفق کی ضروری ہی اسی لیے شرع مین صفت رفق کی بہت سی ہی درشتی کی مدح نہین پائی جاتی گو اپنے اپنے موقع پر حسب مصلحت وقت دونون اچھی ہین مگر جسجگہ درشتی ضروری ہوتی ہی وہان حق بات ہوائے نفسانی مین ملجاتی ہی اور گھی شکر سے بھی زیادہ مزہ معلوم ہوتا ہی ایسا ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہی اور روایت ہی کہ عمرو بن العاص رح نے حضرت امیر معاویہ کو خط لکھا اور اسمین ان پر اس بات کا عتاب تھا کہ تم تاخیر و سستی بہت کرتے ہو انھون نے اُسکے جواب مین لکھا کہ امر خیر مین تامل اور فکر سے بہتری اور ہدایت زیادہ ہوتی ہی اور رشید وہی شخص ہی کہ جو جلدی کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے اور محروم وہ آدمی ہی جو وقار سے محروم رہے اور مستقل آدمی ہمیشہ صواب کو پہونچتا ہے اور جلد باز مدام چوک جاتا ہی اور جسکو رفق سے بہرہ نہین ہوتا اُسکو حماقت سے نقصان ہوتا ہی اور جو تجربون سے مستفید نہین ہوتا وہ معالی درجہ نہین پا سکتا اور ابو عون انصاری رح فرماتے ہین کہ جو کلمات سخت لوگ آپس مین بولتے ہین اُنکے ساتھ ہی ایسے بھی الفاظ ہوتے ہین کہ اُسی مطلب کے مفید ہون اور اُنکی نسبت نرم ہون یعنی ؎ چو کارے برآید بلطف و خوشی ؎ چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی ؎ اور ابو حمزہ کوفی رح فرماتے ہین کہ کاروباری آدمی کو زیادہ حاجت سے رکھنا نہ چاہیے اسلیے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے اور جان لینا چاہیے کہ سختی سے لوگ اپنا کام نہین کرتے جیسا نرمی سے کرتے ہین اور حضرت حسن رض فرماتے ہین کہ مومن متین ہوتا ہے اور ٹھہر ٹھہر کر کام کرتا ہی رات کی لکڑی جمع کرنے والے کیطرح نہین ہوتا کہ جو ہاتھ مین آیا خاک کھس جمع کرلیا پس علما نے رفق کی اسقدر تعریف اسی لیے کی ہی کہ یہ ایک اچھی چیز اور اکثر اوقات بکار آمد ہی اور درشتی کی کبھی شاذ و نادر حاجت پڑتی ہی کامل آدمی وہی ہے جو موقع درشتی و نرمی کا پہچانے اور ہر ایک کام مین جو مناسب ہے وہ بجا لاوے لیکن اگر اُسکی بصیرت مین قصور ہو یا معلوم نہو کہ فلان مقدمہ مین کیا کرنا چاہیے تو چاہیے کہ رفق ہی کیطرف میل کرے اسلیے کہ غالباً فلاح اسمین ہوتی ہی - اب حسد کی برائی اور اُسکی حقیقت و اسباب و علاج کا بیان کیا جاتا ہی اور یہ کہ اُسکا دور کرنا نہایت ضروری ہے

گیارھوان بیان حسد کی برائی

- واضح ہو کہ حسد بھی کینہ کی شاخ ہی اور کینہ غصہ کی شاخ ہی تو حسد غصہ کی شاخ در شاخ ہوئی

اور غصہ اصل اصول ٹھہرا پھر حسد مین اتنی بڑی شاخین پھیلتی ہین کہ جنکا حصر بھی گویا کہ نہین ہو سکتا اور اُسکی مذمت مین بہت سی حدیثین
وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب اور ایک حدیث مین حسد اور
اُسکے نتائج و اسباب سے منع کرنے مین فرمایا لا تحاسدوا و لا تقاطعوا و لا تباغضوا و لا تدابروا و کونوا عباد اللہ اخوانا اور حضرت انس
فرماتے ہین کہ ایک روز ہم آپ کی خدمت مین بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک آدمی جنتی تمہارے سامنے آوے گا
اتنے مین ایک شخص انصار بائین ہاتھ مین جوتیان لیے ہوئے ڈاڑھی مین سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا نمودار ہوا اور السلام علیکم کہا جب
دوسرا روز ہوا تو پھر آپ نے وہی کلمات فرمائے اُس روز بھی وہی شخص آیا تیسرے روز بھی یہی ماجرا گذرا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لے گئے تو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص اُس شخص کے پیچھے گئے اور اس سے یہ کہا کہ مجھ مین اور میرے باپ مین کچھ تکرار
ہوگئی ہی اُسپر مین نے قسم کھائی ہی کہ تین دن اُنکے پاس نجاؤنگا اگر آپ اجازت دین تو تین دن تک آپ کے مکان مین سو رہا کرون
اُنھون نے کہا کہ کیا مضائقہ ہی حضرت عبد اللہ تین رات اُنکے گھر مین سوئے تو دیکھا کہ وہ رات کو نہین اُٹھتے بجز اسکے کہ ہر کروٹ پر
ذکر الٰہی کر لیتے ہین اور صبح کی نماز کیوقت بستر پر سے نہ اُٹھے البتہ اتنا معلوم ہوا کہ جب کوئی کلمہ کہا تو بہتر ہی کہا جب تین دن گذر گئے
تو حضرت عبد اللہ فرماتے ہین کہ میرے جی مین اُنکے عمل کی کچھ وقعت نہ آئی اور تھوڑا سا عمل معلوم کیا تھا تو مین نے اُنسے کہا کہ اے بندۂ
خدا مجھ مین اور میرے باپ مین کچھ خفگی کی بات نہین ہوئی تھی لیکن مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تمہاری شان مین
یہ کلمات سنے تھے اسواسطے یہ منظور تھا کہ مین بھی دیکھون کہ تم کیا عمل کرتے ہو جس سے جنتی ہوئے ہو تو عمل تو تمہارا کچھ بہت نہین
یہ فرمایئے کہ یہ درجہ کسطرح ملا اُنھون نے فرمایا کہ یہی ہی جو تمنے دیکھا مین اُنکے پاس سے چلا جب تھوڑی دور گیا تو اُنھون نے مجکو بلایا
اور کہا کہ بھائی عمل تو یہی ہی جو تمنے دیکھا مگر اتنی بات ہی کہ جو شی اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو عطا فرماتا ہی اُسپر میرے دل مین کچھ کدورت اور حسد
نہین آتی مین نے کہا کہ بس وہ بات یہی ہی جس سے تمکو رتبہ ملا یہ بات ہمسے نہین ہو سکتی اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ آپنے فرمایا تین باتین ایسی
ہین کہ جس سے کوئی خالی نہین ایک ظن دوسری بدفالی تیسرے حسد مگر مین تمکو اُنسے نجات کی صورت بتائے دیتا ہون کہ جب کوئی ظن دل مین
گذرے تو اُسکو ٹھیک نہ جاننا چاہیے اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کیے جاؤ اور جب حسد آوے تو خواہش نہ کرو اور ایک روایت مین یون
ہی کہ تین باتین ایسی ہین کہ کمتر اُس سے کوئی خالی ہوگا اس روایت مین امکان حسد سے خالی ہونے کا پایا جاتا ہی اور ایک حدیث شریف
مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرض تم مین پہلی اُمتونکا چلا آیا ہی یعنی حسد اور بغض اور بغض مونڈنے والی چیز ہی اور اس سے یہ غرض نہین کہ
بال مونڈتی ہی بلکہ دین کی صفائی بتلاتی ہی قسم ہی اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین محمد کی جان ہی کہ تم جنت مین ہرگز داخل نہوگے
جبتک مومن نہوگے اور مومن نہوگے جبتک آپسمین دوست نہ ہوگے اور مین تمکو ایسی بات بتاتا ہون جس سے بناء دوستی تم مین مستحکم
ہو وہ یہ ہی کہ آپسمین طریقۂ اسلام کو خوب رائج کرو اور فرمایا کاد الفقر ان یکون کفرا و کاد الحسد ان یغلب القدر اور نیز فرمایا کہ عنقریب
میری اُمت مین اور اُمتونکا مرض پھیلیگا لوگون نے عرض کیا کہ اور اُمتون کا مرض کیا ہی آپنے فرمایا کہ الاشر و البطر و التکاثر و التنافس
فی الدنیا و التباعد و التحاسد حتی یکون البغی ثم یکون الھرج اور فرمایا لا تظھر الشماتۃ لاخیک فیعافیہ اللہ و یبتلیک اور روایت ہی کہ حضرت

موسیٰ جب پروردگار عالم سے باتین کرنے گئے تو ایک آدمی کو عرش کے سایہ مین دیکھا دلمین اُسکے رتبہ کے غبطہ ہوئے کہ اسکی سی جگہ مجھے بھی ملتی یہ کوئی بڑا اعلیٰ رتبہ ہی جناب باری مین عرض کیا کہ اُسکا نام مجکو بتلایا جاوے حکم ہوا کہ نام سے کیا غرض ہی اُسکا کام بتلایا جاتا ہی کہ تین باتین کیا کرتا تھا ایک تو یہ کہ لوگون پر انعام خداوندی دیکھکر حسد نہ کرتا تھا دوسرے یہ کہ اپنے مان باپ کی نافرمانی نہین کرتا تھا تیسرے یہ کہ لوگون کی چغلی ایک دوسرے سے نہین کھاتا تھا اور حضرت ذکریا علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہی کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہی کہ میرے حکم پر غصہ ہوتا ہی اور جو کچھ مین نے لوگون کے حق مین مقدر کر دیا ہی اُسپر راضی نہین ہوتا اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تر خوف اپنی امت پر اس بات کا ہی کہ اُنکے پاس مال کی کثرت ہو اور آپس مین حسد کر کے کشت و خون کرین اور فرمایا استعینوا علی قضاء الحوائج بالکتمان فان کل ذی نعمۃ محسود اور فرمایا کہ اللہ کی نعمتون کے دشمن ہین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو لوگون پر نعمت دیکھکر حسد کرین اور فرمایا کہ یہ آدمی حساب کے پہلے ہی چھ چیزون کے سبب دوزخ مین جاوینگے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون سے لوگ ہین آپنے فرمایا کہ امیر ظلم کے باعث اور عرب عصبیت یعنی اصرار بیجا کے سبب اور دہقان تکبر کی جہت سے اور تاجر خیانت کے سبب اور روستائی جہالت کے باعث اور علما حسد کے سبب آثار بعض متقدمین کا قول ہی کہ اول خطا جو واقع ہوئی وہ حسد تھی یعنی ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ پر حسد کر کے سجدہ سے انکار کیا اور صرف حسد ہی کے باعث خدا کی نافرمانی مین مبتلا ہوا اور روایت ہی کہ عون بن عبداللہ فضل بن مہلب کے پاس اُس زمانہ مین تشریف لیگئے کہ وہ واسط کے حاکم تھے اور یہ کہا کہ مین تمکو ایک نصیحت کرتا ہون اُنھون نے کہا فرمائیے آپنے فرمایا کہ ایک تو تکبر سے بچنا کیونکہ اول نافرمانی خدا تعالیٰ کی اسی کی بدولت ہوئی چنانچہ تصدیق اُسکی کلام مجید مین موجود ہی واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکافرین دوم یہ کہ حرص سے محترز رہنا یہ وہ بلا ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خداوند کریم نے جنت مین جگہ دی جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہی اور سب چیزون کے کھانے کی اجازت دی صرف ایک درخت سے منع کر دیا تو اُنھون نے حرص کی بدولت اُسمین سے کھایا اور جنت سے نکالے گئے حکم ہوا کہ اہبطوا منہا جمیعاً بعضکم لبعض عدو تیسرے یہ کہ حسد سے بچنا یہ وہ چیز ہی کہ قابیل نے اسی کے باعث ہابیل کو مارا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی واتل علیہم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قرباناً فتقبل من احدہما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنک اور ایک بات یہ ہی کہ جب ذکر اصحاب کا ہو تو سکوت کرنا اور تقدیر اور نجوم کے ذکر کیوقت بھی سکوت کرنا اور بکر بن عبداللہ کہتے ہین کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر یہ جملہ کہا کرتا کہ محسن کے احسان کی مکافات مین اُسکے ساتھ سلوک کرنا چاہیے کیونکہ بدی کرنیوالے کو تو خود اسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کریگی اُس شخص پر اُسکے رتبہ پر ایک آدمی کو حسد ہوئی یہانتک کہ بادشاہ سے اسکی چغلی کی کہ جو آدمی حضور کے سامنے کھڑا ہو کر جملہ کہا کرتا ہی وہ یون کہتا ہی کہ بادشاہ گندہ دہن ہی بادشاہ نے کہا کہ اسکی تصدیق کیسے ہو اُسنے کہا کہ جب وہ شخص آپکے سامنے کھڑا ہو اسکو اپنے پاس بلوائیے جب آپ کے قریب آویگا تو اپنی ناک بند کر لیگا کہ منھ کی بدبو نہ آوے بادشاہ نے کہا کہ اچھا ہم کل امتحان کرینگے ادھر تو بادشاہ سے یہ کہگیا ادھر اُس شخص کی دعوت

کر کے ایسا کھانا کھلایا جسمین بہت سا لہسن تھا اتنے مین دربار کا وقت آگیا وہ شخص حسب دستور بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور وہی جملہ کہا بادشاہ نے اسکو پاس بلایا اُسنے اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کو میرے منھ سے لہسن کی بو نہ آوے اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا اور پاس گیا بادشاہ کو گمان ہوا کہ کل جو فلان شخص اُسکی نسبت کچھ کہہ گیا تھا وہ درست ہی اُسی وقت اپنے ایک عامل کو شقہ دستخط خاص سے لکھا کہ جب حامل شقہ تیرے پاس آوے اُسکو قتل کر کے اُسکے چمڑے مین بھُس بھروا کر ہمارے پاس بھیج دینا اور شقہ کو حوالہ اُس شخص کے کیا کہ فلان عامل کے پاس لیجا یہ شخص شقہ لیکر دربار سے نکلا اور اُس بادشاہ کا دستور یہ تھا کہ شقہ دستخطی خاص صرف واسطے انعام اور خلعت کے لکھا کرتا تھا اثناء راہ مین وہ حاسد ملا اُسکے ہاتھ مین شقہ دیکھکر پوچھا کہ یہ شقہ کیسا ہی اُسنے کہا کہ فلان عامل کے نام کا دستخطی خاص شقہ ہے اُسکے پاس لیے جاتا ہون اُسنے سمجھا کہ ضرور اسمین کچھ انعام و جاگیر کو لکھا ہوگا اس گمان سے اس شخص سے کہا کہ یہ شقہ مجکو دے ڈال کہ مین لیجاؤن اُسنے کہا کہ مین نے تجھکو ہبہ کیا لیجا جب رقعہ لیکر عامل کے پاس گیا اُسنے پڑھ کر حامل سے کہا کہ اس شقہ مین یہ حکم ہی کہ حامل کو قتل کر کے اور کھال کھچوا کے اُسمین بھس بھر کے حضور مین بھیج دو تب تو یہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ اُسکا اصل حامل تو اور شخص ہے مین نہین ہون خدا کے واسطے مجھے یہ شقہ دے دو کہ مین بادشاہ کے پاس واپس لیجاؤن عامل نے کہا کہ بادشاہ کا فقرہ واپس نہین ہوسکتا غرض اُسکو ذبح کر کے پوست اُتروا کر بادشاہ کیخدمت مین بھیجدیا اب اُس شخص کا حال سنیے کہ وہ بدستور وقت مقرری پر پھر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تھا وہی کہا بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ شقہ کو کیا کیا اُسنے عرض کیا کہ راہ مین فلان شخص مجکو ملا اُسنے مجھ سے مانگا مین نے اُسکو ہبہ کر دیا بادشاہ نے کہا کہ وہ یون کہتا تھا کہ تو مجکو گندہ دہن کہتا پھرتا ہی اُسنے کہا کہ مین نے ہرگز نہین کہا بادشاہ نے پوچھا کہ پھر جب مین نے تجکو اپنے پاس بلایا تھا تو نے اپنا ہاتھ منھ پر کیون رکھ لیا تھا اُسنے کہا کہ اُسی شخص نے مجھ کو ایسا کھانا کھلادیا تھا جسمین لہسن تھا مین نے منھ اسواسطے بند کیا تھا کہ حضور کو لہسن کی بو نہ معلوم ہو بادشاہ نے کہا کہ خیر اپنا کام کر بدی کرنیوالے کو اسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کر گئی اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ مین نے امر دنیا کیلیے کسی پر حسد نہین کی اسواسطے کہ اگر وہ شخص اہل جنت مین سے ہی تو دنیا پر اُسکی کیا حسد کرون جنت مین دنیا کی کیا قدر ہی اور اگر وہ دوزخی ہی تو دنیا کے اوپر اسکی حسد فضول ہی اسلیے کہ اُسکا انجام دوزخ ہوگا اور ایک شخص نے حضرت حسن سے پوچھا کہ مومن حسد بھی کیا کرتا ہی آپنے فرمایا کہ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کا حال بھول گئے مومن حسد کرتا ہی لیکن چاہیے کہ صرف سینہ ہی مین اُسکو پوشیدہ رکھے اسلیے کہ جب زبان و ہاتھ سے کچھ زیادتی نکریگا تو حسد سے کچھ نقصان نہین ہوگا اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کریگا اُسکی ہنسی اور حسد دونون کم ہوجاوینگے اور حضرت معاویہ رضہ فرماتے ہین کہ مین سب آدمیونکے راضی کرنے پر قدرت رکھتا ہون مگر حاسد نعمت کہ وہ بدون زوال نعمت راضی نہین ہوتا ؂ توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے ٭ حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست ٭ اور بعض حکما کا قول ہی کہ حسد ایک زخم ہی کہ کبھی نہین بھرتا اور جو کچھ حاسد پر گذرتا ہی اُسکو وہی کافی ہی اور ایک اعرابی کا قول ہی کہ مین نے کسی ظالم کو مظلوم کے مشابہ سوا حاسد کے نہین دیکھا کہ جب دوسرے کی نعمت دیکھتا ہی گویا اُسکے بھریان لگتی ہین اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی دوسرے پر کیون حسد کرتا ہی اگر اُسکو خدا تعالی نے لائق سمجھکر نعمت دی ہی تو جسکو

خدا تعالیٰ بزرگی دے اسپر حسد کیا ضرور ہی اور اگر اور کچھ معاملہ ہی تو ایسے شخص پر کیا حسد کرنا چاہیے جسکا مآل دوزخ ہو اور بعض اکابر کا قول ہی کہ حاسد کو مجلسون مین تو ذلت اور مذمت ملتی ہی اور فرشتون سے بغض و لعنت اور خلق سے غم و غصہ اور نزع مین ہول و شدت اور قیامت مین عذاب و فضیحت

بارھوان بیان حسد کی حقیقت اور حکم اور اقسام اور مراتب کے ذکر مین - یہ تو ظاہر ہی کہ حسد نعمت ہی پر ہوا کرتی ہی پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرماوے تو دوسرے شخص کے دو حال ہوتے ہین اول یہ کہ وہ نعمت اسکو بری معلوم ہو اور یون چاہے کہ اسکے پاس نہ رہے اس حالت کا نام تو حسد ہی اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسد کی تعریف و حقیقت یہ ہی کہ دوسرے کی نعمت کو برا جاننا اور اسکے پاس سے جاتے رہنے کا خواہان ہونا دوسرا حال یہ ہی کہ نہ تو وہ نعمت بری معلوم ہو اور نہ اسکے زوال کا خواہان ہو بلکہ یون دل چاہے کہ ایسی ہی نعمت ہمکو بھی ملے اسکا نام غبطہ اور منافست ہی اور کبھی منافست اور حسد ایک دوسرے کی جگہ بولی جاتی ہین اور اسکا کچھ مضائقہ نہین جب معنی معلوم ہو گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن یغبط والمنافق یحسد - پس حسد تو ہر حال مین حرام ہی مگر ایسی نعمت پر جو کسی فاجر یا کافر کے ہاتھ لگی ہو اور وہ اُس سے فتنہ و فساد اور ایذا رسانی کرتا ہو تو ایسی نعمت کو اُس شخص پر برا جاننا اور اسکے زوال کا خواہان ہونا کچھ گناہ نہین اس لیے کہ خود نعمت پر تو یہ حسد نہین بلکہ اسوجہ سے ہی کہ وہ سامان فتنہ و فساد کا ہی اور اگر اس سے وہ فساد و فتنہ نہ کرے تو کچھ بھی برا نہ معلوم ہو اور حسد کی حرمت مین جو حدیثین وارد ہین اُنکا ذکر پہلے ہو چکا ہی اُنسے صاف ظاہر ہی کہ حسد کا حکم حرمت ہی ہی علاوہ اسکے گویا دوسرے کی نعمت کو برا جاننا خدا تعالیٰ کے حکم سے غصہ ہونا ہی کہ اپنے بعض بندون کو بعض پر فضیلت کیون دی اور یہ ایک ایسی بات ہی کہ اُسکے لیے نہ کوئی عذر ہی کہ اُس سے خدائی احکام پر نارضامندی ظاہر کیجاوے اور نہ اُسکی اجازت ہی غور کی بات ہی کہ اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ کسی مسلمان کی راحت بری معلوم ہو حالانکہ اسمین اپنا کچھ ضرر نہو اللہ جل شانہ نے بھی حسد کی مذمت جابجا ارشاد فرمائی ایک جگہ ارشاد فرمایا ان تمسسکم حسنة تسؤہم وان تصبکم سیئة یفرحوا بہا یہ خوشی شماتت کے باعث تھی اور شماتت و حسد لازم ملزوم ہین اور ارشاد فرمایا ود کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسہم اس مین یہ تبلایا کہ کفار جو زوال نعمت ایمان چاہتے ہین حسد کے سبب سے ہی اور فرمایا ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء اور حضرت یوسف کے بھائیون کی حسد جہان ذکر فرمائی ہی تو اُنکے دل کی بات کو یون ارشاد فرمایا ہی اذ قالوا لیوسف واخوہ احب الی ابینا منا ونحن عصبة ان ابانا لفی ضلال مبین اقتلوا یوسف او اطرحوہ ارضا یخل لکم وجہ ابیکم یعنی جب باپ کی محبت حضرت یوسف کے ساتھ بھائیونکو اچھی نہ معلوم ہوئی تو اُسکے زوال کی فکر کرکے اُنکو اُنکی نظرونسے غائب کر دیا اور فرمایا ولا یجدون فی صدورہم حاجة مما اوتوا یعنی حسد نہ کرنیوالونکی تعریف ہی یعنی اُنکے دل تنگ نہین ہوتے اور نہ رنج کرتے ہین اور مقام انکار مین ارشاد فرمایا ام یحسدون الناس علی ما اتہم اللہ من فضلہ اور فرمایا کان الناس امة واحدة اس کلمہ تک الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتہم البینات بغیا بینہم اسکی تفسیر مین بغیا کے معنی حسد کے لیے ہین اور فرمایا وما تفرقوا الا من بعد ما جاءہم العلم بغیا بینہم یعنی علم اُنکو اسلیے عطا ہوا تھا کہ یکجا اور باطاعت الٰہی میل

متفق ہوکر آپس مین مانوس و مالوف ہوئے اسکے برخلاف حسد اور اختلافات کرنے لگے کہ ہر ایک کو یہی منظور ہوا کہ ریاست ہمین سے دوسرے کے پاس نجاوے اور سب لوگ ہمارا ہی کہنا مانین اسی رد و بدل مین پڑ گئے حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ قبل رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہود جب کسی قوم سے لڑتے تو یون دعا مانگتے کہ الٰہی بطفیل اُس نبی کے کہ جسکے بھیجنے کا تو نے ہمسے وعدہ کیا ہے اور اُس کتاب کے طفیل سے جسکو تو اُسپر اُتاریگا ہمکو فتح دے اور اُنکی فتح ہوا کرتی جب آنحضرت صلعم حضرت اسمٰعیل کی اولاد مین سے ہوئے تو پہچان کر انکار کر گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا به اور پھر اُسکے آگے فرمایا ان یکفروا بما انزل اللہ بغیاً یعنی حسداً اور حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ایک روز میرا باپ اور چچا آپکے پاس سے گھر گئے تو میرے باپ نے چچا سے پوچھا کہ تم حضرت کی شان مین کیا کہتے ہو اُنھون نے جواب دیا کہ میری دانست مین یہ وہی نبی ہین کہ جنکی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام دے چکے ہین پھر میرے چچا نے میرے باپ سے پوچھا کہ تمھارا کیا عقیدہ ہے اُسنے کہا کہ مین تو زندگی بھر اُنکا دشمن ہی رہونگا اب منافست کا حکم سننا چاہیے کہ وہ حرام نہین جیسا کہ قرآن مجید مین ارشاد ہے وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور فرمایا سابقوا الی مغفرۃ من ربکم اسمین بھی منافست ہی مراد ہے اسلیے کہ سبقت وہان ہی ہوتی ہے جہان چیز کے جاتے رہنے کا خوف ہو مثلاً دو غلام اپنے آقا کی خدمت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کیا چاہین تو مقصود ہر ایک کا یہی ہے کہ ایسا ہو میرا ساتھی آقا کے سامنے اول جا کر ایسی چیز نے لے کہ مجکو نہ ملے اور حدیث شریف مین تو تصریح اسکی موجود ہے چنانچہ فرمایا لاحسد الا فی الاثنین رجل اتاہ اللہ مالاً فسلطہ علی ہلکتہ فی الحق و رجل اتاہ اللہ علماً فہو یعمل به ویعلمه الناس پھر اسکی تفسیر حدیث ابی کبشہ انماری مین اس طرح فرمائی مثل ہذہ الامۃ مثل اربعۃ رجل اتاہ اللہ مالاً و علماً فہو یعمل فی مالہ و رجل اتاہ اللہ علماً ولم یوتہ مالاً فیقول رب لو ان لی مثل مال فلان لکنت اعمل فیہ بمثل عملہ فہما فی الاجر سواء اور یہ اس لیے ہے کہ وہ صرف اسی بات کو چاہتا ہے کہ فلانے جیسا مال مجھے بھی ملے یہ نہین چاہتا کہ اُسکے پاس سے جاتا رہے پھر اسی حدیث کا تتمہ یہ ہے ورجل اتاہ اللہ مالاً فہو ینفقہ فی معاصی اللہ ورجل لم یوتہ اللہ مالاً فیقول لو ان لی مثل مال فلان لکنت اعمل فیہ بمثل عملہ فہما فی الوزر سواء پس مذمت کرنا آنحضرت صلعم کا اس مفلس کو اس جہت سے ہے کہ اُسنے مال سے تمنائے معصیت کی نہ اس جہت سے کہ اُسنے دوسرے جیسا مال کیون چاہا اُس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دوسرے کی نعمت پر غبطہ کرے اور اپنے واسطے بھی ویسا ہی چاہے اور دوسرے سے اُسکا دور ہونا پسند نکرے اور نہ اُسکے پاس اُس نعمت کا ہمیشہ رہنا برا معلوم ہو تو اسمین کچھ حرج نہین ہان یہان یہ بات رہی کہ حدیث مذکورۂ بالا مین لفظ حسد ہے اور ذکر اباحت منافست کا تھا تو اُسکا حال ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین کہ حسد اور منافست ایک دوسرے کی جگہ پر بولے جاتے ہین اور بقرینہ مقام معنی لیے جاتے ہین منافست کیجگہ تو حسد کا استعمال اس حدیث مین ہے اور حسد کیجگہ منافست کا لفظ اس روایت مین موجود ہے کہ جب قثم بن عباس اور فضل نے یہ چاہا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک مین جا کر اس امر کی درخواست کرین

کہ حکومت صدقات کی ہمارے سپرد فرمائیے تو حضرت علی نے اُنسے فرمایا کہ وہان جانا فضول ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تم کو یہ عہدہ عطا نہ فرماوینگے اُنھون نے جواب دیا کہ یہ بات تم منافست یعنی حسد سے کہتے ہو حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکو اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بیاہ دی تو ہم نے تمپر کچھ منافست یعنی حسد نہین کی تھی انتہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جس نعمت پر آدمی غبطہ کرتا ہو اگر وہ نعمت دینی اور واجب ہی مثلاً ایمان اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ پس اُسپر غبطہ کرنا واجب ہی یعنی یہ چاہنا کہ مجکو بھی یہ دولت نصیب ہو واجب ہے اسلیے کہ اگر واجب چیز ونکو اپنے لیے نہ چاہیگا تو خدا کی نافرمانی سے گویا خوش ہی اور یہ امر حرام ہی اور اگر نعمت مذکورہ فضائل مین سے ہو جیسے عمدہ باتون مین خواہ صدقات نفل مین روپیہ صرف کرنا وغیرہ تو ایسی نعمت مین غبطہ مستحب ہے اور اگر نعمت صرف ایسی ہی کہ اُس سے بقدر مباح بہرہ ور اور بلذت یاب ہو سکے تو اسمین منافست بھی مباح ہی اور ان سب کا مآل یہ ہی کہ آدمی یون چاہتا ہی کہ مین دوسرے کے برابر ہو جاؤن اور اس نعمت مین اُسکا شریک بنون اور نعمت کو برا لیجانا اسمین داخل نہین تو گویا اس نعمت مین دو باتین ہین اول تو جسکو یہ عطا ہوئی ہی اُسکا آرام اور دوسرے اُس شخص کے سوا جتنے اُس نعمت سے محروم ہین اُنکا نقصان ظاہر ہونا تو غبطہ کرنیوالا امر اول کو برا نہین جانتا بلکہ اپنا ناقص ہونا اور سب سے پیچھے رہنا برا جانتا ہی اور نعمت والے کی برابری چاہتا ہی اور اسمین کچھ مضائقہ نہین کہ آدمی مباحات مین اپنے نقصان اور پیچھے رہنے کو برا سمجھے ہان ایسی باتون سے فضل اُسکا ناقص رہیگا ہر چند اسیطرح کی باتین زہد اور توکل اور رضا کے برخلاف ہین اور مقامات بلند کے لیے ایک حجاب تاہم موجب نافرمانی نہین ہین اور یہان ایک دقیقہ باریک ہی وہ یہ ہی کہ جب آدمی اس بات سے ناامید ہوتا ہی کہ مجکو فلان جیسی دولت ملے اور اپنا کمتر رہنا برا معلوم ہوتا ہی تو بالضرور اپنے نقصان کو پورا کرنا چاہیے گا اور اُس کے نقصان جاتے رہنے کی دو ہی صورتین ہین یا یہ کہ دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت نہ رہے اور دونون برابر ہو جائین یا اُسکے پاس ویسی نعمت آجاوے اور مساوی ہو جاوین اور جب ایک صورت نہین بن پڑتی تو بالضرور بمقتضائے بشریت آدمی کا دل دوسری صورت کیطرف میل کریگا حتی کہ اگر بالفرض دوسرے کے پاس سے وہ نعمت جاتی رہے تو یہ بات زیادہ اُس کے جی کو لگے گی بہ نسبت اُسکے کہ دوسرے کے پاس وہ نعمت ہمیشہ رہے کیونکہ اُسکے دور ہونے سے یہ اور وہ برابر ہو جاوینگے اور یہ ایک ایسی بات ہی کہ بہت کم دل اس سے خالی ہوتے ہین اس صورت مین یہ تدبیر اولی ہی کہ غبطہ کا حال یون دریافت کرے کہ اگر مثلاً دوسرے کی نعمت کا اختیار مجکو حاصل ہو تو مین کیا کرون اگر یہ بات دلمین گذرے کہ میرا بس ہو تو مین اس نعمت کو اس سے دور کردون تو معلوم کرنا چاہیے کہ یہ خواہش حسد ہی اور اگر یہ خیال ہو کہ باوجود قابو و اختیار کے بھی تقویٰ اس امر کا مانع ہو گا کہ دوسرے کی نعمت کو اس سے علٰحدہ کیجیے تو پھر غبطہ جائز ہی اسلیے کہ اپنے عقل و دین کے زور سے یہ نہین چاہتا کہ دوسرے سے یہ نعمت جاتی رہے بلکہ اسکو یہ منظور ہی کہ مجکو بھی ویسی ہی نعمت ملجاوے گی اور یہ نکتہ باریک جو ہم نے لکھا شاید اس حدیث مین یہی غرض تھی ثلاث لاینفک المومن عنہن الحسد والظن والطیرۃ اور پھر فرمایا ولہ منہن مخرج اذا حسدت فلا تبغ معنے اسکے یہ ہین کہ اگر تیرے دل مین کچھ گذرے بھی تو اسکے بموجب عمل مت کر اور نفس الامر مین انسان سے بعید ہی کہ جب اپنے آپ کو دوسرے کا ہمسر کیا چاہے اور نعمت

۲۶ اتنی چیزین جبتک اپنا شمار ان سے خالی نہین ہوتا حسد اور بد فالی ۱۲

۲۷ یعنی اور کبھی بار گذر چکی ۲، اور اس کو ان سے نکلنے کی صورت ہے ۱۲

سے عاجز ہو جاوے تو اس بات کا خیال نہ کرے کہ یہ نعمت اُسکے پاس بھی نہ رہے بلکہ اُسکا واہمہ گذرتا ہی ہی ورنہ دوسرے پر نعمت کے ہمیشہ رہنے سے تو ہمیشہ یہ کمتر ہی رہیگا پس اسطرح کی منافست ناجائز حسد کی ہم پلہ ہی تو ضرور ہوا کہ اسمین احتیاط کیجاوے کیونکہ یہ خطرکا مقام ہی آدمی کثر اپنے اقارب و یگانون ہی مین سے بعضونکو اعلی رتبہ پر دیکھتا ہی تو انکی برابری چاہتا ہی اسی سے کبھی اُس حسد مین مبتلا ہو جاتا ہی جو شرعاً ممنوع ہی اسلیے کہ آخر اس حسد کا باعث تو خوف تفاوت اور ظہور نقصان ہی ہوتا ہی جو کبھی حسد مذموم مین بھی پھنسا دیتا ہی بشرطیکہ قوت ایمانی اور زور و تقوی نہ ہو یعنی رفتہ رفتہ جب اپنے آپ ویسی نعمت نہین پاتا اور مساوی ہونے کو دل چاہتا ہی تو ناچار یہی سوچتا ہی کہ اسکے پاس بھی نہ رہے تو برابر ہو جاوین اسطرح کی منافست کی ہرگز اجازت نہین بلکہ یہ قسم حرام ہی خواہ اُمور دینی مین ہو یا دنیا مین لیکن اگر دل ہی دل مین یہ بات گذر جاوے اور اُسپر عامل نہو تو امید ہی کہ معاف ہو جاوے اور اسبات کو بنظر عقل و دین برا جانتا ہی کفارہ دل کے وسوسہ کا ہو جاوے اب مراتب حسد معلوم کرنے چاہیئین کہ وہ چار ہین اول تو یہ کہ دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے گو وہ نعمت اُسکے پاس نہ آوے یہ درجہ سب مین زیادہ برا ہی دوسرے یہ کہ اس نعمت کا اپنے پاس آنا چاہتا ہی اس سے غرض نہین کہ دوسرا اُس سے کیون مستفید ہی اور نہ یہ چاہتا ہی کہ کسی کے پاس سے جاتی رہے مثلاً کوئی عمدہ مکان یا عورت وغیرہ ہی اس کو اُسکا دل چاہتا ہی کہ یہ میرے پاس آجاوے یہ نہین چاہتا کہ دوسرا اسپر کیون مسلط ہی تیسرے یہ کہ خاص اُس نعمت کو اپنے لیے نہین چاہتا بلکہ اُسکا مثل اپنے لیے چاہتا ہی اور اگر مثل نہ ملے تو اُسکا زوال چاہتا ہی تاکہ مساوات و برابری ہو جاوے چوتھے یہ کہ نعمت کا مثل اپنے لیے چاہتا ہی اور اگر نہ ملے تو اُسکا زوال دوسرے سے نہین چاہتا یہ صورت اخیر جائز معاف ہی اگر نعمت دنیاوی مین ہو اور اگر نعمت دینی مین واقع ہو تو مستحب ہی اور مرتبہ دوم مین مینا ہی اسمین کچھ بھلائی ہی اور کچھ برائی یعنی زوال کسکی نعمت کا نہ چاہنا تو اچھی بات ہی مگر جس شخص پر دوسرا قابض ہی اُسکا اپنے واسطے چاہنا اچھا نہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور تیسرا مرتبہ دوسرے کی نسبت برا ہی اور پہلا تو نرا برا ہی ہی اور مرتبہ ثانی کو اور رابع کو حسد مجازاً کہہ دیتے ہین ٭

تیرھوان بیان منافست و حسد کے اسباب مین

منافست کا سبب تو صرف محبت اس چیز کی ہوتی ہی اگر وہ شے امر دینی ہی تو اسکا سبب اللہ تعالی کی محبت اور اُسکی اطاعت کی محبت ہی اور اگر امر دنیوی ہی تو اُسکا سبب دنیا کے مباحات کی محبت اور اُنسے لذت پانیکا چسکا ہی اور ہم کو غرض حسد مذموم کے اسباب بیان کرنے سے ہی اُسکے اسباب گو بہت ہین مگر سات سبب ایسے ہین کہ سب اسمین آجاتے ہین اول تو عداوت دوم برا برداے کی عزت کا ناگوار ہونا سوم دوسرے کی حقارت چہارم تعجب پنجم مقصد مطلوب کے فوت ہو جانیکا خوف ششم محبت ریاست ہفتم خبث و بخل نفس کیونکہ آدمی جو نعمت کہ دوسرے پر برا جانتا ہی یا تو اسلیے ہی کہ وہ اُسکا دشمن ہی تو دشمن کی خیر کیون منانے اور یہ سبب یعنی عداوت حسد کی اور اسباب کی نسبت بہت سخت ہی اسلیے کہ دستور ہی کہ جس کسی کو کوئی شخص کسی وجہ سے ستاتا ہی خواہ اُسکے مطلب مین کچھ خلل انداز ہوتا ہی تو وہ اس سے دلمین کینہ اور بغض رکھتا ہی اور اُسپر غصہ کرتا ہی اور کینہ و غضب کے باعث انتقام کا خواہان رہتا ہے اگر اپنے آپ انتقام سے عاجز ہی تو پھر یہ چاہتا ہی کہ زمانہ ہی اس سے انتقام لے یہانتک کہ اگر بالفرض اُسکو کوئی بلا پیش آوے تو یہی سمجھتا ہی کہ یہ امر صرف میرے اوپر ظلم کرنے سے ہوا اور کہنے لگتا ہی کہ خدا نے میری سن لی غرضکہ بغض کے باعث جہالت کے مارے اپنی کرامت

ترجمہ اور مت ہوس کرو جس چیز مین بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک سے ۱۲

سمجھنے لگتا ہے اور اگر کچھ نعمت دشمن کو ملجاوے تو برا معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ وسوسہ کرتا ہے کہ خدا کے یہان میری کچھ پوچھ نہ ہوئی کہ میرے دشمن سے باوجود میری ایذا کے انتقام نہ لیا بلکہ اور انعام دیا حاصل یہ کہ بغض و عداوت کو حسد لازم ہے اور کچھ برابر والے پر موقوف نہین ادنی کمینہ آدمی بادشاہ سے حسد کرنے لگتا ہے یعنی بغض کیجہت سے یہ چاہتا ہے کہ اُسکی دولت جاتی رہے اور پرہیزگار محتاط کو یہ چاہیے کہ اسطرح کی حسد کو اپنے دل سے برا جانے اور یہ وہ چیز ہے کہ کافرونکی صفت مین اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا واذا لقوکم قالوا آمنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور اور فرمایا ان تمسسکم حسنۃ تسوہم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بہا اور فرمایا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر اور یہ حسد عداوت کی باعث ہے اس سے کبھی نوبت کشت وخون یا نزاع کی پہونچ جاتی ہے اور تمام عمر نعمت کے دور کرنے کی تدبیرین سوچنے مین گذر جاتی ہے یا ہمیشہ چغلی اور پردہ دری یا اور ایسی ہی باتین کرتے رہتے ہین یا حسد اس سبب سے ہوتی ہے کہ حاسد کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اگر اپنے کسی برابر والے کے پاس نعمت ہوگی تو وہ اسکی جہت سے بڑائی کرنے لگیگا اور اُسکو یہ برداشت اُسکے کبر و فخر کی نہین کہ اپنے نفس کی عزت سمجھتا ہے تو یہ دوسرا سبب حسد کا ہے اُسکو تعزز کہتے ہین مثلاً اگر کوئی برابر والا کسی حکومت یا مال یا علم پر حاوی ہوجاوے تو حاسد کو خوف ہوتا ہے کہ کہین یہ اس بات سے فخر و تکبر نہ کرنے لگے تو اسکو خود تو تکبر منظور نہین ہوتا مگر دوسرے کی شیخی کی جو فکر ہے برداشت نہین اسلیے حسد کرنے لگتا ہے کہ دوسرا شخص مجھ سے زیادہ کیون ہو یا حسد اسلیے ہوتی ہے کہ دوسرے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے اور متوقع اس سے خدمت اور فرمانبرداری کا ہے جب اُسکو اتفاقاً نعمت ملتی ہے تو حاسد کو یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ شخص اب میری بات نہ سنے یا برابری کا دم بھرے تو ہماری شیخی کرکری ہوجاویگی یہ تیسرا سبب حسد کا ہے اُسکو تکبر کہتے ہین اور اُنھین دو سببون یعنی تکبر اور تعزز کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر کفار حسد کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید اسکا شاہد ہے فرمایا لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم یعنی اگر آپ بڑے آدمی ہوتے تو ہمکو اتباع اور فرمانبرداری شاق نہوتی ایک یتیم لڑکے کے سامنے گردن جھکانا کسطرح ہوسکے ان نامعقولون نے قدر اُس در شاہوار کی نہ جانی اور یہ خیال نہ کیا ؎ ور اگر یتیم شد بیش بود بہائے او + زانکہ خرد فزون نہد دُر یتیم را بہا + اسی طرح قریش کا قول اللہ جلشانہ نقل فرماتا ہے اہؤلاء من اللہ علیہم من بیننا الیس اللہ باعلم بالشاکرین اس قول کو براہ حقارت اور اپنی عزت کے کہتے تھے یا حسد کا سبب تعجب ہے یعنی حاسد جب کسی شخص پر کوئی بڑی نعمت یا بڑا عہدہ دیکھتا ہے تو اُس جیسے آدمی پر اس طرح کا رتبہ کہتے ہوئے تعجب کرتا ہے کہ باوجودیکہ مین بھی اُسی جیسا ہون مگر اُسکو یہ رتبہ ملگیا جیسا اللہ تعالی نے پہلی قوم کے حالات مین ارشاد فرمایا ما انتم الا بشر مثلنا اور وقالوا انؤمن لبشرین مثلنا اور ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذاً لخاسرون ان آیات مین اُنکے تعجب کا مذکور ہے کہ جو شخص ہم ہی جیسا ہو وہ رتبہ رسالت اور وحی اور قرب الی اللہ پر کیسے پہونچ گیا اسی بنا پر رسولون سے حسد کی اور چاہا کہ نعمت نبوت اُن سے جاتی رہے اسلیے کہ یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ جو آدمی ہماری ہی طرح ہے وہ ہم سے بہتر اور افضل ہوجاوے انہین اسباب حسد مین سے اور کوئی سبب نہ تھا کہ پہلے سے عداوت ہو یا تعزز اور تکبر اور طلب ریاست وغیرہ مقصود ہو بلکہ صرف تعجب کی راہ سے یہ حسد

تھی جیسا اور مقولے مذکور ہین ابعث اللہ بشراً رسولاً اور لولا انزل علینا الملائکۃ اور اللہ تعالیٰ نے خود اُن کے تعجب کو ونہ انکا
فسر مادیا او عجبتم ان جاءکم ذکر من ربکم علی رجل منکم یا حسد کا باعث مقصود کے فوت ہونیکا خوف ہوتا ہی یعنی دوسرے کی نعمت
کے باعث اپنا مطلب جاتا رہیگا وہ نعمت کے باعث حاسد کی غرض پوری نہونے دیگا اور یہ قسم حسد کی ایسے مقصود و مطلب
پر ہوتی ہی جسکے مدعی دو ہون پس جب کسی کو ان دونون مین سے کوئی ایسی چیز ملجاوے جس سے کہ مطلب کا ملنا سہل ہوجاوے
تو دوسرے کو خواہ نہ خواہ اُسپر حسد ہوتی ہی کہ یہ ذریعہ مجکو کیون نہ ملا اور یہی قسم حسد کی دو سوتون مین ہوئی ہے
کہ مطالب زوجیت کی ہر ایک مدعی ہوتی ہی اور دو بھائیون مین بھی واقع ہوتی ہی جبکہ ہر ایک کو مان باپ کے دل مین جگہ
کرنی منظور ہو تاکہ اُنکے نزدیک لائق تصور ہو کر مال وغیرہ کا مالک ہوجاوے ایسا ہی دو شاگرد ایک اُستاد کے اس حسد
مین مبتلا ہو جاتے ہین بشرطیکہ اُستاد کی آنکھون مین مرتبہ حاصل کرنا منظور ہو بادشاہی خواص اور مصاحبون مین بادشاہ سے
مال وجاہ کے حاصل کرنے کے لیے یہی حسد ہوتی ہی جو واعظ کہ وعظ سے مال جمع کرتے ہین اور خلق کے دلون مین عزیز بننا
چاہتے ہین اُنکو بھی یہی نوبت پیش آتی ہی یا حسد کا موجب ریاست وجاہ کی محبت ہی یعنی اس بات کو چاہنا کہ جیسا ہم کو کوئی فن آتا
ہو ایسا دوسرا نہ نکلے اور کوئی غرض خاص نہ ہو مثلاً کوئی شخص یہ چاہے کہ کسی فن مین طاق بےنظیر ہوجاوے اور لوگ میری تعریف
کیا کرین موجب اس امر کا اُسکو غلبہ ہوگا اور لوگون کے قول اپنی نسبت سنیگا کہ تم اپنے فن مین یکتائے دہر اور کامل زمانہ ہو آج کوئی تمھارا
مقابل نہین تو ایسا شخص جب کبھی روے زمین پر اپنا نظیر سنیگا تو اسکو برا معلوم ہوگا اور یہ چاہیگا کہ یا وہ مرجاوے یا اُسکے پاس یہ فن
نرہے کہ جسکے سبب میرا سہیم و شریک ہی وہ فن کوئی سا ہو خواہ شجاعت ہو یا علم یا عبادت یا پیشہ یا جمال یا ثروت وغیرہ غرض اپنے آپ
کو فرد جاننے کے سبب جو خوشی ہوتی ہی اسکی محبت سے یہ حسد واقع ہوتی ہی ورنہ اور اسباب حسد یہان مفقود ہین نہ پہلے کی عداوت ہی
نہ تکبر اور تعزز منظور رہی نہ مطلوب کے فوت ہونیکا خوف ہی بلکہ وہی دعویٰ یکفنی اور اختصاص ہی کہ ہمچو من دیگرے نیست اور یہ محبت
جاہ کی اس سے علاوہ ہی جو بعض علما کیا کرتے ہین کہ سواے ریاست کے اپنے اور کام نکالنے کے واسطے لوگون کے دلون مین گھر
کرتے ہین علماء یہود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچاننے اور اتباع کا انکار کرتے تھے اُنکو بھی خوف تھا کہ جب ہمارا علم منسوخ ٹھہریگا
تو ہماری ریاست اور بڑائی تباہ ہوجاویگی کوئی ہمارا پیرو نہوگا یا حسد کا سبب اُن چھئون اسباب گذشتہ مین سے کچھ بھی نہ ہو صرف
خبث نفس اور بخل طبع ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اُسکے بندون پر بُری معلوم ہوتی ہی اکثر آدمی ایسے پائے جاتے ہین کہ اُن کو ذوق
ریاست بھی نہین نہ تکبر نہ مال کے خواہان الا جب اُنکے سامنے کسی آدمی کا ذکر کیا جاوے کہ فلان شخص کو خدا تعالیٰ نے یہ شی عطا کی اور
اُسپر یہ فضل ہوا تو یہ امر اُنپر شاق گذرتا ہی لیکن اگر لوگونکی پریشانی اور بدبختی اور مقصود کا نہ ملنا اور عیش کا تلخ ہونا ذکر کیا جاوے تو
خوش ہوتے ہین ایسے لوگ ہمیشہ دوسرے کی بدبختی کو چاہتے رہتے ہین اور خدا تعالیٰ کی نعمت بندونپر دیکھ نہین سکتے گویا جتنا اور دونکو
ملتا ہی وہ سب اُنکے خزانے سے دیا جاتا ہی ایسے لوگ شحیح ہوتے ہین یعنی بخیل سے بھی بدتر اسواسطے کہ بخیل تو اُسی کو کہتے ہین جو اپنا مال
کسیکو نہدے اور شحیح اُسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے مال مین بخل کرے یہی حال ان لوگونکا ہی کہ یہ خواہ نخواہ خدا کے دین پر ناخوش ہوتے

ہین حالانکہ بندون مین اور انمین کوئی رابطہ یا عداوت نہین ہوئی اور اسکا کوئی سبب ظاہری تو معلوم نہین ہوتا صرف یہی ہے کہ اپنی رذالت اور خبث نفس سے اس بلا مین مبتلا ہین سچ ہی ~ نیش عقرب نہ از پے کین است ~ مقتضائے طبیعتش این است ~ اور اس قسم حسد کا علاج نہایت سخت ہی اسلیے کہ اور اسباب حسد کے عارضی ہین انمین یہ خیال ہوتا ہی کہ اگر سبب جاتا رہیگا تو حسد بھی جاتی رہیگی اور یہ تو پیدائش کی خباثت ہی اسکا نکلنا بہت دشوار ہی بلکہ قریب محال پس یہ ساتون سبب حسد کے مفصلا بیان ہوئے بعض اوقات انمین سے بعض خواہ اکثر یا سب کے سب ایک ہی شخص مین جمع ہو جاتے ہین تو ایسی صورت مین وہ بڑی حسد کرتا ہی اور حسد کو ایک تقویت اور زور ہو جاتا ہی جسکو حاسد چھپا نہین سکتا نہ کسی سے بمروت پیش آتا ہی بلکہ ملت اور محبت کو بالاے طاق رکھکر علانیہ عداوت کرتا ہی اور فی زماننا جو حسد پائی جاتی ہی اکثر مین ان اسباب مین کچھ سبب اکٹھے ہی ہوتے ہین ایک سبب تنہا نہین ہوتا

چودھوان بیان اسباب کی وجہ کہ ہمسرون اور برابرون اور بھائیون اور یگانون مین زیادہ حسد کیون ہوتی ہی اور غیرون مین کم اور ضعیف ہونیکا کیا سبب ہی — واضح ہو کہ حسد انھین لوگون مین زیادہ ہوتی ہے جنمین جو اسباب ہمنے ذکر کیے ہین انکی زیادتی ہو اور قوت حسد کو ان لوگون مین ہوتی ہی جنمین ان اسباب مین کئی کئی اکٹھے ہو گئے ہون کیونکہ ہو سکتا ہی کہ ایک ہی شخص تعزز کے باعث حسد کرے اور وہی تکبر اور عداوت کی جہت سے حسد کرے اور یہ سبب ان لوگون مین زیادہ ہوتے ہین جنمین بہت سے روابط اور علاقہ ہون کہ انکے باعث مجلسون مین بیٹھکر آپسمین گفتگو کرتے ہین اور اپنی اپنی غرضین بیان کرتے ہین اسوقت اگر کوئی شخص انمین سے کسی کے مطلب کے خلاف کہتا ہی تو طالب اس سے متنفر ہو کر بغض وکینہ دلمین رکھتا ہی اور یہ چاہتا ہی کہ کسی طرح اسکا بدلہ لون اور جیسے اسنے میری غرض مین پانون اڑا دیا مین بھی اسکی غرض نہوے دون پھر جہان ایک سبب حسد کا ہو اسباب ایک دوسرے کے پیچھے اکٹھے ہوئے جاتے ہین بہرحال حسد پاس بیٹھنے اور غرض کی باتین کرنے سے پیدا ہوتی ہی اسی لحاظ سے اگر ایک شخص کسی شہر مین رہتا ہو اور دوسرا کسی اور مین انمین حسد نہین ہوتی بلکہ اگر دو دو محلون مین رہتے ہون تب بھی حسد نہین ہوتی البتہ جب ایک مجلس مین یا مدرسہ یا مسجد یا بازار مین جمع ہون اور ایک ہی مطلب کے مدعی ہون تو حسد اٹھتی ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اسی واسطے عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہی عابد کی نہین کرتا سوداگر دوسرے سوداگر سے حسد کرتا ہی موچی موچی سے حسد رکھتا ہی بزاز سے نہین رکھتا وجہ یہی ہی کہ دونون ایک پیشہ مین اکٹھے ہین اور اسی وجہ سے آدمی اپنے بھائی اور چچازاد سے بہ نسبت غیرون کے زیادہ حسد کیا کرتا ہی دونون سوتین آپسمین بہ نسبت ساس نندون کے زیادہ حاسد ہوتی ہین غرض جہان کہین دو شخصون کا مطلوب واحد ہوگا اور انمین اجتماع ونشست وبرخاست باہمدگر واقع ہوگی وہان حسد زیادہ ہوگی مثلاً فرض کرو کہ ایک بزاز کپڑے کی دوکان کرتا ہی تو خریدارونکی کثرت چاہیگا آپسمین کچھ فائدہ ہو تو جو شخص اس مطلب مین اسکا حریف ہوگا اسی کیساتھ حسد کریگا دوسرے سے کیا مطلب پڑا ہی اب اگر اسکا حریف دوسرا بزاز اسکے پاس دوکان رکھتا ہو تو دور کے بزازون کی نسبت اس سے زیادہ حسد ہوگی اسیطرح بہادر آدمی دوسرے بہادر کی حسد کرتا ہی عالم کی نہین کرتا کیونکہ پہلوان وبہادر کا یہ مقصود ہوتا ہی کہ جرات شجاعت مین یکتاے زمان مشہور ہو اور یہ صفت دوسرے مین پائی جاے پس اس صفت مین جو اسکا سہیم ومزاحم ہوگا اسکی حسد کریگا عالم

شخص اس مطلب مین اسکا مخل نہین کہ اُسکی حسد کی نوبت پہونچے ہان عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہی اور اسین واعظ آدمی واعظ کی حسد زیادہ کرتا ہی
فقیہ و طبیب کی اتنی نہین کرتا بہرحال بناء حسد دشمنی ہوتی ہی اور دشمنی کی اصل ایک مقصود مین شریک ہونا ہی اور شرکت مقصود دور والے
شخصون مین معلوم نہین ہوتی پاس والون مین پھوٹ ڈالتی ہی اسی واسطے پاس والون مین حسد زیادہ ہوتی ہی لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکو
تمام جہان مین شہرت اور آوازہ منظور ہو وہ البتہ دنیا مین جہان کہین اپنا ہم مقصود سنیگا اُسکی حسد کریگا غرضکہ جتنے اسباب حسد ہین سبکا
منشا اگر بنظر غور کیا جاوے تو محبت دنیا سے معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ دنیا ہی کی چیزین ایسی ہین کہ سہیمون اور شریکون کو وافی نہین ہوتین
اگر ایک کے پاس گئین دوسرا خالی ہاتھ رہجاتا ہی مگر آخرت کی چیزون مین تنگی نہین انمین بہت گنجائش ہی اور انکی مثال علم کی سی ہے
کہ شرکت کے باعث کم نہین ہوتا ایک ہی چیز کو لاکھون آدمی جانتے ہین پس جو کوئی اللہ کی معرفت سے محبت رکھتا ہی اور اُسکی صفات
اور فرشتون اور انبیا اور آسمان و زمین کے ملکوت سے واقف ہی اس واقفیت و معرفت مین دوسرے کا حاسد نہین ہوتا کیونکہ
معرفت مین تنگی نہین کہ ایک عارف کو جو حال معلوم ہو جاوے تو دوسرے کو نہو بلکہ ایک حال کو لاکھون عارف جانکر خوش ہوتے ہین اور
اس سے مزہ لیتے ہین ایک کی لذت و خوشی کا دوسرا حارج نہین ہوتا بلکہ اجتماع و کثرت سے زیادہ اُنس و لذت ہوتی ہی اور یہی
وجہ ہی کہ علماء دین مین حسد نہین ہوتی اسلیے کہ اُنکا مطلب اللہ کی معرفت و قرب الی اللہ ہی اور وہ دونون بڑے سمندر ہین جسکی
کچھ انتہا نہین کیونکہ سب لذتون اور نعمتون سے بڑھکر دولت دیدار خداوندی ہی جسمین کسی کو ممانعت اور روک ٹوک نہین نہ
ایک کا دیکھنا دوسرے کا حارج بلکہ کثرت ناظرین سے کیفیت و لذت دوبالا ہوگی ہان اگر عالمونکی غرض علم سے مال و جاہ کا حاصل
کرنا ہی تو بیشک حسد پیدا ہوگی کیونکہ مال تو اجسام مین سے ہی جب ایک کے ہاتھ مین رہتا ہی دوسرے کے ہاتھ مین نہین جاسکتا اور
جاہ کے معنی دلون مین جگہ ہونے کے ہین جب کسی آدمی کے دل مین ایک عالم کی تعظیم بھر جاویگی دوسرے کی تعظیم سے پھر جاوے گا خواہ
کم کریگا یہی وجہ عداوت و حسد کی ہوگی بخلاف معرفت کے کہ وہ اگر کسی کے دلمین پر ہوگی تو اس بات کی مانع نہین کہ دوسرے کے
دل مین نہ بھرے اور اُسکو لذت حاصل نہو خلاصہ یہ کہ علم اور مال مین یہ فرق ہی کہ مال تو ایسی چیز ہی کہ جبتک ایک کے ہاتھ سے
نکلیگا دوسرے کو نہ ملیگا اور علم عالم کے دل مین رہتا ہی اور تعلیم کی جہت سے دوسرے کے پاس بھی جاسکتا ہی علاوہ اسکے مال ایک
شے منتہی ہی پس اگر بالفرض کوئی شخص تمام روے زمین کا مالک ہو جاوے تو دوسرے کیواسطے کچھ بھی نہ بچیگا اور علم وہ چیز ہی کہ جسکی
کچھ حد و انتہا نہین وہ سب کا سب ایک شخص مین آجاتا ہو ہی نہین سکتا پس جو شخص اس بات کا عادی ہو کہ خداوند کریم کے جلال و عظمت
اور ملکوت آسمان و زمین مین فکر کیا کرے تو یہ امر اُسکو ساری نعمتون سے لذیذتر معلوم ہوگا اور اُسمین کسی طرح کی روک ٹوک یا مزاحمت
نہوگی اور اسی وجہ سے ایسے شخص کے دلمین کسی شخص کی حسد نہ ہوگی کیونکہ اگر کوئی اس شخص کی سی معرفت رکھتا ہوگا تو اُسکی لذت مین
سے کچھ کم نہوگا بلکہ اُسکو تو دوسری حالت سے موانست ہوگی لہذا اُن لوگونکی لذت جو مطالعہ عجائب ملکوت مین ہمیشہ رہتے ہین
اُن لوگون سے بڑھکر ہوتی ہی جو چشم ظاہری سے جنت کے درخت اور باغون کی سیر کرینگے اور مزے لوٹینگے اسلیے کہ عارف کی جنت
صرف اُسکی صفت ذاتی ہی جسکو معرفت کہتے ہین یہ جنت کبھی فنا نہین ہوتی اور عارف ہمیشہ اُسکے ثمرات سے بہرہ ور رہتا ہی اُس کی

روح وقلب کی غذا علم کے ثمرات سے ہوتی ہی اور یہ وہ میوہ ہی جسکی شان مین لا مقطوعة ولا ممنوعة اور قطوفها دانية خدا تعالیٰ فرماتا ہی اگر عارف آنکھین بند کر لیتا ہی تو روح سے جنت عالیہ کی سیر و تماشا کرتا ہی اب اگر عارفین کی مثلاً کثرت ہو تو آپس مین حاسد نہونگے بلکہ اُنکا یہ حال ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقابلین اور یہ حال تو انکا جبھی تک ہے جبتک دنیا مین رہین اس سے خیال کرنا چاہیے کہ جب قیامت مین پردہ اُٹھا لیا جاویگا اور مشاہدہ محبوب کا کرینگے تو وہان کیا حال ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ جنت مین ایک دوسرے کی حسد نہوگی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ اہل جنت دنیا مین ہین انمین بھی آپسمین حسد نہین ہوتی کیونکہ جنت بھی ایک غیر متناہی چیز ہی اسمین کچھ تنگی اور مزاحمت نہین اور وہ جبھی ملتی ہی جب دنیا مین معرفت ایزدی حاصل ہو اور چونکہ معرفت مین کسی طرح کی مزاحمت نہین اسی جہت سے جنت والون مین بھی حسد نہ دنیا مین ہوگی نہ آخرت مین بلکہ حسد تو ایسے لوگون مین ہی جو علیین کے وسیع مقام سے دور کرکے سجین کے تنگ مقام مین ڈالدیے گئے ہین دیکھو شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کی کہ اُنکو ایسا رتبہ کیون ملا اور اسیوجہ سے سرکش و نافرمان ہوکر سجدہ نہ کیا تو کہان سے کہان پہونچا اور حاسد کہلایا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حسد جبھی ہوتی ہی جب ایسے مقصود پر توارد ہو کر جو سب کو وافی نہ ہوتا ہو اور جو چیز ایسی نہوگی اُسمین حسد بھی نہوگی مثلاً ستارون کی زینت دیکھنے مین کوئی کسی کا حاسد نہین ہوتا کہ وہ ایک وسیع چیز ہی البتہ باغون کی سیر مین حسد ہوتی ہی کہ یہ زمین کی ایک جزوی حصہ مین ہوتی ہی اور اگر تمام روے زمین کو آسمان کے مقابلہ مین دیکھو تو کچھ بھی نہین اس صورت مین جو شخص دانا ہو اور اپنے نفس کی خیر چاہے اُسکو چاہیے کہ ایسی ہی نعمت کا طالب ہو کہ جسمین زحمت نہ ہو اور ایسی لذت کا جویان رہے جو کبھی فنا نہو اور یہ بات دنیا مین سواے معرفت الٰہی اور اُسکی صفات و افعال کے اور کسی چیز مین نہین پائی جاتی اور آخرت مین بھی یہی بکار آمد ہوگی پس اگر آدمی کو شوق معرفت نہ ہو اور نہ اُسمین مزہ ملے اور عقل بھی قاصر ہو اور رغبت کم تو ایسا شخص معذور ہی مثلاً نامرد آدمی کو شوق جماع نہین ہوسکتا لڑکا سلطنت کی لذت نہین جان سکتا اسلیے کہ یہ لذات مردون سے مخصوص ہین نامرد و لڑکے اسکو کیا جانین سے جوہر نہ تا روے جنس مین جوہر شناس ہے جو صاحب ہنر ہو وہی ہنر کو پرکھے اسیطرح کی لذت معرفت کیلیے بھی وہ لوگ مخصوص ہین جن کے حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہے لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله اُنکے سوا اور روگ اس لذت سے محروم ہین اسلیے کہ اشتیاق معرفت کا بعد ذوق کے ہوا کرتا ہی جسکو ذوق اور مزہ نہوگا وہ معرفت کو کیا جانیگا اور جو معرفت کو نجانیگا وہ مشتاق بھی نہ ہوگا اور بدون اشتیاق طالب ہونا معلوم اور بدون طلب مقصود تک پہونچنا دشوار ہی اور بغیر مقصود تک پہونچے سراسر محرومی اور اسفل السافلین مین رہنا ہوگا

ومن يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطانا فهو له قرين ه

پندرھوان بیان اس دوا کا جس سے حسد کا مرض جاتا رہے — جاننا چاہیے کہ حسد دل کے بڑے مرضون مین سے ہی اور امراض دلی کا علاج علم و عمل سے ہوا کرتا ہی حسد کے روگ کو جو علم مفید ہی وہ یہ ہی کہ آدمی اس بات کو یقیناً جان لے کہ حسد دینا و آخرت مین سراسر اُسکو مضر ہی اور جس سے حسد کرتا ہی اُسکا دنیا مین کچھ بھی ضرر نہین بلکہ فائدہ ہی جب یہ بات

اچھی طرح جان لیگا اور اپنے نفس کا دشمن اور دشمن کا خیر خواہ نہوگا تو بالضرور حسد چھوڑ دیگا حسد کے باعث جو حاسد کو دین مین ضرر ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ حسد کے سبب حکم خدا سے راضی نہین ہوتا اور جس نعمت کو اُس نے اپنے بندونپر تقسیم فرمایا ہی اور اپنے عدل و حکمت سے کارخانے جاری کیے ہین اُنکو بُرا جانتا ہی پس اُس سے بڑھکر دین مین اور کونسا گناہ ہوگا کہ خدا کی تقدیر پر راضی نہو اور اسیطرح یہ ہی کہ ایک مرد مسلمان سے کینہ کے باعث بہ خیر خواہی پیش نہ آیا اولیا و انبیا کہ اللہ کے بندونکی خیر چاہتے ہین اُنکے زمرہ سے علیحدہ ہوا اور ابلیس اور کافر جو مومنین کا برا چاہتے ہین اُنکے گروہ مین داخل ہوا یہ سب باتین دل کی اُن خباثتون مین سے ہین کہ اُسکی نیکیونکو ایسا کھا جاتی ہین جیسے آگ لکڑی کو اور ایسا نشان مٹا دیتی ہین جیسے رات دن کا نشان کھو دیتی ہی اور دنیا مین حسد کا ضرر یہ ہی کہ ہمیشہ رنج و عذاب و غم و الم مین رہتا ہی اسلیے کہ اللہ تعالیٰ اُسکے دشمنون پر نعمتین دیتا رہتا ہی اور وہ جلتا رہتا ہی جتنی اُنسے مصیبتین ٹلتی ہین اتنا ہی اُسکو پریشانی خاطر اور تنگی سینہ ہوتی ہی اور مغموم اور محروم بنا پھرتا ہی جو بات کہ یہ اپنے دشمنون کے لیے چاہتا تھا یا اُسکے دشمن اُسکے لیے چاہتے تھے اُسمین خود مبتلا رہتا ہی اُسکی تو تمنا یہی تھی کہ دشمنون کو رنج پہونچے مگر خود دام رنج و غم مین پھنس گیا اور جس سے حسد کی اُسکی نعمت بھی حسد سے نہ گئی اگر بالفرض آدمی کو قیامت اور حساب کتاب پر بھی ایمان نہ ہوتا ہم مقتضائے ہوشیاری عاقل کے لیے یہی ہی کہ حسد سے بچے جسمین خود اپنی جان کو رنج ہی رنج ہو اور کچھ فائدہ نہ ہو اور اگر عذاب آخرت کو بھی جانتا ہو تب تو بطریق اولیٰ بچنا چاہیے عاقل شخص سے بہت عجب ہی کہ بیفائدہ غضب الٰہی کا اپنے کو ہدف کرے اور اپنے دین و دنیا تباہ کرے اور انواع رنج و محن کا متحمل ہو اور حاصل حصول کچھ بھی نہو اور جس شخص کی حسد کرتا ہی اُسکو دین و دنیا مین حسد کے باعث ضرر کا نہ پہونچنا اسوا اسطے ظاہر ہی اسلیے کہ حسد کے باعث اُسکی نعمت دور نہین ہوتی بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے اقبال و نعمت مقدر کیا ہی وہ وقت مقررہ تک بیشک رہیگا اُسکے دفع کا کوئی حیلہ نہین کل شئ عندہ بمقدار اور یکل اجل کتاب خود فرماتا ہی اسی بنا پر جب ایک پیغیبر نے انبیا سے جناب باری مین ایک عورت کی شکایت کی جو خلق پر حاکم ہوکر ظلم کیا کرتی تھی تو ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہمنے ازل مین مقدر کر دیا ہی اُسکی تبدیل کی کوئی صورت نہین جتنا اقبال و عہد اُسکا لکھا گیا وہ ضرور ہوگا تم کو اگر برا معلوم ہو اُسکے سامنے سے ٹلجاؤ غرض جب نعمت کا زوال حسد سے نہین ہوتا تو محسود کو دنیا مین کیا ضرر ہی اور آخرت مین کونسا گناہ اور اگر یہ گمان ہو کہ شاید حسد کے باعث نعمت اُسکے پاس سے جاتی رہے تو اسمین اپنے نفس کا دشمن ہوتا ہی کیونکہ آخر کوئی حاسد کا بھی دشمن ہوگا جو اُسپر حسد کرتا ہو تو اگر حسد ہی سے نعمت جاتی رہا کرے تو دنیا مین کوئی بھی ایسا نہ رہے جسکے پاس خدا تعالیٰ کی نعمت ہو بلکہ نعمت ایمان سے بھی کوئی بہرہ ور نہو کیونکہ کافر تو مسلمانونکی حسد ایمان ہی پر کیا کرتے ہین جیسا کہ قرآن مجید مین ہی ودّ کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسہم یس جسکو یہ تمنا ہو کہ میرے حسد کے باعث دوسرے کی نعمت جاتی رہے وہ گویا یہ چاہتا ہی کہ مجھسے کفار کی حسد کے باعث نعمت ایمان سلب ہو جاوے اسیطرح اور نعمتون کو قیاس کرنا چاہیے اور اگر حاسد یہ جانتا ہو کہ میرے حسد سے تو اورونکی نعمت جاتی رہیگی مگر اورونکے حسد سے میری نعمت نجاویگی تو یہ نہایت جہالت و بیوقوفی ہی ہر ایک حاسد احمق یہی چاہا کرتا ہی کہ نعمت خاص میرے ہی لیے رہے لیکن کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی

نہین ہوتی کر دوسرے کے پاس سے کیون اُسکے پاس آجاوے بس یہ انعام خداوندی کہ حسد کے باعث نعمت کو زوال نہین قابل شکر گذاری کے ہی جسکو جاہل برا جانتے ہین اور محسود کا فائدہ دین و دنیا مین بھی ظاہر ہی دین مین تو اسلیے کہ اسپر حاسد نے ظلم و زیادتی کی خصوص ایسے حال مین کہ حسد کا اثر حاسد کے اقوال و افعال مین ہوا ہو اور محسود کی غیبت و طعن و ہتک و بدگوئی پر آمادہ کیا ہو اُن باتون سے حاسد کے حسنات محسود کو ملینگے اور قیامت کو نعمت آخرت سے تنگ اور منگا رہجاویگا جیسا دنیا کی نعمت سے مفلس و محروم رہا تو محسود کو یہ فائدہ ہوا کہ نعمت دنیاوی پر نعمت اُخروی بڑھ بڑھکر ملی کہ نیکیان ہوئین کسی سے اور اسکو مفت ملین اور حاسد کی جان کو شقاوت پر شقاوت ہوئی کہ دنیا مین حسد کے مارے جلتا ہا اور آخرت مین کیا کرایا دوسرے کو دیا گیا اور محسود کا نفع دنیا مین یہ ہی کہ ہر کوئی یہ چاہا کرتا ہی کہ میرے دشمنون کو شقاوت اور برائی پہونچے اور ہمیشہ رنج و تکلیف مین رہین سو یہ بات محسود کی دشمنی یعنی حاسد کو موجود ہی کوئی رنج و دکھ و حسد کے رنج سے بڑھکر نہین غایت تمنا دشمنون کی یہ ہوتی ہی کہ اپنے آپ چین کرین اور اُنکے حاسد حسرت و غم مین مبتلا رہین بس حاسد اُنکی غرض و تمنا کے موجب ہی رہتا ہی کہ وہ مزے لوٹتے ہین اور یہ چھاتی کوٹتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ دشمن اپنے حاسد کی موت نہین چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہی کہ حاسد کی عمر زیادہ ہو تا کہ حسد کی آگ مین مدام جلتا رہے وہ اپنی نعمت کی اتنی خوشی نہین کرتا جتنی حاسد کے رنج سے خوشی ہوتی ہی اگر اسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ حاسد کو رنج حسد سے نجات ہوگئی تو اُسپر گویا مصیبت ٹوٹ پڑی اب اگر اُن باتون کو حاسد تامل کرے تو جان لے کہ مین قطعی اپنے نفس کا دشمن ہون اور دشمن کا خیر خواہ اسلیے کہ ایسی بات کی جسمین اپنا سراسر ضرر دنیا و آخرت مین ہوا اور دشمن کا نفع دونون جہان مین ہوا اور خالق و مخلوق کے سامنے برا ٹھہرا اور حال و مال مین بدبخت ہوا اور محسود کی نعمت جون کی تون بنی رہی پھر اُسی پر بس نہین کی کہ دشمن کا کام بنگیا بلکہ ایک اور زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ جو سب سے زیادہ دشمن ہے یعنی ابلیس اُسکو بھی نہایت شادمانی ہوئی اسلیے کہ شیطان جب کسی شخص کو علم اور ورع اور جاہ اور مال کی نعمت سے مشرف پاتا ہے اور دوسرے کو محروم تو ڈرتا ہی کہ کہین ایسا نہو کہ یہ دوسرا شخص اُس سے محبت کرنے لگے اور اُسکو بھی اُتنا ہی ثواب ملے اسلیے اُسکے دل مین بغض ڈال دیتا ہی کہ محبت کے ثواب سے محروم رہے جیسا کہ عمل کے ثواب سے محروم رہا ہی اخبار سے ثابت ہی کہ جو شخص مسلمانون کی بہتری چاہتا ہین وہ بھی شریک ہتا ہی چنانچہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان شخص قوم سے محبت رکھتا ہی حالانکہ اُنکے پایہ کا نہین آپ نے فرمایا المرء مع من احب اور ایک روز اثناء خطبہ مین ایک اعرابی آپ کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہو گی آپنے پوچھا کہ تونے اُس کا کیا سامان کیا ہی اُسنے عرض کیا کہ مین نے اُسکے لیے کچھ بہت سی نمازین یا روزے تو نہین جمع کیے لیکن اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کریم سے محبت رکھتا ہون آپنے ارشاد فرمایا انت[27] مع من احببت حضرت انس راوی حدیث فرماتے ہین کہ جیسی خوشی مسلمانون کو اس روز ہوئی ویسی کبھی نہوئی تھی یعنی اس جہت سے کہ اکثرونکا اعتماد اللہ و رسول کی محبت پر تھا سہ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ✦ حضرت انس فرماتے ہین کہ ہم رسول کریم اور ابوبکر و عمر سے محبت رکھتے ہین گو اُن کے سے عمل نہین کرتے اسی محبت کے باعث خدا کی ذات سے توقع ہی کہ ہم اُنکے ساتھ ہی ہونگے اور حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہین کہ مین نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلان شخص خود تو نماز و روزہ ادا نہین کرتا مگر نمازیون اور روزہ دارون سے محبت رکھتا ہے آپنے فرمایا ہو مع من احب اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ سے کہا کہ یہ بات پہلے سے مشہور ہے کہ اگر آدمی سے ہو سکے تو عالم ہو عالم نہو سکے تو متعلم ہو متعلم بھی نہو سکے تو اُنسے محبت ہی رکھے اور اگر محبت بھی نہ رکھ سکے تو بغض ہی نہ کرے آپ نے فرمایا سبحان اللہ خداوند کریم نے بڑی راہ نکال دی ہے اب تامل کرنا چاہیے کہ ابلیس نے بباعث حسد کسطرح محبت کے ثواب سے محروم رکھا اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ دوسرے کا بغض بھی دل مین ڈال کر اُسکو نظر و نمین بُرا کر دیا یہانتک کہ گنہگار ٹھہرایا اور حاسد کے گناہ مین کیا شک ہے مثلاً اگر کسی عالم سے حسد کرے اور یہ چاہے کہ کسی طرح (۱) سے دین مین بھول ہو جاوے اور اُسکی چوک ظاہر ہو کر رسوا ہووے یا بولنے مین بند ہو جاوے یا بیمار پڑ کر درس و تدریس سے باز رہے تو اس سے بڑھکر اور کونسا گناہ ہو گا ہان اگر آدمی عالم کے درجہ کو نہ پہونچے اور اسوجہ سے غمگین ہو تو گناہ اور عذاب اُخروی سے محفوظ رہیگا حدیث شریف مین ہے کہ جنت کے لوگ تین قسم (۲) ہین المحسن والمحب لہ والکاف عنہ یعنی تیسری قسم وہ لوگ ہین کہ جو محسن سے ایذا دور کرین ایذا سے غرض ایذاء جسمانی اور حسد اور بغض اور کراہت وغیرہ ہین لیکن مثال مذکورہ بالا مین شیطان نے حاسد کو تینون قسمون مین سے ایک کو بھی نہ چھوڑا تو حاسد کے حسد نے تو دشمن پر کچھ بھی اثر کیا مگر شیطان کی حسد اُسکے نفس پر کام کر گئی یہانتک کہ خواب یا بیداری مین حاسد کا حال اُسپر منکشف ہو جاوے تو یون معلوم ہو گا کہ اپنے دشمن کیطرف تیر پھینکتا ہے کہ اُسکو قتل کرے لیکن اول تیر جو مارا تو اُسکے نہ لگا بلکہ اُسی کی دہنی آنکھ مین لوٹ کر آ لگا پھر غصہ ہو کر دوسرا جو مارا وہ بھی اُچٹ کر اُسکی بائین آنکھ مین لگا پھر اور جھنجھلا کر تیسرا تیر مارا وہ بھی ہٹ کر اُسی کے سر مین آ لگا اسیطرح بار بار یہ اُسکو تاک کر مارتا ہے مگر ہر دفعہ اسی کے پھر کر لگتا ہے وہ بہرحال سالم و محفوظ رہتا ہے اور اُسکے حرکات پر ہنستا ہے اور تالیان بجاتا ہے تو محسود اور شیطان حاسد کا اسیطرح تمسخر کرتے ہین بلکہ اگر غور کیا جاوے تو حاسد کا حال تیر انداز کی نسبت زیادہ برا ہے کیونکہ تیر سے صرف نقصان آنکھونکا یا اعضاء ظاہری کا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اُسوقت نجاتے تو مرنے کے بعد فنا ہو جاتے اور حاسد کے اوپر گناہونکی بوچھار ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی اُسکا رنج سلطور رہیگا اور کیا عجب ہے کہ غضب خداوندی دوزخ مین پہونچا دے پس دنیا مین اندھا ہو کر رہنا اسبات سے بہتر ہے کہ آنکھون کے ہوتے دوزخ مین جاوے اور اُنکو آتش دوزخ دکھاوے اس بات کو خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے حاسد سے کیا بدلہ لیا یہ یون چاہتا تھا کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے خدا نے اُسکے پاس سے تو نہ کھوئی اسی کے پاس سے کھو دی یعنی گناہ سے بچا رہنا اور غم و الم سے سلامت رہنا بڑی نعمت تھی حاسد کو اُنسے محروم کر دیا چنانچہ خود فرماتا ہے ولا یحیق المکر السیئی الا باہلہ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس بات کی تمنا دشمن کے لیے کرتا ہے خود اُسمین مبتلا ہوتا ہے بلکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو دوسرے کی برائی چاہے خود اُسمین مبتلا نہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ جو چیز مین نے کبھی حضرت عثمان رضہ کے واسطے تمنا کی وہ مجھپر پڑی یہانتک کہ اگر مین اُن کے قتل کی تمنا کرتی تو خود مقتول ہوتی یہ تو حال صرف حسد کے گناہ کا ہے اس سے اُن چیزون کو خیال کرنا چاہیے جو حسد کے باعث پیدا ہوتی ہین یعنی اختلاف اور انکار حق اور دست و زبان کا فواحش پر چلنا اور دلکے پھپھولے پھوڑنے وغیرہ غرضکہ یہ وہ مرض ہے جس سے پہلی قومین ہلاک ہوئی ہین یہانتک علاج علمی تھا پس جب آدمی ذہن صاف اور حضور قلب سے اُسکو سوچیگا حسد کی آگ نہ دل مین فرو

ہو جاویگی اور جانے گا کہ بلا میرے نفس کی مہلک ہی اور میرے دشمنون کی خوش کرنے والی اور پروردگار عالم کی ناخوش کرنے والی اور عیش کی مکدر کرنے والی ہی **اب علاج عملی** کو سننا چاہیے کہ جس کام کو حسد مقتضی ہو اُسکے خلاف عمل کرے خواہ قول ہو یا فعل مثلاً اگر حسد اُس بات کو چاہے کہ محسود کی برائی بیان کیجیے تو اپنی زبان سے بزور اُسکی مدح و ثنا کرے اور اگر حسد کے مارے تکبر کو جی چاہے تو بتکلف اس سے تواضع اور عذر پیش آوے اور اگر حسد مقتضی اُسکے نہ دینے کی ہو تو جتنا پہلے دیتا تھا اُس سے زیادہ دینے کی عادت کرے جب یہ باتین کوشش اور اجتہاد سے کرے گا اور محسود کو معلوم ہو جاویگا تو وہ راضی ہو جاویگا اور محبت کرنے لگیگا اور جب اُسکی طرف سے محبت ہو گی تو حاسد کو بھی خواہ نخواہ محبت پیدا ہو گی اور آپس کے اتفاق سے بالکل وہ حسد کا منقطع ہو جاویگا اسلیے تواضع اور مدح و ثنا اور نعمت پر اظہار سرور ہی نعمت والے کا دل کھینچ آتا ہی اور غلام بنجاتا ہی اور بمہربانی پیش آتا ہی اور اُسکے عوض مین سلوک کرنا چاہتا ہی جب اُسکی طرف سے سلوک ہوتا ہی تو دوسری طرف سے بھی الانسان عبد الاحسان کا مضمون پیش ہو کر جو باتین بتکلف سرزد ہوئی تھین اب طبعاً ہونے لگتی ہین اور اس باب مین شیطان حاسد کو یہ دھوکا دیتا ہی کہ اگر تو تواضع اور ثنا کریگا تو محسود کی نظرون مین عاجز یا ذلیل یا خوفناک یا منافق ٹھہریگا تو آدمی کو چاہیے کہ اس فریب مین نہ آوے بلکہ یون جانے کہ خوش معاملگی خواہ تکلفاً ہو یا طبعاً عداوت طرفین کو فرو کردیتی ہے اور حسد کے دانت کھٹے ہو جاتے ہین دل الفت و محبت کیطرف رجوع کرتا ہے اور رنج و عذاب حسد سے اور بغض کے دکھ سے راحت پاتا ہی یہ علاج حسد کا ہی اور نہایت مفید ہی اسلیے کہ شدت سے تلخ ہی اور جو کہ دارو ے تلخ است دفع مرض خود مشہور ہی پس جو شخص تلخی دوا پر صبر نہ کریگا وہ شیرینی شفا بھی نہ چکھیگا اس دوا کی تلخی جبھی آسان معلوم ہوتی ہی جب آدمی اُن باتونکو سوچے جو اوپر مذکور ہوئین اور اللہ تعالیٰ کے حکمونپر بزور راضی رہے اور ثواب رضا کا طالب ہو اور اپنے آپکو وہی منظور ہو جو خدا کو منظور ہو اپنے نفس سے یہ بات نکالدے اگر کوئی چیز میری مرضی کے خلاف نہو کیونکہ اگر یہ بات دلمین جمی رہیگی تو گویا ان ہونت بات کا خواہان ہوگا اسلیے کہ اس امر کی طمع کرنی کہ سب کام میرے حسب مراد ہون سراسر فضول ہی اور چونکہ مراد کا نہ ملنا بھی ایک طرح کی ذلت اور خست ہی اور اس ذلت سے بچاؤ کی صورت دو ہی طرح پر ہی یا تو سب کام مرضی کے موافق ہوان یا جو کچھ ہو جاوے اُسپر راضی ہو امر اول اپنے اختیار مین نہین نہ تکلف اور مجاہدہ سے کار آمد اسلیے دوسری بات مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہی ہر ایک عاقل کو اُسکا حاصل کرنا واجب ہی یہ علاج بطور اجمال بیان ہوا اور مفصل علاج سب سے اسباب حسد کی بیخکنی ہو یعنی کبر اور عزت نفس اور امور بیہودہ پر اصرار بیجا وغیرہ اُنکی تفصیل اور ہر ایک سبب کا علاج انشاء اللہ اپنے اپنے موقع پر آویگا کیونکہ اس مرض کا مادہ یہی اسباب ہین اور روگ بدون قطع مواد کے نہین جاتا پس جو شخص اُن علاجونکو دستور العمل بناویگا تو اور کچھ نہین تو اسقدر تو ضرور ہو گا کہ دل مین تسکین اور ٹھنڈک ہو جاوے اور مواد کے رہتے ہوئے تسکین حاصل ہونی باوجود سخت محنت کے بھی دشوار ہی مثلاً فرض کرو کہ کوئی شخص محبت جاہ رکھتا ہی جو اسباب حسد مین سے ہی تو ضرور اپنے حریف پر حسد کریگا اور اُسکی نسبت لوگونکے دلمین زیادہ جگہ کرنی چاہیگا اور اگر وہ زیادہ تر مقبول ہوگا تو اُسکو البتہ رنج ہوگا غایت یہ کہ اپنے ہاتھ و زبانسے اس غم کا اظہار نکرے اور پی جاوے مگر یہ نہین ہو سکتا کہ محبت جاہ بھی باقی ہو اور حسد نرہے

سولھوان بیان اس مقدار حسد کا جسکا دور کرنا دل مین سے واجب ہی جاننا چاہیے کہ ایذا دہندے کی اور آدمی

کو طبعاً غصہ آتا ہی مثلاً اگر کوئی تم کو ایذا دے تو تم سے یہ نہ ہوسکیگا کہ اُس سے بغض نہ رکھو یا اُسپر کوئی نعمت آجاوے تو بُرا نہ جانو اور نیکی وبدی میں اُسکا حال اپنے نزدیک برابر سمجھو بلکہ دونوں حالوں میں ہمیشہ فرق معلوم ہوگا اور شیطان بھی علی الدوام حسد کیطرف کھینچتا رہیگا لیکن اگر اُسکا جذبہ غالب پڑجاویگا حتی کہ ظہور حسد تمھارے قول وفعل اختیاری میں ہونے لگے تو تم حاسد اور گنہگار ٹھہروگے اور اگر اپنے ظاہر کو بالکل ایسے امور سے روکے رکھوگے مگر باطن میں خواہان اسباب کے ہوگے کہ نعمت اُسکی جاتی رہے اور اس بات کو بُرا نجانتے ہوگے تب بھی حاسد اور عاصی ہوگے اسلیے کہ حسد قلب کی صفت ہی صفت فعل نہیں جیساکہ قرآن مجید میں ارشاد ہی ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا اور فرمایا ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء اور فرمایا ان تمسسکم حسنۃ تسؤہم اور فعل جو حسد سے سرزد ہوتے ہیں مثل غیبت اور جھوٹ وغیرہ کے وہ عین حسد نہیں ہیں بلکہ محل حسد کا قلب ہی ہی اعضاء ظاہری اُسکے محل نہیں ہاں اتنا فرق ہی کہ اس قسم حسد میں جو اقوال وافعال ظاہری میں نہ آوے اور دل ہی میں رہے کوئی حق عبد نہیں ہی کہ اُسکا معاف کرانا واجب ہو بلکہ خدا کے نزدیک گناہ ہوگا ٹھہرتا ہی اور معاف کرنا وہاں واجب ہوتا ہی جہاں اسباب کا ظہور اعضاء ظاہری پر ہو اب اگر با وجود اعضاء ظاہری کے روکنے کے اپنے نفس کی اُس حالت کو بھی بُرا سمجھو کہ دوسرے کی نعمت کا زائل ہونا کیوں پسند کرتا ہی یہانتک کہ گویا نفس پر اسوجہ سے غصہ کرو تو یہ بُرا سمجھنا عقل کیجانب سے ہوگا یعنی طبیعت کیطرف سے جو خواہش زوال نعمت پائی جاویگی اُسکو بُرا جاننا عقل کیطرف سے ہوگا اس صورت میں جو امر تمپر واجب تھا وہ کر گذرے مگر اس سے زیادہ اور کچھ اختیار میں نہیں ہوتا اور اس طرح پر طبیعت کا بدلدینا اُسکے نزدیک ذی اور محسن ایک سے ہوجاوین اور خواہ اُنپر خوشی آوے یا مصیبت ٹوٹ پڑے اُسکا یکسان حال رہے یہ امر طاقت طبعی سے باہر ہی جبتک آدمی دنیا کی لذات میں پھنسا رہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبا رہیگا اور شراب عشق حقیقی سے متوالا بنیگا تو ایسا حال ہوجاویگا کہ بندون کے جدے جدے احوال کیطرف توجہ نہ رہیگی سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھیگا یعنی سب پر نظر رحمت ہی کریگا اور سبکو مخلوق خدا اور اُنکے افعال کو افعال خدا سمجھیگا اور کل مخلوق کو مسخر حکم الٰہی جانیگا اور یہ حال اگر کسی کو میسر بھی ہوتا تو دائمی نہیں بجلی کی چمک کیطرح آنا فانا گذر جاتا ہی پھر قلب اپنی حالت طبعی کیطرف آجاتا ہی اور دشمن جانی شیطان لعین پھر وہی وسوسہ ڈالنا شروع کرتا ہی پس اگر اُس مردود کے مقابلہ میں بزور عقل اُسکی بات کو بُرا جانیگا تو جو امر اُسکے ذمہ واجب ہی اُسکو ادا کرچکا اور بعضوں کا قول ہی کہ جبتک حسد کا ظہور اعضاء ظاہری میں نہو تب تک گناہ نہیں ہوتا اسلیے کہ حضرت حسن سے کسی نے حسد کو پوچھا تو آپنے فرمایا کہ اُسکو پوشیدہ رکھنا چاہیے اس سے کچھ ضرر نہیں ہوگا جبتک کہ ظاہر نہ کردگے اور بعضوں نے اس روایت کو اُنسے موقوف اور مرفوع بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ثلاثۃ لا یخلو منہن مومن ولہ منہن مخرج فمخرجہ من الحسد ان لا یبغی مگر بہتر یہ ہی کہ اُس سے مراد وہی لیناوے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں یعنی دین اور عقل کیجانب سے بمقابلہ محبت طبعی حسد باطنی کی برائی بھی دل میں ہو اور اسی برائی کی جہت سے بغی اور ایذا سے باز رہے کیونکہ جتنی حدیثیں کہ حسد کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں ایسا ہر اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سب قسم کے حاسد گنہگار ہیں علاوہ اُسکے حسد صفت قلب کا نام ہی نہ افعال کا اس سے صاف ظاہر ہی کہ جو مسلمان کی برائی چاہیے وہ بالضرور حاسد ہی خلاصہ یہ کہ اگر آدمی صرف دل سے حسد کیے اور ظاہر میں اُسکا اثر نہ ہو تو اس طرح کے حسد کے گناہ ہونے میں اختلاف ہی الا ظاہر آیات واحادیث سے یہی معلوم ہوتا ہی جو ہم لکھ چکے ہیں اور معنوں کی جہت سے بھی کچھ ایسا ہی

سمجھا جاتا ہی اسلیے کہ بہت بعید معلوم ہوتا ہی کہ ایک آدمی دوسرے مسلمان کی برائی کا دل سے خواہان ہو اور اس خواہش کو برائی نجانے اور پھر معاف کر دیا جاوے اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ آدمی کو دشمن کے ساتھ تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ بحسب مقتضاے طبع اوس کی برائی چاہے مگر اس برائی چاہنے کو عقل سے برا سمجھے اور اپنے نفس پر غصہ کرے اور اس بات کا کوئی بہانہ ڈھونڈھے جس سے یہ خواہش دل سے جاتی رہے تو یہ قسم حسد کی قطعًا معاف ہی اسلیے کہ آدمی کے اختیار مین اس سے زیادہ کچھ نہین دوسرے یہ کہ دلمین اوسکی نعمت کے زائل ہونے کی محبت ہو اور اوسکی برائی سے خوشی ظاہر کرے خواہ زبان سے یا اور اعضاسے تو یہ حسد یقینًا ممنوع ہی تیسرے یہ کہ حسد صرف دل سے کرے اور اسکو برا نہ سمجھے اور نہ اپنے نفس پر اسوجہ سے غصہ کرے الا اعضا ظاہری پر حسد کا ظہور کچھ نہو اور بمقتضاے حسد سے کوئی فعل اختیاری کرے تو اس قسم مین اختلاف ہی اور ظاہر یہ ہی کہ اسی قسم مین بقدر قوت وضعف محبت زوال نعمت کے گناہ ہو گا و اللہ اعلم

والحمد للہ رب العالمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

چھٹا باب دنیا کی مذمت کے بیان مین اسمین پانچ بیان ہین

رباعی ہے حمد و ثنا کا بحر واسع مشہور
اس ورطہ سے ہو پار کوئی کیا مقدور
احسن ہے کہ مین اوسکے نہ ہو کر درپے
دنیا کی برائیان کرون کچھ مذکور

واضح ہو کہ دنیا اللہ کی اور اوسکے دوستون اور دشمنون کی سب کی دشمن ہی اللہ کی دشمن اسوجہ سے ہے کہ اللہ کے بندونکو اوسکا راستہ نہین چلنے دیتی ہی رہزنی کرتی ہی اسی جہت سے جب سے اللہ تعالی نے اسکو پیدا کیا ہی اوسکی طرف نظر کرامت سے نہین دیکھا اور دوستان خدا کی اسوجہ سے دشمن ہی کہ اونکے سامنے بڑے تزک اور آرائش سے بن بن کر آتی ہی اور اپنے جھلا دے دکھلاتی ہی کہ کسی طرح شیفتہ ہو جاوین اونکو اوسکے علیحدہ کرنے مین بہت سا صبر کرنا پڑتا ہی اور دشمنان خدا کی اسلیے دشمن ہی کہ اوسنے اپنے مکر و فریب سے انکو بتدریج پھنسا لیا یہانتک کہ وے اوسپر اعتماد کر بیٹھے لیکن پھر وہ ایسا انکو محتاج کر دیگی کہ بجز حسرت و ندامت کچھ ساتھ نہ لیجاوینگے اور ابد الآباد کی سعادت سے محروم رہینگے دنیا کی جدائی سے جدا داغ بدل ہونگے اور اخروی مصائب مین جدا ابا در گل اگر فریاد کرینگے تو یہ جواب سنینگے اخسئوا فیہا ولا تکلمون اور اس آیت کے مصداق بنینگے اولٓئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون جب دنیا کی آفات و شرور کا یہ حال ہی تو اول اسکی حقیقت اور ماہیت کا پہچاننا بہت ضروری ہی اور یہ کہ باوجود عداوت کے اوسکے پیدا ہونے مین کیا حکمت ہے اور اوسکے فریب و شرور کے راستون کو بھی معلوم کرنا لابدی ہی اسلیے کہ جو بدی کو جانتا ہی نہین اوس سے کسطرح بچیگا بلکہ تعجب نہین کہ اسمین مبتلا ہو جاوے اسی لیے ہم دنیا کی مذمت اور مثالین اور حقیقت اور اوسکے معنون کی تفصیل اور اوسکے کامونکے اقسام ذکر کرتے ہین اور نیز جس وجہ سے حاجت اوسکی طرف ہوتی ہی اور جس باعث سے کہ لوگ اوسکے فضول مین مشغول ہو کر خدا سے پھر جاتے ہین اسکو بھی لکھینگے

بیان اول دنیا کی مذمت مین ــ کلام مجید مین آیات مذمت دنیا کی بہت ہین اور اکثر حصہ قرآن کا دنیا کی طرف سے اعراض کرنے اور آخرت کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہی بلکہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے بھیجنے سے بھی صرف یہی مقصود ہی اس لحاظ سے

کلام اللہ سے اسکی سند لانے کی ضرورت نہین صرف چند احادیث جو اسباب مین وارد ہین انکو لکھے دیتے ہین روایت[17] ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری پر گذرے اور اصحاب سے فرمایا کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے یا نہین انھون نے عرض کیا کہ اگر ذلیل نہوتی تو یہان کیون ڈالدیتے آپنے فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہی اور اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اسمین سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ ملتا اور دوسری حدیث مین فرمایا الدنیا[2] سجن المومن وجنة الکافر اور فرمایا الدنیا[27] ملعونة وملعون ما فیہا الا ما کان للہ منہا اور حضرت ابوموسی اشعری سے یہ حدیث مروی ہی من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب اخرتہ اضر بدنیاہ فاثروا ما یبقی علی ما یفنی اور فرمایا حب الدنیا[57] راس کل خطیئة اور زید[27] بن ارقم فرماتے ہین کہ ہم حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھے کہ انھون نے پانی مانگا لوگ پانی شہد مین ملا ہوا لائے آپ نے جب منھ سے لگایا خوب روئے یہانتک کہ سب ساتھی بھی رونے لگے اور روکر چپ ہو گئے مگر حضرت صدیقؓ چپ نہ ہوئے اور برابر رویا کیے حتی کہ لوگون نے جانا کہ ہم سبب گریہ بھی نہ پوچھ سکینگے پھر آپنے اپنی آنکھین پونچھ ڈالین لوگون نے عرض کیا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس سبب سے روئے تھے آپنے فرمایا کہ مین ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا مین نے دیکھا کہ آپ کسی سے فرماتے ہین کہ میرے پاس سے دور ہو حالانکہ وہان کوئی نہ تھا مین نے عرض کیا کہ آپ کسکو دور کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسوقت دنیا مجسم ہوکر میرے سامنے آئی مین نے اسکو کہا کہ مجھ سے علحدہ رہو وہ پھر آئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ اگر آپ مجھسے بچے رہینگے تو آپ کے بعد کے لوگ تو نہین بچین گے اور ایک حدیث مین ہی یا عجبا[2] کل العجب للمصدق بدار الخلود وہو یسعی لدار الغرور اور روایت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھورے پر کھڑے ہو گئے اور لوگونکو ارشاد فرمایا کہ آؤ دنیا دیکھو اور اُس گھورے پر سے ایک سڑا ہوا کپڑا اور گلی ہوئی ہڈیان لیکر فرمایا کہ ہذہ الدنیا اسمین یہ اشارہ ہی کہ زینت دنیا بھی ان کپڑونکی طرح جلد کہنہ ہو جاویگی اور جو جسم دنیا مین پرورش پاتے ہین وہ ان ہڈیون کی طرح سڑ گل جاوینگے اور حدیث مین فرمایا ان[2] الدنیا حلوة خضرة وان اللہ مستخلفکم فیہا فناظر کیف تعملون ان بنی اسرائیل لما بسطت لہم الدنیا ومہدت تاہوا فی الحلیة والنساء والطیب والثیاب اور حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد ہی کہ دنیا کو اپنا مالک مت بناؤ وہ تمکو اپنا غلام بنالیگی اور اپنا خزانہ ایسے کے پاس جمع کرو جو تلف نکرے یعنی دنیا مین خزانہ والے پر آفت کا خوف رہتا ہی جسکا خزانہ خدا کے پاس ہوگا اُسکو کچھ آفت کا خوف نہین اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہی کہ اے گروہ حوارین مین نے تمھارے لیے دنیا کو اوندھے منھ کر دیا ہی ایسا نہو کہ میرے بعد تم اسکو اٹھا کھڑا کرو دو دنیا کی خباثت مین سے ہی کہ آدمی اُسکے لیے خدا کی نافرمانی کرتا ہی اور جبتک نہین چھوٹتی آخرت نہین ملتی دنیا کو گذرگاہ سمجھو اور مسافرونکی طرح سے اُسپر گذر جاؤ عمارت وغیرہ نہ بناؤ اور جان رکھو کہ سب برائیونکی جڑ دنیا کی محبت ہی اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک گھڑی کی خواہش نفس بہت دنونکے رنج کا موجب ہوتی ہی اور یہ بھی انھین کے ارشادات مین سے ہی کہ تمھارے لیے دنیا اوندھے منھ پڑی ہی اور تم اُسکی پشت پر بیٹھے ہو تو چاہیے کہ دنیا کے باب مین بادشاہ اور عورتین تمھارا مقابلہ نکرین یعنی بادشاہ ہونے

[illegible]

[illegible]

دنیا کے لیے مت جھگڑو کیونکہ جب تم اُنسے اور اُنکی دنیا سے غرض نرکھو گے وہ تمھارے درپے نہونگے اور عورتون سے بچاؤ کی صورت نماز و روزہ سے ہی اور بھی فرمایا کہ دنیا بعضون کی خود طالب ہی اور بعضے اُسکے طالب ہین پس جو لوگ طالب آخرت ہین اُنکی تو دنیا زندگی بھر طالب ہے اور جو طالب دنیا ہین اُنکو آخرت بُلاتی رہتی ہی یہانتک کہ موت آکر گردن پر سوار ہو جاتی ہی اور حضرت موسیٰ بن یسار سے حدیث مروی ہے کہ ان اللہ جل ثناءہ لم یخلق خلقا ابغض الیہ من الدنیا وانہ منذ خلقھا لم ینظر الیھا اور روایت ہی کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ایک بنی اسرائیل کے عابد کے پاس تشریف لے گئے لشکر آپکے ہمرکاب تھا دہنے بائین جن اور آدمی پرے باندھے تھے اور جانور اوپر سے سایہ کیے تھے عابد نے عرض کیا کہ اے ابن داؤد خداوند کریم نے تمکو بڑی سلطنت عنایت فرمائی آپنے سنکر فرمایا کہ مومن کے نامہ اعمال مین ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا اس تمام کروفر سے بہتر ہی کیونکہ یہ جو کچھ مجکو ملا ہی سب فانی چیز ہی اور اللہ کا ذکر ساتھ رہنے والا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند جل وعلا ارشاد فرماتا ہی الھکم التکاثر اس آیت سے یہ غرض ہی کہ آدمی کہا کرتا ہی کہ یہ میرا ہی یہ میرا ہی حالانکہ اُسکا اُسی قدر ہی جو کھانے مین کھو دیا یا پہنکر اُڑا دیا یا خیرات دیکر جمع کر دیا اور فرمایا الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ ولھا یجمع من لا عقل لہ وعلیھا یعادی من لا علم لہ ولھا یحسد من لا فقہ لہ ولھا یسعی من لا یقین لہ اور فرمایا من اصبح والدنیا اکبر ھمہ فلیس من اللہ فی شیء والزم اللہ قلبہ اربع خصال ھما لا ینقطع عنہ ابدا وشغلا لا یتفرغ منہ ابدا وفقرا لا یبلغ غناہ ابدا واملا لا یبلغ منتہاہ ابدا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو ارشاد فرمایا کہ مین تجکو دنیا اور مافیہا دکھاؤن مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپنے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ مطہرہ کے ایک جنگل مین تشریف لائے وہان ایک جگہ کھوپڑیان اور پاخانہ اور ہڈیان و چیتھڑے پڑے تھے آپنے فرمایا کہ اے ابوہریرہ یہ کھوپڑیان ایسے ہی چاؤ کیا کرتی تھین جیسے تم کرتے ہو اور ویسے ہی امل یعنی آرزوئین کیا کرتی تھین جیسے تم کرتے ہو آج ایسی ہو گئین کہ اُنپر چمڑا بھی باقی نہین اب چند روز مین راکھ ہو جاوینگی اور پاخانہ جو دیکھتے ہو یہ اُنکی غذا تھی نہ معلوم کہان کہان سے کماکر کھایا تھا آج ایسا ہو گیا کہ تمکو اس سے نفرت ہی اور یہ چیتھڑے اُنکی پوشاک کے ہین کہ ہوا سے مارے مارے پھرتے ہین اور یہ ہڈیان اُنکے چوپایونکی ہین جنپر چڑھ چڑھ شہر بشہر پھرا کرتے تھے بس جسے انجام اس دار ناپائدار کا ہی تو مقام عبرت وگریہ ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم جبتک خوب نہ رو لیے تب تک وہان سے نہ ہلے سہ گذر ناگاہ جب میرا ہوا شہر خموشان مین + عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہان عالم کا + کہین آئینہ زانوے سکندر کا شکستہ تھا + کہین ٹوٹا پڑا تھا کاسہ سر خاک مین جم کا + اور روایت ہی کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو اُنکو ارشاد فرمایا کہ ابن للخراب وولد للفنا اور حضرت داؤد بن ہلال فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفون مین مرقوم ہی کہ اے دنیا تو صلحا کے نزدیک بڑی ذلیل ہی جنکے لیے تو بن سنور کر سامنے ہوتی ہی مین نے اُنکے دلون مین تیرا بغض ڈال دیا ہی اور تیری طرف اعراض کو دی مخلوقات مین نے تجھ سے زیادہ ذلیل نہین بنائی تیری ہر ایک حالت ذلیل ہی اور آخر کو فنا ہوگی اور جس روز مین نے تجکو پیدا کیا اُسی روز حکم کر چکا ہون کہ تو کبھی کسی کے پاس نہ رہیگی نہ کوئی تیرے پاس رہیگا گو کیسا ہی بخل و امساک کرے خوشحال اُن نیک لوگونکا جنکے دل مین میری رضا اور

[illegible]

ضمیر تن رائی واستقامت ہو اُنکا عوض اور ثواب میرے پاس یہ ہوگا کہ جب قبرون سے اُٹھکر میری طرف چلین گے تو آگے آگے نور ہوگا اور فرشتے گرد ہونگے جسقدر رحمت کی وہ مجھسے توقع کرتے ہونگے اسیقدر اُنکو عطا کرونگا اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُنیا کو جب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہی جب سے ادھر مین ہی اُسکی طرف نگاہ نہین فرماتا قیامت کے روز عرض کرے گی کہ الٰہی آج اپنے کسی ادنیٰ ولی کیلیے مجھ مین سے حصہ عطا فرما ارشاد ہوگا کہ ادنا چیز چپ رہ دنیا مین تو مین نے تجکو اُنکے لیے پسند ہی نہین فرمایا کیا آج پسند کرونگا کہ تو اُنکے پاس ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ مین مذکور ہی کہ جب اُنھون نے اس درخت مین سے کھایا تو اُنکے پیٹ مین کچھ گڑبڑ ہوا اور یہ بات جنت کی دوسری غذاؤن مین نہ تھی کہ کھانے سے حاجت پاخانہ ہو صرف اسی درخت مین یہ تاثیر رکھی گئی تھی اور اسیوجہ سے ممانعت بھی ہوئی تھی غرضکہ قضاء حاجت کے لیے گھومنا شروع کیا ایک فرشتہ کو حکم خداوندی ہوا کہ اُنسے پوچھ کیا چاہتے ہو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہی کہ میرے پیٹ مین جو بلا ہی اُسکو کہین ڈالدون فرشتے نے بموجب ایماء ربانی کہا کہ یہان کونسی جگہ اس قابل ہی فرش اور تخت اور نہرین اور درختونکے سایہ ہین اُن مین سے کوئی جگہ اس قابل نہین اُسکے لیے دنیا مین جاؤ اور ایک حدیث مین ہی کہ قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے آوینگے کہ اُنکے عمل وادی تہامہ کے پہاڑون جیسے ہونگے اُنکے لیے حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم وہ لوگ نمازی ہونگے آپنے فرمایا کہ ہان وہ نماز بھی پڑھتے ہونگے روزہ بھی رکھتے ہونگے اور کچھ رات سے جاگتے ہونگے الا اُن مین یہ بات ہوگی کہ جب دنیا کی ادنی چیز اُنکے سامنے ہوئی تھی اُسپر کود پڑتے تھے اور بعض خطبون مین آپ نے ارشاد فرمایا المومن بین مخافتین بین اجل قد مضی لا یدری ما اللہ صانع فیہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض بہ فلیتزود العبد من نفسہ لنفسہ ومن دنیاہ لآخرتہ ومن حیاتہ لموتہ ومن شبابہ لہرمہ فان الدنیا خلقت لکم وانتم خلقتم للآخرۃ والذی نفسی بیدہ ما بعد الموت من مستعتب ولا بعد الدنیا من دار الا الجنۃ او النار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ مومن کے دل مین دنیا و آخرت دونونکی محبت جمع نہین ہوتی جیسا ایک برتن مین آگ اور پانی نہین رہ سکتے اور روایت ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کی عمر سب انبیاء سے زیادہ ہوئی آپنے دنیا کو کیسا پایا آپنے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہین ایک مین سے مین اندر گیا اور دوسرے مین سے باہر نکل آیا ہیچ ہی سہ دنیا خوابیست زندگانی در وے خوابیست کہ در خواب ببینی آزاد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے عرض کیا کہ آپ کوئی مکان بنوا لیجیے آپ نے فرمایا کہ ہم کو پہلے ہی لوگونکے کھنڈر کافی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احذروا الدنیا فانہا اسحر من ہاروت وماروت اور حضرت حسن سے مروی ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مین تشریف لاکر فرمانے لگے کہ کسی کو تم مین یہ منظور ہی کہ اللہ تعالیٰ اُسکو بینا کردے اور اندھاپن جاتا رہے جان رکھو کہ جس شخص کی رغبت دنیا کی طرف ہوگی اور اسمین طول امل کریگا تو اسی قدر اللہ تعالیٰ اُسکو اندھا کریگا اور جو کوئی اپنے امال بھی مختصر رکھیگا اور دنیا مین زہد کریگا تو خداوند کریم اُسکو بے سیکھے علم دیگا اور بے کسی کے تبلائے ہدایت کریگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمھارے

بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ اُنکے پاس سلطنت بدون ظلم وکشت وخون نرہے گی نہ توانگری بدون فخر اور بخل کے نہ محبت بدون غرض کے پس جو شخص تم مین سے وہ وقت پاوے اور باوجود قدرت توانگری کے فقر پر صبر کرے اور دشمنی اور ذلت کو باوجود قدرت محبت و عزت کے برداشت کرے اور اس صبر وتحمل سے بجز رضاء مولی اور کچھ مطلب نہو تو ایسے شخص کو خدا تعالی پچاس صدیقون کا ثواب عنایت فرمادیگا اور روایت ہی کہ ایکدفعہ حضرت عیسی علیہ السلام پر شدت سے مینھ پڑا اور بادل بھی گرجتا تھا آپ نے چاہا کہ کسی جگہ پناہ پاویے دور سے ایک خیمہ نظر آیا آپ اُسکے پاس آئے معلوم ہوا کہ اُسمین کوئی عورت ہی اُسکو دیکھکر وہان سے دوسری طرف پھرے اور ایک پہاڑ کے درہ مین قصد جانیکا کیا دیکھا تو اُسمین شیر ہی آپنے اُسپر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ الٰہی سبکا تو نے ٹھکانا بنایا ہے میرے لیے کوئی ٹھکانا نہین بنایا حکم ہوا کہ تیرا ٹھکانا میری رحمت مین ہی قیامت کو تیرا بیاہ سو حورون سے کرونگا جنکو مین نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہی اور چار ہزار برس تک تیرے ولیمہ کی دعوت کھلاؤنگا جنمین سے ایکدن دنیا کی عمر کے برابر ہوگا اور ایک منادی کو حکم کرونگا کہ پکارے جتنے دنیا کے زاہد ہین چلو عیسی بن مریم تارک دنیا کے ولیمہ مین شامل ہو اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرمائے ہین کہ دنیا والیکے حال پر بڑا افسوس ہی کہ کیسے اُسکے فریب مین آکر مرجاتا ہی اور اسکو چھوڑ جاتا ہی دنیا تو اسکو رسوا کرتی ہے اور وہ اُسپر اعتبار کرتا ہی اور بےخوف رہتا ہی اور بڑی حسرت اُنپر ہی جو دھوکا کھا کر جس چیز کو بُرا جانتے ہین وہی اس کے سامنے آتی ہے اور اپنی محبوب چیزون سے جدا ہوجاتے ہین اور جو کچھ اُنسے وعدہ ہوا کرتا تھا وہ اُسوقت اُنپر پہونچتا ہی اور افسوس ہی اُسپر جو دنیا کو نظر رکھے اور خطاؤن کو دستور العمل بنادے کل کو گناہونکی فضیحت ورسوائی کا سامنا ہوگا اور روایت ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسی تیرا ان ظالمون کے گھر مین کیا کام ہی یہ تیرا گھر نہین اپنی ہمت کو اُس سے علحدہ کر اور اپنی عقل سے اُس سے جدا ہو یہ بُرا گھر ہی ہان جو شخص اُسمین اچھے کام کرے اُسکے لیے یہ اچھا گھر ہی اے موسی مین ظالم کی تاک مین لگا ہون یہانتک کہ اُس سے مظلوم کا عوض لون اور روایت ہی کہ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین مین بھیجا تھا وہان سے جب آپ پھرے تو کچھ مال لائے انصار نے جو اُنکی تشریف آوری کا حال سنا سب کے سب نماز صبح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہوے جب آپ نماز پڑھ چکے اور ارادہ تشریف لیجانیکا کیا تو سب روک کر کھڑے ہوگئے آپنے اُنکو دیکھکر تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تمنے یہ سنا ہوگا کہ ابوعبیدہ کچھ لائے ہین اُنھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ مژدہ ہو تمکو خدا نے تم سے تکلیف دفع کی بخدا کہ مین اس بات سے نہین خوف کرتا ہون کہ تم محتاج ہوجاؤگے البتہ اسبات کا ڈر ہی کہ کہین تم پر دنیا کی زیادتی ایسی نہوجاوے جیسی تم سے پہلے لوگون پر ہوئی تھی اور انھین کی سی رغبت تم مین بھی ہوجاوے اور پھر دنیا تم کو بھی انھین کیطرح تباہ کردے اور حضرت ابوسعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اکثر ما اخاف علیکم ما یخرج اللہ لکم من برکات الارض لوگون نے عرض کیا کہ برکات الارض سے کیا غرض ہی آپنے فرمایا زہرۃ الدنیا اور ایک حدیث مین فرمایا لا تشغلوا قلوبکم بذکر الدنیا یہان مقام تامل ہی کہ اپنے ذکر سے بھی منع فرمایا اُسکا حاصل کرنا تو درکنار اور عمار بن سعید سے روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر ایک گاؤن پر ہوا جسکے رہنے والے صحن اور راستون مین مرے پڑے تھے

آپ نے حوارین سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ غضب الٰہی سے ہلاک ہوئے ہین ورنہ ایک دوسرے کو دفن کرتے اُنھون نے عرض کیا کہ کسی طرح اُنکا حال ہم کو معلوم ہوجاتا تو خوب ہوتا آپنے جناب باری مین عرض کیا ارشاد ہوا کہ رات کے وقت انکو پکارنا تو جواب دینگے جب رات ہوگئی آپنے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوکر پکارا او گانؤن والون وہانسے کسی نے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہی اے روح اللہ آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہی اُسنے جواب دیا کہ شام کو بھی طرح سوئے تھے صبح کو دوزخ مین جا پڑے آپنے پوچھا کہ اسکا کیا سبب تھا اُسنے عرض کیا کہ ہم لوگونکو محبت دنیا تھی اور گنہگارون کی فرمانبرداری کیا کرتے تھے آپنے فرمایا کہ دنیا کو کتنا چاہتے تھے اُسنے عرض کیا کہ جتنا لڑکا اپنی مان کو چاہتا ہی کہ جب سامنے آئی خوش ہوا اور جب چلی گئی تو رنجیدہ ہوکر رونے لگا آپنے پوچھا کہ تیرے ساتھی جواب کیون نہین دیتے عرض کیا کہ اسلیے کہ اُنکے منھ مین آگ کی لگام ہین اور اُنکی باگین فرشتے کڑے تیز مزاج لیے ہوے ہین آپنے پوچھا کہ انمین سے تو کسطرح بولتا ہی اُسنے عرض کیا کہ مین انمین تو نہ تھا لیکن چونکہ اُنکے ساتھ رہتا تھا عذاب نے مجکو بھی نہ چھوڑا اب مین دوزخ کے کنارہ پر لٹکا ہوا ہون یہ نہین جانتا کہ اس سے بچونگا یا اسمین ڈھکیلا جاؤنگا آپ نے حوارین کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ جو کی روٹی موٹی نمک سے کھانی اور ٹاٹ پہننا اور گھورے پر سورہنا بہت ہی اگر دنیا و آخرت مین تندرستی ملے اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء بڑی تیز تھی کہ کوئی سانڈنی اُس سے آگے نہ بڑھتی ایک اعرابی اپنی ایک اونٹنی لایا وہ اس سے آگے نکل گئی مسلمانونکو یہ امر نہایت ناگوار گذرا آپنے فرمایا انہ حق علی اللہ ان لا یرفع شیئا من الدنیا الا وضعہ اور حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد ہی کہ کوئی شخص سمندر کی موج پر عمارت نہین بنا سکتا موج سمندر سے غرض دنیا ہی اسلیے اُسکو اپنا قرارگاہ نہ سمجھو اور بعض حوارین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہم کو ایک ہی بات تبلادیجیے جس سے خدا ہم سے محبت کرنے لگے آپنے فرمایا کہ دنیا سے بغض کرو خدا تمسے محبت کریگا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا ولھانت علیکم الدنیا ولآثرتم الاخرۃ اور یہ خود اُنکا قول ہی کہ مین جانتا ہون اگر تم کو معلوم ہو تو تم خاک کے تودون پر نکل نکلکر اپنے لیے رُوو اور اپنا مال ایسی طرح چھوڑ دو کہ کوئی اُسکا محافظ نہو اور نہ کوئی اُسکا پرسان ہو صرف اسقدر کہ داخل ضرورت ہی البتہ پوچھا جاوے مگر تمھارے دلون سے آخرت کی یاد جاتی رہی اور اس سے پرے ہوگئے اسلیے دنیا تمھارے اعمال پر چھاگئی اور تم جاہلونکی طرح ہوگئے بعض تم مین سے بہائم سے بھی برے ہوگئے کہ عاقبت کے خوف سے اپنی تمنا نہین چھوڑتے تمکو کیا ہوا ہی کہ آپسمین محبت و نصیحت نہین کرتے دین کے بھائی کہلاتے ہو تمھارے خبث باطن کی جہت سے سکی آرزو مین جدا جدا ہین اگر اچھی بات پر اتفاق کرلیتے تو یقینًا ایک دوسرے سے محبت بھی کرتے یہ کیا بات ہی کہ دنیا کے امور مین تو ایک دوسرے کی خیرخواہی کرتے ہو آخرت کی باتون مین نہین کرتے کسی سے خیرخواہی اپنے دوست کی نہین ہوسکتی نہ امر آخرت مین اُسکی اعانت بن آوے یہ باتین ضعف ایمان کی باعث ہین اگر آخرت کے خیر و شر کو یقینی جانتے جیسے دنیا کی بھلائی برائی سمجھتے ہو تو آخرت ہی کی طلب کو اختیار کرلیتے کہ اس سے سب کام بنتے ہین اگر یون کہو کہ آخرت غائب ہی اور دنیا موجود اسلیے نقد سردست کی محبت غالب ہی تو یہ وجہ بھی ہیچ ہی کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ دنیا مین جو باتین

کہ تمھارے سامنے نہین ہین اُنکے لیے صدہا طرح کی مصیبتین اُٹھاتے ہو اور رنج اور دُکھ سہتے ہو اور بیسیون طرح کے حرفے اُس کے حصول کے لیے کرتے ہو اور جس واسطے کرتے ہو وہ امر موہوم ہی ہوتا ہے شاید اس محنت سے بھی میسر نہو واقع مین دیکھو تو تم اچھے نہین ہو جس چیز سے کہ تمھارے ایمان کا مامن معلوم پڑتا اُسپر تمھارا اعتقاد ٹھیک نہین پس اگر تم کو جو باتین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین اُنمین شک ہو تو ہمارے پاس آؤ ہم بیان کرین اور نور ایمانی سے وہ بات دکھلا دین جس سے تمھارا اطمینان ہو جاوے بخدا تم عقل مین کم نہین ہو کہ ہم تم کو معذور جانین دنیا کے امور مین تمھاری راے بہت پکی ہوتی ہی اور اپنے سب کام ہوشیاری سے کرتے ہو یہ کیا ہی کہ ذراسی دنیا ملے تو اُسپر ہشاش بشاش ہو اور اگر تھوڑی سی چیز جاتی رہے تو اُسکا رنج کرو یہان تک کہ چہرہ پر اُسکے آثار معلوم ہوتے ہین اور زبان پر آجاتے ہین اور اس کو مصیبت نام رکھو چھوڑا ہے اُس کا بڑا سوگ کرتے ہو لیکن اکثر دین نے تم مین سے بہت سا دین چھوڑ دیا اس سے نہ تمھارا چہرہ بگڑتا ہے نہ حال بدلتا ہے مجھے ایسا سوجھتا ہی کہ خدا تعالی تم سے ناراض ہو گیا جب آپس مین ملتے ہو تو اظہار فرقت کرتے ہو اور ہر ایک کو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ دوسرا کے سامنے اُسکو بُری لگتی بات کہے اس خوف سے کہ کہین وہ بھی اپنے ساتھ اسی طرح پیش نہ آوے غرضکہ کینہ کو ساتھ لیے رہتے ہو تمھاری باتین گھورے کی سی سبزی ہی اور بڑی بات کو چھوڑے ہوے ہو مین خدا سے چاہتا ہون کہ مجکو تمسے نجات دے اور اُس شخص سے ملادے کہ جسکے دیدار کا مین مشتاق ہون اگر وہ زندہ ہوتے تو تمھاری برداشت ہرگز نہ کرتے اب اگر تم مین کچھ بھلائی ہی تو مجھسے سن چکے اور اگر خدا کے پاس کی چیز کے طالب ہو تو اُسکو آسان پاؤگے اُسکا حاصل ہونا کچھ مشکل نہین اللہ تمکو اور مجکو دونون کو مدد دے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حوارین دین کو پورا ثابت لے لو اور تھوڑی سی دنیا پر قناعت کرو جیسے کہ دنیا کے لوگ دنیا پوری لیتے ہین اور تھوڑے سے دین پر راضی ہو جاتے ہین ؎ مال دنیا دام مرغان ضعیف ؎ ملک عقبیٰ دام مرغانِ شریف ؎ سوے دریا عزم کن زین آبگیر ؎ بحر جوے وترک این گرداب گیر ؎ اور یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہی کہ اے وہ شخص جو دنیا کو اسواسطے طلب کرتا ہے کہ اس سے نیکی کرے تیرے حق مین اُسکا ترک کرنا ہی نیک ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لتاتینکم بعدی دنیا تاکل ایمانکم کما تاکل النار الحطب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خداوند کریم نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ محبت دنیا کی طرف میل نہ کرنا ورنہ کوئی گناہ کبیرہ میرے نزدیک اس سے سخت نہوگا اور ایکبار آپ ایک شخص کے پاس گذرے کہ وہ رو رہا تھا جب پھر کر آئے تب بھی روتے پایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی تیرا بندہ تیرے خوف سے روتا ہی حکم ہوا کہ اے ابن عمران اگر یہ شخص روتے روتے اپنا دماغ بھی آنسوؤن کے ساتھ بہا دیگا اور ہاتھ اُٹھائے اُٹھائے گر پڑینگے مین اُسکی مغفرت نہ کرونگا اسلیے کہ محبت دنیا مین مبتلا ہی آثار حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جس شخص مین چھ باتین جمع ہون اُسنے جنت کے لیے کوئی مطلب نہین اُٹھا رکھا نہ دوزخ سے بچاؤ کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت کیا اول یہ کہ خدا کو پہچان کر اُسکی اطاعت کی دوسرے شیطان کو پہچانکر اُسکی نافرمانی کی تیسرے حق کو پہچان کر اُسکا اتباع کیا چوتھے باطل کو جانکر اُس سے بچا پانچوین دنیا کو معلوم کر کے اُس کو ترک کیا چھٹے آخرت کو جان کر اس کی طلب کی اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ خدا تعالی رحم کرے اُن لوگون پر جنکے پاس دنیا امانت رہے اور اُسکے مستحقون کو سونپ کر خود

ح آدیگی تمھارے پاس بعد میرے دنیا کھاویگی ایمان تمھارے جیسے کھاتی ہو آگ لکڑی کو اسکی سند نہین ملی ۱۲

ہلکے پھلکے جلد مین اور نیز فرمایا کہ جو شخص تم سے دین کے باب مین منافست یعنی حرصا حرصی کرے تو اُسکی حرص کرنی چاہیے اور جو دنیا کے باب مین حرص کرے تو حرص دنیا دی اُسی کے سینہ مین چھوڑ دو اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ دنیا ایک گہرا سمندر ہی اسمین بہت سے لوگ ڈوب گئے تم اپنی کشتی دنیا مین تقوی کو بناؤ اور ایمان کو اُسمین رکھو اور توکل کا بادبان چڑھاؤ تا کہ اس موجہ سے نجات پاؤ گو مجھے معلوم نہین ہوتا کہ نجات ملے اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ مین اس آیت مین بہت تامل کرتا ہون انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا وانا لجاعلون ما عليها صعيدا جرزا اور بعض حکما کا قول ہی کہ آدمی کو جو شی دنیا مین سے کسی روز ملتی ہی وہ ایسی ہوتی ہی کہ اُسکا پہلے بھی کوئی قابض تھا اور اُسکے بعد اُسکا کوئی مالک ہوگا اُسکو صرف اُسیقدر ملتا ہی جو صبح اور شام کھا پی لیا پس لقمہ کے واسطے تباہ ہونا نچاہیے بلکہ دنیا سے روزہ رکھے اور آخرت پر افطار کرے اور دنیا کا راس المال خواہش نفس ہی اور اُس کا نفع آتش دوزخ ہی اور بعض راہبون سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کا کیا حال ہی اُسنے جواب دیا کہ بدنون کو پرانا کرتی ہی اور امیدون کو نیا اور موت کو نزدیک کرتی ہی اور آرزوون کو دور پھر پوچھا کہ دنیا کے لوگون کا کیا حال ہی جواب دیا کہ جس کو ملتی ہی وہ مشقت مین پڑتا ہے اور جسکو نہین ملتی وہ رنج اُٹھاتا ہی ؎ بلاے زین جہان آشوب ترزیست ٭ کہ رنج خاطرست ار ہست وگر نیست ٭ اور بعض حکما کا قول ہی کہ دنیا تھی اور مین نہ تھا اور یہ رہیگی اور مین نہ رہونگا مین اُسکی طرف رغبت نہین کرتا اسلیے کہ اُسکی زندگی تلخ ہی اور اسمین کدورت کا نام صفائی ہی اُسکے لوگون کو اُسکی طرف سے ایک ایک خوف لگا رہتا ہی خواہ نعمت کے دور ہونیکا یا مصیبت کے آنیکا یا موت کے کام کر جانیکا اور بعضون کا قول ہی کہ دنیا کے عیبون مین سے ہی کہ کسی کو استحقاق کے بموجب نہین دیتی کمی بیشی خواہ نخواہ ہوتی ہی اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ دنیا کی نعمتونکو لحاظ کرو گویا اُنپر خفگی ہوئی اور نا اہلونکے حوالہ کی گئین ہین اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جو دنیا کو محبت سے طلب کرتا ہی جتنی اُسکو ملتی ہی اس سے زیادہ ہی کا طالب ہوتا ہی ؎ گفت چشم تنگ دنیا دار را ٭ یا قناعت پر کند یا خاک گور ٭ اور جو آخرت کو محبت سے طلب کرتا ہی اُسکا بھی یہی حال ہی کہ جتنی ہے اُس سے زیادہ چاہتا ہے نہ اُسکی کچھ انتہا ہی نہ اُسکی اور ایک شخص نے ابو حازم رح سے شکایت دنیا کی محبت کی کی کہ باوجودیکہ مجھے اُس مین رہنا نہین پھر بھی محبت اُسکی ہی آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم کو خدا دے یہ دیکھ لیا کرو کہ وجہ حلال سے ملے اور پھر اُسکو جہان مناسب ہو وہان خرچ کیا کرو تو محبت دنیا ضرر نہ کریگی اور یہ اسلیے فرمایا کہ اگر صرف محبت ہی پر نفس کو مواخذہ کیا جاوے تو مشقت عظیم پڑا ور تنگ ہو کر موت کی آرزو کرنے لگے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دنیا شیطان کی دوکان ہی اسمین سے مت چراؤ نہین تو وہ تمہارے پیچھے لگیگا اور پکڑیگا اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر دنیا سونے کی ہوتی اور فنا ہو جاتی اور آخرت ٹھیکری ہوتی اور باقی رہتی تب بھی عقل کو یہی چاہیے تھا کہ باقی ہی چیز کو پسند کرتے اور فانی کو چھوڑتے مگر اب تو یہ فانی چیز ٹھیکری ہی اور باقی سونے کی نہین معلوم کہ ہم نے ذلیل واہیات چیز کو اس عمدہ چیز سے کیون پسند کر رکھا ہی اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ اپنے آپکو دنیا سے بچاؤ اسلیے کہ مجکو یون روایت پہنچی ہی کہ قیامت کے روز دنیا کی تعظیم کرنیوالا کھڑا کیا جاویگا کہ یہ وہ شخص ہی جسنے ایسی چیز کی تعظیم کی جسکو خدا تعالی نے حقیر بنایا تھا اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہر ایک انسان مہمان ہی اور اُسکا مال امانت ہی پس مہمان ایک روز چل بسے گا اور امانت

[illegible]

مالک کے پاس واپس جاویگی سو مال اور اہل کو سمجھو کہ ودیعت ہین سب یہ ہی ضروری کہ کبھی تمسے یہ واپس لیوین یہ اور حضرت رابعہ کے پاس اُنکے مرید ملازمت کے لیے حاضر ہوے اور دنیا کا ذکر کرکے اُسکی مذمت کرنے لگے اُنھون نے فرمایا کہ چپ رہو اس کا ذکر مت کرو اگر اُسکی جگہ تمھارے دلون مین نہ ہوتی تو کثرت سے ذکر کیون کرتے یہ بات ظاہر ہی کہ جو شخص کسی چیز کی محبت رکھتا ہی اُسکا ذکر بہت کیا کرتا ہی اور حضرت ابراہیم ادہم سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی اُنھون نے ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ

بگاڑا دین کو اپنے کہین دنیا ہی ملجائے
نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے مزے پائے
بڑی دولت ملے اُسکو جو ہو اللہ کا عاشق
اُمید اجر عقبیٰ پر یہ دنیا اُس سے چھٹ جائے

اور ایک دوسرے کسی شاعر کے قطعہ کا ترجمہ یہ ہی نظم

طلب مین دنیا کی ہر گو کسی کی عمر دراز
رہا کرے مئے عیش و سرور سے دمساز
و لیک اُسکی مثل اسطرح ہو آخر کار
بنائے کوئی عمارت کو جون کرے بسمار

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

مملکت گرسے نماند جاودان
ای دولت خفتہ تو آن را خواب دان
ہیچ دل را بہ چنین گنجے منہ
نام دولت بر چنین رنجے منہ
گفتہ بندہمت آنکہ تحقیق خواندہ
صد پندار سے دبر در ماندہ
مرد باش و سخرۂ مردان مشو
رو سر خود گیر و سرگردان مشو

اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر دنیا کو آخرت کے عوض مین دے ڈالوگے تو دونون نفع رہیگا اور آخرت کو دنیا کے بدلے مین دوگے تو دونون مین نقصان رہیگا اور مطرف بن شخیر فرماتے ہین کہ بادشاہونکے عیش چاہ اور گدڑ گدے فروش کو نہ دیکھنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہین اور انجام کیسا برا ہوتا ہی اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تین حصے کیے ہین ایک حصہ مومن کیواسطے اور ایک منافق کے اور ایک کافر کیلیے مومن اُسکو توشۂ آخرت بناتا ہی اور منافق ظاہر کی زینت کرتا ہی اور کافر اس سے کامیاب ہوتا ہی اور بعضونکا قول ہی کہ دنیا مردار ہی جو کوئی اُسمین سے کچھ لینا چاہے تو کتون کے ساتھ رہنے پر صبر و تحمل کرے اور دنیا کی برائی مین حافظ شیراز فرماتے ہین سہ مجو درستی عہد از جہان سست نہاد کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد ست + فریب عشوۂ حسن از جہان پیر مخور + کہ ہر کہ دید دا و اختلاط ناشاد ست + اور حضرت ابو دردا فرماتے ہین کہ یہ بھی خدا کے نزدیک دنیا مین سے ہی کہ خدا کی نافرمانی دنیا ہی کے باب مین ہوتی ہے اور اُسکے پاس کے مدارج بے دنیا چھوڑے نہین ملتے سہ جو خوب غور سے دنیا کو دیکھے کوئی لبیب بہ لباس دوست مین دشمن نظر پڑے اُسکو

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

دنیا اک زال بیسوا ہے
بے مہر و حیا و بے وفا ہے

دستور ہے اسکا سب نرالا	اللہ نہ ڈالے اس سے پالا
رہتی نہین ایک جا پہ جم کر	پھرتی ہے بہ رنگ زرد گھر گھر
جو اس مین پھنسا ہوا وہ برباد	خوشحال وہی ہے جو ہے آزاد

اور حضرت ابو امامہ باہلی رضہ فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے شیطان کا لشکر اُس کے پاس آیا کہ ایک نبی مبعوث ہوئے اور اُنکی امت ظاہر ہوئی اُسنے پوچھا کہ اُنکی امت کو محبت دنیا بھی ہی لشکر نے کہا کہ ہان محبت دنیا ہی اُسنے جواب دیا کہ اگر محبت دنیا اُنہین ہی تو بت پرستی نہ کرنے سے کیا ہوتا ہی ابھی تین وجہ سے میری آمد و رفت اُنکے پاس صبح و شام رہیگی اول مال کا ناحق لینا دوم اُسکو بیموقع صرف کرنا سوم صرف کرنے کی جگہ سے روک لینا اور یہ ایسی بات ہی کہ ساری برائی اسی کے پیچھے ہی اور ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ کچھ وصف دنیا کا ارشاد فرمائیے آپنے فرمایا کہ ایسے مکان کی کیا تعریف کرون کہ جو اسمین تندرست ہی بیماری سے نڈر نہین اور جو بیمار ہو نادم ہوا اور جو مفلس ہو جاوے تو غم کرے اور تونگر ہو تو بلا مین پھنسے مال حلال ہو تو حساب دینا پڑے اور حرام ہو تو عذاب مین مبتلا ہوا اور پھر دوبارہ کسی نے آپ سے دنیا کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہو تو مختصر کہون اور کہو تو طویل بیان کرون سائل نے کہا کہ مختصر فرمائیے آپنے فرمایا کہ اُسکے حلال کا حساب دینا ہوگا اور حرام کا عذاب سہنا ہوگا اور حضرت مالک بن دینار رہ فرماتے ہین کہ اس جادوگرنی یعنی دنیا سے بچے رہو یہ علما کے دلون پر جادو کردیتی ہی اور حضرت ابو سلیمان دارانی رہ کا قول ہی کہ جب آدمی کے دل مین آخرت ہوتی ہی تو دنیا اُسکا مقابلہ کرتی ہی لیکن اگر دنیا دل مین ہوتی ہی تو آخرت مقابل نہین ہوتی اسلیے کہ آخرت شریف ہی اور دنیا کمینی کمینے کا مقابلہ شریف سے نہین ہو سکتا اس قول مین بڑی شدت ہی ہم کو توقع ہی کہ اس باب مین قول حضرت یسار بن حکم کا اس سے صحیح ہو وہ فرماتے ہین کہ دنیا و آخرت دونون دلمین اکٹھی ہوتی ہین جو غالب ہو جاتی ہی دوسری اسکی تابع رہتی ہی اور حضرت مالک بن دینار رہ فرماتے ہین کہ جتنا دنیا کے لیے تردد کرو اتنا ہی آخرت کی فکر دل سے جاتی رہتی ہی اور جتنا آخرت کا تردد کرو اتنا ہی دنیا کی فکر دل سے ٹل جاتی ہی اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نکلا ہی کہ آپ فرماتے ہین کہ دنیا و آخرت دو سوتین ہین جتنا ایک راضی ہوگی اُسی قدر دوسری ناخوش ہوگی اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ بخدا ہمکو ایسے لوگ ملے ہین جنکے نزدیک دنیا خاک پا سے بھی زیادہ ذلیل تھی اُنکو اُسکی کچھ پروا نتھی کہ دنیا کدھر آئی اور کدھر کو چلی گئی اور کس کے پاس رہی اور کس کے پاس سے جاتی رہی اور ایک شخص نے اُنسے پوچھا کہ آپ اس شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین جب کہ خدا نے دیا ہوا اور وہ اُسکو خیرات اور صلہ رحم اور اہل وعیال کی خبرگیری مین اچھی طرح صرف کرتا ہو اُسکو جائز ہی کہ خود بھی تنعم کرے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین اگر ساری دنیا بھی کسی کی ہو جاوے تب بھی بقدر کفاف ہی اسمین سے لے اور باقی کو اپنی احتیاج کے دن کے لیے یعنی قیامت کیلیے رکھ چھوڑے اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ اگر بالفرض تمام دنیا میرے قبضے مین وجہ حلال سے چلی آوے اور اُسکا حساب بھی آخرت مین مجھ سے نہ لیا جاوے تب بھی مین اسکو ناپاک سمجھون جیسے تم لوگ مردار کو سمجھتے ہو کہ کہین کپڑے کو نہ لگ جاوے اور روایت ہی کہ حضرت عمر رضہ جب شام مین پہونچے تو حضرت عبیدہ بن جراح اُنکے استقبال کو ایک اونٹنی پر

تشریف لائے جسکی مہار رسی کی تھی حضرت عمر رضہ اُنکے مکان پر تشریف لیگئے تو بجز ڈھال و تلوار اور اونٹنی کی زین کے اور کچھ نہ دیکھا فرمایا
کہ گھر کا سامان بنالو تو کیسا اُنھون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ سامان ہم کو خوابگاہ تک پہونچانیکو کافی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ
اُسوقت کا ہے کہ حضرت عبیدہ شام کے لشکر کے سپہ سالار تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسب استدعا کفار صلح کیواسطے تشریف
لے گئے تھے بعض روایتون مین ہے کہ حضرت کی دعوت سب رؤسا لشکر نے کی تھی مگر حضرت عبیدہ رضہ نے نہین کی تھی آپنے اُنکو فرمایا کہ
مین تمھارا مکان دیکھنا چاہتا ہون اُنھون نے عرض کیا کہ آپ میرے یہان تشریف لیجا کر روئینگے آپنے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین چنانچہ
جب تشریف لیگئے تو وہی سیف و سپر دیکھی اور بیٹھنے کے لیے ایک چٹائی تھی اور ایک کوزہ پانیکا رکھا تھا آپکو یہ زہد انکا دیکھتے ہی
رونا آگیا اُنھون نے عرض کیا کہ مین تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آپ میرے یہان گریہ فرمائینگے آپنے فرمایا کہ مین تمھاری اس اوقات سے
بہت خوش ہون کہ تمھین میرے یارون سے پہلے طریقہ پر ہو اور باقی کو ہر کسی سے دنیا نے کچھ نہ کچھ لے ہی لیا غرضکہ دنیا کو جیسا تمھین گئون نے
پہچانا تھا اور احکام الٰہی کو دل سے سچا جاننا اتباع رسول مقبول پر شیفتہ تھے اور محبت آخرت پر فریفتہ اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین
کہ دنیا کو بدن کی آسائش ضروری کیلئے لینا چاہیے اور آخرت کو دلکی راحت دائمی کیواسطے لینا چاہیے اور حضرت حسن فرماتے
ہین کہ بخدا بنی اسرائیل نے جو بعد خدا پرستی بت پرستی اختیار کی صرف محبت دنیا کے باعث کی اور وہب رح فرماتے ہین کہ مین نے بعض
کتابون مین پڑھا ہے کہ دنیا ہوشیارون کیلیے غنیمت ہے اور جاہلون کے لیے غفلت یعنی دانا آدمی اسمین اعمال نیک کرنے کو نوٹ
اور مفت سمجھتے ہین اور نادان اسکو پہچانتے نہین جب اُس سے انتقال کرتے ہین تو پھرنے کی تمنا کرتے ہین پھر لوٹنا کہان میسر ہوتا
ہے اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ جب سے تو دنیا مین پیدا ہوا وہ پیٹھ دیتی چلی جاتی ہے اور آخرت منھ کے سامنے آتی جاتی ہے پس
اپنے آپ کو ایسی ہی جگہ پہونچانا چاہیے جو نزدیک اور سامنے ہے دور کی جگہ سے کیا فائدہ اور سعید بن مسعود رح کا قول ہے کہ جب یہ
معلوم ہو کہ کسی شخص کی دنیا بڑھتی جاتی ہے اور دین کم ہوتا جاتا ہے اور وہ اس سے خوش ہے تو جان لو کہ وہ شخص بڑے ٹوٹے مین ہے اسکو
دنیا نے مسخرہ بنالیا ہے حالانکہ اُسکو خبر بھی نہین اور حضرت عمرو بن العاص نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا کہ جس چیز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم زہد کیا کرتے تھے اُسمین مین تمکو زیادہ راغب پاتا ہون بخدا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تین دن ایسے کبھی نہین گذرے کہ آپکی
آمدنی قرض سے زیادہ ہو اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایکبار یہ آیت پڑھی فلا تغرنکم الحیوة الدنیا اور پھر فرمایا کہ جانتے ہو یہ کسکا قول
ہے یہ اُسکا قول ہے جسنے دنیا کو پیدا کیا اور اُسکا حال بھی وہی خوب جانتا ہے تم کو چاہیے کہ دنیا کے تعلقون سے کنارہ کرو اسمین بہت سے
کاروبار رہتے ہین ایک کام جب آدمی کو درپیش ہوتا ہے تو دس اور درپیش ہو جاتے ہین اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ آدم زاد بڑا مسکین ہے
ایسے مقام پر خوش ہے کہ جسکے مال حلال مین حساب ہو اور حرام مین عذاب اپنے مال کو کتنا ہی کم جانتا ہے مگر اعمال کو تھوڑا نہین سمجھتا
دین مین اگر کوئی مصیبت پڑے تو خوش ہوتا ہے اور دنیا کی مصیبت پر واویلا مچاتا ہے اور ایکبار اُنھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز
کو خط لکھا کہ بعد سلام معلوم ہو کہ اپنے آپکو ایسا سمجھو کہ موت نے مردون مین لکھ دیا ہے اُس کا جواب اُنھون نے لکھا کہ بعد سلام کے
معلوم ہو کہ یون سمجھو کہ دنیا مین کبھی تھے ہی نہین ہمیشہ آخرت ہی مین رہے اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دنیا

مین آنا تو آسان ہی مگر نکلنا سخت مشکل ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ جسکو یہ معلوم ہو کہ موت حق ہی بڑا تعجب ہی کہ وہ کس طرح خوش ہوتا ہی اور یہ بھی عجیب بات ہی کہ جسکو یقین ہو کہ دوزخ حق ہی وہ کس طرح ہنستا ہی اور جو دنیا کے حالات بدلتے دیکھتا ہی وہ کیسے اُس پر اعتماد کرتا ہی اور جو تقدیر کو برحق جانتا ہی وہ کیون مشقت اُٹھاتا ہی اور حضرت معاویہؓ کے پاس ایک شخص نجران سے آیا جس کی عمر دو سو برس کی تھی آپ نے اس سے دنیا کی کیفیت پوچھی اُسنے عرض کیا کہ کچھ برس مصیبت مین کٹے او کچھ آرام مین دن رات یون ہی گذرے جاتے ہین پیدا ہونے والے پیدا ہوتے جاتے ہین مرنے والے مرجاتے ہین اگر بچے پیدا نہون تو مخلوق تباہ ہو جاوے اور اگر موت نہ آوے تو دنیا مین گنجائش آبادی کی نہ رہے آپنے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہے مانگ اُسنے عرض کیا کہ میری عمر گذشتہ آپ دے سکتے ہین یا موت جو آنے والی ہی اسکو روک سکتے ہین آپنے فرمایا کہ یہ تو دونون باتین نہین ہو سکتین اُسنے عرض کیا کہ تو پھر مجھکو آپ سے کچھ حاجت بھی نہین اور داؤد طائی رح فرماتے ہین کہ ای انسان تو اپنی آرزو کے پورا ہونیسے خوش ہوتا ہی یہ نہین جانتا کہ عمر ضائع کرکے یہ آرزو ملی عمل کے کرنے مین آج کل کرتا ہی شاید اُسکا نفع کسی اور کو ہوگا اور حضرت بشر فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالی سے دنیا کی طلب کرتا ہی تو یہ چاہتا ہی کہ خدا کے سامنے زیادہ ٹھہرا رہون یعنی قیامت کو اتنا ہی حساب مین دیر لگے گی ابو حازم فرماتے ہین کہ دنیا مین خوشی کی کوئی ایسی چیز نہین جسکے ساتھ رنج نہ ہو اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ آدمی کا دم دنیا سے تین حسرتون کے ساتھ نکلتا ہی اول یہ کہ جو جمع کیا تھا اس سے سیر نہوا دوسرے جو تمنا تھی وہ پوری نہوئی تیسرے توشہ آخرت اچھی طرح نہ کرلیا اور بعض عابدون سے کسی نے کہا کہ تم تو تونگر ہوگئے اُسنے جواب دیا کہ تونگر وہ ہی جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہو جاوے اور حضرت ابو سلیمانؒ کا قول ہی کہ دنیا کی خواہش سے وہی صبر کرتا ہی جس کے دلمین شغل آخرت ہو اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ ہم سب مین دنیا کی محبت آگئی کہ نہ ایک دوسرے کو امر معروف کرتے ہین نہ نہی منکر اور اس امر سے ہمکو خدا تعالی درگذر نہین کریگا معلوم نہین کہ کونسا عذاب ہمپر نازل ہوگا اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ تھوڑی سی دنیا بہت سی آخرت سے باز رکھتی ہی اور حضرت حسنؒ کا قول ہی کہ دنیا کو ذلیل سمجھو جو کوئی اسکو ذلیل جانتا ہی اُسی پر سب سے زیادہ گوارا ہوتی ہی اور جب اللہ تع کسی بندہ پر احسان کیا چاہتا ہی تو اُسکو کچھ دنیا عنایت کر دیتا ہی جب وہ ہو چکتی ہی پھیر دیتا ہی اور جب اُسکے نزدیک کوئی بندہ ذلیل ہوتا ہی تو اُسپر دنیا کا بہت سا پھیلاو کر دیتا ہی اور بعض اکابر یون دعا مانگتے ای وہ شخص کہ آسمانون کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہی مجھ سے دنیا کو روک دے اور محمد بن منکدر رحمہ اللہ کا قول ہی کہ بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ تمام عمر روزہ رکھا ہوگا اور تہجد پڑھا ہوگا شب بیداری مین فتور نہ کیا ہوگا مال خیرات کیا ہوگا اللہ کی راہ مین جہاد کیا ہوگا منہیات سے بچے ہونگے مگر قیامت کو جب سامنے ہونگے تو یہ کہا جاویگا کہ اُنھون نے اپنے نزدیک اُس چیز کو بڑا سمجھا جو خدا نے چھوٹا کیا تھا اور جسکو خدا نے بڑا کیا تھا اسکو حقیر جانا دیکھا چاہیے ایسونکا کیا حال ہوگا ہم مین سے کون ایسا ہی جسکا یہ حال نہو اور اُسپر طرہ یہ ہی کہ گناہونکا بار سر پر ہی اور ابو حازم رح کا قول ہی کہ دنیا و آخرت دونونکی مشقت زیادہ ہی آخرت کی تو اسلیے ہی کہ کوئی یار و مددگار نہین کہ کام آوے اور دنیا کی اسوجہ سے کہ جب اسمین ہاتھ ڈالو اُسکو تم سے پہلے کسی نہ کسی بدکار نے کر لیا ہی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دنیا ادھر مین ٹھہری ہوئی ہی جیسے پرانی مشک لٹکتی ہو جب دان سے اُس کو خدا نے پیدا کیا اور جب تک فنا کریگا

یہی پکارتی ہی کہ الٰہی تو مجھکو کیون بُرا جانتا ہی ارشاد ہوتا ہی کہ او ناچیز چپ رہ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہین کہ محبت دنیا اور گناہون کی دل کو پراگندہ کر دیتی ہی اُسمین خیر کسطرح پہونچے اور وہب بن منبہ رح کا قول ہی کہ جس شخص کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہوتا ہی وہ حکمت چوک جاتا ہی اور جو شخص اپنی شہوت اپنے پانُون تلے کر لیتا ہی شیطان اُسکے سایہ سے بھاگتا ہی اور جس کسی کا علم ہوائے نفسانی پر غالب ہوتا ہی وہ بڑا زبردست ہی اور حضرت بشر رح سے کسی نے کہا کہ فلان شخص مر گیا اُنھون نے فرمایا کہ دنیا کو جمع کیا اور آخرت مین پہونچکر اپنی جان کھوئی لوگون نے کہا کہ وہ تو بہت سی نیکیان کیا کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے جمع کرنے کے ساتھ ان چیزون سے کیا فائدہ ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ باوجودیکہ دنیا کو ہم دشمن سمجھتے ہین پھر بھی اسکی محبت کرتے ہین اگر کہین دوست سمجھتے تو کیا جانے کیا حال ہوتا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کسکو ملتی ہی اُس نے جواب دیا کہ جو اُسکو چھوڑ دے پھر پوچھا کہ آخرت کس کی ہی اُسنے جواب دیا کہ جو اُسکو طلب کرے اور ایک حکیم کا قول ہی کہ دنیا اُجڑا ہوا مکان ہی اور اس سے زیادہ تر وہ دل اجاڑ ہی جو دنیا کا پھیلاؤ چاہے اور بہشت ایک آباد مکان ہی اور اس سے زیادہ آباد وہ دل ہی جسمین جنت کی طلب ہو اور حضرت جنید بغدادی روایت کرتے ہین کہ امام شافعی رح کے سچے مرید تھے دین کے باب مین حق کہتے ایک اپنے برادر دینی کو نصیحت کے طور پر خدا سے ڈرا کر یون فرمایا ای برادر دنیا جائے لغزش قدم ہی اور محل مذلت و مذمت اسکی آبادی کا مآل خراب ہوتا ہی اور رہنے والون کا انجام قبر دان مین بیتاب ہونا جتنی جمعیت ہی اُسکو علیحدگی لازم ہی اور ہر تونگری کے ساتھ فقیری قائم اسکی کثرت موجب تنگدستی ہی اور تنگدستی باعث فراخ دستی پس ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہو اور اسکی روزی پر قانع اس دار فنا کو دار بقا پر ترجیح مت دے زندگی ڈھلتا ہوا سایہ ہی یا جھکی ہوئی دیوار اعمال کی کثرت کر اور امل کو کم کر اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمھین خواب مین چاندی کا سکہ ملے وہ اچھا ہی یا جاگتے مین سونیکا سکہ اُسنے جواب دیا کہ جاگتے مین سونیکا سکہ بہتر ہی آپ نے فرمایا یہ بات تم نے جھوٹ کہی اسلیے کہ جس چیز کو تم دنیا مین بہتر سمجھتے ہو وہ گویا خواب کی چیز کو بہتر جانتے ہو اور آخرت کی چیز کو جو اچھا نہین جانتے وہ گویا جاگتے کے وقت کی چیز کو اچھا نہین سمجھتے اور اسمعیل بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہی کہ ہمارے ساتھی سب دنیا کو سورنی کہا کرتے تھے کہ ای سورنی ہم سے الگ رہ اور اگر کوئی نام اس سے بھی بُرا انکو ملتا تو اسی نام سے پکارتے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ دنیا تم کو ایسا تک محبوب ہوگی کہ تم اسکی اور اسکے لوگونکی پرستش کرنے لگوگے اور حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ عاقل تین شخص ہین اول وہ کہ دنیا کو ترک کرے پہلے اس سے کہ دنیا اُسے ترک کرے دوسرے وہ کہ قبر اپنی پہلے قبر مین جانے سے بنائے تیسرے وہ کہ خالق کو پہلے حاضر ہونے سے راضی کرے اور نیز فرمایا کہ دنیا مین اسقدر نحوست ہے کہ اگر اسکی تمنا ہی کرو تو خدا تعالیٰ کی طاعت سے باز رکھے اور بالکل اسمین مصروف ہونا تو اُس سے بڑھکر ہی اور بکر بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہی کہ جو کوئی دنیا کو اس غرض سے چاہے کہ مجھے دنیا کی حاجت نہ رہے تو اُسکی مثال ایسی ہی کہ آگ کو گھاس سے بجھانا چاہے اور بندار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہین کہ جب دنیا دار زہد کے باب مین گفتگو کرین تو جان لو کہ شیطان نے انکو مسخرہ بنا رکھا ہی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ جو شخص دنیا پر حرص کریگا حرص کی آگ اسکو جلا کر راکھ کر دیگی اور جو کوئی آخرت کا متوجہ ہوگا تو آخرت کی حرارت

سے پگھل کر ڈھلے ہوے سونے کیطرح کا کام ہو جائے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا تو انوار توحید سے در بے بہا بنجائیگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہین کہ دنیا مین چھ چیزین ہوتی ہین کھانا پینا پہننا سواری نکاح خوشبو سب کھانون مین عمدہ شہد ہی وہ مکھی کا لعاب ہی اور پینے کی چیزون مین اچھا پانی ہی جسمین نیک و بد سب مساوی ہین اور پوشاک کی چیزون مین اشرف حریر ہی جو کیڑون کے لعاب سے بنتا ہی اور سواریون مین اشرف گھوڑا ہی جسپر لڑائی مین مارے جاتے ہین اور منکوحات مین سے اشرف عورت کی صحبت ہی جو پیشاب گاہ کا پیشاب گاہ مین جانا ہی عورت اپنے بدن سے اچھے اعضا کو بناتی سنوارتی ہے مگر اُمین سے سب سے بری چیز کی طلب ہوتی ہی اور سونگھنے کی چیزون مین عمدہ مشک ہی جو حیوان کے خون سے بنتا ہی غرضکہ سب چیزین ایسی ہی واہیات ہین

دوسرا بیان اُن نصیحتونکا اور وعظونکا جنمین دنیا کی مذمت اور صفت مذکور ہی

بعض اکابر کا قول ہی کہ لوگو آہستہ عمل کرو اور اللہ سے ڈرو زندگی پر عشرت بھولو اور موت کو مت بھولو دنیا کے طالب نہو اور نہ اُسکے راغب کیونکہ وہ بڑی مکار ہی اور دغا شعار اول اپنے مغالطونکو چکناتی ہی پھر آرزون مین پھنساتی ہی طالبین کیواسطے اُسکی زینت اُنکی ہی جیسے جلوہ کیوقت دلھن کی صورت ہر ایک کی نگاہ اسی پر پڑتی ہی تمام دل اُسکے شیفتہ ہین اور جانین اسکی فریفتہ بہت سے عاشقون کو اُسنے خاک مین ملایا اور جسنے اُسپر اطمینان کیا اسکو ذائقہ رسوائی چکھایا بھائیو اسکو بچشم حقیقت سے دیکھو کہ اسمین کتنی آفتین ہین اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہی کہ خود خالق نے اسکی مذمت کی ہی اسمین جو نیا ہی وہ پرانا ہوگا اور جو موجود ہی وہ فنا عزیز ذلیل ہوگا اور کثیر قلیل ہر زندہ کو موت آویگی اور خیر سب فوت ہو جاویگی بھائیو خواب غفلت سے جاگو اور بیہوشی سے دور بھاگو بیشتر اس سے کہ لوگ تم کو کہین کہ فلان شخص بیمار ہی اور مرض سخت مین گرفتار کوئی کچھ دوا بتادو یا حکیم کو بلادو پھر طبیب تمھارے لیے آوین مگر تم مین توقع شفا کی نپاوین پھر یہ مشہور ہو کہ فلان شخص نے وصیت کی اور اپنے مال کو یون تقسیم کیا اور جسکے پاس سے اپنا لینا تھا اُس سے لیا پھر یہ کہین کہ لو صاحب اُنکی زبان بند ہو گئی نہ بھائیون سے بولین نہ ہمسایون کو پہچانین اور نہ لب کھولین اور اس وقت تمھاری پیشانی عرق سے تر ہو اور سینہ پیاپے آہ سے مضطر اور گمان موت کا کرسی صدق پر جلوہ گر معلوم ہو اور اپنا سفر تم کو بنظر یقین مفہوم پلکین بند ہونے سے اور زبان بلفظ صحیح بولنے سے عاری ہو اور بھائی اور برادر سب مبتلاے گریہ وزاری کوئی کہے کہ یہ تیرا فلان برادر ہی یہ تیرا بیٹا لخت جگر ہی مگر تم کچھ جواب نہ دو زبان پر مہر خاموشی ہو پھر تم پر قضا نازل ہو اور اعضا مین سے روح نکلکر عالم بالا مین داخل اُسوقت تمام برادری جمع ہو اور کفن سیا جاوے اور غسل دیکر تم کو پہنایا جاوے عیادت کنندہ گھر بیٹھ رہین اور حاسد خوب شاد کہین تمھارے گھر والون کی مد نظر تمھارا مال ہو اور تم پر جوابدہی اعمال **ف** اس مضمون کو شیخ سعدی شیرازی نے ایک طویل قطعہ مین بیان کیا ہی جسمین سے مترجم چند شعر ہدیۂ ارباب نظر کرتا ہی

قطعہ

فریاد زان زمان کہ تن نازنین ما ۔ بر بستر ہوان افتد و ناتوان شود

اصحاب را چو واقعہ ما را خبر کنند

عہ اصل مین ہی لا تتخذوا بالاعمل سبیل اسیدون پڑھیں لکھا ہوا

ہر دم کسے برسم عیادت روان شود
زانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب
کا حوال ہر چگونہ و حال ار چہ سان شود
گویند این برادر تو دین عزیز تست
نیز از عمل بماند و بے بادبان شود
فی الجملہ روح و جسم زہم مفترق شود
وز بام و زیر خانہ پر آہ و فغان شود
آرند نعش تا بہ لب گور ہر کہ ہست
محبوس و مستمند دران خاکدان شود
نامے ز ما بماند و اجزا ز ما تمام
قول زبان موافق صدق جنان شود
خرم دلے کہ در حرم آباد امن و عیش

وانکس کہ مشفق ست و دلش مہربان ہست
در حال ما چو فکر کند بدگمان شود
تا آن زمان کہ چہرہ بگردد ز حال خویش
ما را مجال خود نہ سر حال شان شود
آمد شد ملائکہ در وقت قبض روح
مرغ از قفس بر آید و در آشیان شود
تابوت و پنبہ و کفن آرند و مردہ شو
بعد از نماز باز سوے خانمان شود
میراث گیر کم خرد آید بجستجو
در زیر خاک با غم و حسرت نہان شود
ایمان ما ز غارت شیطان نگاہدار
حق را بجوار لطف و کرم میہمان شود

در جستن دوا جر این و آن شود
یاران و دوستان ہمہ دنبالہ عافیت
وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود
در ورطۂ ہلاک فتد کشتی وجود
بر چون بنگریم دیدۂ ما خون فشان شود
آوازہ در سراے بیفتد کہ خواجہ مرد
اوراد و ذکر آن ز کران تا کران شود
ہر کس رود بمصلحت خویش و جسم ما
پس گفتگوے بر سر باغ و دکان شود
یارب مدد ببخش کہ ما را دران زمان
تا از عذاب و خشم تو جان را امان شود

اور بعض اکابر نے کسی بادشاہ سے فرمایا کہ دنیا کی مذمت اور دشمنی لوگون مین سب سے زیادہ اُسی کو زیبا ہی جس کو وہ کثرت سے ملی ہو اور اُسکی کوئی حاجت پوری ہونے سے نہ رہ گئی ہو کیونکہ ایسے شخص کو یہ توقع ہوتی ہی کہ کسی آفت سے میرا مال رائیگان ہو جاویگا یا میری جمعیت پریشان خواہ سلطنت کو زوال ہوگا یا جسم حوادث و امراض کا پامال یا ایسی چیز کے جانیکا رنج اُٹھانا پڑیگا جسکو دوستون سے بھی چھپا چھپا رکھتا تھا غرضکہ دنیا کے ہونے سے اُسکو اتنے آفات در پیش ہوتے ہین اسلیے اسکو زیبا ہی کہ دنیا کو بُرا جانے یہ وہ بلا ہی کہ جو کچھ دیتی ہی لے لیتی ہی اگر صبح کہ یہ کرے اس سے بھی پھرے اسکے حالات بدلتے رہتے ہین ابھی تو ایک آدمی کو ہنساتی ہی اسی اثنا مین دوسرونکو اُسپر ہنسی آتی ہی اگر کوئی کسی پر رونا ہی تو تھوڑی ہی دیر مین کوئی اور رونے والے پر نالان ہوتا ہی اگر کسیکو دینے پر آئی ہی تو بعد چندے واپس لینے کیواسطے ہاتھ پھیلاتی ہی آج اگر کسی کے سر پر تاج و افسر ہی تو کل کو سر تلے خاک اور پتھر کوئی جاوے اور کوئی رہے اُسکے نزدیک برابر ہی اور اگر جانے والیکا کوئی عوض رہے تو واہ واہ اور اگر نہ رہے تو واہ واہ **قطعہ** دنیا نیست عشوہ دہ و دلستان و لیک + با کس بسر نمی برد او عہد شوہری + آبستنی کہ اینہمہ فرزند زاد و کشت + دیگر کہ چشم دارد ازین مہر مادری + اور حضرت حسن بصری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا جاے سفر ہی نہ اقامت کا گھر حضرت آدم علیہ السلام جو جنت سے اسمین اُتارے گئے تو نہ رف عقوبت و سزا کے لیے اُتارے گئے اے امیر المومنین اس سے ڈرتے رہو اسکو ترک کر دینا ہی زاد آخرت ہی اور اسمین محتاج رہنا غنا و ثروت ہر وقت ایک نہ ایک کو فنا کرتی رہتی ہی اور جو اسکو عزیز جانتا ہی اُسکو ذلیل کرتی ہی اور جو اُسکو جمع کرتا ہی اسکو فقیر کرتی ہی اسکا حال زہر کا سا ہی کہ جو نہین جانتا وہ کھاتا ہی اور ہلاک ہو جاتا ہی اسمین ایسی طرح رہنا چاہیے جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرے کہ تھوڑے دنوں پرہیز

کیا کرتا ہو اس خوف سے کہ کہین مدت تک تکلیف نہ اُٹھانی پڑے اور چند روز دوا کی تلخی پر صبر کرتا ہو کہ کہین درد مدت تک نہ رہے پس اس دار ناپائدار فریبی مکار جفا شعار سے بچتے رہو اسکی ظاہری زینت صرف دھوکا ہی اور لوگون کے پھنسانیکو بڑا مغالطہ جو اسکی آرزؤن مین مبتلا ہوا اُسکو بے تباہ کیے نہین چھوڑتی اور سکو توقع دلاتی رہتی ہی اسکی صورت دُلھن کی سی ہی کہ آنکھون کی تاک اور دلونکا اشتیاق اور نفسون کا عشق اسی پر ہی الا اُسنے سب اپنے شوہرون کو مار ڈالا ہ عروس دہر نکو روے دختر لیست و لے دفا نمیکند این سست مہر باد اماد + مگر افسوس کہ پس ماندون کو گذشتون سے عبرت نہین ہوتی اور جو لوگ خداے عز و جل کو پہچانتے ہین باوجودیکہ اُسنے اُسکا حال فرمادیا ہی اُنکو کچھ نصیحت اثر نہین کرتی بہت سے اسکے عاشق ایسے ہین کہ جہان اُنکی حاجت پوری ہوئی اور دنیا حسب دلخواہ ملی جب ہی مغرور و سرکش ہو کر معاد کو بھول جاتے ہین اور اپنی عقل کو اتنا اسمین لگاتے ہین کہ اُنکے قدم جادۂ مستقیم سے لغزش کھا جاتے ہین پھر جانکنی کیوقت بڑی ندامت اور نہایت حسرت سکرات موت کے وقت اُٹھاتے ہین اور جو شخص اسکی رغبت کرتا ہی اپنا مطلوب نہین پاتا اُسکا نفس مشقت سے آرام پاتا ہی اسی حال مین بے توشہ چل دیتا ہی ای امیر المؤمنین تم اس سے ڈرتے رہو اور جسوقت کہ تمکو اسمین زیادہ خوشی ہو اسی کا زیادہ خوف کیجیو اسواسطے کہ دنیادار اگر کسی خوشی مین اطمینان کرتا ہی تو وہ اُسکو رنج مین ڈالتی ہی جو دنیا مین خوش ہوتا ہی وہ اُسکے باشندون کو مغالطہ دیتی ہی اور جو آج اسمین نفع پاتا ہی کل کو ضرر اُٹھاتا ہی اُس مین وسعت عیش بلا ہی اور بقا کا مآل فنا ہی ہر خوشی غم آگین ہی اور ہر ایک راحت زحمت سے قرین جو اسمین سے گذر جاتا ہی پھر واپس نہین آتا اور آیندہ چیز کا حال معلوم نہین کہ اُسکا انتظار ہو اسکی سب آرزوئین دروغ ہین اور تمام امیدین بے فروغ صفائی ہمہ تن کدورت اور زندگی بہمہ وجوہ حسرت آدمی اگر غور و تامل کرے تو معلوم ہو کہ اُسکی نعمتونکے جدا ہونیکا خوف جدا ہی اور مصیبت کا خوف جدا اگر بالفرض خداتعالی نے دنیا کی خبر نہ ارشاد فرمائی ہوتی اور نہ اسکی مثل بیان کی ہوتی تب بھی دنیا سوتے کو جگا دیتی اور غافل کو ہوشیار کر دیتی پھر جب کہ خداتعالی نے اس سے منع فرمایا ہو تب تو بطریق اولی اس سے ہوشیاری ضرور ہی اس فانی کی قدر قادر مطلق کے نزدیک کچھ نہین اور جب سے اُسکو پیدا کیا اُسکی طرف نگاہ نہین کی اسبات کو سوچو کہ یہ وہی پلید چیز ہی کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مع خزاین و کلید پیش کی گئی تھی اگر آپ اسکو قبول فرما لیتے تو خداتعالی کے نزدیک آپ کے رتبہ مین سے مچھر کے پر کے برابر بھی کم نہ ہوتا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اسلیے کہ خداتعالی کے امر کی مخالفت بُری معلوم ہوئی اور جس چیز سے اسکو بغض ہی اُس کے ساتھ محبت اچھی نہ جانی اور جو اُسکے نزدیک بے قدر تھی اُسکو قدر دینا داب ادب نہ سمجھا بس خداتعالی نے جو دنیا کو نیک بختون سے علٰحدہ رکھا ہی صرف امتحان کے لیے ہی اور اپنے دشمنون کیلیے جو اُس کو پھیلا دیا ہی اُنکے مغالطہ و دھوکے کے لیے یہی وجہ ہی کہ جسکو دنیا پر قدرت ہو جاتی ہی اُسکو یہ گمان ہوتا ہی کہ خدا نے میری بڑی عزت کی اُس شخص کو وہ معاملہ یاد نہین جو اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا کہ بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھا تھا ہ فقر فخری نہ از گزاف ست و مجاز + بل ہزار ان عز پنہان ست و ناز + اور ایک روایت حدیث قدسی کی آئی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ جب تم تونگری کو آتا دیکھو تو کہیو کہ کسی گناہ کی عقوبت جلد ہوئی ہی اور اگر مفلسی کو آتا دیکھو تو کہیو کہ خوب ہوا کہ یہ نیک بختون کا شعار

۱۷ ابن ابی الدنیا نے بروایت حسن اسکا نقل کیا ہی اور احمد و طبرانی نے مسند بروایت ابن عباس ۱۲
۱۸ ابن ابی الدنیا بروایت حسن مرسلًا و نجی بن ابی کثیر روایت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ ۱۲

آیا اور اگر چاہو روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسی علیہ السلام کی اقتدا کرو وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا سالن بھوکھ ہی اور شعار خوف اور پوشاک اون اور جاڑون مین میری انگیٹھی آفتاب کی دھوپ ہی اور چراغ چاند اور سواری دونون پانون اور کھانا اور میوہ نباتات رات کو سوتا ہون جب کچھ نہین ہوتا صبح کو اٹھتا ہون تب کچھ نہین ہوتا اور روے زمین پر مجھسے زیادہ تونگر اور کوئی نہین حضرت وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ جب خداوند کریم نے حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام کو فرعون لعین کے پاس بھیجا تو انکو ارشاد فرمایا کہ تم اسکے لباس دنیاوی سے مت ڈرنا اسکی کل میرے ہاتھ مین ہی بدون میرے حکم کے نہ بولتا ہی نہ آنکھین بند کرتا ہی نہ سانس لیتا ہی اور تم اسکے دنیاوی ٹھاٹھ سے کچھ تعجب مت کرنا یہ صرف دنیا ہی کی ٹیپ ہی اور دولتمندون کی زینت اگر مین چاہون تو دنیا کی آرایش سے تم کو بھی ایسا آراستہ کردون کہ فرعون بھی دیکھے تو جان لے کہ مجھ سے اتنی زیبایش ممکن نہین مگر مین تمھارے لیے اس بات کو پسند نہین کرتا اور تم سے یہ سب آرایش علحدہ رکھونگا مین اپنے دوستون سے ایسا ہی کرتا ہون دنیا کی نعمتون سے انکو ایسا علحدہ رکھتا ہون جیسا کوئی شفیق چرواہا اپنے گلے کو مہلک چراگاہ سے بچاتا ہی یا کوئی مشفق ساربان اپنے اونٹونکو خارش والے اونٹون کے پاس بٹھلانے سے روکتا ہی اور یہ بات اسوجہ سے نہین ہی کہ وہ لوگ میرے نزدیک ذلیل ہون بلکہ اس نظر سے ہی کہ میری کرامت و انعام کو صحیح و سالم توقیر کے ساتھ پورا حاصل کرین میرے دوست جو میرے لیے زینت کرتے ہین انکسار اور خوف اور خضوع اور تقوے سے کرتے ہین یہ باتین انکے دلون مین جمی رہتی ہین اور جسمون پر ظاہر ہوتی ہین یہی امور انکے شعار و دثار ہین اور یہی انکے دلون کی متاع پایدار جس نجات پر کہ انکی فلاح ہی اور جس رجا کی کہ انکو توقع ہی یہی باتین ہین اور جس بزرگی پر ان کا ناز ہی اور جس علامت سے کہ انکی شناخت ہی وہ بھی یہی ہین جب ایسے لوگ تم کو ملین تو انکی تعظیم کرنا اور بہ انکسار دل و زبان پیش آنا اور جان لو کہ جو شخص میرے کسی دوست کو ڈراتا ہی وہ مجھ سے برسر پرخاش آتا ہی قیامت کو مین اس سے اسکا عوض لونگا انتہی اور ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثناء خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ ای لوگو جان لو کہ تم کو مرنا ہی اور بعد موت کے اٹھنا اور اپنے اعمال پر وقوف پاکر انکی جزا کو پہونچنا پس زندگی دنیا پر مت بھولو اور ان پانون کو مت بھولو دنیا مصیبت کا گھر ہی فنا ہونا اسکا معروف ہی اور دھوکا دینے مین موصوف اسکی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہی اور اسکا کسی کے پاس ہمیشہ رہنا محال نہ اسکے حالات تبدیل سے مامون ہین نہ اسکے باشندے آفات سے مصئون جب آدمی کو اسمین راحت و سرور پہونچتی ہی یکایک مصیبت آجاتی ہی اسکے احوال مختلف باہم گر ہین اور مراتب متغیر نہ اسکے عیش کو قیام ہی نہ راحت کو دوام باشندے دنیا کے ہدف ہین کہ انکو اپنے تیرون کا نشانہ بنائی ہی اور موت سے سب کی خاک اڑاتی ہی موت ہر ایک کے سر پر قائم ہی اور اسکا چکھنا سب کو لازم ہی ای اللہ تعالی کے بندو آج دنیا مین تمھارا ایسا حال ہی جیسا تمسے پہلے لوگونکا تھا جو تم سے عمر مین زیادہ اور قوت مین قوی اور آبادی مین اکثر اور مکانات مین اعلی تھے مگر دنیا کے طول انقلاب سے اب انکی آواز نہین نکلتی انکے جسم سڑ گئے اور شہر الٹ گئے اور مکانات گر گئے یا وہ مکان عالی شان اور گاو تکیے اور عمدہ فرش تھے یا اب پتھر اور اینٹین اور خاک گور اور گوشۂ لحد ہی ان قبرون کی یہ قبرین ہر ایک دوسرے کے قریب ہی اور ان کے رہنے والے اجنبی اور غریب ہین موحش عمارت والون اور متشاغل اہل محلہ مین جا پڑے

ہین کہ انکو آبادی سے موانست ہی نہ بھائی بندون اور ہمسایون کیطرح آپہمین ملاوٹ و رغبت ہرچند مکان قریب ہین مگر میل کی صورت نہین اسلیے کہ انکو کہنگی نے پیس ڈالا اور پتھر و مٹی نے اُنکا کچومر نکالا زندگی کے لب اسیر نجبہ موت ہوے اور اجسام نازنین راحت و آسودگی کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے ہوے خاک مین اپنے یار و نین جالے اور ایسے گئے کہ پھر کبھی نہ پھرے پھرنے کا کیا ذکر ہی جس صورت مین کہ خداتعالی خود فرماتا ہی کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون اب تم بھی قطعاً جان لو کہ جیسے انکا حال ہوا وہی تمھارا ہوگا وہی تنہائی ہوگی اور وہی خاک مین گلنا اُسی خوابگاہ مین سونا اور اسی ٹھکانے رہنا علاوہ ازین تم کو جب کیسی بنیگی جب یہ باتین تمھارے پیش نظر ہونگی اور قبر و نین سے نکالے جاؤ گے جی کی باتین تحقیق کی جاوینگی بادشاہ علی الاطلاق کے سامنے روبکاری ہوگی گذشتہ گناہوں کے خوف سے کلیجے پھٹے جاتے ہونگے اور دل تھراتے پردے تمھارے فاش ہونگے عیوب اور چھپی باتون کو سامنے کیا جاویگا اور ع ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائے دارد + کا مضمون درپیش ہوگا چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی لیجزی الذین اساؤا بما عملوا و یجزی الذین احسنوا بالحسنی اور دوسری جگہ فرماتا ہی و وضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ و یقولون یا ویلتنا مالہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا و وجدوا ما عملوا حاضرا خداوند کریم سے التجا ہی کہ ہم کو اور تم کو تابع اپنی کتاب کا اور پیرو اپنے احباب کا رکھے یہانتک کہ ہم سب کو اپنے فضل سے رہنے کی جگہ یعنی آخرت مین پہونچاوے وہی حمید اور صاحب بزرگی ہی انتہی اور بعض حکما کا قول ہی کہ زمانہ تیرانداز ہی اور آدمی نشانہ کہ ہر روز عمر کے دن انکو اپنے تیرون سے اڑاتا رہتا ہی یہانتک کہ تمام عمر پوری ہوجاتی ہی پس باوجود دن کے گذرنے اور راتونکے جلدی جلدی بسر ہونے کے آدمی کب تک سلامت رہ سکتا ہے اگر آدمی کو اپنے اوپر زمانہ کی تاثیر معلوم ہو کہ ہر گھڑی نقصان عمر کرتا جاتا ہی تو دنون کے گذرنے سے نفرت ہو اور ساعات کے چلے جانے سے وحشت مگر خداتعالی کی حکمت ہی کہ اسکا خیال نہین آتا ؎ غافل تجھے گھڑیال یہی دے ہی منادی + خالق نے گھڑی عمر سے ایک اور گھٹا دی + اور بہمین نظر کہ دنیا کے آفات سے آدمی مطمئن ہین اسکی لذات کا مزہ اچھا معلوم ہوتا ہی حالانکہ وہ اندراین کے پھل سے بھی کڑوا ہی بشرطیکہ کوئی دانا اسکو چکھے اور اس کے ظاہر افعال دیکھکر کوئی بیان کرنے والا بھی اُسکے عیب نہین بیان کرسکتا اور جو عجائب کہ دنیا بروے کار لاتی ہی حیطہ تقریر واعظین سے زائد ہین خدا ہی راہ راست پر چلنا نصیب فرماوے اور بعض حکما سے جو دنیا کا وصف اور اُسکی بقا کی مقدار پوچھی گئی تو جواب مین فرمایا کہ دنیا اُس وقت کا نام ہی جسمین آدمی آنکھ جھپکاتا ہی اسواسطے کہ جو زمانہ اُس وقت سے پیشتر گذر چکا ہی وہ تو اسکو مل نہین سکتا اور جو وقت ابھی آیا نہین اُسکا حال معلوم نہین کہ ملیگا یا نہین اور وقت کا حال یہ ہی کہ دن جب اچھی طرح گذر جاتا ہی تو رات اُسکے ماتم مین سیہ پوش ہوتی ہی اور گھڑی گھڑی ہوتے ہوتے طے ہوجاتا ہی اُسکے حوادث انسان پر برابر آتے ہین اور تغیر و نقصان پہونچاتے ہین اور زمانہ کا کام یہی ہی کہ جماعتون کو متفرق کرے اور جتھون مین ابتری ڈالے اور دولت کو ایک ہاتھ سے دوسرے کے پاس پہونچاوے اُسکی امل بہت طویل ہی اور زندگانی بہت قلیل اور پھر سب کا رجوع رب جلیل کیطرف ہوگا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ لوگو جس بات کے واسطے تم پیدا ہوے ہو اگر اُسکی تصدیق کرو تو تم بیوقوف ٹھہرتے ہو اور اگر تکذیب کرو تو ہلاک ہوتے ہو یعنے

تم کو ہمیشہ رہنے کے واسطے پیدا کیا ہی مگر ایک عالم سے دوسرے عالم مین بھیجے جاؤ گے اے بندگان خدا تم اب اُس جگہ مین ہو کہ اگر اس مین کھانا کھاؤ تو گلے مین اٹکے اور پانی پیو تو اچھو لگے کسی نعمت سے تمھاری خوشی پوری نہین ہوتی کہ دوسری نعمت کی جدائی سر پڑتی ہی جس سے تم کو رنج ہوتا ہی اب اپنے مآل کو سمجھو کہ کیا ہوتا ہی اور کہان ہمیشہ رہنا پھر حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس قول کے بعد اتنا گریہ غالب ہوا کہ منبر پر سے اُتر آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور دنیا کو ترک کرو گو تمکو اسکا چھوڑنا اچھا معلوم نہو مگر وہ تمکو چھوڑ دیگی تم اُسکو نیا کرنا چاہتے ہو اور وہ تمھارے جسموں کو پرانا کیے جاتی ہی تمھاری اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے مسافر کسی راہ مین چلین اور گویا اُسکو طے کر لین یا پہاڑ پر پہونچین اور گویا اُسپر پہونچ گئے اور امید رکھین کہ راہ کو چلتے چلتے کسی حد پر ختم ہی ہو جاتی ہی اور اکثر ایسا ہی ہی کہ جسکی بات دنیا مین بنی ہوئی ہی موت کا جلد باز پیادہ اُسکے پیچھے ہی یہان تک کہ دنیا سے جدا ہو جاوے پس اُسکی تکلیف و نقصان مین مضطر نہونا چاہیے کہ آخر کو منقطع ہو جاویگی اور نہ اسکی متاع و دولت پر خوش ہونا چاہیے کہ وہ بھی انجام کو جاتی رہےگی مجھے طالب دنیا سے بڑا تعجب ہی کہ وہ تو دنیا کا طالب ہی اور موت اسکی طالب اور غافل سے تعجب ہی کہ اسکو غفلت ہی مگر اُسکے حال سے غفلت نہین کیجاویگی اور حضرت محمد بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب عاقلون اور عالمون اور عارفون اور ادیبون کو معلوم ہوا کہ خدا نے دنیا کی حقارت کی اور اسکو اپنے دوستون کے لیے اچھا نہین جانا اور وہ اسکے نزدیک بہت حقیر اور ادنی چیز ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسمین زہد فرمایا اور اپنے یارون کو اسکے فتنہ سے ڈرایا تو انھون نے اسمین سے میانہ روی کے طور پر کھایا اور زیادتی کو اپنا توشہ آخرت بنایا اسمین سے بقدر کفایت لیا اور جس مقدار سے کہ لہو مین پڑین اُسکو ترک کیا پوشاک بمقدار ستر عورت اختیار کی اور غذا اسمین سے ادنی مقدار دفع گرسنگی کھائی دنیا کو اس نظر سے دیکھا کہ فانی ہی اور آخرت کو جانا کہ باقی ہی اسی وجہ سے دنیا مین سے اسیقدر توشہ لیا جیسے مسافر لیتا ہی پس دنیا کو اُجاڑا اور آخرت کو آباد کیا آخرت کی طرف چشم دل سے دیکھا اور جانا کہ عنقریب چشم ظاہر سے بھی دیکھین گے اسی لیے اُسکی طرف دل سے کوچ کیا اس خیال سے کہ آخر جسم سے بھی اُسی طرف جانا پڑیگا تھوڑی سی مشقت دنیا مین اُٹھا کر بہت دنون کا عیش حاصل کیا یہ سب باتین اُنکو خدا تعالیٰ کی توفیق سے ہوئین کہ جو چیز اُسنے اُنکے لیے محبوب جانا اُسی کو انھون نے محبوب سمجھا اور جس چیز کو اُسنے بُرا سمجھا اُسکو انھون نے بھی بُرا تصور کیا

تیسرا بیان دنیا کی کیفیت کا مثالون مین جاننا چاہیے کہ دنیا بہت جلد گذران ہی ہر کسی کو وعدہ بقا کرتی ہی اور اُسکے خلاف وعدہ کا ہر کوئی نالان ہی ظاہر مین دیکھو تو ٹھہری معلوم ہوتی ہی حالانکہ بڑی تیز رفتاری سے جلد جلد بھاگتی ہی اُسکی حرکت دیکھنے سے معلوم نہین ہوتی الا انقضاء سال و ماہ سے محسوس ہوتی ہی اس باب مین اسکی مثال سایہ کی سی ہی کہ وہ بھی ظاہر مین حرکت کرتا معلوم نہین ہوتا مگر حقیقت مین متحرک رہتا ہی اُسکی حرکت آنکھ سے نہین سوجھتی بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہی اور دنیا کو سایہ کے ساتھ مشابہت اکابر نے بھی دی ہی چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے جو ذکر دنیا کا ہوا تو آپ نے یون فرمایا ؎

احلام نوم او کظل زائل ؂ ان اللبیب بمثلها لا یخدع

(خواب پریشان ہی یا ڈھلتا ہوا سایہ کہو جو کہ اہل عقل کو دھوکا نہین دیتا)

یعنی ڈھلتا ہوا سایہ کہو یا خواب پریشان ؂ کھاتے ہین فریب اسکا وہی جو کہ ہین نادان ؂ اور حضرت امام حسن علیہ السلام اکثر تشبیہ دنیا مین یہ شعر پڑھتے ؎ یا اہل لذات دنیا لا بقاء لها ؂ ان اغترارا بظل زائل حمق ؂ اور مشہور یون ہی کہ یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُنکے

اے لذات دنیا والو اسکو بقا نہین بیشک ڈھلتے سایہ سے دھوکا کھانا بیوقوفی ہی ۱۲

والا بزرگوار کا ہے اور روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی قوم مین مہمان ہوا اُنھون نے اسکو کھانا کھلایا پھر ایک خیمہ کے سایہ مین سو گیا
اُن لوگون نے خیمہ اُکھاڑ لیا اُسکو جو دھوپ لگی اُٹھ کھڑا ہوا اور یہ شعر پڑھا ؎ دنیا ہی مثال سایہ قائم ہے ڈھلنا اسے ایکدن ہی
لازم ہے اور چونکہ دنیا اپنے خیالات سے آدمی کو دھوکا دیتی ہی اور اُسمین سے نکلنے کے بعد کچھ بھی ساتھ نہین رہتا اس اعتبار سے اُسکی
مثال خیالات خواب کی سی ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی الدنیا حلم واہلہا علیہا مجازون ومعاقبون اور یونس بن عبید کہتے ہین کہ مین نے
اپنے دل مین تشبیہ دنیا کی یون دی ہی کہ جیسے سوتا آدمی خواب مین کسی بُری یا بھلی بات سے رنجیدہ یا خوش ہوا کرتا ہی ایسے ہی
لوگ بھی گویا خواب مین رنج وراحت دنیاوی دیکھ رہے ہین مرنے کے بعد جو آنکھ کھلے گی تو کچھ نہ پاوینگے ؎ جب آنکھ نہ تھی تو دیکھتے تھے
سب کچھ ہ جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے ہ اور تشبیہ دنیا مین بعضون کا یہ قول ہی ؎ دنیا خواب است و زندگانی در وے ہ خواب
است کہ در خواب ہ بینی آنرا ہ اور اس اعتبار سے کہ دنیا اپنے اہل اولاد کی دشمن جانی ہی اور انکو تباہ وبرباد کرتی ہی اُسکی مثال اُس
عورت کی سی ہی جو مردون کیواسطے اپنے آپ کو بنایا سنوارا کرے اور جب کسی سے بیاہی جاوے اُس کو ذبح کر ڈالے یہی
حال دنیا کا ہی کہ اول اول بہت اچھی اور نرم ونازک معلوم ہوتی ہی مگر آخر کو تباہ کر دیتی ہی روایت ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
سامنے دنیا ایک پوپلی بڑھیا کی صورت مین لائی گئی ہر ایک طرح کی زینت سے آراستہ وپیراستہ تھی آپنے پوچھا کہ تو نے کتنے شوہر کیے اُسنے
جواب دیا کہ مجھ کو شمار نہین معلوم آپنے فرمایا کہ وہ سب تجھکو چھوڑ کر مر گئے یا تجھکو طلاق دیدی اُسنے عرض کیا کہ مین نے ان کو ذبح
کر ڈالا آپنے فرمایا کہ پھر تیرے باقی شوہرون کی خرابی ہی کہ پہلونکا حال دیکھکر عبرت نہین کرتے تو ایک ایک کو مارتی جاتی ہی اور وہ
تجھ سے نہین ڈرتے ؎ مجو درستی عہد از جہان سست نہاد ؎ کہ این عجوز عروس ہزار داماد ست + اور اس اعتبار سے کہ دنیا کا ظاہر
کچھ اور باطن کچھ ہی اسکی مثال ایسی تصور کرنی چاہیے کہ ایک بڑھیا بدصورت اپنے اوپر خوب عمدہ پوشاک وزیور پہن لے اور
منھ پر برقع ڈال کر لوگون کو فریب دے جب اُنکو اُسکے باطن کا حال معلوم ہو اور منھ پر سے گھونگھٹ اُٹھا کر دیکھین تو اسکے تابع ہوے
نادم وخجل ہون اور اپنی کم عقلی اور دھوکا کھانے سے شرمندہ علا ابن زیاد فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک بڑھیا دیکھی جس کی کھال
سکڑی تھی اور زیور ولباس مین لدی تھی آدمی اُسکے گرد تعجب سے دیکھ رہے تھے مین نے پاس آکر اسکو دیکھا تو لوگون کے اُس کی طرف
دیکھنے سے نہایت تعجب ہوا کہ یہ اس کی طرف کیون مائل ہین آخر اُس سے پوچھا کہ تو کون ہی اُسے کہا کہ تم مجھے نہین پہچانتے مین نے کہا کہ
مین تو نہین جانتا تو کون ہی اُسنے جواب دیا کہ مین دنیا ہون مین نے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اُسنے کہا کہ اگر میرے شر سے بچا
چاہے ہو تو روپیہ پیسے کو بُرا جاننا اور ابو بکر بن عیاش کہتے ہین کہ مین نے قبل اسکے کہ بغداد مین پہونچون دنیا کو خواب مین ایک
بڑھیا پھوس بدصورت دیکھی کہ تالیان بجا رہی ہی اور اُسکے پیچھے خلقت اُسکی خواستگار ہی وہ بھی تالیان بجاتے اور ناچتے ہین جب وہ
میرے سامنے آئی تو میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ اگر مجھکو موقع ملا تو یہی حال تیرا بھی کرونگی جو انکا ہی اس خواب کو کہہ کر ابو بکر رح
رو پڑے اور فضیل بن عیاض فرماتے ہین کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ قیامت کو دنیا ایک بڑھیا بدصورت گیری آنکھون والی
شکل مین لائی جاوے گی دانت آگے کو نکلے ہونگے لوگونکے سامنے کر کے پوچھا جاویگا کہ تم اسکو بھی پہچانتے ہو عرض کرین گے

دنیا خواب ہے اور اسکے لوگ اس میں جز اللہ سب لے جاوینگے اس سے سب نہین دی ہے

اگر خدا پناہ دے کر ہم اسکو جانیں حکم ہوگا کہ یہ وہی دنیا ہی جسکے لیے تم فخر اور حسد اور بغض اور قطع رحم اور مکر و فریب کیا کرتے تھے اور اس کے پھندے میں آ گئے تھے پھر اسکو دوزخ میں ڈال دیا جاویگا وہ عرض کریگی کہ الٰہی میرے اتباع اور گروہ کہاں ہیں حکم ہوگا کہ اُنکو بھی اُسی کے ساتھ کر دو اور حضرت فضیل سے یہ بھی روایت ہی کہ ایک آدمی اپنی روح سے اوپر کو چڑھا راستہ میں اُسنے ایک عورت ہر ایک طرح سے آراستہ و پیراستہ دیکھی جو اُسکے پاس سے نکلتا ہی اُسکو زخمی کر دیتی ہی لیکن پشت کیطرف سے دیکھو تو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہی اور آگے سے بہت بری بڑھیا ہیوں نیلی چندھی آنکھوں کی ہی اُسنے کہا کہ مجھکو خدا تجھ سے بچا دے اُس نے جواب دیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھ کو مجھ سے نہیں بچانے کا جبتک روپیہ پیسے کو بُرا نہ جانے اُسنے پوچھا کہ تو کون ہی جواب دیا کہ دنیا ہوں اور اس اعتبار سے کہ آدمی کا گذر دنیا پر ہوتا ہی اسکی کچھ حقیقت ہی نہیں اس لیے کہ آدمی کے تین حال ہیں اوّل تو وہ زمانہ کہ جسمیں پیدا نہیں ہوا تھا یعنی ازل سے پیدائش کے وقت تک دوسرا مرنیکے بعد سے ابد تک جسمیں دنیا کو نہ دیکھے گا تیسرا ایام حیات کا زمانہ جسکا نام دنیا ہی پس اگر اس زندگی دنیا کو ازل اور ابد کی نسبت کر کے دیکھو تو ایسی بھی نہوگی جیسے ایک سفر طول طویل میں تھوڑا سا مقام ہوتا ہی چنانچہ حدیث شریف میں ہی کہ مالی وللدنیا وانما مثلی ومثل الدنیا کمثل راکب سار فی یوم صائف فرفعت لہ شجرۃ فقال تحت ظلہا ساعۃ ثم راح و ترکہا اور جو کوئی دنیا کو اس نظر سے دیکھے کبھی اسکی رغبت نہ کرے اور نہ یہ پروا کرے کہ دن کس طرح گذرے ہیں تنگی میں یا فراخی میں رنج میں یا راحت میں اور اینٹ پر اینٹ بھی نہ رکھے اور ازانجا کہ دنیا کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھی اسلیے زندگی بھر نہ مکان اینٹ کا بنایا نہ لکڑی کا بلکہ بعض صحابہ کو لکڑی کا مکان بناتے دیکھکر فرمایا اری الامر اعجل من ذلک اور انکا مکان بنوانا برا معلوم ہوا اور اسی کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ دنیا ایک پل ہی اُس پر سے گذر جاؤ اور عمارت نہ بناؤ اور یہ مثال خوب صاف ہی کیونکہ زندگی دنیا آخرت میں پہونچنے کیلیے ایک پل ہی اُسکا ایک ستون مہد ہی اور ایک ستون لحد اور دونوں کے درمیان مسافت محدود ہی بعض لوگوں نے اس پل کا نصف قطع کر لیا ہی بعض نے تہائی اور بعض نے دو تہائی اور بعض کو ایک قدم ہی طے کرنا باقی ہی مگر اُسکو معلوم نہیں بہرحال اسپر سے گذرنا تو ضروری ہی اور پل پر عمارت بنانی اور اسکو اقسام زینت سے آراستہ کرنا اور پھر چھوڑ کر چلے جانا نہایت جہل اور ذلت ہی اور چونکہ دنیا میں خوض کرنا بہت آسان اور نرم ہے اسلیے دنیادار کو معلوم ہوتا ہی کہ اس سے سلامت نکلنا بھی ایسا ہی آسان ہی اور مزہ دار ہوگا حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ اسکے اندر پھنس جانا بہت سہل ہی اور سلامت نکلنا نہایت مشکل اسکی مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یوں لکھی تھی کہ دنیا بمنزلہ سانپ کے ہی ظاہر میں اُسکو ہاتھ لگاؤ تو نرم اور چکنا معلوم ہوتا ہی مگر اُسکا زہر آدمی کو مار ڈالتا ہی پس تم کو جو چیز اس میں سے اچھی معلوم ہو اُسکی طرف سے منھ پھیر و کہ وہ تمھارے ساتھ بہت کم رہیگی اور ازانجا کہ تم کو اسکے فراق کا یقین ہی اس لیے اُس کے تردداّت کو بھی برطرف کرو اور اُسکی سب سے زیادہ خوشی کی حالت سب سے زیادہ خوف کا مقام ہی کیونکہ دنیا میں جب کبھی کسیکو خوشی پہونچی ہی اُسکے بعد ویسا ہی رنج بھی پہونچا کرتا ہی والسلام اور دنیا میں پھنسکر اسکے آفات سے سلامت رہنے کی مثال اس حدیث میں ہی انما مثل صاحب الدنیا کالماشی فی الماء ہل یستطیع الذی یمشی فی الماء ان لا یبتل قدماہ اس حدیث سے جہالت اُن لوگوں کی معلوم ہوئی

جو یہ کہتے ہین کہ ہمارے جسم صرف لذات دنیا سے بہرہ ور ہین اور دل اس سے پاک وصاف ہین دلونمین کسیطرح کا علاقہ نہین اور یہ ایک شیطان کا دھوکا ہی کہ انکو فریب دے رکھا ہی اسلیے کہ اگر انکو اس عیش ولذت سے علحدہ کر دیا جاوے تو کیسا بڑا رنج کرتے ہین اگر دل کو علاقہ نہ تھا تو درد ورنج کس کو ہوتا ہی غرضکہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درست ہی کہ جسطرح پانی مین چلنے سے قدم ضرور بھیگ ہوتے ہین اسی طرح دنیا کے اختلاط سے بھی دل مین ایک علاقہ اور ظلمت پیدا ہوتی ہی بلکہ اس تعلق دنیاوی سے دلمین عبادت کا مزہ نہین ہوتا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین سچ کہتا ہون کہ جیسے بیمار آدمی شدت درد مین کھانیکا مزہ نہین پاتا اسی طرح جسکو دنیا کا روگ ہی وہ عبادت کی حلاوت نہین اٹھاتا اور یہ بھی سچ کہتا ہون کہ جسطرح گھوڑا سوار نہونے اور پھیرا نہ جانے سے بگڑ جاتا ہی اور پھر کام نہین دیتا اسیطرح اگر دل بھی ذکر موت اور مشقت عبادت سے نرم اور روبراہ نہ کیا جاوے تو سخت اور بیکار ہو جاتا ہی اور یہ بھی درست بات ہی کہ مشک جب تک پھٹتی اور سوکتی نہین اسمین شہد بھرا کرتے ہین اسی طرح جب دل شہوات سے نہین چھٹتے اور طمع سے ناپاک اور لذت سے سخت نہین ہوتے تب تک حکمت انمین آ سکتی ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ انما بقی من الدنیا بلاء وفتنۃ وانما مثل عمل احدکم کمثل الوعاء اذا طاب اعلاہ طاب اسفلہ واذا خبث اعلاہ خبث اسفلہ اور ایک حدیث مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مثل ہذہ الدنیا مثل ثوب شق من اولہ الی آخرہ فبقی متعلقا بخیط فی آخرہ فیوشک ذلک الخیط ان ینقطع اس حدیث مین اس بات کی مثال ہی کہ دنیا جسقدر باقی ہی بہ نسبت گذشتہ کے بہت کم ہے اور اسوجہ سے کہ دنیا کا ایک علاقہ دوسرے کا باعث ہوتا ہی اور مرنے تک یہی سلسلہ رہتا ہی اسکی مثال حضرت عیسی علیہ السلام نے یون ارشاد فرمائی ہی کہ طالب دنیا کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص پیاس کیلیے کھاری پانی پیوے کہ جتنا زیادہ پیے گا اُتنا ہی پیاس زیادہ ہوگی یہانتک کہ آخر کو مر جاویگا اور اس باعث سے کہ دنیا کا آغاز اچھا معلوم ہوتا ہی اور انجام پلید ہوتا ہی اسکی مثال غذا کی سی ہی یعنی شہوات دنیا دلمین ایسی اچھی معلوم ہوتی ہین جیسے شہوات غذا معدہ مین اور مرنے کیوقت دلکی شہوات دنیاوی سے آدمی کو کراہت اور بدبو ایسی ہی معلوم ہوگی جیسے غذا سے جب معدہ مین پہونچکر اپنے کمال کو پہونچتی ہی مثلاً جسقدر غذا لذیذ ومزہ دار اور چکنی خواہ شیرین ہوگی اسی قدر اسمین بدبو اور کثافت زیادہ ہوگی اسی طرح دلکی شہوات مین سے جونسی شہوت قوی ور لذیذ ہوگی اُسکی کراہت اور بدبو مرنے کے وقت زیادہ ہوگی بلکہ یہ بات زندگی مین ہی دیکھ لو کہ اگر کسی کا گھر بار چھن جاوے اور مال واولاد وزن وفرزند لٹ جاوین تو اس کو مصیبت ودرد اسی چیز کا زیادہ ہوگا جس سے محبت زیادہ تھی اور بہت لذیذ جانتا تھا اور کثرت سے حرص کرتا تھا خلاصہ یہ کہ جسکا ہونا جسقدر اچھا معلوم ہوتا ہی اُسی قدر اُسکے نہونے سے رنج بھی ہوتا ہی اور موت سے بھی غرض یہی ہی کہ دنیا کی نعمت جاتی رہے اور روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے ضحاک بن سفیان کلابی سے فرمایا کہ تم اپنی غذا نمک مرچ کے ساتھ کھا کر پھر پانی اور دودھ پیتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ پھر اس غذا کا کیا بنتا ہی انھون نے عرض کیا کہ وہ تو آپ جانتے ہی ہین آپنے فرمایا کہ اللہ سبحانہ دنیا کو اسی چیز کے مشابہ فرماتا ہی جو آدم کی غذا سے بنجاتی ہی اور حضرت ابی بن کعب فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الدنیا ضربت مثلا لابن آدم فانظر ما یخرج من ابن آدم ان

قزحہ وملحہ الی مایصیر اور فرمایا ان اللہ ضرب الدنیا لمطعم ابن آدم مثلاً وضرب مطعم ابن آدم بالدنیا مثلاً وان قزحہ وملحہ اور حضرت حسنؓ فرماتے
ہین کہ مین دیکھتا ہون کہ اول غذا مین خوب مصالحہ اور خوشبو ڈالتے ہین اور پھر اُسکو کہان ڈالتے ہین اور اللہ تعالی فرماتا ہی فلینظر الانسان
الی طعامہ اسکی تفسیر مین حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ طعام سے مراد وہ صورت ہی جو غذا کے انجام کو ہوجاتی ہی اور ایک شخص نے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مین آپسے کچھ پوچھا چاہتا ہون مگر شرم آتی ہی آپ نے فرمایا کہ شرمانا نہ چاہیے پوچھ لو اُس نے عرض کیا
کہ جب آدمی پاےخانے سے فارغ ہو کیا اسکو دیکھے آپ نے فرمایا کہ ہان فرشتہ اسکو یون کہتا ہی کہ جس چیز کا بخل کیا کرتا تھا اُس کو دیکھ کہ
اُسکا انجام کیسا ہوا اور حضرت بشر بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے کہ لوگو چلو تم کو دنیا دکھاؤن اُنکو کسی گھورے پر لیجاکر فرماتے کہ یہ
اُنکے میوے اور مرغ اور شہد اور گھی ہی اور آخرت کی بہ نسبت دنیا کی مثال اس حدیث شریف مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ دنیا کی مقدار آخرت مین ایسی ہی جیسے کوئی سمندر مین انگلی ڈالکر دیکھے کہ انگلی پر کسقدر پانی آیا یعنی آخرت کے سامنے دنیا ہیچ
ہی اور اسوجہ سے کہ دنیادار دنیا کی لذتون مین مبتلا ہوکر آخرت سے غافل رہتے ہین اور پھر بڑی بڑی حسرتین اُٹھاتے ہین اسکی
مثال ایسی ہی کہ جیسے کچھ لوگ کشتی مین سوار ہوے اور ایک جزیرے مین پہونچے وہان پہونچکر ملاح نے انکو اجازت دی کہ جس کو
قضاے حاجت منظور ہو وہ یہان اتر جاوے مگر یہ مقام خوفناک ہی یہانسے جلد اپنا کام کرکے واپس آنا ورنہ کشتی کھلجاوےگی
یہ لوگ کشتی سے اتر پڑے اور اطراف جزیرہ مین پھیل گئے پھر بعضون نے تو ناخدا کے قول پر عمل کیا اور قضاے حاجت کرکے
کشتی کی طرف چلے آئے اور کشتی کی طرف دیکھکر خوب فراغت کی جگہ اور خاطر خواہ آسایش کا مکان لے لیا اور بعضون نے جزیرہ
مین توقف کرکے اُسکے شگوفون اور غنچون اور ریاحینون اور نغمات دلآویز اور جانورونکے چہچہے فرحت انگیز اور جواہر بوقلمون
اور معادن گوناگون اور نقوش غریبہ اور اشکال عجیبہ کی سیر کی مگر بخوف کشتی کے نہ ملنے کے سیر کرتے ہی پھر آئے انکو کہیں وسیع
مقام نہ ملا تاہم اچھی طرح بیٹھ گئے اور بعضون نے جو ان اشیاء مذکورۂ بالا کو دیکھا لٹو ہو گئے اور صدف و جواہر اور میوہ و گل کی خوبی
اسقدر دل مین کھبی کہ اُنکے چھوڑنے کو دل نہ چاہا انمین سے کچھ ساتھ لے لیے کشتی مین اگر مکان مین گنجایش اتنی بھی نہ دیکھی کہ خوشبو کی
طرح پھیر سکین بوجھ کے رکھنے کا تو کیا ذکر ہی مجبوری اُنکو اپنے سر پر لادکر کشتی مین بیٹھ گئے مگر اپنی اس حرکت سے نادم تھے نہ ناحق انکو
لیا اور مفت مین دردسر اور وبال مول لیا اور کچھ لوگ جنگلون مین گھسکر کشتی کو بالکل بھول گئے اور اتنی سیر کی کہ ناخدا کی آواز بھی نہ
سنی مگر باوجود اسکے درندونکا خوف دل مین تھا اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس فراز و نشیب مین لغزش بھی ہوگی اور مصیبت اٹھانی پڑیگی پانون اور
کپڑے مین کانٹے چبھینگے ٹہنیونسے بدن چرےگا آواز ہولناک سے کلیجہ کانپیگا جھاڑیون سے کپڑے پھٹکر لٹکنے لگینگے بچاو نہ ہوگا اور پھر اگر لوٹنا چاہینگے تو ان
نہ آویگا اسی اثنا مین آواز کشتی والونکی سنکر بوجھ کے گٹھے سر پر لیے جو کنارے پر پہونچے تو انمین جگہ نہ پائی کنارے ہی پر بھوک پیاس سے مرگئے اور
بعضونکو کشتی والونکی بھی آواز نہ سنائی دی اور کشتی بھی چلدی تو اُنکا حال یہ ہوا کہ کچھ تو خوراک درندون کے ہوے اور کچھ حیران پریشان
بھٹک بھٹک مرگئے بعضے دلدل مین جا گرے بعضونکو سانپ بچھو کھا گئے غرض سب کے سب اسی طرح خوار و زار مردار ہوگئے اب جو لوگ کہ کشتی
مین بوجھ سمیت سوار ہوے تھے اُنکو اُن چیزونکی حفاظت کرنا ہوئی مکان تنگ پہلے ہی سے تھا کچھ عرصہ کے بعد پھول مرجھا گئے اور پتھر وغیرہ

کے رنگ متغیر ہو گئے اور میوے وغیرہ بگڑ کر سڑ گئے بدبو آنے لگی اور ایک شد و مد کا مضمون ہوا کہ پہلے صرف رکھتے ہی کی وقت تھی اب بدبو سے
ایذا ہونے لگی پھر تو کوئی علاج نہ سوجھا بجز اسکے کہ اسکو دریا میں ڈال دیا مگر اُسکی بدبو اور خوراک نے اتنی تاثیر ہی کی گھر پہونچنے تک بیمار
پڑ گئے اور بہت دلون ہنگا کیے اور جو اُسے پہلے کشتی میں آئے تھے اُنکو البتہ بیٹھنے میں خاطر خواہ آسائش تو نہ ملی الا وطن تک پہونچ
صحیح و سالم رہے کچھ دکھ روگ نہوا اور جو لوگ اول ہی اول چلے آئے تھے وہ کشتی میں بھی چین سے رہے اور وطن میں بھی راحت
و آرام سے رہے پس اگر تامل دیکھو تو یہی حال دنیا کے لوگونکا ہی کہ وطن اصلی کو بھول کر اس جزیرے کے گلزار اور پتھرون اور چاندی سونے
پر ایسے غافل ہین کہ انجام کی فکر ذرا نہین کرتے یہ معلوم نہین کہ مرنے کیوقت یہ سب زینت کی چیزین گردن پر وبال ہونگی گو اب
انکے اینکی خوشی اور جانیکا غم ہوتا ہی اور اس مصیبت مین سبھی مبتلا ہین الا جسکو خدا بچا دے اور اس نظر سے کہ خلقت دنیا کے
قریب مین آجاتی ہی اور باوجود خدا تعالیٰ کے خوف دلانے کے اللہ تعالیٰ کے قول پر ایمان ضعیف رکھتی ہی اسکی مثال اس حدیث مین ہی جو حضرت
حسن سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی سے فرمایا کہ میری اور تمھاری اور دنیا کی مثال ایسی ہی جیسے کسی قوم کے
لوگ کسی جنگل پر غبار مین چلین اور چلتے چلتے یہ نوبت پہونچ جاوے کہ یہ بھی خبر نہ رہے کہ جتنی راہ طی کر چکے ہین وہ زیادہ ہی یا جو باقی رہی ہی وہ
زیادہ ہی پس انکا کھانا پینا تمام ہو جاوے اور اسی جنگل مین کمرین کھول بے زاد و راحلہ پڑ رہین اور جینے سے ہاتھ دھو بیٹھین جب انکی یہ نوبت
پہونچے تو دور سے ایک آدمی کی صورت دیکھین کہ لباس پہنے چلا آتا ہی اور اُسکے کپڑون سے پانی ٹپکتا ہی گمان کرین کہ یہ شخص کسی زرخیز
زمین سے آتا ہی وہ جگہ یہان سے قریب معلوم ہوتی ہی جب وہ پاس آکر اُنسے پوچھے کہ میان تمھارا کیا حال ہی اُس سے کہین کہ جو
حال ہی وہ عیان ہی عیان راچہ بیان وہ جواب مین کہے کہ بھلا اگر مین تم کو پانی اور باغ بتا دون تو کیا کرو وے جواب دین کہ ہم تیری
اطاعت کسی چیز مین فروگذاشت نہ کرینگے اُسنے کہا کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس عہد کو پکا کرو اُنھون نے خدا کی قسم کھا کر عہد مستحکم کیا
کہ ہم ہرگز نافرمانی کسی بات مین نہ کرینگے غرضکہ اس عہد کے بعد اُسنے عمدہ پانی اور باغ سبز حسب وعدہ بتا دیا اور چندروز خود انمین
رہا پھر اُنسے کہا کہ بھائیو سنتے ہو اُنھون نے کہا کہو کہا کہ یہانسے جلد چلو پوچھا کہ کہان جائین کہا کہ ایسے چشمہ اور باغ مین جو اس سے
کہین اعلیٰ ہی اسکو سنکر بعضون نے تو یہ کہا کہ خدا کی قسم یہ جگہ نعمت غیر مترقبہ ملی ہی اس سے بہتر کو لیکے ہم کیا کرینگے اور کم لوگون
نے یہ کہا کہ صاحبو اسکے ساتھ عہد کر چکے ہو کہ کسی بات مین نافرمانی نہ کرینگے پہلے جو کچھ اس شخص نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اب بھی اس کا
قول بیشک درست ہی اور اسی خیال سے اُسکے ساتھ ہو لیے اور باقی لوگ وہان ہی پڑے رہے صبح کو دشمن نے تاخت کر کے بعضون کو
قتل اور بعضونکو اسیر کر لیا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین اس شخص سے مراد ذات پاک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کہ امت
کو آخرت کی طرف بلاتے ہین پس جس نے وللآخرۃ خیر لک من الاولی کو سچ جانا اور دنیا سے دل برداشتہ ہو کر انکا اتباع کیا وہ تو
سلامت رہا ورنہ دشمن جانی شیطان کے زمرہ مین داخل ہو کر خسرۃ الدنیا والآخرۃ ہوا اور اس لحاظ سے کہ لوگ دنیا مین اول اول مزے
اڑاتے ہین اور آخر کو اُسکی جدائی سے درد سہتے ہین اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص مکان بنا دے اور اسکو خوب آراستہ کرے اور پھر
ایک ایک قوم کو جدا جدا اپنے یہان بلا کر دعوت کرے جب ایک قوم گھر مین آوے تو ایک سونیکے طشت مین اُسکے سامنے عطر وغیرہ

رکھدے کہ اسکو سونگھکر اورون کے واسطے چھوڑ جاوے اُسنے رسم کی ناواقفیت سے یہ خیال کر لیا کہ یہ برتن سمیت ہمکو ملا ہی اسی جہت سے دل کو خوب اُسپر متعلق کر لیا جب مالک خانہ نے وہ برتن واپس لے لیا تو تعلق دلکے باعث کمال رنج ہوا اور جسکو دستور معلوم تھا اُسنے خوشبو بھی سونگھی اور مالک کا شکر گذار بھی ہوا اور خوشی سے برتن مالک کے حوالہ کیا اسیطرح جو شخص دنیا مین خدا تعالی کی عادت سے واقف ہی جانتا ہی کہ یہ ضیافت خانہ ہی گذرنے والون پر وقف ہی اسلیے کہ اس سے توشہ آخرت لین اور جسطرح مسافر عاریت کی چیزون سے منتفع ہوتے ہین اسی طرح اشیائے دنیاوی سے فائدہ اُٹھاوین اور ہمہ تن اسمین مصروف نہون کہ جدا ہونیکے وقت مصیبت سہین یہ ہین دنیا کی مثالین اور اُسکے آفات وغوائل کی تشبیہین خداوند کریم ہمکو بھی توفیق اس سے بچنے کی عنایت کرے

چوتھا بیان دنیا کی حقیقت اور ماہیت کا بندہ کے حق مین۔ جاننا چاہیے کہ صرف مذمت دنیا کا جان لینا کافی نہین جبتک یہ معلوم نہو کہ قابل مذمت کون سی دنیا ہی اور کس دنیا سے اجتناب کرنا لازم ہی اسیواسطے ان دونون باتونکا بیان کرنا ضروری ہی کہ دشمن خدا اور راہزن معرفت یہی ہین پس کہتے ہین کہ دنیا و آخرت دلکے دو احوال کا نام ہی جو حال کہ دل سے قریب ہی یعنے موت سے پہلے اُسکو دنیا کہتے ہین کہ دنو بمعنے قرب سے مشتق ہی اور جو حال متاخر ہی یعنی بعد موت کے اسکو آخرت بولتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین ایسی ہین کہ اُنسے غرض اور خواہش اور لذت موت سے پہلے رہتی ہی وہ آدمی کے حق مین دنیا مین داخل ہین مگر اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ جس چیز کیطرف رغبت ہو وہ خواہ نخواہ بُری ہی بلکہ اُسکی تین قسمین ہین اول تو وہ اشیا جو آخرت مین ساتھ رہین اور اُنکا ثمرہ بعد موت کے معلوم ہو وہ دو چیزین ہین علم اور عمل علم سے مراد وہ علم ہی جس سے معرفت ذات و صفات و افعال الٰہی اور ملائکہ اور کتابون اور رسولون اور زمین و آسمان کے ملکوت کی معرفت اور شریعت نبوی حاصل ہو اور عمل سے غرض عبادت خالص خاص خدا کی ہی پس عالم شخص اگرچہ بعض اوقات علم سے ایسا مانوس ہوتا ہی کہ سب چیزونسے زیادہ لذت علم مین پاتا ہی یہانتک کہ خواب و خور اور ملاقات زن و فرزند اسکیلیے چھوڑ دیتا ہی اور سب سے زیادہ اسی مین مزہ پاتا ہی اور یہ لذت اُسکو مرنے سے پہلے ہی ہوتی ہی تاہم اسکو ہم دنیائے مذموم مین شمار نہین کرتے بلکہ اُسکو صرف دنیا مین بھی شمار نہ کرنا چاہیے آخرت ہی مین تصور کرنا چاہیے اسی طرح عابد بھی اپنی عبادت مین ایسی حلاوت و لذت پاتا ہی کہ اگر اُسکو بالفرض روک دیا جاوے تو سخت عذاب مین مبتلا ہو یہانتک کہ بعض عابدون کا قول ہی کہ موت سے اور تو کچھ ڈر نہین اتنا خوف ہی کہ تہجد جاتا رہیگا اور ایک عابد دعا مانگتے تھے کہ الٰہی مجھکو قبر مین قوت نماز و رکوع و سجدہ کی عنایت کرنا تو گویا لذت سردست اُسکو حاصل ہی اور باعتبار اشتیاق کے دنیا سے کہہ سکتے ہین لیکن جس دنیا کی مذمت وارد ہی وہ چیز یہ نہین اسی طرح حدیث شریف مین وارد ہی کہ حبب الی من دنیاکم ثلثۃ النساء والطیب وقرۃ عینی فی الصلوۃ اسمین نماز کو بھی لذائذ دنیاوی سے ارشاد فرمایا اس باعث سے کہ اول تو وہ محسوسات مین سے ہی اور جتنے محسوسات ہین دنیا کے عالم مین داخل ہین علاوہ ازین رکوع و سجود مین جو اعضا کی حرکت سے اُنکو لذت ہوتی ہی یہ بھی دنیاوی لذت ہی مگر ہم اس جگہ ایسی لذتون سے متعرض نہین ہوتے اور اُسکو دنیا تصور نہین کرتے بلکہ جس دنیا کی مذمت ہی اسیکو بیان کرینگے دوسری قسم حظوظ اور لذات کی وہ ہی جس سے صرف زندگی مین فائدہ ہو اور آخرت مین کچھ ثمرہ نہ ملے جیسے گناہون سے لذت پانا یا مباحات سے زائد از ضرو

ام صحیب [illegible] بخاری [illegible] نسائی [illegible] عورتیں [illegible] کھانا [illegible] نسائی و حاکم بعبارت انس [illegible] بہت [illegible] ہے (۱)

مستفید ہونا جسکو رفاہیت اور رعونت کہتے ہین مثلاً بہت سے ڈھیر چاندی سونے سے اور گھوڑون اور چوپایون اور زراعت ولونڈی غلام اور مکانات بلند اور لباس فاخرہ اور عمدہ غذاؤن سے متمتع ہونا ان سب کا حظ مرنے سے پہلے ہی تک ہی اسلیے دنیائے مذموم مین داخل ہین اور اسمین کلام طویل ہی کہ انمین سے کسکو فضول تصور کرین اور کسکو داخل حاجت سمجھین کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اُنھون نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو حمص پر عامل کرکے بھیجا تھا اُنھون نے وہان دو درم صرف کرکے ایک پاخانہ بنایا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو یون لکھا کہ عمر بن خطاب امیر المومنین کی طرف سے عویمر کو معلوم ہو کہ فارس اور روم کی عمارتون مین وہ چیز موجود تھی جو تم کو کافی ہوتی دنیا کی آبادی کیون کی جس کے خراب کرنے کا حکم خدا تعالیٰ نے دیا ہی اب بفور پہونچنے میرے خط کے تم مع اہل و عیال دمشق مین چلے جاؤ فقط حضرت ابو درداء زندگی بھر دمشق ہی مین رہے پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمر نے اسقدر کو بھی دنیا سے فضول سمجھا تیسری قسم لذات کی وہ ہی کہ اُن دونو قسمون مین متوسط ہو مثلاً بقدر قوت غذا اور جوڑا موٹے کپڑے کا اور ایسی ہی لابدی اشیا جنسے کہ آدمی علم اور عمل کو پہونچ جاوے تو تو اسطرح کی لذات دنیا مین نہ گنی جاوینگی بلکہ اسوجہ سے کہ یہ آخرت پر معین ہین یا وسیلہ حصول اخروی نعمتون کی ہین داخل قسم اول ہین جو شخص انکو بقصد استعانت حاصل کریگا وہ دنیادار نہ کہلاویگا اور علم اور عمل پر استعانت کی نیت سے حاصل نہ کریگا بلکہ غرض صرف لذت دنیاوی ہوگی تو داخل قسم ثانی ہونگی اور دنیا کی چیزون مین شمار ہونگی اور موت کے بعد آدمی کے ساتھ تین چیزین رہتی ہین اول دل کا طاہر ہونا دنیا کے میل سے دوم الفت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سوم محبت خدا تعالیٰ کی انمین طہارت قلب بدون ترک شہوات دنیا کے نہین ہوتی اور الفت بدون کثرت و مداومت ذکر کے میسر نہین اور محبت بے معرفت حاصل نہین ہوتی اور معرفت الٰہی بدون مداومت فکر کے نہین ہو سکتی اور یہی تینون باتین یعنی طہارت و الفت و محبت بعد مرنے کے موجب سعادت و نجات ہوتی ہین طہارت قلب شہوات دنیا سے اسوجہ سے نجات دہندہ ہی کہ عذاب مین اور آدمی مین حائل ہو جاتی ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آدمی کے اعمال اسکی طرف سے لڑینگے مثلاً جب عذاب پاؤن کیطرف سے آویگا تو تہجد اسکو روکے گا اور جب ہاتھونکی طرف سے آویگا تو زکوٰۃ اسکو روکے گی اور اُنس و محبت اس باعث موجب سعادت ہین کہ اُنکے باعث شرف دیدار خداوندی نصیب ہوتا ہی اور بفور مرنیکے اس سعادت سے بہرہ ور ہو جاتا ہی اور وقت دیدار تک جو جنت مین ہوگا یہی حال رہتا ہی تو مرتے ہی قبر رشک باغ ارم بنجاتی ہی اور کیون نہ ہو عاشق کا محبوب تو ایک ہی تھا جس سے عوائق دنیاوی مانع تھے جب موت سے وہ عوائق دور ہوئے اور دنیا کی حوالات سے چھوٹ گیا تو اب محبوب اور دیدار مطلوب کا کون مانع رہا ارب تو خوشی خوشی آفتون سے چھوٹ کر اور رنج فراق سے مامون ہو کر اُس کے انوار سے مدام مقتبس رہے گا ادھر دنیادار کو قبر مین عذاب ہوتا ہی اس جہت سے کہ اُسکا محبوب صرف دنیا تھی جو موت کے باعث اُس سے چھن گئی اور کوئی حیلہ اسمین پھر آنیکا نہ رہا جب محبوب ہی پاس نہ رہا تو رنج و عذاب نہوگا تو اور کیا ہوگا کسی نے سچ کہا ہی سے جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو یہ داغ وہ ہی کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو اور موت سے آدمی نیست نہین ہو جاتا بلکہ دنیا کی محبوب چیزین چھٹ جاتی ہین اور خدا کے سامنے حاضری ہوتی ہی اس سے معلوم ہوا کہ سالک طریق آخرت وہی ہی جو ان تینون صفات یعنی ذکر اور فکر اور اس عمل پر بس سے کہ شہوات دنیا چھوٹ جائین مداومت کرے اور تمام لذات دنیاوی اُسکے نزدیک مکروہ معلوم ہون اور یہ باتین بدون صحت

وتندرستی کے ممکن نہین اور بدن کی صحت بدون غذا اور لباس اور مسکن کے ممکن نہین اور ہر ایک کے واسطے جدا سامان چاہیے
پس جو آدمی کہ غذا اور لباس اور مسکن بقدر ضرورت آخرت کیلیے حاصل کرے وہ دنیادار نہ کہلاویگا اور یہ دنیا اُسکے حق مین مزرعۂ
آخرت ہوگی اور اگر اُن چیزونکو صرف حظ نفس کے واسطے اور تنعم کیلیے پیدا کریگا تو دنیا دالون مین شمار ہوگا اور دنیا کا راغب کہلاویگا
لیکن رغبت حظ دنیاوی بھی دو قسم ہے ایک تو وہ کہ جس سے رغبت کرنیوالا عذاب آخرت کا مستحق ہو اُس کو حرام کہتے ہین دوسرے
وہ کہ اُس کو اعلی درجہ تک نہ پہونچنے دے اور طول حساب مین پھنسا دے اُسکا نام حلال ہے اور عاقل کے نزدیک صاف ظاہر ہے کہ میدان
قیامت مین حساب کیلیے ٹھہرا رہنا بھی ایک عذاب ہے جس سے حساب مین الجھایا جاویگا اُسکو کیسی تکلیف ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین
ہے کہ حلالہا حساب وحرامہا عذاب اور نیز فرمایا کہ حلالہا عذاب لا انہ اخف من عذاب الحرام بلکہ اگر بالفرض حساب نہ ہو صرف ان
حظوظ نفسانی اور لذات فانی کی جہت سے رتبہ اعلی سے محروم رہنا اور دلپر حسرتونکا گذرنا بھی خالی از عذاب نہین اس امر کو دنیا ہی مین
دیکھلو کہ جب کوئی اپنا ہمسر سعادات دنیاوی مین بڑھ جاتا ہے تو اپنے آپ کو کیسی حسرت ہوتی ہے حالانکہ اس دنیاوی رتبہ کو کچھ قیام نہین
یہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے اور انجام کو بالضرور منقطع ہوجاتا ہے پس جب لذات دنیاوی پر یہ حسرت ہو تو سعادت اخروی پر تو بطریق
اولی ہوگی وہ نعمتین تو پائدار اور خارج از وصف اور بے انتہا ہین نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی ایسی نعمتونکے نہ ملنے سے دل پر کیا کیا
نگذریگا پس جو شخص دنیا مین لذت یاب ہوا اگرچہ کسی جانور ہی کی خوش آوازی سے کیون نہو اُسکا حصہ آخرت مین بہت کم ہوجاویگا
اسی طرح اگر کسی گلزار یا چمن کو دیکھکر یا سرد پانی پیکر لذت پائی قیامت کو اُسکے عوض وہ بقدر اُسکے چند کم ہو جاویگی اور یہی مراد ہے اس ارشاد
مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ہذا من النعیم الذی یسال عنہ یہ اشارہ ٹھنڈے پانی کی طرف
فرمایا تھا غرضکہ سوال کے جواب دینے مین ذلت اور خوف اور مشقت انتظار ہے اور ان سب سے نقصان حظ آخرت متصور ہے اسی واسطے جب
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی اور لوگ ٹھنڈا پانی شہد کا ملا ہوا لائے تو آپ اُسکو ہاتھ مین پھراتے رہے پھر اُسکو نہ پیا اور فرمایا
اعزلوا عنی حسابہا یعنی مجھ سے اسکا حساب علیحدہ رکھو خلاصہ یہ کہ دنیا کا قلیل و کثیر اور حرام و حلال سب ملعون ہے مگر وہ مقدار کہ خدا سے
خوف کرنے کی معین ہو کیونکہ وہ مقدار اصل دنیا ہی نہین اور جس شخص کی معرفت قوی تر ہوگی وہ لذت دنیاوی سے بھی زیادہ تر احتراز
کریگا یہانتک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنا سر لیٹنے کیوقت ایک پتھر پر رکھ لیا تھا مگر جب ابلیس نے متمثل ہو کر اُن سے عرض
کیا کہ اتنے بھی دنیا کی رغبت کی فوراً اسکو سر تلے سے نکالکر پھینک دیا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام لوگونکو نفیس غذائین کھلاتے اور
اپنے آپ جو کی روکھی روٹی کھاتے ساری سلطنت کو اپنے نفس پر اس طور ذلیل و سخت کر لیا تھا اسلیے کہ لذیذ کھانے سے باوجود قدرت
کے صبر کرنا بہت سخت ہے اور یہی وجہ تھی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند کریم نے دنیا کی نعمتین علیحدہ رکھی تھین کئی کئی روز
برابر کھانا نہ کھاتے اور بھوک کے سبب شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور یہی حال اور انبیا اور اولیا کے ساتھ ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ
آخرت مین اُن کو حصہ کامل عنایت فرماوے جسطرح کہ پدر مشفق اپنے بیٹے کو میوے وغیرہ سے باز رکھتا ہے اور فصد و حجامت سے اسکو دکھ دیتا
ہے تو یہ کام اُسکا بخل سے نہین ہوتا بلکہ براہ شفقت و محبت ہوتا ہے اور اس بیان سے ثابت ہوگئی یہ بات کہ جو چیز مخصوص اللہ تعالے کے لیے

واسطے نہین ہی وہ دنیا ہی اور جو چیز مخصوص اللہ تعالی کے ساتھ ہی وہ دنیا نہین ہی اگر تو سوال کرے کہ وہ کون چیز ہی جو مخصوص اللہ تعالی
ہی کے واسطے ہی جواب مین اسکے کہا جاویگا کہ اشیا سب تین قسم ہین ایک قسم اُن مین سے وہ ہی جس کا اللہ تعالی کے واسطے
ہونا تصور ہی مین نہین آسکتا اُس قسم مین وہ چیزین ہین جنکی تعبیر گناہون اور منہیات سے ہوئی ہی اور اقسام نعمتین جو
مباح ہین اور فقط بغرض راحت و آسائش بدن استعمال کیجاتی ہین اُسکا نام دنیا مخصوص ہی اور غایت مرتبہ مذموم ہی اور یہی دنیا
ظاہر و باطن مین دونون طرح ہی دوسری قسم وہ کہ بظاہر تو خدا کے واسطے ہون اور غیر خدا کے واسطے بھی ہو سکتی ہون اور وہ تین چیزین
ہین فکر اور ذکر اور شہوات سے باز رہنا پس یہ تینون باتین اگر خفیہ کرے اور کوئی وجہ سواے حکم خدا اور خوف آخرت کے نہ ہو
تو یہ خدا کے واسطے ہونگی اور دنیا مین شمار نہ ہونگی لیکن اگر اُنسے غرض دنیاوی ہوگی مثلاً فکر سے طلب علم اس لیے
کرتا ہی کہ لوگون مین مقبول اور ممتاز ہو ذکر اسلیے کرتا ہی کہ لوگون مین عارف مشہور ہو اور ترک شہوت سے یہ مطلب ہو کہ مال محفوظ رہے
یا صحت بدن قائم رہے یا زاہد مشہور ہو تو ایسی نیت سے یہ باتین دنیا مین گنی جاوینگی ظاہر مین تو خدا کے واسطے معلوم ہوتی ہین مگر
معنی کے اعتبار سے خدا کے واسطے نہین دنیا کے واسطے ہین تیسرے وہ اشیا کہ بظاہر حظ نفس کیلیے ہون مگر انکو خدا کیلیے بھی معنی کے
اعتبار سے کر سکتے ہین جیسے غذا اور نکاح یا اور چیزین جنسے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی مربوط ہی اُن چیزون مین اگر نیت صرف حظ نفس
ہیگی تو دنیا ہین اور اگر قصد استعانت تقوی پر ہی تو خدا کیواسطے ہین گو بظاہر دنیا کی سی صورت معلوم ہوتی ہی مگر معنی کے اعتبار سے دنیا
نہین حدیث شریف مین ہی کہ من طلب الدنیا حلالا مکاثرا مفاخرا لقی اللہ و ہو علیہ غضبان و من طلبہا استعفافا عن المسئلۃ و صیانۃ لنفسہ
جاء یوم القیمۃ و وجہہ کالقمر لیلۃ البدر دیکھو کہ صرف قصد کے اختلاف سے حکم کیسا مختلف ہو گیا اس بیان سے معلوم ہوا کہ دنیا اسی حظ کا نام ہی جو فی الحال حاصل
ہو جاوے اور آخرت مین کام نہ آوے اسی کو ہواے نفس بھی کہتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین و نہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی
اور ہوی پانچ چیزون کے مجموعہ کا نام ہی جو اس آیت مین مذکور ہین انما الحیوۃ الدنیا لعب و لہو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال و الاولاد
اور وہ چیزین کہ اُنسے یہ پانچون حاصل ہوتی ہین وہ سات ہین جو اس آیت مین جمع ہین زین للناس حب الشہوات من النساء و البنین و القناطیر
المقنطرۃ من الذہب و الفضۃ و الخیل المسومۃ و الانعام و الحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا جب یہ معلوم ہو چکا کہ جو چیز خدا کیواسطے ہی دنیا مین
سے نہین اور یہ کہ مقدار ضرورت خوراک اور پوشاک اور مکان کی اگر بقصد رضاے خدا تعالی کے ہو وہ خدا کیواسطے ہی اور ان اشیاء
مین سے زائد از حاجت لینا تنعم مین داخل ہی جو خدا کیواسطے نہین اور ان دونون کے بیچ مین ایک درجہ ہی جسکو حاجت کہتے ہین اُسکی
بھی دو طرفین ہین ایک طرف دل کی حاجت کی وہ ہی جو حد ضرورت کے قریب ہو اُس سے کچھ ضرر نہین ہوتا کیونکہ کفایت حد ضرورت پر غیر
ممکن ہی اسلیے جتنا اُسکے قریب پہونچ سکے اتنا ہی مفید ہی اور دوسری طرف حاجت کی ہی کہ وہ تنعم کے قریب ہو اُس سے احتراز کرنا چاہیے اور ان
دونون طرفون کے درمیان ایک درجہ ہی اُسکا نام حاجت ہی اور اس حاجت کے واسطے دو کنارہ ہین اور ایک وسط ہی ایک کنارہ اُسکا قریب
قریب حد ضرورت سے اور وہ کسی طرح مضر نہین ہی اسواسطے کہ انسان کو فقط حد ضرورت پر اقتصار کرنا اور اُسکی حد سے آگے نہ بڑھنا

[illegible]

باوجود رکھنے حوائج بشری کے غیر ممکن ہی اور ایک طرف حاجت کا برابر ہی مرتبہ تنعم کے اور اس سے قریب ہی بہتر یہ بات ہی کہ اس طرف سے
آدمی اپنے کو ہمیشہ بچاتا رہے اور جو ان دونوں کے درمیان میں بہت سے درمیانی درجے دونوں طرف میں سے ہر ایک سے ملتے جلتے ہیں ہر شخص
ہر ایک کے حکم سے واقف نہیں ہو سکتا انمیں خطرہ ہی اور جان رکھو کہ جو شخص شاہی چراگاہ کے گرد جانور لیے گھومے تو نزدیک ہی کہ وہ ممنوع
چراگاہ میں گرے اور ہوشیاری کی احتیاط یہی ہی کہ ان سے پرہیز و خوف رکھے اور جو ضرورت کا کنارہ ہی جہانتک ہو سکے اسی سے نزدیک
رہے اسواسطے کہ ان سب باتوں میں اقتدا اور پیروی ہی انبیا علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیا کرام کی کیونکہ یہ سب اپنے نفوس کو ہمیشہ مائل طرف
حد ضرورت کے رکھا کرتے تھے چنانچہ حضرت اویس قرنی کی حکایت ہی کہ وہ اپنے کو اسقدر حد ضرورت کیطرف مائل رکھتے تھے اور یہانتک اپنے
نفس پر تنگی کرتے تھے کہ تمام گھر والے انکے انکو مجنون جانتے تھے انکے رہنے کو ایک کوٹھری گھر کے دروازے پر بنادی تھی اسمیں وہ رہا کرتے
تھے اور کبھی سال بھر اور کبھی دو برس کبھی تین برس کے بعد گھر میں آتے اتنے دنوں تک کوئی انکا منھ دیکھنے نہ پاتا بعد آخر وقت عشا گھر میں آتے اور قبل اذان
فجر نکل جاتے کھانا اپنا یہ ٹھہرایا تھا کہ تمام دن خرما کی گٹھلیاں چنتے اور جب کوئی سوکھا خرما انمیں ملتا افطار کیواسطے اٹھا لیتے اگر اسقدر پا جاتے کہ بقدر
سد رمق قوت کو کافی ہو تو گٹھلیاں جمع ہوئی فقیروں پر تصدق کر دیتے اور اگر اسقدر بڑے خرمے انمیں نہ پاتے تو وہ گٹھلیاں بیچتے اور اس سے
کوئی چیز خرید کر کھا لیتے کپڑے کا انکے یہ حال تھا کہ گھوڑوں پر کے پڑے ہوئے چیتھڑے چنتے اور انہیں فرات میں دھوتے اور دھو کر جوڑتے
اور پہنتے یہ لباس تھا اکثر لڑکے انکو کنکریاں مارتے اور یہ سمجھتے کہ یہ مجنون ہیں اسوقت آپ انسے ارشاد فرماتے بھائیو اگر مجھے ڈھیلے مارتے ہو تو
چھوٹے چھوٹے مارو میں ڈرتا ہوں کہ تم مجھے مارو شاید خون نکلے اسمیں وقت نماز کا آجاوے اور میں پانی نہ پاؤں یہ خصلتیں تھیں حضرت
اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اسیواسطے جناب رسالت مآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شان کو اپنے
کلام مبارک سے بزرگ کر دیا اور انھیں کی جانب اشارہ کر کے ارشاد فرمایا ہی انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن جب [عہ] زمانہ خلافت
حضرت عمر فاروق رضی کا آیا اور آپ امیر المومنین ہوئے آپنے تمام لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم سب میں جو عراق کا رہنے والا ہو
کھڑا ہو جاوے اسکو سنکر جتنے آدمی عراق کے تھے کھڑے ہو گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم سب بیٹھ جاؤ مگر جو تم میں کوفہ کے ہوں وہ کھڑے
رہیں یہ سب بیٹھ گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم سب بیٹھے رہو سوا ان اشخاص کے جو قبیلہ مراد سے ہوں پھر فرمایا کہ تم سب بیٹھے رہو مگر وہ شخص جو
قرن سے ہو سب سنکر بیٹھے رہے مگر ایک شخص کھڑا ہو گیا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو قرن کا رہنے والا ہی اسنے
کہا ہاں آپ نے فرمایا تو اویس بن عامر قرنی کو جانتا ہی اور انکی کیفیت اس سے بیان فرمائی اسنے کہا ہاں جانتا ہوں یا امیر المومنین آپ
اسکو کیوں پوچھتے ہیں قسم ہی خدا کی ہمارے قبیلہ میں کوئی شخص اویس سے بڑھکر احمق اور مجنون نہیں ہی اور نہ کوئی انسے زیادہ وحشی اور
کم مرتبہ ہی اسکو سنکر روئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا ہی خود نہیں کہا ہی بلکہ وہ کہا ہی جو سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے آپنے ارشاد فرمایا ہی یدخل فی شفاعتہ مثل ربیعۃ ومضر ہرم بن حبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت میں نے یہ قول حضرت عمر رضی
سے سنا آیا میں کوفہ کو اور کوئی میرا مطلب نہ تھا سوائے اسکے کہ تلاش کروں میں اویس قرنی کو اور کچھ سوال کروں میں انسے یہانتک
کہ پہونچا میں انکے پاس وہ کنارے فرات کے دوپہر کیوقت بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے اور کپڑے دھو رہے تھے ہرم ابن حبان

راہ تحقیق کہ میں پاتا ہوں بوے محبت کی جانب یمن سے ۱۲ ح

داخل ہونگے جنت میں قیامت کے دن شفاعت اویس قرنی سے اس کثرت سے جیسے قبیلہ ربیعہ و مضر کے آدمی ہیں ۱۲

عہ جب زمانہ الخ باعث یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب وہ آئے تو چاہیے کہ اپنا ان کو دکھلانے کے واسطے مغفرت کے ۱۲

کہتے ہیں کہ پہچانا میں نے اُن نشانیوں سے جو میں نے سنی تھیں دیکھا میں نے کہ وہ شخص قوی الجثہ گندم گون ہے اور سر کے بال منڈے ہوے
داڑھی بہت گھنی بھری ہوئی پریشان کریہ المنظر میں نے اُنکو سلام کیا اُنھوں نے جواب سلام کا دیا اور میری طرف دیکھنے لگے میں نے انکی طرف
مخاطب ہوکر ہاتھ مصافحہ کو بڑھائے اُنھوں نے مجھسے مصافحہ کرنے میں انکار کیا میں نے کہا رحمت اللہ کی اور مغفرت تمپر ہو اویس کیا حال
ہے تمھارا یہ سنکر میری محبت سے اُنکے آنسو برابر گرنے لگے اسوقت میں نے اُنکی عجیب کیفیت دیکھی کہ کچھ میں ہی اُسے جانتا ہوں یہانتک کہ
مین بھی خوب رویا اور وہ بھی روئے پھر فرمایا کہ ای ہرم بن حیان خدا تجھے زندہ رکھے کیونکر آیا اور کیا حال تیرا ہی میرا پتہ تجھے کسنے بتایا مین نے
کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھارے تک آنیکی ہدایت کی فرمایا لا الہ الا اللہ سبحان اللہ ان کان وعد ربنا لمفعولا ابن حیان کہتے ہیں کہ میں سخت
متعجب ہوا اس سے کہ اول مجھے پہچان لیا حالانکہ قسم ہی باریتعالیٰ جل جلالہ کی کہ نہ کبھی اُنھوں نے مجھے دیکھا تھا اور نہ میں نے اُنھیں میں نے
اُنسے کہا کہ تم نے مجھے کہاں سے اور کیونکر پہچانا اور میرے باپ کا نام کیونکر جانا ابتک کبھی تمنے مجھے دیکھا نہ تھا فرمایا نبانی العلیم الخبیر یعنی مجھے میرے
پروردگار علیم خبیر نے بتلا دیا تم نہیں جانتے کہ روحونکو روحوں سے باہم ایک لذت ہی میری روح نے تمھاری روح کو پہچانا جبکہ میرے نفس نے
تمھارے نفس سے مکالمت کی ارواح کیواسطے بھی نفوس ہیں جیسے اجسام کیواسطے نفوس ہیں اور مومنین ایک دوسرے کو باہم پہچانتے ہیں
اور وہ سب باہم دوستی رکھتے ہیں روح اللہ تعالیٰ کے ساتھ اگرچہ ملاقات نہوئی ہو ایک دوسرے کو باہم پہچانتے ہیں اور اُنکے آپس میں مکالمت
ہوئی ہے اگرچہ مکان ایک کا دوسرے سے دور ہو اور بعد منازل درمیان میں واقع ہوا ہو ابن حیان کہتے ہیں میں نے کہا کہ کوئی حدیث مجھسے
بیان فرمایئے جو آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو میں اُسے سننا چاہتا ہون فرمایا میں نے نہیں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اور نہ مجھے اُنکے حضور اقدس میں اتفاق حاضر ہونیکا ہوا البتہ میں نے اُن لوگون کو دیکھا ہے جنھوں نے شرف صحبت جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل کیا ہی اُن لوگونکی زبانی میں نے حدیثیں سنی ہیں جیسے تمنے سنی ہیں یا میں بہتر نہیں جانتا کہ اپنے پر اس کا
دروازہ کھولوں اور محدث او مفتی اور قاضی بنوں ای ہرم ابن حیان مجھے اپنے نفس کی درستی میں اسقدر مشغولی ہی کہ ایسے امور میں لوگونکے
ساتھ شغل رکھنے کی فرصت نہیں پھر میں نے کہا کہ کوئی آیت ہی پڑھیے کلام اللہ کی ہی سنوں میں آپسے اور میرے حق میں کچھ دعا فرمایئے اور
مجھے وصیتیں کیجیے جسے میں یاد رکھوں مجھے آپکے ساتھ فقط برائے خدا سخت محبت ہے ابن حیان کہتے ہیں کہ اُٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کنارے فرات
ٹہلنے لگے اور فرمایا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور روئے پھر فرمایا کہ الحق قول ربی اصدق الحدیث حدیثہ و اصدق الکلام کلامہ
بعد اُسکے یہ آیت پڑھی وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین ما خلقناہما الا بالحق ولکن اکثرہم لا یعلمون اور اس آیت کو انہ ہو العزیز الرحیم تک
پڑھکر ایسا نعرہ مارا کہ مجھکو یہ گمان ہوا کہ انکو غش آگیا پھر فرمایا کہ ای ابن حیان تیرا باپ حیان مرگیا اور عنقریب تو بھی مریگا اور جنت یا دوزخ میں
جاویگا شروع سے دیکھو کہ آدم اور حوا کی وفات ہوئی پھر حضرت نوح علیہ السلام کا وصال ہوا پھر حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کا انتقال ہوا پھر
حضرت موسی علیہ السلام نجی الرحمن کا وداع ہوا پھر حضرت داؤد خلیفۃ الرحمن رہگرائے عالم بقا ہوے پھر مسند آرائے وسادۂ لولاک باعث ایجاد
سمک تا سماک محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شاہنشاہ اعلیٰ علیین ہوے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
رخت اقامت فردوس بریں میں ڈالا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے بھائی اور دوست اُنھیں کے ہمدم ہوے یہ کہکر ہائے عمر ہائے عمر کہنے لگے

مین نے کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ابھی زندہ ہین مرے نہین اُنھون نے فرمایا کہ خدا تعالی نے اُنکی وفات کی خبر مجھکو پہونچادی اور میرے مرنے کی بھی خبر دیدی پھر فرمایا کہ مین اور تم بھی گویا مردون ہی مین ہین پھر حضرت صلعم کی روح پر فتوح پر درود پڑھکر بہت دعائین آہستہ آہستہ مانگین اور فرمایا کہ اے ابن حبان میری وصیت یہ ہی کہ کتاب اللہ اور طریقہ صلحا کو اپنا دستور العمل رکھنا مجھے تمھارے اور اپنے مرنیکی خبر پہونچ چکی ہی موت کو ہر دم یاد کرنا ایک لحظہ غافل نہونا اور جب اپنی قوم مین پھر کر جانا تو اُنکو خوف دلانا اور نصیحت کرنا سب امت کی خیر خواہی کرنا اور اگر جماعت سے ایک بالشت علحدہ ہوگے دین سے علحدہ ہو جاؤگے اور تمکو خبر بھی نہوگی اور آخر کو دوزخ مین پڑوگے اپنے واسطے اور میرے لیے دعا کرنا پھر فرمایا کہ الٰہی یہ شخص اپنی دانست مین مجھکو تیرے لیے چاہتا ہی اور تیرے ہی واسطے میری ملاقات کو آیا جنت مین بھی اسکی صورت مجھے دکھلانا اور دار السلام مین اسکو میرے پاس بھیجنا اور جبتک جیتا رہے اسکی جان و مال کی حفاظت کرنا اور اور دنیا سے تھوڑی سی چیز پر اسکو شکر کی توفیق دینا اور میری طرف سے جزاے خیر دینا پھر فرمایا کہ اے ہرم بن حبان اب تمکو خدا کے سپرد کرتا ہون السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آج کے سوا پھر کبھی میرے پاس نہ آنا مجھکو شہرت بُری معلوم ہوتی ہی تنہائی اچھی لگتی ہی جب تک مین زندہ ان لوگون کے ساتھ ہون بہت سا رنج و غم رہے گا مین دل سے تمھارے پاس ہون گو نظر سے دور ہون پس ڈھونڈھنے اور پوچھنے کی ضرورت نہین مجھکو یاد کرکے میرے لیے دعا کرنا مین بھی انشاء اللہ تعالی ایسا ہی کرون گا لو اب مین ادھر کو جاتا ہون تم ادھر کو جاؤ مین نے چاہا کہ تھوڑی دیر اُنکے ساتھ چلون مگر اُنھون نے نہ مانا اور مجھسے جدا ہوے تو خود بھی روئے اور مجھے بھی رُلایا مین انکو تاکتا رہا یہانتک کہ وہ کوچہ مین چلے گئے پھر اُنکا حال مین نے ہر چند پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا خدا اُنکی مغفرت کرے پس آخرت کے لوگونکا یہ حال تھا اسطرح دنیا سے کنارہ کرتے تھے اور دنیا کے بیان گذشتہ اور سیرت انبیا و اولیا مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تعریف یہ ہی کہ جو چیز آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہی سوائے اُن اشیا کے جو خدا کے واسطے ہون اور دنیا ضد آخرت ہی اور اُسکی تعریف یہ ہی کہ جس سے اللہ تعالی کی مرضی مراد ہو پس جو مقدار دنیا کی بقدر ضرورت یعنے قوت طاعت خداوندی حاصل کیجاوے وہ دنیا مین شمار نہوگی اور اس امر کو ایک مثال فقہی سے سمجھائے دیتے ہین مثلاً کسی حاجی نے راہ حج مین قسم کھائی کہ سوائے حج کے اور کسی چیز مین مشغول نہونگا حج ہی مین مصروف رہونگا پھر اپنے توشہ کی حفاظت و سواری کے گھاس دانہ مین یا توشدان کے سینے مین یا کسی اور ایسے ہی کام مین جو حاجیونکو ضرورت ہی مصروف ہوگا تو قسم نہ ٹوٹیگی حج ہی مین مشغول رہیگا اسی طرح بدن بھی نفس کی سواری ہی جس سے زندگی کی مسافت طے کرتا ہی پس اُسکا کفیل ہونا اسقدر کہ علم اور عمل کی طاقت رہے دنیا مین شمار نہوگا بلکہ آخرت سے منصور ہوگا ہان اگر بدن کو لذت دنیا ان اسباب سے ملحوظ ہوگا تو آخرت سے منحرف ہوگا اور خوف اس امر کا ہی کہ دل سخت ہوجاوے طنافسی رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین مسجد کعبہ کے باب بنی شیبہ پر سات روز تک بھوکا رہا آٹھوین شب کو مین اونگھتا سا تھا کہ ایک منادی نے آواز دی کہ جو کوئی دنیا مین سے ضرورت وحاجت کے سوا لیگا اللہ تعالی اُسکے دل کی آنکھ کو اندھا کرے گا یہی بیان دنیا کا آدمی کے حق مین ہی اسکو خوب غور کرلو انشاء اللہ ہدایت پاؤگے

پانچوان بیان خود دنیا کی حقیقت اور اُسکے شغلونکا ذکر جنمین خلق ایسی ڈوبی ہوئی ہی کہ اپنے نفس اور خالق کو اور دنیا مین اپنے آنے جانیکو بھولی ہوئی ہی

واضح ہو کہ دنیا اُن اشیاء خارجی کا نام ہی جنسے انسان کو حظ ہوتا ہے اور

ان کی درستی مین مصروف رہتا ہی پس یہ تمین باتین ہین کبھی یہ گمان ہوتا ہی کہ دنیا انھین سے ایک کو کہتے ہین مگر ایسا نہین بلکہ دنیا ان چیزون کو مع دونون علاقون کے کہتے ہین جو چیزین کہ موجود ہین اور جن کو دنیا سے تعبیر کرتے ہین وہ زمین اور اُسکے اوپر کی چیزین ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا زمین تو آدمیونکا بچھونا اور مسکن اور قرارگاہ ہی اور اُسکے اوپر کی چیزین کھانے پینے پوشاک وصحبت مین مستعمل ہین اور تمام روے زمین کی چیزین تین قسم ہین معدنی اور نبات اور حیوان نبات کو آدمی اس غرض سے چاہتا ہی کہ اُس سے غذا اور دوا کرے اور معدنی چیزونکا اسوجہ سے طالب ہی کہ اُنسے آلات اور برتن بناوے جیسا تانبے اور لوہے وغیرہ سے بنائے جاتے ہین یا نقد رکھنے کیلیے انکا طالب ہی جیسے سونا چاندی کو اسی غرض کیلیے رکھا ہی یا اور غرضونکے واسطے اُنکی طلب ہوتی ہی اور حیوان کی دو قسمین ہین انسان اور بہائم بہائم کو گوشت کیلیے اور لادنے اور زینت کیواسطے رکھتے ہین اور انسان سے کبھی تو یہ غرض ہوتی ہی کہ اُنسے خدمت لیوے جیسا غلامون سے لیتے ہین یا صحبت مراد ہو جیسے عورتون اور لونڈیون سے کرتے ہین یا دلون کو اپنی طرف کرنا منظور ہوتا ہی کہ وہ تعظیم واکرام کرین اسکو جاہ کہتے ہین یعنی مالک ہونا لوگونکے دلونکا جاہ کہلاتا ہی پس یہ چیزین ہین کہ جن کو دنیا بولتے ہین انھین کو خداوند کریم نے اس آیت مین اکٹھا کیا ہی زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین یہ چیزین انسانون کی ہین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ یہ معدنیات وجواہر مین سے ہین اور اسمین موتی اور یاقوت وغیرہ بھی آگئے والخیل المسومۃ والانعام یہ بہائم مین سے ہین والحرث یہ نبات وزراعت مین سے ہی تو چیزین روے زمین کی تو یہی ہین مگر اُن چیزونکو بندے کے دلکے ساتھ دو علاقے ہین ایک علاقہ تو دلکے ساتھ ہی یعنی اُن چیزون کی محبت اور حفاظت اور ہمہ تن ہمت کو انکی طرف مصروف کرنا گویا بندہ دنیا ہے اور اسی علاقہ مین تمام صفتین دل کی جو دنیا سے متعلق ہین داخل ہین جیسے کبر اور کینہ اور حسد اور ریا اور شہرت اور بدگمانی اور دین کی سستی اور تعریف کی محبت اور شیخی وغیرہ اور اس علاقہ کو دنیا باطنی کہتے ہین اور دنیا ظاہری انھین چیزونکا نام ہی جنکا ذکر ہوا دوسرا علاقہ بدن کے ساتھ ہی یعنی بدن کو اُن چیزونکی درستی مین مصروف کرنا تاکہ وے قابل اپنے اور غیر کے حظ اٹھانیکے ہون اس علاقہ مین تمام پیشے اور حرفے آگئے جنمین لوگ مشغول و مستغرق ہین اور انھین دونون علاقون یعنی علاقہ قلبی اور علاقہ بدنی کی جہت سے خلقت کو نہ اپنے نفس کی خبر نہ دنیا مین اپنے آغاز وانجام کی خبر اور اگر آدمی اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو پہچانے اور دنیا کی حکمت واسرار کو جانتے تو معلوم کر لے کہ یہ سب چیزین ہین جنکو ہمکو دنیا ظاہری لکھا ہی اسلیے پیدا ہوئی ہین کہ جس سواری پر خدا کیطرف جانا منظور ہی اُسکا گھاس دانہ اُنسے ہوجاوے اور سواری سے ہماری غرض بدن انسانی ہی کہ وہ بدون کھانے پینے اور لباس ومسکن کے باقی نہین رہتا جیسے حج کے راستہ مین اونٹ کو دانہ پانی اور جھول نہ ملے تو وہ بھی زندہ نہین رہیگا اور جو آدمی کہ دنیا مین اپنے نفس اور مقصود کو بھول جاتا ہی اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی حاجی منزلون مین ٹھہرے اور برابر اپنی سواری کے گھاس دانہ اور بناؤ سنگار اور انواع خدمت مین مصروف رہے کہین سے گھاس لاوے کہین کا ٹھنڈا پانی پلاوے یہانتک کہ اسی فکر مین قافلہ سے علیحدہ رہجاوے اور اُسکو معلوم بھی نہو کہ اگر ایسا کرونگا تو حج سے بھی رہجاؤنگا اور مع سواری لقمۂ دام ودد ہونگا اور جو حاجی کہ ہوشیار ہوگا اسکا دل تو کعبہ اور حج مین لگا رہیگا اور سواری کی خدمت بقدر ضرورت کریگا کہ جس سے اسمین طاقت رفتار نبی رہے اسی طرح جو شخص سفر آخرت مین دانا بینا ہوتا ہی وہ بدن کی خدمت ضروری کرتا ہی جیسے کوئی پاخانہ

مین حاجت کے وقت جا بیٹھتا ہی اور پیٹ مین کچھ ڈالتے اور پھر اُسکو پاخانہ کی راہ دور کرنے مین کچھ فرق نہین دونون باتین ضرورت ہی کے واسطے ہوتی ہین پس ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا نہ چاہیے جیسے قضاء حاجت مین بقدر ضرورت مصروف ہوتے ہین شکم کے سیر کرنے مین بھی بقدر ضرورت مصروف رہین اور اکثر جو آدمیونکو خدا کیطرف سے مشغول کرتا ہی وہ پیٹ ہی اسلیے کہ غذا اسمین زیادہ ضروری ہی مسکن و لباس تو آسان ہین اگر لوگونکو اُن چیزونکی طرف حاجت کا سبب معلوم ہو اور بقدر حاجت ہی پر اکتفا کرین تو اشغال دنیاوی مین مستغرق نہون اُن مین جو مستغرق ہین تو یہی وجہ ہی کہ دنیا اور اسکی حکمتونکو نہین جانتے اور اپنے حظوظ دنیا مین کسقدر رہین اُنکو نہین پہچانتے اسی جہالت وغفلت سے شغل پر شغل ہوتا جاتا ہی اور بے انتہا کام نکلتے آتے ہین انھین شغلون مین حیران پریشان ہو کر اپنے مقصود کو بھول جاتے ہین ہم دنیا کے کامون کی تفصیل اور یہ کہ کسطرح لوگونکو انکی طرف حاجت ہوئی ہی اور لوگ اپنے مقصود مین کس طرح دھوکا کھاتے ہین شرح بیان کرتے ہین تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ دنیا کے کامون سے لوگ اللہ تعالی کیطرف سے کیسے غافل ہو جاتے ہین اور اپنے انجام کار کو بھول جاتے ہین پس جاننا چاہیے کہ دنیا کے اشغال حرفہ اور صناعات اور دوسرے کام ہین جنمین خلق ہمہ تن مشغول ہی اور سب شغلون کی کثرت کا یہ ہی کہ انسان کو تین چیزون کی حاجت ہوتی ہی غذا اور لباس اور مکان غذا تو زندگی قائم رہنے کے لیے اور لباس گرمی سردی کے دور کرنیکو اور رہنیکی جگہ گرمی سردی کے دفع کو بھی اور اسلیے بھی کہ اہل وعیال وجان ومال حفاظت سے رہین اور خداوند کریم نے غذا ولباس ومسکن انسانی ایسے نہین بنائے کہ جسمین انسان کی صنعت کو کچھ دخل نہو البتہ یہ بات بہائم کیلیے رکھی ہی مثلاً گھاس غذا اسے بہائم ہی اُسکے پکانے کی کچھ ضرورت نہین اسی طرح اُنکے بدن کے بال بمنزلہ پوشاک ہین حاجت لباس نہین اور اُنکے پوست ایسے ہین جنمین حرارت اور برودت تاثیر نہین کرتی صحرا مین رہ سکتے ہین اسلیے ضرورت مکان کی بھی نہین اور انسان کی خلقت اسی طرح نہین اسی لحاظ سے پانچ صنعتون کی ضرورت ہوئی ہی جو اوائل صناعات اور اصول اشغال دنیوی ہین یعنی زراعت اور چرانا اور اقتناص اور بُننا اور عمارت پس بنا یا فن عمارت تو مکان کے واسطے اور بُننا اور اُسکے متعلقات مثل کاتنے اور سینے کے لباس کیلیے اور چرانا بہائم کا واسطے سواری اور کھانے کے اور زراعت واسطے حاصل کرنے غذا اور اقتناص یعنی حاصل کرنا خدا کی پیدا کی ہوئی چیزونکو مثل شکار اور معدنیات و گھاس لکڑی وغیرہ کے پس کشتکار غلہ پیدا کرتا ہی اور چرواہا حیوانات کی نگہبانی کر کے اُنسے بچے لیتا ہی اور مقتنص ایسی چیزین لیتا ہی جنکی پیدایش مین آدمی کی صنعت کو دخل نہو اور ہماری غرض بھی اقتناص سے یہی ہی کہ جن چیزونکی پیدایش مین آدمی کی صنعت کو دخل نہو خود بخود پیدا ہوئی ہون اُنکو حاصل کرنا اُسکے اندر بہت سے فن داخل ہین پھر ان مین سے ہر ایک فن کے واسطے الآت و اوزار کی حاجت ہی مثلاً زراعت کے آلات اور بننے کے آلات اور عمارت کے اوزار اور شکار کے ادوات اور آلات یا تو نباتات یعنی لکڑی کے ہوتے ہین یا معدنیات یعنی لوہے وغیرہ کے یا حیوانات کے چمڑے کے اب تین فنون کی اور ضرورت ہوئی دروگری آہنگری اور چرم دوزی یہ لوگ آلات کے بنانے والے ہین دروگر سے ہماری یہ غرض ہی کہ جو لکڑی کا کام کرے اسی طرح آہنگری سے وہ پیشہ مراد ہی جو معدنیات کا کام کرے خواہ لوہار ہو یا سنار وغیرہ اور چرم دوز سے بھی یہی غرض ہی کہ چمڑے کا اور اجزاے حیوانات کا کام کرے خواہ کسی طرح کا ہو اسلیے کہ یہان غرض اجناس کا بیان کرنا ہی مفردات پیشون سے مقصود نہین پس یہ فن اور فنون کی اصل ہین پھر انسان کی پیدایش اسطرح کی ہی

عـ اقتناص شکار کردن

کہ تنہا نہین رہتا بلکہ اجتماع کا محتاج ہوتا ہی کہ کوئی دوسرا شخص اسی کی جنس کا اسکے پاس رہے اور حاجت اجتماع دو وجہ سے ہی اول تو جنس انسانی کے باقی رہنے کو کہ یہ بدون ساتھ رہنے مرد و عورت کے نہین ہو سکتی اور دوسری وجہ اجتماع کی یہ ہی کہ ایک دوسرے کو تیاری سامان غذا و لباس و تربیت و پرورش اولاد مین مدد دیسکے اسلیے کہ اجتماع سے اولاد تو ضرور ہوگی تو ایک ہی آدمی سے نہین ہو سکتا کہ اولاد کی حفاظت بھی کرے اور سامان غذا بھی کرے اور یہ بھی کافی نہین کہ ایک ہی شخص اپنے زن و فرزند ایک مکان مین لیکر بیٹھ رہے اسطرح تو زندگی دشوار ہی بلکہ اجتماع ایک جماعت کا چاہیے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک صنعت اختیار کرے مثلاً ایک شخص سے نہین ہو سکتا کہ تنہا زراعت کرے اسلیے کہ زراعت کیلیے آلات چاہیین آلات کیواسطے بڑھئی لوہار ضرور ہین اور غذا کیواسطے پیسنے والا پکانے والا چاہیے اسیطرح تنہا لباس بھی نہین حاصل کر سکتا کیونکہ اسمین اول زراعت روئی کی پھر کاتنے بننے کے آلات پھر سینے کا بکھیڑا درکار ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا تنہا رہنا دشوار ہی اجتماع جماعت کی ضرورت ہوا اب اجتماع اگر مثلاً جنگل مین ہو تو حرارت و سردی اور مینھ اور چورون سے ایذا اٹھائین اسلیے ضرور ہوا کہ مکانات مستحکم بنا کر ایک ایک گھر والے مع اپنے آلات و سامان کے جدا جدا رہین کہ اوپر کی سب مصیبتون سے محفوظ رہین اور بعض اوقات چونکہ یہ خوف ہوتا ہی کہ شاید باہر سے چور آکر سب گھرونکو لوٹ لین اس خیال سے ضرورت فصیل اور شہر پناہ کی ہوئی ہی اور اسی ضرورت سے شہرونکی بنا ہوئی جب لوگ شہرونمین اکٹھے ہوجاتے ہین اور آپسمین معاملات کرتے ہین تو جھگڑے بھی باہم پیدا ہوتے ہین کیونکہ مثلاً زوج کو ولایت اور ریاست اپنی منکوحہ پر ہوتی ہی اور باپ کو اپنی اولاد پر اور عاقل پر ریاست و ولایت ہونے سے خصومت ضرور ہوتی ہی دیکھو بہائم پر ولایت ہونے سے کچھ خصومت نہین ہوتی کیونکہ انکو تاب مخاصمت و مقابلہ نہین اگرچہ انپر کیسا ہی ظلم ہو لیکن عورت اپنے خاوند سے اور بیٹا باپ سے جھگڑا کر بیٹھتا ہی بلکہ جب ایک شہر کے لوگ دوسرے سے معاملات کرتے ہین تو بعض اوقات نزاع ہو جاتا ہی اگر انکو حالت نزاع مین ہی چھوڑ دیا جاوے تو لڑ لڑ کر تباہ و ہلاک ہو جاوین اسیطرح چرواہے اور زمیندار ایک ہی چراگاہ اور زمین کے مدعی ہوتے ہین جو دونو کی غرض کو وفا نہین کرتے تو اس سے بھی آپسمین نزاع ہوتی ہی اور بعض اوقات کوئی شخص زراعت اور صنعت سے بوجہ کسی مرض کے عاجز ہوتا ہی یا بڑھاپے کے سبب کچھ نہین کر سکتا پس اگر ایسا شخص یون ہی چھوڑ دیا جاوے تو ہلاک ہو جاوے اور اگر سب کے ذمہ اسکی خبر گیری کیجاوے تب بھی شرکت کی ہنڈیا چوراہے پر پھوٹے اور اگر کسی خاص کے ذمہ اسکی خبر گیری ہو تو وہ کیون اطاعت بلا وجہ کریگا ان وجوہات کے لحاظ سے بہت سی صنعتین پیدا ہوتی ہین اول پیمایش کا فن اس سے زمین کی مقدار معلوم ہوتی ہی تاکہ نزاع کے وقت درستی سے مساوی تقسیم ہو سکے دوم فن سپہ گری جو بزور تلوار حفاظت شہر کی چورون وغیرہ سے کرین سوم پنچایت و حکومت جس سے جھگڑے فیصل ہون چہارم فقہ یعنی وہ قانون شرعی جس سے خلق کا انتظام ہو اور اسکی حدود پر قائم رہین معاملات اور انکے شروط مین تجاوز نہ کرنے پاوین پس یہ باتین سیاست کیلیے ضروری ہین اور انمین سے ہر ایک امر کیلیے ایک آدمی مخصوص صفت کا چاہیے جو علم و تمیز و ہدایت مین ایک درجہ خاص رکھتا ہو اور جب ان کامون مین مصروف ہونگے تو اور کام انسے نہ ہونگے اور معاش کے محتاج یہ لوگ بھی ہین اور شہر والون کو انکی ضرورت ہی مثلاً اگر شہر والے ہی دشمن سے لڑین تو اور صناعت کون کرے اور اگر لڑنیوالے ہی زراعت وغیرہ کرین تو حفاظت کو کون کھڑا ہو پس ہر کارسا و ہر مردے کی ضرورت ہوئی اور ایک ایک کام ایک ایک کے حوالے ہوا کچھ لوگ ایسے ہوے جنکے زر و مال سپرد ہو جس کا کوئی

مالک نہو خواہ دشمنون سے جو لوٹ آوے وہ اُن کے پاس رہے پس اگر چلن سے چلے اور تھوڑے ہی مال پر قانع ہووے تو فبہا ورنہ ضرور
ہوا کہ اورون سے بطور خراج کچھ اُنکو ملے تاکہ حفاظت وغیرہ بخوبی کر سکین اب اس صیغہ کے پیدا ہونیسے اور حاجتین درپیش ہوئی ہین مثلاً ایک
محصل چاہیے جو سب سے نرمی اور عدل کے ساتھ لیوے اور ایک خراج کی مقدار مقرر کرنے والا چاہیے جو عدل سے کشتکارون و مالدارون
پر کچھ مقرر کرے اور ایک خزانچی چاہیے جسکے پاس خراج جمع رہے ایک قاسم یعنی بخشی چاہیے جو وقت مقررہ پر اسکو اہل حاجت مین تقسیم کیا کرے
اور یہ سب کام ایسے ہین کہ اگر کسی ذریعہ سے تقسیم نہو تو انتظام ٹوٹ جاوے اسلیے حاجت ایک بادشاہ یا امیر کی ہوئی جس سے یہ سب کام اچھی
طرح ہو جاوین اور جس شخص کو جس لائق دیکھے اسپر مقرر کردے اور انصاف و عدل خراج کے لینے اور دینے اور لشکر کے بھیجنے اور ہتھیار دنکی
تقسیم اور لڑائی کی طرف مقرر کرنے اور سپہ سالار اور ہر جماعت کے رئیس معین کرنے مین مدنظر رکھے اور لشکر کے ساتھ اور بکھیڑے سلطنت
کے ہین مثلاً حفاظت ملک اور تعیین محرران و عاملان و متصدیان و حسابدانان و خزانچیان وغیرہ اور یہ سب لوگ محتاج معاش ہین اور کوئی
حرفہ نہین کر سکتے اب انکے واسطے بھی مال کی ضرورت ہی جو خراج کے ساتھ وصول ہوتا ہی اُسکو فرع خراج کہتے ہین (جیسے چنگی اور چوکیداری وغیرہ
بالفعل رائج ہین) اس سے معلوم ہوا کہ آدمی صنعت کے اعتبار سے تین قسم ہین اول تو کشتکار و چرواہے و اہل حرفہ دوم اہل سیف سوم وہ لوگ
جو کشتکارون وغیرہ سے لیکر اہل سیف کو دیتے ہین انکو اہل قلم کہنا چاہیے اب دیکھنا چاہیے کہ شروع مین حاجت صرف غذا اور لباس و مکان
کی تھی انجام کو کتنا بکھیڑا ہو گیا دنیا کی سب باتون کا یہی حال ہی کہ ایک کام شروع کرو دس پیدا ہون اسیطرح ہوتے ہوتے بے انتہا ہو جاوین گویا
دنیا ایک دوزخ ہی جسکے عمق کی کچھ حد نہین جب آدمی اُسکے ایک گڑھے مین گرتا ہی اس سے دوسرے مین ڈھلک جاتا ہی اسیطرح گرتا چلا جاتا ہی پھر
یہ حرفے اور صنعتین بدون مال اور اوزار کے نہین ہو سکتے اور مال اُن چیزونکا نام ہی جو روے زمین پر ہین اور لوگ اُن سے منتفع ہوتے
ہین اُن مین سے اعلیٰ غذا مین ہین پھر رہنے کے مکانات پھر کسب معیشت کی جگہ مثل دوکان و کھیت وغیرہ کے پھر لباس پھر اثاث البیت اور
اُسکے آلات پھر آلات کے آلات اور آلات بھی بعض اوقات حیوان کی قسم سے ہوتے ہین جیسے کتا کہ آلہ شکار ہی یا بیل کشتکاری وغیرہ کا آلہ یا
گھوڑا لڑائی کا آلہ اب بعض مواضع ایسے ہوتے ہین کہ اُنمین کشتکاری کے آلات نہین ہوتے اور بڑھئی اور لوہار بعض اوقات ایسے گانو مین بستے ہین
کہ جہان کھیتی نہین ہوتی تو بالضرور جنکے پاس آلات نہین اُنکو بڑھئی لوہار کی حاجت پڑتی ہی اور اُن دونو کو غلہ والے کی ضرورت ہوتی ہی
اس ضرورت سے خرید و فروخت مروج ہوتی ہی یعنی غلہ والا چاہتا ہی کہ اپنے پاس کی چیز دیکر آلات مول لیوے اور آلات والا اپنے آلات
کے عوض مین غلہ خریدنا چاہتا ہی مگر یہ ضرور نہین کہ دونو کی خواہش ایک ہی وقت ہو بلکہ ہو سکتا ہی کہ جس وقت بڑھئی کوئی آلہ تیار کر کے
کسان سے اُسکے عوض غلہ مانگے اسوقت کسان کو ضرورت اس آلہ کی نہو اسی طرح یہ بھی ممکن ہی کہ جب کسان کو ضرورت آلہ کی
ہو تو بڑھئی کو حاجت غلہ کی نہو تو ایسی صورتون مین طرفین کے مقصود بند رہنے کا خوف تھا اس لحاظ سے ایسی دوکانین مقرر
کی گئین کہ جنمین ہر طرح کے آلات فروخت ہوا کرین اور غلون کے واسطے منڈیان مقرر ہوئین کہ جب کسانون اور اہل حرفہ کو ضرورت
آلات خواہ غلہ کی ہو تو اُسی وقت مل سکے منڈی والے کسانون سے غلہ خرید لیتے ہین اور اہل حاجات کو اُن کی خواہش کے
وقت دے دیتے ہین اسی طرح دوکاندار بڑھئی وغیرہ سے آلات خرید لیتے ہین اور طلب کے وقت کسانون کو دیتے ہین،

دوکاندار اُنسے ارزان لیتے ہین اور اہل حاجت کو نفع کے لیے گران دیتے ہین اسی نفع کی توقع سے بازار اور گنج مقرر ہوے سب جنسونکا حال ایسا ہی تصور کرنا چاہیے پھر شہرون اور گانوُن مین آمد و رفت ہونے لگتی ہی تو گانوُن والے شہر مین سے آلات لیجاتے ہین اور شہر والے گانوُن سے غلہ لاتے ہین اسی طرح خلقت کا دستور ہی کیونکہ نہ ہر ایک شہر مین سب آلات رہتے ہین نہ ہر گانوُن مین سب غذائین تو بالضرور جو چیز ایک مین ہوگی اور دوسرے مین نہوگی تو دوسرا محتاج اول کا رہیگا پس کچھ لوگون نے یہی اختیار کرلیا کہ اپنے نفع کے لیے ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ پہونچاتے ہین نہ رات کو سونا نہ دن کو آرام برابر سفر کرتے رہتے ہین اور یہ سب باتین دوسرون کی غرض کے واسطے کرتے ہین انکا خود کا مطلب صرف مال کا اکٹھا کرنا ہوتا ہی جسکو ایکروز یا راہزن چھین لیتے ہین یا کوئی حاکم زبردست لے لیتا ہی لیکن خدا تعالی نے اُنکو یہ راز نہین بتایا وہ برابر غفلت وجہالت مین رہتے ہین تاکہ اُنکی غفلت و نادانی سے انتظام شہرونکا اور مصلحت و بہتری بندگان خدا کی بنی رہے بلکہ اگر سب کامون کو دنیا کے دیکھو تو سب کا انتظام غفلت اور خست اور ہمت سے ہی اگر لوگ ہوشیار ہوتے اور حوصلے بھی عالی رکھتے تو دنیا کو ترک کردیتے اور پھر وجہ معیشت بالکل جاتی رہتی اور سب لوگ مع زاہدین تباہ ہو جاتے پھر ان اموال کو جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے ہین تو کبھی آدمی سے نہین اُٹھ سکتے جانورون پر لاد کر پہونچاتے ہین اور بعض اوقات مالک کے پاس جانور باربرداری کے نہین ہوتے تو وہ اُن لوگون سے معاملہ کرتا ہی جنکے پاس باربرداری ہو خواہ غلہ پہونچانے کا ٹھیکہ مقرر کردیتا ہی یا کرایہ معین ہو جاتا ہی پس کرایہ اور ٹھیکہ بھی ایک وجہ معیشت ہو جاتی ہی پھر معاملات اور معاوضات سے تعین مقدار کی بھی ضرورت ہوتی ہی مثلاً اگر کوئی شخص کپڑے کے عوض مین غذا خریدنی چاہے تو اُسکو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اسقدر غذا کے عوض کسقدر کپڑا چاہیے اور معاملات ہر طرح کے اجناس مختلفہ مین ہوتے رہتے ہین جیسے کپڑا کھانے کے عوض مین فروخت ہوتا ہی اور کپڑے کے عوض مین جانور فروخت ہوتا ہی وغیرہ اور ان چیزون مین کچھ مناسبت نہین جس سے مقدار معلوم ہو جایا کرے تو ضرور ہوا کہ بائع اور مشتری مین ایک مقدار عدل ہو جو ایک کی چیز کو دوسرے کی چیز سے برابر کردے اور یہ عدل ایسی چیزون مین ہے کہ جو عینی اور مالیت رکھتی ہون اور ہمیشہ کو رہ سکین اسلیے کہ اُن کی ضرورت تو ہمیشہ ہی ہوا کرتی ہی اب مالون مین جو دیکھا تو سب سے زیادہ معدنی چیزونکو پائدار پایا اسلیے سونے اور چاندی اور تانبے کو برابری کی غرض کے لیے نقد مقرر کیا پھر اُنکے کمال کیلیے سکہ اور ٹھپہ کی ضرورت ہوئی تو ٹکسال اور صراف مقرر ہوے اسی طرح اشغال و اعمال سے اور اشغال و اعمال نکلتے گیے یہانتک کہ جو نوبت اب ہی وہ نظر ہی مین ہی اور چونکہ اکثر پیشے اسطرح کے ہین کہ بدون سیکھے اور محنت کے نہین آتے اور بعض لوگ لڑکپن مین کوئی کام نہین سیکھتے خواہ کھیل کود و غفلت سے یا کسی اور وجہ سے تو بڑے ہو کر جب اپنے آپ کو ہنر سے عاری دیکھتے ہین تو یہ چاہتے ہین کہ دوسرونکی کمائی کھاوین اس مطلب کیلیے دو پیشے نکمے پیدا ہوتے ہین ایک چوری اور ایک گداگری ان دونون کا مآل یہی ہی کہ دوسرونکی کمائی کھاوین اور ازانجا کہ لوگ اپنا مال حتی الوسع چورون اور گداگرون سے بچاتے ہین تو ان دونون فرقون نے مال لینے کے حیلے اور تدبیرین نکالین چور تو بعض اوقات ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہو کر راہزنی اور ڈاکہ زنی کرنے لگے اور جو اُن مین کمزور ہین وہ نقب اور کمند لگا کر غفلت کیوقت گھرونمین گھسکر چراتے ہین یا اور حیلے کرکے اُٹھائی گیرے

اُچکے جیب کترے بجاتے ہین اسی طرح گداگر اگر کسی کے پاس جاکر مانگتا ہی تو جواب پاتا ہی کہ تو ہٹا کٹا ہی جیسے اور لوگ محنت کرتے ہین تو کیون نہین کرتا تجھے کچھ نہین ملیگا اسواسطے اُس فرقہ کے آدمیون نے بھی تدبیرین روپیہ لینے کی نکالین بعضون کا حیلہ تو یہ ہوتا ہی کہ خود اپنی آنکھین اور اپنے بچون کی آنکھیں پھوڑ لیتے ہین تاکہ لوگ معذور جانکر کچھ دیدین اور بعضے صرف بہانہ کرتے ہین کہ ہمین کچھ نہین سوجھتا یا بتکلف فالج زدہ اور مجنون اور بیمار بنجاتے ہین اور لوگون کے سامنے ایسے فریب کرتے ہین کہ یہ رنج ہمپر اتفاقی آپڑا تاکہ لوگ رحم کھاکر کچھ دین اور بعض لوگ کچھ فعل اور قول ایسے ڈھونڈھتے ہین جنسے آدمی تعجب کرین اور جب اُنکو مشاہدہ کرین تو ہنسین اور خوشی کے وقت شاید کچھ دینے کو ہاتھ اُٹھاوین گو دینے کے پیچھے اپنی حرکت پر نادم ہون لیکن اُسوقت کی ندامت سے کیا فائدہ اور یہ قول و فعل کبھی تو مسخرگی کے طور پر ہوتے ہین مثلاً حکایات عجیب بیان کرنی اور شعبدہ دکھلانا اور افعال و حرکات ایسے کرنا جنسے ہنسی آوے اور کبھی شعرخوانی کے طور پر اشعار غریب خواہ کلام نثر کو خوش آوازی سے گاوین اور شعر موزون کی تاثیر دلمین زیادہ ہوتی ہی خصوصاً اُسوقت کہ اُنمین کوئی تعصب متعلق مذہب کے ہو مثلاً اشعار مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم یا اہل بیت کے یا اُنمین کوئی بات عشق مجازی کی محبت باطل کی ہو جیسے ڈھولکی والے بازارون مین گاتے پھرا کرتے ہین اور اسی فرقہ مین وہ لوگ بھی ہین کہ جو جاہلون اور عورتونکو فریب دیکر تعویذ و گنڈہ اور بوٹی اُنکے ہاتھ بیچ ڈالتے ہین وہ بیچارے اُنکو دوا سمجھکر مول لے لیتے ہین حالانکہ کسی کام کے نہین ہوتے یا قرعہ اور فال دیکھنے پر اجرت لیتے ہین اور اسی جنس مین وہ لوگ بھی ہین کہ منبر و نیز بیٹھ کر وعظ کہا کرتے ہین اور اُنکی غرض صرف اپنی طرف لوگونکے دلونکا متوجہ کرنا اور اُنسے مال لینا ہوتا ہی اور کوئی فائدہ علمی نہین منظور ہوتا اسی طرح گداگری کی ہزارون صورتین ہین اور سب بہت فکر دقیق سے نکلی ہین عیشت والونکو دن رات یہی فکر رہتی ہی ایسی ہی تدبیرین سوچا کرتے ہین پس یہ اشغال و اعمال خلقت کے ہین جنپر وہ گرے ہوئے ہین اور منشاء ان سبکا صرف حاجت خوراک و پوشاک کی ہی لیکن اسمین وہ اپنی جانونکو بھول گئے اور مقصود و مآل اُنکے ہاتھ سے جاتا رہا اسیوجہ سے حیران و سرگردان و گمراہ ہوگئے اور اُنکی ضعیف عقلونپر دنیا کے شغلونکی کدورت سے خیالات فاسدہ جمگئے اسی لحاظ سے ہر ایک کا مذہب اور رائے چند طور ہوگئی بعض لوگ تو ایسے ہوے کہ غلبہ جہل اور غفلت کے باعث اُنکی آنکھین نکھلین اور انجام کار نہ سوجھا اور یہی جانا کہ مقصود یہی ہی کہ چند روز دنیا مین زندہ رہکر غذا کے حاصل کرنے مین کوشش کرین اور کھاوین کہ کمائی کے قابل ہو جاوین پھر کماکر کھاوین غرضکہ اُنکی غذا کمائی کیواسطے ہی اور کمائی غذا کیلیے اور یہ راے کسانون اور حرفہ والونکی ہی جو دنیا مین کبھی سایش سے نہین رہتے نہ دن مین پاؤن دھرتے ہین دن بھر رات کی غذا کے لیے مشقت کرتے ہین اور رات کو دن کی مشقت کیواسطے غذا کھاتے ہین یہ لوگ مرنیکے وقت تک تیلی کے بیل کیطرح اسی گردش مین رہتے ہین اور کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ ہم مطلب سمجھ گئے شریعت کا مقصود یہ نہین کہ انسان عمل ہی پر کفایت کرے اور دنیا کے لذائذ سے محروم رہے بلکہ سعادت یہی ہی کہ شہوت شکم اور فرج سے پیٹ بھر کر حاجت پوری کرے پس یہ لوگ اپنے نفسونکو بھول گئے اور تمامی ہمت عورتونکی صحبت اور لذائذ کھانون مین صرف کی چوپایون کیطرح بجز خورد و خواب کے اور کچھ نہ جانا اور اُسی کو غایت مقصود سمجھا نہ خدا تعالی اور قیامت کے دن سے غافل رہے اور ایک جماعت کا یہ گمان ہی کہ سعادت مالکی اور خزانونکی کثرت سے ہی تو یہ لوگ رات دن جمع کرنیکی فکر مین رہتے ہین اور اس غرض کیلیے بڑی بڑی محنتین اور طویل سفر اختیار کرتے ہین قدر ضرورت کے سوا بخل کے مارے کچھ نہین صرف کرتے کہ کہین مال کم نہو جاوے اور اسی ننانوے کے پھیر مین

پڑے رہتے ہین یہانتک کہ مرنیکے بعد اُنکی کمائی یا تو زمین ہی مین رہتی ہی یا کسی کھاؤ اُڑاؤ کے ہاتھ لگتی ہی یہ تو چین کرتا ہی اور جوڑ جوڑ رکھنے والا اُسکی مصیبت و وبال مین گرفتار ہوتا ہی لیکن جمع کرنیوالے یہ حال اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین اور عبرت نہین کرتے اور ایک لوگون کو یہ خیال ہی کہ سعادت منحصر نیکنامی مین ہی کہ لوگ ہمارے تجمل و مروت کی ثنا اور صفت بیان کرین یہ لوگ رات دن جو کچھ معاش پیدا کرتے ہین پانی کھانے پینے مین بہت تنگی کرتے ہین لیکن سب مال اچھی پوشاک اور نفیس سواریون مین صرف کرتے ہین گھر کے دروازے یا جن چیزون پر خلق کی نگاہ پڑے اُنکو بہت منقش اور آراستہ رکھتے ہین تاکہ لوگ اُنکو غنی اور مالدار کہین اور اسی مین اپنی سعادت سمجھتے ہین اور بعضے یون تصور کرتے ہین کہ آدمی کی سعادت اسمین ہی کہ لوگونکے نزدیک مقبول اور قابل تعظیم ہو جاوے اس خیال سے ہمہ تن اس بات مین کوشش کرتے ہین کہ لوگ ہماری اطاعت کرین اور ہمین لحاظ حکومت پر مرتے ہین اور سرکاری کام لینے سے بڑے خوش ہوتے ہین تاکہ اسوجہ سے کچھ لوگون پر حکومت ہو جاوے اور اسی کو غایت مقصود سمجھتے ہین اور یہ بات اکثر غافل لوگونمین موجود ہی لوگون کی فرمانبرداری کی محبت سے خدا کی فرمانبرداری اور عبادت اور اپنی معاد و آخرت کی فکر کو نسیًا منسیًا کر دیا ہی علاوہ ان جماعتونکے اور بہت سے فرقے ہین جنکی شمار ستر سے کچھ زیادہ ہی اور سب کے سب خود گمراہ ہین اور اورون کو صراط مستقیم سے بہکاتے ہین اور یہ صرف اسوجہ سے کہ کھانے اور لباس اور مسکن کی حاجت مین یہ بھول گئے کہ ان چیزونکی حاجت کس لیے ہی اور ان مین سے کسقدر کافی ہین اور انکے اسباب ابتدائی مین پڑکر انجام تک نوبت پہونچ گئی اور آخر کو ایسے گڑھے مین جا پڑے کہ انمین سے نکلنا دشوار ہو گیا پس جو شخص کہ ان چیزون کی طرف حاجت کی وجہ جانتا ہو اور جو کچھ دنیاوی کامونسے مقصود ہی اُس سے بھی واقف ہی ایسا شخص جو کام اور حرفہ کرے گا اُس کی غرض اور مقصود کو جانتا ہوگا اور یہ بھی واقف ہوگا کہ میرا حصہ اس کام و حرفہ سے صرف بدن کی خبر گیری ہی کہ غذا و لباس سے اسقدر اُسکو پہونچے کہ ہلاک نہو پس اگر اپنے اس حصہ مین بھی کمی کریگا تو سب شغل اس سے دفع ہو جاوینگے اور فارغ البال ہو کر ہمہ تن متوجہ آخرت ہوگا اور اسی کیلیے تیاریان کریگا اور اگر حصہ مذکور یعنی مقدار ضرورت سے بڑھ کر لیگا تو اشغال کا ہجوم ہوگا سلسلہ بے انتہا کام نکل آوینگے اور طرح طرح کے ترددات مین مبتلا ہوگا اور جس شخص کو دنیاوی ترددات اسطرح رہتے ہین اسکو معلوم نہین کہ خدا تعالیٰ کونسے تردد مین ہلاک کر دے اور اس مثل کا مصداق بنا دے ع جو میرد مبتلا میرد جو خیزد مبتلا خیزد + یہانتک حال اُن لوگونکا ہوا جو دنیا کے کامون مین مستغرق رہتے ہین اب یہ سننا چاہیے کہ بعض لوگ دنیا کے حال سے واقف ہو کر اُس سے اعراض کرتے ہین اُنپر شیطان حسد کرکے اسی اعراض مین ایسی باتین اُنکے دلمین جماتا ہی کہ بے گمراہ کیے نہین چھوڑتا مثلاً بعض لوگون کو یہ تصور ہوتا ہی کہ دنیا محنت و مصیبت کیجگہ ہی اور آخرت سعادت کا مکان ہی جو آخرت مین پہونچا سعادت مین داخل ہوا خواہ عبادت کرے یا نہین اور اس بنا پر یہ اعتقاد کر لیا کہ محنت دنیاوی سے بچنے کے لیے اپنی جانونکو ہلاک کرنا بہتر ہی یہ عقیدہ ہندو عابدونمین سے ایک فرقہ کا ہی کہ اپنے آپ کو جلتی آگ مین گرا کر خاک کر ڈالتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ اس سے محنت دنیاوی اُنپر سے ٹلجاویگی اور آخرت مین کھڑے سعادت مین پہونچین گے اور کچھ لوگونکو یہ تصور ہی کہ خودکشی سے نجات نہین ہوتی بلکہ اول یہ ضرور ہی کہ صفات بشری کو معدوم کرنا اور نفس سے بالکل نیست و نابود کرنا چاہیے اور سعادت آخرت شہوت و غضب کے بالکل قطع کرنے مین ہی اسی خیال سے مجاہدہ کیطرف متوجہ ہوئے اور اپنے نفس پر اتنی سختی کی

کچھ تو کثرت ریاضت ہی مین مر گئے اور بعضون کی عقل فاسد ہو کر مجنون ہو گئے اور بعضے مریض ہو کر عبادت سے رہ گئے اور بعضے بیخ کنی صفات بشری سے عاجز ہو کر جاننے لگے کہ شریعت کے حکم اور تکلیف کی تعمیل محال ہے اور اسکی کچھ اصل نہین دھوکا ہی دھوکا ہے ان خیالات سے ملحد بن گئے اور بعضون کو یہ سوجھا کہ سب محنت خدا کے واسطے کی جاتی ہے مگر خدا تعالی کی ذات ہر چیز سے بے پرواہ ہے نہ کسی عابد کی عبادت سے اُسمین کچھ زیادہ ہو اور نہ کسی عاصی کی نافرمانی سے اُسمین کم ہو یہ سوچ کر احکام شرعی کو بالائے طاق رکھدیا اور خواہش نفسانی کی طرف رجوع کی اور جو چاہا سو کیا اور یہ سمجھے کہ ہمارا عقیدہ بہت صاف ہے کہ خدا کو ہم عابدون کی عبادت سے بے پروا جانتے ہین اور کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ عبادت سے غرض مجاہدہ ہے اسقدر کہ آدمی کو معرفت حاصل ہو جاوے اور معرفت ہونے پر واصل الی اللہ ہو جاتا ہے اس رتبہ کے بعد پھر حاجت وسیلہ اور حیلہ یعنی عبادت کی نہین رہتی اور چونکہ اس قسم کے لوگ اپنے آپ کو معرفت مین کامل جانتے ہین تو اس وجہ سے عبادت چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ تکالیف شرعی ہم لوگون کے واسطے نہین عوام کے واسطے ہین اُن کے سوا اور مذاہب باطلہ اور گمراہیان سخت ہین کہ اُن کی تعداد ستر سے کچھ زیادہ ہو پہنچتی ہے مگر ان مین سے صرف ایک فرقہ نجات پا دے گا اور وہ وہی لوگ ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب رضؓ کے طریق پر چلنے والے ہین یعنی جنکا عقیدہ یہ ہے کہ نہ بالکل دنیا کو ترک کرنا چاہیے اور نہ بالکل بیخ کنی شہوات کی کرنی چاہیے بلکہ دنیا مین سے بقدر زاد لینا چاہیے اور شہوات مین سے اُس قدر کا استیصال کرنا چاہیے جو حد شرع اور عقل سے خارج ہو خلاصہ یہ کہ نہ ہر ایک شہوات کا درپے ہو اور نہ ہر ایک کا تارک بلکہ طریق متوسط اختیار کرنا چاہیے اسی طرح نہ دنیا کی ہر چیز کا طالب ہو نہ ہر ایک چیز کا تارک بلکہ جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اُس کا مقصود جانکر اُس کے مقصود ہی تک رہنے دے مثلاً غذا اسے اُسی قدر لے کہ بدن عبادت پر قادر رہے اور مسکن سے اُسی قدر اختیار کرے جو حرارت اور برودت اور چورون کی حفاظت کو بس ہو اور علی ہذا القیاس لباس کو جاننا چاہیے پس جب اسطرح بدن کے شغل سے فارغ ہو گا تمامی ہمت سے متوجہ الی اللہ ہو کر زندگی بھر ذکر و فکر مین مشغول رہیگا اور ہمیشہ شہوات کی حفاظت اور سیاست کرتا رہیگا کہ ورع اور تقوی کی حدود سے تجاوز نہ کرنے پاوین اور اسکی تفصیل جب ہی معلوم ہوتی ہے جب اقتدا فرقہ ناجیہ یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم کا نصیب ہو چنانچہ حدیث شریف مین ہے جب آپنے امت کا بہتر فرقون مین متفرق ہونا فرمایا اور ایک فرقہ کو ناجی ارشاد فرمایا تو لوگون نے اُس ناجی فرقہ کو پوچھا آپنے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعۃ پھر لوگون نے عرض کیا کہ اہل سنت اور جماعت سے کون لوگ مراد ہین آپنے فرمایا جنکا طریقہ وہ ہو جو میرا اور میرے اصحابؓ کا ہے سچ ہے ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید * کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید * اصحاب رضؓ کا طریق متوسط تھا جیسا کہ ہم پہلے مفصل لکھ چکے ہین یہ لوگ دنیا کو دنیا کی غرض سے نہ لیتے تھے بلکہ دین کی غرض سے اور راہب اور تارک دنیا بالکلیہ نہوتے تھے سب امور مین افراط و تفریط اُنکے مزاج مین نہ تھی بلکہ اُنکا امر راستی اور درستی کے ساتھ تھا جو طریقہ وسط اور محبوب الہی تھا وہی اُن لوگونکو پسند تھا اور درجہ اوسط کی بہتری چند جا پہلے بھی لکھی گئی ہے دنیا کی برائیون کا بیان تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم

ح ترمذی نے روایت کی عبداللہ بن عمرو سے ابو داؤد و ترمذی نے روایت کی معاویہ سے اور اس مین یہ لفظ ہین ۱۲

ساتوان باب بخل کی مذمت اور مال کی دوستی کے بیان مین اسمین بارہ بیان ہین

رباعی

کرتے ہین بخیل زندگی بھر امساک	اور مال کی دوستی کو سمجھین تریاک
پر حیف کہ موت پر وہ اپنے ہمراہ	اس مال و منال سے نہ لیجاوینگے خاک

واضح ہو کہ دنیا کے فتنہ شاخ در شاخ اور نہایت واسع و فراخ ہین مگر سب مین بڑا فتنہ دنیا کا اموال ہین اور انھین مین رنج و محنت بھی زیادہ ہی اور زیادہ تر خرابی کی وجہ یہہ ہی کہ اُسسے نہ کسی کو بے پروائی اور نہ اُنکے ہونیسے صورت سلامتی اگر مال نہو تو فقر کہ قریب کفر ہو چکا ہی حاصل ہوتا ہی اور اگر مال ہو تو باعث سرکشی ہوتا ہی جسکا انجام بجز نقصان کچھ نہین غرضکہ مال خالی فائدے اور نقصان سے نہین مال کے فائدے منجیات مین داخل ہین اور اُسکے نقصان مہلکات مین اور مال مین سے یہ پہچان لینا کہ فلان مال بہتر ہی اور فلان بُرا ایسا مشکل ہی کہ سوائے علمائے راسخین اور ارباب دین کے اور لوگون کو نہین معلوم ہو سکتا ہی اسلیے اسکا بیان جداگانہ بہت ضرور ہی پہلے باب مین جو مذمت دنیا کی بیان ہوئی تو عام دنیا کی مذمت تھی کچھ مال کے اعتبار سے نہ تھی کیونکہ دنیا تو آدمی کے خطوظ زندگانی کا نام ہی اور اُسکے بہت حصے ہین ایک اُنمین سے مال بھی ہی اور ایک جاہ ہی اور ایک اتباع شہوت شکم و فرج اور ایک غصہ و حسد کے بموجب دلکے پھپھولے توڑنے اور ایک شیخی و تعلی غرضکہ اسی طرح بہت سے اجزا ہین جنسے آدمی کو خط زندگانی ہوتا ہی اس باب مین ہم صرف مال کا بیان کرتے ہین اسلیے کہ اُسمین آفات اور ضرر بہت ہین اُسکے نہونے سے تو آدمی مین فقر کا وصف آجاتا ہی اور اُسکے موجود ہونیسے توانگری کا وصف ہوتا ہی اور یہ دونون ایسے اوصاف ہین کہ اُنسے آدمی کا امتحان ہوا کرتا ہی پھر مفلس کی دو حالتین ہین قناعت اور حرص ایک اُنمین سے اچھی ہی اور دوسری بُری اور حریص کے بھی دو حال ہین یا تو لوگونکے مال مین طمع کرتا ہی یا دوسرون کے مال سے دست بردار ہو کر حرفہ اور پیشہ کے کرنے مین مستعد رہتا ہی اُن دونون حالتون مین سے دوسرونکے مال کی طمع بہت بُری ہی اب توانگر کے بھی دو حال ہین ایک تو بخل کے سبب امساک کرنا دوسرے خرچ کرنا ان مین بھی ایک صورت اچھی ہی اور ایک بُری پھر خرچ کرنے والے کے بھی دو حال ہین ایک اسراف دوسرے میانہ روی اور عمدہ میانہ روی ہی اور یہ سب باتین باریک اور ایک دوسرے سے متشابہ ہین اسلیے انکا واضح کرنا بہت ضرور ہی لہذا ہم اسکی شرح چودہ بیانون مین کرتے ہین

بیان اول مال کی مذمت اور اسکی محبت کی بُرائی

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ہم الخاسرون اور فرمایا انما اموالکم واولادکم فتنۃ واللہ عندہ اجر عظیم اور فرمایا من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اور فرمایا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی اور فرمایا الہکم التکاثر اور حدیث شریف مین ہی کہ مال اور شرف کی محبت دل مین نفاق اسطرح اُگاتی ہین جیسے پانی سے ساگ اُگتا ہی اور دوسری حدیث مین ہی اگر بکریون کے گلے مین دو بھوکے بھیڑیے چھوڑ دیے جاوین تو وہ اُسمین اتنا نقصان نہین کرتے جتنا محبت مال اور شرف کی مسلمان آدمی کے

دین مین نقصان کرتی ہی اور نیز فرمایا کہ ہلک المکثرون الا من قال بہ فی عباد اللہ ہکذا وہکذا اور لوگون نے جب آپ سے عرض کیا کہ آپکی امت مین سب سے زیادہ شریر کون لوگ ہین آپنے فرمایا کہ توانگر اور ایک حدیث مین یہ ارشاد فرمایا کہ تمھارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ غذائین لطیف اور طرح طرح کی کھائینگے اور گھوڑون مین سے عمدہ عمدہ تیز رفتار ونپر سوار ہونگے اور عورتون مین سے خوبصورت اور شکیل سے نکاح کرینگے لباس فاخرہ انواع واقسام کے پہنین گے اُنکے پیٹ تھوڑی سی چیز سے پُر نہونگے نہ نفس کثیر پر قانع دنیا ہی کے ہو رہینگے صبح وشام وہی مدنظر ہوگی خدا تعالی کے سوا اُسی کو اپنا معبود اور رب جانینگے پس جو شخص تم زمانے مین ہو تمھاری اولاد کی اولاد مین سے یا بعد کے لوگون مین سے اُسکو محمد بن عبد اللہ کی طرف سے قسم ہی کہ وہ نہ ایسے لوگونکو سلام کرے اور نہ اُنکے بیمار کی عیادت کرے نہ اُنکے جنازے مین شریک ہو نہ بڑے کی تعظیم کرے اور اگر ایسا کریگا تو بناء اسلام کے گرانے مین ساعی اور مددگار ہوگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ دنیا کو دنیا دارون کیلیے چھوڑ دو اسلیے کہ جو کوئی دنیا مقدار کفایت سے زیادہ حاصل کریگا وہ اپنی موت حاصل کریگا اور اُسکو خبر بھی نہوگی اور دوسری حدیث مین فرمایا یقول ابن آدم مالی مالی وہل لک من مالک الا ما اکلت فافنیت او لبست فابلیت او تصدقت فامضیت اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین موت کو نہین چاہتا ہون آپ نے فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہی اُسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ اپنے مال کو آخرت کیلیے دے ڈال کیونکہ ایماندار کا دل مال کے ساتھ رہتا ہی اگر دے دیا ہوگا تو یہ چاہے گا کہ مین بھی اُس سے جا ملون اور اگر پیچھے چھوڑیگا تو یہ چاہیگا کہ کاش مین بھی اُسکے ساتھ ہی دنیا مین رہتا اور فرمایا کہ آدمی کے دوست تین ہین ایک تو قبض روح تک ساتھ رہتا ہی دوسرا قبر تک تیسرا قیامت تک قبض روح تک کا ساتھی تو مال ہی اور قبر تک کے ساتھی اُسکے گھر والے ہین اور قیامت تک کے ساتھی اُسکے اعمال ہین اور ایکبار حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی کہ آپ پانی پر چلتے ہین اور یہ امر ہم سے نہین ہوسکتا آپنے فرمایا کہ تمھارے نزدیک کچھ روپیہ اشرفی کی قدر ہی اُنھون نے عرض کیا کہ البتہ ہم اُنکو اچھا جانتے ہین آپنے فرمایا کہ میرے نزدیک وہ دونون اور ڈھیلے یکسان ہین اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت ابو درداء کی خدمت مین ایک خط لکھا کہ اے برادر اتنی دنیا مت جمع کرنا جسکا شکر تم سے ادا نہ ہوسکے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ جس مالدار نے اپنے مال کو خدا کے فرمانے کے بموجب صرف کیا ہوگا وہ قیامت کو حاضر کیا جاویگا اُسکا مال سامنے ہوگا جب پل صراط پر ادھر اُدھر جھکنے لگیگا تو اُسکا مال کہیگا کہ چلا کیون نہین جاتا تو مجھ مین سے اللہ کا حق دے چکا ہی پھر ایسا مالدار آویگا جسنے حکم خدا کے موافق نہ کیا ہو اُسکا مال اُسکے شانون پر رکھا ہوگا جب پل صراط پر جھکنے لگیگا تو اُسکا مال کہیگا کہ خرابی ہو تجھکو تونے مجھ مین سے خدا کا حق کیون نہ دیا اسی طور پر اُسکا حال رہیگا یہانتک کہ واہی تباہی مچاویگا اور باب زہد وفقر مین جو ہمنے غنا کی مذمت اور فقر کی صفت لکھی ہی اُن سب کا مآل مال کی برائی ہی اسکو یہان بیان کرنے کی حاجت نہین اسی طرح دنیا کی مذمت مین جو کچھ بیان ہوا ہے وہ بھی مذمت مال کو شامل ہی اسلیے کہ دنیا کے ارکان مین سب سے زیادہ مال ہی لیکن اس باب مین وہی مذکور ہوتا ہی جو خاص کر مال کے باب مین وارد ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی اذا مات العبد قالت الملائکۃ ما قدم وقال الناس ما خلف اور فرمایا لا تتخذوا الضیعۃ

محمد بن دینار روایت ہی کہ کسی شخص نے حضرت ابو درداء رضہ کے ساتھ کچھ برائی کی تو آپ نے یون فرمایا کہ الٰہی جس نے مجھسے برائی کی ہے اُسکو صحیح و سالم رکھ اور اُسکی عمر زیادہ کر اور مال کثرت سے دے یہان دیکھنا چاہیے کہ باوجود صحت بدن اور زیادتی عمر کے کثرت مال کو نہایت امتحان تصور فرمایا کیونکہ اسکی کثرت سے نوبت سرکشی کی بالضرور پہونچتی ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک درم اپنی ہتھیلی پر رکھکر فرمایا تو ایسی چیز ہی جب تک میرے پاس سے ٹلیگی مجھ کو نفع نہ دے گی اور روایت ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش ام المومنین کی خدمت مین کچھ روپیہ بھیجے انھون نے پوچھا یہ کیسے ہین لوگون نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے آپکے لیے بھیجے ہین اُنھون نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ عمر کی مغفرت کرے پھر ایک پردے کو کھولکر اُسکو پھاڑا اور اُسکی تھیلیان سی کر وہ تمام مال اپنے رشتہ دارون اور یتیمون مین بانٹ دیا پھر اپنے ہاتھ اُٹھا کر یون دعا مانگی کہ الٰہی اس سال کے سوا پھر میرے پاس عمر کی عطا نہ آوے اور ایسا ہی ہوا کہ ازواج مطہرات مین سے اول انتقال انھین کا ہوا اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ جسکو روپیہ عزت دیتا ہی اُسکو خدا ذلیل کرتا ہی اور روایت ہی کہ جب اول اول روپیہ اشرفی تیار ہوے تو ابلیس نے اُنکو اُٹھا کر اپنے ماتھے پر رکھا اور بوسہ دیا اور کہا کہ جو تمسے محبت کریگا وہ حقیقت مین میرا غلام ہوگا اور سمیط ابن عجلان کہتے ہین کہ روپیہ اشرفیان منافقونکی باگین ہین جنسے دوزخ کیطرف کھینچے جائینگے اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ روپیہ ایک بچھو ہی جسکو اُسکا منتر نہ آتا ہو وہ اسکو نہ لیوے کیونکہ اگر کاٹ لے گا تو اُسکا زہر چڑھ کر ہلاک ہو جاوے گا لوگون نے پوچھا کہ اُسکا منتر کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ وجہ حلال سے حاصل کرنا اور حق پر صرف کرنا اور علا ابن زیاد رح کہتے ہین کہ دنیا میرے سامنے صورت بنکر آئی ہر طرح کی زینت سے آراستہ تھی مین نے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اُسنے جواب دیا کہ اگر تمکو منظور ہی کہ خدا سے میرے شر سے تمکو بچاوے تو روپیہ کو برا سمجھنا کیونکہ گویا تمام دنیا روپیہ ہی کا نام ہی اس جہت سے کہ روپیہ کی بدولت تمام اقسام دنیا حاصل ہو سکتے ہین جو اُس سے صبر کریگا وہ گویا تمام دنیا سے صبر کریگا جیسا کہ کسی کا قول ہی ؎ زر جسکو میسر ہی وہ دنیا مین دھنی ہی ٭ جو اُس سے کرے صبر وہ دنیا سے غنی ہی ٭ اور مسلمہ بن عبدالملک حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی خدمت مین نزع کی حالت مین گئے اور انسے کہا کہ آپ نے ایسا کام کیا جو کسی نے آپسے پہلے نہین کیا وہ یہ ہی کہ اپنی اولاد کیلیے نہ روپیہ چھوڑا نہ اشرفی اور اُنکے تیرہ بیٹے تھے مسلمہ کا قول سنکر اُنھون نے فرمایا کہ مجکو ذرا اٹھلا دو جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ مین نے اولاد کے واسطے کچھ نہین چھوڑا تو مین نے اُنکا حق کچھ نہین داب رکھا اور جو غیرون کا حق تھا وہ اُن کو نہین دیا علاوہ ازین میرے بیٹے دو طرح کے ہین یا تو خدا کے فرمانبردار ہین تو ایسون کو تو خدا ہی کافی ہی چنانچہ خود فرماتا ہی وھو یتولی الصالحین یا عاصی و نافرمان ہین اُنکی مجھے کچھ پروا نہین جو ہو سو ہو اور روایت ہی کہ محمد بن کعب قرظی رح کو بہت سا مال ہاتھ لگا لوگون نے کہا کہ اگر اُسکو اپنے بیٹے کیواسطے رکھ چھوڑو تو مناسب ہے اُنھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ اُسکو تو اپنے لیے خدا کے پاس جمع کردونگا اور خدا کو اپنے بیٹے کیلیے چھوڑ جاؤنگا اور ایک شخص نے ابو عبد ربہ سے کہا کہ برادر ایسا نہو کہ تم دنیا سے بُری طرح اُٹھو اور مال اپنی اولاد کیواسطے چھوڑ مرو اُنھون نے اپنے مال مین سے ایک لاکھ درم خیرات کردیے اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ آدمی کو مال مین مرنے کے وقت دو مصیبتین ایسی ہوتی ہین کہ پہلے اور پچھلے لوگون نے بھی ویسی نہ سنی ہون لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک تو یہ کہ سب کا سب اس سے چھن جاتا ہی دوسرے یہ کہ تمام دکمائی کا

اُس سے سوال ہوتا ہے یعنی حساب دینا پڑتا ہے

دوسرا بیان مال کی تعریف اور اُسکی مدح و مذمت مین تطبیق کی وجہ - جاننا چاہیے کہ خداے تعالی نے قرآن مجید مین مال کو چند جا لفظ خیر سے تعبیر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی ان ترک خیرا - آخر آیت تک اور حدیث شریف مین ہی نعم المال الصالح للرجل الصالح بہر صورت قرآن شریف سے و حدیث سے تعریف مال کی ثابت ہی علاوہ اسکے جو کچھ صدقہ اور حج کے ثواب مین مذکور ہوا ہی وہ سب بھی مال ہی کی صفت ہی کیونکہ بدون مال نہ حج ہو سکے نہ خیرات اور یہ کلام اللہ مین ہی وتستخرجا کنزہما رحمۃ من ربک اور دوسری جا بندون پر احسان کے طور پر ارشاد ہی ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنات ویجعل لکم انہارا اور حدیث شریف مین ہی کاد الفقر ان یکون کفرا یہ بھی مال ہی کی ثنا ہی اور وجہ تطبیق کی درمیان مذمت و ثنا کے تب تک معلوم نہین ہو سکتی جب تک مال کی حکمت اور مقصود اور آفات اور ضررون کو نہ جانا جاوے یہ امر جاننے سے معلوم ہوتا ہی کہ مال ایک وجہ سے بہتر ہی اور ایک وجہ سے بدتر بہتری کی جہت سے قابل ثنا ہی اور برائی کے باعث قابل مذمت کیونکہ مال نہ تو بالکل خیر ہی نہ بالکل شر بلکہ دونو کا سبب ہوا کرتا ہی اور جو چیز سبب خیر و شر دونون کا ہو اُسکی کبھی ثنا ہو گی اور کبھی مذمت اور ہوشیار و عاقل شخص اس سے جان سکتا ہی کہ مال قابل مدح ہی اور قابل مذمت اور جو کچھ ہم نے جلد چہارم کے باب الشکر مین خیرات کا بیان اور نعمت کے درجات کی تفصیل لکھی ہی وہان مفصل دیکھ لینا چاہیے یہان اسقدر کافی ہی کہ داناؤن اور اہل بصیرت کا مقصود سعادت اخروی ہی اور واقع مین بھی وہی دولت جاوید اور نعمت پائدار ہی دانا اور بزرگ لوگ اُسی کے راغب ہوے ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آدمیون مین سب سے زیادہ بزرگ اور دانا کون ہی آپنے ارشاد فرمایا اکثرہم للموت ذکرا واشدہم لہ استعدادا اور سعادت اخروی دنیا مین بدون تین وسیلون کے نہین حاصل ہو سکتی ہی ایک فضائل نفسی مثل علم اور حسن خلق کے دوسرے فضائل جسمی مثل صحت و تندرستی کے تیسرے وہ فضائل کہ بدن سے خارج ہون جیسے مال و اسباب وغیرہ اور ان تینون مین نفس کی فضیلت سب مین اعلی ہی اُسکے بعد جسمی فضائل ہین اُسکے بعد یعنی سب سے ادنی فضائل خارجی ہین غرضکہ مال بھی خارجی چیزون مین سے ہی اور انہین سے ادنی چیز اشرفی روپیہ ہی کیونکہ یہ خادم ہین اُنکا خادم کوئی نہین اور دوسری چیزون کیلیے اُنکی خواہش ہوتی ہی خود اُنکی ذات مراد و مقصود نہین اسلیے کہ نفس ایک جوہر نفیس ہی جسکی سعادت مطلوب ہی وہ علم اور معرفت اور مکارم اخلاق کی خدمت کرتا ہے تاکہ یہ چیزین نفس کے صفات ذاتیہ مین داخل ہون پھر نفس کی خدمت بدن بذریعہ حواس اور اعضا کے کرتا ہی اور غذا اور خوراک وغیرہ بدن کی خدمت کرتی ہین اور چونکہ یہ بات پہلے گذر چکی ہی کہ غذا سے غرض بدن کا قائم رکھنا ہی اور نکاح سے غرض نسل کا باقی رکھنا اور تندرستی سے مقصود نفس کی تکمیل اور تزکیہ اور علم و اخلاق سے مزین کرنا ہی تو جس کسی کو یہ ترکیب معلوم ہو گی وہ قدر مال کی اور وجہ اُسکی بہتری کی جان لیگا کہ مال اسوجہ سے ضروری ہی کہ اُس سے غذا و لباس جو بدن کی بقا کے لیے ضروری ہین حاصل ہوتے ہین اور بدن کی بقا کمال نفس کیلیے ضروری ہی اور کمال نفس مین خیر و سعادت ہی پس جو شخص کسی چیز کا فائدہ اور غایت اور مقصود جانکر اُسی چیز کا استعمال کرے کہ وہی غایت مد نظر رہے اُسکو بھولے نہین تو یہ استعمال اُسکے حق مین بہتر اور مفید ہی اور از انجا کہ مال بھی بوجہ مذکورہ بالا ذریعہ کمال نفس ہو سکتا ہی اسلیے کہ اُسکا کام مین لانا صرف اسی غرض کیلیے اچھا ہی اور نیز مال ذریعہ فاسد مقصدونکا بھی ہی یعنی اس سے ایسی باتین بھی ہو سکتی ہین

جو سعادت اخروی سے باز رکھین اور علم و عمل کی راہ بند کر دین ایسی صورت مین مال کا استعمال بُرا ہی خلاصہ یہ کہ مال وسیلہ اور ذریعہ دوسرے مقاصد کا ہوتا ہی جیسا مقصد ہوگا ویسا ہی مال کا بھی حال ہی اگر مقصد اچھا ہی تو مال بھی اچھا ہوگا اور اگر بُرا ہی تو بُرا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکورۂ بالا کے موافق جو شخص دنیا کو قدر کفایت سے زیادہ لیگا تو نادانستہ گویا اپنی موت لے گا اور چونکہ طبیعتین اتباع شہوات کی مائل ہین اور شہوات راہ خدا کی روکنے والی اور مال سے وے بآسانی حاصل ہو سکتی ہین تو قدر کفایت سے زیادہ مال لینے مین بڑے خوف کی جگہ ہی اسی لحاظ سے انبیا علیہم السلام نے اُسکے شر سے پناہ مانگی ہی یہانتک کہ حدیث شریف مین ہی اللھم اجعل قوت آل محمد کفافاً[1] دیکھو دنیا سے اُسکی بمقدار طلب فرمایا جو تری خیر ہو اور فرمایا اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین[2] اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یون پناہ مانگی واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام[3] سے غرض سونا چاندی ہی اسوجہ سے کہ رتبہ نبوت اس بات سے پاک ہی کہ پتھرون کو خدائی کا اعتقاد کرے اور آیت مین جو لفظ نعبد مذکور ہی عبادت سے غرض نقدین کی محبت اور رغبت اور اُن کے باعث دھوکا کھا جانا ہی جیسے کہ حدیث شریف مین ہی تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم تعس ولا انتعش واذا شیک فلا انتقش[4] اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ دینار و درم کا محبت رکھنے والا اُنکی عبادت کرنے والا ہی اور عابد کسی پتھر کا عابد بت کا ہی بلکہ جو غیر اللہ کی پرستش کرے وہ بت پرست ہی اور شرک مگر اتنی بات ہی کہ شرک کی دو قسمین ہین خفی اور جلی شرک خفی موجب ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین اور اس سے اہلِ ایمان بھی کم خالی ہوتے ہین کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہی اور شرک جلی سے ہمیشہ دوزخ مین رہنا ہوگا خدا تعالےٰ ہم کو دونون قسمون سے بچاوے

تیسرا بیان آفات مال اور اُسکے فوائد کی تفصیل مین ۔ واضح ہو کہ مال مین سانپ کیطرح زہر بھی ہی اور زہر مہرہ بھی زہر اسکے آفات ہین اور زہر مہرہ فوائد جس شخص کو فوائد و آفات دونون معلوم ہون اُس سے ہو سکتا ہی کہ مال کی شر سے بچے اور خیر کا طالب ہو پھر مال کے فوائد کی دو قسمین ہین دنیاوی اور دینی قسم اول یعنی فوائد دنیاوی کا ذکر کرنا فضول ہی اسلیے کہ تمام اقسام خلق مین مال کے فوائد مشہور و معروف ہین اگر وہ اس مین فائدہ نہ جانتے تو اس کی طلب مین کیون جان کھوتے لیکن فوائد دینی تین قسمون مین منحصر ہین ۔

قسم اول یہ کہ مال کو اپنے نفس پر خرچ کرے یا تو عبادت مین یا عبادت پر استعانت مین عبادت مین تو اسطرح کہ مثلاً حج یا جہاد مین خرچ کرے کیونکہ یہ دونون بدون مال کے نہین ہو سکتے حالانکہ اصول عبادت سے ہین محتاج و مفلس اُنکے ثواب کو نہین پا سکتا اور عبادت پر استعانت مین اسطرح کہ غذا و لباس و مسکن مین صرف کرے کہ اس سے تقویت عبادت کی ہو کیونکہ یہ ایسے حاجات ہین کہ اگر میسر نہون تو دل انکی تدبیر مین لگا رہتا ہی اور دین کے لیئے فراغت نہین ہوتی اور جس چیز کے بغیر عبادت تک رسائی نہین ہوتی وہ بھی عبادت ہی تو بقدر کفایت مال کا حاصل کرنا جس سے استعانت و تقویت عبادت پر ہو فوائد دینی مین داخل ہی ہان تنعم اور زائد از حاجت صرف کرنا البتہ حظوظ دنیاوی سے ہی **دوسری قسم** جو لوگون پر صرف کرے اور اسکی چار قسمین ہین صدقہ دینا اور مروت کے طور پر دینا حفظ آبرو کیلیے یا نوکر یا خدمتی کی اجرت دینا صدقہ کا ثواب تو ظاہر ہی اس سے خدا تعالےٰ کا غصہ فرو ہو جاتا ہی جیسا کہ اُسکے فضائل پہلے گذر چکے اور مروت کے طور پر خرچ کرنے سے ہماری مراد یہ ہی کہ غنی اور شریف لوگونکی دعوت اور ہدیہ اور اعانت وغیرہ مین صرف کرنا اسکو صدقہ نہ کہینگے کیونکہ صدقہ وہی ہوتا ہی جو محتاج کو دیا جاوے مگر پھر بھی اسطرح کا خرچ فوائد دینی سے ہی اسلیے کہ آدمی ایسے خرچ سے دوست اور بھائی

[1] الٰہی تو روزی کر آلِ محمد کی بقدرِ ضرورت اوقات ۱۲ بخاری و مسلم روایت ابو ہریرہ
[2] الٰہی تو مجکو مسکین زندہ رکھ اور مسکین مار اور مسکینون کی جماعت مین مجکو اُٹھا ۱۲ ترمذی بروایت انس و حاکم بروایت ابو سعید ۱۲
[3] اور بچا مجکو اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم پوجین بتون کو ۱۲
[4] ہلاک ہو بندہ دینار ہلاک ہو بندہ درہم کا ہلاک ہو اور سرنگون ہو اور جب اُسکے کانٹا لگے تو نہ نکلے ۱۲

بنا لیتا ہی اور ایسے اخراجات سے سخاوت کی صفت حاصل ہوتی ہی اور سخیون کی جماعت مین شامل ہوتا ہی کیونکہ صفت سخاوت جبتک حاصل نہین ہوتی جبتک
کہ احسان و مروت سے لوگون کے ساتھ پیش نہ آوے اور اس طرح کے خرچ مین بھی بڑا ثواب ہی چنانچہ بہت سے اخبار ہدیہ اور ضیافت اور کھانا
کھلانے کے ثواب مین وارد ہین یہ شرط نہین کہ جنکو دیا جاوے اُنپر فقر و فاقہ بھی ہو اور حفظ آبرو کے لیے جو خرچ ہوتا ہی اُس سے یہ غرض ہی کہ جس سے شاعر
اور بیوقوف ہجو نہ کرین اور اپنی زبانین روکین یہ خرچ بھی گو اُسکا فائدہ دنیا مین بھی ہی مگر دینی فوائد مین سے ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ما وقی بہ المرء عرضہ کتب لہ بہ صدقۃ کیون نہو اسی خرچ کی جہت سے غیبت والا باز رہتا ہی اور عداوت و حسد سے جو باتین منھ سے
نکلجاتی ہین وہ بھی ایسے خرچون سے موقوف رہتی ہین اور غیبت وغیرہ کے جواب مین جو کچھ بطریق انتقام اپنی زبان سے نکلتا اس سے بھی
محفوظ رہتا ہی اور خدمت کی اجرت کا حال یہ ہی کہ آدمی اپنے سامان کی تیاری مین جن اعمال کا محتاج ہوتا ہی وہ بہت ہین اگر اُن سب کو خود ہی کیا
کرے تو تضیع اوقات ہی اور چلنا راہ آخرت کا اور فکر اور ذکر بھی دشوار ہوگا جو اعلیٰ مقامات سالکین مین سے ہی اور جسکے پاس مال نہین وہ سب
کام اپنے خود کریگا مثلاً کھانا خریدنا اور پکانا اور گھر صاف کرنا اور جس کتاب کی ضرورت ہو اُسکو لکھنا وغیرہ سب آپ ہی کرنے پڑینگے لیکن جو کام دوسرے
کے کرنے سے اپنی غرض نکلجاوے ایسے کام مین خود مصروف ہونا خسارہ مین پڑنا ہی مثلاً مالدار آدمی اگر ایسے جزئیات کامون کی طرف خود
درپے ہو تو اس سے عمل اور علم اور ذکر اور فکر کچھ نہو سکیگا اور یہ ہو نہین سکتا کہ علم پڑھا کرے کوئی اور شخص اور فائدہ ہو دوسرے کو مگر یہ
ہو سکتا ہی کہ اگر کوئی روٹی پکاوے تو دوسرا اُسکو کھائے غرضکہ جو کام کہ غیر سے نکل سکتا ہو اُسمین اپنے آپ مصروف ہوکر علم وغیرہ سے تضیع
اوقات اور نقصان مین پڑنا ہی **تیسری قسم** وہ خرچ کہ کسی انسان معین پر نہو بلکہ اُس سے فائدہ عام ہو جیسے مسجد اور پل اور سرائے اور شفاخانہ
اور مدرسہ اور کنوان بنوانا یا خیرات کے لیے زمین و جائداد وقف مساکین کر دینا یہ ایسے خرچ ہین جنسے ہمیشہ کو مرنے کے بعد خیرات ہوتی ہی اور
صلحا خرچ کرنیوالے کے حق مین مدتون دعا کیا کرتے ہین اس سے بڑھکر اور خیر کیا ہوگی پس مال مین دین کے یہ فائدے ہین علاوہ اُنکے دنیاوی
حظ بھی اس سے حاصل ہوتے ہین کہ سوال اور فقر کی ذلت سے نجات پانا اور خلقت مین عزت و افتخار حاصل ہونا اور یار و مددگار بہت سے ہونے
اور لوگون کے دلون مین وقار اور بزرگی ہونی سب فوائد دنیاوی ہین اور آفات مال بھی دو قسم ہین دینی اور دنیاوی آفات دینی تین ہین اول
یہ کہ مال کے ہونے سے نوبت معصیت کی پہونچتی ہی کیونکہ شہوات کا تقاضا آدمی پر ہمیشہ رہتا ہی مگر بے مایگی سے کچھ کر نہین سکتا اور مفلسی تک ہی بچ
سکتا ہی کیونکہ جبتک کسی گناہ کا سامان نہین ہوتا تب تک اسکا شوق نہین اُبھرتا اور جب اپنے آپ مین اُسکی قدرت پاتا ہی تو شوق اُبھرتا ہی اور چونکہ مال
سے ایک طرح کی قدرت آجاتی ہی اسواسطے تقاضا معصیت کا سلسلہ جنبانی کرتا ہی اُسوقت اگر اپنی خواہش کے بموجب ارتکاب کرنے لگیگا تو ہلاک ہوگا
اور اگر صبر کریگا تو رنج اُٹھائیگا اسلیے کہ باوجود قدرت صبر کرنا بہت سخت ہی اور تونگری کیوقت کا فتنہ اور امتحان مفلسی کے فتنہ اور امتحان سے بڑا
ہوتا ہی دوم یہ کہ مباحات سے تنعم پہونچتی ہی یعنی یہ تو مال والے سے ہو نہین سکتا کہ جو کی روٹی کھاوے اور موٹا کپڑا پہنے اور لذیذ کھانون سے
بالکل پہلو تہی کرے جیسے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اپنی سلطنت مین کیا تھا بالضرور یہی ہوگا کہ خوش خوراک اور خوش پوشاک
رہیگا اور اسی کا عادی ہو جائیگا اور یہی امر اُسکے نزدیک محبوب اور مالوف رہیگا کہ بدون اُسکے صبر نکر سکیگا اسی طرح رفتہ رفتہ ایک تکلف
سے دوسرا سوجھیگا اور جب تنعم سے الفت و انس زیادہ ہوگا تو کبھی ایسا بھی ہوگا کہ حلال کمائی سے اُسکا مطلب حاصل نہو سکے اسلیے مشکوک مال مین

راغب ہوتا ہے اور مذمت اور جھوٹ اور نفاق اور دوسرے ردی اخلاق مین خوض کرتا ہی تاکہ کسی طرح دنیا بن جاوے اور تمنا بر آوے علاوہ اسکے جسکے پاس مال بہت ہوتا ہی اسکو لوگون کی طرف بہت سی حاجت ہوتی ہی اور جسکو لوگونکی طرف حاجت پڑتی ہی اُن سے ملاوٹ کی باتین ضرور کرتا ہی اور اُنکی رضامندی مین خدا کی نافرمانی کرتا ہی اور اگر پہلی آفت سے آدمی بچ بھی جاوے تو اس آفت سے بچنا مشکل ہی اور خلق کی طرف ضرورت پڑنے سے دوستی اور دشمنی پیدا ہوتی ہی دشمنی پر حسد اور حقد اور ریا و کبر اور کذب اور چغلی اور غیبت اور دوسرے گناہ مبنی ہین جو کہ دل و زبان سے مخصوص ہین اور اعضا مین بھی اُنکا اثر ہو ہی جاتا ہی اور یہ سب باتین مال ہی کی نحوست سے ہوتی ہین جس کی حفاظت و اصلاح کیلیے خلق کی طرف حاجت پڑتی ہی تیسری آفت جس سے کوئی خالی نہین وہ یہ ہی کہ آدمی مال کی اصلاح و درستی مین خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہی اور جو چیز کہ خدا کی یاد کی حارج ہو وہ نقصان کی شے ہی اسی بنا پر حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ مال مین تین آفتین ہین ایک تو یہ کہ وجہ حلال سے لے لوگون نے عرض کیا کہ اگر حلال کمائی ہو آپنے فرمایا کہ دوسری آفت مین مبتلا ہوگا کہ اسکو حق طور پر خرچ نہین کریگا لوگون نے عرض کیا کہ اگر حق طور پر خرچ بھی کرے آپ نے فرمایا کہ تیسری آفت پیش آوے گی کہ اُس کے سنبھالنے مین خدا سے غافل ہوگا اور یہ مرض لا علاج ہی اس لیے کہ سب عبادتون کی اصل اور منشا خدا کا ذکر اور اُسکے جلال کی فکر اور ان دونون باتون یعنی ذکر اور فکر کیلیے دل فارغ چاہیے مگر مال والے کے ذمہ بیسیون آفت دنیاوی لگی رہتی ہین صبح و شام کہین کسانون اور شرکا کا جھگڑا کہین حساب کا بکھیڑا کہین پانی اور حدود کی تکرار سرکاری لوگون سے خراج و ضبطی کا بکھیڑا کہین معمار اور مزدورون سے الجھنا کہ کام تھوڑا کیا کہین کسانون پر چوری اور خیانت دھرنا کہین اپنے شریک سوداگری سے اندیشہ اس بات کا لانا کہ یہ نفع زیادہ لیتا ہی اور کام کم کرتا ہی یا مال تلف کرتا ہی علی ہذا القیاس جس کے پاس مواشی ہون وہ بھی ایسے ہی کچھ تردد مین رہتا ہی اور سب اموال کا یہی حال ہی مگر جیسا کہ شغل ظاہری زمین کے گڑے ہوے نقد سے دور رہتا ہی اور کسی مال مین نہین رہتا گو دل کا تردد اسمین بھی ہمیشہ کیونکہ اُسکو کہان صرف کرون اور کیسے بچاؤن اور لوگون کو اُسپر اطلاع نہو نہ کوئی اُس کی طمع کرے اسی طرح کے ترددات کی کچھ انتہا نہین لیکن جسکے پاس ایک روز کا کھانا موجود ہی وہ ان سب ترددات سے بری ہی علاوہ ان آفات دنیاوی کے اور بہت سی باتین ہین جو دنیا مین مال والون کو ہوتی ہین حاسدون کے دور کرنے مین مشقت اٹھانی مال کی حفاظت در پیہ کرنے مین سخت پر خطر مقامات مین جانا رنج و غم اور خوف و الم برداشت کرنے وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ مال تریاق اس صورت مین ہی کہ بقدر کفایت کیلیے لیکر باقی کو خیرات کر دیا جاوے اور اگر ایسا نہو گا تو وہ مال زہر اور آفات مین متصور ہو گا۔

چوتھا بیان حرص و طمع کی مذمت اور قناعت اور لوگون سے توقع نہ رکھنے کی تمنا۔ جاننا چاہیے کہ فقیری عمدہ چیز ہی جیسا کہ باب الفقر مین مذکور ہی مگر فقیر کو چاہیے کہ قانع ہو لوگونکے مال کا تاکو نہو اُنسے کسی بات کی طمع نکرے اور کسیطرح کے مال کے پیدا کرنیکا حریص نہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوگی جب غذا و لباس و مسکن سے بقدر ضرورت قانع ہو سو اگر جمعیت دل ہی تجھے منظور قانع ہو کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہین بلکہ یہ بھی چاہیے کہ ان چیزونکی مقدار قلیل پر جو سب سے ادنی قسم کی ہو اکتفا کرے اور اپنے امل کو ایک روز خواہ ایک مہینے سے نہ بڑھاوے اور دلکو ایک مہینے سے بعد کا ہرگز شغل نہ لگاوے پس اگر کثرت مال و طول امل کا شائق ہو گا تو قناعت

[illegible]

کی عزت سے محروم رہے گا اور طمع کی ناپاکی مین آلودہ ہوگا اور طمع و حرص سے اور برے اخلاق اور خلاف مروت افعال کا مرتکب ہوگا اور آدمی کی پیدائش اور سرشت مین حرص و طمع داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہی لوکان لابن آدم وادیان من ذہب لابتغی وراءہما ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب اور اسی مضمون کو ابو واقد لیثی رضہ نے اسطرح بیان فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب وحی آتی تو ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے آپ ہمکو وحی کے احکام ارشاد فرما دیتے ایک روز جو مین خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ ہم نے مال اسلیے بھیجا ہی کہ لوگ نماز قائم رکھین اور زکوۃ دین اور اگر آدمی کے پاس سونے کا ایک جنگل ہو تو یہ چاہیگا کہ دوسرا اور ہو اور جب دوسرا ہو جاوے تو یون چاہیگا کہ تیسرا اور ہو اور آدمی کا پیٹ سوائے خاک کے اور کسی چیز سے نہین سیر ہوتا اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالی اسکی توبہ قبول فرماتا ہی اور حضرت ابو موسی اشعری رضہ فرماتے ہین کہ ایک سورت مثل سورہ براءۃ کے اتری تھی وہ پھر اٹھ گئی مگر اسمین سے یہ آیت لوگونکو یاد ہی ان اللہ یؤید ہذا الدین باقوام لاخلاق لہم ولو کان لابن آدم وادیین من مال لتمنی وادیا ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منہومان لا یشبعان منہوم العلم ومنہوم المال اور فرمایا یہرم ابن آدم ویشب معہ اثنان الامل وحب المال یا اسکے الفاظ کچھ اور اسی معنی مین ہین اور چونکہ محبت مال آدمی کی سرشت مین داخل اور موجب گمراہی و ہلاک ہی اسی لیے اللہ تعالی نے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کی ثنا بیان فرمائی چنانچہ آپنے ارشاد فرمایا کہ طوبی لمن ہدی الی الاسلام وکان عیشہ کفافا وقنع بہ اور فرمایا مامن احد فقیر ولا غنی الا ود یوم القیمۃ انہ کان اوتی قوتا فی الدنیا اور فرمایا لیس الغنی عن کثرۃ العرض انما الغنی غنی النفس اور شدۃ حرص سے اور طلب مین مبالغہ کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا الا ایہا الناس اجملوا فی الطلب فانہ لیس لعبد الا ما کتب لہ ولن یذہب عبد من الدنیا حتی یاتیہ ما کتب لہ من الدنیا وہی راغمۃ اور روایت ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ الہی تیرے بندو مین سے زیادہ غنی کون ہی ارشاد ہوا کہ جو میرے دینے پر زیادہ تر قانع ہو پھر پوچھا کہ عادل زیادہ کون ہی فرمایا کہ جو اپنے نفس سے انصاف کرے یعنی برائی پر اس سے بھی انتقام لے اور حضرت ابن مسعود سے یہ حدیث مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل نے میرے دل مین یہ پھونک دیا ہی کہ کوئی نفس نہین مریگا جب تک اپنا رزق پورا نہ کرلے پس اللہ تعالی سے ڈرو اور طلب مین میانہ روی کرو اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ای ابو ہریرہ رضہ جب تجکو سخت بھوک لگے تو ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا پر لات مار اور یہ بھی انھین سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ ورع اختیار کر سب مین زیادہ عابد ہو جائیگا اور قناعت کر سب مین زیادہ شاکر ہوگا لوگون کیلیے وہی بات چاہ جو اپنے لیے چاہتا ہی اس سے ایماندار ہو جائیگا اور آنحضرت

[illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم نے طمع سے منع فرمایا[ا] چنانچہ ابوایوب انصاری رضہ سے مروی ہی کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو کچھ نصیحت مختصر ارشاد فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز ایسی پڑھ جیسے کوئی رخصت ہونے والا پڑھتا ہے (یعنی پھر شاید اتفاق پڑھنے کا نہوگا یہی نماز آخری ہی) اور ایسی بات نہ کر جسکا کل عذر کرنا پڑے اور جو کچھ لوگون کے پاس موجود ہے اُس سے ناامید ہو یعنی کسی کے مال کی طمع مت رکھ اور حضرت عوف بن مالک اشجعی رضہ فرماتے ہین کہ ہم سات یا آٹھ یا نو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے آپنے فرمایا کہ تم رسول اللہ سے بیعت نہین کرتے ہمنے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم بیعت نہین کرچکے پھر آپنے فرمایا کہ تم خدا کے رسول سے بیعت نہین کرتے ہمنے ہاتھ بیعت کیواسطے پھیلایا اسمین ہم مین سے کوئی کہہ اُٹھا کہ ہم تو پہلے بیعت کرچکے ہین اب یہ بیعت کون سی بات کیواسطے ہی آپ نے فرمایا کہ اس بات پر ہی کہ خدا کی عبادت کرو اور اُسکا کوئی شریک کرو اور پانچون وقت کی نماز پڑھو اور برضا و رغبت اطاعت کرو اُسکے بعد ایک کلمہ آہستہ سے فرمایا اور آدمیونسے کچھ مت مانگو راوی کہتے ہین کہ ان لوگونمین سے بعض شخصون نے اس بیعت کو ایسا نباہا کہ اگر انکا کوڑا گر پڑتا تو لوگون سے نہ کہتے کہ اُسے اُٹھا دو یعنی اسقدر سوال سے بھی احتراز کرتے اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ طمع فقیری ہی اور لوگون سے ناامید ہونا تونگری ہی جو اُنسے توقع منقطع کریگا وہ بےپروا رہیگا اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہی کہا کم کرنا تمنا کا اور مقدار کفایت پر راضی و قانع ہونیکا نام غنا ہی جیسا کہ سعدیؒ فرماتے ہین ؎ ای قناعت تونگرم گردان ٭ کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست ٭ اور محمد بن واسع خشک روٹی پانی مین تر کرکے کھاتے اور فرماتے کہ جو اُسپر قناعت کرے اُسکو کسیکی پروا نہین اور حضرت سفیان رحہ فرماتے ہین کہ تمھارے لیے دنیا جب ہی اچھی ہی جبتک اسمین مبتلا نہو اور تمھارے مبتلا ہونیکی چیز بہتر اسی قدر ہی جو تمھارے ہاتھون سے نکلجائے یعنی مال دنیاوی مین سے بہتر وہ ہی جو خیرات مین صرف ہو اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ہر روز ایک فرشتہ پکارتا ہی کہ ای آدم زاد تجھکو تھوڑا بقدر کفایت ملنا اس سے بہتر ہی کہ بہت ملے اور سرکشی مین ڈالے اور سمیط بن عجلانؒ فرماتے ہین کہ ای ابن آدم تیرا شکم بالشت بھر ہی پھر تجھکو دوزخ مین کیون ڈالتا ہی اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا مال کیا ہی اُسنے کہا کہ ظاہر مین تکلف رہنا اور باطن سے میانہ روی اور لوگونکے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہی کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہی کہ ای ابن آدم اگر ساری دنیا تیری ہی ہوجاوے تب بھی تجھ کو غذا کے سوا اور کچھ نہ ملیگا پس اگر مین تجھکو صرف غذا ہی دون اور دنیا کا حساب اورونکی گردن پر رکھون تو میرا تجھپر کمال احسان ہے اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ جب تم مین سے کوئی کسی سے کچھ حاجت چاہے تو چاہیے کہ بسہولت اُسکو مانگ لے یہ نکرے کہ دوسرے کے پاس جاکر کہنا شروع کرے کہ تم ایسے ہو تم ایسے ہو اسلیے کہ روزی تو جتنی مقدر ہی وہی ملیگی ناحق اتنی مشقت سے کیا حاصل اور بعض خلفا بنی امیہ نے حضرت ابوحازم رحہ کو ایک خط لکھا اور اسمین قسم دلائی کہ جو کچھ آپ حاجت رکھتے ہون میرے پاس لکھ بھیجیے اُنھون نے جواب مین رقم فرمایا کہ مین نے اپنی سب حاجتین اپنے مولا کے سامنے پیش کین اُسنے جو منظور کی اُسکو مین نے قبول کیا اور جو نامنظور کی اُسپر قناعت کی اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ عاقل کیلیے زیادہ تر خوشی کی بات کیا ہی اور ایسی کونسی چیز ہی جس سے اُسکا غم غلط ہو اُس نے جواب دیا کہ اُسکے حق مین زیادہ خوشی کی بات عمل صالح کا توشہ بنانا ہی اور غم کے غلط ہونیکی چیز راضی ہونا خدا کے احکام پر اور بعض حکما کا قول ہی کہ مین نے سب سے زیادہ غمگین حاسد کو پایا اور سب سے زیادہ خوش عیش قانع کو اور زیادہ تر صابر ایذا پر حریص طامع کو اور زیادہ سہل

ا ح ابن ماجہ وحاکم بروایت سعد بن ابی وقاص ۱۲

ح ابوداؤد وابن ماجہ ومسلم میں بھی یہ حدیث مختصراً ہے ۱۲

الگذران تارک دنیا کو اور بزرگ تر ندامت مین عالم ناپرہیزگار کو ہے ہی؎ علم چندانکہ بیشتر خوانی ٭ چون عمل در تو نیست
نادانی ٭ واقع مین غنا و توانگری قناعت ہی کا نام ہی جیسا کہ سعدی شیرازی فرماتے ہین؎ قناعت توانگر کند مرد را ٭ خبر کن حریص جہان
گرد را ٭ اور حضرت عمر رض نے ایکبار لوگون سے فرمایا کہ جسقدر خدا کے مال مین سے مین اپنے لیے حلال سمجھتا ہون تم کو بتلائے دیتا ہون
اول تو دو جوڑے کپڑے گرما اور سرما کیلیے دوم سواری حج عمرہ کیلیے سوم غذا جس طرح اور قریشی لوگون کی ہی نہ تو سب سے عمدہ کھاتا ہون نہ
سب سے ادنی متوسط درجہ کی غذا ہی پھر بھی بخدا مجھکو یہ معلوم نہین کہ میرے لیے اسقدر حلال ہی یا نہین یعنی حضرت عمر رض کو اس بات کا شبہ
تھا کہ کہین قدر کفایت سے یہ مقدار معیشت زیادہ نہو اور ایک اعرابی نے اپنے بھائی پر حرص کے بابین عتاب کیا اور یہ کہا کہ بھائی تجکو کوئی
چیز ڈھونڈھتی ہی اور تو کسی چیز کو ڈھونڈھتا ہی جو تجھکو ڈھونڈھتی ہی اس سے تو نہین بچیگا یعنی موت آدمی کی طالب ہی جس سے کسیطرح مفر نہین
اور جسکو تو ڈھونڈھتا ہی یعنی رزق وہ تجھ کو بے فکر و تردد پہونچیگا اور ایسا جان کہ موت جو نظرون سے غائب ہی وہ گویا کہ موجود ہی اور جس حال
مین تو اب ہی اس سے تبدیل کیا جاویگا معلوم ایسا ہوتا ہی کہ تم یہ جانتے ہو کہ حریص کبھی محروم نہین ہوتا اور زاہد کو رزق نہین ملتا یہ
محض وہم وخیال ہی بلکہ اصل یہ ہی؎ انچہ نوشتہ قلم ٭ مے نہ شود بیش و کم ٭ پس حرکت ہم سکون ٭ ہست مساوی بہم ٭ اور شعبی سے
روایت ہی کہ ایک صیاد نے ایک چنڈول پکڑا اس نے پوچھا کہ تیرا مطلب مجھ سے کیا ہی اسنے کہا کہ تجھے ذبح کر کے کھاؤنگا اسنے کہا کہ
مجھ مشت پر سے تیرا شکم سیر ہونا معلوم الا مین تین باتین ایسی بتاتا ہون جو تجھ کو میرے کھانے سے بہتر ہون مگر ایک تو ابھی بتاؤنگا اور دوسری
اس پیڑ پر جاکر کہونگا اور تیسری پہاڑ پر بیٹھکر بتاؤنگا اس نے کہا کہ اول بات تو کہہ اسنے کہا کہ گذری بات پر افسوس مت کرنا پھر صیاد نے
اسکو چھوڑ دیا وہ اڑکر پیڑ پر بیٹھا صیاد نے دوسری بات پوچھی اسنے کہا کہ جو بات نہو سکتی ہو اسکو یقین مت کرنا پھر اڑکر پہاڑ پر جا بیٹھا
اور صیاد سے کہا کہ تو بڑا بدنصیب ہے اگر مجھے ذبح کرتا تو میرے پوٹے مین سے دو موتی ڈیڑھ ڈیڑھ چھٹانک کے نکلتے وہ ہاتھ مل ملکر ہونٹھ
چابنے لگا اور کہا کہ تیسری بات بتا اسنے کہا کہ تو پہلی دونون باتونکو بھول گیا تیسری کیسے بتاؤن دیکھ مین نے کہا تھا کہ گذری بات پر افسوس
نکرنا مگر تو نے میرے چھوڑنے پر حسرت کی مین نے کہا تھا کہ غیر ممکن بات کا یقین نکرنا لیکن تو نے یقین کر لیا یہ نہ جانا کہ میرا گوشت و پوست پر
وغیرہ ملاکر ڈیڑھ چھٹانک نہونگے پس میرے پوٹے مین دو موتی اتنے اتنے وزن کے کیسے ہو سکتے ہین یہ کہکر اڑگیا یہ مثال آدمی کی طمع
کی زیادتی ہی کہ طمع کے مارے حق بات نہین سوجھتی یہانتک کہ غیر ممکن بات کو بھی مان لیتا ہی سچ ہی؎ بد و زد طمع دیدۂ ہوشمند ٭
در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند ٭ اور ابن سماک کا قول ہی کہ توقع ایک رسی دل مین ہی جس سے آدمی کے پانوٴ مین پھندا پڑا رہتا ہی اگر توقع
دل سے نکال ڈالے تو پانوٴن بھی پھندے سے نکلجاوے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ علما کے دلونمین سے بعد حفظ اور تعقل کے علوم کون چیز کھو دیتی ہی فرمایا کہ طمع اور حرص نفس اور حاجتون کا طلب کرنا ایک شخص نے
حضرت فضیل رض سے تفسیر حضرت کعب احبار رض کے ارشاد کی پوچھی اُنھون نے فرمایا کہ آدمی کسی چیز کی طمع مین اپنا دین کھو بیٹھتا ہی اور حرص
نفس کا حال یہ ہی کہ سب چیزونکی طرف نیت دوڑتی ہی یہ چاہتا ہی کہ ساری چیزین میرے پاس آجاوین اسی غرض سے کبھی کسی کے پاس حاجت
لیجاتا ہی کبھی کسی کے پاس جب وہ شخص حاجت پوری کر دیتا ہی تو گویا اب اسکی نکیل اس کے ہاتھ مین ہی جہان چاہتا ہی لیے پھرتا ہی اور جو چاہتا

ہو وہ کام لیتا ہی مصرع مرا نان دہ و کفش بر سر بزن ہا کا قصہ ہوتا ہی پس شخص جہان اُس کو دیکھتا ہی خوشامد دنیاوی کے مارے سلام کرتا ہے اور بیمار پڑتا ہی تو اُس کی عیادت کرتا ہی مگر خدا کے واسطے نہ سلام ہی نہ عیادت پس اگر حاجت نہوتی تو اُس کیلیے اچھا ہوتا پھر حضرت فضیل نے فرمایا یہ قول حضرت کعب احبار رضہ کا سو حدیثون مسلسل سے بہتر ہی اور بعض حکما کا قول ہی کہ انسان مین بڑے تعجب کی بات یہ ہی کہ اگر بالفرض اُسکو سنا دیا جاوے کہ تو ہمیشہ دنیا مین رہیگا تو اس قدر عمر کی درازی مین جتنی حرص اُسکو ہوگی اُس سے زیادہ اب کرتا ہی حالانکہ اب تھوڑے ہی دنون کی زندگی ہی اور آخر کو فنا کی توقع ہی اور عبد الواحد بن زید سے روایت ہی کہ میرا گذر ایک راہب پر ہوا مین نے پوچھا کہ آپ کو کھانا کہان سے ملتا ہی اُسنے جواب دیا کہ جس شخص نے چکی یعنی میرے دانت بنائے ہین وہی اپنی عنایت کے کھلیان سے ان مین ڈال دیتا ہی مجھکو پیسا پسایا ملتا ہی

پانچوان بیان حرص و طمع کا علاج اور اُس دوا کا ذکر جس سے کہ قناعت کی صفت حاصل ہو

واضح ہو کہ یہ دوا تین معجونات سے مرکب ہی صبر اور علم اور عمل اور پانچ باتون مین یہ سب آجاتی ہین اوّل عمل یعنی میانہ روی معیشت مین اور کفایت کرنی خرچ مین پس جو شخص بزرگی قناعت پر پہونچنا چاہے اُسکو چاہیے کہ حتی الوسع خرچ کے دروازے اپنے نفس پر بند کرے اور ضروریات صرف پر اکتفا کرے اسلیے کہ جسکا خرچ اور دہش زیادہ ہوگی وہ قناعت نہین کر سکتا بضرورہا اگر مثلاً اکیلا ہو تو ایک موٹے کپڑے پر قناعت کرے اور کسی غذا پر اکتفا کرے اور جب تک ہو سکے سالن کو کم کرے اور اسی کا عادی ہو اور اگر عیال دار ہی تو گھر کے لوگون مین سے ہر ایک کو ایسا ہی کرے کیونکہ اتنی سی مقدار معیشت ایک ادنی محنت سے ملسکتی ہی اور اسمین طلب بھی تھوڑی ہوگی اور زندگی میانہ روی سے گذریگی جو قناعت کے باب مین اصل ہی اور اسی کا نام رفق فی الانفاق یعنی خرچ مین نرمی کرنی ہی جسکا مذکور اس حدیث مین ہی ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ اور فرمایا ما عال من اقتصد اور فرمایا ثلث منجیات خشیۃ اللہ فی السر والعلانیۃ والقصد فی الغنی والفقر والعدل فی الرضی والغضب اور روایت ہی کہ ایک شخص نے حضرت ابو درداء رضہ کو زمین پر سے دانہ چنتے دیکھا کہ آپ اُٹھاتے جاتے ہین اور یہ فرماتے ہین کہ آدمی کی سمجھ کی دلیل ہی کہ اپنی زندگی کو سہولت سے بسر کرے اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الاقتصاد وحسن السمت والھدی الصالح جزء من بضع وعشرین جزءا من النبوۃ اور یہ بھی وارد ہی کہ التدبیر نصف المعیشۃ اور فرمایا من اقتصد اغناہ اللہ ومن بذر افقرہ اللہ ومن ذکر اللہ عز وجل احبہ اللہ اور فرمایا اذا اردت امرا فعلیک بالتؤدۃ حتی یجعل اللہ لک فرجا ومخرجا اس سے معلوم ہوا کہ خرچ مین کفایت کرنی بڑی ضرورت کی چیز ہی دوسری یہ کہ اگر سردست بقدر کفایت آدمی کے پاس موجود ہو تو آیندہ کے لیے زیادہ اضطراب کرنا نہین چاہیے اور یہ بات آدمی مین اور بھی جم جاوے اگر اپنی آرزو کو مختصر کرے اور یہ تصور کرے کہ جو رزق مقدر مین ہی وہ ضرور پہونچیگا سہ آنچہ نصیب است بہم میرسد ٭ ور نستانی بستم میرسد ٭ اسمین حرص کرنی نہ کرنی مساوی ہی کچھ حرص کرنے سے روزی نہین ملتی بلکہ خدا تعالی نے رزق پہونچانے کا پکا وعدہ فرمایا ہی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا اور حرص آدمی مین شیطان کی طرف سے آتی ہی وہ ملعون دل مین

[illegible]

ابو منصور در فردوس و بیہقی بسند ضعیف از انس رضہ ۱۲ صحیح جو شخص میانہ روی کرے اسکو خدا [illegible] محتاج کر دیتا ہی اور جو ذکر خدا کرے اُس سے خدا محبت کرتا ہی ۱۲ بزاز بروایت طلحہ بن عبید اللہ [illegible] بسند [illegible] من عمران بن ہارون منکر ہی ۱۲ صحیح جب تو ارادہ کرے کسی کام کا تو لازم [illegible] کرے اپنے اوپر [illegible] یہانتک کہ خدا تعالی تیرے لیے کشادگی اور نکال کی صورت کرے ۱۲ ابن مبارک نے زہد مین [illegible] جو [illegible] ۸ [illegible] کوئی نہین مگر اسکا رزق [illegible] روزی ۱۲ [illegible] ۱۲

ڈالتا ہی کہ زیادہ خرچ سے محتاج ہو جاویگا اگر کچھ نہ چھوڑے گا تو بیماری اور عاجزی کے وقت در بدر بھیک مانگنی پڑیگی اور ذلیل و رسوا ہو گا اسیطرح ہمیشہ طلب مال کی مشقت مین مبتلا کرتا ہی اس خوف سے کہ کہین آیندہ کو مشقت نہ ہو اور پھر خود اس کے حرکات پر ہنستا ہی کہ وہمی مشقت کے خوف سے کیسا غلطان پیچان ہو رہا ہی اور خدا سے غافل ہی یہ کیسے معلوم ہوا کہ آگے کو مشقت ضرور ہو گی شاید کچھ بھی نہ ہو اور روایت ہی کہ دو لڑکے حضرت خالد کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوے آپ نے اُنکو ارشاد فرمایا کہ جب تک تمھارے سر ہلتے ہین یعنی زندگی بھر رزق سے ناامید مت ہو دیکھو انسان مان کے پیٹ سے ننگا منگا پیدا ہوتا ہی پھر اللہ تعالیٰ اس کو روزی دیتا ہی اور ایک بار آپ کا گذر حضرت ابن مسعودؓ پر ہوا وہ غمگین بیٹھے تھے آپ[72] نے فرمایا کہ رنج کرنا بے فائدہ ہی شدنی پیش آوے گی اور جتنا رزق نصیب مین ہی وہ بیشک آوے گا اور ایک حدیث[73] مین ہی الا یا ایہا الناس اجملوا فی الطلب فانہ لیس لعبد الا ما کتب لہ ولن یذہب عبد من الدنیا حتی یاتیہ ما کتب لہ من الدنیا وہی راغمۃ اور انسان حرص سے علیحدہ نہین ہوتا مگر اُس صورت مین کہ خدا تعالیٰ کی تدبیر پر خوب پکا ہو یعنی یقین واثق رزق کے مقدر ہونیکا رکھتا ہو اور یہ کہ اگر مین طلب مین اہمال کرونگا تو ضرور ہی ملے گا بلکہ یون تصور کرنا چاہیے کہ اکثر یہی ہی کہ خدا تعالیٰ بندہ کو ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہی جہان سے اُسکو گمان بھی نہین ہوتا چنانچہ خود فرماتا ہی ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب پس ایسی صورت مین اگر کسی وجہ سے اُسکو روزی ملتی تھی اور وہ بند ہو گئی تو دلمین پیچ و تاب نہین کھانا چاہیے یون جاننا چاہیے کہ ؎ خدا گر بحکمت ببندد دری ٭ کشاید بفضل و کرم دیگری ٭ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابی[75] اللہ ان یرزق عبدہ المؤمن الا من حیث لا یحتسب اور حضرت سفیان فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرنا چاہیے مین نے کسی شخص کو جو خدا سے ڈرتا ہی محتاج نہین دیکھا یعنی خداوند کریم تقوی اور خوف والے کی ضرورتین ویسی ہی نہین چھوڑ دیتا بلکہ مسلمانونکے دلمین ڈالدیتا ہی وے اُس کی روزی دے جاتے ہین اور مفضل ضبی فرماتے ہین کہ مین نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ تمھاری وجہ معاش کیا ہی اُسنے کہا کہ حاجیون کے آنے سے بسر کرتا ہون مین نے پوچھا کہ جب حاجی چلے جاتے ہین تب کیا کرتے ہو وہ رو پڑا اور کہنے لگا کہ اگر وجہ معاش معلوم ہی ہوا کرتی کہ فلان جگہ سے ہوتی ہی تو زندگی ہی نہ ہوتی اور حضرت ابو حازم کا قول ہی کہ میرے نزدیک دنیا مین دو چیزین ہین ایک تو وہ جو میرے لیے ہی پس اُسکو تو مین قبل وقت لے نہین سکتا گو آسمانون اور زمین کا زور لگاؤن اور ایک وہ جو اورون کی ہی پس وہ نہ پہلے مجھکو ملی اور نہ آیندہ کو توقع کہ مجھے ملے اسیلیے کہ جو شخص میرے حصہ کی چیز اورون سے بچاتا ہی وہی اورون کی چیز مجھسے بچاتا ہی پھر ان دونون چیزون مین مین اپنی جان کیون کھوؤن یہ علاج اس امر کے دور کرنے کیلیے ہی جو شیطان کیطرف سے افلاس کا خوف دلپر آتا ہی اسطرح جاننے اور خیال کرنے سے رفع ہو جاتا ہی تیسری یہ کہ قناعت کے فائدہ سے آگاہ ہو کہ اسکے باعث استغنا اور بے پروائی کی عزت حاصل ہوتی ہی اور حرص و طمع کی جہت سے رسوائی و ذلت جب یہ بات دلمین ٹھن جاویگی تو قناعت ہی کیطرف راغب ہو گا کیونکہ حرص مین مشقت اور طمع مین ذلت سے نہین بچتا اور قناعت مین صرف شہوات اور فضول سے صبر کرنیکی مشقت ہی اور یہ مشقت و تکلیف ایسی ہی کہ اسپر سوا خدا تعالیٰ کے اور کسی کو اطلاع نہین ہوتی اور اسی پر ثواب آخرت ہوتا ہی اور حرص و طمع ایسی چیز و ذلیل سے ہی جسکو لوگ دیکھ سکتے ہین اور گناہ کا وبال اُسکے علاوہ ہی پھر کثرت طمع و حرص مین نفس کی بزرگی اور حق کی متابعت کی قدرت مفقود ہی کیونکہ کثرت حرص و طمع مقتضی اس بات کی ہی کہ لوگون سے بہت کام نکلین پھر ایسی صورت مین اُنکو حق بات کا مائل کرنا کہان

بچاتا ہی بلکہ اُنکی برائیان دیکھکر مداہنت اور اغماض کرنا پڑیگا جس سے کہ دین کی خرابی ہی اور جو شخص کہ پیٹ کی خواہش پر نفس کی بزرگی کو ترجیح نہ دے وہ بے وقوف اور ناقص الایمان ہی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عز المومن استغناءہ عن الناس اس سے معلوم ہوا کہ آزادی اور عزت قناعت ہی مین ہی ع قناعت بہرحال اولے بود کہ در ضمن آن چند معنی بود اور اسی بنا پر کسی کا قول ہی کہ جس سے چاہو بے پروا ہو جاؤ اُسکی نظیر اور اسی کے مانند ہو جاؤگے اور جسکی طرف دل چاہے حاجت لے جاؤ اسی کے پابند ہو جاؤگے اور جسپر چاہو احسان کرو اُسکے امیر بنجاؤگے چوتھی یہ کہ یہود اور نصاری اور اراذل اور احمقون اور اجلاف اور بیدینون کے تنعم اور اُنکی معیشت مین تامل کرے پھر احوال انبیا اور اولیا اور خلفاء راشدین اور صحابہ اور تابعین کے دیکھے اور اُنکے حالات سُنے اور خود مطالعہ کرے اب چاہے تو اجلاف کی مشابہت پیدا کرے خواہ اُن لوگون کی اقتدا کرے جو خدا کی مخلوق مین سب سے زیادہ عزت رکھتے ہین اگر اقتدا عمدہ لوگون کی کرے گا تو تھوڑی سی چیز پر قناعت کریگا اور قلیل پر صبر آسان ہوگا اور اس بات مین کوئی اُسکا شریک بجز انبیا اور اولیا کے نہوگا لیکن اگر امر اول اختیار کریگا تو کچھ حاصل نہ ہوگا مثلاً اگر شکم سیری کے تنعم مین پڑے تو اس بات مین گدھا اس سے افضل ہوگا اور اگر جماع کی لذت پانے مین مصروف ہو تو سور اس صفت مین بڑھ کر ہی اور اگر زینت تن اور سواری مین تنعم منظور ہی تو اکثر کفار ایسے اُسکی بہ نسبت زیادہ ہون گے پانچوین یہ کہ مال کے جمع کرنیکا خطرہ سوچے کہ کیسے چوری اور ملف اور لوٹ کھسوٹ کا خوف لگا رہتا ہی اور جب ہاتھ خالی ہوتا ہی تو ان سب باتون سے امن وچین مین رہتے ہین اور نیز آفات مال جو ہم نے ذکر کی ہین اُنکو سوچے اور تصور کرے کہ اُسکی بدولت جنت کے دروازے سے پانسو برس تک دور رہونگا یعنی جب تھوڑی سی چیز بقدر کفایت پر قانع نہوگا تو اغنیا کے گروہ مین شامل ہوگا اور فقیر ونکے دفتر سے خارج اور فقیر بہ نسبت مالدارون کے پانسو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے چنانچہ احادیث اس مضمون پر ناطق ہین اور یہ تامل پورا اس طرح ہوگا کہ ہمیشہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکھے زیادہ کو نہ دیکھے کیونکہ شیطان ہمیشہ آدمی کو دنیا مین بہکا کر زیادہ مالدارون کی طرف رغبت دلاتا ہی اور کہتا ہی کہ تو کیون سُستی کرتا ہی اور مالدار تو مزے اُڑاتے ہین اور خوراک اور پوشاک اچھی رکھتے ہین اور دین مین آدمی کی نظر کمتر پر ڈالتا ہی اور یہ کہتا ہی کہ اپنے نفس پر اتنی تنگی کیون کرتا ہی اور بیقدر خوف خدا کیون ہی فلان شخص تو تجھ سے زیادہ جانتا ہی وہ تو اتنا ڈرتا ہی نہین اور تمام لوگ تنعم مین مشغول ہین تو کیون اُنسے جدا ہوتا ہی غرضکہ دنیا مین اپنے سے کم کو دیکھنا چاہیے چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجھکو میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکھون زیادہ پر نظر نہ کرون اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے یہ حدیث مروی ہی کہ اذا نظر احدکم الی من فضلہ اللہ علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ہو اسفل منہ ممن فضل علیہ ان پانچون باتون سے آدمی مین قناعت کی صفت آسکتی ہی اور سو کی ایک بات یہ ہی کہ صبر کرے اور امل کو کوتاہ کرے اور یہ سمجھے کہ ابدالآباد کے تمتع اور مزے اُڑانے کیلیے دنیا مین صبر کرنا چندہی روز کا ہی جیسے بیمار آدمی دوا کی تلخی پر اسلیے صبر کرتا ہی کہ آگے کو ہمیشہ اچھا رہون

چھٹا بیان سخاوت کی فضیلت مین - جاننا چاہیے کہ اگر آدمی کے پاس مال نہو تو قانع اور کم حرص رہنا چاہیے اور اگر مال ہو تو ایثار اور سخاوت اور سلوک کرنے مین کوتاہی نہ کرے اور بخل اور امساک سے کوسون دور رہے کیونکہ سخاوت انبیا علیہم السلام کے اخلاق

مین سے ہی اور نجات کی اصل اصول بھی یہی ہی اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو یون ارشاد فرمایا ہی کہ سخاوت جنت کے درختون مین سے ایک پیڑ ہی کہ اُسکی ٹہنیان زمین پر جھکی ہوئی ہین جو کوئی اُن مین سے ایک ٹہنی پکڑ لیتا ہی وہ اُسکو جنت مین کھینچ لیجاتی ہی اور حضرت جابر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو معرفت جبریل علیہ السلام کے یہ قول اللہ تعالی کا پہونچا ہی کہ اسلام وہ دین ہی کہ جسکو مین نے اپنے لیے پسند کیا ہی اور اُسکی اصلاحیت سخاوت اور حُسن خلق پر منحصر ہی پس تم کو چاہیے کہ ان دونون چیزون سے جسقدر ہو سکے اسلام کی تعظیم کرو اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب تک اسلام کے ساتھ رہو جب تک ان دونون باتون سے اُسکا اکرام کرو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ خدا تعالیٰ نے اپنے سب اولیا کو سخاوت اور حسن خلق ہی پر پیدا کیا ہی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کون سا عمل ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر اور سخاوت اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عادتین خدا تعالیٰ کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور دو بری جو عادتین کہ اُسکو محبوب ہین وہ حسن خلق اور سخاوت ہین اور جو اُس کو ناپسند ہین وہ خلق بد اور بخل ہین اور جب خدا تعالیٰ اپنے کسی بندہ کی بہتری چاہتا ہی تو اُس سے لوگون کی حاجتین پوری کراتا ہی اور مقدام بن شریح اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے جنت مین جاؤن آپ نے فرمایا ان من موجبات المغفرة بذل الطعام وافشاء السلام وحسن الکلام اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہی کہ آپ نے فرمایا سخاوت جنت مین ایک درخت ہی جو سخی ہوتا ہی وہ اُس کی ایک شاخ پکڑ لیتا ہی اور اُسی کے ذریعہ سے جنت مین داخل ہوتا ہی اور بخل بھی ایک درخت دوزخ مین ہی بخیل اُس کی ٹہنی پکڑ لیتا ہی یہان تک کہ وہ شاخ اُسکو دوزخ مین ڈال دیتی ہی اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث قدسی مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ میرے رحیم بندون سے عطا کی درخواست کرو اور اُنکی پناہ مین زندگانی بسر کرو کہ مین نے اُنمین اپنی رحمت بھر دی ہی اور سخت دل والون سے کچھ مت مانگو اُن پر مین نے اپنا غضب نازل کیا ہی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخی کے گناہ سے درگذر کیا کرو اسلیے کہ جب وہ لغزش کرتا ہی خدا اُسکا ہاتھ تھامتا ہی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا کہ کھانا کھلانے والے کے پاس اتنا جلد رزق پہونچتا ہی کہ اتنی جلد اونٹ کے کوہان پر چھُری بھی کارگر نہین ہوتی اور خداوند کریم کھانا کھلانے والون سے فرشتون پر فخر فرماتا ہی یعنی انسان مین اسطرح کے صفات ہین جو تم مین نہین اور ایک حدیث مین ہی کہ ان اللہ جواد یحب الجود ویحب مکارم الاخلاق ویکرہ سفسافہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے اسلام پر کچھ مانگا وہی اُسکو دیا یہانتک کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا آپ نے صدقہ کی بکریون مین سے بہت سی بکریان کہ دو پہاڑون کے درمیان مین تھین عنایت فرمائین وہ شخص اپنی قوم مین آکر کہنے لگا کہ لوگو مسلمان ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح دیتے ہین جیسے کسی کو فاقہ کا خوف نہین ہوتا ہے

ای کہ چو تو در زمانہ نیست کسی ٭ اللہ اللہ خلق را فریاد رس ہا شہرہ

[illegible]

ہو صحیح بخاری مین ہے کہ کھانا کھلانا اور سلام کہنا اسلام کی ایک بڑی خصلت ہے ۱۲ — دارقطنی نے نقل کی ہے اور اسکی اسناد ضعیف ہی ۱۲ — ابن عدی نے بروایت جابر ضعیف نقل کیا ہے ۱۲ — طبرانی نے مکارم اخلاق مین اور ابن عدی نے نقل کیا ہے اور اسکی سند بہت ضعیف ہی ۱۲ — طبرانی نے اوسط مین نقل کیا ہی ۱۲ — یہ حدیث بروایت ابن مسعود بیہقی نے نقل کی ہے ۱۲ — ابن ماجہ نے بروایت انس و ابن عباس نقل کی ہے ۱۲ — صحیح ہے اللہ تعالیٰ سخی ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہی اور عمدہ اخلاق کو پسند فرماتا ہی اور برے اخلاق کو بُرا جانتا ہی ۱۲ — طبرانی نے کبیر و اوسط مین اور حاکم و بیہقی نے بروایت سہل بن سعد نقل کی ہے ۱۲ — صحیح مسلم نے نقل کی ہے ۱۲

با ضعف و شکستہ پری ہا شہرۂ تو جود مسکین پروری ما دادہ مارا از زمین غم کن جدا اے دستگیر اے دست تو دست خدا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نعمت اپنے بندون کو چھانٹ چھانٹ کر دیتا ہی کہ اُن کے
ہاتھ سے اورون کا کام نکلے جو کوئی اورون کے نفع پہونچانے مین بخل کرتا ہی اللہ تعالیٰ اپنی نعمت اُس سے لے کر دوسرے
کے حوالے کرتا ہی اور ہلالی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی عنبر مین کے قیدی پکڑے
آئے آپ نے سب کے قتل کا حکم فرمایا مگر ایک شخص کو مستثنے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا تعالیٰ
ایک ہی اُسکا دین بھی ایک ہی اور گناہ جو اُن لوگون نے کیا ہی وہ بھی ایک ہی ہی پھر یہ شخص اپنی قوم سے کس طرح علیحدہ ہوا اور
قتل سے بچ گیا آپ نے فرمایا کہ جبرئیل امیرے پاس آئے اور کہا کہ ان سب کو قتل کرو اور اس شخص کو چھوڑ دو اللہ تعالیٰ اسکی سخاوت
کا مشکور ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک ثمرہ ہی اور احسان کا ثمرہ نجات کا جلد ہونا ہی اور نافع حضرت ابن عمر سے راوی
ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طعام الجواد دواء و طعام البخیل داء اور ایک حدیث مین ہی جسکو خدا تعالیٰ زیادہ نعمت دیتا ہے
اُسکو لوگون کی زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہی پس جو شخص کہ اس مشقت کا متحمل نہین ہو سکتا اُسکی نعمت کو خدا تعالیٰ دور کر دیتا ہی اور حضرت
عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایسی چیز کو بہت کیا کرو جسکو آگ نہ کھاوے لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی آپنے فرمایا کہ احسان اور حضرت
عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت سخی لوگون کا گھر ہی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے
ہین کہ آپ نے فرمایا کہ سخی اللہ سے اور جنت سے اور لوگون سے قریب ہتا ہی اور دوزخ سے دور اور بخیل اللہ اور جنت اور لوگون
سے دور رہتا ہی اور دوزخ سے قریب اور جاہل سخی خدا کے نزدیک عالم بخیل کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور سب سے زیادہ سخت
بخل کا روگ ہی اور فرمایا اصنع المعروف الی من ہو اہلہ والی من لیس باہلہ فان اصبت اہلہ فقد اصبت اہلہ وان لم تصب اہلہ فانت من
اہلہ اور فرمایا میری امت کے ابدال جنت مین کچھ روزہ نماز کے سبب داخل ہونگے بلکہ نفس کی سخاوت اور سینہ کی سلامتی اور مسلمانون کی خیرخواہی
کے باعث جنت مین جائینگے اور حضرت ابو سعید خدری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ خداوند کریم نے اپنے بندون کیلیے احسان کے واسطے کئی صورتین بنادی ہین ایک یہ کہ خود سلوک کرنا اُنکو محبوب ہے
دوم احسان و سلوک کرنے والون کی محبت خلق کے دل مین ڈال دی سوم احسان کے طالبون کا منھ محسنون کی طرف پھیر دیا چہارم
داد و دہش اُنپر آسان ایسی کر دی ہی جیسے خود اپنے خزانۂ رحمت سے کسی قحط زدہ خشک زمین پر مینھ عنایت فرماتا ہی اور زمین و اہل زمین
کو اُسکے سبب سے زندہ کرتا ہی اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک سلوک داخل صدقہ ہی اور جو کچھ آدمی اپنے نفس اور اپنے اہل پر خرچ کرے وہ بھی اسکے
حق مین صدقہ ہی لکھا جاتا ہی اور جس خرچ سے آدمی اپنی عزت بچاوے وہ بھی صدقہ ہی اور انسان کسی طرح کا خرچ کرے اللہ پر اُسکا عوض
پہونچانا ضرور ہی اور فرمایا کل معروف صدقۃ والدال علی الخیر کفاعلہ واللہ یحب اغاثۃ اللہفان اور فرمایا کل معروف فعلتہ الی غنی او فقیر صدقۃ

اور روایت ہی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی بھیجی کہ سامری کو قتل کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ وہ سخی ہی اور حضرت جابر رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اُسپر قیس بن سعد بن عبادہ کو حاکم مقرر کیا جب جہاد ہوا تو حضرت قیس رضہ نے لشکریون کیلیے نو گلے اونٹونکے ذبح کیے لوگون نے یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ سخاوت تو اس خاندان کی خصلت ہی آثار حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جب آدمی کے پاس دنیا آئی ہو تو اُسمین سے خرچ کرے کیونکہ وہ خرچ کرنیسے جاتی نہ رہیگی اور اگر دنیا جاتی ہو تب بھی خرچ کرنا چاہیے کیونکہ نہ خرچ کرنے سے پھر نہین جاویگی اور یہ شعر پڑھے قطعہ لا تبخلن بدنیا وہی مقبلۃ ٭ فلیس ینقصہا التبذیر والسرف ٭ وان تولت فاحری ان تجود بہا ٭ فالحمد منہا اذا ما ادبرت خلف ٭ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ مروت و رفعت اور کرم کسکو کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ مروت اس کا نام ہی کہ آدمی اپنے دین کی اور نفس کی حفاظت کرے اور اپنے کام کو اچھی طرح پر کرے اور منازعت اور مکروہات مین داخل ہونے کو بھی بخوبی انجام دے اور رفعت یہ ہی کہ ہمسایہ کی مصیبت کو ٹالے اور صبر کی جگہون مین صبر کرے اور کرم یہ ہی کہ بدون مانگے دوسرے کے ساتھ سلوک کرے اور وقت پر کھانا کھلاوے اور باوجود مال دینے کے سائل پر عنایت و رافت کرے اور ایک شخص نے آپ کی خدمت مین کسی مطلب کیلیے عرضی لکھ کر حوالہ کی آپ نے بدون پڑھے فرمادیا کہ تیری حاجت پوری کیجاویگی کسی نے عرض کیا کہ ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپ نے اس کی عرضی کو ملاحظہ کرکے ہی جواب دیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ جتنی دیر مین اُسکی عرضی پڑھتا وہ میرے سامنے ذلیل کھڑا رہتا اور اس بات کی پوچھ مجھسے خدا تعالیٰ فرماتا کہ تم نے سائل کو اتنی دیر کیون ذلیل کھڑا رکھا اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ مجھکو بڑا تعجب ہی کہ آدمی اپنے مال سے لونڈی غلام مول لیتے ہین اور آزاد انسان کو بندۂ احسان نہین کرتے اور ایک عرب سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہی اُسنے کہا کہ جو ہماری گالی کی برداشت کرے اور ہمارے سائل کو دیوے اور جاہل سے اعراض کرے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہین کہ جس آدمی مین یہ وصف ہو کہ مانگنے والون کو اپنا مال دیا کرتا ہو وہ سخی نہین ہی بلکہ سخی وہ ہی کہ جو حقوق خدا تعالیٰ نے اپنے اہل طاعت کیلیے لکھ دیے ہین اُن کو پہلے ہی بدون طلب پہونچاوے اور نفس مین محبت اُسکے شکریہ لینے کی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ثواب کامل عنایت ہونے کا یقین ہو یعنے ثواب کامل ملنے کے یقین کی جہت سے دینے کے عوض مین شکر کا طالب نہو اور حضرت حسن بصری رح سے کسی نے پوچھا کہ سخاوت کیا ہی آپنے فرمایا کہ خدا کی راہ مین مال کا دے ڈالنا پھر پوچھا کہ حزم و احتیاط کسے کہتے ہین فرمایا کہ خدا کی راہ مین مال کا ندینا پھر پوچھا کہ اسراف کیا ہی فرمایا کہ ریاست کی محبت کیلیے مال خرچ کرنا اور حضرت امام جعفر صادق رضہ فرماتے ہین کہ عقل سے زیادہ اعانت کرنے والا کوئی مال نہین اور کوئی مصیبت جہالت سے بڑھکر نہین اور مشورہ سے بڑھکر کوئی شے وتقویت نہین اور جان رکھو کہ خدا تعالیٰ یون فرماتا ہی کہ مین جواد اور کریم ہون کوئی بخیل مجھسے بچ نہ جاویگا بخل کفر مین سے ہی اور اہل کفر دوزخ مین رہینگے اور جود و کرم ایمان مین سے ہی اور اہل ایمان جنت مین جائینگے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بہت سے آدمی ایسے ہین کہ ظاہر مین بدکار اور معیشت سے تنگ ہین مگر سخاوت کے باعث داخل جنت ہونگے اور روایت ہی کہ احنف بن قیس نے ایک آدمی کے ہاتھ سے روپیہ لے کر پوچھا کہ یہ کس کا ہی اُسنے کہا کہ میرا ہی آپ نے فرمایا کہ تیرا تو یہ جب ہوگا جب تیرے ہاتھ سے چلا جاویگا سہ مال جبتک کہ ہاتھ

سے جاتا نہین ہو آدمی کے کام مین آتا نہین ہو اور واصل بن عطا کا نام غزال اس جہت سے پڑا کہ یہ غزالون یعنی کاتنے والون مین بیٹھتے اور جب
کوئی عورت ضعیف دیکھتے تو اُس کو کچھ دیدیا کرتے اور اصمعی سے روایت ہو کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام
کو عتاب لکھا کہ شاعرون کو تم کیون دیتے ہو اُنھون نے لکھا کہ مال بہتر وہی ہو جس سے آدمی اپنی عزت بچاوے اور سفیان بن عیینہ سے
جو کسی نے سخاوت کو پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ سخاوت یہ ہو کہ بھائیون کے ساتھ سلوک کرے اور مال کو دے ڈالے پھر فرمایا کہ میرے
باپ کو پچاس ہزار درم ترکہ سے پہونچے تھے اُنکو تھیلیون مین بھر بھر بھائیون مین تقسیم کر دیے اور کہا کہ مین خدا تعالیٰ سے اپنے بھائیون کے لیے
جنت چاہا کرتا تھا کیا مال سے اُنکے ساتھ بخل کرون یہ کبھی نہ ہوگا اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ موجود چیز کو دلی کوشش سے دے ڈالنا
نہایت درجہ کی سخاوت ہو اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ لوگون مین سے تمھارے نزدیک کون سا محبوب ہو اُسنے کہا جسنے مجھے زیادہ
دیا ہو اس شخص نے پوچھا کہ اگر ایسا شخص کوئی نہو جسنے تم سے زیادہ سلوک کیا ہو اُسنے کہا کہ پھر مجھکو وہ محبوب ہو جس سے مین نے زیادہ
سلوک کیا ہو اور عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ کا قول ہو کہ جو آدمی مجھکو اپنے ساتھ سلوک کرنے دے تو جسقدر میرا احسان اُسپر ہوگا اسیقدر مین
اسکا احسان اپنے اوپر جانتا ہون اور خلیفہ مہدی نے شبیب بن شیبہ سے پوچھا کہ میرے گھر مین تم نے لوگونکا کیا حال دیکھا اُنھون نے
کہا کہ اے امیر المومنین مین نے یہ دیکھا کہ کوئی کسی طرح تمنا لیکر جب تمھارے یہان آیا راضی ہی ہو کر پھرا اور ایک شخص نے عبد اللہ بن جعفرؓ کے
سامنے دو شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ احسان جب ہی احسان ہوتا ہو جب اپنے موقع پر ہو اسلیے ضرور ہو کہ آدمی اگر احسان کرے تو خدا
کی راہ مین دے یا اہل قرابت کو ورنہ احسان کرنا نہ چاہیے عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ اس مضمون سے تو آدمی بخیل ہو جاتا ہو مین تو موسلا دھار
مینھ کیطرح لوگونکو دونگا اگر وہ اچھے لوگون کو پہونچیگا تو وہ اُسکے مستحق ہی تھے اور اگر برون کو پہونچیگا تو میری شان کے لائق ہوگا اب کچھ حکایتین
سخاوت والون کی لکھدیجاتی ہین محمد بن منکدر ام درہ سے جو حضرت عائشہ کی خادمہ تھین روایت کرتے ہین کہ حضرت ابن زبیرؓ نے ایک لاکھ اسی ہزار
درم دو گونون مین حضرت عائشہ کے پاس بھیجے آپ نے ایک طباق منگا کر اُنکو لوگون مین تقسیم کر دیا جب شام ہوئی مجھسے کہا کہ ہماری افطاری
لاؤ مین نے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھدیا اور کہا کہ آج جو آپنے اتنا کچھ بانٹا یہ نہو سکا کہ ہمارے افطار کیلیے ایک درم کا گوشت ہی منگا دیتین
آپ نے فرمایا کہ اگر تم پہلے سے کہتین تو ایسا ہی کرتی اور ابان بن عثمان رہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے یہ چاہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما کو کچھ ضرر پہونچانا چاہیے اسکے لیے تمام سرداران قریش کے پاس جا کر کہدیا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپکو کہا ہو کہ صبح کا کھانا میرے
یہان کھانا لوگون نے اُسکے کہنے پر عمل کیا صبح کو سب سردار حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے گھر مین جمع ہوئے حتی کہ گھر مین جگہ بھی
نہ رہی آپ نے اُنکے آنیکا حال پوچھا اُنھون نے ماجرا بیان کیا کہ تمھارا پیام فلانے کی معرفت اسوقت کی دعوت کا پہونچا تھا آپ نے
سنتے ہی میوہ خرید کر اُن کے سامنے رکھدیا اور کچھ لوگون کو کھانا پکانے کے لیے معین کیا ہنوز میوہ نہ کھا چکے تھے کہ دستر خوان بچھایا
گیا اور سب کھا پی کر چلے گئے آپ نے اپنے کار پردازان سے پوچھا کہ جسقدر آج خرچ ہوا ہو اتنا ہر روز ہو سکتا ہو یا نہین اُنھون نے کہا
کہ البتہ ہو سکتا ہو آپ نے فرمایا تو ہر روز یہ لوگ صبح کو یہان ہی کھانا کھایا کرین اور مصعب بن زبیر سے مروی ہو کہ ایک سال امیر
معاویہ حج کو تشریف لے گئے اور وہان سے پھر کر مدینہ منورہ کا قصد کیا جب داخل ہوگئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی

حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ تم اُنکی ملاقات نہ کرنا نہ سلام علیک کرنا جب وہ مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہمپر دین ہے ہم ضرور اُن سے ملین گے چنانچہ سوار ہوکر تشریف لے گئے اور اثناء راہ مین سلام علیک کرکے قرض اپنے ذمہ کا ذکر کیا اسی اثنا مین اسی ہزار دینار ایک اونٹنی پر لدے ہوے حضرت امیر کے پاس آئے اور اُسپر اتنا بوجھ دیناروں کا تھا کہ چل نہ سکتی تھی زبردستی لوگ ہانک کر لائے تھے اُنھون نے پوچھا کہ اسمین کیا ہی لوگون نے تبلایا کہ اسی ہزار دینار ہین آپنے فرمایا کہ انکو مع اس اونٹنی کے حضرت امام حسن علیہ السلام کے یہان پہونچادو اور واقدی اپنے باپ محمد واقدی کا حال بیان کرتے ہین کہ اُنھون نے ایک رقعہ خلیفہ مامون رح کو لکھا کہ مجھپر قرض بہت ہی اور اب مجھ سے اسپر صبر نہین کیا جاتا خلیفہ نے اسکی پشت پر حکم لکھا کہ تم ایسے آدمی ہو جسمین دو عادتین یعنی سخاوت اور حیا جمع ہین سخاوت کے باعث تو تمھارے پاس کچھ نہ رہا اور حیا کے باعث تمنے کبھی اپنا حال ہم سے نہ کہا اب ہمنے ایک لاکھ درم تمکو دلوائے ہین اگر تمھارے خاطر خواہ اور کارروائی کے لائق ہون تو خوب ہاتھ پھیلاؤ اور لوگو نکو دو ورنہ قصور تمھارا ہی ہے خودکردہ را چہ علاج اور جسوقت تم خلیفہ رشید کی طرف سے قاضی تھے ایک حدیث تمنے مجھ سے بیان کی تھی کہ محمد بن اسحاق زہری سے راوی ہین اور زہری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپنے حضرت زبیر بن عوام سے فرمایا کہ ای زبیر جان رکھ کہ بندون کے رزق کی کنجیان عرش کے مقابل ہین جسقدر کوئی بندہ خرچ کرتا ہی اُسیقدر اللہ تعالیٰ اُسکو بھیجدیتا ہی جو زیادہ کرتا ہی اُسکے لیے زیادہ اور جو کم کرتا ہی اُسکے لیے کم انتہی اور تم تو مجھ سے زیادہ جانتے ہو واقدی کہتے ہین کہ بخدا مجھکو خلیفہ مامون کے ایک لاکھ درم اتنے محبوب نہوئے جتنا اس حدیث کا مضمون یاد دلانا اچھا معلوم ہوا اور ایک شخص نے حضرت امام حسن رضہ سے کسی حاجت کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اے شخص تو نے جو مجھ سے سوال کیا اسکا حق مجھپر بہت ہی اور مجھکو یہ جاننا بھی دشوار ہی کہ تجھکو کیا دینا چاہیے اور جسقدر کا تو لائق ہی اتنا میرے پاس نہین علاوہ اس کے خدا کی راہ مین بہت دینا بھی تھوڑا ہی ہی میرے قبضہ مین تیری حاجت کے موافق تو نہین مگر جو تھوڑے سے پر قناعت کرے اور مجھکو زیادہ دینے کے لیے کسی تکلف اور حیلہ کی حاجت نہ پڑنے دے تو البتہ قدر موجود حاضر کرون اُس نے عرض کیا کہ ای ابن رسول اللہ جو آپ دینگے مجھے قبول ہی اگر آپ دین گے تو مشکور ہونگا اور نہ دینگے تو معذور جانونگا آپنے اپنے کارپرداز کو بلایا اور اس سے اپنے خرچ کا حساب کیا اور سب حساب کرکے فرمایا کہ تین لاکھ درم مین سے جتنا باقی ہو وہ لے آؤ اُسنے پچاس ہزار درم لادیے آپنے فرمایا کہ پانسو دینار بھی تو تھے وہ کیا ہوے اُسنے کہا کہ میرے پاس موجود ہین آپنے اُنکو بھی منگالیا اور سب دینار و درم اُس سائل کے حوالے کیے اور کہا کہ اُنکے لیجانے کو مزدور بُلالاؤ جب وہ مزدور لائے آپ نے اپنی چادر مزدوری مین اُن مزدورون کے حوالہ کی آپ کے خادمون نے عرض کی کہ اب ہمارے پاس نہ دینار ہی نہ درہم آپ نے فرمایا کہ مجھے توقع ہی کہ خدائے تعالیٰ اسکا ثواب بہت بڑا عنایت فرماویگا۔ اور جسوقت کہ حضرت ابن عباس رضہ بصرہ پر عامل تھے آپ کے پاس وہانکے قاری اکٹھے ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک ہمسایہ ہی کہ دن کو روزہ رکھتا ہی رات کو جاگتا ہی ہم مین سے ہر کوئی چاہتا ہی کہ ویسا ہی ہو جاوے اُسنے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کیا ہی لیکن وہ ایسا محتاج ہے کہ اُسکے پاس اتنا بھی نہین جو جہیز دے سکے حضرت عبداللہ بن عباس کھڑے ہوے اور لوگون کا ہاتھ پکڑے ہوے گھر مین تشریف لے گئے اور ایک صندوق کھول کر اُسمین سے چھ تھیلیان نکالین اور فرمایا کہ اُنکو اٹھالو اُنھون نے اُٹھالیا پھر فرمایا کہ یہ تو اچھی بات نہین کہ

ہم ایک مسلمان آدمی کو ایسی چیز دین جو اُسکی شب بیداری اور روزہ مین خلل انداز ہو چلو ہم سب کے سب اُسکے ممد و معاون ہو کر لڑکی کو رخصت کر دین ہر چند دنیا کی اتنی حقیقت نہین کہ مومن کو خدا کی عبادت سے روک دے لیکن ہم مین بھی اتنا تکبر نہین کہ اولیاء اللہ کی خدمت نہ کرین یہ کہکر آپ مع سب ہمراہیون کے تشریف لے گئے اور اُسکا کام حسب دلخواہ انجام ہوا اور روایت ہی کہ جب مصر مین خشک سالی ہوئی عبد الحمید بن سعد رح کا عہد تھا اُنھون نے کہا کہ بخدا مین شیطان کو جتا دونگا کہ مین اُس کا دشمن ہون پس ارزانی کے وقت تک سب لوگون کے حاجات پورے کرتے رہے یہانتک کہ جب معزول ہو کر گئے تو سوداگرونکا قرض اُنکے ذمہ دس لاکھ درم تھے اپنی بیبیون کا زیور گرو کر دیا جو پچاس کروڑ درم کا تھا اور جب یہ زیور چھٹ نہ سکا تو سوداگرون کو لکھ بھیجا کہ زیور کو بیچکر اپنا دام مجرا کر لو اور باقی ایسے لوگو کو دیدو جنکو میرے ہاتھ سے کچھ نہین پہونچا اور ابو طالب بن کثیر شیعہ تھا کسی سائل نے سوال کیا کہ بحق مرتضیٰ علی رضہ تم اپنا فلان باغ مجکو دے ڈالو اُسنے کہا کہ مین نے تجکو وہ بھی دیا اور اُسکے متصل کا باغ بھی دیا جو اس سے دوچند سہ چند تھا اور ابو مرثد ایک سخی تھا کسی شاعر نے اُس کی تعریف کی اُسنے کہا کہ بخدا مین تنگدست ہون مجھے کچھ دے نہین سکتا الا یہ تدبیر ہی کہ قاضی کے یہان تو مجھپر دس ہزار درم کی نالش کر مین اقبال دعوی داخل کر دونگا پھر تو مجھکو قید کرا دینا میرے گھر کے لوگ مجکو اتنا روپیہ دیکر چھوڑا لینگے شاعر نے ویسا ہی کیا شام نہ ہوئی تھی کہ دس ہزار درم ابو مرثد کے خاندانیون نے دیکر اسکو قید سے چھوڑا لیا اور معن بن زائدہ جسوقت دونون عراق پر عامل ہو کر بصرہ مین تھے اُنکے دروازہ پر ایک شاعر آیا اور مدت تک ٹھہر کر چاہتا رہا کہ کسی طرح اُنکی ملازمت ہو مگر میسر نہوئی ایک روز ایک خادم سے کہا کہ جب امیر باغ مین تشریف لیجاوین مجھکو اطلاع کر دینا خادم نے ویسا ہی کیا شاعر نے ایک شعر ایک لکڑی پر لکھکر اس نہر مین ڈالدیا جسکے کنارے پر امیر باغ کی سیر کر رہا تھا لکڑی پر جو نگاہ پڑی اسکو اُٹھا کر جو دیکھا تو یہ شعر لکھا تھا ؎ ای سخای معن تو ہی اُس سے کہہ میرا سوال ؛ کوئی اُس تک ہی نہین تیرے سوا میرا شفیع ؛ اُسکو پڑھکر کہا کہ شاعر کو بلاؤ جب وہ سامنے آیا اُس سے کہا کہ تو نے شعر کسطرح کہا ہی اُسنے وہی شعر پڑھ دیا امیر نے دس ہزار درم اُسکو دیے اور لکڑی اپنے بچھونے کے تلے رکھ لی دوسرے روز پھر اُسکو نکالکر پڑھا اور شاعر کو بلا کر ایک لاکھ درم دیے وہ لیکر سوچا کہ ایسا نہو کہیں پھیر لیوے اسی خیال سے چلدیا تیسرے روز امیر نے پھر اُس شعر کو پڑھکر شاعر کو بلایا جب وہ نہ ملا تو کہا کہ میرے اوپر یہ واجب تھا کہ اسکو یہانتک دیتا کہ میرے گھر مین نہ دینار رہتا نہ درم اور ابو الحسن مدائنی کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام حسن اور امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر علیہم السلام حج کے لیے روانہ ہوئے راہ مین باربرداری سے بچھڑ گئے تو بھوکھ اور پیاس لگی اثناء راہ ایک بڑھیا اپنی جھونپڑی مین بیٹھی تھی تینون صاحبزادون کا جو گذر اُسپر ہوا پوچھا کہ تیرے پاس کچھ پانی ہی کہا کہ ہی یہ سنکر سواریون سے اُتر پڑے اور اُسکے پاس ایک چھوٹی سی بکری الگ کو بندھی تھی کہا کہ اُسکا دودھ نکالکر پی لو جب دودھ نکالکر پی لیا تو پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی تیرے پاس ہی اُسنے عرض کیا کہ میرے پاس سوای اس بکری کے اور کچھ نہین اگر تم مین سے کوئی اسکو ذبح کر کے صاف کر دے تو مین پکا دون صاحبزادون مین سے ایک نے اُسکی تعمیل کی بڑھیا نے کھانا تیار کر دیا وے کھا پیکر سیر ہوے اور سہ پہر کے وقت تک ٹھہرے رہے جب چلنے لگے بڑھیا سے کہا کہ ہم لوگ قریشی ہین اب حج کو جاتے ہین وہان سے اگر سلامت پھرینگے تو تو ہمارے پاس آئیو ہم تجھسے سلوک کرینگے یہ کہکر تشریف لے گئے جب اُس عورت کا خاوند آیا تو اُسنے تشریف لانا حضرات کا اور ذبح ہونا بکری کا بیان کیا وہ سنکر غصہ ہوا کہ میری بکری

کیا جانے کسکو کھلادی پھر کہتی ہی کہ وہ قریش کے لوگ تھے پھر مدت کے بعد ان دونون مرد و عورت کو مدینہ منورہ مین آنے کی ضرورت ہوئی وہان پہونچکر اونٹ کی مینگنیان جمع کرتے اور انکو بیچکر اپنی گذران کرتے اتفاقًا ایک روز بڑھیا اُسطرف جانکلی جہان حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوے تھے آپ نے بڑھیا کو پہچانا مگر اُسنے نہ پہچانا آپنے اپنے خادم کو بھیجکر اُسکو بلایا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتی ہی اُسنے عرض کیا کہ مین نہین پہچانتی آپ نے فرمایا کہ مین وہ ہون جو فلان روز تیرے یہان مہمان ہوا تھا اُسنے عرض کیا کہ میرے مان اور باپ آپ پر قربان ہون آپ وہ ہین آپ نے فرمایا کہ ہان پھر آپ نے ایکہزار بکریان اور ہزار دینار بڑھیا کو دیکر اپنے خادم کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجدیا اُنھون نے بڑھیا سے پوچھا کہ تجھے میرے بھائی نے کیا دیا ہی اُسنے عرض کیا کہ ہزار دینار اور ہزار بکریان آپ نے بھی اُسی قدر اُسکو دلوایا اور اپنے خادم کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن جعفر کے پاس روانہ کردیا اُنھون نے پوچھا کہ حسنین علیہما السلام نے تجھکو کیا دیا کہا دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریان پس اُنھون نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریان اپنے پاس سے دین اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو مین اتنا دیتا کہ حسنین علیہما السلام کو دینا مشکل پڑتا غرضکہ بڑھیا چار ہزار دینار اور اتنی ہی بکریان لیکر اپنے خاوند کے پاس آئی اور کہا کہ یہ عوض اُس ایک بکری کا ہی کہ جسکو سرداران قریش نے کھایا تھا اور ایکبار عبد اللہ بن عامر بن کرز مسجد سے تنہا اپنے گھر کو جاتے تھے ثقیف کی قوم سے ایک لڑکا اُنکے پیچھے ہولیا اُنھون نے پوچھا کہ تجھے مجھ سے کچھ کام ہے اُسنے کہا کہ کوئی کام نہین آپ تنہا جاتے تھے مین اسلیے ساتھ ہولیا کہ خدانخواستہ راستہ مین اگر آپ پر کوئی بری بات پیش آوے تو مین اپنے اوپر اُسکو لون اور آپ کو بچاؤن عبد اللہ نے اُسکا ہاتھ پکڑلیا اور گھر پر آکر ہزار دینار عنایت کیے اور کہا کہ تجھکو تیرے مربیون نے خوب تعلیم کی ہی جا ان دینارون کو اپنے صرف مین لا اور روایت ہی کہ ایک قافلہ عرب کا اپنی قوم کے کسی سخی کی قبر پر زیارت کو گیا اور دور چلکر وہان پہونچا سب لوگ اُسکی قبر کے پاس فروکش ہوے اُس سخی کے یہان ایک گھوڑا تھا بہت عمدہ تمام قوم مین مشہور تھا جب لوگ رات کو سوئے تو انمین سے ایک شخص نے اُسی مردے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہی کہ تو اپنا اونٹ میرے گھوڑے سے بدلے تو مین گھوڑا تجھے دیدون اور اونٹ لیکر تم لوگون کی ضیافت کرون اُسنے جواب دیا بہت اچھا پھر یہ دیکھا کہ وہ مردہ اُس اونٹ کیطرف گیا اور اُسکو ذبح کر ڈالا اور یہ اونٹ خوب فربہ تھا اتنے مین اُس شخص کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو واقعی مین اونٹ کی گردن سے خون جاری ہی اُسنے اُٹھکر اُسکو ذبح کیا اور صاف کرکے گوشت قافلہ مین تقسیم کیا سبھون نے کھایا پھر وہان سے مراجعت کی دوسرے دن راستہ مین انکو چند سوار ملے ایک نے ان مین سے قافلہ والون سے پوچھا کہ تم مین فلان نام کا شخص کون سا ہی اور وہی نام لیا جو خواب دیکھنے والے کا تھا اُسنے جوابدیا کہ وہ شخص مین ہون اُس سوار نے کہا کہ تم نے فلان مردے کے ہاتھ کچھ بیچا ہی اُسنے کہا کہ خواب مین مین نے اپنا اونٹ اُسکے ہاتھ گھوڑے کے عوض بیچا ہی اُسنے کہا کہ تو لیجیے یہ اُسکا گھوڑا موجود ہی پھر کہا کہ وہ مردہ میرا باپ تھا انکو اُسنے خواب مین مجھ سے کہا کہ اگر تو میرا بیٹا ہی تو یہ گھوڑا فلان شخص کو دیدے سو مین نے تعمیل حکم کی اور ایک شخص قریشی کا گذر ایک عرب پر ہوا کہ راستہ مین اپاہج ہوکر شدت مفلسی اور مرض سے پڑا تھا قریشی کو دیکھکر وہ کہنے لگا کہ میاں صاحب ہماری کچھ مدد کرو اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ جو کچھ خرچ سے بچا ہو وہ اسکو دیدے غلام نے چار ہزار درم اُسکی گود مین الٹ دیے اُسنے چاہا کہ انکو لیکر اٹھون مگر ضعف کے مارے اٹھ نہ سکا اور رودیا قریشی نے پوچھا کہ تو شاید

اسوجہ سے روتا ہی کہ جو مین نے دیا وہ کم ہی اُسنے کہا کہ یہ وجہ نہین بلکہ یہ سبب ہی کہ مجھ کو یہ یاد آگیا کہ زمین تیرے کرم کو بھی کھا جاوے گی اسی لیے رو پڑا
اور عبداللہ بن عامر نے خالد بن عقبہ سے اُنکا گھر جو بازار مین تھا نوے ہزار درم کو مول لیا جب رات ہوئی تو خالد کے گھر والون کے رونے
کی آواز عبداللہ کے کان مین پہونچی پوچھا کہ یہ کیون روتے ہین لوگون نے کہا کہ اپنے گھر کے لیے روتے ہین آپ نے اپنے خادم کو آپ
نے فرمایا کہ تو اُن کے پاس جا کر کہدے کہ مال اور مکان سب تمھارا ہی اور روایت ہی کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک بن
انس رح کی خدمت مین پانسو دینار بھیجے یہ خبر لیث بن سعد رح کو پہونچی اُنھون نے اُنکی خدمت مین ہزار دینار روانہ کیے ہارون رشید
نے لیث کو بلا کر عتاب کیا کہ تم ہماری رعیت ہو کیا وجہ کہ ہم نے پانچسو بھیجے تو تمنے ہزار دیے اُنھون نے کہا کہ یا امیر المومنین میرے یہان
ہر روز ہزار دینار کا غلہ آتا ہی مجھے شرم آئی کہ ایسے شخص کو ایک دن کی آمدنی سے کیا کم دون لیث بن سعد کی سخاوت مشہور ہی یہی
وجہ تھی کہ باوجود ہزار دینار آمدنی ہر روزہ کے اُنپر زکوۃ واجب نہ ہوئی اور ایک بار کسی عورت نے اُنسے تھوڑا سا شہد مانگا تو
اُنھون نے ایک مشک شہد اُسکو دیا کسی نے پوچھا کہ اُسکا کام تو تھوڑے سے بھی نکلجاتا آپنے فرمایا کہ اُسنے اپنی حاجت کے موافق مانگا
تھا ہمنے اُس قدر دیا جسقدر کہ خدا تعالی نے ہمپر نعمت کی تھی اور یہ اُنکا دستور تھا کہ ہر روز جب تک تین سو ساٹھ مسکینونکو کھانا اور صدقہ
نہ دیتے تب تک کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالتے اور اعمش روایت کرتے ہین کہ میری ایک بکری بیمار رہی خثیمہ بن عبدالرحمن اُسکو صبح و
شام آکر پوچھتے کہ گھاس اچھی طرح کھائی یا نہین اور لڑکے بدون دودھ کے کیسے صبر کرتے ہین اور یہ کہکر میرے بچھونے کے نیچے کچھ
رکھدیتے اور چلتے وقت کہہ جاتے کہ بچھونے کے تلے سے جو کچھ ہو نکال لینا بکری کی بیماری کے دنون مین میرے پاس تین سو دینار
سے زیادہ پہونچگئے یہانتک کہ میرے دل مین یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ بکری بیمار ہی رہے تو بہتر ہی اُسکی بیماری سے یہ کچھ ملا اور
عبدالملک بن مروان نے اسماء بنت خارجہ سے کہا کہ مجھکو تمھاری چند خصلتونکی خبر پہونچی ہی اُنکو مجھ سے بیان کرو اُنھون نے کہا کہ وہ باتین
اگر غیر سے سنتے تو مجھ سے سننے کی نسبت بہتر ہوتا خلیفہ نے قسم دلائی کہ نہین تمہین کہو اُنھون نے کہ اے امیر المومنین مین نے کبھی اپنے ہمنشین کے
سامنے پاؤن نہین پھیلایا اور جب کبھی مین نے کھانا پکا کر لوگونکی دعوت کی ہی تو جسقدر میرا احسان اُنپر ہوا اُس سے زیادہ مین نے
اُنکا احسان اپنے اوپر سمجھا اور جب کبھی کوئی شخص مجھ سے کچھ مانگنے آیا تو جو کچھ مین نے اُسکو دیا کثیر نہین جانا اور سعید بن خالد سخی شخص
تھا سلیمان بن عبدالملک کے پاس آیا اُسکا دستور یہ تھا کہ اگر دینے کو کچھ نہ پاتا تو سائل کو تمسک لکھدیتا کہ جب مجھکو کہین سے کچھ ملیگا مین یہ
روپیہ ادا کر دونگا خلیفہ نے اُسکی صورت دیکھکر پوچھا کہ کیا حاجت ہی کہا کہ میرے ذمہ قرض ہی پوچھا کہ کسقدر ہی کہا کہ تیس ہزار دینار کہا کہ تیس
ہزار قرض کے اور اتنے ہی اور تم کو دیے جاوینگے اور روایت ہی کہ قیس بن سعد بن عبادہ بیمار پڑے اُنکے دوست احباب اُنکی عیادت
کو نہ آئے اُنھون نے جو سبب پوچھا تو لوگون نے کہا کہ چونکہ تمھارا قرض اُنکے ذمہ ہی اسلیے وہ آتے ہوے شرماتے ہین آپنے فرمایا کہ خدا مالکو
ذلیل کرے یہ بھائیون سے بھی نہین ملنے دیتا پھر ایک پکارنیوالے کو کہا کہ یون پکارے کہ قیس بن سعد کا جس کے ذمے کچھ آتا ہو وہ معاف
ہی اس کو سنتے ہی لوگ اس کثرت سے آئے کہ آپکے گھر کی سیڑھی بھی ٹوٹ گئی اور ابو اسحاق کہتے ہین کہ مین نے ایک قرضخواہ کی تلاش
مین فجر کی نماز مسجد کوفہ مین پڑھی جب نماز سے فارغ ہوا تو میرے سامنے ایک جوڑا کپڑون کا اور ایک جوڑا جوتی کا کسی نے رکھا

مین نے کہا کہ مین تو اس مسجد کے نمازیون مین نہین ہون لوگون نے کہا کچھ مضائقہ نہین اشعث بن قیس کندی کل رات مکہ سے داخل کوفہ ہوے ہین اُنھون نے حکم کیا ہی کہ ہر نمازی کو ایک ایک جوڑا کپڑا اور جوتا عنایت کیا جائے اور شیخ ابو سعید خرکوشی نیشاپوری رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین نے محمد بن حافظ محمد سے سنا ہی کہ وہ زبانی شافعی مجاور مکہ کے بیان کرتے تھے کہ مصر مین کوئی شخص ایسا تھا کہ فقرا کے لیے کچھ چندہ کر دیا کرتا تھا اتفاقاً ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا وہ اُس شخص کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا ہوا ہی اور اسوقت میرے پاس کچھ ہی نہین یہ سنتے ہی وہ شخص اُسکے ساتھ ہوا اور بہت سے لوگون کے پاس لیگیا مگر کہین سے کچھ نہ ملا پھر ایک آدمی کی قبر پر آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے بخشے تو زندگی مین بہت کچھ دیا کرتا تھا آج مین بہتون کے پاس گیا اور اس شخص کے واسطے بہت سی کوشش کی کہ کچھ ملے مگر حسب اتفاق سعی بیفائدہ ہوئی یہ کہکر ایک دینار نکالا اور اُسکو خوردہ کر کے آدھا سائل کو دیا اور کہا کہ یہ مین تم کو قرض دیتا ہون جب تمھارے پاس ہو تم ادا کر دینا وہ شخص آدھا دینار لیکر گھر چلا آیا اور لڑکے ہونے مین جو ضرورت تھی اُسکو انجام دیا رات کو اُس مصری چندہ کرنے والے نے اُس قبر والے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہی کہ تو نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا وہ سب مین نے سنا مگر چونکہ مجھکو اجازت جواب کی نہ تھی اسواسطے مین جواب نہ دیسکا اب کہتا ہون کہ تم میرے مکان پر جاکر میری اولاد سے کہو کہ چولھے کے نیچے کھودین وہان سے ایک برتن مین پانسو دینار گڑے ہوے نکلینگے وہ اُنسے لیکر اُس لڑکے والے کو دیدو جب صبح ہوئی تو وہ شخص اُسکی اولاد کے پاس گئے اور خواب کا قصہ بیان کیا اُنھون نے اُسکو ٹھہرا کر جگہ کھودی اور دینار لاکر رکھدیے کہ لیجاؤ اُسنے جواب دیا کہ یہ تمھارا مال ہی میرے خواب کا کیا اعتبار ہی اُنھون نے کہا کہ مال والا تو مرنے پر سخاوت کرتا ہی ہم جیتے جی کیسے نہ کرین غرض بعد رد و کد اُس شخص نے دینار لے لیے اور لڑکے والے کے پاس لاکر رکھے اور تمام ماجرا بیان کر کے کہا کہ اب یہ تمھارا مال ہی جو چاہو سو کرو اُسنے ایک دینار اُٹھا کر خوردہ کیا اُسمین سے نصف تو اُس شخص کو بوجہ قرض دیا اور نصف خود رہنے دیا کہ مجھے اسی قدر کفایت ہی باقی تم فقیرون کو دے دو ابو سعید راوی اس حکایت کے کہتے ہین کہ مجھے نہین معلوم ان سب مین زیادہ سخی کس کو کہنا چاہیے اور روایت ہی کہ حضرت شافعی رح جب مرض موت مین مبتلا ہوے تو وصیت کی کہ فلان شخص مجھ کو غسل دے بعد وفات کے اُس شخص کو حال وصیت کا سنایا گیا وہ شخص آیا اور اُنکے خرچ کی بہی منگا کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اُنکے ذمہ ستر ہزار درم قرض ہین اُسی وقت اُنکے نام پر سے اپنے نام کر لیے اور کہا کہ اُنکی مراد میرے غسل دینے سے یہی تھی کہ آلودگی قرض سے اُنکو مین صاف و پاک کر دون ابو سعید کہتے ہین کہ مین جب مصر مین گیا تو اس شخص کا گھر تلاش کیا لوگون کے بتلانے سے جو مکان پر گیا تو اُس کی اولاد اور پوتون مین سے مین نے کچھ لوگون کو دیکھا بفحواے آیت کریمہ وکان ابوہما صالحا کے سب کے چہرے سے آثار خیر و فضل کے نمایان تھے اور اُنکے باپ کی خیر و برکت اُنمین تاثیر کر گئی تھی اور شافعی کہتے ہین کہ مجھے جب سے حماد بن ابی سلیمان کا ایک خبر پہونچی ہی تب سے مین اُنسے ہمیشہ محبت کرتا ہون وہ یہ ہی کہ ایک روز وہ سوار جاتے تھے حرکت سے تکمہ ٹوٹ گیا راستے مین ایک درزی سیتا تھا چاہا کہ اُتر کر اُسکو درست کرالین درزی نے قسم دلائی کہ آپ نہ اُترین اور خود اُسکے ٹانکنے کو کھڑا ہو گیا اور درست کر دیا اُنھون نے اُسکو دس دینار دیے اور معذرت کرنے لگے کہ یہ مقدار قلیل ہی اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ ایک شخص نے شافعی رح کی رکاب پکڑی آپ نے

ربیع سے کہا کہ اسکو چار دینار دو اور میری طرف سے معذرت کرو اور ربیع زبانی حمیدی کے انھین کا قصہ یون کہتے ہین کہ جب صنعا سے مکہ کو تشریف لاتے تھے مکہ معظمہ سے باہر آپنے ڈیرہ ڈالا اور دس ہزار دینار جو پاس تھے اُنکو ایک چادر پر پھیلایا پھر جو کوئی آپکے پاس آتا گیا اُس کو مٹھی بھر بھر دیتے گئے یہانتک کہ ظہر کی نماز اُنکو تمام کر کے پڑھی اور ابی ثور انکا حال یون کہتے ہین کہ جب شافعیؒ نے مکہ معظمہ کو جانا چاہا تو اُنکے پاس مال تھا مگر بہت کم رہنے دیا کرتے تھے سخاوت کے سبب کبھی جمع نہ کرتے تھے مین نے کہا کہ اگر آپ اس مال کے عوض کوئی جائداد مول لے لین تو آپ کے اور آپکی اولاد کے کام آوے آپ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہان سے جو پھرے تو مین نے اُس مال کا حال پوچھا فرمایا کہ مکہ معظمہ مین تو کوئی جائداد مجھکو نہ ملی اسلیے کہ اکثر وہان کی جائداد وقف ہی اُسکا خریدنا جائز نہین مگر منیٰ مین ایک فرودگاہ بنا آیا ہون کہ ہمارے ساتھی حج کے دنون مین اُسی مین اُترا کرین لعد اُسکے دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہی اشعار بہت سے کام ہین جنکو کہ چاہتا ہے دل ٭ ولیک کافی نہین مال میرا کیا کیجیے ٭ ہی نفس کو یہ تمنا کبھی نہ بخل کرے ٭ متاع اتنی نہین جس سے اب سخا کیجیے ٭ اور محمد بن عباد مہلبی راوی ہین کہ میرے باپ خلیفہ مامون کے پاس گئے خلیفہ نے ایک لاکھ درم اُنکو دیے جب خلیفہ کے پاس سے اُٹھے سب خیرات کر ڈالے یہ خبر خلیفہ کو پہونچی بلا کر عتاب کیا میرے باپ نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین موجود چیز کے نہ دینے سے معبود کیطرف بدگمانی ہوتی ہی خلیفہ خوش ہوئے اور دو لاکھ اور دیے اور ایک شخص نے سعید بن العاص سے کچھ مانگا اُنھون نے ایک لاکھ درم دلوا دیے وہ شخص رونے لگا آپ نے سبب گریہ پوچھا کہا کہ اس سبب سے روتا ہون کہ زمین تجھ جیسے کو بھی نہ چھوڑیگی یہ سنکر ایک لاکھ اور دیے اور ابو تمام شاعر ابراہیم بن شکلہ کے پاس قصیدہ مدح کہکر لے گیا ابراہیم بیمار تھے قصیدہ رکھ لیا اور اپنے دربان سے کہا کہ جو اسکی شان کے لائق ہو وہ اسکو دیدو اور کہدو کہ اگر مین نے مرض سے صحت پائی تو اُسکی مکافات کرونگا وہ شاعر دو مہینے تک اسی توقع مین ٹھہرا رہا آخر گھبرا کر امیر کو یہ لکھا قطعہ ہی قبول مدح بے اعطاے زر تمپر حرام ٭ پر تعجب ہی نہین قائل ہو تم اس بات کے ٭ گر کرو تاخیر دینے مین کسے امتناع ٭ ہم ہین بندے اُس کے جو اس ہاتھ لے اُس ہاتھ دے ٭ جب یہ اشعار امیر نے پڑھے حاجب سے پوچھا کہ کتنی مدت سے ٹھہرا ہوا ہے اُسنے کہا کہ دو مہینے سے کہا کہ اسکو تیس ہزار درم دے دو اور قلمدان منگا کر اشعار کا جواب یون لکھا قطعہ ٭ جلدی کی تو ہمنے بھی دیا جو بن سکا ٭ اس قدر تھوڑا ہنو تا لیتے گر تاخیر سے ٭ تم یہ سمجھو ہمنے کچھ تعریف مین لکھا نہ تھا ٭ ہم یہ جانین گے درم ہمنے نہین ہرگز دیے ٭ اور روایت ہی کہ حضرت عثمانؓ کے پچاس ہزار درم حضرت طلحہؓ کے ذمہ تھے ایک روز حضرت عثمانؓ مسجد کو تشریف لیے جاتے تھے کہ حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ آپکا مال موجود ہی اسکو لے لیجیے آپ نے فرمایا کہ وہ مین نے آپ ہی کو دیا تاکہ آپ کی مروت یعنی سخاوت پر مدد و معاون ہو اور سعدیٰ بنت عوف کہتی ہین کہ مین ایک روز حضرت طلحہؓ کی خدمت مین گئی آپ کو کچھ مکدر دیکھکر پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال جمع ہو گیا ہی اُسکا تردد ہی مین نے کہا کہ تردد کی کیا بات ہی اپنی قوم کو بلوا کر بانٹ دو آپ نے غلام کو بھیج کر سب کو بلوایا اور مال تقسیم کر دیا مین نے خادم سے پوچھا کہ کسقدر تھا کہا کہ چار لاکھ درم تھے اور ایک اعرابی نے انھین حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر ہو کر کچھ سوال کیا اور اپنی قرابت بھی کچھ بیان کی آپ نے فرمایا کہ مجھ سے قرابت کی وجہ سے آجتک کسی نے نہین مانگا تھا میرے پاس ایک قطعہ زمین ہی جس کے حضرت عثمانؓ تین لاکھ درم دیتے ہین اگر تو چاہے تو وہ زمین لے لے ورنہ اُسکا

دام تجھکو دیدون اُسنے دام ہی طلب کیا آپنے وہ زمین حضرت عثمان رضکو دیکر قیمت مذکورہ حوالہ کی اور روایت ہی کہ ایک وزجناب علی مرتضیٰ روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ سات روز سے میرے یہان کوئی مہمان نہین آیا مجھے یہ ڈر ہی کہ خدا تعالیٰ نے کہین مجھے ذلیل تو نہین کیا اور ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر گیا اور دستک دی اُسنے پوچھا کہ آپ کیسے آئے کہا کہ میرے ذمہ چارسو درم ہین اُسنے چارسو درم تولکر حوالہ کیے اور گھر مین روتا ہوا آیا بیوی نے کہا اگر تمکو اسقدر دینا شاق تھا تو نہ دیے ہوتے اُسنے کہا کہ مین اس لیے روتا ہون کہ مجھکو اُسکا حال بدون اُسکے کہے معلوم ہوا نہین اگر خود جویا رہتا تو اُسکے مانگنے کی کیون حاجت پڑتی

ساتوان بیان بخل کی مذمت مین

اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہی وَمَنْ یُوقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُونَ اور فرمایا وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِینَ یَبْخَلُونَ بِمَا آتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور فرمایا الَّذِینَ یَبْخَلُونَ وَیَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُونَ مَا آتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِیَّاکُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّہٗ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَھُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوا دِمَاءَھُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَھُمْ اور ایک حدیث مین فرمایا بخل سے بچو اسلیے کہ اُسی کے باعث تم سے پہلے لوگ خونریزی اور حرام چیزون کے حلال جاننے اور قطع ارحام مین مبتلا ہوئے اور فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بَخِیلٌ وَلَا خَبٌّ وَلَا خَائِنٌ وَلَا سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ اور بعض روایتون مین وَلَا جَبَّارٌ وَلَا مَنَّانٌ بھی آیا ہی اور فرمایا ثَلٰثٌ مُھْلِکَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَھَوًی مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ ثَلٰثَۃً الشَّیْخَ الزَّانِیَ وَالْبَخِیلَ الْمَنَّانَ وَالْمُعِیلَ الْمُخْتَالَ اور فرمایا کہ خرچ کرنے والے اور بخیل کی مثال ایسی ہی جیسے دو شخصون کے بدن پر دو کرتے لوہے کے ہون چھاتی سے لیکر حنجیر گردن تک خرچ کرنے والا جسقدر خرچ کرتا جاتا ہی وہ کرتا پھیلتا جاتا ہی اور کڑیان ڈھیلی ہوتی جاتی ہین یہان تک کہ انگلیون تک پہنچ جاوے اور بخیل جتنا خرچ مین بخل کرتا ہی اُتنا ہی اُس کرتے کی کڑیان سکڑتی ہین اور جہان کی تہان گڑ جاتی ہین ہوتے ہوتے جب گلا دبنے لگتا ہی تو پھیلانا چاہتا ہی مگر پھیل نہین سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون دعا مانگا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوذُبِکَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور ایک حدیث مین ہی کہ ظلم سے بچو اسلیے کہ ظلم قیامت مین اندھیرا ہوویگا اور فحش سے بھی بچو کیونکہ خدا تعالیٰ کو فاحش اور متفحش دونون ناپسند ہین اور بخل سے بھی بچنا چاہیے کہ اس نے تم سے پہلے لوگون کو ہلاک کردیا اُنکو بخل نے جھوٹ بولنے کو کہا تو جھوٹ بولے ظلم کرنے کو کہا تو ظالم ہوے قطع رحم کے لیے اُبھارا تو ویسے ہی ہوگئے اور ایک حدیث مین ہی کہ شَرُّ مَا فِی الرَّجُلِ شُحٌّ ھَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین شہید ہوا تو ایک عورت نے اُس کو روتے ہوئے کہا ہاے میرے شہید آپ نے فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ

شہید ہی شاید اُسنے کوئی کلام بیفائدہ کیا ہو یا ایسی چیز پر بخل کیا ہو جو دینے سے کم نہ ہوتی اور حضرت جبیر بن مطعم رضہ فرماتے ہین
کہ غزوہ حنین سے پھرنے کے وقت ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب چلے آتے تھے کہ اثناے راہ مین چند عرب آپ کے گرد ہوکے
اور کچھ مانگنے لگے اور یہانتک مضطر کیا کہ آپ ایک ببول کے درخت کیطرف جو گئے تو چادر اسمین اُلجھ رہی آپ نے ٹھہر کر ارشاد فرمایا
کہ میری چادر مجھے دیدو قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اگر ان کانٹون کے عدد کے موافق میرے پاس
چوپائے ہون تو مین تمھین دیڈالون پھر نہ تم مجھکو بخیل پاؤ نہ جھوٹا اور نہ نامرد اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایکبار مال تقسیم کیا مین نے عرض کیا کہ ان سب لوگون کی نسبت اور لوگ اس مال کے زیادہ مستحق تھے آپنے ارشاد فرمایا کہ ان لوگون
کی طرف سے مجھے ان دو باتون مین اختیار ہی یا تو بڑا بھلا کہکر مانگ لین یا مجھکو بخیل کہین مگر مین بخل نہین کرتا یعنی بخیل نہ کہلانے کی وجہ سے
انکی سخت گوئی پر صبر کرتا ہون اور حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہین کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور
اونٹ کا سوال مانگا آپنے انکو دو دینار دیے جب وہ آپکے پاس سے نکلے تو حضرت عمر رضہ انکو ملے اُنھون نے حضرت کی تعریف کی اور
شکریہ بیان کیا حضرت عمر رضہ نے خدمت جناب رسالتمآب مین حاضر ہوکر جو کچھ اُنکا قول سنا تھا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اُنھون نے باوجود
قلت دہش کے ایسا کہا لیکن فلان شخص کو مین نے دس سے زیادہ اور سو سے کم دیے ہونگے مگر اُسنے کچھ بھی نہ کہا تم مین سے بعض شخص
مانگنے آتے ہین مگر جب مانگی مراد بغل مین داب کر جاتے ہین گویا دوزخ کی آگ بغل مین ہوتی ہی حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ پھر جو چیز دوزخ
کی آگ ہی وہ آپ کیون دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ بدون مانگے نہین مانتے اور بخل کو میرے اوپر خدا تعالی نہین مانتا اور حضرت ابن عباس رض
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جود اللہ تعالی کی جود سے ہی تم جود کرو کہ خدا تعالی تم پر جود کرے جان رکھو کہ خدا
تعالی نے بخشش کو ایک درخت کی صورت پر پیدا کیا اور اسکی جڑ درخت طوبی کی جڑ مین مستحکم کی اور اسکی ٹہنیون کو سدرۃ المنتہی کی
شاخون مین لپیٹ کیا اور بعض ٹہنیون کو دنیا مین لٹکا دیا پس جو شخص اسکی شاخ سے لپٹ گیا جنت مین داخل ہوا جان رکھو کہ سخاوت ایمان
مین سے ہی اور ایمان جنت مین جاویگا اور خدای تعالی نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا اسکی جڑ دوزخ کے درخت زقوم یعنی سیہنڈ کی
جڑ مین داخل ہی اور اُسکی کچھ ٹہنیونکو دنیا مین جھکا دیا جو کوئی اسکی کوئی شاخ پکڑ لیتا ہی دوزخ مین جاتا ہی یاد رکھو کہ بخل کفر کا ٹکڑا ہی اور کفر
دوزخ مین جائیگا اور ایک حدیث مین ہی کہ سخاوت وہ درخت ہی جو جنت مین اُگتا ہی پس جنت مین وہی داخل ہوگا جو سخی ہوگا اور بخل وہ
درخت ہی جو دوزخ مین جمتا ہی تو دوزخ مین وہی داخل ہوگا جو بخیل ہوگا اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بنی لحیان کے قاصدون سے پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہی اُنھون نے عرض کیا کہ ہمارا سردار جد بن قیس ہی مگر وہ ایسا شخص ہی
کہ تھوڑا سا بخل رکھتا ہی آپ نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ روگ کون سا ہوگا تمھارا سردار وہ نہین ہی بلکہ عمرو بن جموع ہی اور ایک روایت مین
یون ہی کہ جب اُنھون نے اپنا سردار جد بن قیس کو بتلایا تو آپ نے پوچھا کہ تم اُسکو کس وجہ سے سردار جانتے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ
اُسکے پاس ہم سب سے زیادہ مال ہی مگر باینہمہ ہم اُسکو متہم بخل کے ساتھ بھی کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ کون سا مرض ہی
وہ تمھارا سردار نہین ہی تب اُنھون نے عرض کیا کہ پھر ہمارا سردار کون ہی آپ ہی ارشاد فرمائیے آپنے فرمایا کہ تمھارا سردار بشر بن البراء ہے

اور حضرت علی رضہ سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا ان اللہ یبغض البخیل فی حیاتہ السخی عند موتہ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہی کہ آپ
نے فرمایا کہ سخی گناہگار خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہی اور یہ حدیث بھی انھین سے مروی ہی کہ بخل اور ایمان کسی بندے کے دل مین
جمع نہین ہوتے اور یہ بھی فرمایا کہ دو عادتین ایماندار مین جمع نہین ہوتین بخل اور بدخلقی اور فرمایا لاینبغی للمؤمن ان یکون بخیلا و لاجبانا
اور فرمایا تم مین سے کہنے والے یون کہتے ہین کہ بخیل بہ نسبت ظالم کے معذور ہی حالانکہ خدا کے نزدیک بخل سے بڑھکر کوئی ظلم نہین
خداوند کریم اپنی عزت و جلال کی قسم کھاکر فرماتا ہی کہ نہ بخیل جنت مین جاویگا اور نہ شحیح یعنی نہ وہ شخص کہ اپنا مال اورون سے روکے
اور نہ وہ شخص کہ غیرون کو دیتے دیکھکر جلے اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار طواف خانہ کعبہ کرتے تھے دیکھا کہ ایک
شخص پردہ کعبہ سے لگا ہوا کہہ رہا ہی کہ الٰہی بحرمت اس خانہ کے میرا گناہ معاف فرما آپ نے اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا گناہ ہی مجھ سے
بیان کر اُسنے عرض کیا کہ میری خطا بیان سے زیادہ ہی آپ نے فرمایا کہ تیری خطا زیادہ ہی یا زمین ہمہ طبقات اُسنے کہا کہ میری خطا
زیادہ ہی پھر پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہی یا پہاڑ عرض کیا کہ میری خطا زیادہ ہی پھر پوچھا کہ تیرا قصور زیادہ ہی یا سمندر عرض کیا کہ میرا قصور
زیادہ ہی پھر پوچھا کہ تیرا گناہ بڑھکر ہی یا سب آسمان عرض کیا کہ میرا گناہ بڑھکر ہی پھر پوچھا کہ تیری تقصیر زیادہ ہی یا عرش اُس نے کہا
کہ میری تقصیر پھر پوچھا کہ تیرا گناہ زیادہ ہی یا خداوند کریم اُسنے عرض کیا کہ خدائے تعالی بہت بڑا ہی آپ نے فرمایا کہ تیرا بُرا ہو اُسکو مجھسے
بیان کر اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین مالدار آدمی ہون مگر جب سائل مانگنے آتا ہی تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا شعلہ آگ کا میرے سامنے ہی
آپ نے فرمایا تو مجھ سے علٰحدہ ہو اپنی آگ سے مجھے مت جلا قسم ہی اُس ذات کی کہ جسنے مجکو ہدایت اور کرامت کے ساتھ بھیجا ہی اگر تو رکن اور
مقام کے درمیان کھڑے ہوکر دس لاکھ برس نماز پڑھے اور پھر اتنا روے کہ تیرے آنسوؤن سے نہرین بہ نکلین اور درخت سیراب
ہوجاوین اور پھر بخل کی حالت مین تیری موت ہو تو خدا تعالی تجھ کو دوزخ مین اوندھے منھ ڈالیگا تیرا بُرا ہو کیا تجھے معلوم نہین کہ بخل
کفر کا ایک حصہ ہی اور کفر دوزخ مین رہیگا کیا تو نہین جانتا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ آتا ہی حضرت ابن عباس
فرماتے ہین کہ جب اللہ نے جنت عدن پیدا کی تو اُسکو ارشاد فرمایا کہ تو مزین ہو وہ آراستہ ہوئی پھر فرمایا کہ اپنی نہرین ظاہر کر اُس
نے چشمہ سلسبیل اور عین کافور اور آب تسنیم نکالے جنسے باغہائے جنت مین شراب اور شہد اور دودھ کی نہرین بہنے لگین پھر
ارشاد ہوا کہ اپنی کرسی تخت چھپر کھٹ زیور لباس و حور عین ظاہر کر اُسنے تعمیل ارشاد کی پھر خدا تعالی نے اُسکو ملاحظہ فرماکر ارشاد
فرمایا کہ کچھ بول وہ بولی کہ جو شخص مجھ مین رہیگا وہ کیا اچھا ہوگا ارشاد ہوا کہ قسم ہی اپنی عزت کی بخیل کو تجھ مین جگہ نہ دونگا اور ام البنین ہمشیرہ حضرت
عمر بن عبد العزیز رح کی بہن کا قول ہی کہ تف ہی بخیل پر اگر بالفرض بخل کرتا ہوتا تو مین کبھی نہ پہنتی اور اگر راستہ ہوتا تو کبھی نہ چلتی اور طلحہ
بن عبید اللہ رح فرماتے ہین کہ ہم کو اپنے مال پر وہی صورت پیش ہوتی ہی جو بخیلون کو پیش آتی ہی مگر یہ فرق ہی کہ ہم صبر کرتے ہین اور محمد بن
منکدر فرماتے ہین کہ پہلے یون مشہور تھا کہ جب اللہ تعالی کسی قوم کی بُرائی چاہتا ہی تو اُنپر اُنہین سے بُرون کو حاکم کر دیتا ہی اور اُن
کا رزق اُن کے بخیلون کے ہاتھ مین دیدیتا ہی اور حضرت علی رضہ نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا
کہ ایماندار اپنے مال کو دانتون سے پکڑیگا حالانکہ اس کا حکم اُسکو نہین چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی ولاتنسوا الفضل بینکم اور حضرت عبد اللہ

مراد اسد تعالی بچا جاتا ہی اُسکو بخیل جو اپنی زندگی مین سخی ہو مرنے کے وقت ۱۲ ابو منصور نے اسکو بیان کیا ہی ترمذی نے اس کی سند نہین بیان ۱۲ ح ترمذی نے روایت کیا ہی مومن کی صفت نقل کی ۱۲ ح اور اسکی اسناد مین اختلاف ہی ۱۲ ح ترمذی نے بروایت ابو سعید ۱۲ ح کسی ایماندار کو نہ چاہیے کہ بخیل یا نامرد ہو اسکی سند صاف نہین ملی ۱۲ ح پورا نہین ملی اور بخیل کا جنت مین نہ جانا ترمذی مین بروایت ابی بکر صدیق منقول ہے ۱۲ ح یہ حدیث باطل ہی اسکی کچھ اصل نہین ۱۲ ح ابو سعود کی روایت ہی کہ وقت دیکھیگا آپکو وہ اور نعمت جو تمھارے سعی کو ہمین مین ۱۲

ابن عمرو فرماتے ہین کہ شح بہ نسبت بخل کے زیادہ سخت ہی اسلیے کہ شحیح دوسرے کے مال پر بخل کرتا ہی لیکن یہ چاہتا ہی کہ خود لے اور اپنا مال بھی نہین دیتا اور بخیل وہی ہی جو اپنے مال پر بخل کرتا ہی اور شعبی رح فرماتے ہین کہ مین نہین جانتا کہ جھوٹ اور بخل مین سے کونسا دوزخ مین زیادہ نیچے جاویگا۔ اور روایت ہی کہ نوشیروان عادل کے پاس دو حکیم ہند اور روم کے آئے اُسنے ہندی حکیم سے کہا کہ کچھ کہو اُسنے کہا کہ آدمیون مین سے بہتر وہ ہی جو ملاقات مین سخی ہو اور غصہ مین ہوشیار اور کہنے مین متامل اور رفعت مین تواضع کرنے والا اور سب قرابت والون پر شفقت کرنیوالا پھر حکیم رومی نے کہا کہ بخیل کا مال اُسکے دشمن کو پہونچتا ہی اور جو شخص شکر گذار کم ہی اُسکا مطلب نہین ملتا اور دروغگو مذموم ہوتے ہین اور چغلخور فقیر ہو کر مرتے ہین اور جو شخص کسی دوسرے پر رحم نہین کرتا خدا تعالیٰ اُسپر ایسے کو مسلط کرتا ہی جو اُسپر رحم نہ کرے اور ضحاک رح نے اس آیت یعنی انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ اغلال سے غرض بخل ہی جسے اللہ تعالیٰ نے اُنکے ہاتھون کو خدا کی راہ پر خرچ کرنے سے روک دیا ہی تو اُنکو راہ ہدیٰ نہین سوجھتی اور حضرت کعب رض فرماتے ہین کہ ہر صبح کو دو فرشتے یون پکارتے ہین کہ الٰہی بخیل کا مال جلدی تباہ کر اور خرچ کرنے والے کے لیے جلد اُسکا عوض بھیج اور اصمعی رح کہتے ہین کہ مین نے ایک اعرابی کو سنا ہی کہ وہ ایک شخص کی صفت کہتا تھا یعنی یون کہا کہ فلان شخص میری نظرون مین حقیر ہو گیا با این وجہ کہ دنیا اسکی نظرون مین بڑی ہی اور سائل کا سامنے آنا اُسکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا ملک الموت آیا اور حضرت امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہین کہ مین کسی بخیل کو عدل نہین جانتا اسلیے کہ بخل کے مارے آدمی اپنے حق سے زیادہ لیا کرتا ہی اس خوف سے کہ کہین خسارہ مین نہ رہون پس جسکا یہ حال ہو وہ امانت کے قابل نہین ہی اور حضرت علی رض کا قول ہی کہ واللہ کریم آدمی کبھی اپنا حق کامل نہین لیتا چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہی عرف بعضہ واعرض عن بعض اور جاحظ رحمہ اللہ کہتے ہین کہ لذات مین سے صرف تین چیزین باقی ہین بخیلون کو بُرا کہنا اور بُھنا گوشت کھانا اور خارش کا کھجلانا اور بشر بن الحارث رح فرماتے ہین کہ بخیل کی غیبت کرنی غیبت مین شمار نہین ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا انک اذا لبخیل یعنی تو اس صورت مین بخیل ہی پس بخیل کو بخیل کہنا اس حدیث سے جائز ہوا اور ایک عورت کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی کہ روزہ دار اور شب بیدار ہی الا اسمین بخل بھی ہی آپ نے فرمایا کہ تو پھر اسمین کچھ خیر نہین اور بشر رح کا قول ہی کہ بخیل کی طرف دیکھنے سے دل سخت ہوتا ہی اور بخیلونکی ملاقات سے ایماندارون کے دل پر کرب ہوتا ہی اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دل سخیون کی دوستی ہی چاہتا ہی گو وہ بدکار ہی ہون اور بخیلون سے دل پر نفرت ہی آتی ہی گو وہ نیک ہی ہون اور ابن معتز رح کا قول ہی کہ جو شخص سب لوگونمین مال کا زیادہ بخل کرتا ہی وہ آبرو اپنی سب سے زیادہ دیتا ہے اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام شیطان لعین سے ملے اور اُس سے فرمایا کہ مجھکو یہ بتا کہ لوگون مین سے تیرے نزدیک زیادہ محبوب کون ہی اور زیادہ ناپسند کون ہی اُسنے عرض کیا کہ زیادہ تر محبوب تو مومن بخیل ہی اور زیادہ ناپسند بدکار سخی آپنے اُسکا سبب پوچھا تو اُسنے عرض کیا کہ اسلیے کہ بخیل کو تو اُسکا بخل ہی کافی ہی میری کچھ ضرورت نہین اور جو سخی بدکاری کرتا ہی تو مجھے یہ خوف رہتا ہی کہ کہین سخاوت کی جہت سے خدا تعالیٰ اُسپر توجہ فرمائے اور پھر وہ میرے بس کا نہ رہے مقبول خدا ہو جاوے پھر ابلیس یہ کہتا چلا گیا کہ اگر تم یحییٰ نہ ہوتے تو ہرگز نہ بتلاتا **بخیلون کی حکایات** روایت ہی کہ بصرہ مین ایک بخیل مالدار تھا کسی ہمسایہ نے اُسکی دعوت کی اور

قیمہ انڈون کے ساتھ پکا ہوا سامنے رکھا وہ بہت سا کھا گیا اور پھر پانی بار بار پینے لگا یہانتک کہ پیٹ پھول گیا اور کرب کے بارے مرنے اور پیچتاب کھانے لگا جب بہت بڑا حال ہوا تو اسکی کیفیت طبیب سے بیان کیگئی طبیب نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین قے کر ڈال اُس نے جواب دیا کہ مجھے مرنا قبول ہی مگر جو غذا عمدہ مین نے کھائی ہی وہ کبھی قے نہ کرونگا۔ اور روایت ہی کہ ایک اعرابی کسی شخص کی تلاش مین نکلا وہ انجیر کھا رہا تھا جسکو عرب مین تین کہتے ہین جب اعرابی کو دیکھا اُسکو چادر تلے چھپا دیا پھر اعرابی سے کہا کہ تم کچھ قرآن شریف مین سے پڑھو اُسنے کہا کہ بہتر اور پڑھا والزیتون وطور سینین اُسنے کہا کہ اسکے شروع سے والتین کہان گیا اعرابی نے جواب دیا کہ وہ آپ کی چادر تلے ہی اور ایک شخص نے اپنے کسی برادر کو بلایا اور کچھ نہ کھلایا عصر کے وقت تک جانے بھی نہ دیا یہانتک کہ بہت بھوکھ لگی اور باؤلا سا ہو گیا پھر صاحب خانہ ستار لیکر بیٹھا اور مہمان سے کہا کہ تجھے کس قسم کون سی واز تجھے پسند ہی اُسنے کہا کہ مجھے آواز گوشت کے بھننے کی پسند ہے اور حکایت ہی کہ محمد بن یحیی برمکی بخیل اور بدصورت تھا کسی شخص نے اُسکے رشتہ دار سے جس سے اُسکو کمال الفت تھی اُسکے دسترخوان کا حال پوچھا اُسنے کہا کہ دسترخوان چار انگشت کا سر ہوگا اور پیالے ایسے چھوٹے ہین کہ گویا خشخاش کھود کر بنائے ہین اُسنے کہا کہ ایسے دسترخوان پر کون لوگ کھاتے ہین اُسنے کہا کہ کرام کاتبین کھاتے ہین پھر پوچھا کہ محمد بن یحیی کے ساتھ آخر کوئی کھاتا ہی یا نہین اُسنے کہا کہ مکھیان البتہ کھاتی ہین کہا کہ تم تو اُسکے مخصوصون مین ہو یہ کیا بات ہی کہ تمھارے کپڑے پھٹے ہوئے ہین اُس نے جواب دیا کہ مجھے سوئی میسر نہین کہ اُس سے درست کرون اور زیادہ تو کیا کہون اگر بالفرض محمد بن یحیی کی ملک مین ایک کوٹھا بغداد سے لیکر نوبہ تک لنبا سوئیون سے بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کے ساتھ آکر اُس کوٹھے مین سے ایک سوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کے ٹانکنے کے لیے جو پیچھے سے پھٹ گیا تھا مانگین تو محمد بن یحیی کبھی نہ دیگا اور روایت ہی کہ مروان ابن ابی حفصہ بخل کے مارے گوشت نہ کھاتا جب بہت جی چاہتا تو غلام سے کہتا کہ ایک سری مول لے اُسی کو کھالیتا لوگون نے اس سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہی کہ تم جاڑے اور گرمی مین ہمیشہ سری ہی کھاتے ہو اُسنے کہا کہ وجہ یہ ہی کہ سری کا نرخ مجھے معلوم ہی تو اسمین غلام خیانت نہین کرسکتا اور مجھے خسارہ نہین دے سکتا اسکے سوا گوشت اگر ہو تو وہ پکانے کے وقت اُسمین سے نکال کر کھا سکتا ہے سری مین یہ بات بھی مفقود ہی اسمین سے اگر آنکھ یا کان یا رخسار کو ہاتھ بھی لگا دیگا تو مجھے معلوم ہو جاویگا اور با اینہمہ مجھے کئی طرح کا مزہ اُس مین ملتا ہی آنکھ کا مزہ اور ہی اور کانون کا اور اور زبان کا ذائقہ جدا ہی اور گدی اور مغز کا جدا پھر پکانے کی دقت سے بچا رہتا ہون اتنے فائدہ ہین اور ایک وزیر شخص خلیفہ مہدی کے پاس جاتا تھا اُسکے گھر کی کسی عورت نے کہا کہ اگر تم کو انعام ملیگا تو مجھے کیا دوگے اُسنے کہا کہ اگر لاکھ درم ملین گے تو ایک تجھے دونگا وہان سے ساٹھ ہزار ملے تو اس عورت کو اُسی حساب سے درم کے تین خمس دیے اور ایک دفعہ ایک درم کا گوشت خریدا اُسکے بعد کسی نے اُسکی دعوت کردی تو گوشت کو قصائی کے حوالہ کیا اور درم کی چوتھائی مجرا دی اور کہا کہ مجھے اسراف بڑا معلوم ہوتا ہی اور حضرت اعمش رح کا ایک ہمسایہ بخیل تھا ہمیشہ آپ سے کہا کرتا کہ میرے گھر چلکر آپ ٹکڑا روٹی کا نمک کے ساتھ نوش فرماوین آپ انکار کر دیا کرتے ایک روز جو حسب دستور عرض کیا اُسوقت انکو بھوکھ بھی تھی فرمایا کہ اچھا چلو گھر مین لاکر واقع مین ایک ٹکڑا روٹی کا اور نمک سامنے رکھ دیا اتنے مین ایک سائل آیا تو صاحب خانہ نے کہا کہ برکت ہی اُس نے دوبارہ سوال کیا

ملہ قسم ہو انجیر و زیتون کی اور طور سینین کی ۱۲ عسہ [illegible]

پھر وہی جواب دیا اُسنے تیسری بار سوال کیا تو کہا چلدے ورنہ لاٹھی لیکر نکلتا ہون حضرت اعمش نے اُسکو پکارکر کہا کہ شاہ جی چلے جاؤ بخدا کہ صاحب خانہ وعدہ کا بہت سچا ہی مین نے کوئی اس سے سچا نہین دیکھا مدت سے مجھ سے کہتا تھا کہ ٹکڑا روٹی کا مع نمک کے کھالو آج بخدا کہ کچھ زیادہ ان دونون چیزون سے میرے سامنے نہین رکھا

آٹھوان بیان ایثار اور اُسکی فضیلت کے بیان مین ۔ واضح ہو کہ سخاوت اور بخل کے بہت سے درجات ہین سخاوت کے درجات مین سب سے زیادہ اثیار ہی یعنی باوجود اپنی حاجت کے مال دیڈالے اور سخاوت اُس کا نام ہی کہ جس چیز کی اپنے آپ کو حاجت نہ ہو اُس کو کسی محتاج یا غیر محتاج کو دے دے اور حاجت کے ہوتے دوسرے کو دیدینا نہایت مشکل ہی اور جس طرح کہ سخاوت کبھی اس درجہ کو پہونچتی ہی کہ آدمی اپنی چیز باوجود حاجت کے دوسرے کو دیدے اسیطرح بخل بھی کبھی ایسے رتبہ کو پہونچتا ہی کہ انسان اپنا مال باوجود حاجت کے بھی اپنے نفس پر خرچ نہ کرے مثلاً بعض بخیل مال کو اسطرح روکتے ہین کہ اگر خود بیمار ہو جاوین تو دوا نہ کرین یا اور کسی طرح کی خواہش دل مین ہو کھانے یا پینے کی تو مول لیکر نہ کھاوین مفت کی ملجاے تو کھالیوین پس ایسا شخص باوجود حاجت کے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرتا ہی اور ایثار والا اپنے نفس پر باوجود حاجت کے دوسرے کی حاجت کو مقدم سمجھتا ہی تو دیکھنا چاہیے کہ ان دونون شخصون مین کتنا فرق ہی اخلاق خدا کی نعمت ہی جہان چاہے وہان رکھدیتا ہی سخاوت مین ایثار کے اوپر کوئی درجہ نہین قرآن مجید مین خدا تعالی نے صحابہ رض کی تعریف اسی ایثار پر فرمائی ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ اور حدیث شریف مین ہی ایما امرء اشتہی شہوۃ فرد شہوتہ وآثر علی نفسہ غفر لہ اور حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن برابر پیٹ بھر کے کھانا نہ کھایا یہانتک کہ دنیا سے علیحدہ ہوے اور اگر ہم چاہتے تو پیٹ بھر کر کھالیا کرتے الا مہاجرین کا پیٹ بھرنا اپنے نفسون سے مقدم سمجھتے تھے اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا آپ کے گھر مین اُس وقت کچھ نہ تھا اتنے مین ایک شخص انصار سے وہان آئے اور اُس مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے گھر مین جاکر کھانا اُسکے سامنے رکھدیا اور گھر والی سے کہا کہ چراغ گل کردے اور اندھیرے مین اپنا ہاتھ بھی کھانے کیطرف بڑھاتے تھے گویا ساتھ کھاتے ہین مگر واقع مین کھاتے نہین تھے یہانتک کہ مہمان نے سب کھانا کھالیا جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے فرمایا کہ تم نے رات کو جو معاملہ مہمان کے ساتھ کیا وہ خداوند کریم کو بہت پسند آیا اور یہ آیت اُتری ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ غرضکہ سخاوت اللہ تعالے کے اخلاق مین سے ایک کا نام ہی اور اُسکے اعلی درجہ کا نام ایثار ہی جو کہ روزمرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یہانتک کہ خداے تعالی نے آپ کے اُس خلق کو یون فرمایا وانک لعلی خلق عظیم اور سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الہی مجھکو بعض درجات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی امت کے دکھلادے حکم ہوا کہ اے موسی تجھ کو تاب نہوگی الا ایک مرتبہ عظیم اُسکا تجھے دکھادیتا ہون جسکے باعث اُسکو تجھپر اور تمام خلق پر مین نے فضیلت دی ہی پھر ایکدفعہ ہی عالم ملکوت کا پردہ اُٹھالیا حضرت موسی علیہ السلام نے جو آپکا ایک درجہ دیکھا تو انوار تجلی اور قرب الی اللہ سے گویا انکی جان ہی نکلی جاتی تھی سبحان اللہ

موسی ز ہوش رفت بیک پرتو صفات ٭ تو عین ذات می نگری در تبسمی ٭ روحی فداک یا رسول اللہ حضرت موسی علیہ السلام نے جناب

باری مین عرض کیا کہ الٰہی کس وجہ سے اور کون سی خصوصیت سے اُنکو یہ بزرگی عنایت ہوئی ارشاد ہوا کہ ایک عادت کے سبب جس کو مین نے اُسمین
بھی ہر اورون کو عنایت نہین کی یعنے ایثار کی وجہ سے یہ مرتبہ ملا ہی اے موسی اگر کسی شخص نے کبھی اپنی عمر مین ایثار پر عمل کیا ہوگا
جب وہ میرے پاس آوے گا تو مجھکو اُس کے حساب لینے سے شرم آویگی بحساب اُسکو جنت مین جہان وہ چاہے گا جگہ دون گا
اور روایت ہی کہ حضرت عبداللہ بن جعفر اپنی کسی زمین کے دیکھنے کو نکلے راہ مین کسی باغ مین ٹھہرے کہ وہان ایک غلام حبشی کام
کر رہا تھا جب اُس غلام کا کھانا آیا اور اُسی وقت ایک کتا بھی اُس احاطہ مین گھسکر غلام کے پاس چلا آیا اُسنے ایک روٹی اُس کو دے دی
جب کھا چکا دوسری دیدی پھر تیسری دیدی اسی طرح اپنی غذا کل اُسکو کھلا دی حضرت عبداللہ بیٹھے دیکھا کیے پھر اُس غلام سے پوچھا
کہ تیری غذا ہر روز کس قدر ہی اُسنے عرض کیا کہ اسی قدر ہی جو آپ نے دیکھی فرمایا کہ پھر تو نے سب کی سب کتے کو کیون کھلا دی آپ کیون
نہ کھائی اُس نے عرض کیا کہ یہان کوئی کتا نہین رہتا معلوم ہوتا ہی کہ یہ کتا مسافر ہی دور سے یہان آیا تھا اور بھوکا تھا مجھ کو اُسکا
بھوکا رہنا اور اپنا شکم سیر ہونا بُرا معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ پھر دن بھر کیا کھاویگا اُسنے عرض کیا کہ فاقہ کرونگا پھر آپ نے سوچا
کہ مین اُسکو سخاوت پر ملامت کر رہا ہون یہ تو مجھ سے زیادہ سخی ہی پس آپنے اُس باغ اور غلام اور وہان کے اسباب و سامان کو خرید کر
اُس غلام کو آزاد کر دیا اور وہ باغ اُسکو ہبہ کر دیا اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ ایک صحابی کے پاس کسی نے ایک بکری کی سری
ہدیہ بھیجی اُنھون نے یہ خیال کر کے کہ میری نسبت فلان بھائی محتاج زیادہ ہی وہ سری دوسرے کے پاس بھیجدی اُنھون نے بھی اسی
تصور سے تیسرے کے پاس بھیجی اسی طرح وہ سات گھر پھری یہانتک کہ اصل مالک کے پاس جس نے اول بھیجی تھی پہونچ گئی
سبحان اللہ کیا ایثار تھا روایت ہی کہ جس رات یعنی شب ہجرت حضرت علی مرتضیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے
تو خدا یتعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین نے تم دونون مین بھائی چارہ کر دیا اور تم دونون مین
سے ایک کی عمر زیادہ کی تو بتاؤ کہ کون سا تم مین کم زندگی چاہتا ہی اور زیادہ حیات دوسرے کے واسطے پسند کرتا ہے دونون
نے یہی چاہا کہ میری عمر زیادہ ہو یعنے ایثار کا مضمون کسی نے پسند نہ کیا ارشاد ہوا کہ کیا تم دونون حضرت علی رضہ کے موافق بھی نہ
ہوے کہ مین نے اُس مین اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بھائی چارہ کیا تو آج رات اُسکے بچھونے پر اُسکی جان کے
بدلے اپنی جان فدا کرتا ہی اور اُسکا جینا اپنے جینے پر مقدم سمجھتا ہی اب تم زمین پر جاؤ اور علی رضہ کی حفاظت اُسکے دشمنون سے کرو
پس بموجب ارشاد کے حضرت جبرئیل ع آپ کے سرہانے اور حضرت میکائیل ع اُنکے پیتانے کھڑے ہوے حضرت جبرئیل فرماتے کہ واہ
واہ اے فرزند ابوطالب تجھسا آج کوئی نہین کہ خداے تعالیٰ تجھ سے فرشتون پر فخر فرماتا ہی پھر یہ آیت اُتری وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي
نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ اور حضرت ابو الحسن انطاکی رح کے پاس ایک بار کسی گانؤن مین متصل رے کے تیس
سے کچھ زیادہ آدمی جمع ہوے اُن کے پاس چند روٹیان گنتی کی تھین کہ سب کی شکم سیری کو کافی نہ تھین پس روٹیون کے
ٹکڑے کر کے چراغ گل کر دیا اور کھانے کو بیٹھے جب کھانا بڑھایا تو معلوم ہوا کہ سب کا سب موجود ہی کسی نے کچھ نہین کھایا ہر ایک
نے یہی خیال کیا کہ دوسرا کھالے تو بہتر ہی اور روایت ہی کہ شعبہ رح کے پاس ایک سائل آیا آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا اپنے مکان کی

ایک کرتی اُتار کر اُس کو دی اور معذرت کی اور خدیفہ عدوی کہتے ہین کہ مین شام کے نواح مین یوم یرموک کو گیا مجھے اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش تھی کہ اگر اُنمین کوئی سانس باقی ہوگی تو پانی پلا دونگا اور منھ دھو دونگا اسی لیے تھوڑا پانی لیتا گیا جب معرکہ کی جگہ مین ڈھونڈھا تو اُنکو زندہ پایا پوچھا کہ پانی پلا دون اُسنے اشارہ سے کہا کہ اچھا جب مین نے پلانا چاہا تو آہ کی آواز پاس سے آئی میرے چچا زاد بھائی نے اشارہ کیا کہ پہلے اُسکو پلاؤ جب مین وہان لے گیا تو دیکھا ہشام بن عاص ہین مین نے پوچھا کہ پانی پلاؤن یہ سنکر ایک اور آہ کی آواز آئی حضرت ہشام نے اشارہ کیا کہ اول وہان لیجاؤ جب مین اُس شخص کے پاس گیا وہ مر چکا تھا وہان سے پھر ہشام کے پاس آیا تو یہ بھی انتقال کر گیا پھر اپنے چچا زاد بھائی کے پاس آیا تو اُنکو بھی زندہ نہ پایا خدا تعالیٰ اُن سب پر اپنا رحم کرے اور عباس بن دہقان کہتے ہین کہ سوائے بشر بن الحارث کے کوئی شخص ایسا نہین کہ جسطرح دنیا مین آیا ہو اسی طرح اُٹھ جاوے بشر بن الحارث البتہ جیسے آئے تھے ویسے ہی گئے اُنکے مرض موت مین ایک شخص آیا اور حاجت کا سوال کیا آپ نے اپنا کرتا اُتار کر اُس کے حوالہ کیا اور ایک اور شخص سے ایک کپڑا مانگ لیا اُسمین انتقال ہوا اور بعض صوفیہ سے روایت ہی کہ ہم چند لوگ متفق ہو کر طرسوس کے باب جہاد سے باہر نکلے اور ایک کتا ہمارے ساتھ ہو لیا ہم باہر نکلکر ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے وہان سے متصل ایک مردار پڑا تھا کتے نے مردار کو دیکھ کر شہر کو مراجعت کی اور تھوڑی دیر کے بعد وہان سے پھرا تو بیس کتے اُسکے ساتھ تھے وہ سب کے سب آتے ہی مردار پر جھک پڑے اور یہ کتا الگ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا یہانتک کہ گوشت مردار کا سب ہو چکا اور ہڈیان رہ گئین جب شہر کے کتے کھا پی کر شہر کو چلے گئے تب اُس کتے نے اُن پس ماندہ ہڈیون کو چچوڑنا شروع کیا اور اُنھین سے اپنا شکم سیر کر کے چلا گیا اور جو احادیث کہ ایثار کے باب مین وارد ہین مع حالات اولیا کے ہمنے باب فقر و زہد مین لکھی ہین یہان لکھنے کی ضرورت نہین

نوان بیان سخاوت اور بخل کی تعریف اور اُنکی حقیقت مین

- یہ بات شرعی دلیلون سے پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہی کہ بخل مہلکات مین سے ہی لیکن انسان کو کون چیز سے بخل مشہور ہوتا ہی اور بخل کس شے کا نام ہی یہ امر دقیق ہی اس لیے کہ ہر ایک انسان اپنے عندیہ مین اپنے آپ کو سخی جانتا ہی حالانکہ غیرون کی نظرون مین بخیل ہوتا ہی یا ایک آدمی سے کوئی کام سرزد ہوا تو اُسمین لوگون کا قول مختلف ہوتا ہی بعض کہتے ہین کہ یہ بخل ہی اور بعض کہتے ہین بخل نہین علاوہ اس کے آدمی کا نفس مال کی محبت سے خالی نہین اس محبت کے باعث مال کی حفاظت اور امساک کرتا ہی تو اگر صرف امساک ہی سے بخیل ہوا کرے تو اُس سے کوئی بھی خالی نہین اور اگر امساک سے بخل نہ ہو تو پھر بخل کے معنی کیا ہین بخل تو امساک ہی کا نام ہی اُس مین سے موجب ہلاک کون سا ہی اور سخاوت کی تعریف کیا ہی جس سے کہ آدمی سخی کہلاتا ہی اور سخاوت کا ثواب پاتا ہی پس اس باب مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ بخل اسکو کہتے ہین کہ حق واجب کو نہ دے تو اس لحاظ سے جو شخص حقوق واجبہ اپنے ذمے کے دیتا ہو وہ بخیل نہ ہوگا مگر یہ تعریف کافی نہین اس لیے کہ مثلاً جو شخص قصائی سے گوشت یا نانبائی سے روٹی مول لاوے اور پھر اُس کو کچھ کم دام پر واپس کر دے تو بالاتفاق بخیل کہلاتا ہی اسی طرح جو شخص اپنے اہل و عیال کو روزینہ مقرر دیوے اور وے اگر ایک لقمہ بھی اُس مقدار سے زیادہ چاہین یا اور کوئی ادنیٰ چیز اُس کے مال سے کھالین تو وہ روادار نہو وہ بھی بالاتفاق بخیل ہی گنجا

ہے علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی روٹی کھاتا ہو اور کوئی دوسرا شخص ایسا آجاوے کہ کھانے والے کو خیال ہو کہ میرے ساتھ بیٹھ جاوے گا اور اس نظر سے روٹی چھپا دے وہ بھی بخیل ہی ہے حالانکہ تینون مثالون مین یہ نہین ہے کہ کسی نے حق واجب نہ دیا ہو اور بعضون کا قول یہ ہے کہ بخیل وہ ہے جو دینے کو سخت جانے اور یہ تعریف بھی ناقص ہے کیونکہ اگر اس سے یہ غرض ہے کہ سب قسم کا دینا اُسپر سخت ہے تو بہت سے بخیل ایسے ہوتے ہین کہ اُن کو تھوڑا سا دینا گران نہین گذرتا دانہ دو دانے دے ڈالتے ہین اور زیادہ دینا البتہ گران گذرتا ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ بعض دہش سخت معلوم ہو تو یہ بات سخی مین بھی موجود ہے مثلاً اگر کسی کو سب مال یا اُسکا اکثر دیوے تو البتہ گران گذریگا مگر اس سے وہ شخص بخیل نہین کہلاویگا اسی طرح سخاوت اور جود کے باب مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ سخاوت اُسکا نام ہے کہ بلا تامل حاجت پوری کرے اور بدون احسان جتانے کے کسی کو کچھ دے اور بعضونکا یہ قول ہے کہ جود اُس دینے کو کہتے ہین کہ بدُون مانگے کسی کو دے اور یہ تصور کرے کہ تھوڑا دیا اور بعض یون کہتے ہین کہ سائل کو دیکھکر خوش ہونا اور اپنے دینے سے فرحت ہونیکا نام جود ہے جب کبھی میسر ہو اور کچھ لوگ یہ فرماتے ہین کہ مال کو اس خیال سے دینا کہ مال بھی خدا کا ہے اور بندہ بھی اُسیکا تو بندۂ خدا مال خدا دیتا ہے فقر و فاقہ سے نہین ڈرتا اسکا نام جود ہے اور کچھ یون کہتے ہین کہ جو شخص کچھ مال تو دے اور کچھ باقی رکھے وہ اہل سخاوت ہے اور جو زیادہ تو دیڈالے اور تھوڑا سا اپنے لیے رہنے دے وہ اہل جود ہے اور جو خود تکلیف اُٹھاوے اور دوسرے کی تمنا پوری کرے وہ صاحب ایثار ہے اور جو کچھ بھی خرچ نہ کرے وہ بخل والا ہے یہ تمام اقوال اس باب مین ہین مگر حقیقت بخل وجود کی کسی سے صاف نہین معلوم ہوتی اسواسطے ہم اسکو مفصل لکھتے ہین اصل یہ ہے کہ مال ایک حکمت اور مقصود کے لیے پیدا ہوا ہے یعنی حاجات خلق کی درستی کیلیے بنا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ جس چیز مین اُسکا صرف کرنا چاہیے اُسمین اُسکا امساک کیا جاوے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن اشیا مین اسکا خرچ کرنا اچھا نہین اُنھین مین اُٹھا دیا جاوے اور ان دونون باتون کے بیچ مین یہ بات بھی ممکن ہے کہ اُسکا خرچ عدل کے ساتھ ہو یعنی جہان روکنا ضروری ہے وہان روکا جاوے اور جہان خرچ ضروری ہو وہان خرچ کیا جاوے پس خرچ کی ضرورت کی جگہ پر روک رکھنا بخل ہے اور روک رکھنے کی ضرورت کی جگہ خرچ کرنا اسراف ہے اور ان دونون کے درمیان مین خرچ و امساک کرنا اچھا ہے اور سخاوت وجود چاہیے یون کہ اسی رتبہ وسط کا نام ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سخاوت کرنیکا حکم تھا اور پھر یہ ارشاد ہوا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور یہ بھی ارشاد ہوا وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا مگر انسے معلوم ہوا کہ جود درجۂ اوسط کا نام ہے درمیان اسراف و کمی کے اور قبض و بسط کے یعنی اندازۂ خرچ و امساک کو بمقدار واجب و ضروری پر حصر کرنا جود ہے مگر اس مین یہ قید ہے کہ یہ فعل فقط اعضا سے کافی نہین جب تک کہ دل بھی اسپر راضی نہو اور تکرار نہ کرے پس اگر جہان خرچ مناسب تھا وہان خرچ کیا مگر نفس اس سے نزاع کرتا ہے اور یہ اُسپر صبر کرتا ہے تو ایسے شخص کو سخی نہ کہینگے بلکہ بتکلف سخی بننے والا کہلائیگا اس لیے ضرور ہوا کہ اسکے دل کو مال کے ساتھ صرف اتنا علاقہ رہنا چاہیے کہ اخراجات ضروریہ مین اُسکو صرف کرے اور کوئی علاقہ نہونا چاہیے رہی یہ بات کہ یہ امر مقدار واجب کے پہچاننے پر موقوف ہے کہ کون سا خرچ واجب ہے تو اُسکو سننا چاہیے کہ واجب دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو بحکم شرع واجب ہے دوسرے وہ کہ بلحاظ مروت و عادت ضروری ہے تو سخی وہی ہوگا جو اپنے مال کو نہ واجبات شرعی سے روکے نہ ضروریات

ف؎ اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اسکو نرا کھولنا ۱۲ ف؎ اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ اڑا دیں اور نہ تنگی کریں اور ہے اسکے بیچ ایک سیدھی گذران ۱۲

مروت سے اگر ایک کو ان دونون سے فروگذاشت کریگا بخیل ہوگا البتہ جو واجبات شرعی کو نہ ادا کریگا وہ زیادہ بخیل ہوگا مثلاً کوئی شخص مال کی زکوۃ نہ دے یا اپنے اہل وعیال کا نفقہ واجب نہ پہونچا دے یا زکوۃ تو دے مگر اُسپر سخت ناگوار گذرے تو اُس کو طبیعت کا بخیل جاننا چاہیے گو بہ تکلف دیتا ہی یا جو شخص کہ دینے کے وقت بُرا مال دیتا ہی اچھا دینے سے اسکا دل خوش نہین ہوتا نہ اوسط درجہ کا مال دیکر راضی ہوتا ہی تو یہ بھی بخل ہی ہی اور مروت کے سبب جو خرچ ضروری ہی وہ یہ ہی کہ ادنی ادنی چیزون کی داد وستد مین تنگی نہ کرے یہ ایک بُری بات ہی اور یہ بُرائی حالات و اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہی مثلاً بعضی باتین ایسی ہوتی ہین کہ اُن مین توانگر کی تنگ گیری بُری معلوم ہوتی ہی فقیر کی بُری نہین معلوم ہوتی یا آدمی اپنے اہل وعیال و اقارب سے تنگ گیری کرے تو بُری معلوم ہوتی ہی اجنبیون سے بُری نہین معلوم ہوتی ہی اور ہمسایون سے تنگ گیری بہ نسبت دور والون کے بُری لگتی ہی اور ضیافت مین تنگی کرنی بہ نسبت خرید و فروخت اور معاملون کے بُری معلوم ہوتی ہی غرضکہ تنگی برتنے مین چار چیزون کے اختلاف سے اُس کے احکام مختلف ہوتے ہین اول تو جس کام مین تنگی کیجاوے جیسے ضیافت اور داد وستد وغیرہ دوم جس چیز کی تنگی کی جاوے جیسے کپڑا اور کھانا وغیرہ اسلیے کہ جیسی کھانے مین تنگی بُری معلوم ہوتی ہی ایسی اور چیزون مین نہین ہوتی اسیطرح کفن کے خریدنے مین یا قربانی یا صدقہ کی خرید مین تنگی کرنی جیسی بُری معلوم ہوتی ہی ایسی اور چیزونمین نہین معلوم ہوتی تیسرے جسکے ساتھ تنگی کیجاوے مثلاً دوست یا بھائی یا قریب یا زن و فرزند یا اجنبی کے ساتھ چہارم جو شخص تنگی کرے وہ لڑکا ہی یا عورت یا بڈھا یا جوان یا عالم یا جاہل یا مالدار یا مفلس پس بخیل اُسکو کہتے ہین کہ مال کو ایسی جگہ خرچ کرنے سے روکے جہان بحکم شریعت یا بمقتضاے مروت روکنا نہ چاہیے اور اسکی کچھ مقدار معین نہین ہوسکتی اور بخل کی تعریف یون بھی ممکن ہی کہ جونسا مطلب مال کی حفاظت کی نسبت زیادہ اہم ہو اُس مطلب سے مال کو روک لینا بخل ہی مثلاً دین کا بچانا مال کی نسبت اہم ہی تو اب اگر کوئی زکوۃ یا نفقۂ واجب مین مال صرف نکرے تو بخیل ہی اسی طرح مروت کی حفاظت مال کی نسبت اہم ہی تو جو کوئی تھوڑی سی چیزونمین تنگی کرے خصوصاً ایسون کے ساتھ مین کہ اُنکے ساتھ تنگی نامناسب ہے تو وہ شخص مال کی محبت کے باعث مروت توڑتا ہی اور بخیل ہی یہان ایک درجہ اور رہ گیا کہ ایک شخص ایسا ہی کہ واجب شرعی بھی دیتا ہے اور حفظ مروت بھی کرتا ہی الا اُسکے پاس بہت سی دولت ہی اُسکو صدقات اور محتاجون مین صرف نہین کرتا تو اسمین حفظ مال کی بھی غرض موجود ہی یعنی زمانہ کے مصائب مین کام آوے اور غرض ثواب بھی موجود ہی کہ آخرت مین باعث بلندی درجات ہوسکتا ہے پس اس مطلب کیلیے مال کا روک رکھنا داناؤن کے نزدیک بخل ہی اور عوام کے نزدیک بخل نہین اسلیے کہ عوام کی نظر صرف حظوظ دنیاوی پر ہوتی ہی اُنکے نزدیک مصائب زمانہ کیلیے مال کا صرف نہ کرنا بہت امر مہم ہی حالانکہ کبھی عوام کے عندیہ مین بھی علامت بخل کی ایسے لوگون پر ظاہر ہوجاتی ہے مثلاً اگر ایسے مالدار کے پڑوس مین کوئی محتاج ہو اور یہ اُسکو نہ دے اور کہے کہ جو زکوۃ مجھ پر واجب تھی وہ ادا کر چکا اور کچھ میرے ذمہ نہین تو یہ بُرا معلوم ہوگا اور اُسکی بُرائی اُسکے مال کی مقدار کے موافق ہوگی اسیطرح اگر محتاج شدید الحاجتہ اور صالح و دیندار و مستحق ہوگا اُتنا ہی بُرائی بھی زیادہ معلوم ہوگی خلاصہ یہ کہ جو شخص واجب شرعی اور واجب مروت کو ادا کر دے تو وہ بخل سے بری ہوگیا ہان جود و سخا کی صفت سے جبھی موصوف ہوگا جب اس مقدار سے زیادہ خرچ کریگا کہ فضیلت اور درجات

اسی سے ملتے ہین پس جس جگہ کہ شریعت کی رو سے اسپر کچھ واجب نہین وہان اپنا مال خرچ کرنے کو باقتضاے مروت اُس کا دل چاہتا ہو اور عادت کی رو سے بھی اسپر کوئی ملامت نہین آتی تو جسقدر کہ اُسکے نفس مین گنجائش خرچ کی ہوگی اُسی قدر سخی ہوگا اور ظاہر ہی کہ اسکے درجات بیشمار ہوسکتے ہین اور بدین لحاظ بعض آدمی بعض سے زیادہ سخی ہوتے ہین بہرحال جود اُسکا نام ہے کہ جسقدر سلوک عادت و مروت کی جہت سے ضروری ہو اُس سے زیادہ کیا جاوے مگر اسمین یہ شرط ہی کہ دلکی خوشی سے یہ سلوک ہو کسی طرح کی توقع خدمت یا تمنا و مکافات یا شکر و ثنا کے لیے نہو کیونکہ جو شخص شکر و ثنا کی طمع رکھتا ہی وہ سخی نہین بلکہ اپنے مال سے ثنا کو مول لیتا ہی اُسکو سوداگر کہنا چاہیے کہ خرچ مال سے اُسکا مقصود مدح ہی جو کہ مزہ دار معلوم ہوتی ہی اور جود اُسی خرچ کو کہتے ہین جو بدون غرض کے ہو اور واقع مین اسطرح کی جود بجز ذات پاک خداوندی کے اور شخص مین نہین ہوسکتی آدمی پر جو جود کا اطلاق کیا جاتا ہے تو مجازًا ہی اسلیے کہ اُسکا کوئی سا خرچ خالی غرض سے نہین لیکن اگر اُسکی غرض صرف ثواب آخرت اور فضیلت جود کا حاصل کرنا اور نفس کو اُسودگی بخل سے پاک کرنا ہو تو جواد کہلائیگا اور اگر خرچ کا سبب ہجو کا خوف یا لوگون کی ملامت کا ڈر یا جسکو دیتا ہی اُس سے نفع کی توقع ہو تو یہ خرچ جود مین داخل نہین کیونکہ یہ چیزین گویا سردست اُسکو بطور عوض ہو جاتی ہین اور وہ انھین کی جہت سے خرچ بھی کرتا ہے پس عوض لینے والا ہوا جواد نہوا چنانچہ روایت ہی کہ ایک عابدہ عورت حبان بن ہلال کے پاس کھڑی ہوئی وہ اپنے یارون مین بیٹھے تھے اُسنے پوچھا کہ تم مین کوئی ایسا ہی جس سے ہین مسئلہ پوچھون لوگون نے اُنکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ جو تیرا دل چاہے اُنسے پوچھے اُسنے پوچھا کہ تمھارے نزدیک سخاوت کسے کہتے ہین اُنھون نے کہا کہ دنیا خرچ کرنا ایثار کرنا اُسنے کہا یہ تو دنیا کی سخاوت ہوئی دین کی سخاوت کیا ہی کہا دین کی سخاوت یہ ہی کہ خدا کی عبادت سخی دل سے کرین اور کچھ گران نہ گذرے اُسنے پوچھا کہ اس سے ثواب کی بھی نیت ہی یا نہین کہا کہ ہان توقع ثواب ہی اُسنے کہا کہ کیون اُنھون نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمسے وعدہ کیا ہی کہ ایک نیکی کے بدلے دس دیجاوینگی اُسنے کہا کہ سبحان اللہ جب ایک دیکر دس لیے تو سخاوت دل کیا ٹھہری اُنھون نے پوچھا کہ پھر تمھارے نزدیک سخاوت کیا ہی تمھین بتاؤ اُسنے کہا کہ میری دانست مین سخاوت یہ ہی کہ خدا کی عبادت اسطرح کرو کہ طاعت مین لذت اور مزہ ملے اور گران بھی نہ گذرے اور باینہمہ اُسپر نیت اجر کی بھی نہو یہانتک کہ ہرچہ مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ کا حال ہو جاوے کیا اسبات کی تمھین شرم نہین آتی کہ خدا تعالیٰ کو تمھارے دلونکا حال معلوم ہو جاوے کہ یہ ایک چیز کے عوض مین دوسری چیز چاہتے ہین ایسی بات تو دنیا مین بھی بُری ہوئی ہی یعنی جب ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلان شخص مجھ سے سلوک اسواسطے کرتا ہی کہ مین اُسکو ایک کے بدلے زیادہ دون تو بیشک وہ اس دینے سے خوش نہوگا اسی طرح ایک اور عورت عابدہ کا قول ہی کہ تم لوگون کو یہ خیال ہی کہ سخاوت دراہم اور دینارون ہی سے ہوتی ہی لوگون نے پوچھا کہ پھر اور کونسی چیز سے ہی اُسنے کہا کہ سخاوت میرے نزدیک جان سے کرنی چاہیے اور اسکی تفسیر محاسبیؒ کے قول مین ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ سخاوت دین مین یہ ہی کہ محض خدا کے واسطے اپنے نفس پر کھیل جاوے اور جان کا دینا اور اپنے خون کا بہا دینا خدا کی راہ مین بُرا معلوم نہو سخاوت دلی سے اُسکا مرتکب ہو نیت ثواب کی نہ حال مین ہو نہ مآل مین اور گو ثواب کی حاجت بھی ہو مگر کمال سخاوت کی خوبی دلپر ایسی جم جاوے کہ ثواب کو خدا ہی کے اختیار پر چھوڑ دے یہانتک کہ خداوند کریم اُس سے

پھر وہ معاملہ کرے کہ اُسکے وہم وخیال مین بھی نہو

دسوان بیان بخل کا علاج - یہ تو معلوم ہی ہوچکا کہ بخل کا سبب مال کی محبت ہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ مال کی محبت کے دو سبب ہین ایک تو شہوات کی محبت کہ بدون مال کے وہ حاصل نہین ہوسکتی اور اسمین طول امل یعنی توقع اپنی عمر کی زیادتی کی بھی داخل ہی اسلیے کہ انسان اگر یہ جان لے کہ مین کل مرجاؤنگا تو غالب ہی کہ مال کا بخل نکرے کیونکہ جو مقدار کہ آدمی کے ایک روز یا ایک مہینہ یا ایک سال کے لیے کافی ہو وہ قدر قلیل ہی اُس سے زیادہ رکھنا فضول ہی اور بعض اوقات طول امل اسطرح ہوتا ہی کہ خود تو آدمی کو اپنی زندگی کی زیادہ توقع نہین ہوتی مگر چونکہ صاحب اولاد ہوتا ہی اس لیے فکر اولاد قائم مقام طول امل کے ہوجاتا ہی انکا جینا بھی اپنی ہی زندگی سمجھتا ہی اور اُنکے لیے مال روکتا ہی اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الوَلَدُ مَبْخَلَۃٌ مَجْبَنَۃٌ مَجْہَلَۃٌ اور جب اسپر خوف فقر لگجاتا ہی اور رزق کے آنے پر اعتماد قوی نہین رہتا تو خواہ مخواہ بخل بھی قوی ہوجاتا ہی **دوسرا** سبب یہ ہی کہ خود مال ہی اچھا معلوم ہوتا ہی مثلاً بعض لوگون کے پاس اسقدر مال ہوتا ہی کہ اگر اپنے دستور کے موافق اسکو خرچ کرتے رہین تو زندگی بھر کو کافی ہو اور ہزارون بچ رہین اور خود بوڑھے لاولد ہوتے ہین مگر بایں ہمہ زکوٰۃ نکالنے کو دل نہین چاہتا بلکہ خود بیمار ہوجاوین تو علاج مین بھی خرچ کرنا بُرا معلوم ہوتا ہی کیونکہ روپیہ پیسے کے ایسے عاشق ہین کہ اُس کا قبضہ مین رہنا اور اُنپر اپنا قابو ہونا بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہی اسی لیے اُسکو زمین مین گاڑ کر رکھتے ہین حالانکہ یہ جانتے ہین کہ ہمارے مرنے پر یہ مال ضائع ہوجاویگا یا دشمنون کے ہاتھ پڑیگا پھر بھی اُسکے کھانے کو یا اسمین سے ایک حبہ خیرات کرنے کو دل نہین چاہتا ہی اور یہ مرض دلکا ایسا ہی کہ اُسکا علاج بہت مشکل ہی خصوصًا بڑھاپے مین تو پُرانے مرضون کی طرح لاعلاج ہی ہے اس مرض والے کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو اور اُسکی محبت سے اُسکے ایلچی کو بھی چاہنے لگے پھر یہانتک اتنی محبت کرے کہ محبوب کو بھول جاوے اسی طرح روپیہ پیسہ بھی حاجتونکا ایلچی ہی کہ زر کے سبب حاجتین حاصل ہوتی ہین اسی محبت سے زر محبوب ہوتا ہی مگر بعض اوقات حاجتونکا خیال بھی نہین رہتا ہی صرف زر ہی محبوب ہوجاتا ہی اور یہ سخت گمراہی اور بھول کی بات ہی جو آدمی کہ زر اور پتھر مین فرق سمجھے وہ جاہل ہی یعنی زر سے البتہ قضائے حاجات ہوتی ہی اور زائد از قدر حاجت زر اور پتھر مین کچھ فرق نہین جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہین ؎ زر از بہر خوردن بود ای پسر ✦ ز بہر نہادن چہ سنگ وچہ زر ✦ یہ مال کی محبت کے سبب ہین اور ہر بیماری کا علاج اُسکے سبب بند کرنے سے ہوتا ہی تو شہوات کی محبت کا علاج تو یہ ہی کہ تھوڑی سی چیز پر قناعت و صبر کرے ؎ کار دنیا کسے تمام نکرد ✦ ہرچہ گیرید مختصر گیرید ✦ اور طول امل کا علاج یہ ہی کہ ہر دم موت کو یاد کرے اور اپنے ہمسرون کے مرنیکو لحاظ کرے کہ مالکے جمع کرنمین کیسے کیسے دکھ اُٹھائے اور مصیبتین سہین آخر خالی ہاتھ چلے گئے اور وہ سب تباہ ہوگیا اور اولاد کا خیال اگر دلمین ہو تو اُسکا علاج یہ ہی کہ یون سوچے کہ جس خالق نے لڑکا دیا ہی اُسی نے اُسکا رزق اُسکے ساتھ اُتارا ہی بہت سے لڑکے ایسے ہوتے ہین کہ باپ کی میراث اُنکے پاس کچھ نہین ہوتی مگر اُنکا حال باپ کی میراث پانیوالون سے اچھا ہوتا ہی اور یہ بھی جاننے کی بات ہی کہ آدمی جو اپنی اولاد کیواسطے جمع کیا کرتا ہی اُسکی نیت یہی ہوتی ہی کہ اُنکا حال اچھا رہے مگر کبھی اُسکا برعکس ظہور مین آتا ہی اور لڑکا اگر صالح ہی تو خدا تعالی اُسکے لیے کافی ہی اور

اگر فاسق ہی تو جو مال میراث سے پاویگا اُسکو گناہ مین اُڑاویگا اور اُس کا وبال مورث کی گردن پر رہیگا اور دل کا ایک یہ بھی علاج ہے کہ جو حدیثین بخل کی مذمت اور سخاوت کی تعریف مین واقع ہین اور جو وعید عذاب شدید کا خداے تعالیٰ نے بخیل کے لیے فرمایا ہی اُن سب کو خوب تامل کرے اور مفید علاجون مین سے ایک تدبیر یہ ہی کہ بخیلون کے حالات مین زیادہ غور کیا کرے اور اُن سے نفرت کرے اور اُنکو بُرا جانے کیونکہ کوئی ایسا بخیل نہین جو دوسرے کے بخل کو بُرا نہ سمجھے پس یہی حال اپنا تصور کرے کہ اگر مین بخل کرون گا تو سب کی نظرون مین حقیر اور گران معلوم ہونگا جیسے میرے دل مین اور بخیل بُرے معلوم ہوتے ہین اور ایک تدبیر یہ ہی کہ مال کے مقصود کو سوچے کہ یہ کیون پیدا ہوا ہے اور جب یہ معلوم ہو جاوے کہ صرف حاجت روائی کے لیے ہی تو بقدر حاجت رکھ لے اور باقی کو آخرت کے لیے جمع کرے یعنے اُسکو خرچ کر کے ثواب کا ذخیرہ کرے پس یہ تدبیرین باعتبار معرفت اور علم کے ہین جب آدمی کو عقل کے زور سے یہ معلوم ہوگا کہ خرچ کرنا بہ نسبت امساک کے دنیا و آخرت دونون مین بہتر ہی تو اگر عاقل ہوگا اُسکی رغبت خرچ کرنے کی طرف متحرک ہوگی مگر لازم ہی کہ جب یہ خیال دل مین آئے فوراً اُسکی تعمیل کرے لیت و لعل نہ کرے اس لیے کہ شیطان ہر وقت مفلسی کا خوف دلاتا رہتا ہی اور خرچ سے روکتا ہی روایت ہی کہ ابو الحسن بوشنگی رح ایک روز پاخانہ مین تھے اپنے ایک شاگرد کو بلا کر فرمایا کہ میرا کرتہ بدن مین سے نکال کر فلان شخص کو دے دے اُسنے عرض کیا کہ آپنے پاخانہ مین سے نکلنے تک کا صبر نہ فرمایا اُنھون نے کہا کہ اسوقت میرے دل مین آیا کہ کرتہ دے ڈالون اور اپنے نفس سے یہ خوف تھا کہ کہین بدل نہ جاوے اسواسطے اسی وقت تعمیل کی اور صفت بخل کی جبھی جاتی ہی جب بہ تکلف خرچ کیا جاوے جیسے کہ عشق جبتک نہین جاتا جبتک معشوق پیش نظر رہتا ہی ہان اگر اُسکے مقام سے مفارقت اختیار کرے اور اُسکی جدائی پر بہ تکلف ایک مدت صبر کرے تو رفتہ رفتہ دل کو تسکین ہو جاوے گی جیسے مرنے سے ہو جاتی ہی اسی طرح جو شخص بخل کا علاج کیا چاہے تو اُسکو یہی چاہیے کہ مال سے بہ تکلف علیحدہ ہو جاوے یعنی اُسکو بالکل دے ڈالے بلکہ محبت کے ساتھ رکھ چھوڑنے سے تو یہ بہتر ہی کہ سب کا سب پانی مین ڈال دے اور ایک حیلہ بخل سے بچنے کا بڑا لطیف یہ ہی کہ نفس کو دھوکا دے کہ دینے لینے سے تیرا نام نیک ہوگا اور سخی مشہور ہو جاویگا پس اس بہانے سے بقصد ریا خرچ کرے یہانتک کہ نفس پر بطمع صفت جود خرچ کرنا ناگوار نہ گذرے اس صورت مین یہ بات تو ہوگی کہ بخل کو دور کر کے ریا مین مبتلا ہوگا مگر بعد کو پھر ریا کی طرف متوجہ ہو کر اُسکے علاج سے اُسکو دور کرنا چاہیے غرضکہ حصول نام و شہرت نفس کے لیے مال کے جاتے کے بعد تسکین کی چیز ہی جیسے لڑکے کو جب دودھ چھڑاتے ہین تو چڑیون وغیرہ سے کھیل مین لگا دیتے ہین کہ دودھ کو یاد نہ کرے یہ غرض نہین ہوتی کہ اُن سے ہمیشہ کھیلا کرے بلکہ جب دودھ بھول جاتا ہی تو اُس کھیل کو بھی اُس سے علیحدہ کر دیتے ہین اسی طرح ان صفات خبیثہ مین سے بھی بعض کو بعض پر مسلط کر کے تیزی ایک دوسرے کی کم کیجاتی ہی مثلاً کبھی غضب پر شہوت کو مسلط کر کے اُسکی تیزی توڑی جاتی ہی اور کبھی غصہ کو شہوت پر مسلط کر کے اُسکی حدت کم کیجاتی ہی الا یہ علاج ایسے ہی شخص کے حق مین مفید ہی جسپر جاہ اور ریا کی محبت کی نسبت صفت بخل بہت غالب ہو کیونکہ اس صورت مین جو صفت اُسمین قوی ہی اُسکو گویا ضعیف سے بدل دیا اگر دونون برابر ہی ہونگی تو کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ ایک سے نکلیگا اور دوسری مین پھنس جاویگا اور پہچان اُسکی یہ ہی کہ اگر خرچ کرنا ریا کے لیے اُسپر گران

نہ معلوم ہوتا ہو تو جان لینا چاہیے کہ صفت ریا کا غلبہ ہر اور اگر ریا کے لیے بھی خرچ دشوار معلوم ہوتا ہو تو بخل کا غلبہ ہر اس حال مین ضرور ہی خرچ کرنا چاہیے اور یہ جو مذکور ہوا کہ یہ صفات ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہین اُس کی مثال یون سمجھنا چاہیے کہ مردے کے تمام اجزا کیڑے ہو جاتے ہین اور یون مشہور ہر کہ یہ کیڑے ایک دوسرے کو کھا لیتے ہین اور بڑے ہوتے جاتے ہین اور تعداد کم ہوتی جاتی ہر یہان تک کہ اُنہین سے دو سب مین زبردست رہجاتے ہین پھر وہ بھی آپسمین لڑتے ہی رہتے ہین حتی کہ ایک غالب آکر دوسرے کو کھا کر موٹا ہوتا ہر مگر پھر خود بھی بھوکھا رہ کر مر جاتا ہر اسیطرح ان صفات خبیثہ مین ممکن ہر کہ جونسی صفت ضعیف ہو اُسکو قوی کی غذا کرتے جاوین یہان تک کہ آخر کو ایک رہ جاوے پھر اس ایک کے دور کرنے کا علاج یہ ہر کہ اُسکی غذا روک دیجاوے اور غذا کا روکنا ان صفات سے یہ ہے کہ اُن کے مقتضا کے موافق عمل نہ کیا جاوے یعنی جو باتین کہ کوئی صفت خبیث چاہتی ہو وہ ہرگز نہ کرے جب اس طرح اُسکا خلاف کیا جاویگا تو خواہ وہ صفت مضمحل ہو کر مر جاویگی مثلاً بخل کی صفت کا اقتضا یہ ہر کہ مال کو روکیے اور خرچ نہ کیجیے پس جب آدمی اُس کے خلاف کرے اور نفس پر مجاہدہ کرکے بار بار خرچ کرتا ہے تو بخل کی صفت مر جاویگی اور صفت بذل طبعی ہو جاویگی کہ پھر اُسمین دشواری نرہیگی اس سے معلوم ہوا کہ بخل کا علاج دو چیزون سے ہر ایک علم اور دوسرا ایک عمل علم سے غرض یہ ہر کہ آفت بخل کی اور جود و سخا کے فائدے سے واقف ہو اور عمل سے یہ مراد ہر کہ جود اور داد ودہش بتکلف کرے یہانتک کہ مقصود کو پہونچے لیکن صفت بخل بعض اوقات ایسی قوی ہوتی ہر کہ آدمی کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہر کہ اُسکو اُس کی آفت کچھ نہین سوجھتی نہ کچھ جود کا فائدہ معلوم ہو اور جب معرفت ان دونون باتون کی نہوئی تو شوق کہان سے اُبھریگا اسی لیے عمل بداد ودہش بھی میسر نہوگا ایسی صورت مین یہ روگ ہمیشہ کو رہتا ہے جیسے وہ بیماری کہ جسمین دوا کی پہچان جاتی رہے اور نیز دوا کا استعمال ممکن نہو تو بجز اسکے کہ موت تک صبر کیا جاوے اور کیا ہو سکتا ہر اور بعض شیوخ صوفیہ کا دستور بخل کے علاج مین یہ تھا کہ اپنے مریدون کو کسی خاص زاویہ مین رہنے کا حکم نہین کرتے تھے بلکہ جب کسی مرید کو دیکھا کہ یہ اپنے کونے اور رہائش سے نہایت خوش ہر تو اُسکو دوسرے کونے مین بھیجدیا اور اُسکا گوشہ مع اُسکی اشیا کے دوسرے کے حوالہ کیا غرض جو کچھ کسی مرید کے ملک مین ہوتا اور اُسکو اُسپر خوش پاتے فوراً اُسکو اُسکی ملک سے نکالدیتے مثلاً اگر کسی مرید کو دیکھا کہ وہ نیا کپڑا پہنکر یا مصلے عمدہ بچھا کر اُسکی طرف التفات کرتا ہر تو وہ کپڑا یا مصلے دوسرے کو دلوادیتے اور کوئی ایسا پرانا اُسکو دیتے کہ اُسکا دل اُس کی طرف راغب نہو اسطرح سے البتہ دل دنیا کے سامان سے علیٰحدہ رہتا ہر پس جو شخص کہ یہ راہ نہ چلے وہ دنیا سے مانوس ہوگا اور اُسکو محبوب جانے گا اگر بالفرض اُسکے پاس ہزار چیزین ہونگی تو گویا ہزار چیزین اُسکی محبوب ہین اس بنا پر جب ایک بھی اُنہین سے چوری جاویگی تو جسقدر اُس شخص کو اُس شے سے محبت تھی اُسی قدر مصیبت اُسپر پڑیگی اور مرنے پر تو ایکبارگی ہزار کی ہزار مصیبتین ٹوٹ پڑینگی کیونکہ سب کے ساتھ محبت تھی اور سب چھن گئین بلکہ زندگی مین بھی سب کے تلف اور ضائع ہونیکا خوف بمنزلہ مصیبت کے رہتا ہر روایت ہر کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک فیروزہ کا پیالہ جواہر سے مرصع پیش ہوا جسکا نظیر روے زمین پر کسی نے نہ دیکھا تھا بادشاہ نہایت خوش ہوا اور ایک حکیم سے جو اُسکے پاس موجود تھا پوچھا کہ آپکے نزدیک یہ کیسا ہر اُسنے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ مصیبت ہر یا محتاجی بادشاہ نے کہا کہ یہ کسطرح حکیم نے کہا کہ اگر یہ ٹوٹ جاوے تو ایسی مصیبت ہر جسکا کچھ تدارک نہین اور اگر چوری جاوے اور پھر آپکو اُسکی حاجت ہو تو کبھی ایسا نہ ملے اور پہلے اس سے یہ کہ آپکی خدمت مین

نہین آیا تھا آپ کو کچھ خوف مصیبت احتیاج کا نہ تھا بعد چندے اتفاقاً وہ پیالہ ٹوٹ گیا یا چوری گیا بادشاہ کو نہایت رنج ہوا اور کہنے لگا کہ حکیم کا قول درست تھا یہی اچھا تھا کہ وہ میرے پاس ہی نہ آتا ناحق مصیبت و رنج اٹھانا پڑا یہی حال دنیا کے تمام اسباب کا ہو اسلیے کہ وہ عداء اسد کی بھی دشمن ہو کہ انکو آگ کی طرف لیجاتی ہو اور اولیاء اللہ کی بھی دشمن ہو کہ انکو اسپر صبر کرنے کا غم رہتا ہو اور خدا کی بھی دشمن ہو کہ اسکے بندون کو اسکا راستہ نہین چلنے دیتی انپر رہزنی کرتی ہو بلکہ خود اپنی بھی دشمن ہو کہ اپنے نفس کو کھاتی ہو مثلاً مال کی حفاظت خزانہ اور پاسبانون سے ہوتی ہو اور خزانہ و پاسبان مال کے خرچ کرنے سے ہوتے ہین تو گویا دنیا کی حفاظت مین دنیا ہی جاتی ہو جسے کہ فنا ہو جاوے اور کچھ بھی نہ رہے اور جو شخص کہ مال کی آفت کو جانتا ہو اس سے مانوس اور خوش نہین ہوتا اور نیز زائد از حاجت اسمین سے نہین لیتا اور جو شخص مقدار حاجت پر قانع رہتا ہو وہ بخل نہین کرتا اس لیے کہ جسقدر اسنے اپنی حاجت کو رکھا ہو وہ تو داخل بخل نہین اور زائد از حاجت کی حفاظت کو خالی از مشقت نہ جانکر دے ڈالتا ہو بلکہ اسکا حال ایسا ہو جیسا کوئی شخص ندی کے کنارے کھڑا ہو کہ اسکو پانی کے دینے مین کچھ دریغ نہین ہوتا ایسا ہی یہ بھی مقدار حاجت کے زائد کے دینے مین تامل نہین کرتا

گیارھوان بیان اُن باتون کا جو آدمی کو مال کے باب مین ضروری ہین یہ تو معلوم ہو چکا کہ مال ایک وجہ سے خیر ہو اور دوسری طرح سے شر اسکی مثال سانپ کی سی ہو کہ منتر والا تو اسکو اسواسطے پکڑتا ہو کہ اسمین سے زہر مہرہ نکالے اور غافل اگر پکڑ لیتا ہو تو اسکے زہر سے ایسی طرح ہلاک ہو جاتا ہو کہ اسکو خبر بھی نہین ہوتی اور مال کے زہر سے کوئی شخص بچ نہین سکتا الا اس صورت مین کہ ان پانچ باتون کو مدنظر رکھے **اول** یہ کہ مال کے مقصود کو پہچانے کہ یہ کسواسطے پیدا ہوا اور اسکی حاجت کیون ہوتی ہو اس بات کے جاننے سے بقدر حاجت ہی کسب معیشت کریگا اور اسی قدر کی حفاظت اور ایسے عہ لوگون کو جو استحقاق کی نسبت زیادہ لیا چاہتے ہین انکو اپنا مال نہ دیگا **دوم** یہ کہ آمدنی کی وجہ کو خیال مین رکھے کہ جو محض حرام ہو اس سے اجتناب کرے اور جسپر غلبہ حرام ہو یا اور کوئی وجہ مکروہ عہ اس سے بھی پرہیز کرے مثلاً کسی شخص مرتشی کا ہدیہ یا باعث مروت کے لینا یا سوال سے حاصل کرنا یا جو اس کے قائم مقام ہو **سوم** یہ کہ بمقدار معیشت ملحوظ رہے کہ قدر واجب سے نہ زیادہ ہو نہ کم اور قدر واجب مقدار حاجت کا نام ہو اور حاجت تین چیزون کی ہوتی ہو خوراک پوشاک مکان اور ہر ایک کے تین درجے ہین ادنی اور اعلی اور اوسط پس جبتک کمی کی جانب مائل رہیگا اور حد ضرورت کے قریب رہیگا تو ہلکا اور سبک رہیگا کہ بفحوای ع سبکساران مردم سبکتر روند + کے نجات پاویگا اور اگر بمقدار مذکور سے تجاوز کریگا تو ایسے گڑھے مین گریگا کہ جسکے عمق کی کچھ انتہا نہین اور ہم نے ان درجات کی تفصیل باب زہد مین لکھی ہو **چہارم** مقامات خرچ کو لحاظ رکھے اور خرچ مین میانہ روی کرے کہ نہ اسراف ہو نہ حد سے زیادہ تنگی جیسا اول مذکور ہوا بلکہ جو کمائی وجہ حلال کی ہو اسکو اسی کے موقع پر خرچ کرے بے موقع نہ اٹھا دے کیونکہ جیسا گناہ ناحق لینے مین ہو ویسا ہی ناحق اٹھانے مین بھی ہو **پنجم** یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے اور خرچ و امساک مین نیت درست رکھے یعنی جو مال حاصل کرے اسمین نیت عبادت پر استعانت کی ہو اور جو مال ترک کرے اسمین نیت زہد اور مال کی حقارت کی ہو اگر ایسا کریگا تو مال کا ہونا اسکو ضرر نہ کریگا اور اسی لیے حضرت علی نے فرمایا کہ اگر آدمی تمام زمین کی چیزون کو لے اور نیت خدا ہی کے واسطے کی ہو تو زاہد ہی رہیگا اور اگر تمام چیزین زمین کی چھوڑ دے مگر نیت خدا واسطے کی نہ ہو

عہ ترجمہ ایسے لوگون [illegible] ۱۲

عہ [illegible] خلاف مروت ہین ۱۲ کذا فی الاصل ۱۲

عہ مثل علی عنہ سوال الخ ۱۲ ایسے سوال سے حاصل کرنا جسمین ذلت وخواری وغیرہ ہو کذا فی الاصل ۱۲ [illegible] رضی اللہ تعالی عنہ

تو زاہد نہین ہوگا پس آدمی کو چاہیے کہ اپنی تمام حرکات و سکنات کو خدا کے واسطے منحصر کر دے یعنی حرکات و سکنات وہی کرے جو عبادت ہوں یا عبادت پر معین و مددگار دیکھو عبادت سے سب مین زیادہ مبائن کھانا اور پاخانہ ہی مگر اُنسے بھی عبادت پر اعانت ہوتی ہی پس اگر آدمی کھانا اور پاخانہ بہ نیت مدد عبادت کریگا تو اُسکے حق مین عبادت لکھا جاویگا اسی طرح جس چیز کی حفاظت کرنی پڑتی ہی مثلاً کرتہ پاجامہ بچھونا برتن سب مین یہی نیت رکھنی چاہیے کیونکہ دین مین کبھی ان چیزون کی حاجت ہوتی ہی اور جو چیز حاجت سے زائد ہی اسمین یہ نیت ہو کہ اُس سے کسی خدا کے بندے کا کام چلے اور اسی بنا پر اگر کوئی وقت حاجت کے ایسی چیز چاہے تو انکار نہ کرے جو آدمی ان باتون کو دستور العمل رکھیگا وہ وہ ہی کہ مار زہر سے اُسکا جوہر اور تریاق نکال لیا اور زہر پھینک دیا ایسے آدمی کو مال کی کثرت سے نقصان نہین لیکن یہ بات اُسی شخص کو حاصل ہوسکتی ہی جو دین مین پکا ہو اور علم دین سے بخوبی آگاہ اور جو آدمی اَن پڑھ مال کے جمع کرنے مین یہ خیال کرے کہ جیسے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم غنی تھے اور اُن کے پاس بہت سی دولت تھی ویسے ہی مین بھی مال جمع کرتا ہون تو ایسے شخص کا حال ایسا ہی جیسے کوئی لڑکا کسی بڑے منتر دان اپنے فن کے کامل کو دیکھے کہ اُسنے سانپ کو پکڑ لیا اور اُسکا جوہر نکال لیا اور دلمین جانا کہ اُسنے سانپ کو اسی جہت سے پکڑ لیا کہ صورت و شکل اچھی تھی اور جلد نرم تھی آؤ مین بھی ایسا کرون اُسکی دیکھا دیکھی یہ بھی سانپ پکڑے اور اسی وقت لقمۂ اجل ہووے۔ ان دونون مین فرق یہی ہی کہ سانپ کا کاٹا ہوا معلوم ہوجاتا ہی کہ مر گیا مگر مال کا کاٹا ہوا معلوم نہین ہوتا اور دنیا کی تشبیہ سانپ سے دیتے ہین جیسے اس شعر مین مترجم کے شعر ظاہر مین ہی نرم گو کہ دنیا + پر اُگلے ہی زہر جیسے کالا + اور جسطرح پر کہ پہاڑون پر پھرنے اور دریاؤن کے کنارے پر چلنے اور خار دار راہون مین گذرنے مین اندھا آدمی دیکھنے والے کی برابری نہین کرسکتا اسی طرح مال کے لینے مین عامی آدمی عالم کی برابری نہین کرسکتا۔

بارھوان بیان تونگری کی مذمت اور فقیری کی ثنا مین معلوم کرنا چاہیے کہ لوگون کو اس بات مین اختلاف ہی کہ شاکر تونگر کا رتبہ اعلیٰ اور افضل ہی یا صابر فقیر کا اور اُسکو ہم باب فقر اور زہد مین لکھینگے اور تحقیق حق تبلاوینگے اس باب مین صرف اسقدر لکھتے ہین کہ غنا کی نسبت فی الجملہ فقر ہی افضل ہی اور زیادہ تفصیل احوال کی طرف ملتفت نہین ہوتے اور اس موقع پر فقر کی فضیلت مین وہ بات نقل کرتے ہین جسکو حارث محاسبی رحمہ نے اپنے کسی رسالہ مین بجواب کسی عالم تونگر کے جسنے اپنے مال جمع کرنیکی حجت صحابہؓ کی تونگری اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کے مال کی کثرت بیان کی تھی اور اپنے آپ کو صحابہؓ سے مشابہت دی تھی لکھا ہی اور حارث رحمہ علم معاملہ مین بہترین امت ہین عیوب نفس اور آفات اعمال اور کنہ عبادات جتنی یہ لکھتے ہین اُتنی اور کوئی نہین لکھتا اسی لیے لکھنا اُن کے کلام کا اس مقام پر مصلحت ہی اول اُنھون نے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ ہم کو یون پہونچا ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بُرے علما کے حق مین یہ ارشاد فرمایا ہی کہ اے بُرے عالمو تم نماز پڑھتے ہو اور روزہ رکھتے ہو صدقہ دیتے ہو مگر جس بات کا تمکو حکم ہی وہ نہین کرتے اور جو خود نہین کرتے اُسکو لوگون کو سکھلاتے ہو یہ نہایت بُرا ہی جو تم کر رہے ہو ظاہر مین تو منھ سے توبہ کرتے ہو اور باطن مین ہوائے نفس کے مطابق عمل کرتے ہو یہ بات تمھارے کام نہ آویگی کہ ظاہر کو پاک و صاف رکھو اور دل ناپاک ہین مین سچ کہتا ہون کہ تم چھلنی کی طرح مت ہو جسمین سے اچھا آٹا نکلجاتا ہی اور بھوسی اُسمین رہ جاتی ہی اسی طرح تم ہو کہ حکمت کی باتین تمھارے منھ سے نکلتی ہین مگر دلومین کدورت بھری ہی اے دنیا کے بندو جو

شخص دنیا سے اپنی شہوت ورغبت منقطع نہ کریگا وہ آخرت کسطرح پاویگا بخدا کہ تمہارے دل تمہارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تو تمنے اپنی زبانون کے تلے کر رکھا ہی اور اعمال کو پانون تلے دنیا کی بہتری سے آخرت کی بہتری سے تمکو زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہی تمنے اپنی آخرت برباد کی پھر اگر جانو تو تمسے زیادہ کونسا نقصان والا ہوگا تمہارا برا ہو کب تک اندھیرے مین چلنے والون کو راستہ بتاؤگے اور خود متحیر ونکی طرح کھڑے رہوگے معلوم ایسا ہوتا ہی کہ تم دنیا دارون سے دنیا اسی لیے چھوڑاتے ہو کہ سب دنیا تمہاری ہو جاوے نہین تو خود نصیحت قبول کرو دیگری را نصیحت کیون کرتے ہو مگر بس کرو اس سے کچھ فائدہ نہین کہ گھر کی چھت پر چراغ رکھا جاوے اور اسکے اندر ویسا ہی اندھیرا پڑا رہے اسی طرح اگر نور علم تمہارے منھ سے نکلے اور دل ویسے ہی اندھیرے مین بیکار پڑا رہے تو کیا فائدہ ای دنیا کے بندو تم پرہیزگار بندے نہین ہو نہ آزاد بزرگون کے مانند ہو کیا عجب ہی کہ دنیا تم کو جڑ سے اکھاڑ کر اوندھے منھ ڈالدے اور اسیطرح گھسیٹنا شروع کرے اور تمہارے گناہ تمہارے سر کے بال پکڑے ہوئے ہون اور علم پیچھے سے دھکے دیتا ہو اور اس شان سے تمکو خدا کے سپرد کردین نہ کوئی ساتھی ہو نہ غمخوار نہ بدن پر کپڑا کوئی تار پھر اس بادشاہ بے پرواہ کے بیان سے تمہارے کردار کی سزا واقعی ملے انتہی بعد اسکے حارث رح فرماتے ہین کہ بھائیو یہ حال برے عالمونکا ہی آدمیون مین شیطان اور باعث فتنہ یہی لوگ ہین دنیا کی طمع مین اور اسکی جاہ و رفعت کی حرص مین آخرت کو چھوڑ دیا اور دین کو ذلیل کیا یہ لوگ دنیا مین بھی عار وننگ کے باعث ہین اور آخرت مین تو خسارہ والون مین قطعی ہین مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے فضل سے معاف کردے اور بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ جو شخص دنیا مین ڈوبا رہتا ہی اور اسکو دین پر اختیار کرتا ہی مین نے جو دیکھا تو اسکی خوشی کدورت آمیز ہے طرح طرح کے رنج اور اقسام کے گناہ اس سے سرزد ہوتے ہین اور انجام کو بجز بربادی اور تباہی کے اور کچھ نہین ہوتا دنیادار کسی توقع مین خوش تو ہوتا ہی مگر نہ دنیا ہی ملتی ہی نہ دین سلامت رہتا ہی خسر الدنیا والآخرہ ذلک ہو الخسران المبین آہ اس سے بڑی مصیبت اور دردانگیز آفت کونسی ہوگی بھائیو اللہ کو دھیان کرو اور شیطان کے فریب مین ست آؤ اور نہ شیطان کے دوستونکا دھوکا کھاؤ جو حجت باطل پر اڑے ہوے اور دنیا کے حاصل کرنے مین مستغرق ہین اور پھر اسکے لیے یہ عذر و حجت نکالتے ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی بہت سا مال تھا ذکر صحابہ رض کا اسلیے کرتے ہین کہ لوگ انکو مال کے جمع کرنے مین معذور جانین حالانکہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہی جسکی انکو خبر نہین ای کمبخت عبدالرحمن بن عوف رض کے مال کی حجت پکڑنی تیرے لیے اچھی نہین شیطان تیرے ہلاک کرنے کے واسطے تیرے منھ سے یہ حجت نکلواتا ہی کیونکہ جب تو یہ کہتا ہی کہ عمدہ صحابہ رض نے مال واسطے زینت اور اسراف اور کثرت کے جمع کیا تھا تو تو ان سردارون کی غیبت کرتا ہی اور انکے ذمہ بڑی بات لگاتا ہی اور جب تو نے یہ کہا کہ حلال مال کا جمع کرنا اسکے چھوڑنیکی نسبت افضل ہی تو گویا تو نے نسبت خطا اور جہل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کی کہ انھون نے ناحق زہد اختیار کیا یہ فضیلت ورتبہ جو تو نے مال کے جمع سے بیان کیا یہ انکو نہ سوجھا تا تیری طرح وے بھی مال جمع کرتے اور اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہی کہ تیرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خیرخواہی نہ کی یعنی آپ نے مال کے جمع کرنے سے منع فرمایا حالانکہ تیرے عندیہ مین مال کا جمع ہونا امت کے حق مین زیادہ اچھا ہی پس گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دھوکا دیا کہ بہتر بات نہ سکھائی بخدا یہ تیرا قول سراسر لغو ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے خیرخواہ اور مشفق اور رؤف تھے علاوہ اسکے جب یہ کہو کہ مال کا جمع کرنا افضل ہی تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہی کہ تیرے نزدیک خدا تعالی نے اپنے بندون پر کچھ توجہ

نہین فرمائی کہ ہم کو مال کے جمع کرنے سے منع کر دیا یا خداے تعالی کو یہ معلوم نہوا کہ فضیلت مال کے جمع کرنے مین ہی اسی واسطے نادانستگی
مین نہی کر دی اور تجھ کو تو مال کی خیر و فضل کا وقوف بخوبی ہو گیا ہی اسلیے دولت کو بڑھاتا چلا جاتا ہی گویا خدا کی نسبت تجھکو زیادہ شعور
مواقع خیر و فضیلت کے پہچاننے کا ہی معاذ اللہ من ذلک خدا ایسے جہل سے پناہ دے ذرا تو سوچ کہ صحابہ رضہ کی مال سے محبت پکڑنا شیطان
کا فریب ہی اور عبد الرحمن بن عوف رضہ کے مال سے حجت پیش کرنی تیرے کیا مفید ہی قیامت مین وے خود چاہین گے کہ دنیا مین سے
اگر ہمکو بقدر بسر اوقات ہی ملتا تو خوب ہوتا اور ہمکو یہ روایت پہونچی ہی کہ جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ کی وفات ہوئی تو بعض صحابہ رضہ
نے مذکور کیا کہ ہمکو حضرت عبد الرحمن رضہ کے اوپر نہایت خوف ہی کہ انھون نے یہ کچھ چھوڑا حضرت کعب رضہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ عبد الرحمن کے
مال سے کیا خوف ہی مال طیب کمایا اور طیب طور پر خرچ کیا اور پاک کمائی چھوڑ مرے یہ قول کعب کا حضرت ابوذر غفاری رضہ سے
کسی نے جا کہا وہ بیتاب ہوکر انکی تلاش مین نکلے اور ایک باؤنٹ کی رسی ہاتھ مین لیکر انکو ڈھونڈھنے لگے جب انکو خبر ہوئی وہ بھاگ کر
حضرت عثمان رضہ کے پاس گئے اور انسے سب ماجرا بیان کر کے پناہ چاہی حضرت ابوذر رضہ بھی انکے قدم کا سراغ لیتے ہوئے حضرت عثمان
کے گھر آئے انکو دیکھتے ہی کعب رضہ حضرت عثمان رضہ کے پیچھے جا بیٹھے حضرت ابوذر رضہ نے انکی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اے یہودی بچے تیرا
قول تھا کہ عبد الرحمن بن عوف نے جو مال چھوڑا کچھ مضائقہ نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جبل احد کی طرف نکلے مین
ہمرکاب تھا مجھکو پکارا کہ ابا ذر مین نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا الاکثرون ہم الاقلون یوم القیمۃ الا من قال ہکذا و
ہکذا عن یمینہ و شمالہ و قدامہ و خلفہ و قلیل ما ہم پھر آپ نے میرا نام پکارا اور مین نے لبیک عرض کیا آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس
کوہ احد کے برابر خزانہ ہو کہ اسکو اللہ کے راستے مین خرچ کرون لیکن اگر مرنے کے دن اسقدر مین سے دو جو کے برابر بھی میرے بعد رہیگا
تو مجھکو اچھا نہین معلوم ہوتا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا دو ڈھیر آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ دو جو پھر فرمایا کہ مین تو کم کہتا ہون
اور تو بہت کہتا ہی اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے ہین اور تو یہودی بچے عبد الرحمن بن عوف رضہ کے مال چھوڑنے مین مضائقہ نہین
تبلاتا تو بھی جھوٹا ہی اور جو یہ کہے وہ بھی جھوٹا ہی پس اس بات کا حضرت ابوذر رضہ کی کسی نے کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ گھر نکل آئے۔ اور نیز
ہمکو یہ خبر بھی پہونچی ہی کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے اونٹ یمن سے آئے مدینہ منورہ مین ایکبارگی دھوم و شور مچگیا حضرت عائشہ رضہ نے
فرمایا کہ یہ کیا غل ہی لوگون نے عرض کیا کہ حضرت عبد الرحمن کے اونٹ آئے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ و رسول نے سچ کہا ہی یہ خبر حضرت عبد الرحمن
کو پہونچی انھون نے حضرت عائشہ رضہ سے اس حدیث کو پوچھا انھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
فرماتے تھے کہ مین نے جنت مین دیکھا کہ مہاجرین اور مسلمانون مین سے فقیر لوگ خوب دوڑتے چلے جاتے ہین اور توانگرون مین سے
انکے ساتھ کسی کو جنت مین جاتے نہین دیکھا مگر البتہ عبد الرحمن بن عوف انکے ساتھ جنت مین جاتا تھا مگر گھٹنیون چلتا تھا حضرت عبد الرحمن
نے یہ حدیث سنکر فرمایا کہ یہ اونٹ مع انکے بوجھ کے سب خیرات ہین اور جو غلام انپر نوکر ہین وہ بھی مین نے آزاد کیے شاید فقرا کے ساتھ
مین بھی دوڑ کر جنت مین جاؤن اور ایک روایت ہمکو یہ پہونچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن بن عوف رضہ کو فرمایا کہ میری امت کے
توانگرون مین سے تم اول جنت مین جاؤ گے مگر غالبا گھٹنیونکے بل داخل ہوگے پھر اے کمبخت اب تو اپنے مال کی محبت بتلا حضرت

امیر علی عفی عنہ

عبدالرحمٰن بن عوف نے باوجود فضل اور تقویٰ اور احسان اور بذل اموال براہ خدا اور صحبت رسول مجتبیٰ اور بشارت جنت کے قیامت کے
میدانوں میں اور اُس کے اہوال میں اُنسے مال کی بدولت رُکے رہیں گے جسکو بوجہ حلال کمایا کہ حاجت سوال کی نہ پڑے اور اس سے
سلوک لوگوں کے ساتھ کرتے رہے اپنے تن بدن پر میانہ روی کے ساتھ خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں بہت سا کچھ دیا تاہم جنت میں
فقرا ومہاجرین کے ساتھ دوڑ کر نہ جاسکیں گے بلکہ اُنکے پیچھے گھٹنیوں چلینگے جب اُنکا یہ حال ہو تو ہم سے لوگ جو دنیا کے شغل میں ڈوبے
ہوے ہیں کیا حال ہوگا۔ اور زیادہ تر تعجب یہ ہی کہ تو ہمیشہ مال شبہہ اور حرام پر گرتا ہی اور لوگوں کے ساتھ اس ہاتھ کے میل کیواسطے
سینہ زوری کرتا رہتا ہی اور شہوات اور زینت اور مباہات اور طرح طرح کے مکروہات میں پھنسا رہتا ہی اور یہی الٹ پھیر کرتا رہتا ہی پھر
عبدالرحمٰن کے مال کی حجت کرتا ہی اور کہتا ہی کہ صحابہ رضہ نے جو مال جمع کیا تھا اسلیے میں نے بھی کیا گویا اپنے آپکو پانچوں سواروں میں
سلف کے ساتھ جانتا ہی یہ نہیں معلوم کہ یہ قیاس شیطانی ہی وہ اپنے دوستوں کو ایسے ہی احکام سوجھاتا ہی اب میں تجھے تیرا حال اور صحابہ اور
سلف کا احوال کہہ سناتا ہوں تاکہ تجھکو اپنی فضیحت اور صحابہ سلف کی فضیلت معلوم ہوجاوے پس جاننا چاہیے کہ بعض صحابہ کے پاس
جو مال تھا تو سوال نہ کرنے اور خدا کی راہ میں دینے کی غرض سے تھا اُن لوگوں نے وجہ حلال سے کمایا اور مال طیب ہی کھایا اور نفقہ متوسط
درجے کا کرتے رہے آگے کے واسطے اپنا سامان کر گئے اور دنیا میں کسی کا حق نہیں مارا نہ مال سے بخل کیا بلکہ زیادہ حصہ اپنے مال کا خدا کے
واسطے دے ڈالا اور بعض صحابہ نے بالکل ہی دے ڈالا اکثر سختی کے وقت میں واسطے خدا کے کام کو اپنے نفس پر ترجیح دی اب میں
تجھسے پوچھتا ہوں کہ تو بھی کیا ایسا ہی ہی نہیں ویسا کیوں ہونے لگا تھا ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ علاوہ اُسکے بہتیرے صحابہ رضہ کا
یہ دستور تھا کہ مسکنت دوست تھے اور خوف فقر سے مامون اور رزق کے باب میں اللہ پر متوکل اور تقدیر الٰہی سے خوش اور بلا پر راضی
اور نعمت میں شاکر اور ضرر میں صابر اور راحت میں ثناخوان خدا کے واسطے تواضع کرتے اور تعلی اور فخر سے علیحدہ رہتے دنیا میں سے بجز
مباح کے اور کچھ نہ لیا مدام قدر حاجت پر راضی رہے دنیا پر لات ماری اُسکے مصائب پر صبر کیا اور اُسکی تلخی کو زہر مار کرکے نعمت کو چھوڑ دیا
اب تم بھی ایسے ہی ہو اسکے سوا اُنکا یہ دستور تھا کہ جب دنیا اُنپر آتی تو رنج و غم کرکے کہتے کہ معلوم ہوتا ہی کسی گناہ کا عذاب جلد اللہ تعالیٰ نے
دنیا ہی میں بھیجدیا یعنی دنیا کے آنے کو وبال سمجھے تھے اور جب فقر کو آتا دیکھتے تو کہتے کہ خوب ہوا یہ شعار نیک بندوں کا ہمکو ملا چنانچہ روایت
کہ بعض اکابر سلف جب صبح کو اپنے گھر میں کچھ دیکھتے تو رنجیدہ اور ملول ہوتے اور جب کچھ نہ ہوتا تو ہشاش بشاش ہوتے کسی نے اُنسے پوچھا
کہ خلق کا تو یہ دستور ہی کہ نہونے کی صورت میں غم اور ہونے کی حالت میں خوشی کرتے ہیں اور تمہارا حال اُسکے عکس ہی اسکی کیا وجہ ہی اُنھوں
نے فرمایا کہ باعث یہ ہی کہ جب میں صبح کو اُٹھکر اپنے آل وعیال کے پاس کچھ نہیں دیکھتا تو خوش ہوتا ہوں کہ آج پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی نصیب ہوئی اور جب میرے عیال کے پاس کچھ ہوتا ہی تو مجھے رنج ہوتا ہی کہ اقتدا اے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہوا اور سنتے ہیں کہ
اُن لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب اُنکو کوئی صورت رفاہ اور آسایش کی معلوم ہوتی تو غم اور خوف کرتے اور کہتے کہ ہمکو دنیا سے کیا مطلب کا
ہی یہ جو ہمارے پاس آئی نہ معلوم خدائے تعالیٰ کو کیا منظور ہی اور جب اُنپر کوئی مصیبت آتی تو خوش ہوتے کہ ہاں اب خدا نے ہماری خبر
لی غرضکہ سلف کا حال اسطرح پر تھا ہم نے تو کچھ کم ہی لکھا ہی اُنکے فضائل بیحد و بیشمار ہیں آپ تو فرماویں کہ آپ ایسے ہی ہیں جیسے وہ لوگ گذرے

ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

ہین معاذ اللہ تم ویسے کیون ہوے تھے اپنے حال کو اگر دیکھو تو بالکل اُنکے حال کے برعکس ہی تمھارا حال یہ ہی کہ تونگری مین طغیانی کرتے ہو اور زانی مین تجبر کرتے ہو خوشحالی کے وقت اکڑتے ہو اور منعم حقیقی کے شکر سے غافل ہو جاتے ہو مصیبت کے وقت غصہ آتا ہی اور مفلسی مین نا امید ہو جاتے ہو اللہ کے احکام پر راضی نہین ہوتے بلکہ فقیری کو بُرا جانتے ہو اور مسکنت سے ننگ کرتے ہو مسکنت کے سبب تمام پیغمبر و مرسلین فخر کیا کرتے تھے تم کو اُنکے فخر کی چیز بُری معلوم ہوتی ہی ناداری کے خوف سے مال جمع کرتے ہو اسمین بھی خدا تعالیٰ پر بدگمانی ہوتی ہے اور اُسنے جو روزی پہونچانے کی ضمانت کی ہی اُسپر قلت یقین لازم آتی ہی اتنا گناہ کیا تھوڑا ہی بلکہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تم مال اسی لئے جمع کرتے ہو کہ دنیا کے لذات اور شہوات اور طمطراق حاصل ہون حالانکہ یہ حدیث ہمکو پہونچی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ اجسامہم اور یہ بھی روایت پہونچی ہی کہ بعض علمانے یون ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کو کچھ لوگ اپنی نیکیان طلب کرینگے تو اُنسے کہا جائیگا اذہبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا واستمتعتم بہا تمکو یہ خبر نہین کہ دنیا کی نعمت کے سبب آخرت کی نعمت سے محروم رہ گئے اس سے زیادہ اور کونسی حسرت اور مصیبت ہوگی اور عجب نہین کہ تم فخر و تکبر اور اظہار کثرت اور زینت دنیاوی کے لیے دولت جمع کرتے ہو حالانکہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو کوئی مال تفاخر اور تکاثر کے لیے جمع کرتا ہی خدا کے پاس ایسے حال مین جاتا ہی کہ اللہ تعالیٰ اُسپر غضبناک ہو مگر تمکو خدا تعالیٰ کے غصہ کی کچھ پروا نہین کہ آنی اگر پھون اس مال سے کرتے ہو شاید خدا تعالیٰ کے پاس جانے سے تمکو دنیا مین رہنا اچھا معلوم ہوتا ہی اسی لیے دیدار الٰہی برا جانتے ہو حالانکہ خدا تعالے خود تمھاری صورت سے ناراض ہی اور تمکو خبر نہین دنیا کی اگر کوئی چیز تم سے فوت ہو جاتی ہی تو اُسپر رنج کرتے ہو اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ من اسف علی دنیا فاتتہ اقترب من النار مسیرۃ سنۃ لیکن تم کو اسکی پروا نہین کہ اس چیز پر افسوس کرنے سے قرب عذاب ہوگا بلکہ کیا عجب ہی کہ دنیا کی توقیر کے باعث کبھی تم دین سے بھی خارج ہو جائے ہو دنیا کے آنے سے ہشاش بشاش ہوتے ہو یہ خبر نہین کہ حدیث شریف مین وارد ہی من احب الدنیا وسر بہا ذہب خوف الآخرۃ من قلبہ اور بعض علما کا قول ہی کہ دنیاوی چیزون کے جانے پر افسوس کرنے سے اور اُنکے آنے پر اظہار خوشی سے آدمی سے حساب لیا جاویگا۔ تمھارے دل سے خوف الٰہی جاتا رہا دنیا پر کیسے خوش ہو اُس کے لیے دین کی نسبت بہت زیادہ مشقت اُٹھاتے ہو اور کچھ بعید نہین کہ گناہون کی مصیبت تمکو بہ نسبت دنیا کے گھٹ جانیکے ہلکی معلوم ہوتی ہو تم کو مال کے جانے کا خوف زیادہ ہی اور گناہون کا کم جو کچھ اس ہاتھ کے میل مین سے لوگون کو دیتے ہو وہ بھی بقصد نمود دیتے ہو یہ چاہتے ہو کہ مخلوق راضی رہے اور میری تعظیم اور تکریم کرے گو خدا تعالیٰ ناراض ہو یعنی قیامت مین خدا تعالیٰ کا تم کو حقیر جاننا بہ نسبت لوگون کے حقیر جاننے کے آسان معلوم ہوتا ہی اپنی خطائین لوگون سے چھپاتے ہو اُسکی پروا نہین کہ خدا تعالیٰ کو اُنکا علم ہی گویا خدا کے سامنے فضیحت ہونا لوگونکے سامنے کی فضیحت سے آسان ہی تو لوگونکی قدر تمھارے نزدیک خدا سے بڑھکر معلوم ہوتی ہی معاذ اللہ تمھارا جب اتنے عیب تم مین ہین اور ایسے نجاسات مین آلودہ ہو تو پھر کیسے عاقلونکے سامنے بولتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارا مال بھی صلحا کا سا مال ہی اللہ اللہ مگس را پر طاؤس سے زاد و نداد زغن را فر عنقائی نداد ہم کہان اور وے لوگ کہان وہ لوگ حلال مین اتنا زہد کرتے تھے کہ تم سے حرام مین بھی نہین ہوتا جس چیز کو تم لا بأس بہ تصور کرتے ہو وہ اُنکے نزدیک مہلکات مین تھی اُنسے اگر گناہ صغیرہ

بھی ہوجاتا تو اُس کو اتنا بڑا جانتے تھے کہ تم کبیرہ کو بھی نہین جانتے اگر تمھارا مال حلال اور طیب ہی اُنکے مال مشتبہ جیسا ہوتا تو کیا کہنا تھا اور کاش تم اپنی برائیون ہی سے اتنا ڈرتے جتنا وے اپنی بھلائیون کے نہ قبول ہونے سے ڈرتے تھے یا تمھارا روزہ اُنکے افطار کے مثل ہوتا یا تمھاری مشقت عبادت مین اُنکی سستی اور خواب کے برابر ہوتی یا تمھاری تمام نیکیان اُنکی ایک ہی نیکی کے برابر ہوتین ایک روایت مین ہی کہ بعض صحابہ نے فرمایا کہ جسقدر دنیا صدیقین سے فوت ہوجاتی ہی اور علحدہ رہتی ہی اُسیقدر اُنکے حق مین غنیمت شمار ہوتی ہی پس جو شخص ایسا نہو وہ اُنکا ساتھی نہ دنیا مین ہی نہ آخرت مین اب دیکھنا چاہیے کہ دونون فریقون مین کتنا فرق ہی ایک فریق تو صحابہؓ ہین کہ خدا تعالی کے نزدیک علو مرتبہ رکھتے ہین اور ایک فریق تم جیسے ہین کہ اسفل درجہ رکھتے ہین مگر یہ کہ خدا تعالی اپنے کرم سے معاف فرماوے اب ہم یہ کہتے ہین کہ ای مغرور یہ جو تیرا قول ہی کہ مال کے جمع سے ہماری غرض اقتدا اصحابہ رضہ ہی کہ حاجت سوال کی نہو اور خدا کی راہ مین دیوین تو اس بات کو تو سوچنا چاہیے کہ جیسا اُن لوگونکے وقت مین حلال میسر تھا اس زمانہ مین ہی یا نہین یا جسقدر احتیاط طلب حلال مین وے لوگ کرتے تھے اُتنی ہی تجھ سے ہوسکتی ہی یا نہین مجھکو بعض صحابہؓ کا قول یون پہونچا ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ ہم وجہ حلال کے ستر راستے اسلیے چھوڑ دیتے تھے کہ کہین ایسا نہو کہ حرام مین پڑجاوین بس کیا تو بھی اپنے نفس سے ایسی ہی احتیاط کی طمع رکھتا ہی بخدا مجکو تجھ سے ہرگز یہ توقع نہین کہ اتنی احتیاط کرے۔ یہ یقینا جان لے کہ مال کا جمع کرنا سلوک و افعال نیک کیلیے شیطان کا ایک فریب ہی تاکہ سلوک و احسان کے بہلانے سے تجھکو شبہات کے کمانے مین ڈالدے جنمین حرام مخلوط رہتا ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو شخص شبہات پر جرأت کرتا ہی قریب ہی کہ حرام مین واقع ہوجاوے ای مغرور کیا تجھکو یہ نہین معلوم کہ شبہات کی چیزونکو کما کر خدا کے رستے مین دینے کی بہ نسبت یہ امر بہتر ہی کہ شبہات مین مبتلا ہونے سے ہمیشہ ڈرتا رہے تاکہ خداوند کریم کے سامنے قدر و مرتبہ افضل و بلند ہو چنانچہ علما کا قول ہی کہ اگر آدمی ایک روپیہ چھوڑ دے اس خوف سے کہ شاید حلال نہو یہ امر اُسکے حق مین بہ نسبت ہزار اشرفیونکی خیرات کے بہتر ہی جو شبہہ سے کمائی ہون اور معلوم نہو کہ حلال ہین یا نہین اب اگر تیرے گمان مین یہ ہو کہ مین بڑا متقی ہون مجھ کو شیطان دھوکا نہین دے سکتا مین شبہات مین مبتلا نہین ہوسکتا اور مال وجہ حلال ہی سے جمع کرتا ہون تاکہ خدا کے راستے مین دون تو ہم کہتے ہین کہ اگر بالفرض تو ایسا ہی متقی ہی تب بھی قیامت کا حساب اپنے اوپر نہ رکھنا چاہیے کہ بہترین صحابہؓ سوال روز قیامت سے خوف کیا کرتے تھے چنانچہ بعض صحابہ رضہ سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر مین ہزار اشرفیان وجہ حلال سے ہر روز کماؤن اور اُن کو خدا کی راہ مین لٹاؤن اور اس خیرات سے میری جماعت کی نماز مین بھی فتور نہ پڑے تب بھی مجھکو ایسی خیرات اچھی نہین معلوم ہوتی لوگون نے اسکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ حالت ناداری مین قیامت کے سوال سے غنی ہون اغنیا سے سوال ہوگا کہ ای بندے کہان سے تو نے پیدا کیا اور کہان خرچ کیا پس دیکھ کہ متقی یہ لوگ تھے اسلام کے سبب ایسی تونگری اُنکو حاصل تھی کہ باوجودیکہ حلال اس زمانہ مین موجود تھا تاہم حساب کے خوف سے مال کو ترک کیا کہ کہین اُسکی نیکی سے بدی نہ ہووے اور تو تو ردّی اور نکمے لوگون مین ہی وجہ حلال اس زمانہ مین مفقود ہی اس ہاتھ کے میل پر سینہ زوری کرتا ہی پھر کہتا ہی کہ مین مال وجہ حلال سے جمع کرتا ہون حلال کہان ہی جسکو تو جمع کرتا ہی اور اگر بہ تقدیر حلال تیرے پاس موجود ہی تو تجھکو کیا خوف نہین کہ تونگری کی حالت مین تیرا دل اُدر کا اُدر

ح بخاری مسلم بروایت نعمان بن بشیر ۱۲

ہو جاوے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جب بوجہ ارث اُنکو مال پہونچتا تو اُسکو نہ لیتے اس خوف سے کہ کہین دل مین تغیر و فساد نہ آجاوے تو کیا اپنے دل کو صحابہ کے دل سے بھی متقی تر سمجھتا ہے کہ کسی حال مین امر حق سے تجاوز نہ کریگا اگر یہ گمان ہے تو اپنے نفس امارہ پر خوب حسن ظن ہے ہم صرف براہ نصیحت کہتے ہین کہ تجکو بمقدار حاجت پر قناعت کرنی چاہیے اور اعمال خیر کے لیے مال جمع کر کے حساب کے واسطے متعرض ہونا نہ چاہیے کہ حدیث شریف مین وارد ہے من نوقش فی الحساب عذب اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص پیش کیا جاوے گا جس نے مال حرام سے جمع کیا ہوگا اور حرام ہی مین اُٹھایا ہوگا اُس کو حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ اور ایک شخص ایسا سامنے کیا جاوے گا کہ وجہ حلال سے مال کمایا اور حرام مین اُٹھایا اُسکو بھی دوزخ مین ڈالنے کا حکم ہوگا اور ایک شخص ایسا لایا جاوے گا جسنے وجہ حرام سے کمایا اور امور حلال مین اُٹھایا وہ بھی دوزخ مین جانے کا حکم پاوے گا اور ایک شخص حاضر کیا جاوے گا جسنے حلال ہی سے کمایا اور حلال ہی مین اُٹھایا اُسکو حکم ہوگا کہ توقف کر کہ شاید تو نے مال کی طلب مین کسی اور میرے فرائض مین قصور کیا ہو مثلاً نماز کو ٹھیک وقت پر ادا نہ کیا ہو یا اُس کے رکوع و سجود و وضو مین کوتاہی کی ہو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے کمایا اور وجہ حلال ہی مین خرچ کیا اور تیرے فرائض مین سے بھی کوئی شے تلف نہین کی حکم ہوگا کہ شاید تو نے مال کی جہت سے تکبر کیا ہو یا سواری اور کپڑے مین فخر جتلایا ہو عرض کریگا کہ الٰہی مین نے نہ تکبر کیا اور نہ فخر ظاہر کیا حکم ہوگا کہ شاید جن لوگون کا حق مین نے تیرے ذمہ کیا تھا اُنکا حق کچھ تو نے دبا لیا ہو اور ذوی القربی اور یتیمون اور مساکین اور مسافرین کو نہ دیا ہو عرض کریگا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے حاصل کیا اور اس مین خرچ کیا اور کوئی تیرا فرض ضائع نہین کیا اور تکبر و فخر بھی نہین کیا اور نہ کسی کا حق دبایا پھر وہ سب لوگ یعنی رشتہ دار اور یتیم اور مساکین و مسافرین اُس سے آکر خصومت کرینگے کہ الٰہی تو نے اُسکو مال دیا اور غنی بنایا اور ہمارے دینے کا حکم فرمایا اور ہمارا مددگار کیا تو اگر اُسنے اُنکو دیا تھا اور باوجود اُسکے فرائض مین بھی قصور نہین کیا اور نہ تکبر کیا پھر بھی حکم ہوگا کہ توقف کر اور جو جو نعمت مین نے تجھ کو دی تھی کھانے کی یا پینے کی یا لقمہ یا لذت کی سب کا شکر پیش کر اسی طرح سے پرسش ہوتی رہیگی اب ہم پوچھتے ہین کہ جب شخص مذکور جسنے وجہ حلال ہی سے کمایا اور اُسی مین اُٹھایا اور تمام حقوق و فرائض کو بخوبی ادا کیا اُس سے اسقدر حساب لیا جاویگا تو ہم جیسے لوگون کا کیا حال ہوگا کہ ہمہ تن دنیا کے فتنون اور اُسکے شبہات و زینت و شہوات مین ڈوبے ہوئے ہین ای کمبخت انھین سوالون کی جہت سے متقی دنیا مین آلودہ نہین ہوتے اور بمقدار ضرورت پر راضی ہو کر انواع و اقسام کے اعمال نیک بہتر کسب مال سے کرتے ہین تیرے لیے اُنکی اقتدا موجود ہے اُنکی پیروی کرنی چاہیے اگر یہ امر منظور نہو اور یہی خیال ہو کہ مین سب سے زیادہ متقی ہون اور اپنی دانست مین مال بھی حلال سے حاصل کیا ہے باین غرض کہ کسی کا محتاج نہ رہون اور خدا کی راہ مین خرچ کرون اور خرچ مین کسی طرح کا حق ذمہ نہین رہتا اور مال کے سبب دل پر بھی تغیر نہین آتا خدا کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور خداوند کریم تیرے ظاہر و باطن سے ناراض نہین اگرچہ یہ تصور ہے گو اسطرح کا ہونا ممکن نہین تب بھی یہی چاہیے کہ بمقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور مالدارون سے سوال قیامت مین علیحدہ رہے اور اول ہی قافلہ کے ساتھ زمرہ مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم مین داخل ہو مال کی بابت سے نہ حبس تجہیر ہو نہ سوال کی نوبت پہونچے نہ حساب دینا پڑے اور حساب مین یا تو نجات ہے یا آفات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقیر

بوجہ ار
من اٹھایا جاویگا
عذاب دیا جاویگا
بخاری و مسلم بروایت عائشہ رضی
السنن الکبری
ترمذی وابن ماجہ بروایت ابن مسعود

مہاجرین جنت مین اغنیا کی نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے اور ایک حدیث مین یون ہی کہ فقراے مومنین جنت مین اغنیا کی نسبت اول داخل ہوکر کھاوینگے اور مزے کرینگے اور اغنیا کا یہ حال ہوگا کہ گھٹنون کے بل بیٹھے ہونگے اللہ تعالیٰ اُن کو ارشاد فرماویگا میرا مطالبہ تمھین سے ہی تم لوگون کے حاکم اور بادشاہ تھے بتلاؤ کہ جو کچھ مین نے تم کو دیا اسمین تم نے کیا کیا اور بعض علما کا قول ہی کہ اگر میرے پاس عمدہ چوپائے ہون مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی جماعت کے ساتھ اول قافلہ مین نہون تو ایسا مال مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا بھائیو ایسی بات مین کوشش کرو جس سے ہلکے پھلکے زمرۂ انبیا علیہم السلام مین شامل ہو اور اس بات سے ڈرو کہ کہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہوکر پیچھے نہ رہجاؤ جیسے متقی ڈرتے رہتے ہین اور مجھکو یہ روایت بھی پہونچی ہی کہ بعض صحابہ کو پیاس لگی آپ نے پانی مانگا لوگ اُن کے لیے شہد کا شربت لائے جب آپ نے اُسکو چکھا تو آنسوؤن سے ہچکی بندھ گئی خود بھی روئے اور اُنکو بھی رُلایا پھر منھ سے آنسو پونچھ کر چاہا کہ کچھ کلام کرین پھر رونا شروع کیا جب کثرت سے روئے تو لوگون نے پوچھا کہ کیا اسی شربت کے باعث سے آپ روتے ہین فرمایا کہ ہان ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا اور حجرۂ شریف مین سوا میرے آپکے ساتھ کوئی نہ تھا اتنے مین آپ نے فرمانا شروع کیا کہ مجھ سے الگ رہ مین نے عرض کیا کہ میرے مادر و پدر آپ پر قربان ہون مین تو آپکے سامنے کسی کو نہین دیکھتا آپ کس سے مخاطب ہین آپنے فرمایا کہ دنیا نے اسوقت میرے پاس اپنی گردن اور سر بڑھاکر کہا کہ مجھکو لے لو مین نے اُس سے کہا کہ مجھسے الگ ہو اُسنے جوابدیا کہ اے محمد اگر تم مجھسے بچ رہوگے تو تمھارے بعد کے لوگ مجھسے نہ بچینگے تو مجھکو یہ خوف ہی کہ کہین اس شربت کے پینے سے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہو جاؤن بھائیو اخیار یہ لوگ تھے کہ اس خوف سے کہ شربت حلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ کردے روتے تھے اے کمبخت تو تو انواع و اقسام کی نعمت اور شہوات مین مبتلا ہی اور کمائی بھی خالی حرمت اور شبہہ سے نہین تجھکو خوف علیحدگی کا اُس حبیب پاک سے نہین تف ہی تجھپر کتنا بڑا جاہل ہی کہ اگر قیامت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تو وہ اہوال و دہشتین دیکھے گا جنسے فرشتے اور انبیا فریاد کرینگے اور اگر اب کوشش مین قصور کریگا تو پھر اُنکے ساتھ ملنا دشوار ہی اور اگر تجھکو مال کی کثرت منظور ہی تو سخت حساب کے لیے صبر کرنا پڑے گا اور اگر مقدار قلیل پر قانع ہوگا تو مدت تک میدان قیامت مین ٹھہرنا اور آہ و نالہ کرنا پڑیگا اگر پیچھے رہنے والونکے احوال سے راضی ہوگا تو اصحاب یمین اور رسول رب العالمین سے علیحدہ رہیگا اور دار نعیم و خلد برین مین دیر کر پہونچیگا متقیونکے حال کے خلاف اگر کریگا تو وہان روز حشر مین ہا مریگا اسکو خوب سوچ لینا چاہیے پھر اگر یہ خیال ہو کہ مین بھی مثل سلف صالحین کے ہون کہ قدر قلیل پر قانع ہون اور حلال کا عام مال کا دینے والا اپنے نفس پر ایثار کرنے والا فقر سے ڈرتا نہین نہ کل کے واسطے کچھ جوڑتا ہون تکاثر اور غنی کو برا جانتا ہون اور فقر اور بلا پر اپنی قلت اور مسکنت سے خوش ہون اور فروتنی و ذلت کو اچھا سمجھتا ہون اور علو و رفعت کو برا اپنے کام مین پکا ہون راہ راست سے میرا دل پھرتا نہین اپنے نفس کو صرف اللہ کے واسطے روکے رہتا ہون اور سب کامون مین مرضی الٰہی مقدم جانتا ہون اور مجھ جیسا متقی سوال و حساب کے جھگڑے مین توقف نہ کریگا میرا جمع کرنا مال کو صرف خرچ فی سبیل اللہ کے لیے ہی تو کہ تجھکو مغرور تو غور کر کیا تجھے یہ نہین معلوم کہ مال کے شغل نہ رکھنے اور ذکر اور فکر اور عبرت کے لیے دل کے فارغ رہنے سے دین زیادہ بچا رہتا ہے اور

حساب مین آسانی ہوتی ہی سوال خفیف ہوتے ہین قیامت کے اہوال سے امن ہوتا ہی ثواب بہت سا ملتا ہی خدا کے نزدیک مرتبہ
نہایت زیادہ حاصل ہوتا ہی بعض صحابہ رضہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ اگر ایک آدمی گود مین اشرفیان لے کر تقسیم کرے
اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ذاکر بہ نسبت اول شخص کے افضل ہوگا اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ ایک شخص مال اعمال
خیر کے لیے جمع کرتا ہی اُنھون نے فرمایا کہ نہ جمع کرنے مین اُسکے لیے زیادہ خیر ہی اور نیز بعض عمدہ تابعین سے کسی نے پوچھا کہ دو
شخصون مین سے ایک نے دُنیا بوجہ حلال پیدا کی اور اُس سے صلہ رحم کیا اور اعمال خیر سے زاد آخرت بنایا اور دوسرا اُس سے
بالکل کنارہ کش رہا نہ اُسنے دنیا طلب کی نہ اُسکو ملی اُن دونون مین افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ ان دونون مین بڑا فرق ہی جو دنیا
سے کنارہ کش ہی وہ افضل ہی اور اس مین اور دوسرے مین پورب پچھم کا فرق ہی پس کمبخت اگر تو دنیا چھوڑدے تو تجھ کو بھی
یہ درجہ دینا دارون پر ملجاوے اور مال کا شغل نہ رکھنے سے دنیا مین بھی بہت سے فائدہ ہین بدن کو راحت ملتی ہی زیادہ مشقت
نہین کرنی پڑتی زندگی چین سے فارغ البالی مین گذرتی ہی تردد کم کرنا پڑتا ہی جب ترک مال سے تجھکو طالب مال پر یہ فضیلت ہی تو اب
کونسا عذر مال کے جمع کرنے کا تجھے باقی ہی بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول ہونا خدا کی راہ مین خیرات کرنے سے افضل ہی تو سوچنے کی بات ہی کہ
مال کے نہ جمع کرنے سے سردست راحت ہی اور آخرت مین فضیلت علاوہ ازین اگر مال کے جمع کرنے مین بالفرض کوئی فضیلت بڑی
ہو تب بھی مکارم اخلاق مین تجھکو چاہیے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرے جنکے باعث تجھکو خدا نے ہدایت کی ہی اور جو دنیا
سے کنارہ کشی اُنھون نے اپنے نفس کے لیے اختیار کی وہی تو بھی اپنے واسطے اختیار کر اسکو خوب غور کر اور یقین جان لے کہ سعادت
وفلاح دنیا سے الگ رہنے مین ہی پس لوائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول جنت مادی مین جانے کی فکر کر مجھکو یہ حدیث
پہونچی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سردار ایمان دارونکے وہ لوگ ہین جنکو صبح کا کھانا ملے تو شام کو نہ ملے اور اگر قرض لیا
چاہین تو کوئی قرض نہ دے اور ستر عورت سے زیادہ کپڑا نہ رکھتے ہون اور مقدار کفایت کے کھانے پر قدرت نہ رکھتے ہون اور باوجود
اُسکے صبح وشام اپنے پروردگار سے راضی رہین فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن
اولئک رفیقا بھائی اگر اس بیان کے بعد تو مال جمع کریگا اور دعوی کریگا مین اعمال خیر کے لیے جوڑتا ہون تو تیرا دعوی سراسر لغو ہے بلکہ
فقر کے خوف سے اور تنعم اور اظہار کثرت اور زینت اور فخر اور شیخی اور ریا اور شہرت اور تعظیم اور بڑائی کیلیے جوڑتا ہی اور کہتا ہی کہ
اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہون۔ خدا کو دھیان کر اور اپنے دعوے سے شرم کر اگر محبت مال و دنیا کی تجھپر غالب ہی تو اس بات کا اقرار
کر کہ واقع مین خیر وفضل مقدار ضروری پر راضی رہنے سے اور فضول چیزون سے علٰحدہ ہونے سے ہی اور مال کو جمع کرتے وقت اپنے
نفس کو حقیر جان اور اپنی خطا کا قائل ہو حساب وحشر سے خائف ہو یہ امر تیرے لیے موجب نجات اور قریب الی الفضل ہی اس سے کہ تو مال
کے جمع کرنے کی حجتین لاطائل ڈھونڈھے۔ بھائیو صحابہ رضہ کے زمانہ مین حلال موجود تھا اور وہ لوگ سب مین زیادہ متقی اور زاہد اشیاء
مباح کے تھے اور ہم اُس زمانے مین ہین کہ وجہ حلال مفقود ہی حتی کہ قوت یومیہ اور ستر عورت بھی حلال سے میسر نہین ہو سکتی پس ایسے
زمانے مین مال کے جمع کرنے سے خدا ہمکو اور تمکو دونون کو بچاوے علاوہ ازین ہم لوگو نمین صحابہ رضہ کا سا تقوی اور ورع اور زہد اور

احتیاط کہان اور اُنکے سے دل اور اُنکی سی نیتین کہان بخدا ہم لوگون پر مرض نفس کی مصیبت چھاگئی اُسکی خواہشون مین پھنس گئے اور عنقریب قیامت مین گذر ہوگا بڑے سعید وہ ہین جو اُس روز ہلکے پھلکے رہین گے اور جو لوگ دولت سے ازیادہ مالدار ہین کہ حرام حلال سب ملاکر کھا گئے اُنکو بڑا رنج ہوگا مین نے بطور نصیحت تم کو سنا دیا قبول کرنا تمھارا کام ہی اور اُسکے قبول کرنے والے کم ہین خدا اپنی رحمت خاص سے ہم کو اور تمکو توفیق عنایت فرماوے آمین یہ آخر کلام حارث رح کا ہی اس بیان سے فضیلت فقر کی غنا پر بخوبی ثابت ہی اور اسی قدر کافی ووافی بھی ہی زیادہ اس سے کیا ہوگا اور جو اخبار کہ ہم نے باب ذم دنیا اور باب فقر و زہد مین بیان کیے ہین وہ بھی اسی بات کے شاہد ہین اور ایک روایت اور اسی کی شاہد وہ ہی جو ابو امامہ باہلی سے مروی ہی کہ ایکبار ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خداے تعالے سے دعا فرمائیے کہ مجھکو مال دیوے آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ تھوڑا اسا مال جسکا تو شکر کیے چلا جاوے بہ نسبت بہت مال کے جسکا شکر نہ کرسکے بہتر ہی اُسنے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائین کہ خدا تعالی مجھکو مال دے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ثعلبہ تو کیا میری پیروی نہین کرتا تو بھی مثل پیغمبر خدا ہو بخدا کہ اگر مین چاہون کہ پہاڑ سونے چاندی کے ہوکر میرے ہمراہ چلین تو ہوسکتا ہی اُسنے عرض کیا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق بنایا اگر آپ کی دعا سے مجھے خداے تعالے مال دیگا تو مین سب حقوق والونکا حق بھی دونگا اور یہ کرونگا اور وہ کرونگا آپ نے دعا کی کہ الٰہی ثعلبہ کو مال عنایت فرما پس اُسنے کچھ بکریان لین وہ دیمک کی طرح بڑھنی شروع ہوئین یہانتک کہ مدینہ منورہ مین نہ رہ سکا اور ایک جنگل مین وادی مدینہ کے جا رہا ظہر اور عصر کی جماعت مین حاضر ہوتا باقی جماعتون کو ترک کرتا پھر بکریونکی اور زیادہ کثرت ہوئی کہ اُس جنگل مین بھی گذر نہو سکا اور تھوڑی دور جا رہا اور صرف جمعہ کی جماعت کے لیے مدینہ منورہ مین آتا اور باقی ترک کرتا اور بکریان دیمک کی طرح پھیلتی رہین یہانتک کہ جمعہ بھی چھوٹ گیا جمعہ کے روز راہ کے مسافرون سے ملتا اور خبر پوچھ لیا کرتا ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے پوچھا کہ ثعلبہ کا کیا حال ہی اُنھون نے بکریون کی کثرت اور اُسکا مدینہ چھوڑنا اور بتدریج ترک جماعت کرنا سب کہہ سنایا آپ نے تین بار ارشاد فرمایا ویح ثعلبہ انھین دنون مین یہ آیت اُتری تھی خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم اور اللہ تعالے نے زکوۃ بھی فرض فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قوم جہینہ سے اور ایک کو بنی سلیم سے صدقات لینے کے لیے مقرر فرمایا اور اُنکو ایک وثیقہ صدقہ لینے کا لکھدیا کہ اُسکے ذریعہ سے وصول کرین اور حکم دیا کہ باہر جاکر مسلمانون سے صدقہ وصول کرو اور ثعلبہ بن حاطب اور فلان شخص بنی سلیم والیکے پاس جاکر اُنسے صدقہ لینا یہ دونون صاحب مدینہ منورہ سے حسب الارشاد باہر نکلے اور ثعلبہ کے پاس آئے اور زکوۃ اُسکے مال کی مانگی اور نوشتہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو دکھلایا اُسنے کہا کہ یہ تو ڈانڈ ہی یہ ڈانڈ کا بھائی ہی تم جاؤ اور جگہ سے فارغ ہوکر آئیو وہ دونون اس شخص سلیمی کے پاس گئے اور اُس سے سوال صدقہ کا کیا وہ سنتے ہی کھڑا ہوگیا اور اپنے اونٹون مین سے بہت عمدہ چھانٹ کر زکوۃ کے لیے علٰحدہ کیے پھر اُن دونون کے سامنے اُنکو لے آیا اور کہا یہ مال زکوۃ ہی جب اُنکی نگاہ اُنپر پڑی کہا کہ تیرے اوپر یہ واجب نہین کہ سب سے عمدہ مال دے ہم اُنکو نہ لینگے اُسنے عرض کیا کہ آپ اُنھین کو لیوین مین بخوشی خاطر دیتا ہون اور اسی واسطے لایا ہون غرض سب جگہ سے

صدقات تحصیل کر کے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے دوبارہ سوال صدقہ کا کیا اُسنے کہا کہ تم مجھکو نوشتہ دکھلاؤ اُنھون نے دکھلایا دیکھکر کہا کہ یہ تو ڈانڈ کا بھائی ہی اب تم جاؤ مین سوچ لون تو کچھ کہون جب یہ دونون خدمت مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہوے تو آپ نے پہلے اُنکے بولنے سے دیکھتے ہی فرمایا کہ ہلاکی ہو ثعلبہ کو اور اُس شخص سلیمی کے لیے دعاے خیر کی پھر اُن دونون نے جو کچھ ماجرا گذرا تھا سب بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا کہا اور سلیمی نے ایسا کیا اُسی وقت ثعلبہ کے باب مین یہ آیت اُتری ومنھم من عاہد اللہ لئن اتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما آتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون اُس وقت حضرت کی خدمت مین ایک شخص ثعلبہ کے رشتہ دارون مین سے بیٹھا ہوا تھا اُسنے اس آیت کو سنا اور ثعلبہ کے پاس جاکر کہا کہ تیری مان مرے خداے تعالی نے تیرے باب مین ایسا حکم نازل فرمایا ہی پس ثعلبہ اُسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور ملتجی ہوا کہ مین زکوۃ دیتا ہون پذیرا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے مجھ کو منع کر دیا ہی مین قبول نہین کر سکتا اُسنے اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کی آپ نے فرمایا کہ جیسا تو نے کیا ویسا پایا جو کچھ مین نے تجھسے کہا تھا تو نے میری اطاعت نہ کی جب اُسنے دیکھا کہ آپ قبول نہ فرماوینگے اپنے گھر واپس آیا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت مین زکوۃ مال حاضر کی اُنھون نے بھی نہ لی اُن کی وفات کے بعد حضرت عمر رضہ کے پاس لایا اُنھون نے بھی انکار فرمایا پھر بعد آپ کی خلافت کے وہ مرگیا پس مال کی طغیانی اور بدبختی اس روایت سے معلوم کرنی چاہیے اور از انجا کہ فقیری مین برکت ہوتی ہی اور مالداری مین نحوست آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اور اپنے اہل بیت کے لیے فقیری ہی کو پسند فرمایا یہانتک کہ عمران بن حصین رضہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ مجھکو آپ ذی منزلت جانتے تھے ایکبار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ای عمران تو ہمارے نزدیک ذی رتبہ اور ذی جاہ ہی مرضی ہو تو فاطمہ رضہ کی عیادت کو چل مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر پس آپ کھڑے ہوے اور مین ہمرکاب ہوا یہانتک کہ فاطمہ رضہ کے دروازے پر جاکر دستک دی اور فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ رضہ نے جواب دیا کہ تشریف لائیے آپ نے فرمایا کہ مین اور میرا ساتھی دونون آوین اُنھون نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہی آپ نے فرمایا کہ عمران بن حصین اُنھون نے عرض کیا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسنے آپکو نبی برحق بھیجا ہی میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہین آپ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اُسکو اس طرح لپیٹ لو اُنھون نے عرض کیا کہ بدن تو مین نے چھپالیا مگر سر کیسے چھپالون آپ نے اپنی پرانی چادر اُنکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اُس سے اپنا سر باندھ لو بعد اُسکے حضرت فاطمہ رضہ نے اجازت گھر مین آنے کی دی آپ نے اندر جاکر فرمایا کہ ای لخت جگر السلام علیکم آج تم کیسی ہو اُنھون نے عرض کیا کہ میرے درد ہی اور اس درد پر ایک اور درد یہ ہی کہ میرے پاس کھانے کو نہین بھوک نے مجھکو نڈھال کر دیا ہی آپ رو پڑے اور فرمایا کہ اے لخت جگر تو مت گھبرا خدا مین نے تین دن سے کھانا نہین چکھا اور تیری نسبت خدا کے پاس میرا زیادہ رتبہ ہی اگر مین خدا سے مانگتا تو مجھکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور پسند کیا پھر آپ نے اپنا ہاتھ اُنکے مونڈھے پر مارکر کہا کہ تجھکو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتون کی سردار ہی اُنھون نے عرض کیا کہ پھر آسیہ رضہ

فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی اور خدیجہ خویلد کی بیٹی کہان گئین آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے وقت کی عورتون کی سردار تھین تم اپنے عہد کی عورتون کی سردار ہو تم سب ایسے مکانون مین رہو گی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے اُنمین کسی طرح کی ایذا اور شور وغل نہ ہوگا بعد اسکے ارشاد فرمایا کہ اپنے چچازاد کے ساتھ قناعت کر مین نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہی جو دنیا مین بھی سردار ہی اور آخرت مین بھی سردار انتہیٰ اب ذرا حال حضرت فاطمہ رض کا دیکھنا چاہیے یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر پارہ ہین کیسے فقیری کو اختیار کیا اور مال کو چھوڑ دیا اور جو کوئی احوال انبیا اور اولیا کو اور اُنکے اقوال کو لحاظ کرے اور اُنکے اخبار و آثار کو دیکھے وہ یقیناً معلوم کر لیگا کہ مال کا نہ ہونا اُسکے وجود کی نسبت افضل ہی گو خیرات ہی مین کیون نہ خرچ ہو اسواسطے کہ ادنے بات مال مین باوجود ادائے حقوق اور اجتناب شبہات اور صرف خیرات کے یہ ہی کہ نیت اُسی کی صلاح مین مصروف ہوتی ہی اور ذکر الٰہی نہین ہوتا کیونکہ ذکر اللہ دل کے فارغ ہونے سے بن پڑتی ہی اور مال کے شغل کے ساتھ فراغ خاطر ممکن نہین اور جریر لیث رض سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ مین آپ کی خدمت مین رہونگا حضرت نے اُسکو ساتھ لیا اور ایک ندی کے کنارے پر پہونچکر ناشتا کھایا آپ کے ساتھ تین روٹیان تھین دونون کھالین اور تیسری باقی رہی حضرت عیسے علیہ السلام کھڑے ہوے اور نہر مین سے پانی پیکر پھر آئے اور وہ روٹی نہ پائی آپنے اُس شخص سے پوچھا کہ روٹی کس نے لی اُسنے عرض کیا کہ مجھکو معلوم نہین آپ نے اُسکو ساتھ لیا اور چلدیے راہ مین ایک ہرنی ملی جسکے ساتھ دو بچے تھے آپ نے ایک کو بلایا وہ چلا آیا اُسکو ذبح کرکے بھونا اور آپ نے مع اُس شخص کے تناول فرمایا پھر اُس بچے کو ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ یعنی خدا کے حکم سے کھڑا ہوجا وہ اُٹھکر چلا گیا پھر آپنے اُس شخص سے کہا کہ تجھکو قسم ہی اُس ذات کی کہ جسنے تجھکو یہ معجزہ دکھلایا بتلادے کہ روٹی کسنے لی اُسنے جواب دیا کہ مین نہین جانتا پھر آپ اُسکو ساتھ لے چلے اور ایک چشمے پر پہونچے آپنے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور پانی پر چلے گئے جب اُس سے پار ہوے پوچھا کہ تجھکو قسم ہی اُس معجزہ دکھانے والے کی بتلا کہ روٹی کسنے لی اُسنے بدستور سابق عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین پھر ایک جنگل مین گئے وہان بیٹھکر حضرت عیسی علیہ السلام نے مٹی یا بالو جمع کرنا شروع کیا اور ڈھیر بناکر فرمایا کہ خدا کے حکم سے سونا ہوجا وہ سونا ہوگیا آپ نے اُسکے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک اُنمین سے میرا ہی اور ایک تیرا اور ایک اُس شخص کا جس نے روٹی لی یہ سنتے ہی وہ بول اُٹھا کہ روٹی تو مین نے ہی لی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ سب تو ہی رکھ اور اس سے علیحدہ ہوگئے یہ شخص تنہا مال لیے جنگل مین تھا کہ اتنے مین دو شخص اُسکے پاس آئے اور چاہا کہ اُسکو مار کر مال چھین لیں اُسنے کہا کہ اُسکو ہم آپسمین برابر تقسیم کرلینگے لڑنے کی ضرورت کیا ہی اول ایک شخص گانون مین جاکر کھانا لاوے کہ اُسکو کھاوین غرض ایک اُنمین سے کھانا لینے گیا اور دل مین کہا کہ اگر اس کھانے مین مین زہر ملادون تو دونون شخص مرجاوینگے مال سارا مجھکو ہی ملیگا اسی خیال سے کھانے مین زہر ملادیا اور ادھر ان دونون نے آپسمین مشورہ کیا کہ اگر تیسرا شخص مارا جاویگا تو مال آدھا آدھا ہمارے حصہ مین آویگا جب وہ کھانا لے کر آوے اُسکو مار ڈالنا چاہیے چنانچہ جب وہ کھانا لیکر گیا اُن دونون نے اُسکو مار ڈالا اور کھانا کھالیا زہر کے باعث خود بھی ہلاک ہی کھپ رہے اور سونا جون کا تون جنگل مین پڑا رہا اور یہ تینون اُسکے گرد ڈھیر تھے اس حال مین گذر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

اپر ہوا اپنے یارون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو لو دنیا کا یہ حال ہی اور اس سے بچتے رہو اور روایت ہی کہ حضرت ذوالقرنین رح ایک قوم پر گذرے کہ اُنکے پاس دنیا کی چیزون مین سے کچھ نہ تھا جیسے لوگون کی غذا اور پوشاک وغیرہ ہوتی ہی اُنکی معاش کا طور یہ تھا کہ قبرین کھود رکھی تھین صبح کو اُنمین جھاڑ دیتے اور صاف کرتے اور اُن کے پاس نماز پڑھتے اور جانورون کی طرح ساگ چرتے اور قدرت خداے ہر طرح کا ساگ اُنکے لیے وہان موجود تھا حضرت ذوالقرنین نے اپنا ایلچی بھیجا کہ اُنکے سردار سے جاکر کہو کہ بادشاہ ذوالقرنین تمکو بلاتا ہی جب اُسنے اُنکے حاکم سے پیغام کیا اُسنے جواب دیا کہ مجھے کچھ اُس سے غرض نہین اگر اُسکو کچھ مطلب ہو تو میرے پاس چلا آوے حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ واقع مین سچ کہا اور خود اُسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مین نے تمھارے بلانے کو آدمی بھیجا تھا تمنے انکار کیا اب مین خود آیا اُسنے عرض کیا کہ اگر مجھکو کچھ مطلب ہوتا تو مین خود آتا آپ نے فرمایا کہ مین جو تمھارا حال دیکھتا ہون ایسا کسی کا حال نہین یہ کیا بات ہی کہ تمھارے پاس دنیا کی شی کچھ نہین تمنے کچھ چاندی سونا کیون نہ پیدا کیا کہ اور لوگون کی طرح آسائش مین رہتے اُسنے جواب دیا کہ ہم نے سونا چاندی اسواسطے برا جانا کہ جس کسیکو یہ ملتا ہی اُسکا نفس یہی چاہتا ہی کہ اس سے افضل کوئی اور چیز ملے آپ نے فرمایا کہ پھر قبرین تمنے کس غرض سے کھودی ہین اور صبح ہی اُنکو صاف کرکے اُن کے پاس نماز پڑھتے ہو اُسنے کہا کہ اُنسے ہماری یہ مراد ہی کہ اگر بالفرض دنیا کی طمع ہمکو ہو بھی تو قبرون کے دیکھنے سے اُس سے رُک جاوین اور طول امل دل سے جاتی رہے آپنے فرمایا کہ پھر ساگ کسواسطے کھاتے ہو چوپایون کو پال کر اُنکا دودھ اور گوشت کیون نہین کھاتے اور سواری کیون نہیں ہوتے اُسنے کہا کہ ہم اپنے پیٹ کو جانورونکی قبر نہین بناتے زمین کے ساگ پات مین بھی ضرورت رفع ہوجاتی ہے آدمی کی زندگی کو ادنےٰ چیز کافی ہی اور گلے سے اُتر کر سب چیزین ایک سی ہوجاتی ہین پھر اُس نے ہاتھ بڑھا کر ذوالقرنین کے پیچھے سے ایک کھوپری اُٹھالی اور پوچھا کہ تمکو معلوم ہی کہ یہ کون ہی آپ نے فرمایا کہ مین نہین جانتا اُس نے کہا کہ یہ ایک زمین کا بادشاہ تھا خداے تعالیٰ نے اُسکو زمین کا حاکم کیا تھا اُس نے سرکشی اور ظلم وستم کیا جب خداے تعالےٰ نے اسکا ظلم وستم دیکھا اُسپر موت کو مسلط کیا اب ڈھیلے کی طرح پڑا پھرتا ہی اور اُسکے سارے عمل خدائیتعالیٰ کو معلوم ہین قیامت کو اُنکا بدلہ پاوے گا پھر اور ایک پرانی کھوپری اُٹھاکر پوچھا کہ اسکو جانتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین اُس نے کہا کہ یہ بھی ایک بادشاہ کا سر ہی جو اُسکے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم وستم اُسکو معلوم تھا اُسنے لوگونکے ساتھ تواضع اور فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال مین ہوگیا خداوند کریم نے اسکے عمل بھی گن رکھے ہین اُسکا ثواب قیامت کو پاویگا پھر ذوالقرنین کی کھوپری کی طرف جھک کر کہا کہ اے ذوالقرنین یہ کھوپری بھی اُنھین دونون کی طرح ہوجاوے گی تو جو کچھ کیا کرے تامل سے کیا کر آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے ساتھ چلے تو مین تجھکو اپنا نائب اور وزیر مشیر اور شریک سلطنت کرون اُس نے عرض کیا کہ مین اور آپ ایک جگہ نہین رہ سکتے نہ اکٹھا ہوسکین آپ نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہی اُسنے کہا کہ اسوجہ سے کہ آدمی تمھارے سب دشمن ہین اور میرے سب دوست آپ نے فرمایا یہ کیون ہی اُسنے کہا اسلیے کہ آپ کے پاس ملک و دنیا ہی اُسی کے سبب سب آپ کے دشمن ہین اور چونکہ مین نے دنیا پر لات ماری ہی مجھسے عداوت کی وجہ کوئی نہین مین چونکہ خود محتاج و مفلس ہون میرا دشمن کوئی

نہین یہ سنکر ذوالقرنین رو اُسکے پاس سے چلے آئے اور اُسکی باتون سے کمال حیرت کرتے تھے اور عبرت و نصیحت سمجھتے تھے۔ ان حکایتون سے بھی آفات توانگری معلوم ہوتی ہین اور پہلے بھی اس باب مین بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ باب ذم بخل و مال خدا کے فضل سے تمام ہوا

آٹھوان باب جاہ و ریاکی مذمت کے بیان مین

رباعی

ہی گرچہ ظلوم اور جہول انسان آہ — رہتا ہی سدا جرم و گنہ کے ہمراہ
پر جاہ و ریا کے مثل کوئی نہین عیب — یہ عالم و عابد ہی کو کرتے ہین تباہ

حدیث شریف مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اخوف ما اخاف علی امتی الریاء والشھوۃ الخفیۃ اور ریا ایسی شہوت خفی مین سے ہی کہ اگر اندھیری رات مین سخت پتھر پر کالی چیونٹی چلے تو جسطرح اُسکی چال کسی طرح محسوس نہین ہوتی اسی طرح یہ شہوت بھی محسوس نہین ہوتی اسی واسطے اسکے آفات بڑے بڑے عالمون کو بھی معلوم نہین ہوتے ایسے ویسے عابدون اور متقیون کا تو کیا ذکر ہی اور یہ نفس کے آخر مہلکات اور خفیہ مکرون مین سے ہی جو عالم و عابد کہ راہ آخرت کو طے کرنا چاہتے ہین اور اُس کے لیے خوب مستعد ہوتے ہین وہ ریا مین مبتلا کیے جاتے ہین یعنی وہ لوگ اپنے نفس کو مجاہدہ سے مغلوب کر کے شہوات سے علیحدہ کرتے ہین اور شبہات سے بچاتے ہین اور اقسام عبادات اُس سے بزور لیتے ہین تو اُنکے نفس اس بات سے تو عاجز ہو جاتے ہین کہ کسی گناہ ظاہری کی طمع اعضائے ظاہری سے کرین اور مشقت مجاہدہ سے کوئی خلاصی کی صورت نہین دیکھتے تو استراحت اور اس مشقت کے عوض کے خواہان ہوتے ہین جب دنیا کے لوگ اُنکو ماننے لگتے ہین اور تعظیم و توقیر کرنے لگتے ہین تب نفس کو ایک لذت ہوتی ہی پھر اظہار علم و عمل و طاعت مین بہت رغبت کرتا ہی اور خلق کے مطلع ہونے کے لیے وسیلے ڈھونڈھتا ہی خالق کے مطلع ہونے پر قناعت نہین کرتا اور لوگون کے اچھا کہنے سے خوش ہوتا ہے صرف خدا کے اچھا کہنے پر صابر نہین ہوتا اور اُسوقت یہ یقین جانتا ہی کہ جب لوگون مین یہ مشہور ہو گیا کہ فلان شخص تارک الشہوات اور شبہات سے مجتنب اور متحمل سخت عبادتون کا ہی بہت سے میری تعریف و ثنا کرنے لگے اور بہت سا بڑھایا اور حرمت و توقیر سے دیکھنے لگے میرے دیدار و ملاقات کو تبرک جاننے لگے اور مجھسے دعا منگوانے کی رغبت کرنے لگے اور میری رائے پر چلنے کے حریص ہو گئے اور جہان مجھے دیکھتے ہین اول سلام کرتے ہین اور مجلسون مین صدر مقام پر جگہ دیتے ہین اور خرید و فروخت مین مجھسے مروت پیش آتے ہین اور کھانے و لباس وغیرہ مین اپنے اوپر مجھکو ترجیح دیتے ہین اور میرے سامنے تواضع اور انقیاد کے ساتھ رہتے ہین اور میری خدمت یا اور کسی غرض مین اطاعت کرتے ہین تو اس سے نفس کو ایسی لذت و شہوت حاصل ہوئی ہی کہ سب لذتون سے بڑھکر اور سب شہوات سے غالب ہو یہانتک کہ اس لذت کے مارے گناہون کا چھوڑنا کچھ گران نہین گذرتا اور مواظبت عبادتون پر بہت آسان معلوم ہوتی ہی وہ تو یہ تصور کرتا ہی کہ میری زندگی اللہ کے کیواسطے ہی اور اُسکی مرضی کے موافق عبادت کیلیے اور در حقیقت اُسکی زندگی ان شہوات مخفی کی سبب سے جنکو سوائے عقول سلیمہ قویہ کے اور کوئی نہین جانتا اُسکو یہ گمان ہی کہ مین اللہ کی طاعت مین اخلاص کرتا ہون اور اُس کے

محارم سے بچتا ہون حالانکہ نفس مین یہ شہوت بندون کے سامنے زینت و تکلف کے لیے بھری ہوئی ہی اور اسی خوشی کے لیے جو منزلت و وقار سے اُسکو ہوتی ہی اُسکے باعث ثواب طاعات کا اور اجر اعمال کا سب برباد ہوجاتا ہی وہ اس خیال مین ہی کہ مین اللہ کا مقرب ہون حالانکہ اُسکا نام دفتر منافقین مین لکھا جاتا ہی اور یہ ایسا نفس کا مکر ہی کہ اس سے بجز صدیقین اور مقربین کے اور کوئی بچ نہین سکتا اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہی کہ صدیقین سے آخر مین حب ریاست دور ہوتی۔ اور حب ریا ایسا مرض باطنی ٹھہرا اور اتنا بڑا جال شیطان کا ہی تو اسکی حقیقت و درجات و اقسام و طریق علاج و حذر کرنا ضروری ہوا اسی لحاظ سے اس باب کی دو فصلین کی جاتی ہین۔

فصل اول مشتمل بارہ بیانون پر اور ان بیانات مین ایسی باتین مذکور ہونگی جنسے ریا پیدا ہوتا ہی اور وہ سب متعلق جاہ کے ہین اسواسطے اسکا ریا سے اول بیان کرنا ضروری ہی

بیان اول شہرت اور خلق مین نام ہونیکی برائی ۔ جاننا چاہیے کہ جاہ حقیقت مین آوازہ منتشر ہونے کا نام ہی اور اس طرح کی شہرت اچھی نہین بلکہ گمنامی بہتر ہی مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے دین کے پھیلانے کو شہرت عنایت فرماتا ہی اور اسمین اُس شخص کی تکلیف و پیروی کو کچھ دخل نہو تو ایسی بے تکلف شہرت کا مضائقہ نہین ورنہ شہرت خوب نہین چنانچہ حضرت انس رض اس حدیث کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا حسب امرئ من الشر الا من عصمہ اللہ ان یشیر الناس الیہ بالاصابع فی دینہ و دنیاہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رض نے بھی اسی مضمون کو کچھ ایک الفاظ کی تغییر سے مع شی زائد روایت فرمایا ہی انکی روایت یون ہی بحسب المرء من الشر الا من عصمہ اللہ من السوء ان یشیر الناس الیہ بالاصابع فی دینہ و دنیاہ ان اللہ لاینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم و الی اعمالکم اور حضرت حسن رح نے جب اس حدیث کو روایت کیا تو لوگون نے اُنسے کہا کہ اے ابو سعید جب لوگ آپ کو دیکھتے ہین تو آپکی طرف انگلیون سے اشارہ کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اس حدیث مین یہ اشارہ مراد نہین جو لوگ میری طرف کرتے ہین بلکہ مراد یہ ہی کہ دین مین کوئی بدعت نکالے اور اُسکے سبب مشارالیہ ہو یا دنیا کے فسق و فجور کے باعث مشارالیہ ہو غرض کہ آپ نے اس حدیث کی تاویل ایسی فرمادی کہ اُسکا کچھ مضائقہ نہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خرچ کر اور شہرت کر اور اپنے وجود کو بڑھا مت تاکہ لوگ تجھکو پہچانین اور یاد کرین بلکہ اپنے آپ کو چھپا اور خاموش رہ کہ اسمین نجات ہی نیک بندے تجھسے خوش رہینگے اور بدکار خون جگر کھاوینگے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ جس شخص نے شہرت کو اچھا جانا اُسنے خدا کو نہین مانا اور حضرت ایوب سختیانی رح کا قول ہی کہ جب تک آدمی اس بات کو اچھا نہین جانتا کہ میرے مکان کی کسی کو خبر نہو تب تک خدا سے تعالیٰ کی تصدیق نہین ہوتی اور خالد بن معدان رح کے حلقہ مین جب لوگ بہت ہوتے تو شہرت کے خوف سے حلقہ مین سے اُٹھ جاتے اور ابو العالیہ رح کے پاس جب تین آدمیون سے زیادہ بیٹھتے تو آپ چلے جاتے اور حضرت طلحہ رض نے دیکھا کہ اُن کے ساتھ قریب دس آدمیون کے چلتے ہین آپ نے فرمایا کہ طمع کی مکھیان ہین اور دوزخ کے پروانے۔ اور حضرت سلیمان بن حنظلہ رح روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت ابی بن کعب کے ساتھ پیچھے پیچھے جاتے تھے کہ ناگاہ حضرت عمر رض کی نگاہ اُنپر پڑی آپ رہ لیکر اُن پر اُٹھے اُنھون نے عرض کیا

کہ یا امیر المؤمنین آپ کیا کرتے ہین ذرا تامل فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم جاتے ہو یہ تابعین کے حق مین مقام لغزش ہے اور تمھارے حق مین آزمائش۔ اور حضرت حسن رہ سے مروی ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ ایک روز اپنے گھر سے نکلے اُن کے پیچھے بہت سے لوگ ہو لیے آپ نے اُن کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم میرے پیچھے کیون آتے ہو بخدا کہ جس سبب سے مین اپنا دروازہ بند رکھتا ہون اگر تم کو معلوم ہو جاوے تو دو شخص بھی میرے ساتھ نہ ہون۔ اور حضرت حسن رہ کا قول ہی کہ مردون کے پیچھے جوتون کی آواز ہونی ایسے احمقون کے دل کم توقف کرتے ہین یعنے بیوقوف جلد شیخی مین آجاتے ہین اور ایک روز آپ نکلے اور لوگ پیچھے ہوے آپ نے پوچھا کہ مجھ سے کچھ غرض ہی تو خیر ورنہ عجب نہین کہ یہ ساتھ چلنا ایماندارون کے دل مین کچھ باقی نہ چھوڑے یعنی مشایعت سے خوف سلب معرفت کا ہی۔ اور روایت ہی کہ ایک شخص ابن محیریز کے ساتھ سفر مین گیا جب اُنسے جدا ہونے لگا تو عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ بات کر کہ دوسرے کو جان لے اور تجھکو کوئی نہ جانے چلتے وقت تیرے ساتھ کوئی نہ دوسرے سے تو پوچھے اور تجھ سے کوئی نہ پوچھے۔ اور حضرت ایوب رہ سفر کے لیے نکلے اُنکے ساتھ بہت سے لوگ ہو لیے آپنے فرمایا کہ اگر مجھکو یہ علم نہو تا کہ خدا جانتا ہی۔ کہ مین دل سے اس مشایعت کو بُرا جانتا ہون تو مجھے خوف غضب الٰہی تھا۔ اور معمر رہ کہتے ہین کہ مینے انپر ایک روز بباعث طول قمیص کے عتاب کیا تو آپنے فرمایا کہ اگلے زمانے مین البتہ قمیص کے لنبا ہونے مین شہرت تھی مگر نئی زمانا اسکو اوپر چڑھانے مین ہی۔ اور بعض اکابر کا قول ہی کہ مین حضرت ابو قلابہ کے ساتھ تھا اتنے مین ایک شخص آیا کہ بہت سے کپڑے پہنے تھا آپ نے فرمایا کہ اس بولنے گدھے سے بچتے رہو یعنی طلب شہرت مت کیجیو۔ اور حضرت ثوری رہ فرماتے ہین کہ بزرگان سابق دو شہرتون کو بُرا جانتے تھے عمدہ کپڑون کی اور نکمے پھٹے پُرانے کپڑون کی اس لیے کہ آدمیون کی نظر دونون پر یکسان پڑتی ہی اور ایک شخص نے بشر ابن الحارث رہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو اُنھون نے فرمایا کہ اپنے ذکر کو چھپا دے اور غذا کو حلال و پاک بنا اور حوشب رہ اس بات پر روے کہ میرا نام جامع مسجد تک پہونچ گیا۔ اور بشر رہ کا قول ہی کہ مین ایسا کوئی نہین جانتا جسنے اپنا مشہور ہونا پسند کیا ہو اور اسکا دین تباہ اور خود رسوا نہوا ہو اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ جو شخص اپنی شہرت چاہتا ہی وہ آخرت کا مزہ نہین پاتا۔

دوسرا بیان گمنامی اور عدم شہرت کی فضیلت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُعْبَأُ بِهِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا رُبَّ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُعْبَأُ بِهِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ لَوْ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ لَاَعْطَاهُ الْجَنَّةَ وَلَمْ يُعْطِهِ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا اور فرمایا اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلَى اَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُسْتَضْعَفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ وَاَهْلُ النَّارِ كُلُّ مُتَكَبِّرٍ جَوَّاظٍ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے یہ حدیث مروی ہی کہ اہل جنت وہ لوگ ہین کہ اُنکے بال ژولیدہ ہون اور لباس دو چادرین بے حقیقت اگر اُمرا کے پاس جانا چاہین تو کوئی جانے نہ دے اور اگر عورتون سے منگنی چاہین تو کوئی اُنکے ساتھ نکاح نہ کرے اور جب کچھ گفتگو کرین تو کوئی اُنکے واسطے چپ نہ ہو یعنی اُنکے قول پر دھیان نہ دے اُن کی حاجتین اُنکے سینون مین بھرتی ہین اُنکا نور اگر قیامت مین بانٹا جاوے تو سب لوگون کو کافی ہو۔ اور فرمایا کہ میری امت مین بعض لوگ ایسے ہین کہ اگر کسی سے ایک دینار خواہ ایک درم یا ایک پیسا مانگین تو کوئی نہ دے اگر وہ اللہ تعالےٰ سے جنت کے خواستگار ہون تو

انکو جنت عطا کرے اور اگر دنیا طلب کرین تو عنایت نہو اور اُنسے دنیا اسلیے نہین روکی ہو کہ وہ ذلیل ہین گو اُن پر دو چادرین بے حقیقت ہوتی ہین لیکن اگر خدا کو قسم کسی کام کے لیے دین تو خدا تعالی اُنکو سچا کر دے ۔ اور روایت ہو کہ ایکبار حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی مین داخل ہوئے دیکھا کہ معاذ بن جبل رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روتے ہین آپ نے سبب گریہ کا پوچھا انھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہو اور اللہ تعالی ایسے چھپے ہوئے متقیون کو دوست رکھتا ہو کہ اگر غائب ہو جاوین تو کوئی اُنکی تلاش نہ کرے اور اگر سامنے آوین تو کوئی اُن کو نہ پہچانے اُنکے دل چراغ ہدایت ہین ہر زمین تاریک غبار آلود سے دوڑے آتے ہین اور محمد بن سوید رہ سے روایت ہو کہ مدینہ منورہ مین خشک سالی ہوئی ایک مرد صالح وہان تھا کہ مسجد شریف ہی مین رہتا اور دعا مانگا کرتا سب لوگ دعا مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا جو پُرانے کپڑے پہنے تھا اُسنے آکر دو مختصر رکعتین پڑھین اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ الٰہی مین تجھ کو قسم دیتا ہون کہ اسی وقت مینھ برسا دے ابھی اُس شخص نے اپنے ہاتھ نیچے نہین کیے تھے اور نہ دعا سے فارغ ہوا تھا کہ آسمان بادلون سے ڈھک گیا اور اتنا مینھ برسا کہ مدینے کے لوگ ڈوبنے کے خوف سے فریاد کرنے لگے پھر اُس شخص نے عرض کیا کہ الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ اس قدر پانی اُن کو بس ہو تو روک دے اُسی وقت بارش تھم گئی اور پھر وہ شخص اُس مرد صالح کے پیچھے ہولیا اور اُسکا گھر معلوم کر کے صبح ہی اُس کی خدمت مین گیا اور ملاقات کر کے کہا کہ مین ایک غرض سے آپ کے پاس آیا ہون اُسنے پوچھا کہ کیا مطلب ہو کہا کہ یہ التجا ہو کہ آپ اپنی دعائین مجھکو بھی مخصوص کرین اُس مرد صالح نے فرمایا سبحان اللہ تم مجھسے کہتے ہو کہ مین اپنی دعا مین تم کو خاص کرون تمھارا حال تو کل معلوم ہی ہو گیا یہ کہو کہ یہ رتبہ تمکو کیسے ملا اُسنے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالی نے مجھکو امر و نہی کیا اُسکو مین نے مانا اور اطاعت کی پس مین نے جو اللہ تعالے سے سوال کیا اُسنے میرا سوال مجھکو عنایت کیا ۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ لوگو علم کے چشمے اور چراغ ہدایت بنو اپنے گھرون مین بیٹھے رہو رات کے چراغ اور تازہ دل ہو جاؤ اور لباس پُرانا پہنو کہ آسمان کے لوگ تمکو جانین اور زمین والے نہ پہچانین اور حضرت ابو امامہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث قدسی روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو ان اغبط اولیائی عبد مومن خفیف الحاذ ذو حظ من صلاۃ احسن عبادۃ ربہ واطاعہ فی السر وکان غامضاً فی الناس لایشار الیہ بالاصابع ثم صبر علی ذلک راوی فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی پورون کو دوسرے ہاتھ کی پورون پر مارا اور یون ارشاد فرمایا کہ عجلت منیتہ وقل تراثہ وقلت بواکیہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ فرماتے ہین کہ اللہ کے نزدیک سب مین پیارے لوگ اُسکے غریب الوطن بندے ہین کسی نے پوچھا کہ حضرت غریب الوطن یعنی مسافر سے آپ کی کیا غرض ہو آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنا دین لیکر لوگون سے علحدہ ہو گئے ہین اور قیامت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جمع ہونگے ۔ اور حضرت فضیل بن عیاض رضہ فرماتے ہین کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ اللہ تعالی اپنے انعامات مین بندے کے سامنے یہ بھی ذکر فرماویگا کہ مین نے تجھپر انعام نہین کیا تھا تیری پردہ پوشی نہین کی تھی تیرا ذکر مخفی نہین کیا تھا اور حضرت خلیل بن احمد یون دعا مانگتے کہ الٰہی تو مجھکو اپنے نزدیک خلق مین بلند تر رتبہ والون مین سے کر دے اور میرے نزدیک مجھکو تمام خلق سے کم رتبہ بنا دے اور لوگون کے نزدیک درجۂ اوسط عنایت فرما ۔ اور حضرت ثوری فرماتے ہین کہ مین اپنے دل کو

ایسا پاتا ہون کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا کے ساتھ صلاحیت پر آجاوے جو قوت اور گلیم پر بسر کرتے ہین - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ دنیا مین مجھکو خنکی چشم صرف ایکبار حاصل ہوئی ہی کہ ایک رات مین شام کے گانؤن مین سے ایک مسجد مین لیٹ رہا اور مجھکو دست آتے تھے مؤذن نے میری ٹانگ پکڑکے اتنا گھسیٹا کہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیا اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر تجھسے یہ ہو سکے کہ کوئی تجھکو نہ جانے تو ایسا ہی کر اور اسمین کچھ ہرج نہین کہ کوئی نہ پہچانے اور نہ اسمین کچھ مضائقہ ہی کہ کوئی تیری تعریف نہ کرے اور نہ اسمین کچھ برائی ہی کہ تو لوگون کے نزدیک برا ہو اور خدا کے نزدیک اچھا ہو - پس ان اخبار و آثار سے مذمت شہرت کی اور فضیلت گمنامی کی صاف عیان ہی اور شہرت اور انتشار صیت سے غرض جاہ ہی یعنی لوگونکے دلونمین جگہ کرنی اور جاہ کی محبت ہر ایک فساد کی جڑ ہی یہان یہ اعتراض ہوتا ہی کہ انبیا علیہم السلام اور خلفاء راشدین اور ائمہ علما تو سب سے زیادہ مشہور ہین ان کی شہرت سے بڑھکر اور کوئی شہرت کیا ہوگی تو انکو فضیلت گمنامی کس طرح حاصل ہوئی اسکا جواب یہ ہی کہ شہرت مذموم وہی ہی کہ جو آدمی کی طلب سے ہو لیکن شہرت کا پایا جانا خداے تعالی کی طرف سے بدون بندہ کے پیروی کے برا نہین علاوہ اسکے شہرت سے نقصان ضعیفون کو ہوتا ہی زبردستون کو نہین ہوتا اور ضعیفون کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی پانی مین ہاتھ پانؤن مارنا جانتا ہو اور اتفاق سے اسکے گرد بہت سے لوگ ڈوبتے ہون پس بہتر یہی ہی کہ اسکو کوئی نہ جانے ورنہ ڈوبتے لوگ اسکو آچمٹین گے اور یہ بھی انکے ساتھ ہلاک ہو جاویگا اور جو زبردست تیراک ہی اسکی شان کے مناسب یہی ہی کہ اسکو لوگ پہچانین تاکہ اگر ڈوبے لوگ اس سے التجا کرین تو وہ انکو بچا سکے اور ثواب پاوے

تیسرا بیان جاہ کی محبت کی برائی - اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا اس آیت مین دو ارادون کو اکٹھا فرمایا ہی یعنی ارادۂ رفعت اور ارادۂ فساد اور پھر بیان فرمایا کہ دار آخرت اسی کیلیے ہی جو دونون ارادون سے خالی ہو اور دوسری جا ارشاد فرمایا من کان یرید الحیوۃ الدنیا و زینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا و باطل ما کانوا یعملون یہ آیت بھی اپنے عموم پر محبت جاہ کو شامل ہی اسلیے کہ یہ محبت تمام لذات حیات دنیادی سے بڑھکر ہی اور سب نیئتون سے یہ زینت زیادہ ہی - اور حدیث شریف مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حب المال والجاہ ینبتان النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل اور فرمایا ماذئبان ضاریان ارسلا فی زریبۃ غنم باکثر فسادا من حب الشرف والمال فی دین الرجل المسلم اور حضرت علی رض کو یہ ارشاد فرمایا انما ہلاک الناس باتباع الھوی وحب الثناء خداے تعالی سے یہ دعا ہی کہ اپنے فضل وکرم و احسان سے اس بلا سے ہمکو عافیت مین رکھے

چوتھا بیان جاہ کے معنے اور اسکی حقیقت کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ مال اور جاہ دنیا کے دو رکن ہین مال کے معنی تو یہ ہین کہ جن چیزون سے نفع ہو انکا مالک ہونا اور جاہ کے معنی یہ ہین کہ جن دلون سے اپنی تعظیم اور طاعت مطلوب ہی ان کا مالک ہو جانا - اور جسطرح کہ مالدار اور غنی وہ کہلاتا ہی جو روپیہ پیسے پر قدرت رکھتا ہو اور ان دونون کے ذریعہ سے اپنے تمام مقاصد اور شہوات اور حظوظ نفس پورا کر سکتا ہو اسی طرح صاحب جاہ وہ شخص کہلاتا ہی جو لوگونکے دلونکو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جو مطلب و

حاجت انسے چاہے وہ حاصل کر سکے۔ اور جسطرح مال اقسام و انواع کے حرفون اور صناعتون سے پیدا کیا جاتا ہی ایسا ہی لوگون کے دل بھی اقسام معاملات سے اپنی طرف رجوع ہوتے این اور دل مسخر جب ہی ہوتے ہین جب کسی کو کسی بات مین معتقد علیہ جانین پس جس دل مین کسی شخص کی نسبت کسی وصف کمال کا اعتقاد ہوگا وہ اُسی اعتقاد کے موافق اُسکا مسخر ہو جائیگا اور یہ کچھ شرط نہین کہ وہ وصف فی نفسہ بھی کچھ کمال ہو بلکہ یہی کافی ہی کہ اُس شخص کے عندیہ مین اور اعتقاد مین وہ کمال ہو۔ بعض اوقات وہ ایسی چیز کو بھی کمال اعتقاد کر لیگا جو واقع مین کمال نہو اور معتقد علیہ مین اُسکا دل اُس وصف کمالی کا یقین کر لیتا ہی اسی جہت سے دل ضرور ہی منقاد ہو جاتا ہی اسلیے کہ انقیاد دل کی ایک کیفیت کا نام ہی اور دل کی کیفیات تابع اُسکے اعتقادات اور علوم اور تخیلات کے ہوتے این پس جیسا اعتقاد ہوگا ویسی ہی کیفیت اُسپر طاری ہوگی۔ اور جیسے کہ مال کی محبت رکھنے والا یہ چاہتا ہی کہ میرے پاس لونڈی غلام ہو جاوین ایسے ہی طالب جاہ چاہتا ہی کہ سب لوگ میری غلامی کرین اور اُنکے دلونپر مجھکو اختیار کلی ہو جاوے بلکہ جو بات صاحب جاہ چاہتا ہی وہ بہت بڑھکر ہی اسلیے کہ مالدار تو لونڈی غلامون کا زبردستی مالک ہوتا ہی وہ لوگ اپنی طبیعت سے ہرگز نہین چاہتے کہ ہم کسی کے زر خرید ہون اور اگر اُنکو قابو دیا جاوے تو ہرگز آقا کی متابعت نہ کرین بخلاف صاحب جاہ کے کہ اُسکی طاعت لوگ خوشی سے کرتے ہین اور آزاد شخص اپنی طبیعت کی خواہش سے اُسکے غلام بنتے ہین اور اس غلامی طاعت کو فخر اور موجب خوشی سمجھتے ہین اب دونون مین فرق سمجھ لینا چاہیے کہ صاحب جاہ کا مطلوب مالک لونڈی غلام سے کتنا زیادہ ہی اس سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنی یہی ہین کہ لوگون کے دلون مین جگہ ہونی یعنی کسی شخص کی کسی وصف کمالی کا دلون مین اعتقاد آجانا پس جسقدر کہ اُسکے کمال کا لوگون کو اعتقاد ہوگا اُسی قدر دل بھی منقاد ہونگے اور جسقدر دلون کا انقیاد ہوگا اُسی قدر صاحب جاہ کو لوگون کے دلون پر اختیار ہوگا اور جسقدر اختیار ہوگا اُسی قدر اُسکو فرحت اور محبت جاہ سے ہوگی۔ یہانتک معنی اور حقیقت جاہ کے بیان ہوے اب اُسکے ثمرات اور نتیجے ہین مثلاً لوگونکا تعریف کرنا یا حد سے زیادہ بڑھانا یعنی جو شخص کسی کی نسبت اعتقاد کسی کمال کا رکھتا ہی اپنے اعتقاد کی چیز سے چپ نہین رہتا اور معتقد علیہ کی ثنا اُس وصف مین کرتا ہی اور منجملہ نتائج جاہ کے خدمت اور اعانت ہی کہ اعتقاد والا اپنے اعتقاد کے موافق اپنے نفس کو معتقد علیہ کی خدمت و اعانت مین مصروف رکھتا ہی اور غلامون کی طرح اُسکا مسخر رہ کر کسی طرح دریغ نہین کرتا اور نیز نتائج جاہ سے معتقد علیہ کو مقدم سمجھنا اور اُسکے ساتھ کوئی خرخشہ نکرنا اور تعظیم کرنی اور اول ہی سلام کرنا اور سب مقصدون مین اُسکو مقدم جاننا اور محفلون مین عمدہ جگہ پر بٹھانا ہی یہ باتین کسی کے جاہ کے دل مین سماتے سے پیدا ہوا کرتی ہین یعنی جب دلون مین صفات کمالیہ کسی شخص کا اعتقاد آجاتا ہی خواہ وہ صفات علمی ہون یا عبادت یا حسن عبادت یا نسب یا حسن صورت یا حکومت یا زور بدن خواہ اور کوئی چیز جسکو لوگ اچھا جانتے ہین تو دلون مین اُس شخص کے جاہ قائم ہونیکا سبب یہی اوصاف ہوتے ہین اور اسی لیے وہ آثار مذکورہ ظہور مین آتے ہین

پانچوان بیان اس امر کا کہ جاہ کے محبوب ہونے کی کیا وجہ ہی کہ بدون مجاہدہ سخت کے کسی فرد بشر کا دل اس سے خالی نہین ہوتا

جاننا چاہیے کہ جو سبب کہ چاندی سونے کے اور دوسرے مالکے محبوب

ہونے کا ہی وہی بعینہ جاہ کے محبوب ہونے کا ہی بلکہ سبب محبت جاہ اس بات کا مستدعی ہی کہ جاہ کی محبت بہ نسبت مال کے بہت زیادہ ہو
جیسے چاندی اور سونا اگر وزن مین مساوی ہون تو محبت سونے کی زیادہ ہوتی ہی اور اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ روپیہ اشرفی بذات
خود نہ کھانے کی لیاقت رکھتے ہین نہ پینے کی نہ لباس اور نکاح کی اس اعتبار سے روپیہ اشرفی اور کنکرون مین کچھ فرق نہین بلکہ انکی
محبت اسلیے ہوتی ہی کہ انکے ذریعہ سے اور محبوب چیزین حاصل ہوسکتی ہین اور حاجتین پوری ہوسکتی ہین یہی حال جاہ کا یعنے دلونکے
مالک ہونے کا ہی کہ وہ بھی بذات خود کار آمد نہین بلکہ وسیلہ حصول اغراض کا ہوتا ہی پس چونکہ سبب محبت روپیہ اشرفی اور جاہ
مین ایک ہی ہی اسی لیے محبت بھی دونون سے ہونی چاہیے مگر چونکہ جاہ بہ نسبت مال کے ترجیح رکھتا ہی اسواسطے اسکی محبت بھی بہ نسبت
مال کے زیادہ ہونی چاہیے اور جاہ یعنی ملکیت قلوب کو ملکیت مال پر تین طرح کی فوقیت ہی اول یہ کہ جاہ سے مال کا ملنا بہت آسان ہی
اور مال سے حصول جاہ دشوار مثلاً کوئی عالم یا زاہد جسکی جگہ لوگون کے دلون مین ہی اگر مال پیدا کرنا چاہے تو اسکو کچھ دقت نہین ہوگی
اسلیے کہ جو لوگ اسمین صفت کمال کے معتقد ہین انکے دل اسکے اختیار مین ہین اور مال کا دینا دل سے متعلق ہی جسکی طرف دل ہوگا اسکے
لیے مال دینا کچھ دریغ نہین اور اگر کوئی خسیس جسمین کوئی وصف کمال نہین خزانہ پاوے اور اسکو جاہ منظور چاہے کہ مال کی حفاظت
سے مجھکو جاہ حاصل ہوجاوے تو نہایت دشوار ہی اس سے معلوم ہوا کہ جاہ ذریعہ مال کا ہوسکتا ہی جو صاحب جاہ ہوگا وہ
صاحب مال پہلے ہی اور جو مال ہی کا مالک ہی وہ کسی طرح مالک جاہ نہین اسی لیے جاہ زیادہ تر محبوب ہی دوم یہ کہ مال معرض تلف
مین بھی آسکتا ہی کہ چوری ہوجاوے یا چھن جاوے یا حکام و ظالم اسپر طمع کرین علاوہ ازین اسکے لیے احتیاج پہرے چوکی اور
خزانہ وغیرہ کی ہی غرضکہ بہت سی آفتین مال پر آئی ہین اور دل جب ملک مین آجاتے ہین تو ان آفات مین سے کوئی سی آفت بھی
اس ملکیت پر نہین آئی تو واقع مین اصلی خزانہ یہی ہی کہ جسپر نہ چور قابو پاوین نہ غاصبون کے ہاتھ لگے اور مال مین سب سے زیادہ پائدار
اشیاء غیر منقول ہین ان مین بھی خطرہ غصب و ظلم کا موجود ہی اور خالی حفاظت اور نگاہبانی سے نہین مگر دلون کے خزانے مین یہ سب
باتین مفقود ہین وہ آپ ہی آپ محفوظ اور غصب و چوری سے مامون ہین ہان ایک آفت اس خزانے مین یہ بہونچتی ہی کہ لوگون کو
کوئی بہکا کر اور صاحب جاہ کی برائی بیان کرکے انکے دل پھیر سکتا ہی اور اعتقاد بدل سکتا ہی مگر شاذ و نادر بات کا دفع کرنا بہت
آسان ہی اور اکثر تو جو کوئی ایسا کرنا چاہے اسکو بن نہین پڑتا سوم یہ کہ دلونکی ملکیت بے رنج و مشقت بڑھتی جاتی ہی اور ایک سے دوسرے
مین سرایت کرتی جاتی ہی اس لیے کہ جب دل کسی کے وصف کمال کے معتقد ہوتے ہین کہ فلان شخص بڑا عالم یا عابد ہی تو زبان
خود بخود اسکی ثنا مین کھلتی ہی اور جس چیز کے خود معتقد ہوتے ہین وہ دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہین پس دوسرے شخص کا دل
بھی اسی جال مین گرفتار ہوجاتا ہی۔ اور آدمی کی طبیعت بجائے انتشار صیت کے ذکر کو پسند کرتی ہی اسمین بھی یہی بات ہی کیونکہ ذکر جب
اطراف مین پھیلتا ہی تو اس سے اور دل معتقد ہوتے ہین اور اس اہل کمال کو بڑا جاننے لگتے ہین اسی طرح ایک سے
دوسرے تک پھیلتا رہتا ہی اور بڑھتا جاتا ہی اور اسکی کوئی حد معین نہین بخلاف مال کے وہ اگر کسی کی ملکیت مین آجاتا ہی تو
جبتک اسکے بڑھانے مین تعب و مشقت و رنج و محنت نہ اٹھائیگا اتنا ہی رہیگا خود بخود نہین بڑھنے کا اور جاہ خود بخود پھیلتا اور بڑھتا

جاتا ہی اور اسی جہت سے جب آدمی کا جاہ زیادہ ہو جاتا ہی اور شہرۂ خلق ہو جاتا ہی اور سب لوگ اُسکی تعریف مین رطب اللسان رہتے ہین تو اُسکے مقابلہ مین مال اُسکی نظرون مین حقیر ہو جاتا ہی یہ مجمل ترجیحات جاہ کی مال پر ہین اگر اُنکو مفصل لکھا جاوے تو ترجیح بھی زیادہ تر معلوم ہو۔

یہان ایک سوال پیدا ہوتا ہی کہ آدمی کو مال اور جاہ سے غرض صرف حصول اغراض اور دفع مضار ہی مثلاً حصول غذا و مسکن و پوشاک یا دفع مرض و عقوبت کہ بدون مال خواہ جاہ کے نہین ہو سکتی تو اسوجہ سے مال و جاہ کی محبت بیشک ہونی چاہیے اسلیے کہ جو چیز ذریعہ محبوب چیزون کے وصول کا ہوتی ہی اُس کو بھی آدمی کی طبیعت محبوب جانتی ہی مگر طرفہ اور عجب تر تو یہ ہی کہ کوئی حاجت بھی آدمی کو نہو تب بھی محبت مال کے جمع کرنے کی اور خزانون کے افراط کی اور دفینون کے کثرت کی ہوتی ہی یہانتک کہ اگر آدمی کے پاس دو جنگل سونے کے ہون تو تیسرے کا خواستگار ہوگا حالانکہ قطعاً معلوم ہی کہ اُسکی طرف کبھی حاجت نہ پڑیگی اسی طرح جاہ کے باب مین آدمی اپنا ذکر اور شہرت ایسے دور دراز ملکون مین چاہتا ہی کہ یقیناً جانتا ہی کہ مین وہان کبھی نہ جاؤنگا اور نہ کبھی وہان کے لوگون کی ملاقات ہوگی کہ اُنکو تعظیم یا سلوک کی نوبت پہونچے یا کسی غرض مین ممد و معاون ہون اور باوجود اسکے ایسی جگہ مین بھی انتشار ذکر سے نہایت خوشی ہوتی ہی اور اسکی محبت طبیعت مین پائی جاتی ہی ظاہر مین یہ ایک جہالت کی بات ہی کہ بیفائدہ چیز کی محبت کرے جس سے نہ فائدۂ دین نہ فائدۂ دنیا۔ اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین یہ محبت ہر ایک دل مین ہی اور اسکے دو سبب ہین ایک سبب تو ظاہر ہی جو عوام بھی جانتے ہین اور دوسرا جو بڑا سبب ہی وہ پوشیدہ ہی اور نہایت دقیق کہ ذکی مخصوصون کے فہم سے بھی بعید ہی غبیون کا تو کیا ذکر ہی کیونکہ اس سبب کو نفس کی رگ باطنی اور طبیعت کے اقتضاے خفیہ سے مدد پہونچتی ہی جسکو بجز نہایت درجہ کے تامل والون کے اور کوئی نہین دریافت کر سکتا۔ سبب اول تو اس محبت جمعیت کا یہ ہی کہ رنج خوف کا دور کرنا منظور ہوتا ہی یہ بات ظاہر ہے کہ سوءظن سے ڈرتے والا حریص ہوا کرتا ہی اور انسان کا بھی یہی حال ہی کہ اگرچہ اس کے پاس سردست مال بقدر کفایت موجود ہو مگر چونکہ طویل الامل ہی اس جہت سے یہ خیال کرتا ہی کہ شاید یہ مال جو مجھکو کافی ہی تلف ہو جاوے اور دوسرے کا محتاج ہونا پڑے جب یہ خطرہ دل مین گذرتا ہی تو اُسکے دل مین سے خوف جوش زن ہوتا ہی اور یہ رنج خوف کا اُسوقت تک دور نہین ہوتا جبتک دوسرا مال اُسکے پاس نہو کہ جس سے اُسکا اطمینان ہو کہ اگر مال اول کو مصیبت آجاویگی تو یہ دوسرا کام آویگا بس اسیطرح ہمیشہ اپنے نفس پر خوف کرتا رہتا ہی اور زندگی کی محبت مین فرض کر لیتا ہی کہ بہت دنون جیونگا اور یہ بھی فرض کر لیتا ہی کہ بہت سی حاجات پیش آوینگی اور یہ بھی مان لیتا ہی کہ حال موجود پر بہت سی آفتین راہ پاوین گی انھین خیالات سے خوف اُبھرتا ہی اور دفع خوف کے لیے مال کی کثرت کرجاتا ہی کہ اگر بالفرض ایک مال پر آفت آوے تو دوسرا کام آوے اور یہ ایک ایسا خوف ہی کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مخصوص مال کی نہین کہ وہان تک پہونچ کر ٹھہر جاوے اسی واسطے مال کے طالب کی بھی کوئی حد معین نہین اور اسی بنا پر حدیث شریف مین آیا ہی کہ منہومان لا یشبعان منہوم العلم و منہوم المال الخ اور اسی جیسا سبب جاہ مین سمجھنا چاہیے یعنی جو شخص یہ چاہتا ہی کہ دور دراز ملکون کے لوگون کے دل مین میری جگہ ہو وہ یہ فرض کر لیتا ہی کہ شاید کوئی ایسا سبب ہو کہ مین اپنے وطن سے ان لوگون مین جا پڑون یا وہ لوگ اس ملک مین آجاوین اور اُنسے احتیاج استعانت کی ہو کیونکہ یہ امر ممکن ہی اور حاجت ہونی دور کے ملک

والون سے ظاہر افعال نہین تو ایسے لوگون کے دلون مین اپنی وقعت ہونے سے نفس کو کمال فرحت اور لذت ہوتی ہے کیونکہ اس مین وہی خوف وہی جاتا رہتا ہی۔ دوسرا سبب جو زیادہ قوی ہی وہ یہ ہی کہ روح ایک امر ربانی ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اُس کو اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا ہی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اور اُسکے ربانی ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہی اسکے اظہار کی اجازت نہین اسواسطے کہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظاہر نہین فرمایا مگر قبل اس امر کے پہچاننے کے یہ معلوم ہی کہ آدمی کے دل کو چار طرح کے صفات کی طرف رغبت ہوتی ہی اوّل صفات بہیمی کی طرف مثل خورد و نوش و جماع کے دوم صفات سبعی کی طرف جیسے مار پیٹ اور ایذا سوم صفات شیطانی کی طرف مثل مکر و فریب اور بہکانے کے چہارم صفات ربوبیت کی طرف جیسے کبر اور عزت اور شیخی اور طلب علو وغیرہ اور ان چارون کی طرف میل ہونا اسوجہ سے ہی کہ انسان چند اصول مختلف سے مرکب ہی جنکی تفصیل کی شرح کرنی طویل ہی بہر حال انسان اسوجہ سے کہ اس مین امر ربانی بھی ہی اپنی طبیعت سے ربوبیت پسند ہی اور ربوبیت کے معنی یہ ہین کہ کمال مین یکتا ہونا اور وجود مستقل مین یگانہ ہونا۔ اور چونکہ کمال اوصاف الٰہی مین سے ہی اسی جہت سے انسان کا طبعی محبوب بالطبع ہی باقی رہا کمال ہونیکا وہ منحصر ہی وجود پر مثلاً آفتاب کا کمال اسی مین ہی کہ تنہا موجود ہی اگر اُسکے ساتھ دوسرا آفتاب ہی تا تو اُسکے حق مین نقصان ہوتا اسلیے کہ اسوقت یہ نہ کہہ سکتے کہ کمال آفتاب ہونے مین یگانہ ہی اور وجود مین یگانہ خدائے تعالیٰ ہی کہ اُس کے ساتھ کوئی وجود سوا اُسکے نہین بلکہ وجود ماسوا کا اُسی کے آثار قدرت کا ایک نشان ہی نہ بذات خود اُسکو قیام ہی مین خدائے تعالیٰ ہی کے وجود کے باعث قائم ہی اسی جہت سے یہ نہین کہہ سکتے کہ ماسوا کا وجود خدائے تعالیٰ کے وجود کی معیت رکھتا ہی اسلیے کہ معیت یعنی ایک ساتھ ہونا اس بات کو چاہتا ہی کہ دونون رتبہ مین مساوی ہون اور رتبہ مین مساوات ہونیسے کمال مین نقصان ہی کمال وہی ہی جسکا مثل رتبہ مین نہ پایا جاوے جیسے آفتاب کہ تمام جہان مین چمکنے سے کچھ اُسمین نقصان نہین بلکہ یہ امر داخل اُسکے کمال مین ہی بلکہ آفتاب کا نقصان دوسرے آفتاب کے موجود ہونے سے ہی جو اُسکے رتبہ کے مساوی ہو اور اُسکی کچھ پروا نہ رکھے اسی طرح وجود اشیاء سوائے اللہ کا سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی آفتاب وجود حقیقی سے پرتو پاکر اپنے اپنے وقت پر جلوہ گر ہین انمین سے کوئی اسکا سہیم و شریک نہین کہ اُس سے مستغنی ہو سکے وجود ش آن فروزان آفتاب ست + کہ ذرہ ذرہ ازوے نوریاب ست + حاصل یہ کہ معنی ربوبیت کے یہ ہین کہ یگانہ ہونا وجود مین یعنی کمال مین اور ہر ایک انسان اپنی طبیعت سے یہ امر پسند کرتا ہی کہ کمال کے ساتھ یگانہ مین ہی ہو جاؤن اسی لحاظ سے بعض مشائخ صوفیہ نے ارشاد فرمایا ہی کہ ہر ایک انسان کے باطن مین وہ بات موجود ہی جسکی تصریح فرعون نے اپنے قول انا ربکم الاعلیٰ سے کی تھی مگر یہ کہ اُسکی مجال نہین پاتا یعنے منفرد با لکمال ہونے کو جی چاہتا ہی مگر ہو نہین سکتا اور واقع مین جیسا اُس بزرگ نے فرمایا ویسا ہی ہی اس لیے کہ بندہ ہونا نفس پر شاق ہی اور ربوبیت طبعاً محبوب ہی کیونکہ منسوب ربانیت کی طرف ہی جسکا اشارہ آیہ کریمہ قل الروح من امر ربی مین ہی لیکن از آنجا کہ نفس منتہائے کمال کے حاصل کرنے سے عاجز ہی تو اُسکی آرزو تب بھی کرتا رہتا ہی اور کمال کا متمنی اور محب اور اُس سے لذت پاتا رہتا ہی اور سوائے آرزوے کمال کے اور کوئی وجہ لذت کی نہین غرضکہ جو موجود ہی وہ اپنی ذات کو اور اپنی ذات کے کمال کو پسند کرتا ہی اور مرنے کو جس سے فنائے ذات یا فنائے صفات کمال ذات سے متصور ہی ناپسند کرتا ہی اور اگر یگانہ ہوتا وجود مین فرض

کیا جاوے تب کمال اس طرح ہوگا کہ تمام موجودات پر غالب ہو اسلیے کہ زیادہ تر کمال انسان تو اس مین ہی کہ دوسرے شخصون کا وجود اس
سے ہو اگر یہ نہو تو اتنا تو ہو کہ سب پر غالب ہو اسوجہ سے سب پر غالب ہونا انسان کو طبعًا محبوب ہی کیونکہ اس مین بھی ایک
دجہ کا کمال پایا جاتا ہی مگر یہ کہ غلبہ اشیار پر جب ہوتا ہی جب کہ قدرت اُن مین تاثیر اور تغیر کی اپنے ارادے سے حاصل ہو کہ جسطرح
چاہے اُلٹ پھیر کر سکے تو انسان کو یہ بات محبوب ہوئی کہ جو چیزین اُسکے ساتھ موجود ہین سب پر اپنا غلبہ اور تصرف کرے لیکن ازانجا کہ موجودات
کی تین قسمین ہین ایک تو ایسی ہین کہ جن مین کسی طرح کا تغیر نہین ہو سکتا ہی مثل ذات وصفات الٰہی کے اور دوسری ایسی ہین کہ
تغیر ہو سکتا ہے لیکن خلق کا تصرف اُن پر نہین ہو سکتا جیسے آسمان اور ستارے اور فرشتے اور جن اور شیاطین اور
پہاڑ اور سمندر اور جو چیزین اُنکے نیچے ہین تیسری قسم ایسی چیزین ہین جو بندے کے تصرف سے متغیر ہو سکتی ہین جیسے زمین کے
اجزا اور معادن اور نباتات اور حیوانات اور اسی قسم مین سے آدمیون کے دل بھی ہین کہ قابل تاثیر اور تغیر کے مثل اجسام انسانونکے ہین پس
جبکہ موجودات مین یہ تقسیم ہوئی کہ بعض مین تصرف انسانی کا دخل ہوا جیسے زمین کے اشیا اور بعض اُسکے تصرف سے خارج ہوے جیسے
ذات الٰہی اور آسمان و فرشتے تو انسان نے اس بات کو محبوب سمجھا کہ فلکیات پر علم کی جہت مستولی ہونا چاہیے اور اُسکے اسرار و دقائق
کو جاننا چاہیے کہ یہ بھی ایک طرح کا غلبہ ہی اسلیے کہ شی معلوم جسپر علم محیط ہوتا ہی وہ گویا کہ علم مین داخل ہو جاتی ہی اور عالم اس علم پر حاوی ہونے
سے گویا غالب کہلاتا ہی اسی بنا پر انسان نے اس بات کو پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتون اور آسمانون اور ستارون کو جانے تمام عجائبات سماوی
اور عجائب پہاڑون اور سمندرون کو پہچانے کہ اسمین ایک طرح کا استیلا پایا جاتا ہی جو ایک شق کمال کی ہی اور اس کی مثال ایسی ہے
کہ کوئی شخص اگر کسی صنعت عجیب سے عاجز ہو تو طریق صنعت ہی کا مشتاق بنے کہ کسیطرح اُسکا طریق ہی معلوم ہو جاوے مثلاً اگر
کسی کو شطرنج کا وضع کرنا نہ آتا ہو تو وہ اسی بات کا مشتاق ہوگا کہ اُسکی چالین ہی معلوم ہو جاوین یا یہ کہ کوئی صنعت عجیب ہندسہ کی خواہ
شعبدہ یا جر ثقیل وغیرہ کی دیکھی اور جان لیا کہ مجھسے نہ بن پڑے گی مگر یہ چاہا کہ اُسکی کیفیت معلوم ہو جاوے کہ کیسی ہوئی ہی تو اگرچہ اُس شخص
کو اپنی عاجزی کا اُس صنعت سے رنج ہوگا لیکن اگر اُسکو علم کیفیت ہی ہو جاویگا تو کمال علم سے لذت پاویگا مگر رہی دوسری قسم جسپر انسان کے
تصرف کو دخل ہی یعنی زمین کی اشیا تو انسان کو طبعًا محبوب ہی کہ اُنپر تصرف اور قدرت سے مستولی ہو جاوے کہ جو چاہے سو کرے اور زمین کی
اشیا کی دو قسمین ہین ایک اجسام دوسری ارواح اجسام جیسے روپیہ اشرفی اور اسباب وغیرہ ان چیزون مین یہ بات محبوب ہی کہ جہان چاہے وہان
رکھے جسکو چاہے دے جسکو چاہے نہ دے وغیرہ غرض اُنپر قدرت و تصرف کا خواہان ہوتا ہی اسلیے کہ قدرت کمال گنا جاتا ہی اور کمال صفات
ربوبیت سے ہی جو انسان کو طبعًا محبوب ہی اسی جہت سے اموال کی محبت کرتا ہی گو کھانے اور پینے اور لباس اور شہوات نفس کیلیے اُنکا محتاج
نہو اسیواسطے لوگونکو بھی اپنا غلام بنایا چاہتا ہی کہ اُنکے اجسام و اعضاء پر تصرف و قدرت ہو جاوے گو جبرًا قہرًا ہی ہو اور دل کی ملکیت بھی حاصل
نہو کیونکہ دلونکی تسخیر تو بدون اعتقاد کمال کے نہین ہوتی یہ ضرور نہین کہ لونڈی غلامونکے دل بھی آقا کے کمال کے معتقد ہون بلا قہر و جبر کا خیال البتہ
دل مین رہتا ہی اسی سے اپنے اجسام سے اطاعت کرتے ہین اور یہی بدبہ اور غلبہ اور قدرت حضرت انسانکو محبوب ہی دوسری قسم آدمیون کے
نفس اور اُنکے دل ہین کہ تمام روے زمین کی چیزون مین انفس و اعلیٰ ہین انسان کو یہ محبوب ہی کہ اُنپر بھی غلبہ و قدرت ہو جاوے اسطرح کہ تمام

قلوب مسخر ہو جاوین کہ اپنے ہی اشارہ اور ارادہ مین رہین اور وجہ اس امر کے محبوب ہونیکی یہ ہی کہ اسمین کمال غلبہ متصور ہی اور صفات ربوبیت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہی الا قلوب کی تسخیر بدون محبت نہین ہوتی اور دلون مین محبت بدون اعتقاد کمال نہین آتی اسلیے کہ کمال صفات الٰہی مین سے ہی اور صفات الٰہی سب کے سب طبعًا انسان کو محبوب ہین کہ اُن مین ربانی بات پائی جاتی ہی اور امر ربانی انسان مین بھی ہی اور وہ ایسی شی ہی کہ نہ موت سے فنا ہو نہ خاک اُسکو کھا وے کیونکہ وہی محل ایمان اور معرفت ہی اور روح ہی دیدار خدا تک پہونچانیوالی اور دیدار کیطرف سعی بھی اُسی سے ہوتی ہی پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنی دلونکا مسخر ہوتا ہی اور جس کیکی تسخیر مین دل آجاتے ہین اُسپر اُنکو استیلاد قدرت ہو جاتی ہی اور استیلا و قدرت کمال مین داخل ہی جو کہ صفات ربوبیت سے ہی اسیوجہ سے دلکو کمال علم و قدرت طبعًا محبوب ہی اور مال وجاہ اسباب قدرت مین سے ہین اور چونکہ معلومات اور مقدورات کی کچھ انتہا نہین تو جبتک کوئی چیز علم و قدرت سے خارج رہیگی تب تک شوق کو تسکین نہوگی اور نقصان بھی باقی رہیگا اسی لیے حدیث مذکورہ بالا مین وارد ہی کہ منہومان لا یشبعان غرضکہ ہر ایک دلکا مطلوب کمال ہی اور کمال علم و قدرت سے ہوتا ہی اور اسکے درجات کا فرق زائد از شمار ہی پس ہر ایک انسان اسی قدر خوشی اور لذت چاہتا ہی جسقدر کہ اُسکو کمال ہو۔ یہ وجہ ہی جس سے کہ علم و مال اور جاہ محبوب ہین اور ظاہر ہی کہ یہ وجہ دوسری ہی اور وجہ اول یعنی ذریعہ قضا شہوات ہونا مال وجاہ کا علیحدہ بات ہی اسلیے کہ شوق حصول علم و مال وجاہ باوجود شہوات کے ساقط ہونیکے بھی باقی رہتا ہے بلکہ انسان ایسے علوم سے محبت رکھتا ہی کہ جنمین لیاقت حصول اغراض کی نہو بلکہ کبھی عجائب و مشکلات کے جاننے مین طبیعت ایسی مصروف ہوتی ہی کہ تمام اغراض و شہوات سے دست بردار ہو جاتا ہی اسواسطے کہ علم شی مین معلوم پر استیلا پایا جاتا ہی جو منجملہ کمال ہی اور صفات ربوبیت مین سے جو طبعًا محبوب ہوتی ہین لیکن علم و قدرت کے کمال حاصل کرنے مین غلطی بھی واقع ہوتی ہی جس کا بیان بہت ضروری ہے —

چھٹا بیان کمال حقیقی اور کمال وہمی بے اصل کا ذکر - یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ لعد نہو سکنے یگانہ فی الوجود کے کوئی کمال علم و قدرت کے کمال کے برابر نہین اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کمال حقیقی علم و قدرت مین کمال وہمی سے ملا جلا ہی اور اُس کو اس طرح سمجھنا چاہیے کہ کمال علم کا سواے خداے تعالے کے اور کسی کو نہین اور اسکی تین وجہین ہین اول تو کثرت معلومات کے باعث کہ خداوند کریم کا علم سب معلومات پر محیط ہی اس بنا پر جتنا کسی بندے کو معلومات زیادہ ہونگے اُتنا ہی خدا سے قریب ہوگا دوسری معلوم چیز کی اصل حقیقت کے دریافت کرنے کے باعث کہ خداوند کریم کے علم کے سامنے سب معلومات کی اصل حقیقت کامل طور پر واضح ہی پس اگر کسی بندے کا علم بھی اسی صفت پر ہو کہ اشیا کی حقیقت کو جسطرح پر وہ ہین صدق و یقین و وضوح کے ساتھ مفصل جانے وہ خداے تعالے سے قریب ہوگا تیسری علم کی پائداری و قیام کے باعث کہ ابد الآباد تک تبدیل و زوال کو اسمین دخل نہو خداے تعالی کا علم ایسا قائم و باقی ہی کہ اسمین مجال تغیر و تبدیل کی نہین پس اگر بندے کے علم مین بھی تغیر و تبدیل واقع نہو تو وہ خداے تعالی سے قریب ہوگا پھر معلومات کی دو قسمین ہین ایک تو متغیر ہونے والی اور ایک ازلی متغیرات کی مثال یہ ہی کہ مثلاً اُس جاہ کو جاننا کہ زید گھر مین ہی پس ہو سکتا ہی کہ زید گھر مین سے چلا جاوے اور علم اُس کے گھر مین ہونیکا موجود ہی اس صورت مین یہ علم جہل ہو جائیگا اور باعث نقصان ہوگا نہ باعث کمال پس جیزون کے حالات مین انقلاب متصور ہی اگر انکو کسی خاص حال پر اعتقاد کرلوگے تو اس امر کے درپے ہوگے کہ اپنے کمال کو نقصان سے بدل ڈالو اور علم کو

کو جہل سے اسی مین داخل ہین تمام جہان کے متغیرات مثلاً کسی پہاڑ کے ارتفاع کو جاننا اور پیمائش زمین اور شمار شہرون کے اور فاصلے اُنکے درمیان کا اور دوسری چیزین جو مسالک اور ممالک کے بیان مین مذکور ہوتی ہین اسی طرح علم لغت کو سمجھنا چاہیے کہ لغت بھی اصطلاح کا نام ہی جب مدت گذر جاتی ہی اور لوگ اور عادتین بدل جاتی ہین تو اصطلاحات مین تبدیلی ہوجاتی ہے غرضکہ یہ علوم ایسے ہین کہ اُنکے معلومات مثل پارہ کے ہین کہ ایک حال سے دوسرے حال پر بدلتے رہتے ہین تو ایسے معلوم مین گو سردست کمال ہے مگر ایسا کمال نہین ہو جو دل مین باقی رہے۔ دوسری قسم معلومات ازلی ہین مثلاً جائز ہونا ممکن اشیاء کا یا واجب ہونا واجبات کا یا محال ہونا مستحیل چیزون کا یہ معلومات ازلی ہین کہ کبھی نہین بدلتے مثلاً محال ہی کہ واجب کبھی ممکن ہوجاوے یا ممکن چیز محال ہو یا محال واجب ہوجاوے یہ اقسام داخل ہین خدا کی معرفت مین اور جو اشیا کہ اُسکے لیے واجب ہین اور جو چیزین کہ اُسکے صفات مین محال ہین اور اس کے افعال مین جائز ہین تو اللہ تعالیٰ اور اُسکے صفات اور افعال کا علم اور اُسکی حکمت کا جو آسمانون اور زمینون مین ہی اور جو ترتیب کہ اُسنے دنیا و آخرت مین رکھی ہی اور اُنکے متعلقات کا علم کمال حقیقی ہی کہ جو اس سے متصف ہوگا وہ خدائے تعالیٰ سے قریب ہو گا اور یہ کمال نفس کے لیے بعد موت بھی رہیگا اور یہ معرفت عارفین کے لیے مرنیکے بعد نور بنے گی نورہم یسعیٰ بین ایدیہم و بایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا یعنے یہ معرفت ایسا راس المال ہوجائے گی کہ اُسکے ذریعہ سے جو چیز دنیا مین معلوم نہ ہوئی تھی وہ معلوم ہوجاوے گی جیسے کسی کے پاس ایک چراغ دھندھلا سا ہو تو ہوسکتا ہی کہ اُس سے دوسرا چراغ روشن کرکے نور کو زیادہ خواہ کامل کرلے اور جس کے پاس سرے سے چراغ ہی نہو اُسکو یہ بات حاصل نہین ہوسکتی اسیطرح جسکو اصل معرفت نہین اُسکو اس نور کی طمع نہین ہوسکتی وہ ایسا ہوگا کمن مثلہ فے الظلمات لیس بخارج منہا بلکہ اُسکی تاریکی کی یہ مثال ہوگی کظلمات فے بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اس سے معلوم ہوا کہ سعادت صرف معرفت الٰہی مین ہی اور دوسری چیزونکی معرفت کا حال یہ ہی کہ بعض مین تو کچھ فائدہ ہی نہین جیسے شعر کی معرفت اور عرب کے نسب کا حال وغیرہ اور بعض ایسی اشیا ہین کہ اُنسے معرفت الٰہی مین اعانت ہوئی ہی جیسے لغت عربی کی معرفت اور تفسیر و فقہ و حدیث کی معرفت کہ لغت کی معرفت سے تفسیر قرآن مجید کے جاننے پر اعانت ہوئی ہی اور علم تفسیر سے قرآن مجید کے مضامین اور کیفیت عبادات اور اعمال کی جیسے تزکیہ نفس ہوتا ہی معلوم ہوتی ہی اور طریق تزکیہ نفس کے جاننے سے لیاقت حصول معرفت الٰہی ہوتی ہی جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہی قد افلح من زکہا اور فرمایا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا پس یہ سب چیزین گویا کہ ذریعہ ہین واسطے ثبوت معرفت الٰہی کے ہرچند کمال خدا کی معرفت اور اُسکے صفات و افعال کی معرفت مین ہی مگر اُسی مین یہ بھی شامل ہی کہ موجودات کی معرفت حاصل ہو اسلیے کہ موجودات سب کے سب اُسکے افعال مین سے ہین پس جو شخص کہ موجودات کو اس اعتبار سے معلوم کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال مین سے ہین اور اُسی کی قدرت اور ارادہ اور حکمت کے ساتھ مرتبط ہین تو یہ جاننا بھی ضمیمہ معرفت الٰہی مین سے ہو گا یہ حکم کمال علم کا ہی جو ہم نے بیان کیا اگرچہ مناسب احکام جاہ و ریا کے نہ تھا لاجرم چونکہ کلام کو پورا ذکر کرنا منظور ہی اسلیے بیان کیا گیا۔ باقی رہا کمال قدرت پس بندے کو اُسمین کمال حقیقی نہین البتہ بندے کو علم حقیقی ہی قدرت حقیقی نہین قدرت حقیقی صرف خدائے تعالیٰ ہی کو ہی اور اشیا مین جو اثر بندے کی قدرت و ارادہ کا ظاہر ہوتا ہی یہ بھی خدائے تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہی جیسا کہ ہم نے باب صبر و

شکر اور باب توحید و توکل اور اور جگہون مین جلد چہارم سے ثابت کیا ہی خلاصہ یہ کہ کمال علم آدمی کے ساتھ بعد موت بھی باقی رہتا ہی اور
اُسکو خدا تک پہونچاتا ہی مگر کمال قدرت مین ہم کوئی کمال بجہت قدرت نہین جانتے البتہ قوی کی قدرت کمال علم کا وسیلہ ہین مثلاً
تندرستی اور ہاتھ مین قوت گرفت کا ہونا اور پاؤن مین قوت رفتار کا ہونا اور حواس مین قوت ادراک کا ہونا یہ سب ذریعہ
اس بات کے ہین کہ کمال حقیقی علم کا اُن سے حاصل ہو سکے اور بعض اوقات ان قوی کے پورا ہونے کیواسطے حاجت مال وجاہ
کی قدرت کی ہوتی ہی تاکہ اُس کے سبب خورد و نوش و لباس و مسکن مل سکے اور ظاہر ہی کہ ان اشیا کیلیے ایک مقدار معین ہی پس اگر
مال کو معرفت الٰہی تک پہونچنے کے لیے صرف نہ کریگا تو اسمین یقیناً کچھ خیر نہین صرف سردست کی لذت حاصل ہوگی جو عنقریب فنا
ہو جاویگی اور جو شخص اسی لذت کو کمال جانتا ہی وہ جاہل ہی مگر تمام خلقت اسی جہالت کے دام مین گرفتار ہی لوگ یہی تصور کرتے ہین کہ
بہت سے اجسام پر قدرت دبدبہ ہونی اور اموال سے توانگری ہونی اور لوگون کے دلونمین بباعث جاہ کے اپنی عظمت ہونی اسی کا نام
کمال ہی جب یہ اعتقاد دل مین کر لیتے ہین تو اسی بات کو محبوب جانتے ہین اور اُسی کے طالب ہوتے ہین اور طلب مین ہمہ تن مشغول
ہو کر تباہ ہوتے ہین کمال حقیقی جو موجب قرب الی اللہ اور فرشتون سے قریب کرتا ہی اُس سے بالکل غافل ہین اور وہ کمال حقیقی علم
اور حریت کا ہی کمال علم تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ معرفت الٰہی کا نام ہی اور حریت یعنی آزادی سے غرض قید شہوات اور دنیا کے تردداث
سے آزاد ہونے سے ہی جسمین فرشتون کی مشابہت پائی جاتی ہی کہ اُنکو نہ شہوات ڈگا سکتی ہی نہ غضب دیوانہ کر سکتا ہے غرضکہ
دور کرنا آثار شہوت و غضب کا نفس سے وہ کمال ہی جو صفات ملائکہ مین داخل ہی اور یہ محال ہی کہ کوئی سی صفت کمالی خداوند
پاک کی متغیر ہو سکے یا اُسپر کوئی شی اثر کر سکے - پس جو شخص کہ تغیر اور عوارض کے تاثر سے بعید ہوگا وہی اللہ سے قریب ہوگا اور
فرشتون سے مشابہ اور خدائے تعالی کے نزدیک بلند مرتبہ بھی وہی ہوگا اور یہ کمال کمال علم و قدرت سے علیحدہ شی ہی اور ہمنے
اُسکو اسوجہ سے اوپر نہین بیان کیا کہ واقع مین اس کمال کا مآل نقصان کے نہ ہونے کی طرف رجوع کرتا ہی اس لیے کہ بدل جانا
بھی ایک نقصان ہی کیونکہ تغیر اسی کو کہتے ہین کہ جو صفت پہلے سے موجود تھی وہ جاتی رہی اور جاتا رہنا ذات کے لیے بھی
نقصان ہی اور جو صفات کمالی ذات کی ہین اُن کے لیے بھی نقصان ہی بایں لحاظ اب اگر شہوات سے نہ بدلنے اور اُنکی
نافرمانی کرنے کو جدا کمال قرار دین تو کمالات تین ہوتے ہین اول کمال علم دوم کمال حریت یعنی شہوات کا غلام نہونا اور اسباب
دنیوی کا نہ چاہنا سوم کمال قدرت - اور بندہ کو کمال علم اور کمال حریت کے حاصل کرنیکا طریق تو ملسکتا ہی مگر تیسری قسم کمال قدرت کے
حاصل کرنیکا طریق نہین ملسکتا ہی کہ یہ کمال بھی بعد موت باقی رہے اس لیے کہ قدرت اموال پر خواہ اجسام پر جو قلوب ابدان کی تسخیر سے
ہوتی ہی موت پر جاتی رہتی ہی اور معرفت اور آزادی موت سے فنا نہین ہوتین بلکہ باقی رہتی ہین اور وسیلہ قرب الٰہی ہوتی ہین مقام
غور ہی کہ جاہل کس طرح اندھے ہو کر معاملہ بالعکس کرتے ہین کہ مال وجاہ سے کمال قدرت کے طالب ہین جو فانی شے ہی اور کسی طرح اُسکو
بقا نہین اور کمال علم و کمال حریت سے بالکل منھ پھیر لیا ہی اور یہ دونون ایسے ہین کہ اگر نصیب ہو جاوین تو ابدالآباد تک منقطع نہون
یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہین اُولٰئک الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالآخرۃ فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون ان لوگون نے اللہ تعو

ف - یہی ہین جنھون نے خرید لی زندگانی دنیا کی عوض آخرت کے سو نہ ہلکا ہوگا اُن پر عذاب اور نہ اُن کو مدد پہونچیگی ۱۲

کا یہ ارشاد نہ سمجھا کہ فرماتا ہی المال والبنون زینۃ الحیوٰۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر املا باقیات صالحات علم و حریت ہین کہ نفس مین ہمیشہ کو رہینگے اور مال وجاہ تو چند روز کے بعد فنا ہو جاوین گے اُن کی مثال اس آیت مین مذکور ہے انما مثل الحیوٰۃ الدنیا کما انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام اذا اخذت الارض زخرفہا وازینت وظن اہلہا انہم قادرون علیہا اتٰہا امرنا لیلا او نہارا فجعلنٰہا حصیدا کان لم تغن بالامس کذلک نفصل الآیات لقوم یتفکرون اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا واضرب لہم مثل الحیوٰۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ہشیما تذروہ الریاح وکان اللہ علے کل شئی مقتدرا اور جو چیزین کہ موت کے جھونکے سے فنا ہو جاتی ہین وہ زندگی کے مزے ہین اور جنپر موت کا صدمہ نہین ہوتا اور اُس سے فنا نہین ہوتے وہ باقیات صالحات ہین اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مال وجاہ سے کمال قدرت کو کمال سمجھنا امر ظنی اور بے اصل ہی جو کوئی اُسکی طلب مین اپنی عمر ضائع کرے اور اُسیکو مقصود اصلی جانے وہ جاہل ہی کیا خوب کہا ہی کسی کہنے والے نے ع مال جنھون نے جمع کیا وہ ہاتھ پسارے جاتے ہین۔ یعنی مال اسلیے جمع کیا تھا کہ مفلس نہونگے مگر وقت مرگ محتاج اور خالی ہاتھ ہی جاتے ہین ہان جو شخص اُنکو بمقدار ضرورت جس سے کمال حقیقی تک پہونچنے کا ذریعہ ہون حاصل کریگا وہ چین سے رہے گا خدا تعالے ہم کو بھی ایسی ہی توفیق و ہدایت عنایت کرے

ساتوان بیان اس امر مین کہ جاہ کی کونسی محبت اچھی ہی اور کونسی بُری۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ جاہ کے معنے دلون کی ملکیت اور اُنپر قدرت ہونے کے ہین تو جاننا چاہیے کہ اُسکا حکم بھی ملکیت اموال کا سا ہی اس لیے کہ جاہ بھی ایک غرض دنیاوی اغراض مین سے ہی موت پر منقطع ہو جاتا ہی اور از انجا کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ واقع ہی تو جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اُس سے زاد آخرت حاصل کرنا ممکن ہی پس جسطرح تھوڑا مال خورد و نوش لباس کیلیے ضروری ہی اسیطرح تھوڑا سا جاہ بھی خلق کے ساتھ بسر اوقات کے لیے ضروری ہی اور جیسے کہ خوراک امر لابدی ہی اور جائز ہی کہ بمقدار ضرورت کو اُس سے خواہ اُس مال کو جس سے خوراک خریدی جاوے محبوب جانے اسی طرح حاجت ایک خادم کی جو خدمت کرے اور ایک رفیق کی جو اعانت کرے اور ایک استاد کی جو راہ بتاوے اور ایک حاکم کی جو بدون کی شرارت و ظلم سے بچاوے ضروری ہی پس اس بات کو محبوب جاننا کہ مالک کا خادم کے دل مین میری ایسی وقعت ہو کہ وہ خدمتگزاری کیے جاوے یا رفیق کے دل مین ایسی منزلت ہو کہ وہ اعانت سے باز نہ رہے یا اُستاد کے دل مین ایسی جگہ ہو کہ جس سے راہ اچھی طرح بتاوے یا حاکم عادل مین ایسی عزت ہو کہ وہ شرارت کے دفع پر آمادہ ہو جاوے یہ مذموم نہین اس لیے کہ جاہ بھی ایک ذریعہ اغراض کا مثل مال کے ہی دونون مین کچھ فرق نہین۔ ہان تحقیق اس باب مین یہ ہی کہ خود مال اور جاہ کو محبوب نہ جانے بلکہ اُنکی محبت کو ایسا سمجھے جیسا کسی کے گھر مین پاخانہ ہو اور قضاے حاجت کی جہت سے اُس پاخانے کا ہونا پسند کرتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ اگر مجھے حاجت براز کی نہ رہے تو اُس پاخانے سے بھی کچھ سروکار نہ ہے پس ایسا شخص در اصل مین پاخانے سے محبت رکھنے والا نہ گنا جاویگا بلکہ جو شئی محبوب تک پہونچنے کا ذریعہ ہوتی ہی وہان محبت صرف مقصود اصلی ہی کی ہوتی ہی ذریعہ سے صرف ذریعہ ہونے کی محبت ہوتی ہی فقط اب اُسکو ایک مثال سے سمجھا دیتے ہین مثلا ایک شخص اپنی منکوحہ سے اسوجہ سے

محبت رکھتا ہی کہ وقت ضرورت اس سے صحبت کرتا ہی جسطرح پاخانے کو قضاے حاجت کیلیے اچھا سمجھتا ہی اور اگر اُسکو ضرورت شہوت داعی نہو تو منکوحہ کو طلاق دیدے جیسے حاجت براز نہونے سے پاخانے مین نہ جاتا اور بعض اوقات منکوحہ کو خود چاہتا ہی اور اسکی صورت پر فریفتہ رہتا ہی یہانتک کہ اگر کبھی اتفاق صحبت نہو تاہم اُسکو نکاح سے باہر کرنا نہین چاہتا تو اس دوسری قسم کو محبت کہتے ہین اول قسم داخل محبت نہین علی ہذا القیاس جاہ و مال کا حال ہی کہ اگر اُنکے ساتھ اسوجہ سے محبت ہو کہ اُنسے اغراض بدن حاصل ہوتے ہین تو کچھ بُرائی نہین اور اگر خود انھین سے محبت ہی اس سے کچھ غرض نہین کہ یہ ذریعۂ اغراض ہین یا نہین یا مقدار ضرورت سے زائد کو مثلاً محبوب جانے تو مذموم ہی لیکن ایسا شخص جو خود مال وجاہ سے محبت رکھتا ہی فاسق اور عاصی نہوگا جبتک کہ اس محبت کے باعث کسی گناہ کا مرتکب نہو یا مال وجاہ کے حاصل کرنے کے لیے مکر و فریب و جھوٹ وغیرہ کو ذریعہ نہ بناوے یا اُنکے حصول کے لیے کسی عبادت کو وسیلہ ٹھہراوے کیونکہ عبادت سے مال وجاہ پیدا کرنا دینی گناہ اور حرام ہی اور مآل ریا کا بھی وہی ہی جیساکہ آگے مذکور ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ خادم و رفیق واستاد و حاکم کے دلون مین جگہ کرنے کی کوئی حد مقرر ہی یا جسقدر چاہے اُسقدر کا اُنکو معتقد کرے تو اس کی تشریح یہ ہی کہ دوسرے شخص کو معتقد کرنا تین طرح پر ہے دو صورتین تو مباح ہین اور ایک ممنوع جو صورت کہ ممنوع ہی وہ یہ ہی کہ اُنکو ایسی صفت کا معتقد کرے جو اپنے آپ مین نہو مثلاً انکو اس بات کا معتقد کرے کہ مین عالم یا پرہیزگار یا سید ہون حالانکہ ایسا نہین تو یہ حرام ہی اس لیے کہ دروغ اور دھوکا دینا ہی خواہ قول مین یا معاملہ مین۔ اور مباح صورتون مین سے ایک یہ ہی کہ جس صفت کے ساتھ خود متصف ہو اُسی رتبہ کا خواہان ہو مثلاً حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے حاکم مصر سے فرمایا تھا اجعلنی علے خزائن الارض انی حفیظ علیم آپ حاکم کے دلمین اس بات کے خواہان ہوے کہ مین حفیظ وعلیم ہون اور ایسے شخص کی اُسکو ضرورت بھی تھی اور یہ قول آپ کا درست اور صادق تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے کسی عیب یا گناہ کو مخفی رکھتا کہ جس سے دوسرے کی نظرون مین نہ گر جاوے یہ بھی مباح ہی کیونکہ گناہ کا مخفی رکھنا جائز ہے پردہ دری اور بُری بات کو علانیہ کہنا جائز نہین علاوہ ازین اسمین کچھ دھوکا دینا نہین بلکہ جس چیز کے جاننے سے کچھ فائدہ نہو اُسکی اطلاع نہ کرنی ہی مثلاً ایک شخص شراب خوار ہی مگر حاکم سے نہین کہتا کہ مین شراب پیتا ہون نہ یہ اظہار کرتا ہی کہ مین پرہیزگار ہون کیونکہ اگر پرہیزگاری ظاہر کریگا تو صریح جھوٹ اور فریب دہی ہوگی صرف شراب خواری کا اقرار نہ کرنے سے یہ ضرور نہین کہ حاکم اُسکی پرہیزگاری کا اعتقاد کرے بلکہ اتنا ہی کہ اُسکو اُس کی شراب خواری کا علم نہ ہوگا۔ اور یہ امر بھی منجملہ ممنوعات ہی کہ دوسرے کے سامنے نماز بہت اچھی طرح پڑھے تاکہ وہ خوب معتقد ہو جاوے اسلیے کہ یہ سراسر ریا اور فریب دہی ہی کہ وہ تو یہ جانے کہ میان صاحب بہت اخلاص اور خشوع خدا کے ساتھ رکھتے ہین حالانکہ اُنکا فعل محض ریا ہی پس مکر و فریب سے جاہ کا طلب کرنا حرام ہی اور اسی طرح مال کا پیدا کرنا بھی ناجائز ہی دونون مین کچھ فرق نہین اور جسطرح کہ دوسرے کا مال مکر و فریب سے مفت یا کسی چیز کے عوض مین لے لینا ناجائز ہی اسی طرح دوسرے کے دل کا بھی مکر و فریب سے مالک ہونا ناجائز ہے کیونکہ دلون کی ملکیت بہ نسبت مال کی ملکیت کے بڑھکر ہی

آٹھوان بیان اس باب مین کہ نفس کو اپنی مدح وثنا کی محبت اور خوشی کس سبب سے ہی اور ہجو سے

نفرت اور بغض کس وجہ سے - جاننا چاہیے کہ قلب کو جو مدح سے خوشی اور لذت ہوتی ہی اُسکے چار سبب ہین سبب اول جو سب مین زیادہ قوی ہی یہ ہی کہ مدح کے باعث نفس یہ جانتا ہی کہ مین صاحب کمال ہون اور چونکہ حسب مذکورہ بالا کمال ایک محبوب چیز ہے تو جب نفس کو اپنے کمال کی واقفیت ہوئی ہی خواہ مخواہ خوشی اور لذت پاتا ہی اور مدح سے ممدوح کے نفس کو اپنے کمال کا شعور ہو ہی جاتا ہی اسلیے کہ جس وصف سے تعریف کیجاتی ہی دو حال سے خالی نہین یا تو ظاہر ہوتا ہی یا مشکوک اگر وصف مذکور ظاہر اور محسوس ہی تب تو لذت کم ہوتی ہی جیسے کسی کی تعریف مین کہین کہ قد کا اونچا اور رنگ کا سفید ہی تو ہر چند یہ ایکطرح کا کمال ہی مگر نفس اس سے غافل رہتا ہی اسی جہت سے اسکی چندان لذت بھی نہین مگر دوسرے کے جتانے سے جب اس کمال کا شعور ہوتا ہی تو کچھ نہ کچھ لذت حاصل ہوتی ہی اور اگر وصف مذکور ایسی چیزون مین سے ہو جسمین شک کو مجال ہی تو اُس سے لذت بہت زیادہ ہوتی ہے مثلاً کسی کی تعریف کمال علم اور کمال ورع یا حسن مطلق سے کرنی کہ یہ اوصاف ایسے ہین کہ آدمی کو اکثر ان مین شک ہوتا ہی کہ میرا حسن یا علم یا ورع کامل ہی یا نہین اور اس بات کا مشتاق ہوتا ہی کہ کسی طرح یہ شک مٹ جاوے اور یقینا معلوم ہو جاوے کہ مین اُس وصف مین بے نظیر ہون تا کہ اطمینان ہو اور پھر اُس وصف کے حاصل کرنیکی مشقت نہ کرنی پڑے پس جب کہ دوسرے کی زبان سے اپنے آپ مین وہ کمال سنتا ہی تو دل کو تسکین ہوتی ہی اور اپنے کمال پر وثوق ہو جاتا ہی اور نہایت لذت حاصل ہوتی ہی اور سب سے زیادہ تر لذت اس سبب سے اُسوقت ہوتی ہی جب مدح و ثنا کوئی ایسا شخص کرے جو اس طرح کے صفات سے واقف ہو اور کلام بھی بے تحقیق اور بیہودہ نہ کہتا ہو مثلاً کوئی اُستاد اپنے کسی شاگرد کی ثنا کرے کہ تم بڑے ذکی اور دانا اور فاضل ہو تو اُس سے شاگرد کو نہایت خوشی ہوتی ہی اور اگر کوئی بیہودہ اور لغو گو اسطرح کی ثنا کرے تو لذت کم ہوتی ہی اور ہجو اور مذمت کے بُرا معلوم ہونے کا بھی یہی سبب ہی کہ نفس کو اپنے نقصان کا شعور ہوتا ہی اور چونکہ نقصان کمال کی ضد ہی اور کمال محبوب ہوتا ہی تو بالضرور نقصان بُرا معلوم ہوگا اور جب اُسپر اطلاع ہوگی جب ہی رنج معلوم ہوگا خصوصاً اُسوقت کہ کوئی دانا بینا معتمد آدمی مذمت کرے جیسا کہ مدح مین بیان ہوا - دوسرا سبب یہ ہی کہ مدح سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ تعریف کرنے والے کا دل ممدوح کا مملوک اور مسخر اور معتقد ہی اور دل کی ملکیت بہر صورت آدمی کو پسند ہی جب یہ معلوم ہوگا کہ ممدوح میرا معتقد اور اُسکا دل میری مشیت کے تابع ہی جب ہی لذت حاصل ہوگی خصوصاً جب ایسا شخص تعریف کرے کہ جسکو قدرت زیادہ اور اُسکے دلکے مسخر ہونے سے کام زیادہ نکلے تو اور بھی زیادہ خوشی اور لذت ہوگی مثلاً حکام اور اکابر کے دل کی تسخیر سے - اور یہ لذت کم ہوتی ہی اگر کوئی ایسا شخص تعریف کرے جو بیقدر ہو اسلیے کہ اگر ایسے بیقدر کے دل کا مالک بھی ہوا تو کیا ہی ایک حقیر چیز ملکیت مین آئی اور ایسے کی تعریف ممدوح مین قدرت ناقص کا اظہار کرتی ہی اور اسیوجہ سے ہجو کو بھی بُرا جانتا ہی اور دلپر صدمہ ہوتا ہی اور جب کوئی اکابر مین سے ہجو کرتا ہی تو اور زیادہ رنج ہوتا ہی کہ اس صورت مین بڑا مطلب فوت ہوتا ہی تیسرا سبب یہ ہی کہ ایک شخص کا تعریف کرنا اس بات کا موجب ہوتا ہی کہ کسی دوسرے کا دل بھی معتقد ہو جاوے خصوصاً جب ایسا شخص تعریف کرے کہ جسکے قول پر سب ملتفت ہون اور اُسکا اعتبار کرتے ہون مگر اسمین یہ شرط ہی کہ تعریف لوگون کے سامنے ہو بس جسقدر جمعیت زیادہ ہوگی اور تعریف کرنیوالا لائق التفات زیادہ ہوگا مثلاً میر مجلس یا حاکم ثنا کریگا تو تعریف نہایت لذیذ معلوم

ہوگی اور برائی اُسکے برعکس نہایت شاق گذریگی - چوتھا سبب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح صاحب حشمت و رعب ہے کہ مادح اُسکی ثنا
مین رطب اللسان ہونے کو مضطر ہے خواہ برغبت دل یا بزور و دباؤ - اپنا دباؤ بھی آدمی کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسمین ایک طرح کا غلبہ پایا جاتا ہے
اور چونکہ مادح خواہ مخواہ تعریف کرنے پر مضطر ہے اور اُسکے اضطرار سے ایک طرح کا غلبہ اور قدرت ممدوح کی معلوم ہوتی ہے اسی جہت سے ممدوح کو
اس تعریف سے لذت ہوتی ہے گو تعریف کرنے والا دلمین اُن اوصاف کا ممدوح کے لیے معتقد نہو - اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر رعاد مع
قوی اور بطور تواضع ثنا کرنے سے منکر ہوگا اُسیقدر اُسکی ثنا سے ممدوح کو لذت زیادہ ہوگی - اب اگر یہ چارون اسباب ایک ہی تعریف کرنے
والے کی تعریف مین جمع ہو جاوین تو ظاہر ہے کہ نہایت درجہ کی لذت ہوگی اور اگر مختلف ہون تو اُسیقدر لذت بھی کم ہوگی - پہلا سبب یعنی
اپنے کمال پر واقف ہونا یہ تو اس طرح جاتا رہتا ہے کہ ممدوح یہ جان جاوے کہ مادح اس قول مین سچا نہین مثلاً کسی شخص نے کسی کی تعریف
کی کہ تم بڑے شریف یا سخی یا عالم خواہ پرہیزگار ہو اور ممدوح نے جان لیا کہ مجھ مین ان باتون مین سے کوئی بھی نہین تو وہ لذت جو نفس
کو کمال جاننے سے ہوتی وہ تو جاتی رہیگی اور باقی سببون کی لذتین باقی رہین گی اب اگر یہ جان لے کہ مادح صرف اوپر کے دل
سے کہتا ہے اور اپنے قول کا معتقد نہین اور وہ اس صفت سے خالی ہون تو دوسرے سبب یعنی ملکیت دل سے جو لذت
ہوتی وہ بھی نہوگی اور تیسرے سبب کی لذت تو اسی دوسرے کے تابع ہے وہ بطریق اولیٰ نہوگی صرف چوتھی وجہ کی لذت یعنی بباعث
حشمت ممدوح مضطر ہونا مادح کا مدح و ثنا مین یہ باقی رہیگی پھر اگر معلوم ہو جاوے کہ تعریف کرنیوالا میرے خوف سے ثنا نہین کرتا
بلکہ مجھکو بناتا ہے تو اس کے بعد کوئی لذت باقی نہین رہتی اس لیے کہ کوئی سبب لذت کا نہین رہتا یہ بیان شرح نفس کے خوش ہونے
اور لذت پانے کا مدح سے اور صدمہ اُٹھانے کا مذمت سے ہے اور ہم نے اُسکو اس لیے ذکر کیا کہ آدمی کو علاج محبت جاہ اور
مدح کی محبت اور مذمت کے رنج کا معلوم ہو جاوے کیونکہ جس چیز کا سبب نہین معلوم ہوتا اُس کا علاج ممکن نہین اسلیے کہ علاج
اُسی کا نام ہے کہ مرض کے سب اسباب دور کیے جاوین

نوان بیان محبت جاہ کے علاج مین - واضح ہو کہ جس شخص کے دل پر محبت جاہ چھا جاتی ہے وہ تمام ہمت اسی بات
مین مصروف رہتا ہے کہ خلق کی مراعات نہ چھوٹے اُنسے دوستی پیدا ہو اُنھین کی نمایش مقصود ہو اپنے افعال و اقوال و اعمال
مین ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ جس سے خلق مین میرا مرتبہ بڑھے اور واقع مین یہ امر نفاق کا تخم اور فساد کی جڑ ہے ہوتے
ہوتے عبادات مین سستی آنے لگتی ہے اور ریا کو دخل ہوتا ہے اور دلون کے راغب کرنے کے لیے منہیات مین مبتلا ہو جاتا ہے اسی
لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف اور مال کی محبت کو اور اُنسے دین کے جاتے رہنے کو دو بھیڑیون نقصان کرنے
والون سے مشابہت دی جیسا کہ اوپر گذرا اور نیز فرمایا کہ حب الشرف والمال ینبتان النفاق کما ینبت الماء البقل[1] اس لیے کہ
نفاق اسیکا نام ہے کہ ظاہر آدمی قول اور فعل مین اُسکے باطن کے مخالف ہو - پس جو شخص کہ لوگون کے دلون مین اپنے رتبہ کا خواہان
ہے وہ ضرور اُنسے بنفاق پیش آویگا اور بتکلف عمدہ خصلتین اُنکے سامنے ظاہر کرے گا حالانکہ وہ اُنسے خالی ہے اسیکا نام نفاق
ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت جاہ کی مہلکات مین سے ہے اسی لیے اسکا علاج بھی واجب ہے اور اُسکا دور کرنا دل سے بس لازم

[1] شرف اور مال کی محبت نفاق ایسا اگاتی ہے جیسے پانی سبزہ کو اگاتا ہے ۱۲

کیونکہ یہ مرض ایسا ہی کہ دل کی سرشت مین داخل ہی جیسا کہ مال کی محبت امر جبلی ہی۔ پس محبت جاہ کا علاج مرکب ہی دو باتون سے علم اور عمل۔
علمی علاج تو یہ ہی کہ جس سبب سے جاہ کو محبوب جانتا ہی اُس کو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سبب یہ ہی کہ لوگون کے اجسام اور
قلوب پر کمال قدرت حاصل ہو اور پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر یہ بات آدمی کو میسر بھی ہوجاوے تو انتہا اسکی موت ہی یہ بات
باقیات صالحات سے نہین بلکہ اگر مشرق سے مغرب تک سب لوگ ایک شخص کو سجدہ کرتے رہین اور پچاس برس تک تمام
روے زمین کے لوگ اُسکے لیے اسی حال پر رہین تب بھی نہ سجدہ کرنے والے رہین گے نہ وہ خود رہیگا بلکہ اسکا حال ایسا ہی
ہوگا جیسے اور عظیم الشان صاحب جاہ لوگ زمین کے پیوند ہو گئے اور اُنکے سامنے جو لوگ ذلیل و منقاد بنے رہتے تھے وہ بھی
فنا ہو گئے تو ایسے امر فانی کے لیے نہین چاہیے کہ اپنے دین کو جسمین حیات ابدی ہی اور کبھی علحدگی نہین چھوڑ دیا جاوے
اور جس شخص نے کمال حقیقی اور وہمی کو سمجھ لیا اُسکی آنکھون مین جاہ حقیر ہوجاتا ہی مگر اُسکے لیے اُسی شخص کی بینائی کام کرتی ہی جو
آخرت کو حاضر اور سامنے دیکھتا ہی اور دنیا کو حقیر سمجھتا ہی اور موت کو جانتا ہی کہ گویا آچکی اور اُسکا حال مثل حضرت حسن بصری
کے ہوتا ہی کہ اُنھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے یون معلوم کرنا چاہیے کہ موت نے گویا آخر کو
یہ لکھد یا ہی کہ تم مرگئے[ع] مقام تامل ہی کہ اُنھون نے کیسے زمانۂ آئندہ کو ماضی سمجھ لیا تھا اور یہی حال حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا تھا کہ اُنھون نے
اس خط کا جواب یہ لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے یون تصور کرنا چاہیے کہ گویا تم دنیا مین کبھی آئے ہی نہ تھے ہمیشہ آخرت مین رہے ان لوگون کا التفات
آخرت ہی پر تھا اور اس بات کا یقین کہ آخرت تقوی والون ہی کو ملے گی اسی نظر سے دنیا مین جاہ و مال کو حقیر سمجھا مگر اکثر لوگون مین بینائی
ضعیف ہی اُنکی نظر دنیا ہی پر پڑتی ہی انجام کا خیال نہین کرتے اسی جہت سے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا[ا] بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ
خیر و ابقی۔ اور فرمایا[ر] کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الاٰخرۃ پس جسکا یہ حال ہو اُس کو چاہیے کہ اپنے دل کا علاج علمی مرض محبت
جاہ سے کرے یعنی اُسکے آفات دنیوی کو جانے اور جو خطرے کہ ارباب جاہ کو دنیا مین پیش ہوتے ہین اُنکو سوچے کہ ہر ایک صاحب جاہ
محسود ہوتا ہی اور لوگ اُسکی ایذا کے خواہان رہتے ہین اور اُسکو ہمیشہ اپنے جاہ کا خوف لگا رہتا ہی کہ کہین مرتبہ لوگون کے دل سے گر
نہ جاوے اور دلون کا حال بدلنے مین ہنڈیا کے اُبال سے بھی سخت ہی کبھی کسی کی طرف ہوتے ہین کبھی اُس سے پھر جاتے ہین پس جو
شخص لوگون کے دل پر اعتماد کرتا ہی وہ ایسا ہی کہ سمندر کی موج پر گھر بناتا ہی اس لیے کہ جیسے اُسکو قیام نہین ایسے ہی اُسکو بھی لوگون کے دلون کی
رعایت مین لگا رہتا اور اپنے جاہ کی حفاظت کرنی اور حاسدون کے مکر اور دشمنون کی ایذا کو دور کرنا یہ سب آفتین دنیاوی ہین کہ جنسے
لذت جاہ کی مکدر رہتی ہی۔ دنیا ہی مین جسقدر اس سے آدمی توقع رکھتا ہی اُس سے زیادہ تردد ات ہوتے ہین اور آخرت کا فائدہ جو
مفقود ہوتا ہی اُس کا تو کچھ ذکر ہی نہین۔ یہ علاج اُس شخص کے لیے جسکی نظر ضعیف ہی اور جو قوی بینائی رکھتے ہین اور ایمان زبردست اُن کو
حاصل ہی تو خدا کے فضل سے وہ دنیا کی طرف التفات ہی نہین کرتے یہ علاج تو باعتبار علم کے ہی اور علاج عملی یہ ہی کہ ایسے کام کرے جنسے
مستحق ملامت ہو اور لوگون کے دل سے اُتر جاوے اور اُنکی نظرون سے گر جاوے اور اپنے مقبول ہونے مین جو مزہ پاتا تھا وہ اُس سے
چھوٹ جاوے اور گمنامی سے اور خلق کے نزدیک بُرا ٹھہرنے سے الفت ہو اور صرف خدا تعالیٰ کے قبول پر قناعت میسر ہو اور

حاشیہ
[ا] یعنی نہین بلکہ تم آگے رکھتے ہو دنیا کا جینا اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا ۱۲
[ر] یعنی کوئی نہین پر تم چاہتے ہو شتاب ملنی اور چھوڑتے ہو دیر والی ۱۲
[ع] مر گئے اور تم بھی ...

یہ طریق فرقہ ملامیتہ کا ہی کہ ارتکاب معاصی اور بری باتونکا یہانتک کرتے ہین کہ لوگون کی نظرون سے ساقط ہوجاوین اور آفت جاہ سے نجات پاوین مگر یہ صورت ایسے شخص کے لیے جائز نہین جو مقتدا اور پیشوا ہو کہ اُسکے حرکات بد سے سلمانونکے دلون مین دین کی سُستی آتی ہی اور جو شخص کہ مقتدا نہین اُسکو بھی فعل حرام خاص اس علاج کے لیے درست نہین بلکہ یہ جائز ہی کہ مباحات مین سے ایسے افعال کرے کہ جنسے اُسکی قدر لوگونمین گھٹ جاوے مثلاً روایت ہی کہ کسی بادشاہ نے کسی زاہد کے پاس جانیکا ارادہ کیا جب زاہد نے سُنا کہ بادشاہ قریب پہونچا اپنا کھانا اور ساگ منگایا اور حریصون کی طرح بڑے بڑے لقمے کھانا شروع کیے جب بادشاہ نے اسکو کھاتے دیکھا اُسکے دل سے اُتر گیا اور وہان سے لوٹ آیا زاہد نے کہا کہ خدا تعالی کا شکر ہی جسنے تجھکو مجھسے ہٹا دیا۔ اور بعضے شخصون نے شربت ایسے رنگین پیالون مین پیا ہی کہ دیکھنے والون کو گمان ہو کہ یہ شخص شراب خوار ہی اور اس سے کنارہ کش رہین ہر چند یہ امر فقہ کی رو سے محل تامل ہی کہ ایسا کرنا جائز نہین مگر ہر ایک اپنے نفسونکا علاج ایسی باتون سے کرتے ہین کہ فقیہ فتوی اُسکے جواز کا نہین دیتا مگر وہ لوگ اپنے قلب کی اصلاح سوا اُسکے اور کسی چیز مین نہین پاتے اسواسطے ایسا کرتے ہین پھر اپنے اس افراط اور تفریط کا تدارک کر لیتے ہین جیسے کسی بزرگ کی حکایت ہی کہ وہ زہد مین معروف ہو گئے اور لوگون نے اُنکے پاس ہجوم کرنا شروع کیا تو وہ ایک روز حمام مین گئے اور ایک دوسرے شخص کے کپڑے پہنکر باہر نکل آئے اور عین راہ مین کھڑے ہو گئے یہانتک کہ لوگون نے کپڑے پہچان لیے اور زد وکوب کے بعد وہ کپڑے چھین لیے اور کہنے لگے کہ یہ شخص چور ہی پھر اُسکے پاس نہ گئے۔ اور سب مین عمدہ طریق جاہ کے قطع کرنے کا لوگون سے کنارہ کشی ہی اور ایسی جگہ چلا جانا جہان کوئی اپنے آپ کو نہ جانتا ہو اسلیے کہ اگر گھر مین بیٹھ رہیگا اور جس شہر مین مشہور ہی اُسی مین رہیگا تو اُس کی گوشہ نشینی سے لوگون کے دلون مین اور زیادہ اعتقاد اور رتبہ پیدا ہوگا علاوہ ازین اسمین یہ بھی خیال ہی کہ یہ شخص اپنے جی مین گمان کرے کہ مجھے محبت جاہ نہین اور ہو سکتا ہی کہ یہ ایک دھوکا ہی ہو اسواسطے کہ جب نفس کو اُسکا مقصود قرار واقعی مل گیا تو اُسکو اطمینان ہو گیا اس اطمینان کو یہ شخص جاننے لگا کہ زوال محبت ہی حالانکہ اگر لوگ معتقد نہ رہین اور اُسکو برا کہین یا کسی امر نامناسب کو اُسکی طرف منسوب کرین تو اُسی وقت نفس مضطرب ہو اور رنج کرے اور کیا عجب ہی کہ کوئی حیلہ اس بات کا تلاش کرے کہ کسی عذر سے یہ غبار لوگون کے دل سے دور ہونا چاہیے اور اُسکے لیے کچھ مکر وفریب و جھوٹ کا محتاج ہو اور اُسکی پروا نہ کرے ایسی صورت مین ظاہر ہوگا کہ ابھی تک جاہ ومنزلت کا خواہان ہی اور جو شخص جاہ ومنزلت کو محبوب جانتا ہی وہ ایسا ہی کہ گویا مال کو محبوب جانتا ہی بلکہ اس سے بھی برا اسلیے کہ جاہ کا فتنہ بہت زیادہ ہی اور جبتک آدمی کو لوگون سے طمع رہیگی تبتک ممکن نہین کہ یہ نہ چاہے کہ میری منزلت لوگونکے دلمین ہو جاوے ہان اگر اپنی کمائی سے یا اور طرح پر بمقدار بسر اوقات حاصل کرکے لوگون سے بالکل طمع کاٹ دیگا تو البتہ تمام لوگ اُسکے نزدیک نکمے معلوم ہونگے اور اس بات کی پروا نہ ہوگی کہ ان لوگونکے دلونمین میری جگہ ہی یا نہین جیسے اُن لوگونکے دلون مین جگہ ہونے کی پروا نہین ہوتی جو اس سے نہایت دور مشرق یا مغرب مین رہتے ہین کہ نہ اُنکو دیکھتا ہی اور نہ اُنسے طمع رکھتا ہی بہر حال لوگون سے طمع جب ہی منقطع ہوتی ہی جب آدمی قانع ہو۔ جو قانع ہوگا وہ لوگون سے بے پروا رہے گا اور جو بے پروا رہیگا اُسکا دل لوگون مین مشغول نہ رہیگا اور نہ اُنکے دلون مین اپنی جگہ ہونیکا کچھ اُسکے نزدیک وزن ہوگا اور ترک جاہ بدون قناعت اور قطع کرنے طمع کے نہین ہو سکتا

اور جتنے اخبار کہ جاہ کی مذمت اور گمنامی اور ذلت کی تعریف مین وارد ہین اُن سے اس بات مین اعانت لے مثلاً یہ قول مشہور ہے المؤمن لایخلو من زلۃ او قلۃ او علۃ یعنی ایماندار ذلت یا قلت یا علت سے خالی نہین رہتا اور بزرگان سلف کے احوال کو دیکھے کہ اُنھون نے ذلت ہی کو عزت پر اختیار کیا اور ثواب آخرت ہی کے طالب ہوے

دسوان بیان مدح کی محبت کے علاج مین - واضح ہو کہ اکثر لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے ہین کہ اُنکو خوف لوگون کے بُرا کہنے کا اور محبت اُنکی تعریف کی ہوتی ہی اسی وجہ سے ایسے لوگون کے تمام حرکات مین یہ بات ضرور رہتی ہی کہ کسی طرح سے لوگون کی مرضی کے موافق ہون تاکہ سب لوگ اچھا کہین اور خوف اُنکی مذمت کا نہ رہے اور یہ امر مہلکات مین سے ہی اس بنا پر اس کا علاج واجب ہی اور طریق اُسکے علاج کا یہ ہی کہ جن باعثون سے مدح کی محبت اور مذمت کی کراہت ہوتی ہی اُنکو دیکھنا چاہیے مثلاً سبب اول قول مادح سے اپنے کمال پر مطلع ہونا ہی تو اسمین ممدوح کو یہ چاہیے کہ اپنی عقل کی طرف رجوع کرے اور دلمین سوچے کہ جس صفت سے اُسنے میری تعریف کی ہی اُس سے مین متصف ہون یا نہین اگر متصف ہون تو وہ صفت قابل خوشی ہی جیسے صفت علم و زہد وغیرہ یا مستحق فرحت نہین مثل ثروت و جاہ اور اسباب دنیوی کے پس اگر صفت مذکورہ اسباب دنیوی مین سے ہو تو اُس پر خوشی کرنی ایسی ہی جیسے زمین کی گھاس پات پر کہ تھوڑے دنون مین ہوا مین ماری ماری پھرے گی اسطرح کی خوشی قلت عقل سے ہوتی ہی عاقل شخص کا قول یہ ہی ~~ شدت غم مین سمجھتا ہون خوشی ایسی کہ جلد + انتقال اُس سے ضروری ہی بہر صورت مجھے + پس انسان کو نہین چاہیے کہ متاع دنیوی پر خوشی کرے اس لیے کہ یہ خوشی مادح کی تعریف کرنے کی تو ہی نہین بلکہ اُس شے کے اپنے پاس ہونے کی ہی اور وہ چیز کچھ مدح کے سبب نہین آئی کہ مدح پر فرحت کیجاوے - اور اگر صفت ایسی ہو جو مستحق فرحت ہو جیسے علم و زہد تب بھی خوش نہونا چاہیے اسلیے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہین علم و زہد البتہ خدا سے نزدیکی کر دیتے ہین مگر خطرہ خاتمہ کا لگا ہوا ہی اگر آدمی کو خوف اپنے خاتمہ کے بُرا ہونے کا ہوگا تو کسی دنیاوی چیز کی خوشی پاس بھی نہ پھٹکیگی بلکہ یہ معلوم ہوگا کہ دنیا رنج و اندوہ کا مقام ہی خوشی کی جگہ نہین - پھر اگر علم و زہد سے اسلیے خوش ہوتا ہی کہ توقع حسن خاتمہ کی ہو گئی تو چاہیے کہ اسطرح خوش ہو کہ خدا تعالے نے اپنا بڑا فضل و انعام کیا کہ علم و زہد و تقویٰ عنایت فرمایا مادح کی مدح پر خوشی کی کوئی وجہ نہین جس کمال کے واقف ہونے سے یہ خوش ہوتا ہی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسمین پایا جاتا ہی مدح کے باعث نہین پھر مدح پر خوشی کی کیا حاجت ہی مدح سے کوئی فضیلت نہین بڑھ جاتی ہی - اور اگر صفت ایسی ہی جو ممدوح مین نہین پائی جاتی تو ایسی صفت پر ممدوح کا خوش ہونا نہایت دیوانہ پن ہی اور اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص کسی دوسرے سے بطریق ہنسی کہے کہ واہ آپ کے پیٹ کا مواد کتنا معطر ہی اور جب آپ پاخانہ پھرتے ہین تو مہک پر مہک خوشبو کی اُٹھتی ہی حالانکہ اُسکو معلوم ہی کہ میرے پیٹ مین نجاست ہی اور اُسمین نہایت بدبو ہوا کرتی ہی اور باوجود اس کے شخص اول کی تعریف سے خوش ہو تو بجز جنون اور جہل کے اور کیا تصور کیا جائیگا اسیطرح جب ممدوح کو کسی مادح نے تعریف کیا اور اُسمین وہ صفات نہین اور باوجود اسکے خوش ہوا تو یہ خوشی بھی ویسی ہی خوشی ہوئی جو اوپر مذکور ہوئی - خلاصہ یہ کہ مادح اگر سچ کہتا ہی تو چاہیے کہ ممدوح خدا کے فضل پر اظہار فرحت کرے اور اگر جھوٹ کہتا ہی تو رنج کرنا چاہیے کسی صورت مین اُس کی مدح پر خوش ہونا

نہ چاہیے دوسرا سبب مدح پر خوشی کا یہ ہوتا ہی کہ اُس سے یہ پایا جاتا ہی کہ تعریف کرنے والے کا دل اپنا مسخر ہو گیا ہے اور اُس سے اور دل بھی مسخر ہونگے اُسکا مآل اور محبت جاہ کا مآل ایک ہی جسکا علاج اوپر گذر لیعنے لوگون سے طمع قطع کرکے خداے تعالےٰ کے نزدیک منزلت کا خواہان ہو اور جان لے کہ لوگون کے دلون مین منزلت کا خواہان ہونا اور اُسپر خوش ہونا خداے تعالےٰ کے نزدیک رتبہ کم کرتا ہی پس خوشی کا کیا مقام ہی تیسرا سبب خوشی کا اپنا رعب ہی کہ جسکے سبب مادح مضطر تعریف کا ہوا یہ بھی ایک قدرت عارضی ہی کہ جسکو کچھ قیام نہین اور نہ قابل خوشی کے ہی بلکہ مدح پر غم کرنا اور اُسکو برا سمجھنا اور اُسکے باعث غصہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ تعریف کی آفتین مدح پر بہت بڑی ہین جیسا کہ باب آفات زبان مین مذکور ہوئین۔ بعض اکابر کا قول ہی کہ جو شخص مدح سے خوش ہوتا ہی تو شیطان کو اپنے اندر جانے کی راہ دیتا ہی۔ اور بعض کا قول ہی کہ جب کوئی تجھے کہے کہ تو اچھا آدمی ہی اور یہ قول تجھکو بہ نسبت اس قول کے کہ تو برا آدمی ہی اچھا معلوم ہو تو خدا کی قسم تو برا شخص ہی اور بعض احادیث مین روایت ہی کہ اگرچہ صحیح ہی توکمر توڑتی ہی یعنی ایک شخص نے بحضور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو اچھا کہا آپنے فرمایا کہ اگر وہ شخص موجود ہوتا اور جو تو کہتا ہی اُسپر راضی ہوتا اور اُسی حال مین مرتا تو دوزخی ہوتا۔ اور ایکبار آپ نے کسی مادح کو ارشاد فرمایا کہ تیرا برا ہو تو نے اپنے ممدوح کی کمر توڑ دی وہ قیامت تک فلاح نہ پاویگا۔ اور ایک روایت مین ہی کہ الا ایاکم والتمادح فاذا رایتم المادحین فاحثوا فی وجوھھم التراب اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم مدح سے بہت خوف کیا کرتے تھے اور اُسکے فتنہ سے اور اُسکے باعث جو دل پر سرور عظیم ہوتا ہی اس سے بہت ڈرتے یہانتک کہ بعض خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم نے کسی شخص سے کچھ پوچھا اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ مجھسے بہتر اور عالم تر ہین آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ مین نے تمکو یہ نہین کہا تھا کہ مجھکو پاک وصاف بتلانا۔ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ جب تک آپ لوگ زندہ ہین تب تک لوگون مین خیر رہے گی آپ نے غصہ ہوکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہی کہ تو عراق کا رہنے والا ہی یعنی ہم لوگون کے عادات سے ناواقف ہی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی تعریف سُنکر فرمایا کہ الٰہی تیرا بندہ میرے پاس تیرے غصہ کی چیز سے تقرب کرتا ہی مین تجھکو گواہ کرتا ہون کہ مین اُس سے ناراض ہون اُن لوگون نے جو تعریف کو برا جانا تو یہی وجہ تھی کہ ایسا نہ ہو اس خوشی سے خداے تعالےٰ ناراض ہو جاوے اور چونکہ اُنکے دل اس بات مین مصروف تھے کہ ہمارا حال خدا کے نزدیک کیا ہوگا اسوجہ سے اُن لوگون کی تعریف بڑی معلوم ہوئی تھی اسلیے کہ حقیقت مین اچھا وہی ہی جو خداے تعالیٰ سے قریب ہو اور مذموم وہ ہی جو خدا سے دور ہوکر بدون کے ساتھ دوزخ مین پڑے گا پس ممدوح دنیا اگر خدا کے نزدیک دوزخی ہی تو غیر کی مدح سے اُسکا خوش ہونا کمال جہالت ہی اور اگر اہل جنت سے ہی تب بھی خدا کے فضل کی فرحت چاہیے اُسکا کام خلق کے اختیار مین نہین اور جب بندہ کو یہ علم ہوگا کہ رزق وموت قبضہ قدرت الٰہی مین ہی تو اسکی توجہ خلق کی مدح وذم کی طرف نہ رہیگی اور دل سے محبت مدح کی دور ہو جاوے گی اور ایسے امور مین مصروف ہوگا جو دین مین ضروری ہین اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ توفیق ثواب ہی

گیارھوان بیان مذمت کی نفرت کے علاج مین۔ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ مذمت کی نفرت کا باعث محبت

رنج کے سبب کی ضد ہی تو اُسکا علاج بھی اُسکے علاج سے سمجھ مین آسکتا ہی اور اُسکا بیان مختصر یہ ہی کہ جو شخص مثلاً تمکو بُرا کہتا ہی تین حال سے خالی نہین یا تو اپنے قول مین سچا ہی مگر صرف براے خیر خواہی اور نصیحت کے بُرا کہتا ہی یا سچا ہی لیکن اُسکا قصد محض ایذا دینی اور رنج پہونچانا ہی یا جو بات اُسنے کہی ہی اُسمین جھوٹا ہی اگر اپنے قول مین سچا ہی اور براہ نصیحت بُرا کہتا ہی تو تم کو اُسپر غصہ کرنا اور اُس سے بہین وجہ کینہ رکھنا اور بُرا بھلا کہنا نہین چاہیے بلکہ اُسکے کہنے کے بموجب اُسکے طریق کا اقتدا کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص تمکو تمہارے عیب بتلاتا ہی وہ گویا ہلاک ہونے کے مقام بتلاتا ہی کہ تم اُنسے بچو پس ایسے شخص سے خوش ہو کر اگر ہوسکے تو جو صفت بُرائی کی تم مین ہی اُسکے دور کرنے کی تجویز کرنی چاہیے اور اس بُرا کہنے کی عوض مین منھ چڑھانا اور ناصح کو بُرا جاننا اور جواب ترکی بترکی دینا نہایت نادانی ہی اور اگر اُسکا قصد رنج دینا ہو تب بھی تمکو اُسکے قول سے نفع ہی ہو کہ اُسنے تمہارے وہ عیب جتا دیے جو تم نہ جانتے تھے خواہ وہ عیب یاد دلا دیے جنسے تم غافل تھے یا اگر تم اُنکو اچھا سمجھتے تھے تو اس وجہ سے تمہاری نظرون مین اُنکو بُرا ثابت کر دیا تاکہ تمکو اُنکے دور کرنیکی حرص ہو اور ظاہر ہی کہ یہ سب باتین اسباب سعادت مین سے ہین جب مذمت سننے سے اسطرح کے اسباب سعادت ہاتھ لگے تو تم کو چاہیے کہ طلب سعادت مین مشغول ہو اسکی مثال ایسی ہی کہ تمہارا قصد کسی بادشاہ کی ملازمت کا ہی اور تمہارے کپڑونمین غلیظ لگا ہوا ہی جسکا علم تم کو نہین اگر اسی طرح بادشاہ کے یہان چلے جاؤ تو عجب نہین کہ گردن مارے جاؤ کیونکہ اُسکی مجلس آلودہ کرو گے ایسے حال مین اگر کوئی تمسے کہے کہ یہان تم آلودہ نجاست ہو اپنے آپ کو پاک و صاف کر لو تو تم کو چاہیے کہ اس کہنے سے خوش ہو کیونکہ اُسکے کہنے سے اطلاع ہو جانی غنیمت ہوئی۔ اسیطرح جتنے اخلاق بد ہین آخرت مین سب آدمی کے مہلک ہین اور اُنکو آدمی دشمنون کے قول سے پہچان لیتا ہی پس اُنکے قول کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور دشمن کا مقصود جو ایذا دہی ہی وہ تو اپنے دین کی خرابی کرتا ہی مگر تمہارے حق مین اُسکا قول نعمت ہی تو تمکو اُسپر غصہ کی کیا وجہ ہی جسکے قول سے تمکو تو نفع ہو اور اُسکو ضرر پہونچے۔ صورت تیسری یہ ہی کہ اُسکا قول تمہارے حق مین افتراے محض ہی یعنی جو عیب وہ تم مین بتلاتا ہی تم اُس سے خدا کے نزدیک بری ہو تو اس حال مین بھی بُرا ماننا نہ چاہیے اور نہ اُس کہنے والیکو بُرا کہنا چاہیے بلکہ تین باتون کی فکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ اگرچہ وہ خاص عیب تم مین نہین پھر بھی اُس جیسے عیب اور ہونگے تو خداے تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے کہ اُسکو اُن عیبون کی اطلاع نہوئی اور ایسی ہی بات کے کہنے سے ٹلگیا جس سے تم بری ہو دوسرے یہ کہ اُسکا قول تمہارے باقی عیوب کا کفارہ ہی تو کیا اُسنے ایک گناہ تمہارے ذمہ مین لگایا مگر اورون سے پاک کر دیا جنمین درحقیقت تم آلودہ تھے علاوہ ازین جو تمہاری غیبت کرتا ہی وہ اپنی نیکیان تمہارے واسطے ہدیہ دیتا ہی اور جو مدح کرتا ہی وہ تمہاری کمر توڑتا ہی تو کیا بات ہی کہ تم کمر ٹوٹنے سے خوش ہوتے ہو اور نیکیان آنے سے رنجیدہ نیکیان آنے سے تو قرب الی اللہ میسر ہی جسکے تم خواہان رہتے ہو تیسرے یہ سوچنا چاہیے کہ اُس بیچارہ اپنے دین کی خرابی کی کہ خداے تعالیٰ کی نظرون سے گر گیا اور اس افترا سے اپنے نفس کو ہلاک کر دیا اور مستحق عذاب الیم ہوا ایسی صورت مین غضب خداوندی کے ساتھ تم کو اُسپر غصہ نہ چاہیے اور اُسکو بد دعا دینی نہ چاہیے کہ خدایا اُس کو ہلاک کر ورنہ شیطان کی خوشی ہوگی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ الٰہی اُسکو صلاحیت دے اور اُسپر رحم کر اور اُسکی توبہ قبول کر دیکھو جنگ اُحد مین جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے اور سر مبارک کو مجروح کیا اور آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضہ کو شہید کیا تو آپنے ارشاد فرمایا اللھم اھد

قومی فانہم لا یعلمون یعنی الٰہی میری قوم کو ہدایت کر اسلیے کہ یہ نہین جانتے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص کیلیے دعاے خیر کی جس نے انکا سر مجروح کیا تھا لوگون نے پوچھا کہ دعاے خیر کی کیا وجہ ہی آپ نے فرمایا کہ مجھے یقیناً معلوم ہی کہ اُسکے سبب سے مجھے اجر ملے گا تو مجھے یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھے تو اس کی جہت سے ثواب ملے اور اُسکو میری جہت سے عذاب ہو۔ اور اُن اشیا مین سے جن کے باعث مذمت کی نفرت شاق نہین معلوم ہوتی طمع کا قطع کرنا ہی پس جس شخص کیطرف تمکو کچھ طمع نیک و بدکی نہو اگر وہ بُرائی کریگا تو اُسکا اثر دلپر زیادہ گران نہ معلوم ہوگا اور اصل دین کی قناعت ہی اسی کے ذریعہ سے طمع مال وجاہ کی جاتی رہتی ہی اور جبتک طمع بنی رہیگی تو جس سے طمع رکھوگے یہی چاہو گے کہ اُسکے دل مین میری منزلت ہو اور یہ میرا ثناخوان رہے اور تمام ہمت اسی مین مصروف کروگے اور بدون استیصال دین کے یہ بات حاصل نہوگی خلاصہ یہ کہ طالب مال وجاہ اور محبت مدح اور بُرا جاننے والے مذمت کو دین کے سلامت رہنے کی توقع نہ کرنی چاہیے کہ ان امور کے ساتھ سلامتی دین کی بہت بعید ہی

بارھوان بیان مدح اور مذمت مین لوگونکے احوال کے مختلف ہونیکے باب مین

۔ جاننا چاہیے کہ اگر مادح اور مذمت ساز کی نسبت لوگونکو خیال کرین تو چار احوال پر پائے جاتے ہین صورت اول یہ ہی کہ مدح سے خوش ہوکر مشکور ہون اور مذمت سے ناخوش ہوکر مذمت ساز سے کینہ رکھین اور اُس سے انتقام لین یا انتقام لینے کو اچھا سمجھین یہ حال اکثر لوگون کا ہی اور اور درجات معصیت جو اس اعتبار سے ہوتے ہین اُنمین سے اعلیٰ درجہ یہی ہی صورت دوم یہ کہ مذمت باطن مین تو شاق معلوم ہوتی ہی مگر زبان اور اعضاے ظاہری پر اُسکے مکافات کی نوبت نہین آتی اُنکو روکے رکھتا ہی اسیطرح مادح کی مدح سے باطن مین تو خوش ہوتا ہی مگر ظاہر کی حفاظت کرتا ہی کہ اظہار سرور بظاہر نہ ہو یہ صورت بھی ناقص ہی اگرچہ صورت اول کی نسبت کمال مین داخل ہی صورت سوم جو درجات کمال مین سے اول واعلیٰ ہی یہ ہی کہ مدح اور ذم دونون مساوی معلوم ہون نہ مدح سے سرور ہو نہ مذمت سے غم اور اس صورت سے بعض عابد اپنے گمان مین اپنے آپ کو متصف جانتے ہین لیکن اگر اُسکے علامات کا امتحان نکرین تو دھوکا کھا جاتے ہین اسلیے اُسکی علامتین یہ ہین اوّل یہ ہی کہ مذمت والے کا اپنے پاس زیادہ بیٹھنا گران نہ معلوم ہو جتنا بہت دیر بیٹھنا مادح کا گران گذرے اُتنا ہی مذمت والے کا گران ہو اُسکی نسبت زیادہ نہو۔ دوم یہ کہ جتنی خوشی اور فرحت مادح کی حاجتون کے پورا کرنے مین ہو اُتنی ہی ہجو کرنے والے کی قضاے حاجات مین ہو اُس سے کم نہو سوم یہ کہ دونون کا مجلس سے چلا جانا یکسان ہو مذمت والے کا چلا جانا بہ نسبت مادح کے اچھا نہ معلوم ہوتا ہو چہارم یہ کہ مادح کی موت کا زیادہ غم نہو بہ نسبت دوسرے کی موت کے پنجم یہ کہ مادح کے مصائب اور اُسکے دشمنون کی ایذا رسانی پر زیادہ رنج نہو بہ نسبت دوسرے کے ششم یہ کہ مادح کی خطا بہ نسبت مذمت والے کے دلپر اور نظرون مین خفیف نہ معلوم ہو جب مذمت والا مثل مادح کے سبک معلوم ہوگا اور ہرطرح سے دونون مین مساوات معلوم ہوگی تب یہ رتبہ نصیب ہوگا مگر تامل سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ رتبہ نہایت سخت اور بہت بعید ہی اکثر عابد لوگونکی تعریف سے دلمین خوش ہوتے ہین مگر چونکہ امتحان ان علامتون سے اپنے دل کا نہین کرتے اس جہت سے اُنکو اس خوشی کا حال معلوم نہین ہوتا۔ اور کبھی عابد کو اپنے دل کا میلان مادح کی طرف معلوم ہوجاتا ہی کہ مذمت والے کی نسبت زیادہ ہی اور اُسکی تقویت اور خوبی شیطان اس طرح سوجھا دیتا ہی

ہے کہ مذمت والے نے جو تجھکو بُرا کہا تو خدا ے تعالیٰ کی نافرمانی کی اور مادح نے اُسکے برعکس تیری تعریف کرنے سے خدا کی اطاعت کی تو دونون برابر کیسے ہو سکتے ہین تو جو مذمت والے کو بُرا جانتا ہے صرف دین کی جہت سے ہے پس یہ شیطان کا دھوکا ہے کیونکہ اگر عابد غور تامل کرے تو جان لے کہ یہ خطا مذمت والے سے اُسکو مذمت کی باعث ہوئی لوگ اُس سے بھی زیادہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہین پھر اُنکو بُرا کیون نہین جانتا اور اُنسے نفرت کیون نہین کرتا علاوہ ازین جسنے اُسکی مدح کی ہے اُسنے قطعاً کسی دوسرے کی مذمت کی ہو گی تو اُس کو دوسرے کی مذمت کرنے پر بُرا کیون نہین جانتا اپنی بُرائی پر بُرا کیون سمجھتا ہے مذمت معصیت کے اعتبار سے برابر ہے کہ مذموم وہ خود ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو اس سے معلوم ہوا کہ عابد کا غصہ مذمت والے پر اپنے نفس کے باعث ہے اور یہ شیطانی فریب ہے کہ اُسکو سوجھا دیا کہ یہ دینی بات ہے حتیٰ کہ اپنی ہواے نفسانی کے باعث اسکو حسنات مین جاننے لگا اور اسیوجہ سے خدا تعالیٰ سے اور زیادہ بعید ہو گیا۔ اور جس شخص کو شیطان کے فریب اور نفس کے آفات معلوم نہین اُسکی اکثر عبادتین ضائع ہوئی ہین کہ دنیا بھی نہین ملتی اور آخرت کا بھی خسارہ رہتا ہے اُنھین کی شان مین خدا ے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا چوتھی صورت جو صدق فی العبادۃ ہے یہ ہے کہ مدح کو بُرا جانے اور مادح سے ناخوش ہو اسوجہ سے کہ یہ معلوم ہے کہ مدح اُسکے حق مین بڑا فتنہ کمر توڑنے والا دین مین نقصان پہونچانے والا ہے اور مذمت والے کو دوست جانے کہ اُسنے اسکے عیب تبلا دیے اور جو بات ضروری تھی اُسکی طرف اُسکو ہدایت کیا اور اپنی نیکیان اُسکے لیے ہدیہ کین حدیث شریف مین ہے کہ راس التواضع ان تکرہ ان تذکر بالبر والتقوی اور بعضی حدیثون مین وہ مضمون وارد ہے کہ بشرطیکہ صحیح ہو تو ہم جیسون کی خرابی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ویل للصائم وویل للقائم وویل لصاحب الصوف یعنی روزہ دار اور شب بیدار اور گلیم پوش سب کی خرابی ہے مگر لوگون نے عرض کیا کہ اس استثنا سے کون لوگ مراد ہین آپ نے فرمایا کہ الا من تنزہت نفسہ من الدنیا وابغض المدحۃ واستحب المذمۃ یعنے مگر وہ شخص جسکا نفس دنیا سے پاک ہے اور مدح کو بُرا اور مذمت کو اچھا جانتا ہے یہ مرتبہ نہایت سخت و دشوار ہے ہم جیسے لوگون کی اُمس بیرے کی طمع صرف صورت دوم مین ہے کہ مذمت والے کی بُرائی اور مادح کی بھلائی دلمین ہو مگر اُسکا اظہار قول اور عمل مین نہو اور تیسری صورت یعنی مادح اور مذمت والے کو برابر جاننا تو اسکی طمع ہمکو نہین ہو سکتی پھر اگر ہم اپنے نفسون مین دوسری صورت کے علامات تلاش کرین تو وہ بھی پوری نہین ہوتی کیونکہ یہ بات تو ضروری ہے کہ مادح کی تعظیم اور اسکی قضاے حاجات کے لیے جلدی کرتے ہین اور مذمت والے کی تعظیم و قضاے حاجات اور اُسکی تعریف کرنی گران معلوم ہوتی ہے تو پھر فعل ظاہری مین بھی دونون مین برابری کرنے کے اوپر قادر نہین باطن مین تو قادر نہ تھے اور جو شخص کہ اس وقت مین مادح اور مذمت والے کو ظاہر افعال مین برابر کرے اُس کو پیشوا جاننا چاہیے اگر کوئی ایسا شخص پایا جاوے تو اُس کا حکم کبریت احمر کا ہے جس سے لوگ فیضیاب ہون مگر کوئی معلوم نہین ہوتا جب دوسرے مرتبہ کا شخص نہین سوجھتا تو دو مرتبے جو اُس کے اوپر ہے اُنکا تصور تو کہان ہو گا۔ اور ان مراتب مین سے بھی ہر ایک مرتبہ مین بہت درجے ہین مثلاً مدح مین یہ درجات ہین کہ بعض آدمی تمناے مدح و ثنا اور اپنی شہرت کی رکھتے ہین اور اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے جو کچھ اُنسے بن سکتا ہے کرتے ہین یہانتک

کہ عبادات بھی ظاہر داری کے واسطے کرتے ہین اور ممنوعات کے ارتکاب کی بھی کچھ پروا نہین کرتے وہ یہی چاہتے ہین کہ لوگون کے دل اپنی طرف رجوع ہون اور ہماری تعریف مین سب لوگ رطب اللسان ہوجاوین ایسے لوگ ہالکین مین داخل ہین - اور بعض ایسے ہین کہ اس مطلب کو مباحات سے طالب ہوتے ہین عبادات کے کرنے سے خواہ ممنوعات کے ارتکاب سے اُسکے خواہان نہین تو ایسے لوگ گرتے ہوے کنارے پر ہین اسلیے کہ جن باتون سے یا اعمال سے لوگونکا دل اپنی طرف راغب ہوتا ہی اُنکی کچھ حد مقرر نہین اسی لیے اُنکا ضبط کرنا بھی نہین ہوسکتا تو کیا عجب ہی کہ آدمی مدح وثنا کے حصول کے لیے ایسی بات یا عمل کرے جو حلال نہو اور اُسکو اطلاع نہو ایسے لوگ پہلے لوگون کے قریب قریب ہین یعنی یہ لوگ بھی گویا تباہ کار ہی ہین - اور کچھ لوگ ایسے ہین کہ وہ مدح اور ثنا کے خواہان تو نہین نہ اُسکے لیے ساعی لیکن جب اُنکی تعریف ہو تو اُنکے دل پر سرور آجاتا ہی پس اگر ایسے لوگ اس سرور کے آنے کو مجاہدہ سے ہٹالین اور بزور اسی تعریف کو بُرا نہ سمجھین تو کچھ دور نہین کہ فرط سرور اُنکو اُس درجہ پر پہونچادے جو اس سے پہلے تھا اور اگر نفس پر مجاہدہ کرکے اپنے دل مین بزور و تکلف آفات مدح کو سوچ کر اُس کی کراہت اور بُرائی ڈالے تو ایسے لوگ مجاہدہ کے خطرہ مین رہتے ہین کبھی خود ہار جاتے ہین کبھی جیتتے ہین - اور بعض لوگ ایسے ہین کہ جب اپنی تعریف سنتے ہین نا خوش ہوتے ہین نہ رنجیدہ لیکن تعریف اُنہین کچھ تاثیر کرتی ہی ایسے لوگ باوجودیکہ پوری اخلاص نہین رکھتے تاہم اچھے ہین - اور بعض لوگ ایسے ہین کہ جب اپنی تعریف سنتے ہین تو بُرا جانتے ہین مگر یہ نوبت نہین ہوتی کہ مادح پر غصہ ہون یا منع کرین - اور سب مین اعلیٰ درجہ یہ ہی کہ تعریف کو بُرا جانکر غصہ ہو اور اظہار غضب بھی واقع کرے نہ یہ کہ ظاہر مین تو غصہ ہو اور دل مین اُسکو اچھا جانتا ہو یہ صورت عین نفاق کی ہی اسلیے کہ یون یہ چاہتا ہی کہ مین اخلاص اور صدق ظاہر کرون حالانکہ یہ دونون باتین اُسمین نہین - علیٰ ہذا القیاس مدح کے برعکس ذم کے باب مین بھی درجات مختلف مین ادنی درجہ یہ ہی کہ مذمت سننے پر اظہار غصہ ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہی کہ مذمت پر خوشی ظاہر کرے اور فرحت اور اظہار انبساط اسی شخص سے ہوسکے گا جو اپنے نفس کی طرف سے دل مین غصہ اور کینہ رکھتا ہو گا کہ یہ بڑا سرکش اور بہت عیب دار اور نہایت خلاف وعدہ ہی بہت سے مکروفریب وخبث رکھتا ہی اور اسی وجہ سے اُس سے ایسا بغض کرے جیسا دشمن سے ہوتا ہی اور چونکہ آدمی اپنے دشمن کی مذمت سننے سے خوش ہوا کرتا ہی اور اس شخص کا دشمن اسی کا نفس ہی تو جب اُسکی مذمت سُنتا ہی تو خوش ہوتا ہی اور مذمت والے کا مشکور ہوتا ہی اور اُسکو بڑا ذکی اور ہوشیار سمجھتا ہی کہ اُسنے خوب میرے نفس سرکش دشمن کے عیب پہچانے اور یہ مذمت ایسے شخص کے حق مین ایک تشفی سی ہوتی ہی اور اُس کے نزدیک غنیمت معلوم ہوتی ہی اسلیے کہ مذمت کے باعث لوگون کی نظرونسے ساقط ہوکر جاہ کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہی علاوہ اسکے سب طرح کے حسنات مین تو آدمی قائم رہ نہین سکتا تو کیا بعید ہی کہ یہ مذمت اُسکے ایسے عیبون کو جبر کرے کہ جنکا دور ہونا اس سے دشوار ہی اور اگر کوئی مرید تمام عمر اپنے نفس پر اسی ایک خصلت کا مجاہدہ کرے کہ اُس کے نزدیک مادح اور مذمت والا برابر ہوجاوے تو اُس کو ایسا شغل ہوجاوے گا کہ اسکو اور کام کی فرصت نہو اور مرید مین اور سعادت مین بہت سی گھاٹیان ہین جنمین سے ایک یہ مساوات کا حاصل کرنا ہی اور ہر ایک گھاٹی کا قطع کرنا بدون مجاہدہ شدید کے تمام عمر طویل مین نہین ہوسکتا

دوسری فصل ریا کے باب مین یعنی عبادات کی جہت سے جاہ و منزلت کے طلب کرنے مین اور اسمین گیارہ بیان ہین

بیان اول ریا کی مذمت مین

واضح ہو کہ ریا حرام ہی اور ریا کار خدا کے نزدیک مغضوب ہی اور یہ بات آیات و اخبار و آثار سے ثابت ہی چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون الذین ہم یراؤن اور فرمایا والذین یمکرون السیئات لہم عذاب شدید و مکر اولئک ہو یبور حضرت مجاہد رض اسکی تفسیر مین فرماتے ہین کہ وے لوگ ریا کار ہین جو اس آیت مین مذکور ہوے اور فرمایا انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا اسمین اخلاص والون کی مدح مذکور فرمائی کہ سوائے وجہ اللہ کے اور کوئی ارادہ نہین کرتے اور ریا اسکی ضد ہی اور فرمایا فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا یہ آیت ایسے لوگون کی شان مین اتری ہی جو اپنے عبادات و اعمال پر مزدوری اور ثنا کے خواہان ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس چیز مین ہی آپ نے ارشاد فرمایا ان لا یعمل العبد بطاعۃ اللہ یرید بہا الناس اور حضرت ابو ہریرہ رض سے تین شخصون کی یعنی شہید اور صدقہ دینے والے اور قاری کے احوال کی حدیث جو باب اخلاص مین مفصل مذکور ہی مروی ہے کہ خداوند کریم اُن مین سے ہر ایک کو ارشاد فرمادے گا کہ تو جھوٹا ہی تو اللہ تعالی کیواسطے نہین لڑا بلکہ اسلیے کہ لوگ کہین تو بڑا بہادر ہی اور تو نے خدا کے واسطے خیرات نہین دی بلکہ سخی کہلانے کے واسطے اور تو نے خدا کے واسطے کلام اللہ نہین پڑھا بلکہ قاری مشہور ہونے کے لیے۔ اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو ثواب نہ ملا اور اُنکے ریا نے سب اعمال بیکار کر دیے۔ اور حضرت ابن عمر رض سے یہ حدیث مروی ہی کہ من رائی رائی اللہ بہ ومن سمع سمع اللہ بہ اور ایک حدیث طویل مین یون مذکور ہے کہ خداوند کریم فرشتون کو یون ارشاد فرماویگا کہ اُس شخص نے اپنے عمل سے مجھکو ارادہ نہین کیا اُسکو دوزخ مین ڈالدو اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر لوگون نے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا چیز ہی آپ نے فرمایا کہ الریاء یعنی ریا ہی پھر فرمایا ہی یقول اللہ عز وجل یوم القیمۃ اذا جازی العباد باعمالہم اذہبوا الی الذین کنتم تراؤن فی الدنیا فانظروا ہل تجدون عندہم الجزاء اور ایک حدیث مین فرمایا کہ استعیذوا باللہ عز وجل من جب الحزن لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہی آپ نے فرمایا وادی فی جہنم اعد للقراء المرائین اور ایک حدیث قدسی یون وارد ہی من عمل لی عملا اشرک فیہ غیری فہو لہ کلہ وانا منہ بری وانا اغنی الاغنیاء عن الشرک اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو سر اور ڈاڑھی مین تیل ڈالے اور ہونٹھون پر بھی ہاتھ پھیر دے تاکہ لوگ نہ جانین کہ یہ روزہ دار ہی اور جب کوئی داہنے ہاتھ سے کچھ دیوے تو بائین کو خبر نہو اور جب نماز پڑھے تو اپنے

ور دازے کا پردہ چھوڑ دے کیونکہ خداے تعالیٰ ثنا بھی اسی طرح تقسیم کرتا ہو جسطرح روزی بانٹتا ہو اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لا یقبل اللہ عز وجل عملاً فیہ مثقال ذرۃ من ریاء اور حضرت عمر رضنے ایک بار حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو روتے دیکھا اور سبب گریہ پوچھا اُنھون نے کہا کہ مجھکو ایک حدیث رلاتی ہی جسکو مین نے اس خبر والے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو کہ آپ فرماتے تھے ان ادنی الریاء شرک اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی اخوف ما اخاف علیکم الریاء والشہوۃ الخفیۃ اور شہوت خفیہ کا مال ریا خفی اور ریاء دقیق پر پہونچتا ہی اور ایک حدیث مین یہ فرمایا کہ جس روز خداے تعالےٰ کے عرش کے سایۂ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا عرش کے سایہ مین ایک ایسا شخص ہوگا جسنے داہنے ہاتھ سے دیا اور بائین کو خبر نہوئی یعنی خیرات خفیہ کی اسی جہت سے وارد ہی کہ عمل خفیہ ظاہر کے عمل سے ستر گنی فضیلت رکھتا ہی اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ آپنے فرمایا قیامت کے روز ریاکار تین ناموں سے پکارا جاویگا اے فاجر اے غادر اے مرائی تیرے عمل ضائع ہوے اور ثواب جاتا رہا جس کے لیے تو عمل کرتا تھا جا اُس سے اپنی اجرت لے اور حضرت شداد بن اوس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ روتے ہین مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کس سبب سے روتے ہین آپنے فرمایا امر تخوفت علی امتی الشرک اما انہم لا یعبدون صنما ولا شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولکنہم یراؤن باعمالہم اور ایک حدیث مین یون وارد ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اپنے اوپر کی اشیا کے ساتھ کانپنے لگی اللہ تعالےٰ نے پہاڑون کو پیدا کرکے زمین کے لیے میخین بنا دین فرشتون نے آپسمین کہا کہ خدا تعالیٰ نے کوئی چیز پہاڑ سے زیادہ سخت نہین بنائی اللہ تعالیٰ نے لوہا پیدا کیا اُسنے پہاڑونکو کاٹ ڈالا پھر آگ پیدا کی اُسنے لوہے کو گلا دیا پھر پانی کو حکم ہوا اُسنے آگ بجھادی پھر ہوا کو حکم ہوا اُسنے پانی کو تہ و بالا کردیا فرشتون نے یہ سب دیکھکر باہم اختلاف کیا کہ سب مین زیادہ سخت کون چیز ہی پھر کہا کہ اسکو اللہ جل شانہ سے پوچھنا چاہیے عرض کیا کہ الٰہی تو نے اپنی مخلوق مین سے سب مین زیادہ سخت کونسی چیز بنائی ہی ارشاد ہوا کہ میرے نزدیک سب مین زیادہ سخت آدم زاد کا دل ہی کہ خیرات دہنے ہاتھ سے کرتا ہی اور بائین سے چھپاتا ہی اس سے زیادہ سخت کوئی مخلوق مین نے نہین پیدا کی۔ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک رح ایک شخص سے راوی ہین کہ اُس شخص نے حضرت معاذ ابن جبل رضہ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھ سے کوئی حدیث بیان فرمایئے جسکو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو حضرت معاذ اتنا روئے کہ سائل کو گمان ہوا کہ آپ چُپ نہ ہونگے پھر جب چپ ہوئے اور کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپنے مجھکو پکارا اے معاذ مین نے عرض کیا لبیک بابی انت وامی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ مین تجھسے ایک حدیث کہتا ہون اگر تو یاد رکھے گا تو تجھکو نافع ہوگی اور اگر یاد نہ رکھیگا اور ضائع کردیگا تو تیری حجت قیامت مین خدا تعالیٰ کے سامنے کچھ نہ چلیگی اے معاذ اللہ تعالےٰ نے قبل پیدائش زمین اور آسمانون کے سات فرشتونکو پیدا کیا پھر آسمانونکو پیدا کرکے ہر آسمان پر ایک فرشتہ دربان معین کردیا اور ہر آسمان کو بڑی عظمت عنایت فرمائی جب بندے کے صبح سے شام تک کے عمل فرشتے محافظ لیکر اوپر چڑھتے ہین اور عمل مین آفتاب کا سا نور ہوتا ہی فرشتے اپنے نزدیک اُسکو اچھا اور بہت سمجھتے ہین مگر جب آسمان دنیا پر پہونچتے ہین تو دربان اُس آسمان کا محافظون سے کہتا ہی کہ اس عمل کو عمل والے کے منھ پر مارو مین غیبت کا فرشتہ ہون میرے رب نے مجھ کو حکم کیا ہی کہ جس شخص نے لوگون کی

...ت کی ہو اُسکے عمل کو اپنے آگے نہ بڑھنے دو پھر محافظین کوئی اور عمل صالح بندے کا لیکر جسمین غیبت نہو دربان اول سے گذر جاتے ہین اور اُس
...ہو پاک اور زیادہ جاتے ہین یہانتک کہ دوسرے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا دربان کہتا ہو کہ کھڑے رہو اور اس عمل کو اُس کے مرتکب
...منھ پر مارو اُسنے اس عمل سے متاع دنیا مراد لی تھی میرے پروردگار کا حکم ہو کہ ایسے عمل کو آگے نہ جانے دون وہ شخص مجلسون مین
بیٹھ کر فخر کیا کرتا تھا پھر محافظین بندے کا اور عمل صدقہ اور نماز روزہ جسمین ایسا نور ہو کہ محافظین بھی حیران رہین لیکر چڑھتے ہین اور
دونون آسمانون سے گذر جاتے ہین جب تیسرے پر پہونچتے ہین تو جو فرشتہ اُسپر موکل ہو وہ کہتا ہو کہ ٹھہرو اور اس عمل کو اُس بندے کے
منھ پر مارو مین کبر کا فرشتہ ہون میرے مالک کا حکم ہو کہ جس عمل مین کبر ہو اُسکو آگے نہ جانے دو وہ شخص مجلسون مین تکبر کیا کرتا تھا پھر محافظین
بندے کا کوئی اور عمل مثل حج وعمرہ ونماز روزہ کے لیکر اوپر جاتے ہین اور یہ عمل ستارے کے موافق چمکتا ہوتا ہو اور آواز کرتا
ہو اُس کو لے کر جب چوتھے آسمان پر پہونچتے ہین اُسکا دربان کہتا ہو کہ اس عمل کو اُسی کی پیٹھ اور پیٹ پر مارو مین فرشتہ عجب ہون
میرے مالک کی اجازت ہو کہ عجب کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دو یہ شخص جب عمل کرتا تھا تو اپنے عمل مین عجب کو دخل دیتا تھا پھر
محافظین اور عمل بندے کا لیکر پانچوین آسمان تک چلے جاتے ہین اور یہ عمل دولھن کیطرح آراستہ ہوتا ہو پانچوین آسمان کا موکل کہتا
ہو کہ توقف کرو اور اس عمل کو عمل والے کے منھ پر مارو اور اسی کی گردن پر ڈالدو مین فرشتہ حسد کا ہون وہ لوگون سے حسد کیا
کرتا تھا جو کوئی کچھ سیکھتا اور اُسی کے موافق کام کرتا یا کوئی شخص نفل عبادت ادا کرتا یہ سب کی حسد کرتا اور اُنکو برا کہتا مجھے حکم الٰہی
ہو کہ اُسکے عمل کو آگے نہ جانے دون پھر محافظین بندے کے اور نماز و زکوٰۃ و روزہ وحج لیکر اوپر جاتے ہین جب چھٹے آسمان پر
پہونچتے ہین وہان کا موکل کہتا ہو کہ ٹھہرو اور اُسکو عامل کے منھ پر مارو وہ کبھی کسی انسان پر رحم نہین کرتا کیسی ہی کسی پر بلا یا ضرر
آوے بلکہ ہنسا کرتا ہو مین فرشتۂ رحمت ہون مجھے امر خداوندی ہو کہ ایسے کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دون پھر محافظین بندہ کا اور عمل لے کر
چڑھتے ہین اور اُس عمل روزہ نماز اور ورع واجتہاد وغیرہ مین رعد کی سی گرج ہوتی ہو اور آفتاب کی چمک اور تین ہزار فرشتے اُسکے
ساتھ ہوتے ہین اور چھوٴن آسمانون سے گذر کر جب ساتوین پر پہونچتے ہین تو اُسکا دربان کہتا ہو کہ توقف کرو اور اس عمل کو اُسکے
عامل کے منھ پر مارو اور اُسکے اعضا پر ٹپکو اور اُسکے دل پر ڈالدو جس عمل کو کہ خاص خدا کیواسطے نہین کیا اُسکو مین پروردگار کے سامنے
نہ جانے دونگا اس عامل کو بھی اپنے عمل سے غیر اللہ مراد تھا اسکی مراد یہ تھی کہ فقہا مین رفعت ہو جاوے علما مین میرا ذکر ہو شہرون مین
مشہور ہو جاؤن میرے خدا کا حکم ہو کہ اُسکے عمل کو اپنے پاس سے آگے نہ جانے دون اور جو عمل کہ خدا کیواسطے نہین وہ ریا ہو اور خدا تعالےٰ
ریاکار کا عمل قبول نہین فرماتا۔ پھر محافظین بندے کا عمل نماز و زکوٰۃ و روزہ وحج وعمرہ اور خلق اور حسن سلوک اور ذکر الٰہی جنمین کوئی
عیب عیوب مذکورۂ بالا سے نہو لیکر اوپر جاتے ہین اور اُسکے ساتھ تمام آسمانون اور زمین کے فرشتے ہوتے ہین یہانتک کہ سب پردے
کو قطع کرکے خداوند کریم کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے ہین اور اُس شخص کے لیے عمل صالح کی گواہی دیتے ہین کہ خاص خدا کیواسطے
کیا ہو اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہو کہ تم میرے بندے کے عمل پر نگران تھے اور مین اُسکے نفس کا نگران ہون اُسنے اس عمل سے مجھکو
ارادہ نہین کیا میرے سوا کچھ اور مراد تھی اُسپر میری لعنت ہو فرشتے کہینگے کہ اُسپر تیری لعنت اور ہماری لعنت اور آسمان کہین گے کہ

اُسپر خدا کی لعنت اور ہماری لعنت غرض اُس کو سب آسمان اور زمین اور جو چیزین اُنمین ہین لعنت کرینگی۔ حضرت معاذ رضہ فرماتے
ہین کہ مین نے یہ حدیث سنکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو رسول خدا
ہین اور مین معاذ ہون مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ میری پیروی کر اگرچہ تیری عمر تھوڑی سی ہو اے معاذ جو تیرے بھائی قرآن خوان
ہین اُنکی غیبت مت کر اور اپنے گناہون کو خود اپنے اوپر رکھ اُنکے ذمہ مت لگا اور اُنکو برا کہکر اپنا تزکیہ مت کر اور نہ اپنے آپ کو اُنپر اونچا کر
اور عمل آخرت مین دنیا کے کام کو داخل مت کر اور لوگون مین تکبر مت کر ورنہ لوگ تیری بدخلقی سے ڈرینگے اور جب کوئی دوسرا تیرے
پاس بیٹھا ہو کسی سے سرگوشی مت کر اور لوگون کو اپنی عظمت مت جتا نہین تو تجھسے دنیا کی برکت جاتی رہیگی اور لوگونکی ہتک مت کر
ورنہ قیامت مین تجھکو دوزخ کے کتے چیر ڈالینگے اللہ تعالے فرماتا ہی وَالنّٰاشِطٰاتِ نَشْطًا اے معاذ تجھکو معلوم ہی کہ وے کیا ہین حضرت
معاذ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماوین کہ وے کیا ہین آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ کے کتے ہین کہ گوشت اور ہڈی کو
دانتون سے نوچینگے مین نے عرض کیا کہ آپ پر میری مان اور باپ فدا ہون یہ خصایل جو ارشاد ہوے اُنکی بجا آوری کی کس کو
طاقت ہی اور اُن دوزخ کے کتون سے کون بچیگا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ جسپر خدا آسان کرے اُسکو یہ باتین کچھ مشکل نہین راوی
کہتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رضہ سے زیادہ کسی کو کلام اللہ کی تلاوت کرتے نہین دیکھا وہ اس حدیث کے ڈر سے اکثر تلاوت مین مصروف
رہتے تھے اور روایت ہی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے دیکھا آپ نے فرمایا کہ او گردن والے اپنی گردن اُٹھا کہ
خشوع گردنون مین نہین ہی بلکہ دلون مین ہی۔ اور حضرت ابو امامہ باہلی رضہ نے ایک شخص کو مسجد مین سجدے کے درمیان روتے ہوئے
دیکھ فرمایا کہ تو یہ بات اگر اپنے گھر کرتا تو بہت اچھا ہوتا۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ ریاکار کی تین علامتین ہین جب اکیلا ہو تو
سُست ہو اور جب مجمع مین ہو تو خوش ہو اور جب اُسکی کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے اور اگر کوئی مذمت کرے تو کم اور ایک
شخص نے عبادہ بن الصامت رضہ سے پوچھا اگر مین تلوار سے خدا کی راہ مین لڑون اور نیت رضاے الٰہی اور لوگون کی تعریف کی ہو تو
کچھ ثواب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تجھے کچھ نہ ملیگا اُس شخص نے تین بار پوچھا آپ نے یہی جواب دیا اور آخر کو فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین
شرک سے سب غنیون کا غنی ہون۔ اور ایک شخص نے حضرت سعید بن المسیب رضہ سے پوچھا کہ ہم مین سے بعض آدمی نیکی کرتے ہین
اور یہ چاہتے ہین کہ لوگ بھی تعریف کرین اور ثواب بھی پاوین آپ نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہی کہ خدا کا غضب تمپر ہو اُسنے کہا کہ نہین آپنے
فرمایا کہ تو جب عمل للہ کے واسطے کر اُسکو اخلاص کے ساتھ کر اور ضحاک رحہ فرماتے ہین کہ یہ نہ کہنا چاہیے کہ یہ عمل رضاے الٰہی اور تمھاری
رضا کے واسطے ہی یا رضاے الٰہی اور رضاے اہل قرابت کے لیے ہی کیونکہ اللہ تعالے کا کوئی شریک نہین اور حضرت عمر رضہ نے
ایک شخص کے درہ مارا تھا پھر اُس سے فرمایا کہ تو مجھسے عوض لے لے اُسنے عرض کیا کہ مین نے خدا کیواسطے اور آپکی خاطر معاف کیا
آپ نے فرمایا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا یا تو میری ہی خاطر معاف کر کہ مجھپر احسان ہو یا خدا ہی کیواسطے چھوڑ دے اُسنے عرض کیا کہ مین نے
صرف خدا کیواسطے چھوڑا آپنے فرمایا کہ اب خوب ہوا اور حضرت حسن بصری رحہ فرماتے ہین کہ مین ایسے لوگون کے ساتھ رہا ہون کہ اُن
کے دل مین حکمت کی ایسی باتین گذرتی تھین کہ اگر اُنکو زبان پر لاتے تو اُنکو اور اُنکے ساتھیون کو مفید ہوتین مگر شہرت کے ڈر سے

ف [illegible] ۱۲

مارے نہین کہتے تھے اور جب راہ مین کوئی ایذا دہندہ چیز دیکھتے تو اُسکو مشہور ہوجانے کے خوف سے علٰحدہ نہ کرتے اور سنتے ہین کہ ریاکار قیامت مین چار نامون سے پکارا جائیگا اے ریاکار ۔ او زیان کار ۔ او مکار ۔ او بدکار جا جسکے لیے عمل کیا ہی اُسی سے اپنی اُجرت لے ہمارے پاس تیرے واسطے کچھ اجر نہین اور حضرت فضیل بن عیاض رہ فرماتے ہین کہ پہلے ریا ایسے عملون سے کرتے تھے کہ جنکو بجالاتے تھے اور آج ریا ایسے اعمال سے کرتے ہین کہ جنکے مرتکب نہین ہوتے اور حضرت عکرمہ رضہ فرماتے ہین کہ خدا تعالی بندے کو نیت پر اتنا دیگا کہ اتنا عمل پر نہ دیگا اس لیے کہ نیت مین ریا نہین ہوتا اور حضرت حسن رہ فرماتے ہین کہ ریاکار یہ چاہتا ہی کہ خدا تعالی کی تقدیر پر غالب ہوجاوے وہ خراب آدمی ہی یون چاہتا ہی کہ آدمی اُسکو نیکبخت کہین اور وہ کسطرح کہہ سکتے ہین وہ تو خدا کے نزدیک نکمے لوگون مین داخل ہی ایماندارون کے دلون کو لازم ہی کہ اُسکو پہچان رکھین اور حضرت قتادہ رضہ فرماتے ہین کہ جب بندہ ریا کرتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میرے بندے کو دیکھو مجھ سے ٹھٹول کرتا ہی اور حضرت مالک بن دینار رہ فرماتے ہین کہ قاری تین قسم کے ہین ایک خدا کے قاری ایک دنیا کے قاری ایک بادشاہون کے قاری محمد بن واسع خدا کے قاریون مین سے ہین اور حضرت فضیل بن عیاض رہ فرماتے ہین کہ جو کوئی ریاکار کو دیکھا چاہے وہ مجھے دیکھے ۔ اور محمد بن المبارک صوری رہ کا قول ہی کہ اہل خیر کی وضع رات کو اختیار کرنی چاہیے دن کو اہل خیر کی صورت اظہار کرنے سے وہ اشرف ہی اسلیے کہ دن کا معاملہ مخلوق کیلیے اور رات کا خالق کیلیے ہی اور ابو سلیمان رہ کا قول ہی کہ بہ نسبت عمل کے عمل کا بچانا بہت سخت ہی اور ابن المبارک رح نے فرمایا کہ ایک آدمی طواف تو کعبہ کا کرتا ہی مگر ہی خراسان مین لوگون نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی آپنے فرمایا کہ جو کوئی اس بات کو محبوب جانے کہ مجھکو لوگ یون کہین کہ یہ مکہ کا مجاور ہے حاصل یہ ہوا کہ طواف حصول شہرت کے لیے ضایع ہی اُسپر کچھ ثواب و اجر مترتب نہین ۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ جسنے مشہور ہونا چاہا اُسنے خدا اے تعالی کی تصدیق نہین کی

دوسرا بیان ریا کی حقیقت اور جس چیز مین کہ ریا ہوتا ہی ۔ واضح ہو کہ ریا مشتق رویت سے ہی جس کے معنی دیکھنے کے ہین اسی طرح سمعہ جو بمعنی شہرت مستعمل ہی مشتق سماع بمعنے سننے کے ہی اور ریا کے اصلی معنی یہ ہین کہ لوگونکو اچھی خصلتین دکھلا کر اُن کے دلونمین منزلت حاصل کرنی لیکن چونکہ جاہ و منزلت کا دلون مین حاصل ہونا سواے عبادات کے اور اعمال سے بھی ہوسکتا ہے اور عبادات سے بھی تو بحکم عادات ریا خاص اُسی صورت کا نام ہوگیا ہی جسمین طلب منزلت دلونمین عبادات کی جہت سے مقصود ہو پس اُس سے تعریف ریا کی یہ ہوئی کہ خدا کی طاعت سے مخلوق کا ارادہ کرنا تو یہان چار چیزین ہین ایک ریا کرنیوالا وہ تو عابد ہی ایک جسکے لیے ریا کرتا ہی وہ آدمی ہین کہ اُنکو دکھلانا منظور ہی اور اُنکے دلونمین منزلت مطلوب اور ایک جس چیز کو دکھلانا منظور ہی وہ خصلتین ہین جو ریاکار ظاہر کرنا چاہتا ہی اور ایک خود ریا ہی یعنی اُن خصائل کے اظہار کا قصد اور جن چیزونمین کہ ریا کو دخل ہی وہ پانچ قسم ہین یعنی آدمی لوگونمین نمود پانچ چیزون مین کرسکتا ہی بدن اور ہیئت اور قول اور عمل اور ساتھ کے لوگ اور اشیا خارج و نیادار بھی انھین پانچ قسمون سے نمود کرتے ہین مگر جاہ کا طلب کرنا اور ریا کا خواہان ہونا ایسے اعمال سے جو داخل طاعت نہین بہ نسبت طاعت کی ریا کے خفیف ہی **قسم اول بدن کی نمود** دین کے باب مین تو اسطرح ہی کہ بدن پر لاغری اور زردی ظاہر کرے تاکہ لوگونکو یہ خیال ہو کہ یہ دین مین بہت محنت کرتا ہے اور دین کا

خوف غالب ہی اور آخرت کا ڈر بہت ہی یا یہ کہ دُبلا ہونے سے معلوم ہو کہ غذا بہت کم کھاتا ہی اور زردی رنگ سے وہم ہو کہ شب بیدار ہی اسی طرح بالونکا بکھرا رہنا اسپر دلالت کرتا ہی کہ دین کا فکر بہت ہی اُس سے فراغت کنگھی کی نہین ملتی لیس یہ اسباب جب لوگون مین ظاہر ہو جاتے ہین تو لوگ اُنسے وہی باتین مذکورہ سمجھتے ہین اور نفس کو اُسکے معلوم ہونیکی کمال خوشی ہوتی ہی اسی لیے اس خوشی کی چادر مین اُن باتونکا اظہار چاہتا ہی اور اسی کے قریب ہی آوازکی پستی اور آنکھون کا اندر گڑجانا اور لبونکا پژمردہ رہنا کہ انسے یہ پایا جاتا ہی کہ یہ شخص ہمیشہ روزہ دار ہی اور شرع کی تعظیم کی جہت سے آواز پست ہو گئی یا بھوکھ کی کمی سے طاقت کم ہو گئی ہی اسی بنا پر حضرت عیسیٰؑ نے ارشاد فرمایا ہی کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو چاہیے کہ سر مین تیل ڈالے اور کنگھی کرے اور سرمہ لگاوے اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے بھی مروی ہی اور یہ سب معاملہ اسی لیے ہی کہ کہین شیطان ریا کی طرف مائل نہ کرے یہ طور بدن کی نمود کا اہل دین کرتے ہین مگر دنیا دار اسکے برعکس فربہی اور صفائی رنگ اور راستی قد اور خوبصورتی اور بدن کی پاکیزگی اور عضا کی قوت اور انکا متناسب ہونا ظاہر کرتے ہین **دوسری قسم** ہیئت اور لباس سے نمود کرنی مثلاً سر کے بالونکو پراگندہ رکھنا اور مونچھون کو مونڈانا اور راہ مین گردن ڈالکر چلنا اور آہستہ آہستہ حرکت کرنا اور سجدہ کا نشان پیشانی پر باقی رکھنا اور موٹے کپڑے پہننا اور کمل کی عبا پہننا اور اُسکے دامن پنڈلیون کے قریب تک اونچے رکھنا اور آستین چھوٹی کرنی اور کپڑے نہ دھلانے اور انکو پھٹا ہوا رکھنا یہ سب باتین اس نمود کے لیے ہین کہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص تابع سنت اور پیرو اللہ کے نیک بندون کا ہی اور اسی مین داخل ہی پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا اور سجادہ پر نماز پڑھنی اور صوفیون کیطرح نیلے کپڑے پہننے حالانکہ باطن مین حقیقت تصوف خاک بھی نہین اور عمامہ کے اوپر چادر پہننی اور اُسکو آنکھون پر لٹکا لینا بھی داخل نمود ہی کہ اس تمیز کے باعث سبکی آنکھ اُسپر پڑیگی اور جانا جائیگا کہ بڑے محتاط ہین کہ راہ کے غبار سے بھی اپنے آپکو بچاتے ہین اور اسی مین یہ بھی شامل ہی کہ بے علم آدمی عالمون کا خاص لباس پہنے تاکہ لوگ اُسکو عالم سمجھین اور جو لوگ لباس سے نمود کرتے ہین اُنکے کئی طبقات ہین بعض ایسے لوگ ہین کہ اہل صلاح کے نزدیک زہد کے اظہار سے منزلت کے خواہان ہوتے ہین اسی لیے کپڑے پھٹے پُرانے میلے موٹے جھوٹے پہنتے ہین تاکہ یہ معلوم ہو کہ اُنکو دنیا کی کچھ پروا نہین ایسے لوگونکو اگر کوئی بتکلف متوسط درجہ کے کپڑے پہنا دے جیسے سلف کے اکابر پہنتے تھے تو اُنکے نزدیک ایسا ہو گا گویا ذبح کر ڈالا اور یہ صرف اس خوف سے ہوتا ہی کہ لوگ یون کہینگے کہ پہلے تو زاہد ہوئے تھے اب اُس طریق سے پھر گئے اور دنیا کے راغب ہوے اور بعض لوگ ایسے ہین کہ وہ اہل صلاح اور دنیا دارون یعنی بادشاہون اور امرا رؤسا اور بڑے تاجرون دونون فریق مین مقبول ہوا چاہتے ہین پس اگر نہایت عمدہ لباس پہنین تو درویش اُنکو بُرا سمجھین اور اگر حقیر لباس پہنین تو بادشاہون اور اہل دنیا کی نظر مین ذلیل ہین اور اُنکو منظور یہ ہی کہ دونون فریق کے نزدیک مقبول ہون اسلیے نہایت باریک عبا اور چادرین اور رنگین پوندکار وغیرہ تلاش کر کے پہنتے ہین اور غالب ہی کہ اُنکا لباس اور تونگرون کا قیمت مین مساوی ہوتا ہو گا مگر رنگ اور ہیئت صلحا کے کپڑون کی سی ہوتی ہے اور اگر کوئی انکو موٹا یا میلا کپڑا ابذر پہنا دے تو مثل ذبح پڑا جانے اسلیے کہ بادشاہونکی نظرون سے اُتر جاوینگے ایسا ہی اگر ریشمین یا حریری اطلس گلبدن وغیرہ پہناوے گو یہ کپڑا بہ نسبت اُنکی پوشاک کے کم قیمت کا ہو مگر اُسکا پہننا نہایت گران گذرے اسیلیے کہ درویش اُن کو

یہ جانینگے کہ انھون نے دنیا دارون کا لباس پہن لیا حاصل یہ کہ جو فرقہ اپنی منزلت کسی خاص لباس مین جانتا ہی وہ اُس سے نہ کم پہنتا ہی نہ زیادہ اگرچہ کمی بیشی مباح ہو مگر وہ مذمت کے خوف کے مارے نہ اُس سے اعلی پہنین نہ ادنی اور اہل دنیا کی نمود انھین نفیس کپڑون اور بڑھیا سواریون اور گھوڑون اور رنگین کپڑون اور نفیس چادرون اور اقسام لباس و مسکن و اثاث البیت مین بہتایت اور تجمل ظاہر کرنے مین ہی اور یہ بات سب آدمیون مین پائی جاتی ہی کہ اپنے گھر مین موٹے کپڑے پہنتے ہین اور اگر اُسیطرح باہر مجمع مین چلے آوین تو بہت بُرا جانین جبتک اچھی طرح زیبایش نہین کر لیتے تب تک نہین نکلتے **تیسری قسم** قول مین نمود کرنے کی ہی۔ اسمین اہل دین کی نمود اسطرح ہی کہ ریا کیلیے وعظ و نصیحت کرنا اور حکمت و دانائی کی بات کہنی اور اخبار و آثار کا اسلیے یاد کرنا کہ روزمرہ کے محاورے مین کام آوے اور لوگونکو کثرت علم اور زیادتی توجہ احوال سلف پر معلوم ہو اور لوگون کے سامنے ذکر کے لیے ہونٹھ ہلاتے رہنا اور سب کے سامنے اچھی بات کا امر کرنا اور بُری بات سے روکنا اور بُری باتون پر غصہ کا ظاہر کرنا اور اگر لوگ معصیت کے مرتکب ہون تو اُنپر افسوس ظاہر کرنا اور کلام کرنے مین آواز کو ضعیف کرنا اور تلاوت قرآن مجید مین پتلی آواز کرنی تاکہ معلوم ہو کہ اُس کو خوف اور غم بہت ہی اور حدیث کے یاد کا مدعی ہونا اور بہت سے محدثون سے ملاقات ظاہر کرنی اور اگر کوئی حدیث بیان کرے تو اُسمین جلدی سے خلل اور عیب بتلانا خواہ یہ کہدینا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ یہ حدیث دان ہین اور اس باب مین فاضل ہین اور کسی کے الزام دینے کو مجادلہ اور تقریر ناحق کر بیٹھنا کہ لوگ جانین کہ علم دین مین بڑی دستگاہ ہی اسی طرح اہل دین کے قول سے ریا کرنیکے بہت سے اقسام ہین کہ اُنکا شمار نہین ہو سکتا اگر دنیا کے لوگ قول سے نمود اس طرح کرتے ہین کہ اشعار و امثال یاد کر لیتے ہین اور فصیح عبارتین اور شاذ و نادر جملے آپسمین بحث کے واسطے اور اہل علم کے سامنے ایک عجیب فقرہ پیش کرنے کے لیے حفظ کرتے ہین اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنیکے واسطے ہر شخص سے دوستی ظاہر کرتے ہین **چوتھی قسم** عمل کی نمود ہی مثلاً نماز مین ریا کے لیے دیر تک قیام کرنا اور سجدہ اور رکوع طویل کرنا اور گردن جھکانی اور التفات کا ترک کرنا اور سکون اور وقار کا ظاہر کرنا اور قدمون اور ہاتھون کو برابر رکھنا وغیرہ اسی طرح روزہ اور جہاد اور حج اور صدقہ اور کھانا کھلانے مین ریا ہوتا ہی اور چلنے مین ملاقات کے وقت فروتنی کرنی مثلاً آنکھین نیچی کرنی اور سر جھکانا اور کلام وقار کے ساتھ کرنا یہان تک کہ ریاکار کبھی اپنے کام کے لیے تیز چلتا ہی مگر جب کوئی دیندار اُسکے سامنے آجاتا ہی تو آہستہ چلنے لگتا ہی اور سر ڈال لیتا ہی کہ ایسا نہ ہو کہ دیکھنے والا مجھکو جلد باز اور کم وقر جانے پھر جب وہ شخص غائب ہو جاتا ہی تو بدستور جلدی چلنے لگتا ہی پھر کوئی دیکھ لیتا ہی تو پھر خشوع کرتا ہی اور خدا کو یاد کرکے خشوع نہین کرتا صرف انسان کی اطلاع سے خشوع کرتا ہی کہ کہین ایسا نہو کہ وہ یہ جانے کہ یہ بندہ صالح نہین۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ علیحدگی مین چال مخالف اُس چال کے ہی جو لوگونکے سامنے ہوتی ہی تو اُنکو شرم آتی ہی تو وہ تنہائی کی چال مین تکلف کرتے ہین اور بہت بنا کر چلتے ہین کہ اگر بالفرض تنہائی مین اُنکو کوئی دیکھ لے تو چال مین تبدیلی نہ کرنی پڑے یکسان رفتار رہے ایسے لوگون کو یہ گمان ہی کہ شاید اس حرکت سے ریا سے بچ جاتے ہین حالانکہ یک نشد دو شد کا مضمون ہوتا ہی کہ پہلے ریا لوگون کے سامنے ہی تھا اب خلوت مین بھی ہوا اسلیے کہ تنہائی مین جو اچھی رفتار اختیار کی ہی سو اسی واسطے ہی کہ مجمع مین بھی ویسی ہی ہو کچھ خدا کے خوف اور حیا سے اختیار نہین کی اور دنیا والونکی نمود یون ہی کہ تبختر اور تکبر کیساتھ چلنا اور ہاتھون کا ہلانا اور قدم قریب

قریب رکھنا اور دامن کو تھامے رہنا اور دونون پہلو پر ہاتھ دھرنا وغیرہ امور جنسے جاہ و حشمت معلوم ہو **پانچوین قسم** یارون اور ملاقاتیون سے مفاخرت کرنی مثلاً کوئی شخص اس بات کا بتکلف خواہان ہو کہ فلان عالم یا عابد میری ملاقات کو آئے تاکہ لوگ یہ جانین کہ یہ شخص بڑا دیندار ہے کہ ایسے عالم اور عابد اسکے پاس آمد و شد رکھتے ہین یا کسی بادشاہ خواہ حاکم کا آنا چاہے باین غرض کہ لوگ یہ سمجھین کہ اسکا رتبہ دین مین بڑا ہے کہ حاکم بھی برکت حاصل کرنے کو اُسکے پاس جاتے ہین یا کوئی شخص بہت سے شیوخ و مرشدین کا ذکر کرے تاکہ معلوم ہو کہ اُس کی ملاقات بہت سے اکابر سے ہے اور سب سے استفادہ کیا ہے اور ایسے شخص کا تفاخر اور ریا اُسکے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی سے گفتگو کے وقت کہنے لگتا ہے کہ تم نے کسکو دیکھا ہے مین نے اتنے مرشدون کو دیکھا اور اتنے شہرون مین پھرا اور اتنے لوگونکی خدمت کی وغیرہ بس جن چیزون سے لوگ ریا کرتے ہین وہ انھین پانچ قسمون مین سے ہوتی ہین اور ہر ایک کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ لوگون کے دلون مین جاہ و منزلت حاصل ہو اور بعضے لوگ خلق کے حسن اعتقاد کو اپنے اوپر جان کر قانع ہو جاتے ہین مثلاً بہت سے راہب اپنے معبد مین سے برسون نہین نکلتے اور بہت سے عابد پہاڑون کی چوٹی پر مدتون عزلت نشین رہتے ہین اور انکی زندگی اُسی اعتبار سے ہے کہ ہمارا جاہ لوگون کے دلون مین قائم ہے اور اگر اُنکو یہ معلوم ہو جاوے کہ لوگون کے نزدیک میری کوئی خطا ثابت ہو گئی کہ اس معبد یا گوشہ مین اُنکے عندیہ مین صاحب تقصیر ٹھہرا تو پھر بہت گھبراویگا اور اُسپر قانع نہ ہوگا کہ خدا تو جانتا ہے کہ مین اس خطا سے بری ہون بلکہ اسکا نہایت غم کریگا اور لوگون کے دلون مین بہت سے اُس شک کے رفع کرنے کے بیسیون حیلے تلاش کریگا باوجودیکہ یہ شخص لوگونکے مال کا طامع نہین مگر جاہ کی محبت ایسی مزہ دار ہے کہ اسکا چسکا اُسکو موجود ہے اسلیے کہ جاہ ایک طرح کی قدرت و کمال ہے گو سریع الزوال ہو اکثر جاہل آدمی اُسکے دھوکے مین آجاتے ہین اور بعض آدمی ریاکار ایسے ہوتے ہین کہ صرف دلون مین منزلت ہونے ہی پر قانع نہین ہوتے بلکہ اُسکے ساتھ یہ بھی چاہتے ہین کہ لوگ ثنا و مدح کرین اور بعضے اپنا شہرہ ملکون مین پھیلانا چاہتے ہین تاکہ اطراف و جوانب سے لوگ بہت سے رجوع ہون اور بعضے بادشاہون اور حکام کے نزدیک شہرہ چاہتے ہین تاکہ کسی کی سفارش اگر کرین تو قبول ہو جاوے اور لوگون کے کام اس ذریعہ سے اپنے اختیار مین آجاوین اور عوام مین بہت اقتدار اور جاہ حاصل ہو جاوے اور بعض اشخاص ریا سے طالب مال و زر ہوتے ہین گو مال وقف اور یتیمون کا مال خواہ اور کوئی حرام مال ہو یہ طبقات ریاکارون کے سب مین بُرے ہین یہانتک بیان حقیقت ریا اور اُن چیزونکا جنسے ریا ہوتا ہے۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض ریا حرام ہے اور بعض مکروہ اور بعض مباح اور اُسکی تفصیل یہ ہے کہ ریا یعنی طلب جاہ یا عبادات سے ہوتا ہے یا غیر عبادات سے ہے پس اگر غیر عبادات سے ہو تو اُسکا حکم طلب مال کا سا ہے یعنی صرف طلب منزلت لوگون کے دلون مین ہونے کی جہت سے حرام نہین جیسے کہ طلب مال حرام نہین لیکن جیسے مال کے حاصل کرنے مین دغا اور فریب اور وجہین ناجائز ہوسکتی ہین اسیطرح جاہ مین بھی ہوسکتی ہین اور جسطرح تھوڑا مال یعنی بقدر ما یحتاج انسانی حاصل کرنا اچھا ہے اسیطرح تھوڑا سا جاہ یعنی جسکے باعث آفات سے محفوظ رہے اسقدر یہ بھی بہتر ہے اور یہ وہی جاہ ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے طلب کیا تھا اور فرمایا تھا انی حفیظ علیم اور جس طرح کہ مال مین زہر اور تریاق دونون ہین اسیطرح جاہ مین بھی مضر اور نافع دونون ہین اور جسطرح کہ بہت سا مال لہو و طغیان مین ڈالتا ہے اور خدا کی یاد اور آخرت سے غافل کرتا ہے اسی طرح بہت سے جاہ کا بھی حال ہے بلکہ اُسکا فتنہ اشد اور بڑا ہے مال کے فتنہ سے اور جسطرح کہ ہم نہین کہتے کہ بہت سے مال کا ملکیت مین آجانا

ہو یہ ہم نے اسیطرح ہمارا یہ قول بھی نہیں کہ بہت سے دلون کا ملکیت مین آنا حرام ہی جبتک کہ کثرت مال و کثرت جاہ ناجائز امر کا باعث نہو ہان یہ کہتے ہین کہ اپنی ہمت کا مصروف کرنا مال و جاہ کی کثرت کی طرف یہ اصل تمام برائیونکی ہی اور مال و جاہ کا محبت رکھنے والا دل و زبان کے گناہونکے چھوڑنے پر قادر نہین اور بدون طلب اور حرص کے جاہ کا زیادہ ہوجانا اور اگر وہ جاتا رہے تو اسکا غم نہونا ایسے جاہ کا کچھ مضائقہ نہین دیکھو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین اور علماء دین کے جاہ سے بڑھکر اور کیا ہوگا مگر ہماری غرض یہ ہی کہ اپنی طرف سے اسمین ہمت کو مصروف کرنا دین کا نقصان ہی گو حرام نہین اس بنا پر ہم کہتے ہین کہ جب آدمی گھر سے باہر نکلتا ہی اور لوگونکے دکھلانے کیواسطے اچھے کپڑے پہنتا ہی یہ حرام نہین اسلیے کہ عبادت سے ریا نہین بلکہ دنیا کی چیز سے اسیطرح تمام تجمل و زینت و تکلفات کو سمجھنا چاہیے کہ دلیل اسکے حرام نہونیکی یہ ہی کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ رضہ کے پاس جانا چاہا تو آپنے پانی کے مٹکے مین دیکھکر اپنا عمامہ اور بال درست کیے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کرتے ہین آپنے فرمایا کہ ہان جو بندہ اپنے بھائیون کے پاس جانیکے وقت اپنے آپ کو بنا لیتا ہی اللہ اسکو اچھا جانتا ہی۔ الا یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہونی داخل عبادت ہی اسلیے کہ آپ کو حکم دعوت خلق اور اتباع کی ترغیب اور دلونکے مائل کرنیکا تھا اگر آپ انکی نظرون سے گر جاتے تو آپکے اتباع کی ترغیب نہ کرتے اسی جہت سے آپ پر واجب تھا کہ اپنے محاسن احوال انپر ظاہر کرین تاکہ انکی نظرین آپ کو حقیر نہ جانین عام لوگونکی نظر ظاہر پر بہت پڑتی ہی باطن کو نہین دیکھتا یہ مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی اب اگر کوئی شخص لوگونکی نظرون مین آپ کو اچھا کرنا چاہے باین لحاظ کہ انکی مذمت اور ملامت سے بچا رہے اور انکی توقیر و حرمت سے راحت پاوے تو یہ امر مباح ہی اسلیے کہ انسان کو جائز ہی کہ مذمت سے بچے اور اپنے یارونکے ساتھ انس سے راحت پاوے تو جب اسکو کریہ اور حقیر سمجھین گے تو انس کبھی نہ حاصل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین عبادت نہین انمین ریا کرنا کبھی مباح ہوتا ہی اور کبھی طاعت اور کبھی مذموم یعنی جیسے ریا سے غرض مطلوب ہوگی ویسا ہی حکم اس ریا کا ہوگا اگر غرض مطلوب مباح یا طاعت ہوگی تو ریا بھی مباح ہوگا مثلاً کوئی شخص اپنا مال غنیون کی جماعت کو دیتا ہی نہ عبادت کے طور پر نہ صدقہ کے طور پر بلکہ اسلیے کہ لوگ سخی جانین تو یہ مذموم ہی اور حرام نہین اسی طرح اور مثالین ہین۔ اور جو ریا کہ عبادات سے ہوتا ہی مثلاً نماز و روزہ و حج و جہاد سے کہ اسمین ریاکار کے دو حال ہین اول تو یہ کہ اسکا ارادہ سواے ریا کے اور کچھ نہین اجر و ثواب سے کچھ مطلب نہین تو ایسے شخص کی عبادت باطل ہی اسلیے کہ اعمال کا ثواب نیت سے ہوتا ہی اور یہ عمل بہ نیت عبادت ادا نہین ہوا اور یہی نہین کہ صرف عبادت باطل ہوگئی اور جیسا قبل عبادت یہ شخص تھا ویسا ہی رہا بلکہ ایسی عبادت کرنے سے نافرمان اور گناہگار ہوتا ہی جیسا کہ اخبار و آیات سے ثابت ہوتا ہی اور وجہ گناہ کی دو باتین ہین اول تو بندون سے تعلق ہی یعنی فریب دینا کہ ریاکار نے انکو یہ دھوکا دیا کہ وہ شخص دیندار اور مخلص خدا تعالے کا ہی حالانکہ ایسا نہین اور فریب دینا تو دنیا کے امور مین بھی حرام ہی چہ جاے کہ دین مین مثلاً اگر کوئی شخص چند لوگونکا قرضا ادا کرے اور لوگون سے یہ کہے کہ مین انکو خیرات دیتا ہون تاکہ لوگ سخی جانین تو چونکہ اسمین فریب ہی ہی اسلیے گنہگار ہوگا دوسرے تعلق خدا تعالے سے ہی وہ یہ ہی کہ جب اسنے خدا کی عبادت سے قصد مخلوق کا کیا تو خدا سے ہنسی ہوئی اسیواسطے حضرت قتادہ رضہ کی روایت مین ہی کہ جب بندہ ریا کرتا ہی خداوند کریم اپنے فرشتون سے فرماتا ہی کہ اسکو دیکھو کیسے مجھسے ٹھٹول کرتا ہی اور اسکی مثال ایسی ہی کہ کسی بادشاہ کے پاس کوئی شخص دن بھر

حاضر رہے جیسا کہ عادت نوکرون چاکرون کی ہوتی ہی مگر اس نیت سے کھڑا ہو کہ بادشاہ کی لونڈی یا غلام گھورنے مین آوے تو اس سے بادشاہ کے ساتھ ہنسی ہوگی کہ اُسکی نوکری و خدمت کے لیے مستعد نہین ہو بلکہ غلام اور لونڈی کی تاک مین حاضر رہا تو اس سے زیادہ کیا حقارت ہوگی کہ آدمی خدا کی عبادت کو اُسکے ضعیف بندے کو دکھلاوے جس سے نہ کسی کا فائدہ ہو نہ ضرر اور ایسی بات سے یہی وہم ہوتا ہی کہ ایسا ریاکار بندے کو خدا کی نسبت اپنی غرضین پورا کرنے مین زیادہ قادر جانتا ہی یا اُسکے نزدیک مقرب ہو خدا تعالےٰ کے نزدیک مقرب ہونے سے بہتر جانتا ہی ورنہ ایسے شہنشاہ پر دوسرے کو ترجیح کیون دیتا اور اپنی عبادت کا مقصود اُسکو کیون بناتا اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہوگی کہ ادنیٰ غلام کو شاہنشاہ کے برابر کر دیا غرضکہ اس قسم کا ریا بڑی مہلک چیز ہی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو شرک اصغر فرمایا ہی ورنہ ہر قسم کا ریا گناہ سے خالی نہین کسی مین کم کسی مین زیادہ ہی مگر بعض درجہ بہ نسبت دوسرے کے سخت زیادہ ہوتا ہی چنانچہ آگے مفصل مذکور ہوگا اور اگر ریا مین کچھ نہین تو یہ بات کیا کم ہی کہ دوسرے کیلیے سواے خدا کے رکوع و سجدہ کرتا ہی اگرچہ مقصود خداے تعالےٰ کا تقرب نہین مگر غیر اللہ تو مطلوب ہی علاوہ اسکے غیر اللہ کی تعظیم سجدہ سے کرتا تو صاف کافر ہو جاتا مگر ریا سے کافر ظاہر مین نہین ہوا لیکن کفر خفی مین مبتلا ہوتا ہی اسلیے کہ ریاکار اپنے دل مین لوگون کی تعظیم کرتا ہی اور یہی تعظیم مقتضی اُسکے رکوع و سجود کی ہی تو من وجہ اس رکوع و سجدہ سے اُنکی تعظیم بھی نکلی اور چونکہ نیت مین تعظیم الٰہی موجود نہین اور تعظیم خلق من وجہ ہی تو ایسی عبادت قریب شرک کے ہوگئی مگر چونکہ اس کی نیت اس عبادت سے یہ تھی کہ میرا رتبہ دیکھنے والے کی نظر مین زیادہ ہو جاوے اور اپنی عظمت ڈالنے کو وہ حرکات ظاہر کین جنسے خدا کی عظمت معلوم ہوا کرتی ہی اس لیے یہ شرک جلی نہوا بلکہ شرک خفی رہا اور یہ نہایت جہالت کی بات ہی اسپر ایسا ہی شخص ارتکاب کر سکتا ہی جسکو شیطان دھوکا دیکر یہ سوجھا دے کہ نفع اور ضرر اور رزق و موت اور حال و مال کی مصلحت خدا کی نسبت بندون کے اختیار مین زیادہ ہی اسیواسطے خدا کی طرف سے منھ پھیر کر اُنکی طرف لسے متوجہ ہو جاتا ہی اور اُنکا دل اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہی اور اگر اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو دنیا و آخرت مین بندون کے ہی سپرد فرماوے تو اُسکے فعل کا ادنیٰ تدارک ہو جاوے کیونکہ بندے اپنے لیے تو مالک نفع اور ضرر کے ہین ہی نہین دوسرے کیلیے کیسے ہو سکتے ہین یہ حال تو دنیا مین ہی اسپر اُس روز کو قیاس کرنا چاہیے کہ وہان کیا ہوگا یوماً لا یجزی والد عن ولدہ ولا مولود ہو جاز عن والدہ شیئاً بلکہ وہان تو انبیا نفسی نفسی کہینگے تو دیکھنا چاہیے کہ ریاکار کیسا جاہل ہی اپنے ثواب آخرت اور قرب الی اللہ کو دنیا کی جھوٹی طمع سے کیسے بدلہ کرتا ہی اور اپنے یقینی ثواب کو لوگون پر وہمی توقع کے عوض ضائع کیے دیتا ہی اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو شخص عبادت سے قصد ریا رکھتا ہی وہ عقلاً اور نقلاً خدا کے غضب مین ہی یہ اس صورت کا بیان ہی جسمین عبادت سے مراد ریاکار کی ثواب نہوا الا جس صورت مین کہ ثواب اور ریا دونون مراد ہون مثلاً نماز روزہ سے غرض حصول ثواب آخرت اور لوگون کی ثنا دونون ہون تو یہ وہ شرک ہی جو اخلاص کے مقابل ہی اور اُسکا حکم باب اخلاص مین آویگا یہان اسقدر کافی ہی کہ حضرت سعید بن مسیب اور عبادہ بن الصامت رضہ کے قول کے بموجب ایسی عبادت مین بھی مطلقاً ثواب نہین ہوتا —

تیسرا بیان ریا کے درجات مین - جاننا چاہیے کہ ریا کی بعض صورتین بعض سے شدید اور غلیظ تر ہین اور ریا کا اختلاف اُسکے ارکان کے اختلاف پر منحصر ہی اور اُسکے ارکان تین ہین اول خود قصد ریا دوم جس چیز سے ریا ہوتا ہی سوم جس کے واسطے

کرتا ہی پھر قصد ریا دو حال سے خالی نہین یا اُسمین ارادہ عبادت اور ثواب کا بھی ہی یا نہین اور اگر ارادہ ثواب ہی تو قصد ریا کے برابر ہو یا اُس سے زیادہ یا کم پس بلحاظ رکن اول یعنی قصد ریا کے ریا کی چار صورتین ہین صورت اول جو سب مین سخت ہی یہ ہی کہ ارادہ ثواب مطلقاً نہو مثلاً ایک شخص لوگون کے سامنے نماز پڑھتا ہی اگر تنہا ہو تو نہین پڑھتا بلکہ بعض اوقات بے وضو بھی لوگون کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہی تو ایسے شخص کا قصد صرف ریا ہی رہا ہی اسلیے خدا کے نزدیک مغضوب ہی اسی طرح اگر کوئی زکوۃ لوگون کی مذمت کے خوف سے دیوے اور نیت ثواب نہ ہو اور اگر تنہا ہو تو نہ ادا کرے اُسکا بھی یہی حال ہی یہ صورت بہت بُری ہی دوسری صورت یہ ہی کہ ارادۂ ثواب تو ہو مگر ارادۂ ضعیف ہو کہ اگر خلوت مین ہوتا تو یہ قصد ثواب اتنا نہ تھا کہ اُس کے باعث وہ عمل ضرور کرتا لیکن اگر قصد ثواب شائبہ نہوتا تو قصد ریا ایسا قوی تھا کہ اُسکے سبب سے عمل ضرور کرتا تو ایسا شخص بھی پہلی صورت کے قریب قریب ہی اسلیے کہ گو اس کو قصد ثواب ہی الا ایسا تو نہین کہ اُسکے سبب سے عمل کر سکے تو ایسا قصد ہوا نہ ہوا برابر ہی غرض یہ شخص بھی غضب الٰہی اور گناہ سے خالی نہین تیسری صورت یہ ہی کہ قصد ثواب ور قصد ریا دونون مساوی ہون مثلاً اگر دونون قصد جمع ہوتے ہین تو عمل کرتا ہی اور ایک قصد ہو اور ایک نہ ہو تو عمل کی رغبت نہین کرتا یا مثلاً اسقدر قصد اگر اکیلا ہی اُسمین ہوتا تو باعث عمل نہ تھا گو کوئی سا ہوتا تو اُس شخص کا حال یہ ہی کہ جتنا اُسنے بگاڑا اُتنا ہی سنوارا توقع یہ ہی کہ نہ ثواب ہو نہ عذاب یا ثواب اسی قدر ہو جسقدر عذاب ہو اور ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایسا شخص بھی نہین بچیگا چنانچہ اسکو ہمنے باب اخلاص مین لکھا ہی چوتھی صورت یہ ہی کہ قصد ریا ضعیف ہو اور قصد ثواب قوی یعنی لوگونکے مطلع ہونے سے اسکو نشاط اور سرور کا غلبہ ہو جاتا ہی اور تنہائی مین بھی عبادت کا تارک نہین ہوتا اور اگر صرف قصد ریا اکیلا ہوتا تو اُس عمل کا مرتکب نہ ہوتا تو ایسے شخص کا حال ہمارے گمان مین یہ ہی کہ اصل ثواب باطل نہو گا بلکہ اُسمین سے کچھ ناقص ہو جاویگا یا ریا کی مقدار کے بموجب عذاب ہو گا اور بقدر ثواب کے قصد کے ثواب پاویگا آگے خدا جانے اور یہ جو حدیث شریف مین ارشاد خداوندی وارد ہی انا اغنی الاغنیاء عن الشرک اس سے مراد وہ صورت ہی کہ قصد ریا و ثواب دونون مساوی ہون یا قصد ریا غالب ہو **دوسرا** رکن ریا کا وہ اشیا ہین جنسے ریا ہوتا ہی اور وہ طاعات و عبادات ہین اور اس رکن کے لحاظ سے ریا کی دو قسمین ہین ایک اصول عبادات سے ریا کرنا اور ایک اوصاف عبادات سے ریا کرنا قسم اول ان مین سے بہت بُری ہی اور اُسکے تین درجہ ہین درجہ اول یہ ہی کہ اصل ایمان ہی سے ریا منظور ہو اور یہ صورت سب صورتون سے بُری ہی اور ایسا ریا والا ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اور وہ وہ شخص ہی کہ ظاہر مین کلمۂ شہادت کہتا ہی اور باطن مین اُسکی تکذیب بھری ہی الا ریا کی جہت سے ظاہر کا مسلمان بنتا ہے ایسے لوگون کا حال خدائے تعالے نے چند جا کلام مجید مین ارشاد فرمایا ہی جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہی اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون یعنی انکا قول اُنکے باطن کے موافق نہین اور ایک جگہ فرمایا ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وہو الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد اور ایک جا فرمایا اذا لقوکم قالوا آمنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ اور فرمایا یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذلک لا الی ہؤلاء ولا الی ہؤلاء اسی طرح انکی شان مین بہت سی آیتین ہین اور نفاق شروع اسلام مین

بہت تھا کہ اُسوقت بعض لوگ کسی غرض کے لیے ظاہر کے مسلمان بنجاتے تھے اور فی زمانناؔ یہ بات توکم ہے مگر اس طرح کے نفاق اب بھی بہت ہین کہ مثلاً بعض لوگ ملحدون کے قول پر میل کرکے دوزخ اور جنت اور قیامت کا باطن مین انکار کرتے ہین یا شریعت و احکام شریعت کو رندون کے قول کے بموجب بالاے طاق سمجھتے ہین یا کسی اور کفر و بدعت کے معتقد ہوتے ہین حالانکہ ظاہر مین اُس کے خلاف بیان کرتے ہین تو اس قسم کے لوگ منافق و ریاکار ہین یہ لوگ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور اس ریا سے بڑھکر اور کوئی ریا نہین یہ لوگ کھلے کافرون سے بھی بڑھے ہین کیونکہ کافر ظاہر کے مخالف اور باطن کے کافر ہین یہ لوگ ظاہر کے موافق اور بغل کا گھونسا ہین دوسرا درجہ یہ ہی کہ اصل دین کی تصدیق ہی مگر اصول عبادات سے ریا منظور ہی یہ درجہ بھی خدا کے نزدیک بہت بڑا ہی گو پہلے درجہ کی نسبت بہت کم ہی اس کی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کا مال دوسرے کے قبضہ مین ہی اُسکو کہے کہ میرے مال کی زکوۃ دے وہ اس خوف سے کہ کہین وہ شخص مجھکو بُرا نہ کہے اور خدا کو معلوم ہی کہ اگر یہ مال اُسی شخص کے قبضے مین ہوتا تو ہرگز زکوۃ نہ نکالتا یا یہ شخص لوگون مین موجود ہی اور وقت نماز آگیا تو نماز پڑھی حالانکہ عادت یہ ہی کہ خلوت مین نماز نہین پڑھتا یا رمضان مین روزہ رکھا اگر لوگون سے علٰحدگی چاہتا ہی کہ روزہ نہ رکھنا پڑے یا جمعہ کے لیے حاضر ہوتا ہی لیکن اگر خوف لوگون کے بُرا کہنے کا نہو تو کبھی نہ آوے یا صلۂ رحم یا والدین سے سلوک یا جہاد یا حج صرف لوگون کے ڈر کے مارے کرتا ہے اپنی رغبت سے نہین کرتا تو اس طرح کے ریاکار کے ساتھ اصل ایمان قائم ہی کہ سواے خدا کے اور کسی کو معبود نہین جانتا اور اگر کوئی اُس سے غیر اللہ کی عبادت یا سجدہ کو کہے تو نہ کریگا لیکن سستی کے سبب عبادت چھوڑتا ہی اور لوگون کے سامنے بجالانے سے خوش ہوتا ہی تو لوگون کے نزدیک اپنی منزلت ہونی اُس کو خدا کے نزدیک منزلت ہونے سے اچھی معلوم ہوتی ہی اور خلق کے بُرا کہنے کا خوف خداے تعالےٰ کے عذاب کے ڈر سے اُسکے نزدیک زیادہ ہی لوگون کی تعریف کی رغبت بہ نسبت ثواب الٰہی کی رغبت کے زیادہ سمجھتا ہی تو اسطرح کا اعتقاد نہایت جہل ہی اور ایسا شخص گو اصل ایمان کا معتقد ہی مگر خدا کے غضب مین مبتلا ہونے کے لائق تر ہی تیسرا درجہ یہ ہی کہ ایمان سے ریا کرے نہ فرائض سے بلکہ نوافل اور مستحبات سے ریا کرے جنکے چھوڑنے سے گناہگار نہین ہوتا لیکن اگر تنہا ہو تو اُن اشیا کے ثواب کی نہ رغبت کرے اور کسل کو ثواب پر ترجیح دے مگر ریا کے مارے اُنکو بجالاتا ہی مثلاً نماز جماعت مین شریک ہونا اور بیمار کی عیادت کرنی اور جنازہ کا شریک ہونا اور مردے کو غسل دینا اور رات کو تہجد پڑھنا اور عرفہ اور عاشورہ کا روزہ رکھنا یا دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ رکھنا یہ سب باتین ریاکار لوگون کی مذمت کے خوف سے اور اُنکے اچھا کہنے کی غرض سے کیا کرتا ہی اور خدا خوب جانتا ہی کہ اگر اکیلا ہوتا ہی تو فرائض سے زیادہ کچھ نہ کرتا تو ہر چند اس درجہ والا بھی بڑا ہی مگر پہلے کی نسبت کم ہی کیونکہ پہلے شخص نے خلق کی حمد کو خداے تعالےٰ کی حمد پر ترجیح دی اس بات مین تو یہ شخص بھی شریک ہی لیکن پہلے نے دوسری بات یہ کی کہ خلق کی مذمت سے اپنے آپ کو بچایا تو گویا خلق کی مذمت اُس کے نزدیک خداے تعالےٰ کے عذاب سے بڑھکر ہی اور چونکہ دوسرے شخص کو بباعث نفل ہونے عمل کے چھوڑنے پر عذاب کا خوف نہ تھا اسلیے اس بات مین پہلے کا شریک نہین اسی بنا پر اُسکا عذاب بھی پہلے کی نسبت آدھا ہونا چاہیے یہانتک حال ریا کا اصول عبادت سے تھا قسم دوم اوصاف عبادت سے ریا کرنے کی ہی اسکے بھی تین درجے ہین پہلا درجہ تو یہ ہی کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے نقصان عبادت ہو مثلاً کوئی شخص قصد کرے کہ نماز جلد ادا کرونگا اور اس غرض سے رکوع اور سجدہ اور قرأت و قیام مین تخفیف کرے

مگر جب لوگ دیکھتے ہوں تو رکوع وسجدہ اچھی طرح کرے اور دونوں سجدوں میں بھی اچھی طرح بیٹھے اور التفات بھی موقوف کرے حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے رب کی حقارت کرتا ہے یعنی خلوت میں خدا کے مطلع ہونے کی کچھ پروا نہیں کرتا جب آدمی اُس پر مطلع ہوتے ہیں تو نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے چار زانو یا تکیہ لگائے بیٹھا ہے اتنے میں اُس دوسرے کا غلام آگیا تو یہ شخص تکیہ پر سے سیدھا ہو گیا ہے یا درستی سے بیٹھ گیا تو اُسکی یہ حرکت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُسنے غلام کو آقا پر ترجیح دی اور آقا کی حقارت کی اسیطرح جو شخص زکوۃ میں خراب در کھوٹا مال یا جنس دینے کا عادی ہے مگر لوگ دیکھتے ہوں تو اچھا مال نکالتا ہے کہ کوئی بُرا نہ کہے یا روزہ دار مذمت کی ڈر سے روزے میں غیبت اور فحش سے باز رہتا ہے تو اس طرح کا ریا بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اُسمیں ترجیح مخلوق کی خالق پر پائی جاتی ہے مگر جیسا ریا اہل نوافل سے بُرا تھا ویسی بُرائی اسمیں نہیں اگر ریا کار یہ عذر کرے کہ میں ریا اس جہت سے کرتا ہوں کہ لوگوں کی زبان غیبت پر نہ کھلے کیونکہ وہ مجھکو جب دیکھیں گے کہ رکوع اور سجدہ بہت جلد کرتا ہے اور ادھر ادھر ملتفت ہے تو ضرور بُرائی اور غیبت کرینگے پس انکو گناہ غیبت سے بچانے کیلیے میں اُنکے سامنے آہستہ وبا وقار کے ساتھ پڑھتا ہوں تو اسکو یوں کہنا چاہیے کہ یہ عذر تیرا شیطان کا فریب ہے واقع میں یوں نہیں ہے اسلیے کہ نماز ادا کرنی اپنے آقا کی خدمتگذاری ہے اگر اسمیں قصور کریگا تو یہ نقصان غیبت کے نقصان سے بڑھکر ہے پس اگر تجھکو باعث ریا دینداری ہی ہوتی تو چاہیے تھا کہ اول اپنے نفس کا خوف زیادہ ہوتا اور اب تیری وہ مثل ہوئی کہ کوئی شخص ایک بادشاہ کے پاس لونڈی پیش کرنی چاہے تاکہ اُسکے عوض میں انعام کا مستحق ہو یا کوئی جاگیر ملجاوے مگر لونڈی اندھی بدصورت لنجی تجویز کرے اور اُسپر طرہ یہ کہ اگر بادشاہ اکیلا ہو تب تو ان عیبوں کی کچھ پروا نہ کرے اور اگر اُسکے پاس اُسکا کوئی غلام وغیرہ موجود ہو تو اُس غلام کی مذمت کے خوف سے پیش نہ کرے یہ کیسے ہو سکتا ہے بلکہ یوں چاہیے کہ جس شخص کو غلام کا اتنا پاس ہو وہ بادشاہ کا زیادہ تر پاس کرے۔ یہاں غایت ما فی الباب ریاکار کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ ریا سے صرف منزلت اور تعریف کا خواہاں ہو یہ تو قطعًا حرام ہے دوسرے یہ کہ یوں کہے کہ اگر میں رکوع وسجدہ اچھی طرح ادا کرتا ہوں تو اخلاص کیساتھ نہیں ہوتا اور اگر اسمیں تخفیف کرتا ہوں تو خدا کے نزدیک نماز ناقص ہوتی ہے اور آدمی بُرائی اور غیبت سے ایذا دیتے ہیں تو اچھی صورت بنانے سے مجھے توقع ثواب تو نہیں الا لوگوں کی مذمت سے نجات ہو جاتی ہے تو یہ امر اس سے بہتر ہے کہ نماز میں بھی نقصان ہو اور بُرائی بھی پلے بندھے تو اسمیں بھی گونہ تامل ہے الاصواب یہی ہے کہ اس صورت میں درستی افعال کے ساتھ اخلاص کرے اور اگر اُس کو اخلاص نہو تو چاہیے کہ تنہائی میں اُسکی عادت ڈالے یہ نہیں چاہیے کہ بُرائی دور کرنے کے لیے خدا کی طاعت میں ریا بجالاوے کیونکہ اسمیں حسب مذکورۂ بالا خلل پایا جاتا ہے درجۂ دوم یہ ہے کہ ایسے فعل میں ریا کرے جسکے چھوڑنے سے عبادت میں نقصان نہوتا ہو مگر اسکے کرنے سے عبادت کا کمال اور پورا ہونا متصور ہو جیسے رکوع وسجدہ اور قیام کو دراز کرنا اور ہاتھ اٹھاتے وقت اچھی ہیئت بنانی اور تکبیر اولے کے لیے سبقت کرنی اور قومہ کو خوب ادا کرنا اور صورت معتاد سے زیادہ پڑھنا یا رمضان کے روزہ میں زیادت خلوت میں بیٹھنا اور کثرت سکوت سے اختیار کرنا یا زکوۃ دیتے میں سب سے بہتر مال چھانٹنا یا کفارہ میں بڑی قیمت کا بردہ آزاد کرنا وغیرہ ایسی

باتین کہ اگر تنہا ہوتا تو ایسا نہ کرتا تیسرا درجہ یہ کہ ریا ایسے افعال مین کرے کہ نوافل سے بھی خارج ہون مثلاً جمعہ مین سب سے پہلے آنا اور اول صف کا قصد کرنا اور امام کے داہنے طرف بیٹھنا وغیرہ امور کہ جنکی تنہائی مین پروا نہ کرتا پس یہ سب اقسام ریا کے بلحاظ رکن دوم کے ہین

انہین سے بعض صورتین بہ نسبت بعض کے زیادہ بُری ہین اور بُری سب کی سب ہین

تیسرا رکن ریا کا جسکے واسطے ریا ہوتا ہی کیونکہ ریاکار کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوتا ہی خواہ مال کی جہت سے خواہ جاہ کے لیے یا کسی اور غرض کے واسطے ریا کرتا ہی اور اُسکے بھی تین درجے ہین پہلا درجہ جو سب مین غلیظ اور بُرا ہی یہ ہی کہ ریا سے غرض کسی معصیت پر قابو پانا منظور ہو مثلاً کوئی شخص عبادات اور تقویٰ اور ورع اور کثرت نوافل اور مال مشتبہ کے نہ کھانے سے ریا اسواسطے کرے کہ لوگون مین امین مشہور ہو کر اوقات یا ادائے وصیت یا یتیمون کے مال یا زکوٰۃ و صدقہ کی تقسیم پر مامور ہو جاوے تو جس شے پر قابو ہو اسی کو رکھ چھوڑے یا کوئی کچھ امانت رکھدے تو اُسکو ہضم کر بیٹھے یا حج کے راستے مین جو مال تقسیم ہوتا ہی وہ حوالہ ہو جاے تو اُسکو خواہ جزو کو اڑا لے خواہ اُسکے ذریعہ سے اپنے مطالب فاسدہ پورے کرے جیسے بعض آدمی صوفیون کا لباس پہنتے ہین اور ظاہر مین ہیئت گریہ مسکین بنے رہتے ہین اور کلام خالی وعظ و نصیحت و حکمت سے نہین کرتے الا مقصود اُنکا یہ ہوتا ہی کہ کوئی عورت یا لڑکا اُنپر فریفتہ ہو جاوے تو اس سے بدکاری کرین اور بعض اوقات علم اور وعظ و قرآن کی مجالس مین آتے ہین اور ظاہر مین بڑے راغب ان چیزون کے معلوم ہوتے ہین مگر اصل غرض اُنکی عورتون اور لڑکون کو تاکنا ہوتا ہی یا حج کو جاتے ہین مگر مقصود یہ ہی کہ قافلہ مین کوئی عورت یا لڑکا مل جاوے تو اسطرح کے ریاکار بہت ہی بُرے ہین اسلیے کہ اُنھون نے خدا کی طاعت کو وسیلہ معصیت کا بنایا اور اُسکی عبادت کو اپنا آلہ اور بضاعت فسق قرار دیا اور اسی فرقہ کے قریب وہ لوگ ہین جو کسی گناہ کے مرتکب ہوے اور اسمین تہمت اُنکے اوپر لگی تو باوجودیکہ وہ گناہ پر مصر ہین مگر چاہتے ہین کہ وہ تہمت اپنے اوپر سے دور ہو جاوے مثلاً کسی شخص نے کسی کی امانت لیکر انکار کر دیا اور لوگون مین مشہور وہ متہم ہو گیا کہ یہ شخص امانت سے منکر ہو گیا تو وہ اس کلنک کے دور کرنے کیلیے مال خیرات کرتا ہی تاکہ لوگ یہ خیال کرین کہ جبکہ اپنا مال دیدیتا ہی تو دوسرے کا کسطرح رکھ لیا ہوگا اسی طرح اگر کوئی زنا و اغلام مین متہم ہو جاوے تو اس تہمت کو سکنت اور تقوی کے اظہار سے دور کرنا چاہتا ہے پس یہ لوگ بھی پہلے فرقہ کے مانند ہین گو اُنسے کچھ کم ہین ۔ دوسرا درجہ یہ ہی کہ ریا سے مقصود دنیا کے لذات مین سے کوئی شی مباح ہو مثلاً کچھ مال کا ملنا خواہ کسی عورت خوبصورت یا شریف کا نکاح مین آجانا وغیرہ جیسے بعض اشخاص اپنا غم اور گریہ ظاہر کرتے ہین اور وعظ و نصیحت مین مشغول رہتے ہین اسلیے کہ کوئی کچھ خدمت مال کی کرے یا عورتون کو رغبت ہم سے نکاح کی ہو تو پھر یا کسی معین عورت سے نکاح کرلین یا کوئی شریف زادی نکاح مین آجاوے یا جیسے کوئی اسباب کا خواہان ہو کہ کسی عالم و عابد کی لڑکی سے نکاح کرے تو اسکے سامنے علم اور عبادت ظاہر کرتا ہی تاکہ وہ اپنی لڑکی بیاہ دے تو اسطرح کی صورتین بھی ممنوع ہین اسلیے کہ خدا کی طاعت سے لذائذ دنیاوی کا خواہان ہوتا ہی مگر یہ درجہ اول کی نسبت کم ہی اسلیے کہ اسمین جس چیز کا طالب ہی وہ مباح تو ہی تیسرا درجہ یہ ہی کہ ریا سے نہ کوئی ہیت مقصود ہی نہ مال کا لینا اور نکاح کرنا غرض ہی لیکن اظہار عبادت اسلیے ہی کہ کوئی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور یہ نہ جانے کہ یہ شخص بھی مثل عوام کے ہی بلکہ خاص لوگون اور زاہدون مین تصور کیا جاوے مثلاً کوئی شخص تیز چلتا ہی اور جب آدمی اُس کو دیکھتے ہین

تو رفتار کو خوبی کے ساتھ کر لیتا ہی تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ اہل وقار سے نہین کچھ ایسا ہی ویسا ہی اسی طرح اگر کسی کو ہنسی آجاتی ہی یا دوسرے سے ہنسی کر بیٹھتا ہی پھر یہ خوف ہوتا ہی کہ کہین لوگ مجھ کو حقیر نہ جانین تو اس پے پیچھے لنبی لنبی سانس لیتا ہی اور استغفار کرتا ہی اور غم ظاہر کر کے کہتا ہی کہ آدمی کتنا غافل ہی اور خدا کو خوب معلوم ہی کہ اگر یہ شخص تنہا ہوتا تو اس بات کو برا نہ سمجھتا صرف لوگون مین توقیر رہنے کے لیے حقارت کے ڈر سے ایسا کہتا ہی یا جیسے کوئی شخص اور لوگون کو تراویح یا تہجد پڑھتے یا دوشنبہ پنجشنبہ کا روزہ رکھتے یا صدقہ دیتے دیکھتا ہی تو آپ بھی اُنکا ساتھ دیتا ہی تاکہ لوگ کاہل اور عامی نہ کہین اور اگر اکیلا ہوتا تو ان باتون مین سے کچھ بھی نہ کرتا۔ یا مثلاً کوئی عرفہ کے روز یا عاشورا کو یا حرام مہینون مین پیاسا ہو تو پانی نہین پیتا اس خوف سے کہ کہین لوگ یہ سمجھین کہ یہ روزہ دار نہین جب لوگون کو گمان اُسکے روزہ کا ہوتا ہی تو اسی جہت سے کھانا بھی نہین کھاتا یا کوئی اگر تواضع کھانے کی ان ایام مین کرے تو نہین کھاتا تاکہ لوگ جانین کہ روزہ دار ہی مگر زبان سے صریح نہین کہتا کہ میرا روزہ نہین بلکہ یون کہتا ہی کہ مجھے کچھ عذر ہی اور اس قول مین دو خباثت جمع ہین ایک تو اس بات کا اظہار کہ روزہ دار ہی دوسرے یہ کہ مین مخلص ہون ریاکار نہین اور مجھکو اس بات سے احتراز ہی کہ اپنی عبادت لوگون سے بیان کرون کیونکہ منشا اس قول کا یہی ہوتا ہی کہ لوگ یہ کہین کہ اپنی عبادتون کو مخفی رکھتا ہی پھر بحالت اضطرار نوبت پانی پینے کی پہونچے تو پھر خواہ مخواہ عذر صراحۃً یا کنایۃً پیش کرتا ہی مثلاً کوئی ایسا مرض اپنے آپ کو بتاتا جس مین پیاس بہت لگتی ہی اور مانع صوم ہی یا یہ کہتا کہ مین نے فلان شخص کی خاطر سے روزہ افطار کر دیا اور یہ عذر پانی پینے کے ساتھ ہی نہین بیان کرتا کہ شاید لوگ سمجھ جاوین کہ افطار ریا کی جہت سے عذر کرتا ہی بلکہ کچھ دم لیکر اور باتون مین یہ عذر بھی سنا دیتا ہی مثلاً تھوڑی دیر بعد کہتا ہی کہ فلان شخص بڑا رفیق دوست ہی اُسکی کمال رغبت اسمین ہی کہ کوئی اُسکا کھانا کھائے چنانچہ آج مجھے بھی اصرار کیا اور مجھے اُسکی خاطر داری سے کھانا ہی پڑا یا یون کہے کہ میری والدہ ماجدہ نہایت ضعیف القلب ہین اُنھین یہ خیال رہتا ہی کہ اگر مین ایک روز بھی روزہ رکھونگا تو بیمار پڑ جاؤنگا اسی لیے مجھے روزہ نہین رکھنے دیتین پس اسطرح کی باتین ریا کی علامتین ہین اسطرح کے مذکور جب ہی زبان پر آتے ہین جب رگ ریا اندر مستحکم ہوتی ہی اور مخلص آدمی کو اُسکی پروا نہین ہوتی کہ لوگ میری طرف کسطرح دیکھتے ہین اگر اُسکا دل روزہ پر راغب نہین اور خدا تعالیٰ کو بھی اُسکا یہ حال معلوم ہی تو وہ یہ نہین چاہتا کہ جو علم خدا کو ہی اُسکے خلاف بندون کو ہو گو مکر و فریب ہی سے ہو اور اگر اُسکو رغبت روزہ کی ہی تو صرف خدا کا علم اپنے روزہ دار ہونے پر کافی جانتا ہی اور اسی پر قناعت کرکے دوسرون کو اُسمین شریک نہین کرتا اور کبھی عابد کے دلمین یہ خطرہ گذرتا ہی کہ اگر اس عبادت کو ظاہر کر دونگا تو لوگ میری اقتدا کرینگے اور اُسکی طرف راغب ہونگے مگر اسمین شیطان کا فریب ہی چنانچہ اُسکا بیان مع شروط آگے آویگا یہ ہی بیان درجات ریا اور ریاکارون کا اور سب قسم کے ریاکار غضب الٰہی مین داخل ہین۔ اور ریا بڑے سخت مہلکات مین سے ہی اور وجہ اُسکی زیادہ سخت ہونے کی ایک یہ بھی ہی کہ اسمین ایسی آمیزشین ہین کہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہین چنانچہ حدیث شریف سے ثابت[ح] ہوا ہی اسی جہت سے بڑے بڑے عالم اُسمین لغزش کھا جاتے ہین جو لوگ نفس کی آفتون اور دل کے مہلکات سے ناواقف ہین اُن کا تو کچھ ذکر ہی نہین۔

چوتھا بیان اُس ریائے خفی کا جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہی۔ واضح ہو کہ ریا کی دو قسمین ہین ایک

ح احمد و طبرانی نے بروایت ابی موسیٰ اشعری سے منقول کیا ہے

جلی اور ایک خفی ریاے جلی وہ ہی کہ جو آدمی کو باعث عمل کا ہو گو قصد ثواب نہو ایسا ریا سب اقسام سے کھلا زیادہ ہی یعنی یہ جلد سمجھ مین آجاتا ہے ریاکار بھی جان لیتا ہی کہ مین نے ریا کیا اور اس سے ذرا پوشیدہ وہ ریا ہی کہ اگر صرف وہی ریا ہو تو موجب عمل تو نہو لیکن جس عمل کو کہ بقصد ثواب کرتا ہی وہ اس ریا کے سبب آسان معلوم ہوتا ہی مثلاً اگر کسی کی عادت روزمرہ تہجد پڑھنے کی ہی مگر کچھ گرانی اور کسل کے ساتھ ادا کرتا ہی لیکن اگر گھر مین کوئی مہمان ہو تو ادائے تہجد سے خوشدل ہو اور پڑھنا آسان گذرے اور یہ جانے کہ اگر توقع ثواب کی نہوتی تو صرف اس مہمان کے دکھلانے کو نہ پڑھتا تو یہ قسم بہ نسبت سابق کے خفی ہی اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہی کہ نہ موجب عمل ہو نہ عمل کو آسان کرے اور باوجود اسکے دل کے اندر چھپا ہوا ہو اور چونکہ عمل مین اسکا کوئی اثر نہین اس لیے اسکا پہچاننا بھی بے علامتون کے ممکن نہین اور سب سے کھلی پہچان اس قسم کی یہ ہی کہ اپنے عمل پر آدمیون کے مطلع ہونے سے خوش ہو مثلاً بہت عابد ایسے ہین کہ عمل مین اخلاص کرتے ہین اور ریا کے معتقد نہین بلکہ اُس کو برا جانتے ہین اور اس سے محترز ہوتے ہین اور اسیطرح طاعت بجالاتے ہین لیکن جب اُس عمل پر لوگ مطلع ہوتے ہین تو اُنکو سرور اور راحت معلوم ہوتی ہی اور محنت عبادت دل پر سے بوجھ سا اُٹھ جاتا ہی تو یہ سرور ریاے خفی پر دلالت کرتا ہی جس سے کہ یہ سرور مترشح ہوا ہی اسلیے کہ اگر دل کا التفات لوگون کی طرف نہوتا تو اُنکے مطلع ہونے سے سرور ہرگز نہ آتا تو معلوم ہوا کہ جیسے آگ پتھر مین پوشیدہ رہتی ہی اسی طرح یہ ریا بھی دل مین پوشیدہ تھا کہ لوگون کی اطلاع بمنزلہ چقماق ہو گئی اور اُسمین سے اثر فرحت و سرور کا ظاہر کر دیا۔ پھر اس اطلاع کے باعث جو سرور ہوا اگر اُسکی لذت عابد کو معلوم ہوئی اور اُسکا تدارک نفرت سے نہ کیا تو یہی سرور ریا کی رگ خفی کے لیے قوت اور غذا ہوتی ہی یہانتک کہ وہ رگ خفیہ نفس پر حرکت کرنے لگتی ہی اور خفیہ تقاضا کرتی ہی کہ کسی طرح کوئی سبب ایسا ہو جاوے کہ تعریض اور کنایہ سے لوگونکو اطلاع ہو جاوے اگرچہ تصریح کیساتھ اطلاع کی طالب نہین ہوتی اور بعض اوقات ایسی خفیہ ہوتی ہین کہ تعریض اور تصریح کلام سے دونون سے متقاضی نہین ہوتی بلکہ عادات و شمائل سے اطلاع کی خواہان ہوتی ہی مثلاً اظہار لاغری اور زردی رنگ اور پستی آواز اور خشکی لب اور تھوک اور آثار آنسو اور غلبہ خواب کہ جس سے تہجد گذاری [illegible] معلوم ہوتی ہی اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہی کہ جسمین نہ خواہش اطلاع ہو نہ ظہور طاعت پر سرور مگر باوجود اسکے یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ جب لوگون کی نظر پڑے تو وہ اول سلام کرین اور بکشادہ پیشانی اور توقیر پیش آوین اور ثناخوان رہین اور ہمارا کام کرنے مین خوش اور معاملات بیع و شرا مین ہمارے ساتھ رعایت کرین اور مجلس مین ہمکو عمدہ جگہ دین پس اگر ان امور مین کسی سے کوتاہی ہو جاوے تو دل پر شاق گذرے اور نفس کو نہایت بعید معلوم ہو کہ ایسا کیون ہوا تو اس صورت مین گویا اُنکا نفس اپنی حرمت و تعظیم اُسی طاعت پر چاہتا ہی جسکو خفیہ ادا کیا اور اطلاع نہین کی اور اگر پہلے اُس طاعت کو نہ کیا ہوتا تو پھر لوگونکا اپنے حق مین کوتاہی کرنا بعید نہ معلوم ہوتا غرض چونکہ اس طرح کی عبادت مین صرف خدا کے علم پر قناعت نہین پائی گئی اس لیے اس مین ایک لگاؤ ریاے خفی کا رہا جو چیونٹی کی چال سے بھی مخفی تر ہی۔ اور عجب نہین کہ ثوابکو خبط کرے اور اس سے بجز صدیقین کے اور کوئی نہین بچتا اور ثواب کے باطل ہونے کی سند یہ ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ قاریون سے ارشاد فرماویگا کیا تمھارے واسطے لوگ نرخ ارزان نہین کرتے تھے کیا تم کو پہلے سلام نہین کرتے تھے کیا تمھاری حاجتین پوری نہین کرتے تھے اور حدیث شریف [illegible]

وارد ہی کہ لا اجر لکم قد استوفیتم اجورکم اور عبد اللہ بن مبارک رح فرماتے ہین کہ وہب بن منبہ سے روایت ہی کہ ایک سیاح درویش نے اپنے یاروں سے کہا کہ بھائیو ہم نے سرکشی کے خوف کے مارے اپنا مال اور زن و فرزند کو چھوڑ دیے مگر ہم کو یہ خوف ہی کہ جسقدر مالداروں کو مال سے طغیان ہوتا ہی کہین اُس سے زیادہ ہمکو دین سے نہو جاوے دیکھو ہم مین سے اگر کوئی کسی سے ملتا ہی تو یہ چاہتا ہی کہ دینداری کے باعث ہماری تعظیم کرے اور اگر کچھ کام کو کہین تو ہماری دینداری کے سبب اُسکو لازم ہی کہ تعمیل کرے اور اگر کوئی چیز خریدا چاہتا ہی تو یہ اچھا جانتا ہی کہ ہماری دینداری کی جہت سے نرخ مین ارزان ملے یہ حال وہان کے بادشاہ کو معلوم ہوا تو اپنے لشکر کو لیکر درویش کی زیارت کو چلا تمام جنگل اور پہاڑ آدمیون سے بھر گیا درویش نے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہی لوگون نے کہا کہ بادشاہ وقت آپ کی ملازمت کو آیا ہی درویش نے خادم سے کہا کہ کھانا لاؤ وہ ساگ اور زیتون کا تیل اور خرما کے شگوفے لے آیا درویش نے اپنے کلّے خوب بھر بھر کر بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے اتنے مین بادشاہ نے آکر لوگون سے پوچھا کہ تمھارا مرشد کہان ہی اُنھون نے درویش کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہی بادشاہ نے پوچھا کہ تم کیسے ہو اُسنے جواب دیا کہ جیسے اور لوگ ہین اور ایک روایت مین ہی کہ اُسنے جواب مین کہا کہ خیریت سے ہون بادشاہ نے کہا کہ اس شخص مین کچھ خیر و برکت نہین اور یہ کہکر لوٹ گیا درویش نے کہا کہ الحمد للہ کہ تو مجھکو بُرا کہتا پھرا مخلص لوگ ہمیشہ ریاے خفی سے ڈرتے رہتے ہین اور اُسکے واسطے بڑی بڑی کوششین کرتے ہین اور لوگون کو دھوکا دیکر اپنے اعمال صالحہ سے ٹال دیتے ہین اور جسقدر کہ لوگ اپنی بُرائیان چھپانے کے حریص ہوتے ہین اُس سے زیادہ وہ لوگ اپنے اعمال صالحہ کی پوشیدگی مین حریص ہوتے ہین اور یہ سب اسی توقع پر کرتے ہین کہ اُنکے اعمال صالحہ اخلاص کے ساتھ رہین اور قیامت کو خداے تعالیٰ اخلاص کے عوض سب مجمع کے سامنے اُنکو ثواب عنایت فرمادے کیونکہ اُنکو یہ یقین ہی کہ خداے تعالیٰ قیامت مین اعمال خالص قبول فرماویگا اور ہم لوگ اس روز شدت سے محتاج اور بھوکے ہونگے اور اُس روز مال اور اولاد اور ماں باپ بھائی کوئی کام نہ آویگا صدیقین کو اپنی ہی پڑی ہوگی نفسی نفسی کہہ رہے ہونگے دوسرون کو کون پوچھتا ہی اور اس باب مین اُنکی مثال ایسی ہی جیسے حج کرنے والے جب مکہ معظمہ کو جاتے ہین تو اپنے ساتھ کھرا سکہ مغربی لے لیتے ہین کیونکہ وہان کے لوگون مین کھوٹا مال رائج نہین اور ضروریات کی حاجت ہر جگہ ہوتی ہی اپنا وطن نہین نہ کوئی دوست آشنا کہ جسکے پاس پناہ لین بجز اسکے کہ اپنے پاس زر خالص ہو اور کوئی صورت دفع احتیاج کی نہین ہوتی یہی معاملہ اہل دل کو قیامت مین پیش آویگا اُنکا توشہ جو اس دن کام آویگا تقویٰ اور اخلاص ہی غرضکہ ریاے خفی کے شوائب بیحد و شمار ہین جب تک آدمی اپنے دل مین انسان اور حیوان کے مطلع ہونے مین عبادات پر فرق سمجھیگا تب تک اسمین ایک شاخ ریا کی موجود ہی کیونکہ جب آدمی نے بہائم سے قطع طمع کیا تو پھر اُسکی پروا نہین کرتا کہ وہ موجود ہین یا غائب اُسکے حال سے واقف ہین یا ناواقف بس اگر عمل مین مخلص ہوگا تو خدا کے علم پر قانع ہوکر بندون مین سے عقلا کو بھی حقیر جانے گا اور اُنکی کچھ پروا نہ کریگا جیسا بچون اور دیوانون کی پروا نہین کرتا اور یہ تصور کریگا کہ میرا رزق اور موت اور ثواب کا بڑھانا اور عذاب کا کم کرنا کچھ بندونکے اختیار مین نہین جیسے کہ بہائم کو بچے اور دیوانے ان اشیا پر اختیار نہین رکھتے ویسے ہی عاقل شخص بھی ہین اگر یون نہ سمجھیگا تو آمیزش ریاے خفی سے خالی نہ ہوگا مگر یہ بات نہین کہ ہر طرح کی آمیزش سے ثواب باطل ہوتا ہو اور عمل بیکار جاتا ہو بلکہ اُسمین تفصیل یہ ہی سو اب اگر کوئی یون پوچھے کہ ہم تو

کسی کو نہین دیکھتے کہ اپنی طاعات کی اطلاع سے خوش نہوتا ہو تو سرور کسی طرح کا ہو سب مذموم ہی یا کچھ اچھا ہی اور کچھ برا تو اس کا جواب یہ ہی کہ سرور سب قسم کا برا نہین ہی بلکہ اُسکی پانچ قسمین ہین چار قسمین تو اچھی ہین اور ایک بُری اچھی چار صورتین یہ ہین اول یہ کہ عابد کو منظور تھا کہ طاعت مخفی اور با اخلاص رہے مگر جب خلق کو اُسپر اطلاع ہو گئی تو اُسنے یہ جانا کہ خداوند کریم نے لوگونپر ظاہر کر دیا اور میرے احوال مین سے جو بات عمدہ تھی اُسکی اطلاع فرما دی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ خداوند کریم کو میرے حال پر نظر الطاف اور حسن سلوک منظور ہی کہ گناہون کو چھپاتا ہی اور طاعت کو اظہار فرماتا ہی اور مین اُسکے درپے تھا کہ طاعت و گناہ دونون مخفیہ رہین پس اس سے بڑا کون سا لطف ہوگا کہ برائی کی پردہ پوشی کی اور اچھی بات کو ظاہر کر دیا تو اس اعتبار سے کہ خدا تعالی نے فضل و رحمت کی نظر سے دیکھا عابد کو سرور ہوا نہ اس جہت سے کہ لوگون نے تعریف کی اور اُنکے دلومین جگہ ہو گئی اور اسطرح کا سرور اچھا ہی جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہی قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔ تو گویا اُس سرور کی وجہ یہ ہوئی کہ عابد پر یہ ظاہر ہوا کہ مین خدا کے نزدیک مقبول ہون دوسری صورت یہ ہی کہ یہ تصور کرے کہ جیسا خدا تعالی نے دنیا مین میرے گناہ چھپائے اور نیکی ظاہر کی اسی طرح قیامت مین بھی کرے گا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی ما ستر اللہ علی عبد ذنبا فی الدنیا الا سترہ علیہ فی الآخرۃ تو یہ سرور اسوجہ سے ہوا کہ زمانہ آیندہ مین مقبول تصور ہوگا تیسری صورت یہ ہی کہ اس طاعت کے ظاہر ہونے سے یہ گمان کرے کہ لوگ اس باب مین میری اقتدا کرینگے اور اسطرح کی طاعت بجالاوینگے تو مجھکو اُسکا ثواب بڑھتا جاویگا کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو شخص کوئی امر خیر کرتا ہی اور لوگ اُس کی اقتدا کرتے ہین تو اُس کو بھی اُنکے برابر ثواب ملتا جاتا ہی اور اُنکے ثواب مین سے کچھ کم نہین کیا جاتا۔ اور ظاہر ہی کہ ثواب بڑھنے کی توقع قابل سرور کے ہی نفع کا ہونا بے شک لذیذ اور موجب سرور ہوا کرتا ہی تو اُسکو قصد اخفا کا بھی ثواب ملیگا اور اب ظاہر ہو نیسے بھی ثواب کا استحقاق ہوا چوتھی صورت یہ ہی کہ جن لوگون نے اسکی طاعت پر مطلع ہو کر اُسکی تعریف کی تو یہ اسوجہ سے خوش ہوا کہ انھون نے مدح کرتے مین خدا کی مرضی کے موافق کام کیا کہ اُسکے مطیع کو محبوب جانا معلوم ہوا کہ اُنکے دل مائل بطاعت ہین ورنہ بعضے ایمان والے ایسے بھی ہوتے ہین کہ جب اہل طاعت کو دیکھتے ہین تو اُسکی حسد و مذمت کرتے ہین اور بغض رکھتے ہین اور اُس سے تمسخر کرتے ہین ریاکار بتاتے ہین اچھا بھی نہین کہتے تو اسکا سرور اسی وجہ سے ہی کہ تعریف کرنے سے لوگونکا حال معلوم ہوا کہ اُنکا ایمان درست ہی اور اس صورت مین اخلاص عابد کی علامت یہ ہی کہ اگر لوگ کسی دوسرے عابد کی تعریف کرین تو اُسکی تعریف سے بھی اُتنا ہی خوش ہو جتنا اپنی تعریف سے ہوتا ہی اور قسم مذموم یعنی پانچوین صورت سرور کی یہ ہی کہ سرور اس خیال سے ہو کہ لوگون کے دلومین منزلت ہو گئی کہ تعریف اور تعظیم کرنے لگے اور نشست و برخاست مین مجھکو مقدم سمجھنے لگے اور میرے حاجات مین کام آنے لگے تو یہ صورت سرور کی مکروہ ہی واللہ اعلم

پانچوان بیان اس بات کا کہ ریائے خفی اور جلی مین سے کون کون سی صورت مین عمل باطل ہوتا ہی اور کون سی صورت مین نہین

جاننا چاہیے کہ جب بندہ کسی عبادت کو اخلاص سے ادا کرتا ہی اور پھر اُسمین ریا آجاتا ہی تو تین حال سے خالی نہین یا اُس عمل سے فراغت ہونے کے بعد آتا ہی یا قبل فارغ ہونے کے یا اُسکے ساتھ ہی پس اگر بعد فراغ صرف سرور اس عمل کے ظاہر ہونیکا ہی بدون خود ظاہر کرنیکے تو یہ سرور مفسد عمل نہین اسلیے کہ عمل تو اخلاص پر بدون ریا کے پورا ہو چکا اب جو ریا بعد کو ہوگا تو

توقع ہو کہ اُسکا اثر عمل پر نہ پہونچے خصوص ایسی صورت مین کہ عامل نے اُسکے ظاہر کرنے مین تکلف نہ کیا ہو نہ کسی سے کہا ہو نہ تمنا اُس کی ظاہر ہووے ذکر کرنے کی۔ بلکہ اتفاقی خدا تعالی کے ظاہر کرنے سے ظاہر ہو گیا ہو اور اس سبب سے اُسکے دل پر سوائے سرور محض اور کچھ اثر نہ ہوا ہو۔ ہان اگر بدون قصد ریا عمل خلاص تمام ہوا ہو لیکن پھر عابد کو رغبت اُسکے اظہار کی ہوئی اور لوگون سے کہدیا اور ظاہر کردیا تو یہ صورت خوف کی ہے اور اخبار و آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مبطل بھی ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضہ نے جب کسی شخص کو کہتے سنا کہ مین نے کل رات سورہ بقر پڑھی تھی تو فرمایا کہ اُس شخص کا حصہ اُسمین سے یہی تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے عرض کیا کہ مین نے تمام عمر روزہ رکھا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے نہ روزہ ہی رکھا نہ افطار ہی کیا تو بعض لوگ اس ارشاد کی وجہ یہی بتاتے ہین کہ اُسنے ظاہر کردیا اور بعض یہ فرماتے ہین کہ اُسکی وجہ یہ تھی کہ تمام عمر کا روزہ رکھنا مکروہ ہے بہرصورت یہ احتمال ہے کہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعود رضہ کا اس بات پر دال ہو کہ اُس شخص کا دل عبادت کیوقت نیت ریا سے خالی نہ تھا جسکے باعث اسنے کہکر ظاہر کردیا اور نہ یہ امر بعید از قیاس ہے کہ جو چیز بعد عمل کے پائی جاوے اُس سے ثواب عمل جاتا رہے بلکہ قیاس کی رو سے یہ چاہیے کہ جو عمل کرچکا اُسکا ثواب پاوے اور بعد فراغت ہو اس عمل سے نمود کی اُسکا عذاب اُسکو ملے بخلاف اُس صورت کے کہ نماز یا عمل سے فارغ ہونے کے پیشتر ہی اُسکی نیت ریا کی طرف مائل ہو گئی ہو کہ اُس صورت مین البتہ ابطال نماز خواہ عمل ہو سکتا ہے لیکن جب عمل کو اخلاص کے ساتھ ادا کیا مگر اثنائے ادا مین کچھ ریا بھی ہو گیا تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو صرف سرور ہی ہو جو عمل مین کچھ تاثیر نہین کرتا اور ریا ایسا ریا ہو جسکے باعث اُس عمل کو پورا کیا جاتا ہے پس اگر دوسری قسم کا ہے تو ثواب باطل ہو جاویگا مثلاً ایک شخص نفل ادا کرتا ہے اُسوقت اُسکے پاس تماشائیون کا گذر ہوا یا کوئی بادشاہ چلا آیا اور اُسکو یہ خواہش ہوئی کہ میری طرف دیکھے یا اثناء نماز مین کوئی چیز اپنے مال مین سے یاد آئی جسکو بھولا ہوا تھا اور اُسکی تلاش کی خواہش کی اور اگر آدمی نہوتے تو نماز توڑکر اُسکو ڈھونڈھتا لیکن اُنکی مذمت کے خوف سے نماز پوری کی تو ایسی صورت مین ثواب باطل ہو گیا اور یہ حال اگر فرض مین واقع ہو تو ایسے فرض کو ازسرنو ادا کرنا چاہیے اور حدیث شریف مین ہے کہ العمل کالوعاء اذا طاب آخرہ طاب اولہ یعنی خاتمہ تک کا لحاظ ضروری ہے اور ایک روایت مین ہے کہ جو کوئی اپنے عمل سے ایک ساعت ریا کریگا اُس کے عمل پیشتر کے باطل ہوجاوینگے اور یہ روایت اس صورت مین نماز کے باب مین وارد ہے صدقہ اور قرأت پر صادق نہین اسلیے کہ صدقہ اور قرأت کی ہر ہر چیز ایک شے علیحدہ ہے جس حصہ مین ریا واقع ہوگا اُسمین کا باقی خراب ہو جاویگا مگر گذشتہ باطل نہین اور روزہ اور حج مثل نماز کے ہین۔ اور اگر ریا اسی طرح آیا ہے کہ ثواب کے عمل کے پورا کرنے کا مانع نہین مثلاً اثنائے نماز مین کچھ لوگ آگئے اور یہ اُنکے آنے سے خوش ہوا اور اُنکے دیکھنے کے باعث نماز کو درستی سے ادا کرنیکا قصد کیا اور اگر لوگ نہ آتے تب بھی نماز کو پورا کرتا اس صورت مین ریا نے عمل مین اثر کیا کہ باعث حسن حرکات نماز کا ہوا لیکن یہ اثر اگر اتنا غالب ہو جاوے کہ اُسکے غلبہ مین اُس عمل کا عبادت ہونا اور نیت ثواب پر ادا کرنا معلوم نہوا بلکہ قصد عبادت و ثواب اُس قصد ریا مین چھپ جاوے تو اس قسم کا ریا بھی مفسد عبادت ہے بشرطیکہ عبادت کا کوئی رکن اسی حال پر ادا ہو جاوے اسواسطے کہ نیت سابقہ جو شروع کے وقت کی تھی اُسمین ہمارے نزدیک یہ شرط ہے کہ کوئی نیت ایسی نہ پیش آوے جو اُسپر غالب ہو کر اُسکو چھپاوے اور ایک احتمال یہ بھی

ہو کہ عبادت فاسد نہو اسلیے کہ پہلی نیت اور اصل قصد ثواب باقی ہو گو کسی دوسرے قصد کے ہجوم سے ضعیف ہو گیا ہو۔ اور حارث محاسبی رح
عبادت کا فاسد ہونا ایسے امر مین تجویز کرتے ہین کہ وہ اس سے بھی سہل ہو انکا قول یہ ہو کہ جب عابد نے لوگون کی اطلاع سے صرف
سرور کا قصد کیا یعنی ایسا سرور جو مثل محبت جاہ و منزلت کے ہوتا ہو تو اس باب مین لوگون کا اختلاف ہو ایک گروہ تو اسطرف ہو کہ اس
سے عمل باطل ہو گیا اسواسطے کہ اُسنے پہلے قصد یعنی اخلاص کو توڑ کر مخلوق کی حمد کی طرف میلان کیا اور عمل کو اخلاص پر پورا نہ کیا عمل کی
تمامی خاتمے ہی سے ہوتی ہو پھر حارث فرماتے ہین کہ مین نہ تو قطعی اس عمل کو باطل کہتا ہون اور نہ بالکل باطل ہونے سے مامون ہون لوگون کا
اختلاف اس باب مین مجھے پہلے سے معلوم ہو الا میرے نزدیک ترجیح اسی کو ہو کہ اگر عمل کو ریا پر تمام کیا ہو تو عمل باطل ہو اور اگر کوئی کہے
کہ حضرت حسن بصری رہ نے فرمایا ہو کہ دو رکعتون مین سے جب اول خدا کے واسطے ہو گئی تو دوسری ضرر نہ کریگی اور ایک شخص نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین عمل خفیہ کرتا ہون اور یہ نہین چاہتا کہ لوگون کو اسکی اطلاع ہو مگر انکو اطلاع
ہو جاتی ہو تو مین خوش ہوتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھکو دو ثواب ملینگے ایک خفیہ دوسرا علانیہ تو معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت حسن
بصری رحمہ اللہ کی مراد ضرر سے یہ ہو کہ خطرہ مضر اور مفسد عمل کا نہین جب کسی طور کا خطرہ آجاوے تو اس سے عمل کو ترک کرے انھون نے
یون نہین فرمایا کہ اگر بعد عقد اخلاص کے عقد ریا ہوگا تب بھی ضرر نہین کریگا اور حدیث کی تاویل مین حارث نے بڑی تقریر بیان کی ہو
جسکا حاصل تین وجہون کی طرف رجوع کرتا ہو اوّل یہ کہ حدیث مین یہ مذکور نہین کہ عمل سے فارغ ہونیکے پہلے سائل کو سرور ہوتا تھا
تو احتمال ہو کہ بعد فراغت سرور ہوتا ہو دوسری یہ کہ سرور سے مراد وہ سرور ہو جو شرعًا محمود اور معدہ ہو جسکا بیان ہو چکا نہ بغرض محبت تعریف
و منزلت کا سرور مراد نہین اسلیے کہ اس سرور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ثواب کا ارشاد فرمایا ہو اور محبت مدحت کے سرور پر کسی فرقہ کے
نزدیک ثواب مترتب نہین غایت یہ کہ اسطرح کا سرور معاف فرمایا جاوے اُسپر ثواب کا قائل کوئی نہین اور یہ ہو بھی نہین سکتا کہ مخلص کو
تو ایک ثواب ہو اور ریاکار کو دو ہون تیسری یہ کہ راویان حدیث حضرت ابوہریرہ رض تک متصل نہین ہین اکثر انمین سے اس حدیث کو
ابو صالح پر موقوف کہتے ہین گو بعض لوگ مرفوع بھی تبلاتے ہین نظر برین عام حدیثین جو ریا مین وارد ہین انھین پر عمل کرنا بہتر ہو یہ قول
حارث کا ہو غرضکہ انھون نے یقینی حکم نہین لکھا بلکہ اپنا غلبہ ظن عمل کے باطل ہونے پر ظاہر کیا ہو۔ اور ہمارے نزدیک قرین قیاس یہ ہو کہ
اس مقدار کا سرور کہ جسکی تاثیر عمل مین نہو بلکہ عمل تو صرف دین ہی کے باعث صادر ہوا اور سرور محض اطلاع کے سبب ہو گیا ہو مفسد عمل نہین
کیونکہ انکی جہت سے اصل نیت منعدم نہین ہوئی اور وہی نیت عمل پر باعث رہی اور اُسی کے سبب عمل تمام ہوا اور جو اخبار کہ ریا
کے باب مین وارد ہین وہ اُسی صورت مین ہین کہ عمل سے صرف مخلوق ہی کا قصد کیا ہو اور جو شرکت مین وارد ہین اُنسے یہ مراد ہے
کہ قصد ریا مساوی قصد ثواب کے یا اُس سے غالب ہو مگر جس صورت مین کہ قصد ریا ضعیف ہو تو ثواب صدقہ اور تمام اعمال کا بالکلیہ
باطل نہین ہوتا اور نہ نماز مین فساد آنا چاہیے لیکن اس مین یہ اعتراض ہو سکتا ہو کہ عابد پر نماز خالص لوجہ اللہ واجب ہوئی تھی اور خالص
اسکو کہتے ہین جسمین کسی طرح کی آمیزش نہو پس جب اس قسم کے ریا کی آمیزش ہوگی تو جو امر واجب تھا وہ ادا نہوگا واللہ اعلم اور باب
الاخلاص مین ہم نے یہان سے زیادہ تقریر لکھی ہو جس کو منظور ہو وہ وہان دیکھ لے یہ حال اُس ریا کا تھا جو بعد نیت عبادت خواہ قبل فراغ

ح ل بطریق حبیب ابن ابی ثابت عن ذکوان عن ابی سعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ترمذی نے رحمۃ اللہ علیہ مضمون اور طرح پر روایت کیا ہو اور کہا ہو کہ حدیث غریب ہے ۱۲

یا بعد فراغ عارض ہو۔ اب تیسری قسم کو سنناچاہیے یعنی جسمین عین نیت عبادت کے ساتھہ ہی قصد ریا کا ہو پس اگر سلام پھیرنے تک اسی قصد پر جمارہے گا تو اس نماز کا کچھ اعتبار نہین سب کے نزدیک اُس کو قضا کرنا چاہیے اور اگر عین نماز پڑھنے مین تمام ہونے سے پہلے نادم ہوکر استغفار کریگا اور حالت اصلی پر رجوع کریگا تو ایسی صورت مین تین قول ہین بعض یہ کہتے ہین کہ چونکہ اس شخص نے بقصد ریا نماز کو شروع کیا تھا اسلیے وہ منعقد ہی نہین ہوئی تھی تو از سر نو نیت کرنی چاہیے۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ ایسے شخص کے افعال صحیح نہین ہوے اصل نیت نماز کی باقی ہی اسلیے جتنے رکوع اور سجدے کیے ہین اُنکو دوبارہ ادا کرنا چاہیے کیونکہ نیت تحریمہ ایک عقد ہی اور ریا ایک خاطر قلبی کا نام ہی کہ اُس سے اصل نیت کا عقد ہونا معدوم نہین ہوتا۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ اُس شخص کو کسی چیز کا دوبارہ ادا کرنا ضرور نہین بلکہ اپنے دل مین استغفار کر کے عبادت کو اخلاص پر تمام کرے اسلیے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہی اگر اخلاص سے شروع کرتا اور ریا پر تمام کرتا تو عمل باطل ہوجاتا تھا اسی طرح یہان اُسکا عکس ہی کہ ریا سے شروع کیا اور اخلاص پر تمام تو باطل نہونا چاہیے اور اس کی مثال ایسی ہی کہ سفید کپڑے پر نجاست عارضی لگ جاوے جب وہ نجاست عارضی دور کیجاویگی پھر حالت اصلی پر عود کریگا اور جو نماز مین رکوع و سجدہ غیر اللہ کے لیے نہین ہوتا اسلیے کہ اگر غیر کے واسطے سجدہ کریگا تو کافر ہوجاویگا بلکہ ہوا یہ ہی کہ ایک ریا سے عارضی آگیا تھا جو توبہ اور ندامت سے جاتا رہا اور ایسے حال مین ہوگیا کہ اب لوگونکی تعریف و مذمت کی کچھ پروا نہین تو اسی وجہ سے نماز درست ہوئی۔ اور ہمارے نزدیک یہ دونون پچھلے قول قیاس فقہی کے قطعًا مخالف ہین خاصکر جو لوگ یہ کہتے ہین کہ صرف رکوع اور سجدون کو اعادہ کرنا چاہیے تکبیر تحریمہ کی از سر نو کرنے کی کچھ ضرورت نہین اسواسطے کہ اگر مثلًا رکوع اور سجدہ درست نہین ہوا تو نماز مین افعال زائد ہوگئے جو مفسد نماز ہین پھر نماز کا نہ فاسد ہونا کسطرح ہوسکتا ہی۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر اخلاص پر تمامی نماز کی ہوئی تو بلحاظ خاتمہ کے نماز صحیح ہونی چاہیے یہ بھی ضعیف ہی اسواسطے کہ ریا نیت کا مخل ہی اور احکام نیت کی مراعات شروع نماز مین بطریق اولے چاہیے پس جو صورت کہ بموجب قیاس فقہ درست ہو یہ ہی کہ اگر باعث اُس عبادت کا صرف ریا ہی طلب ثواب سے کچھ غرض نہین نہ اطاعت امر الٰہی سے سروکار تو اس صورت مین شروع تحریمہ ہی ٹھیک نہین ہوا اُسکے بعد جو افعال کریگا وہ بھی درست نہونگے مثلًا فرض کرو کہ ایک شخص اگر اکیلا ہوتا تو نماز نہ پڑھتا لاجب لوگونکو دیکھا تو نیت باندھ لی یا یہ کہ اُسکے کپڑے نجس ہین مگر لوگون کے خوف سے نماز پر کھڑا ہوگیا تو یہ ایسی نماز ہے کہ اس مین نیت ہی نہین کیونکہ نیت تو اس کا نام ہی کہ باعث دین کے حکم کو مانتے یہان نہ باعث ہی ہی نہ قبول کرنا حکم کا پایا جاتا ہی ہان اگر ایسی صورت ہو کہ لوگ نہ ہوتے تب بھی نماز تو پڑھتا مگر اُنکے ہونے پر رغبت اُنکے اچھا کہنے کی بھی ہوگئی تو یہان دو باعث جمع ہوتے ہین پس اگر ایسی صورت صدقہ اور تلاوت وغیرہ امور مین ہو جنمین تحریم اور تحلیل نہین تب تو اُسنے باعث ریا کے یا طاعت سے نافرمانی کی اور باعث ثواب کے اطاعت سے فرمان پذیری کی اور از انجا کہ فَمَن یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ خَیرًا یَّرَہٗ وَمَن یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ وارد ہے تو اسی لیے جسقدر اُسکی نیت صحیح ہوگی اسقدر ثواب پاویگا اور جسقدر نیت فاسد ہوگی اُسقدر عذاب اور ایک کے ہونے سے دوسری بیکار نہ ہوگی اور اگر ایسی صورت نماز مین واقع ہوگی جو نیت کے خلل پڑنے سے فاسد ہوجاتی ہی تو اُسکی بھی دو صورتین ہین یا نفل مین ہوگی یا فرض مین نفل کا حال تو صدقہ کا سا ہی کہ ایک وجہ سے اطاعت اور ایک جہت سے نافرمانی پائی جاتی ہی اسلیے کہ اُسکے دلمین دو

ترجمہ جو کوئی ذرہ بھر بھلائی کریگا دیکھ لیگا اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کریگا وہ دیکھ لیگا

باعث موجود ہین اور یہ کہہ نہین سکتے کہ اُس کی نماز درست نہین اور نہ اُسکا اقتدا درست ہی مثلاً کسی شخص نے نماز تراویح ادا کی اور قرائن حال سے معلوم ہوا کہ اُسکا قصد صرف حسن قرأت کو ظاہر کرنے کے لیے تھا اگر لوگ جمع نہوتے اور یہ شخص اپنے گھر مین اکیلا ہوتا تو تراویح نہ پڑھتا تو نہین کہہ سکتے کہ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنی درست نہین اسلیے کہ ایسا گمان کرنا بعید ہی بلکہ مسلمان پر تو یہی گمان ہوگا کہ یہ نماز نفل سے قصد ثواب رکھتا ہی اور اسی قصد کے اعتبار سے اُسکی نماز بھی صحیح ہی اور اُسکے پیچھے نماز پڑھنی بھی درست ہی گو قصد ثواب کے ساتھ کوئی اور قصد بھی ہو جسکے سبب اُسکو گناہ ہوا ہو۔ اور اگر دو باعث نماز فرض مین جمع ہون اور دونون باعث جدا جدا مستقل نہون بلکہ دونون ملکر باعث عبادت ہوئے ہون تو اس صورت مین واجب اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگا کیونکہ باعث وجوب کا اُسکے حق مین خالی در بطور مستقل نہین پایا گیا اور اگر ہر ایک باعث مستقل ہو یعنی مثلاً اگر باعث ریا نہ ہوتا تب بھی فرض ادا کرتا اور اگر باعث فرض نہوتا تو ریا کے لیے نفل ادا کرتا یہ صورت محل تامل ہی اور اسمین کئی احتمال ہین ایک احتمال تو عدم جواز کا ہی کہ یون کہا جاوے کہ اُسکے ذمہ واجب نماز خالص بوجہ اللہ تھی لیکن واجب خالص کا ارادہ نہین کیا اور ایک احتمال جواز ہی یعنی یہ کہین کہ واجب امتثال امر ایک باعث مستقل سے ہی اور وہ یہان موجود ہی دوسرے باعث کا اسمین ملجانا اُس کے ذمہ سے سقوط فرض کا مانع نہین جیسے اگر نماز غصب کے گھر مین پڑھلے کہ اس صورت مین البتہ اس بات کا گناہ ہی کہ غصب کے گھر مین پڑھی مگر چونکہ اصل نماز پڑھنے مین اطاعت پائی گئی اسی لیے فرض ذمہ سے ساقط ہوا۔ غرضکہ اصل نماز کے اگر باعث مختلف ہونگے تو اسمین احتمال بھی مختلف ہونگے لیکن جس صورت مین کہ اصل نماز مین تو ریا نہ ہو صرف مبادرت مین ہو مثلاً کوئی شخص نماز جماعت کے واسطے اول سبقت کرے اور اگر اکیلا ہوتا تو اول وقت نہ پڑھتا اوسط وقت تک تاخیر کرتا یا اگر فرض نہوتی تو صرف ریا کی جہت سے نماز کی ابتدا نہ کرتا تو ایسی صورت مین یقیناً نماز صحیح ہی اور فرض ذمہ پر نہین رہتا کیونکہ جو باعث اصل نماز کے ادا کا ہی اسمین کوئی دوسری چیز مخالف نہین بلکہ وقت کے تعیین مین قصد ریا واقع ہوا اس سے نیت اصل نماز مین خلل واقع ہونا بہت بعید ہی یہ اس ریا کا حکم ہی جو عمل کا باعث ہوا کرتا ہی لیکن سرور محض لوگون کے مطلع ہونے سے جبتک اسکی تاثیر اتنی نہ ہوگی کہ عمل مین اثر کر جاوے تو اس سے نماز کا فاسد ہونا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہی۔ یہ بیان ہمارے نزدیک قانون فقہ کے موافق ہوتا ہی اور مسئلہ واقع مین دقیق ہی اسواسطے کہ فقہانے تو فقہ مین اسکو کچھ لکھا نہین اور جن لوگون نے اسمین خوض کرکے کچھ تصرف کیا ہی اُنھون نے صحت و فساد نماز مین قوانین فقہ اور فقہا کے اقوال کا لحاظ نہین کیا بلکہ تصفیۂ قلوب اور طلب اخلاص کے سبب ادنی خطرون سے عبادتون کا فاسد ہونا لکھدیا اور ہم نے جو کچھ لکھا ہی وہ ہماری دانست مین قول فیصل ہی واللہ اعلم

چھٹا بیان ریا کی دوا کا اور وقت ریا دل کے علاج کا طریق ۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ریا بڑی مہلک چیز ہی اس سے اعمال باطل ہو جاتے ہین خدا کے نزدیک سبب غصہ کا ہوتا ہی تو جس چیز کا حال ایسا ہو اُسکے دور کرنے کیلیے مستعد ہونا مناسب و ضروری ہی اگرچہ کتنا ہی مجاہدہ اور مشقت پڑے اسلیے کہ مثل مشہور ہی ع کہ دارودے تلخست دفع مرض ہ اور یہ ایسا مجاہدہ ہی کہ سب بندون کو اسکی حاجت ہوتی ہی کیونکہ لڑکا شروع مین عقل و تمیز کم رکھتا ہی لوگون کو آنکھ سے جیسا دیکھتا ہی ویسا ہی خود بھی کرنیکی طمع رکھتا ہے جب وہ لوگون کو دیکھتا ہی کہ آپس مین ایک دوسرے کے واسطے تصنع اور بناوٹ کرتے ہین تو اُسکے دلمین اس تکلف کی محبت غلبہ پاکر

مستحکم ہوجاتی ہی اور اس بناوٹ کا مہلک ہونا اُسکو جب معلوم ہوتا ہی جب عقل کمال کو پہونچتی ہی مگر اُس وقت تک ریا اُسکے دل مین ریشہ دوانی کر چکی ہی اس لیے بدون محنت شاقہ اور مجاہدہ شدید کے اُسکا قلع و قمع نہین کرسکتا غرضکہ اس مجاہدہ سے کوئی شخص خالی نہین سب کو اسکی احتیاج ہی اور یہ اول اول شاق معلوم ہوتا ہی اور آخر کو خفیف و آسان ہوجاتا ہی اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ اُسکے اصول اور عروق کی بیخ کنی کیجاوے جن سے کہ وہ پیدا ہوجاتا ہی دوسری صورت یہ کہ ریا سے جو سر دست خطرہ ہوتا ہی اُسکو دور کیا جاوے صورت اول یعنی بیخ کنی ریا کے اصول و اسباب کی وہ اس بات پر موقوف ہی کہ اُسکے اصول و اسباب معلوم ہووین پس جاننا چاہیے کہ اصل ریا کی محبت جاہ و منزلت کی ہی اور اگر اسکو مفصل بیان کیا جاوے تو تین اصل نکلتی ہین اول لذت تعریف کی محبت دوم رنج مذمت کی نفرت سوم طمع لوگون کے قبضہ مین کی چیزون کی یہی چیزین سبب ریا کا ہوتی ہین اور ریاکار کو اُبھارتی ہین چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضہ کی حدیث[۱] اسکی شاہد ہی کہ وہ فرماتے ہین کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ آدمی حمیت کے واسطے اور اپنے رتبہ کے معلوم کرانے کے واسطے اور ذکر کے واسطے لڑتا ہی حمیت کے معنی یہ ہین کہ اُسکو اس بات کی غیرت آتی ہی کہ خود مغلوب ہوجاوے یا کوئی دوسرا مغلوب ہونے سے اُسکو بُرا کہے اور رتبہ کے معلوم کرانے سے غرض یہ ہی کہ لذت جاہ اور دلون مین جگہ کرنے کی طلب کرتا ہی اور ذکر سے مراد زبانی تعریف کی خواہش ہی یعنی جہاد ان تین غرضون سے ہوتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا[۲] من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فہو فی سبیل اللہ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ جب دونون صفین جہاد مین بھڑتی ہین فرشتے اُترتے ہین اور لوگون کو اُنکے مراتب کے بموجب لکھتے ہین کہ فلان شخص فخر کے واسطے جہاد کرتا ہی اور فلان شخص ملک کے لیے لڑتا ہی ملک کے لیے لڑنے مین اشارہ طمع دنیاوی پر ہی اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ لوگ کہنے لگتے ہین کہ فلان شخص شہید ہی اور شاید اُسنے اپنے زین کی دونون تھیلیان چاندی سے بھری ہون - اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۳] من غزا لا یبتغی الا عقالا فلہ ما نوی اس سے بھی اشارہ طمع کی طرف پایا جاتا ہی - اور بعض اوقات آدمی کو خواہش حمد اور طمع نہین ہوتی الا رنج مذمت سے بچتا ہی مثلاً کوئی بخیل اگر سخی لوگون مین ہو جو بہت بہت مال خیرات کررہے ہون وہ بھی کچھ تھوڑا سا دیدیتا ہی تاکہ کوئی بخیل نہ کہے اسکو حمد کی طمع نہین ہی اسواسطے کہ اس سے بڑھکر تو اور لوگ ہین پس مذمت کے خوف سے اتنا دیتا ہی یا کوئی نامرد بہادرون مین ہو تو جماعت سے بھاگتا نہین تاکہ کوئی بُرا نہ کہے اور حمد کی طمع کرتا نہین کیونکہ حملہ کرنے والے تو اور لوگ ہین لیکن جب حمد سے مایوس ہوا تو مذمت ہی کو بُرا سمجھا یا کوئی شخص ایک ایسی جماعت مین رہے جو رات بھر نماز پڑھین تو وہ بھی تھوڑی سی رکعتین پڑھ لیتا ہی کہ کوئی کاہل نہ کہے حالانکہ حمد کی طمع نہین بعض اوقات آدمی لذت حمد پر تو صبر کرسکتا ہی مگر مذمت کے رنج پر صبر نہین کرسکتا اسی جہت سے بعض شخص بے علم فتوی دیدیتے ہین اور باوجود حاجت کے دوسرے سے نہین پوچھتے اور دعوی حدیث دانی کا کرتے ہین حالانکہ خاک نہین جانتے یہ سب اسی لیے ہی کہ کوئی جاہل نہ کہے اسکی برداشت اُنسے نہین ہوسکتی غرضکہ یہی تین امور مذکورہ بالا ریاکار کو باعث ریا ہوتے ہین اور اُسکا علاج باب قسم اول مین مجملاً ذکر ہوچکا ہی اب ہم ذکر اُس علاج کا کرتے ہین جو ریا کیلیے مخصوص ہی مخفی نرہے کہ انسان جو کسی شی کی خواہش کرتا ہی تو یہ گمان کرلیتا ہی کہ وہ شی اُسکے لیے حال مین یا مآل مین بہتر اور مفید لذیذ ہی پس اگر اسکو یہ معلوم ہوجاوے کہ گو سر دست اس شی مین

[۱] بخاری و مسلم نے نقل کی ہی [۲] جو شخص لڑے اسلیے کہ کلمہ اللہ کا برتر ہو تو وہ خدا کی راہ مین ہی [۳] جو شخص لڑنے سے چھپا نہ ہو مگر رسی اونٹون کے باندھنے کی یعنی مواشی کی طمع پر جہاد کرے تو اسکے لیے وہ چیز ہی جو نیت کرے ۱۲ نسائی کی حدیث ہے

لذت ہی مگر آگے کو نقصان ہوگا تو اُسپر اُس شی کی رغبت نہ کرنی سہل ہو جاتی شلاً کسی شخص کو معلوم ہو کہ شہد مزہ دار ہی تو اُس کی رغبت کرتا ہی مگر جب یہ جان لے کہ اسمین زہر ملا ہی تو پھر اُسکی طرف رغبت نہ کریگا اسی طرح ریا کی رغبت کے علٰحدہ کرنے کا یہ طریق ہی کہ اسکی مضرت کو پہچاننا چاہیے جب بندہ کو اُسکا ضرر معلوم ہوتا ہی کہ اُسکے سبب دل کی صلاحیت جاتی رہتی ہی اور دنیا مین توفیق اور آخرت مین منزلت سے محروم ہوتا ہی اور نہایت غصہ اور عذاب شدید کا مستحق ہوتا ہی اور قیامت مین کھلا کھلی رسوائی ہوگی جب پکارا جاویگا او بدبی او مکار اور بدکار تجھے شرم نہ آئی کہ خدا کی طاعت کے بدلے دنیا کا اسباب دل لیا بندون کے دلونکی حفاظت کی اور خدا کی عبادت سے ٹھٹھا کیا بندون کے نزدیک محبوب بنا اور خدا کے نزدیک مبغوض اُنکے واسطے آرایش مین رہا اور خدا کے لیے آلائش مین اُنکے پاس ہوتا گیا اور خدا سے دور اُنکے نزدیک محمود بنا اور خدا کے نزدیک مردود اُنکی رضا کا طالب ہوا اور خدا کے غصہ کا خواہان کیا تیرے نزدیک خدا سے زیادہ حقیر اور کوئی نہ تھا پس جب آدمی اس رسوائی کو تامل کرے اور جو کچھ بندون سے اسکو حاصل ہوتا ہی مع زینت دنیاوی کے اس نقصان کے مقابل کرے جو آخرت مین ہوگا کہ ثواب اعمال جاتا رہیگا تو اُسکے نزدیک ریا نہایت حقیر ہو جاویگا اعمال کے ثواب کا فوت ہو جانا کچھ تھوڑا ضرر نہیں کیا عجب ہی کہ ایک ہی عمل خالص سے پلۂ حسنات جھک جاوے اور جب اُسکو ریا کے سبب فاسد کر دیا تو وہ بدی کے پلہ مین رکھدیا جاویگا جسکے باعث بدی کا پلہ جھک جاویگا اور دوزخ مین پڑیگا معاذاللہ منہا اگر ریا سے ایک ہی عبادت بیکار ہو جاتی تب بھی ضرر بہت تھا گو اور حسنات کے باعث پلہ جھکا ہی رہتا کیونکہ اگر عبادت بیکار نہوتی اور نیکی مین شمار ہوتی تو ایک نیکی سے خدا کے نزدیک علو رتبہ نبیین اور صدیقین کے زمرہ مین حاصل ہوتا اور ریا کے سبب اُنکے درجے سے اُترکر اولیا کے درجے کی جوتیونکی صف مین جا پڑا یہ نقصان تو دینی ہوا دنیا مین جدا دل پریشان رہا کہ لوگون کے قلوب کی رعایت کرنی پڑی اور اُنکی رضامندی کی کوئی حد نہین کیونکہ جو باتین ایسی ہین کہ ایک فریق اُنسے خوش ہی دوسرا فریق ناخوش ہی بعضے لوگ جب راضی ہوتے ہین جب دوسرے ناراض ہون اور جو شخص خلق کی رضا جوئی خدا کے غضب پر اختیار کرتا ہی خدا تعالی خود بھی ناراض ہوتا ہی اور لوگونکو بھی اُس سے ناراض کر دیتا ہی پھر لوگون کی مدح کی بہت سے خدائے تعالٰی کو ناراض کرنے سے کیا فائدہ ہی کچھ اُنکی تعریف سے رزق اور زندگی نہین بڑھتی نہ قیامت کے فقر و فاقہ مین اُنکی تعریف کام آویگی۔ اور لوگون کے پاس کی چیزون پر طمع رکھنے کا یہ علاج ہی کہ یون جان لے کہ دینے اور نہ دینے پر دلونکا آمادہ کرنا خدا کے قبضے مین ہی لوگ اسمین بے بس ہین رازق سوائے خدا تعالی کے کوئی نہین اور جو شخص خلق سے طمع رکھتا ہی وہ خالی ذلت اور حرمان سے نہین ہوتا اور اگر بالفرض مراد کو بھی پہونچتا ہی تو احسان اُٹھانا پڑتا ہی اور دوسرونکی نظر مین حقیر ہونا پڑتا ہی تو ثواب آلہی کو ایسی جھوٹی توقع اور وہم فاسد کے بدلے مین کسطرح چھوڑین جو کبھی ملے کبھی نہ ملے اور اگر ملے تو ملنے کی خوشی اتنی نہ ہوگی جتنا احسان اُٹھانے اور ذلیل ہونے کا رنج ہوگا۔ اور لوگون کے بُرا کہنے کا خوف کرنا بھی لاحاصل ہی اُنکی مذمت سے کیا نقصان زیادہ ہو جاویگا جو کچھ اللہ تعالی نے لکھدیا ہی وہی ہوگا نہ موت جلدی آویگی نہ رزق مین تاخیر ہوگی نہ دوزخی ہوگا اگر پہلے سے بہشتی ہی نہ خدا کے نزدیک بُرا ہوگا اگر پہلے سے نیک ہی نہ اُسکا غصہ زیادہ ہوگا بندونکا حال تو یہ ہی لا یملکون لانفسہم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا پھر اُنکی بُرائی سے کیا ہوتا ہی اُنکے اختیار مین کچھ نہین پس جب آفت ان اسباب ریا کی اور اُنکا ضرر دل مین بیٹھ جاویگا تو ریا کی رغبت بھی ست

پڑجاویگی اور دل متوجہ الی اللہ ہوگا اسلیے کہ عاقل ایسی چیزون کی رغبت نہین کیا کرتا جنمین ضرر تو زیادہ ہو اور نفع کم اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہی کہ اگر لوگون کو ریاکار کے باطن کا حال معلوم ہوجاوے کہ دل مین ریا کرتا ہی اور ظاہر مین اخلاص تو سبکے نزدیک بُرا ٹھہرے اور یہ بات چھپی نہین رہتی خداے تعالے کبھی نہ کبھی اُسکا بھید کھول ہی دیتا ہی اسوقت لوگونکے نزدیک بھی مبغوض ہوجاتا ہی اللہ کے نزدیک تو پہلے ہی سے تھا اور اگر خدا کے واسطے اخلاص کرے تو خداتعالی اُسکے اخلاص کو لوگون پر ظاہر فرماکر اُنکو اُسکا مسخر کردیتا ہی کہ اسکو محبوب جاننے لگتے ہین اور مدح وثنا کرتے ہین باوجودیکہ اُنکی مدح سے کچھ فائدہ نہین نہ اُنکی بُرائی سے کچھ نقصان جیسے کہ بنی تمیم کے ایک شاعر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا تھا کہ اِنَّ مدحی زین + وان ذمی شین + یعنی میری تعریف آدمی کی زینت ہی اور بُرا کہنا اُسکے حق مین معیوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہی یہ شان اُس معبود کی ہی جسکے سوا کوئی معبود نہین یعنی خدا اگر تعریف کرے تو البتہ زینت ہی اور اُسکے بُرا کہنے سے بےشک عیب لگتا ہی آدمی کی تعریف و مذمت سے کچھ نہین ہوتا مثلاً اگر آدمی خدا کے نزدیک بُرا اور دوزخی ہی تو لوگون کی تعریف سے کیا بہتری ہوجاویگی اور اگر اُسکے نزدیک مقرب و نیک ہی تو لوگون کی ہجو سے کونسی بُرائی ہوجاویگی غرضکہ جو شخص اپنے دل مین آخرت کو حاضر جانیگا اور وہانکی نعمتین پائدار اور خدا کے نزدیک بلند مراتب یاد کریگا اُسکے نزدیک یہ اشیا خلق کی ہیچ معلوم ہونگی جنمین صدہا طرح کی کدورات ملی ہین اور ہمہ تن اُسکا دل متوجہ الی اللہ ہوجاویگا اور ریا کی ذلت سے نجات پاویگا اور اُسکے اخلاص سے ایسا نور دل پر پیدا ہوگا جس سے اُسکا سینہ کھلجاویگا اور اُس سے ایسے لطیفے مکاشفات معلوم ہونگے جنسے خداے تعالے کے ساتھ اُنس و محبت اور خلق کے ساتھ وحشت و نفرت بڑھے اور دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت نظرون مین جچے اور خلق کی جگہ دل مین نرہے اور سبب ریا بالکل منقطع ہو اخلاص کی راہ طے کرنی آسان معلوم ہو یہ بیان ان دو امور کا جو پہلی قسم مین اس باب کے ہم لکھ چکے ہین علمی علاج ہی جس سے ریا کی جڑ جاتی رہتی ہی اور دواے علمی یہ ہی کہ اپنے نفس کو عبادات کے پوشیدہ ادا کرنیکا عادی کرے اور اُنکو ایسا چھپاوے جیسا کہ بُرائیونکو چھپاتے ہین یہانتک کہ صرف خداتعالی کے علم و اطلاع پر قانع ہوجاوے غیر اللہ کی اطلاع کی طلب دل مین نہ رہے ۔ روایت ہی کہ ابی حفص آہنگر رح کے مریدون مین سے کسی نے اُنکے جلسے مین دنیا اور اہل دنیا کی مذمت کی اُنھون نے فرمایا کہ تو نے وہ بات ظاہر کی جسکو خفیہ رکھنا چاہیے تھا اب سے بعد ہمارے پاس نہ بیٹھنا اس سے معلوم ہوا کہ اسقدر ظاہر کرنے کی بھی اجازت ندی اسی لیے کہ دنیا کی مذمت کے ضمن مین زہد کا دعوی پایا جاتا ہی بہرحال ریا کی دوا سوا خفیہ رکھنے عبادات کے اور کوئی نہین اور شروع مجاہدہ مین یہ شاق معلوم ہوتا ہی لیکن جب اُس پر چند روز وہ صبر کرتا ہی تو اسکی دشواری آسان ہوجاتی ہی اور خدا کی عنایت اور حسن توفیق جس سے وہ اپنے بندونکی تائید کرتا ہی اُسکے شامل حال ہوتی ہی دیکھو خود فرماتا ہے اِنَّ اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور نیز وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما تو بندے کو مجاہدہ کرنا چاہیے ہدایت کام اُسکا ہے دروازے کا دستک دینا بندہ کا کام ہی اور اُسکا کھولنا خدا کا کام ہی اسی کا ہو رہنا چاہیے حتی کہ سرادقات جلال سے آواز آنے لگے بیت

گرچہ ماہنر نیستش + کہ جز ما پناہے دگر نیستش

+ دوسری صورت جو خطرہ ریا کا اثناے عبادت مین آوے اُسکو دور کرنا بھی سیکھنا چاہیے کیونکہ جو شخص نفس پر جہاد کرکے اپنے دل مین سے ریا کا استیصال کرتا ہی اسطرح کہ طمع کو قطع کرکے قانع ہوتا ہی اور اپنے آپ کو لوگون کی نظرون سے

گرادیتا ہی اور انکی تعریف و مذمت کو ہیچ سمجھنے لگتا ہی تو اُسوقت شیطان اُسکو عبادت مین خالی اور بے فکر نہین چھوڑتا بلکہ ریا کے خطرات پیش
کرتا ہی اور اُسکے وسوسے علحدہ نہین ہوتے نہ ہوائے نفسانی بالکل نابود ہوا اسلیے مستعد ہونا ریا کے خطرات دور کرنے کیلیے بہت ضرور ہی
اور خطرات ریا کے تین ہین بعض اوقات تو سب کے سب ایکبارگی آتے ہین اور گویا ایک ہی خطرہ معلوم ہوتا ہی اور بعض اوقات بتدریج ایک
دوسرے کے بعد آتے ہین اول تو واقف ہونا لوگون کی اطلاع پر اور اُنکی اطلاع کی آرزو کرنی اسکے بعد نفس کی رغبت اُنکی مدح کے لیے
اور اُنکے نزدیک منزلت ہونے کی پیدا ہونی اسکے بعد نفس کا اُسکو قبول کرنا اور دل کا اُسکے ثبوت پر عقد کرنا انہین سے اول کا نام تو معرفت
ہی اور دوم کا نام حالت جسکو شہوت و رغبت بھی کہتے ہین اور تیسرے کا نام عزم اور ارادہ کا مضبوط کرنا ہی اور ان سب مین سے خطرہ دل
کے دفع کرنے کے لیے نہایت قوت چاہیے کہ پیشتر دوسرے خطرے ہونے کے وہ دور ہوجاوے مثلاً جب عابد کو معرفت اطلاع خلق یا اُن کے
مطلع ہونے کی آرزو کا خطرہ ہو تو اُسکو یون کہکر دفع کرے کہ مجھکو خلق سے کیا غرض ہی وہ جانین یا نہ جانین خداتعالیٰ تو جانتا ہی سے
دوسرے کے جاننے سے کیا فائدہ ہوگا پس اگر رغبت لذت حمد کی جوش کرے تو جو آفتین ریا کی دلمین جمی ہین اُنکو یاد کرے کہ قیامت
مین خدا کے نزدیک مبغوض ہونا پڑیگا اور جب اعمال کی زیادہ حاجت ہوگی اُسوقت اُنسے محروم رہیگا تو جسطرح کہ اطلاع خلق کے واقف
ہونے سے شہوت اور رغبت پیدا ہوتی ہی اسیطرح آفت ریا کی معرفت سے کراہت و نفرت اُسکے مقابل ہوتی ہی رغبت تو اس بات کو چاہتی ہی
کہ اُسکو قبول کرنا چاہیے اور نفرت چاہتی ہی کہ انکار کرنا چاہیے پس جو اُنمین سے غالب و قوی زیادہ ہوگی نفس اُسی کی پیروی کریگا
اس سے معلوم ہوا کہ خطرات ریا کے دفع کے لیے تین امور ضروری ہین اول معرفت ریا کی دوم اُسکی شہوت سے نفرت کرنا سوم
انکار کرنا اور آدمی کبھی عبادت بعزم اخلاص شروع کرتا ہی پھر اُسکو ریا کا خطرہ آتا ہی تو اُسکو قبول کرلیتا ہی اُسوقت اُس کو معرفت اور
نفرت شہوت جو دل مین تھی یاد نہین رہتی اور اُسکا سبب یہ ہی کہ خوف مذمت اور حُب مدح اور اُسکی حرص مدح پر دلمین اتنی بھر جاتی ہے
کہ دوسری چیز کی اُسمین گنجائش نہین رہتی پہلے سے جو آفات ریا کے اور اُسکے انجام بد ہونے کی معرفت تھی وہ ایک سو ہو جاتی ہے
اس لیے کہ دل مین کوئی جگہ خالی رغبت حمد اور خوف مذمت سے نہین رہتی اُسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص اپنے جی مین حلم کو یاد رکھتا ہے
اور غصہ کو برا جانتا ہی اور اسباب غضب کے واقع ہونے پر قصد حلیم اپنے کا کرتا ہی مگر بعض اوقات ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہین جن سے اُسکا
غضب بھڑک جاتا ہی اور اول کا قصد بھول جاتا ہی اور دل مین ایسا غصہ بھرتا ہی کہ آفت غضب کو یاد نہین کرنے دیتا سارے دل مین
پھیلی تا ہی اسی طرح شہوت کی حلاوت دل مین پر ہوکر نور معرفت کو نکال دیتی ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی حضرت جابر رضہ کے قول مین
کہ فرماتے ہین ہمنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی تھی کہ جہاد سے نہین بھاگین گے کچھ موت پر نہین
کی تھی مگر غزوہ حنین مین اُس بیعت کو بھول کر بھاگ کھڑے ہوئے یہانتک کہ آواز آئی اے درخت والو ہٹا لوٹ آئے یعنی چونکہ دلون مین
خوف بھر گیا تھا اسلیے پہلا عہد یاد نہ رہا جب یاد دلایا تو یاد آیا۔ اور اکثر شہوات جو یکبارگی جوش زن ہوتی ہین اُنکا حال ایسا ہی
ہوتا ہی یعنی اُنسے جو مضرت ایمان مین ہوتی ہی اُسکو جوش شہوت مین پہچاننا بھول جاتا ہی اور جب پہچاننا یاد نہ رہی تو نفرت جو کہ اُسکا نتیجہ
تھی وہ بھی ظہور مین نہین آتی۔ اور کبھی یاد بھی کرلیتا ہی اور جان لیتا ہی کہ یہ خطرہ اُس ریا کا ہی جس کے باعث خدا کا غضب ہوگا مگر اُس پر

ح یہ حدیث مسلم نے بعض الفاظ کی کمی بیشی سے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے ۱۲

شدت شہوت کے باعث اصرار کیا جاتا ہی ہوائے نفسانی عقل پر غالب ہوجاتی ہی جو لذت اُسوقت ملتی ہی اُسکو چھوڑ نہین سکتا تو بہ کیواسطے لیت و لعل کرتا ہی یا ایسا کام کرتا ہی کہ جس کے شغل مین یہ سوچ ہی دل پر نہ آوے بہت سے عالم ایسے ہین کہ جو کلام کرتے ہین خالی ریا سے نہین ہوتا اور وہ خود جانتے ہین مگر اصرار کیے جاتے ہین یہ اصرار اُن پر زیادہ تر حجت ہوگا اسلیے کہ باوجود جاننے اس بات کے کہ ریا مہلک ہی اور خدا کے نزدیک مذموم اُسنے ریا کو مان لیا اور صرف پہچاننا کافی نہین جبتک پہچاننے کے ساتھ اُس سے نفرت نہ ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ خطرۂ ریا کو پہچان بھی لیتا ہی اور اُس سے نفرت بھی کرتا ہی مگر باوجود اُسکے ریا کے تقاضے کو قبول کرتا ہی اور اُسکے بموجب عمل کرتا ہی اسلیے کہ شہوت کی قوت بہ نسبت نفرت کے بہت قوی ہوتی ہی اور نفرت بہت کمزور تو ایسا شخص بھی اپنی اس نفرت سے کچھ فائدہ نہ اُٹھاویگا اسواسطے کہ غرض کراہت سے یہ ہی کہ فعل سے باز رکھے نہ یہ کہ تن بھاوے سنڈ یا ہلاوے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ فائدہ بدون اجتماع تینون امور مذکورۂ سابق کے نہین ہی یعنی معرفت ریا اور اُسکو مکروہ سمجھنا اور اس سے انکار کرنا ثمرہ کراہت کا ہوتا ہی اور کراہت ثمرہ معرفت کا یعنی شناخت اور معرفت کی قوت بقدر قوت ایمانی اور نور علم کے ہوتی ہی اور اُسکا ضعف بقدر غفلت اور حب دنیا اور فراموشی آخرت اور قلت مبالات خدا کے پاس کی چیزون سے اور کم توجہی آفات حیات دنیاوی اور انعامات آخرت کے ہوتا ہی اور یہ سب ایک دوسرے سے پیدا ہوتی ہین اور ان سب کی اصل حب دنیا اور غلبۂ شہوات ہی یہی سب برائیون کی جڑ ہی اور ہر ایک گناہ کا منبع کیونکہ محبت جاہ اور منزلت اور دنیاوی لذائذ کا چسکا وہ بلا ہی کہ آدمی کے دلکو نوٹ لیتا ہی اور فکر عاقبت اور اقتباس انوار کتاب اللہ اور حدیث اور علوم سے نہین کرنے دیتا۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ ایک شخص اپنے دل سے ریا کو مکروہ جانتا ہی اور اس کراہت کی جہت سے اُسکا مرتکب بھی نہین ہوتا لیکن باوجود اسکے اس کی طبیعت مین میل اور رغبت ریا کی پائی جاتی ہی مگر وہ اس میل و محبت کو بھی برا سمجھتا ہی اور اُسکے بموجب عمل نہین کرتا تو ایسا شخص بھی ریاکار رہی یا نہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ خداوند کریم زیادہ طاقت بشری سے تکلیف نہین دیتا اور بندہ کے اختیار مین نہین کہ شیطان کو وسوسہ نہ کرنے دے یا طبیعت کو ایسا کرے کہ اُسمین میل شہوات نہ رہے اسکے قابو مین صرف اتنی بات ہی کہ اپنے شہوات کا مقابلہ اُس کراہت سے کرے جو اُسکو انجام کی شناخت اور علم دین اور ایمان خدا تعالے اور قیامت پر ہونے سے حاصل ہی جب یہ بات کریگا تو جتنا اُسکو حکم تھا اُسکو ادا کریگا اور اُسکی دلیل وہ روایت ہی جو حدیث شریف مین وارد ہی کہ اصحاب رضنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین شکایت کی کہ ہمارے دلون پر ایسے امور پیش ہوتے ہین کہ اگر ہم آسمان سے گرا دے جائین اور پرند ہم کو اُچک لین یا ہم کو آندھی اُٹھا کر کسی دور جگہ پھینک دے تو منظور ہی مگر انکا کہنا اچھا نہین معلوم ہوتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اُن خواطر کو مکروہ بھی جانتے ہو عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ یہی صریح ایمان ہی۔ تو دیکھنا چاہیے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم کو صرف وسواس اور اُسکی کراہت دل پر گذرتی تھی وسواس کے لیے تو صریح ایمان کہہ ہی نہین سکتے اسلیے ضرور ہوا کہ صریح ایمان آپ نے اُس کراہت ہی کو فرمایا جو وسواس کے ساتھ ہوتی تھی اور ریا گو برا ہی مگر خدا تعالے پر وسواس کرنے کی نسبت بیشک کم ہی تو جب کراہت کے باعث وسواس کا ضرر دفع ہوگیا تو ریا کا ضرر بطریق اولے دور ہونا چاہیے اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ الذی رد کید الشیطان الے الوسوسۃ اور ابوحازم رح فرماتے ہین کہ جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے

برا نجھے تو وہ اگر دشمن کی طرف سے ہوگا تو تجھکو مضر نہین اور جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے اچھا جانے اُسپر نفس کو عتاب کر اس سے معلوم
ہوا کہ شیطان کا وسوسہ اور نزاع نفس مضر نہین بشرطیکہ مراد شیطان و نفس کی انکار و کراہت سے ہونے پاوے اور خواطر یعنی تذکرات
اور تخیلات ان اسباب کا جنسے ریا ہیجان مین آوے شیطان کی طرف سے ہوتے ہین اور ان خواطر کے بعد رغبت اور میل نفس کیطرف سے
اور کراہت ایمان اور آثار عقل مین سے ہی لیکن یہان شیطان ایک اور چال مکر کی چلتا ہی کہ جب جانتا ہی کہ بندہ قبول ریا کا منکر ہی اور
اپنے آپ کو اُسکے قبول کرانے سے عاجز تصور کرتا ہی تو اُسکے دل مین یہ خیال ڈالتا ہی کہ تیری صلاح و بہتری اسی مین ہی کہ مجھ سے مجادلہ
مین مشغول ہو اور رد و جدال بہت دیر تک رہے اور اس سے اُسکی غرض یہ ہوتی ہی کہ ثواب اخلاص اور حضور قلب کا اسکو نہ ملے
کیونکہ شیطان کے مجادلہ اور مدافعت مین مشغول ہونا اللہ تعالی کی مناجات سے باز رہنا ہی جس سے قرب الٰہی کی منزلت مین نقصان ہوتا ہی
اور ریا کے خواطر کے دفع کرنے مین لوگ چار مراتب پر ہین اول وہ لوگ کہ جو خطرہ پیش آیا اُسکو شیطان پر ہٹا دیا اور اُسکو جھٹلایا اور اسی پر
اکتفا نہ کی بلکہ اُسکے ساتھ لڑائی شروع کی اور بہت دیر تک لڑائی برپا رکھی اس گمان سے کہ یہ امر دل کیلیے اچھا ہی اور واقع مین نقصان ہی
اسلیے کہ خدا تعالی کی مناجات اور وہ خیر کہ جسکے درپے ہونا منظور تھا جاتی رہی ہی راہزنون سے لڑائی لڑنے لگے اور ظاہر ہی کہ راہزنون
کی لڑائی کے لیے توقف کرنا چلنے کے لیے مضر ہی دوسرے وہ لوگ جن کو معلوم ہی کہ جدال و قتال سے سلوک مین نقصان ہوتا ہی اسی لیے صرف
شیطان کی تکذیب اور دفع ہی پر اکتفا کرتے ہین اُسکے مجادلہ مین مشغول نہین ہوتے تیسرے وہ لوگ کہ تکذیب مین بھی مشغول نہین ہوتے
کیونکہ اُسمین بھی توقف ہوتا ہی گو تھوڑا ہی ہو بلکہ اپنے دلمین ریا کی کراہت اور شیطان کا دروغ مصمم کر لیتے ہین اور اپنے کام سے غرض رکھتے ہین
تکذیب و خصومت سے سروکار نہین رکھتے چوتھے وہ لوگ کہ جانتے ہین کہ جب اسباب ریا بروے کار آوینگے تو شیطان ہمارے
حسد کے سبب ہمارے درپے ہوگا اسلیے عزم کر لیتے ہین کہ جب شیطان وسوسہ کرے تو اخلاص اور مناجات اور اخفاء صدقہ اور عبادت
کو اور زیادہ کرین تاکہ شیطان جلے اس مرتبہ کے لوگ شیطان کو غصہ دلاتے رہتے ہین اور اُسکی بیخ کنی کرکے اُسکی یاس نا امیدی کر دیتے
ہین کہ پھر اُنکے پاس نہ پھٹکے حضرت فضیل بن غزوان رح سے مروی ہی کہ کسی نے اُنسے کہا کہ فلان شخص آپکو برا کہتا تھا آپنے فرمایا کہ بخدا مین
اُس شخص کو جلاؤنگا جسنے اُسکو امر کیا ہی لوگون نے پوچھا کہ وہ کون ہی فرمایا کہ شیطان ہی پھر فرمایا کہ الٰہی تو اُس شخص کی مغفرت کر جسنے مجکو برا
کہا اور فرمایا کہ اس میرے کہنے سے بیشک شیطان جلتا ہوگا کہ مین نے اُس شخص کے باب مین خدا کی اطاعت کی اور جب شیطان کو بندہ کی عادت
معلوم ہو جاتی ہی تو اُس سے باز رہتا ہی کہ مبادا اُسکے حسنات اور زیادہ ہو جاوین اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہین کہ شیطان بندہ کو کسی
گناہ کی طرف بلاتا ہی پس اگر اُسکی اطاعت نہین کرتا اور اُسکے عوض کوئی خیر کیا کرتا ہی تو اُسکو ویسا ہی چھوڑ دیتا ہی اور فرمایا کہ جب شیطان
انسان کو متردد دیکھتا ہی تو اُسمین طمع کرتا ہی اور جب کسی خیر کی مداومت کرتا پاتا ہی تو ملول ہو کر بغض کرتا ہی اور حارث محاسبی رح نے ان چار مراتب
کی بہت اچھی مثال کہی ہی کہ فرض کرو کہ چار شخص کسی مجلس علم یا حدیث مین جانا چاہتے ہین تاکہ فائدہ اور فضیلت حاصل کرین اور
ہدایت و رشد پاوین اور اُنپر کسی گمراہ بدعتی نے حسد کیا اور ڈرا کہ کہین ایسا نہو کہ اُنکو راہ حق ملجاوے پس ایک شخص کے پاس گیا
اور اُسکو منع کیا اور کسی اور گمراہی کی مجلس کی طرف چلنے کو کہا اُسنے انکار کیا جب اُسنے اسکا انکار دیکھا تو اُسکو لڑائی اور تقریر مین اُلجھا دیا

وہ شخص اس خیال سے کہ اُسکی گمراہی کا دفع کرنا اور اس سے حجت کرنا مصلحت ہے لڑنے گیا حالانکہ مقصود گمراہ کا یہی تھا کہ جتنی دیر یہان لگے یہ شخص فائدہ سے محروم رہے جب دوسرا شخص اُس گمراہ کے پاس گذرا اُسنے اُسکو بھی منع کیا اور روکا وہ ٹھہرا تو سہی لیکن اُس گمراہ کو دھکا دیکر چلا گیا لڑائی جھگڑا نہ کیا تو گمراہ اُسکے اسقدر توقف سے بھی خوش ہوا اور جب تیسرا شخص گذرا اور اُسکو بہکایا تو اُسنے ہرگز التفات نہ کیا اور جس حال سے پہلے جاتا تھا اسیطرح چلا گیا تو گمراہ کی آرزو اُس سے بالکل منقطع ہوگئی اور جسوقت چوتھا وہان گذرا اُسنے چاہا گمراہ کو جلاوے تو جس چال سے پہلے جاتا تھا اُس سے تیز چلنا اُسکے سامنے شروع کیا اور سُستی کو موقوف کیا اب اگر اتفاقاً یہ چار ون شخص پھر کبھی اُسکے پاس گذرین تو یہ اورون کو حسب دستور دوبارہ چھیڑیگا مگر چوتھے کے پاس نہ پھٹکے گا کہ مبادا میرے چھیڑنے سے اُسکا فائدہ زیادہ ہو جاوے۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ جب شیطان کا یہ حال ہے کہ کوئی اُسکے وساوس سے خالی نہین تو قبل اُسکے آنے کے اُسکا انتظار کرنا اور گھات مین لگا رہنا چاہیے یا خداے تعالے پر بھروسا کرنا چاہیے کہ وہی خود اُسکو دور فرماویگا یا عبادت مین مشغول ہونا اور شیطان کو بھول جانا چاہیے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ شیطان سے پُرحذر ہونے مین تین قول ہین بعض اہل بصرہ کہتے ہین کہ زبردست علما بدون کو شیطان سے بچنے کی کچھ حاجت نہین کیونکہ وہ لوگ بالکل خدا ہی کے ہو رہتے ہین اور اُسکی محبت مین مشغول ہی ہے شیطان اُنسے کنارہ کرتا ہے اور نا امید ہو جاتا ہے جیسے بوڑھے عابدون کو شراب خواری و زنا کی طرف بلانے سے نا امید ہے تو تمام دنیاوی لذتین زبردستون کے نزدیک مثل شراب و زنا کے ہین گو مباح ہی ہون اور جب لذایذ دنیاوی کی محبت بالکل انمین نہین تو شیطان کو کوئی راہ اُنکے پاس آنیکی نہین ہے لیے اُنکو اُسکا کچھ خوف بھی نہ کرنا چاہیے اور بعض اہل شام کا یہ قول ہے کہ اُس سے بچنے کیواسطے گھات مین رہنا اُس شخص کو درکار ہے جس کا یقین کم ہو اور توکل ناقص اور جو شخص یہ یقین کریگا کہ خداتعالے کی تدبیر مین اُسکا کوئی شریک نہین وہ دوسرے سے کیون ڈریگا وہ یہ جان لیگا کہ شیطان خدا کی مخلوق مین سے ایک ذلیل شخص ہے اُسپر کوئی امر موقوف نہین جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ضرر اور نفع دینا اُسی کا کام ہے عارف کو شرم آتی ہے کہ غیر خدا سے ڈرے اسلیے کہ وحدانیت کا یقین اُسکو ڈر سے بے پروا کر دیتا ہے اور بعض علما کا یہ قول ہے کہ شیطان سے ڈرنا ضرور چاہیے اور بصریون کا جو یہ قول ہے کہ زبردست عارف جو دنیا کی محبت سے خالی ہوتے ہین اُنکو حاجت خوف نہین تو یہ قول شیطان کا وسیلہ ہے کیا عجب ہے کہ آدمی دھوکا کھا جاوے کیونکہ انبیا علیہم السلام تو وسواس شیطانی سے محفوظ ہی نہین رہے دوسرا شخص کیسے محفوظ رہ سکتا ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جتنے وسواس شیطانی ہون سب شہوات اور محبت دنیا کے باب مین ہون تاکہ محبت دنیا و شہوات کے نہ رہنے سے وہ وسواس بھی نہ آوین بلکہ وسواس خداتعالے کے صفات اور اسما اور بدعت و گمراہی کے اچھا جاننے وغیرہ مین بھی ہوتے ہین اور اُسکے خطرے سے کوئی نہین بچتا چنانچہ خداے تعالی فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انہ لیغان علی قلبی باوجودیکہ آپ کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا اور سواے خیر کے اور کچھ نہ کہتا تھا پس جو شخص اپنے آپ کو محبت الٰہی مین بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السلام کے زیادہ مشغول سمجھے وہ دھوکے مین ہے اور اشتغال محبت الٰہی سے انبیا علیہم السلام کید شیطانی سے مامون نہ رہے دیکھو حضرت آدم و حوا علیہم السلام جنت مین تھے کہ جو امن و سرور کا مقام ہے اور خداتعالی نے اُنسے فرما دیا تھا کہ ان ہذا عدو لک و

لزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقیٰ ان لک ان لا تجوع فیہا ولا تعری وانک لا تظمأ فیہا ولا تضحیٰ اور صرف ایک ہی درخت سے منع کیا تھا اور سب وہان کی نعمتون کے لیے اجازت دی تھی پس جب نبی اللہ جنت سے مقام مین رہ کر کید شیطانی سے مامون نرہے تو غیر نبی اس دار نا پائدار منبع فتن ومحن اور معدن لذائذ وشہوات ممنوعہ مین رہکر کیسے بچیگا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول خداوند کریم نقل فرماتا ہی ہذا من عمل الشیطان اسی جہت سے خدا تعالیٰ شیطان سے تمام خلق کو بچنے کا ارشاد فرماتا ہی جیسا کہ اس آیت مین ارشاد ہی یابنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ اور اسکے آگے ارشاد ہی انہ یریکم ہو وقبیلہ من حیث لا ترونہم تمام قرآن مجید مین ابتدا سے آخر تک شیطان سے تحذیر مذکور ہی تو اُس سے مامون رہنے کا دعوی کسطرح ہو سکتا ہی اور جس چیز سے خدا تعالیٰ نے پرحذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہی اُس سے حذر کرنا منافی شغل محبت الٰہی نہین اسلیے کہ اقتضائے محبت سے یہ بھی ہی کہ اُسکے حکم کو مانے اور اُسنے دشمن سے پرحذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہی جیسا کہ کفار سے پرحذر رہنے کو فرمایا اولیاخذوا حذرہم واسلحتہم واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل پس جب خدائے تعالےٰ کے ارشاد کے بموجب دشمن وکافر جو معلوم ہوتے ہین اُنسے حذر کرنا اہل ایمان کو لازم آیا تو دشمن سے جو ایمان والونکو دیکھے اور خود معلوم نہو حذر کرنا بطریق اولےٰ چاہیے اسی بنا پر ابن محیریز فرماتے ہین کہ اگر شکار ایسا ہو کہ ہم اُس کو دیکھتے ہون اور وہ ہم کو نہ دیکھتا ہو تو غالبًا ہاتھ آجاویگا اور جو ایسا ہی کہ وہ ہمکو دیکھتا ہی اور ہم اُسکو نہین دیکھتے تو کیا عجب کہ وہ ہم پر غالب آجاوے اس سے اُنکی مراد شیطان ہی علاوہ اسکے اگر دشمن سے غفلت کیجاوے تو اسمین بھی نتیجہ ہی کہ وہ اگر مار ڈالیگا اُسکے مار ڈالنے سے شہادت ملتی ہی لیکن اگر شیطان سے حذر نہ کیا جاوے تو اپنے آپ کو دوزخ اور عقاب الیم مین ڈالنا پڑیگا غرضکہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مشغول ہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ جس چیز سے اُسنے پرحذر ہونے کو فرمایا ہو اُس سے اعراض کیا جاوے اس تقریر سے دوسرے فرقہ اہل شام کا مذہب باطل ہوا جو یہ گمان کرتے ہین کہ حذر کرنا توکل کے خلاف ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال وہتھیار بھی لیے ہین اور لشکر بھی جمع کیا ہی خندق بھی کھدوائی ہی کسی بات سے آپکے توکل مین خلل واقع نہین ہوا تو جس چیز سے خدا تعالیٰ خود خوف وحذر کرنے کو فرماتا ہی اُس سے خوف وحذر کرنے سے کیسے توکل مین خلل واقع ہوگا اور جن لوگونکا یہ قول ہی کہ توکل کے معنے اسباب سے بالکل علٰحدہ ہونے کے ہین اُنکی غلطی ہمنے باب توکل مین ثابت کی ہی اور ارشاد الٰہی واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل منافی توکل کے نہین بشرطیکہ دل مین اعتقاد ہو کہ ضرر ونفع وحیات وموت خدا تعالےٰ کے اختیار مین ہی اسی طرح شیطان سے حذر کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ ہدایت اور گمراہی خدا کے اختیار مین ہی اور اسباب کو صرف ذریعہ سمجھے جیسا کہ باب توکل مین ہمنے لکھا ہی یہی قول حارث محاسبی کا بھی ہی اور یہی واقع مین صحیح ہی نور علم اسی کا شاہد ہی اور پہلے جو دو قول ہین معلوم ہوتا ہی کہ ایسے عابدون کے ہین کہ جن کو علم زیادہ نہین اور اُنکو یہ خیال ہی کہ بعض اوقات جو اُنپر جوش استغراق کا آجاتا ہی ہمیشہ ایسا ہی رہتا ہوگا حالانکہ یہ بہت دشوار ہی پھر جو لوگ کہ شیطان سے حذر کے قائل ہین کیفیت حذر مین تین طرح ہین کچھ لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب خدا تعالیٰ نے ہمکو دشمن سے ڈرایا ہی تو چاہیے کہ کوئی چیز ہمارے دلون پر اُسکے خوف سے زیادہ نہ ہو کیونکہ اگر ہم ایک لحظہ بھی اس سے غافل رہینگے تو عجب نہین کہ دشمن ہلاک کر ڈالے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر شیطان کی یاد ہم اس درجہ تک کرینگے تو ظاہر ہی کہ خدا کی یاد سے دل خالی ہوجاویگا اور ساری ہمت اور

فکر شیطان ہی پر صرف ہوگی اور شیطان کا مقصود بھی یہی ہی کہ سوائے خدا کے اور کسی جھگڑے مین مبتلا رہین تو اسلیے مناسب یہ ہی کہ عبادت مین مشغول رہین اور شیطان اور اُسکی عداوت کو بھی نہ بھولین یعنی دونون باتین جمع کرین اسلیے کہ اگر اُسکو بالکل بھول جاوین تو شاید ایسی طرح سامنے آوے کہ ہمکو گمان بھی نہ ہو اور اگر صرف اسی کا دھیان رکھین تو خدا کی یاد جاتی ہی اسلیے دونون باتون کو جمع کرنا بہتر ہی اور اہل تحقیق کا یہ قول ہی کہ یہ دونون فریق غلطی پر ہین پہلے فریق کی تو غلطی صاف ظاہر ہی کہ خدا کو بھولکر یاد شیطان ہی کے ہو رہے ہین اور ہمکو حکم شیطان سے حذر کرنیکا اسلیے ہی کہ یاد الٰہی سے نزدیک کے تو اسکی یاد سب چیزون سے زیادہ دلپر کسطرح ہو سکتی ہی اُسمین تو سراسر ضرر ہوتا ہی کیونکہ اسکا مآل یہ ہی کہ نور ذکر الٰہی سے دل خالی ہو پس جب شیطان ایسے دلکا قصد کریگا اور نور ذکر الٰہی اور قوت شغل نہ پاویگا تو کچھ عجب نہین کہ حملہ اپنے قابو مین کرے اور سالک سے کچھ بن نہ پڑے علاوہ ازین ہمکو حکم ہمیشہ اُسکی یاد کا نہین اور دوسرے فریق کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اسمین بھی ذکر الٰہی شرکت ذکر الٰہی اور ذکر شیطان کی پائی جاتی ہی تو جسقدر آدمی شیطان کی یاد کریگا اُسیقدر یاد الٰہی مین نقصان ہوگا اور خداے تعالیٰ کا حکم یون ہی کہ یاد صرف اللہ کی رہے اور اُسکے ماسوا کو خواہ شیطان ہو یا کوئی اور بھولنا چاہیے کہ جب دونون فریق کی غلطی معلوم ہو چکی تو اس باب مین قول فیصل یہ ہی کہ بندے کو چاہیے کہ اول شیطان کا خوف اپنے دل کے ساتھ رکھنے اور نفس مین اُسکی دشمنی جمالے جب اُسکا خوب معتقد ہو جاوے اور یقین عداوت کا ہو جاوے اور خوف بھی اُسکے اندر جاگزین ہو تو خداے تعالیٰ کے ذکر مین مشغول ہو اور تمام ہمت اُسکی طرف متوجہ ہو اور دل مین شیطان کا ذرا بھی خیال نکرے کیونکہ جب عداوت کے پہچاننے کے بعد ذکر مین مشغول ہوگا پھر اگر شیطان وسوسہ کریگا تو اُسکو خبر ہو جائیگی اور اُسکو دفع کر دیگا اور خدا کے ذکر مین مشغول ہونیسے بیخبر نہین وسواس شیطانی کے وقت اُسکو اطلاع ہو دیکھو کہ اگر کوئی شخص اس بات کا خوف رکھتا ہو کہ کسی کام کیلیے بہت تڑکے اٹھنا چاہیے نہین تو ہاتھ سے جاتا رہیگا تو اس کھٹکے کی جہت سے رات کو چند بار چونک پڑتا ہی باوجودیکہ سونے مین غافل رہتا ہی مگر چونکہ کھٹکا دلمین رہتا ہی اسلیے چونکتا ہی تو خداے تعالیٰ کے ذکر مین مشغول ہونا بھی مانع اطلاع وسواس نہین - اور اسی طرح کا دل دفع دشمن پر قادر ہوتا ہے جس مین صرف خدا کے ذکر مین مشغول ہونے سے ہواے نفسانی مر جاتی ہی اور تاریکی شہوات کی دور ہو کر نور علم و عقل کو فروغ ہوتا ہے غرض کہ ارباب بصیرت اپنے دلونکو شیطان کی عداوت اور گھات مین رہنے سے واقف کر کے اُسکا خوف لازم رکھتے ہین مگر یاد شیطان مین مشغول نہین ہوتے بلکہ یاد الٰہی کرتے ہین اور خدا کی یاد سے دشمن کی بدی ٹالتے ہین اور نور ذکر کی چاندنی مین دشمن کے وسواس دیکھ لیتے ہین دل کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی کنوان جسکا نجس پانی سے خالی کرنا منظور ہو تاکہ اُسمین سے صاف پانی نکل آوے تو جو شخص کہ ذکر شیطان مین مشغول ہی اُسنے تو نجس پانی کو کنوین ہی مین چھوڑ دیا اور جسنے کہ ذکر شیطان اور ذکر خدا کو جمع کیا اُسنے ایک طرف سے تو نجس پانی نکالنا شروع کیا اور دوسری طرف اُسی کنوین کے اندر جاری رکھا تو اب بیفائدہ بڑی مشقت بھی ہوگی اور نجس پانی سے کنوان خالی نہوگا اسلیے کہ ایک طرف سے پانی نکلتا جاویگا اور دوسری طرف سے آتا جاویگا اور جو شخص دانا و واقف ہی اُسنے نجس پانی کیلیے آڑ بنادی اور کنوین مین صاف پانی بھر لیا جب نجس پانی آتا ہی نہ رہا دیر مین بے محنت و کلفت مترشحہ سے روک دیا ہی

ساتوان بیان اظہار طاعت کے قصد کے جواز مین - واضح ہو کہ جیسے اعمال کے خفیہ رکھنے مین اخلاص اور ریا سے

ہے کا فائدہ ہی ویسا ہی ظاہر کرنے مین یہ فائدہ ہی کہ لوگ پیروی کرین اور اُنکو رغبت خیر ہو مگر اس مین ریا کی آفت ہی حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ مسلمانون کو معلوم ہی کہ عمل خفیہ مین بہت احتیاط ہی مگر اظہار مین بھی فائدہ ہی چنانچہ اللہ تعالی خفیہ اور ظاہر دونون کی ثنا فرماتا ہے اِن تبدوا الصدقات فنعما ہی وان تخفوہا وتوتوہا الفقراء فہو خیر لکم اور اظہار کی دو قسمین ہین ایک تو نفس عمل کو ظاہر کرنا دوسرے عمل کر کے بیان کر دینا قسم اول کی مثال جیسے صدقہ سب کے سامنے دینا تاکہ لوگونکو اُسمین ترغیب ہو جیسا کہ روایت ہی کہ ایک انصاریؓ نے سب سے پہلے ایک کیسہ زر دیا اُسکے بعد اور لوگ دیکھا دیکھی لانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من سن سنۃ حسنۃ فعمل بہا کان لہ اجرہا واجر من اتبعہ اسیطرح سب اعمال مثلاً روزہ نماز حج وجہاد ہین لیکن صدقہ مین اقتدا کرنا طبیعتون پر غالب ہی ہان غازی جب قصد نکلنے کا کرے سب سے پہلے کمر باندھے اور سواری تیار کرے تاکہ اور لوگونکو نکلنے کی ترغیب ہو تو یہ افضل ہی اسلیے کہ غزا اصل مین اعمال ظاہری سے ہے اُسکا خفیہ کرنا ممکن نہین تو اُسپر مبادرت کرنی کچھ اظہار کی غرض سے نہین بلکہ صرف تحریض کی غرض سے ہی اسیطرح آدمی بعض اوقات تہجد پکار کے پڑھتا ہی تاکہ اور گھر والے اور ہمسایے جاگ جاوین اور اُسکی پیروی کرین۔ حاصل یہ کہ جو عمل کہ اُسکا خفیہ بجا لانا ممکن نہین مثل حج اور جہاد اور جمعہ کے تو افضل اُسمین سبقت کرنا ہی اور اظہار رغبت دوسرون کی تحریض کے لیے بشرطیکہ ریا کی آمیزش نہو اور جو اعمال کہ اُنکا خفیہ ادا کرنا ممکن ہی مثلاً صدقہ اور نماز پس اگر صدقے کے اظہار سے لوگون کو ترغیب صدقہ ہوتی ہو مگر مسکین کو ایذا ہوتی ہو تو خفیہ ادائے صدقہ افضل ہی اسلیے کہ ایذا دینی حرام ہی اور اگر ایذا نہوتی ہو تو بعض لوگون کے نزدیک خفیہ ہی افضل ہی گو اظہار مین اقتدا و ترغیب ہو اور بعضون کے نزدیک عمل خفیہ اُس اظہار کی نسبت افضل ہی جسمین ترغیب و اقتدا نہو مگر جس اظہار مین اقتدا اور لوگون کو ہوتی ہو اُس صورت مین اظہار ہی افضل ہی اور اُسکی وجہ یہ ہی کہ خداوند کریم نے انبیا علیہم السلام کو اظہار عمل کا ارشاد فرمایا تاکہ لوگ اُن کی اقتدا کرین اور پھر باوجود اسکے منصب نبوت عطا فرمایا اور اُنکی طرف یہ گمان نہین ہو سکتا کہ دونون عمل سے جونسا افضل تھا اُس سے محروم رہے اور نیز حدیث شریف لہ اجرہا واجر من عمل بہا سے بھی افضلیت اظہار پائی جاتی ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ عمل خفیہ کا ثواب بہ نسبت عمل ظاہر کے ستر گنا ہی مگر جس عمل ظاہر مین اور لوگ اقتدا کرین اُسکا ثواب بہ نسبت اُس خفیہ کے ستر گنا ہی اور یہ دلیل ایسی ہی کہ اُس مین خلاف کی گنجائش نہین اسواسطے کہ جب عمل آمیزش ریا سے خالی ہو اور خفیہ اور ظاہر مین ایک ہی صورت کے اخلاص پر عمل تمام ہوا ہو تو جس عمل سے اقتدا حاصل ہوئی ہو وہ بیشک افضل ہوگا عمل کے ظاہر ہونے سے صرف خوف ریا ہی ہی پس اگر ریا کی آمیزش حاصل ہوئی تو غیر کی اقتدا سے اُسکو کیا فائدہ ہوگا خود تباہ ہو جاویگا اُس صورت مین بلا خلاف اظہار کی نسبت عمل خفیہ افضل ہے لیکن جو شخص عمل کو ظاہر کرنا چاہے تو اُسکو دو باتین سوچ لینی چاہئین۔ اول تو یہ کہ اظہار ایسی جگہ کرے جہان یقین خواہ غلبۂ ظن لوگون کی اقتدا کا ہو کیونکہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اُنکی اقتدا اُنکے گھر والے ہی کرتے ہین ہمسایے نہین کرتے اور بعضون کی اقتدا ہمسایے کرتے ہین محلہ والے نہین کرتے بعضون کی محلہ والے کرتے ہین بازاری نہین کرتے مگر عالم مشہور کی اقتدا سب لوگ کرتے ہین تو غیر عالم اگر بعض طاعات کو ظاہر کریگا تو کیا عجب ہی کہ اُسکو لوگ ریا و نفاق کیطرف نسبت کر کے ہجو کرین اور اسکی اقتدا نہ کرین تو اُسکے حق مین اظہار عمل بے فائدہ ہی اظہار بہ نیت اقتدا اُسی شخص کو چاہیے جو اقتدا کا رتبہ رکھتا ہو اور ایسے لوگو نہین ہو جو اُنکی اقتدا کرین دوسری

بات یہ ہی کہ اپنے دل کی نگاہبانی کرے ایسا نہو کہ اُسمین محبت ریاے خفی کی ہو اور اسی کی جہت سے اقتدا کے بہانے سے اظہار کرتا ہو اور غرض یہ ہو کہ عمل سے آراستہ ہو کر مقتدا بنجاؤن اور اکثر عمل کے ظاہر کرنے والونکا یہی حال ہی مگر بڑے زبردست مخلص ایسے نہین ہوتے انکا وجود کم ہے تو چاہیے کہ کہین نفس سرکش بیچارہ ضعیف کو فریب دیکر نادانستگی مین تباہ نہ کردے ضعیف کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی پانی مین ڈھبڈھبانا تھوڑا سا جانتا ہو اور لوگون کو ڈوبتا دیکھ کر اُنپر رحم کرے اور اُنکو بچانا چاہے جب وہ سب اُسکو پکڑ لین تو آپ بھی ڈوبے اور وہ بھی ڈوبین اور پانی مین ڈوبنے کی تکلیف تو ایک گھڑی بھر کی ہوتی ہی کاش ریا سے تباہ ہونیکی بھی تکلیف ایسی ہوتی تو کچھ غم نہ تھا اُسکا عذاب تو دائمی ہے مدتون تک رہیگا اور یہ ریا ایسی بلا ہی کہ اسمین عابد اور عالم سب لغزش کھا جاتے ہین وہ یہ چاہتے ہین کہ جیسے زبردست لوگ اپنے اعمال کو ظاہر کرتے ہین ویسے ہی ہم بھی کرین حالانکہ اُنکے دلون مین قوت اخلاص نہین تو ریا کے باعث اُنکے اعمال برباد ہو جاتے ہین اور ریا کو سمجھنا بہت دشوار ہی اور اُسکا امتحان یہ ہی کہ اپنے نفس پر یہ امر پیش کرے کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ عمل خفیہ کر لوگ اور کسی عابد کی اقتدا کر لینگے تجھ کو ثواب خفیہ اور ظاہر کا یکسان ہی ہوگا پس اگر اس سوال سے نفس اسی بات کو چاہے کہ اس عمل مین مقتدا مین ہی بنون اور مین ہی ظاہر کرون تو معلوم کر لینا چاہیے کہ باعث اس اظہار کا ریا ہی نہ طلب ثواب ورنہ لوگونکی اقتدا و ترغیب خیر کیونکہ لوگون کو رغبت خیر تو دوسرے عابد کے دیکھنے سے بھی ہو سکتی ہی اور اسکا ثواب بھی اظہار کی نسبت خفیہ مین زیادہ ہوگا پھر اگر لوگون کا دکھلانا منظور نہین تو کیا وجہ ہی کہ اسکے دل کو میلان اظہار عمل کا ہی - حاصل یہ کہ بندہ کو نفس کے فریب سے پُر حذر رہنا چاہیے نفس بڑا مکار ہی اور شیطان جُدا گھات مین ہی - اور محبت جاہ دل پر غالب ہی اور اعمال ظاہری آفتون سے کم بچتے ہین اور سلامتی اعمال خفیہ ادا کرنے مین ہی عمل کے سالم رہنے کے برابر کوئی چیز نہین ظاہر کرنے مین ایسے خطرے ہین کہ ہم جیسے لوگونکو اُنکی برداشت و طاقت نہین تو ہمارے لیے اور سب ضعیفون کے لیے اظہار سے خوف ہی اولیٰ ہی - دوسری قسم یہ ہی کہ عمل سے فارغ ہونیکے بعد اُسکو کہدے اُسکا حکم بھی مثل اظہار نفس عمل کے ہی اور خطرہ اسمین بہت ہی اسلیے کہ زبان سے کہدینا بہت سہل ہی زبان ہلاتے کچھ مشقت نہین معلوم ہوتی اور چونکہ آدمی کو طبعًا بول ہمیشہ لذیذ معلوم ہوتا ہی اسواسطے بیان کرتے وقت کچھ زیادتی اور مبالغہ بھی ہو جاتا ہی مگر یہ اظہار قولی اگر ریا کے واسطے ہوگا تو اتنی بات ہی کہ عبادت گذشتہ کے فاسد کرنے مین اثر نہین کریگا اس نظر سے البتہ قسم اول کی نسبت کر خفیف ہی اور اُسکا حکم یہ ہی کہ جس شخص کا دل قوی اور اخلاص کامل ہو اور آدمی اُسکی نظرون مین حقیر اور اُنکی مدح و ذم اُسکے نزدیک مساوی ہون اور اظہار بھی ایسے لوگون مین کرے جنسے توقع اقتدا کی اور رغبت خیر کی معلوم ہوتی ہو تو اظہار جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ نیت صاف اور سب آفات سے سالم ہو اسواسطے کہ اظہار مین خیر کی ترغیب ہی اور ترغیب خیر بھی ایک امر خیر ہی اور اکابر سلف سے اسطرح کا اظہار منقول ہی چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضہ کا قول ہی کہ مین نے شروع اسلام سے کوئی نماز ایسی نہین پڑھی جسمین نماز کے سوا نفس مین کسی اور چیز کا خطرہ ہوا ہو اور کسی ایسے جنازہ کے پیچھے نہین گیا جسمین اُسکے سوال وجواب کے سوا اور کچھ دھیان گذرا ہو اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی اسکو یہی یقین کر لیا کہ حق ہی اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ مجھے اس بات کی کچھ پروا نہین ہوتی کہ مین تونگر ہو گیا یا مفلس اس لیے کہ مجھے یہ تو معلوم ہی نہین کہ تونگری و مفلسی مین سے تیرے حق مین کونسی بہتر ہی - اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا فرماتے

ہین کہ میرے اوپر ایسا کوئی حال نہین گذرا کہ مین نے یہ تمنا کی ہو کہ کوئی دوسرا حال ہوتا تو اچھا تھا - اور حضرت عثمان رضہ کا قول ہے - کہ جیسے مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تب سے نہ کبھی زنا کیا نہ جھوٹھ بولا نہ دہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا - اور شداد بن اوس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے شروع اسلام سے کوئی کلمہ بدون درستی و پرداخت کے منھ سے نہین نکالا سوائے اس کلمہ کے جو آج نکلگیا اور اس روز غلام سے یہ کہا تھا کہ دسترخوان لے آؤ کہ اُسکو بھیجدین اور صبح کا کھانا منگاوین غرض یہ کہ بدون حاجت کبھی کلام زبان پر نہین گذرا مگر آج اتفاق ہوگیا اور حضرت ابو سفیان رضہ نے نزع کے وقت اپنے گھر والون کو فرمایا کہ مجھپر مت رونا اسلیے کہ مین نے شروع اسلام سے آجتک کوئی گناہ نہین کیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے فرمایا کہ مجھ سے کبھی ایسا نہین ہوا کہ خدا تعالی نے مجھپر کوئی حکم قضا جاری فرمایا ہو اور مین نے اس بات کو اچھا جانا ہو کہ کوئی اور امر ہوتا تو خوب تھا اور مجھکو ہوائے نفسانی ہمیشہ ایسی جگہ ہوئی ہے جو خدا نے میرے مقدر مین لکھدی تھی ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتین عمدہ احوال کے ظاہر کرنے مین منقول ہین اور ان مین نہایت ترغیب ہے بشرطیکہ کہنے والا مقتدا ہو اور پلے سرے کی ریاکاری ہے اگر کہنے والا ریاکار ہو - حاصل یہ کہ اس قسم کی باتون کا اظہار زبردستون کے لیے بقصد ترغیب جائز ہے اور راہین وہی شرطین ہین جو ہم اوپر لکھ چکے ہین - پس باب اظہار اعمال کو بالکل مسدود کرنا مناسب نہین اسلیے کہ طبیعتین تشبہ اور اقتدا کو بہت چاہتی ہین یہ بات سرشت انسانی مین داخل ہے بلکہ ریاکار بھی اگر اپنی عبادت ظاہر کرتا ہے اور لوگون کو معلوم نہین ہوتا کہ یہ ریا کے واسطے کرتا ہے تو اُس سے بھی لوگون کو بہت فائدہ ہو رہتا ہے مگر خاص اُسکے حق مین مضر ہے بہت سے مخلص ایسے ہین کہ اُنکے اخلاص کا سبب یہی ہوا کہ اُنھون نے اقتدا کسی ریاکار کی گو وہ خدا کے نزدیک ریاکار تھا مگر اُسکی اقتدا سے دوسرون کو فائدہ ہوگیا - بصرے کے کوچون مین نماز صبح کے وقت اگر کوئی گذرتا تو ایک وز ایسا تھا کہ تمام گھرون مین سے تلاوت کی آواز آتی تھی مگر جب ایک شخص نے ایک کتاب دقائق ریا کے باب مین لکھی تو سب لوگون نے تلاوت ترک کی اور اُسکی رغبت اورون کو بھی نہوئی پھر لوگ کہنے لگے کہ یہ کتاب نہ بنتی تو خوب ہوتا غرضکہ ریاکار کے اظہار سے بھی فائدہ ہوتا ہے بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ ریا کے باعث عمل کرتا ہے اور یہ خود حدیث شریف مین وارد ہے ان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر وباقوام لاخلاق لہم تو جن ریاکارون کو دیکھکر لوگ اعمال خیر پر متوجہ ہوتے ہین وہ مصداق اسی حدیث کے ہین

آٹھوان بیان گناہون کے چھپانے کے جواز مین اور لوگون کو گناہ پر مطلع کرنے اور اُنکی مذمت سننے کی بُرائی مین -

واضح ہو کہ اخلاص کے باب مین اصل یہ ہے کہ باطن و ظاہر یکسان ہو جاوین جیسا کہ حضرت عمر رضہ نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہمیشہ عمل علانیہ کو اپنے اوپر لازم کر اُسنے عرض کیا کہ عمل علانیہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ عمل علانیہ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اُسپر آگاہ ہوجاوے تو تو اُس سے شرم نہ کرے - اور ابو مسلم خولانی رح کا قول ہے کہ مین کوئی ایسا عمل نہین کرتا جسپر لوگون کا مطلع ہونا برا معلوم ہوتا ہو مگر اپنی منکوحہ سے ہمبستر ہونا اور بول و براز کرنے مین اطلاع خلق بُری معلوم ہوتی ہے - لیکن یہ درجہ بہت بڑا ہے ہر کسیکو نہین ملسکتا انسان کا یہ حال ہے کہ دل سے اور اعضائے ظاہری سے گناہ کرکے چھپاتا ہے اور لوگونکا اُسپر مطلع ہونا بُرا جانتا ہے خصوص جب دل پر وساوس شہوات کے گذرتے ہین حالانکہ خدا تعالے کو سب کچھ معلوم ہے پس بندے کا گناہ کو اپنے ہمجنس سے مخفی کرنا بظاہر

ح ابو یعلی موصلی اور بزار نے انس سے بسند ضعیف اسکو نقل کیا ہے اور ... اسمین ... اور ابن حبان نے ... لوگون سے ... خود ... نقل کیا ... ۱۲

عنت یعنی ذلیل ... زنا کیا اصل مین نعت ہے شاید اس کو عنت سے ماخوذ سمجھا جاتا ہے حضرت عثمان رضہ نے کبھی زنا نہ جاہلیت مین بھی یہ فعل بہ تعین کیا تھا تو بیان مراد یہ ہے کہ کبھی لگ نہین نکالا واللہ اعلم ۱۲

معلوم ہوتا ہی کہ ریا ممنوع مین داخل ہی مگر واقع مین ایسا نہین واقع مین ممنوع یہ امر ہی کہ اپنے عیب اسلیے چھپا دے کہ لوگون کو معلوم ہو کہ متقی اور پرہیزگار ہی اور خود ویسا نہو ریاکار کا چھپانا اسی قسم کا ہوتا ہی اور جو شخص نیک بخت ریاکار نہین اُسکو بھی اپنے عیب چھپانے چاہئین اور اگر اُنپر کوئی مطلع ہوجاوے تو اُسکو غم کرنا درست ہی اس پردہ پوشی و غم کی آٹھ وجہین ہین اول تو یہ کہ خدا ے تعالے نے جو اُسکا پردہ چھپا رکھا تھا یہ اُس سے خوش تھا جب پردہ فاش فرمایا تو اُسکو اسوجہ سے غم ہوا کہ قیامت مین بھی پردہ فاش ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی من ستر اللہ علیہ فی الدنیا ذنبا سترہ اللہ علیہ فی الآخرۃ اور یہ غم قوت ایمان کے باعث پیدا ہوتا ہے دوسری یہ کہ اسکو معلوم ہی خدا ے تعالے کو ظاہر ہونا گناہون کا برا معلوم ہوتا ہی اور انکی پردہ پوشی محبوب ہی جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ من ارتکب شیئا من ہذہ القاذورات فلیستر بستر اللہ تو اگرچہ گناہ کے باعث اُسنے خدا ے تعالی کی نافرمانی کی مگر دل مین محبت اُس بات کی رہی جو خدا ے تعالی کو محبوب تھی۔ اور جو چیز اُسکو بُری معلوم ہوتی ہی وہ اُسنے بھی بُری سمجھی اور اُسپر غم کیا اُسکا منشا یہی ہے کہ ظہور معاصی کو خدا ے تعالے کے بُرے جانتے پر ایمان قوی ہو اور اس ایمان کی علامت یہ ہی کہ اگر کسی دوسرے کا گناہ ظاہر ہوجاوے تو ایسا ہی غم ہو جیسے اپنے گناہ کے ظہور کا تیسری وجہ گناہ کے باعث لوگون کی مذمت سے رنج کرنے کی یہ ہی کہ مذمت کی جہت سے دل اور عقل کو غم ہوتا ہی اور اسی غم کے باعث دونون طاعت الٰہی سے باز رہتے ہین کیونکہ طبیعت مذمت سے ایذا پاتی ہی اور عقل سے نزاع کرے اُسکو طاعت سے روک دیتی ہی مگر اس اعتبار سے چاہیے کہ جس تعریف سے کہ دل خدا کی یاد سے پھرتا ہو اُس تعریف کو بھی بُرا سمجھے اور رنج کرے کیونکر جو علت مذمت مین ہی وہی یہان ہی بلکہ اور یہ بات قوت ایمان ہی سے ہوتی ہی اسلیے کہ ادا ے طاعت کے لیے فراغ دل کی طرف رغبت کا درست ہونا ایمان ہی سے ہوتا ہی چوتھی یہ کہ گناہونکا چھپانا اور اُنکے چھپانے کی رغبت کرنی اسلیے ہوتی ہی کہ آدمیون کی مذمت شاق معلوم ہوتی ہی اور اسی اعتبار سے رنج بھی ہوتا ہی کہ دل کو ایذا پہونچتی ہی اسلیے کہ مذمت دل کو ایسا ہی صدمہ دیتی ہے جیسا ضرب سے بدن کو پہونچتا ہی اور رنج کرنا دل کا مذمت کے سبب حرام نہین نہ انسان اُسکی جہت سے گناہگار ہوگا البتہ گناہگار اُس صورت مین ہوتا ہی کہ نفس مذمت سے مضطر ہوکر اُسکے ڈر سے کسی امر ممنوع کا مرتکب ہو بہر صورت انسان پر واجب نہین کہ خلق کی مذمت سے رنج والم نہ کرے ہان کمال صدق یہ ہی کہ خلق کی نمود اس سے جاتی رہے اور اُسکے نزدیک بُرا کہنے والا اور تعریف کرنے والا یکسان معلوم ہو باین لحاظ کہ اُسکو معلوم ہی کہ نفع کرنے والا اور ضرر دینے والا خدا ے تعالی ہی اور بندے سب کے سب عاجز ہین مگر اسطرح کے لوگ بہت کم ہوتے ہین اکثر طبیعتون کو مذمت سے ایذا ہوتی ہی کیونکہ مذمت کے باعث اپنے نقصان سے واقف ہوتے ہین اور بعض اوقات مذمت سے رنج ہونا اچھا بھی ہوتا ہی خصوصاً جب کہ بُرا کہنے والا دیندار اہل بصیرت ہو کیونکہ وہ لوگ خدا ے تعالے کے گواہ ہوتے ہین اُنکی مذمت سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ شخص خدا کے نزدیک بھی مذموم ہی اور دین مین ناقص تو کسطرح غم نہ ہوگا یہ بات تو رنج و غم ہی کی ہی البتہ غم جو بُرا ہی وہ یہ ہی کہ لوگ میرے متقی ہونے کی تعریف کیون نہین کرتے گویا اپنے تقوی پر تعریف چاہتا ہی اور خدا ے تعالی کی طاعت پر حمد کا طالب ہونا جائز نہین اسلیے کہ طاعت خدا پر ثواب دوسرے سے طلب کرنے کے کیا معنی پس اگر ایسا خطرہ دل مین آوے تو واجب ہی کہ اُسکو مکروہ جانکر رد کرے لیکن گناہ پر لوگون کے بُرا کہنے سے کراہت کرنا سرشتی امر ہی اور مذموم نہین اس لیے گناہ کو در پردہ رکھنا

اس خوف سے کہ لوگ برا نہ کہین جائز ہی اور یہ بات ممکن ہی کہ آدمی محبت حمد تو نہ رکھتا ہو الا مذمت کو برا جانتا ہو اور غرض اُس کی یہ ہو کہ لوگ مجھکو نہ بھلا کہین نہ برا مثلاً اکثر صابر لذت حمد سے الم مذمت پر صبر نہین کرتے اسلیے کہ حمد لذت کے واسطے مطلوب ہوتی ہی اور لذت نہونے سے کچھ درد نہین ہوتا مگر مذمت باعث درد ہی پس طاعت پر حمد کی خواہش کرنی اُس طاعت کا ثواب اُسیوقت لے لیتا ہے اور گناہ پر مذمت کو برا جاننے مین کوئی بات نہین صرف اتنا ہی ہی کہ کہین ایسا نہ ہو کہ لوگون کے مطلع ہونیکے رنج مین خدا کا مطلع ہونا بھول جاوے یہ نہایت درجہ کا دین مین نقصان ہی بلکہ یون مناسب ہی کہ خدا یتعالی کے مطلع ہونے اور اُسکی مذمت کا زیادہ غم ہو پانچوین یہ کہ مذمت کو اس وجہ سے برا جانے کہ مذمت کرنے والے نے خدا یتعالے کی نافرمانی کی اور یہ بات بھی ایمان کے باعث پیش آتی ہی اور اسکی علامت یہ ہی کہ اگر دوسرے کی مذمت کرے جب بھی اُتنا ہی رنج ہو جتنا اپنی مذمت سے ہوا ہی کیونکہ علت رنج دونون صورت مین یکسان ہی چھٹی یہ کہ گناہ کو اسلیے پوشیدہ کرتا ہی تاکہ اطلاع ہونے پر کوئی کسی طرح بدی نہ پہونچاوے اور یہ بات صدمۂ مذمت کے علاوہ ہی اسواسطے مذمت کا صدمہ اس جہت سے ہوتا ہی کہ آدمی کے دلکو اپنے نقصان اور خست کا شعور ہوتا ہی اگرچہ مذمت ایسا شخص کرے جسکے شر سے مامون ہو مگر بعض اوقات خوف یہ ہوتا ہی کہ اگر گناہ پر کسی کو اطلاع ہوگی تو وہ کسی اور سبب سے شرارت کریگا اس صورت مین جائز ہی کہ اس شرارت کے خوف سے خفیہ رکھے ساتوین وجہ صرف حیا کا ہونا کہ یہ بھی ایک طرح کا الم ہی سوائے مذمت اور شرارت کی تکلیف کے اور حیا ایک عمدہ عادت ہی جو شروع لڑکپن مین سن تمیز کے وقت جب نور عقل چمکتا ہی پیدا ہوتی ہی اُسی کے باعث اگر اُسکی بری باتون کو کوئی دیکھ لیتا ہی تو شرم کرتا ہی اور یہ ایک وصف محمود ہی جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحیاء خیر کلہ اور فرمایا الحیاء شعبۃ من الایمان اور فرمایا الحیاء لا یاتی الا بخیر اور فرمایا کہ ان اللہ یحب الحیی الحلیم پس جو شخص کہ فسق کرتا ہی اور اس بات کی کچھ پروا نہین کرتا کہ لوگون کو اسکا فسق معلوم ہو جاویگا وہ فسق کے ساتھ پردہ دری اور بے شرمی کو زیادہ کرتا ہی اور اُس شخص کی نسبت برا ہی جو فسق کو چھپاتا ہی اور شرم کرتا ہی مگر حیا ریا کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہی کم لوگ اُسکی تمیز کرتے ہین ہر ایک ریاکار یہی دعوی کرتا ہی کہ مین حیادار ہون اور عبادتون کو جو اچھی طرح ادا کرتا ہون اُسکا سبب یہی ہی کہ لوگون سے شرم آتی ہی اور یہ جھوٹ ہی بلکہ حیا ایک عادت ہی کہ طبیعت کریم سے پیدا ہوتی ہی اور اُسکے بعد سبب ریا اور سبب اخلاص ہیجان مین آتے ہین تو ممکن ہی کہ آدمی حیا کے باعث اخلاص کرے یا ریا کرے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اپنے دوست سے قرض مانگتا ہی اور اُسکا دل قرض دینے کو نہین چاہتا مگر اُس کو جواب صاف دینے سے حیا کرتا ہی اور جانتا ہی کہ اگر وہ شخص کسی دوسرے کی زبانی قرض کیلیے کہلا بھیجتا تو شرم نہ آتی اور نہ قرض دیتا نہ ریا کے باعث نہ ثواب کے باعث تو اس دینے والے کے کئی حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ جواب صاف دیدے اور قلت حیا کی پروا نہ کرے تو یہ کام تو بیحیاؤن کا ہی حیادار بہانہ کرتے ہین یا قرض دیتے ہین اور دینے کی صورت مین تین حال ہین اول تو یہ کہ ریا کے ساتھ حیا کی آمیزش ہو مثلاً اول حیا آئی کہ جواب دینا برا ہی پھر ریا کا ہیجان ہوا اور دل مین کہنے لگا کہ دینا ہی چاہیے تاکہ قرضخواہ تیری مدح وثنا کرے اور نام سخاوت مین مشہور ہو یا بایں سبب دینا مناسب ہی کہ تجھ کو برا نہ کہے اور بخل کی طرف منسوب نہ کرے اس صورت مین اگر دے گا تو ریا کے باعث دیگا گر یہ ریا کے ہیجان و جوش سے پیدا ہوتا ہی دوسرے یہ کہ حیا کے سبب جواب صاف نہین دیسکتا اور نفس کے بخل

کے مارے کچھ قرض بھی نہین دیتا تو اس حال مین اُسپر سبب اخلاص کا ہیجان ہوا اور کہنے لگا کہ صدقہ دینے کا تو ایک ہی ثواب ہی اور قرض کا اٹھارہ گنا ہی اسمین بہت ثواب ہی اور دوست کا دل خوش کرنا اُسپر علاوہ ہی اور خدا کے نزدیک بہت اچھا ہے اس ترغیب نفس کے دینے پر راضی ہوگیا تو یہ شخص مخلص ہی اور اُسکا اخلاص حیا کے سبب پیدا ہوا ہی تیسرے یہ کہ دینے والے کو نہ رغبت ثواب کی ہی نہ خوف قرضخواہ کی مذمت کا نہ محبت اُسکی تعریف کی اسلیے کہ انمین سے اگر کوئی بات ہوتی تو غیر کی زبانی کہلا بھیجنے پر بھی دیدیتا اور مفروض یہ ہی کہ اگر کوئی اور مانگنے آتا تو نہ دیتا پس اس صورت مین صرف قرضخواہ کی ہی شرم سے دیا اگر اُسکی شرم نہوتی تو جواب دیدیتا یا کوئی ایسا شخص آتا جسکا لحاظ نہ کرنا پڑتا مثلاً کوئی اجنبی یا کمینہ مانگتا تو اُسکو ہٹا دیتا گو بہت سی تعریف یا ثواب کا موجب ہوتا غرضکہ اسطرح کا دنیا صرف حیا کی جہت سے ہی اور یہ صورت حیا کی بُری باتون ہی مین پیش آتی ہی جیسے بخل اور ارتکاب گناہون کا اور ریاکار مباحات مین بھی شرماتا ہی یہانتک کہ اگر دوڑا جاتا ہو تو لوگون کے دیکھنے سے ٹھہر جاتا ہی یا ہنس رہا ہو تو چپ ہو جاتا ہی اور یہ گمان کرتا ہی کہ مین حیا کرتا ہون حالانکہ یہ حیا نہین ہی اور یہ جو قول مشہور ہی کہ بعض حیا اچھی نہین ہوتی بہت درست ہی اُس حیا سے وہ حیا مراد ہی جو ایسی چیزون سے ہو جو بری نہین مثلاً لوگون کو نصیحت کرنیسے حیا کرنی یا نماز پڑھانے سے حیا کرنی اس قسم کی حیا اگر عورتون اور لڑکون مین ہو تو اچھی ہی اور عقلا مین اچھی نہین اور کبھی آدمی کسی بوڑھے کو مرتکب کسی معصیت کا دیکھتا ہی مگر اُسکے بوڑھا ہونے کے لحاظ سے اُسکو منع کرتے شرم آتی ہی اسلیے کہ تعظیم کرنا بوڑھے مسلمانکا تعظیم کرنا خدا کا ہی یہ حیا اچھی ہی مگر اس سے بہتر یہ ہی کہ خدا سے شرم کرے اور امر بالمعروف کو فروگذاشت نہ کرے۔ زبردست لوگ تو یہی کرتے ہین کہ خدا کی شرم کو لوگونکی شرم پر ترجیح کرتے ہین اور کمزورون سے یہ نہین ہو سکتا آٹھوین یہ کہ گناہ کے ظاہر ہونے سے یہ خوف ہو کہ کوئی دوسرا شخص میری دیکھا دیکھی ایسا ہی کریگا اور یہ وہ وجہ ہی کہ اظہار طاعت مین جاری ہی یعنی اظہار اسی وجہ سے جائز ہی کہ اس سے ترغیب واقتدا مقصود ہی اور یہ وجہ ائمہ اور مقتداؤن سے مخصوص ہی مگر گناہ کے چھپانے مین یہ علت خاص نہ رہنی چاہیے عامی کو بھی اُسکا پابند ہونا چاہیے اُس کو بھی نہین چاہیے کہ اپنا گناہ اپنے زن و فرزند پر ظاہر کرے ورنہ وہ لوگ بھی اُسکی اقتدا کرکے ویسے ہی ہوجاوینگے۔ پس گناہ کے چھپانے مین یہ آٹھ عذر اور سبب ہین اور اظہار طاعت مین بجز اس عذر ہشتم کے اور کوئی سبب نہین اور جب معصیت کے چھپانے سے یہ مقصود ہو کہ لوگونکے خیال مین متقی بنے تو ریاکار ہوگا جیسا کہ اظہار طاعت اسی غرض کے لیے کرنے سے ہوتا تھا۔ اب اگر یہ پوچھو کہ پھر بندے کو جائز ہے کہ اپنے صالح ہونے کی جہت سے لوگونکی مدح کو محبوب جانے اور لوگ اسکو اسی جہت سے محبوب سمجھین جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجکو ایسا عمل ارشاد فرمائیے جس سے خدا تعالی مجھکو محبوب جانے اور خلق بھی محبوب سمجھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا مین زہد کر خدا تعالی تجھ سے محبت کرے گا اور اس نکمے مال کو لوگونکی طرف پھینکدے وہ تیرے ساتھ محبت کرینگے تو اسکا جواب یہ ہی کہ لوگون کی محبت اپنے ساتھ محبوب جاننی کبھی مباح ہی اور کبھی اچھی ہوتی ہی اور کبھی بری اچھی تو اس صورت مین ہی کہ لوگون کی محبت کو اسلیے محبوب سمجھے کہ اُسکی جہت سے تصور محبت الٰہی کا اپنے ساتھ ہو اسلیے کہ جب اللہ تعالی کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو بندون کے دلون مین اُسکو محبوب کر دیتا ہی اور مذموم وہ صورت ہی کہ یہ چاہے کہ نماز روزہ اور حج و جہاد یا کسی اور طاعت معین پر لوگ مدح وثنا کرین اور یہ اسلیے مذموم ہی کہ طاعت الٰہی پر سواے ثواب خدا کے دوسرے سے عوض کا خواستگار ہوتا ہی اور مباح یہ صورت

ہی کہ لوگون کی محبت سوائے طاعات اور صفات محمودہ کے سبب خواہان ہو اس بات کی محبت کا حکم مثل محبت مال کے ہی کیونکہ دلون کا مالک ہونا ایسا ہی ذریعہ غرضون کے حصول کا ہی جیسا مال کا مالک ہونا دونون مین کچھ فرق نہین

نوان بیان ریا اور آفات کے ڈر کے مارے عمل کو چھوڑ دینے کے ذکر مین - بعضے اشخاص عمل کو اسی خوف سے ترک کر دیتے ہین کہ اُسکے سبب سے ریاکار ہو جاوینگے اور یہ اُنکی غلطی اور شیطان کا ساتھ دینا ہی بلکہ خوف آفات سے عمل کو چھوڑنا اور نہ چھوڑنا اس تفصیل سے ہی کہ طاعات کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جن مین خود بین کچھ لذت نہین مثلاً نماز و روزہ و حج و جہاد کہ انمین محنت و مجاہدہ ہی ہی اور لذیذ اس جہت سے ہو جاتی ہین کہ ذریعہ لوگونکی حمد کے حاصل کرنیکا ہین اور وہ ایک لذیذ چیز ہی اور لوگون کے مطلع ہونے پر حاصل ہوتی ہی اور ایک قسم طاعت کی وہ ہی جو خود لذیذ ہی اور وہ ایسے طاعات ہین جو اکثر بدن پر موقوف نہین بلکہ خلق سے متعلق ہین جیسے خلافت اور قضا اور ولایت اور محتسب ہونا اور امامت نماز اور تذکیر و تدریس اور لوگون کو مال دینا وغیرہ کہ انمین خلق کے تعلق اور لذت ہونے کی جہت سے آفت زیادہ ہی قسم اول یعنی جو طاعتین کہ بدن کو لازم ہین اور غیر سے متعلق نہین نہ خود اُن مین لذت ہی مثل نماز روزہ اور حج کے تو خطرات ریا انمین تین طرح ہین اول وہ جو عمل سے پہلے آوے اور لوگون کے دکھلانے کو ابتداے عمل کا باعث ہو اور کوئی باعث دینی اُسکے ساتھ نہو تو ایسے عمل کو چھوڑ دینا چاہیے اسواسطے کہ وہ سراسر گناہ ہی اُسمین طاعت نہین بلکہ بلباس طاعت منزلت کی خواہش ہی پھر اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ اپنے نفس سے باعث ریا کو دور کرے اور کہے کہ تجھے خدا سے شرم نہین آتی کہ اُس کے بندون کے واسطے تو عمل کرتا ہی اور اس کے لیے نہین کرتا اور اس فہمائش سے باعث ریا دور ہو جاوے اور نفس خدا کے واسطے عمل کرنے کو تیار ہو اور تدارک مافات کرے تو چاہیے کہ عمل مین مشغول ہو دوسرے یہ کہ عمل کرنے کے لیے تو خدا ہی کے واسطے آمادہ تھا لیکن درمیان مین عبادت کے ساتھ خواہ اس سے اول ریا پیش ہو گیا تو اُس صورت مین عمل چھوڑنا نہ چاہیے اسلیے کہ باعث دینی پایا گیا تو شروع عمل کرنا چاہیے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے ریا کو دفع کرے اور اخلاص اچھی طرح کرے اُن علاجات سے جنکا ذکر ہم نے کیا ہی کہ کراہت ریا کی اور اُسکے ملنے سے انکار کرنا اپنے نفس پر لازم کرے تیسرے یہ کہ نیت عبادت اخلاص پر ہو مگر پھر ریا اور اُسکے اسباب اثناے عبادت مین طاری ہو جاوین تو اس صورت مین بھی مجاہدہ دفع ریا کے لیے ضرور ہی اور عمل کو چھوڑنا مناسب نہین بلکہ بزور اپنے نفس کو اخلاص کیطرف رجوع کرے اور تمامی عمل تک اُسی پر رد کے رہے اور اسکی یہ وجہ ہی کہ شیطان اول تو یہی چاہتا ہی کہ آدمی عمل نہ کرے پس گر نہ مانا اور عمل شروع کیا تو ریا کیطرف کھینچتا ہی اگر اسکو بھی نہ مانا اور کام کیے گیا تو کہتا ہی کہ یہ عمل خالص نہین تو ریاکار ہی اور محنت تیری برباد جس عمل مین اخلاص نہین اُس سے تجھکو کیا فائدہ ہوگا اور یہی کہے جاویگا یہانتک کہ آدمی عمل چھوڑ دے اور یہی اُسکی غرض ہوتی ہی اور جو شخص کہ ریاکاری کے ڈر سے عمل چھوڑ دے اُسکی مثال یہ ہی کہ کسی کے آقا نے اُسکو گیہون دیے جنمین کچھ ملا تھا اور کہا کہ انکو صاف کر دو اور خوب صاف کرنا کہ تنکا وغیرہ کچھ نہ رہے تو یہ شخص اُس ڈر سے کہ اگر مین صاف کرونگا تو صاف اچھی طرح نہونگے بالکل اس خدمت کو بجا نہ لاوے یہی حال ہی کہ اخلاص کے نہونے کے باعث اصل عمل ہی چھوڑ دیا جاوے اور اسیطرح اگر عمل کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ لوگ مجھکو ریاکار کہنے سے گنہگار ہونگے اُنکا وبال مجھپر رہیگا تو یہ بھی شیطان کا فریب ہی اسلیے کہ اول تو مسلمانونپر بدظنی کی جو اسکے لیے شایان

نہ تھی دوم یہ کہ اُنکا قول اسکو مضر نہین ثواب عبادت مفت کھوتا ہی سوم یہ کہ عمل کو اسلیے چھوڑنا کہ لوگ ریاکار کہینگے یہ عین ریا ہے اگر اسکو اُنکی مدح کی محبت اور خوف مذمت نہو تا اُنکے قول کی کیا پروا تھی خواہ ریاکار کہین یا مخلص اور عمل کو اس خوف سے چھوڑ دینا کہ لوگ ریاکار کہینگے یا اس سبب سے اچھی طرح بجالانا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ غافل اور کاہل ہی ان دونون مین کیا فرق ہوا بلکہ عمل کو چھوڑنا ہی بہت برا ہی غرضکہ یہ سب شیطان کے فریب ہین کہ جاہل عابدون کے ساتھ کیا کرتا ہی پھر عمل چھوڑنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچ رہونگا وہ تو پیچھا نہین چھوڑیگا بلکہ ترک عمل کے بعد یون کہیگا کہ اب لوگ تجھکو تارک عمل کہینگے کہ یہ شخص شہرت کا طالب نہین ہی مخلص ہی ایسی ایسی باتون سے بناچاری آدمی کو شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑیگا پھر اگر بھاگ کر کسی بل مین گھس جاویگا تب بھی دل مین اس بات کا چسکا ڈالے گا کہ کسی طرح لوگون کو خبر ہو کہ فلان شخص زاہد ہو کر بھاگ گیا ہی اور کنارہ کشی کی تاکہ اس بات سے اُنکے دلون مین تعظیم ہو جاوے غرض اُسکے فریبون سے اور کوئی صورت نجات کی نہین بجز اسکے کہ آفات ریا کو خوب جان لیا جاوے کہ اُس کے باعث آخرت مین ضرر ہے اور دنیا کا کوئی فائدہ نہین اُسکو برا ہی جاننا چاہیے اور دل مین اُسکا انکار ہی بھرا رہے اسی طرح ہمیشہ عمل کرتا رہے اور کچھ پروا وساوس کی نہ کرے اور اگر دشمن خواہ طبیعت سے نزاع کرے گا تو اُنکی نزاع کی کچھ انتہا نہین اور اُس کے لیے عمل چھوڑنا اپنے آپ کو بیکار کرنا اور خیرات سے محروم رہنا ہی۔ حاصل یہ کہ جبتک آدمی مین عمل کا باعث دینی ہو تب تک عمل کو نچھوڑے بلکہ ریا کے وسوسے کو ٹالے اور دل مین خدا سے شرم کرے کہ نفس جو یہ چاہتا ہی کہ خدا کی طاعت کے عوض مین مخلوق کی حمد کو اختیار کرے تو خدا کی حمد کیا تھوڑی ہی وہ دلون کا حال خوب جانتا ہی اور اگر لوگونکو دل کا حال معلوم ہو جاوے کہ ہمارے اچھا کہنے کے سبب سے عمل کرتا ہی تو بیشک بغض کرین اس صورت مین اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ خدا سے شرم کرکے اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے عمل زیادہ کرے تو کرنا چاہیے اور اگر شیطان اُسکو کہے کہ ریاکار ہی تو جان لینا چاہیے کہ وہ جھوٹا ہی بشرطیکہ دل مین ریا کی اور اُس کے قبول کرنے کی برائی موجود ہو اور اُسکا خوف اور شرم خدا سے حاصل ہو اور اگر نہ دلمین برائی ریا کی ہو نہ خوف نہ شرم اور نہ عمل کا کوئی باعث دینی ہو صرف ریا ہی باعث عمل ہو تو عمل نہ کرنا چاہیے مگر یہ امر نہایت بعید ہی اُس شخص سے جو خدا کے واسطے عمل کرتا ہی اسلیے کہ اُسکے ساتھ اصل قصد ثواب تو رہتا ہی۔ یہان اگر کوئی کہے کہ شہرت کے خوف سے عمل کو ترک کرنا اکابر سلف سے منقول ہی چنانچہ روایت ہی کہ ابراہیم نخعیؒ تلاوت کرتے تھے کہ اس عرصہ مین اُنکے پاس کوئی شخص آیا اُنھون نے کلام اللہ بند کرکے تلاوت موقوف کی اور کہا کہ اسکو معلوم نہو کہ ہم ہر گھڑی تلاوت کرتے ہین اسی طرح ابراہیم تیمی سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جب آدمی کو اپنا بولنا اچھا معلوم ہو جب چپ ہو جاوے اور جب سکوت خوش معلوم ہو تو کلام کرے اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ بعض اکابر راستہ کی ایذا کی چیزین دیکھتے تھے مگر شہرت کے ڈر کے مارے اُنکو نہین ہٹاتے تھے اور بعض کو رونا آتا تھا مگر شہرت کے خوف سے اُسکو مبدل بہ خندہ کر دیتے تھے اسی طرح بہت سے آثار اس باب مین وارد ہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ شہرت کے خوف سے تو ترک عمل کی صرف چند روائتین ہین اور اُسکے مقابل اظہار طاعت کی بیشمار شخصون سے موجود ہین علاوہ ازین جس قدر خوف شہرت رونے اور راستے کی ایذا دور کرنے مین ہی۔ اس سے زیادہ حضرت حسن بصریؒ کے اس کلام کے وعظ مین ظاہر کرنے مین ہی باوجود اسکے خود بیان فرمایا اور ان دونون باتونکو ترک نہین فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ ترک کرنا نوافل کا جائز ہی اور ہمارا کلام افضل مین تھا

جو اور افضل پر زبردست قادر ہوتے ہین ضعیفون کا کام نہین افضل یہی ہی کہ عمل کو تمام کرے اور اخلاص مین کوشش کرے اور در گذر نہ
کرے۔ اور ارباب اعمال شدت خوف کے باعث کبھی اپنے نفسون کا علاج افضل کے خلاف سے کرلیا کرتے ہین پس اقتدا زبردستون
ہی کا چاہیے۔ اور بند کرنا کلام اللہ کا جو حضرت ابراہیم نخعی رحمہ سے منقول ہی تو شاید اس غرض سے ہو کہ اُس شخص کے آنے پر موقوف
کرنا پڑے گا اور بعد چلے جانے کے پھر شروع کرنا ہوگا کیونکہ اُس سے باتین کرنی ہون گی تو یہ خیال کیا کہ آخر اُسکی دلداری کے لیے
باتین تو کرنی پڑینگی کہ پھر دوبارہ آوے اگر تلاوت بھی ایسی طرح موقوف کیجاوے کہ وہ نہ دیکھے تو اسمین ریا سے بھی بچاؤ ہی اور راستے
کی ایذا کو نہ اُٹھانا اُن لوگون سے سرزد ہوتا ہی جو اپنے نفس پر آفت شہرت سے ڈرتے ہین اور یہ خوف کرتے ہین کہ اگر ہمارے پاس ہجوم
لوگون کا ہوگا تو اور عبادتین جو ایذا کے دور کرنے سے بڑی ہین اُنکے مانع ہونگے پس اس امر کو چھوڑنا اُن عبادات کی محافظت کے باعث
تھا نہ صرف خوف ریا سے اور ابراہیم تیمی کا قول یہ ہی کہ جب کلام کرنا اچھا معلوم ہو تو چپ رہنا چاہیے اس سے شاید اُنکی مراد کلام مباح
سے ہو مثل فصاحت وخوش بیانی کے حکایات وغیرہ مین جس سے عجب پیدا ہوتا ہی اسیطرح سکوت مباح سے بھی عجب ممنوع ہی تو واقع مین
مآل اُنکے قول کا یہ ہی کہ ایک مباح کو چھوڑکر بخوف عجب دوسرے مباح کو اختیار کرنا چاہیے اور کلام حق مستحب کی تصریح نہین کہ اُسکو بھی کہنا نچاہیے
علاوہ اسکے آفت جو کلام مین زیادہ ہوتی ہی وہ قسم ثانی مین واقع اور ہم اُن عبادات کا بیان کرتے ہین جو خاص بدن انسان سے ہوتی ہون
اور خلق کا تعلق اسمین نہو اس قسم مین آفات زیادہ نہین ہین۔ پھر حضرت حسن بصری کا قول جو ترک گریہ اور دفع ایذا بخوف شہرت کے
باب مین ہو سکتا ہی کہ وہ احوال اُن ضعیفون کا جو افضل شے کو نہین جانتے اور اُن دقائق کو نہین پہچانتے اپنے صرف آفت شہرت سے لوگون
کو ڈرانے کے لیے مذکور فرمایا ہو کہ سُنکر اُسکی طلب سے باز رہین **دوسری قسم** عبادات کی جو خلق سے متعلق ہی اسمین آفتین اور خطرے
زیادہ ہین سب مین زیادہ خلافت اور امامت ہی پھر حکومت قضا پھر تذکیر وتدریس وفتویٰ پھر مال کا دینا۔ ہر ایک کا حال بتفصیل سننا چاہیے
خلافت جو عبارت اہل اسلام کے سردار سے ہی اگر عدل واخلاص کے ساتھ ہو تو افضل عبادات ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے
"الیوم من امام عادل خیر من عبادۃ الرجل وحدہ ستین عاما تو اس سے زیادہ کونسی عبادت ہوگی جس کا ایک روز ساٹھ برس کی عبادت
سے بہتر ہو اور دوسری حدیث مین آیا ہی کہ "اول من یدخل الجنۃ ثلثۃ الامام المقسط احدہم اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث
مروی ہی "ثلثۃ لا ترد دعوتہم الامام العادل احدہم اور حضرت ابوسعید خدری رض سے یہ حدیث مروی ہی "اقرب الناس منی مجلسا یوم القیامۃ
امام عادل غرضکہ امارت اور خلافت اعظم عبادات مین سے ہین اور چونکہ اسمین خطرہ بہت ہی اسلیے متقی اس سے ہمیشہ کنارہ کرتے رہے
کیونکہ اسکے باعث صفات باطنی حرکت کرتے ہین اور نفس پر محبت جاہ اور لذت غلبہ اور اجراے حکومت کے جو لذائذ دنیاوی مین سے بڑھکر
ہین غالب ہوجاتے ہین جب ولایت کی محبت ہوتی ہی تو والی اپنے حظ نفس مین کوشش کرتا ہی اور ہو سکتا ہی کہ اپنی ہواے نفسانی کی پیروی
مین جو امر کہ مخل جاہ وولایت مین ہو گو امر حق ہی کیون نہ ہو اُس سے درگذر کرے اور جس چیز سے کہ منزلت زیادہ ہو اگرچہ باطل ہو اُس کو
بجا لاوے اور تباہ ہوجاوے اور پھر ایک روز سلطان ظالم کا ساٹھ برس کی بدکاری سے بدتر ہوجاوے مفہوم اس حدیث
کے جو امام عادل کے بیان مین گذری اور اسی بڑے خطر کی جہت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب اس عہدے مین

اتنی مصیبت ہی اسکو کون لے سکتا ہی اور آپ کا ارشاد صحیح ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مامن والی عشرۃ الا جاء یوم القیامۃ مغلولۃ یدہ الی عنقہ اطلقہ عدلہ او اوبقہ جورہ اس روایت کو حضرت معقل بن یسار رضہ نے بیان کیا ہی اور حضرت عمر رضہ نے حضرت معقل بن یسار کو کسی جگہ کا والی کرنا چاہا تو اُنھون نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین آپ اس باب مین مجھکو مشورہ تبلایئے کہ قبول کرون یا نہین آپ نے فرمایا کہ اگر میری ہی صلاح پر رکھتے ہو تو میرے نزدیک بیٹھ رہو مگر میرے مشورہ کا ذکر اور کسی سے مت کرنا۔ اسیطرح حضرت حسن رح روایت کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو والی کرنا چاہا تو اُسنے عرض کیا کہ آپ ہی اسکو فرمایئے کہ میرے لیے بہتر ہی یا نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹھ رہو۔ اور عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہی کہ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ای عبد الرحمن امارت کی درخواست مت کرنا اسلیے کہ اگر بے درخواست ملیگی تو اُسکے لیے تجھکو مدد غیبی ملیگی اور اگر درخواست سے ملیگی تو تو اُسی کا ہو رہیگا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے حضرت رافع بن عمر رضہ کو فرمایا کہ امارت دو شخصون پر بھی مت کرنا جب حضرت صدیق رضہ خود خلیفہ ہوے تو حضرت رافع رضہ نے کھڑے ہو کر انکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ نے مجھکو ارشاد نہین فرمایا تھا کہ امارت دو پر بھی مت کرنا آپکو تو اب تمام امت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امارت سپرد ہوئی آپ نے فرمایا کہ وہ قول میرا اب بھی ہی جو شخص امارت مین عدل نکرے اُسپر خدا کی لعنت ہی۔ اور شاید کم فہم لوگ وہ احادیث جو فضیلت امارت مین وارد ہین اور جو حدیثین کہ اُس سے منع کے باب مین وارد ہین اُنکو ایک دوسرے کے مخالف سمجھینگے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اس باب مین حق یہ ہی کہ خواص جو دین مین زبردست ہین اُنکو نہین چاہیے کہ امارت سے انکار کرین اور جو ضعیف ہین اُنکو ضرور ہی کہ اس کے گرد نہ پھرین ورنہ ہلاک ہو جاوینگے اور زبردست دین مین وہ شخص ہی جسکو دنیا کسی طرف نہ پھیرے اور طمع غالب نہ آسکے اور خدا کے کام مین کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرے اور ایسے لوگ وہ ہین کہ دنیا مین زہد کرتے ہین اور خلق اُنکی نظرون سے ساقط ہی دنیا و مخلوق سے بیزار ہو کر اپنے نفسون پر بزور قابض ہین اور شیطان کے مکر کو بالکل مستاصل کر دیا ہی حتے کہ وہ اُنسے ناامید ہو گیا تو اس قسم کے لوگون کے حرکات و سکنات سب حق پر ہوتے ہین اگرچہ حق مین اُنکی جان ہی جاتی رہے پس امارت و خلافت مین اُن ہی لوگون کو فضل حاصل ہوتا ہی اور جس شخص کو معلوم ہی کہ مین اس صفت کا نہین ہون اُسپر ولایت اختیار کرنا حرام ہی۔ اور جس شخص کو امتحان کرنے سے معلوم ہو کہ میرا نفس امر حق پر صابر ہی۔ اور شہوات سے ممتنع مگر تب بھی تک یہ بات ہی کہ ولایت پر منصوب نہو اور اگر ولایت و حکومت کا مزہ چکھیگا اور جاہ کا ذائقہ اور اجراے حکم کی حلاوت پاویگا تو اُسکے بگڑ جانیکا خوف ہی اور ان امور کے بعد اپنی معطلی بھی اُس عہدے سے گوارا نہ کریگا بلکہ معطل ہونیکے خوف سے دین مین سستی کرنے لگے گا تو ایسے شخص کے حق مین علما کا اختلاف ہی کہ اُسکو ولایت کے اختیار کرنے سے گریز کرنا لازم ہی یا نہین بعض علما فرماتے ہین کہ ولایت سے احتراز واجب نہین اور وجہ یہ فرماتے ہین کہ اُسکو نفس کی طرف سے خوف کا ہونا ایک امر مستقبل ہی اور سر دست وہ بجا آوری امر حق مین پکا ہی اور صحیح و تحقیق یہ ہی کہ احتراز واجب ہی اسلیے کہ نفس مکار ہی خیر و حق کا دعوی اور وعدہ ہی کرتا ہی اُسکا وفاے وعدہ مشکل ہے اگر بالفرض وعدہ خیر یقینی کرے تب بھی ولایت کے وقت اُسکے بدلنے کا خوف رہتا ہی اور اس صورت مین تو پہلے ہی سے متردد ہے علاوہ ازین عہدہ سے انکار کر دینا تو امر سہل ہی مگر مقرر ہو کر موقوف ہونا شاق ہی اسلیے موقوفی سے نہایت صدمہ ہوتا ہی جیسے

کہ مثل مشہور ہے کہ اکثر آشفتہ مزدک نام تو عہدہ کی بجاآوری کے بعد موقوف ہونے پر دل راضی نہین ہوتا بلکہ مداہنت اور امر حق کے باطل
کرنے کی طرف میل کرنے لگتا ہے اور اُس کے باعث قعر جہنم مین گرتا ہے مگر مرنے تک اُس عہدے کے چھوڑنے کو دل نہین چاہتا اگر زبردستی
سے موقوف ہوجاوے تو ہوجاوے پھر موقوفی پر جنکو اس حکومت کے ساتھ محبت ہوتی ہے اُنکو کیسا عذاب و رنج ہوتا ہے پھر صورت
نفس اگر خود ولایت کا مائل ہوکر آدمی کو اُسکی جستجو پر برانگیختہ کرے تو یہ علامت شر کی ہے اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا انا لا نولی امرنا من سالنا ہ جب اختلاف حکم قوی اور ضعیف کا معلوم ہوگیا تو یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا
منع فرمانا حضرت رافع رضہ کو حکومت سے اور پھر خود اُسکو اختیار فرمانا ایک دوسرے کا متناقض نہین۔ اور عہدۂ قضا اگرچہ سلطنت سے
کم ہے مگر ویسا ہی ہے اسلیے کہ اسمین بھی حکومت پائی جاتی ہے جو طبعاً محبوب ہے اور اسمین اگر اتباع حق ہو تو ثواب بہت زیادہ ہے اور اگر عدول
حق سے پایا جاوے تو عذاب بھی بہت ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ قاضی تین قسم کے ہین جنمین سے ایک جنت مین ہے اور دو دوزخ
مین اور دوسری حدیث مین ہے کہ جو خود درخواست قاضی بننے کی کرتا ہے وہ بدون چھری کے ذبح ہوتا ہے حاصل یہ کہ اسکا حکم اور امارت کا
ایک ہے جو لوگ کہ ضعیف ہین اور دنیا و مافیہا کی اُنکی نظر مین کچھ قدر ہے وہ اس سے احتراز کرین اور جو لوگ کہ زبردست ہین کہ امر الٰہی مین
کسی کے طعن سے نہین ڈرتے وہ لوگ اس عہدے کو اختیار کرین اور جب بادشاہ ظالم ہون اور یہ معلوم ہو کہ جو قاضی ہوگا اُسکو اپنے
کام کی بجاآوری مین اُنکی خاطر کرنی پڑیگی اور بعض حقوق کو اُنسے خواہ اُنکے متعلقین سے درگذر کرنا ہوگا یعنے یہ خوف ہو کہ اگر اُن پر امر حق
کا حکم ہوگا تو ہمارا عہدہ جاتا رہیگا یا کہنا نہ مانینگے تو ایسی صورت مین عہدہ قضا کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی اختیار
کرے تو اُسکو چاہیے کہ حقوق کا مطالبہ سلاطین اور اُنکے متعلقین سے اور ون کیطرح ہو موقوفی کا عذر اسمین کارآمد نہین کہ اپنے موقوف
ہونے کے ڈر سے حقوق چھوڑ دے بلکہ اگر امر حق کی بجاآوری مین موقوف بھی ہوجاوے تو خوش ہونا چاہیے کہ خدا نے بلا ٹالی اور اگر نفس
پر موقوفی شاق گذرے اور اہمال حق مین کچھ مضائقہ نہ جانے تو یہ شخص متبع ہواے نفس اور شیطان کا ہے پھر ثواب کی توقع تو کیا
ہوگی زمرۂ ظالمون مین دوزخ کے طبقہ اسفل مین جاویگا اور وعظ و تدریس اور روایت حدیث اور سندون عالی کا بھی یہی
حال ہے یعنی جن چیزون سے کہ جاہ اور قدر بڑھتی ہے اُن کی آفت بھی مثل آفت ولایت بڑی ہے سلف کے لوگ جب تک اُس
سے مفر دیکھتے تھے تب تک فتوی کو ٹالتے اور یہ فرماتے کہ حدثنا منجملہ دنیا کے دروازون مین سے ایک دروازہ
ہے اور جو اُس لفظ کو منھ سے کہتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میری توقیر کرو حضرت بشر رحہ نے کئی الماریان حدیث کی دفن کردین اور فرمایا کہ مین
روایت حدیث اس لیے نہین کرتا کہ میرا دل تمنا حدیث کے بیان کی رکھتا ہے اگر تمنا یہ ہوتی کہ مین حدیث نہ کہون تو البتہ بیان کرتا
اور واعظ بھی وعظ سے جو لوگون کے دلون پر تاثیر اور پیاپے گریہ اور اُنکی توجہ اپنی طرف پاتا ہے تو اُس سے اُس کے دل پر وہ لذت
ہوتی ہے جسکے برابر کوئی لذت نہین اور جب یہ لذت اُسپر غلبہ کرتی ہے تو طبیعت کو یہ میل ہوتا ہے کہ کلام ایسا کہنا چاہیے کہ عوام
کو اچھا معلوم ہو گو باطل ہی ہو اور جس کلام کو عوام گران جانین گو حق ہی ہو اُس سے احتراز اولی ہے پس ہمہ تن ہمت اسی پر مصروف
کرتا ہے کہ عوام کے قلوب کی محرک باتین کرے جنسے اُنکے دلون مین منزلت ہو اور جو حدیث و حکمت سنتا ہے اُس سے بدین لحاظ خوش ہوتا ہے

ع ہر امیر جو حاکم بنے اور اپنے انتظام کو اس شخص کو جو ہم سے اسکی درخواست کرے
بخاری و مسلم نے روایت
ابوموسیٰ ۱۲
اصحاب سنن کی روایت ۲
ابوہریرہ ۱۲
سنن بروایت ابوہریرۃ بخاری دیگر در تخریج ۱۲

ثواب کی وعظ مین منبر پر اُسکو بیان کرونگا حالانکہ خوشی اس بات پر مناسب تھی کہ طریق سعادت اور راہ سلوک مجھ کو معلوم ہوا اول
مین عمل کرون پھر اس انعام خداوندی کو جس سے مجھکو نفع ہوا اورون تک پہونچاؤن تاکہ میرے بھائی مسلمانون کو بھی اُس سے
فائدہ ہو غرض یہ کہ وعظ و تدریس بھی ایسی چیز ہی جسمین خوف اور فتنہ زیادہ ہی اور اُسکا حکم بھی ولایت کا سا ہی یعنے جو اس امر
کو صرف طلب جاہ و منزلت اور تفاخر اور تکاثر کے باعث اختیار کرتا ہو اور دین کے بدلے دنیا کمانی منظور ہو تو اُسکو چاہیے کہ ہوائے
نفسانی کا خلاف کرکے وعظ کو جب تک چھوڑ دے جب تک کہ نفس ریاضت کش ہو کر دین مین پکا ہو جاوے اور اُسپر فتنہ کا خوف نرہے
جب یہ حال حاصل ہو تو پھر کہنے لگے اب اگر کوئی کہے کہ اہل علم پر جب یہ حکم ہوا تو سب علم بیکار ہو جاوینگے اور چرچا جاتا رہیگا تمام
خلق پر جہالت چھا جائے گی اس کے جواب مین ہم کہتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طلب امارت سے منع فرماکر اُس پر وعید فرمایا[1]
ہی یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا[2] انکم تحرصون علی الامارۃ وانہا حسرۃ وندامۃ یوم القیامۃ الا من اخذہا بحقہا اور فرمایا[3] نعمت المرضعۃ وبئست الفاطمہ
اور ظاہر ہی کہ سلطنت اور امارت اگر نہو تو دین و دنیا کے سب کام بند ہو جاوین خلق مین گشت و خون پھیل جاوے امن جاتا رہے
ملک اُجڑ جاوین معیشتین خراب ہو جاوین پھر ایسی چیز سے آپنے کیون منع فرمایا اور حضرت عمر رض نے جب ابی بن کعب رض کے پیچھے بہت سے
آدمی چلتے دیکھے تو اُنکو مارا حالانکہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ابی بن کعب مسلمانونکے سردار ہین اور کلام مجید اُنکو سنایا کرتے تھے مگر لوگون
کے پیچھے چلنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسمین متبوع پر فتنہ ہی اور تابع کی ذلت اور خود حضرت عمر رض خطبہ پڑھتے اور وعظ کہتے اور
اس سے انکار نہ کرتے مگر جب ایک شخص نے آپ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ فرمادین تو مین بعد نماز صبح لوگونکو وعظ سنایا کرون تو
آپ نے اُسکو منع کیا اُسنے عرض کیا کہ آپ لوگونکو نصیحت کرنے سے روکتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ کہین تو پھولکر آسمان
پر نہ پہونچ جاوے اور یہ اسلیے فرمایا کہ آپنے اُس شخص مین علامات رغبت جاہ اور قبول خلق کی دیکھین اور امارت اور خلافت و قضا
کی لوگونکو دین مین حاجت ہوتی ہی جیسے وعظ و تدریس و فتوی کا کام پڑتا ہی مگر ہر ایک مین فتنہ و لذت بھی ہی تو دونون مین کچھ
فرق نرہا باقی رہا یہ کہ اُسکے منع سے علم کا چرچا جاتا رہیگا تو یہ ایک غلطی ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امارت سے منع
فرمایا تو اس سے امارت تھوڑا ہی جاتی رہی بلکہ ریاست اور اُسکی محبت تو ایسی ہی کہ خود لوگ ہزار تدبیرون سے اُسکی طلب و جستجو کرتے
ہین اسی طرح ریاست کی محبت علوم کا چرچا بھی ضائع نہین ہونے دیگی بلکہ اگر بالفرض تمام خلق قید کیجاوے اور بیڑیان اور طوق ڈال
دیے جاوین کہ وہ علوم جنسے قبول اور ریاست حاصل ہوتی ہی نہ سیکھنے پاوین تب بھی لوگ زنجیرین توڑ کر قید سے بھاگین اور
اُن علوم کے طالب ہون علاوہ ازین خداوند کریم نے وعدہ کیا ہی کہ اس دین کو ایسے لوگون سے تائید کریگا جن کو کچھ بہرہ دین مین نہ
ہو تو کسی فرد خاص کو فکر لوگون کا نہ چاہیے اسلیے کہ خدا تعالے اُنکو تباہ نہ کریگا بلکہ اپنے نفس کا خیال چاہیے پھر ہم کہتے ہین کہ
جب کسی شہر مین بہت سے واعظ وعظ کہتے ہین تو منع سے صرف چند لوگ باز رہینگے سب ہرگز نہ مانینگے اور لذت ریاست کو نہ
چھوڑینگے ہان اگر شہر بھر مین ایک ہی واعظ ہو اور اُسکا وعظ لوگون کو مفید ہو باین لحاظ کہ وہ خوش بیان اور وضعدار ہو اور
لوگون کا یہ خیال ہو کہ یہ شخص صرف خدا کے واسطے کہتا ہی اور تارک دنیا ہی تو ایسے شخص کو ہم منع نہین کرتے بلکہ اُسکو کہتے ہین کہ

[1] اوپر گذری ۱۲
[2] تم حرص کروگے امارت کی اور وہ قیامت کے روز حسرت اور ندامت ہی مگر جس نے اسکو حق طور پر لیا ۱۲ ابن حبان اور بخاری کی روایت ابو ہریرہ سے
[3] اچھی ہی دودھ پلانیوالی اور بری ہی دودھ چھڑانیوالی یعنی ... بخاری نے یہ روایت ... اور یہ پہلی حدیث ... تعبیر ...

وعظ بیان کر اور نفس پر مجاہدہ کر اور اگر وہ کہے کہ میرا نفس قابو مین نہین تب بھی ہم یہی کہینگے کہ وعظ کہہ اور مجاہدہ کر اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ
اگر وہ وعظ چھوڑ دیگا تو آدمی سب تباہ ہو جاوینگے کوئی اُسکا قائم مقام نہین جو انکو راہ نیک بتاوے اور بالفرض اگر وہ شخص
مواظبت وعظ کی اسی غرض سے کرتا ہی کہ جاہ حاصل ہو تو اُسکا وبال صرف اُسی پر ہی پس سب کا دین سلامت رہنا ہم کو خاص اُسکے
دین کی سلامتی سے بہتر معلوم ہوتا ہی اُس شخص کو ہم اور ون پر تصدق کرتے ہین اور کہتے ہین کہ شاید ایسے ہی شخص کے حق مین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ اِنّ اللہ لیؤید ہذا الدین باقوام لاخلاق لہم پھر واعظ اُسکو کہتے ہین کہ اپنے کلام اور
ظاہر صورت سے دنیا کا زاہد ہو اور لوگون کو آخرت کی رغبت دلاوے اور جو امور کہ اس زمانے کے واعظون نے ایجاد کیے ہین
کہ چکنے چپڑے کلمات اور مسجع الفاظ شعرون میں بنے ہوے بولتے ہین جنسے نہ دین کی تعظیم متصور ہی نہ مسلمانون کو خوف دلانا بلکہ
اُنسے جرات اور آرزو گناہو نکی حاصل ہوتی ہین تو ایسے واعظون کو جلا وطن کرنا واجب ہی اس لیے کہ وہ لوگ نائب دجال اور
شیطان کے قائم مقام ہین اور ہم ایسے واعظون کا ذکر کرتے ہین جنکا وعظ اچھا ہو خود بظاہر اچھے ہون مگر دل مین محبت جاہ کے
سوا کچھ اور مقصود نہ ہو اور جو وعید کہ ہم نے باب العلم مین بڑے عالمون کے حق مین لکھی ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ علم
کے فتنون سے پرہیز رہنا ضروری ہی۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے یون ارشاد فرمایا ہی کہ اے بُرے عالمو تم روزہ نماز صدقہ
بجالاتے ہو اور جس کام کو لوگون کو کہتے ہو خود نہین کرتے لوگون کو نصیحت کرتے ہو اور خود عمل نہین کرتے یہ بات بڑی خراب ہی
زبان سے توبہ تو بہ کرتے ہو اور ہواے نفسانی کے بموجب عامل ہو کہو تو اس سے کیا کام نکلے گا کہ بدن کو صاف کر لیا اور دل ناپاک رہا
سچ کہتا ہون کہ تم چلنی کے موافق مت ہو کہ اچھا آٹا نیچے گر پڑے اور بھوسی اندر رہجاوے یہی حال تمھارا ہی کہ منھ سے حکمت کی باتین
نکالتے ہو اور سینون مین کدورت بھری ہوئی دنیا کے بندو بھلا وہ شخص کیسے آخرت کو پاویگا جس سے نہ دنیا کی شہوت منقطع ہو نہ اُسکی
رغبت مین سچ کہتا ہون کہ تمھارے دل تمھارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تم نے اپنی زبان مین رکھا ہی اور عمل کو پانوٗن تلے دنیا کی
بہتری سے آخرت کو بگاڑا تمھارے نزدیک دنیا کا سنوارنا آخرت کے سنوارنے سے محبوب ہی اگر تامل کرو تو تم سے زیادہ کوئی کمینہ نہین
تمھارا برا ہو کب تک اندھیرے مین چلنے والونکو راستہ بتاؤگے اور خود حیرت والون کے محلے مین کھڑے رہوگے گویا اربابِ دنیا سے تمھاری یہ غرض
ہی کہ وہ تمام دنیا تمھارے لیے چھوڑ دین بس کرو بس کرو تم نہین جانتے کہ اگر چراغ چھت پر رکھ دیا جاوے تو گھر کے اندھیرے کیلیے کیا فائدہ ہی
اسی طرح اگر نور علم تمھارے منھ مین ہو اور دل ویسے ہی اُجڑے و تاریک رہین تو تمکو ایسے علوم سے کیا فائدہ اے دنیا کے بندو تم متقی
بندے نہین ہو نہ کریم آزاد ون کیطرح کیا عجب ہی کہ دنیا تم کو جڑ سے اُکھاڑ دے اور منھ کے بل گرادے پھر تھنون کے بل اوندھے ہو جاؤ اور
تمھارے گناہ تمھارے ماتھے کے بال پکڑین اور پیچھے سے تمکو علم دھکادے اور اسی حال سے تمکو ننگے سر ننگے پاؤن بادشاہ حقیقی کے
سامنے لیجا دین اور وہ لے تنہا تم کو خطاؤن پر واقف کر کے تمھارے اعمال بد کی سزا دے انتہی اس حدیث کو حارث محاسبی رحمہ
اپنی کسی کتاب مین لکھ کر کہا ہی کہ بُرے عالمون کا یہ حال ہے وہ لوگ انسانونکے شیطان ہین اور لوگونکے حق مین فتنہ متاع دنیا وی اور
رفعت شان مین رغبت کر کے اُسی کو آخرت پر ترجیح دی ہی اور دین کو ذلیل کیا ہی یہ لوگ دنیا مین بھی باعث ننگ و عیب ہین اور

اح اللہ تعالے مدد کریگا اس دین کی ایسے لوگون سے جن کو بہرۂ دین نہو ۱۲ نسائی کی حدیث ہے اوپر گذری ہو ۱۲

آخرت مین زیانکار رہی ہین اب اگر کوئی کہے کہ آفات تو ظاہر ہین مگر علم اور وعظ کے باب مین بھی تو بہت سی رغبتین وارد ہین یہان تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی لان یہدی اللہ بک رجلا خیر لک من الدنیا ومافیہا اور فرمایا کہ ایما داع دعا الے ہدی واتبع علیہ کان لہ اجرہ واجر من تبعہ اسکے سوا اور بہت سے فضائل علم کے ہین تو عالم کو یون کہنا چاہیے کہ علم مین مشغول ہو اور خلق کی ریا کو ترک کر جیسا اگر کسی شخص کو نماز مین ریا ہوجاتا ہی تو اُسکو کہا جاتا ہی کہ عمل کو ترک مت کر بلکہ اُسکو تمام کر اور نفس پر مجاہدہ کر تو اسکا جواب یہ ہی کہ علم کی فضیلت بھی بہت ہی اور اُس کا خطرہ بھی بہت بڑا ہی جیسے خلافت و امارت کا تھا اور کسی کو اللہ کے بندون مین سے یون نہ کہنا چاہیے کہ علم کو ترک کردے اسواسطے کہ نفس علم مین تو کچھ آفت نہین آفت تو اسمین ہی کہ وعظ و تدریس و روایات حدیث سے درپے اُس کے اظہار کے ہو اور جب تک بھی ترک علم کو نہ کہنا چاہیے جب تک کہ عالم اپنے نفس مین تحصیل علم کا باعث کوئی امر دینی ریا سے مخلوط پاتا ہو لیکن جب اُسکا محرک سواے ریا کے اور کچھ نہو تب البتہ اُسکے حق مین ترک اظہار مفید تر اور سلامتر ہی جسطرح نفل نمازون مین اگر محرک صرف ریا ہی ہو تو انکا ترک واجب ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ اثناے صلوٰۃ مین وسوسے ریا کے خطور کرتے ہون اور وہ اُن کو بُرا جانتا ہے تو عبادت کو ترک کرنا نہ چاہیے اس لیے کہ آفت ریا کی عبادت مین ضعیف ہوتی ہی اور ولایات مین اور علم کے باعث مناصب عالیہ کے درپے ہونے مین بہت قوی ہی غرض یہ کہ آفت کے اعتبار سے ان اشیاء کے تین مرتبے ہین اول ولایات کہ اُن مین بہت بڑے آفات ہین اور سلف کے بہت سے لوگون نے انکو بخوف آفت ترک کردیا ہی دوم نماز و روزہ و حج و جہاد انکو سلف کے زبردست اور ضعیف سب کا ترک کرنا کسی سے آفت کے خوف کے مارے منقول نہین اسلیے کہ انہین آفات ضعیف ہین اور ادنیٰ قوت سے دور ہوسکتے ہین اور عمل صرف خدا کے لیے ہوسکتا ہی سوم ان دونون رتبون کے درمیان کا رتبہ ہی یعنی درپے ہونا وعظ و فتوی اور روایت حدیث و تدریس کے یہ اسمین جو آفتین ہین وہ اول رتبہ کی نسبت کم ہین اور دوسرے کی نسبت زیادہ پس نماز وغیرہ جنمین آفات کمزور ہین اُسکو تو چاہیے کہ نہ قوی لوگ ترک کرین نہ ضعیف بلکہ ریا کے وسوسون کو دفع کرین۔ اور ولایات ضعفا کو بالکل ترک کرنا چاہیے نہ قوی لوگون کو رہے مناصب علم وہ دونون فرقون مین مشترک رہنے چاہئین تاہم جس شخص نے منصب علم کو امتحان کیا ہی وہ جانتا ہے کہ عالم اور والی ایک دوسرے سے مشابہ ہین اور منصب علم سے حذر کرنا ضعیف کے حق مین بہت بہتر ہی اور یہان ایک چوتھا رتبہ ہی یعنی مال کو جمع کرنا اور مستحقون مین تقسیم کرنا اس داد و دہش اور اظہار سخا سے بھی لوگ ثناخوان ہوتے ہین اور لوگون کے دل خوش کرنے سے نفس کو مزہ ملتا ہی اسمین بھی آفات بہت ہین اسی لیے جب حسن بصری رح سے لوگون نے پوچھا کہ ایک آدمی تو مقدار قوت حاصل کرکے بیٹھ رہتا ہی اور دوسرا مقدار قوت سے زیادہ تلاش کرکے جسقدر قوت سے بچتا ہی خیرات کردیتا ہی ان دونون مین افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ اول شخص افضل ہی کیونکہ آپ جیسے لوگون کو معلوم تھا کہ دنیا مین پھنسکر کوئی کم سلامت بچتا ہی اور زہد اسی کا نام ہی کہ دنیا کو تقرب الی اللہ کیلیے ترک کرے اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ اگر مجھکو پچاس دینار ہر روز آمدنی ہوا کرے اور انکو مین دمشق کی مسجد کی سیڑھیون پر کھڑا ہوکر تقسیم کردیا کرون تو یہ امر مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ مین بیع و شرا کو حرام کرتا ہون بلکہ میرا مقصود یہ ہی کہ مین اُنھین لوگون مین رہون کہ جن کی شان مین یہ آیت ہی لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ اور علما کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی ایک فرقہ یہ فرماتا ہے

کہ جب دنیا کو وجہ حلال سے کماوے اور اُس سے بچا رہے اور خیرات کر دے تو یہ اس سے بہتر ہو کہ عبادت و نوافل مین مشغول ہو اور ایک لوگون کا یہ قول ہو کہ ذکر اللہ کی مداومت مین بیٹھا رہنا صدقہ سے افضل ہو اسلیے کہ لینے دینے مین خدا کا دھیان نہین رہتا اور اسی کے مؤید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہو کہ فرمایا اے طالب دنیا سلوک و نیکی کے لیے تیرا ترک کرنا دنیا کو زیادہ نیک ہو اور ادنی بات مال کی یہ ہو کہ اُسکی اصلاح مین خدا کے ذکر کا شغل نہین رہتا حالانکہ ذکر الٰہی سب سے بڑا اور افضل ہو یہ تو اُس شخص کے حق مین ہو جو آفات سے محفوظ رہے اور جس شخص کو کہ آفت ریا لگ گئی ہو تو ظاہر ہو کہ اُسکے لیے ترک مال افضل اور عمدہ ہے اور بلا خلاف ایسے شخص کو ذکر مین مشغول ہونا بہتر ہو حاصل یہ کہ جو چیزین خلق سے متعلق ہین اور اسمین نفس کو لذت ہو اُن سے آفتون کا ہجوم ہوتا ہو ایسی صورتون مین مستحب یہ ہو کہ عمل کرے اور آفتونکو دفع کرے پس اگر دفع نہ کر سکے تو چاہیے کہ تامل و اجتہاد سے اپنے دل سے فتوی لے اور دل مین جسقدر خیر اور جسقدر شر ہو دونون کو تولے اور نور علم سے جو کچھ سمجھ مین آوے وہ کرے طبیعت کے میل کے موافق نہ کرے اور اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو چیز دل پر آسان معلوم ہوتی ہو اسی مین ضرر ہوتا ہے اس لیے کہ نفس سوائے شر کے اور کچھ مشورہ نہین دیتا اور امر خیر سے لذت کم پاتا ہو اور خیر کی طرف رغبت بھی کم کرتا ہو گو بعض اوقات یہ بھی کچھ بعید نہین یہ باتین ایسی ہین کہ انپر جدا جدا حکم نفی اور اثبات کا نہین ہو سکتا اسی لیے اُنکو اجتہاد دلی پر حوالہ کیا جاتا ہے تاکہ جو بات دین کے لیے مناسب سمجھے اور بے کھٹکے ہو اُسکو بجا لاوے اور مشکوک سے باز رہے۔ پھر بعض اوقات جاہل کو اس بیان سے دھوکا پڑ جاتا ہو تو مال کو تو جمع کرتا ہو مگر بخوف آفت خرچ نہین کرتا ہو اُسکا نام بخل ہو اور اسمین کسی کو خلاف نہین کہ صدقات کا تو کیا ذکر ہے مباحات مین بھی مال کا خرچ کرنا ہی بہ نسبت جمع کرنے کے افضل ہو اور اختلاف اس شخص کے حال مین ہو جسکو حاجت کمائی کی ہو کہ اُسکے حق مین کونسی بات بہتر ہو کسب اور انفاق کو ترک کر کے ذکر خدا کرنا یا کسب حلال کر کے خیرات مین خرچ کرنا اور وجہ اختلاف کی یہ ہو کہ کسب مین بہت سی آفتین ہین لیکن جو مال کہ وجہ حلال سے حاصل ہوا ہو اُسکو دیڈالنا ہی مساک سے بہر حال افضل ہو۔ اب چند علامتون سے کہ واعظ یا عالم معلوم ہو جاوے کہ اُسکو لوگون کا دکھلانا منظور نہین صدق و اخلاص ہی باعث وعظ ہو اُنکا سننا چاہیے اول تو یہ پہچان ہو کہ اگر کوئی شخص اُس سے اچھا وعظ کہنے والا خواہ زیادہ علم والا ظاہر ہو اور لوگ اُسکو زیادہ تر مانین تو اُس کی حسد نہ رہے بلکہ خوش ہو ہان اگر غبطہ کرے یعنے یہ چاہے کہ جیسا علم اُسے ہو ویسا ہی مجھے ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین دوسری یہ کہ اگر بڑے آدمی اُس کی مجلس مین آجاوین تو جیسا پہلے سے کہہ رہا تھا ویسا ہی کہے جاوے کچھ کلام مین تبدیل نہ کرے سب لوگون کو ایک نظر سے دیکھے تیسری یہ کہ اس بات کو اچھا نہ سمجھے کہ بہت سے لوگ میرے ساتھ ہون اور بازار مین کوئی مجھے آگے نہ بڑھے اور سوائے اسکے بہت سی علامتین ہین جنکا شمار طویل ہو سعید بن ابی مروان سے روایت ہو کہ مین پہلو مین حضرت حسن بصری کے بیٹھا تھا اور آپ مسجد مین کچھ فرماتے تھے اتنے مین دروازے سے حجاج بن یوسف مع اپنی اردلی کے زرد خچر پر سوار اندر آیا اور مسجد مین چہار طرف دیکھنے لگا جتنا اجتماع کہ حضرت حسنؒ کے حلقہ مین تھا اور جگہ نہ پایا اُسی طرف متوجہ ہوا جب قریب حلقہ کے پہونچا تو سواری سے اُتر پڑا اور حضرت حسن کی طرف چلا جب آپ نے اُسکو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو تھوڑی سی جگہ اپنی نشست مین سے چھوڑ دی

سعید کہتے ہین کہ مین نے بھی تھوڑی جگہ اپنی نشست مین چھوڑی تو مجھ مین اور حضرت حسنؓ مین تھوڑا فاصلہ ہو گیا اسقدر جگہ مین حجاج آکر بیٹھ
گیا اور حضرت حسنؓ جیسا کلام ہر روز کیا کرتے تھے ویسا ہی کہہ رہے تھے اسوقت بھی کہتے رہے مین نے اپنے دلمین کہا کہ آج حسنؓ دیسے
کہان ہونگے دیکھو حجاج کے بیٹھنے سے کچھ کلام زیادہ کرینگے جس سے اُسکی طرف تقرب پایا جاوے یا اُسکے رعب مین آکر کچھ کلام کم کرتے ہین
مگر حضرت حسنؓ نے اور دنون کے مانند ایک ہی سی گفتگو کی یہانتک کہ کلام تمام کر دیا اور کچھ پروا نکی کہ کون بیٹھا ہی جب آپ کلام سے فارغ ہوئے
تو حجاج نے اپنا ہاتھ اٹھا کر آپ کے مونڈھے پر مارا اور کہا کہ شیخ نے سچ کہا اور خوب کہا لوگو ایسی ہی مجالس مین بیٹھا کرو اور جو کچھ وہان سنو اُسکو اپنا
خلق و عادت بنالو مجھکو حدیث شریف پہونچی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان مجالس الذکر ریاض الجنۃ اور ہم لوگ تو
خلق کے انتظام مین مبتلا ہوگئے ورنہ ان مجالس مین ہم سے زیادہ تم نہ بیٹھتے کیونکہ ہمکو ان مجالس کی خوبیان زیادہ معلوم ہین بعد
اسکے حجاج نے تبسم کرکے ایسی تقریر کی کہ حضرت حسن اور حاضرین جلسہ سب اُسکی بلاغت سے متعجب ہوے اور فارغ ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا تھوڑی دیر کے بعد
ایک آدمی شام کا حضرت حسنؓ کی مجلس مین آیا اور جس جگہ حجاج کھڑا تھا وہان ہی کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے مسلمانون خدا کے بندو تم
کو تعجب نہین آتا کہ مین ایک شخص نہایت بوڑھا ہون اور جہاد کرتا ہون گھوڑے خچر کی اور خیمہ کی مجھے تکلیف ہی اور میرے
پاس تین سو درہم ہین جو لوگون نے دیے ہین اور میرے سات لڑکیان ہین غرض یہانتک اپنی تنگدستی کی شکایت کی کہ حضرت
حسنؓ اور سب اُنکے ساتھی اُسپر رحم کرنے لگے اور حضرت حسن رہ سر نیچے جھکائے تھے جب وہ شخص کلام سے فارغ ہوا تو آپ نے
سر اُٹھایا اور فرمایا کہ خدا ان امرا سے سمجھے انھون نے اللہ کے بندون کو اپنا غلام تصور کیا ہی اور خدا تعالی کے مال کو اپنا مال
سمجھ لیا ہی لوگون سے دینار اور درم کے لیے لڑتے ہین جب دشمن خدا جہاد کو جاتا ہی تو خود چمکتے خیمون مین رہتے ہین اور تیز سواریون
پر سوار ہوتے ہین اور اگر دوسرے کسی مسلمان بھائی کو جہاد پر بھیجتے ہین تو بھوکھا پیاسا پیادہ بھیجتے ہین اسطرح کی باتین بڑی
بڑی آپ نے سلاطین کے حق مین کہین اور اُنکے عیبون مین سے کچھ فروگذاشت نہ کیا ایک شخص اہل شام مین کا اُٹھا اور آپکی چغلی حجاج
سے جا کر کی اور بعینہٖ آپکا کلام نقل کر دیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حجاج کا آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ امیر نے یاد کیا ہی حضرت حسن رہ ساتھ
ہولیے اور ہم کو خوف ہوا کہ دیکھیے اس سخت کلامی سے کیا نتیجہ ہو ذرا دیر کے بعد آپ تبسم کرتے واپس آئے اور مین نے بہت کم آپ کو ہنستے
دیکھا آپ کا دستور ہمیشہ سے مسکرانے ہی کا تھا جب تشریف لا کر اپنی جگہ بیٹھ گئے تو امانت کی عظمت بیان فرمائی اور فرمایا کہ آپس کے
پاس بیٹھنے مین بھی امانت ہی شاید تمکو بھی خیال ہوگا کہ خیانت درم و دینار کے سوا اور کسی چیز مین نہین حالانکہ اشد خیانت یہ ہی کہ تم لوگ
ہمارے پاس بیٹھو اور ہم پر اعتبار کرکے کچھ ذکر کرین پھر تم اُسکو ایک آگ کے شعلہ کے پاس جا کر کہدو میرا حال یہ ہوا کہ جب اس شخص
کے سامنے یعنے حجاج کے گیا تو اُسنے کہا کہ آپ اپنی زبان کو کوتاہ کرین یہ جو الفاظ کہے کہ جب دشمن خدا خود جہاد کرتا ہی تو ایسا ایسا
ہوتا ہی اور جب دوسرے سے جہاد کراتا ہی تو چنین چنان کرتا ہی یہ باتین مت کہو اسکی کچھ پروا نہین کہ تم لوگون کو ہم پر برانگیختہ کرو
اور نہ ہم اس بات سے تمھاری نصیحت کو لغو جانین مگر آپ کو یہ باتین کم کرنی چاہیین پھر حسنؓ نے فرمایا کہ اسطرح خدا نے اُسکو دفع کیا
اتفاقا ایک بار حضرت حسنؓ سوار ہو کر گھر تشریف لیے جاتے تھے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو بہت لوگ آپ کے پیچھے چلتے تھے آپ ٹھہر گئے

اور فرمایا کہ تم کو کچھ مجھ سے حاجت ہی کچھ پوچھنا چاہتے ہو جو ساتھ آتے ہو ہٹ جاؤ یہ صورت بندے کے دلمین کچھ باقی نہین چھوڑتی تو ان علامات اور انکے مانند اور نشانیون سے حال باطن کا معلوم ہوجاتا ہی اور جن عالمون کا یہ حال ہو کہ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہون اور جلتے ہون اور انس و اعانت کا باہم نام بھی نہ ہو تو معلوم کرلو کہ وہی لوگ ہین جنھون نے زندگی دنیا کو آخرت کے عوض مول لیا اور وہی نقصان مین بھی ہین خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہم پر رحم کرے

دسوان بیان اس باب مین کہ عبادت کو لوگون کے دیکھنے سے جو نشاط بندہ کو حاصل ہوتا ہی اُسمین سے کونسا درست ہی اور کونسا نادرست

جاننا چاہیے کہ آدمی کبھی ایسے لوگون مین شب باش ہوتا ہی کہ وہ سب تہجد کو اُٹھتے ہین یا اُنمین کے بعض آدمی تمام رات یا تھوڑی رات نماز پڑھتے ہین اور اُسکا دستور اپنے گھر صرف ایک تھوڑی دیر جاگنے کا تھا جب اُنکو دیکھا تو اسکا شوق بھی موافقت کے لیے اُبھرا اور جتنی عادت اُسکو پہلے سے تھی اُس سے زیادہ ادا کی یا پہلے بالکل نہ پڑھتا تھا اُسی روز صرف دیکھنے سے شریک نماز ہوا اسیطرح کبھی ایسی جگہ مین جا پڑتا ہی کہ وہان کے سب لوگ روزہ دار ہوتے ہین تو اُسکو بھی شوق روزہ کا ہوتا ہی اور اگر وہ لوگ نہوتے تو یہ شوق نہ اُبھرتا تو یہ صورت شوق و نشاط کی بگمان غالب ریا معلوم ہوئی ہی اور اسمین واجب یہی ہے کہ موافقت نہ کرے حالانکہ یہ حکم مطلق نہین بلکہ اُسکی تفصیل یہ ہی اسواسطے کہ ہر مومن کو رغبت خدا کی عبادت اور شب بیداری اور روزہ کی ہوئی ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اُسکو ادا نہین کرسکتا یا غلبۂ شہوات یا کثرت کاروبار یا غفلت کے باعث بھولا رہتا ہی تو اکثر ایسا ہوتا ہی کہ جہان دوسرے کو وہ کام کرتے دیکھا پردہ غفلت دور ہوا اور موانع برطرف ہوے خواہ کثرت کار یا دوسری جگہ مین نہ رہے تو اس وقت وہ رغبت و شوق اُبھر کھڑا ہوتا ہی مثلاً کبھی آدمی اپنے گھر مین رہتا ہی اور بعض اسباب سے تہجد نہین پڑھ سکتا مثلاً گدگدے بچھونے کے باعث نیند سر پر سوار ہی یا اپنی بیوی کے ساتھ مزے لے رہا ہی یا اہل و اقارب سے باتین کررہا ہی یا بال بچون مین مصروف ہے یا اپنے داد و ستد والون کا حساب و کتاب دیکھ رہا ہی تو ایسا شخص جب کسی اور جگہ جاویگا تو یہ سب شغل اُس سے علیحدہ ہوجاوینگے جنسے اُسکی رغبت الی الخیر ناقص تھی اور بعض سبب خیر کے مرتکب کرنیوالے پیدا ہوجاوین گے جیسے دوسرے شخصون کا دیکھنا کہ متوجہ الی اللہ ہین اور دنیا سے منھ پھیر لیا ہی تو اُنکو دیکھ کر رغبت کریگا اور اُسپر نہایت شاق گذریگا کہ خدا کی طاعت مین لوگ مجھ سے پیش قدم ہووین اسی بنا پر باعث دینی حرکت مین آویگا کچھ ریا کے سبب آمادۂ طاعت نہوگا اور بعض اوقات اجنبی جگہ مین جاکر آدمی کو نیند نہین آتی تو ایسی جگہ نیند نہ آنا ہی غنیمت جانتا ہی اور گھر پر غلبۂ خواب کے سبب کچھ نہین کرسکتا اور بعض اوقات گھر پر جو ہمیشہ رہتا ہی اسواسطے ہمیشہ تہجد پڑھنا نفس کو گوارا نہین ہوتا اور کبھی کبھی پڑھ لے تو ہوسکتا ہی تو اسطرح کی باتین سبب شوق ہوجاتی ہین جبکہ موانع نہین رہتے اسی طرح اپنے گھر مین آدمی پر روزہ مشکل پڑتا ہی کیونکہ ہر طرح کی لذیذ چیزین کھانیکی عمدہ موجود رہتی ہین اُنکے چھوڑنے پر صبر نہین کرسکتا اور جس جگہ وہ چیزین نہین ملتین وہان کچھ صبر دشوار نہین ہوتا اسی لیے باعث دینی ایسی جگہ حرکت مین آکر روزہ رکھوا دیتا ہی کیونکہ شہوات موجودہ عوائق و موانع روزہ کی ہین اور باعث دینی پر غالب رہتی ہین جب آدمی اُنسے محفوظ رہا تو وہی باعث دینی قوی ہوجاتا ہی پس اسطرح کے اسباب کا واقع ہونا ممکن ہی اور یہ سب لوگونکو دیکھنے اور اُن کے ساتھ

موافقت کرنے سے ہوتے ہین اور کبھی ایسے وقت مین شیطان بھی عمل سے روک دیتا ہی اور کہتا ہی کہ عمل مت کرو ورنہ ریاکار ہوگا بشرطیکہ آدمی گھر پر عمل نہ کرتا ہو اور نہ نماز معتاد سے زیادہ ادا کرتا ہو۔ اور کبھی رغبت زیادتی کی انسان کو لوگون کے دیکھنے سے اسلیے ہوتی ہی کہ بُرا نہ کہین اور کاہلی کی طرف منسوب نہ کرین خصوصًا ایسی صورت مین کہ لوگون کا یہ گمان ہو کہ یہ شخص شب بیدار ہی تو آدمی کا دل نہین چاہتا کہ انکا عقیدہ جیسا میری طرف ہی اُسکے خلاف ہوکر نظرون سے گر جاؤن اسی لیے اپنی منزلت کی حفاظت ضروری سمجھتا ہی ایسے حال مین شیطان اور اشتعال کر دیتا ہی کہ نماز پڑھ تو مخلص ہی خاص اسکے واسطے پڑھتا ہی انکے دکھلانے کو نہین پڑھتا اور گھر پر جو ہر شب نہین پڑھتا تو کثرت موانع کی جہت سے نہین پڑھتا اُن عوائق کا دور ہونا سبب تیرے عمل کرنیکا ہی نہ لوگون کا مطلع ہونا پس یہ امر ارباب بصائر پر بھی مشتبہ رہتا ہی لیکن جب معلوم ہو جاوے کہ محرک ریا ہی تو زائد از معتاد نہ ادا کرنی چاہیے گو ایک ہی رکعت کیون نہ ہو اسواسطے کہ خدا کی طاعت پر لوگونکی تعریف کی خواہش سے گناہگار ہوتا ہی اور اگر باعث عمل دور ہونا عوائق کا اور غبطہ اور رغبت اُن لوگون کے اعمال کی ہو تو موافقت کرنے مین مضائقہ نہین اور اُسکی پہچان یہ ہی کہ دل مین سوچے کہ اگر بالفرض مین اُن کو نماز پڑھتے ایسی طرح دیکھتا کہ یہ لوگ مجھکو نہ دیکھتے مثلاً پردہ کی آڑ سے مین اُن کو دیکھتا رہتا اور اپنی جگہ سے نہ ہلتا تو ایسی صورت مین بھی نماز پڑھنے کو نفس چاہتا یا نہ چاہتا پس اگر ایسے حال مین بھی لوگون کی نظرون سے غائب ہونے مین نفس نماز کا راغب پایا جاوے تو موافقت لوگون کی کرنا چاہیے اسلیے کہ باعث عمل ریا نہین صرف امر حق ہی اور اگر خود آڑ مین رہ کر نفس نماز کا پڑھنا دشوار جانے تو لوگون کے سامنے بھی ترک کرنا چاہیے اسلیے کہ اس عمل کا باعث ریا ہی ہی اسیطرح کبھی انسان جمعہ کے روز مسجد جامع کا اتنا شوق و نشاط کرتا ہی جتنا اور روز نہین کرتا اور ہو سکتا ہی کہ اسکا باعث یا لوگونکی تعریف ہو یا اُنکا شوق و نشاط اور توجہ الی اللہ سے اسکی غفلت دور ہو جاوے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ لوگونکی دیکھا دیکھی باعث دینی متحرک ہوتا ہی مگر اُسکے ساتھ ہی نفس کی محبت حمد بھی آتی ہی تو ایسی صورت مین اگر یہ جانے کہ دل پر غالب ارادہ دینی ہی تو اتنی محبت حمد سے عمل کو چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ محبت حمد کو بُرا جانے اور عبادت مین مشغول ہو اسیطرح کبھی لوگ روتے ہین اور کوئی شخص اُنکو دیکھکر رونے لگتا ہی یہ رونا ریا سے نہین ہوتا بلکہ خدا کے خوف سے ہوتا ہی اور اگر اکیلا وہ کلام سنتا تو نہ روتا مگر لوگون کے رونے کی جہت سے دل پر نرمی آجاتی ہی اور بعض دفعہ جو رونا نہین آتا تو رونے کی صورت بنا لیتا ہی کبھی تو ریا کی جہت سے اور کبھی صدق کی جہت سے یعنی جب لوگونکو روتا دیکھتا ہے اور اپنا آنسو بھی نہین نکلتا تو اپنے نفس پر سنگدل ہونے کا خوف کرتا ہی اور بزور بسورنے لگتا ہی اور یہ بات اچھی ہی اور اُسکی پہچان یہ ہی کہ تامل کرے کہ اگر مین لوگونکا رونا ایسی جگہ سے سنتا کہ لوگ مجھے نہ دیکھتے تب بھی مین خوف اپنے دل کی سختی کا کرکے رونے کی صورت بناتا یا نہین پس اگر لوگون سے پوشیدہ رہنے کی صورت مین یہ بات نہو تو معلوم ہوگا کہ یہ بسورنا صرف اس خوف سے ہی کہ کوئی یون نہ کہے کہ بڑا سنگدل ہی ایسا بسورنا ترک کرنیکے قابل ہی حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اپنا خوف خدا اس غرض سے لوگونکو مت دکھلا کہ تیری تعظیم کرین حالانکہ دل تیرا بدکار ہو اسیطرح چیخنا اور لمبی سانس بھرنا اور رونا ذکر کے وقت یا تلاوت کے وقت یا اور کسیوقت کبھی بباعث صدق رنج اور خوف و ندامت و حسرت کے ہوتا ہی اور کبھی دوسرے کا غم و اندوہ دیکھکر اور اپنی سنگدلی خیال کرکے بتکلف سانس بھرنے اور

آہ آہ کرنے لگتا ہی اور یہ امر بہتر ہی مگر غمی اُسکے ساتھ یہ خواہش بھی ہوتی ہی کہ لوگ جانین کہ یہ شخص بہت غم مین رہتا ہی۔ اگر محض یہی باعث ہو تو اُسکا نام ریا ہی اور اگر واقع مین حزن و ملال بھی ہی اور یہ باعث بھی تو اگر باعث ریا کو بُرا جانیگا اور انکار کرکے قبول نہ کرے تو اُس کا رونا اور رسبورنا درست ہی اور اگر دل سے میلان ریا کی طرف ہوگا تو اجر باطل اور کوشش لا حاصل ہوگی اور غضب الٰہی مین گرفتار ہوگا۔ اور کبھی آہ آہ کرنا اصل مین غم کے باعث ہوتا ہی لیکن اُسکو بڑھا بڑھا کر بلند آواز سے کہتا ہی تو یہی زیادتی ریا و ممنوع ہی کیونکہ ابتدا صرف ریا کی اُسی سے ہوئی اور کبھی آدمی پر خوف اتنا آتا ہی کہ اُس سے اپنا نفس قابو مین نہین رہتا اور اُسوقت وسوسۂ ریا بھی پیش ہوتا ہی تو اُسکو قبول کرلیتا ہی اُسکا اثر یہ ہوتا ہی کہ آواز کو زیادہ دردناک خواہ بلند کرتا ہی یا آنسوؤن کو منھ پر بہنے دیتا ہی کہ کوئی دیکھے آنسو خوف الٰہی ہی سے نکلے تھے مگر اُسکا نشان جو منھ پر قائم رکھا تو صرف ریا ہی کی جہت سے رکھا اسیطرح کبھی ذکر سنتا ہی اور خوف کے مارے قوی ضعیف ہوجاتے ہین حتی کہ اگر پڑتا ہی پھر شرم کرتا ہی کہ کوئی یون نہ کہے کہ بدون زوال عقل اور حالت شدید کے کیسے گر گیا اس خیال سے تھرانے لگتا ہی اور بتکلف وجد کرتا ہی تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ غشی کے باعث گر تھا حالانکہ گرنے کی ابتدا درست تھی۔ اور کبھی عقل جاتی رہتی ہی اور گر پڑتا ہی مگر جلد افاقہ ہوجاتا ہی اُسوقت دل پر گذرتا ہی کہ لوگ کہینگے کہ ایسا حال کیا ہے کہ ذرا دیر نہ ٹھہرا بجلی کی طرح چمک گیا تو اس خیال سے بہت دیر تک تڑپتا رہتا ہی اور ناچتا ہی تاکہ اپنا حال دیرپا ظاہر کرے۔ اسیطرح کبھی ضعف کے بعد جو جلد افاقہ ہوجاتا ہی اور ضعف بھی جلد جاتا رہتا ہی تو اس بات کا خوف کرتا ہی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ بیہوشی اور حال ٹھیک نہ تھا ورنہ ضعف دیر تک رہتا پس اُسکے باعث اظہار ضعف اور آہ کا دیر تک کرتا ہی کہین دوسرے کے سہارے لگتا ہی تاکہ معلوم ہو کہ ضعف کے سبب کھڑا نہین رہ سکتا کہین چلنے مین جھک جھک پڑتا ہی اور قدم قریب رکھتا ہی اس لیے کہ ظاہر ہو کہ تیز نہین چل سکتا۔ تو یہ سب باتین شیطان کے فریب اور نفس کے وسواس مین داخل ہین جب ایسے خطرے ہون تو اُنکا علاج یہ ہی کہ خیال کرے کہ اگر آدمی میرے اس نفاق پر مطلع ہوجاوین اور دل کی بات پر آگاہ ہون تو بہت غصہ ہون اور اللہ تعالےٰ تو ہر وقت مطلع ہی اُس کا غصہ بڑا سخت ہی۔ حضرت ذوالنون مصریؒ ایک بار کھڑے ہوے اور تھرانے لگے ایک پیر جی اُنکے ساتھ کھڑے ہوے کہ اُنمین اثر تکلف کا معلوم ہوتا تھا حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ اے شیخ الذی یراک حین تقوم یعنی خدا تو تمھارے اس قیام کو دیکھتا ہی تکلف کی کیا ضرورت ہی پس وہ شیخ بیٹھ گیا خلاصہ یہ کہ اسطرح کے سب اعمال منافقون کے ہوتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ نعوذ باللہ من خشوع النفاق اور نفاق کا خشوع یہ ہی کہ اعضا تو خشوع کرین اور دل مین خشوع نہ ہو اور اسی قبیل سے ہی استغفار اور استعاذہ خدا تعالےٰ کے غضب و عذاب سے کہ یہ بھی کبھی تو دل مین خوف سمانے اور گناہ یاد کرنے اور اُسپر ندامت کرنے سے ہوتا ہی اور کبھی ریا کے باعث ہوتا ہی۔ پس ایسے وساوس دل پر قریب قریب ایک دوسرے کے بعد وارد ہوکر کام سے روکتے ہین اور ایک دوسرے مین ملتے جلتے بھی ہین اس لیے مناسب ہی کہ جب آدمی کو خطرہ ہو تو تامل کرے کہ یہ کیا ہی اور کہان سے آیا اگر خدا کے لیے ہی تو اُسیطرح کرے جیسا دل مین گذرا ہی مگر اُسکے ساتھ ہی ڈرنا بھی چاہیے کہ شاید کچھ ریاے پوشیدہ اُسمین نہ ملا ہو جس کی اطلاع نہ ہوئی ہو اور عبادت کے قبول اور عدم قبول

سے بھی ترسان رہنا چاہیے کہ اخلاص اسمین ہوا ہے یا نہین اور جب اخلاص سے عمل کو شروع کیا ہے تو اس بات سے بھی احتراز چاہیے کہ وسوسہ خواہش لوگون کی تعریف کا پھر نہ آنے پاوے اسواسطے کہ یہ بہت دفعہ آتا ہے جب کبھی آوے تو یہ دل مین سوچے کہ اللہ تعالے میرے حال کا دانا بینا ہے اگر مین اُس کی اطاعت سے لوگون کی تعریف چاہونگا تو اُسکے غصہ مین پڑونگا اور وہ بات یاد کرے جو تین آدمیون مین سے ایک نے حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت مین عرض کی تھی جب وہ تینون آپ کے پاس آئے تھے اُسنے کہا تھا کہ اے ایوب آپ کو معلوم نہین کہ بندہ کا عمل ظاہر جس سے نفس کی طرف سے فریب دیا کرتا ہے جاتا رہیگا اور امر باطن پر جزا دیا جاوے گا اور بعض اکابر یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہون کہ لوگ مجھے جانین کہ مین تجھ سے ڈرتا ہون حالانکہ تو مجھ سے ناراض ہو اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون اس امر سے کہ لوگون کی نظرون مین تو میرا ظاہر اچھا ہو اور اُنسے الگ ہو کر تیرے لیے میرا باطن بُرا ہو اپنے جی مین لوگون کے دکھلاوے کی تو محافظت کرون اور تجھے میرے حال سے مطلع ہے اسکو برباد کرون لوگون کے واسطے تو اچھے عمل ظاہر کرون اور تیرے لیے بُرے عمل پیش کرون حسنات سے تو لوگون کا تقرب چاہون اور تیری طرف سیئات لے کر اؤن اور تیرے غصہ اور ناراضی کا باعث ہون اے پروردگار عالم ان سب باتون سے مجھ کو پناہ دے اور حضرت ایوب کے پاس جو تین شخص آئے تھے انین سے ایک نے کہا کہ اے ایوب جو لوگ خدا سے حاجت مانگتے وقت اپنے ظاہر کی حفاظت اور باطن کی بربادی کرتے ہین اُنکے منھ سیاہ ہونگے یہ ہین آفتین ریا کی بندہ کو چاہیے کہ دل کی خوب حفاظت کرے تاکہ آفات پر مطلع ہو جایا کرے کیونکہ حدیث شریف مین ہے کہ ریا کے ستر دروازے ہین اور معلوم ہو چکا ہے کہ انمین سے بعض پوشیدہ تر بعض سے ہین یہانتک کہ کچھ چیونٹی کی چال کے موافق ہین اور کچھ اس سے بھی پوشیدہ اور ظاہر ہے کہ جو ایسی خفی چیز ہو اسکو بدون شدت تلاش اور حفاظت کے معلوم نہین کر سکتا اور کوشش کے بعد بھی اگر معلوم ہو جاوے تو غنیمت ہے بے تلاش و جستجوے دل کے اور بدون امتحان نفس اور تفتیش اُسکے فریبون کے توقع اُسپر مطلع ہونیکی رکھنی دشوار ہے

خدا تعالی سب کو اپنے کرم و احسان سے اُن آفات سے بچاوے

گیارھوان بیان اس امر مین کہ مرید پر قبل عمل اور بعد عمل اور عین عمل مین کیا کرنا چاہیے

واضح ہو کہ سب سے بہتر مرید کے حق مین یہ ہے کہ تمام اوقات مین اپنی طاعتون پر خدا ے تعالی ہی کے علم پر قناعت کرے اور علم الٰہی پر اُسی کو قناعت ہوتی ہے جو خدا ے تعالی ہی سے خوف کرے اور اسی سے توقع رکھے اور جو شخص غیر سے خوف و توقع رکھے گا تو اُسکی اطلاع کا بھی خواہان ہوگا کہ میرے عمدہ احوال کی اُسکو اطلاع ہو پس جب یہ صورت کسی کی ہو تو چاہیے کہ دل مین عقل و ایمان کی جہت سے اس امر کی بُرائی کو لازم کرے اسلیے کہ اُسکے باعث یہ ڈر ہے کہ خدا ے تعالی ناراض نہ ہو جاوے اور جب ایسی طاعتین بڑی اور شاق کرے جو اور دن سے نہو سکین اُسوقت اپنے نفس کی حفاظت پر ضرور ہے اس لیے کہ ایسے حال مین نفس کو اُنکے افشا کی کمال حرص ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ تیرے اس بڑے عمل یا ایسے عظیم خوف یا اس جیسے رونے پر اگر خلق کو اطلاع ہو گی تو تجھکو سجدہ کرنے لگینگے اسلیے کہ خلق مین اور کون ہے جو ایسا کر سکے تو ایسے عمل کے چھپانے پر کیسے راضی ہے لوگون کو تیرا مقام کیسے کھلے گا اور قدر کسطرح معلوم ہو گی اقتدا

سے محروم رہین گے غرض جب یہ صورت پیش ہو تو عابد کو چاہیے کہ ثابت قدم رہے اور اپنے عمل کی بُرائی کے مقابلے مین عظمت ملک آخرت اور لذائذ جنت کے جو ابد الآباد رہین گے یاد کرے اور یہ بھی سوچے کہ خدا کی طاعت پر بندون سے ثواب لینے مین کیسا بڑا غصہ اور عذاب الٰہی ہوگا اور عمل کا ظاہر کرنا وہ مرے پر گو اچھا معلوم ہوتا ہی مگر خدا کے نزدیک موجب تنزل ہی ثواب عمل کا بالکل کھو دیتا ہی اور پھر نفس کو یون سمجھاوے کہ ایسے عمل کو مین لوگون کی تعریف کے بدلے مین کسطرح دبے ڈالون وہ لوگ تو خود عاجز ہین نہ میرے رزق پر قدرت رکھتے ہین نہ موت پر اسی بات کو دل مین جماوے ایسا نہ ہو کہ یاس چھا جاوے اور کہنے لگے کہ اخلاص تو زبردستون کا کام ہی اور جو لوگ غلط ملط کر دیتے ہین اُنکی شان ایسی کہان ہوسکتی ہی اور اس باعث سے اخلاص مین مجاہدہ نکرے بلکہ یہ جان لینا چاہیے کہ متقیون کی نسبت کہ غیر متقیون کو اخلاص کی حاجت زیادہ ہی اس لیے کہ متقیون کی اگر نفلین جاتی رہینگی تو فرائض تو کامل رہین گے غیر متقی کے تو فرائض مین بھی نقصان ہی اور اُنکا نقصان نوافل ہی سے بھرا جاویگا اگر نوافل درست نہوئین تو فرضون کے نقصان کے باعث تباہ ہو جاویگا غرضکہ غیر متقی کو حاجت اخلاص کی زیادہ تر ہی اور تمیم داری رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ قیامت کو بندہ کے حساب کے وقت اگر فرضون مین کمی ہوگی تو حکم ہوگا کہ دیکھو اسکی نفل بھی کوئی ہی یا نہین اگر نفل نکلیگی تو اُس سے فرض کا نقصان پورا ہو جاویگا ورنہ ہاتھ پاؤن پکڑ کر دوزخ مین ڈال دیا جاویگا انتہی تو قیامت مین جو شخص غلط ملط عمل مین کرتا ہی اُسی کو ضرورت فرضون کے پورا کرنے کی ہوگی کہ اُسکے فرض ناقص ہونگے اور گناہ کثرت سے اور گناہون کے کفارہ کی بھی حاجت ہوگی اور جبر نقصان فرض اور کفارہ گناہ بدون نوافل مین اخلاص کیے نہین ہوسکتا اور متقی جو نوافل مین اخلاص کرتا ہی تو وہ ترقی درجات کا خواہان ہی ورنہ اگر نفل اُسکے پاس نہوگی تب بھی اتنے حسنات ضرور رہین گے جنسے جنت ملجاوے اس سے معلوم ہوا کہ خوف اطلاع خدا تعالی کا ہر وقت دل کے ساتھ رہنا ضرور ہی تاکہ نوافل صحیح ہون پھر بعد فراغ عمل کے بھی یہ خوف رہنا چاہیے تاکہ اس عمل کو ظاہر نکرے اور لوگون سے نہ کہے جب یہ سب باتین کر چکے تب اس بات کا خوف چاہیے کہ کہین ایسا نہوا ہو کہ ریاے پوشیدہ اسمین داخل ہو گیا ہو اور مجھکو اطلاع نہوئی ہو اس بنا پر اپنے عمل کے قبول اور عدم قبول مین شک کرنا ضرور ہی یعنی یہ سوچے کہ ہوسکتا ہی کہ خدا تعالے نے میری نیت خفیہ دیکھلی ہو اور اُس کے سبب مجھ سے ناراض ہو کر میرا عمل میرے سر مارے اور یہ شک اور خوف عمل کیوقت اور بعد عمل چاہیے ابتداے نیت عمل مین نہ چاہیے بلکہ ابتدا مین تو اس بات کا یقین کرے کہ مین مخلص ہون سواے رضاے خدا کے اور کچھ نہین چاہتا تاکہ عمل درست ہو اور جب عمل شروع کرنے پر ایک ایسا لحظہ گذر جاوے جسمین غفلت اور نسیان ہوسکتی ہو تو اس بات کا خوف مناسب حال ہی کہ اس غفلت مین شاید کوئی شائبہ ریا خواہ عجب کا آگیا ہو جس سے عمل باطل ہو گیا ہو مگر توقع قبول کی غالب ہے اسواسطے کہ عمل کے اندر با اخلاص یقیناً داخل ہوا ہی اور اس بات مین شک ہی کہ ریا کے سبب عمل فاسد ہو گیا یا نہین تو یقینی بات کی طرف گمان غالب ہی اور اس بات کے معلوم کرنے سے مناجات و طاعات مین بڑی لذت ہوتی ہی اسلیے کہ اخلاص تو یقینی ہی اور ریا مین شک ہی اور یہ شخص جو اس شک سے بھی خوف کرتا ہے تو اُسکا خوف اس قابل ہی کہ اگر وسوسۂ ریا غفلت مین بھی ہو گیا ہو تو اسکو دور کردے اور جو شخص کہ لوگون کی کارروائی اور طلبہ کی تعلیم سے تقرب الی اللہ چاہے اُسکو بھی چاہیے کہ اپنے نفس پر توقع ثواب کی کرے اس نظر

سے کہ جس آدمی کا کام نکلیگا اُسکے دل کو سرور ہوگا اور جو علم سیکھے گا اُسکے بموجب کام کریگا یہ دونون صورتین ثواب کی اُسکے لیے ہین مگر صرف توقع ثواب ہی سے رکھنی چاہیے شکر اور مکافات اور ثناخوانی کا خواہان نہو نہ طالب علم سے نہ جسکی ضرورت نکالی ہو اُس سے ورنہ عمل جاتا رہیگا مثلاً اگر طالب علم سے توقع رکھے کہ پڑھانے کے عوض یہ میرا کام خدمت کریگا یا راہ مین ساتھ چلیگا تاکہ جتھا زیادہ ہو یا اور کسی کام مین تدبیر و فکر کریگا تو یہ شخص اپنی اُجرت لے چکا اسکے سوا اور کچھ ثواب نہ ملیگا۔ ہان اگر اُسنے کچھ نیت نہ کی تھی صرف یہ قصد کیا تھا کہ جب یہ پڑھ کر علم کے بموجب کام کریگا تو مجھکو بھی اُتنا ہی ثواب ملا کریگا لیکن شاگرد نے خود بخود خدمت کی اور اُسنے اُسکو قبول کیا تو اس صورت مین ہمکو توقع ہے کہ اُسکا ثواب باطل نہو بشرطیکہ اُستاد کو نہ انتظار خدمت ہو نہ ارادہ یہانتک کہ اگر شاگرد خدمت نہ کرتا تو کچھ بعید نہ جانتا اور باوجود پائے جانے ان سب شرائط کے اگلے علما پھر بھی خدمت سے عذر کرتے تھے چنانچہ روایت ہے کہ ایک عالم کنوین مین گر پڑے لوگ اُنکے نکالنے کو آئے اور رسی اندر ڈالی تو اُنھون نے اندر سے قسم دلائی کہ جس شخص نے مجھسے ایک آیت بھی قرآن مجید کی پڑھی ہو یا حدیث سُنی ہو وہ اس رسی کو ہاتھ نہ لگاوے اسی خوف سے کہ مبادا اتنی خدمت لینے سے ثواب جاتا رہے اور شقیق بلخی رح روایت کرتے ہین کہ مین نے ایک کپڑا حضرت سفیان ثوری رح کے پاس بطور ہدیہ بھیجا اُنھون نے مجھکو واپس کردیا مین نے عرض کیا کہ یا حضرت مین تو آپ سے حدیث نہین پڑھتا ہون کہ آپ پھیرے دیتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ یہ تو مین بھی جانتا ہون مگر تمھارا بھائی مجھ سے حدیث پڑھتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ کہین اُسکے لیے میرا دل اورون کی بہ نسبت زیادہ نرم نہو جاوے اور ایکبار ایک شخص اُنھین کی خدمت مین ایک تھیلی یا دو تھیلیان لایا اور اُس شخص کا باپ آپ کا بڑا دوست تھا آپ اکثر اُس کے پاس تشریف لے جاتے تھے اُس شخص نے عرض کیا کہ آپ کے دل مین میرے باپ کی طرف سے کوئی بات ہے آپ نے فرمایا خدا اُسکو بخشے وہ ایسا اور ایسا تھا اُسکی مدح و ثنا کی اُسنے عرض کیا کہ آپ تو جانتے ہی ہین کہ یہ مال میرے قبضے مین اُنھی کے ترکے سے آیا ہے تو مین اسقدر لایا ہون کہ آپ بھی اس سے اپنے عیال کی پرداخت فرماوین پس حضرت سفیان نے قبول کرلیا مگر جب وہ شخص چلا گیا تو اپنے بیٹے مبارک سے کہا کہ جلد جاؤ اور اُس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ شخص آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میری مرضی یہ ہے کہ اپنا مال لیجاؤ اُسنے ہرچند اصرار کیا مگر آپنے نہ مانا اور واپس کردیا شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ اُسکے باپ سے محبت للّٰہی تھی تو برا جانا کہ اُسکے مال مین سے کچھ لیوین آپ کے بیٹے مبارک کہتے ہین کہ جب وہ شخص مال لیکر چلا گیا مین نہ رہ سکا اور آپکی خدمت مین عرض کیا کہ کیا ہوا ہے یہ چند گنتی کے تھے اُنکو واپس کیون کردیا تمھارے یہان کیا کنبہ نہین تم کو مجھپر رحم نہین آتا اپنے بھائیون پر رحم نہین کرتے نہ ہمارے عیال پر رحم کرتے ہو غرض جتنا کہا گیا خوب کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک خدا سے ڈرو کھاؤ اور اڑاؤ تو تم اور اسکی باز پرس ہو مجھسے اس بیان سے معلوم ہوا کہ عالم سے اگر کسی کو فیض ہو تو اُسکے ثواب کا طالب صرف خدا سے ہو اور شاگرد کو بھی واجب ہے کہ وہ بھی ہمیشہ طالب حمد خدا اور اُسکے ثواب و منزلت کا رہے اُستاد کے نزدیک اور خلق کی نظرون مین عزیز ہونیکا خیال دل سے دور رکھے اور کبھی شاگرد کو یہ سوجھتی ہے کہ اگر ظاہر مین طاعت الٰہی کرونگا تو اُسکی نظرون مین رتبہ حاصل کرونگا اور اچھی طرح پڑھونگا مگر یہ خیال غلط ہے اسواسطے کہ طاعت الٰہی سے ارادۂ غیر اللہ کا کرنے سے نقصان تو اُسیوقت ہوتا ہے اور علم کا مفید ہونا اور غیر مفید ہونا موہوم

ہی پس عمل نقد کو اس ذہنی فائدہ کے عوض ضائع کرے کیون نقصان اُٹھاوے یہ امر تو سراسر ناجائز ہی بلکہ یون چاہیے کہ اللہ ہی کے واسطے پڑھے اور اُسی کے واسطے عبادت کرے اور اسی کے لیے استاد کی خدمت کرے اسلیے نہ کرے کہ اُستاد کے دلمین جگہ ہوگی اگر یہ منظور ہو کہ تحصیل علم طاعت مین متصور رہو اسلیے کہ بندون کو یہی حکم ہی کہ سواے خدا کے اور کسی کی عبادت نکرین اور نہ اپنی طاعت سے غیر خدا کو چاہین اسی طرح جو اپنے مان باپ کی خدمت کرے وہ اس قصد سے کرے کہ مان باپ کی رضامندی مین خدا کی رضامندی ہی اسلیے نہ کرے کہ خدمت کرنے سے میری جگہ اُنکے دلمین ہو جاوے اور اُسکو جائز نہین کہ طاعت خدا سے ریا اسلیے کرے کہ مان باپ کے دلمین جگہ پیدا ہو کیونکہ یہ امر گناہ ہی اور کیا عجب ہی کہ خداوند کریم اُسکا ریا بطرف کردے اور مان باپ کی نظرون سے گرجاوے۔ اور زاہد جو لوگون سے کنارہ کش ہو تو اُسکو ہمیشہ خیال ذکر الٰہی کا دل کے ساتھ رہنا چاہیے اور خداے تعالیٰ کے واقف ہونے پر قناعت کرنی چاہیے اُس کے دل مین یہ بات نہ گذرے کہ میرے زہد کا حال لوگون کو معلوم ہو جاوے اور وہ میری عظمت کرین اسلیے کہ اس سے تخم ریا مزرع سینہ مین بویا جاتا ہی یہانتک کہ عبادات کا کرنا تنہائی مین آسان ہو جاتا ہی اور چونکہ لوگ اس کی تکریم کرتے ہین اور اسکی گوشہ نشینی سے واقف ہین اسلیے بڑے اطمینان سے بیٹھا رہتا ہی اور اسکو خبر نہین کہ اسوجہ سے عمل مجھپر ہلکے معلوم ہوتے ہین حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ مین نے معرفت ایک راہب سے سیکھی ہی جسکا نام سمعان تھا مین اُسکے پاس اُسکے گرجا مین گیا اور اس سے پوچھا کہ تم اس جگہ کب سے ٹھہرے ہو اُسنے کہا کہ ستر برس سے مین نے پوچھا کہ آپکی غذا کیا ہی اُسنے کہا کہ اس سے تمھارا کیا مطلب ہی مین نے کہا کہ صرف پوچھنا منظور ہی اُسنے کہا کہ ہر شب ایک چنا کھاتا ہون مین نے پوچھا کہ تمھارے دلمین ایسی کیا بات رہتی ہی کہ ایک چنا کافی ہو جاتا ہی اُسنے جواب دیا کہ یہ لوگ جو تمھاری نظر کے سامنے ہین ہر سال مین ایک روز میرے پاس آتے ہین اور اس عبادت خانہ کو آراستہ کرتے ہین اور اُسکے گرد طواف کرتے ہین اور میری بڑی تعظیم کرتے ہین پس جب کبھی میرا نفس عبادت سے کسل کرتا ہی تو مین اُسکو اسی ایک ساعت کی عزت یاد دلاتا ہون تو ایک ساعت کی توقیر کے واسطے مین سال بھر مشقت اُٹھاتا ہون پس اے موحد تو ایک ساعت کی مشقت سے عزت جاوید حاصل کر اُسکی اس بات سے میرے دل مین معرفت الٰہی کی قوت ہوئی پھر اُسنے کہا کہ اسقدر بس ہی یا اور زیادہ دیکھا چاہتے ہو۔ مین نے کہا کہ بہتر۔ کہا کہ اس عبادت خانہ سے نیچے اترو جب مین نیچے گیا تو اُسنے ایک پڑیا مین بیس چنے لٹکا کر مجھے دیے اور کہا کہ دیر مین چلے جاؤ وہان کے لوگون نے مجھے لٹکاتے دیکھ لیا ہی مین دیر مین جو گیا تو سب نصاریٰ میرے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ میان موحد مرشد نے تمکو کیا دیا ہی مین نے کہا کہ اپنی غذا دی ہی اُنھون نے کہا کہ تم اسکو کیا کروگے اُسکے مستحق ہم لوگ ہین ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مین نے کہا اچھا بیس اشرفی کو بیچتا ہون اُنھون نے بیس اشرفیان دیکر چنے لے لیے مین پھر اُس راہب کے پاس آیا اُسنے پوچھا کہ چنے کیا کیے مین نے کہا کہ اُن لوگون کے ہاتھ بیچدیے اُسنے پوچھا کتنے کو مین نے کہا بیس اشرفیون کو اس نے کہا کہ تم چوک گئے اگر بیس ہزار اشرفیان مانگتے تو وہ تمھین دیتے میان موحد یہ عزت اُس شخص کی ہی جو اُسکو عبادت نہین کرتا اور جو خاص اسکی عبادت کرتا ہی اُسکا کیا کہنا ہی اب تم اپنے رب کیطرف متوجہ ہو جاؤ اور چلنا پھرنا چھوڑدو انتہیٰ اور مقصود یہ ہی کہ نفس کو جب اپنی عزت لوگون کے دلونمین معلوم ہوتی ہی تو تنہائی مین بھی سبب مجاہدہ

ہوتی ہو مگر کبھی بندہ کو اسکی اطلاع نہین ہوتی اسلیے ضرور ہوا کہ اس سے پرحذر رہنا چاہیے اور نشان سلامتی کا یہ ہو کہ آدمی اور بہائم عابد کے نزدیک یک سے معلوم ہون اگر بالفرض لوگونکا اعتقاد اس سے پھر جاوے تو دل تنگ نہو اور نہ واویلا کرے اور اگر تھوڑی سی کراہت دل مین آوے بھی تو اُسکو فورًا اپنی عقل و ایمان سے دفع کرے حتی کہ اگر مثلًا یہ شخص عبادت مین ہو اور تمام لوگ اسپر مطلع ہو جاوین تو انکی اطلاع سے نہ تو کچھ خشوع اُسکا زیادہ ہو اور نہ دل پر سرور اگر کچھ ایک دوسرے سے اسکو حاصل ہو تو اس بات کی دلیل ہو کہ ابھی ضعیف ہے لیکن اگر اُسکے رد کرنے کی قدرت عقل و ایمان کے زور سے رکھتا ہو اور دفع کی طرف مبادرت کرکے اسکو مانتا ہی نہین تو مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اُسکی سعی ضائع نہ جاویگی اور اگر لوگون کے دیکھنے کے وقت خشوع دلبستگی اس نظر سے زیادہ کرے کہ لوگ زیادہ نہ کھل کھیلین اور تضیع اوقات نہ کرین تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین لیکن اس صورت مین دھوکا بھی ہو اسلیے کہ اظہار خشوع کیلیے نفس کی شہوات بعض اوقات پوشیدہ ہوتی ہو مگر اُسکے اظہار کیلیے بہانہ یہ کر لیتا ہو کہ مجھکو لوگون کے ساتھ زیادہ اختلاط منظور نہین اور اُسکے اس دعوی کا آزمانا سہل ہو یعنی یہ کہ تامل کرے کہ لوگون کی بندش تو اسطرح بھی ہوسکتی ہو کہ دوڑ کر چلنے لگون یا بہت ہنسا کرون یا بہت کھانے لگون پس اگر نفس بندش کے لیے ان باتون کو گوارا کرے تو سچا ہو اگر بندش کے لیے عبادت ہی کو چاہے تو اس سے غالبًا اسکی مراد یہی معلوم ہوتی ہو کہ اپنی منزلت لوگون کے دلون مین چاہتا ہو اور اس سے وہی بچیگا جنکے دل مین جما ہوا ہو کہ سواے خدا کے اور کوئی موجود نہین اور عمل ایسی طرح کرے کہ گویا زمین کے پردہ پر اکیلا وہی ہو کوئی دیکھنے والا نہین تو ایسے شخص کے دل مین خلق کا خطرہ اول تو ہوتا ہی نہین اور اگر ہوتا بھی ہو تو بہت ضعیف ہوتا ہو کہ اُسکا دور کرنا کچھ مشکل نہین ہوتا جب آدمی اس حال پر ہوتا ہو تو لوگون کے دیکھنے سے کچھ متغیر نہین ہوتا اور اس حال کے ٹھیک ہونے کی یہ پہچان ہو کہ اگر بالفرض اُسکے دو یار ہون ایک تو انگر دوسرا مفلس تو تو انگر کے آنے کے وقت نفس مین زیادہ خوشی اُسکی تعظیم کی بہ نسبت فقیر کے نہو بشرطیکہ اور کوئی وجہ تعظیم کی سواے تو انگری کے نہو مثلًا اگر تو انگر عالم ہو یا متقی ہو تو اسوقت البتہ اُسکی تعظیم اس وصف خاص کی جہت سے کر سکتا ہو تو انگری کو اُسمین کچھ دخل نہین اور جو شخص کہ اغنیا کے دیکھنے سے زیادہ راحت پاتا ہو بہ نسبت فقیر کے تو وہ ریاکار اور لالچی ہو ورنہ فقیرون کے دیکھنے سے تو رغبت آخرت زیادہ ہوتی ہو دلپر سکنت کی محبت ہوتی ہو اور اغنیا کا دیکھنا اُسکے برعکس ہو تو کسطرح تو انگرون کی ملاقات سے زیادہ راحت بہ نسبت فقرا کے ہوسکتی ہو اور روایت ہو کہ جیسی ذلت تو انگرون کو حضرت سفیان رح کی مجلس مین ہوتی تھی ایسی اور جگہ نہین ہوتی تھی آپکا دستور تھا کہ تو انگرون کو پچھلی صف مین بٹھلاتے تھے اور اگلی صف مین فقرا ہوتے تھے یہانتک کہ تو انگر اُنکی مجلس مین تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم فقیر ہوتے۔ ہان ایک درصورت تعظیم غنی کی ہو کہ اُس سے قرابت ہو یا کوئی حق یا دوستی سابقہ رکھتا ہو الا اس صورت مین بھی یہ شرط ہو کہ اگر یہی علاقہ کسی فقیر مین بھی پایا جاوے تو پھر غنی کو فقیر پر ترجیح نہ دے اسلیے کہ فقیر کا رتبہ خدا کے نزدیک غنی سے زیادہ ہو اب اگر کوئی غنی ہی کو ترجیح دینے لگے تو معلوم ہوگا کہ اسکے مال کی لالچ سے اُسکے ساتھ ریا کرتا ہی۔ پھر اگر پاس بٹھلانے مین مساوات غنی اور فقیر کی سمجھے تو یہ خوف ہو کہ کہین حکمت و خشوع غنی کے سامنے بہ نسبت فقیر کے زیادہ ظاہر نکرے یہ امر ریاء خفی یا طمع خفی سے سرزد ہوا کرتا ہی جیسا کہ ابن سماک نے اپنی لونڈی سے کہا تھا کہ نہین معلوم کیا سبب ہے جب مین بغداد مین آتا ہون تو

مجھپر حکمت کا دروازہ کھلتا ہی یعنی کلام حکمت آمیز بہت کہتا ہون اُسنے جواب دیا کہ اِسکی سے آپ کی زبان تیز ہو جاتی ہے اور واقع مین اُسنے
درست کہا تونگر کے سامنے زبان ایسی کھلتی ہے کہ ایسی فقیر کے سامنے نہین کھلتی اسی طرح خشوع بھی تو انگر کے سامنے اتنا
ہوتا ہی کہ فقیر کے سامنے نہین ہوتا غرضکہ شیطان کے خفیہ مکروفن اس باب مین بہت ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا اور انسان کو اُنسے جبھی نجات ملتی
ہی جبکہ ماسوا اللہ کو دل سے نکال دے اور صرف نفس پر خوف مدت العمر کیا کرے۔ اور اُسکا آگ مین جانا ایسے شہوات کے سبب جو جلد
جلد بدلتے رہتے ہین اور چند روز مین علحدہ ہو جائینگے پسند نہ کرے اور دنیا مین ایسی طرح رہے جیسے کوئی بادشاہ کہ شہوتون نے
اُسکو گھیر رکھا ہو اور لذات سب طرح کے اُسکے پاس ہون مگر اُسکے بدن مین ایسا مرض ہو کہ اگر ذرا بھی شہوات مین قدم زیادہ دہرے
تو مرجانیکا خوف ہو اور جانتا ہو کہ اگر مین پرہیز کرونگا اور اُن شہوات سے بچونگا تو زندگی بنی رہیگی اور سلطنت بھی قائم رہیگی اور اسی
خیال سے طبیبون اور عطارون کی مجالست اختیار کرے اور نفس کو تلخ اور بدمزہ دواؤن کے پینے کا عادی کر کے سب لذات کو ترک
کرے تو ہر چند قلت غذا کے باعث اُسکا بدن ہمیشہ لاغر ہوتا جائیگا لیکن ویسی ہی بیماری بھی روز بروز شدت پرہیز کے باعث کم ہوتی
جائیگی پس جب کبھی نفس اُسکا کسی شہوت کی تمنا کریگا تو تمام درد و تکلیفین مرض کی خیال مین پھر جاوینگی جنکا انجام موت ہی اور موت کے سبب
سلطنت بھی جاتی رہیگی دشمن خوش ہونگے اور اگر دوا کی تلخی نفس پر ناگوار ہوگی تو اس سے جو شفا اور تندرستی آگے کو ہوتی ہی وہ دھیان
مین آویگی کہ تندرست ہو کر سلطنت میں چین کرینگے اور فارغ البالی سے حکومت کرتے رہینگے اس تامل سے لذتون کا چھوڑنا اور مکروہات
پر صبر کرنا اُسکا معلوم ہوگا یہی حال ایماندار کا ہی جو سلطنت آخرت کی تمنا رکھتا ہی وہ بھی ایسی چیزون سے جو آخرت مین مہلک ہون یعنی لذات
دنیاوی سے احتراز کرتا ہی اور اُن مین سے قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہی اور لاغری اور پژمردگی اور وحشت اور حزن وخوف اور ترک مؤانست
خلق سے اسلیے پسند کرتا ہی کہ اُسے یہ ڈر ہوتا ہی کہ کہین خدا کا غضب نازل ہو کر تباہ نہو جاؤن اور یہ توقع ہوتی ہی کہ عذاب الٰہی
سے نجات پاؤن اسی لیے یہ سب باتین اُسپر آسان معلوم ہوتی ہین کیونکہ انجام کار کا یقین اور اعتقاد شدت سے قوی ہوتا
ہے اور اس بات کا بھی کہ میرے لیے دولت پائدار رضاے الٰہی کی ابدالآباد کے واسطے مہیا ہی پھر یہ بھی اُسکو معلوم ہے کہ خدا
تعالے کریم ورحیم ہی جو لوگ اُسکی رضا جوئی کرتے ہین اُنکو مدد دیتا ہی اور عطوفت ومہربانی فرماتا ہی اگر وہ چاہے تو اپنے بندون
کو رنج ومشقت کی پروا نہ رکھے لیکن اپنی حکمت وعدل سے اُنکا امتحان اور صدق ارادت کو معلوم کرنا منظور ہی اسی واسطے یہ حکم
عبادت کا صادر فرمایا ہی پھر جب دل آدمی مشقت اختیار کرتا ہی تو خداوند کریم اُس کی طرف متوجہ ہو کر مدد عنایت فرماتا ہی
اور کام کو آسان کر دیتا ہی گرانی اور کسل کو دور فرما کر صبر کرنا سہل اور طاعت کو محبوب کر دیتا ہی پھر طاعت اور مناجات کی وہ
لذت عنایت فرماتا ہی جس سے تمام لذتین بھول جاتی ہین اور شہوات کے فنا کرنیکی طاقت دیتا ہی بلکہ خود اُنکو دبا دینے کا
کفیل ہو جاتا ہی اور مدد پر مدد پہونچاے جاتا ہی اسلیے کہ کریم اپنے امیدوار کی کوشش ضائع نہین کیا کرتا اور نہ اپنے محب کی آرزو
سے محروم کرے وہ خود ارشاد فرماتا ہی جیسا کہ حدیث قدسی مین وارد ہی کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے مین
اُس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہون اور فرماتا ہی کہ نیک بندون کا شوق میری ملاقات کی طرف زیادہ ہی اور مین اُنکے ملنے کا

نسے بھی زیادہ شائق ہوں سبحان اللہ پس بندے کو چاہیے کہ شروع مین اپنی کوشش اور صدق و اخلاص کر گذرے اور پھر عنقریب اور جو کچھ خداے تعالی کے جود و کرم و رافت و رحمت کے لائق ہی اسکا تماشہ کرے

نظم

در رش ساکن شود بیجا نہ باش	دعوی بےغمی مکن پروانہ باش	تا بہ بینی چاشنی زندگی	سلطنت یابی نہان در بندگی

نوان باب کبر و عجب کی برائی مین

رباعی

جبار و قدیم ہے وہ دارائے جہان	پس عجب اور کبر ہے اسی کو شایان
انسان کے لیے نہین تکبر زیبا	جب اسکی سرشت ہی حدوث و امکان

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فیہما قصمتہ ایک حدیث مین وارد ہی ثلث مهلکات شح مطاع وهوی متبع واعجاب المرء بنفسہ پس کبر و عجب دو مرض مہلک ہین اور متکبر اور معجب دوگی ہین اور خدا کے نزدیک دشمن اور مبغوض اور ازانجا کہ اس جلد مین ہم کو غرض بیان مہلکات سے ہی تو ضرور ہوا کہ کبر اور عجب کا بیان کیا جاوے کہ یہ دونون بڑے خراب مہلک ہین ہم اس باب کو دو فصلون پر منقسم کرکے ایک مین ذکر کبر کا اور دوسرے مین عجب کا کرتے ہین

فصل اول کبر کے بیان مین متضمن دس بیانون پر

فصل اول کبر کی مذمت مین - کلام مجید مین خداے تعالی نے بہت جگہ مذمت کبر کی اور جبار و متکبر کی فرمائی ہی مثلاً فرمایا ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق اور فرمایا کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار اور فرمایا واستفتحوا وخاب کل جبار عنید اور فرمایا انہ لا یحب المستکبرین اور فرمایا لقد استکبروا فی انفسہم وعتوا عتوا کبیرا اور فرمایا ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین غرضکہ مذمت کبر کی قرآن شریف مین کثرت سے ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من کبر ولا یدخل النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث قدسی بانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مروی ہی کہ خداے تعالی فرماتا ہی کہ کبریا میری چادر ہی اور عظمت میرا تہمد ہی جو کوئی ان مین مجھ سے نزاع کریگا اس کو مین دوزخ مین ڈالدونگا اور کچھ پروانہ کرونگا اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن رض روایت کرتے ہین کہ ایکبار حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ رض بن عمر رض مروہ پر ملے اور وہان کچھ ٹھہرے بعد اسکے اول صاحب تو تشریف لے گئے مگر دوسرے کھڑے ہوے روتے رہے لوگون نے سبب گریہ کا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ رض بن عمرو نے مجھسے یون کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ جس شخص کے دل مین ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا اُسکو خدا تعالی اوندھے منھ دوزخ مین ڈالدیگا اور ایک حدیث مین یون وارد ہی کہ آدمی اپنے آپ کو یہانتک اونچا کرتا رہتا ہی کہ انجام کو جبارون کی فہرست مین درج ہو جاتا ہی اور جو عذاب کہ انکو پہونچتا ہی وہی اُسکو بھی ہوتا ہی - اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز انسانون اور جنون اور چرند و پرند کو فرمایا باہر چلو دو لاکھ آدمی اور دو لاکھ جن وغیرہ باہر نکلے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اونچے اُٹھائے گئے یہانتک کہ آواز آسمان کے فرشتون کی تسبیح کی آپ نے سنی پھر آپ نیچے اُتارے گئے یہانتک کہ آپکے پاؤن سمندر سے لگ گئے وہان ایک آواز سنی کہ اگر تمھارے آقا یعنی حضرت سلیمان کے دل مین ذرہ برابر بھی کبر ہو تو اُسکو جتنا اونچا کیا تھا اُس سے زیادہ زمین مین اُتار دون - اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین سے ایک گردن نکلے گی جسمین دو کان سُننے والے اور دو آنکھین دیکھتی ہوئی اور ایک زبان بولتی ہوئی ہوگی وہ یہ کہیگی کہ مجھکو تین قسم کے آدمی حوالہ ہوئے ہین اوّل جبار عنید دوئم جو لوگ مشرک ہین سوئم مصور اور یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا لا یدخل الجنة بخیل ولا جبار ولا سیئ الملکہ اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ جنت دوزخ مین باہم گفتگو ہوئی دوزخ نے کہا کہ مجھکو متکبرین اور جبارین ملین گے جنت نے کہا کہ پھر مین نے کیا کیا ہی جو مجھکو ضعیف اور افتادے اور عاجز لوگ ملینگے اللہ تعالے نے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہی تجھ سے جسپر مین چاہونگا رحمت کرونگا اور دوزخ کو فرمایا کہ تو میرا عذاب ہی تجھ سے جسکو چاہونگا عذاب دونگا اور تم دونون کو لوگون سے بھر دونگا - اور ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بُرا بندہ وہ ہی جو جبر و تعدی کرے اور سب سے بڑے جبار کو بھول جاوے . اور بُرا بندہ وہ ہی کہ جبر کرے اور اتراوے اور کبیر متعال کا دھیان نہ رکھے اور بُرا بندہ وہ ہے کہ سہو اور لہو مین رہے اور قبرون اور خاک ہوجانے کی یاد بالائے طاق رکھے اور بُرا بندہ وہ ہی کہ سرکشی کرکے حد سے گذر جاوے اور ابتدا اور انتہا کی اُسکو یاد نہ آوے اور ثابت رضہ فرماتے ہین کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص کیا بڑا متکبر ہی آپنے فرمایا کہ اُسکے پیچھے کیا موت نہین ہی اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی اُنھون نے اپنے دو بیٹونکو بُلایا اور فرمایا کہ مین تم کو دو چیزون سے منع کرتا ہون اور دو چیزونکا امر کرتا ہون شرک اور کبر سے تو منع کرتا ہون لا الہ الا اللہ کا حکم کرتا ہون کیونکہ زمین و آسمان مع ما فیہما اگر ایک پلہ مین رکھے جاوین اور یہ کلمہ طیبہ دوسرے پلہ مین رکھا جاوے تو اسیکا پلہ بھاری ہوگا اور اگر بالفرض آسمان و زمین اور اُن دونون کی چیزونکا ایک حلقہ ہو اور لا الہ الا اللہ اُسپر رکھدیا جاوے تو حلقہ کو توڑ دیگا اور دوسری بات جسکا امر کرتا ہون سبحان اللہ وبحمدہ ہی کہ ہر ایک چیز کی نماز ہی اور اسی سے ہر ایک چیز کو رزق دیا جاتا ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ خوشحال اُس شخص کا جسکو خدا تعالے اپنی کتاب سکھلاوے اور وہ جبار ہوکر نہ مرے . اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اہل النار کل جعظری جواظ متکبر جماع مناع واہل الجنة الضعفاء المغلوبون اور ایک حدیث مین فرمایا کہ تم مین ہمارا زیادہ محبوب اور قریب آخرت مین وہ ہوگا جسکے اخلاق سب مین عمدہ ہون اور سب سے زیادہ مبغوض اور بعید وہ ہوگا جو فضول گو ہو اور فصاحت جتانیکو باچھین پھاڑ پھاڑ باتین

[illegible]

ہے اور متکبر ہو اور ایک حدیث مین یہ روایت ہی کہ قیامت کو متکبر لوگ آدمیونکی سی صورتکی چیونٹیان بن کر اُٹھین گے اور لوگ اُن پر پاؤن رکھ کر چلین گے ہر ایک طرحکی ذلت اُنپر سوار ہوگی پھر جہنم کے قید خانہ مین جس کو بولس کہتے ہین مقید ہون گے اور سب آگون کی آگ ان کو آلگے گی وہ زخمیون کے نچوڑ اور پیپ گارہ پینے کو ملیگا اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبار و متکبر قیامت مین چونٹیون کی صورت مین اُٹھین گے اور لوگ اُنکو پامال کرینگے اسلیئے کہ انھون نے خدا کو ذلیل سمجھا تھا اور محمد بن واسع فرماتے ہین کہ مین بلال بن ابی بردہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمھارے باپ نے مجھے ایک حدیث اپنے باپ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ مین ایک جنگل ہی جسکو ہبہب کہتے ہین اور خدا تعالیٰ کو یہی منظور ہی کہ اسمین جبار لوگ رہین بس اے بلال تم اپنے آپ کو اُسمین رہنے سے محفوظ رکھنا۔ اور ایک حدیث مین یون وارد ہی کہ دوزخ مین ایک مکان ہی جسمین متکبرین کو ڈالکر بند کردین گے اور ایک حدیث مین فرمایا اللھم انی اعوذ بک من نفخة الکبریاء اور فرمایا کہ جو تین باتون سے بری ہو کر مریگا جنت مین داخل ہوگا اول اُن مین سے کبر ہی دوسرے قرض سوم خیانت اور آثار بھی کبر کی برائی مین منقول ہین مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رض نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ جانے اس لیے کہ مسلمان مین جو صغیر ہی وہ خدا کے نزدیک بڑا ہی۔ اور وہب فرماتے ہین کہ جب خدا تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کیا تو اُسکی طرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ تو متکبر پر حرام ہی اور احنف بن قیس مصعب بن زبیر کے برابر تخت پر بیٹھا کرتے ایک روز جو تشریف لائے تو وہ پاؤن پھیلائے ہوئے تھا اور انکو اُٹھانہ کیا وہ جو بیٹھے تو کہین پاؤن دب گیا آپ نے اُسکے چہرے سے معلوم کیا کہ اُن کو پاؤن لگا دبانا بُرا معلوم ہوا تو فرمایا کہ تعجب ہی کہ آدم زاد تکبر کرے حالانکہ وہ پیشاب کی جگہ سے دوبار نکلا ہی یعنی ایکبار جب نطفہ تھا اور ایک بار پیدائش کیوقت اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ تعجب ہی آدمی سے ہر روز ایکبار یا دو بار اپنے ہاتھ سے پاخانہ دھوتا ہی پھر تکبر کرتا ہی اور آسمانون و زمین کے جبار کا مقابلہ کرتا ہی اور اس آیت مین وفی انفسکم افلا تبصرون بعض مفسرین نے فرمایا کہ بول و براز کی راہ کیطرف اشارہ ہی اور حضرت محمد بن حسین بن علی علیھم السلام فرماتے ہین کہ جس شخص کے دل مین کسیقدر کبر آتا ہی اسیقدر اسکی عقل کم ہوجاتی ہی اگر کبر کم ہوگا تو عقل کا نقصان بھی کم ہوگا اور اگر زیادہ تو زیادہ اور حضرت سلیمان رضہ سے کسی نے پوچھا کہ ایسی بدی کونسی ہی جسکے ہوتے نیکی مفید نہو انہون نے فرمایا کہ وہ کبر ہے۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رضہ نے منبر پر فرمایا کہ شیطان کے پاس بہت سے پھندے اور جال ہین منجملہ اُسکے پھندون اور جال کے خدا کی نعمتون پر اترانا اور اُسکی عطا پر فخر کرنا اور اُسکے بندون پر تکبر کرنا اور سوائے ذات خدا کے اور چیزون مین آرزو کا اتباع کرنا خدا تعالیٰ ہمکو دین و دنیا مین اس سے بچائے

دوسرا بیان اترانے کی برائی اور چلنے اور کپڑون کے لٹکانے سے اظہار تکبر کی مذمت مین۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا ینظر اللہ الی رجل یجر ازارہ بطرا اور فرمایا بینما رجل یتبختر فی بردیہ اذ اعجبتہ نفسہ فخسف اللہ بہ الارض فھو یتجلجل

فیہا الی یوم القیامۃ اور فرمایا ان جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ یوم القیامۃ اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین کہ مین حضرت عبداللہ بن عمر رض کی
خدمت مین گیا اُسوقت عبداللہ بن واقد نئے کپڑے پہنے اُنکے پاس کو گذرے آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اپنی ازار اونچی کر مین نے سنا ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی ازار کو اتراکر کھینچے گا اُسکی طرف قیامت مین خدا تعالیٰ نہ دیکھیگا۔ اور روایت ہی کہ ایک روز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کف مبارک پر تھوکا اور اُسپر انگشت مبارک رکھکر فرمایا کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ ای ابن آدم کیا تو مجھے
بچ جاویگا مین نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہی جب مین نے تجھے ہٹا کٹا کر دیا تو تو لباس مین ایسا چلتا ہی کہ زمین بھی فریاد کرتی
ہی تو نے مال جوڑا اور کسی کو نہ دیا جب روح حنجر گردن مین پہونچی تو کہنے لگا کہ مین صدقہ کرونگا وہ وقت صدقہ کا کہان ہی اور ایک
حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جب میری امت تکبر سے چلنے لگے گی اور فارس اور روم اُن کی خدمت کرنے لگین گے اُس وقت خدا تعالیٰ
انمین سے بعض کو بعض پر مسلط کر دیگا۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہی کہ جو شخص اپنے جی مین بڑا بنتا ہے اور چال مین اتراتا ہے وہ خدا
کے سامنے ایسے حال مین جائیگا کہ خدا تعالیٰ اُسپر غصہ ہوگا ابو بکر ہذلی روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس
بیٹھے تھے اتنے مین وہان کو ابن اہتم کا گذر ہوا جو بیت الخلا کو جاتا تھا اور کئی کرتے ریشمی پہنے تھا جو پنڈلی پر ایک دوسرے کے
اوپر تہ بتہ کر رکھے تھے اور اُن مین سے قبا کھل رہی تھی اور اُسکی چال مین تجبر پایا جاتا تھا حضرت حسن رح نے ایک نگاہ اُسکو دیکھا اور کہا
کہ تف ہی اس ناک چڑھانے کمر جھکانے گردن مروڑنے پر اپنے دونون طرف دیکھتا جاتا ہی اے بیوقوف اپنے دونون طرف کیا دیکھتا ہی دونون
طرف نعمتین ہین جنکا تو نے نہ شکر ادا کیا نہ اُنکو زبان پر لایا نہ اُنکے باب مین جو کچھ خدا تعالیٰ نے حکم کیا تھا اُسکو مانا نہ جو حقوق خداوندی
اُن مین تھے اُنکو ادا کیا بخدا کہ لوگ ایسا چلتے ہین کہ اُنکی طبیعت یہ چاہتی ہی کہ پاگلون کی طرح جھک جھک پڑے یہ نہین معلوم کہ ہر عضو
مین اعضا سے خدا کی ایک نعمت موجود ہی اور شیطان اس سے کھیل بنائے گویا ابن اہتم یہ سنکر لوٹ آیا اور آپکی خدمت مین عذر
کرنے لگا آپنے فرمایا کہ مجھ سے عذر کیا کرتے ہو خدا کے سامنے توبہ کرو خدا تعالیٰ کا ارشاد نہین سنا کہ فرماتا ہی ولا تمش فی الارض مرحا انک
لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا اور ایک بار آپ کی طرف سے ایک جوان عمدہ لباس پہنے گذرا آپنے اُسکو بلایا اور فرمایا کہ
آدمی اپنی جوانی اور جمال پر اکڑتا ہی یون سمجھنا چاہیے کہ قبر نے بدن کو چھپا یا اور عمل سامنے آئے جاؤ اپنے دل کا علاج کرو بندون سے
خدا کی غرض اتنی ہی ہی کہ اُنکے دل درست ہون۔ اور روایت ہی کہ ایکبار حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے قبل خلافت حج کیا اُنکو طاؤس رح
نے دیکھا کہ چال مین تکبر پایا جاتا ہی تو اپنی انگلی آپ کے پہلو مین ماری اور کہا کہ جسکے پیٹ مین غلیظ بھرا ہوا اُسکی چال یون نہین ہوتی
آپ نے بطور معذرت اُنسے فرمایا کہ چچا صاحب اس حال پر میرا ہر ایک عضو پیٹا گیا ہی جب مین نے اُسکو سیکھا ہی۔ اور محمد بن واسع نے اپنے
لڑکے کو اتراتے دیکھکر بلایا اور کہا کہ تجھے معلوم ہی کہ تو کون ہی اور تیری مان تو وہ تھی جسکو مین نے دو سو درم کو مول لیا تھا اور تیرا باپ ایسا
ہی کہ خدا تعالیٰ مسلمانون مین ویسے بہت نہ کرے۔ اور حضرت ابن عمر رض نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے پانچے لٹکائے تھا آپ نے دو تین
بار فرمایا کہ شیطان کے بھی بہت بھائی ہین اور روایت ہی کہ مطرف بن عبداللہ رح نے مہلب کو دیکھا کہ حریری جبہ پہنے تجبر کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ
اے بندۂ خدا اس چال کو خدا اور رسول برا جانتے ہین اُسنے جواب دیا کہ تم مجھے جانتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہان جانتا ہون اول مین تو نطفہ

خراب تھا اور انجام کو ایک مردار ناپاک ہوگا اور اب نجاست کو لادے پھرتا ہی مطلب سنکر چلا گیا اور وہ چال چھوڑدی - اور حضرت مجاہد رضہ نے یتمطے کے معنی اس آیت مین ثم ذہب الی اہلہ یتمطی یہی فرمائے ہین کہ تبختر کرتا ہی - اور ازانجا کہ ہمنے کبر اور اترانے کی برائی لکھی تو مناسب معلوم ہوتا ہی کہ تواضع کی فضیلت بھی لکھین

تیسرا بیان تواضع کی فضیلت مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہین کہ مازاد اللہ عبدا بعفو الا عزا وما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ اور ایک حدیث مین یون فرمایا ہی کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہین اور اسکو لگام سے روکتے رہتے ہین پس اگر وہ اپنے نفس کو اونچا کرتا ہی تو وہ لگام تانتے ہین اور کہتے ہین کہ الٰہی تو اس شخص کو پست کر اور اگر فروتنی کرتا ہی تو دعا دیتے ہین کہ الٰہی اسکو بلند کر - اور فرمایا کہ خوشحال وہ شخص ہی کہ مسکنت کی حالت مین نہو اور فروتنی کرے اور مال جو بے معصیت جمع کیا ہو اسکو خرچ کرے اور اہل ذلت ومسکنت پر رحم کرے اور فقہ وحکمت والون سے ملے - اور ابو سلمہ مدینی اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد قبا مین تشریف رکھتے تھے اور روزہ دار تھے افطار کے وقت ہم ایک پیالہ دودھ کا تھوڑا سا شہد ملاکر لائے جب آپنے اسکو اٹھا کر چکھا اور شہد کا مزہ معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا چیز ہی ہمنے عرض کیا کہ تھوڑا سا شہد اسمین ڈالدیا ہی آپ نے پیالہ رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہین کرتا ہون - اسکے بعد یہ کلمات ارشاد فرمائے من تواضع للہ رفعہ اللہ ومن تکبر وضعہ اللہ ومن اقتصد اغناہ اللہ ومن بذر افقرہ اللہ ومن اکثر ذکر اللہ احبہ اللہ اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ اپنے گھر مین کھانا کھاتے تھے ایک سائل دروازہ پر آیا اور اسکو ایسا مرض مزمن تھا کہ اس سے گھن آتی تھی آپ نے اسکو اجازت دی جب وہ اندر آیا تو آپ نے اسکو اپنے برابر بٹھایا اور کہا کہ کھانا کھا ایک شخص قریش مین سے اس سے رکا اور گھن کی تو وہ شخص نہ مرا جب تک کہ اسی سائل کے موافق اپاہج نہو گیا اور ایک حدیث مین آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھکو میرے پروردگار نے فرمایا کہ دو باتون مین سے جونسی چاہون پسند کرلون یا تو بندہ اور رسول بنون یا بادشاہ اور نبی ہون مگر مجھکو معلوم نہ تھا کہ کونسی بات کو اختیار کرون اور فرشتون مین میرے دوست جبریل تھے مین نے انکی طرف سر اٹھایا انھون نے فرمایا کہ خدا کے سامنے تواضع کرو مین نے عرض کیا کہ بندہ اور رسول رہونگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ مین نماز ایسے شخص کی قبول کرتا ہون جو میری عظمت کے سامنے فروتنی کرے اور میرے بندون پر بڑا نہ بنے اور اپنے دل مین میرا خوف ساتھ رکھے اور دن بھر میرے ذکر مین مشغول رہے اور اپنے نفس کو شہوات سے میرے لیے روکے - اور ایک حدیث شریف مین آپ نے فرمایا کہ الکرم التقوی والشرف التواضع والیقین الغنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ مژدہ ہو ان لوگون کو جو دنیا مین تواضع کرتے ہین کہ وہ قیامت کو منبرون پر بیٹھینگے اور مژدہ ہو ان لوگون کو جو دنیا مین لوگون کے درمیان صلح کراتے ہین کہ وہ قیامت مین جنت فردوس کے مالک ہونگے اور مژدہ ہو ان لوگون کو جو دنیا مین اپنے دلکو پاک کرتے ہین کہ وہ قیامت کو ایسے ہونگے جنکو دیدار الٰہی نصیب ہوگا - اور بعضون کا قول ہی کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جب خداے تعالےٰ کسی بندے کو اسلام کی ہدایت کرتا ہی اور اُس کی صورت اچھی بناتا ہی اور ایسی جگہ مین رکھتا ہی جو اُسکو نازیبا نہین
ہوتی اور باوجود اسکے اسکو تواضع بھی عنایت فرماتا ہی تو ایسا شخص خداے تعالیٰ کے خاص بندو نمین سے ہوتا ہی اور ایک حدیث شریف مین
ہی چار چیزین ایسی ہین کہ وہ اسی کو ملتی ہین جس کو خدا دوست رکھتا ہی اوّل سکوت جو عبادت کا آغاز ہی دوّم توکل خدا پر سوّم تواضع چہارم دنیا مین
زہد اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی تواضع کرتا ہی خدا تعالی اسکو ساتوین آسمان تک بلند کرتا ہی اور فرمایا
کہ تواضع بندہ کو برتری کرتی ہی پس تواضع کرو خدا تمپر رحم کریگا۔ اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے تھے کہ اتنے مین
ایک شخص کالا آیا جسکے چیچک نکلی تھی اور اُسمین سے پانی جاتا تھا پس جسکے پاس وہ بیٹھتا وہی اُس کے پاس سے کھڑا ہو جاتا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے اُسکو اپنے پہلو مین بٹھلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ آدمی اپنے ہاتھ مین ایسے چیز اُٹھاوے جو اُسکے گھر والون کے کام
کی ہو اور اس سے مقصود اپنے نفس کا کبر دور کرنا ہو اور ایک روز آپ نے اصحابؓ کو فرمایا کہ مین تم مین حلاوت عبادت کی نہین پاتا یہ کیا
بات ہی اُنھون نے عرض کیا کہ عبادت کی حلاوت کیا چیز ہی آپ نے فرمایا فروتنی۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہی کہ جب تم میری امت کے
تواضع کرنیوالون کو دیکھو تو اُن کے ساتھ بتواضع پیش آؤ اور جب متکبرون کو دیکھو تو اُنپر تکبر کرو کہ اُنپر تکبر کرنا اُنکے حق مین ذلت و خواری ہی
آثار حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ بندہ جب انکسار خدا کے واسطے کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُسکی حکمت کو بلند فرماتا ہی اور یہ ارشاد فرماتا ہی کہ
بلند ہو خدا نے تجھکو بلند کیا اور جب تکبر اور تعدی کرتا ہی تو اسکو زمین مین پھنساتا ہی اور حکم ہوتا ہی کہ دور رہو خدا نے تجھکو دور کر دیا پس ایسا
شخص اپنی دانست مین بڑا ہی مگر لوگونکی نظرون مین حقیر ہی یہانتک کہ سور سے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہین اور جریر بن عبد اللہ کہتے ہین کہ مین
ایکبار ایک درخت کے نیچے گیا دیکھا تو اُسکے تلے ایک شخص سوتا ہی اور چمڑے کا سایہ اپنے اوپر کیا ہی چونکہ آفتاب چمڑے پر سے ہٹ گیا تھا
مین نے اسکو درست کر دیا اتنے مین وہ شخص جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے مین نے جو کچھ کیا تھا آپسے کہدیا تھا آپنے
یہ نصیحت فرمائی کہ اے جریر دنیا مین خدا کے واسطے فروتنی کر کیونکہ جو شخص دنیا مین خدا کیلیے تواضع کرتا ہی خدا تعالی اسکو قیامت مین بلند کریگا
اے جریر تجھکو معلوم ہی کہ قیامت مین دوزخ کا اندھیرا کیا چیز ہوگا مین نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین آپنے فرمایا کہ دنیا مین جو لوگ ایک دوسرے
پر ظلم اور اندھیر کرتے ہین یہی قیامت کو اندھیرا ہوگا۔ اور حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو وہ تواضع ہی اور
یوسف بن اسباط رہ کا قول ہی کہ بہت سے عمل سے تھوڑا ورع کافی ہی اور بہت سی کوشش و مجاہدہ سے تھوڑی سی فروتنی بس ہی۔ اور
حضرت فضیل رہ سے جب کسی نے تواضع کو پوچھا کہ کیا چیز ہی تو اُنھون نے فرمایا کہ امر حق کیلیے خضوع کرنا اور منقاد ہونا اگرچہ کسی لڑکے خواہ
جاہل ہی سے سنے۔ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ اصل تواضع یہ ہی کہ اُس شخص کی بہ نسبت جو نعمت دنیاوی مین اپنے سے کم ہی اپنے
نفس کو کم سمجھنا یہانتک کہ یون جاننا کہ ہم کو دنیا کی راہ سے اُسپر کچھ زیادتی نہین اور اُس شخص کی نسبت جو نعمت دنیا مین اپنے
سے زیادہ ہی اپنے نفس کو برتر سمجھنا حتے کہ دنیا کی راہ سے اُسکو کچھ فضیلت نہ جانے۔ اور قتادہ رضہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو مال یا
جمال یا بیان یا علم عنایت ہو اور وہ اُسمین تواضع نہ کرے تو قیامت کو اُسپر یہ چیزین وبال ہونگی۔ اور ایک روایت مین ہی کہ خدا تعالیٰ نے
حضرت عیسیٰ پر وحی بھیجی کہ جب مین کوئی نعمت تم کو دون تو اُسکو انکسار کے ساتھ قبول کرو مین اُس نعمت کو تمپر پورا کر دونگا اور حضرت کعب کا قول ہی کہ

اللہ تعالے بندے کو جو نعمت دنیا مین دیتا ہی اور وہ اُسکا شکر گذار ہوتا ہی اور خدا کے واسطے اُس نعمت سے فروتنی کرتا ہی تو اللہ تعالے اُسکا نفع اُسکو دنیا مین بھی عنایت فرماتا ہی اور آخرت مین اُسکا رتبہ بلند کرتا ہی اور اگر خدا تعالیٰ نے کسی بندے کو نعمت دی اور اُسنے نہ خدا کا شکر کیا نہ فروتنی کی تو اللہ تعالے دنیا مین بھی اُسکا فائدہ اُس سے روک لیتا ہی اور آخرت مین اُسکے لیے طبقہ جہنم کھول دیتا ہی چاہے اُسکو عذاب دے یا درگذر فرماوے۔ اور عبدالملک بن مروان سے کسی نے پوچھا کہ مردون مین بہتر کون ہی اُنھون نے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے تواضع کرے اور باوجود رغبت کے زہد کرے اور قابو پاکر انتقام نہ لے۔ اور ابن سماک رح ہارون رشید کی خدمت مین گئے اور فرمایا کہ اس بزرگی اور شرف کے ساتھ آپ کا تواضع کرنا آپ کے خود شرف سے بہتر ہی ہارون رشید نے کہا کہ کیا خوب آپنے فرمایا پھر اُنھون نے کہا کہ ای امیرالمومنین اگر خدا تعالے کسی کو جمال اور شرافت حسب و مال عنایت کرے اور وہ اپنے جمال مین عفیف رہے اور مال سے لوگون کے ساتھ سلوک کرے اور حسب مین فروتنی کرے تو اللہ تعالے کے دفتر مین اولیاء اللہ سے لکھا جائیگا ہارون رشید نے کاغذ و دوات و قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے اُنکا قول لکھ لیا۔ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا دستور تھا کہ جب صبح ہوتی تو رئیس تونگرون اور شریفون کو دیکھا کرتے یہانتک کہ اُنسے فارغ ہو کر مساکین مین آتے اور اُنکے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کا گذر مسکینون ہی مین ہی۔ اور بعض اکابر کا قول ہی کہ جیسا آدمی کو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ تونگر اُسکو بُرے کپڑے مین دیکھین اسی طرح چاہیے کہ وہ اس بات کو بھی بُرا جانے کہ درویش اُسکو لباس فاخرہ مین دیکھین۔ اور روایت ہی کہ ایکبار یونس اور ایوب اور حسن رح باہر نکلے اور تواضع کا ذکر ہوا تو حضرت حسن رح نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہی کہ تواضع کیا ہی تواضع یہ ہی کہ جب آدمی گھر سے نکلے تو جو مسلمان راستے مین ملے اُسکو یہ سمجھے کہ مجھسے زیادہ ہی۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کیا تو ہر پہاڑ آپسمین ایک دوسرے سے بڑا اونچا ہونے لگا اور جودی نے فروتنی کی اللہ تعالی نے اُسکو بلند مرتبہ دیا کہ حضرت نوح ع کی کشتی اُسی پر ٹھہری۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالے نے جو لوگون کے دلونکا حال معلوم کیا تو کسی مین تواضع حضرت موسی علیہ السلام کے دل سے بڑھکر نہ پائی اسی لیے اُنکو آدمیون مین سے کلام کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ اور یونس بن عبید رح جب عرفات سے پھرے تو کہنے لگے کہ اگر مین لوگون مین نہوتا تو یقیناً اُنپر رحمت ہوتی اب مجھے خوف ہی کہ شاید میرے سبب رحمت سے محروم نہ رہے ہون۔ اور یہ جملہ متقدمین مین سے چلا آتا ہی کہ جسقدر آدمی ایماندار اپنے نفس مین فروتنی کرتا ہی اُسی قدر خدا تعالے کے نزدیک بلند مرتبہ ہوتا ہی اور جتنا اپنے نزدیک اونچا ہوتا ہی اتنا ہی خدا کے نزدیک پست ہوتا ہی۔ اور زیاد نمیری کا قول ہی کہ جس زاہد مین تواضع نہو وہ درخت بے پھل ہی۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر پکارے کہ جو تم سب مین بُرا شخص ہو وہ باہر نکلے تو مجھ سے آگے کوئی نہ جا سکے سب سے اول مین ہی دوڑون البتہ جسکے اندر طاقت دوڑنے کی ہو وہ بڑھ جاوے تو بڑھ جاوے راوی کہتا ہی کہ جب ابن مبارک کو حضرت مالک رح کا یہ کلام پہونچا تو اُنھون نے فرمایا کہ مالک اسی جہت سے مالک ہوا ہی اور حضرت فضیل رح کا قول ہی کہ جو شخص محبت ریاست رکھتا ہی اُسکو کبھی فلاح نہین ہوتی اور موسی بن القاسم کہتے ہین کہ ایکبار ہمارے یہان زلزلہ اور سرخ آندھی آئی تو مین محمد بن المقاتل رح کے پاس گیا اور کہا کہ ای ابو عبداللہ آپ ہمارے امام ہین خدا تعالے سے دعا مانگیے آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرے سبب تم ہلاک نہو تو مین اُسی کو غنیمت جانون محمد بن قاسم کہتے ہین کہ مین نے پھر خواب

مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ محمد بن مقاتل کی دعا سے خدا تعالیٰ نے تمپر سے آندھی وغیرہ کو دور کر دیا اور ایک شخص حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا تو اُنھون نے پوچھا کہ تو کیا چیز ہی اور اس طرح پوچھنا آپکی عادت مستمرہ تھی اُس شخص نے جواب دیا کہ مین حرف ب کے نیچے کا نقطہ ہون آپ نے فرمایا کہ تو اُسکے موافق اپنے نفس کو کرنا چاہیے ورنہ تیری حجت خدا تعالیٰ منقطع کر دیگا۔ اور بعض کلامون مین اُنکے یہ بھی منقول ہی کہ میری ذلت نے یہود کی ذلت کو بیکار کر دیا۔ اور یہ جملہ اکابر سے منقول ہی کہ جو اپنے نفس کی کچھ بھی قدر جانتا ہی اُسکو تواضع سے کچھ بہرہ نہین۔ اور فتح بن شخرف رہ روایت کرتے ہین کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ مجھکو نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ فقیرون کی مجلس مین اگر تو امیر بتوقع ثواب خدا تواضع کرین تو کتنا اچھا ہی اور اس سے زیادہ اچھی یہ بات ہی کہ فقرا خدا تعالیٰ پر اعتماد کر کے تو انگرون پر تکبر کرین اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ آدمی اسوقت تک اپنے نفس کو نہین پہچانتا جب تک تواضع نہین کرتا۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی رح فرماتے ہین کہ آدمی کو جبتک یہ گمان ہو کہ خلق مین کوئی مجھ سے بد تر ہی تب تک وہ متکبر ہی لوگون نے پوچھا کہ پھر متواضع کب ہوتا ہی آپ نے فرمایا کہ جب اپنے نفس کے واسطے نہ کوئی مقام جانے اور نہ کوئی حال اور جسقدر آدمی خدائے تعالیٰ کو اور اپنے نفس کو پہچانتا ہی اسیقدر اُسمین تواضع ہوتی ہی اور ابو سلیمان رح کا قول ہی کہ جتنا مین اپنے جی مین پست اور کم رتبہ ہون اگر تمام خلق مجھکو اُتنا کم رتبہ کرنا چاہین تو نہین کر سکینگے۔ اور عروہ بن الورد رح فرماتے ہین کہ تواضع حصول شرف کا ایک جال ہی اور آدمی سوائے تواضع کے سب نعمتون پر حسد کیا جاتا ہی اور یحییٰ بن خالد برمکی رح کا قول ہی کہ شریف جب عابد ہو جاتا ہی تو تواضع کرنے لگتا ہی اور احمق جب عابد ہوتا ہی تو اپنے آپکو بزرگ سمجھنے لگتا ہی اور حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے مال سے تجھپر تکبر کرے اُسپر تیرا تکبر کرنا ہی تواضع ہی اور اکابر کا قول ہی کہ تواضع سب قسم کے لوگون مین اچھی ہی اور تو انگرون مین سب سے بہتر ہی ۔ تواضع ز گردن فرازان نکوست ۔ گدا اگر تواضع کند خوے اوست ۔ اور تکبر تمام خلق مین برا ہی اور فقیرون مین سب سے زیادہ برا ہی۔ اور یہ بھی بعض اکابر کا قول ہی کہ عزت اسی کو ہی جو خدا کے واسطے ذلیل ہو اور برتری اُسکو ہی جو اللہ جل شانہ کے واسطے تواضع کرے اور مامون وہی ہی جو خدا سے ڈرے اور نفع اُسی کو ہی جو اپنے نفس کو خدا کے ہاتھ بیچ دے اور ابو علی جرجانی رح کا قول ہی کہ نفس کا خمیر کبر اور حرص اور حسد سے ہی پس جس شخص کو خدا تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہی اُسکو تواضع اور خیر خواہی اور قناعت سے باز رکھتا ہی اور جسکے ساتھ بہتری کرنی ہوتی ہی اُسکو یہ باتین عنایت فرما دیتا ہی تو جب کبھی اُسکے دلمین کبر کی آگ بھڑکتی ہی اُسکو خدا کی مدد سے تواضع دور کر دیتی ہی اور اگر حسد کی آگ اُبھرتی ہی تو اللہ کی توفیق سے خیر خواہی اُسکو بجھاتی ہی اور اگر حرص شعلہ زن ہوتی ہی تو خدا کے فضل سے قناعت اُسکو فرو کر دیتی ہی۔ اور حضرت جنید رح جمعہ کے روز اپنی مجلس مین کہتے کہ اگر یہ حدیث مروی نہوتی کہ پچھلے زمانے مین سردار قوم کا انمین رذیل ہوگا تو مین ہرگز تمکو کچھ نہ سناتا اور یہ بھی اُنہی کا قول ہی کہ اہل توحید کے نزدیک تواضع بھی تکبر ہی اور شاید اُنکی مراد یہ ہی کہ متواضع اپنے نفس کو پہلے ٹھہرا لیتا ہی تب اُسکو پست خیال کرتا ہی اور موحد اپنے نفس کو کچھ بھی نہین سمجھتا جب اُسکا وجود ہی نہین تو پستی اور رفعت کسکے لیے ثابت کرے اور عمرو بن شیبہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ مین صفا اور مروہ کے درمیان تھا دیکھا تو ایک شخص خچر پر سوار ہی اور اُسکے آگے بہت سے غلام لوگون کو دھکے دیتے اور سختی کرتے جاتے ہین پھر بعد چندے بیراگذر بغداد مین ہوا اور پل کے اوپر کھڑا تھا کہ ایک شخص ننگے پانون اور ننگے سر لمبے لمبے

بال والا سامنے آیا مین نے اسکو بغور دیکھنا شروع کیا اُسنے پوچھا کہ تم کیا دیکھتے ہو مین نے کہا کہ تمھاری صورت کا ایک آدمی مین نے مکہ معظمہ مین دیکھا تھا اور سب پتے تبلائے اُسنے کہا کہ مین وہی شخص ہون مین نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہوگیا اُسنے جواب دیا کہ مین نے ایسی جگہ بلندی ظاہر کی تھی جہان لوگ انکسار کرتے ہین اُسکے عوض مین خدا تعالی نے مجھکو ایسی جگہ پست کردیا جہان لوگ رتبہ ظاہر کرتے ہین۔ اور مغیرہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہین کہ ہم ابراہیم رحمہ اللہ تعالی سے اتنا ڈرتے تھے جیسے بادشاہ کا خوف ہوتا ہی اور وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ مین فقیہ کوفہ کا ہوا ہون وہ برا زمانہ ہی کہ مجھ سا شخص فقیہ گنا جاوے۔ اور عطاء سلمی رح جب رعد کی آواز سنتے تو اُٹھتے بیٹھتے اور درد زہ والی عورت کیطرح پیٹ پکڑتے اور کہتے کہ یہ بلا میرے سبب سے تمپر آویگی اگر مین مرجاؤن تو لوگون کو راحت پہونچے۔ اور بشر حافی رحمہ اللہ کہتے کہ دنیادارونکے لیے یہی سلام ہی کہ انکو سلام نہ کرو اور ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن المبارک کیلیے دعا دی کہ جو تمکو توقع ہو خدا تعالیٰ عنایت فرماوے آپنے فرمایا کہ توقع بعد معرفت کے ہوتی ہی یہان سرے سے معرفت ہی نہین۔ اور حضرت سلمان فارسی رضی کے پاس ایک روز اہل قریش فخر کرنے لگے آپنے فرمایا کہ اگر میرا حال پوچھتے ہو تو ناپاک نطفہ سے تو پیدا ہوا ہون اور انجام کو مردار بدبودار ہوجاؤنگا پھر میزان مین اگر پلہ بھاری رہا تو مین اچھا ہون اور اگر ہلکا رہا تو برا ہون۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی فرماتے ہین کہ ہم نے کرم کو تقوی مین پایا اور غنا کو یقین مین اور شرف کو تواضع مین خداوند کریم سے امید ہی کہ ہمکو بھی توفیق تواضع اپنے کرم و فضل سے عنایت فرماوے۔

چوتھا بیان کبر کی حقیقت اور اُسکی آفت کا۔ جاننا چاہیے کہ کبر دو قسم ہی ایک ظاہر اور ایک باطن کبر باطن تو نفس کی عادت کا نام ہی اور کبر ظاہر اعمال ہین جو اعضا سے سرزد ہوتے ہین اور واقع مین عادت باطنی ہی کا نام کبر کہنا ٹھیک ہی اعمال تو اُس عادت کے ثمرات ہین اور وہ عادت موجب اعمال کی ہوتی ہی اسی واسطے جب اعضا پر اُسکے آثار ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ تکبر کیا اور جبتک ظاہر نہین ہوتے تب تک کہا جاتا ہی کہ اُسکے نفس مین کبر ہی غرض اصل یہی ہی کہ کبر وہی ہی جو نفس کے اخلاق مین سے ایک خلق کا نام ہی اور وہ یہ ہی کہ نفس اپنے آپ کو دوسرے پر فائق دیکھکر راحت پاوے اور اسی کی طرف مائل ہو اسلیے کہ کبر ایک امر اضافی ہے اُسکے لیے کئی چیزین چاہئین اوّل تکبر کرنے والا۔ دوّم جسپر تکبر کرتا ہی۔ سوّم جس چیز سے تکبر کرتا ہی اور کبر اور عجب مین یہی فرق ہی کہ عجب مین صرف ایک شخص عجب کرنے والا ہوتا ہی جیسا کہ آگے مذکور ہوگا بلکہ اگر فرض کیا جاوے کہ انسان صرف اکیلا ہی پیدا ہو تو ہوسکتا ہے کہ عجب کرے مگر متکبر نہین ہوسکتا جب تک کہ غیر کے ساتھ ہو اور اپنے نفس کو صفات کمال مین اُس دوسرے سے برتر نہ جانے غرضکہ تکبر مین صرف اپنے نفس کا بڑا جاننا کافی نہین کیونکہ بعض وقات آدمی اپنے نفس کو بڑا جانتا ہی مگر دوسرونکو اپنے آپ سے بڑھکر خواہ برابر سمجھتا ہی اسپر تکبر نہین کرتا اور نہ دوسرے کا حقیر جاننا کافی ہی اسلیے کہ بعض اوقات دوسرے کو حقیر جانتا ہی مگر اپنے نفس کو اُس سے بھی زیادہ حقیر سمجھتا ہی تو تکبر نہ ہوگا اور اگر دوسرے کو اپنے مثل ہی سمجھے تب بھی تکبر نہین بلکہ تکبر مین یہ ضرور ہی کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا سمجھے اور ایک غیر کا پھر اپنے مرتبہ کو غیر کے مرتبہ سے بہتر سمجھے جب یہ تین باتین اُسکے اعتقاد مین ہونگی تب کبر پیدا ہوگا صرف اپنے مرتبہ سمجھنے کا نام کبر نہین بلکہ اُس سمجھنے اور عقیدہ سے اُسمین ایسی پھونک پڑتی ہی جس سے دل مین سامان اور حرکت اور خوشی اور میل اپنے عقیدہ کی طرف پیدا ہوتا ہے اور اس سبب سے نفس مین ایک عزت آتی ہی اس عزت و حرکت و میلان کو خلق کبر کہتے ہین اور اس پھونک کا ذکر حدیث

شریف مین بھی ہی جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعوذبک من نفخۃ الکبریاء اور اسی طرح حضرت عمر رضہ نے فرمایا تھا اُس شخص کو جس نے بعد نماز صبح وعظ کہنے کی اجازت مانگی تھی کہ مجھے یہ خوف ہی کہ تو پھول کر ثریا تک نہ پہونچ جاوے اس سے معلوم ہوا کہ انسان جب اپنے نفس کو اس نظر سے دیکھتا ہی یعنی اپنی بڑائی کے اعتقاد سے تو وہ تکبر کرتا ہی اور پھولتا ہی تو ثابت ہوا کہ کبر اسی حالت کو کہتے ہین جو اُن اعتقادات مذکورہ سے نفس مین حاصل ہوتی ہی اور اُسی کا نام عزت و عظمت بھی ہی چنانچہ حضرت ابن عباس رضنے اس آیت کی تفسیر مین اِن فی صدورہم الا کبر ماہم ببالغیہ فرمایا ہی کہ اس سے مراد عظمت ہی کہ اُنکو نہ ملیگی پس کبر کی تفسیر آپ نے اُسی عظمت کو بیان فرمایا پھر یہ عزت موجب اعمال ظاہری اور باطنی کا ہوتی ہی جو اُسکے ثمرات کہلاتے ہین اور اُنکو تکبر کہتے ہین یعنی جب اُس کے نزدیک اپنا رتبہ دوسرے کی نسبت بڑا ٹھہرا تو اپنے سے کمتر کو حقیر جانیگا اور اس سے دوری چاہیگا اُسکے ساتھ بیٹھنا اور کھانے مین شریک ہونا ناپسند کریگا اور اگر کبر زیادہ ہوگا تو یہ تصور کریگا کہ اُس شخص کو میرے سامنے جھک کر کھڑا ہونا چاہیے یعنے غلامون کی طرح رہنا چاہیے اور اگر اس سے بھی کبر زیادہ ہوگا تو اُس سے خدمت لینا بھی بُرا سمجھے گا اور اپنے سامنے کھڑا ہونے کے لائق نہ جانیگا نہ ڈیوڑھی کی خدمت کے قابل سمجھے گا اور اگر کبر کچھ کم ہوا تو اُسکی مساوات کو اور تنگ راستون مین آگے چلنے کو اور مجلسون مین اونچا بیٹھنے کو عار جانے گا اور اس بات کا منتظر رہیگا کہ پہلے سلام کرے اور اگر کوئی اُسکے کام بجالانے مین کوتاہی کرے تو اُسکو بہت بعید اور تعجب جانیگا اور اگر وہ کچھ بحث مناظرہ کرے تو اُسکے جواب دینے کو ننگ جانیگا اور اگر کبر والیکو کوئی نصیحت کرے تو قبول نہ کرے اور ناک بھون چڑھاوے اور اگر خود نصیحت دوسرے کو کرے تو نہایت تندمزاجی سے کرے اور اگر کوئی اسکی کسی بات کا انکار کرے تو غصہ ہو جاوے اور کسی کو تعلیم کرے تو سیکھنے والے پر نرمی نہ کرے بلکہ شاگرد کو ذلیل و خوار سمجھے اور اُسپر احسان جتاوے اور اس سے کار خدمت لے اور عوام کو ایسا جانے کہ گدھے ہین اُنکو جاہل و حقیر تصور کرے غرضکہ جو اعمال کہ کبر سے صادر ہوتے ہین بیشمار ہین اُنکی گنتی کی کچھ حاجت نہین معروف و مشہور ہین اسکا نام کبر ہی اور اسی کی آفت بڑی مہلک ہی کہ اس سے خواص لوگ تباہ ہو جاتے ہین اور عابد و زاہد اور علما کم اس سے خالی ہوتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہی اور اسکی آفت کس طرح بڑی نہو جس کی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لا یدخل الجنۃ من فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر اور وجہ اسکی حجاب ہونے کی جنت سے یہ ہی کہ اخلاق ایمانداروں کے جنت کے دروازے ہین اور کبر و عزت کے باعث یہ سب دروازے بند ہو جاتے ہین بندہ کو کوئی خلق اہل ایمان کا اس کے باعث نصیب نہین ہوتا مثلاً جب تک آدمی مین کچھ بھی عزت و کبر ہوگا تب تک جو بات اپنے واسطے محبوب ہی وہ دوسرے مومنون کے واسطے محبوب نہ جانیگا اور اسی عزت کی جہت سے تواضع جو کہ متقیون کے اخلاق کی جڑ ہی نہ کریگا اور عزت کے ساتھ کینہ ترک نہ کرسکیگا صدق و راستی کی مداومت نہ کرسکیگا ترک غضب اور غصہ کے پینے پر قادر نہوگا۔ نہ حسد ترک کریگا نہ آپ کسی کو نرمی سے اچھی طرح نصیحت کریگا نہ اورون کی نصیحت پر کان دھریگا نہ لوگون کی غیبت اور حقارت سے بچیگا خلاصہ یہ کہ کوئی ایسی بُری عادت نہین جو کبر و عزت والا اپنی عزت کے بچاؤ کے لیے اسکی طرف مضطر نہو اور کوئی عمدہ عادت ایسی نہین جسکو متکبر بخوف اپنی عزت جانے کے چھوڑ نہ دے اسی لحاظ سے جسکے دلمین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا داخل جنت نہوگا اور بُرے اخلاق کا حال یہ ہی کہ ایک دوسرے کے ساتھ موجود رہتے ہین ایک بُری عادت ہو تو وہ مقتضی دوسرے کی ضرور ہو گی۔ اور کبر مین سب سے بڑی قسم وہ ہی جو علم سے استفادہ نہ کرنے

دے اور امر حق کو نہ ماننے دے اور نہ اسکا انقیاد ہونے دے ایسی ہی کبر اور متکبر کی شان مین آیات وارد ہین جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الملائکۃ باسطوا ایدیہم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الہون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن آیاتہ تستکبرون پھر فرمایا ادخلوا ابواب جہنم خالدین فیہا فبئس مثوی المتکبرین اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوزخیون مین سے سخت عذاب اُن کو ملے گا جو سرکشی مین زیادہ کرٹے تھے ثم لننزعن من کل شیعۃ ایہم اشد علی الرحمن عتیا اور فرمایا فالذین لا یؤمنون بالآخرۃ قلوبہم منکرۃ وہم مستکبرون اور فرمایا ویقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مؤمنین اور فرمایا ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین اور فرمایا ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق بعضون نے اس کی تفسیر مین لکھا ہے کہ یون ارشاد ہے کہ ہم قرآن کی فہم اُن کے دل سے اُٹھا لین گے اور بعض تفاسیر مین یہ ہی کہ اُنکے دلون کو ملکوت سے روک دین گے اور ابن جریج سے روایت ہی کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اُن کو تامل کرنا اور عبرت پکڑنا نصیب نہوگا اسی جہت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ کھیتی نرم زمین مین پیدا ہوتی ہی پتھر پر نہین ہوتی اسی طرح حکمت تواضع کرنے والے کے دل مین اثر کرتی ہی متکبر کے دل مین اثر نہین کرتی دیکھو اگر آدمی اپنا سر نہایت اونچا کرے اور چھت تک پہونچ جاوے تو اُسی کا سر ٹوٹے گا اور جو جھکا رہیگا تو چھت سے آرام اور سایہ دونون پاویگا تو یہ مثل متکبرون کی اسبات کے واسطے بیان ہوئی کہ وہ لوگ حکمت سے کسطرح محروم رہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبر کی تعریف مین انکار کرنا امر حق کا مذکور فرمایا ہی اور ارشاد فرمایا کہ کبر والا وہ شخص ہی جو امر حق سے غافل ہوا اور لوگون کے عیب بیان کرے۔

پانچوان بیان اس امر مین کہ جس شخص پر تکبر کیا جاتا ہی اُسکے کتنے درجات اور اقسام ہین اور نتیجہ کبر کا اُنمین کیا ہی

ازانجا کہ انسان باعتبار سرشت کے ظالم وجاہل ہی اسی جہت سے کبھی خالق پر تکبر کرتا ہی اور کبھی مخلوق پر اور اس اعتبار سے تکبر کی تین قسمین ہین اول خدا پر تکبر کرنا یہ تکبر سب اقسام کبر سے نہایت بُرا ہی اور اُسکا باعث صرف جہالت یا سرکشی ہوتی ہی جیسے نمرود مردود نے کی تھی اپنے دلمین ٹھان لی تھی کہ آسمان کے خدا سے لڑونگا یا اور جاہلونکی حکایتین اسی قسم کی ہین بلکہ جو شخص کہ مدعی خدائی کا ہوا مثلاً فرعون ملعون وغیرہ اُسنے ایسا ہی کچھ بکا لوگون سے کہا کہ مین تمھارا پروردگار برتر ہون اس بات سے کراہت کی کہ خدا کا بندہ ہو اور خدا تعالےٰ فرماتا ہی لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملائکۃ المقربون ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرہم الیہ جمیعا اور فرمایا کہ ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین اور واذا قیل لہم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا دوسری قسم تکبر کرنا رسولون پر کہ اپنے نفس کو عزت والا اور بلند سمجھکر نہین چاہتا کہ کسی ایسے شخص کا متبع ہو جو اور آدمیون جیسا ہو اور یہ امر کبھی تو فکر و تامل کا مانع ہوتا ہی یعنی رسالت وغیرہ کو سوچتا ہی نہین اسی جہت سے مدام کبر کے باعث تاریکی کی جہالت مین رہکر فرمانبرداری نہین کرتا اور اپنے گمان مین خود حق پر ہوتا ہی اور کبھی تامل تو کرتا ہی مگر نفس اطاعت امر حق اور رسولون

کی نہیں کرتا جیساکہ خداے تعالیٰ نے کافرون کے اقوال کلام مجید مین نقل فرمائے ہین انؤمن لبشرین مثلنا اور ان انتم الا بشر مثلنا اور ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون اور وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملائکۃ او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسھم اور وقالوا لولا انزل علیہ ملک اور فرعون کا قول نقل فرمایا کہ اذا جاء معہ الملائکۃ مقترنین اور پھر فرمایا واستکبر ھو وجنودہ فی الارض بغیر الحق اُسنے اللہ و رسول دونون پر تکبر کیا چنانچہ وہب رح فرماتے ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا کہ تو ایمان لے آ تیری سلطنت تیرے ہی پاس رہیگی اُسے کہا کہ مین ہامان سے مشورہ کرلون جب اُس سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ابتو تو پروردگار ہی لوگ تیری عبادت کرتے ہین ایمان لانے پر تو بندہ ہو جائیگا دوسرے کی عبادت کریگا بس اُسنے خدا تعالے کے بندہ ہونے اور حضرت موسیٰ کی پیروی سے انکار کیا۔ اور قریش کا قول خداے تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ لولا انزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم قتادہ رض کہتے ہین کہ یہ قول ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی کا تھا کہ اُنھون نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک لڑکے یتیم تھے اُنکو خدا نے کیسے ہمارے اوپر نبی کیا اُن سے بڑھکر کوئی رئیس نبی کیون نہوا خداے تعالیٰ نے اُنکے جواب مین ارشاد فرمایا اھم یقسمون رحمۃ ربک اور دوسری جگہ اُنکا قول نقل فرمایا لیقولوا اھولاء من اللہ علیھم من بیننا یعنے ایمان والون کو حقیر جانتے تھے اور اُنکا رتبہ مین بڑھ جانا بہت بعید معلوم ہوتا تھا قریش نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تھا کہ ہم آپکے پاس کیسے بیٹھین یہان تو یہ لوگ رہتے ہین یعنی فقیر مسلمان جو آپ کے پاس موجود رہتے تھے قریش نے اُنکو حقیر جانا اور اُنکے پاس بیٹھنے سے تکبر کیا اور خداوند کریم نے یہ ارشاد فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ اور واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم اور کفار کا کبر یہانتک تھا کہ خدا تعالیٰ نے اُنکے تعجب کی خبر اُنکے جہنم مین داخل ہونے کے بعد کی دیتا ہے یعنی جب اُن لوگون کو نہ دیکھین گے جنکو حقیر جانتے تھے تو کہینگے ما لنا لا نری رجالا کنا نعدھم من الاشرار اور اُنسے مراد اُنکی حضرت عمار بن یاسر اور بلال اور صہیب اور مقداد رضی اللہ عنہم ہین۔ بہرحال قریش کے کافرون مین بعض تو ایسے تھے کہ کبر کے باعث فکر و معرفت سے باز رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے سے جاہل اور بعض ایسے تھے کہ اُن کو برحق ہونا تو معلوم تھا مگر کبر کی جہت سے اقرار نہ کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ اور دوسری جگہ فرمایا وجحدوا بہا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا اور یہ قسم تکبر کی اگرچہ پہلی قسم سے کم ہی لیکن اُسکے قریب ہی اسلیے کہ تکبر خدا کے حکم نہ سننے پر اور اُسکے رسول کے منقاد ہونے کے لیے ہی۔ قسم تیسری بندون پر تکبر کرنا بایں طور کہ اپنے نفس کو بڑا جانے اور دوسرے کو حقیر سوجہ سے کسی شخص کی فرمانبرداری نہ کرے بلکہ اُنسے اونچا ہونے کو جی چاہے اور اُنکو حقیر جانکر مساوات سے ننگ آوے یہ قسم اگرچہ پہلی دو دوسری قسم سے کم ہی تاہم دو وجہ سے بہت بڑی ہی وجہ اول تو یہ ہی کہ کبر اور عظمت و عزت مالک برحق قادر مطلق کو ہی زیبا ہی نہ بندہ جو مملوک اور ضعیف و عاجز ہی اور کسی چیز کی قدرت نہین رکھتا اُسکو کبر کیا چاہیے پس جب بندہ کبر کریگا تو گویا وہ صفت جو خاص خدا کیواسطے تھی اُسمین خدا کا شریک ہوا چاہتا ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی غلام سلطان کا تاج سر پر رکھکر اُس کے تخت پر بیٹھ جاوے تو نہایت

کرنا چاہیے کہ بادشاہ اُسپر کتنا غصہ ہوگا اور کیسی کیسی رسوائی کا نشانہ بنے گا کیونکہ بڑی جرأت وگستاخی و بُرائی کی حرکت ہے جسکا یہ مرتکب ہوا
اور اسی لیے حدیث قدسی وارد ہوئی ہے کہ عظمت میری ازار اور کبریا میری چادر ہے جو اِسمین مجھسے نزاع کریگا مین اُسکو توڑ دونگا اس سے
یہی مراد ہے کہ یہ صفت خاص میری ہے میرے سوا اور کسی کو زیبا نہین جو اسمین مجھ سے نزاع کریگا وہ میری ایک صفت مین نزاع کریگا
اور از انجا کہ بندون پر بڑائی کرنی اُسی کو زیبا ہے تو جو کوئی اُسکے بندون پر کبر کریگا وہ خدا کا گنہگار ہوگا کیونکہ جو کوئی بادشاہی غلامون اور خواص
کو حقیر جانے اور اُنسے خدمت لے اور اپنے آپ کو اُنسے برتر کرے اور جو معاملہ کہ بادشاہ اُنکے ساتھ کرتا ہے وہی کرے تو یہ شخص بھی بعض
باتون مین بادشاہ کے ساتھ نزاع و شرکت کرتا ہے گو ویسا تو نہین جیسا وہ شخص تھا جسنے تخت پر بیٹھنا چاہا تھا اور تنہا حکومت کیا چاہتا
تھا گر چونکہ تمام خلق اللہ تعالے کے بندے ہین اور اُنپر کبر اور عظمت وہی کرتا ہے دوسرا شخص اگر کسی بندے پر تکبر کریگا تو البتہ خدا تعالے
سے نزاع ٹھہریگا۔ ہان اس نزاع مین اور نمرود و فرعون کی نزاع مین اتنا فرق ہے جیسے اُن دونون شخصون کے نزاع مین فرق تھا کہ
ایک صرف بادشاہ کے خواص اور غلامون کو اپنا غلام بنایا چاہتا تھا اور دوسرا اصل سلطنت ہی لیا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ جس سے کہ
کبر کا عیب بڑا مہیب ہے کہ اُسکے باعث خدا تعالی کے احکام کی مخالفت ہو جاتی ہے کیونکہ متکبر آدمی جب حق بات کسی بندے سے سنتا ہے تو
تکبر کی جہت سے اُسکو مانتا نہین بلکہ انکار کے واسطے مستعد ہوتا ہے اسلیے جو لوگ مسائل دینی مین مناظرہ کرتے ہین تو دعوی یہی کرتے ہین کہ
بحث صرف احقاق حق اور دریافت کے لیے ہے مگر پھر انکار متکبرون کا سا کرتے ہین اگر ایک کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے تو دوسرا نہین مانتا
اور اُسکے جھٹلانے اور رد کا بہانہ تلاش کرتا ہے کہ کسی دھوکے سے اسکو طرف مقابل پر مشتبہ کر دینا چاہیے اور یہ عادت کافرون اور منافقون
کی ہے چنانچہ انکا یہ وصف کلام مجید مین موجود ہے و قال الذین کفروا لاتسمعوا لهذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون پس جو شخص مناظرہ غلبہ
کے لیے یا دوسرے کے الزام و سکوت کے لیے کرے اور تحقیق حق منظور نہو کہ اگر امر حق معلوم ہو جاوے تو غنیمت سمجھین تو ایسا
شخص اس عادت مین منافقون کا شریک ہے اسیطرح کبر اور غیرت وعظ و نصیحت کو بھی نہین ماننے دیتے چنانچہ کلام مجید مین ارشاد ہے واذا قیل له اتق الله
اخذته العزة بالاثم اور حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ آپنے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا انا للہ و انا الیه راجعون ایک آدمی تو کھڑا ہو کر
اچھی بات کہنے لگا اور مارا گیا دوسرا شخص یہ کہنے کھڑا ہوا کہ جو لوگ اچھی بات کو امر کرتے ہین اُنکو کیون قتل کرتے ہو تو متکبر نے اُسکو بھی نہ چھوڑا
جسنے اچھی بات بتائی تھی اُسکو بھی مار ڈالا اور جسنے بُری بات سے منع کیا تھا اُسکو بھی کبر کے مارے مار ڈالا۔ اور حضرت ابن مسعود کہتے
ہین کہ آدمی کو صرف یہی گناہ کافی ہے کہ جب اُس سے کوئی کہے کہ خدا سے ڈر تو وہ جواب دے کہ تم اپنے نفس کی تو حفاظت کرو اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ دہنے ہاتھ سے کھانا کھا اُسنے کبر سے کہا کہ مین دہنے ہاتھ سے نہین کھا سکتا آپنے فرمایا
کہ ایسا ہی ہوگا راوی کہتے ہین کہ اُسکو پھر کبھی دہنا ہاتھ اُٹھانا نصیب نہوا کسی روگ مین مبتلا ہو گیا غرضکہ تکبر کرنا خلق پر بُری بات ہے اسکے
سبب سے خدا کے احکام پر تکبر ہو جاتا ہے اور ابلیس کا حال جو کلام مجید مین مذکور ہے اور تکبر مین مشہور وہ اسی لیے ہے کہ لوگ عبرت حاصل
کرین اُسنے کہا تھا کہ مین انسان سے بہتر ہون اور اپنے نسب کا کبر کیا کہ مجکو آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے مگر اس کبر کا انجام یہ
ہوا کہ خدا تعالی نے جو حکم سجدہ کا کیا اُسکو بجا نہ لایا اور ابتدا مین کبر اور حسد آدم پر تھا مگر انتہا مین خدا کے امر پر ہو گیا اسیوجہ سے ابد الآباد

کیواسطے ہلاک ہوا ۔ تکبر عزازیل را خوار کرد + بزندان لعنت گرفتار کرد + پس بندون پر تکبر کرنے سے یہ آفت جو حکم الٰہی کے نہ ماننے کی
آتی ہی بڑی آفت ہی اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس بن شماس کے سوال کے جواب مین فرمایا جب انھون نے پوچھا
کہ آپکو معلوم ہی کہ مجھے نفاست محبوب ہی تو یہ کبر تو نہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ کبر یہ ہی کہ امر حق سے سرکشی کرے اور لوگونکی عیب جوئی اور تحقیر
کرے یعنی کبر سے دو خرابیان ہین اول تو لوگون کی حقارت کرنی جو کبر والے کے مساوی خواہ بہتر ہین اور دوم رد کرنا امر حق کا پس
جو شخص یہ تصور کرے کہ مین دوسرے سے بہتر ہون اور دوسرے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور حقارت کی نظر سے انکی طرف دیکھے اور امر حق کو
عمداً جانکر انکار کرے تو خلق کے معاملات مین متکبر ہوگا اور جسکو اس بات کی غیرت ہو کہ خداے تعالٰی کے لیے خضوع کرے اور طاعت اسکی
بجالاوے اور اتباع رسل کرکے فروتنی ظاہر کرے تو ایسا شخص اللہ تعالٰی کے اور اسکے رسولونکے معاملات مین متکبر کہلاوے گا ۔

چھٹا بیان اُن چیزونکا جنسے تکبر ہوتا ہی ۔ واضح ہو کہ تکبر وہی شخص کیا کرتا ہی جو اپنے نفس کو بڑا سمجھے اور نفس کو بڑا
وہی سمجھتا ہی جو یہ جانے کہ اسمین کوئی صفت صفات کمال سے ہی اور کمال یا دینی ہوتا ہی یا دنیاوی دینی کی دو قسمین ہین علم اور عمل اور
دنیوی کمال پانچ طرح پر ہین نسب اور جمال اور قوت اور مال اور کثرت یارون کی اور ساتھ والونکی تو یہ سب سات سبب ہوے ہر ایک کا بیان
جُدا جُدا سُننا چاہیے اول چیز تکبر کی علم ہی اور علما کو بہت جلد کبر آتا ہی اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ آفۃ العلم الخیلاء یعنی علم
کی آفت تکبر ہی عالم بہت جلد علم کی جہت متعزز بنتا ہی اور اپنے جی مین جمال و کمال علم سے واقف ہوکر اپنے آپکو بڑا اور لوگون کو حقیر و جاہل
جانتا ہی اور انکی طرف ایسے دیکھتا ہی گویا جانورونکو دیکھتا ہی اور اس بات کا متوقع ہوتا ہی کہ مجھے پہلے سلام کرین اور اگر اتفاقاً کسی کو آپ
پہلے سلام کرلیا یا خوشی سے کسی کے سلام کا جواب دیا یا تعظیم کو اُٹھ کھڑا ہوا یا دعوت منظور کرلی تو ان باتونکو اُس شخص پر اپنا
احسان جانتا ہو اور اسکا شکر گذار ہونا اُسپر لازم سمجھتا ہی اور اعتقاد کرتا ہی کہ مین نے اُسکو سرفراز کردیا اور ایسا کام کیا جسکا وہ مستحق مجھ جیسے
شخص سے نہ تھا اُسپر سیری تو یہ وخدمت اس احسان کے عوض مین ضرور ہی بلکہ اکثر یہ ہوتا ہی کہ لوگ عالم کے ساتھ سلوک کرتے ہین اور
وہ خود کسی کے ساتھ سلوک نہین کرتا اور اُسکے پاس سب آتے ہین وہ کسی کے پاس نہین جاتا اُسکی بیمار پرسی سب کرتے ہین وہ کسیکی عیادت
نہین کرتا اور اگر کوئی اُنمین سے اُسکے ساتھ زیادہ خلا ملا رکھتا ہی تو اُس سے اپنا کاروبار کراتا ہی اور اگر اُس سے کچھ خدمت مین قصور
ہوجائے تو بُرا جانتا ہی گویا سب اُسکے غلام یا مزدور ہین اور لوگونکو سکھانا پڑھانا ایک احسان سلوک ہے جس سے اُسکا حق انپر ہوگیا ہی یہ حال
تو دنیا کے کاروبار مین ہی اور دین کے باب مین عالم کا تکبر لوگونپر اسطرح ہی کہ اپنے نفس کو خدا کے نزدیک لوگون کی بہ نسبت اعلٰی اور افضل
سمجھتا ہی اور لوگونکا زیادہ خوف ہوتا ہی اپنا اتنا خوف نہین کرتا اور اپنے واسطے توقع نجات کی بہ نسبت لوگون کے زیادہ کرتا ہے تو
ایسے عالم کو جاہل کہنا مناسب تر ہی اُسکو عالم کسنے کیا ہی علم حقیقی تو اُس علم کا نام ہی جس سے آدمی خدا کو اور اپنے نفس کو پہچانے اور
خاتمہ کے خطرے کو جانے اور یہ سمجھے کہ زیادہ تر مواخذہ الٰہی علماہی سے ہی اور علم کا خطرہ بہت بڑا ہی چنانچہ علاج کبر مین اُسکا بیان
مذکور ہوگا اس علم سے البتہ خوف اور تواضع اور خشوع زیادہ ہوتا ہی اور یہ علم اس بات کا مقتضی ہی کہ سب دمیون کو اپنے آپسے بہتر جانے
اسواسطے کہ مواخذہ الٰہی علم کے باعث زیادہ تر ہی اور نعمت علم کا شکر عالم سے کم ادا ہوتا ہی اسیواسطے حضرت ابودرداء رض نے فرمایا کہ جو

شخص علم مین زیادہ ہوتا ہی اُسکو درد بھی زیادہ ہوگا اور واقع مین اُنھون نے درست فرمایا اب اگر یہ پوچھو کہ بعض اشخاص کو علم کے باعث کبر اور بےخوفی کیون ہوتی ہی تو اُسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ وہ شخص کسی ایسے علم مین مشغول ہو جو کہ براے نام علم ہو مگر علم حقیقی نہ ہو یعنی وہ علم نہو جس سے خداے تعالے اور اپنے نفس کو اور خدا ایتعالےٰ سے ملنے کے وقت کے خطرہ کو اور اُس سے حجاب ہونیکو سمجھے اسلیے کہ ایسے علم سے تو خوف خدا ہی ہوتا ہی بےخوف ہونا اور متکبر ہونا اس علم کی شان نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور جو علوم کہ اس علم کے سوا ہین جیسے طب اور حساب اور لغت اور شعر اور نحو اور خصومات کا فیصل کرنا اور مناظرہ کا طریق وغیرہ تو جب آدمی صرف انھین علوم کو سیکھتا ہی تو البتہ نفاق و کبر سے بھر جاتا ہی اور ان علوم کو علوم نہ کہنا چاہیے بلکہ فنون و صناعات کہنا مناسب ہی علم وہی ہی جس سے بندگی اور ربوبیت اور عبادت کا طریق معلوم ہو اور اُس سے اکثر تواضع ہی پیدا ہوتی ہی دوسرا سبب کبر کا علم یہ ہی کہ جب آدمی علم شروع کرتا ہی اُسوقت اسکا باطن اچھا نہین ہوتا نفس نکما اخلاق بد ساتھ ہوتے ہین کیونکہ اول تہذیب نفس اور تزکیہ قلب کی طرف متوجہ نہین ہوتا اور عبادت مین مجاہدہ و ریاض نہین کرتا غرض علم کے شروع تک ویسا ہی بدجوہر رہتا ہی پھر جب علم مین داخل ہوا کوئی سا علم کیون نہو تو اُسکے دل مین علم کو اچھی جگہ نہ ملی اُسی خبیث جگہ مین علم رہا ہی واسطے اُسکا ثمرہ بھی اچھا نہ ہوا نہ خیر مین کچھ اثر اُسکا ظاہر ہوا۔ اور وہبؒ نے اُسکی ایک مثال کہی ہی کہ علم کا حال ایسا ہی جیسا آسمان کا پانی کہ صاف اور شیرین ہوتا ہی مگر درخت اُسکو اپنی رگون سے جذب کرتے ہین تو جیسا جسکی رغبت کا ذائقہ ہو ویسا ہی اُس پانی کو بھی بدل لیتے ہین تلخ درخت کی تلخی زیادہ ہوجاتی اور شیرین کی شیرینی یہی حال علم کا ہی کہ لوگ جو اُسکو پڑھتے ہین جو جیسی اُنکی ہمت اور خواہش ہوتی ہی ویسا ہی یہ علم اُنکے حق مین ہوجاتا ہی متکبر کا کبر بڑھ جاتا ہی اور متواضع کی تواضع زیادہ ہوتی ہی کیونکہ جس شخص کی ہمت مثلاً کبر کیلیے تھی اور وہ جاہل تھا جب اُس نے علم پڑھا تو سبب کبر اُسکے پاس آگیا اور زیادہ کبر کرنے لگا اور جب حالت جہالت مین مثلاً خائف تھا اور علم تحصیل کیا تو اور زیادہ خوف ہوگا اسلیے کہ اب حجت خوف کی زیادہ مضبوط ہوگئی بہر صورت علم کبر کے بڑے اسباب مین سے ہی اسیواسطے خداوند کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین اور فرمایا ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک اور اپنے اولیا کے وصف مین فرمایا اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین اور اسی جہت سے حضرت ابن عباس رضہ سے یہ روایت حدیث ہی کہ آپ نے فرمایا کہ ایک لوگ ایسے ہونگے کہ قرآن کو پڑھینگے اور اُنکے گلون سے تجاوز نہ کریگا اور دعوی کرینگے کہ ہمنے قرآن پڑھا ہی ہمسے زیادہ پڑھا ہوا اور عالم کون ہی پھر آپ نے اصحاب رضہ کیطرف توجہ فرماکر فرمایا کہ اے امت کے لوگو وہ لوگ تمھین مین سے ہونگے اور سب دوزخ کے کُندے ہونگے۔ اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ اے لوگو تم عالم جابر مت ہو کہ تمام علم تمھارے جہل کے برابر ہون اور تمیم داری نے حضرت عمر رضہ سے اجازت قصون کی چاہی تو آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ یہ امر مثل ذبح کے ہی اور ایک شخص نے آپ سے بعد نماز صبح وعظ کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ تو پھول کر ثریا تک نہ پہونچ جاوے۔ اور حضرت حذیفہ رضہ نے ایک قوم کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ میرے سوا اور کوئی امام تلاش کرلو یا اکیلے پڑھ لیا کرو اسلیے کہ تمھاری امامت سے میرے جی مین یہ بات گذری کہ مجھ سے افضل ان مین کوئی نہین۔ مقام غور ہی کہ جب حضرت حذیفہ رضہ اس بات سے نہ بچے تو ضعیف آخری زمانہ کے لوگ کیسے بچینگے حقیقت

یہ ہو کہ دنیا کے پردہ پر ایسے شخص کا وجود کمیاب ہو کہ اُسکو لوگ عالم کہیں اور اُس کی رگ عزت حرکت مین نہ آوے اور اگر کوئی ایسا شخص موجود ہو تو وہ اپنے عہد کا صدیق ہو اُسکو چھوڑنا نہ چاہیے قطع نظر استفادہ سے اُسکا دیکھنا ہی عبادت مین داخل ہو ہمکو تو اگر اس طرح کا شخص چین مین بھی سُنائی دے تو وہان ہی اُسکے پاس جاوین کہ اُسکی برکت اور سیرت اور خصلت سے بہرہ اندوز ہون مگر افسوس کہ اس آخری زمانے مین ایسا عالم کہان وہ لوگ جو اقبال و دولت والے تھے قرن اول و دوم مین ختم ہو چکے اس زمانے مین تو ایسے بھی لوگ کم مین جو اس خصلت کے نہونے پر افسوس ہی کرین اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اپنے قول مبارک سے بشارت نہ دیجاتے کہ سیاتی علی الناس زمان من تمسک فیہ بعشر ما انتم علیہ نجا تو ہمارے اعمال بد تو اسی کے مقتضی تھے کہ ہم دریاے یاس و ناامیدی مین ڈوب جاتے اور اب بھی دسوان حصہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے اعمال کا کون کرتا ہو کاش اگر سوان حصہ ہی ہمسے ادا ہوتا ہو تو غنیمت ہو یہان فرط ترجم یہان اشک ندامت گرا کر عرض کرتا ہو کہ مصنف رح یہ حال اپنے وقت کا لکھتے ہین اور اُن کے فضل و کمال اور جاہ و جلال مین کسی کو کلام نہین ہم لوگ کہ اُنکے زمانے سے ہمارے زمانہ کو وہی نسبت ہو جو اُن کے زمانہ کو قرن اول سے تھی نہ معلوم کہ ہمارا کیا حال ہوگا خدا ہی اپنے فضل و کرم سے بیڑا پار کرے اور ہم سے وہ سلوک فرماوے جو اُسکی رحمت کے شایان ہو بمنہ وجاہ محمد و آلہ۔ دوسری جگہ تکبر کی عمل اور عبادت ہو اور زاہد و عابد کبر اور عزت اور لوگون کے دلون کو مائل کرنے سے خالی نہین ہوتے اُنسے بھی دنیا اور دین دونون مین تکبر مترشح ہوتا ہو دنیا مین تو اس طرح کہ دوسرون کا آنا اپنے پاس اُنکو اچھا معلوم ہوتا ہو بہ نسبت اپنے جانے کے غیرون کے پاس اور لوگون سے متوقع رہتے ہین کہ ہماری حاجتین پوری کرین اور توقیر کرین مجالس مین صدر جگہ مین بٹھلا دین اور ورع اور تقوے سے یاد کرین اور سب اُمور مین ہم کو مقدم جانین غرضکہ جو باتین کبر کی معاملات دنیا مین علما کے حال مین ہم نے لکھی ہین وہ انہین بھی ہوتی ہین گویا عبادت کیا کرتے ہین خلق پر احسان کرتے ہین اور دین مین اُنکا کبر یون ہو کہ اپنے نفس کو ناجی خیال کرین اور لوگون کو تباہ کار اور ہلاک شدہ تصور کرین اور واقع مین ہلاک شدہ وہی ہین اگر یہی صورت ہو چنانچہ حدیث شریف مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو سنو کہ لوگون کو کہتا ہو کہ سب ہلاک ہوے تو معلوم کر لو کہ سب سے زیادہ ہلاک وہ ہوگا اور یہ اسواسطے فرمایا کہ اسکا یہ کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ وہ خلق اللہ کو حقیر جانتا ہو اور اللہ پر مغرور ہو کر اُسکے عذاب و سطوت سے نڈر ہو اور نہ معلوم کہ اسکو خوف کیون نہین لوگون کے حقیر جاننے کی بُرائی کیا اُسکے ذمہ کم ہو وہی کافی ہو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو اتنی ہی شر کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور جو شخص کہ عابد کو خدا کے واسطے محبوب جانے اور خدا کی عبادت کے سبب اُسکی تعظیم کرے اور بڑا جانے اور ایسے درجات کا اُسکے لیے متوقع ہو جسکا اپنے نفس کے لیے تو اس شخص مین اور عابد مین بہت فرق ہو اسلیے کہ ایسا شخص تو اسوجہ سے کہ اُسنے خدا کیواسطے عابد کی تعظیم کی نجات پاویگا اور اللہ کا مقرب ہوگا اور عابد چونکہ لوگون سے محترز رہا اور اُنکے پاس بیٹھنے سے متنفر غضب الٰہی کا مستحق ہوگا پس کیا تماشے کی بات ہو کہ لوگ تو عابد کی محبت کے سبب اُسکے عمل کا درجہ پاوین اور وہ خود اُنکی حقارت کے باعث خدا کی ناخوشی حاصل کرے کہ گویا کوئی عمل ہی نہین کیا چنانچہ روایت ہو کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص تھا کثرت فساد کے باعث اُسکا نام فسادی ہو گیا تھا اور ایک عابد بنی اسرائیل مین کثرت عبادت سے عابد مشہور ہو گیا تھا اور یہانتک عبادت کی تھی کہ ایک ابر کا ٹکڑا اسپر سایہ کیے رہتا تھا وہ

فسادی ایکروز اُسکے پاس گذرا اور دلمین سوچا کہ یہ عابد عبادت مین مشہور ہی اور مین فسادی ہون اگر مین اُسکے پاس بیٹھ جاؤن تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالے مجھپر رحم کرے یہ سوچکر اُس کے پاس جا بیٹھا اور عابد نے سوچا کہ مین تو عابد ہون اور یہ فسادی ہے میرے پاس کیون بیٹھا اس سے تنگ کیا اور کہا کہ یہان سے اُٹھ جا خدائے تعالیٰ نے اُسوقت کے نبی کو وحی کی کہ ان دونون سے کہدو کہ عمل از سر نو کرین پہلے اعمال کا یہ حال ہی کہ مین نے فسادی کو بخشدیا اور عابد کے کل عمل باطل کردیے اور ایک روایت مین ہی کہ ابر کا سایہ بھی فسادی کے سر پر ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالے کو بندون سے صرف دل کا قصد مراد ہی پس جاہل گنہگار جب خدا سے ڈر کر تواضع کریگا تو اپنے دل سے خدا کا مطیع ہی وہ عالم متکبر اور عابد کبر والے کی نسبت زیادہ مطیع ہوگا۔ اسی طرح روایت ہی کہ ایک شخص بنی اسرائیل مین کا ایک عابد کے پاس آیا وہ اسوقت سجدہ مین تھا اُسنے عابد کی گردن پر پانون رکھا عابد نے کہا کہ اپنا پیر اُٹھا بخدا کہ تجکو اللہ نہین بخشے گا۔ خدا تعالے نے اُس پر وحی کی کہ او میری قسم کھانے والے اسکی نہین بلکہ تیری مغفرت نہین ہوگی اور اسی لیے حضرت حسن فرماتے ہین کہ صوف کا پہننے والا کبر مین بہ نسبت حریر پوش کے زیادہ ہوتا ہی اسکے یہ معنی ہین کہ حریر پوش گلیم پوش کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور افضل اسی کو سمجھتا ہی اور گلیم پوش اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہی اور یہ آفت بھی ایسی ہی کہ کم عابد ہونگے جن مین یہ بات نہو یعنے اگر عابد کی کسی نے تنگی کی یا کچھ ایذا دی تو عابد مذکور اُسکی مغفرت دشوار جانتا ہی اور اس باب مین تو کچھ شک ہی نہین کرتا کہ خدا کے نزدیک وہ مغضوب ہوگیا اور اگر وہی شخص کسی دوسرے مسلمان کو ایذا دے تو عابد کو اتنا برا نہ معلوم ہو اس کی وجہ یہی ہی کہ اپنے نفس کی قدر زیادہ سمجھتا ہی حالانکہ اسمین کئی خرابیان ہین جہالت اور کبر اور عجب اور مغرور ہونا اللہ پر۔ اور کبھی بیوقوفی ایسے لوگون کی یہان تک بڑھتی ہے کہ کہنے لگتے ہین کہ دیکھو اُسکا کیا حال ہوتا ہی اور اگر اتفاقاً موذی پر کوئی رنج و مصیبت آتی ہی تو اپنی کرامت سمجھتے ہین کہ خدا نے ہمارا بدلا لیا اور یہ نہین دیکھتے کہ بہت سے گروہ کفار کے اللہ و رسول کو گالیان دیتے ہین اور بہتون نے انبیا کو ایذا دی بلکہ بعضون کو تو مار ہی ڈالا اور بعضون کو اور تکلیفین دین مگر خدائے تعالیٰ نے کافرون کو دنیا مین مہلت دی اور عذاب نہ کیا بلکہ بعضے انمین سے مسلمان ہوگئے اور انکو نہ دنیا مین کچھ تکلیف ہوئی نہ آخرت مین پس یہ جاہل متکبر سمجھتے ہین کہ ہم اللہ کے نزدیک اُس کے انبیا سے زیادہ ہین کہ اپنے انبیا کا انتقام نہ لیا اور ہمارا عوض لیا اور یہ نہین معلوم کہ شاید اس کبر و عجب کی جہت سے وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہون اور اپنے نفس کے ہلاک ہونیکی خبر نہ رکھتے ہون یہ اعتقاد تو کبر والونکا ہوتا ہی اور دانا عابد یون کہا کرتے ہین جیسے عطا سلمی رحمہ اللہ آندھی چلنے یا بجلی گرنے کے وقت کہا کرتے تھے کہ جو کچھ خلق کو مصیبت پہونچتی ہی وہ میرے سبب سے ہی اگر عطا سلمی رہ مر جاوے تو لوگ چھٹی پاوین یا ایک اور شخص نے عرفات سے پھرتے ہوے کہا تھا کہ مجھکو توقع تھی کہ اگر مین نہوتا تو سب پر رحمت ہوتی۔ پس دونون قولون مین فرق دیکھنا چاہیے کہ دانا تو اللہ سے ظاہر و باطن مین ڈرتا ہی اور اپنے نفس پر خائف ہی عمل کو ناچیز جانتا ہی اور احمق دلمین ریا اور کبر اور حسد اور عداوت اتنی رکھتا ہی کہ شیطان اُسکو مسخرہ بنائے رکھتا ہی پھر اُسپر طرہ یہ ہی کہ اپنے عمل کا خدا پر احسان رکھتا ہی خلاصہ یہ کہ جسکا اعتقاد یقینی اس بات پر ہو کہ مین کسی بندے سے بہتر ہون تو اُسنے اپنے سب عمل برباد کیے اسلیے کہ جہالت سب مین بڑا گناہ ہی اور خدا سے دور کرنے کیلیے بڑی چیز ہی اور اپنے نفس پر حکم بہتری کا دوسرے کے نسبت کرنا محض جہالت اور بے خوف ہونا عذاب

ابھی سے ہی فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون اسی لیے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر خیر کسی شخص کا ہوا ایک روز وہ شخص آیا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہی شخص ہی جسکا ذکر ہمنے آپ کی خدمت مین کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اسکے چہرہ مین نشان شیطان کا معلوم ہوتا ہی پس جب اس شخص نے آکر سلام کیا اور آپ کے اور اصحاب رضہ کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مین تجھ سے بقسم پوچھتا ہون کہ تیرے جی مین یہ بات ہی کہ نہین کہ قوم مین مجھ سے افضل اور کوئی نہین اس نے عرض کیا کہ بیشک میرے دل مین یہی بات ہی دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے اُسکے دل کی بات کو چہرہ پر آثار شیطانی کی شکل مین دیکھ لیا بہر صورت یہ آفت ایسی ہی کہ اُس سے کوئی عابد خالی نہین ہوتا مگر جسکو خدا بچاوے اب معلوم کرنا چاہیے کہ آفت کبر کے اعتبار سے عالم اور عابد تین مراتب پر ہین اول درجہ تو یہ ہی کہ کبر دلمین جما ہوا ہی کہ اپنے نفس کو دوسرے سے بہتر سمجھتا ہے مگر کوشش کر کے تواضع کرتا ہی اور ایسے افعال بجالاتا ہی جیسے وہ لوگ کرتے ہین جو دوسرونکو اپنی نسبت بہتر سمجھتے ہین تو ایسے شخص کے دل مین درخت کبر کا تو جما ہوا ہی مگر اُسنے اُسکی شاخین بالکل کاٹ ڈالی ہین دوسرا مرتبہ یہ ہی کہ کبر کو افعال مین بھی ظاہر کرے مثلاً اونچا بیٹھے اور ہمسرون سے آگے بڑھنا چاہے اور جو کوئی اُسکے حق مین قصور کرے اسکو برا جانے اور عالم مین ادنی بات یہ ہوتی ہی کہ گال کیا منھ بدلتا ہی گویا منھ پھیر لیا اور عابد ترش رو ہوتا ہی اور ماتھے پر شکن ڈالتا ہی گویا لوگون سے کنارہ کش ہی اور اُنکو حقیر جانتا ہی یا اُن پر غصہ ہی اور بیچارہ کو یہ خبر نہین کہ تقوی ماتھے مین نہین کہ اُسپر شکن ڈالا جاوے نہ چہرے مین ہی کہ اُسکو ترش کیا جاوے نہ رخسار مین ہی کہ اُسکو پھیرا جاوے نہ گردن مین ہی کہ اُسکو جھکایا جاوے نہ دامن مین ہی کہ اُسکو اکٹھا کیا جاوے تقوی تو دلون مین ہی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ التقوی ہہنا اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقوی یہان ہی اور یہ ظاہر ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب خلوق سے زیادہ بزرگ و متقی تھے اور باوجود اسکے سب مین زیادہ خلیق اور کثرت سے کشادہ پیشانی اور متبسم رہتے تھے اسی لیے حارث بن جزء زبیدی صحابی رضہ فرماتے ہین کہ مجھے پڑھنے والون مین سے کشادہ اور خندہ پیشانی اچھے معلوم ہوتے ہین مگر جو لوگ ایسے ہین کہ تم اُنکے ساتھ کشادہ پیشانی ہو کر ملو اور وہ تم سے ناک بھون چڑھا کر ملین اور اپنے اعمال کا تمپر احسان کرین تو ایسونکی خدا تعالی مسلمانون مین کثرت نہ کرے اور اگر اللہ تعالی کو یہی بات پسند ہوتی تو اپنے نبی کو یہ ارشاد کیون فرماتا کہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین تیسرا مرتبہ ان لوگون کا ہی کہ کبر اُنکی زبان پر اسقدر ظاہر ہو کہ اُسکے مارے دعوی اور مفاخرت و مباہات اور تزکیہ نفس اور احوال و مقامات کا ذکر اور دوسرون پر علم و عمل مین غالب ہونا اختیار کرے اس فرقہ کی نسبت دوسرے مرتبہ کے لوگونکی عادت و احوال مین اثر کبر کا کم ظاہر ہوتا ہی اور ان مین بہت ظاہر ہوتا ہی مثلاً عابد تفاخر کے مقام مین دوسرے عابد کو کہتا ہی کہ وہ کون ہی اور اسکا عمل کیا ہی اور زہد اُس کا کہان سے ہوا تھا غرضکہ دوسرے کے بہت سے عیب بیان کر کے پھر اپنی تعریف کرتا ہی کہ مین نے اتنے دنون سے روزہ نہین افطار کیا اور رات کو سوتا نہین اور ہر ایک ختم قرآن مجید کا ہر روز کرتا ہون اور فلان شخص صبح کو سو رہتا ہی اور بہت تلاوت نہین کرتا یا جو اسی قسم کی باتین ہون اور کبھی اپنے نفس کے تزکیہ کا دعوی کسی اور کلام کے لپیٹ مین ہوتا ہی مثلاً کہتا ہی کہ فلان شخص نے ہمکو تکلیف دینی چاہی تھی تو اُسکا بیٹا مر گیا یا مال لٹ گیا یا بیمار ہو گیا وغیرہ کہ اسمین اپنی کرامت کا دعوی ہی کہ ہم ایسے ہین اور مباہات اسطرح ہی کہ مثلاً عابد مذکور کسی ایسی قوم مین جا پڑے

جو تہجد گزار ہون وہان خود شب بیدار رہے اور جتنی نماز پڑھا کرتا تھا اُس سے زیادہ پڑھے اور اگر وہ لوگ بھوک کے عادی ہون تو خود بھی صبر کرے یہانتک کہ اُنپر غالب آجاوے اور اُنکو معلوم ہوجاوے کہ ہم سے زیادہ قوی ہی ہم عاجز ہین اسی طرح عبادت مین زیادتی اسی خوف سے کرتا ہی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اُسکی نسبت تو فلان شخص زیادہ عابد ہی اور دین مین قوی تر ہی - اور عالم کا تفاخر اسطرح ہوتا ہی کہ اپنے مخاطب کو کہتا ہی کہ مین ہر ایک فن جانتا ہون اور حقائق سے آگاہ اور استادون مین سے فلان فلان کو مین نے دیکھا تم کون ہو اور کیا تمھاری فضیلت ہے حدیث مین کیا سنا ہی یہ سب باتین اس لیے کہتا ہی کہ اپنی بڑائی اور دوسرے کی حقارت ہو - اور مباہات اس طرح ہے کہ مناظرہ مین کوشش کرے کہ دوسرے کو ہرادون آپ نہ ہارون اور رات دن ایسے ہی علوم کی تحصیل مین بسر کرے جو علم مجلس مین کام آوین مثلاً مناظرہ اور مجادلہ اور انشا پردازی اور سجع طرازی اور فنون عجیبہ کا یاد کرنا اور احادیث کے الفاظ اور اسناد یاد کرنے تا کہ ہمسرون پر عزت و عظمت حاصل ہو اور اگر کسی سے غلطی الفاظ و اسناد ہو تو اُسکو گرفت کرے اس لیے کہ دوسرے کا نقصان ظاہر ہو اور ایسا شخص جب دوسرے سے غلطی ہوتی ہی تو خوش ہوتا ہی کہ مجھکو موقع غلطی بتانے کا ملگیا اور اگر کوئی صحیح بیان کرتا ہی تو برا معلوم ہوتا ہی اس خوف سے کہ کہین لوگ اُسکو میری نسبت بڑا نہ جانین یہ سب باتین اخلاق اور آثار کبر کے ہین جو علم اور عمل کے سبب پیدا ہوتے ہین اور ایسا شخص کہان ہی جو ان سب سے یا بعض سے خالی ہو اب کوئی یہ تبلادے کہ جو شخص ان اخلاق کا پابند ہی اور یہ حدیث شریف بھی اُسکو معلوم ہی کہ جنت مین ایسا شخص نہ جاوے گا جسکے دل مین رائی کے دانہ کے برابر کبر ہو تو وہ کسطرح اپنے نفس کو بڑا جانتا ہی اور دوسرے پر تکبر کرتا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اُسکو دوزخی بتلاتے ہین بڑا تو وہ ہی جس مین یہ صفت نہو اور جس مین یہ صفت نہوگی اُمین عزت و کبر نہ ہوگا - عالم اُسکو کہنا چاہیے جو یہ سمجھے کہ خداے تعالیٰ کا بندہ کو یہ ارشاد ہی کہ تیری قدر ہمارے یہان جبھی تک ہے جب تو اپنے نفس کی قدر نہ سمجھے اور اگر نفس کی کچھ قدر سمجھے گا تو تیری قدر ہمارے یہان نہوگی اور جو یہ بات نہ جانتا ہو اُسکو عالم کہنا جھوٹ ہی اُسکو اپنے علم کی وجہ سے اُسپر تکبر نہ کرنا اور اپنے آپ کو ہیچ سمجھنا لازم ہی یہ اُس کبر کا حال تھا جو علم و عمل کے سبب سے ہو تیسری جز تکبر کی حسب و نسب ہی پس جس کسی کا نسب شریف ہی وہ ایسے شخص کو حقیر جانتا ہی جس کا ویسا نسب نہو گو اُس سے علم و عمل مین بڑھکر ہو اور بعض آدمی ایسا تکبر نسب کا کرتے ہین کہ گویا دوسرون کو اپنا غلام تصور کرتے ہین اور اُنکے ملنے جلنے اور پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہین اور تفاخر نسب کا اُنکی زبان پر رہتا ہی دوسرون کو کہتے ہین کہ تو کیا اصل رکھتا ہی تیرا باپ کون تھا مین فلانے کا بیٹا فلانے کا پوتا ہون تجھ جیسے کی کیا طاقت کہ میرے سامنے بولے یا میری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے اور تو ہم جیسون سے بولتا ہے وغیرہ - اور یہ ایک ایسی چھپی رگ نفس مین ہی کہ نسب والے اس سے خالی نہین ہوتے اگرچہ نیکبخت اور عاقل ہون مگر بعض دفعہ اعتدال احوال کے وقت اُنسے یہ امر ظاہر نہین ہوتا لیکن غلبہ غضب مین نور عقل تاریک پڑجاتا ہی اُسوقت یہ بات ظاہر ہوتی ہی جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ مجھ سے اور ایک شخص سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تکرار ہوئی مین اُسکو کہہ بیٹھا کہ او کالی عورت کے بچے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر طف الصاع طف الصاع لیس لابن البیضاء علی ابن السوداء فضل یعنے دونون پلے برابر ہین گوری عورت کے بچے کو کالی عورت کے بچے پر کچھ زیادتی نہین حضرت

ابوذرؓ فرماتے ہین کہ یہ سنکر مین لیٹ گیا اور اُس شخص سے کہا کہ تو میرے رخسار کو پامال کر تو اب دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو کسطرح آگاہ کیا جب معلوم کیا کہ یہ اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہین اس نظر سے کہ گوری عورت سے پیدا ہوے ہین اور یہ اُنکی خطا اور نادانی ہی اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ انھون نے کیسی توبہ کی اور اپنے نفس سے کبر کی جڑ کسطرح اُکھاڑی کہ جسپر تکبر کیا تھا اُسی سے کہا کہ اپنا تلوا میرے رخسار پر مل کیونکہ اُنھون نے جان لیا کہ عزت کی جڑ بدون ذلت کے نہین جاتی اور اسی قبیل سے یہ بھی روایت ہی کہ دو شخصون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم فخر کیا ایک نے دوسرے کو کہا کہ مین فلان شخص فلانے کا بیٹا ہون تو تو بتلا تو کون ہی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے سامنے دو شخصون نے اسیطرح فخر کیا تھا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین فلانے کا بیٹا اور فلانے کا پوتا اور فلانے کا پرپوتا ہون اسیطرح نو پیڑھی گن گیا اللہ تعالی نے حضرت موسے علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص فخر کرتا ہی اس سے کہدو کہ وہ نو کے نو دوزخ مین ہین اور تو دسوان ہی۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے باپ دادون کا فخر کرتے ہین حالانکہ وہ جہنم کے کوئلے ہوگئے ہین یا خدا تعالے کے نزدیک گبروٹے سے بھی ذلیل ہین جو دن بھر اپنی ناک سے غلیظ کرید تا رہتا ہی چوتھی چیز تکبر کی جمال ہے اور یہ اکثر عورتون مین ہوتا ہی اس سے بھی یہی ثمرہ ہوتا ہی کہ دوسرے کے نقصان وعیب وغیبت زبان پر آتی ہین چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہین کہ ایک عورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی مین نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ بونی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے اُسکی غیبت کی۔ اور اُسکا منشا بھی کبر پوشیدہ تھا اسلیے کہ اگر مثلاً خود چھوٹے قد کی ہوتین تو اُسکو بونی نہ کہتین تو گویا اپنے قد کو اچھا جانا اور اُسکے مقابل دوسری عورت کو چھوٹا سمجھ کر بونی کہدیا۔ پانچوان امر تکبر کا مال ہی یہ بادشاہون مین خزانے کے باب مین ہوتا ہی اور سوداگرون مین مال تجارت مین اور گانون والون مین اراضی کے باب مین اور آرایش والون مین لباس اور سواری کے باب مین۔ پس جو غنی ہوتا ہی وہ فقیر پر تکبر کرتا ہی اور کہتا ہی کہ تو بھک منگا اور مسکین ہی مین چاہون تو تجھ جیسے کو خرید لون اور تجھ سے اچھے اچھون سے خدمت لون اور تیری اصل کیا ہی میرے گھر کا سامان تیرے سارے مال سے بڑھکر ہی جتنا تو سال بھر مین کماتا ہی اتنا مین ایک روز مین دے ڈالتا ہون غرض اسطرح کی باتین اسی لیے کرتا ہی کہ تونگری کو بڑا اور مفلسی کو حقیر جانتا ہی اسلیے کہ آفت تونگری اور فضیلت مفلسی سے جاہل ہی جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہی فقال لصاحبہ وہو یحاورہ انا اکثر منک مالا واعز نفرا دوسرے نے جواب دیا ان ترن انا اقل منک مالا وولدا فعسی ربی ان یوتین خیرا من جنتک ویرسل علیہا حسبانا من السماء فتصبح صعیدا زلقا او یصبح ماؤہا غورا فلن تستطیع لہ طلبا اور پہلے شخص کا قول مال اور اولاد کے تکبر کی جہت سے تھا پھر انجام اُسکا یہ ہوا کہ کہنے لگا یا لیتنی لم اشرک بربی احدا اور اسی قبیل سے تکبر قارون کا تھا کہ جب بن سنور کر اپنی قوم مین نکلا تو لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہے جو ہمکو بھی قارون کا سا مال ملے چھٹا امر تکبر کا قوت وزور ہی جس سے کمزورون پر تکبر کیا کرتے ہین ساتوان امر تکبر کا کثرت تابعین ومددگارون وشاگردون اور غلامون اور کنبے

اور رشتہ والون کی ہے بادشاہ تو کثرت لشکر سے تکبر کرتے اور علما کثرت شاگردون سے۔ اور حاصل ان سب امور کا یہ ہی کہ جو نعمت کہ اُس کا کمال ہونا متصور ہو سکے گو واقع مین وہ کمال نہو اُس سے تکبر کرنا ممکن ہی یہانتک کہ مخنث بھی اپنے ہمسرون پر تکبر کرنے لگتا ہی کہ مین اس صنعت سے زیادہ ماہر ہون تو چونکہ وہ اُسکو بھی کمال جانتا ہی اسلیے فخر کرتا ہی اگرچہ اُسکا فعل موجب بربادی و عذاب کا ہی اسیطرح فاسق بھی کثرت شراب خواری اور کثرت جماع اور اغلام کا فخر کرتا ہی کیونکہ اپنے گمان مین اُسی کو کمال جانتا ہی حالانکہ اُسمین غلطی کرتا ہی یہ باتین ہین کہ جنسے آدمی ایک دوسرے پر کبر کیا کرتے ہین جسکو کوئی چیز حاصل ہی وہ اسپر تکبر کرتا ہی جسکو کہ وہ چیز نہین حاصل ہی یا اسکی اُنسے مین اُسکی نسبت کم ہی گو خدا کے نزدیک بعض اوقات اُسکے برابر یا زیادہ ہی ہو مثلاً عالم جو اپنے علم کا تکبر ایسے شخص پر کرے جو اُس سے زیادہ جانتا ہو تو اسی لیے کرتا ہی کہ اپنی دانست مین اپنے آپ کو زیادہ فاضل سمجھتا ہی

ساتوان بیان اُن اسباب کا جنسے تکبر پہچان مین آتا ہی — یہ پہلے معلوم ہو چکا ہی کہ کبر خلق باطن کا نام ہی اور جو کچھ اُس سے اخلاق و افعال ظاہر ہوتے ہین وہ اُسکا ثمرہ اور نتیجہ ہوتے ہین اُن اخلاق و اعمال کو تکبر کہنا مناسب ہے اور کبر صرف امر باطن ہی کا نام ہی یعنی اپنے نفس کا بڑا جاننا اور اُسکی قدر کو دوسرے کے نفس کی قدر سے زیادہ سمجھنا اور اس امر باطن کا صرف ایک ہی سبب ہے جسکو عجب کہتے ہین جسکے معنی آگے آتے ہین کیونکہ آدمی جب اپنے نفس خواہ علم یا عمل یا کسی اور سبب سے عجب کریگا تو اپنے نفس کو بڑا جانکر کبر کریگا اور تکبر ظاہری کے تین سبب ہین ایک تو تکبر والے مین ہوتا ہی اور دوسرا اُسمین جسپر تکبر ہوا اور تیسرا سبب ایسا ہوتا ہی جو ان دونون کے سوا اور کسی سے متعلق ہو جو سبب کہ متکبر مین ہوتا ہی وہ تو وہی ہی جو کبر باطنی کا سبب ہے یعنی عجب اور جو متعلق اس شخص کے ہی جسپر کبر ہوتا ہی وہ حقد اور حسد ہی اور جو سبب کہ متعلق غیر سے ہی وہ ریا ہی پس اس اعتبار سے چار سبب ہوے عجب اور کینہ اور حسد اور ریا عجب سے تو ظاہر ہی کہ کبر باطنی پیدا ہوتا ہی اور کبر باطنی سے تکبر ظاہری اعمال اور اقوال و احوال مین سرایت کرتا ہی اور کینہ بعض اوقات بے عجب بھی تکبر پر لے ڈالتا ہی مثلاً کوئی شخص دوسرے کو اپنے برابر یا زیادہ سمجھتا ہی مگر کسی سبب سے اُسپر غصہ ہو گیا ہی تو غصہ کے باعث اُس کی طرف سے دلمین کینہ جم گیا ہی اسلیے اُسکا نفس اس بات کو نہین چاہتا کہ اُسکے سامنے تواضع کیجیے گو اُسکے نزدیک وہ شخص مستحق تواضع ہی اکثر رذیل آدمی حقد کے مارے کسی خاص بزرگ کیلیے تواضع نہین کرتا اور اسی بغض سے یہ بات ہوتی ہی کہ اگر امر حق اس بزرگ کی طرف سے آوے تو نہ مانے یا وہ نصیحت کرے تو نہ سنے اور کوشش کرتا پھرے کہ کسی طرح اُس سے آگے بڑھ جاؤن گو یہ جانتا ہو کہ مجھے استحقاق نہین اور اگر اُس بزرگ پر کچھ ظلم کرے تو نہ اُس سے معاف کرانے جاوے اور نہ عذر پیش کرے اور جو بات اپنے آپ کو نہ آتی ہو اُسکے دریافت کرنے کیلیے اُسکے پاس نہ جاوے اور حسد کا بھی یہی حال ہی کہ اس سے بھی محسود کے ساتھ بغض ہوتا ہی گو اُسکی طرف سے کچھ ایذا نہ پہونچی ہو اور نہ کوئی ایسا سبب ہوا ہو کہ جس سے نوبت غصے اور کینے کی پہونچے حسد کے مارے بھی امر حق کا منکر ہو جاتا ہی اور نصیحت کو نہین مانتا اور علم تحصیل نہین کرتا بہت سے جاہل ایسے ہین کہ علم کے مشتاق ہین مگر جاہل کے جاہل رہتے ہین اسلیے کہ اپنے شہر کے عالم سے خواہ اپنے کسی رشتہ دار سے بباعث حسد نہین پڑھتے اُس سے پھرے رہتے ہین اور اُسپر تکبر کرتے ہین باوجودیکہ جانتے ہین کہ وہ شخص فلان علم کی جہت سے مستحق تواضع ہی مگر حسد انکو اس بات پر اُبھارتا ہی کہ اُس سے معاملہ متکبرونکا سا کرتے ہین اگرچہ باطن مین اُسکے نفس کو اپنے

آپ سے زیادہ سمجھتے ہین - اور ریا بھی مقتضی متکبرون کے اخلاق کا ہی یہانتک کہ آدمی ایسے شخص سے مناظرہ کرتا ہی جسکو جانتا ہی کہ قطعاً مجھ سے بہتر ہی اور پہلے سے کچھ معرفت یا حسد یا بغض بھی نہین ہو تا مگر اُسکی حق بات اسلیے نہین مانتا اور اس سے استفادہ اسلیے نہین کرتا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ دوسرا شخص اس سے افضل ہی اس صورت مین باعث تکبر صرف ریا ہی ہی اور اگر بالفرض تنہائی مین اُس شخص کے پاس ہوتا تو تکبر نہ کرتا بخلاف اس تکبر کے جو عجب اور حسد و بغض سے ہوتا ہی کہ وہ خلوت مین بھی یکسان ہی اگر حاسد و محسود کے ساتھ میسر اکوئی اور نہو جب بھی حاسد کو اُسپر تکبر ہوگا - اسی طرح بعض لوگ ریا کے لیے اپنا نسب شریف کر لیتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم اس دعوی مین جھوٹے ہین مگر تاہم ایسے جھوٹے نسب سے دوسرون پر تکبر کرتے ہین جو اُس نسب کے نہون اور مجالس مین اُنسے ترفع اور راستون مین تقدم کے خواہان ہوتے ہین اور اگر کوئی شخص غیر کی تعظیم و توقیر انکے برابر کرے تو ناخوش ہوتے ہین حالانکہ باطن مین جانتے ہین کہ ہم مستحق اس تعظیم کے نہین اور نہ کبر باطن مین ہی کیونکہ یہ تو خود انکو معلوم ہی کہ دعوے نسب مین ہم جھوٹے ہین بس ان افعال متکبرین کے جو وہ لوگ مرتکب ہوتے مین صرف ریا کی جہت سے ہوتے ہین اور متکبر کا لفظ جو بولا جاتا ہی تو اکثر اس شخص پر بولا جاتا ہی جو مرتکب ان افعال کا اس جہت سے ہو کہ باطن مین کبر و عجب ہی اور لوگون کو حقارت کی نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اور اس قسم کے ریا والے کو متکبر کہنا صرف اسواسطے ہی کہ اُسکے افعال مشابہ کبر کے افعال کے ہین

آٹھوان بیان تواضع والون کے اخلاق کا اور تفصیل اُن افعال کی جنمین اثر تواضع اور تکبر کا ظاہر ہو

جاننا چاہیے کہ تکبر آدمی کی وضع مین ہوتا ہی جیسے چہرہ پھلانا اور کن آنکھیون سے دیکھنا اور گردن ڈالنا اور چار زانو خواہ تکیہ لگا کر بیٹھنا اور گفتگو مین بھی ہوتا ہی حتی کہ آواز مین اور بیان کرنے کی صنعت مین پایا جاتا ہی اور نیز چال اور نشست و برخاست مین اور افعال کرتے وقت کی حرکات و سکنات مین غرض جب ایک حال سے دوسرے مین بدلتا ہی ہر ایک مین ظاہر ہوا کرتا ہی پس بعض متکبر تو ایسے ہوتے ہین کہ ان سب باتون مین تکبر کرتے ہین اور بعض ایسے ہین کہ چند چیزون مذکورہ بالا مین تکبر کرتے ہین اور چند مین تواضع کچھ ایک عادات کا بیان کر دیا جاتا ہی مثلاً بعضون کی یہ عادت ہوتی ہی کہ لوگ ہمارے سامنے کھڑے رہین یا ہماری تعظیم کو کھڑے ہو جایا کرین تو یہ عادت متکبرین کی ہی حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ جسکو یہ منظور ہو کہ دوزخی آدمی کو دیکھے تو وہ ایسے شخص کو دیکھے جو خود بیٹھا ہو اور لوگ اُسکے سامنے کھڑے ہون - اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ صحابہ کرام رضہ کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی نہ تھا اور باوجود اسکے جب آپکو دیکھتے تھے تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ آپکو یہ کھڑا ہونا پسند نہین اور بعضون کی یہ عادت ہوتی ہی کہ جبتک کوئی پیچھے پیچھے ساتھ کا آدمی نہو تب تک نہین چلتے یہ بھی بُری عادت ہی حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ بندہ اللہ تعالی سے دور ہو جاتا ہی جبتک کہ اُسکے پیچھے لوگ چلتے ہین حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنے غلامونسے پہچانے نہ پڑتے تھے کیونکہ صورت ظاہری یعنے لباس وغیرہ مین کچھ فرق نہین کرتے تھے اُنکا اور اپنا ایک سا حال رکھتے تھے اور کچھ لوگ حضرت حسن بصری رحہ کے پیچھے چلے تو آپ نے اُنکو روک دیا اور کہا کہ اس سے بندہ کے دل مین کچھ رہتا نہین اور آنحضرت صلعم بعض اوقات

صحابہ رضہ کے ساتھ چلتے تو اُنکو آگے بڑھنے کو فرماتے اور آپ بیچ مین چلتے یہ امر یا تو دوسرون کی تعظیم کیلیے تھا یا اپنے نفس مبارک سے وسواس شیطانی کبر و عجب کا دفع کرنا منظور تھا جسطرح نئے کپڑے کو بدن مبارک سے اثناء نماز مین اُتار کر انہین دو لوگ جو نین سے ایک کی جبت کے پُرانا پہن لیا تھا - اور ایک عادت یہ ہی کہ دوسرے سے ملنے نہ جاوے گو اُسکے ملنے سے خیر و برکت دینی دوسرے کو ہوتی ہی یہ بھی تواضع کے خلاف ہی روایت ہی کہ سفیان ثوری رح رملہ مین تشریف لائے اُنکے پاس ابراہیم بن ادہم رح نے آدمی بھیجا کہ میرے پاس تشریف لاکر کچھ حدیث سنایئے حضرت سفیان تشریف لائے لیکن لوگون نے ابراہیم بن ادہم رح سے کہا کہ آپ اِن جیسے لوگونکو بھی بلواتے ہین یعنی خود جانا چاہیے تھا انھون نے جواب دیا کہ مین اُنکی تواضع کا امتحان کیا چاہتا تھا - اور ایک عادت یہ ہی کہ دوسرا شخص اگر اپنے پاس بیٹھے تو بُرا معلوم ہو سامنے بیٹھے تو مضائقہ نہین اور تواضع اُسکے برعکس ہی چنانچہ ابن وہب روایت کرتے ہین کہ مین ایکبار عبد العزیز بن ابی رواد کے پاس بیٹھا اور میرا زانو اُنکے زانو سے لگ گیا مین ذرا کنارے کو ہوا اُنھون نے میرا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ تم لوگ وہ معاملات کیون کرتے ہو جو جابرون کے ساتھ کیا کرتے ہین مین اپنے آپ سے بُرا تم مین سے کسی کو نہین جانتا اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ مدینہ منورہ کی لونڈیون مین سے جو ایک لونڈی چاہتی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہان چاہتی لیے پھرتی آپ اپنا ہاتھ اُس سے نہ چھڑاتے سہ الا خوش باش کان محبوب جان را بدرویشان و مسکینان سرے ہست + اور ایک عادت یہ ہی کہ بیمارون کے پاس نہ بیٹھے اور اُن سے احتراز کرے یہ بھی تکبر مین داخل ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک آدمی آیا کہ اُسکے چیچک نکلی تھی اور اُسمین سے پانی بہتا تھا آپ اُسوقت مع اصحاب رضہ کھانا تناول فرماتے تھے وہ شخص جسکے پاس بیٹھا وہی اُسکے پاس سے علیحدہ ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو اپنے پاس بُلایا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ اپنے کھانے سے کسی کوڑھی اور سفید داغ والے اور مریض کو نہ روکتے بلکہ اپنے دسترخوان پر بُلا لیتے اور ایک عادت یہ ہی کہ گھر مین اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے اور تواضع اُسکے خلاف ہی روایت ہی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے یہان ایک مہمان رات کو آیا اُسوقت آپ کچھ لکھتے تھے اور چراغ مین تیل نہ تھا گل ہونے لگا مہمان نے کہا کہ آپ فرمادین تو مین اُسکو درست کر دون آپ نے فرمایا کہ مہمان سے خدمت لینی اچھی بات نہین اُسنے کہا کہ خادم کو جگا دون آپنے فرمایا کہ وہ ابھی کچی نیند مین ہی یہ کہکر آپ ہی اُٹھے اور کپی لیکر چراغ کو تیل سے بھر دیا مہمان نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ہی نے تکلیف کی فرمایا کہ جب مین تیل لینے گیا تھا جب بھی عمر ہی تھا اب پھر کر آیا تب بھی عمر ہی ہون مجھ مین سے کچھ کم نہین ہو گیا اور لوگون مین سے بہتر وہی ہی جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو - اور ایک عادت یہ ہے کہ اپنے گھر کی کوئی چیز اپنے ہاتھ مین اُٹھا کر نہ لاوے متواضع آدمی ایسا نہین کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بنفس نفیس چیزین لے آتے تھے اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے عیال کے واسطے کچھ اُٹھا لاوے تو اُسکے کمال مین کچھ بٹہ نہین لگتا حضرت ابو عبیدہ بن جراح جسوقت امیر لشکر تھے گھڑا پانی کا خود حمام مین لیجاتے تھے اور ثابت بن ابی مالک روایت کرتے ہین کہ جن دنون حضرت ابو ہریرہ رضہ مروان کیطرف سے خلیفہ تھے مین نے دیکھا کہ بازار سے لکڑیون کا گٹھا اُٹھائے لاتے ہین اور مجھے فرماتے ہین کہ امیر کو راستہ دو اور اصبع بن نباتہ تابعی فرماتے ہین کہ اب تک میری آنکھون مین گویا تصویر بندھ رہی ہی کہ حضرت عمر رضہ بائین ہاتھ مین گوشت اور دہنے مین درہ لیے بازار مین گشت کرتے ہوے اپنے گھر مین داخل ہوئے اور بعض تابعین سے روایت

ہے کہ مین نے دیکھا کہ حضرت علی رضہ نے ایک درم کا گوشت خرید کر اپنی چادر مین رکھ لیا مین نے عرض کیا کہ لائیے مین لے چلون آپ نے فرمایا کہ عیال دار ہی کو اُسکا لے چلنا زیبا تر ہے اور ایک عادت لباس پہننے کی ہے کہ اس سے بھی تکبر اور تواضع ظاہر ہوتے ہین حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البذاذۃ من الایمان ہارون راوی حدیث کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بذاذت کے معنی پوچھے اُنھون نے فرمایا کہ اس سے مراد گھٹیا لباس ہے۔ اور زید بن وہب رح راوی ہین کہ مین نے حضرت عمر رضہ کو دیکھا کہ درہ لیکر بازار مین نکلے جو چادر کہ اُسوقت پہنے تھے اُسمین چودہ پیوند تھے جنمین سے بعضے چمڑے کے بھی تھے۔ اور حضرت علی رضہ پر جو بعضے شخصون نے پیوندلگی چادر کے باعث اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دلمین خشوع ہوتا ہے اور لوگ اقتدا کرتے ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اچھا ہونا کپڑونکا دل کے لیے اترانے کا سامان ہے۔ اور طاؤس رح کہتے ہین کہ باوجودیکہ مین اپنے انھین دو کپڑون کو دھو لیتا ہون پھر بھی جبتک اُجلے رہتے ہین مین اپنے دل کو نہین پہچانتا۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ بن عبدالعزیز رح کے لیے قبل خلافت لباس ہزار دینار کا لیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ اسمین اگر سختی نہ ہوتی تو بہت عمدہ تھا خلافت کے بعد انکا لباس پانچ درہم کو مول آتا تھا اور فرماتے تھے کہ اسمین یہی عیب ہے کہ نرم ہے۔ نہایت تعجب تھا لوگون نے پوچھا کہ حضرت آپکا لباس اور سواری اور عطر سابق کا کہان گیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو خدا تعالے نے نفس زینت پسند اور شائق عنایت کیا ہے دنیا مین جو مرتبہ آ گیا اُس سے اعلے مرتبہ کی خواہش کرتا گیا یہانتک کہ جب سلطنت کا مزہ اُسنے چکھا جو سب مراتب دنیاوی سے اعلے ہے تو اب مشتاق اللہ تعالے کے نزدیک کے مراتب کا ہوا۔ اور سعید بن سوید رح روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ہمکو نماز جمعہ کی پڑھائی اور بیٹھ گئے اُسوقت آپ ایک کرتہ پہنے ہوے تھے جسکے گریبان مین سامنے اور پیچھے پیوند لگا ہوا تھا ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالی نے آپ کو سب کچھ دیا ہے آپ پہنتے کیون نہین آپ نے بڑی دیر تک سر جھکائے رکھا پھر سر اُٹھا کر فرمایا کہ بہتر میانہ روی تونگری مین ہوتی ہے۔ اور عفو مین افضل وہی ہے جو قدرت کے وقت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص زینت کو خدا کیواسطے چھوڑ دے اور خدا کے لیے تواضع کی راہ سے اچھے کپڑے پہننے ترک کرے تو اللہ تعالے بالضرور اُسکے لیے سب سے عمدہ لباس جنت کا جمع فرماویگا۔ یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام تو فرماتے ہین کہ اچھے کپڑے سامان اترانے کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ کپڑون کا نفیس رکھنا کبر مین داخل ہے یا نہین تو آپنے فرمایا کہ کبر نہین بلکہ کبر اُسکا نام ہے کہ امر حق سے جاہل رہے اور لوگون کے عیب نکالے تو بظاہر ان دونون مین تناقض معلوم ہوتا ہے انکی تطبیق کسطرح ہے تو جاننا چاہیے کہ عمدہ کپڑے کچھ ضرور نہین کہ سب لوگون کے حق مین ہر حال مین داخل تکبر ہون اور حدیث مین اسیکیطرف اشارہ ہے اور یہی بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے قول سے سمجھی تھی یعنے جب اُنھون نے پوچھا کہ مین ایک آدمی نظافت دوست ہون تو آپنے جانا کہ انکا میل نظافت اور خوش لباسی کیطرف ہے اسواسطے نہین کہ دوسرون پر تکبر کرین کیونکہ یہ تو ضروری ہی نہین کہ لباس کی عمدگی کبر مین داخل ہو گو کبھی کبر کے واسطے بھی ہوتی ہے اور یہ کچھ مخصوص عمدہ پر نہین ادنی لباس سے بھی کبر ہوتا ہے اور تواضع بھی ہوتی ہے اور لباس مین تکبر کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ دیکھین تب تو پر تکلف بنے اور اگر اکیلا ہو تو کچھ پروا نہ کرے کہ کسطرح ہون۔ اور

ح اور نے لباس ایمان میں سے ہے ۱۲ ... ۱۲ ح ... ۱۲ ح ... ۱۲ ح ... ۱۲

طالب نفاست کی علامت یہ ہی کہ ہر ایک شے مین اُسکو خوبصورتی پسند ہو اگرچہ تنہائی ہی ہو یہانتک کہ گھر کے پردون مین بھی خوش وضعی ملحوظ رکھے پس جب حال مختلف ہوے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمانا بھی درست ہی کہ بعض احوال مین خوش وضعی اور خوش لباسی بوجہ دل کے تکبر کی ہوتی ہی اور حدیث شریف بھی درست ہی کہ کبر کو خوش لباسی ضرور نہین اور نہ خوش لباسی ہمیشہ موجب کبر ہو گو کبھی مورث کبر ہوتی ہو حاصل یہ کہ اس باب مین احوال مختلف ہین اور سب سے اچھی پوشاک وسط درجے کی ہی جسمین نہ شہرت عمدگی کی ہو نہ خرابی کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو نہ اسراف کے ساتھ اور نہ تکبر کے اور خدا تعالیٰ کو اپنے بندے پر اثر اپنی نعمت کا اچھا معلوم ہوتا ہی - اور بکر بن عبد اللہ مزنی فرماتے ہین کہ کپڑے چاہو بادشاہون کے سے پہنو مگر دلون کو خوف خدا سے نرم رکھو ؎ حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست ✦ درویش صفت باش وکلاہ تتری دار ۔ اور یہ اُن لوگون کے واسطے فرمایا کہ پارساؤن کا کپڑا پہنکر تکبر کے طالب ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ تم لوگون کو کیا ہوا ہے کہ میرے پاس کپڑے تو راہبون کے سے پہنکر آتے ہو اور تمھارے دل بھیڑیون کے سے ہین کپڑے بادشاہون کے سے پہنو مگر دلونکو خوف الٰہی سے نرم کرو - ایک اور عادت یہ ہی کہ جب کوئی گالی یا ایذا دے یا حق چھین لے تو اُسکی برداشت کرے اور یہی اصل ہی ہمنے باب غضب وحسد مین حکایات سلف کی ایذا کی برداشت مین نقل کی ہین یہان اسقدر معلوم کرلینا چاہیے کہ مجموعہ حسن اخلاق و تواضع کا سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی اُسی کو دستور العمل کرنا چاہیے اور اسی سے سیکھنا چاہیے - اور ابن ابی سلمہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سعید خدری رض سے پوچھا کہ اب جو لوگون نے لباس اور کھانا پینا اور سواری ایجاد کی ہی اسمین آپ کی کیا رائے ہی اُنھون نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کھانا اور پینا اور لباس وغیرہ سب اللہ کیواسطے کر اور جس چیز مین ان اشیاء سے کبر یا مباہات یا ریا و شہرت آجاوےگی وہ معصیت و اسراف ہی اور اپنے گھر مین وہ کام کیا کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین کرتے تھے آپکا دستور تھا کہ اونٹ کو گھاس ڈالتے اور اپنے ہاتھ سے باندھتے گھر مین جھاڑو دیتے دودھ نکالتے جوتا ٹانکتے کپڑے مین پیوند لگاتے اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور اگر وہ تھک جاتا تو اُسکے عوض پیستے اور بازار سے چیز مول لیتے اور اس بات کی حیا نہ کرتے کہ اُسکو ہاتھ مین لٹکا کر یا کپڑے کے کونے مین باندھکر لے آوین تونگر اور مفلس اور بڑے چھوٹے سب سے مصافحہ کرتے جو ادنیٰ اعلیٰ نمازی سامنے آتا اُسکو اول سلام کرتے خواہ کالا ہو یا گورا بندہ ہوتا یا آزاد گھر کا اور باہر کا جدا لباس نہ رکھتے اس بات سے حیا نہ کرتے کہ کوئی دعوت کرے تو قبول کرین گو کیسا ہی پریشان حال ہو اور دعوت کی چیز کو کبھی برا نہ کہتے اگرچہ سڑا چھوہارا ہی کیون نہو صبح کا کھانا شام کو نہ رکھتے اور نہ شام کا صبح کو بہت سہل کارخانہ رکھتے اور باانہمہ نرم خلق کریم الطبیعت ملنسار کشادہ پیشانی تھے بے خندہ کا تبسم کرتے غم کرتے تو ترشرو نہوتے شدت کرتے تو نہایت سختی نہ برتتے تواضع بے ذلت کے اور سخاوت بے اسراف کے کرتے ہر رشتہ دار اور مسلمان پر رحم فرماتے دل کے رقیق تھے ہمیشہ گردن نیچی رکھتے شکم سیری سے کبھی بدہضمی کی نوبت نہ آنے دیتے دست مبارک طمع کی طرف دراز نہ کرتے حضرت ابو سلمہ کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گیا اور جو کچھ حضرت ابو سعید رح نے مجھسے کہا تھا وہ سب مین نے کہا حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ ابو سعید رض نے کسی بات مین خطا نہین کی البتہ اتنی بات کو نہ کی کہ تمسے یہ نہ کہا نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کھانا کھایا اور نہ کسی سے اس بات کا شکوہ کیا بلکہ فاقہ

ق نسائی و ابن ماجہ بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۔ ق ترمذی بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

آپ کو نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا اور کبھی بھوکے ہی آپ رات گزار دیتے اور پھر صبح کو روزہ رکھتے اگر آپ خدا سے مانگتے
کہ خزانے زمین کے اور پھل اور تمام پورب پچھم کی وسعت عیش ملجاوے تو ایسا ہی ہو جاتا اور اکثر مین آپ کی بھوک پر رحم کرکے روتی
اور آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہتی کہ آپ پر میری جان فدا ہو دنیا سے اسقدر تو نفع لیجیے کہ آپ کی غذا کو کافی ہو اور بھوکے نرہین آپ
جواب مین ارشاد فرماتے کہ اے عائشہ میرے بھائی رسول اولوالعزم اس سے بھی زیادہ سختیان سہکر اسی حال پر گذر گئے اور جب
خدا کے سامنے پہونچے تو انکی تواضع اور تکریم ہوئی اور بہت سا ثواب حاصل کیا مجھے یہ شرم آتی ہی کہ اگر مین آرام مین بسر کرون تو کہین
اُنسے کم نہ رہجاؤن اس لیے تھوڑے دن صبر کرنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہی اس سے کہ آخرت مین میرا درجہ ناقص ہو اور سب سے بہتر بات
مجھے یہی معلوم ہوتی ہی کہ اپنے بھائیون اور دوستون سے ملون حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ بخدا اس کلام کے بعد آپکو ایک ہفتہ بھی پورا
نہوا کہ وفات پائی پس جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات نقل ہوے اُنمین سب اعلا درجات متواضع لوگون کے جمع ہین جسکو تواضع
کی طلب ہو اُسکو چاہیے کہ آپکا اقتدا کرے اور جو شخص کہ اپنا رتبہ آپ کے رتبے سے زیادہ سمجھکر اُن اعمال پر جو آپکو پسند تھے راضی نہو تو وہ
سخت جاہل ہی آپکو دین و دنیا کا منصب تمام خلق سے زیادہ تھا اسی لیے عزت اور رفعت بدون آپکی اقتدا کے ممکن نہین اسی جہت سے حضرت
عمر رضہ فرماتے ہین کہ ہم وہ لوگ ہین کہ خدا تعالیٰ نے ہمکو اسلام سے عزت دی ہی ہم اُسکے سوا کسی اور چیز سے عزت کے طالب نہین اور یہ قول
اُنے جب فرمایا تھا جب شام مین داخل ہونے کیوقت کسی نے آپکی ہیئت ظاہری پر اعتراض کیا تھا اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے
ہین کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہین جنکو ابدال کہتے ہین وہ لوگ انبیا کے خلیفہ ہین اور زمین کے قطب جب نبوت منقطع ہوئی تو
خدا تعالےٰ نے ایک گروہ کو امت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنکے قائم مقام کردیا ہی وہ لوگ کچھ اورونسے زیادہ روزہ و نماز
مین نہین ہوتے نہ سب سے خوبصورت ہین بلکہ صدق و ورع اور نیک نیتی اور سلامتی قلب ہر ایک مسلمان کے ساتھ اور اُنکی خیرخواہی
صرف خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے کہتے ہین حالت صبر مین جزع و فریاد نہین کرتے تواضع کرتے ہین وہ بھی ذلت کے
ساتھ نہین اُن لوگون کو خدا تعالےٰ نے چھانٹکر اپنا بنالیا ہی گنتی مین تیس یا چالیس ہوتے ہین اُنکے دلونمین یقین ایسا ہوتا ہی
جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا اُنمین سے کوئی جب مرتا ہی جب خدا تعالیٰ اُسکا نائب پیدا کرلیتا ہی اور یہ بھی یاد کرلینا چاہیے ہی
کہ وہ لوگ کسی چیز کو بُرا نہین کہتے نہ کسی کو ایذا دین نہ حقارت کرین نہ دست درازی اور حسد اور حرص دنیاوی کرین سب لوگون سے
زیادہ تجربہ کار اور سب سے زیادہ نرم طبع اور سخی ہوتے ہین سخاوت اُنکی پہچان ہی اور ہشاش بشاش رہنا اُن کی عادت اور راست روی اُن کی صفت
ایسے نہین کہ آج تو خوف خدا کرین اور دوسرے روز غفلت مین رہین بلکہ ظاہر مین ہمیشہ ایک حال پر رہتے ہین اور اُنکا معاملہ
جو خدا سے ہی اُس مین اُن کو نہ ہوائے تند پا سکے اور نہ تیز قدم بادرفتار اُنکے دل خدا کے اشتیاق مین اور اُس کے پاس کی
راحت کی طلب مین ترقی کرتے رہتے ہین اور اُنکے قدم خیرات کی طرف اُٹھتے رہتے ہین غرض اُنکا حال یہ ہوتا ہی اولٰئک حزب
اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون راوی کہتے ہین کہ مین نے جب حضرت ابو درداء سے یہ حال سُنا تو عرض کیا کہ مین نے آجتک کوئی
وصف جو اس سے زیادہ سخت مجھکو معلوم ہو نہین سنا اور مین کسطرح اس وصف کو پہونچون آپنے فرمایا کہ اگر تو اس وصف کو اچھی طرح حاصل

کیا چاہتا ہی تو اتنی ہی بات کرنی پڑے گی کہ دنیا سے بغض رکھے اسواسطے کہ جب دنیا کو برا جانیگا تو آخرت کی محبت پیدا ہوگی اور جسقدر آخرت کی محبت ہوگی اسی قدر دنیا مین زہد کرے گا اور اسی قدر وہ باتین تجھ کو سوجھین گی جو تیرے کام آوین اور جب خدا تعالے کو حسن طلب بندے کی طرف سے معلوم ہوتی ہی تو راستی و درستی اسکے ساتھ کر دیتا ہی اور کنار عصمت مین جگہ عنایت فرماتا ہی چنانچہ خود کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہی ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون یحیی بن کثیر رح فرماتے ہین کہ ہم نے جو اسمین غور کیا تو معلوم ہوا کہ لذت حاصل کرنے والون کو جو لذت کہ اللہ تعالے کی محبت اور اسکی رضاجوئی مین ہوتی ہی ایسی اور کسی چیز مین نہین ہوتی ہم بھی خدا سے چاہتے ہین کہ اپنے دوستون کی محبت ہمکو عنایت فرماوے

نوان بیان طریق علاج کبر کا اور تواضع کے حاصل کرنے کا - یہ معلوم ہو چکا کہ کبر مہلکات مین سے ہی اور کوئی آدمی اس سے خالی نہین اور اسکا دور کرنا فرض عین ہی صرف تمنا سے نہین جاتا بلکہ علاج سے اور ان دواؤن کے استعمال سے جو اسکی جڑ کھوتی ہین جاتا ہی اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ دل مین جو اسکی جڑ ہی اسکو بیخ و بنیاد سے نکال ڈالنا دوسرے یہ کہ جن اسباب سے کہ آدمی دوسرے پر تکبر کرتا ہی انکو دور کرنا صورت اول کبر کی جڑ اکھاڑنے مین اور علاج اسکا علمی ہی اور عملی اور بدون دونون علاجون کے شفاے کامل نہین ہوتی علمی علاج تو یہ ہی کہ آدمی اپنے نفس کو اور خداے تعالے کو پہچانے اسی سے انشاء اللہ کبر زائل ہو جاویگا اسلیے کہ جب انسان اپنے نفس کی حقیقت کما ینبغی پہچانیگا تو یقین کریگا کہ نفس سب ذلیلون سے ذلیل تر اور قلیل چیزون سے کمتر ہی اور اسکے حال کے مناسب سواے تواضع اور ذلت اور خواری کے اور کچھ نہین اور جب خداے تعالی کو پہچانے گا تو جان لیگا کہ کبریا اور عظمت سواے اسکے اور کسی کو شایان نہین پھر معرفت خدا تعالے کی اور اسکی عظمت و مجد کی طول کلام چاہتی ہی کیونکہ علم مکاشفہ کی انتہا وہی ہی اور ہر چند کہ معرفت نفس بھی بہت طویل ہی مگر ہم اس مین سے اسقدر لکھے دیتے ہین جو تواضع کے اختیار کرنے مین کار آمد ہو اور اسکے لیے یہی کافی ہی کہ انسان قرآن مجید کی صرف ایک آیت کے معنی جان لے قرآن مجید مین علم اولین و آخرین موجود ہی بشرطیکہ آدمی کو بصیرت ہو وہ آیت شریف یہ ہی قتل الانسان ما اکفرہ من ای شئ خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ اس آیت مین انسان کی اول پیدایش اور انجام اور درمیان کا حال مذکور ہے اگر آدمی ان حالات کو سوچے تو معنی آیت سمجھ مین آوین مثلاً ابتداے حال مین اسکا ذکر بھی نہ تھا اور نیستی کے پردے مین نہان تھا بہت دنون ایسا ہی رہا نیستی کا شروع بھی نہین معلوم کہ کب سے نیست تھا اور جو چیز معدوم و نابود ہو اس سے زیادہ کمتر اور حقیر کیا چیز ہوگی اور انسان پیدایش سے پہلے ایسا ہی تھا پھر اسکو اللہ تعالے نے ایک رذیل چیز سے بنایا پھر ناپاک چیز سے پیدا کیا کیونکہ اول مٹی سے بنایا پھر نطفے سے خون اور خون سے لوتھڑا کیا پھر ہڈیان بنائین اور انپر گوشت و پوست چڑھایا تو ابتداے پیدایش کی تو یہ صورت ہی جسکا سے دنیا مین اسکا ذکر ہوا اور پھر بھی پیدایش کے بعد وہی کمینے اوصاف اسمین موجود رہے یعنی پیدا ہوتے ہی کامل نہین ہو گیا بلکہ اسکو اول پتھر جیسا پیدا کیا کہ نہ سنے نہ دیکھے نہ کچھ سمجھے نہ ہلے نہ بولے نہ کسی چیز کو پکڑے نہ جانے نہ بوجھے تو گویا زندگی سے پہلے موت کی صورت موجود تھی اور قوت سے پہلے ضعف کی اور علم سے پہلے جہل کی اور بینائی سے پہلے اندھے ہونے کی

کیفیت اور شنوائی سے پہلے بہرہ ہونے کی اور گویائی سے پہلے گونگا ہونے کی اور ہدایت سے پہلے ضلالت کی اور توانگری سے پہلے افلاس
کی اور قدرت سے پہلے عاجزی کی حالت رکھتا تھا یہ معنی ہوے اتنی آیت کے من اے شئی خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ اور دوسری
جگہ جو ارشاد فرمایا ہے ہل اتے علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ اس کے بھی یہی
معنے ہین پھر پیدا کرنے کے بعد اسپر احسان فرمایا کہ ثم السبیل لسیرہ اس مین اشارہ ہے ان اشیا کی طرف جو آدمی کو مدت حیات
مین موت تک حاصل ہوتی ہین اور اسی لیسعزمایا من نطفۃ امشاج بتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا انا ہدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا یعنے
خدا تعالی نے انسان کو زندہ کیا اور پیشتر وہ مردہ اور پتھر تھا کہ ابتدا مین مٹی تھا پھر نطفہ اور بعد زندگی کے اسکو بہرے سے شنوا کیا اور اندھے
سے بینا کیا اور ضعف کے بعد قوی کیا اور جاہل سے عالم بنایا اور اسکو ایسے اعضا عنایت کیے جسمین عجائبات اور آیات ہین پہلے اسکو بھوکا
تھے اور مفلس سے توانگر کیا اور بھوکے سے شکم سیر کیا اور ننگے سے لباس پہنایا اور گمراہ سے ہدایت یاب کیا تو دیکھنا چاہیے کہ خدا ے تعالی
نے تو کس کس تدبیر اور صورت سے اسکو بنا کر سب راستے کیسے آسان کیے اور انسان کی سرکشی بھی دیکھنی چاہیے کہ کتنا بڑا ناشکر ہے
اور کیسا کھلا جاہل ہے خدا تعالی تو فرماتا ہے اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین اور دوسری جگہ فرماتا ہے ومن آیاتہ ان خلقکم
من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون یعنی اللہ تعالی کی نعمت انسان پر قابل دیکھنے کے ہے کہ اس ذلت اور قلت اور خست اور ناپاکی سے
اس بلندی اور بزرگی پر پہونچا تا کہ نیست سے ہست کیا اور مردے سے زندہ اور گونگے سے ناطق وغیرہ اور پہلے لاشئی محض تھا ایسی کوئی
چیز نہین جو لاشئے سے بھی کم ہو پھر خداے تعالے نے جو پردہ عدم سے وجود عنایت فرمایا تو ذلیل مٹی اور ناپاک نطفے سے
بنایا تا کہ اسکو اپنے نفس کی خست معلوم ہو اور اپنی ذات پہچانے اور نعمتین جو اسکو عنایت فرمائین وہ اسلیے کہ ان سے رب کو
پہچانے اور اسکی عظمت وجلال کو دریافت کرے کہ بڑائی اور کبریائی اسی کی شان کو زیبا ہے اسیواسطے احسان کے
مقام مین ان نعمتونکا ذکر موجود ہے چنانچہ فرمایا الم نجعل لہ عینین ولسانا وشفتین وہدیناہ النجدین اور دوسری جگہ اول
اس کی خست کو ارشاد فرمایا کہ الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ پھر اپنا احسان ذکر فرمایا کہ فخلق فسوی فجعل منہ
الزوجین الذکر والانثی تا کہ اس کا وجود ہمیشہ کو تناسل سے قائم رہے جیسا اول مین صرف ایجاد سے موجود ہو گیا پس جس
شخص کا حال یہ ہو اور اس کی ابتداے پیدایش اسطرح ہو اس کو اترانا اور کبریا اور فخر اور تکبر کیسے جائز ہے وہ تو واقع مین چھبیس حس
کمترین چیز اور سب کمزوروں سے کمزور تر ہے ہان اگر انسان کو کامل بنایا ہوتا اور اسکے سب کام اسی کے سپرد رہتے اور اپنے اختیار سے ہمیشہ کو
زندہ رہتا تب بھی مضائقہ نہ تھا کہ سرکش ہو جاتا اور اپنے آغاز وانجام کو بھول جاتا لیکن اب تو معاملہ اور طرح ہے کہ اتنی ہی زندگی مین امراض
مہلک وبڑی بڑی بیماریان اور اور مختلف آفتین مسلط کر دین ہین اور اسی کے چار اجزا صفرا بلغم سودا اور خون ایک دوسرے
کے ضد ہین اور ایک سے دوسرے کو نقصان پہونچتا ہے خواہ انسان چاہے یا نہ چاہے راضی ہو یا ناخوش مثلاً بھوک پیاس مرض کی
موت سب کے سب خواہ مخواہ لاحق ہوتے ہین آدمی کو کچھ اپنے نفس کے نفع اور ضرر کا امتیاز نہین نہ خیر وشر کا اختیار ہے بہت سی

چیزون کو چاہتا ہے کہ مجھے معلوم ہون مگر اُن سے جاہل رہتا ہے اور کسی چیز کا یاد رکھنا چاہتا ہے تو بھول جاتا ہے بعض چیزون کا بھولنا چاہتا ہے تو نہین بھولتا اگر اپنے دل کو کسی امر مہم مین مصروف کرنا چاہتا ہے تو بے اختیار وسواس و فکر کے میدان مین جولانیان کرتا ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا دل خود اپنے اوپر نہین اختیار رکھتا اور نہ اُسکا نفس اپنے قابو مین ہے ایسی چیز کا آرزومند ہوتا ہے کہ اُس مین ہلاک ہو جاوے اور بعض اشیا کو برا سمجھتا ہے لیکن اس مین زندگی ہوتی ہے کھانون کو لذیذ جانتا ہے حالانکہ وہی باعث سوء ہضمی ہو کر ہلاک کر دیتے ہین اور دوا کو بدمزہ جانتا ہے اور وہ اس کو نافع ہوتی ہین اور زندہ رکھتی ہین اور رات اور دن مین کوئی لحظہ اس بات کا امن نہین کہ کان اور آنکھ چھین جاوین یا اعضا کو فالج مار دے یا عقل جاتی رہے اور جان نکل جاوے اور سب آرزوئین بالائے طاق رہ جاوین بس آدمی بیچارہ مجبور رہے اگر کوئی چھوڑے تو رہے اور اُچک لے تو جاتا رہے غلام مملوک ہے کہ نہ اپنے اوپر قابو ہے نہ غیر پر تو اگر اپنے نفس کو پہچانے تب معلوم ہو کہ انسان سے زیادہ ذلیل کیا چیز ہوگی اور ایسے حال مین کبر کا کرنا محض جہالت ہے یہ درمیان کا حال ہوا

اُسکو تامل کرنا چاہیے اور انجام اور مرد دگاہ آخری موت ہے جسکی طرف ان کلمات مین اشارہ ہے ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ یعنے انسان سے روح چھینی جاوے گی اور سننا اور دیکھنا اور علم و قدرت اور حس و ادراک و حرکت سب سلب کیے جاوین گے تو جیسا ابتدا مین جماد تھا ویسا ہی انجام کو ہو جاویگا اعضا کی شکل کے سوا کچھ حس و حرکت باقی نہ رہیگی پھر مٹی مین رکھا جاوے گا تو ایک مردار بدبو اور ناپاک ہو جاوے گا جیسا اول مین نطفہ ناپاک تھا پھر اعضا گلین گے اور اُسکے اجزا بکھرینگے ہڈیان سڑ کر باش باش ہو جاوینگی کیڑے بدن کو کھا جاوینگے آنکھون کے ڈھیلے سے کھانا شروع کرینگے جب وہ ہو چکینگے تو رخسار کو چاٹینگے اسیطرح سب کی صفائی بنائین گے تو سارا بدن کیڑون کے پیٹ مین جائیگا اور اسوقت مُردے کا یہ حال ہوگا کہ کوئی حیوان پاس نہ پھٹکے آدمی اُسکو ناپاک سمجھے اور بدبو کی شدت سے دور بھاگے اور سب سے بہتر اُسکے احوال مین یہ ہے کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو جاوے تو آپ گلنے اور سڑنے کے بعد خاک ہو جاویگا جس سے برتن بنینگے اور عمارت بنائی جاویگی اور موجود ہونے کے بعد پھر نابود ہوگا کہ گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا جیسا پہلے مدتون تک نابود رہا تھا اور کیا اچھا ہوتا جو اسی حال پر خاک ہونے کے بعد چھوٹ جاتا بلکہ یہان تو ایک اور شاخ لگی ہے کہ پھر زندہ ہوگا اور اجزا متفرق سب جمع ہو کر پھر قبر سے نکلے گا تو دیکھے گا کہ قیامت کھڑی ہے اور مصیبت سر پر پڑی آسمان پھٹے ہوئے ہین اور زمین بدل گئی ہے پہاڑ ادھر سے اُدھر مارے پھرتے ہین ستارے اندھے ہین آفتاب کو گہن لگا ہوا ہے سب جا اندھیرا ہے اور کڑے فرشتون نے گھیرا ہے دوزخ جدا چلاتی ہے جنت کو دیکھ کر مجرمون کو حسرت آتی ہے نامۂ اعمال کھلے ہین اور حکم ہے کہ اپنا نامہ پڑھ اسی وقت پوچھے گا کہ یہ نامہ کیسا ہے کہا جاویگا کہ تیرے ایام حیات مین جبکہ تو راضی اور نازان اور متکبر تھا تجھ پر دو فرشتے محافظ مقرر تھے کہ جو کچھ تو بولتا اور عمل کرتا تھا وہ اسمین لکھتے جاتے تھے تیرا عمل تھوڑا اور بہت چھوٹا اور بڑا اور کھانا اور پینا اور نشست و برخاست سب کچھ اسمین موجود ہے تو بھول گیا تو کیا ہوا خدا تعالیٰ نے تو سب لکھ رکھا ہے اب چل حساب دے اور اپنے کیے کا جواب دے ورنہ عذاب کے لیے تیار ہو اس خطاب کے سنتے ہی دل بیتاب ہوگا اور خوف کے مارے زہرہ آب ہوگا حالانکہ

اوبھی نامۂ اعمال کو دیکھا ہوگا جب اسکو دیکھے گا تو کہے گا ہائے افسوس اس کتاب مین تو چھوٹا اور بڑا گناہ سب کچھ موجود ہے پس آخر امر انسان کا یہ ہے جو اس آیت سے مراد ہے ثم اذا شاء انشرہ اب غور کا مقام ہے کہ جبکا یہ حال ہو اسکو تکبر سے کیا سروکار ہے اُس کو ایک لحظہ بھی خوشی کرنی نہ چاہیے اترانا اور تجبر کرنا تو درکنار ہے انسان پر اول اور درمیان کا حال تو کھلا ہے اگر معاذ اللہ آخر کا حال کھل جاوے تو اُس وقت عجب نہین کہ اپنے تئین کتا یا سور بنجانا پسند کرے کہ اُنکے ساتھ خاک ہو کر نہ خطاب سنے نہ عذاب سہے اور واقع مین اگر انسان خدا کے نزدیک مستحق دوزخ ہے تو سور بھی اس سے کہین اشرف اور اطیب ہے اس واسطے کہ وہ اول مین بھی خاک تھا اور آخر کو بھی خاک ہو جاویگا حساب و عذاب سے علیحدہ رہے گا علاوہ ازین کتا اور سور اگر لوگون کو نظر پڑین تو کوئی ان سے بھاگتا نہین اور دنیادار کسی بندۂ گنہگار کو دوزخ مین دیکھ پاوین تو اُس کی صورت ہیبت ناک اور وحشت دیکھ کر چیخ مارین اور اگر اُس کی ہوا اُن کو لگ جاوے تو بدبو سے ہلاک ہو جاوین اور اگر اُس کے پینے کے پانی کا ایک قطرہ دنیا کے سمندرون مین گر جاوے تو معاذ سے زیادہ سڑ جاوین پس جس شخص کا انجام کار یہ ہو وہ تکبر کس طرح کرتا ہے اور اپنے نفس کو کچھ شے فرض کر کے اُس پہ فضیلت کا معتقد کیسے ہوتا ہے یون اگر خدا معاف کرے اور یہ نوبت نہ پاوے تو اور بات ہے الا تاہم معاف کرنے مین تو شک ہے اور گنہگار ہونا یقینی ہے کونسا بندہ ایسا ہے جسنے گناہ نکیا ہو اور مستحق عقوبت اُس کے سبب نہو مگر یہ کہ خدا اُسے معاف فرماوے اور حسن ظن اُسکے فضل و کرم پر اسی بات کا مقتضی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے معاف کرے فرض کرو کہ کسی شخص نے بادشاہ کا ایسا قصور کیا جس سے مستحق ہزار کوڑون کا ہے اور حکم سلطانی سے قید خانے مین مقید کر دیا گیا اور وہ شخص منتظر ہے کہ میری روبکاری ہوگی اور سب لوگون کے سامنے سزا ملیگی اور اس بات مین شک ہے کہ میرا قصور معاف ہوگا کہ نہین اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ شخص قیدیون پر تکبر کرے گا یا حالت ذلت مین اپنی جان کی فکر مین ڈوبا رہیگا یہی حال بندون کا ہے کہ گنہگار اور مستحق عقوبت تو سب ہین اور دنیا اُنکے لیے قید خانہ اور حوالات ہے اور یہ معلوم نہین کہ روبکاری کے روز کیسی بنیگی تو جو شخص اس طرح تامل کریگا اسکو یہی رنج و خوف اور ذلت کافی ہے اور یہ علاج علمی ایسی تدبیر ہے کہ جس سے کبر کی جڑ اکھڑ جاتی ہے اور علاج عملی یہ ہے کہ علانیہ تواضع خدا کے واسطے کیے اور سب لوگون کے ساتھ تواضع کرنے والون کے سے اخلاق برتے جیسے ہمنے صلحا کا حال اوپر بیان کیا ہے یا جسطرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا یہانتک کہ روایت ہے کہ آپ زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون بندون کی طرح کھانا کھاتا ہون اور حضرت سلمان فارسی رضہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نیا کپڑا کیون نہین پہنتے آپنے فرمایا کہ مین غلام ہون جسدن آزاد ہونگا اُس روز نیا کپڑا پہنونگا اس آزادی سے مراد آزادی روز قیامت ہے اور تواضع کے معلوم ہونیکے بعد اُسکی تمامی عمل سے ہوتی ہے اسی جہت سے عرب کی قوم کہ اللہ و رسول پر تکبر کرتی تھی اُنکو ایمان اور نماز دونون کا حکم ہوا اسلیے کہ اُنکو تواضع اور فروتنی بری معلوم ہوتی تھی حتی کہ اگر کسی کے ہاتھ مین سے کوڑا گرتا تو اُٹھانے کیواسطے نہ جھکتا اور اگر جوتے کا تسمہ کھلجاتا تو اُسکو نہ باندھتا کہ جھکنا پڑیگا چنانچہ حکیم بن حزام رضہ نے اول اول بیعت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرط کی تھی کہ مین رکوع و سجدہ کھڑے کھڑے کیا کرونگا آپ نے منظور فرمایا تھا پھر آخر کو وہ سمجھ گئے اور بڑے پکے عابد اور کامل ہوئے غرض کہ

اہل عرب کے نزدیک سجدہ کرنا اور جھکنا کمال ذلت اور پستی کی علامت تھی اسلیے نماز کا حکم ہوا تاکہ اُنکا تکبر ٹوٹے اور دلونمین تواضع گھر کرے کیونکہ نماز مین شدت سے تواضع پائی جاتی ہی کہ رکوع اور سجدہ اور سامنے کھڑا رہنا سب کچھ آثار فروتنی کے موجود ہین اور نماز کو جو دین کا ستون کہتے ہین اُسکی بہت سی وجہین ہین انمین سے ایک یہ بھی ہی کہ اسمین حد درجہ کی تواضع موجود ہی اور نماز کا حکم تمام خلق کو بھی اسی لیے ہوا ہی کہ اُس کے افعال مقتضی تواضع کے ہین تو حاصل یہ ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ جب اپنے نفس کی حقیقت پہچان لے تو جو فعل کہ اُنکا مقتضی کبر ہو ہمیشہ اُسکے خلاف کرے یہانتک کہ تواضع کا عادی ہو جاوے اسی لیے دلمین اچھے اخلاق جبھی آتے ہین جب علم و عمل دونون ہون اور چونکہ اعضا عالم ظاہری سے ہین اور دل عالم ملکوت سے اور ان دونون مین ایک علاقہ پوشیدہ اور ارتباط مخفی ہے اسلیے اعضا کے عمل سے دل پر تاثیر ضرور ہوتی ہی۔ دوسری صورت اُس تکبر کا بیان جو سات سببون مذکورۂ سابق سے ہوتا ہی۔ باب ذم جاہ مین ہم لکھ چکے ہین کہ کمال حقیقی علم اور عمل کا نام ہے اور جو چیز اُن کے سوا اور موت پر فنا ہونے والی ہے وہ کمال وہمی ہے اس لحاظ سے عالم کو تکبر نہ کرنا دشوار ہی اس لیے فی الجملہ کمال حقیقی اُس کو علم کا موجود ہے مگر ہم طریق علاج علمی عملی ساتون سبب کا ذکر یہان کیے دیتے ہین اول نسب کا تکبر نسب کے باعث جس کو تکبر ہو اُسکو دو باتین جاننی چاہیین اول تو یہ کہ نسب پر فخر کرنا محض جہالت ہی اسلیے کہ دوسرے کے کمال سے اپنی عزت ہونی بے معنی ہی ؎ ہنو گر ذات مین جوہر تو کیا حاصل ہی یون کہنا + کہ آبا تھے ہمارے اشرف و افضل خدائی سے + پس جو شخص نسب کا فخر کرتا ہی اگر خود صفات خسیس رکھتا ہی تو اُنکی خست کو دوسرے کا کمال کسطرح تدارک کریگا بلکہ جس شخص کے نسب سے تکبر کرتا ہی اگر وہ زندہ ہوتا تو کہتا کہ فضیلت مجھمین ہی اور تو تو میرے پیشاب کا کیڑا ہی تجھے شرف کہان سے آیا اب ہم پوچھتے ہین کہ جو کیڑا انسان کے پیشاب سے پیدا ہوا اور جو گھوڑے کے پیشاب سے پیدا ہو تو انسان کے پیشاب کا کیڑا دوسرے سے بہتر کہلاویگا نہین بلکہ دونون یکسان ہونگے شرف انسان ہی کو ہی اُسکے پیشاب کے کیڑے کو کچھ شرف دوسرے کیڑون پر نہین دوسری بات یہ ہی کہ اپنا نسب حقیقی پہچانے اور باپ دادے کو خیال کرے اُسکا باپ تو ایک نطفۂ ناپاک ہی اور دادا مٹی اور خاک ذلیل ہی چنانچہ خدا تعالی نے اس نسب کو قرآن مجید مین تبلادیا ہی جیسا کہ فرمایا الذی احسن کل شیٔ خلقہ وبدء خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مہین پس جسکی اصل خاک ذلیل ہو جو پامال ہوتی رہتی ہی اور پھر اسکی مٹی کا خمیر کیا گیا ہو یہانتک کہ سیاہ اور بدبودار ہو گئی ہو وہ تکبر کیسے کرتا ہی جسکی طرف اُسکی نسبت ہے وہ تو سب مین ذلیل ہی جیسا کہ کہتے ہین کہ فلانا خاک سے زیادہ ذلیل ہی اور کالی کیچڑ سے زیادہ بدبودار اور پیشاب سے زیادہ ناپاک ہی پس اگر خاک کی طرف آدمی کی نسبت بعید ہی تو قریب ہی چیز کی نسبت کو دیکھنا چاہیے کہ وہ نطفہ یا مضغہ ہی اُسکے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو حقیر ہی جاننا چاہیے اور اگر اُسکے لحاظ سے رفعت ہی ہوتی ہی تو جو اُسکی اصل ہی وہ خاک ہی اُسکو بھی رفعت نہین جب نہ باپ مین رفعت نہ دادے مین تو اولاد مین کہان سے آئی اس سے معلوم ہوا کہ جب اصل آدمی کی خاک سے ٹھہری اور علاوہ نطفے سے ہوا تو نہایت درجے کا بُرا نسب ہے اسلیے کہ جو اُس کی اصل ہی وہ تو پاؤن تلے ملی جاتی ہی اور جس سے جدا ہوا ہی وہ اگر بدن کو لگ جاوے تو دھویا جا

ہے پس جو شخص اس نسبت حقیقی کو پہچانیگا وہ تکبر نہ کریگا ۔ ز خاک آفریدت خداوند پاک ۔ پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک ۔ اور بعد اس معرفت اصل اور امر واقعی کے کھلنے سے متکبر بالنسب کی ایسی مثال ہوگی کہ ایک شخص اپنے آپ کو ہمیشہ سید جانتا ہے اور اس کے باپ نے اُس سے کہدیا تھا کہ ہم سید ہین اسی جہت سے اسکو تکبر شرافت نسب کا تھا اسی حال مین چند سچے لوگون نے کہ جنکے قول مین جھوٹ کا شک نہین یہ بیان کیا کہ یہ شخص حجام کا لڑکا ہے اور اس دعوی کو خوب برہان و حجت سے اُسکو سمجھا دیا کہ اُسکے دل مین کچھ شبہہ باقی نہ رہا اور جان لیا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہین تو اب اُس شخص کو کچھ غرور نسب کا نہ رہیگا بلکہ اپنے جی مین سب آدمیون سے حقیر ہو جاوے گا اور اس اپنی ذلت کا ایسا دھیان دل مین جمیگا کہ دوسرون پر تکبر کرنا سب بالاے طاق ہوگا یہی حال دانا و بصیر شخص کا ہے جب اپنی اصل کو سوچتا ہے اور جانتا ہے کہ مٹی اور نطفے سے بنا ہوا ہون تو تکبر نہین کرتا اسلیے کہ مثلاً اگر اُس کا باپ بھنگی یا حجام یا کوئی اور ذلیل کام والا ہوتا تو یہ شخص اپنے آپکو کمینہ سمجھتا اسوجہ سے کہ باپ کوڑا اور مٹی اٹھاتا تھا یا خون مین ہاتھ رکھتا تھا تو جب یہ معلوم ہوگا کہ خود مین ہی خاک اور خون سے بنا ہون تو بطریق اولی اپنا کمینہ ہونا سمجھیگا دوسرا سبب کبر کا جمال ہے اور اُس کی دوا یہ ہے کہ اپنے باطن کو عاقلون کیطرح دیکھے اور بہائم کی طرح ظاہر حال کو معائنہ نہ کرے اور جب باطن کو دیکھیگا تو ایسی فضیحتین سوجھین گی جن سے جمال کا کبر گرد ہو جاوے گا مثلاً تمام اعضا مین آدمی کے پلیدی پُر ہے پیٹ مین براز ہے اور مثانے مین پیشاب اور ناک مین رینٹھ اور منھ مین تھوک۔ اور کانون مین میل اور رگون مین خون اور جلد مین پیپ اور بغل مین بدبو ہے اور باوجود اسکے دن مین ایک بار یا دو بار پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے اور ہر روز ایک بار یا دو بار پیٹ کی بلا ٹالنے کو پاخانے مین جاتا ہے اور وہ ایسی چیز ہے کہ اُسکا دیکھنا بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے چھونا اور سونگھنا درکنار اور یہ سب اسی واسطے ہے تاکہ ہر وقت اُسکو دھیان اپنی ناپاکی اور ذلت کا بنا رہے یہ حال تو حیات کا ہے اور ابتداے خلقت جس سے ہوئی ہے وہ معلوم ہی ہے کہ نطفہ اور خون حیض سے ہے اور دو بار پیشاب کے راستے سے نکلا ایک بار باپ کی پشت سے جب ماں کے پیٹ مین گیا اور رحم مین جو خون حیض کی جگہہ ہے رہا اور ایکبار جب ماں کے پیٹ سے دنیا مین آیا چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہم کو خطبے مین ہمارے نفسون کی ناپاکی ظاہر کرنے کو فرماتے کہ تم لوگ پیشاب کی جگہہ سے دو بار نکلے ہو اور اسی بنا پر طاؤس رح نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح سے کہا تھا کہ یہ چال اُس شخص کی نہین جسکے پیٹ مین غلیظ ہو جیسا کہ یہ قصہ اوپر گذرا یہ ابتدا و وسط کا حال ہے۔ اور اگر ایام حیات مین ایک روز بھی اپنے بدن کی صفائی اور غسل نہ کرے تو بدبو اور پلیدی ایسی ہو جاوے جیسے چوپایون مین ہوتی ہے وہ کبھی اپنے آپ کفیل اپنی صفائی کے نہین ہوتے۔ پس جب آدمی تامل کرے کہ مین پلیدیون سے پیدا ہوا اور پلیدیون ہی مین رہا اور مرنے کے بعد بھی مردار پلیدی ہی ہو جاؤنگا تو اپنے جمال کو باعث فخر نہ سمجھیگا۔ وہ تو گھورے پر کا سبزہ ہے کہ ظاہر مین ہرا ہرا معلوم ہوتا ہے اور اصل ناپاک ہے یا جنگل کا گلزار ہے کہ ابھی اچھا معلوم ہوتا ہے اور کچھ دنون بعد تنکا تنکا ہوا مین مارا مارا پھرتا ہے۔ اور اگر بالفرض حسین آدمی کا جمال دیرپا ہوتا اور ان سب خرابیون سے مبرا تب بھی اُس پر واجب تھا کہ اپنے جمال سے بدصورت پر تکبر نہ کرتا اسلیے کہ بدصورت کی بدصورتی اُسکے اختیار مین نہ تھی کہ اُس سے بچ رہتا اور نہ خوبصورت کی خوبصورتی

اُسکے اختیار مین ہی کہ اُسکی تعریف کیجاوے اور اب تو جمال کو کچھ قیام ہی نہین ہر دم یہ خوف لگا ہوا ہی کہ جاتا رہے ذرا سے مرض یا چیچک یا زخم یا کسی اور سبب سے زائل ہو جاتا ہی اور ایسا بہت واقع ہوا ہی کہ خوبصورت آدمی انھین اسباب سے بدصورت ہو گئے ہین تو ان باتون کو جاننا اور اکثر سوچنا دل مین سے جمال کے کبر کو اُکھاڑ دیتا ہی تیسرا سبب تکبر کا زور و قوت ہے اُسکا علاج یہ ہی کہ جو مرض اور بیماریان آدمی پر مسلط ہین اُنکو تامل کرے کہ اگر ایک رگ مین بھی درد ہو جاتا ہی تو سب عاجزون سے بدتر ہو جاتا ہے اور سب سے زیادہ ذلیل بن جاتا ہے ع چو عضوے بدرد آورد روزگار * دگر عضوہا را نماند قرار * اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اگر کوئی مکھی کچھ چھین لے تو اُس سے نہین لے سکتا اور اگر مچھر ناک مین گھس جاوے یا چیونٹی کان مین چلی جاوے تو باعث ہلاک ہو اور اگر کانٹا پاؤن مین لگجاوے تو عاجز کر دے ایک دن کے بخار مین مدت کا زور جاتا رہتا ہے پس جس شخص سے تحمل کانٹے کا نہ ہو سکے اور مچھر اور چیونٹی کی تاب نہ لاوے اور مکھی کو اپنے اوپر سے نہ ٹال سکے اُسکو چاہیے کہ اپنی قوت کا فخر نہ کرے اور اگر بالفرض انسان طاقتور بھی ہو تو گدھے اور گاے اور ہاتھی گھوڑے سے زبردست نہو گا پھر ایسی صفت مین کیا فخر رہا جس مین بہائم بڑھکر ہون چوتھا سبب توانگری اور کثرت مال ہے اور اسی مین کثرت یار و مددگار اور بادشاہون کی طرف سے حکومت پانے پر تکبر کرنا بھی شامل ہے اور ان مین سے ہر ایک چیز پر تکبر کرنا جمال و قوت وغیرہ کے تکبر کے مانند نہین اس واسطے کہ جمال وغیرہ تو داخل انسان تھا یہ چیزین تو اُس کی ذات سے خارج ہین اور یہ قسم تکبر کی سب سے بڑی ہے اسلیے کہ جو اپنے مال کا تکبر کرتا ہی وہ ایسا ہی جیسا کوئی اپنے گھوڑے یا گھر کا تکبر کرتا ہی تو اب اگر گھوڑا مر جاوے یا گھر مسمار ہو جاوے تو ذلیل کا ذلیل رہجاوے گا اور جو شخص بادشاہون کی طرف سے حکومت پانے پر متکبر ہی اور اپنے آپ مین کوئی وصف نہین رکھتا اُسنے اپنے کام کی بنیاد اُس دل پر رکھی ہی جو ہنڈیا سے بھی زیادہ جوش رکھتا ہی یعنی بادشاہون کا دل ہمیشہ متغیر رہتا ہی گاہ بسلامے برنجند و گاہ بدشنامے خلعت دہند اور اگر ذرا سی بات مین بگڑ جاوین تو جو لوگ اپنے آپکو ذی عزت سمجھتے تھے وہ سب ذلیل ہو جاتے ہین اور جو شخص ایسی چیز سے تکبر کرے جو اُسکی ذات مین نہو وہ کھلا جاہل ہی مثلاً جو توانگری کا تکبر رکھتے ہین اگر تامل کرین تو کفار مین اُنسے زیادہ زیادہ ثروت والے ہین پس تف ہی ایسے شرف پر کہ جسمین کفار بڑھکر ہون اور تف ہی ایسے فضل پر کہ جس کو چور ایک لحظے مین چرالے اور مالک ذلیل اور مفلس رہجاوے غرضکہ یہ اسباب ایسے ہین کہ آدمی کی ذات مین داخل نہین اور جو ذات مین داخل ہین اُنکا ہمیشہ قائم رکھنا آدمی کے اختیار مین نہین اور آخرت مین وبال و مصیبت کے باعث ہونگے پس اُنپر فخر کرنا عین جہالت ہے اور یہ بھی بات قابل غور ہی کہ جس چیز پر آدمی کو اختیار نہین وہ اُسکی ملک نہین ہو سکتی اور یہ سب چیزین ایسی ہی ہین کہ آدمی کے اختیار مین نہین بلکہ مالک حقیقی کے اختیار مین ہین اگر وہ چاہے تو پاس رہ سکتی ہین اور نہ چاہے تو نہین رہ سکتین آدمی تو ایک غلام مملوک ہی کہ کسی چیز پر اُسکا قابو نہین تو جسکو یہ حال معلوم ہو جاوے اُسکا کبر ضرور ہی دور ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص عاقل اپنی قوت و جمال اور مال و دولت اور حریت اور استقلال اور زیادتی مکانات اور کثرت جاہ و حشم کا فخر کرتا ہی اسی اثنا مین دو عادل گواہون نے کسی منصف حاکم کے سامنے گواہی دی کہ یہ شخص فلانے کا غلام ہی کیونکہ اُسکے ماں باپ اُسکے مملوک تھے اور حاکم نے بفور اطلاع مالک کو خبر کر دی

اور مالک نے آکر اُسپر بھی قبضہ کر لیا اور تمام اُسکا مال لے لیا اور وہ باوجود مال جانے کے یہ بھی خوف رکھتا ہے کہ کہین ان اعمال مین افراط
و تفریط کرنے اور اصل مالک کو اطلاع نہ دینے کی سزا نہ ملے کہ مالک کی جستجو مین تقصیر کیون کی اور اس پر اور مصیبت یہ کہ وہ
شخص ایسے گھر مین بند کیا جاوے کہ جہان سانپ بچھو اور حشرات الارض بہت سے ہون کہ ہر دم ہر ایک سے ڈرے اب
اُسکا حال یہ ہو گیا کہ نہ تو اپنی جان کا مالک ہے نہ مال کا اور نہ کوئی تدبیر نجات کی جانتا ہی تو بھلا ایسا شخص جسکا یہ حال ہو وہ اپنی
قدرت اور ثروت اور قوت و کمال کا فخر کرے گا یا اپنے دل مین ذلیل و خفیف ہوگا۔ یہی حال عاقل بصیر کا ہوتا ہی کہ وہ بھی اپنے
نفس کو ایسا ہی جانتا ہے کہ نہین مالک اپنی گردن کا ہون نہ بدن کا نہ اعضا اور مال کا اور باوجود اسکے آفات اور شہوات اور امراض کو اپنے لیے
سانپ بچھو سمجھتا ہے اور ہر دم اُنسے خوف ہلاک ہونے کا ہی پس جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قوت و قدرت کا تکبر نہین کرنے کا کیونکہ اس کو
تو معلوم ہی کہ نہ مجھے کچھ قدرت ہے نہ قوت تو جو اسباب تکبر کے آدمی کی ذات سے خارج ہون اُن کے علاج کا طریق یہی ہے اور یہ طریق
علم اور عمل پر تکبر کرنے کے علاج کی بہ نسبت آسان ہے اسلیے کہ علم و عمل نفس کے دو کمال ہین اور نفس کا خوش ہونا اُن سے زیبا ہی
اگر اُن سے تکبر کرنے مین ایک طرح کی خفیہ جہالت ہے جس کا ہم ذکر کرتے ہین چھٹا سبب تکبر کا علم ہے اور وہ بڑی آفت اور بڑے
امراض مین سے جن کا علاج سہل نہین بلکہ نہایت محنت و شدت سے ہوتا ہے اس واسطے کہ علم کی قدر خداے تعالےٰ کے نزدیک
اور بندون کے نزدیک بڑی ہے۔ اور اُس کی قدر مال و جمال سے اور سب چیزون سے بڑھ کر ہے بلکہ مال و جمال کو کچھ بھی رتبہ
نہین اگر علم و عمل اُن کے ساتھ نہ ہون اور اسی جہت سے حضرت کعب احبار رضہ فرماتے ہین کہ علم کی طغیانی مثل مال کی طغیانی کے
ہی اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ جب عالم لغزش کھاتا ہے تو اُسکی لغزش سے ایک عالم لغزش کھاتا ہی پس چونکہ فضائل علم کے شریعت
مین اس کثرت سے ہین اسی لیے عالم آدمی سے نہین ہو سکتا کہ اپنے آپ کو جاہل سے بڑھ کر نہ جانے اور اس کبر کے دور کرنے
کے لیے اُس کو دو باتون کا جاننا چاہیے اول تو یہ کہ اللہ تعالےٰ کی حجت اہل علم پر مستحکم تر ہے اور جاہل سے اتنا برداشت کیا جاتا ہے
کہ عالم سے اسکا دسوان حصہ بھی برداشت نہین کیا جاتا کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور علم کا حق نعمت ادا نہ
کرے اس سے زیادہ کیا گناہ ہوگا اور ہمین لحاظ حدیث شریف مین ہی کہ قیامت کے روز عالم بلایا جاویگا اور دوزخ مین ڈالدیا جاویگا
اُسکی انتڑیان نکل پڑینگی اور اُسکو ایسا چکر دینگی جیسا گدھا چکی پھراتا ہی دوزخی اُسکے گرد جمع ہو کر پوچھین گے کہ تیرا کیا حال ہے کہیگا
کہ مین دوسرون کو نیکی کا امر کرتا تھا اور خود نیکی نہ کرتا تھا اور بدی سے دوسرون کو منع کرتا تھا اور خود اُس کا مرتکب تھا اور خداوند
کریم نے عالم بے عمل کو گدھے اور کتے سے مشابہت دی ہی چنانچہ فرمایا مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ
أَسْفَارًا اس آیت سے علماے یہود مراد ہین اور بلعم بن باعورا کے حال مین فرمایا وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا تک
کہ فرمایا فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ بلعم کو کتاب عنایت ہوئی تھی اُس نے
شہوات زمین کو پسند کر کے ہمیشہ اُسپر رہنا چاہا اور اُسکے لیے حکمت کا دیا جانا یا نہ دیا جانا برابر ہی [illegible] کی صورت مین شہوت نہ چھوڑیگا
پس عالم کو یہی خطرہ کافی ہی کونسا عالم ہی جسنے اتباع شہوات نہ کیا ہو اور کونسا عالم ہی جسنے اپنی نیکی کا امر نہ کیا ہو جسکا عامل خود نہوا ہو

توجس عالم کے دل مین بہ نسبت جاہل کے اپنی قدر زیادہ معلوم ہو اسکو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جیسے میری قدر بڑھی ہے ویسی ہی دوسرون کی نسبت مجھے اندیشہ بھی بہت زیادہ ہے دونون باتین ایک دوسرے کا بدلہ ہوگئین اور عالم کی مثال ایسی ہی جیسے کسی بادشاہ کو دشمنون کی کثرت سے اپنی جان کا اندیشہ ہو کہ ایسا شخص اگر گرفتار ہو جاوے اور سیاست کیا جاوے تو اس وقت یہی تمنا کرتا ہی کہ اگر فقیر ہوتا تو خوب ہوتا اسی طرح بہت عالم قیامت مین اسی بات کی آرزو کرین گے کہ کسی طرح جاہلون ہی کی طرح بچ جاوین معاذاللہ غرض یہ خطر مانع تکبر ہی اس لیے کہ اگر دوزخی ہے تب تو سور بھی اُس سے بہتر ہی تو تکبر کس بات کا کرتا ہی عالم کو نہ چاہیے کہ اپنے جی مین صحابہ رضہ سے بھی بڑھکر ہو دیکھو ان مین سے بعض فرماتے تھے کہ کاش میری مان مجھے نہ جنتی اور بعض ایک گھاس کا تنکا اُٹھاتے اور کہتے کہ اگر مین یہ تنکا ہوتا تو خوب ہوتا اور بعض فرماتے کہ اگر مین پرند ہوتا اور لوگ کھا جاتے تو اچھا تھا اور خلق کے بعض ارشاد کرتے کہ کیا خوب ہوتا جو میرا ذکر ہی دنیا مین نہ ہوتا یہ سب اقوال انجام کے خوف کے سبب تھے اپنے آپ کو پرند اور برا سمجھتے تھے اور جب عالم خطر عاقبت کا فکر زیادہ کرے گا تو بالکل کبر جاتا رہے گا اور اپنے نفس کو سب خلق سے برا جانیگا اور اُس کی مثال ایسی ہوگی کہ مثلاً کسی غلام کو اُس کے آقا نے چند باتون کا حکم دیا اُس نے اُن کو کرنا شروع کیا مگر بعض امور ترک کر دیے اور بعضون مین نقصان کر دیا اور بعضون مین شک ہے کہ آقا کی مرضی کے موافق ادا ہوے یا نہین پھر اسکو ایک خبر رسان نے خبر دی کہ تیرے آقا نے ایک ایلچی بھیجا ہے اور تجھ کو اس مال و متاع سے ننگا اور ذلیل کرکے بلایا ہے کہ اپنے دروازے کے باہر دھوپ کی گرمی مین بہت دیر تک ڈالے رہے گا اور جب تیرا خوب ناک مین دم آجاوے گا تب تیرا حساب دیکھے گا اور سب کام تھوڑے اور بہت کی باز پرس ہوگی بعد اُس کے تجکو حکم ایک تنگ قید خانہ مین قید کرنے کا دیا جاویگا کہ ہمیشہ عذاب مین رہے اور ایک دم راحت نہ پاوے اور اُس غلام کو بھی معلوم ہی کہ میرے آقا نے اپنے بہت سے غلامون کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہی اور بعضون کو معاف بھی کر دیا ہی مگر معلوم نہین کہ مین کون سے فریق مین ہون پس جب اُسکے سر پر یہ اندیشہ سوار ہوگا تو نفس بالکل پژمردہ اور ذلیل ہو جاویگا اور غم اور خوف کریگا عزت و کبر بالکل جاتا رہیگا کسی پر تکبر کرنا تو کیا معتے سب کے ساتھ تواضع سے پیش آویگا کہ شاید میری سفارش بتکلیف کیوقت کرین یہی حال عالم کا ہی کہ جب تامل کرے کہ مین نے کتنے حکم خدا کے تلف کر دیے اور اعضاے ظاہری سے جدے گناہ کیے اور باطن مین حسد و حقد و ریا و عجب و نفاق وغیرہ جُدا موجود رہے اور آیندہ نہ معلوم کہ انجام کیا ہوگا اور باز پرس کے وقت کس طرح صورت رستگاری ہوگی تو بیشک کبر جاتا رہیگا دوسری بات عالم کے سوچنے کی یہ ہی کہ اسکو معلوم ہی کہ کبر خدا کے سوا اور کسی کو زیبا نہین اور اگر مین تکبر کرونگا تو خدا کے نزدیک مغضوب ٹھہرونگا خدا تعالی میری تواضع ہی محبوب جانتا ہی چنانچہ اسکا ارشاد حدیث قدسی مین ہی کہ بندے کی قدر میرے نزدیک جب ہی تک ہی جبتک کہ اپنے نفس کی قدر نجانے اور اگر اپنے نفس کی قدر جانیگا تو میرے یہان اُسکی قدر نہین تو ضرور ہوا کہ نفس سے ایسا ہی کام لیا جاوے جو خدا تعالی کو پسند ہو اور اس بات کا تامل کرنا تکبر کو کھو دیگا گو اسکو یقین ہو کہ مین نے کوئی خطا نہین کی مثلاً اگر ممکن ہو کہ آدمی گناہ نہ کرے تب بھی یہ تامل کرنا تکبر کو کھو دیگا اسی تامل سے انبیا علیہم السلام کا تکبر زائل ہوا کیونکہ انکو یقین تھا کہ جو شخص خدا تعالی سے کبریائی مین نزاع کرتا ہی

خداے تعالی اُس کو توڑ دیتا ہی اور خداوند کریم کا حکم ہی کہ اپنے نفسون کو حقیر جانو تو تمھاری عزت ہمارے یہان ہو غرضکہ یہ بات بھی آدمی کے لیے بیشک باعث تواضع ہی - اب اگر کوئی پوچھے کہ جو شخص عالم اور عابد ہو وہ فاسق اور بدعتی کے لیے تواضع کیسے کرے اور اپنے نفس کو اُسکی نسبت کمتر کیسے سمجھے خدا کے نزدیک جو مرتبہ علم و عبادت کا ہی اُس کا انکار کیسے ہو سکتا ہی اور یہ کیسے ممکن ہی کہ علم کا خطر تو اُسکے دل پر گذرے اور فسق و بدعت کا جو قطعی زیادہ ہی وہ دل پر نہ گذرے تو اُس کا جواب یہ ہی کہ اُسکا امکان خاتمہ کی فکر کرنے سے ہو سکتا ہی اس لحاظ سے اگر کافر کو دیکھے تو اُسپر بھی تکبر نہین ہو سکتا اسلیے کہ ہو سکتا ہی کہ وہ ایمان لاوے اور ایمان ہی پر اُس کا خاتمہ ہو اور عالم گمراہ ہو کر کافر مرے اور بڑا وہی ہی جو آخرت مین خدا کے نزدیک بڑا ہو اور جو شخص خدا کے نزدیک دوزخی ہو اور اُس کو معلوم نہ ہو اُس سے رتبہ مین کتا اور سور بہتر ہین دیکھو حضرت عمر رض کو قبل اسلام کے بہت مسلمان حقیر جانتے تھے اور کفر کے باعث نفرت کرتے تھے مگر آخر مین اللہ تعالے نے اُن کو ایسا اسلام عنایت فرمایا کہ سواے حضرت ابوبکر رض کے اور سب سے بہتر ہوے پس بندون کو انجام کار پر نظر نہین ہوتی اور دانا آدمی ہمیشہ خاتمے ہی کا لحاظ کرتے ہین اور تمام فضائل دنیاوی خاتمے ہی کے واسطے مطلوب ہوتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو یہی شایان ہی کہ کسی پر تکبر نہ کرے بلکہ اگر جاہل کو دیکھے تو دل مین یہ کہے کہ اُس نے تو جہالت کے باعث خدا تعالے کی نافرمانی کی اور مین نے جان بوجھ کر نافرمانی کی تو یہ شخص میری نسبت معذور تر ہی اور اگر عالم کو دیکھے تو یون کہے کہ یہ مجھ سے زیادہ جانتا ہی مین اس کے برابر کیسے ہو سکتا ہون اور اگر عمر مین بڑے کو دیکھے تو یہ خیال کرے کہ اُسنے مجھ سے پہلے اللہ کی اطاعت کی مین اُس کے برابر نہین ہو سکتا اور اگر چھوٹے کو دیکھے تو یہ تصور کرے کہ مین نے اس سے پہلے خدا کی نافرمانی کی اس کے برابر کیسے ہو سکتا ہون اور اگر بدعتی یا کافر کو دیکھے تو یہ سوچے کہ مجھے معلوم نہین شاید انکا خاتمہ اسلام پر ہو اور میرا خاتمہ کفر و بدعت پر ہو کیونکہ ہدایت ہمیشہ کچھ میرے اختیار مین تو نہین جیسے کہ ابتداے ہدایت میرے قبضہ مین نہ تھی غرض فکر خاتمے سے کبر اپنے نفس کا دور کرنا چاہیے یعنے یہ جاننا چاہیے کہ کمال آدمی کا اسی مین ہے کہ سعادت اخروی اور قرب الی اللہ سے بہرہ اندوز ہو یہ چیزین جو دنیا مین ہین اور جنکو کچھ قیام نہین ان مین کچھ کمال نہین اور ہرچند خطر خاتمہ کا متکبر پر اور جسپر تکبر کرتا ہی اُسمین مشترک ہی مگر ہر ایک پر یہی لازم ہی کہ بہ تمام ہمت اپنے نفس کی طرف مشغول ہو اور اپنے خاتمہ کا خوف کرے دوسرے کے خوف مین مشغول ہونا نچاہیے اسواسطے کہ خائف آدمی نہایت ہی بدظن ہوتا ہی اور ہر ایک شخص کو اپنی ہی جان کا زیادہ خوف ہوتا ہی مثلاً اگر بہت سے لوگ قید مین ہون اور اُنسے کوئی قصور ایسا ہوا ہو کہ سب کے واسطے گردن مارنیکا حکم ہوا ہو تو اُنکو اس بات کی مہلت نہو گی کہ ایک دوسرے پر تکبر کرین گو تردد مین سب یکسان ہین بلکہ ہر ایک کو اپنی جان کا رنج دوسرے کے حال پر متوجہ نہین ہونے دیتا گویا ساری مصیبت اور خطر ایک ہی کے سر ہی پھر اگر کوئی یہ کہے کہ تمکو حکم ہی کہ بدعتی اور فاسق سے بغض ہللہ رکھو اور تمھاری تقریر سے اُنکے ساتھ تواضع کرنی پائی جاتی ہی تو ان دونون باتونکا جمع ہونا ضدین کا جمع ہونا ہی پس جاننا چاہیے کہ یہ ایک ایسی بات ہی کہ اکثر لوگون پر مشتبہ ہو جاتی ہی کیونکہ بدعت و فسق پر خدا کے لیے غصہ کرنے مین کبر نفس و علم و ورع کا غرور بھی شامل ہو جاتا ہی بہت سے جاہل عابد اور مغرور عالم ایسے ہوتے ہین کہ جہان اُنکے برابر کوئی فاسق بیٹھا اُسکو اپنے پاس سے

بتا دیتے ہین اور کنایہ کشی کرتے ہین اور یہ گمان کرتے ہین کہ ہم نے غصہ خدا کے واسطے کیا حالانکہ واقع مین یہ امر کبر باطن کی جہت سے سرزد ہوا جیسا کہ ابھی قصہ عابد بنی اسرائیل اور فسادی کا گذر چکا ہی اور وجہ مشتبہ ہونے کی یہی ہی کہ مطیع آدمی پر تکبر کرنا تو ظاہر ہی کہ برا ہی اور اس سے بچنا بھی ممکن اور سہل ہی مگر بدعتی اور فاسق پر تکبر کرنا ایسا معلوم پڑتا ہی کہ گویا خدا کے واسطے غصہ کیا ہی اور چونکہ غصہ خدا کے واسطے کرنا بہتر ہی اس واسطے بدعتی اور فاسق پر کبر بادی النظر مین بہتر معلوم ہوتا ہی علاوہ ازین غصہ کرنے والا جس شخص پر غصہ کرتا ہی اوس پر تکبر بھی کرتا ہی اور تکبر کرنے والا غصہ کرتا ہی پس کبر اور غضب ایک دوسرے کے موجب ہوتے ہین اور ایسے باہم مختلط ہین کہ اُن مین تمیز سوائے توفیق یافتگون کے اور کسی کو نہین ہو سکتی پس اس مخمصے سے نجات کی صورت یہ ہے کہ جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے یا اُنکو امر معروف و نہی بری بات سے منع کرے تو تین باتین دل مین اسوقت موجود ہونی چاہییں اول یہ کہ جو خطائین اپنے آپ سے سرزد ہوئی ہون وہ پیش نظر کرے تاکہ اپنا نفس اپنی آنکھون مین حقیر ہو جاوے دوسرے یہ کہ جس بات سے اپنے آپ کو فضیلت ہی یعنی علم یا عمل صالح یا امر حق کا عادی ہونا وغیرہ اس کو یہ لحاظ کرے کہ خدائے تعالےٰ کے انعام اور احسان سے مجھ مین یہ باتین ہین میرے اختیار و قدرت سے نہین ہین کہ اپنے نفس کو اُن کے باعث بڑا سمجھون اور دوسرے پر تکبر کرون تیسرے یہ کہ اپنا اور دوسرے کا خاتمہ معلوم نہین ہو سکتا ہی کہ میرا خاتمہ برا ہو اور اُس بدعتی یا فاسق کا خاتمہ اچھا ہو غرض ان تینون باتون کے پیش نظر رہنے سے تکبر سے محفوظ رہے گا باقی رہا یہ کہ ان تینون باتون کے ہوتے غصہ کیسے ہوگا تو معلوم کرنا چاہیے کہ غصہ اپنے مولی اور آقا کے لیے چاہیے اپنے نفس کی خاطر نہ چاہیے کیونکہ اس کا حکم ہے کہ غصہ میرے واسطے کرو اپنے نفسون کے لیے مت کرو پھر غصہ مین یہ نہ سمجھے کہ مین بچ جاؤنگا اور یہ بدعتی ہلاک ہو جاوے گا بلکہ اپنے نفس پر خوف خفیہ گناہونکا جو خدائے تعالی کو معلوم ہین دوسرے کی نسبت زیادہ تر چاہیے اور معہذا خاتمہ کا حال بھی معلوم نہین اب ہم ایک مثال لکھتے ہین جس سے یہ معلوم ہو کہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص خدا کے واسطے غصہ کرے وہ اُس پر تکبر بھی کرے یا اپنا رتبہ اُس کے رتبہ سے بڑھ کر سمجھے فرض کرو کہ ایک بادشاہ کے ایک لڑکا اور ایک غلام ہی بادشاہ نے غلام کو لڑکے پر تعین کر دیا ہی کہ اس کی حفاظت کرنا اور جو حرکت خلاف ادب کرے اُس پر مارنا اور نامناسب افعال پر جھڑک دینا پس اگر غلام کو اپنے آقا کی محبت اور اطاعت منظور ہوگی تو ضرور ہے کہ جب وہ لڑکا کچھ بے ادبی یا نالائق کام کرے گا اُس پر غصہ ہوگا اور منع کرے گا اور مارے گا اور یہ غصہ صرف اپنے آقا کی جہت سے کرتا ہی کہ اُس نے حکم کیا تھا اور اُس کی فرمانبرداری موجب فلاح و تقرب ہی اور غصہ ایسی بات پر کیا جو آقا کو بری لگتی ہی یہ سب کچھ ہی مگر اُس پر تکبر نہین کرتا بلکہ متواضع ہی رہتا ہی اس لیے کہ جانتا ہی کہ آقا کے سامنے جو اُسکا رتبہ ہی وہ میرا کہان ہی اس لیے معلوم ہوا کہ غصہ کرنا اور چیز ہی اور تکبر اور چیز غصے کیلیے تکبر اور ترک تواضع ضروری نہین اسی طرح جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے تو خیال کرے کہ شاید آخرت مین خدا کے نزدیک ان ہی کی قدر زیادہ ہو اگر تقدیر مین اُن کا خاتمہ اچھا لکھا ہی اور میری تقدیر مین برا خاتمہ ہے جسکی مجھے خبر نہین ہان غصہ اسپر کرنا چاہیے اس نظر سے کہ خدائے تعالےٰ کا حکم ہی اور محبت الٰہی اسی کی مقتضی ہی کہ جو فعل اُس کی مرضی کے خلاف

جس کسی سے سرزد ہوا اُسپر غصہ کرے اور چونکہ اُن شخصون کا خدا کے نزدیک آخرت مین اپنے آپ سے اقرب ہونا ممکن ہی تو اس نظرت
اُن کے ساتھ تواضع کرے۔ دانا عالمون کا بغض اسی طرح ہوتا ہی کہ اُسمین خوف اور تواضع ملے رہتے ہین اور مغرور اس کے
برعکس ہین وہ اپنے نفس کے واسطے دوسرون کی نسبت کر زیادہ توقع رکھتے ہین اور انجام کا حال معلوم نہین واقع مین اُن کو بڑی
غلطی ہوئی ہے۔ تو جو لوگ گناہگار یا معتقد بدعت ہین اُن سے تواضع کرنی اور غصہ کرنے اور علٰحدہ رہنے کا یہ طریق ہی۔ ساتوان
سبب عبادت اور ورع پر تکبر کرنا اور یہ بھی بندون پر بڑے امتحان کی چیز ہی اُس کا علاج یہ ہی کہ اپنے دل مین تمام خلق کے ساتھ
تواضع ہونا لازم کرے اور اُسکی صورت یہ ہی کہ جو شخص اپنے آپ سے علم زیادہ رکھتا ہو اُس پر تو کسی صورت سے تکبر کرنا
نہین چاہیے اس لیے کہ علم کی فضیلت بہت ہی چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہی ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی اسی طرح بہت روایات اس باب مین
ہین پس اگر عابد یون کہے کہ اس سے فضیلت علماء باعمل کی ہی عالم فاضل کی فضیلت نہین پائی جاتی تو اُس کا جواب یہ ہی کہ تم کو
معلوم نہین ان الحسنات یذھبن السیئات اور جس طرح یہ ہو سکتا ہے کہ علم کے سبب عالم سے بازپرس ہو اسی طرح یہ بھی ممکن
ہی کہ علم عالم کی نجات کا وسیلہ اور اُس کے گناہون کا کفارہ ہو اور یہ دونون باتین اخبار سے ثابت ہین اور چونکہ یہ امر عابد آدمی
سے پوشیدہ ہی اس کو معلوم نہین ہو سکتا ہی کہ عالم کا علم اُس کے حق مین کیسا ہوگا لہذا اُس کو حقارت عالم کی نہ چاہیے بلکہ تواضع ہی
چاہیے اور اس تقریر سے کوئی عالم بھی اپنے نفس کو عابد سے اچھا نہ جانے اسواسطے کہ گویا باعتبار حدیث فضیلت عالم کے اُسکو
فضیلت ہی مگر اس اعتبار سے کہ خاتمہ کا حال مشکوک ہی اس امر کا بھی احتمال ہی کہ عالم مرنے کے وقت ایسا ہو جائے کہ ایک ہی گناہ
کے سبب اُس کا حال خدا کے نزدیک جاہل فاسق سے بھی برا ہو اور یہ اس گناہ کو خفیف سمجھتا ہو مگر خدا کے نزدیک وہ بڑا گناہ
ہو اور جب یہ حال ممکن ہوا تو عالم کو ہمیشہ اپنے نفس کا خوف چاہیے غرضکہ عالم ہو خواہ عابد ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کا خوف
ضرور ہی اور اسی کا اُنکو حکم ہی دوسرے کے نفس پر خوف کرنے کا مامور نہین اپنے نفس پر ہمیشہ خوف کرتا رہے اور دوسرے کیواسطے
رجا۔ ور انھین باتون سے تکبر سے بچا رہیگا۔ یہ حال عابد کا عالم کے ساتھ ہی اور غیر عالم کی دو قسمین ہین۔ ایک تو مستور الحال اور
ایک ظاہر حال جن لوگون کا حال اُس پر منکشف نہین اُن پر بھی تکبر نہ چاہیے کیونکہ شاید وہ لوگ عابد کی نسبت کم گناہگار ہون اور
عبادت زیادہ کرتے ہون اور خدا کے ساتھ محبت زیادہ رکھتے ہون اور جن لوگون کا حال کہ عابد پر ظاہر ہو پس ان پر تکبر جبھی کر سکتا ہی
جب یہ معلوم ہو کہ اُسنے تمام عمر مین اُن لوگون کی نسبت گناہ کم کیے ہین اور چونکہ تعداد تمام عمر کے گناہون کی نہ اپنے گناہون کی
معلوم ہو سکتی ہی نہ غیر کی تو یہ معلوم ہونا کہ ہمارے گناہ دوسرے کی نسبت کم ہین غیر ممکن ہی اور اسی لیے تکبر کرنا بھی بیجا ہی۔ ہان یہ معلوم ہو سکتا
ہی کہ فلان شخص نے ہماری نسبت گناہ کبیرہ زیادہ کیے ہین مثلاً اگر کسی کو دیکھا کہ اُسنے قتل ناحق کیا یا زنا کیا یا شراب پی تو معلوم ہوا کہ
اُسکا گناہ سخت ہی مگر باوجود اس کے تکبر نہ چاہیے اسواسطے کہ دل کے گناہ مثلاً کبر اور حسد اور ریا اور خیانت در اعتقاد باطل اور
وسوسہ خدا کی صفات مین یا اور اسی طرح کا گناہ سب خدا کے نزدیک بہت سخت ہین تو ایسا ہو سکتا ہی کہ عابد آدمی کے باطن مین کوئی

[illegible]

ایسا گناہ ہو جاوے جس سے وہ خدا کے نزدیک مستحق غضب ہو اور فاسق معلن سے کوئی ایسی اطاعت قلبی مثل اخلاص یا محبت الٰہی یا خوف یا تعظیم کے بروے کار آوے جو عابد مین نہ پائی جاوے اور خداے تعالیٰ اُس طاعت کے بدلے اُسکے گناہ معاف فرماوے اور اُسکا حال قیامت کو کھلے جب کہ عابد اُس فاسق کو اپنے نفس سے بدرجہا اوپر دیکھے بہرحال فاسق کے بہتر ہو جانے مین امکان پایا جاتا ہی اور عابد کا برا ہو جانا ایک احتمال ضعیف و بعید ہی لیکن احتمالات بعید جو اپنے مضر ہون اُنکو احتمال قریب ہی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ خوف اپنے نفس کا ہو اسی لیے دوسرے کے حال کی فکر نہ چاہیے بلکہ جو چیز اپنے حق مین خوفناک ہی اسی کی فکر چاہیے کیونکہ اپنا گناہ دوسرا تو کوئی اُٹھانے سے رہا اور نہ دوسرے کے عذاب سے اپنا عذاب ہلکا پڑیگا۔ ایسی باتین سوچنے سے طبیعت تکبر کی طرف سے ہٹ جاتی ہی اور اپنے نفس کو دوسرے سے بہتر نہین سمجھتی۔ وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ آدمی کی عقل جب پوری ہوتی ہی جب اس مین دس خصلتین ہوتی ہین اُن مین سے نو بیان کرکے دسوین کو فرمایا کہ دسوین خصلت سے بزرگی کی پختگی ہو جاتی ہی اور بول بالا ہوتا ہی اور وہ یہ ہی کہ سب آدمیون کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اور اس کے نزدیک دو طرح کے آدمی ہین ایک تو وہ جو اُس سے افضل اور اعلیٰ ہین اور ایک وہ جو اُس سے کمتر اور ادنیٰ ہین تو اُس کو دونون فرقون کے ساتھ تواضع چاہیے اگر اپنے آپ سے کسی بہتر کو دیکھے تو خوش ہو اور تمنا کرے کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاؤن اور اگر کسی برے کو دیکھے تو کہے کہ شاید یہ نجات پاوے اور مین ہلاک ہو جاؤن اور شاید یہ کچھ باطن مین خیر کرتا ہو جو اُس کے حق مین اچھی ہے اور مین نہ جانتا ہون یا کوئی اور عمدہ عادت ہو کہ جسکے باعث اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اور توبہ قبول فرماوے اور اُس کا خاتمہ اچھا ہو اور میری نیکی ظاہری ہی یہ میرے حق مین اچھی نہین اور جو طاعت کہ مین نے ظاہر مین کی ہی اُسمین ہو سکتا ہی کہ کوئی آفت آگئی ہو جس سے اُس کا ثواب جاتا رہا ہو جب دونون فریق سے اس طرح پیش آوے گا تب اُسکی عقل پوری ہوگی اور اپنے وقت کا سردار ہوگا انتہی پس جو شخص کہ خدا کے نزدیک بدبخت ہو سکتا ہی اور قلم تقدیر بھی اُسکی شقاوت پر چل چکا ہی اُسکو تو کسی حال مین تکبر کرنا ہی نہ چاہیے اگر کسی کو غلبہ خوف ہوتا ہی تو ہر ایک شخص کو اپنے آپ سے بہتر جانتا ہی اور فضیلت اسی کا نام ہی چنانچہ روایت ہی کہ ایک عابد ایک پہاڑ پر جا رہا اُسکو خواب مین یون حکم ہوا کہ فلانے موچی سے جا کر اپنے لیے دعا کرا عابد اُسکے پاس آیا اور پوچھا کہ تمھارا عمل کیا ہی اُس نے کہا کہ مین دن کو روزہ رکھکر مزدوری کرتا ہون اور اُسمین سے کچھ خیرات کرتا ہون اور کچھ بال بچون کو کھلاتا ہون عابد پھر آیا اور کہنے لگا کہ یہ عمل تو اچھا ہی مگر ایسا تو نہین جیسا صرف خدا کی طاعت کے سوا اور کچھ نہ کرے دوسری بار پھر خواب مین اُسکو حکم ہوا کہ موچی سے جا کر پوچھ کہ تیرا رنگ زرد کیون ہی جب آکر دریافت کیا تو اُسنے کہا کہ جو آدمی مجھے نظر پڑتا ہی مین یہی تصور کرتا ہون کہ یہ تو نجات پاویگا اور مین ہلاک ہو جاؤنگا تب عابد نے کہا کہ اسی وجہ سے یہ شخص مقبول ہی۔ اور اس خصلت یعنی خوف کی فضیلت قرآن مجید سے بھی ثابت ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یؤتون ما اتوا وقلوبہم وجلۃ انہم الی ربہم راجعون[1] یعنی طاعات تو بجا لاتے ہین مگر اُنکے قبول ہونیکا بڑا خوف رکھتے ہین اور فرمایا ان الذین ہم من خشیۃ ربہم مشفقون[2] اور فرمایا انا کنا من قبل فی اہلنا مشفقین[3] اور باوجودیکہ فرشتے گناہون سے پاک ہین اور ہمیشہ عبادت مین مصروف ہین اُنکا وصف بھی خوف سے فرمایا جیسا کہ اس آیت مین ہی یسبحون اللیل والنہار لا یفترون[4] وہم من خشیتہ مشفقون[5]

ف۱ دیتے ہین جو دیتے ہین اور اُنکے دل ڈر رہے کہ اُنکو اپنے رب کیطرف پھر جانا ہی ۱۲ ف۲ البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے اندیشہ رکھتے ہین ۱۲ ف۳ ہم تھے اپنے گھر مین ڈرتے رہتے ۱۲ ف۴ یاد کرتے ہین رات اور دن نہین تھکتے ۱۲ ف۵ اور وہ اُسکے خوف سے اندیشہ رکھتے ہین ۱۲

پس جب خوف اور حذر جاتا رہتا ہی جب ہی کبر سوجھتا ہی اور خاتمہ کے وقت غلبہ بے خوفی کا آپ کھل جاتا ہی کہ کبر کرنا ہی دلیل بے خوفی کی ہے اور کبر اور بےخوف ہونا دونوں مہلک ہین اور تواضع دلیل خوف کی ہی جو باعث نجات ہی اس سے معلوم ہوا کہ عابد جو اپنے دل مین کبر رکھتا ہو اور لوگون کو حقارت کی آنکھ سے دیکھتا ہو اور ظاہر مین اعمال صالح بھی کرتا ہو تو جتنی برائی کہ کبر سے ہوگی اتنی بھلائی اعمال سے نہوگی یہ باتین ایسی ہین کہ اُنکا جاننا مرض کبر کو دل سے دور کرتا ہی اُن کے سوا اور کسی چیز سے نہین جاتا مگر یہ کہ نفس بعد اس معرفت کے تواضع پوشیدہ رکھتا ہی اور جھوٹا دعوے برائت کا کبر سے کرتا ہی جب کوئی بات آپڑتی ہی تو اپنی طبیعت ہی پر آجاتا ہی اور اپنے وعدے کو بھول جاتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ صرف پہچان لینا کبر کا علاج کیلیے کافی نہین بلکہ اُس کا پورا کرنا عمل سے چاہیے اور پہچان کبر کی تواضع مین متواضعون کے افعال سے نفس کا امتحان لینا چاہیے ہر چند امتحان بہت سے ہین مگر پانچ امتحانون سے اُس کے باطن کا حال معلوم ہوجاتا ہی پہلا امتحان یہ ہی کہ کسی اپنے ہمسر سے کسی مسئلہ مین مناظرہ ہو اور اُس وقت طرف مقابل کی زبان پر امر حق جاری ہو پس اگر اُس پر امر حق کو ماننا اور طرف مقابل کا مشکور ہونا اور بیان حق پر اُس کی تعریف کرنی گران گذرے تو معلوم کرنا چاہیے کہ ابھی مجھ پر کبر چھپا ہوا ہی اُس وقت چاہیے کہ خدا کا خوف کرے اور اس کبر کے علاج مین مشغول ہو اول علمی علاج کرے کہ اپنے نفس کو اُس کی خست یاد دلاوے اور خاتمے کا تردد یاد کرے اور یہ کہ کبر سوائے خداے تعالے اور کسی کی شان کے شایان نہین اور علاج عملی اس طرح کرے کہ قبول حق کا اقرار جو نفس پر گران ہی اُسکو زبر قبول کرے اور بتکلف زبان سے حمد و ثنا طرف مقابل کی کرے اور اُسکا شکر گزار ہو کہ آپ نے خوب بات نکالی مین اس سے غافل تھا خداے تعالے آپ کو جزاے خیر دیوے غرضکہ دانائی کی بات مومن کی گم ہوئی چیز ہی جب اُس کو ملجاوے تو جس شخص کے تبلانے سے ملے اُسکا شکر گذار ہو جب اسی طرح چند مرتبہ مواظبت کریگا تو یہ بات اسکی سرشت ہوجاویگی وردوپر امر حق کا قبول کرنا گران نرہیگا۔ اور جبتک آدمی کو اپنے ہمسرون کی تعریف گران گذرے جبتک کبر موجود ہی اور اگر تنہائی مین تو گران نہین معلوم ہوتی مجمع مین تعریف کرنا شاق معلوم ہوتا ہی تو اُس صورت مین کبر تو نہین مگر ریا ہی اُسوقت ریا کا علاج کرے جیسا ہم نے پہلے لکھا ہی کہ لوگون سے طمع منقطع کردے اور دل کو یہ بات یاد دلاوے کہ اُسکا نفع اسی مین ہی کہ خود اسمین کوئی کمال ایسا ہو جو خدا کے نزدیک اچھا ہو نہ خلق کے نزدیک اسی طرح کی اور باتین جو ہمنے ریا کے علاج مین لکھی ہین سوچے اور اگر تنہائی اور مجمع مین دونون مین شاق معلوم ہو تو کبر اور ریا دونون ہونگے اور صرف ایک چیز سے نجات ہوجانے سے کچھ فائدہ نہین جبتک کہ دوسرے سے بھی نہ بچے اسلیے دونون کا علاج چاہیے کیونکہ دونون مرض مہلک ہین دوسرا امتحان یہ ہی کہ اپنے ہمسرون اور برابر والون کے ساتھ محفلون مین جمع ہو اور اُنکو اپنے اوپر ترجیح دے اور اُنکے پیچھے پیچھے چلے اور صدر جگہ مین اُنسے پیچھے بیٹھے اگر یہ بات نفس پر شاق ہو تو متکبر ہی اس پر مواظبت بتکلف کرے یہانتک کہ اُس امر کی گرانی دل سے جاتی رہے اُس سے کبر بھی جاتا رہیگا۔ اور ایسی صورت مین ایک شیطان کا فریب بھی ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ آدمی جوتیون کے پاس بیٹھتا ہی یا اپنے ہمسرون اور اپنے درمیان مین کسی رذل قوم کو بٹھلا دیتا ہی اور جانتا ہی کہ مین نے تواضع کی حالانکہ اصل مین یہ کبر ہوتا ہی اسلیے کہ متکبرون کے نفس پر یہ بات آسان معلوم ہوتی ہی

اور وہم کرتے ہین کہ ہم نے باوجود استحقاق کے اپنی جگہ چھوڑ دی تو واقع مین تکبر کرتے ہین مگر اظہار تواضع سے تکبر کرتے ہین بلکہ یون چاہیے کہ اپنے ہمسرون کے پاس ہی بیٹھے مگر اُن سے دبا ہوا بیٹھے اس طرح کا بیٹھنا کبر کی برائی دل سے نکال ڈالتا ہی تیسرا امتحان یہ ہی کہ اگر کوئی فقیر دعوت کرے تو اُس کو قبول کرے اور رفقا اور اقارب کی حاجات کے لیے بازار مین جاوے اگر یہ امر شاق ہو تو کبر ہی کیونکہ یہ افعال مکارم اخلاق مین سے ہین اور اُن پر بہت بڑا ثواب ہی پھر جو نفس اُن سے نفرت کرتا ہی تو بجز اس کے کہ خبث نفس ہی اور کوئی وجہ نہین ہی ایسی صورت مین اُس کے دور کرنے مین مشغول ہو اور جو معارف کہ ہمنے کبر کے مرض کے دور کرنے مین ذکر کیے ہین اُن سب کو یاد کرے چوتھا امتحان یہ ہی کہ اپنے اور اپنے گھر والون اور دوستون کے کام کی چیز بازار سے گھر لے آوے اگر نفس اس بات کو نہ مانے تو کبر ہی پھر اگر تنہائی مین شاق نہ گذرے تو ریا ہی بہر صورت کبر اور ریا دونون امراض دلی مہلک ہین اگر اُن کا تدارک نہ کیا جاوے اور بڑے افسوس کی بات ہی کہ لوگون نے دل کا علاج تو بالکل چھوڑ دیا اور بدن کا علاج بہت کرتے ہین باوجودیکہ بدن کا علاج کرین یا نہ کرین اُن کو موت بیشک آوے گی اور دلون کو بدون سلامتی کے سعادت نہین ملسکتی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی الا من اتی اللہ بقلب سلیم اور روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضہ نے ایک بار ایک لکڑیون کا بوجھ اُٹھایا لوگون نے انکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کے یہان تو غلام اور رہا کرتے جو یہ کام کرتے آپ نے فرمایا کہ البتہ مگر مین نے اپنے نفس کا امتحان چاہا کہ اسکو برا تو نہین جانتا۔ تو آپ کی ہمت کو دیکھنا چاہیے کہ اپنے نفس کے صرف عزم پر کفایت نہین کی بلکہ امتحان بھی کر لیا کہ سچا ہی یا جھوٹا اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ جو کوئی میوہ یا انجیر وغیرہ اپنے آپ لے آوے وہ کبر سے بری ہی پانچوان امتحان یہ ہی کپڑے گھٹیا پہنے اگر تنہائی مین نفس اُنپر راضی نہو تو کبر ہوگا اور اگر مجمع مین ایسا لباس پہننے سے نفرت کرے تو ریا ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رات کو ٹاٹ پہنتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کوئی اُونٹ کو باندھے اور اُون کا کپڑا پہنے وہ کبر سے بری ہی اور فرمایا کہ مین بندہ ہون زمین پر کھانا کھاتا ہون اور اُون کا کپڑا پہنتا ہون اور اُونٹ کو باندھتا ہون اور کھانیکے بعد انگلیان چاٹتا ہون اور غلام کی دعوت منظور کرتا ہون جو میرے طریق سے پھرے وہ مجھ سے نہین اور روایت ہی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضہ سے کسی نے عرض کیا کہ بعض لوگ جمعہ مین اسواسطے نہین حاضر ہوتے کہ اُنکے پاس کپڑے دیسے نہین آپ نے صرف ایک عبا پہنکر لوگون کو نماز پڑھائی۔ غرض یہ جگہ ایسی ہوتی ہین کہ اُن مین ریا اور کبر دونون اکٹھے ہو جاتے ہین جو خاص مجمع سے ہی اُسکا نام ریا ہی اور جو تنہائی مین ہو اُسکا نام کبر ہی اُس کو خوب جان لینا چاہیے اسواسطے کہ جو شر کو نہین جانے گا اُس سے نہین بچے گا اور جو مرض کو نہ پاویگا اُسکا علاج بھی نہ کرسکیگا

دسوان بیان تواضع مین نہایت درجے کی ریاضت کا

جاننا چاہیے کہ شل اور اخلاق کے اس خلق کے بھی تین درجے ہین ایک درجہ زیادتی کی طرف کو جھکا ہوا ہی اُسکا نام تکبر ہی اور ایک درجہ کمی کی طرف کو مائل ہی اُسکا نام خست و ذلت ہی اور درجہ اوسط کا نام تواضع ہی اور عمدہ یہ بات ہی کہ درجہ اوسط یعنی تواضع کو اختیار کرنا چاہیے جسمین ذلت اور خست کی نوبت نہ پہونچے کیونکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اوسط امور محبوب ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے ہمسرون پر بڑھنا چاہے وہ متکبر ہی اور

بجو اُن سے پیچھے رہنا چاہے وہ متواضع ہی متواضع مشتق وضع بمعنے رکھنے سے ہی یعنی اپنی قدر واجبی سے کسی قدر رکھ دینے والا اور عالم اگر کسی موچی کے واسطے اپنی جگہ چھوڑ دے پھر اُٹھتے وقت اُس کی جوتیان سیدھی کرے اور دروازے تک ساتھ پہونچانے جاوے تو اُسکے حق مین یہ کام ذلت اور خست کا ہی یہ بھی اچھا نہین بلکہ میانہ روی خدا کے نزدیک عمدہ بات ہی ہر ایک ذی حق کو اُسکا حق دینا چاہیے اس طرح کی تواضع اپنے ہمسرون کے لیے زیبا ہی یا جو شخص اپنے رتبہ کے قریب ہو اور بازاری کیلیے عالم کی تواضع اُسی قدر چاہیے کہ خندہ پیشانی ہو کر گفتگو کرے جو بات پوچھے نرمی سے پوچھے اور اگر وہ دعوت کرے تو قبول کرے اُسکی حاجت مین حتی الوسع سعی کرے اُس کے لیے کھڑا ہو جاوے اپنے آپ کو اُس سے بہتر نہ سمجھے بلکہ اپنے نفس پر اُس کی نسبت زیادہ خائف رہے اُسکو بنظر حقارت نہ دیکھے کیونکہ اپنا اور اُسکا خاتمہ معلوم نہین۔ حاصل یہ کہ تواضع حاصل کرنے کیلیے اپنے برابریون اور کمتر رتبہ والون سے تواضع کیا کرے تاکہ عمدہ تواضع کا عادی ہونا آسان ہو جاوے اور کبر جاتا رہے جب یہ امر آسان معلوم ہوگا تب خلق و تواضع اُسمین ہو جاویگا اور اگر شاق گذریگا اور بتکلف یہ افعال کریگا تو متکلف کہلاویگا متواضع نہین ہوگا کیونکہ خلق وہی ہوتا ہی جسکے باعث فعل بسہولت بے دشواری اور تامل صادر ہو اور اگر سہولت اس رجے کو پہونچے کہ اپنی قدر کی بجات مشکل پڑ جاوے اور نوبت خوشامد اور ذلت کی پہونچ جاوے تو یہ بھی حد سے تجاوز کرنا ہی اس صورت مین کچھ ایک اپنے نفس کو برتری دینی چاہیے یہانتک کہ درجہ اوسط حاصل ہو اسلیے کہ اپنا ندار کو اپنے نفس کا ذلیل رکھنا درست نہین اور درجہ اوسط جسکو صراط مستقیم سمجھنا چاہیے اس خلق اور دیگر اخلاق مین بہت باریک ہی مگر مائل ہونا کمی کی طرف یعنے خوشامد کی طرف بہ نسبت زیادتی یعنی تکبر کی جانب کے آسان ہی جیسے مال مین اسراف کی طرف مائل ہونا بخل کی نسبت لوگون کے نزدیک اچھا ہی حد سے زیادہ اسراف اور حد سے زیادہ بخل دونون مذموم ہین اور ایک سے دوسرا برائی مین بڑھ کر ہی اسی طرح نہایت درجے کا تکبر اور نہایت درجے کی ذلت بھی مذموم ہین اور ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ برا ہی اور بہتر میانہ روی ہی اور سب امور کو اُن کی واجبی جگہ مین رکھنا جیسا کہ شریعت و عادت حکم دے اب اخلاق کبر و تواضع کو اسی قدر پر کفایت کرتے ہین

فصل دوم بیان عجب مین اس فصل مین پانچ بیان ہین

بیان اول عجب کی مذمت۔ عجب کی برائی کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہی چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلن تغن عنکم شیئا اسکو بسبیل انکار ذکر فرمایا ہی کہ یہ عجب اچھا نہ تھا اور فرمایا وظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ فاتاہم اللہ من حیث لم یحتسبوا اس آیت مین کفار پر قلعون اور شوکت سے عجب کرنیکا انکار ہی اور فرمایا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اس آیت کا مآل بھی عجب کرنے کی طرف رجوع کرتا ہی اور انسان سے کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جس عمل مین خطا ہی اُسپر عجب کرتا ہی جیسے کہ صواب کے عمل سے عجب کیا کرتا ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثلث مہلکات شح مطاع وہوی متبع واعجاب المرء بنفسہ اور حضرت ابو ثعلبہ رض سے اثنا ذکر

آخر اس امت مین ارشاد فرمایا کہ جب تو بخل کی پیروی اور ہواے نفسانی کا اتباع اور اہل راے کی خود رائی دیکھے تو اپنے آپ علیحدہ ہوجائیو اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ دو باتون مین تباہی ہر ایک نا امید ہونا اور دوسرے عجب - اور یہ اس لیے فرمایا کہ سعادت دو ہی باتون سے ملتی ہر ایک طلب وکوشش دوسرے مستعد ہونا اور نا امید آدمی سعی وطلب نہین کرتا اور معجب کو یہ اعتقاد ہوتا ہر کہ مین سعید ہون اور اپنے مطلب کو پہونچ چکا اور تحصیل حاصل او ر امر محال کو کوئی طلب نہین کرتا عجب والے کے نزدیک سعادت حاصل ہر اس لیے اُسکے تحصیل سے باز رہتا ہر اور نا امید کے نزدیک سعادت کا ملنا محال ہر اس لیے عاجز ہر اسی لیے حضرت ابن مسعود رضہ نے ان دونون کو جمع کرکے مہلک بنایا اور اللہ تعالے فرماتا ہر فلا تزکوا انفسکم ابن جریج اسکے معنے یون فرماتے ہین کہ جب آدمی کوئی امر نیک کرے تو یون نہ کہے کہ مین نے کیا - اور زید بن اسلم یہ فرماتے ہین کہ اپنے نفسون کو یہ اعتقاد مت کرو کہ نیکوکار ہر اور یہی معنے عجب کے ہین جنگ احد مین حضرت طلحہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بچانے کے واسطے گر پڑے کہ آپ محفوظ رہین اور میرے ضرب لگے یہانتک کہ حضرت طلحہ رضہ کی ہتھیلی زخمی ہوئی چونکہ اُن سے یہ کام بہت عمدہ سرزد ہوا تھا کہ اپنی جان کو حضرت پر فدا کردیا تھا اس نظر سے اُن کی نظرون مین بھی اس فعل کی عظمت تھی اُن کے اس عجب کو حضرت عمر رضہ نے فراست سے معلوم کرکے فرمایا کہ جب سے طلحہ رضہ کی انگلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زخمی ہوئی ہر تب سے اُن مین عجب معلوم ہوتا ہر اور شورے کے وقت جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر حضرت طلحہ رضہ کا کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص مین بوے نخوت ہر تو مقام غور ہر کہ جب ایسے لوگ عجب سے نہ بچے تو ضعیفون کا بدون احتیاط کہان بچنا ہر - مطرف رح فرماتے ہین کہ اگر مین رات بھر سوتے مین کاٹون اور صبح کو اس خواب غفلت سے نادم ہوان تو اس بات سے بہتر جانتا ہون کہ تہجد پڑھون اور صبح کو عجب کرون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لو لم تذنبوا لخشیت علیکم ما ہو اکبر من ذلک العجب العجب اس حدیث مین آپنے عجب کو سب گناہون سے بڑا فرمایا اور بشر بن منصور رح چونکہ عبادت پر مواظبت رکھتے تھے اس لیے انکا حال ایسا ہوگیا تھا کہ اُنکو دیکھنے سے خدا اور روز جزا یاد آتا تھا ایک روز نماز بہت طویل پڑھی اور ایک آدمی آپ کے پیچھے دیکھتا رہا آپ نے سلام پھیر کر اُس سے فرمایا کہ جو کچھ حال تو نے میرا دیکھا اس سے تعجب مت کرنا کیونکہ ابلیس خبیث نے فرشتون کے ساتھ بہت مدت عبادت کی تھی اُسکا مآل جو کچھ ہوا سو ہوا - اور حضرت عائشہ رضہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی بُرا کب ہوتا ہر آپ نے فرمایا کہ جب وہ خود گمان کرے کہ مین اچھا ہون اور اللہ تعالی فرماتا ہر لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی یعنی احسان جتانا نتیجہ صدقے کو بڑے جاننے کا ہر اور کسی عمل کا بڑا جاننا یہی عجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ عجب قطعاً بُرا ہے

دوسرا بیان عجب کی آفت کے ذکر مین

- از انجا کہ حسب مذکورہ بالا عجب بھی ایک کبر کے اسباب مین سے ہر اسلیے عجب سے کبر پیدا ہوکر اُس سے بہت سی آفتین پیدا ہوتی ہین اور یہ آفتین تو بندونکے ساتھ ہین اور اگر خدا کے ساتھ دیکھے تو عجب سے اتنی خرابیان ہوتی ہین گناہونکا بھول جانا کہ بعض کو کبھی یاد و تلاش نہین کرتا اس گمان سے کہ مجھے اب کچھ پروا نہین رہی کہ

ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ ۱۲ وقت سوئت ... ابی ثعلبہ ابان ۱۲ صحیح بخاری بروایت سہل بن ابی حازم ۱۲ یعنی اگر تم گناہ کرو تو مجھ کو تم پر اس سے بڑھکر چیز کا خوف ہے وہ عجب ہے ۱۲ ابن حبان و بیہقی در شعب بروایت انس اسکی سند مین سلام بن ابی الجعدہ ضعیف ہے ۱۲ صدقات ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھکر ۱۲

اُسکی تلاش کرون تو نیست و نابود کردیتا ہی اور اگر کسی گناہ کو یاد کرتا ہی تو اُس کو صغیر جانتا ہی اُسکے تدارک مین کوشش نہین کرتا بلکہ جانتا ہے کہ یہ تو معاف ہوجاویگا۔ اور عبادات و اعمال کا بڑا جاننا اور اُن پر خوش ہونا اور اُن کے کرنے سے خدا پر احسان کرنا اور خدا کی نعمت کو بھول جانا کہ اُسی کی توفیق و قدرت سے یہ عمل کیا ہی پھر جب آدمی اپنے اعمال پر عجب کرتا ہی تو اُس کی آفات سے اندھا ہوجاتا ہی اور جو شخص آفات اعمال کو نہ جانے اُس کی اکثر سعی ضائع ہوجاتی ہی مثلاً اعمال ظاہری اگر پاک و صاف و خالص از آمیزش نہون تو بہت کم نفع دینگے اور آفات کی جستجو اُسی کو ہوتی ہی جسپر خوف غالب ہو عجب والا تو اپنے نفس پر اور اپنے رب پر مغرور ہوتا ہی اور عذاب الٰہی سے مامون جانتا ہی کہ خدا کے نزدیک میرا ایک رتبہ ہی اور گویا خدا پر میرا حق اور احسان ہی یعنی وہ عمل کہ خدا تعالےٰ کی نعمتون اور عطایا مین سے ہین اُنکے کرنے سے اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہی اور اسی عجب کے باعث اپنے نفس کی حمد و ثنا و تزکیہ کرتا ہی اور جب اپنی رائے اور عمل اور عقل پر عجب ہوتا ہی تو استفادہ اور مشورہ لینے اور پوچھنے سے محروم رہتا ہی اپنی ہی رائے پر اصرار کرتا ہی اور اپنے سے زیادہ عالم سے سوال کرنا برا جانتا ہی اور اکثر رائے خطا ہی پر عجب کرکے اسوجہ سے خوش ہوتا ہی کہ یہ بات ہمارے دل مین گذری اور اگر دوسرے کے دل مین آتی تو خوش نہ ہوتا اسی وجہ سے اصرار اس پر کرتا ہی اور کسی نصیحت و وعظ والے کی بات نہین سنتا بلکہ دوسرون کو جاہل کی طرح دیکھتا ہی اور اپنی خطاؤن پر مصر ہوتا ہی اگر یہ رائے امر دنیاوی مین ہوئی ہی تو نیل مرام سے محروم رہتا ہی اور اگر امر دینی مین خصوصاً عقائد مین ہو تو اُس سے ہمیشہ کے واسطے تباہ ہوتا ہی اور اگر اپنی رائے پر اعتماد نہ کرتا اور نور قرآنی سے اقتباس کے واسطے علماء دین کی مدد لیتا اور درس علم پر مواظبت کرتا اور اہل بصیرت سے پیاپے پوچھتا تو حق تک پہونچ جاتا غرض اسی طرح کی خرابیان عجب سے ہوتی ہین اور اسی لیے عجب کو مہلکات مین سے جانتے ہین اور سب مین بڑی آفت عجب کی یہ ہی کہ آدمی اس گمان سے کہ مین مطلب کو پہونچ گیا اور بے پروا ہوگیا سعی مین سستی کرتا ہی اور اس مین کچھ شک نہین کہ یہ امر عین بربادی ہی خدا بچاوے

تیسرا بیان عجب اور ناز کی حقیقت اور اُسکی تعریف۔ واضح ہو کہ عجب ایسے ہی وصف مین ہوتا ہی جو یقیناً کمال ہو اور جو شخص کہ اپنے نفس کا کمال کسی علم یا عمل یا مال مین جانتا ہی اُسکی دو حالتین ہین اول تو یہ کہ اس کمال کے جاتے رہنے خواہ چھن جانے یا متغیر ہونے کا خوف اُسکو لگا ہو تو ایسی حالت مین آدمی معجب نہ کہلاویگا دوسرے یہ کہ اُسکے زوال کا تو خائف نہین مگر چونکہ اُسکو نعمت من جانب اللہ جانتا ہی اسوجہ سے خوش ہوتا ہی نہ اس جہت سے کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہی تو ایسا شخص بھی معجب نہین اور ایک تیسری حالت اور ہوتی ہی جسکا نام عجب ہی وہ یہ ہی کہ نہ تو خوف زوال ہو اور نہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ یہ کمال و نعمت خدا تعالیٰ کی نعمت و عطا ہی بلکہ اسوجہ سے اطمینان و فرحت ہو کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہی اور میرا ہی وصف ہی اور مین نے ہی اُسکو پیدا کیا ہی ایسی حالت مین جب دل پر یہ بات غالب ہو کہ یہ نعمت منجانب اللہ ہی جب وہ چاہیگا چھین لیگا تو اس سے عجب جاتا رہیگا اس بیان سے تعریف عجب کی معلوم ہوئی کہ عجب یہ ہی کہ نعمت کو بڑا جانے اور اُسپر مطمئن ہو اور اُسکا منعم کیطرف منسوب ہونا یاد نرکھے اور اگر عجب پر اتنی بات اور زیادہ کرے کہ نفس مین یہ جماوے کہ خدا پر میرا حق ہی اور اُسکے نزدیک میرا ایسا رتبہ ہی کہ اُتنے عمل کی پاداش

مین مجھے دیناہی مین توقع بڑائی کی ہی اور بعید ہی کہ مجھے کوئی آسیب پہونچے جیسا اور بدکارون کو ہوتا ہی تو اس حالت کا نام ادلال بالعمل یعنی اپنے عمل پر ناز کہلاتا ہی گویا عمل کیا کرتا ہی اپنے نفس کا ناز بردار خدا کو سمجھتا ہی اور دنیا مین بھی یہ صورت ہوئی ہی کہ آدمی کسی کو کچھ چیز دیتا ہی اور اسکو بڑا کام سمجھتا ہی اور اُسپر احسان کرتا ہی اس بات سے تو صرف معجب ہوتا ہی لیکن اگر اس سلوک کے بدلے مین اُس سے خواستگار خدمت کا ہو یا اُس سے کچھ سوال کرے یا وہ اگر اُسکی حاجتون مین تن دہی نہ کرے تو اس بات کو بعید جانے تو اُسکو ناز کہتے ہین حضرت قتادہ رضہ نے اس آیت کی تفسیر مین ولا تمنن تستکثر فرمایا ہی کہ اپنے عمل سے ناز مت کر اور ایک حدیث مین وارد ہی کہ نماز ناز کرنے والیکی اُسکے سر سے اونچی نہین اُٹھتی اور اگر ہنسے تو اپنی خطا کا مقر ہو تو اس بات سے بہتر ہی کہ رووے اور عمل پر ناز بیجا کرے خلاصہ یہ کہ ادلال کا مرتبہ عجب کے بعد ہی ادلال وہی کریگا جو عجب کرے گا اور بعضے عجب والے ناز نہین کرتے اسواسطے کہ عجب تو صرف نعمت کے بڑے جاننے اور منعم کے بھولنے سے ہوتا ہی اس مین یہ شرط نہین کہ توقع جزا کی بھی ہو اور ادلال بے توقع جزا کے نہین ہوتا پس اگر اپنی دعا کے قبول ہونے کی توقع کی اور جب قبول نہ ہوئی تو دل مین بُرا جانا اور تعجب کیا تو عمل پر ادلال کرنے والون مین ہوگا کیونکہ فاسق کی دعا قبول نہ ہونے سے تعجب نہین کرتا اپنی دعا غیر مقبول ہونے سے تعجب کرتا ہی یہ ہی بیان عجب اور ادلال کا اور یہ مقدمہ اور سبب کبر کا ہے

چوتھا بیان عجب کے مجمل علاج مین۔ جاننا چاہیے کہ علاج ہر بیماری کا یہ ہی کہ جو اُسکا سبب ہو اُسکی ضد سبب کے مقابل کیجاوے اور چونکہ سبب عجب کا جہالت محض ہی اسی لیے اسکا علاج وہ معرفت ہوگی جو اس جہالت کی ضد ہو اور عجب یا تو ایسے فعل سے ہوتا ہی جو بندے کے اختیار مین ہو جیسے عبادت اور صدقہ اور غزو یعنی جہاد اور خلق کی سیاست و اصلاح یا ایسی چیزون سے ہوتا ہی جنمین اُنکو اختیار نہو جیسے جمال اور قوت اور نسب وغیرہ اور ازانجا کہ صورت اول مین زیادہ عجب ہوا کرتا ہی بہ نسبت دوسری کے اسلیے ہم اُسی کی طرف متوجہ ہوئے ہین اور کہتے ہین کہ آدمی جو ورع اور تقوی اور عبادت اور دوسرے اعمال سے عجب کرتا ہی تو دو اعتبار سے یہ عجب ہو سکتا ہی ایک تو یہ کہ معجب اُس عبادت وغیرہ کا محل ہی اور ایک اس اعتبار سے کہ وہ عمل اُسنے کیا ہی اور اُسی کی قدرت و اختیار سے ظہور مین آیا ہی پس اگر اعتبار اول سے عجب ہی تو محض جہالت ہی اسواسطے کہ محل اور مکان کو کچھ دخل ایجاد اور تحصیل عمل مین نہین وہ ایک مطیع و مسخر چیز ہی کہ دوسرے کے قابو مین رہتی ہی تو ایسی چیز پر کس طرح عجب کرتا ہی جسکا اختیار اپنے آپ کو نہین اور اگر دوسرے اعتبار سے عجب کرتا ہی یعنی اس جہت سے کہ عمل میرے ارادے پر منحصر تھا اور میرے اختیار و قدرت سے کمال کو پہونچا تو یہ سوچنا چاہیے کہ قدرت اور اختیار اور ارادہ اور اعضا اور تمام اسباب جنسے عمل پورا ہوا کہان سے میرے پاس آئے پس اگر یہ سب چیزین خدا کی نعمت سے ہین کہ بلا کسی سابقہ حق اور وسیلے کے عنایت ہوئی ہین تو چاہیے کہ عجب خدا کے کرم اور بخشش اور فضل پر ہو جسنے ایسا انعام کیا جسکا یہ مستحق نہ تھا اور بلا ذریعہ و سابقہ کے دوسرے بندون پر اُسکو ترجیح دی مثلاً اگر بادشاہ اپنے غلامون کو دیکھے اور اُنمین سے ایک کو خلعت دے اور اُسمین نہ کوئی وصف ہو نہ جمال نہ کوئی خدمت نہ وسیلہ تو اس غلام کو چاہیے کہ اس بات کا تعجب کرے کہ بادشاہ نے جو یہ سرفرازی مجکو بخشی اور اورون پر ترجیح دی اور بے استحقاق نوازا کمال بندہ پروری ہے

اور اپنے نفس پر عجب کرنا بے معنی ہی اُسکو ہرگز نہ چاہیے ہان یہ ہوسکتا ہی کہ وہ غلام عجب کرے اور کہے کہ بادشاہ بڑا عادل ہی ظلم نہین کرتا نہ
بے سبب تقدیم وتاخیر کسی کی کرتا ہی اگر اُسنے مجھمین کوئی صفت اچھی نہین سمجھی تو خلعت کیسے عنایت فرمایا تو اُسکو یون کہنا چاہیے کہ وہ
صفت جو تجھ مین ہی وہ بادشاہ کی عطا سے ہی کہ تجھی کو عنایت کی اور کسی کو نہین دی یا کسی اور شخص کیطرف سے ہی اگر وہ عطاے
سلطانی ہی ہی تو تجھکو عجب کرنا نہ چاہیے بلکہ اُسکی صورت ایسی ہوگی کہ مثلاً پہلے تجھکو گھوڑا دیا تو تو نے عجب کیا جب اُسنے مثلاً غلام
دیا تو عجب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے پاس چونکہ گھوڑا تھا اسواسطے بادشاہ نے مجھے غلام دیا دوسرے لوگونکے پاس گھوڑا نہ تھا
اسواسطے انکو نہ دیا تو تجھکو یہی کہا جاویگا کہ گھوڑا بھی تو اُسی نے دیا ہی اسمین کیا فرق ہوا کہ دونون اکٹھے دیدیتا یا ایک پہلے دیا ایک
پیچھے جب ہر ایک اُسی کی دہش ہی تو تجھکو چاہیے کہ اُسی کے فضل وکرم کا عجب کرے نہ اپنے نفس کا اور اگر وہ وصف دوسرے
کی عطا ہی تو البتہ ہوسکتا ہی کہ اُسپر عجب کرے کیونکہ وہ بادشاہ کی عطا مین سے نہین مگر یہ بات دنیا کے بادشاہو نمین ہوسکتی ہی بادشاہ
حقیقی کے مقابل نہین بن سکتی وہ تو سب چیزون کا پیدا کرنیوالا ہی موصوف وصفت سب اُسی کی ایجاد سے ہین مثلاً اگر آدمی عبادت
پر اسوجہ سے عجب کرے کہ خدا نے مجھکو توفیق عبادت اسوجہ سے دی کہ مجھکو محبت الٰہی تھی تو ہم پوچھتے ہین کہ تیرے دلمین محبت کس نے پیدا کی
ہی تو ضرور یہی کہیگا کہ خدا نے پیدا کی ہی تو ہم کہینگے کہ محبت اور عبادت دونون خدا کی نعمتین ہین کہ تجھ کو بے استحقاق اور بے وسیلہ عنایت
فرمائین تو عجب اُسکی نعمتون پر چاہیے کہ اپنے فضل سے تجھکو وجود عنایت فرمایا اور اُسمین صفات اور اسباب اعمال پیدا کیے
اس سے معلوم ہوا کہ عابد کو اپنی عبادت پر اور عالم کو علم پر اور خوبصورت کو جمال پر اور توانگر کو مال پر عجب کرنا بے معنی ہی کیونکہ سب
نعمتین اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہین اور اُسکا وجود صرف اُن نعمتونکا محل ہی اور وہ بھی اُسی کے فضل وجود سے ہی اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کام ہم کرتے
ہین اُنپر توقع ثواب کی رکھتے ہین تو اگر وہ کام ہمارا نہین تو ثواب کی توقع کس لیے ہی اگر وہ کام بر سبیل اختراع خدا کا مخلوق ہی تو ہمکو ثواب کیون
ملتا ہی اور اگر وہ ہمارا ہی اور ہماری قدرت سے ہوا تو اُسپر ہم عجب کیون نہ کرین اُسے کیسے بھول جائین تو اُسکا جواب دو طرح پر ہی ایک جواب تو حق صریح
ہی اور دوسرے مین کچھ مسامحت ہی حق صریح تو یہ ہی کہ آدمی اور اُسکی قدرت وحرکت اور ارادہ اور سب چیزین خدا کی مخلوق اور اختراع
کی ہوئی ہین تو جب کبھی جو عمل کرتا ہی خواہ نماز پڑھتا ہی یا خاک پھینکتا ہی تو وہ نہین کرتا بلکہ خدا کرتا ہی چنانچہ اُسکی تصدیق وما رمیت اذ رمیت
ولکن اللہ رمی مین موجود ہی اور یہی بات درست ہی اہل دل کو اُسکا ایسا مشاہدہ ہوا ہی کہ آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ ہی اول خدا تعالیٰ
نے آدمی کو پیدا کیا پھر اُسکے اعضا کو پھر اعضا مین قوت اور قدرت اور صحت پیدا کی پھر عقل اور علم اُسکے لیے پیدا کیے اور ارادے کو پیدا کیا
اگر آدمی چاہے کہ ان چیزون مین سے کوئی خود اپنے نفس مین سے دور کردے تو نہین کرسکتا پھر اعضا مین جو حرکات پیدا کین وہ بھی اپنے اختراع
سے بنائین اُنمین کچھ شرکت انسان کی نہین مگر اتنی بات ہی کہ خداوند کریم نے ان اشیا کو بترتیب پیدا کیا اعضا مین حرکت جب پیدا کی جب عضو مین قدرت
پیدا کرچکا اور دلمین ارادہ اور ارادہ جب پیدا کیا جب پہلے علم مراد کا پیدا کیا اور علم اسوقت پیدا کیا جب اُسکا محل یعنی دل پیدا کرلیا تو یہ ترتیب جو خدا
تعالیٰ نے پیدائش کے بابمین رکھی کہ ایک چیز کو دوسرے کے بعد بنایا اس سے آدمی کو خیال ہوتا ہی کہ مین خود موجد اپنے عمل کا ہون حالانکہ یہ غلطی ہی
اور اسکی توضیح اور یہ بات کہ خدا کے پیدا کیے ہوے عمل پر آدمی کو ثواب کیسے ہوتا ہی باب الشکر مین لکھی ہی اسلیے کہ یہ مضمون اسی جگہ کے مناسب تھا جسکی

مطلب یہ ہے کہ نہیں پھینکی تو نے مٹھی خاک کی جب تو نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی ۱۲

طبیعت چاہے وہان دیکھ لے اب ہم دوسرے جواب کو جسمین تھوڑی سی مسامحت ہی لکھتے ہین وہ یہ ہی کہ آدمی اگر یہ جانے کہ عمل میری قدرت سے ہوا تو خیال کرے کہ قدرت کہان سے آئی عمل کا ہونا بدون وجود عامل اور خود عمل اور ارادہ اور قدرت اور دوسرے لوازم عمل کے نہین ہو سکتا اور یہ سب چیزین خدا تعالیٰ کیطرف سے ہین آدمی کی جانب سے نہین اگر عمل قدرت ہی سے ہوا ہی تو قدرت صرف بطور کنجی کے ہی اور وہ خدا کے قبضے مین ہی جب تک کنجی نہین ملیگی انسان عمل کس طرح کریگا کیونکہ عبادات سعادات کے خزانے ہین اور اُنکی کنجیان قدرت اور ارادہ اور علم ہین جو خدا تعالیٰ کے اختیار مین ہین فرض کرو کہ تمکو تمام دنیا کے خزانے ایک مضبوط قلعہ مین نظر پڑین جسکی کنجی کسی محافظ کے پاس ہی پس اگر تم اُسکے دروازے پر یا دیوار کے گرد ہزار برس پڑے رہوگے تو لینا تو کیا معنے اشرفی وغیرہ کا دیکھنا بھی نصیب نہوگا اور اگر محافظ تمکو کنجی حوالہ کردے تو بہت سہولت سے اشرفیان لے سکتے ہو کہ قفل کھولتے ہی ہاتھ بڑھایا اور لے لین اب ہم پوچھتے ہین کہ محافظ نے جو تم کو کنجی حوالہ کی اور قفل پر مسلط کر دیا اور اختیار مین چھوڑ دیا تب تم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دولت لی تو تم محافظ کے کنجی دینے پر عجب کروگے یا اپنے ہاتھ بڑھا کر لینے کا عجب کروگے اسمین تو شک نہین کہ محافظ کے ممنون احسان ہوگے کیونکہ ہاتھ ہلانے کی محنت تو چندان نہین سب معاملہ کنجی ملنے پر تھا۔ اسی طرح جب قدرت دی گئی اور پکا ارادہ مسلط کیا گیا اور تمام دواعی عمل کے حرکت مین آئے اور موانع اور عوائق دور ہوے یہانتک کہ کوئی مانع دور ہونے سے نہ رہا اور نہ کوئی باعث فروگذاشت کیا گیا تب مطیع آدمی پر عمل کرنا آسان ہوا اور بواعث کا حرکت مین آنا اور عوائق کا دور ہونا اور اسباب کا مہیا ہونا سب منجانب اللہ ہوا کوئی چیز اپنی اختیاری نہ تھی پس تعجب ہی کہ آدمی اپنے نفس پر عجب کرے اور جسکے سبب سے یہ سب کچھ ہوا اُسکے فضل وجود پر عجب نہ کرے کہ اُسنے کسطرح اُسکو فاسقون پر ترجیح دی کہ اُنپر تو سامان فساد کو مسلط کر دیا اور اس سے دور رکھا اُنکے لیے دوست اور صحبتی بڑے بڑے ٹھہرائے اور اس سے دور رکھے اُنکے واسطے اسباب شہوات ولذات مہیا کیے اور اس سے علیحدہ رکھے اُن سے خیر کے بواعث علیحدہ رکھے اور اسکے لیے مہیا رکھے یہانتک کہ اُنکو شر کی سوجھی اور اسکو خیر کی اور با اینہمہ یہ باتین جو کین تو کوئی وسیلہ سابقہ اسکی طرف سے اور کوئی پہلا جرم فاسقون کیطرف سے نہ تھا بلکہ مطیع کو جو ترجیح و تقدم عنایت ہوا وہ بھی اسی کے فضل سے ہی اور گنہگار کو جو بعد اور شقاوت ملی وہ بھی اُسی کے عدل سے تھی تو جب آدمی اس حال کو جانکر عجب کرے تو بڑے تعجب کی بات ہی پھر جس عمل پر کہ آدمی کی قدرت کارگر ہوتی ہی اُسکے لیے بھی خدا تعالیٰ ایک ایسا شوق اسمین پیدا کر دیتا ہی کہ اُسکے خلاف نہین کر سکتا تو اگر واقع مین انسان ہی کسی فعل کا فاعل ہی تو گویا مضطر ہو کر اُس فعل کو کرتا ہی اسی جہت سے شکر و احسان اُسی کو سزاوار ہی جسنے انسان مین شوق اُس فعل کا پیدا کیا انسان نے کیا کیا جو عجب کرے اور باب توحید و توکل مین بیان کیا جاویگا کہ اسباب و مسبب متسلسل ہین اور اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ فاعل و خالق سوا خدا کے کوئی نہین اور ایک طرفہ بات یہ ہی کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے عقل مرحمت فرمائی اور مفلس رکھا وہ بے علم تو انگر کے حال سے تعجب کرکے کہتا ہی کہ باوجودیکہ مین عاقل و فاضل ہون خدا نے مجھکو ایکدن کی غذا بھی اچھی طرح نہین دی اور یہ شخص باوجودیکہ غافل و جاہل ہی اُسکو اتنی نعمت دنیا کی عنایت کی اور اُسکا تعجب اس بات کے قریب پہونچ جاتا ہی کہ اس فعل خداوندی کو ظلم تصور کرے اور اُس مغرور کو یہ معلوم نہین کہ اگر خدا تعالےٰ اُسکو عقل اور مال دونون دیتا تو یہ فعل ظاہر مین زیادہ تر ظلم کے مشابہ ہوتا اسواسطے کہ تب فقیر جاہل کہتا کہ الٰہی تونے اس کو دونون

چیزین دین مجھکو دونون سے محروم رکھا مجھکو بھی دونون خواہ ایک دی ہوتی اور اسی کی طرف اشارہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول مین جب
اُن سے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی کہ عاقل مفلس رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ عقل بھی رزق مین شمار ہو جاتی ہی اور زیادہ تر عجب یہ ہی
کہ فقیر عاقل جو کسی جاہل کو اپنے آپ سے زیادہ بہتر حال دیکھتا ہی اگر اُس سے کہا جاوے کہ تیرا دل چاہے تو اپنی عقل و مفلسی کا اس کی
جہل و تونگری سے عوض کرلے تو اُسکو ہرگز نہ بھائیگا اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی نعمت اُسی پر زیادہ ہی پھر تعجب کیون کرتا ہی
اسیطرح جو عورت خوبصورت مفلس ہو وہ اگر کسی بدصورت عورت کو زیور و جواہر سے آراستہ دیکھتی ہی تو تعجب کی راہ سے کہتی ہی کہ میرا ایسا
جمال تو بے زینت رہے اور یہ بھونڈی صورت یون آراستہ و پیراستہ ہو حالانکہ یہ نہین جانتی کہ مال کے عوض اُسکو خوبصورتی عنایت ہوئی
اور اگر اُس سے کہا جاوے کہ خواہ جمال اور افلاس کو اختیار کر یا بدصورتی اور تونگری کو تو جمال ہی کو پسند کریگی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت
الٰہی اُسپر بڑھکر ہی اور جو شخص مفلس دانا اور عاقل ہو کر اپنے دلمین کہے کہ الٰہی تونے دنیا سے مجھے کیون محروم رکھا اور جاہلون کو مرحمت
کی تو اُسکا یہ کہنا ایسا ہی جیسا کوئی بادشاہ کسی کو گھوڑا عنایت کرے تو وہ کہنے لگے کہ جہان پناہ مجھکو آپ غلام کیون نہین دیئے میرے
پاس تو گھوڑا ہی بادشاہ جواب دے کہ اگر مین گھوڑا تجھے نہ دیتا تب تو تو غلام کے نہ ملنے سے تعجب نہ کرتا فرض کرے کہ مین نے تجھے
گھوڑا نہ دیا کیا میری ایک نعمت کو دوسری کا ذریعہ کرتا ہی کہ میری ہی نعمت کو دوسرے کے واسطے حجت گردانتا ہی اسی طرح کے اوہام جاہلون
کو ہوا کرتے ہین اور ان سب کا منشا جہل ہی اور یہ وہم اسطرح جاتا ہی کہ یقیناً جان لے کہ بندہ اور اُسکے عمل اور اوصاف سب منجانب اللہ
نعمت ہین اور بے استحقاق ملے ہین اس علم سے عجب و ادلال جاتا رہتا ہی اور خضوع اور شکر اور خوف نعمت کے زائل ہونے کا دل
مین سماتا ہی اور جو اسطرح سمجھیگا وہ اپنے علم و عمل پر عجب نہ کریگا اسواسطے کہ جانیگا کہ یہ سب منجانب اللہ ہین اور اسی واسطے جب حضرت
داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی مین فخر یہ عرض کیا کہ الٰہی کوئی رات ایسی نہین آتی کہ کوئی آدمی آل داؤد مین سے شب بیدار نہ ہو اور نہ کوئی
روز ایسا آتا ہی کہ کوئی اُن مین سے روزہ دار نہو اور ایک روایت مین یہ ہی کہ کوئی ساعت رات دن کی ایسی نہین گذرتی کہ کوئی
عابد آل داؤد کا تیری عبادت نماز یا روزہ یا ذکر نہ کرتا ہو خدا تعالیٰ نے اُنپر وحی بھیجی کہ یہ باتین ان مین کہانسے ہین یہ تو صرف
میرے ہی سبب سے ہین اگر میری مدد تیرے اوپر نہوتی تو تجھے طاقت نہوتی اور دیکھ مین تجھکو تیرے نفس پر چھوڑ دونگا حضرت ابن عباس رض
فرماتے ہین کہ حضرت داؤد پر جو معاملہ گذرا وہ عمل پر عجب کرنے کی جہت سے تھا کیونکہ عمل کو آل داؤد کی طرف نسبت کرکے فخر یہ بیان
کیا یہانتک کہ خدا تعالیٰ نے اُنکو اُنکے نفس پر چھوڑ دیا اور ایسا گناہ کیا جو موجب غم اور ندامت کا ہوا اور ایک روایت مین ہی کہ حضرت
داؤد علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بنی اسرائیل تجھ سے دعا مانگتے ہین طفیل حضرت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب علیہ السلام کا
کیون کرتے ہین ارشاد ہوا اسلیے کہ مین نے اُنکو جانچا تو اُنھون نے صبر کیا عرض کیا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لے تو مین بھی صبر کرونگا اسمین ضمناً
ادلال قبل از وقت پایا جاتا ہی حکم ہوا کہ مین نے اُنکا امتحان جو لیا تھا تو یہ نہین بتایا تھا کہ کس چیز مین امتحان لونگا اور نہ یہ کہ کونسے مہینے
اور کونسے دن مین لونگا اور تجھ سے کہے دیتا ہون کہ اسی برس اور اسی مہینے مین کل کو تیرا امتحان ایک عورت کے بابمین لونگا بچا رہنا الخ
جو کچھ اس معاملہ مین آپسے سرزد ہوا وہ معلوم ہی ہی۔ اسیطرح جب حنین کی لڑائی مین اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی کثرت پر

کثرت پر تکیہ کیا اور خدا کے فضل کو بھول گئے اور کہنے لگے کہ آج قلت اور کمی کے باعث مغلوب نہونگے تو اپنے نفسوں پر چھوڑ دیے گئے اور انجام یہ ہوا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہی ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین اور ابن عیینہ رح روایت کرتے ہین کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی تو نے مجھکو اس بلا سے امتحان کیا ہی میرے اوپر جب کوئی واقعہ گذرا ہی تو مین نے تیری رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا ہی پس ایک ابر مین سے دس ہزار آوازین سنائی دین کہ یہ بات تجھکو کہانسے حاصل ہوئی حضرت ایوب علیہ السلام نے خاک اپنے سر پر ڈالکر عرض کیا کہ الٰہی تجھی سے عنایت ہوئی تھی سے عنایت ہوئی اول بھولے ہوے تھے پھر رجوع کر کے اپنے صبر کو منسوب خدا تعالیٰ کی طرف کیا اور اسی سے حق تعالیٰ فرماتا ہی ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض کو جو سب لوگون سے افضل تھے فرمایا کہ ما منکم من احد ینجیہ عملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض باوجود صفائے اعمال و قلوب کے اس حدیث سننے کے بعد اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم خاک یا گھاس یا پرندہ ہوتے تو خوب تھا پس بصیرت والے سے اپنے عمل پر عجب کرنا اور نفس پر خائف نہونا بہت بعید ہی یہ ہی علاج عجب کا جس سے بالکل مادہ عجب کا دل سے اکھڑ جاتا ہی اور جب یہ دل پر غالب ہو جاتا ہی تو خوف سلب نعمت کا اسکو عجب نہین کرنے دیتا بلکہ جب کافرون اور فاسقون کو دیکھتا ہی کہ بلا کسی گناہ سابق کے اُنسے نعمت ایمان و طاعت چھین لی گئی تو اپنے نفس پر خوف کر کے کہتا ہی کہ جس ذات کو یہ پروا نہین کہ بے گناہ محروم کر دے اور بدون وسیلہ عنایت کرے اسکو کچھ پروا نہین ہی کہ دیکر چھین لیوے ایسا اکثر ہوا ہی کہ مومن مرتد ہو گیا اور مطیع شخص فاسق ہو کر خاتمہ اچھا نہ ہوا اس طرح کے خیالات کسی طرح اسکے دل مین عجب نہ آنے دینگے واللہ اعلم

پانچوان بیان اُن چیزون کے اقسام کا جنسے عجب ہوتا ہی اور جدا جدا ہر ایک کا علاج

واضح ہو کہ جن اسباب سے تکبر ہوتا تھا اُنہین سے عجب بھی ہوتا ہی جیسا پہلے مذکور ہوا اور کبھی عجب ایسی چیز سے بھی ہوتا ہی جس سے تکبر نہین ہوتا مثلاً اپنی رائے خطا سے عجب کرنا جو جہل کے سبب اچھی معلوم ہوتی ہی اس لحاظ سے جن چیزون سے عجب ہوتا ہی وہ آٹھ قسم ہین اول یہ کہ اپنے جمال اور صورت اور صحت اور قوت اور تناسب اعضا یا اور متعلقات بدن سے عجب کرے اور صرف اپنی خوبصورتی پر التفات کر کے بھول جاوے کہ یہ خدا کی نعمت اور معرض زوال مین ہی اور علاج اسکا وہی ہی جو ہمنے جمال کے باعث کبر ہونیکے باب مین لکھا ہی یعنی اپنی ابتدا اور انتہائے امر کی ناپاکیون کو سوچے اور سمجھے کہ پہلے کیسے کیسے خوبصورت اس خاک کے پیوند ہوے اور قبر مین اُنکے بدن ایسے بدبودار ہو گئے کہ طبیعت کو اُنسے نفرت ہو گئی ہی ع

خاک اُنکا بستر ہی اور سر کے نیچے پتھر ہے		آہ وہ شکلین پیاری پیاری کیسے جا کے بسیان تھین	

دوسرے یہ کہ اپنے زور کے باعث عجب کرے جیسے عاد کی قوم نے کہا تھا جنکا حال قرآن مجید مین خدا تعالیٰ فرماتا ہی من اشد منا قوۃ اور جیسے عوج نے اپنی قوت پر اعتماد کر کے ایک پہاڑ کو اٹھا کر چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر رکھدے کہ سب اُنکے

تلے دبے ہین مگر خدائے تعالیٰ کے حکم سے چند ہدہدون نے جنکی چونچ نرم ہوئی ہر اُس پہاڑ مین اس طرح سوراخ کیا کہ وہ پہاڑ اسی کی گردن کا طوق بن گیا اور کبھی ایماندار بھی اپنی قوت پر تکیہ کرتا ہی چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین ایک رات مین سو عورتون کے پاس جاؤنگا اور لفظ انشاء اللہ نہ کہا اُسکے پاداش مین جو انکا ارادہ تھا یعنی لڑکے کا ہونا اس سے محروم رہے اسیطرح قول حضرت داؤد علیہ السلام کا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لیگا تو صبر کرونگا قوت پر بھروسا ہونے کے باعث تھا اور قوت پر عجب کے باعث آدمی لڑائیون مین گھس جاتا ہی اور اپنی جان کو خرابی مین ڈال دیتا ہی اور جو شخص اُسکی ایذا کے درپے ہوتا ہی مار پیٹ مین سبقت کرتا ہی اور اس عجب کا علاج وہی ہی جو ذکر ہوا یعنی یہ سمجھے کہ ایکدن کے بخار سے آدمی کی طاقت ڈھیلی ہو جاتی ہی اور کیا عجب ہی کہ خدا تعالیٰ عجب کے باعث کوئی ادنیٰ آفت نہ مجھپر مسلط کردے اور زور دور کردے تیسرے یہ کہ اپنی عقل و کیاست پر عجب کرے کہ بہت دقیقہ رس اور دنیا و دین کی مصلحتون کو خوب سمجھتا ہون اور اسکا ثمرہ یہ ہوتا ہی کہ اپنی راے پر اصرار کرنے لگتا ہی اور جو شخص اُسکی راے کے خلاف کہے اسکو جاہل تصور کرتا ہی اور کسی سے مشورہ نہین لیتا اور اہل علم کی بات کم سنتا ہی اسوجہ سے کہ اپنی راے کے سامنے اُنکی حاجت نہین سمجھتا ہی بلکہ حقیر اور ذلیل جانتا ہی اور اسکا علاج یہ ہی کہ جو کچھ مبدأ فیاض سے اُسکو عقل عطا ہوئی ہی اُسپر خدا کا شکر کرے اور سوچے کہ اگر ادنیٰ مرض میرے دماغ مین ہو جاوے تو دیوانون کا ایسا ہو جاؤنگا جس سے لڑکے ہنسینگے اگر مین عقل پر عجب کرون اور شکر خدا بجا نہ لاؤن تو کیا بعید ہی کہ عقل سلب ہو جاوے اور چاہیے کہ اپنی عقل اور علم کو کم سمجھے کہ مجھکو کچھ تھوڑا ہی آتا ہی گو زیادہ ہی پڑھا ہو اور یہ جانے کہ جتنا لوگون کو معلوم ہی اسقدر مجھے معلوم نہین تو جو بات اور لوگونکو بھی نہین معلوم ہی اُس سے تو بطریق اولیٰ جاہل ہونگا اور اپنی عقل کو بے وقوفی اور نقصان کی تہمت لگاوے اور احمقون کا حال دیکھے کہ اپنی عقلون پر کیسے عجب کرتے ہین اور لوگ اُنپر ہنستے ہین تو خوف کرے کہ کہین مین بھی ویسا ہی نہ ہون اور مجھے نہ معلوم ہو اسواسطے کہ جس شخص کی عقل مین قصور ہوتا ہی اُسکو اپنا قصور کبھی نہین معلوم ہوتا اسی لیے ضرور ہوا کہ اپنی مقدار عقل کو پہچانے اور یہ بات دوسرے کے کہنے سے معلوم ہوگی اپنے آپ کو معلوم نہین ہو سکتی اور دشمنون سے معلوم ہوگی نہ دوستون سے کیونکہ جو شخص منہ دیکھی بات کہتے ہین وہ تعریف کرینگے اس سے عجب اور زیادہ ہوگا اور اُسکے گمان مین یہ بات اُسکے نفس مین بہتر ہوگی اور عجب کے باعث نفس کی جہالت نہ جانیگا چوتھے یہ کہ نسب کے باعث عجب کرے جیسے بعض سیدون کو عجب ہی اور خیال کرتے ہین کہ شرف نسب اور آبا کے طفیل کے باعث ہماری مغفرت ہو جاویگی اور بعض یہ خیال کرتے ہین کہ تمام خلق ہمارے لونڈی غلام ہین اور اسکا علاج یہ ہی کہ یون جانے کہ جب مین نے افعال و اخلاق مین اپنے بزرگون کی مخالفت کی اور گمان کیا کہ مین اُنکے درجے کو پہونچ گیا تو یہ جہالت ہی اور اگر اُنکی پیروی کا دعویٰ ہی تو اُنمین عجب کہان تھا اُن مین تو خوف اور اپنے آپ کو حقیر جاننا اور خلق کو بڑا سمجھنا اور نفس کی مذمت کرنی وغیرہ باتین تھین اور اُنکو شرف طاعت اور علم اور عمدہ خصلتون سے ہوا تھا نہ نسب کی جہت سے تو ہمکو بھی وہی شرف حاصل کرنا چاہیے جو اُن مین تھا ورنہ نسب مین تو آخر جنکی اولاد مین اپنے اکابر تھے اُنکی اولاد مین بہت سے قبائل ایسے ہین جو ایمان خدا اور روز جزا پر نہین رکھتے اور خدا کے نزدیک وہ کتے اور سور سے بھی برے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ یعنی تمھارے نسبون مین کچھ فرق نہین سب کی اصل ایک ہی ہی پھر فائدہ نسب کا ذکر فرمایا و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا پھر فرمایا

کہ شرف تقویٰ سے ہے نہ نسب سے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بزرگ اور سب سے دانا کون ہے تو آپ نے یہ جواب ارشاد نہ فرمایا کہ جو میری نسل میں ہو بلکہ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرے اور سب سے زیادہ اسکی تیاری کرے اور اس آیت کی شان نزول یہ تھی کہ حضرت بلال رضؓ نے فتح مکہ کے روز جب اذان دی تو حارث بن ہشام اور سہیل بن عمر اور خالد بن اسید نے کہا کہ یہ غلام حبشی اذان دیتا ہے اسوقت یہ حکم ہوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کا کبر دور کردیا تم سب اولاد آدم ہو اور آدم خاک سے بنا ہے۔ اور ایک حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جماعت قریش ایسا نہو کہ قیامت میں لوگ تو اعمال لاوینگے تم لوگ دنیا کو اپنی گردنوں پر لاد کر لاؤ اور محمد محمد پکارو گے میں بھی یونہی جواب دونگا یعنی تم سے منھ پھیر لونگا اس حدیث سے یہ غرض ہے کہ اگر دنیا کی طرف میل کروگے تو تم کو نسب قریش مفید نہوگا اور جب یہ آیت اتری وانذر عشیرتک الاقربین آپ نے سب کو ایک ایک کرکے پکارا یہانتک کہ فرمایا اے فاطمہ محمد کی بیٹی اور اے صفیہ عبد المطلب کی بیٹی اور محمد کی پھوپھی تم اپنے واسطے آپ عمل کرو یہ مت جانیو کہ میں تمکو کچھ خدا سے بچا دونگا تو جو شخص ان باتوں کو جانے گا اور تصور کریگا کہ جسقدر تقویٰ کرونگا اسی قدر شرف پاؤنگا اور میرے بزرگوں کی عادت بھی تواضع کی تھی تو ضرور تواضع اور تقویٰ میں انھوں کی اقتدا کریگا ورنہ اپنے نسب کو اپنی زبان حال سے برا کہیگا کیونکہ منسوب تو اچھے لوگوں کی طرف ہوگا اور تواضع اور تقویٰ اور خوف میں ان جیسا نہوگا تو گویا فرع کے برا ہونے سے اصل کی برائی ظاہر کریگا اب اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس قول کے کہ میں تمکو خدا سے کچھ نہ بچاؤنگا حضرت فاطمہ رضؓ اور حضرت صفیہؓ سے یہ بھی کہا تھا کہ لیکن تم دونوں کو مجھ سے قرابت ہے اسکا حق نباہونگا اور بنو سلیم کو فرمایا کہ کیا تم میری شفاعت کی توقع رکھتے ہو اور عبد المطلب کی اولاد توقع شفاعت نہ کریں تو ان دونوں حدیثوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت میں اپنے قرابت والوں کو خاص کرینگے اور ہمیں بلحاظ سید ہونے کے بھی توقع سفارش ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا متوقع ہے اور کہتا ہے ع لب بجنبان پے شفاعت ما منگر بر گناہ وطاعت ما۔ اور سید بھی بشرطیکہ خدا کے غضب سے ڈرتا رہے اسی بات کا سزاوار ہے کہ آپکی شفاعت کا متوقع ہو لیکن خدا کے غضب میں اگر مبتلا ہوا تو پھر کسی کو اسکی شفاعت کی اجازت نہیں شفاعت کے اعتبار سے گناہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو ایسے گناہ جو موجب غضب الٰہی کے ہوں انکی شفاعت کے لیے اجازت نہوگی اور ایک قسم کے گناہ ہیں شفاعت کے سبب معاف ہونگے جیسے دینوی بادشاہوں کے یہاں ہوتا ہے کہ بعض خطا جرم کی ایسی ہوتی ہے کہ اسپر بادشاہ کو نہایت غصہ ہوتا ہے اسوقت جتنے مقربین درگاہ ہیں ان کو مجال سفارش نہیں ہوتی اسی طرح بادشاہ حقیقی کے یہاں بھی بعض گناہوں سے شفاعت کے باعث چھٹکارا نملیگا بلکہ خود شفاعت ہی بے اذن نہوسکیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا یشفعون الا لمن ارتضی اور فرمایا من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه اور فرمایا ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له اور فرمایا فما تنفعهم شفاعة الشافعین اور جب گناہ دو قسم کے ٹھہرے کہ کسی میں شفاعت منظور رہیگی اور کسی میں نہوگی تو خوف کرنا واجب ہوا اور اگر سب گناہوں کی شفاعت ہوسکتی تو آپ قریش کو طاعت کے لیے امر نہ فرماتے اور حضرت فاطمہ زہرا اپنی لخت جگر رضہ کو گناہ سے منع نہ فرماتے بلکہ انکو اجازت دیدیتے کہ دنیا میں جتنا چاہو لذات و شہوات سے بہرہ اٹھالو پھر آخرت میں انکی

ح ابن ماجہ بروایت ابن عمر واکثرہم لہ ذکرا للموت ... ح ابو داؤد و ترمذی بروایت ابو ہریرہ ... ح طبرانی بروایت عمران بن حصین بسند ضعیف ... ح بخاری ... مسلم بروایت ابو ہریرہ ... ح طبرانی ...

... ح ... ح ...

شفاعت کرکے لذت آخرت بھی کامل دلوائے خلاصہ یہ کہ تقوی کو چھوڑ کر بتوقع شفاعت گناہون مین ڈوبا رہنا ایسا ہی جیسا کوئی مریض پیٹ بھر کر
بد پرہیزی کرے اور جانے کہ میرا معالج بڑا طبیب نامی اور نہایت مہربان باپ بھائی سے بھی زیادہ میرے حال کا نگران ہی اور
یہ محض جہالت ہی اسواسطے کہ طبیب کی کوشش وہمت سے بعض امراض دور ہو سکتے ہین کل نہین ہو سکتے تو اوسکے بھروسہ پر پرہیز کا
چھوڑنا نہ چاہیے طب کا اثر صرف امراض خفیفہ اور غلبہ مرض کے وقت کارگر ہوتا ہی ہر وقت اثر نہین ہوتا اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ عنایت
شفاعت کرنے والونکی خواہ انبیا ہون یا صلحا قریبون اور اجنبیون کے حق مین ایسی ہی کہ کبھی منظور رہا اور کبھی نہو اس سے بے خوف
وحذر ہونا نہ چاہیے دیکھو سب خلق سے بہتر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اونکا خوف کے مارے یہ حال تھا کہ تمنا کرتے تھے کہ ہم
چوپائے ہوتے تو خوب تھا باوجودیکہ تقوی بھی کامل رکھتے تھے اور حسن اعمال اور صفاے دلی بھی حاصل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے خاص اپنے واسطے وعدۂ جنت سُن چکے تھے اور شفاعت آپکی سب اہل اسلام کے لیے عموماً جانتے تھے مگر کسی بات پر تکیہ نکیا
نہ خوف وخشوع اونکے دل سے جدا ہوا تو جس شخص کو اُن مین سے کوئی بات بھی میسر نہو نہ معلوم کہ وہ کیسے عجب کرتا ہی پانچوین یہ کہ ظالم
سلاطین کے نسب سے عجب کرے یا اپنے آپ کو اونکے اعوان مین سمجھکر عجب کرے دین اور علم کے نسب سے نکرے تو یہ عجب بھی نہایت درجہ
کی جہالت ہی اور اوسکا علاج یہ ہی کہ اونکی رسوائی کو سوچے کہ جو کچھ ان ظالمون نے اللہ کے بندون پر ظلم کیا اور اللہ کے دین مین فساد مچایا اوس کے
باعث وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہین اور اگر دوزخ مین اونکی صورت نظر پڑے اور اونکی بدبو اور پلیدی سوجھائی دے تو پھر دیکھنے
والا اونکو ایسا برا سمجھے کہ کبھی اونکی طرف نسبت اپنے آپ کو نکرے بلکہ جو اونکی طرف اوسکو منسوب کرے اسکو بھی برا جانے ایسے اسکی نظر و نمین ذلیل
اور حقیر ہو جاوین اور اگر قیامت کے روز اونکا حال اوسپر کھلجاوے کہ جن جن پر اونھون نے ظلم کیا تھا وہ لوگ انکو لپٹے ہوے ہین اور فرشتے اونکے
سر کے بال پکڑے ہوے اوندھے منھ جہنم مین لیے جاتے ہین اور بندون پر ظلم کرنیکی جہت سے طرح طرح کی ذلت و رسوائی مین مبتلا ہین تو خدا سے
پناہ مانگے اور کہے کہ مجھے سور اور کتے کی قرابت منظور ہی ان لوگونکی منظور نہین غرضکہ ظالمونکی اولاد کو چاہیے کہ اگر خدا تعالی انکو ظلم سے
بچا وے تو اوسکا شکر کرین کہ ہمارا دین سلامت رکھا اور اگر اونکے آبا مسلمان تھے تو اونکے لیے استغفار کرین ایسے لوگونکے نسب سے عجب کرنا محض
جہالت ہی چھٹے یہ کہ آدمی اسوجہ سے عجب کرے کہ میری اولاد یا خادم یا غلام یا اقربا یا یار و مددگار بہت ہین جیسے کفار نے کہا تھا نحن اکثر اموالاً واولاداً
یا جیسا اہل اسلام نے غزوہ حنین مین کیا تھا کہ آج کمی کے باعث ہم مغلوب نہونگے اور اوسکا علاج وہی ہی جو ہم کبر مین لکھ آئے ہین کہ اپنا ضعف
اور اونکا دھیان کرے اور جانے کہ سب کے سب بندہ ہاے عاجز ہین اپنی جانونکے واسطے کچھ نفع وضرر کا اختیار نہین رکھتے اور خدا تعالے
فرماتا ہی کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ علاوہ اسکے اونسے عجب کرنے سے کیا فائدہ یہ لوگ تو بعد موت کے سب جدا ہو جاوینگے قبر
مین تنہا ذلیل وخوار جا پڑیگا نہ کوئی رفیق ہوگا نہ آشنا نہ باپ نہ بیٹا نہ یگانہ نہ بیگانہ بلکہ وہ خود ہی جا کر اوسکی نعش کو خاک مین ساتپ اور بچھو
اور کیڑون کے حوالے کر دینگے اور ایسے آڑے وقت مین اونسے کچھ کام نہ نکلے گا اور اسی طرح قیامت کے میدان مین بھی پاس سے کھسک
جاوینگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ پس ایسے لوگون سے کیا فائدہ ہی کہ جب شدت کی حاجت
اونکی طرف ہوگی جب ہی جدا ہو جاوینگے اور اپنی اپنی راہ لگینگے اور اونپر عجب کیسے آتا ہی قبر مین اور قیامت مین اور پل صراط پر بجز اپنے عمل اور

اسکے فضل کے اور کچھ کام نہ آویگا تو تعجب ہی کہ آدمی ایسی چیز پر تکیہ کرے جو کام نہ آوے اور جو ذات کہ اُسکے نفع وضرر اور موت و حیات کی مالک ہو اُسکو بھول جاوے ساتوین یہ کہ مال سے عجب کرے جیسا خدا وند کریم دو باغ والے کا قول نقل فرماتا ہی انا اکثر منک مالا واعز نفرا اور ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غنی کے پاس ایک فقیر آکر بیٹھا اُسنے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اور سکڑ گیا آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس بات سے ڈرتا ہی کہ اُسکا افلاس تجھے لگجاویگا غرضکہ یہ عجب مال کا ہی اور علاج اُسکا یہ ہی کہ مال کی آفتون کو اور اُسکے حقوق کی کثرت کو اور فقرا کی فضیلت کو اور جنت کی طرف اُنکی سبقت کو سوچے اور یہ کہ مال صبح آتا ہی شام جاتا ہی اُسکی کچھ اصل نہین بہت سے کفار بھی مال و دولت زیادہ رکھتے ہین اور اس حدیث کے مضمون پر غور کرے کہ اس اثنا مین کہ آدمی لباس پہنکر تبختر کرتا ہی اور دل مین خوش ہوتا ہی یکایک امر الٰہی زمین کو ہوتا ہی کہ اُسکو نگلجائی ہی اور قیامت تک دھنستا چلا جاتا ہے اس مین اشارہ ہی کہ مال و نفس پر عجب کرنے کا ایسا عذاب ہوتا ہی حضرت ابوذر رض روایت کرتے ہین کہ مین ہمراہ رکاب جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد شریف مین داخل ہوا آپ نے فرمایا کہ ای ابوذر اپنا سر اُٹھا مینے سر اُٹھاکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بہت عمدہ کپڑے پہنے ہی تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اپنا سر اُٹھا پھر جو مین نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ہی آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر یہ شخص خدا کے نزدیک اس دوسرے جیسے (پہننے ہانے کپڑون والے) تمام زمین بھر سے بہتر ہی حاصل یہ کہ ایسی روایتین اور وہ باتین جو بیچ باب زہد اور باب ذم دنیا اور باب ذم مال مین لکھی ہین اُنسے حقارت اغنیا کی اور شرف فقرا کا خدا کے نزدیک صاف ظاہر ہی پس ایماندار کسطرح ہو سکتا ہی کہ اپنی ثروت پر عجب کرے بلکہ اُسکو تو یہی خوف لگا رہتا ہی کہ حقوق مال کے ادا کرنے مین کہین قصور نہوا ہو حلال وجہ سے لیا ہی کہ نہین موقع پر صرف کیا ہی کہ نہین اور جو ایسا نہین کرتا وہ عجب کیا کرتا ہی اُسکا مال تو بجز ذلت اور وبال کے اور کچھ نہین آٹھوین یہ کہ اپنی راے غلط پر عجب کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ ایسے ہی شخص کے حال مین فرماتا ہی افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا اور دوسری جا ارشاد ہی یحسبون انہم یحسنون صنعا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلط راے پر عجب کرنا اس امت کے آخر زمانے مین ہوگا اور یہ ایسی بلا ہی کہ اس سے پہلی قومین برباد ہوگئین کیونکہ اسی سے ہر ایک فرقہ جدا جدا ہوگیا ہر ایک یہی جانتا ہی کہ مین ہی خوب جانتا ہون اور اپنے ہی اعتقاد پر خوش ہی اور جتنے اہل بدعت و ضلالت ہین سب اپنی بدعت و ضلالت پر اسلیے مصر ہین کہ اپنی راے پر عجب کرتے ہین اور بدعت پر عجب کرنے کے یہ معنی ہین کہ جس بات کی طرف آدمی کی خواہش اور شبہہ راغب ہو اُسکو اچھا جانے اور اپنے گمان مین اُسکو برحق سمجھے اور اس عجب کا علاج اور دن کی نسبت سخت تر ہی اس لیے کہ جسکی راے غلط ہی وہ اپنی راے کی غلطی سے ناواقف ہی اگر واقف ہو تو اُسکو ترک کرے پس جس بیماری ہی کو نہین جانتا اُسکا علاج کیسے کریگا اسی لیے اُسکا علاج بہت مشکل ہی مگر عارف آدمی اس بات پر قادر ہی کہ جاہل کو اُسکی جہل سے مطلع کرکے اُس سے دور کردے ہان اگر وہ اپنی جہالت پر بھی معجب ہوگا تو عارف کی کب سُنیگا بلکہ اُسکو بھی الزام لگا دیگا کیونکہ اُسپر خدا تعالیٰ نے ایک بلا کو مسلط کردیا ہی جو موجب اُسکی بربادی کی ہی اور وہ اسکو نعمت جانتا ہی تو اُسکا علاج کیسے ہوسکتا ہی اور جس چیز کو وہ اپنے اعتقاد مین سبب سعادت جانتا ہی اُس سے وہ نفرت کیسے کریگا تاہم علاج مجمل یہ ہی کہ ہمیشہ اپنی راے کو متہم جانے یعنی غلطی کی تہمت سے خالی نہ سمجھے اور اُسکے دھوکے مین نہ آوے جبتک کہ کوئی دلیل کتاب اللہ اور

حدیث سے یا کوئی دلیل عقلی صحیح جسمین سب شرطین دلیلون کی ہون اُسکی مدد معاون نہ پاوے اور دلائل شرعی اور عقلی کا جاننا اور اُن کی شرطین اور مواقع غلطی کو پہچاننا ہر شخص کا کام نہین اسکے واسطے طبیب کامل اور عقل تیز اور تلاش اور استعداد قوی اور کلام مجید و حدیث کا روزمرہ مطالعہ اور اہل علم کے پاس ہمیشہ بیٹھنا اور مدام درس و تدریس کا شغل رکھنا چاہیے اور ان امور کے ہوتے بھی بعض امور مین انسان سے غلطی کا خوف موجود ہی اسی لیے جو شخص اپنی تمام عمر تحصیل علم مین مستغرق نہ کر سکے اُسکے لیے یہ بہتر ہی کہ مذاہب کی باتون پر کان نہ دھرے اور نہ اُن مین خوض کرے صرف یہ اعتقاد کرے کہ خدا تعالیٰ ایک ہی اُسکا کوئی شریک نہین اور نہ کوئی اس کے مانند ہی وہی سنتا دیکھتا ہی اور اُسکا رسول مقبول برحق ہی جو کچھ اُسنے خبر دی وہ سچ ہی اور طریقہ سلف کو اختیار کرے اور جو کچھ احکام کتاب اللہ اور حدیث مین ہون بے بحث و تکرار اور بدون سوال تفصیل کے مان لے اور آمنا و صدقنا کہکر معصیتون سے پرہیز تقوی کرے اور طاعتون کو بجا لاوے اور سب مسلمانون سے بشفقت پیش آوے اور اگر مذاہب و بدعتو نمین خوض کریگا اور عقائد مین تعصب کا پابند ہوگا تو ایسی طرح ہلاک ہو جاویگا کہ اُسکو خبر بھی نہو گی یہ تو اُسکا حال ہوا جو شخص علم کے سوا اور چیز مین اپنی زندگی مین مصروف ہو لیکن جو شخص کہ عزم کرے کہ صرف علم ہی کا ہو رہیگا تو اُسکے لیے اول مہم دلیل اور شروط دلیل کو پہچاننا ہی اور اسمین طول بہت کھنچ جاتا ہی اکثر مطالب مین یقین اور معرفت کو پہونچنا بہت دشوار ہی سوائے زبردست لوگون کے جو نور الٰہی سے مؤید ہوئے ہین اور کی قدرت نہین کہ امر یقینی کو معلوم کرے اور ایسے لوگ اب بہت کمیاب ہین خدا تعالیٰ ہر گمراہی سے بچا دے اور جہال کے خیالات سے بھی پناہ دے الحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحابہ اجمعین

دسوان باب غرور یعنی مغالطے کی مذمت مین

رباعی

ہین جو کہ حیات دنیوی پر مغرور
بے شک ہی دماغ و عقل مین اُنکے فتور
مرنے پہ کھلیگا اُن کو یہ راز نہان
چکھین گے مزا جب کہ بپاداش قصور

جاننا چاہیے کہ آدمی کے واسطے ہوشیار و چوکنا رہنا مفتاح سعادت ہی اور غرور و غفلت مین رہنا کلید شقاوت بندون پر خدا تعالیٰ کی نعمتون مین ایمان و معرفت سے بڑھکر نہین اور نہ کشادگی سینہ کے سوا کوئی اور چیز اُسکی طرف وسیلہ ہی اور کفر و معصیت سے بڑھکر کوئی برائی نہین اور نہ کوئی شے سوائے نابینائی دل اور جہالت کے اُنکی طرف داعی ارباب بصیرت کو دل ایسا عنایت ہوا ہی جسکی شان مین یہ آیت ہی کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور[1] اور غفلت والون کے دل کی یہ کیفیت ہی کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور[2] ہوشیارون کو جو خدا ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کیواسطے اُنکے دل کھول دیتا ہی اور غافل اور مغرورون کو بصیرت نہین دیتا کہ وہ اپنے نفس کی ہدایت کے کفیل ہون وہ

ف ۱ جیسے ایک طاق کہ اس مین ایک چراغ دھرا ایک شیشہ قندیل مین ہے ایک تارا ہے چمکتا تیل جلتا ہے اسمین نیک درخت برکت کے سے وہ زیتون ہے نہ سورج نکلنے کی طرف اور نہ ڈوبنے کی طرف لگتا ہے اسکا تیل کہ سلگ اٹھے ابھی نہ لگی ہو اسکو آگ روشنی پر روشنی ۱۲

ف ۲ جیسے اندھیری گہرے دریا مین چڑھی آتی ہے اسپر ایک لہر اسپر ایک لہر اس کے اوپر بدلی اندھیری ہے ایک پر ایک جب نکالے اپنا ہاتھ لگتا نہین کہ اسکو سوجھے جس کو اللہ نے دی روشنی اسکو کہین نہین روشنی ۱۲

لوگ ہوا ءِ نفسانی اور شیطان ہی کو اپنا رہبر اور دلیل سمجھتے ہین بہر حال چونکہ غرور سب شقاوتون کی اصل اور منبع مہلکات ہے اسلیے بیان کرنا اُسکی راہون کا اور تفصیل اُن حالات کی جنمین غرور کثرت سے آتا ہی ضروری ہی تاکہ مرید بعد اُنکے پہچاننے کے اُنسے احتراز کرے اسیواسطے ہم اقسام غرور وغفلت اور اصناف مغرورین کے قاضیون اور علما وصلحا سے بیان کرتے ہین جو ظاہر اُمور کو اچھا جانکر اُنکے باطن سے غافل رہتے ہین اور اثنا ءِ بیان مین وجہ اُنکی غفلت کی بھی بیان کرتے جاوینگے اور اگرچہ یہ امر زائد از حد شمار ہی الا مثالون سے ایسی تنبیہ ہوسکتی ہی کہ سب کی حاجت نہ رہے اور اگرچہ مغرور غافلون کے اگرچہ بہت ہین مگر چار اصناف مین سب آجاتے ہین صنف اول علما صنف دوم عابد صنف سوم صوفی صنف چہارم ارباب دولت اور ان اصناف کے پھر بہت سے فرقے ہین اور اُنکی غفلت وغرور کی وجہین بھی مختلف ہین مثلاً بعض لوگ امر منکر کو اچھا سمجھتے ہین جیسے بعض لوگ مال حرام سے مسجدین بناکر اُنپر زیب وزینت کرتے ہین اور اُسکو کار ثواب جانتے ہین اور بعض لوگ اس باب مین تمیز نہین کرتے کہ اپنے نفس کیواسطے کوشش کرتے ہین یا خدا کے واسطے جیسے واعظ جنکی غرض خلق کے نزدیک قبول اور جاہ کی ہوتی ہی اور بعض لوگ امر مہم کو چھوڑکر دوسرے کام مین مصروف ہوتے ہین اور بعض اشخاص فرض کو ترک کرکے نفل مین مشغول ہوتے ہین اور بعض آدمی مغز کو چھوڑکر پوست کی طرف متوجہ ہوتے ہین جیسے نماز پڑھنے والا جسکی ہمت صرف مخارج حروف ہی کیطرف ہو غرض اسیطرح کی بہت سی وجہین ہین کہ بدون تفصیل فرقون اور بیان کرنے مثالون کے توضیح اُنکی نہین ہوسکتی اول ہم مذمت غرور کی اور اسکی حقیقت وتعریف ور مثالین بیان کرینگے بعد علما کا غرور بیان کرینگے یہ باب مشتمل ہی دو بیانو نپر

بیان اول غرور کی مذمت اور اسکی حقیقت اور مثالین

۔ واضح ہو کہ یہ دو آیتین مذمت غرور کیلیے کافی ہین اول فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور دوسری ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الامانی حتی جاء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ حبذا نوم الاکیاس وفطرہم کیف یغبنون سہر الحمقی واجتہادہم لمثقال ذرة من صاحب تقوی ویقین افضل من ملاء الارض من المغترین اور ایک حدیث مین فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ غرضکہ جو کچھ علم کی فضیلت اور جہل کی مذمت مین وارد ہی وہ غرور کی مذمت پر دلیل ہی اسواسطے کہ غرور بھی ایک قسم کی جہالت کا نام ہی کیونکہ جہالت اسکا نام ہی کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہی ویسی نہ جانے اور غرور بھی ایک جہل ہی مگر ہر ایک جہل غرور نہین بلکہ غرور کیلیے مغرور فیہ اور مغرور بہ بھی چاہیے پس جب کہ اعتقاد کی شے موافق مرضی نفسانی کے ہو اور کسی شبہہ یا خیال فاسد کو بزعم خود دلیل سمجھکر اپنی جہالت پر اڑ جاوے اور واقع مین وہ شبہہ یا خیال دلیل نہو تو جو جہل کہ اس وہمی دلیل سے حاصل ہوگا اُسکو غرور کہتے ہین پس تعریف غرور کی یہ ہوئی کہ شیطان کے شبہہ اور مکر کے باعث نفس ایسی چیز پر جم جاوے جو ہوا ءِ نفسانی کے موافق اور خواہش طبع کے مطابق ہو اس سے یہ لازم آیا کہ جو شخص کسی نکمے شبہہ سے حال یا مآل مین خیر کا معتقد ہو وہ مغرور ہی اور اکثر آدمیون کا یہی حال ہے کہ اپنے

نفسون کے لیے بہتری کا گمان رکھتے ہین حالانکہ اُنکا گمان بہتری غلطی ہی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ مغرور ہین گو اُنکے اقسام غرور جُدا ہین اور درجات بھی مختلف یہانتک کہ بعضون کا غرور بعض کی نسبت ظاہر تر اور شدید تر ہوتا ہی اور سب مین سخت تر دو غرور ہین ایک تو کافرون کا اور ایک گناہگارون اور بدکارون کا اب ہم ان دونون کی مثالون کو لکھتے ہین جس سے اُنکے غرور کی حقیقت معلوم ہو **مثال** اول کافرون کے غرور کی اُنہین سے بعض تو ایسے ہین جنکو حیات دنیا نے مغرور کر رکھا ہی اور بعضونکو شیطان نے حیات دنیاوی نے جنکو مغرور کر رکھا ہی اُنکا قول یہ ہی کہ نقد بہ نسبت اُدھار کے بہتر ہی اور دنیا نقد ہی اور آخرت اُدھار تو اُس سے دنیا ہی بہتر ٹھہری اسی کو اختیار کرنا چاہیے اور اُنکا یہ بھی قول ہی کہ دنیا یقینی ہی اور آخرت موہوم اور یقین شک سے بہتر ہوتا ہی شک کیواسطے یقین کو چھوڑنا نہ چاہیے یہ شعر اُنہین کے حسب حال ہی **شعر** اب تو آرام سے گذرتی ہی ؏ عاقبت کی خبر خدا جانے ؛ اسطرح کی دلیلین سب نجمی ہین اور مشابہ دلیل شیطانی کے ہین جسنے کہا تھا انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین اور اُن لوگون کا حال خدا تعالےٰ فرماتا ہی أولئک الذین اشتروا الحیوة الدنیا بالآخرة فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون اور اس طرح کے غرور کا علاج یا تو ایمان ہی سے ہوتا ہی یا دلیل وحجت کی ضرورت ہوتی ہی پہلی صورت تو یہ ہی کہ خدا تعالےٰ کے ان اقوال کو سچا جانے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق اور وما عند اللہ خیر اور والآخرة خیر وابقی اور وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور اور فلا تغرنکم الحیوة الدنیا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اُنکی خبر بہت سی جماعتون کو کفار سے پہونچائی تو معاً زمرۂ اسلام مین داخل ہوے اور آپکو سچا جانا اور ایمان لائے کوئی دلیل نہ مانگی اور بعض لوگ عرض کرتے تھے کہ ہم آپ سے خدا کی قسم دیکر پوچھتے ہین کہ کیا خدا تعالےٰ نے آپ کو رسول کر کے بھیجا ہی آپ فرماتے کہ ہان وہ لوگ ایمان لے آتے یہ ایمان عوام کا ہی غرور کے کھیٹے سے خارج ہی بلکہ اُن کی تصدیق ایسی ہی جیسے لڑکا اپنے باپ کا قول سچ جانتا ہی یعنی جب وہ کہتا ہی کہ مکتب کا جانا کھیل کی جگہ جانے سے بہتر ہی تو لڑکا سچ جانتا ہی گو وجہ نہین معلوم ہوتی کہ کسو وجہ سے مکتب کا جانا بہتر ہی اور دوسری صورت یہ ہی کہ وجہ اُس قیاس کے فاسد ہونیکی معلوم ہو جاوے جو شیطان نے گڑھ کر دلمین جما دیا ہی کیونکہ ہر ایک مغرور کے غرور کا ایک سبب ہوتا ہی اور اسی سبب کو دلیل جانتا ہی اور کل دلیلین ایک قسم کی قیاس ہوتی ہین جو نفس مین آتی ہین اور باعث اطمینان نفس ہوتی ہین گو اس شخص کو معلوم نہو اور نہ اس بات کی قدرت رکھتا ہو کہ اسکو علما کے طور پر بیان کیجیے اب اس مثال مین جو قیاس مذکور ہی اُسمین دو جملے ہین ایک تو یہ ہی کہ دنیا نقد اور آخرت اُدھار ہی یہ جملہ تو درست ہی مگر دوسرا جملہ کہ نقد بہ نسبت اُدھار کے بہتر ہی اسمین دھوکا ہی یہ جملہ درست نہین بلکہ اگر نقد اور اُدھار مقدار اور مقصود مین برابر ہون تو البتہ یہ جملہ درست ہی اور اگر نقد بہ نسبت اُدھار کے کم ہی تو اُدھار ہی بہتر ہی دیکھو یہی مغرور کافر تجارت مین ایک روپیہ نقد اسلیے لگاتا ہی کہ اس سے دس اُدھار ملینگے تب نہین کہتا کہ نقد بہ نسبت اُدھار کے بہتر ہی مین اُس ایک کو کیون ضائع کرون اسی طرح اگر مرض مین طبیب عمدہ کھانون اور میوون سے منع کر دے تو اُسیوقت مرض کے خوف سے چھوڑ دیگا حالانکہ اُنکی لذت نقد ہی اور تکلیف مرض کبھی زمانۂ آیندہ مین ہوگی اور سوداگر خشکی و

اور نہ اُنکو الجز لو ابر نہ ملا ہوگا دسا کر ہو آخرت کی زندگی اُنکی دیتا ساتھ خرید ہی اُن میں جھون قریب فاکر سے ای کو جانا اگے سے اور ؤ شتہ بنایا ان جو ان اُنکی ہم قرآن

وجہ اُدھار اور بیچ ہے باس عاقبت اور ہم اس سے باس بڑا ہی وقت ۱۲ بڑا اس کے باس ۱۲ سوبہتر ہی اوپرکا ہی بہتر ہی اور بیچ والا ۱۲ قسمت اور دنیا بیچنا تو بیچا بعوض دنیا کی ۱۲ ریبت ہم تو دنیا کا بیچنا ۱۲ شیح حصین بن نضار کا حال اسی طرح مشہور ومذکور ہی ۱۲ و۹ ح بخاری ومسلم بروایت انس بقصہ ضمام ۱۲

تری مین مصیبتین سر دست اُٹھاتے ہین تاکہ آیندہ کو راحت اور نفع ملے اور کسی کے خیال مین نہین آتا کہ نقد بہ نسبت اُدھار کے بہتر ہے
حاصل یہ کہ ثانی الحال مین اگر دس ملین تو ایک نقد کی نسبت بہتر ہون گے اب اگر مدت دنیا اور مدت آخرت مین نسبت دیکھو تو کچھ بہتا
ہی نہین مثلاً انسان زیادہ سے زیادہ سو برس جیتا ہی اور اس عمر کو اگر مدت آخرت سے نسبت کرو تو آخرت کے کروڑوین حصہ کے برابر
بھی نہین ہوتی تو اگر دنیا مین ایک کو چھوڑے تو آخرت مین لاکھ بلکہ بے انتہا پاویگا اور اگر باعتبار نوع کے لحاظ کیا جاوے تو دنیا کی لذات
مین سب طرح کی کدورت اور رنج و مصیبت ہین اور آخرت کی لذت صاف و پاک جلوے بے دود ہی بہر صورت یہ کہنا کہ نقد اُدھار سے بہتر ہی یہی
غلطی کا مقام اور دھوکا ہی اور اس غلطی کی وجہ یہی ہوئی کہ جیسا لوگو نسے سُنا ویسا ہی یقین کر لیا یہ نہ سمجھا کہ اس جملے کے معنی یہ ہین کہ نقد و اُدھار
اگر مقدار و مقصود مین برابر ہون تب نقد بہتر ہوتا ہی اور اُسوقت شیطان ایک اور قیاس جماتا ہی کہ یقین شک سے بہتر ہوتا ہی اور آخرت
مشکوک ہی یہ قیاس پہلے کی نسبت سے بھی زیادہ نکما ہی کیونکہ اُسکے دونون جملے بے اصل ہین مثلاً جملہ اول یقین بہتر ہی شک سے یہ جب ہی ہی
جب دونون مساوی ہون ورنہ ظاہر ہی کہ سوداگر مشقت تو یقیناً کرتے ہین اور نفع مشکوک ہوتا ہی اور طالبعلم تحصیل علم مین محنت یقیناً کرتا
ہی اور فضل و علم کے مرتبے پر پہونچنا امر مشکوک ہی اور شکاری تلاش شکار مین گشت یقیناً کرتا ہی اور شکار کا ملنا امر مشکوک ہی اور بیمار بدمزہ
دوا کا ذائقہ تو یقیناً پاتا ہی اور شفا مین شک ہوتا ہی غرض جتنے امور عقلا کے نزدیک احتیاط مین داخل ہین وہ سب اسیطرح کے ہین کہ امر
مشکوک کیلیے یقین کو چھوڑنا پڑتا ہی تاجر کہتا ہی کہ اگر مین تجارت نہ کرون اور مصیبت نہ اُٹھاؤن تو بڑا نقصان ہو اور بھوکا رہون
سوداگری سے محنت تھوڑی ہوتی ہی اور فائدہ بہت ہی اسیطرح مریض کہتا ہی کہ ضرر تلخی و بدمزگی دوا کا تھوڑا ہی بہ نسبت اُس خوف کے جو
مجھکو مرض سے ہی اُسکا انجام موت کا ہی پس اس بنا پر جو شخص آخرت مین شک ہی رکھتا ہی اُسپر بحکم احتیاط واجب ہی کہ یون کہے کہ زندگی کے
چند روز صبر کر لینا میرے حق مین اچھا ہی اُن امور کی نسبت جو آخرت مین لوگ کہتے ہین کیونکہ اگر بالفرض آخرت کے معاملات جھوٹے
ہوے تو مجھے کیا نقصان ہوا ایک چند روز زندگی کی عیش جاتی رہیگی ازل سے ابتک بھی تو مین ایسا ہی تھا کہ عیش نہ کرتا تھا مین جانونگا
کہ معدوم ہی رہا اگر معاملات اُخروی سچ ہوے تو ابدالآباد تک آگ مین جلونگا اُسکی برداشت نہین ہو سکیگی چنانچہ حضرت علی رضنے کسی
ملحد سے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کچھ تو کہتا ہی اگر یہ سچ ہی تو ہمارا اور تیرا دونونکا کچھ ضرر نہین اور اگر ہمارا قول درست ہی تو ہم نجات پاوینگے
اور تو ہلاک ہوگا اور یہ قول آپ نے اس لیے نہین کہا تھا کہ معاذ اللہ کچھ آپ کو آخرت مین شک تھا بلکہ اس ملحد کی فہم کے موافق تقریر
فرمائی تھی اور اُسکو سمجھا دیا کہ اگر تجھکو آخرت کا یقین نہین تو بڑے مغالطے مین ہی اور دوسرا جملہ قیاس مذکور کا یہ ہی کہ آخرت مشکوک ہی یہ
بھی غلط ہی بلکہ آخرت ایمان والونکے نزدیک یقینی چیز ہی اور اُسکا یقینی ہونا دو چیزون سے معلوم ہوتا ہی ایک تو ایمان اور تصدیق
اور انبیا اور علما کی تقلید سے کہ اس سے بھی یہ مغالطہ جاتا رہتا ہی اور یقین آخرت کا آجاتا ہی اور عوام اور اکثر خواص کا یقین اسیطرح
کا ہوتا ہی اور اُنکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بیمار اپنے مرض کی دوا نہین جانتا اور تمام طبیب و معالج اس بات پر متفق ہین کہ
اُسکی دوا فلانی بوٹی ہی تو بیمار کو سنتے ہی اطمینان ہو جاویگا اور اُنکو سچا جانیگا اُنسے اسبات مین دلیل طبی نہین پوچھیگا بلکہ اُنکے
صرف کہنے کا یقین و اعتماد کر کے وہی دوا شروع کریگا اور اگر کوئی سودائی یا مدہوش اطبا کے قول کو جھوٹا بتلاوے حالانکہ مریض

خود قرائن حال سے جانتا ہی کہ اطبا اول تو گنتی مین اس مدہوش سے زیادہ ہین دوسرے فضل وعلم مین بڑھکر ہین تیسرے تجربہ طبی اُنکو حاصل ہی اور یہ شخص علم طب خاک نہین جانتا تو ظاہر ہی کہ اطبا کے قول کے سامنے اُسکا قول نہ مانیگا اور نہ اُن کے قول کو اُس کے بہکانے سے جھوٹا جانیگا اور نہ اپنے اعتقاد کو اُسکی جہت سے سُست کریگا اور اگر بالفرض اُسکے قول کا اعتماد کرکے اطبا کے قول کو چھوڑ دیگا تو بیشک خود بھی مدہوش اور مغرور ہو جاویگا۔ اسیطرح جو شخص ان لوگون کو دیکھتا ہی جو آخرت کے مقر اور مخبر ہین کہ یہ فرماتے ہین کہ سعادت اُخروی کے حاصل ہونے کے لیے دوائے نافع تقویٰ ہی اور یہ بھی جانتا ہی کہ یہ لوگ تمام خلق مین سے بہتر ہین اور بصیرت ومعرفت وعقل مین سب سے اعلیٰ رتبہ رکھتے ہین یعنی انبیا اور علما اور اولیا اور حکما اور اس امر مین تمام اقسام خلق کے انھین لوگونکا کہنا مانتے ہین البتہ جن لوگون کے اوپر شہوات کا غلبہ ہی اور اُنکے نفس تمتع دنیاوی پر مرتے ہین وہ اُنکا کہنا نہین مانتے اس نظر سے کہ اُنکو شہوات کا چھوڑنا بہت شاق ہی اور اپنے منھ سے کیسے کہین کہ ہم دوزخی ہین اسواسطے آخرت کے منکر ہوے انبیا کو جھٹلایا تو جسطرح بچے کے کہنے یا کسی مدہوش کے کہنے سے اطمینان قلبی قول اطبا پر دور نہین ہوتا تھا اسی طرح ایسے غبی لوگون اور بندۂ شہوات کا انکار بھی انبیا اور علما اور اولیا اور حکما کے قول کے سچا ہونے مین کچھ خلل انداز نہوگا اور اتنا ایمان خلق کے لیے کافی ہی یعنی اس سے غرور بھی دفع ہوتا ہی اور ایسا یکا یقین ہی کہ عمل پر بھی برانگیختہ کرتا ہی اور آخرت کے یقینی معلوم ہونیکی دوسری چیز انبیا کے واسطے تو وحی ہی اور اولیا کے لیے الہام اور یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امر آخرت کو جانا یا اور امور دین کو پہچانا تو صرف حضرت جبریل علیہ السلام سے سنکر بطور تقلید جان لیا جیسا کہ ہم لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنکر جان لیا ہی اور اس سے یہ لازم آوے کہ ہمنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ نے حضرت جبریل ع‌ سے سنا فرق کچھ نہین جیسے معرفت آپکی تھی ویسی ہی ہماری ہی حالانکہ یہ بات نہین کہ تقلید کو معرفت نہین کہتے تقلید تو ایک اعتقاد درست کا نام ہی اور انبیا جو عارف کہلاتے ہین اُنکی معرفت اسطرح ہی کہ اُنکے لیے حقیقت اشیا کی جسطرح وہ اصل مین ہین جون کی تون کھول دیجاتی ہی اور وہ اُن اشیا کو چشم بصیرت سے ایسا دیکھ لیتے ہین جیسے ہم لوگ کسی محسوس چیز کو چشم ظاہر سے دیکھتے ہین تو وہ جو کچھ خبر دیتے ہین دیکھکر بیان فرماتے ہین صرف سنتے اور تقلید کی خبر نہین ہوتی مثلاً اُنپر حقیقت روح کی منکشف ہوتی ہی کہ وہ امر الٰہی ہی اور امر الٰہی سے وہ غرض نہین جو مقابل نہی کے ہی اسلیے کہ وہ کلام کے اقسام مین سے ہی اور روح کلام نہین اور امر سے غرض شان بھی نہین تاکہ اُس سے یہ لازم آوے کہ روح مخلوق خدا تعالیٰ کی ہی کیونکہ مخلوق ہونا تو تمام مخلوق مین پایا جاتا ہی روح کی تخصیص کیا ہی بلکہ اصل حقیقت یہ ہی کہ عالم کی دو قسمین ہین عالم امر اور عالم خلق اور یہ دونون اللہ ہی کے ہین الا جو چیزین کہ مقدار وکمیت رکھتی ہین وہ تو عالم خلق مین داخل ہین اسواسطے کہ باعتبار لغت کے خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہین جو مقدار پر صحیح بن سکتی ہین اور جو چیز موجود کمیت اور مقدار سے مبّرا و پاک ہی وہ عالم امر مین داخل ہی اور اسکو سر روح یعنے راز روح سے تعبیر کرتے ہین اور اسکے ذکر کی اجازت نہین اسلیے کہ اسکے سننے سے اکثر خلق کو نقصان ہوتا ہی جیسے راز شب قدر کا افشا نہ کیا گیا تو جو اس راز روح کو پہچان لیتا ہی وہ اپنے نفس کو پہچان لیتا ہی اور جب نفس کو پہچان لیتا ہی تو خدا کو پہچان لیتا ہی اور نفس اور خدا کی معرفت سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہی کہ روح انسانی اپنی طبیعت اور سرشت کی رو سے امر ربانی ہی اور اسکا عالم جسمانی مین ہونا ایک امر عجیب ہی اس عالم مین اسکا

اُترنا اُسکے مقتضاے طبیعت اور ذات سے نہین ہوا بلکہ ایک امر عارضی اجنبی سے جو اُسکی ذات مین داخل نہین اور یہ امر عارض وہ ہی جو حضرت آدم علیہ السلام کو پیش ہوکر معصیت کہلایا اور اُنکو جنت سے اُتارا حالانکہ جنت اُنکی ذات کی مقتضا کے بموجب انھین کو سزاوار تھی کیونکہ جنت قرب الٰہی مین ہی اور آدمؑ باعتبار روح کے امر ربانی تھے تو امر ربانی کا شوق بمقتضاے طبع اور ذات کے قرب ربانی کیطرف ہونا چاہیے بشرطیکہ اس عالم اجنبی کا کوئی امر عارضی اُسکو مقتضاے طبع سے مانع نہو ورنہ اپنے نفس اور خدا تعالیٰ کو دونونکو بھول جاویگا اور اپنے نفس پر ظالم ٹھیریگا کیونکہ ایسے لوگونکو یہ حکم ہوتا ہی ولاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانساہم انفسہم اولئک ہم الفاسقون فاسقون کے معنی یہ ہین کہ جو اُنکا مقتضاے طبع اور گمان استحقاقی تھا اُس سے خارج ہو جاتے ہین یہ لفظ مشتق ہی فسق سے جسکے معنی لغت مین اصل سرشت سے تجاوز کرنیکے بھی آتے ہین اور یہ باتین گلدستہ گلزار اسرار مین عارفون ہی کے دماغ سے اُنکی خوشبو کی شائق ہین اور کم ہمتون کو تو انکے الفاظ سننے سے جاڑا چڑھتا ہی اسلیے کہ یہ باتین اُنکو مضر پڑتی ہین جیسے گلاب کی خوشبو گوبر کے کیڑے کو بُری معلوم ہوتی ہی یا آفتاب کی روشنی شپرون کو بُری لگتی ہی اور سر قلبی سے عالم ملکوت تک کا منکشف ہونا معرفت اور ولایت کہلاتا ہی اور جسکو یہ انکشاف اُسکو ولی اور عارف کہتے ہین ولی در یہ تبہ آغاز مقامات انبیا کا ہی اور مقامات اولیا کا انتہاے رتبہ ہی تو اولیا کے مقامات کی انتہا انبیا کے مقامات کی ابتدا ہوتی ہی اب ہم اصل مدعا کیطرف سے رجوع کرتے ہین کہ شیطان کا مغالطہ یعنی یہ جملہ کہ آخرت مشکوک ہی اُسکو یا تو یقین تقلیدی سے دفع کرنا چاہیے یا بصیرت و مشاہدۂ باطن سے دور کرنا چاہیے اور اہل ایمان جب اپنی گفتگو اور عقائد سے خدا تعالیٰ کے احکام تلف کر دیتے ہین اور شہوات و معاصی مین مبتلا ہوکر اعمال صالحہ ترک کر دیتے ہین تو وہ بھی اُس مغالطے مین کافرون کے شریک ہو جاتے ہین کیونکہ اُنھون نے بھی زندگی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہان اتنی بات ہی کہ اصل ایمان کے باعث عذاب ابدی سے بچ جاوینگے اور دوزخ سے کچھ عرصے بعد نکل آوینگے تاہم اُنکے مغرور ہوتے مین کچھ شبہہ نہین اسواسطے کہ گو اُنکو اعتراف ہی کہ آخرت دنیا سے بہتر ہی مگر چونکہ میل دنیا کی طرف کیا اور اُسکو اختیار کیا اسلیے صرف ایمان فلاح ابدی کے لیے کافی نہین جبتک کہ عمل نہو چنانچہ قرآن شریف اسکا شاہد ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اہتدی اور فرمایا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور احسان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ اور ایک آیت یہ ہی والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات غرضکہ تمام کتاب اللہ مین وعدۂ مغفرت متعلق ایمان اور عمل صالح دونون سے ہی صرف ایمان ہی پر نہین تو جو لوگ کہ دنیا پر مطمئن ہوکر خوش ہوتے ہین اور اُسکی لذات مین دل لگاتے ہین اور مرنے کو بُرا جانتے ہین اس نظر سے کہ یہ سب لذتین چھوٹ جائینگی اسوجہ سے کہ آگے کو ہمپر کیا معاملہ گذریگا ایسے لوگ دنیا کے مغالطے مین ہین خواہ کافر ہون یا مسلمان اب ہم دو باتین کافرون اور گناہگارون کے مغالطے کی جو اللہ کی نسبت کہتے ہین لکھتے ہین کافرونکا مغالطہ تو خدا سے یہ ہی کہ اُن مین سے کچھ لوگ اپنے دلونمین خواہ زبان سے کہتے ہین کہ اگر واقع مین خداے تعالے قیامت برپا فرماویگا تو غیرونکی نسبت ہم زیادہ مستحق ہونگے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے دو شخصون کے سوال و جواب مین ایک کا قول نقل فرمایا وما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منہا منقلبا اور خلاصہ اس قصہ کا بموجب تفسیر کے یہ ہی کہ اُن دونون شخصون مین سے کافر آدمی نے ایک محل ہزار دینار کو بنایا اور ایک باغ ہزار دینار کو لیا اور خادم بھی ہزار دینار کو لیے اور ایک عورت سے ہزار دینار لگا کر شادی

کی اور دوسرا شخص ایماندار اُسکو پہر ایک بار نصیحت کرتا گیا اور کہتا گیا کہ تونے ایسا مکان مول لیا جو جاتا رہیگا جنت کا مکان مول کیون نہ لیا جو کبھی نہ فنا ہوتا تیرا یہ باغ بھی فنا ہوجائیگا باغ جنت پائدار تھا وہی مول لیا ہوتا اور یہ نوکر چاکر بی بی سب مرجاوینگے اور جنت کی حورین اور غلمان فنا پذیر نہین وہ کافر ہر ایک بات مین یون جواب دیتا کہ جنت ہی کہان جو کچھ اسکا حال لوگ کہتے ہین وہ سب جھوٹ ہی اور اگر بالفرض جنت ہوگی تو مجھے جنت مین اس سے بہتر ملیگا اسی طرح قول عاص بن وائل کا بھی قرآن مجید مین منقول ہی کہ لَاُوتَیَنَّ مالا وولدا اُسکے جواب مین ارشاد ہوا اطّلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عہدا کلا اور خباب ابن ارت رض کہتے ہین کہ میرا کچھ قرض عاص بن وائل پر تھا مین تقاضا کرنے کو گیا مگر اُسنے نہ دیا مین نے کہا کہ مین آخرت مین لے لونگا اُسنے جواب دیا کہ میری بھی وہان اولاد ہوگی اُسمین سے تیرا قرض بھی دے دونگا تب یہ آیت اُتری افرایت الذی کفر بایاتنا وقال لاوتین مالا وولدا اور دوسری آیت مین ارشاد ہی ولئن اذقناه رحمة منا من بعد ضراء مسته لیقولن ہذا لی وما اظن الساعة قائمة ولئن رجعت الی ربی ان لی عنده للحسنی غرض اس طرح کی باتین اُس مغالطے کی ہین جو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہی اور وجہ اس دھوکے کی یہ ہی کہ شیطان یہان بھی ایک قیاس اپنے قیاسون مین سے لا کھڑا کرتا ہی مثلاً اول وہ لوگ اپنے اوپر دنیاوی نعمتین دیکھتے ہین تو اسی پر آخرت کی نعمتون کو قیاس کر لیتے ہین اور کبھی دیکھتے ہین کہ عذاب مین تاخیر ہوئی یعنی جو ظلم و زیادتی کہ دنیا مین ہوئی اُسکا کوئی جلد پرسان نہوا اسی پر عذاب آخرت کو بھی قیاس کر لیتے ہین جیسا کہ خدا تعالےٰ نے اُنکا قول نقل فرمایا ویقولون فی انفسہم لولا یعذبنا اللہ بما نقول اُسکے جواب مین ارشاد ہوا حسبہم جہنم یصلونہا فبئس المصیر بعض اوقات ایمان والونکو دیکھتے ہین کہ وہ لوگ فقراے خستہ حال گرد آلود ہین تو اُنکو حقیر جانتے اور کہتے ہین کہ یہی لوگ ہین جنپر خدا نے احسان کیا اور ہمپر نہین کیا اور نیز کہتے ہین کہ اگر ایمان کوئی عمدہ شے ہوتی تو ان حقیر لوگونکو ہم سے پہلے نہ ملتی غرض جو قیاس کہ شیطان اُنکے دل مین ڈالتا ہی اُسکے جملے یون ہوتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا مین ہمپر احسان کیا اور جو شخص محسن ہوتا ہی اسکو محبت ضرور ہوتی ہی اور جسکو محبت ہوتی ہی وہ آگے کو بھی احسان کریگا اور مستقبل کو زمان گذشتہ پر قیاس کرنے کی وجہ یہی ہی کہ خدا تعالیٰ کے احسان کو اپنی بزرگی اور محبت کی وجہ سے جانتا ہی یعنی یہ تصور کرتا ہی کہ اگر مین خدا کے نزدیک ذی رتبہ اور محبوب نہین تو مجھپر احسان کیون کیا اور مغالطہ اس جگہ مین ہی کہ جو محسن ہو وہ محبت رکھتا ہی نہین بلکہ اس جملے مین ہی کہ انعام خداوندی دنیا مین احسان ہی اسی مغالطے کے باعث دھوکا ہوگیا اور اُس نے جانا کہ مین خدا کے نزدیک بزرگ و ذی رتبہ ہون اور اُسکی دلیل ایسی چیز کو سمجھ لیا کہ جو بزرگی پر دلالت نہین کرتی بلکہ ارباب بصیرت کے نزدیک دلیل ذلت و خواری کی ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی کہ ایک شخص کے دو غلام صغیر ہون اور وہ ایک سے تو محبت رکھتا ہی اور دوسرے سے نہین جس سے محبت کرتا ہی اُسکو کھیلنے سے منع کردے اور مکتب مین بٹھلائے رکھے اور وہان سے اُٹھنے نہ دے تاکہ ادب قاعدہ اُسکو خوب معلوم ہوجاوے اور میوہ جات و لذیذ کھانے جو اُسکو مضر ہون اُنکو اُسکے پاس نہ آنے دے بلکہ جو دوائین کہ اُسکو نافع ہون اُنکو پلاوے اور دوسرے غلام کو جس سے محبت نہین مہمل چھوڑ دے جہان چاہے وہان رہے کھیلے کودے مکتب مین نہ جاوے جو چاہے سو کھاوے بس یہ دوسرا غلام اگر یہ تصور کرے کہ مین اپنے آقا کے نزدیک محبوب و بزرگ ہون اسلیے کہ مجھکو تمام شہوات و لذات و اغراض پر اختیار دیدیا ہی

کہا ہم کو اور ہماری اولاد ... جو بندہ ... بھلا تو نے دیکھا ... کہا ہم نے ... کوئی نہین ... جھانک لیا ... بس ہی انکو دوزخ ... بڑا ٹھکانا ہی ...

تو یہ محض حماقت ہی اور مغالطہ ہی اسی طرح پر چونکہ لذات دنیاوی سب کے سب مہلکات ہین اور اللہ سے دور کرتے ہین تو خدا تعالےٰ اپنے
محبوب بندے کو اُنسے بچا لیتا ہی جیسے بیمار کو اُسکے گھر والے محبت ہی کی راہ کھانا پینا بعض اوقات نہین دیتے اور یہ روایتین اُنکی حال کی
جلیین ہین کہ ارباب بصیرت سلف مین ایسے تھے کہ جب اُنپر دنیا آتی تو غم کرتے اور کہتے کہ کوئی گناہ ہو گیا ہی جسکا عذاب ہمکو جلد پہونچا اور دنیا کو
موجب غضب الٰہی اور اُسکی بے اعتنائی کا اپنے اوپر سمجھتے تھے اور جب فقر آتا تو کہتے کہ خوب ہوا یہ صلحا کا شعار ہمارے پاس آیا اور مغرور
پر جب دنیا آتی ہی تو جانتا ہی کہ مین خدا کے نزدیک بڑا ہون اور جب چلی جاتی ہی تو جانتا ہی کہ مین خدا کے نزدیک حقیر ہون چنانچہ قرآن مجید
مین ارشاد ہی فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اہانن کلا اس مین یہ
ارشاد فرمایا کہ یہ اُنکا گمان غلط ہی حضرت حسن رہ فرماتے ہین کہ خدا تعالیٰ نے فقط کلا سے دونون کو جھوٹا کر دیا یعنی جسکو اکرام سمجھا ہی نہ وہ
میرا اکرام ہی اور جسکو اہانت سمجھی ہی نہ وہ میری اہانت بلکہ کریم وہ شخص ہی جسکو طاعت کے باعث مین بزرگی دون خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور ذلیل
وہ ہی جسکو مین گناہ کے باعث حقیر کرون خواہ دولت ور ہو یا گدا اگر اور اس مغالطے کا علاج یہ ہی کہ کرامت اور ذلت کے دلائل کو بصیرت
سے یا تقلید سے پہچانے اسطرح کہ یہ معلوم کرے کہ شہوات دنیوی کی طرف ملتفت ہونا کیسے خدا تعالیٰ سے دور کر دیتا ہی اور اُن سے
علیحدہ رہنے سے کیونکر تقرب الی اللہ ہوتا ہی اور یہ بات مقامات اولیاء عارفین مین الہام سے معلوم ہوتی ہی اسکا اگر بیان کیا جاوے تو
ذکر مکاشفہ مین جا پڑتا ہی جو علم معاملے کے مناسب حال نہین اور تقلید کے طور پر معلوم کرنا یون ہی کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لاوے اور
اُسکے رسول کو سچا جانے اور خدا تعالےٰ ایسے لوگونکا یہ حال بیان فرماتا ہی ایحسبون انما نمدہم بہ من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون
اور فرمایا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون اور اسکی تفسیر مین لکھا ہی کہ جتنا وہ گناہ کرتے ہین ہم اُنکو نعمت زیادہ دیتے ہین تاکہ اُنکا مغالطہ اور
زیادہ ہو اور فرمایا فتحنا علیہم ابواب کل شی حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون اور فرمایا انما نملی لہم لیزدادوا اثما اور فرمایا
ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون انما یؤخرہم لیوم تشخص فیہ الابصار اور اُنکے سوا اور بہت سی آیات قرآنی اور احادیث مین اُن کا
حال موجود ہی پس جو شخص ان آیات کا معتقد ہوگا اُسکو دھوکا نہ ہوگا اسواسطے کہ منشا اس غلطی کا یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکی صفات
سے مغرور آدمی جاہل ہی اور جو شخص اللہ تعالےٰ کو پہچان لیتا ہی وہ اُسکے عذاب سے بیخوف نہین ہوتا اور نہ اس طرح کے خیالات
فاسد سے دھوکا کھاوے وہ اپنے مد نظر حالات فرعون و ہامان و قارون اور سلاطین روے زمین کے رکھتا ہی کہ اُنکو اللہ تعالیٰ نے ابتدا مین
کسطرح کا عروج دیا پھر سب کو تباہ و برباد کر دیا اور خود اپنے عذاب سے کلام مجید مین جا بجا ڈرایا ہی چنانچہ فرمایا افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم
الخاسرون اور فرمایا ومکروا مکرا ومکرنا مکرا وہم لا یشعرون اور فرمایا ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اور فرمایا انہم یکیدون کیدا واکید کیدا
فمہل الکافرین امہلہم رویدا ایسی جیسا کہ وہ غلام جسکو آقا نے چھوڑ رکھا ہی اس چھوڑ رکھنے سے اس بات پر استدلال نہین کر سکتا کہ

میرا آقا مجھی کو زیادہ چاہتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آقا نے یہ امر اس کی تخریب و تعذیب کے لیے کیا ہو باوجود اسکے کہ آقا نے اُس غلام کو اپنے عذاب کرنے کی اطلاع بھی نہین دی تو اسطرح کا وسوسہ خدا کے باب مین کب درست ہوگا اُسنے تو جا بجا اپنے کلام مین ارشاد بھی فرمادیا ہے کہ ہمارا چھوڑے رکھنا اور نعمت دنیا اور عذاب نہ کرنا اُن لوگون کے حق مین اچھا نہین پھر اگر کوئی خدا کے عذاب سے بخوف ہوجاوے تو بجز مغالطے کے اور کیا متصور ہوسکتا ہے اور اس دھوکے کا منشا یہی ہوا کہ دنیا کی نعمت کے ملنے سے مغرور کو یہ معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اسکا بڑا رتبہ ہے حالانکہ احتمال یہ بھی ہے کہ نعمت دنیا دلیل ذلت کی ہو مگر چونکہ یہ احتمال ہوائے نفسانی کے موافق نہ تھا اس واسطے اسکو نہ مانا اور جو اُسکے مطابق پایا شیطان نے دل کو اُسی طرف جھکایا یعنی یہی احتمال دل مین رہا کہ دنیا مین نعمت ملنی دلیل بزرگی کی ہے اور یہ نہایت درجے کا دھوکا ہے دوسری مثال مغالطہ عاصی ایمانداروں کا ہے کہ کہتے ہین خدا تعالی کریم ہے اور ہم کو اس کے عفو کی توقع ہے اور اُسپر اعتماد کر کے اعمال بھی چھوڑ دیتے ہین اور اس اپنی تمنا اور غرور کا نام توقع اور رجا رکھ لیا ہے اور رجا نے بیان کر جا کو فی دین مین عمدہ بات ہے خدا کی نعمت وسیع ہے اور اُس کی رحمت سب کو پہونچے گی اُسکا کرم عمیم ہے بھلا اُس کے دریاے رحمت کے سامنے بندون کے گناہ کی کیا حقیقت ہے ہم موحد اور ایماندار ہین بذریعہ ایمان اس سے توقع رکھتے ہین اور بعض اوقات اُن کے رجا کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ ہمارے آبا و اجداد نیکبخت اور عالی رتبہ تھے جیسے سید کہ اپنے نسب پر مغرور ہین اور خوف و تقوے و ورع مین اپنے آبا کے مخالف اور شاید یہ تصور کرتے ہین کہ ہم خدا کے نزدیک اپنے باپ دادون کی نسبت کر بھی بزرگ ہین کیونکہ اُنکے آبا تو باوجود ورع و تقوی کے خائف رہتے تھے اور یہ لوگ باوجود فسق و فجور کے بخوف ہین اور یہ نہایت درجے کا دھوکا ہے اُنکے دلون مین شیطان نے یہ مغالطہ ڈالا ہے کہ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے اُسکی اولاد سے بھی محبت رکھتا ہے اور چونکہ اللہ تعالے تمھارے اکابر کو محبوب جانتا تھا تو تمکو بھی جانیگا پھر تم کو طاعت کی کیا حاجت ہے حالانکہ ان لوگون کو یہ یاد نہین آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ چاہا تھا کہ اپنے لڑکے کو کشتی مین ساتھ سوار کرین اور دعا مانگی کہ رب ان ابنی من اہلی ارشاد ہوا یا نوح انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کیواسطے دعا مانگی مگر نامنظور ہوئی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرین اور اُنکے لیے استغفار کرین زیارت کا حکم ہوگیا مگر مغفرت چاہنے کی اجازت نہوئی آپ جب قبر پر تشریف لے گئے تو محبت مادری کی جہت سے بیٹھے ہوے روتے رہے غرضکہ اُن لوگون کو ایک یہ دھوکا ہے دھوکا خدا کے ساتھ ہے کیونکہ اللہ تعالی مطیع سے محبت کرتا ہے اور گناہگار کو برا جانتا ہے تو جیسا باپ اگر مطیع ہو اُسکی اولاد گناہگار کے باعث اُس کو برا نہین جانتا ایسا ہی باپ کی محبت کے باعث اُسکے گناہگار بیٹے سے بھی محبت نہین رکھتا اور اگر محبت باپ کی بیٹے تک چلی آوے تو بغض بھی بیشک پہونچے گا مگر اصل یہی ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری اور جس شخص کو یہ خیال ہے کہ باپ کے تقوی کی جہت سے مجھے نجات ہوجاویگی وہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی خیال کرے کہ باپ کے شکم سیر ہونے سے میرا پیٹ بھی بھر جاویگا اور اُسکے پانی پینے سے میری پیاس بجھ جاویگی اور اُسکے عالم ہونے سے مین بھی عالم ہوجاؤنگا اور اُسکے حج کرنے سے مجھے بھی کعبے کی زیارت میسر ہوجاویگی حالانکہ یہ کوئی امر متصور نہین ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ تقوی عین فرض ہے اُسمین بیٹے کی عوض باپ کافی نہوگا اور خدا کے یہان تم اب تقوی ہی پر فیگا

اس روز کہ آدمی اپنے بھائی اور مان باپ سے بھاگے گا البتہ جس شخص پر غضب الٰہی زیادہ نہوگا اور اُس کے لیے سفارش کی اجازت بھی ہوجاویگی تب سفارش کے طور پر کوئی کچھ کام آوے تو آوے جیسا باب کبر و عجب مین گذرا اب اگر یہ کہو کہ گناہگار جو یہ کہتے ہین کہ خدا کریم ہے اور ہم اُسکی رحمت کے متوقع ہین تو اُس مین غلطی کیا ہے یہ دونون جملے صحیح ہین اور دلون پر لگتے ہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ شیطان انسان کو ایسے ہی کلام سے بہکاتا ہے جو ظاہر مین مقبول ہو اور باطن مین مردود اور اگر ظاہر کلام بھی اچھا نہ ہوتا تو دل فریب مین کیون آجاتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی قلعی کھول دی ہے جیسا کہ حدیث مذکور ہوئی کہ دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو فرمان بردار کرکے بعد موت کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو ہواے نفسانی کے پیچھے پڑا رہے اور پھر اللہ پر آرزوئین کرے تو واقع مین یہ صورت تمنا اور آرزو بے عمل کی ہے جسکو شیطان نے نام بدل کر رجا اور توقع کہہ دیا اور اُس سے جاہلون کو فریب دے دیا حالانکہ رجا کی شرح خدا تعالےٰ یون فرماتا ہے اِنَّ الذین آمنوا والذین ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ یعنی رجا کرنیکے لائق یہ لوگ ہین کیونکہ کلام مجید مین ثواب آخرت کو اجر اور جزاے اعمال قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا انما توفون اجورکم یوم القیامۃ اور جزاء بما کانوا یعملون اب ہم یہ پوچھتے ہین کہ اگر کوئی شخص کریم ہو اور وعدے کا پورا اور مزدوری جتنی ٹھہرائے اُس سے زیادہ دیوے وہ اگر کسی مزدور کو برتن مانجھنے کے واسطے مقرر کرے اور مزدور سب برتنون کو توڑتاڑ برابر کرے پھر اس بات کا منتظر ہوکر بیٹھ رہے کہ اجرت دینے والا کریم ہے وہ اجرت دے ہی دیگا تو ایسے شخص کو عاقل لوگ بجز اسکے کہ مغرور اور بتمنی کہین اور کیا کہینگے اور وجہ اس غلطی کی جہال کو یہ ہے کہ وہ لوگ توقع اور غرور کے معنون مین تمیز نہین کرتے حضرت حسن رح سے کسی نے پوچھا کہ کچھ لوگ کہتے ہین کہ ہم اللہ سے توقع رکھتے ہین اور عمل نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ یہ اُنکا خیال خام ہے جو شخص کسی چیز کی توقع رکھتا ہے اُسکی جستجو کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اُس سے بھاگا کرتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہین کہ ایک رات مین سجدے مین اس زور سے گیا کہ میرے دونون آگے کے دانت ٹوٹ گئے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ہم تو اللہ سے توقع مغفرت رکھتے ہین یعنی اس لیے عمل نہین کرتے مسلم رح نے جواب دیا کہ رجا یہ ہرگز نہین جس چیز کی رجا ہوتی ہے آدمی اُسکو ڈھونڈھتا ہے اور جس سے ڈرتا ہے اُس سے بھاگتا ہے اور ایک مثال یہ ہے کہ کسی کو توقع اولاد کی ہے حالانکہ ابھی تک نکاح نہین ہوا یا نکاح ہوا مگر نوبت ہمبستری کی نہین آئی تو ایسے شخص کو اولاد کی توقع کرنی خام خیالی ہے اسی طرح جو شخص اللہ تعالےٰ کی رحمت کا متوقع ہو اور ایمان ہی نہ رکھتا ہو یا ایمان تو ہو اعمال صالح نہ کیے ہون یا اعمال صالح بھی کرتا ہو مگر اعمال بد بھی نہ چھوڑے ہون تو وہ بھی خیال خام مین مبتلا ہے ہان جسطرح نکاح کرنے کے بعد اور صحبت وغیرہ کے بعد اگر خوف و رجا دونون ہو کہ خدا تعالیٰ لڑکے کے پیدا ہونے مین اپنا فضل رکھے اور رحم مادر کے آفات سے دور رکھے اور مان بھی سلامت رہے تو یہ دانائی کی بات ہے ایسا ہی اگر ایمان لاوے اور نیک کام کرے اور برائیون کو چھوڑ دے اور قبول نہونیکا خوف کرے اور یہ کہ کہین عمل نیک کو دوام نہو یا کہین خاتمہ بُرا نہو اور اس بات کی توقع ہو کہ خدا تعالیٰ قول ثابت پر قائم رکھے اور دین کو موت کیوقت بچاوے اور خاتمہ توحید پر ہو اور دلکو خواہش شہوات سے تمام عمر حفاظت مین رکھے حتی کہ گناہون کیطرف اُنکا میلان ہی نہو تو ایسا شخص دانا و ہوشیار ہے

اسکے سوا سب لوگ خیال خام مین پڑے ہین قیامت کے دن جب عذاب آنکھون دیکھینگے تب معلوم کرینگے کہ گمراہ کون تھا اور اُسوقت کہینگے ربنا ابصرنا وسمعنا

فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون یعنے ہم نے یقین کر لیا کہ جیسے لڑکا بدون نکاح و صحبت کے نہین ہوتا اور کھیتی بدون جوتنے بونے کے نہین ہوئی اسی طرح ثواب اخروی بھی بدون عمل صالح کے نہین ملتا تو ہمکو اب دنیا مین بھیجدے کہ ہم نیک عمل کرین ہم کو تیرے کہنے کا یقین اب ہوا ہی جو تو نے کہہ رکھا تھا کہ وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری اور اور اسی مضمون کے آیات یہ بھی ہین کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر یعنے کیا تم کو پیغمبر نے سنا نہین دیا تھا کہ اللہ کا طریق بندون مین اسطرح جاری ہی اور ہر ایک نفس کو اپنے کردار کا بدلہ ملیگا تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ تم اللہ تعالیٰ کے باب مین مغالطہ کھا گئے سننے سمجھنے کے بعد کیسے دھوکے مین رہے اُسوقت جواب دینگے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہی فاعترفوا بذنبہم فسحقا لاصحاب السعیر اب یہ جاننا چاہیے کہ رجا دو جگہ مین کرنی عمدہ بھی ہی ایک صورت تو یہ ہی کہ جو گنہگار کہ سرتاپا گناہ ہو جب اُسکے دل مین توبہ کا خطرہ گذرے تو شیطان بہکاتا ہی کہ تیری توبہ مقبول نہوگی اور اُسکی غرض یہ ہوتی ہی کہ رحمت الٰہی سے مایوس ہو جاوے تو ایسے حال مین واجب ہی کہ مایوسی کو دور کر کے رجا کرے اور یاد کرے کہ خدا تعالیٰ کریم ہی توبہ قبول کرتا ہی اور توبہ ایک طاعت ہی جس سے گناہ دور ہو جاتے ہین چنانچہ اسکی تصدیق قرآن شریف مین ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم وانیبوا الی ربکم یہان انابت کا حکم بندون کو فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہی وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اہتدی پس جب آدمی توقع مغفرت توبہ کے ساتھ کرے تو اُسکو راجی اور متوقع کہنا چاہیے ورنہ توقع مغفرت کی باوجود گناہون پر اصرار کرنے کے رکھنی سراسر خام خیالی ہی مثلاً ایک شخص بازار مین ہی اور اُسپر جمعہ کا وقت تنگ ہو گیا اور اُسکے دل مین آیا کہ جمعہ کو چلیے اور شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جمعہ ثواب ملنے کا نہین تو کیون کہین جاتا ہی لیکن اُسنے شیطان کا قول نہ مانا اور جمعہ کے واسطے دوڑ گیا اور اُسکو امید ہی کہ جمعہ ملیگا تو بیشک یہ شخص راجی اور متوقع ہی اور اگر اپنے کاروبار مین مصروف رہا اور یہ تمنا کی کہ امام میرے واسطے دیر کریگا یا کسی دوسرے کیواسطے متوسط وقت تک ٹھہر رہیگا یا کسی اور سبب سے توقف کریگا تو ایسا شخص مغرور کہلائیگا دوسری صورت رجا کی یہ ہی کہ نوافل اور فضائل سے اُسکا نفس قاصر ہی اور صرف فرائض پر اکتفا کرتا ہی اور اپنے نفس کے واسطے متوقع نعمت الٰہی کا ہی اور اُن اشیا کا جنکا وعدہ خدا تعالیٰ نے نیک بندون کے لیے کیا ہی یہانتک کہ اس توقع کے سرور سے ایک مزہ عبادت کا جوش کرے اور اُسکو نوافل پر متوجہ کرے اور یہ مضمون یاد آوے قد افلح المومنون الذین ہم فی صلوتہم خاشعون اس آیت تک کہ اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون تو ایسی صورت مین پہلے رجا سے تو ناامیدی جو مانع توبہ ہی ٹوٹ جاتی ہی اور دوسری رجا سے سُستی جو مانع نشاط اور تہیہ عبادت ہی جاتی رہتی ہی حاصل یہ کہ جو توقع کہ توبہ پر یا تہیہ عبادت پر برانگیختہ کرے اُسکو رجا کہتے ہین اور جو رجا کہ موجب سستی کا عبادت مین یا باعث میل طبیعت کا طرف ناحق کے ہو تو وہ غرور اور خیال خام ہی مثلاً آدمی کے دل مین آیا کہ گناہ کو ترک کر کے عمل مین مشغول ہو اسوقت شیطان نے یہ سوجھایا کہ تو اپنے

نفس کو کیون عذاب دیتا ہی اور ایذا اُٹھاتا ہی تیرا رب تو کریم اور غفور ہی اور اس شخص نے اس وسوسہ سے توبہ اور عبادت مین سستی کی تو یہ غرور مین داخل ہی ایسے حال مین بندے پر واجب ہی کہ خوف کا استعمال کرے اور اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کے غضب اور نہایت درجے کے عذاب سے ڈراوے اور کہے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ گناہونکا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنیوالا ہی مگر اُسکا عذاب بھی بہت سخت ہی اور باوجودیکہ وہ کریم ہی لیکن کافرونکو ابدالآباد تک دوزخ مین رکھے گا گو اُنکے کفر سے کچھ اُسکا ضرر نہین بلکہ عذاب و محنت اور مرض و علت اور فقر و فاقہ جو اُسنے اپنے بندونپر دنیا مین مسلط کیا ہی اُسکو قدرت ہی کہ ان چیزونکو اُنپر سے دور کر دے جس ذات کا دستور اپنے بندون مین یون جاری ہی اور اُس نے حکم اپنے عذاب سے ڈرنے کا بھی کیا ہی تو پھر کیسے خوف نہ کیا جاوے اطمینان کی صورت کیا ہی غرضکہ خوف و رجا دونون سے آدمی عمل پر آمادہ ہوتا ہی جو آرزو ایسی ہو کہ اُس سے عمل پر اشتغال نہوتی ہو اُسکو تمنا اور غرور کہنا چاہیے اور اکثر لوگ جو اعمال مین سستی کرتے ہین اور دنیا کی طرف متوجہ ہین اور خدا تعالیٰ کیطرف سے منھ پھیرے ہین اور آخرت کے لیے سعی نہین کرتے تو یہی وجہ ہی کہ اُنکو تمنا اور غرور ہی جسکو رجا سمجھے ہوے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف مین جو خبر دی ہی کہ اس امت کے آخر زمانے مین غرور غالب ہوگا وہ نہایت درست ہے ویسا ہی دیکھا جاتا ہی پہلے زمانے کے لوگ جو عبادتون پر مداومت کرتے تھے اور جو عمل کرتے تھے دل مین خوف بھرا رہتا تھا باوجودیکہ رات بھر اللہ کی طاعت مین کاٹ دیتے اور تقوی اور شبہات اور شہوات سے احتیاط اور کنارہ حد سے زیادہ کرتے پھر بھی تنہائی مین اپنے نفسون کیلیے روتے اور اس زمانے کا حال دیکھو تو ہر زمان دہر بحظہ رنگے دگر است کا مضمون ہی کہ گو گناہون پر پڑے ہوے ہین اور دنیا مین ڈوبے ہوے اور خدا سے اعراض کیے ہوے تسپر بھی خوش اور بیخوف اور مطمئن ہین کہتے ہین کہ ہم اللہ تعالیٰ کے کرم پر اعتماد رکھتے ہین اور اُسکے فضل و عفو و مغفرت کے متوقع ہین گویا اُنکا دعوی یہ ہی کہ ہمکو خدا کا فضل و کرم اس درجے کا معلوم ہوا ہی کہ اسقدر انبیا اور صحابہ و سلف کے اکابر صلحا کو بھی معلوم نہوا یہ نہین سمجھتے کہ اگر صرف تمنا سے کار برآری ہوتی اور ادنی اسی بات سے حاجت پوری ہو جاتی تو یہ لوگ کیون اتنا ڈرتے اور خوف و حزن مین پڑے رہتے ؎ عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ✦ صد سال میتوان بتمنا گریستن ✦ وہان تو رونے کے سوا کچھ اور بھی چیز ضرور ہی اور ہمنے اسکی تحقیق باب خوف و رجا مین لکھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معقل بن یسار رضہ روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ جیسا بدن پر کپڑے پُرانے ہو جاتے ہین اسی طرح اُسوقت مین قرآن اُنکے دلونمین پُرانا ہو جاویگا سب باتین لوگونکی سراسر طمع ہونگی اور اُسکے ساتھ خوف بالکل نہوگا اگر کچھ کوئی نیکی کریگا تو کہیگا کہ یہ مقبول ہوگی اور اگر بدی کریگا تو کہیگا کہ یہ مجھسے معاف کر دیجاویگی اس حدیث مین آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ لوگ خوف کی جگہ طمع استعمال کرینگے اسلیے کہ قرآن مجید کی خوف دلانیوالی آیتون سے جاہل ہونگے اور یہی حال خدا تعالیٰ نے نصاری کا ذکر فرمایا جیسا کہ ارشاد کیا فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی ویقولون سیغفر لنا اسکے معنے یہ ہین کہ وہ لوگ وارث کتاب یعنی عالم ہین اور اس ادنی چیز کی متاع لیتے ہین یعنی اپنی شہوات دنیاوی کے طالب ہین خواہ حلال ہون یا حرام اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور فرمایا ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید قرآن مجید مین اول سے آخر تک تحذیر و تخویف بھری ہی اگر فکر کرنیوالا جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہو اُسمین تامل کرے تو چاہیے کہ اُسکا غم بڑھجاوے اور خوف زیادہ

ہوجاوے اور کچھ مقصود نہین مگر لوگون کا یہ حال ہی کہ گھاس سی کاٹتے چلے جاتے ہین خیال کرتے ہین تو مخارج حروف اور کسرہ اور ضمہ اور نصب پر کرتے ہین اور اشعار کیطرح پڑھتے ہین معانی کی طرف التفات کا قصد کبھی نہین کرتے نہ اُسکے مضامین پر عمل کرین عالم کیواسطے اس سے زیادہ غرور اور خام خیالی کیا ہوگی یہانتک وہ جملے مذکور ہوے جو اللہ کے باب مین غرور و مغالطے کیلیے لوگ کہتے ہین اور رجا اور غرور کا فرق بھی بیان کردیا گیا اور اسی کے قریب غرور اُن لوگون کا ہی جو طاعت اور معصیت دونون کرتے ہین مگر معصیت زیادہ کرتے ہین اور توقع مغفرت کی رکھتے ہین اور جانتے ہین کہ ہمارا نیکیون ہی کا پلہ جھکیگا گو بدی کے پلے مین بدیان زیادہ ہون اور یہ نہایت جہالت ہی بعض لوگ چند درم حلال و حرام کے خیرات کرتے ہین اور جو کچھ مال مسلمانون کا اور شبہات کا لیتے ہین وہ اس خیرات سے بہت زیادہ ہوتا ہی اور شاید یہ خیرات بھی مسلمانون کے مال ہی مین سے ہو مگر انکو اُسپر تکیہ ہوتا ہی اور یہ گمان ہی کہ اگر ہزار درم حرام کے پیدا کرین اور دس درم حرام سے یا حلال سے خیرات کردین تو یہ نیکی اور وہ بدی مساوی ہین اور یہ کیسی بڑی جہالت ہی اگر ایک پلے مین دس درم رکھین اور دوسرے مین ہزار اور دونون برابر ہوجاوین یا ہلکا پلہ بھاری کو اٹھاوے تو انکا قول بھی درست ہوسکتا ہی اور بعض یہ تصور کرتے ہین کہ ہماری نیکیان گناہون سے زیادہ ہین اور اُس کی وجہ یہ ہوتی ہی کہ وہ لوگ برائیونکی تو شمار نہین کرتے اور نہ اُنکی تلاش کرین مگر نیکیونکو یاد رکھتے ہین مثلاً ایک شخص دن مین سو بار استغفر اللہ یا سبحان اللہ کہتا ہی پھر مسلمانونکی غیبت و ہتک کرتا ہی اور تمام دن ایسی ہی باتین بکتا رہتا ہی جنسے خدا تعالے خوش نہین اور ان باتون کو شمار نہین کرتا تو جب کہیگا یہی کہیگا کہ مین ایک تسبیح استغفار یا اور کلمے کی پڑھتا ہون اس بات سے غافل رہیگا کہ دن بھر کیا بکتا رہتا ہون اور اگر دن بھر کی لغو باتون کو لکھے تو ایک تسبیح سے سوگنی یا ہزار گنی ہوجاوین حالانکہ کرام کاتبین نے وہ سب لکھ لی ہین اور اللہ تعالے نے ہر کلمۂ لغو کے پیچھے عذاب کا وعید فرمایا ہی جیسا کہ ارشاد ہوا مَا یَلْفِظُ مِن قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ اس شخص کو ہمیشہ اپنے تسبیح و تہلیل کے ثواب کی سوچ رہتی ہی اور اُسپر التفات نہین کرتا کہ غیبت کرنیوالون اور جھوٹون اور چغلخورون اور منافقون کے عذاب مین کیا کچھ وارد ہی اور آفات زبان کے باعث کتنی خرابی بھگتنی پڑیگی یہ مغالطہ نہین تو کیا ہے اور یاد رکھو کہ کرام کاتبین اگر آدمی سے اپنے لکھنے کی مزدوری لیا کرتے اور تسبیح اور تہلیل پر کچھ نہ لیتے تو اُسوقت اپنی ضروری باتونکو بھی نہ بولتا اور اب جن باتونکو مساوی تسبیح کے سمجھتا ہی اُنسے بھی زبان بند کرلیتا اس نظر سے کہ کہین مزدوری زیادہ نہ دینی پڑے تو بڑی شرم کی بات ہی کہ آدمی ایک دو پیسے کے بچاؤ کے واسطے تو احتیاط کرے اور جنت فردوس کے ہاتھ سے جاتے رہنے کے خوف سے کچھ احتیاط نکرے اگر سوچو تو بڑی ہی مصیبت ہی کیونکہ ہمکو وہ کام کرنا پڑا کہ اگر اُس مین شک کرین تو کافر منکر ٹھہرتے ہین اور اگر اُسکی تصدیق کرتے ہین تو احمق اور مغرور ہوتے ہین تو جو شخص مضامین قرآنی کو سمجھ جانتا ہی اُسکے یہ عمل نہین ہوتے ہم کو خدا تعالی ناشکری اور کفران سے بچاوے اُسی کی ذات اس قابل ہی کہ اُس سے خوف اور حذر کیا جاوے جو دلون پر ایسی غفلت و غرور کو مسلط کرنے پر قادر ہی کہ باوجود قرآن جیسے احکام واضح کے ہم لوگونکو تنبیہ اور عبرت نہین ہوتی اور جھوٹی آرزوؤن اور شیطان و نفس کے بہانون پر تکیہ کرکے مغرور بن رہے ہین

دوسرا بیان مغرورون کی چارون صنفونکے فرقونکا حال اور اسمین چار فصلین ہین فصل اول صنف اول یعنی اہل علم کے فرقونکا حال اُن مین سے ایک فرقہ وہ ہی جو علوم شرعی اور عقلی کو خوب سیکھتے ہین اور انمین تعمق اور تشغل

اتنا کرتے ہین کہ اعضاے ظاہری کے درپے مطلق نہین ہوتے ہین اور نہ اُنکو گناہون سے روکتے ہین اور نہ طاعت بجالاتے ہین اُنکو اپنے علم کے باعث مغالطہ پڑگیا ہی اور اس خیال مین ہین کہ ہم خدا تعالی کے نزدیک ذی رتبہ ہین اور علم کے باعث ہم ایسے ہوگئے ہین کہ خدا تعالے ہم جیسون کو عذاب نہ دیگا بلکہ لوگون کے حق مین ہماری شفاعت سنے گا اور ہمسے ہماری بزرگی کی جہت سے بازپرس گناہون اور خطایا کی نکریگا اور واقع مین اُنکو دھوکا ہی اسلیے کہ اگر نظر بصیرت دیکھین تو معلوم کرین کہ علم دو طرح کے ہین ایک علم مکاشفہ یعنے خدا کو اور اُسکے صفات کو پہچاننا جسکا نام اصطلاح مین معرفت ہی اور دوسرا علم معاملہ یعنی پہچاننا حلال و حرام کا اور نفس کے اخلاق مذموم اور عمدہ کا اور کیفیت اُنکے علاج کی اور بُرے اخلاق سے بھاگنے کی تدبیر وغیرہ تو یہ دوسری قسم علم کی یعنی علم معاملہ اسی لیے تحصیل کرتے ہین کہ عمل ہو اور اگر ان علوم کی علت غائی عمل نہوتی تو یہ نکمے ہوتے اور جس علم سے کہ مقصود عمل ہوتا ہی وہ عمل ہی کی اُسکی قیمت ہے اُسکی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کسی مرض مین مبتلا ہی اور اُسکی دوا ایک معجون مرکب چند اجزا سے ہی جسکو بجز طبیب حاذق کے اور کوئی نہین جانتا اور یہ شخص اپنے گھر سے طبیب کی تلاش مین نکلا اور اُسکو تلاش کرکے اُسکے پاس گیا طبیب نے اُسکو دوا بتلائی اور اُسکے سب اجزا کی قسم اور مقدار اور پیدا ہونیکی جگہ اور جہان سے ملتی ہی وہ مقام اور کیفیت اُنکے کوٹنے اور چھاننے کی اور ترکیب ملانے اور معجون بنانیکی مفصل بیان کردی مریض نے اُسکو سیکھ کر خوشخط نسخہ لکھلیا اور اپنے گھر چلا آیا اور ہر روز اُسکو دیکھنا اور پڑھنا شروع کیا اور دوسرے بیمارون کو دیا مگر آپ کبھی بناکر نہ کھایا تو بھلا اس امر سے اُسکی بیماری کچھ کم ہوجاویگی بلکہ اگر ہزار نسخے روز لکھے اور ہزار آدمیون کو بتادے جو سب کے سب شفا پاوین اور ایک رات مین ہزار بار پڑھلیا کرے تب بھی کچھ اثر نہوگا اور بیماری مین کمی نہ پڑیگی ہان اگر کچھ پیسہ خرچ کرکے دوا مول لے اور اُسکا معجون بناوے اور جسطرح استعمال سیکھا تھا ویسا ہی استعمال کرے اور اُسکی تلخی پر صبر کرکے پرہیز مضر چیزون سے کرتا ہے اور وقت معینہ پر سب شرطون کے ساتھ کھاتا رہے تب توقع شفا کی ہوسکتی ہی اور اسمین بھی احتمال ہی کہ شفا نہو اور جب بالکل دوا نہ کھاوے اور یہ سمجھے کہ شفا ہوجاویگی تو خام خیالی ہی اسیطرح جو عالم کہ علم فقہ اور احکام عبادات سیکھے اور خود عمل نہ کرے اور گناہون کو جانے اور اجتناب نہ کرے اور اخلاق مذمومہ کا علم خوب پڑھے اور اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے اور علم عمدہ اخلاق کا تحصیل کرے اور اُنکے ساتھ متصف نہ ہو تو وہ مغرور ہی کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہی قد افلح من زکٰیھا یہ نہین فرمایا کہ فلاح اُس شخص کو ہی جو نفس کے تزکیہ سے واقف ہوا اور اُس کو لکھکر لوگون کو سکھلاوے یہان شیطان ایک اور دھوکا پیش کرتا ہی کہ اس مثال سے اور تحصیل علم سے کچھ سروکار نہین یہ تو صحیح ہی کہ دوا کا جاننا مرض کو دور نہین کرتا مگر علم کی تحصیل قرب الٰہی اور ثواب کیلیے ہوتی ہی وہ علم سے حاصل ہی چنانچہ فضائل علم مین اخبار وارد ہین پس اگر آدمی بیچارہ بیوقوف ہوا تو اس دھوکے مین آجاتا ہی کیونکہ یہ نفس کی مراد کے موافق ہی اور عمل چھوڑ بیٹھتا ہی اور اگر دانا صاحب تمیز ہوتا ہی تو شیطان کو یہ جواب دیتا ہی کہ تو مجھے فضائل علم کے یاد دلاتا ہی اور جو وعید کہ بدکار عالمون کے باب مین وارد ہی جو اپنے علم پر عمل نہین کرتے اُسکو بھلائے دیتا ہی دیکھ تو خدا تعالی فرماتا ہی فمثلہ کمثل الکلب اور مثل الذین حملوا التورٰیۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا تو کتے اور گدھے کے مشابہ ہونے سے اور کونسی رسوائی بڑھکر ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ جسکو علم زیادہ ہوا اور ہدایت زیادہ نہو وہ خدا تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہی اور فرمایا کہ عالم دوزخ مین ڈالا جاویگا اور اُسکی انتین نکل پڑینگی اور جیسے گدہا چکی گھماتا ہی اسطرح اُنکو آگ مین پھیر دیگا اور

فرمایا سب مین بُرے لوگ عالم بدکار ہین اور حضرت ابو الدرداء رضہ فرماتے ہین کہ جاہل کو تو ایک ہی بار خرابی ہی کہ اُسنے نہ پڑھا اگر خدا کی مرضی ہوتی تو پڑھ جاتا مگر عالم کی سات بار خرابی ہی یعنی اس جہت سے کہ اسکا علم اُسپر حجت ہوگا اور یہ کہا جاویگا کہ اپنے علم سے کیا عمل کیا اور اللہ کی نعمت کا شکر کیسے ادا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ سب لوگون سے زیادہ عذاب قیامت مین اُس عالم کو ہوگا جسکو اپنے علم سے نفع نہوا ہو یعنی عمل نہ کیا ہو تو یہ روایت اور اور روایتین جو باب علم مین علماء آخرت کی علامات کے بیان مین ہمنے لکھی ہین حد شمار سے زیادہ ہین مگر اتنی بات ہی کہ یہ روایتین عالم بدکار کی مرضی کے موافق نہین اور فضائل علم اُسکے مطلب کے ہین اسی لیے شیطان اُن کو انھین کیطرف جھکاتا ہی اور یہ نہایت مغالطہ ہی کیونکہ اگر عقل سے غور کرے تب تو اُسکی مثال یہی ہی جو ہم نے لکھی ہی اور اگر ایمان کی راہ سے غور کرے تو جس شخص نے فضائل علم کی خبر دی ہی اُسی نے علماء بے عمل کی بُرائی بھی کہی ہی اور یہ کہ اُنکا حال خدا کے نزدیک جاہلون کے حال سے بھی ابتر ہی تو پھر اس امر کا معتقد ہونا کہ مین خیر پر ہون باوجودے کہ باز پرس خدا تعالی کی بھی مجھی سے زیادہ ہی عین غرور ہی اور جو شخص علم مکاشفہ کا مدعی ہی کہ خدا تعالی اور اُسکے صفات و اسما کا علم رکھتا ہی اور عمل کا تارک ہی اور اوامر و نواہی کو بجا نہین لاتا اُسکو بہت سخت مغالطہ ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص بادشاہ کی خدمت کرنی چاہے اور بادشاہ کو اور اُسکے اخلاق و اوصاف و رنگ و شکل و طول و عرض اور عادت و نشست کو جانے مگر یہ نہ معلوم کرے کہ بادشاہ کو کونسی چیز محبوب ہی اور کونسی مبغوض اور کس چیز سے خوش ہوتا ہی اور کس سے ناخوش یا ان باتونکو بھی جان لیا مگر اُسکی ملازمت و خدمت کا جو ارادہ کیا تو ایسی باتین کین جو موجب اُسکے غصے کا ہوتی ہین اور لباس اور ہیئت اور حرکات و سکنات و گفتگو جو اُسکو محبوب ہین اُن سب سے عاری رہا جب بادشاہ کے سامنے گیا اور اُسکا مقرب اور خاص ہونا چاہا اس ذریعے سے کہ مین بادشاہ کے نسب اور نام اور شہر اور صورت و شکل و عادت و سیاست اور معاملہ رعیت سے واقف ہون لیکن جو باتین کہ بادشاہ کو ناپسند تھین اُنہین آلودہ رہا اور اُسکی محبوب چیزون سے عاری تو مقرب خاص بننا خیال خام ہی ہان اگر بالفرض یہ سب باتین نہ جانتا اور صرف بادشاہ کو اور اُسکی محبوب اور مبغوض چیزون ہی کو پہچانتا تو البتہ مقرب اور خاص ہو جاتا اسیطرح جو شخص کہ تقوی مین کوتاہی کرتا ہی اور شہوات کی پیروی معلوم ہوتا ہی کہ اُسنے خدا کی معرفت صرف برائے نام جانی ہی پوست ہی پر ملتفت ہوا مغز کو چھوڑ دیا اسلیے کہ اگر خدا کو حق معرفت جانتا تو بیشک خوف خدا دلمین ہوتا اور تقوی کرتا یہ نہین ہو سکتا کہ کوئی عاقل آدمی شیر کو پہچانے اور پھر اُس سے نہ ڈرے اور اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ مجھسے ایسا ڈر جیسا درندہ ضرر رسان سے ڈرتا ہی۔ البتہ بعض اوقات آدمی شیر کا نام اور رنگ و شکل ہی جانتا ہی اور ڈرتا نہین تو اُسنے اب تک گویا شیر کو پہچانا ہی نہین پس جو شخص کہ خدا تعالی کو پہچانتا ہی وہ یہ بھی جان لیتا ہی کہ اُسکی صفت یہ بھی ہی کہ عالم کے لوگون کو تباہ کر دے اور کچھ پروا نہ کرے اور یہ کہ اُسکے قبضہ قدرت مین انسان بھی ہی کہ اگر اُس کو اور اُس جیسے ہزارون کو ہلاک کر دے یا ابدالآباد عذاب مین رکھے تو اُسکی شان مین اس سے کچھ اثر نہوگا اور نہ اُسکو کچھ رحم آویگا اور نہ افسوس ہوگا اور اسی لحاظ سے اُسنے فرمایا ہی کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور شروع کتاب آسمانی زبور کا ہی کہ خوف خدا سب حکمتونکی جڑ ہی اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ خوف خدا کے لیے علم کافی ہی اور اُس مین مغالطہ کھانے کے لیے جہل بس ہی اور ایک شخص نے حضرت حسن رحمہ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اُسکا جواب دیا اُسنے کہا کہ فقہا اسطرح نہین بیان کرتے آپ نے فرمایا کہ تونے کبھی کوئی فقیہ دیکھا ہے

لح ابواب العلم مین
گذر چکی ہی ح جلد
اول باب العلم مین
گذر چکی ہی [illegible]

فقیہ اُسکا نام ہی جو رات کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے اور دنیا کا تارک ہو اور ایک قول آپ ہی کا یہ بھی ہی کہ فقیہ وہ ہی کہ مدارات کرے اور کسی سے خصومت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کو پھیلاوے اگر کوئی اُسکی مانے تب بھی شکر کرے اور نہ مانے تب بھی شکر کرے اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ وہی ہی جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو سیکھے اور اُسکے صفات مین سے یہ جانے کہ کون سی چیز اُسکو محبوب ہی اور کون سی اُسکے نزدیک مکروہ اور اسی کا نام عالم ہی جس کو خدا بہتری دینا چاہتا ہی اُسکو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہی اور جو ایسا نہ ہو اُس کو مغرور سمجھنا چاہیے اور ایک فرقہ اور ہی جو علم و عمل دونون کرتے ہین یعنی ظاہر کی طاعات ادا کرتے ہین اور گناہون کے تارک ہین گر اپنے دلون کو نہین ٹٹولتے کہ اُنسے وہ صفات جو خدا کے نزدیک مذموم ہین مثل کبر اور حسد اور ریا اور طلب ریاست اور علو اور اپنے ہمسرون کو ایذا دینی اور شہرون اور بندون کے درمیان شہرت طلب کرنی وغیرہ نیست و نابود کرین اور بعضون کو تو اتنی بھی خبر نہین ہوتی کہ یہ صفات بُرے ہین اسی واسطے اُنکے مرتکب ہوتے ہین اور وہ کنارہ نہین کرتے اور ان احادیث پر دھیان نہین دیتے کہ آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہی اور جس شخص کے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہو گا وہ جنت مین نہ جاویگا اور حسد نیکیون کو ایسا کھاتی ہی جیسے آگ لکڑی کو اور محبت شرف اور مال کی نفاق ایسا بڑھاتی ہین جیسا پانی ساگ کو اور سوا ان روایات کے اور بہت سی احادیث اخلاق مذمومہ کے باب مین وارد ہین جو ابواب مہلکات مین اوپر مذکور ہوئی ہین ان لوگون نے اپنے ظاہر کو تو بنا لیا مگر باطن کو بالکل بھول گئے ویسا ہی رہنے دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو یاد نہ کیا کہ خدا تعالیٰ تمھاری صورتون اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ دلون اور اعمال کو دیکھتا ہی صرف اعمال کی تو خبر داری کی دلون کی نہ کی حالانکہ اصل دل ہی ہی اور نجات اُسی کی سلامتی پر منحصر ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اِلّا من اتی اللہ بقلب سلیم اور اُن لوگون کی مثال ایسی ہی جیسے گھورے کے اندر پختہ کنوان ہو کہ ظاہر مین تو چونہ وغیرہ سے آراستہ ہو مگر باطن مین بدبو ہو یا جیسے مُردون کی قبرین کہ ظاہر مین خوب آراستہ رہتی ہین اور اُن کے اندر مردار ہین یا اندھیری کوٹھری جسکی چھت پر چراغ رکھا ہو کہ اوپر سے بہت چاندنا ہی مگر اندر کچھ نہین یا کوئی شخص بادشاہ کی ضیافت کیلیے دروازہ مکان کا تو خوب مزین کر دے اور گھر کے اندر خس و خاشاک بھرا رکھے تو ظاہر ہی کہ یہ ایک بڑی غلطی ہی اور اس سے بھی زیادہ قریب کی مثال یہ ہی کہ ایک شخص نے کھیت بویا اور کھیتی کے ساتھ گھاس بھی لگائی جس سے کھیت بگڑ جاوے اُسکو کہا گیا کہ اگر تو کھیت نلاویگا اور اس گھاس کو جڑ سے اکھاڑ دیگا تو کھیت درست ہو جاویگا اُسنے جڑ سے تو نہ اکھاڑا گھاس کی پتیان اوپر سے نوچنا شروع کیا اور جڑین مضبوط ہوتی گئین اور پھوٹتی گئین یہانتک کہ کھیت مین کچھ ورجی ہی پیدا ہوا اسیطرح گناہون کی جڑین اخلاق ذمیمہ ہین جو دلکے اندر مین تو اگر آدمی دلکو اُنسے صاف نہ کرے تو طاعات ظاہری سے پھل کیسے پاویگا بہت سی آفتون مین سے کچھ بچ رہے تو بچ رہے بلکہ ایسے شخص کی مثال یہ ہی کہ جیسے کسی کو خارش ہو اور طبیب نے اُسکو دوا ملنے کی اور پینے کی بتائی کہ ملنے کے باعث جلد کو فائدہ ہوگا اور پینے سے اُسکی جڑ جاتی رہے گی مریض نے صرف لگانیکی دوا پر قناعت کی اور پینے کی دوا نہ پی اور ایسی چیزین کھاتا رہا جس سے مادۂ خارش زیادہ ہو تو اُسکی خارش کبھی نہ جاویگی گو کتنی ہی دوا ہر روز لگایا کرے کیونکہ جڑ تو اندر موجود ہی جب وہ جاوے تو یہ بھی جاوے اور ایک فرقہ اور ہی جو ان اخلاق باطنی کا علم بھی رکھتے ہین اور جانتے ہین کہ شریعت کی رو سے یہ بُری ہین مگر چونکہ اپنے نفسون کو بڑا سمجھتے ہین اسلیے

گمان کرتے ہین کہ ہم مین یہ باتین نہین اور ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا رتبہ نہین رکھتے جو ہمکو ایسی چیزونسے آزماوے یہ چیزین عوام کے امتحان کی ہین نہ ہم جیسے عالمون کے امتحان کی پھر اگر ان لوگونسے آثار کبر اور ریاست اور شیخی اور شرف کے ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ یہ کبر نہین بلکہ دین کی عزت کی خواہش اور شرف علم کا ظاہر کرنا اور خدا کے دین کو مدد دینی اور مخالفونکو اور بدعتیونکو زک دینی ہے اسلیے کہ اگر ہم گھٹیا کپڑا پہنین اور مجالس مین نیچی جگہ بیٹھین تو اعدائے دین ہنسینگے اور بدگوئی کرینگے اور ہماری ذلت کیا ہوگی گویا اسلام کی ہوگی اور اُن مغرورونکو یہ معلوم نہین کہ انکا دشمن تو واقع مین شیطان ہی جس سے خدا تعالیٰ نے ڈرایا ہی اور وہ انکی اُن حرکات پر خوب ہنستا ہی اور اُنکو مسخرہ بناتا ہی اور یہ بھی معلوم نہین کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی نصرت کیسی کی تھی اور کافرونکو کیسی زک دی تھی اور آپکے اصحاب کیا درجہ تواضع اور فروتنی کا رکھتے تھے اور فقر اور مسکنت پر کیسے قائم تھے یہانتک کہ جب شام مین حضرت عمر رضہ پر گھٹیا لباس کا اعتراض لوگون نے کیا تو آپنے فرمایا کہ ہم لوگون کو خدا تعالیٰ نے اسلام سے عزت دی ہی ہم دوسری چیز مین اپنی عزت کی خواہش نہین رکھتے پھر یہ فرقہ مغرور دین کی عزت عمدہ لباس اور باریک وحریری وریشمی کپڑون مین جو حرام ہین اور سواریون اور گھوڑون مین کہان سے طلب کرتا ہی اسیطرح اگر کسی کو اپنے ہمسرون مین سے یا اپنے مقابل کو جو اُسکی ادنیٰ بات نہ مانے براہ حسد کچھ کہتا ہی تو یہ نہین جانتا کہ براہ حسد کہتا ہون بلکہ تاویل یون کرتا ہی کہ یہ غصہ خدا کے واسطے ہی اور منکر کا جواب یہ ہی جو عداوت اور ظلم سے امر حق کو نہین مانتا اور اپنے نفس پر حسد کا تو گمان ہی نہین کرتا تاکہ یہ بات بھی سوچے کہ اگر وہ عداوت والا کسی اور عالم کی برائی کرے یا اور کسی طرح کی اُسکے ساتھ ریاست وغیرہ مین مزاحمت کرے تب بھی مجھے ایسا ہی غصہ اور عداوت ہو جیسا اب ہی یا نہین تاکہ حسد اور غصے کا حال معلوم ہو کہ خدا کے واسطے ہی یا اپنے نفس کیواسطے لیکن اکثر یہی ہوتا ہی کہ جب کسی دوسرے عالم پر طعن ہوتا ہی تو اپنے آپ خوش ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ اُسکا غصہ اور حسد خبث باطنی کی جہت سے ہی نہ خدا کیواسطے۔ اسیطرح جو شخص اپنے اعمال وعلوم سے ریا کرتا ہی اور اُسکو وسوسہ ریا دل مین گذرتا ہی تو کہتا ہی کہ مین ریا تھوڑا ہی کرتا ہون میری غرض اظہار علم وعمل سے یہ ہی کہ لوگ میری اقتدا کرین اور اُنکو دین کی راہ ملے اور عذاب الٰہی سے چھوٹ جاوین اور اس مغرور کو یہ نہین سوجھتا کہ اگر واقع مین ایسا ہی ہوتا تو لوگ اگر کسی دوسرے عالم کی اقتدا کرین تب بھی مجھکو ایسا ہی خوش ہونا چاہیے جیسا اپنی اقتدا سے ہوتا ہون کیونکہ غرض تو لوگون کی بہتری سے ہی کسی کے ہاتھ پر ہو جیسے کسی کے بہت سے خادم بیمار ہون اور اُسکو انکا علاج کرانا منظور ہو تو اسمین کچھ فرق نہین ہوگا کہ اُن کا علاج یہ شخص کردے یا کوئی دوسرا کرے اور اسمین بھی شیطان ایک دریخ لگاتا ہی اور یون سوجھاتا ہی کہ جب لوگ میرے سبب سے ہدایت پاوینگے تو ثواب مجھکو ہوگا تو مین خوش ہون تو اپنے ثواب کی جہت سے خوش ہوتا ہون اسلیے نہین ہوتا کہ لوگ مجھے ملتے ہین یہ منصوبے اپنے نفس مین کر لیتا ہی حالانکہ خدا تعالیٰ کو دل کا حال خوب معلوم ہی کہ اگر اُس سے بالفرض کوئی نبی کہہ جاوے کہ تجھکو خاموش رہنے اور علم کے خفیہ رکھنے مین بہ نسبت اظہار علم کے زیادہ تر ثواب ہی اور اُسکے ساتھ ہی اسکو قید کرکے زنجیرون سے جکڑ دیا جاوے تو ضرور ایسے بہلنے کریگا کہ قید خانے کو کسی طرح ڈھا کر اور زنجیرین تڑا کر اُسی جگہ جاوے جہان اُسکی وعظ وتدریس کے باعث اُسکی ریاست جمگئی اسیطرح جو شخص بادشاہون کے پاس جاکر اُنسے دوستی پیدا کرتا ہی اور اُنکی ثنا کرتا ہی اور تواضع اور انکسار بجالاتا ہی جب اُسکو یہ بات دل مین گذرتی ہی کہ ظالم بادشاہون کیواسطے فروتنی حرام ہی تو شیطان اُسکو مغالطہ دیتا ہی کہ تیری تواضع اس قسم کی نہین یہ صورت تو جب ہی جب تجھے اُنکے مال کی

طمع ہو تیری غرض تو یہ ہی کہ مسلمانون کی سفارش بادشاہ سے کر کے اُنپر سے ضرر دور کرے اور شر اعدا سے تو بھی بچا رہے اور خدا کو اُسکے دلکا
حال خوب معلوم ہی کہ اُسکا مقصد یہ نہین جو دعوی کرتا ہی اگر یہی مراد ہوتی تو کوئی دوسرا شخص اگر بادشاہ کا مقرب ہوکر تمام مسلمانونکی سفارش کرتا
اور اسکی سفارش منظور ہوتی تو یہ شخص اُس سے نہ جلتا بلکہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جاوے تو کچھ عجب نہین کہ یہ شخص بادشاہ کے سامنے اُس پر جھوٹ
لگاوے اور اُسکے عیب بتاوے اور کیا کیا نہ کر گذرے اور بعضونکا غرور اس درجے کو پہونچتا ہی کہ بادشاہونکا مال لے لیتا ہے اور جب
دسیان آتا ہی کہ یہ مال حرام ہی تو شیطان یہ سوجھاتا ہی کہ یہ مال لاوارث ہی اور وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے ہوتا ہی اور تو مسلمانونکا امام اور عالم
ہی تجھسے دین قائم ہی تجھکو مقدار حاجت اسمین سے لے لینا درست ہی تو اس مغالطے سے تین باتوں مین دھوکا کھاتا ہی اول تو اسمین کہ یہ مال لاوارث ہی اسلیے
کہ بیرح اُسکو معلوم ہی کہ بادشاہ بطور خراج مال مسلمانونکا اپنی قلمرو سے لیتا ہی اور جن لوگونسے لیا ہی وہ خود زندہ ہین یا اُنکی اولاد وورثہ موجود ہین
نہایت یہ کہ مثلاً دس دہیون سے سو دینار لیے تھے وہ سب خلط ملط ہو گئے ہین تو اس مال کی حرمت مین کیا شبہہ ہی اُسکو یہ سمجھنا کہ مال لاوارث
ہی نہایت بیجا ہی بلکہ واجب ہی کہ اُنکے مالونکو دیدے گو ایک چیز دوسری مین مل گئی ہو دوسرا دھوکا اسمین یہ ہی کہ اپنے آپ کو دین کی
بہتری اور قیام کا موجب سمجھا اسلیے کہ جو لوگ بادشاہونکے مال کو حلال جانتے ہین اور طلب دنیا کے راغب ہین اور ریاست پر متوجہ
ہین اور آخرت سے روگردان وہ لوگ دین کے بگاڑنے والے ہین اور ایسے لوگونکی نسبت بہت زیادہ ہین جو دنیا مین زہد کر کے
متوجہ الی اللہ ہون اس سے معلوم ہوا کہ ایسے عالم دین کے دجال اور باعث استحکام مذہب شیاطین ہین نہ امام وقوام دین متین اسلیے کہ دین
کا امام وہی گنا جاتا ہی جسکی پیروی سے دنیا سے روگردانی حاصل ہو اور اللہ کیطرف توجہ کامل جیسے انبیا علیہم السلام اور صحابہ رض اور علما
سلف کے تھے اور دجال اُسکو کہتے ہین جس سے سب معاملات مذکورۂ بالا اُلٹے ہون تو ایسا شخص جو خدا سے روگردان اور دنیا پر متوجہ ہو اگر دجال
نہین تو کون ہی وہ اپنی دانست مین اپنے آپکو دین کا ستون سمجھتا ہی اور شاید اُسکے مرنے سے لوگونکو زیادہ نفع ہو بہ نسبت حیات کے اور اُسکی مثال
حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی ہی کہ بُرا عالم ایسا ہی جیسے بہتے پانی کے منھ پر پتھر کہ نہ خود پانی جذب کرے نہ بہنے دے کہ اور کھیتونکو نفع ہو
اور ہر چند اقسام غرور اہل علم کے اس آخر زمانے مین خارج از حد شمار ہین الا مشتے نمونہ از خروارے ہمنے تھوڑے سے لکھدیے اور ایک فرقہ
اور ہی جنھون نے علم بھی خوب پڑھا اور اعضا کو پاک و صاف کیا اور طاعات کو ادا کیا اور معصیت ظاہری سے بھی بچے اور اخلاق نفس اور
صفات قلبی یعنی ریا اور حسد اور کبر وغیرہ کے درپے ہو کر اسمین کوشش کی کہ نفس ان اخلاق سے بری ہو جاوے اور اسی لیے دلمین سے اُن
چیزونکی جڑین ظاہر کی کاٹ ڈالین مگر باوجود اسکے مغرور رہے یعنی دل کے کونون مین خفیہ کر شیطانی اور فریب نفسانی ایسے رہ گئے جنکا
معلوم کرنا بہت مشکل و دقیق تھا اُنکو اُنکی اطلاع نہوئی اسواسطے اُنکو ویسا ہی چھوڑ دیا اور ان لوگونکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی کھیت
کو لانا چاہے اور اسمین جا بجا پھر کر جہان جہان گھاس نظر آئے اُسکو جڑ سے اُکھاڑ دے مگر جن روئیدگی کے سر ابھی تک زمین سے نکلے ہی
نہ تھے اور اُسنے خیال کر لیا کہ سب نکل آئے یا بعضے بہت ذرا ذرا سی سوئیان تھین کہ وہ گھاس کی جڑ زمین پھوٹ کر زمین کے اندر ہی اندر
پھیل گئی تھین اُسکی نظر مین نہ آئین تو اسکو تو یہی خیال ہو گا کہ مین نے سب گھاس اُکھاڑ ڈالی حالانکہ وہان غفلت ہی غفلت مین نیچے نیچے اُن جڑون نے پھیل کر
کھیتی کی جڑونکو بگاڑ دیا اسیطرح عالم بھی کبھی باتین کرتا ہی مگر خفیہ دقائق کیطرف توجہ نہین کرتا پس بعض عالم دن رات جاگتے ہین اور علوم کی

جمع وترتیب وتحسین الفاظ اور تصنیفات کے لکھنے مین بسر اوقات کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ اس سے ہماری غرض دین ہدا کو ظاہر کرنا اور اس کی شریعت کو پھیلانا ہی اور خفیہ باعث شاید یہ ہوتا ہی کہ اطراف مین ہمارا نام مشہور ہو اور لوگ سب طرف سے اگر بہت سے رجوع ہون اور زہد و ورع اور علم کی مدح وثنا مین زبانین کھلین اور حاجات واغراض مین لوگ ہمکو اپنے اوپر ترجیح دین اور استفادے کے واسطے گرد جمع رہین اور جب ہم اچھی طرح کسی بات کو بیان کرین تو وہ دل لگا کر سنین اور ہمکو مزا ملے یا جب ہماری گفتگو سنین تو اسکی تصدیق کے واسطے سر ہلا دین یا رقت کرین یا اچنبھے مین ہو جادین اور اس بات سے خوش ہونا کہ ہمارے توابع اور ساتھی اور مستفیدین بہت ہین اور سب ہمسرون مین ہمین کو یہ خاصیت حاصل ہی کہ علم و ورع اور زہد ظاہری سب ہم مین موجود ہین اور عامہ خلائق پر زبان طعن دراز کرنا اس نظر سے کہ کچھ دین کی جہت سے ورد کیا ہو بلکہ اپنے آپکو خاص اور تمیز دار سمجھ کر عوام کے عیب بیان کرنے اور سوائے انکے اور ایسی ہی باتین اسباب خفیہ انکے علم وعمل کی ہو سکتی ہین اور ظاہر ا زندگی اس بیچارے مغرور کی در پردہ اسی حکومت وامارت اور توقیر اور لوگونکی تعریف پر منحصر ہی اگر آدمیون کے دل اس سے پھر جادین اور اسکو کسی عمل کے ظاہر ہونے سے زاہد نہ سمجھین تو کیا عجب ہی کہ اسکا دل تشویش مین پڑے اور اس سے ورد و وظیفہ بھی کچھ نہ بن پڑے اور ایک طرح کے حیلے اور بہانے سے اپنے نفس کا عذر بیان کرے اور اپنے عیب چھپانے کے واسطے جھوٹ بھی بول دے اور کچھ بعید نہین کہ جو شخص اسکے زہد وتقوی کا معتقد ہو اسکی تعظیم و توقیر زیادہ کرے گو جتنا اسکا اعتقاد ہی اتنا خود مین نہو اور اگر کوئی بے کم وکاست جسقدر تقوی ہی اسی قدر کا معتقد ہو تو اس سے دل تنگ ہوتا ہی اور بعض اوقات اپنے یارون مین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہی اور اسکی وجہ یہ جانتا ہی کہ چونکہ اسکو فضل و ورع زیادہ ہی اسلیے اسکی تعظیم زیادہ کرتا ہون حالانکہ وجہ اسکی درحقیقت یہ ہوتی ہی کہ وہ شخص اطاعت وفرمانبرداری زیادہ کرتا ہی اور اس سے کام بہت نکلتا ہی اور تعریف وتوصیف زیادہ کرتا ہی خدمت کا زیادہ حریص ہوتا ہی یہی وجہ اسکی تعظیم زیادہ ہوتی ہی اور بعض اوقات جو آدمی عالم سے استفادہ کرتے ہین اور عمل کی رغبت پیدا ہوتی ہی تو عالم کو یہ گمان ہوتا ہی کہ یہ تاثیر میرے اخلاص اور صدق کی اور حق علم کے ادا کرنے کی ہی اور اسی گمان سے خدا کا شکر کرتا ہی کہ اسنے میری زبان سے لوگون کو یہ فائدہ پہونچایا اور اس امر کو باعث عفو گناہ اور کفارہ سیئات سمجھتا ہی اور ابھی تک اپنی نیت کی خبر نہین کہ درست ہی یا نہین اور ہو سکتا ہی کہ اگر ایسے ہی ثواب کا وعدہ اسکو سنایا جاوے بشرطیکہ گمنامی اور گوشہ نشینی اور علم کا پوشیدہ رکھنا اختیار کرے تو اسکی خواہش نکریگا کیونکہ اس صورت مین لذت قبول اور لذت ریاست مفقود ہی اور شاید شیطان کا قول ایسے ہی شخصون پر درست ہی یعنی وہ کہتا ہی کہ نبی آدم مین سے جو اس بات کا مدعی ہو کہ مین اپنے علم کے سبب شیطان سے پناہ مین ہو گیا تو وہ اپنی نادانی کے باعث میرے جال مین پڑ گیا اور کبھی عالم شخص تصنیف کتاب مین بہت کوشش کرتا ہی اور اس خیال مین ہی کہ مین خدا ابتغاے اکا علم جمع کرتا ہون تاکہ لوگون کو اس سے فائدہ ہو حالانکہ واقع مین منظور یہ ہوتا ہی کہ تصنیف عمدہ کی جہت سے میرا نام پھیل جاویگا اگر یہ غرض نہین تو پھر جو کوئی دوسرا شخص اس کتاب مین سے اصل مصنف کا نام مٹا دے اور اپنا نام اسکی جگہ لکھ دیوے تو مصنف کو یہ ناگوار کیون گذرتا ہی باوجودیکہ اسکو یہ معلوم ہی کہ ثواب اس سے استفادہ کا مجھی کو ہوگا اور خدا کے نزدیک بھی مین ہی مصنف ہون شخص مدعی اسکا مصنف نہین ہی اور کبھی تصنیف مین آدمی اپنی تعریف صراحۃً بڑی لنبے چوڑے دعوی کے ساتھ ذکر کرتا ہے

اور کبھی ضمناً تعریف اپنی کرتا ہی اسطرح کہ کسی دوسرے پر طعن و اعتراض کرتا ہی تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ اُسکا مرتبہ دوسرے سے بڑھکر ہی حالانکہ اعتراض اور طعن کی کچھ حاجت نہ تھی اور بعض اوقات اگر کسیکی عبارت مین کچھ غلطی فاحش پاتا ہی تو اپنی کتاب مین اُس عبارت کو مع نام عبارت لکھنے والیکے لکھتا ہی اور اگر عمدہ عبارت ہوئی تو بے نام لکھتا ہی تاکہ کوئی سمجھے کہ یہ عبارت خود مصنف کی ہی یا تو سب عبارت کو بعینہٖ چُراکر درج کر دیتا ہی یا اسمین کچھ تصرف و تبدل کر کے نقل کرتا ہی جیسے کوئی شخص کرتہ چوراکر اُسکی قبا بنوالے کہ چوری کا نہ معلوم ہو - اور کبھی اسبات مین کوشش کرتا ہی کہ الفاظ کتاب کے مزین اور مسجع ہون اور ترتیب بہت عمدہ ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ عبارت پوچ ہی اور اپنے گمان مین یہ سمجھتا ہی کہ اس سے میری غرض حکمت کا رواج دینا اور اُسکا بنانا ہی تاکہ لوگون کو جلد نافع ہو حالانکہ اسکو یہ خبر نہین کہ بعض حکمانے تین سو ساٹھ جلدین حکمت مین لکھی تھین اُسوقت کے نبی کو حکم الٰہی ہوا کہ اس سے کہدو کہ تو نے اس کلام فضول سے تمام زمین بھر دی مین اسمین سے کچھ بھی قبول نہین کرتا - اور بعض اوقات اس قسم کے مغرور اگر جمع ہوتے ہین تو ہر ایک کو یہی گمان ہوتا ہی کہ میرا نفس عیوب قلبی اور خفیہ بُرائیون سے بچا ہوا ہی اور جب ایکدوسرے سے علٰحدہ ہوتے ہین اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ ساتھیون کا ہو لیتا ہی تو ہر ایک اس بات کو تاکتا ہی کہ میرے ساتھ آدمی بہت ہین یا دوسرے کے ساتھ اگر اپنے ساتھ والے بہت پاتا ہی تو خوش ہوتا ہی گو جانتا ہو کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ مستحق کثرت جماعت کا ہی پھر جدا ہو کر جب لوگون کو تعلیم کرنی شروع کرتے ہین تو غیرت و حسد آپسمین ہونے لگتی ہی اور اگر کوئی طالب علم مثلاً ایک عالم کے پاس آتا جاتا تھا اور اس سے جدا ہو کر دوسرے کے پاس پڑھنے کو جانے لگا تو اول کے دل پر نہایت شاق گذریگا پھر دل سے اُسکی کبھی خاطر نکریگا نہ اُسکی حاجت روائی کے لیے آمادہ ہوگا جیسے پہلے ہوتا تھا نہ اُسکی ثنا کہیگا باوجودیکہ معلوم ہی کہ دوسرے عالم کے پاس بھی یہ طالب علم استفادہ ہی کیلیے جاتا ہی شاید اُس عالم کی جماعت مین رہنے سے اُسکا دینی نفع بہ نسبت جماعت پہلے عالم کے زیادہ ہو یا پہلے عالم کی جماعت مین کوئی آفت اُسکو معلوم ہوئی ہو غرضکہ نفرت اس عالم کے دل سے نہین جاتی اور جب کسی کو اُنمین سے حسد شروع ہوتی ہی اور اُس کو ظاہر نہین کر سکتا تو بہانہ کر کے اُسکے دین اور ورع مین طعنہ اور اعتراض کرتا ہی کہ کسیطرح اُسپر غصہ آوے اور جانتا ہی کہ یہ غصہ مین خدا کے دین کیواسطے کرتا ہون نہ اپنے نفس کیلیے اور اگر محسود کے عیب اسکے سامنے ذکر ہون تو اُنسے خوش ہوتا ہی اور اگر کوئی تعریف کرے تو اس سے ناخوش ہوتا ہی - اور بعض اوقات اُسکی بُرائی سننے سے مسرور ہوتا ہی کہ کوئی جانے کہ مسلمانونکی غیبت اُسکو اچھی نہین معلوم ہوتی اور باطن مین اُسکے عیوب سننے سے راضی اور خواہش مند ہوتا ہی اور اللہ تعالی سب کچھ جانتا ہی - حاصل یہ کہ اسطرح کی باتین خفیہ عیب مین داخل ہین جنکو بجز دانا لوگونکے اور کوئی نہین دریافت کر سکتا اور نہ بدون زبردستون کے کوئی بچ سکے ہم جیسے ضعیفونکو اُنسے بچنا بہت دشوار ہی مگر اتنی بات ہی کہ ادنے درجہ آدمی کیلیے یہ ہی کہ اپنے عیوب کو پہچانے اور اُنکو بُرا سمجھکر اُنکی اصلاح مین کوشش کرے جب خدا تعالی کسی انسان کی بہتری چاہتا ہی تو اُسکو اُسکے نفس کے عیب سوجھا دیتا ہی اور جو شخص اپنی نیکی سے خوش ہو اور بدی کو بُرا جانے تو توقع ہی کہ اُسکا حال اچھا ہو اور اُسکی اصلاح جلد ممکن ہی بہ نسبت اُس مغرور کے جو اپنے نفس کو پاک سمجھے اور اپنے علم و عمل سے خدا پر احسان جتاوے اور گمان کرے کہ سب لوگون سے بہتر مین ہی ہون خدا تعالی ہم کو غفلت و غرور سے پناہ مین رکھے اور اس بات سے بھی بچا وے کہ خفیہ عیوب کو پہچانکر اُنکی اصلاح نکرین یہانتک بیان مغالطہ اُن لوگونکا تھا جنھون نے علوم ضروری کو حاصل کیا الا علم کی جہت سے عمل مین کوتاہی کی اب ہم اُن لوگونکا غرور لکھتے ہین جو علوم مین سے

ایسے ہی علوم پر قانع ہین جو ضروری نہین اور علوم ضروریہ کو چھوڑکر غیر ضروریہ ہی پر مغرور رہین یا تو اس نظر سے کہ علم ضروری سے اپنے آپ کو بے پروا سمجھتے ہین یا اس لحاظ سے کہ جو کچھ جانتے ہین وہ اسی علم غیر ضروری مین جانتے ہین اُنہین سے ایک فرقہ تو وہ ہی جو علم فتوی حکومات اور خصومات کا اور تفصیل معاملات دنیوی کی جو خلق مین جاری ہوتے ہین اُسی کو سیکھتے ہین اور فقہ کا نام خاص اسی علم کو دیتے ہین اور اُسکو علم مذہب جانتے ہین اور اُس کی تحصیل مین اکثر اعمال ظاہری اور باطنی کو ضائع کردیتے ہین نہ تو اعضاء ظاہری کے درپے ہوں کہ اُنکی حفاظت کرین مثلاً زبان کو غیبت سے روکین اور پیٹ کو حرام سے اور پاؤن کو بادشاہون کے یہان جانے سے اسی طرح سب اعضا کو اُنکے اعمال بد سے بچادین اور نہ دل کی حفاظت کرین کہ اُسکو کبر اور حسد اور ریا اور تمام مہلکات سے علیحدہ کرین تو ایسے لوگ دو وجہ سے مغرور ہین اول باعتبار عمل کے دوسرے باعتبار علم کے عمل کے اعتبار سے تو وجہ غرور کی ہم پہلے لکھ چکے ہین اور یہ کہ ایسے لوگون کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بیمار نسخہ مرض کا لکھکر اُسکو پڑھنا اور لوگون کو بتانا شروع کیے بلکہ اُنکی مثال ایسی ہی جسکو علت بواسیر یا ہذیان کا روگ ہو اور اُسکے باعث قریب مرگ ہوجاوے اور حاجت اس مرض کے علاج اور دوا سیکھنے کی ہو اُسکی جگہ علاج استحاضہ کا سیکھے اور رات دن اُسی کو پڑھتا رہے باوجودیکہ جانتا ہی کہ مین مرد ہون مجھکو کبھی حیض یا استحاضہ نہ ہوگا لیکن یہ خیال کرتا ہی کہ یہ بیماری اکثر عورتون کو ہوا کرتی ہی شاید کوئی مجھسے علاج پوچھے اور یہ بڑی غلطی ہی اسیطرح فقیہ بیچارہ پر بھی محبت دنیا اور اتباع شہوات اور حسد اور کبر اور ریا و تمام مہلکات غالب ہین اور کیا بعید ہی کہ موت توبہ سے پہلے ہی آدباوے اور اسکی تلافی نہ کرنے پاوے اور خدا سے ایسے حال مین ملے کہ وہ اُسپر ناراض ہو پھر اگر یہ شخص اُنکا علاج تو نہ کرے اور مسائل سلم اور اجارہ اور ظہار اور لعان اور جراحات اور دیات اور دعوی اور گواہ اور حیض کے سیکھے جنکی طرف کبھی اُس کو حاجت نہ ہو اور اگر کسی دوسرے کو حاجت بھی ہو تو اور مفتی بہت ہین تو باوجود اسکے پھر ان مسائل کا سیکھنا اسی نظر سے ہی کہ اُسمین جاہ و ریاست اور مال حاصل ہوتا ہی اور شیطان نے اُسکو مغالطہ دے رکھا ہی مگر اُسکو خبر نہین کیونکہ یہ اپنے دلمین یہ گمان کرتا ہی کہ مین اپنے دین کی غرض مین مشغول ہون اور یہ نہین جانتا کہ اگر بالفرض اُسکی نیت بھی درست ہو اور جیسا کہتا ہی ویسا ہی ہو تب بھی فرض کفایہ مین مشغول ہونا اور فرض عین کو ادا نہ کرنا گناہ ہی اگر فقہ کو خدا ہی کے واسطے سیکھتا ہی تب بھی اپنے اعضاء ظاہری اور دل کے باب مین جو امور فرض عین ہین اُن سے غافل ہی اور غرور باعتبار علم کے یہ ہی کہ اُسنے صرف علم فتوی تحصیل کیا اور اسی کو علم دین جانا علم قرآن و حدیث کو نہ سیکھا بلکہ بعض اوقات محدثین پر اعتراض کرتا ہی کہ یہ لوگ کچھ سمجھتے نہین اخبار کے ناقل ہین روایات کو یاد کرلیتے ہین اور نیز علم تہذیب اخلاق اور علم معرفت جنسے خدا کی جلال و عظمت معلوم ہوتی ہی اور موروث خوف و ہیبت اور خشوع و مسکنت کا ہوتا ہی اور تقوی اور اخلاص کا باعث اُسکو بھی ترک کردیا اور اسپر طرہ یہ ہی کہ بیخوف و مطمئن ہوکر خدا پر تکیہ ہی کہ خدا ہمپر ضرور ہی رحم کریگا کیونکہ ہم اُسکے دین کے ستون ہین اور اگر ہم علم نہ سیکھین تو حرام حلال کیسے معلوم ہون غرضکہ ایسا شخص علم مقصود و ضروری کو چھوڑ دیتا ہی اور غلطی مین رہتا ہے وجہ اُسکی غلطی کی یہ ہی کہ شرع مین تعریف اور تعظیم فقہ کی بہت سنی یہ نہ جانا کہ یہ کونسا فقہ ہی جس فقہ کی تعریف شرع مین ہی وہ وہ علم ہی جس سے خدا تعالی اور اُسکے صفات کی جو باعث خوف و رجا ہین معرفت ہو اور اُسکی علت غائی یہ ہی کہ دل ہمیشہ خائف رہے اور تقوی کیا کرے

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون اس سے معلوم
ہوا کہ فقہ سے وہی علم مراد ہی جس سے خوف حاصل ہو اور وہ علم یہ نہیں ہو سکتا جسکو یہ مغرور فقہ سمجھا ہی اسواسطے کہ اس علم کا مقصود
مالون کا بچانا اور شروط معاملات بجالانا اور مالون ے بدنون کا محفوظ رکھنا اور قتل و ضرب کا دفع کرنا ہی حالانکہ مال خدا کی راہ
مین صرف ذریعہ ہی اور بدن سواری ہی اور علم مقصود ب ر کہ راہ سلوک کی معرفت ہو اور دل کی گھاٹیان جنکو صفات مذمومہ کہتے
ہین طے ہو جاوین کیونکہ بندے کے اور خدا کے درمیان یہی صفات حاجب ہین اگر انھین مین ملوث مرجاویگا تو خدا تعالے سے
محجوب رہیگا پس جو شخص صرف فقہ ہی پر اقتصار کرے اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی راہ حج مین چلنے کے عوض مشک و موزہ سینے
پر اکتفا کرے، ہرچند اگر یہ چیزین نہون تو حج نہایت دشوار ہی مگر صرف اُنھین پر اکتفا کرنے سے نہ تو حاجی ہو سکتا ہی نہ راہ حج مین
ہو سکتا ہی اور ہم نے اس کی تفصیل باب علم مین لکھی ہی اور بعض لوگ ایسے عالمون مین سے صرف فقہ کے وہ مسائل جن مین خلاف
ہی سیکھتے ہین اور سوائے تحصیل طریق مجادلہ اور الزام طرف مقابل اور ساکت کرنے مخالف کے اور غلبہ و فخر کے لیے امر حق کو ماننے
کی اور کوئی بات نہین سیکھتے اُنکو رات دن ارباب مذاہب کے جھگڑون اور اپنے ہمسرون کے عیوب کی تلاش رہتی ہی اور طرح
طرح کے حیلے اور فقرے ایذا رسان ڈھونڈھتے رہتے ہین اس قسم کے لوگون کو انسان مین سے درندہ تصور کرنا چاہیے اُنکا مقصود
حماقت ہی اور علم کا قصہ صرف اسلیے کرتے ہین کہ اقران و امثال پر فخر کیلیے کام آدے اور جس علم کی حاجت مباہات مین نہین رکھتے ہین
مثلاً علم قلب و صفات مذمومہ کو مٹا کر اُن کی عوض صفات عمدہ کو حاصل کرکے راہ خدا پر چلنا ایسے علمون کو حقیر جانتے ہین اور
اُنکا نام چکنی باتین اور واعظون کی گفتگو رکھ چھوڑا ہی علم تحقیق اُن کے نزدیک وہی ہی جس سے دو بحثنے والون کے جدال کی
تفصیل معلوم ہو یہ لوگ پہلے فرقہ اہل فتوے سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر ہین اسلیے کہ وہ فرض کفایہ تو کرتے تھے یہ لوگ جس علم
مین مصروف ہین وہ تو فرض کفایہ بھی نہین بلکہ سب دقائق جدال کی فقہ مین بدعت ہین اکابر سلف سے منقول نہین باقی رہین
دلیلین احکام کی سو وہ کتاب اللہ اور حدیث مین موجود ہین طریق مناظرہ اور اُس کے حیلے سب بدعت ہین اور صرف
اظہار غلبہ اور مخالف کے ساکت کرنے کے لیے ایجاد کیے گئے ہین تاکہ اسطرح بحث ہوا کرے حاصل یہ کہ یہ فرقہ بھی مغرور ہے
اور اسکا غرور اہل فتوی کی نسبت شدید اور قبیح ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو علم کلام اور مناظرہ اسلیے پڑھتے ہین کہ اہل بدعت سے
لڑتے جھگڑتے رہین اور مخالفون کے جواب دین یہ لوگ ہمہ تن اسمین لگے رہتے ہین کہ مخالفین کے اعتراضات کو ڈھونڈھتے
اور طریق مناظرہ کا اور اُن کے ساکت کرنے کا سیکھے اسی غرض کے واسطے بہت سے اقوال مختلف یاد کر لیتے ہین اور ایسے لوگون
کے بہت سے فرقہ ہین اُنکا اعتقاد یہ ہی کہ آدمی کا کوئی عمل بدون ایمان کے نہین ہوتا اور جبتک آدمی ہمارا مناظرہ نہ سیکھے اور علم کلام کی دلیلین ہر
عقیدہ کی نہ جانے جبتک ایمان صحیح نہین ہوتا اور اُنکو یہ بھی گمان ہی کہ کوئی شخص ہم سے زیادہ خدا تعالی کو نہین پہچانتا نہ اُسکے صفات کا عارف ہی
اور جو شخص ہمارے مذہب کا معتقد نہین اور ہمارا علم نہین جانتا وہ بے ایمان ہی اور انہین کا ہر ایک فرقہ اپنی ہی طرف بلاتا ہی بہرحال اس قسم
کے لوگ دو طرح کے ہین ایک گمراہ اور ایک حق پر گمراہ فرقہ تو وہ ہی جو خلاف حدیث کی طرف بلاتا ہی اور فرقہ محق وہ ہی جو سنت کی

کی طرف داعی ہی مگر غرور و مغالطہ دونون مین ہی فرقہ گمراہ مین تو اس جہت سے کہ اپنی گمراہی سے غافل رہے اور اپنے نفس کی نجات اُسمین سمجھتے رہے اور اس طرح کی بہت جماعتین ہین کہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہین اور وجہ اُنکی گمراہی کی یہ ہوئی کہ اُنھون نے اپنی رائے کو متہم نہ جانا اور دلیلون کی شرائط اور انکا طریق اول معلوم نہ کیا اسی جہت سے جو دلیل واقع مین تھی اُسکو شبہہ سمجھ لیا اور جو اصل مین شبہہ تھا اُسکو دلیل مان لیا اور فرقہ محق کا غرور اس لحاظ سے ہر کہ اُنھون نے جدل اور بحث کو نہایت ضروری اور دین کی عمدہ ثواب کی چیز دین مین سے جانا اور اس بات کے قائل ہوے کہ جبتک کوئی بحث و تلاش ہماری سی نہین کریگا تب تک اُسکا دین پورا نہوگا اور یہ کہ جو شخص خدا اور رسول کو بدون کسی بحث و دلیل کے سچا جانے وہ مومن یا کامل الایمان نہین نہ خدا کے نزدیک مقرب اور اسی گمان فاسد سے اُنھون نے اپنی تمام عمر تحصیل جدل اور مقالات اور مزخرفات اور اعتراضات اہل بدعت مین بسر کی اور نفسون اور دلون کی خبر نہ لی یہانتک کہ وہ ایسے اندھے ہوگئے کہ گناہ ظاہری اور خطاے باطنی کو نہ دیکھ سکے سبحان اللہ انکا یہ قول ہر کہ جدل و بحث مین مصروف رہنا افضل اور اولی ہر موجب قرب الٰہی ہر مگر چونکہ غلبہ اور ریا کی لذت اور مخالف کے الزام دینے کا مزا اور اپنی دانست مین حمایت دین خدا کی بزرگی دلمین سمائی ہوئی ہر تو اسی واسطے چشم بصیرت نہین ورنہ قرن اول کا حال دیکھیے کہ جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ یہ لوگ تمام خلق سے بہتر ہین اُنھون نے بہت سے اہل بدعت اور ہوا دیکھے مگر اپنی عمر اور دین کو نشانۂ تیر خصومت وجدال نہ بنایا اور اپنے دلون اور اعضا کے تجسس ہی سے اس بحث و تکرار کی فرصت نہ ملی بلکہ کبھی گفتگو تک نہ کی ہان جسجگہ حاجت یا آثار قبول کے دیکھے وہان کچھ بقدر حاجت کہدیا جس سے گمراہ کو اپنی گمراہی معلوم ہوجاوے اور جب کسی گمراہ کو گمراہی پر اصرار کرتے دیکھا تو اس سے روگردانی کی اور چھوڑ دیا اور خدا کیلیے اُس سے بغض رکھا یہ نہ کیا کہ اُس سے تمام عمر پشت ہشت رکھی ہو بلکہ اکابر سلف کا قول ہر کہ سنت کی طرف بلانا امر حق ہر اور یہ بھی مسنون ہر کہ اس بلانے مین جدل نہ کیا جاوے چنانچہ ابو امامہ باہلی رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جس قوم کو ہدایت عنایت ہوتی ہر وہ گمراہ نہین ہوتی جبتک کہ جدل اُنمین نہ پیدا ہو اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضہ کے پاس تشریف لائے تو وہ جھگڑے اور خصومت مین مصروف تھے آپ کو اسقدر غصہ ہوا کہ مارے غصے کے منھ سرخ ہوگیا گویا چہرۂ مبارک مین انار کے دانو نکی سرخی دکھتی تھی اور اسوقت یہ فرمایا

لہذا بعثتم ابہذا امرتم ان تضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض انظروا الی ما امرتم بہ فاعملوا و ما نہیتم عنہ فانتہوا غرض صحابہ رضہ کو جدال سے منع فرمایا حالانکہ حجت اور جدال مین سب سے زیادہ بہتر تھے پھر اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باوجودیکہ تمام اہل ملت کی طرف مبعوث ہوئے تھے مگر کبھی کسی ملت والون کے پاس مجلس مجادلہ مین اسواسطے نہین بیٹھے کہ کسی کو الزام دیجیے یا ساکت کیجیے یا کسی حجت کی تحقیق یا کسی اعتراض کا جواب یا خود اپنی طرف سے اعتراض کیجیے البتہ اُنسے مجادلہ صرف تلاوت قرآن سے فرمایا جو اُن لوگون پر نازل ہوا تھا زیادہ بحث نہین کی کیونکہ زیادہ گفتگو سے اُنکا دل پریشان ہوتا اور طرح طرح کے اعتراضات و شکوک واقع ہوتے کہ پھر دل سے محو نہین ہوسکتے تھے اور یہ بات نہین کہ خدانخواستہ آپ اُنکے مجادلے سے عاجز تھے اور قیاس کے دقائق سے ناواقف یا اپنے اصحاب رضہ کو کیفیت جدل و الزام

کی تعلیم نہ کر سکتے تھے مگر اصل یہ ہے کہ دانا اور اہل احتیاط مجادلے پر فریفتہ نہیں ہوتے اُنکا یہ قول تھا کہ اگر تمام روے زمین کے لوگ نجات پاوین اور ہم ہلاک ہون تو اُنکی نجات سے ہمین کیا فائدہ اور اگر ہم نجات پاوین اور وہ ہلاک ہوجاوین تو ہم کو اُنکے ہلاک ہونے سے کچھ ضرر نہین اور ہمپر مجادلہ اتنا چاہیے جتنا صحابہؓ کو یہود و نصاریٰ سے اور دوسری ملت والون سے ہوا اُنھون نے کچھ اپنی تمام عمر اُنکی مجادلات کی تحریر مین ضائع نہین کی کہ ہم بھی ویسا ہی کرین اور اُس بات سے غافل رہین جو ہمارے فقر و فاقہ کے دن کام آوے علاوہ ازین جس بات مین کہ ہم سے غلطی کا بھی امکان ہے اور خطا سے مامون نہین اُسمین ہم کیون خوض کرین پھر ہم دیکھتے ہین کہ بدعتی کے ساتھ اگر بحث کرو تو وہ بحث کے باعث بدعت نہین چھوڑتا بلکہ تعصب اور خصومت سے اُسکی بدعت اور زیادہ بڑھجاتی ہے اس صورت مین ہم کو اُن مخالفون کے ساتھ بحث و تکرار کی نسبت یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس پر کوشش کرین اور اُسی سے بحث و تکرار رکھین تاکہ وہ دنیا کو آخرت کے واسطے چھوڑ دے اور یہ ایسے حال مین ہے کہ فرض کر لین کہ ہمکو جدل و خصومت سے ممانعت نہین ہوئی اور جس حال مین کہ ممانعت اُس سے وارد ہے تو جدال سے کسی کو سنت کی طرف بلانا گویا ایک سنت کا تارک ہو کر دوسرے کا طالب ہونا ہے تو بطریق اولے ہمارے حق مین یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس کے درپے ہو کر اُسکے صفات کو دیکھین کہ کونسی کو اللہ پسند کرتا ہے اور کسکو ناپسند پھر اُسکے محبوب صفات کو اختیار کرین اور مبغوض کے گرد نہ پھرین اور ایک فرقہ اور ہے جو وعظ و نصیحت مین مصروف رہتے ہین اور اُن سب مین اعلیٰ رتبہ اُن لوگونکا ہے جو اخلاق نفس اور صفات قلبی یعنی خوف و رجا اور صبر و شکر اور توکل اور زہد اور یقین و اخلاص و صدق وغیرہ کی خوبیان لوگون کو سُناتے ہین اور اُنکو یہ دھوکا ہے کہ از انجا کہ ہم اُن صفات کو بیان کرتے ہین اور لوگون کو اُن کی تعلیم کرتے ہین تو اول ہم اُن صفات کے متصف ہین حالانکہ خدا کے نزدیک اُن مین اُن صفات کا وجود نہین ہوتا اور اگر تھوڑی بہت کوئی صفت ہو تو ہر ایک عام مسلمان مین بھی کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہے اُنکو کیا ترجیح ہے مگر غرور اُنکا بڑا سخت ہے کیونکہ یہ اپنے نفس پر بہت عجب کرتے ہین اُنکو یہ گمان ہے کہ جتنا ہم نے جس علم مین تبحر اور استعداد پیدا کی اتنی ہی وہ چیز ہم مین باعث کمال ہوئی مثلاً ہم نے محبت مین تبحر پیدا کیا تو محبت الٰہی ہم مین ہوئی اور اخلاص کے دقائق کو سمجھا تو مخلص ہو گئے اور خفیہ عیب نفس کے بچانے تو اُنسے بری ہوے اور اگر ہم مقرب الٰہی نہوتے تو خدا تعالیٰ ہمکو معنی قرب و بعد کے کیون بتاتا اور علم سلوک الی اللہ اور کیفیت اس راستے کے منازل طے کرنے کی ہمکو کیون معلوم ہوتی غرض اسطرح کا عالم بیچارہ ایسے ایسے خیالات خام سے جانتا ہے کہ مین خائف ہون حالانکہ دراصل بیخوف ہے اور جانتا ہے کہ مین رجا رکھتا ہون اور اصل مین غرور رکھتا ہے اور اپنی دانست مین راضی بقضاے الٰہی ہے مگر حقیقت مین نہین اور بزعم خود متوکل ہے لیکن واقع مین عزت و جاہ و مال و اسباب پر تکیہ رکھتا ہے اور اپنے گمان مین مخلص ہے اور درواقع ریاکار ہے بلکہ اگر اخلاص کا وصف بیان کرتا ہے تو اثناے بیان مین اخلاص نہین کرتا اسیطرح ریا کا ذکر کرتا ہے تو وہ بھی خالی از ریا نہین ہوتا اسواسطے کہ اسکی مراد یہی ہے کہ لوگونکا میری طرف یہ اعتقاد ہو جاوے کہ اگر یہ شخص مخلص نہوتا تو اتنے دقائق ریا کے کہانسے سوجھتے اور زہد دنیا کا بیان بھی اسی لیئے کرتا ہے کہ اپنے آپ شدت سے اُسکا حریص ہے غرضکہ بظاہر لوگونکو اللہ کیطرف بلاتا ہے اور خود اُس سے بھاگتا ہے اور دونکو خوف خدا دلاتا ہے آپ مامون ہے دوسرون کو یاد الٰہی کو کہتا ہے خود بھولا ہوا ہے غیرون کو خدا سے قریب کرتا ہے اور اپنے آپ دور ہوتا ہے ترغیب

اخلاص

اخلاص کی دیا ہی اور خود غیر مخلص ہی صفات مذمومہ کی مذمت کرتا ہی اور اپنے آپ اُنسے موصوف ہی لوگون کو خلق سے روگردان کرتا ہے اور آپ سب سے زیادہ اُسکا حریص ہی جسجگہ بیٹھکر لوگون کو خدا کی طرف بلاتا ہی اگر وہان کوئی نہ بیٹھنے دے تو جہان اُسپر باوجود وسعت کے تنگ ہو جاوے کہتا ہی کہ میری غرض خلق کی اصلاح ہی لیکن اگر کوئی اُسکا ہمسر ایسا ہو کہ خلق اُسکے پاس جاوے اور اُسکے ہاتھون بہتری کو پہونچے تو غم اور حسد کے مارے جل جاوے اور اگر اُسکے سامنے کوئی شخص کسی کی اُسکے ہمسرون مین سے تعریف کرے تو تمام خدائی سے اُسکو برا سمجھے تو اس قسم کے لوگون کو بڑا غرور ہی اور اُنکا آگاہ ہونا اور راہ راست پر آنا بھی دشوار ہی کیونکہ اچھے اخلاق کی ترغیب اور اخلاق بد کی نفرت جب ہوتی ہی جب اُن اخلاق کے آفات اور فوائد سے واقفیت ہو اور اُن لوگونکو اگرچہ اُنپر وقوف ہوا مگر مفید نہوا کیونکہ خلق کو راہ راست بتلانے کی محبت نے اُنکو عمل سے روک دیا پھر کس چیز سے اُنکا علاج کیا جاوے اور کون سی چیز سے اُنکو ڈرایا جاوے ڈرانے والی باتین تو خود لوگون کے سامنے ذکر کرتے ہین مگر خود خوف نہین کرتے ہان اتنی بات ہو سکتی ہی کہ اُنکو جو دعوی ہی کہ ہم سب عمدہ اخلاق سے موصوف ہین تو اُسکا امتحان اُنکو تبلا دیا جاوے کہ اُسپر اپنے نفسونکا تجربہ کر لین وہ یہ ہی کہ مثلاً اُنکو دعوی محبت الٰہی کا ہی تو سوچین کہ ہم نے خدا کی محبت کے باعث کون سی دنیا کی محبوب چیزین چھوڑ دی ہین اور خوف الٰہی کا جو دعوی ہی اس خوف سے کونسی چیزون سے باز رہے ہین اور زہد کا جو دعوی ہی تو قدرت پا کر کون سی چیز خدا کے واسطے ترک کی ہی اور خدا کے ساتھ اُنس کا دعوی ہے تو بتا دین کہ تنہائی کبھی اچھی معلوم ہوئی ہی اور خلق کے دیکھنے سے نفرت ہوئی ہی ان امور مین سے کچھ بھی نہین ہوا بلکہ جب مریدون کو حلقہ باندھے گرد دیکھتے ہین تو دل مین حلاوت کامل پاتے ہین اور اگر تنہا ہو کر خدا کے واسطے بیٹھین تو وحشت ہوتی ہی اب ہم پوچھتے ہین کہ کہین محب کو اپنے محبوب سے بھی وحشت ہوئی ہی اور اُسکے سوا دوسرون سے الفت۔ حاصل یہ کہ دانا لوگ تو اپنے نفسون کا امتحان ان صفات سے کرتے ہین اور طالب صفات حقیقی کے ہوتے ہین یہ نہین کہ صرف ظاہر کی بناوٹ پر قانع ہو جاوین بلکہ خدا سے عہد مستحکم کرتے ہین اور ظاہر و باطن یکسان کرتے ہین اور جو لوگ مغالطے مین ہین وہ اپنے نفسون کو اچھا جانتے ہین مگر قیامت کو حال کھلیگا تب فضیحت ہون گے بلکہ دوزخ مین ڈالے جاوین گے اور اُن کی آنتین نکل پڑینگی اور اُن کو ایسی طرح چکر دین گے جیسا گدھا چکی پھراتا ہی چنانچہ اس مضمون کی حدیث اوپر گذری اور یہ حال اسلیے ہوگا کہ خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت کو اپنا دستور العمل کیا تھا اور وجہ اُن لوگون کے مغالطے کی یہ ہی کہ یہ لوگ اپنے دلوں مین کسی قدر اصول ان اشیا یعنی محبت و خوف خدا اور رضا بقضا کے پاتے ہین اور پھر اُن امور مین منازل عالیہ کے بیان کرنے کی قوت بیانیہ اُنمین ہوتی ہی تو اُنکو یہی گمان ہوتا ہی کہ ہم جو مدارج محبت و خوف الٰہی کے بیان کر سکتے ہین اور ہم کو خدا تعالے نے اُنکا علم دیا ہی اور لوگون کو ہمارے کہنے سے نفع ہوتا ہی یہ سب اسی جہت سے ہین کہ ہم اُن اوصاف سے موصوف ہین اور اُنھون نے یہ نہ سمجھا کہ ماننا کلام کا ہوتا ہی اور کلام معرفت اور زبان کے جاری ہونے سے ہوتا ہی اور معرفت سیکھنے سے ہوتی ہی تو ان باتون مین سے کسی سے یہ نہین لازم آتا کہ بولنے والا اُن صفات کے ساتھ موصوف بھی ہی اور عام مسلمانون مین اور اس طرح کے عالم مین کیا فرق ہی محبت و خوف نہ اُس مین نہ اِس مین صرف قدرت بیانی البتہ اس عالم مین ہے اِس سے کام نہین چلتا بلکہ کیا عجب ہے کہ اس قدرت کے باعث زیادہ تر بے خوف ہو اور خلق کی طرف میل ظاہر کرے اور دل مین محبت الٰہی برائے نام ہو جاوے اُسکی مثال ایسی ہی

جیسے کوئی بیمار مرض کو اور دوا کو اور صحت اور شفا کو بہت فصاحت سے بیان کر سکے کہ دوسرے مریض نہ کر سکیں اور نہ اسباب و علامات صحت و مرض کے اور نہ درجات و اصناف مرض اور دوا کے بیان کر سکیں یہ سب کچھ کہہ سکتا ہی تو اس کہنے سے بیماری میں کیا فرق ہوگا جیسے اور بیمار ہیں ویسا ہی یہ بھی ہی فرق صرف علم میں ہی کہ اصطلاحات طبی سے واقف ہی پس صرف صحت کی تعریف جان کر اپنے آپ کو تندرست سمجھنا عین جہالت ہی اسی طرح محبت و خوف الٰہی اور توکل اور زہد اور سب صفات کا جاننا اور چیز ہی اور انکے ساتھ متصف ہونا اور چیز جو ان دونوں کو ایک سمجھے وہ بڑی غلطی میں ہی۔ یہ حال اُن واعظوں کا ہی جنکے بیان میں کچھ عیب نہیں یعنی طریق انکے وعظ کا ایسا ہی ہی جیسا قرآن و حدیث اور حضرت حسن بصری وغیرہم کے وعظ کا ڈھنگ ہی اور ایک فرقہ اور ہی جنھوں نے وعظ کے طریق واجبی سے عدول کیا ہی اور اب کے سب واعظ اسی طرح کے ہیں شاید شاذ و نادر جنکو خدا تعالیٰ نے بچایا ہو ایسے ہوں مگر ہم کسی کو نہیں جانتے شاید اطراف بلاد میں کہیں ہوں اس قسم کے واعظوں کا یہ دستور ہی کہ لوگوں کو اجنبی بات سنانے کے واسطے بہت سی جھوٹی سچی باتیں بے سر و پا اور ایسے کلمات جو قانون عقل و شرع سے خارج ہوں بیان کرتے ہیں اور بعض لوگ الفاظ مزین اور مسجع کہتے ہیں اور دلیل میں اشعار وصال اور فراق کے پڑھتے ہیں اس غرض سے کہ انکی وعظ میں لوگ بہت سا چیخیں اور حال کریں گو اغراض فاسدہ ہی کے لیے ہو تو ایسے لوگ انسانوں میں شیطان ہیں خود بھی گمراہ ہوے اور ان کو بھی گمراہ کیا سیدھا راستہ چھوڑ دیا پہلے فرقے نے گو اپنے نفسوں کی اصلاح نہ کی تھی دوسروں کی تو اصلاح کی تھی وعظ اور کلام صحیح صحیح بیان کیا تھا یہ لوگ تو خلق کی راہ مارتے ہیں کہ اُن کو بھی اللہ پر مغرور کیے دیتے ہیں اور اسکا نام رجا بتلاتے ہیں اُنکے وعظ سے خلق کو زیادہ تر جرأت گناہوں کی ہوتی ہی اور دنیا کی رغبت بڑھتی ہی خصوص اس حال میں کہ واعظ اچھے کپڑے اور سواری وغیرہ سے آراستہ ہو کیونکہ اس صورت میں اُسکی ہیئت سراپا دلیل ہی اس بات کی کہ شدت سے حرص دنیاوی رکھتا ہی تو یہ مغرور جتنی خرابی اپنے وعظ سے کرتا ہی وہ اصلاح کی نسبت زیادہ ہی بلکہ بتامل دیکھو تو اصلاح کچھ بھی نہیں بہتوں کو گمراہ ہی کرتا ہی اور وجہ اسکے مغرور ہونے کی ظاہر ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو صرف زاہدوں کے کلام اور اُنکے اقوال مذمت دنیا میں جوں کے توں یاد کر لیتے ہیں اور بدون اُنکے معنے سمجھنے کے اوروں سے کہتے ہیں بعضے تو منبر وغیرہ پر چڑھکر بیان کرتے ہیں اور بعضے مسجدوں میں اور بعضے بازاروں میں اپنے ساتھیوں کو سناتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہی کہ جب ہم میں اور بازاریوں و سپاہیوں میں اتنا فرق ہو گیا کہ ہم کو یہ اقوال زاہدوں اور اہل دین کے یاد ہیں اور ان دونوں کو نہیں تو اسقدر سے ہمارا مطلب حاصل ہی اور مغفرت الٰہی ہمارے حال کے شامل ہی اور عذاب اخروی سے بچے ہوں رہینگے گو اپنے ظاہر و باطن کو گناہ سے نہ بچاویں غرضکہ نجات کیواسطے اُنکے نزدیک یاد کرنا کلام اہل دین کا کافی ہی اور اس فرقے کا غرور اس سے پہلے فرقے کی نسبت بھی ظاہر تر ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو اپنے اوقات علم حدیث کے سننے اور سے روایات کے جمع کرنے اور اونچے اونچے اسناد کی جستجو کرنے میں بسر کرتے ہیں ایسے عالم کی ہمت اسی میں مصروف رہتی ہی کہ شہروں میں گشت کرے اور بہت سے محدثین سے استفادہ کرے تا کہ یہ کہہ سکے کہ مجھکو روایت فلاں فلاں شخص سے ہی اور جو سند میرے پاس ہی وہ اور کسی کے پاس نہیں ان لوگوں کا مغالطہ کئی وجہ سے ہی ایک تو یہ کہ ان لوگوں کا حال ایسا ہی جیسا کہ کوئی کتابیں اپنی بغل میں لیے پھرے لیے پھرنے

سے کچھ عالم نہین ہو جاتا اسی طرح یہ لوگ بھی معانی سنت کی طرف اپنی توجہ نہین کرتے بجز نقل کے اور کچھ نہین جانتے اور بزعم خود اسی قدر کافی سمجھتے ہین حالانکہ اُنکا علم ناقص ہی دوسری وجہ یہ کہ جب معانی حدیث کے نہ سمجھینگے تو اُس پر عمل کیسے کرینگے اور بعض احادیث کو سمجھتے بھی ہین اور عمل نہین کرتے تیسری وجہ یہ کہ اس بہانے سے وہ علم جو اُنپر فرض عین ہی یعنی معرفت علاج قلب کی اسکو چھوڑ دیتے ہین اور سندون کی کثرت کرنے اور انہین سے اونچی سند کی تحصیل مین مصروف رہتے ہین حالانکہ اُنہین اُنکو کسی چیز کی حاجت نہین چوتھی وجہ جسپر کہ اس زمانے کے لوگ جھکے ہین یہ ہی کہ حدیث شریف کے سننے کیلیے جو جو شرط چاہیے اُسکو بھی بجا نہین لاتے حالانکہ اُسکا بجالانا امر ضروری ہی اسواسطے کہ صرف سننے سے اگر اور کوئی فائدہ نہین تو الفاظ حدیث کے معین ہونیکا تو فائدہ ہی جب الفاظ معین ہو جاوین تب اُسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اور سمجھنے کے بعد عمل ہوتا ہی اسیطرح بترتیب پانچ چیزین ہوتی ہین اوّل سننا پھر سمجھنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر اسکو دوسرون مین منتشر کرنا۔ ان لوگون نے ان پانچ باتون مین سے صرف سننے پر قناعت کی اور سننا بھی جیسا چاہیے ویسا نکیا مثلاً کوئی لڑکا کسی شیخ کی مجلس مین حاضر ہو کہ وہان درس حدیث کا ہو رہا ہی اور استاد تو سوتے ہین لڑکا جدا کھیل مین مصروف ہے باوجود اسکے اُس لڑکے کو سند حدیث کے سننے کی ملجاتی ہی جب وہ بڑا ہوتا ہی تو اس بات کے درپے ہوتا ہی کہ کوئی مجھسے آکر سنے اور اگر کوئی بالغ مجلس حدیث مین جاتا ہی تو وہ بھی اکثر غافل ہو کر کان نہین دھرتا خواہ باتین کرنے لگتا ہی یا لکھنے مین مشغول ہوتا ہی یہان تک کہ استاد جو حدیث بیان کر رہا ہی اگر کچھ الفاظ مین تغیر یا تصحیف کر دے تو اُسکو خبر بھی نہو اور نہ اُسکو پہچانے اور یہ سب باتین غرور وجہالت کی ہین اسلیے کہ اصل حدیث کے باب مین یہ ہی کہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے اور جیسا سنے ویسا یاد رکھے اور جسطرح یاد ہو اُسیطرح روایت کرے یعنی روایت بعد حفظ کے ہوتی ہی اور حفظ بعد سننے کے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا نہو سکے تو صحابہ یا تابعین سے سنے اُنسے سننا بھی ایسا ہی ہی جیسا آنحضرت سے یعنی غرض سننے سے یاد کرنا ہی تاکہ جون کی تون دوسرونسے بیان کرے اور یاد کرنا بھی اُسیطور پر ہو کہ جیسا سنا ویسا ہی یاد کیا یہانتک کہ ایک حرف کی تبدیل نہونے پاوے اور اگر کوئی شخص اُسمین کچھ تبدیل کرے یا خطا کرے تو حفظ کرنے والے کو اُسکی غلطی معلوم ہو جاوے پھر حفظ حدیث کے دو طور ہین ایک تو یہ کہ دل ہی دل مین ہمیشہ یاد کرے اور دُھرا لیا کرے جیسے اپنے اور روزمرہ کے حالات مین کان پڑی باتین یاد کر لیتے ہین دوسرے یہ کہ جیسا سنے ویسا لکھ لیوے اور نہایت صحت کے ساتھ لکھے اور اس نوشتہ کی حفاظت کرے کہ کسی دوسرے کا ہاتھ اُسکو نہ لگے اور حفاظت خواہ اپنے ساتھ رکھنے سے یا اپنی تحویل مین رکھنے سے کرے کیونکہ اگر دوسرے کے ہاتھ وہ کتاب پڑیگی کیا عجب ہی کہ اُسمین کچھ تغیر ہو جاوے اور چونکہ خود حفظ نہین کی تھی تو یہ معلوم بھی نہ ہوگا کہ کسی دوسرے نے اُسمین کچھ بدل دیا غرض حفظ حدیث کی یہی دو صورتین ہین یا تو دل مین محفوظ ہو یا کتاب مین محفوظ ہو کہ جب اُس کو دیکھین تو جو کچھ اُستاد سے سُنا ہی اُسکا دھیان آجاوے اور اُسمین تبدیل وتحریف کا خوف نرہے پس جس صورت مین کہ مثلاً تمنے حدیث نہ دل مین یاد کی نہ کتاب مین محفوظ رکھی اور صرف ایک مبہم آواز کان مین ڈالکر اُستاد کے پاس سے مفارقت کی اور اتفاقاً اُسی استاد کی وہی کتاب حدیث کہین نظر پڑی جسمین احتمال ہی کہ شاید کچھ تبدیل ہو گیا ہو یا تمنے اور روایت سنی ہو اور اُسمین دوسری طرح ہو تو تم یہ نہین کہہ سکتے کہ ہمنے یہ کتاب استاد سے پڑھی ہی کیونکہ تمکو یہ تو معلوم ہی نہین کہ جو کچھ تمنے سنا ہی وہ اس کتاب کے موافق ہی

یا مخالف شاید تمہارا سننا اُس سے ایک ہی دو کلمے میں مختلف ہو بہر صورت تمہارے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں جس سے اختلاف پہچان سکو یا قطعی پڑھنا ثابت کرو کیونکہ نہ خود تمکو دل میں یاد ہی نہ تمنے اُستاد کا مقولہ صحیح صحیح لکھکر محفوظ کر رکھا ہی تو بدون ان دونوں باتوں کے کیسے کہہ سکتے ہو کہ مین نے یہی سنا ہی حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی ولا تقف ما لیس لک بہ علم اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس زمانے مین مدعی ہین کہ ہمنے فلانی کتاب فلان اُستاد سے پڑھی ہی اگر انمین یہ شرط مذکورہ بالا موجود نہین تو اُنکا دعویٰ جھوٹ ہی اور کمتر درجہ سننے کی شرط کا یہ ہے کہ تمام و کمال کتاب کان پر ایسی طرح گذرے جو کچھ یاد بھی ہوئی جاوے کہ اگر بالفرض اسمین کچھ تبدیل ہو تو فوراً معلوم کرلے اور اگر جواز کی صورت یہ ہو کہ خواہ لڑکا ہو یا غافل یا سوتا یا لکھتا سب کے سب پڑھنے مین داخل کیے جاوین تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شیر خوار یا مجنون مجلس حدیث مین ہو تو اُسکا سننا بھی معتبر ہو اور بالغ ہونیکے بعد خواہ ہوش مین آنے کے پیچھے اُنسے اور لوگ سند لیا کرین حالانکہ یہ امر سب کے نزدیک ناجائز ہی اور اگر یہی جائز ہو تو پیٹ کے بچے کا سماع بھی جائز ہووے اُسکا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ شیر خوار تو بات کو نہ سمجھتا ہی اور نہ یاد کرتا ہی اسلیے اُسکا سننا بھی معتبر نہین تو ہم کہتے ہین کہ جو لڑکا کھیل رہا ہی اور غافل آدمی جو لکھنے مین مشغول ہی وہ کب سمجھتا ہی اور یاد کرتا ہی اور اگر کوئی جاہل جرات کر کے کہے کہ شیر خوار لڑکے کا سننا بھی جائز ہی تو اُسکے الزام کو کہنا چاہیے کہ پھر پیٹ کے بچے کا سننا بھی معتبر ہونا چاہیے اور اگر وہ یہ فرق نکالے کہ پیٹ کا بچہ آواز نہین سنتا اور شیر خوار سُنتا ہی تو یہ فرق مفید نہین اسواسطے کہ غرض تو بیان حدیث سے ہی کچھ آواز کے سننے سے نہین دوسرون سے جب کہیگا جب حدیث نقل کریگا آواز کی سماعت سے کچھ سروکار نہین اسطرح کے سننے والے کو چاہیے کہ جب بالغ ہو تو اتنی ہی بات کہے کہ مین نے بڑا ہو کر یون سنا ہی کہ لڑکپن مین ایک ایسی مجلس مین حاضر ہوا تھا جسمین حدیث ہوا کرتی تھی اور اُسکی آواز مجھکو پہونچتی تھی مگر مین نہین جانتا کہ وہ کیا تھی تو اسمین تو شک نہین کہ سب کے نزدیک اسطرح کی روایت ناجائز ہی اور جسقدر اسمین کچھ زیادتی کریگا وہ صریح جھوٹ ہوگا۔ اور اگر بالفرض کسی ترکی شخص کا حدیث سننا جائز ہو جو عربی سے محض ناواقف ہی تب البتہ سننا طفل شیر خوار کا بھی معتبر ہو سکتا ہے کہ صورت مبہم دونونکو پہونچتی ہی اور یہ نہایت جہل ہی علاوہ ازین ماخذ سماع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ آپ فرماتے ہین نضر اللہ امرا سمع مقالتی فوعاہا فاداہا کما سمعہا اب ہم پوچھتے ہین کہ جس شخص کو یہ خبر نہین کہ کیا سنا ہی وہ کسطرح ادا کریگا جو سنا ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بڑی غلطی ہی اور اس مین اس زمانیکے لوگ مبتلا ہین اگر لوگ احتیاط و جستجو کرین تو ایسے ہی شیخ ملینگے جنھون نے لڑکپن مین ایسی ہی غفلت کے ساتھ حدیث کو سنا ہوگا مگر چونکہ محدثین کو جاہ و قبول اسمین حاصل ہی اسواسطے بیچارونکو یہ ڈر ہی کہ سننے مین یہ شرط لگانے سے کہین حلقہ کم نہ ہو جاوے اور جاہ مین خلل پڑے اور نیز حدیثین جو اس شرط سے سنی ہونگی وہ بھی کم ہو جاوینگی بلکہ کیا عجب ہی کہ اسطرح کی کوئی بھی نہ نکلے تو فضیحت ہو اُنکے اسواسطے یہ اصطلاح ٹھہرائی کہ حدیث کے سننے مین صرف یہی شرط ہی کہ آواز سے سنے گویہ نہ سمجھتا ہو کہ اسمین کیا بیان ہی حالانکہ اس باب مین اُنکا قول معتبر نہین کیونکہ سماع کی تعریف داخل اُنکے علم مین نہین یہ امر متعلق علماے اصول فقہ سے ہی ہمنے جو شرائط لکھے ہین وہ اصول فقہ کے قانون کے بموجب صحیح ہین غرض یہ کہ اُن لوگونکا مغالطہ ہی اور اگر بالفرض احادیث کو کہ شرائط کے ساتھ ہی سیکھین تب بھی مغرور ہین اسلیے کہ صرف حدیث کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین اور روایات کے جمع کرنے مین عمر ضائع کر کے ضروریات دین اور معرفت معانی حدیث سے غافل رہتے ہین یہ نہین سمجھتے کہ مقصود علم حدیث سے بھی سلوک راہ آخرت ہی اور کیا عجب ہی کہ اُسکے لیے ایک ہی حدیث

ہر عمر کو کافی ہو چنانچہ بعض اکابر سے مروی ہی کہ وہ ایک مجلس حدیث مین حاضر ہوے اول حدیث جو شیخ نے پڑھی یہ تھی من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ وہ بزرگ اس حدیث کو سنکر اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ مجھے اسی قدر کافی ہی پہلے اتنا ہو لون تو دوسری سنونگا پس جو لوگ غرور سے جا لگتے ہین اُنکا سننا ایسا ہوتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو علم نحو اور شعر اور لغت مین مشغول ہو کر مغالطے مین پڑے اور اپنی دانست مین مغفور ہین اور دلیل یہ پیش کرتے ہین کہ دین کا مدار کتاب اللہ اور حدیث پر ہی اور ان دونون کا مدار علم نحو اور لغت پر ہی اسیوجہ سے اپنی عمر معرفت دقائق نحو اور فن شعر اور غریب لغت مین تلف کرتے ہین اور اُنکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی اپنی تمام عمر خوشخطی کی تحصیل مین ضائع کرے اور کہے کہ علوم چونکہ بدون لکھے یاد نہین رہتے اسواسطے لکھنا اچھی طرح سیکھنا اور خوشخط ہونا ضروری ہی اور اگر عقل ہو تو جانے کہ اصل خط اور املا ضروری کا سیکھنا کافی ہی اسقدر چاہیے کہ پڑھا جائے اور زیادہ مقدار کافی سے تجاوز کرنا ہی اسیطرح ادیب بھی اگر تامل کرے تو جانے کہ لغت عربی مثل لغت ترکی کے ہی جو اپنی عمر لغت عربی کی تحقیق مین ضائع کرے وہ ایسا ہی جیسے وہ شخص جو لغت ترکی خواہ ہندی کی تحقیق مین دل تلف کرے فرق صرف اتنا ہی کہ احکام شریعت زبان عربی مین ہین تو عربی کے لغت کا اتنا ہی علم کافی ہے جس سے احادیث و قرآن کے الفاظ معلوم ہو جاوین اور اُسیقدر نحو کا سیکھنا بھی کافی ہی جس سے حدیث و قرآن کے معنی کو تعلق ہو الا اگر اسمین اتنا تعمق اور مشغولی کرے کہ کسی حد پر بس نہ کرے تو محض فضول ہی جسکی کچھ حاجت نہین پھر اگر انھین علوم پر اکتفا کر کے معانی و احکام شرعی سے باز رہے اور عمل نہ کرے تو شدت سے مغرور ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص اپنی عمر صرف قرآن کے مخارج حروف کی تصحیح مین بسر کرے اور اسی پر کفایت کرے تو ظاہر ہی کہ یہ غلطی ہی اسلیے کہ مقصود حروف سے معانی ہین حروف بمنزلہ ظروف اور آلہ کے ہین پس جس شخص کو دفع صفرا کے لیے سکنجبین پینے کی حاجت ہو اور وہ اپنی عمر اُس پیالے کی درستی مین صرف کرے جسمین پینا منظور ہی تو ایسا شخص مغرور و جاہل ہی اسی طرح اہل نحو اور لغت والون اور ادیبون اور قاریون کا غرور سمجھنا چاہیے اگر وہ ان علوم مین ایسے مستغرق ہون کہ جو علوم اُنپر فرض عین ہین اُنکو نہ سیکھین خلاصہ یہ کہ سب مین عمدہ مغز تو عمل ہی اور عمل کا جاننا بمنزلہ پوست کے ہی اور یہ بھی باعتبار اور چیزون کے جو اُسکے اوپر ہین مغز ہی یعنی معرفت عمل کے اوپر کا پوست الفاظ کا سمجھنا اور اسیطرح یاد کرنا ہی اور یہ بھی باعتبار اپنے اوپر کی چیزون کے مغز ہی اور اپنے اندر کی چیز کے پوست ہی اسکے اوپر کی چیز معرفت علم لغت و نحو ہی اور سب سے اوپر کا پوست مخارج حروف ہین اور جو شخص کہ ان پوستون مین سے کسی پر قانع ہی وہ مغرور ہی لیکن اگر ان پوستونکو ذریعہ اور سیڑھی منزل مرام کی سمجھے اور ہر ڈنڈے پر بقدر حاجت چڑھکر آگے بڑھ جاوے یہانتک کہ مغز عمل اور اصل مقصود کو پہونچ جاوے تو ایسا شخص اپنے دل اور جوارح سے واقع مین حقیقت عمل کا طالب ہی اور نفس سے بھی یہی کام لیتا ہی اور اعمال کی درستی اور اُنکو آمیزش آفات سے صاف کرنے مین عمر بسر کرتا ہی اور تمام علوم شرعیہ مین مخدوم اور مقصود بھی یہی بات ہی اور سب علوم اس کے خادم اور وسیلے اور پوست اور منازل ہین اور جو شخص مقصد تک نہین پہونچا وہ نقصان مین ہی خواہ پاس کی منزل مین ہو یا دور کی اور چونکہ یہ علوم متعلق علوم شرعیہ سے ہین اسواسطے جو اُنکو سیکھتا ہی اُسکو مغالطہ ہو جاتا ہی مگر علم طب اور حساب اور دوسرے علوم جو علوم شرعیہ سے بظاہر متعلق بعلوم نہین ہوتے تو اُنکے عالمونکو یہ اعتقاد تو نہین ہوتا کہ اُنسے ہماری مغفرت ہوگی کیونکہ ہمنے علم سیکھا ہی اسی نظر سے

ایسے علوم سے غرور بھی کثیر ہوتا ہی بہ نسبت اُس غرور کے جو علوم شرعی کی تحصیل سے ہوتا ہی اس لیے کہ علوم شرعی اچھے بھی ہوتے ہین جیسے پوست مغز کی شرکت مین اچھا کہا جاتا ہی لیکن عمدہ تر بالذات وہی ہی جو سب سے اعلیٰ ہی اور دوسرے کو جو اچھا کہتے ہین اُسوجہ سے کہ اُس سے اول قسم تک پہونچ سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی پوست ہی کو مقصود سمجھ کر اُسمین تفوق حاصل کرے وہ مغرور ہی اور ایک فرقہ اور رہی جو فن فقہ مین بڑا مغالطہ کھاتے ہین وہ یہ گمان کرتے ہین کہ جو کچھ پیشگاہ قاضی سے حکم ہو بعینہ وہی حکم خدا تعالیٰ کے یہان بھی ہوگا اسی لحاظ سے لوگون کے حق مین نہ دینے کے لیے حیلے بتلائے اور الفاظ مبہم کی بُری بُری تاویلین کین اور ظاہر نصوص پر فریفتہ ہو کر اُسمین خطائین کین اور یہ امر از قبیل خطا فی الفتوی ہی جو اکثر واقع ہوتی ہی مگر یہ قسم ایسی ہی کہ سولہ دانون کے اور سب پر پھیل گئی ہی ہم انکے توہمات کی کچھ مثالین لکھے دیتے ہین مثلاً یہ لوگ فتویٰ دیتے ہین کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو مہر معاف کر دے تو شوہر پر خدا کے یہان بھی مواخذہ نہوگا حالانکہ یہ کلیہ غلط ہی کیونکہ بعض اوقات شوہر اپنی منکوحہ سے بُرائی کرتا ہی یہان تک کہ وہ سب باتون مین تنگ ہو کر اسکی بد خلقی سے نجات چاہنے کے واسطے اُسکو مہر معاف کر دیتی ہی کہ کسی طرح عذاب سے چھٹی پاؤن تو اگرچہ اُسنے معاف تو کر دیا مگر بخوشی خاطر معاف نہین کیا اور رضائے تہ فرماتا ہی فان طبن لکم عن شئی منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریئا معلوم ہوا کہ نفس کی رضامندی معاف کرنے مین شرط ہی اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جو بات آدمی دل سے کرے اُسمین نفس راضی بھی ہو مثلاً دل سے خون نکلوانا چاہتا ہی لیکن نفس کو بُرا معلوم ہوتا ہی اسی طرح عورت کے معاف کرنے مین رضامندی نفس کی جب ہوتی کہ کوئی ضرورت معاف کرنے کی مقابل ہوتی اور یہ صورت کہ جب وہ ہاتو نہین اُسکو تردد ہوا تو آسان بات کو اختیار کر لیا یہ واقع مین ڈانڈ ہی کہ اپنے نفس پر جبر کر لیا ہان اتنی بات ہی کہ دنیا کا قاضی دلون کے حال کو اور غرض کو نہین جان سکتا اسی لیے ظاہر کے معاف کرنے کو دیکھتا ہی اور عورت پر ظاہر مین کوئی زبردستی نہین ہوئی اور باطن کے جبر پر خلق کو اطلاع نہین لیکن جب قاضی اکبر خداوند کریم قیامت کے میدان مین حکم کے واسطے در پے ہوگا اُس وقت یہ امر محسوب اور مفید نہ پڑے گا اسی طرح جائز نہین کہ کسی انسان کا مال بدون رضائے نفس لیا جاوے پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے مجمع مین کچھ مانگے اور وہ دوسرا لوگون کی شرم کے مارے دینے سے انکار نہ کر سکے اور اُسکے دلمین یہ ہو کہ اگر یہ شخص تنہائی مین مانگتا تو دینا نہ پڑتا لیکن لوگونکی مذمت کا خوف اور مال کے جانے کا رنج دونون موجود ہین اور نفس نے ان دونون مین متردد ہو کر دونون مین سے آسان کو اختیار کر لیا یعنے رنج مال کے دینے کا آسان معلوم ہوا اسی کو اختیار کیا اور مال حوالہ کیا تو ہم پوچھتے ہین کہ اسمین اور ڈانڈ مین کیا فرق ہی کیونکہ ڈانڈ مین یہی ہوتا ہی کہ اگر دل مال کے دینے مین پس و پیش کرے تو بدن کو ضرب سے ایذا پہونچے تو بدن کی ایذا مال کی نسبت سخت معلوم ہوتی ہی اسواسطے مال دے دیا جاتا ہی اسیطرح جہان حیا اور ریا کا شبہہ ہو اُس جگہ سوال کرنا گویا دل پر کوڑا لگانا ہی تو بہر حال اسمین باطن کی ضرب ہی اور ڈانڈ مین ظاہر کی ضرب خدا کے نزدیک دونون مین کچھ فرق نہین وہان باطن و ظاہر ایک ہین اور حاکم ظاہری صرف آدمی کے ظاہر قول ہبہ کو دیکھکر حکم ملک کا کر دیتا ہی اسلیے کہ اُس کو دل کا حال معلوم نہین اسی طرح اگر کوئی شخص اسوجہ سے کسی کو کچھ دیوے کہ اُسکی زبان کی شرارت سے محفوظ رہے یا اُسکی چغلی سے بچا رہے تو یہ مال لینا حرام ہی اسطرح پر جو مال لیا جاوے سب حرام ہی دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے مین کیا مذکور ہی کہ بعد اس کے

کہ خدا تعالیٰ نے اُنکا قصور معاف فرمایا اُنھون نے عرض کیا کہ میرا معاملہ طرف ثانی سے کسطرح بنیگا حکم ہوا کہ اُس سے معاف کرالے وہ شخص مرگیا تھا حکم ہوا کہ بیت المقدس کے پتھر مین اُسکو پکار آپ نے پکارا کہ اے اوریا اُسنے کہا کہ حاضر ہون اے نبی اللہ آپ نے مجھ کو جنت مین سے بلا لیا کیا ارشاد ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے تیرے ساتھ کچھ بُرائی کی ہی تو معاف کردے اُسنے جواب دیا کہ مین نے معاف کی آپ اسی معاف کرنے پر تکیہ کرکے واپس گئے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے قصور کا ذکر بھی اوریا سے کیا تھا یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین اُنھون نے کہا کہ اب پھر جا کر قصور کو مفصل اُس سے کہو پھر آپنے آکر اُسکو پکارا اُسنے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہی کہا کہ مین نے تیری کچھ خطا کی ہی اُسنے عرض کیا کہ مین نے اُسکو معاف نہین کردیا آپ نے فرمایا کہ تو نے پوچھا تو ہوتا کہ وہ خطا کیا ہی اُسنے عرض کیا کہ آپ فرمائین وہ کونسا قصور ہی آپ نے تمام قصہ اُسکی عورت کا سنایا پھر اُسکا جواب کچھ نہ آیا آپنے فرمایا کہ ای اوریا تو جواب نہین دیتا اُسنے عرض کیا کہ ای نبی اللہ ایسی حرکت انبیا نہین کرتے اور میرا اور آپکا معاملہ خدا کے سامنے نپٹیگا حضرت داؤد علیہ السلام نے از سر نو رونا اور چیخنا شروع کیا یہانتک کہ خدا تعالیٰ نے اُنسے وعدہ کیا کہ قیامت کو مین اُس سے قصور معاف کرادونگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ بدون رضائے نفس بخش دینے کا کچھ اعتبار نہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رضائے نفس بدون تبلائے معلوم نہین ہوتی تو اسیطرح معاف کرنے اور ہبہ مین بھی رضائے نفس جب ہی ہوگی جب انسان اپنے اختیار پر تنہا چھوڑ دیا جاوے اور اُسوقت خود اُسکی ذات مین سے باعث ہبہ وغیرہ کے پیدا ہون یہ نہین کہ بحالت اضطرار دین کوئی حیلہ یا الزام اسکا باعث ہوجاوے اور اُنھین فقہی حیلون مین سے یہ بھی ہی کہ جب مال پر سال پورا ہونے کو ہو تو مرد اپنی زوجہ کو مال ہبہ کردے اور جب اُسکی ملک پر سال گذرنے کو ہو تو وہ شوہر کو ہبہ کردے تاکہ زکوۃ نہ دینی پڑے ایسے حال مین فقیہ یہی حکم دینگے کہ زکوۃ ساقط ہوئی مگر ہم اُنسے یہ پوچھتے ہین کہ اگر تمہاری یہ غرض ہی کہ مطالبہ سلطان یا محصل زکوۃ کا نہ رہا تب تو یہ حکم درست ہی اسواسطے کہ انکی نظر ظاہر ملک پر ہی اور وہ جاتی رہی اور اگر یہ غرض ہی کہ وہ شخص قیامت کی باز پرس سے بھی بچا رہیگا اور اسکا حال ایسا ہوگا کہ گویا مالدار ہوا ہی نہ تھا یا جیسا کوئی بیع و شرا نہ بطور تجارت کرے تو اس صورت مین کمال ہی درجے کی ناواقفیت فقہ دینی اور سر زکوۃ سے ہی کیونکہ زکوۃ اسواسطے دیتے ہین کہ آدمی کی طبیعت سے بخل جاتا رہے اسلیے کہ بخل ایک ہلاک چیز ہی چنانچہ حدیث مین تین ہلاک چیزون مین بخل مطاع بھی داخل ہی اور صورت مفروضہ مین اس شخص کا فعل موجب بخل کی اطاعت کا ہی پہلے سے ایسا نہ تھا لیس جس چیز کو اُسنے باعث اپنی نجات کا سمجھا کہ زکوۃ نہ دینی پڑے وہی باعث اُسکی بربادی کا ہوا خدا تعالیٰ کو اُسکے دل کا حال معلوم ہی کہ مال کی محبت و حرص رکھتا ہی اور حرص مین اس درجے کو پہنچا کہ بخل کے دور نہ کرنے کیلیے حیلے ڈھونڈھتا ہی یہی جہالت و غرور ہی اور ایک توہم اُن فقہا کا یہ ہی کہ خدا تعالیٰ نے فقیہ وغیرہ کے مصالح کے واسطے بقدر حاجت مال کو مباح فرمایا ہی مگر یہ لوگ حاجت مین اور شہوات اور تمنا و فضول مین فرق نہین کرتے جس چیز سے اپنی رعونت کامل ہوئے دیکھتے ہین اُسکو حاجت سمجھتے ہین حالانکہ یہ اُنکی غلطی ہی بلکہ دنیا جو بندونکی حاجت کیواسطے مخلوق ہوئی ہی اُسکے یہ معنی ہین کہ جسقدر عبادت اور سلوک راہ خدا مین کام آوے اسقدر اُنکو مباح ہی پس جسقدر سے آدمی دین اور عبادت مین استعانت لے تو وہ حاجت مین داخل ہوگی اور اُسکے سوا سب فضول اور شہوات کہلاویگی خلاصہ یہ کہ فقہا کے اس طرح

کے توہمات اگر ہم ذکر کرین تو اُنکے واسطے دفتر چاہیے ہمنے تفصیل کو طویل سمجھکر صرف مشتے نمونہ از خروارے چند مثالین لکھدین جس سے معلوم ہو کہ اُنکے توہمات اس قسم کے ہوتے ہین

دوسری فصل ارباب عبادت و عمل کے غرور مین - یہ لوگ بھی چند فرقے ہین بعضون کو نماز مین اور بعضون کو تلاوت قرآن مجید مین اور بعضون کو حج مین بعضون کو جہاد مین بعضون کو زہد مین مغالطہ ہوتا ہی اسی طرح جو جسطرح کا عمل کرتا ہی وہ اُسمین خالی غرور سے نہین البتہ دانا آدمی مغالطہ نہین کھاتے لیکن ایسے لوگ کمتر ہین غرضکہ انمین ایک قسم ایسا ہی جو فرائض کو چھوڑکر نوافل اور مستحبات مین مشغول ہوتے ہین اور کبھی مستحبات مین ایسے مستغرق ہوتے ہین کہ نوبت افراط و اسراف کی پہونچ جاتی ہی مثلاً بعضے لوگونپر وضو مین وسوسہ غالب ہوجاتا ہی تو اُسمین حد سے زیادہ مبالغہ کرتے ہین یہانتک کہ جو پانی شریعت کی رو سے پاک ہو اُس مین بھی اُنکو خلجان رہتا ہی اور دور دراز احتمالات نجاست کو قریب تصور کرتے ہین اور اکل حلال کا ذکر آوے تو اُسکے احتمالات قریب کو بھی بعید جانتے ہین بلکہ بعض اوقات حرام محض کھالیتے ہین حالانکہ اگر پانی کی احتیاط کو کھانے مین استعمال کرتے تو صحابہ رضی کی سیرت سے زیادہ مشابہ ہوتے جیسا کہ حضرت عمر رضہ کے حال مین ہی کہ آپنے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو کرلیا باوجودیکہ احتمال نجاست ظاہر ہی لیکن کھانے مین اتنی احتیاط تھی کہ بہت سی حلال چیزین بھی چھوڑدیتے تھے اس خوف سے کہ حرام مین مبتلا نہون پھر ان لوگون مین سے بعض اشخاص پانی بہانے مین اسراف کرتے ہین حالانکہ اُس سے ممانعت قطعی ہی[۱] اور بعضونکو اتنا وہم ہوتا ہی کہ وضو ہی کرتے کرتے جماعت جاتی رہتی ہی خواہ وقت نکلجاتا ہی اور اگر وقت رہے بھی تب بھی اُنکی غلطی مین کچھ شک نہین اسلیے کہ اول وقت نماز تو فوت ہوگیا اور اگر اول وقت بھی رہے تب بھی پانی کے اسراف سے مغرور ہوگا اور اسراف بھی نہ کرے تو عمر سی عزیز چیز کو ایسی شے مین ضائع کرنا جسمین بہت وسعت ہی خام خیالی ہی مگر کیا کیا جاوے کہ شیطان لوگونکو بڑے عمدہ طریق سے عبادت سے باز رکھتا ہی اور جبتک کسی چیز کو عابد کے دل مین جما نہین دیتا کہ یہ عبادت ہی تب تک اُسکی رہزنی نہین کرسکتا مگر اس طرح کے خیالات سے اُنکو اللہ سے دور کرتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی جسپر نماز کی نیت مین شک غالب ہوتا ہی اُسکو شیطان اتنی مہلت نہین دیتا کہ نیت درست کرے بلکہ اتنا پریشان کرتا ہی کہ یا جماعت جاتی رہے یا وقت نماز فوت ہوجاوے اور اگر تکبیر نماز کی کہ بھی لی تو ابھی تک صحت نیت مین تردد رہتا ہی اور کبھی اللہ اکبر کہنے مین وسوسہ کرتے ہین اتنا کہ شدت احتیاط کے باعث الفاظ تکبیر کے بدل جاتے ہین شروع نماز مین تو یہ صورت ہوتی ہی پھر تمام نماز مین غافل رہتے ہین دل کو حاضر نہین کرتے اور مغالطے سے جانتے ہین کہ یہ کچھ خدا کے نزدیک اچھی بات ہی کہ اپنی جانون پر شروع نماز مین نیت درست کرنے کے لیے اتنی مشقت اُٹھاوین اور ایک فرقہ اور ہی کہ اُنپر وسوسہ حروف الحمد اور تمام وظائف کے مخارج کا غالب رہتا ہی وہ ہمیشہ تشدید و مد اور ضاد اور ظا کے جدا کرنے اور تمام مخارج حروف کی تصحیح مین احتیاط کرتے ہین ساری نماز مین اسیکو ضروری جانکر اور چیز مین فکر ہی نہین کرتے معنی قرآن اور اُنکی نصیحتون اور اسرار کے سمجھنے سے کچھ سروکار نہین رکھتے اور یہ بہت بڑا مغالطہ ہی اسلیے کہ خدا تعالیٰ نے خلق کو حکم تلاوت قرآن کا ایسی ہی طرح پر دیا ہی جیسے وہ لوگ روزمرہ گفتگو کرتے ہین پھر اُسمین بناوٹ اس درجے کی کہانسے آئی ان لوگونکی مثال ایسی ہی جیسے کسی شخص کو ایک پیام دیا گیا کہ بادشاہ کے

[۱] کما رواہ احمد بروایت ابن عمرو کما مر فی کتاب ... در باب اول ... اس جلد کے گذر چکی ۱۲

حضور مین جاکر اُسکو بجنسہ ادا کردیتا جب یہ بادشاہ کے سامنے پہونچا تو پیام ادا کرنے مین مخارج حرف کا خیال بہت سا کیا اور لفظون
کو چبانا اور کئی کئی دفعہ کہنا شروع کیا اس بات کی خبر نہ رکھی کہ پیام کا مضمون کیا تھا اور بادشاہون کے حضور رعایت آداب کسطرح ہوا
کرتی ہی تو ایسا شخص بجز اسکے کہ تادیب و سرزنش کراکر پاگل خانے مین بھجوا دیا جاوے اور کس بات کے لائق ہی اور ایک فرقہ اور ہی
جو قرآن پڑھنے مین مغالطہ کھاتے ہین گھاس سی کاٹے چلے جاتے ہین اور بعض اوقات ایک دن مین ایک ختم کرتے ہین مگر زبان
سے تو قرآن پڑھتے ہین اور دلمین طرح طرح آرزوئین گذرتی ہین اسلیے کہ پڑھنے مین معانی کیطرف تو توجہ ہی نہین تاکہ اُن کی
زجر و توبیخ اور وعظ سے کچھ اثر دلمین ہو اور ان خیالات واہی سے بچے اور اوامر و نواہی پر توقف کرے اور عبرت کے مضامین
سے خوف پیدا ہو پا اور کوئی مقصود تلاوت جو باب تلاوت قرآن مین ہمنے لکھے ہین اُن مین سے کوئی حاصل ہو اور اُسی پڑھنے پر یہ
گمان ہی کہ مقصود قرآن کے اُتارنے سے یہی ہی کہ سینے مین گنگناٹے اسکا رہے معنی سمجھ مین نہ آدین تو نہ آدین اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی
آقا اپنے غلام کو ایک رقعہ لکھے اور حکم دے کہ فلان بات کرنا اور فلان مت کرنا غلام نے اس رقعہ کے سمجھنے کیطرف اور اُسکے بموجب عمل کرنے پر
توجہ نکی بلکہ اُس رقعہ کے یاد کرنے پر کفایت کی تو ظاہر ہی کہ اُسنے عدول حکمی اپنے آقا کی کی مگر رقعے کو بہت نغمہ اور آواز بلند سے دن مین گو سو دفعہ
پڑھتا رہا تو بیشک یہ غلام سزاوار سزا ہوگا اور اگر اسکو یہ گمان ہو کہ یہ رقعہ اسی لیے آیا تھا تو صریح مغالطہ ہی ہان قرآن کی تلاوت سے یہ غرض
ہوتی ہی کہ بھول نجاوے یاد رہے اور حفظ سے یہ مقصود ہی کہ معنی پر غور ہو اور معنی سے یہ مراد ہی کہ اُنکے بموجب عمل کرے اور فائدہ اُٹھائے
اور بعض اوقات قاری کی آواز اچھی ہوتی ہی تو تلاوت سے لذت پاتا ہی اور گمان کرتا ہی کہ یہ لذت مناجات الٰہی کی ہی اور اُسکے کلام سننے
کی ہی حالانکہ یہ لذت صرف آواز کی ہی اگر اسی درد سے اور کوئی شعر اور کلام پڑھے گا تب بھی وہی لذت ہوگی اور اُسکو مغالطہ اسی جہت سے
ہوا کہ دلمین تامل نہ کیا کہ یہ لذت قرآن مجید کے حسن عبارت و معانی کی ہی یا آواز کی اور ایک فرقہ اور ہی جو روزے پر فریفتہ ہین اور کبھی
برابر روزے رکھتے ہین یا ایام متبرک مین روزے رکھتے ہین مگر اپنی زبان کو غیبت سے اور دلکو ریا سے اور پیٹ کو حرام سے اور کلام
کو بیہودگی سے نہین بچاتے دن بھر فضول بکتے رہتے ہین اور باوجود اسکے اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہین جو بات فرض ہی اُسکو ادا نہین کرتے
نفل کے طالب ہین اُسکو بھی جیسی چاہیے ویسی نہین ادا کرتے اور یہ صریح دھوکا ہی اور ایک فرقہ اور ہی کہ حج پر مغرور ہین حج کرنے جو جاتے ہین تو حقوق اور
دیون لوگون کے نہین دیتے بے اجازت ماں باپ کے اور بدون زاد حلال کے نکل کھڑے ہوتے ہین اور کبھی بہ صورت فرض حج کے ادا کے بعد
کرتے ہین راستے مین نماز اور فرائض کو ضائع کرتے ہین اور کپڑے اور بدن کے پاک کرنے سے عاجز ہوتے ہین اور لوگون پر چندہ
سا ڈالتے جاتے ہین اور اثنائے راہ مین فحش اور جھگڑے سے پرہیز نہین کرتے بعض لوگ مال حرام پیدا کرکے راستے مین فقیرون
کو دیتے جاتے ہین اور غرض اس دینے سے ریا اور شہرت ہوتی ہی اُنکے ذمہ دُہرا گناہ ہوتا ہی کہ اول تو حرام سے پیدا کیا دوسرے
ریا مین خرچ کیا پھر گھر پر جو آتے ہین تو دل مین صفات ذمیمہ اور اخلاق بد کا خزانہ ہوتا ہی پہلے حج کرنے سے اُنکو دور نہین کر لیتے اور باہمہ
اُسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو اپنے ذمے کام محتسب کا لے لیتے ہین اور لوگون کو امر معروف اور
نہی منکر کرتے ہین مگر اپنے نفس سے غافل ہوتے ہین جب کسی خیر کے واسطے کہتے ہین تو سختی اور درشتی اور ریاست کے طور پر

کہتے ہین اور اگر خود اُنسے ارتکاب کسی امر بد کا ہو جاوے اور کوئی شخص اعتراض کرے تو غصہ ہو کر کہتے ہین کہ ہم محتسب ہین ہمارے اوپر اعتراض کرتے ہو اور بعضون کا یہ دستور ہوتا ہی کہ اپنی مسجد مین لوگون کو بلاتے ہین اور جو کوئی دیر کر آتا ہی اُسکو سخت و سُست کہتے ہین اور اس سے غرض ریا و ریاست ہوتی ہی اور اگر مسجد کی خدمت کا کوئی دوسرا شخص کفیل ہو جاوے تو اُسپر خفا ہونے لگتے ہین بلکہ بعض اشخاص خود اذان کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم خدا کے واسطے اذان کہتے ہین لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اُنکے پیچھے اگر اذان کہدے تو اُسپر قیامت ٹوٹ پڑے اور کہین کہ ہمارا حق توتے کیون لیا اور ہمارے ثواب مین کیون دخل دیا اسی طرح بعض اوقات کفالت امامت کرتے ہین اور اُسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ غرض یہ ہوتی ہی کہ کوئی یون کہے کہ مسجد کے امام ہین اسی نظر سے اگر کوئی غیر شخص جو اُن کے نسبت متقی اور عالم ہو امامت کے لیے بڑھجاوے تو اُنکو برا معلوم ہوتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین جا رہتے ہین اور اسی دعوے مین پڑ جاتے ہین نہ اپنے دلون کو دیکھتے ہین نہ اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہین اُنکے دل وطنون مین پڑے ہوے ہین اور ہر ایک دوشناس سے اس قول کے سننے کے منتظر ہین کہ فلان شخص مکہ کا مجاور ہی اور بعض دفعہ ایسا شخص خود ہی فخر یہ کہتا ہی کہ مین اتنے برس مجاور مکہ رہا اور جب لوگون سے سنتا ہی کہ یون کہنا برا ہی تو زبان سے فخر تو چھوڑ دیتا ہی مگر دل مین چاہتا رہتا ہی کہ لوگون کو حال معلوم ہو جاوے پھر کبھی مکہ معظمہ مین اسواسطے بیٹھتا ہی کہ لوگ اپنے ہاتھ کے میل مین سے کچھ اُسکو دین اور جب اسطرح کچھ پیدا کرلیتا ہی تو بخل کرتا ہی اور اسکا جی نہین چاہتا کہ کسی فقیر کو ایک لقمہ بھی بطور خیرات دے ڈالے تو اُس شخص مین ریا اور بخل اور طمع اور چند دوسرے مہلکات جمع ہو جاتے ہین اور اگر مکہ کا مجاور نہوتا تو اُنسے محفوظ رہتا لیکن محبت تعریف کی اور اس قول کی کہ کوئی سنے کہ مجاور مکہ ہی دل پر سمائی کہ باوجود آلودہ ہونے کے ان رذائل مین مکہ کا پڑا رہنا منظور کیا تو ایسا شخص بھی مغالطے مین ہی حاصل یہ کہ جو عمل از قسم عبادت ہی اُسمین بہت سے آفات ہین جو شخص کہ اُسکے آفات کی راہون سے ناواقف ہی اور اُسپر اعتقاد بہتری کا رکھتا ہی وہ واقع مین غلطی پر ہی اور آفات کی راہون کی تفصیل بدون تمام ابواب اس کتاب کے معلوم نہین ہوسکتی مثلاً غرور نماز کے مداخل مفصل باب نماز مین ملینگے اور حج اور زکوٰۃ اور تلاوت اور دوسرے عبادات مین غرور کی راہین اُن ابواب مین ملینگی جن مین ہمنے ان اشیاء کا ذکر کیا ہی یہان غرض یہ ہی کہ مجمل اشارہ اُن ابواب کے ذکر کیطرف ہو جائے اور ایک فرقہ اور ہی جو مال مین زہد کرتے ہین اور خوراک و پوشاک سے گھٹیا پر قناعت کرتے ہین اور گھرون کی عوض مسجدون مین جا رہتے ہین اپنے گمان مین زاہدون کا مرتبہ حاصل کرلیا ہی مگر باوجود اسکے رغبت ریاست اور جاہ کی رکھتے ہین خواہ علم سے یا وعظ سے یا صرف زہد سے تو ایسے لوگون نے اگرچہ مال چھوڑ دیا مگر بڑی مہلک چیز مین جا پھنسے اسلیے کہ جاہ بہ نسبت مال کے زیادہ مہلک ہی اگر یہ لوگ جاہ کے تارک ہو کر مال لیتے تو شاید بچ بھی جاتے اب تو مغالطے مین پڑ گئے یعنی اپنے آپ کو تصور کیا کہ ہم زاہد ہین حالانکہ یہ نہین جانتے کہ دنیا کسکو کہتے ہین اور یہ کہ اُسکی تمام لذتون کا انتہائی درجہ ریاست ہی اور جو شخص ریاست کی خواہش کرتا ہی وہ بیشک منافق اور حاسد اور متکبر اور ریاکار اور سب اخلاق بد سے موصوف ہوتا ہی اور کبھی عابد ریاست کا بھی تارک ہو کر تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرتا ہی مگر مغرور اس صورت مین بھی رہتا ہی اسواسطے کہ اپنے اس فعل سے دولتمندون کو سخت و سُست کہتا ہی اور اُنکو نظر حقارت سے دیکھتا ہی اور عجب کی راہ سے اپنے نفس کے

واسطے اُنکی نسبت زیادہ ثواب کا متوقع ہی اور کچھ اور دل کی خباثتین اپنے اندر رکھتا ہی اور اُسکو معلوم نہین اور اگر کبھی اسکو کوئی شخص مال دیتا ہی تو اس خوف سے نہین لیتا کہ لوگ کہینگے کہ زہد جاتا رہا اور اگر دینے والا کہے کہ مال حلال ہی ظاہر مین لے لو تنہائی مین واپس کر دینا تو نفس پر لوگون کی مذمت کے خوف سے لینا شاق ہوگا گو زہد مین کچھ فرق نہ پڑے اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص لوگونکی ثنا کا خواہشمند ہی جو کہ دنیا کی لذت مین سے سب سے زیادہ لذیذ ہی اور مدعی زہد فی الدنیا کا ہی حالانکہ مغرور ہی علاوہ ازین بعض اوقات توقیر اغنیا کی کرنے لگتا ہی اور انکو فقرا پر ترجیح دیتا ہی اور جو اپنا معتقد اور ثنا گو ہی اُسکی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہی اور جو کسی دوسرے زاہد کا معتقد ہی اُس سے نفرت کرتا ہی اسطرح کی سب باتین شیطان کے دھوکے اور فریب ہین۔ اور عابدون مین کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اپنے نفس پر بہت سختی کرتے ہین اور اعضاے ظاہری سے بہت کام لیتے ہین مثلاً دن رات مین ہزار رکعت نماز پڑھتے ہین اور ایک ختم قرآن کرتے ہین اور ان باتون مین سے کسی مین رعایت دل کی نہین کرتے کہ اُسکو بھی ریا اور کبر اور عجب وغیرہ مہلکات سے پاک کرین یا تو اس جہت سے کہ اُنکو مہلک نہین جانتے اور اگر جانتے بھی ہین تو اپنے نفس کے مہلک نہین سمجھتے اور یا اس جہت سے کہ اپنے اعمال ظاہری سے یہ سمجھتے ہین کہ گو یہ چیزین نفس کی مہلک ہین مگر ہم مغفور ہین اور ہم سے احوال دل کا مواخذہ نہوگا اور یا یہ بھی جانتے ہین کہ مواخذہ ہوگا مگر گمان کرتے ہین کہ ہمارے اعمال ظاہری کی بدولت نیکیون کا پلہ جھکا رہیگا اور یہ سب وہمی خیالات ہین اصل یہ ہی کہ متقی کی ایک ذرہ بھر نیکی اور ہوشیار کی ایک طاعت ان جیسون کے پہاڑ کے برابر اعمال ظاہری سے افضل ہی پھر یہ غرور باوجودیکہ لوگونکے ساتھ کج خلق اور سخت ہی اور باطن کا ملوث ریا اور محبت ثنا سے خالی نہین جب کوئی اُسکو کہتا ہی کہ تم زمین کے قطب اور ولی اللہ اور محبوب خدا ہو تو نہایت خوش ہوتا ہی اور زیادہ تر مغالطے مین پڑتا ہی اسوجہ سے کہ اپنی دانست مین لوگونکا اچھا کہنا اس بات کی دلیل سمجھتا ہی کہ مین خدا کے نزدیک اچھا ہون اور یہ خبر نہین کہ لوگون کو میرے دل کی خباثتون کا حال معلوم نہین اور ایک فرقہ اور ہی جو نوافل پر حریص ہوتے ہین اور فرائض کو چندان معتبر نہین جانتے کوئی نماز چاشت سے خوش ہوتا ہی اور کوئی تہجد وغیرہ سے اور فرضون مین یہ لذت نہین پاتا نہ فرائض کو اول وقت ادا کرنیکا حریص ہوتا ہی اور اس حدیث قدسی کو یاد نہین کرتا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ جتنا تقرب بندون کو میری طرف ادائے فرض سے ہوتا ہی اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوتا اور نہ یہ جانتا ہی کہ خیرات مین ترتیب کو چھوڑ دینا بھی برا ہی مثلاً بعض دفعہ آدمی پر دو فرض معین ہوتے ہین کہ ایک جاتا رہتا ہی اور دوسرا نہین جاتا اور دو نفلین ہوتی ہین کہ ایک کا وقت تنگ ہی اور دوسری کا نہین تو ہر ایک مین ترتیب کا نگاہ رکھنا ضرور ہی اگر ترتیب کا خیال نکریگا تو مغالطے مین پڑے گا اور اسکی نظیرین بیشمار ہین کیونکہ گناہ بھی ظاہر ہی اور طاعت بھی ظاہر مگر اسمین مشکل بات یہی ہی کہ کونسی طاعت کو کس پر مقدم کیا جاوے مثلاً کل فرائض کو نوافل پر مقدم سمجھنا چاہیے اور فرض عین کو فرض کفایہ پر اور وہ فرض کفایہ جسکا ادا کرنا صرف اپنے ہی اوپر آپڑے اُسکو اُس فرض کفایہ پر مقدم سمجھے جس کو کوئی دوسرا ادا کر دے اور فرض عین مین سے بھی جو اہم تر ہی اُسکو پہلے ادا کردے اُسکے بعد وہ ہو جو اُسکی نسبت کم ہی اور جو قضا ہونیوالا ہو اُس کو اول ادا کرے اُس سے کہ وہ قضا نہو جیسے مان کی حاجت کو باپ کی حاجت سے پہلے ادا کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین کس سے سلوک و احسان کرون آپ نے فرمایا اپنی مان سے اُسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپ نے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اُسنے عرض کیا کہ پھر

کس سے آپ نے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اُس نے پوچھا کہ اُسکے بعد کس سے احسان کرون آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ سے پھر اُسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپ نے فرمایا ادناک فادناک یعنی جو سب سے قریب ہو اُس سے اُسکے بعد وہ جو اُس سے قریب ہو اس سے علوم ہوا کہ صلہ رحم مین ابتدا زیادہ تر قریب سے کرے اور اگر قرابت مین برابر ہون تو زیادہ تر محتاج سے اور اگر اسمین بھی برابر ہون تو جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو اُس سے شروع کرے اسی طرح جسکے پاس اتنا مال ہو کہ خدمت والدین اور حج کو کفایت نہ کرے وہ بارہا مغالطہ حج کرتا ہی حالانکہ خدمت والدین حج پر مقدم کرنی چاہیے کیونکہ خدمت والدین اہم تر ہی بہ نسبت حج کے۔ اسیطرح اگر ایک شخص نے کسی سے کچھ وعدہ کیا اور ایفائے وعدہ کے وقت جمعہ کا وقت آگیا اور جمعہ ایسی چیز ہی کہ قضا ہوجاویگا تو اس صورت مین ایفاء وعدہ مین مشغول ہونا گناہ ہی گو وہ بھی بذات خود طاعت ہی اسیطرح اگر کسی کے کپڑے پر نجاست لگ گئی اُسکے واسطے مان باپ اور گھر کے لوگون کو سخت و سست کہنے لگا تو مغالطہ ہی ہر چند نجاست بھی بُری ہی اور مان کا ایذا دینا بھی بُرا مگر اُنکی ایذا سے پرہیز کرنا زیادہ مہم ہی بہ نسبت نجاست سے بچنے کے اسطرح کی مثالین جنمین ایک ممنوع بات دوسرے کے مقابل ہی یا ایک طاعت دوسرے کے مزاحم بہت ہین مگر انمین ترتیب کا لحاظ رکھنا مغالطہ ہی اور یہ مغالطہ نہایت درجہ باریک ہی کیونکہ آدمی کو یہ وہم ہوتا ہی کہ مین طاعت کرتا ہون یہ نہین سمجھتا کہ جو طاعت مجھپر اس سے زیادہ اہم اور ضروری تھی اُسکے ترک کرنے سے یہ دوسری طاعت گناہ ہوگئی۔ اور اسی قبیل سے ہی مشغول ہونا خلافیات فقہ مین اُس شخص کے حق مین جسکو طاعات و معاصی ظاہری و باطنی کا کام رہا ہوا ہو جو اعضائے ظاہری اور قلب سے متعلق ہین اسلیے کہ فقہ سے مقصود اُن مسائل کا جاننا ہی جنسے دوسرے کا کام نکلے تو اُن مسائل کا جاننا جو اُسکے دل کے کارآمد ہین بیشک مناسب تر ہی مگر یہ محبت ریاست اور جاہ اور لذت مباہات اور غلبہ اقران آدمی کو اندھا کر دیتے ہین اسی جہت سے مغالطہ مین پڑتا ہی اور جانتا ہی کہ مین دین کا امر ضروری کر رہا ہون ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تیسری فصل صوفیون کے مغالطے مین

اُن لوگون پر دھوکا بہت غالب ہوتا ہی اور اُنکے بھی بہت سے فرقے ہین ایک فرقہ ان مین وہ ہی جو حال کے صوفی ہین اُنکا دستور یہ ہی کہ سچے صوفیون کی طرح اپنا لباس و ہیئت اور الفاظ اور آداب اور مراسم اور اصطلاحات بناتے ہین اور ظاہر حالات مین اُنکے موافق ہوتے ہین مثلاً راگ سنتے ہین اور حال کرتے ہین اور طہارت اور نماز اُنھین کی طرح بجا لاتے ہین مصلون پر سر جھکا کر اور گریبان مین گردن ڈال کر متفکرون کی طرح بیٹھتے ہین لمبی لمبی سانس لیتے ہین آواز بات کرنے مین بہت پست کرتے ہین غرض جتنی شمائل اور صورت اچھے صوفیون کی ہوتی ہی سب اختیار کرتے ہین اور اسی لحاظ سے اُنکو مغالطہ ہوتا ہی کہ ہم بھی صوفی ہوگئے لیکن خدا جسکو بچالیتا ہی وہ دھوکے مین نہین آتا ظاہری صورت تو صوفیون کی اختیار کرتے ہین مگر اپنے نفسون پر مجاہدہ اور ریاضت اور دل کی حفاظت اور ظاہر و باطن کو خفی اور جلی گناہون سے پاک نہین کرتے جو صوفیون مین ادنیٰ درجے کی باتین ہین اور اگر یہ سب باتین بھی کر گذرین تب بھی مین نہین کہہ سکتا کہ اپنے آپ کو صوفیون مین شمار کرین اور بڑا بول بولین چہ جائیکہ ان باتون کے گرد ہی نہ پھرے ہون اور نہ اپنے نفسون سے کبھی اُنکے طالب ہوئے ہون بلکہ حرام اور شبہات اور بادشاہون کے مال پر گرتے ہون اور ایک ایک کوڑی اور پیسے اور روپیے ٹکڑے پر جان دیتے ہون اور ذرا ذراسی بات پر حسد کرتے ہون اور جبکہ کوئی ذرا سی بھی مخالفت اُنکے کسی مطلب مین کرے تو ایک دوسرے کی ہتک عزت کے روادار ہون تو پھر کیسے صوفی کہلائینگے اور ان لوگون کا مغالطہ

ظاہر ہی اور اُنکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بڑھیا سنے کہ دلیرون اور بہادرون کے چہرے لکھے جاتے ہین اور اُنکے واسطے جاگیرین مقرر ہوتی ہین
تو اُس کو بھی شوق جاگیر لینے کا دامنگیر ہو اُسکے لیے ایک زرہ پہنے اور سر پہ خود رکھے اور جو اشعار کہ میدان کارزار مین گرد ان
دلاور جوش جرأت کے واسطے پڑھتے ہین اُنکو کسی سے سیکھ لے اور جسطرح پہلوان معرکۂ جنگ مین اکڑ طھون سے چلتے ہین وہ بھی ریاضت
کرے غرض تمام اُنکے خصائل اور گفتگو اور حرکات و سکنات سیکھ کر لشکر مین جاوے کہ دلیرون مین نام لکھا جاوے جب وہان پہونچے
تو افسر عملہ کو حکم ہو کہ اسکا زرہ و خود اُتار کر سب اعضا درست دیکھ لو اور کسی پہلوان سے کشتی کراؤ تاکہ معلوم ہو کہ کتنی جرأت اسمین ہی جب بموجب
حکم لباس ظاہری اُتارا جاوے تو معلوم ہو کہ ایک بڑھیا کمزور جس سے اچھی طرح زرہ و خود بھی نہ چل سکے موجود ہی اُسوقت اُس سے کہا
جاوے کہ تو بادشاہ سے ہنسی کرنے آئی تھی کہ سب لوگون مین اُسکی سبکی ہو اور فریب مین آجاوے پھر اُسکو حکم دیا جاوے کہ اسکو پکڑ کر ہاتھی کے
پاؤن مین ڈلوا دو کہ ہڈی پسلی سب پیس ڈالے یہی حال اُن لوگون کا ہی جو ظاہر مین لباس صوفیون کا رکھتے ہین قیامت مین اُس بڑے
بادشاہ کے سامنے پیش ہونگے جو لباس ظاہری اور گدڑی کو نہین دیکھتا راز دل سے سروکار رکھتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو اس پہلے فرقہ کی
نسبت زیادہ مغالطے اور غرور مین ہین اُنکو یہ شاق معلوم ہوتا ہی کہ کپڑے گھٹیا ہون اور صوفی بننے کو بھی دل چاہتا ہی اور بدون لباس صوفیون
کے صوفی بن نہین سکتے اسواسطے اُنھون نے حریر اور ریشم تو چھوڑ دیا مگر نفیس مرقع اور عمدہ عمدہ مخطط کپڑے اور رنگین سجادے تلاش کیے اور
کپڑے ایسے پہنے جو ریشمی سے بھی قیمت مین زیادہ ہون اور جان لیا کہ صرف کپڑے رنگنے اور پیوند لگانے سے صوفی ہو گئے اور یہ نہ جانا کہ
کپڑے صرف اسواسطے رنگے کہ اُنکو ہمیشہ میل کے باعث دھونا نہ پڑے اور چونکہ اکابر سلف پیوند لگا کر کپڑا پہنتے تھے نیا نہ پہنتے تھے اسواسطے
اُنھون نے بھی پیوند لگا پہنا مگر ایسے عمدہ مخطط کو کاٹ کاٹکر مرقعات سلوانے سے کیسے پہلے لوگون کے مشابہ ہو گئے ان لوگون کی خام خیالی سب مغرورون
سے بڑھکر ہی اسلیے کہ نفیس نفیس کپڑے پہنتے ہین اور لذیذ کھانے کھاتے ہین خوب مزے اُڑاتے ہین حکام ظالم کا مال لیتے ہین اور
ظاہری گناہون سے بھی نہین بچتے باطن کا تو کیا ذکر ہی اور پھر صوفی کے صوفی بنے ہوتے ہین اور اپنے آپکو بہتر خیال کرتے ہین اُن لوگون کا شر خلق مین
بھی پھیلتا ہی کیونکہ جو اُنکی پیروی کرتا ہی وہ تباہ ہوتا ہی اور جو پیروی نہین کرتا اُسکا عقیدہ سب صوفیون کی طرف سے ڈھیلا ہو جاتا ہی سب کو وہ
ایسا ہی جانتا ہی اور سچے صوفیون کی نسبت بھی اُسکی کیفیت کو دیکھنے سے زبان طعن کھولتا ہی اور یہ سب اُنھین لوگون کی شامت و شرارت سے
ہوتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو علم معرفت کے مدعی ہین اُنکو دعویٰ ہی کہ ہم سب مقامات و حالات سے عبور کر چکے ہر وقت مشاہدۂ حق مین رہتے ہین اور قرب
الٰہی مین پہونچے ہوئے ہین حالانکہ ان باتون کے صرف نام اور الفاظ ہی سنے ہوتے ہین لیکن چند باتین خلاف قیاس اہل معرفت کی سیکھ
لیتے ہین اور انھین کو گاتے پھرتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ یہ باتین سب پہلون اور پچھلون کے علم سے اعلیٰ ہین اور بہین لحاظ فقہا اور
مفسرین اور محدثین اور عابدین کو بھی بنظر حقارت دیکھتے ہین عوام بیچارے کس گنتی مین ہین یہانتک کہ اگر کوئی کسان یا جلاہہ اپنا کام
چھوڑ کر چند روز اُنکی صحبت مین رہتا ہی اور وہ باتین وہی سیکھتا ہی تو وہ بھی اُنکو کہتا پھرتا ہی اور جانتا ہی کہ جو کچھ مین کہتا ہون سب وحی
کی روست کہتا ہون اور بڑے راز و نیاز کی باتین سناتا ہون عابدون اور علما کو کچھ مال نہین جانتا عابدون کو تو کہتا ہی کہ یہ لوگ محنتی
اور مزدور ہین اور علما کے بارہ مین کہتا ہی کہ یہ بولنے کی وجہت سے خدا تعالےٰ سے محجوب ہین اپنے لیے دعویٰ کرتا ہے کہ خدا رسیدہ

اور مقرب ہین حالانکہ خدا کے نزدیک وہی لوگ منافق اور بدکار ہین اور اہل دل کے عندیے مین احمق اور جاہل نہ کبھی علم پڑھا نہ کوئی خلق درست کیا نہ عمل آراستہ کیا نہ دل کی حفاظت کی بجز اسکے کہ جو دل نے چاہا وہ کیا اور چند بیہودہ باتین سیکھ کر یاد کر لین ۔ اور ایک فرقہ اور ہی جنھون نے شریعت کو لپیٹ دھرا اور آزادی مین مبتلا ہوے احکام کو ترک کر کے سب حلال اور حرام کو برابر سمجھا اُنمین سے بعض یہ کہتے ہین کہ خدا تعالے ہمارے عمل سے بے پروا ہی پھر ہمکو اپنے نفس پر تکلیف کرنے سے کیا فائدہ اور بعض کا یہ قول ہی کہ لوگون کو حکم ہی کہ دلون کو شہوات اور محبت دنیا سے پاک کرین مگر یہ بات محال ہی غرض کہ امر ناممکن کا حکم دیا گیا ہی اور اُس دھوکے مین وہ آوے جسکو تجربہ نہو ہمنے تو امتحان کر کے دیکھ لیا کہ یہ امر محال ہی اور اُس احمق کو یہ خبر نہین کہ حکم شہوت غضب کے دور کرنے کا جو ہوا ہی تو اُس سے یہ مراد نہین کہ انکو جڑ سے اُکھاڑ دین بلکہ یہ حکم ہی کہ انکو ایسا دبا دین کہ ہر ایک اُنمین سے تابع حکم شرع اور عقل کا ہو جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اعمال ظاہری کا تو کچھ اعتبار نہین خدا تعالیٰ دلون کو دیکھتا ہی اور ہمارے دل خدا کی محبت مین شیفتہ و فریفتہ ہین اور معرفت مین کمال کو پہونچ گئے دنیا مین تو ہم فقط اپنے بدنون سے گھسے ہوے ہین اور دل آستانۂ لامکان کے معتکف ہین ہم مین جو شہوات کی پابندی ہے تو ظاہر کے اعتبار سے ہی دل کے اعتبار سے نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ ہم لوگ عوام کے رتبے سے بڑھ گئے ہین ہم کو حاجت تہذیب نفس کی اعمال بدنی سے نہین اور چونکہ ہم لوگ معرفت مین قوی ہین تو شہوات ہم کو راہ سلوک سے نہین روک سکتین اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپکو یہ لوگ انبیا علیہم السلام کے درجے سے بھی بڑھکر سمجھتے ہین اسلیے کہ اُنکو ایک ہی خطا مانع سلوک تھی اسکے واسطے برسون گریہ و زاری اور نوحہ و اشکباری متواتر کرتے تھے ۔ ان لوگون کی قسمین جو اپنے آپ کو آزاد اور مشابہ صوفیون کے سمجھتے ہین بہت ہین اور بنا سب کے مغالطے کی یہی ہی کہ شیطان کے بہکانے مین آگئے ہین اس لیے کہ بدون علم کے پڑھے اور کسی واقف کار شیخ کی اقتدا کیے مجاہدے مین لگجاتے ہین حالانکہ اقتدا علم کی کرنی چاہیے ع کہ بے علم نتوان خدا را شناخت ۔ اور ایک فرقہ اور ہی جو ان لوگون سے بھی بڑھکر ہی وہ اعمال اچھی طرح کرتے ہین اور طلب حلال مین سعی کرتے ہین اور دل کے در پے رہتے ہین یہانتک کہ بعضے تمام مقامات زہد اور توکل اور رضا اور محبت کے مدعی ہوتے ہین مگر نہ اُن مقامات کی حقیقت کو جانتے ہین نہ شروط و علامات و آفات پہچانتے ہین بعضے مدعی اس بات کے ہوتے ہین کہ ہم عاشق خدا اور اُسکے فریفتہ دام محبت ہین اور شاید اُنھون نے خدا تعالی کے باب مین ایسے خیالات باندھے ہین جو عجب نہین کہ بدعت ہون یا کفر پس دعوی محبت قبل معرفت کرنے لگتے ہین پھر اُس پر طرہ یہ ہی کہ بعض کام ایسے کرتے ہین جو خدا تعالی کو بُرے معلوم ہون مثلاً خدا کے کام پر اپنے نفس کی خواہش کو ترجیح دینا اور بعضے کام خلق کی شرم سے نہ کرنے اور اگر علحدہ ہوتے تو خدا تعالی کی شرم سے ہرگز نہ چھوڑتے مگر یہ نہین جانتے کہ یہ باتین خلاف محبت ہین بعض لوگ قناعت و توکل پر مَیل کرتے ہین اور جنگلون مین بے زاد و توشہ پھرتے ہین تاکہ دعوی توکل ٹھیک اُترے لیکن یہ نہین جانتے کہ ایسا کرنا بدعت ہی سلف کے اکابر و صحابہ سے منقول نہین حالانکہ وہ لوگ اُنکی نسبت توکل کو زیادہ جانتے تھے اُنھون نے یہ نہین سمجھا کہ جان کو خطرے مین ڈالنا اور توشہ نہ لینا توکل ہی بلکہ وہ لوگ توشہ لیکر خدا پر توکل کرتے تھے اپنے توشہ پر اعتماد نہ کرتے تھے ان لوگون کا یہ دستور ہی کہ گو ظاہر مین زاد نہین لیتے مگر کسی اور سبب سے اپنا جی پکا کر لیتے ہین خدا پر توکل جب بھی نہین کرتے غرضکہ منجیات کے جتنے مقامات ہین اُنمین مغالطہ بھی ہوتا ہی جس سے

ورع دھوکا کھا جاتے ہین اُنہین آفات کا آنا ہمنے جلد چہارم مین بیان کیا ہی یہان کچھ ضرورت لکھنے کی نہین۔ اور ایک فرقہ اور ہی کہ اُنھون نے غذا ہی کے باب مین اپنے نفس پر تنگی کر رکھی ہی یہانتک کہ غذاے خالص حلال ہی کھاتے ہین مگر سوا اس خصلت کے دل ورا عضا کو اور خصائل کا پابند نہین کرتے اور بعض اشخاص اپنے کھانے مین اور لباس و مکان مین تو حلال نہین ڈھونڈھتے اور چیزون مین بہت اُسکی کاوش کرتے ہین اور بیچارے کو یہ خبر نہین کہ خدا تعالی اپنے بندون سے نہ تو صرف حلال غذا سے راضی ہی اور نہ اسبات سے کہ تمام اعمال کرے اور طلب حلال نہ کرے بلکہ خدا تعالی کی رضامندی کے واسطے سب طاعات کا بجالانا اور ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیے اور جو یہ خیال کرے کہ تھوڑی سی بات سے کام نکلجاویگا وہ مغرور ہی اور ایک فرقہ خوش خلقی اور تواضع اور سخاوت کے مدعی ہین وہ صوفیون کی خدمت کے درپے چند لوگون کو جمع کرکے بتکلف اُنکی خدمت کرتے ہین اور اس خدمتگزاری کو اپنی ریاست اور مال کا جال بنا رکھا ہی بظاہر تو خدمت کرتے ہین اور غرض اُنکی تکبر ہی ظاہر مین یہ معلوم ہوتا ہی کہ صوفیہ کا اتباع کرینگے مگر دراصل مخدوم و متبوع بننا چاہتے ہین اُنکی خدمت سے اپنا نفع ڈھونڈھتے ہین پھر مال حرام اور شبہات کا اکٹھا کرکے اُنکی خدمت کرتے ہین تاکہ خدمتگزاری مین نام مشہور ہو اور سب تابع ہوجاوین بعضے لوگ بادشاہونکا مال لیکر صوفیونکو کھلا دیتے ہین اور بعضے اُس مال کو راہ حج مین اُنپر صرف کرتے ہین اور جانتے ہین کہ ہماری غرض صرف اُن لوگونکی خدمت ہی حالانکہ اُن سب کا باعث ریا اور شہرت ہوتی ہی اور اُسکی پہچان یہ ہی کہ خدا تعالی کے احکام مین سے ظاہر و باطن مین اور کچھ بجا نہین لاتے صرف حرام مال لیکر خدمت کرنے پر راضی ہین اور جو شخص مال حرام لیکر راہ حج مین صرف کرے اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی مسجد بنوائے اور اُسپر استرکاری پاخانہ کی کرے اور جانے کہ میری غرض عمارت سے ہی اور ایک فرقہ مجاہدہ اور تہذیب اخلاق اور نفس کے پاک کرنے مین مشغول ہوکر عیوب نفس کی بحث مین بہت مبالغہ کرتے ہین اور ہر حال مین عیوب کے جویان رہ کر اُن کی آفات مین نکتے نکالا کرتے ہین مثلاً کہتے ہین کہ نفس مین یہ عیب ہی اور اگر اُسکو عیب جاننے سے غفلت کرے تو یہ بھی عیب ہی اور اُس کے عیب ہونے پر اگر توجہ کرے تو یہ بھی عیب ہی اسیطرح گفتگوے مسلسل بیان کرتے ہین اور ان چکنی باتون مین اوقات ضائع کرتے ہین اور جو شخص عمر بھر عیوب کی تلاش اور اُنکے علاج کی تحریر مین رہے اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص حج کے موانع اور اُسکی آفات کی تلاش مین رہے اور راہ حج کو طے نہ کرے تو اس سے اُسکو کیا فائدہ ہوگا اور ایک فرقہ اور ہی جو اس سے آگے بڑھ گئے ہین اور سلوک طریق بھی شروع کردیا ہی اور ابواب معرفت اُنپر کھل گئے ہین پس جب ان معرفت کے مبادی سے اُنکے مغز مین خوشبو پہونچتی ہی تو اُس سے متعجب اور خوش ہوتے اور اُسکی غرابت سے عجب کرتے ہین اسیواسطے اُنکے دل اُسی کی طرف ملتفت ہوکر سوچتے رہجاتے ہین کہ یہ دروازہ ہم پر کیسے کھلا اور وں پر کیون بند ہی اور یہ مغالطہ ہی اسواسطے کہ خدا تعالی کی راہ کے عجائبات کی کچھ انتہا نہین اگر سالک ہر عجیب بات پر ٹھہر جاوے اور اُسی کا مقید ہو رہے تو مقصود کیسے حاصل ہوگا اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی ملازمت کو جاوے اور اُسکے دروازے کے صحن مین ایک باغ دیکھے جسمین ایسے غنچے اور پھول ہون جو اُسنے کبھی نہ دیکھے ہون اور کھڑا ہوکر اُنھین کا تماشا کرے یہانتک کہ بادشاہ کی ملازمت کا وقت فوت ہوجاوے تو عجائبات پر توقف کرنا اور اُنکی سیر و تامل کا پابند ہونا بھی مغالطے مین داخل ہی چنانچہ مولانا مدوح نے یہ شعر ای برادر بے نہایت درگہیست ❊ ہرچہ بروے میرسی بروے مائیست ❊ اور ایک فرقہ اور ہی جو اُن سے بھی کچھ آگے

نکل گئے ہین یعنی جو انوار وعطایا کہ اُنپر راستے مین فائز ہوتے ہین اُنپر توجہ نہین کرتے اور نہ اُنسے اظہار فرح وسرور کرکے اُس جگہ توقف کرتے ہین بلکہ برابر راہ قطع کرنے سے کام رکھتے ہین یہانتک کہ قریب منزل مقصود پہونچکر اُس حد پر جا لگے ہین جسکا نام قرب الی اللہ ہی اور یہان آکر بایں گمان کہ ہم واصل الی اللہ ہوگئے توقف کیا اور دھوکا کھایا کیونکہ خدا تعالی کے نور کے ستر پردے ہین جب سالک کسی ایک پر ان پردون مین سے پہونچتا ہی اُسکو گمان ہوتا ہی کہ مین خدا رسیدہ ہوگیا اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول مین جسکا حال قرآن مجید مین اسطرح ارشاد فرماتا ہی فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا قال ہذا ربی اس آیت مین کوکب سے مراد ستارہ آسمانی نہین کیونکہ ان ستارون کو تو آپ کم سنی مین بھی دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ معبود نہین یہ تو بہت سے ہین علاوہ ازین نادان بھی جانتے ہین کہ ستارے خدا نہین پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے شخص ستارے سے کس طرح مغالطہ کھا سکتے ہین جس سے گنوار تک مغالطہ نہین کھاتے بلکہ مراد اس کوکب سے ایک نور اُن انوار مین کا ہی جو اللہ جل شانہ کے حجاب سالکین کے راستے پر ہین اور خدا تعالے تک پہونچنا بدون ان حجابون کے طے کیے ممکن نہین اور ان نور کے حجابون مین سے بعضے بڑے ہین اور بعضے چھوٹے اور چونکہ اجرام فلکی مین سب سے چھوٹا ستارہ معلوم ہوتا ہی اسلیے چھوٹے حجاب کیلیے کوکب کو استعارہ کرلیا اور اجرام نورانی مین سب سے بڑا آفتاب اور متوسط درجے پر قمر ہی اس تحقیق کے بعد آیت کے معنی سننے چاہئین کہ بموجب اس آیت کریمہ کے وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیر آسمان کے ملکوت کی فرمائی تو نور کے بعد نور آتا گیا اور جو نور اول ملا اُسی کو معلوم کیا کہ مین پہونچگیا مگر پھر معلوم ہوا کہ اُسکے بعد اور کچھ ہی اُسپر ترقی کی اور اسی طرح ترقی کرتے چلے گئے یہانتک کہ صرف وہی حجاب باقی رہا جسکے بعد مرتبہ وصول شمار ہو اُسکی عظمت دیکھکر فرمایا کہ ہذا اکبر یعنی یہ سب سے بڑا ہی جب اُسکو بھی باوجود عظمت وجلال کے اوج کمال پر نہ پایا اور پستی نقصان وہبوط سے خالی نظر نہ آیا تو فرمایا لا احب الآفلین انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین اور سالک طریق معرفت کو کبھی مغالطہ ہوجاتا ہی اور ان حجابونمین سے کسی پر توقف کردیتا ہی اور بعض اوقات حجاب دل ہی پر ٹھہر جاتا ہی اور اول حجاب جو بندے کے اور خدا کے درمیان ہی وہ نفس ہی اسلیے کہ وہ بھی ایک امر ربانی ہی یعنی ایک نور ہی خدا تعالے کے انوار سے جسکو سر قلب کہتے ہین اور اسمین حقیقت حق کی تمام وکمال جلوہ افروز ہوتی ہی یہانتک کہ تمام عالم کی گنجائش اسمین ہوجاتی ہی اور سب پر محیط ہوجاتا ہی اور صورت کل کی اُسمین جھلکتی ہی ہیچ ہی سے ارض وسما کہان تری وسعت کو پا سکے + میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے + اور اس حالت مین اُسمین نہایت درجہ کی چمک ہوجاتی ہی کیونکہ وجود سب کا سب جیسا واقع مین ہی ویسا ہی اسمین ظاہر ہوجاتا ہی اور شروع مین اُسکی یہ کیفیت ہوتی ہی کہ ایک فانوس اُسپر سرپوش کی طرح رہتا ہی مگر جب خدا تعالی کے نور کی تجلی اُسپر ہوتی ہی تو وہ چمک پڑتا ہے اور دل کا جمال کھلجاتا ہی اپنے وقت مین جسکے دل پر یہ حال گذرتا ہی اگر وہ اپنے دل کی طرف التفات کرتا ہی تو اسمین اسقدر زیادتی جمال کی پاتا ہی کہ حیران ہوجاتا ہی بلکہ کبھی اُسی حیرانی مین کلمہ انا الحق زبان سے نکلجاتا ہی اور اگر پھر اُسکو کچھ راز نہین کھلتا تو اسی مغالطے پر جم جاتا ہی اور ہلاک ہوجاتا ہی حالانکہ یہ مغالطہ خدا کے انوار مین سے ایک ذرا ستارے سے ہوگیا ابھی تک نوبت قمر کی بھی نہ پہونچی تھی شمس کا تو کیا ذکر ہی اور واقع مین یہ جگہ بھی مغالطے کی ہی اسلیے کہ تجلی کرنے والی چیز اور جسمین وہ تجلی کرتی ہی دونون ایک صورت کی ہوجاتی ہین مثلاً گ

ہوتے رنگین کہ آئینے مین نظر آتی ہو آئینے کا رنگ بھی ویسا ہی نظر آتا ہو یا شیشہ سفید مین اگر کوئی رنگدار چیز بھر دو تو شیشہ اُسی رنگ کا معلوم ہوگا اسی لحاظ سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک و تجلی اُن مین زیادہ ہی تو مغالطے سے اُنھین کو خدا جان لیا جیسے کوئی شخص ستارے کو آئینے یا پانی مین دیکھ کر گمان کرے کہ یہ ستارہ اسی کے اندر ہے اور اُسکے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاوے تو مغرور کہلاوے گا۔ اور طریق معرفت کے طے کرنے مین جتنی قسم کے مغالطے ہوتے ہین اُنکے بیان کو دفتر چاہیے اور جبتک تفصیل علم مکاشفہ کی بالکل نہ کیجاوے تبتک سب کا بیان بھی نہین ہو سکتا اور علم مکاشفہ کے بیان کی اجازت نہین اور غالب ہی کہ جسقدر ہمنے بیان کیا ہی اسکو بھی ذکر کرنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ جو اس طریق کا چلنے والا ہی اُسکو غیر سے سننے کی حاجت نہین اور جو نہین چلتا اُسکو سننے سے کچھ فائدہ نہین بلکہ احتمال کا ضرر ہی اسواسطے کہ جب ایسی چیز سنتا ہی جو سمجھ مین نہین آتی اُس سے حیرت پیدا ہوتی ہی لیکن اتنا فائدہ ہی کہ جس مغالطے مین وہ رہتا ہی اُس سے نکلتا ہی اور کبھی یہ بھی ہوتا ہی کہ امر معرفت کو جو اپنے خیال فاسد اور ذہن مختصر اور عقل قاصر مین ایک ادنیٰ بات سمجھتا ہی ان حالات کے سننے سے یقین کر لیتا ہی کہ واقع مین یہ امر بہت بڑا ہی اور نیز اولیاء اللہ کے مکاشفات کا ذکر اگر کیا جاتا ہی تو اُسکا بھی یقین ہو جاتا ہی اور جسکو مغالطہ قوی ہوتا ہی وہ ہر حال مین یکسان ہے جیسا پہلے نہین مانتا تھا اب بھی نہین مانتا

چوتھی فصل ارباب اموال کے مغالطے کا ذکر اُنکے بھی بہت فرقے ہین - ایک فرقہ وہ ہی جو مسجدون اور مدرسون اور سراؤن اور پلون کی تعمیر کے حریص ہوتے ہین یعنی ایسی چیزون کے بنانے کی جن کو سب لوگ دیکھین اور اُن عمارات پر اپنا نام کندہ کرا دیتے ہین تاکہ ہمیشہ اُنکی یادگار رہے اور مرنے کے بعد یہ نشانی باقی رہے اور اپنی دانست مین اس فعل سے مستحق مغفرت ہو جاتے ہین حالانکہ دو سبب سے یہ لوگ مغالطے مین ہین اول تو اس جہت سے کہ عمارات مذکورہ کو ایسے مال سے بناتے ہین جو ظلم اور غصب اور رشوت وغیرہ وجوہات ممنوع سے پیدا کرتے ہین پس اول تو اسوجہ سے خدا کے غضب کے سزاوار ہوے کہ مال حرام کھایا دوم اسوجہ سے کہ اسکو اپنی یاد و شہرت کیلیے اُڑایا اُنپر واجب تھا کہ اُس مال کو نہ پیدا کرتے اور جب اُسکو تحصیل کر کے خدا کے گناہگار ٹھہرے تو یہ چاہیے تھا کہ توبہ کر کے خدا کیطرف رجوع کرتے اور مال مالکان کے حوالے کرتے خواہ اصل مال یا اصل نہ رہتا تو اُسکا بدلا دیدیتے اور اگر مالک نہ ملتا تو اُسکے وارث کو دیتے اور اگر کوئی وارث بھی نہ ملتا تو اس مال مسلمان کو سب سے ضروری مصلحت مین خرچ کرتے اور غالب ہی کہ مساکین کو بانٹنا اُس مال کا زیادہ ضروری معلوم ہوتا مگر مساکین کو نہین تقسیم کرتے اس خوف سے کہ مبادا دوسرے لوگون کو معلوم ہو جاوے تو وہی عمارت بنا لین اور کوئی شہرت اُنھین کے ہاتھ لگے اس سے معلوم ہوا کہ عمارت پر جو یہ لوگ حریص ہین کچھ اسواسطے نہین کہ بقاے خیر چاہتے ہون بلکہ اُنکی غرض ریا اور نیک نامی اور محبت ثنا ہی اور جانتے ہین کہ اُنکے باقی رہنے سے ہمارا نام جو اُنپر کندہ ہی وہ بھی بنا رہیگا اور دوسری وجہ یہ ہی کہ وہ یہی سمجھتے ہین کہ ان عمارتون مین روپیہ لگانا اخلاص اور خیر کا کام ہی حالانکہ اگر اُنسے کہا جاوے کہ اپکو روپیہ خرچ کرو مگر جس جگہ خرچ کرو وہان اپنا نام نہ لکھو تو ہرگز نفس قبول نکرے اور دشوار جانے اور خدا تعالیٰ سب کچھ جانتا ہی خواہ نام لکھا ہو یا نہین اگر لوگون کو دکھلانا منظور نہوتا صرف خدا ہی کیلیے کام ہوتا تو نام لکھنے کی کیا حاجت تھی اور ایک فرقہ اور ہی کہ مال وجہ حلال سے پیدا کر کے مسجد و نمین لگا دیتے ہین وہ مغالطے مین

ہین دو جہت سے اول تو ریا اور طلب ثنا کی جہت سے اسلیے کہ بعض اوقات ایسے شخص کے پڑوس مین یا شہر مین ایسے محتاج ہوتے ہین کہ انسے سلوک کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہی اور مسجدون کے بنانے سے انکو دینا افضل ہوتا ہی مگر انکو مسجدونمین لگا دینا اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ عمارت لوگونپر ظاہر ہوتی ہی اور دوسری وجہ مغالطے کی یہ ہی کہ مسجدون پر جو نقش و نگار کرتے ہین وہ ممنوع ہی اور نمازیون کا دھیان اس سے بٹتا ہی نظر انھین پر پڑتی ہی اور مقصود نماز سے فروتنی اور دل کا حاضر ہونا ہی اور جب دل نقش و نگار مین ہوا تو ثواب باطل ہوگا اور اسکا وبال نقش و نگار کرنے والے کے ذمے رہیگا اور وہ اس خیال مین ہی کہ مین امر خیر کرتا ہون کہ میرے لیے وسیلہ رضاے الہی ہوگا حالانکہ اس سے خدا تعالی کی ناراضی کا مستحق ہوا اسکو گمان ہی کہ مین خدا تعالے کی اطاعت کرتا ہون اور اسکے حکم کو بجا لاتا ہون اور در واقع مین نقش و نگار سے لوگون کے دلون کو پریشان کرتا ہی اور یہ بھی ممکن ہی کہ لوگ مسجدونمین یہ کیفیت دیکھکر اپنے گھرونکو ایسا ہی مزین کرین اور اسکا وبال بھی اسی شخص کی گردن پر ہے حاصل یہ کہ مسجد اسی واسطے ہوتی ہی کہ اسمین تواضع اور حضور دل اللہ کے سامنے ہو حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ دو شخص ایک مسجد مین آئے ان مین سے ایک مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ مجھ جیسا آدمی خدا کے گھر مین جاوے یعنی شدت احتیاط و انکسار سے یہ جملہ کہا اسی جگہ صدیقون مین لکھا گیا یعنی تعظیم مسجد اس درجے پر کہ اپنے جانے سے گویا مسجد کو آلودہ سمجھا اور ایسی ہی تعظیم مناسب بھی ہی نہ یہ کہ مسجد کو مال حرام سے یا دنیا کے مزخرفات سے لیپ پوت دیا اور خدا پر احسان کیا۔ اور حواریون نے ایک بار حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمتمین عرض کیا کہ دیکھیے یہ مسجد کیا عمدہ ہی آپ نے فرمایا کہ اے میری امت مین تم سے سچ کہتا ہون کہ اللہ تعالی اس مسجد کی اینٹ پر اینٹ قائم نہ چھوڑیگا اس مسجد والونکے گناہ کے باعث سب کو برباد کریگا اللہ کے نزدیک نہ سونے چاندی کی کچھ قدر ہی اور نہ ان اینٹونکی قدر جو تم کو اچھی معلوم ہوتی ہین بلکہ اسکے نزدیک سب سے محبوب چیزین نیکبخت دل ہین انسے اللہ تعالی زمین کو آباد کرتا ہی اور جب وہ نیکبخت نہین رہتے تو انھین کی شامت سے زمین کو ویران کرتا ہی اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجدونکو ملمع کرو اور قرآنون کو چاندی سونا پہناؤ تو اسوقت تم پر تباہی آوے گی اور حضرت حسن رح سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ مسجد مدینہ منورہ کی تعمیر کا کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اسکو سات ہاتھ اونچا بنائیو اور ملمع اور نقش مت کیجیو غرضکہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہی کہ جو بات بری تھی اسکو اچھا سمجھ کر اسپر تکیہ کیا اور ایک فرقہ اور ہی کہ مال صدقات مین خرچ کرتے ہین اور فقرا و مساکین کو دیتے ہین مگر اس خیرات کے واسطے ایسا موقع ڈھونڈھتے ہین جہان لوگ جمع ہون اور فقرا مین سے ایسون کی تلاش کرتے ہین جو شکر گزار اور نام مشہور کرنے والے ہون اور خفیہ خیرات کو برا جانتے ہین اور اگر کوئی فقیر انسے کچھ لیکر چھپا دے تو اسکو خطاوار اور ناشکر جانتے ہین اور کبھی حج مین بہت سا اٹھاتے ہین کہ ایک حج کے بعد دوسرا کرتے ہین مگر اپنے ہمسایون کو بھوکا ہی چھوڑتے ہین اسی لیے حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہی کہ آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے جو بے سبب بھی حج کرتے ہونگے چونکہ انکے پاس مال ہوگا اسواسطے سفر کرنیکو کچھ دشوار نہ جانتے ہون گے حج سے جو پھرینگے تو محروم اور لٹے گھٹے آوینگے یعنی ثواب خاک نہ لیگا آپ تو سواری پر جنگل اور ریگستان مین پھرتے ہونگے اور انکے پڑوسی محتاج ہونگے کہ انکی خبر نہ لینگے اور ابو نصر رح کہتے ہین کہ ایک شخص حضرت بشر بن الحارث رح کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے

مین آپ سے رخصت ہونے آیا ہون آپ کو جو کچھ فرمانا ہو آپ بھی فرماوین آپ نے پوچھا کہ حج کے واسطے تیرے پاس کیا ہی اُس نے کہا کہ دو ہزار درم آپ نے فرمایا کہ حج سے تیرا مقصود کیا ہی سیر کرنا منظور ہی یا شوق خانہ خدا کا ہی یا رضا مندی اللہ تعالیٰ کی اُسنے عرض کیا کہ مجکو رضاے الٰہی منظور ہی آپ نے فرمایا کہ اگر گھر بیٹھے تجھکو رضاے الٰہی ان دو ہزار درمون کے خرچ سے ملجاوے اور تجکو یقین بھی ہو جاوے کہ خدا کی رضا بیشک ہوئی تو تو کریگا اُسنے کہا البتہ آپ نے فرمایا کہ تو جا اور ان درمون کو دس آدمیون کو دیدے قرضدار کو دے جو اپنا قرض ادا کرے اور محتاج کو دے جو اپنی شکستہ حالی درست کرے اور عیالدار کو دے جو اپنے عیال کی پرورش کرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کو دے جو یتیم کو خوش کرے اور اگر تیرا دل اس بات پر پکا ہو کہ ایک ہی شخص کو ان اقسام مین سے دے تو ایک ہی کو دے دینا اور یہ مین نے اسلیے کہا کہ کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا اور مظلوم کی فریاد کو پہونچنا اور ضرر کو ٹالنا اور کمزور کی مدد کرنا فرض حج کے بعد سَو حجون سے افضل ہین تو اب جا کر جیسا مین نے کہا اُسکے موجب اس روپیہ کو تقسیم کر دے ورنہ جو دل مین ہو وہ کہدے اُس شخص نے کہا کہ میرا دل تو سفر ہی پر جا ہوا ہی پس حضرت بشر رح نے تبسم فرمایا اور اُسکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مال جب تجارات اور شبہات سے اکٹھا ہو جاتا ہی تو نفس یہ چاہتا ہی کہ کوئی حاجت پوری کیجیے اُس کے لیے اعمال صالحہ ظاہر کیا کرتا ہی مگر خدا تعالےٰ نے قسم کھائی ہی کہ متقیون کے اعمال کے سوا اور کسی کے عمل قبول نہین کریگا اور ایک فرقہ اور ہی کہ بخل کے مارے مال کو جمع کرتے ہین اور عبادات ایسی کرتے ہین جسمین کچھ خرچ نہ پڑے مثلاً دن کو روزہ رکھنا یا رات کو جاگنا یا ختم قرآن کرنا وغیرہ اور یہ لوگ بھی مغرور ہین اسلیے کہ بخل جو مہلک چیز ہی اُنکے دلون پر حاوی ہے اور اُنپر اُسی کا قلع و قمع مال کو دیکر کرنا چاہیے جو باتین وہ کرتے ہین اُنکی کچھ حاجت نہین اور اُنکی مثال ایسی ہی جیسے کسی کے کپڑون مین سانپ گھس جاوے اور وہ قریب ہلاکت کے ہو گیا ہو اطمینان سے تسکین صفرا کے لیے سکنجبین بنا رہا ہو اب کہیے جسکو سانپ کاٹ لیگا اُسکو سکنجبین سے کیا فائدہ اور کب ضرورت ہوگی اسیواسطے حضرت بشر رح سے کسی نے کہا کہ فلانا غنی روزہ نماز بہت ادا کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ جو اُسکے حال کے مناسب تھا وہ تو اُسنے چھوڑ دیا جو دوسرون کے لائق بات تھی وہ اختیار کی اُسکو یہ شایان تھا کہ بھوکون کو کھانا کھلاتا اور مساکین کو کچھ دیتا اپنے آپ جو بھوکا رہتا ہی اُسکی نسبت یہ داد و دہش بہتر تھی اور ایک فرقہ یہ ہی کہ اُنپر بخل اسقدر زیادہ ہی کہ مال مین سے سواے زکوٰۃ کے اور کچھ نہین دیتے پھر مال زکوٰۃ بھی ایسا بُرا اور نکما دیتے ہین کہ اپنے آپ ویسے مال سے نفرت کرین اور فقیرون مین سے ایسے فقیر ڈھونڈ کو دیتے ہین جو اُنکی خدمت کرین یا اُنکے کاروبار مین پھرا کرین یا آگے کو اُنسے کسی خدمت کے محتاج ہون یا کوئی کسی طرح کی غرض اُنسے نکلے یا ایسون کو دیتے ہین جو کسی بڑے شخص کی سفارش لیکر آیا ہو اُسکو اسلیے دیتے ہین کہ ہماری قدر اُس بڑے آدمی کی نظرون مین ہو جاوے کہ ہمنے اُسکا کام کردیا وہ بھی ہمارے کام مین دریغ نہ کرے تو یہ باتین سب کی سب نیت کی مفسد اور عمل کی تباہ کرنے والی ہین اور جو شخص ایسا کرتا ہی وہ مغرور ہی اور اُسکو یہ گمان ہی کہ مین اللہ تعالیٰ کا مطیع ہون حالانکہ بدکار و گناہگار ہی کہ خدا کی عبادت پر غیر سے عوض چاہتا ہی اسطرح کی باتین مالدارون کے مغالطے کی ہین اور یہ بھی زائد از شمار ہین الاجنس مغالطے کی تنبیہ کے طور پر کچھ دی گئین اور ایک فرقہ اور ہی کہ وہ عوام خلق اور مالدارون اور فقرا ان سب مین اُس قسم کے لوگ ہوتے ہین وہ وعظ کی مجالس مین آنے ہی کو اپنی نجات کیواسطے کافی و وافی اعتقاد کرتے ہین اور مجلس

وعظ مین آنا ایک رسم و عادت مقررہ کرلی ہی اور یہ گمان ہی کہ صرف وعظ کے سننے ہی سے ثواب ملیگا گو اُسپر عمل نکرین اور یہ اُنکا خیال خام ہی اسلیے کہ مجلس وعظ کو جو فضیلت ہی تو اسی جہت سے ہی کہ اُس سے آدمی کو رغبت خیر کی ہوتی ہی اگر یہ بات کسی مجلس مین نہو تو اُسمین کچھ بزرگی نہین اور رغبت اسیواسطے اچھی ہی کہ اُس سے آدمی آمادہ عمل ہوتا ہی اگر وعظ سے رغبت ایسی ضعیف ہوئی کہ عمل پر آمادہ نہ کیا تو ایسی رغبت سے کیا فائدہ اور جو چیز کسی اور چیز کے واسطے مطلوب ہوتی ہی اگر وہ دوسری چیز اُس سے نہ ملے تو اول چیز کو لیکر کیا کرے۔ او کبھی وعظ کی زبانی جو فضیلت مجلس وعظ کی سنتے ہین اور رونے کا ثواب گوش زد ہوتا ہی تو مغالطے مین پڑتے ہین اور عورتون کی طرح رونے لگتے ہین اور کبھی کوئی کلام خوفناک سنتے ہین تو اس سے زیادہ اور کچھ نہین کرتے کہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہتے ہین کہ خدا تو ہی بچائیو یا خدا پناہ دے یا معاذ اللہ یا سبحان اللہ وغیرہ اور اپنے گمان مین جو کچھ کرتے ہین وہ سب اچھا کرتے ہین حالانکہ مغالطہ صریح ہی اور اُنکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بیمار حکیمون کے مطب مین جایا کرے اور جو کچھ وہان ذکر ہو اُسکو سنا کرے یا کوئی بھوکا کسی ایسے کے پاس بیٹھا کرے جو خوب مزہ دار کھانون کے ذکر اُسکے کیا کرے تو اُس سے نہ تو مریض کا مرض جاویگا نہ بھوکے کی بھوک اسیطرح طاعات کے اوصاف سننا و عمل نکرنے سے خدا کے نزدیک کچھ فائدہ نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس وعظ کے سننے سے آدمی مین کچھ تغیر اسطرح کا نہو جسکے باعث افعال بدل جاوین اور خدا تعالے کی طرف بتوجہ قوی یا ضعیف متوجہ ہو جاوے اور دنیا سے روگردان ہو تو اسطرح کا وعظ اُسکے حق مین اور زیادہ باعث بازپرس کا ہوگا اگر اس کو آدمی اپنے لیے ذریعہ سعادت سمجھے تو غلط فہمی ہی۔ اور اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کچھ تمنے مغالطے کی وجہین لکھی ہین یہ ایک ایسی بات ہی کہ اس سے کوئی خالی نہین اور اس سے بچنا بھی غیر ممکن ہی اور اس سے آدمی کو ایک یاس پیدا ہوتی ہی کیونکہ اتنی طاقت تو کسی مین نہین ہی کہ ان آفات خفیہ سے بچے تو ضرور ہی کہ نا امید ہو کر بیٹھ رہیگا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ انسان اگر کسی چیز مین ہمت ہار دے تو البتہ اُس چیز کو بڑا بھی جانتا ہی اور ناامید بھی ہوتا ہی اور اس راہ کو دشوار گذار سمجھتا ہی لیکن اگر ہمت اور خواہش صحیح کسی شے کی کرتا ہی تو غرض تک پہونچنے کے لیے اپنی فکر دقیق سے بڑی باریک باتین اور خفیہ راہین نکال لیتا ہی مثلاً اگر اُڑتے جانور باوجود فاصلے کے اُتارنا چاہے تو اُتار سکتا ہی یا مچھلی کو سمندر کی تہہ مین سے اوپر نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہی یا پہاڑون مین سے چاندی اور سونا نکالنا چاہے تو کھود کر نکال سکتا ہے یا جنگل کے وحشی آزاد کو گرفتار کرنا چاہے تو کر سکتا ہی یا درندون اور ہاتھیون اور دوسرے بڑے جانورون کو مطیع بنایا چاہے تو بنا سکتا ہی یا سانپ و اژدہا کو پکڑ کر کھیلنا چاہے تو ہو سکتا ہی کہ اُنکو پکڑ کر زہر مہرہ اُنکے اندر سے نکال لے یا اگر چاہے کہ توت کے پتون سے ریشم منقش بنجاوے تو تدابیر سے بنا سکتا ہی یا مقدار ستارون کی اور اُنکا طول و عرض معلوم کرنا چاہے تو علم ہندسہ کے ذریعہ سے زمین پر کھڑا کھڑا دریافت کر سکتا ہی غرضکہ آدمی تدبیرین نکالنے مین اُستاد ہی ہر ایک چیز کی تدبیر اور ہر ایک کا سامان جدا بناتا ہے اور ہر شے سے جدا کام لیتا ہی مثلاً گھوڑے سے سواری کا کام اور کتے سے شکار کا اور باز سے پرندون کے شکار کا لیتا ہی اور ان اشیا کو اسی لیے اپنے قابو مین رکھتا ہی مچھلی کے شکار کو جال بناتا ہی غرض بغور دیکھو تو اسطرح کی باریک تدبیرین آدمی کی بہت سی ہین اور یہ سب تدبیرین صرف اسلیے کی ہین کہ اُنسے دنیا کی غرض نکلے اور حصول مطلب کے لیے مدد ملے پس اگر اُسکو امر آخرت پیش آوے اور صرف ایک ہی کام ہو یعنے دل کا سیدھا کرنا تو اُسوقت اُس کام سے عاجز ہو کر کہنے لگے گا کہ یہ امر محال ہی اور کس کو قدرت ہی کہ ایسا کرے نہین بلکہ

بیان

انسان کی ہمت کے سامنے محال نہین اگر صرف ایک ہی مطلب پر ہمت لگاوے چنانچہ مشہور ہی س ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد + اگر خارے بود گلدستہ گردد + اور نیز ہمت مردان مدد خدا مثل مشہور ہی علاوہ ازین سلف کے صلحا اس کام سے عاجز نہوے اور جنہون نے انکا اتباع اچھی طرح کیا وہ بھی اُس سے نہ ہارے اب بھی جو شخص سچا ارادہ اور ہمت قوی رکھتا ہوگا وہ کبھی عاجز نہ ہوگا بلکہ جتنی محنت کہ لوگون کو دنیاوی تدابیر کے پیدا کرنے مین اور اُسکے اسباب کی درستی مین لگتی ہی اُسکا دسوان حصہ بھی اُس شخص کو نہین ہوتی اور مغالطے سے بچنے کے لیے تین باتین آدمی مین ضرور ہونا چاہیین عقل اور علم اور معرفت عقل سے ہماری مراد وہ نور اصلی خلقی ہی جس سے کہ انسان اشیا کی حقیقت کا ادراک کرتا ہی اصل پیدایش مین آدمی کی ہوشیاری اور دانائی بھی ہی اور حمق اور بلادت بھی غبی آدمی (کند ذہن ہونا ۱۲) تمیز مغالطہ کی نہین کر سکتا اسلیے عقل کی صفائی اور فہم کی تیزی اصل پیدایش سے ہونی ضرور ہی اگر انسان شروع پیدایش سے ایسا نہوگا تو اُسکا حاصل کرنا ممکن نہین البتہ اتنا ہو سکتا ہی کہ جب اصل عقل موجود ہی تو تجربہ وغیرہ سے اُسکو زور دے سکتے ہین

اس سے معلوم ہوا کہ بنیاد سعادت کی عقل و کیاست ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی تبارک الذی قسم العقل بین عبادہ اشتاتا ان الرجلین لیستوی عملہما و برہما و صومہما و صلوتہما ولکنہما یتفاوتان فی العقل کالذرۃ فی جنب احد وما قسم اللہ لخلقہ حظا ہو افضل من العقل والیقین اور حضرت ابو درداء رضہ سے مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو تہجد گذارا اور حج و عمرہ ادا کرتا ہو اور صدقہ و جہاد فی سبیل اللہ اور عیادت مریض اور جنازے کا ساتھ دینا اور ضعیف کی اعانت کرنا یہ سب باتین بجالاتا ہو اُسکا درجہ قیامت مین خدا کے نزدیک کتنا ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُسکو ثواب بقدر عقل ملیگا اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ ایک آدمی کی تعریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے کی اور سب نے اُسکو اچھا کہا آپ نے پوچھا کہ اُسکی عقل کیسی ہی لوگون نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اخلاق اور فضل کا ذکر کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکی عقل بتاؤ کہ کیسی ہی کیونکہ بیوقوف اپنی حماقت کے باعث بدکاری کے گناہ سے بھی زیادہ خطا کر بیٹھتا ہی اور قیامت کے روز لوگون کو قرب عقل ہی کے مقدار پر ہوگا ۔ اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپ کے سامنے ہوتا تو اُسکی عقل کا حال پوچھتے اگر لوگ عقل کو اچھا کہتے تو آپ فرماتے کہ وہ ہونہار ہی اور اگر عقل کو اچھا نہ بتلاتے تو فرماتے کہ وہ ہرگز رسیدہ نہوگا اور ایک دفعہ ایک شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپ سے کسی نے کیا آپ نے پوچھا کہ اُسکی عقل کیسی ہی لوگون نے کہا کہ عقل تو کچھ بھی نہین آپ نے فرمایا کہ جس درجے پر تم گمان کرتے ہو وہانتک وہ شخص نہین پہونچے گا اس سے معلوم ہوا کہ تیزی فہم اور عقل جبلی کا درست ہونا بھی ایک نعمت خدا کی ہی جو اصل پیدایش مین رکھدیتا ہی اور اگر یہ نعمت حمق و بلادت سے جاتی رہتی ہی تو پھر اسکا تدارک نہین ہو سکتا دوسری بات رفع مغالطے کیلیے معرفت ہی اور اُس سے ہماری غرض چار چیزون کا پہچاننا ہی اپنے نفس کا اور خدا تعالی کا اور دنیا کا اور آخرت کا اپنے نفس کو یون جانے کہ بندہ ذلیل ہی اور اس عالم مین مسافر ہی اور شہوات بہیمی سے اجنبی اور اُسکی طبیعت کے موافق صرف معرفت خدا تعالی اور اُسکا دیدار ہی اور اس بات کا جاننا بدون معرفت نفس اور معرفت رب کے نہین ہو سکتا اسکے جاننے کے واسطے جو کچھ ہمنے باب محبت اور بیان عجائبات دل اور باب تفکر اور باب شکر مین لکھا ہی اس سے مدد لے کیونکہ ان ابواب مین وصف نفس اور جلال کبریا کے اشارات مذکور ہین جنسے

۱۲ باہمت ہو وہ ذات ہی ۔ اپنے پیدا کرنے والے ... ۔ کے عمل اور نیکی اور روزہ اور نماز برابر ہوتے ہین مگر انکی عقلون مین اتنا فرق ہوتا ہی جیسے ذرہ مین اور احد کے پہاڑ مین اور اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو کوئی حصہ عقل اور یقین سے بہتر عنایت نہین فرمایا ۱۲ ... ۔ مالک بروایت ابن عمر ۔ اور بروایت ابو درداء ... ۔ ترمذی ... ۱۲

تنبیہ فی الجملہ ہوجاتی ہی اور کمال معرفت اُسکے بعد ہی اسلیے کہ وہ علوم مکاشفہ مین سے ہی اور ہم نے اس کتاب مین صرف علم معاملہ کو لکھا ہے
اور معرفت دنیا اور آخرت کیلیے اُن باتون سے مدد لے جو باب مذمت دنیا اور باب ذکر موت مین لکھی ہین تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کو آخرت
سے کچھ نسبت ہی نہین جب ان چارون کو پہچان لیگا تو خدا تعالی کی معرفت کے باعث تو دل مین محبت الٰہی جوش کریگی اور آخرت
کی معرفت سے شدت رغبت اُسکی طرف پیدا ہوگی اور دنیا کے پہچاننے سے اُسکی طرف سے سخت روگردانی حاصل ہوگی اور سب سے زیادہ ضروری
کام اُسکی نظرون مین وہی ہوگا جو خدا تک پہونچاوے اور آخرت مین کام آوے اور جب یہ ارادہ غالب ہوگا تو سب باتون مین اُس کی
نیت درست ہوگی اگر کھانا کھاویگا یا قضاے حاجت کو جاویگا اور کوئی کام کریگا سب سے مقصود یہی ہوگا کہ سلوک راہ آخرت پر مدد لے
اور اس درستی نیت سے مغالطہ دور ہو جاویگا جسکا منشا کشش اغراض اور میل دنیا اور جاہ اور مال کا ہی اسلیے کہ انھین چیزون سے
نیت بگڑتی ہی اور جبتک دنیا اُسکے نزدیک آخرت کی نسبت محبوب رہیگی اور خواہش اپنے نفس کی رضاے الٰہی کی نسبت محبوب رہیگی
تبتک چھوٹنا مغالطے سے ممکن نہین اور جب دل پر خدا کی معرفت اور اپنے نفس کی معرفت کے باعث جو کمال عقل کے سبب ہوتی ہی محبت
الٰہی غالب ہوگی تو ایک تیسری چیز کی اور حاجت ہوگی یعنی علم اس بات کا کہ راہ خدا کو کسطرح طی کرنا چاہیے اور راہ سے نزدیک کرنیوالی اور دور
کرنیوالی چیزین کونسی ہین اور راستے کے آفات اور مہلکات اور گھاٹیان کونسی ہین اور ان سب باتونکو ہمنے اس کتاب مین لکھا ہی چنانچہ جلد اول
مین شروط عبادت اور اُسکے آفات لکھے ہین شروط کی رعایت رکھنی چاہیے اور آفات سے احتراز کرنا ضروری سمجھے اور جلد دوم مین اسرار معاملات
اور جن چیزونکی طرف آدمی مضطر ہی اُنکو لکھا ہی اُنکو قواعد شرع کے بموجب عمل مین لاوے اور جس سے مستغنی ہو اُس سے اعراض کرے اور
اس جلد مین وہ باتین ہین جو خدا کی راہ مین موانع ہین یعنی صفات مذمومہ خلق کے پس صفت مذموم کو جانے اور اُسکے علاج کا طور دریافت
کرے اور جلد چہارم سے صفات محمودہ معلوم ہوتے ہین کہ جب کوئی صفت مذموم آدمی اپنے اندر سے مٹادے تو اُسکے عوض مین اچھی صفت
پیدا کرے ان سب باتون کو جان لیگا تب ممکن ہی کہ جو اقسام مغالطہ کے ہمنے لکھے ہین اُنسے بچ سکے اور ان سبکی اصل یہ ہی کہ محبت الٰہی دل پر
غالب ہو اور محبت دنیا دل سے اُتر جاوے یہانتک کہ ارادہ مستحکم ہو جاوے اور نیت درست اور یہ بات جبھی ہوسکتی ہی جب وہ باتین جو
ہمنے لکھی ہین اُنکو پہچانے یہان ایک اور بات جاننی کی ہی کہ ان سب امور کے جاننے کے بعد آدمی پر ایک اور خوف باقی ہی وہ یہ ہی کہ اسوقت
شیطان اُسکو فریب دیکر اس بات پر آمادہ کرتا ہی کہ خلق کو نصیحت کرنا اور علم کو پھیلانا اور جو بات اپنے آپ کو خدا نے بتلائی ہی اُسکو دوسرونکو بتلانا چاہیے
کیونکہ مخلص آدمی جب اپنے نفس کی تہذیب سے اخلاق کی درستی سے فارغ ہوتا ہی اور تمام کدورتون سے دلکو صاف کرکے راہ راست پر آجاتا
ہی اور دنیا کو حقیر جانکر ترک کرتا ہی اور خلق سے طمع منقطع کرکے اُنکی طرف التفات نہین کرتا اور سواے خدا کے اور اُسکے ذکر و مناجات کی لذت
کے اور شوق دیدار کے اور کوئی کام نہین رکھتا اور شیطان اُسکے بہکانیسے عاجز ہوتا ہی کہ دنیا کی طرف آکر اُسکو بہکا دے تو اُسکی اطاعت
نہین کرتا اسلیے دین کی راہ سے اُسکے پاس آتا ہی اور کہتا ہی کہ خلق خدا پر رحمت کر اور اُنکے دین کے بچانے کیواسطے اُن کو نصیحت
کر اللہ تعالی کیطرف اُنکو بھی بلا اُسوقت بندہ مخلص رحمت کی نظر سے جو لوگون کو دیکھتا ہی تو اُنکو اپنے کامون مین سرگردان اور پریشان اور
دین مین بہرے اور اندھے پاتا ہی مرض سب پر غالب ہی اور اُنکو خبر نہین نہ کوئی طبیب کہ اُنکا علاج کرے سب مرنیکے قریب ہین اس حال

کے دیکھنے سے اسکو رحم آتا ہی کیونکہ اُسکے پاس وہ دوائے معرفت ہی جس سے اُنکو راہ راست پر لا سکتا ہی اور اُنکی گمراہی ظاہر کر کے راہ سعادت بتلا سکتا ہی اور اس بتلانے مین کچھ محنت و مشقت بھی نہین نہ کچھ دینا پڑے پس اسکی مثال ایسی ہوتی ہی جیسے کسی کو کوئی بڑا مرض ہو جسکی تکلیف کی برداشت نکر سکے اور اُسکے مارے رات بھر بے چین اور دن بھر بے قرار رہے کھانا پینا حس و حرکت شدت درد کے سبب کچھ نکر سکے اور اُسکے علاج کو آسان چٹکلا بے دام اور بے محنت کا ہاتھ لگ جاوے جسکے کھانے مین تلخی بھی نہو اور اسکو استعمال کر کے اچھا ہو جاوے رات کو اچھی طرح سونے لگے اور دن کو آرام و آسائش سے رہے سب کدورت مبدل بصفا ہو جاوے اور تندرستی کی لذت بعد اس تکلیف کے کام جان مین پہونچنے لگے پھر وہ شخص بہت سے اپنے ہم جنسونکو دیکھے کہ اُنکو بھی وہی مرض ہی جو اُسکو تھا اور وہ بھی رات بھر جاگتے ہین اور مضطرب رہتے ہین اور آہ آہ کرتے گذرتی ہی تو جو دوا اُسنے اپنی کی تھی وہی یاد آجاوے اور کہے کہ مین انکو بہت سہل تدبیر سے چند روز مین اچھا کر سکتا ہون اور زحمت اور مشقت کے مارے ایکدم کی تاخیر اُنکے علاج مین نکرے ایسا ہی بندہ مخلص جب راہ راست پر پہونچ جاتا ہی اور امراض دلی سے شفا پاتا ہی اور لوگونکو دیکھتا ہی کہ اُنکے دل مریض ہین اور علاج نہایت مشکل کہ طبیب اُس سے عاجز ہین اور یہ ہلاک و تباہ ہوا چاہتے ہین اور مجھکو اُنکا علاج کرنا سہل ہی تو خود بخود اُسکی ذات مین سے ایک پکا ارادہ اُنکی نصیحت کرنے کا پیدا ہوتا ہے اور اس بات پر شیطان اور اشتعال لگ دیتا ہی کہ شاید اسی بہانے اُسکو لے ڈالے جب وہ شخص نصیحت مین مشغول ہوتا ہی تو شیطان کا منصوبہ بن پڑتا ہی کہ اول اُسکو ریاست کی طرف بلاتا ہی مگر نہایت پوشیدہ کہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہو اور اُس شخص مخلص کو خبر نہونے پاوے جب یہ سلسلہ جنبانی دل مین اُسکے ہونے لگتی ہی تو پھر بناوٹ اور زینت کی طرف بلاتا ہی کہ اچھے اچھے الفاظ اور نغمات اور حرکات استعمال کرنے چاہیین اور لباس و صورت مین تکلف کرنا چاہیے جب ان باتون پر لا اُٹھاتا ہی تو آدمی اُسپر ہجوم کرتے ہین اور اُسکی توقیر و تعظیم بادشاہون سے بھی زیادہ کرتے ہین کیونکہ اپنے امراض کا شافی اُسکو جانتے ہین کہ صرف زحمت اور مشقت کے باعث بے طمع علاج کرتا ہی اسیواسطے اُسکو ماں باپ اور اقارب سے بھی زیادہ محبوب جانتے ہین اور اپنے مال و تن سے اُس کی خدمت مقدم سمجھتے ہین اور اُسکے سامنے مثل نوکر و غلام کے ہو جاتے ہین اور مخلوقین سب پر ترجیح دیتے ہین اور یہ بادشاہون اور سلاطین سے زیادہ ملتے ہین اس معاملے سے اُسکی طبیعت پھول جاتی ہی اور نفس کو وہ راحت و لذت ملتی ہی کہ اُسکا کیا کہنا ہی اُسکے سامنے سب لذتین گرد جانتا ہی بلکہ جو ترک دنیا کے اُسکے سبب سے بڑی لذت مین جا پڑتا ہی اُسوقت شیطان موقع پا کر اپنا ہاتھ اُسکے دل کی طرف بڑھا دیتا ہی اور اُسکو ایسے ہی کام مین لگاتا ہی جسمین وہ لذت باقی رہے اور نفس کے شیطان کیطرف جھکنے کی پہچان یہ ہی کہ اگر مثلاً کسی بات مین اُس شخص سے غلطی ہو جاوے اور لوگون کے سامنے کوئی اُسپر انکار و اعتراض کرے تو غصہ کریگا اور اگر دل مین اُس غصے کو بُرا سمجھے تو فوراً شیطان سوجھاتا ہی کہ یہ غصہ اللہ کیواسطے ہی کیونکہ اگر مریدون کا اعتقاد تجھپر درست نہوگا تو خدا کی راہ سے علیحدہ ہو جاوینگے اسی سے مغالطہ کھا جاتا ہی اور کبھی اُس دھوکے کے سبب سے غیبت کرنے لگتا ہی یعنی جس شخص نے اعتراض کیا تھا اُسکی غیبت کرتا ہی جو حرام ہی حالانکہ اُسکے کہنے کیواسطے الفاظ حلال بہت سے ہین اُنکو نہین کہتا اور کبر مین مبتلا ہو جاتا ہی جو امر حق سے اعتراض کرنے اور اُسپر مشکور نہونیکا نام ہی اور پہلے خطرات سے بھی احتراز کرتا تھا اسیطرح اگر کسی موقع پر ہنس پڑتا ہی یا بعض وظائف مین سستی کرتا ہی تو نفس کو اضطرار ہوتا ہی کہین ایسا نہو کہ لوگونکو اسکی خبر ہو جاوے اور میری توقیر جاتی

ہے اس خیال سے استغفار کرتا ہی اور اونچی اونچی سانس لیتا ہی اور کبھی اعمال و وظائف اُنکے دکھلانیکو بڑھا دیتا ہی اور شیطان دل مین ڈالتا ہی کہ یہ باتین تو اسواسطے کرتا ہی کہ لوگ خدا کی راہ سے سُستی نکرین اور تیرے اس عمل کے چھوڑنے سے کہین وہ بھی نہ چھوڑ بیٹھین حالانکہ سب یہ فریب اور دھوکا ہی اصل مین نفس کا اضطراب تلف ریاست کے خوف سے اس بات کا موجب ہوا ہی اور اسی جہت سے اگر لوگ کسی اُس جیسے دوسرے شخص کی خطا یا قصور پر واقف ہون تو کچھ ورد نہین آتا بلکہ اُسکو اچھا سمجھتا ہی اور خوش ہوتا ہی اور اگر اُسکے ہمسرون مین سے کسی کی طرف لوگون کے دل مائل ہون اور اُسکے کلام کی تاثیر اُسکی نسبت زیادہ ہو تو اُسپر نہایت شاق گذرے پس اگر اُسکو شوق ولذت ریاست نہین تو دوسرے کے ہونیکو غنیمت کیون نہین جانتا اسلیے کہ اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص اپنے چند یارونکو کنوین مین گرا ہوا دیکھے اور اُسکے منھ پر کوئی سل رکھی ہو جسکے سبب وہ اوپر نہ نکل سکتے ہون اور یہ شخص درد و رحم کے باعث وہان آوے تاکہ پتھر کو سرکا کر اپنے یارون کو نکالے اور اکیلے اُسکا سرکانا مشکل ہی اب اگر کوئی دوسرا شخص اگر اُسکی مدد کرے کہ اُس پتھر کا ہٹانا اُسپر سہل ہو جاوے یا خود وہ شخص اپنے آپ تنہا اُسکو ہٹاوے تو اُس شخص کو بہت خوش ہونا چاہیے کیونکہ اُسکی غرض تو یہی تھی کہ اپنے یارون کو اُس قید سے نجات ہو جاوے وہ حاصل ہو گئی اسیطرح نصیحت کرنیوالے کی غرض اگر یہی ہی کہ مسلمان لوگ دوزخ سے بچین تو جو شخص اس امر مین اُسکا معین و مددگار رہے یا خود ہی کفیل اس غرض کا ہو تو برا نہ ماننا چاہیے بالفرض اگر سب اپنے آپ ہی ہدایت پر آجاتے تو کیا برائی تھی اب اگر دوسرے کے سبب سے راہ سیکھا تو کیون برا مانتا ہی غرضکہ شیطان کے فریب سے یہ نوبت ہوتی ہی جب یہ بات بھی آدمی مین ہو جاتی ہی تب تو شیطان دلکے بڑے بڑے گناہون کی طرف بلاتا ہی اور اعضاے ظاہری سے فاحش خطائین کرا کر تباہ کرتا ہی خدا بچاوے نفس کا راہ پا کر گمراہ ہو جانا بہت مصیبت ہی معاذ اللہ منہا اب باقی رہی یہ بات کہ نصیحت کس صورت مین درست ہی تو جاننا چاہیے کہ جب آدمی کا قصد صرف اللہ لوگون کی ہدایت ہی ہو اور اسی بات کو چاہتا ہو کہ کاش کوئی ایسا ملجاوے جو اس بات مین میرا معین و مددگار ہو یا یہ لوگ آپ ہی آپ راہ راست پر آجاوین اور لوگون کے مال اور ثناخوانی سے طمع بالکل قطع کردے اور اُنکی تعریف و مذمت کو یکسان جانے اور خدا کے نزدیک اگر اچھا ہی تو اُنکی مذمت کی کچھ پروا نہ کرے اور اگر اُسکے نزدیک سزاوار حمد نہین تو خلق کی تعریف سے خوش نہو اور سب لوگو نکو ایسی نظر سے دیکھے جیسے سادات کو یعنی کسی پر تکبر نکرے اور سب کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اسلیے کہ خاتمے کا حال معلوم نہین یا جیسے بہائم کو دیکھتے ہین یعنی جسطرح بہائم کو دیکھنے سے یہ غرض نہین ہوتی کہ اُسکے دل مین اپنی جگہ ہو اور نہ اُنکے دیکھنے کی پروا ہوتی ہی کہ وہ ہمکو کسطرح دیکھین اور اسلیے اُنکے سامنے کچھ حاجت زینت اور تکلف کی نہین ہوتی مثلاً چوپائے کے چرانے والے کو یہ غرض ہوتی ہی کہ اُنکی نگاہبانی چور اور درندون سے کرے یہ نہین ہوتی کہ وہ مجھکو تاکین اسی طرح سالک کو چاہیے جب تک سب لوگونکو چوپاؤن کیطرح خیال نکریگا یعنی جیسا اُنکا دیکھنا مقصود نہین ہوتا ویسا ہی آدمیونکا دیکھنا مقصود نہ جانیگا تب تک اُنکی اصلاح مین مشغول ہونے سے سالم نہ بچیگا بلکہ بعض اوقات اُنکو تو اصلاح پر لاویگا اور اپنے آپ بگڑیگا جیسے شمع کہ اورونکو روشنی دیتی ہی اور اپنے آپ جلتی جاتی ہی اب اگر کوئی کہے کہ اگر وعظ کا کہنا اُسیوقت پر منحصر کیا جاوے جب واعظ کو یہ درجہ جو اوپر مذکور ہوا حاصل ہو جاوے تو دنیا وعظ سے خالی ہو جاویگی اور دل خراب ہو جاوینگے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ لیکن اگر لوگ دنیا کی محبت نہ کرین تو تمام عالم درہم برہم ہو جاوے اور سب کارخانے ابتر ہو جاوین اور

دل اور بدن سب ہلاک ہوجاوین مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تھا کہ دنیا کی دوستی مہلک ہے اور اُسکو مہلک بیان کرنیسے بہت لوگون کے دل سے اُسکی دوستی نہین نکلیگی صرف چند لوگ اُسکی محبت چھوڑینگے جنکے چھوڑنے سے دنیا اُجڑ نہوگی اسی واسطے آپنے حق خیرخواہی بھی ادا کیا کہ جو کچھ اُسمین خطرہ تھا اُسکو بیان فرما دیا اور اُسکے چھوڑ دینے کے خوف وخطرے کے ذکر کو ترک نہین فرمایا کیونکہ اس بات پر اعتماد کلی تھا کہ اُسکے شہوات مہلک جو خدا تعالےٰ نے اپنے بندون پر مسلط کر رکھے ہین وہ اُنکو کشان کشان دوزخ کیطرف لے آوینگے اور اللہ تعالےٰ کا یہ قول سچا ضرور ہوگا ولکن حق القول منی لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین جب یہ صورت ہے تو واعظونکی زبان ریاست کی محبت کے باعث کبھی بند نہوگی اور اگر کوئی اُنسے کہے کہ وعظ محبت ریاست کے لیے حرام ہے اُسکے کہنے سے وعظ ترک نکرینگے جیسے تمام لوگ شراب خواری اور زنا اور چوری اور ریا اور ظلم اور دوسرے گناہ نہین چھوڑتے حالانکہ خدا و رسول کا فرمانا برابر سنتے ہین کہ یہ سب گناہ حرام ہین پس آدمی کو اپنے نفس کا خیال چاہیے لوگونکی فکر اپنے اپ کو کیا ضرور ہے بقول شخصے کہ قاضی جی کیون دُبلے کہ شہر کے اندیشے سے اللہ تعالےٰ کے کارخانے عجیب ہین ایک آدمی کو یا چند آدمیونکو بگاڑ کر بہت سے لوگونکی اصلاح کرتا ہے اور خود فرماتا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالےٰ اس دین کو ایسے لوگونسے تقویت دیگا جنکو کچھ بہرہ دین مین نہو پس یہ خوف البتہ ہے کہ عبرت و وعظ کے قبول کرنے کی راہ بند ہوجاوے مگر یہ بات کہ واعظ باعث ریاست اور محبت دنیا کو مدنظر نہین یا وعظ گوئی سے بدون اس محبت ریاست کے اپنی زبانین روک لین یہ کبھی نہوگا۔ اور اگر کوئی سالک اس فریب شیطانی سے واقف ہو کر اپنے نفس کی اصلاح مین مشغول ہو اور وعظ چھوڑ دے یا وعظ کہے اور صدق و اخلاص کی شرطین اس مین ملحوظ رکھے تب بھی اُسے ایک بہت بڑا خوف درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان اُسوقت اُس سے کہتا ہے کہ تو نے مجھکو تھکا دیا اور اپنی ذکا اور عقل کے کمال کے باعث مجھسے بچ گیا بہت سے اولیا اور اکابر میرے قابو مین آگئے مگر تو میرے ہاتھ سے نکل گیا تو بڑا ہی صابر ہے اور خدا کے نزدیک تیرا بڑا رتبہ ہے اس لیے کہ تجکو اتنی قوت دی کہ مجھکو مغلوب کرلیا اور جو جو چھل مین نے تجھپر چلائے سب تو سمجھ گیا پس سالک یہ بات شیطانکی سنکر سچ جانتا ہے اور غرور سے بھاگ کر عجب مین جا پڑتا ہے تو اپنے نفس پر عجب کرنا نہایت درجے کا مغالطہ ہے اور یہی سب مین بڑا مہلک ہے اور سب گناہونسے زیادہ اسیواسطے شیطان کا مقولہ ہے کہ ای ابن آدم اگر تو یہ گمان کرے کہ اپنے علم سے مجھ سے چھوٹ گیا تو جان لے کہ جہالت سے میرے پھندے مین آپڑا پس اگر کوئی اپنے نفس پر عجب بھی نکرے اور شیطان کے دھوکے مین نآوے اور جانے کہ یہ رتبہ مجھکو خدا تعالیٰ کیطرف سے ہے میری طرف سے نہین اور مجھ جیسا شخص شیطان کے دفع پر قادر نہین ہوسکتا مگر یہ کہ توفیق الٰہی اور اُسکی مدد شامل حال ہو اسلیے کہ نفس انسانی نہایت ضعیف اور عاجز اور اقل قلیل ہے جب اس سے ایسا بڑا کام معلوم ہوا تو ظاہر ہے کہ یہ اپنے آپ سے قادر نہین ہوا بلکہ خدا تعالیٰ کی مدد سے ہوا تو باوجود اس جاننے کے بھی ایک اور خوف اُسکو باقی ہے وہ یہ کہ کہین خدا کے فضل پر مغرور ہوکر اُسکے کرم پر تکیہ نکر بیٹھے اور اُس کے عذاب سے مامون نہوجاوے اور گمان کرنے لگے کہ مین آگے کو بھی ایسا ہی رہونگا اور کسیطرح کے فتور و انقلاب سے خوف نکرے یعنی صرف خدا کے فضل پر تکیہ رکھے اور اُسمین خوف و عذاب نملاوے اور چونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کے عذاب سے بیخوف ہوتا ہے وہ قطعی زیان کار ہوتا ہے اسلیے ایسے شخص کو مناسب ہے کہ اول تو یہ سب باتین مذکورہ بالا خدا کے فضل سے سمجھے پھر اپنے نفس پر اس بات کا خوف کرتا ہے

کہ کہین کوئی صفت ذمیمہ دل کے صفات سے مثل محبت دنیا اور ریا اور بد خلقی اور مغالطے وغیرہ سے مجھ سے دور ہونیکو رہ گئی ہو اور مین اوس سے غافل رہا ہون اور اس بات کا خوف ہر دم رکھے کہ کہین یہ حال حجاب حاصل ہی چھین نجاوے اور کسی وقت خدا کے عذاب اور خاتمے کے اندیشہ سے غافل نرہے اور یہ اندیشہ ایسا ہو کہ اس سے چھٹکارا اور نجات بدون پل صراط کے اُترے نہین ملتی چنانچہ روایت ہے کہ شیطان کسی پر اولیاء اللہ مین سے اُنکی نزع کیوقت کہ کچھ سانس اُنکا باقی تھا ظاہر ہوا اور کہا کہ میاں صاحب تم مجھسے نکل گئے اُنھون نے فرمایا کہ ابھی تک تو نہین نکلا یعنی خاتمہ بخیر ہوے تو یقین تجھ سے بچنے کا ہو اور اسی لیے اکابر فرماتے ہین کہ آدمی سب تباہ کار ہین مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہونے والے ہین مگر عامل اور عامل بھی سب ایسے ہی ہین مگر مخلص اور مخلص بھی بڑے خطر پر ہین اس قول سے معلوم ہوا کہ مغرور سب تباہ کار ہین اور مخلص جو غرور سے بھاگتے ہین وہ بھی خطرے پر ہین اسی جہت سے خوف و احتیاط اولیاء اللہ کے دل سے کبھی جدا نہین ہوتی اور چونکہ اعتبار خاتمے پر ہے اسلیے خدا تعالے سے ہم دعا مانگتے ہین کہ حسن خاتمہ نصیب فرماوے آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالی علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و صحابہ اجمعین جلد ثالث تمام ہوئی اسکے بعد جلد رابع کا باب تبہ ان شاء اللہ شروع ہوگا

تاریخ ختم ترجمہ جلد ثالث از مترجم

ہوا جبکہ آوازۂ ختم ہر سو
بلا جودت طبع احسن کو فورًا
کہا اُسنے تو ترجمہ سے ہوئے فارغ ۱۲۸۱

تو دل کو ہوئی فکر تاریخ نیکو
کیا بہر تعمیل ایماے ابرو
یہ تاریخ لکھ ۱۲۸۱ جلد ثالث باردو ۱۲۸۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ اندنون کتاب مستطاب یعنی مذاق العارفین ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد سوم جسمین کیفیت امراض معنوی کبر و غضب و حقد و حسد وغیرہ کو بخوبی بیان کیا ہی اور اُنسے بچنے کے طریقے بتلائے ہین و نیز حالات بزرگان دین متین و ائمہ کاملین بھی لکھدیے ہین تاکہ اُنکے حالات سے ہم لوگ عبرت حاصل کرین اور اُنکی پیروی کو اپنی سعادت اُخروی سمجھین

بہ عون صناع مکین و مکاں بفضل خلاق زمین و آسماں

ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخۂ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مؤمنین

جلد چہارم

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

مصنفہ

اکمل زماں، فضل دوراں عالم الٰہی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمۃ اللہ العلی القوی

مقبول اکیڈمی ۱۹۹ سرکلر روڈ، چوک انارکلی، لاہور

اہتمام ——— ملک مقبول احمد
مطبع ——— منظور اعجاز پریس لاہور

مقبول اکیڈمی لاہور

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد چہارم

خلاصۂ مطالب	صفحہ
باب اول توبہ کا بیان	٢
فصل اول توبہ کی تعریف اور حقیقت کے بیان مین۔	٣
بیان اول توبہ کی حقیقت اور تعریف مین۔	〃
بیان دوم توبہ کے واجب ہونے اور فضیلت کے ذکر مین۔	٤
بیان سوم اس باب مین کہ توبہ فوراً واجب ہے۔	٨
بیان چہارم اس امر مین کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال مین عام ہے	١٠
بیان پنجم اس باب مین کہ توبہ مین جب سب شرطین اکٹھی ہوتی ہین وہ ضروری مقبول ہوتی ہے۔	١۵
فصل دوم اُس چیز کے بیان مین جس سے توبہ ہوتی ہے۔	١٩
بیان اول گناہون کے اقسام کا ذکر باعتبار بندون کے صفات کے	〃
بیان دوم تقسیم درجات جنت اور طبقات دوزخ کی آخرت مین۔	٢٧
بیان سوم اس بات مین کہ کونسی	

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتے ہین	٣٨
فصل سوم اس بات مین کہ توبہ کامل کیا ہے۔	٤١
بیان اول توبہ کامل کا حال۔	〃
بیان دوم دوام توبہ مین لوگون کے اقسام کا۔	۵۵
بیان سوم اس بات کا ذکر کہ اگر تائب سے اتفاقاً یا قصداً کوئی گناہ ہوجاوے تو اُسکو کیا کرنا چاہئے۔	۵٩
فصل چہارم توبہ کی دوا کے بیان مین	٦٤
باب دوم صبر اور شکر کے بیان مین	٦٩
فصل اول صبر کے ذکر مین۔	٨٠
بیان اول صبر کی فضیلت مین۔	〃
بیان دوم صبر کی حقیقت اور معنی کے ذکر مین۔	٨١
بیان سوم صبر کے نصف ایمان ہونیکی وجہ	٨٦
بیان چہارم ان چیزون کا جن پر صبر کئے جانیکے لحاظ سے صبر کے اور نام ہوتے ہین	٨٧
بیان پنجم صبر کے اقسام کا قوت و ضعف کے مختلف ہونیکی جہت سے۔	٨٨

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بیان ششم صبر کیطرف حاجت اور اسکے ذکر مین	٩٠
بیان ہفتم صبر کی دوا مین اور جس چیز سے کہ صبر پر مدد ملے۔	٩٨
فصل دوم شکر کے ذکر مین۔	١٠۵
رکن اول خود شکر کا ذکر۔	〃
بیان اول شکر کی فضیلت مین۔	〃
بیان دوم شکر کی تعریف و ماہیت مین	١٠٦
بیان سوم اس امر کی توضیح مین کہ خدائے عز و جل کے باب مین شکر کے کیا معنی ہین۔	١١١
بیان چہارم اس بات کی تمیز مین کہ خداتعالیٰ کی محبوب چیزین کون ہین اور کونسی ناپسند ہین۔	١١٨
رکن دوم ارکان شکر مین سے اُس چیز کے بیان مین ہے کہ جس پر شکر واجب ہوتا ہے	١٣٢
بیان اول نعمت کی حقیقت اور اسکے اقسام مین	〃
بیان دوم خداتعالیٰ کی نعمتہاے بیشمار اور مسلسل کے ذکر مین۔	١۴۵
بیان سوم خلق کے شکر نہ کرنیکے سبب کے ذکر مین	١٦۵
رکن سوم باب صبر اور شکر کے ارتباط باہمی اور شرکت اشیاء کے ذکر مین۔	١٧٠
بیان اول ایک چیز پر شکر اور صبر کے	

خلاصہ مطالب	صفحہ
جمع ہونے کی وجہ کے ذکر مین۔	۱۷۰
بیان دوم نعمت کی فضیلت مصیبت پر۔	۱۷۹
بیان سوم صبر اور شکر مین افضل کونسا ہے۔	۱۸۱
باب سوم خوف و رجا مین	۱۹۰
فصل اول رجا کے ذکر مین۔	″
بیان اول رجا کی حقیقت مین۔	″
بیان دوم رجا کی فضیلت اور اُس مین رغبت	
دلانیکے ذکر مین۔	۱۹۳
بیان سوم رجا کی تدبیر اور جس سے حالت	
رجا ہو کر غالب ہوجاوے۔	۱۹۵
فصل دوم خوف کے بیان مین۔	۲۰۴
بیان اول خوف کی حقیقت مین۔	″
بیان دوم خوف کے درجات اور قوت	
اور ضعف کے مختلف ہونیکے ذکر مین۔	۲۰۷
بیان سوم خوف کے اقسام بہ نسبت اُس	
چیز کے جس سے خوف کیا جاتا ہے۔	۲۰۹
بیان چہارم خوف کی فضیلت اور اُس کی	
رغبت دلانیکے ذکر مین۔	۲۱۲
بیان پنجم خوف اور رجا کے غلبہ افضل کے ذکر مین	۲۱۷
بیان ششم اُن تدبیر مین جس سے حالت خوف کی	
حاصل ہو۔	۲۲۱
بیان ہفتم برے خاتمہ کے معنی کے ذکر مین۔	۲۳۰
بیان ہشتم انبیا اور فرشتون کے حالات خوف	

خلاصہ مطالب	صفحہ
خدا مین۔	۲۴۰
بیان نہم صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین	
کے شدت خوف کا ذکر۔	۲۴۴
باب چہارم فقر اور زہد کے بیان مین	۲۵۲
فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور	
فقرا کی فضیلت اور آداب کے ذکر مین۔	″
بیان اول فقر کی حقیقت اور فقر کے احوال اور	
اسما کے اختلاف مین۔	″
بیان دوم فقر کی مطلق فضیلت مین۔	۲۵۶
بیان سوم فضیلت فقرا خاص مین۔	۲۶۲
بیان چہارم فقر کی فضیلت مین توانگری پر	۲۶۴
بیان پنجم فقیر کے آداب حالت فقر مین۔	۲۷۱
بیان ششم اس امر مین کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے	
کوئی کچھ بھیجے تو اُسکے قبول کرنے مین کیا کرنا چاہئے	۲۷۳
بیان ہفتم بدون ضرورت کے سوال کی حرمت	
اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے باب مین۔	۲۷۷
بیان ہشتم اُس قدر غنا کا ذکر جس سے سوال حرام ہوتا ہے	۲۸۲
بیان نہم سالکین کے احوال مین۔	۲۸۴
فصل دوم زہد کے حال مین۔	۲۸۶
بیان اول زہد کی حقیقت مین۔	″
بیان دوم زہد کی فضیلت مین۔	۲۹۱
بیان سوم درجات زہد کے ذکر مین۔	۲۹۷

خلاصہ مطالب	صفحہ
بیان چہارم خصوصیات زندگی مین زہد کرنیکی تفصیل مین	۳۰۴
بیان پنجم زہد کی علامات مین	۳۱۷
باب پنجم توحید و توکل کے بیان مین	۳۱۹
مقدمہ توکل کی فضیلت کے ذکر مین۔	۳۲۰
فصل اول توحید کے ذکر مین۔	۳۲۲
فصل دوم توکل کے احوال و اقوال مین۔	۳۴۱
بیان اول توکل کا حال۔	″
بیان دوم باب توکل مشائخ کے اقوال کا ذکر۔	۳۴۷
بیان سوم متوکل کے اعمال کے ذکر مین۔	۳۴۹
باب ششم محبت و شوق و اُنس و رضا کے بیان مین	۳۸۶
فصل اول محبت کے ذکر مین۔	″
بیان اول دلائل شرعی کا اس باب مین کہ	
بندے کو محبت خدا تعالی سے ہوتی ہے یعنی اُس محبت	
کا وجود ہے	″
بیان دوم محبت کی حقیقت اور اُسکے اسباب مین	۳۸۸
بیان سوم اس امر مین کہ مستحق صرف ذات خدا ہے	۳۹۵
بیان چہارم اس امر مین کہ سب سے اعلیٰ اشرف	
لذت معرفت الٰہی اور اُسکے دیدار کی ہے۔	۴۰۴
بیان پنجم معرفت دنیاوی کی نسبت آخرت	
مین لذت دیدار کیون زیادہ ہوگی۔	۴۱۰
بیان ششم اللہ تعالیٰ کی محبت قوی ہونیکے	
اسباب مین۔	۴۱۶
بیان ہفتم تفاوت محبت کے بیان مین	۴۲۰
بیان ہشتم معرفت خدا مین خلق کی فہم کیون قاصر ہے	۴۲۴

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بیان نہم شوق الٰہی کے معنون کے ذکر مین۔	۴۲۵
بیان دہم اللہ تعالیٰ کی محبت بندے سے اور اس کے معنے۔	۴۳۱
بیان یازدہم معنی اُنس کے خدا تعالیٰ کے ساتھ	۴۴۷
بیان دوازدہم انبساط اور ادلال کے معنون مین جو غلبہ انس کا باعث ہو جایا کرتا ہے۔	۴۴۹
فصل دوم خدا تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونیکے معنے اور رضا کی حقیقت اور اسکی فضیلت کے ذکر مین	۴۵۳
بیان اول رضا کی فضیلت مین۔	۴۵۴
بیان دوم رضا کی حقیقت مین اور اس باب مین کہ مخالف خواہش کی کہ وہ کیسی ہو سکتی ہے۔	۴۵۸
بیان سوم اس باب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا کے نہین۔	۴۶۳
بیان چہارم اس باب مین کہ اُن شہرون سے بھاگنا جہان گناہون کا ظہور ہوا اور گناہون کی مذمت کرنی رضا مین خلل انداز نہین۔	۴۶۷
بیان پنجم عاشقون کی کچھ حکایات اور اُنکے اقوال و مکاشفات کے ذکر مین۔	۴۶۸
خاتمہ کچھ کلمات متفرق متعلقہ محبت کے ذکر مین جن سے فائدہ ہوا کرتا ہے۔	۴۷۴
باب ہفتم نیت اور اخلاص اور صدق کے بیان مین	۴۷۶
فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت کے بیان مین	″
بیان اول نیت کی فضیلت مین۔	″
بیان دوم نیت کی حقیقت مین	۴۷۹
بیان سوم اس حدیث کے بھید کے بیان مین کہ ایماندار کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے	۴۸۱
بیان چہارم اُن اعمال کی تفصیل جو نیت سے متعلق ہین۔	۴۸۴
بیان پنجم اس باب مین کہ نیت اختیار مین نہین ہوتی	۴۸۹
فصل دوم اخلاص کی فضیلت اور حقیقت و درجات کے بیان مین۔	۴۹۲
بیان اول اخلاص کی فضیلت مین۔	″
بیان دوم اخلاص کی حقیقت مین۔	۴۹۶
بیان سوم اخلاص کے باب مین لوگونکے قول	۴۹۹
بیان چہارم اُن آمیزشون اور آفات کے درجات مین جو اخلاص کو مکدر کرتی ہین۔	۵۰۰
بیان پنجم عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر مین۔	۵۰۲
فصل سوم صدق کی فضیلت اور حقیقت کے ذکر مین	۵۰۵
بیان اول صدق کی فضیلت مین۔	″
بیان دوم صدق کی حقیقت اور اسکے معنون اور مراتب کے ذکر مین۔	۵۰۶
باب ہشتم مراقبہ اور محاسبہ کے بیان مین۔	۵۱۳
مقام اول نفس سے آپس مین شرط کرنیکا۔	۵۱۴
مقام دوم مراقبہ کے باب مین۔	۵۱۷
بیان اول فضیلت مراقبہ مین۔	۵۱۷
بیان دوم مراقبہ کی حقیقت اور اُسکے درجات مین	۵۱۹
مقام سوم بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا	۵۲۶
بیان اول محاسبے کی فضیلت مین۔	۵۲۶
بیان دوم بعد عمل کے محاسبہ کی حقیقت مین۔	۵۲۸
مقام چہارم نفس پر بعد قصور کے سزا کرنیکا۔	۵۲۹
مقام پنجم مجاہدہ کے بیان مین۔	۵۳۱
مقام ششم نفس کی توبیخ اور عتاب مین۔	۵۴۳
باب نہم فکر اور عبرت کے بیان مین	۵۵۲
بیان اول فکر کی فضیلت مین۔	″
بیان دوم فکر کی حقیقت اور اُسکے ثمرے کے ذکر مین۔	۵۵۵
بیان سوم فکر کی راہون کے ذکر مین۔	۵۵۷
باب دہم موت اور اُسکے بعد کے ذکر مین	۵۸۱
حصہ اول اسمین مقدمات موت سے لیکر صور کے پھنکنے تک کے حالات ہین۔	۵۸۲
فصل اول موت کو یاد کرنے اور کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب مین۔	″
بیان اول موت کی یاد کی فضیلت مین۔	۵۸۳
بیان دوم دل مین ذکر موت کی جمانیکا طریق	۵۸۴
فصل دوم فضیلت امل کی کوتاہی و طول مین	۵۸۵
بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنیکی۔	″
بیان دوم طول امل کے سبب اور اُسکے علاج مین	۵۹۰
بیان سوم لوگونکے مراتب طول امل کے باب مین	۵۹۲
بیان چہارم امل پر مبادرت اور تاخیر آفت سے بچنے مین۔	۵۹۳
فصل سوم موت کی شدت اور سختیون مین اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہین اُنکے ذکر مین۔	۵۹۵

خلاصۂ مطالب	صفحہ
فصل چہارم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور	
خلفاء راشدین کی وفات شریف مین	۶۰۴
وفات سید المرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی	״
وفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی	۶۱۳
وفات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی	۶۱۴
وفات حضرت عثمان بن عفان رض کی	۶۱۶
وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی	۶۱۷
فصل پنجم اُن اقوال کے ذکر مین جو موت کے	
وقت خلفاء اور امراء اور صالحین نے فرمائے ہین	۶۱۸
فصل ششم اُن اقوال کے بیان مین جو	
عارفون نے جنازون اور قبرستان پر کہے ہین	
اور زیارت قبرون کے بیان مین ۔	۶۲۴
بیان اول جنازہ سے عبرت پکڑنے مین۔	״
بیان دوم قبر کے حال اور قبرون پر لوگونکے	
اقوال مین۔	۶۲۵
بیان سوم چند نوشتون کے بیان مین جو	
قبرون پر لکھے ملے ہین۔	۶۲۸
بیان چہارم اُن اقوال کا جو لوگون نے اپنے	
لڑکے کے مرنے پر کہے ہین۔	۶۳۰
بیان پنجم قبرون کی زیارت اور میت کے	
واسطے دعا کرنے اور اُسکے متعلقات کے ذکر مین	۶۳۱

خلاصۂ مطالب	صفحہ
فصل ہفتم موت کی حقیقت مین اور جو	
حال کہ میت پر قبر مین صور کے پھونکنے تک	
گذرتا ہے اور اُسکے ذکر مین۔	۶۳۶
بیان اول موت کی حقیقت مین۔	״
بیان دوم قبرون اور مردون کا کلام میت	
سے اور مردے یا زبان سے کہتے ہین یا	
حال سے تقریر کرتے ہین۔	۶۴۱
بیان سوم قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال مین	۶۴۲
بیان چہارم منکر نکیر کے سوال اور اُنکی	
صورت اور قبر کے دبانے اور تتمۂ عذاب	
قبر کے ذکر مین۔	۶۴۷
فصل ہشتم مردون کے اُن حالات	
مین جو خواب مین مکاشفہ سے معلوم	
ہوئے ہین۔	۶۴۹
بیان اول نفخ صور کے ذکر مین۔	۶۵۹
بیان دوم محشر کی زمین اور اُس کے	
لوگون کے ذکر مین۔	۶۶۱
بیان سوم پسینے کے ذکر مین۔	۶۶۲
بیان چہارم قیامت کے دن کی طول	
کے ذکر مین۔	۶۶۳
بیان پنجم روز قیامت اور اُس کے مصائب	

خلاصۂ مطالب	صفحہ
اور ناموں کے ذکر مین۔	۶۶۴
بیان ششم سوال کے ذکر مین۔	۶۶۶
بیان ہفتم میزان کے ذکر مین	۶۷۰
بیان ہشتم خصومت اور حقوق کے	
دلانے کے ذکر مین۔	۶۷۱
بیان نہم پل صراط کے ذکر مین۔	۶۷۶
بیان دہم شفاعت کے ذکر مین۔	۶۷۸
بیان یازدہم حوض کے ذکر مین۔	۶۸۲
بیان دوازدہم دوزخ کے حال اور اُسکے	
ہولون اور عذابون کے ذکر مین۔	۶۸۳
بیان سیزدہم جنت کی کیفیت اور	
اُس کی راحت کے اقسام مین۔	۶۹۰
بیان چہاردہم چند متفرق اوصاف	
اہل جنت کے جو احادیث مین	
وارد ہین۔	۶۹۸
بیان پانزدہم خداتعالی کیوجہ کریم کی	
رویت اور دیدار کے ذکر مین۔	۷۰۰
خاتمہ خداتعالی کی رحمت کی وسعت	
کے ذکر مین۔	״
قطعہ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم	۷۰۵

مذاق العارفین

ترجمہ

احیا علوم الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

خداوندا کرم سے اپنے تو فضل جز نوازی کر | نہیں ہے آسرا تیرے سوا اصناف مردم کا | پلا دے بادۂ ادراک سے اک جام تو ایسا | با آسانی ہو جس سے ترجمہ جلد چہارم کا

باب اوّل توبہ کا بیان

رباعی

یارب میں ہوں شیطان کی شرارت سے تباہ | اور نفس کی شامت سے ہوں غرق گناہ | توفیق یہ دے تو اپنے احمدؐ کے طفیل | میں توبہ نصوح پر مروں یا اللہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ گناہوں سے توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی جناب میں رجوع کرنا سالکین کے راستے کی ابتدا ہے اور واصلین کی متاع گران بہا۔ مرید اول اسی راہ پر قدم دھرتے ہیں۔ اور حق سے پھرے ہوؤں کیلیے مفتاح استقامت اسی کو تصور کرتے ہیں۔ مقربین کے لیے یہی مطلع اصطفا ہے۔ اور انبیا کے واسطے خصوصاً ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کیلیے یہی منبع اجتبا۔ اور چونکہ مثل مشہور ہے کہ باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔ اگر کسی آدمی سے قصور اور گناہ ہو تو بعید نہیں اسلیے کہ آدم زاد ہے لیکن اگر باپ نے جبر نقصان کیا ہو اور تلافی مافات میں دل دیا ہو تو بیٹے کو بھی مناسب ہے کہ دونوں باتوں میں باپ کا مشابہ ہو۔ اب حضرت آدم علیہ السلام کا حال جو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی خطا کے بعد سلسلۂ ندامت ہلایا اور برسوں تک اشک خجالت بہایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص انکو صرف خطا کرنے میں اپنا مقتدا سمجھے اور توبہ کے گرد نہ پھٹکے وہ خطادار ہے اور ناخلف و ناہنجار بلکہ اصل یہ ہے کہ صرف خیر ہی کا ہو رہنا تو طریقہ ملائکہ مقربین کا ہے اور محض شر کرنا روِیہ شیاطین کا اور شر میں پڑنے کے بعد خیر کیطرف پھرنا انسان کا کام ہے اسلیے کہ انسان کی سرشت میں دونوں خصلتوں کی آمیزش پائی جاتی ہے محض خیر کرنیوالا فرشتہ کہلاتا ہے اور صرف شر کرنیوالا شیطان۔ اور رجوع الی الخیر سے شر کی تلافی کرنے والا واقع میں انسان ہے اب اسکو دو باتیں تو حاصل ہو سکتی ہیں یعنی اپنا نسب شیطان سے صحیح کرے خواہ انسان سے مثلاً اگر گناہ کے بعد توبہ کرے تو آدم سے پیدا ہونیکی حجت قوی ہے کہ جو تعریف انسان کی تھی وہ اسپر صادق آئی اور جو شخص سرکشی پر مصر رہے وہ اپنے نفس پر شیطان کا

نسب ثابت کرتا ہو باقی رہا محض خیر کرنے سے فرشتے کیطرف منسوب ہونا سو یہ انسان سے ممکن نہین اسواسطے کہ اُسکے خمیر مین شر خیر کے ساتھ ایسی مضبوط ملی ہو کہ اسکا جدا ہونا دو ہی طرح ممکن ہو یا ندامت کی حرارت سے یا دوزخ کی آنچ سے حاصل یہ کہ جوہر انسانی کو خبائث شیطانی سے علٰحدہ کرنے کے لیے دونون آتشون مین سے ایک مین جلنا ضروری ہو پس جبتک انسان کا قابو چل سکتا ہو اُسکو چاہیے کہ دونون اگون مین سے جونسی کی برداشت کر سکے اُسکو اختیار کرے اور جو ہلکی سمجھے اُسکی طرف مبادرت کرے ورنہ بعد موت کے پھر مہلت کہان بجز اسکے کہ یا جنت یا دوزخ مین ٹھکانا ہو جائے - اور جب توبہ دین مین یہ رتبہ رکھتی ہو تو منجیات کے شروع مین اسیکا لانا اور اُسکی مہلت اور شروط اور سبب و علامت اور ثمرہ و آفت مانع توبہ اور علاج جس سے کہ توبہ آسان ہو جائے اُسکا بیان کرنا واجب ہوا اور

یہ سب باتین چار فصلون مین بیان ہونگی

فصل اوّل بیان مین توبہ کی تعریف اور حقیقت کے اور سب لوگون پر ہر حال مین اُسکے علی الفور واجب ہونیکے اور توبہ صحیح کے مقبول ہونے کے مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اوّل توبہ کی حقیقت اور تعریف مین جاننا چاہیے کہ توبہ تین چیزونکا نام ہو جو بہ ترتیب پائی جاتی ہین انمین سے اول علم ہو دوسرا حال تیسرا فعل اور اول دوسرے کا موجب ہی اور دوسرا تیسرے کا اور یہ انتظام خدا کی عادت کے باعث سے ہو جو اسنے عالم اجسام و ارواح مین جاری کر رکھا ہو اب انمین سے ہر ایک کو سننا چاہیے کہ علم سے یہ غرض ہو کہ اسبات کو جانے کہ گناہونکا ضرر بہت بڑا ہو اور یہی گناہ آدمی اور اُسکے محبوب کے درمیان مین حجاب ہوتے ہین جب یہ بات یقین غالب سے دل پر جمجاتی ہو تو اسکے جاننے سے دلکو محبوب کے فوت ہو جانیکا رنج ہوتا ہو اسلیے کہ دلکو جب یہ خبر ہوگی کہ محبوب نہ ملیگا تو بیشک رنج کریگا پس اگر محبوب کے نہ ملنے کا باعث کوئی اسی کا فعل ہوگا تو اس فعل پر افسوس کریگا اور اس افسوس کا نام ندامت ہو اور اسی کو دوسری چیز توبہ کی یعنی حال سمجھنا چاہیے پھر جب یہ رنج دل پر غالب ہوتا ہو تو اس سے ایک اور حالت دلمین پیدا ہوتی ہو جسکو ارادہ و قصد کہتے ہین اور یہ ارادہ ایسے فعل کا ہوتا ہو جسکو تعلق تینون زمانونسے ہو زمانہ حال سے تو اسطرح تعلق ہو کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا اسکو چھوڑ دے اور زمانہ مستقبل سے اسطرح کہ جس گناہ سے محبوب نہ ملے اسکو عمر بھر کو ترک کر دے اور زمانہ ماضی سے اسطرح کہ اگر کوئی چیز قابل قضا اور تلافی کے فوت ہوئی ہو تو اسکا جبر نقصان کرے غرضکہ ان سب باتونکا منشا اول علم ہوتا ہو یعنی ایمان اور یقین کیونکہ ایمان اسبات کے سچ جاننے کا نام ہے کہ گناہ زہر ہلاک ہین اور یقین اس تصدیق کی مضبوطی کا نام ہے کہ دل پر ایسی طرح غالب ہو کہ اسمین مجال شک نرہے پس اس ایمان کا نور دل پر جب چھا جاتا ہو تو اُسکا ثمرہ یہ ہوتا ہو کہ دلمین ندامت کی آگ بھڑک اٹھتی ہو اور دل پر صدمہ گذرتا ہو اسلیے کہ نور ایمان کی چمک سے اسکو سوجھتا ہو کہ مین اپنے محبوب سے محجوب ہو گیا جیسے کوئی اندھیرے مین ہو اور یکایک ابر مین سے خواہ پردے مین سے آفتاب کھلجاوے اور اسکی چمک مین اپنے محبوب کو دیکھ لے کہ یہ مرا جاتا ہو اسیوقت اسکے دلمین آتش محبت شعلہ زن ہوگی اور یہ حرارت اسکو اسبات پر آمادہ کریگی کہ کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور چاہیے اسیطرح یہان بھی ندامت کیوقت نور ایمان سے اپنے محبوب کے نہ ملنے کا رنج اسبات کا مقتضی ہوتا ہو کہ کچھ تدارک اسکا عمل مین لانا چاہیے اسیوجہ سے آدمی قصد تدارک مافات کرتا ہو خلاصہ یہ کہ توبہ ان تین چیزون مرتب کا نام ہو جو ایک دوسرے کے بعد بتدریج ہوتی ہین اول علم دوم ندامت سوم قصد

ترک گناہ زمانۂ حال واستقبال مین اور تلافی ایام ماضی ان سب کے مجموع کو توبہ کہتے ہین اور اکثر یہ بھی ہوتا ہو کہ توبہ صرف معنی ندامت پر بولتے ہین اور علم کو اسکا مقدمہ اور ترک گناہ کو اسکا ثمرہ قرار دیتے ہین اسی اعتبار سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو الندم توبۃ اسلیے کہ ندامت کیواسطے ضرور ہو کہ کسی وجہ سے ہوئی ہو گی اور بعد کو اسپر کچھ ثمرہ بھی مرتب ہو گا تو گویا ندامت جو درمیان کی شئے تھی یہ ہی قائم مقام اپنے سبب اور مسبب کے ہو گئی اور ضمناً علم اور قصد ترک اسکے دونون طرفین اسمین شامل ہو گئین اور اسی اعتبار سے کسی نے توبہ کی تعریف یہ کہی ہو کہ توبہ یہ ہو کہ خطائے سابق پر آتش ندامت سے باطن کا پگھلنا اس تعریف مین صرف رنج دل کا اشارہ پایا جاتا ہو اور بعضون نے اسکی تصریح بھی کر دی ہو اور کہا ہو کہ توبہ ایک آگ ہو کہ دلمین بھڑکتی ہو اور ایک درد ہو کہ جگر سے جدا نہین ہوتا اور بعضون نے بلحاظ ترک گناہ کے تعریف یون لکھی ہو کہ توبہ اسکو کہتے ہین کہ جفا کا لباس دور کر کے بساط وفا بچھائے اور سہل بن عبداللہ تستری یون فرماتے ہین کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہو اور یہ بات بدون غزلت اور خاموشی اور اکل حلال کے میسر نہین ہوتی غالباً اس تعریف مین تیسری بات کیطرف اشارہ ہو اور توبہ کی تعریف مین اور بہت سے اقوال ہین اور جبکہ یہ تینون باتین جنکا ہمنے ذکر کیا ہو آدمی کو معلوم ہو جائین اور انکا تلازم اور ترتیب بھی جان لے تو معلوم کر لے کہ لوگون نے جو کچھ اسکی تعریف مین کہا ہو کسی مین سب باتون کا انحصار اور احاطہ نہین پایا جاتا حالانکہ مقصود اہم یہی ہے کہ واقعی حقیقت توبہ کی معلوم ہو صرف لفظون سے غرض نہین ہے

دوسرا بیان توبہ کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت کے ذکر مین توبہ کا واجب ہونا آیات واحادیث سے ثابت ہو اور جسکی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہو اور خدا تعالے نے اسکا سینہ نور ایمان سے منور کر رکھا ہو اسکے نزدیک یہی وجوب توبہ واضح ہو حتی کہ ایسا شخص جہالت کی تاریکیون مین اپنے سامنے کے نور کے باعث چل سکتا ہو اسکو یہ حاجت نہین کہ ہر قدم پر کوئی آگے بتانیوالا ساتھ ہو۔ اور جسطرح کہ چلنے والے دو قسم کے ہین بعضے اندھے ہوتے ہین کہ بدون کسی کے آگے ہوئے قدم نہین بڑھاتے اور بعضے آنکھون والے ہوتے ہین کہ جب راہ پر پڑ لیے تو اپنے آپ چلے جاتے ہین اسیطرح طریق دین کے چلنے مین آدمیونکی دو قسمین ہین ایک لوگ تو ایسے قاصر ہین کہ تقلید سے ایک قدم بھی نہین ٹل سکتے اور ہر قدم پر نص کتاب اللہ خواہ حدیث کے سننے کے محتاج رہتے ہین اور ایسے لوگون کا بعض اوقات یہ حال ہوتا ہو کہ اگر نص صریح کے ملنے مین دشواری ہوتی ہو تو حیران رہجاتے ہین پس اس قسم کے لوگونکی سیر باوجود محنت شاقہ اور طول عمر کے مختصر ہوتی ہو اور قدم بھی چھوٹے پڑتے ہین اور ایک لوگ سعید ہین جنکے سینے خدا تعالی نے اسلام کیلیے کھول دیے ہین وہ اپنے رب کیطرف سے نور کی سیر مین ادنی اشارے سے مشکل مشکل سلوک کی راہ چلنے کیلیے خبردار ہو جاتے ہین اور بڑی سخت گھاٹیان طے کر ڈالتے ہین انکے دلمین نور قرآن اور نور ایمان کی چمک رہتی ہو اور شدت نور کے باعث ادنی تبلانا انکے حق مین کافی ہو جاتا ہو انکی مثال ایسی ہو یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار اور اگر آگ لگاؤ یعنی تبلانے کے بعد تو یہ مثل ہو نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ایسے لوگون کیلیے حاجت نص منقول کی ہر واقعہ مین نہین اسطرح کا شخص اگر توبہ کا واجب ہونا جاننا چاہتا ہو تو اول نور بصیرت سے توبہ کو دیکھتا ہو کہ وہ کیا چیز ہے پھر وجوب کے معنی سمجھتا ہو پھر دونون کو ملا کر جو دیکھتا ہو تو معلوم کر لیتا ہو کہ بیشک توبہ کے لیے واجب ہونا ثابت ہو مثلاً اول یہ جانا کہ واجب اور ضروری وہی چیز ہو جو سعادت ابدی تک پہونچنے اور ہلاک ابدی سے بچنے کیلئے ضروری ہو اسلیے کہ اگر کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے

لہ نادم ہونا توبہ ہے ۱۲ ابن ماجہ و حاکم بروایت ابن مسعود رضی ۱۲ لہ مسلم نے بروایت اغر مزنی روایت کیا ہے یا ایہا الناس توبوا الی اللہ الحدیث تو امر فرمانا مفید وجوب ہے ۱۲

سے سعادت خواہ شقاوت کا تعلق نہو تو اسکے واجب ہونے کے کچھ معنی نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ فلان فعل واجب کرنے سے واجب ہو گیا یہ صرف ایک بات ہی بات ہی کیونکہ جن چیزون سے ہماری غرض حال ہین یا استقبال مین متعلق نہین انکے کرنے خواہ نکرنے مین ہمکو مشغول ہونے سے کیا فائدہ خواہ کوئی ہمپر انکو واجب کرے یا نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ واجب سے وہی چیز مراد ہی جو ذریعہ وصول سعادت ابدی کا ہو پھر جب وہ یہ معنی واجب کے سمجھ لے اور یہ بھی جان لے کہ قیامت مین سوائے دیدار آلہی کے اور کوئی سعادت نہین اور جو اس سے محجوب رہا وہ بدبخت ہی اسکے درمیان اور اسکی آرزوؤن کے درمیان آڑ ہو گی آتش فراق او نار دوزخ سے جلیگا اور یہ بھی جان لے کہ سوائے اتباع شہوات اور اس دنیا کی الفت اور اُن لذات فانی قطعًا جدا ہونیوالی کی محبت کے اور کوئی چیز خدا تعالے سے دور نہین کرتی اور سوائے کاٹ ڈالنے علاقۂ قلبی کے اس دنیا کی زیب و زینت سے اور بتمامہ متوجہ ہونیکے اللہ کیطرف تا کہ اسکے ذکر سے ہمیشہ انس رہے اور اُسکے جلال اور جمال کو اپنی طاقت کے موافق جانکر اُس سے محبت حاصل ہو اور کوئی چیز اُس سے نزدیک کرنیوالی نہین اور یہ بات بھی دلنشین کرلے کہ جن گناہون سے خدا نے منھ پھیرنا اور اسکے دشمن شیاطین لعین کی اتباع کرنی ہوتی ہی انھین کے باعث مین بھی محجوب اور رانده درگاہ ہو جاؤنگا انہی باتون کے جاننے کے بعد وہ شخص ہرگز اسبات مین شک نہ کریگا کہ قرب آلہی کے پہونچنے کیواسطے دوری کی راہ سے پھرنا واجب ہی اور طریق بعد سے پھرنا انھین تین باتون سے حاصل ہو گا یعنی علم اور ندامت اور عزم سے اسلیئے کہ جبتک یہ نہین جانیگا کہ گناہ محجوب سے دور ہونے کے اسباب ہین ندامت نہین آنے کی اور نہ اپنی دوری کی راہ چلنے سے کچھ درد ہو گا اور جبتک درد نہ ہو گا تب تک راہ سے رجوع کرنا معلوم اور رجوع کرنیکے معنی ترک اور عزم ہین اس سے معلوم ہوا کہ محبوب تک پہونچنے کیلیے وہ تینون باتین ضروری ہین اور جو ایمان کہ نور بصیرت سے حاصل ہوتا ہی وہ تو ایسا ہی ہوتا ہی مگر جو شخص کہ اس رتبہ کے قابل نہو چنانچہ اکثر ونکا یہی حال ہی تو اسکے لیے تقلید و اتباع مین بہت گنجایش ہی اسیکے ذریعہ سے ورطۂ ہلاک سے ساحل نجات پہونچ سکتا ہی پس اس توبہ کے باب مین قول خداے پاک ورسول کریم اور سلف صالحین کا دیکھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون اسمین سب ایمان والونکو توبہ کا حکم عام ہی اور دوسری جگہ ارشاد ہی یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا معنی نصوح کے یہ ہین کہ خالص اللہ کیواسطے ہو اور آمیزش کسی طرح کی نہو مشتق ہی نصح بمعنی خلوص سے اور فضیلت توبہ پر یہ آیت شریف دال ہی ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین التائب حبیب اللہ اور التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور ایک حدیث مین یہ مذکور ہی کہ اگر کوئی شخص کسی سرزمین ناموافق اور مہلک مین فروکش ہو اور اسکے ساتھ اسکی سواری ہو جسپر اسکا کھانا پینا وغیرہ لدا ہو یہ شخص اپنا سر رکھکر سو رہے اور پھر جو جاگے تو سواری نپاوے اور اسکو ڈھونڈھنے لگے یہانتک کہ جب اسپر دھوپ اور پیاس اور جو خدا کو منظور ہو اسکی شدت اور غلبہ ہو تو کہے کہ مین جہان تھا وہان ہی لوٹ چلون اور سو رہون تا کہ مر جاؤن اور وہان پہونچکر مرنے کیلیے اپنے ہاتھ کو سر تلے رکھکر سو رہے اور پھر جو آنکھ کھلے تو دیکھے کہ جس سواری پر توشہ وغیرہ تھا وہ پاس کھڑی ہے تو جتنی خوشی کہ اس شخص کو اپنی سواری ملنے کی ہی اُس سے زیادہ خدا تعالی بندۂ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہی اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہین کہ یہ شخص شدت خوشی مین جو شکر خداوندی بجا لاوے تو مارے خوشی کے زبان سے یون نکلے کہ آلہی تو میرا بندہ ہی مین تیرا پروردگار

ح ت اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب ملکر اے ایمان والو شاید تم بھلا پاؤ ح ت اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ ۱۲ ح ت اللہ کو خوش آتے ہین توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہین ستھرائی والے ۱۲ ح توبہ کرنے والا اللہ کا پیارا ہے ۱۲ ابن ابی الدنیا بروایت انس ۱۲ ھ ح سنہ ۵ توبہ کرنے والا مثل اس شخص کے ہے جس پر گناہ نہ ہو ۱۲ ابن ماجہ بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ۱۲ ح ۶ ح مسلم بروایت انس ۱۲

ہون یعنی خوخصی مین الفاظ کی تقدیم وتاخیر کی تمیز نہ رہے اور حضرت حسنؒ سے روایت ہو کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی توانکو فرشتون نے تہنیت دی اور حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام انکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے آدم خداتعالی نے جو آپ کی توبہ قبول فرمائی تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے جبرئیل اگر بعد قبول توبہ کبھی مجھسے سوال ہو تو پھر میرا ٹھکانا کہان ہی اسیوقت انپر وحی ہوئی کہ اے آدم تو نے اپنی اولاد کیلئے رنج ومشقت بھی ارث چھوڑی اور توبہ بھی تو جو کوئی ان مین سے مجھکو پکاریگا مین اسکی سنونگا جیسی تیری سنی اور جو کوئی مجھسے مغفرت کا سوال کریگا اسپر بخل نکرونگا کیونکہ مین قریب اور مجیب ہی اے آدم توبہ کرنیوالون کو قبرون سے ہنستے ہوئے اور بشارت سنتے ہوئے اٹھاؤنگا جو دعا کرینگے قبول ہوگی۔ اور اخبار وآثار اس باب مین بیشمار ہین اور امت کا اتفاق ہی کہ توبہ واجب ہی اسلیے کہ معنی اسکے یہ ہین کہ اسبات کا علم ہو کہ گناہ ومعاصی مہلک چیزین اور خداتعالی سے دور کرنیوالی ہین یہ بات وجوب ایمان مین داخل ہی مگر کبھی اس سے غفلت ہو جاتی ہی تو توبہ کی تعریف مین جو علم مذکور ہی اس علم سے یہی غرض ہی کہ غفلت مذکور دور ہو جائے اور اسکے واجب ہونے مین کچھ خلاف نہین اور منجملہ تعریف توبہ کے چھوڑدینا معاصی کا زمانہ حال مین اور عزم انکے ترک کا استقبال مین اور تدارک تقصیرات زمانہ گزشتہ کا ہی اسکے واجب ہونے مین بھی کسی طرح کا شک باقی نہین رہا ندامت اور حزن افعال گذشتہ پر پس وہ بھی واجب ہی کیونکہ حزن وندامت تو توبہ کی جان ہے تلافی اسی سے پوری ہوتی ہی وہ کس طرح واجب نہوگی اسلیے کہ وہ تو ایک طرح کا رنج ہی کہ جب آدمی کو یہ معلوم ہوتا ہی کہ اتنی عمر خداتعالی کی مرضی کے خلاف مین ضائع ہوئی اسکے بعد ضروری ہوتا ہی اب اگر کوئی کہے کہ دلکا حزن کرنا امر ضروری ہی قبضۂ اختیار مین نہین تو اس کو واجب کہنا کس طرح متصور ہو اسکا جواب یہ ہی کہ سبب اس رنج کا یہی ہوتا ہی کہ محبوب کے نہ ملنے کا علم قطعی ہو جاتا ہی اور آدمی اس علم کے سبب کے حاصل کرنیکا اختیار رکھتا ہی اسی جہت سے علم وجوب مین داخل ہوا نہ اس جہت سے کہ بندہ خود نفس علم کو پیدا اور حادث کرسکتا ہی کیونکہ یہ امر محال ہی بلکہ علم اور ندامت اور فعل اور ارادہ اور قدرت اور قدرت والا اور سب چیزین خداتعالی کی مخلوق ہین اور اسکے فعل سے موجود چنانچہ ارشاد ہی اللہ خلقکم وما تعملون ارباب بصیرت کے نزدیک یہی ٹھیک ہی باقی سب گمراہی ہی پھر یہان سوال ہوتا ہے کہ بندے کو کیا اختیار کرنے اور نہ کرنے کا نہین اسکا جواب یہ ہی کہ ہان اختیار ہی مگر اس اختیار ہونیسے یہ تصور نکرنا چاہیے کہ کل چیزین خدا کی مخلوق نہین بلکہ اس اختیار کو بھی مخلوق خدا کا سمجھنا چاہیے جو اختیار کہ بندیکو عنایت ہوا ہی اسمین وہ مجبور ہی مثلاً خداتعالی نے آدمی کا ہاتھ صحیح وسالم پیدا کیا ہی اور لذیذ کھانیکو پیدا کیا اور معدہ مین خواہش کھانے کی پیدا کی اور دلمین یہ واقفیت پیدا کی کہ اس کھانیسے خواہش کو تسکین ہوگی اور یہ تردد پیدا کیا کہ باوجود تسکین خواہش کے اس کھانیمین کچھ ضرر ہی یا نہین اور اسکے مقابل یہ تردد پیدا کیا کہ اس کھانیکے ساتھ کوئی ایسا امر مانع ہی یا نہین جس سے غذا کا کھانا معذور ہو پھر یہ علم پیدا کیا کہ کوئی مانع نہین پس جب اتنے اسباب جمع ہوے تب ارادہ کھانے کا پکا ہوتا ہی تو یہی ارادہ پکنا بعد ان ترددات کے اور بعد غلبۂ خواہش غذا کے اختیار کہلاتا ہی اور جب اسکے سبب پورے ہو جاتے ہین تو وہ بھی ضروری موجود ہوتا ہی مثلاً جب خداتعالی کے پیدا کرنیسے ارادہ مین پختگی آتی ہی اسوقت ہاتھ کھانے کی طرف ضرور بڑھتا ہی کیونکہ بعد تمام ہونے ارادہ اور قدرت کے فعل کا بروئے کار آنا ضروری ہی اسی لیے ہاتھ کو حرکت ہوتی ہی

حالت اور افعال سے بنا اور علم اور حالت سے ١٢

تو جب حصول قدرت اور پختگی ارادہ خدا کے پیدا کرنے سے ہین تو حرکت ہاتھ کی بھی اسی کی مخلوق ہوئی اور پختگی ارادہ جب ہوتی ہی جب اوّل
خواہش صحیح اور موانع کے نہونے کا علم ہو چکے اور یہ دونون بھی خدا کی مخلوق ہین لیکن ان مخلوقات مین ایک ترتیب خاص خداوند کریم
نے رکھدی کہ خلق مین اسی ترتیب و عادت کے موافق ہمیشہ انتظام رہتا ہی مثلاً ہاتھ مین حرکت لکھنے کیلیے نہین پیدا کرتا جبتک کہ اسمین
قدرت اور حیات اور ارادہ مصمم نہین پیدا کرتا اور ارادہ مصمم نہین پیدا کرتا جبتک کہ خواہش اور رغبت نفس مین نہین پیدا کرتا اور یہ
رغبت جبتک خوب نہین اٹھتی جبتک اس بات کا علم نہین پیدا کر دیتا کہ لکھنا نفس کے موافق ہی خواہ حال مین خواہ انجام کار مین اور علم کو بھی جو پیدا
کرتا ہی تو اور اسباب سے پیدا کرتا ہی جنکا مآل حرکت اور ارادہ اور علم پر آ رہتا ہی غرضکہ علم اور خواہش طبع کے بعد پکا ارادہ ہوتا ہی اور قدرت و ارادے کے
بعد حرکت واقع ہوتی ہی اور ہر فعل مین اسیطرح کی ترتیب ہی اور یہ سب چیزین خدا کی پیدائش سے ہین لیکن چونکہ بعض مخلوقات بعض کیواسطے شرط
ہین اسی لیے بعض کا مقدم ہونا اور بعض کا موخر ہونا واجب ہی مثلاً ارادہ بعد علم ہی کے پیدا کرتا ہی اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد
جسم کے تو جسم کی پیدائش شرط ہی حدوث حیات کیلیے نہ یہ کہ حیات جسم مین سے پیدا ہوتی ہی اور حیات کی پیدائش شرط ہی علم کی
پیدائش کے لیے نہ یہ کہ علم حیات سے نکلتا ہی بلکہ محل مین قبول استعداد جب ہوتی ہی جب وہ زندہ ہو اسیطرح علم کی پیدائش شرط ہی پختگی ارادہ
کی نہ یہ کہ علم سے پختگی ارادہ نکلتی ہی بلکہ ارادے کو وہی جسم قبول کرتا ہی جو زندہ اور عالم ہو غرضکہ ممکن کسوا کوئی چیز وجود دنیاوی مین داخل نہین ہوتی
اور امکان مین ایسی ترتیب ہی جسمین تبدیل نہین ہوتی اسواسطے کہ اسکی تبدیل محال ہی پس جب کسی وصف کی شرط پائی جاتی ہی اس شرط
کے سبب سے محل مین لیاقت وصف کے قبول کرنے کی ہو جاتی ہی پھر وہ وصف خدا کی عنایت اور قدرت ازلی سے لیاقت آجانے کے
بعد موجود ہو جاتا ہی اور چونکہ شرطون کے سبب سے لیاقت مین ترتیب ہوتی ہی تو خدا کے تعالے کے کرنے سے ممکنات کے موجود
ہونے مین بھی ترتیب ہوگی اور بندہ ان ترتیب ممکنات اور حوادث کے لیے محل ہی اور یہ حوادث قضائی الٰہی مین جو پلک مارنے یا
ایک دم کی بات ہی ترتیب کلی سے مرتب ہین جسمین تبدیل نہین ہوتی اور انکا ظہور تفصیل وار متعلق حکم و اندازۂ الٰہی سے ہی کہ اس سے تجاوز
نہین کرتے چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہی انا کل شئی خلقناہ بقدر قضائے کلی ازلی کو اس آیت مین ارشاد فرمایا وما امرنا الا واحدة كلمح بالبصر
اور بندے اس قضا و قدر کے جاری ہونے کے لیے مسخر ہین اور منجملہ قدر کے پیدا کرنا حرکت کا ہی کاتب کے ہاتھ مین بعد پیدا کرنے
ایک صفت مخصوص کے اسکے ہاتھ مین جسکو قدرت کہتے ہین اور بعد پیدا کرنے میل قوی اور مصمم کے اسکے نفس مین جسکا نام قصد ہے
اور بعد پیدا کرنے واقفیت مرغوب چیز کے جو ادراک کہلاتا ہی پس جب باطن ملکوت سے یہ چارون باتین کسی بندے کے جسم پر ظاہر ہوتی
ہین جو زیر فرمان تقدیر مسخر ہی تو چونکہ علم ظاہری کے لوگ عالم غیب و اسرار سے محجوب ہین یون کہنے لگتے ہین کہ اے شخص تونے حرکت کی
اور تونے پھینکا اور تونے لکھا وغیرہ مگر سرادقات ملکوت اور پردہائے غیب سے یہ ندا ہوتی ہی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور قاتلوهم
یعذبهم اللہ بایدیکم یہان ان لوگون کی عقل حیران ہوتی ہی جو وابستۂ عالم ظاہری ہین اسی جہت سے بعضے یون کہتے ہین کہ بندہ محض مجبور
ہی اور بعضے اسباب کے قائل ہین کہ وہ اپنے افعال کا مخترع ہی کچھ علاقہ تقدیر سے نہین اور بعض متوسط اسباب پر جھکے ہین کہ بندے کے
افعال کسب کے طور پر ہین اور اگر ان لوگون کیواسطے آسمان کے دروازے کھولدیے جاوین اور عالم غیب و ملکوت انکو سوجھے تو جان لین کہ انمین سے

ہر ایک فرقہ من وجہ سچا ہی مگر قصور سب کو شامل ہی کہ نہ اس امر کی کسیکو نہین سوجھی اور نہ تمام پہلو پر کسیکا علم محیط ہوا اور اسکا پورا علم جب حاصل ہو جب اس روزن سے جو عالم غیب کیطرف کھلا ہوا ہی نور کی چمک آوے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہی اپنی غیب کی بات پر کسیکو واقف نہین کرتا سوا اس رسول کے جسکو اسنے پسند کیا ہو اور ظاہر پر ایسے شخصونکو بھی مطلع کر دیتا ہی جو زمرۂ پسندیدگان مین داخل ہو اور جو شخص سلسلۂ اسباب و مسببات کو حرکت دے اور انکے تسلسل کی کیفیت اور ارتباط کیوجہ معلوم کرے اور یہ کہ انتہا اس سلسلے کی مسبب الاسباب پر کسطرح ہی تو اسپر راز تقدیر آشکارا ہو جائے اور یقیناً جان لے کہ سوائے خدا کے اور کوئی خالق اور موجد نہین اب چونکہ ہمارے بیان مین ایکطرح کا تناقض ظاہر مین معلوم ہوتا ہی یعنی جب مسئلہ جبر اور اختراع اور اختیار کو من وجہ سچا بتلایا اور پھر ہر ایک مین قصور بھی ثابت کیا تو بظاہر صدق اور قصور مین منافات ہی اسلیے ہم اسکو بسہولت سمجھ مین آنیکے لیے مثال سے سمجھاتے ہین فرض کرو کہ چند اندھون نے یہ سنا کہ فلان شہر مین ایک عجیب جانور جسکا نام ہاتھی ہی آیا ہی اور انھون نے کبھی پہلے نہ ہاتھی کا نام سنا نہ اسکو دیکھا تھا اسلیے انھون نے آپسمین کہا کہ اسکو پہچاننا اور ٹٹولکر دیکھ لینا ضرور ہی غرض انمین سے چند اندھے تلاش کر کے اسکے پاس پہونچے اور اسکو ٹٹولنا شروع کیا بعضونکا ہاتھ تو اسکے پانون پر پڑا اور بعضونکا دانت پر اور بعضونکا کان پر اور جان لیا کہ ہمنے ہاتھی کو دیکھ لیا اور جب وہ پھر کر باقی اندھون کے پاس آئے تو انھون نے کیفیت ہاتھی کی انسے پوچھی ہر ایک نے مختلف جواب دیا جس نے پانون ٹٹولا تھا اسنے تو یہ کہا کہ ہاتھی ایک کھر دھرے ستون کے مانند ہوتا ہی مگر اس سے کچھ نرم ہوتا ہی جسنے دانت کو چھوا تھا اسنے یہ کہا کہ جیسا یہ شخص کہتا ہی ہاتھی ویسا نہین بلکہ وہ سخت ہوتا ہی نرمی اسمین نام کو نہین اور چکنا ہوتا ہی کھر دھرا نہین اور موٹائی مین ستون جیسا نہین موسل جیسا ہوتا ہی جسنے کان ٹٹولا تھا اسنے کہا کہ وہ تو نرم اور کھر دھرا ہوتا ہی مگر ستون اور موسل کیطرح نہین ہوتا موٹے چمڑے کیطرح پھیلا ہوا ہوتا ہی تو نرمی اور کھر دھرا پن مین پانونکے چھونیوالے کو سچا کہا اور پھر اپنے دریافت کے بموجب بتلایا کہ وہ ایسا ہوتا ہی اب اگر ان سبکے بیان کو دیکھو تو من وجہ سچ ہی کیونکہ جسقدر جسکو معلوم تھا اسنے بیان کیا اور سبنے ہاتھی ہی کے اوصاف کہے مگر سبکے بیان مین قصور ہی کہ کنہ صورت کسی کو معلوم نہوئی اس مثال کو خوب سمجھ لینا چاہیے اسلیے کہ اکثر اختلافات کی مثال یہی ہی اور چونکہ یہ بیان علوم مکاشفہ مین جا پہونچا ہی اور اسکے امواج کو جنبش دیتا ہی اور ہماری غرض اسکے بیان سے نہین لہذا مناسب ہے کہ جس بیان کے درپے تھے اسیکو لکھین یعنی توبہ واجب ہے اور اسکے تینون اجزا جو علم اور ندامت اور ترک ہی وہ بھی واجب ہین اور ندامت اسوجہ سے وجوب مین داخل ہی کہ بیان افعال الٰہی مین واقع ہی جو بندے کے علم اور ارادے مین گھٹے ہوئے ہین یعنی ندامت کی ایک طرف بندے کا علم ہی اور دوسری طرف ارادۂ ترک اور جس فعل کی یہ صفت ہو تو وجوب اسکو شامل ہوتا ہی

تیسرا بیان اس باب مین کہ توبہ فوراً واجب ہی توبہ کے فوراً واجب ہونے مین کسی طرح کا شک نہین اسلیے کہ معاصی کا مہلک سمجھنا نفس ایمان مین داخل ہی اور یہ اسیوقت واجب ہی اور اس واجب سے عہدہ برآ وہی ہوگا جو اس بات کو ایسی طرح جانے کہ اسکے سبب معاصی سے باز رہے کیونکہ یہ معرفت متعلق علوم مکاشفہ سے نہین جنمین لگاؤ عمل کا نہین ہوتا بلکہ علم معاملہ سے متعلق ہی اور جو علم اس غرض سے مقصود ہوتا ہے کہ اس سے ترغیب عمل پر ہو تو جبتک اسکی علت غائی ظہور مین نہ آویگی اس سے عہدہ برآئی بھی نہوگی اب یہان گناہونکے ضرر کا علم اسی غرض سے مقصود ہوتا ہی کہ اس سے ترغیب گناہونکے ترک کی ہو پس جو شخص گناہونکو نہ چھوڑیگا اسمین یہ حصہ ایمان کا نہوگا اور یہی مراد ہی اس حدیث شریف مین لایزنی الزانی حین یزنی وہو مومن[1] اسمین ایمان سے یہ مراد ہی کہ زنا جو موجب ناراضمندی خدا کا ہی اور اس سے دور کرتا ہی

[1] نہین زنا کرتا ہی زنا کرنیوالا جب کہ زنا کرتا ہی اس حال مین کہ وہ مومن ہو ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

اس بات کا ایمان زنا کار مین نہین رہتا یہ غرض نہین کہ اس سے وہ ایمان جاتا رہتا ہو جو متعلق بعلوم مکاشفہ ہو مثلاً خدا کو جاننا اور اسکی وحدانیت اور صفات اور کتب اور رسولون پر جو ایمان ہو وہ منافی زنا نہین اسی جہت سے یہ ایمان زنا سے نجائیگا اور اُسکی مثال یہ ہو کہ کسی طبیب نے مریض کو کہا کہ یہ زہر ہو اسکو مت کھانا پس اگر وہ شخص کھالیگا تو اسکو یون کہینگے کہ یہ طبیب کا معتقد نہین اس سے یہ غرض نہین ہوتی کہ وہ شخص طبیب کے وجود پر یا اسکے معالج ہونے پر ایمان نہین رکھتا بلکہ یہ غرض ہوتی ہو کہ طبیب نے جو کہا تھا کہ یہ زہر مہلک ہو اس قول کو نہین مانتا کیونکہ اگر اسکو مہلک جانتا تو کبھی نہ کھاتا اس سے معلوم ہوا کہ گناہگار ناقص الایمان ہوتا ہو اور ایمان ایک ہی چیز کا نام نہین بلکہ اسکی کچھ اوپر ستر قسمین ہین جنمین کی ایک اعلیٰ قسم گواہی کلمۂ طیب کی ہو اور ادنیٰ قسم راہ مین سے ایذا کو دور کرنا ہو جیسے کوئی یون کہے کہ انسان ایک ہی طرح کے موجود نہین بلکہ کچھ اوپر ستر طرح کے ہین انمین سے اعلیٰ قسم قلب اور روح ہو اور ادنیٰ قسم دور کرنا ایذا کا جلد سے بانیطور کہ مونچھین کتری ہوئی ناخن کٹے ہوئے چرک و میل سے جلد صاف ہو تاکہ بہائم سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے جو چھوٹے ہوے اور اپنے پاخانے مین آلودہ بُری صورت کے رہتے ہین ناخن اور کھر بڑہجاتے ہین اور یہ مثال بہت ٹھیک ہو کیونکہ ایمان مثل انسان کے ہو اور اسمین شہادت توحید اگر نہ ہو تو بالکل باطل ہوجاتا ہو جیسا انسان روح کے نہونیسے بیکار ہو اور جو شخص صرف شہادت توحید اور رسالت رکھتا ہو وہ ایسا ہی جیسا انسان مین روح تو ہو مگر ہاتھ پاؤن آنکھ اور دوسرے اعضا ظاہری و باطنی کچھ نہ رکھتا ہو اور جیسا کہ اسطرح کا شخص جسکا یہ حال ہو قریب بمرگ ہوتا ہو اسواسطے کہ اسکی روح ضعیف جو اعضا سے علٰحدہ رہگئی ہے، اور کسیطرح کی مدد اور قوت اعضا سے اُسکو نہین پہونچتی وہ جلد پرواز کر جائیگی اسیطرح جسکو صرف کلمۂ طیب اور رسالت ہی کی شہادت ہو مگر اعمال مین قاصر وہ بھی اس حال کے نزدیک ہو کہ ذرا سی تند ہوا سے اسکے ایمان کا درخت جڑ سے اکھڑ جاوے یعنی ملک الموت کے آنیکے وقت جو اہوال پیش آتے ہین اُنکے صدمے کے باعث ایمان ہلجاتا ہو ایسا ایمان انکی برداشت نہین کر سکتا پس جس ایمان کی جڑ یقین مین نہ جمی ہوگی اور اعمال مین اسکی شاخین نہ پھیلی ہونگی وہ ملک الموت کے ظاہر ہونے کیوقت خوف کے جھونکو مین نہ ٹھہر سکیگا کہ یہ ڈر ہو کہ اسکا خاتمہ اچھا نہو خاتمے کیوقت ایسا ہی ایمان باقی رہتا ہو جسکی بنا طاعات پر ہمیشہ رہی ہو اور آبیاری اعمال سے مضبوطی پکڑ گیا ہو۔ اور گناہگار جو اطاعت کرنیوالے کو کہا کرتے ہین کہ ہم مین تم مین فرق کیا ہو تم بھی ایماندار ہو ہم بھی ایماندار انکی مثال ایسی ہو جیسے کدو کے پیڑ نے صنوبر سے کہا تھا کہ تو بھی پیڑ ہو اور مین بھی مگر اسنے بھی خوب جواب دیا کہ نام کی شرکت کا مغالطہ تجھکو جب معلوم ہوگا جب خریف کی آندہی چلے گی کہ تیری جڑ اُکھڑ جاویگی اور پتے بکھر جاوینگے اور معلوم ہو جاویگا کہ شرکت نام کے سبب سے تجھکو دہوکا ہوا اور جس سبب سے کہ درخت جمار ہتا ہو اس سے غافل رہا سچ ہو شعر ہوتے سیرت سے ہین مردان دلاور ممتاز؛ ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل؛ اور اسکا حال خاتمے پر کھلتا ہو اسیواسطے موت کی مصیبت اور اسکے مقدمات ہائلہ کے ڈر سے عارفین کے جگر ٹکڑے ہوتے ہین اسیلیے کہ وہ وقت ہی ایسا ہو کہ اسمین بہت کم ثابت اُترتے ہین پس اگر گناہگار اپنے گناہ کے باعث آگ مین ہمیشہ رہنے سے خوف نکرے اسکا حال مثل تندرست شخص کے ہو کہ اپنی صحت کے سبب اور اسوجہ سے کہ موت اکثر یکایک نہین آتی مضر شہوات مین ڈوبا رہے اور موت سے نہ ڈرے تو اس سے کہا جاویگا کہ تندرست آدمی کو مرض کا خوف ہوتا ہو اور جب مریض ہوجاتا ہو تو موت کا خوف ہوتا ہو اسیطرح گناہگار

بھی خوف خاتمے کے بُرا ہونیکا لگا ہوا ہو اور اگر خدا نخواستہ خاتمہ بُرا ہوا تو آگ مین ہمیشہ رہنا ضروری ہو کیونکہ ایمان کے حق مین گناہ ایسے مین جیسے
بدن کے حق مین مضر غذائین کہ معدہ مین جمع ہو کر اخلاط کے مزاج کو بدلتی رہتی ہین اور آدمی کو خبر نہین ہوتی ایکدفعہ ہی مزاج بگڑ کر بیمار پڑ جاتا ہو
اور یکایک مرجاتا ہو یہی تاثیر گناہونکی ایمان پر ہوتی ہو پس جبکہ دنیائے فانی مین ہلاک کے ڈر سے زہر کا کھانا اور ماکولات مضر کا استعمال نکرنا
ہر حال مین اسیوقت آدمی پر واجب سمجھا جاتا ہو تو ہلاک ابدی کے ڈر سے مہلکات کا استعمال نکرنا بطریق اولی فوراً واجب ہوگا اور جس طرح
کہ زہر کھانیوالا جب اپنے فعل پر پشیمان ہوتا ہو تو ضروری سمجھتا ہو کہ فوراً اسکو معدے سے قی کر کے یا اور کسی حیلے سے نکالڈالنا چاہیے اور
یہ اسیواسطے کرتا ہو کہ درصورت تاثیر زہر کے یہ بدن جو خواہی نخواہی چندروز بعد فنا ہوگا ضائع نہونے پاوے اسیطرح جو شخص دین کے زہر
کھاتا ہو یعنی گناہ کرتا ہو اسپر بطریق اولی واجب ہو کہ انسے رجوع کرے اور انکا تدارک جب تک اس سے ہو سکے یعنی ایام حیات تک عمل مین لاوے
اسلیے کہ اس زہر سے یہ خوف ہو کہ کہین آخرت نہ جاتی رہے حالانکہ وہ ایک شی باقی ہو اور اسمین دوست پائدار اور سلطنت و ناز و نعیم باقی ہے اور
اسکے نہ ملنے مین آگ دوزخ کی اور عذاب جہنم اتنے دنون بھگتنا پڑیگا کہ دنیا کی زندگی کے ایام کو اس سے کچھ بھی نسبت نہین اسلیے کہ اسکی مدت
کی نہایت نہین جب یہ حال ہو تو گناہگار کو چاہیے کہ توبہ کیطرف بہت جلد مبادرت کرے ایسا نہو کہ گناہونکا زہر ایمان کی روح مین تاثیر کر جاوے اور
پھر طبیبونکے ہاتھ سے اسکا علاج نکلجاوے اور اسکے بعد نہ کوئی پرہیز اثر کرے نہ وعظ و نصیحت کام آوے اور تباہ کارون مین لکھدیا جاوے اور
اس آیت کا مصداق بنے انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا فہی الی الاذقان فہم مقمحون وجعلنا من بین ایدیہم سدا ومن خلفہم سدا فاغشیناہم فہم لا یبصرون
وسواء علیہم انذرتہم ام لم تنذرہم لا یومنون اور ایسا نہو کہ لفظ ایمان سے مغالطہ کھا جاوے اور کہنے لگے کہ اس آیت سے مراد کافر ہین کیونکہ یہ تو
بیان کر دیا گیا کہ ایمان کچھ اوپر ستر شاخ پر ہو اور یہ کہ زانی حالت ایمان مین زنا نہین کرتا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایسے ایمان سے محجوب ہوگا
جو شاخ اور فرع کے مثل ہو وہ خاتمہ کیوقت اصل ایمان سے بھی محجوب ہوگا جسطرح وہ شخص کہ جسکے اعضا نہون باوجودیکہ اعضا فروع روح
کے ہین مگر انکے نہونے سے آدمی مرجاتا ہو اور اصل روح بھی جاتی رہتی ہو کیونکہ اصل بدون شاخونکے قائم نہین رہتی اور بدون اصل کے شاخونکا
وجود ہی نہین ہوتا اور اصل اور فرع مین سوائے ایک فرق کے اور کچھ فرق نہین وہ یہ ہو کہ وجود اور بقائے فرع دونون وجود اصل کا چاہتے ہین
مگر وجود اصل وجود فرع پر منحصر نہین لیکن بقائے اصل کیواسطے فرع کا ہونا ضروری ہو اور وجود فرع کیواسطے اصل کا ہونا لازم اور علوم مکاشفہ
اور علوم معاملہ اسمین لازم و ملزوم ہین ایسا نہین کہ ایک کو دوسرے کیحاجت نہو اگرچہ علوم مکاشفہ رتبۂ اصل رکھتے ہین اور علوم معاملہ بجائے
فرع کے اور علوم معاملہ اگر آدمی عمل پر آمادہ نکرین تو انکے ہونے سے نہونا ہی اچھا ہو اسلیے کہ جو تاثیر اسے چاہیے تھی اگر وہ نکرینگے تو ناحق وبال جان
ہونگے اور حجت بنینگے اور اسی بنا پر اگر عالم شخص فجور کرے تو اسکا عذاب بہ نسبت جاہل بدکار کے زیادہ ہوگا چنانچہ اسباب مین جو خبار وارد ہین وہم باب العلم مین
لکھ چکے ہین **چوتھا بیان** اس امر مین کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال مین عام ہو کوئی اس سے قطعاً علیحدہ نہین جاننا چاہیے کہ عموم وجوب
توبہ اس آیت سے ثابت ہو جس مین کہ خطاب عام ہو وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ
مین آتا ہو اسواسطے کہ توبہ کے معنے یہ ہین کہ جو طریق خدا سے دور کرے اور شیطان سے نزدیک اس سے رجوع کرنا چاہیے اور یہ رجوع
شخص عاقل ہی سے ہو سکتا ہو اور اصل عقل کی جب کمال کو پہونچتی ہو جب شہوت اور غضب اور تمام صفات مذمومہ جو انسان کے بہکانے

کیلئے شیطان کیو سیلے ہین انکی اصل کامل ہو چکتی ہو کیونکہ کمال عقل آدمی چالیس برس پر پہونچنے سے ہوتا ہو اور بنائے عقل سن بلوغ ہی پر پہونچنے سے پوری ہو جاتی ہو اور اسکا آغاز سات برس کی عمر کے بعد سے ظاہر ہونے لگتا ہو مگر شہوت و غضب وغیرہ پہلے سے ہوتے ہین اور یہ سب لشکر شیطان ہو اور عقل لشکر ملائکہ ہو جب دونون اکٹھے ہوتے ہین تو انمین بالضرور لڑائی ہوتی ہو کیونکہ یہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین ایک کے ہوتے دوسرا قائم نہین رہ سکتا جیسے رات اور دن اور نور و تاریکی جمع نہین ہوتی پس جو انمین سے غالب ہو جاتا ہو دوسرے کی بیخ کنی کر دیتا ہو اور چونکہ شہوت صغر سن ہی مین کامل ہو جاتی ہو تو شیطان کا مورچہ عقل سے پہلے ہی جمجاتا ہو اسلیے دل کو عادۃً مقتضیات شہوت سے انس و الفت غالب ہو جاتی ہو اور انسے نکلنا دشوار ہو جاتا ہو پھر جب عقل ظاہر ہوتی ہو جو اللہ تعالیٰ کے گروہ و جماعت مین سے ہو اور اسکے اولیا کو اسکے دشمنون سے تدریج بچاتی ہو پس اگر اسمین قوت و کمال نہوا تو کھیت شیطان کے ہاتھ رہا اور اسنے اپنا وعدہ پورا کیا جو قرآن مجید مین مذکور ہو لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا[1] اور اگر عقل کامل اور قوی ہوئی تو اول کام اسکا یہ ہوتا ہو کہ لشکر شیطانی کی بیخ کنی شروع کرتی ہو اسطرح کہ شہوات کو توڑتی ہو اور عادات کو چھوڑاتی ہو طبیعت کو زبردستی عبادات پر لاتی ہو اور یہی غرض توبہ سے ہو یعنی توبہ مین جو رجوع پایا جاتا ہو وہ یہان بھی متحقق ہوا کہ جس راہ کا رہبر شہوت اور رفیق شیطان ہو اس راہ سے عقل نے آدمی کو پھیر کر خدا کی راہ پر ڈالا۔ اور چونکہ یہ امر ہر انسان مین ضروری ہو کہ اسکی شہوت عقل پر مقدم ہوتی ہو یعنی لشکر شیطان کا تھانہ ہر انسان مین عقل کے لشکر سے پہلے بیٹھ جاتا ہو تو جو کام شہوات کی موافقت سے اسوقت کیے ہون انسے رجوع کرنا ہر ایک انسان کے حق مین ضروری ہو خواہ وہ نبی ہو یا غبی اس لحاظ سے یہ گمان نکرنا چاہیے کہ ضرورت رجوع حضرت آدم علیہ السلام ہی کو مخصوص تھی بلکہ یہ تو حکم ازلی ہو کہ جنس انسان پر لکھ دیا گیا ہو اسکے خلاف ہونا ممکن نہین جبتک کہ سلسلہ عادت آلہی کا اسطرح جاری ہو اور اب توقع نہین کہ بدلے غرضکہ جو شخص بالغ ہو اگر وہ کفر و جہالت پر ہو تو ان باتون سے توبہ اسپر واجب ہو اور اگر ماں باپ کی تبعیت سے مسلمان ہو مگر حقیقت اسلام سے غافل و نادان تو اسپر اس غفلت سے توبہ لازم ہو اسطرح کہ معنی اسلام کے سمجھے اسلیے کہ اسکے ماں باپ کا اسلام اسکو کچھ فائدہ نہ کریگا جبتک کہ خود مسلمان نہوگا پھر اسلام کو سمجھنے کے بعد اپنی عادات سے اور شہوات کیلیے بلا وجہ مطلق العنان رہنے کی الفت سے رجوع کرنا لازم ہو یعنی رعایت اللہ تعالیٰ کے حدود کی ہر ایک حال مین خواہ دینا ہو یا روکنا اور کسی کام سے باز رہنا ہو خواہ اسمین لگا رہنا سب مین ملحوظ رکھے کہ ایک قدم حدود سے باہر نہ پڑے اور یہ قسم توبہ کی سب اقسام سے دشوار تر ہو اسمین اکثر لوگ عاجز ہو کر تباہ ہوئے غرض یہ سب اقسام رجوع اور توبہ کے ہین پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ توبہ ہر شخص کے حق مین فرض عین ہو ایسا کوئی شخص خیال مین نہین آتا کہ جسکو توبہ کی پروا نہو جسطرح حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام اس سے بے پروا نہوے اسیطرح انکی اولاد بھی اس سے بے پروا نہین اور بیان توبہ کے وجوب کا ہمیشہ اور ہر حال مین یہ ہو کہ ہر ایک شخص اعضا کے گناہ سے خالی نہین ہاں اسلیے کہ اس سے انبیا تک نہین بچے جیسا کہ قرآن و حدیث مین انبیا کی خطا اور انکی توبہ اور خطاؤن پر رونیکا ذکر موجود ہے اور اگر بعض اوقات مین آدمی اعضا کے گناہ سے محفوظ رہیگا تو دل سے قصد گناہ کرنے سے نہ بچیگا اور اگر دلمین بھی قصد نہوگا تو وسوسہ شیطان سے نہ بچیگا کہ وہ خیالات پریشان دلمین ڈالتا رہتا ہو جنسے یاد آلہی سے غفلت ہوتی ہو اور اگر وسواس سے بھی خالی رہیگا تو اس بات سے نہ بچیگا کہ خدا تعالیٰ اور اسکے صفات و افعال کی واقفیت مین غفلت اور قصور ہو اور یہ سب باتین نقصان کی ہین، اور ہر نقصان

[1] البتہ اسکی اولاد کو [illegible] سوا تھوڑے لوگوں کے ۱۲

کا کوئی سبب ہو اس سبب کو چھوڑنا اور اسکی ضد اختیار کرنی اس نقصان سے بہتری کیطرف رجوع کرنا ہو اور یہی غرض توبہ سے ہو اور آدمی کے حق مین تصور نہین ہو سکتا کہ اس نقصان سے خالی ہو البتہ مقدار نقصان مین لوگ متفاوت ہین اصل نقصان کچھ نہ کچھ ہر ایک مین موجود ہو اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ عہ انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ اور اسیوجہ سے خدا تعالیٰ نے انکو بزرگی عنایت فرمائی کہ ارشاد فرمایا ف لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس جب آپکا یہ حال ہو تو دوسرونکا کیا حال ہوگا یہان ایک اعتراض ہو وہ یہ ہو کہ قلب پر جو خواطر وغیرہ طاری ہوتے ہین یہ ایک نقصان کی بات ہو اور کمال اسمین ہو کہ قلب ان سے خالی رہے اسیطرح کنہ جلال الٰہی کی معرفت مین قصور ہونا نقصان ہو مگر جسقدر معرفت زیادہ ہو اسیقدر کمال ہو ایسا ہی ہر ایک اسباب نقصان سے کمال کیطرف ترقی کرنی ظاہر ہو کہ رجوع کہلاویگی اور ہر ایک رجوع کو توبہ کہ سکتے ہین اور مطابق مذکورۂ بالا کے توبہ واجب ہونی چاہیے حالانکہ یہ چیزین فضائل مین داخل ہین فرض نہین کیونکہ کمال کا حاصل کرنا واجب نہین تو پھر ان امور سے ہر حال مین توبہ واجب ہونیکے کیا معنے ہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ پہلے گذر چکا کہ انسان ابتداے پیدائش مین اتباع شہوات سے ہرگز نہین بچا اور اس سے توبہ کرنیسے یہ غرض نہین کہ اتباع شہوات صرف آگے کو چھوڑدے بلکہ کمال توبہ اسمین ہو کہ زمانہ ماضی کا بھی تدارک ہو اور آدمی جونسی شہوت کا اتباع کرتا ہو اس سے دلپر ایک تاریکی آجاتی ہو جیسے آئینے پر منہ کی بھاپ سے تیرگی آتی ہو پس اگر یہ اتباع شہوات پے درپے ہوتا ہو تو سیاہی دل رین یعنی زنگ ہوجاتی جیسے منہ کی بھاپ اگر برابر آئینے پر پڑتی رہے تو زنگ لگجاتا ہو اور شہوات سے زنگ لگنا دل پر قرآن مجید مین مذکور ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور زنگ اگر بہت ہوگا تو پھر دل پر مہر ہوجاتی ہو جیسے آئینے پر زنگ بہت دنون چھوڑدیجاے سے مورچہ ہوجاتا ہو اور اسکو بگاڑدیتا ہو کہ پھر قابل صیقل و جلا نہین رہتا یہی معلوم ہوتا ہو کہ میل ہی کا بنا ہوا ہو تو جسطرح کہ آئینہ کی صفائی کیواسطے یہ کافی نہین کہ اسپر آگے کو بھاپ اور سیاہی نہ ڈالین بلکہ پہلے بھاپ اور زنگ کا مٹانا اسمین صورت نظر آنیکے لیے ضرور ہو اسیطرح جلاے دل کے لیے بھی اسیقدر کافی نہین کہ اتباع شہوات آگے کو چھوڑدے بلکہ ضرور ہو کہ جو تاریکی پہلے گناہونکی دل پر آگئی ہو اسکو بھی مٹادے اور جس طرح کہ دل پر گناہ کے باعث تاریکی آتی ہو اسیطرح طاعت اور ترک شہوت سے نور پیدا ہوتا ہو جس سے وہ تاریکی دور ہوتی ہو اور اسکی طرف اشارہ ہو اس حدیث شریف مین ح اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو ہر حال مین اپنے دلپر سے آثار گناہونکے مٹانے کی حاجت ہے کہ نیکیان کرکے انکو دور کرے کیونکہ نیکیون کے آثار گناہونکے آثار کی ضد مین اول ہونگے تو پچھلے جاتے رہینگے یہ اس دل کا حال ہو جسمین اول صفائی اور جلا ہو مگر پھر اسباب عارضی سے تاریک ہوجاوے لیکن اول ہی اول جلا کرنا بہت محنت چاہتا ہو جیسے آئینے پر سے زنگ اٹھانا بڑا کام نہین الا اول ہی اول اسکا آئینہ بنانا بہت دیر اور محنت چاہتا ہو غرضکہ یہ اشغال طول طویل کبھی آدمی سے علیحدہ نہین ہوتے اوران سب کا مآل توبہ ہی ہو اس سے ایک شق جواب کی معلوم ہوئی کہ ہر حال مین آدمی توبہ کا محتاج ہو اب دوسری شق کو لکھتے ہین کہ ہر حال مین وجوب توبہ کے کیا معنی ہین تو جاننا چاہیے کہ واجب کے دو معنی ہین ایک واجب تو وہ ہو جو شرع کے احکام مین سے مشہور ہو اور اسمین سب لوگ شریک ہین اور وہ اتنا ہوتا ہو کہ اگر تمام خلق اسکو ادا کرے تو عالم خراب نہو مثلاً نماز و روزہ وغیرہ اور مدارج کمال اس قسم کے واجب مین داخل نہین ہو سکتے کیونکہ اگر بالفرض سب لوگون پر یہ امر واجب ہو کہ اللہ سے حق ڈرنیکا ڈرین تو سب اپنی معیشت اور دنیا کو ترک کردینگے

عہ بیشک میرے دل پر زنگ آجاتا ہے یہان تک کہ مین دن رات مین ستر بار استغفار پڑھتا ہون ۱۲ مسلم بروایت اغر مزنی مگر اسمین فی الیوم مائۃ مرۃ ہے ۱۲

ف تا معاف کرے تجھکو تیرے گناہ اللہ جو آگے ہوئے تیرے اور جو پیچھے رہے ۱۲ ح برائی کے پیچھے بھلائی کر بھلائی اسکو مٹادیگی ترمذی بروایت ابوذر بلفظ زیادت صدر اول و آخر ۱۲

اور پھر سرے سے تقوی ہی نرہیگا کیونکہ معیشت کے جاتے رہنے سے تقوی کی فرصت کسکو ملیگی ہر ایک شخص اپنی ضروریات کے شغل سے مہلت
نپاویگا عمر بھر بونے جوتنے پکانے بننے مین مصروف رہیگا غرضکہ شرع مین واجب اسیقدر ہی کہ سب لوگ اگر اسکو کرتے ہین تو نظام عالم
مین خلل نہو اور دوسرا واجب وہ ہی کہ مقام محمود صدیقین اور قرب رب العالمین تک پہونچنے کیلئے ضروری ہو اور جن چیزون سے ہمنے
توبہ کرنیکو لکھا ہی وہ سب اسدرجہ کے پہونچنے کیلئے واجب ہین اور اسکی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسا کہتے ہین کہ نماز نفل مین طہارت واجب ہے
اسکے یہ معنی ہین کہ جو نفل پڑھنی چاہے اسکے لیے طہارت ضروری ہی کیونکہ بدون اسکے اس نفل کا ثواب نہین مگر جو شخص کہ نماز نفل ہی سے
محروم رہے اور اس سعادت سے بہرہ اندوز نہو تو اسپر نفل کی جہت سے طہارت واجب نہین یا جسطرح کہتے ہین کہ آنکھ اور کان اور ہاتھ اور
پانون انسان کے وجود مین شرط اور ضروری ہین یعنی اگر کوئی پورا انسان ہونا چاہے تو اسکے واسطے یہ اعضا ہونے ضرور ہین کہ اپنی انسانیت
سے منتفع ہو اور اعضا کی بدولت دنیا مین درجات عالیہ کو پہونچ سکے پھر اگر کوئی شخص صرف زندگی پر قانع ہو کہ گوشت کے لوتھڑے
یا کپڑے کے چیتھڑے کیطرح پڑا رہنا منظور کرے تو ایسی زندگی کیواسطے یہ اعضا ضرور نہیں پس اصل واجبات جو سب لوگون پر واجب ہین
انسے صرف نجات ملجاتی ہی اور محض نجات کو مثل زندگی محض کے تصور کرنا چاہیے اور نجات محض کے سوا جو اور سعادات ہین انکو بجای اعضا
سمجھنا چاہیے کہ زیبائش اور آرایش نجات کی انھین سے ہی اور انھین کیواسطے انبیا اور اولیا اور علما و اکابر سعی کرتے رہے اور انھین کے حصول
کے لیے لذائذ دنیاوی کو یکلخت چھوڑ دیا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایکبار لیٹنے کیوقت اپنے سر کے نیچے پتھر رکھ لیا تھا آپکے پاس
شیطان حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپنے تو دنیا ترک کی تھی آپ نے فرمایا کہ پھر تونے کیا دیکھا جو خلاف ترک دنیا ہوا اسنے عرض کیا کہ پتھر کو تکیہ
بنانا دنیا کی لذت ہی زمین پر سر کیون نہین رکھتے آپ نے پتھر سر کے نیچے سے نکالکر پھینکدیا اور زمین پر سر رکھ لیا آپکا پتھر کو پھینکدینا اس لذت
سے توبہ کرنا تھا اب ہم پوچھتے ہین کہ کیا حضرت عیسی علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ زمین پر سر رکھنا حکم عام شرع مین واجب نہین اسیطرح
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چادر مخطط کو نماز مین مخل پاکر اتار ڈالا اور جوتے کے نئے تسمے کو باعث شغل جانکر اتار کر پرانا پھر ڈال لیا پھر کیا
آپکو معلوم نہ تھا کہ یہ باتین اس شریعت مین جو آپ نے عام لوگون پر مقرر کی ہین واجب نہین اور اگر معلوم تھا تو انھیکو کیون کیا اس سے
معلوم ہوا کہ یہ ترک اسی جہت سے واقع ہوا کہ آپنے ان باتون کو اپنے دلمین ایسا موثر پایا کہ انکی تاثیر مقام محمود موعود تک پہونچنے کی مانع
تھی حضرت ابو بکر صدیق رض نے جب دودھ پینے کے بعد معلوم کیا کہ وجہ ناجائز سے آیا تھا حلق مین انگلی ڈالکر ایسی قے کی کہ اسکے ساتھ قریب
تھا کہ روح نکلجاوے کیا انکو فقہ کا یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ بھولکر پی لینے مین گناہ نہین اور پی ہوئی چیز کا نکالنا واجب نہین پھر اسکے پینے سے
کیون رجوع کیا اور حتی الامکان معدہ کو اس سے خالی کرنا کیون چاہا اسکا سبب یہی تھا کہ انکے دلمین یہ بھید تھا کہ عوام کا حکم اور
ہی اور طریق آخرت کا خطرہ اور چیز ہی اس خطرہ کو بجز صدیقون کے اور کوئی نہین جانتا پس ان لوگون کے حالات پر تامل کرنا چاہیے جو
سب لوگون سے زیادہ خدا تعالے اور راہ خدا اور عذاب خدا اور خفیہ مغالطون کو خوب جانتے تھے اور ان احوال کو سوچکر زندگانی دنیا
کے مغالطے سے تو ایک دفعہ بچنا چاہیے اور خدا تعالی پر مغالطہ کھانیسے ہزار بار غرضکہ یہ وہ اسرار ہین کہ اگر کسی شخص کے دماغ مین انکی بو پہونچ
جاتی ہی اسکو معلوم ہوجاتا ہی کہ سلوک راہ خدا کیواسطے ہر شخص پر توبہ نصوح ہر دم واجب ہے اگرچہ عمر نوح اسکو ملے اور توبہ بھی فوراً بدون مہلت

۱۲ ... ۱۳۲۱

اُسے سچ فرمایا ہی ابو سلیمان دارانی نے کہ اگر عاقل آدمی بقیۂ ایام حیات مین صرف اسوجہ سے رویا کرے کہ زمان ماضی بدون طاعت ضائع ہو گیا تب بھی شایان ہی کہ اسکو یہ رنج موت تک رہے تو جو لوگ کہ بقیۂ عمر مین بھی جہل کے باعث انھین باتونکے مرتکب ہون جنکے زمانہ گذشتہ مین ہوئے تھے انکا کیا حال ہوگا اور یہ انھون نے اسواسطے فرمایا کہ اگر آدمی عاقل کی ملک مین کوئی عمدہ جوہر آجاتا ہی اور بیفایدہ ضائع ہوجاتا ہی تو اُسپر ضرور ہی روتا ہی اور اگر اسکے جانیکے ساتھ خود مالک کی بربادی بھی ہو تو ظاہر ہی کہ گریہ بہت زیادہ ہوگا اب اگر غور کرو تو ہر ایک ساعت عمر کی بلکہ ہر ایک سانس ایک جوہر نفیس ہی کہ اسکا کچھ عوض و بدل نہین اسواسطے کہ اسمین یہ صلاحیت ولیاقت ہی کہ آدمی کو سعادت ابدی پر پہونچادے اور شقاوت دائمی سے بچادے اس سے بڑھکر اور کونسا جوہر نفیس ہوگا پھر جب آدمی ایسے جوہر کو غفلت مین رایگان کردے تو ظاہر ہی کہ بڑا ہی خسارہ ہی اور اگر اسکو معصیت الٰہی مین ضائع کرے تو سراسر اپنی بربادی کرے پھر بھی اگر آدمی اس مصیبت پر نہ روے تو جہالت ہی اور جہالت کی مصیبت سب مصائب سے بڑھکر ہی مگر مصیبت جہل مصیبت والیکو معلوم نہین ہوتی کیونکہ خواب غفلت اسمین اور اسکی معرفت مین حائل ہوتی ہی اور افسوس کہ سب آدمی اس خواب مین سرشار ہین جب موت آویگی تب جاگین گے اسوقت مفلس کو اپنے افلاس کی خبر ہوگی اور مصیبت کو والیکو اپنی مصیبت کی مگر اسوقت تدارک کہان میسر ہوسکتا ہی بجز واماندن حسرت و ناامیدی کے اور کچھ ہاتھ مین نہوگا بعض عارفین فرماتے ہین کہ ملک الموت علیہ السلام جب کسی بندے پر ظاہر ہو کر تبلاوے کہ تیری زندگی کی ایک ساعت رہی ہی اس سے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہوگی تو بندہ کو اسقدر حسرت اور ندامت ہوتی ہی کہ اگر بالفرض اسکے پاس تمام دنیا ہو تو اسکو دیڈالنا قبول کرے بشرطیکہ عمر مین ایک ساعت کا اضافہ ہوجاوے جسمین تدارک اپنی تقصیر کا کرے مگر اسوقت مہلت کہان اور آیت وحیل بینہم وبین ما یشتہون سے اول یہی معنی ظاہر ہوتے ہین اور اسکی طرف اشارہ ہی اس آیت مین من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین ولن یوخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا اجل قریب مطلوب کے یہ معنی ہین کہ جب بندہ پر ظہور ملک الموت کا ہوتا ہی تو کہتا ہی کہ اے ملک الموت مجھکو ایک دن کی مہلت دے کہ اسمین اپنے پروردگار کے سامنے عذر تقصیر اور توبہ کرون اور اپنے نفس کیواسطے توشہ عمدہ لیلون ملک الموت جواب دیتا ہی کہ تو نے اتنے دن مفت برباد کیے اور کچھ نہ کیا اب دن کہان ملسکتا ہی پھر کہتا ہی کہ ایک ساعت ہی کی مہلت دے فرشتہ کہتا ہی بہت سی ساعتین رایگان کرچکے اب ایک ساعت کی بھی مہلت نہ ملیگی اسکے بعد اسپر دروازہ توبہ کا بند کردیا جاتا ہی اور جان حلق مین آجاتی ہی سانس سینے مین بولنے لگتا ہی اور تدارک مافات سے ناامیدی و حسرت ندامت کے گھونٹ پیتا ہی کہ مین نے ناحق عمر کھوئی ان دہشتون کے صدمات میں اصل ایمان مین اضطراب واقع ہوتا ہی پس جب روح نکلنے لگتی ہی تو اگر خدا نے اسکے لیے تقدیر مین اچھا لکھ رکھا ہی تو روح توحید پر نکلتی ہی۔ اسیکا نام حسن خاتمہ ہی اور اگر معاذ اللہ سابقۂ ازلی مین شقاوت کا قلم اسکے نام جاری ہی تو شک اور اضطراب پر روح پرواز کرتی ہی اور یہ خاتمہ بد ہی اسی خاتمے کی شان مین یہ ارشاد الٰہی ہی ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن اور یہ جو ارشاد ہی انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ ثم یتوبون من قریب اسکے معنی یہ ہین کہ زمانہ توبہ کا گناہ کے زمانہ سے متصل ہو یعنی اگر گناہ سرزد ہو تو فوراً اسپر ندامت کرے اور اسکے متصل ہی عمل نیک بجالاوے ایسا نہو کہ زیادہ مدت گزرنے سے دل پر اس گناہ کا زنگ اثر کر جاوے اور پھر قابل مٹنے کے نرہے اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اور اسیواسطے حضرت

لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو ارشاد کیا کہ جان پدر توبہ مین تاخیر مت کرنا کیونکہ موت ناگہان آجاتی ہی جو شخص توبہ کیطرف سبقت نہین کرتا اور آجکل پر ٹالتا رہتا ہی وہ دو بڑے خطرونمین مبتلا ہوتا ہی ایک تو یہ کہ گناہونکی تاریکی اگر پیاپے دل پر آویگی تو زنگ اور مہر ہو کر پھر قابل محو کے نرہیگی دوسرے یہ کہ اگر اس عرصے مین مرض یا موت کے پنجے مین اسیر ہوجاویگا تو مہلت تدارک کی نہ ملیگی اور اسی جہت سے حدیث شریف مین ہی ان اکثر صیاح اہل النار من التسویف اور جو شخص ہلاک ہوے وہ ٹالنے ہی کے سبب ہوے غرضکہ دلکا سیاہ ہونا تو سروست اور دم نقد اسکو موجود ہی اور طاعت سے اسکی جلا کرنی اُدہار ہی یہانتک کہ موت آدباوے اور خدا کے پاس روگی دل لیکر جانا پڑے حالانکہ نجات اسی شخص کو ہوگی جسکے دلمین روگ نہو علاوہ ازین بندے کے پاس دل خدا یتعالی کی امانت ہی اور زندگی بھی اسکی امانت اسی طرح سب اسباب طاعت امانت خداوندی ہین پس جو شخص امانت مین خیانت کریگا اور اس خیانت کا تدارک نکریگا تو اسکا انجام خطرناک ہی بعض عارفین ارشاد فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اپنے بندے کو دو بھید بطریق الہام سنادیتا ہی ایک تو یہ کہ جب مان کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اس سے ارشاد فرماتا ہی کہ اے بندے تجھکو مین نے دنیا مین پاک وصاف بھیجا ہی اور تیری عمر تیرے پاس امانت رکھی ہی اور تجھکو اُسکا امین مقرر کیا اب مین دیکھونگا کہ تو کسطرح امانت کی حفاظت کریگا اور مجھسے کس حال مین ملیگا اور دوسرا بھید روح نکلنے کیوقت ہوتا ہے کہ یہ ارشاد فرماتا ہی کہ اے میرے بندے جو امانت مین نے تیرے پاس رکھی تھی تو نے اسمین کیا کیا آیا اسکی اسوقت تک حفاظت کی اور عہد پر جارہا ہی تو مین بھی اپنا قول پورا کرون یا اسکو ضائع کردیا تو مین مطالبہ اور عقاب کرون اور اسی بات کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین اوفوا بعہدی اوف بعہدکم اور اس آیت مین والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون۔

پانچوان بیان اسباب مین کہ توبہ مین جب سب شرطین اکٹھی ہوتی ہین تو وہ ضرور ہی مقبول ہوتی ہی جاننا چاہیے کہ جب آدمی قبول کے معنی سمجھ لے تو پھر اسبات مین شک نہ رہے کہ ہر صحیح توبہ مقبول ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ نور بصیرت سے دیکھتے ہین اور انوار قرآنی سے فیضیاب ہین وہ جانتے ہین کہ قلب سلیم یعنی جسمین مرض نہو وہ خدا یتعالی کے نزدیک مقبول ہوتا ہی اور آخرت مین اسکے قرب مین فروکش ہوگا اور دیدار الہی عزوجل کو اپنی چشم غیر فانی سے دیکھنے کی لیاقت اُسی مین ہی اور نیز اُن لوگون کو معلوم ہی کہ باعتبار اصل فطرت کے دل بے روگ پیدا ہوتا ہی اور اسکی سلامتی صرف گناہون کی تاریکی اور غبار کے چھاجانے سے جاتی رہتی ہی اور انکو یہ بھی معلوم ہی کہ آتش ندامت اُس کدورت کو جلادیتی ہی اور نیکی کا نور چہرۂ دل سے بدی کی تاریکی کو رد کردیتا ہی اور اس نور کے سامنے تاریکی معاصی کی کچھ تاب نہین جیسے کہ رات کا اندھیرا دن کے اُجالے کے سامنے کچھ حقیقت نہین رکھتا یا جیسے میل کی کدورت صابون کی سفیدی کے سامنے باقی نہین رہتی اور جس طرح کہ میلا کپڑا بادشاہ اپنے پہننے کے لیے پسند نہین کرتا اسیطرح بادشاہ حقیقی بھی قلب کدورت آگین کو اپنے قرب مین رہنے کے لیے نہین پسند کرتا اور جسطرح کہ ادنی کامون مین کپڑے کا استعمال کرنیسے میل اسپر جلد آجاتا ہی اور پھر گرم پانی اور صابون سے دہونے سے صاف ہوجاتا ہی اسیطرح دلکا استعمال اگر شہوات مین کیا جاتا ہی تو اسپر میل آجاتا ہی اور حرارت ندامت اور آب سرشک سے طاہر ونظیف ہوجاتا ہی اور جو دل کہ پاک وصاف ہو وہ مقبول ہوتا ہی جیسے صاف وشستہ کپڑا مقبول ہوا کرتا ہی تو اب آدمی کو صرف دل کا پاک وصاف اور لائق قبول رکھنا چاہیے تاکہ بموجب حکم ازلی مقبول ہوجاوے اسی قبول کا نام فلاح ہی

جو اس آیت مین مذکور ہو قد افلح من زکٰہا اور جو شخص بر سبیل تحقیق آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ اسبات کو نہین جانتا کہ قلب پر تاثیر معاصی اور طاعات کی ایک دوسرے کی ضد ہوا کرتی ہو کہ ایک کو اگر مجازاً اندھیرا کہین جیسے جہالت کو کہا کرتے ہین تو دوسرے کو لفظ نور سے تعبیر کرینگے جیسے علم کو کہا کرتے ہین اور ظاہر ہو کہ نور اور ظلمت مین ضد ہو اکٹھے ہرگز نہین ہو سکتے تو ایسا شخص ناواقف دین سے گویا صرف پوست پر قانع ہو اور فقط نام ہی دین کا سن لیا ہو حقیقت دین سے دل پر بڑا گاڑھا پردہ پڑا ہوا ہو بلکہ ایسا شخص اپنے نفس کی حقیقت اور اسکی صفات سے بھی جاہل ہو اور جو اپنے نفس یعنی قلب ہی کو نجانے وہ دوسرے کو بطریق اولےٰ نجانیگا کیونکہ قلب سے دوسری چیز کو پہچاننا ہو پس جو اپنے قلب ہی کو نجانیگا وہ دوسرے کو کیسے پہچانیگا پس جسکو یہ وہم ہو کہ توبہ درست و صحیح ہو کر قبول نہین ہوتی وہ ایسا ہی جیسا کوئی یہ وہم کرے کہ آفتاب کے نکلنے سے اندھیرا نہین جاتا یا صابون سے کپڑا دہونے سے میل نہین دور ہوتا ہان اگر میل کی تہ جمکر کپڑے کے جگر مین گھس جاویگی تو پھر صابون سے اسکو دور نہین کر سکتے اسیطرح اگر گناہون کے پے در پے ہونے سے دل پر زنگ اور مہر ہو جاویگی تو ایسا دل نہ رجوع کرتا ہو اور نہ توبہ بلکہ کبھی زبان سے صرف توبہ توبہ کہتا ہو اس سے کیا ہو سکتا ہو یہ تو ایسا ہی جیسا دھوبی زبان سے کہے کہ مین نے کپڑا دہو یا اسکے صرف کہنے سے تھوڑا ہی صاف ہو جاویگا جبتک کپڑے مین جو میل ہو اسکے چھڑانے کی تدبیر استعمال مین نہ لاویگا مگر یہ حال اصل توبہ سے باز رہنے والیکا ہو اور کچھ بعید بھی نہین بلکہ اکثر خلق پر جو دنیا پر گرے ہوے ہین اور خدا تعالی سے بالکل پھرے ہوے یہی حالت غالب ہو اب اگرچہ اسقدر بیان قبول توبہ کے لیے کافی ہے مگر چونکہ جس بات پر کتاب اللہ اور حدیث کی دلیل نہین ہوتی اسکا کچھ اعتماد نہین ہوتا لہذا ہم بیان مذکور کو آیات و اخبار و آثار سے تقویت دیتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہو وہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفو عن سیئات اور فرمایا غافر الذنب و قابل التوب اور سوا اسکے بہت سے آیات قبول توبہ مین وارد ہین اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ خدا تعالی بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ظاہر ہو کہ خوشی کا مرتبہ قبول سے بڑھکر ہو تو یہ حدیث قبول پر کچھ زیادتی کے ساتھ دلیل ہوئی اور ایک حدیث شریف مین وارد ہو کہ جو شخص رات مین صبح تک گناہ کرے اور جو دن مین رات تک گناہ کرے ایسے گناہگارونکی توبہ قبول کرنے کیواسطے خدا تعالی اپنا ہاتھ پھیلایا کرتا ہو یہانتک کہ آفتاب مغرب سے نکلے اب ظاہر ہو کہ ہاتھ کے پھیلانے سے کنایۃً توبہ کی طلب معلوم ہوتی ہو اور طالب شے کا قبول کرنیوالے سے بڑھکر ہو کیونکہ بعض قبول کرنیوالے طالب نہین ہوتے مگر طالب کو قبول کرنیوالا ہونا لازم ہو اور ایک حدیث مین ارشاد ہو کہ لو عملتم الخطایا حتی تبلغ السماء ثم ندمتم لتاب اللہ علیکم اور فرمایا بندہ کوئی گناہ کرتا ہو اور اسکی وجہ سے جنت مین داخل ہوتا ہو لوگون نے عرض کیا کہ یہ بات کس طرح ہو آپنے فرمایا کہ گناہ سے تائب ہوکر اسی کو پیش نظر رکھتا ہو اور اس سے گریز کرتا رہتا ہو یہانتک کہ جنت مین داخل ہوتا ہو اور فرمایا کہ کفارۃ الذنب الندامۃ اور فرمایا التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ اور روایت ہے کہ ایک حبشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ مین گناہ کیا کرتا تھا فرمائیے کہ میری توبہ بھی قبول ہو گی آپ نے فرمایا کہ بیشک توبہ قبول ہوگی وہ چلا گیا اور پھر لوٹکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب مین خطا کرتا تھا تو مجھکو خدا تعالی دیکھتا تھا یا نہین آپنے فرمایا کہ ہان دیکھتا تھا یہ سنتے ہی حبشی نے ایک ایسا نعرہ مارا کہ اسی کے ساتھ اسکی روح پرواز کر گئی اور روایت ہو کہ اللہ تعالی نے جب شیطان کو اپنی درگاہ عزت سے نکال دیا تو وہ خواستگار

مہلت ہوا اُس کتاب تک کی مہلت ملی پھر اُسنے عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جبتک آدمی کے بدن مین جان رہیگی جبتک مین اسکے دل سے نہین نکلونگا ارشاد ہوا کہ مجھکو بھی اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ جبتک اس مین جان رہیگی تب تک اسکی توبہ بند نکرونگا اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے کہ ان الحسنات یذہبن السیئات کما یذہب الماء الوسخ اسیطرح اخبار بیشمار قبول توبہ مین وارد ہین اور آثار بھی بہت ہین چنانچہ حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ شان نزول اس آیت کی فانہ کان للاوابین غفورا یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے اور حضرت فضیل اس حدیث قدسی کو روایت کرتے ہین کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ گناہگارونکو مژدہ سنادو کہ اگر وہ توبہ کرینگے تو مین قبول کرونگا اور صدیقین کو ڈرادو کہ اگر مین اپنا عدل کرونگا تو عذاب دونگا اور طلق بن حبیب فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے حق اتنے بڑے ہین کہ بندون سے ادا نہین ہو سکتے مگر صبح کو توبہ کرتے ہین شام کو توبہ کرتے ہین اسوجہ سے امید عفو ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ جسنے کوئی قصور کیا ہو اگر اسکو یاد کرکے دلمین خائف ہو تو وہ قصور اسکے نامۂ اعمال سے محو ہو جاتا ہے اور روایت ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل مین سے کسی نبی سے کوئی قصور سرزد ہوا اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت کی اگر تو نے پھر ایسا کیا تو عذاب دونگا انھون نے عرض کیا کہ الٰہی تو تو ہے اور مین مین ہون قسم ہے تیری عزت کی کہ اگر تو مجھکو نہ بچاویگا مجھسے دوبارہ قصور بیشک ہوگا اللہ تعالی نے انکو دوبارہ قصور کرنیسے محفوظ کردیا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہے اور مدت العمر نادم رہتا ہے یہانتک کہ جنت مین داخل ہوتا ہے اسوقت شیطان کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو مین اسکو گناہ مین مبتلا نہ کرتا اور حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہین کہ قیامت کے روز آدمی پر اسکے گناہ پیش کیے جاوینگے جو خطا اسکے سامنے آویگی یہی کہیگا کہ مین اسی سے ڈرا کرتا تھا اسکا قصور اسی سے معاف ہو جاویگا اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رض سے سوال کیا کہ مین نے ایک گناہ کیا ہے میری توبہ بھی قبول ہوگی کہ نہین آپ نے اول اسکی طرف سے منھ پھیر لیا پھر متوجہ ہوکر باچشم تر اس سے فرمانے لگے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہین سب کھلتے ہین اور بند ہوتے ہین مگر دروازہ توبہ پر ایک فرشتہ معین ہے وہ بند نہین ہوتا تجھکو چاہیے کہ عمل کرے اور نا امید نہو تُرا جا رعی۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور عبد الرحمن بن ابی القاسم سے روایت ہے کہ ایکبار انکی مجلس مین ذکر توبہ کافر کا اور اس آیت کا ان ینتھوا یغفر لہم ما قد سلف ہوا انھون نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ مسلمان کا حال خدا کے نزدیک اچھا ہو اور مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا اسلام کے بعد پھر اسلام لانا اور حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا ہے کہ مین تمسے جو حدیث کہتا ہون وہ یا نبی مرسل سے سنی ہوئی کہتا ہون یا کتاب آسمانی سے دیکھی ہوئی بیان کرتا ہون وہ یہ ہے کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد اگر ایک لمحہ ندامت کرتا ہے تو پلک مارنے سے بھی جلد تر وہ گناہ اس سے دور ہو جاتا ہے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ توبہ کرنیوالونکے پاس بیٹھو اسواسطے کہ انکے دل زیادہ نرم ہوتے ہین۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ خدا تعالی میری مغفرت کب کریگا لوگون نے پوچھا کہ کب کریگا انھون نے کہا کہ جب میری توبہ قبول کریگا اور بعضون کا قول ہے کہ اگر مین توبہ سے محروم رہون تو زیادہ خوف کرتا ہون بہ نسبت اسکے کہ مغفرت سے محروم رہون اور یہ اسلیے کہا کہ مغفرت توبہ کو لازم ہے توبہ قبول ہوگی تو مغفرت ہو ہی جاویگی اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک جوان تھا جسنے خدا تعالی کی عبادت بیس برس

کی تھی پھر اُسکی نافرمانی بھی بیس برس تک کی پھر آئینے مین جو دیکھا تو داڑھی مین سفیدی نظر آئی اور بُرا معلوم ہوا جناب الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا مین نے بیس برس تک تیری طاعت کی اور بیس برس تک نافرمان رہا اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کرون تو تو قبول فرماویگا اسیوقت ایک آواز سنی مگر کہنے والا نظر نہ آیا مطلب اسکا یہ تھا کہ تو نے ہمسے دوستی کی تو ہمنے بھی تجھسے محبت رکھی اور جب تو نے ہمکو چھوڑ دیا تو ہمنے تجھکو چھوڑ دیا اور تو نے نافرمانی کی تو ہمنے مہلت دی اب اگر رجوع کریگا تو پذیرا فرماوینگے۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہین جنھون نے گناہون کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلون مین جان ہی اور انکو توبہ کا پانی دیتے رہے یہان تک کہ ندامت اور حزن کا پھل اُنپر لگا پس بدون جنون کے دیوانہ ہوگئے اور بدون عاجزی اور گونگے پن کے غبی بنگئے حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا اور رسول کے عارف وہی ہین پھر جام صفا نوش کیا تو باوجود باقی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے پھر انکے دل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوے اور پردہاے جبروت کے خفیہ امور مین فکر دوڑانے لگے اور ندامت کے حجرون کے مین بیٹھکر اپنے گناہونکا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکے نفسونپر خوف چھا گیا یہانتک کہ ورع کی سیڑھی لگاکر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترک دنیا کی تلخی شیرین اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتیٰ کہ نجات اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی اور انکی روحین چڑھتی چڑھتی بستان نعیم مین پہونچ گئین اور دریائے حیات مین جو گھسے اور ناامیدی و واویلا کے خندقون کو پاٹا اور ہوائے نفسانی کے پلونکے پار اترے تو میدان علم مین جا پہونچے اور چشمۂ حکمت سے سیراب ہوے پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہوکر نجات کا بادبان چڑھایا اور بحر سلامت مین لنگر اٹھاکر ساحل راحت اور عزت اور کرامت پر پہونچ گئے اسقدر بیان کافی ہے اس باب مین کہ توبہ صحیح بیشک مقبول ہوتی ہی اب اگر کوئی کہے کہ یہ تو وہ بات ہی جو معتزلہ کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہم جو توبہ کا قبول ہونا واجب کہتے ہین تو اسطرح کا وجوب ہی جیسا کوئی کہے کہ کپڑا اگر صابون سے دہویا جاوے تو میل کا چھٹنا واجب ہی یا پیاسا اگر پانی پیے تو پیاس کا جانا واجب ہی یا پانی اگر مدت تک کسی سے روک لیا جاوے تو پیاس لگنی واجب ہی اور اگر ہمیشہ پیاسا رہے تو مرجانا واجب ہی غرضکہ اس واجب کے معنی ضروری کے ہین معتزلہ کی مراد کے موافق ان باتون مین سے کسی مین ایسا وجوب نہین جیسا وہ خدا تعالیٰ پر ثابت کرتے ہین ہماری مراد یہی ہی کہ اللہ تعالےٰ نے طاعت کو کفارۂ گناہ بنایا ہی اور نیکی کو مٹانیوالی بدی کی پیدا کیا جسطرح کہ پانی کو پیاس بجھانے کے لیے بنایا ہی اور اسکی قدرت سے اسکے خلاف کی بھی گنجایش ہی بشرطیکہ اسکی مشیت سابقۂ ازلی مین بھی ایسی ہی ہو حاصل یہ کہ کوئی چیز خدا پر واجب نہین الا جس چیز پر اسکا ارادہ ازل مین ہوچکا ہی اسکا ہونا بیشک واجب ہی یہان یہ سوال ہوسکتا ہی کہ توبہ کرنیوالون مین سے تو ہر ایک کو قبول توبہ مین شک ہوتا ہی اور پانی پینے والے کو پیاس بجھنے مین شک نہین ہوتا تو توبہ والا کیون شک کرتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ وجہ شک کی یہ ہی کہ شرائط جو صحت توبہ کے لیے ضروری ہین انکے وجود مین شک ہوتا ہی کہ توبہ کے ارکان اور شرائط دقیق جنکا بیان عنقریب آویگا سب موجود ہوے یا نہین اور سب شرطین اکثر موجود نہین ہوتین اسلیے قبول مین بھی شک رہتا ہی جیسا کہ جلاب پینے والا دستون کے آنے مین شک کیا کرتا ہی کہ آوینگے یا نہین اسکا شک اسی جہت سے ہوتا ہی کہ شرائط اسہال کے باعتبار حال اور موسم کے

پائے گئے یا نہین کیفیت ترکیب دوا اور اسکے جوش دینے کی بن پڑی یا نہین اسہال کی مفرد دوائین سب اچھی ہین یا نہین اسیطرح کی باتین توبہ مین بھی ہین جو کہ خوف دلاتی ہین اور قبول ہونے مین شک ڈالتی ہین چنانچہ اسکی شرطون مین آگے مذکور ہوگا

فصل دوم

اس چیز کے بیان مین جس سے توبہ ہوتی ہے اور وہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ ہین- واضح ہو کہ توبہ کے معنی گناہ چھوڑنے کے ہین اور کسی چیز کا چھوڑنا جب ممکن ہے جب اسکو جان لیا جاوے اور چونکہ توبہ واجب ہے تو جس چیز سے کہ توبہ کے درجے کو پہونچتے ہین وہ بھی واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ گناہونکا پہچاننا واجب ہے- گناہ اس چیز کو کہتے ہین جو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے مخالفت امر الٰہی کی پائی جاوے اور اسکی تفصیل اس بات کی مقتضی ہے کہ تمام احکام الٰہی کو ابتدا سے انتہا تک بیان کیا جاوے حالانکہ ہماری غرض یہ نہین ہے اسی لیے بطریق اجمال گناہ کے اقسام و روابط تین بیانون مین لکھے دیتے ہین-

بیان اول گناہون کے اقسام کا ذکر باعتبار بندون کی صفات کے تو پہلے باب عجائب قلب مین لکھا گیا کہ انسان کے اوصاف اور اخلاق بہت سے ہین مگر جنسے کہ گناہ وجود مین آتے ہین وہ صفات منحصر چار صفون مین ہین ربوبیت اور شیطانیت اور بہیمی اور سبعی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خمیر انسانی مختلف اخلاط سے ہوا ہے اسلیے ہر ایک خلط انسان مین اپنا اثر جدا گانہ چاہتی ہے مثلاً سکنجبین اگر شکر اور سرکہ اور زعفران سے تیار کی جاوے تو اسمین ہر ایک کا اثر جدا جدا ہوگا اسیطرح ان چارون صفتونکا اثر جدا جدا ہوتا ہے صفت ربوبیت مقتضی ایسے امور کی ہوتی ہے جیسے کبر اور فخر اور جابر ہونا اور محبت مدح و ثنا اور عزت و توانگری اور محبت ہمیشہ باقی رہنے کی اور سب خلق پر بلندی چاہنا یہانتک کہ گویا یہ کہا چاہتا ہے انا ربکم الاعلیٰ اور اس صفت سے ایسے گناہ کبیرہ چھوٹتے ہین کہ لوگونکو انکی خبر بھی نہین ہوتی اور انکو گناہون مین شمار نہین کرتے حالانکہ وہ بڑے مہلک اور اکثر گناہونکی جڑ ہوتے ہین چنانچہ انکو بالاستیعاب جلد ثالث مین ہم لکھ چکے ہین- دوسری صفت شیطانی سے یہ باتین چھوٹتی ہین حسد اور سرکشی اور حیلہ اور مکر اور جھگڑے اور بری بات کا حکم کرنا اور اسمین داخل ہے کھوٹ اور نفاق اور بدعت کیطرف بلانا اور گمراہی تیسری صفت بہیمی ہے اس سے یہ قباحتین متفرع ہوتی ہین شدت حرص اور طمع اور شہوت شکم و شرمگاہ کے پورا کرنیکی خواہش اور اسی کی شاخین ہین زنا اور اغلام اور چوری اور مال یتیم کا کھا جانا اور شہوت کیواسطے مال حرام کا اکٹھا کرنا چوتھی صفت سبعی ہے اس سے یہ برائیان نکلتی ہین غضب اور کینہ اور لوگون کو مار پیٹ اور گالی سے چڑھ جانا اور قتل کرنا اور کسیکا مال ضائع کرنا- اور اسمین سے بھی کئی گناہ متفرع ہوتے ہین- اور اصل پیدائش مین یہ چارون صفتین تدریج آتی ہین سب سے پہلے صفت بہیمی غالب ہوتی ہے اسکے بعد صفت سبعی ظاہر ہوتی ہے اور یہ دونون جمع ہو کر عقل کو مکر اور فریب اور حیلے لگاتے ہین اور اسی سے صفت شیطانی کا زور ہوتا ہے پھر سب سے آخر مین صفات ربوبیت یعنی فخر اور تعلی اور عزت و کبریا کی خواہش اور سب لوگون پر حاوی ہو جانیکا قصد ابھرتا ہے غرضکہ مبداء گناہونکا اور منبع عصیان تو یہی چار باتین ہین پھر انمین سے اعضا پر گناہ پھیل پڑتے ہین تو بعضے گناہ خاص متعلق بدل ہین مثلاً کفر اور بدعت اور نفاق اور لوگون کی برائی دلمین رکھنی وغیرہ اور بعضے متعلق بہ آنکھ و کان ہین اور بعضے متعلق بہ شکم و شرمگاہ اور بعضے ہاتھ و پاؤن سے متعلق ہین اور بعضے تمام بدن سے اور چونکہ یہ سب واضح ہین اسلیے انکی تفصیل کی کچھ ضرورت نہین

دوسری تقسیم گناہون کی یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہین ایک وہ جو خدائے تعالیٰ کے اور بندے کے درمیان ہین اور ایک وہ کہ بندون کے

حقوق سے متعلق ہین پس جو گناہ حقوق خدا تعالی کے متعلق ہین وہ تو ایسے ہین جیسے نماز و روزہ اور دوسرے واجبات خاص کا چھوڑ دینا اور جو حقوق عباد سے بھی متعلق ہین وہ ایسے ہین جیسے زکوۃ نہ دینا اور کسی کو مار ڈالنا اور مال چھین لینا اور گالی دینی حاصل یہ کہ جو شخص کسی غیر کا حق لیتا ہے یا اسکے نفس کو یا عضو کو یا مال کو یا آبرو کو یا دین کو یا جاہ کو لیا چاہتا ہے اور دین کا لینا ایسا ہے کہ بہکا کر بدعت کیطرف راغب کرے اور گناہون کیطرف مائل کرے اور ایسے اسباب کا باعث ہو کہ جنسے اللہ پر جرأت کرنے لگے جیسے بعض واعظون کا دستور ہے کہ رجا کیجانب کو خوف کیجانب پر اتنا غلبہ دیتے ہین کہ آدمی گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے غرضکہ جو گناہ متعلق بندون سے ہین انمین بہت دشواری ہے اور جو خدا کے اور بندے کے درمیان ہین بشرطیکہ شرک نہون انمین عفو کی توقع زیادہ ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے الدواوین ثلاثۃ دیوان یغفر و دیوان لا یغفر و دیوان لا یترک پس دیوان اول سے غرض وہی گناہ ہین جو بندے کے اور خدا کے درمیان ہین اور دیوان ثانی سے مراد شرک ہے اور دیوان سوم سے حقوق عباد مقصود ہین کہ انکی بازپرس ضروری ہوگی تا آنکہ معاف کیجاوین تیسری تقسیم گناہونکی یہ ہے کہ گناہ یا صغیرہ ہین یا کبیرہ اور انکی تعریف مین لوگون کے قول بہت مختلف ہین بعضے کہتے ہین کہ صغیرہ کوئی گناہ نہین بلکہ جسمین مخالفت امر الہی کی ہوگی وہ کبیرہ ہی ہے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ وجود گناہ صغیرہ کا کلام اللہ اور حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم وندخلکم مدخلا کریما اور فرمایا یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم اور حدیث شریف مین فرمایا الصلوۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ یکفرن ما بینہن ان اجتنبت الکبائر اور دوسری روایت یون ہے کفارات لما بینہن الا الکبائر اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہین کہ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس اور صحابہ اور تابعین کو گنتی کمین کبائر کی چار سے لیکر سات اور نو اور دس تک اور اس سے زیادہ تک اختلاف ہے حضرت ابن مسعودؓ شمار چار بتلاتے ہین اور حضرت ابن عمر سات کہتے ہین اور عبداللہ بن عمرؓ نو فرماتے ہین اور حضرت ابن عباسؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر گناہ کبیرہ کی شمار سات فرماتے ہین تو آپ فرماتے کہ انکو ستر کہنا بہ نسبت سات کہنے کے قریب بصواب ہے اور یہ بھی حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جو چیز اللہ تعالی نے منع فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے اور بعضونکا یہ قول ہے کہ جس گناہ پر خدا تعالی نے وعدہ دوزخ کا کیا ہے وہ کبیرہ ہے اور بعض سلف کا یہ قول ہے کہ جس گناہ پر دنیا مین حد واجب ہوتی ہے وہ کبیرہ ہے اور بعضون نے فرمایا کہ اسکی شمار معلوم نہین جیسے لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مبہم ہے معین نہین ویسے ہی اسکا عدد بھی معین نہین اور حضرت ابن مسعودؓ سے جب سوال شمار کا کیا گیا تو انہون نے فرمایا کہ سورہ نساء کے شروع سے پڑھو اور تیس آیت تک پڑھتے جاؤ یہانتک کہ یہ آیت آجاوے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون الخ تو جتنے گناہ کہ خدا تعالی نے اس سورے مین شروع سے اس آیت تک منع فرمائے ہین وہ کبیرہ ہین اور ابو طالب مکی فرماتے ہین کہ کبیرہ گناہ سترہ ہین کہ انکو مین نے احادیث سے جمع کیا ہے اور اقوال حضرت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ وغیرہم سے اکٹھے کیے ہین چار تو انمین سے دل مین ہین یعنی اللہ کا شریک کرنا اور گناہ پر اصرار کرنا اور خدا کی رحمت سے ناامید ہونا اور اسکے عذاب سے نڈر ہونا اور چار متعلق بزبان ہین اول جھوٹی گواہی دینی دوسرے پارسا مرد کو گالی یعنی تہمت زنا لگانی تیسرے جھوٹی قسم کھانی جسکو یمین غموس کہتے ہین اور اسکی تعریف یہ ہے کہ اس سے ناحق کو حق کیا جاوے یا حق کو ناحق کرنا منظور ہو اور بعضون نے یہ تعریف لکھی ہے کہ جس سے کسی مسلمان کا مال ناحق علیحدہ کرنا منظور ہو خواہ

بیلوٹ ۱۲ جال کی مسواک ہی کیون نہو اور اسکو غموس اسلیے کہتے ہین کہ غموس کے معنی غوطہ دینے والے کے ہین گویا یہ قسم اپنے مرتکب کو دوزخ مین
غوطہ دیتی ہی چودھے جادو اور اسکی تعریف یہ ہی کہ جو کلام کسی انسان خواہ کسی جسم کو اصلی خلقت سے بدل دے اور تین پیٹ سے متعلق
ہین اول شراب پینا اور شراب مین ہر ایک نشے کی چیز داخل ہی دوم مال یتیم کا ظلم سے کھانا سوم دانستہ سود کھانا اور دو متعلق شرمگاہ سے
ہین اور وہ دونون زنا اور اغلام ہین - اور دو متعلق ہاتھون سے ہین یعنی قتل اور چوری اور ایک متعلق پانون سے ہی یعنی لشکر سے بھاگنا
اسطرح کہ ایک مقابل دو کے بھاگ جاوے اور دس مقابل بیس کے اور ایک متعلق تمام بدن سے ہی یعنی نافرمانی والدین کی اسطرح کہ اگر
وہ کسی بات پر قسم کھاوین تو بیٹا انکی قسم پوری نہ کرے اور اگر کچھ حاجت چاہین تو پوری نہ کرے اور اگر برا کہین تو انکو مارے اور
بھوکے ہون تو کھانا نہ دے انتہی یہ قول اگرچہ قریب ہی مگر خوب تشفی اس سے بھی نہین ہوتی اسلیے کہ اس سے کمی اور بیشی بھی ہوسکتی ہی
مثلاً اس قول کی رو سے سود کھانا اور مال یتیم کا کھانا گناہ کبیرہ ہی اور یہ گناہ متعلق بمال ہی اور گناہ متعلق بہ نفس سے صرف قتل کو کبیرہ لکھا ہی
آنکھ پھوڑنے اور ہاتھ کاٹنے وغیرہ اقسام عذاب اہل اسلام کو نہین لکھا اسیطرح یتیم کا مارنا اور اسکو عذاب دینا خواہ اسکا ہاتھ یا کوئی عضو کاٹ
ڈالنا بلاشک بڑا گناہ کبیرہ ہی بہ نسبت اسکے مال کھانے کے علاوہ ازین حدیث شریف مین گناہ اسکو بھی لکھا ہی کہ ایک گالی کے عوض
دو دے یا کسی مسلمان کی آبرو مین دست درازی کرے اور یہ تہمت زنا سے علاوہ بات ہی اور حضرت ابو سعید خدری وغیرہ اصحاب
کا قول ہی کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظرون مین بال سے زیادہ باریک ہین مگر ہم لوگ انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے عہد مبارک مین گناہ کبیرہ سمجھتے تھے اور بعض لوگونکا یہ قول ہی کہ جو گناہ آدمی عمداً کرے وہ کبیرہ ہی اور جو خدا تعالے نے منع فرما
دیا ہی وہ کبیرہ ہی یہ اقوال ہین لیکن اگر کوئی شخص مثلاً چوری کو دریافت کیا چاہے کہ یہ کبیرہ ہی یا نہین اسکو اسکا حال خوب
نہ معلوم ہوگا جبتک کہ کبیرہ کے معنون سے آگاہ نہو جاوے کہ اس سے کیا مراد ہوتی ہی جیسے کوئی کہے کہ چوری حرام ہی یا نہین تو
جبتک حرام کے معنی نہ مقرر ہونگے تب تک اسپر حکم نہین کر سکتے یا یہ معلوم ہو کہ جو گناہ حرام مین ہوتا ہی وہ چوری مین بھی داخل ہے تو
اس صورت مین البتہ اسپر حکم حرمت کا ہوسکتا ہی بہرحال لفظ کبیرہ لفظاً مبہم ہی لغت مین خواہ شرع مین اسکے واسطے کوئی معنی خاص
نہین اسواسطے کہ کبیرہ اور صغیرہ امور اضافی مین سے ہین جو گناہ ہی وہ بعض کی نسبت بڑا ہوسکتا ہی اور بعض کی نسبت چھوٹا یعنی اگر اسکے اوپر
کیجانب دیکھوگے تو چھوٹا معلوم ہوگا اور اس سے کمتر کو دیکھوگے تو بڑا معلوم ہوگا مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ لیٹنا زنا کی نسبت کم ہی اور
صرف آنکھ سے دیکھنے کی نسبت زیادہ ہی اور مسلمان کا ہاتھ کاٹ ڈالنا مارپیٹ کی نسبت بڑا ہی اور قتل کی نسبت چھوٹا علاوہ ازین اصطلاح مین کچھ
مضائقہ نہین ہوسکتا ہی کہ کوئی ایسے گناہون کو جنپر وعدہ عذاب دوزخ ہی کبیرہ کہے اور وجہ بیان کرے کہ چونکہ آتش دوزخ کی سزا بہت
بڑی ہی اسلیے وہ گناہ کہ جس سے یہ سزا ملے وہ بھی بڑا ہوا یا یون کہے کہ جو گناہ موجب حد ہین وہ کبیرہ ہین اسوجہ سے کہ جو سزا دنیا مین انپر
ملتی ہی وہ واجبی اور بڑی سزا ہی یا یون کہے کہ جو گناہ قرآن مین مذکور ہین وہ کبیرہ ہین اسلیے کہ انکے ذکر کی تخصیص قرآن مین ہونی
انکی عظمت کی دلیل ہی پھر انکی عظمت اور بڑائی مین بھی فرق اضافی ہوگا کیونکہ کلام مجید کی منصوص چیزون مین تفاوت درجات موجود ہے
اور کبیرہ کی تعریف مین جو اقوال صحابہ کے ہین وہ بھی کچھ ایسے ہی ہین جیسے یہ اقوال بیان ہوے ان احتمالات پر انکا مطابق کرنا بعید

نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین حکم ہو ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم اور حدیث شریف مین وارد ہو الصلوٰۃ کفارات لما بینہن
الا الکبائر تو معنے کبیرہ کے معلوم کرنے نہایت ضرور ہوے ورنہ تعمیل حکم کسطرح ہوگی پس امر تحقیق اسباب مین یہ ہو کہ باعتبار شریعت کے
گناہون کی تین قسمین ہین اول وہ جنکا بڑا ہونا معلوم ہو دوسرے وہ جو صغیرہ مین شمار ہین تیسرے وہ کہ انمین حکم شرعی کچھ نہین معلوم تو
تو ایسے مشکوک اور مبہم گناہ کے دریافت کرنے کے لیے کسی تعریف جامع اور مانع کے ملنے کی توقع کرنی امر ناممکن کی طمع کرنی ہے اسلیے کہ یہ
بات تو جبھی ممکن تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسباب مین کچھ وارد ہوتا یعنی آپ فرمادیتے کہ ہماری غرض کبائر سے دس یا
پانچ چیزین ہین اور پھر انکی تفصیل فرماتے کہ وے یہ ہین اور چونکہ اسطرح نہین ہوا بلکہ بعض روایات مین کبائر کا شمار تین اور بعض مین
سات واقع ہوا اور پھر یہ وارد ہو کہ ایک گالی کے بدلے دو گالیان دینی منجملہ کبائر ہین حالانکہ یہ نہ ان تین مین داخل ہین نہ سات مین اس سے
معلوم ہوا کہ آپکو اسکا حصر کسی شمار خاص مین کرنا منظور نہین پس جب شارع ہی نے اسکی شمار نہین مقرر کی تو دوسرے شخص کو گنتی کی طمع کیسے
ہو سکتی ہو اور شاید شارع نے اسکی گنتی اسواسطے معین نہ کی ہو کہ بندے کبیرہ سے ڈرتے رہین اور اسکے خوف سے صغیرہ پر بھی مبادرت نہ کرین جیسے
شب قدر کو مبہم اسلیے کر دیا ہو کہ لوگ اسکے لیے محنتین کرین ہان اتنا ہمسے ہو سکتا ہو کہ اجناس اور اقسام کبائر کے تو ٹھیک ٹھیک
تبلاوین اور اسکے جزئیات کو غلبۂ ظن اور تخمین سے جتاوین اور جو سب مین بڑا گناہ کبیرہ ہو اسکی بھی تعریف کر دین لیکن جو سب صغیرون مین
چھوٹا گناہ ہو اسکی تعریف اور اسکو تبلانا نہین ہو سکتا اور تقریر اس مطلب کی یہ ہو کہ ہمکو دلائل شرعی اور انوار بصیرت سے دونون سے
معلوم ہو کہ مقصود سب شریعتون کا یہ ہو کہ خلق کو خدا تعالی کا قرب میسر ہو اور سعادت دیدار الٰہی حاصل لیکن جبتک وہ لوگ خدا تعالی
کو اور اسکی صفات اور کتابون اور رسولون کو نہ پہچانینگے تب تک یہ سعادت انکو نہین ملسکتی اور اسی کیطرف اشارہ ہو اس آیت مین
وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی پیدائش جن و انس سے مجھکو یہ غرض ہو کہ وہ میرے بندے ہوجاوین اور بندہ اسوقت بندہ
ہوتا ہو جب اپنے مالک کی ربوبیت اور اپنے آپ کی بندگی کو پہچانے اور اپنے رب کو اور اپنے نفس کو بھی ضرور ہی جانے پس رسولون
کے بھیجنے سے مقصود اصلی اور عمدہ و اعلی یہی ہو لیکن یہ مقصود بدون حیات دنیاوی کے پورا نہین ہوتا اور یہی مراد ہو اس حدیث سے الدنیا
مزرعۃ الآخرۃ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حفاظت بھی دین کی تبعیت مین مقصود ہو اسلیے کہ دنیا وسیلہ ہو دین کا اور جو چیز دنیا مین سے متعلق
باآخرت ہو وہ دو چیزین ہین ایک جان دوسری مال تو مقصود اصلی کے پہونچنے کیلیے تین چیزونکا حفظ مراتب ضرور ہوا اول معرفت الٰہی کی
حفاظت دلون پر دوم جان کی حفاظت بدنون پر سوم مال کی حفاظت لوگونکے پاس اور انھین چیزونپر تفریق گناہ کی بھی ہے یعنی سب
سے بڑا گناہ وہ ہو جو معرفت الٰہی کا مانع ہو اور اس سے اتر کر وہ ہو جو جان مین لوگون کے خلل انداز ہو اور اس سے کمتر وہ ہو جس سے باب
معیشت کہ اسی پر مدار حیات ہی بند ہو جاوے اور یہ تین باتین ایسی ہین کہ کسی ملت مین انمین اختلاف نہین ہو سکتا اسلیے کہ یہ نہین ہو سکتا کہ
خدا تعالی کسی پیغمبر کو بھیجے اور اسکے بھیجنے سے دنیا و دین مین اصلاح خلق کا ارادہ کرے اور پھر اسکو ایسی بات کا حکم کر دے جو مانع اسکی معرفت
اور اسکے رسولونکی معرفت کا ہو یا جانون خواہ مالون کے تلف ناحق کا حکم فرماوے اس سے معلوم ہوا کہ مراتب کبائر تین قسم ہین اول وہ جو
مانع معرفت الٰہی اور معرفت رسول ہو وہ کفر ہی اور اس سے بڑھکر کوئی کبیرہ نہین کیونکہ حجاب جو اللہ کے اور بندے کے درمیان ہو وہ

ترجمہ پہلے ورق مین ہو ۱۲ حدیث اسکا ۲ ح ۱ اسکا ترجمہ اور سند ... ۱۲ ... بخاری ... مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ... طبرانی در اوسط بروایت ابو سعید ... ۱۲ [illegible]

۱۲ امیر علی عفی عنہ

جہالت ہی اور جس ذریعے سے کہ قرب الٰہی ہوتا ہی وہ علم و معرفت ہی اور جسقدر معرفت ہوتی ہی اسیقدر قرب ہوتا ہی اور جتنی جہالت ہوتی ہی اتنا ہی بعد ہوتا ہی اور قریب بجہالت جسکو کفر بھی کہتے ہین مامون ہونا عذاب خداوندی سے اور نا امید ہونا اسکی رحمت سے کیونکہ یہ باتین بھی عین جہل ہین اسلیے کہ جو خدا یتعالیٰ کو جانتا ہی اس سے نہین ہو سکتا کہ اسکے عذاب سے مامون ہو یا اسکی رحمت سے نا امید اور اسی رتبے کے قریب سب اقسام بدعت ہین جو خدا یتعالیٰ کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہین ان ہین سے بعض ایک دوسرے سے شدید ہین اور انکا تفاوت اسیقدر ہی جسقدر کہ انسے جاہل رہنے مین فرق ہی اور جسقدر کہ انکا تعلق خدا یتعالیٰ کی ذات پاک اور اسکی شریعتون اور اوامر اور نواہی سے ہی اور انکے مراتب بیشمار ہین اور باعتبار قرآن مین مذکور ہونے کے تین قسمین ہین ایک وہ کہ قطعاً معلوم ہی کہ جو کبائر قرآن شریف مین مذکور ہین ان مین داخل ہین اور ایک وہ کہ معلوم ہی کہ کبائر مذکورۂ قرانی کے ذکر مین داخل ہین تیسری قسم وہ ہی جسکے کبائر قرآنی مین داخل ہونے مین شک ہی اور اس قسم مین سے شک کا دور کرنا ایک طمع لاحاصل ہی دوسرا مرتبہ کبائر کا تعلق جانون سے ہی کیونکہ جان کے باقی رہنے سے زندگی کا قیام ہی اور زندگی سے معرفت حاصل ہوتی ہی تو بالضرور قتل کر ڈالنا بھی گناہ کبیرہ ٹھہرا اگرچہ کفر کی نسبت کم ہی اسلیے کہ کفر سے اصل مقصود فوت ہوتا ہی اور قتل سے ذریعہ مقصود جاتا رہتا ہی باین لحاظ کہ حیات دنیاوی وسیلہ معرفت الٰہی ہی اور قتل سے اسکا ضائع کرنا ہوتا ہی اور قریب القتل ہاتھ پاؤن کا کاٹ ڈالنا یا اور کسی فعل کا جو ہلاک کو پہونچاوے حتی کہ زد و کوب سے اگر دوسرے کو ہلاک کریگا تو کبیرہ ہوگا مگر قتل عمد شدید تر ہی اور باقی افعال جو ہلاک کا موجب ہوجاوین متفاوت ہین کسی مین شدت زیادہ ہی کسی مین کم اور اسی مرتبہ مین حرمت زنا اور اغلام بھی داخل ہی اغلام تو اسوجہ سے کہ اگر بالفرض تمام آدمی قضائے شہوت مردون ہی سے کرنے لگین تو نسل انسانی منقطع ہوجاوے تو جسطرح کہ وجود انسان کا نابود کرنا کبیرہ ہی ویسے ہی نسل کا منقطع کرنا بھی کبیرہ ہوگا باقی رہا زنا پس اس سے اگرچہ اصل وجود نابود نہین ہوتا مگر نسب پریشان ہوجاتا ہی اور ایک دوسرے سے وراثت جاتی رہتی ہی اور آپسمین مددگار ہونا وغیرہ امور کہ انھین سے انتظام زندگی وابستہ ہی سب برطرف ہوجاتے ہین بلکہ زنا کے مباح ہونے کی صورت مین انتظام ہونیکی کون صورت ہی بہائم مین تو رہتا ہی نہین جبتک کہ انکے نر ایک خاص مادہ کے ساتھ علحدہ نہون اس سے معلوم ہوا کہ جس شریعت سے اصلاح مقصود ہو اسمین اصلا زنا مباح نہین ہو سکتا قتل سے رتبے مین کم ہونا چاہیے کیونکہ اس سے نہ دوام وجود مین خلل ہی نہ اصل وجود کا مانع الا تمیز نسب کو ضائع کرتا ہی اور ایسے اسباب کا باعث ہوتا ہی جو موجب اسکے کشت و خون کے ہون اور اغلام کی نسبت اسکا رتبہ سخت ہونا چاہیے کیونکہ داعیۂ شہوت اسمین دونون طرف سے ہوتا ہی اسلیے اسکا وقوع کثرت کے ساتھ ہی اور ضرر بھی زیادہ تیسرا مرتبہ اموال کا ہی کہ باعث معیشت خلق ہین تو جائز نہین کہ آدمی دوسرے کا مال جسطرح چاہے چورا کر یا چھین کر خواہ کسی اور طرح کے لے بلکہ انکی حفاظت بھی ضرور ہی کہ نفوس کا باقی رہنا انھین سے ہی مگر اتنی بات ہی کہ مال اگر کوئی لے لیتا ہی تو اسکا واپس کرنا ممکن ہے اور اگر کھا لیوے تو شئے ماکول کے دام لے سکتا ہی تو اس لحاظ سے مال کے لیے لینے مین کچھ عظمت نہین پائی جاتی ہان اگر ایسی طرح لیا جاوے کہ تدارک مشکل پڑے اسوقت کبیرہ ہونا چاہیے اور اسطرح کے لینے کی چار صورتین ہین اول یہ کہ چھپا کر لیوے اسکو چوری کہتے ہین اسمین عدم اطلاع کی جہت سے تدارک نہین ہو سکتا دوسرے مال یتیم کا کھانا یعنی اگر ولی یا اور کوئی سرپرست جسکے پاس یتیم کا مال امانت ہی کھا جاوے تو یہ بھی پوشیدہ صورت مین داخل ہی اور اسکا کبیرہ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اس مال کا حقدار سوائے یتیم کے اور کوئی نہین۔

وہ صغر سن کے باعث نالشی نہین ہو سکتا اور نہ اسکو اطلاع ہی بخلاف غصب کے اور خیانت کے اسلیے کہ غصب تو علانیہ ہوتا ہی اور خیانت مین مالک مال مدعی ہو کر اپنا حق امانت دار سے لے سکتا ہی اسلیے انکو کبیرہ نہین کہہ سکتے تیسری صورت جھوٹی گواہی سے کسی کا مال تلف کرنا چوتھی ودیعت وغیرہ کو جھوٹی قسم سے لے لینا یہ چارون صورتین ایسی ہین کہ انمین تمام ارک ممکن نہین اور نہ انکی حرمت مین شریعتین مختلف ہو سکتی ہین اور انمین سے بعض نسبت بعض کے بڑھکر ہین مگر سب کے سب مرتبہ دوم سے جو جانون کے متعلق تھا رتبے مین کم ہین اور اگرچہ ان مین سے بعض مین شریعت نے کچھ حد نہین واجب کی ہی لیکن چونکہ وعید کثرت سے کیا ہی اور انتظام دنیاوی مین ان چارون کی تاثیر بہت بڑی ہی اسلیے انکا کبیرہ ہونا شایان ہے۔ اور سود کے کھانے مین صرف یہی بات ہی کہ دوسرے کا مال اسکی رضامندی سے کھایا جاتا ہی مگر جو شرط کہ شریعت نے مقرر کر دی ہی اسمین خلل واقع ہوتا ہی اور اس جیسے امر مین عجب نہین کہ شرائع مختلف ہون اور چونکہ غصب یعنی مال کا چھین لینا باوجود دو باتون کے پائے جانے کے کبیرہ نہین کہ مال غیر کو بدون اسکی رضا کے کھاتا ہے اور اسکے کھانے مین رضائے شرع بھی نہین تو سود کھانا جسمین مالک کی رضا موجود ہی اور صرف رضاے شرع مفقود کیسے کبیرہ ہو گا۔ اور اگر یہ کہو کہ شرع نے سود کے باب مین بہت بڑی زجر و توبیخ کی ہی اس سے کبیرہ ہوا تو غصب وغیرہ ظلم کے باب مین اور خیانت کے باب مین بھی ایسا ہی زجر واقع ہی وہ بھی کبیرہ ہونے چاہیین اور یہ کہنا کہ خیانت اور غصب کی ایک دمڑی بھی کبیرہ ہی اسمین تامل و شک ہی غالب ظن اسی طرف میل کرتا ہی کہ کبائر کے زمرے مین داخل نہو بلکہ یون چاہیے کہ کبیرہ خاص اسکو کہین جسمین شرائع کا اختلاف نہو سکے تا کہ دین کے امور ضروریہ مین سے ہو۔ ابو طالب مکی کے بیان کیے ہوئے کبائر سے گالی دینی اور شراب خواری اور سحر اور صف جہاد سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی باقی رہے انمین سے شراب خواری کا کبیرہ ہونا شایان ہی دو وجہ سے اول تو یہ کہ شرع نے اسباب مین بہت سخت وعید کیے ہین دوسرے دلائل عقلی سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہی دلیل عقلی یہ ہی کہ جسطرح نفس کی حفاظت ضرور ہی اسیطرح عقل کی بھی حفاظت چاہیے بلکہ نفس بدون عقل کے نکما ہی اس سے معلوم ہوا کہ عقل کا دور کرنا بھی کبیرہ ہی مگر یہ دلیل ایک قطرۂ شراب مین جاری نہین ہو سکتی کیونکہ اس سے زوال عقل نہین ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص پانی پیے اور اسمین ایک قطرہ شراب بھی ہو تو یہ کبیرہ نہونا چاہیے بلکہ نجس پانی کا پینا ہوا تو ہر چند صرف قطرۂ شراب محل شک مین ہی مگر چونکہ شرع نے اسپر بھی حد واجب کی ہی اسلیے اسکی برائی معلوم ہوتی ہی اور شرع کے اعتبار سے کبیرہ گنا جاتا ہی اور آدمی کی تاب نہین کہ جمیع اسرار شریعت پر واقف ہو جاوے پس اگر اجماع اسکے کبیرہ ہونے پر ثابت ہو تو اتباع واجب ہی ورنہ مجال توقف باقی ہے اور قذف کا حال یہ ہی کہ اسمین صرف آبرو کا دور کرنا ہی اور رتبۂ آبرو بہ نسبت مال کے کم ہی پھر اسکے بہت سے مراتب ہین سب مین بڑا یہ ہی کہ تہمت زنا لگاوے اور اسکی عظمت شرع مین بہت ہی یہانتک کہ حد واجب کی ہی لہذا مجھکو گمان غالب یہ ہی کہ صحابہ ان گناہون کو جنپر حد واجب ہوتی ہے کبیرہ شمار کیا کرتے تھے اس اعتبار سے قذف بھی کبیرہ ہی یعنی ایسا گناہ ہی جو نماز پنجگانہ سے اسکا کفارہ نہین ہو سکتا اور اب کبیرہ سے ہماری غرض یہی ہی کہ جسکا کفارہ نماز پنجگانہ سے نہو لیکن چونکہ کبیرہ مین اختلاف شرائع ممکن ہی تو اس لحاظ سے اسمین کچھ کبر اور عظمت معلوم نہین ہوتی بلکہ ہو سکتا تھا کہ شریعت کا حکم یون ہوتا کہ جب ایک شخص عادل کسی شخص کو زنا کرتے

دیکھ لیتا تو اسپر اسکو گواہی دینی درست ہوتی اور زانی کو صرف اسی کی شہادت پر سزاے زنا دیجاتی اور اگر اسکی شہادت مقبول نہوتی تو مصلحت دنیاوی مین حد بھی ضروری نہ ہوتی گو بعض مراتب حاجات کی جہت سے مستحسن ہوتے تو ایسی صورت مین اس شخص کے حق مین جس کو حکم شرع معلوم ہوتا قذف بھی منجملۂ کبائر متصور ہوتا مگر جو شخص صرف یہی گمان رکھتا کہ مجکو محض گواہی دینی جائز ہو یا یہ گمان کرتا کہ گواہی پر میرا ساتھ کوئی دوسرا بھی دیگا تو ایسے کے حق مین اسکا کبیرہ قرار دینا نہین چاہیے تھا اور جادو کا حال یہ ہو کہ اگر اسمین کفر کی باتین نہون تو گناہ کبیرہ ہو ورنہ اسکی عظمت اسیقدر ہوگی جسقدر ضرر اس سے پیدا ہوگا جان کے جلنے یا بیماری وغیرہ کا اور صف قتال سے بھاگنا اور مان باپ کی نافرمانی بھی قیاس کی روسے محل توقف مین رہنی مناسب ہین اور انجا کہ قطعاً معلوم ہو کہ سواے زنا کے لوگون کو اور کسی قسم کی گالی دینی اور مارنا اور ظلم کرنا یعنی مال چھین لینا اور گھرون سے نکال دینا اور وطن اور شہر چھوڑوا دینا داخل کبیرہ نہین کیونکہ زیادہ سے زیادہ تعداد کبیرہ گناہون کی سترہ منقول ہین اور یہ چیزین ان سترہ مین مذکور نہین تو پھر بھاگنے اور عقوق والدین کو بھی گر کبیرہ کہنے مین توقف کیا جاے تو کچھ بعید نہین لیکن البتہ حدیث مین انکو کبیرہ کے ساتھ مسمی کرنا پایا جاتا ہو اس لحاظ سے انکو کبیرہ کے شمار مین داخل کرنا چاہیے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ کبیرہ سے ہماری غرض یہ ہو کہ جسکا کفارہ پنجگانہ نماز نہ ہوسکے اور اسکی تین قسمین ہین ایک تو وہ کہ قطعاً معلوم ہو کہ نماز پنجگانہ اسکا تدارک نہین کرسکتی اور ایک وہ کہ کفارہ ہوجانا چاہیے اور ایک وہ کہ اسمین توقف کیا جاوے اور جنکے باب مین توقف ہو وہ بھی دو قسم ہین ایک تو ایسے ہین کہ جنکے کبیرہ ہونے یا نہونے کیطرف گمان غالب ہو اور ایک یہ کہ مشکوک ہو اور شک ایسا ہو کہ بدون نص کتاب و سنت جا نہین سکتا اور چونکہ اب نص جدید کے آنے کی توقع نہین اسلیے اسکا شک نکالنا محال ہو اب اگر یون کہو کہ تمہاری دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ تعریف کبیرہ کی معلوم کرنی محال ہو تو پھر شریعت کا حکم ایسی چیز سے متعلق کسطرح ہوا جسکی تعریف جاننی محال ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ جتنے گناہ کہ انپر دنیا مین کوئی حکم متعلق ہو ابہام تو انمین بھی آسکتا ہو اسلیے کہ احکام شرعی کی جگہ تو دنیا ہی ہو اور کبیرہ گناہ پر کبیرہ ہونیکی جہت سے کوئی خاص حکم دنیا مین نہین بلکہ جنپر حد مقرر ہو انکے نام جدا جدا ہین جیسے چوری اور زنا وغیرہ یہ نہین کہ صرف کبیرہ ہونے کی کوئی سزا خاص ہو اور حکم کبیرہ کا یہی ہو کہ نماز پنجگانہ سے اسکا کفارہ نہو اور یہ امر متعلق آخرت سے ہو اسلیے اسکا مبہم رکھنا لائق تر ہو تاکہ لوگ پرخوف و خطر رہ کر نماز پنجگانہ پر تکیہ کرکے صغیرہ گناہون پر بھی جرأت نکرین اور آیت ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم سے جو یہ معلوم ہوتا ہو کہ کبیرہ کے اجتناب سے صغیرہ کا کفارہ ہوجاتا ہو سو یہ بات ہر صورت مین نہین بلکہ اس شرط سے مشروط ہو کہ باوجود قدرت و ارادہ کے اجتناب کرے مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت پر قادر ہو اور اس سے مباشرت بھی کرسکتا ہو مگر اپنے نفس کو روکے اور صرف دیکھنے اور ہاتھ لگانے پر قناعت کرے تو جو تاریکی کہ اسکے دلمین نظر کرنے خواہ ہاتھ لگانے سے ہوگی اسکی نسبت نفس کو زنا سے مجاہدے کے ساتھ بچانے سے نور زیادہ ہوگا اور یہی معنی کفارہ یعنی عوض ہونے کے ہین لیکن اگر وہ شخص نامرد ہوگا یا کسی اور ضرورت کے باعث عاجز ہوگا یا کسی خوف کی جہت سے باز رہا ہوگا تو ایسے حال مین کفارہ نہین ہوسکتا۔ اسیطرح جو شخص شراب کی خواہش نہین رکھتا حتی کہ اگر اسکو مباح بھی ہوجاوے تو نہ پیوے تو ایسے شخص کا شراب سے محترز رہنا ان چھوٹے گناہونکا کفارہ نہ ہوگا جو شرابخواری کی ابتدا مین ہوتے ہین جیسے مزامیر وغیرہ کا سننا ہان جو شخص کہ

حاصل ترجمہ اگر تم بچتے رہو گے بڑے بڑے گناہون سے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم اتار دینگے تم سے تمہاری تقصیرین ۱۲

شراب کی خواہش رکھتا ہو اور مزامیر کو بھی سننا چاہتا ہو مگر مزامیر سے تو باز نہین آتا اور شراب کو نفس پر زور دیکر نہین پیتا تو البتہ شرابخواری سے اجتناب کرنا غالب ہو کہ اسکے دل سے اس تاریکی کو دفع کردے جو راگ سننے سے دل پر آئی ہو اور یہ سب احکام اخروی ہین اور ہو سکتا ہو کہ انمین سے بعض محل شک مین باقی رہین اور متشابہات کی قسم مین داخل ہون کہ جنکی تفصیل بدون نص کے نہ معلوم ہو اور نص مین گنتی اور تعریف جامع کبیرہ کی کچھ نہین بلکہ الفاظ مختلفہ سے مذکور ہو چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز تک کا کفارہ ہوتی ہو اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کا کفارہ ہوتا ہو سوائے تین گناہون کے یعنی شرک اور ترک سنت اور نقض عہد لوگون نے پوچھا کہ ترک سنت و نقض عہد سے کیا مراد ہو آپ نے فرمایا کہ جماعت سے نکلجانا تو ترک سنت ہو اور نقض عہد یہ ہو کہ کسی سے بیعت کرے اور پھر تلوار لیکر اس سے لڑنے کو نکلے غرض اسطرح کے الفاظ وارد ہین کہ نہ شمار کو محیط ہین اور نہ تعریف جامع انسے نکلتی ہو تو ظاہر ہو کہ مبہم ہی رہیگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ شہادت اسی کی قبول ہوتی ہو جو کبائر سے بچے اور قبول شہادت مین صغیرہ گناہون سے بچنا شرط نہین اور قبول شہادت ایک حکم دنیوی ہو اور تمنے کہا تھا کہ کبیرہ پر کوئی حکم دنیوی متعلق نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ شہادت کا نہ قبول ہونا خاص کبیرہ کے ساتھ نہین بلکہ ہو سکتا ہو کہ صغیرہ گناہ سے بھی آدمی کی شہادت معتبر نہو مثلاً دیکھو جو شخص مزامیر سنے اور حریر پہنے اور سونے کی انگوٹھی ہاتھ مین رکھے اور چاندی سونے کے برتنون مین کھاوے پیوے تو سب ائمہ کے نزدیک اسکی گواہی مقبول نہو گی حالانکہ ان چیزون مین سے کوئی بھی کسی کے نزدیک کبیرہ نہین اور امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ اگر کوئی حنفی نبیذ پیوے تو مین اسکو حد مارونگا مگر اسکی شہادت کو رد نکرونگا اس مسئلے مین حد لگانے کے اعتبار سے تو نبیذ پینے کو کبیرہ ٹھہرایا مگر اسکے باعث شہادت کو رد نہین فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ شہادت کا قبول کرنا یا نہ کرنا منحصر صغیرہ خواہ کبیرہ پر نہین بلکہ گناہ ہر قسم کے خواہ چھوٹے ہون یا بڑے عدالت کے ناقض ہین بجز ایسی باتون کے کہ انسے آدمی بحسب عادت اگر بچ نہین سکتے مثلاً غیبت کرنی اور دوسرے کی برائی کی تلاش کرنی اور بدگمان ہونا اور بعض باتون مین جھوٹ بولنا اور غیبت سننا اور امر معروف اور نہی منکر کو چھوڑنا اور شبہات کی چیزونکا کھانا اور لڑکے اور غلام کو گالی دینا اور غصے کے وقت ضرورت مصلحت سے زیادہ انکو مارپیٹنا اور ظالم بادشاہون کی تعظیم کرنی اور بدکارون سے دوستی کرنی اور زن و فرزند کو امور دینی ضروری کی تعلیم سے سستی کرنی وغیرہ کہ یہ سب اس قسم کے گناہ ہین کہ ہر ایک گواہ مین انمین سے تھوڑے یا بہت ضرور ہی پائے جاتے ہین مگر البتہ اگر کوئی شخص صرف آخرت کو مدنظر کرکے لوگون سے علیحدہ جا رہے اور مدت تک نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے یہانتک کہ اگر پھر لوگون مین آملے تب بھی ویسا ہی رہے جیسا خلوت مین تھا تو ایسا شخص اس قسم کے گناہون سے خالی ہو سکتا ہو اور اگر گواہی مین ایسے ہی لوگون کے قول کا اعتبار ہوا کرے تو اول تو ملنا مشکل دوسرے احکام اور شہادات جاتے رہین حاصل یہ کہ حریر پہننا اور مزامیر کا سننا اور نرد کھیلنا اور شرابخوارون کے پاس وقت میخواری بیٹھنا اور اجنبی عورتون کے ساتھ علیحدہ رہنا اور اسیطرح کے صغیرے اس قسم مین داخل نہین اور یہین لحاظ چاہیے کہ قبول شہادت اور رد شہادت مین نہ کبیرہ پر نظر کیجاوے نہ صغیرہ پر مگر اتنی بات ہی کہ ان صغائر مین سے بھی اگر کوئی شخص کسی پر مواظبت اور اصرار کریگا تو رد شہادت مین اسکی تاثیر ہو جاویگی مثلاً اگر کوئی لوگون کی غیبت و عیب جینی کو

[illegible] ۱۲

اپنی عادت بنالے یا بدکارون کی صحبت و اتحاد پر اصرار کرے تو شہادت اسکی معتبر نہو گی۔ غرضکہ صغیرہ گناہ پر مواظبت و اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہی اسیطرح امر مباح اصرار سے گناہ صغیرہ ہو جاتا ہی جیسے کوئی شطرنج کھیلنے یا راگ گانے پر اصرار و ملاومت کرے تو صغیرہ ہونگے

ف مترجم کہتا ہی کہ شطرنج کھیلنا مذہب امام شافعیؒ مین گاہ گاہ مباح ہی اور چونکہ مصنفؒ مذہب شافعی رکھتے ہین اسواسطے مثال مین شطرنج کو لکھا اور حضرت امام ابو حنیفہ کوفیؒ کے نزدیک اس قسم کے سب کھیل حرام ہین جیسے کتب فقہیہ مین تصریح موجود ہی

دوسرا بیان اسباب مین کہ آخرت مین درجات جنت اور طبقات دوزخ کی تقسیم دنیا کے حسنات اور سیئات کے اوپر کسطرح ہو گی **واضح** ہو کہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہی اور آخرت عالم اسرار و غیب کا نام ہی اور ہماری مراد دنیا سے آدمی کی حالت قبل موت ہے اور آخرت سے مراد وہ حالت ہی جو بعد موت ہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت آدمی کی دو صفتون اور حالتونکا نام ہی جنمین سے قریب کو دنیا کہتے ہین اور پس سے بعد والی کو آخرت اور اب ہم دنیا کے ذکر سے آخرت مین ذکر چھیڑتے ہین یعنی اب اگرچہ ہم کلام دنیا مین کرینگے لیکن غرض ہماری یہ ہی کہ بیان آخرت یعنی عالم اسرار کا کرین اسلیے کہ بیان عالم باطن کا عالم ظاہر مین بدون مثال بیان کرینکے ہو نہین سکتا اور اسیواسطے خدا تعالی ارشاد فرماتا ہی وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون اور اسکی وجہ یہ ہی کہ بموجب اس قول شاعر کے ؎ دنیا خوابیست زندگانی دروے ۞ خوابیست کہ در خواب بہ بینی آنرا ۞ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل مین ایسی ہی جیسے آدمی کا خواب مقابل جاگنے کے اور یہی مضمون حدیث شریف سے بھی ثابت ہی جیسا کہ فرمایا الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا اور جو بات کہ بیداری مین ہوتی ہی وہ خواب مین جب معلوم ہوتی ہی تو مثال کی طرح معلوم ہوتی ہی یہانتک کہ اسکی تعبیر کیحاجت ہوتی ہی اسیطرح آخرت کی بیداری مین جو حالات ہونگے وہ دنیا کے خواب مین بطور مثال ہی کے ظاہر ہو سکتے ہیں یعنی خواب کیطرح انکی پہچان بھی بے تعبیر نہین ہو سکتی اور تعبیر خواب کی تین حکایتین بطور نمونہ ہم بیان کیے دیتے ہین کہ اصل بات خواب مین کسطرح معلوم ہوا کرتی ہی۔ روایت ہی کہ ایک شخص حضرت ابن سیرین کیخدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے یہ خواب دیکھا ہی کہ میرے ہاتھ مین مہر ہی اس سے مین لوگونکے منہ پر اور شرمگاہون پر مہر کرتا ہون آپنے یہ تعبیر فرمائی کہ تو مؤذن ہی معلوم ہوتا ہی کہ رمضان مین صبح صادق کے ہونیسے پہلے اذان دیتا ہی اسنے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہین اور ایک دوسرا شخص آیا اسنے کہا کہ مین نے خواب دیکھا کہ تیل کو تلو مین ڈال رہا ہون آپنے فرمایا کہ تونے اگر کوئی لونڈی خریدی ہو تو اسکا حال دریافت کر وہ تیری ماں معلوم ہوتی ہی کیونکہ تیل کی اصل تل ہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ تو اپنی اصل یعنی ماں کے پاس جاتا ہی اس شخص نے جو تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ اسکی لونڈی واقع مین اسکی ماں تھی کہ اسکے صغر سن مین پکڑی گئی تھی۔ اور ایک اور شخص نے پوچھا کہ مین نے دیکھا ہی کہ مین موتیون کے کنٹھے سورونکی گردن مین پہناتا ہون آپ نے فرمایا کہ تو حکمت کی باتین نا اہلونکو سکھلاتا ہی اور واقع مین بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا ان تعبیرون سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کو کسطرح بیان کرتے ہین اور مثل سے ہماری یہ مراد ہی کہ اگر اسکو باعتبار مصداق اور مفہوم کے دیکھا جاوے تو صحیح اور درست ہو اور اگر اسکی صورت ظاہری پر خیال کرین تو جھوٹی ہو مثلاً اسکی تعبیر مین اگر مؤذن صرف ظاہری کی انگوٹھی کو دیکھتا اور اسسے مہر کرنا سمجھتا تو اس خواب کو جھوٹا سمجھتا کیونکہ ایسا فعل اس سے کبھی نہین صادر ہوا تھا لیکن اسکے مفہوم اور مصداق کو جود دیکھا تو سچ تھا کیونکہ مہر کرنے کا اصل مقصود روک دینا ہی اسکا مرتکب

یہ شخص ہوا تھا اور چونکہ انبیا علیہم السلام کو حکم ہو کہ لوگون سے انکی عقل کی مقدار پر کلام کرو اور لوگونکا اندازۂ عقل یہ ہو کہ وہ سوتے ہوے ہین اور سوتے آدمی کو کسی چیز کا کشف اس شے کی مثال سے ہوتا ہو اسلیے انبیا علیہم السلام بھی لوگون سے مثال کے طور پر گفتگو کرتے ہین جس سے اصل معنی مقصود سمجھ جاوین گو لفظون سے کچھ اور نکلتا ہو مگر لوگون کو مرنے کے بعد جب جاگین گے تو معلوم ہو گا کہ انکا فرمانا بجا تھا اور اس سے غرض صحیح فلان چیز تھی مثلاً حدیث شریف مین وارد ہو قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن ایسی ہی مثال ہو کہ جسکو عالمون کے سوا اور کوئی نہین سمجھتا جاہل کی سمجھ اسی مقدار پر رہتی ہو جو ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ وہ اس تغیر سے جسکو تاویل کہتے ہین محض ناواقف ہو خواب کی تفسیر کو تعبیر کہتے ہین اور حدیث و قرآن کی تفسیر امثال کا نام تاویل ہو تاویل کی ناواقفیت کا ثمرہ جاہل پر یہ ہوتا ہے کہ الفاظ حدیث کے موجب خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور انگلیان قرار دیتا ہو معاذ اللہ من ذالک اسیطرح دوسری حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ مین جاہل صرف ظاہر کی شکل و صورت و رنگ سمجھکر خدا تعالیٰ کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہو حالانکہ وہ ان سب باتون سے منزہ ہو یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صفات الٰہی مین لغزش کھا گئے یہانتک کہ کلام الٰہی کو از قبیل حرف و آواز سمجھ گئے اسیطرح دوسری صفات کو بھی قیاس کرنا چاہیے اور امر آخرت مین جو مثالین حدیث مین وارد ہین تو منکر انکی تکذیب کرتے ہین اسوجہ سے کہ ظاہر الفاظ انکے نزدیک مقصود ہے اور انمین تناقض پایا جاتا ہو مثلاً حدیث شریف مین وارد ہو یوتی بالموت یوم القیمۃ فی صورۃ کبش املح فیذبح تو ملحد احمق اسکو نہین مانتا اور انبیا کی تکذیب کرتا ہو اس دلیل سے کہ موت ایک عرض یعنی قائم بالغیر چیز ہے اور مینڈھا جسم ہو تو عرض کا جسم بنجانا بجز محال کے اور کیا بات ہو مگر خداوند کریم نے ان بے وقوفون کو اپنے اسرار کی معرفت سے بمراحل دور رکھا ہو اور فرمایا و ما یعقلہا الا العالمون بیچارہ جاہل یہ بھی نہین جانتا کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ مین نے یہ خواب دیکھا ہو کہ ایک مینڈھا ہو کہ لوگ اسکو لا رہے ہین اور وہ ذبح ہو گیا ہو اور معبر سنکر جواب دیوے کہ تو نے خواب اچھا دیکھا معلوم ہوتا ہو کہ وبا علیحدہ ہو جاویگی اور پھر کبھی نہ آویگی کیونکہ ذبح کی ہوئی چیز کے واپس آنے سے ناامیدی ہو جاتی ہو تو اس مثال مین تعبیر دینے والا بھی سچا ہو اور خواب دیکھنے والا بھی سچا۔ اور اسکی اصل یہ ہو کہ جو فرشتہ خواب پر موکل ہو اور سونیکے وقت روحون کو لوح محفوظ کی باتون پر مطلع کرتا ہو اسنے جو بات لوح محفوظ مین تھی اس شخص کو مثال کیطرح سمجھا دی اسلیے کہ سونے والے کو بدون مثال سمجھنا ممکن نہ تھا پس اسکا مثال دینا صحیح تھا اور معنی بھی صحیح اسیطرح انبیاء علیہم السلام بھی دنیا کے لوگون سے باتین مثال کے طور کی فرماتے ہین کیونکہ دنیا بھی آخرت کی نسبت کر حالت خواب کی سی ہو اگر مثال کے طور پر نہ فرماوین تو آسانی سے معانی کہان سمجھ مین آوین اسطرح کے سمجھانے مین اگر غور کرو تو کمال حکمت خداوندی اور لطف و عنایت ہو کہ جو طریق سمجھنے کا آسان تھا اسیطرح پر انبیا نے سمجھایا پس حدیث یوتی بالموت مین مثال اس بات کی ہو کہ موت سے یاس ہو جاویگی جیسے ذبح کی ہوئی چیز سے یاس ہوتی ہو اسیطرح قرآن شریف مین کمال قدرت کو ان الفاظ سے فرمایا کن فیکون اور دل کے جلد بدلتے رہنے کو حدیث شریف مین ان الفاظ سے اشارہ فرمایا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن اسلیے کہ دلونپر تاثیر ہونی اور معانی کا جمنا مثالون ہی سے خوب ہوتا ہو یہ بات دلون کی سرشت مین داخل ہو اور ہمنے اسکی حکمت جلد اول کے باب قواعد العقائد کے بیان مین لکھی ہو اب ہم اصل مقصود کیطرف توجہ کرتے ہین کہ ہماری غرض بھی یہی ہو کہ تقسیم درجات جنت و طبقات دوزخ کی بندونکے حسنات و سیئات پر بدون مثال کے سمجھنی ناممکن ہو تو جو مثال ہم بیان کرین

اس سے معنی اور مقصود سمجھنے چاہیئین صورت اور الفاظ سے غرض نرکھنی چاہیے پس ہم کہتے ہین کہ آخرت مین لوگون کے بہت سے قسام
ہونگے اور سعادت اور شقاوت مین انکے درجات اور درکات مین ایسا تفاوت ہوگا جسکا حصر نہین ہوسکتا جیسے کہ دنیا کی سعادت و
شقاوت مین مختلف ہین اور اس باب مین دنیا و آخرت مین ہرگز کچھ فرق نہین کیونکہ مدبر عالم ظاہری اور ملکوت کا واحد لاشریک ہم
اور اسکا طریق جاری ارادۂ ازلی سے ہوتا چلا آیا ہو وہ بھی یکسان ہو مگر چونکہ ہم درجات کے افراد کے شمار سے عاجز ہین اسلیے اجناس کے
حصر لکھے دیتے ہین کہ آدمی قیامت مین خواہ مخواہ چار قسم پر منقسم ہونگے اول تباہ کار و ہالک دوسرے معذب تیسرے ناجی چوتھے
فائز اور مثال اسکی دنیا مین یہ ہو کہ ایک بادشاہ کسی ولایت کو مسخر کرے تو بعضون کو قتل کرے وہ اول فرقہ ہو اور بعضون کو مدت
تک ایذا دے وہ دوسرا فرقہ ہو اور بعضونکو چھوڑ دے وہ تیسرا فرقہ ہو اور بعضون کو خلعت عنایت کرے وہ چوتھا فرقہ ہو پھر اگر
بادشاہ عادل ہو تو یہ باتین اسکی بموجب ہونگی قتل اسیکو کریگا جو اسکی سلطنت کے استحقاق کا منکر اور اسکے دوست کا دشمن ہوگا اور ایذا اسیکو
دیگا جسکو اسکی سلطنت کا اقرار تھا مگر خدمت مین قصور کرتا تھا اور رہا اسی کو کریگا جسکو اسکے رتبۂ شاہی کا اقرار ہوگا مگر خدمت نہ کرنے
سے نہ مستحق خلعت ہو اور نہ قصور خدمت سے مستحق عذاب اور خلعت ایسون کو دیگا جنھون نے عمر بھر اسکی خدمت و نصرت مین بسر کی ہو
پھر یہ بھی ضرور ہو کہ جیسی جسنے خدمت کی ہوگی ویسا ہی اسکو خلعت حسب مدارج ملے اور قتل کے بھی درجات متفاوت ہونگے
کہ بعضون کی صرف گردن ماری جاوے اور بعضون کو ناک کان ہاتھ پیر کاٹ کر ہلاک کیا جاوے یعنی انکے عناد و انکار کے درجات
کے بموجب انکا قتل بھی ہوگا اسیطرح جنکو عذاب دیا جاویگا انکے درجات بھی متفاوت ہونگے کسیکو کم کسیکو زیادہ بعضون کو تھوڑی مدت
بعضون کو بہت دنون تک کسیکو کسیطرح کا اور کسی کو کسی طور کا۔ غرضکہ بحسب تقصیر عذاب کی بھی تفریق ہوگی اس صورت مین ظاہر ہو کہ
ہر ایک رتبے کے درجات بیحد و شمار ہوسکتے ہین اسیطرح قیامت مین ان چارون فریق کے درجات بیشمار ہونگے مثلاً فرقہ چہارم جو فائز
یعنی فلاح یاب ہونگے کوئی جنت عدن مین کوئی جنت ماویٰ مین کوئی جنت فردوس مین ہونگے اور فرقۂ معذب مین سے کسیکو تھوڑے
دنون عذاب رہیگا کسیکو ہزار برس کسیکو سات ہزار برس اور یہ شخص سب سے پیچھے دوزخ سے نکلیگا جیسا کہ حدیث[17] مین وارد ہو اسیطرح فرقہ ہالک
یعنی جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہین انکے درکات مختلف ہونگے غرض جس طرح کی طاعت و عصیان جس سے ہوئی ہوگی اسی
طرح کے درجات و درکات کے مستحق ہونگے اب ہم کیفیت تقسیم درجات کو ان فرقون پر ذکر کرتے ہین اول درجہ ہالکین کا ہو اور انسے ہماری
غرض وہی لوگ ہین جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہین کیونکہ مثال مذکورۂ بالا مین بادشاہ نے جسکو قتل کیا وہ وہی تھا جو بادشاہ
کی خوشنودی و اکرام و انعام سے ناامید ہوا پس مثال کے معنی و مقصود سے غافل نہ رہنا چاہیے آخرت مین ہالک وہی ہونگے جو
خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہین اور وہ فرقہ منکرون کا ہو جو خدا سے منھ پھیر کر صرف دنیا کے ہو رہے ہین اور اللہ کو اور اسکے رسولون
اور اسکی کتابون کو جھٹلاتے ہین اسلیے کہ مدار سعادت اخروی کا خدا تعالیٰ سے قریب ہونے اور اسکے دیدار سے مشرف ہونے پر
ہے جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہین ؎ آدمی دیدست باقی پوست ست ؛ دید آن دیدہ کہ دید دوست است ؛ اور حصول اس نعمت عظمیٰ
کا بدون اس معرفت کے ممکن نہین جسکو ایمان و تصدیق کہتے ہین اور چونکہ منکر اسکی تکذیب و انکار کرتے ہین اسلیے اس رحمت سے ابدالآباد

[17] [illegible] ۱۲۶۵

تک محروم رہینگے اور پروردگار عالم اور انبیائے اکرم کی تکذیب کے باعث اَنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ کے مصداق بنین گے اور ظاہر ہے
کہ جو اپنے محبوب سے جدا رہتا ہے تو اسمین اور اسکی دلی آرزوؤن مین حجاب رہتا ہے اسی لیے منکر لوگ بھی آتش فراق الٰہی مین بیشک مدام
جہنم مین جلتے رہین گے اور اسی جہت سے عارفون کا مقولہ ہے کہ ہمکو نہ آتش دوزخ سے خوف ہے نہ حوران بہشتی کا چاؤ بلکہ مطلب ہمارا
دیدار الٰہی سے ہے اور گریز صرف حجاب سے اور انکا یہ بھی قول ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی عبادت کسی عوض کی توقع پر کرے وہ کمینہ ہے
یعنی اگر عبادت طلب جنت یا خوف دوزخ سے کرے تو کمینہ پن ہے بلکہ عارف خدا کی عبادت اسکی ذات کیواسطے کرتے ہین اور سوا
اسکی ذات کے اور کسی چیز کے طالب نہین ہوتے مومن دہلوی کیا خوب کہتے ہین ؎ غضب سے تیرے ڈرتا ہون رضا کی تیری خواہش ہے
نہ مین بیزار دوزخ سے نہ مین مشتاق جنت کا ؎ حورون اور میوون کی تمنا عارف کو نہین ہوتی نہ آتش دوزخ سے ڈرتا ہے کیونکہ آتش فراق
جب کانون سینہ مین مشتعل ہوتی ہے تو پھر اس آگ پر جس سے کہ بدن جلتے ہین غالب پڑتی ہے آتش فراق کی صفت یہ ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ
الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ اور آتش دوزخ کا اثر صرف اجسام پر ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ دل کے دکھتے ہوے بدن کا درد ہیچ معلوم ہوتا ہے تو دل
کی آگ کے سامنے آتش دوزخ کا کیا شمار ہے سچ کہا ہے کسی شاعر نے ؎ دلمین عاشق کے بھری ہے وہ محبت کی شررۂ گرم سے گرم آتش دوزخ ہے جس
سے و ترۂ اور آخرت مین اس حال کا انکار کیسے ہو سکتا ہے یہ بات تو دنیا مین بھی دیکھی جاتی ہے اور اسکی نظیر پائی جاتی ہے دیکھو غلبۂ عشق مین آدمی
آگ مین اور کانٹون مین چلتا ہے اور صدمۂ دل کی جہت سے یہ رنج جسمی کچھ نہین سمجھتا غصے والا حالت غضب مین معرکے مین گھس پڑتا ہے
اور زخم لگتے جاتے ہین مگر اسوقت کچھ تکلیف نہین معلوم ہوتی کیونکہ غصہ بھی دلمین ایک آگ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے
کہ اَلْغَضَبُ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ اور دل کی سوزش بدن کی سوزش کی نسبت بہت سخت ہوتی ہے سخت درد کے ہوتے ہوے کمتر کا دہیان نہین
رہتا علاوہ ازین آدمی جو آگ یا تلوار سے رنج پاتا ہے تو صرف اسی جہت سے ہے کہ ان دونون سے آدمی کے بدن کے دو ٹکڑے جو ظاہر مین
پیوستہ تھے علٰحدہ ہو جاتے ہین تو جس چیز سے کہ دل اور اسکا محبوب علٰحدہ ہو جاوے جنمین کہ اجسام کی پیوستگی کی نسبت زیادہ اتصال ہوتا ہے
اس سے خواہ نخواہ رنج زیادہ ہوگا بشرطیکہ آدمی ذی شعور و اہل بصیرت ہو اور جو دل ہی نہ رکھتا ہو اس سے بعید نہین کہ اس رنج کی
شدت کو کچھ بھی نہ سمجھے اور جسم کی تکلیف کی نسبت حقیر جانے مثلاً اگر کسی لڑکے کو اختیار دیا جاوے کہ تو بادشاہت چھوڑدے یا گیند بلا
چھوڑدے تو اسکو بادشاہت کے چھوڑنے کا کچھ رنج نہوگا بلکہ یہ کہیگا کہ گیند لیکر میدان مین دوڑنا مجھکو ہزار آفت شاہی سے بہتر ہے اسیطرح جس
شخص پر شہوت شکم غالب ہو اسکو کہا جاوے کہ تو ہریسہ یا حلوا کھا یا کر یا کوئی ایسا کام کر جس سے دشمن مغلوب اور دوست راضی ہون تو وہ ہریسہ
اور حلواہی کو ترجیح دیگا اسکی وجہ یہی ہے کہ اس شخص مین وہ بات نہین ہے جس سے کہ جاہ و شوکت اچھی معلوم ہوتی ہے اسمین وہ بات صرف
موجود ہے جس سے لذت کھانے کی معلوم ہوتی ہے اور یہ ایسے شخصون کا حال ہوتا ہے جنکو صفات بہیمی اور سبعی اپنا بندہ کر لیتی ہین اور صفات
ملائکہ جو انکی ضد ہین انمین ظاہر نہین ہوتین اور صفات ملکی جب انسان مین ہوتی ہین تو بدون قرب الٰہی کے لذت نہین پاتا اور
نہ کوئی چیز سوا بعد و حجاب کے اسکو باعث رنج و ایذا ہو اور جسطرح کہ ہر ایک عضو ایک صفت خاص کے لیے ہے مثلاً زبان ذائقے
کے لیے ہے اور کان سننے کے لیے اسی طرح یہ صفت قلب کیلیے ہے اور جسکو قلب نہوگا اسکو قرب کی لذت اور بعد کی کلفت کا ادراک

ف ۱۱ یعنی بیشک وہ لوگ اپنے رب سے اس روز پردے مین ہونگے ۱۲ ف ۱۲ آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جو جھانک لیتی ہے دل پر ۱۲ ف ۱۳ غصہ ایک ٹکڑا ہے آگ کا ۱۲

بھی نہوگا جیسے کہ اگر کسی کے کان یا آنکھ نہو تو اسکو لذت آواز اور حسن صورت ورنگ معلوم نہین ہوسکتی اور یہ ضرور نہین کہ ہر ایک انسان
یہ قلب رکھتا ہو اگر سب آدمیون کے یہ دل ہوتا تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا یہ قول کیسے بنتا اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اسمین
ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن سے نصیحت نہ مانے وہ قلب کا نادار ہے اور ہماری غرض قلب سے وہ گوشت کا ٹکڑا نہین جو سینے کی ہڈیون مین
ہے بلکہ اُس سے وہ لطیفہ مراد ہے جو عالم امر سے ہے اور یہ گوشت کہ عالم خلق سے ہے اس لطیفے کا عرش ہے اور سینہ اسکی کرسی ہے اور تمام اعضا
اسکے عالم اور مملکت ہین اور ہر چند خلق اور امر دونون خدا ہی کے ہین لیکن لطیفہ مذکورہ جسکی شان مین قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی وہ امیر اور
سلطان ہے اسواسطے کہ عالم امر اور عالم خلق مین ترتیب ہے اور اول دوسرے پر امیر ہے اور قلب وہ لطیفہ ہے کہ اگر وہ اچھا ہو تو تمام بدن
اچھا ہو اور جو اسکو پہچان لے وہ اپنے نفس کو جان لے اور جو نفس کو جان لے وہ رب کو پہچان لے اور اسوقت بند کیے دماغ جان ہین ان
معانی کی ادنی الپسٹ بہو نچیگی جو اس حدیث مین مراد ہین اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَتِہٖ اور جو لوگ اس حدیث کے ظاہر الفاظ ہی کو اٹھائے
ہوئے ہین یا جو کہ تاویل کے طریقون مین بھٹکے ہوئے ہین دونون کے حال پر رحم کریگا کہ دونون فریق حقیقت امر سے محروم رہے مگر
الفاظ ظاہری والونپر زیادہ رحم کریگا اسلیے کہ رحم بقدر مصیبت ہوا کرتا ہے اور جو لوگ کہ پابند الفاظ ظاہری ہین انپر زیادہ تر مصیبت ہے اور
حقیقت امر اللہ کا فضل اور حکمت ہے جسکو چاہے دیوے اسمین کسی کا اختیار نہین اب چونکہ ہم ایسے مطالب مین آپڑے کہ علم معاملات کی نسبت
کے اعلے ہین اور ہمکو بیان علم معاملات کا منظور ہے اسلیے اصل مقصود کیطرف عنان التفات پھیر کر کہتے ہین کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ درجہ
ہلاک کا انھین لوگون کو ہوگا جو جاہل اور خدا تعالیٰ کے جھٹلانیوالے ہین اور اسکی دلیلین کتاب اللہ اور حدیث مین ازاندازہ حد شمار
ہین ہمارے لکھنے کی کچھ ضرورت نہین

دوسرا مرتبہ اُن لوگون کا ہے جن کو عذاب ہوگا یہ وہ فرقہ ہے کہ اصل ایمان تو رکھتے تھے مگر ایمان کے مقتضا کے موافق وفا کرنے مین
قصور کیا مثلاً اصل ایمان توحید ہے یعنی سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرنی اب اگر کوئی شخص اپنی خواہش نفس کا اتباع کرے
تو اسکا معبود وہی خواہش ہوگی اور وہ شخص صرف زبان سے توحید کہتا ہے اصل توحید اسکو حاصل نہین اصل توحید جب ہو جب کلمہ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس قول خداوندی قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْہُمْ فِی خَوْضِہِمْ یَلْعَبُونَ کے معنی ایک سمجھے اسطرح کہ غیر اللہ بالکل چھوڑ دے اور اس
آیت کے معنی وہی جانے اِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا جسمین سوائے توحید کے راہ راست پر مستقیم ہونا بھی مذکور ہے اور انا کا صراط
مستقیم جسپر قائم ہونے سے توحید کامل ہوتی ہے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جیسا کہ پل صراط آخرت ہوگا اسواسطے
ہر ایک آدمی مین کچھ نہ کچھ میل اس راہ راست سے ضرور ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک بشر کسیقدر اتباع خواہش نفس کا ضرور ہی کرتا ہے گو کسی
ذرا سے ہی کام مین ہو اور اتباع خواہش نفس سے توحید کے کمال مین فرق آتا ہے جسقدر کہ آدمی کا میل راہ راست سے ہو اور یہ بات
مقتضی اس امر کی ہے کہ درجات قرب مین بھی نقصان بیشک واقع اور ہر نقصان کے ساتھ دو آگ لگی ہوئی ہین ایک آگ اس نقصان کی
باعث کمال کے جدا ہو جاویگی اور ایک آگ دوزخ کی جسکا وصف قرآن مین موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص راہ راست سے مائل
ہوگا اسکا دوہرا عذاب دو طرح سے ہوگا مگر اس عذاب کی شدت اور ہلکا پن اور زیادہ دنون تک رہنا خواہ کم مدت رہنا دو باتون پر

منحصر ہو اول تو ایمان کی قوت وضعف پر دوم اتباع خواہش نفس کی کثرت وقلت پر کیونکہ کوئی آدمی اکثر کے اعتبار سے ان دونون باتون مین سے ایک ضرور ہی رکھتا ہے اور اسی جہت سے آتش کا گذر بھی ضروری ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وان منکم الا واردہا کان علیٰ ربک حتماً مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا اور ہمین لحاظ اکابر سلف خوف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اسوجہ سے ڈرتے ہین کہ ورود آتش تو بموجب وعدۂ آلہی یقینا ہے اور اس سے نجات ملنے مین شک ہے حضرت حسن[27] نے جب وہ حدیث بیان کی جسمین اُس شخص کا حال ہے کہ دوزخ سے ہزار برس کے بعد نکلیگا اور یا حنان یا منان کہکر پکاریگا تو فرمایا کہ کیا خوب ہو جو وہ شخص مین ہی ہون یعنی اسکا نکلنا تو قطعاً ہوگا گو مدت ہی کے بعد ہو۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے آخر مین جو دوزخ سے نکلیگا وہ سات ہزار برس کے بعد نکلیگا اور بعضے ایک لحظہ ہی مین دوزخ کے پار ہو جاوینگے چنانچہ روایتون سے ثابت ہوتا ہے کہ بعضے لوگ بجلی کیطرح گذر جاوینگے اور انکو ذرہ بھی توقف دوزخ مین نہوگا اور ایک لحظہ اور سات ہزار برس کے درمیان بہت سے درجات مختلف ہین مثلاً لحظہ سے زیادہ پھر اس سے زیادہ دن اور پھر ہفتہ اور پھر مہینا اور سال وغیرہ تو مدت عذاب کا تفاوت اس حساب سے بحساب معلوم ہوتا ہے اور کمی زیادتی کا حال یہ ہے کہ عذاب کی شدت کی کوئی انتہا نہین اور ادنیٰ عذاب یہ ہے کہ حساب مین الجھا دیا جاوے جیسے بادشاہان دنیا بعض کارندون اہل تقصیر کو حساب مین تنگ گیری کیا کرتے ہین اور پھر معاف کر دیتے ہین یا کوڑے لگوا کر یا اور کسی طرح کا عذاب دیکر چھوڑ دیتے ہین اور سوا ان دو اختلاف کے عذاب مین ایک اور اختلاف ہے کہ وہ نہ مدت کا اختلاف ہے نہ شدت کا بلکہ قسم عذاب کا اختلاف ہے کہ کسی کو مثلاً جرمانہ ہی کیا اور کسی کا مال ضبط ہوا اور اولاد قتل ہوئی اور اسکے گھر کی عورتین لونڈی بنائی گئین اور رشتہ دارونکو تکلیف دی گئی زبان اور ہاتھ اور ناک کان کاٹ ڈالے گئے وغیرہ اسیطرح آخرت کے عذاب مین بھی اختلاف ہوگا جیسا کہ دلائل شرعی سے واضح ہوتا ہے مگر اختلاف عذاب بحسب اختلاف قوت وضعف ایمان اور کثرت وقلت طاعات اور کمی بیشی گناہونکے ہوگا پھر جسقدر گناہونکی برائی شدید اور کثیر ہوگی اسیقدر عذاب بھی شدید اور کثیر ہوگا اور جس قسم کی خطا ہوگی اسی قسم کا عذاب مختلف ہوگا۔ ارباب کشف کو باوجود دلائل قرآنی یہ امر نور ایمان سے بھی منکشف ہوا ہے اور یہی مراد ہے اس آیت سے وما ربک بظلام للعبید اور اس سے الیوم تجزیٰ کل نفس بما کسبت اور اس سے وان لیس للانسان الا ما سعیٰ اور اس سے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور سوا اسکے اور بہت سی آیات واحادیث ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی جزا مین ثواب وعقاب عدل کے ساتھ ہونگے جسمین ظلم نہ ہوگا اور عفو ورحمت کیجانب ترجیح رہیگی جیسا کہ حدیث قدسی مین ارشاد ہے کہ سبقت رحمتی غضبی اور کلام مجید مین فرمایا وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما اس سے معلوم ہوا کہ ارتباط درجات اور درکات کا حسنات اور سئیات سے دلائل شرعی اور نور معرفت دونون سے کلیۃ ثابت ہے مگر تفصیل وار کے لیے صرف ظن غالب ہے اور اسکی دلیل حدیثین ظاہر اور ایک طرح کا الہام ہے جو چشم عبرت دیکھنے کے نور سے دلمین پیدا ہوتا ہے۔ اب ہم کہتے ہین کہ جو شخص اصل ایمان کو مضبوط کر کے تمام کبائر سے اجتناب کرے اور سب فرائض کو یعنے ارکان پنجگانۂ اسلام کو اچھی طرح ادا کرے اور اسکے ذمے صرف چند صغیرہ ہی ہون جنپر اسنے اصرار

اصرار نہ کیا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اس سے صرف مناقشہ حساب ہی کا ہوگا اور کسی قسم کا عذاب نہو گا حساب کے ہوتے پلہ حسنات کا سیئات سے بھاری پڑ جاویگا کیونکہ اخبار مین وارد ہو کہ نماز ہائے پنجگانہ اور جمعہ اور رمضان مبارک کے روزے بیچ کی خطاؤن کا کفارہ ہو جاتے ہین اور کبیرون سے بچنا تو قرآن سے ثابت ہو کہ صغیرونکا کفارہ ہوتا ہو اور ادنی درجہ کفارہ ہونے کا یہ ہے کہ اگر حساب کو دفع نہ کرے تو عذاب کو تو دفع کرے اور جس شخص کا حال مثل مرقومۂ بالا ہوگا اسکا پلہ بھاری ہوگا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ بعد پلہ بھاری ٹھہرنے کے اور حساب سے فارغ ہونے کے اچھی جین مین ہو جاوے ہان زمرۂ مقربین یا اصحاب یمین مین لاحق ہونا اور جنت عدن خواہ فردوس مین داخل ہونا منحصر اقسام ایمان پر ہو اسلیے کہ ایمان کی دو قسمین ہین ایک تقلیدی جیسے ایمان عوام کا ہو کہ جو کچھ سنتے ہین اسکو سچ جانتے ہین اور ہمیشہ اسی پر رہتے ہین دوسرا ایمان کشفی کہ نور الٰہی سے سینہ کھلجانے پر حاصل ہوتا ہو اور اسمین سب موجودات جسطرح پر کہ اصل مین ہین منکشف ہوتے ہین اور واضح ہو جاتا ہو کہ سب کا مرجع خدا تعالی کیطرف ہو اسلیے کہ موجود سوا خدا تعالی اور اسکی صفات و افعال کے اور کچھ نہین تو اس قسم کے ایمان والے مقرب ہونگے اور ملاء اعلی سے قرب نہایت درجے کا رکھتے ہونگے اور فردوس اعلی مین انکا مقام ہوگا پھر انکے بہت سے اصناف ہونگے بعضے آگے بڑھے ہوئے ہونگے بعضے نہین ہونگے غرضکہ جتنا تفاوت انکی معرفت مین ہوگا اتنا ہی انکے قرب مین ہوگا معرفت مین درجات عارفین کے بے حد ہین اسلیے کہ جلال خداوندی کی کنہ کو معلوم کرنا ناممکن ہو اسکی معرفت دریائے ناپید اکنار ہو جسکا ساحل ہی نہ تھاہ پھر اسمین جو لوگ غوطے لگاتے ہین وہ اپنی طاقت کے موافق ہاتھ پانون مارتے ہین یا جسقدر کہ ازل مین انکے نام لکھدیا ہو اسقدر بہرہ یاب ہوتے ہین پس چونکہ طریق الی اللہ کے منازل بے نہایت ہین تو سالکین کے درجات بھی بے نہایت ہونگے۔ اب جو شخص ایمان تقلیدی رکھتا ہوگا وہ اصحاب یمین کے زمرے مین تو ہوگا مگر اسکا درجہ مقربین کے درجے سے کم ہوگا پھر اصحاب یمین کے بھی بہت مدارج ہونگے انمین کا اعلی رتبے والا مقربین کے ادنی درجے والے کے قریب قریب ہوگا یہ حال اس شخص کا بیان ہوا جسنے تمام کبیرون سے اجتناب کیا اور سب فرائض کو یعنی پانچون ارکان اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کلمۂ شہادت زبان سے ادا کیا اب اس شخص کا حال معلوم کرنا چاہیے جسنے ایک یا زیادہ کبیرہ گناہ کیا ہو اور بعض ارکان اسلام کو چھوڑ دیا ہو ایسا شخص اگر موت کیوقت سے پہلے توبہ خالص کر لیگا تب تو ایسا ہوگا جیسا وہ شخص تھا جسنے کبیرہ نہین کیا تھا اسلیے کہ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ[۱] اور واقع ہو کہ کپڑا دہونیکے بعد میلا نہین رہتا گویا سرے سے میل اسپر لگا ہی نہ تھا اور اگر توبہ سے پیشتر مریگا تب البتہ موت کیوقت اسکے حال کا خوف ہو کیونکہ موت اگر اس گناہ کے اصرار پر ہوگی تو کیا عجب ہو کہ ایمان لغزش کھا جاوے اور انجام برا ہو خصوصًا جبکہ ایمان تقلیدی ہو کہ تقلید اگرچہ پختہ ہوتی ہے الا ادنی شبہہ اور خیال سے ڈھیلی ہو جاتی ہو اور عارف اہل بصیرت پر خوف خاتمے کے بگڑنیکا نہین اور یہ دونون اگر ایمان پر مرتے تو اگر معاف نہونگے حساب کی باز پرس کی نسبت کچھ زیادہ عذاب ہوگا اور اس عذاب سابق کی کثرت بقدر زیادتی مدت اصرار کے ہوگی اور شدت بحسب کبائر کے برائی کی اور قسم عذاب کا اختلاف موافق اختلاف اقسام خطاؤن کے ہوگا اور مدت عذاب کی پوری ہونیکے بعد بھولے مقلد تو اصحاب یمین کے درجات مین ملجائیگا اور عارف اہل بصیرت اعلی علیین مین چلے جاوینگے حدیث شریف مین ہو[۲]

[۱] ح گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جیسا جسکے گناہ نہو ۱۲

[۲] ح اسکی سند گذرلی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو سعید ۱۲

کہ جو شخص آخر کو دوزخ مین سے نکلیگا اسکو ساری دنیا کے دس گنے کے برابر ملیگا اس سے غرض پیمایش اجسام نہ سمجھنی چاہیے کہ اگر دنیا مثلاً ایک ہزار کوس کی ہو تو اسکو دس ہزار کوس زمین ملیگی اسمین مثل بیان کرنے کے طریق سے ناواقفیت پائی جاتی ہو بلکہ اسکو یون سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی کہے کہ اُسنے اونٹ لیا اور اسکا دس گنا اسکو دیا یعنی اگر اونٹ دس روپیہ کا تھا تو اسکو سو روپے دیے اور اگر اس کے مثل ہی سمجھے تو ظاہر ہو کہ سو روپیہ اونٹ کا دسوین حصے کے بھی وزن مین برابر نہین ہو سکتے بلکہ مثال مین مقابلہ معانی اور ارواح اجسام کا ہوتا ہو نہ انکے وجود اور شکل کا مثلاً اونٹ سے غرض اسکا وزن اور طول وعرض نہین بلکہ مقصود اسکی مالیت ہو پس اسکی روح مالیت ہو اور گوشت و پوست اسکا جسم ہو تو سو روپیہ اسکے دس گنے باعتبار وزن روحانی کے ہین نہ باعتبار وزن جسمانی کے اور جو شخص کہ مالیت نقد کی اور اونٹ کی جانتا ہو اسکے نزدیک سو روپیہ کو دس گنا اونٹ کا کہنا صحیح ہو یہانتک کہ اگر اسکو سو روپیہ کی عوض ایک جوہر جسکا وزن چند ماشہ اور مول سو روپیہ ہوتا دیدیتا اور کہتا کہ مین نے اسکو دس گنا دیا تو درست تھا مگر اس قول کی راستی سواے جوہریون کے اور کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جوہر کی روح صرف آنکھ سے نہین معلوم ہوتی اسکے لیے سوائے نظر ظاہری کے ایک اور دانائی کی بھی حاجت ہو اسی جہت سے اس قول کو لڑکا اور گنوار نہ مانیگا وہ کہینگے کہ جوہر کا وزن تو چند ماشہ ہو اور اونٹ کا وزن اُس سے ہزار گنا زیادہ ہو تو یہ شخص جو کہتا ہو کہ مین نے دس گنا دیا جھوٹ بولتا ہو حالانکہ حقیقت مین یہی دونون جھوٹے ہین مگر انکے نزدیک یہ بات جب سچی ہو جب اُن دونون کو وہ نور دل مین آجاوے جس سے کہ روح جوہر اور مال کی معلوم ہوتی ہو اور یہ بات لڑکے کو بعد بلوغ کے اور گنوار کو بعد تعلم کے آتی ہو اسوقت انکو اس قول کی راستی معلوم ہوتی ہو اسیطرح عارف آدمی مقلد کو راستی اس حدیث شریف کی نہین سمجھا سکتا کہ دنیا کی دس گنی جنت کسطرح ملیگی مقلد یہ تقریر کرتا ہو کہ بموجب مضمون احادیث جنت آسمانو نمین ہو اور آسمان دنیا مین شمار ہوتے ہین تو پھر جنت اسکی دس گنی کسطرح ملیگی یہی حال اس بالغ کا ہو جو لڑکے کو سمجھانے لگے کہ جوہر کسطرح بڑا ہو یا جوہری گنوار کو سمجھاوے کہ جوہر مین یہ قیمت ہوتی ہو اور جسطرح کہ جوہری کسی گنوار یا ناواقف کو قدر جوہر سمجھانے مین قابل رحم ہو اسیطرح جو عارف کہ کسی غبی جاہل کو یہ تقریر حدیث کی سمجھاوے تو وہ بھی قابل رحم ہو اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ارحموا ثلاثۃ عالماً بین الجہال وغنی قوم افتقر وعزیز قوم ذل اور اس سبب سے انبیا بھی اپنی امت مین قابل رحم ہین کہ نقصان عقل امت کی جہت سے جو کچھ انکو صدمے ہوے وہ انکے حق مین اللہ کیطرف سے امتحان اور آزمایش تھی کہ بحکم تقدیر ازلی انپر آپڑی تھی اور یہی مراد ہو اس حدیث شریف مین کہ البلاء موکل بالانبیاء والاولیاء ثم الامثل فالامثل پس بلا کو اس حدیث مین مثل مصیبت حضرت ایوب علیہ السلام کے نہ سمجھنا چاہیے جو بدن پر نازل ہوتی ہو بلکہ بلا سے وہی مصیبت و ایذا مراد ہو جو نا سمجھون کے ساتھ معاملہ پڑنے سے ہوتی ہو جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسے لوگون سے کام پڑا تھا کہ جتنا انھون نے انکو خدا کیطرف بلایا اتنا ہی انکو نفرت و گریز زیادہ ہوئی یا جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض لوگونکے کلام سے ایذا ہوئی تو فرمایا کہ خدا یتعالی رحم کرے میرے بھائی موسی پر کہ لوگون نے انکو اس سے زیادہ ستایا مگر انھون نے صبر کیا پھر جسطرح کہ انبیا کو منکرین سے کام پڑتا ہو اور اسی سے انکی آزمایش ہوتی ہو اسیطرح اولیا اور علما کو بھی جاہلون سے کام پڑتا ہو اور انکے امتحان کا باعث ہوتا ہو یہی وجہ ہو کہ اولیا کسی نہ کسی طرح کی ایذا سے خالی نہین

بخاری بروایت ابو سعید خدری ۲۱۲ رحم کرو تین شخصون پر عالم پر جو درمیان جاہلون کے ہے اور کسی قوم کے غنی پر جو فقیر ہو گیا ہو اور کسی قوم کے عزیز پر جو ذلیل ہو گیا ہو ۱۲ ابن حبان در ضعفا بروایت انس رض اسکی سند مین علی ضعیف ہے ۱۲ ح بلا معین ہے انبیا پر اور اولیا پر پھر جو انکے مشابہ ہون پھر جو ان جیسے ہون ۱۲ ترمذی و ابن ماجہ بروایت سعد بن ابی وقاص اور اس مین اور حدیث بھی ہے ۱۲ ح بخاری بروایت ابن مسعود ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

ہوتے انکا بھی امتحان لیا جاتا ہی باینطور کہ شہر سے نکال دیے جاتے ہین سلاطین وقت کے سامنے انکی چغلی کھاتے ہین کچھ لوگ
انکے کفر پر گواہی دیتے ہین اور کچھ بددین کہتے ہین۔ اور یہ تو ضرور ہی ہو کہ جو لوگ اہل معرفت ہین وہ جاہلونکے نزدیک کافر ہین جیسے
کہ اگر کوئی اپنا اونٹ جوہر کے بدلے دیڈالے تو جاہل اسکو بیوقوف اور مال اڑاؤ کہینگے۔ جب تمکو یہ تحقیق معلوم ہوچکی اب یمان لانا چاہیے
کہ واقع مین جو مضمون حدیث[۱] شریف مین مذکور ہو کہ دوزخ سے پچھلا شخص جو نکلیگا اسکو دس گنے دنیا کے برابر ملیگا بیشک درست
و بجا ہو اور خبردار کہین ایسا نہو کہ تصدیق کو منحصر ایسی چیزون پر کرو جو حواس سے اور آنکھ سے معلوم ہوتی ہین ایسا کروگے تو خاصے دو پانو کے
گدھے ہوگے اسلیے کہ حواس خمسہ سے جاننے مین تو گدھا بھی تمہارا شریک ہو تمکو جو گدھے سے تمیز ہو تو اسی لطیفے کی جہت سے
ہو جو آسمانون اور زمینون اور پہاڑون پر پیش ہوا اور سب نے اسکے اٹھانیسے انکار کیا اور جو چیز عالم حواس سے خارج ہو وہ اسی لطیفے
سے معلوم ہوتی ہو جس سے آدمی گدھے اور تمام حیوانون سے ممتاز ہو پس جو شخص اسکو بیکار کردے اور اس سے کام نہ لے اور
محسوسات تک اپنی معلومات کو منحصر کردے آگے نہ بڑھے صرف بہائم کے درجے پر قانع ہو وہ اپنے نفس کو خرابی مین ڈالتا ہو اے برادران
دینی تم ایسے نہ ہو اسلیے کہ جو شخص صرف محسوسات ہی کو ادراک کریگا تو خدا کو بھولجاویگا کیونکہ خدا کی ذات تو حواس سے
قابل ادراک نہین اور جو خدا کو بھولیگا خداتعالی اسکو اسکا نفس بھولادیگا یعنی پھر ترقی اوپر کو نصیب نہوگی بہائم ہی مین رہجاویگا
اسوجہ سے کہ جو امانت خداوندی تھی اسمین اسنے خیانت کی اور اسکی نعمت کا منکر ہوا اور اپنے آپکو اسکے انتقام کیلیے پیش کیا
بلکہ ایسے شخص کا حال تو بہیمہ سے بھی برا ہوگا اسواسطے کہ بہیمہ کو مرنے پر چھٹی تو ہوجائیگی اور اس شخص کا یہ مآل ہوگا کہ امانت مالک کے
سپرد کرنی پڑیگی کیونکہ امانت کا ٹھکانا اور رجوع اسی کیطرف ہو اور یہ امانت آفتاب تابان کیطرح تھی اس بدن فانی مین آکر غروب
ہوگئی مگر جب یہ قالب بگڑیگا تو وہی امانت پھر غروب ہونیکی جگہ سے نکلیگی اور اپنے پیدا کرنے والیکے پاس چلی جائیگی یا تو دھندلی کسوف
لگی نکلیگی یا چمکتی دمکتی ہوگی چمکتی کو تو دربار کی حضوری سے کچھ حجاب نہوگا اور دھندلی بھی وہان ہی پہونچیگی کیونکہ وہ دربار تو مرجع کل ہو مگر
اوندھے منھ پہونچیگی اسکا رخ اعلی علیین کیطرف سے اسفل السافلین کیطرف کو پھرا ہوگا اور اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہی ولو تری[۲] اذ المجرمون ناکسو
رؤسهم عند ربهم اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجرم بھی پروردگار کے پاس ہونگے مگر اوندھے منھ ہونگے کہ انکے چہرے پشت کیطرف بدل گئے
ہونگے اور اوپر کیطرف نیچے ہوگئے ہونگے اور اسمین کچھ اختیار نہین جو شخص توفیق سے محروم رہتا ہی اسپر خدا کا حکم اسیطرح ہو خداتعالی
اپنے فضل و کرم سے جاہلون کے مقام پر نہ پہونچاوے اور گمراہی سے بچاوے یہ ہے بیان تفریق ان لوگونکا جو دوزخ سے نکلکر دنیا سے
دس گنا زیادہ پاوینگے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ دوزخ سے بجز موحدکے اور کوئی نہین نکلے گا اور ہماری غرض توحید سے یہ نہین کہ
زبان سے کہہ لیا لا الہ الا اللہ کیونکہ زبان عالم ظاہری سے ہو اسکا فائدہ فقط دنیا ہی تک ہوتا ہی مثلاً جو صرف زبان سے یہ کلمہ کہتا ہو
اسکی گردن نہین ماریجاتی اسکا مال لوٹ سے محفوظ رہتا ہی اور ظاہر ہی کہ گردن اور مال کی مدت زندگی تک ہی تو جس جگہ کہ نہ گردن ہوگی
نہ مال وہان زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا کیا فائدہ دیگا وہان توحید کا کمال اور اسکا سچا ہونا کام آویگا اسطرح کہ تمام امور کو خدا
کیطرف سے جاننے اور اسکی پہچان یہ ہو کہ خلق مین سے کسی پر غصہ نہو گو اسکے ساتھ کوئی کچھ سلوک کرے کیونکہ جب سب چیزین خدا کی

[۱] مسلم، مسند اور بخاری ۱۲ [۲] اور کبھی تو دیکھے جب کہ منکر سر ڈالے ہوئے اپنے رب کے آگے ۱۲

طرف سے ہین تو خلق خدا صرف ذریعہ ہین مسبب الاسباب سب کی تو وہی ایک ذات ہی چنانچہ اسکی تحقیق باب توکل ہین آویگی اس توحید مین بھی لوگ مختلف درجے کے ہین بعضون کی توحید پہاڑ کے برابر ہی اور بعضون کی مثقال کے برابر اور بعضون کی رائی کے برابر پس جسکی توحید دینار کے برابر ہوگی وہ دوزخ سے اول نکلے گا حدیث شریف مین ہی کہ اخرجوا[17] من النار من فی قلبہ مثقال دینار من ایمان اور سب سے پیچھے جو دوزخ سے نکلیگا وہ ہوگا کہ اسکے دلمین ذرہ برابر ایمان ہوگا اور مثقال اور ذرے کے درمیان بہت تفاوت اور مدارج ہین کہ انکے بموجب نکلتے جاوینگے یعنی اول مثقال کے طبقے کے لوگ پھر اس سے کم پھر اس سے کم حتی کہ آخر کو ذرہ برابر ایمان والونکی جماعت نکلیگی اور وزن مثقال و ذرہ کو بطور ضرب المثل سمجھنا چاہیے جیسا کہ ہم جنس و نقد کے عوض کے باب مین لکھ چکے ہین اور موحدین جو دوزخ مین جاوینگے تو اسکی غالباً وجہ یہی ہوگی کہ لوگون کے حق انکے ذمے رہینگے اور یہ حقوق بموجب حدیث شریف کسیکے چھوٹنے کے نہین باقی اقسام گناہونکے قابل عفو و تکفیر ہین چنانچہ روایت ہی کہ بندہ خدا تعالے کے سامنے کھڑا کیا جاویگا اور اسکی نیکیان پہاڑون کے برابر ہونگی کہ اگر اسکے پاس رہتین تو جنتی ہوتا مگر اسوقت اہل حقوق جنپر اسنے ظلم کیا ہوگا کھڑے ہونگے بعضونکو تو گالی دی ہوگی بعضونکو مارا ہوگا بعضون کا مال لے لیا ہوگا پس اسکی نیکیون مین سے ان لوگون کو دیا جاویگا یہانتک کہ اسکے پاس ایک نیکی بھی نہ بچیگی فرشتے عرض کرینگے کہ خداوندا اس شخص کی نیکیان تو ہو چکین اور ابھی طالب بہت باقی ہین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویگا کہ ان لوگون کی بدیون مین سے اسکی بدیونپر اضافہ کردو اور دوزخ کے نام ایک قبالہ اسکے لیے لکھ دو۔ اور جسطرح کہ آدمی دوسرے کے بدلے اسکی بدیونکے سبب ہلاک ہوتا ہی اسیطرح مظلوم آدمی کے پاس جب ظالم کی نیکیان ظلم کے بدلے مین آتی ہین تو اسکو نجات ہوجاتی ہے ابن جلاء صوفی کے حال مین لکھا ہی کہ انکے کسی بھائی نے انکی غیبت کی بعد اسکے معاف کرانے کے لیے آدمی بھیجا انھون نے فرمایا کہ مین معاف نہین کرونگا میرے نامۂ اعمال مین اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہین ہین اسے کیسے مٹا دون اور یہ بھی کہا کہ یہ غیبت ازجھ اور بھائیون نے مجھکو کہا تو انکے حق مین گناہ ہین مگر میرے لیے حسنات ہین تو مین چاہتا ہون کہ اپنے نامۂ اعمال کو انسے زینت دون یہ ہی جو آخرت مین درجات سعادت و شقاوت مین لوگ مختلف ہونگے مگر ہمنے جو حکم ہر ایک فرقے کا لکھا تو باعتبار ظاہر اسباب کے لکھا ہی جیسے طبیب ایک بیمار کو کہدیتا ہی کہ یہ بیشک مرجاویگا اسکا مرض قابل علاج نہین اور دوسرے بیمار کو کہتا ہی کہ اسکی بیماری بہت خفیف ہی اور علاج بھی آسان تو یہ قول طبیب کا ان دونون کے حق مین باعتبار اکثر احوال کے ہی ورنہ بعض اوقات قریب بمرگ زندہ ہوجاتا ہی اور خفیف مرض والا اچل دیتا ہی طبیب کو خبر نہین ہوتی غرضکہ یہ امر اللہ تعالیٰ کے خفیہ اسرار مین سے ہی جو زندہ آدمیون کی روحون مین رکھے ہین اور ایسے دقیق اسباب ہین کہ مسبب الاسباب نے ایک وقت و اندازہ مقرر پر انکو مرتب کر رکھا ہی آدمی کی طاقت نہین کہ انکی کنہ کو جان سکے اسیطرح آخرت کی نجات و فلاح کے بھی اسباب خفیہ ہین کہ انکی اطلاع آدمی کی طاقت سے باہر ہے جس سبب خفی سے نجات ہوتی ہی اسکو عفو اور رضا کہتے ہین اور جو موجب ہلاک ہی اسکو غضب و انتقام سے تعبیر کرتے ہین اور انکے سوا ایک درمشیت ازلی الٰہی کا بھید ہی جسکی اطلاع خلق کو نہین ہوتی اسلیے ہمپر واجب ہی کہ گنہگار پر عفو کو جائز جانین گو اسکی خطائین ظاہری بہت ہون اور غضب کو مطیع پر روا سمجھین اگرچہ طاعات ظاہری زیادہ ہون اسلیے کہ اعتبار تقوی کا ہی اور

[17] ح نکالو دوزخ مین سے اس شخص کو جسکے دلمین دینار برابر ایمان ہو ۱۲ اسکو ترمذی نے صحیح کہا ہی ۱۲

تقویٰ ایسی چیز دقیق دل مین ہے کہ خود متقی کو اسپر اطلاع نہین ہوتی دوسرے کو کسطرح ہو پھر بھی ارباب قلوب پر یہ بات منکشف ہوئی ہو کہ جب بندے مین کوئی سبب خفی عفو کا مقتضی ہوتا ہو جب ہی عفو ہوا کرتا ہے اور غضب بھی جبھی ہوتا ہو جب کوئی سبب باطنی مقتضی بعد کا خدا سے ہو اور اگر یہ بات نہو تو عفو اور غضب اعمال و اوصاف کی جزا نہون اور اگر جزا نہو تو عدل نہو اور عدل نہو تو یہ آیت نہ بنے وما ربک بظلام للعبید اور یہ آیت ان اللہ لا یظلم مثقال ذرة حالانکہ یہ سب قول صحیح ہین اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو وہی ملیگا جو اسنے کیا ہوگا اور اپنی کمائی کو خود وہی بھگتے گا گردنی خویش آمدنی پیش اگر انسان کجروی کریگا تو خدا تعالیٰ اسکے دل کو کج کردیگا جب وہ اپنے نفس کو بدلتا ہو تو خدا تعالیٰ بھی اسکی حالت بدل دیتا ہو چنانچہ ارشاد فرماتا ہو ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتے یغیروا ما بانفسہم اور یہ سب باتین اہل دل کو آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ واضح ہوئی ہین کیونکہ آنکھ کے دیکھنے مین غلطی کا احتمال ہو کہ کبھی بڑے کو چھوٹا دیکھتی ہو اور دور کو نزدیک اور دل کے مشاہدے مین غلطی نہین ہوتی اسکو یہ کیفیت بعد بصیرت کے کھلنے کے حاصل ہوتی ہو اور اسکے بعد ہی دیکھا کرتا ہو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسمین کذب کا تصور نہین ہوسکتا اور اسکی طرف اشارہ ہو اس آیت مین ما کذب الفواد ما رای

تیسرا رتبہ نجات والونکا ہو اور نجات سے ہماری غرض صرف بچنے سے ہو نہ سعادت و فلاح سے یہ لوگ ایسے ہونگے کہ نہ انھون نے خدمت کی جو خلعت ہوا اور نہ قصور کیا جو عذاب ملے اور غالب ہے کہ یہ حال کفار مین سے مجنونون اور لڑکونکا اور بہوشون اور ان لوگونکا ہوگا جنکو دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اور شہرون سے علیحدہ رہتے ہون اور جہالت اور عدم معرفت پر انکی عمر کٹ گئی ہو ایسے لوگون کو نہ معرفت ہو نہ انکار نہ طاعت ہو نہ معصیت نہ کوئی وسیلہ ہو کہ قرب الٰہی حاصل ہو نہ کوئی خطا ہو جو خدا سے دور کرے اسی لیے اس قسم کے لوگ نہ اہل جنت ہین نہ دوزخی بلکہ ایک ایسی جگہ رہینگے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہو اور جسکو شرع مین اعراف کہتے ہین اس مقام مین کچھ فرقون کا خلق مین سے رہنا تو آیات و احادیث سے یقیناً ثابت ہو اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہے مگر کسی خاص فرقے کو یہ کہنا کہ یہ بھی اعراف مین قطعاً رہینگے یہ امر ظنی ہو مثلاً لڑکون کو کفار کے اعراف مین رہنے کا حکم مظنون ہو یقینی نہین اور اسکی اطلاع ٹھیک ٹھیک عالم نبوت مین ہو اولیا و علما کے رتبے کی ترقی اس درجے تک بعید ہے۔ علاوہ ازین لڑکون کے باب مین اخبار بھی مختلف ہین یہانتک کہ جب ایک لڑکا مر گیا حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ یہ جنت کی چڑیون مین سے ایک چڑیا ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے پوچھا کہ تمھین کیسے معلوم ہوا اس صورت مین اشتباہ اس مقام مین غالب تر ہو چوتھا رتبہ فلاح والونکا ہو یہ لوگ بدون تقلید کے عارف ہونگے اور وہی مقرب اور سابق ہین اسلیے کہ مقلد کو اگر فی الجملہ کسی مقام مین جنت کے فوز ہوگا بھی تو اصحاب یمین ہی سے رہیگا اور یہ لوگ مقرب ہونگے اور جو کچھ انکو ملیگا حد بیان سے باہر ہو اور جسقدر بیان ہوسکتا ہو وہ وہی ہو جو قرآن شریف مین مذکور ہو خدا تعالیٰ کے بیان سے زیادہ کیا کوئی کہیگا اور جس بات کی تعبیر اس عالم مین نہین ہوسکتی اسکو خدا تعالے نے بطور اجمال ارشاد فرمایا ہو چنانچہ فرمایا فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرة اعین اور حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا اعدت لعبادی الصالحین ما لا عین رات ولا اذن سمعت لا خطر علی قلب بشر اور عارفون کا مقصود وہی

حالت ہوتی ہی جو کسی بشر کے دلپر اس عالم مین نہین گذر سکتی اور حور و قصور و میوہ جات اور دودھ اور شہد اور شراب اور کنگن و زیور جو جنت کی اشیا ہین اُنپر عارفون کو حرص نہین ہوتی اور اگر انکو یہ چیزین دیجاوینگی تو انھین پر قناعت نہ کرینگے بلکہ طالب لذت دیدار الٰہی ہونگے کہ غایت سعادت اور انتہاے لذت وہی ہی اور اسیواسطے جب حضرت رابعہ عدویہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی رغبت جنت مین کیا ہوگی انھون نے فرمایا کہ اول صاحب خانہ پھر خانہ حاصل یہ کہ ان لوگون کے دلون مین صاحب خانہ یعنی خداوند کریم کی محبت ایسی بسی ہوتی ہی کہ انکو خانہ یعنی جنت اور اسکی آرایش کی کچھ پروا نہین بلکہ سواے محبوب کے کسی چیز کی تمنا نہین یہانتک کہ اپنے نفس سے بھی اسکے عشق مین بیخبر ہوتے ہین اور انکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی عاشق کہ اپنے معشوق کے دیکھنے کی فکر مین ڈوبا ہو اس حال مین اسکو اپنے نفس کی خبر نہین ہوتی اور جو صدمہ انکو بدن پر پہونچتا ہی ذرا نہین معلوم ہوتا اس حالت کو فنا فی المحبوب کہتے ہین یعنی اسکی نوبت اس درجے کو پہونچ گئی کہ سواے محبوب کے اور کوئی چیز اسکو پیش نظر نہین نہ دلمین غیر محبوب کی گنجایش باقی تاکہ اسکی طرف التفات کرے وہ غیر خواہ اسکا نفس ہو یا دوسری کوئی چیز ہو۔ اس حالت سے آخرت مین وہ چیز عنایت ہوگی جو اس دنیا مین کسی بشر کے دلمین نہین آسکتی ہی جیسے کہ صورت رنگ و آواز کی بہرے اندھے آدمی کے دلپر مفہوم نہین ہوتی لیکن اگر اسکے کان اور آنکھ کا حجاب دور ہوجاوے تو ان چیزون کا حال معلوم کرنے لگیگا اور جان لیگا کہ واقع مین پیشتر میرے دل مین انکا آنا متصور نہ تھا اسی طرح دنیا بھی درحقیقت ایک حجاب ہی اسکے اٹھنے سے آدمی کو لذت حیات طیب کی معلوم ہوتی اور اس مضمون کا ادراک ہوتا ہی کہ وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون بس اسقدر بیان تقسیم درجات کا حسنات پر کافی ہی

اور اللہ ہی کے ہاتھ توفیق ہے

تیسرا بیان اس باب مین کہ کونسی بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتا ہی جاننا چاہیے کہ صغیرہ چند اسباب سے کبیرہ ہوجاتا ہی ان مین سے ایک اصرار و مواظبت ہی اور اسی بنا پر کہا گیا ہی کہ اصرار کے ساتھ کوئی سا گناہ صغیرہ نہین اور نہ استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ اگر آدمی ایک کبیرہ کرکے باز رہے اور پھر دوسرا کبیرہ نہ کرے اگر یہ امر ممکن ہو تو توقع عفو کی اس صورت مین زیادہ ہے بہ نسبت گناہ صغیرہ کے جسپر مداومت کیجاوے اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ پے درپے گرتا رہے تو اسمین نشان پڑ جاویگا اور اگر سارا پانی اسی مقدار جتنا قطرون مین گرا ہی ایک دفعہ پتھر پر ڈال دیا جاوے تو کچھ نشان نہوگا اسی تاثیر کی سبب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خیر الاعمال ادومھا وان قل اور چونکہ چیزین اپنی ضدون سے معلوم ہوا کرتی ہین تو جب اس حدیث سے یہ پایا گیا وہ عمل دائم گو قلیل ہو نافع ہوتا ہی اسلیے معلوم ہوا کہ بہت سا عمل جو آدمی ایک ہی بار کرے اس سے دل کی جلا و تطہیر مین نفع کم ہوتا ہی اسیطرح گناہ صغیرہ پر اگر آدمی دوام کرے تو اسکی تاثیر دل کو میلا اور تاریک کرنے مین زیادہ ہوگی۔ مگر اتنی بات ہی کہ آدمی کا گناہ کبیرہ پر ایکبارگی مرتکب ہوجانا بدون اسکے کہ اس سے پہلے اور پیچھے گناہ صغیرہ نہ کرے کمتر پایا جاتا ہی مثلاً زانی جب زنا کرتا ہی تو یہ کم ہوتا ہی کہ پہلے سے ارادہ اور مقدمات زنا نہ کرلے اسیطرح قاتل یکایک قتل نہین کر بیٹھتا جب تک کہ پہلے سے دشمنی اور عداوت نہو اور اسی طرح ہر ایک کبیرہ کے ارتکاب مین ضمناً ابتدا اور انتہا

ہین صغیرہ بھی پائے جاتے ہین اور اگر بالفرض کوئی ایسا کبیرہ سرزد ہو کہ اسکے ارتکاب ہین صغیرہ نکرنا پڑے یکایک کبیرہ ہی ہو جاوے اور دوبارہ اسکے کرنے کی نوبت نہ آوے تو غالبًا اسکے معاف ہونے کی توقع زیادہ ہی بہ نسبت اس صغیرہ کے جسپر انسان عمر بھر مواظبت کرے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہوجانیکا یہ ہی کہ گناہ کو چھوٹا جانے کیونکہ یہ قاعدہ ہی کہ جتنا آدمی اپنے گناہ کو زیادہ سمجھے گا وہ خدا تعالی کے نزدیک چھوٹا ہوگا اور جتنا گناہ کو صغیرہ جانیگا وہ خدا کے نزدیک کبیرہ ہوگا اسواسطے کہ گناہ کو بڑا سمجھنا اس بات کی دلیل ہی کہ دلمین کراہت و نفرت اس گناہ کی موجود ہی اسلیے اسکی تاثیر بھی دلمین خوب نہین ہوتی اور گناہ کو چھوٹا جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ دل کو اسکے ساتھ الفت ہی اور اسیوجہ سے دلمین اسکا اثر بہت ہوتا ہی اور طاعات سے مطلب یہی ہی کہ دلمین روشنی ہوجاوے اور خطاؤن سے یہی خوف ہی کہ دلپر سیاہی نہ آوے اور یہی وجہ ہی کہ جب آدمی سے کوئی بات غفلت مین ہوجاوے تو اسپر مواخذہ نہین ہوتا کیونکہ غفلت مین دلپر تاثیر نہین ہوتی اور حدیث[17] شریف مین وارد ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا جانتا ہی کہ گویا ایک پہاڑ اوپر آگیا اب سرپر گر پڑیگا اور منافق اپنی خطا کو ایسا سمجھتا ہی جیسے ناک پر مکھی بیٹھی اور اسکو اڑا دیا اور بعض اکابر کا قول ہی کہ جس گناہ کی مغفرت نہین ہوتی وہ وہ گناہ ہی کہ جسکے بعد آدمی یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو تمام گناہ مین نے کیے ہین سب ایسے ہی ہوتے اور ایماندار کے دل ہین گناہ کی عظمت کی یہ وجہ ہی کہ اسکو خدا تعالے کے جلال کا علم ہوتا ہے جب اسکو یہ معلوم ہوتا ہی کہ مین نے اس گناہ سے کسکی نافرمانی کی تو صغیرہ بھی نظرون مین کبیرہ سوجھتا ہی۔ روایت ہی کہ اللہ تعالی نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا لحاظ مت کر بلکہ یہ دیکھ کہ جسنے بھیجا ہی وہ کتنا بڑا ہی اور اپنی خطا کے چھوٹا ہونیکو مت دیکھ بلکہ اسبات کا لحاظ کر کہ اس خطا سے تو نے کسکا مقابلہ کیا ہی۔ اور اسی اعتبار سے بعض عارفون کا مقولہ ہی کہ صغیرہ گناہ کا وجود ہی نہین جس امر مین مخالفت الٰہی ہو وہ کبیرہ ہی ہی اسیطرح بعض صحابہ رض سے منقول ہی کہ انھون نے تابعین کو ارشاد فرمایا کہ تم ایسے عمل کرتے ہو کہ تمہاری نظرون مین وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہین حالانکہ ہم انکو زمانہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم مین مہلکات سے سمجھتے تھے اسکی وجہ یہی ہی کہ صحابہ رض کو جلال کبریائی بروجہ کامل معلوم تھا اسی لیے صغیرہ گناہ بھی ان کے نزدیک باعتبار جلال خداوندی کے کبیرہ تھے اور اسیوجہ سے عالم شخص سے بعض باتین بری معلوم ہوتی ہین بہ نسبت جاہل کے اور عامی شخص سے بعض باتین درگذر کردیجاتی ہین حالانکہ عارف سے ویسی باتون مین درگذر نہین ہوتی کیونکہ گناہ اور مخالفت اسیقدر بڑے ہوتے ہین جسقدر کہ کرنیوالے کی معرفت زیادہ ہوتی ہی اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہونیکا یہ ہی کہ گناہ کر کے خوش ہو اور فخر کرے اور جانے کہ مجھسے جو یہ کام ہوا تو خدا کی نعمت کے سبب سے ہوا اور اسبات سے غافل ہو کہ یہ قصور موجب شقاوت ہی پس جسقدر کہ صغیرہ کا آدمی کو مزہ معلوم ہوگا اتنا ہی وہ بڑا ہوگا اور دل کی تاریکی مین اسکی تاثیر بھی قوی ہوگی یہانتک کہ بعض گناہگار ایسے ہوتے ہین کہ اپنی خطا کی داد چاہتے ہین اور اسکے ارتکاب سے نہایت شیخی بگھارتے ہین مثلاً مناظرہ والا کہتا ہی کہ کیون تمنے دیکھا ہم نے فلان شخص کو کیسا فضیحت کیا اور کیسے عیب بیان کیے کہ خجالت زدہ کردیا اور کیسا بنایا اور خفیف کیا اور تاجر کہتا ہی کہ دیکھو ہمنے کھوٹی چیز کیسی دیدالی اور اسکو فریب دے دیا اور اسکے مال مین کیسا اسکو دم دیا اور الو بنایا وغیرہ اس قسم کی باتین ایسی ہین کہ انسے صغیرہ گناہ کبیرہ

[17] بخاری بروایت حارث بن سعید ۱۲

ہو جاتا ہی اسلیے کہ گناہ مہلکات مین سے ہین جب آدمی ان مین مبتلا ہو جاوے اور شیطان کی بن پڑے کہ اس سے اپنی مرضی کے موافق کام لے تو اس امر مین مقام افسوس اور مصیبت کا ہی کہ دشمن اپنے اوپر غالب ہوا اور اپنے آپ کو دوری خدا تعالے سے حاصل ہوئی دیکھو اگر بیمار کسی برتن مین دوا پیتا ہے اور وہ اتفاق سے ٹوٹ جاوے اور اسکے ٹوٹنے سے بیمار کو اسوجہ سے خوشی ہو کہ اب رنج دوا پینے کا جاتا رہا تو اسکے اچھا ہونیکی توقع نرہیگی اور ایک وجہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی یہ ہی کہ خدا کی پردہ پوشی اور مہلت دینے اور حلم کرنے کا اسکی عنایت کا باعث سمجھے اور یہین لحاظ گناہ کے ترک کرنے مین کاہلی کرے اور یہ نہ جانے کہ مہلت دینے سے خدا تعالی کو یہ منظور ہی کہ اور زیادہ گناہ کرے تو یہ مہلت دلیل خفگی کی ہے جسکو یہ شخص موجب عنایت سمجھا ہی بس معلوم ہوا کہ خدا تعالی کے عذاب سے مامون ہی اور خدا سے مغالطہ کھانے سے ناواقف ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ویقولون فی انفسہم لولا یعذبنا اللہ بما نقول حسبہم جہنم یصلونہا فبئس المصیر اور ایک سبب صغیرہ گناہ کے کبیرہ ہو جانیکا یہ ہی کہ گناہ کرکے اسکو کہتا پھرے یا دوسرے کے سامنے کرے اسلیے کہ اسمین اول تو خدا کی پردہ پوشی کو دور کرنا ہی اور دوسرے غیر شخص کو اُس گناہ کی رغبت دینی تو گویا ایک گناہ کے ضمن مین دو خطائین ہوئین اسی جہت سے وہ قصور زیادہ ہو گیا اور اگر اس دوسرے سے کہنے پر اتنی بات اور کرے کہ اسکے لیے سامان اس قصور کا جمع کر دے تو چوتھا قصور ہو گا اور نہایت خراب بات ہو گی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ سب آدمیون کے قصور معاف ہونگے مگر ان لوگون کے جو افشا کرتے ہین کہ رات کو کوئی قصور کیا جسکو خدا نے پوشیدہ رکھا مگر انھون نے صبح کو اٹھکر خدا کے پردے کو توڑ ڈالا اور اپنے گناہ کو کہدیا اور ایسے شخص کے قصور معاف نہونگے یہ وجہ ہی کہ صفات و انعامات خداوندی مین سے ایک یہ بھی ہی کہ اچھی بات کو ظاہر کرتا ہی اور عیوب کو چھپاتا ہی اور پردہ فاش نہین فرماتا تو اپنے عیب کو ظاہر کرنا اُس نعمت کی ناشکری کرنی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اول تو آدمی کو گناہ ہی نکرنا چاہیے اور اگر کرے بھی تو دوسرے کو ترغیب نہ دے ورنہ دو گناہ کا مرتکب ہو گا اور یہین لحاظ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض یامرون بالمنکر و ینہون عن المعروف اور بعض سلف کا قول ہی کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان کی پردہ دری اس سے بڑھکر نہین کرتا کہ اسکی مدد کسی گناہ مین کرے اور پھر اس قصور کو اسپر آسان کر دے اور ایک وجہ کبیرہ ہو جانے کی یہ ہی کہ گناہ کرنیوالا عالم مقتدا ہو تو عالم شخص جب کوئی صغیرہ گناہ کرے اسطرح کہ اسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کرنے لگین تو یہ گناہ اسکے حق مین کبیرہ ہو جاویگا مثلاً اگر حریری کپڑا پہنے یا سونے کی سواری مین سوار ہو یا شبہے کا مال لیلے یا بادشاہون کے پاس آمد و رفت رکھے اور انکے حال کو بُرا نہ جانے بلکہ انکی موافقت کرے یا مسلمانون کی عزت مین زبان درازی کرے یا مناظرے مین سخت سُست کہے یا کسی کو خفیف کرنیکا ارادہ ہو یا علوم مین سے ایسے علوم سیکھے جنسے صرف جاہ حاصل ہوتا ہے جیسے علم مناظرہ اور مجادلہ وغیرہ پس اسطرح کے قصور عالم کے ایسے ہین کہ لوگ انکی سند کیا کرتے ہین عالم تو مر جاتا ہی مگر اسکی برائی باقی رہتی ہی اور مدتون تک جہان مین پھیلتی ہی تو کیا خوب آدمی ہی وہ شخص کہ جسکے گناہ بھی اسکے ساتھ ہی مر جاوین۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ جو شخص ایک طریق بد نکالے تو اسپر خود اسکے کرنے کا گناہ ہو گا اور ان لوگون کا گناہ جو اس فعل کے مرتکب ہون حالانکہ ان کے وبال

سے بھی کچھ کم نہ کیا جاویگا یعنی مجرم کو جدا گناہ ہوگا اور بانی کو جدا اور اللہ تعالی فرماتا ہے ونکتب ما قدموا وآثارہم آثار انھین اعمال کو کہتے ہین کہ بعد گذر جانے عمل اور عامل کے عامل کو پہونچتے رہین اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ عالم کی خرابی دوسرون کے اتباع سے ہوتی ہے اس سے اگر لغزش ہو جاتی ہے تو توبہ کر لیتا ہے مگر لوگ اس بات کو کرنے لگتے ہین اور جہان مین منتشر کر دیتے ہین اور بعضون کا قول ہے کہ عالم کا قصور مثل کشتی کے ٹوٹنے کے ہے کہ وہ خود بھی ڈوبتی ہے اور جو لوگ اسپر سوار ہون انکو بھی ڈبوتی ہے اور بنی اسرائیل کی حکایتون مین مذکور ہے کہ ایک عالم لوگون کو بدعت سکھا کر گمراہ کیا کرتا تھا پھر اسکو توبہ نصیب ہوئی تو ایک مدت تک خلق کی اصلاح کی خدا تعالے نے اسوقت کے پیغمبر پر وحی بھیجی کہ اس سے کہدو کہ اگر تو نے صرف میرا ہی قصور کیا ہوتا تو البتہ مین معاف کر دیتا لیکن اسکا کیا علاج ہے کہ تو نے میرے بندون کو گمراہ کیا اور انکو گمراہی کے باعث مین نے دوزخ مین ڈالدیا اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ علما کے لیے بڑا خطرہ ہے اسلیے انکو دو باتین کرنی چاہیئن اول تو یہ کہ گناہ کو ترک کرین اور دوسرے یہ کہ اگر سرزد ہو جاوے تو مخفی ہو ظاہر نہونے پاوے اور جسطرح کہ علما کے حق مین گناہون کے باعث وبال زیادہ ہوتا ہے اسیطرح ان کی نیکیون کا ثواب بھی دوسرون کے اتباع کے باعث زیادہ ہوتا ہے مثلاً اگر عالم زینت ظاہری اور دنیا کی رغبت چھوڑ دے اور دنیا سے تھوڑی شے پر قناعت کرے اور کھانا بقدر بسر اوقات کھاوے اور کپڑا ادنے پہنے اور یہ باتین اسکے اتباع سے اور لوگ عالم خواہ عوام اختیار کر لین تو جتنا ثواب اورون کو ملیگا وہ سب اسکو بھی ملے گا اور اگر خود عالم زینت کا راغب ہوگا تو اس سے کم رتبہ والے اسکی دیکھا دیکھی ضرور ادہر کو جھکینگے اور تکلف ظاہری بدون خدمت حکام ظالم اور مال حرام کے اکٹھا کرنے کے ہو نہین سکتا تو گویا یہی عالم ان امور کا باعث ہوگا غرضکہ عالم کے حرکات سے جیسے کہ نفع زیادہ ہوتا ہے ویسا ہی نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفصیل گناہون کی جنسے توبہ کرنی چاہیے اسیقدر کافی ہے جو یہانتک مذکور ہوئی

تیسری فصل

اسباب مین کہ توبۂ کامل کیا ہے اور اسکے شرائط اور آخر عمر تک دائم رہنے کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر ۔

بیان اول

توبۂ کامل کا حال یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ توبہ اُس ندامت کو کہتے ہین جو موجب عزم و قصد کا ہو اور یہ ندامت اسوجہ ہوتی ہے کہ علم گناہون کے حائل ہونے کا اپنے آپ مین اور اپنے محبوب مین ہو جاتا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ ان تینون اجزا توبہ یعنی علم اور ندامت اور عزم مین سے ہر ایک کیلیے دوام اور کمال ہے اور کمال کی پہچان ہے اور دوام کے لیے شرطین ہین تو ضرور ہوا کہ سب کو مذکور کیا جاوے علم کا بیان تو سبب توبہ کا بیان ہے جو عنقریب آویگا اول ندامت کو سننا چاہیے کہ ندامت دل کے درد کا نام ہے جو محبوب کے فوت ہونیکی اطلاع سے اسکو ہوتا ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ حسرت و اندوہ بے پایان کا ہونا اور آنسوؤن کا بہانا اور بہت رونا اور فکر مین رہنا جیسے کوئی اپنی اولاد یا کسی دوسرے عزیز قریب کی مصیبت سے واقف ہو کہ اسپر یہ بلا نازل ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسپر بھی بڑا صدمہ گذریگا اور خوب رو ویگا اب ہم پوچھتے ہین کہ نفس سے زیادہ آدمی کا کونسا عزیز ہے اور آتش دوزخ سے بڑھکر کونسی بلا ہے اور گناہون سے زیادہ کونسی دلیل عذاب کے نازل ہونے کی ہے اور خدا و رسول سے بڑھکر کونسا مخبر صادق ہے بلکہ ایک انسان جسکو طبیب کہتے ہین اگر کسی شخص سے کہدے

اور کشف میں آیا ہے کہ تمام چیزیں اور اعمال انسان کے نقش ہوتے ہیں ۱۲

کہ تیرے بیٹے کو ایسا مرض ہے کہ اس سے جانبر نہو گا اور عنقریب مرجاویگا تو اسیوقت اُسپر رنج ٹوٹ پڑیگا اب یہ دیکھلو کہ نہ تو
بیٹا اپنے نفس سے زیادہ عزیز ہے اور نہ طبیب خدا و رسول کی نسبت زیادہ جانتا ہے اور نہ زیادہ سچا ہے اور نہ موت دوزخ کی
آنچ سے زیادہ سخت ہے اور نہ مرض زیادہ تر دلالت موت پر رکھتا ہے بہ نسبت گناہوں کی دلالت کے خدا کے غضب پر اور دوزخ مین
پڑجانے پر اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے حال پر زیادہ حسرت و اندوہ کرنا چاہیے جسقدر رنج و ندامت زیادہ ہوگا اسیقدر
گناہونکے دور ہونیکی توقع زیادہ ہوگی بہر حال ندامت صحیح کی پہچان یہی ہے کہ دل نرم ہو آنسو کثرت سے نکلین اور حدیث شریف[17]
مین وارد ہے کہ توبہ کرنیوالونکے پاس بیٹھا کرو کہ ان کے قلب نرم ہوتے ہین اور ایک پہچان یہ ہے کہ گناہون کی حلاوت کے بدلے
تلخی دلمین جم جاوے کہ میل کے عوض کراہت اور رغبت کے عوض نفرت کرنے لگے اور بنی اسرائیل کے حالات مین مذکور
ہے کہ ایک شخص نے بہت برسون تک عبادت مین کوشش کی مگر اثر توبہ کے قبول کا ظاہر نہ ہوا اسلیے وہ پیغمبر وقت سے
خواہان سفارش ہوا انھون نے جناب باری مین اسکے لیے دعا کی خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی
کہ اگر تمام آسمان و زمین کے رہنے والے اسکی سفارش کرینگے تب بھی اسکی توبہ قبول نہ کرونگا جب تک جس گناہ سے توبہ
کی ہے اسکا مزہ اسکے دلمین رہیگا اب یہان اگر کوئی کہے کہ گناہ تو طبعاً آدمی کو مرغوب ہوتے ہین ان کی تلخی دل مین کس طرح
جاگزین ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ فرض کرو کہ کسی نے شہد کھایا جسمین زہر ملا ہوا تھا اور مزے کیوقت معلوم نہوا بلکہ لذیذ معلوم
ہوا مگر پھر بیمار پڑا اور مرض بڑھ گیا بال بکھر گئے اعضا اینٹھ گئے اب اگر پھر اسکے سامنے شہد آوے جسمین ویسا ہی زہر ملا ہوا ہو اور اسکو
نہایت درجے کی بھوک اور خواہش شیرینی ہو تو بتاؤ کہ اسکا نفس اس شہد سے نفرت کریگا یا نہین اگر کہو کہ نہ کریگا تو یہ تجربہ اور امتحان
کے خلاف ہے دستور یہ ہے کہ بعد اسقدر تکلیف کے اگر پھر شہد خالص بھی آویگا تو رنگ کے یکسان ہونے سے اس سے بھی نفرت
کریگا چنانچہ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک کے پیتا ہے پس توبہ کرنیوالا جو گناہونکی تلخی دلمین پاتا ہے اسکو بھی اسی
طرح سمجھنا چاہیے کہ اول اسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک گناہ کا مزہ تو شہد کیطرح لذیذ ہے مگر اسکی تاثیر زہر کی سی ہے اور جبتک اسطرح کا اعتقاد
نہو تب تک توبہ صحیح اور سچی نہین ہوتی اور چونکہ اس جیسا ایمان بہت کمیاب ہے اسلیے توبہ کا وجود اور توبہ کرنیوالے بھی کمیاب
ہین سب کا یہی حال ہے کہ اللہ کیطرف سے روگردان اور گناہون پر مصر اور کسل کرنیوالے ہین غرضکہ شرط کمال ندامت کی یہی
ہے جو اوپر مذکور ہوئی اسکی مداومت موت تک چاہیے اور تلخی مذکورہ کو جمیع گناہونمین یکسان جاننا چاہیے گو پہلے انکا مرتکب
نہوا ہو مثلاً اگر شہد کے ساتھ زہر کھانیوالا ٹھنڈے پانی مین بھی ویسا ہی زہر جان لے تو ہرگز اسکو بھی نہ پیئے گا اسلیے کہ اسکو ضرر
شہد سے نہین ہوا تھا بلکہ ضرر کی چیز جو شہد مین تھی وہ پانی مین بھی موجود ہے اسیطرح تائب آدمی کا نقصان کسی خاص گناہ سے
مثلاً چوری یا زنا سے اسوجہ سے نہین تھا کہ یہ اس شخص سے سرزد ہوا بلکہ اسوجہ سے ہے کہ مخالفت امر الٰہی کی ہوئی اور یہ بات ہر
ایک گناہ مین موجود ہے باقی رہا قصد جو ندامت سے پیدا ہوتا ہے یعنی ارادۂ تدارک تو اُسکو تینون زمانون سے علاقہ ہے ارادۂ تدارک
زمانۂ حال مین اس بات کا موجب ہے کہ جو ممنوع بات کر رہا ہو اسکو چھوڑ دے اور جس فرض کے ادا کرنے پر متوجہ ہوا اسوقت

[17] یہ حدیث مرفوعاً نہین ملی اور یہ قول عون بن عبد اللہ کا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اسکو روایت کیا ہے ۱۲

ادا کرے اور زمانہ گذشتہ سے تعلق اسبات کا خواہان ہو کہ جو پہلے قصور ہو گیا اسکا تدارک کرے اور زمانہ مستقبل سے اسبات کا مقتضی ہو کہ موت کیوقت تک مدام طاعت کرتا رہے اور گناہ کا تارک اور شرط صحت توبہ کی زمانہ گذشتہ کے تعلق کے اعتبار سے یہ ہو کہ فکر کر کے یہ بات معلوم کرے کہ مین کس روز بالغ ہوا تھا خواہ عمر کی رو سے یا احتلام کی نظر سے جب یہ بات معلوم ہو جائے تو روز بلوغ سے اسوقت تک جتنی عمر اسکی ہوئی اسکا ایک ایک سال اور مہینا اور دن اور سانس تلاش کرے کہ ان مین کون کونسی طاعات مین مجھسے قصور ہوا یا کتنے گناہ مجھسے سرزد ہوے پس جب معلوم ہو کہ کوئی نماز نہین پڑہی یا ناپاک کپڑے مین پڑہی تھی یا شرط نیت کی ناواقفیت سے بدون نیت صحیح ادا کی تھی تو اس نماز کو پھر سے پڑہے اور اگر نماز جو فوت ہو گئی ہون انکی شمار معلوم نہو تو مدت بلوغ سے حساب کرے اور جسقدر یقینی ادا کی ہون انکی تعداد چھوڑ کر باقی کو قضا پڑھے اور تعداد باقی کی غالب ظن اور اٹکل سے مقرر کر لینی جائز ہے اور اگر روزہ حالت سفر مین افطار کیا ہو اور پھر اسکے عوض کا نہ رکھا یا قصداً افطار کیا ہو یا رات کو نیت نہ کی ہو اور ایسے روزونکی قضا نہ کی ہو تو اس طرح کے جتنے ہون انکا شمار تخمین اور اٹکل سے معلوم کر کے ان کو قضا رکھے اور زکوٰۃ اگر نہ دی ہو تو اپنے سارے مال کو دیکھے کہ کب سے میری ملک مین آیا کیونکہ زکوۃ تو لڑکے کے مال پر بھی واجب ہے اسمین بلوغ کی قید نہین پھر حساب سے جسقدر گمان غالب کی رو سے اپنے ذمے نکلے اسکو ادا کر دے اور اسکے ادا کرنے کے لیے اپنے مذہب کے مطابق پر خیال نہ کیا مثلاً کوئی شخص شافعی مذہب تھا اسنے زکوۃ کا مال آٹھون مصرف مین صرف نہ کیا یا مال زکوۃ کا عوض دے دیا تو اسکو چاہیے کہ زکوۃ از سر نو دے کیونکہ اسکے امام کے نزدیک اسکی ادا درست نہین ہوئی اور چونکہ مسائل زکوۃ کے طویل ہین اور انکے حساب معلوم کرنے مین خوب تامل چاہیے اسلیے تائب کو لازم ہے کہ اسکو علما سے پوچھ لے کہ ایسی ایسی صورت مین عہدہ برائی کیا طور ہے اور حج کا حال یہ ہے کہ اگر کسی برس مین اسکو قدرت حج کی تھی مگر یہ نہ گیا اور اب مفلس ہو گیا تو اسپر جانا واجب ہے اگر افلاس کے باعث قدرت جانے کی نہین رکھتا تو چاہیے کہ مال حلال سے مقدار زاد کے کما لے اور اگر نہ مال ہو نہ کوئی کمانے کی تدبیر جانتا ہو تو چاہیے کہ لوگون سے کہے کہ مجھکو اپنی زکوۃ و صدقات مین سے اتنا دو کہ حج ہو سکے اسلیے کہ اگر یہ شخص بدون حج کیے مر جاویگا تو گنہگار مریگا حدیث شریف مین ہے من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا وان شاء نصرانیا اور بعد قدرت کے جو عاجز ہو گیا اس سے فرضیت حج کی ساقط نہین ہوتی یہ طور ہے طاعات کی تفتیش اور انکے تدارک کا۔ اور معاصی کی صورت یہ ہے کہ شروع بلوغ سے توبہ کے دن تک اپنے سب عضا کان آنکھ اور زبان اور پیٹ اور ہاتھ پاؤن اور شرمگاہ وغیرہ کے گناہ چھوٹے بڑے تمام دنون اور گھنٹون مین سوچے اور دفتر معاصی کو کھولکر جدے جدے گناہ پر واقف ہو پھر یہ بات دیکھے کہ ان گناہون مین سے صرف خدا کے حقوق کے متعلق کون سے ہین جو اسطرح کے ہاوے مثلاً غیر محرم کیطرف دیکھنا اور ناپاکی کیحالت مین مسجد مین بیٹھنا اور بے وضو کلام مجید چھونا اور کسی بدعت کا معتقد ہونا اور شراب پینا اور راگ سننا وغیرہ جن کو تعلق لوگون کے حقوق سے نہین تو ایسے گناہون سے توبہ کی صورت یہ ہے کہ انپر ندامت اور حسرت کرے اور ہر گناہ کے لیے ایک مقدار بری ہونے کی مقرر کرے اور مدت بھی ہر ایک کے لیے ٹھہرا لے اب ہر ایک کی عوض ایسی نیکی کرے جو مقدار اور وقت مین

اس گناہ کے مقدار اور وقت کے برابر پڑے اس حساب سے جتنی بدیان کی ہونگی اتنی ہی نیکیان کرنی پڑینگی اور اسکی وجہ یہ حدیث شریف ہے اتق اللہ حیث کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ بلکہ یہ آیت ہے ان الحسنات یذھبن السیئات اب تدارک کی مثالیں سن لینی چاہئیں مثلاً اگر مزامیر سے ہون تو انکے عوض اتنی ہی دیر قرآن یا وعظ یا ذکر سنے اور اگر مسجد مین ناپاکی کی حالت مین بیٹھا ہو تو اعتکاف کی نیت سے بیٹھکر مشغول عبادت ہو اور اگر بے وضو کلام مجید کو ہاتھ لگایا ہو تو اسکی تعظیم زیادہ کرے اور کثرت سے اسمین تلاوت کرے اور کثرت سے اسکو بوسہ دیا کرے اور ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھے اور وقف کر دے اور شراب پی ہو تو شربت عمدہ حلال کمائی کا جو شراب سے بھی زیادہ محبوب ہو صدقہ کرے سب گناہوں کا شمار غیر ممکن ہے مقصود یہی ہے کہ جو طریق گناہون کے خلاف ہو اسکا سلوک میسر ہو کیونکہ مرض کا علاج اسکی ضد سے ہوتا ہے تو جو تاریکی دل پر کسی گناہ سے آگئی ہو وہ بجز ایسی نیکی کے نور کے جو اس گناہ کے مقابل ہو مرتفع نہوگی اور ضدین مین آپس مین مناسبت ہوا کرتی ہے اسلیے یون چاہیے کہ ہر ایک گناہ کو اسیطرح کی نیکی سے محو کیا جاوے مگر یہ نیکی انکی ضد سے ہو اسلیے کہ سیاہی مثلاً سفیدی ہی سے جاتی ہے گرمی اور سردی سے نہین جاتی اور یہ تدریج اور تحقیق طریق محو مین بہت آسان ہے اور اسیوجہ سے اسطرح عمل کرنے سے توقع گناہون کے دور ہونے کی زیادہ ہے بہ نسبت اسکے کہ ایک ہی طرح کی عبادت پر مواظبت کرے گو یہ بھی گناہون کے محو کرنے مین خالی تاثیر سے نہین اب رہی یہ بات کہ گناہ اپنی ضد سے کیون دور ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہون کی جڑ ہے اور دنیا کے اتباع کا اثر دل مین یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے خوش ہو اور اسکی طرف اشتیاق کرے تو ضرور ہوا کہ اگر کوئی ایسی مصیبت مسلمان پر پڑے کہ جس سے دل اُسکا دنیا سے علیحدہ ہو تو وہ بھی اسکے حق مین کفارہ ہوگا کیونکہ رنج و غم سے دل کو دنیا سے علیحدگی ضرور ہوتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث شریف مین موجود ہے کہ بعضے گناہ ایسے ہین کہ انکا کفارہ صرف رنج ہی ہوتا ہے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ فکر طلب معیشت اسکا کفارہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہ سے جو حدیث مروی ہے اسمین یون ارشاد ہے کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہوتے ہین اور اعمال انکے کفارے کیلیے نہین ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسپر بہت سے رنج ڈال دیتا ہے وہی اسکے گناہون کا کفارہ ہو جاتے ہین اور کسی کا قول ہے کہ جو رنج کہ بندے کے دل پر آتا ہے اور وہ اسکو نہین پہچانتا وہ گناہون کی تاریکی ہے اور انسے رنج کرنا یون ہوتا ہے کہ دل حساب کے لیے توقف کرے اور حشر کی دہشت سے واقف ہو یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انسان کا رنج اکثر مال اور اولاد اور جاہ کے لیے ہوتا ہے اور یہ گناہ ہے پس گناہ کا کفارہ گناہ کسطرح ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان چیزون کی محبت گناہ ہے اور انسے محروم رہنا اسکا عوض ہے اگر محبت کی اقتضا کے بموجب متمتع ہوتا تو پورا قصور ہوتا چنانچہ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانے مین گئے آپنے انسے پوچھا کہ اُس دردمند بوڑھے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس حال مین چھوڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ تمہارا اتنا رنج کیا جتنا سو عورتون کو ہو جنکے بچے مر گئے ہون آپ نے پوچھا کہ پھر اسکا ثواب خدا کے یہان انکو کتنا ہوگا انھون نے فرمایا کہ سو شہیدونکا ثواب ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ رنج بھی خدا کے حقوق کا کفارہ ہو جاتے ہین یہانتک حال ان گناہونکا ہوا جو بندے مین اور خدا تعالیٰ مین ہون اب حقوق عباد کو سننا چاہیے کہ انمین

[illegible] جان ہے تو اور بیچ کر برائی [illegible] بھلائی برائی کو ۱۲ ترمذی بروایت ابوذر ۱۲ [illegible] نیکیان [illegible] بروایت [illegible] وخطیب بروایت [illegible] بسند ضعیف [illegible] احمد [illegible] بروایت عائشہ ۱۲

بھی خدا تعالیٰ کا حق ہوتا ہی اسلیے کہ خدا تعالیٰ نے بندونپر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہی پس جو شخص کہ دوسرے پر ظلم کریگا وہ
خدا تعالیٰ کی مخالفت پہلے کریگا غرض جو قصور اس قسم کے ہون انمین سے حقوق الٰہی کا تدارک تو یہ ہے کہ ندامت اور
حسرت کرے اور آگے ویسا کام نہ کرے اور جو نیکیان ان قصورون کی ضد ہون انکو بجا لاوے مثلاً اگر لوگونکو ستایا ہو تو انپر
احسان کرے اور مال چھین لیا ہو تو اپنی ملک حلال اسکے کفارے کے لیے خیرات کرے اور اگر کسیکی غیبت یا طعن و تشنیع کی ہو تو اسکی
ثنا کرے بشرطیکہ دیندار ہو اور اپنے ہمسرونکی جو بات اچھی ہو اسکو ظاہر کرے اور اگر کسی کو قتل کیا ہو تو بردہ آزاد کرے اس مین
بھی گویا ایک طرح کا زندہ کرنا پایا جاتا ہی اسلیے کہ غلام اپنے نفس کے اعتبار سے نابود ہی اور مالک کے اعتبار سے موجود آزاد
کرنے مین وہ حیات اسکو حاصل ہوتی ہی جو خاص اسکے نفس کیلیے ہو اسی لیے آزاد کرنا ایکطرحکا ایجاد ہی کہ مقابل من وجہ نیستی کے
ہی اور انسان اس سے بڑھکر اور کوئی ایجاد نہین کر سکتا اور کفارہ اور محو کے باب مین ہمنے طریق مخالف کا چلنا لکھا ہی شریعت مین
اسکی نظیر موجود ہی مثلاً کفارۂ قتل نفس مین آزاد کرنا غلام کا اسیوجہ سے ہی کہ ایجاد مقابل فنا کرنے کے ہو بہرحال حقوق عباد مین
صرف یہی کافی اور موجب نجات نہوگا کہ ندامت و حسرت کرلے یا اسکے مقابل نیکی کرلے بلکہ اسکے لیے حقوق عباد کا ادا کرنا بھی ضرور ہے
اور حقوق عباد یا متعلق جان سے ہین یا مال سے یا عزت سے یا دل سے اور متعلق یہ دل سے ہماری غرض ایذاے محض ہی اب
ہر ایک کی تفصیل سننی چاہیے کہ اگر ظلم جان پر ہوا ہی بایطور کہ قتل خطا کا مرتکب ہوا تھا تو اسکی توبہ یہ ہی کہ خونبہا مستحق شخصونکو
دے خواہ اپنے پاس سے دے یا اپنے رشتہ دارون سے دلاوے جبتک مستحق کو خونبہا نہ پہونچے تب تک اس خطا سے بری نہوگا
اور اگر قتل عمد موجب قصاص کا مرتکب ہوا تو اسکی توبہ قصاص سے مقبول ہوگی اور اگر کسی کو قتل کا حال معلوم نہو تو قاتل
پر واجب ہی کہ مقتول کے ولی سے جا کر قتل کا حال کہدے اور اپنی جان اسکے اختیار مین کردے چاہے وہ معاف کرے
چاہے مار ڈالے اور بدون اسبات کے اور کسی طرح بری الذمہ نہوگا اور اسکا چھپانا ہرگز درست نہین اور اسکی صورت ایسی
نہین جیسے زنا اور چوری اور شرابخواری اور رہزنی یا اور کسی فعل کی جسپر خدا تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی سزا واجب ہوتی
ہی ان صورتون مین توبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو فضیحت کرے اور پردے کو فاش کردے اور ولی سے
سوال کرے کہ خدا تعالیٰ کا جو حکم ہی مجھپر جاری کر بلکہ یہ واجب ہی کہ جیسا خدا تعالیٰ نے اسکا پردہ رکھا ہے ویسا ہی رہنے
دے اور اپنے نفس پر ان اعمال کی سزا قائم کرے طرح طرح کے مجاہدے اور عذاب نفس کے لیے تجویز کرے اسلیے کہ
محض حقوق خداوندی کا عفو توبہ اور ندامت سے ہوسکتا ہی اور اگر ان صورتون مین بھی حاکم تک نوبت پہونچا دیگا اور اپنے
اوپر حد جاری کرا دیگا تب بھی توبہ صحیح اور اپنے موقع پر ہوگی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ٹھہریگی چنانچہ مروی ہی کہ
ماعز بن مالک رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ مین نے بڑا ستم اپنے نفس پر کیا کہ مجھسے
زنا ہوگیا اور مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو اس قصور سے پاک کردین آپ نے انکا کہنا نپذیرا نہ فرمایا دوسرے روز پھر آکر اسیطرح عرض کیا اس روز
بھی آپنے ٹال دیا جب تیسرے روز پھر عرض کیا تو آپ نے انکے لیے گڑھا کھدوایا اور سنگسار کرا دیا انکے باب مین لوگون کے

دو فریق ہو گئے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ انکی موت ایسے حال مین ہوئی کہ گناہون نے چار طرف سے گھیر لیا تھا اور ایک فرقہ کا قول یہ تھا کہ اسکی توبہ سے سچی توبہ اور کوئی نہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقۂ دوم کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی ہر کہ اگر تمام امت مین اسکی توبہ تقسیم کیجاوے تو منقسم ہو سکتی ہر اسیطرح غامدیہ کا حال مشہور ہر کہ اسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت اقدس مین عرض کیا کہ مجھ سے زنا صادر ہوا آپ مجھکو پاک کر دیجیے آپ نے اسکو پذیرا نہ فرمایا دوسرے روز اسنے پھر عرض کیا کہ آپ مجھکو کیون نہین پاک فرماتے کیا مجھکو ماعز کیطرح آپ سمجھتے ہین مجھکو تو بخدا زنا کا حمل موجود ہر آپ نے فرمایا کہ جبتک تیرے بچہ نہولے گا تب تک حد جاری نہو گی جب اسکے بچہ ہوا اسکو ایک کپڑے مین لپیٹکر لائی اور عرض کیا کہ بچہ بھی ہو چکا آپ نے فرمایا جا اسکو دودھ پلا جب دودھ چھٹے گا تب دیکھا جائیگا جب اس بچے کا دودھ چھٹا تو وہ عورت اسکو لائی اسکے ہاتھ مین روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکا دودھ چھٹ گیا اور یہ غذا کھانے لگا آپ نے اس لڑکے کو ایک مسلمان کے حوالہ کر دیا اور اس عورت کے لیے سینے تک گڑھا کھدوایا اور لوگون کو حکم سنگسار کرنیکا دیا جب خالد بن ولید نے آکر ایک پتھر اسکے سر مین مارا تو خون کی چھینٹین ان کے چہرے پر پڑین انھون نے اسکو گالی دی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی گالی سنکر فرمایا کہ اے خالد گالی مت دے قسم ہر اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہر کہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہر کہ ایسی توبہ صاحب مکس کرے تو اسکی بھی مغفرت ہو جاوے پھر آپ نے حکم دیا تو اسکی نماز پڑھی گئی اور دفن کی گئی فائدہ مکس اس ڈانڈ کو کہتے ہین جو عشر لینے والا لوگون سے لیا کرتا ہر اور حدیث شریف مین مذکور ہر کہ مکس لینے والا جنتی نہ ہوگا اس حدیث مین مذکور فرمایا کہ اگر مکس والا بھی ایسی توبہ کرے تو ہر چند قابل دخول جنت نہین مگر اسکی بھی مغفرت ہو جاوے فقط۔ غرضکہ حقوق الٰہی کی توبہ بدون معاف کرانے بندون کے بھی ہو سکتی ہر مگر قصاص اور حد قذف مین مستحق شخص کو اپنے اوپر اختیار دے دینا ضروری ہر اور مال کا حال یہ ہر کہ اگر کسیکا مال غصب یا خیانت یا معاملے مین غبن کرنے سے لے لیا ہو مثلاً کسی کو فریب دیا ہو یا اپنی چیز کا عیب خریدار سے نہ کہا ہو یا کھوٹا دام چلادیا ہو یا مزدور کی مزدوری کم دی ہو یا نہ دی ہو تو ایسی قسم کی سب باتون کی تلاش واجب ہر اور انمین کچھ قید حد بلوغ کی نہین بلکہ روز پیدایش سے توبہ کے دن تک جو مال اسطرح آیا ہو سب کی تلاش کرے اسلیے کہ لڑکے کے مال مین اگر اس قسم کا مال آجاوے تو بعد بلوغ اسکا علحدہ کرنا واجب ہے بشرطیکہ اسکے ولی نے اسمین کوتاہی کی ہو اور اگر بعد بلوغ ایسا نکریگا تو ظالم ٹھہریگا اور اسکا مواخذہ گردن پر رہیگا حقوق مالی مین لڑکا اور جوان یکسان ہین اسلیے شروع پیدایش سے توبہ کے دن تک کوڑی کوڑی کا حساب کر لے ایسا نہو کہ اسکا حساب قیامت پر جا پڑے اور مواخذے مین پھنس جاوے اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب دنیا مین نہین کرتا اسکا حساب قیامت مین بہت لمبا ہوتا ہر جب اسطرح حساب کرنے سے گمان غالب اور قدر طاقت کے بموجب معلوم ہو جاوے کہ میرے ذمے لوگونکا اتنا مال ہے تو چاہیے کہ وہ مال جس جس کا ہو اسامی وار لکھے اور پھر شہر و دیار مین گھومتا پھرے اور ہر ایک کی تلاش کرے اور پھر یا معاف کرائے یا اسکا حق جتنا ہو حوالہ کرے اور یہ توبہ ظالمون اور تاجرون پر دشوار ہر اسلیے کہ انسے سب اہل معاملہ کا تلاش کرنا نہین ہو سکتا نہ انکے وارثون کی تلاش کر سکتے ہین لیکن انپر بھی واجب ہر کہ حتے الامکان اس باب مین سعی کرین اور اگر اس سے عاجز ہو تو اسکا اور

۱۷ توبہ غامدیہ عورت کا اور ماکس کا

کوئی علاج نہین بجز اسکے کہ حسنات اس کثرت سے کرے کہ قیامت کے روز حقدار کا حق اُنسے ادا ہو سکے اور اسکے نامۂ اعمال مین
سے حقدارون کے پلے مین رکھ لیے جاوین تو ضرور ہوا کہ جتنے حق لوگون کے اپنے ذمے ہون انھین کے موافق حسنات بھی ہون
ورنہ اگر حسنات حقوق کو وفا نکرینگے تو حقدارون کے گناہ اسکے ذمے کردیے جاوینگے اور دوسرون کے گناہون کے بدلے مارا پڑیگا
پس جو شخص حقدارون کے حقوق ادا کرنے چاہے اسکی توبہ کا یہ طریق ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ تمام عمر حسنات ہی مین کاٹے
بشرطیکہ بقیہ عمر اتنی ہو کہ جتنی حق دبلانے مین گذری مگر چونکہ عمر کا حال معلوم نہین شاید موت تک کا زمانہ بنسبت ایام ظلم کے قلیل ہو
اسلیے ضرور ہوا کہ جسقدر سیات کیواسطے مستعد تھا اس سے زیادہ حسنات کیواسطے مستعد رہے کیونکہ گناہون کے لیے وقت بہت تھا
اور حسنات کے لیے معلوم نہین شاید تھوڑا ہی وقت ہو اور جو مال کہ پاس موجود ہو اور اسکا مالک بھی معلوم ہو تو اسکے حوالہ کردینا
چاہیے اور جسکا مالک معلوم نہو تو اسکو خیرات کردینا چاہیے اور اگر مال حلال اور حرام ملگیا ہو تو اٹکل سے جسقدر مال حرام ہو اسکو نکالکر
خیرات کردینا چاہیے چنانچہ اسکی تفصیل باب حلال اور حرام مین گذر چکی ہے - باقی رہا دلونکا ایذا دینا کہ لوگون کے سامنے ایسی باتین کرے
جنسے انکو ایذا ہو یا غیبت کسی کی کرے تو اسکا تدارک نہ ہیکہ جسپر کچھ زبان درازی کی ہو یا دل دکھایا ہو تو ایک ایک کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر معاف
کراوے اور اگر کوئی ان مین سے مرگیا ہو یا مفقود الخبر ہوگیا ہو تو اسکا تدارک کچھ نہین بجز اسکے کہ حسنات بہت سی کرے تاکہ قیامت
کو عوض کیوقت حسنات سے دے سکے اور جو کوئی ملجاوے اور بخوشی خاطر معاف کردے تو اسکی نسبت جو قصور کیا ہوگا اسکا
کفارہ ہوجاویگا مگر اسپر واجب ہے کہ جتنا قصور کیا ہو اور جو کچھ زبان سے اسے کہا ہو وہ بیان کردے مبہم معاف کرانا کافی نہ ہوگا
کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے شخص کی زیادتی اپنے اوپر معلوم ہوتی ہے تو اسکا دل معاف کرنیکو نہین چاہتا ہے اور قیامت
پر چھوڑتا ہے کہ اس روز اسکی حسنات مین سے عوض لے لونگا یا میرے قصور اسکے ذمے چلے جاوینگے پس اگر منجملہ قصور کوئی ایسا ہو
کہ اسکے بیان کرنے سے دوسرے کو ایذا ہوگی مثلاً کسی کی لونڈی سے زنا کیا ہو یا کسی کی منکوحہ سے یا زبان سے اسکو ایسا عیب
لگایا ہو جو اسکے خفیہ عیبون مین سے ہو تو ظاہر ہے کہ ان باتون کو اگر اسکے سامنے بیان کریگا تو اسکو بہت بڑی ایذا ہوگی ایسی صورت
مین راہ معاف کرانے کی مسدود ہے مگر یہ ہوسکتا ہے کہ مبہم معاف کرالے پھر جو کسر رہجاویگی اسکو حسنات سے پورا کرے جیسا کہ مردہ
اور مفقود الخبر کے حق کے لیے بیان ہوا لیکن ذکر کرنا اور مشہور کرنا ایک نیا قصور ہے اسکو بھی معاف کرانا واجب ہے اور اگر جسکا قصور کیا ہے
اسکے سامنے قصور کا ذکر کیا اور وہ معاف کرنے پر راضی نہوا تو اسکا وبال مجرم کے ذمے رہیگا اسلیے کہ دوسرے کا حق ابھی باقی ہے اس
صورت مین مجرم کو چاہیے کہ اسکے ساتھ نرمی پیش آوے اور اسکے کار خدمت اور حاجات مین کام آوے اور اسکے ساتھ اپنی محبت
اور شفقت ظاہر کرے جس سے اسکا دل اسکی طرف مائل ہوجاوے کیونکہ انسان بندۂ احسان ہوتا ہے جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے
ہین شعر بخشاى پسر کادمی زادہ صید ؛ باحسان توان کرد وحشی بقید ؛ تو جب کوئی شخص خطا کے سبب چٹ جاتا ہے وہ سلوک سے
راضی ہوجاتا ہے غرضکہ جب اس شخص کا دل مجرم کیطرف سے نرمی اور دوستی دیکھیگا تو معاف کرنے کیلیے راضی ہوجاویگا اور اگر
اسپر بھی اصرار معاف نہ کرنے پر کیے جاویگا تو مجرم کی نرمی اور معذرت منجملہ اُن حسنات کے ہوگی جنسے قیامت مین قصور کا عوض

ہو سکے مگر اہل حق کی خوشی اور رضامندی اور دلجوئی اور نرمی مین اسیقدر سعی کرے جتنی کہ اسکی ایذا مین کی تھی تاکہ مقابلہ کے وقت اگر
برابر خواہ زیادہ ٹھہرے تو قیامت مین عوض ہو سکے مثلاً اگر دنیا مین کوئی شخص کسیکا مال ضائع کردے اور اتنا ہی مال لاکر مالک
کو دے اور وہ نہ لے اور نہ اپنا مال معاف کرے تو حاکم اس مال کے لیے مالک کو اجازت لے لینے کی کردیگا خواہ اسکی مرضی ہو یا نہو
اسی طرح میدان قیامت مین جب احکم الحاکمین اور عادل تر منصفین کا حکم جاری ہوگا تو وہان بھی ایسا ہی حکم ہوگا بخاری اور
مسلم مین حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتون مین ایک شخص تھا جسنے
ننانوے لوگون کو قتل کیا تھا اسنے پوچھا کہ جہان مین سب سے بڑا عالم کون شخص ہے لوگون نے کہا کہ فلان راہب ہے وہ اسکے پاس
آیا اور کہا کہ مین نے ننانوے آدمی جان سے مار ڈالے ہین میری توبہ کبھی مقبول ہوگی راہب نے جواب دیا کہ نہین اسنے راہب کو
بھی مار ڈالا اور سو قتل پورے کیے پھر لوگون سے پوچھا کہ اب زیادہ عالم کون ہے لوگون نے تبلادیا کہ فلانا عالم ہے وہ اسکے پاس گیا
اور کہا کہ مین نے سو آدمی قتل کیے ہین میری توبہ مقبول ہوگی یا نہین عالم نے فرمایا کہ توبہ قبول ہونے کے واسطے کون چیز مانع ہے
جب توبہ کریگا قبول ہوگی تو فلانی سرزمین مین جا وہان کچھ لوگ خدا کی عبادت کیا کرتے ہین تو بھی انکے ساتھ عبادت کرنا اور اپنے
وطن مین نہ آنا کہ وہ زمین اچھی نہین وہ شخص جب نصف راہ طے کرچکا اسکو موت نے آلیا اب رحمت اور عذاب کے فرشتون مین بحث
ہوئی رحمت کے فرشتون نے کہا کہ یہ شخص تائب ہو کر دل سے متوجہ الی اللہ ہو کر آیا ہے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اور عذاب کے
فرشتون نے کہا کہ اسنے کبھی کوئی کام اچھا نہین کیا اسلیے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اس اثنا مین ایک اور فرشتہ بصورت انسان
وہان پہونچا دونون فریق نے اسکو اپنے معاملے کا پنچ کردیا اسنے کہا کہ دونون زمینون کا فاصلہ معلوم کرنا چاہیے جس طرف
کا فاصلہ کم ہو یہ اسی طرف شمار کرنا چاہیے جب فاصلہ دیکھا گیا تو جس زمین مین اسکو جانا منظور تھا اسکا فاصلہ کم ٹھہرا اسی جہت سے رحمت
کے فرشتون نے اس کی روح لے لی اور ایک روایت مین یون ہے کہ اس موضع صالح تک ایک بالشت کم نکلا تو اسکو لوگون مین محسوب
ہوا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس زمین کو دور ہونیکا اور اسکو قریب ہو جانیکا حکم کیا اور پھر فرشتونکو حکم فرمایا کہ دونون
کا فاصلہ دیکھو تو جس سرزمین کو جاتا تھا وہ ایک بالشت کم فاصلے پر تھی اسلیے معاف کردیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات کی صورت
اسی مین ہے کہ حسنات کا پلہ جھکا رہے گو ذرہ ہی سا ہو اسی جہت سے تائب کیواسطے کثرت سے حسنات کرنی ضرور ہین یہانتک بیان اس قصد
کا تھا جو زمانہ گذشتہ سے متعلق ہو اب جو قصد کہ زمانہ آئندہ سے متعلق ہے اسکو سننا چاہیے کہ تائب کو چاہیے کہ اللہ تعالی کے ساتھ عہد
مستحکم کرے کہ ان گناہون کیطرف کبھی رجوع نہ کرونگا اور نہ ان جیسونکا کبھی مرتکب ہونگا جیسے بیمار آدمی اپنے مرض مین یہ جانے کہ
فلان میوہ مجھکو ضرر کرتا ہے اور پکا ارادہ کرے کہ جبتک بیماری سے اچھا نہونگا کبھی میوہ نہ کھاؤنگا یہ ارادہ اسوقت تو پکا ہی ہوتا ہے گو ممکن
ہو یہ دوسرے وقت اسپر غلبہ شہوت ہو جاوے مگر تائب جب ہی کہلاویگا جب توبہ کیوقت ارادہ پکا کریگا اور تائب کو یہ بات ابتدا مین پوری
جب ہوگی جب گوشہ نشینی اور سکوت اور قلت غذا اور کمخوابی اور قوت حلال اختیار کریگا پس اگر اسکے پاس مال موروثی حلال موجود
ہو یا کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس سے بسر اوقات کے موافق حاصل کرلیتا ہے تو اسی پر اکتفا کرنی چاہیے اسلیے کہ حرام کھانا تمام گناہون

کی جڑ ہی اگر حرام خواری پر اصرار کیے جائیگا تو تائب کیسے ہوگا اور جو شخص غلہ اور لباس مین سے اپنی من مانتی چیزین نہین چھوڑ سکتا
اس سے مال حلال پر کفایت نہین ہو سکتی اور نہ مال شبہہ اس سے چھوٹ سکے بعض اکابر کا قول ہی کہ جو شخص خواہش کے چھوڑنے
مین سچا ہوا اور خدا کیواسطے سات دفعہ اپنے نفس پر جہاد کرے تو پھر اس مین مبتلا نہ ہوگا اور ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہین کہ
جو شخص گناہ سے توبہ کرکے سات برس تک پکا رہے تو پھر کبھی اس سے وہ گناہ نہوگا اور تائب کیواسطے یہ بھی ضروری ہی کہ اگر نجانتا
ہو تو جو چیز اسکو زمانہ آیندہ مین کرنی واجب ہی یا اسپر حرام ہی اسکو سیکھ لے تاکہ راہ راست پر چل سکے اور اگر عزلت اختیار نکریگا تو استقامت
جسکا نام ہی وہ بھی کامل نہوگی صرف یہ ہوگا کہ کچھ گناہون سے توبہ کرلیگا مثلاً شراب اور زنا اور غضب سے توبہ کرلی لیکن یہ مطلق توبہ نہین
بلکہ ایسی توبہ کو بعض لوگ کہتے ہین کہ درست ہی نہین اور بعض کہتے ہین کہ درست ہی اور درست کا لفظ اسجگہ مجمل ہی اسکی تفصیل چاہیے
اب ہم اول فرقہ سے پوچھتے ہین کہ تم جو نادرست کہتے ہو اس سے اگر تمہاری یہ غرض ہی کہ آدمی اگر بعض گناہون کو چھوڑدے تو
اسکے لیے مفید نہین بلکہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا دونون یکسان ہین تو یہ تمہاری صریح غلطی ہی اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ گناہون کی کثرت عذاب
کی کثرت کا سبب ہی اور انکی کمی موجب کمی عذاب کا ہی اور جو درست بتلاتے ہین انسے ہم پوچھتے ہین کہ اگر تمہاری یہ غرض ہی کہ بعض
گناہون سے توبہ کرنا موجب ایسے قبول کا ہی جس سے آدمی نجات اور فوز کے درجے کو پہونچ جاوے تو یہ بھی غلطی ہی کیونکہ نجات اور
فوز بحسب ظاہر سب گناہون کے چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہی اور خفیہ اسرار عفو الٰہی مین ہم کلام نہین کرتے مگر ظاہر کے اعتبار سے
قرین قیاس یہی ہی اب اگر فریق اول یون کہے کہ ہماری غرض نادرستی سے یہ ہی کہ توبہ ندامت کا نام ہی اور گناہ پر جو آدمی ندامت کرتا ہی
اسی جہت سے کرتا ہی کہ اسمین نافرمانی خدا تعالیٰ کی ہی مثلاً چوری پر چوری ہونے کی جہت سے ندامت نہین کرتا بلکہ اسوجہ سے کہ
معصیت الٰہی کا سبب ہی جب علت ندامت خدا کی نافرمانی ٹھہری تو پھر یہ نہین ہو سکتا کہ چوری پر ندامت کرے اور زنا پر نکرے
کیونکہ دونون مین خدا کی نافرمانی موجود ہی تو ندامت جیسا ایک پر چاہیے ویسا ہی دوسرے پر چاہیے مثلاً جو شخص اپنے بیٹے
کے تلوار سے مقتول ہونے پر درد کریگا چھری سے قتل ہونے پر بھی اسکو ضرور درد ہوگا اسلیے کہ درد صرف محبوب کے جانیکا ہے
وہ تلوار سے ضائع ہو جب گیا اور چھری سے ذبح ہو جب گیا اسیطرح بندے کو اپنے محبوب کے جاتے رہنے کا درد ہوتا ہے
اور نافرمانی سے محبوب جاتا رہتا ہی تو پھر کوئی سی نافرمانی ہو سب پر درد یکسان چاہیے ایک پر ہو اور ایک پر نہو اسکے کیا معنی اسیلیے
کہ ندامت اسی حالت کا نام ہی جو اس علم کے بعد آتی ہی کہ نافرمانی سے محبوب ہاتھ سے نکلجاتا ہی تو اب ممکن نہین کہ بعض گناہون پر تو یہ ندامت
ہو اور بعض پر نہو اور اگر یہ ممکن ہو تو اسکا بھی قائل ہونا پڑیگا کہ اگر کوئی شخص یون توبہ کرے کہ دو مٹکون مین سے ایک مٹکے کی شراب
سے توبہ کرتا ہون نہ دوسرے کی تو یہ توبہ درست ہو اور اگر یہ بات محال ہی اسوجہ سے کہ نافرمانی دونون مٹکون کی شراب مین
ایک سی ہی اور مٹکے صرف ظرف ہین انکے جدا ہونیسے حکم جدا نہین ہو سکتا اسیطرح چوری زنا وغیرہ سب گناہ اسباب نافرمانی
خدا کے ہین اور مخالفت امر سب مین مشترک ہے تو ہم جو توبہ کو نادرست کہتے ہین اسکے یہ معنی ہین کہ خدا تعالیٰ نے تائبون کیلیے
جس رتبے کا وعدہ کیا ہی وہ رتبہ بے ندامت نہین ملیگا اور ایک سی چیزون مین سے نہین ہو سکتا کہ ایک پر ندامت ہو

اور ایک پر نہو تو توبہ کا حاصل ہونا ندامت کے بعد ایسا ہی جیسا ایجاب وقبول کے بعد ملک حاصل ہوتی ہی اور جبتک ایجاب وقبول تمام نہین ہوتا تو معاملہ بھی نادرست رہتا ہی یعنی جو ثمرہ ملک کا اسپر مترتب ہونا چاہیے وہ نہین ہوتا اسیطرح جبتک ندامت اس جہت سے نہو گی کہ گناہ باعث نافرمانی ہین تب تک اسکا ثمرہ توبہ بھی نادرست ہو گی اور گناہون کا نافرمانی الٰہی ہونا سب معاصی کو شامل ہے کسی کی تخصیص نہین اور اسکی تحقیق یہ ہی کہ ترک اور ندامت مین فرق ہے صرف چھوڑ دینے کا ثمرہ تو یہ ہے کہ جس چیز کو چھوڑ دے گا اسیکا عذاب منقطع ہوجاویگا اور ندامت کا ثمرہ یہ ہی کہ پہلے گناہ کا کفارہ ہوتا ہی مثلاً اگر چوری چھوڑ دیگا تو جس چوری کو چھوڑیگا اسیکا عذاب بھی اسکو نہوگا یہ نہین ہوگا کہ پہلے جو چوری کی تھی اس چھوڑنے سے وہ بھی محو ہوجاوے بلکہ اسکے محو ہونے کیواسطے ندامت ضرور ہی تو یہ تقریر البتہ سنجیدہ ہی اور اسبات کو چاہیے ہے کہ منصف آدمی ایسی تفصیل بیان کرے جس سے صاف مطلب کھلجاوے اسیلیے ہم کہتے ہین کہ بعض گناہون سے توبہ کرنے کی تین صورتین ہین یا تو صرف گناہ کبیرہ سے ہو صغیرہ سے نہو یا صغیرہ سے ہو اور کبیرہ سے نہو یا بعض کبیرہ سے ہو اور بعض سے نہو صورت اول ممکن ہے اس طرح کہ توبہ کرنیوالا جانے کہ گناہ کبیرہ خدا کے نزدیک بڑے ہوتے ہین اور انسے اسکا غصہ جلد ہوتا ہی اور صغیرون پر عفو جلد راہ پاتا ہی تو اب ہوسکتا ہی کہ وہ شخص بڑے گناہون سے توبہ کرلے اور انھین پر نادم ہو جیسے کوئی بادشاہ کی حرم کے ساتھ کچھ قصور کرے اور اسکے جانور کو بھی مثلاً مارے تو اسکو حرم پر گستاخی کا خوف زیادہ ہوگا جانور کے مارنے کو حقیر جانے گا اور جتنا بڑا گناہ ہوتا ہی اور جسقدر اسکے باب مین خداے تعالیٰ سے دور کرنیکا اعتقاد زیادہ ہوتا ہی اسیقدر ندامت زیادہ ہوتی ہے اور شرع مین ایسا ہونا ہی ممکن ہے پہلے زمانون مین تائب بہت گذرے ہین حالانکہ کوئی ان مین معصوم نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کیلیے عصمت ضرور نہین اور اسکی مثال یہ ہی کہ کوئی طبیب بیمار کو شہد سے تو زیادہ ڈراوے اور شکر سے کم ڈراوے اور اسی طرح شکر کا بیان کرے جس سے مریض کو معلوم ہو کہ بعض مرتبہ کچھ بھی ضرر نہین کرتی تو بیمار مذکور طبیب کے کہنے سے شہد سے تو توبہ کریگا مگر شکر سے نہین کریگا اور اگر شہوت کے غلبہ مین دونونکو کھالیگا تو ندامت شہد کھانے پر کریگا شکر پر نہین کریگا غرضکہ اس صورت کا پایا جانا محال نہین دوسری صورت یہ ہی کہ بعض کبیرون سے توبہ کرے اور بعض سے نہ کرے یہ بھی ممکن ہی کیونکہ آدمی کے اعتقاد مین یہ بات ہوتی ہی کہ بعض کبیرہ بہ نسبت بعض کے شدید اور سخت ہین مثلاً کوئی شخص قتل اور غارت اور ظلم اور لوگون کے حق دبانے سے توبہ کرے اس خیال سے کہ حقوق عباد ہرگز فروگذاشت نہونگے اور جو حقوق صرف خدا تعالیٰ کے ہین انپر عفو آسکتا ہی غرضکہ جیسا کبیرہ اور صغیرہ مین فرق تھا اور اس لحاظ سے صورت اول ممکن ہوئی تھی ویسا ہی گناہ کبیرہ بھی ایک دوسرے سے شدت مین کم وبیش ہین اور ان مین خود بھی تفاوت متحقق ہی اور مرتکب کے اعتقاد کی رو سے بھی تفاوت ممکن اور اسی لحاظ سے آدمی کبھی ایسے گناہون سے بھی توبہ کرلیتا ہی جنکو تعلق بندون سے نہو مثلاً شراب پینے سے تائب ہوتا ہی زنا سے نہین ہوتا کیونکہ اس کو اسبات کا اعتقاد ہوتا ہی کہ شراب سب برائیون کی کنجی ہی اور اگر اسکے پینے سے عقل لغزش کھاجاویگی تو نادانستہ سب گناہون کا مرتکب ہوجاویگا تو جسقدر شراب خواری کی برائی اسکے ذہن مین جمیگی اسیقدر اسکو خوف پیدا ہوگا جس سے آگے کو نہ پیے اور

گذشتہ پر ندامت کرے تیسری صورت یہ ہی کہ ایک صغیرہ یا چند صغائر سے تو توبہ کرے مگر کبیرہ پر باوجود جاننے کے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے اصرار کیے جاوے مثلاً کوئی شخص غیبت سے یا غیر محرم کیطرف دیکھنے سے یا اور کسی ایسے ہی گناہ سے توبہ کرے مگر شرابخواری پر مصر ہو تو یہ صورت بھی ممکن ہی اور اسکے امکان کیوجہ یہ ہی کہ کوئی ایماندار ایسا نہین جو اپنے گناہون سے نہ ڈرتا ہو اور اپنے افعال پر ندامت نہ کرتا ہو کسی کو تھوڑی ہوتی ہی کسی کو زیادہ لیکن جسقدر گناہ مین اسکو لذت ہوتی ہی اسقدر خوف کے باعث دل مین رنج نہین ہوتا بلکہ لذت قوی ہوتی ہی اور خوف ضعیف اور وجہ خوف کے کم زور ہونے کی جہالت خواہ غفلت یا اور کوئی سبب ہوتا ہی اور غلبۂ شہوت اسباب سے لذت قوی رہتی ہی اسیواسطے گو ندامت ہوتی ہی مگر اتنی نہین ہوتی کہ اس سے آدمی تحریک عزم پر قادر ہو پس اگر شہوت قوی سے بچ رہے اور بمقابلۂ خوف شہوت ضعیف پڑے تو خوف غالب ہو کر شہوت کو دبالیگا اور اسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی معصیت کو چھوڑ دے اور کبھی فاسق کو شراب کی ایسی رغبت ہوتی ہی کہ اس سے صبر نہین کر سکتا مگر غیبت اور عیب جوئی اور غیر محرم کے دیکھنے کی خواہش چندان نہین ہوتی ہی اور خوف خدا اس درجے کا رکھتا ہی کہ رغبت ضعیف کا استیصال اس سے ہو سکتا ہی قوی کا نہین ہو سکتا تو اس خوف کے باعث عزم ترک ایسے افعال کا کر لیتا ہی جنکی رغبت کم ہوتی ہی اور اپنے دل مین کہتا ہی کہ اگر شیطان بعض گناہون مین غلبۂ شہوت کے باعث مجھپر غالب ہو گیا تو مجھے یہ نچاہیئے کہ اسی کے قابو کا ہو رہون اور باگ ڈھیلی چھوڑ دون بلکہ بعض گناہون مین تو اس سے مجاہدہ کرون اور غالب آؤن تاکہ شاید انھین مین غالب آنا کفارہ بعض گناہون کا ہو اور اگر فاسق کو یہ خیال نہو تو پھر نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا اسکا سمجھ مین نہین آتا۔ اور اگر اس سے یہ کہا جاوے کہ تو جو نماز پڑھتا ہی اگر غیر خدا کے لیے ہی تو ناجائز ہی اور اگر خدا کے واسطے ہی تو فسق کو بھی خدا کیواسطے چھوڑ دے کیونکہ خدا کا حکم دونون چیزون کو ایک سا ہی پھر نماز سے تقرب الی اللہ کا قصد کرنا اور ترک فسق سے نکرنا غیر ممکن ہی تو اسبات کا جواب وہ یہ دیگا کہ خدا تعالی نے میرے اوپر دو حکم کیے اور مین اگر دونون کو نمانون تو دو عذاب مجھپر ہون لیکن ایک امر کی بجا آوری مین تو مین قدرت شیطان کے دبانے کی رکھتا ہون اور دوسرے کی بجا آوری مین عاجز ہون تو جسمین قادر ہون اس سے شیطان کو مغلوب کرتا ہون اور اپنے مجاہدے سے مجھے توقع ہی کہ خدا تعالے اس مجاہدے کو کفارہ اس تقصیر کا کر دے جسمین مین عاجز ہون غرضکہ اسبات کے امکان مین کچھ شک نہین بلکہ ہر مسلمان کا یہی حال ہی کونسا مسلمان ہی جو جامع طاعت و معصیت کا نہو اور اسکی وجہ سوائے تقریر مذکورۂ بالا کے کچھ اور نہین اور جب یہ بات سمجھ چکے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خوف کا غالب آنا شہوت پر بعض گناہون مین ممکن ہی اور یہ کہ خوف اگر فعل گذشتہ سے ہو گا تو موجب ندامت ہو گا اور ندامت مورث عزم ہوتی ہی علاوہ ازین حدیث شریف جو مذکور ہے الندم توبة [۱] اسمین یہ شرط نہین کہ سب گناہون پر ندامت ہو اسیطرح دوسری حدیث التائب من الذنب کمن لاذنب لہ [۲] مین سب گناہون سے تائب نہین فرمایا اس تحقیق سے وہ قول مذکورۂ بالا جاتا رہا کہ دو مٹکون مین سے ایک مٹکے کی شراب سے توبہ کرنی غیر ممکن ہے اسوجہ سے کہ ان دونون کا حال شہوت کے باب مین اور خدا تعالی کے غضب مین گرفتار کرنیکے باب مین یکسان ہے۔ ہان یہ ہو سکتا ہی کہ آدمی شراب خواری سے توبہ کرے اور نبیذ سے نہ کرے اسلیے کہ غضب الہی کے اقتضا کے اعتبار سے ان دونون

۱ح پشیمان ہونا توبہ ہے ۱۲ پہلے گذری ۲ ۱۲ ح توبہ کرنیوالا گناہ سے ایسا ہی کہ جیسا کہ وہ شخص جسنے گناہ نہ کیا ہو ۱۲ پہلے گذر گئی

مین فرق ہی اسیطرح بہت گناہون سے توبہ کرے اور تھوڑے سے نکرے تو ہو سکتا ہی اسلیے کہ کثرت گناہون کو کثرت عقوبت مین تاثیر ہوتی ہی تو خوف زیادتی عقوبت سے بعض شہوتین خدا کیواسطے چھوڑ دیتا ہی اور جس خواہش مین اس خوف کا کچھ اثر نہین ہوتا اسکو نہین چھوڑتا جیسے کسی بیمار کو طبیب میوے کی ممانعت کردے تو وہ کم کھانے پر تو جرأت کر بیٹھتا ہی اور زیادہ پر جرأت نہین کرتا زیادتی طبیب کے کہنے کے بموجب چھوڑ دیتا ہی اور کم کو کچھ چندان مضر نہین جانتا اسواسطے اسکو نہین چھوڑتا۔ حاصل اس سے یہ ہوا کہ یہ بات غیر ممکن ہی کہ آدمی ایک چیز سے تو توبہ کرے اور اسکے مثل سے توبہ نکرے بلکہ ضرور ہے کہ جس سے توبہ کی ہو وہ مخالف ہو اسکے جس سے توبہ نہین کی خواہ مخالفت باعتبار شدت کے ہو یا باعتبار غلبۂ شہوت کے اور جب یہ فرق توبہ کرنے والے کے اعتقاد مین موجود ہوجاتا ہی تو اسی کے بموجب اسکا حال بھی خوف اور ندامت مین مختلف ہوتا ہی اور اسی سے ترک آئندہ کا حال بھی مختلف ہوتا ہے پس توبہ کرنے والا اگر گناہ گذشتہ پر نادم ہو اور عزم ترک کو نباہ وے تو ان لوگو نہین ملجاوے گا جنھون نے یہ گناہ منا کیا ہو گو اسنے طاعت آلہی سب اوامر و نواہی مین نہ کی ہو۔ اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اگر کوئی نامرد پہلے نامردی سے زنا کر بیٹھے اور حالت نامردی مین اس سے توبہ کرے تو اسکی توبہ درست ہوگی یا نہین تو اسکے سوال کا جواب یہ ہی کہ جائز نہوگی اسلیے کہ توبہ اس ندامت کا نام ہے جس سے عزم ترک ایسے افعال کا پیدا ہو جنکے کرنے کی آدمی کو قدرت ہی اور جنپر قدرت ہی نہین وہ خود بخود جاتے رہے کچھ اسکے چھوڑنے سے نہین گئے لیکن ایک بات ہی کہ اگر بعد نامردی کے اسکو اپنے زنا کے ضرر کی واقفیت اچھی طرح ہوئی اور اس جہت سے ایسی حسرت و ندامت جوش زن ہوئی کہ اگر بالفرض اسکو شہوت باقی بھی ہوتی تو اس ندامت سے جاتی رہتی یا مغلوب ہوجاتی تو ایسی صورت مین ہمکو توقع ہی کہ اسکا قصور معاف ہوجاوے اور یہ ندامت اسکا کفارہ ہوجاوے کیونکہ اسمین تو کچھ خلاف نہین کہ اگر پہلے نامردی کے توبہ کرلیتا اور توبہ کے بعد مرجاتا تو تائبون سے ہوتا گو اسپر کوئی ایسی حالت طاری نہین ہوئی جسمین ہیجان شہوت ہوتا اور قضاے شہوت کے سامان میسر ہوتے مگر اسکو تائب اسی نظر سے کہتے ہین کہ اسکی ندامت ایسے درجہ کو پہونچ گئی ہی کہ اگر بالفرض قصد زنا ظاہر بھی ہوتا تو ندامت کے سبب اس سے باز رہتا اس سے معلوم ہوا کہ نامرد کے حق مین ندامت کا اس درجے کو پہونچنا محال تو نہین مگر یہ کہ اسکو اپنے نفس کا حال معلوم نہین اسلیے کہ جو شخص کسی چیز کی خواہش نہین رکھتا وہ اپنے نفس کو ادنیٰ خوف سے اسکے ترک پر قادر فرض کرلیتا ہی حالانکہ خدا تعالے اسکے دلکا حال اور مقدار ندامت کو خوب جانتا ہی شاید اسکی توبہ قبول کرلے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ قبول فرماوے۔ اور حاصل اس سب کا یہ ہی کہ گناہ کی تاریکی دل سے دور ہونے کیلیے دو باتین چاہئین اول سوزش ندامت دوم ترک معصیت کے لیے آئندہ کو مجاہدے کی شدت اور صورت مفروض مین زوال شہوت کی جہت سے مجاہدہ نہین ہو سکتا لیکن اگر ندامت ہی اتنی قوی ہو کہ بدون مجاہدے کے گناہ کی ظلمت دور کردے تو کچھ محال نہین اور اگر ایسا نہو تو اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ تائب کی توبہ جب قبول ہوتی ہی جب بعد توبہ کے کچھ دنون زندہ رہے اور ان دنون مین چندبار عین اس قصور کی تمنا مین اپنے نفس پر مجاہدہ کرے الا ظاہر شرع سے ہرگز یہ شرط مفہوم نہین ہوتی۔ اب اگر دو تائب فرض کیے جاوین جن مین سے ایک کو تو میل گناہ کیطرف نہین رہا اور ایک کو خواہش ہی مگر وہ نفس پر مجاہدہ کرکے اسکو روکتا ہی تو انکے ایک دوسرے کی فضیلت مین علماء کا

اختلاف ہی احمد بن ابی الحواری اور ابو سلیمان دارانی کے ہمراہی تو مجاہد کو افضل تبلاتے ہین اسوجہ سے کہ اسکو توبہ کے ساتھ مجاہدے کی زیادتی ہی اور علماے بصرہ اول شخص کو افضل تبلاتے ہین اس نظر سے کہ وہ اگر توبہ مین سستی بھی کرے تو سلامتی کیطرف قریب ہی بہ نسبت مجاہد کے کہ اسمین مجاہدے کی ایک بیخ لگی ہوئی ہی اور ان دونون فریق کے قول مین کچھ ایک راستی ہی مگر نفس الامر اچھی طرح کسی مین بھی نہین اور اسباب مین تحقیق یہ ہی کہ جس شخص کا میل گناہ کیطرف نہین رہا اسکی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ نفس شہوت کے قصور سے میل نہ رہا ہو تب تو ایسے شخص سے مجاہد ہی افضل ہی کیونکہ گناہ کو مجاہدے سے چھوڑنا اسبات کی دلیل ہی کہ یہ شخص ٹرا زبردست ہی اور اسکا دین شہوت پر غالب ہی تو ظاہر ہی کہ اسکا یقین بھی قوی ہوگا اور دین بھی اور دین کے قوی ہونے سے ہماری غرض اس ارادہ کا قوی ہونا ہی جو یقین کے اشارے سے پیدا ہوتا ہی اور اس شہوت کی بیخ کنی کرتا ہی جو شیاطین کے اشارے سے پیدا ہوتی ہی غرضکہ مجاہدے سے دین و یقین کی قوت یقینًا معلوم ہوتی ہی باقی رہی یہ بات کہ بے خواہش والا سلامتی کیطرف زیادہ قریب ہی اسلیے کہ اگر توبہ مین سستی کرے تو گناہ نکریگا تو یہ درست ہی مگر افضل کا لفظ استعمال کرنا اس مقام مین صحیح نہین بلکہ ایسا ہی جیسا کوئی کہے کہ نامرد افضل ہی مرد سے اسلیے کہ نامرد شہوت کے خطرے سے مامون ہی اور لڑکا افضل ہی بالغ سے اسوجہ سے کہ وہ اسلم ہی اور مفلس آدمی اس بادشاہ سے افضل ہی جو اپنے دشمنونکی استیصال کرتا ہی اسلیے کہ مفلس کا کوئی دشمن ہی نہین اور بادشاہ کو یہ خطرہ موجود ہی کہ اگر آپ چند بار غالب ہوگا تو ایک روز مغلوب بھی ہوگا اسطرح کی باتین ایسے شخص کیا کرتے ہین جو سیدھے سادے ہون اور ظاہر ہی پر اپنی نظر رکھتے ہون اور یہ نجانتے ہون کہ عزت اور برتری خطرے کی جگہونمین گھسنے سے حاصل ہوتی ہی ہر جا کہ گل ست آنجا خار ست خود مشہور ہی بلکہ ان لوگون کا قول ایسا ہی جیسا کوئی کہے کہ جس شکاری کے پاس گھوڑا اور کتا نہ ہو وہ فن شکار مین افضل ہی اس شخص کی نسبت جسکے پاس یہ دونون ہون اسلیے کہ گھوڑے اور کتے والے کو یہ خطرہ موجود ہے کہ گھوڑا شرارت کرکے کہین ٹپک دے اور ہاتھ پانون توڑ دے اور کتا شرارت کرکے کہین کاٹ کھائے حالانکہ یہ بات غلط ہی صحیح یہی ہی کہ گھوڑے اور کتے والا جب زبردست ہوگا اور ان دونونکو سدھانا جانتا ہوگا وہ رتبے مین دوسرے سے اعلی ہوگا اور شکار ملنا اسیکو زیبا ہوگا۔ دوسری حالت یہ ہی کہ نہونا میل گناہ کا اسوجہ سے کہ یقین قوی ہوگیا ہو اور اولی مجاہدہ سچا کرکے شہوت کا استیصال کردیا ہو یہان تک کہ شریعت کے ادب کی محکوم ہوگئی ہو اور بدون اشارہ دین کے ہیجان مین نہ آتی ہو اور غلبۂ دین کے باعث ساکن ہوگئی ہو تو ایسا شخص البتہ اسکی نسبت اچھا ہی جسکو ہیجان شہوت کا رنج کھینچنا پڑتا ہی اور یہ جو کہتے ہین کہ ایسے شخص کو مجاہدے کی زیادتی ہی تو انکو مقصود مجاہدہ کی خبر نہین ورنہ ایسا نہ کہتے اصل یہ ہی کہ مجاہدہ خود تو مقصود نہین بلکہ اس سے دشمن کا اپنے آپ سے علیحدہ کرنا منظور ہی تاکہ وہ اپنی شہوات کیطرف نہ کھینچ لیجاوے اور اگر کھینچ نہ سکے تو راہ دین کے چلنے سے نہ روکے پس اگر دشمن کو دبا پایا اور مقصود حاصل ہوگیا تو تمہاری جیت ہی اور اگر اس سے لڑائی جھگڑا قائم ہی تو فتح نہین ہوئی ابھی دلی دور ہی مثلاً اگر ایک شخص دشمن کو پکڑ کر غلام بنائے اور ایک ابھی اپنے دشمن سے لڑتا ہی اور طریق نجات نہین جانتا تو ظاہر ہی کہ اول شخص نہایت اعلی ہوگا اسیطرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا سدھاوے کہ دونون اسی کی

حرکات ناشائستہ چھوڑ کر اسکے پاس سو رہین اور دوسرا شخص انکی تادیب ہی مین ابھی مشغول ہو تو رتبے مین اول ہی شخص بڑھکر ہوگا اور اسباب مین بعض لوگون نے غلطی کی ہو انھون نے یہ سمجھ لیا کہ مقصود اعلےٰ صرف مجاہدہ کرنا ہے اور یہ نہ جانا کہ مجاہدہ صرف اسلیے ہو کہ راستے کے عوائق سے نجات ہو جاوے اور بعض لوگون کو یہ گمان ہو گیا کہ مقصود یہ ہو کہ شہوات کی بیخ کنی ہو اور بالکل انکو نابود کر دیا جاوے اور اسی گمان پر انھون نے اپنے نفس کا امتحان لیا اور جب یہ بات نہ حاصل ہوئی تو اسبات کے قائل ہوئے کہ یہ امر محال ہو اور شریعت کو جھوٹا جانا اور اباحت کا راستہ اختیار کیا اور شہوات کے اتباع مین ڈھیلی باگ کر دی حالانکہ یہ سب باتین جہالت اور گمراہی کی ہین اور اسکی تقریر ہمنے جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین لکھی ہو اب اگر یہ کہو کہ ایک تائب تو اپنے گناہ کو بھول گیا اور اسکا ذکر نہین کرتا اور دوسرے نے گناہ کو پیش نظر کر رکھا ہو اور ہمیشہ اسکو سوچکر ندامت کی آگ مین جلتا رہتا ہے تو ان دونون مین افضل کونسا شخص ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ اسباب مین بھی لوگ مختلف قول کہتے ہین بعضون کا قول تو یہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہی ہو کہ آدمی اپنے گناہ کو پیش نظر رکھے اور بعض یہ کہتے ہین کہ توبہ اسکا نام ہے کہ گناہ کو نسیاً منسیا کر دے اور یہ دونون قول ہمارے نزدیک درست ہین مگر دو حالون سے متعلق ہین اور صوفیون کے کلام مین ہمیشہ قصور رہتا ہی اسواسطے کہ انمین ہر ایک کی یہ عادت ہو کہ صرف اپنے نفس کا حال بیان کیا کرتے ہین دوسرے کے حال سے انکو غرض نہین ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف سے جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہین اور علم کے اعتبار سے یہ بات صوفیونکی داخل نقصان ہو کیونکہ اشیا کی اصل حقیقت کو جاننا افضل و اعلےٰ ہی لیکن اگر ہمت و ارادہ کی نظر سے انکے قول کو دیکھو تو کامل ہو بایں وجہ کہ جب آدمی اپنے ہی نفس کو دیکھتا رہیگا تو اسکو دوسرے کے حال سے غرض نہو گی کیونکہ طریق الی اللہ اسکے حق مین اسکا نفس ہو اور منازل اس راستے کے نفس کے حالات ہین تو اس نظر سے دوسرے کے حالات جاننے کی کچھ ضرورت نہین اور کبھی مبتدی کا راستہ خدا کیطرف سیکھنے سکھانے سے ہوتا ہی اسلیے کہ اسکی طرف راستے بہت ہین گو بعضے نزدیک ہین اور بعضے دور اور اصل ہدایت مین سب شریک ہین مگر خدا کو معلوم ہو کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہو اب ہم کہتے ہین کہ گناہ کا سامنے رکھنا اور اسپر درد کرنا مبتدی کے حق مین کمال ہو اسلیے کہ اگر مبتدی گناہ کو بھولجاویگا تو اسکو خوب سوزش نہو گی اور اسیوجہ سے اسکا ارادہ بھی قوی نہو گا اور شوق زیادہ نہ ابھریگا اور اگر گناہ کو یاد رکھیگا تو اسکا خوف و اندوہ اسبات کا مقتضی ہو گا کہ پھر ویسی حرکت نہ کرے غرضکہ یاد رکھنا گناہ کا مبتدی غافل کی نسبت داخل بکمال ہو اور سالک طریق کے لیے نقصان ہو اسلیے کہ یاد کرنا بھی ایک شغل مانع راہ چلنے کا ہی سالک طریق کو سوا راہ چلنے کے اور طرف دھیان ہی نچاہیے مثل مشہور ہو کہ راہ بے کاٹے نہین کٹتی اگر سالک کی نظرون مین پہونچنے کے آثار معلوم ہون اور انوار معرفت اور غیب کی چمک منکشف ہو جاوے تو اسمین مستغرق ہو جاویگا اور پھر اسکو یہ گنجائش نہو گی کہ اپنے پہلے حالات پر التفات کرے یہ درجہ کمال کا ہو بلکہ اگر کوئی مسافر اپنے راستے مین نہر پاوے کہ جسکا پل پہلے سے توڑ ڈالا اور پھر پار اترنے کے واسطے مدت تک حیران و پریشان رہے اور کسیوجہ سے پار اتر کر نہر کے کنارے بیٹھکر رونا شروع کرے کہ ہاے افسوس مین نے اسکا پل کیون توڑا تھا تو اس رونے سے اور زیادہ ہرج ہو گا اترنے مین جو دقت ہوئی اس سے یہ ہرج علاوہ ہے ہان اگر پار اترنے

کے وقت سفر کا وقت نہ ہے مثلاً رات کا وقت ہو کہ اسمین نہین چل سکتا یا راستے مین اور بہت سی نہرین ہون جنکے پار ہونے مین
رات کو خطرہ ہو تو اسوقت اگر رات کو نہر کے کنارے بیٹھکر خوب سا اندوہ و ملال و گریہ و زاری پل توڑنے کے لیے کرے تاکہ پھر ویسی
حرکت کبھی عمل مین نہ لاوے تو کیا مضائقہ ہو لیکن اگر اسکو ایک ہی خرابی مین اسقدر تنبہ ہو گیا ہو جس سے اسکو اعتماد ہو کہ پھر ایسی حرکت
نہ کرونگا تو ایسے شخص کے حق مین راہ کا چلنا ہی بہتر ہو اسبات سے کہ پل کے توڑنے کو یاد کرکے روتا رہے اور وہان ہی کا ہو رہے اور
یہ بات وہی شخص جانتا ہو جو طریق اور مقصد اور عائق اور چلنے کے طور کو جانتا ہو اور ان امور کو ہمنے اشارۃً باب علم مین اور
جلد ثالث مین بیان کیا ہو بلکہ ہمارے عندیے مین تو دوام توبہ کی شرط یہ ہو کہ آدمی آخرت کی دولت کو بہت سوچتا رہے تاکہ رغبت آخرت
اور زیادہ ہو لیکن اگر جوان آدمی ہو تو ایسی چیزون مین جنکا نظیر دنیا مین موجود ہو مثلاً حور و قصور مین بہت فکر نہ کیا کرے کیونکہ اس
فکر سے کبھی رغبت مجازی حور و قصور کی پیدا ہو جاتی ہو حقیقی کیطرف نہین رہتی مناسب یہ ہو کہ صرف فکر لذت دیدار الٰہی کیا کرے
جسکا نظیر دنیا مین نہین اسیطرح گناہ کا یاد کرنا بھی کبھی محرک شہوت ہوتا ہو اور مبتدی کو اس سے نقصان ہوتا ہو اسیوجہ سے بھول جانا
گناہ کا مبتدی کے حق مین افضل معلوم ہوتا ہو اور ایسا نہو کہ اس تحقیق کی تصدیق مین تمکو باینوجہ تامل ہو کہ حضرت داؤد علیہ السلام
نے اپنے گناہ پر گریہ و نوحہ کیا تھا اسلیے کہ اپنے نفس کو انبیاء کے نفس پر قیاس کرنا بڑی کج فہمی ہو کیونکہ انبیا اپنے اقوال و افعال مین کبھی
اس درجہ کی کمی کرتے ہین جو انکی امت کے حال کے لائق ہو اس نظر سے کہ انکی بعثت صرف امت کے ارشاد کیلیے ہو تو جس فعل و قول سے
کہ امت دیکھکر منتفع ہو وہ انکو کرنا پڑتا ہو گو انکے درجے سے وہ اتر کر ہو دیکھو بعض شیوخ ایسے تھے کہ اپنے مرید کو جو ریاضت بتلاتے
تھے اسکو آپ بھی اسکے ساتھ کرتے تھے گو انکو اسکی حاجت نہ تھی وہ مجاہدہ اور تادیب نفس سے فارغ تھے مگر انکا یہ فعل اسوجہ سے تھا کہ
مرید کو ریاضت سہل ہو جاوے اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہو انی لا انسی ولکنی انسی لاشرع اور ایک روایت مین ہو کہ انما
اسہو لاسن اور اس امر کا تعجب نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ امت انبیا کے سایۂ لطف مین ایسی ہوتی ہو جیسے لڑکا اپنے باپ کے ظل
عاطفت مین ہوتا ہو یا جیسے مواشی اپنے چرواہے کے سایۂ حمایت مین ہوتے ہین باپ اپنے بیٹے کو جب بولنا سکھاتا ہو تو جانتے
ہی ہو کہ کیسی اپنی آواز توتلاتا ہو مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسنؓ کو جبکہ انھوں نے چھوہارا صدقے کا اٹھا کر لڑکپن
مین اپنے منھ مین رکھ لیا آپنے فرمایا کخ کخ یعنی چھی چھی حالانکہ آپ کی فصاحت اسبات سے قاصر نہ تھی کہ کوئی اور لفظ فصیح چھوہارے
کے پھینکنے کیلیے فرماتے مگر چونکہ آپ نے جان لیا تھا کہ ہماری گفتگو نہ سمجھینگے تو فصاحت کو ترک فرما کر انکی ہی سی توتلی زبان کرکے
ارشاد فرمایا اسیطرح جو شخص بکری یا کسی پرند کو تعلیم کرتا ہو تو انکے لیے سیٹی یا اور آواز مثل بہائم و پرند کے استعمال کرتا ہو تاکہ انکے
سکھلانے مین سہولت ہو۔ اسطرح کے دقائق سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ مقام ایسا ہو کہ اسمین عارفون کے قدم
لغزش کھا جاتے ہین غافلون کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور الطاف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

دوسرا بیان دوام توبہ مین لوگون کے اقسام کا جاننا چاہیے کہ توبہ کرنیوالے توبہ کے باب مین چار طبقہ ہین اول طبقہ
توبہ ہے کہ گناہگار گناہ سے توبہ کرکے آخر عمر تک اسی پر جما رہے جو کچھ پہلے قصور کیا ہو اسکا تدارک کرے اور گناہون کے

آخر تک رہے ... سرمین تو دو سین چھپون ... ملکہ بھلا دیا جاتا ہون ... جسکے لیے بنا ... ہاں لاد دمین ... آلک ... رسل اور ... تو دنیا ... تکبیر کرو ... مرکا ... کیونکہ صحیح منقول اور ... من ... ہون ... من ... بیٹے ... ہوتے ... چھی ... بھولون ... پیرو ... مخالفت نہیں ہو ... [illegible]

یہ تحقیق ... ہی قوال کا ... کیونکہ ... ہوتا ہے فافہم ۱۲
امیر علی عفی عنہ
۲ ح مین ... بھولتا ہون کہ سنت مقرر کرون ۱۲ ح
بخاری ... ابوہریرہ ۱۲ ۵
۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

دوبارہ کرنیکا خیال بھی دل مین نہ لاوے سوائے اُن لغزشون کے جنسے کہ آدمی بشر طیکہ نبی نہو بحسب عادت خالی نہین ہوتا اور کسی گناہ کا خطرہ نہ گذرے پس توبہ پر جمار ہنا اسیکا نام ہی اور ایسے ہی تائب کو کہتے ہین کہ خیرات مین آگے نکل گیا اور اپنی برائیون کو بھلائیون سے بدل لیا اسی توبہ کو توبۂ نصوح کہتے ہین اور ایسے ہی نفس کو نفس مطمئنہ بولتے ہین جو اپنے پروردگار کے سامنے ایسی طرح جاویگا کہ یہ اس سے راضی اور وہ اس سے خوش اور ایسے ہی لوگون کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین سبق المفردون المستہترون بذکر اللہ تعالیٰ وضع الذکر عنہم اوزارہم فوردوا القیامۃ خفافاً کیونکہ اسمین یہ اشارہ ہی کہ انپر بوجھ تھا مگر ذکر نے انکا بوجھ اتار دیا پھر اس طبقے کے کئی مراتب ہوسکتے ہین مثلاً بعض تو ایسے ہونگے کہ جسوقت توبہ کی اسوقت اسکی شہوات معرفت کے قہر مین دبگئین اب نہ ان کو اس کے نفس سے چندان نزاع ہی نہ سلوک طریقت کیلئے اس سے مزاحمت اور بعض ایسے ہونگے کہ شہوات کا نزاع انکے نفس سے رہیگا مگر وہ مجاہدۂ نفس اور رد شہوات مین تاخیر دیر کرتا ہی پھر نزاع کے درجات بھی باعتبار کثرت اور قلت اور اختلاف مدت اور اختلاف نوع کے متفاوت ہین اسیطرح عمر کی کمی بیشی سے بھی تفاوت ہوجاتا ہی مثلاً بعض آدمی ایسے ہوتے ہین کہ توبہ کرتے ہی مرجاتے ہین ایسون کے حال پر غبطہ ہوتا ہی کہ سلامت چلے گئے اور کچھ فتور توبہ مین نہ ہوا اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ توبہ کے بعد مدتون جیتے ہین اور نفس پر مجاہدہ اور صبر کرتے ہین اور توبہ پر جمے رہتے ہین اور بہت سے حسنات بجالاتے ہین ایسے لوگون کا حال اعلیٰ اور افضل ہی اسواسطے کہ ہر ایک خطا کے مٹانے کیلیے ایک نیکی ہوتی ہی بلکہ بعض علما کا تو یہ قول ہی کہ گناہگار جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہی وہ جبتک محو نہین ہوتا جبتک عاصی دس بار اس گناہ پر قدرت پاکر خدا کے خوف سے اپنی شہوت نہ توڑ دے ہرچند یہ شرط لگانی دور از قیاس ہی الا اگر ایسی صورت ہو تو اسمین شک نہین کہ اسکی تاثیر بڑی ہوگی پھر بھی مرید کمزور کو نچاہیے کہ اس خیال پر چلے یعنی اول شہوات کو ہیجان مین لاوے اور سب اسباب موجود کرلے یہانتک کہ قدرت گناہ کرنے کی بخوبی ہوجاوے پھر طمع کرے کہ مین اس سے محفوظ رہون تو ایسا نکرنا چاہیے اسلیے کہ ایسی صورت مین غالب یہی ہی کہ شہوت کی باگ اپنے اختیار سے باہر ہوجاوے اور توبہ کو توڑ کر گناہ مین مبتلا ہو بلکہ ایسے شخص کے حق مین توبہ کا طریق یون مناسب ہی کہ اسباب پیدا کرنے سے گریز کرے جنسے کہ گناہ آسان ہوجاتا ہی یہانتک کہ راہ شہوت اسکے نفس پر بالکل بند ہوجاوے اور اسکے ساتھ ہی جتنا ہوسکے شہوت کے توڑنے مین کوشش کرے تاکہ اسکی توبہ محفوظ رہے

دوسرا طبقہ ایسا توبہ والا ہی جو اصول طاعات کی بجا آوری اور کل گناہ کبیرہ کے ترک پر استقامت کرے مگر تاہم ایسے گناہون سے خالی نہین جو اس سے بے قصد و ارادہ صادر ہوجاتے ہین یعنی اپنے کام کاج مین ان گناہو نمین پھنس جاتا ہی یہ نہین کہ پہلے سے انکا ارادہ پختہ کیا ہوا ور جب کبھی اس سے اسطرح کا گناہ سرزد ہوتا ہی تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہی اور شرمندہ ہوتا ہی اور افسوس کرتا ہی اور نئے سرسے ارادہ مصمم کرتا ہی کہ اب اُن اسباب سے بچتا رہونگا جو مجھے گناہون مین مبتلا کردین ایسے نفس کو نفس لوامہ کہنا زیبا ہی اسلیے کہ جو احوال ذمیمہ آدمی پر بے قصد و ارادہ آجاتے ہین انپر اسکو ملامت کرتا ہی ہرچند طبقۂ اول اعلیٰ تھا اس طبقے کے عالی رتبہ ہونے مین بھی تامل نہین اور اکثر تائبون کا حال ایسا ہی ہوتا ہی اسلیے کہ بدی انسان کی سرشت مین خمیر ہی اس سے جدا ہونا قریب بمحال ہی الا انسان

۱ حدیث [illegible] ترمذی [illegible] ۱۲

سے اتنا ہو سکتا ہی کہ کوشش کر کے اپنی خیر بہ نسبت شر کے زیادہ کر لے یہانتک کہ پلہ حسنات بھاری ہو جاوے مگر پلہ بدیون کا بالکل خالی رہنا نہایت مشکل ہی بہرحال ایسے لوگون کیلیے خدا تعالیٰ نے وعدہ عمدہ فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ پس جو صغیرہ کہ آدمی سے بیدل جائے سرزد ہو جاوے چاہیے کہ وہ لمم مین داخل ہو جو معاف ہی اور فرمایا والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم پس باوجود لوگون کے ظلم کرنے کے اپنی جانون پر جو انکی ثنا فرمائی اسیوجہ سے ہی کہ ان لوگون نے بعد کو ندامت کی اور اپنے نفس کو ملامت اور اسی جیسے رتبے کیطرف اشارہ ہی اس حدیث شریف مین جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین خیارکم کل مفتن تواب اور دوسری حدیث مین ہی المومن کالسنبلۃ یفئی احیانا ویمیل احیانا اور ایک حدیث مین ہی کہ ایماندار کے لیے یہ ضروری ہی کہ کبھی کبھی گناہ کا مرتکب ہو جاوے ان سب روایات سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ اس مقدار قصور سے توبہ نہین ٹوٹتی اور نہ ایسے قصور والا زمرے مین اصرار کرنیوالون کے داخل ہی اور جو شخص ایسے لوگون کو درجہ تائبین سے مایوس کرے وہ ایسا ہی جیسے کوئی طبیب کسی ایسے شخص تندرست کو کہے جو میوے اور گرم غذا کبھی کبھی کھالیتا ہو اور مداومت انپر نہ کرتا ہو کہ تو ہمیشہ اچھا نہ رہیگا یا کوئی فقیہ کسی طالب فقہ کو مایوس کردے کہ تجھکو فقہا کا درجہ نہ ملیگا اسوجہ سے کہ تو کبھی کبھی سبق کو دہراتا نہین نہ یاد کرتا ہی حالانکہ اس سے یہ امر بہت کم اور تھوڑے ہی وقت کیلیے اتفاقاً ہو جاتا ہی پس ایسے کو مایوس کرنا نہ چاہیے اور نہ ظاہر ہوگا کہ فقیہ اور طبیب خود ناقص ہین ولیکن کا فقیہ اسے کہتے ہین جو خلق کو اسوجہ سے کہ انسے لغزشین ہوتی ہین اور گناہ کرتے رہتے ہین درجۂ سعادت پر پہونچنے سے مایوس نہ کرے دیکھو حدیث شریف مین وارد ہے کل بنی آدم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون المستغفرون اور فرمایا المومن واہ راقع فخیرھم من مات علی رقعتہ یعنی گناہون کے سبب اپنے ایمان کو پھاڑتا ہی اور توبہ اور ندامت سے پھر پیوند لگاتا ہی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی اولئک الذین یوتون اجرھم مرتین بما صبروا ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اسمین یہ وصف بیان کیا کہ خطا کے بعد نیکی کرتے ہین یہ نہین فرمایا کہ بالکل خطا نہین کرتے

تیسرا طبقہ یہ ہی کہ توبہ کر کے ایک مدت تک اسپر جما رہے پھر کسی گناہ کی خواہش اسپر غالب ہو جائے اور اسکو قصداً وبارادہ کر بیٹھے اسوجہ سے کہ اس خواہش کے دبانے سے عاجز ہی مگر باوجود اسکے طاعات کی بجاآوری ہمیشہ کرتا رہتا ہی اور گناہون کا بھی باوجود قدرت وخواہش کے تارک ہی صرف ایک خواہش یا دو خواہشون سے مجبور ہی کہ وہ اسپر غالب آجاتی ہی تاہم یہ چاہتا ہی کہ اگر خدا تعالیٰ مجھکو اس شہوت کے روکنے پر بھی قادر کر دے تو کیا خوب ہو یہ آرزو تو قبل معصیت ہو اور بعد سرزد ہونے خطا کے اسپر نادم ہو اور کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو مین اس کام کو نہ کرتا اور اب مین مجاہدہ نفس پر کر کے اسکو اس شہوت سے روکونگا اور اس خطا سے توبہ کرونگا مگر اسکا نفس ٹالتا رہتا ہی اور آجکل کیا کرتا ہی اسطرح کے نفس کو وہ نفس سمجھنا چاہیے جسکا نام مسولہ ہی اور ایسے لوگ وہ ہین جنکی شان مین

خداتیعالی ارشاد فرماتا ہو واٰخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملاً صالحاً واٰخر سیئا تو ایسا شخص جوکہ اپنی طاعات پر مداومت رکھتا ہے اور اپنے کردار کو برا جانتا ہو اس نظر سے تو توقع ہو کہ خداتیعالی اسکی توبہ قبول فرماوے مگر بدین لحاظ کہ توبہ مین تاخیر اور لیت و لعل کرتا ہو اسکا انجام پُرخطر ہو کیا معلوم ہو جو موت پہلے ہی توبہ سے آدبائے پھر جو خداکو منظور تھا ویسا ظہور مین آوے یعنی اگر خداتیعالی نے اپنے فضل سے اسکا تدارک کیا اور اسکے جبر نقصان کے لیے قبول توبہ سے سرفراز فرمایا تو وہ شخص زمرۂ سابقین مین لاحق ہوگا اور اگر خدانخواستہ بدبختی غالب ہوگی اور شہوت دبالیگی تو یہ خوف ہو کہ کہین اسپر خاتمے کے وقت قول ازلی صادق نہ آجائے کیونکہ یہ معمول ہو کہ اگر کسی طالبعلم سے ایسی باتون سے نہ بچا جاوے جو مانع تحصیل ہین تو اس سے یہی سمجھا جاویگا کہ اسکی قسمت مین علم نہین اور اگر اسکے لیے سامان تحصیل کا سب خاطر خواہ میسر ہو تو دلالت اسپر ہوگی کہ ازل مین اسکا نام عالمون مین لکھا ہوگا یہ حال آخرت کی سعادت حسنات سے اور وہان کا عذاب سئیات سے ایسے متعلق ہین جیسے مرض اور صحت غذا اور دوا سے مرتبط ہین یا حاصل ہونا فقہ کا جس سے دنیا کے مراتب علے ملتے ہین کاہلی کے ترک کرنے اور نفس کو ہمیشہ فقہ کا عادی رکھنے سے متعلق ہو پس جس طرح کہ منصب ریاست اور قضا اور علم مین بڑہنا اسی نفس کو حاصل ہوتا ہو جو مدت تک فقہ سیکھنے مین لگا رہا ہو اور فقیہ ہوگیا ہو اسیطرح ملک آخرت اور اسکی دولت اور خداتیعالی کی نزدیکی سے وہی دل مشرف ہوتا ہو جو مدت تک محنت کرکے پاک وصاف ہوا ہو خداے تعالی نے اپنی تدبیر ازل سے اسیطرح مقرر فرمائی ہو اور اسیواسطے ارشاد فرمایا ونفس وما سوٰیہا فالہمہا فجورہا وتقوٰیہا قد افلح من زکٰیہا وقد خاب من دسٰیہا پس جب بندہ کسی گناہ مین مبتلا ہوا اور گناہ نقد اور توبہ ادھار ہو تو یہ علامت رسوائی کی ہو اور ایک حدیث مین وارد ہو کہ بندہ ستر برس تک عمل اہل جنت کا سا کیا کرتا ہو یہانتک کہ لوگ اسکو جنتی کہنے لگتے ہین اور اسمین اور جنت مین صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہو لیکن نوشتۂ ازلی غالب ہوتا ہو پھر وہ شخص دوزخیون کے سے کام کرتا ہو اور دوزخ مین جاتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ خوف خاتمے کا توبہ سے پیشتر ہو اور ظاہر ہو کہ ہر ایک سانس آدمی کی عمر گذشتہ کا خاتمہ ہو کیونکہ ممکن ہو کہ اسی سانس سے موت ملی ہوئی ہو اسلیے ضرور ہوا کہ انفاس کی محافظت کیجاوے ورنہ ممنوع خیر مین مبتلا ہو جاویگا اور حسرت دائمی ایسے وقت مین کریگا جب وقت کچھ فائدہ نہو شعر

کرلے غافل زندگی مین نیکی جتنی ہو سکے ؛ ورنہ وقت نزع تو ارمان ہی لیجائیگا ؛

چوتھا طبقہ وہ ہو کہ توبہ کرکے کچھ روز جارہے پھر گناہ کا یا گناہون کا مرتکب ہو بدون اسکے کہ دلمین توبہ کرنے کا خیال ہو یا گناہ کرلے پر افسوس نہو بلکہ غافل آدمی کی طرح اتباع شہوت مین ڈوبا رہے تو ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنیوالون کے زمرے مین ہو اور اسکا نفس امارہ بالسوء یعنی بدی کا حکم کرنیوالا ہو اور خیریت سے بھاگنے والا ایسے شخص پر خوف انجام کے برا ہونیکا ہو خدا جانے کیا ہو اگر معاذ اللہ برائی پر خاتمہ ہوا تو ایسا بدبخت ہوگا جسکی بدبختی کی کچھ انتہا نہین اور اگر بھلائی پر انجام ہوا یہانتک کہ توحید پر مرا تو اسکو توقع دوزخ کی آگ سے رہائی ہوگی گو کچھ مدت کے بعد ہو اور یہ بھی محال نہین کہ خداتیعالی کسی سبب خفیہ کے باعث جسکی اس شخص کو اطلاع نہو اسکو معاف فرماوے جیسے کوئی شخص کسی اجاڑ جگہ مین جاوے اس نیت سے کہ خزانہ پاوے تو محال نہین کہ اتفاق سے اسکو ملجاوے یا مثلاً کوئی شخص گھر مین بیٹھ رہے اس قصد سے کہ علوم بدون تحصیل کے آجاوین جیسے انبیا علیہم السلام کو حاصل تھے تو یہ بھی

محال نہین خداتعالی کی قدرت سے ممکن ہی مگر طاعات کے عوض مین خدا کی مغفرت کا خواہان ہونا تو ایسا ہی جیسا کوئی محنت اور بحث سے علم کا خواہان ہو یا تجارت کی مشقتین خشکی و تری کی اٹھانے سے مال کا طالب ہو اور باوجود اعمال کی خرابی کے مغفرت کا طالب ہونا اور اسکا متوقع ہونا ایسا ہی جیسا ویرانو مین خزانیکا ڈھونڈھنا تھا اور فرشتون کی تعلیم سے علم کا سیکھنا کہ ہر چند محال نہین الا بعید از عقل ہی اور کوشش کرنے کے بعد ہی اگر علم آجاوے اور تاجر غنی ہو جاوے اور جو نماز روزہ ادا کرتا ہو اسکی مغفرت ہو جاوے تب بھی غنیمت ہی کسی بزرگ کا قول ہی کہ آدمی سب محروم ہین سوائے عالمون کے اور عالم سب محروم ہین سوائے عاملون کے اور عامل سب محروم ہین سوائے مخلصون کے اور مخلص لوگ بڑے خطر مین ہین اور جسطرح کہ ارباب دانش کے نزدیک ایسا شخص خارج از عقل گنا جاتا ہی جو اپنا گھر اجاڑ کر مال ضائع کر دے اور اپنے نفس اور خاندان کو بھوکھا چھوڑ دے اس توقع پر کہ کیا عجب ہی کہ خداتعالی اپنے فضل سے اس کھنڈر مین زمین کے تلے سے خزانہ عنایت فرماوے گو اس شخص کی یہ توقع خداتعالی کی قدرت سے محال نہین ہی اسیطرح جو شخص اللہ تعالی کے فضل سے مغفرت کی توقع رکھے اور بجاآوری طاعت مین قصور اور گناہو نپر اصرار کرتا رہے مغفرت کی راہ نہ چلتا ہو تو وہ ارباب دل کے نزدیک بیوقوف اور مغالطے مین پڑا ہوا ٹھہریگا اور بڑا تعجب اس ناقص العقل کی عقل سے ہی کہ اپنی حماقت کی بات کو خوبی کے پیرایے مین رواج دیتا ہی یعنی کہتا ہی کہ خداتعالی کریم ہی اور مجھ ایسے آدمی سے اسکی جنت کچھ تنگ نہین ہو گی اور میرے گناہ سے اسکا کچھ ضرر نہین لیکن باوجود اس قول کے روپیہ کی تلاش مین خشکی اور تری کے سخت مشکل سفر اختیار کرتا ہی اور اگر اس سے کہا جاوے کہ خداتعالی کریم ہی اسکے خزانے کے روپے تمہاری حاجت سے قاصر نہین اور تم بھی اگر تجارت مین سستی کرو تو تمہارا کیا ضرر ہی اسلیے کہ تم گھر مین بیٹھے رہو خداتعالی تمکو ایسی جگہ سے روزی دیگا جہان سے تم نہ جانتے ہو پس کہنے والے کو احمق بناویگا اور اس سے تمسخر کریگا اور کہیگا آسمان سے سونا اور چاندی تو نہین برستا یہ چیزین ہاتھ پاوٴن کے ہلانے سے حاصل ہوتی ہین خداتعالی کی عادت اسی طرح جاری ہی جو راہ مقرر کر دی اسمین کچھ تبدیل نہین ہوتی اب اس احمق سے کہنا چاہیے کہ دنیا و آخرت کا خدا ایک ہی ہی اور جو طریق اسنے ان دونون مین مقرر رکھا ہی اسمین کچھ تبدیل نہو گی اور اسنے یہ ارشاد فرمادیا ہی وان لیس للانسان الا ما سعی تو پھر تمنے یہ اعتقاد کیسے کر لیا کہ خداتعالی آخرت مین کریم ہی اور دنیا مین نہین اور اسباب کے کیسے قائل ہوے کہ اسکے کرم کے بھروسے پر حصول مال کے لیے قصور نہین کرنا چاہیے مگر آخرت کی سلطنت جاوید اور دولت پایدار کے ملنے کے لیے قصور کرنا چاہیے اور یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ خداتعالی اپنے کرم سے اتنی دولت پایدار تو آخرت مین بے محنت دیدیگا اور دنیا کا مال فانی جسمین اکثر بہت مشقتین اٹھانی پڑتی ہین نہین دیگا تم اس ارشاد خداوندی کو بھول گئے وفی السماء رزقکم وما توعدون خدا اس جہالت سے بچاوے یہ اعتقاد کرنا تو سر کے بل چاہ ضلالت اور گو حماقت مین گرتا ہی اسیطرح کے لوگ اگر اس آیت کے مصداق ہون تو زیبا ہی ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسہم عند ربہم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا یعنی ہمنے معلوم کر لیا کہ تیرا قول درست تھا وان لیس للانسان الا ما سعی اب تو ہمکو دنیا مین لوٹا دے کہ ہم کوشش کرین پھر اسوقت پھرنا کہان بلکہ عذاب ہو گا اور اسکی جان خداتعالی جہالت اور شک سے بچاوے جسکے سبب ضرور ہی انجام خراب ہوتا ہی

تیسرا بیان اسبات کا کہ اگر تائب سے اتفاقا یا قصدا کوئی گناہ ہو جاوے تو اسکو کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ جب تائب شخص کسی گناہ

کا مرتکب ہو جاوے تو اسپر دو باتین واجب ہین اول یہ کہ توبہ اور ندامت کرے دوسرے یہ کہ اس گناہ کے محو کرنے کیلیے کوئی نیکی اس کی ضد مین کرے جیسا کہ ہم اوپر اسکا طریق لکھ چکے ہین پس اگر نفس نے عزم آیندہ کے چھوڑنیکا بسبب غلبۂ شہوت کے نہ کیا تو گویا ایک واجب کی بجا آوری سے عاجز ہی اس صورت مین نہین چاہیے کہ دوسرے واجب کو بھی ترک کرے بلکہ نیکی کرکے بدی کے محو کرنے کی تدبیر کرے اور حسنات سے ان سئیات کا کفارہ کر دے تاکہ اور کچھ نہو تو یہ تو ہو کہ عمل صالح اور عمل بد دونون کا عامل ٹھہرے اور حسنات جلنے کہ سئیات محو ہوتے ہین وہ یا دل سے ہوتے ہین یا زبان سے یا اعضا سے پس جسجگہ سے کہ بدی کا مرتکب ہوا ہو یا بدی کا سبب جہان سے پیدا ہوا ہو نیکی بھی اسی جگہ سے کرنی چاہیے مثلاً اگر بدی کا ظہور دل سے ہوا ہو تو اسکو اسطرح مٹاوے کہ خدا تعالےٰ کی جناب مین گریہ و زاری کرے اور مغفرت اور عفو کا خواہان ہو اور جیسے غلام بھاگا ہوا ذلیل ہوتا ہی ویسا ہی اپنے آپ ذلیل بنے جتنے کہ سب لوگونپر ذلت ظاہر ہو جاوے اور اسکا طور یہ ہی کہ جسقدر برائی ان مین کرتا ہو اسکو کم کر دے اسواسطے کہ بھاگے ہوئے غلام کو دوسرے غلامونپر تکبر کرنے کی کیا وجہ ہی اسکو تو ہر دم یہ خیال چاہیے ؎ بر در آمد بندۂ بگریختہ ؛ آبروی خود ز عصیان ریختہ ؛ اور نیز دل سے عزم طاعات کا اور اہل اسلام پر خیرات کا رکھے اور زبان سے کفارہ کا طور یہ ہی کہ اپنے ظلم کا اقرار کرے اور یون کہے ربّی ظلمت نفسی و عملت سوءً فاغفرلی ذنوبی جسکا مضمون ان اشعار مین ہے

اشعار

بادشاہا جرم ما را در گذار ؛ ما گنہگاریم و تو آمرزگار
مغفرت دارم امید از لطف تو ؛ زانکہ خود فرمودۂ لا تقنطوا
تو نکوکاری و ما بد کردہ ایم ؛ جرم بے اندازہ بیحد کردہ ایم

اور اقسام استغفار کے جو ہمنے باب دعا و ذکر مین لکھے انکو بہت کہتا رہے اور اعضا سے کفارہ کرنے کا طور یہ ہی کہ طاعات اسے بجا لاوے اور صدقات اور اقسام عبادات ادا کرے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ جب آدمی گناہ کے پیچھے آٹھ کام کرلے تو توقع ہی کہ وہ گناہ معاف ہو جاوے چار کام تو دل کے اعمال مین ہین اول توبہ کرنا یا قصد توبہ کرنا دوم گناہ سے احتراز کرنیکا اچھا معلوم ہونا سوم گناہ پر عذاب سے ڈرتے رہنا چہارم اسکے بخشے جانے کی توقع کرنی اور چار کام اعضا کے اعمال مین سے ہین اول یہ کہ گناہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھے دوم اس دوگانے کے بعد ستر بار استغفار اور سو مرتبہ سبحان اللہ العظیم و بحمدہ پڑھے سوم کچھ صدقہ دے چہارم ایک روزہ رکھے اور بعض روایات[۱ح] مین ہی کہ وضو کامل کرکے مسجد مین جاوے اور دوگانہ نماز پڑھے اور بعض[۲ح] مین چار رکعتون کا مذکور ہی اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ جب کوئی برائی کرے اسکو چاہیے کہ اسکے بعد بھلائی کرے تاکہ اسکی مکافات ہو جاوے پوشیدہ برائی کے عوض پوشیدہ بھلائی کرے اور ظاہر کے عوض ظاہر اور اسی بنا پر یہ قول ہی کہ پوشیدہ صدقہ دینے سے رات کے گناہ محو ہوتے ہین اور ظاہر صدقہ دینے سے دن کے اور ایک حدیث صحیح مین ہی کہ ایک شخص[۳ح] نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے سب کچھ کیا مگر زنا نہین کیا جو خدا تعالےٰ کا حکم ہو وہ آپ میرے اوپر جاری فرمائیے آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ہمارے ساتھ کیا صبح کی نماز نہین پڑھی اسنے عرض کیا کہ پڑھی ہی آپ نے فرمایا کہ نیکیان بدیونکو کھو دیتی ہین اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ زنا سے کم مباشرت عورتونکی گناہ صغیرہ ہی اسلیے کہ نماز کے باعث سے جاتا رہتا ہی اور کبیرہ گناہ نماز سے نہین محو ہوتا چنانچہ

۱ح اصحاب سنن بروایت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۲ ۲ح بیہقی در شعب بروایت ابن عباس ۱۲ ۲ح بیہقی در شعب بروایت معاذ ۱۲ ۳ح مسلم بروایت انس ۱۲

حدیث شریف مین ہو لہ الصلوٰات الخمس کفارات ما بینہن الا الکبائر بہر حال آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس کا حساب ہر روز کیا کرے اور اپنی خطاؤن کو جمع کیا کرے اور انکے دور کرنے مین محنت کر کے اتنی ہی حسنات کیا کرے اب اگر یہ کہو کہ حدیث شریف مین مذکور ہو کہ جو شخص گناہ سے استغفار کرے اور اسپر اصرار کرتا جاوے وہ گویا خدا تعالیٰ کے ساتھ ہنسی کرتا ہو پس جبتک کہ اصرار کا عقدہ حل نہو گا تب تک استغفار کیسے مفید ہو گا اور بعض اکابر فرماتے تھے کہ مین اپنی زبانی استغفار سے بھی استغفار کرتا ہون اور بعض کا قول ہو کہ صرف زبان سے استغفار پڑھنا جھوٹون کی توبہ ہو اور حضرت رابعہ عدویہ فرماتی ہین کہ ہمارے استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیے ان روایات مین کونسا استغفار مراد ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ استغفار کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین چنانچہ انکا ذکر باب ادعیہ اور اذکار مین لکھا گیا اور اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہو گی کہ خداوند کریم نے استغفار کا اثر وہی ارشاد فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے سے فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون اسی سبب سے بعض صحابہؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لیے دو پناہین تھین ایک پناہ تو چلی گئی یعنی وجود باجود جناب سرور کائنات کا ہم مین نرہا اور ایک ابھی باقی ہو یعنی استغفار موجود ہو اگر وہ بھی نرہیگا تو ہم ہلاک ہو جاوینگے اب ہم کہتے ہین کہ جو استغفار کہ جھوٹون کی توبہ ہو وہ صرف زبانی استغفار ہو اسطرح کہ دل کی شرکت اسمین کچھ نہو جیسے عادۃً براہ غفلت کہدیا کرتے ہین کہ استغفر اللہ یا جب آگ دوزخ کا بیان سنا تو کہدیا کہ نعوذ باللہ منہا بدون اسکے کہ دل مین کچھ اسکی تاثیر ہو اسمین صرف زبان کی حرکت ہوتی ہو اس سے کچھ فائدہ نہین ہان اگر اسکے ساتھ دل سے خدا کیطرف تضرع اور انکسار کرے اور ارادۂ صادق اور نیت خالص اور رغبت کامل سے مغفرت کا سائل ہو تو یہ البتہ ایک حسنہ ہو اور اسمین لیاقت اسبات کی ہو کہ برائی کو دور کر سکے اور اخبار جو فضائل استغفار مین وارد ہین ان مین اسی استغفار سے غرض ہو یہانتک کہ ارشاد فرمایا ما اصر من استغفر ولو عاد فی الیوم سبعین مرۃ اس حدیث مین استغفار سے استغفار قلبی مراد ہو اور توبہ اور استغفار کے بہت سے درجات ہین اوائل درجات بھی خالی از فائدہ نہین گو آخر تک نوبت نہ پہونچے اسی بنا پر حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ بندے کو ہر حال مین ضرورت اپنے مالک کی ہوتی ہو تو اسکے حق مین بہتر یہی ہو کہ سب چیزون مین مالک ہی کیطرف رجوع کرے مثلاً گناہ مین مبتلا ہو تو التجا کرے کہ الٰہی میرا پردہ فاش نہ کر اور گناہ کر چکے تو دعا مانگے کہ الٰہی میری توبہ قبول فرما اور توبہ کے بعد عرض کرے کہ مجھے عصمت نصیب کر اور جب کوئی عمدہ کام کرے تو التماس کرے کہ خداوندا اس عمل کو مجھسے قبول کر اور کسی شخص نے انسے پوچھا کہ وہ استغفار کونسا ہو جو گناہون کو مٹاتا ہو آپنے جواب دیا کہ استغفار کا شروع تو استجابت ہو پھر انابت پھر توبہ استجابت سے اعمال اعضا کے مراد ہین مثل دوگانہ دعا اور انابت سے اعمال قلوب یعنی صدق ارادت اور خلوص نیت وغیرہ مراد ہین اور توبہ سے یہ غرض ہو کہ خلق کو چھوڑ کر مالک کیطرف متوجہ ہو اور نعمت الٰہی کی ناواقفیت اور اسکے شکر گزار نہونیکا قصور جو اسمین ہو اس سے مغفرت کا خواہان ہو تا کہ وہ قصور معاف ہو اور مالک کے پاس اسکا ٹھکانا بنے پھر توبہ کے بعد تنہائی اختیار کرنی پھر توبہ پر ثابت رہنا پھر بیان اسکے بعد فکر اسکے بعد معرفت اسکے بعد مناجات اسکے بعد مصافات اسکے بعد موالات اسکے بعد راز کی گفتگو جسکو خلت کہتے ہین یہ سب نتائج استغفار پر مرتب تدریج ہوتے ہین اور یہ بات اسی بندے کے دل مین ٹھہرتی ہو جسکی غذا علم ہو اور قوام ذکر الٰہی

۱ ح اسکا ترجمہ اوپر سند جید کے ساتھ بیہقی نے شعب میں بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲ زین العراقی

۲ ح ترمذی نے شرح غالباً بروایت ابو بکر جیبا مسلم کر کے ساتھ میں کہا ابن عدی نے زید بن خالد سے اسکو بجیۂ بخون کے فضائل میں ۱۲

۳ ح ترمذی بسند ابو موسیٰ ۱۲

۴ ح جو استغفار کرتا ہو وہ مضر نہیں کہلاتا ہو وہ دن بھی ستر بار کرے ۱۲ جلد اول باب الدعا میں ترمذی ۱۲

اور توشہ رضا اور اسکا رفیق توکل ہو ایسے دل کی طرف خدا تعالیٰ نظر عنایت سے دیکھکر اسکو عرش پر اٹھا لیتا ہے اسکا مقام اور عرش کے اٹھانیوالون کا مقام ایک ہوجاتا ہی اور نیز انسے کسی نے اس حدیث کا حال پوچھا کہ التائب حبیب اللہ آپ نے فرمایا کہ حبیب جب ہوتا ہی جب وہ باتین اسمین پائی جاوین جو اس آیت مین مذکور ہین التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ اور فرمایا کہ حبیب اسکو کہتے ہین کہ جو چیز اپنے حبیب کو بُری معلوم ہو اسکے گرد نہ پھرے۔ حاصل یہ ہی کہ توبہ کے ثمرے دو ہین اول گناہون کو مٹانا یہانتک کہ ایسا ہوجاوے کہ گویا گناہ کیا ہی نہین اور دوسرا ثمرہ درجات کا ملنا ہے تاکہ حبیب ہوجاوے اور گناہ کے مٹانے کے درجات مختلف ہین بعضون سے اصل گناہ بالکل زائل ہوجاتا ہی اور بعض مین صرف گناہ کی تخفیف ہوتی ہی ان درجات کا اختلاف بحسب اختلاف توبہ کے درجات کے ہوتا ہے حاصل یہ کہ دل سے استغفار کرنا اور حسنات سے تدارک کرنا اگرچہ ابتدا سے درجات مین اصرار کے عقدے کو حل نکرین تاہم فائدے سے خالی نہین پس یہ گمان نکرنا چاہیے کہ ایسے استغفار و حسنات کا وجود و عدم برابر ہے بلکہ ارباب مشاہدہ اور اہل دل کو قطعاً معلوم ہوگیا ہی کہ قول خداوندی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ بیشک درست ہی ہر ذرۂ خیر مین کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہی جیسے کانٹے مین ایک طرف ایک چانول ڈالدو تو کچھ نہ کچھ جھک جاویگا اور اسکی کچھ تاثیر نہو تو چاہیے کہ دوسرا چانول اگر ڈالدین جب بھی کچھ اثر نہو اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ چانول اگر زیادہ بھی اسمین ڈالے جاوین تب بھی پلہ نہ جھکے حالانکہ یہ قطعاً محال ہی یہی حال حسنات اور ذرات خیر کا ہی کہ انسے بھی میزان اعمال مین پلۂ حسنات پر ضرور ہی اثر ہوتا ہی اور بہت سی ہوکر سیئات کا پلہ ان کے مقابل مین اٹھ جاتا ہی پس آدمی کو چاہیے کہ کسی حال مین تھوڑی سی خیر کو اور ذرہ بھر طاعت کو حقیر جانکر فروگذاشت نہ کرے اور نہ کسی ادنیٰ گناہ کو قلیل سمجھکر اسکا مرتکب ہو جیسے کوئی بیوقوف عورت کاتنے کے لیے بہانہ کرے کہ مین ایک گھڑی مین صرف ایک ڈورا کات سکتی ہون اس ایک دھاگے سے کونسا مال جمع ہوجاویگا یا کیا کپڑا تیار ہوگا اس احمق کو یہ معلوم نہین کہ دنیا کے جتنے کپڑے ہین سب ایک ایک تار ہی سے بنے ہین اور تمام دنیا خود بھی باوجود اتنی وسعت کے ذرات ہی سے بنی ہی غرضکہ تضرع اور استغفار دل سے کرنا ایک ایسی نیکی ہی جو خدا کے نزدیک ہرگز ضائع نہین ہوتی بلکہ میرا تو یہ قول ہی کہ صرف زبان ہی سے استغفار کہنا بھی حسنین داخل ہی کیونکہ زبان کو غفلت کے ساتھ استغفار کے لیے ہلانا اس سے تو بہتر ہی کہ اسوقت مین کسی مسلمان کی غیبت یا کلام فضول کے لیے حرکت دے اور چپ رہنے کی نسبت بھی بہتر ہی گو عمل قلبی کی نسبت ناقص ہی مگر زبان کے سکوت اور لغویات سے بہرصورت افضل ہی چنانچہ بعض مریدین نے اپنے مرشد ابو عثمان مغربی سے عرض کیا کہ میری زبان بعض اوقات ذکر و قرآن پر جاری ہوجاتی ہے حالانکہ میرا دل غافل ہوتا ہی انھون نے فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ اسنے تمہارے ایک عضو کو خیر مین لگایا اور ذکر کا عادی بنایا اور شر مین نہ لگایا نہ فضول کا عادی فرمایا۔ اور بیشک ان حضرت کا قول درست ہی اسلیے کہ اعضا کو اگر خیر کی عادت مثل امور طبعی ہوجاتی ہے تو موجب بہت سے گناہونکے وضع کی ہوا کرتی ہی مثلاً ایک شخص استغفار کا عادی ہی وہ جب کسی سے کوئی جھوٹ بات سنے گا فوراً کہہ بیٹھے گا استغفر اللہ اور جس کی عادت لغوگوئی کی ہوگی وہ جلدی سے یہی کہیگا کہ تم بڑے بیوقوف ہو یا کیسا بُرا جھوٹ

تمہارا ہی یا ایک شخص عادی نعوذ باللہ منہ کہنے کا ہو وہ جب کسی شریر کی شرارت کے افعال سنیگا عادت کے طور پر کہہ دیگا کہ نعوذ باللہ منہ الا اگر فضول و لغو کا عادی ہوگا تو کہیگا خدا اسپر لعنت کرے ان مین ایک کلمہ کہنے مین گناہگار ہوگا اور دوسرا کہنے مین بچا رہیگا اور بچاؤ کی صورت زبان کے عادی خیر ہونیکا اثر ہو اور منجملہ معانی اس آیت کے ہو ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور اس آیت کے وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما تو دیکھنا چاہیے کہ صورت مذکورۂ بالا مین کسطرح پر حسنہ کو دوچند کیا یعنی غفلت مین استغفار پڑھنا زبان کی عادت کردی یہانتک کہ اس عادت کے باعث گناہ کے شر کو دفع کیا کہ غیبت اور لعن اور فضول سے روک دیا یہ زیادتی تو دنیا مین اس ادنیٰ طاعت کی ہو اور آخرت کی بڑھوتری کا کچھ ٹھکانا ہی نہین یہ حال آدمی کو نہین چاہیے کہ طاعات مین صرف اوقات کا لحاظ کرکے ان کی رغبت کم کر دے اسلیے کہ ایک مکر شیطانی ہے کہ شیطان اس سے مغالطہ کھانیوالون کو دم دیا کرتا ہو انکو یہ سمجھاتا ہو کہ تم ارباب دانش ہو کہ خفیہ اسرار و رازون کو پہچانتے ہو زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل رہنا محض بیفائدہ ہو اس مکر کے باعث خلق کی تین قسمین ہو گئین ایک تو وہ جنھون نے اپنی جان پر ظلم کیا اور ایک خیرات مین آگے بڑھنے والے اور ایک میانہ رو جو سبقت خیرات مین کرتے ہین وہ تو شیطان کے جواب مین کہتے ہین کہ تو راست و درست کہتا ہو مگر اس کلمۂ حق سے مطلب تیرا باطل ہو ہم تمکو دو بار ستا دینگے اور دو طور سے تجھے ذلیل بنا دینگے اسکے بعد زبان کے ساتھ حرکت دل بھی شامل کر لیتے ہین اور انکی مثال اسباب مین ایسی ہوتی ہو جیسے کوئی شیطان کے زخم کا علاج کرے اور اسپر نمک چھڑک دے اور ظالم اپنے نفس کے وہ لوگ ہین جو اپنے آپ کو واقف دقیقہ سمجھکر چونکہ اخلاص قلبی سے عاجز ہوتے ہین تو زبان کی عادت بھی ذکر کے ساتھ چھوڑ دیتے ہین ان لوگون پر شیطان کی بن پڑتی ہو اور کمال درجے کی موافقت ہو جاتی ہو بلکہ سگ زرد برادر شغال دونون ایک سے ہو جاتے ہین اور میانہ رو وہ ہو جو شیطان کے برخلاف اپنے دلکو عمل مین شریک تو نہین کر سکتا الا یہ جانتا ہو کہ صرف ذکر لسانی بہ نسبت قلبی کے ناقص ہوتا ہو مگر پھر بھی سکوت اور لغو گوئی کی نسبت کرا افضل ہو اس خیال سے حرکت زبانی نہ چھوڑے اور خدا سے دعا کرے کہ جیسی میری زبان کو عادت خیر ڈالی ہو ایسا ہی دلکو بھی شریک اسکا فرماوے اور انمین سے اول شخص کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی جولاہہ اپنے کام کو برا سمجھکر مہر بنجا دے اور دوسرے کی مثال یہ ہو کہ جولاہہ اپنا پیشہ برا جانکر حلال خور کا کام کرنے لگے اور میانہ رو کی مثال یہ ہو کہ پیشۂ نوربافی والا جو کتابت سے عاجز ہو یہ کہے کہ مین اس پیشہ کی مذمت کا منکر نہین ہون الا بہ نسبت کتابت کے یہ برا ہی بہ نسبت پاخانہ اٹھانے کے برا نہین اور چونکہ مین کتابت سے عاجز ہون اسلیے اپنا پیشہ کیون چھوڑ دون اب ہم کہتے ہین کہ قول حضرت رابعہ عدویہ کا یعنی ہماری استغفار کے لیے بھی بہت سا استغفار چاہیے اس سے یہ غرض ہو کہ از انجا کہ ہمارے استغفار مین دل غافل رہتا ہی اور صرف زبان حرکت کرتی ہو اس جہت سے بباعث غفلت دل کے اس استغفار سے بھی استغفار چاہیے یہ معنی نہین کہ زبان کی حرکت کی مذمت اس قول سے پائی جاتی ہو بلکہ غفلت دل ہی کی قباحت مراد ہو جس سے حاجت استغفار کی ہوتی ہو ذکر زبانی سے حاجت استغفار کی نہین پس اگر بالفرض کوئی استغفار زبانی بھی نہ کرے تو اس صورت مین دو استغفارونکی حاجت ہوگی ایک تو استغفار سے غفلت کے باعث اور

ملے تحقیق کہ اللہ نہین کھوتا حق نیکی والون کا ۱۲ ف ت اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کرے اور دیوے اپنے پاس سے بڑا ثواب ۱۲

استغفار مین غفلت قلبی کے باعث غرضکہ مذمت مذموم چیز کی اور تعریف عمدہ چیز کی اسیطرح سمجھنی چاہیے نہین تو اس حدیث کے معنی سمجھ مین نہ آوینگے حسنات الابرار سیئات المقربین کیونکہ یہ باتین باضافت پائی جاتی ہین انکو بدون اضافت نہ لینا چاہیے بلکہ کسی ذرہ بھر طاعت اور گناہ کو حقیر و ناچیز نہ سمجھنا چاہیے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہو کہ اللہ تعالی نے تین چیزین تین چیزون مین مخفی رکھی ہین اول اپنی رضامندی کو اپنی طاعت مین پس کبھی طاعت کو حقیر مت جانو شاید خدا تعالی کی رضامندی اسمین ہو دوم اپنے غضب کو معاصی مین تو کسی گناہ کو چھوٹا مت سمجھو شاید اسکا غضب اسی مین ہو سوم اپنی ولایت کو بندون مین مخفی رکھا ہے تو بندون مین سے کسی کو حقیر مت سمجھو شاید اللہ کا ولی وہی ہو شعر خاکساران جہان را بحقارت منگر : تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد : پھر ان تین باتون پر آپ نے یہ اور زیادہ فرمایا کہ اجابت کو بھی خداے تعالی نے دعا مین پوشیدہ رکھا ہو پس دعا مانگنی ترک نکرو شاید قبولیت اسمین ہو

چوتھی فصل توبہ کی دوا کے بیان مین اور اس علاج کے طریق مین جس سے کہ گناہ پر اصرار رہنے نہ پاوے واضح ہو کہ آدمی دو قسم کے ہین ایک تو وہ کہ جنکو میل بری بات کا نہوا انکا نشو و نما خیر سے احتراز کرنے اور خیر ہی پر ہوا ہو ایسے ہی لوگون کی شان مین یہ حدیث شریف وارد ہو تعجب ربک من شاب لیس لہ صبوة[1] مگر ایسے لوگ نادر و کمیاب ہین اور دوسری قسم وہ ہین کہ ارتکاب گناہ سے نہین بچتے پھر اس قسم کے دو فریق ہین ایک اصرار کرنیوالے دوم تائب اور ہماری غرض یہ ہو کہ اصرار کے دور کرنے کا علاج بیان کرین اور اسی کی دوا بتاوین اسلیے ہم کہتے ہین کہ شفاء توبہ بدون علاج میسر نہین ہوتی اور از انجا کہ اسباب مرض کے خلاف کرنے کا نام علاج کرنا ہی تو جو شخص مرض سے واقف نہوگا وہ علاج سے بھی جاہل رہیگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ جو مرض کسی سبب سے پیدا ہوا اسکی دوا یہی ہو کہ اس سبب کو دور اور بیکار کیا جاوے اور ظاہر ہو کہ ہر ایک چیز اپنی ضد سے بیکار ہوتی ہے اب اگر مرض اصرار کو لحاظ کرو تو دریافت ہوگا کہ اسکا سبب غفلت اور شہوت ہی جسمین غفلت سب برائیون کی جڑ ہی چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی اولئک ہم الغافلون لاجرم انہم فی الآخرة ہم الخاسرون بہرحال جو چیز غفلت اور شہوت کی ضد ہوگی اسی سے اسکا علاج بن پڑیگا اور چونکہ غفلت کی ضد علم ہی اور شہوت کی ضد محرکات شہوت کے چھوڑنے پر صبر کرنا اسیواسطے توبہ کا علاج بھی اس معجون سے ہوگا جسمین حلاوت علم کی اور تلخی صبر کی موجود ہو اور جسطرح کہ سکنجبین مین شیرینی شکر کی اور ترشی سرکے کی اکٹھی رہتی ہی مگر اس علاج کرنے مین مقصود اور فائدہ دونون چیزونکا ملحوظ رہتا ہی اور اسباب صفرا کے ہیجان مین آنے والے مستاصل ہوجاتے ہین ایسطرح جس دل مین مرض اصرار ہو اسکے علاج مین بھی فائدہ معجون کے دونون اجزا کا یعنی علم اور صبر کا جدا جدا سمجھنا چاہیے علم مین تو یہ بات قابل تحقیق کرنے کے ہو کہ اصرار کے دور کرنے مین ہر ایک علم کارآمد ہی یا کوئی علم مخصوص اسکے لیے ضروری ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ علوم سب کے سب امراض دلی کے علاج ہین الا ہر ایک مرض کے لیے ایک علم مخصوص ہی جیسا کہ علم طب سب مرضون کے علاج مین فی الجملہ نافع ہو مگر ہر علت کے لیے ایک خاص علم چاہیے اسیطرح اصرار کے علاج کو سمجھنا چاہیے پس ہم خاص وہی علم لکھتے ہین جو اس علاج مین کام آوے اور اسکو بدن کے امراض کی مثال پر لکھتے ہین تاکہ سمجھ مین جلد آوے اب ہم کہتے ہین کہ مرض

[1] ترا پروردگار عجب کرتا ہی ایسے جوان سے جسکو میل جہل ولہو نہو ۱۲ احمد و طبرانی بروایت عقبہ بن عامر اور اس سند مین ابن لہیعہ ہی ۱۲ اس سے وہی ہین بیہوش آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت مین وہی خراب مین ۱۲ ۲۱۲ احر نیکیان نیکون کی بدیان ہین پاس والون کی ۱۲

آدمی کو کئی باتین تصدیق کرنی پڑتی ہین اول تو یہ کہ اسبات کو مانے کہ مرض اور صحت دونون کیلئے کچھ اسباب ہین اور وہ سبب خداوند کریم نے ہمارے اختیار مین رکھدیے ہین اس سے اصل طب کا یقین ہوتا ہی جسکو یہ یقین نہین ہوتا وہ علاج بھی نہین کراتا اور مستحق موت کا ہوتا ہی اسیطرح اصرار مین اول ایمان اصل شرع پر ہونا چاہیے یعنی اسبات کو جانے کہ سعادت اخروی کا بھی ایک سبب ہی جسکو طاعت کہتے ہین اور شقاوت کا بھی ایک سبب ہی جسکو معصیت بولتے ہین اس ایمان کا ہونا ضرور ہے خواہ بطور تحقیق ہو یا بطور تقلید دوسرے یہ کہ مریض کو کسی طبیب خاص کا اعتقاد چاہیے کہ وہ طب کا عالم اور حاذق ہی جو دوا بتلاتا ہے ٹھیک ہوتی ہی جھوٹ نہین کہتا نہ کچھ لاگ لپیٹ رکھے اسلیے کہ صرف علم طب پر یقین کرنے سے کیا ہوتا ہی اسی طرح اصرار والے کو ایمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونے پر چاہیے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا بیشک ویسا ہی ہوگا اسکے خلاف سر مو نہ ہوگا تیسرے یہ کہ مریض کو طبیب کا قول سننا چاہیے کہ کس کس میوے کے کھانے اور کونسے اسباب مضر کو منع کرتا ہی تاکہ بدپرہیزی کا خوف دلمین سماوے اور اسکے باعث پرہیز پر آمادہ ہو اسیطرح اصرار والے کو ان آیات و اخبار کو سننا اور ماننا چاہیے جنمین ترغیب تقوی کی اور ڈرانا گناہون کے مرتکب ہونے اور خواہش نفس کی پیروی سے مذکور ہی جو کچھ اس باب مین سنے اسکو بلا تردد مان لے تاکہ اس سے خوف پیدا ہو جس سے کہ صبر کو قوت ہوتی ہی اور یہی صبر بڑا رکن علاج مین ہی چوتھے یہ کہ مریض کو چاہیے کہ طبیب جو کچھ اسکے مرض خاص کے لیے بتادے اور جس پرہیز کو خود اسکے لیے لازم کردے اسپر خوب دھیان کرے یعنی اول تفصیل اپنے احوال اور افعال اور اکل و شرب کی معلوم کرلے کہ انمین سے میرے مرض خاص کیلیے کونسی چیز مضر ہے اسواسطے کہ ہر ایک مریض کو ہر چیز سے پرہیز ضرور نہین نہ ہر ایک دوا مفید بلکہ ہر ایک مرض خاص کیلیے علم بھی خاص ہی اور علاج بھی خاص اسیطرح ہر ایک انسان تمام شہوات کا اور کل معاصی کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ ہر مومن کیلیے ایک گناہ یا چند گناہ خاص ہوتے ہین اُسکو سردست اسقدر جاننا ضرور ہی کہ یہ گناہ ہین پھر یہ جاننا چاہیے کہان گناہونکے آفات کیا ہین اور انسے دین مین کسقدر نقصان ہوتا ہی پھر علم اسبات کا چاہیے کہ انسے صبر کسطرح ہوسکتا ہی پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ پہلے جو گناہ ہوے انکا محو کیسے ہو تو یہ علوم وہ ہین جنکو خاص علماے دین جو وارث مرسلین ہین جانتے ہین پس گناہگار کو جب اپنا گناہ معلوم ہو اسکو چاہیے کہ اپنے روگ کا علاج کسی طبیب سے یعنی عالم دین سے شروع کرے اور اگر اسکو نہ معلوم ہو کہ جس فعل کا مین مرتکب ہون وہ گناہ ہی تو عالم کو چاہیے کہ اُسکو یہ بات سوجھاوے اور اسکی صورت یہ ہی کہ ہر ایک عالم ایک ولایت یا شہر یا محلہ یا مسجد یا مجمع کا کفیل ہو جاے کہ وہان کے لوگون کو دین بتلاوے اور جو بات انکے حق مین مضر ہو اور جو مفید ہو سب جدا جدا سمجھاوے اسباب سعادت اور شقاوت کو وا شگاف کہدے اور اسبات کا منتظر نرہے کہ کوئی پوچھے تو بتاؤن بلکہ خود لوگون کو اپنے پاس بلا کر فہمائش کا کفیل ہو اسلیے کہ علما وارث انبیا ہین انبیا علیہم السلام نے لوگون کو انکی جہالت پر نہ چھوڑا بلکہ عین مجمعون مین انکو پکارتے اور شروع مین انکے گھر گھر جاتے اور ایک ایک کو تلاش کر کے ہدایت کرتے کیونکہ دل کے مریضون کو اپنے مرض کا حال معلوم نہین ہوتا مثلاً اگر کسی کے منھ پر برص کا داغ ہو اور آئینہ اسکے پاس نہو تو اسکو اپنے مرض کا حال معلوم نہو گا جبتک کہ کوئی دوسرا شخص نہ بتلاوے اور یہ بات اسسبب

علماء پر فرض عین ہے اور تمام سلاطین پر فرض ہے کہ ہر ایک گانون اور ہر محلہ مین ایک فقیہ متدین مقرر کردین جو لوگون کو دین سکھلایا کرے کیونکہ آدمی سب جاہل ہی پیدا ہوتے ہین تو دعوت اسلام اصل اور فرع کیلیے پہنچنی ضروری ہے اور دنیا ایک بیمار خانہ ہے اسلیے کہ جو اسکے اندر ہے وہ تو مردہ ہے اور جو اسپر موجود ہے وہ بیمار ہے اور دل کے بیمار بہ نسبت جسم کے بیمارون کے زیادہ ہین اور علما طبیب ہین اور سلاطین اس بیمار خانہ کے منتظم پس جو بیمار کہ علاج نہ مانے اور عالم کی بتائی ہوئی دوا کو پذیرا نہ کرے وہ سلطان کے سپرد ہونا چاہیے تاکہ اسکے شر سے لوگون کو بچاوے جیسے کوئی مریض پرہیز نہین کرتا یا دیوانہ ہوجاتا ہے تو طبیب اسکو پاگل خانے کے داروغہ کے سپرد کردیتا ہے تاکہ اسکے بیڑیان اور ہتکڑیان ڈالکر اپنے آپ کو اور تمام خلق کو اسکے شر سے بچاوے اور دل کے مرض جو بدن کی نسبت زیادہ ہوگئے ہین اسکی تین وجہین ہین اول تو یہ کہ دل کے مریض کو یہ معلوم نہین ہوتا کہ مین مریض ہون دوسری یہ کہ انجام اس مرض کا دنیا مین مشاہدہ نہین ہوتا بدن کے مرض کا انجام تو سب دیکھتے ہین کہ موت ہوتی ہے جس سے طبیعت کو نفرت ہے اور موت کے بعد کا احوال کسی کو نہین سوجھتا اور گناہون کا انجام دل کی موت ہے جو دنیا مین معلوم نہین پڑتی اسواسطے نفرت گناہون سے کم ہوتی ہے گو مرتکب کو معلوم بھی ہو کہ مین گناہ کرتا ہون اور یہی وجہ ہے کہ دل کے مرض کیلیے تو خدا کے فضل پر توکل سوجھتا ہے اور بدن کے مرض کے لیے علاج مین خوب کوشش کرتے ہین کسی دوا پر بس نہین کرتے اور تیسری وجہ جو مرض لا علاج ہے وہ یہ ہے کہ طبیب نایاب ہے اسلیے کہ اس مرض کے طبیب عالم ہین وہ اس زمانے مین مرض سخت مین مبتلا ہین کہ جسکے علاج سے تھک گئے ہین اور چونکہ یہ مرض سب مین موجود ہے اسلیے انکا نقصان ظاہر نہین ہوتا تو خواہ مخواہ خلق کو بہکاتے ہین اور ایسی باتین انکو بتاتے ہین جنسے انکا مرض اور زیادہ ہو کیونکہ مرض مہلک تو محبت دنیا ہے اور یہی مرض طبیبون پر غالب ہے پس یہ مضمون مریضون کیلیے ہو رہا ہے ع مژدہ باد اے مرگ عیسے آپ ہی بیمار ہے؛ یہ لوگ خلق کو محبت دنیا سے نہین ڈراتے اس خیال سے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اورونکو تو علاج بتاتے ہو اپنا آپ تو اس سے بچاؤ اسی وجہ سے یہ مرض پھیل گیا اور بڑی وبا چھا گئی لوگ تباہ ہوگئے دوا کا نام نہ رہا نہ طبیب کا نشان بلکہ طبیب بہکانے مین طرح طرح سے مشغول ہوگئے کیا خوب ہوتا جو یہ لوگ نصیحت نہ کرتے تو خیانت ہی چھوڑدیتے اگر اصلاح نکرتے تو بگاڑ ہی ترک کردیتے بلکہ اگر چپ رہتے اور کچھ نہ بولتے جب بھی بہت خوب تھا کیونکہ جب کچھ کہتے ہین تو تمام وعظ مین زیادہ تو غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح لوگون کے دل ہماری طرف رجوع ہون اور اسبات کا حاصل ہونا بدون اسکے نہین ہوسکتا کہ انکو توقع مغفرت کی بندھوا دین اور اسباب رجا کو ترجیح دین اور رحمت کے دلائل ذکر کرین اسلیے کہ یہ باتین کانون کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور طبیعت پر ہلکی گذرتی ہین ایسے وعظ سنکر جو لوگ گھرونکو لوٹتے ہین تو اور زیادہ جرأت گناہون کی ہوجاتی ہے اور اللہ کے فضل پر تکیہ سمجھتا ہے اور ازانجا کہ نیم حکیم خطرۂ جان مشہور ہے تو ظاہر ہے کہ جو طبیب جاہل یا خائن ہوگا تو اسکا نسخہ سم قاتل ہوگا کیونکہ جہان موقع کسی دوا کا ہے وہان اور کچھ لکھ دیگا ہر چند رجا اور خوف دونون دوائین ہین مگر دو شخصون کے لیے ہین جنکو جدا جدا مرض ہو پس جس شخص پر خوف اتنا غالب ہو کہ دنیا کو ترک کردے اور اپنے نفس کو جو بات نہو سکے اسکی تکلیف دے اور بالکل عیش و زندگی کو نفس پر تنگ کردے تو ایسے شخص کی کثرت خوف کو اسباب رجا بیان کرنیسے کم کرنا چاہیے تاکہ حد اعتدال پر آجاوے اسیطرح جو شخص گناہون پر

مصر ہو اور توبہ کا متمنی مگر ناامیدی اور یاس کے سبب توبہ نہ کرتا ہو اور گناہون گذشتہ کو برا جانتا ہو تو ایسے شخص کے علاج مین بھی اسباب رجا کا ذکر کرنا مضائقہ نہین تاکہ اسکو طمع توبہ کے قبول کی ہو اور توبہ کرے لیکن جو شخص کہ گناہون مین خوب ڈوبا ہوا ہو اور باوجود اسکے خدا کے فضل پر مغرور ہو اسکا علاج اسباب رجا کے ذکر کرنے سے ایسا ہی جیسا حرارت والیکا علاج شہد سے کرنا کہ شفا حاصل ہو یہ طریق جاہلون اور غبی لوگون کا ہے غرضکہ طبیبون کا فساد مرض کو لاعلاج کیے ہوئے ہے کہ اسکی کچھ تدبیر نہین اب ہم وعظ کا وہ طریق تبلاتے ہین کہ جس سے مرض اصرار مین لوگون کو نفع ہو ہر چند وہ بہت طویل ہے کہ اسکا بیان کامل ممکن نہین تاہم اسکے وہ اقسام جس سے لوگون کو گناہ کے ترک کرنے پر آمادگی ہو اور اصرار کو چھوڑ دین لکھتے ہین پس جاننا چاہیے کہ واعظ کو چار قسمین بیان کرنی وعظ مین ضرور ہین اول یہ کہ قرآن مجید مین جو آیات عاصیون اور گناہگارون کے خوف دلانے کیلیے مذکور ہین انکو ذکر کرے اسیطرح احادیث مین جو روایات اس طرح کی ہین انکو بیان کرے مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر روز جب فجر ہوتی ہے اور ہر شب جب شفق ڈوبتی ہے دو فرشتے چار آوازون مین ایک دوسرے کا جواب دیتے ہین اول ایک کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو یہ خلق پیدا نہ ہوتی پھر دوسرا کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو اہل خلق بعد پیدا ہونے کے جان لیتے کہ کسواسطے پیدا ہوئے ہین پھر پہلا کہتا ہے کہ کاش ان لوگون کو جب یہ معلوم نہوا کہ کسواسطے پیدا ہوئے ہین تو اپنے علم کے بموجب ہی عمل کرتے اور ایک روایت مین یہ قول یون آیا ہے کہ کیا اچھا ہوتا جو لوگ آپسمین بیٹھکر جو کچھ جانا تھا اسکا چرچا کرتے پھر دوسرا کہتا ہے کہ خوب ہوتا اگر یہ لوگ اپنے علم کے بموجب عمل نہ کرتے تو اپنے عملون سے توبہ ہی کر لیتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو داہنا فرشتہ بائین سے کہتا ہے بائین وجہ کہ وہ اسپر حاکم ہے کہ چھ ساعت تک اس عمل کو مت لکھ پس اس عرصہ مین اگر اسنے توبہ و استغفار کیا تو نہین لکھتا ہے ورنہ لکھ لیتا ہے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو زمین پر جسجگہ ہوتا ہے وہ خدا سے اجازت چاہتی ہے کہ مجھکو حکم ہو تو اسکو دھنسا دون اور اسکے سر پر کا آسمان اجازت چاہتا ہے کہ مجھکو حکم ہو تو اسپر ٹوٹ پڑون اُن دونون کو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے سے باز رہو اور اسکو چھوڑ دو تمنے اسکو نہین پیدا کیا اگر تم اسکو پیدا کرتے تو تم کو اسپر رحم آتا شاید وہ توبہ کرے اور مین اسکو معاف کر دون یا اس گناہ کے عوض کوئی عمل صالح کرے اور مین اس گناہ کو بھی اسکے پاداش مین نیکی سے بدل دون پس اس آیت شریف مین یہی معنی مراد ہین ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ اور حضرت عمر رضہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ مہر کرنیوالا عرش کے پایہ سے لٹکا ہوا ہے جب بہت سی بیجیر متیان ہوتی ہین اور حرام چیزین حلال سمجھی جاتی ہین اللہ تعالی مہر کرنیوالے کو بھیج دیتا ہے وہ دلون پر مہر لگا جاتا ہے جو چیزین دلون کے اندر ہوتی ہین وہ اسمین رہجاتی ہین اور حضرت مجاہد رضہ اس حدیث کے راوی ہین کہ دل کی مثال ایسی ہے جیسے ہتھیلی کھلی ہوئی جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک انگلی بند ہو جاتی ہے یہانتک کہ سب انگلیان بند ہو جاوین جب دل بند ہو جاتا ہے تو وہی اسکا قفل ہے اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ بندے کے اور خدا تعالے کے درمیان گناہون کی ایک حد معلوم ہے جب بندہ اسپر پہونچ جاتا ہے تو اللہ تعالی اسکے دل پر مہر کر دیتا ہے اور پھر کبھی توفیق نیک کام کی نہین دیتا اسیطرح اخبار و آثار گناہون کی مذمت اور تائبین کی مدح مین بیشمار ہین واعظ کو چاہیے کہ اسطرح

کی روایات کثرت سے بیان کرے اگر دعوی وراثت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہو کیونکہ آپ نے روپیہ اشرفی تو چھوڑا ہی نہین تھا صرف علم وحکمت کو چھوڑا ہی اور ہر ایک عالم کو اس مین سے اسیقدر ملا ہی جسقدر اسنے قبول کیا اور دستور العمل بنایا دوسری قسم قابل بیان حکایات انبیا علیہم السلام اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی ہین کہ گناہون کے سبب انپر کیسے مصائب گذرے اس طرح کی حکایات دل پر بہت تاثیر کرتی ہین اور نفع محسوس ہوتا ہی مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا حال کہ گناہ کی بدولت کیا کیا تکلیفین اٹھائین جنت سے نکالے گئے یہانتک کہ روایت ہے کہ جب آپ نے درخت مین سے کھایا تو لباس بہشتی بدن پر سے اڑ گیا اور سب شرمگاہ ننگی ہو گئی مگر تاج اور سرپیچ کو شرم آئی کہ آپکے سر سے مفارقت کرین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تشریف لاکر تاج سر سے اتارا اور سرپیچ کو پیشانی پر سے کھولا پھر عرش کے اوپر سے آواز آئی کہ تم دونون میرے پاس سے اتر جاؤ جو میرا نافرمان ہو اسکا میرے پاس ٹھکانا کہان حضرت آدم علیہ السلام نے رو کر حضرت حوا علیہا السلام کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ گناہ کی اول شامت یہ ہو کہ حبیب کے پاس سے نکالے گئے اور روایت ہو کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام پر جب خطا کے باعث عتاب ہوا یعنی اس تصویر پر جو انکے گھر مین چالیس روز پوجی گئی اور بعضون کا یہ قول ہو کہ وہ خطا یہ تھی کہ ایک عورت نے آپ سے درخواست کی تھی کہ میرے باپ کی مرضی کے موافق حکم فرمانا اور آپنے وعدہ کیا تھا کہ اچھا مگر پھر ویسا نہ کیا اور بعض فرماتے ہین کہ قصور یہ تھا کہ اس عورت کی خاطر دل مین یہ آیا تھا کہ فیصلے مین اسکے باپ کو جتا دین بہرحال خطا کی عوض چالیس روز کیلیے آپ کی سلطنت چھن گئی اور آپ برے حال سے بھاگے پھر تو یہ حال تھا کہ اگر کھانے کیلیے ہاتھ پھیلاتے تھے تو ٹکڑا نہ ملتا تھا اگر لوگون سے کہتے کہ مجکو کھانا دو مین داؤد کا بیٹا سلیمان ہون تو لوگ مار کر اور گالیان دیکر نکالدیتے روایت ہو کہ ایک بڑھیا[1] کے گھر سے آپ نے کھانا مانگا اسنے جھڑک دیا اور منہ پر تھوک دیا اور ایک روایت مین ہو کہ ایک بڑھیا نے ایک پیشاب کا ٹھرا آپ کے سر پر الٹ دیا سبح ہو شعر عزیزیکہ ازدرگہش سر بتافت ؛ بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت ؛ پھر جب حکم الٰہی سے آپ کی انگوٹھی مچھلی کے پیٹ مین سے نکلی اور چالیس روز یعنی مدت عقوبت کے بعد آپ نے اسکو پہنا تب تو پرند جانور آپ کے سر پر سایہ کر کے کھڑے ہوے اور جن اور شیطان و وحوش جدا پاس آ گئے ان مین سے بعض نے جو آپکی خدمت مین کسی طرح کا قصور یا گستاخی کی تھی معذرت کی آپنے فرمایا کہ میری طرف سے نہ تمہارے افعال گذشتہ پر ملامت ہے نہ اس معذرت پر محمدت یہ بات ایک آسمانی تھی جسکا ہونا ضرور تھا۔ اور بنی اسرائیل کے قصون مین یہ بھی مذکور ہو کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شہر مین نکاح کیا تھا اپنے غلام کو اس عورت کے لانے کیلیے بھیجا اثنار راہ مین اسکے نفس نے براہ نفسانیت اس عورت سے اپنا مقصود چاہا مگر اس غلام نے اپنے نفس پر مجاہدہ کر کے روک رکھا اور اسکی خواہش کا مغلوب نہوا اللہ تعالی نے اسکے تقوی کی بدولت اسکو بنی اسرائیل کا پیغامبر کر دیا۔ اور حضرت موسی علیہ السلام کے قصون مین مذکور ہے کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ خداتعالی نے آپ کو علم غیب کس لیے عنایت فرمایا انھون نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ مین نے خدا کے واسطے گناہ چھوڑ دیے اور روایت ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہوا چلتی تھی آپ نے اپنے نئے قمیص کیطرف دیکھا اور گویا کہ اسکو اچھا جانا ہوا نے اسکو گرا دیا آپ نے پوچھا کہ تو نے یہ کیون کیا مین نے تو تجکو نہین حکم کیا تھا اسنے عرض کیا کہ ہم آپ کی اطاعت جبھی کرتے ہین جب

۱؎ مسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا و ابو درداء ۱۲ ؎ اصل مین یہ ہو من بیت لامرأۃ یعنی اپنی ایک بی بی کے گھر سے ۱۲

آپ خدا کی اطاعت کرتے ہین اور روایت ہو کہ خدا یتعالی نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہے کہ مین نے تمہارے لخت جگر یوسف کو تمسے کیون جدا کیا انھون نے عرض کیا کہ مجکو معلوم نہین ارشاد ہوا کہ اس وجہ سے کہ تمنے اسکے بھائیون سے کہا تھا اخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غافلون تمنے بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے توقع کیون نہ کی اور بھائیون کی غفلت کو کیون دھیان کیا میری حفاظت کیطرف کیون نہ دیکھا پھر ارشاد ہوا کہ تمکو معلوم ہو کہ مین نے یوسف کو تمپر کیون واپس کیا عرض کیا کہ نہین فرمایا کہ تمنے جب مجھسے توقع کی اور یہ کہا عسے اللہ ان یاتینی بہم جمیعا اور نیز یہ کہا کہ اذہبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ ولا تیاسوا من روح اللہ مین نے انکو تم سے ملایا اسیطرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہی مصاحب مجلس مین ارشاد فرمایا تھا کہ میرا ذکر اپنے آقا سے کرنا تو اللہ تعالی اُس قصہ کو اسطرح ارشاد فرماتا ہو فانساہ الشیطان ذکر ربہ فلبث فی السجن بضع سنین اسطرح کی حکایات بیشمار ہین قرآن واحادیث مین جو یہ حکایات وارد ہین تو کچھ کہانی اور قصہ خوانی کے طور پر نہین بلکہ اسنے عبرت اولی الابصار اور بصیرت مردان ہوشیار مقصود ہو کہ انکو دیکھکر جانین کہ سب انبیاء علیہم السلام سے چھوٹے گناہ فروگذاشت نہین ہوے تو اور لوگون سے کبیرہ کسطرح درگذر کیے جاوینگے البتہ انکی سزا دنیا ہی مین ہوگی آخرت پر کچھ خرخشہ نہ رہا یہ بات انکی سعادت کے باعث ہوئی تھی شقی آدمیون کو مہلت دیجاتی ہو تاکہ خوب گناہ کرلین اور یہ بھی وجہ انکی مہلت کی ہو کہ دنیا کی سزا خفیف ہو اور آخرت کا عذاب شدید اور جزا ہو انکے عمل کی پاداش ایسے ہی سخت عذاب کو چاہتی ہو اسلیے مہلت دیجاتی ہو اس قسم کی باتین مصر لوگون کے سامنے زیادہ کہنی چاہئین اسلیے کہ توبہ پر آمادہ کرنے کیلیے اکثر مفید پڑتی ہین.

تیسری قسم یہ کہ لوگون کی سامنے یہ بیان کرے کہ گناہون پر دنیا مین عقوبت کے ہونے کی توقع ہوتی ہو اور جسقدر کہ بندے پر مصائب پہونچتے ہین وہ گناہون کے سبب ہوتے ہین اسلیے اکثر آدمی امر آخرت مین سہل انکاری کرتے ہین مگر خدا یتعالے کے عذاب دنیاوی سے جہالت کے باعث زیادہ ڈرتے ہین تو ضرور ہوا کہ ایسے لوگون کو اسی قسم کی باتون سے راہ راست پر لایا جاوے کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہو کہ گناہون کی نحوست دنیا ہی مین آدمی پر آتی ہو جیساکہ قصۂ حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام مین گذرا یہانتک کہ بعض اوقات شامت گناہون مین روزی تنگ ہوجاتی ہو کبھی لوگون کے دلون سے اپنی منزلت گرجاتی ہو دشمن غالب ہوجاتے ہین اور حدیث شریف مین ہو کہ بندہ گناہ کرنے کے باعث رزق سے محروم ہوتا ہو اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ میری دانست مین گناہ کے باعث آدمی علم بھی بھولجاتا ہو اور یہی مراد ہو اس حدیث شریف مین کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہو اسکی عقل اس سے علیحدہ ہوجاتی ہو اور پھر کبھی اسکے پاس نہین آتی اور بعض اکابر کا قول ہو کہ لعنت منھ کے سیاہ ہونے اور مال کے ناقص ہونیکا نام نہین بلکہ لعنت یہ کہ آدمی ایک گناہ سے نکلکر دوسرے اسی جیسے یا اس سے زیادہ مین مبتلا ہو اور واقع مین بھی انھون نے درست فرمایا اسواسطے کہ لعنت کے معنی محروم کردینا اور رحمت سے دور کرنا ہین پس جب آدمی کو توفیق خیر نہ ملی اور بدی کے لوازم مہیا ہوے تو ظاہر ہو کہ رحمت سے دور ہوا اور توفیق کا عنایت نہونا کیسا بڑا حرمان ہو علاوہ ازین ہر ایک گناہ دوسرے گناہ کی طرف بلاتا ہو اور بڑھتا جاتا ہو یہانتک کہ آدمی اسکے باعث اس رزق سے محروم رہتا ہو جو اسکی غذای روحانی ہوتی اور کارآمد ہوتا

یعنی پاس بیٹھنا علماء کا جو منکر گناہون کے ہین اور ہمنشینی صلحا کی میسر نہین ہوتی بلکہ ایسے شخص سے خدا تعالیٰ ناخوش رہتا ہے تاکہ صلحا بھی اس سے ناراض رہین بعض عارفین کے حال مین لکھا ہے کہ وہ اپنے کپڑے اٹھاے ہوے کیچڑ مین جاتے تھے اور پانون گڑا کر رکھتے تھے کہ پھسل نہ جاوے الا انکا پانون پھسل گیا اور گر پڑے پھر اٹھکر عین کیچڑ مین روتے ہوے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی حال بندے کا ہے کہ ہمیشہ گناہون سے بچتا جاتا ہے اور کنارہ کشی کرتا ہے یہانتک کہ ایک یا دو گناہون مین مبتلا ہو جاتا ہے پھر تو بالکل گناہون مین دھنس جاتا ہے اس قول سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ گناہ کی عقوبت ہی مین یہ بھی داخل ہے کہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہو بہر حال دنیا کے مصائب عارفین کے نزدیک داخل عقوبت گناہ مین چنانچہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا کہ آدمی پر جو گردش زمانہ یا ستم ابنائے جنس ہو تو جانے کہ سب میرے گناہون کی بدولت ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ اگر میرے گدہے کی عادت بھی بگڑ جاوے تو مین یہی جانون کہ میرے ہی قصور کی جہت سے ہے اور ایک عارف فرماتے ہین کہ مین اپنے گناہ کی عقوبت اپنے گھر کے چوہے مین بھی جانتا ہون اور بعض صوفی راوی ہین کہ مین نے شام کے ملک مین ایک غلام نصرانی خوبصورت کو دیکھا اور کھڑا ہوکر اسکے جمال کو تاکنے لگا اتنے مین میرے پاس ابن جلاء دمشقی آئے اور میرا ہاتھ پکڑا مجکو شرم آئی اور بات بنا کر انسے عرض کیا کہ مجھے اسکی صورت دیکھکر تعجب تھا کہ نجانے خدا کی کیا حکمت ہے کہ ایسی صورت بھی آگ مین جاویگی انھون نے میرا ہاتھ دبا دیا اور فرمایا کہ چندے در بعد اسکی سزا تمکو ملیگی راوی کہتے ہین کہ تیس برس بعد مجکو اسکی سزا ملی کسی مصیبت مین گرفتار ہوا اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ احتلام ہونا بھی ایک عقوبت ہے اور فرمایا کہ کسی آدمی کو جو نماز جماعت نہین ملتی تو کسی گناہ کے مرتکب ہونیسے یہ امر ظہور مین آتا ہے[1] اور حدیث شریف مین ہے ما انکرتم من زمانکم فبما غیرتم من اعمالکم[2] سچ کہا ہے جسنے کہا ہے ع شامت اعمال ما صورت نادر گرفت ؛ اور ایک حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ اپنی شہوت کو میری طاعت پر مقدم سمجھتا ہے تو اسکی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ اسکو اپنی فرحِ مناجات سے محروم کر دیتا ہون اور ابو عمرو بن علوان سے ایک قصہ منقول ہے سب قصہ تو بہت طویل ہے الا اسمین انھون نے لکھا ہے کہ مین ایک روز نماز پڑہتا تھا اثنائے نماز مین میرے دلمین خواہش ابھری اسکی سوچ بہت دیر تک کیے گیا یہانتک کہ اس سے خواہش لونڈے بازی کی پیدا ہوئی فوراً مین زمین پر گر پڑا اور تمام جسم سیاہ ہو گیا لوگون کی شرم سے مین تین دن گھر مین چھپا رہا اور بدن کو صابون سے حمام مین جاکر دہوتا مگر سیاہی بڑہتی گئی تین دن کے بعد رنگ صاف ہوا پھر مین حسب الطلب حضرت جنید بغدادی کے موضع رقہ سے بغداد کو گیا جب انکی خدمت مین پہونچا تو فرمایا کہ تجھے شرم نہ آئی کہ خدا کے سامنے کھڑا ہوکر تیرا نفس ایسی شہوت مین ڈوبا کہ تجھکو مغلوب کرکے حضوری آلٰہی سے نکال دیا اگر مین تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیری طرف سے خدا کے سامنے تائب نہوتا تو تو خدا کے سامنے اسی کالے رنگ سے جاتا مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضرت جنید نے میرا حال کسطرح معلوم کیا مین تو رقہ مین تھا اور آپ بغداد مین تشریف رکھتے تھے اب جاننا چاہیے کہ آدمی جو گناہ کرتا ہے تو اسکا چہرۂ دل سیاہ ہو جاتا ہے پس اگر نیکبخت ہوتا ہے تو سیاہی ظاہر بدن پر بھی معلوم ہونے لگتی ہے تاکہ وہ اپنی حرکت سے باز رہے اور اگر بدبخت ہے تو سیاہی اندر ہی اندر رہتی ہے یہانتک کہ تمام باطن سیاہ ہوکر مستحق آتش ہو جاوے اور دنیا مین گناہون کی آفات ؛ فقر و مرض وغیرہ آنے کے باب مین بہت اخبار وارد ہین بلکہ دنیا مین یہ بھی کچھ گناہ کی ہی شامت ہے کہ

[1] زمانہ سے جو بات تمکو بری معلوم ہو اسکو اپنے اعمال کے بدل ڈالنے سے سمجھو ۱۲ بیہقی در زہد بروایت ابو درداء کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲ [2] اسکی سند مجھے نہیں ملی ۱۲

گناہ کے بعد اسی کی صفت حاصل کرے یعنی اگر کسی مصیبت مین مبتلا ہو تو گناہ کی عقوبت مین ہو اور اُسپر اچھی طرح صبر کرنے سے بھی محروم رہے تاکہ بدبختی دو بالا ہو جاوے اور اگر کوئی نعمت ملے تو اسکے حق مین مہلت ہو اور اسپر شکر سے محروم کیا جاوے تاکہ ناشکری پر عقوبت کیجاوے مگر مطیع کا حال اسکے خلاف ہی اسکے حق مین طاعت کی برکت سے جو نعمت ہوتی ہی وہ جزاء طاعت ہوتی ہی اور اسکے شکر کی توفیق اسکو مرحمت ہوتی ہی اور جو مصیبت اسپر آتی ہی تو اسکے گناہون کا کفارہ ہوتا ہی اور اسپر صبر کرنے سے درجات بڑھتے ہین چوتھی قسم جو وعظ مین بیان کرنے کی ہی یہ ہی کہ جو جو عقوبت علیحدہ علیحدہ گناہون پر وارد ہی اسکو بیان کرے مثلاً شراب خواری کی بُرائی اور زنا اور چوری اور قتل اور غیبت اور کبر اور حسد کی بُرائی جدا جدا کہے کہ ہر ایک مین بیشمار روایتین وارد ہین الا اتنا خیال چاہیے کہ جو شخص جس چیز کا اہل ہو اُس سے اسی چیز کا حال بیان کرے بیموقع بیان کرنا ایسا ہی کہ بیماری ہو کچھ اور دوا کرے کچھ بلکہ عالم کا حال مثل طبیب حاذق کے ہونا چاہیے کہ اول نبض اور رنگ اور حرکات اور سکنات سے علت باطنی پر واقف ہو کر علاج کیا کرتا ہی عالم بھی اسیطرح قرائن احوال سے صفات پوشیدہ آدمی کے معلوم کر کے انھین کا حال بیان کرے تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کامل ہو چنانچہ روایت ہی کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو کچھ وصیت فرمایئے کہ بہت نہو آپنے فرمایا کہ غصہ نہ کرا اور ایک اور شخص نے جو آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو وصیت کیجیے تو آپ نے فرمایا علیک بالیاس مما فی ایدی الناس فان ذلک ہو الغنی وایاک والطمع فانہ الفقر الحاضر وصل صلوٰۃ مودع وایاک ما تعتذر منہ اور ایک شخص نے آپ سے وصیت کیلیے عرض کیا تو فرمایا کہ جھوٹ مت بولا کر اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسعؒ سے کہا کہ مجھے وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ مین وصیت کرتا ہون کہ تو دنیا اور آخرت مین بادشاہ رہنا اسنے عرض کیا کہ یہ بات مجھکو کیسے میسر ہو گی آپ نے فرمایا کہ دنیا مین زہد کو اپنے اوپر لازم کرنا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گویا کہ سائل اول مین علامات غضب معلوم فرمائے تھے اسلیے اسکو غصہ کرنیسے منع فرمایا اور دوسرے سائل مین علامات لوگون سے طمع کی اور طول امل کی ملاحظہ فرمائے اسکو ویسا ہی حکم فرمایا تیسرے مین علامات کلام کے بدل ڈالنے کی پائین اسکو اسی کے مناسب جھوٹ نہ بولنے کو فرمایا اور حضرت محمد بن واسعؒ نے بھی اپنے سائل مین علامات حرص بفراست معلوم کر کے اسی کے موافق وصیت فرمائی اور ایک شخص نے حضرت معاذ سے عرض کیا کہ مجھکو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اگر تو رحم کیا کرے تو مین تیرے لیے جنت کا کفیل ہون گویا آپ کو بفراست اسکا سخت دل ہونا معلوم ہو گیا تھا اسلیے رحم کی وصیت کی اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ آدمیون سے علیحدہ رہا کر اور آدمیون کے ساتھ رہا کر اور اچھے آدمیون کی ضرورت اسلیے ہی کہ بھول چوک آدمی کا کام ہے اور سب آدمی آدمی نہین ہوتے آدمی گذر گئے اور بھوت رہ گئے انکو آدمی کیسے جانین کہ آدمیون کی ہتک کرتے رہتے ہین شعر

آنچہ بس جستیم وکم دیدیم وبسیار ست ونیست ؛ نیست جز انسان درین عالم کہ بسیار ست ونیست ؛ تو گویا حضرت ابراہیم بن ادہم نے بھی فراست سے اس شخص مین علامت آفت ملاقات معلوم کی اور جو حال اسپر اسوقت غالب تھا اسکو سنا دیا اور غالب جانا اسپر یہی تھا کہ لوگون کو ایذا دیتا تھا غرضیکہ گفتگو مناسب حال سائل کے ہونی چاہیئے نہ لائق شان قائل کے اور حضرت معاویہ نے

حضرت عائشہ رض کو لکھا کہ میرے واسطے ایک نوشتہ لکھ بھیجین جسمین کوئی مختصر وصیت ہو حضرت عائشہ نے جواب مین لکھا کہ بعد حمد وصلوٰۃ
کے معلوم ہو کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ جو شخص کہ خدا تعالی کی رضامندی لوگون کی ناراضی
سے چاہے اللہ تعالی لوگون کی منفعت سے اسکو بچا دیتا ہی اور جو شخص کہ خدا کی ناراضی لوگون کی رضامندی مین چاہتا ہو اللہ
تعالی اسکو لوگون ہی کے حوالہ کر دیتا ہی والسلام - اس خط سے فہم وفراست حضرت عائشہ کی دیکھنی چاہیے کہ کس طرح پر اسی
آفت کو لکھا جسکے در پے حکام وامرا ہوتے ہین یعنی لوگونکی طرفداری اور انکی رضاجوئی اکثر لوگونکو ملحوظ رہتی ہی اور ایک دفعہ اور
آپنے حضرت امیر رض کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم ہو کہ خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ جب خدا سے ڈروگے تو اللہ تعالی تمکو لوگون سے
بچاویگا اور جب لوگون سے ڈروگے تو اللہ کے سامنے تمہارے لیے انکی کچھ پیش نہ جاوے گی والسلام - ان روایات سے معلوم
ہوتا ہی کہ ہر ناصح وواعظ پر ضرور ہی کہ اسکی توجہ اسباب کیطرف مصروف ہو کہ صفات پوشیدہ کو فراست سے جان لے اور احوال مناسب
اور مصلحت وقت کو پہچانے تاکہ جو امر ضروری ہی اسیکا بیان کرے ورنہ ساری نصیحتون کو ہر ایک شخص سے کہنا غیر ممکن ہی علاوہ ازین
جس چیز کی حاجت بیان کرنے کی نہو اسمین مشغول ہونا تضیع اوقات ہی یہان یہ سوال ہو سکتا ہی کہ اگر واعظ مجمع مین وعظ کہتا ہو یا
اس سے کوئی ایسا شخص سوال وعظ کرے جسکے باطن کا حال معلوم نہین تو واعظ کو کیا کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ دونون
صورتون مین واعظ ایسا بیان کرے جسمین تمام خلق شریک ہو یعنی ایسی ضروری باتین کہے جنکی طرف سب کو حاجت ہوتی ہی خواہ
ہر وقت بکار آمد ہون یا اکثر اوقات ضروری ہوتی ہون اور علوم شرع مین یہ بات ممکن ہی اسلیے کہ وہ علوم غذا اور دوا دونون ہین غذا تو
لوگون کے لیے ہین اور دوا انکے لیے ہین جو روگی ہین اور ایسے وعظ کی مثال یہ ہی کہ کسی شخص نے حضرت ابو سعید خدری رض سے
عرض کیا کہ مجھکو وصیت فرمایئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر کہ ہر ایک بہتری کی جڑ یہی ہی اور جہاد کرنا اپنے
اوپر لازم کر کہ اسلام مین رہبانیت اسی کو کہتے ہین اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر کہ وہ تیرے لیے زمین والون مین نور ہوگا
اور آسمان کے لوگون مین تیری یاد رہیگی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اسکے باعث شیطان پر غالب ہو جاویگا اور ایک
شخص نے حضرت حسن رض سے پوچھا کہ مجھکو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ خدا کی بات کی بڑائی کر خدائے تعالی تیری عزت
کریگا - اور لقمان ع نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علما سے اپنے زانو ملا مگر انسے مجادلہ مت کر ورنہ تمھکو برا سمجھینگے اور دنیا مین مقدار
قوت بشری رکھ لے اور باقی جو کمائی بچے اسکو آخرت کیلیے خرچ کر اور دنیا کو بالکل ترک مت کر کہ اپنا بوجھ لوگون کے ذمہ ڈالے
اور انکی گردن کا دبال بنے اور روزہ ایسا رکھ جس سے شہوت ناقص ہو ایسا مت رکھ جس سے نماز مین خلل ہو اسلیے کہ نماز روزہ سے
افضل ہی اور بیوقوف کے پاس مت بیٹھ اور نہ دورویہ آدمی سے مل اور یہ بھی انھین کی نصیحت اپنے فرزند کو ہی کہ بدون تعجب کے
مت ہنسنا اور بدون حاجت کے مت پھرنا اور جس چیز سے تجھے کچھ فائدہ نہو اسکا حال مت پوچھنا اور اپنے مال کو کھو کر دوسریکا
مال مت سنوارنا اس سے مراد یہ ہی کہ تیرا مال وہ ہی جو مرنے سے پہلے لوگون کو دیجاوے اور دوسریکا مال وہ ہی جو چھوڑ جاوے
اے فرزند جو رحم کرتا ہی اسپر رحم ہوتا ہی اور جو چپ رہتا ہی وہ سلامت رہتا ہی اور جو اچھی بات کہتا ہی وہ غنیمت پاتا ہی اور جو بری بات

کہتا ہی وہ گنہگار ہوتا ہی اور جو اپنی زبان نہین روکتا وہ ندامت اٹھاتا ہی **شعر** زبان بریدہ بکنجے نشستہ صم وبکم * بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم * اور کسی شخص نے ابو حازم سے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے انھون نے فرمایا کہ جو کام ایسا ہو کہ اگر بالفرض اسمین تجھکو موت آجاوے تو اسپر مرنا اچھا معلوم ہو ایسے کام کو ضرور کیا کر اور جو فعل اسطرح کا ہو کہ شاید اگر اسکے ارتکاب کے وقت موت آجاوے تو مرنے کو مصیبت جانے ایسے کام سے اجتناب کیا کر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھکو وصیت فرمائیے انھون نے فرمایا کہ ہنستی صورت رہا کر غصہ مت کیا کر اور ایسے رہو کہ دوسرونکو تمسے فائدہ ہو کسی کو ضرر نہ پہونچے اور خصومت سے کنارہ کر و بیحاجت مت چلو پھرو اور بدون اچنبھے کی چیز کے مت ہنسو اور اہل قصور کو انکی خطاؤن کا عیب و طعنہ مت کرو بلکہ اے ابن عمران اپنی خطا پر رونا چاہیے اور ایک شخص نے محمد بن کرام سے وصیت چاہی تو انھون نے فرمایا کہ اپنے خالق کی رضامندی مین اتنی کوشش کرنی چاہیے جتنی اپنے نفس کی رضامندی مین کوشش کرتے ہو اور ایک شخص نے حامد لفاف سے وصیت کیلیے عرض کیا تو انھون نے فرمایا کہ اپنے دین کا غلاف ایسا بناؤ جیسا کلام مجید کے لیے بنواتے ہو کہ کسی طرح کی گرد اسپر نہ پڑنے پاوے سائل نے پوچھا کہ دین کے غلاف سے کیا مراد ہی آپ نے فرمایا کہ طلب دنیا کو چھوڑ دینا الا بقدر ضرورت اور کثرت کلام زائد اور ضرورت کا بھی تارک ہونا اور بے ضرورت لوگون سے ملاقات ترک کرنی اور حضرت حسن بصریؒ نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو نامہ لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ خوف دلاتا ہی اور ڈراتا ہی اس سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہیے اور جو تمہارے پاس اب موجود ہی اسمین سے آگے کے واسطے لے لو اور موت پر یہ حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگا والسلام۔ اور ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ آپ مجھکو کچھ وعظ و نصیحت کیجیے اسکے جواب مین آپ نے انکو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ سب سے بڑی ہول اور امور وحشت ناک تمہارے آگے ہین اور تمکو انکا دیکھنا ضرور پڑیگا یا نجات سے یا تباہی کے ساتھ اور یہ بھی جان لو جو شخص اپنے نفس کو جانچتا رہتا ہی وہ نفع مین رہتا ہی اور جو اس سے غافل رہتا ہی وہ نقصان اٹھاتا ہی اور جو شخص انجام کار پر نظر رکھتا ہی وہ نجات پاتا ہی اور جو ہواے نفس کی اطاعت کرتا ہی وہ گمراہ ہوتا ہی اور جو شخص حلم کرتا ہی اسکو غنیمت ملتی ہی اور جو ڈرتا رہتا ہی وہ بچ جاتا ہی اور جو مامون رہتا ہی وہ عبرت پکڑتا ہی اور عبرت والا صاحب بصیرت ہوتا ہی اور اہل بصیرت فہیم ہوتا ہی اور فہیم آدمی واقف کار ہوتا ہی پس جب تمسے کوئی لغزش ہو جاوے تو اس سے باز آنا چاہیے اور جب ندامت کرو تو خطا کو جڑ سے اکھاڑ دو اور اگر کوئی بات نہ آتی ہو تو پوچھ لو اور جسوقت تمکو غصہ آوے اسکو روکو انتہیٰ۔ اور مطرف بن عبد اللہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ دنیا عقوبت کا گھر ہی اسکو وہی جمع کرتا ہی جسکو عقل نہین اور اس سے مغالطہ اسکو ہوتا ہی جسکو علم نہین اے امیر المومنین اسمین ایسے رہو جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہی کہ خوف انجام کے درد سے شدت دوا پر صبر کیا کرتا ہی اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا خدا کے اولیا کی اور اسکے اعدا کی دونون کی دشمن ہی اسکے اولیا کو رنج پہونچاتی ہی اور اعدا کو مغالطہ دیتی ہی اور نیز اپنے بعض عاملون کو آپنے لکھا کہ تمکو قدرت بندون پر ظلم

کرنیکی حاصل ہو مگر جب کسی پر ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کرنا کہ تمہارے اوپر بھی خدا قادر ہی اور اسبات کو خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگو نپر تم جور و ستم کروگے وہ انپر گذر جائیگا مگر تمپر باقی رہیگا اور یہ بھی جان لو کہ خدا تعالی مظلوموں کے انتقام مین ظالمون کو پکڑیگا والسلام۔ حاصل یہ کہ وعظ عام اسطرح کا ہونا چاہیے اور جسکا حال معلوم ہو اسکو بھی اسیطرح نصیحت کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ نصیحتین مثل غذاؤن کے ہین جس سے ہر ایک کو فائدہ ہو سکتا ہی اور انجاکہ اسطرح کے واعظ نایاب ہین اسی لیے باب وعظ بالکل مسدود ہو گیا اور معاصی و فساد غالب ہو گئے لوگون کو ایسے واعظون سے کام پڑا جو سجع اور قافیے سے باتین جکناتے ہین اور اشعار سناتے ہین اور جو بات کہ انکے حوصلہ علمی کے موافق نہین اسکو بھی بتکلف ذکر کرتے ہین اور دوسرے لوگون سے مشابہ ہونے پر مرتے ہین اسیوجہ سے عوام کے دلون سے انکا وقار جاتا رہا انکا کلام دلون پر اثر نہین کرتا اسلیے کہ وہ خود دل سے نہین کہتے انچہ از دل خیزد بر دل ریزد سے عاری ہین کہنے والے خالی از لاف نہ سننے والے تکلف سے صاف دونون کے دونون دین سے روگردان اور متخلف ہین اور چونکہ اول علاج مریض کا تلاش طبیب ہے تو گناہگارون کیلئے بھی اول تدبیر علما کا طلب کرنا ہی ایک رکن علاج کا اور اسکی اصل یہ ہی جو مذکور ہوئی دوسری اصل اصرار کے علاج کی صبر ہی اور صبر کیطرف حاجت کیوجہ یہ ہی کہ مریض کا مرض جو بڑہتا ہی تو صرف مضر چیزون کے استعمال سے بڑہتا ہی اور استعمال مضر چیزونکا دو سبب سے ہوتا ہی یا تو اس سبب سے کہ اسکے ضرر سے غافل ہی یا اس سبب سے کہ غلبہ شہوت مین ضرر کا خیال نہ کرے اوپر جو مذکور ہوا وہ تو علاج غفلت کا تھا اب صرف شہوت کا علاج باقی رہا اور اسکے علاج کا طریق ہم باب ریاضت نفس مین لکھ چکے ہین جسکا حاصل یہ ہی کہ مریض کو جب اشتیاق کسی مضر غذا کا بہت ہو تو اسکی تدبیر یہ ہی کہ اول اسکے ضرر کی زیادتی سے واقف ہو پھر وہ چیز اسکی آنکھ سے پوشیدہ کر دیجاوے اور کبھی سامنے نہ آنے پاوے اور اسکے بدلے مین کوئی اور چیز اُسی کے قریب جو صورت مین مشابہ اور ضرر مین کمتر ہو استعمال کرے پھر درد و تکلیف جو اسکے استعمال سے ہو اسکے خوف کی قوت سے اسے بھی چھوڑ دے اور اسکے چھوڑنے پر صبر کرے پس مریض کو بہر حال تلخی صبر ضرور ہے اسیطرح معاصی کی شہوت کا علاج ہونا چاہیے مثلاً اگر کسی جوان آدمی کو شہوت کا جوش ہو اور وہ اپنی آنکھ اور دل اور اعضا کو مقتضائے شہوت سے نہ روک سکے تو اسکو چاہیے کہ اول اپنے گناہ کے ضرر سے واقف ہو یعنی وہ وعید جو کتاب اللہ اور احادیث مین اس باب مین وارد ہین انکو تلاش کرے خواہ کسی سے پڑہوا کر سنے پس جب خوف زیادہ ہو گا تو ان اسباب سے دور بھاگیگا جو شہوت کو جوش مین لاوین اور جوش شہوت کا سبب یا تو خارج سے ہوتا ہی یعنی جسکی خواہش ہی اسکو دیکھنے اور سامنے ہونیسے اس سبب کا علاج تو یہ ہی کہ اسکے پاس نرہے اور بھاگ کر تنہائی اختیار کرے اور یا سبب شہوت داخل سے ہوتا ہی یعنی لذیذ اور مقوی غذاؤن سے تو اسکا علاج بھوکا رہنا اور ہمیشہ کو روزہ دار رہنا اور یہ دونون علاج صبر کے محتاج ہین اور صبر بدون خوف کے اور خوف بدون علم کے اور علم بدون بصیرت و تامل کے حاصل نہین ہوتا یا سننے اور تقلید سے بھی حکم حاصل ہو سکتا ہی بس اول سب باتون سے ذکر کی مجلسون یعنے وعظ کے مجمع مین حاضر ہونا چاہیے پھر دل کو سب شغلون سے خالی کر کے سننے کیطرف مصروف ہو اور جو سنے اسکو خوب سمجھنے کیلیے غور کرے اس تدبیر سے بیشک خوف پیدا ہو گا اور جب خوف قوی ہو جاویگا تو اسکی اعانت سے صبر میسر ہو گا اور اسباب

طلب علاج کے پیدا ہونگے اسکے بعد خدا تعالیٰ کی توفیق اور اس امر کو اسپر آسان کردینا اضافہ ہوگا پس جو شخص اپنا دل لگا کر سنیگا اور خوب
واقف ہوکر خدا تعالیٰ سے ڈریگا اور منتظر ثواب ہوگا اور بھلی بات کو سچ جانیگا تو خدا تعالیٰ اسکو رفتہ رفتہ آسانی پر پہونچاوے گا
اور جو شخص اسباب مین بخل کریگا اور اپنا کان نہ دیگا اور بے پروائی برتے گا اور عمدہ بات کو جھٹلاویگا اسکو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ
سختی مین پہونچاویگا پھر دنیا کی لذیذ چیزون سے اس کے کچھ کام [illegible] دیگا جب ہلاک ہوکر گڑھے مین جا پڑیگا انبیا کا کام یہی تھا کہ ہدایت
کے طریق بیان کردین باقی دنیا و آخرت دونون خدا ہی کے ہین اب اگر کوئی یون کہے کہ اس تقریر کا مآل ایمان پر جا رہا اسواسطے
کہ ترک گناہ بدون اس سے صبر کیے ممکن نہین اور صبر بدون واقفیت خوف کے ممکن نہین اور خوف بدون علم کے نہین ہوتا اور
علم جب حاصل ہوتا ہی جب زیادتی ضرر گناہون کی تصدیق ہو اور زیادتی ضرر کی تصدیق بعینہ اللہ و رسول کی تصدیق ہی جسکا نام
ایمان ہی تو گویا خلاصۂ تقریر یہ ہی کہ جو کوئی گناہ پر اصرار کرتا ہی وہ اسلیے کرتا ہی کہ اسکو ایمان نہین حالانکہ یہ بات قیاس کے خلاف ہی
کہ اصرار والے کو ایماندار نہ کہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ اصرار مین ایمان مفقود تو نہین ہوتا بلکہ ضعف ایمان سے یہ حرکت ظاہر ہوتی ہی
اسلیے کہ یہ بات تو ہر ایک ایماندار مانتا ہی کہ گناہ کرنا سبب خدا کی دوری کا اور عذاب اخروی کا ہوتا ہی پھر جو گناہ مین مبتلا ہوتا
ہی تو اسکی کئی وجہین ہین وجہ اول تو یہ کہ جس عذاب کا وعید ہی وہ موجود نہین نظر سے غائب ہی اور نفس انسانی کی سرشت اس طور
پر ہی کہ اسکو جتنا اثر حاضر سے ہوتا ہی اتنا غائب سے نہین ہوتا اسلیے موعود چیز کی تاثیر اسپر بہ نسبت حاضر چیز کے ضعیف ہوتی ہی
دوسری وجہ یہ کہ شہوات جو گناہون کی باعث ہوتی ہین انکی لذتین نقد ہین جو آدمی کے گلے کا ہار ہوتی ہین اور ان کی عادت
و الفت ہونے سے قوت و غلبہ پا جاتی ہین اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہی اور حال کی لذت آئندہ کے خوف
سے چھوڑنی نفس پر دشوار ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ اور فرمایا بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا
اور اس امر کی سختی حدیث شریف سے بھی ثابت ہی کہ آپ نے فرمایا حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشہوات اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کرکے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم کیا کہ جاکر اسکو دیکھ انھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہی تیری
عزت کی جو کوئی اسکا حال سنے گا کبھی اسمین نہ جاویگا پھر اسکو شہوات سلے ڈھانک دیا اور حضرت جبرئیل کو ارشاد ہوا کہ اب جاکر
دیکھ انھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہی تیری عزت کی اب مجھے یہ خوف ہی کہ کوئی بدون اسمین داخل ہوے نر ہیگا اور جنت کو پیدا کرکے
حضرت جبرئیل کو حکم کیا کہ جاکر دیکھ انھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہی تیری عزت کی جو کوئی اسکا حال سنیگا وہ اسمین داخل ہوگا پھر
جنت کو خدا تعالیٰ نے مکروہات مین چھپا کر حضرت جبرئیل کو ارشاد فرمایا کہ اب جاکر دیکھ انھون نے دیکھکر عرض کیا کہ اب مجھے یہ
خوف ہی کہ اسمین کوئی داخل نہوا انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہوات کا سردست موجود ہونا اور عذاب کا انجام کو دیر کر ہونا اصرار کے
دو سبب کھلے ہوے ہین باوجودیکہ اصل ایمان موجود رہتا ہی دیکھو ہر ایک شخص جو اپنے مرض مین برف کا پانی شدت پیاس کے باعث
پیتا ہی وہ اصل طب کا منکر نہین ہوتا نہ اسبات کا منکر کہ یہ پانی میرے حق مین مضر ہی مگر چونکہ شہوت غالب ہی اور اس صبر
کرنے کا رنج بالفعل موجود ہی اسلیے جو تکلیف و مضرت کہ آئندہ کو ہوگی وہ آسان معلوم ہوتی ہی تیسری وجہ یہ کہ گناہگار مومن

اکثر توبہ کا ارادہ رکھتا ہو اور اپنی برائیون کو حسنات سے مٹانا چاہتا ہو اور وعدہ بھی شرع مین موجود ہو کہ حسنات سے سیئات دور ہو جاتی ہین مگر چونکہ طول امل طبیعتون پر غالب رہتی ہو اسواسطے وہ ہمیشہ توبہ مین تاخیر کرتا رہتا ہو خلاصہ یہ کہ باوجود ایمان کے توفیق توبہ کی امید مین گناہ کا مرتکب ہوتا ہو۔ چوتھی وجہ یہ کہ کوئی مسلمان بایقان ایسا نہین جسکو یہ اعتقاد نہ ہو کہ گناہ موجب ایسی عقوبت کے نہین ہوتے جنکا معاف ہونا ممکن نہ ہو پس گناہ کرتے ہین اور خدا کے فضل پر بھروسا کرکے اسکے معاف ہو جانے کی توقع رکھتے ہین چنانچہ کسی کا شعر ہو **شعر** ہم بھی کہین گے داور محشر سے روز حشر ؎ کیا کیا گنہ کیے تیری رحمت کے زور پر ؛ یہ چار وجہین ہین کہ باوجود باقی رہنے اصل ایمان کے موجب اصرار گناہون کی ہوتی ہین ہان بعض اوقات مجرم ایک پانچوین سبب سے مرتکب گناہ ہوتا ہو جس سے اصل ایمان ہی مین خلل واقع ہوتا ہو اور وہ سبب یہ ہو کہ سرے سے مجرم کو رسول کے صادق ہونے مین شک ہوتا ہو اسکا نام کفر ہو جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو بتاوے کہ فلان چیز تمہارے حق مین مضر ہو اور مریض اس طبیب کا معتقد نہو کہ اسکو طب آتی ہو تو وہ بالضرور اسکے قول کو جھوٹ جانیگا یا شک کریگا بہر حال اسکے کہنے کی کچھ پروانہ کریگا اور نہ اسکی بات مانیگا اسیکا نام کفر ہو اب ان پانچون اسباب کا علاج معلوم کرنا چاہیے سبب اول یعنی عقاب کے غائب ہونے مین یہ تو سوچے کہ جو چیز شدنی ہو وہ ہو کر رہیگی آنیوالی چیز چلی آتی ہو اگر تامل سے دیکھو تو فردا نزدیک ہو اور موت ہر ایک کی جوتی کے تسمے سے نزدیک تر تو کیا معلوم ہو شاید قیامت بھی نزدیک ہو جسوقت آ کھڑی ہو جب ہی موجود ہو جاویگی اور یہ بھی اندیشہ مین سوچے کہ دنیا مین آئندہ کے خوف کیلیے فی الحال تعب و مشقت اٹھاتے ہین مثلاً اس خوف سے کہ شاید کبھی محتاج ہو جاوین خشکی و تری کا سفر کرکے نفع حاصل کرتے ہین کہ اسوقت کام آوے بلکہ اگر کوئی طبیب نصرانی کسی مریض سے کہدے کہ ٹھنڈا پانی تیرے حق مین مضر ہو اس سے تو مر جائیگا تو گو مریض کے نزدیک ٹھنڈا پانی سب چیزون سے لذیذ ہی کیون نہو مگر موت کے خوف سے اسکو چھوڑ دیگا باوجودیکہ موت کا رنج صرف ایک لحظہ کا ہوتا ہو بشرطیکہ اسکے بعد کا خوف نہو اور دنیا کی مفارقت بھی ضروری ہو اور دنیا کے وجود کو ازل اور ابد کے عدم کے ساتھ کچھ نسبت نہین پس مقام غور ہو کہ ایک نصرانی کے قول سے کسطرح اپنی لذت کی چیز چھوڑ دیتا ہو حالانکہ اسکی طبابت پر کوئی معجزہ قائم نہین ہوا تو دل مین یہ کہے کہ میری عقل کے شایان نہین کہ میرے نزدیک قول انبیا علیہم السلام کا جنکو معجزات سے تائید تھی ایک نصرانی کے قول سے بھی کم ہو جو صرف اپنے آپ کو طبیب بتاتا ہو اور اسکی طب پر کوئی معجزہ قائم نہین نہ عوام کے سوا کوئی اور اسکا گواہ اور یہ کہ میرے نزدیک دوزخ کا عذاب بہ نسبت مرض کی تکلیف کے ہلکا ہو حالانکہ قیامت کا ہر ایک روز دنیا کے دنون کی نسبت پچاس ہزار برس کا ہوگا اور اسیطرح کی فکر سے سبب ثانی کا علاج ہو سکتا ہو یعنی اگر وجہ گناہ کی غلبۂ لذت ہو تو بزور اسکو نفس سے چھڑاوے اور یون کہے کہ جب مین اس لذت کو زندگی بھر نہین چھوڑ سکتا حالانکہ زندگی کے دن بہت تھوڑے ہین تو ابد الآباد کی لذت مجھسے کیسے چھوٹیگی اور یہ ذرا سا رنج صبر کا اگر نہین اٹھ سکتا تو دوزخ کی تکلیف کی برداشت کیسے ہوگی اور جب دنیا کی زیبائش کی چیزون پر جنمین کدورت اور تغیر ہوتا ہو اور کوئی خالی از رنج نہین مجھسے صبر نہین ہو سکتا تو آخرت کے مزے سے کیسے صبر ہوگا اور وجہ سوم یعنی توبہ کرنے کے لیے آجکل کرنے کا

علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ دوزخیون کی اکثر فریاد اسی سے ہو گی کہ ہمنے توبہ کیوقت کو کیون ٹالا علاوہ ازین ٹالنے والا اپنے کام کی بنا ایسی چیز پر رکھتا ہے جو اسکے اختیار مین نہین یعنی فرض کرلیتا ہے کہ مین آگے کو موجود رہونگا اور توبہ کرلونگا کیسے معلوم ہوا کہ زندہ ہی رہے گا شاید جبتک مرجاوے اور اگر زندہ بھی رہے تو گناہ نہ چھوڑ سکے جیسا اب نہین چھوڑ سکتا اسلیے کہ وجہ گناہ نہ چھوڑنے کی جو اسوقت ہے یعنی غلبۂ شہوت وہ آگے کو بھی رہیگی بلکہ عجب نہین کہ اتنے دنون عادی ہونے سے اور زیادہ مضبوط ہوجاوے کیونکہ جس شہوت کا آدمی عادی ہوتا ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے بہ نسبت اسکے کہ جسکی عادت نہین ہوتی اور اسیوجہ سے ٹالنے والے تباہ ہوجاتے ہین کیونکہ وہ ایک سی صورت کی دو چیزون مین فرق سمجھتے ہین یہ نہین جانتے کہ دن ایک دوسرے سے مشابہ ہین ترک شہوات ان مین ہمیشہ دشوار ہے اور ٹالنے والون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک پیڑ کو جڑ سے اکھاڑنا چاہے اور جب اسکو دیکھے کہ یہ تو مضبوط ہے بدون محنت شدید کے نہین اکھڑیگا تو یون کہے کہ اسے برس روز اور چھوڑ دون پھر اکھاڑونگا اور یہ جانتا ہے کہ درخت جتنے دنون زمین مین رہیگا مضبوط ہوتا جاویگا اور مین جتنا بڑا ہوتا جاونگا مجھ مین کمزوری آتی جاویگی - تو اب دنیا مین اسکی برابر کوئی احمق نہوگا کہ جب اپنے بدن مین جان تھی اور درخت کمزور تھا جب تو اسکو نہ اکھاڑا ایسے وقت پر چھوڑا کہ وہ تو مضبوط ہوجاوے اور آپ کمزور پس ایسے وقت مین کیسے عہدہ برا ہوگا اور چوتھی وجہ یعنی توقع خدا کے عفو کی اسکا علاج پہلے گذر چکا اسکی وہی مثل ہے کہ کوئی شخص اپنا سب مال خرچ کر ڈالے اور اپنے آپ کو اور عیال کو فقیر بنا دے اور توقع کرلے کہ خدا تعالی اپنے فضل سے کسی ویرانے مین خزانہ بتلاویگا یا کوئی شخص ایسے شہر مین ہو کہ وہان کے لوگ زبردستی مال لوٹ لیتے ہون تو یہ شخص اپنا مال گھر کے صحن مین ڈالدے اور باوجود قدرت دفن اور پوشیدہ کرنے کے کچھ نکرے اور کہے کہ مجھے خدا کے فضل سے توقع ہے کہ غارتگرون کو غافل کردے یا انپر کوئی ایسی مصیبت ڈالے کہ میرے گھر مین نہ آدین اور اگر آدین تو دروازے ہی پر مرجاوین پس ان مثالون مین خزانے کا ملنا اور غارتگرونکا غافل رہنا خواہ مرجانا ممکن ہے اور بعض اوقات ایسا ہو بھی گیا ہے مگر جو کوئی اسپر تکیہ کرکے اپنا مال ضایع کرے وہ نہایت احمق ہے اسیطرح گناہ کا معاف ہونا ممکن ہے الا اسپر خواہ مخواہ تکیہ کرنا داخل جہالت ہے رہی پانچوین وجہ یعنی شک کرنا رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونے مین پس اسکا علاج وہ اسباب ہین جنسے صدق رسول کا جانا جاوے اور وہ اگرچہ طول طویل ہین مگر جو ایسے شخص کی عقل کے قریب ہون انسے اسکا علاج ہوسکتا ہے مثلاً اس سے یون کہا جاوے کہ جس امر کو انبیاء علیہم السلام نے کہ معجزات انسے صادر ہوئے ہین سچا کہا ہے وہ بات یعنی امر آخرت تیرے نزدیک ممکن ہے یا اسکو تو ایسا محال جانتا ہے جیسا کہ دو جگہ مین ایک ہی وقت ایک شخص کا ہونا محال ہے پس اگر وہ جواب دے کہ مین ایسا ہی محال جانتا ہون تو اسکو خارج از عقل سمجھنا چاہیے اور غالباً ایسا عقلا مین کوئی نہوگا اور اگر جواب دے کہ مجھے اس امر مین شک ہے تو اس سے یہ کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے گھر مین کھانا چھوڑ جاوے اور کوئی اجنبی آدمی تجھسے یہ کہے کہ تیرے پیچھے اس کھانے مین سانپ نے اپنا منھ ڈالکر زہر اگل دیا ہے اور تجھکو اسکی بات مین شک ہو کہ نہین معلوم سچ کہتا ہے یا جھوٹ تو ایسی صورت مین اس کھانے کو تو کھاویگا یا باوجود لذیذ ہونے کے چھوڑ دیگا پس وہ یہی جواب دیگا کہ مین اس کھانیکو نکھاؤنگا اسواسطے کہ مین یہ سوچونگا کہ اگر بالفرض

اسنے جھوٹ کہا ہی تو صرف اسیقدر نقصان ہی کہ وہ کھانا جاتا رہا اور اس سے صبر کرنا اگرچہ مشکل ہی مگر ہو سکتا ہی اور اگر اسنے سچ کہا ہی تو میری زندگی جاتی رہیگی اور موت ظاہر ہی کہ بہ نسبت کھانے سے صبر کرنے اور اسکے تلف ہو جانے کے بہت سخت ہی تو اس سے کہنا چاہیے کہ سبحان اللہ ایک مجہول آدمی کا کہنا تو تو مانتا ہی کہ اسمین یہ بھی احتمال ہی کہ شاید کسی لاگ سے کہدیا ہو اور تمام انبیاء علیہم السلام کا قول باوجود معجزات کے اور سب اولیاء اور علما اور حکما بلکہ تمام اقسام عقلا کا قول نہین مانتا جاہلون سے تو ہمکو بحث نہین عاقلون مین کوئی تو ایسا بتا دو جسکو قیامت کا یقین نہو اور ثواب و عذاب کو درست نجانتا ہو گو کیفیت مین ان اشیاء کی ان مین اختلاف ہو مگر انکے وجود کے سب قائل ہین اب اگر یہ لوگ سچے ہین تو بیشک تجھپر ایسا عذاب ہوگا جو ہمیشہ ابدالآباد تک رہیگا اور اگر جھوٹے ہین تو تیرا کچھ حرج نہین صرف اتنا ہوگا کہ بعض شہوات اس دار فانی پر کدورت کے تجھسے فوت ہو جاوینگے پس اگر وہ شخص عاقل ہوگا تو اس تقریر کے بعد اسکو کچھ گنجایش توقف نہ رہیگی اسواسطے کہ مدت زندگی کو ابدالآباد کے ساتھ کچھ نسبت نہین بلکہ اگر تمام دنیا مین چنیا بھرا ہوا ہو اور فرض کرو کہ ایک پرند دس لاکھ برس کے بعد زمین سے ایک دانہ اٹھالے تب بھی انجام کو فنا ہو جاویگی بخلاف ابدالآباد کے کہ وہ کبھی فنا نہوگا پس عاقل آدمی دنیا کے تھوڑے دن شہوات سے صبر کر کے سعادت ابدالآباد کی حاصل کرنے مین کیسے سستی کریگا اور تقریر یا بحث مذکورہ بالا ویسے ہی ہی جیسے حضرت علی رضؓ نے اس شخص سے فرمائی تھی جس کی عقل امور واقعی کے سمجھنے سے قاصر تھی اور اسکو امر آخرت مین شک تھا آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تیرا کہنا ٹھیک ہے تو ہم اور تو دونون بچینگے اور اگر ہمارا کہنا درست ہی ہم بچینگے اور تو تباہ ہوگا اسکا حاصل یہ ہی کہ عاقل آدمی سب ہوال و دہشت کے مقامات مین وہ راہ اختیار کرے جسمین امن ہو اب اگر یہ پوچھو کہ یہ باتین بدیہی ہین مگر بدون تامل کے حاصل نہین ہوتین تو دونو پر کیا آفت ہی کہ اس باب مین فکر چھوڑ دی ہی اور اسکو گران جانتے ہین اور دلون کے پھیرنے کا علاج اس فکر کی طرف کیا ہی خصوص ایسے شخص کا جو ایمان اصل شرع اور اسکی تفصیل پر رکھتا ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ فکر کی مانع دو باتین ہین ایک یہ کہ فکر نافع آدمی کے لیے وہ ہی جو عذاب اخروی اور اسکے احوال و شدائد اور گنہگارونکی حسرت اور انکے جنت سے محروم رہنے کے باب مین کرے مگر یہ فکر آدمی کے دل مین کانٹا ہی اسیوجہ سے دل کو اس سے نفرت ہوتی ہی اور دنیاوی امور مین فکر کرنے سے لذت پاتا ہے اور فرحت و راحت اٹھاتا ہی دوسرے یہ کہ فکر بھی ایک ایسا شغل ہی کہ جسوقت آدمی پر مسلط ہوتا ہی تو لذائذ دنیاوی اور قضائے شہوات سے روک دیتا ہی کیونکہ کوئی انسان ایسا نہین جسکو ہر ایک حال اور ہر ایک دم مین شہوت کسی چیز کی نہوتی ہو یہی شہوت کبھی اسپر مسلط ہو کر عقل کو مغلوب کر لیتی ہی اسیوجہ سے اس شہوت کے حیلے کی تدبیر مین لگا رہتا ہی اور یہی اسکو اچھا معلوم ہوتا ہی کہ یا کوئی تدبیر نکالے یا داد شہوت دیکھیے اور فکر مین یہ بات کہان ہو سکتی ہی۔ بہرحال ان دونون مانع کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے کہے کہ تو کتنا سخت اور غبی ہی کہ موت اور اسکے مابعد کی فکر سے بچتا ہی اور اسکی یاد سے رنج اٹھاتا ہی اور اسکے آنے کو حقیر جانتا ہی جب آپڑیگی تو کیسے سہیگا تجھسے تو موت اور مابعد کے ماننے کی ہی برداشت نہین ہوتی اسی سے رنج پاتا ہی اور فکر کے باعث جو لذات دنیا کے فوت ہو جانیکا خوف ہوتا ہی اسکا علاج یہ ہی کہ یہ بات یقیناً جان لے کہ آخرت کی لذات کا جاتا رہنا بہت سخت اور گران ہوگا اسلیے کہ اول تو ان

لذات کی کچھ پایان نہین دوسرے ان مین کسیطرح کی مشقت یا کدورت نہین اور لذات دنیا وہی نہ پایدار ہین اور نہ خالی از کدورت تو ان مین لذت خالص بے کدورت بھی نہین ہو سکتی البتہ گناہون سے توبہ کرکے طاعت الٰہی پر متوجہ ہونے سے لذت مناجات الٰہی اور اس کے معرفت و طاعت سے آرام ملنا اور زیادہ انس پانا بڑی عمدہ لذت ہے کہ اگر مطیع کو عمل کی جزا سوا اسی حلاوت کے اور کچھ نہ ملتی تب بھی کافی تھی پھر جب اسپر اور جنت کی نعمتین بھی دیجاوینگی تو اس لذت کا کیا کہنا ہے اتنا ہے کہ یہ لذت توبہ کے بعد ہی نہین میسر آتی لیکن توبہ کے بعد اگر مدت تک اُسپر صابر رہیگا اور خیر کا اتنا عادی ہو جاویگا جتنا شر کا عادی پہلے تھا تو البتہ یہ مقصود سے ہم آغوش ہو سکتا ہے کیونکہ نفس اسی چیز کو قبول کرتا ہے جسکا عادی ہو خیر کا بھی عادی ہو سکتا ہے اور شر کا بھی حاصل یہ کہ یہ فکر اس طرح کی ہین جنسے خوف ابھرتا ہے جو باعث جوش قوت صبر ہے اور یہ فکر واعظون کے وعظ سے اور ایسی تنبیہات سے جو کبھی اتفاقاً اسباب بیشمار سے دلپر آجاتی ہین ابھرتی ہین اور پھر موافق طبع ہو جاتی ہین اور دلکو انکی طرف رغبت ہوتی ہے اور جو سبب کہ طبیعت اور ان فکرون مین موافقت ڈالتا ہے اسکو توفیق کہتے ہین اسلیے کہ توفیق اسیکا نام ہے کہ ارادہ مین اور مطلوب یعنی اس طاعت مین جو آخرت مین نافع ہو موافقت ہو جاوے چنانچہ ایک حدیث طویل مین مذکور ہے کہ حضرت عمار بن یاسر[۱] کھڑے ہوے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین عرض کیا کہ کفر کی بنا کس چیز پر ہے ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ چار ارکان پر اسکی بنا ہے اول جفا دوم نابینائی سوم غفلت چہارم شک پس جو جفا کریگا وہ حق کو حقیر جانیگا اور باطل کو کھلا کھلی کریگا اور علما کو برا جانیگا اور جو اندھا ہوگا ذکر کو بھول جاویگا اور جو غفلت کریگا وہ راہ رست سے پھریگا اور جو شک کریگا وہ آرزوون سے مغالطے مین پڑیگا پھر حسرت اور ندامت اسکو گرفتار کرلیگی اور جس چیز مین اسکو شک تھا وہ خدا کی طرف سے اسپر ظاہر ہو جاوے گی۔ یہیان ہے بعض آفات کا جو فکر کی غفلت سے ہوتی ہین اور اسقدر توبہ کے باب مین کافی ہے اور از انجا کہ صبر ایسا رکن ہے جسپر دوام توبہ منحصر ہے اسلیئے اسکا بیان علٰحدہ باب مین ضروری ہوا باب توبہ خدا کے حسن توفیق سے تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحابہ وسلم

باب دوم صبر اور شکر کے بیان مین

رباعی

گر دولت سرمدی تجھے ہی منظور
اگر صبر و شکر دل سے حتی المقدور
ہوتا ہے خداے پاک صابر کا رفیق
نعمت اسے دیتا ہے جو ہوتا ہے شکور

یہ بات احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ ایمان کے دو حصے ہین نصف صبر ہے اور نصف شکر اور از انجا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماے حسنیٰ مین صبور اور شکور دونون نام ہین تو صبر و شکر کا اوصاف الٰہی اور اسماے حسنیٰ مین داخل ہونا بھی متحقق ہے اور ان دونون سے جاہل رہنا گویا ایمان کے دونون حصون سے جاہل رہنا ہے یا خدا کے دو وصفون سے غافل رہنا اور بدون ایمان کے قرب خدا کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہین اور طریق ایمان پر چلنا بدون اس بات کے پہچاننے کے کہ کس چیز پر اور کس شخص پر ایمان چاہیے غیر ممکن ہے جو اسکے پہچاننے مین سستی کرے وہ صبر اور شکر کی معرفت سے بھی بیٹھ رہیگا اس سے معلوم ہوا کہ بیان ہو جانا ایمان کے دونون حصونکا بہت ضرور

[۱] ابو منصور دیلمی نے مسند فردوس مین [illegible] سند ضعیف ہے ۱۲

ہے اسلیے ہم اس باب مین صبر اور شکر کو اکٹھا لکھتے ہین باین خیال کہ دونون مین ارتباط و مناسبت زیادہ ہے اس باب مین دو فصلین ہین

فصل اول صبر کے ذکر مین اسمین سات بیان ہین

بیان اول صبر کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ نے صابرین کو بہت سے اوصاف سے ذکر فرمایا ہے اور صبر کا ذکر قرآن مجید مین ستر جگہ کیا ہے اور بہت سے درجات اور خیرات کو صبر کیطرف منسوب کیا ہے اور اسکا ثمرہ ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا اور فرمایا وتمت کلمۃ ربک الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا اور فرمایا ولنجزین الذین صبروا اجرہم باحسن ما کانوا یعملون اور فرمایا اولئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا اور فرمایا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نیکیون کا ثواب سوائے صبر کے کسی مقدار خاص اور حساب کے موافق ہوگا اور صبر کا ثواب بے حساب ہوگا اور سوا اسکے روزہ بھی صبر ہی مین داخل ہے کیونکہ نصف صبر ہے اسوجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الصوم لی وانا اجزی بہ اس حدیث قدسی مین روزہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور کسی عبادت کو اپنے لیے مخصوص نہین فرمایا اور ثواب صبر مین ارشاد فرمایا کہ مین انکے ساتھ ہون جیسا کہ ارشاد فرمایا واصبروا ان اللہ مع الصابرین اور دوسری جا اپنی نصرت کو صبر پر مشروط فرمایا کہ بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین اور تیسری جا صابرین کے لیے ایسی باتین اکٹھی فرمائین جو اور ون کیواسطے نہین چنانچہ ارشاد ہے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون اس آیت مین ہدایت اور رحمت اور صلوٰۃ صابرون کے لیے ایک جا مین غرضکہ صبر کی فضیلت مین جتنی آیات وارد ہین سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اخبار بھی اس باب مین بہت وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصبر نصف الایمان اور اسکے نصف ہونے کی وجہ عنقریب مذکور ہوگی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چیزین کہ تم کو کم عنایت ہوئی ہین انھین مین سے یقین اور صبر ہین اور جسکو ان دونون مین سے بہرہ وافی ملا ہے اسکو اگر تہجد اور روزۂ نفل نہ ملے تو کچھ پروا نہ کریگا اور جس حال پر تم اب ہو اگر اسپر صبر کرو تو مجھکو اس بات کی نسبت زیادہ محبوب ہے کہ تم مین سے ہر ایک ایک آدمی اتنے عمل لاوے جتنے تم سب کرتے ہو لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ میرے بعد تمپر دنیا مفتوح ہوگی اور تم ایک دوسرے کو برا جانوگے اسوقت آسمان کے لوگ تمکو برا جانینگے اور جو شخص اس حال مین صبر کریگا اور ثواب کی نیت کریگا اسکو ثواب پورا ملیگا اسکے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ولنجزین الذین صبروا اجرہم باحسن ما کانوا یعملون اور حضرت جابر روایت کرتے ہین کہ کسی شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان کو پوچھا کہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ صبر کرنا اور سخاوت کرنا اور ایک حدیث مین فرمایا الصبر کنز من کنوز الجنۃ اور ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ ایمان کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صبر ہے اور ایمان کو صبر فرما دینا آپ کا ایسا ہے جیسا ایکبار آپ نے حج کے باب مین فرمایا تھا کہ حج عرفہ ہی ہے یعنی بڑا رکن حج کا عرفہ ہے اسی طرح بڑا رکن ایمان کا صبر ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ

[illegible]

[illegible]

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عملون مین بہتر وہ ہین جنپر نفسون کو جبر ہو اور ایک روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میرے اخلاق کی طرح تم بھی اخلاق اپنے درست کرنا اور ایک میرا خلق یہ ہو کہ مین صبور ہون اور عطاء رح ابن عباس سے یہ حدیث روایت کرتے ہین کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انصار پر داخل ہوے تو انسے پوچھا کہ تم ایماندار ہو سب چپ ہو رہے پھر حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہین آپ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی پہچان کیا ہو تو انصار نے عرض کیا کہ ارزانی پر شاکر رہتے ہین اور مصیبت پر صابر اور حکم الٰہی پر راضی آپ نے فرمایا کہ قسم ہو خداے کعبہ کی ایماندار ہین اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ جس چیز کو تم محبوب جانتے ہو وہ تمکو جبھی ملیگی جب اس چیز پر صبر کروگے جو بری جانتے ہو اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان الصبر رجلا لکان کریما واللہ یحب الصابرین اس باب مین احادیث بیشمار ہین اور آثار سے بھی اسکی فضیلت ثابت ہو چنانچہ حضرت عمر رضی نے جو خط حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا اسمین یہ بھی تھا کہ اپنے اوپر صبر کو لازم کرو اور جان لو کہ صبر کی دو قسمین ہین ایک دوسری سے بہتر ہو صبر کرنا مصیبتون پر اچھا ہو مگر اس سے افضل یہ ہو کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے مقسوم کی ہو اسپر صبر ہو اور جان لو کہ صبر ایمان کی اصل ہو کیونکہ نیکیون مین سے عمدہ تقویٰ ہو اور وہ صبر سے حاصل ہوتا ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہو یقین اور صبر اور جہاد اور عدل اور نیز فرمایا کہ صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہو جو سر کو ہو بدن سے پس جسطرح کہ بدون سر کے بدن نہین ہوتا اسی طرح جسکو صبر نہو اسکا ایمان نہین ہوتا اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے صابرون کے لیے دونون گٹھریان بھی خوب ہین اور انپر کا اضافہ بھی اچھا ہو گٹھریون سے مراد صلوٰۃ اور رحمت ہو اور اضافہ سے ہدایت یعنی یہ جو ثواب صبر کا قرآن مجید مین مذکور ہو اولئک علیہم صلوات من ربہم و رحمۃ و اولئک ہم المہتدون اسکی طرف آپ اشارہ فرماتے تھے کہ صابرون کو گویا صلوٰۃ اور رحمت ایسی ہین جیسے سواری کے دونون طرف کا بوجھ اور ہدایت بمنزلہ ایک چھوٹی گٹھری کے ہو جو اوپر رکھ دیتے ہین اور حضرت حبیب بن ابی حبیب جب اس آیت کو پڑھتے انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب تو روتے اور کہتے کہ سبحان اللہ عنایت بھی کیا اور تعریف بھی کی یعنی خود ہی خداوند کریم نے صبر عطا فرمایا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہو اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ ایمان کا کنگورہ حکم پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہو یہان تک بیان فضیلت صبر کا نقلی تھا اب اگر باعتبار چشم بصیرت کے اسکی فضیلت معلوم کرنی ہو تو بدون حقیقت اور معنی صبر کے معلوم کیے سمجھ مین نہ آیگی اسلیے کہ فضیلت اور رتبہ کسی چیز کا اس کی صفت ہوتی ہے اسکا جاننا بدون موصوف کے جاننے کے نہین ہو سکتا ہو اسیواسطے صبر کی حقیقت اور معنی کو ذکر کیا جاتا ہو

بیان دوم صبر کی حقیقت اور اسکے معنے کے ذکر مین واضح ہو کہ صبر دین کے ایک مقام اور سلوک کی ایک منزل کا نام ہو اور دین کے جتنے مقام ہین تین چیزون سے منتظم ہوتے ہین اول معارف دوم احوال سوم اعمال معارف سب کی اصل ہین اور انکی جہت سے احوال پیدا ہوتے ہین اور احوال سے اعمال بر روے کار آتے ہین پس معارف کو مثل درخت کے اور احوال کو مثل شاخون کے اور اعمال کو مثل پھلون کے سمجھنا چاہیے اور یہ بات سالکین کی سب منزلون مین پائی جاتی ہو اور لفظ ایمان کبھی تو معارف ہی پر

بولا جاتا ہی اور کبھی ان تین چیزون کے مجموعے پر چنانچہ اختلاف لفظ ایمان اور اسلام کے بیان مین جو باب قواعد عقائد جلد اول مین مذکور ہی ہم اسکو بھی لکھ چکے ہین اسیطرح صبر کامل جب ہی ہوتا ہی جب اول معرفت ہو اور اسکے بعد ایک حالت آدمی پر قائم ہو اور واقع مین صبر انھین دونون چیزونکا نام ہی عمل تو مثل ثمرے کے ہی کہ انھین دونون سے صادر ہوتا ہی اور یہ امر بدون دریافت ترتیب فرشتون اور انسانون اور بہائم کے معلوم نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صبر خاصہ انسان ہی ملائک اور بہائم مین نہین ہو سکتا ملائکہ مین انکے کمال کی جہت سے اور بہائم مین انکے نقصان کے سبب سے اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ بہائم پر شہوات مسلط کر دیے گیے ہین وہ انھین کے مغلوب ہین اُن کی حرکت و سکون کا باعث سواے شہوت کے اور کچھ نہین اور انمین کوئی ایسی قوت نہین جو شہوت کی مزاحم ہو کر اسکو اسکے مقتضی سے روکے اور شہوت کے مقابلے مین اس قوت کا ثابت رہنا صبر کہا جاوے اور ملائکہ علیہم السلام صرف اسلیے پیدا ہوے ہین کہ شوق حضرت ربوبیت کا انکو رہے اور درجہ قرب سے خوش رہین انکے اندر شہوت نہین رکھی گئی جو اس درجہ اور شوق سے انکو روکے اور نہ انکو کسی ایسے لشکر کی احتیاج کہ اسکی مدد سے ان موانعات پر غالب ہون جو انکی حضوری سے باز رکھتے ہون اسلیے کہ مقتضاے شہوات ہی موانع ہین جو سرے سے موجود نہین اور انسان کا حال یہ ہی کہ ابتداے لڑکپن مین ناقص مثل بہیمہ کے پیدا ہوا اسوقت سوا خواہش غذا کے جس کی اسکو احتیاج ہوتی ہی اور کسی چیز کی خواہش پیدا نہین ہوتی پھر بعد چندے اسمین خواہش کھیل اور آرائش کی پیدا ہوتی ہی پھر نکاح کی شہوت ظاہر ہوتی ہی اور یہ شہوات ترتیب ظاہر ہوتی ہین اور شروع مین قوت صبر نہین ہوتی اسلیے کہ صبر اسکا نام ہی کہ جن دو لشکرون مین اختلاف مطالب اور ضدیت مقصود کے باعث لڑائی ہو تو ایک لشکر انمین سے دوسرے کے مقابل جما رہے اسی جمنے کا نام صبر ہی مگر لڑکپن صرف ایک لشکر شہوات کا ہوتا ہی جیسے بہائم مین لیکن اللہ تعالی نے اپنے کرم اور جود کے باعث انسان کو اشرف بنایا ہی اور اسکا درجہ بہائم سے اعلی رکھا ہی اسلیے جب اسکا وجود کامل ہوجاتا ہی اور بلوغ کے قریب پہونچتا ہی اسپر دو فرشتے معین کرتا ہی کہ ایک اسکو ہدایت کرے اور دوسرا اسکی کمک کرتا رہے انھین دو فرشتون کی مدد سے انسان بہائم سے متمیز ہوتا ہی علاوہ اسکے انسان مین دو وصف خاص ہین جو انھین دو فرشتون کی جہت سے حاصل ہوتے ہین اول صفت تو معرفت خدا و رسول کی دوم شناخت انجام کے مصلحتون کی یہ باتین اس فرشتے سے حاصل ہوتی ہین جنکو کام ہدایت اور شناخت کرانے کا ہی بہیمہ کو نہ تو پہچان خدا اور رسول کی ہی نہ شناخت انجام کی بہتری کی بلکہ اسکو اسی چیز کی راہ سوجھتی ہے جو بالفعل اسکی خواہش کے موافق ہو اور اسیوجہ سے سواے لذیذ چیز کے اور کسی کی تلاش اسکو نہین ہوتی یہانتک کہ اگر کوئی دوا نافع اسکے لیے ہو مگر حال مین مضر ہو تو اسکی طالب ہرگز نہ ہوگی اور نہ اسکو پہچانیگی اور انسان نور ہدایت سے یہ جانتا ہی کہ اتباع شہوات کا میرے حق مین انجام کو بُرا ہی لیکن صرف یہ ہدایت کافی نہین جبتک کہ اسکو قدرت مضر چیز کے چھوڑنے کی نہو بہت سی مضر چیزین ایسی ہین کہ انسان انکو جانتا ہی مگر دفع نہین کر سکتا جیسے مریض ہو جانا مثلاً تو ایسے حال مین اسکو ایک ایسی قدرت و قوت کی حاجت پڑے جس سے شہوات کو دھکاوے اور انسے اسقدر مجاہدہ کرے کہ ان کی دشمنی کو اپنے نفس سے علیحدہ کرے اس غرض کے لیے اللہ تعالی نے ایک اور فرشتہ مقرر کیا جو انسان کو بہتری پر رکھے اور اسکی تائید و تقویت ایسے لشکرون سے کرے جو نظر نہ آتے ہین

اور یہ لشکر اس بات پر مامور ہی کہ لشکر شہوت سے لڑے پس کبھی تو دب جاتا ہی اور کبھی قوت پکڑتا ہی اور اسکا کم زور اور زور آور ہونا اسیقدر ہی جسقدر کہ بندے کو اللہ کیطرف سے تائید غیبی کی کمک ہوتی ہی جسطرح کہ نور ہدایت خلق مین اتنا مختلف ہی کہ جسکی کچھ انتہا نہین اب ہم اس صفت انسانی کا جس سے کہ اسکو شہوات کی بیخ کنی اور مغلوب کرنے مین بہائم پر امتیاز ہے باعث دینی نام رکھتے ہین اور شہوات کے مطالبہ مقتضیات کو باعث ہوائے کہتے ہین اور تصور کرنا چاہیے کہان دونون چیزون یعنی باعث دینی اور باعث ہونے یا شہوت مین لڑائی برپا ہی اور کبھی وہ غالب ہوتا ہی اور کبھی یہ اور اس جنگ کا میدان بندے کا دل ہی اور باعث دینی کو کمک فرشتون سے پہونچتی ہی جو اللہ تعالی کی جماعت کے مددگار ہین اور باعث شہوت کو مدد شیاطین سے ملتی ہی جو اللہ تعالی کے دشمنون کی مدد کرتے ہین پس صبر کی حقیقت یہ ہی کہ باعث شہوت کے مقابلے مین باعث دینی ثابت قدم رہے پھر اگر ثابت رہ کر حریف کو مغلوب کرے اور شہوت کی مخالفت پر مدام آمادہ رہے تو اللہ کی جماعت کی نصرت کریگا اور زمرۂ صابرین مین لاحق ہوگا اور اگر ضعیف و خفیف ہوا اور شہوت نے دبا لیا اور اسکو دفع نہ کر سکا تو شیطان کے تابعین مین داخل ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ افعال شہوت کا چھوڑنا وہ عمل ہی جو حالت صبر سے پیدا ہوتا ہی یعنی حالت صبر کا ثمرہ یہ ہی کہ آدمی شہوت کے مقتضیات کو چھوڑ دے اور صبر باعث دینی کے ثابت رہنے کا نام ہی باعث شہوت کے مقابلے مین اور اسکا ثابت رہنا ایک ایسا حال ہی جو شہوات کی عداوت اور ضدیت کے جاننے سے پیدا ہوتا ہی یعنی اس معرفت سے کہ شہوات اسباب سعادت کے لیے دنیا و آخرت مین دشمن اور طریق خدا کے راہزن ہین پس جب اس معرفت کا یقین جسے ایمان کہتے ہین قوی ہوتا ہی تو باعث دینی بھی قوی ہوتا ہی اور جب اس باعث کا استقلال اور ثبات خوب ہوتا ہی تو افعال انسانی خواہش شہوت کے خلاف سرزد ہوتے ہین غرضکہ ترک شہوت کمال کو جبھی پہونچے گا جب باعث دینی جو باعث شہوت کا مقابل اور حریف ہی قوی ہوگا اور انجام شہوات کی برائی کا یقین بھی قوی ہوگا۔ اور وہ دونون فرشتے جنکا اوپر ذکر ہوا خدا کے فضل سے ان دونون لشکرون کے کفیل رہتے ہین اللہ تعالی نے ان دونون کو اسلیے پیدا کیا ہی اور ہر ہر شخص پر آدمیون مین سے دو فرشتے اسیطرح مقرر ہین اور انکو کراماً کاتبین کہتے ہین اور چونکہ رتبہ ہادی فرشتے کا تقویت دینے والے فرشتے کی نسبت زیادہ ہی تو ظاہر ہی کہ دہنی طرف جو آدمی مین اشرف ہے اسکو ملنی چاہیے اسی لیے ہادی دہنی طرف پر ہی اور مقوی بائین طرف پر اب غفلت کرنے اور فکر کرنے مین اور گناہون مین مطلق العنان رہنے اور مجاہدہ کرنے مین بندے کے دو حال ہین جب غفلت کرتا ہی تو اپنے فرشتے سے گویا منھ پھیرتا ہی اور اسکے ساتھ بدی کرتا ہی اسلیے وہ اسکے منھ پھیرنے کو بدی لکھ لیتا ہی اور جب فکر کرتا ہی تو اسکی طرف متوجہ ہوتا ہی تاکہ اس سے ہدایت کا مستفید ہو تو اس صورت مین گویا اس فرشتے کے ساتھ سلوک کرتا ہی اسلیے وہ اسکے متوجہ ہونے کو نیکی لکھتا ہی اسیطرح جب گناہون مین مطلق العنان رہتا ہی تو بائین فرشتے سے اعراض کرتا ہی اور اسکی مدد کا خواہان نہین ہوتا اور اپنی اس حرکت سے اسکے ساتھ بدی کرتا ہی بہمین لحاظ وہ اسپر برائی لکھدیتا ہی اور اگر نفس پر مجاہدہ کرتا ہے تو گویا اس فرشتے سے مدد کا خواہان ہی اسی نظر سے وہ اسکے لیے نیکی لکھدیتا ہی اور چونکہ نیکیون اور بدیون کا وجود انھین دو فرشتون کے لکھنے سے ہوتا ہی اسلیے انکو کراماً کاتبین

کہتے ہین کرام تو اسوجہ سے کہ بندے کو انکے کرم سے نفع ہوتا ہی اور نیز فرشتے سب کے سب بزرگ اور پاک ہین اور کاتب اس لحاظ سے کہ حسنات اور سیئات کو لکھتے اور جن صحیفون پر کہ یہ لکھتے ہین وہ سر قلب مین لپٹے ہین الا سر قلب سے مخفی ہین یہان تک کہ اس عالم مین انپر اطلاع نہو گی اسلیے کہ وہ دونون فرشتے اور انکے خط اور نوشتے اور جو کچھ انسے متعلق ہی عالم غیب اور ملکوت سے ہین عالم ظاہری سے نہین اور کوئی چیز عالم ملکوت کی قابل محسوس ہونے کے چشم ظاہری سے اس عالم مین نہین پھر یہ نامجات مخفی دو دفعہ کھولے جاوینگے ایکبار قیامت صغریٰ مین اور ایکبار قیامت کبریٰ مین اور قیامت صغریٰ سے ہماری غرض حالت موت ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی من مات فقد قامت قیامتہ اس قیامت مین بندہ اکیلا ہوتا ہی اور اسمین اس سے کہا جاتا ہی ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرۃ اور ارشاد ہوتا ہی کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور قیامت کبریٰ جو تمام خلق کی جامع ہو گی وہان آدمی تنہا نہ ہو گا بلکہ غالباً حساب مجمع کے سامنے لیا جاویگا اور اس قیامت مین متقی جنت مین اور مجرم دوزخ مین پڑے کے پڑے جاینگے ایک ایک نہین بھیجا جاویگا اور سب سے پہلے دہشت چھوٹی قیامت کی ہی اور جتنی دہشتین اور حالات کہ بڑی قیامت مین ہونگے انکی سب کی مثال اور نظیر چھوٹی قیامت مین موجود ہی مثلاً زمین کا ہلنا جو قیامت کبریٰ مین ہو گا اسکی نظیر موت انسانی مین یہ ہے کہ جو زمین اخاص اسکے لیے ہی یعنی اسکا بدن وہ مرنے پر ڈگمگا جاتا ہی تو اسکے حق مین زلزلہ زمین کا موجود ہو گیا اسلیے اگر کسی ملک مین زلزلہ آوے تو یہی کہینگے کہ فلان جا بھونچال آیا گو اسکے پاس پڑوس والون کو اسکا صدمہ نہوا ہو غرضکہ زلزلے کا ہونا انھین لوگون کے حق مین شمار ہو گا جنکو اس سے صدمہ پہونچا ہو اس اعتبار سے جسکے گھر خواہ اور کسی چیز کو اس سے صدمہ ہوا ہو گا اسکے حق مین زلزلہ ہوا کیونکہ تمام زمین کے زلزلے سے اسکو نقصان جبھی ہی جب اسکا گھر ہل جاوے دوسرے کے مکان وغیرہ کے زلزلے سے اسکا کیا نقصان ہے اب اگر موت کو دیکھو تو بدن پر اسکا صدمہ کسیطرح کم نہین زلزلے سے بڑھکر ہی اور بدن کو زمین پر قرار دینا اسوجہ سے ہی کہ آدمی خاکی ہے اور مٹی ہی سے بنا ہوا اسکے حصے مین جسقدر مٹی خاص ہی وہ اسکا بدن ہے غیر کا بدن اسکے حصے مین نہین اور جس زمین پر کہ آدمی بیٹھا ہوا ہی وہ بدن کا ظرف اور مکان ہی اور ساری زمین کے ہلنے سے جو آدمی کو ڈر لگتا ہی اسکی یہی وجہ ہی کہ کہین بدن اسکے سبب سے نہ لغزش کھا جاوے ورنہ ہوا تو ہمیشہ چلتی ہی اور ہلتی رہتی ہی اس سے کبھی خوف نہین لگتا اسلیے کہ اس سے بدن مین کچھ اضطراب نہین ہوتا بہر حال تمام زمین کی جنبش سے آدمی کا حصہ اسیقدر ہی کہ اسکے بدن کو جنبش ہوتی ہو جو اسکی مٹی اور زمین خاص ہی اب جسطرح زمین کے واسطے اور سامان ہوتے ہین اسیطرح زمین بدن مین انھین چیزون کی نظیرین موجود ہین ہڈیان مثل پہاڑون کے ہین اور سر بمنزلہ آسمان کے اور دل آفتاب ہی اور آنکھ اور کان اور ناک اور دوسرے حواس اس زمین کے ستارے ہین اور پسینے کا بہنا دریا بہنا اور بال روئیدگی اور ہاتھ پاؤن درخت اس زمین کے ہین اسیطرح سب اجزا کو قیاس کرنا چاہیے پس جب موت کے باعث ارکان بدن منہدم ہوجاتے ہین تو یہ قول صادق آتا ہی اذا زلزلت الارض زلزالہا اور جب ہڈیان گوشت سے علیحدہ ہوتی ہین تو یہ واقعہ قیامت کا ٹھیک ہوتا ہے حملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ اور جب ڈہان گلجاینگی تو مضمون اذا الجبال نسفت کا اور جب دماغ پھٹے گا تو فحوا ے اذا السماء انشقت کا صادق ہو گا اور جب موت کے وقت دل پر تاریکی چھا جاویگی تو مضمون اذا الشمس کورت کا اور کان اور آنکھ اور

دوسرے حواس کے بیکار ہونے سے مضمون اذا النجوم انکدرت کا اور خوف و موت کے باعث پیشانی پر عرق آنیسے مضمون اذا البحار فجرت کا اور ایک پنڈلی دوسری پر لپٹنے سے مضمون اذا العشار عطلت کا اور جسم سے روح کی مفارقت ہونے سے مضمون واذا الارض مدت والقت ما فیہا وتخلت کا واقع ہوگا یعنی جو جو واقعے کہ کلام مجید مین اہوال وحالات قیامت کے باب مین موجود ہین موت انسانی مین انمین سے ہر ایک کی نظیر پائی جاتی ہے سب حالات واہوال کا بیان طویل ہے پھر بھی یہ کہہ سکتے ہین کہ مرنے کے ساتھ ہی آدمی پر یہ چھوٹی قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور اس موت سے قیامت کبریٰ کی کوئی چیز جو خاص اسکے لیے ہوگی وہ اس سے فوت نہوگی مگر جو چیز دوسرون کے لیے خاص ہے وہ البتہ اس سے فوت ہو جاویگی مثلاً دوسرے کے حق مین ستارونکا باقی رہنا مرد ے کو کیا فائدہ دے سکتا ہے جب اسکے حواس بینائی مین ابتری ہو گئی ہو جیسے اندھے آدمی کے سامنے رات اور دن برابر ہوتے ہین آفتاب کی روشنی اور اسکا گہن اسکے نزدیک یکسان ہے کیونکہ اسکے حق مین ایک ہی بار آفتاب کو گویا گہن لگ گیا اسکو اسیقدر اس سے بہرہ ہے اب جو آفتاب صاف و روشن ہوگا تو وہ دوسرے کے حصے مین ہوگا اور جبکا سر پھٹ جاوے اسکا گویا آسمان پھٹ گیا کیونکہ آسمان اسکو کہتے ہین جو جانب سر ہو پس جب کسیکا سر ہی نہو تو دوسرے کے لیے آسمان کا ہونا اسکے کس کام آویگا یہ حال ہے چھوٹی قیامت کا اور ہنوز دلی دور ہے خوف اور دہشت تو آگے ہوگی یعنی جب بڑی قیامت کی ہل چل پڑیگی اور خصوصیت کسی کی نرہیگی آسمان و زمین بیکار ہو جائینگے پہاڑ جاتے رہین گے اور خوف واہوال کمال کو پہونچین گے اور واضح ہو کہ قیامت صغریٰ کا حال اگرچہ ہمنے بہت سا لکھا ہے الا انہون عشر عشیر بھی اسکے اوصاف مین سے نہین لکھا اور یہ قیامت بڑی قیامت کے سامنے ایسی ہے جیسے ولادت صغریٰ ولادت کبریٰ کے سامنے یعنی آدمی کے لیے دو پیدائش ہین اول تو نکلنا پشت پدر سے رحم مادر مین کہ یہان پہونچکر ایک مدت مقرری تک جمکر ٹھہرا رہتا ہے اور پورا ہونے تک کئی حالتین بدلتا ہے گویہ حالتین اسکے حق مین کمال کی منازل ہین پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون جما ہوا پھر لوتھڑا وغیرہ ہو کر تنگی رحم سے وسعت آباد عالم مین قدم رکھتا ہے اسکا نام ولادت دوم ہے اب قیامت کبریٰ کے عموم کو قیامت صغریٰ کے خصوص کیطرف وہ نسبت تصور کرنی چاہیے جیسے وسعت عالم کو ہے رحم سے اور جس عالم مین کہ بندہ بعد موت کے پہونچتا ہے اسکی وسعت کو دنیا کی وسعت سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو ہے رحم کی وسعت سے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اسی سے آخرت کو دنیا کی نسبت پر قیاس کرنا چاہیے اسلیے قرآن مجید مین ارشاد ہے ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بھی مثل اول بار کے پیدا کرنے کے ہے بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو شمار پیدائشون کی منحصر دو مین نہین رہتی اور اسکی طرف اشارہ ہے اس قول مین وننشئکم فی ما لا تعلمون غرضکہ جو شخص دونون قیامتون کا مقر ہو وہ دونون عالم ظاہری و باطنی کا معتقد ہے اور ملک و ملکوت دونونکا یقین رکھتا ہے اور جو شخص صرف قیامت صغریٰ کا مقر ہے اور کبریٰ کو نہین مانتا اسکی ایک آنکھ پھوٹی ہے کہ ایک ہی جہان سوجھتا ہے اسکا نام جہل اور گمراہی ہے اور ایک چشم دجال کی پیروی پس آدم بیچارہ کتنا غافل ہے اور اس غفلت مین ہم سب برابر ہین لوگو جب سامنے تمہارے اسطرح کے خوف کے مقامات درپیش ہین تو پھر غفلت سے کیا معنی اگر بالفرض جہالت اور گمراہی کے باعث قیامت کبریٰ کا اعتقاد نہین تو قیامت صغریٰ کیا تھوڑی ہے کیا تمنے یہ حدیث شریف نہین سنی کفی بالموت واعظا کیا یہ نہین سنا کہ سید الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کو موت کے وقت کیا

کیا کرب تھا کہ فرماتے تھے اللھم ہون علی محمد سکرات الموت کیا اس بات کی شرم نہین آتی کہ موت کے آنے مین توقف سمجھکر بیوقوفون اور
غافلون کی پیروی کرتے ہو جن کی شان مین یہ آیت ہے ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذھم وھم یخصمون فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم
یرجعون ان غافلون کا یہ حال ہو کہ اگر مرض انکے خوف دلانے کو انپر آتا ہو تو اس سے نہین دبتے اور اگر بڑھاپا موت کا پیام سناتا
ہو تو اس سے عبرت نہین پکڑتے اسی لحاظ سے خدا تعالی فرماتا ہے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن پھر اگر
انکو یہ گمان ہو کہ ہم دنیا مین ہمیشہ رہینگے تو انکو یون ارشاد ہے الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون اور اگر یہ سمجھے ہون
کہ مردے ہمارے پاس سے نیست ہو گئے تو معدوم ہی ہین انکا وجود کہین نہین تو اس خیال کے دفع کے لیے فرمایا وان کل لما
جمیع لدینا محضرون پھر آیات خداوندی سے انکے اعراض اور روگردانی کیوجہ ارشاد فرمائی کہ کسوجہ سے ہر ایک آیت سے اعراض
کرتے ہین وہ یہ ہو کہ وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون وسواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون آ
بات کہین کی کہین چلی گئی یہ تقریر ایسے امور کیطرف اشارہ کرتی ہو جو علوم معاملہ سے اعلی ہین اسلیے غرض اصلی کیطرف رجوع کرکے
ہم کہتے ہین کہ یہ معلوم ہو گیا کہ صبر باعث دینی کے جمے رہنے کا نام ہو مقابلے مین باعث ہوا کے اور یہ مقابلہ خاصہ آدمیون کا ہو
اسوجہ سے کہ انپر کرام کاتبین مقرر ہین اور وہ فرشتے لڑکون اور دیوانون پر کچھ نہین لکھتے کیونکہ پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر انکی طرف استفادہ
کے لیے توجہ کیجاوے تو وے حسنہ لکھتے ہین اور اگر انسے روگردانی کیجاوے تو بدی لکھتے ہین اور چونکہ لڑکون اور مجنونین مین استفادے
کی استعداد نہین ہوتی تو انسے ظہور متوجہ ہونیکا خواہ روگردانی کا بھی متصور نہین ہو سکتا اور کرام کاتبین سوا سے توجہ اور روگردانی
کے اور کچھ نہین لکھتے اور یہ بھی ایسے لوگون کے لیے لکھتے ہین جنکو قدرت متوجہ ہونے اور روگردانی کرنے کی ہو ہان بعض اوقات نور ہدایت کا
آغاز سن تمیز ہی سے شروع ہوتا ہو اور بتدریج حالت بلوغ تک بڑھتا جاتا ہو جیسے صبح کی روشنی کہ آفتاب کے نکلنے تک آناً فاناً زیادہ ہوتی
جاتی ہو مگر یہ ہدایت ناقص ہو اسکے بموجب عمل نکرنے سے آخرت کے ضرر سے محفوظ رہتا ہو دنیا کے ضرر سے نہین بچتا مثلاً اگر ایسے وقت
مین نماز نہ پڑھے تو اسپر زدوکوب کیجاویگی مگر آخرت مین کچھ عقاب اسپر نہوگا اور نہ اسکے لیے کوئی نامۂ اعمال لکھا جاتا ہو جو آخرت مین
کھولا جاویگا بلکہ جو شخص کسی لڑکے کا کفیل خواہ مربی خواہ ولی شفیق ہو اور کرام کاتبین کیطرح نیکبخت ہو تو اسکو چاہیے کہ لڑکے کی بھلائی
اور برائی اسکے دل کے صحیفے پر لکھد یا کرے یعنی اول اسکو خوب یاد کرا دے کہ دلپر نقش حجر ہو جاوے پھر اس صحیفے کا پھیلانا یہ ہو کہ اگر کام
قابل تعریف ہو تو اسکی تعریف کرے ورنہ زدوکوب سے سزا دے جس مربی کا لڑکے کے حق مین یہ طور ہوگا تو وہ شخص فرشتونکی عادت کا وارث
ہو اور انکو لڑکے کے حق مین استعمال کرکے درجہ قرب الہی کا فرشتون کیطرح حاصل کریگا اور انبیا اور صدیقین اور مقربین کی جماعت مین ہوگا
اور اسی کیطرف اشارہ ہو اس حدیث مین انا وکافل الیتیم کھاتین ہاتین سے اشارہ آپ نے اپنی دو انگشت مبارک کی طرف فرمایا۔
تیسرا بیان صبر کے نصف ایمان ہونے کیوجہ۔ واضح ہو کہ ایمان کبھی تو اصول دین کی تصدیقات پر بولتے ہین اور کبھی ان اعمال
پر بولتے ہین جو ان تصدیقات کے باعث سرزد ہوتے ہین اور کبھی دونون کے مجموعے پر بولتے ہین اور چونکہ عارف کے بھی بہت
مقام ہین اور اعمال کے بھی اور لفظ ایمان سب پر بولا جاتا ہو اسی لیے ایمان کچھ اوپر ستر قسم کا ہوا ہو چنانچہ اسکی تقریر باب قواعد العقائد

جلد اول مین لکھی گئی ہو مگر صبر کو جو نصف ایمان کہتے ہین صرف دو اعتبار سے کہتے ہین اور ایمان کے دو ہی معنی اس بات کے مقتضی ہین کہ صبر نصف ایمان ہو اول معنی تو یہ کہ ایمان کو تصدیقات یعنی معارف اور اعمال دونون پر بولا جاوے اس صورت مین ایمان کے دو رکن ہونگے ایک یقین اور دوسرا صبر یقین سے مراد وہ معارف قطعی اصول دین کے ہین جو بندے کو خداے تعالی کی ہدایت سے حاصل ہوتے ہین اور صبر سے مقصود عمل کرنا ہو بموجب یقین کے اسلیے کہ یقین آدمی کو یہ بات تبلا دیتا ہو کہ گناہ مضر ہے اور طاعت مفید اور ترک معصیت اور مداومت طاعت کی بدون صبر کے نہین ہوسکتی یعنی اسکے لیے باعث دینی کو باعث ہونے اور کسل کے مغلوب کرنے کے لیے کام مین لانا پڑتا ہو اور اسیکا نام صبر ہو پس اس اعتبار سے صبر نصف ایمان ٹھہرا اور اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یقین اور صبر کو ایک جا ارشاد فرمایا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا من اقل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر دوسرے معنی یہ ہین کہ ایمان ان احوال پر بولا جاوے جو موجب اعمال ہون نہ معارف پر اب جمیع حالات بندہ کی دو قسم ہین ایک وہ کہ دنیا و آخرت مین اسکی نافع ہو دوسری وہ کہ مضر ہو اور بندے کو باعتبار مضر چیزون کے لحاظ کے حالت صبر ہو اور نافع چیزون کی نسبت کر دیکھیے تو حالت شکر ہو اس سے معلوم ہوا کہ اس معنی کی رو سے شکر ایک نصف ایمان کا ہو جیسے کہ پہلے معنی کے اعتبار سے یقین نصف ایمان تھا اور اسی بنا پر حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ ایمان کے دو نصف ہین ایک نصف صبر ہو اور ایک شکر اور یہ روایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی مرفوعاً وارد ہوئی ہو اور اس جا کہ صبر رکنا ہو باعث ہوئے سے باعث دینی کے ثابت رہنے کے باعث اور باعث ہوئے کی دو قسمین ہین ایک باعث شہوت کیطرف سے اور ایک غضب کیطرف سے کیونکہ اگر لذیذ چیز کی طلب کے لیے ہوگا تو شہوت کیطرف سے ہوگا اور اگر دردینے والی چیز سے گریز کے لیے ہوگا تو غضب کیطرف سے ہوگا اور روزہ مین صرف رکنا مقتضاے شہوت یعنی فرج وشکم کی خواہش سے پایا جاتا ہو مقتضاے غضب سے صبر کرنا اسمین داخل نہین اسی لیے حدیث شریف مین وارد ہو کہ الصوم نصف الصبر کیونکہ کمال صبر اس صورت مین ہو کہ دواعی شہوت اور مقتضیات غضب دونون سے صبر کیا جاوے اور روزہ مین صرف ایک شق سے صبر ہو اسلیے روزہ نصف صبر ہوا اور چونکہ صبر نصف ایمان تھا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک چوتھائی ایمان کی ہو حاصل یہ کہ شریعت مین جو اعمال اور احوال کے حدود مقرر ہین اور انکی نسبت ایمان کیطرف آدھی یا چوتھائی وغیرہ بیان ہوئی ہو انکو اسیطرح سمجھنا چاہیے اور اس بات مین اصل یہ ہو کہ اول ایمان کے اقسام معلوم ہونے چاہیین تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے کونسے معنی کی رو سے یہ نسبت بیان کی گئی ہو ورنہ سمجھنا دشوار ہو اسلیے کہ لفظ ایمان بہت سے معانی مختلفہ پر بولا جاتا ہے

چوتھا بیان ان چیزون کا جن پر سے صبر کے جانے کے لحاظ سے صبر کے اور اور نام ہوتے ہین جاننا چاہیے کہ صبر کی دو قسمین ہین اول تو صبر بدن سے کرنا مثلاً بدن پر مشقتون کا متحمل ہونا اور اسپر مستقل رہنا وغیرہ پھر اسکی بھی دو صورتین ہین یا تو خود کوئی فعل کرنا یا دوسرے کے فعل کی برداشت کرنی اول کی مثال جیسے کوئی مشکل کام یا عبادت بجالانا اور دوسرے کی مثال جیسے سخت مار کو پی جانا یا بڑے مرض کو اور زخم مہلک کو سہنا وغیرہ یہ قسم کبھی عمدہ ہوا کرتی ہو بشرطیکہ موافق شرع ہو مگر کمال عمدگی دوسری قسم صبر ہو یعنی صبر نفس سے کرنا کہ نفس کو طبیعت کے مقتضیات اور باعث ہوئے سے روکے رہے پھر اس قسم مین اگر صبر شہوت شکم اور شرمگاہ سے

ہوگا تو اُسکا نام عفت ہی اور اگر کسی بُری بات سے ہو تو ہر ایک مکروہ چیز سے صبر کے لیے جدا نام ہی مثلاً اگر کسی مصیبت پر ہو تو اسکو صبر ہی کہتے ہین اور اسکی ضد وہ حالت ہی جسکو جزع و فزع کہتے ہین یعنی مقتضاے ہوے کو مطلق العنان کر دینا کہ خوب چیخے اور پیٹے اور گریبان پھاڑے وغیرہ اور اگر توانگری کی برداشت کرنے مین صبر ہو تو اسکو ضبط نفس کہتے ہین اور اسکی ضد اترانا اور اگر صبر مقام جنگ اور صف قتال مین ہو تو اسکو شجاعت کہتے ہین جسکا مقابل نامردی و نبردلی ہی اور اگر غصے کے پینے مین ہو تو اسکا نام حلم ہی جسکی ضد غضبناکی ہی اور اگر زمانے کی کسی آفت پر صبر ہو تو اسکا نام فراخی حوصلہ ہی اور اسکی ضد کم حوصلگی ہے اور اگر کلام کے خفیہ رکھنے مین ہو تو اسکو رازداری اور جس شخص مین یہ صفت ہو اسکو رازدار کہتے ہین اور اگر صبر عیش زائد از حاجت سے ہو تو اسکا نام زہد ہی جسکی ضد حرص ہی اور اگر ہر ایک حظ نفسانی سے قدر قلیل پر صبر ہو تو اسکو قناعت کہتے ہین اسکا مقابل شرہ ہی حاصل یہ کہ ایمان کے اکثر اخلاق صبر مین داخل ہین اسی جہت سے جب ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسینے ایمان سے سوال کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صبر ہی اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعمال مین سے سب مین بڑا اور گران صبر ہی ہی جسطرح کہ حج کو آپ نے اسی لحاظ سے عرفہ فرمایا کہ وہ بھی حج کے ارکان مین سب سے زیادہ ہی اور اللہ تعالیٰ نے ان اقسام کو اکٹھا ذکر فرمایا ہی اور سب کا نام صبر ہی رکھا ہے جیسا کہ ارشاد ہی والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون باسار سے غرض وقت مصیبت ہی اور ضراء سے وقت افلاس وحین الباس سے وقت مقاتلہ یہ ہین اقسام صبر کے کہ اختلاف متعلقات کے باعث جدا نام سے مسمّٰی ہوتے ہین اور جو شخص کہ الفاظ کے معانی سمجھا کرتا ہی وہ یہ جانتا ہی کہ چونکہ یہ الفاظ مختلف ہین اسلیے ضرور ہی کہ ان کے معانی مین بھی فی الحقیقت اختلاف ہو یعنی جو حالتین کہ ان الفاظ سے سمجھی جاتی ہین ان کی ذات و ماہیت علٰحدہ علٰحدہ ہونی چاہیے اور جو شخص کہ صراط مستقیم پر چلتا ہی اور نور الٰہی سے دیکھتا ہی اسکی نظر اول معانی پر پڑتی ہی پھر ان کی حقیقت سے باہر ہو کر الفاظ کیطرف متوجہ ہوتا ہی اسلیے کہ الفاظ معانی کے لیے وضع ہوے ہین تو اصل معانی ہی ہین اور الفاظ تابع ہین اور جو شخص فرع سے اصل کا طالب ہو وہ بیشک لغزش کھائیگا اور ان دونون فریق کیطرف اشارہ کلام مجید مین مذکور ہی چنانچہ ارشاد ہی افمن یمشی مکبا علی وجہہ اہدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم اور اگر غور سے دیکھو تو کفار کو جو پہلے غلطی ہوئی تو اسی طرح کے انعکاس سے ہوئی اللہ تعالےٰ اپنے کرم و لطف سے حسن توفیق عنایت فرما دے

پانچوان بیان صبر کے اقسام کا قوت و ضعف کے مختلف ہونے کی جہت سے۔ واضح ہو کہ اگر باعث دینی کو باعث ہوے کی نسبت کر دیکھین تو اسکے تین احوال ہوتے ہین ایک حال تو یہ ہی کہ داعیۂ ہوے کو بالکل زیر کر دے اسمین کچھ قوت نزاع کی باقی نہ رہے اور یہ بات دوام صبر سے حاصل ہوتی ہی ایسی ہی صورت مین یہ جملہ کہا جاتا ہی من صبر ظفر اور اس رتبے کے پہونچنے والے بہت کم ہین اور اگر ہین تو وہ لوگ صدیق و مقرب ہین کہ خداوند کریم کو اپنا رب جانکر اسی عقیدے پر جمے رہے اور راہ راست کو کبھی نہ چھوڑا اور نہ اس طرف سے منہ موڑا اور انکے نفسون کو باعث دینی کے مقتضائے اطمینان ہی انھین لوگون کا پکارنیوالا پکاریگا یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ دوسری حالت یہ ہی کہ ہوے کے دواعی غالب ہو جاوین اور باعث دینی کی منازعت انکے ساتھ بالکل نہ رہے

پس آدمی اپنے نفس کو لشکر شیطانی کے حوالے کرے اور مجاہدے سے مایوس ہوکر کوشش سے باز رہے یہ لوگ زمرۂ غافلین مین ہین اور کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہین یہی لوگ ہین کہ بندۂ شہوات ہوگئے ہین اور بدبختی کا جو زور اُنپر ہوا تو اپنے دلون پر جو اسرار الٰہی اور امر ربانی مین سے تھے اعداے الٰہی کو مسلط کر دیا انھین کیطرف اشارہ ہر اس آیت مین ولو شئنا لآتینا کل نفس ہداہا ولکن حق القول منی لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین انھین لوگون نے آخرت کے بدلے مین زندگی دنیا کو مول لیا اور گھٹی کھائی اور جب کوئی شخص ایسون کو ہدایت کرنا چاہے تو اسکو یہ حکم ہے فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم اور اس حالت کی پہچان یاس اور ناامیدی مجاہدے سے اور آرزؤن سے مغرور رہنا ہر اور یہ نہایت درجے کی بیوقوفی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع ہواہا وتمنی علی اللہ اور اس حالت والے کو اگر کوئی نصیحت کرے تو یہ جواب دیتا ہر کہ مین توبہ کرنی تو بہت چاہتا ہون مگر مجھسے ہو نہین سکتی اسواسطے اسکی طمع بھی نہین کرتا یا اشتیاق توبہ ہو تو یہ کہتا ہر کہ خدا تعالیٰ غفور اور رحیم اور کریم ہر پھر توبہ کی کیا حاجت ہر اُس بیچارے کی عقل شہوت کی غلام ہوگئی ہے اسکو صرف ایسے ہی باریک حیلے نکالنے مین لگاتا ہر جنسے اپنی شہوت پوری کرسکے اسکی عقل شہوات کے ہاتھ مین ایسی گرفتار ہوتی ہے جیسے کوئی مسلمان کافرون کی قید مین پڑے اور وہ اس سے سور چرواوین اور شراب کی حفاظت اور اسکا اٹھانا اسکے ذمے کردین ایسے شخص کا حال خدا کے نزدیک ایسا ہی ہوگا جیسا اس شخص کا جو کسی مسلمان کو زبردستی پکڑکر کفار کے حوالے کرے اور انکا مقید کردے اسواسطے کہ اس شخص کی بڑی خطا یہی ہے کہ جس شخص کو غالب رہنا چاہیے تھا اسکو ایسے کا مسخر کردیا جسکو مسخر اور مغلوب رہنا زیبا تھا یعنی مسلمان کا حاوی اور غالب رہنا اسواسطے شایان ہر کہ اسمین معرفت دین اور باعث دینی موجود ہر اور کافر کو مغلوب رہنا بہتر ہر کہ اسمین دین کی جہالت اور باعث شیاطین پایا جاتا ہر اور مسلمان کا حق اپنے نفس پر بہ نسبت دوسرون کے زیادہ تر واجب ہر پس جب اُس شریف بات کو جو اللہ کی جماعت اور لشکر ملائک مین سے ہر یعنی عقل کو ایک ایسی رذیل چیز کا مسخر کردیگا جو گروہ شیاطین مین سے ہو اور خدا تعالیٰ سے دور کرتی ہو تو یہ شخص بعینہ ویسا ہی ہوگا جیسا کوئی مسلمان کو کافرون کے حوالہ کردے بلکہ جیسے کوئی بادشاہ محسن اور منعم پر چڑھائی کرکے اسکے سب سے عزیز لڑکے کو پکڑکے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن کے حوالہ کردے اب تامل کیا چاہیے کہ اسبات مین کیسی ناشکری پائی جاتی ہر اور اسکے کتنے بڑے انتقام شاہی کا یہ شخص سزاوار ہر اور یہ مثال اسلیے مناسب تر ہر کہ ہوائے نفسانی سب سے بڑا معبود ہر جو زمین پر پرستش کیا جاتا ہر اور تمام روے زمین مین عمدہ چیز اللہ کی مخلوق مین سے عقل ہر تو ایسی عمدہ چیز کو ایسی بری چیز کے حوالہ کرنا نہایت ناشکری ہر تیسری حالت یہ ہر کہ لڑائی برابر کی ہو کبھی فتح باعث دینی کو ہو اور کبھی باعث ہوے کو ایسا شخص مجاہدین ہی مین ہر فتح پانے والون مین نہین اور اس قسم کے لوگون کا حال اس آیت مین مذکور ہر خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیہم یہ تینون حالتین باعتبار قوت وضعف کے ہین اور آدمی پر تین حالتین اور بھی باعتبار شمار صبر کی چیزون کے ہوسکتی ہین اول یہ کہ تمام شہوات پر غالب ہو جاوے دوم یہ کہ کسی پر غالب نہ ہو سوم یہ کہ بعض پر غالب ہو اور بعض پر نہو اور آیت خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا تو اس تیسری حالت والون کی شان مین کہنا بہتر ہر اور جو لوگ شہوات کے ساتھ مجاہدہ نہین کرتے وہ چوپاؤن کے مانند بلکہ انسے بھی گمراہ تر

ہین اسواسطے کہ بہیمہ کے واسطے معرفت اور قدرت نہین پیدا ہوئی جس سے کہ مقتضاے شہوات کا مجاہدہ کرے اور انسان کے لیے قدرت پیدا ہوئی مگر اسکو بیکار رکھا پس واقع مین ناقص اور بدبخت بلا شک ایسا ہی شخص ہے جو قدرت پاکر درجۂ کمال کو حاصل نہ کرے اور آسانی اور دشواری کی راہ سے بھی صبر کی دو قسمین ہوجاتی ہین ایک وہ کہ نفس پر شاق گذرے اور بدون بہت سی محنت اور سخت مشقت کے اسپر مداومت ممکن نہو اسکا نام تصبر و صبر کرنا ہے دوسری وہ کہ بدون شدت اور محنت کے حاصل ہوجاوے یعنی نفس پر ادنی زور دینے سے متحمل صبر کا ہوجاوے کچھ مشقت نہ معلوم ہو اس صورت کا نام صبر ہے۔ اور جب آدمی ہمیشہ تقوی کرتا ہے اور انجام کی بہتری کا یقین قوی ہوتا ہے تو صبر آسان ہوجاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری اور اسکی مثال یون جاننی چاہیے جیسے پہلوان کی قدرت دوسرے شخص پر کہ اگر آدمی قوی اور کشتی گیر ہوگا تو کم زور کو ذرا سے حملے اور ادنی قوت سے پچھاڑ دیگا اس طرح کہ پچھاڑنے مین نہ کچھ تھکن ہوگی نہ ماندگی نہ سانس چڑھیگی نہ اور کسی طرح کا اضطرار پیش آویگا لیکن اگر طرف مقابل بھی سخت اور قوی ہوگا تو اسکے پچھاڑنے کے لیے بہت محنت چاہیے اسیطرح باعث دینی اور باعث ہوے کی کشتی کو خیال کرنا چاہیے کہ درحقیقت وہ بھی لشکر ملائکہ اور لشکر شیاطین کا مقابلہ ہے۔ غرضکہ جب شہوات بالکل دفع ہوجاتے ہین اور باعث دینی مسلط ہوکر حاوی ہوجاتا ہے اور طول مواظبت سے صبر کرنا آسان پڑجاتا ہے تو اسکے باعث مقام رضا ملتا ہے چنانچہ باب رضا مین عنقریب مذکور ہوگا یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کا رتبہ صبر سے بڑھکر ہے اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعبد اللہ علی الرضاء فان لم تستطع ففی الصبر علی ماتکرہ خیر کثیر اور بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر والون کے تین درجے ہین اول چھوڑنا شہوت کا یہ درجہ توبہ کرنے والون کا ہے دوسرا راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ زاہدین کا ہے تیسرا درجہ محبت کرنا اس کام سے جو خدا تعالی اسکے ساتھ کرے اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اور باب محبت مین ہم عنقریب بیان کرینگے کہ مرتبۂ محبت رضا کے مرتبے سے بڑھکر ہے جسطرح کہ مقام رضا صبر سے اشرف ہے اور یہ مراتب ایک صبر خاص مین ہوسکتے ہین یعنی مصائب اور بلا پر صبر کرنے مین اب معلوم کرنا چاہیے کہ صبر باعتبار حکم کے بھی کئی قسم ہے بعض فرض ہے اور بعض نفل اور بعض مکروہ اور بعض حرام پس ممنوعات شرعی سے صبر کرنا فرض ہے اور مکروہات سے صبر کرنا نفل ہے اور جو ایذا کہ شرعًا ممنوع ہو اسپر صبر کرنا حرام ہے مثلًا کوئی شخص اسکا ناحق ہاتھ کاٹے یا اسکے بیٹے کا ہاتھ کاٹے اور یہ اسپر چپ چاپ صبر کرے یا کوئی شخص اسکی منکوحہ سے قصد شہوت رانی کرے اور اسکو جوش غیرت ہو مگر اظہار غیرت پر صبر کرے اور چپکا دیکھا کرے تو یہ بھی صبر حرام ہے اور اگر وہ ایذا شرعًا مکروہ ہو حرام نہ ہو تو اس پر صبر کرنا مکروہ ہے حاصل یہ کہ شریعت کو صبر کی کسوٹی جاننی چاہیے فقط اس صبر کو نصف ایمان جانو مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ تمام صبر اچھے ہی ہوتے ہین بلکہ اچھے صبر کے اقسام مخصوص ہین

چھٹا بیان صبر کیطرف حاجت ہونے کا اور یہ کہ بندہ کو کسی حال مین صبر سے گریز نہین ہر حال مین اسکی حاجت ہے جاننا چاہیے کہ جو حالات بندے کو اس زندگی مین پیش آتے ہین وہ دو حال سے خالی نہین ہوتے یا تو اسکی خواہش کے موافق ہوتے ہین یا ناموافق اور اسکو حاجت صبر کی دونون حالون مین ہے اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو ہر حال مین صبر کی حاجت ہے اب اسکو منفصل بیان کرتے ہین قسم اول یعنی وہ احوال جو خواہش کے موافق ہون وہ صحت اور تندرستی اور مال وجاہ کا ہونا اور

بہت سا جھا ہونا اور کثرت سے اسباب کا ہونا اور بیار و مددگار خدمتگزار بہت سے ہونے اور تمام لذائذ کا موجود ہونا ہو ان احوال
مین بندے کو صبر کی بڑی حاجت ہو اسواسطے کہ آدمی اگر لذات دنیاوی مین پڑ کر اپنے نفس کو نہ روکے گا اور ان مین مطلق العنان
ور ڈو بار ہیگا تو گو وہ لذائذ مباح ہی ہون مگر آخر کو سرکشی اور ساتر اسنے پر ہو نچادینگے اسواسطے کہ انسان کا قاعدہ ہے کہ جب
اپنے آپ کو غنی جانتا ہو تو طغیان کرتا ہو چنانچہ کلام مجید مین ہے ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنی[1] یہانتک کہ بعض عارفین ارشاد
فرماتے ہین کہ بلا پر تو ایماندار صبر کرتا ہو مگر عافیت پر صبر کرنا صرف صدیق کا کام ہو اور حضرت سہل تستری رح فرماتے ہین کہ صبر کرنا عافیت
پر بہ نسبت بلا پر صبر کرنے کے بہت سخت ہو اور جب اموال دنیا صحابہؓ کے پاس آئے تو انھون نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا امتحان
مصیبت اور فقر مین مبتلا ہونے سے جو لیا گیا تو ہم نے صبر کیا مگر جب فتنہ عافیت و توانگری مین مبتلا ہوئے تو ہم نے
صبر نہ کیا۔ اور ہمین لحاظ خداوند کریم نے مال اور اولاد اور زوج کے فتنے سے اپنی کتاب پاک مین خوف دلایا ہو جیسا کہ ارشاد
فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ[2] اور فرمایا ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروہم[3] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین الولد مبخلۃ مجبنۃ محزنۃ[4] اور جب آپؐ نے اپنے لخت جگر حضرت امام حسن کو دیکھا کہ کرتے مین اٹک کر گرا چاہتے ہین تو منبر سے اتر کر
گود مین اٹھا لیا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ سچ فرماتا ہو کہ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ[5] مین نے جب اپنے فرزند کو لڑکھڑاتے دیکھا تو اپنے
آپ کو نہ روک سکا یہانتک کہ اسکو اٹھا لیا اسکا نتیجہ ارباب دانش سوچین کہ کیا ہو معلوم ہوا کہ بڑا مرد وہی ہے جو عافیت پر صبر کرے
اور عافیت پر صبر کرنے کے یہ معنی ہین کہ اسکی طرف رغبت نہ کرے اور جانے کہ یہ چندروزہ ودیعت ہے جلد مجھسے جاتی رہے گی
اور اس سے زیادہ خوش نہ ہو اور تنعم اور لذت اور لہو ولعب مین ڈوبا نرہے بلکہ جو جو انعام اللہ کے اسیر ہین انسے حقوق اللہ تعالیٰ کے ادا
کرے مثلاً مال کو خدا کی راہ مین دینے سے اسکا حق ادا کرے اور بدن سے دوسرون کی اعانت کرے اسکا حق اور زبان سے سچ
بول کر اسکا حق ادا کرے اور اسطرح کا صبر شکر کے متصل ہو جبتک آدمی شکر پر قائم نہو تب تک یہ صبر کامل نہو گا چنانچہ عنقریب
مذکور ہو گا اور عافیت پر صبر کرنا اسلیے سخت تر ہو کہ اسمین قدرت موجود ہو ورنہ عصمت بی بی بے چادری مشہور ہو جسکو قدرت ہی نہو
وہ اگر صبر نہ کرے تو کیا کرے اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ اگر ایک شخص کسی کی فصد کھولے یا پچھنے لگاوے تو مریض کو صبر کرنا آسان
ہو گا بہ نسبت اسکے کہ خود یہ کام اپنے اوپر کرے اور بھوکا آدمی اگر کھانا اسکے سامنے نہو تو صبر آسانی سے کر سکتا ہو بہ نسبت اس صورت
کے کہ عمدہ کھانا لذیذ اسکے سامنے ہو اور اسکو قدرت بھی کھانے کی ہو اسی لحاظ سے فتنہ عافیت کا سخت تر ہو دوسری قسم جو خواہش
اور طبیعت کے ناموافق ہو اسکی تین صورتین ہین اول تو وہ جو بندے کے اختیار سے مربوط ہون جیسے طاعات اور معاصی دوم وہ
کہ اسکے اختیار مین نہون جیسے مصائب اور حوادث سوم یہ کہ شروع مین تو اختیار کو کچھ دخل نہو مگر اسکا دور کرنا اختیار مین ہو جیسے
موذی سے بدلا لینا صورت اول یعنی وہ افعال کہ بندہ کے اختیار سے وابستہ ہین اور اسمین بندے کے تمام افعال جو طاعت و
معصیت ہو سکنے مین داخل ہین انکی دو نوع ہین نوع اول طاعت اور دوسری نوع معصیت ہو اور ہر ایک مین صبر کی حاجت ہو طاعت پر صبر کرنا
دشوار ہو اسواسطے کہ نفس کو طبعاً عبودیت سے نفرت ہو یہ ربوبیت کو چاہتا ہو اسیواسطے بعض عارفین نے فرمایا ہو کہ کوئی نفس ایسا

[1] آدمی سرکش ہوجاتا ہے اس سے کہ دیکھے آپ کو غنی ۱۲
[2] اے ایمان والو تم غافل کرین تمکو تمھارے مال اور تمھاری اولاد اسکی یاد سے ۱۲
[3] بعضی تمھاری جورو اور اولاد دشمن ہین تمھارے سو ان سے بچتے رہو ۱۲
[4] لڑکا بخل اور نامردی اور غم مین مبتلا کرنیوالا ہے ۱۲ ابو یعلی موصلی بروایت ابو سعید خدری ۱۲
[5] تمھارے مال اور اولاد بھی ہین جانچنے کو ۱۲ اصحاب سنن بروایت بریدہ ۱۲

نہین جسمین وہ بات چھپی نہو جسکو فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہکر ظاہر کی تھی مگر فرعون کو اسکے ظاہر کرنیکا موقع ملگیا تھا کہ جب اپنی قوم کو حقیر جانا تو انھون نے اسکی اطاعت کرلی اور جو کچھ کہا مان لیا اور انکو ظاہر کرنیسے تو انکار ہی مگر خفیہ سب مین وہی بات ہی دیکھو آدمی اپنے غلام اور نوکر اور محکوم اور زیر دست اور مطیع سے انکے قصور کیوقت کیسا نیلا پیلا ہوتا ہی اور قصور خدمت کو انسے بعید جانتا ہے اسکی وجہ اگر کبر باطنی اور دعوی ربوبیت نہین تو اور کیا ہی اس سے معلوم ہوا کہ عبودیت نفس پر مطلقاً شاق ہی پھر عبادات مین سے بعض باعث ایسے ہین جو کسل کے باعث بُرے معلوم ہوتے ہین جیسے نماز اور بعضے بخل کے باعث جیسے زکوۃ اور بعضے کسل اور بخل دونون کے باعث جیسے حج اور جہاد پس طاعت پر صبر کرنا بہت سے شدائد پر صبر کرنا ہوتا ہی اور مطیع کو اپنی طاعت پر صبر کرنے مین تین وقت کی احتیاج ہوتی ہی اول طاعت سے بیشتر اسوقت تو درستی نیت اور اخلاص ہی اور شوائب ریا اور لوازم آفات سے صبر کرنا اور عزم اخلاص و وفا پر جمنا ضرور ہی اور جو شخص کہ حقیقت نیت اور اخلاص کو اور آفات ریا اور مکائد نفس کو سمجھا جانتا ہی اسکو خوب معلوم ہی کہ یہ قسم صبر کی بڑی سخت ہی اور نیت کی عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمادی کہ انما الاعمال بالنیات ولکل امرء مانوی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اور اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے صبر کو عمل پر مقدم فرمایا چنانچہ ارشاد ہی کہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات دوسرے عین عمل کیوقت پر صبر کرنا کہ اثناے عمل مین خدا سے غافل نرہے اور اسکے سنن وآداب کی بجا آوری مین کسل کو دخل نہ دے اور شرط ادب کو عمل کے آخر تک ملحوظ رکھے یعنی عمل سے فارغ ہونے تک جن لوازم سے کہ خلل عمل مین ہوتا ہو انسے صبر کرنا پڑیگا اور یہ صبر بھی سخت ہی اور غالباً اس آیت مین بھی صبر مراد ہی نعم اجر العاملین الذین صبروا یعنی جن لوگون نے عمل کے پورا ہونے تک صبر کیا تیسرے بعد عمل سے فارغ ہونیکے یعنی اب صبر کیجاجت یہ ہے کہ عمل کا افشانہ کرے اور شہرت اور ریا کا خواہان نہ ہو اور اپنی طرف عجب کی نظر سے نہ دیکھے غرض جو چیزین مبطل عمل بعد عمل کے ہوتی ہین انسے صبر کرے ورنہ عمل باطل ہوگا اور اسکا اثر نہ رہیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولا تبطلوا اعمالکم اور فرمایا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی پس جو شخص کہ صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے اور ایذا دینے پر صبر نکریگا اسکا عمل باطل ہوگا اب طاعت کی دو قسمین ہین فرض اور نفل اور بندے کو دونون مین صبر کیحاجت ہی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو اس آیت مین جمع فرمادیا ہی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی عدل کرنا فرض ہی اور احسان نفل ہی اور اقارب کو دینا مروت اور صلۂ رحم اور ہر ایک مین صبر کیحاجت ہی اور نوع دوم یعنی معصیت پر بھی صبر کرنا بڑا ضروری ہی اور اللہ تعالیٰ نے جمیع اقسام معاصی کو اس آیت مین جمع کردیا ہی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المہاجر من ہجر السوء والمجاہد من جاہد ہواہ اور معاصی باعث ہوا کے لوازم سے ہین اور صبر کے اقسام مین زیادہ شدید ان معاصی پر صبر کرنا ہی جو عادت کے باعث مالوف ہوگئے ہون اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہی جب خواہش نفس پر عادت زیادہ ہوجاتی ہے تو گویا شیطان کے دو لشکر آپسمین ملکر ایک دوسرے کی کمک کرتے ہین اور باعث دینی کا مقابلہ کرتے ہین اسلیے وہ انکے قلع وقمع پر قادر نہین ہوتا پھر اگر وہ گناہ ان افعال مین سے ہون جنکے کرنے مین کچھ دقت نہین ہوتی باسانی ہوسکتے ہین تو اس سے صبر کرنا نہایت دشوار ہی مثلاً زبان کے گناہون مثل غیبت اور جھوٹ

اور خصومت اور اشارۃً یا صراحۃً اپنے نفس کی تعریف کرنے وغیرہ سے صبر کرنا یا اقسام مزاح سے جو دلون کو ایذا دین اور ان کلمات سے جو بقصد تحقیر و تذلیل بولے جاوین اور مُردونکا ذکر کرنا اور انپر خواہ انکے علوم اور سیرت و منصب پر اعتراض کرنا ان سب سے صبر کرنا بہت دشوار ہے اسلیے کہ ظاہر مین تو یہ غیبت ہین مگر باطن مین اپنے نفس کی ثنا پائی جاتی ہے ایسے گناہ مین نفس کو دو چاٹ ہوتی ہین ایک تو دوسرے کا نہونا دوسرے اپنا ہونا انھین دونون باتون سے ربوبیت پوری ہوتی ہے جو نفس کی سرشت مین ہے اور ربوبیت عبودیت کی ضد ہے جسکا آدمی کو حکم ہے انھین دو شہوتون کے اجتماع اور زبان کے ہلانے مین وقت نہونی اور محاورات مین عادی ہو جانیسے صبر ایسی باتون سے مشکل ہے بلکہ لوگ انکو برا نہین جانتے نہ دلونمین ان امور کی کچھ قباحت ہے کیونکہ اکثر وہ ن کا روزمرہ یہی ہو گیا ہے اور سب لوگون مین یہ بلا پھیلی ہوئی ہے۔ اگر کوئی مسلمان آدمی ریشم کا کپڑا پہنے تو لوگ نہایت بعید جانین لیکن اگر تمام دن اپنی زبان سے لوگون کو برا کہے جاوے تو کوئی برا نہ مانے حالانکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے اور جو شخص گفتگو مین اپنی زبان تو روک سکے اور اسکے معاصی سے صبر نکر سکے تو اسپر گوشہ نشینی اور تنہائی واجب ہے اسکے سوا اسکے لیے اور کوئی صورت نجات کی نہین اسلیے کہ اکیلے رہنے پر صبر کرنا اس سے آسان ہے کہ لوگون مین رہکر سکوت پر صبر کرے اور جیسا جس معصیت کا سبب قوی یا ضعیف ہوگا ویسا ہی صبر کرنا بھی سخت یا آسان ہوگا اور زبان ہلانے کی نسبت کر وسوسون کے خلجان سے دلونکی حرکت اور بھی زیادہ سہل ہے یہ آفت تنہائی مین بھی باقی رہتی ہے وساوس سے صبر ہونا ہرگز ممکن نہین الا اس صورت مین کہ دل پر کوئی اور فکر دینی غالب ہو جاوے اور سب طرف سے خالی الذہن ہو کر ایک ہی فکر کا ہو رہے ورنہ جبتک کسی خاص شے مین اپنی فکر کو نہ لگا دیگا وسواس کا دور ہونا اس سے ممکن نہوگا۔ صورت دوم وہ افعال جنکا آنا اختیار سے وابستہ نہو مگر انکے دفع کرنے کا اختیار ہو مثلاً اگر کسی کو کسی نے فعل سے یا قول سے ایذا دی یا اسکے نفس یا مال مین کوئی قصور کیا تو اسپر صبر کرنا اور مکافات کا چھوڑنا کبھی تو واجب ہوتا ہے اور کبھی صرف فضیلت کا موجب بعض صحابہ نے فرمایا ہے کہ ہم آدمی کے ایمان کو ایمان نجانتے تھے جبتک کہ ایذا پر صبر نہ کرتا تھا اور کلام مجید مین انبیا کی طرف سے مخالفین کے جواب مین ارشاد ہے ولنصبرن علی ما آذیتمونا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکبار کچھ مال تقسیم فرمایا تو بعض مسلمان اعراب نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم نہین جس سے خدا کی رضا منظور ہو یہ خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے پھر فرمایا کہ اللہ رحم کرے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر کہ ان کو لوگون نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر انھون نے صبر کیا اور کلام مجید مین جابجا اسکو صبر کا ارشاد ہے چنانچہ فرمایا ودع اذاہم وتوکل علی اللہ اور فرمایا واصبر علی ما یقولون واہجرہم ہجرا جمیلا اور فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین اور فرمایا لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذیً کثیرا فان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور اس صبر سے غرض یہی ہے کہ مکافات سے صبر کرو اور اسی وجہ سے کہ مکافات سے صبر کرنیکا بڑا رتبہ ہے اللہ تعالیٰ نے قصاص وغیرہ مین حقوق کے معاف کرنیوالون کی مدح فرمائی چنانچہ ارشاد ہے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم فہو خیر للصابرین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صل من قطعک واعط من حرمک واعف عمن ظلمک اور مین نے

انجیل مین دیکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کو پہلے سے یہ حکم ہو کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے بدلے ناک یعنی جتنی برائی کوئی تمسے کرے اسیقدر تم اس سے کرو لیکن مین یہ کہتا ہون کہ شر کا بدلا شر مت دو بلکہ جو کوئی تمہارے دہنے رخسار پر مارے تو اسکے سامنے بایان کردو اور جو کوئی تمہاری چادر لے تو اسکو تہمد بھی دیدو اور جو تمکو ایک میل بیگار لیجاوے تو تم دو میل اسکے ساتھ جاؤ انتہیٰ۔ ان سب رواتیون مین ایذا پر صبر کرنا پایا جاتا ہو حاصل یہ کہ لوگون کی ایذا پر صبر کرنا ہوا تب صبر مین سے اعلیٰ ہو اسکے ساتھ صورت مین باعث دینی کے مقابلے مین غضب اور باعث شہوت دونون ہوتے ہین تو دونون کو مغلوب کرنا تھوڑا کام نہین صورت سوم ایسے امور جن کی ابتدا و انتہا کچھ بھی بندے کے اختیار مین نہین جیسے عزیز و نکا مرنا اور مال تلف ہونا اور مرض سے تندرستی کا جاتا رہنا اور اعضا کا بگڑ جانا اور تمام اقسام مصائب کہ انپر صبر کرنا مقامات صبر مین سے اعلیٰ مقام ہو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ قرآن مجید مین صبر تین صورت پر ہو اول ادائے فرائض پر اسکا ثواب تین سو درجے ہین دوم صبر خدا کی حرام کی ہوئی چیزون سے اسکے لیے چھ سو درجے ہین تیسرا صبر مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت اسکے لیے نو سو درجے ہین اور یہ رتبہ باوجودیکہ فضائل مین سے ہو دوم کی نسبت کر باوجودیکہ وہ فرائض مین سے ہو اسوجہ سے افضل ہے کہ محرمات مین سے تو ہر ایک ایماندار صبر کر سکتا ہو مگر مصیبت پر صبر وہی کریگا جسکو سرمایہ صدیقون کا حاصل ہوگا اسلیے کہ یہ نفس پر بہت سخت ہوتا ہو اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یون دعا مانگتے کہ اسالک من الیقین ماتہون علی بہ مصائب الدنیا اس سے معلوم ہوا کہ اس صبر کا منشا حسن یقین ہوتا ہو اور حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ قسم بخدا جس چیز کو ہم محبوب جانتے ہین اسپر صبر نہین کرتے تو جو ہم کو بری معلوم ہوتی ہو اسپر کیسے صبر کرینگے اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ جب مین اپنے بندے کے بدن مین خواہ مال مین یا اولاد مین مصیبت بھیجتا ہون اور وہ اسکو صبر جمیل سے برداشت کرتا ہو تو قیامت کو مجھ شرم آتی ہو کہ اسکے لیے ترازو کھڑی کرون یا نامۂ اعمال پھیلاؤن اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ انتظار الفرج بالصبر عبادة اور ایک حدیث مین ہو کہ جب کسی بندے کو مصیبت پہونچے اور وہ بموجب حکم الٰہی انا للہ وانا الیہ راجعون کہے اور پھر کہے اللھم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیرا منہا تو خدا تعالیٰ ویسا ہی کرتا ہو اور حضرت انس فرماتے ہین کہ مجھکو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبرئیل جسکی مین دونون آنکھین لے لون اسکا بدلہ کیا ہو انھون نے عرض کیا سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا ارشاد ہوا کہ اسکا بدلہ یہ ہو کہ ہمیشہ میرے گھر مین رہے اور میرے دیدار سے مشرف ہو اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہو کہ جب مین اپنے بندون کو کسی بلا مین مبتلا کرتا ہون اور وہ صبر کرتا ہو اور اپنے عیادت کرنیوالون سے میری کچھ شکایت نہین کرتا تو مین اسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دیتا ہون اور خون کے عوض عمدہ خون عنایت کرتا ہون اور جب اسکو شفا دیتا ہون تو کوئی گناہ اسکے ذمے نہین ہوتا اور اسکو وفات دیتا ہون تو اپنی رحمت مین لا ڈالتا ہون اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی اس غم زدہ کا بدلہ کیا ہو کہ جو تیری رضا کی خواہش کے باعث مصائب پر صبر کرے ارشاد ہوا کہ اسکا بدلہ یہ ہو کہ اسکو لباس ایمان پہنا کر کبھی اسکے بدن سے نہ نکالون اور ایکبار حضرت

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور پھر وہ نعمت اس سے لے لیتا ہے
اور بندہ اسکے عوض مین صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کے عوض مین جو کچھ عنایت فرماتا ہے وہ اس پہلی نعمت سے افضل ہوتی
ہے بعد اسکے یہ آیت پڑھی انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اور حضرت فضیل رحمۃ سے صبر کی حقیقت پوچھی تو فرمایا کہ وہ راضی ہونا
ہے خدا کے حکم پر لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ جو شخص راضی ہوتا ہے وہ اپنے رتبے سے زیادہ کی تمنا نہین کرتا اور
روایت ہے کہ حضرت شبلیؒ قید خانے مین محبوس ہوے تو انکے پاس کچھ لوگ گئے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو انھون نے عرض کیا
کہ آپ کے دوست ہین زیارت کو آئے ہین آپ نے انکو ڈھیلون سے مارنا شروع کیا یہانتک کہ وہ بھاگنے لگے پھر آپ نے فرمایا
کہ اگر تم میرے آشنا ہوتے تو میری مصیبت پر صبر کرتے اور بعض عارفین کی جیب مین ایک رقعہ تھا کہ ہر گھڑی اسکو نکالکر دیکھ لیا کرتے
اسمین یہ لکھا تھا واصبر لحکم ربک فانک باعیننا اور روایت ہے کہ فتح موصلیؒ کی بی بی ایکبار پھسل پڑین اور انکا ناخن ٹوٹ گیا
وہ ہنس پڑین لوگون نے پوچھا کہ تم کو تکلیف نہین معلوم ہوتی انھون نے کہا کہ اسکے ثواب کے مزے نے میرے دل سے تلخی درد
کی جاتی رہی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا کہ مومن کے تقویٰ پر تین باتون سے استدلال کیا جاتا
ہے اول جو چیز نہین ملی اسمین اچھی طرح توکل کرنا دوسرے جو چیز اسکو پہونچی اسمین اچھی طرح راضی ہونا تیسرے جو چیز ملکر جاتی رہے
اسپر اچھی طرح صبر کرنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من اجلال اللہ و معرفۃ حقہ ان لاتشکو وجعک ولا تذکر مصیبتک
اور کہتے ہین کہ ایک نیکبخت ایک روز آستین مین تھیلی لیکر نکلے پھر جو تلاش کیا تو ہمیانی نہ پائی معلوم ہوا کہ وہ چوری ہو گئی آپ نے
فرمایا کہ جسنے لی ہو خدا تعالیٰ اسکو اسمین برکت دے شاید اسکو مجھ سے زیادہ اسکی ضرورت ہو گی۔ اور ایک شخص بزرگ راوی
ہین کہ مین سالم مولی ابی حذیفہ رحمۃ کے پاس اس حال مین گیا کہ ان مین کچھ جان باقی تھی مین نے پوچھا کہ تمھین پانی پلاؤن انھون نے
کہا کہ مجھکو تھوڑا سا دشمن کیطرت سرکا دو اور پانی میری ڈھال مین رکھ دو کیونکہ مین روزے سے ہون اگر شام تک جیتا رہونگا تو پی
لونگا سالکین طریق آخرت کا صبر ایسا ہوتا تھا جیسا اوپر مذکور ہوا اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت مین درجۂ صبر کسطرح ملے کہ امر اختیاری
نہین اضطرار کی صورت ہے اسلیے کہ اگر صبر سے یہ مراد ہے کہ دل مین مصیبت کی کراہت نہو تو یہ بات آدمی کے اختیار مین داخل نہین کرسکتا
جواب یہ ہے کہ صابرون کے درجے سے آدمی جب ہی خارج ہوتا ہے جب جزع و فزع کرے اور منھ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور شکایت
بہت کرے اور رنج کو ظاہر کرے اور لباس اور فرش اور غذا مین عادت کے خلاف کرے اور یہ سب باتین آدمی کے اختیار
مین ہین ان سب سے احتراز واجب ہے اور بجز حکم خدا پر راضی ہونے کے اور کچھ بیان نکرے اور جسطرح عادت کھانے پینے وغیرہ کی
تھی ویسی ہی بدستور رہنے دے کسی طرح کا فرق نہ کرے اور یہ جانے کہ وہ شے میرے پاس ودیعت تھی اب مالک نے واپس لے لی
چنانچہ ام سلیم سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہین کہ میرا ایک لڑکا گذر گیا اور میرے شوہر حضرت ابو طلحہؓ موجود نہ تھے مین نے اٹھکر گھر کے
ایک گوشے مین کرکے اسپر کپڑا ڈالدیا بعد اسکے حضرت ابو طلحہ تشریف لائے مین اٹھی اور انکا کھانا تیار کیا وہ کھانے لگے پھر پوچھا کہ
لڑکا کسطرح ہے مین نے کہا کہ الحمد للہ اچھے حال مین ہے اور یہ اسلیے کہا کہ جب سے وہ بیمار ہوا تھا کسی رات ایسی چین نہ ملی تھی جیسے

اس شب وفات کو تھی پھر مین نے اپنے آپ کو اور روزون کی نسبت کر زیادہ بنایا سنوارا یہان تک کہ وہ مجھسے ہمبستر ہوے پھر
مین نے انسے کہا کہ دیکھو ہمارے ہمسایے کی بات کہ اسکو ایک چیز مانگے ملے تھی جب مالک نے مانگی اور واپس لے لی تو غل مچانے لگا
حضرت ابو طلحہ رضؓ نے فرمایا کہ ہمسایہ نے بہت برا کیا اگر ایسا کیا پھر مین نے کہا کہ تمہارا فرزند خدا کیطرف سے عاریت تھا اللہ تعالیٰ
نے اسکو لے لیا انھون نے اللہ کا شکر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہو کر
حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ الٰہی اس رات کے معاملے مین برکت دے راوی کہتے ہین کہ بعد اس دعا کے مسجد مین مین نے انکے
سات لڑکے دیکھے کہ سب کے سب قاری قرآن تھے اور حضرت جابر رضؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین خواب مین
جنت کے اندر گیا اور حضرت ابو طلحہ رضؓ کی بی بی رمیصا کو جنت مین دیکھا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صبر جمیل یہ ہے کہ مصیبت والا
دوسرون سے پہچانا نہ جائے اور مردے پر دل دکھنے اور آنسو بہانیسے صابرین کی حد سے نہین نکلتا اسلیے کہ یہ باتین بشریت
کے تقاضا سے ہین اور موت کیوقت تک انسان انسے علیحدہ نہین ہو سکتا اور یہی وجہ جب حضرت ابراہیم لخت جگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھون سے آنسو نکلتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے اس سے ہمکو منع فرمایا آپ نے
فرمایا کہ ان ہذہ رحمۃ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء بلکہ یہ امر مقام رضا سے بھی خارج نہین کرتا مثلاً جو شخص پچھنے لگواتا ہے یا فصد کھلواتا
ہے وہ راضی ہوتا ہے اور درد بھی معلوم ہوتا ہے اور کبھی شدت درد مین آنسو بھی نکل پڑتے ہین اور انشاء اللہ اسکا بیان باب رضا مین
آئیگا اور ابن ابی نجیح نے بعض خلفا کی تعزیت مین یہ لکھا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا حق اُس چیز مین پہچانتا ہے جو خدا تعالیٰ نے اس سے
لے لی ہے وہ اس بات کا مستحق زیادہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے اسکے لیے باقی رکھی ہے اسمین اسکے حق کی عظمت جانے اور جان
لو کہ جو تمسے پہلے گذر گیا وہ تمہارے لیے باقی ہے اور جو تمہارے بعد رہیگا اسکو تمہارے باب مین ثواب ملیگا اور جان لو کہ صابرون کا
ثواب مصیبت مین اس نعمت کی نسبت کر بڑھکر ہے جو مصائب سے بچے رہنے سے اُنپر ہوتی ہے غرضکہ ثواب کی نعمت کو سوچنے
سے اگر نفس کی کراہت ٹالیگا تو صابرون کا درجہ پائیگا ہان صبر کا کمال اسمین ہے کہ مرض اور افلاس اور تمام مصیبتون کو چھپاوے
اور بعض اکابر کا قول ہے کہ احسان کے خزانون مین سے ہے مصائب و دردون اور صدقات کا پوشیدہ رکھنا ان تقسیمات سے
ظاہر ہوا کہ سب احوال وافعال مین صبر واجب ہے اسلیے کہ جو شخص سب شہوات سے تنہا عزلت نشین ہو وہ بھی صبر سے بے پروا
نہوگا ظاہر مین تو عزلت اور تنہائی پر صبر کرنا پڑیگا اور باطن مین وساوس شیطانی سے کیونکہ وساوس کا خلجان چین نہین لینا اور
اکثر باتین جو دلمین آتی ہین وہ یا ایسی چیزون کے باب مین ہوتی ہین جو گذر چکین اور انکا تدارک ممکن نہین یا آئندہ چیزون کے باب
مین کہ اگر مقدر مین ہونگی تو ضرور ملینگی بہر حال ان دونون صورتون مین وقت کا تلف کرنا ہے اور آدمی کا اوزار اور سرمایہ اسکا
قلب ہے پس اگر ایک سانس بھی دل ذکر اور فکر سے غافل رہے گا تو خسارہ ہو گا اور ذکر سے وہ مراد ہے جس سے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے اور فکر سے ایسا فکر غرض ہے جس سے خدا تعالیٰ کی معرفت ہو اور معرفت سے
محبت الٰہی حاصل ہو یہ صورت جب ہے کہ جب فکر اور وسواس مباحات ہی مین منحصر ہو اور ایسا اکثر وقوع مین نہین آتا

بلکہ شہوات کے پورا کرنے کے لیے حیلون کی صورتین سوچا کرتا ہو کیونکہ ہمیشہ ایسے شخصون سے نزاع کرتا ہو جو تمام عمر مین ایک دفعہ بھی اسکے خلاف مرضی ہوے ہون یا جسکی طرف وہم بھی نزاع کا ہو یہ مجھسے میرے مقصود مین مخالفت کریگا اور اس سے کوئی علامت بھی اسباب مین ظاہر ہوئی ہو بلکہ جو آدمی سب لوگون سے زیادہ اپنا مخلص ہو گو اپنے اہل و اولاد ہی کیون نہون اسکو مخالف فرض کرلیتا ہو پھر یہ سوچتا ہو کہ انکو کسطرح زجر اور قہر کیجئے اور کیسے انکے مخالفت کے حیلونکا جواب دیجیے اسیطرح ایک شغل دائمی مین رہتا ہو اسواسطے کہ شیطان کے دو لشکر ہین ایک طائر اور ایک سائر لشکر طائر کی حرکت کا نام وسواس ہو اور سائر کی حرکت کا نام شہوت اور اسکی وجہ یہ ہو کہ شیطان آگ سے مخلوق ہوا ہو اور انسان کھنکھناتی مٹی ٹھیکری جیسی سے اور ٹھیکری مین آگ کے ساتھ مٹی اکٹھی ہو اور مٹی کی طبیعت سکون ہو اور آگ کی سرشت حرکت پس کوئی آگ ایسی نہین ہوسکتی کہ بھڑکے اور نہ ہلے بلکہ ہمیشہ اپنی طبیعت کے مقتضا سے حرکت کرتی رہتی ہو اور شیطان لعین کو جو آگ سے مخلوق ہو اس بات کا حکم ہوا تھا کہ جس چیز کو خدا تعالی نے مٹی سے پیدا کیا اسکو سجدہ کرکے مطمئن ہو اور ٹھہرے مگر اسنے انکار کیا اور نافرمانی کی اور اپنی نافرمانی کیوجہ کو یون بیان کیا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین پس جب اس ملعون نے ہمارے جد امجد آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو پھر ان کی اولاد کو کیسے سجدہ کریگا انکو سجدہ کرنے سے مقصود یہی ہو کہ دل پر جو وسواس اور طیران اور جولانی کرتا رہتا ہو اس سے باز رہے اسلیے کہ ان حرکات سے اسکا باز رہنا گویا منقاد و مطیع انسان کا بنتا ہو کہ انسان سے دب کر یہ حرکتین چھوڑ دے اور واقع مین سجدے کی جان انقیاد و اطاعت ہی ہو پیشانی کا زمین پر رکھنا سجدے کا جسم ہو اور اسکو اصطلاحی پہچان سجدے کی مقرر کرلی ہو ہوسکتا تھا کہ اصطلاح مین اسی سر رکھنے کو حقارت کی علامت ٹھہرا لیتے جیسے منھ کے بھل گر پڑنا کسی امیر کبیر کے سامنے عادۃً گستاخی متصور ہوتا ہی غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ قلب اور روح اور صدف اور مروارید اور پوست اور مغز مین تمیز کرے ایسا نہو کہ صرف عالم ظاہری کا مقید ہو کر عالم غیب سے غافل ہو جاوے۔ اور اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شیطان کو مہلت ملگئی ہو تو قیامت تک ایسا نہوگا کہ آدمی کو وسواس دلانے سے باز رہے اور اسکا منقاد ہو جاوے اگر سوائے خدا کے اور فکر آدمی کو نرہے تب البتہ اس ملعون کی گنجایش آدمی مین نہین رہتی بلکہ ایسا شخص اللہ کے مخلص بندون مین داخل ہوتا ہو جو بموجب نص قرآنی کے شیطان لعین کے تسلط سے خارج ہین اور یگمان نہ کرنا چاہیے کہ دلمین فکر الٰہی بھی نہو اور شیطان بھی اسمین نہو اسواسطے کہ شیطان انسان مین خون کی طرح پھرتا ہو ایک سیال چیز ہو اور اسکا میلان ایسا ہو جیسے پیالے مین ہوا پس اگر کوئی یہ چاہے کہ پیالے مین سے ہوا بھی نکلجاوے اور پانی وغیرہ اسمین کچھ نہ بھرا جاوے تو ظاہر ہو کہ یہ امر ناممکن ہو بلکہ جسقدر پانی پیالے مین نرہیگا اسیقدر ہوا اسمین بھر جاویگی اسیطرح جو دل کہ کسی عمدہ فکر دینی سے بھرا ہوگا وہ تو البتہ شیطان کی جولانی سے خالی ہوگا ورنہ جو شخص ایک لحظہ بھی خدا سے غافل ہوگا اسکا جلیس سوائے شیطان کے کچھ نہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فہو لہ قرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ تعالی یبغض الشاب الفارغ اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب جوان آدمی کوئی ایسا کام نکریگا جسکے سبب سے اسکا دل امر مباح مین مشغول ہو اور دین پر اعانت ملے تو گو ظاہر مین وہ بیکار ہوگا الا دل اسکا خالی نہوگا اسمین شیطان گھونسلا بنا کر

انڈے بچے دیگا پھر اسکے بچے جفتی کھا کر دوبارہ انڈے بچے نکالینگے اسیطرح اسکی نسل سب حیوانات کی نسل سے زیادہ بڑھتی جاویگی اسلیے کہ اسکی سرشت آگ سے ہے اور آگ کے سامنے اگر سوکھا گھاس آجاوے تو کیسے پھیلتی ہے اور آگ سے آگ نکلتی چلی جاتی ہے اور کہین نہین ٹھہرتی بلکہ تھوڑی تھوڑی بڑھتی ہی جاتی ہے تو جوان آدمی کے نفس مین شہوت کا ہونا شیطان کیلیے ایسا ہے جیسا سوکھا گھاس آگ کیواسطے اور جس طرح کہ آگ کی غذا نرہنے سے وہ بجھ جاتی ہے یعنی لکڑی وغیرہ نرہنے سے جاتی رہتی ہے اسیطرح شہوت کے نرہنے سے شیطان کی مجال بھی معلوم ہو جاتی ہے اب اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہو جاوے کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اسکی شہوت ہے اور وہ نفس کی ایک صفت ہے اور اسیواسطے جب کسی نے منصور حلاج سے دار پر چڑھنے کے وقت تصوف سے سوال کیا تو انھون نے جواب دیا کہ وہ آدمی کا نفس ہے کہ اگر اسکو مشغول نرکھے تو وہ آدمی کو مشغول کر دیتا ہے یعنی نفس سے اگر کچھ کام آخرت نلے تو وہ اپنے دھندے مین پھنسا دیتا ہے حاصل اس سب کا یہ ہوا کہ صبر کی حقیقت اور کمال یہی ہے کہ ہر ایک حرکت بد سے صبر کیا جاوے اور حرکت باطن سے صبر کرنا بطریق اولی چاہیے اور یہ صبر دائمی ہے کہ بجز موت کے منقطع نہین ہوتا اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اس کی توفیق نیک اپنے کرم و احسان سے عنایت فرماوے

ساتوان بیان صبر کی دوامین اور جس چیز سے کہ صبر پر مدد ملے۔ واضح ہو کہ جس شخص نے بیماری بھیجی ہے اسی نے اسکی دوا بھی اتاری ہے اور شفا کا وعدہ فرمایا ہے اس نظر سے گو صبر بہت مشکل اور دشوار ہے مگر اسکا حاصل ہونا معجون علم و عمل سے ممکن ہے اور علم و عمل ایسے مفردات ہین کہ امراض قلوب کی سب دوائین انسے بنتی ہین مگر ہر مرض کے لیے علم و عمل جداگانہ چاہیے اور از انجا کہ اقسام صبر کے مختلف ہین تو جو علتین کہ مانع صبر ہین وہ بھی مختلف ہین اسیواسطے علاج بھی مختلف ہے کیونکہ علاج علت کی ضد ہوتا ہے اور جو ہوا اسکی بیخ کنی علاج سے مقصود ہوتی ہے اور اسکا بیان بالاستیعاب کرنا تو طوالت چاہتا ہے مگر طریق علاج ہم بعض مثالون مین بتلائے دیتے ہین مثلاً آدمی شہوت زنا سے صبر کرنیکا محتاج ہے اور یہ شہوت اسپر اتنی غالب ہے کہ اس سے اپنی شرمگاہ کو نہین روک سکتا یا شرمگاہ کو روکتا ہے آنکھ کے روکنے پر قادر نہین یا اسپر بھی قادر ہے نفس پر قادر نہین کہ وہ ہمیشہ مقتضیات شہوات مین پھنسائے رکھتا ہے اور ذکر اور فکر اور اعمال صالحہ کی مواظبت بھی اس وجہ نہین ہو سکتی تو اسکا علاج یہ ہے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ باعث دینی اور باعث ہوا مین کشتی ہوا کرتی رہتی ہے اب اگر ہمکو یہ منظور ہو کہ وہ دونون کشتی والون سے ایک جیت جاوے اور دوسرا ہار جاوے تو جسکو جتانا منظور ہو اسکی تقویت کرنی چاہیے اور دوسرے کو دبانا چاہیے اور چونکہ مثال مفروض مین صبر کا حاصل کرنا منظور ہے اور صبر جب ہی حاصل ہوتا ہے جب باعث دینی کو اپنے حریف پر غلبہ ہو اسلیے ضرور ہوا کہ باعث دینی کو تقویت دیجاوے اور دوسرے کو کمزور کیا جائے تاکہ مدعا حاصل ہو باعث شہوت کے کمزور کرنے کے تین طریق ہین اول تو یہ کہ اسکی قوت اصل دیکھین کہ کہانسے اسکو زور پہونچتا ہے تو معلوم ہوگا کہ شہوت کی حرکت اور قوت کی اصل عمدہ غذائین ہین باعتبار اقسام اور کثرت کے پس اصل ہی کو لینا چاہیے یعنی غذا کو منقطع کرنا چاہیے اس طرح کہ ہمیشہ روزہ رکھین اور افطار کے وقت کچھ تھوڑی سی غذا کمزور جنس کی کھالین مثلاً گوشت وغیرہ غذائین جنسے شہوت ہو ترک کر دین دوسرے یہ کہ جو اسباب شہوت بالفعل موجود ہون انکو دور کرنا چاہیے یعنی ہیجان شہوت کا باعث نظر ہوتی ہے اسلیے کہ نظر سے دل کو

حرکت ہوتی ہو اور دل سے شہوت کو تو اس سے احتراز ضرور ہو بایطور کہ عزلت اختیار کرین اور جہان شبہہ بھی اچھی صورتونکے دیکھنے کا ہو وہان سے کوسون بھاگین حدیث شریف مین ہو النظر سہم مسموم من سہام ابلیس اور یہ تیر وہ ملعون ایسا پھینکتا ہو کہ جسکے لیے کوئی ڈھال نہین بجز اسکے کہ آنکھین بند کیجاوین یا جس سمت سے وہ پھینکتا ہو وہانسے ٹلجاوین اور یہ تیر وہ ملعون قوس ابروے خوبان سے مارتا ہو پس جب آدمی خوبصورتون کی سمت سے ٹل جاویگا تو تیر شیطانی اسکو نہ لگیگا تیسرے یہ کہ نفس کو مباح چیز اسی جنس کی جسکی خواہش ہو دیکر تسلی دیجاوے مثلاً صورت مفروضہ مین نکاح سے نفس کو تسلی دیجاوے اسواسطے کہ جس چیز کو طبیعت چاہتی ہو وہ مباح مین موجود ہو پھر ممنوع کی کیا ضرورت ہو یہ علاج اکثرون کے حق مین مفید ہو پھر بھی اکثر مردونکی شہوت کا استیصال اس سے نہین ہوتا اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہو علیکم بالباءۃ فمن لم یستطع فعلیہ بالصوم فان الصوم لہ وجاء غرضکہ غذا موقوف کرنی سب کامون سے آدمی کو کم زور کردیتی ہو اور غذا کا موقوف کرنا ان تین علاجون مین سے ایسا ہو جیسا سرکش جانور یا ایذا دہندہ کتے کو کھانا ندین تا کہ ضعیف ہوکر اسکی قوت جاتی رہے اور دوسرا علاج ایسا ہو جیسا کتے سے گوشت کو چھپاوین اور جانور سے دانہ تا کہ نہ دیکھے نہ خواہش کرے اور تیسرا علاج ایسا ہو جیسا جانور و کتے کی مرغوب چیزین سے تھوڑی سی اسکو دین تا کہ اتنی قوت اسمین رہے کہ تادیب پر صبر کرسکے اور باعث دینی کی تقویت دو طرح سے ہوتی ہو اول تو نفس کو فوائد مجاہدہ اور دین و دنیا مین اسکے ثمرات کی طمع دلانی اسطرح کہ جو اخبار کہ صبر کی فضیلت مین اور دین و دنیا مین اسکے انجام کے بہتر ہونے مین ہمنے لکھے ہین انمین کثرت سے تامل کرے اور ایک روایت مین آیا ہو کہ ثواب مصیبت پر صبر کا فوت ہونیوالی چیز سکے زیادہ ہوتا ہو اور اسیوجہ سے ایسی مصیبت پر اسکی غبطہ کیجاتی ہو اسواسطے کہ اسکے پاس سے ایسی ہی چیز گئی ہو جو صرف زندگی بھر اسکے پاس رہتی اور اسکو حاصل ایسی چیز ہوتی جو بعد موت اسکے ساتھ ابدالآباد تک رہیگی اسکی مثال ایسی ہی ہوئی کہ کوئی شخص بیع سلم اسطرح کرے کہ نکمی چیز دیوے اور آیندہ کو عمدہ چیز لینی کرے تو ظاہر ہو کہ اسکو اس ادنی شے پر غم نکرنا چاہیے مگر یہ امر متعلق معرفت سے ہو اور باز قبیل ایمان ہو اور کبھی یہ معرفت قوی ہوتی ہو اور کبھی ضعیف اسکی قوت سے باعث دینی کو بڑی قوت ہو جاتی ہو اور بہت جوش اسمین پیدا ہوتا ہو اور اسکے ضعف سے اسمین ضعف آجاتا ہو اور اس معرفت یعنی قوت ایمانی کو یقین کہا کرتے ہین جو عزیمت صبر کا محرک ہو مگر بفحواے حدیث مذکورۂ سابق آدمیون کو یقین اور عزیمت صبر کمتر عنایت ہوے ہین دوسرا طریق یہ ہو کہ باعث دینی کو باعث ہوئی کے پچھاڑنے کا آہستہ آہستہ ربط ڈالے یہانتک کہ مزہ فتح کا اسکو معلوم ہو اور ایکبارگی اسپر دلیر ہو جاوے اور اسکا پچھاڑنا کچھ بڑی بات نہ سمجھے کیونکہ عادت اور مہارت محنت کے کامون کی ان قوی کو مضبوط کردیتی ہے جنسے وہ اعمال صادر ہوتے ہین اور اسیوجہ سے طاقت پلہ دارون اور کسانون اور سپاہیون کی زیادہ ہوتی ہو اور جو محنت کا کام کرتے ہین وہ درزیون اور عطارون اور فقہا اور صلحا سے زور آور ہوتے ہین اسلیے کہ ان لوگون کے قوی مہارت سے مضبوط نہین ہوتے۔ ان دو علاجون مین سے پہلا علاج تو ایسا ہو جیسا کشتی گیر کو وعدہ کیا جاوے کہ اگر پچھاڑوگے تو تمکو خلعت ملیگا اور انواع و اقسام کے انعام دیے جاوینگے جیسے فرعون نے ساحرون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل کہا تھا کہ اگر تم جیتوگے تو تمکو مقرب کرونگا اور دوسرا علاج ایسا ہے

ح دیکھنا ایک تیر ہے
زہر کا بجھا شیطان کے
تیرون مین یہ حدیث نبی
کی ۱۲ ح لازم
ہے نکاح کرنا
واسطے اوس شخص کے
کو اور جسکو طاقت
نہو وہ روزہ اپنے
اوپر لازم کرے
کیونکہ روزہ رکھنا
اس کے حق مین
خصی ہوتا ہے ۱۲
جلد دوم باب
النکاح مین لکھی ہے ۱۲

کہ اگر کسی لڑکے کو کشتی اور سپہ گری سکھانی منظور ہو تو لڑکپن ہی سے اسکو ان فنون کے لوازم کا عادی کرتے ہین تاکہ اُن سے الفت ہو اور جرأت و قوت بڑھے۔ پس جو شخص سرے سے صبر کے ساتھ مجاہدہ ہی چھوڑ دے اسمین باعث دینی کمزور ہو جاویگا اور ایسا دب جاویگا کہ شہوت گو ضعیف اور قلیل ہی ہو اسپر بھی غالب نہ آویگا اور جو شخص اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے خلاف پر عادی کریگا وہ جسوقت چاہیگا شہوت پر غالب ہو سکتا ہے یہی طریق علاج کا صبر کے ہر تمام اقسام مین اور ہر چند سب کا بیان کرنا دشوار ہے مگر سب مین سخت باطن کا روکنا ہے حدیث نفس سے خصوص ایسے شخص پر جو اسیکا ہو رہے یعنی شہوات ظاہری کا استیصال کرکے عزلت نشینی اختیار کرے اور مراقبہ اور ذکر و فکر کے لیے بیٹھ رہے کیونکہ ایسے شخص کو وسواس ادھر سے اُدھر لیے پھرتا ہے اور اسکا کوئی علاج بجز اسکے نہین کہ ظاہری و باطنی علاقون کو توڑ کر زن و فرزند و مال وجاہ و دوست آشنا سے یکسو ہو اور قدر قلیل قوت لیکر کسی گوشے مین بیٹھ رہے اور اسی پر قانع ہو اور یہ سب امور جب کافی ہونگے جب ہمہ تن ہمت ایک ہی طرف کریگا یعنی دھیان بجز خدا یتعالی کے اور کسی چیز کا نہ ہیگا اور جب دل پر یہ خیال غالب ہوگا تو یہ بھی کار آمد نہین جب تک کہ فکر کی جولانی سے ملکوت آسمان و زمین اور عجائب صنع خالق اور تمام اقسام معرفت آلہی کی سیر باطنی نکرے جب یہ معاملہ نصیب ہوگا تب البتہ شیطان کے وسواس کی کشاکشی مین مشغول ہونا دور ہوگا اور اگر سیر باطنی میسر نہو تو نجات کی صورت یہ ہے کہ اوراد و وظائف ہر لحظہ مین برابر پڑھتا رہے مثلاً تلاوت اور ذکر اور نماز سے کوئی دم خالی نہ رہے اور اسکے ساتھ ہی بتکلف دل کو حاضر کرے کیونکہ ظاہر کے درود و وظیفہ سے مشغولی دل نہین ہوتی باطن کی فکر ہی سے ہوتی ہے جب یہ سب باتین کریگا تو صرف بعد وفات کا فکر رہجاویگا اسلیے کہ تمام اوقات مین کوئی نہ کوئی حادثہ ایسا بھی پیدا ہو جاتا ہے جو مانع فکر و ذکر ہو مثلاً مرض اور خوف اور کسیکی ایذا رسانی اپنے آپ کو اور ملنے والے کی نافرمانی وغیرہ کہ عزلت مین خواہ مخواہ ایسے شخص سے ملنے کی ضرورت پڑتی ہی ہے جو اسباب معیشت مین اعانت کرے غرض یہ سب باتین مانع ذکر و فکر ہین اور چند امور ضروری اور بھی ہین کہ انکی نسبت کرزیادہ ضروری ہین مثلاً کھانے اور لباس اور اسباب معاش مین مشغول ہونا کہ انکے لیے بھی ایک وقت چاہیے بشرطیکہ خود کفیل انکی تیاری کا ہو اور اگر کوئی دوسرا شخص کفیل ہو تو یہ امور اسکے دل کے مانع ہونگے مگر بعد کل علاقون کے قطع کر ڈالنے کے اکثر اوقات صاف ہی رہینگے اگر کوئی مصیبت نہ آجاوے اور ان اوقات مین دل صاف ہو جاتا ہے اور فکر آسان ہوتا ہے اور اسرار آلہی ملکوت آسمان و زمین کے ایسے منکشف ہوتے ہین کہ باوجود علائق کے مدت دراز مین انکا سوان حصہ بھی نہین منکشف ہوتا اور اس رتبے پر عارف کا پہونچنا اقصائے مراتب مین سے ہے جسپر کہ انسان اپنی کوشش سے پہونچ سکتا ہے لیکن مقدار منکشف ہونے کی اور الطاف آلہی کے وارد ہونے کی احوال و اعمال مین معلوم نہین اسکا حال شکار اور رزق کا سا تصور کرنا چاہیے کہ بعض اوقات تھوڑی سی محنت مین بڑا شکار ہاتھ لگ جاتا ہے اور بعض اوقات بہت سی محنت مین تھوڑا ہی ملتا ہے اور اسمین اپنی کوشش کو کچھ دخل نہین صرف کشش آلہی پر اعتماد ہے جو ثقلین کے اعمال کے مقابل ہے اور بندے کا اختیار اسپر کچھ نہین ہان بندے کا اختیار اتنا ہے کہ اپنے آپ کو مستعد اس کشش کا کر دے بانیطور کہ اپنے دل سے جو باتین کہ دنیا کی طرف کھینچتی ہین انکو قطع کر دے اسلیے کہ کشش اوپر کو جب ہی

ہوگی جب نیچے کے تنا و کاٹ ڈالے جاوینگے چنانچہ حدیث شریف مین انھین علائق دنیاوی کے قطع کا اشارہ ہو کہ فرمایا ان لربکم فی
ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا اور اسکی وجہ یہ ہو کہ ان نفحات اور جذبات الٰہی کے لیے اسباب آسمانی ہین کیونکہ خداے تعالےٰ فرماتا ہے
وفی السماء رزقکم وما توعدون اور کشش الٰہی اور معرفت سے بڑھکر کونسا رزق ہوگا اور امور آسمانی ہماری نظرونسے غائب ہین ہمکو معلوم
نہین کہ کسوقت اللہ تعالیٰ رزق کے اسباب ہم کو میسر کریگا تو صرف ہمکو اسیقدر چاہیے کہ جگہ کو خالی کرکے منتظر نزول رحمت اور وقت
معین کے رہین جیسے کوئی زمین کو جوت کر اور گھاس کوڑے سے صاف کرکے بیج ڈال دے تو اسکو یہ مفید نہوگا جب تک کہ مینھ
نہ برسے اور اسکو معلوم بھی نہین کہ سامان باران رحمت کب ہوگا مگر چونکہ خدا کے فضل پر اعتماد ہوتا ہو کہ کوئی برس مینھ سے خالی
نہین رکھتا اسلیے یہ سب محنت گوارا کرتا ہو اسی طرح کوئی سال اور مہینا اور دن جذبۂ یزدانی اور کشش و نفحۂ رحمانی سے خالی
نہین گذرتا پس بندے کو چاہیے کہ اپنے دل کو شہوات کے کوڑے سے صاف کرے اور اسمین تخم ارادت بو دے اور ہبوب ریاح رحمت
کے سامنے کر دے اور جسطرح کہ بادل دیکھکر خواہ اوقات برسات مین مینھ برسنے کی زیادہ توقع ہوتی ہو اسیطرح ان نفحات کے نزول کی توقع
اوقات شریفہ اور اجتماع ہمت اور قلوب کی مساعدت کیوقت زیادہ تر ہو مثلاً عرفہ کے روز یا جمعہ کے روز یا رمضان وغیرہ ساعات
اجابت مین اسلیے کہ ہمتین اور انفاس بھی خدا کے حکم سے اسباب نزول رحمت الٰہی ہین کہ انکے طفیل سے قحط سالی مین مینھ برس جاتا ہو
جب پہاڑون کے اطراف اور سمندرونکے جوانب سے انکے طفیل پانی کے قطرات کی درخواست ہوتی ہو تو خزائن ملکوت سے بارش مکاشفات
اور معارف لطیفہ کی استدعا کرنی زیادہ تر مناسب ہو بلکہ احوال و معارف آدمی کے ساتھ دلمین موجود ہین مگر اسوجہ سے کہ علائق
اور شہوات اسمین اور ان معارف مین حجاب ہو رہے ہین اسلیے انکی طرف پروا نہین کرتا اس صورت مین آدمی کو اتنی ہی حاجت ہے
کہ اس حجاب کو دور کر دے تاکہ انوار معارف دل کے اندر سے چمکنے لگین اور ظاہر ہو کہ زمین کے پانی کا نمود کرنا اس طرح سہل اور
قریب تر ہو کہ کھود کر پانی ظاہر کر دیا جاوے اور دور دراز جگہ سے پانی کا اسمین لانا دقت رکھتا ہو خصوص ایسی جگہ سے جو اس سرزمین
کی نسبت پست ہو اور چونکہ معارف ایمانی دلمین حاضر ہین اور انسان انکی طرف سے بے پروا ہو کر انکو بھولا ہوا ہے اسیلیے خداتعالیٰ نے
تمام معارف ایمانی کو لفظ تذکر سے بیان فرمایا جیسا کہ ارشاد ہو ولیتذکر اولوا الالباب اور فرمایا ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر
پس وسواس اور شواغل کا یہ علاج ہو اور یہ مرتبہ درجات صبر مین سے سب سے بعد ہو اور تمام علائق سے صبر کرنا خطرات و وساوس پر صبر
کرنے سے مقدم ہو حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ دنیا سے آخرت کیطرف چلنا سہل ہو مگر حق کے مقابل مین خلق کا چھوڑنا سخت ہو اور
نفس سے گریز کرکے اللہ تعالیٰ کیطرف جانا اور بھی سخت ہو اور اللہ کے ساتھ صبر کرنا سب سے زیادہ سخت ہو اس قول مین اول آپنے
شدت اور سختی صبر کی شواغل دلی سے بیان فرمائی ہو اسکے بعد خلق کے چھوڑنے کی سختی کا ذکر کیا۔ اور نفس پر سب علائق سے
زیادہ شدید خلق کا علاقہ اور محبت جاہ ہو اسواسطے کہ ریاست اور غلبہ اور تعلّی اور حاکم ہونے کا مزہ دنیا کی سب لذات سے عاقلون
کے نفس پر غالب ہو اور یہ کیا کس طرح غالب نہو حالانکہ مقصود اس سے ایک ایسی صفت ہو جو قلب انسانی کو طبعاً محبوب اور
مطلوب ہو اور وہ صفت اوصاف الٰہی مین سے ہو جسکو ربوبیت کہتے ہین اور وجہ ربوبیت کے محبوب ہونے کی قلب کو یہ ہو کہ

اسمین مناسبت امور ربوبیت سے پائی جاتی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو قل الروح من امر ربی اور قلب کو محبت ربوبیت کی ہونی بُری نہین بلکہ اسکی مذمت اسوجہ سے ہوتی ہو کہ شیطان لعین جو عالم امر سے دور کرنیوالا ہو اسکو بہکا کر دہوکے مین ڈالدیتا ہے یعنی وہ مردود قلب پر اسوجہ سے حاسد ہو کہ یہ عالم امر سے کیون ہو اسیوجہ سے اسکو بہکا کر گمراہ کرتا ہو ورنہ طلب ربوبیت مین دل کے لیے کچھ برائی نہین بلکہ وہ تو عین سعادت اخروی ہو کیونکہ اگر واقع مین ربوبیت کا طالب ہو تو گویا ایسی بقا چاہتا ہو جسکو فنا نہو ایسی عزت کا طالب ہو جسمین ذلت نہو اور ایسا امن چاہتا ہو جسمین خوف نہو اور ایسی تونگری کا خواہان ہو جسمین افلاس نہو اور اس کمال کا متمنی ہو جسمین نقصان نہو یہ سب باتین ربوبیت کی ہین اگر انسان انکا طالب ہو تو کسی طرح قابل مذمت نہین بلکہ بندے پر فرض ہو کہ ایسے ہی ملک یعنی سلطنت کا طالب ہو جسکا اور چھور نہ ملے اور جو شخص طالب ملک ہوتا ہو وہ برتری اور عزت اور کمال کا خواہان پہلے ہوتا ہو لیکن ملک دو ہین ایک ملک تو وہ ہو جسمین اقسام کے رنج ملے ہوے ہین اور پائدار کا ب مگر جلد دستیاب ہو یہ ملک تو دنیا مین ہو اور ایک ملک وہ ہو جسمین دوام اور بقا ہو اور کدورت والم نام و نشان کو اسمین نہین نہ کسیکے روکنے سے موقوف ہو مگر وہ دیر کو ملیگا اسکا نام ملک آخرت ہو اور از انجا کہ انسان جلد باز پیدا ہوا ہو اور حال کی چیز کو مآل پر ترجیح دیتا ہو تو شیطان نے اسکی طبیعت جلدی کیطرف راغب دیکھکر اسی ملک موجود دنیاوی کو اسکی نظرون مین آراستہ کیا اور اسکے مزاج مین حمق معلوم کر کے آخرت کے باب مین اسکو مغالطہ دیدیا اور ملک دنیا کے ہوتے ہوے ملک آخرت کی توقع اسکے دل مین ڈالدی چنانچہ حدیث شریف مین ہو والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا و تمنی علی اللہ تعالیٰ پس جسکو توفیق رفیق نہوئی وہ اسکے مغالطے مین پڑکر حتے الوسع دنیا کی عزت و سلطنت کی طلب مین مشغول ہوا اور جو شخص توفیق سے بہرہ یاب ہوا وہ اسکے جال مین نہ آیا کیونکہ اس کو اس لعین کی گھاتین خوب معلوم تھین اسلیے اسنے اس سلطنت حال سے روگردانی اختیار کی خداوند کریم نے اول قسم کے لوگون کا حال کلام مجید مین یون ارشاد فرمایا کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ اور فرمایا ان ہولاء یحبون العاجلۃ ویذرون وراءہم یوما ثقیلا اور فرمایا فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم اور جبکہ مکر شیطان کا تمام خلق مین پھیل گیا اللہ تعالیٰ نے فرشتون کو اپنے رسولون کے پاس بھیجا اور انکو طریق اس دشمن کے ہلاک کرنے اور بہکانے کا تبلادیا اسی لیے تمام انبیا علیہم السلام خلق کو اس ملک و سلطنت مجازی سے کہ اگر بالفرض مل بھی جاوے تو بے اصل اور مطلقاً فانی ہو حقیقی ملک کیطرف بلانے مین مشغول ہوئے چنانچہ انھین کا ارشاد خلق کو کلام مجید مین مذکور ہو کہ انھون نے یہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل غرضکہ توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن اور صحیفے حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہ السلام کے اور ہر ایک آسمانی کتاب اسی لیے اتری ہین کہ خلق کو سلطنت دائمی کیطرف بلا دین اور منظور یہی ہو کہ سب لوگ دنیا مین بھی شاہ رہین اور آخرت مین بھی بادشاہ دنیا کی شاہی سے یہ غرض ہو کہ اسمین زہد اختیار کرین اور تھوڑی شے پر قناعت کرین اور آخرت کی بادشاہی سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے وہ بقا حاصل کرین جسکو فنا نہو اور وہ عزت پاوین جسمین ذلت نہو اور مستحق ایسی خنکی چشم

کے ہون جو اس عالم مین مخفی ہر اور کوئی نفس اسکو نہین جانتا۔ اور شیطان خلق کو سلطنت دنیا کی طرف بلاتا رہتا ہے اسلیے کہ جانتا ہر کہ اسکی وجہ سے سلطنت اخروی انسے فوت ہو جاویگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوتین ہین ایک کے ہوتے دوسری نہین رہتی اور یہ بھی اسکو معلوم ہر کہ دنیا کسی کے پاس نہین رہتی اسیوجہ سے اسکی طرف راغب کرتا ہر اور اگر کسی کے پاس رہتی تو اسپر بھی حسد کرتا مگر اسمین طرح طرح کے جھگڑے اور کدورتین اور بڑی بڑی مشقتین اور تدبیرات کرنی پڑتی ہین اور تمام اسباب جاہ کیلیے ایسے ہی کچھ سامان ہوتا ہی پھر اگر اسباب درست ہوے اور دنیا مل بھی گئی تو عمر فنا ہو جاتی ہر گویا یہ صورت پیش آتی ہے حتی اذا اخذت الارض زخرفہا وازینت وظن اہلہا انہم قادرون علیہا اتاہا امرنا لیلا او نہارا فجعلناہا حصیدا کان لم تغن بالامس اور اسکی مثل اور بھی خدا تعالی نے بیان فرمائی ہر واضرب لہم مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ہشیما تذروہ الریاح اور زہد دنیا مین چونکہ سر دست کی سلطنت ہر اسلیے شیطان نے اسپر حسد کی اور آدمی کو اسپر روکدیا۔ اور زہد کو سلطنت اسوجہ سے کہتے ہین کہ زہد کے معنی یہ ہین کہ آدمی اپنی شہوت اور غضب کا مالک ہو جاوے اور یہ دونون چیزین باعث دینی اور اشارہ ایمان کے مطیع ہو جاوین تو واقع مین سلطنت اسی کو کہنا چاہیے اسلیے کہ اسکے باعث آدمی آزاد ہو جاتا ہر ورنہ اگر شہوت غالب ہووے تو انسان بندۂ شکم خواہ بندۂ شرمگاہ خواہ اور کسی غرض کا ہو جاتا ہر اور چوپایہ کیطرح اسکی قید مین پڑ جاتا ہر شہوت کی رسی گردن مین ہوتی ہر جدھر چاہتی ہر ادھر لیے پھرتی ہر مقام تعجب ہر کہ انسان کو کیسا بڑا دھوکا ہر کہ شہوت کے غلام ہونے کو تو سلطنت کا ملنا خیال کرتا ہر اور دوسری چیز کا بندہ ہو کر گمان کرتا ہر کہ ربوبیت کو پہونچ جاویگا پس ایسا شخص بجز اسکے کہ دنیا مین بھی معکوس رہے اور آخرت مین منکوس اور کیا تصور ہو سکتا ہر اسیوجہ سے جب کسی بادشاہ نے ایک زاہد سے کہا کہ تمکو کچھ حاجت ہر انھون نے جواب دیا کہ مین تمسے کیا حاجت مانگون میری سلطنت تمہاری سلطنت سے بڑی ہے اسنے پوچھا کہ کس طرح انھون نے کہا کہ جسکے تم غلام ہو وہ میرا غلام ہر اسنے پوچھا کہ یہ کیا بات ہر انھون نے کہا کہ تم اپنی شہوت اور غضب اور فرج و شکم کے بندے ہر اور مین ان سب کا مالک ہون وہ میرے غلام ہین اس سے معلوم ہوا کہ واقع مین دنیا مین سلطنت زہد ہی ہر اور اسی کے باعث سلطنت اخروی ملتی ہر پس جو شخص کہ شیطان کے مغالطے مین آگئے انکو دنیا و آخرت دونون مین خسارہ ہوا اور جنکو راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق ملی وہ دونون چیزونپر کامیاب ہوے اب جسوقت کہ معنی سلطنت اور ربوبیت اور تسخیر اور عبودیت کے معلوم ہوے اور شیطان کے دھوکا دینے کا طریق اور اسکا تعمیہ و تلبیس بھی معلوم ہوا تو آدمی پر ملک و جاہ دنیاوی سے اعراض کرنا اور اسکے فوت ہونے پر صابر ہونا آسان ہو گیا اسواسطے کہ انکے چھوڑنے سے سر دست سلطنت پاویگا اور سلطنت اخروی کی توقع ہو گی اور جو شخص کہ ان باتون کو جاہ کے ساتھ مالوف و مانوس ہونے کے بعد جانے اور اسکے اسباب کا مباشر ہونا عادت کی وجہ سے اسکے دل مین جما ہوا ہو تو ایسے کے لیے فقط ان باتون کا جاننا ہی علاج کیواسطے کافی نہ ہوگا جب تک کہ اس علاج پر کچھ عمل نہ بڑھاوے اور عمل کیواسطے تین باتین ہین اول یہ کہ جاہ کی جگہ سے بھاگ جاوے جیسا کہ غلبۂ شہوت مین ان صورتون کے دیکھنے سے بھاگنا ضروری ہر جو محرک شہوت ہون اور جو شخص ایسا نہ کریگا وہ وسعت زمین

کی نعمت مین جو خدا تعالی نے دی ہے اسکا ناشکرہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو ایسے اعمال کا بتکلف پابند کرے جو خلاف علوت سابقہ ہون مثلاً اگر بناؤ سنگار کا عادی ہو تو اسکو یکلخت موقوف کرے اور ذلیلون کی سی طرح ہو جاوے اور لباس پر تکلف کو چھوڑ کر تواضع اور مسکنت کا جامہ اپنے بدن پر راست کرے اسیطرح ہر ایک صورت و حالت اور فعل کو مکان اور لباس اور اکل و شرب اور نشست و برخاست مین بدل ڈالے صرف مقتضائے حاجت کے موافق ہر ایک رکھے او عادت گذشتہ کی ضدیت ملحوظ رکھے یہانتک کہ یہ نئے افعال و احوال ہی طبیعت مین جم جاوین اور انھین کا عادی ہو جاوے اسواسطے کہ علاج سے غرض یہی ہے کہ جن عادات سے کوئی خرابی ہوتی ہو انکی ضد اختیار کرے تیسرے یہ کہ علاج کرنے مین تلطف اور آہستگی کا لحاظ رہے ایسا نہ کرے کہ ایکبارگی بڑے سرے کی حقارت و ذلت اختیار کرلے اسلیے کہ طبیعت انسانی مین وحشت بھی ہوتی ہے اسکے اخلاق کا چھوڑنا بدون آہستگی ممکن نہین پس بہتر یہ ہے کہ اول بعض افعال کو ترک کرے اور جب بقیہ پر قانع ہو جاوے تو ان مین سے کچھ اور چھوڑ دے اسیطرح تھوڑے تھوڑے چھوڑ کر بالکل کا استیصال کرے یہانتک کہ جو صفات اسمین جمے ہوے ہون وہ سب جاتے رہین اور اسی تدریج و آہستگی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ ان ہذا الدین متین فاوغل فیہ برفق ولا تبغض الی نفسک عبادۃ اللہ اور اس حدیث مین بھی اسی کیطرف ایما ہے لا تشادوا ہذا الدین فان من یشادہ یغلبہ اب اس بیان کو جو ہمنے وسواس اور شہوت اور جاہ سے صبر کرنے مین ذکر کیا ہے اس بیان پر اضافہ کرلو جو ہم جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین طریق مجاہدہ کے قوانین کے حال مین لکھ آئے ہین اور پھر سب کو دستور العمل کرلو تاکہ سب اقسام صبر مفصلۂ سابق کا علاج معلوم ہو جاوے کیونکہ تفصیل ہر ہر فرد کی جداگانہ طویل ہے اور جو شخص کہ تدریج کی مراعات مد نظر رکھیگا صبر اسکو ایسے حال پر پہونچا دیگا کہ بدون اسکے اسکو چین نہ پڑیگا جیسا پہلے صبر کی چیز کے بدون چین نہ تھا غرض معاملہ بالکل برعکس ہو جاویگا کہ جو چیز پہلے محبوب تھی وہ مبغوض ہو جاویگی اور جو ناپسند تھی اسکے بدون صبر نہ کر سکیگا اور یہ بات ایسی عیان ہے کہ تجربہ اور مشاہدے سے بھی ثابت ہو سکتی ہے دیکھو لڑکے کو اول نرور پڑھنے بٹھلاتے ہین اور جبراً قہراً سکھاتا ہے اور کھیلنے سے صبر کرنا اسکو نہایت شاق ہوتا ہے اور علم مین مشغول رہنے پر صبر نہین کر سکتا مگر جب اسکو عقل آتی ہے اور علم کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو پھر معاملہ الٹا ہوتا ہے کہ کھیلنے پر صبر کر سکتا ہے اور علم سے صبر نہین کر سکتا اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس روایت مین جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ انھون نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ کونسا صبر سخت زیادہ ہے انھون نے فرمایا کہ خدا کے باب مین صبر کرنا عارف نے کہا کہ یہ نہین انھون نے فرمایا کہ خدا کیواسطے صبر کرنا اسنے جواب دیا کہ یہ بھی نہین آپ نے فرمایا کہ خدا کے ساتھ صبر کرنا یعنی مشغول بخدا رہنا عارف نے کہا کہ یہ بھی نہین تب آپ نے پوچھا کہ پھر کونسا صبر سخت تر ہے آپ ہی بتلائین عارف نے فرمایا کہ خدا سے صبر کرنا یہ سنکر حضرت شبلی نے ایک ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا کہ روح فنا ہو جاوے سچ ہے شعر عشق شوری انگیز با بدمردرا ٭ تا صلائے دردہد این دردرا ٭ اور ارشاد خداوندی اصبروا وصابروا ورابطوا کے معنون مین بعضون نے یہ فرمایا ہے کہ صبر کرو خدا کے باب مین اور مصابرت کرو بخدا اور لگے رہو اللہ تعالی کے ساتھ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ خدا کیواسطے صبر کرنا رنج و عنا ہے اور صبر بخدا دوام و بقا اور صبر ہمراہ خدا وفا ہے

اور صبر از خدا اجفا شعر صبر کرنا جملہ چیزون مین گنا جاتا ہی خوب ؛ لیک تجھسے صبر کرنا رکھتا ہی انجام بد ؛ علوم واسرار صبر کی شرح ہوچکی اب بیان شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہین

فصل دوم شکر کے ذکر مین اس مین تین ارکان ہین اول مین خود شکر کا بیان ہے دوسرے مین نعمت کی تعریف اور اسکے اقسام خاص وعام کا ذکر تیسرے مین اس بات کی کیفیت کہ شکر اور صبر مین سے افضل کونسی چیز ہے

رکن اول خود شکر کا ذکر اسمین چار بیان ہین اول بیان شکر کی فضیلت مین جاننا چاہیئے کہ خداوندکریم نے اپنی کتاب مجید مین شکر کو ذکر کے ساتھ بیان فرمایا ہی باوجودیکہ یہ بھی ارشاد فرمایا ولذکر اللہ اکبر یعنی ذکر خدا بہت بڑا ہی پس ارشاد ہی فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولاتکفرون ایسی بڑی چیز کے ساتھ اسکا ذکر کرنا کمال فضیلت پر دال ہی اور فرمایا مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم اور فرمایا وسنجزی الشاکرین اور ابلیس لعین کے قول کو جو نقل فرمایا ہی یعنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم اس مین صراط مستقیم کے معنے بعض مفسرین نے طریق شاکرین کہے ہین اور چونکہ شکر رتبہ عالی رکھتا ہی اسلیے اس ملعون نے خلق کو یہ طعن کیا ولاتجد اکثرہم شاکرین اور خداتعالی نے ارشاد فرمایا وقلیل من عبادی الشکور اور شکر کے ساتھ زیادتی نعمت کو قطعاً ارشاد فرمایا اور اس مین استثنا نہین کیا جیسا کہ ارشاد ہے لئن شکرتم لازیدنکم حالانکہ پانچ اور نعمتون مین یعنی غنی کرنے اور دعا قبول فرمانے اور روزی دینے اور مغفرت کرنے اور توبہ قبول کرنے مین استثنا کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہی فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء اور فیکشف ماتدعون الیہ ان شاء اور یرزق من یشاء بغیر حساب اور ویغفر مادون ذلک لمن یشاء اور ویتوب اللہ علی من یشاء اس سے معلوم ہوا کہ شکر نہایت عمدہ چیز ہے کہ اسمین قید اپنی مشیت کی نہین رکھی قطعی وعدۂ زیادتی نعمت فرمایا اور کیون نہو کہ شکر ایک خلق ہی اخلاق ربوبیت مین سے اسلیے کہ خداتعالی اپنے آپ کو فرماتا ہی واللہ شکور حلیم یعنی خدائے تعالی صاحب شکر اور حلم والا ہی علاوہ ازین شروع کلام اہل جنت کا شکر ہی ہی چنانچہ خداتعالی فرماتا ہی وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ اور وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین اور احادیث بھی فضیلت شکر مین بہت ہین چنانچہ ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر اور حضرت عطاؒ سے روایت ہی کہ مین ایکبار حضرت عائشہؓ کی خدمت مین گیا اور عرض کیا کہ جو سب سے زیادہ عجیب حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آپ نے دیکھا ہو وہ مجھسے بیان فرمایئے وہ رونے لگین اور فرمانے لگین کہ کونسی حالت آپ کی عجیب نہ تھی سب عادتین عجیب ہی تھین ایک رات وہ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر یا لحاف مین میرے ساتھ لیٹے یہانتک کہ انکا بدن مبارک میرے بدن سے لگا پھر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کی بیٹی مجھے چھوڑدے کہ عبادت اپنے پروردگار کی کرون مین نے عرض کیا کہ مین تو آپ کے پاس ہی رہنا چاہتی ہون الا آپ کی مرضی کی تابع ہون مین نے اجازت دے دی آپ اٹھے اور ایک پانی کے مشکیزہ کے پاس تشریف لیگئے اس سے وضو کیا اور پانی بہت نہین ڈالا پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے پھر اتنا روئے کہ آنسو چھاتی مبارک پر

بخاری تعلیقا ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ۱۶ ۱۷ ابن حبان بروایت عبد الملک بن ابی سلیمان عن عطاء و مسلم بروایت عروہ عن عائشہ

[illegible]

بہنے لگے پھر رکوع مین روئے پھر سجدے مین روئے پھر دونون سجدون کے درمیان مین روئے اسیطرح آپ روتے رہے یہانتک کہ حضرت بلال رضؓ نے آپ کی خدمت مین نماز کی اطلاع کی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا تعالے نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کردیے ہین پھر آپ کے گریہ کا کیا باعث ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مین بندۂ شکر گذار نہون اور کیسے گریہ نکرون حالانکہ خداے تعالیٰ نے مجھپر یہ آیت اتاری ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار آخر تک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رونا کبھی موقوف نہونا چاہیے اور اسی راز کی طرف اشارہ ہے اس روایت مین کہ بعض انبیا علیہم السلام کا گذر ایک چھوٹے تپھر پر ہوا جسمین سے بہت پانی نکلتا تھا آپ کو اس سے تعجب ہوا خداوند کریم نے اسکو گویا کر دیا اسنے عرض کیا کہ جب سے مین نے قول خداوندی سنا ہے کہ آتش دوزخ کی ڈھیلیان آدمی اور پتھر ہونگے تب سے خوف کے مارے روتا ہون انھون نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی کہ آلہی اس پتھر کو آگ سے بچادے ان کی دعا مقبول ہوئی پھر مدت کے بعد آپنے اس پتھر کا وہی حال دیکھا اور پوچھا کہ اب کیون روتا ہے اسنے عرض کیا کہ گریۂ سابق خوف کا تھا اور یہ شکر اور سرور کا ہے اور چونکہ بندے کا دل بھی مثل پتھر کے یا اس سے سخت تر ہے اسلیے اسکی سختی بدون اسکے دور نہین ہوتی کہ حالت خوف اور شکر دونون مین رویا کرے اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ندا ہوگی کہ بہت حمد کرنیوالے کھڑے ہون چنانچہ ایک گروہ کھڑا ہوگا پھر انکے لیے ایک نشان کھڑا کیا جاویگا اور اسی صورت سے جنت مین داخل ہونگے لوگون نے عرض کیا کہ بہت حمد کرنیوالے سے کون لوگ مراد ہین آپنے فرمایا کہ جو ہر حال مین خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہین اور ایک روایت مین یہ ہے کہ جو خوشی اور تکلیف مین شکر آلہی کرتے ہین اور ایک حدیث مین ہے الحمد رداء الرحمن یعنی شکر خدا کی چادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی جسمین اور بھی بہت کچھ تھا اور یہ بھی ارشاد تھا کہ مین اپنے اولیا کے مکافات مین شکر سے راضی ہوتا ہون اور یہ بھی وحی صابرون کے وصف مین انھین پر ہوئی ہے کہ انکا گھر دار السلام ہے جب اس مین داخل ہونگے مین انکو شکر کا الہام کرونگا جو سب کلامون سے بہتر ہے اور شکر کرنے کیوقت اور زیادہ کی طلب کرونگا اور انکی طرف نظر کرنے سے انکو زیادتی رتبہ عنایت کرونگا۔ اور جب دفینون کے باب مین آیت الذین یکنزون الذہب والفضۃ اتری تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ کونسا مال ہم رکھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیتخذ احدکم لسانا ذاکرا وقلبا شاکرا پس مال کے عوض مین قلب شاکر کا ذخیرہ کرنا ارشاد فرمایا اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ شکر نصف ایمان ہے

دوسرا بیان شکر کی تعریف و ماہیت مین۔ واضح ہو کہ شکر سالکین کی منازل مین سے ایک منزل کا نام ہے اور وہ بھی تین باتون سے مرکب ہے علم اور حال اور عمل علم ہی اصل ہے علم ہی سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل علم سے یہ غرض ہے کہ نعمت کو منعم کی طرف سے جانے اور حال اسکا نام ہے کہ منعم کے انعام کیسے خوش ہو اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جو مقصود اور محبوب منعم کو ہو اسپر قائم رہے پھر عمل متعلق قلب سے بھی ہے اور اعضا اور زبان سے بھی پس ان سب کا بیان ضروری ہے تاکہ سب سے شکر کی ماہیت پوری معلوم ہو کیونکہ جتنے اقوال شکر کی تعریف مین منقول ہین کسی مین پورے معنی شکر کے نہین۔ اب امر اول علم ہے وہ تین باتون کا علم چاہیے ایک تو خود نعمت دوسرے اس نعمت کا اپنے حق مین نعمت ہونا تیسرے ذات منعم کا اور اسکے صفات کا جنسے انعام کا صدور پورا ہوسکتا ہے اور منعم سے صدور

اس انعام کا اسپر ہوا اسلیے کہ انعام کے لیے یہی چیزین ضروری ہین ایک نعمت اور ایک نعمت کا دینے والا اور ایک وہ جسپر منعم کے قصد و ارادے سے نعمت پہونچتی ہے ان سب کا جاننا ضروری ہے لیکن یہ امر سواے خدا کے اورون کے لیے ہے خدا کے باب مین علم ایسی بات کا چاہیے کہ تمام نعمتین خدا کیطرف سے ہین اصل نعمت دینے والا وہی ہے درمیانی لوگ سب اسکی طرف سے مسخر ہین اور یہ معرفت تقدیس اور توحید سے بڑھکر ہے اسلیے کہ وہ دونون اسمین داخل ہین کیونکہ ایمان کی معرفتون مین شروع کا رتبہ تقدیس یعنی خدا کو پاک جاننے کا ہے اور جب ایک ذات کو پاک جان لیا تو پھر یہ معرفت ہوتی ہے کہ ذات مقدس ایک ہی ہے اسکے سوا جتنی ہین وہ اس صفت کی نہین اسکا نام توحید یعنی خدا کو ایک جاننا ہے پھر اسکے بعد یہ علم ہوتا ہے کہ جتنی چیزین عالم مین موجود ہین وہ اسی واحد سے موجود ہین یعنی ہر شے اسیکی طرف سے نعمت ہے تو یہ معرفت اُن دونون معرفتون کے بعد ہوتی ہے اسلیے اسکا رتبہ ان دونون سے بڑھکر ہوا کیونکہ اسمین تقدیس اور توحید کے سوا کمال قدرت اور افعال مین یکتا ہونا بھی پایا جاتا ہے اور اسی بات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین بیان فرمایا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ کہے اسکو دس نیکیان ہین اور جو لا الٰہ الا اللہ کہے اسکو بیس اور جو الحمد للہ کہے تیس اور ایک حدیث مین فرمایا ہے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ اور فرمایا لیس شئ من الاذکار یضاعف ما یضاعف الحمد للہ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ یہ نیکیان صرف ان کلمات کو زبان پر ہی جاری کرنے سے ہین بدون اسکے کہ انکے معانی دلمین آوین بلکہ اصل یہ ہے کہ سبحان اللہ کلمۂ تقدیس ہے اور لا الٰہ الا اللہ کلمۂ توحید اور الحمد للہ وہ کلمہ ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ تمام نعمتین خداے واحد برحق کیطرف سے ہین پس نیکیان ان تینون باتون کی معرفت کے عوض ہوتی ہین جو ایمان و یقین کے اقسام مین سے ہین نہ صرف زبان کے ہلانے کے عوض مین - اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ معرفت پوری جب ہوتی ہے جب افعال مین شرک نہو مثلاً اگر کسی شخص کو کسی بادشاہ نے کچھ انعام دیا تو یہ شخص اگر اس انعام کے ملنے اور اپنے پاس پہونچنے مین بادشاہ کے وزیر یا وکیل کا بھی دخل جانیگا تو اسکی نعمت مین دوسرے کو شریک جانیگا اور ہر وجہ سے اس نعمت کو بادشاہ کیطرف سے نہین سمجھیگا بلکہ کچھ اسکی طرف سے اور کچھ کسی دوسرے امیر خواہ وزیر کی طرف سے اور اسیوجہ سے اسکی خوشی بھی دونون پر بٹ جاویگی غرضکہ بادشاہ کے حق مین موحد نرہیگا ہان اگر یہ جانیگا کہ جو نعمت مجھکو ملی وہ بادشاہ کے فرمان کی جہت سے ہے جسکو اُسنے اپنے قلم سے کاغذ پر لکھا تو اس سے بادشاہ کے حق مین توحید کو کچھ خلل نہ آویگا نہ کمال شکر مین نقصان ہوگا اسلیے کہ اسکو قلم اور کاغذ کے باعث تو خوشی نہین نہ انکا مشکور کیونکہ انکا خود کا دخل ہی اس انعام مین کچھ نہین اگر ہے تو اسوجہ سے ہے کہ یہ دونون چیزین بادشاہ کے زیر حکم ہین اسیطرح اگر آدمی وکیل بادشاہی یا خزانچی کو جانے کہ ان کو بادشاہی وباؤ ہے تو دیتے ہین ورنہ اگر خود انکا اختیار ہوتا اور بادشاہ کا زور نہوتا عدول حکمی کا انکو خوف نہوتا تو کچھ بھی نہ دیتے تو ایسی طرح جاننے سے توحید مین شرک لازم نہ آویگا یعنی وہ نعمت صرف بادشاہ کیطرف منسوب ہیگی وکیل و خزانچی مثل کاغذ و قلم متصور ہونگے اسیطرح جو شخص خداے تعالیٰ کو جانے اور اسکے افعال کو پہچانے اسکو معلوم ہو جاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے سب اسکے امر کے تابع ہین جیسے قلم کاتب کے ہاتھ مین اور جن حیوانات کو اختیار ہے وہ اپنے نفس اختیار کے زیر حکم ہین اسلیے کہ خداے تعالیٰ نے انپر افعال کے دواعی کو مسلط کر دیا ہے کہ کام کرین خواہ چاہین یا نہ چاہین جیسا کہ خزانچی کہ بادشاہ کے حکم سے

خلاف نہین کر سکتا اور اگر خود اسکا اختیار ہو تو کسی کو خاک بھی نہ دے اسیطرح اگر کسی شخص کو خدا تعالیٰ کی نعمت دوسرے شخص کے ہاتھون پہونچے تو جاننا چاہیے کہ وہ اس کے پہونچانے کے لیے مضطر تھا اسلیے کہ خداے تعالے نے اسپر ارادے کو مسلط کر دیا اور اسکے اسباب کا ہجوم ہوا اور اسکے دل مین یہ بات ڈالی کہ میری بھلائی دارین مین اسی مین ہو کہ یہ چیز فلان شخص کو دون بدون اس کے میرا مقصود حال و مآل کا پورا نہو گا جب خدا تعالے نے یہ اعتقاد اسکے دل مین پیدا کیا تو اب اسکو فعل نہ کرنے کی کیا وجہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو کسی کو کچھ دیتا ہو تو صرف اپنے فائدے کے لیے دیتا ہے دوسرے کے مقصود سے غرض نہین اگر اس دینے سے اسکا کچھ مطلب نہ نکلتا تو کبھی نہ دیتا وہ اپنا فائدہ نکلتا دیکھکر دوسرے کو کچھ دیتا ہے تو وہ دوسرے پر انعام نہین کرتا بلکہ اسکو وسیلہ کسی دوسری نعمت کا جسکی اسکو توقع ہو کرتا ہے معلوم ہوا کہ منعم اصل مین وہی ہے جسنے اسکو انعام کیواسطے مسخر کیا اور اسکے دل مین اعتقاد و ارادہ خیر ڈالا جسکے باعث اسنے دوسرے کو کچھ پہونچایا جب ان باتون کو آدمی اسی طرح جان لے تو خدا کو اور اسکے افعال کو بھی جان لیگا اور موحد ہو کر اسکی شکر گزاری پر بھی قادر ہو گا بلکہ صرف اسی معرفت سے شاکر ہو جاویگا چنانچہ روایت ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات مین جناب باری سے عرض کیا کہ الٰہی تو نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور کیسے کیسے حالات کیے انھون نے تیرا شکر کس طرح ادا کیا اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ اسنے ان تمام باتون کو میری ہی طرف سے جانا یہی جاننا اسکی شکر گزاری تھی اس سے ظاہر ہوا کہ شکر گزاری مین ضرور ہو کہ سب نعمتون کو خدا کیطرف سے جانے اور اگر اس مین کچھ شک کریگا تو نہ نعمت کا عارف ہو گا نہ منعم کا اسی لیے انسان کو چاہیے کہ صرف منعم ظاہری ہی پر نہ بھولے اسکے سوا کا بھی دھیان رکھے ورنہ نقصان علم سے نقصان حال فرحت ہو گا اور فرح کی حالت کے ناقص ہونیسے عمل ناقص رہیگا۔ امر دوم وہ حال ہے جو اصل معرفت نعمت سے حاصل ہوتا ہو یعنی منعم سے خوش ہونا اور صورت خضوع اور تواضع کی اسکے ساتھ اختیار کرنی اور یہ بھی جداگانہ شکر ہے جیسا کہ معرفت اکیلی شکر تھی مگر یہ حالت شکر اسوقت مین ہوتی ہو کہ عادی اپنے مشروط کی ہو اور شرط اسکی یہ ہو کہ خوشی صرف منعم سے ہو نہ نعمت سے ہو نہ انعام سے اور شاید یہ بات کسی کی سمجھ مین نہ آوے اسلیے اسکے لیے ہم ایک مثال لکھتے ہین کہ مثلاً کوئی بادشاہ سفر کو نکلا چاہتا ہو اسنے کسی شخص کو گھوڑا انعام مین دیا تو وہ شخص اس گھوڑے کے ملنے سے تین وجہ سے خوش ہو سکتا ہو صورت اول تو یہ ہے کہ صرف گھوڑے ہی سے خوش ہو کہ یہ مال فائدہ مند ہو اور سواری کے قابل اور اپنی غرض کے موافق اور نفیس اور اصیل ہو پس اس قسم کی خوشی تو وہ شخص کریگا جسکو بادشاہ سے کچھ غرض نہو صرف گھوڑے ہی سے غرض ہو حتے کہ اگر گھوڑا اسکو جنگل مین ملجاتا تب بھی اتنا ہی خوش ہوتا جتنا اب ہوا دوسری صورت یہ ہو کہ خوشی اسوجہ سے نہو کہ گھوڑا پایا بلکہ اسوجہ سے ہو کہ بادشاہ کا عنایت فرمانا اس بات کی دلیل ہو کہ بادشاہ کو اس شخص پر نظر عنایت و شفقت ہو اور دل فیض منزل شاہی مین اسکی جگہ ہو یہانتک کہ اگر یہ گھوڑا بادشاہ کے سوا کوئی اور اسکو دیتا یا جنگل مین پھرتا ملجاتا تو ہرگز خوش نہوتا کیونکہ اسکا مطلب صرف گھوڑا تو نہ تھا بلکہ بادشاہ کے دل مین جگہ کا ہونا مقصود تھا وہ حاصل نہین ہوتا اور گھوڑے کی اسکو چندان ضرورت نہ تھی یا مطلب

اصلی کے سامنے اسکا ملنا ایک امر حقیر سمجھتا ہو تیسری صورت یہ ہو کہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ اسپر سوار ہو کر محنت سفر کو برداشت کرونگا اور بادشاہ کی خدمت کرونگا تاکہ رتبہ تقرب حاصل ہو اور کیا عجب ہو کہ درجۂ وزارت پر ترقی ہو جاوے یعنی وہ صرف اسی بات پر قناعت نہ کرے کہ بادشاہ کے دل مین میری اتنی جگہ ہو کہ گھوڑا عنایت فرمایا اسیقدر توجہ شاہی کافی ہے بلکہ یہ چاہتا ہو کہ بادشاہ جو کچھ اپنا مال کسی کو مرحمت کرے وہ میرے ہی ذریعہ سے کرے پھر وزارت کا جو خواہان ہو تو وزارت بھی مقصود بالذات نہین بلکہ اسمین بھی اسکا مقصود یہ ہو کہ بادشاہ کا دیدار اور قرب منزلت میسر ہونگے یہانتک کہ اگر اس سے کہدیا جاوے کہ خواہ وزیر ہو کر پاس نہ ہو خواہ پاس رہو اور وزارت کے مستدعی نہو تو وہ دوسری ہی شق کو اختیار کریگا یہ تین درجے ہوے جنمین سے اول مین تو معنی شکر پائے ہی نہین جاتے اسواسطے کہ اس درجے والے کی نظر صرف گھوڑے ہی پر ہو اور اسکی خوشی بھی گھوڑے ہی تک ہو دینے والے سے نہین اور یہ حال ایسے لوگون کا ہو جو نعمت پر اسوجہ سے خوش ہوتے ہین کہ وہ لذیذ اور غرض کے موافق ہو ایسے لوگ شکر سے بمراحل دور ہین اور درجۂ دوم اگرچہ معنی شکر مین داخل ہو اور اسکی خوشی منعم کے ساتھ پائی جاتی ہو مگر منعم کی ذات کے اعتبار سے یہ خوشی نہین بلکہ اس جہت سے ہو کہ عنایت سلطانی کا یقین ہوا جو آگے کو انعام کا باعث ہوگی اور یہ حال ان طلحا کا ہو جو اللہ تعالیٰ کا شکر و عبادت کرتے ہین اسوجہ سے کہ اسکے عقاب سے خائف اور ثواب کے متوقع ہین جب ان دونون درجون مین شکر ناقص رہا تو معلوم ہوا کہ شکر کامل کے معنے تیسرے درجے مین پائے جاتے ہین یعنی بندے کی خوشی نعمت الٰہی پر اس نظر سے ہو کہ اس نعمت کے باعث خدا کا تقرب حاصل کر سکتا ہو اور اسکے جوار رحمت مین فروکش ہو کر مدام دیدار سے مشرف رہ سکتا ہو یہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور اسکی پہچان یہ ہو کہ آدمی دنیا کی کسی چیز پر خوش نہو سوا ایسی اشیا کے جو آخرت کی کھیتی اور اسکی معین ہون اور جو چیز خدا کی یاد سے بھلاوے اور اسکی راہ سے روکے ایسی چیزون سے رنج کرے اسواسطے کہ اسکی غرض نعمت سے کچھ یہ نہین کہ نعمت مذکور لذیذ ہو خواہ عمدہ و نفیس جیسے تیسرے درجے والے کو گھوڑے سے غرض نہ تھی بلکہ اسکی خوشی اسیوجہ سے تھی کہ اسپر سوار ہو کر بادشاہ کے ساتھ رہنا اور ہمیشہ مشاہدہ و قرب سے بہرور ہونا ہوگا یہی حال یہان بھی سمجھنا چاہیے چنانچہ حضرت شبلیؒ فرماتے ہین کہ شکر سے غرض دیدار منعم ہو نہ دیدار نعمت اور حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہین کہ عوام ادائے شکر کھانے پینے پوشاک وغیرہ پر کرتے ہین اور خواص دلون کے احوال پر اور یہ رتبہ ایسے شخص کو نہین معلوم ہو سکتا جو لذات کو منحصر شکم اور شرمگاہ اور اشیائے محسوسہ رنگ اور آواز وغیرہ مین جانتا ہے اور دل کے مزے سے خالی ہو اسلیے کہ دل تندرستی کیوقت سوائے ذکر خدا اور اسکے دیدار و معرفت کے اور کسی چیز سے لذت نہین پاتا اور غیر چیز سے جب ہی اسکو مزہ ملتا ہو جب بیمار ہو اور بری عادتون کا روگ رکھتا ہو جیسے بعضے لوگونکو مٹی کھانیسے مزہ ملتا ہو بعض بیمار شیرین چیز سے منہ بناتے ہین اور تلخ کو شیرین جانتے ہین اسیطرح دل کے مریض کو اچھی بات سے مزہ نہین ملتا غرضکہ شکر نعمت خداوندی ایسا چاہیے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسیکو یہ رتبہ میسر نہو تو پھر بفحوائے ؎ گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت ست ٭ دوسرے درجے کو اختیار کرے اور پہلا تو کسی گنتی ہی مین نہین دوسرے اور تیسرے ہی درجے مین بہت فرق ہو درجۂ دوم والیکا مطلوب بادشاہ ہو باین لحاظ کہ گھوڑا

دے اور تیسرے والے کی غرض گھوڑے کا ملنا ہی تاکہ خدمت سلطان کرے دونون مقصودون مین فرق زمین و آسمان ہی اسی طرح جو شخص اللہ کا طالب اسلیے ہی کہ اسپر انعام کرے اور دوسرا خدا کی نعمتونکا طالب اس لحاظ سے ہی کہ انکے ذریعے سے مدارج قرب الٰہی حاصل ہون ان دونون مین بہت فرق ہی۔ تیسرا امر یہ ہی کہ جو خوشی معرفت منعم سے حاصل ہوتی ہی اسکے موافق عمل کرنا اور یہ عمل قلب اور زبان اور اعضا سے سب سے متعلق ہی دل سے تو یہ چاہیے کہ خیر کا قصد کرے اور تمام خلق کے حق مین نیت خیر اور سلوک کرنے کا ارادہ خفیہ رکھے اور زبان سے اظہار شکر خدا ایسے الفاظ حمد سے جو شکر پر دال ہون چاہیے اور دوسرے اعضا سے اسطرح کہ انکو نعمت الٰہی جانکر اسکی طاعت مین لگا دے اور انسے اسکی نافرمانی پر مدد نہ لے مثلاً آنکھون سے ادائے شکر یہ ہی کہ اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اسکو چھپا دے اور کانون کا شکر یہ ہی کہ جو عیب کسی بھائی کا سنے اسکو افشا نکرے اور زبان کا شکر یہ ہی کہ ایسے الفاظ منہ سے نکلین جنسے اظہار خدا سے راضی ہونیکا پایا جاوے اسطرح کرنے سے ان خدا کی نعمتونکا شکر ادا ہوتا ہی اور اسیکا حکم بھی ہی چنانچہ حدیث شریف مین مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج کیسے ہو اسنے جواب مین عرض کیا کہ خیریت سے ہون پھر آپ نے ویسے ہی پوچھا اور اس شخص نے وہی جواب عرض کیا تیسری دفعہ جو آپنے پوچھا تو اسنے عرض کیا کہ مع الخیر خدا کی حمد کرتا ہون اور اسکا شکر گزار ہون آپ نے فرمایا کہ مجھے یہی منظور تھا کہ تم یہ کہو اور اکابر سلف آپس مین جو مزاج پرسی کرتے تھے انکا مدعا بھی یہی تھا کہ کسی طرح زبان سے شکر الٰہی نکلے اسمین دو فائدے تھے اول تو شاکر کا مطیع ہونا دوسرے جسنے باعث ہو کر شکر کہلایا اسکا مطیع ہونا انکی غرض یہ نہ تھی کہ ظاہر کے اظہار شوق سے ریا کرین اور جس شخص کا حال کوئی پوچھے تو تین حال سے خالی نہین یا شکر کریگا یا شکایت یا سکوت اول صورت مین مطیع ہوگا اور دوسری صورت اہل دین سے نہایت بُری ہی اسلیے کہ شکایت شاہنشاہ کی جسکے قبضۂ قدرت مین سب کچھ ہی اسکے کسی بندہ سے جسکو کچھ بھی قابو نہین نہایت قبیح ہی بندہ کے حال کے شایان یہی ہی کہ اگر مصیبت اور حکم الٰہی پر اچھی طرح صبر نہ کر سکے اور کمزوری کے باعث شکایت ہی کی نوبت پہونچے تو خدائے تعالیٰ ہی سے شکایت کرے کیونکہ بلا کا کھینچنے والا اور اسکے ٹالنے پر قدرت رکھنے والا وہی ہی۔ بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل بنے تو اسکی عزت ہی اور دوسرے سے اسکی شکایت کرنے مین ذلت خصوص ایسی صورت مین کہ جب دوسرا بھی اسی جیسا ہو اور کچھ نکر سکتا ہو اس سے شکایت مالک کی نہایت بیجا ہی اسلیے ضرور ہوا کہ ہر حال مین اسی کیطرف رجوع کرے چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہی ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم حاصل یہ کہ زبان سے شکر کا کہنا بھی شکر گزاری مین داخل ہی روایت ہی کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین حاضر ہوے ان مین سے ایک جوان آدمی کچھ عرض کرنے کو اٹھا آپ نے فرمایا کہ اول جو عمر رسیدہ ہو وہ کلام کرے اسکے بعد اس سے چھوٹا اسی طرح ترتیب سے گفتگو کرنی چاہیے اسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر ہر ایک بات عمر ہی پر منحصر ہوتی تو مسلمانون کا حاکم کوئی ایسا شخص ہوتا جو آپ سے بڑا ہوتا آپ نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ کہنا ہو کہو اسنے عرض کیا کہ ہم کچھ آپ سے مانگنے نہین آئے نہ خوف کے باعث آئے ہین اسلیے کہ آپ کی سخاوت ہمکو گھر بیٹھے پہونچ گئی تو مانگنے کی کیا حاجت اور آپکی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا

ضرورت ہو جو آئے ہین تو صرف آپ کا شکر ادا کرنے کے لیے آئے ہین زبان سے ادا ے شکر کر کے چلے جاوینگے غرضکہ یہ تینون امور مذکورۂ بالا شکر کے معنی کے اصول ہین کہ انسے سب حقیقت شکر کی محدود ہوجاتی ہو اب بعض لوگون نے جو شکر کی تعریف کی ہو کہ شکر اسکا نام ہو کہ منعم کی نعمت کا خضوع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف مین قول زبانی اور بعض احوال قلب کا لحاظ ہو اور جسنے یہ کہا ہو کہ شکر یہ ہو کہ محسن کا احسان ذکر کر کے اسکی ثنا کرے اسمین صرف عمل زبانی ہی ملحوظ ہو اور جسنے یہ کہا ہو کہ شکر یہ ہو کہ بساط شہود پر معتکف ہو اور حرمت منعم کی ہمیشہ یاد رکھے یہ تعریف اکثر باتون کو شکر کے شامل ہو اسمین سے صرف عمل زبان کا نکلجاتا ہو اور حمدون بن قصار کا قول اس باب مین یہ ہو کہ شکر نعمت اسکو کہتے ہین کہ آدمی اپنے نفس کو شکر کرنے مین طفیلی جانے اس مین صرف یہ بات پائی جاتی ہو کہ معانی شکر مین معرفت بھی داخل ہو اور حضرت جنید رحنے تعریف شکر کی ارشاد فرمائی ہو کہ شاکر اپنے آپ کو نعمت کا قائل نہ تصور کرے اسمین صرف ایک خاص حال دل کا پایا جاتا ہو ان سب لوگون کے اقوال سے انکے احوال معلوم ہوتے ہین اور چونکہ حالات ہر ایک کے مختلف تھے اسیواسطے اقوال بھی مختلف ہین بلکہ ایک ہی شخص کا قول دو حالتون مین دو طرح کا ہوگا اسلیے کہ ان لوگون کا دستور ہو کہ جو حالت انپر غالب ہوتی ہو یا تو اسکے بموجب ارشاد کیا کرتے ہین تاکہ اپنی کامدآمد بات مین مصروف رہین اور نکمی بات مین مشغول نہون خواہ ایسا کلام فرمائین جو سائل کے حال کے لائق ہو تو جسقدر کی حاجت اسکو دیکھتے ہین اسیقدر کہدیتے ہین غیر حاجت بیان نہین فرماتے اسوجہ سے ناظرین کو یہ وہم نہو کہ ہم یہ باتین انپر طعن کیوجہ سے لکھتے ہین یا یہ کہ شکر مین جو تحقیق ہمنے لکھی ہو اسمین انکو انکار تھا البتہ اسکا انکار تو کوئی عاقل نکریگا ہان غایت مافی الباب یہ ہو کہ لغت کی راہ سے کوئی نزاع کرے کہ لفظ شکر اصل زبان مین ان سب امور پر حاوی ہو یا نہین یا بعض معانی ان مین سے مقصود بالذات ہین اور باقی اسکے لوازم اور توابع مین سے ہین اور چونکہ تحقیق لغت کا کام طریق آخرت مین کچھ نہین اسلیئے ہمکو بیان لغت بھی کچھ ضروری نہین معلوم ہوتا نہ ہمکو اس سے کچھ مطلب فقط

تیسرا بیان اس امر کی توضیح مین کہ خداتعالےٰ کے باب مین شکر کے کیا معنی ہین شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ شکر ایسی جگہ متصور ہوسکتا ہو جہان منعم ہو اور اسکو شکر سے کچھ فائدہ ہو مثلاً بادشاہون کا شکر جو ہم کرتے ہین تو کئی طرح سے ہوسکتا ہو اور ہر ایک طرح مین انکا کچھ نہ کچھ مطلب ہو اول تعریف کرنیسے شکر ہوتا ہو تو اسمین بادشاہونکا یہ فائدہ ہو کہ لوگونکے دلون مین انکی جگہ زیادہ ہوجاتی ہو اور خلق مین انکا کرم مشہور ہوتا ہو اس شہرت سے آوازہ اور جاہ بڑھ جاتا ہو دوم بجاآوری خدمت سے شکر کرتے ہین تو اسمین انکی بعض غرضون پر اعانت ہوجاتی ہو سوم نوکرون کی صورت سے انکے سامنے کھڑا ہونے سے جو شکر کرتے ہین تو اس امر سے انکے جتھے کو کثرت ہوتی ہو اور جاہ بھی بڑھتا ہو غرضکہ شکر کے سبب کوئی نہ کوئی بات اسی قسم کی منعم کے لیے ہوتی ہو اور خداتعالیٰ کے باب مین اس امر کا ہونا دو وجہ سے محال ہو اول تو یہ کہ خداتعالیٰ سب غرضون اور مطلبون سے پاک ہو اسکو حاجت خدمت اور اعانت اور زیادتی جاہ و حشمت اور کثرت نوکر چاکر کی نہین اسکے سامنے رکوع سجدہ کرتے رہین تو اس صورت مین ہمارا شکر کرنا خدا کے واسطے ایسی طرح کہ اسکو کچھ بہرہ اس مین نہو ایسا ہو جیسا کسی بادشاہ منعم کے شکر

کرنے کے لیے ہم اپنے گھرون مین آکر سورہین یا رکوع اور سجدہ کرین کیونکہ یہ اشیا ایسی ہی ہین جنمین اس بادشاہ کو کچھ بہرہ نہین اسلیے کہ اسکو کچھ علم غیب نہین کہ ہمارا حال جان لے اور خداوند کریم کو نبدیکے کسی فعل مین سے کچھ بہرہ اور حظ نہین اسلیے شکر بھی اسکے حق مین چاہیے کہ نہو دوسری وجہ یہ کہ جتنے افعال ہم اپنے اختیار سے کرتے ہین وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتونمین سے دوسری نعمت ہین کیونکہ ہمارے اعضا اور قدرت اور ارادہ خواہش اور جتنے اسباب ہماری حرکت کے ہین اور خود حرکت سکے سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اور اسکی نعمت ہین پس اسکی نعمت کا شکر اسی کی نعمت سے کیسے ہو سکتا ہی فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے ہمکو ایک گھوڑا دیا اور ہمنے ایک دوسری سواری اسی کی لیکر سواری کی یا خود بادشاہ نے دوسرا گھوڑا ابھی ہمین دیا تو ظاہر ہی کہ دوسرا گھوڑا پہلی عطا کا شکر نہوگا بلکہ ہمکو اول و دوم دونون عطاؤن کے شکر کی حاجت رہیگی پھر اس نعمت ثانی کیواسطے اور شکر اگر ہوگا وہ بھی نعمت ہی ہوگی اور اسیطرح سلسلہ وار کارخانہ رہیگا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خداتعالیٰ کے حق مین ان دونون وجہون مذکورہ سے شکر محال ہی شعر از دست و زبان کہ برآید ؛ کز عہدۂ شکرش بدر آید ؛ اور ان دونون باتون مین ہمکو کچھ شک نہین کیونکہ شرع ع سے ان دونون کا ثبوت پایا جاتا ہی پس کوئی ایسی سبیل چاہیے جسمین یہ خرابی بھی لازم نہ آوے اور اداے شکر بھی ہو اس شبہے کے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت داود اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو بھی یہی شبہہ ہوا تھا کہ انھون نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی ہم تیری نعمت کا شکر کس طرح ادا کرین کیونکہ جب شکر کرینگے تو تیری نعمتون مین سے ایک نعمت ہی سے کرینگے یعنی ہمارا شکر کرنا تیری دوسری نعمت ہوگی جس پر شکر واجب ہوا خداتعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تمنے یہ جان لیا تو گویا شکر میرا کر چکے اور ایک روایت مین یہ ہی کہ جب تجھکو معلوم ہو گیا کہ نعمت میری ہی طرف سے ہی تو مین تجھسے شکر کے عوض اسی بات سے خوش ہون۔ اب اگر یہ کہو کہ سوال حضرات انبیا علیہم السلام کا تو ہم سمجھ گئے مگر مضمون وحی کے سمجھنے سے ہماری سمجھ قاصر ہی یعنی یہ تو ہم سمجھ گئے کہ خداتعالیٰ کا شکر کرنا محال ہی اور یہ نہین سمجھے کہ اس محال ہونے کو جان لینا شکر کیسے ہو گیا کیونکہ جان لینا بھی ایک نعمت الٰہی ہی وہ کیسے شکر ہو جاویگی ورنہ اسکا حاصل یہ ہوگا کہ جو شکر نہ کرے وہ شاکر کہلاوے یا جو کوئی بادشاہ دقت سے دوسری خلعت قبول کرلے وہ خلعت اول کا شکر ہوا کرے یہ بات سمجھ مین نہین آتی اگر اسمین کوئی راز ہی تو اسکو کسی مثال سے سمجھانا چاہیے کہ یہ بڑی مہم چیز ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس بھید کے بیان کرنیسے معارف مین ہاتھ جا پڑتی ہی اور علوم معاملہ سے وہ بڑھکر ہین انکا بیان ان علوم کے مناسب نہین تاہم اشارات کے طور پر ہم کچھ مختصر بیان کیے دیتے ہین اور وہ یہ ہی کہ اسباب مین دو اعتبار ہین ایک اعتبار تصرف توحید و حدت وجود کا ہی جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہی کہ شاکر اور مشکور اور محب اور محبوب ایک ہی چیز ہی اور یہ نظر ایسے لوگون کی ہی جو جانتے ہین کہ سواے خداتعالیٰ کے اور کوئی موجود نہین کل شئی ہالک الا وجہہ انکے دلمین نقشی ہی اور اس بات کو ہر حال اور ہر زمانہ مین ازلاً اور ابداً صحیح جانتے ہین اور درحقیقت بھی یہی ہونا چاہیے اسلیے کہ غیر وہ ہو سکتا ہی جسکو بذات خود قیام ہو اور اسطرح کا غیر کوئی موجود نہین بلکہ اسکا پایا جانا محال ہی کیونکہ موجود حقیقی وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور جسکو کہ بذات خود قیام ہی نہو وہ بذات خود موجود بھی نہوگا اور از انجا کہ اسکا قیام غیر سے ہی تو اسکا وجود بھی غیر سے ہوگا یہانتک اگر صرف اسی کی ذات پر لحاظ کرین اور غیر کا دھیان نکرین تو اسکو وجود یقیناً نہوگا کیونکہ موجود تو وہی ہے

جسکو اپنی ذات سے قیام ہو اور قائم بالذات اسکو کہتے ہین کہ اگر اسکے غیر کو معدوم فرض کیا جاوے تو اسکے وجود مین کسی طرح کا خلل نہ آوے وہ بدستور قائم رہے پھر اگر کوئی اسطرح کا موجود قائم بالذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اس کو قیوم کہتے ہین اور قیوم سواے ذات یکتا کے اور کوئی نہین اور نہو سکتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ سواے حی قیوم کے اور کوئی موجود حقیقۃً نہین اور وہ ذات واحد پاک کی ہو پس جب اس اعتبار سے دیکھو تو معلوم ہوتا ہو کہ سب کا مصدر اور مرجع وہی ذات واحد ہے اسی لیے وہی شاکر ہو اور وہی مشکور اور وہی محب ہو اور وہی محبوب یہی وجہ تھی کہ جب حبیب ابن جلیب نے انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب پڑھا تو فرمایا کہ عجیب بات ہو کہ آپ ہی صبر دیا اور آپ ہی تعریف کی اس مین یہ اشارہ ہے کہ جب اپنی دی ہوئی چیز پر تعریف انکی کی تو گویا اپنی ذات پاک کی تعریف کی اسلیے جنے ثنا کی اور جسکی ثنا کی وہ ایک ہی ہوا اسیطرح شیخ ابو سعید میہنی نے جب یہ آیت سنی یحبہم ویحبونہ تو فرمایا کہ بیشک انکو چاہتا ہو اور چاہنے بھی دو وہ تو حق پر چاہتا ہو کیونکہ اپنے نفس ہی کو چاہتا ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہی محب اور وہی محبوب ہو اور یہ مقام نہایت اونچا ہو جبتک اسکی کوئی مثال عام فہم نہ کہی جاوے جبتک سمجھ مین نہ آویگا اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ مصنف کو جب اپنی تصنیف محبوب ہو تو واقع مین اپنا نفس محبوب ہو اور صانع جب اپنی صنعت سے محبت رکھتا ہو تو اپنے آپ سے محبت رکھتا ہو اور والد جب اپنے بیٹے سے اس نظر سے محبت رکھتا ہو کہ یہ میرا لڑکا ہو تو واقع مین اپنی ذات سے محبت رکھتا ہو اب جو تامل کرو تو جو چیزین سوا خداے تعالیٰ کے موجود ہین وہ سب خدا تعالیٰ کی تصنیف اور صنعت سے ہین پس اُن مین سے اگر کسی کو خداے تعالیٰ محبوب جانے تو یہ محبت صرف اپنی ذات پاک سے ہوگی اور جب اسکو اپنی ہی ذات مقدس کی محبت ہوئی تو ظاہر ہو کہ یہ محبت حق پر ہو غرضکہ یہ حالات چشم توحید سے دیکھنے کی صورت مین ہین اور صوفیہ کرام اس حال کو فنائے نفس کہتے ہین یعنی سالک اپنے نفس اور غیر اللہ سے فنا ہو کر سوا خدا تعالیٰ کے اور کچھ نہین دیکھتا اور جس شخص کی فہم مین یہ بات نہین آتی وہ اس حالت کا انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ بھلا جس شخص کا سایہ چار ہاتھ لنبا ہو اور دن بھر مین سیرون روٹیان چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے ہو جاتا ہو اور اور باتین جہالت کی کہکر انپر ہنستے ہین اور انکی تقریر کے معانی نہین سمجھتے عارفون کے لیے یہ بھی ضرور ہو کہ جاہلون کے لیے باعث خندہ نہین اور اسی کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین ان الذین اجرموا کانوا من الذین آمنوا یضحکون واذا مروا بہم یتغامزون واذا انقلبوا الی اہلہم انقلبوا فکہین واذا راوہم قالوا ان ہولاء لضالون وما ارسلوا علیہم حافظین پھر فرمایا کہ عارفون کا ہنسنا کل کو ان کے خندہ سے بڑھکر ہے چنانچہ ارشاد ہو فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون علی الارائک ینظرون اسیطرح جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے تو انکی امت انسے تمسخر کرتی تھی آپ نے جواب مین ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہمسے تمسخر کرتے ہو تو ہم بھی اسکے عوض تمسے تمسخر کرینگے دوسرا اعتبار یہ ہو کہ وجود کیطرف نظر مذکورۂ بالا سے نہ دیکھا جاوے یعنی دیکھنے والے کو مقام فنائے نفس حاصل نہوا ہو پس جو لوگ اس رتبے پر نہین پہونچے ان کی دو قسمین ہین۔ ایک قسم تو وہ ہو کہ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہین مانتے اور اس بات کو بُرا جانتے ہین کہ انکا کوئی معبود ہو ایسے لوگ بالکل اوندھے اور دونون آنکھون کے اندھے ہین اوندھے

اور الٹے اس جہت سے ہین کہ جو چیز کہ تحقیقا ثابت تھی یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہی اور ہر ایک شخص کے اعمال کا قائم رکھنے والا ہی اور جتنی چیزین موجود ہین وہ سب اسی کے باعث موجود ہین اسکو نہ مانا اور ان نامعقولون نے اسی پر اقتصار نہ کیا بلکہ اسکے مقابل مین اپنے نفسون کو قائم بالذات ٹھہرایا اور اگر سوچتے تو معلوم ہوتا کہ ہمکو کچھ قیام نہین نہ وجود انکا وجود اسلیے ہے کہ دوسرے نے انکو ایجاد فرمایا ہی اپنے آپ سے موجود نہین ہوے اور ظاہر ہی کہ موجد اور ایجاد کی ہوئی چیزین بہت فرق ہے اور موجود وہی چیزین ہین یا موجد یکتا یا ایجاد کی اشیا جنمین سے موجود حق ہی اور ایجاد کی ہوئی چیزین بذات خود باطل اور موجود حقیقی قائم اور قیوم ہی اور ایجاد کی چیز ہالک اور فانی یہانتک کہ جب کوئی بھی نرہیگا تب ذات پاک ہی رہیگی دوسری قسم کے لوگ اندھے تو نہین مگر کانے ہین یعنی ایک آنکھ سے وجود موجود حقیقی کا دیکھتے ہین اور اسکے منکر نہین مگر دوسری آنکھ اگر بالکل چوپٹ ہوئی تو یہ نہین سوجھتا کہ سوائے موجود برحق کے اور سب فانی ہین اسی لیے اللہ تعالی کے ساتھ دوسرے کو بھی موجود ثابت کرتے ہین یہ لوگ مشرک ہین جیسے کہ اول منکر تھے اور اگر دوسری آنکھ مین کچھ بینائی ہوئی تو چند سے ہوئے تو اس بینائی کے باعث دونون موجودون مین فرق ثابت کرتے ہین ایک کو رب اور ایک کو بندہ کہتے ہین اور اسیقدر تفاوت ثابت کرنے اور دوسرے موجود کو ناقص سمجھنے سے حد توحید مین داخل ہوجاتے ہین گو پورے موحد نہین ہوتے پھر اگر آنکھ مین سرمہ لگایا جاوے اور چندھا پن کم ہو تو جتنا نور آنکھ کا بڑھتا جاویگا اتنا ہی وجود ماسوا اللہ کا کم ہوتا جاویگا اور سلوک راہ معرفت مین یہی حال اگر رہا تو کم ہوتے ہوتے دوسرا محو ہوجاویگا اور خدا کے سوا کچھ نہ سوجھے گا اسوقت پوری توحید کا رتبہ حاصل ہوگا اور جبانسے کہ دوسرے وجود کو ناقص سمجھا تھا وہ ابتدائے توحید تھی اور ان دونون مرتبون کے درمیان مین درجات بے انتہا ہین اور اسی سے درجات موحدین کے مختلف ہوتے ہین اور جس سرمے سے نور بصر زیادہ ہوتا ہی وہ خدا کی کتابین ہین جو اپنے رسولون پر نازل کی ہین اور پیغمبر سرمہ لگانیوالے ہین کہ سب کو توحید محض کیطرف بلاتے ہین جسکا مضمون لا آلہ الا اللہ مین موجود ہی یعنی اس کلمہ طیب کے معنی یہ ہین کہ سوا سے خدا تعالی واحد برحق کے اور کچھ نہ دیکھے اور جو لوگ کمال توحید پر پہونچے ہون وہ بہت کم ہین اور منکر اور مشرک بھی کم اور یہ دونون توحید کیطرف مقابل کے پرلے سرے پر ہین کیونکہ بت پرستون کا قول تو یہ ہی کہ ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی پس اوائل توحید مین کچھ ضعیف طور پر داخل ہین اور وہ دونون فرقے کسی طرح داخل توحید نہین ہو سکتے اور متوسط درجے کے لوگ بہت ہین جو نہ موحد کامل ہین نہ مشرک و منکر پھر انمین بعض ایسے ہین کہ کسی حال مین انکی بصیرت کھلجاتی ہی تو بجلی کیطرح حقائق توحید انپر ظاہر ہوتے ہین مگر انکو قیام نہین ہوتا اور بعضے ایسے ہین کہ انپر یہ حقائق ظاہر ہوکر کچھ ٹھہرتے ہین الا ہمیشہ نہین رہتے اور دوام اسکا نادر چیز ہی سو عالی رتبہ کیطرف ہوتے ہین سب کو حرکات ایک کم تر ہین جنمین ہوتے دوام اور ثبات ہی اور جب خداوند کریم نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو قرب کے لیے حکم فرمایا کہ واسجد واقترب تو آپنے سجدے مین یہ دعا پڑھی اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک اول جملہ اس دعا کا یعنی اعوذ بعفوک من عقابک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف خدا تعالی کے فعل کو مشاہدہ فرماکر عرض کیا گویا کہ اسوقت

بجز خدا تعالے اور اسکے افعال کے اور کچھ ملاحظہ نہین فرمایا تھا اسلیے اسیکے فعل کی مدد سے اسیکے فعل سے پناہ مانگی پھر اسکے بعد
سے ترقی کی اور مشاہدۂ افعال سے فنا ہو کر ان افعال کے مصادر کو مشاہدہ فرمایا یعنی صفات کو تو یہ عرض کیا کہ اعوذ برضاک
من سخطک رضا اور سخط دونون صفات ہین پھر اسمین بھی نقصان توحید ملاحظہ فرمایا تو اور نزدیک ہوے اور مشاہدۂ صفات سے
مشاہدۂ ذات پر ترقی فرما کر فرمایا اعوذ بک منک اسمین ذات الٰہی کیطرف گریز ہے کسی فعل و صفت کا لحاظ نہین مگر چونکہ اسمین بھی اتنی
بات تھی کہ اپنے نفس کو گریز کرنیوالا اور پناہ چاہنے والا اور ثنا گو دیکھا تو اسکو بھی خلل انداز توحید سمجھکر اور نزدیک ہوے اور عرض کیا
لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک پس لا احصی سے تو یہ نکلتا ہے کہ آپ اپنے نفس سے فنا ہو کر اسکے مشاہدے سے
متجاوز ہو گئے اور انت کما اثنیت علی نفسک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ثنا کرنیوالا اور جس کی ثنا کیجاوے وہ ذات واحد ہے
مادح اور ممدوح ایک ہی ہین اور سب ماسوا اسی سے نکلے اور اسی کیطرف مرجع رکھتے ہین اور سوا اسکی ذات کے اور سب
فانی ہین۔ غرضکہ جو مقام کہ موحدین کے لیے انجام کو حاصل ہوتا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی مین حاصل
ہوا یعنی اول ہی اول بجز اللہ تعالے اور اسکے افعال کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اور آپ کا دستور تھا کہ جب ایک رتبے سے دوسرے
پر ترقی فرماتے تھے تو رتبۂ اول کو بہ نسبت دوم کے بعد اور دوری خدا تعالی سے سمجھتے تھے اسی لحاظ سے پہلے رتبے
سے استغفار فرماتے اور اسکو اپنے سلوک اور مقام مین نقصان تصور فرماتے اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث
مین انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ اور ستر دفعہ کی تخصیص اسلیے ہے کہ ہر روز آپ
ستر مقام پر ترقی فرماتے تھے جو ایک دوسرے سے اوپر تھے اور انمین جو پہلا مقام تھا وہ اگرچہ خلق کی طاقت کے باہر تھا مگر
چونکہ پچھلے مدارج کی نسبت اسمین نقصان تھا اسی لیے آپ استغفار کیا کرتے تھے اور جب حضرت عائشہؓ نے آپکی خدمت مین عرض
کیا کہ خدا تعالے نے کیا آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہین فرمائے کہ جو آپ سجدے مین اتنا روتے ہین اور اتنی سخت محنت
فرماتے ہین تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مین بندۂ شاکر نہون اسکے یہ معنی ہین کہ کیا مین طالب زیادہ مقامات کا نہون کیونکہ
شکر سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اب چونکہ ہم دریاے ناپیدا کنار مکاشفہ
مین جا گھسے اسلیے وہان سے باگ روک کر جو بات علوم معاملہ کے شایان ہے اسکی طرف رجوع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انبیا
علیہم السلام اس غرض سے بھیجے گئے ہین کہ خلق کو توحید کامل کیطرف جسکا بیان اوپر گذر بلا و ین مگر لوگون کے اس تک
پہونچنے مین بہت سی مسافت اور سخت گھاٹیان ہین اور شریعت تمام و کمال طریق اس مسافت کے چلنے اور ان گھاٹیون
کے طے کرنیکا بتلاتی ہے تو یہ نظر اور یہی مشاہدہ اور مقام کی ہے اس مشاہدے کے اعتبار سے البتہ شکر اور شاکر اور مشکور جدا جدا
معلوم ہوتے ہین۔ اور یہ بات بدون مثال سمجھ مین نہ آویگی اسلیے اسکی مثال سے سمجھنا اسطرح ممکن ہے کہ فرض کرو کہ کسی بادشاہ
نے اپنے کسی غلام کے پاس جو اس سے دور تھا سواری اور لباس اور نقد زاد راہ کے واسطے بھیجا کہ قطع مسافت
کرکے درگاہ سلطانی سے قریب ہو جاوے اور اس قرب کی دو صورتین ہین یا تو بادشاہ کو یہ منظور ہے کہ اگر دربار مین آجاویگا تو کچھ

کام کریگا اور بعض خدمات سے بیفکری ہو جاویگی اور تیسری صورت یہ ہو کہ قرب سے بادشاہ کو کچھ فائدہ نہین نہ اس غلام کی ضرورت دربار مین ہو نہ اسکے آنے سے سلطنت بڑھے کیونکہ اس سے کوئی ایسی خدمت نہین ہوسکتی جس سے بادشاہ کو بیفکری ہو جاوے اور نہ اسکے غائب رہنے سے سلطنت ناقص ہو پس اسکو سواری اور زادراہ جو عنایت ہوا تو صرف یہی منظور ہو کہ وہ قریب ہوکر سعادت حضوری سے مشرف ہو اور خود اسکا فائدہ ہو یہ غرض نہین کہ بادشاہ کو کچھ نفع ہو تو بندون کو خدا تعالےٰ کی نسبت صورت دوم کے رتبے مین تصور کر لینا چاہیے اول صورت تو خدا تعالیٰ پر محال ہو اسلیے کہ خدا تعالیٰ کو کسی کی طرف کچھ حاجت نہین اور دوسری صورت محال نہین۔ پھر یہ جاننا چاہیے کہ پہلی صورت مین بندہ صرف سوار ہوکر بادشاہ کے پاس چلے آنے سے شاکر نہوگا جبتک کہ وہ خدمت جو بادشاہ کو اس سے لینی منظور ہو بجا نہ لاوے اور دوسری صورت مین تو بادشاہ کو خدمت کی مطلق پرواہی نہین مگر پھر بھی شاکر اور کافر ہوسکتا ہو شکر تو اسطرح ہوگا کہ جو چیز بادشاہ نے دی ہو اسکو ایسے مصارف مین لگا دے جو اسکو محبوب ہون نہ اپنی من مانتی چیزون مین اور کفر اسطرح ہو کہ جو مالک کو منظور تھا اسی مین استعمال اسکے انعام کا نکیا یعنی یا تو اسکی عطا کو بیکار محض رہنے دیا یا ایسے مصارف مین لگا یا جنسے اسکا بعد زیادہ ہو جاوے پس اگر یہ لوشاہی خلعت پہنا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور زادراہ کو راہ ہی مین خرچ کیا تو آقا کا شاکر ہوگا کیونکہ اسکی نعمت کو اسی کی چاہتی بات مین صرف کیا یعنی جسطرح پر کہ غلام کا نفع اسکو محبوب تھا اسیطرح ان اشیا کا استعمال کیا اور اگر غلام مذکور اسکی سواری پر سوار ہوکر بادشاہ کی سمت سے پشت پھیر کر چلدے اور زیادہ دور ہوتا جاوے تو کافر ہوگا اسلیے کہ اسنے اسکے انعام کو ایسے امور مین خرچ کیا جو اسکے آقا کو اسکے حق مین برے معلوم ہوتے تھے نہ اپنے حق مین اور اگر بیٹھ رہا اور سوار نہوا نہ طلب قرب کی نہ تلاش بعد تب بھی کافر نعمت ہوگا کہ آقا کے انعام کو مہمل و بیکار رکھا مگر بعید ہونے والے کی نسبت یہ کافر کم ہے اسیطرح خداوند کریم نے خلق کو پیدا کیا اور وہ ابتداے پیدایش مین شہوات کے استعمال کے محتاج ہین تاکہ انکے بدن پورے ہو جاوین اور شہوات کے سبب دربار اعلیٰ سے بعید ہو جاتے ہین اور انکی سعادت اسیمین ہو کہ اس سے قریب رہین پس انکے لیے ایسی نعمتین بھی مہیا فرمائین کہ درجۂ قرب کے ملنے کے لیے انکے استعمال پر قادر ہین اور اسی بعد و قرب کو خدا تعالیٰ نے اسطرح ارشاد فرمایا ہو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ کی نعمتین ایسے آلات ہین جنسے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کرکے درجۂ سعادت قرب الٰہی حاصل کرے اور اس سے نفع بندے ہی کو ہو خدا تعالیٰ کو کچھ نفع نہین چاہے بندہ قریب ہو چاہے بعید ہو ؎ من نکردم امر تا سودے کنم ؛ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم ؛ اب بندے کو اختیار ہو اگر اسکی نعمتونکا استعمال طاعت مین کریگا تو شاکر ہوگا کہ مولیٰ کی مرضی کے موافق کام کیا اور اگر اسکی نافرمانی مین استعمال کریگا تو کافر ہوگا کہ جو بات اسکو اسکے لیے منظور نہ تھی اور اسکے حق مین اسکے نزدیک بری تھی وہ اسنے اختیار کی ولا یرضی لعبادہ الکفر خود فرماتا ہو اور اگر ان نعمتونکو بیکار رکھے نہ اطاعت مین لگاوے نہ معصیت مین تو یہ بھی کفران نعمت ہو کہ نعمت کو تلف کرتا ہو اور جو چیز دنیا مین مخلوق ہوئی ہو وہ اسلیے ہو کہ بندہ اسکے سبب سعادت اخروی تک پہونچے اور قرب الٰہی حاصل کرے اس سے معلوم ہوا

کہ ہر ایک اطاعت کرنیوالا اپنی طاعت کے بموجب شکر ان نعمتون الٰہی کا کرتا ہو جنکو طاعت مین استعمال کیا ہو اور جو کسلمند ہو کہ سرے سے استعمال ہی نہین کرتا یا نافرمان ہو کہ انکو طریق بعد مین صرف کرتا ہو وہ ناشکر ہو اور اسکی مرضی کے موافق کام نکرنے مین زیادتی کرتا ہو غرضکہ طاعت اور معصیت کو دونون کو مشیت ایزدی شامل حال ہو مگر اچھا معلوم ہونا اور برا معلوم ہونا مشیت کے علاوہ ہے یعنی خواہش کی چیز محبوب ہوتی ہو بعضی مکروہ اور اس دقیقے کے بیان کی آڑ مین تقدیر کا راز ہے جسکے افشا کا حکم نہین اس تقریر سے اعتراض اول جاتا رہا یعنی یہ کہ اگر مشکور بہرہ شکر سے نہین تو شکر کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہوا کہ نعمت الٰہی کو اسکی مرضی کے موافق استعمال کرنا بھی شکر ہے اور دوسرے اعتراض کا جواب بھی ہو گیا اسلیے کہ شکر سے تو ہماری مراد وہی ہو کہ نعمت الٰہی کو جسطرح اسکو محبوب ہو اسطرح صرف کرے پس جب نعمت الٰہی اُسی کے فعل سے ایسی جگہ صرف ہوئی جو اسکو محبوب تھی تو مراد حاصل ہو اور وہی کا فعل اللہ تعالیٰ کی عطا ہو مگر چونکہ محل اس فعل کا انسان ہو اسیواسطے انسان کی ثنا کی جاتی ہو اور ثنا کا ہونا یہ دوسری نعمت خدا کی ہو انسان پر کیونکہ وہی دیتا ہو اور وہی وصف کرتا ہو اور اسی کے دو کامون مین سے ایک کام اس بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل وجہ محبت مین صرف کیا جاوے تو ہر حال مین اسی کو شکر چاہیے اور انسان کو جو شاکر کہتے ہین تو اس غرض سے کہتے ہین کہ وہ محل شکر ہے نہ اسوجہ سے کہ وہ موجد شکر ہو مثلاً کہا کرتے ہین کہ انسان عارف یا عالم ہو اسکے یہ معنی نہین ہوتے کہ وہ عرفان وعلم کا موجد ہے بلکہ یہ مقصود ہوتا ہو کہ عرفان اور علم کا محل ہو حالانکہ انکا وجود آدمی مین قدرت ازلیہ سے ہو وہ خود ایجاد نہین کر سکتا پھر اسکو شاکر کہنے سے یہی مطلب ہو کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھ شے اسلیے ہو کہ خالق اشیا نے شے بنا دیا اور اگر خود اپنے جی مین گمان کرے کہ مین اپنی ذات کے باعث سے چیز ہوا ہون تو محض ناچیز ہو لیکن اگر اس ذات کے اعتبار سے دیکھین جسنے کہ اشیا کو شے ہونا عنایت فرمایا ہو تب تو انسان شے ہو اسلیے کہ اسی نے شے بنایا ہو اور اگر اسکے بنانیکا لحاظ اٹھا دیا جاوے تو واقع مین لاشی ہی ہو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ رضؓ نے پوچھا کہ جب سب چیزون سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہو تو عمل سے کیا فائدہ ہو آپ نے فرمایا کہ اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اس حدیث سے بھی اشارہ مطلب مذکورہ بالا کیطرف ہو پس ظاہر ہوا کہ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جاری ہونیکی جگہ ہو اور اس کے افعال کا محل ہو گو خلق خود بھی اسکے افعال ہی مین سے ہو لیکن خدائے تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا محل ہوتا ہو مثلاً حدیث شریف مین لفظ اعملوا ہر چند زبان رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے نکلا مگر افعال الٰہی مین سے وہ بھی ایک فعل ہو اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہو جاوے کہ عمل کرنا مفید ہو اب لوگون کا جاننا بھی ایک خدا کا فعل ہی اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہو یعنی علم ہی کے باعث ارادہ پختہ حرکت وطاعت کا پیدا ہوتا ہو پھر ارادہ وشوق بھی فعل الٰہی ہو اور حرکت اعضا کا سبب ہو اور حرکت اعضا بھی خدا کے افعال مین سے ہو اسیطرح سب باتین اسکے افعال مین ہین مگر ایک دوسرے کا سبب ہوتی ہین یعنی فعل اول شرط ہوتا ہو دوسرے کی جیسے جسم کا پیدا ہونا عرض کیلیے شرط ہو یعنی عرض پہلے جسم کے نہین پیدا ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی پیدائش کے لیے شرط ہو اور علم کا پیدا ہونا ارادے کی پیدائش کیلیے شرط ہو یہ سب افعال خدا تعالیٰ کے ہین اور ایک دوسرے کے لیے اسی اعتبار سے سبب ہین انکے سبب ہونے سے یہ مقصود نہین کہ وہ ایک

دوسرے کے موجد ہین بلکہ یہ غرض ہر کہ غیر کے حاصل ہونے کے لیے شرط ہین کہ اول یہ ہو چکے تو دوسرا امر ہو جیسے زندگی جب ہو جب اصل جوہر ہو چکے اور علم کے قبول کی استعداد جب ہو جب پہلے حیات ہولے اور ارادہ اسوقت ہو جبوقت علم پیشتر آچکے اسطرح اگر آدمی تحقیق کریگا تو جو رتبۂ توحید ہم اوپر لکھ آئے اس تک ترقی کر جائیگا۔ اب یہان یہ اعتراض ہر کہ جب ہمارے اختیار مین کچھ نہین سب کچھ خداتعالی ہی کو اختیار ہو تو ہمکو یون کیون حکم ہوا ہر کہ عمل کرو ورنہ نافرمانی پر عتاب وعقاب ہوگا ہمپر عتاب کی وجہ کیا ہر **شعر** ناحق ہم مجبورون پر یہ تہمت ہر مختاری کی ؛ چاہتے ہین سو آپ کرین ہین ہمین عبث بدنام کیا ؛ تو اسکا جواب یہ ہر کہ یہ حکم الٰہی ہم مین ایک اعتقاد کے آنے کا سبب ہوتا ہر اور اعتقاد سبب ہر ہیجان خوف کا اور جوش خوف باعث ہر ترک شہوات اور دنیا سے احتراز کا جس سے خداتعالی مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہر یہی ترتیب اسباب مین خداتعالی نے مقرر فرمائی ہے پس جو شخص کہ ازل مین سعید لکھا گیا ہر اسکے لیے یہ اسباب اسی ترتیب سے میسر ہوتے ہین یہانتک کہ سلسلہ وار اسکو جنت مین پہونچاتے ہین اور اسی سے اشارہ ہر حدیث مذکورۂ بالا مین کہ کل میسر لما خلق لہ اور جسکے نام پر نیکی کا قلم ازل مین جاری نہین ہوا وہ کلام خدا اور حدیث مصطفیٰ اور نصائح علما سے دور بھاگتا ہر اور کان نہین دھرتا اور نہ سننے کی جہت سے جانتا نہین اور نہ جاننے کے باعث خوف نہین کرتا اور جب خوف نہین کرتا تو میل دنیا کیسے چھوڑیگا اور جبتک رغبت دنیا نچھوڑیگا تب تک زمرۂ شیطانون مین رہیگا جسکا قرارگاہ دوزخ ہر۔ اس تقریر گذشتہ کو اگر تامل سے دیکھو تو عجیب بات معلوم ہو کہ ایک قوم جنت مین زنجیرون سے کھینچی جاتی ہے اور ایک گروہ دوزخ مین زنجیرون سے کھینچا جاتا ہر یعنی جس شخص کو جنت ملیگی وہ بھی اسکے اسباب کی زنجیرون مین پابند ہر کہ علم اور خوف اسپر مسلط ہین اور جو دوزخی ہے وہ بھی زنجیرون مین پابند ہر کہ اسپر غفلت اور خدا کے عذاب سے نڈر ہونا اور اسی پر مغرور ہونا مسلط ہین غرضکہ متقی تو جنت مین بزور کھینچے جاتے ہین اور مجرم دوزخ مین زبردستی گھسیٹے جاتے ہین اور یہ زبردست سوائے اس ذات واحد قہار کے اور کوئی نہین نہ اسکے سوا کسی کو کچھ قدرت مگر غافلون کی آنکھ پر پردہ ہر جس روز یہ پردہ انکی آنکھ سے دور ہوگا اس روز اس کیفیت کو جو ان کی تون دیکھ لینگے اور اسوقت سرادقات جلال سے آواز ہوگی لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار ہر چند ملک وسلطنت ہر روز واحد قہار ہی کے لیے ہر کچھ تخصیص اس روز کی نہین لیکن غافلون کو یہ آواز اسی روز سنائی دیگی پس اس دن کی تخصیص اسی بات پر مبنی ہر کہ کشف احوال انکو ایسے وقت ہوگا کہ کچھ مفید نہو خداتعالی جہالت اور غفلت سے بچاوے کہ اصل اسباب ہلاک یہی ہین

چوتھا بیان اس بات کی تمیز مین کہ خداتعالی کی محبوب چیزین کونسی ہین اور اسکو بری کونسی معلوم ہوتی ہین واضح ہو کہ فعل شکر اور ترک ناشکری بدون پہچاننے خدائے تعالی کی محبوب چیزون کے پورا نہین ہوتا اسلیے کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ نعمائے الٰہی کو ایسی چیزون مین استعمال کرے جو اسکو محبوب ہون اور کفر یعنی ناشکری کے معنی یہ ہین کہ ان نعمتون کو یا تو بالکل استعمال ہی نہ کرے یا ایسی چیزون مین کرے جو اسکو بری معلوم ہوتی ہون پھر خداتعالی کی محبوب اور مکروہ چیزون کے دریافت کے لیے دو مدرک ہین ایک سننا جسکا مستند آیات واحادیث ہین اور دوسرے دلکی بصیرت یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اور یہ پچھلا امر دشوار ہر اور یہین لحاظ نادر وکمتر پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالی نے رسولون کو بھیجا اور انکے باعث خلق پر طریق

ف۔ کس کا راج ہر اس دن اللہ کا ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا ۱۲

آسان کردیا اور اس طریق کی پہچان تمام احکام شرع کے متعلق بافعال عباد جاننے پر موقوف ہی پس جو شخص اپنے سب افعال مین احکام شرع سے مطلع نہوگا وہ ہرگز شکر کے عہدے سے بری الذمہ نہوگا. رہی دوسری بات یعنی حشم اعتبار سے دیکھنا اسکے یہ معنی ہین کہ جو موجود خدا کی مخلوق ہی اسمین حکمت معلوم کرے کیونکہ دنیا مین کوئی ایسی شئے نہین جسمین کچھ حکمت نہو اور اس حکمت سے کچھ مقصود نہ ہو تو جو مقصود ہر شئے سے ہی وہی خدا یتعالی کو محبوب ہی۔ اب اس حکمت کی دو قسمین ہین ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ حکمت ظاہر جیسے یہ جاننا کہ آفتاب کی پیدائش مین یہ حکمت ہی کہ اس سے دن اور رات پیدا ہوتے ہین یعنی دن سے مقصود تحصیل معاش ہی اور رات سے آرام وچین کا حاصل ہونا کیونکہ سوجھنے کیوقت حرکت ہوسکتی ہے اور اندھیرے کیوقت سکون پیدا ہوتا ہے غرضکہ آفتاب کی حکمتون مین سے ایک یہ ہی جو مذکور ہوئی اور اسکے سوا اسمین اور بہت سی حکمتین دقیق ہین اسیطرح بادل اور مینھ کی حکمت کو معلوم کرنا ہی کہ انسے زمین مین طرح طرح کا سبزہ اگتا ہی جو حیوانون اور انسانون کی غذا بنتا ہے اور ظاہری حکمتین جو خلق کی سمجھ مین آوین خداے تعالی نے بھی ابر و مینھ کی قرآن مجید مین ارشاد فرمادی ہین وہ حکمتین جنسے کہ خلق کی فہم قاصر ہو ارشاد نہین فرمائین چنانچہ ارشاد ہی فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیھا حبا و عنبا و قضبا و زیتونا و نخلا و حدائق غلبا و فاکھۃ و ابا متاعا لکم ولانعامکم اور ستارون یعنی ثوابت اور سیارون کی حکمت پوشیدہ ہے کہ اسکو عام لوگ نہین جانتے اور جسقدر کہ انکی سمجھ مین آتا ہی وہ یہ ہی کہ انسے آسمان کی زینت ہی تاکہ آنکھ انکو دیکھکر لذت یاب ہو اور اسی کی طرف خدا یتعالی نے بھی ارشاد فرمایا ہی اس آیت مین انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب حاصل یہ کہ تمام اجزا عالم کے خواہ آسمان ہو یا ستارے یا ہوا یا سمندر یا پہاڑ یا کھان یا روئیدگی یا حیوانات یا اعضاء حیوانات سب کے ہر ایک ذرے مین بہت سی حکمتین موجود ہین ایک سے لیکر ہزار اور دس ہزار تک حکمتین ہر ذرے مین پائی جاتی ہین اعضائے حیوانات کی حکمتین بھی بعضی ایسی ہین کہ معروف ہین جیسے یہ معلوم ہی کہ آنکھ دیکھنے کے لیے ہی پکڑنے کو نہین ہاتھ گرفت کو ہی چلنے کو نہین پانون رفتار کیواسطے ہی سوجھنے کو نہین اور علے ہذا القیاس لیکن اعضائے باطنی مثلاً آنتین اور پتہ اور جگر اور گردہ اور رگین اور پٹھے اور مچھلیان وغیرہ اور جو باتین کہ ان اعضا مین ہین مثلاً بعضون مین خلو ہی اور بعضون مین پیچ ہے بعضے ایک دوسرے مین جال کی طرح ہین بعضون کا رخ اسطرف کو ہے بعضے پتلے ہین مثلاً بعضے گاڑھے یا اور اسیطرح کی صفات تو انکی حکمتین سب لوگون کو معلوم نہین اور جو لوگ جانتے ہین وہ بھی خدا کے علم کی نسبت کرکچھ تھوڑا ہی جانتے ہین چنانچہ خود فرماتا ہی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی چیز کو ایسی وجہ سے استعمال کریگا جسکے لیے وہ مخلوق ہوئی ہے اور نہ اس طرح پر جو اس سے مقصود ہی تو وہ اس چیز مین نعمت الٰہی کی ناشکری کریگا مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کو اپنے ہاتھ سے مارا تو اول شخص ہاتھ کی نعمت کا ناشکر ہوگا اسواسطے کہ ہاتھ اسکو اسی لیے دیے گئے ہین کہ مضر چیز کو اپنے پاس سے دفع کرے اور مفید چیز کو لیوے اسواسطے مخلوق نہین ہوے کہ دوسرے کو انسے ہلاک کرے اور جو شخص کسی غیر محرم کیطرف دیکھیگا وہ آنکھون کی نعمت مین ناشکر ہوگا اور نعمت آفتاب کا بھی ناشکر ہوگا کیونکہ سوجھنا انھین دونون چیزون سے ہوتا ہی اور یہ دونون اسواسطے پیدا ہوئی ہین کہ اس سے

ایسی چیزین دیکھے جو دین و دنیا مین اسکو مفید ہین اور جو چیزین مضر دین و دنیا کی ہون انسے بچے پس اس شخص نے ان دونون کو ایسی جگہ استعمال کیا جو انسے مقصود نہ تھا اسوجہ سے کہ مقصود پیدایش خلق اور دنیا اور اسکے اسباب سے یہ ہے کہ تمام لوگ ان اسباب کی استعانت سے خدا تک پہونچین اور بدون محبت آلہی اور انس خداوندی کے دنیا مین اور دنیا کے مغالطے سے علیحدہ رہنے کے خدا تک پہونچ نہین سکتے اور انس بدون ذکر دائمی کے اور محبت بدون ایسی معرفت کے جو دوام فکر سے حاصل ہوئی ہو حاصل نہین ہوتی اور ذکر اور فکر بدوام بغیر بدن کی پائداری کے ممکن نہین اور بدن بے غذا کے باقی نہین رہتا اور غذا زمین اور پانی اور ہوا کے سواے تیار نہین ہو سکتی اور بدون پیدایش آسمانون اور زمین اور پیدایش تمام خلق کے اعضاے ظاہری و باطنی کے تمام نہین ہو سکتی اور سب چیزین بدن کے لیے ہین اور بدن نفس کی سواری ہے اور خدا کیطرف رجوع کرنیوالا وہی نفس ہے جسنے مدت تک عبادت اور معرفت کرکے اطمینان حاصل کیا ہو اوسا سیواسطے اللہ تعالے فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون غرضکہ جو شخص کسی کو ان اشیا مین سے سواے طاعت آلہی کے اور کسی چیز مین استعمال کریگا تو وہ خدا تعالی کی نعمت کا اون لوازم و اسباب مین ناشکر ہوگا جو ارتکاب معصیت کیلیے ضروری تھے اب خفیہ حکمتون کی ہم ایک مثال لکھے دیتے ہین جسمین بہت خفا نہین تاکہ آدمی اس سے اوسیا تو نپر قیاس کرکے طریق شکر اور ناشکری نعمتون کا معلوم کرلے پس ہم کہتے ہین کہ خداے تعالی کی نعمتون مین سے ایک یہ ہے کہ روپیہ اور اشرفی کو پیدا کیا کہ انسے انتظام دنیا قائم ہے اور ہر چند وہ دونون پتھر ہین کہ خود انسے کوئی نفع نہین ہوتا نہ کھانے مین آوین نہ پینے اور پہنے مین مگر خلق کو انکی بدرجہ غایت احتیاج ہے اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو کھانے اور پینے اور لباس اور دوسری حاجات مین بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی حاجت کی چیز سے خود عاجز ہوتا ہے اور بدون حاجت کی چیز اپنے پاس رکھتا ہے مثلاً اسکے پاس زعفران ہے اور اسکو ضرورت سواری کے اونٹ کی ہے اور جسکے پاس اونٹ ہے شاید اسکو اسکی ضرورت نہو اور زعفران کیحاجت ہو تو ان دونون مین مبادلہ بھی ہونا چاہیے اور مقدار عوض بھی معین ہونی ضرور ہے کیونکہ یہ تو ہوگا نہین کہ اونٹ کا مالک ہر ایک مقدار زعفران کے بدلے اونٹ حوالہ کردے اور اونٹ اور زعفران مین کچھ مناسبت بھی نہین جس سے یہ کہہ سکین کہ اونٹ کے برابر وزن مین یا صورت مین دینی چاہیے اسی طرح جو شخص کپڑے کے عوض مین گھر مول لیا چاہے یا گھوڑے کے عوض آٹا یا موزے کی عوض غلام لیا چاہے تو ان چیزون مین کچھ تناسب نہین اسیلیے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ مبادلے کے اسباب مین مساوات کس طرح ہوگی اور معاملات بند رہینگے اس وقت کے دور کرنے کیلیے حاجت متوسط چیز کی ہوگی جو ایسی اشیاء غیر متناسب مین حکم مساوات کر سکے کہ اگر اسکی نسبت کر دونون چیزون کو دیکھا جاوے تو مساوی غیر مساوی معلوم ہو جاوے نظر برین خداوند کریم نے روپیہ اشرفی کو پیدا فرمایا تاکہ یہ دونون سب مالون مین متوسط ہو سکین اور ان سے مال کا اندازہ ہو سکے مثلاً کہہ سکین کہ یہ اونٹ سو روپیے کا ہے اور اتنی زعفران سو روپیے کی ہے اور دونون چونکہ مساوی ایک ہی چیز معین کے ہین اسلیے آپسمین مساوی ہین اور روپے اشرفی سے اسلیے مساوات ممکن ہوئی کہ انسے خود سے کوئی غرض متعلق نہین اور اگر یہ بھی کسی کام خورد و نوش وغیرہ مین آتے تو جس مطلب کے ہوتے اسی مطلب والے کے حق مین انکو ترجیح ہوتی دوسرے کے

ت اور مین نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو

حق مین نہوتی اور انتظام نہوتا۔ پس جبکہ اللہ تعالی نے انکو اسواسطے پیدا کیا کہ یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین جاوین اور اموال غیر متناسبہ کے درمیان مساوات پیدا کرین اور یہ حکمت بھی انمین رکھی کہ انسے تمام اشیا حاصل ہوسکین کیونکہ یہ دونون محبوب ہین اور انکی ذات سے کوئی غرض نہین نکلتی اور انکی نسبت سب مالون کیطرف ایکسی ہی ہے تو ان دونو نکا مالک ہونا گویا تمام چیزون کا مالک ہونا ہے ایسا نہین جیسا کوئی کپڑے کا مالک ہو کیونکہ اسکے پاس صرف کپڑا ہی ہے اگر مثلاً اسکو حاجت کھانے کی ہو تو شاید کوئی کپڑے کی عوض نہ دے اسلیے کہ جس سے کھانا لیا جاتا ہے شاید اسکو حاجت کپڑے کی نہو بلکہ سواری کی ضرورت ہو تو ایسی چیز کی حاجت ہوتی کہ ظاہر مین تو کچھ نہو اور باطن مین سب کچھ ہو اور جب کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ ظاہر مین اس کی صورت خاص نہین ہوتی تو اسکی نسبت مختلف چیزون کی طرف یکسان ہوتی ہے مثلاً آئینہ مین کوئی خاص رنگ نہین ہوتا مگر ہر ایک رنگ اسمین آسکتا ہے اسیطرح نقد روپیہ اشرفی بھی بظاہر کسی مطلب کی نہین مگر ان کے ذریعہ سے ہر ایک مطلب نکل سکتا ہے جیسے حرف کہ بذات خود اسکے معنی مستقل نہین ہوتے مگر اسکے وسیلے سے اور کلمات مین معنی ظاہر ہوتے ہین۔ غرضکہ روپیہ اشرفی کا ذریعہ حصول اغراض ہونا دوسری حکمت ہے اور ان دونون مین اور بھی بہت سی حکمتین ہین جنکا ذکر طول چاہتا ہے اب جو کوئی روپیہ اشرفی مین وہ بات کرے جو انکے لائق نہو بلکہ جس مطلب کے لیے یہ پیدا ہوے ہین اسکے مخالف ہو تو خدا تعالی کی نعمت کا ان دونون مین ناشکر ہوگا مثلاً جو کوئی انکو داب رکھے تو انکے ساتھ نامنصفی کریگا اور جس حکمت کے لیے یہ پیدا ہوے ہین اسکو بیکار کریگا اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسلمانون کے حاکم کو قید کرلے کہ قید کے مارے وہ حکم نہ کرسکے اسیطرح روپیہ اشرفی بھی مساوات اموال کیلیے حاکم ہین جو انکو گاڑ رکھیگا وہ انکا حکم تلف کریگا اور جو غرض و مقصود انسے تھی وہ حاصل نہوگی اور روپیہ اشرفی کسی خاص فرد بشر زید و عمر کیواسطے پیدا نہین ہوے کیونکہ خود انکی ذات سے کسی کی غرض کھانے پینے کی متعلق نہین وہ تو پتھر ہین اسی لیے مخلوق ہوئے ہین کہ ایک ہاتھ سے دوسرے مین جاوین اور لوگون کے معاملات مین مساوات کے حاکم رہین یہ حکمتین صفحات موجودات پر قدرتی خط سے منقوش رہتی ہین انمین حرف و آواز نہین نہ آنکھ سے سوجھین بلکہ چشم بصیرت چاہیے جس سے یہ نوشتے معلوم پڑین ع برگ درختان سبز در نظر ہوشیار۔ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار۔ اور جو لوگ ان نقوش کے پڑھنے سے عاجز ہین تو انکو حرف اور صورت کے ذریعے سے اپنے رسول مقبول کی زبان سے وہ بات خدا تعالی نے سنا دی جو انکی فہم مین نہ آئی تھی چنانچہ ارشاد فرمایا والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم اور جو شخص چاندی سونے کے برتن بنواوے وہ بھی کافر نعمت ہوگا اور داب نے والے کی نسبت کر اسکا برا حال ہے اسلیے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حاکم شہر سے نوربافی یا جاروب کشی یا کوئی اور نیچ ذات کا کام لیوے کہ اسکی نسبت قید ہی اسکے حق مین مفید ہے اور چاندی سونے کے برتن بنوانے اسلیے برے ہین کہ برتن صرف چیزون کی حفاظت کیلیے ہوتے ہین اور سیال چیزون کے روکنے مین مستعمل ہین پس اس مطلب کے لیے مٹی اور لوہا اور جست اور تانبا کام مین آسکتے ہین اور چاندی سونے کے قائم مقام ہوسکتے ہین مگر جس مقصود کے لیے چاندی سونا ہین انکے لیے لوہا اور جست وغیرہ کافی نہین اور جسکو یہ حکمت یون نہین معلوم ہوتی اسکو زبان جناب رسالتمآب صلعم سے سنوا دیا

ات اور جو لوگ
گاڑ رکھتے ہین سونا
اور روپیا اور خرچ نہین
کرتے اسکی

یعنی سونے کو
خرچ نہ کرین
دھڑ والی ... کی ۱۲

کہ من شرب فی آنیۃ من ذہب او فضۃ فکانما یجرجر فی بطنہ نار جہنم اسیطرح جو شخص کہ روپیہ اشرفی مین معاملۂ سود جاری کرے وہ بھی کافر نعمت اور ظالم ہے اسواسطے کہ یہ دونون چیزین وسیلہ دوسری چیزون کا بنی ہین اپنی ذات خاص سے فائدے کیلئے نہین بنین تو جو کوئی انھین مین خود مین تجارت کریگا تو انکو خلاف وضع حکمت مقصود بنا دیگا کیونکہ نقد کو ایسی چیز کے واسطے لینا جسکے واسطے وہ موضوع نہین ظلم ہے اور جس شخص کے پاس کپڑا ہے اور نقد نہین تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی عوض غذا اور سواری نہین لے سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ غذا اور سواری کپڑے کی عوض نہ بکتی ہو تو خواہ مخواہ وہ کپڑے کو نقد کے عوض بیچیگا تاکہ نقد کے باعث اپنے مقصود پر پہونچ سکے اسلیے کہ نقد حصول اغراض کا ذریعہ ہوتا ہے اسکی ذات سے کچھ غرض نہین ہوتی اسکا حال ایسا ہے جیسا حرف کلام مین جس کی تعریف نحو والے کہتے ہین کہ حرف وہ ہے جو ایسے معنون کیلیے آوے جو غیر مین ہون یا نقد کو اموال مین مثل آئینے کے رنگون کے لیے سمجھنا چاہیے۔ لیکن جسکے پاس نقد ہے اور اسکو اسکا بیچ ڈالنا دوسرے نقد کے عوض درست ہو اور اپنا کاروبار اسی پر منحصر کر دے تو نقد اس کی قید مین رہیگا اور گویا دابنے کے برابر ہو جاویگا اور حاکم کا قید کرنا یا قاصد کا محبوس رکھنا داخل ظلم ہے اور نقد کو بدلے نقد کے بیچنے کے یہی معنی ہین کہ اسکے جمع کرنے کیلیے مقصود ٹھہرا لے اور یہ صاف ناانصافی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ پھر اشرفی بھنانے اور روپیہ سے اشرفی مول لینی اور روپیہ کے عوض ویسا ہی اور لینا کیون درست ہوئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نقد سے جدا جدا مطلب نکلتا ہے ایک کا کام دوسرے سے نہین نکلتا مثلاً اشرفی کے اگر روپے کیے جاوین تو بہت سے اغراض کا وسیلہ ہو سکتے ہین اور تھوڑا تھوڑا کر کے سب حاجات پوری ہو سکتی ہین ورنہ ایک ہی حاجت مین اشرفی رک جاویگی غرض جو کام اشرفی سے نکلتا ہے وہ روپیہ سے نہین اور جو روپیہ سے مقصود ہے وہ اشرفی سے نہین پس اگر اسکے مبادلہ سے منع کیا جاوے تو مقصود خاص مین خلل ہو گا یعنی بآسانی بذریعہ دوسری چیز کے حاصل ہونیکا نہ رہیگا اور ایک روپیہ کی بیع اُسی جیسے روپیہ سے اسلیے درست ہے کہ اسمین کسی عاقل کو رغبت نہین ہوتی نہ کوئی تاجر اسمین مشغول ہو سیلیے کہ یہ حرکت لغو ہے اور ایسی ہے جیسے کوئی روپیہ زمین پر رکھکر پھر اٹھا لے اب ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اپنی اوقات اسمین ضائع نکریگا کہ روپیہ زمین پر رکھکر جون کا تون اٹھا لیا کرے پس جس شے کیطرف نفسون کو شوق نہین اس سے ہم منع بھی نہین کرتے مگر اس صورت مین کہ ایک کھرا ہو دوسرا ایک کھوٹا گو یہ بات بھی چلتی نہین معلوم ہوتی کیونکہ کھرے روپیہ والا اپنے اچھے روپے کو دیکر اسکے برابر برا لینے پر کیون راضی ہوگا اور اُن مین معاملہ بننے کی کیا صورت ہے اور اگر وہ کچھ بٹا مانگیگا تو یہ مقصود چیز ہے اسمین بیشک ہم منع کرینگے اور کہین گے کہ روپیہ مین کھرا کھوٹا برابر ہے کیونکہ کھرا اور کھوٹا اُن اشیا مین دیکھنا چاہیے جو بذات خود مقصود ہوتی ہین اور جنمین ذات سے کچھ غرض نہوا نمین ایسے باریک تغیرات کا لحاظ نچاہیے اس جا ظلم اس شخص کا ہے جسنے روپیون کو مختلف بنایا کسی کو کھرا کسی کو کھوٹا یہانتک کہ وہ بذات خود مقصود ہو گئے حالانکہ چاہیے یون تھا کہ مقصود نہوتے۔ اور روپیہ کی بیع روپیہ کی عوض نسیہ اسواسطے ناجائز ہے کہ اسپر وہی شخص اقدام کریگا جسکو کچھ مسامحت احسان کرنے مین منظور ہے تو قرض دینے کی صورت مین اس بیع کی کچھ حاجت نہین رہتی اور قرض کی فضیلت بھی زیادہ ہے تو ایسی ہی بات نہ کرے جسمین مقصود احسان بھی نکلے اور ثواب بھی ہو اور بیع کی صورت مین یہ حمد ہے نہ

۱؎ جو شخص چاندی سونے کے برتنون مین پیتا ہے گویا وہ اپنے پیٹ مین جہنم کی آگ [غٹ غٹ] متفق علیہ بخاری و مسلم روایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

ثواب اسلیے وہ داخل ظلم ہے کیونکہ اس مین مسامحت خاص کا معاوضہ کے پیرایہ مین برباد کرنا ہے اسیطرح غلے اسلیے پیدا ہوئے کہ انسے غذائین اسطرح دائمی ہو سکین تو انکو انکی جہت مقصود سے پھیرنا نچاہیے اگر ان مین باب تجارت مفتوح کیا جاوے تو انکا ہاتھون مین قید کر دینا لازم آویگا اور رکھنا جو انسے مقصود ہے وہ موخر پڑ جاویگا اور چونکہ غلے کھانے ہی کیلیے پیدا ہوئے ہین اور غذا کیطرف حاجت سخت ہے اسلیے ضرور ہوا کہ جسکو غلے کی احتیاج نہو اسکے قبضے سے غلہ نکال لیا جاوے اور غلے کا کاروبار وہی کرے جسکو اسکی حاجت نہو اسواسطے کہ جسکے پاس غلہ ہے وہ اسکو کھا کیون نہین لیتا اگر حاجتمند ہے اور سرمایۂ تجارت کیون کرتا ہے اور اگر سرمایہ تجارت کرتا ہے تو جو شخص سوائے غلے کے کسی اور چیز کے بدلے مین جسکی ضرورت اسکو ہو بیچڈالنا چاہیے لیکن جو شخص غلہ کا طالب ویسے ہی غلے کے عوض مین ہے تو وہ غلے کا محتاج نہین بلکہ صرف روکنا غلہ کا چاہتا ہے اسیواسطے شرع مین محتکر یعنی غلے کے جمع کرنے والے پر لعنت وارد ہے اور اس باب مین اور بھی سخت سخت وعیدین جنکو ہمنے باب آداب کسب مین لکھا ہے ہان جو گیہون تمر کے عوض بیچے وہ معذور ہے کیونکہ جو غرض ایک سے نکلتی ہے وہ دوسرے سے نہین نکلتی اور جو شخص گیہون کا پیمانہ اسی کے پیمانہ کی عوض بیچے تو وہ شخص معذور نہین بلکہ حرکت لغو کرنیوالا ہے اسی لیے اسکے منع کی ضرورت نہین کہ نفس ایسی باتون کو خود گوارا نہین کرتا بحیثیت کہ اچھے ہونے مین فرق نہ ہو اور اگر اچھے اور برے کا مقابلہ ہوگا تو اچھے والا اتنے ہی برے لینے پر کیون راضی ہوگا لیکن اچھے کا ایک پیمانہ دے کر برے کے دو پیمانے لے نے گو مقصود بالذات ہو سکتے ہین لیکن ازانجا کہ غذا ضروری چیز ہے اور اصل فائدے مین اچھا برا غلہ برابر ہے صرف لذت کی راہ سے علیحدہ ہے اسی لیے شارع نے غرض لذت کو ایسی چیز مین سے جو باعث قوام انسان ہے اڑا دیا یہی حکمت شرعی سود کے حرام ہونے کی ہے اور یہ حکمت فن فقہ سے اعراض کرنے کے بعد سوجھی تو اسکو بھی فقہیات مین شامل کیے دیتے ہین کیونکہ جتنی باتین ہمنے خلافیات مین لکھی ہین ان سب مین قوی تر ہے اور اسی سے مذہب امام شافعیؒ کا غلبہ ربا کے باب مین پایا جاتا ہے کہ انھون نے تخصیص غلے کی کی ہے یہ نہین کہ جو چیز کیلی ہو اسمین ربا ہو ورنہ اگر چونہ مثلاً ربائی چیزون مین داخل ہو تو کپڑے اور جانور بطریق اولی داخل ہونگے اور اگر حدیث شریف مین نمک مذکور ہی نہوتا تو مذہب امام مالکؒ کا سب مذاہب مین درست ہوتا کہ انھون نے ربا کے لیے تخصص قوت کی لگائی ہے لیکن جن معنون کی شرع رعایت کرتی ہے انکا کسی تعریف وحد سے منضبط ہونا ضرور ہے اور اسجگہ قوت سے حد مقرر کرنی ممکن ہے اور طعام سے بھی تو شرع نے جنس مطعوم سے حد کرنی ایسی اشیا جن کے لیے تقاضروری ہو مناسب سمجھی اور شرع کا حد مقرر کرنا کبھی ایسے اطراف کو محیط ہوتا ہے جنمین اصل معنی جو باعث حکم ہوتے ہین قوی نہین ہوتے مگر ضرورت کے باعث اسیطرح حد کر دیجاتی ہے ورنہ درصورت حد مقرر نہونے کے خلق کو اصل معنی کے اتباع مین بڑی حیرانی پڑتی کہ ایک ہی حکم احوال اور اشخاص کے مختلف ہونیسے متعدد ہو جاتا ہے گو کیسا ہی قوی ہو اسلیے حد مقرر کرنی ضروری ہے اسی جہت سے خدا تعالی فرماتا ہے ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ اور یہ بھی وجہ ہے کہ اصل حکم مین تو اختلاف شریعتون کا ہوتا نہین بلکہ اختلاف حد مقرر کرنے کی صورتون مین ہوتا ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین شراب کی حرمت کی حد نشہ پر ہے تو جسقدر سے نشہ نہو وہ حد حرمت

اور جو کوئی تجاوز کرے اللہ کی حدون سے تو بیشک اسنے اپنی جان پر ظلم کیا ۱۲

مین داخل ہو اور ہماری شریعت نے اسکی حرکت کیوجہ جنس سکر ٹھہرائی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ تھوڑی سے بہت کی رغبت ہوتی ہو پس قطع مادۂ فساد کے لیے تھوڑی بھی حرمت مین داخل ہو گی کہ حد مین داخل ہو یعنی جنس نشہ آور ہو جسطرح کہ اصل حرمت حکمت اصلی کے باعث تھی یہ حکمت خفیہ کی جو نقدین مین ہو ایک مثال ہو اسی سے شکر نعمت اور ناشکری کو سمجھ لینا چاہیے یعنی جو چیز کسی حکمت کیلیے بنی ہو اسکو اس حکمت سے پھیرنا نہ چاہیے اور یہ بات وہی جانیگا جو حکمت کو جانیگا جسکی شان مین یہ آیت ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور جن دلون مین کہ شہوات کے ڈھیر لگے اور شیطان کے کھیلنے کی جگہ ہین وہ ان حکمتون کے موتیون کے لیے صدف نہین بن سکتے انکے سمجھنے کے لیے اہل عقل ہی ہین اسلیے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اگر بنی آدم کے دلون پر شیطان نہ گھومتے ہوں تو وہ آسمان کے ملکوت یعنی اسرار غیب دیکھنے لگین اور جب یہ مثال معلوم ہو چکی تو اسی پر اپنی حرکت اور سکون اور کلام و سکوت اور ہر فعل صادر کو خیال کر لینا چاہیے کہ وہ بھی یا شکر ہو گا یا ناشکری ان دونون سے سوا کوئی تیسری چیز نہو گی اور ناشکری مین سے بعض کو زبان فقہ جو عوام کی فہمایش کے لیے ہو مکروہ اور بعض کو حرام کہتی ہے حالانکہ اہل دل سب کو حرام جانتے ہین مثلا اگر کوئی داہنے ہاتھ سے استنجا کرے تو دونون ہاتھون کی نعمت کا ناشکر ہو گا اس لیے کہ اللہ تعالے نے انسان کے دو ہاتھ پیدا کیے اور ایک انمین سے زیادہ قوی دوسرے کی نسبت کر بنایا تو جو قوی ہے وہ زیادہ تر فضیلت اور شرف کا مستحق ہو اور کمتر کو فضیلت دینی عدل کے خلاف ہو ان اللہ یامر بالعدل واقع ہو پھر جسنے دو ہاتھ دیے اسی نے انسان کو ایسے اعمال کا محتاج کیا جنمین سے بعض شریف ہین مثلاً کلام مجید کا لینا اور بعض کمتر ہین مثلاً نجاست کا دور کرنا پس اگر آدمی قرآن مجید بائین ہاتھ سے لے اور نجاست داہنے ہاتھ سے دھووے تو جو شریف چیز تھی اس سے خسیس کام لیگا اور جس بات کا وہ مستحق تھا اس سے اسکو کم رتبہ پر رکھیگا اور اس سے شریف پر ظلم اور عدل سے عدول پایا جاتا ہو اسیطرح اگر کوئی قبلہ کیطرف کو تھوکے یا پاخانہ پھرتے وقت اسکی طرف کو منھ کرے تو جو نعمت کہ اللہ تعالی نے اطراف اور وسعت عالم مین پیدا کی ہو اسکا ناشکر ہو گا اسلیے کہ اسنے سمتین جو بنائین تو اسی لیے کہ آدمی اپنی حرکات مین تنگ نہو جدھر چاہے حرکت کرے اور جہات کو ایسی طرح تقسیم کیا کہ بعض طرف مین کچھ شرف نہین رکھا اور بعض مین یہ شرف رکھا کہ اسطرف ایک مکان بنایا جسکو اپنے نفس کیطرف منسوب فرمایا تاکہ آدمی کا دل اسطرف مائل ہو اور جب اپنے پروردگار کی عبادت کرے تو قلب اسی کا متقید رہے اور قلب کے سبب سے تمام بدن سکون اور وقار کے ساتھ اسی طرف مقید رہے اسیطرح افعال کو بھی تقسیم فرمایا کہ بعض افعال شریف ہین جیسے عبادت اور بعض کمتر ہین جیسے قضائے حاجت اور تھوکنا پس جب آدمی قبلہ کیطرف تھوکے گا تو قبلہ پر ظلم ہو گا اور خدا تعالی نے جو نعمت قبلہ کی عبادت کے پورا ہونے کے لیے بنائی ہے اسکا ناشکر ہو گا اسیطرح جب آدمی جوتا پہنے اور شروع بائین پانوں سے کرے تو نا انصافی ہو کیونکہ جوتا پانون کے بچاؤ کے لیے ہے پانون کو اس سے کچھ بہرہ اور حظ ہو اور جتنی چیزین حظ کی ہین انمین اشرف کا لحاظ ضرور ہو اگر لحاظ کریگا تو موافق عدل و حکمت کے ہو گا اور در صورت خلاف کے ظلم اور ناشکری جوتے اور پانون کی ہو گی اور فقہا اس مسئلہ کو اگرچہ مکروہ کہتے ہین مگر عارفین کے

لہ اور حکمت کو سمجھ لی ہے بہت خوبی ملی ۲۱۲ ح جلد اول باب الصوم میں گذری ۲، ۳ ح اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو ۱۲

نزدیک گناہ کبیرہ ہو چنانچہ منقول ہو کہ کسی عارف نے بہت سے پیمانے گیہون کے جمع کیے اور پھر انکو صدقہ کیا کرتے کسی نے انسے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایکبار مین نے جوتا پہننے مین سہواً بائین سے شروع کر لیا تھا اسلیے مین چاہتا ہون کہ اسکا تدارک خیرات سے کرون۔ ہان فقیہ کا منصب نہین کہ وہ اسطرح کی باتین کبیرہ لکھدے اسواسطے کہ اس بیچارے کے ذمے اصلاح عوام کی ہو جنکا درجہ چوپاؤن کے قریب ہو اور عوام ایسے گناہون مین مبتلا ہین کہ انکے سامنے ان ادنی باتون کی کچھ حقیقت ہی نہین مثلاً جو شخص بائین ہاتھ مین پیالہ لیکر شراب پیے اسکو یہ نہ کہینگے کہ اسنے دو وجہ سے حد شرعی سے تجاوز کیا ایک تو شراب پی دوسرے پیالہ بائین ہاتھ مین لیا یا کسی شخص نے اذان جمعہ کے وقت ایک آزاد کی بیع کی تو اسکو یہ کہنا اچھا نہین کہ اسنے مخالفت شرع دو وجہ سے کی اول تو آزاد کی بیع دوسرے اذان کیوقت فروخت کرنا یا جس شخص نے مسجد کی محراب مین قبلہ کیطرف نشست دیکر پاخانہ پھر دیا تو اس سے یہ کہنا برا ہو کہ اسنے پاخانہ پھرنے مین ادب کا لحاظ نہ کیا قبلہ کو دہنی طرف کیون نہ کر لیا غرضکہ گناہ سبکے سب اندھیر ہین بعضے زیادہ ہین بعضے کم بڑے اندھیر مین چھوٹا اندھیر چھپ جاتا ہو مثلاً اگر کوئی غلام اپنے آقا کی چھری بدون اجازت استعمال کرے تو آقا اسکو تنبیہ کریگا لیکن اگر غلام مذکور اس چھری سے اسکے نہایت پیارے لڑکے کو ذبح کر ڈالے تو اس صورت مین آقا کو چھری کے بدون اذن لینے کا کچھ بھی خیال نہوگا نہ اسکے عوض کوئی حکم جداگانہ اور عذاب فرماویگا بلکہ اسی بڑے گناہ قتل کی پاداش اسکو پہونچادیگا حاصل یہ کہ جو آداب و مستحبات کہ اولیا اور انبیا نے انکی مراعات کی ہو اور ہمنے فقہ مین عوام کے حق مین انسے درگذر کی ہو تو اسکی وجہ یہی ہو جو اوپر مذکور ہوئی ورنہ جلنے مکروہات ہین کونسا ایسا ہو جسمین عدل سے عدول اور ناشکری نعمت کی اور نقصان درجہ قرب الٰہی کا نہین ہو اتنی بات ہو کہ بعض باتین تو صرف نقصان درجہ اور انحطاط منزلت ہی کرتی ہین اور بعضی بالکل حدود قرب سے نکالکر عالم بعد مین جو مسکن و ماوای شیاطین ہو پہونچادیتی ہین اسیطرح اگر کوئی شخص کسی درخت کی شاخ بدون حاجت کامل اور غرض صحیح کے توڑ لے تو وہ ہاتھ کی نعمت اور پیدایش اشجار کی نعمت کا ناشکر ہوگا ہاتھ کا تو اسوجہ سے کہ ہاتھ لغو کے واسطے نہین بنا بلکہ طاعت کیلیے اور ایسے اعمال کے لیے جو طاعت پر مددگار ہون بنا ہو اور درخت کا اسطرح کہ خداے تعالی نے اسکو پیدا کیا اور اسکی رگین بنائین اور اسکو پانی پہونچایا اور اسمین قوت غذا لینے اور کھینچنے کی پیدا کی تاکہ جتنا نشو و نما اسکو ہوتا ہو اتنا بڑھے اور پھر اس سے لوگ منتفع ہون پس نشو و نما کامل کے پہلے توڑ ڈالنا اور کچھ غرض اور نفع لوگون کا اس سے نہونا صریح مخالف مقصود حکمت کے اور مباین عدل کے ہو البتہ اگر کوئی غرض صحیح ہو تو آدمی کو شاخ کا توڑنا جائز ہو اسلیے کہ درخت اور حیوان آدمی کی اغراض کے فدیہ ہین کیونکہ وہ دونون فانی اور ہالک ہین پس کمتر کا فنا کرنا کچھ دنون اشرف کے باقی رہنے کے لیے عدل کے قریب ہو اور اس سے بہتر ہے کہ انکو مفت بیفائدہ برباد کرے اور اسی کیطرف اشارہ ہو اس آیت مین وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً منہ ہان اگر باوجود حاجت کے غیر کے ملک سے توڑیگا تب بھی ظالم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک درخت تو سب بندون کی حاجات کو کافی نہین ہو سکتا بلکہ ایک درخت سے ایک ہی شخص کی حاجت پوری ہو گی اور اگر بے کسی ترجیح کے کسی شخص کی خصوصیت کسی خاص درخت پر کیجاوے تو ظلم ہوگا پس صاحب اختصاص وہ ہے جسنے تخم پیدا کر کے زمین مین بویا اور پانی دیا اور اسکی پرداخت کی تو غیر کی

اور کام مین لگایا تمہارے جو کچھ ہے آسمانون مین اور زمین مین سب اس کی طرف سے ۱۲

نسبت یہ شخص ان افعال کے بجالانے سے زیادہ تر مستحق اس درخت سے فائدہ لینے کا ہی پھر اگر وہ درخت زمین غیر مملوک مین جما ہو
اور کسی کے بونے سے نہوا ہو بلکہ خودرو ہو گیا ہو تو اب کسی اور خصوصیت کی حاجت ہی یعنے جسنے اسکو اول لیا ہو وہ اسکا مستحق ہی کہ
اول ہونا بھی خصوصیت ایک طرح کی ہی تو قرین عدل یہی ہی کہ وہی اسکا مستحق ہو اور اس ترجیح کو فقہا ملک سے تعبیر کرتے ہین
حالانکہ ملک کہنا صرف مجازی ہی اسلیے کہ شایان ملک وہ شاہنشاہ ہو جو مالک آسمان اور زمین کا ہی بندہ کس طرح مالک ہو سکتا ہی وہ اپنے
نفس کا تو مالک ہی نہین بلکہ خود ملک غیر ہی۔ ہان خلق اللہ کے بندے ہین اور زمین اسکا دسترخوان ہی ادیم زمین سفرۂ عام اوست
اسنے انکو اجازت دی ہی کہ اس دسترخوان پر سے بقدر حاجت کھاوے جیسے کوئی بادشاہ اپنے غلامون کی دعوت کرے پس
اگر ایک شخص لقمہ اپنے ہاتھ مین لے اور اگر انگلیون مین دبالے اتنے مین ایک اور غلام آوے اور اسکا چھیننا چاہے تو نہو سکیگا
نہ اسلیے کہ لینے کے سبب لقمہ غلام اول کی ملک ہو گیا ہی کیونکہ قبضہ اور صاحب قبضہ دونون مملوک ہین بلکہ اسوجہ سے کہ ایک لقمہ
مین سب غلامون کی حاجت کو کافی نہین تو عدل اسیکا مقتضی ہی کہ جب کوئی سی ترجیح اور اختصاص ایک کو ہو جاوے تو وہ لقمہ اسی کے
لیے خاص ہو اور قابض ہونا ایسی خصوصیت ہی کہ اول غلام سے متعلق ہو گئی اسی لیے جس غلام مین وہ خصوصیت نہو گی اس لقمے سے
منع کیا جاویگا اور پہلے شخص کی مزاحمت نکرنے پاویگا اسی طور پر خدا کا امر بندون مین سمجھنا چاہیے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص
مال دنیاوی زائد از حاجت لیکر گاڑ رکھے اور جن اللہ کے بندونکو اسکی حاجت ہو انکو نہ دیوے تو وہ شخص ظالم ہی اور ان لوگون مین
سے ہی جنکی شان مین یہ آیت ہی والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم اور اللہ کا رستا اسکی
طاعت ہی اور خدا کی طاعت مین خلق کا توشہ مال دنیاوی ہی کیونکہ انکے سبب ان کی ضرورت مندفع اور حاجات مرتفع ہوتی ہین
ہان یہ بات حکم فقہ کی حد مین داخل نہین اسواسطے حاجات کی مقادیر پوشیدہ ہین اور زمان آیندہ مین افلاس پر مطلع ہونے مین نفوس
مختلف ہین اور عمرون کی انتہا معلوم نہین اس لحاظ سے عوام کو اس امر کی تکلیف دینی ایسی ہی جیسے لڑکون سے کہین کہ وقار کے ساتھ
رہو کہ سوائے کلام ضروری کے اور کچھ مت بولو حالانکہ وہ اپنے نقصان عقل کے باعث اس حکم کی تعمیل نہین کر سکتے اسلیے ہمنے انپر
کھیل کود کا اعتراض بھی چھوڑ دیا اور لڑکون کے لیے جو ہمنے کھیل کود کو مباح کیا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ کھیل کود جائز اور حق ہی اسیطرح
عوام کو مال کی حفاظت اور خرچ مین میانہ روی اور دینے مین بقدر زکوۃ جو مباح کیا ہی بایں لحاظ کہ ان کی سرشت مین بخل ہے تو
اس سے یہ نہ جاننا چاہیے کہ یہ امور نہایت حق ہین اس بخل سرشتی پر خدا تعالی بھی اشارہ فرماتا ہی ان یسألکموہا فیحفکم تبخلوا بلکہ جو
بات بکدورت حق ہی اور اسمین نام کو ظلم نہین عدل ہی عدل ہی وہ یہ ہی کہ کوئی شخص اللہ کے بندون مین مال خدا مین سے
اسیقدر لے جسقدر کہ توشہ سوار کا ہو یعنے ہر ایک بندۂ خدا اپنے بدن کی سواری کا سوار ہی تاکہ حضور مین بادشاہ حقیقی کے
پہونچے پس جو شخص حاجت سے سوا مال لے لے اور دوسرے سوار محتاج کو نہ دے وہ ظالم ہو گا اور عدل کا تارک اور مقصود حکمت
سے علیحدہ اور اللہ کی نعمت کا ناشکر اور یہ امر قرآن اور حدیث اور عقل کی رو سے ثابت ہی کہ توشہ کے سوا جسقدر آدمی کے پاس ہو گا
وہ دنیا و آخرت مین اسپر وبال ہو گا۔ پس جو شخص تمام اقسام موجودات مین خدا تعالی کی حکمتون کو سمجھتا ہی وہ وظیفہ شکر کے

ادا پر قدرت رکھتا ہو اور اسکا پورا بیان اگر کیا جاوے تو بہت سے دفتر چاہیئین اور پھر بھی تھوڑا ہی بیان ہو گا یہان اسقدر
ہمنے اسواسطے لکھدیا تاکہ وجہ صادق ہونے اس آیت کی معلوم ہو جاوے وقلیل من عبادی الشکور اور سبب ابلیس کی خوشی کا
اس اپنے قول سے مفہوم ہو ولا تجد اکثرہم شاکرین تو جو شخص ان سب باتون مذکورہ بالا کو سمجھیگا اسکو معنی اس آیت کے معلوم ہونگے
اور ان سب کے سوا یہان اور بھی امور ہین کہ ان کی انتہا کا تو کیا ذکر ہو مبادی ہی بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے اور تفسیر آیت کی
اور معنی لفظی تو ہر ایک شخص جو لغت سے واقف ہو جانتا ہو اور اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہو کہ معنی الفاظ اور تفسیر مین کیا فرق ہو اب اگر
یہ کہو کہ حاصل تمہاری تقریر کا یہ ہوا کہ خدا تعالی نے ہر شے مین ایک حکمت رکھی ہو اور اسکے تمام ہونیکا باعث بندون کے بعض افعال کو
بنایا کہ غایت مراد حکمت انسے حاصل ہو اور بعض افعال کو مانع اس حکمت کے کمال کا بنایا تو جو فعل مقتضائے حکمت کے موافق ہو کہ
اس سے حکمت اپنی مراد علت غائی کو پہونچ جاوے وہ تو شکر ہے اور جو فعل کہ مخالف ہو اور اسباب کو علت غائی تک پہونچنے نہ
دے وہ ناشکری ہو یہ تو سمجھ مین آیا مگر اعتراض ابھی تک باقی ہو وہ یہ ہو کہ بندے کا فعل جو دو شق کا ہو ایک حکمت کا پورا کرنیوالا اور دوسرا
اسکا مخالف یہ بھی خدا تعالی کا فعل ہو تو بندہ بیچ مین کہان آکودا کہ کبھی شاکر کہلاتا ہو اور کبھی کافر اسکا جواب دینا چاہیے اسکے جواب
مین ہم کہتے ہین کہ اسکی تحقیق بوجہ کمال کے لیے ایک موج بحر ناپیداکنار علوم مکاشفہ کی چاہیے اور پہلے ہم کچھ رموز و اشارات کے طور
پر اسکے مبادی لکھ چکے ہین اب بھی ایک عبارت مختصر مین اسکا سب حال اور غایت لکھے دیتے ہین جو شخص کہ پرندون کی گفتگو سمجھتا ہو
وہ اسکو بھی سمجھیگا اور جو تیز نہین چل سکتا وہ اسکا منکر ہو گا اور یہ تو ممکن ہی نہین کہ ملکوت کی جو مین پرندون کی طرح اڑا پھرے
پس ہم کہتے ہین کہ خدا تعالی کے جلال اور کبریا مین ایک صفت ہو جس سے خلق اور اختراع نکلتا ہو اور یہ صفت ایسی نہین کہ وضع
لغت کی آنکھ اسکو دیکھ سکے اور کسی ایسے لفظ سے اسکو بیان کر دے جس سے کنہ اور حقیقت خاص اسکے جلال کی سمجھی جاوے
اور چونکہ اس صفت کی شان عالی ہو اور وضع لغت کا رتبہ اس سے کمتر ہے کہ انکی آنکھ اسکے مبادی اشراق پر بھی ٹہر سکے
اسی لیے عالم مین اسکے لیے کوئی لفظ نہین جس سے وہ بیان ہو سکے بلکہ بلحاظ ضعیف لغت کی آنکھ اس سے نیچے گر گئی جیسے
شپرکی آنکھ سورج کے نور سے پست ہو جاتی ہے کچھ اس جہت سے نہین کہ کوئی قصور نور مین ہوتا ہو بلکہ اس جہت سے کہ خود شپرہ
کی بینائی مین ضعف ہوتا ہو تو جن لوگون نے اس صفت کے جلال کے دیکھنے کے لیے آنکھین کھولین تھین وہ اس بات کیطرف مضطر
ہوئے کہ ہر چند لفظ حقیقی اسکے واسطے ملنا معلوم مگر جو زبان کہ اہل لغت مین مروج ہو اسمین سے کوئی لفظ مجازاً بطور استعارہ ہی
ایسا مقرر کرنا چاہیے جس سے کچھ بہت ہی ضعیف حال اس حقیقت کی مبادی کا سمجھ مین آوے اسی لیے اسکے واسطے لفظ قدرت
استعارہ کرنے کے باعث ہمکو بھی جرأت گفتگو ہوئی اور کہنے لگے کہ خدا تعالی کی ایک صفت قدرت ہی جس سے کہ پیدا کرنا اور
اختراع صادر ہوتا ہو پھر خلقت وجود مین آکر بہت سے اقسام اور صفات خاص مین منقسم ہوتی ہو اور جس صفت سے کہ خلقت
مین یہ انقسام اور اختصاص ہوتا ہو وہ دوسری صفت خدا تعالے کی ہو اور اسکا حال بھی ویسا ہی ہو جیسا پہلی صفت کا گذرا
اسکے لیے بھی حسب ضرورت مذکورہ بالا استعارہ کی حاجت ہوئی اور اسکے لیے لفظ مشیت مقرر کیا اس لفظ مین اس صفت آلہی کا حال ان

لوگون کو جو زبان یعنی حروف و اصوات سے گفتگو کرتے ہین مجملاً مفہوم ہوتا ہی اور مشیت اس صفت کی اصل حقیقت سے اتنا ہی قاصر ہی جیسا کہ لفظ قدرت صفت خلق و اختراع کی کنہ ماہیت سے قاصر تھا۔ پھر جو افعال کہ قدرت سے صادر ہوتے ہین وہ بھی دو قسمون مین منقسم ہوتے ہین ایک وہ کہ منتہی تک جو غایت حکمت ہی اس تک پہونچ جاوین اور ایک وہ کہ غایت کے اسی طرف رہجاوین اور ان مین سے ہر ایک کو صفت مشیت کے ساتھ علاقہ ہی کیونکہ انجام تو انکا یہی ہی کہ اختصاصون کے باعث قسمت اور اختلافات کامل ہو جاوین پس جو فعل کہ غایت کو پہونچنے والا ہی اسکے علاقہ کیلیے لفظ محبت کو استعارہ کیا اور جو غایت کے اسطرف توقف کرنیوالا ہی اسکی نسبت کیواسطے لفظ کراہت ٹھہرالیا اور بعضونکا یہ قول ہی کہ یہ دونون وصف مشیت مین داخل ہین مگر نسبت کی رو سے ہر ایک مین وہ خاصیت ہی جو مجملاً لفظ محبت اور کراہت سے ارباب لغت والفاظ کی سمجھ مین آتی ہی پھر بندگان خدا اسی کی خلق و اختراع مین سے ہین انکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ کہ مشیت ازلی انکے حق مین اسیطور پر ہوئی ہی کہ وہ کام کرین جنسے حکمت اپنی غایت پر پہونچے اور یہ امر انکے حق مین قہراً ہوتا ہی کہ دواعی اور بواعث ویسے ہی انپر مسلط کر دیے جاتے ہین اور ایک وہ کہ مشیت ازلی انکے باب مین یون ہوئی ہی کہ انسے ایسے کام لے جو حکمت کو بعض امور مین غایت تک پہونچاوین غرض دونون فریقون کو مشیت کیطرف ایک نسبت خاص ہی جو نسبت کہ فریق ثانی کو ہی اسکا نام رضا ٹھہرالیا ہی اور پہلے فریق کی نسبت کیلیے لفظ غضب استعارہ کیا ہی تو جس شخص پر کہ ازل مین غضب ہوا تھا اس سے وہ فعل ظاہر ہوا کہ اسکے باعث حکمت متوقف ہوئی اور اپنی غایت کو نہ پہونچی اسکو کفران کہنے لگے اور اسکے بعد لعن اور مذمت اضافہ کی گئی اور جس شخص پر کہ ازل مین رضا تھی اس سے وہ فعل سرزد ہوا کہ اس سے حکمت اپنے کمال غایت کو پہونچ گئی انکو شکر کہنے لگے اور زیادتی رضا کے لیے اسپر خلعت مدح وثنا کا عنایت ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ جمال بھی خداے تعالیٰ نے دیا اور اسپر ثنا کی اور بدبختی بھی اسی نے دی اور اسکو برا کہا اسکی مثال یہ ہوئی کہ کوئی بادشاہ اپنے غلام کو میل اور کدورت سے صاف کرے اور خلعت فاخرہ اسکے زیب بدن فرماوے اور جب سب طرح کی زینت کر چکے تو اس سے ارشاد کرے کہ او خوبصورت تو کتنا بھلا معلوم ہوتا ہی اور تیری صورت کتنی صاف ہی تو حقیقت مین وہ آپ ہی زیبائش دینے والا ہی اور آپ ہی تعریف کرنیوالا ہی اور اگر واقع مین غور کرو تو وہ اپنی ہی تعریف کرتا ہی غلام صرف بسبب ظاہرین مدح وثنا ہوا۔ اسیطرح ازل مین سب امور کا حال ہی اور اسباب و مسببات کا تسلسل یون ہی چلا آیا ہی جسطرح کہ رب الارباب اور مسبب الاسباب نے مقرر کر دیا ہی اور یہ امور کچھ اتفاقی نہین بلکہ ارادہ اور حکمت اور حکم محکم اور امر یقینی سے ظہور مین آتے ہین جسکے لیے استعارہ لفظ قضا کا کیا ہے اور کہتے ہین کہ قضا کا حکم مثل پلک جھپکنے کے یا اس سے بھی کمتر مین ہوتا ہی اور اسکے باعث سب کارخانہ اور انتظام جیسے تقدیر مین ہو چکا ہی ہوتا جاتا ہی اور اس ترتیب واقعات کے لیے لفظ قدر ٹھہرالیا ہی پس گویا کہ قضا ایک امر واحد کلی کا نام ہی اور قدر اس تفصیل کے لیے ہوا ہی جو بے نہایت ہوتی چلی جاتی ہی اور بعض فرماتے ہین کہ ان امور مین سے کوئی سی چیز خارج قضا و قدر سے نہین اسی بنا پر بعض عابدین کو یہ وسوسہ ہوا کہ قسمت مقتضی اس تفصیل کی کیون ہوئی اور باوجود اسقدر تفاوت کے تفصیل عدل کیسے بنا رہا اور بعض اشخاص اپنے قصور کی جہت سے اس امر کی اصل ماہیت کے ملاحظے کی تاب نر کھتے تھے نہ اسکو بالتفصیل حیطۂ

خیال مین لا سکتے تھے تو جس لجہ مین گھسنے کی انکو طاقت نہ تھی اس سے انکو روک دیا گیا اور پھر خاموشی انکے منہ پر لگ گئی اور حکم ہوا کہ چپ رہو تم اسواسطے نہین بنے ہو اس دربار کی شان یہ ہے لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون اور بعضون کے دلون پر جو ایک لمعہ انوار الٰہی سے پڑا اور پہلے سے انکی سرشت صاف تھی پھر اس پر تو خورشید حقیقت سے تجلی پائی تو انکا نور دوبالا ہو گیا اور اس نور کبریائی سے اطراف عالم ملکوت کے ان کی نظرون مین چمکنے لگے اور سب چیزون کو انھون نے ویسا ہی جانا جیسے وہ واقع ہین انکے لیے یہ حکم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے آداب سے متادب ہو اور چپ رہو اور جب ذکر تقدیر کا ہو تو زبان بند کرو کیونکہ دیوار کے بھی کان ہین اور تمہارے پیچھے وہ لوگ ہین جن کو ضعف بصر ہے تم بھی ضعیفون کی سی چال چلو اور آفتاب کے اوپر سے جو شبر چشمون کے لیے پردہ مت ہٹاؤ ورنہ وہ ہلاک ہو جاوینگے پس اللہ تعالیٰ کے سے اخلاق اختیار کرو اور اپنے تمہارے اوج سے آسمان دنیا پر اترو تاکہ تم سے ضعفا انس کرین اور تمہارا نور جو پردے کی آڑ مین ہے اسکی جھلک سے بہرہ یاب ہون جیسے شپرتیا بقیہ نور آفتاب اور ستارون کے نور سے شب مین مقتبس ہوتے ہین اور جس زندگی کو انکے وجود اور احوال برداشت کر سکتے ہین اس سے زیست کرتے ہین گو ویسی زیست انکو میسر نہین جو پھر نور آفتاب مین آمد و رفت کرنیوالون کی ہوتی ہے اور ایسے لوگون کے مانند ہو جاؤ جن کی شان مین یہ شعر ہے ؎ شراب پاک شہین تو گرا دین آسمین سے ؛ بنچی کے جام سے ہوتا ہی ہنر مین کو نصیب غرضکہ ابتدا اور انتہا اس خلق و اختراع کی یون ہوئی ہے جیسے اوپر مذکور ہوا اور اسکو وہی سمجھیگا جو اسکا اہل ہوگا اور جب کوئی اسکا اہل ہوگا تو آنکھ کھولکر خود دیکھ لیگا اسکو حاجت کسی پیچھے چلنے والے کی نہین اور اندھا شخص بھی دوسرے کے پیچھے جا سکتا ہے مگر اسکے لیے ایک حد معین ہے جب راستہ ایسا تنگ ہو کہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہو تو بینا اسپر اڑ سکتا ہے مگر اندھے کو اپنے پیچھے نہین گھسیٹ سکتا اور جب گذرگاہ کم ہو اور پانی موج زن ہو جاوے کہ بدون شناوری کے اس سے آگے گذرنا دشوار ہو تو ظاہر ہے کہ جو شخص فن شناوری مین یکتا ہوگا وہ اپنے آپ پار ہو سکتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہمیشہ اندھے کو پار اتار سکے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اندھے کو آتا ہے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ یہ ایسی باتین ہین کہ جو کوئی انپر سیر کرتا ہے اسکی سیر کو عامہ خلائق کی سیر کیطرف وہ نسبت ہے جو پانی پر چلنے و زمین پر چلنے سے ہے اور پیرنا تو آدمی سیکھ بھی سکتا ہے مگر پانی پر چلنا سیکھنے سے نہین آتا بلکہ بزور یقین حاصل ہوتا ہے اور اسیوجہ سے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین عرض کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مشہور کرتے ہین کہ پانی پر چلے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ یہ رموز و اشارات ہین محبت اور کراہت اور رضا اور غضب اور شکر اور کفران کے معنون مین علم معاملہ مین اس سے زیادہ لکھنا شایان نہین۔ خداوند کریم نے لوگون کے سمجھانے کے لیے ایک مثال کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی لوگون کا عبادت کرنا ہی انکے حق مین غایت حکمت ہے پھر یہ بتلایا کہ ہمارے دو بندے ہین ایک سے محبت رکھتے ہین اسکا نام جبریل و روح القدس اور امین ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور مطاع اور امین اور مکین ہے اور دوسرے سے اسکو بغض ہے جسکا نام ابلیس ہے وہ راندۂ درگاہ ہے اور قیامت تک کی مہلت پائے ہوئے ہے پھر راہ راست دکھلانے کو جبریل پر حوالہ کرتا ہے قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق و یلقی الروح

سن امرہ علی من یشاء من عبادہ اور بہکانے کو ابلیس کیطرف منسوب فرما کر ارشاد فرماتا ہے لیضلہم عن سبیلہ اور بہکانا کیا ہے کہ بندون کو غایت حکمت پر پہونچنے سے روک دیتا ہے تو دیکھو کہ اس بہکانے کو کیسے اس بندے کیطرف منسوب کیا جس پر غضب کیا تھا اور راہ دکھانے کے معنی ہین کہ بندون کو غایت حکمت تک پہونچا دینا یہان بھی مقام غور ہے کہ اسکو منسوب اس بندے کیطرف کیا ہے جو اسکا محبوب تھا۔ اور عادۃ بھی اسکی مثال ہوسکتی ہے فرض کرو کہ کسی بادشاہ کو دو آدمیون کی ضرورت ہے ایک پانی پلانیوالا اور ایک پچھنے لگانیوالا اور جھاڑو دینے والا اور اسکے پاس دو غلام ہین تو وہ جھاڑو اور پچھنے کا کام ایسے کو دیگا جو ان دونون مین بُرا اور کمتر ہوگا اور پانی پلانے کا کام اسکو دیگا جو انمین اچھا اور کامل اور اسکے نزدیک محبوب تر ہوگا۔ اب کوئی یہ نہ کہے کہ مین جو فعل کرتا ہون وہ میرا ہی ہے اور فعل سے لذت یاب تو مین ہوتا ہون پھر خدا کا فعل کیسے ہوسکتا ہے اسلیے کہ کسی فعل کو اپنی طرف منسوب کرنا خطا ہے بلکہ خدا تعالیٰ ہی آدمی کا ارادہ پھیر دیتا ہے کہ بُرے فعل کو مخصوص بُرے شخص سے کرنے لگتا ہے اور اچھے فعل کو اچھے شخص سے یہ بھی تتمہ اسکے عدل کا ہے اسلیے کہ اسکا عدل کبھی تو ایسی باتون سے پورا ہوتا ہے جنمین انسان کو کچھ دخل نہیں اور کبھی انسان ہی عین کامل ہوجاتا ہے کیونکہ وہ بھی منجملہ اسکے افعال کے ہے یعنی اسکا ارادہ اور قدرت اور علم و عمل اور تمام اسباب حرکات تعیین مین سب اسی کے فعل ہین جنکو اسنے عدل کے ساتھ ایسی ترتیب پر رکھا ہے کہ اس سے افعال معتدلہ سرزد ہوتے ہین مگر چونکہ آدمی کو اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہین سوجھتا اسلیے اسکو یہی گمان ہے کہ جو کچھ مجھ پر دنیا مین ظاہر ہوتا ہے اسکا کوئی سبب عالم غیب و ملکوت سے نہین اور اسیواسطے اسکو اپنے نفس کیطرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے لڑکا رات کو کٹ پتلیون کا ناچ دیکھتا ہے کہ وہ پردے کے پیچھے سے نکل نکل کر ناچتی اچھلتی مین اور طرح طرح کے حرکات کرتی ہین حالانکہ وہ کپڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہین اپنے آپ سے انکو کچھ حرکت نہین ہوتی بلکہ انمین حرکت تارون خواہ بالون سے ہوتی ہے جو رات کی تاریکی مین نہین سوجھتے اور انکے سر بازیگر کے ہاتھ مین ہوتے ہین اور وہ لڑکون کی آنکھ سے چھپا ہوا پردے کے پیچھے رہتا ہے لڑکے خوش ہوتے ہین اور تعجب کرتے ہین اور جانتے ہین کہ پتلیان ہی ناچتی ہین اور یہی اٹھتی بیٹھتی ہین مگر عقلمند جانتے ہین کہ یہ خود متحرک نہین انکو کوئی اور حرکت دیتا ہے لیکن انکو مفصل معلوم نہین ہوتا کہ کسطرح حرکت دیتا ہے اور اگر کسی کو تفصیل کچھ معلوم بھی ہوتی ہے تو جیسے بازیگر کو معلوم ہوتی ہے ویسی نہین جانتا اسیطرح دنیا کے لوگون کو قیاس کرنا چاہیے یہ بھی سوائے علما کے سب لڑکے ہین جب اپنے آپ کو اور اشخاص کو دیکھتے ہین تو گمان کرتے ہین کہ یہی اشخاص حرکت کرتے ہین اور اس حرکت کو منسوب متحرک کیطرف کرتے ہین اور علما جانتے ہین کہ انکا کوئی حرکت دینے والا ہے یہ خود متحرک نہین مگر کیفیت حرکت دینے کی نہین جانتے اور اس سے اکثر علما ناواقف ہین مگر عارفین اور علمائے راسخ کو اس حرکت کی کیفیت بھی مشاہدہ ہوتی ہے یعنی وہ لوگ اپنی تیزی نظر کے باعث دیکھتے ہین کہ مکڑی کے جالے کے سے تار بلکہ اس سے بھی نہایت باریک آسمان سے لٹکے ہوئے ہین اور زمین والون کے اشخاص مین انکے سرے لگے ہوئے ہین اور باریکی کے سبب چشم ظاہری سے نہین سوجھتے پھر دیکھتے ہین کہ ان تارون کے دوسرے سرے دستگیون مین بندھے ہوئے لٹک رہے ہین اور ان دستگیون کے قبضے ان فرشتون کے ہاتھ مین ہین جو آسمانون کو حرکت دیتے ہین اور یہ فرشتے حاملین عرش کی تاک مین مصروف ہین کہ حضرت ربوبیت سے کیا حکم

لے اور دونوں کو بہکا دے اس کی راہ سے ۱۲

حکم ہوتا ہے تاکہ جس بات کا حکم ہو اسکی نافرمانی نہونے پاوے اور جیسا ارشاد ہو ویسا بجا لائین اور ان مشاہدات کو قرآن مجید مین
بھی خدائے تعالی نے بیان فرمایا ہے دنی السماء رزقکم وما توعدون اس سے اس کیفیت مرقومہ بالا کی طرف اشارہ ہے اور آسمانون
کے فرشتون کا قدر اور امر کیواسطے منتظر رہنا بھی مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا ہے خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن تتنزل الامر
بینہن لتعلموا ان اللہ علی کل شئی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئی علما اور یہ وہ باتین ہین کہ انکی تاویل سوائے خدا اور راسخین علم کے
اور کوئی نہین جانتا حضرت ابن عباس رض نے علم مین راسخون سے یہ مراد فرمائی ہے کہ ایسے علوم جانتا ہو جنکو خلق کی فہم برداشت نکر سکے
اور جب آپ کے سامنے تتنزل الامر بینہن پڑھا گیا تو فرمایا کہ جو کچھ اس آیت کے معنی مجھے معلوم ہین اگر مین بیان کر دون تو تم مجھکو
رجم یعنی سنگسار کرو اور ایک روایت مین ہے کہ تم مجھے کافر کہو۔ اللہ اللہ ع کجا بودا مہب کجا تاختم ۔ عنان کلام قبضۂ اختیار سے
نکلکر مطلب سے بہت دور جا پڑا علم معاملہ مین وہ بات ملگئی جو اسمین شمار نہین ہوتی اسلیے اس بیان کو اسیقدر تمام کرکے اصل
مقصد جو اول سے بیان کر رہے تھے اسکے درپے ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ جب حقیقت شکر یہ ٹھہری کہ بندہ ایسا عمل کرے جسمین
اللہ تعالی کی حکمت پوری ہو جاوے تو سب مین زیادہ جو بندہ شاکر ہو گا وہی اللہ کا محبوب اور اس سے زیادہ نزدیک ہو گا
اور سب سے زیادہ قریب اللہ سے اسکے فرشتے ہین اور انمین بھی ترتیب ہے ہر ایک کا درجہ جدا مقرر ہے اور رتبۂ قرب مین سب سے
بڑھکر حضرت اسرافیل علیہ السلام ہین اور فرشتون کے درجے اسوجہ سے اعلی ہین کہ وہ بذات خود کرام اور بررہ ہین اور انکے باعث
سے اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کو صالح کیا جو زمین کے پردے پر سب مخلوق سے زیادہ اشرف ہین اور ملائکہ کے بعد سب سے
قریب درجہ انبیا علیہم السلام کا ہے کہ وہ بھی اپنی ذات سے بہتر ہین اور انکے باعث اللہ تعالی نے تمام خلق کو ہدایت کی اور انسے
اپنی حکمت پوری کی اور انبیا علیہم السلام مین سب سے اعلی رتبہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے جنکی ذات پاک سے اللہ تعالی نے
دین کو پورا کیا اور انبیا کو ختم فرمایا اور انبیا کے درجے کے متصل رتبہ علما کا ہے جو وارث انبیا ہین وہ بھی بذات خود اہل صلاح
ہین اور انکے ذریعے سے بھی خدا تعالی ساری خلق کی اصلاح کرتا ہے اور عالمون مین سے ہر ایک کا درجہ اسقدر ہو گا جسقدر کہ
اسنے اپنے نفس و غیر کی اصلاح کی ہو گی اور علما کے متصل درجہ سلاطین عادل کا ہے اسلیے کہ جیسے علما نے لوگون کے دین کی
اصلاح کی سلاطین نے لوگون کے دنیا کی اصلاح کی۔ اور چونکہ دین اور سلطنت دونون ہمارے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس جمع تھین اسلیے تمام انبیا سے آپ کا رتبہ زیادہ ہوا کیونکہ خداوند کریم نے آپ کے باعث دین و دنیا کی اصلاح کی
حالانکہ تلوار اور سیف پہلے کسی نبی کے لیے نہین ہوئی تھی اور بہتونکو تمنا آپکے امتی ہونے کی تھی جیسا مولانا روم حضرت موسی
علیہ السلام کی مناجات نقل فرماتے ہین ؎ غوطہ دہ موسی خود را در بحار ۔ درمیان دورۂ احمد سبار ۔ پھر علما اور سلاطین کے بعد
کے متصل وہ نیکبخت ہین جنھون نے اپنے ہی دین اور نفس کی اصلاح کی اور اپنے آپ ہی مین حکمت الہی کو پورا کیا اور جو انکے سوا ہین وہ کس
میرس ہین جیسے واضح ہو کہ سلطان سے دین کی تقویت اور بقا ہوتی ہے انکو حقیر نجاننا چاہیے گو ظالم و فاسق بھی ہو حضرت عمرو بن عاص
فرماتے ہین کہ امام ظالم فتنہ و فساد دائم سے بہتر ہے اور حدیث شریف مین ہے ستکون بعدی علیکم امراء تعرفون منہم وتنکرون یفسدون

اصدر تعلقہ ... باعث صلاح
فرماویگا وہ بہت ہوگا
پس اگر وہ ظلمانی کر یںین
تو انکو ثواب ہے اور ...
اور اگر برائی کرین تو نپر
گناہ ہے اور تمپر صبر ۱۲
ترمذی و بزار بروایت ابن
عمر بالفاظ جداگانہ اور
یعلم اللہ ...
حدیث مین مجھکو ... اس
نہین ملا ۱۲

وما یصلح اللہ بہم اکثر فان احسنوا فلہم الاجر وعلیکم الشکر وان اساؤا فعلیہم الوزر وعلیکم الصبر اور حضرت سہل رح فرماتے ہین کہ جو شخص سلطان کی امت کا منکر ہو وہ کافر ہی اور جسکو بادشاہ بلاوے اور وہ نجاوے وہ بدعتی ہی اور جو اسکے پاس بن بلائے جاوے وہ نادان ہی اور جب انسے کسی نے پوچھا کہ آدمیون مین کون شخص بہتر ہی انھون نے فرمایا کہ سلطان لوگون نے عرض کیا کہ ہم تو سلطان کو سب لوگون سے برا جانتے تھے انھون نے فرمایا کہ ایسا نچاہیے اللہ تعالی ہر روز دو باتین اسکی دیکھتا ہی ایک تو یہ کہ اسکے باعث مسلمانون کا مال سلامت ہی دوسرے یہ کہ انکو کسی طرح کا فکر و تردد نہین پس یہ دونون باتین اسکے صحیفے مین پاتا ہی اور اسکے سب گناہ بخشدیتا ہی اور فرمایا کرتے تھے کہ سیاہ لکڑیان انکے دروازون پر لٹکی ہوئی ستر واعظون سے بہتر ہین جو وعظ کہین یعنے حاکمونکی سیاست وعظ کی نسبت کر زیادہ مفید ہی۔

دوسرا رکن ارکان شکر مین سے اس چیز کے بیان مین ہی جسپر شکر ہوتا ہی یعنی نعمت کے ذکر مین اور اس رکن مین نعمت کی حقیقت اور اسکے اقسام و درجات کا ذکر ہی اور یہ کہ کس چیز مین نعمت خاص ہی اور کس مین عام اسلیے کہ شمار کرنا خدا کی نعمتون کا اس کے بندون یا انسان کی طاقت سے خارج ہی جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہی وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوہا اسیوجہ سے ہم اول چند امور کلی ذکر کرتے ہین تاکہ وہ قائم مقام قوانین معرفت نعمتون کے ہون پھر ذکر جدا جدا ہر ایک نعمت کا کرینگے واللہ الموفق للصواب۔

اس رکن مین تین بیان ہین

بیان اول نعمت کی حقیقت اور اسکے اقسام کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ ہر ایک خیر اور لذت اور سعادت بلکہ ہر ایک مطلوب اور موثر کا نام نعمت کہہ سکتے ہین مگر واقع مین نعمت سعادت اخروی ہی کا نام ہی اور اسکے سوا اور چیزون کو نعمت کہنا یا تو غلط ہی یا بطور مجاز کے ہی مثلاً سعادت دنیاوی جس سے آخرت پر کچھ مدد نملے اسکو نعمت کہتے ہین محض غلط ہی اور کبھی کسی چیز کو نعمت کہنا درست ہوتا ہی مگر نعمت کا اطلاق سعادت اخروی پر درست و صادق تر ہی تو جو سبب کہ سعادت اخروی تک پہونچاوے اور اسپر اعانت کرے خواہ ایک واسطہ سے یا کئی واسطون سے اسکا نام نعمت رکھنا صحیح اور درست ہی اسلیے کہ اسکے باعث نعمت حقیقی ملتی ہی اور جو اسباب و لذات کہ سعادت اخروی کی معین ہوتی ہین اور جنکا نام نعمت ہی انکی شرح ہم کئی تقسیمون سے کرتے ہین پہلی تقسیم جتنے امور ہین انکو ہم اگر اپنی طرف خیال کرکے دیکھین تو چار طرح کے ہین اول وہ کہ دنیا و آخرت مین دونون مین نافع ہون جیسے علم اور حسن خلق دوم وہ کہ دونون مین مضر ہون جیسے جہل اور بدخلقی سوم وہ کہ دنیا مین مفید ہون اور آخرت مین مضر ہون جیسے اتباع شہوت سے لذت پانا چہارم وہ کہ دنیا مین مضر ہون اور آخرت مین مفید جیسے شہوات کا استیصال اور نفس کی مخالفت ان مین سے اول جو حال و مآل مین نافع ہی وہ تو نعمت حقیقی ہی مثلاً علم اور حسن خلق اور جو دونون مین مضر ہی وہ اسکی ضد ہی اور مصیبت حقیقی ہی اور جو حال کی نافع اور مآل کی مضر ہی وہ ارباب بصیرت اور ذکا کے نزدیک نری مصیبت ہی مگر جاہل اسکو نعمت گمان کرتے ہین اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بھوکا شخص شہد پاوے جسمین زہر ملا ہو تو وہ اگر زہر سے ناواقف ہوگا تو اس شہد کو نعمت جانیگا اور جب واقف ہو جاویگا تو جانیگا کہ یہ میرے حق مین بلا ہی اور جو چیز حال مین مضر اور مآل مین مفید ہی وہ ارباب عقل کے نزدیک نعمت ہی اور جہال کے نزدیک بلا ہے

[illegible]

اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے کڑوی دوا کہ حال مین اسکا ذائقہ برا ہوتا ہی مگر انجام کو ع کہ داروی تلخست دفع مرض ؛ کا مضمون ہوتا ہی اور صحت اور تندرستی کا مثمر ہوتا ہی پس لڑکے ناواقف کو اگر ایسی دوا پلائی جاتی ہی تو اسکو وبال جانتا ہی اور عاقل اسکو نعمت تصور کرتا ہی اور جو شخص اسکو وہ دوا پلاتا ہی یا اسکا سامان مہیا کر دیتا ہی اسکا ممنون و مشکور ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ مادر مشفقہ پچھنے سے اپنے بچے کا خون نہین نکلوانے دیتی اور باپ اسکا خواہان ہوتا ہی کیونکہ باپ اپنی عقل کے کمال سے انجام کو دیکھتا ہی اور مادر کو فرط محبت اور نقصان عقل کے باعث حال ہی پر نظر ہوتی ہی اور لڑکا ناواقفیت کے باعث مان کا ممنون ہوتا ہی اور اسی سے مانوس ہوتا ہی اسکو اپنا شفیق سمجھتا ہی اور باپ کو دشمن تصور کرتا ہی لیکن اگر اسکو عقل ہو تو معلوم کرے کہ مان باطن مین دشمن ہی اور ظاہر مین دوست اسلیے کہ پچھنے سے روک لینا انجام کو ایسے امراض پیدا کریگا جنکی تکلیف خون نکلوانے کی نسبت بہت زیادہ ہوگی علاوہ ازین جاہل دوست عاقل دشمن سے برا ہوتا ہی اور ہر ایک انسان اپنے نفس کا دوست ہی مگر دوست جاہل یہی وجہ ہی کہ اسکے ساتھ ایسا کام کرتا ہی جو دشمن بھی نکریگا یعنی نفس کی خواہشون کو پورا کرتا ہی جو انجام کو نہایت وبال ہوگا دوسری تقسیم واضح ہو کہ دنیا کے جتنے اسباب ہین وہ سب ایک دوسرے مین ملے جلے ہین بھلائی کے ساتھ برائی ہر ایک مین ملی ہوئی ہی ایسا کم ہی کہ جو اسباب بہتر ہین وہ صاف و پاک ہون مثلاً مال اور اہل اور اولاد اور اقارب اور جاہ اور دوسرے اسباب سب اسیطرح کے ہین مگر انکے تین نوع ہین اول وہ کہ جنکا نفع ضرر کی نسبت زیادہ ہی مثلاً مال اور جاہ اور دوسرے اسباب مین سے بقدر حاجت اور کفایت ہونا دوسرے یہ کہ اکثر لوگون کے حق مین اسکا ضرر نفع کی نسبت زیادہ ہو مثلاً مال کثیر اور بہت سا جاہ تیسرے یہ کہ ضرر و فائدہ دونون مساوی ہون اور یہ وہ باتین ہین کہ لوگون کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہین بہت سے آدمی نیکبخت اسطرح کے ہین کہ اچھے مال سے گو بہت سا ہو فائدہ اٹھاتے ہین یعنی اللہ کے راستے مین اور خیرات مین اسکو خرچ کرتے ہین تو ایسا مال اگر اس توفیق کے ساتھ آدمی کے پاس ہو تو اسکے حق مین نعمت ہی اور بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہین کہ تھوڑے مال سے ضرر پاتے ہین یعنی ہمیشہ اسکو کم جانتے ہین اور خدا سے شکوہ اور طلب زیادتی کی کیا کرتے ہین تو اسطرح کا مال اس عدم توفیق کے ساتھ اسکے حق مین مصیبت ہی تیسری تقسیم جتنی خیرات یعنی نیک باتین ہین وہ ایک اور اعتبار سے تین قسم کی ہین اول وہ جو بذاتہ مقصود اور محبوب ہون دوسری وہ جو غیر کیلیے محبوب ہون تیسری وہ کہ بذات خود بھی محبوب ہون اور غیر کے حاصل کرنے کی جہت سے بھی مقصود ہون اول کی مثال جیسے دیدار الٰہی کی لذت اور اسکے وصال کی سعادت یعنی سعادت اخروی کہ کبھی منقطع ہی نہوگی اس سعادت کی طلب اسلیے نہین ہوتی کہ یہ ذریعہ کسی دوسری سعادت کے حاصل ہونیکا ہو بلکہ اس کی طلب خود مقصود بالذات ہونے کی جہت سے ہی دوسری وہ کہ اسکو دوسری چیز کے پیدا کرنے کے لیے چاہتے ہین خود اس سے کچھ سروکار نہین جیسے روپیہ اشرفی کہ اگر حاجات اس سے پوری نہوا کرتین تو یہ دونون اور کنکر برابر تھے مگر چونکہ لذات کا ذریعہ ہین اور انکی طرف جلد آدمی کو پہونچا دیتی ہین اسی لیے جہال کے نزدیک روپیہ اشرفی خود ہی محبوب ہوگئے ہین یہانتک کہ انکو جمع کرکے گاڑتے ہین اور ربا کے ساتھ خرچ کرتے ہین اور گمان کرتے ہین کہ مقصود بالذات یہی دونون ہین اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے

کو چاہتا ہی اور اسکی محبت کے باعث اسکے قاصد کو بھی چاہتا ہی جسکے باعث پیام آپس کے ایک دوسرے کو پہونچتے ہیں پھر ہوتے
ہوتے قاصد کے ساتھ اتنی محبت کرے کہ اصل محبوب کو بھول جاوے اور عمر بھر اس سے روگردان ہی رہے اور ہمیشہ قاصد کی
خبرگیری اور رعایت اور شفقت کیا کرے حالانکہ یہ نہایت جہالت اور گمراہی ہی تیسرے وہ کہ بذاتہ اور بغیرہ دونوں ہو مثلاً صحت
اور سلامتی کہ انسان اسلیے چاہتا ہی کہ اسکے باعث مشغول بذکر و فکر ہو سکے جس سے دیدار الٰہی ملتا ہی یا کہ لذات دنیاوی تمام و کمال
کے حاصل ہونیکا ذریعہ ہوتی ہی اسلیے چاہتا ہی لیکن بعض اوقات صحت فی نفسہ ہی مطلوب ہوتی ہی اس سے غرض نہیں کہ وہ دوسری چیز
کے حاصل ہونیکا ذریعہ ہو یا نہو مثلاً جس شخص کو کہ پیادہ چلنے کی حاجت نہو وہ بھی اپنے پاؤن کی سلامتی چاہا کرتا ہی حالانکہ پاؤن
کی سلامتی اسلیے ہوتی ہی کہ چلنے کے لیے ذریعہ ہی مگر چونکہ سلامتی خود بھی ایک محبوب چیز ہی اسلیے بذاتہ بھی مقصود ہی اب تینوں اقسام
مین سے خیر و نعمت حقیقی صورت اول ہی جو بذاتہ محبوب ہی اور جو چیز کہ لذاتہ اور مقصود ہی وہ بھی نعمت ہی مگر اول سے کمتر ہی لیکن جو چیز کہ
مطلوب بغیرہ ہی کیواسطے ہوتی ہے جیسے سونا چاندی کہ انکو بذات خود معدنی ہونیکی جہت سے نعمت نہیں کہتے بلکہ اس جہت سے
نعمت کہلاتے ہین کہ وہ وسیلے اور اغراض کے ہین تو اس صورت مین یہ ایسے ہی شخص کے حق مین نعمت ہونگے جو اپنی مراد کو بدون
انکے ذریعہ کے نہ پہونچ سکے پس اگر اسکی مراد علم اور عبادت ہی اور اسکے پاس مقدار ضرورت اسکی زندگی کی بسر اوقات کے لیے موجود
ہی تو اسکے نزدیک سونے اور ڈھیلے مین کچھ فرق نہوگا اور اسکا وجود و عدم یکسان معلوم ہوگا اور اگر سونے چاندی کے ہونے سے یہ نوبت
پیش ہوتی ہو کہ فکر و عبادت نہونے دیتی ہو تو ایسے شخص کے حق مین یہ مال نعمت نہیں زحمت ہی چوتھی تقسیم ایک دوسرے اعتبار سے خیرات
کی تین قسمین ہین اول لذیذ جنکا نفع اسیوقت معلوم ہو دوسرے نافع جو آخر کو مفید ہو تیسرے جمیل جو سب احوال مین اچھی معلوم ہو
اور برائی بھی تین قسم کی ہین مضر اور قبیح اور ایذا رسان پھر خیر و شر کی دو قسمین ہین مطلق اور مقید خیر مطلق اسکو کہتے ہین جسمین تینوں اوصاف
خیر کے جمع ہون جو اوپر مذکور ہوے مثلاً علم و حکمت کہ ارباب علم و حکمت کے نزدیک یہ نافع بھی ہین اور جمیل اور لذید بھی اور
شر مطلق جیسے جہل کہ وہ مضر اور قبیح اور ایذا رسان سب کچھ ہی مگر جاہل کو اپنے جہل کی ایذا کی جب خبر ہو جب اسکو یہ معلوم ہو کہ مین
جاہل ہون اسطرح کہ دوسرے شخص اپنے ہم عمر ہم رتبہ کو عالم دیکھے اور اپنے نفس کو جاہل پس فوراً رنج نقصان کا پاویگا کہ مین کیون
کم ہون اور اس رنج سے شوق علم کا ابھریگا کیونکہ وہ مزہ دار ہوتا ہی پھر بعد شوق کے کبھی مانع تحصیل علم سے حسد اور
کبر اور شہوات ہوتے ہین اب دو چیزون کی کشاکش مین یہ شخص پڑ گیا اگر سیکھنا ترک کرتا ہی تو جہالت کا الم رہیگا اور انکے آپ کو ناقص
جانکر جلے گا اور اگر سیکھنے مین مشغول ہوگا تو شہوات کے چھوڑنے یا کبر کے چھوڑنے اور تعلیم کی ذلت اٹھانیکا رنج سہیگا غرضکہ
یہ شخص ہمیشہ بیشک عذاب دائم مین رہیگا اور دوسری قسم مقید ہی کہ جسمین کچھ اوصاف خیر کے اور کچھ اوصاف شر کے ملے ہون
مثلاً بعض اوقات ایک نافع چیز سے ایذا ہوتی ہی جیسے کوئی انگلی بیکار یا رسولی وغیرہ کٹوا دے اور کبھی نافع چیز قبیح ہوتی ہی جیسے
حمق کہ بعض احوال کے اعتبار سے نافع ہوتا ہی اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہی کہ استراح من لا عقل لہ یعنی بیعقل چین سے رہتا ہی کیونکہ
اسکو انجام کا اہتمام نہیں ہوتا ہی اسیواسطے سردست راحت مین رہتا ہی یہانتک کہ وقت وفات پہونچے اور کبھی جو چیز کہ من وجہ

ع بلکہ اصل مراد اسکی یہ ہے کہ یعنی جس انگلی میں کوئی بیماری ہو گئی کہ وہ زخم بڑھتا چلا جاتا

مضر ہوتی ہو من وجہ نافع ہوتی ہو جیسے ڈوبنے کے خوف کیوقت مال کو دریا مین پھینک دینا ہر چند کہ اس سے مال کو ضرر ہوتا ہو مگر نفس کو نفع ہو کہ اسکی نجات ہوجاتی ہو یعنی بوجھ کے اتار ڈالنے سے کشتی بچ جاتی ہو۔ پھر نافع چیز دو قسم پر ہو ایک ضروری جیسے ایمان اور حسن خلق سعادت اخروی تک پہونچانے مین اور انسے ہماری غرض علم اور عمل اور انکا ضروری ہونا اسوجہ سے ہو کہ کوئی دوسری چیز انکی قائم مقام نہین اور دوسری غیر ضروری جیسے سکنجبین صفرا کی تسکین کے لیے کہ کبھی دوسری چیزین بھی اسکو ساکن کر سکتی ہین پانچوین تقسیم یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ نعمت نام لذت کا ہو اور لذتین اس اعتبار سے کہ انسان سے مخصوص ہین یا غیر مین بھی شریک ہین تین طرح کی ہین اول عقلی دوم بدنی کہ بعض حیوانات کے ساتھ مشترک ہین سوم بدنی کہ سب حیوانات ان مین مشترک ہین عقلی لذتون کی مثال جیسے علم اور حکمت کی لذت کہ صرف قلب کو اس سے لذت ہوتی ہو کان و آنکھ اور باقی حواس خمسہ کو اور پیٹ اور شرمگاہ کو کچھ بہرہ اس سے نہین اور قلب کو جو لذت علم و حکمت سے ہوتی ہو اسوجہ سے کہ وہ صفت جسکا نام عقل ہو قلب کے ساتھ خاص ہو اور اس لذت کا وجود باوجودیکہ سب لذتون مین اشرف ہو نہایت کمتر ہو اسکے کم ہونے کی وجہ یہ ہو کہ علم و حکمت سے سوائے عالم اور حکیم کے اور کوئی لذت نہین پاتا اور اہل علم اور ارباب حکمت بہت ہی کم ہین گو نام کو بہتیرے عالم و حکیم ہین اور اسکے اشرف ہونے کی یہ وجہ ہو کہ وہ لذت آدمی کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہو نہ دنیا مین اسکو زوال نہ آخرت مین اور اس سے طبیعت پر ملال نہین ہوتا کھانا اگر خوب تنکر کھاؤ تو سستی لاتا ہو اور صحبت سے فارغ ہونے کے بعد ثقالت اور تھکن پیدا ہوتی ہے مگر علم و حکمت سے تھکن و سستی کبھی نہین ہوتی اور جو شخص ایسی دائمی شریف و باقی چیز کے حاصل کرنے پر قادر ہو کر ادنی چیز چند روز کے بعد فنا ہونیوالی پر راضی ہو جاوے تو وہ مجنون ہو اور اپنی بدبختی کے باعث محروم۔ ادنی بات علم کی یہ ہو کہ علم و عقل کیلیے حاجت مددگارون اور چوکیدارون کی نہین بخلاف مال کے علم آدمی کی حفاظت کرتا ہو اور مال کی حفاظت خود آدمی کو کرنی پڑتی ہو علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہو اور مال کم ہوتا ہو مال چوری جاتا ہو عہدہ موقوفی سے جاتا رہتا ہو مگر علم پر نہ چورونکا داؤ چلے نہ لے سکین نہ حاکمونکا زور کہ موقوف کر سکین اسی لیے اہل علم ہمیشہ چین مین رہتا ہو اور مالدار کو مدام خوف لگا رہتا ہو پھر علم بہر حال لذیذ و نافع اور جمیل ہو اور مال کبھی تو نوبت ہلاک کی پہونچاتا ہو اور کبھی نجات کی اسلیوجہ سے ہر چند جناب باری نے مال کو لفظ خیر سے چند جا ذکر فرمایا مگر اسکی برائی بھی چند جا مذکور فرمائی اب رہی یہ بات کہ اکثر لوگ لذت علم سے کیون قاصر ہین تو انکا قصور یا تو اسوجہ سے ہو کہ انکو ذوق نہین اور جسکو ذوق نہو گا وہ کس طرح جانیگا اور کیسے مشتاق ہو گا کیونکہ اشتیاق تو ذائقہ کے بعد ہوا کرتا ہو یا اسوجہ سے کہ انکے مزاج خراب ہین اور دل بباعث اتباع شہوات کے روگی ہو رہے ہین تو جیسے بیمار کو شہد کا مزہ نہین معلوم ہوتا اور اسکو کڑوا جانتا ہو ایسے یہ لوگ بھی علم کو اچھا نہین سمجھتے یا یہ کہ انکی طبیعت و دانائی مین قصور ہو کہ ابھی تک وہ صفت جس سے کہ علم کی لذت معلوم ہوتی ہے نہین پیدا نہین ہوئی جیسے شیر خوار لڑکا شہد اور پیڑون کا مزہ نہین جانتا اسکو سوائے دودھ کے اور کوئی چیز اچھی نہین معلوم ہوتی سب چیزون سے منھ بناتا ہو اور انکو اچھا نہ معلوم ہونیسے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ چیزین مزہ دار نہین اور نہ اسکے دودھ کو اچھا جاننے سے یہ معلوم ہو کہ سب سے لذیذ تر وہی ہو غرضکہ جو لوگ لذت علم کے ادراک سے قاصر ہو وہ تین طرح کے ہین ایک وہ کہ ابھی

تک انکا باطن زندہ ہی نہین ہوا جیسے لڑکے کا باطن ہوتا ہے دوم وہ کہ اتباع شہوات کے باعث زندگی کے بعد انکا دل مردہ ہوگیا ہو سوم وہ کہ اتباع شہوات کے سبب دل مریض ہورہا ہو اور ارشاد الٰہی فی قلوبہم مرض اشارہ ہے عقلون کی بیماری کی طرف اور سچے قول لتنیذر من کان حیا اشارہ ہے اس شخص کیطرف جو زندگی باطنی سے زندہ ہو اور جو شخص کہ بدن کا زندہ اور دل کا مردہ ہو وہ خدا کے نزدیک مردہ ہے گو جاہلون کے نزدیک زندہ ہو اور اسی بنا پر شہدا خدائے تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہین اور کھاتے ہین خوش ہوتے ہین اگرچہ بدن سے مردہ ہین دوسری لذت جسمین انسان بعض حیوانات کے شریک ہین جیسے ریاست اور غلبہ کی لذت کہ شیر اور چیتے اور بعض حیوانات مین بھی پائی جاتی ہے تیسری لذت جسمین انسان سب حیوانات کا شریک ہے جیسے پیٹ اور شرمگاہ کی لذت یہ لذت سب لذتون سے ادنیٰ اور خسیس ہے مگر وجود اسکا بہت ہے اور اسیوجہ سے جتنے حیوانات زمین پر ہین سب اسمین شریک ہین یہانتک کہ کیڑے اور حشرات الارض بھی اسمین شریک ہین اور جو اس رتبہ سے تجاوز کرتا ہے وہ بنجۂ لذت غلبہ مین گرفتار ہوتا ہے اور یہ لذت غافلون سے بہت ہی چسپان ہے جب اس سے تجاوز کرتا ہے تو اول لذت پر پہونچتا ہے اسوقت آدمی پر سب لذتون سے زیادہ لذت علم وحکمت غالب ہوتی ہے خصوصاً معرفت الٰہی اور اسکی صفات وافعال کی معرفت کی لذت غالب ہوتی ہے اور یہ رتبہ صدیقین کا ہے اور یہ رتبہ بوجہ کمال جب ملتا ہے جب دل مین سے غلبۂ حب ریاست نکلجاتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جو چیز صدیقین کے سر مین سے سب مین آخر کو نکلتی ہے وہ محبت ریاست ہے اور پیٹ اور شکم کی حرص کے توڑنے پر تو اور صلحا بھی قدرت رکھتے ہین مگر خواہش ریاست کو دبادینا صدیقون ہی کا کام ہے پھر بھی اس شہوت کا بالکل استیصال کردینا کہ کبھی معلوم ہی نہ ہو اور کسی حال مین اسکا احساس نہونے پاوے غالب ہے کہ انسان کے مقدور سے خارج ہے ہان یہ صورت ہوجاتی ہے کہ معرفت الٰہی کی لذت اکثر حالات مین ایسی غالب ہوجاتی ہے کہ اسکے باعث لذت ریاست کچھ نہین سوجھتی لیکن یہ حالت دائمی نہین کہ عمر بھر ایسی ہی رہے بلکہ اسمین کچھ کمی بھی ہوجاتی ہے اور ایسی صورت مین انسان کیطرف صفات بشریہ رجوع کر آتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ محبت غلبہ وریاست رہتی ضرور ہے مگر دبی ہوئی رہتی ہے ایسی نہین ہوتی کہ نفس کو ورغلا کر عدل سے منحرف کردے پس اس اعتبار سے دل کی چار قسمین ہین ایک دل وہ ہے کہ سوائے خدائیتعالیٰ کے اور کسی سے محبت نہین کرتا اور نہ بدون زیادتی معرفت الٰہی اور اسکی فکر کے آرام پاوے دوسرا وہ دل کہ اسکو خبر ہی نہین کہ لذت معرفت کسکو کہتے ہین اور خدائے تعالیٰ سے انس ہونے کے کیا معنی ہین اسکی لذت صرف جاہ وریاست اور مال اور تمامی شہوات بدنیہ سے ہے تیسرے وہ دل کہ اکثر تو خدائیتعالیٰ سے مانوس ہی رہتا ہے اور اسکی معرفت اور فکر سے لذت پاتا ہے مگر کبھی بعض وقات اسکو اوصاف بشری پیش ہوجاتے ہین چوتھا وہ دل کہ اکثر حالات مین تو اوصاف بشریہ سے لذت پاتا رہتا ہے الا کبھی کبھی علم وحکمت سے بھی لذت پاتا ہے ان مین سے اول قسم کا دل تو غیر ممکن سا ہے اگر اسکا وجود ممکن ہو تو بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے بشر کی طاقت سے باہر ہے کہ اس صفت سے متصف ہو اور دوسرے دل سے دنیا پُر ہے اور تیسرے اور چوتھے دل بھی موجود ہین مگر کم ہین اور یہ ہمیشہ شاذونادر ہی رہینگے اور باوجود قدرت کے قلت وکثرت مین فرق ہر زمانہ مین ہوتا جاویگا یہانتک کہ اس قسم کے دل ان زمانون مین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

لہ انکے دل مین روگ ہے ۱۲ سکہ تا ڈر سناوے اسکو جس مین جان ہے ۱۲ عہ یعنی وہ بیچ مین [illegible] ظاہر ہو جاتے ہین ۱۲

کے عہد مبارک سے قریب تھے بہت پائے جاتے تھے اب جتنا وہ زمانہ دور ہوتا جاتا ہی اتنا ہی یہ دل کم ہوتے جاتے ہین یہانتک کہ قیامت آجاوے اور اللہ تعالےٰ کو جو امر کرنا ہے وہ کردے۔ اور وجہ اس قسم کے دلون کے کمتر ہونے کی یہ ہی کہ ایسا دل ہونا آغاز سلطنت آخرت ہی اور ظاہر ہی کہ بادشاہ بہت نہین ہوا کرتے گو ملک سب کو اچھا معلوم ہوتا ہی تو جیسا دنیا مین حسن ملک اور جمال مین فائق ایک ہی دو ہوتے ہین اور باقی لوگ انسے کم ہوتے ہین اسیطرح ملک آخرت کے فائق بھی کم ہی ہونے چاہئین اسلیے کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہی کیونکہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہی اور آخرت عالم غیب کا اور جس طرح کہ آئینے کے اندر کا عکس دیکھنے والے کی صورت کے مطابق ہوتا ہی اسیطرح دنیا بھی آخرت کے مطابق ہی ہوتی ہے اور آئینے کے اندر کی تصویر اگرچہ وجود مین مرتبۂ ثانی رکھتی ہی کہ پہلے دیکھنے والا ہوتا ہی تب اسکی صورت بنتی ہی مگر دیکھنے کے اعتبار سے وہی اول ہی کیونکہ دیکھنے والا اپنے نفس کو تو دیکھ ہی نہین سکتا بلکہ اپنی صورت کو جو آئینے مین ہی اول دیکھتا ہی اور اس عکس سے اپنا چہرہ جو دوسرا ہی اسکو سمجھتا ہی کہ وہ بھی ایسا ہی ہی تو دیکھنا چاہیے کہ جو چیز وجود مین تابع تھی یعنی عکس وہ جاننے کے باب مین متبوع اور اصل ہو گئی اور جو چیز وجود مین پیچھے تھی وہ شناخت مین مقدم ہو گئی لیکن اسطرح کا اختلاف اور تغیر ایسی دنیا مین ہو سکتا ہی اور دنیا کے لیے یہ ضرور بھی ہی اسیطرح عالم دنیا مشابہ عالم غیب کا ہی پس بعض لوگ جنکو چشم عبرت سے دیکھنا نصیب ہوا تو اس ملک کی کسی چیز کو نہین دیکھتے جس سے عالم ملکوت پر عبور نکر جاتے ہون اسی گذر کا نام عبرت ہی جسکا خدا تعالیٰ نے خلق کو ارشاد فرمایا ہی فاعتبروا یا اولی الابصار اور بعضے ایسے ہین کہ انکی بینائی کی پھوٹی ہی اس جہت سے عبرت نہ کی اور دنیا ہی مین محبوس رہے انکے قیدخانے کیطرف عنقریب دروازے جہنم کے کھل جاوینگے اور یہ قیدخانہ ایسی آگ سے لبریز ہی جو دلون ہی پر جھانکتی ہی مگر آدمی کو جو اسکی تکلیف نہین معلوم ہوتی اسکی وجہ یہ ہی کہ اسکے اور اس آگ کے درمیان مین حجاب ہی جب وہ حجاب موت سے دور ہو جاویگا تب اس کی تکلیف معلوم ہو گی اور یہی بات خدا تعالیٰ نے ان لوگون کی زبان سے نکلوادی جنکو امر حق ہی سے گویا کرتا ہی وہ فرماتے ہین کہ جنت اور دوزخ دونون مخلوق ہین مگر دوزخ کبھی تو ایسے ادراک سے معلوم ہوتی ہی جسکو علم الیقین کہتے ہین اور کبھی ایسے ادراک سے جسکو عین الیقین کہتے ہین اور عین الیقین سوائے آخرت کے اور کہین نہوگا اور علم الیقین دنیا مین بھی کبھی ہوتا ہی مگر انھین لوگون کو جو نور یقین سے بہرۂ کامل رکھتے ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم یعنی دنیا مین ثم لترونہا عین الیقین یعنی آخرت مین اس بیان سے اب معلوم ہوا کہ جو قلب صلاحیت سلطنت عالم آخرت کی رکھتا ہی وہ کمتر ہی ہوگا جیسا کہ ملک دنیا کے قابل کمتر ہوا کرتا ہی چھٹی تقسیم جو سب نعمتون کو حاوی ہی یہ ہی کہ نعمتین دو قسم کی ہین یا تو غایت مطلوب بالذات یا وسیلے اس غایت مقصود بالذات کے غایت سے سعادت آخرت مراد ہی جو چار باتون کو شامل ہی اول وہ بقا جسکو فنا نہو دوم سرور جسمین غم نہو سوم علم جسمین جہل نہو چہارم توانگری جسکے بعد افلاس نہو انھین چار باتون کو نعمت حقیقی جاننا چاہیے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عیش الا عیش الآخرۃ یہ الفاظ ایکبار سختی کیوقت ارشاد فرمائے تاکہ نفس کو سختی ناگوار نہ گذرے یعنے جسوقت غزوۂ خندق مین خندق کی تیاری کیوقت شدت سے تکلیف تھی اسوقت آپ نے فرمایا تاکہ نفس کو تسلی ہو اور ایکبار یہی الفاظ

وقت سرور بھی فرمائے تاکہ نفس مائل سرور دنیا نہو یہ اسوقت فرمائے تھے جب حجۃ الوداع مین لوگ ہالے کیطرح اس ماہ سپہر خوبی
کے گرد گھڑے ہوے تھے اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الٰہی مین تجھ سے کمال نعمت کی درخواست کرتا ہون آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو جانتا ہو کہ کمال نعمت کیا ہو اسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ کمال نعمت جنت مین داخل
ہونا ہو۔ اور وسائل کی چار قسمین ہین اول تو وہ جو سب سے زیادہ خاص ہون جیسے نفس کے فضائل دوسرے جو قرب مین
ان فضائل نفس کے قریب ہون جیسے بدن کے فضائل تیسرے وہ جو انکے قریب ہون مگر بدن مین نہون جیسے اسباب بدن
کے قریب مثل مال اور اہل اور اقربا کے چوتھے وہ کہ ان اسباب خارج از نفس اور موجود اور نفس کے جامع ہون جیسے توفیق
اور ہدایت مین پس ان چارون کو مفصل بیان کیا جاتا ہو اول قسم اخص وسائل یعنی فضائل نفسی ہین اور اگرچہ اسکے فروع
بہت ہین مگر حاصل انکا دو مین آجاتا ہو اول ایمان دوم حسن خلق پھر ایمان کی قسمین ہین اول علم مکاشفہ یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکی
صفات اور ملائکہ اور انبیا کا علم دوسرے علم معاملہ اور حسن خلق کی بھی دو قسمین ہین ایک چھوڑنا مقتضائے شہوات و غضب
کا جسکو عفت کہتے ہین دوسرے مقتضائے شہوت کے ارتکاب اور ترک کرنے مین عدل کا لحاظ رکھنا یعنی ایسا نہو کہ جہان دل چاہے
وہان اقدام کرے اور جہان نچاہے وہان باز رہے بلکہ جرأت کرنی اور تارک ہونا میزان عدل کے ساتھ جبکہ خداوند کریم نے
اپنے رسول مقبول کی زبان پر اسطرح اتارا ہو[۱] ان لا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان اس صورت مین اگر کوئی
شہوت کے دور کرنے کے لیے اپنے آپ کو خصی کرے یا باوجود قدرت نکاح کے سب آفتون سے محفوظ رہنے کے لیئے نکاح نکرے یا غذا
چھوڑ دے یہانتک کہ عبادت اور ذکر و فکر مین ضعف آجاوے تو ایسا شخص میزان عدل کے خلاف گوئی کریگا اور جو شہوت پیٹ اور
پٹیھ مین ڈوبا رہے وہ زیادتی پر کہلادیگا اور صورت عدل یہ ہو کہ وزن کا خالی ہونا اور بھر نا زیادتی اور کمی کے ساتھ نہو بلکہ دونون
پلے میزان کے تلے رہین کوئی نہ نیچے جھکے نہ اوپر چڑھے اس سے معلوم ہوا کہ فضائل نفسی خاص جو خدا تعالیٰ سے قریب کرتے ہین وہ چار
چیزین ہین علم مکاشفہ اور علم معاملہ اور عفت اور عدالت اور یہ چارون باتین اکثر بدون فضائل بدنی یعنی دوسری قسم فضائل کے کامل نہین
ہوتین اور فضائل بدنی بھی چار ہین اول تندرستی دوسری قوت تیسری جمال چوتھی عمر کا زیادہ ہونا اور یہ فضائل بدنی تیسری قسم فضائل
یعنی فضائل خارج از بدن اور محیط بدن سے حاصل ہوتی ہین اور وہ بھی چار چیزین ہین اول مال دوم اہل سوم جاہ چہارم عمدہ ہونا نسب کا اور
ان فضائل مین سے کسی سے آدمی منتفع نہین ہوسکتا جبتک کہ چوتھی قسم کے فضائل یعنی وہ اسباب جو جامع فضائل بدنی اور خارجی و فضائل نفسی
کے ہون حاصل نہون اور وہ بھی چار ہین اول خدا تعالیٰ کی ہدایت دوم اسکا ارشاد سوم اسکی تسدید چہارم تائید اب چونکہ نعمتون کی
ہمنے چار قسمین لکھی تھین اور ہر ایک انمین سے چار چار چیزین ہوئین تو معلوم ہوا کہ نعمتین سب سولہ ہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انمین سے
بعض نعمتین بعض کی طرف محتاج ہین خواہ حاجت ضروری ہو خواہ بطور نافع ہونے کے ہو حاجت ضروری کی مثال یہ ہو کہ سعادت اخروی
ایک نعمت ہو اور اسکو ایمان و حسن خلق کی حاجت ہو تو یہ حاجت ضروری ہو کیونکہ اس تک رسائی انسان کی بدون ان دو باتون کے
نہین ہوسکتی اسلیے کہ انسان کو وہی ملیگا جو کما دیگا اور جو دنیا مین زاد کر لیگا آخرت مین وہی کام آویگا اسیطرح فضائل نفسی کو حاجت

۱ مسلم اور یہ حدیث باب ... مین ہے ترمذی ۲ ترمذی ... معلوم ہوتا ہے ...
... ترازو ... انصاف سے اور ... تول ...

کسب علوم کی ضروری ہو اور تہذیب اخلاق کے لیے صحت بدن ضروری درکار ہو اور جس حاجت مین کہ فی الجملہ فائدہ ہوتا ہو ضروری نہین اسکی مثال یہ ہو کہ جتنی نعمتین نفسی ہین خواہ بدنی انکو خارجی نعمتون کیطرف حاجت ہوتی ہو مگر یہ حاجت ضروری نہین ہاں نافع ہو اور کام بہت نکلتا ہو مثلاً مال وجاہ اور اہل جو خارجی نعمتین ہین اگر بالفرض آدمی کو حاصل نہون تو کیا عجب ہو بعض فضائل نفسی مین خلل واقع ہو جاوے اور طریق آخرت کے لیے جو ان خارجی نعمتون کی حاجت پڑتی ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ یہ اسباب قائم مقام بازو کے سمجھنے چاہئین کہ جنسے مقصود تک پہونچنا سہل ہو یا مثل آلہ کے تصور کرنا چاہیے مثلاً مال ہی پر غور سے دیکھو تو کتنا بڑا فائدہ اسکا ہو کہ کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے بےفکر رہتا ہو ورنہ محتاج آدمی اگر تحصیل علم یا کسب کمال کیا چاہے اور اسکے پاس قوت بشری کی صورت کچھ نہو تو اسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی بدون ہتھیارون کے لڑائی کے لیے کوشش کرے یا کوئی باز شکار پکڑنا چاہے اور اس سے اڑا نہ جاتا ہو ایسے ہی کیلیے یہ شعر ہے **شعر** شب چو عقد نماز بربندم ÷ چہ خورد بامداد فرزندم ÷ غرض اس سے یہ ہو کہ مفلسی مین کوئی کام آدمی سے نہین بن پڑتا ہر وقت تلاش معاش اور فکر لباس اور دوسرے ترددات مین مبتلا رہتا ہے ذکر فکر نہین کرنے پاتا فضیلت حج و زکوۃ اور دوسری خیرات وصدقات سے محروم رہتا ہے اور اگر مال اپنے پاس ہو تو یہ سب قباحتین دور ہو جاتی ہین اور مقصود تک پہونچنا نہایت آسان ہو جاتا ہو چنانچہ حدیث شریف مین ہو نعم المال الصالح للرجل الصالح اور فرمایا نعم العون علی تقوی اللہ المال اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ نعمت کیا شے ہو انھون نے فرمایا کہ تونگری کیونکہ میرے نزدیک فقیر کی کچھ زندگی نہین سائل نے پوچھا کہ اور کہو حکیم نے جواب دیا کہ دوسری نعمت امن ہو خوف والے کو کچھ عیش نہین پھر سائل نے پوچھا کہ اور بیان کرو حکیم نے کہا کہ تیسری نعمت تندرستی ہو اسلیے کہ مریض کو زندگی کی کچھ حلاوت نہین اسنے پوچھا کہ اور فرمائیے کہا کہ اور نعمت جوانی ہو کہ بوڑھے کی زندگی بھی بےمزہ ہو پس اس قول مین حکیم کے دنیا کی نعمتون کیطرف اشارہ ہو مگر یہی اعتبار سے کہ آخرت پر معین ہون نعمت کہلاتی ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہو من اصبح معافی فی بدنہ امنا فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا اب اہل و اولاد صالح کو دیکھو تو انکی طرف حاجت ہونے کیوجہ مخفی نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین نعم العون علی الدین المراۃ الصالحۃ اور لڑکے کے باب مین فرمایا اذا مات العبد انقطع عملہ الا من ثلث ولد صالح یدعو لہ الحدیث اور اہل وولد کے فوائد ہم باب النکاح مین لکھ آئے ہین یہان دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین حاصل یہ کہ جب آدمی کی اولاد اور اقارب زیادہ ہوتے ہین تو اسکے بازو اور آنکھ کی جگہ ہوتے ہین انکے سبب سے اسکو وہ امور دنیاوی جو دین مین ضروری ہوتے ہین حاصل ہوتے ہین اور اگر وہ اکیلا ان امور کی بجاآوری مین مشغول ہو تو ذکر و شغل بھی جاتا رہیگا اور کبھی ضروریات دنیا سے دلکو فراغت نہوگی جب اقارب و اہل دین پر معین ومددگار ٹھہرے تو انکے نعمت ہونے مین کیا شک ہو اور عزت وجاہ کے باعث آدمی اپنے نفس پر سے ذلت اور ظلم دفع کرتا ہو اور اسکی حاجت سب اہل اسلام کو ہو اسواسطے کوئی اہل ایمان ایسا نہین ہوتا جسکا کوئی دشمن موذی نہو یا ظالم کہ اسکو عمل نہ کرنے دے اور فراغبالی مین تشویش و پریشانی مین ڈالدے حالانکہ دل سرمایہ دار کار اس مال ہو جب وہی تشویش و تردد مین رہیگا تو پھر کیا کر سکتا ہو مگر یہ تشویش عزت و جاہ سے دفع ہو جاتی ہو اسیواسطے اکابر کا قول ہو کہ دین

اور سلطان دونون توام ہین یعنی ایک دوسرے کو لازم ہین اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض اور دلون کے مالک ہونے کو جاہ کہتے ہین جیسے کہ روپیون کے مالک ہونیکو توانگری کہتے ہین اور جو شخص دلونکا مالک ہوجاتا ہی تو ارباب قلوب اسکے اوپر سے اندا دور کرنے کے لیے خود مستعد ہوجاتے ہین اور جسطرح کہ انسان کو ضرورت چھت کی مینھ کے دفع کرنے کیواسطے ہوتی ہی اور کپڑے کی ضرورت جاڑے کے دور کرنے کے لیے اور شکاری کتے کی ضرورت اپنے مال کی حفاظت کے لیے اسیطرح اس شخص کی بھی احتیاج ہی جو شر کو اسکے اوپر سے دفع کرے اور یہی وجہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام ملک وسلطنت نرکھتے تھے وہ سلاطین کی رعایت کرتے تھے اور انکے دلون مین اپنی جگہ کر لیتے تھے اسیطرح علمائے دین بھی بادشاہون کے خزانون کے طامع نہین ہوتے نہ کچھ سلاطین کی متابعت سے طالب اپنی ترجیح یا دولت دنیا کے ہوتے ہین بلکہ انکی غرض یہی ہوتی ہی کہ کوئی شخص خلل انداز انکے شغل مین نہو اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ اللہ تعالی کی نعمت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر اسیوقت زیادہ تھی کہ انکو فتح دی اور انکے دین کو کامل کیا اور تمام اعدا پر انکو غلبہ عنایت فرمایا اور لوگون کے دلون مین انکی محبت ڈالی یہانتک کہ انکی عزت وجاہ پھیلگئی اور اسوقت نعمت کم تھی جب لوگ انکو ایذا دیتے تھے اور مارتے تھے یہانتک کہ نوبت ہجرت کی پہونچی بلکہ نعمت دونون وقتون مین یکسان تھی مگر ان احوال مین کچھ حکمتین باریک تھین۔ اب باقی رہا عمدہ ہونا نسب کا اور شرف خاندان سو یہ بھی نعمت ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ الائمة من قریش یعنی سردار قریش مین سے ہین اور یہین لحاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی آدم کے اشرف خاندان مین سے ہوے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی جگہ پسند کیا کرو اور فرمایا کہ ایاکم وخضراء الدمن یعنی اپنے آپ کو گھورے کے سبزے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ نجاست کے سبزے سے کیا مراد ہی آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جسکا نسب اچھا نہو اس سے معلوم ہوا کہ شرف خاندان بھی ایک نعمت ہی اور ہماری غرض خاندانی ہونے سے یہ نہین کہ ایسے شخصون سے اسکا نسب ہو جو ظالم اور دنیادار ہون بلکہ اس سے یہ مراد ہی کہ نسب یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ مین ملتا ہو یا ائمہ اور علما اور صلحا جو علم وعمل مین معروف تھے انسے ملتا ہو اب اگر یہ کہو کہ فضائل بدنی کی کیا حاجت پڑتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ انکی بھی بہت حاجت ہی مثلاً صحت اور قوت اور طول عمر کی نہایت ضرورت ہی کیونکہ علم وعمل انھین سے تمام ہوتا ہی اور اسیوجہ سے حدیث شریف مین ہی کہ افضل سعادت یہ ہی کہ آدمی طاعت الٰہی مین مدت تک زندہ رہے لیکن جمال مین البتہ ذرا دقت ہی کہ وہ بھی نعمت ہی یا نہین کیونکہ اسمین یہ کہ سکتے ہین کہ بدن کا سالم ہونا امراض سے کافی ہی کہ مرض کے باعث خیرات نہین کرنے پاتا الا اتنا معلوم ہوتا ہی کہ ہر چند جمال کیطرف حاجت چندان نہین مگر اسکے بہتر ہونے مین کچھ شک نہین دنیا مین تو اسکا نفع ظاہر ہی چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین شعر گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد ؛ ہر کجا پاے نہد دست بدارندش پیش ؛ اور آخرت مین بھی دو وجہ سے نافع ہی اول تو یہ کہ بدصورت کو لوگ برا کہتے ہین اور طبیعتون کو اس سے نفرت ہوتی ہی بخلاف خوبصورت کے کہ اسکی حاجت جلد پوری کیجاتی ہی اور دلون مین اسکی جگہ بھی زیادہ ہوتی ہی اس نظر سے گویا جمال بھی مال وجاہ کے مانند ایک آلہ اور ذریعہ مقصود تک پہونچنے کا ہی اسلیے کہ اسمین ایک طرح کی قدرت پائی جاتی ہی کہ خوبصورت اپنی حاجات پوری کرنے مین بہ نسبت بدصورت کے زیادہ قادر ہی اور جو چیز کہ حاجات دنیاوی کے لیے معین ہوتی ہی وہ آخرت کے لیے بھی معین ہوتی ہے یعنی

بذریعۂ حاجات دنیاوی آخرت پر بھی مددگاری ممکن ہو دوسرے یہ کہ خوبصورتی سے اکثر نفس کی فضیلت پائی جاتی ہو کیونکہ جب نفس کا نور خوب چمکتا ہو تو اسکا اثر بدن پر آجاتا ہو اکثر ظاہر و باطن ایک دوسرے کے موافق ہی ہوتے ہین اسیواسطے اصحاب فراست نفس کی بزرگیان معلوم کرنے کیلیئے بدن کی ہیئت کا اعتبار کیا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ چہرہ اور آنکھ آدمی کے باطن کا آئینہ ہو کہ اس سے حال باطن کا کھلجاتا ہو اسی لیے جو حال آدمی کے اندر ہوتا ہو اسکا اثر چہرہ اور آنکھ پر آجاتا ہو مثلاً غصہ اور سرور اور غم اگر جبین ہوتا ہو تو اسکا اثر آنکھ اور چہرے پر معلوم ہوتا ہو اور یہی وجہ ہو کہ طلاقت وجہ یعنی کشادہ پیشانی ہونے کو عنوان نفس کے اچھے ہونیکا کہا کرتے ہین اور بعضون کا قول ہو کہ دنیا مین جتنے بدصورت ہین انکے لیے یہی کافی ہو کہ صورت ہین حالش ہمین بس۔ روایت ہو کہ ایکبار خلیفہ مامون کچھ امیدوار فوج مین بھرتی کرنے کو سامنے بلائے ایک بدصورت بھی انمین تھا اس سے جو خلیفہ نے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ زبان مین لکنت رکھتا ہو اسکا نام فہرست سے خارج کیا اور کہا کہ اگر روح کی چمک آدمی کے ظاہر بدن پر ہوتی ہو تو خوبصورتی حاصل ہوتی ہو اور اگر باطن پر ہوتی ہو تو فصاحت کا موجب ہوتی ہو اس شخص کا نہ ظاہر ہی کچھ ہو نہ باطن اور حدیث شریف مین ہو کہ اُطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ اور حضرت عمر رضی فرماتے ہین کہ جب تم قاصد کہین کو بھیجو تو خوبصورت اور اچھے نام کا تلاش کیا کرو۔ اور فقہا کتب فقہیہ مین لکھتے ہین کہ جب نمازیون کے درجات ہر ایک چیز مین مساوی ہون تو امامت کیواسطے بہتر وہ ہو جو زیادہ خوبصورت ہو اور اللہ تعالی نے خوبصورتی پر احسان جتاکر ارشاد فرمایا ہو کہ زادہ بسطۃ فی العلم والجسم اور یہ روایت خود مشہور ہو انّ اللہ جمیل ویحب الجمال یعنی اللہ تعالی خود بھی اچھا ہو اور خوبی ہی اسکو محبوب ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری غرض جمال سے وہ جمال نہین جو محرک شہوت ہو اسطرح کا جمال مونث کا ہوتا ہو بلکہ جمال سے غرض ہو کہ آدمی میانہ قد راست قامت گوشت مین معتدل اعضا سب مناسب چہرہ کا اچھا ہو کہ لوگون کو اسکی طرف دیکھنے سے نفرت نہو اب یہان یہ اعتراض ہوتا ہو کہ تقریر مذکورۂ بالا سے مال اور جاہ اور نسب اور اہل و اولاد سب نعمت مین داخل معلوم ہوتے ہین حالانکہ خدا تعالی نے مال و جاہ کی مذمت کی ہو چنانچہ ارشاد فرمایا انّ من ازواجکم واولادکم عدواً لکم فاحذروہم اور فرمایا انما اموالکم واولادکم فتنۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونون کی مذمت فرمائی ہو اور علما بھی انکو برا کہتے چلے آئے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نسب کی مذمت مین فرماتے ہین کہ آدمی اپنے اعمال نیک کی اولاد ہین اور ہر ایک انسان کی قیمت وہی چیز ہے جسکو اچھا کرے اور بعض اکابر کا قول ہو کہ آدمی اپنی ذات سے ہوتا ہو نہ اپنے باپ سے جب مال و جاہ و نسب کا یہ حال ہو تو یہ چیزین نعمت کیسے ہو سکتی ہین اسکا جواب یہ ہو کہ جو شخص علوم کو الفاظ منقول اور دلائل سے اور روایات عامہ مخصوص البعض سے حاصل کرتا ہو اسپر گمراہی غالب رہتی ہو جب تک کہ نور الٰہی سے ہدایت پاکر ان علوم کو اصل ماہیت پر حاصل نہ کرلے اور جب انکی حقیقت معلوم ہوجاوے تو نقل کو اسکے مطابق خواہ تاویل سے کر لے یا تخصیص سے اب یہان جو ہم دیکھتے ہین تو ان چیزون کے نعمت ہونے اور آخرت پر معین ہونے مین کچھ انکار نہین ہو سکتا لیکن انمین فتنے اور خوف بہت ہین مثلاً مال کو ایک سانپ تصور کرنا چاہیے جسمین تریاق نافع اور زہر ہلاہل دونون ہین اب اگر اسکو کوئی منتر والا پکڑیگا جو زہر سے بچنے کی ترکیب اور تریاق نکالنے کی تدبیر سے ماہر ہو تو اسکے لیے سانپ پکڑنا نعمت ہو لیکن اگر گنوار مغرور اسکو پکڑلیگا تو اسکے حق مین مصیبت ہو یا مال کو ایک سمندر فرض کرو جسکی تہ مین اقسام جواہر اور موتی ہین تو جو شخص فن

شناوری اور غوطہ زنی مین یکتا ہوگا اور سمندر کی اور آفات سے بچنے کی گھاتین جانتا ہوگا اسکو سمندر کی نعمتین ملینگی اور اگر ہر ایک امر سے ناواقف ہے تو بیشک ہلاک ہوجاویگا جب اسمین نعمتون کا وجود یقیناً ہے تو اسیوجہ سے اللہ تعالی نے مال کی تعریف کی اور اسکو خیر کے لفظ سے تعبیر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی تعریف کی چنانچہ حدیث مذکورہ بالا مین گذرا کہ اللہ تعالے کے خوف کیواسطے مال بہت عمدہ مددگار ہے اسیطرح جاہ و عزت کی بھی خداوند تعالی نے مدح کی کہ انکے باعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا یعنی اسکو سب دینو پر غلبہ دیا اور خلق کے دلون مین انکو محبوب فرمایا اور یہی غرض جاہ سے بھی ہوتی ہے ہان اتنی بات ہے کہ ان دونون کی مدح تھوڑی سی ہے اور مذمت بہت سی اور جہان برائی ریا کی ہے وہ بھی جاہ کی برائی ہے اسلیے کہ ریا کا مقصود دلونکا اپنی طرف کھینچنا ہے اور جاہ کا مقصود دلون کا مالک ہونا دونون ایک ہی سے ہین اور وجہ مدح کی کمی اور ذم کی کثرت کی یہ ہے کہ اکثر آدمی مال کے سانپ کا منتر نہین جانتے اور جاہ کے سمندر مین غوطہ لگانیسے ناواقف ہین اسلیے انکوانسے ڈرانا ضرور ہوا کیونکہ انکو تریاق ملنے سے پہلے ہی زہر مال کا چڑھ جاتا ہے اور جاہ کے مروا سید پر اطلاع ہی نہین ہونے پاتی کہ اسکی موج برباد کردیتی ہے اور اگر مال و جاہ بذات خود ہر ایک شخص کے حق مین برے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ جاہ عنایت نہوتا نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملتی بلکہ بات وہی ہے کہ لوگ مثل لڑکون کے ہین اور انبیاء علیہم السلام اور عارفین منتر دان ہین جس چیز سے لڑکون کو ضرر ہوتا ہے منتر والون کو نہین ہوتا فرض کرو کہ ایک منتر دان کا ایک لڑکا محبوب ہے جسکی صلاح اور زندگی اسکو منظور ہے اسنے ایک سانپ دیکھا اور جانا کہ اگر مین اس سانپ کو تریاق کے لیے پکڑونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور جہان سانپ دیکھیگا کھیل کیواسطے پکڑلیگا اور ہلاک ہوجائیگا تو یہان اسکو دو غرضین پیش ہوتی ہین ایک سانپ مین سے تریاق نکالنا دوسرے لڑکے کی حفاظت تو اسکو چاہیے کہ ان دونون غرضون کو مقابلہ کرے اگر یہ سمجھے کہ تریاق نہ ملنے سے مجھے چندان ضرر نہوگا لیکن اگر سانپ کو پکڑونگا تو یہ لڑکا ضرور میری دیکھا دیکھی پکڑیگا اور اسکے ہلاک ہونے سے میرا بڑا نقصان ہوگا تو اس صورت مین اسکو واجب ہے کہ جب سانپ نظر آوے اسکے پاس سے بھاگے اور لڑکے کو بھی اسکے پاس سے بھگادے اور اسکی برائی اسکے سامنے بیان کرے کہ خبردار اسکے گرد نہ پھرنا اسمین ایسا زہر ہوتا ہے کہ اس سے کوئی نہین بچتا اور اس سے ہرگز تریاق کا ذکر نہ کرے کہ اسمین تریاق نافع بھی نکلتا ہے کیونکہ مبادا وہ بدون واقفیت کامل اسپر جرات کر بیٹھے اور تباہ ہوجاوے اسیطرح غوطہ خور اگر سمندر مین غوطہ لگانا چاہے اور اسکا لڑکا موجود ہو اور تصور کرے کہ اگر مین غوطہ لگاؤنگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور ڈوب جاویگا تو اسکو چاہیے کہ لڑکے کو سمندر اور دریا کے کنارے سے ڈراوے کہ انکے پاس آنا اچھا نہین یہان آدمی کا پتہ نہین لگتا اور اگر صرف کہنے سے لڑکا باز نرہے بلکہ اپنے باپ کو کنارے پر دیکھکر خود بھی اسی پر صبر کرے تو باپ پر واجب ہے کہ جب لڑکا ساتھ ہو کبھی کنارے پر نجاوے اس سے دور دور رہے اور چونکہ امت بھی انبیا علیہم السلام کی کنار شفقت مین مثل ناواقف لڑکون کے ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اسلیے جوش شفقت پدری اسی بات کا مقتضی ہے کہ ہلاک ہونے کی جگہ سے ان ناواقفون کو بچائے جیساکہ حدیث شریف مین وارد ہے انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم یعنے تم آگ پر پروانون کی طرح گرتے ہو اور مین تمہاری کمر پکڑتا ہون ؎ چہ غم دیوار امت راکہ باشد چون تو پشتیبان ؛ اور اسلیے

انبیاء علیہم السلام کا بڑا مقصد اپنی اولاد یعنی امت کا بچانا ہی تھا اور اسی لیے مبعوث بھی ہوے تھے اور مال مین انکو بجز قوت کے اور کوئی غرض نہ تھی اسی لیے صرف بقدر قوت کے مال پر کفایت کی اور جو بچا اسکو اپنے پاس نہ رکھا بلکہ دے ڈالا کیونکہ دے ڈالنا ہی اسکا تریاق ہی اور روکنا اسکا زہر قاتل ہی اگر لوگون کے واسطے کسب مال کی اجازت دیجاتی اور اسکے راغب کیے جاتے تو مسا کے زہر کیطرف متوجہ ہوتے اور خرچ کرنے کے زہر مہرے پر دھیان نہ دھرتے اسی لیے مال کی مذمت کی گئی اور اس مذمت سے مقصود یہی ہی کہ اسکا روکنا اور اسکے زیادہ ہونے کی حرص کرنی بری بات ہی کہ اس سے دنیا کی رغبت اور اسکے لذات کا میل پایا جاتا ہی اور بقدر کفایت مال کا لینا اور باقی کو خیرات مین خرچ کرنا برا نہین ہر مسافر پر ضرور ہی کہ سفر مین بقدر زاد ہی اپنے ساتھ لے بشرطیکہ اس امر کا ارادہ پختہ ہو کہ اسمین سے اور کسی کے صرف مین نہ آوے مگر جس صورت مین کہ اسکو دوسرون کا کھلانا اور رفقا پر صرف کرنا منظور ہی تو زیادہ زاد سے لینا بھی کچھ مضائقہ نہین اور یہ جو حدیث شریف مین مذکور ہی کہ لیکن بلاغ احدکم من الدنیا کزاد الراکب[۱] اسکے یہ معنی ہین کہ صرف اپنے نفسون کے لیے اسقدر چاہیے ورنہ اسی حدیث کے راویون مین سے بعض ایسے بھی تھے کہ حدیث مذکور پر عمل بھی کرتے تھے اور ایک جگہ مین لاکھ درم لیتے اور اسی جگہ دے ڈالتے اور ایک کوڑی نہ بچاتے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ توانگر آدمی جنت مین دشواری سے جاوینگے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آپ سے اجازت چاہی[۲] کہ جو کچھ میرے پاس ہی سب دیے ڈالتا ہون آپ نے انکو اجازت دے دی اسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے اور فرمایا کہ انکو حکم فرمائیے کہ کھانا کھلاوین اور ننگون کو کپڑا دین اور مہمان کی خدمت کرین۔ حاصل یہ کہ دنیا کی نعمتون مین دوا کے ساتھ مرض اور نفع کے ساتھ ضرر ملا ہوا ہی پس جس شخص کو اپنی بصیرت اور کمال معرفت پر اعتماد ہو اسکو چاہیے کہ دنیا کے پاس اسیطرح جاوے کہ دوا حاصل کرے اور اسکے مرض سے بچا رہے اور جسکو اعتماد نہو اسکو دنیا سے علیحدہ رہنا اور گریز کرنا ہی لازم ہی کہ نہایت محل خوف ہی سلامت رہنا بہت عمدہ بات ہی بموجب مثل مشہور تندرستی ہزار نعمت ہی ایسے لوگون کے حق مین سلامتی کے برابر کوئی چیز نہین اور تمام لوگ ایسے ہی ہین صرف وہ لوگ جنکو خدا تعالی بچاوے اور اپنے طریق کی راہ بتاوے وہ البتہ ارباب بصیرت مین اب جو تھی قسم کی نعمتون یعنی توفیقی نعمتون کا حال بیان کیا جاتا ہی کہ انکی طرف حاجت کسطرح ہی یہ امر ظاہر ہی کہ کوئی شخص ایسا نہین جسکو توفیق کی حاجت نہو اور توفیق کے معنی یہ ہین کہ بندے کے ارادہ و قضا و قدر آلہی مین تالیف اور ربط کا ہونا اور اس مین خیر و شر دونون شامل ہین اور سعادت اور شقاوت دونون داخل مگر عادت یہ ہو گئی ہی کہ توفیق خاص اسیکو کہتے ہین جو قضا و قدر مین سے سعادت کے موافق ہو جسطرح کہ الحاد کہ لغت مین میل کو کہتے ہین مگر اصطلاح مین خاص اس میلان کا نام ہی جو صدق کیطرف سے باطل کیطرف ہو اور اسیطرح ارتداد کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اسکے معنی بھی لغۃً پھرنے کے ہین مگر عادۃً امر حق سے پھر جانیکو کہتے ہین بہرحال توفیق کی حاجت ہونے مین کچھ شک نہین جیساکہ شیخ سعدی فرماتے ہین شعر گر از حق نہ توفیق خیرے رسد۔ کے از بندہ خیرے بغیرے رسد۔ اور سر آنکا حال یہ ہی کہ اسکے بدون کوئی شخص سعادت کا طالب نہین ہو سکتا اسواسطے کہ انسان کا ارادہ بھی ایسی چیز کیطرف ہوا کرتا ہی جسمین اسکی آخرت کی بہتری ہو لیکن جب یہی جانتا ہو کہ میری صلاح و بہتری کس چیز مین ہی یہانتک کہ فساد کی شے کو بہتری کی چیز جان لے تو

[۱] ح ... چاہیئے کہ دنیا میں اسی قدر توشہ ہو جتنا مسافر کے ساتھ ہوتا ہے ۱۲ ابن ماجہ و حاکم بروایت سلمان ۱۲

[۲] ح احمد و حاکم بروایت عبدالرحمن بن عوف اور اس سند میں خالد بن ابی مالک ضعیف ہے ۱۲

صرف ارادے سے کیا نفع ہوگا غرضکہ ارادہ اور قدرت اور اسباب سے بدون ہدایت کے کچھ فائدہ نہین اوراسیواسطے اللہ جلشانہ
نے فرمایا ربنا الذی اعطی کل شئ خلقہ ثم ہدی اور فرمایا لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا و لکن اللہ یزکی من یشاء اور حدیث
شریف مین ہوکہ ما من احد یدخل الجنۃ الا برحمۃ اللہ تعالی یعنی کوئی شخص جنت مین بدون خداتعالی کی رحمت کے داخل نہوگا اسمین
رحمت سے مراد ہدایت ہو اس حدیث کو سنکر لوگون نے عرض کیاکہ آپ بھی بدون رحمت داخل جنت نہونگے آپ نے فرمایا کہ
مین بھی بدون رحمت نجاونگا۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ ہدایت کے تین درجے ہین پہلا درجہ طریق خیر و شر کا بتانا ہے جو اس آیت
مین مراد ہو وہدیناہ النجدین یعنی ہمنے سوجھادین اسکو دو گھاٹیان اور یہ انعام خداوندی اسکے سب بندونپر ہو بعضون کو اپنی عقل
ہی سے طریق خیر و شر بتادیا اور بعضون کو انبیا علیہم السلام کی زبان سے چنانچہ فرمایا واما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی علی الہدی غرضکہ
اسباب اس ہدایت کے کتب الٰہی اور انبیا علیہم السلام اور بینائی معقول ہین اور انسے کسیکو روک نہین انسے وہی شخص رکتاہو جسکو حسد اور
کبر اور دنیا کی محبت اور ایسے لوازم جنسے دل اندھے ہوجاوین گو آنکھین نکھوتین موجود ہون انمین سے عادۃً اور کسی چیز سے مانوس
ہونا اور اسکو اچھا جاننا ہو جو اس آیت مین مراد ہو انا وجدنا آباءنا علی امۃ و انا علی آثارہم مقتدون اور کبر و حسد کو ان آیات مین ارشاد فرمایا
وقالوا لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اور ابشرا منا واحدا نتبعہ یہ باتین دلکو اندھا کردیتی ہین اور اسیوجہ سے راہ پر نہین
آسکتے دیکھنے دوسرا درجہ ہدایت کا جو اس ہدایت عام کے بعد ہو یہ ہو کہ خداوند کریم اسکے باعث بندہ کی مدد ہر حال مین کرتا رہتاہو اور نتیجہ
مجاہدہ کا یہی ہدایت ہوتی ہو جو اس آیت مین مذکور ہے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اور اسمین بھی یہی مراد ہو والذین اہتدوا زادہم ہدی
تیسرا رتبہ ہدایت کا دوسرے کے بعد ہو اور وہ ایک نور ہو جو کمال ہدایت کے بعد عالم نبوت اور ولایت مین چمکتا ہو اسکے باعث آدمی کو
وہ باتین سوجھتی ہین جو عقل سے نہین معلوم ہوتین جسپر مدار اوامر و نواہی الٰہی اور امکان تحصیل علوم کا ہو اس ہدایت کا نام ہدایت مطلق
ہو اور اسکے سوا اور ہدایتین اسکے مقدمات اور حجب ہین یہی درجہ وہ ہو جسکو خداتعالی نے اپنی طرف منسوب فرمایا اگرچہ سب اسکی طرف
سے ہین چنانچہ فرمایا قل ان ہدی اللہ ہو الہدی اور اسی کا نام حیات ہو جو اس آیت مین مذکور ہو اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی
بہ فی الناس اور اس آیت مین بھی یہی مراد ہو افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ اور رشد سے ہماری غرض وہ عنایت الٰہی
ہو جو انسان کو اپنے مقصد کیطرف متوجہ ہونے کے وقت مدد کرتی ہو یعنی اگر مقصد مذکور مین اسکی بہتری ہوتی ہو تو اسکو قوت دیتی ہو اور
اگر اسکے حق مین برائی ہوتی ہو تو اسکو سست کردیتی ہو اور یہ بات باطن سے ہوتی ہو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو ولقد آتینا ابراہیم
رشدہ من قبل و کنا بہ عالمین حاصل یہ کہ رشد اس ہدایت کو کہتے ہین جو سعادت کیطرف کو باعث اور محرک ہو مثلا کوئی لڑکا اگر ایسے
حال مین بالغ ہو کہ مال کی حفاظت اور تجارت کے طریقے اور مال کے زیادہ کرنے کی تدبیرون سے واقف ہو مگر باوجود اسکے اسراف
کرے اور قصد مال کے ٹھانے کا نکرے تو اسکو رشید نہ کہینگے حالانکہ وہ طریق خیر و شر جانتا ہو مگر چونکہ اسکی ہدایت ناقص ہو کہ اسکے
ارادے کو محرک نہوئی اس جہت سے رشید نہوا اسیطرح جو شخص کسی مضر چیز پر عمداً جرأت کرے تو اسکو ہدایت تو عنایت ہوئی اور جاہل سے
تمیز بھی حاصل ہوئی جو مطلق اسکے ضرر کو نجانتا ہو لیکن رشد عنایت نہین ہوا اس سے معلوم ہوا کہ صرف اعمال کے طرق پر ہدایت ہو

۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ
ہلاک اختلاف ۱۲
اور وہ جو ثمود تھے سو ہمنے انکو راہ بتائی پھر انکو خوش لگا اندھا رہنا ۱۲ ہمنے پایا اپنے باپ دادونکو ایک راہ پر اور ہم انھین کے قدمون پر چلتے ہین ۱۲ اور کہتے ہین کیون نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیون کے ۱۲ کیا ایک آدمی ہم مین کا اکیلا ہم اسکے کہے [illegible]
[illegible] ۱۲ [illegible]
[illegible]
[illegible] جو لوگ راہ پر آئے [illegible] ۱۲
[illegible]
[illegible]
[illegible] سو تو وہ [illegible]

کی نسبت رشد مین زیادہ کمال ہے اور یہ نعمت بھی بڑی ہے اور تسدید سے یہ غرض ہے کہ بندے کے حرکات کو مطلوب کی طرف متوجہ کرنا اور ان حرکات کا اسپر آسان کردینا تاکہ بہت جلد صواب کیطرف نخبتہ ہو جاوے پس جیسے اکیلے ہدایت سے کام نہین چلتا اور حاجت رشد کی جو محرک ارادہ ہے باقی رہتی ہے اسیطرح رشد بھی کافی نہین اسمین ضرور ہے کہ حرکات کی آسانی بذریعہ مساعدت اعضا اور آلات کے ہوتی ہے یہانتک کہ مراد پوری ہو غرضکہ صرف بتلادینا اور شناخت کرادینا تو ہدایت ہے اور ارادے کو حرکت کیواسطے متنبہ اور بیدار کرنا رشد ہے اور درستی کیطرف اعضا کی حرکت کو مددینی تسدید ہے رہی تائید اسکو گویا سب کی جامع سمجھنا چاہیے یعنی اسکے معنی یہ ہین کہ بندے کے کام مین اندر سے تو بصیرت کے باعث قوت دینی اور باہر سے باعث موافقت اسباب و لوازم کے اعانت کرنی اور اس آیت مین یہی مراد ہے اذ ایدتک بروح القدس اور تائید کے قریب عصمت ہے جسکے یہ معنی ہین کہ آدمی کے دل مین وہ عنایت پروردگار ہو جسکے باعث آدمی خیر پر جرأت اور شر سے احتراز کرنے پر قادر ہو گویا کوئی اندر روکنے والا موجود ہے کہ معلوم نہین ہوتا اور اسی کو برہان کے لفظ سے خداتعالی نے مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد ہے ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ یہ ہین نعمتین کلی طور پر اور یہ سب انسان مین جب جمع ہوتی ہین جب کہ اللہ تعالی فہم صاف اور تیز اور گوش حق نیوش اور دل بصیرت منزل تواضع گزین مراعات آئین اور استاد خیر خواہ اور مال مین سے اسقدر کہ نہ کمی کے باعث مہمات و ضروریات ہی سے قاصر ہو نہ کثرت کی جہت سے مانع اشغال دینی ہو اور وہ عزت جس سے کہ احمقون کی جہالت اور اعدا کے ظلم سے بچا رہے عنایت فرماتا ہے اور ان ۱۶ سولہ اسباب مین سے ہر ایک چیز بہت سے اسباب چاہتی ہے پھر ان اسباب کے اور اسباب چاہئین یہانتک کہ یہ سلسلہ مسبب الاسباب پر ختم ہو اور از انجاکہ وہ اسباب بہت طول طویل ہین کہ اس جیسی کتاب مین اسکا پورا بیان کرنا ممکن نہین اسلیے ہم نمونہ کے طور پر کچھ تھوڑے سے لکھے دیتے ہین تاکہ اس سے اس آیت کے معنی سمجھ مین آجاوین وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا

دوسرا بیان اس بات کے نمونہ مین کہ خدائے تعالی کی نعمتین بہت اور مسلسل خارج حد شمار سے ہین واضح ہو کہ ہم نے تمام نعمتون کو سولہ قسمون مین جمع کیا ہے اور تندرستی منجملہ ان کے ایک نعمت ہے جو پچھلے مرتبے مین واقع ہے اگر اسی کے اسباب جنسے یہ نعمت پوری ہوتی ہے ہم بالکل لکھا چاہین تو یہ ممکن نہین مگر اسباب صحت مین سے ایک کھانا بھی ہے اسکے وہ لوازم جنسے کھانے کی نعمت پوری ہوتی ہے کچھ تھوڑے سے لکھ دیتے ہین تاکہ مشتے نمونہ از خروارے ہو یہ تو معلوم ہی ہے کہ کھانا ایک فعل ہے اور جو فعل اس قسم کا ہے وہ حرکت ہے اور ہر ایک حرکت کے لیے ایک جسم بھی ضرور ہے جو آلہ حرکت ہے اور اسکو حرکت پر قدرت اور ارادہ بھی شرط ہے اور اپنی مراد کا علم و ادراک بھی چاہیے پھر کھانے کے لیے غذا ضروری ہے اور غذا کے لیے کوئی چیز ایسی چاہیے جس سے غذا حاصل ہو اور اسکا کوئی بنانیوالا چاہیے جو غذا کو درست کر دے بہمین لحاظ اول ہم اسباب ادراک بیان کرینگے پھر اسباب ارادہ پھر اسباب قدرت پھر اسباب غذا اور ان چارون کو اشارۃً اور مجملاً بیان کرتے ہین نہ مفصل طور پر اور چونکہ اس بیان مین چند چیزونکا ذکر ہے لہذا اسکے آٹھ نکتے مقرر کیے گئے

نکتہ اول ان نعمتون کا ذکر جو اسباب ادراک کے پیدا کرنے مین خداتعالی نے رکھے ہین جاننا چاہیے کہ خداتعالی نے

[illegible] ۱۲

[illegible] ۱۲۵ [illegible] اور اگر گنو نعمتین اللہ کی تو پورا نہ کرسکو انکو ۱۲

نباتات کو پتھر اور ڈھیلے اور لوہے اور تانبے اور تمام جواہر سے جو بڑھتے اور کھاتے نہین وجود مین کامل تر بنایا ہے باین طور کہ نباتات مین ایک ایسی قوت رکھی ہو جس سے وہ غذا اپنی طرف کھینچتے ہین اور یہ قوت انکی رگون اور جڑ مین ہوتی ہو جو زمین مین رہتی ہین اور انکے لیے یہ رگ و ریشہ آلات ہین کہ انھین کے ذریعہ سے غذا کو جذب کرتے ہین اور یہ رگین اول باریک ہوتی ہین جو نہون پر سوجھتی ہین پھر انکی جڑین موٹی ہو کر پھیلنے لگتی ہین کہ موٹیون مین سے اور پتلی رگین متفرع ہوتی ہین اور ان مین سے اور پتلی یہانتک کہ پتلی ہوتے ہوتے پتے کے اجزا مین نظر سے غائب ہو جاتی ہین اور باوجودیکہ نباتات کو یہ کمال ہو مگر پھر بھی وہ ناقص ہو اسلیے کہ اسکی غذا اگر اسکی جڑ مین نہ پہونچیگی اور انکی رگون سے متصل نہوگی تو سوکھ جاویگا اسکو یہ قدرت نہین کہ غذا دوسری جگہ سے تلاش کرے کیونکہ تلاش کے لیے دو چیزین چاہیین ایک مطلوب چیز کا جاننا دوسرے اس تک جانا اور نباتات ان دونون باتون سے عاجز ہو تو یہ بھی ایک خدا تعالی کی نعمت ہو جو انسان کے لیے ذریعہ معلوم کرنیکا اور آلات حرکت واسطے تلاش غذا کے پیدا کیے پھر ترتیب حواس خمسہ مین بھی حکمت خدا نظر آتی ہو یہ سب حواس آلہ ادراک ہین پہلا حاسہ لمس یعنی چھونیکا ہی یہ اسواسطے پیدا کیا گیا ہو کہ جب آدمی پر آتش سوزان یا تیغ بران گرے تو اسکے لگتے ہی معلوم کرلے اور علحدہ ہو جاوے اور یہ حس حیوان مین اول پیدا ہوتی ہو بدون اسکے حیوان نہوگا اور سب سے کمتر درجہ حس کا یہ ہو کہ جو چیز بدن سے چھو جاوے اسکو معلوم کرلے کیونکہ دور کی چیز کا معلوم کرنا حس کامل مین داخل ہو اور یہ حس ناقص ہر ایک حیوان مین ہوتی ہے یہانتک کہ کیچوے مین بھی ہو کہ جب سوئی اسکے بدن پر لگاؤ تو فوراً اینٹھنے کیواسطے سکڑ جاویگا اور نباتات مین یہ بات نہین اسکو اگر کاٹنے لگو تب بھی نہین سکڑتا اسواسطے کہ اسکو کاٹنے کی خبر نہین ہوتی۔ پھر اگر آدمی مین یہی قوت لامسہ ہوتی تو یہ بھی کیڑے کیطرح ناقص ہوتا کہ دور سے غذا کی تلاش نہ کرسکتا بلکہ جو چیز بدن کو لگتی اسی کو اپنی طرف کھینچ لیتا اسلیے حاجت ایسے حس کی تھی ہوئی جس سے دور کی چیز معلوم ہو اسکے لیے خدا تعالی نے قوت شامہ پیدا کی کہ اسکے ذریعے سے آدمی کو بو معلوم ہوتی ہے مگر بو سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ کس طرف سے آئی اگر انسان بو ہی پر رہتا تو چارون طرف پھرا کرتا جبتک بودار چیز کے پاس نہ پہونچ جاتا جب بھی ناقص ہی رہتا اسکے واسطے بینائی پیدا کی کہ دور کی چیز کی جہت بھی معلوم ہو جاوے تاکہ اسیطرف کو حرکت کرے اور اگر صرف آنکھ ہی ہوتی جب بھی نقصان تھا کیونکہ دیوارون اور پردے کے پیچھے کی چیز معلوم نہوتی وہ غذا کہ جسمین کوئی آڑ حائل نہوتی وہی سوجھا کرتی ایسے ہی دشمن جو آنکھ کے سامنے ہوتا نظر آیا کرتا لیکن اگر اوجھل ہوتا تو نہ سوجھتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ دشمن کے نزدیک پہونچنے تک اطلاع نہوتی اور اسوقت بھاگ نہ سکتا اسکے لیے کان پیدا کیے اور قوت شنوائی عنایت کی جس سے دیوارون اور پردے کے پیچھے کی آواز سنے کیونکہ آنکھ سے تو سامنے کی چیز معلوم ہو سکتی ہو غائب کا حال بدون کلام و آواز حرکت کے جو قوت سامعہ سے معلوم ہوتی ہو ادراک نہین ہو سکتا اسی لیے قوت سامعہ پیدا ہوئی اور کلام کے سمجھنے کی قوت بھی دی گئی جسکے باعث اور حیوانات سے تمیز ہو گئی اور یہ سب حواس بھی کافی نہوتے اگر قوت ذائقہ نہوتی کیونکہ غذا کے ملنے کے بعد آدمی کو کیا معلوم ہوتا کہ یہ موافق ہو یا ناموافق کہ کھاتے ہی مرجاویگا جیسے درخت کا حال ہوتا ہو کہ جو چیز سیال اسکی جڑ مین پہونچتی ہو اسکو کھینچ لیتا ہو حالانکہ بعض اشیاء

بعض

مضر ہوتی ہین اور انکے باعث سے سوکھ جاتا ہی پھر اگر یہی حواس ہوتے تب بھی نقصان رہتا اگر ایک اور ادراک دماغ کے اگلے حصے مین پیدا نہوتا جسکو حس مشترک کہتے ہین جسکے وسیلے سے ان حواس کے محسوسات جمع رہتے ہین اگر حس مشترک نہوتا تو آدمی بڑی دقت مین پڑتا مثلاً جب کوئی چیز زرد رنگ کی کڑوی کھاتا اور اسکو ناموافق اپنی طبیعت کے پاکر چھوڑ دیتا تو جب دوبارہ اُس چیز کو دیکھتا تو نہ پہچانتا کہ یہ مضر ہی جب تک کہ دوبارہ نہ چکھتا کیونکہ آنکھ سے زردی سوجھتی ہی تلخی نہین معلوم ہوتی اور ذائقہ سے تلخی معلوم ہوتی ہی زردی نہین سوجھتی تو ضرور ہوا کہ ایک ایسی قوت بھی ہو جس سے زردی اور تلخی دونون جمع رہین یہانتک کہ جب زرد چیز نظر آوے تو وہ قوت حکم کردے کہ یہ کڑوی ہی اور دوسری دفعہ کھانے کی نوبت نہ آوے اور یہ سب حواس مع حس مشترک انسان مین جیسے پائے جاتے ہین حیوانات مین بھی ہین مثلاً بکری مین سب چیزین موجود ہین پس اگر انسان کے لیے یہی حواس ہوتے تب بھی ناقص رہتا جیسے حیوانات ہین کہ حیلے سے گرفتار ہوسکتے ہین پھر انکو اس حیلے کے دفع کی قوت نہین کہ کسی تدبیر سے قید سے آزاد ہو جاوین اور بعض اوقات کنوئین مین گر پڑتے ہین اور انکو یہ نہین معلوم کہ اسمین گرینگے مرجاوینگے اور یہی وجہ چوپایہ کبھی ایسی چیز کھالیتا ہی جو اسکو بالفعل مزہ دار معلوم ہو اور آیندہ کو مضر پڑے تو کھاتے ہی بیمار ہوکر مرجاتا ہی کیونکہ اسکو اسیوقت کا ادراک ہی انجام کا سوچنا اسکو حاصل نہین۔ اور انسان کو خدا تعالی نے ایک اور صفت سے ممتاز کیا جو سب مین اشرف و افضل ہی اور جسکو عقل کہتے ہین اس سے انسان غذاؤن کا نفع اور ضرر پہچانتا ہی اور انجام کو جو مضر پڑے وہ معلوم کرتا ہی غذا کا پکانا اسکو مرکب کرنا اور اسکے سامان مہیا کرنے یہ سب باتین عقل سے ہوتی ہین تو صرف غذا کے باب مین جو سبب آدمی کی تندرستی کا ہی عقل اتنی کافی ہی حالانکہ یہ فائدہ عقل کا نہایت ادنی ہی اور ایک ذراسی حکمت ہی بڑی حکمت عقل مین خدا تعالی کی معرفت اور اسکے افعال کا جاننا اور عالم مین اسکی حکمت کو پہچاننا ہی اس صورت مین فائدہ حواس کا اور کا اور ہوجاتا ہی یعنی حواس خمسہ آدمی کے حق مین مثل جاسوسون اور مخبرون کے ہوجاتے ہین جو سلطنت کے اطراف مین بادشاہون کیطرف سے مقرر رہتے ہین اور ان مین سے ہر ایک کو ایک خاص کام سپرد ہوجاتا ہی مثلاً آنکھ کو رنگون کی خبر اور کان کو آوازون کی خبر اور ناک کو خوشبو کی خبر اور ذائقے کو غذا کی خبر اور لامسہ کو سردی گرمی اور سختی و نرمی اور ہمواری و ناہمواری کی خبر متعین ہوجاتی ہی اور یہ جاسوس تمام مملکت مین سے خبرین لے کر حس مشترک کو حوالہ کرتے ہین جو دماغ کے پھاٹک پر بیٹھا ہوا ہی جیسے پرچہ نویس اور عرض بیگی بادشاہون کی ڈیوڑھی پر رہتے ہین کہ جو کچھ اطراف سلطنت مین سے کاغذات یا اخبار آتے ہین انکو بجنس بادشاہ کے حضور مین پہونچا دیتے ہین زیادہ انکو منصب نہین فقط اتنے ہی واسطے ہین کہ جو انکے تو ان اخبار و کاغذات سربمہر جمع کرین اور حفاظت سے بادشاہ کے پاس پہونچا وین مگر انکے اندر کی حقیقت انکو کچھ نہین معلوم ہوتی اسیطرح حس مشترک بھی تمام محسوسات حواس خمسہ کے دل کے پاس جو بمنزلہ امیر و بادشاہ کے ہی پہونچا دیتا ہی اور وہ اگر عاقل ہوتا ہی تو ان اخبارات کی تفتیش کرتا ہی اور انمین سے اسرار مملکت پر واقف ہوکر احکام عجیبہ نافذ کرتا ہی جنکا بیان کامل بیان نہین ہوسکتا اور جس حکم و مصلحت کو وہ مناسب جانتا ہی اسکے موافق اپنے لشکر یعنی اعضا کو جنبش دیتا ہی کبھی تلاش کے لیے اور کبھی گریز کے لیے اور کبھی اتمام تدبیرات کے لیے جو اسکو پیش آتی رہتی ہین غرضکہ ادراک کی خبرین نہین

خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کا اس طرح انتظام ہے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ ہمنے اسکا بیان پورا لکھا ہے اسلیے کہ اگر کامل بیان کیا جاوے تو دفتر کے دفتر چاہئیں مثلاً حواس ظاہری انسان کے تھوڑے سے حواس ہیں یعنی بالکل یہی نہیں ہیں انکے سوا اور بھی ہیں جیسے حواس باطنی مثلاً اور ان حواس میں ایک حس بینائی ہے اور اسکے لیے آنکھ ایک آلہ ہے اور اسمین اگر تامل کیا جاوے تو دس طبقات مختلف سے بنی ہوئی ہے کہ بعضے انمیں سے رطوبات ہیں اور بعض پردے ہیں اور ان پردون میں بعضے مکڑی کے سے جالے ہیں اور بعضے رحم کی جھلی کی طرح کے ہیں اور رطوبتوں میں سے بعضے انڈے کی سفیدی کے مثل ہیں اور بعض برف کے مانند اور ان دسوں طبقات میں سے ہر ایک کیلیئے ایک صفت اور صورت اور عرض اور گولائی اور بناوٹ خاص ہے کہ اگر دس میں سے ایک میں بھی خلل آجاوے یا کسی صفت ہی میں قصور ہوجاوے تو بینائی میں ایسا قصور ہوجاوے کہ اطبا اور کحال سب اسکے علاج سے عاجز ہوجاویں جب ایک حس میں یہ حال ہے تو قوت شنوائی یا دوسرے حواس کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے بلکہ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکمتیں اور نعمتیں آنکھ میں اور اسکے طبقات میں رکھی ہیں انکا بیان بہت کتابوں میں بھی نہیں ہوسکتا حالانکہ سب کے سب ملکر بدن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں پھر سارے بدن اور اعضا میں جو باتیں ہیں وہ کسطرح بیان ہوسکتی ہیں حاصل یہ کہ ادراکات کی پیدایش میں جو خدا تعالیٰ نے نعمتیں رکھی ہیں انکے رموز یہ ہیں جو بیان ہوے

نکتہ دوم اُن نعمتوں کے اقسام میں جو ارادوں کی پیدایش میں خدا تعالیٰ نے رکھی ہیں۔ واضح ہو کہ اگر آدمی میں بینائی ہوتی جس سے دور کی غذا دیکھ لیا کرتا اور طبیعت میں میلان اور رغبت اسکی طرف پیدا نہوتی جسسے کہ حرکت اسطرف کو ہوتی ہے تو بینائی بیکار ہوتی دیکھو بہت مریض ایسے ہوتے ہیں کہ غذا کو دیکھتے ہیں اور سب سے زیادہ نافع چیز یہی ہے مگر چونکہ رغبت انکے دل میں نہیں رہتی تو نہیں کھاتے انکی بینائی اس باب میں بیکار ہے اسی لیے انسان کیواسطے ضرور ہوا کہ موافق چیز کیطرف رغبت ہو جسکا نام شہوت ہے اور مخالف چیز سے نفرت ہو جسکو کراہت کہتے ہیں تاکہ شہوت کے باعث سرگرم طلب ہو اور کراہیت کے سبب ہٹ جاوے پس اللہ تعالیٰ نے اسمیں خواہش غذا پیدا کر کے اسکو اسپر مسلط کر دیا کہ اشتہا کے تقاضے سے خواہ مخواہ کھانے کیطرف مضطر ہو اور غذا کھا کر زندہ رہے اور اس بات میں حیوانات کو بھی انسان سے شرکت ہے مگر نباتات کو نہیں پھر مقدار ضرورت کے کھانے کے بعد اگر یہ شہوت نہ ٹھہر کرتی اور نوبت زیادتی کی ہوتی تو آدمی مرجاتا جیسے کھیتی کہ جتنا پانی ڈالو کھینچتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ بگڑ جاوے اسکے واسطے آدمی کی ضرورت ہے جو پانی کا اندازہ مقرر کرے اور حاجت کیوقت دیوے ورنہ روک دیوے اس آفت کے دور کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے آدمی میں نفرت پیدا کی کہ پیٹ بھرنے کے بعد دل بھر جاوے اور غذا ترک کرے اور جسطرح کہ انسان کے لیے کھانے کی شہوت پیدا ہوئی کہ اسکے باعث کھاوے اور بدن سلامت رہے اسیطرح شہوت جماع بھی پیدا کی کہ اسکے باعث نسل قائم رہے اور اگر ہم خدا تعالیٰ کی صنعت بیان کریں کہ رحم کو کیسے بنایا اور پیدایش حیض کی اور مرکب ہونا بچے کا منی اور خون حیض سے اور کیفیت پیدایش خصیتین کی اور جو رگیں کہ انمیں پشت کی ان ہڈیوں سے گئی ہیں جنمیں نطفہ رہتا ہے اور کیفیت عورت کی منی گرنے کی سینے کی رگوں سے اور کیفیت رحم کے اندر کے سانچوں کی جنمیں سے بعض میں نطفہ جا کر مرد بنجاتا ہے اور بعض میں

عورت اور کیفیت نطفہ کے تبدیل کی پھٹکی اور لوتھڑے اور ہڈی اور گوشت اور خون مین اور کیفیت اسکے اجزا کے تقسیم کی یعنی سر اور ہاتھ اور پانون اور پیٹ اور پیٹھ اور تمام اعضا کی بیان کیجاوے تو ناظرین کو اپنی ابتداے پیدائش مین انواع و اقسام کے نعمائے الٰہی معلوم کر کے نہایت تعجب ہوگا نہ کہ ہٹے کٹے بنکر بھی تعجب نہ کرین لیکن چونکہ ہمکو صرف نعمتین کھانے کی بیان کرنی منظور ہین اسلیے طول کلام کو ترک کر کے اسی پر اکتفا کرتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ خواہش طعام انسان مین منجملہ امدادون کے ہی اور صرف یہی کافی نہین اسلیے کہ اسکے گرد چہار طرف سے مہلکات بھی تو آتے ہین پس اگر اسمین غضب نہ پیدا کیا جاوے جس سے کہ مخالف اور ناموافق کو اپنے اوپر سے دفع کر سکے تو بہتیرون آفات کا ہدف بنے گا اور جو غذا کہین سے پیدا کریگا چھن جاویگی کیونکہ ہر ایک اسکا خواہشمند ہی اسلیے ضرور ہوا کہ ارادہ دفع اور مقاتلہ بھی آدمی مین ہو جسکا نام غضب ہے۔ پھر شہوت و غضب سے بھی کام نہین نکلتا اسلیے کہ ان دونون کا فائدہ و نقصان حال مین ہی ہی مآل مین کچھ کام نہین آتے اس لحاظ سے خدا تعالی نے آدمی مین ایک اور ارادہ پیدا کیا جو عقل کے اشارے پر چلتا ہی جس سے کہ انجام سوچا جاتا ہی اور شہوت و غضب کو جسکے ادراک کا حکم تھا یا جس سے حالت موجود معلوم ہوتی ہی غرضکہ اس ارادے کے باعث آدمی کو عقل سے نفع کامل ہوا اسلیے کہ صرف یہ جان لینا کہ شہوت مثلاً مضر ہی اس سے بچنے کے لیے کافی نہین جبتک کہ اس معرفت کے موافق رغبت عمل نہو اور یہ ارادہ صرف انسان کو ملا ہی بہائم کو نہین ملا جیسے انجامون کا سوچنا بھی انسانون ہی کو عنایت ہوا ہی اسمین انسان کا شرف منظور تھا اسی ارادے کا نام ہمنے باعث دینی رکھا ہی اور صبر کے بیان مین یہان سے زیادہ اسکی تفصیل کی ہی

تیسرا نکتہ قدرت اور آلات حرکت کی پیدائش مین خدا تعالے کی نعمتون کا بیان۔ جاننا چاہیے کہ جس سے صرف ادراک ہو جاتا ہی اور ارادے سے خواہش طلب یا گریز کی ہوتی ہی مگر جبتک آلۂ طلب یا گریز نہو تو ادراک و خواہش کو کیا کرے دیکھو مریض و ماندہ دور کی چیز دیکھکر اسکا مشتاق ہوتا ہی لیکن پانون مین قوت نہونے سے اس تک نہین جا سکتا یا بعض اوقات فالج وغیرہ مارتا ہی تو ہاتھ بیکار ہو جاتا ہی اگر چیز ملی بھی تو نہین کھا سکتا اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی کے لیے آلات حرکت بھی ہون اور حرکت پر قدرت بھی ہو تا کہ مقتضائے شہوت کے بموجب حرکت کرنی طلب کہلاوے اور کراہت کے باعث گریز اسی حکمت کے لیے خدا تعالی نے انسان و حیوان کو اعضا عنایت فرمائے کہ جو ظاہر مین نظر آتے ہین اور انکے اسرار معلوم نہین اُن مین سے بعض اعضا ایسے ہین جو طلب اور گریز دونون کے لیے ہین جیسے انسان و چوپایون کے لیے پانون اور پرندون کیلیے پر اور بعض دفع کے لیے ہین جیسے انسان کے ہتھیار اور حیوان کے سینگ اور اسباب مین حیوانات بہت مختلف ہین بعض جانور ایسے ہین کہ انکے دشمن بہت ہین اور غذا انکی دور ہوتی ہی اسی لیے انکو تیز حرکت کیحاجت ہوتی ہی تو انکے لیے پر عنایت ہوئے کہ جلد اڑ سکین اور بعض کو چار پانون عنایت ہوئے بعض ایسے ہین کہ انکے دو ٹانگین ہین بعضے پیٹ ہی پر رینگتے ہین اس اختلاف کا ذکر طول چاہتا ہی اسیوجہ سے ہم اُن اعضا کا ذکر کرتے ہین جنسے کھانا پورا ہوتا ہی تاکہ اور اعضا کو بھی اُنپر قیاس کر لیا جاے پس ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی دور سے کھانا دیکھے اور اسکی طرف حرکت کرے تو صرف حرکت کافی نہوگی جبتک کہ اسکو لے نہ لے

اسی لیئے حاجت ایک پکڑنے کی چیز کی بھی ہوئی اسکے لیے خداے تعالیٰ نے دو ہاتھ پیدا کیے جو لمبے اور چیزون کیطرف پھیلتے ہوے
ہین اور ان مین بہت سے جوڑ ہین تاکہ ہر طرف حرکت کر سکین اور پھیلکر سکڑ سکین گڑی ہوئی لکڑی کی طرح نہون پھر ہاتھ کے
سر پہ ہتھیلی لگا کر اسکو چوڑا کر دیا اور ہتھیلی کا سر پانچ جگہ انگلیو نمین پھانٹ کر دیا اور انگلیو نکی دو طرف کین ایک طرف کو انگوٹھا
باقی کے چارون پر گھومتا ہوا بنایا اگر یہ سب انگلیان ایک جانب کو یا جڑی ہوئی ہوتین تو پورا مطلب نہ نکلتا اسلئے انکو ایسی طرح
بیٹھا کہ آدمی پھیلاوے تو بیلچے کا کام دے اور اگر ملا کر خم دیوے تو چمچہ ہوجاتا ہے اور اگر خوب بند کر لے تو مارنے کا آلہ یعنی گھونسا
بنجاتا ہے اور کسی چیز پر ڈالکر بند کرنے سے پکڑنے کا آلہ ہے پھر ان انگلیون کے سرون پر ناخن پیدا کیے تاکہ ٹوٹنے نہ پاوین اور جو
چیز باریک انگلیون سے نہ اٹھے وہ ناخنون سے لے سکین۔ اب فرض کرو کہ غذا ہاتھ مین بھی آجاوے تب بھی بیکار آمد نہین
جبتک کہ معدے مین نہ پہونچے اور معدہ اندر ہے تو ضرور ہے کہ باہر کیطرف اسمین پہونچنے کی کوئی راہ ہونی چاہیے تاکہ اس
راہ سے غذا معدے مین جاوے اسکے واسطے خداتعالیٰ نے منھ بنادیا جسکے راستہ معدے کیطرف ہے اور منھ مین کچھ ایک
یہی فائدہ نہین کہ کھانے کو معدے تک پہونچا دیتا ہے بلکہ اسکے سوا اور بہت سی حکمتین ہین پھر اگر غذا کے لقمے کو منھ مین بھی رکھ لیا تو
ثابت کا نگلنا دشوار ہے اسکے واسطے ایک چکی چاہیے جسمین غذا پس جایا کرے پس خداتعالیٰ نے دو جبڑے ہڈیون کے بنائے
اور ان مین دانت لگائے اور اوپر کی ڈاڑھون کو نیچے کی ڈاڑھون پر مطابق کر دیا تاکہ اسمین غذا پس جایا کرے پھر بعض غذا
محتاج پیسنے کی ہوتی ہے اور بعض کاٹنے کے بعد اور بعض توڑنے کے بعد محتاج پیسنے کی ہوتی ہے اس غرض کیواسطے دانتون
کی تقسیم بھی تین طرح کی ہوئی ایک ڈاڑھین جنکا کام پیسنے اور چبانے کا ہے دوسرے آگے کے دانت جو تیز ہین اور کاٹنے مین کام
آتے ہین تیسرے کچلیان جو غذا کے توڑنے اور جدا کرنے مین مشغول ہوتی ہین پھر جبڑون کا جوڑ ملیلا بنایا تاکہ نیچے کا جبڑا آگے پیچھے
ہو سکے اور اوپر کے جبڑے پر چکی کی طرح پھر سکے اگر یہ بات نہوتی تو صرف دونون جبڑے کھٹا کھٹ ہو جایا کرتے چبانے کی غرض
پوری نہوتی مگر خداتعالیٰ کا انعام ہے کہ اسنے نیچے کے جبڑے مین تو حرکت دوری رکھی اور اوپر کے جبڑے کو ساکن بیحرکت رکھا
یہ بھی ایک صنعت عجیب ہے تمام جہان کی بنائی ہوئی چکیون مین نیچے کا پاٹ جار رہتا ہے اور اوپر کا گردش کرتا ہے لیکن خدا کی بنائی
ہوئی چکی مین نیچے کا گھومتا ہے اوپر والا برقرار ہے واقع مین اسکی شان اور برہان اور اسکے لطف و احسان کا کیا کہنا ہے پھر اگر یہ بھی
مان لیا جاوے کہ آدمی غذا کو منھ مین بھی رکھ لے تو کھانا دانتون کے تلے کیسے جا سکتا ہے دانت اسکو کھینچ نہین سکتے انگلی
سے ادھر ادھر ہٹانے مین نہایت دقت ہے اسکے لیے دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیا عمدہ نعمت زبان کی پیدا کی کہ منھ مین سب طرف
گھومتی ہے اور غذا کو بیچ مین سے حاجت کے موافق دانتون مین پہونچاتی رہتی ہے جیسا آٹا پیسنے مین تھوڑا تھوڑا مٹھی سے
ڈالتے جاتے ہین اور یہ فائدہ زبان کا ایک ادنیٰ فائدہ ہے اور دوسرے فوائد مثلاً ذائقہ اور عجائب طاقت کلام اور دوسری
حکمتین اتنی ہین کہ انکو ذکر کرنے سے ہم گفتگو نہین بڑھاتے پھر فرض کرو کہ آدمی نے غذا کو کتر کر چبا لیا اور وہ سوکھی ہے تو نگلنے پر قادر
نہوگا جب تک کہ کوئی رطوبت ایسی نہو جس سے کہ غذا حلق مین پھسل جاوے اسکے لیے خداتعالیٰ نے زبان کے نیچے ایک

جھلی

چشمہ رکھا ہی جسمین سے لعاب بہتا ہی اور بقدر حاجت گرتا جاتا ہی یہانتک کہ غذا اس سے تر ہو جاتی ہی اور یہ بھی قابل غور ہی کہ زبان کو اس کام کے لیے کیا مسخر کیا ہی کہ ابھی کھانا دور ہی ہوتا ہی مگر یہ بیچاری خدمت کیلیے اور لعاب گرانے کو تیار ہو جاتی ہی حتی کہ بعض اوقات باچھون تک رال آجاتی ہی اور کھانا ابھی دور ہی ہوتا ہی پھر یہ غذا جو لعاب سے گوندا بنجاتی ہی معدہ مین اسکو کون پہونچا دے ہاتھ سے ڈھکیلی نہین جاتی نہ معدہ مین ہاتھ ہی کہ منھ مین سے غذا کو گھسیٹ لے اسی لیے خداتعالی نے نرخرہ اور مری بنائے اور نرخرے کے منھ پر کئی درجے بنا دیے جو غذا کے لینے کیواسطے کھلجاتے ہین پھر بند ہو کر دبتے ہین یہانتک کہ انکے دبنے کے باعث غذا لڑھکتی ہوئی معدے مین جا پڑتی ہی اور جب معدے مین پہونچتی ہی تو لتری ہوئی روٹی یا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے میوہ وغیرہ کے ہوتے ہین انمین یہ لیاقت نہین ہوتی کہ بدن کا گوشت یا ہڈی اسیطرح بنجاوین بلکہ ضرور ہی کہ پک کر غذا کے اجزا مثل ان اشیا کے ہو جاوین یہی وجہ خداتعالی نے معدے کو ہنڈیا کی صورت بنایا جب کھانا اسمین پہونچتا ہی تو چارطرف کے دروازے بند ہو جاتے ہین اور یہانتک معدے مین ٹھہرتا ہی کہ ہضم اور پختگی اسمین اچھی طرح ہو جاوے اور یہ پختگی کھانے کی اس گرمی سے ہوتی ہی جو معدے کے چارطرف کے اعضائے محیط سے اسکو پہونچتی ہی کیونکہ دہنی طرف اسکے جگر ہی اور بائین طرف تلی اور آگے کیطرف چربی کی چادر اور پیچھے پیٹھ کا گوشت ان اعضا کی گرمی سے چارطرف سے معدے مین حرارت پہونچتی ہے یہانتک کہ غذا ایک بہتی چیز بشکل آش جو ہو جاتی ہی اور اس قابل ہوتی ہی کہ رگون کے اندر جا سکے گو ابھی اس قابل نہین کہ غذاے بدن ہو اب معدے سے جگر تک چند راستے رگون سے خداتعالی نے بنائے ہین اور انمین بہت سے منھ رکھے ہین کہ غذا انمین ہو کر جگر تک پہونچ جاتی ہی جگر کا خمیر خون سے بنا ہی گویا کہ خون ہی ہی اور اسمین بہت سی باریک رگین ہین کہ اسکے تمام اجزا مین پھیلی ہوئی ہین پس غذا جو جگر مین آتی ہی ان رگون کے ذریعے سے تمام جگر مین پھیل جاتی ہی یہانتک کہ جگر کی قوت اسپر غالب آکر خون کا رنگ کر دیتی ہی اور یہ غذا جگر مین اتنی دیر ٹھہرتی ہی کہ اسکو ایک پختگی اور ہو جاوے اور صاف خون کی صورت ہو جاوے جسکو لیاقت غذاے اعضا کی ہی پھر جب حرارت جگر اسکو پکاتی ہی تو اس خون مین سے دو میل نکلتے ہین جیسے اور پکنے چیزون مین سے نکلا کرتے ہین ایک تو تیل کی گاد کی صورت ہوتا ہی جسکو خلط سودا کہتے ہین اور ایک مسکہ کی صورت جسکو صفرا کہتے ہین اور اگر یہ دونون فضلے غذا مین سے علیحدہ نہون تو اعضا کا مزاج بگڑ جاوے اسی لیے خداتعالی نے پتا اور تلی بنائی اور ہر ایک کی ان دونون مین سے ایک گردن جگر تک لمبی کہ اسکے اندر گھسی رہتی ہی بنائی پتے کا کام یہ ہی کہ فضلہ صفراوی کو کھینچ لیتا ہی اور تلی سوداوی فضلے کو جذب کرتی ہی اب یہ دونون فضلے نکلکر خون صاف رہجاتا ہی صرف اسمین رقت اور رطوبت رہتی ہی اگر یہ رقت اور رطوبت نہو تو خون نہ پتلی رگون مین جا سکے نہ اور اعضا مین چڑھ سکے اور زیادتی رطوبت بھی ٹھیک نہین اسکے دور کرنے کے لیے خداوند حکیم نے دو گردے پیدا کیے اور انمین سے ہر ایک کی ایک گردن جگر تک رکھدی اور عجیب حکمت یہ رکھی کہ انکی گردنون کو جگر کے اندر نہین کیا بلکہ ان رگونکے پاس رکھا جو جگر کے اوپر کو نکلی ہوئی ہین اسمین یہ حکمت ہی کہ گردے رطوبت خون اسوقت جذب کرین جب خون جگر کی باریک رگون مین سے نکل آوے کیونکہ اگر اسے

پہلے جذب کریں تو خون گاڑھا ہو جاوے اور رگوں سے نہ نکلنے پاوے بہر حال جب خون میں سے رطوبت بھی جدا ہو جاتی ہے تو تینوں فضلوں سے خون صاف ہو کر ان اشیا سے جو غذا کی مفسد ہیں پاک و شستہ ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے جو جگر سے رگیں لگائی ہیں انکے بہت سے اقسام کیے ہیں اور ہر قسم میں سے بہت سے شعبے جدا کر کے تمام بدن میں سر سے پاؤں تک اندر اور باہر پھیلا دیے ہیں اور وہ خون صاف انہیں کو ہو کر تمام اعضا میں پہونچتا ہے اور ان رگوں کے شعبے پتلے ہوتے ہوتے ایسے ہو جاتے ہیں کہ آنکھ سے نہیں سوجھتے جیسے درخت اور پتیوں کی رگیں آخر کو ہو جاتی ہیں۔ غرضکہ انھیں کے ذریعے سے تمام اعضا میں غذا پہونچتی ہے اور اگر پتے پر کوئی آفت آتی ہے اور فضلہ صفراوی کو نہیں کھینچتا تو خون فاسد ہو جاتا ہے اور اس سے امراض صفراوی مثل یرقان اور پھنسیوں اور سرخ بادہ کے پیدا ہوتے ہیں اور اگر تلی پر کوئی آفت ہوتی ہے اور خلط سوداوی کو جذب نہیں کرتی تب سوداوی مرض مثل چھیپ اور جذام اور مالیخولیا وغیرہ کے پیدا ہوتے ہیں اور اگر گردوں کی طرف رطوبت نہیں جاتی تو اسوقت رطوبت کے امراض مثل جلندر وغیرہ کے ظاہر ہوتے ہیں اب حکیم مطلق کی حکمت کو دیکھنا چاہیے کہ ان ادنی چیزوں سے کیسے فائدے رکھے ہیں پتا ایک تو رگوں سے فضلہ کھینچتا ہے اور دوسری راہ سے اس فضلے کو آنتوں میں ڈال دیتا ہے تاکہ اسمیں غذا کے آنے جانے کے لیے ایک چکناہٹ رہے اور آنتوں میں خلش پیدا ہو جس سے طبیعت قضائے حاجت کو چاہے اور پاخانے کے وقت چکنائی کے باعث فضلہ جلد نکلے اور زردی رنگ پاخانے کی اسی وجہ سے ہے کہ اسمیں خلط صفراوی کا میل ہوتا ہے۔ اور تلی اپنے فضلے کو ایسا کر دیتی ہے کہ اسمیں ترشی اور بستگی آجاوے اور اسمیں سے کسقدر ہر روز فم معدہ پر پہونچا دیتی ہے تاکہ ترشی کے باعث اشتہا جنبش میں آوے اور معدے کو غذا پر برانگیختہ کرے اور باقی فضلے کو پاخانے کے ساتھ باہر نکال دیتی ہے اور گردہ اس رطوبت میں سے جسقدر خون ہوتا ہے اسقدر کو اپنی غذا کرتا ہے اور باقی کو مثانہ میں دفع کرتا ہے اب چاہیے کہ اسباب غذا کی نعمتوں کو ہم یہاں ہی تک چھوڑ دیں ورنہ اگر ذکر کریں کہ جگر کو حاجت دل اور دماغ کی کسطرح ہے اور اعضائے رئیسہ میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی حاجت کیونکر ہے اور دل میں سے چلتی رگیں تمام بدن میں کیسے پھیلی ہیں جنکے ذریعے سے حس اعضا میں ہوتی ہے اور دوسری رگیں جنمیں سے ہو کر غذا تمام بدن میں پہونچتی جگر سے کس طور متفرق ہوئی ہیں پھر اس سے اعضا کیونکر بنتے ہیں اور ہڈیاں اور پٹھے اور رگیں اور اوتار اور رباط اور کری ہڈیاں بدن میں کتنی ہیں تو کلام بہت بڑھ جاویگا حالانکہ کھانے کے واسطے ہر ایک کی احتیاج ہے اور دوسری غرضوں کیواسطے بھی ہیں بلکہ آدمی میں ہزاروں پٹھے اور رگیں اور مچھلیاں چھوٹی اور بڑی اور پتلی اور موٹی کہ بعضی بہت پھیلاؤ رکھتی ہیں اور بعضی کم یہ سب موجود ہیں اور انمیں سے ایسی کوئی نہیں جسمیں ایک یا دو یا تین یا چار یا دس یا زیادہ حکمتیں نہوں اور یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جو انسان پر اسنے کی ہیں اگر ان سب میں سے کوئی چلتی رگ ٹھہر جاوے یا ساکن رگ حرکت کرے تو بیچارہ آدمی ہلاک ہو جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اول ان فعل ہائے الٰہی کو اپنے اوپر دیکھے تاکہ پھر شکر کر سکے۔ آدمی کو خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بجز ایک ادنی نعمت کھانے کے اور کیا معلوم ہے اور اسمیں بھی یہی معلوم ہے کہ بھوک لگی تو کھا لیا اور اتنی بات گدھا بھی جانتا ہے کہ بھوکا ہوا تو کھا لیا اور تھک گیا تو سو رہا

اور شہوت ہوئی و دفع شہوت کر لی اور آرام سے رہا تو اپنے اوپر لات ماریگا جب آدمی اپنے نفس میں حیقدر رجفہ ہو جتنا گدھا جانتا ہو تو اداے شکر الٰہی اس سے کس طرح ہو۔ یہ مقدار جو ہمنے مختصراً بطور اشارے نعماے الٰہی کے بیان کی ایک قطرہ بحر نعماے الٰہی سے ہو اسی پر مجملاً ان باتون کو بھی قیاس کر لینا چاہیے جنکو طول کلام کے خوف سے ہمنے چھوڑ دیا ہو اور نعمتون میں سے جسقدر ہمنے بیان کی ہین اور تمام خلق کو معلوم ہین اگر اس مقدار کو ان نعمتون کی نسبت کر دیکھین جنکو لوگ نہین جانتے تو سمندر کے ایک قطرے سے بھی کم نظر آوین مگر اتنی بات ہو کہ جو شخص انمین سے کچھ جانتا ہو اسکو شمہ معنی اس آیت کا معلوم ہو جاتا ہو وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ خداے تعالیٰ نے قوام ان اعضا کا اور انکے منافع کا کیسے ایک بخار لطیف سے منتظم کر رکھا ہو جو اخلاط اربعہ سے نکلتا ہو اور دل میں اسکا قرارگاہ ہو وہان سے تمام بدن میں بذریعہ اچھلتی رگون کے پھیلتا ہو اسطرح کہ جس جزو بدن میں پہونچتا ہو اسکے پہونچتے ہی اس جز مین قوت حس اور ادراک اور قوت حرکت اور سب حاجت کی چیزین پیدا ہو جاتی ہین جیسے چراغ کو گھر مین پھراؤ تو جس کونے مین جاویگا وہی اسکی روشنی سے بحکم خدا اور اسکے اختراع سے روشن ہو جاویگا کہ اسنے اپنی حکمت سے چراغ کو سبب روشنی کا بنایا ہو اور یہ بخار لطیف اصطلاح اطبا مین روح کہلاتا ہو اسکا محل دل ہو مثال مفروض مین جرم شعلہ کو بخار سمجھنا چاہیے اور قلب مثل ظرف چراغ کے ہو اور خون سیاہ جو دل کے اندر ہو وہ مثل بتی کے ہو اور غذا اسکے لیے مثل روغن کے ہو اور حیات ظاہری جو سب اعضا مین اسکے باعث ہو اسکو بمنزلہ روشنی چراغ کے تمام گھر مین تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ روغن نرہنے سے گل ہو جاتا ہو اسیطرح چراغ روح بھی غذا نہ ملنے سے ٹھنڈا ہو جاتا ہو اور جسطرح کہ بتی کبھی جلکر خاک ہو جاتی ہو اور تیل نہین ہیتی اور باوجود کثرت روغن کے چراغ سرد ہو جاتا ہو اسیطرح وہ خون جو دل مین ہو کبھی زیادتی حرارت دل سے جل جاتا ہو اور باوجود غذا روح تحلیل ہو جاتی ہو اسلیے کہ خون دل غذا کو قبول نہین کرتا جس سے کہ روح باقی رہے جیسے کہ راکھ تیل کو ایسی طرح نہین پیتی جس سے شعلہ پیدا ہو اور جیسے چراغ کبھی تو سبب داخل کے باعث بجھ جاتا ہو جیسا اوپر گذرا اور کبھی سبب خارجی سے گل ہوتا ہو مثلاً آندھی چلنے کے باعث اسیطرح روح بھی کبھی اسباب داخلی مذکورۂ بالا سے فنا ہوتی ہو اور کبھی سبب خارج سے مثل قتل وغیرہ کے کہ باعث اسکی فنا کا ہوتا ہو اور جیسے کہ تیل کے نرہنے یا بتی کے بگڑنے یا آندھی چلنے یا کسی آدمی کے گل کرنے سے چراغ کے گل ہونے کے لیے اسباب خداے تعالیٰ کے علم مین مقدر اور مرتب ہین اور یہ سب باتین بموجب تقدیر الٰہی کے سرزد ہوتی ہین اسیطرح روح کا فنا ہونا کسی علت سے بموجب حکم خدا کے ہوتا ہو اور جسطرح کہ چراغ کا گل ہونا اسکے وجود کی انتہا ہو تو یہی اسکی مدت ام الکتاب مین معین ہوئی ہوگی اسیطرح روح کی فنا کو تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ کے گل ہوتے ہی تمام گھر مین اندھیرا ہو جاتا ہو ایسے ہی روح کے رخصت ہوتے ہی بدن مین تاریکی ہو جاتی ہو یعنی وہ نور کہ بدن کو روح سے پہونچتا تھا اور اسکے باعث حس اور قدرت اور ارادہ اور دوسرے لوازم حیات اسکو میسر تھے وہ کچھ نہین رہتا یہ بھی ایک رمز مختصر خداے تعالیٰ کے نعمتون اور اسکی عجائب صنعت و حکمت کے اقسام مین سے ایک قسم کیطرف ہو اس سے مضمون اس آیت کا معلوم ہوتا ہو کہ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی پس جو شخص اسپر بھی خداوند کریم کا منکر ہو اور اسکی نعمت کا ناشکر وہ خداے تعالیٰ کی رحمت سے

اگر جتنے درخت ہین زمین مین قلم ہون اور سمندر ہو اسکی سیاہی اسکے پیچھے سات سمندر تب بھی نہ ختم ہون باتین اللہ کی
کہہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتین بیشک دریا خرچ ہو چکے ابھی نہ تمام ہون میرے رب کی باتین ۱۲

دور ہوا اور اسکے عذاب و لعنت مین مقہور۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمنے روح کو تبلایا اور اسکی مثال بیان کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے جب روح کا حال پوچھا گیا تو اتنا ہی فرمایا کہ الروح من امر ربی یعنی یہ ایک امر ربانی ہے آپ نے اسکی تعریف کیون نہ فرمائی اور لوگون
کو اسیطرح کیون نہ ارشاد کیا جیسے تمنے تقریر کی تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ روح جو بہت سے معنون مین
مشترک بولا جاتا ہے اسکے اشتراک پر دھیان نہ کیا جاوے روح کے سب معنون کو ہم نہین ذکر کرتے یہان جو ہمنے معنی روح کے بیان کیے
مین تو ان سب معنون مین سے ایک معنی یہ بھی ہین کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جسکو اطبا روح کہتے ہین اور انھون نے اسکی صفت اور وجود اور
اعضا مین جاری ہونے کی کیفیت اور اس سے حس اور قوت اعضا مین آنے کا حال سب بیان کیا ہے یہانتک کہ اگر کوئی عضو بحس
ہو جاتا ہے تو جان لیتے ہین کہ کوئی سدہ روح کے چلنے کی جگہ مین پڑ گیا ہے اور پھر بس جگہ کا علاج نہین کرتے بلکہ پٹھون کے نکلنے کی جگہ کا
علاج کرتے ہین جہان سدہ پڑا کرتا ہے اور علاج بھی ایسا کرتے ہین جس سے سدہ کھلجاوے اسلیے کہ یہ روح اپنی لطافت کے باعث پٹھون
کے جال مین گھسکر اسکے ذریعے سے دل مین سے تمام بدن مین پھیلتی ہے پس یہ معنی روح کے جو اطبا نے لکھے ہین یہ کچھ مشکل نہین
مگر وہ روح اصلی کہ جسکے فساد سے تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے وہ ایک سر ہے اسرار الٰہی سے ہمنے اسکی تعریف بیان نہین کی اور نہ اسکے
تبلانے کی اجازت اسکے لیے اتنا ہی کہ سکتے ہین جتنا خدا تعالی نے فرمایا ہے قل الروح من امر ربی یعنی روح امر ربانی ہے اور جتنے امور ربانی
ہین عقل کو تاب انکے وصف کی نہین اکثر خلق کی عقلین حیران ہین اور وہم و خیال تو کسی نہج انکو دریافت نہین کر سکتے انہین لیاقت ہی
انکے ادراک کی نہین جیسے آنکھ سے آواز کا ادراک نہین ہو سکتا غرضکہ مبادی وصف امور ربانی کا عقل کی مجال سے باہر ہے اسلیے کہ
عقل کے پانون مین جوہر و عرض کی بیڑیان پڑی ہین وہ انھین مین محبوس رہتی ہے اس سے امور ربانی کسطرح دریافت ہون ہان
انکے دریافت کے لیے ایک اور نور ہے جو عقل سے اعلی اور اشرف ہے اور عالم نبوت اور ولایت مین چمکا کرتا ہے اس نور کو عقل کیطرف
وہ نسبت ہے جو عقل کو وہم و خیال کیطرف اور اللہ تعالی نے خلق کو کئی طرح کا بنایا ہے تو جسطرح کہ لڑکا سواے محسوسات کے معقولات
کو نہین جانتا اسلیے کہ انکے جاننے کے طور پر ابھی اسکی عقل نہین پہونچی اسیطرح بالغ بھی سواے معقولات کے اور کچھ نہین جانتا
کیونکہ ماورا اے معقولات کے جاننے کا وہ ڈھنگ ہے جو ابھی اسکو حاصل نہین ہوا اور وہ مقام بیشک شریف اور رتبہ عالی ہے جہاں سے
نور ایمان و یقین کے باعث بارگاہ حق سو جھتی ہے یہ رتبہ ایسا نہین کہ ہر کسی کو ملجاوے بلکہ ایک کے بعد ایک کو ملتا ہے مصرع
این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند :۔ اس بارگاہ حق کا ایک مقام صدر ہے اور صدر مقام کے اوپر ایک نہایت وسیع میدان ہے
جسکے شروع پر ایک آستان ہے اور وہ امر ربانی اس آستان کا پاسبان تو جو شخص اس آستان تک نہ پہونچے اور نہ اسکے پاسبان
کو دیکھے اسکا میدان ہی مین پہونچنا محال ہے اسکے بعد کے مشاہدات عالیہ تو کہان دیکھ سکتا ہے اسلیے اکابر ارشاد فرماتے ہین کہ
جسنے اپنے نفس کو نہین پہچانا اسنے خدا کو نہین پہچانا بھلا طبیبون کی کتابون مین یہ بات کہان اور طبیب کا لحاظ ان معانی کیطرف
کہان بلکہ جن معنی کو طبیب روح کہتے ہین اسکو اس امر ربانی کیطرف ایسی نسبت ہے جیسے بادشاہ کے گنبد کو بادشاہ کیطرف یعنی اگر
بادشاہ ڈنڈے سے گنبد کو حرکت دے اور کوئی شخص گنبد کو دیکھکر خیال کرے کہ مین نے بادشاہ کو دیکھ لیا تو یہ اسکی خام خیالی اور غلطی

اخرجہ البخاری و مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

فاش گنی جاویگی اسیطرح اگر کوئی روح طبی کو معلوم کرکے جانے کہ مین نے امر ربانی کو جان لیا وہ بھی بڑی غلطی پر ہوگا بلکہ شخص اول کی نسبت اسکی غلطی فاحش تر ہوگی اور از انجا کہ عقول انسانی کہ جن کے باعث احکام ربانی صادر ہوتے ہین اور مصالح دنیاوی معلوم ہوتے ہین ایسے نہین جو اس امر ربانی کو دیکھ سکین اسی لیے خدا تعالی نے اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اجازت ندی کہ اسکا حال کسی سے ارشاد فرماوین بلکہ انکو فرمایا کہ لوگون سے انکی عقل کے بموجب گفتگو کرو شعر با ہیچ نہ فہم لاف معنی چہ زنی : طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد + اور اپنی کتاب مجید مین بھی خدا تعالی نے اسکی حقیقت بیان نہ فرمائی صرف اسکی نسبت اور فعل کو ذکر فرمایا ذات کو مذکور نہ کیا نسبت تو ان الفاظ مین ارشاد فرمائی کہ الروح من امر ربی اور اسکا فعل اس آیت مین ذکر فرمایا یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اب کلام کہین کا کہین جا پڑا یہان سے غرض کیطرف رجوع کرتے ہین کہ مقصود ذکر نعماے الہی کا کھانے مین اور آلات غذا کی بعض نعمتین اوپر ذکر کر چکے

چوتھا نکتہ ان اصول کی نعمتون کے بیان مین جنسے غذا پیدا ہوکر اس قابل ہوتی ہے کہ آدمی اسکو اپنے فعل سے درست کرے واضح ہو کہ غذائین بہت ہین اور خلق خدا مین عجائب لا تعد ولا تحصی اور اسباب بیشمار و بے انتہا ہین اور ہر ایک غذا کے عجائب اور اسباب کا ذکر کرنا نہایت طول چاہتا ہے اسلیے کہ کھانے کی تین قسمین ہین یا دوائین ہین یا میوے یا غذا اور انکے اجناس بے انتہا ہین کہان تک کوئی لکھیگا اسلیے غذا جو کہ اصل ہے اسی کو ہم اختیار کرتے ہین اور منجملہ اسکے اجناس کے دانہ گندم کو لیتے ہین باقی غلات اور حبوب کو چھوڑے دیتے ہین اب ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی کو ایک دانہ یا چند دانے گیہون کے ملین اور انکو کھالے تو وہ ہو چکینگے اور بھوکا رہیگا تو ضرور ہوا کہ دانہ گندم مین یہ خاصیت ہو کہ وہ بڑھ سکے اور کثرت سے ہوا کرے تاکہ حاجت انسانی کے لیے کافی ووافی ہو اسلیے خدا تعالی نے دانہ گندم مین وہ قوت پیدا کی جس سے وہ بھی انسان کی طرح غذا حاصل کرے کیونکہ انسان اور روئیدگی مین فرق صرف حس وحرکت کا ہے غذا مین دونون مساوی ہین نبات بھی بذریعہ رگون باطنی کے اپنے اندر غذا کو کھینچتا ہے جس طرح انسان کھینچتا ہے اور ہم نبات کی غذا کے جذب کرنے کے آلات طول کلام کے خوف سے ترک کیے دیتے ہین مگر اسکی غذا کیطرف اشارہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جسطرح آدمی لکڑی اور مٹی سے پیٹ نہین بھرتا اور ایک غذا سے خاص کا محتاج ہے اسی طرح غلہ کا دانہ بھی ہر چیز سے غذا نہین پاتا اسکے لیے بھی غذا خاص ہے اسوجہ سے کہ اگر اسکو گھر مین رکھ چھوڑ دو تو نہین بڑھیگا کیونکہ اس صورت مین اسکے گرد صرف ہوا ہے اور تنہا ہوا اسکی غذا کو کافی نہین اور اگر پانی مین ڈال دو تو تب بھی نہین بڑھیگا یہ بھی اسکی غذا نہین اور اگر زمین مین بوو جسمین پانی نہو تب بھی نہ زیادہ ہوگا بلکہ اسکے لیے ایسی زمین چاہیے جسمین پانی پہونچا ہو اور پانی مٹی مین ملکر گارا ہو گیا ہو اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا اور پھر پانی اور مٹی بھی کافی نہین کیونکہ اگر بالفرض گیہون کو زمین تر سخت اور ٹھوس مین بوو تو ہوا کے نہونے سے نہ جمے گا پس ضرور ہوا کہ اسکو نرم اور پلپلی زمین مین بویا جاوے جسمین ہوا کا گذر ہو سکے پھر ہوا اپنے آپ اندر نہین جاتی اسکے لیے ضرور ہوا کہ تیز آندھی سے اسکو حرکت دیجاوے اور آندھی اس ہوا کو ایسے زور سے زمین پر مارے کہ

ہوا مذکور زبردستی اندر چلی جاوے اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وارسلنا الریاح لواقح کہ بار دار کرنے سے مراد یہی ہے کہ ہوا اور پانی اور زمین نمین خلط ملط کردیتی ہے پھر یہ سب باتین کافی نہین اگر شدت جاڑے مین واقع ہون اسی لیے حاجت حرارت ربیع اور گرمی کی ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ گیہون کی غذا کے لیے چار چیزین ہوا اور پانی اور زمین اور گرمی چاہییں اور ان مین سے ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ کس کس چیز کی حاجت رکھتے ہین مثلاً پانی کے لیے ضرور ہے کہ دریاؤن اور چشمون اور نہرون اور نالیون سے کھیت مین جاوے اسکے لیے دیکھنا چاہیے کہ خداوند کریم نے کیسے دریا اور چشمے بنائے اور ان سے نہرین نکالین پھر قطعات زمین جو اونچے ہین اور ان مین پانی نہین پہونچ سکتا انکے لیے دیکھو کہ کسطرح بادل پیدا کیے اور کیسے ان پر ہواؤن کو مسلط کردیا کہ خدا کے حکم سے تمام روے زمین پر انکو لیے پھرتی ہین حالانکہ بادل پانی مین بھرے ہوے بھاری ہوتے ہین پھر دیکھو کہ زمین پر ربیع و خریف ہی کے دنون مین حاجت کے موافق برستے ہین اور پہاڑون کو دیکھو کہ پانی کے محافظ بنائے کہ ان مین سے تدریج پانی بہتا ہے اگر یکبارگی نکل پڑے تو تمام شہر غرقاب ہوجاوین اور زراعت اور مواشی آشنائے لجہ اجل ہون اور پہاڑون اور ابر اور سمندر سا اور باران مین خدا تعالی کی اتنی نعمتین ہین کہ انکا شمار نہین ہوسکتا اور چونکہ پانی اور زمین دونون سرد ہین انمین حرارت نہین ہوسکتی تھی اسلیے خدا تعالی نے آفتاب کو مسخر کیا اور اسکو باوجود بہت فاصلہ کے زمین سے ایسا بنایا کہ جاڑے کیوقت جاڑا اور گرمی کیوقت گرمی ہو یعنی جیسے حاجت ہو اسی کے بموجب سردی و گرمی ہوسکے اور یہ آفتاب کی پیدایش مین سے ایک حکمت ہے اور اسمین حکمتین لاانتہا ہین پھر جب نبات زمین سے اونچا ہوتا ہے تو میوون مین ایک طرح کی بستگی اور سختی ہوتی ہے اور اسیوجہ سے حاجت ایک رطوبت کی ہے جس سے وہ پک جاوین اسکے واسطے خدا تعالی نے چاند کو پیدا فرمایا اور رطوبت دینا اسکا خاصہ کردیا جیسے کہ حرارت پہونچانا آفتاب کی خاصیت تھی پس چاند کے باعث میوون کو پختگی اور رنگ حاصل ہوتا ہے اور یہین لحاظ اگر درخت سایہ کے اندر ہو کہ جسپر سورج کی دھوپ اور چاند اور ستارون کی روشنی نہ آسکے تو وہ بگڑ جاتا ہے جیسے کہ چھوٹا پیڑ اگر بڑے پیڑ کے سایہ مین ہو تو خراب اور ناقص رہیگا اور چاند کی رطوبت پہونچانی اسطرح معلوم ہوسکتی ہے کہ رات کو چاند کی روشنی مین سر کھولکر بیٹھو تو سر مین رطوبت زیادہ ہوجاویگی جسکو زکام کہتے ہین پس جیسے آدمی کے سر مین رطوبت پہونچاتا ہے ویسے ہی میوون کو بھی رطوبت دیتا ہے اور زیادہ گفتگو ایسے امور کی جو کبھی تمام ہون کیا ضرور ہے صرف اسیقدر کافی ہے کہ آسمان مین کوئی ستارہ ایسا نہین جسمین کوئی فائدہ نہو جیسے آفتاب مین حرارت اور چاند مین رطوبت ہے کیونکہ ہر ایک ستارے مین حکمتین اتنی زیادہ ہین کہ طاقت بشری اسکے شمار سے عاجز ہے اور اگر ایسا نہو تو انکا پیدا کرنا لغو اور بیکار ہے اور ان آیتون کے معنی درست نہون ربنا ما خلقت ہذا باطلا اور وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین اور جس طرح کہ آدمی کے بدن مین کوئی عضو خالی فائدے سے نہین اسیطرح عالم کے جسم مین کوئی عضو خالی فائدے سے نہین اور تمام عالم مثل ایک جسم کے ہے اور اجسام مثل اسکے اعضا کے ہین جسطرح آدمی کے بدن مین ایک عضو سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اسیطرح عالم کے اجسام مین ایک سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اور اسکی شرح نہایت طویل ہے اب اس تقریر سے کوئی یہ گمان نکرے کہ آفتاب اور چاند اور ستارون کو جن آثار کے لیے خدا تعالے لا

نے اپنی حکمت سے مسخر کیا ہے انکے مسخر ہونے پر ایمان لانا مخالف شریعت ہے اسوجہ سے کہ شرع مین منجمین اور علم نجوم کی تصدیق سے ممانعت ہے[1] کیونکہ شرع مین جو علم نجوم کی ممانعت ہے تو اسمین دو باتین ممنوع ہین اول تو یہ کہ آدمی یہ جانے کہ نجوم اپنے آثار کے خود فاعل مستقل ہین اپنے خالق مدبر کی تدبیر اور قہر کے مسخر نہین پس اسطرح جاننا کفر ہے دوسری صورت یہ ہے کہ منجم جو بات مفصل ستارون کی ایسے آثار مین سے بیان کرین جو سب خلق کو معلوم نہین ہوتے اسکو سچ جانے تو یہ بھی ممنوع ہے اسلیے کہ وہ لوگ یہ سب خبرین جانتے نہین اور کہدیتے ہین اور وجہ انکے نجاننے کی یہ ہے کہ علم نجوم کے احکام کا بعض انبیاء علیہم السلام کیواسطے معجزہ تھا پھر وہ جاتا رہا اور جو کچھ بچا ہے وہ مختلط ہے جسمین صواب اور خطا کی تمیز نہین ہوتی۔ حاصل یہ کہ کواکب کو ایسے آثار کا سبب اعتقاد کرنا جو خداے تعالی کے پیدا کرنے کے باعث زمین مین اور نباتات اور حیوانات مین ہوتے ہین دین کا مخل نہین بلکہ راست و درست ہے باوجودیکہ نہ جاننے کے یہ دعوی کرنا کہ ہم سب آثار کو مفصل جانتے ہین یہ امر مخل دین ہے اور اسی کی تصدیق کی ممانعت ہے ورنہ اگر کوئی شخص بنا کپڑا دہووے اور اسکا خشک کرنا چاہے اور دوسرا شخص اسکو کہدے کہ اب دہوپ نکلی ہوئی ہے اور ہوا گرم ہے کپڑا نکالکر پھیلا دو تو اسبات کو جھوٹا نہ جاننا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسنے آفتاب کے نکلنے سے ہوا کی گرمی کیسے کہدی یا کسی شخص کے رنگ پر کدورت آجاوے اور اس سے اسکی وجہ پوچھو اور وہ بیان کرے کہ راستے مین سورج کی دہوپ کے باعث رنگ متغیر ہوگیا تو یہ ضرور نہین کہ اسکو جھوٹا ٹھہراؤ کہ آفتاب کا اثر کیسے بیان کرتا ہے اسیطرح اور آثار کو قیاس کر لو مگر آثار مین بعضے معلوم ہوتے ہین اور بعضے نامعلوم جو آثار کہ معلوم نہین ان مین دعوی علم ناجائز ہے اور جو معلوم ہین انکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ کہ سب لوگون کو معلوم ہین جیسے دہوپ اور گرمی کا ہونا آفتاب سے اور دوسرے وہ کہ بعض لوگون کو معلوم ہون جیسے چاندنی سے زکام کا ہونا غرضکہ ستارے بیفائدہ نہین پیدا ہوئے بلکہ انمین بیشمار حکمتین ہین اور اسیوجہ سے تہجد کیوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آسمان کیطرف دیکھتے اور یہ آیت پڑہتے ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار[2] اور ایکبار اسکو پڑھکر فرمایا کہ ہلاکی ہے[3] اس شخص کو جو اس آیت کو پڑھے اور پھر مونچھون پر تاؤ دے اور اس سے غرض یہ ہے کہ آیت کو پڑھکر اسمین تامل نہ کرے اور اسرار سماوی کے سمجھنے کی عوض صرف آسمان کا رنگ اور ستارون کی روشنی ہی جان لے حالانکہ اتنی بات بہائم بھی سمجھتے ہین پس جو کوئی کہ آیت مذکورہ سے فقط ظاہری رنگ و روشنی پر اکتفا کرے اور اسرار و عجائب کو نہ سوچے وہ ایسا ہی ہے کہ مونچھون پر تاؤ دے لیا مگر خاک نہین سمجھا خداوند تعالی کے عجائب آسمانون کے ملکوت مین اور آفاق و نفوس و حیوانات و نباتات مین بہت سے ہین انکے طالب وہی لوگ ہوتے ہین جو اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہین اسلیے کہ دنیا مین جس شخص کو کسی عالم کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ ہمیشہ اسکی تصانیف کا طالب رہتا ہے تاکہ اسکی تصنیفات سے اسکے عجائب علمی پر زیادہ وقوف ہو اور اسکے باعث محبت اور زیادہ ہو اسیطرح عجائب صنع الہی کو خیال کرنا چاہیے کہ تمام عالم اسکی تصنیف ہے بلکہ مصنفون کی تصنیف بھی اسی کی تصنیف ہے بذریعہ اپنے بندون کے دلون کے بنائی ہے پس اگر آدمی کو کسی تصنیف پر تعجب آوے اور اچھی معلوم ہو تو اسکے مصنف پر تعجب نکرنا چاہیے بلکہ اس ذات پر تعجب کرنا چاہیے جسنے مصنف کو ایسی تصنیف کے لیے آمادہ اور مسخر کیا اور اپنے انعام و کرم سے اسکو ایسی تصنیف کی ہدایت کی اور انجام

[1] ابوداؤد و ابن ماجہ بروایت ابن عباس ۱۲
[2] یعنی اے رب ہمارے تونے اسکو عبث نہیں بنایا تو پاک ہے ہمکو بچا دوزخ کے عذاب سے ۱۲
[3] دیلمی بروایت ابن عباس اور اس مین ایک راوی ضعیف ہے

کو پہونچا دیا جیسے کبھی کٹھ پتلیون کو دیکھین کہ ناچتی ہین اور بہت عمدہ حرکات موزون کرتی ہین تو ان کھلونون پر عجب نکرنا چاہیے وہ تو کپڑے کی گڑیان ہین کہ اپنے آپ نہین ہلتین بلکہ تعجب بازیگر کی دستکاری پر چاہیے جو انمین پتلے پتلے تار جو آنکھ سے بھی نہین سوجھتے باندھکر ہلا رہا ہی۔ اسیطرح محبان خدا ہر ایک چیز دنیاوی کو دیکھکر صنعت خدا کو اسمین تامل کرتے ہین مطلب یہ کہ نبات کی غذا پانی اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستارون سے تمام ہوتی ہی اور ان اجرام کیلیے آسمان ہین جنمین کہ یہ گڑے ہوے ہین اور افلاک کے لیے حرکتین ہین اور حرکتون کی تمامی آسمان کے فرشتون سے ہی جو انکو حرکت دیتے ہین اور اسیطرح ایک دوسرے کا سبب ہوتا چلا گیا ہی

پانچوان نکتہ اُن اسباب کی نعمتون مین جنسے غذا آدمی تک پہونچتی ہی مخفی نرہے کہ سب غذائین ہر جگہ نہین ملتین بلکہ انکے لیے کچھ خاص شرطین ہین کہ بعض جگہون مین جہان نہ شرطین پائی جاتی ہین وہان وہ غذا کبھی ملتی ہی نہین تو نہین اور آدمی تمام روے زمین پر پھیلے ہوے ہین کہ بعضون سے غذا دور پڑگئی اور انکے اور غذا کے درمیان جنگل اور سمندر حائل ہوگئے مگر دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالی نے اس غرض کے لیے کیسا تاجرون کو مسخر کر دیا اور انپر مال کی حرص غالب کردی اور نفع کی توقع بڑہا دی کہ جسکے سبب تری و خشکی کے سفر کے شدائد اُٹھاتے ہین اور جان پر کھیلتے ہین اور غذا اور دوسرے حوائج انسانی شرق سے غرب کے لوگون کے پاس اور غرب سے شرق والون کے پاس پہونچاتے ہین انپر کیسی غفلت اور جہالت خدائے تعالی نے ڈالدی ہی ورنہ اگر واقع مین تامل کیا جاوے تو اکثر ان لوگون کی محنت رائگان ہی کیونکہ جو کچھ یہ جوڑتے ہین یا تو کشتیون مین ڈوب جاتا ہی یا رہزنون کے ہاتھ آتا ہی یا کہین سفر مین مرجاتے ہین تو لاوارثی کے صیغے مین حکام کے قبضے مین پڑتا ہی اور سب مین عمدہ حال انکا یہ ہی کہ مال وارثون کے ہاتھ لگے لیکن اگر وہ سمجھین تو وارث ہی سب سے زیادہ انکے دشمن ہین مگر اسمین بھی حکمت ہی کہ انپر جہل و غفلت مسلط ہی پھر دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالی نے انکو کشتی بنانے اور جہازرانی کا کام کیسے سکھایا اور حیوانات کو سواری اور باربرداری کیلیے کس طرح مسخر کیا ہی ہر جانور مین ایک وصف جداگانہ عنایت فرمایا گھوڑے کو سرعت رفتار گدھے کو مشقت پر صبر اونٹ کو کم خواری اور کثرت باربرداری مرحمت کی پھر دیکھو کہ انسانون کو تری اور خشکی مین بذریعہ کشتیون اور حیوانات کو کسطرح پھراتا ہی تاکہ غذا وغیرہ حوائج انسان کے پاس پہونچا دین اور یہ بھی سوچو کہ حیوانات کے لیے اسباب و سامان اور گھاس دانہ وغیرہ کی کیا کیا ضرورت ہوتی ہی اور کشتیون کیواسطے کون کون لوازم کی حاجت پڑتی ہی ان سب چیزون کو خدا تعالی نے بقدر حاجت اور زائد از حاجت پیدا کیا ہی اور انکا شمار کرنا غیر ممکن ہی پھر اسکے اور امور بیشمار کی نوبت پہونچتی ہی جنکا چھوڑ دینا اختصار کے لیے ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہی

چھٹا نکتہ غذا کی اصلاح مین جاننا چاہیے کہ جو چیزین زمین مین از قسم نبات پیدا ہوتی ہین اور جو حیوانات پیدا ہوتے ہین انکا اسیطرح پر کھا لینا ممکن نہین بلکہ ہر ایک مین کچھ اصلاح اور پکانے کی ضرورت ہوتی ہی کہ بعض کو پھینک دینا پڑتا ہی اور بعض کو باقی رکھنا خواہ اور اسیطرح کی بیشمار باتین کرنی پڑتی ہین اور ہر غذا مین ان ترکیبون کا مفصل لکھنا دشوار ہے اسلیے ہم صرف ایک روٹی کو خاص کرکے دیکھتے ہین کہ بیج ڈالنے کے بعد اسکے گول ہونے اور غذا کے قابل ہونے کے لیے کیا کیا کرنا پڑتا ہے پس اول جو

حاجت ہوتی ہی وہ زمین کی درستی ہی جسکے لیے کسان کی حاجت ہی پھر بیلون اور ہل کی ضرورت ہی مع جمیع لوازم کے پھر بعد اسکے مدت تک پانی دینا پھر کھیت کو بونا پھر کاٹنا پھر گاہنا اور اناج علیحدہ کرنا پھر پیسنا پھر گوندھنا پھر پکانا۔ تو سوچنا چاہیے کہ یہ کتنے کام ہوے اور جو ہمنے نہین لکھے وہ علاوہ رہے اور جتنے لوگ ان کامون کو کرتے ہین اور جتنے اوزار سے کرتے ہین انکو بھی تامل کرنا چاہیے اور یہ آلات لوہے اور لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہین کھیتی کے آلات بنانے والون کو لحاظ کرو اور پیسنے اور پکانے والون کو دیکھو پھر منجملہ ان کاریگرون کے لوہارون کو دیکھو کہ لوہے اور تانبے اور سیسے کی حاجت پڑتی ہی پھر دیکھو کہ خدا تعالی نے پہاڑون اور پتھرون اور کانون کو کیسا جدا جدا بنایا۔ غرضکہ اگر تلاش کرو تو جان لو کہ ایک روٹی گول ہو کر خدا کے قابل جب ہوتی ہی جب اسپر ہزار سے زیادہ کاریگرون نے کام کر لیا ہی یعنی اس فرشتے سے شروع کرو جو ابر کے لیے ہی اور آخر تک دیکھتے چلے جاؤ یہانتک کہ فرشتون کیطرف کے کام ختم ہو کر نوبت انسان کے عمل کی پہونچی اور گول ہونے پر اسکے طالب سات ہزار کاریگر ہوتے ہین جنمین سے ہر ایک کاریگر ایسی اصل چیز بناتا ہے جس سے خلق کی مصلحت پوری ہوتی ہی پھر انسان کی کثرت عمل کو لحاظ کرنا چاہیے کہ ان آلات مین کتنا کام کیا ہی مثلاً ایک چھوٹا سا آلہ سوئی ہی کہ اسکا فائدہ لباس کا سینا ہی جو مانع سردی کا انسان سے ہی اسکو اگر دیکھو تو اسکی شکل لوہے کیسے جب بنتی ہی جب سوئی بنانے والیکے ہاتھ مین پچیس دفعہ گذرتی ہی اور ہر دفعہ وہ ایک ایک کام اسمین کرتا جاتا ہی بس اگر خدا تعالی شہرون کو جمع نکرتا اور بندون کو مسخر نکرتا اور آدمی کو مثلاً گیہون کاٹنے کے لیے درانتی کی حاجت پڑتی تو تمام عمر اسمین کٹ جاتی اور نہ بن سکتی مگر خدا تعالی کی شان ہی کہ آدم خاکی کو نطفۂ ناپاک سے پیدا کر کے ایسے ایسے عجیب و غریب آلات بنانے کی ہدایت کی مقراض ہی کو دیکھو کہ دو پلے ایک دوسرے پر منطبق رہتے ہین مگر چیز کو لیتے ہی جلد جلد کاٹتی چلتی ہی اگر خدا تعالی اسکے بنانیکا طریق پہلے لوگون پر القا نہ فرماتا اور ہمکو اسکا طریق نکالنے کیحاجت اپنی فکر سے ہوتی اور طریق لوہے کے نکالنے کا پتھر سے اور پیدا کرنا ان آلات کا جنسے مقراض بنائی جاتی ہی سوچنا پڑتا اور ہماری عمر بھی مثل حضرت نوح علیہ السلام کے ہوتی اور عقل بھی نہایت کامل دیجاتی تو تمام عمر اس ایک آلہ کے ایجاد کرنے ہی سے قاصر ہوتے دوسرون کا تو کیا ذکر ہی مگر خداوند کریم کا بڑا انعام و احسان ہی کہ اسنے سب کچھ اپنے کرم سے بتلادیا اب اگر فرض کرو کہ کسی شہر مین پیسنے والا نرہے یا لوہار یا حجام یا جولاہہ یا کوئی اور ادنی پیشہ ور نرہے تو لوگون کو کیسی ایذا پہونچے اور کیسی ابتری کاروبار مین پڑے خدا کی شان ہی کہ اسنے بعض بندون کو بعض کا مسخر کر رکھا ہی تاکہ اسکی مشیت پوری ہو اور حکمت کامل۔ اب اس قول کو ہم مختصر کرتے ہین اس نظر سے کہ مقصود نعمتون پر تنبیہ کرنی ہی نہ انکو علی التمام لکھنا۔

ستائیسوان نکتہ غذا کے درست کرنے والون کی اصلاح کی نعمت مین۔ واضح ہو کہ یہ پیشہ ور جو اصلاح غذا کرتے ہین اگر ان کی رائین مختلف ہوتین اور طبیعت مین وحشیون کی سی نفرت ہوتی تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر دور رہتے اور کوئی کسی سے منتفع نہوتا بلکہ جیسے وحشی ایک جگہ مین نہین رہتے نہ ایک غرض پر متفق ہون ایسے ہی یہ لوگ بھی ہوتے لیکن لحاظ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے کسطرح انکے دلون مین الفت اور انس و محبت پیدا کی ہی چنانچہ خود فرماتا ہی لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین

اگر تو خرچ کرتا جو کچھ زمین میں ہے سب نہ الفت دیتا ان کے دل میں لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں ۱۲

قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم پس الفت و محبت کا ڈالنا خود اسیکا کام ہے اسی الفت اور ازدواج کی شناسائی کے باعث لوگ اکٹھے ہوئے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ انس ہوا اور شہر و قصبات بنائے اپنے مکانون کو پاس پاس تعمیر کیا اور انکو آرائشون سے مزین کیا بازار اور دکانین مرتب کین اور تمام اقسام کے کارخانے بنائے جنکا حصر طویل ہے پھر چونکہ انسان کی سرشت مین غصہ اور حسد اور حرص ساحر صی ہے اس جہت سے یہ محبت جاتی بھی رہتی ہے اور جہان دو آدمیون کی غرض ایک ہی مطلب پر جمع ہوئی وہان آپس کی نقیض و نفرت ملکہ نوبت کشت و خون بھی پہونچتی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالی نے کیسے انپر سلاطین کو مسلط کر دیا اور قوت اور سامان سے انکی اعانت کی اور انکا رعب رعایا کے دلونمین ڈال دیا کہ جبراً قہراً فرمانبرداری کرتے ہین خواہ طبیعت چاہے یا نچاہے پھر سلاطین پر بھی لحاظ کرنا چاہیے کہ انکو اصلاح شہرون کا انتظام کیسے ہدایت کر دیا یہانتک کہ انھون نے شہرون کو ایسی وضع پر بنایا اور انکے حصے ایسے کیے جیسے ایک شخص کے اجزا ہوتے ہین کہ بعض کو بعض سے نفع ہوتا ہے اسلیے انھونے ہر ایک شہر مین رئیس اور قاضی اور کوتوال اور چودہری مقرر کیے اور خلق کو بزور قاعدہ عدل کا پابند کیا اور آپس کی موافقت اور معاونت سب پر ضروری کر دی یہانتک کہ لوہار مثلاً قصاب اور نانبائی اور تمام اہل شہر سے منتفع ہوتا ہے جیسے ان سب کو لوہار سے فائدہ پہونچتا ہے حجام کسان سے اور کسان حجام سے اور ہر ایک شخص ایکدوسرے سے منتفع ہوتے ہین اسی جہت سے کہ سلطان کی ترتیب و جمع کے موافق سب متفق اور مجتمع رہتے ہین جسطرح کہ تمام اعضاے بدن ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہین اور باہم منتفع ہوتے ہین پھر دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے سلاطین کی اصلاح کے لیے انبیا کو مبعوث فرمایا جنھون نے انکو علاوہ اصلاح دین کے ارشادات کے یہ قوانین شریعت بھی سکھلائے کہ مراعات عدل کی خلق مین رہنی چاہیے اور انتظام کے لیے آئین سیاست جاری رہے اسیطرح احکام سلطنت اور امامت اور احکام فقہ متعلق باصلاح دنیا سب تبلادیے پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ انبیا علیہم السلام کی اصلاح خدا تعالی نے فرشتون سے کی اور فرشتون مین سے ایک کی اصلاح دوسرے سے ہوئی یہانتک کہ انتہا اس سلسلے کی اس فرشتۂ مقرب پر پہونچتی ہے کہ اس مین اور خدا تعالی مین کوئی واسطہ نہین رہتا مثلاً نانبائی آٹے کی اصلاح پکانے سے کرتا ہے اور پیسنے والا دانہ کی اصلاح پیسنے سے اور کسان غلہ کی اصلاح کاٹنے سے اور آلات زراعت کی اصلاح لوہار کرتا ہے اور اسکے اوزار کی اصلاح بڑھئی کرتا ہے اسیطرح ہر ایک پیشہ والون کو جو آلات غذا کو درست کرتے ہین جاننا چاہیے اور ان سب پیشہ ورونکی اصلاح سلطان کرتا ہے اور سلطان کی اصلاح علما کرتے ہین جو وارث انبیا علیہم السلام ہین اور علما کی اصلاح انبیا کرتے ہین اور انکی اصلاح عالم قدس سے بترتیب ہوتی ہے یہانتک کہ سلسلہ بارگاہ احدیت پر پہونچتا ہے جو اصل ہر ایک انتظام کی اور منشا تمام ترتیب و تالیف کا ہے اور یہ سب باتین اس رب الارباب اور مسبب الاسباب کی نعمتونمین سے ہین اور اگر وہ اپنے کرم و فضل سے یہ نہ فرما دیتا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا تو ہمکو یہ ذرا سی نعمتین بھی معلوم نہوتین اور اگر بحکم قہر و قدرت اس آیت کے باعث وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا ہماری حشم طمع کو اپنی نعمتون کے شمار سے معزول نہ فرماتا تو ہم بھی شائق انکی لذت دریافت کا اور انکو شمار کرنے کا کرتے مگر کیا کرین بس کچھ نہین جو کچھ بولے وہ

ت ؎ اور جنھون نے محنت کی ہمارے واسطے سوجھا دینگے انکو اپنی راہین ۱۲ ؎ت اگر گنو نعمتین اللہ کی تو پورا نہ کر سکو انکو ۱۲

بھی اسی کے حکم سے بولے اور جو چپ ہوئے تب بھی اسی کے روکنے سے رکے کیونکہ جو چیز وہ عنایت کرتا ہے اسکا کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو وہ نہیں دیتا اسکا کوئی دینے والا نہیں اسلیے کہ زندگی کے ہر ہر لحظہ مین گوش دل مین یہ آواز اس بادشاہ زبردست کی سنتے ہین لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار پس خدا کا شکر ہے کہ اسنے ہمکو کافرون سے متمیز کیا اور ہمکو سب سے پہلے یہ نشانی

آٹھوان نکتہ فرشتون کی پیدایش مین خدا تعالی کی نعمت کے بیان مین پہلے مذکور ہو چکا کہ فرشتونکی پیدایش مین خدا تعالی نے یہ نعمت رکھی ہے کہ انسے انبیا علیہم السلام کی اصلاح فرماتا ہے اور ہدایت اور وحی کا پہونچانا انپر انھین کے ذریعے سے ہوتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ فرشتون کے افعال صرف اسقدر ہین بلکہ فرشتون کے طبقات باوجود کثرت اور ترتیب مراتب کے تین طبقات مین منحصر ہین اول ملایک زمین کے دوم آسمان کے سوم عرش کے اٹھانے والے اب ان طبقات مین سے انکو دیکھنا چاہیے جنکو خدا تعالی نے غذاے انسانی پر موکل کر رکھا ہے اورون سے کچھ غرض نہین جنسے ہدایت و ارشاد وغیرہ متعلق ہے پس مخفی نرہے کہ ہر ایک جزو انسان کے بدن کا بلکہ نبات کے جسم کا غذا نہین پاتا جبتک کہ اسپر سات فرشتے جو اقل مرتبہ ہے خواہ دس خواہ سو یا زیادہ موکل نہون توضیح اسکی یہ ہے کہ غذا کے معنی یہ ہین کہ ایک جزو غذا کا دوسرے جزو کا قائم مقام ہو جو جاتا رہا ہو مثلاً غذا انجام کو خون ہو کر گوشت اور ہڈی بنجاتی ہے اور جب یہ حالت ہو چکتی ہے تو غذا کامل ہو جاتی ہے اور خون اور گوشت اجسام ہین کہ انکو کچھ قدرت اور معرفت اور اختیار نہین نہ اپنے آپ حرکت کر سکین نہ اپنے آپ متغیر ہو سکین اور صرف طبیعت اس بات کو کافی نہین کہ کبھی کوئی چیز بنا دے کبھی کوئی جسطرح گیہون کہ خود بخود نہ پیستا ہے نہ گوندہتا ہے نہ روٹی ہوتا ہے جبتک کہ کوئی کاریگر نہو اسیطرح خون بھی خود بخود نہ گوشت ہوتا ہے نہ ہڈی بنتا ہے نہ رگ و پے ہوتا ہے جبتک کہ کوئی بنانیوالا نہو اور باطن مین بنانے والے فرشتے ہین جیسے ظاہر کے پیشہ ور اہل شہر ہین اور چونکہ خداوند کریم نے نعمتین اپنی ظاہر و باطن دونون عنایت کی ہین تو باطن کی نعمتون سے غافل نہونا چاہیے پس ہم کہتے ہین کہ ایک فرشتہ تو ایسا چاہیے جو غذا کو گوشت اور ہڈی کے پاس تک پہونچاوے اسلیے کہ غذا تو خود حرکت کرتی نہین اور دوسرا وہ ہو جو غذا کو وہان سے ٹلنے نہ دے انھین کے پاس روکے رہے اور تیسرا وہ جو غذا پر سے خون کی صورت دور کرے اور چوتھا وہ جو اسکو گوشت خواہ ہڈی یا رگ کی صورت بناوے اور پانچوان وہ کہ جو زیادتی باقی رہجاوے اسکو دفع کرے اور چھٹا وہ جو ان چیزون کو جہان کی تہان ملادے یعنی جس جزو غذا مین صفت گوشت کی آئی ہے اسکو گوشت مین ملادے اور جسمین ہڈی کی ہے اسکو ہڈی مین ملادے تاکہ علیحدہ نہ رہجاوے اور ساتوان وہ کہ اس اتصال مین رعایت اصل مقدار کی رکھے کہ جو چیز گول ہے اسکی گولائی نہ جاتی رہے اور جو چوڑی ہے اسکی چوڑائی قائم رہے اور مجوف کی گہرائی بنی رہے اور ہر عضو پر مقدار حاجت بھی ملحوظ رکھے مثلاً اگر لڑکے کی ناک پر غذا اسقدر جمع کردے جسقدر ران پر چاہیے تو ناک بہت بڑی ہو جاوے اور نتھنے جاتے رہین اور صورت ڈرانی ہو جاوے بلکہ مناسب یہ ہے کہ جو چیز جسکے لائق ہو وہی پہونچاوے مثلاً پلکون مین تپلا پن ہے اور ڈہیلے مین صفائی اور رانون مین موٹا پن اور ہڈین مین سختی تو ہر ایک کیواسطے ایسی ہی غذا پہونچانی چاہیے جو مقدار و شکل مین انکے مناسب ہو ورنہ صورت بگڑ جاوے [illegible]

[illegible] ۱۲

بڑھجاوینگی اور بعض کم زور رہین گی بلکہ یہ فرشتہ اگر عدل کا لحاظ قسمت و تفریق مین نہ کرے اور لڑکے کے سر اور تمام بدن مین
غذا پہونچاوے اور ایک پانون مثلاً چھوڑ دوے تو سارا بدن تو بڑھیگا مگر ایک پانون ویسا ہی رہیگا جیسا لڑکپن مین تھا ایسا شخص
اپنے چلنے سے کیسے منتفع ہوگا جو سب اعضا بڑے آدمی کے سے رکھے اور ایک پانون لڑکے کا سا ہو غرض رعایت
مقدار بھی اس قسمت مین ایک فرشتے کو سپرد ہی اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ خون اپنی سرشت کے باعث اپنی شکل بدل لیتا ہی اسلیے
کہ جو شخص ایسے امور کا حوالہ طبیعت پر کرتا ہو وہ جاہل ہی اپنے قول کو نہین جانتا بلکہ یہ کام زمین کے فرشتون کے سپرد ہی کہ وہ
آدمی کے اندر سب اپنے اپنے کام مین مصروف ہین خواہ آدمی خواب استراحت مین ہو یا کسی غفلت مین متردد ہو وہ اپنا کام
کیے جاتے ہین اور اسکو انکی کچھ خبر نہین اور یہ بات اجزاے بدن کی ہر ایک چیز مین موجود ہی کیسا ہی چھوٹا جزو ہو یہانتک
کہ بعض اجزا مثل آنکھ اور دل مین سو سے زیادہ فرشتونکی ضرورت ہی جنکی تفصیل بقصد اختصار ہم ترک کیے دیتے ہین
اب ان زمین کے فرشتون کو آسمان کے فرشتون سے مدد پہونچتی ہی اور ان مین وہ ترتیب معین ہے جس کی کنہ سوے خداے
تعالےٰ کے اور کوئی نہین جانتا اور آسمان کے فرشتون کو عرش کے اٹھانیوالون سے مدد پہونچتی ہی اور ان سب پر انعام تائید
اور ہدایت اور تسدید کا بارگاہ رفیع الشان قدوس مالک ملکوت و جبروت شاہنشاہ جلال عزت و لاہوت سے ہوتا رہتا ہی اور
فرشتے جو آسمانون اور زمین پر مقرر ہین اور اجزاے نبات و حیوانات پر موکل ہین یہانتک کہ ہر ایک قطرۂ باران اور ہر بادل کے
قطعات پر جو ادھر ادھر پھرتے ہین مامور ہین انکے باب مین احادیث بیشمار ہین اسیواسطے کچھ حاجت دلیل لانے کی نہین
لیکن یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہی کہ یہ سب کام آدمی کے اندر کے ایک ہی فرشتے کو کیون نہ سپرد ہوے سات فرشتون کی ضرورت
کیون ہوئی گیہون مین بھی بہت سے افعال کیے جاتے ہین اول پیسے جاتے پھر آٹا چھانا جاتا ہی پھر پانی ڈالا جاتا ہی پھر
گوندھا جاتا ہی پھر پیڑے بنائے جاتے ہین پھر روٹی بنائی جاتی ہی پھر توے یا تنور مین پکائی جاتی ہی مگر بعض اوقات ایک ہی آدمی
یہ سب باتین کر لیتا ہی اسی طرح اعمال باطنی انسان کے اعمال ظاہری کی طرح کیون نہوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ فرشتونکی پیدایش
آدمی کی پیدایش کے مخالف ہی جو فرشتہ ہی اسکی صفت بھی ایک ہی ہی اسمین کسیطرح کا خلط یا ترکیب نہین جب یہ بات ہی تو ایک
فرشتے سے ایک ہی فعل ہوگا اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین وما منا الا لہ مقام معلوم اور یہین لحاظ ان مین آپس مین نہ
ایک دوسرے سے نفرت ہو نہ باہم مقابلہ بلکہ وہ اپنے کامونپر ایسے مامور ہین جیسے حواس خمسہ کہ بینائی مثلاً شنوائی کی مزاحم
نہین ہوتی کہ ادراک اصوات مین اس سے پرخاش کرے نہ قوت شامہ ان دونون کی مزاحم ہی نہ وہ دونون اسکے مانع حواس
خمسہ کا حال اور اعضا کا سا نہین دیکھو بعض اوقات آدمی پانون کی انگلیون سے گرفت کر لیتا ہی جو ہاتھ کا کام ہی اگرچہ اسکی گرفت
ضعیف ہوتی ہی مگر ہاتھ کا شریک و مزاحم تو ہو سکتا ہی اسیطرح کبھی ایک شخص دوسرے آدمی کو ٹکر مارتا ہی اور جو کام ہاتھ کا ہی وہ
سر سے لیتا ہی اور نہ حواس خمسہ کا حال انسان کا سا ہی کہ ایک ہی آدمی بیسیون کام کر لیتا ہی اور یہ بات انسان مین ایک طرح کی کجی اور
میلان عدل کی ہے اور وجہ اسکی یہی ہی کہ انسان کے صفات اور ارادات مین اختلاف ہی یہ ایک ہی وصف نہین رکھتا ہی اسی جہت سے

[illegible]

ایک ہی فعل کا پابند بھی نہین اور بہین لحاظ ہم دیکھتے ہین کہ آدمی کبھی خداے تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو اور کبھی نافرمانی کرتا ہے
کیونکہ اسکے صفات و ارادات مین اختلاف ہو اور یہ بات فرشتونکی طبیعت مین ناممکن ہو انکی سرشت طاعت ہی پر ہو انکو معصیت
کی مجال نہین تو بالضرور انکا یہی حال ہو جو خداوند کریم ارشاد فرماتا ہو لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون اور یسبحون اللیل والنہار
لا یفترون جو انمین رکوع کرنیوالا ہو وہ ہمیشہ رکوع ہی کرتا ہو اور جو سجدہ کرنیوالا ہو وہ ہمیشہ سجدے ہی کرتا ہو جو کھڑا ہو وہ ہمیشہ کو
کھڑا ہو کچھ اختلاف انکے افعال مین نہین نہ کسی طرح کا فتور بجا آوری امور مین اور ہر ایک کے لیے ایک مقام اور رتبہ ہو کہ اس سے
تجاوز نہین کرتا انکا طاعت بجالانا اسطرح کہ اسمین مجال عدول حکمی کی نہو ایسا ہوسکتا ہو جیسے آدمی کے ہاتھ پانون وغیرہ آدمی
کی اطاعت کرتے ہین اور مخالفت کی مجال متصور نہین مثلاً جب آدمی پلکین کھولنی چاہے تو اگر وہ صحیح و سالم ہونگی تو انکو کچھ تردد کھلنے
مین نہو گا نہ یہ ہو گا کہ کبھی کھلنے مین اطاعت کرین اور کبھی کہنا نہ مانین بلکہ وہ گویا منتظر امر و نہی انسان کی ہین کہ اشارے کے ساتھ ہی
کھلجاتی ہین اور اشارے کے ساتھ ہی بند ہوجاتی ہین پس یہ تشبیہ اگرچہ عدول حکمی کے نہونے مین ہوسکتی ہے مگر من وجہ درست
نہین وہ یہ ہو کہ پلکون کو علم اپنے کھلنے اور بند ہونے اور بجا آوری حکم انسان کا نہین اور فرشتے زندہ ہین جو کرتے ہین اسکو جانتے
ہین اسوجہ سے تشبیہ انکی اعضا سے ناتمام ہو حاصل اس سب بیان کا یہ ہو کہ زمین اور آسمان کے فرشتونمین جو خدا تعالیٰ نے
انسان پر صرف کھلنے کے باب مین نعمت رکھی ہو اسکا بیان یہانتک ہوا اور حرکات اور حاجات کا ذکر نہین کیونکہ انکے بیان کو طول
چاہیے پس فرشتون کی نعمت ایک درجہ جداگانہ ہو نعمت کے درجات مین سے اور مجموع طبقات نعمت کا بھی شمار کرنا غیر ممکن ہو انکے
اقرار کا تو کیا ذکر ہے پس جب ثابت ہوا کہ انسان پر خدا تعالیٰ نے نعمت ظاہری اور باطنی دونون پوری کی ہین اور پھر فرمایا کہ وذروا
ظاہر الاثم وباطنہ تو باطن کے گناہ کا چھوڑنا جسکو لوگ نہین جانتے یعنی حسد اور بدگمانی اور لوگون کی بدی دلمین رکھنی وغیرہ گناہان
قلبی سے محترز ہونا باطنی نعمتونکا شکر ہو گا اور ظاہری گناہونکا ترک کرنا نعمت ظاہری کا شکر ہو گا بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو شخص خدا
تعالیٰ کی نافرمانی کرے اگر پلک جھپکنے ہی مین ہو مثلاً اپنی آنکھ ایسی جگہ کھولدے جہان بند کرنا واجب ہو تو ایسا شخص سب اللہ تعالیٰ
کی نعمتون کا جو آسمان و زمین اور انکے درمیان مین ہین منکر ہو گا کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے یہانتک کہ فرشتے اور آسمان
اور زمین اور حیوانات اور نباتات اور سب کے سب ہر ہر بندہ کے حق مین نعمت ہین کہ اسکا نفع اون سے پورا ہوتا ہو گو غیرون کا
بھی فائدہ ہوتا ہو اور مثال مذکور مین ہر پلک جھپکنے مین خدا تعالیٰ کی دو نعمتین خود پلک مین ہین اسلیے کہ ہر پلک کے نیچے عضلات
پیدا کیے ہین اور انمین اوتار اور رباط ہین جو دماغ کے پٹھون مین ملے ہین جنکے ذریعہ سے اوپر کی پلک نیچے کو ڈھلتی ہو اور
نیچے کی اوپر کو اٹھتی ہے اور ہر پلک مین سیاہ بال ہین اور انکے سیاہ ہونے مین یہ نعمت ہو کہ آنکھ کی روشنی کو اکٹھا رکھین سفید چیز
روشنی کو متفرق کرتی ہو اور سیاہ مجتمع رکھتی ہے اور انکو ایک صف مین جو رکھا ہو اسمین یہ نعمت ہو کہ چھوٹے کیڑے آنکھ کے
اندر نہ جاسکین اور جو تنکے ہوا مین اڑتے ہین وہ آنکھ مین نہ پڑین بالون مین رک رہین اور خدا تعالیٰ کی نعمتین ہر ہر بال مین
دو ہین کہ جڑ بالون کی نرم بنائی اور باوجود جڑ کی نرمی کے پھر کھڑا رکھا اور دونون پلکون کے بال اوپر نیچے سے ملکر جو جال کی صورت

ان کو جو حکم ہے نافرمانی نہین کرتے اسکی جو بات فرماوے ان کو اور وہی کرتے ہین جو حکم ہے ۱۲
یاد کرتے ہین رات اور دن نہین تھکتے ۱۲
اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور چھپا ۱۲

ہو جاتے ہین اسمین سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ہوا کا غبار کبھی آنکھ کے کھلنے کا مانع ہوتا ہے اور آنکھ بند کر لی تو کچھ سوجھتا نہین اسلیے ایسے وقت مین آدمی ایسی طرح آنکھ بند کر سکتا ہے کہ اوپر نیچے کی پلک کے بال بشکل جال ہو جاوین اور وہ غبار ہوا کو آنکھ مین نہ جانے دے اور بالون کی آڑ مین سے پلکین نیچے اوپر کی ایسی ڈھیلے سے ملی پیدا ہوئی ہین اور کنارے انکے تیلے بنے ہین کہ وہ ڈھیلے پر وہ اثر کرتی ہین جو صیقل آئینہ پر کرتی ہے یعنی جہان ایک دو دفعہ پلکین کھولین بند کین فوراً ڈھیلا غبار سے صاف ہو جاتا ہے اور تنکا وغیرہ کوؤن اور پلکون مین نکل آتا ہے اور مکھی کے ڈھیلے مین چونکہ پلکین مخلوق نہین ہوئین اسلیے اسکے دو پانون ان کے عوض زیادہ ہین جنسے وہ ہمیشہ اپنی آنکھون کو ملتی رہتی ہے تاکہ ڈھیلے صاف رہین اور چونکہ ہمکو مفصل بیان کرنا نعمائے الٰہی کا منظور نہین اسلیے کہ اسمین طول بہت ہے اور کتاب بہت بڑھ جاویگی اور شاید اگر زمانے نے فرصت دی اور توفیق یاور ہوئی تو ہم ایک کتاب جداگانہ اس باب مین لکھکر عجائب صنع اللہ نام رکھینگے اسلیے اب اصل غرض کیطرف رجوع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مثال مذکورہ بالا مین جس شخص نے مثلاً غیر محرم کیطرف آنکھ کھولی تو اسنے آنکھ کھولنے مین خدا تعالیٰ کی نعمت جو پلکون مین تھی اسکی ناشکری کی اور چونکہ پلکین بدون آنکھ کے نہین ہوتین اور نہ آنکھ بدون سر کے اور نہ سر بدون دھڑ کے اور نہ دھڑ بدون غذا کے اور نہ غذا بدون پانی اور زمین اور ہوا اور مینھ اور ابر اور آفتاب و ماہتاب کے اور نہ یہ چیزین بدون آسمانون کے اور نہ آسمان بدون فرشتون کے کیونکہ یہ سب چیزین مثل ایک شے کے ہین جیسے اعضائے بدن ایک دوسرے سے مرتبط ہین ویسے ہی یہ اشیا بھی ایک دوسرے سے مرتبط ہین تو معلوم ہوا کہ اس شخص نے ہر ایک نعمت کی ناشکری کی جو سمک سے سماک تک موجود ہین اور یہین لحاظ کوئی آسمان یا فرشتہ یا حیوان یا نبات یا پتھر ایسا نہین رہتا جو اس شخص کو لعنت نہ کرے اور اسیواسطے حدیث[۱] شریف مین وارد ہے کہ جس زمین پر آدمی جمع ہوتے ہین اور پھر علیحدہ ہوتے ہین تو وہ انکو یا لعنت کرتی ہے یا انکی طلب مغفرت کرتی ہے اسیطرح ایک اور حدیث[۲] شریف مین وارد ہے کہ عالم کے واسطے تمام چیزین طلب مغفرت کرتی ہین یہانتک کہ سمندر مین مچھلی بھی اسکے لیے بخشش کا سوال کرتی ہے اور فرشتے نافرمانون کو لعنت کرتے ہین اسیطرح بہت سی روایتین اس باب مین ہین کہ ان سب کا لکھنا دشوار ہے اور ان روایات سے سب سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک دفعہ کے پلک مارنے سے بھی گنہگار ہوگا وہ تمام ملک اور ملکوت کا قصوروار ٹھہریگا اور اگر اس بدی کے پیچھے تدارک کے لیے نیکی نہ کریگا تو اپنے آپ کو ورطۂ ہلاکت مین ڈالیگا اور نیکی کرنے کی صورت مین سب چیزین لعنت کی عوض اسکے لیے طلب مغفرت کرینگی تو کیا عجب ہے کہ خدا تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماکر اسکی خطا سے درگذر فرمانے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی[۳] کہ آدمیون مین سے میرے ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے ہین جب وہ میرا شکر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ الٰہی اسکو نعمت پر نعمت زیادہ کر اسواسطے کہ تو لائق حمد و شکر کے ہے تو اے ایوب تو بھی جلد شاکرین مین ہو جا کیونکہ انکو اتنا ہی علو مرتبہ میرے نزدیک کافی ہے کہ مین خود انکے شکر کا شکرگزار ہوتا ہون اور میرے فرشتے اسکے لیے دعا مانگتے اور تمام جگہین انسے محبت رکھتی ہین اور آثار انپر روتے ہین اور جسطرح کہ یہ معلوم کیا کہ ہر پلک مارنے مین بہت سی نعمتین ہین اسیطرح یہ بھی جان لو کہ جو سانس نیچے اور اوپر آتی جاتی ہے اسمین بھی دو نعمتین ہین یعنی سانس کے اوپر آنے سے دھوان

[۱] اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲ [۲] ح جلد اول باب العلم مین گذری ۱۲ [۳] ح مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

جلا ہوا دل مین سے نکل جاتا ہو اگر وہ نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہوجاوے اور سانس کے نیچے جانے سے باہر کی تازہ ہوا دل کو پہونچتی ہے کہ اگر یہ نہ پہونچے تب بھی دل جل جاوے اسلیے کہ ہوا کی روح اور سردی سانس کے ساتھ جب نہ جاویگی تو حرارت کے باعث دل تباہ و ہلاک ہوجاویگا۔ اب اگر رات دن کا حساب کرو تو دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہین اور ہر گھنٹے مین قریب ہزار سانس کے ہوتے ہین اور ہر سانس مین دس لحظے کے قریب ہوتے ہین اس حساب سے ہر لحظہ مین آدمی کے ایک ایک جزو بدن پر ہزارہا نعمتین ہوتی ہین بلکہ ہر جزو عالم مین لاکھون کرورون نعمتین ہر لحظے مین ہوتی ہین بھلا کہین ان نعمتون کا شمار ممکن ہے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حقیقت اس قول خداوندی کی کھلی وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوہا تو انھون نے عرض کیا کہ الٰہی مین تیرا شکر کیسے کرون ہر ایک بال مین میرے جسم کے تیری دو نعمتین موجود ہین کہ اسکی جڑ تو نے ملائم بنائی اور اسکا سرا اونچا بنایا اور اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نعمت کو سوائے اپنے کھانے اور پینے کے نہ جانے تو اسکا علم کم ہی اور اسکو سخت عذاب ہوگا اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا کھانے اور پینے ہی کی نعمتون کا حال ہے اس سے اور نعمتون کا قیاس کرلینا چاہیے کیونکہ ہوشیار دانا شخص کی آنکھ عالم مین جس چیز پر پڑتی ہو یا جو موجود چیز اسکے دلمین گذرتی ہو وہ اسمین سے اپنے اوپر کوئی نعمت متحقق کرلیتا ہے اب تفصیل کو ہم موقوف کرتے ہین کہ محال چیز کی طمع سے کچھ فائدہ نہین

تیسرا بیان اس سبب کا جس سے خلق شکر نہین کرتی۔ جاننا چاہیے کہ خلق شکر نعمت جہالت اور غفلت کے باعث نہین کرتی اسوجہ سے جہالت اور غفلت کے مارے نعمت کو نہین جانتے اور جب تک نعمت معلوم نہو تب تک اسکا شکر کیسے ادا ہو علاوہ ازین جو لوگ نعمت کو جانتے بھی ہین انکو یہ گمان ہو کہ شکر نعمت یہی ہو کہ زبان سے الحمدللہ اور خدا کا شکر ہی کہنا ہے اور یہ نہین جانتے کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ جو نعمت جس حکمت کیواسطے بنی ہو اسکو اسی حکمت کے کامل کرنے مین مستعمل کرے اور حکمت جو نعمت سے مطلوب ہو وہ طاعت خدائے عز و جل ہو اگر یہ دونون باتین لوگ جانتے ہوں تو پھر شکر کا مانع سوائے غلبۂ شہوت اور استیلائے شیطان کے اور کچھ نہین رہتا۔ اب معرفت نعمت سے غافل رہنے کے کئی سبب ہین جنمین سے ایک یہ ہو کہ آدمی جہالت کے باعث جو بات سب لوگون مین پائی جاتی ہو اور ہر حال مین انکے پاس ہو اسکو نعمت نہین جانتے اسیواسطے کوئی اسکا شکر گزار نہین ہوتا مثلاً جو نعمتین ہمنے اوپر ذکر کی ہین یعنی کھانے کے باب مین اور اعضائے متعلق غذا کے باب مین انپر کوئی شکر نہین کرتا اسلیے کہ یہ نعمتین عام ہین سب کو ہر وقت حاصل ہین کسی کو اپنے ساتھ انکی خصوصیت معلوم نہین ہوتی ہمین وجہ اسکو نہ نعمت جانین نہ شکر ادا کرین یا مثلاً روح ہوا پر شکر نہین کرتے حالانکہ اگر ایک لحظہ گلا پکڑ لیا جاوے کہ ہوا باہر کی اندر نہ جاسکے تو مر جاوینگے یا کسی ایسے حمام مین بند کیے جاوین جسمین ہوا گرم ہو یا کسی کنوئین مین جسکی ہوا پانی کی تری سے بھاری پڑ گئی ہو تو گھٹکر مر جاوینگے ہان اگر کوئی ایسی طرح بند ہو کر پھر نکالا جاوے تو البتہ روح ہوا کو نعمت جانیگا اور پھر اسپر شکر کریگا اسی لیے مثل مشہور ہو ع قدر نعمت بعد زوال: اور یہ بڑی جہالت ہو کیونکہ اس صورت مین شکر اس بات پر موقوف ہوا کہ نعمت انسے چھن جاوے اور پھر کسی وقت دیجاوے جب یہ قدرت انکی جانکر شکر گزاری کرین حالانکہ نعمت کا ہر وقت شکر گزار ہی رہنا چاہیے مثلاً بینا آدمی کو ہم نہین دیکھتے کہ وہ اپنی

ا ھ اس مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ غیر ممکن شئی کی طمع سے عمر گزرگئی ۱۲

آنکھون کی سلامتی کا شکر کرتا ہون یہانتک کہ اندہا ہو جاوے اندہا ہونے پر قدر آنکھون کی معلوم ہوتی ہی اور پھر اگر بینائی واپس آتی ہی تو اسکو نعمت جانکر شکر کرتا ہی مگر چونکہ رحمت الٰہی سب پر عام ہی اور ہر حال مین ہر ایک پر مبذول تو اسکو یہ جاہل آدمی نعمت نہین جانتا اس جاہل کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بدذات غلام کہ ہمیشہ سزاوار زدوکوب ہو یہانتک کہ اگر ایک گھڑی اس کی مارپیٹ موقوف کیجاوے تو بڑا احسان مانے اور اگر ہمیشہ کو موقوف کر دی جاوے تو اکڑنے لگے اور شکر گزاری ترک کرے لوگون کا یہ حال ہو رہا ہی کہ شکر صرف مال ہی کا کرتے ہین جبپر کچھ اختصاص انکا ہو جاتا ہی خواہ بہت مال ہو یا تھوڑا اسکے سوا اور تمام نعمتون کو بھول جاتے ہین کہ خدا تعالے نے بدن مین کیا کیا نعمتین دی ہین روایت ہے کہ بعض فقرانے کسی اہل دل سے شکایت اپنی مفلسی کی کی اور اسکے باعث اپنا شدت سے غمگین رہنا بیان کیا انھون نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہے کہ تم اندہے ہو جاؤ اور دس ہزار درم لو اسنے انکار کیا پھر انھون نے فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درم لو اور گونگے ہو جاؤ اسنے عرض کیا کہ نہین انھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے عوض تمکو لنجا اور لولا ہونا منظور ہی اسنے کہا کہ نہین انھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے بدلے تم دیوانہ بننا پسند کرتے ہو اسنے کہا نہین انھون نے فرمایا کہ تمھین اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہین آتی کہ باوجودیکہ پچاس ہزار درم کی مالیت اسنے تمکو دی پھر شکایت کرتے ہو اور حکایت ہی کہ کوئی قاری مفلسی کے باعث نہایت تنگدل اور مضطر ہوا خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہی کہ تم چاہو تو ہزار دینار لے لو ہم سورۂ انعام تمکو بھلا دینگے اسنے کہا کہ یہ مجھے منظور نہین پھر منادی غیب نے کہا سورۂ ہود کو بھلا دین اسنے کہا نہین کہا سورۂ یوسف کہا نہین اسیطرح دس سورتون کے نام لیے اور سب پر انکار کرتا گیا تب اسنے کہا کہ تیرے پاس ایک لاکھ دینار کی چیز ہی اور تو شکایت کرتا ہی صبح کو اسکا غم افلاس جاتا رہا اور حضرت ابن السماک رح کسی خلیفہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اسوقت پانی کا پیالہ لیے پی رہا تھا اسنے عرض کیا کہ مجھکو کچھ نصیحت کیجیے آپ نے فرمایا کہ فرض کرو یہ پیالہ پانی کا تمکو تمہارے تمام نقدی کے عوض ملتا نہین تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دست بردار ہوتے یا نہین اسنے عرض کیا بیشک سب نقدی دیڈالتا پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اسی کی عوض تمام ملک تمکو دینا پڑتا تب بھی دیتے اسنے کہا بیشک آپ نے فرمایا کہ پھر ایسے ملک پر خوشی مت کرو جسکی قیمت ایک گھونٹ پانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندے پر پیاس کیوقت گھونٹ پانی مین ساری زمین کی سلطنت سے زیادہ ہی اور چونکہ طبیعتین اسی بات کیطرف مائل ہین کہ نعمت خاص ہی کو نعمت جانتے ہین نہ عام کو اور ہمنے ابتک نعمت عام ہی کا ذکر کیا ہی اسلیے کچھ مختصر اشارہ نعمت خاص کیطرف بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کوئی بشر ایسا نہین کہ اگر اپنے احوال کو بغور دیکھے تو اپنے آپ مین ایک نعمت یا چند نعمتین ایسی نہ پاوے جو اسی مین خاص ہون سب لوگ اسمین اسکے شریک نہون بلکہ یا تھوڑے ایسے شریک ہون یا کوئی بھی شریک نہو اور تین باتون مین ہر کوئی اسکا مقر ہے اول عقل دوم خلق سوم علم عقل کا حال تو خود اس مثل مشہور سے واضح ہی کہ ہر کس را عقل خود بکمال نماید کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہین جو اپنی عقل سے خوش نہو اور اپنے آپ کو عقیل تر نہ سمجھتا ہو اور یہین جہت خدا تعالیٰ سے عقل کا سوال کم کرتا ہے اور اسکے لیے دعا نہین کرتا۔ اور یہ بات بھی شرف عقل مین داخل ہی کہ جو اس سے خالی ہی وہ بھی اس سے خوش ہی اور جو اس سے متصف ہے وہ بھی

پس جب ہر کوئی اپنے اعتقاد کے موافق سب لوگون سے زیادہ عقل رکھتا ہو تو واقع مین اگر ایسا ہی ہے تو اسپر شکر اس نعمت کا واجب ہو اور اگر ایسا نہین صرف اسکا اعتقاد عقیل تر ہونیکا ہو جب بھی شکر واجب ہو کہ اسکے حق مین تو نعمت موجود ہو جیسے کوئی شخص زمین مین خزانہ گاڑ دے اور اسپر خوشی کا اظہار کرے اور شکر کرے پس اگر اس خزانے کو کوئی نکال لیجاوے اور اسکو معلوم نہو تو اپنے اعتقاد کے موافق خوشی اسکی باقی رہے اور شکر بھی باقی رہیگا کیونکہ اسکے حق مین تو خزانہ گویا موجود ہو اور خلق کا حال یہی ہو کہ کوئی بشر ایسا نہین جو دوسرے شخص مین کچھ عیب ناپسند نکرتا ہو اور بعض اخلاق دوسرون کے برے نجانتا ہو اور دوسرے کی مذمت اسی لیے کرتا ہو کہ اپنے آپ کو ان اخلاق سے بری جانتا ہو تو جب دوسرے کی برائی مین نہ مشغول ہو تو چاہیے کہ خدا کا شکر کیا کرے کہ میری عادت اچھی بنائی اور بری عادت مین دوسرے کو مبتلا کیا اور علم کا حال یہ ہو کہ کوئی بشر ایسا نہین جو اپنے نفس کے امور باطن اور افکار خفیہ ایسے نرکھتا ہو جو خاص اسی مین ہون اور اگر انپر ایک شخص بھی مطلع ہوجاوے تو وہ فضیحت ہوجاوے اور اگر سب لوگ اسکی دلی باتون پر واقف ہوجاوین تو کیا صورت ہو غرضکہ ہر ایک بشر کو علم ایک امر خاص کا ہوتا ہے کہ اسمین کوئی بندہ خدا اسکا شریک نہین ہوتا پس ایسی صورت مین وہ شخص خدا تعالی کی پردہ پوشی کا شکر گزار کیون نہین ہوتا کہ اللہ تعالی نے اسکے عیوب پوشیدہ رکھے اور لوگون کی نظرون سے غائب اور اچھی بات کو ظاہر کیا اور بری بات کا علم سوا اسکے اور کسی کو نہ دیا تو یہ تین نعمتین خاص ایسی ہین جنکا اقرار ہر ایک شخص کرتا ہو خواہ سب باتون مین یا بعض مین اب ہم اس طبقے سے اتر کر اور طبقہ اختیار کرتے ہین جو کچھ اس طبقے کی نسبت عام ہو اور کہتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکو خدائے تعالی نے صورت یا وجود یا اخلاق یا صفات یا اہل یا اولاد یا مسکن یا شہر یا رفیق یا قریب و عزیز یا جاہ و عزت یا دوسری محبوب چیزون مین سے ایسے امور نہ دیے ہون کہ اگر بالفرض اس سے وہ چھین جاوین اور جو دوسرون کو دیا گیا ہو وہ اسکو ملے تو ہرگز راضی نہو مثلاً کسی شخص کو خدا تعالی نے ایماندار بنایا کافر نہین بنایا یا زندہ بنایا نہ پتھر اور انسان پیدا کیا نہ چوپایہ اور مرد بنایا نہ عورت اور تندرست پیدا کیا نہ مریض بھلا چنگا بنایا نہ عیبی تو یہ سب خواص اگرچہ انمین بھی عموم ہین لیکن اگر انکے مقابل سے بدلے جاوین تو ہرگز کوئی ان سے راضی نہوگا بلکہ بندے کے لیے بعض امور ایسے خاص ہوتے ہین کہ انکو آدمیون کے احوال سے بھی نہین بدلتا اور یہ دو طرح کے ہین اپنا یا تو ایسے کہ کسی کے حال سے بدلنا منظور نکرے یا یہ کہ اکثر کے احوال سے بدلنا منظور نہو بہر حال جب اپنا حال دوسرے کے حال سے نہین بدلتا تو معلوم ہوا کہ اسکا حال بہ نسبت غیرون کے بہتر ہے اور جب یہ حال ہو کہ کوئی شخص اپنے حال کو غیر کے حال سے فی الجملہ بدلنے پر راضی نہین یا کسی خاص بات مین بدلنا نہین چاہتا تو ضرور ہوا کہ خدا تعالی کی اسپر ایسی نعمت ہو جو اسکے سوا دوسرے بندون پر نہین اور اگر اپنا حال بعض اشخاص کے حال سے بدلنا چاہتا ہو اور بعض سے نہین تو جن کے احوال سے بدلنا چاہتا ہو تو انکے شمار کو دیکھنا چاہیے شمار کی رو سے ایسے لوگ بیشک کم نکلینگے جنکے حال سے یہ شخص اپنا حال بدلنا چاہتا ہو اور اس سے یہ نکلتا ہو کہ جو لوگ اسکی بہ نسبت کم ہین وہ بہت زیادہ ہین ان لوگون کی نسبت جو اس سے بہتر ہین پس بڑے تعجب کی بات ہو کہ آدمی خدا تعالی کی نعمت حقیر جاننے کے لیے اپنے آپ سے بہتر کیطرف دیکھے اور کمتر کیطرف نہ دیکھے

اور دین کا معاملہ دنیا کی برابر بھی نہ کرے یعنی اگر کوئی خطا اس سے سرزد ہوتی ہو تو یہی عذر کرتا ہو کہ ایسے خطاوار بہت ہین اگر مجھسے بھی قصور ہوا تو کیا ہوا تو دین کے معاملات مین ہمیشہ نظر کمتر کیطرف کرتا ہو دنیا مین ایسا کیون نہین کرتا کہ جب اپنے پاس مایہ کم ہو تو کہے کچھ مضائقہ نہین مجھسے لوگ بہت ہین حاصل یہ کہ جب حال اکثر خلق کا دین مین اس سے بہتر ہو اور اسکا حال دنیا مین اکثر سے بہتر ہو تو اسکو شکر کیسے نہ واجب ہوگا اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱] کہ جو شخص دنیا مین اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دین کے باب مین اپنے آپ سے بہتر کو تو اللہ تعالیٰ اسکو صابر و شاکر لکھتا ہو اور جو شخص دنیا کے باب مین اپنے آپ سے زیادہ کو دیکھے اور دین کے باب مین اپنے سے کمتر کو تو اللہ تعالیٰ اسکو نہ صابر لکھتا ہو نہ شاکر۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے حال کو بنظر عبرت دیکھے اور جو اوصاف کہ خدا تعالیٰ نے اسکے لیے خاص کیے ہین انکی تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتین اپنے نفس پر معلوم کریگا خصوصاً جس شخص کو کہ حدیث اور ایمان اور علم قرآن اور فارغ بالی اور تندرستی اور امن وغیرہ مرحمت ہوئی ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین،[۲] مَنْ لَمْ يَسْتَغْنِ بِآيَاتِ اللّٰهِ فَلَا أَغْنَاهُ اللّٰهُ اسمین اشارہ نعمت علم کا ہو اور فرمایا[۳] اِنَّ الْقُرْاٰنَ هُوَ الْغِنَى الَّذِي لَا غِنَى بَعْدَهُ وَلَا فَقْرَ مَعَهُ اور فرمایا[۴] مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَظَنَّ اَنَّ اَحَدًا اَغْنٰى مِنْهُ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِآيَاتِ اللّٰهِ اور فرمایا[۵] لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ اور فرمایا[۶] كَفٰى بِالْيَقِيْنِ غِنًى اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ بعض کتب آسمانی مین مذکور ہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہو کہ اگر مین کسی بندے کو تین باتون سے بے پروا کردون تو اسپر میری نعمت کامل ہو جاتی ہو اول کسی سلطان کی اسکو حاجت نہو دوم کسی معالج کی سوم کسی کے مال کی اور یہی مضمون اس شعر سے مراد ہو۔ **شعر** جبکہ حاصل ہو تمہین صحت و امن اور غذا ؛ رنج گر پھر تم کرو تو رنج پاؤ گے کبھی ؛ اور ان معانی کو افصح العرب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح پر ارشاد فرمایا ہو کہ[۷] مَنْ اَصْبَحَ آمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ بَدَنِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا اور اگر لوگون کے حال کو سوچو تو دیکھوگے کہ ان تینون باتون کے سوا اور یہی شکوہ کرتے ہونگے حالانکہ وہ امور انکے اوپر وبال ہین اور ان تینون باتون کا شکر نہ کرتے ہونگے نہ نعمت ایمان کا شکر کرتے ہین جسکے باعث نعمت دائم اور ملک باقی تک پہونچینگے اب ہوشیار صاحب بصیرت کو ضرور ہوا کہ سواے نعمت معرفت اور یقین اور ایمان کے اور کسی چیز پر خوش نہو بلکہ ہم بعض علما کو جانتے ہین کہ اگر بالفرض تمام روے زمین کے بادشاہون کا مال و ملک پورب سے پچھم تک اور اتباع اور انصار انکو دے دیا جاے اور انسے کہا جاوے کہ یہ سب مال و دولت وغیرہ اپنے علم کے بدلے مین بلکہ سوین حصہ علم کی عوض مین لے لو تو وہ کبھی نہ لیوین اسلیے کہ انکو توقع ہو کہ نعمت علم آخرت مین قرب الٰہی پر پہونچاویگی بلکہ اگر یون کہا جاوے کہ تم کو آخرت مین تمہاری آخرت کے موافق بلا کم و کاست ملیگا تو ان لذات دنیاوی کو انھین لذات کے بدلے مین لے لو جو تم علم سے دنیا مین پاتے ہو تب بھی وہ ملک و مال کو لذات علمی کے عوض مین اختیار نکرینگے اسواسطے کہ انکو معلوم ہو کہ لذت علم دائمی ہو کبھی منقطع نہوگی اور اپنے ساتھ رہیگی نہ چوری جاویگی نہ غصب ہوگی نہ اسپر کوئی حسد کریگا علاوہ ازین یہ لذت صاف ہو کسیطرح کی کدورت اسمین نہین اور دنیا کی لذات سب ناقص اور پر کدورت اور تشویش مین ڈالنے والی ہین نہ انکی توقع خوف کے ہم پلہ ہو نہ لذت مساوی رنج کے نہ خوشی مقابل غم کے ابتک ایسی ہی رہی اور آئندہ کو بھی ایسی ہی رہیگی اسلیے کہ لذات دنیا اسیواسطے پیدا ہوئی ہین کہ ناقص عقلین انکے

[۱] ترمذی بروایت عبداللہ بن عمرو اور کہا ہو کہ غریب ہو اور ایک راوی ضعیف ہو ۱۲

[۲] جو شخص خدا تعالیٰ کی آیتون سے غنا نہ چاہے اسکو خدا تعالیٰ غنا نہ نصیب کرے ۱۲ یہ حدیث ان لفظون سے مجھے نہین ملی ۱۲ عم

[۳] قرآن وہ تونگری ہو جسکے بعد کوئی تونگری ہو نہ اسکے ہمراہ کوئی مفلسی ۱۲ طبرانی بروایت انس بسند ضعیف ۱۲ عم

[۴] جس شخص کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا ہو اور وہ گمان کرے کہ کسی کو زیادہ کوئی چیز غنی کرنے والی ہو اس نے خدا تعالیٰ کی آیتون سے ٹھٹھا کیا ۱۲ شیخ ابن الاثیر نے یہ حدیث انہی لفظون سے بروایت جابر نقل کیا ہو ۱۲

[۵] جو شخص قرآن سے غنا نہ حاصل کرے وہ ہم مین سے نہین ۱۲ ابوداؤد بروایت سعد بن ابی وقاص ۱۲ عم

[۶] یقین کافی تونگری ہو ۱۲ ابن ابی الدنیا بروایت خالد بن معدان ۱۲

[۷] جو شخص صبح کرے امن سے اپنے گھر مین اور تندرست ہو اور ... ۱۲ عم

جال مین پھنس جاوین اور دم مین آجاوین جب وہ انکے فریب مین مقید و مبتلا ہو جاتے ہین تو پھر وہ لذتین انسے انکار کرتی ہین اور پاس نہین پھٹکتین جیسے کوئی خوبصورت عورت ظاہر مین اپنے آپ کو کسی جوان رعنا مالدار کے لیے بناوے اور جب وہ اسی سے دوچار ہوکر دل سے فریفتہ اور شیفتہ ہو تو پردے مین چلی جاوے اور اسکے بس کی نرہے تو ظاہر ہو کہ وہ شخص ہمیشہ اسکے عشق مین رنج و مصیبت اور درد و زحمت سہیگا اور کہتا پھریگا ؎ دیدار مینمائی و پرہیز میکنی ؛ بازار خویش و آتش ما تیز میکنی ؛ اور یہ سب مصیبت اسپر صرف اس جہت سے ہوئی کہ نظر کے فریب مین آگیا اگر عقل کو کار فرما کر آنکھ بند کرلیتا اور اس لحظہ بھر کی لذت کو حقیر جانتا تو تمام عمر بچا رہتا یہی حال دنیا کے جال مین ارباب دنیا کا ہے اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہین انکو صبر اُسپر کرنے سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ ایذا تو انسیون کو بھی ہوتی ہے جو اسپر متوجہ ہین کہ کہین حفاظت کا دکھ رکہین تحصیل کا رنج کہین چورونکا خوف وغیرہ تکلیفات عائد حال رہتی ہین اور اکثر دنیا کے تارکون کو یہان تکلیف ہے تو آخرت مین تو لذت و راحت ہوگی بخلاف دنیا دارون کے کہ یہانکا تردد جدا اور آخرت کا رنج جدا ہوگا۔ پس جو لوگ اسکی طرف متوجہ نہین ان کو اپنے نفس پر یہ آیت پڑھنی چاہیے

آیت ولا تھنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تألمون فانہم یألمون کما تألمون وترجون من اللہ ما لا یرجون خلاصہ تقریر یہ ہے کہ خلق پر جو راہ شکر مسدود ہوئی تو اسی جہت سے ہوئی کہ انکو نعمتون ظاہری اور باطنی اور خاص اور عام سے واقفیت نہوئی اب علاج غافل دلونکا لکھا جاتا ہے اس توقع پر کہ شاید خواب غفلت سے بیدار ہون اور شکر بجالاوین پس ہم کہتے ہین کہ جو دل دانا اور ہوشیار ہین ان کا علاج تو یہ ہے کہ جو قسمین ہمنے عام نعمتون کی اشارةً بیان کی ہین انکو تامل کرین اور جو دل غبی ہون کہ جب تک کوئی نعمت خاص انپر نہو تو نعمت ہی نہ جانین یا مصیبت آنے کے بعد اسکو نعمت پہچانین تو انکا علاج یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے سے کمتر کو دیکھا کرین اور وہ تدبیر کرین کہ بعض صوفی کیا کرتے تھے انکا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانہ اور گورستان اور ایسی جگہ مین جہان مجرمون کو سزا ملتی تھی جایا کرتے تھے شفاخانون مین اسلیے جاتے تھے کہ بیمارونکو انواع و اقسام کے امراض مین مبتلا دیکھکر اپنی صحت و سلامتی کا دھیان کرین اور دل کو یہ لوگون کے مصائب دیکھکر شعور اپنی صحت کی نعمت ہونیکا ہو جاوے اور شکر نعمت بجالاوے اور مجرمون کو اسلیے دیکھتے تھے کہ انکو بباعث قتل و چوری وغیرہ کے طرح طرح کے عذاب دیے جاتے تھے کوئی جان سے مارڈالا جاتا تھا کسی کا ہاتھ کٹتا تھا کسی کا پانون تو انکو دیکھکر خدا کا شکر کرتے کہ اسنے گناہون سے محفوظ رکھا اور ان سزاؤن کی نوبت نہ آنے دی اور گورستان مین جانے کی وجہ یہ تھی کہ انکو دیکھکر یہ تصور آوے کہ مُردون کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ دنیا مین واپس آوین گو ایک ہی روز کے لیے آوین عاصی تو اسلیے رجوع پسند کرتا ہے کہ تدارک ایام گذشتہ کرے اور مطیع اسلیے کہ طاعت زیادہ کرے اسلیے کہ قیامت کا روز خسارہ کا دن کہلاتا ہے مطیع کو خسارہ کی صورت یہ ہے کہ جب اپنی طاعات کا بدلہ دیکھیگا تو کہیگا کہ مین تو اس سے زیادہ طاعات کرسکتا تھا مجھکو بڑا خسارہ رہا کہ اپنی عمر کے بعض اوقات مین نے مباحات مین کھو دیے اور عاصی کا خسارہ صاف ظاہر ہے پس جب آدمی مقابر کو دیکھے اور تصور مذکورۂ بالا بھی کرے تو جان لے کہ جس بات کیواسطے کہ یہ لوگ آرزو لوٹنے کی کرتے ہین وہ مجھکو حاصل ہے یعنی تدارک ایام گذشتہ خواہ زیادتی طاعت مین اب کرسکتا ہون باقی ایام حیات کو

اگر تم بے آرام ہو تو وہ بھی بے آرام ہین جس طرح تم ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو انکو نہین ۱۲

اسمین صرف کرون کہ بھلا اتنے ہی دنون خدا تعالی کی نعمت جان لون بلکہ ایک ایک سانس کی مہلت اور زندگی نعمت ہے پس جب
اس نعمت کو جانیگا تو اسکا شکر بھی کریگا یعنی عمر کو ایسے کام مین صرف کریگا جسکے واسطے وہ بنائی گئی ہے یعنی دنیا سے آخرت کیواسطے
توشہ لینے کیواسطے زندگی دیگئی ہے اسمین صرف کرے یہ ہے علاج ان غافل دلون کا اس علاج سے توقع پڑتی ہے کہ اللہ تعالے کی
نعمتون سے واقف ہو کر انکا شکر کرین حضرت ربیع ابن خثیم باوجود کمال بصیرت کے اسی طریق سے مدد لیا کرتے تھے تاکہ معرفت
نعماے الٰہی پختہ ہوجاوے انھون نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی اپنے گلے مین ایک طوق ڈالکر لحد مین لیٹتے اور کہتے
رب ارجعون لعلی اعمل صالحا پھر کھڑے ہوجاتے اور کہتے کہ اے ربیع تیرا سوال پورا ہوا تو اسوقت سے پہلے کچھ کرلے
جسوقت درخواست رجوع کرنے کی کریگا اور واپس نہ بھیجا جاویگا اور جو دل شکر سے دور رہتے ہین انکا علاج یہ بھی ہے
کہ اسبات کو جان لین کہ نعمت کا شکر جب نہین ہوتا تو وہ نعمت جاتی رہتی ہے اور پھر دوبارہ نہین آتی اسیواسطے حضرت فضیل بن عیاض
فرماتے ہین کہ لوگو نعمتون کا شکر ضرور کیا کرو ایسا کم ہوا ہے کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جاکر پھر آئی ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ
نعمتین وحشی ہین انکو شکر سے قید کرو اور حدیث مین ہے کہ جب کسی بندے پر خداے تعالی کی نعمت زیادہ ہوتی ہے تو اسکی طرف
لوگون کی حاجتین بھی زیادہ ہوتی ہین پس اگر وہ انسے سستی برتتا ہے تو اس نعمت کے کھونے کا در پے ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ارشاد
فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

تیسرا رکن۔ اب صبر و شکر کا ایسے اشیا کے بیان مین جنمین صبر و شکر شریک ہین اور ایک دوسرے سے ارتباط رکھتے ہین اسمین تین بیان ہین۔
اول بیان ایک چیز پر صبر اور شکر کے جمع ہونے کی وجہ کے ذکر مین شاید کوئی یہ کہے کہ تمھاری تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود
چیز مین خدا تعالی کی نعمت پائی جاتی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مصیبت کا وجود ہی سرے سے نہو اور جب مصیبت نرہے
تو صبر کس چیز پر ہوگا اور اگر مصیبت ہے تو اسپر شکر کیسے نبے گا اور یہ جو بعضے مدعی کہتے ہین کہ ہم مصیبت پر شکر کرتے ہین
نعمت کا تو کیا ذکر ہے تو مصیبت پر شکر کیسے خیال مین آوے یعنی جس چیز پر صبر کیا جاتا ہے اسپر شکر کیونکر ہوگا اسواسطے کہ
مصیبت پر صبر کرتے ہین تو درد پایا جاتا ہے اور شکر خوشی کا مقتضی ہے اور یہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین اور یہ جو تم نے
بیان کیا کہ اللہ تعالی نے جو چیز ایجاد کی ہے سب مین بندونپر نعمت ہے اسکے کیا معنی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح نعمت
موجود ہے اسیطرح مصیبت بھی موجود ہے جب نعمت کے وجود کے قائل ہوگے تو بلا کے وجود کا بھی قائل ہونا پڑے گا اس لیے
کہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین مصیبت کا دور ہونا نعمت کہلاتا ہے اور نعمت کا جاتا رہنا مصیبت تو دونون کا وجود ضروری ہے
لیکن یہ پہلے گذر چکا ہے کہ نعمت کی دو قسم ہین ایک مطلق کہ ہر وجہ سے نعمت ہو خواہ آخرت مین جیسے سعادت قرب الٰہی سے بندے کا
مشرف ہونا خواہ دنیا مین جیسے ایمان اور حسن خلق اور جو ان دونونپر معین و مددگار ہون دوسرے مقید کہ ایک طرح سے نعمت ہو
اور دوسری طرح سے مصیبت جیسے مال کہ اس سے من وجہ دین کی بہتری ہوتی ہے اس نظر سے نعمت ہے اور چونکہ اس سے فساد
بھی دین مین ہوسکتا ہے اس اعتبار سے مصیبت ہے اسیطرح بلا بھی دو طرح پر ہے ایک مطلق دوسری مقید جو مصیبت کہ ہر طرح سے بلا ہے اسکی

مثال آخرت مین خدا سے کچھ مدت یا ہمیشہ کو دور رہنا ہو اور دنیا مین کفر اور معصیت اور بد خلقی ہو کہ انکا انجام ہر طرح سے مصیبت اور
بلا سب مقید کی مثال جیسے فقر اور مرض اور خوف اور تمام انواع کے مصائب جو صرف دنیا مین ہون اور دین مین نہ ہون وہ سب
مقید ہین اور نعمت پر شکر کی تفریع اس طرح ہو کہ جو نعمت مطلق ہو اسپر شکر مطلق چاہیے اور جو مصیبت مطلق دنیاوی ہے اسپر
صبر کرنیکا حکم نہین مثلاً کفر مصیبت مطلق دنیاوی ہو اسپر صبر کرنے کے کچھ معنی نہین اسیطرح کسی معصیت پر صبر کرنے کو جاننا
چاہیے بلکہ کافر کو لازم ہو کہ اپنا کفر چھوڑ دے اور عاصی پر ضرور ہو کہ عصیان سے باز آوے ہان اتنی بات ہو کہ کافر کو کبھی یہ معلوم نہین
ہوتا کہ مین کافر ہون جیسے کوئی شخص غشی اور بیہوشی کے عالم مین اپنا مرض نہین جانتا اور نہ اسکی تکلیف سے ایذا پاوے تو ایسے
کو صبر نہین اور گناہگار جانتا ہو کہ مین گناہ کرتا ہون اسلیے اسپر معصیت کا چھوڑنا واجب ہو بلکہ جو مصیبت کہ آدمی اس کے
دور کرنے پر قدرت نرکھتا ہو اسپر صبر کرنیکا مامور نہوگا مثلاً ایک آدمی نے پانی پینا باوجود شدت پیاس کے چھوڑ دیا یہانتک کہ
دم ہونٹون پر آگیا تو اسکو صبر کی اجازت ندیجاویگی بلکہ پیاس کی تکلیف دور کرنیکا حکم ہوگا صبر کا موقع وہ رنج ہوتا ہو جسکا دور کرنا بندے
کے قابو مین نہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا مین صبر کا موقع مصیبت مطلق نہین ہو بلکہ ہوسکتا ہو کہ وہ مصیبت جسپر صبر کیا جاوے
کسیوجہ سے نعمت بھی ہو جب یہ بات ہوئی تو خیال مین آسکتا ہو کہ ایک ہی موقع پر صبر اور شکر دونون جمع ہوسکتے ہین مثلاً تونگری اگرچہ
نعمت ہو مگر مال کے باعث کبھی مالدار اور اسکی اولاد کی جان جاتی ہو اسیطرح تندرستی نعمت ہو مگر اسپر بھی کوئی حسد کرے اور مار ڈالے
تو وبال ہوسکتی ہو تو جتنی نعمتین دنیاوی ہین وہ نعمت والے کے حق مین مصیبت ہوسکتی ہین اور علی ہذا القیاس جتنے مصائب دنیا
مین ہین وہ بھی اہل مصیبت کے حال کے اعتبار سے نعمت ہوسکتے ہین مثلاً اکثر آدمی ایسے ہوتے ہین کہ فقر و مرض ہی ان کو
محبوب ہوتا ہو تو یہ دونون چیزین اگرچہ مصیبت ہین مگر انکے حق مین نعمت ہین اسوجہ سے کہ اگر مال بہت ہوتا اور بدن درست رہتا
تو اگر سرکشی اختیار کرتے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہو ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض اور فرمایا کلا ان الانسان لیطغی ان راہ
استغنی اور حدیث شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدا تعالی اپنے بندۂ ایماندار کو دنیا سے بچاتا ہو باوجود یکہ وہ
بندہ کو اچھا جانتا ہو جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہو اور یہی حال زوجہ اور اولاد اور قریب اور تمام ان اشیا کا ہو جو ہمنے
نعمت کے سولہ اقسام مین بیان کیا ہو سوائے ایمان اور حسن خلق کے کہ بعضون کے حق مین یہ بھی مصیبت ہوسکتے ہین اسلیے
ضرور ہوا کہ انکے مقابل کی اشیا اسی صورت مین انکے حق مین نعمت ہون مثلاً پہلے گذر چکا ہو کہ معرفت سب چیزون کی ایک کمال اور نعمت
ہو کیونکہ ایک صفت خدا کی صفات مین سے ہو مگر بعض صورتون مین یہی نعمت وبال ہوجاتی ہو اسوقت نجاننا ہی نعمت ہوتا ہے مثلاً
آدمی اپنی موت کو نہین جانتا کہ کب ہوگی تو ہر چند جاننا ہر ایک شی کا اصل نعمت کمال ہو مگر موت کا نہ جاننا ہی نعمت ہو اسلیے کہ اگر
وقت موت کو معلوم کرلے تو زندگی تلخ ہوجاوے اور غم بڑا تردد ہو اور کوئی کام نکرسکے اسیطرح لوگونکے دلونکا اعتقاد اپنی نسبت یا
اپنے اقارب کی نسبت نہ معلوم ہونا نعمت ہو کیونکہ اگر اعتقاد معلوم ہوجایا کرتا تو انسان کو بہت رنج اور کینہ اور حسد لوگون سے پیدا ہوتا
اور عوض لینے کے لیے آمادہ ہونا پڑتا اسیطرح دوسرے شخص کی بری صفات کا نجاننا بھی نعمت ہو کہ کیونکہ اگر انکو جان لیا کرتے تو اس

شخص سے بغض رکھتے اور اسکو ایذا دیتے اور یہی ایذا باعث خرابی دین و دنیا کی ہوتی بلکہ دوسرے شخص کی صفات عمدہ بھی نہ جانتے کبھی داخل نعمت ہین کیونکہ بعض اوقات ایک شخص خواہمخواہ دوسرے کو ایذا دیتا ہو اور اسکی اہانت کرنی چاہتا ہو اور فرض کرو کہ وہ شخص ولی ہو تو نادانستگی مین اگر اسکو ایذا دیگا تو اتنا گناہ نہوگا جتنا جاننے کے بعد ایذا دینے سے ہوگا اسلیے کہ جو شخص نبی اور ولی کو جان کر ستاوے وہ کچھ اور ہی ہے اور جو نادانستہ ستاوے وہ اور ہے علی ہذا القیاس خداے تعالے نے جو قیامت کے امر اور لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مقبول کو خفیہ رکھا اور بعض کبائر گناہ کو مبہم رکھا تو یہ بھی نعمت ہے اسلیے کہ اسکے خفیہ رہنے سے تلاش مین کوشش او سارا دہ زیادہ کرنا پڑتا ہو جب نجاننے کی صورت مین نعماے الٰہی کا یہ حال ہو تو علم اشیا مین کیسے نعمت نہوگی اور ہمنے یہ جو کہا ہو کہ ہر ایک موجود چیز مین خدا تعالیٰ کی ایک نعمت ہو تو یہ امر درست ہے اور ہر شخص کے حق مین عام ہو اور اس سے کوئی بات خارج نہین رہتی مگر ایسے تکلیفات اس سے خارج ہین جنکو خدا تعالیٰ نے بعض لوگون مین پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بھی کبھی ایذا یاب کے حق مین نعمت ہوتی ہین اگر اسکے حق مین نعمت نہون مثلاً کسی کو مصیبت کے باعث تکلیف پہونچے یعنی اپنا ہاتھ آپ ہی کاٹ لے اور اپنے چہرے کو آپ ہی گودے تو اس فعل سے مرتکب گناہ بھی ہوگا اور درد بھی پاویگا اور کافرون کا رنج آتش دوزخ مین بھی نعمت ہو مگر انکے حق مین نعمت نہین بلکہ انکے غیرون کے حق مین ہے کیونکہ ایک قوم کی مصیبت سے دوسرے کے بہت فائدے ہوتے ہین اگر بالفرض خدا تعالے عذاب کو پیدا نفرماتا اور اس سے کسی فرقے کو عذاب نہ کرتا تو جنکو نعمت عنایت ہوتی ہو وہ قدر نعمت خاک نجانتے اور نہ اسکی جنت سے خوش ہوتے اسلیے کہ انکی بہت سی خوشی اسیطرح ٹھہریگی کہ دوزخ والونکا رنج سوچینگے دیکھو دنیا دار آفتاب کی روشنی دیکھ کر باوجود شدت حاجت کے اس سے خوش نہین ہوتے کیونکہ یہ نعمتین سب پر عام ہین اور کسی سے روک نہین اسیطرح آسمان کے ستارون کو دیکھکر خوش نہین ہوتے حالانکہ کوئی باغ زمین کا انکی نسبت کر اچھا نہین جسکی تعمیر مین جان و مال کھپاتے ہین لیکن چونکہ آسمان کی آرائش عام ہو اسلیے اس سے واقف نہین اور اسکے باعث خوش نہین ہوتے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ایسی نہین پیدا کی جسمین کچھ حکمت نہو اور نہ ایسی جسمین کچھ نعمت نہو خواہ سب بندون پر یا بعض پر تو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے جو مصیبت کو پیدا کیا ہو اسمین بھی نعمت ہو خواہ اہل مصیبت پر ہو یا ان لوگون پر جو اس مصیبت مین مبتلا نہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ جس حالت کو نہ بلاے مطلق کہ سکتے ہین نہ نعمت مطلق اسطرح کیحالت مین بندے کو صبر اور شکر دونون کرنے پڑینگے اب اگر یہ کہو کہ صبر اور شکر اکٹھے کیسے ہونگے وہ دونون تو ایک دوسرے کی ضد ہین اسلیے کہ صبر غم پر ہوتا ہو اور شکر خوشی پر تو اجتماع کی صورت کسطرح ہوسکتی ہو اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی چیز سے بعض اوقات غم بھی کرتا ہو اور خوش بھی ہوتا ہو تو غم کے لیے صبر ہوگا اور خوشی کے لیے شکر مثلاً فقر اور مرض اور خوف اور مصیبت دنیاوی مین اگرچہ رنج ہوتا ہو جو مقتضی صبر ہو مگر پانچ باتین ایسی بھی ہین کہ عاقل کو انپر خوش ہونا چاہیے اور انپر شکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ جو مصیبت اور مرض ہو اس سے بڑھکر بھی کوئی دوسرا مرض اور مصیبت ممکن ہو اور از انجاکہ خدا تعالے کی قدرت مین کسی کو دخل نہین تو اگر بالفرض اس مرض اور مصیبت کو دوچند کردے تو کوئی کیا کر سکتا ہو اور کون مانع ہوسکتا ہو تو ہر مرض

مصیبت پر آدمی کو شکر کرنا چاہیے کہ اسیقدر پر خداے تعالی نے اکتفا کی اس سے زیادہ مصیبت نہ بھیجی۔ دوسرے یہ کہ مصیبت دنیاوی ہوئی دین کی نہین ہوئی یہ بات بھی سزاوار شکر ہی چنانچہ کسی شخص نے حضرت سہل تستری رح سے عرض کیا کہ میرے گھر مین ایک چور گھسکر تمام اسباب لے گیا آپ نے اسکو فرمایا کہ خدا کا شکر کر اگر شیطان تیرے دلمین گھسکر توحید کو بگاڑ دیتا تو تو کیا کرتا اسی پر خیریت گذری اور اسی واسطے حضرت عیسے علیہ السلام نے اپنی دعا مین فرمایا کہ الٰہی مصیبت میرے اوپر میرے دین مین مت ڈالنا اور حضرت عمر بن الخطاب رض فرماتے ہین کہ کوئی مصیبت ایسی نہین آئی جس مین خدا تعالی کے چار انعام مجھپر نہوے ہون اول یہ کہ وہ مصیبت میرے دین پر نہ تھی دوم اس مقدار پر ہوئی زیادہ نہوئی سوم مجھکو اسپر راضی رہنے سے محروم نہ فرمایا چوتھے مجھکو اسپر توقع ثواب کی ہوئی اور روایت ہو کہ کسی اہل دل کا کوئی دوست تھا اسکو بادشاہ نے مقید کیا اسنے یہ خبر اُن بزرگ کو کہلا بھیجی اور شکوہ اپنے قید ہونیکا لکھا انھون نے جواب مین فرمایا کہ خدا کا شکر کرو بادشاہ نے اس شخص قیدی کو پٹوایا اسنے پھر شکایت ان بزرگ کے پاس کہلا بھیجی انھون نے پھر فرمایا کہ شکر خدا کر اتنے مین ایک مجوسی قید ہوا جسکو دستون کی بیماری تھی سلطان کے حکم سے ایک ہی بیڑی مین دونون کو رکھا ایک کڑا اس شخص کے پانون مین اور دوسرا مجوسی کے پاؤن مین اسنے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا انھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر پھر وہ مجوسی پاخانے کے واسطے بہت دفعہ اٹھتا اور اس شخص کو بھی اسکے ساتھ اٹھنا پڑتا اور وقت فراغت تک اسکے سر پر کھڑا رہنا پڑتا غرض اس تکلیف کو بھی اسنے بزرگ کیخدمت مین لکھا انھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر تب اسنے دلتنگ ہوکر لکھا کہ کہانتک شکر کیے جاؤن اس مصیبت سے بڑھکر کونسی مصیبت ہی انھون نے جواب دیا کہ جو زنار مجوسی کی کمر مین ہی اگر تیری کمر مین ڈالدیا جاتا تو کیا کرتا اس سے معلوم ہوا کہ جو فرد بشر کہ مبتلاے مصیبت ہوتا ہی اگر وہ خوب غور سے جیسا کہ چاہیے ویسا تامل کرے کہ مین نے ظاہر و باطن مین اپنے آقا کے حق مین کیتنی بی ادبی کی ہی تو اسکو معلوم ہوگا کہ جسقدر مجھکو مصیبت پہونچی وہ کم ہی اور مین سزاوار اس سے زیادہ کا تھا یعنی جسقدر جرم تھا اسقدر سزا نہین دی مثلاً سو کوڑے لگنے کے قابل گستاخی تھی تو دس ہی لگے یا دونون ہاتھ کاٹے جانے کے لائق بے ادبی تھی مگر ایک ہی کٹا تو ظاہر ہی کہ مقام شکر ہی چنانچہ حضرت ابو یزید بسطامی رح کے حال مین لکھا ہے کہ کسی کوچے مین تشریف لیے جاتے تھے اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت آپ کے اوپر ڈالدیا آپ نے جناب الٰہی مین سجدہ شکر کیا لوگون نے پوچھا کہ یہ سجدہ کیسا ہی آپ نے فرمایا کہ مجھے انتظار اپنے اوپر آگ گرنے کا تھا تو صرف راکھ کا گرنا میرے حق مین نعمت ہی اور بعض اکابر سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعاے استسقا کے لیے باہر نہین نکلتے مینھ مدت سے بند ہی انھون نے فرمایا کہ تم مینھ کی بارش مین تاخیر جانتے ہو اور مین پتھر کی بارش مین تاخیر سمجھتا ہون یعنی اعمال خلق قابل پتھر برسنے کے ہین پس اس مین گویا تاخیر کا ہونا داخل انعام ہی اسلیے مین طلب باران کو نہین نکلتا کہ مقام شکر مین اظہار مصیبت کو گنجائش نہین اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت مین ہم خوش کیسے ہون کیونکہ دیکھتے ہین کہ بعضے لوگون نے ہمسے زیادہ گناہ کیے ہین اور ہماری سی مصیبت انپر نہ آئی یہانتک کہ کفار برابر کفر کرتے ہین مگر ہماری طرح مبتلاے مصیبت نہین ہوتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ کافر کے لیے تو بہت زیادہ مصائب ہونگے

آج نہ سہی بعد موت اسپر آوینگے اور دنیا مین اسکو مہلت اسلیے ہی کہ گناہ بہت سے کرلے اور عذاب بہت طویل دیا جاوے چنانچہ
اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہی انما نملی لہم لیزدادوا اثما باقی رہا گناہگار پس کہان سے معلوم ہوا کہ جہان مین کوئی ہمسے بھی زیادہ خطاوار
ہی ظاہر کی شراب خواری اور زنا سے کچھ نہین ہوتا بہت سے دل کے وسواس گستاخی کے خداے تعالی کے اور اس کی
صفات کے باب مین ایسے برے ہوتے ہین کہ شراب خواری اور زنا کی کچھ اصل انکے سامنے نہین ہوتی نہ اور کسی گناہ و اعضا
کی حقیقت اور ایسے گناہون کے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہی وتحسبونہ ہینا وہو عند اللہ عظیم تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ دوسرا شخص
ہمسے زیادہ خطاوار ہی پھر اگر بالفرض واقع مین تقصیر کسی دوسرے کی زیادہ ہو تو ہوسکتا ہی کہ اسکی سزا آخرت مین ہو اور اسکی
دنیا مین تو یہ بات بھی قابل شکر ہی کہ مواخذہ اخروی سے نجات دی اور یہ تیسری وجہ ہی شکر کی یعنی جو سزا جرم کی ہی ہوسکتا ہی
کہ وہ آخرت تک ملتوی رہے اور دنیا کی مصیبت کے تو چند اسباب ایسے بھی ہوسکتے ہین جنسے وہ سہل اور خفیف ہوجاوے مگر
آخرت کی مصیبت اول تو دائمی ہوتی ہی اور دائمی نہو تو اتنی بات ضرور ہی کہ اسمین کچھ تخفیف نہین ہوسکتی اسواسطے کہ اسباب
تسلی کے عذاب والون سے آخرت مین بالکل جدا ہوجاتے ہین تو تخفیف کہان سے آوے اور یہ بھی ثابت ہی کہ جسکو عذاب دنیا
مین ہولیگا اسکو دوبارہ عذاب نہوگا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے[۳۳] ہین کہ جب بندہ گناہ کرتا ہی اور اسپر کوئی شدت یا مصیبت
دنیا مین پہونچ جاتی ہی تو خداے تعالی اس بات سے غنی ہی کہ اسکو دوبارہ عذاب دے چوتھی وجہ یہ کہ یہ مصیبت و بلا لوح
محفوظ مین لکھی ہوئی تھی کہ فلان شخص پر آویگی اور اسکا پہونچنا ضروری تھا اور جب وہ پہونچ گئی خواہ تھوڑی ہو یا سب تو جسقدر
سے فراغت و راحت ہوگئی وہی نعمت ہی پانچوین بات یہ ہی کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر ہی اسلیے کہ دنیا کے مصائب
دو وجہ سے آخرت کی راہ مین اول وجہ تو وہ ہی جس سے بدمزہ اور تلخ دوائین مریض کے حق مین نعمت ہین اور لوازم کھیل
کو دسے روک دینا لڑکے کے حق مین نعمت ہی کیونکہ مثلا اگر لڑکے کو اسکی طبیعت پر چھوڑ دیا جاوے اور کھیل مین مصروف رہنے دین تو
علم و ادب کیسے سیکھیگا تمام عمر تلف ہوجاویگی اسیطرح مال اور اہل اور اقارب اور اعضا یہانتک کہ آنکھ بھی کہ سب اشیا سے عزیز ہی کبھی سبب
ہلاک بعض احوال مین ہوجاتی ہی بلکہ عقل جو سب سے زیادہ عزیز ہے کبھی سبب ہلاک ہوتی ہی ملحد لوگ عقل ہی سے تباہ ہوتے ہین
اسلیے قیامت کو تمنا کرینگے کہ مجنون اور لڑکے ہوتے تو خوب ہوتا ہمنے اپنی عقلون پر کیون کام کیا خداے تعالی کے دین مین اگر عقل کے
بموجب تصرف نکرتے تو اچھا تھا غرض کہ ان اسباب مین ہر ایک چیز مین آدمی کے لیے دینی بہتری بھی ہوسکتی ہی تو خداے تعالی کیساتھ حسن
ظن کرکے ان اشیا مین دینی بہتری مان لے اور اسپر شکر بجالاوے اسلیے کہ اسکی حکمت بہت وسیع ہے اور بندون کی مصلحت کو
وہ انکی نسبت زیادہ جانتا ہی اور قیامت کے روز بندے جب دیکھینگے کہ مصیبت پر ثواب ملتا ہی تب شکر نعمت کرینگے جیسے لڑکا عقل کے
بعد اپنے باپ اور استاد کا شکر مارنے اور ادب دینے پر کیا کرتا ہی کیونکہ ثمرہ تادیب اور تکلیف کا اسوقت پاتا ہی اور اللہ تعالی کیطرف
سے مصیبت کا آنا بھی تادیب اور عنایت بندون کے حال پر ہی اور یہ عنایت الٰہی باپ کی عنایت سے زیادہ اور کامل تر ہی اسکو محض خیر و
برکت جاننا چاہیے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو

یعنی ہم تو فرصت دیتے ہین انکو تا بڑھتے جاوین گناہ مین ۱۲ ست اور تم سمجھتے ہو اسکو ہلکی بات اور یہ اللہ کے یہان بہت بڑی ہے ۱۲

۳۳ ح ترمذی و ابن ماجہ بروایت علی مرتضیٰ و احمد بروایت خزیمہ باختلاف الفاظ و طبرانی مرو ... اسکی اسناد عمدہ و اسکا ... من ابن اسعد ... ۱۲

کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ جو حکم الٰہی تیرے اوپر ہو اسمین خدا تعالیٰ پر بدگمانی مت کر اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
آسمان کیطرف دیکھ کر ہنسے لوگون نے سبب ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات سے تعجب ہوا کہ ایماندار کے لیے
خدا تعالیٰ کا حکم اگر اسکی آسایش کا ہو تو راضی رہتا ہے اور اسکے حق مین بہتر ہوتا ہے اور اگر اسکی تکلیف کا ہو تب بھی راضی رہتا ہے
اور اسکے حق مین مفید ہوتا ہے **شعر** آنچہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست ٭ بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست ٭ دوسری وجہ
یہ ہے کہ سب خطاؤن مہلک کی جڑ محبت دنیا ہے اور سب اسباب نجات کی اصل دنیا سے دل سے علٰحدہ رہنا اور ظاہر ہے کہ اگر نعمتین دنیاوی
مراد کے موافق بے بلا و مصیبت ملا کرین تو اس سے دل کو دنیا کیطرف میل اور اسکے اسباب کے ساتھ انس ہو جاتا ہے یہانتک
کہ آدمی کے حق مین دنیا مثل جنت ہو جاتی ہے تو مرنے کے وقت اسکے اسباب کی مفارقت بڑی مصیبت ہو جاتی ہے اور اگر
مصیبتین آتی رہین تو دل اسکی طرف سے کھٹا ہو جاتا ہے نہ اس سے الفت ہوتی ہے نہ رغبت بلکہ دنیا مثل زندان اسکے حق مین
ہو جاتی ہے کہ یہانسے چھوٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہے اور نہایت لذت دنیا سے خلاصی ہونے مین پاتا ہے اسی بنا پر حدیث شریف
مین ہے الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر اور کافر اسکو کہتے ہین جو خدا تعالیٰ سے روگردان ہو کر صرف دنیا کی زندگانی کا خواہان ہو
اور اسی پر اطمینان رکھے اور مومن وہ ہے جو دل سے دنیا سے گھبرا ہوا ہو اور اس سے نکلنے کا نہایت مشتاق ہو اور کفر کچھ ظاہر ہوتا ہے
اور کچھ پوشیدہ اور جسقدر محبت دنیا کی دلمین ہوتی ہے اسیقدر شرک خفی بھی اسمین رہتا ہے موحد مطلق وہ شخص ہے جو واحد
مطلق ہی کو محبوب جانے۔ حاصل یہ کہ مصیبت مین ان پانچون وجہ سے نعمت بھی ہوتی ہے اسلیے اسپر خوش ہونا ضرور ہے اور رنج کرنا
تو ظاہر ہے کہ ہوتا ہی ہے اور رنج مین خوش ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو حاجت پچھنے لگوانے کی ہو اور دوسرا شخص مفت لگادے
یا کسی مرض مین دوا مفت کڑوی پلادے تو ظاہر ہے کہ پچھنے اور کڑوی دوا سے تکلیف ہوتی ہے مگر اسپر آدمی صبر کر کے دوسرے
شخص معالج کا شکر گزار ہوتا ہے اسلیے کہ مفت مین علاج ہونے کی خوشی ہوتی ہے اسیطرح جو مصیبت امور دنیاوی مین ہوتی ہے اسکو
کڑوی دوا کیطرح جاننا چاہیے جو سردست تکلیف دیتی ہے اور انجام کو راحت ہو جاتی ہے بلکہ اگر کوئی شخص سیر کے لیے کسی بادشاہ
کے محل مین جاوے اور جان لے کہ یہان سے بیشک نکلنا پڑیگا اور وہان کوئی اچھی صورت دیکھے جو اسکے ساتھ وہان سے نکلنے والی نہین
ہے اور اسکے ساتھ انس کرے تو یہ بات اسپر وبال اور مصیبت کی ہے کہ ایسی جگہ انس کرتا ہے جہان ٹھہرنیکا مقام نہین اور اگر اپنے دلمین یہ
خطرہ رکھے گا کہ ایسا نہو کہ بادشاہ کو اطلاع ہو تو وہ سزا دے اور اس خطرے کی جہت سے اس مقام سے نفرت کریگا تو اسکے حق مین
نعمت ہوگی اسیطرح دنیا بھی ایک مکان ہے جسمین لوگ رحم کے دروازے سے گھستے ہین اور لحد کے پھاٹک سے نکلجاتے ہین تو جسقدر
کہ انکا انس اس مکان سے ثابت ہوگا اسیقدر انکے حق مین وبال و مصیبت ہے اور جسقدر دل اسکی طرف سے مائل رہیگا اور رغبت
نہوگی اسیقدر نعمت ہے پس جو شخص اس امر کو جانتا ہے وہ تو بلا پر بھی شکر کریگا اور جو بلا مین ان نعمتون سے ناواقف ہے اسکا
شکر گزار ہونا ناممکن ہے کیونکہ شکر بعد شناخت نعمت کے ہوتا ہے اور جسکو اسبات کا اعتقاد ہی نہین کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر
ہے وہ مصیبت پر شکر کیون کرنے لگا تھا۔ اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو انکے والد ماجد کی وفات

۱ح مسلم براویت صہیب اور احمد [illegible] ۲ح دنیا قیدخانہ ہے ایماندار کا اور جنت ہے کافر کی ۱۲ مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

مین ایک قطعہ تعزیت کا لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ در صبر کوش تا لصبوری نہیم دل : صبر ہمہ کہان افرہ صبر مہتر ست : اجر تو بہتر ست
ز عباس بعد ازو : عباس را خدائے کریم از تو بہتر ست : حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس شخص کی تعزیت سے بہتر اور کسی
شخص نے تعزیت میری نہین کی اور احادیث مصائب پر صبر کرنے کے باب مین بہت ہین چنانچہ ایک حدیث مین ہے من یرد اللہ
بہ خیرا یصب منہ اور ایک حدیث قدسی مین روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب مین اپنے بندے پر مصیبت بدن کی یا مال کی
یا اولاد کی بھیجتا ہون اور وہ اسکو صبر جمیل کے ساتھ سہتا ہے تو قیامت کے روز مجکو شرم آتی ہے کہ ایسے شخص کے لیے عمل کی ترازو کھڑی
کرون یا دفتر اعمال کھولون اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جب کسی بندے پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ حکم الٰہی کے بموجب انا للہ
وانا الیہ راجعون کہکر اللھم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیرا منھا کہتا ہے تو خدا تعالیٰ ویسا ہی کرتا ہے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس
شخص کی مین دونون آنکھین لے لیتا ہون تو اسکا بدلہ یہ ہے کہ وہ میرے گھر مین ہمیشہ رہیگا اور میری طرف کو تاکتا رہیگا اور روایت
ہے ایک شخص نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا مال جاتا رہا اور جسم بیمار ہے آپؐ نے فرمایا کہ جس بندے کا مال نجاوے
اور مریض نہو اسمین کچھ بہتری نہین اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسکو مبتلا کرتا ہے اور جب مبتلا کرتا ہے تو صبر عنایت فرماتا
ہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کیواسطے خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہوا کرتا ہے جسپر کہ وہ عمل کے باعث نہین
پہونچ سکتا ہے اسلیے خدا تعالیٰ اسکے جسم پر کوئی مصیبت بھیجدیتا ہے کہ اسکے باعث وہ درجہ اسکو ملجاتا ہے اور خباب بن ارت
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم حاضر ہوئے آپ اسوقت اپنی چادر مبارک کا تکیہ لگائے خانہ کعبہ کے
سایہ مین تشریف رکھتے تھے ہمنے آپ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا سے ہمارے لیے دعا نہین کرتے
کہ وہ ہماری نصرت کرے آپکے رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تمسے پہلے لوگون مین بعض لوگ ایسے تھے
کہ زمین کھود کر انکو گاڑ دیتے تھے اور آرہ لا کر سر پر رکھکر چیر ڈالتے تھے مگر باوجود اسکے وہ لوگ اپنے دین سے نہین پھرتے
تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو بادشاہ ظلم کی راہ سے قید کردے اور وہ مرجاوے تو شہید
مریگا اور اگر اسکو اتنا مارے کہ مرجاوے تب بھی شہید ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اجلال
اللہ ومعرفۃ حقہ ان لاتشکو وجعک ولا تذکر مصیبتک اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہین کہ تم موت کے لیے پیدا ہوتے ہو اور
اجاڑ ہونے کے لیے عمارت بناتے ہو فانی چیز کے حریص ہو اور باقی کے تارک آگاہ رہو کہ یہ تینون مکروہات بہت عمدہ اشیا ہین یعنی
فقر اور مرض اور موت اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ کو کسی بندے کی
بہتری منظور ہوتی ہے اور اس سے دوستی کیا چاہتا ہے تو اسپر مصیبتون کو ڈالدیتا ہے اور حوادث کی بوچھار اسپر گراتا ہے جب وہ
بندہ خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ یہ آواز تو جانی بوجھی ہے اور اگر دوبارہ پکارتا ہے اور یارب کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد
فرماتا ہے کہ اے بندے کہہ کیا کہتا ہے مین حاضر ہون جو کچھ تو مجھسے مانگیگا مین دونگا اگر یہان تجھے کوئی بہتر چیز نہ دونگا تو تیرے
لیے اس سے بہتر اپنے پاس رکھ چھوڑونگا جب قیامت کا دن ہوگا تو عمل والے حاضر ہونگے اور انکے اعمال نماز روزہ اور صدقہ

اور جب سب ترازو مین تولے جاوینگے اور پورا پورا ثواب عنایت ہوگا مگر جب مصیبت والے آوینگے تو انکے لیے نہ ترازو کھڑی ہوگی نہ نامۂ اعمال کھولا جاویگا اور ثواب انپر ایسے ہی ڈالا جاویگا جیسے بلا ڈالی گئی تھی اسوقت جن لوگونکو دنیا مین عافیت رہی تھی یہ تمنا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا کہ جو ہمارے جسم مقراضون سے کاٹے جاتے اور ایسا ہی ثواب ہمکو عنایت ہوتا جیسا اہل مصائب کو ملا اسی بنا پر یہ آیت قرآن مجید مین ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کسی پیغمبر نے جناب باری مین شکایت کی کہ الٰہی بندہ مومن تیری اطاعت کرتا ہے اور گناہون سے اجتناب کرتا ہے مگر تو اس سے دنیا کو علٰحدہ رکھتا ہے اور مصیبت بھیجتا ہے اور بندۂ کافر تیری اطاعت نہین کرتا اور گناہون پر جرأت کرتا ہے اس سے تو بلا علٰحدہ رکھتا ہے اور دنیا بہت سی دیتا ہے یہ کیا بات ہے خداوند کریم نے انپر وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے ہین اور بلا بھی میری اور ہر ایک میری حمد مین تر زبان ہے وجہ یہ ہے کہ بندۂ مومن پر گناہ ہوتے ہین اسواسطے مین اس سے دنیا کو علٰحدہ رکھتا ہون اور بلا بھیج دیتا ہون کہ انکے گناہون کا کفارہ ہوجاوے یہانتک کہ جب میرے پاس آوے تو اسکی نیکیون کا عوض اسکو عنایت کرون اور کافر کی کچھ نیکیان ہوتی ہین اسلیے مین اسکو رزق زیادہ دیتا ہون اور بلا کو اس سے علٰحدہ رکھتا ہون کہ اپنے حسنات کا بدلا دنیا مین حاصل کرے اور جب میرے پاس آوے تو اسکو سزا اسکے سئیات کی دون اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری من یعمل سوء یجز بہ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ اس آیت کے بعد خوشی کس طرح ہوگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر خدا تجھکو معاف کرے کیا تو بیمار نہین ہوتا یا تجھکو کچھ ایذا نہین پہونچتی کہ جس سے غم ہوتا ہو یہی بدلہ ہے تمہارے اعمال کا یعنی جمیع مصائب کفارہ تمہارے گناہون کے ہوتے ہین اور عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اسکی مراد دیے جاتا ہے اور وہ اپنی خطا پر مصر ہے تو جان لو کہ یہ امر اسکے مہلت دینے کے لیے ہے بعد اسکے یہ آیت پڑھی فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون یعنی جب انھون نے امر کے بموجب کام کرنا چھوڑ دیا تو ہمنے انپر ہر طرح کی بہتری کے دروازے کھولدیے یہانتک کہ جب وہ اس بہتری سے خوش ہوے تو ایک دفعہ ہی انکو ماخوذ کرلیا اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ ایک شخص نے صحابہؓ سے ایک عورت کو دیکھا جسکو جاہلیت مین جانتے تھے اس سے کچھ گفتگو کرکے چھوڑ دیا اور چلنے جاتے تھے اور اسکی طرف پھر پھر کر دیکھتے جاتے تھے اسی اثنا مین سامنے سے ایک دیوار کا دھکا جو انکو لگا تو منھ پر نشان ہوگیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اسکی سزا دنیا ہی مین دے دیتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین تمکو ایک آیت قرآن مجید کی ایسی بتائے دیتا ہون جو سب آیات سے زیادہ توقع کی ہو لوگون نے عرض کیا کہ فرمائیے آپ نے یہ آیت پڑھی وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر غرضکہ دنیا کے مصائب گناہون کے باعث ہوا کرتے ہین جب اللہ تعالیٰ بندے کو دنیا مین سزا دے لیتا ہے تو پھر دوبارہ عذاب دینے سے غنی ہے اور اگر دنیا مین معاف کردیا تو پھر اسکا کرم اسبات کا مقتضی نہین کہ قیامت مین سزا دے اور حضرت انس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ خدا کے نزدیک دو گھونٹون سے زیادہ پسندیدہ

[illegible] تھوڑے والون ہی [illegible] انکا [illegible] اس کی سزا پاوے [illegible] ١٢ اسم ح احمد و ترمذی [illegible] عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible] ١٢ احمد و طبرانی و بیہقی در شعب [illegible] حسن عن عبداللہ بن جعفر [illegible] سختی سو بدلا اسکا جو کمایا تمہارے ہاتھون نے [illegible] ١٢ ابن عمر [illegible] بالفاظ [illegible] ١٢

کوئی گھونٹ محبوب تر نہین اول غصے کا گھونٹ کہ حلم کے باعث پی جاوے دوم مصیبت کا گھونٹ جو صبر کے سبب پی جاوے اور نہ کوئی قطرہ محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک دو قطرون سے ٹپکتا ہو ایک قطرۂ خون جو اسکی راہ مین گرے دوم قطرۂ اشک جو شب تاریک مین بندے کی آنکھ سے سجدے کی حالت مین گرے اور اسکو سوا خدا کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ کوئی قدم بندے کا خدا تعالی کے نزدیک دو قدمون سے محبوب تر ہو ایک قدم فرض نماز کے لیے دوم قدم قرابتیون سے میل کرنے کے لیے۔ اور حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپکو نہایت قلق ہوا آپ کے پاس دو فرشتے آے اور سامنے دوزانو بیٹھ گیے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہون ایک نے انمین سے عرض کیا کہ مین نے کھیت بویا تھا جب وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اسکو پامال کر دیا آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تو کیا جواب دیتا ہو اسنے عرض کیا کہ مین راستہ چلا جاتا تھا ایک کھیت پر گذر ہوا دہنے بائین سب طرف دیکھکر معلوم کیا تو راہ کھیت ہی مین کو تھی وہان ہی کو گذرا آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے راستے مین بیج کیون ڈالا تھا تجھے معلوم نہین کہ لوگون کے لیے راستہ ضرور ہو اسنے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے لڑکے پر کیون غم کرتے ہین آپ کو معلوم نہین کہ موت آخرت کی سڑک ہو حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر کبھی لڑکے پر رنج نہ کیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح ایک اپنے بیمار لڑکے کے پاس گیے اور فرمایا کہ جان پدر اگر تو میری ترازو مین ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہو کہ مین تیری ترازو مین ہون اسنے عرض کیا کہ آپ کی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہو کہ میری مرضی کے موافق ہو خلاصہ حضرت عمر رح کے قول کا یہ ہو کہ اگر تو وفات پاے اور مین صبر کرون تو اس سے اچھا سمجھتا ہون کہ مین وفات پاؤن اور تو صبر کرے یعنی جزاے صبر میرے نامۂ اعمال مین رہے اور حاصل لڑکے کے جواب کا ظاہر ہو کہ جو بات واللہ کو محبوب دیکھی اسکو محبوب جانا اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہو کہ کسی نے انکے دختر کی وفات کی خبر سنائی آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ خدا تعالے نے ایک عیب کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا اور ثواب پہونچایا پھر اتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ جو کچھ خداے تعالی کا حکم ہمکو تھا وہ ہم کر چکے یعنی خداے تعالی ارشاد فرماتا ہو واستعینوا بالصبر والصلوۃ تو ہمنے دونون باتین ادا کین اور حضرت ابن مبارک رح کا ایک لڑکا گذر گیا تھا ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ جملہ انکی خدمت مین عرض کیا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج وہ کام کرے جو جاہل چند روز کے بعد کرتا ہو مراد اس سے صبر ہو آپ نے فرمایا کہ یہ جملہ اسکا لکھ لو اور بعض علما کا قول ہو کہ اللہ تعالی بندے پر مصیبت ڈالے جاتا ہو حتی کہ وہ زمین پر چلتا ہو اور ایک گناہ بھی اسکے ذمہ نہین رہتا اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ جیسے آدمی اپنے گھر والون کے لیے خیر کا کفیل ہوتا ہو اللہ عزوجل اپنے بندۂ مومن کیواسطے بلا کا عہد کر لیتا ہو اور حاتم اصم سے مروی ہے کہ اللہ تعالی خلق کے چار طرح کے لوگون پر قیامت کے دن چار چیزون مین حجت فرماویگا توانگرون پر حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور فقیرون پر عیسے علیہ السلام سے اور غلامون پر یوسف علیہ السلام سے اور مریضون پر ایوب علیہ السلام سے کہ ہم لوگ ایسے کیون نہوے اور روایت ہو کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے بھاگ کر درخت کے اندر چھپ گئے اور شیطان مردود نے انکا حال انسے کہدیا تو وہ ایک آرہ لاے اور درخت کو چیرنا شروع کیا جب آپکے سر مبارک پر آرہ پہونچا تو

آپ نے ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی وحی آلہی ہوئی کہ اے زکریا اگر دوبارہ آواز نکلی تو دفتر نبوت سے نام مٹا دونگا حضرت زکریا
نے دانتون تلے زبان دے لی اور صبر کیا یہانتک کہ دو ٹکڑے ہو گئے **شعر** گر کشتی ور جرم بخشی روے وسر بر آستانم ؎ بندہ را
فرمان نباشد ہرچہ فرمائی برآنم ؎ اور حضرت ابن مسعود بلخی فرماتے ہین کہ جسکو کوئی مصیبت آوے اور وہ اس مین کپڑے
پھاڑے یا چھاتی کوٹے تو ایسا ہو کہ نیزہ لیکر خدا تعالی سے لڑنے کو تیار ہوا اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا
کہ سونا آگ سے امتحان کیا جاتا ہو اور ایماندار بندہ کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہو پس جب اللہ تعالی کسی قوم کو محبوب جانتا ہو
تو انکو مبتلاے مصیبت کر کے امتحان لیتا ہو اس صورت مین جو شخص اس سے راضی رہتا ہو وہ بھی اس سے راضی ہو اور جو ناراض
ہو اس سے وہ ناراض ہو اور احنف بن قیس کہتے ہین کہ ایک روز میری ڈاڑھ مین بہت درد تھا مین نے اپنے چچا سے کہا کہ
ڈاڑھ کے درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہین آئی اسیطرح تین بار مین نے کہا انھون نے فرمایا کہ تو ایک ہی رات مین ڈاڑھ کی اتنی
شکایت کرتا ہو میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہے مگر کسی کو معلوم بھی نہین ہوا اور حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی
کہ جب تجھپر بلا نازل ہو تو میری شکایت میری مخلوق سے مت کر جو کہنا ہو مجھی سے کہہ جیسے مین تیری شکایت اپنے فرشتون سے نہین کرتا
جسوقت کہ تیرے عیوب و خطا مین میرے پاس آتی ہین سچ ہو **شعر** بس پردہ بیند عملہا ے بد ؎ ہم او پردہ پوشد بآلاے خود ؎
دوسرا بیان نعمت کی فضیلت مصیبت پر شاید کہ کوئی فضل مصائب شکر یہ کہے کہ ان اخبار سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ دنیا مین
نعمت کی نسبت مصیبت کا ہونا بہتر ہو تو اب سب انسانون کو چاہیے کہ مصیبت کا سوال کرنا خدا سے جائز ہو اسکے جواب مین ہم
کہتے ہین کہ درخواست مصیبت ناجائز ہے اسکی کوئی وجہ نہین جس سے درست ہو بلکہ مصائب سے پناہ مانگنا البتہ مشروع ہے
چنانچہ احادیث مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت دونون کی مصیبت سے پناہ مانگا کرتے تھے اور آپ کا
اور دوسرے انبیا علیہم السلام کا یہی قول تھا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ اور شماتت اعدا وغیرہ سے پناہ مانگتے
تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہو کہ انھون نے اپنی دعا مین فرمایا کہ آلہی مین تجھسے صبر کی درخواست کرتا ہون آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مصیبت کا سوال کرتے ہو خدا تعالی سے عافیت کی درخواست کرو اور حضرت ابو بکر
صدیق آپ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا کہ خدا تعالی سے عافیت مانگا کرو کیونکہ ایسا کوئی شخص نہین جسکو عافیت سے عمدہ
تر چیز سواے یقین کے ملی ہو اور یقین سے دل کی عافیت اور صحت مراد ہو جسمین شبہہ کا روگ اور مرض جہل نہو اسلیے کہ دل کا
اچھا رہنا بدن کی تندرستی سے اعلی تر ہو اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ جو چیز کہ جسمین شر ہی نہین وہ تندرستی ہے شکر کے
ساتھ کیونکہ بعضے لوگ نعمت پاتے ہین مگر اسکا شکر نہین کرتے اور مطرف بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ مجھکو تندرستی ملے اور اسپر مین
شکر گزار ہون تو اس سے بہتر ہے کہ مجھپر مصیبت آوے اور اسپر صبر کرون اور ایک دعا مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا و عافیتک احب الی اور یہ امر ظاہر ہو اسمین کچھ دلیل کی حاجت نہین کیونکہ مصیبت دو اعتبار سے نعمت ہو جاتی ہو اول
تو اس مصیبت کی بہ نسبت جو اس سے بڑی ہو خواہ دنیا ہین یا دین مین اور دوسرے اس توقع ثواب کے اعتبار سے جو خدا تعالی

عنایت فرماویگا اسی لحاظ سے آدمی کو چاہیے کہ خدا تعالی سے دنیا مین نعمت کامل کی درخواست کرے اور اپنے اوپر سے بلا کے
دور ہونے کی دعا کرتا رہے اور نیز اسکی نعمت کی شکر گزاری پر فوائد خروی کی استدعا کرے کیونکہ وہ اسباب پر قادر ہے کہ شکر
ہی کے عوض مین وہ کچھ دیدالے جو صبر مین دیتا ہو اب اگر کوئی کہے کہ بعض لوگون نے ایسے مضمون لکھے ہین جنسے استدعا
مصیبت کی اپنے لیے پائی جاتی ہو مثلاً لکھا ہو کہ مین یہ چاہتا ہون کہ دوزخ کا پل بنجاؤن کہ تمام خلق مجھپر سے اتر جاوے اور
نجات پاوے اور صرف مین دوزخ مین رہجاؤن یا سمنون کا قول ہی جسکا ترجمہ یہ ہو **شعر** تجھ سوا اور سے کیا ہے مطلب ؛ جا بنچ
لے جسطرح تو چاہے مجھے ؛ تو یہ انکے اقوال دلالت سوال مصیبت پر رکھتے ہین یہ کیا بات ہو اسکا جواب یہ ہو کہ سمنون محب کا تو یہ حال ہوا
کہ بعد اس شعر کے وہ قبض کی بیماری مین مبتلا ہوے اور مکتبون کے دروازے پر تکلیف کے مارے پھرتے اور لڑکون سے کہتے کہ اب
تم اپنے چچا سمنون کو لیا ٹیا کہا کرو یعنی امتحان مین پورا نہین نکلا باقی رہی انسان کی محبت کہ فقط اکیلا دوزخ مین رہے اور تمام خلق
بچ جاوے سو یہ ناممکن ہو لیکن آدمی کے دل پر غلبۂ محبت کبھی اسقدر ہوتا ہو کہ اس جوش محبت مین اپنے نفس کو ایسی ہی باتونکے
لائق سمجھ لیتا ہو کیونکہ شراب عشق مین نشہ ہوتا ہو جو شخص اسکو پیتا ہو مست ہوجاتا ہو اور عالم مستی مین بہت کچھ باتین اس قسم کی سرزد
ہوجاتی ہین کہ اگر بالفرض اسکا نشہ جاتا رہے تو خود اسکو معلوم ہو کہ یہ کلام واقعی نہین بلکہ ایک حالت تھی تو جو جملے اس قسم کے
سنو کلام عاشقانہ پر حمل کرنا چاہیے جنکو افراط محبت ہوتی ہو اور عاشقونکا کلام سننے مین اچھا ہوتا ہو مگر انکی بات قابل اعتبار
نہین ہوتی چنانچہ حکایت ہو کہ ایک فاختہ کا نر اس سے جفتی چاہتا تھا وہ مانع ہوتی تھی اسنے کہا کہ تو مجھسے کیون رکتی ہو اگر مین
چاہون تو تیرے واسطے سلیمان کی سلطنت زیر وزبر کردون یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور اسکو بلا کر عتاب فرمایا اسنے
عرض کیا کہ اے نبی اللہ عاشقونکا کلام قابل کہنے کے نہین ہوتا اور واقع مین ایسا ہی ہے اور ایک شاعر کہتا ہو **شعر** مین تو ہون طالب
وصال وروہ ہو طالب ہجر ؛ اسکی خواہش کے لیے اپنی مین خواہش چھوڑ دی ؛ تو یہ مضمون بھی محال ہو اسلیے اس سے یہ لازم آتا ہو کہ جو چیز
محبوب نہین اسکا مین طالب ہون کیونکہ وصل مرضی محبوب کے خلاف ہو جبکا اپنے آپکو طالب قرار دیا ہو اور پھر کہتا ہو کہ اسکی خواہش کیلیے مین
نے اپنی خواہش چھوڑ دی اور ہجر کو چاہنے لگا تو جو شخص وصل کا خواہان ہو وہ ہجر کا خواہان کیسے ہوگا ان دونون مین تو ضد ہو لیکن اگر تاویل
کیجاوے دو طرح سے اسکے معنی بن سکتے ہین اول تو یہ کہ یہ صورت بعض اوقات مین پیش آتی ہو تاکہ رضاے محبوب حاصل ہو جو وسیلۂ وصال
زمان مستقبل مین ہو تو اب یہ معنی ہوے کہ ہجر وسیلۂ رضا ہو اور رضا وسیلۂ وصال محبوب اور وسیلۂ محبوب بھی محبوب ہوتا ہو اسلیے ہجر کو پسند
کرتا ہو جسطرح کہ مال کا چاہنے والا ایک درم دے اور بعد چند روز دو درم لے تو وہ دو درم کو چاہتا ہو مگر سر دست ایک درم کا تارک ہے
اسیطرح عاشق بھی خواہان وصال ہو مگر سر دست اسکو ترک کرتا ہو تاکہ آئندہ کو اچھی طرح حاصل ہو دوسرے معنی یہ ہین کہ عاشق کو
صرف رضاے دوست مطلوب ہو اگر اسکو علم ہو کہ دوست مجھسے راضی ہو تو اتنی لذت پاوے کہ اگر مشاہدہ اسکا میسر ہو اور وہ راضی نہو
تو اس مشاہدے مین کبھی وہ لذت نہو ایسی صورت مین ہو سکتا ہو کہ اسکی خواہش وہی ہو جسمین رضا ہو اسیواسطے بعض عاشقان خدا کا
حال اسدرجہ پر پہونچگیا ہے کہ جب معلوم کرلیا کہ خدا تعالی ہم سے اس مصیبت مین راضی رہتا ہو اور عافیت مین رضا کا حال معلوم

نہین ہوتا کہ راضی ہو یا نہین تو مصیبت مین عافیت کی نسبت زیادہ مزہ پاتے ہین اور بلا ہی کو زیادہ محبوب جانتے ہین اور غلبۂ عشق مین اس حال کا واقع ہونا کچھ بعید نہین مگر یہ حالت قائم نہین رہتی اور اگر قیام کرتی ہے تو یہ معلوم کرنا کہ صحیح حالت ہے یا دوسری کسی حالت کے باعث دل پر وارد ہو گئی ہو اور اسکے باعث دل طریقۂ اعتدال سے مائل ہو گیا اسمین شک ہو اور اسکی تحقیق مناسب اس مقام کے نہین غرضکہ تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ عافیت بلا کی نسبت بہتر ہو اللّٰھم انا نسئلک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ

تیسرا بیان صبر اور شکر مین سے افضل کونسا ہو۔ اس باب مین لوگون کے اقوال مختلف ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ صبر شکر سے افضل ہو اور کچھ یہ فرماتے ہین کہ شکر افضل ہو اور بعضونکا قول ہو کہ دونون برابر ہین اور چند لوگون کی رائے ہے کہ فضیلت احوال کے اعتبار سے مختلف ہو یعنی بعض احوال مین صبر کو فضل ہو اور بعض مین شکر کو اور ان لوگون نے اپنے اپنے قول کی دلیل بھی بہت ہی غیر منتظم سی بیان کی ہو جس سے مطلب کا حاصل ہونا بعید ہو اسلیے اسکی نقل سے کچھ فائدہ نہین بلکہ اظہار حق بہتر ہے پس ہم کہتے ہین کہ اسباب مین دو تقریرین ہین تقریر اول مساہلت کے طور پر ہو یعنی صرف ظاہر امر پر لحاظ کرنا اور تفتیش اور تحقیق کے درپے نہونا اسطرح کا بیان عوام کے سمجھانے کے لائق ہو کیونکہ انکا فہم باریک باتون کے سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے واعظین کے بھی حال کے مناسب ایسا ہی کلام ہو اسلیے کہ انکا مقصود عوام سے گفتگو کرنیکا یہی ہو کہ انکی اصلاح ہو جاوے جیسے دائیہ مشفقہ کہ لڑکے کو موٹے اور تیار جانور اور اقسام اور انواع شیرینی کی نہین کھلاتی بلکہ لطیف دودھ سے اسکی پرورش کرتی ہو اور یہی اسکو چاہیے بھی کہ نفیس غذا مین لڑکے کے پاس نلاوے جبتک کہ اسمین قوت انکے ہضم کی نہ آوے اور ضعف جسم دور نہو جاوے اسیطرح یہ بیان بھی بحث و تفصیل کے لائق نہین بلکہ صرف شرعی ادلہ سے ظاہر مفہوم جو عوام کے شایان ہو نکال لیتا ہو اور باعتبار ظاہر جو لحاظ کیا جاتا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ صبر افضل ہو ہر چند فضائل شکر مین بھی بہت سے اخبار وارد ہین مگر جب فضائل صبر کی نسبت انکو دیکھتے ہین تو صبر ہی کے فضائل زیادہ پائے جاتے ہین اور خود الفاظ مین بھی تصریح فضل صبر کی موجود ہو جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہو من افضل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر اور ایک حدیث مین ہو کہ قیامت کے دن ایک شخص روے زمین سے زیادہ تر شاکر بلایا جاویگا اور اسکو شاکرین کا ثواب عطا ہوگا پھر جو کہ تمام لوگون سے زیادہ صابر ہوگا وہ بلایا جاویگا اور اس سے ارشاد ہوگا کہ اگر ہم تجھ کو اتنا ثواب دین جتنا اس شاکر کو دیا ہو تو تو راضی ہوگا وہ عرض کریگا کہ بیشک راضی ہونگا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ایسا نہوگا ہمنے تجھپر نعمت بھیجی تو تو نے شکر کیا اور تجھکو مبتلائے مصائب کیا تو تو نے صبر کیا ہم تجھکو دونا ثواب عنایت فرماوینگے پھر اسکو شاکر سے دونا ثواب مرحمت کیا جاویگا اور اللہ تعالے فرماتا ہے انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب اور یہ حدیث شریف مین وارد ہو الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر یعنی غذا کھانیوالا جو شکر کرے وہ ایسا ہی جیسا روزہ دار صبر کرے تو اس سے بھی فضیلت صبر کی پائی جاتی ہو اسلیے کہ درجۂ شکر کے بڑہانے کو اسکو صبر سے تشبیہ دی اور تشبیہ دینے مین اکثر ایسا ہی ہوتا ہو کہ مشبہ بہ رتبہ مین اعلی ہووے تو اگر صبر کو فضل نہوتا تو شکر کو اسکے ساتھ شریعت مین تشبیہ نہ دیجاتی اور یہ تشبیہ ایسی ہو جیسے ان حدیثون مین ارشاد ہو کہ الجمعۃ حج المساکین وجہاد المراۃ حسن التبعل اور شارب الخمر کعابد الوثن اسی طرح یہ حدیث الصبر نصف الایمان سے یہ نہین معلوم ہوتا ہو کہ شکر اسکے برابر ہو اور یہ فرمانا ایسا ہی جیسا یہ فرمایا ہو الصوم نصف الصبر بلکہ

اصل یہ ہے کہ جس چیز کی دو قسمین ہوتی ہین اُن مین سے ایک کو اس شے کا نصف کہدیا کرتے ہین گو دونون مین فرق ہو مثلاً کہتے ہین کہ ایمان علم و عمل کا نام ہے اس سے معلوم ہوا کہ عمل نصف ایمان ہے اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ عمل برابر علم کے ہے علاوہ ازین ایک حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیون مین سے جنت مین حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت کے باعث سب سے پیچھے داخل ہونگے اور میرے اصحاب مین سے عبدالرحمن بن عوف اپنے غنا کے سبب سب سے پیچھے جنت مین جاوینگے اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس برس پیچھے نبیون سے جنت مین داخل ہون گے یہ حال تو غنا کا فرمایا اور فقرا اور اہل مصائب کے باب مین ارشاد ہے کہ جنت کے سب دروازون کے دو کواڑ ہین مگر باب صبر کا ایک ہی کواڑ ہے اول جو شخص اس مین گھسین گے وہ اہل مصائب ہون گے ان کے پیشوا حضرت ایوب علیہ السلام ہونگے تو فضائل فقر سے بھی صبر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اس واسطے کہ صبر فقر کے حال کا نام ہے اور شکر غنی کے حال کا غرض یہ وہ تقریر ہے کہ عوام اس پر قانع ہوتے ہین اور جو وعظ کہ اُن کے شایان حال ہو اس مین اس قدر بتلا دینا کافی ہے کہ اسی مین ان کے دین کی مصلحت ہے دوسری تقریر وہ ہی جس سے کہ اہل علم و بصیرت کو حقائق امور پر بطریق کشف اطلاع دینا مقصود ہے اسلیے ہم کہتے ہین کہ ہر ایک قسم کے دو مبہم امر دن مین باوجود ابہام کے مقابلہ نہین ہو سکتا جبتک کہ ہر ایک کی حقیقت نہ واضح ہو اور جن چیزون کی حقیقت بھی کھلجاوے اور وہ چند اقسام پر مشتمل ہون انمین بھی بہیئت اجتماعی برابری نہین ہو سکتی بلکہ ضرور ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک ایک فرد کا مقابلہ کیا جاوے تاکہ زیادتی معلوم ہو۔ اب صبر اور شکر کو جو دیکھتے ہین تو انکے اقسام اور فروع بہت ہین اسلیے کمی زیادتی مجملاً نہین بیان ہو سکتی بلکہ دونون کے ہر ہر فرد کو مقابلہ کرنا چاہیے پھر یہ امر پہلے گذر چکا ہے کہ اس طرح کے مقامات خواہ صبر و شکر ہون یا اور کوئی تین افراد سے مرکب ہوتے ہین علوم اور احوال اور اعمال اور ان تینون چیزون مین سے اگر ایک دوسرے کی مساوات پر غور کرتے ہین تو ظاہر کے دیکھنے والون کو تو یون معلوم ہوتا ہے کہ علوم سے مراد احوال ہین اور احوال کی طلب اعمال کے لیے ہوتی ہے تو اس اعتبار سے اعمال افضل ٹھہرے مگر ارباب باطن کے نزدیک معاملہ بر عکس ہے انکو اعمال سے غرض حصول احوال ہے اور احوال کی طلب علوم معرفت کے لیے کرتے ہین تو انکے نزدیک علوم افضل ہین اور پھر احوال ہین پھر اعمال کیونکہ جو چیز ذریعہ کسی دوسری چیز کا ٹہرتی ہے تو دوسری چیز اس سے عمدہ ہوتی ہے اور ان تینون چیزون کے جدا جدا افراد کو اگر دیکھتے ہین تو اعمال کے افراد اگر ایک دوسرے کی نسبت کر دیکھے جاوین تو بعضے مساوی ہین اور بعضے کم و بیش اسیطرح احوال کے افراد کا حال ہے کہ اگر انمین بھی ایک دوسرے کیطرف لحاظ کر کے دیکھین تو یا برابر ہونگے یا کم و بیش ایسا ہی افراد علوم و معارف کو سمجھنا چاہیے اور سب معارف مین سے افضل علوم مکاشفہ ہین اور یہ علوم معاملے کے علوم سے اعلی اور اشرف ہین اور علوم معاملہ خود معاملہ کی نسبت کر بھی کمتر ہین اسلیے کہ ان کی طلب معاملہ ہی کے لیے ہوتی ہے یعنی انکا فائدہ اصلاح عمل ہے اور حدیث مین جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ علم اسکا ایسا ہو جسکا

۷ طبرانی در اوسط بروایت معاذ بن جبل پہلا حصہ اور بزار بروایت انس اور بزار کی سند مین اغلب بن تمیم ضعیف ہے ۔ ۲ طبرانی بروایت [illegible]

نفع عام ہو پس عالم البتہ کسی خاص عبادت کرنیوالی کی نسبت افضل ہوگا ورنہ اگر علم اسکا عمل سے قاصر ہے تو یہ علم نرے عمل سے افضل نہین ہوسکتا پھر ہم کہتے ہین کہ اصلاح عمل سے یہ فائدہ ہو کہ حال قلب کی اصلاح ہو اور حال قلب کی اصلاح کا یہ فائدہ ہو کہ اس پر جلال ذات و صفات و افعال الٰہی منکشف ہوں اس سے معلوم ہوا کہ علم مکاشفہ مین بڑا رتبہ معرفت الٰہی کا ہو اور یہی انتہائے مقصود ہو کہ نفس نفیس مطلوب ہو اسلیے کہ سعادت اخروی اسی سے ملتی ہو بلکہ عین سعادت یہی ہو کہ دل کو کبھی اسبات کا علم دنیا مین نہین بھی ہوتا کہ عین سعادت معرفت الٰہی ہو بلکہ آخرت مین اس سے واقف ہوتا ہو غرضکہ معرفت الٰہی سب مین عمدہ چیز ہے اسپر کچھ روک نہین تو غیر کے مقید بھی نہین اور اسکے سوا جتنی معرفتین ہین سب اسکی تابع اور خادم ہین کیونکہ اور معارف اسکیلیے مطلوب ہوتے ہین کہ معرفت الٰہی حاصل ہو اور جب یہ بات ٹھہری کہ سب معرفتین معرفت الٰہی کے حاصل ہونے کے لیے مطلوب ہوتی ہین تو جسقدر جو معرفت اس مطلب مین بکار آمد ہوگی اسیقدر اسکا تفاوت بھی ایک دوسرے سے ہوگا مثلاً بعض معارف ایک ہی واسطے سے معرفت الٰہی تک پہونچاتے ہین اور بعض کو بہت سے وسائل چاہیئین تو جس معرفت مین اور معرفت الٰہی مین واسطہ کم ہوگا وہ دوسرے کی نسبت کہ افضل ہوگی اور احوال قلب سے ہماری غرض اسکا صاف و پاک ہونا ہو دنیا کی آلودگی اور خلق کے اشتغال سے یہانتک کہ پاک و صاف ہو کر اسپر حقیقت حق واضح ہوجاوے اس سے معلوم ہوا کہ احوال مین فضیلت اسیقدر ہوگی جسقدر کہ انکو تاثیر قلب کی اصلاح اور صفائی مین ہوگی اور جسقدر کہ اسمین لیاقت علوم مکاشفہ کے حاصل ہونے کی پیدا کرسکینگے اور جسطرح کہ آئینہ کی جلا کے کام مین ایسے احوال کے مقدم کرنے کی حاجت ہوتی ہو جنمین سے بعض جلا دینے مین قریب تر ہوتے ہین بعض سے اسیطرح احوال قلب کا حال ہو پس جو حالت کہ صفائے قلب کے قریب ہوگی وہ دوسری حالتون سے افضل ہوگی اسلیے کہ وہ اوروں کی نسبت اصل مقصود کے قریب ہوگی اور اسی ترتیب کو اعمال مین بھی تصور کرنا چاہیے ہوسکے کہ اعمال کی تاثیر ہی سے قلب کی صفائی تاکید ہوتی ہو اور انھین کے باعث دل پر حالات آتے ہین اور جو عمل ہو وہ دو صورتون سے خالی نہین یا تو دلپر ایسے حالات لاتا ہو جو مانع مکاشفہ کے ہو اور موجب تاریکی دل اور باعث کشش مکروہات دنیاوی کیطرف ہو یا ایسی حالت دلپر لاوے جس سے دل مکاشفہ کے لیے مستعد ہو اور صفائی پیدا کرے اور علائق دنیاوی برطرف ہوجاوین حالت اول کا نام معصیت ہو اور دوسری کا نام طاعت اور معاصی باعتبار قلب کے تاریک اور سخت کرنیکے متفاوت ہین اسی طرح طاعات بھی دل کے روشن و صاف کرنے مین مختلف ہین یعنی معاصی اور طاعت کے درجات انکی تاثیر پر منحصر ہین اور یہ امر احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہو مثلاً ہم مطلقاً کہہ سکتے ہین کہ نماز نفل سب نفل عبادتون سے افضل ہو اور حج کرنا صدقہ سے بہتر ہو اور تہجد پڑھنا اور نوافل سے بہتر ہے مگر تحقیق یہ ہو کہ جو مالدار کہ اسپر بخل غالب ہو اور محبت مال کی زیادہ رکھتا ہو تو اسکے لیے ایکدرم خیرات کرنا بہت سی شب بیداریون اور روزون سے افضل ہو اسلیے کہ روزہ اس شخص کے شایان ہو جسپر شہوت شکم غالب ہو اور وہ اسکو توڑنا چاہے یا شکم سیری اسکو مانع فکر و ذکر سے ہوتی ہو اسکو دور کرنے کی تدبیر بھوکھ سے کرتا ہو مگر کمبخت بخیل کا تو یہ حال نہین کہ پیٹ کی شہوت سے اسکو خطر رہتا یا شکم سیری سے فکر علوم مکاشفہ نہین کرسکتا تھا پھر اسکا روزہ رکھنا اپنی حالت چھوڑ کر دوسرے کی اختیار کرنا ہو اسکی مثال

ایسی ہے جیسے کسی بیمار کے پیٹ مین درد ہو اور وہ علاج درد سر کا کرے تو بھلا اس علاج سے اسکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اسکو تو یہ مناسب ہے کہ جو بلا سے مہلک اپنے اوپر مسلط ہو اسکو دور کرے اور بخل ان مہلکات مین سے ہو کہ اگر سو برس کے روزے رکھا کرے اور ہزار رات جاگے تو اسمین سے ایک ذرہ بھی کم نہوگا اسکو دور کرنے کی تدبیر سوا مال کے خیرات کرنے کے اور کوئی نہین اسکے اوپر واجب یہی ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو اسکو خیرات کر دے اور اسکی تفصیل جلد سوم مین اس کتاب کی موجود ہو وہان دیکھ لینی چاہیے غرضکہ تاثیر طاعات حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہو اب اہل ذکا کو معلوم ہوا ہوگا کہ اسباب مین مطلق جواب کہدینا غلط ہو مثلاً اگر کوئی سوچے کہ روٹی افضل ہو یا پانی تو اسکا جواب ٹھیک جب ہی ہوگا جب یہ کہو کہ بھوکھے کو روٹی افضل ہو اور پیاسے کو پانی اور اگر کسیکو دونون چیزین موجود ہون تو جوان دونو نمین سے غالب ہوگی اسکے اعتبار سے حکم فضیلت کا دیا جاویگا یعنی پیاس غالب ہوگی تو پانی کو افضل کہینگے اور بھوک غالب ہوگی تو روٹی کو اور اگر دونون مساوی ہونگے تو یہ دونون بھی مساوی ہونگے اسیطرح اگر یہ پوچھا جاوے کہ سکنجبین اچھی ہو یا شربت نیلوفر تو مطلق جواب ہرگز درست نہوگا ہان اگر کوئی یہ پوچھے کہ سکنجبین افضل ہو یا صفرا کا نہونا تب ہم صفرا کے نہونے کو عمدہ بتاوینگے اسواسطے کہ سکنجبین کی ضرورت اسکے لیے ہوتی ہو اور یہ قاعدہ کلیہ ہو کہ جو شے غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہو تو غیر خیر اس سے اچھی ہوتی ہو حاصل یہ کہ شخص مذکور کے لیے بہتر مال کا دینا ہو اسلیے کہ مال کا دیڈالنا ایک عمل ہے جس سے ایک حالت یعنے زوال بخل اور محبت دنیا کا دل سے نکلنا حاصل ہوتی ہو اور جب دل سے محبت دنیا نکل جاتی ہو تو اس کو معرفت آلہی کی حاصل ہوتی ہو پس افضل تر معرفت ہو اور اس سے کمتر حال اور اس سے کمتر عمل اب یہان کوئی اگر اعتراض کرے کہ تم عمل کو افضل نہین تبلاتے حالانکہ شرع مین ترغیب اعمال کی موجود ہو اور انکے فضل کے ذکر مین بہت مبالغہ پایا جاتا ہو یہانتک کہ شارع نے خود صدقات کو طلب فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا[ا] اور فرمایا و یاخذ الصدقات[ٹ] پس کیا وجہ ہو کہ عمل افضل نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ طبیب اگر کسی دوا کی تعریف کرے تو اسکی تعریف کرنے سے یہ نجاننا چاہیے کہ وہی دوا بذات خود مقصود ہو اور شفا سے بڑھکر ہے جو اس سے حاصل ہوتی ہو بلکہ اسکی تعریف مین ایک حکمت ہوتی ہو کہ اگر مریض اسکا استعمال کریگا تو شفاے مطلوب حاصل ہوجاویگی اسیطرح اعمال بھی دل کے امراض کی دوا ہین اور بیماری دل اکثر معلوم نہین ہوا کرتی جیسے کسی کے منھ پر برص کے داغ ہون اور اسکے پاس آئینہ نہو تو اسکو کبھی خبر نہوگی کہ مجھ مین یہ عیب ہے اور اگر کوئی اس سے کہیگا تو اسکی بات نہ مانیگا تو ایسے شخص کا علاج یہی ہو کہ اسکے سامنے بہت مبالغہ سے تعریف مثلاً گلاب سے منھ دہونیکی کیجاوے اگر گلاب سے داغ برص دور ہوتے ہون یا دوسری کسی ایسی ہی چیز سے جو برص کو زائل کرتی ہو اس سے منھ دہونیکا مبالغہ کیا جاوے تاکہ بہت سی تعریف سے شخص مذکور مداومت اس شے کی کرلے اور مرض اسکا دور ہوجاوے کیونکہ اگر اس سے اول ہی کہدیگا کہ مقصود یہ ہو کہ تیرے منھ پر سے برص زائل ہوجاوے تو وہ علاج چھوڑ دیگا اور کہیگا کہ میرے منھ پر تو کوئی عیب نہین ایک اور مثال اس سے بھی قریب تر سننی چاہیئے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا ہو جسکو اسنے قرآن پڑھایا اور علم سکھایا اور اسکو یہ منظور ہے کہ یہ دونون چیزین اسکو یاد رہین اور کبھی فراموش نہون اور یہ جانتا ہو کہ اگر مین اسکو مکرر پڑہنے کی اور مطالعہ کی تاکید کرونگا

[ا] کون شخص ہے ایسا جو قرض دے اللہ کو اچھا قرض ۱۲ [ٹ] اور لیتا ہے خیراتین ۱۲

تو وہ جواب مین کہدیگا کہ مجھے یاد ہین کچھ حاجت دور دتکرار کی نہین کیونکہ اسکو یہ گمان ہو کہ جو چیز مجھے اب یاد ہے وہ ہمیشہ کو ایسی ہی رہیگی اور فرض کرو کہ اُس شخص کے یہان کچھ غلام بھی ہین اسنے اپنے لڑکے کو حکم کیا کہ تو ان غلامون کو پڑھایا کر ہم تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آوینگے اور اور عمدہ وعدے اسکو سنا دیے تاکہ اسکا ارادہ تعلیم کے لیے خوب مستحکم ہو جاوے تو ایسی صورت مین لڑکا سادہ لوح یہی گمان کرتا ہو کہ مقصود صرف غلامون کی تعلیم ہو کہ انکو قرآن آجاوے اور اس خیال سے بڑا پریشان ہوتا ہے کہ عجب طرح کا حال ہو کہ باوجودیکہ باپ کے نزدیک میرا رتبہ ان غلامون سے بڑھکر ہے مگر پھر بھی مجھسے انکی خدمت کرائی جاتی ہو کہان مین کہان یہ لوگ اور مجھے معلوم ہو کہ اگر میرا باپ انکو پڑھانا چاہتا اور مجھکو تکلیف نہ دیتا تب بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی جانتا ہون اگر یہ سب غلام میرے باپ کے یہان نرہین تو اسکا کچھ نقصان نہین تو اگر عالم قرآن نہونگے تو کونسی خرابی پیش آویگی ایسے ایسے خیالات سے وہ بیچارہ کبھی کسل کرنے لگتا ہو کہ انکو پڑھا کر کیا ہوگا ہمارے باپ کو انکی کیا پروا ہو اور اگر یہ کام مین نہ کرونگا تو وہ مجھے انکی عوض مین تھوڑا ہی کچھ کہیگا بلکہ معاف کردیگا بس علم و قرآن کی دولت نرہنے سے دونون بھولجاتا ہو اور بدبخت و محروم رہتا ہو اور اسکو خبر بھی نہین ہوتی بعض لوگ ایسی طرح کے خیال خام مین دھوکا کھا گئے اور طریق اباحت کو اختیار کر لیا انکی تقریر یہ ہو کہ اللہ تعالی کو ہماری عبادت کی پروا نہ ہمسے قرض لینے کی ضرورت پھر اسکے کیا معنی ہین من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا اور اگر خداے تعالی کو مسکین کا کھلانا منظور ہو تو کھلا سکتا ہو اسکی کیا حاجت ہو کہ ہم ہی اپنا روپیہ انکو دین تو انکو غذا ملے چنانچہ کفار کا اسیطرح کا قول خداوند کریم بھی نقل فرماتا ہو واذا قیل لہم انفقوا مما رزقکم اللہ قال الذین کفروا للذین آمنوا انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ اور دوسری جگہ یہ قول لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا تو اب دیکھنا چاہیے کہ ان کفار کا قول کیسا سچا تھا مگر اپنے سچ ہی سے کیسے تباہ ہو گئے سبحان اللہ کیا شان ہے جب چاہے سچ سے ہلاک کر دے اور جب چاہے جہل سے سعادت کو پہونچا دے یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا خود فرماتا ہو ان لوگون نے جب یہ خیال کیا کہ ہمسے مساکین کی خدمت کرائی جاتی ہو کہ خدا کے واسطے انکو خیرات دو اور ہمکو نہ مساکین سے کچھ ملتا ہو نہ خدا تعالی کو ہمسے اور ہمارے مال سے کچھ فائدہ ہے تو پھر دینا اور نہ دینا برابر ہے تو یہ لوگ بھی ہلاک ہو گئے جیسا کہ اوپر کی مثال مین وہ لڑکا ہلاک ہوا تھا جسنے یہ خیال کر لیا کہ باپ نے مجھکو انکی خدمت کرنے پر مقرر کر دیا اسنے یہ نہ جانا کہ باپ کا مقصود یہ تھا کہ صفت علم پسر کے نفس مین خوب پختہ اور مستحکم ہو جاوے اور دل پر نقش الحجر جم جاوے تاکہ موجب سعادت دنیاوی ہو اور یہ بات والد کیطرف سے کمال شفقت کی تھی کہ ایسے دھیان مین لگا یا تھا جسمین سعادت پسر کی تھی اس مثال سے ان لوگون کی گمراہی جنھون نے اس طریق کو چھوڑ دیا ناظرین پر واضح ہو اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ جو مسکین سے کچھ لیجاتا ہو وہ بواسطہ اس ادنی مال کے بخل کی خباثت اور دنیا کی محبت دینے والے کے دل مین سے نکالتا ہو اور یہ دونون مہلک چیزین ہین تو سائل کی مثال ایسی ہو جیسے پچھنے لگانے والا کہ وہ آدمی کا خون اسلیے نکالتا ہو کہ خون کے ساتھ مرض مہلک بھی جاتا رہے پس واقع مین پچھنے لگانے والا مریض کا خادم ہو نہ مریض اسکا خادم اور اگر بالفرض حجام کو بھی کوئی غرض خون نکالنے سے مثلا خون مین کپڑا رنگنا ہو تب بھی وہ خادم ہو ایسے نہ نکل جاویگا اور چونکہ صدقات باطن کو پاک کرتے ہین اور اندر سے بری صفات کو دور کرتے ہین اسی جہت سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو نہ لیا اور اپنے لیئے ناجائز سمجھا اور اپنے اہلبیت کو بھی انسے تحرف ضیافت عنایت فرمایا
اور پچھنے لگانے والے کی مزدوری کو بھی بہین وجہ منع فرمایا اور اسکا نام سب مالونکا میل رکھا حاصل یہ کہ اعمال دلون پر اثر کرتے
ہین جیسا کہ جلد سوم مین گذرا اور جسقدر عمل سے تاثیر دل مین ہوتی ہو اسیقدر دلکو استعداد قبول ہدایت اور نور معرفت کی حاصل
ہوتی ہو پس یہ قول کلی اور قاعدہ اصلی جسکی طرف فضائل اعمال اور احوال اور معارف کے پہچاننے مین رجوع کرنا چاہیے اب ہم
خاص ان دونون اشیا یعنی صبر اور شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہین اور کہتے ہین ان دونون مین سے ہر ایک مین معرفت اور حال اور عمل
ہے اور یہ ہو نہین سکتا کہ ایک کی معرفت کو دوسرے کے حال اور عمل سے مقابلہ کیا جاوے بلکہ مقابلہ نظیر کا نظیر سے چاہیے
تاکہ مناسبت ظاہر ہو اور تناسب کے باعث ایک کا فضل دوسرے پر ثابت ہو اب معرفت شاکر اور معرفت صابر کو جو مقابلہ
کیا جاتا ہو تو دونون کا مآل ایک ہی معرفت پر آرہتا ہو مثلاً معرفت شاکر کی آنکھ کے باب مین یہ ہو کہ آنکھونکی نعمت کو خدا تعالیٰ کیطرف
سے جانے اور معرفت صابر کی انہین یہ ہو کہ نابینائی کو خدا کیطرف سے جانے اور یہ دونون معرفتین ایک دوسرے کی لازم اور مساوی ہین
اور یہ اس صورت مین ہے کہ صبر کو بلا اور مصائب مین لیا جاوے اور ازانجا کہ موافق بیان گذشتہ کے صبر کبھی طاعت پر بھی
ہوتا ہو اور کبھی صبر معصیت سے ہوتا ہو تو ایسے مقامات مین صبر اور شکر ایک ہی ہون گے بانیوجہ کہ طاعت پر صبر کرنا عین
شکر گذاری طاعت کی ہو گی کیونکہ شکر کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اس حکمت کی طرف پھیرنا جو اس سے مقصود ہو اور صبر
کے یہ معنی ہین کہ باعث ہوا کے مقابلہ مین باعث دینی کا قائم اور مستقل رہنا تو یہان صبر اور شکر دو الفاظ مختلف ایک معنی خاص کے
ہین دونون مین فرق اعتباری ہو دیکھو اگر باعث دین کا ثابت رہنا مقابلہ مین باعث ہوا کے باعتبار باعث ہوا کے لحاظ
کرو تو اسکا نام صبر ہو گا اور اگر باعث دین کے نسبت کر دیکھو تو شکر کہلاویگا کیونکہ باعث دین ایسی حکمت کیلیے پیدا ہوا ہو کہ
اس سے باعث ہوا کو پچھاڑا جاوے تو صبر کی صورت مین باعث دین اپنی حکمت مقصود تک پہونچ جاتا ہو غرض جب دونون
مدلول ایک ہی ہوا تو ایک ہی چیز اپنے نفس سے کیسے کم زیادہ ہو گی اور ازانجا کہ صبر تین جگہ مین ہوا کرتا ہو طاعت اور معصیت
اور بلا اور طاعت اور معصیت مین اسکا حکم معلوم ہو چکا تو اب بلا کا حکم سننا چاہیے کہ بلا نعمت کے جاتے رہنے کو کہتے ہین اور
نعمت یا تو ضروری ہو جیسے آنکھین ہین اور یا حاجت کے محل مین واقع ہو لیکن اسکی طرف حاجت پڑتی ہو جیسے مال مقدار کفایت
سے زیادہ ہو پس آنکھون کے باب مین اندھے کو صبر سے یہ غرض ہو کہ شکایت ظاہر نہ کرے اور حکم خدا پر رضامندی ظاہر کرے
اور اپنی نابینائی کے باعث بعض گناہون کی اجازت نہ مانگے اور بینا آدمی کا شکر ان عمل کے اعتبار سے دو طرح پر ہو اول تو آنکھ
معصیت مین استعمال نہ کرے دوسرے یہ کہ طاعت مین استعمال کرے اور یہ دونون باتین صبر سے خالی نہین مثلاً اندھے کو خوبصورتون
سے صبر کرنے کی ضرورت ہی نہین اسواسطے کہ وہ انکو دیکھتا ہی نہین اور بینا آدمی کی آنکھ جو خوبصورت پر پڑے گی اور صبر کریگا تو
آنکھون کی نعمت کا شکر گزار ہو گا اور اگر دوبارہ پھر دیکھے گا تو اس نعمت چشم کا ناشکر ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ شکر کی حالت مین صبر
داخل ہو اسیطرح جب آنکھون سے طاعت پر مدد لیگا تب بھی صبر طاعت پر کرنا پڑیگا پھر کبھی آدمی آنکھونکی نعمت کا شکر اسطرح ادا

کرتا ہو کہ خدا تعالے کی صنعت کے عجائبات دیکھتا ہے تاکہ اس سے معرفت خداے پاک تک پہونچ جاوے تو اس طرح کا شکر صبر سے افضل ہو اور اگر یہ بات نہو تو چاہیے یون کہ رتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کا جو انبیا علیہم السلام مین سے بصیر نہ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیا کے رتبہ سے بڑھکر ہو اسلیے کہ انھون نے بینائی کے جاتے رہنے پر صبر کیا اور حضرت موسےٰ اور دوسرے انبیا نے نہین کیا اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہو کہ کمال اسی مین ہو کہ آدمی کے سب اعضا جاتے رہین اور ایک مضغۂ گوشت ہو کر پڑا رہے حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ اعضا مین سے ہر ایک عضو ایک آلہ دین کا ہو جب وہ عضو جاتا رہیگا تو وہی رکن دین جسکا یہ عضو آلہ تھا جاتا رہیگا اور شکر ہر ایک عضو کا یہ ہو کہ جس بات دینی کے واسطے وہ بنا ہے اسکو اسمین برتے اور یہ استعمال بھی بدون صبر نہوگا اور جو نعمت کہ محل حاجت مین واقع ہوتی ہو مثلاً مال مین سے قدر کفایت پر زیادہ ہونا اسکا یہ حال ہو کہ اگر آدمی کو قدر ضرورت ہی مال ملا ہو اور اسکو حاجت زیادہ کی بھی ہو تو اس زیادتی سے صبر کرنا مجاہدہ ہو اور یہ جہاد فقرا کا ہوتا ہو اور اگر قدر ضرورت سے زیادہ ملا تو زیادتی نعمت کہلاتی ہو اور اسکا شکر یہ ہو کہ خیرات مین صرف کیجاوے معصیت مین صرف نہو پس اگر صبر کو اس شکر کی نسبت کر دیکھین جس سے غرض صرف کرنا مال کا طاعت مین ہو تو شکر درجہ مین افضل ہو کیونکہ ایسا شکر متضمن صبر کو بھی ہو اسلیے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ اللہ کی نعمت پر خوش ہو کر فقرا پر صرف کرنے کی تکلیف گوارا کی اور عیش مباح مین صرف نہ کیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے شکر مین دو باتین موجود ہین جن مین سے ایک صبر ہو اور اس صورت مین شکر کل ہوا اور صبر جزو اور ظاہر ہو کہ کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہو اور اس دلیل مین اتنا خدشہ ہو کہ مقابلہ کل کا جزو سے درست نہین لیکن جس صورت مین کہ شکر اس طور پر ہوگا کہ اس نعمت کو معصیت مین صرف نکرے بلکہ عیش مباح مین صرف کیے تو یہان صبر شکر کی نسبت افضل ہوگا اور فقیر صابر اس مالدار کی نسبت افضل ہوگا جو اپنا مال روک کر مباحات مین صرف کرتا ہو مگر اس مالدار کی نسبت افضل نہوگا جو اپنے مال کو خیرات مین صرف کرتا ہو اسواسطے کہ فقیر نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور اسکی حرص کو توڑا اور خدا تعالی کے امتحان پر اچھی طرح راضی رہا اور اسکے لیے ایک قوت چاہیے بخلاف اول قسم کے غنی کے کہ اسنے اپنی حرص کا اتباع کیا اور شہوت کی اطاعت کی تاہم صرف مباح ہی پر اکتفا کیا اور مباح مین حرام سے بچاؤ ہو ہر چند حرام سے بچنے کے لیے بھی صبر مین قوت چاہیے مگر جو قوت کہ اس سے فقیر کا صبر صادر ہوتا ہو وہ اس غنی کی قوت سے بہت اعلے اور کامل ہو جو صرف مباحات پر اکتفا کرتا ہو علاوہ ازین شرف اسی قوت کو ہوتا ہے جس پر عمل دلالت کرے اسلیے کہ اعمال صرف اسلیے مطلوب ہوتے ہین کہ انسے قلب کے حالات حاصل ہون اور یہ قوت فقیر کے قلب کی ایک حالت ہو کہ جسقدر قوت یقین و ایمان مین ہوگی اسیقدر اسمین بھی ہوگی پس جو چیز کہ قوت ایمان کی زیادتی پر دلالت کرے وہ بیشک اور ون سے افضل ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ قوت صبر فقیر کی افضل ہے غنی کی قوت سے اور جسقدر کہ آیات و اخبار مین فضیلت صبر کے ثواب کی شکر کے ثواب پر وارد ہو اس سے یہی خاص مرتبہ مراد ہو کیونکہ لوگ نعمت سے ابتداءً یہی معنی سمجھتے ہین کہ اموال اور ایسے متمتع ہو نیکا نام ہو اور شکر سے بھی یہی سمجھے ہین کہ آدمی اپنی زبان سے الحمد للہ کہے اور نعمت سے مدد معصیت پر نہ لے یہ کوئی نہین سمجھتا کہ نعمت کو طاعت ہی مین صرف کرے پس اسی

لحاظ سے صبر شکر کی نسبت افضل ہے خلاصہ یہ ہوا کہ صبر جسکو عام لوگ سمجھتے ہیں وہ اس شکر سے افضل ہے جسکو عوام جانتے ہیں اور اسی بات کیطرف جنیدؒ نے اشارہ کیا تھا جب انسے کسی نے پوچھا کہ صبر اور شکر میں سے کونسا افضل ہے تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ غنی کی مدح مال ہونیسے نہیں نہ فقیر کی تعریف مال کے نہونیسے بلکہ دونوں کی مدح اس صورت میں ہے کہ جس حالت میں وہ دونوں ہیں اسکے شرائط لحاظ رکھیں مگر حالت غنا کے شروط ایسے ہیں کہ نفس کے مناسب پڑتے ہیں اور تمتع اور لذت یا نفس کا اسمیں موجود ہے اور فقر کیحالت کی شرطوں میں ایسی چیزیں ہیں جو نفس کو ایذا دیں اور اسکو رکا ہوا اور منکسر رکھیں اب ظاہر ہے کہ جب دونوں خدا کیواسطے اپنی اپنی حالت کی شرطیں ادا کرتے ہوں تو جو شخص اپنے نفس پر مشقت ڈالیگا اور منکسر رکھیگا وہ اس سے اچھا ہوگا جو اسکو تمتع اور عیش میں رکھیگا انتہیٰ اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا مگر یہ بات صبر و شکر کے اقسام میں سے صرف قسم اخیر میں صادق آتی ہے جو ابھی اوپر گذری اور حضرت جنیدؒ کا بھی مقصود اس قول سے یہی قسم ہے اور مشہور یوں ہے کہ ابوالعباس بن عطا اس مسئلہ میں انکے خلاف کہتے تھے انکا قول یہ تھا کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے انکے حق میں حضرت جنیدؒ نے بد دعا کی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی خرابیوں میں مبتلا ہوئے مال جدا جاتا رہا اولاد جدا قتل ہوئی چودہ برس تک عقل جاتی رہی خود کہا کرتے کہ جنیدؒ کی بد دعا مجکو لگ گئی پھر اپنے قول سے باز آئے اور فقیر صابر کو غنی شاکر پر ترجیح دینے لگے اور جو باتیں ہمنے لکھی ہیں اگر انکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جائے کہ ان دونوں قول کیلیے بعض احوال میں ایک وجہ ہے یعنی بہت سے فقیر صابر غنی شاکر کی نسبت افضل ہوتے ہیں جیسا اوپر گذرا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر کی نسبت افضل ہوتا ہے اور یہ وہ غنی ہے جو اپنے نفس کو فقیر کے مانند جانتا ہے اور مال اپنے نفس کے لیے قدر ضرورت کے سوا نہیں رکھتا باقی کو یا خیرات میں خرچ کر دیتا ہے یا اسلیے رکھتا ہے کہ محتاجوں اور مساکین کے کام آوے اور انکی حاجت کو تاکتا رہتا ہے کہ جب موقع پاتے ہی صرف کر دے پھر صرف کرتے میں بھی طلب جاہ شہرت یا استدعا قبول منت نہیں ہوتی بلکہ صرف ادائے حقوق خداوندی بندوں کے اوپر رحم کرنے میں ملحوظ رکھتا ہے تو ایسا غنی بیشک فقیر صابر کی نسبت کہ افضل ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ دینا تو نفس پر گران نہیں معلوم ہوتا اور فقیر پر فقر بھاری پڑتا ہے اسلیے کہ غنی لذت قدرت سے واقف ہے اور فقیر صبر کی تکلیف کو جانتا ہے اگر غنی کو مال کے جانے کا کچھ الم ہوتا بھی ہے تو دینے میں جو لذت قدرت ہے اس سے یہ رنج مٹ جاتا ہے پس غنی کسطرح افضل ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری دانست میں وہی غنی افضل ہے جو اپنا مال رغبت اور خوشی خاطر سے دیوے ایسا شخص جو مال کا بخیل ہو اور اپنے نفس سے اسکو بتکلف جدا کرتا ہو اسکا حال خوب نہیں چنانچہ اسکی تفصیل باب توبہ میں ہم لکھ آئے ہیں حاصل یہ ہے کہ صرف نفس کا الم پہونچانا بذات خود مطلوب نہیں بلکہ تادیب کیواسطے تکلیف دینی ہوتی ہے اور یہ بات ایسی ہے جیسے شکاری کتے کو ماریں تو جو کتا کہ ادب سیکھا ہوا ہے وہ اس سے اچھا ہے جسکو مار کی حاجت ہو گو مار پر صبر کرتا ہو اور اسی جہت سے اول اول حاجت رنج دینے اور مجاہدے کی ہوا کرتی ہے اور آخر کو ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انتہا میں یہ حال ہوتا ہے کہ جو چیز اول میں ناگوار گزرتی تھی وہی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسے ہوشیار لڑکے کو پڑھنا لذیذ معلوم ہوتا ہے گو ابتدا میں ناگوار تھا اور ایسا بجا کہ آدمی سب کے سب الا ماشاء اللہ ابتدا میں بلکہ اس سے بھی بہت

بہولے سے لڑکون کی طرح ہین اسلیے حضرت جنید رحمہ نے مطلق بیان فرمادیا کہ وہ شخص کہ اپنے نفس کو تکلیف دے افضل ہے اور عوام
مین آپ کا فرمانا بہت درست ہو اس صورت مین اگر کسی کو جواب مفصل کہنا منظور نہو اور باعتبار اکثر خلق کے مطلق بیان کرنا منظور
ہو تو یہی کہنا چاہیے کہ صبر افضل ہو شکر سے اسلیے کہ جو معنی صبر وشکر کے عوام سمجھتے ہین انکے اعتبار سے یہ قول ٹھیک ہے لیکن اگر
تحقیق منظور ہو تو جواب مذکور کافی نہوگا تفصیل کرنی چاہیے اسلیے کہ صبر کے بھی بہت درجات ہین کمتر یہ ہے کہ مصیبت کو برا جانکر شکایت
نکرے اور ان درجات کے بعد مقام رضا ہو جو صبر سے اوپر ہو اور رضا کے اوپر یہ درجہ ہو کہ مصیبت مین شکر کرے اور وجہ اس شکر کے
اوپر ہونے کی رضا سے یہ ہو کہ صبر تکلیف پر ہوتا ہو اور رضا ایسی چیز مین بھی ہوسکتی ہو جسمین نہ رنج ہو نہ خوشی اور شکر ایسی ہی چیز پر ہوسکتا ہے
جو محبوب اور خوشی کی چیز ہو تو ظاہر ہو کہ بلا پر راضی ہونا اور بات ہوئی اور اسکو خوشی کی چیز اور محبوب سمجھکر اسپر شکر گزار ہونا
اور بات۔ اور اسیطرح شکر کے بھی بہت درجات ہین جن مین سے ہمنے سب سے اعلے لکھے ہین حالانکہ انمین کچھ باتین ایسی بھی ہین جو
مراتب سابق کی نسبت کر کم ہین مثلاً اپنے اوپر خداتعالے کی نعمتون کے لیے در پے آنیسے بندے کا شرمانا اور اپنے آپ کو شکر
سے قاصر جاننا اور قلت شکر کا عذر کرنا اور خدا ے تعالٰی کے حلم اور اسکی پردہ پوشی کو سمجھنا اور اس بات کا اقرار کرنا کہ نعمتین
خدا ے تعالٰی کی جانب سے بدون استحقاق آپ ہی آپ آتی ہین اور یہ جاننا کہ اداے شکر بھی ایک نعمت خدا کی طرف سے
اور اسکا کرم ہو اور نعمتون مین اچھی طرح تواضع اور انکسار کرنا اور انکے لئے خشوع کے ساتھ رہنا یہ سب باتین جابجا گانہ شکر ہین
اور جو شخص واسطہ نعمت ہوا سکا شکر گزار ہونا بھی شکر ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اﷲ[۱]
اور اسکی حقیقت ہمنے باب اسرار زکوۃ مین لکھی ہو اور اعتراض کم کرنا اور منعم کے سامنے مودب رہنا بھی شکر ہو اور نعمتونکا اچھی طرح
قبول کرنا اور چھوٹی سی نعمت کو بڑا جاننا بھی داخل شکر ہے غرضکہ جتنے اعمال اور احوال کہ لفظ شکر اور صبر کے اندر داخل ہین وہ
بیحد وشمار ہین اور ہر ایک کا درجہ مختلف ہے تو کیسے کوئی مجملاً ایک دوسرے پر ترجیح دیسکتا ہو جبتک کہ لفظ عام سے کوئی خاص
قسم کا صبر اور شکر مراد نہ کرے جیسا کہ اخبار وآثار مین وارد ہو اور بعض اکابر سے مروی ہو کہ مین نے ایک سفر مین ایک بوڑہا نہایت بیاہ ورانہ
دیکھا مین نے اسکا حال پوچھا اسنے کہا کہ ابتداے جوانی ہی مین مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ مجھکو ایسا ہی چاہتی تھی اور اتفاق
سے اسکا نکاح بھی مجھسے ہی ہوا شب زفاف کو مین نے اس سے کہا آؤ اس رات کو نوافل شکر ہین کاٹین کہ خدا کا شکر ہے
کہ ہمکو ملایا غرض وہ رات ہم دونون نے نماز مین کاٹی اور کسی کو فرصت ایک دوسرے کے پاس رہنے کی نہوئی ہر ایک کی زبان
حال گویا یہ کہ رہی تھی مع چلو بس ہو چکا ملنا نہ ہم خالی نہ تم خالی: جب دوسری رات ہوئی تب بھی ہم دونون نے وہی گفتگو کی اور
رات بھر شکر گزاری مین کاٹ دی اسیطرح ستر یا اسی برس سے اسی حال پر ہم دونون ہین پھر اسنے بڑھیا سے پوچھا کہ یون
ہی ہے اسنے کہا کہ واقع مین جیسا کہتا ہو ویسا ہی ہوا ہے اب دیکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض خدا تعالٰی ان دونون کو نہ ملاتا اور
انکو فراق مین صبر کرنا پڑتا تو اس صبر کو اس شکر وصال کیطرف جیسے انھون نے ادا کیا نسبت کرو تو واضح ہوگا کہ بیشک یہ شکر
اس صبر سے افضل ہے بہر حال مشکل امور کے حقائق بدون تفصیل معلوم نہین ہوسکتے فقط

[۱] جو شخص آدمیون کا شکر گذار نہو وہ خدا کا بھی شکر گذار نہین [illegible] ۱۲

تیسرا باب خوف ورجا کے بیان مین مشتمل دو فصلون پر

رباعی

ہین جو کہ معارف سے خدا بھی آگاہ
رہتے ہین سدا خوف ورجا کے ہمراہ
احسن وہی عالم ہین جو رکھتے ہین خوف
قرآن مین دیکھا انما یخشی اللہ

واضح ہو کہ خوف و رجا دو بازو ہین جنسے مقرب آدمی عمدہ مقامات تک اڑتے ہین یا انکو سواری رکھنا زیبا ہے کہ جپر سوار ہونے سے راہ آخرت کی ہر ایک گھاٹی طے ہو جاتی ہے غرضکہ قرب رحمٰن اور راحت جاودان روضہ رضوان جو بہت دور و دراز فاصلے پر اور مکروہات قلبی اور اعضا کی محنتون سے چھپی ہوتی ہو ممکن نہین کہ بدون ذریعہ شدید رجا کے اس تک کوئی پہونچ سکے یا نار جحیم اور عذاب الیم جو شہوات لطیف اور لذائذ عجیبہ کے اندر مخفی ہے اس سے بدون تازیانہ خوف کے کوئی بچ سکے تو معلوم ہوا کہ ان کی حقیقت اور خوبی اور باوجود ایک دوسرے کے ضد ہونیکے تسہیل انکے جمع کی بیان کرنی بہت ضرور ہے لہذا اس باب کو دو فصلون مین منقسم کرتے ہین اول فصل مین رجا کا حال دوسری مین خوف کا حال لکھتے ہین

فصل اول رجا کے ذکر مین اور اسمین تین بیان ہین

بیان اول رجا کی حقیقت مین۔ واضح ہو کہ رجا منجملہ مقامات سالکین اور احوال طالبین کے ہے اور فرق مقام اور حال مین یہ ہے کہ جب کوئی وصف سالک مین ثابت اور قائم ہو جاتا ہے اسکو مقام کہتے ہین اور اگر عارض اور جلد زائل ہونیوالا ہو تو اسکو حال کہتے ہین اور جیسے زردی تین طرح کی ہوتی ہے ایک پایدار جیسے سونے کی اور ایک جلد جانے والی جیسے زردی خوف اور ایک بین بین کہ نہ بہت جلد جاوے نہ ہمیشہ رہے جیسے زردی بیمار کے رنگ کی اسیطرح صفات قلبی کی بھی یہی قسمین ہین ان مین سے جو صفت کہ ثابت نہین رہتی اسکو حال کہتے ہین بانیوجہ کہ جلد متغیر ہو جاتی ہے اور یہ بات اوصاف قلب مین سے ہر ایک مین جاری ہے اور ہماری غرض اب رجا کی حقیقت سے ہے تو اسکو بیان کرتے ہین کہ رجا مین ہرچند علم اور حال اور عمل تینون باتین ہوتی ہین اور علم باعث حال ہوتا ہے اور حال موجب عمل مگر گویا کہ انمین سے رجا صرف حال ہی کا نام ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ جو چیز آدمی کو محبوب یا مکروہ معلوم ہوتی ہے تو تین حال سے خالی نہین یا وہ زمانہ ماضی مین موجود ہے یا حال مین یا استقبال مین پس جب اسکا دھیان دل مین آتا ہے اور اسکا وجود زمانہ ماضی مین ہو چکا تو اس دھیان کو ذکر اور تذکر کہتے ہین اور اگر وہ چیز جو دل مین آئی ہے اسوقت موجود ہے تو اسکا نام وجد اور ذوق ہے اور یہین وجہ وجد کہتے ہین کہ یہ ایک حالت ہے جسکو آدمی اپنے نفس کیطرف سے پاتا ہے اور اگر دل مین کسی چیز کے وجود کا خطرہ زمانہ آئندہ مین ہوا اور یہی خطرہ دلپر چھا گیا ہو تو اسکا نام انتظار اور توقع ہے پھر اگر جس چیز کا انتظار ہے وہ بری ہو کہ اس سے دل پر صدمہ ہو تو اس انتظار کو خوف کہتے ہین اور اگر وہ شے محبوب ہو کہ اسکے ساتھ دل کے لگاؤ رہنے اور اسکو سوچنے سے دلکو راحت اور لذت معلوم ہوتی ہو تو اس راحت حاصل کرنیکا نام رجا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رجا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز دل کو محبوب ہے اسکے انتظار مین دلکا خوش ہونا اور ظاہر ہے کہ جو چیز محبوب ہو گی

سکے توقع کرنیکا کچھ سبب بھی ہوگا پس اگر اس جہت سے اسکا متوقع ہو کہ اسکا اکثر سامان اپنے پاس موجود ہو تو ایسی توقع پر رجا کا کہنا درست ہو اور اگر اسباب بالکل نہون یا ابتر اور بے کینڈے ہون تو اس صورت کی توقع کا غرور اور بیوقوفی نام رکھنا چاہیے رجا کی نسبت اسپر بھی خوب چھپتا ہو اور اگر اسباب کا وجود معلوم نہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ کوئی سبب نہین ہو تو ایسے انتظار کو تمنی کہتے ہین اسوجہ سے کہ انتظار بے سبب ہو بہر حال رجا اور خوف ایسی اشیا پر بولتے ہین جنکے ہونے مین تردد ہو اور جنکا وجود یقینی ہو وہان رجا نہین بولتے مثلاً طلوع کیوقت یون نہین کہتے کہ ہم کو آفتاب کے نکلنے کی رجا ہے اور غروب کیوقت یون نہین بولتے کہ مجھے خوف آفتاب کے چھپ جانے کا ہو کیونکہ طلوع و غروب یقینی چیزین ہین ہان یہ کہا کرتے ہین کہ مینھ برسنے کی رجا ہے اور خشکی کا خوف ہو اور ارباب دل پر یہ واضح ہو چکا ہو کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہو اور دل مثل زمین کے ہو اور ایمان گویا تخم ہے اور طاعات ایسے ہین جیسے زمین جوتنا اور صاف کرنا اور نہرین کھودنی اور اسمین پانی پہونچانا ہو اور جو دل کہ دنیا کا حریص اور اس مین ڈوبا ہوا ہے وہ ایسا ہو جیسے زمین شور کہ جسمین بیج نہ جمے اور چونکہ آخرت کا روز کھیت کاٹنے کا ہے تو جو کچھ کوئی بو دیگا وہی کاٹے گا اور وہان کی کھیتی بدون تخم ایمان کے نہین بڑہتی اور ایمان خبث قلبی اور بدخلقی کے ہوتے فائدہ کم کرتا ہے جیسے شور زمین مین بیج کچھ فائدہ نہین دیتا تو جو بندہ توقع مغفرت کی رکھتا ہو اسکا حال کھیت والے ہی کا سا سمجھنا چاہیے یعنے اگر کسی کسان نے زمین عمدہ تلاش کر لی اور اسمین بیج بھی قسم اول ڈالا جو نہ بگڑا تھا نہ بودار پھر اور حاجتین جو کھیتی کے لیے چاہیے ہین وہ بھی دائین کہ وقت پر پانی دیا اور کانٹون اور گھاس سے اسکو تولایا اور جو چیز مانع بیج کے جمنے اور بڑہنے کی نظر آئی اسکو دفع کیا پھر اللہ کے فضل سے توقع کی کہ کھیتی کے تیار ہونے تک وہ آفات ارضی و سماوی سے اسکو محفوظ رکھکر ہمکو غلہ عنایت فرماویگا تو اسکی توقع کو رجا کہینگے اور اگر تخم کسی اونچی شور زمین مین ڈالا کہ جہان پانی نہین پہونچ سکتا اور بیج کی خبر نہ لی پھر منتظر کھیت کاٹنے کا ہو تو اسکے انتظار کو رجا نہ کہینگے بلکہ بیوقوفی اور حمق بولینگے اور اگر تخم اچھی زمین مین بویا لیکن اسمین پانی نہ تھا اور منتظر مینھ کا ایسے وقت مین ہوا کہ جسمین اکثر پانی نہین برستا لیکن برسنا منع بھی نہین ہو تو ایسے انتظار کا نام بھی رجا نہین اسکو تمنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ رجا صرف اس صورت مین ہوتی ہو کہ محبوب چیز کا انتظار ہو اور جتنے اسباب کہ بندے کے اختیار مین ہون وہ سب ہو چکین فقط وہی باقی رہ جاوین جو اسکے اختیار مین نہون اور وہ فضل الٰہی شامل حال ہوتا ہو کہ جسکے موانع اور آفات دور رہین اسیطرح بندہ اگر تخم ایمان مزرعہ دل مین بووے اور اسکو طاعت کے پانی سے سینچے اور اخلاق بد کے کانٹون سے زمین دل کو صاف کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسن خاتمہ کا جو موجب مغفرت ہے رہے تو اسکا انتظار رجاء حقیقی اور بذات خود عمدہ کہلاویگا اور یہ رجا اسبابات کی باعث ہوگی کہ جن اسباب ایمان سے لوازم مغفرت کا حاصل ہوتے ہین انکی مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی تو خبر نہ لی اور طاعات کا پانی بھی نہ دیا یا دل کو اخلاق رذیلہ سے بھر ا رکھا اور لذات دنیا کی طلب مین ڈوبا رہا اور پھر منتظر مغفرت ہو تو یہ انتظار حمق اور غرور ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین الاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علے اللہ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا اور

۱۲ احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو اسکی خواہشون کا متبع کرے اور اللہ تعالیٰ پر تمنا کرے پس پیچھے آئے انکی جگہ ناخلف جنہون نے گنوائی نماز اور پیچھے پڑے مزون کے سو آگے دیکھ لینگے گمراہی ۱۲

فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی ویقولون سیغفر لنا اور باغ والے کی مذمت مین فرمایا کہ جب باغ مین گیا تو یون کہا ما اظن ان تبید ہذہ ابدا وما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منہا منقلبا غرضکہ جو بندہ طاعات مین کوشش کرے اور گناہون سے بچارہے وہ سزاوار اسکا ہے کہ خدا کے فضل سے توقع نعمت کے پورا ہونیکی کرے اور کمال نعمت بجز دخول جنت کے نہوگی مگر گناہگار جب توبہ کرے اور جو کچھ خطا ہوئی ہے اسکا تدارک کرے تو توبہ کے قبول ہونے کی رجا اسکو زیبا ہوا اور اگر توبہ سے پہلے گناہ کو برا جانتا ہو اور نیکی سے خوش ہوتا ہو اور اپنے نفس کو برا بھلا کہتا ہو اور توبہ کا خواہشمند و مشتاق ہو تو ایسے شخص کو رجا توبہ کی توفیق کی کرنی لائق ہے کیونکہ گناہ کا برا جاننا اور توبہ کی حرص کرنی قائم مقام اس سبب کے ہے جو توبہ تک پہونچا دیتا ہے اور رجا جبھی ہوتی ہے جب اسباب پختہ ہوجاتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین آمنوا والذین ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ اسکے یہ معنی ہین کہ یہی لوگ مستحق رجائے رحمت الٰہی ہین یہ معنی نہین کہ رجا کا وجود صرف انھین لوگون مین ہے کیونکہ رجا تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہین جنمین یہ صفات نہون مگر انکو استحقاق رجا نہین استحقاق انھین کو ہے جو اوصاف مذکورہ رکھتے ہون اور جو شخص کہ ایسی چیزون مین ڈوبا ہوا ہو جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہون اور اپنے نفس کی مذمت بھی نکرتا ہو نہ قصد توبہ اور رجوع کا رکھتا ہو تو ایسے شخص کو رجائے مغفرت کرنی بیوقوفی ہے جسطرح کہ اس شخص کو رجائے غلہ تھی جسنے زمین شور مین تخم ڈالا اور اسکی خبرگیری پانی دینے اور نولانے سے نہ کی حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ بڑی غلطی میرے نزدیک یہ ہے کہ معاف ہونے کی توقع بدون ندامت گناہ کیے جائے اور بدون طاعت توقع قرب الٰہی کی رکھے اور آگ کا بیج بوکر منتظر جنت کا رہے اور گناہون کی عوض طالب مطیعون کے مقام کا ہو اور بدون عمل آرزو ثواب کی کرے اور باوجود زیادتی کے خدائے تعالیٰ سے کسی ہے کا متمنی ہو ہیچ ہے شعر ہر آنکہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت : دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست : پس جب حقیقت رجا کی معلوم ہوئی تو جان لیا ہوگا کہ وہ ایک حالت ہے جو علم سے بسبب واقع ہونے اکثر اسباب کے پیدا ہوتی ہے اور یہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ جو اسباب باقی رہ گئے ہون انکی سعی آدمی بقدر امکان کوشش کیجاوے مثلاً مثال مذکور مین جس شخص کا بیج اچھا ہوگا اور زمین عمدہ ہوگی پانی بھی بہت ہوگا اس شخص کی رجا سچی ہوگی اور یہ رجا اس شخص کو اسباب پر آمادہ کریگی کہ زمین کا خبرگیران رہے جو گھاس اسمین جمے اسکو صاف کرے اور خبرگیری مین کچھ کاہلی نہ کرے کاٹنے کے وقت تک دیکھا بھالتا رہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رجا کی ضد یاس یعنی ناامیدی ہے ناامیدی مین خبرگیری نہین ہوسکتی مثلاً جو شخص جانتا ہے کہ زمین شور ہے اور پانی بھی پہونچنا دشوار ہے اور بیج جمنے کا نہین وہ ہرگز زمین کے تردد مین نہ پڑیگا اور خبرگیری کی مشقت کا متحمل نہوگا اور رجا عمدہ چیز ہے کیونکہ اس سے ترغیب ہوتی ہے اور ناامیدی بری ہے اور رجا کی ضد کیونکہ عمل سے باز رکھتی ہے اور خوف ضد رجا نہین بلکہ اسکا رفیق ہے چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا بلکہ وہ ایک جداگانہ باعث عمل ترہیب کے طور پر ہے جیسے کہ رجا باعث عمل ترغیب کے طور پر ہے غرضکہ رجا کی حالت موجب اس امر کی ہے کہ اعمال مین خوب مجاہدہ کیا جاوے اور احوال کیسے ہی ہوتے رہین طاعتون پر مواظبت بجالانے پاوے اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو نمین لذت ملے اور مناجات الٰہی مین چین آوے اور اسیکی خوشامد نرمی سے کرتا رہے اور یہ امور تو اس شخص پر بھی ظاہر ہوتے ہین جو کسی بادشاہ وغیرہ سے رجا رکھتا ہے

ہو تو بادشاہ حقیقی سے رجاء رکھنے مین کیسے نہ ظاہر ہونگے اور اگر ظاہر نہوں تو دلیل اسبات کی ہو کہ وہ شخص مقام رجا سے ابھی محروم ہو اور پستی غرور و تمنا مین گرا ہوا ہو یہ بیان حالت رجا کا اور جس سے پیدا ہوتی ہو یعنی علم اور جو عمل اس سے پیدا ہوتے ہین اور رجا سے ان اعمال کا پیدا ہونا اس حدیث سے پایا جاتا ہو جو زید خیل سے مروی ہو کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین اسواسطے حاضر ہوا ہون کہ آپ سے یہ پوچھون کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہو اسمین کیا پہچان رکھتا ہو اور جو شخص ایسا نہین اسمین کیا علامت ہو آپ نے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہو اسنے عرض کیا کہ میرا یہ حال ہو کہ خیر اور اہل خیر کو دوست رکھتا ہون اور جب کسی خیر کی بات پر قادر ہوتا ہون تو اسکی بجا آوری مین جلدی کرتا ہون اور اسکے ثواب کا یقین کرتا ہون اور اگر کوئی خیر مجھسے جاتی رہتی ہو تو اسپر غم کرتا ہون اور اسکا اشتیاق کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ یہی پہچان ہو اس شخص کی جسکے ساتھ خدا تعالیٰ بہتری چاہتا ہو اور اگر تمہارے لئے کوئی اور چیز چاہتا تو اسی کے لیے تمکو آمادہ کر دیتا اور پھر پروا نہ فرماتا کہ اسکے کونسے جنگل مین تم کھپ گئے اس حدیث مین آپ نے پہچان اہل خیر کی مذکور فرمائی پس جو شخص رجا کرے کہ مین اہل خیر مین سے ہون اور یہ علامات نہون تو وہ مغرور ہے۔

دوسرا بیان رجا کی فضیلت اور اسمین رغبت دلانے کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ رجا کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے اعلےٰ اور عمدہ ہے اسلیے کہ خدا تعالیٰ سے زیادہ قریب وہی بندہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ محبت الٰہی رکھتا ہو اور محبت رجا سے زیادہ ہوا کرتی ہو اور اسکو ایسا سمجھو کہ دو بادشاہون مین سے ایک کی خدمت تو لوگ اسکے ڈر کے مارے کرین اور دوسرے کی خدمت اسکے احسان کی امید مین کرین تو ظاہر ہے کہ محبت دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی اور اسی بنا پر رجا اور حسن ظن کے باب مین خصوص موت کے وقت بہت سی ترغیبین شرع مین وارد ہین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اس آیت مین سب سے نا امیدی کو ممنوع و حرام فرمایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات مین ہو کہ خدا تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہو کہ مین نے تم مین اور یوسف مین کیون جدائی کردی اسکی وجہ یہ ہو کہ تمنے کہا تھا و اخاف ان یاکلہ الذئب و انتم عنہ غافلون تمنے بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے رجا کیون نہ کی اور یوسف کے بھائیون کی غفلت کا لحاظ کیون کیا میری حفاظت کا کیون نہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا یموتن احدکم الا وہو یحسن الظن باللہ تعالیٰ اور ایک حدیث قدسی مین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع مین تشریف لیگئے اور فرمایا کیا حال ہو اسنے عرض کیا کہ اپنے گناہون سے ڈرتا ہون اور رحمت الٰہی کا متوقع ہون آپ نے فرمایا کہ اسوقت مین جس بندہ کے دل مین یہ دونون چیزین اکٹھا ہوتی ہین اسکو خدا تعالیٰ اسکی توقع عنایت فرماتا ہو اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اس سے مامون کردیتا ہو اور حضرت علی رضی نے اس شخص سے ارشاد فرمایا جو اپنے گناہون کی کثرت کے خوف سے نا امید ہو گیا تھا کہ اے شخص تیرے سب گناہون سے بڑھکر یہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہوتا ہو اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور یہ سمجھے کہ خدائے تعالیٰ نے مجکو اسپر قدرت دی اور بخشش کی رجا رکھے تو اللہ تعالیٰ اسکو بخشدیتا ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کا عیب یون ارشاد فرمایا و ذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم ارداکم اور فرمایا و ظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا اور حدیث

۲۷ طبرانی در کبیر بروایت ابن مسعود بسند ضعیف ۱۲

[illegible] ابن تو [illegible] الصدی [illegible]
[illegible] واثلہ بن الاسقع
۲۷ ابن ماجہ بروایت انس ۱۲
[illegible]

شریف مین ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندہ کو ارشاد فرماویگا کہ اسکی کیا وجہ تھی کہ جب تو نے برائی دیکھی منع کیون نہ کیا پس اگر خدا تعالیٰ اسوقت جواب سوجھاویگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھسے رجا کی اور لوگون سے خوف خداوند کریم ارشاد فرماویگا کہ ہم نے تیرا قصور معاف کیا اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہو کہ ایک شخص لوگون کو قرض دیا کرتا تھا پھر تو انگرون سے سہولت برتتا اور مفلس کو معاف کر دیتا جب خدا تعالیٰ کے یہان حاضر ہوا تو کوئی عمل خیر کبھی نہ کیا تھا یعنی کوئی طاعت نہ کی تھی مگر خدا کے ساتھ حسن ظن اور رجا رکھتا تھا کہ گو مین طاعت سے مفلس ہون الا وہ معاف کر دیگا اسکو حکم ہوا کہ اسکے لیے ہمسے زیادہ کون مستحق ہوگا اور معاف کر دیا گیا اور قرآن مجید مین ارشاد ہو ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوۃ وانفقوا مما رزقنا ہم سرا و علانیۃ یرجون تجارۃ لن تبور اور جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو اسبات کا علم ہو جسکو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا گریہ کرو اور جنگلون مین چھاتی پیٹو اور اپنے رب کیطرف چلاتے پھرو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندون کو نا امید کیون کرتے ہو آپ لوگون کے پاس تشریف لائے اور انکو رجا اور شوق کے کلمات تعلیم فرمائے اور حدیث مین وارد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ مجھسے دوستی کر اور جو مجھسے محبت کرے اس سے بھی محبت کر اور مجھکو خلق کے دلون مین محبوب کر انھون نے عرض کیا کہ خلق کے نزدیک تجھکو کیسے محبوب کرون ارشاد ہوا کہ میرا ذکر نہایت خوبی سے کیا کر اور میری نعمتین اور احسان بیان کر اور انکو یاد دلایا کر کہ سوائے احسان کے وہ اور کچھ نہین جانتے اور ابان بن ابی عیاش جو اکثر رجا کے کلمات لوگون سے کہا کرتے تھے انکو مرنے کے بعد لوگون نے خواب مین دیکھا کہ کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ نے مجکو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا کہ اسطرح تو کیون کہا کرتا تھا مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا تھا کہ تجھ کو خلق کے نزدیک محبوب کر دون حکم ہوا کہ ہمنے تجھکو بخشدیا اور یحییٰ بن اکثم رح کو بعد موت کے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تمسے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا کہ او پیر مرد تو نے یہ یہ کام کیے ہین اسکو سنکر مجھپر اسقدر خوف غالب ہوا کہ خدا ہی جانتا ہے پھر مین نے عرض کیا کہ الٰہی حدیث مین تو مجھکو تیرا اسطرح حال نہین پہونچا حکم ہوا کہ پھر کیا حال پہونچا ہو مین نے عرض کیا کہ مجھکو حدیث پہونچی عبد الرزاق سے اور اسکو معمر سے اور اسکو زہری سے اور اسکو انس سے اور اسکو تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اور انکو جبرئیل علیہ السلام سے کہ تو نے ارشاد فرمایا کہ انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء مجھکو تیری طرف یہ گمان تھا کہ تو مجھکو عذاب نہ دیگا اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہا جبرئیل نے اور سچ کہا میرے نبی نے اور راست کہا انس نے اور راست کہا زہری نے اور ٹھیک بیان کیا معمر نے اور سچ بیان کیا عبد الرزاق نے اور واقعی بیان کیا تو نے پھر مجھپر خلعت ہوا اور جنت تک غلام میرے آگے آگے چلے اسوقت مین نے کہا کہ خوشی اسکو کہتے ہین اور ایک خبر مین ہو کہ ایک آدمی بنی اسرائیل مین سے لوگون کو نا امید کیا کرتا تھا اور انپر سختی کرتا تھا قیامت کے روز خدائے تعالیٰ اسکو فرماویگا کہ جیسا تو نے میرے بندون کو نا امید کیا مین آج تجھکو اپنی رحمت سے نا امید کرونگا اور ایک حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص دوزخ مین داخل ہوگا اور اسمین ہزار برس رہیگا اور یا حنان یا منان پکاریگا اللہ تعالیٰ

جبریل علیہ السلام کو ارشاد فرماویگا کہ جا اور میرے بندے کو یہان لے آ حضرت جبرئیل تعمیل حکم فرماوینگے اور اسکو پاس لاکر کھڑا کر وینگے اللہ تعالی پوچھیگا کہ اپنی جگہ کا حال بیان کر کہ کیسی ہو وہ عرض کریگا کہ نہایت بری ہو حکم ہوگا کہ اسکو اسی جگہ لیجاؤ وہ اسطرف جاویگا اور پھر پھر کر پیچھے کو دیکھتا جاویگا حکم ہوگا کہ کیا چیز تاکتا جاتا ہو عرض کریگا کہ مین نے یہ توقع کی تھی کہ اس مکان سے نکلنے کے بعد پھر تو اسمین مجھے نہین ڈالیگا حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین لیجاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اسکی نجات کا سبب صرف رجا ہی ہوگی

تیسرا بیان رجا کی تدبیر اور جس سے حالت رجا حاصل ہو کر غالب ہو جاوے۔ جاننا چاہیے کہ رجا کی ضرورت دو آدمیون کو ہوتی ہو یا تو وہ شخص جسپر نا امیدی غالب ہو اور عبادت ترک کرے یا وہ شخص جسپر خوف غالب ہو اور مواظبت عبادت مین اتنی زیادتی کرے کہ اپنے نفس اور اپنے گھر والون کو ضرر پہونچاوے ایسے شخص دونون اعتدال سے تجاوز کرکے افراط و تفریط کیطرف مائل ہوتے ہین اور ایسے علاج کے محتاج ہین جس سے وہ اعتدال پر آجاوین لیکن جو آدمی گناہ پر مغرور ہو کر خدا تعالی پر تمنا کرے اور عبادت سے روگردان رہے اور گناہون مین گھسا رہے تو اسکے حق مین رجا کی دوا زہر مہلک ہو جاتی ہو جیسے شہد کہ جسپر غلبہ برودت ہو اسکے حق مین شفا ہو مگر جسپر غلبہ حرارت ہو اسکے حق مین زہر ہو اسلیے مغرور کے لیے بجز دوا ے خوف اور ان اسباب کے جنسے خوف پیدا ہو اور کچھ بکار آمد نہین نظر پڑتی جو شخص لوگون مین وعظ کہتا ہو اسکو واجب ہو کہ موقع علت کو دیکھتا رہے اور ہر علت کا اسکی ضد سے علاج کرے ایسی چیز سے علاج نہ کرے جس سے بیماری زیادہ ہو جاوے اسلیے کہ مطلوب یہی ہو کہ ہر ایک صفت اور خلق مین اعتدال اور درجہ اوسط جو سب سے عمدہ ہوتا ہے حاصل ہو جاوے اور جب اس سے تجاوز ہو جاوے جب ہی علاج اسکا درجہ اوسط پر آنیکا کرنا چاہیے نہ ایسی طرح کہ اوسط سے اور زیادہ دوری ہو جاوے اور یہ وقت ایسا ہو کہ جسمین اسباب رجا کے لوگون مین بیان نہین کرنے چاہیین بلکہ خوف دلانے مین بھی اگر مبالغہ کیا جاوے تب بھی راہ راست پر آنا دشوار ہو اور اسباب رجا کا ذکر کرنا بالکل ہی تباہ و برباد کر دیتا ہو مگر چونکہ ذکر رجا دلون پر ہلکا معلوم ہوتا ہو اور نفسونکو لذیذ تر اور واعظون کی غرض بھی دلون کا پھیرنا اور ہر حال مین اپنے لیے انکا ثنا خوان رہنا ہوتی ہو اسلیے وہ رجا کے بیان پر جھک پڑے یہانتک کہ خرابی بڑھ گئی اور سرکشونکو دونی سرکشی چڑھ گئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عالم وہ شخص ہو جو لوگون کو نہ خدا کی رحمت سے نا امید کرے نہ اسکے عذاب سے بیخوف اور ہم اسباب رجا کو جو ذکر کرتے ہین تو نا امید کے باب مین استعمال کرنے کے لیے ذکر کرتے ہین یا اس شخص کے حق مین جسپر خوف غالب ہو کتاب اللہ اور حدیث شریف کا مقتضا یہی ہی کیونکہ دونون مین خوف و رجا ساتھ ہی پائے جاتے ہین یعنی قرآن شریف اور حدیث مین سب اقسام کے مریضون کے اسباب شفا مذکور ہین تاکہ علما جو وارث انبیا ہین حاجت کے بموجب انکو استعمال کرین جیسے کوئی طبیب حاذق علاج کیا کرتا ہو بیوقوف کا سا علاج نکرین جنکو یہ وہم ہوتا ہو کہ ہر ایک دوا ہر مریض کے لیے مناسب ہے کیسا ہی مرض کیون نہو اب معلوم کرنا چاہیے کہ حالت رجا کے غالب ہونے کی دو صورتین ہین اول صورت یہ ہو کہ جو کچھ ہم اقسام نعمتونمین لکھ آئے ہین شکر کے باب مین اسکو خوب تامل سے دیکھے یہانتک کہ اسکو اللہ تعالی کی نعمتون کے لطیفے دنیا مین بندون پر معلوم ہو جاوین اور جو جو حکمتین عجیب کہ اسنے انسان کی پیدایش مین ملحوظ رکھی ہین انکا علم ہو جاوے کہ دنیا مین جو چیز انسان کے ہمیشہ موجود رہنے مین ضروری تھی وہ

سب اسکے لیے مہیا کردی جیسے غذا کے آلات اور جو چیز کام کرنے مین کام کی تھی وہ بھی مثلاً انگلیان اور ناخن اور اشیاے زینت بھی عنایت فرمائین جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور آنکھ مین کسی طرح کا رنگ ہونا اور لبون کا سرخ ہونا وغیرہ کہ اگر یہ چیزین مثلاً نہوتین تو کسی غرض انسانی مین خلل نہوتا صرف خوبصورتی جاتی رہتی عنایت الٰہی سے وہ بھی موجود ہین پس مقام غور ہے کہ جب اسنے اپنے بندون سے ان جیسے دقائق مین قصور و کوتاہی نہین کی اور زیادتی زینت اور حاجت اور بقا کی چیزین بندونسے جانے نہین دین تو وہ کیسے راضی ہوگا کہ اپنے بندونکو ہلاک ابدی مین پہونچادے علاوہ ازین اگر دنیا ہی مین خوب تامل کرو تو معلوم ہو کہ اکثر لوگون کے لیے دنیا مین اسباب سعادت موجود ہین یہانتک کہ انکو دنیا سے جدا ہونا بُرا معلوم ہوتا ہی اگرچہ انسے یہ بھی کہدیا جاوے کہ بعد موت تمکو نہ کبھی عذاب ہوگا نہ کچھ حساب کتاب پس وہ لوگ جو نیست ہونیکو برا جانتے ہین یہی وجہ ہی کہ اسباب نعمت کے اکثر زیادہ رہتے ہین موت کی تمنا کرنے والے بہت کم ہین اور اگر تمنا بھی کرتے ہین تو کسی حالت شاذ و نادر اور حادثہ عجیب و غریب مین کرتے ہین تو جب اکثر خلق پر دنیا مین غالب حال خیر و سلامتی ہی ہی تو خدا تعالیٰ کا طریق بدلتا نہین ایک سا رہتا ہی اس سے ظن غالب ہوتا ہی کہ آخرت کا امر بھی ایسا ہی ہو کیونکہ مدبر دنیا و آخرت کا ایک ہی جسکا نام غفور و رحیم و لطیف ہی جیسے یہان بندونپر لطف و کرم کی نگاہ رکھتا ہی وہان بھی ایسا ہی سلوک کریگا جب آدمی اسطرح سوچے گا تو اسپر اسباب رجا غالب ہوجاوینگے اور کہیگا شعر تو مگو مارا بدین شہ بار نیست : بر کریمان کارہا دشوار نیست اور اسی صورت مین یہ بھی ہی کہ شریعت کی حکمت مین تامل کرے اور دنیا مین جو مصالح اس سے بر وے کار آتے ہین انکو دیکھے کہ بندون کے لیے کیسی کیسی رحمت کی ہی بعض عارفین سورۂ بقر کی آیت مداینت کو اسباب رجا مین سے زیادہ قوی سمجھتے ہین لوگون نے پوچھا کہ اسمین رجا کیا ہے فرمایا کہ دنیا سب کی سب تھوڑی ہی اور آدمی کا رزق اسمین سے تھوڑا ہی اور رزق کی نسبت قرض تھوڑا ہوتا ہی مگر خدا تعالیٰ نے اسکے باب مین سب سے بڑی آیت اُتاری تاکہ بندے دین کی یادداشت مین احتیاط کرین جب ایسی قلیل چیز کی احتیاط کا اتنا پاس کیا تو دین کی احتیاط کیسے نہین فرماویگا یہ تو ایسی چیز ہی کہ اسکا کوئی عوض ہی نہین دوسری صورت تلاش کرنا آیات و اخبار و آثار کا جو رجا کے باب مین وارد ہین اور بیشمار ہین آیات یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی قل یا عبادی الذی اسرفوا علے انفسہم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم اور قرائت نبوی مین ولا یبالی انہ ہو الغفور الرحیم ہی اور فرمایا والملائکۃ یسبحون بحمد ربہم و یستغفرون لمن فی الارض اور یہ ارشاد فرمایا کہ دوزخ کو دشمنون کے لیے تیار کیا ہی اور اس سے اپنے دوستون کو ڈرایا چنانچہ فرمایا لہم من فوقہم ظلل من النار و من تحتہم ظلل ذلک یخوف اللہ بہ عبادہ اور فرمایا واتقوا النار التی اعدت للکافرین اور فرمایا فانذرتکم نارا تلظی لا یصلیہا الا الاشقی الذی کذب و تولی اور فرمایا فان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمہم روایت ہی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے باب مین سوال کیا کرتے تھے یہانتک کہ آپ پر یہ آیت فلسوف یعطیک ربک فترضیٰ اتری اور حکم ہوا کہ اب بھی تم راضی نہین ہوتے اور ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کی تفسیر مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک بھی امت محمد مین سے دوزخ مین رہیگا تو محمد راضی نہوگا صلے اللہ علیہ وآلہ و جزاہ اللہ عنا خیر الجزا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے کہ تم عراق والے کہتے ہو کہ کلام مجید مین سب سے زیادہ توقع کی آیت یہ ہی قل یا عبادی الذین اسرفوا علے انفسہم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اور ہم اہلبیت کہتے ہین کہ سب سے زیادہ توقع کی آیت ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ہی اور اخبار رجا

کے یہ ہین کہ حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت مرحوم ہے اسپر آخرت مین عذاب نہوگا اسکی سزا خداے تعالیٰ دنیا ہی مین زلزلے اور آفات سے دیدیتا ہے قیامت کے روز ہر ایک شخص کو میری امت مین سے ایک شخص اہل کتاب سے ملیگا اور کہا جاویگا کہ دوزخ کی آگ کا فدیہ تیرے لیے یہ شخص ہے اور ایک روایت مین اسطرح ہے کہ ہر ایک آدمی اس امت کا ایک یہودی یا نصرانی لاویگا اور یہ کہیگا کہ میرا عوض آگ دوزخ کے لیے یہ ہے اور اتنا کہکر دوزخ مین ڈال دیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمی من فیح جہنم وہی حظ المومن من النار اور خداوند کریم کے اس قول یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ کی تفسیر مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی کہ مین حساب تمہاری امت کا تمہارے سپرد کیے دیتا ہون آپ نے فرمایا کہ الٰہی ایسا نہ کر میری نسبت انکے لیے تو بہتر ہے حکم ہوا کہ اب ہم انکے باب مین تمکو رسوا نکرینگے اور حضرت انس سے اسطرح مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب باری مین استدعا کی کہ میری امت کے گناہونکا حساب میرے سپرد فرماوے تاکہ انکی خطاؤن پر میرے سوا اور کوئی مطلع نہو حکم ہوا کہ یہ لوگ تمہاری تو صرف امت ہین اور میرے بندے ہین تمہاری نسبت مین انپر زیادہ رحیم ہون انکا حساب اپنے سوا اور کسیکو نہ دونگا تاکہ انکی خطائین نہ تمکو معلوم ہون نہ کسی دوسرے کو سبحان اللہ کیا مرتبہ ہے رباعی شاہا تو کریمے در رسول تو کریم ؛ صد شکر رسیدیم میان دو کریم ؛ مارا چہ غم از جرائے محشر باشد ؛ سلطان چو کریم و دیوان چو کریم ؛ اور ایک حدیث مین وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری زندگی اور موت دونون تمہارے حق مین بہتر ہین زندگی مین تو تمہارے لیے طریق شریعت مسنون اور مشروع کرتا ہون اور مرنے پر تمہارے عمل مجھپر پیش ہونگے جو انمین سے عمدہ ہوگا اسپر مین خدا کا شکر کرونگا اور اگر کوئی برا ہوگا تو تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرونگا شعر جانم فدای تو کہ ترا ہست ہمچنان ؛ از جہد تا بلحد ہمین فکر امتان ؛ اور ایک روز آپ نے یا کریم العفو فرمایا حضرت جبریل نے پوچھا کہ آپ کو اس لفظ کی تفسیر معلوم ہے اسکے یہ معنی ہین کہ اول سیئات کو اپنی رحمت سے معاف کیا پھر اپنے کرم سے انکو نیکیون سے بدل دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے کہ الٰہی مین تجھسے تمام نعمت کی التجا رکھتا ہون آپنے پوچھا کہ تجھکو معلوم ہے کہ نعمت کا تمام ہونا کیا ہے اسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ نعمت کا کمال جنت مین داخل ہونا ہے علما فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری کی کہ ہمارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور حدیث شریف مین ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرکے طلب آمرزش اور عفو کی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتون سے ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندہ کو اسنے گناہ کیا اور پھر یہ جانا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہون کے عوض پکڑتا بھی ہے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اسکو معاف کردیا اور ایک حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ اتنے گناہ کرے کہ اسکے گناہ بلندی آسمان تک پہونچ جاوین تو جبتک مجھسے بخشواتا رہیگا اور مجھسے رجا رکھیگا مین بخشدونگا اور ایک اور حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ زمین کی مقدار میرے پاس گناہ لیکر آویگا مین بھی اسکے اسیقدر مغفرت سے ملاقات کرونگا اور ایک حدیث مین ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو چھ گھڑی تک فرشتہ نامہ اعمال مین نہین لکھتا اسی اثنا مین اگر توبہ و استغفار کرلیتا ہے

[illegible]

تو اس گناہ کو نہین لکھتا ورنہ ایک برائی لکھتا ہو اور دوسری روایت مین یہ ہو کہ جب اسکی برائی لکھ لیتا ہو اور وہ کچھ عمل خیر پھر کرتا ہو تو دہنی طرف کا فرشتہ جو حاکم ہو بائین طرف والے اپنے تابع سے کہتا ہو کہ تو یہ برائی جو ابھی لکھی ہو اپنے یہانسے دور کر دے مین اپنے یہانسے ایک نیکی اسکی دور کر دونگا یعنی جو عمل نیک اسنے اب کیا ہو اسکو دس کی جگہ نو لکھونگا اسطرح وہ برائی بندہ کی دور کر دیجاتی ہو اور حضرت انس روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہو تو اسکے ذمہ لکھا جاتا ہو ایک اعرابی نے پوچھا کہ اگر وہ توبہ کرے آپ نے فرمایا کہ مٹا دیا جاتا ہو اسنے پوچھا کہ اگر دوبارہ پھر خطا کرے آپ نے فرمایا کہ اسکے اوپر لکھی جاویگی پھر اسنے عرض کیا کہ اگر وہ توبہ کرے آپ نے فرمایا کہ نامۂ اعمال سے محو کر دیجاویگی اسنے عرض کیا کہ یہ معاملہ کبتک رہیگا آپ نے فرمایا کہ جبتک وہ شخص توبہ و استغفار کرتا رہیگا خدا تعالی مغفرت سے نہین گھبراتا یہانتک کہ بندہ استغفار سے گھبرا جاوے پھر جب کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہو تو دہنا فرشتہ عمل سے پہلے ہی ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ شخص قصد کے بعد اسکام کو کرتا بھی ہے تو فرشتہ مذکور دس نیکیان لکھتا ہو پھر اسکو خدا تعالی سات سو گنی تک بڑھا دیتا ہو اور جب آدمی قصد خطا کرتا ہو تو اسپر لکھی نہین جاتی اور جب کر گزرتا ہو تو ایک ہی قصور ذمہ لکھا جاتا ہو اور حسن عفو الٰہی اسکے بعد ہے یعنی عجب نہین کہ معاف بھی ہو جاوے اور ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مین ایک مہینے سے زیادہ کے تو روزے نہین رکھتا اور پانچ نمازون سے زیادہ نماز نہین پڑھتا اور میرے مال مین صدقہ اور حج و زکوۃ اور خیرات کچھ نہین تو ایسے حال مین اگر مین مرونگا تو کہان رہونگا آپ نے فرمایا کہ جنت مین اسنے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ یا رسول اللہ آپ نے تبسم فرما کر کہا کہ ہان میرے ساتھ بشرطیکہ تو دل کو دو باتون سے محفوظ رکھے یعنی کینہ اور حسد سے اور زبان کو دو چیزون غیبت اور جھوٹ سے بچاوے اور اپنی آنکھون کو بھی دو ہی چیزون سے روکے ایک تو دیکھنا خدا تعالی کی حرام کی ہوئی چیزونکو دوسرے حقارت کرنی اور چشمک مارنی کسی مسلمان پر اگر ان سب باتون سے اپنے آپ کو بچاویگا تو میرے ساتھ بلکہ میری ان دونون کف دست پر تو جنت مین جاویگا اور ایک بڑی حدیث مین حضرت انس سے مروی ہو کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خلق کے حساب کا متکفل کون ہوگا آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالی جلشانہ ہوگا اسنے عرض کیا کہ آیا وہ خود حساب لیگا آپ نے فرمایا کہ ہان اعرابی نے تبسم کیا آپ نے پوچھا کہ کس بات سے تبسم کرتے ہو اسنے عرض کیا کہ اسوجہ سے خوشی ہو کہ کریم جب قدرت پاتا ہو تو معاف کر دیا کرتا ہو اور اگر حساب لیتا ہو تو چشم پوشی کیا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ اعرابی سچ کہتا ہو جان لو کہ کوئی کریم خدا تعالی سے زیادہ کرم والا نہین بلکہ سب سے اکرم وہی ہو پھر فرمایا کہ اعرابی بات سمجھ گیا اور اسی حدیث مین یہ بھی ہو کہ خداوند تعالی نے کعبے کو شرف اور عظمت عنایت فرمائی ہو اور اگر بالفرض اسکو کوئی بندہ ایک ایک پتھر کر کے گرا دے اور پھر پھونک دے تو اتنا گناہ نہوگا جتنا کسی ولی اللہ کی حقارت کرنے سے ہوتا ہو اعرابی نے عرض کیا اولیاء اللہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ ایماندار سبکے سب اولیاء اللہ مین کیا تو نے قول خدا تعالی کا نہین سنا اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمت الی النور اور بعض احادیث مین ہو المومن افضل من الکعبۃ والمومن طیب طاہر والمومن اکرم علی اللہ تعالی من الملائکۃ اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت کے بقیہ سے دوزخ کو ایک کوڑا بنایا کہ جس سے بندونکو جنت کیطرف ہنکاتا ہو اور ایک حدیث قدسی مین ہو کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو کہ مین نے خلق کو اسلیئے پیدا کیا کہ وہ مجھسے کچھ نفع لین

اسلیے کہ مین انسے کچھ نفع لون اسی مضمون کے قریب مولانا روم فرماتے ہین مشعر مین نکردم امر تا سودی کنم ؛ بلکہ تا بر بندگان جودی کنم ؛
اور حضرت ابو سعید خدری یہ حدیث روایت کرتے ہین کہ خدائے تعالےٰ نے کوئی چیز ایسی نہین پیدا کی کہ جس سے بڑھکر دوسری
چیز نہ بنائی ہو اور اپنی رحمت کو غصہ سے غالب پیدا کیا ہی اور حدیث[۱] مشہور مین مروی ہی کہ خدائے تعالیٰ نے قبل پیدائش خلق کے
اپنے نفس پر یہ جملہ لکھ لیا ہی کہ ان رحمتی تغلب غضبی[۲] اور معاذ بن جبل اور انس بن مالک سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا[۳] من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ اور من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ[۴] لم تمسسہ النار[۵] من لقی اللہ لا یشرک بہ شیئاً حرمت علیہ النار وا
یدخلہا من فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان اور ایک اور حدیث مین ہی کہ اگر کافر کو وسعت رحمت الٰہی معلوم ہو جاوے تو خدا تعالیٰ کی بہشت سے
ناامید نہو اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم تو اصحاب سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہی کہ یہ کونسا
دن ہی یہ وہ دن ہی کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہو گا کہ کھڑے ہو کر اپنی اولاد مین سے دوزخ کی رسد نکالو وہ عرض کرینگے کہ کتنے حکم ہو گا
کہ ہزار مین سے نوسو ننانوے دوزخ کے لیے رکھو اور ایک شخص جنت کے لیے رہنے دو یہ سنکر سب لوگ حیران رہگئے اور رونا شروع
کیا اور اس روز کچھ شغل اور کام نہ کیا اسی اثنا مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس آئے اور فرمایا کہ تم لوگ کام کیون نہین کرتے
انھون نے عرض کیا کہ آپ سے وہ حدیث سنکر اب کس کو تاب ہی کہ کام مین مشغول ہو آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بھی معلوم ہی اور قومونکی نسبت
تم گنتی مین کتنے ہو تاویل اور تاریس اور منسک اور یاجوج اور ماجوج کی قومین کہان گئین اتنی قومین ہین کہ انکی شمار خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی
نہین جانتا تمہاری انکے سامنے کچھ بھی شمار نہین تم تو سب کی نسبت کر ایسے ہو جیسے سیاہ بیل کے چمڑے مین ایک سفید بال ہوتا ہی یا گھوڑے
کے پانون مین اور زنگ کا داغ ہوتا ہی اس حدیث سے معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لوگون کو خوف کے تازیانے
کیسا ہانکتے تھے اور پھر رجا کی باگ سے کیسے اللہ تعالیٰ کیطرف کھینچتے تھے چنانچہ اول خوف کے تازیانہ سے سب کو ہنکایا مگر جب
معلوم کیا کہ شدت خوف نے انکو حد اعتدال سے باہر کر دیا اور نا امیدی مین جا پڑے تو اسوقت دوائے رجا سے انکا علاج لیا
اور انکو پھر اعتدال کی صورت پر کر دیا اور یہ دوسرا قول مخالف اول قول کے نہ تھا بلکہ اول جس چیز کو سبب شفا جانا اسکو بیان کر دیا
اور اسی پر اکتفا فرمائی مگر جب حاجت معالجے کی رجا سے دیکھی تو اصل بات پوری ذکر فرما دی پس واعظین کو بھی چاہیے کہ پیروی
جناب مقدس کی وعظ کے باب مین ہاتھ سے نہ دین اور استعمال اخبار خوف ورجا مین حاجت کے موافق رعایت کرین یعنی جیسی علت
باطنی دیکھین ویسی ہی تدبیر اسکے دور کرنے کی کرین اور اگر کوئی واعظ اس بات کا لحاظ نہ کریگا تو جسقدر اسکی وعظ سے درستی اور
صلاح کی توقع ہی اس سے زیادہ بگاڑ ہو رہیگا اور ایک حدیث[۶] شریف مین ہی کہ اگر تم گناہ نکرو تو خدا تعالیٰ اور خلقت پیدا کرے جو
گناہ کرین اور انکے قصور بخشدیے جاوین اور ایک روایت[۷] مین یون ہی کہ خدا تمکو لیجاوے اور دوسری خلقت لاوے جو گناہ کرین اور
بخشے جاوین کیونکہ اسکی ذات غفور ورحیم ہی اور ایک حدیث[۸] مین ہی کہ اگر تم گناہ نکرو تو مجھکو تمپر ایسی چیز کا خوف ہی کہ وہ گناہ سے بھی بڑی

---

[۱] ابن حبان در ثواب ۱۲ [۲] میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوتی ہی ۱۲ بخاری ومسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ [۳] جو لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت مین داخل ہوگا ۱۲
جلد اول باب ہشتم مین گذری ہی جس شخص کا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہو اسکو آگ نہ لگیگی ابوداؤد وحاکم بروایت معاذ مگر اسمین دخل الجنۃ ہی ۱۲ [۵] اور جو شخص خدا تعالیٰ سے

ہے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عجب ہے اور ایک[1] حدیث شریف مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے مین محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے بہ نسبت مادر مشفقہ کے رحم کے اپنی اولاد پر[2] اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسی مغفرت کریگا کہ کبھی کسی کے دل پر نہ گذری ہے یہانتک کہ ابلیس بھی اسکا منتظر ہوگا کہ شاید مجکو بھی یہ مغفرت پہونچ جاوے اسی مضمون کو سعدی نے نظم کیا ہے شعر اگر در دہد یک صلای کرم ؛ عزازیل گوید نصیبے برم : اور ایک[3] حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتین ہین جنمین سے ننانوے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہین اور ایک دنیا مین ظاہر کی ہے اسی ایک کے باعث تمام خلق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور والدہ اپنے لڑکے پر اور جانور اپنے بچون پر شفقت کرتے ہین جب قیامت کا روز ہوگا تو خداوند کریم اس ایک رحمت کو ان ننانوے مین ملاکر خلق پر پھیلا دیگا ان مین سے ہر ایک رحمت مقدار سب طبقات آسمان و زمین کے ہوگی بھلا ایسی رحمت ہوتے اس روز بجز تباہ کار کے اور کون ہلاک ہوگا اور ایک[4] حدیث مین ہے کہ تم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو اسکا عمل جنت مین پہونچاوے یا دوزخ سے بچاوے (یعنی بدون رحمت الٰہی عمل بکار آمد نہین) لوگون نے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے نہین آپ نے فرمایا کہ مین بھی ایسا نہین الا اس صورت مین کہ مجکو رحمت میرے پروردگار کی ڈھانپ لے اور ایک[5] حدیث مین ارشاد فرمایا اعملوا و ابشروا واعلموا ان احدا لن ینجیہ عملہ اور فرمایا کہ مین نے اپنی شفاعت اپنی امت کے بڑے گناہ کرنیوالون کے لیے چھپا رکھی ہے کیا تم یہ جانتے ہو کہ شفاعت اہل تقویٰ و طاعت کے ہی لیے ہے نہین بلکہ آلودگان عصیان کیلیے ہے شعر دلا خوش باش کان محبوب جانہا ؛ بدر وغلان و مسکینان سرے ہست : اور فرمایا[8] بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ السہلۃ اور فرمایا[9] کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دونون اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جان لین کہ ہمارے دین مین وسعت ہے اور اسی معنی کیطرف یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مومنین کی دعا قبول فرمائی جو انکی استدعا کے جواب مین لاتحمل علینا اصرا ارشاد فرمایا و یضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم اور محمد بن حنفیہ حضرت علی سے[12] روایت کرتے ہین کہ جب یہ قول الٰہی نازل ہوا فاصفح الصفح الجمیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ صفح جمیل کسکو کہتے ہین حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ جس شخص نے تمپر ظلم کیا ہے اگر تم اسکو معاف کردو تو پھر عتاب نکرو آپ نے فرمایا کہ اے جبریل اس سے معلوم ہوا کہ اگر خداتعالیٰ کسیکو معاف فرماویگا تو اسپر بھی عتاب نکریگا پس حضرت جبریل علیہ السلام روئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی روئے، خداوند کریم نے ان دونون کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا انھون نے آکر کہا کہ تمہارا پروردگار تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جسکو مین معاف کردونگا اسپر کیسے عتاب کرونگا یہ امر میرے کرم کے لائق نہین غرضکہ اخبار اسباب رجا مین بیشمار ہین اب آثار کو سننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور دنیا مین اسکو خداتعالیٰ پوشیدہ رکھے اسکا کرم اس بات کو نہین چاہتا کہ اسکا پردہ آخرت مین کھولے اور جو کوئی گناہ کرے اور اسکو دنیا ہی مین سزا مل جاوے تو عدل الٰہی اسبات کا مقتضی نہین کہ اپنے بندہ کو دوبارہ آخرت مین سزا دے اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ میرا حساب اگر میرے مان باپ

۱؎ بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق ۱۲ ۲؎ ابن ابی الدنیا بروایت حذیفہ بسند ضعیف ۱۲ ۳؎ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۴؎ بخاری و مسلم ۱۲ اور یہ حدیث اوپر گذری ۵؎ یہ حدیث اوپر گذری ۱۲ ۶؎ عمل کرو اور بشارت لو اور جان لو کہ کسی کو اسکا عمل ہرگز نجات نہ دیگا یعنی بدون انکی رحمت کے ۱۲ ۷؎ بخاری و مسلم بروایت ...

ہی کے حوالہ کیا جاوے تب بھی مین اچھا نہین جانتا اسلیے کہ مجھکو یقین ہے کہ خدا تعالےٰ میرے اوپر مان باپ کی نسبت کہیں زیادہ رحیم ہو اور بعض اکابر کا قول ہو کہ ایماندار جب نافرمانی کرتا ہو تو خداے تعالیٰ اسکی تقصیر فرشتون کی آنکھ سے چھپا دیتا ہو کہ ایسا نہو کہ خطا دیکھکر گواہ بنجاوین اور محمد بن مصعب رضؓ نے اپنے ہاتھ سے اسود بن سالم کو لکھا کہ جب بندہ اپنے نفس پر زیادتی کرتا ہو اور پھر ہاتھ اٹھاکر یارب کہتا ہو تو فرشتے اسکی آواز روک دیتے ہین اسیطرح دوسری بار اور تیسری بار اتفاق ہوتا ہو یہانتک کہ چوتھی دفعہ جب یارب کہتا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ اے فرشتو مجھسے میرے بندہ کی آواز کبتک چھپاؤگے میرے بندہ نے جان لیا ہو کہ اسکے لیے سوا میرے اور کوئی پروردگار ایسا نہین جو گناہ بخشدے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اسکو بخشدیا اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین کہ ایک رات خانہ کعبہ کا طواف مجھکو تنہا نصیب ہوا اور وہ رات بہت اندھیری تھی مین نے ملتزم مین دروازہ کعبہ کے پاس کھڑے ہوکر التجا کی کہ الٰہی مجھکو گناہ سے محفوظ رکھ کہ کبھی تیری نافرمانی نکرون اسیوقت ہاتف غیبی نے خانہ کعبہ کے اندر سے آواز دی کہ اے ابراہیم تو مجھسے سوال عصمت کرتا ہو اور سب ایماندار ایسا ہی چاہتے ہین پس اگر مین سب کو معصوم کردون تو اپنا فضل اور مغفرت کسپر کرون اسی کے قریب نظامی گنجوی فرماتے ہین شعر گر گناہ من از نامدے در شمار : ترا نام کے بودے آمرزگار : اور حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اگر ایماندار گناہ نکرے تو عالم غیب و اسرار آسمانی مین اڑتا پھرے مگر خدا تعالےٰ نے گناہون کے باعث اسکو پر قینچ کردیا ہو اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ اگر کرم کی نظر ہوگی تو بدون کو نیکون مین ملا دیگی اور حضرت مالک بن دینار ابان سے ملے اور انسے فرمایا کہ کبتک لوگون کو تم رخصتون کی حدیثین سناؤگے انھون نے جواب دیا کہ میان صاحب مجھکو توقع ہو کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کا عفو تمکو اتنا نظر آویگا کہ خوشی کے مارے جامہ مین نسماؤگے اور ربعی بن حراش تابعیؒ اپنے بھائی کا حال جو عمدہ تابعین مین سے تھے اور موت کے بعد گفتگو انھون نے کی تھی اسطرح بیان کرتے ہین کہ جب میرے بھائی کی وفات ہوئی تو انکو کفن دیکر جنازہ تیار کیا انھون نے کفن اپنے منہ پر سے ہٹایا اور سیدھے بیٹھکر کہا کہ مین نے اپنے رب سے ملاقات کی اسنے میری خاطر داری راحت اور روزی سے فرمائی اور خداوند کریم مجھسے ناراض نتھا اور جیسا گمان تھا اس سے مین نے یہ امر آسان پایا اب سستی نکرو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب سب میری راہ دیکھ رہے ہین کہ مین انکے پاس پھر کر جاؤن یہ کہکر پھر گر پڑے جیسے کنکر کسی طشت مین گرتی ہو ہمنے انکو اٹھاکر دفن کیا اور حدیث مین یہ قصہ مذکور ہو کہ بنی اسرائیل مین دو شخصون نے آپس مین خدا کیواسطے بھائی چارہ کیا تھا ایک ان دونون مین سے اپنے نفس پر زیادتی کرتا تھا اور دوسرا عابد تھا اور ہمیشہ اول کو وعظ و ملامت کیا کرتا وہ اسکے جواب مین کہدیتا کہ مین جانون اور میرا پروردگار تم میرے اوپر ناظر مقرر نہین یہانتک کہ ایک روز اس عابد نے اس دوسرے شخص کو گناہ کبیرہ کرتے دیکھ لیا اور غصے مین آکر کہا کہ خدا تجھکو نہ بخشیگا خدا تعالیٰ اس عاصی سے قیامت کے روز فرماویگا کہ کیا کسی کو یہ تاب و طاقت ہو کہ میری رحمت میرے بندون سے روک لے جا مین نے تجھکو بخشدیا اور عابد سے ارشاد فرماویگا کہ تجھپر مین نے دوزخ کو لازم کردیا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عابد نے ایسی ایک بات کہی جس سے اپنی دنیا و دین خراب کرلی اور روایت ہو کہ بنی اسرائیل مین ایک چور چالیس برس تک راہزنی کیا کرتا تھا اسکے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ہوا اور آپکے پیچھے ایک عابد حواریین مین سے تھا چور نے اپنے دلمین کہا کہ یہ پیغمبر خدا یہان کو گذرتے ہین اور انکے پہلو مین ایک حواری بھی ہو اگر مین بھی اتر کر انکے

ساتھ ہو لون تو بہتر ہے یہ ارادہ کر کے اترا اور چاہتا تھا کہ عابد کے قریب جاوے مگر اسکی تعظیم اور اپنے نفس کی تحقیر کر کے کہتا تھا کہ مجھ جیسے شخص کو اس عابد کے برابر چلنا نہین چاہیے ادھر عابد نے جو معلوم کیا کہ میرے ساتھ چور آتا ہی تو اپنے دلمین کہا کہ یہ شخص میری برابری کرتا ہی اس خیال سے اس سے کنارہ کر کے آگے بڑھ گیا اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کے برابر چلنے لگا صرف چور پیچھے رہ گیا راوی کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ نے عیسٰے علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ان دونون سے کہدو کہ تمہارے پہلے عمل ہمنے باطل کر دیے اب نئے سرسے عمل کرو حواری کی حسنات جاتی رہین اسوجہ سے کہ اسنے اپنے نفس پر عجب کیا اور اس دوسرے شخص کی برائیان مٹادین اسلیے کہ اسنے اپنے نفس کو حقیر جانا حضرت نے بموجب حکم کے ان دونون کو اطلاع کر دی اور چور کو اپنے ساتھ لیا اور اسکو حواری کیا اور مسروق سے روایت ہی کہ ایک نبی انبیاء علیہم السلام مین سے سجدے مین تھے کہ کسی سرکش نے انکی گردن پر پانون ایسے زور سے رکھا کہ کنکر انکی پیشانی مین گھس گیا انھون نے سر اٹھا کر غصے مین اسکو فرمایا کہ جا تجھکو خدا ہرگز نہ بخشیگا اسیوقت انپر وحی آئی کہ میرے بندون کے باب مین مجھپر قسم کھاتے ہو مین نے اسکو بخشدیا اور اسی کے قریب وہ روایت ہی جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لیے بدعا نماز مین کیا کرتے تھے تو یہ آیت اتری لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم او یعذبہم آپ نے بدعا چھوڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے انمین سے اکثر لوگون کو مشرف باسلام فرمایا اور روایت ہی کہ دو شخص عابدون مین سے عبادت مین برابر تھے جب وہ جنت مین گئے تو ایک کو بہ نسبت دوسرے کے اونچا درجہ ملا اس کم رتبہ والے نے عرض کیا کہ الٰہی دنیا مین اس شخص نے مجھسے زیادہ عبادت نہین کی مگر تو نے اسکو بڑا رتبہ عنایت فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ شخص مجھسے دنیا مین بڑے درجون کی درخواست کیا کرتا اور تو صرف آتش دوزخ سے نجات کی دعا مانگا کرتا تھا مین نے ہر ایک بندہ کو اسکی درخواست کے بموجب عنایت کیا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عبادت رجا کے ساتھ کرنی افضل ہی اسواسطے کہ رجا والے پر محبت غالب ہوا کرتی ہی بہ نسبت خائف کے دیکھو جو بادشاہ کہ اسکی خدمت عقاب کے خوف سے کرین اور دوسرے کی خدمت انعام کی توقع سے کرین تو ان دونون مین بہت فرق ہوگا اسی سبب سے خدا تعالیٰ نے حکم حسن ظن کا فرمایا ہی اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے درجات طلب کرو کیونکہ تم سخی سے مانگتے ہو اسکے نزدیک یہ دینا کیا بڑی بات ہی اور فرمایا کہ جب تم خدا تعالیٰ سے کچھ سوال کرو تو نہایت رغبت سے مانگو اور فردوس اعلیٰ کی درخواست کرو اسلیے کہ اسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین جسکو وہ دے سکے بکر بن سلیم صواف فرماتے ہین کہ ہم مالک بن انس کے پاس اس شام کو گئے جسمین انکا انتقال ہوا ہمنے پوچھا کہ آپکا کیا حال ہی انھون نے فرمایا کہ مجھے نہین معلوم کہ تمکو کیا جواب دون مگر عنقریب تم خدا تعالیٰ کا عفو اتنا دیکھو گے جسکا کچھ تمکو گمان بھی نہوگا پھر ہم وہان ہی تھے یہانتک کہ آپکی آنکھین ہم ہی نے بند کین اور یحیٰی بن معاذ اپنی مناجات مین کہتے کہ جو توقع مجھکو گناہون کے ساتھ تجھسے ہے وہ امید اس توقع کے ساتھ بڑی ہو جاتی ہی جو مجھکو اعمال کے ساتھ تجھسے ہی اسواسطے کہ اعمال مین بڑا اخلاص ہی اور وہ مجھ مین کہان سے آیا تھا [illegible] آفت مین معروف ہون اور گناہون کے ساتھ مجھکو تیرے عفو پر بھروسا ہوتا ہی تو پھر تو کیسے گناہ نہ بخشیگا تو تو جود مین موصوف ہی روایت ہی کہ ایک مجوسی نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے یہان مہمان

ہونا چاہا آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہوجاوے تو مین کھانا کھلاؤنگا وہ مجوسی چلا گیا اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ تمنے
اسکے دین کے اختلاف کے باعث اسکو کھانا نہ کھلایا ہم اسکو ستر برس سے باوجود کفر کے کھانا دیے جاتے ہین اگر تم ایک رات
کھلا دیتے تو کیا تھا حضرت ابراہیم اسیوقت اس مجوسی کے پیچھے دوڑتے گئے اور اسکو لوٹا لائے اور ضیافت کی مجوسی نے پوچھا
کہ اب سبب ضیافت کیا ہے اول تو آپ نے انکار ہی کر دیا تھا آپ نے سارا قصہ اس سے مذکور فرمایا مجوسی نے عرض کیا کہ
خدائے تعالی مجھسے یہ معاملہ کرتا ہے پھر آپ سے عرض کر کے مسلمان ہوگیا اور استاد ابوسہل صعلوکی جو ہمیشہ ڈرانے مین
معروف تھے انھون نے ابوسہل زجاجی کو خواب مین دیکھا اور حال پوچھا انھون نے جواب دیا کہ جسقدر تم ڈرایا کرتے تھے
اس سے ہمنے معاملہ سہل دیکھا اور کسی نے استاد ابوسہل کو بہت عمدہ صورت مین خواب مین دیکھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا اور
پوچھا کہ یہ درجہ تم کو کیسے ملا انھون نے کہا کہ میرے حسن ظن کے باعث یعنی خدا تعالی کے ساتھ مجھکو گمان تھا ویسا ہی ہوا
اور ابو العباس بن شریح نے اپنے مرض موت مین خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور خداوند جبار ارشاد فرماتا ہے
کہ علما کہان ہین جب وہ حاضر ہوے تو انسے سوال ہوا کہ تمنے اپنے علم سے کیا عمل کیا سب علما نے جواب دیا کہ الٰہی ہمسے تقصیر ہوئی
اور ہمنے برا کیا۔ راوی کہتے ہین گویا یہ جواب جناب باری مین پسند نہوا اور پھر وہی سوال ہوا تاکہ کوئی اور جواب دیوین ابن شریح
کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ میرے نامۂ اعمال مین شرک نہین اور تو نے وعدہ کر لیا ہے کہ شرک سے کمتر گناہ کو معاف کر دونگا حکم ہوا
کہ اسکو لیجاؤ ہمنے سب کو بخشدیا اور یہ بزرگ اس خواب سے تین دن کے بعد رحلت کر گئے اور روایت ہے کہ ایک آدمی بہت شرابی
تھا ایکبار اپنے ہم مشربون کو جمع کر کے چار درم غلام کو دیے کہ ہم مجلس کیواسطے کچھ میوہ خرید لا وہ غلام منصور بن عمار کے دروازے
پر ہو نکلا وہ اسوقت کسی فقیر کے لیے کچھ مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی اس فقیر کو چار درم دیگا مین اسکے لیے چار دعا
مانگونگا غلام نے یہ سنکر چارون درم اس فقیر کو دیدیے منصور نے غلام سے پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہے کس چیز کیواسطے دعا مانگون
اسنے کہا کہ میرا ایک آقا ہے مین یہ چاہتا ہون کہ اس سے مجھکو نجات ملے منصور نے دعا کی اور پوچھا کہ دوسرا مطلب بیان کر اسنے کہا
کہ ان درمونکا عوض خدا تعالی مجھکو عنایت کرے انھون نے یہ بھی دعا کی اور پوچھا تیسری غرض کیا ہے اسنے کہا کہ خدائے تعالی
میرے آقا کو توبہ نصیب کرے اور اسکی توبہ قبول ہو انھون نے دعا کر کے چوتھی بات پوچھی اسنے کہا کہ خدا تعالی میری اور
تیری اور میرے آقا کی اور قوم کی سب کی مغفرت کرے منصور نے یہ دعا بھی کی پھر وہ غلام واپس آیا اسکے آقا نے پوچھا کہ تونے
دیر کیون کی اسنے تمام قصہ کہا اسنے پوچھا کہ پھر ان چارون دعا کی تشریح کر اسنے کہا اول دعا تو یہ منگوائی کہ مین آزاد ہوجاؤن
آقا نے جواب دیا کہ جا تو آزاد ہے دوسری دعا کیا تھی اسنے کہا کہ خدا تعالی نے میرے درمونکا عوض مجھکو دے آقا نے کہا کہ تجھکو
چار ہزار درم ہمنے دیے تیسری دعا بتلا اسنے کہا کہ آپ کو خدا تعالی توبۂ نصوح نصیب کرے آقا نے کہا کہ مین نے توبہ کی اب
چوتھی دعا بتلا اسنے کہا کہ چوتھی یہ تھی کہ خدا تعالی مجھکو اور تجھکو اور قوم کو اور منصور کو بخشدے آقا نے کہا کہ یہ بات میرے اختیار مین
نہین جب اس رات سویا تو خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ جو بات تیرے اختیار مین تھی وہ تو کر چکا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو ہمارے

اختیار میں ہی ہم نہ کرینگے ہینے تجھکو اور غلام اور منصور بن عمار اور سب حاضرین وقت کو بخشدیا اور عبدالوہاب بن عبد المجید ثقفی سے روایت ہی کہ میں نے دیکھا کہ تین مرد اور ایک عورت ایک جنازہ لیے جاتے ہیں میں نے عورت کی طرف کا پایہ لے لیا اور قبرستان میں جاکر بعد نماز اس میت کو دفن کیا پھر میں نے اس عورت سے پوچھا کہ یہ مردہ تیرا کون تھا اسنے کہا کہ میرا بیٹا تھا میں نے پوچھا کہ تمہارے کوئی پڑوسی نہ تھا اسنے کہا کہ پڑوسی کیون نہین ہین مگر اس مردے کو حقیر سمجھتے تھے میں نے پوچھا کہ اسمین کیا برائی تھی اسنے کہا کہ یہ لڑکا مخنث تھا مجھے اس عورت پر رحم آیا اور اسکو اپنے گھر لیجاکر کچھ نقد اور جنس اور کپڑا دیا اور اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا گویا چودھوین رات کا چاند ہی اور سفید کپڑے پہنے ہی اور میرا شکر گزار ہی میں نے پوچھا کہ تو کون ہی اسنے کہا کہ مین وہی مخنث ہون جسکو تمنے آج دفن کیا تھا لوگون نے جو مجھکو حقیر سمجھا اسلئے خدا تعالی نے مجھپر رحم کیا اور ابراہیم اطروش سے روایت ہی کہ ہم بغداد میں دجلہ کے کنارے پر حضرت معروف کرخی کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس درمیان میں ایک چھوٹی سی ڈونگی پر کچھ جوان جوان لوگ ڈھول بجاتے اور شراب پیتے اور کھیلتے نکلے لوگون نے حضرت معروف کرخی کی خدمت میں عرض کیا کہ دیکھئے یہ لوگ علانیہ خدا کی نافرمانی کرتے ہین انپر بد دعا کیجیے آپ نے ہاتھ اٹھاکر دعا کی کہ الٰہی جیسا تو نے انکو دنیا میں خوش کیا آخرت میں بھی خوش کر لوگون نے عرض کیا کہ ہماری غرض تو یہ تھی کہ آپ انپر بد دعا کرین آپنے فرمایا کہ اگر خدا تعالی انکو آخرت میں خوش کریگا تو اول دنیا مین تائب کردیگا یعنی خلاصہ میری دعا کا یہ ہی کہ انکو ان حرکات سے توبہ نصیب کر اور بعض اکابر دعا میں یون کہتے کہ الٰہی دنیا میں کون ایسا ہی جو تیری نافرمانی نہ کرتا ہو مگر تیری نعمت سب کے اوپر کامل اور رزق جاری ہی تیری شان بہت بڑی ہی اور حلم نہایت افزون کہ تیری نافرمانی بھی ہوتی ہی مگر تو رزق دیے چلا جاتا ہی اور نعمت پوری عنایت فرماتا ہی گویا کہ پروردگار کو غصہ ہی نہین ہوتا۔ حاصل یہ ہی کہ یہ اسباب ایسے ہین جنسے رجا کی روح خوف والون اور نا امیدون کے دلون میں پڑتی ہی مگر احمق و مغرورون کو ہرگز ان باتون میں سے کچھ سننا نہین چاہیے انکے لیے وہ ہی جو ہم اس باب خوف میں عنقریب لکھتے ہین اسواسطے کہ اکثر لوگ صرف خوف ہی سے اصلاح پر آتے ہین جیسے کہ شریر غلام اور لڑکا بدون کوڑے اور چھڑی اور سخت کلامی کے درست نہین ہوتا اگر انکے خلاف انسے برتا جاوے تو انکی دین و دنیا کی بہتری میں خلل واقع ہو

دوسری فصل

خوف کے بیان میں اور اسمین کئی بیان ہین اول بیان خوف کی حقیقت مین واضح ہو کہ خوف درد دل اور سوزش درونی کا نام ہی جو زمان آیندہ کی کسی بری توقع کے سبب ہوتا ہی اور رجا کی حقیقت کے بیان میں یہ بات خوب معلوم ہو چکی ہی اور جو شخص کہ خدا تعالی کے ساتھ مانوس ہو اور حق اسکے دل پر محیط ہو جاوے کہ ہمیشہ جمال حق کا مشاہدہ کرتا رہے اور اپنے زمانہ حال کو تکتا ہو تو ایسے شخص کو کچھ توجہ زمانہ مستقبل پر نہین رہتی اس جہت سے اسکو نہ خوف ہوتا ہی نہ رجا بلکہ اسکا حال ان دونون سے اعلی تر ہوتا ہی اسلیے کہ یہ دونون چیزین تو دو باگین ہین کہ نفس کو اسکی رعونتون پر نہین جانے دیتین اور اسی کیطرف اشارہ کیا ہی واسطی نے اپنے قول میں کہ خوف حجاب ہی درمیان خدا تعالی اور بندے کے اور یہ بھی بعضین کا قول ہی کہ جب باطن پر حق غالب ہوتا ہی تو دل میں گنجائش رجا اور خوف کی نہین رہتی خلاصہ یہ کہ محب کا دل اگر مشاہدہ محبوب مین خوف فراق سے مشغول ہوگا تو مشاہدے مین

عه یکتا ہوا الحسین بن ابن الوقت ہی یعنی ہر لحظہ جو موجود ہی اور جو آتا جاوے اسمین تصرفات الٰہی اپنے افعال و خلق کے حالات و افعال دیکھے اسلیے کہ خالق اعمال بھی وہی ہی جو جانب سے اسکے بندے پر الٰہی غنی عنہ

نقصان ہوگا بلکہ مشاہدے کا مدام رہنا انتہاے مقامات ہو لیکن اب ہم شروع مقامات مین گفتگو کرتے ہین جہان خوف بھی ہوتا ہو
پس کہتے ہین کہ حالت خوف بھی تین چیزون سے مرکب ہوتی ہو اول علم دوم حال سوم عمل علم سے وہ علم مقصود ہو جس سے اوراک
اس سبب کا ہو جو برائی کیطرف پہونچاوے مثلاً کسی شخص نے کسی بادشاہ کا قصور کیا اور پھر اسکے ہاتھ مین اسیر ہوا تو اسکو ڈر اپنے مارے
جانیکا ہوگا ہر چند معاف ہوجانا او بھاگ جانا بھی ممکن ہو الا اسکے دل کو صدمہ خوف کا اسیقدر ہوگا جسقدر علم اسباب موجب قتل کا قوی ہوگا
اور وہ اسباب یہ ہین کہ اپنے قصور کا بڑا ہونا اور بادشاہ کا بذات خاص کینہ ور اور غضبناک ور انتقام کش ہونا اور اسپر ایسے لوگون کا محیط
ہونا جو انتقام پر آمادہ کرین اور کسی سفارشی کا اسکے باب مین وہان نہونا اور خود خائف کا تمام وسائل اور حسنات سے عاری ہونا جیسے
اپنے قصور کا نشان صفحۂ خاطر بادشاہ سے مٹا سکے پس ان اسباب کا جمع ہونا اور انکا علم مجرم کو ہونا سبب قوت خوف اور شدت صدمہ
دل کا ہو اور جسقدر یہ اسباب ضعیف ہونگے اسیقدر خوف بھی کم ہوگا اور کبھی خوف کسی قصور کے کرنیسے نہین ہوتا بلکہ خوف کی چیز کی
خاصیت کے جاننے سے ہوتا ہو مثلاً کوئی درندے کے پنجے مین گرفتار ہو تو اسکو درندے کا خوف اسی جہت سے ہو کہ اسکا وصف
چیر پھاڑ کا معلوم ہو گو یہ وصف درندے کا اختیاری ہو اور کبھی خوف ایسے وصف سے ہوتا ہو جو ڈر کی چیز مین اختیاری نہین
ہوتا بلکہ سرشت مین ہوتا ہو جیسے کوئی رو کی دھار مین جا پڑے یا جہان آگ لگی ہو اسکے پاس رہتا ہو تو پانی اور آگ کا خوف
اسی جہت سے ہو کہ یہ چیزین اپنی طبیعت کی رو سے ڈبونے اور جلانے پر مجبول ہین غرضکہ علم برے اسباب کا اسباب کا سبب
ہوتا ہو کہ اس سے سوزش دل اور درد درونی اٹھے اور اسی سوزش کا نام خوف ہو اسیطرح خدا سے خوف کرنا کبھی تو خدائے
تعالیٰ کی معرفت اور اسکے صفات کے جاننے سے ہوتا ہو کہ اگر وہ تمام عالم کو ہلاک کر دے تو اسکو کچھ پروانہ ہو اور نہ اسکو کوئی
روک سکے اور کبھی بندہ اپنے گناہون کی کثرت کے باعث خوف کرتا ہو اور کبھی ان دونون باتون کے جمع ہونیسے ہوتا ہو اور جسقدر
کہ اپنی برائیان اور خدا تعالےٰ کی بزرگی اور اسکا استغنا معلوم ہوگا اور یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہو اس سے کوئی پوچھنے والا نہین اور
بندون سے ہر ایک بات کی پرسش ہوگی اسیقدر خوف کو بھی قوت ہوگی اس سے یہ لازم آیا کہ سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے وہی
شخص ڈریگا جو اپنے نفس کو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ جانتا ہوگا اور اسی جہت سے حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ بخدا مین
تمہاری نسبت خدائے تعالیٰ کا خوف زیادہ کرتا ہون اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء پھر جب یہ معرفت پوری
ہوتی ہو تو مورث حالت خوف اور سوزش دل کی ہوتی ہو پھر اثر اس سوزش کا دل سے بدن اور اعضا اور صفات پر پہونچتا ہو
بدن مین اسکی تاثیر لاغری اور زردی اور بیہوشی اور رونا اور چیخنا ہو اور کبھی اس سوزش کے باعث پتا پھٹ جاتا ہو اور موجب
موت ہوتا ہو یا اگر حرارت مذکور دماغ مین چڑھ جاتی ہو تو عقل فاسد ہوجاتی ہو اور اگر یہ حرارت قوی ہوتی ہو تو مورث ناامیدی
اور یاس کی ہوتی ہو۔ اور اعضا مین اسکی تاثیر یہ ہو کہ انکو گناہون سے روکتی ہو اور طاعات کا مقید کر دیتی ہے کہ تلافی تقصیر گذشتہ
اور استعداد آئندہ حاصل ہو اور اسیواسطے کہتے ہین کہ خائف اسکو نہین کہتے جو رو کر اپنی آنکھین پونچھ ڈالے حملہ خائف وہ ہو کہ جس
چیز سے خوف سزا جانے اسکو چھوڑ دے اور ابو القاسم حکیم کہتے ہین کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہو اس سے دور بھاگتا ہو مگر جو خدا سے

اور تا ہو وہ اسی کیطرف بھاگتا ہو اور ذوالنُّون سے کسینے پوچھا کہ بندہ خائف کب ہوتا ہو انھون نے فرمایا کہ جب اپنے آپ کو مریض کی طرح
بنالے جو زیادتی مرض کے خوف سے پرہیز کیا کرتا ہو۔ اور صفات مین اثر خوف سے شہوات کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور لذات سے
مکدر معلوم ہوتے ہین یہانتک کہ جو گناہ محبوب تھے وہ بُرے معلوم ہوتے ہین جیسے کسی کو شہد کی رغبت ہو مگر جب سنے کہ اس مین
زہر ہو تو خوف کے مارے رغبت اسکی نہین رہتی اسیطرح اور شہوات کا حال ہوتا ہو کہ خوف سے جلجاتے ہین اور اعضا ادب کے پابند
ہو جاتے ہین دلمین انکسار اور خشوع اور مسکنت آتی ہو اور کبر اور حقد اور حسد دور ہوتی ہو بالکہ بتمام ہمت اپنے خوف ہی مین آدمی
لگ جاتا ہو اور اپنے انجام کار کا خطرہ (خوف ۱۲) مد نظر رکھتا ہو اور چیز کیطرف مشغول ہونے کی فرصت ہی نہین رہتی بجز مراقبہ اور محاسبہ اور مجاہدہ کے
اور کام نہین کرتا ایک ایک سانس اور ایک ایک لحظہ اور قدم اور لفظ کے ضائع کرنیکا بخل ہو جاتا ہو اور اسکا حال ایسا ہوتا ہو جیسے
کوئی موذی درندے کے پنجے مین پڑ جاوے اور اسکو یہ نہ معلوم ہو کہ اسکی غفلت مین مین بھاگ جاؤنگا یا اسکے حملے مین لقمۂ اجل
ہونگا تو ایسی صورت مین اس شخص کا ظاہر و باطن اسی درندے کیطرف لگا رہیگا غیر چیز کو مجال اسمین آنے کی نہو گی یہی حال اس
شخص کا ہوتا ہو جسپر غلبۂ خوف زیادہ ہو اور کچھ لوگونکا صحابہ و تابعین (رض) مین سے یہی حال تھا اور مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ اسیقدر
قوی ہوتا ہو جتنا قوی خوف ہوتا ہو جو درد دل اور اسکی سوزش کا نام ہو اور خوف کو اسیقدر قوت ہوتی ہے جسقدر کہ معرفت
خدا تعالیٰ کے جلال اور صفات اور افعال کی اور اپنے نفس کے عیوب کی اور ان خطرون اور دہشتون کی جو نفس کو پیش آمدنی
ثابت ہوتی ہو اور تاثیر خوف کے ظاہر ہونیکا عمل مین ادنی درجہ یہ ہو کہ آدمی محرمات اور ممنوعات شرعی سے باز رہے اور حرام
چیزون سے باز رہنے کو ورع کہتے ہین اگر خوف کو اور قوت زیادہ ہو گی تو ایسے اشیا سے بھی باز رہیگا جنمین امکان حرمت کا اسکتا
ہو یعنی جو اشیا یقینی حرام نہین کچھ شبہہ انکی حرمت کا ہو انسے بھی ہاتھ کھینچے گا اس رتبے کا نام تقویٰ ہو کیونکہ تقویٰ اسکو کہتے ہین کہ
شبہے کی چیز کو ترک کر دے اور یقینی پر عمل کرے اور کبھی یہ حال ہوتا ہو کہ ایسی چیزون کو جنمین کچھ مضائقہ نہین ہوتا شبہات کے خوف
کے باعث ترک کر دیتا ہو اس رتبے کا نام صدق فی التقویٰ ہو اور اگر اسپر اتنی بات اور زیادہ ہو کہ تجرد یکھی ہو یعنی محض انھین اشیا کو
استعمال کرے جو اسکے کام کی ہین مثلاً جس گھر مین نہ رہتا ہو اسکی تعمیر نہ کرے اور جو کھانے کی چیز نہو اسکو جمع نکرے اور دنیا کیطرف
التفات نکرے اور جانے کہ یہ علیحدہ ہو جاویگی اور کوئی سانس بغیر خدا تعالیٰ مین صرف نکرے تو اسکا نام صدق ہو اور ایسے شخص
کو صدیق کہنا زیبا ہو اور یہ درجات ایسی طرح ہین کہ اوپر کا درجہ نیچے والے سے عام ہو اور اسمین نیچے کا درجہ داخل ہو مثلاً صدق
مین تقویٰ داخل ہو اور تقویٰ مین ورع اور ورع مین عفت کیونکہ عفت نام اسی ورع کا ہو جو صرف مقتضائے شہوت سے باز
رہنے کے لیے ہو۔ غرضکہ تاثیر خوف کی اعضا مین رکنے سے بھی ہو اور اعمال پر مبادرت کرنے سے بھی مگر اعضا جو اعمال سے باز
رہتے ہین تو ہر ایک چیز سے باز رہنے سے ایک نیا نام ہو جاتا ہو مثلاً اگر شہوت سے باز رہین تو اس رکنے کو عفت کہتے ہین اور اس
سے اوپر مرتبہ ورع کا ہو جو اسکی نسبت عام ہو کیونکہ ورع ہر ممنوع چیز سے رکنے کو کہتے ہین تخصیص شہوت کی نہین اور ورع سے
بڑھکر تقویٰ ہو اسواسطے کہ تقویٰ ممنوع اور شبہے کی چیز دونون سے باز رہنے کا نام ہو اور اس سے بڑھکر صدق اور قرب

ہے کہ شبہے کے خوف سے مباح چیز سے باز رہنے کا نام ہو اور چونکہ ان درجات مین سے ہر ایک درجہ اپنے پہلے درجے سے بڑھکر ہے تو اگر سب سے آخر کا درجہ بولا جاویگا تو اسمین گویا سب درجے آجاوینگے مثلاً اگر یون کہو کہ انسان عربی ہو یا عجمی اور عربی یا قریشی ہے یا نہین اور قریشی ہاشمی ہو یا نہین اور ہاشمی یا اولاد علی ہو یا نہین اولاد حضرت علیؓ کی یا حسنی ہو یا حسینی تو سب سے بڑھکر درجہ انسان مین حسنی اور حسینی ہوگا پس اگر کسی شخص کو مثلاً حسینی کہوگے تو اسمین سب نیچے کے اوصاف ضرور ہونگے مثلاً وہ حضرت علیؓ کی اولاد اور ہاشمی اور قریشی اور عربی ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کو صدیق کہین تو اس رتبے کے نیچے جتنے اوصاف ہین وہ سب اسمین ہونگے یعنے صدیق کہنا ایسا ہو کہ وہ شخص متقی اور صاحب ورع اور عفت والا ہو تو یہ نہ گمان چاہیے کہ ان درجات کے جو الفاظ جدا جدا ہین انکے معانی بھی ایک دوسرے سے تباین اور علیحدہ ہونگے اگر ایسا سمجھا جاویگا تو امر حق مشتبہ ہو جاویگا چنانچہ جو لوگ الفاظ سے معانی کی طلب کیا کرتے ہین انکا یہی حال ہوتا ہو اگر الفاظ کو تابع معانی کرین تو ہرگز شبہے مین نہ پڑین یہ بے اشارہ خوف کے معنی کلی کا اور اس چیز کا جسکو اوپر کی طرف سے متضمن ہو یعنی وہ معرفت جو موجب خوف ہوتی ہو اور جسکو نیچے کیطرف سے شامل ہو یعنی وہ اعمال جو خوف سے صادر ہوتے ہین یا متروک

دوسرا بیان خوف کے درجات کا اور قوت و ضعف مین اسکے مختلف ہونیکا یہ تو پہلے گذر چکا کہ خوف اچھی چیز ہے الا کبھی قیاس اسبات کا مقتضی ہوتا ہو کہ اچھی چیز جتنی قوی اور زیادہ ہو گی اتنی ہی خوبی کی بات ہے اس اعتبار سے خوف کی قوت و شدت جسقدر ہو بہتر ہو حالانکہ یہ غلط ہو بلکہ خوف ایک تازیانہ ہو کہ جس سے خدا تعالی اپنے بندون کو علم وعمل کی مواظبت کیلئے ہنکاتا ہو تاکہ ان دونون سے مرتبۂ قرب الٰہی حاصل ہو اور چوپایہ اور لڑکے سے کسی دم کوڑے کو علیحدہ نہین کرنا چاہیے مگر اس سے نہ جاننا چاہیے کہ بہت پیٹنا اچھا ہو بلکہ اسکی ایک حد معین ہے اسیطرح خوف کے لیے بھی کمی اور بیشی ہو اور عمدہ بات اعتدال ہو جو خوف کہ کم ہو اسکو مثل عورتون کی رونے کے جاننا چاہیے کہ جب کوئی آیت قرآنی سنتی ہین یا اور کوئی سبب خوفناک پیش آتا ہو تو ڈر کر رونے اور آنسو بہانے لگتی ہین جب وہ سبب آنکھون سے غائب ہوا تو دل غفلت کیطرف رجوع کرتا ہو تو اسطرح کا خوف حد اعتدال سے کم ہو اور اسمین فائدہ بھی قلیل ہو اور اسکی مثال ایسی ہو جیسے کہ بڑے قوی جانور کے ایک نرم و کمزور ٹہنی درخت کی مارو کہ اس سے نہ اسکو رنج پہونچیگا اور نہ روبراہ ہوگا اور نہ کام خاطر خواہ دیگا اور لوگون کا خوف سب کا اسی قسم کا ہو عارف اور علما البتہ اس سے مستثنے ہین اور ہماری غرض علما سے وہ عالم نہین کہ لباس عالمون کا سا پہن لیا اور نام کے فاضل بنگئے ایسے لوگ تو سب لوگون سے زیادہ بخوف ہین بلکہ ہماری غرض عالمون سے وہ لوگ ہین جو خدا تعالی اور اسکی نعمتون اور افعال کو جانتے ہون اور ایسے لوگون کا وجود اب کم ہے اور اسی جہت سے حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہین کہ جب تم سے کوئی سوال کرے کہ خدا تعالی سے ڈرتے ہو تو اسکے جواب مین چپ ہو رہو کیونکہ اگر کہوگے نہین ڈرتے تو کافر ہو جاؤگے اور اگر کہوگے کہ ڈرتے ہین تو جھوٹے ہوگے اور اس مین اس اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہو جو اعضا کو گناہون سے روکدے اور طاعت کا پابند کردے اور جبتک تاثیر خوف کی اعضا مین

ہوگی تو اسکا نام وسوسہ اور جنبش خاطر رکھنا چاہیے اسکو خوف کہنا زیبا نہین اور حد اعتدال سے زیادہ خوف یہ ہو کہ آدمی ناامیدی
اور یاس مین جا پڑے اور یہ بھی ممنوع ہو اسلیے کہ عمل کی مانع ہو حالانکہ غرض خوف سے وہی ہو جو کوڑے سے ہوتی ہے کہ کام پر آمادہ
کرنا اور اگر خوف مین عمل ہی نہوا تو خوبی کی بات نہوگی کیونکہ حقیقت مین تو نقصان ہو اور وجہ نقصان کی یہ ہو کہ منشا اس خوف کا جہل
اور عاجزی ہو جہل تو یہ ہو کہ اپنے انجام کار کو نہین جانتا اور اگر جانتا تو خائف نہوتا کیونکہ خائف ہی کو انجام مین تردد رہا کرتا ہو اور عاجزی
یہ ہو کہ اس امر سے ایسے ایک بیچ مین پڑا جاتا ہو کہ جسکے دور کرنے کی قدرت اسکو نہین غرضکہ اگر باعتبار نقص آدمی کے دیکھین تب
تو اس قسم کے خوف کو اچھا کہہ سکتے ہین کہ نہونے سے ہونا اچھا ہو اگر واقع مین عمدہ بذات خود علم و قدرت اور ایسی چیزین ہین
جن سے خداتعالی کا وصف ہو سکتا ہو اور جسے کہ نہین ہو سکتا وہ بذات خود کچھ کمال کی اشیا نہین بلکہ باعتبار ایسے نقصان کے
جو اس وصف سے زیادہ ہو اچھے متصور ہوتے ہین مثلاً مشقت دوا کی اٹھانی خود اچھی نہین بلکہ باعتبار اسکے کہ وہ مرض اور موت
کی نسبت آسان ہو اسلیے اچھی ہو بہر حال جو خوف کہ موجب ناامیدی ہو مذموم ہو اور کبھی خوف موجب مرض اور ضعف اور حیرانی
اور بیہوشی اور دیوانگی اور موت کا ہو جاتا ہو اور یہ قسم بھی مذموم ہے جیسے کہ وہ مار جس سے لڑکے کی جان جاتی رہے اور کوڑا جس سے
جانور ہلاک ہو جاوے یا بیمار پڑ جاوے یا کوئی عضو ٹوٹ جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اسباب رجا کے مذکور فرمائے اور انکی
کثرت بیان فرمائی اسی غرض سے کہ خوف مفرط کے صدمہ کا علاج اس سے کیا جاوے جو باعث ناامیدی یا مرض وغیرہ اشیا کا ہو اسلیے کہ
جو چیز کسی دوسری شے کے لیے مطلوب ہوتی ہو تو اسمین سے عمدہ وہی ہوتی ہو جس سے مقصود حاصل ہو اور جو مقصود تک نہ پہونچسکے
یا اس سے بڑھ جاوے تو وہ مذموم ہوتی ہو اور ازانجا کہ خوف کا فائدہ بچنا اور پرہیز و تقوے کرنا اور مجاہدہ و عبادت و فکر و ذکر مین
مشغول ہونا اور تمام اسباب خداتعالی تک پہونچانے والون کا حاصل ہونا ہو اور انمین سے ہر ایک امر زندگی اور تندرستی اور سلامتی عقل
پر موقوف ہو اسلیے کہ جو خوف کہ ان اسباب مین خلل انداز ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا اب اگر یہ کہو کہ جو شخص خوف خدا کرے اور خوف
کے مارے مرجاوے تو وہ شہید مرتا ہو تو ایسے شخص کا حال مذموم کیسے کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ اس شخص کے شہید ہونیکے یہ معنے
ہین کہ خوف کے باعث مرنے سے اسکو ایسا رتبہ ملیگا کہ اگر اسوقت مین خوف کے باعث نہ مرتا تو وہ ایسا رتبہ نہ پاتا ایسی نظر سے
اسکو فضیلت ہو لیکن اگر فرض کرو کہ وہ زندہ رہتا اور بہت عمر پاتا اور خدا کی اطاعت اور سلوک راہ معرفت مین سرگرم رہتا تو اس
حالت پر اسکی موت کو کسی طرح فضیلت نہین بلکہ یہان معاملہ اور ہی ہو کہ جو شخص فکر اور مجاہدہ سے اللہ تعالی کی معرفت مین قدم مارتا ہو
اور معارف کے درجات مین ترقی کرتا ہو اسکو ہر لحظہ رتبہ ایک شہید کا کیا بہت سے شہدا کا ملتا ہو اور اگر ایسا نہو تو لازم آویگا کہ جو لڑکا قتل
ہو جاوے یا دیوانہ کہ اسکو کوئی درندہ چیر ڈالے اسکا رتبہ نبی اور ولی سے جو اپنی موت سے وفات پاوین افضل ہو حالانکہ یہ امر محال ہو
پس ہرگز گمان نکرنا چاہیے کہ خوف سے مرجانا افضل ہو بلکہ تم افضل سعادت یہی ہو کہ طاعت الٰہی مین عمر زیادہ ہو تو جس خوف سے کہ عمر جاتی رہے یا
عقل یا صحت مین فتور پڑے کہ اس سے زندگی بیکار ہو جاوے تو اسکو چند امور کی نسبت نقصان جاننا چاہیے گو اسکے بعض اقسام کو
بعض امور کے اعتبار سے فضیلت ہو جیسے شہادت کو مثلاً فضیلت ایسی یا تو نبی ہو جو اس سے کمتر ہین یا نہ نبیین اور صدیقین کے درجہ کی نسبت

بحال

بہرحال خوف اگر عمل مین کچھ اثر نکرے تو اسکا وجود وعدم مساوی ہو جیسا وہ کوڑا جس سے جانور اپنی چال نہ بڑھاوے اور اگر تاثیر کرے تو جسقدر اسکی تاثیر ظاہر ہوگی ویسا ہی اسکا درجہ ہوگا مثلاً اگر صرف خوف کے باعث مقتضاے شہوت ہی سے باز رہے تو صرف عفت کا درجہ ملیگا اور اگر خوف موجب ورع ہوگا تو پہلے کی نسبت زیادہ درجہ ہوگا اور سب سے بڑا درجہ یہ ہو کہ اسکا ثمرہ صدیقین کا درجہ ہو جاوے یعنی اپنے ظاہر وباطن کو خداتعالی کے غیر سے ہٹا دے یہانتک کہ غیر اللہ کی اسمین گنجائش ہی نرہے یہ درجہ خوف کا نہایت محمود ہو اور یہ تندرستی اور عقل کی سلامتی کے ساتھ میسر ہوتا ہو پس اگر خوف اس درجہ سے بڑھجاوے اور عقل خواہ صحت کو دور کر دے تو اسکو مرض جاننا چاہیے اور اسکا علاج ضروری ہو اگر ہو سکے اور اگر یہ درجہ اچھا ہوتا تو اسباب رجا وغیرہ سے اسکا علاج کیا ضرور تھا کہ خوف نرہے اسی جہت سے حضرت سہل تستری رح اپنے ان مریدون سے جو بہت دنون فاقہ کرتے تھے فرمایا کرتے کہ اپنی عقلون کی حفاظت کرتے رہنا اسلیے کہ خداتعالی کے اولیا مین سے کوئی شخص کم عقل نہین ہوا

تیسرا بیان خوف کے اقسام بہ نسبت اس چیز کے جس سے خوف کیا جاتا ہو پہلے معلوم ہو چکا کہ خوف کسی بری بات کی توقع سے ہوتا ہو اور بری چیز دو طرح کی ہوتی ہو یا تو یہ کہ خود اپنی ذات سے بری ہو جیسے آتش دوزخ یا یہ کہ اسمین یہ برائی ہو کہ ذریعہ دوسری بری چیز کا پڑتی ہو مثلاً گنہگار گناہون کو اس جہت سے برا جانتے ہین کہ آخرت مین انکے ذریعہ سے تکلیف ہوگی جیسے بیمار آدمی مضر میوون کو برا سمجھتا ہو اسلیے کہ وہ موت کا باعث ہوتے ہین پس ہر خوف کرنیوالے کو ضرور ہو کہ اپنے نفس مین کوئی بات تکلیف وہ ان دونون قسمون مین سے ٹھہرالے اور اسکی توقع دلمین اتنی بڑھے کہ دل اسکی تکلیف کو سوچکر جلنے لگے اور خائفین کا حال باعتبار مکروہ کے لیر چھا جانے کے جدا جدا ہو اول فرقہ وہ لوگ ہین جنکے دل پر ایسی چیز غالب ہو جاتی ہو جو بذات خود مکروہ نہین ہوتی الا یہ کسی دوسری چیز کا باعث ہو کر وہ ہوتی ہو مثلاً بعضون پر توبہ سے پیشتر مرجانے کا خوف ہوتا ہو اور بعضون کو توبہ شکنی اور عہد شکنی کا اسی قسم کے خوف مین یہ خوف بھی داخل ہین کہ اس بات سے ڈرنا کہ حقوق الہی کے پورا کرنے کے لیے ہماری قوت ضعیف ہو یا دل کی نرمی کے جاتے رہنے اور سختی سے مبدل ہونیکا خوف یا استقامت سے ٹل جانے کا خوف یا اتباع شہوات مین عادات کے مستولی ہونے کا خوف یا اس بات سے ڈرنا کہ کہین خداے تعالی ہم کو ہمارے حسنات کے حوالہ نہ کر دے جن پر ہم کو بھروسا ہو اور بندون مین انکے باعث ہماری عزت ہو یا کثرت نعماے الہی سے اترانے کا ڈر یا اللہ کیطرف سے اعراض کر کے غیر اللہ کیطرف مشغول ہونیکا ڈر یا پے در پے نعمتون کے آنیسے مہلت ملنے کا خوف یا طاعات کے مکروفریب ظاہر ہونیکا ڈر یا اسکے حضور مین منکشف ہونے کا ڈر یا لوگون کے باب مین جو کچھ غیبت اور خیانت اور کینہ اور بدمعاملگی کی ہو اسکی جزا کا خوف یا یہ ڈر کہ نہ معلوم بقیہ زندگی مین کیا کیا قصور سرزد ہونگے یا گناہون کی سزا دنیا مین ہونے اور موت سے پہلے رسوا ہونے کا خوف یا دنیا کی زیبایش سے دھوکے مین پڑجانیکا خوف یا اپنے باطن پر غفلت کی حالت مین خداتعالے کے واقف ہونیکا ڈر یا موت کیوقت برا خاتمہ ہونیکا خوف یا اپنی تقدیر سابق ازلی کا خوف غرض اسطرح کے خوف عارفین کو ہوا کرتے ہین اور ہر ایک خوف سے ایک فائدہ خاص ہے یعنی جس بات سے خوف ہو اس سے آدمی بچا رہتا ہو مثلاً جو شخص اپنے اوپر کسی عادت کے پڑجانے کا خوف کرتا ہوگا وہ اس عادت

کے چھوڑنے کی مواظبت کریگا اور جو شخص کہ اس بات سے ڈرتا ہوگا کہ خدائے تعالی میرے باطن پر غفلت مین واقف ہے تو وہ اپنے دل کی صفائی کی فکر کریگا اور اسکو وسوسون سے پاک کریگا اسی طرح اور اقسام کو خیال کرنا چاہیے اور ان سب ڈر کی چیزون سے متقیون پر خاتمے کا خوف اکثر رہتا ہے اسلیے کہ اسمین بڑا خطرہ ہے اور اعلے قسم خوف کی جس سے کمال معرفت پر دلیل ہو وہ سابقہ ازلی کا خوف ہے کہ خدا جانے کہ قسمت مین ہماری کیا لکھا ہوگا : اسلیے خاتمہ اس سابقہ تقدیر کا ثمرہ اور فرع ہے فقط بیچ مین چند اسباب پڑ گئے ہین خاتمے سے جو بات کہ لوح محفوظ مین لکھی ہوئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے اور اگر دو شخص فرض کیے جاوین کہ ایک سابقے سے ڈرتا ہے اور ایک خاتمے سے تو انکی مثال ایسی ہوگی جیسے دو شخص جن کے حق مین بادشاہ کوئی فرمان لکھ دے اور معلوم نہو کہ اس مین گردن مارنے کو لکھا ہے یا عہدۂ وزارت اور انعام و خلعت دینے کو اور وہ فرمان ابھی ان دونون کے پاس نہین پہونچا مگر ایک شخص کا دل تو پہونچنے کے وقت پر لگا رہے کہ جب کھلے گا تو نہ معلوم کیا لکھا ہوگا اور دوسرے شخص کا دل حکم دینے کی حالت پر وابستہ ہو کہ نہ معلوم بادشاہ کا مزاج اسوقت بر سر رحم تھا یا بر سر غضب تو ظاہر ہے کہ اس دوسرے شخص کی التفات سبب حکم کیطرف ہے اور اول کی فرع کیطرف اسی جہت سے التفات دوم بہ نسبت اول کے اعلے ہے اسیطرح لحاظ کرنا قضائے ازلی کا جسکے لکھنے کے لیے قلم چل چکا ہے اعلے ہے بہ نسبت لحاظ کرنے اسی بات کے جو خاتمے پر ظاہر ہوگی اور اسی کی طرف اشارہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کہ آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے تو آپ نے اپنی دہنی مٹھی بند کی اور فرمایا کہ یہ نوشتہ الٰہی ہے اسمین اہل جنت کے نام اور انکے باپ کے نام لکھے ہین نہ ان مین زیادہ ہونگے نہ کم پھر بائین مٹھی بند کی اور فرمایا کہ یہ خدا تعالی کا نوشتہ ہے اسمین دوزخیون کے نام اور انکے آبا کے نام مندرج ہین کمی بیشی کچھ نہو گی جو لوگ تقدیر مین اہل سعادت ہین وہ بدبختون کے کام کرینگے یہانتک کہ لوگ انکو کہینگے کہ یہ بھی گویا بدبختون ہی مین سے ہین بلکہ یقیناً وہی ہین مگر خدا تعالے مرنے سے پہلے گو ایک لمحہ پہلے ہی کیون نہو انکو بچا لیتا ہے اور جو ازلی بدبخت ہین وہ نیک بختون کے کام یہانتک کرینگے کہ لوگ کہینگے کہ یہ بھی گویا سعید ہین بلکہ یقیناً ہین مگر خدا تعالی انکو مرنے سے پیشتر اگرچہ تھوڑا ہی پہلے ہو زمرۂ نیکبختون سے خارج کر دیتا ہے سعید وہی ہے جو قضائے الٰہی سے سعید ہو چکا ہے اور بدبخت بھی وہی ہے جسپر قلم شقاوت ازل مین چل چکا ہے اور عملون کا مدار خاتمون پر ہے انتہی اور ان دونون خوف کرنے والون کو یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ انکا خوف ایسا ہو جیسے دو شخص جنمین سے ایک اپنے گناہ و تقصیر سے ڈرتا ہو اور دوسرا خود خدائے تعالے سے ڈرتا ہو باینوجہ کہ اسکا وصف اور جلال جو مقتضی ہیبت و رعب ہے جانتا ہو تو ان دونون مین سے یہی دوسرا شخص رتبے مین اعلے ہے اور اسیوجہ سے یہ خوف باقی رہتا ہے گو آدمی صدیقین کی سی طاعت مین ہو مگر شخص اول دہوکا کھانے کے مقام پر ہے اور اگر مواظبت طاعت پر کرے تو امن بھی حاصل کر سکتا ہے غرضکہ گناہ سے ڈرنا صلحا کا خوف ہوتا ہے اور خدا تعالی سے ڈرنا موحدون اور صدیقون کا خوف ہے اور یہ خوف معرفت الٰہی کا ثمرہ ہے جس شخص نے کہ خدا کو پہچانا اور اسکے صفات کو جانا تو اسکے اوصاف ایسے بھی اسکو معلوم ہونگے کہ انکے ہوتے ہوے اس سے ڈرنا ہی زیبا ہے گو تصور نکیا ہو بلکہ اگر گناہ گار نہ

خداتعالیٰ کے حق معرفت پہچانے تو خدا ہی سے ڈرے اور اپنے گناہ سے نہ ڈرے اور اگر خداتعالےٰ کو اپنی ذات پاک سے خوف دلانا منظور نہوتا تو گناہگار کو گناہ کے قابو مین کیون کرتا اور گناہ کی سبیل اسپر آسان کیون ہوتی اسکے اسباب مہیا کیون فرماتا اسباب معصیت کے مہیا کردینے بھی تو رحمت سے دور کرنا ہو اور مجرم سے قبل گناہ کوئی ایسی خطا نہین ہوئی تھی جسکے باعث اسبات کا مستحق ہو کہ معصیت مین مبتلا کیا جاوے اور اسکے لوازم اسپر جاری ہون اور نہ جو شخص طاعت گذار ہے اسکے لیے طاعت سے پہلے کوئی وسیلہ تھا جسکے باعث اسکے لیے اسباب طاعت مہیا ہو گئے اور ثواب کے طریق تبلائے گئے بہر حال گناہگار پر حکم گناہ کا ہو گیا وہ چاہے یا نہ چاہے اور مطیع پر حکم طاعت ہو چکا اسکی مرضی ہو یا نہو پھر جب اس دربار لا پروا کا یہ حال ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بدون کسی ذریعہ سابق کے تو اتنا اونچا درجہ دے کہ اعلےٰ علیین تک پہونچا دے اور ابوجہل کو اتنا نیچے اتارے کہ اسفل السافلین مین پہونچا دے حالانکہ اسنے اپنے ہونے سے پہلے کوئی قصور نکیا تھا ایسی ذات سے اور ایسے جلال سے ڈرنا ہی زیبا ہو دیکھو جو کوئی اطاعت کرتا ہو تو اسیطرح کرتا ہو کہ خداتعالیٰ اسپر ارادہ طاعت کا مسلط کردیتا ہو اور اسکو قدرت عنایت فرماتا ہو اور بعد پیدائش ارادہ پختہ اور قدرت کامل کے فعل ضروری ہوتا ہو یعنی ظہور طاعت مطیع سے ہوتا ہو اسی طرح گناہگار جو گناہ کرتا ہو اسپر ارادہ پختہ گناہ کا مسلط کردیا جاتا ہو اور قدرت و اسباب اسکے سب دے دیے جاتے ہین جب ارادہ مصمم اور قدرت و لوازم ہین تو گناہ ضروری ہوگا اب ہمکو یہ معلوم نہین کہ کیا وجہ ہے کہ شخص اول کو بزرگی دیگئی اور ارادہ طاعات کو اسی پر مخصوص کردیا اور دوسرے کی اہانت اور دور کرنے کا باعث کیا ہوا کہ اسپر لوازم معصیت مسلط کیے گئے اور یہ بھی نہین جانتے کہ ان باتون کو بندے پر حوالہ کیسے کرین اور جبکہ انجام حوالہ قضائے ازلی ہو بدون تقصیر اور بدون وسیلے ٹھہرتا ہی تو ظاہر ہو کہ ایسے شخص سے خوف ہی کرنا ہر عاقل کو زیبا ہی جو ہر وقت جو چاہے سو کرے علاوہ ازین اس سے زیادہ اور کچھ کہ نہین سکتے کیونکہ اسکے بعد معاملہ تقدیر کا ہو جسکا افشا درست نہین اور اس سے خوف کا سمجھانا خداتعالیٰ کے صفات مین بدون مثال کے ممکن نہین اور اگر شرع اذن نہ دیتی تو کسی تعبیر کرنے والے کی مقدور نہ تھی کہ مثال ذکر کرے مگر چونکہ حدیث مین مثال مذکور ہو اسلیے اسکا نقل کرنا سمجھانے کیلیے مناسب ہے چنانچہ وارد ہو کہ خداتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ اے داؤد مجھسے ایسا ڈر جیسا درندہ اندار سان سے ڈرتا ہو اس مثال سے حاصل مطلب معلوم ہوتا ہو گو سبب پر واقفیت نہین ہوتی اسلیے کہ سبب سے واقف ہونا بعینہٖ راز تقدیر کا واقف ہونا ہو اور وہ راز ہر ایک کو نہین تبلایا جاتا جو اسکا اہل ہوتا ہو اسکو تبلایا جاتا ہو اور مطلب مثال مذکور کا یہ ہو کہ درندے سے جو آدمی خوف کرتا ہو تو اس جہت سے نہین کہ اسنے کوئی قصور اس جانور کا کیا ہو بلکہ اسکی خاصیت گرفت اور حملہ اور کبر اور ہیبت سے ڈرتا ہی کہ جو چاہتا ہو سو کر بیٹھتا ہو ذرا تامل نہین کرتا اگر آدمی کو چیر ڈالے تو دلمین کچھ رقت اور درد نہین کرتا اور اگر چھوڑ دے تو کچھ اس جہت سے نہین کہ اسکو آدمی پر شفقت آگئی اور جان بچانے کے مارے چھوڑ دیا بلکہ آدمی کا وجود اسکے نزدیک اتنا بھی نہین کہ حالت حیات مین یا موت مین اسکی طرف لحاظ کرے ایک آدمی کیا ہزار آدمیون کا مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کا مار ڈالنا اسکے نزدیک برابر ہو کیونکہ دونون

مین اسکی درندگی اور قدرت اور حملے مین کچھ فرق نہین آتا بس حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا باقی رہا خوف خدا سو اسکی مثال اس سے اعلٰے ہو وہ خود فرماتا ہو ولله المثل الاعلى لیکن جس شخص نے کہ خدا تعالےٰ کو جانا ہو اسنے مشاہدۂ باطنی سے جو کہ بنسبت مشاہدۂ ظاہری کے قوی تر اور معتبر اور اظہر ہو جان لیا ہو کہ خداوند کریم نے حدیث قدسی مین درست فرمایا ہو ہٰؤلاء فی الجنة ولا ابالی و ہٰؤلاء فی النار ولا ابالی اس استغنا اور لاپروائی ہی مین ہیبت اور خوف کے موجبات کافی ہین دوسرا فرقہ خائفین کا ہو وہ ہو جنکے دلون مین وہ بات جم جاوے جو خود بری ہو مثلاً سکرات موت کا خوف یا سوال منکر نکیر کا یا عذاب قبر کا یا دہشت قبرون سے اٹھنے کی یا ہیبت خدا تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی اور شرم پردہ فاش ہونے کی اور تنکے تنکے سے سوال ہونے کی یا خوف پل صراط اور اسکی تیزی اور اسپر سے اترنے کا یا دوزخ کی آگ اور اسکے طوقون اور اہوال کا یا خوف جنت سے محروم ہونے کا جو خانۂ عشرت اور سلطنت جاوید ہو یا خوف درجات کے کم ہونیکا یا خوف خدا تعالیٰ سے حجاب ہونیکا اور یہ سب چیزین بذات خود بری ہین تو بالضرور خوف کی چیزین ہین انمین بھی خوف کرنیوالونکا حال جدا ہو سب سے اعلےٰ مرتبہ وہ لوگ ہین جن کو خوف فراق یعنی خدا تعالےٰ سے محجوب رہنے کا ہو یہ خوف عارفین کو ہوتا ہو اور جو خوف اس سے پہلے ہین وہ عابدین اور صلحی اور زاہدین کو اور تمام عالمون کو ہوتے ہین اور جسکی معرفت کامل نہین ہوتی اور اسکی چشم بصیرت نہین کھلتی وہ لذت وصال سے اور رنج فراق سے آگاہ نہین ہوتا اور جب اسکے سامنے کہا جاوے کہ عارف دوزخ سے نہین ڈرتا بلکہ حجاب سے ڈرتا ہو تو دلمین اسبات کو برا جانتا ہو اور تعجب سمجھتا ہو اور کبھی لذت دیدار الٰہی کا منکر ہی ہو جاتا ہو مگر چونکہ شرع سے انکار جائز نہین اسواسطے زبان سے تو اقرار کرتا ہو مگر دل نہین مانتا کیونکہ اسکو تو صرف لذت شکم اور شرمگاہ اور آنکھ کی معلوم ہو کہ رنگ اچھے دیکھ لیے خوبصورت لوگ دیکھ لیے غرض جو لذت کہ اس مین بہائم بھی شریک ہون اسکو لذت جانتا ہے لذت عارفین کو نہین جانتا جسکے واسطے مولانا روم فرماتے ہین **شعر** آدمی دیدست وباقی پوست ست ؛ دید آن دیدہ کہ دید دوست ست ؛ اور اس لذت کی تفصیل وشرح ان لوگون سے بیان کرنی جو اسکے اہل نہین حرام ہو اور جو لوگ اسکے اہل ہین انکو خود معلوم ہو جاتا ہو اسبات کی حاجت نہین کہ کوئی دوسرا شخص انسے بیان کرے

چوتھا بیان

خوف کی فضیلت اور اسکی رغبت دلانے مین جاننا چاہیے کہ خوف کی فضیلت ایک تو تامل در قیاس سے معلوم ہوتی ہو اور ایک آیات واحادیث سے تامل اور قیاس سے اسطرح کہ ہر ایک چیز کی فضیلت اسیقدر ہو جسقدر کہ وہ آخر مین سعادت دیدار الٰہی تک پہونچانے مین مدد کرے کیونکہ سعادت کے سوا اور کچھ مطلب نہین اور بندے کی سعادت بجز دیدار اپنے مولی اور اس سے قریب ہونے کے اور کیا ہوگی پس جو چیز کہ بندے کو اس سعادت پر اعانت دیگی تو جسقدر اعانت کریگی اسیقدر اسکی فضیلت ہوگی اور یہ معلوم ہو چکا ہو کہ سعادت دیدار سے آخرت مین بہرہ ور ہونا بدون حاصل کرنے اسکی محبت اور انس کے دنیا مین ممکن نہین اور محبت بدون معرفت نہین ہوتی اور معرفت بے فکر نہین ملتی اور انس بدون محبت اور ذکر دائمی کے نہین حاصل ہوتا اور ذکر کا مدام کرنا اور ہمیشہ فکر کرتے رہنا بدون دنیا کی محبت دل سے علحدہ کرنے کے

نہین بنتا اور محبت دنیا دل سے بدون لذات وشہوات دنیاوی کے چھوڑے علیحدہ نہین ہوسکتی اور چھوڑنا شہوات کا بدون انکی بیخ کنی کے ممکن نہین اور انکی بیخ کنی جیسے آتش خوف سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہین ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ خوف وہ آگ ہو جس سے شہوتین جلجاتی ہین تو ضرور ہوا کہ اسکی فضیلت اسیقدر ہو جسقدر کہ یہ شہوت کو جلاتا اور گناہون سے بچاتا اور طاعات کی ترغیب دیتا ہو اور یہ بات موافق اختلاف درجات خوف کے مختلف ہو چنانچہ پہلے گذرا اور خوف مین فضیلت کیون نہو گی اسکے باعث تو عفت و ورع اور تقوی اور مجاہدہ حاصل ہوتے ہین یہ سب کام فضیلت کے ہین اور عمدہ اور خداے تعالیٰ سے قریب کرنیوالے پس جو چیز باعث ایسی عمدہ اور افضل باتون کی ہو تو قیاس یہی چاہتا ہو کہ وہ بھی عمدہ اور افضل ہو اور احادیث اور آیات سے جسقدر خوف کے باب مین وارد ہین وہ زائد از حد ہین اسکی فضیلت اسیقدر بس ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہدایت اور رحمت اور علم اور رضا جو اہل جنت کے کل مقام ہین ان چارونکو خائفین کے لیے تین آیتون مین ارشاد فرمایا ہو چنانچہ ہدایت و رحمت کو اس آیت مین فرمایا وہدی ورحمة للذین ہم لربہم یرہبون اور علم کو اس آیت مین انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور رضا کو اسمین رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ علاوہ ازین جو کچھ فضیلت علم مین وارد ہے اس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہو اسلیے کہ خوف ثمرہ علم کا ہے اسیواسطے حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث مین مذکور ہو کہ خائفون کا یہ حال ہوگا کہ انکو رفیق اعلے کا ساتھ ہوگا اور اسمین ان کا شریک اور کوئی نہو گا تو اب دیکھنا چاہیے کہ رفیق اعلی کی مرافقت خاص انکے لیے کیسے فرمائی اسکی وجہ یہی ہو کہ خوف والے علما ہوتے ہین اور علما کو درجہ انبیا کی رفاقت کا ہو اسلیے کہ وہ وارث انبیا ہین اور رفیق اعلی کی ہمراہی نبیون کو اور جو لوگ اسکے لواحق مین سے ہین انکو ہو گی اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے مرض موت مین اختیار دیا گیا کہ خواہ آپ دنیا مین رہین خواہ خدا تعالے کے پاس چلے آوین تو آپ یہی فرماتے ہین کہ اسئلک الرفیق الاعلے یہ حال اگر خوف کی اصل کیطرف نظر کرو تو علم ہو اور اگر اسکے ثمرہ کیطرف دیکھو تو ورع وتقوی ہو اور جو کچھ ورع اور تقوی کے فضائل مین وارد ہوا ہو وہ ظاہر ہو یہانتک کہ خود عاقبت تقوی کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہو جیسے حمد مخصوص خدا تعالی سے ہو اور درود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح عاقبت کو خصوصیت تقوی سے ہو یہانتک کہ یون لکھتے ہین الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة علے محمد وآلہ اجمعین اور تقوی کو خداے تعالی نے اپنی ذات پاک کیواسطے خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہو لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی منکم اور تقوی کے معنے اوپر گذر چلے کہ مقتضاے خوف کے باعث رکنے اور باز رہنے کا نام ہو اور اسیواسطے اسکی بزرگی ہو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور اسی جہت سے خدا تعالی نے اولین اور آخرین سب کو وصیت تقوی کی فرمائی جیسا کہ فرمایا ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ اور فرمایا وخافون ان کنتم مومنین اس آیت مین خوف کا ارشاد فرمایا اور اسکو فاجب کیا یعنی صیغہ امر سے بیان فرمایا اور ایمان مین اسکی شرط لگادی بایہ لحاظ کوئی مومن خوف سے علیحدہ نہین متصور ہوسکتا ہر ایک مین خوف ضرور ہوگا گو تھوڑا یا کمزور ہو اور خوف مین کمزوری اسیقدر ہو گی جسقدر معرفت اور ایمان مین کمزوری ہو گی اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت تقویٰ مین ارشاد فرماتے ہین کہ جب خدا تعالیٰ اولین و آخرین کو روز معلوم کے وعدے پر اکٹھا فرماویگا تو یکایک انکو ایک آواز آویگی جسکو دور والے اور پاس والے یکسان سنینگے اور وہ آواز یہ ہوگی کہ اے لوگو جب سے مین نے تمکو پیدا کیا اس روز سے آج تک مین چپکا رہا اب آج تم خاموش رہو تمہارے عمل تمہارے سامنے آتے ہین اے لوگو مین نے ایک نسب مقرر کیا تھا تمنے اور نسب بنایا میرے نسب کو پست جانا اور اپنے نسب کو عالی سمجھا مینے تو کہا تھا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تمنے نہ مانا اور یہی کہا کہ فلان بن فلان زیادہ غنی ہے فلان سے تو آج مین تمہارے نسب کو نیچا کرونگا اور اپنے نسب کو اونچا متقی لوگ کہان ہین اسیوقت انکے جھنڈے اونچے ہونگے اور سب اسکے ساتھ ساتھ اپنے مکانون کے اندر جنت مین بیحساب چلے جاوینگے اور ایک حدیث شریف مین ہے راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنے حکمت کی اصل خوف الٰہی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم کو منظور ہو کہ مجھسے ملو تو بعد میرے خوف بہت کیا کرنا اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے خوف اسکو ہر طرح کی بہتری سوجھا دیتا ہے۔ اور حضرت شبلی فرماتے ہین کہ جب مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھلجاتا ہے جو مین نے کبھی نہ دیکھا ہو اور یحییٰ بن معاذ کا قول ہے کہ جو مومن کچھ خطا کرتا ہے اسکے پیچھے دو نیکیان ہوتی ہین اول عذاب کا خوف دوم معاف ہونے کی توقع تو وہ برائی ان دونون خوف و رجا کے درمیان ایسی ہو جاتی ہے جیسے دو شیرون مین لومڑی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث مین ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے روز ارشاد فرماویگا کہ کوئی شخص ایسا نہین رہیگا جسکا حساب مین نکرون اور اسکے عمل کی تفتیش نہ بجالاؤن بجز اہل ورع کے کہ انسے مجھکو شرم آتی ہے اور انکی قدر اسبات سے زیادہ ہے کہ انکو حساب لینے کیواسطے کھڑا کرون اور یہ دونون چیزین یعنی ورع اور تقویٰ الفاظ ہین کہ ایسے معانی سے مشتق ہین جنمین خوف کی شرط ہے اگر خوف سے یہ دونون خالی ہون تو انکا نام ورع اور تقویٰ نہوگا اور اسیطرح جو اخبار کہ فضیلت ذکر مین وارد ہین ظاہر ہین انکو بھی اللہ تعالیٰ نے مخصوص خائفین سے کیا ہے چنانچہ فرمایا سیذکر من یخشیٰ اور فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ مین اپنے بندے پر دو خوف جمع نکرونگا نہ دو امن تیس اگر دنیا مین مجھسے امون اور نڈر رہیگا تو قیامت مین اسکو ڈراؤنگا اور اگر دنیا مین مجھسے خوف کریگا تو قیامت مین امن اور بیخوفی دونگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ من خاف اللہ تعالیٰ خافہ کل شیء ومن خاف غیر اللہ خوفہ اللہ من کل شیء اور دوسری حدیث شریف مین فرمایا اتمکم عقلا اشدکم خوفا للہ تعالیٰ واحسنکم فیما امر اللہ تعالیٰ ونہی عنہ نظرا اور حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ بیچارہ انسان اگر آتش دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا افلاس سے ڈرتا ہے تو جنت مین داخل ہوتا اور حضرت ذوالنون فرماتے ہین کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اسکا دل نرم ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے محبت پختہ ہو جاتی ہے اور عقل درست ہو جاتی ہے اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ خوف رجا کی نسبت زیادہ چاہیے اسلیئے کہ جب رجا غالب ہوتی ہے تو دل پریشان ہو جاتا ہے اور ابو الحسین

ملتے طبرانی در اوسط و حاکم در مستدرک بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف ۱۲ ح ۲ بیہقی در شعب بروایت ابن مسعود اور اسکو ضعیف کہا ہے ۱۲ ح ۳ اسکی اصل مجھے نہین ملی ۱۲ ح ۴ یعنی سمجھ جاویگا جسکو ڈر ہوگا ۱۲ ح ۵ اور جو کوئی ڈرا کھڑا ہونیسے اپنے رب کے آگے اسکو ہین دو باغ ۱۲ ح ۶ ابن حبان و بیہقی در شعب بروایت ابوہریرہ ۱۲ ح ۷ جو شخص

نابینا کہا کرتے کہ سعادت کی پہچان یہ ہی کہ بدبختی کا خوف آدمی کو ہو اسلیے کہ خوف بندے کے اور خدا تعالے کے درمیان ایک باگ ہے جب وہ جاتی رہتی ہی تو بندہ تباہ ہو جاتا ہی اور کسی نے حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ قیامت مین بیخوف کون ہو گا انھون نے فرمایا کہ جو دنیا مین سب سے زیادہ خوف رکھتا ہی اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ جبتک آدمی حلال نہ کھاویگا خوف اسکو حاصل نہو گا اور حضرت حسنؒ سے بعض لوگون نے کہا کہ ہم کیا علاج کرین ہم ایسے لوگون مین بیٹھتے ہین کہ وہ ہمکو اتنا ڈراتے ہین کہ ہمارے دل گویا اڑنے لگتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکو خوب جان لو کہ ایسے لوگون مین بیٹھنا کہ وہ تم کو ڈراوین یہانتک کہ تمکو امن ہو پہنچ جاوے اس سے بہتر ہی کہ تم ایسون کے ساتھ بیٹھو کہ وہ تمکو بیخوف کرتے رہین اور تمکو انجام کار میں خوف آ دباوے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جس دل سے خوف علٰحدہ ہوتا ہی وہ خراب ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس آیت مین والذین یوتون ما اتوا وقلوبہم وجلۃ سے وہ آدمی مراد ہین جو چوری کرتے ہین یا زنا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ وہ لوگ مراد ہین کہ نماز و روزہ ادا کرتے ہین اور صدقہ دیتے ہین اور اس بات سے ڈرتے ہین کہ کہین غیر مقبول نہو اور جو جو سختیان اور مذمت کہ خدائے تعالیٰ کے عذاب و مکر سے بیخوف رہنے کے باب مین وارد ہین وہ بھی سب خوف کی خوبی پر دال ہین اسواسطے کہ کسی چیز کی مذمت کرنے سے خوبی اسکی ضد کی ہوا کرتی ہی اور امن ضد ہی خوف کی جیسے کہ رجا ضد ہی یاس کی تو جیسے ناامیدی کی برائی سے رجا کی فضیلت معلوم ہوتی تھی ایسی ہی امن کی مذمت سے خوف کی فضیلت معلوم ہوتی ہی بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو کچھ رجا کی فضیلت مین آیا ہی وہ بھی خوف کی فضیلت پر دال ہی کیونکہ رجا اور خوف ایک دوسرے کے ساتھ ہی ہوتی ہین اسلیے کہ جو شخص کسی محبوب کا متوقع ہو گا تو ضرور ہی کہ اسکے نہ ملنے کا خوف بھی اسکو ہو اور اگر نہ ملنے کا خوف نہو گا تو اس شے سے محبت نہین رکھتا ہو گا تو اسکا انتظار بھی توقع کے طور پر نکریگا بہر حال خوف اور رجا لازم و ملزوم ہین کہ ایک کا جدا ہونا دوسرے سے محال ہی ہان یہ ہو سکتا ہی کہ دونون اکٹھے ہون اور ایک کو دوسرے پر غلبہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلب انمین سے ایک ہی کے ساتھ مشغول ہو اور اسوقت دوسرے کیطرف غفلت کے باعث التفات نکرے اور ان دونون کے لزوم کیوجہ یہ ہی کہ رجا اور خوف دونون کی شرط یہ ہی کہ جس چیز مین شک ہو اس سے متعلق ہون اسلیے کہ معلوم چیز کی نہ رجا کیجاتی ہی نہ خوف اب اگر محبوب چیز کو خیال کرو تو جس چیز کا وجود ہو سکتا ہی اسکا عدم بھی ممکن ہی پس اگر محبوب کا وجود فرض کیا جاوے تو اس سے دل کو راحت ہو گی اور اسیکا نام رجا ہی اور اگر اسکا عدم فرض کرو تو دل کو صدمہ ہو گا اور اسیکا نام خوف ہی اور ظاہر ہی کہ یہ دونون صورتین ایک دوسرے کی ضد ہین بشرطیکہ وہ امر جسکی تاک ہی مشکوک ہو ہان یہ ہوتا ہی کہ شک کی دونون طرفون مین سے بعض اوقات ایک کو بعض اسباب کے موجود ہونے سے دوسرے پر ترجیح ہو جاتی ہی اور اسکا نام ظن ہی اور اسی ظن کے باعث رجا و خوف کو ایک دوسرے پر غلبہ ہو جاتا ہی یعنی جب ظن پر وجود محبوب کا غلبہ ہوتا ہی تو رجا کو غلبہ اور قوت ہوتی ہی اور خوف چھپ جاتا ہی اور اسکی نسبت گر گویا نہین رہتا اسیطرح اگر ظن پر عدم محبوب کا غلبہ ہوتا ہی تو خوف کی قوت کے سامنے رجا دب جاتی ہی بہر حال انمین لزوم پایا جاتا ہی اسلیے خدا تعالیٰ نے دونون کو ایک ساتھ

ارشاد فرمایا آیت ویدعوننا رغبا ورہبا اور فرمایا آیت یدعون ربہم خوفا وطمعا اور یہین لحاظ عرب بھی خوف کو رجا سے تعبیر کرتے ہین جیسے آیت مین آیت مالکم لاترجون للہ وقارا کہ لاترجون کے معنی لاتخافون ہین اور قرآن مجید مین اکثر رجا بمعنی خوف آیا ہی اور وجہ یہی ہے کہ دونون لازم اور ملزوم ہین اور عادت اہل عرب کی ہی کہ ایک لفظ بولین اور اس سے اسکالازم خواہ ملزوم مراد لین ایسا ہی رجا کے لفظ سے خوف مراد لینا ہی بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ جو خوبی خوف کے باعث رونے مین ہی تو اس سے بھی خوبی خوف ہی کی معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ رونا خوف کا نتیجہ ہی اللہ تعالی فرماتا ہی فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا اور فرمایا یبکون ویزیدہم خشوعا افمن ہذا الحدیث تعجبون وتضحکون ولاتبکون وانتم سامدون اور رونے کے فضائل سے احادیث مملو ہین چنانچہ ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایماندار ایسا نہین کہ اسکی آنکھ سے کوئی آنسو گرچہ مکھی کے سر کی برابر ہی کیون نہو خدا کے خوف سے بہکر رخسار پر کچھ روان ہو اور پھر اسکو خدائے تعالی آتش جہنم حرام نکرے ؎ ای خنک آنکو نکو کاری گرفت ؛ زور را بگذاشت زاری گرفت ؛ اور دوسری حدیث مین فرمایا جب ایماندار کے دل پر خدا تعالے کے خوف سے لرزہ پڑجاتا ہی تو اسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہین اور ایک حدیث مین فرمایا لایلج النار احد بکی من خشیۃ اللہ حتی یعود اللبن فی الضرع اور حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہین کہ انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہی آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ اور گھر سے باہر مت نکل اور اپنی خطا پر رویا کر ؎ ہیچ ہر سہ گر نباشد برق دل ؛ نابرد چشم ہر کہ نشنید آتش تہدید وخشم ؛ اور حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کی امت مین سے کوئی شخص بیحساب بھی جنت مین داخل ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہان جو شخص اپنے گناہون کو یاد کر کے رو دیگا وہ بیحساب جنت مین جاویگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ خدا تعالے کے نزدیک دو قطرون سے زیادہ اچھا کوئی قطرہ نہین ایک قطرہ آنسو کا جو خدا تعالے کے خوف سے نکلے اور ایک قطرہ خون کا جو خدا کی راہ مین بدن سے گرے ؎ اشک کان از بہر او بارند خلق ؛ گوہر ست واشک پندارند خلق ؛ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے کہ اللہم ارزقنی عینین ہطالتین تشفیان بذروف الدمع قبل ان یصیر الدموع دما والاضراس جمرا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین جنکو خدا تعالی اس روز سایہ مین رکھے گا جس روز سوا اسکے سایہ کے اور کوئی سایہ نہو گا اور سات مین سے ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ ایک وہ ہوگا جو خدا تعالی کو تنہائی مین یاد کر کے رووے اور حضرت ابوبکر صدیق کا قول ہے کہ جو شخص رو سکے وہ رووے اور جس سے نہو سکے وہ رونی صورت بناوے اور حضرت محمد بن منکدر جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو مل لیتے اور فرماتے کہ مجھکو خبر پہونچی ہی کہ جسجگہ آنسو لگجاوینگے وہان آتش دوزخ نہ پہونچیگی اور حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہین کہ گریہ کرو اور اگر گریہ نکرو تو رونے کی سی صورت بناؤ اسلیے کہ اگر تم

ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ ۱۲ [illegible]

[illegible]

مین سے کوئی حقیقت امر جان لے تو اتنا چیخے کہ دم بند ہو جاوے اور اتنی نماز پڑھے کہ کمر ٹوٹ جاوے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح
فرماتے ہین کہ جب کسی کی آنکھ آنسوؤن سے ڈبڈباوے گی اسکے چہرے پر غبار اور ذلت قیامت کو نہ آوگی اور اگر اسکے آنسو بہینگے
تو اول ہی قطرے سے بہت سی آگ کے سمندر سرد ہو جاوینگے اور اگر کوئی شخص کسی جماعت مین رویگا تو اس جماعت کو عذاب
نہو گا اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ رونا خوف سے ہوتا ہے اور رجا طرب شوق سے اور حضرت کعب رض احبار فرماتے ہین کہ بخدا مجھکو
خدا کے خوف سے اسقدر رونا کہ آنسو میرے رخسار پر بہ نکلین اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات
کرون اور حضرت عبداللہ بن عمرو رض فرماتے ہین کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے ایک آنسو کا نکلنا ہزار دینار کی خیرات دینے
سے اچھا ہے اور حضرت حنظلہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ ہم ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر تھے
آپ نے ہمکو ایسی نصیحت کی کہ اس سے دل نرم ہو گئے اور آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور اپنے نفسون کو ہمنے جان لیا پھر جب
مین اپنے گھر آیا تو گھر والے میرے پاس آئے اور دنیا کی باتین ہم دونون مین جاری ہوئین یہانتک کہ وہ حال جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا وہ مجھ کو یاد نرہا اور دنیا مین جا پڑا پھر مجھکو یاد ہوا تو اپنے دل مین مین نے کہا کہ مین منافق ہو گیا
اس جہت سے کہ جو خوف ور قت مجھکو تھی وہ حال نرہا اس خیال مین مین گھر سے باہر نکلا اور پکار کر کہنے لگا کہ حنظلہ منافق ہو گیا
اتنے مین حضرت ابو بکر صدیق مجھکو سامنے سے ملے اور انھون نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہین ہوا مین آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور زبان سے یہی کہتا تھا کہ حنظلہ منافق ہو گیا آپ نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہین ہوا مین نے
عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم آپ کے پاس تھے آپ نے ہمکو ایسا وعظ سنایا جس سے دلون پر ترس چھا گیا اور آنکھون سے آنسو
روان ہوے اور اپنے نفسون کی ہمکو اطلاع ہو گئی مگر جب مین اپنے گھر گیا اور دنیا دی باتین شروع کین تو وہ سب کیفیت بھول
گیا جو آپ کے سامنے تھی آپ نے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اسی حال پر رہو تو تم سے فرشتے راستون مین اور تمہارے بستیرون
پر مصافحہ کرین مگر ہر ایک بات کے لیے ایک وقت ہے خلاصہ یہ کہ جو باتین کہ رجا اور گریہ کی خوبی مین اور تقوی اور ورع کی فضیلت
مین اور علم کی بہتری اور امن کی برائی مین وارد ہین وہ سب خوف کی خوبی پر دلالت کرتی ہین اسلیے کہ ان سب اشیا کو تعلق خوف
سے ہے بعضے تو خوف کا سبب ہین اور بعض کا سبب خود خوف ہے

پانچوان بیان اس امر کا کہ غلبۂ خوف افضل ہے یا غلبۂ رجا یا دونون کا اعتدال جاننا چاہیے کہ خوف ورجا کی فضیلت مین اخبار
بہت وارد ہین اور بہین لحاظ ناظر کو شک ہوتا ہے کہ ان دونون مین سے افضل کونسا ہے اور مطلق پوچھنا کہ خوف افضل ہے یا
رجا قول فاسد ہے اور ایسا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی اور اسکا جواب یہی ہوگا کہ بھوکے کے لیے روٹی افضل ہے
اور پیاسے کو پانی اور اگر بھوک اور پیاس دونون کسی شخص کو ہون تو ان دونون مین سے جونسی غالب ہو گی اسیکا اعتبار ہوگا یعنی اگر
بھوک غالب ہو گی تو روٹی افضل ہو گی اور اگر پیاس زیادہ ہو گی تو پانی اور اگر دونون مساوی ہون تو روٹی اور پانی بھی مساوی
ہونگے اسلیے کہ جو چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اسکی خوبی اسی مقصود کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ خود اپنی ذات کے لحاظ

سے آگاہ ہو انجا کہ خوف ورجا دو دوا ہین جنسے دلون کا علاج ہوتا ہی تو انکی خوبی اسیقدر ہو گی جسقدر روگ موجود ہو گا پس اگر دلپر مرض بیخوفی ہونیکا خدا کے عذاب سے اور مغرور ہونے کا اندیشہ ہو گا تو اس صورت مین خوف افضل ہو گا اور اگر دلپر یاس اور قنوط غالب ہو گا تو رجا افضل ہو گی اسیطرح اگر بندے پر گناہ کا غلبہ ہو تو بھی خوف افضل ہو گا اور ہو سکتا ہی کہ یون کہین کہ خوف مطلقاً افضل ہی جیسے کہ سکتے ہین کہ روٹی سکنجبین سے بہتر ہے اسواسطے کہ روٹی سے بھوک کا علاج ہوتا ہی اور سکنجبین سے صفرا کا اگر بھوک کا مرض بہت ہی اسلیے روٹی کی حاجت بہت ہی تو وہی افضل ہی اسی اعتبار سے غلبہ خوف بھی افضل ہی کیونکہ گناہ اور مغالطہ کھانا خلق مین بہت پایا جاتا ہی اور اگر خوف ورجا کے مطلع کو دیکھین تو رجا افضل ہی اسواسطے کہ رجا کا منبع بحر رحمت ہے اور خوف کا بحر غضب اور جو شخص کہ صفات الٰہی مین سے ایسے صفات پر لحاظ رکھیگا جو مقتضی لطف ورحمت کے ہون اسپر محبت غالب ہو گی جسکے بعد کوئی اور مقام نہین اور خوف کا موجب یہ ہوتا ہی کہ توجہ ایسے صفات الٰہی کیطرف ہوتی ہی جو مقتضی درشتی کی ہون تو اس التفات مین محبت کا میل اتنا نہین ہوتا جتنا رجا مین ہوتا ہی بہر حال جو شے غیر کیلیے مطلوب ہوتی ہی اسمین مناسب یہی ہے کہ لفظ اصلح مستعمل ہو نہ لفظ افضل اس بنا پر ہم کہتے ہین کہ اکثر خلق کے حق مین رجا کی نسبت خوف اصلح ہی اسوجہ سے کہ معاصی اکثر پر غالب ہین مگر متقی شخص جسنے گناہ ظاہری و باطنی چھوڑ دئیے ہون تو اسکے حق مین اصلح یہ ہی کہ خوف ورجا اعتدال کے ساتھ ہم پلہ رہین اور اسیواسطے یہ قول مشہور ہی کہ اگر مومن کے خوف ورجا تولے جاوین تو دونون برابر اترین اور روایت ہے حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے کسی بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا خدا سے اتنا ڈر کہ اگر بالفرض تو اسکے پاس تمام روے زمین کے باشندون کی حسنات لیجاوے تو تجھسے پذیرا نکرے اور رجا بھی ایسی کر کہ اگر تمام لوگون کی برائیان تو اسکے پاس لیکر جاوے تو وہ تجھکو بخشدے اور اسیواسطے حضرت عمر فرماتے ہین کہ اگر بالفرض یون ندا ہو کہ ایک آدمی کے سوا سب لوگ دوزخ مین جاوینگے تو مین بھی رجا کرون کہ وہ اکیلا مین ہی ہون اور اگر بہ تقدیر یون پکارا جاوے کہ سب لوگ جنت مین جاوینگے صرف ایک آدمی نجاویگا تو مجھکو خوف ہو کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور یہ نہایت خوف ورجا کا درجہ ہی کہ دونون اعتدال پر بھی ہین اور غلبہ اور استیلا بھی برابر ہان مگر حضرت عمر ہی کے خوف ورجا برابر ہین گناہگار آدمی کو جب یہ گمان ہو کہ دوزخ سے مستثنیٰ لوگون مین مین ہی ہونگا تو یہ صورت اسکے مغالطہ کھانے کی ہی اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمر جیسے شخص کے لیے خوف ورجا کا برابر ہونا نہین چاہیے بلکہ رجا کا غلبہ چاہیے جیسا کہ شروع باب رجا مین گذرا کہ قوت رجا بقدر قوت اسباب کے ہوا کرتی ہی چنانچہ اسکی مثال تخم اور زراعت مین بیان ہوئی اور ظاہر ہی کہ جو شخص عمدہ بیج کو صاف زمین مین ڈالے اور ہمیشہ خبرگیری کرے اور جو شرطین زراعت کی ہین سب کو ادا کرے تو ایسے شخص کے دل پر رجا ہی کا غلبہ ہو گا اسکا خوف رجا کے برابر ہرگز نہو گا پس اسیطرح حال متقیون کا ہونا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص الفاظ اور مثالون سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہی اسکو اکثر لغزش ہوتی ہی تو جو مثال ہم اوپر لکھ آئے ہین وہ ہر وجہ سے مطابق اس امر خاص کے نہین جسکو ہم لکھ رہے ہین کیونکہ سبب غلبۂ رجا کا علم ہوتا ہی جو تجربہ سے حاصل ہوتا ہی پس مثال زراعت مین تجربہ سے زمین کا اچھا اور صاف ہونا اور بیج کا عمدہ ہونا اور ہوا کی درستی اور صواعق مہلکہ کی قلت اسس

سرزمین مین معلوم ہوسکتی ہو بخلاف مسئلہ مذکورہ کے کہ وہان بیج کا امتحان نہین ہوا اور ایک اجنبی زمین مین ڈالدیا اور ڈالنے والے نے اسکی نہ خبر لی نہ جانچا اور نہ اسکو یہ معلوم کہ اس سرزمین مین صواعق زیادہ ہوتی ہین یا کم تو ایسے کسان کی رجا خوف پر زیادہ نہین ہوسکتی گو اپنی تمام کوشش اور تدبیر کرچکے مسئلہ سابق مین تخم ایمان ہو اور اسکے عمدہ اور سالم ہونے کی شرطین باریک ہین اور زمین اس تخم کے لیے دل ہو جسکی پوشیدہ خباثتین اور صفات یعنی شرک خفی اور نفاق اور ریا اور پوشیدہ عادتین بڑی دقیق ہین اور آفات اس زمین کی شہوات ہین اور دنیا کی زیبایش اور دلکا آئندہ کو اسکی طرف ملتفت ہوجانا گو سردست نہو اور انمین سے بھی کوئی ایسی بات نہین جسکو تجربہ سے معلوم کیا جاوے اسلیے کہ کبھی ایسے اسباب پیش آتے ہین کہ جنکی مخالفت تاب بشر سے خارج ہوتی ہو اور اس جیسے امر کا امتحان کبھی نہین ہوا ہوتا اور صواعق مزرعۂ دل کے لیے سکرات موت کے اہوال اور اسوقت اعتقاد کا متزلزل ہونا ہو اور یہ بھی ایسی ہی چیز ہو کہ جسکا تجربہ نہین ہوا پھر اس کھیت کے پکنے اور کٹنے کا وقت وہ ہو کہ قیامت سے پھر کر جنت مین جاوے اسکا بھی تجربہ نہین ہو پس جو شخص کہ ان امور کے حقائق کو جانتا ہو تو وہ اگر دلکا ضعیف اور کچا ہوتا ہو تو اسپر خوف بہ نسبت رجا کے زیادہ ہوجاتا ہو چنانچہ ایسے شخصونکا حال صحابہ اور تابعین سے عنقریب مذکور ہوگا اور اگر دل کا قوی اور پکا اور معرفت مین کامل ہوتا ہو تو اسکا خوف ورجا دونون برابر ہوتے ہین یہ نہین کہ رجا کو غلبہ ہو حضرت عمرؓ اپنے دل کی تفتیش مین بہت مبالغہ کرتے تھے یہانتک کہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کرتے کہ تم کو کچھ مجھ مین آثار نفاق کے معلوم ہوتے ہین یا نہین اور وجہ انسے پوچھنے کی یہ تھی کہ انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے پہچاننے کے لیے مخصوص فرمادیا تھا اب کون ایسا ہو کہ اپنے دلکو پوشیدہ نفاق اور شرک خفی سے بچاوے اور اگر اپنے زعم مین سمجھ لے کہ میرا دل صاف ہو تو خدا تعالیٰ کے مکر سے کہان سے بچیگا ہوسکتا ہو کہ اسکے حال کو مشتبہ کردیا ہو اور واقع مین حال کچھ اور ہو اور اسکو کچھ اور طرح پر اعتقاد ہو اپنے عیب نہ سوجھتے ہون اور اگر بالفرض صفائی دلی قطعًا حاصل ہو اور بندے کو اعتقاد بھی اسی کے بموجب ہو تو یہ کہان سے جان لیا کہ اسیطرح کا حال حسن خاتمہ تک رہیگا حالانکہ حدیث شریف مین آیا ہو کہ آدمی اہل جنت کے سے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہو یہانتک کہ اسمین اور دوزخ مین صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہو اور بعض روایات مین مقدار فواق آیا ہو یعنی دودھ نکالنے کے وقت دو دفعہ دوہنے کے بیچ مین جتنا وقت ہوتا ہو اسیقدر زمانہ جنت اور اس شخص مین رہجاتا ہو مگر نوشتۂ ازلی سبقت کرتا ہو اور خاتمہ اسکا دوزخیون کے عمل پر ہوتا ہو اب ظاہر ہو کہ ایسے تھوڑے زمانہ مین آدمی کوئی عمل اعضا سے تو کر ہی نہین سکتا ہو البتہ دل مین خلجان وسوسہ کا اتنی دیر مین ہوسکتا ہو پس اگر موت کیوقت ایسا ہی وسوسہ آجاوے تو سب کمائی برباد ہوجاویگی اور خاتمہ برا ہوگا اس سے بےخوف ہونا کسطرح ہوسکتا ہو حاصل یہ کہ اقصی غایت ایمانداری کی یہ ہے کہ خوف ورجا دونون مساوی ہون اور اکثر لوگون مین رجا کا غالب ہونا دلیل مغالطے مین پڑنے اور معرفت کم ہونے کی ہو اور اسیواسطے خدا تعالیٰ نے جو اپنے اچھے بندون کے اوصاف ذکر فرمائے ہین ان دونون کو ایک ساتھ ذکر کیا اور فرمایا یدعون ربہم خوفًا وطمعًا اور فرمایا ویدعوننا رغبًا ورہبًا مگر حضرت عمرؓ جیسے آدمی کہان جنکے لیے خوف ورجا برابر ہو

اسلیے جو لوگ اب موجود ہین انکے حق مین مناسب اور اصلح خوف کا غلبہ ہو بشرطیکہ خوف کے مارے یاس نہ چھاجاوے کہ مغفرت
تو ہونے کی نہین عمل کرنا بھی فضول ہو اور اس خیال سے تارک عمل ہو جاوے اور گناہون مین ڈوبا رہے ایسی صورت
کو قنوط کہتے ہین اسکا نام خوف نہین کیونکہ خوف وہی ہو جس سے ترغیب عمل کی ہو اور تمام شہوات کدورت آمیز معلوم ہون
اور میل جانب دنیا نہ رہے یہ نہین کہ دل مین تو خوف وسوسہ کیطرح گذر گیا مگر اثر اسکا برائی سے روکنا یا بھلائی پر ترغیب دینا
کچھ بھی نہوا اور نہ یاس کا نام خوف ہو جو موجب آس ٹوٹنے کی ہو حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالیٰ کی عبادت
صرف خوف سے کریگا وہ فکر کے سمندرون مین ڈوب جاویگا اور جو کوئی اسکی عبادت محض رجا سے کریگا تو وادی مغالطہ
مین سرگشتہ رہیگا اور اگر خوف و رجا دونون کے ساتھ عبادت کریگا تو طریق ذکر مین مستقیم رہیگا اور مکحول دمشقی رح فرماتے ہین کہ
جو شخص عبادت الٰہی خوف سے کرتا ہے وہ خارجی ہو اور جو شخص رجا کے ساتھ عبادت کرے وہ مرجیہ ہو اور جو صرف محبت کے باعث عبادت
کرے وہ زندیق ہو مگر جو شخص خوف اور رجا اور محبت تینون سے عبادت کریگا وہ موحد ہو اس سے معلوم ہوا کہ جمع رہنا ان سب کا ضروری
ہے مگر اصلح اور مناسب خوف کا غلبہ ہو جبتک کہ موت سامنے نہ آوے اور مرنے کے وقت غلبہ رجا کا مناسب تر ہو اور قوت حسن ظن
زیبا اسلیے کہ خوف تو قائم مقام کوڑے کے ہو جو عمل پر آمادہ کیا کرتا ہو اور نزع کی صورت مین وقت عمل تو گذر گیا سکرات موت مین
بشر سے کچھ عمل نہین ہو سکتا نہ لوازم خوف کی برداشت کرسکتا ہو اسلیے کہ اس سے تو اور زیادہ دلشکنی ہوتی ہو اور کل کا مرتا آج
مرجاتا ہو ہان رجا کی صورت مین دلکو تقویت ہوتی ہو اور جس ذات پاک سے رجا ہوتی ہو اسکی محبت دلمین سماتی ہو اور آدمی کو یہی
مناسب بھی ہو کہ جب دنیا سے کوچ کرے تو محبت الٰہی مین ہی سفر کرے تاکہ خدا کی ملاقات بھی اچھی معلوم ہو کیونکہ جو شخص خدا سے ملنا
اچھا جانتا ہو خدا تعالیٰ بھی اس سے ملنا اچھا جانتا ہو اور یہ صورت رجا مین بن سکتی ہو اسلیے کہ محبت رجا سے ملی ہوئی ہو غرضکہ جو
شخص اسکے کرم کا راجی ہوگا وہ محبوب ہوگا اور تمام علوم اور اعمال سے غرض معرفت الٰہی ہو یہانتک کہ معرفت سے محبت
پیدا ہو جاوے کیونکہ انجام کو اسی کیطرف جانا ہو اور مرنے کے بعد اسی تک آنا اور جو شخص اپنے محبوب کے پاس آتا ہو تو بمقدار
محبت اسکی خوشی ہوتی ہو اور اگر جدا ہوتا ہو تو اسیقدر رنج و عذاب بھی ہوتا ہو پس اگر مرنے کے وقت دل پر محبت زن و فرزند
اور مال اور مسکن اور اراضی اور رفقا و احباب کی غالب ہو گی تو یہ شخص ایسا ہوگا کہ اسکی سب محبوب چیزین دنیا ہی مین تھین تو دنیا
مین اسکی جنت تھی اسواسطے کہ جنت اسی مقام کا نام ہو جسمین سب خاطر خواہ چیزین موجود ہون تو ایسے شخص کا مرنا گویا جنت
مین سے نکلنا اور اسکی خواہش کی چیزون مین اور اسمین حجاب پڑجانا ہو اور ظاہر ہو کہ آدمی کی خواہش کی اشیا مین حجاب پڑجانا
بڑا سخت ہوتا ہو اسلیے ایسے شخص کو مرنا بڑی مصیبت ہو مگر جس شخص کا محبوب سوا خداے تعالیٰ اور اسکے ذکر اور معرفت اور فکر
کے اور کچھ نہین اور دنیا اور اسکے علائق ہارج اوقات ہین تو ایسے کے حق مین دنیا قیدخانہ ہو اسواسطے قیدخانہ ہی کو کہتے ہین جس مین
قیدی اپنی دل چاہتی بات سے راحت نہ لینے پاوے پس ایسے کے لیے مرنا گویا قید سے چھوٹنا ہے اور اپنے محبوب کے
پاس آنا ہو اور قید سے چھٹنے مین جو حال قیدی کا ہوتا ہو اور جس شخص کو اپنے محبوب کا وصال بلا مزاحم میسر آتا ہو اسکی کیفیت معلوم

ہے اسی سے قیاس کرنا چاہیے کہ اس شخص کو کیسی خوشی ہوتی ہوگی اور یہ ثواب وعقاب وہ ہے جو بعد موت کے آدمی کو پہلے پہلے ملتا ہے اسمین نہ اس ثواب کا ذکر ہے جو خداے تعالی نے اپنے نیک بندون کے لیے رکھ چھوڑا ہے جو نہ آنکھون دیکھا نہ کانون سنا نہ کسی بشر کے دل پر گذرا اور نہ اسمین وہ عذاب شامل ہے جو اللہ تعالی نے ان لوگون کیواسطے تیار کر رکھا ہے جو زندگی دنیا کو آخرت کی نسبت اچھا جانتے ہین اور اسی پر راضی اور تسلی سے بیٹھے ہین اور وہ عذاب طرح طرح کا وبال اور زنجیرین اور طوق اور انواع واقسام کی ذلت ورسوائی ہے ہم خداے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ اللہ تعالی ہمکو مسلمان اٹھاوے اور صلحا مین ملادے اور اس دعا کے قبول ہونے کی طمع بجز حاصل کرنے محبت الٰہی کے نہین اور حصول محبت الٰہی کی سبیل بدون نکالنے غیر اللہ کی محبت کے دل سے اور جتنے علاقے سوا خدا تعالے کے ہین مال اور جاہ اور وطن وغیرہ انکے قطع کرنے کے نہین بن پڑتی تو بہتر ہے کہ ہم وہ دعا مانگین جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا اللہم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب مایقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد خلاصہ یہ کہ موت کیوقت غلبہ رجا کا مناسب ہے اسواسطے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور موت سے پیشتر غلبہ خوف کا مناسب ہے کیونکہ اس سے بخوبی شہوات کی آگ بجھ جاتی ہے اور دلسے محبت دنیا کا استیصال اچھی طرح ہو جاتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایموتن احدکم الا وہو یحسن الظن بربہ اور حدیث قدسی مین مذکور ہے انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ماشاء اور جب کہ حضرت سلیمان تیمی کی وفات قریب ہوئی تو اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ مجھسے رجا کی باتون کا ذکر کر اور جبتک میرا وصال ہو رجا کا بیان کرتے رہو کہ مین خدا سے حسن ظن کے ساتھ ملون اور جب حضرت سفیان ثوری کو نزع کا عالم ہوا اور خوف بہت معلوم ہوا تو اپنے گرد علما کو جمع کیا کہ وہ توقع دلاوین اور حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنے لڑکے کو نزع کیوقت ارشاد فرمایا کہ مجھسے وہ احادیث بیان کر جنمین رجا اور حسن ظن کا مذکور ہے اور مقصود ان سب سے یہی ہے کہ اسوقت اللہ تعالے اپنا محبوب بنجاوے اور اسی بنا پر حضرت داؤد علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی آئی کہ مجھکو میرے بندون کے نزدیک محبوب کردے انھون نے عرض کیا کہ الٰہی کس طرح ارشاد ہوا کہ انسے میرے انعام واحسان کو بیان کر غرضکہ غایت سعادت آدمی کی اسی مین ہے کہ اسد کی محبت مین مرے اور محبت الٰہی دو چیزون سے حاصل ہوتی ہے اول معرفت سے دوم محبت دنیا کو دل مین سے نکالنے سے یہانتک کہ دنیا ایسی معلوم ہو گویا قیدخانہ ہے کہ محبوب سے نہین ملنے دیتا چنانچہ بعض صلحا نے حضرت ابو سلیمان دارانی کو خواب مین دیکھا کہ وہ اڑتے ہین انھون نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ مین ابھی قید سے چھٹا ہون صبح کو جو جاگے تو لوگون سے ابو سلیمان کا حال پوچھا لوگون نے کہا کہ شب گذشتہ انکا وصال ہوا

چھٹا بیان اس تدبیر کا جس سے حالت خوف کی حاصل ہو جاننا چاہیے کہ جو علاج ہمنے صبر کے حال مین لکھا ہے اور باب صبر وشکر مین اسکی تشریح کی وہ اس غرض مین کافی ہے اسلیے کہ صبر جب ہی ہو سکتا ہے جب اول خوف ورجا ہولین کیونکہ اول مقام دین کے مقامات سے یقین ہے یعنی اعتقاد قوی اور ایمان پکا اللہ تعالی اور روز جزا اور جنت ودوزخ پر ہونا اور ظاہر ہے کہ اس اعتقاد سے خوف دوزخ کا اور رجا جنت کی ضرور ہیجان مین آوے گی اور رجا اور خوف صبر سے زبردست ہین

کیونکہ جنت مکروہات سے ڈھانپی ہوئی ہو انکے تحمل پر صبر کرنا بدون قوت رجا کے نہین ہو سکتا اسی طرح دوزخ شہوات سے چھپی ہوئی ہو انکے استیصال پر صبر کرنا بدون قوت خوف کے ممکن نہین اور حضرت علے کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص مشتاق جنت کا ہوتا ہو وہ شہوات کی چیزون کو بھولجاتا ہو اور جو شخص کہ دوزخ کی آگ سے ڈرتا ہے وہ حرام چیزون سے باز رہتا ہو پھر یہ مقام صبر جو خوف و رجا سے حاصل ہوتا ہو اس سے مقام مجاہدہ اور ذکر آلہی اور فکر دائمی کے لیے تنہا رہنا حاصل ہوتا ہو اور دوام ذکر سے نوبت انس کی اور دوام فکر سے کمال معرفت اور کمال معرفت و انس سے محبت کا مقام ملتا ہو اور محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ مقامات ملتے ہین پس منازل دین کے سلوک مین یہ ترتیب ہے اول اصل یقین ہو اسکے بعد کوئی مقام بجز خوف و رجا کے نہین نہ ان کے بعد سوا صبر کے کوئی مقام ہو اور مجاہدہ اور خدا کے لیے ظاہر و باطن مین مجرد ہو جانا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہو اور بعد مجاہدہ کے اگر کسی کو راہ کھلتی ہے تو سوا ہدایت اور معرفت کے اور کوئی مقام نہین اور معرفت کے بعد انس محبت کے سوا اور کوئی مقام نہین اور محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کے فعل پر راضی رہے اور اسکی عنایت پر اعتماد رکھے جس سے رضا اور توکل کے مقامات حاصل ہون۔ خلاصہ یہ کہ ہر چند جو کچھ ہم صبر کے علاج مین لکھ آئے ہین اسیقدر بیان کافی ہو الا تاہم خوف کو ہم علٰحدہ ایک مختصر کلام مین بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خوف دو صورتون مختلفہ سے پیدا ہوتا ہو جن مین سے ایک صورت دوسری کی نسبت اعلیٰ ہو اور ان دونون صورتون کی مثال یہ ہو کہ فرض کرو کہ ایک لڑکا ایک گھر مین موجود ہو اور یکایک اسمین کوئی درندہ یا سانپ چلا آوے تو کیا عجب ہو کہ لڑکا اس سے نہ ڈرے بلکہ سانپ کے پکڑنے کو ہاتھ بڑہادے اور اس سے کھیلنا چاہے لیکن اگر اسکے ساتھ اسکا باپ بھی ہو اور اسکو کچھ سمجھ بھی ہو اور اسکا باپ سانپ یا درندے کو دیکھکر ڈرجاوے اور بھاگ کھڑا ہو تو لڑکا بھی جب باپ کو کانپتے اور بھاگتے دیکھیگا اسکے ساتھ ہی بھاگیگا اور خوف اسپر چھا جاویگا پس یہان ایک خوف تو باپ کا ہو جو سانپ کی خاصیت اور اسکا زہر جانتا بوجھتا ہو اور درندے کی پکڑ اور جھپٹ اور بیدردی کو سمجھتا ہے اور ایک خوف لڑکے کا ہو جو صرف باپ کی تقلید سے ہو اسوجہ سے کہ جانتا ہو کہ باپ کا ڈرنا کسی خوفناک چیز ہی سے ہو پس اسکی دیکھا دیکھی جانتا ہو کہ درندہ اور سانپ خوفناک چیز ہے اور اسکی وجہ نہین جانتا جب اس مثال کو جان چکے تو جان تو کہ خداے تعالے سے ڈرنے کے بھی دو مقام ہین اول خوف اسکے عذاب سے دوم خوف اسکی ذات سے دوسری قسم کا خوف ان لوگون کو ہوتا ہو جو اہل علم اور ارباب کشف ہین اور اسکے صفات مین سے وہ امور جانتے ہین جو مقتضی ہیبت اور رعب اور خوف کے ہین اور نیز بھید سے اس قول خداوندی کے ویحذرکم اللہ نفسہ اور اس قول کے اتقوا اللہ حق تقاتہ خوب واقف ہین اور قسم اول خوف عام خلق کا ہو جو محض جنت اور دوزخ پر ایمان لانے اور انکو پاداش طاعت و معصیت اعتقاد کرنے سے ہوتا ہو اور یہ خوف غفلت کے باعث اور ضعف ایمان کے سبب کمزور ہو جاتا ہو اور یہ غفلت وعظ و نصیحت کے سننے اور قیامت کی دہشتون کے ہمیشہ سوچنے اور اقسام عذاب آخرت کے یاد کرنے سے جاتی رہتی ہو اور نیز خائفین کو دیکھنے اور انکے پاس بیٹھنے

اور انکے احوال کے مشاہدہ کرنے سے زائل ہوجاتی ہے اگر مشاہدہ نہو تب بھی سننا خالی تاثیر سے نہین اور دوسری قسم خوف کی جو بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ خود خداے تعالے سے خوف کیا جاوے یعنی اسکی دوری اور حجاب سے خوف ہو اور قرب کی رجا حضرت ذوالنون فرماتے ہین کہ خوف دوزخ کا بمقابلۂ خوف فراق کے ایسا ہے جیسا ایک قطرہ سامنے سمندر کے اور یہ خوف علما کو ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلما اور عام مومنین کو بھی اس خوف سے بہرہ ہے مگر انکا خوف صرف تقلیدی ہے جیسے لڑکے کا خوف سانپ سے اپنے باپ کی تقلید سے تھا اور چونکہ اس خوف تقلیدی مین بصیرت نہین ہوتی اسواسطے ضعیف ہوتا ہے اور جلد جاتا رہتا ہے یہانتک کہ لڑکا اگر کبھی کسی منتر والے کو سانپ پکڑتے دیکھتا ہے تو خود مغالطہ کھاکر اسکی دیکھا دیکھی آپ بھی جرأت اسکے پکڑنے کی کرتا ہے جیسے باپ کی دیکھا دیکھی خوف کرتا تھا بہر حال عقائد تقلیدی اکثر ضعیف ہوتے ہین الا اس صورت مین کہ انکے اسباب کو ہمیشہ دیکھا جاوے جنسے کہ انکی تاکید ہوتی ہے اور پھر مقتضاے اسباب کے بموجب طاعت کی کثرت اور معاصی سے اجتناب بمدت دراز تک مواظبت کیجاوے تو البتہ عقائد قوی ہوجاتے ہین حاصل یہ کہ جو شخص درجۂ معرفت پر پہونچکر خداے تعالی کو پہچانتا ہے وہ خواہ مخواہ خوف کرتا ہے اسکے لیے کسی علاج کی ضرورت نہین جس سے کہ خوف اسکو حاصل ہو جیسے کوئی شخص درندے کو جان لے اور اپنے آپ کو اسکے پنجون مین مبتلا دیکھے تو اسکے لیے اسباب کی حاجت نہین کہ درندے سے ڈرنے کے لیے اسکے واسطے کوئی تدبیر کیجاوے بلکہ وہ تو درندے سے خواہ مخواہ ڈریگا اور اسیواسطے خداے تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مجھ سے ایسا ڈر جیسے درندہ ایذارسان سے ڈرتا ہے اور درندہ ایذارسان سے ڈرنے کے لیے بجز درندے کی معرفت اور اسکے پنجون مین واقع ہونے کی کیفیت معلوم کرنے کے اور کچھ تدبیر نہین چاہیے پس جو شخص کہ خداے تعالی کو جانیگا وہ یہ جان لیگا کہ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کچھ پروا نہین رکھتا جو چاہتا ہے سو حکم دیتا ہے کسی سے نہین ڈرتا فرشتون کو بدون کسی ذریعۂ سابقہ کے قرب عنایت فرمایا اور ابلیس کو بغیر کسی جرم گذشتہ کے راندۂ درگاہ کیا اسکی صفت وہی ہے جو حدیث قدسی مین مذکور ہے ہؤلاء فی الجنۃ ولا ابالی وہؤلاء فی النار ولا ابالی اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ عذاب بدون معصیت کے نہین دیتا اور نہ ثواب بدون طاعت کے تو اسکو یہ تامل کرنا چاہیے کہ پھر مطیع کے لیے اسباب طاعت سے کیون اعانت کرتا ہے کہ اسکو خواہ مخواہ طاعت ہی کرنی پڑتی ہے اور عاصی کو لوازم معصیت کیون مہیا فرماتا ہے جس سے کہ وہ طوعاً وکرہاً گناہ کرتا ہے یعنی جب خداے تعالی نے غفلت اور شہوات اور قدرت شہوت کے اسکے ادا کی پیدا کردی تو فعل تو اس سے ضرور ہی ہوگا اب جو اسکو اپنی درگاہ سے دور کیا تو اسلیے کیا کہ وہ مرتکب جرم ہوا مگر ہم یہ کہتے ہین کہ اسکو جو قدرت گناہ دی اور اس سے گناہ کرایا یہ کس سبب سے ہوا کیا پہلے اس سے کوئی اور خطا ہوئی تھی جسکی سزا مین یہ گناہ اس سے سرزد ہوا پھر اس خطا کو کہینگے کہ وہ کس لیے ہوئی تھی یہانتک کہ ایک لا انتہا سلسلہ بیجا قائم ہوگا یا اول ہی قصور پر یون کہا جاوے کہ پہلے سے بندے کا قصور کوئی نہین تھا بلکہ ازل مین اسپر یونہی لکھا گیا تھا اور اسی بات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس حدیث مین کہ قصہ گفتگو حضرت آدم اور حضرت موسی علیہ السلام کا خداے تعالی

کے سامنے مذکور فرمایا کہ دونون مین گفتگو ہوئی اور حضرت آدمؑ غالب رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم وہی آدم ہو جنکو خداے تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ڈالی اور اپنے فرشتون سے سجدہ کرایا اور اپنی جنت مین رکھا پھر تمنے اپنی خطا کے باعث لوگون کو زمین پر اتارا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہی موسیٰ ہو جنکو خدا تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے مخصوص فرمایا اور تختیان عنایت فرمائین جنمین ہر ایک چیز کا بیان تھا اور تمکو اپنی سرگوشی مین سرفراز فرمایا تو بھلا یہ تو بتاؤ کہ خداے تعالیٰ نے میری پیدایش سے کتنا پہلے توریت کو لکھا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چالیس برس پیشتر حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ توریت مین یہ بھی ہے کہ نہین وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ ت انھون نے فرمایا کہ ہے حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ کیا تم مجھکو ایسے عمل کرنے پر ملامت کرتے ہو جو چالیس برس پیشتر میرے عمل کرنے اور پیدا ہونے سے اللہ تعالیٰ نے مجھپر لکھ دیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تقریر سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہے پس جو شخص اس امر مین سبب کو معلوم کریگا اور معلوم کرنا بھی نور ہدایت سے ہوگا تو وہ شخص خاص عارفون مین سے ہوگا جو تقدیر کے بھید سے واقف ہین اور جو شخص سنکر ایمان لاویگا اور سنتے ہی یقین کریگا وہ عام مومنین سے ہوگا اور انمین سے ہر ایک فریق کو ایک طرح کا خوف ہوگا کیونکہ ہر ایک بشر قبضۂ قدرت مین ایسی طرح ہے جیسے ضعیف لڑکا درندے کے جنگل مین اور درندہ کبھی تو بھولجاتا ہے اور لڑکے کو چھوڑ دیتا ہے اور کبھی غراکر چیر پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ صورتین حسب اتفاق ہوا کرتی ہین اور اس اتفاق کے لیے بھی اسباب تقدیری معین ہوا کرتے ہین لیکن اگر اس امر کو لحاظ نہ جاننے والے کے دیکھین تو اتفاق کہینگے اور اگر خداے تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے دیکھین تو اتفاق نہ کہینگے۔ اور جو شخص کہ درندہ کے چنگل مین پڑا ہے اگر اسکی معرفت کامل ہو تو وہ اُس سے خوف نہین کریگا اس واسطے کہ وہ بھی مسخر ہے اگر اسپر بھوک مسلط کیجاوے تو شکار کریگا اور اگر غفلت حاوی کردیجاویگی تو چھوڑ دیگا تو مسخر سے کیا ڈرنا چاہیے خوف اس سے چاہیے جسنے درندہ کو اور اسکی صفات کو پیدا کیا اسی لیے ہم یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی مثال درندہ سے ڈرنا ہے بلکہ اگر پردہ اٹھا لیا جاوے تو معلوم ہو کہ درندہ سے ڈرنا بعینہٖ خدا سے ڈرنا ہے اس واسطے کہ درندے کے ذریعے سے ہلاک کرنیوالا تو وہی ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ آخرت کے درندے مثل دنیا کے درندون کے ہین اور اللہ تعالیٰ نے اسباب عذاب اور اسباب ثواب دونون کو پیدا کیا اور دونون کے واسطے انکے اہل بھی پیدا کیے جنکو تقدیر الٰہی بحکم قضاے ازلی کے اسطرف ہنکائے لیے جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوئے ہین مثلاً جنت کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسکے لیے کچھ لوگ بنائے کہ وہ جنت کے سامان کے لیے مسخر کردیے ہین وہ چاہین یا نہ چاہین اور دوزخ کو پیدا کیا اور اسکے لیے کچھ لوگ پیدا کیے اور انکو دوزخ ہی کے اسباب کا مسخر کردیا انکو منظور ہو یا نہو پس جو کوئی اپنے نفس کو گرداب تقدیر اور جار موجۂ قضا مین دیکھیگا اسپر بیشک خوف غالب ہوگا۔ یہ خوف ان لوگون کا ہے جو راز تقدیر کو پہچانتے ہین مگر جسکو پہونچنا کنگرۂ استبصار تک دشوار ہو اسکا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کی دوا اخبار و آثار کے سننے سے کرے یعنی خائفین اور عارفین کے احوال و اقوال کا مطالعہ کرے اور پھر انکے عقول اور مناصب کو مغرورون کے

ت اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا ۱۲

والون کے منصب کے ساتھ نسبت دے تو کچھ شک نہ کریگا اس بات مین کہ پیروی کرنی اول فرقہ کی اولی ہی کیونکہ وہ لوگ انبیا اور علما ہین اور فریق ثانی یعنی بیخوف لوگ فرعون اور جاہل اور غبی ہین زیادہ اس سے کیا ہوگا کہ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین والآخرین ہین وہ سب سے زیادہ خائف رہتے تھے یہانتک کہ روایت ہی کہ ایک لڑکے کی نماز جنازہ آپ پڑھتے تھے کہ آپ نے کسی کو پڑھتے سنا اللہم قہ عذاب القبر وعذاب النار اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کسی کو یون کہتے سنا ہنیالک عصفور من عصافیر الجنۃ آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ تو نے کیسے جانا کہ یہ ایسا ہی ہی بخدا کہ مین رسول خدا ہون مجھکو معلوم نہین کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جاویگا اللہ تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور اسکے واسطے کچھ لوگ بنائے کہ ان مین نہ زیادہ ہون نہ کم۔ اور ایک روایت یون ہی کہ یہی ارشاد آپ نے حضرت عثمان بن مظعون کے جنازے پر جو اول مہاجرین مین سے تہے اسوقت فرمایا تھا کہ جب حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انکو کہا تھا ہنیالک الجنۃ حضرت ام سلمہ رضی بعد کو فرمایا کرتی ہین کہ عثمان کے بعد مین کسی کو پاک نہ کہون گی اور محمد بن خولۃ الحنفیہ یعنی بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرماتے ہین کہ خدا مین سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو پاک نہین کہتا نہ اپنے باپ کو کہون جنکا مین تخم ہون راوی کہتے ہین کہ اس بات سے فرقہ شیعہ نے انپر ہجوم کیا تو آپ نے فضائل اور مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کرنے شروع کردیے اور ایک دوسری حدیث مین ایک شخص اہل صفہ کا حال مروی ہی کہ جب وہ شہید ہوے تو انکی مان نے کہا بیٹا جنت مبارک ہو تو جنت کی چڑیون مین سے ہی تو نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور راہ خدا مین مارا گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی مان سے کہا کہ تم کو کیسے اسکا جنتی ہونا معلوم ہوا شاید وہ اپنی حیات مین کلام غیر نافع کیا کرتا ہو یا ایسی چیز کو نہ دیا کرتا جو اسکو مضر نہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لیگئے وہان سنا کہ کوئی عورت کہہ رہی ہی کہ تجھکو جنت مبارک ہو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہی جو خدا پر حکم کرتی ہے مریض نے عرض کیا کہ یہ میری مان ہی آپنے اس عورت کو ارشاد فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید تمہارا لڑکا کلام بیفائدہ کیا کرتا ہو اور ایسی چیز مین بخل کیا کرتا ہو جسکے پاس مینہ سے تو نگر نہوتا ہو۔ علاوہ ازین سب مسلمان کسطرح خوف نہ کرین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مجھکو بوڑھا کردیا سورۂ ہود اور اسکی بہنون سورۂ واقعہ اور کورت اور عم یتساءلون نے علما اسکی وجہ یہ فرماتے ہین کہ شاید یہ قول آپکا اسلیے ہی کہ سورۂ ہود مین دور کرنے کا مضمون بہت ہی جیسے الا بعدا لعاد قوم ہود اور الا بعدا لثمود اور الا بعدا لمدین کما بعدت ثمود باوجود یکہ آپکو معلوم تھا کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو یہ قوم شرک نہ کرتی کیونکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کردیتا اور سورۂ واقعہ مین یہ مضمون ہی لیس لوقعتہا کاذبۃ خافضۃ رافعۃ یعنی جو شدنی ہی اسپر قلم خشک ہو گیا تو بھلا لکھا پورا ہوگا جبتک کہ واقعہ آوے اور وہ یا خافضہ یعنی پست کرنیوالی ہوگی ان لوگون کی جو دنیا مین اونچے تھے یا رافعہ ہوگی یعنی اونچا کرنیوالی ان لوگون کی جو دنیا مین پست تھے اور سورہ کورت مین قیامت کے احوال ہین اور خاتمے کا ظاہر ہونا چنانچہ ارشاد ہو واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت علمت نفس ما احضرت اور

[illegible]

عمّ یتساءلون مین بھی کچھ ایسا ہی مضمون ہو یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ اور لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا اور قرآن مجید اول سے آخر تک خوف ہی ہو اگر کوئی سمجھ کر پڑھے اور اگر تمام قرآن مین صرف ایک یہی آیت ہوتی کہ انی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اہتدی تو کافی ہوتی اسلیے کہ اسمین مغفرت کو چار شرطون پر معلق کیا ہو کہ بندہ ان مین سے ایک کو ادا کرنے سے بھی عاجز ہو کہ اس سے زیادہ سخت یہ قول خداوندی ہو فاما من تاب وآمن وعمل صالحا فعسی ان یکون من المفلحین یعنی باوجود بجاآوری شروط کے بھی یقین فلاح نہین اور یہ قول لیسئل الصادقین عن صدقہم اور سنفرغ لکم ایہا الثقلان اور افامنوا مکر اللہ اور وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید اور یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا اور وان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا اور اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر اور من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب اور فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباء منثورا اور والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اس صورت مین نقصان اور خسران سے بچنے کی چار شرطین کی ہین اور انبیا علیہم السلام جو باوجود انعام واحسان الٰہی کے ڈرتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ وہ خداے تعالٰی کے مکر سے بیخوف نہ تھے فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون خود خدا تعالٰی فرماتا ہو یہانتک کہ روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام خدا تعالٰی کے خوف سے روئے اللہ تعالٰی نے دونون کو وحی کی کہ تم کیون روتے ہو مین نے تمکو مامون کر دیا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مکر سے بیخوف کون ہو سکتا ہو گویا کہ جب دونون جان گیا کہ اللہ تعالٰی عالم غیب ہو اور ہمکو اطلاع کامون کے انجام کی نہین تو اس بات سے مامون رہے کہ خدا تعالٰی کا فرمانا نہین براہ امتحان اور ابتلا اور مکر کے نہو یعنی اگر ارشاد خداوندی کے بعد خوف ساکن ہو جاتا تو معلوم ہوتا کہ مکر سے مامون ہین اور قول سابق کی وفا نہوتی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کہ گوپھن مین رکھے گئے تو فرمایا کہ حسبی اللہ یعنی خدا مجکو بس ہو اور یہ ایک بڑا دعوی تھا اسی لیے آپ کا امتحان لیا گیا اور ہوا مین حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو کچھ حاجت ہو آپ نے فرمایا کہ تمسے کچھ مطلب نہین تو یہ فرمانا آپ کا واقع مین اس اول قول حسبی اللہ کا پورا کرنا تھا اسی قصے کو خداے تعالٰی نے بیان فرمایا ہو وابراہیم الذی وفی یعنی اول حسبی اللہ جیسا کہا تھا ویسا ہی نباہ دیا اور اسی طرح حال حضرت موسٰی علیہ السلام کا بیان فرمایا کہ چنانچہ ارشاد فرمایا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی قال لا تخافا اننی معکما اسمع واری اور باوجود اسکے جب جادوگرون نے اپنا جادو پھیلایا تو حضرت موسٰی علیہ السلام کے دلمین خوف ہوا اسلیے کہ آپ خدا کے

ف جسدن دیکھ لے آدمی جو آگے بھیجا اسکے ہاتھون نے ۱۲ ف کوئی نہین بولتا مگر جسکو حکم دیا رحمن نے اور بولا بات ٹھیک ۱۲ ف اور مین بخشتا ہون اسپر جو توبہ کرے اور یقین لاوے اور کرے بھلا کام پھر راہ پر رہے ۱۲ ف سو جسنے توبہ کی ہو اور یقین لایا اور کی بھلائی سو امید ہو کہ ہو چھوٹنے والون مین ۱۲ ف تا پوچھے سچون سے انکا سچ ۱۲ ف ہم فارغ ہوتے ہین تمہاری طرف اے بوجھل قافلو ۱۲ ف کیا نڈر ہوئے اللہ کی داؤ سے ۱۲ ف اور ایسی ہو پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا ہو بستیون کو اور وہ ظلم کر رہی ہین بیشک اسکی پکڑ دکھ دیتی ہو زور کی ۱۲ ف جسدن ہم اکٹھا کر لاوینگے پرہیزگارون کو رحمن کے پاس مہمان بلائے اور ہانک لیجاوینگے گنہگارون کو دوزخ کیطرف پیاسے ۱۲ ف اور کوئی نہین تم مین جو نہ پہونچے گا اسپر

تعالےٰ کے مکر سے بیخوف نہ تھے اور امر مشتبہ ہو گیا تھا یہانتک کہ نئے سر سے انکے لیے امن کا ارشاد کیا گیا کہ لا تخف انک انت
الاعلےٰ اور جب شوکت مسلمانون کی بدر کے روز کم ہو گئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی اگر
اس جماعت کو تو ہلاک کر دیگا تو روے زمین پر کوئی ایسا نہین رہیگا جو تیری عبادت کرے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
کہ آپ یہ الفاظ جانے دیجیے آپ کے لیے جو وعدہ خدا تعالےٰ نے کیا ہی وہ اسکو پورا فرماویگا یہان حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو تو
اعتماد اللہ تعالےٰ کے وعدے پر تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام خوف خدا کے مکر سے حاصل تھا اور یہ مقام بڑا
کامل ہی اسواسطے کہ یہ جب ہی صادر ہوتا ہی جب اسرار آلہی اور افعال خفیہ اور معانی صفات خداوندی کی معرفت کامل ہو اور صفات
سے جو سرزد ہوتا ہی انہین سے بعض کو مکر کہتے ہین اور بشر مین سے کسی کو طاقت نہین کہ کنہ صفات الٰہی کو معلوم کر لے اور جو شخص معرفت
کی حقیقت کو جان لے اور یہ بھی سمجھ لے کہ میری معرفت کنہ امور کے احاطہ سے قاصر ہی اسکا خوف بیشک بہت زیادہ ہوگا
اور اسیواسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب سوال ہوا کہ انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ انھون نے
جواب مین عرض کیا کہ ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک اور آخر کو فرمایا کہ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک
انت العزیز الحکیم آپ نے سارا کام مشیت پر سونپ دیا اور اپنے آپ کو بالکل درمیان سے علیحدہ کر دیا اسلیے کہ معلوم تھا کہ ہمکو کچھ اختیار
نہین سب کام مشیت ایزدی سے ایسے وابستہ ہین کہ عقل وعادت کے خطے سے خارج ہین انپر حکم قیاس اور گمان اور وہم سے بھی نہین
ہو سکتا چہ جائے کہ تحقیق اور یقین کسی امر کا ہو سکے اور یہی بات وہ ہی جس سے عارفون کے دل ٹکڑے ہوتے ہین یعنی قیامت
کیواسطے وہ ہی جسمین آدمی کو کام ایسی ایک ذات سے پڑیگا جسکو کچھ پروا نہین اگر وہ ہلاک کرے تو اس جیسے بیشمار کو ہلاک کر دیا ہی اور
ہمیشہ دنیا مین انکو انواع واقسام کی تکلیفات وامراض سے عذاب دیتا ہی اور باوجود اسکے انکے دلون کو کفر اور نفاق کا روگ لگا کر
ابدالآباد کو انپر عذاب مقرر فرماتا ہی پھر آپ ہی فرماتا ہی ولو شئنا لآتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین اور
دوسری جگہ فرماتا ہی وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین اب سوچنے کی بات ہی کہ جب اول مین یہ قول ہو چکا اور اسکے
تدارک کی کچھ طمع نہین تو کسطرح خوف نہوگا اگر بالفرض تقدیر نہوتی معاملہ حال ہی کی روئداد پر منحصر ہوتا تب بھی طمع کسی حیلے اور
تدبیر کی ہوتی مگر اب بجز تسلیم کے اور کیا ہو سکتا ہی یا یہ ہو سکتا ہی کہ جو اسباب دل اور اعضا پر کھلا کھلی معلوم ہوتے ہین انسے قرینہ سابقہ
ازلی کا معلوم ہو جاوے مثلاً جس شخص کے لیے اسباب شر مہیا ہون اور اسباب خیر مین اور اسمین حجاب واقع ہو اور اسکا علاقہ دنیا سے
خوب پکا ہو تو گویا اسکو واقع مین راز تقدیر کا کھل گیا ہی کہ میرے نصیب مین بدبختی لکھی ہی کیونکہ جو شخص جس واسطے پیدا ہوا ہی اسکے
واسطے ویسے ہی سامان مہیا ہوتے ہین اور اگر کسی کے واسطے خیرات میسر ہون اور دل بالکل دنیا سے علیحدہ اور ظاہر وباطن دونون سے
متوجہ الی اللہ ہو تو یہ باتین اس امر کو چاہتی ہین کہ خوف تھوڑا ہو بشرطیکہ اسی حال پر ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہو لیکن ایک حال پر جا رہنا

لت تو نہ ڈر مقرر تو ہی رہیگا اور پر ۱۲ ۳ ۲ بخاری بروایت ابن عباس بالفاظ مختلفہ ۱۲ ۳ کیا تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہرا
مجکو اور میری مان کو دو معبود سوائے اللہ کے ۱۲ ۴ اگر مین نے یہ کہا ہوگا تو تجھکو معلوم ہوگا تو جانتا جو میرے جی مین ہی اور مین نہین جانتا جو تیرے جی مین ہی

دشوار ہو ؎ شعر اگر درویش بر حالے بماندے ؛ سر دست از دو عالم بر فشاندے ؛ علاوہ ازین خاتمے کا خطر آتش خوف کو دو بالا کرتا ہو اوراس شعلہ کے بجھنے کی کوئی تدبیر نہین حال کے بدلنے کا خوف ناخن رگ جان پر ملتا ہو اور کیون نہو کہ حدیث شریف مین وارد ہے مومن کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیون مین ہو اور دوسری حدیث مین ہو کہ دل بدلنے مین ہنڈیا کے ابال سے بھی زیادہ ہو اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہو اِنّ عذاب ربہم غیر مامون لہ ان اقوال کو سنکر کوئی بڑا ہی جاہل ہوگا جو بے خوف ہوجاویگا یعنی جس صورت مین کہ خدا تعالیٰ علانیہ امن سے ڈراتا ہو تو پھر گنجایش بیخوفی کی کہان ہو اور خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہو عارفون پر کہ انکے دلون کو رجا کی روح سے تازہ رکھتا ہو ورنہ آتش خوف سے جلکر انکے دل کباب ہوجاتے اور جسطرح کہ رجا انکے اسباب خواص الٰہی کے لیے رحمت ہین اسیطرح لوازم غفلت عام لوگون کے حق مین من وجہ رحمت ہین اگر غفلت دور کر دیجاوے اور اصل حال لوگون کو معلوم ہوجاوے تو جان بدنون سے رخصت ہو اور مقلب القلوب کے خوف سے دل ٹکڑے ہوجاوین بعض عارفین کا قول ہو کہ اگر کوئی شخص میرے ساتھ پچاس برس تک موحد رہے اور فقط ایک ستون کی آڑ مین ہوکر مرجاوے تو مین اسکی توحید کو یقینًا نہین کہ سکتا ہون اسواسطے کہ مجھے کیا معلوم ہو کہ اتنے عرصے مین کہ وہ ستون کی آڑ مین گیا اسکے دل پر کیا کیا تغیر ہوا اور بعض عارف فرماتے ہین کہ اگر گھر کے دروازے پر مرنے سے شہادت ملتی ہو اور کوٹھری کے دروازے پر مرنے سے مسلمانی پر خاتمہ ہوتا ہو تو مجھکو یہی منظور ہو کہ اسلام پر مرون اور حجرے کے باہر نہ نکلون اسواسطے کہ حجرے کے دروازے سے گھر کے دروازے تک جانے مین مجھے کیا معلوم ہو کہ میرے دل پر کیا تبدل ہوجاویگا اور حضرت ابو درداء رض قسم سے یہ بات فرماتے کہ جو شخص موت کیوقت اپنے ایمان کے چھن جانے سے بیخوف ہوجاتا ہو اسکا ایمان ضرور ہی چھن جاتا ہو اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ صدیقون کو خوف ہر قدم اور ہر وسوسے پر خاتمے کے برا ہونے سے رہتا ہو اور انکا وصف بھی خدا تعالیٰ اسی خوف سے فرماتا ہو وقلوبہم وجلۃ ۲ۃ اور جب حضرت سفیان ثوری کا وقت مرگ قریب پہونچا تو رونے لگے اور نہایت خائف تھے لوگون نے انسے کہا کہ آپ کو رجا کرنی چاہیے خدا تعالیٰ کا عفو تمہارے گناہون سے بڑا ہو ؎ شعر گر عظیم ست از فرو دستان گناہ ؛ از جناب عفو کردن اعظم ست ؛ آپ نے فرمایا کہ مین گناہون کے واسطے نہین روتا اگر مجھے یہ معلوم ہوجاوے کہ خاتمہ توحید پر ہوگا تو مجھے کچھ پروا نہین گو میرے ساتھ پہاڑون کے برابر گناہ جاوین۔ حکایت ہو کہ بعض خائفین مین سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو وصیت کی کہ جب مین مرنے لگون میرے سرہانے بیٹھنا اگر دیکھو کہ میرا خاتمہ توحید پر ہوا تو تمام میرا مال لیکر اسکے بادام اور شکر خریدکر شہر کے لڑکون کو تقسیم کرنا اور کہنا کہ ایک شخص قید مین سے چھوٹا ہو اسکی شیرینی ہو اور اگر میرا خاتمہ توحید پر نہو تو لوگون کو خبر کر دینا کہ یہ شخص توحید پر نہین مرا ایسا نہو کہ کوئی دھوکے مین آکر میرے جنازے پر آوے اور مرنے کے بعد مجھکو ریا لاحق ہو اگر تم سب سے کہدوگے تو جسکا دل چاہیگا آویگا ریا کے باعث کوئی نہ آویگا انکے بھائی نے پوچھا کہ مین کیسے جانون کہ آپ کا خاتمہ توحید پر ہوا یا نہین انھون نے کچھ علامت بتادی کہ توحید کی پہچان یہ ہوگی جب انکی وفات ہوئی تو انکے بھائی نے علامت توحید پائی اور بموجب وصیت بادام و شکر لیکر تقسیم کر دی، اور حضرت سہل کا قول ہو کہ مرید کو خوف گناہ مین مبتلا ہونیکا ہوتا ہو اور عارف کفر مین مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے اور حضرت ابو یزید

لہ بیشک انکے رب کے عذاب سے نڈر ہوجانا نہین ۱۲ ۲ۃ اور ان کے دلون مین ڈر ہے ۱۲

بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ جب مین مسجد کو جاتا ہون تو یہ معلوم ہوتا ہی گویا میری کمر مین زنار ہی مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہین گرجا یا آتشخانے مین نہ لیجاوے اور مسجد مین گھسنے تک وہ زنار رہتا ہی مسجد مین جانے سے علٰحدہ ہوجاتا ہی یہ بات ہر روز پانچ بار ہوا کرتی ہی حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریان تم گناہون سے ڈرتے ہو اور ہم پیغمبرون کی جماعت کفر سے ڈرتے ہین اور انبیا کے حالات مین کہین مذکور ہی کہ ایک پیغمبر نے خدا تعالے سے برسون تک شکایت بھوک اور برہنگی اور جوؤن کی کی اور انکا لباس اُون کا تھا انپر وحی ہوئی کہ ہمنے تجھکو کفر سے بچائے رکھا اس بات سے راضی نہین ہو کہ دنیا مانگتے ہو انھون نے خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا کہ الٰہی مین راضی ہون مجھکو کفر سے محفوظ رکھ اب غور کا مقام ہی کہ جب خاتمے کی بُرائی سے ایسے عارف ڈرتے ہون جنکے قدم راسخ اور ایمان قوی ہین تو ضعیف بیچارے کیسے نہین ڈرینگے اور خاتمے کے بد ہونے کے چند اسباب ہین جو موت سے پیشتر ہوجایا کرتے ہین مثلاً بدعت اور نفاق اور کبر اور کچھ اور صفات مذمومہ اور چونکہ نفاق ایسی بلا ہی جس سے خاتمہ بگڑتا ہی اسی جہت سے صحابہؓ نفاق سے نہایت ڈرتے تھے حتی کہ حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ اگر مجکو یہ معلوم ہوجاوے کہ مین نفاق سے بری اور صاف ہون تو یہ بات مجکو دنیا و مافیہا سے اچھی معلوم ہوتی ہی اور ان لوگون کے نزدیک نفاق سے وہ نفاق مراد نہین جو اصل ایمان کی ضد ہی بلکہ اس سے وہ نفاق مراد ہی جو ایمان کے ساتھ اکٹھا ہوسکتا ہی یعنی ہوسکتا ہی کہ آدمی مسلمان بھی ہو اور منافق بھی اور اس نفاق کی علامات بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اربع من کن فیہ فھو منافق خالص وان صلی وصام وزعم انہ مسلم وان کانت فیہ خصلۃ منھن ففیہ شعبۃ من النفاق حتی یدعھا من اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان واذا خاصم فجر اور ایک روایت مین واذا عاھد غدر وارد ہوا ہی اور اصحابہ اور تابعینؒ نے نفاق کی ایسی تفسیر کی ہے جس سے بجز صدیق کے اور کوئی خالی نہین چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ نفاق مین سے ظاہر و باطن کا مختلف ہونا اور دل و زبان کا مختلف ہونا اور اندر اور باہر دو طرح پر ہونا اب ہم پوچھتے ہین کہ ان باتون سے کون خالی ہی بلکہ یہ باتین لوگون مین ایسی مانوس اور معتاد ہوگئین ہین کہ کوئی انکو برا ہی نہین جانتا علاوہ ازین یہ امور قریب زمانہ فیض کاشانہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے جاری تھے اس زمانے کو تو کون پوچھتا ہی حضرت حذیفہؓ فرماتے ہین کہ عہد مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین آدمی ایسا لفظ کہا کرتا تھا کہ جس سے منافق ہوجاتا تھا اور وہی لفظ مین تم سے دن مین کوئی دس دفعہ سنتا ہون اور اصحابؓ فرماتے تھے کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو کہ تمھاری نظرون مین وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہین مگر ہم انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مین کبیرہ جانتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ نفاق کی علامت یہ ہی کہ جیسا کام آدمی خود کرے ویسا لوگون سے اگر ہوجاوے تو بُرا جانے اور کسی سے جور کرنے کے باعث محبت رکھے اور حق بات کے باعث بغض اور بعضون کا یہ قول ہی کہ نفاق اسکا نام ہی کہ جب کوئی تعریف ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو اسکو یہ تعریف کرنا اچھا معلوم ہو اور ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم جب امرا کے پاس جاتے ہین تو جو کچھ وے کہتے ہین اسکو درست و بجا کہے جاتے ہین اور جب انکے پاس سے اٹھ آتے ہین تو انکی حقارت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہم نفاق

جانا کرتے تھے اور روایت ہے کہ آپ نے کسی کو سنا کہ حجاج کو برا کہہ رہا ہے آپ نے اسکو فرمایا کہ اگر حجاج موجود ہوتا تب بھی یہ کہتا کہ نہیں اسنے عرض کیا کہ اسکے سامنے تو نہ کہتا آپ نے فرمایا کہ ایسی بات کو ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تھے اور اس سے بھی زیادہ سخت یہ روایت ہے کہ چند لوگ حضرت حذیفہ رض کے دروازے پر بیٹھے انکا انتظار کر رہے تھے اور آپ کا حال کچھ آپسمین بیان کرتے تھے جب آپ گھر مین سے نکلے تو سب لوگ آپ سے حیا کر کے چپ ہو رہے آپ نے فرمایا تم جو باتین کرتے تھے وہی کرو سب خاموش رہے آپ نے فرمایا کہ اس کو ہم عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین نفاق جانتے تھے اور یہ حضرت حذیفہ وہ ہین جو منافقین کے جاننے مین اور اسباب نفاق کے پہچاننے مین مخصوص تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ دل پر ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ ایمان سے بھر جاتا ہے یہانتک کہ اسمین نفاق کو ایک سوئی کے برابر بھی گنجایش نہین ہوتی اور دوسرا ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ نفاق سے بھر جاتا ہے حتے کہ ایمان کو گنجایش سوئی چھپانے کی نہین ہوتی۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ عارفون کو خوف خاتمے کی برائی کا لگا رہتا ہے اور اسکے اسباب چند امور ہوتے ہین جو خاتمے سے پہلے واقع ہوتے ہین ان مین سے بدعتین اور گناہ اور نفاق بھی ہین اور بندہ انمین سے کسی سے کب خالی ہوتا ہے اور اگر گمان کرے کہ مین نفاق سے خالی ہون تو یہ بھی نفاق ہے کیونکہ یہ قول مشہور ہے کہ جو شخص نفاق سے بیخوف ہو وہ منافق ہے اور بعض اکابر نے کسی عارف سے کہا کہ مین اپنے نفس پر نفاق سے ڈرتا ہون انھون نے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا غرضکہ عارف کو ہمیشہ التفات سابقۂ ازلی اور خاتمے کیطرف رہتا ہے اور دونون سے خائف رہتا ہے اسیواسطے حدیث شریف مین ہے العبد المومن بین مخافتین بین اجل قد مضی لا یدری ما اللہ صانع فیہ و بین اجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض فیہ فو الذی نفسی بیدہ ما بعد الموت من مستعتب و لا بعد الدنیا دار الا الجنۃ او النار

ساتوان بیان برے خاتمے کے معنی کے ذکر مین چونکہ بیان گذشتہ سے اکثر خوف عارفین کا سوء خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے اسلیے اسکے معنی لکھنے ضروری ہین پس جاننا چاہیے کہ خاتمے کا برا ہونا دو طرح پر ہے جنمین سے ایکطرح دوسرے کی نسبت زیادہ خوفناک ہے وہ یہ ہے کہ دل پر سکرات موت کے وقت اور شدت احوال کے ظاہر ہونے کیوقت یا تو شک یا انکار ذات الٰہی مین غالب ہو جاوے اور اسی انکار اور شک کی صورت مین جان نکلجاوے تو یہ گرہ انکار کی بندہ مین اور خدا تعالیٰ مین حجاب ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کی دوری اور حجاب دائمی کا مستحق کرتی ہے اور دوسری طرح خاتمے کی جو اسکی نسبت کم ہے وہ یہ ہے کہ بندے کے دل پر مرنے کیوقت محبت کسی چیز کی دنیا کی چیزون مین سے غالب ہو جاوے یا کوئی شہوت دنیاوی دل پر چھا جاوے اور دل اسمین ایسا ڈوبے کہ اس حال مین اور کسی کی گنجایش اسمین نہ رہے اور اتفاق سے ایسے ہی وقت جان نکلجاوے تو ایسی صورت مین دل کے ڈوبا رہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندے کا منہ اور سر دنیا کی طرف کو پھرا ہوا ہوگا اور جب منہ خدا تعالیٰ سے پھر گیا تو حجاب ہو گیا اور جہان حجاب ہوا عذاب نازل ہوا اسواسطے کہ جو آگ خدائے تعالیٰ نے سلگائی ہے وہ صرف محجوب لوگون ہی کو لگتی ہے جو ایماندار کہ انکے دل محبت دنیا سے سالم ہین اور ہمہ تن ان کی ہمت مصروف الی اللہ ہے انکو آگ یون کہیگی کہ اے مومن گزر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے کو گل کر دیا غرض کہ اگر غلبۂ محبت دنیا کی صورت مین اتفاق جان نکلنے کا ہو گا تو اندیشے کی بات ہے اسواسطے کہ آدمی اسی صورت پر مرتا ہے

جیسے زندہ تھا مرنے کے بعد کوئی صفت حاصل نہین ہوسکتی جو دل کے اوپر چھائی ہوئی صفت کے مخالف ہو کیونکہ دلون مین
تصرف بدون اعمال جوارح کے نہین ہوتا اور مرنے سے جوارح سب بیکار ہو گئے انکے عمل بھی بند ہو گئے تو نہ طمع کسی عمل کی ہے
نہ اسبات کی توقع کہ دنیا مین پلٹ کر تدارک مافات کیا جاوے اس صورت مین حسرت بہت بڑی ہوگی مگر جونکہ اصل ایمان اور محبت
الٰہی دل مین مدت مدید تک جمی رہی تھی اور اعمال صالحہ سے مستحکم ہوئی تھی تو ان دونون سے وہ حالت جو آدمی کو موت کے
وقت عارض ہوگئی تھی مٹ جاویگی پس اگر ایمان قوت مین مثقال کے برابر ہوگا تب تو آدمی کو جلد دوزخ سے نکالیگا اور
اگر اس سے کم ہوگا تو بہت دنون دوزخ مین رہنا پڑیگا یہانتک کہ اگر صرف ایک رتی کے برابر ہوگا تب بھی دوزخ سے نکلیگا گو
ہزارون برس کے بعد نکلے - اب اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آتش دوزخ مجرم پر موت کے بعد ہی آجاوے
پھر قیامت تک کی تاخیر اور اتنی مدت کی مہلت کیون ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص عذاب قبر کا منکر ہو وہ بدعتی ہے اور
نور خدا اور نور قرآن اور نور ایمان سے محجوب ہے صاحبان بصیرت کے نزدیک صحیح اور درست یہی ہے کہ قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ
کے غارون سے یا ایک چمن ہے جنت کے باغون سے اور یہی امر احادیث صحیح سے بھی معلوم ہوتا ہے پس اگر آدمی کا خاتمہ اچھا نہین ہوا
اور بدبخت جہان سے اٹھا تو فوراً روح کے جدا ہوتے ہی مورد بلا ہوتا ہے اور قبر ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہے بعض اوقات اسکی
قبر پر ستر دروازے دوزخ کے کھل جاتے ہین اور اقسام عذاب کے بھی بحسب اختلاف اوقات کے مختلف ہوتے ہین مثلاً قبر مین رکھنے
کے بعد سوال منکر نکیر کا ہوتا ہے پھر اسکے بعد سزا ہوتی ہے پھر حساب کا الجھاؤ اور سب کے سامنے قیامت مین فضیحت ہونا پھر اسکے بعد
پلصراط کا خوف اور دوزخ کے فرشتون کی ہیبت وغیرہ جو جو امور احادیث مین مذکور ہین تو بدبخت آدمی پر سب احوال اور اقسام عذاب
مین پھرتا رہتا ہے اور اپنے کیے کو بھگتتا ہے مگر اس صورت مین کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی رحمت مین چھپاوے اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ
ایمان کی جگہ کو مٹی کھا لیتی ہے بلکہ مٹی تمام اعضائے ظاہری کو کھا کر متفرق کرتی ہے یہانتک کہ وہ وقت مقرری آپہنچے اسوقت سب
اجزائے متفرق جمع ہونگے اور اسمین روح دوبارہ آویگی جو کہ محل ایمان ہے اور یہ روح مرنے کے بعد سے لیکر اس دم تک یا تو
ان جانورون سبز کے پوٹون مین رہی ہوگی جو عرش کے نیچے لٹکے ہوئے ہین بشرطیکہ سعید ہو اور یا اگر خدانخواستہ بدبخت ہوگی تو کسی
حالت مین جو خلاف پہلی حالت کے ہو رہیگی - اب ان سببونکا ذکر کیا جاتا ہے جو موجب سوء خاتمہ کے ہوتے ہین اگرچہ ایسی باتون
کے اسباب بیحد و شمار ہین کہ انکا مفصل حیطۂ بیان مین آنا غیر ممکن ہے مگر کلیۃً اشارہ ہوسکتا ہے تو جاننا چاہیے کہ جو خاتمہ کہ شک اور
انکار پر ہوتا ہے اسکا سبب دو صورتون مین منحصر ہوتا ہے صورت اول کہ باوجود ورع اور زہد کامل اور اعمال مین صلاح تام کے مقصود
ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ زاہد بدعتی ہو کیونکہ بدعتی کا انجام خطرناک ہے گو عمل اچھے ہون اور ہماری غرض بدعت سے کسی مذہب معین کی نہین
کہ اسکو بدعت قرار دین اسلیے اسکے بیان کے واسطے ایک قول طول طویل چاہیے بلکہ بدعت سے یہ مراد ہے کہ آدمی خداتعالیٰ کی
ذات و صفات و افعال مین کوئی بات غیر واقع اعتقاد کرلے اور یہ اعتقاد ناحق یا تو اپنی تجویز اور قیاس اور عقل سے ہو کہ جب اپنی
تجویز و قیاس سے حریف کو زک دے تو عقل پر اعتماد اور غرہ کیا اور کسی امر ناحق کا عقل ہی کے اعتماد سے اعتقاد کرلیا اور یا کسی

رواہ ترمذی عن ابی سعید خدری ۱۲
ان امور کی احادیث جلد اول باب قواعد العقائد میں گذر چکی ہیں
بلکہ بعض کے ہوتا ہے طبرانی نے بروایت ابن عمر نقل کیا ہے ۱۲

دوسرے ایسے ہی شخص کی پیروی سے یہ اعتقاد اپنے آپ مین آگیا بہرحال جب ایسے شخص کو موت نزدیک ہوتی ہی اور ملک الموت کا چہرہ
نظر آتا ہی اور دلکو اپنے اندر کی چیز سے گھبراہٹ ہوتی ہی تو بعض اوقات سکرات موت کیحالت مین اسپر یہ کھلجاتا ہی کہ جو کچھ پہلے
سے اعتقاد کر رکھا تھا وہ جہالت سے تھا اور باطل محض ہی اور سکرات موت مین معلوم ہونے کی وجہ یہ ہی کہ موت کا حال پردہ اٹھ جانیکا
وقت ہی یعنی چیزین جیسی حقیقت مین ہین ویسی بعد موت کے معلوم ہوتی ہین اور سکرات موت موت ہی مین شامل ہین اسی جہت سے
بعض باتین واقعی سکرات موت مین کھل جاتی ہین پس جب آدمی کو معلوم ہوا کہ یہ میرا پہلا اعتقاد جسپر میرا یقین تھا اور اعتماد قوی تھا
باطل ہوگیا تو وہ صرف اسی ایک اعتقاد کو جھوٹا نہین سمجھتا جسمین اپنی راے ناقص کو دخل دیا تھا بلکہ یہ گمان کرلیتا ہی کہ جو چیزین مین نے
سمجھ رکھی تھی سب کی کچھ اصل نہین یعنی پہلے سے اللہ و رسول پر ایمان رکھنے اور اپنے اعتقاد فاسد کو صحیح جاننے مین کچھ فرق نکرتا
تھا مرنے کے وقت جو بعض اعتقادات کا حال جہالت کے منشا سے معلوم ہوگا اس سے اور اعتقادات جو واقع مین صحیح تھے انکو بھی
باطل سمجھیگا یا انمین شک کریگا اب اگر اس حالت مین اسکی روح اتفاق سے نکلجاوے اور اصل ایمان اور حالت اصلی پر رجوع کرنے پایوے
تو ظاہر ہی کہ اسکا خاتمہ بُرا ہوگا اور اسکی روح معاذاللہ منہا شرک پر نکلیگی پس ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت مین وبدا لہم من اللہ
ما لم یکونوا یحتسبون اور اس آیت مین قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اور
جسطرح پر کہ خواب مین کبھی حال آیندہ کا معلوم ہوجاتا ہی اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہی کہ دل پر سونے کیوقت اشغال دنیا کے کم ہوتے
ہین اسیطرح سکرات موت مین بھی بعض امور منکشف ہوجاتے ہین کیونکہ کاروبار دنیاوی اور شہوات بدن قلب کو اسبات سے مانع ہین
کہ ملکوت کیطرف دیکھکر لوح محفوظ مین سے اشیا کا مطالعہ کرے اور جسطرح پر وہ واقع مین ہین اسکو معلوم ہوجاوے تو ایسی حالت دلکو
سبب کشف ہوا کرتی ہی اور کشف کے باعث باقی اعتقادات مین شک آجاتا ہے اور جو شخص کہ خدا تعالی مین اور اسکی صفات
و افعال مین کسی امر غیر واقعی کا معتقد ہو خواہ براہ تقلید یا اپنی عقل و تجویز سے تو اسکے لیے یہ خطرۂ مذکورہ بالا ہی اور زہد و صلاح اس
خطر کے دور کرنے کو کافی نہین اس خطرے سے بجز اعتقاد حق کے اور کوئی صورت نجات نہین اور بھولے آدمی اس خطر سے
کنارے پر ہین یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالی اور اسکے رسول اور آخرت پر ایمان مجمل لائے اور اسی پر پختہ رہے جیسے بدوی اور دہقانی
اور عوام جو بحث و اعتراض مین نہین پڑتے اور نہ کلام کو مقصود بالذات جانکر شروع کرتے ہین اور نہ متکلمین جو اقوال مختلفہ کی
تقلید بیان کرتے ہین انمین سے کسی کی سنتے ہین اسیواسطے ایسے لوگون کے حق مین حدیث شریف مین آیا ہی اکثر اہل الجنۃ البلہ اور یہی
وجہ تھی کہ بزرگان سلف بحث اور تقریر اور کلام اور ان امور کی تفتیش سے منع کرتے تھے اور خلق کو یہی کہتے تھے کہ خداے تعالی
نے جو کچھ اتارا اس سب پر ایمان لاؤ اور جو کچھ ظاہر الفاظ سے سمجھ مین آتا ہو اسکو درست جانو اور تشبیہ کا اعتقاد نرکھو اور تاویلات
مین نہ پڑو کیونکہ صفات مین گفتگو کرنی بہت بڑی بات ہی اور اسکی گھاٹیان سخت ہین اور راستے دشوار گزار اور عقلین ادراک جلال
الہی سے قاصر ہین اور چونکہ دل محبت دنیا پر مجبول ہین اسلیے نور یقین سے جو ہدایت الہی انپر ہوتی ہی وہ رکی ہوئی ہی اور بحث
کرنے والے جو کچھ اپنی بساط عقل کے موافق کہتے ہین وہ اکثر ایک دوسرے کے خلاف ہی اور دل انھین باتون کے ساتھ مالوف

اور ظاہر ہوا انکو اللہ کیطرف سے جو خیال نرکھتے تھے ۱۲ منہ

کہہ کیا ہم بتاوین تمکو کون لوگ ہین بہت اکارت گئے عملون مین جنکی دوڑ بھٹک رہی دنیا کی زندگی مین اور وہ سمجھتے ہین کہ خوب بناتے ہین کام ۱۲ منہ

اکثر جنت والے بھولے ہین یعنے بیوقوف ابلہ ۱۲

اور متعلق ہوتے ہین جو ابتداے نشو و نما مین انکے ذہن مین پڑتے ہین اور تعصبات جو خلق مین پھیلے ہوئے ہین وہ عقائد موروثی کی جڑ ہین اور نیز اُن عقائد کے جو معلمون سے اول اول حسن ظن کے باعث حاصل ہوتے ہین۔ پھر طبیعتون کا یہ حال ہے کہ دنیا کی محبت مین مشغوف اور اسکی طرف متوجہ ہین اور شہوات دنیاوی انکا گلا دبائے ہین اور فکر کامل سے بھرے ہوئے پس ایسے حال مین جب خداے تعالےٰ کے باب مین اور اسکے صفات مین اپنی اپنی راے کے موافق گفتگو کرنے کا دروازہ کھلا ہے تو لوگون کی طبیعت مین اختلاف اور ذہنون مین تفاوت تو ہوا ہی کرتا ہے اور ہر جاہل کو یہی حرص ہے کہ مدعی کمال ہو اور کنہ حق کا محیط نظر بنے جو جسکو سوجھے گا کہنے لگیگا اور جو کوئی انسے سنے گا اسکا دل اسی بات کا معتقد ہو جاویگا اور رفتہ رفتہ اس عقیدے کے ساتھ مالوف ہونے سے اسکو ایک استحکام ہو جائیگا غرضکہ طریق خلاصی کی انکے لیے کوئی صورت نہ ہیگی پس خلق کی سلامتی اور خیریت اسی مین ہے کہ نیک کام کرین اور جو بات کہ انکی حد طاقت سے خارج ہے اسکے مزاحم نہون مگر کیا کیجیے اب معاملہ بہت سست ہوگیا بیہودگی پھیل گئی ہر جاہل کے گمان مین جو سما گیا اسیکا ہو رہا وہ اپنے اعتقاد مین اسی امر کو علم اور استیقان جانتا ہے اور اپنے کو متصف بصفات ایمان اور سمجھتا ہے کہ جس بات پر مین نے اپنی راے سے قناعت کی ہے علم یقین اور عین یقین یہی ہے حالانکہ چند روز بعد اسکا فرہ معلوم ہوگا جب سوجھیگا کہ مصرعہ خود غلط بود آنچہ من پنداشتم ؛ اور اس بات کو یقیناً جان لینا چاہیے کہ جو شخص خداے تعالیٰ اور اسکے رسولون اور کتابون پر ایمان خالص کو چھوڑ کر اس بحث مین پڑتا ہے وہ خطرۂ مذکورہ مین اپنے آپ کو ڈالتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی کشتی ٹوٹ گئی ہو اور وہ صدمات امواج مین پڑا ہوا ہو کہ موجین اسکو ادھر سے اُدھر پھینک رہی ہون تو اس حال مین ایسا کم اتفاق ہوتا ہے کہ آدمی سلامت کنارے پر چلا آوے بلکہ غالب صورت ہلاک ہی ہے چنانچہ سعدی فرماتے ہین شعر درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار ؛ کہ پیدا نشد تختہ بر کنار ؛ پس کنہ حقیقت یا اوصاف مین پڑنا سراسر جہالت ہے علاوہ ازین جو لوگ اپنی عقل کے سمجھ کچھ کہتے ہین اور دوسرے لوگ انسے یہ عقیدہ سیکھتے ہین تو دو حال سے خالی نہین یا تو اسکی کوئی دلیل بھی ہوگی یا بے دلیل اس عقیدے کو مانا ہے اب اگر اس فرقۂ دوم کو اسمین شک ہوگا تو انکا دین فاسد ہے اور اگر فرقۂ اول کے قول کا اعتماد ہوگا تو خداے تعالیٰ کے مکر سے مامون ہونا اور اپنی عقل ناقص پر مغرور ہونا لازم آتا ہے اسیطرح جو کوئی اس بحث مین مبتلا ہوگا اسکی بھی دو حالتین ہوسکتی ہین مگر یہ اس صورت مین کہ عقل کی حدود سے نکلجاوے اور نور مکاشفہ جو عالم ولایت و نبوت مین چمکتا ہے اس تک جا پہنچے یہ بات ہر چند کبریت احمر ہے مگر کہان حاصل ہوسکتی ہے۔ اور اس خطر سے بھولے آدمی اور عوام آزاد ہین جو آگ کے خوف سے طاعت الٰہی مین مصروف ہین اور اس امر فضول مین خوض نہین کرتے حاصل یہ کہ خاتمے کی برائی مین ایک سبب اندیشہ ناک یہ بھی ہے۔ صورت دوم شک و انکار پر خاتمہ ہونے کے سبب کی یہ ہے کہ اصل مین ایمان ضعیف ہوتا ہے پھر محبت دنیا دل پر غالب ہو جاتی ہے اور جب ایمان ضعیف ہوتا ہے تو محبت الٰہی بھی ضعیف ہوتی ہے اور محبت دنیا قوی ہوتی ہے اور اسکی قوت اس درجے کو ہوتی ہے کہ دل مین جگہ محبت الٰہی کی نہین رہتی صرف ایسی رہجاتی ہے جیسے دل کا وسواس اور خطرہ یعنے محبت الٰہی ایسی نہین

ہوتی کہ نفس کی مخالفت کرنے اور شیطان کی راہ سے پھرنے مین کچھ اسکا اثر دل پر ہو جب یہ حال ہوتا ہے تو آدمی اتباع شہوات مین ڈوب جاتا ہی یہانتک کہ دل سیاہ اور سخت ہو جاتا ہی اور گناہون کے پے درپے ہونے سے سیاہی کی تہ دل پر جم جاتی ہی اور وہ نور ایمان جو ذرا سا تھا اسمین سے ہمیشہ کچھ کم ہوتا جاتا ہی یہان تک کہ نوبت مہر اور زنگ کی دل پر پہونچ جاتی ہی اور جب سکرات موت شروع ہوتے ہین تو محبت الٰہی اور بھی ضعیف ہو جاتی ہی کیونکہ اسوقت معلوم ہوتا ہی کہ جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اسکی جدائی کا وقت آپہونچا اور اس جدائی سے دل پر شدت کا صدمہ ہوتا ہے اور وجہ جدائی کی خدائے تعالیٰ ہی کو جانتا ہی تو دل مین یہ بات آتی ہی کہ خدائے تعالیٰ نے میرے اوپر موت کو کیون بھیجا یہ تو ایک بُری چیز ہی اور موت کا آنا اور اپنے محبوب کا جدا ہونا خدا کی طرف سے بُرا معلوم ہوتا ہی تو اسوقت یہ خوف ہوتا ہی کہ خدائے تعالیٰ کی محبت کے بدلے مین کہین اسکے دل سے بغض نہ جوش کرے جیسے کوئی شخص بیٹے کو تھوڑا سا چاہتا ہو اور مال کو بہت سا اور اسکا لڑکا اسکا مال لیکر اڑا دے یا پھونک دے تو وہ ذرا سی محبت جو اسکے بیٹے سے تھی وہ بغض سے بدلجاتی ہی اسیطرح یہان تصور کرنا چاہیے پس اگر اتفاق سے آدمی کی روح اسیدم نکلے جسوقت کہ خدا کیطرف سے اسکے دل مین بغض ہو تو ظاہر ہی کہ خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگا اور جو سبب کہ اس سے ایسا خاتمہ ہوا وہ غلبۂ محبت دنیا اور اسکی طرف میل کرنا اور اسکے اسباب سے خوش ہونا ہی اس حال مین کہ ایمان ضعیف ہو جو موجب ضعف محبت الٰہی ہی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے دل مین محبت الٰہی کو بہ نسبت محبت دنیا کے غالب دیکھے اگرچہ دنیا سے بھی محبت رکھتا ہو تو وہ اس خطرے سے برکنار ہی مگر دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہی یہی مرض لاعلاج ہی اور سب خلقت اس مین مبتلا ہی اور وجہ یہی ہی کہ خدا کو کم پہچانتے ہین اگر پہچانتے ہوتے تو محبت ضرور کرتے جو کوئی اسکو پہچانتا ہی بیشک اس سے محبت کرتا ہی اور اسی جہت سے اللہ تعٰ فرماتا ہی قُلْ اِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ خلاصہ یہ کہ جس شخص کی روح ایسے وقت مین نکلے کہ اسکے دل مین خدائے تعالیٰ پر انکار ہوا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فعل کہ اسمین اور اسکے زن و فرزند اور مال اور سب محبوب چیزون مین جدائی ڈالدے اسکو دل سے برا معلوم ہوتا ہو تو ایسے شخص کا مرنا اسی بغض کے ساتھ جانا اور اپنی محبوب چیز کو چھوڑنا ہوگا اور خدائے تعالیٰ کے سامنے ایسی طرح آویگا جیسا غلام جو آقا سے بغض رکھتا ہو اور بھاگا ہوا اور زبردستی گرفتار ہو کر سامنے لایا گیا ہو اب جو کچھ آقا کی طرف سے رسوائی اور گت ایسے شخص کی ہوگی وہ صاف ظاہر ہی اور جس شخص کی وفات محبت الٰہی پر ہوگی وہ خدائے تعالیٰ کے پاس ایسا آویگا جیسا اچھا غلام خدمتگار مشتاق اپنے آقا کا ہو اور کار خدمت مین جانکاہی اور محنت شاقہ اٹھاوے اور اسکے دیدار کے لیے سختیان سفر کی سہے پس ایسا شخص دربار مین پہونچتے ہی جیسا خوش ہوگا وہ اظہر من الشمس ہی اکرام و انعام انواع و اقسام کے اس خوشی سے علاوہ ہونگے اب دوسرے خاتمے کا حال سننا چاہیے جو رتبہ انکار پر مرنے کی نسبت کم ہی اور مقتضی ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین ایسے خاتمے کے بھی دو سبب ہین اول گناہون کی کثرت گو ایمان قوی ہو دوم ضعف

ایمان اگرچہ گناہ کم ہون اور اسکی وجہ یہ ہو کہ گناہون کا مرتکب ہونا اس سبب سے ہوتا ہو کہ شہوات غالب ہوتے ہین اور الفت و عادت کی کثرت سے دل مین جم جاتے ہین اور جن چیزون سے کہ آدمی عمر بھر مالوف رہتا ہو موت کے وقت ان سب کی یاد دل مین چلی آتی ہو مثلاً اگر اکثر میل طاعتون کیطرف ہوتا ہو تو نزع مین یاد طاعت الٰہی ہی اکثر ہوتی ہو اور اگر میل گناہون کیطرف زیادہ ہوتا ہو تو انھین کا ذکر دلپر موت کی حالت مین غالب ہوتا ہو اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہو کہ جب کوئی شہوت دنیا کی شہوتون مین سے یا کوئی گناہ دل پر غالب ہوتا ہو تو اسی حال مین اسکی روح نکلتی ہو اور دل اسیکا مقید ہوکر خدا تعالیٰ سے محجوب ہوجاتا ہو پس جو شخص کہ ارتکاب گناہ کا کبھی کبھی کرتا ہو تو وہ اس خطرے سے بری ہو اور جو کبھی نہین کرتا وہ یقیناً اس سے مامون ہو مگر جسپر کہ معاصی غالب ہین اور طاعات کی نسبت زیادہ ہین اور اسکا دل بھی انسے زیادہ خوش ہو بہ نسبت طاعات کے تو ایسے شخص کے حق مین یہ خطر بیشک بہت زیادہ ہو اور اسکو ایک مثال سے سمجھ لینا چاہیے وہ یہ ہو کہ ایک امر بدیہی ہے کہ آدمی خواب مین انھین باتون مین سے اکثر دیکھا کرتا ہے جنکو زندگی بھر کرتا رہتا ہو یہانتک کہ جو بات جاگنے کی حالت مین اسکو ہوتی ہو اسیکے مشابہ خواب مین دیکھتا ہو حتی کہ مراہق یعنی مرد قریب بلوغ جسکو احتلام ہوتا ہو وہ خواب مین صورت جماع کی نہ دیکھیگا بشرطیکہ جاگنے مین اسنے جماع نہ کیا ہو اور اگر مدت تک ایسا ہی رہے تو احتلام کیوقت کبھی صورت جماع نظر نہ آویگی اسیطرح اگر کوئی شخص اپنی عمر فقہ سیکھنے مین صرف کرے تو ایسے حالات دیکھیگا جو متعلق علم اور علما سے ہون اور اس قسم کے خواب تاجر سے زیادہ اسکو معلوم ہونگے جو اپنی عمر تجارت مین بسر کرتا ہو اور تاجر کو احوال متعلق تجارت اور اسکے لوازم طبیب ورفقیہ سے زیادہ سوجھینگے کیونکہ نیند کی حالت مین دل پر وہی بات ظاہر ہوتی ہو جسکو دل کے ساتھ کثرت مہارت والفت سے مناسبت ہوگئی ہو اور موت بھی مثل نیند کے ہو مگر اس سے بڑھکر ہو الا سکرات موت اور موت سے پہلے جو بیہوشی سی آجاتی ہو وہ نیند کے قریب ہی قریب ہو جب یہ ٹھہرا تو لازم آیا کہ نیند کی طرح اسمین بھی یاد کرنا الفت کی چیزون کا ہو اور دل مین ان چیزون کا آنا متحقق ہو اسوجہ کہ دل کو انکے ساتھ مدت تک الفت اور عادت رہی ہو یہی ترجیح اسوقت یاد ہونے کے لیے کافی ہو اور معاصی اور طاعات کے ساتھ مالوف ہونا بھی ایک ایسی وجہ ہے کہ جس سے ان کی یاد کو مرنے کے وقت ترجیح ہو اور اسیوجہ سے نیکبختون کے خواب اور بدکارون کے خواب مین مخالفت ہوتی ہو غرضکہ زیادہ مالوف ہونا بھی ایک سبب ہو جس سے کہ برائی کیصورت دل مین منقش ہوتی ہو اور نفس کو اسکی طرف رغبت ہوتی ہے اب اگر اتفاقاً اسی حال مین روح بدن سے پرواز کرجاوے تو خاتمہ اچھا نہو گا گو اصل ایمان باقی ہو جس سے کہ امید نجات وخلاص ہو اور جیسے کہ جاگنے کی حالت مین جو بات دلپر گذرتی ہو اسکا کوئی سبب خاص ہوتا ہو اسیطرح جتنی خواہین ہوتی ہین سب کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسباب ہوتے ہین کہ ہم بعض کو پہچانتے ہین اور بعض کو نہین جانتے اور ہمکو معلوم ہو کہ خیالات دلی ایک چیز سے دوسری کیطرف جو اول کے مناسب ہو منتقل ہوجاتے ہین خواہ دونون چیزون مین مشابہت کے باعث مناسبت ہو جیسے کسی خوبصورت کو دیکھکر دوسرا خوبصورت یاد آوے یا دونون مین بوجہ ضد ہونے کے علاقہ ہو مثلاً خوبصورت کو دیکھکر کسی بدصورت کا دھیان ہو اور دونونکے تفاوت

مین تامل کیا جاوے یا ان دونون چیزون مین صرف ایک ساتھ ہونیکا علاقہ ہو جیسے کوئی گھوڑا نظر پڑے کہ اسکو پہلے بھی کسی آدمی کے پاس دیکھا ہو اور اب اسکو دیکھکر اُس آدمی کا خیال آوے۔ اور کبھی خیال ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف جاتا ہے مگر مناسبت کی وجہ دونون مین کچھ نہین معلوم ہوتی اور یہ اسطرح ہوتا ہو کہ پہلے ایک چیز سے دوسری کا خیال ہوا اور دوسری سے تیسری کا پھر دوسری چیز کو بھول گیا اور اول اور تیسری چیز مین کچھ نسبت نہین ہو مگر اول مین اور دوسری مین بھی اور دوسری اور تیسری مین بھی جب دوسری ذہن مین نرہی تو اول اور تیسری مین کچھ نسبت معلوم نہین ہوتی اسیطرح خواب مین بھی خیالات دل کے انتقال کے لیے کچھ اسی قسم کے اسباب ہوتے ہین اور سکرات موت کیوقت بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے کہ جو چیز دماغ مین جمی ہوتی ہو اسیکا خیال اسوقت رہتا ہو مثلاً سلائی والا ایسے وقت سر کیطرف ہاتھ کو دوڑاتا ہو گویا سوئی لینا چاہتا ہو پھر اپنے اوپر کی چادر پر بالشت رکھتا ہو گویا بیونتنے کے لیے ناپتا ہو ایسے ہی ہر کام والون کے خیالات کو قیاس کرنا چاہیے۔ پس جس شخص کو منظور ہو کہ خیال گناہون اور شہوات کیطرف نہ جاوے اسکا طریق بجز اسکے نہین کہ تمام عمر نفس کو شہوات سے علحدہ رکھنے مین مجاہدہ کرے اور دل سے شہوات کی بیخ کنی مین جہد بلیغ کو کام مین لاوے اسلیے کہ اتنی ہی بات اختیار مین ہو اگر ہمیشہ خیر پر مواظبت رہیگی اور فکر شر سے پاک و صاف ہوگا تو سکرات موت کے حالت کے لیے یہ ایک ذخیرہ اور سامان ہوجاویگا کیونکہ آدمی اسی حالت پر مرتا ہو جس حالت پر کہ جیتا ہو اور جس حالت پر مرتا ہو اسی حالت پر قیامت کو اٹھیگا کسی بقال کی نقل ہو کہ اسکو مرنے کیوقت کلمہ شہادت لوگ سکھلانے لگے تو وہ چار پانچ چھ کہنے لگا اسلیے کہ موت سے پہلے بہت دنون حساب مین مصروف تھا۔ اور بعض عارفین کا قول ہو کہ عرش ایک جوہر ہو کہ نور سے چمکتا ہو جو بندہ کسی حال پر ہوتا ہے اسکی صورت اسی حال پر عرش مین منقش ہوجاتی ہو پس جب سکرات موت مین ہوتا ہو تو اسکو وہی صورت عرش سے سوجھتی ہو تو کہین ایسا بھی ہوتا ہو کہ اپنے آپ کو گناہ کی صورت پر دیکھتا ہو اور اسیطرح قیامت کو بھی اسکو اپنی صورت سوجھیگی اور اپنے سارے احوال دیکھیگا تو اسوقت جسقدر حیا اور خوف اسکو ہوگا اسکا بیان نہین ہوسکتا اور واقع مین قول ان صاحب کا درست ہو اور خواب صحیح کا سبب بھی اسیکے قریب ہو یعنے سونیوالا معلوم کرلیتا ہے لوح محفوظ کے مطالعہ سے کہ آئندہ کو کیا ہوگا اور خواب صحیح کا معلوم ہونا بھی ایک جزو ہو اجزاے نبوت سے ہر کسیکو میسر نہین ہوا کرتا۔ بہر حال یہ معلوم ہوا کہ سوء خاتمہ کا مآل راجع ہو قلب کے احوال اور خلجان خواطر کیطرف اور ازانجا کہ دلون کا بدلنے والا خداے تعالی ہو اور اتفاقات جو مقتضی بری خواطر کے ہین وہ بالکلیہ داخل بندہ کے اختیار مین نہین گو بہت دنون کی عادت سے ان مین کچھ تاثیر ہوتی ہو ہمین لحاظ عارفین کو سوء خاتمہ سے بڑا خوف رہتا ہو کہ خاتمہ کا اچھا ہونا اختیاری نہین کیونکہ اگر کوئی شخص چاہے کہ خواب مین بجز احوال صالحین اور صادقین کے یعنی انکی طاعات و عبادات کے اور کچھ نہ دیکھون تو یہ امر اسپر دشوار ہوگا گو خود کثرت نیکبختی اور اسپر مواظبت کرنے کو اسباب مین تاثیر ہے مگر خیال کا بہکنا اپنے قابو مین نہین اگرچہ اکثر یہی ہوتا ہو کہ جو چیز خواب مین نظر آتی ہو وہ اسیکے مشابہ اور مناسب ہوتی ہو جو جاگنے مین آدمی پر غالب ہوتی ہے یہانتک کہ مین نے اپنے استاد ابو علی فارمدی سے

سنا ہے کہ مجھسے یہ بیان فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہو کہ اپنے مرشد کا اچھی طرح ادب کرے اور جو کچھ مرشد کہے اسکا انکار و جحد مجادلہ نہ زبان پر آدے نہ دل مین ہو اسی ذکر مین انھون نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایکبار مین نے اپنے مرشد ابوالقاسم گرگانی سے ایک خواب بیان کیا اور عرض کیا کہ مین نے یہ دیکھا کہ آپ نے مجھسے فلان بات کہی اور مین نے خواب ہی مین کہا کہ یون کیون ہو انھون نے مجھکو مہینا بھر چھوڑ دیا اور کچھ کلام نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تیرے دل مین میرے قول کا انکار اور اعتراض نہوتا تو خواب مین ہرگز تیری زبان پر یہ کلمہ جاری نہوتا اور واقع مین انکا قول درست ہو اسواسطے کہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہو کہ حالت بیداری مین جو چیز آدمی کے دل پر غالب ہو خواب مین اسکے خلاف دیکھے اب اسرار خاتمہ کو اس سے زیادہ ہم نہین لکھ سکتے علم معاملہ مین اسیقدر مناسب ہے اسکے سوا علم مکاشفہ مین داخل ہو۔ اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ سوء خاتمہ سے آدمی کو امن اسطرح ہو سکتا ہو کہ جتنی چیزین ہین انکا علم جیسی وہ واقع مین ہین بدون جہالت کے آجاوے اور تمام عمر خدا کی طاعت مین بدون معصیت کے گذرے پس اگر بھائیو تمکو یقین ہو کہ یہ دونون باتین محال یا دشوار ہین تو تمپر وہ خوف غالب ہونا چاہیے جو عارفین پر غالب تھا تاکہ اسکے باعث ہر دم تم گریان اور دل بریان رہو اور ہمیشہ حزن و قلق دامنگیر خاطر رہے چنانچہ کچھ احوال انبیا اور اولیا اور سلف صلحا کے خوف کا آگے لکھا جاویگا

شعر اے خنک چشمے کہ آن گریان اوست ؛ وے ہمایون دل کہ آن بریان اوست ؛ اس گریہ و قلق دائمی سے توقع ہو کہ تمہارے دلون مین خوف کی آگ مشتعل ہو۔ اور اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال تمام عمر کے ضائع ہین اگر وقت جان کندنی اور دم واپسین مین جسمین جان نکلتی ہو آدمی سلامت نرہے اور یہ ظاہر ہو کہ آدمی کی سلامتی باوجود ان وسوسون کی موجون کے نہایت دشوار ہو چنانچہ مطرف بن عبداللہ کہا کرتے کہ مین اسبات سے نہین تعجب کرتا ہون کہ ہلاک ہونے والا کیسے ہلاک ہوا بلکہ مجھکو یہ تعجب ہوتا ہو کہ نجات پانے والا کیسے نجات پاگیا اور حامد لفاف کہتے ہین کہ جب بندہ مومن کی روح لیکر فرشتے چڑھتے ہین اور خیر اور اسلام پر اسکا خاتمہ ہوا ہو تو فرشتے تعجب کی راہ سے کہتے ہین کہ یہ شخص دنیا سے کیسے بچا جسمین ہم مین کے بہتر بگڑ گئے۔ اور ایک روز حضرت سفیان ثوری روتے تھے انسے لوگون نے پوچھا کہ آپ کس چیز پر روتے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ دنون ہم گناہ پر روے اب اسلام پر روتے ہین یعنی اندیشہ ہو کہ ساتھ دیگا یا نہین حاصل یہ کہ جسکی کشتی گرداب مین پڑ گئی ہو اور طوفان کے باعث موجون کا بھی کچھ ٹھیک نہو اس شخص کے حق مین بچنا بہ نسبت تباہ ہونے کے بعید معلوم ہوتا ہو اور مومن کا دل کشتی کی نسبت زیادہ مضطرب ہو اور وسوسون کی موجین سمندر کی موجون سے زیادہ صدمہ پہونچاتی ہین اور ڈرنے کی چیز صرف یہی ہو کہ مرتے وقت اندیشہ بد دل مین نہ گذرے اور یہ وہی ہو جسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی جنت والون کے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہو یہانتک کہ اسمین اور جنت مین صرف اتنا وقت رہجاتا ہو جتنا دودھ نکالنے کی دو دھارون مین مگر اسکا خاتمہ اس حال پر ہوتا ہو جو پہلے لکھا گیا ہو انتہی۔ اور دو دھارون کے بیچ کا وقت اتنا نہین کہ اسمین کوئی عمل موجب شقاوت ہو سکے بلکہ اسوقت وساوس اور خواطر ہی ہو سکتے ہین کہ بجلی کیطرح گزر جاتے ہین۔ حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین یہ دیکھا کہ گویا جنت مین گیا ہون اور تین سو پیغمبرون سے ملاقات ہوئی اُن سبسے مین نے

پوچھا کہ دنیا مین آپ سب سے زیادہ کونسی چیز سے ڈرتے تھے سبھون نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے اور اسی خوف عظیم کے باعث شہادت عمدہ اور غبطہ کی چیز ہے اور مرگ ناگہانی مکروہ اسلیے کہ ناگہانی موت کبھی ایسے وقت ہو جاتی ہو کہ اندیشہ بد دلپر غالب ہو اور دل ایسے اندیشون سے خالی نہین رہتا مگر یہ کہ براجانکر خواہ نور معرفت سے انکو ٹال دیوے اور شہادت کا حال یہ ہو کہ اسکے معنی یہی ہین کہ قبض روح ایسے حال مین ہو کہ دل مین سوائے محبت آلہی کے کچھ نرہا ہو دنیا کی محبت اور گھر والون اور مال و اولاد اور تمام شہوات کی محبت دلمین سے نکل گئی ہو کیونکہ صف قتال مین لقمۂ نہنگ اجل ہونے کو وہی جاتا ہو جو اللہ کی محبت رکھتا ہو اور اسکی رضا کا طالب اور دنیا کو آخرت کے بدلے مین بیچنا منظور رکھتا ہو اور جو معاملہ کہ خدائے تعالی نے اس سے بیع و شرا کا کیا اسپر راضی ہو جسکا مذکور اس آیت مین ہو (۱) ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ اور ظاہر ہو کہ جو شخص کسی چیز کو بیچتا ہے اس سے اپنا دل اٹھا لیتا ہو اور اسکے عوض کی چیز کی محبت دلمین سماتی ہو اور ہر چند ایسی حالت دلپر گو کبھی کبھی ویسے بھی آجاتی ہو مگر اسمین جان نکلنا اختیاری نہین اور صف قتال مین اسی حال پر جان جانا اغلب ہو اسوجہ سے شہادت محبوب ہو لیکن یہ ایسے شخص کا حال ہو جو غلبہ اور غنیمت اور شہرت شجاعت کا خواہان نہو ورنہ جسکا ارادہ ان باتون مین سے کوئی ہو گا وہ اگرچہ میدان جنگ ہی مین مارا جاوے اسکو رتبۂ شہادت ملنا بعید ہو چنانچہ احادیث(۲) سے ایسا ہی پایا جاتا ہو۔ اور جب برادر تجھکو سوء خاتمہ کی حقیقت اور جو چیز اسمین خوفناک ہو معلوم ہو چکی تو اسکی تیاری کے لیے مشغول ہو اور ذکر آلہی کی مداومت کر اور اپنے دل سے محبت دنیا نکال دے اور اپنے اعضا کو گناہ کے ارتکاب سے اور دل کو اسکی فکر سے محفوظ رکھ اور معاصی کے دیکھنے اور گنہگارون کی ملاقات سے حتی الوسع احتراز کر کہ یہ تدبیر بھی تیرے دلپر موثر ہو گی اور تیری فکر و خواطر کو خدا کی طرف پھیر دیگی اور ایسا نکرنا کہ کہین اسباب مین لیت و لعل کرے اور یون کہے کہ جب خاتمہ آویگا تو اسکی تیاری کرونگا کیونکہ ہر ایک تیرے نفسون مین سے تیرا خاتمہ ہو یعنی ہو سکتا ہو کہ اس مین تیری جان نکلجاوے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر لحظہ دل کی نگرانی کرے اور کسی دم اسکو بیکار نچھوڑے شاید وہی دم آخرین ہو اور روح پرواز کر جاوے یہ حال تو جاگنے کا ہو اور سونے کیوقت یہ چاہیے کہ ظاہر و باطن کی طہارت پر سووے اور نیند کا غلبہ جبھی ہو جب دل پر غلبہ ذکر آلہی کا ہو چکے ہماری غرض ذکر لسانی سے نہین کیونکہ صرف زبان کی حرکت بہت کم تاثیر کرتی ہو اور اسبات کو قطعاً جان لے کہ نیند کیوقت دل پر وہی بات غالب ہوتی ہو جو نیند سے پہلے اسپر غالب تھی اور خواب مین بھی وہی غالب رہیگی جو جاگنے مین غالب تھی اور خواب سے اٹھنے مین بھی وہی غالب رہے گی جو سوتے مین غالب رہی اور یاد رہے کہ موت اور سونا ایک دوسرے کے مشابہ ہین اور جاگنا اور قیامت کو اٹھنا بھی ایک دوسرے کے مانند ہین تو جیسے آدمی نہین سوتا ہے مگر ان خیالات پر جو بیداری مین اسپر غالب رہتے ہین اور نہین جاگتا مگر انھین باتون پر جو خواب مین غالب تھے اسیطرح نہین مرتا مگر اسی حال پر جو زندگی مین غالب رہا اور نہین اٹھیگا مگر اسی پر جسپر مرا مصرعہ چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد ۔ اور موت اور اسکے بعد اٹھنے کو اپنی دو حالتین جاننی چاہئین جیسے کہ خواب و بیداری دو حالتین ہین اور اسبات کو تہ دل سے سچ جاننا اور اسپر ایمان لانا چاہیئے اگر تجھکو عین الیقین اور نور بصیرت سے اسکا مشاہدہ نہو سکے اور اپنی سانس اور لحظون کی حفاظت کرنی چاہیے در خطرات

(۱) بیشک اللہ نے خرید لی مسلمانون سے انکی جان اور مال اس قیمت پر کہ انکو بہشت ملے ۱۲ (۲) بخاری و مسلم بروایت ابو موسی اشعری ۱۲

خدا سے ایک پل بھی غافل ہونا کیونکہ باوجود ان سب باتون گذشتہ کے کرنے کے پھر بھی بڑے خوف کی جگہ ہے جب تیرا یہ
کیا حال ہوگا شعر چونکہ بد کردی تبرس ایمن مباش ؛؛ زانکہ تخم ست و بروید خداش ؛؛ سچ ہے کہ آدمی سب ہلاک ہین مگر عالم اور عالم
بھی سب ہلاک ہین مگر عامل اور عامل سب ہلاک ہین مگر اخلاص والے اور اخلاص والے بڑے خوف پر ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ بات تجھکو میسر
نہوگی بجز اس صورت کے کہ دنیا سے مقدار ضرورت پر قانع ہو اور دنیا کی ضرورت تین چیزین ہین کھانا اور پوشاک اور مکان
اور باقی سب فضول ہے اور کھانے مین سے اسقدر ضروری ہے کہ جس سے تو سید ھا رہے اور جان بچی رہے تو تجھکو چاہیے کہ غذا
ایسی طرح کھاوے جیسے کوئی مجبوری اور نفرت کی صورت مین کھاتا ہے اور کھانے کی خواہش پاخانہ پھرنے کی خواہش سے زیادہ
نہو کیونکہ کھانے کا پیٹ مین ڈالنا اور اسکو پیٹ مین سے نکالنا دونون یکسان ہین اور دونون ضروری داخل بشریت انسانی ہین تو
جیسے پاخانہ پھرنے مین ایسی ہمت نہین کرتا جس سے تیرا دل بھی مصروف ہو جاوے اسیطرح کھانا کھانے مین
بھی مشغولی دل نہین چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ اگر آدمی کی ہمت اسی چیز مین لگی رہے جو اسکے پیٹ کو بھرے تو اسکی قیمت
وہ ہوگی جو پیٹ سے نکلے یعنی اسمین اور نجاست مین کچھ فرق نہین اور جب کھانے سے غرض بجز قوت عبادت الٰہی اور کچھ نہو
اور کھانے اور پاخانہ پھرنے کو داخل ضرورت یکسان جانے تو اسکی پہچان تین باتون مین معلوم ہوتی ہے اول وقت غذا دوم مقدار
غذا سوم جنس غذا وقت مین تو یہ پہچان کہ رات دن ایکبار پر کفایت کرے اور روزے پر مواظبت کرے اور مقدار کی علامت
یہ ہے کہ تہائی پیٹ سے زیادہ نہ کھاوے اور جنس کی صورت یہ ہے کہ پابند لذیذ کھانون کا نرہے بلکہ جو میسر ہوا اسیپر قانع ہولیں
بھائی جان اگر تو ان تینون باتون پر قادر ہو جاویگا اور شہوات و لذتون کی فکر تجھسے دور ہو جاویگی تو بعد اسکے تو شبہات کے ترک پر
قادر ہوگا اور ہو سکیگا کہ بجز حلال اور کچھ نہ کھاوے کیونکہ حلال اول تو کم ملتا ہے دوسرے جمیع شہوات کو وافی نہین ہوتا اسواسطے
اسکے اوپر قانع ہونا دراوقت رکھتا ہے مگر بقدر ضرورت کھانا اختیار کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے اور لباس مین یہ چاہیے کہ غرض
اس سے دور کرنا گرمی اور سردی کا ہو اور ستر عورت منظور ہو تکلف منظور نہو مثلاً اگر ایک دمڑی کی ٹوپی سے سر کا جاڑا موقوف
ہو جاوے تو اسکے سوا اور کی تلاش کرنی فضول اور تضیع اوقات ہے جسین ہمیشہ کا شغل اور مصیبت کہین کمائی کے کہین حرص کے مال حرام
مشتبہ سے قائم ہے اسی قیاس پر سردی اور گرمی تمام بدن کو لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر کسی پوشاک سے باوجود کم حیثیت ہونے کے
مقصود لباس حاصل ہو کہ مقدار ستر عورت کے بھی ہو اور حرارت و برودت کو بھی جسم مین اثر نہ کرنے دے تو تیرا اسپر
بس نہ کرنا خیال خام ہے بلکہ اس صورت مین تو ایسے لوگون مین سے ہے جنکے شکم بجز خاک کے اور کوئی چیز نہ بھرے گی یہی
حال مکان کا ہے کہ اگر اسکے مقصود پر لحاظ کیجیے تو صرف آسمان کی چھت اور زمین رہنے کو کافی ہے اگر گرمی یا سردی غالب ہو تو مسجد
مین جا بیٹھنا چاہیے ورنہ اگر اپنا مکان خاص چاہو تو بہت دشوار ہوگا اور اکثر عمر اسی مین لگ جاویگی اور وہی تیرا سرمایہ ہے پھر اگر تیرے
لیے سامان مکان بہم پہونچ گیا اور دیوار سے تونے سوا آڑ ہونے کے تجھ مین اور لوگون مین کوئی اور غرض سوچی یا چھت سے تونے
سوا دور کرنے مینہ کے اور کوئی مطلب سمجھا اور اس خیال سے دیوارون کا دنچا کرنا شروع کیا اور چھتون کو مزین کرنے لگا تو پھر

ایسے گڑھے مین گر یگا کہ اسمین سے نکلنا دشوار ہو اسیطرح حال تمام اپنے ضروری مطلبون کا جاننا چاہیے کہ اگر انپر کوتاہی کریگا تو خدا تعالیٰ کیواسطے فارغ ہوجاویگا اور اپنے خاتمے کی تیاری اور آخرت کی زاد کے لیے مستعد رہیگا اور اگر بالفرض حد ضرورت سے بڑھیگا اور آرزوؤن مین مبتلا ہوگا تو سب قصد پراگندہ ہوجاوینگے اور خدا تعالیٰ پروا نکریگا کہ کون سے جنگل مین تجھکو ہلاک کردے اے عزیز اس نصیحت کو قبول کر کہ نصیحت کرنے والا تیری نسبت کہیں زیادہ تر محتاج نصیحت کا ہے اور جاننا چاہیے کہ جتنا وقت تدبیر اور زاد راہ لینے کا اور احتیاط کا ہے وہ یہی چھوٹی سی زندگی ہے پس اگر اسکو ایک ایک سال روز غفلت مین ٹالتا ہوگا تو کیا عجب ہے کہ ایسے وقت مین موت تیری آدے جسمین تیرا دل مرنے کیلیے نہ چاہتا ہو پھر تو حسرت اور ندامت کبھی نجاوینگی اب اگر جو بات تجھسے کہی گئی ہے اگر خوف کی کمی کے باعث تجھسے اسکی پیروی نہوسکے اور جسقدر ہمنے خاتمے کا حال لکھا ہے وہ تیرے ڈرانے کیلیے کافی نہو تو ہم کسیقدر احوال خائفین کا لکھتے ہین جس سے ہمکو توقع ہے کہ کچھ سختی تیرے دلکی موقوف ہوجاوے کیونکہ یہ تو تجھے بھی خوب معلوم ہے کہ انبیا اور اولیا اور علما کی عقل اور انکے عمل اور رتبے خدا تعالیٰ کے یہان تیری عقل اور رتبے سے بڑھکر تھے تو یہ سوچنا چاہیے کہ انپر خوف کیون زیادہ تھا اور اسکے غم و گریہ کی کیا وجہ تھی کہ انمین سے بعض چیخین مارتے تھے اور بعض مدہوش ہوجاتے تھے بعضے غش کھا کر گرتے تھے بعض مردہ ہوکر زمین پر جا پڑتے تھے اور اگر ان کے احوال سے بھی تیرے دلمین خوف نہ پیدا ہو تو بھی کچھ تعجب نہین اسلیے کہ غفلت والون کے دل پتھر جیسے یا انسے بھی سخت ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ وما اللہ بغافل عما تعملون

آٹھوان بیان انبیا اور فرشتون علیہم السلام کے حالات خوف خدا مین۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہین کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا اور کھڑے ہوکر حجرے مین پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے یہ سب باتین خدا تعالےٰ کے عذاب کے خوف سے ہوتی تھین اور ایکبار آپ ایک آیت سورہ حاقہ کی پڑھکر بیہوش ہوگئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخر موسیٰ صعقا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صورت جبرئیل علیہ السلام کی زمین بطحا مین دیکھی اور بیہوش ہوگئے۔ اور روایت ہے کہ آپ جب نماز مین ہوتے تھے تو آپکے سینے کا جوش مثل ہنڈیا کے جوش کیطرح سنائی دیتا تھا اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل کبھی نہین آئے مگر اس صورت سے کہ خوف خدائے جبار سے کانپتے تھے اور روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا تو حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام نے رونا شروع کیا انکو وحی آلٰہی ہوئی کہ تم اتنا کیون روتے ہو انھون نے عرض کیا کہ آلٰہی ہم تیرے داؤ سے بیخوف نہین حکم ہوا کہ تم ایسے ہی رہو میرے مکر سے بیخوف نہ ہو اور محمد بن منکدر روایت کرتے ہین کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتون کے دل اپنی جگہون سے اڑ گئے مگر جب بنی آدم پیدا ہوے تو پھر دل اپنی جگہ آ گئے اور حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ مین میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہین دیکھتا انھون نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ کبھی نہین ہنستے اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

کچھ فرشتے ہین کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے وہ نہین ہنستے اس خوف سے کہ کہین خدا تعالیٰ ہمپر غصہ ہو کر اسی سے ہمکو عذاب نہ دیوے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ ایکبار مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب باہر نکلا یہانتک کہ آپ کسی باغ مین انصار کے تشریف لائے اور خرما اٹھا کر کھانا شروع کیا اور مجھکو فرمایا کہ تم کیون نہین کھاتے مین نے عرض کیا کہ مجھے اسکی بھوک نہین آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسکی اشتہا ہے اور یہ چوتھا روز ہے کہ مین نے غذا نہین چکھی اور نہ مجھکو ملی اور اگر مین اپنے پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھکو روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا اے ابن عمرؓ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگون مین رہوگے جو اپنی خوراک برس دن کی ذخیرہ کر کر رکھینگے اور انکے دل مین یقین کم زور ہوگا حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ ہم وہان سے نہ ہٹے تھے کہ اتنے مین یہ آیت اتری وکاین من دابۃ لاتحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم وہو السمیع العلیم آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو مال کے داب نے اور شہوات کے اتباع کا حکم نہین دیا جو شخص دنیا اسلیے داب تا ہے کہ اس سے اسکی غرض حیات ناپائدار ہو تو زندگی اللہ کے قبضے مین ہے خبردار ہو کہ مین نہ دینار جمع کرتا ہون نہ درم نہ کل کے لیے رزق کا ذخیرہ کرتا ہون۔ اور حضرت ابو الدرداؓ فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز مین کھڑے ہوتے تھے تو انکے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے فاصلے سے سنائی دیتا تھا اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز سجدے مین رویا کیے اور اپنا سر نہ اٹھاتے تھے یہانتک کہ انکے آنسوؤن سے سبزہ جم آیا اور اسمین انکا سر چھپ گیا آواز آئی کہ اے داؤد اگر تو بھوکا ہے تو کھانا ملے اور پیاسا ہے تو پانی پلایا جاوے اور ننگا ہے تو کپڑا دیا جاوے آپ نے ایسی ڈھاڑ ماری کہ آپکے خوف کی حرارت سے لکڑی جل گئی پھر اللہ تعالیٰ نے انپر توبہ اور مغفرت اتاری عرض کیا کہ الٰہی میرا گناہ میرے ہاتھ مین کر دے فوراً انکا گناہ انکی ہتیلی مین لکھ گیا تو جب کھاتے یا پیتے یا اور کسی مطلب کیو اسطے ہاتھ بڑھاتے تھے اس خطا کو دیکھکر روتے تھے راوی کہتے ہین کہ پانی کا پیالہ جو انکے سامنے آتا تھا تو تہائی خالی ہوتا تھا جب اپنی خطا آپ دیکھتے تو ہونٹون سے ملانے تک آنسوؤن سے لبریز ہو جاتا۔ اور یہ بھی آپکے احوال مین مروی ہے کہ کبھی اپنا سر مارے حیا کے آسمان کیطرف نہین اٹھایا یہانتک کہ وفات پائی اور دعا مین یون عرض کیا کرتے کہ الٰہی اگر مین اپنی خطا یاد کرتا ہون تو زمین باوجود وسعت کے مجھپر تنگ ہوتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہون تو جان مین جان آتی ہے تو پاک ہے بار خدایا مین تیرے بندون مین سے جو طبیب ہین انکے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کرین وہ سب مجھے ہی بتلاتے ہین تو خرابی ہے اسکی جو تیری رحمت سے آس توڑے اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اسیوقت چیختے اپنا ہاتھ سر پر رکھے اٹھے یہانتک کہ پہاڑون مین چلے گئے آپ کے پاس درندے اکٹھے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مجھے تمسے کچھ مطلب نہین مجھکو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر روے تو میرے سامنے روتا ہی آوے اور جو خطاوار نہین اسکا داؤد خطاوار کے پاس کیا کام ہے اور جب کوئی آپکو کثرت گریہ سے منع کرتا تو فرماتے کہ مجھکو رونے دو پہلے اس سے کہ رونے کا دن ہاتھ سے جاتا رہے اور ہڈیان جلجاوین اور آنتین بھڑک اٹھین اور بیشتر اس سے کہ مین حوالہ ایسے فرشتون کے ہون جنکی شان یہ ہے علیہا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون اور عبدالعزیز بن عمیرؒ فرماتے ہین کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہوئی تو آپ کی آواز بیٹھ گئی

آپ نے عرض کیا کہ الٰہی صدیقین کی آواز صاف ہے اور میرا گلا پڑ گیا اور روایت ہے کہ جب آپ بہت روئے اور کچھ فائدہ نہوا تو آپکا دل
تھک گیا اور بہت رنج ہوا جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو میرے رونے پر رحم نہین کرتا حکم ہوا کہ اے داؤد اپنا گناہ بھول گیا رونا یاد ہے
عرض کیا اے اللہ اے میرے آقا اپنے گناہون کو کیسے بھولونگا میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے سے رہجاتے
تھے اور پرند میرے سر پر سایہ کرتے تھے وحشی میری محراب مین مانوس ہوتے تھے اے اللہ اب یہ کونسی وحشت ہے جو مجھ مین اور تجھ
مین ہے حکم ہوا کہ اے داؤد وہ انس طاعت تھا اور یہ وحشت گناہ کی ہے اے داؤد آدم ایک میری مخلوق ہے جسکو مین نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا
اور اپنی روح اسمین پھونکی اور اپنے فرشتون سے اسکو سجدہ کرایا اور اپنے اکرام کا خلعت اسکو پہنایا اور تاج اپنے وقار کا اسکے سر پر
رکھا اور جب مجھسے شکایت تنہائی کی کی تو اسکا جوڑا اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت مین اسکو رہنے دیا مگر جب اسنے نافرمانی کی اسکو
اپنے پاس سے ننگا اور ذلیل نکالدیا اے داؤد میرا قول سن اور مین سچ ہی کہتا ہون کہ تو نے ہماری طاعت کی تو ہمنے تیرا کہنا کیا
اور جو مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو ہمنے چھوڑ دیا اور باوجود اسکے اگر تو ہماری طرف رجوع کریگا ہم تجھکو قبول کرینگے اور یحییٰ بن ابی کثیر
فرماتے ہین کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز پیشتر نہ کچھ کھاتے تھے
نہ پیتے تھے نہ عورتون کے پاس جاتے تھے جب ایک روز رہتا تھا تو اُنکے لیے ایک منبر جنگل مین نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان
علیہ السلام کو حکم کرتے تھے کہ شہرون اور حوالی شہرون مین جنگلون اور پہاڑون اور ٹیلون اور بتخانون اور کنیسون سے پکار
پھرین کہ لوگو جسکو حضرت داؤد کا نوحہ اپنے نفس پر سننا منظور ہو وہ آوے تو جنگلون اور ٹیلون سے وحشی اور ریگستانون سے درندے
اور پہاڑون سے جانور اور گھونسلون سے پرند اور باکرہ عورتین اپنے پردون سے آتی تھین اور لوگ وہان جمع ہوتے تھے
اور حضرت داؤد علیہ السلام آکر منبر پر چڑھتے تھے اور آپ کے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم علٰحدہ آپ کے گرد ہوتی تھی اور حضرت
سلیمان علیہ السلام آپ کے سر پر کھڑے ہوتے تھے اول آپ خدا کی ثنا شروع کرتے تھے اور لوگ رونے مین چیخین اور ڈہارین
مارنے لگتے تھے پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر کے رہنے والے جانور اور کچھ وحشی اور درندے
آدمی مرجاتے تھے پھر قیامت کی دہشتون اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان فرماتے تھے تو ہر قسم کے جاندارون مین سے پرے
کے پرے الٹ جاتے تھے جب حضرت سلیمان علیہ السلام مردون کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت مین
عرض کرتے تھے کہ آپ نے سننے والون کے ٹکڑے بکھیر دیے۔ اور بنی اسرائیل مین سے بہت سے گروہ مرگئے اور وحوش و حشرات
زمین سے بہت سے فنا ہوے تب آپ دعا مانگنی شروع کرتے وہ دعا ہی مین ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل کا عابد انکو پکارتا تھا
کہ اے داؤد جزا کے مانگنے مین آپ نے جلدی فرمائی یہ سنکر آپ بیہوش ہوکر پڑتے تھے جب حضرت سلیمان آپکا یہ حال دیکھتے تھے
تو ایک چارپائی لاتے اور انکو اسپر اٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے کہ یون پکار دے کہ اگر کسیکا دوست و آشنا یا قریب
داؤد کے ساتھ مین تھا تو وہ چارپائی لیکر اسے اٹھالاوے کیونکہ جو لوگ انکے ساتھ تھے انکو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا
تو عورت چارپائی لاتی اور اپنے رشتہ دار کو اسپر اٹھاتی اور کہتی کہ اے وہ شخص جسکو ذکر دوزخ نے مار ڈالا ہے اے وہ شخص جسکو خوف خدا نے

غش کیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوے اپنے عبادت خانے مین جاکر دروازہ بند کرلیتے اور کہتے کہ اے داؤد کے مالک کیا تو داؤد سے ناراض ہے اور اسی طرح مناجات مین رہتے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دروازے پر آکر اندر آنے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیا جو کی لیکر اندر جاتے اور عرض کرتے کہ باباجان اسکو کھاکر جو بات چاہتے ہو اسکی قوت پیدا کرو آپ اسمین سے کسیقدر کھاتے پھر بنی اسرائیل مین نکلکر رہتے اور یزید رقاشی راوی ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیون سے نکلے کہ انکو وعظ سناتے تھے اور ڈراتے تھے ان مین سے تیس ہزار مرگئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے اور آپ کی دو لونڈیان تھین کہ انکو یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف آتا اور گر کر تڑپتے تو وہ دونون سینے اور پانون پر بیٹھ جاتین کہ کہین جوڑ علیحدہ ہوکر مر نجاوین۔ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر مین گئے عابدین کو دیکھا کہ بال اور اون کے کپڑے پہنے ہین اور ان مین سے جو نہایت کوشش کرنے والے ہین انکو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیون کو چیر کر ان مین زنجیرین ڈال رکھی ہین اور اپنے آپ کو بیت المقدس کے کونے مین باندھ رکھا ہے انکو دیکھکر آپ کو ہول ہوئی اور اپنے مان باپ کیطرف رجوع کیا کچھ لڑکون پر آپ کا گذر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے انھون نے آپ کی خدمت مین بھی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو آپ نے فرمایا کہ مین اسواسطے نہین پیدا ہوا کہ کھیلون گھر پر آکر مان باپ سے عرض کیا کہ مجھکو کرتہ بالون کا بنادو انھون نے بنادیا آپ بیت المقدس کو چلے آئے دن کو اسکی خدمت کرتے اور رات کو وہان ہی کاٹ کر صبح کردیتے یہانتک کہ اپر پندرہ برس گذرے تب آپ بیت المقدس سے نکلکر پہاڑون اور گھاٹیون کے غارون مین جا رہے آپ کے مان باپ ڈھونڈھنے نکلے انکو بحیرۂ اردن پر پایا کہ پانی مین پانون تر کر رکھے ہین اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور یہ کہ رہے ہین کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی ٹھنڈا پانی نہ پیونگا جبتک مجھکو یہ معلوم نہو کہ تیرے نزدیک میرا ٹھکانا کہان ہے آپ کے مان باپ ایک جو کی ٹکیا ساتھ لیگئے تھے انسے کہا کہ اسمین سے کھاکر پانی پینا چاہیے انھون نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا اسلیے اللہ تعالیٰ نے انکی تعریف مین وبرا بوالدیہ فرمایا غرضکہ انکو مان باپ بیت المقدس کو پھیلا لائے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت اور پتھر رونے لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپ کے رونے سے اسقدر روتے کہ بیہوش ہو جاتے تو ہمیشہ اسیطرح رویا کرتے حتی کہ انکے آنسوؤن سے انکے رخسارون کا گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والون کو آپ کی ڈاڑھین معلوم ہونے لگین انکی مان نے انسے فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی ایسی چیز تمہارے لیے بنادون جس سے تم اپنی ڈاڑھین لوگون کی نظر سے چھپاؤ آپ نے عرض کیا کہ بہتر انھون نے دو پہل نمدے کے لیکر آپ کے گالون کو چھپادئیے پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پہل آنسوؤن سے بھیگ جاتے اپ کی مادر مشفقہ انکو نچوڑ ڈالتین جب اپنے آنسو اپنی مان کے ہاتھون پر بہتے دیکھتے تو فرماتے کہ الٰہی یہ میرے آنسو ہین اور یہ میری مان ہے اور مین تیرا بندہ ہون اور تو ارحم الراحمین ہے پس ایک روز انکو حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جان پدر مین نے تو خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ تجھکو میری آنکھون کی ٹھنڈک بنادے اور تو رویا ہی کرتا ہے تیرے حال زار سے ہمکو

ٹاٹ اور کملی کا ٹکڑا جسکو تاٹ بھی کہتے ہیں ۱۲

کیسے چین ہو انھون نے فرمایا کہ بابا جان حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھسے کہا ہو کہ جنت اور دوزخ کے بیچ مین ایک جنگل ہو جسکو بجز رونے والون کے اور کوئی طے نکریگا حضرت زکریاؑ نے فرمایا کہ تو بیٹا اب رو یا کرو میرا اطمینان ہوا۔ اور حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حوار یین خدا کا خوف اور جنت کی محبت اسبات کے باعث ہین کہ مشقت پر صبر کیا جاوے اور دنیا سے دور کرتے ہین مین تمسے سچ کہتا ہون کہ جو کا کھانا اور جنس وخاشاک پر کتون کے ساتھ سو رہنا۔ جنت کی تلاش مین ایک ادنیٰ بات ہو اور روایت ہو کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب اپنی خطا یاد کرتے تھے بیہوش ہو جاتے تھے اور آپ کے دل کی تڑپ ایک کوس تک سنی جاتی تھی اسوقت آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدا تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہو اور کہتا ہو کہ تمنے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو آپ فرماتے کہ اے جبرئیلؑ جب مین اپنا قصور یاد کرتا ہون تو اپنی خلت بھول جاتا ہون۔ حاصل یہ کہ انبیا کا یہ حال تھا جو تو نے سنا اسمین خوب سوچنا چاہیے کہ جب یہ لوگ تمام خلق سے زیادہ خداے تعالیٰ کے عارف اور اسکی صفات کے عالم تھے انکا یہ حال ہوا تو ہمکو کس طرح رہنا چاہیے سعدی فرماتے ہین **شعر** بجائیکہ دہشت خورند انبیا؛ تو عذر گناہان چہ داری بیا؛

نوان بیان

صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے شدت خوف کا ذکر۔ روایت ہو کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک پرند کو دیکھ کر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو مین تجھ جیسا پرند ہوتا اور آدمی نہوتا۔ اور حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ مین یہ بات چاہتا ہون کہ کاش مین درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا اور ایسا ہی حضرت طلحہؓ نے فرمایا ہے۔ اور حضرت عثمانؓ فرماتے ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ مرنے کے بعد اٹھایا نجاؤن اور حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ مین نسیاً منسیاً ہو جاؤن۔ اور روایت ہو کہ حضرت عمرؓ جب کوئی آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہو کر گر پڑتے اور پھر چند روز انکی عیادت ہوا کرتی اور ایک روز آپ نے ایک تنکا زمین پر سے اٹھایا اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو مین یہ تنکا ہوتا کاش مین کوئی چیز مذکور نہوتا کاش مین نسیاً منسیاً ہوتا کاش میری مان مجھکو نہ جنتی **شعر** مرا اے کاشکے مادر نمیزاد؛ دگر میزاد کس شیرم نمیداد؛ آپ کے منھ پر آنسوؤن کے دو کالے خط تھے اور فرماتے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہو وہ اپنا غصہ نہین نکالتا اور جو کوئی اس سے ڈرا کرتا ہے وہ اپنی جی چاہتی بات نہین کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو ہم کچھ اور ہی ڈھنگ دیکھتے اور جب آپ نے سورۂ کورت پڑھی اور اس آیت پر پہونچے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ بیہوش ہو کر گر پڑے اور ایک روز ایک شخص کے مکان کے باہر ہو کر گذرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورۂ طور پڑھتا تھا آپ کھڑے ہو کر سننے لگے جب اسنے پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ تو اپنی سواری سے اترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھہرے پھر مکان کو چلے آئے اور مہینا بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسیکو نہ معلوم تھا کہ آپ کو کیا مرض ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا اسوقت کہ آپ کو کچھ رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ مین نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو کہ آج کوئی چیز ایسی نہین دیکھتا جو انکی سی ہو انکا دستور تھا کہ پراگندہ مو زرد رنگ غبار آلودہ رہتے انکی آنکھون کے بیچ مین بکری کے زانو کا سا گٹا تھا رات کو اللہ کیواسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے خدا کی کتاب پڑھتے عبادت مین پیشانی اور

اور پانون پر نوبت بنوبت زور دیتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے اسطرح کانپتے آنکھون مین سے اتنے آنسو بہاتے کہ انکے کپڑے تر ہوجاتے اور اب تو بخدا ایسا ہے کہ گویا مین ایسے لوگون مین ہون جو رات کو خواب خرگوش مین رہتے ہین پھر آپ اٹھ کھڑے ہوے اور جب تک کہ آپ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا کبھی کسی نے اس تقریر کے بعد ہنستے نہ دیکھا اور عمران بن حصین رضؓ فرماتے ہین کہ مین اچھا سمجھتا ہون کہ راکھ ہوجاؤن اور میرے اجزا ہوائین آندھی کے دن مین متفرق کردین اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضؓ کا قول ہے کہ مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین مینڈھا ہوتا اور میرے گھر والے مجھکو ذبح کرین اور کھالین اور میرا شوربا پی لین۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہوجاتا انکے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپ کا یہ کیا حال ہوتا ہے آپ فرماتے کہ تمکو معلوم ہے کہ کسکے سامنے مین کھڑا ہوا چاہتا ہون اور موسےٰ بن مسعود رضؓ کہتے ہین کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری کے پاس بیٹھتے تو ان کے خوف کو دیکھکر یہ جانتے کہ گویا آگ ہمارے چارطرف محیط ہے۔ اور ایک روز مضر قاری نے پڑھا ہذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون اس عبدالواحد بن زید اتنا روئے کہ غش آگیا جب افاقہ ہوا تو کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اپنے مقدور بھر کبھی تیری نافرمانی نکرونگا تو اپنی توفیق سے مجھکو اپنی طاعت پر مدد کر۔ اور مسور بن مخرمہ رضؓ شدت خوف کے باعث کلام مجید کچھ نہین سن سکتے تھے جب کوئی ایک حرف یا ایک آیت پڑھتا تھا تو ایک چیخ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا ایک روز ایک شخص قبیلہ خثعم سے آیا اور انکے پاس یہ آیت پڑھی یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا تو انھون نے فرمایا کہ مین تو مجرمین مین ہون متقی نہین ہون ذرا قاری صاحب پھر سے تو پڑھیے اسنے پھر پڑھا وہ ایک نعرہ مار کر سفر آخرت کرگئے۔ اور یحییٰ رونے والے کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی ولو تری اذ وقفوا علی ربہم انھون نے ایک چیخ ماری کہ اس سے چار مہینے بیمار رہے بصرہ کے نواح تک کے لوگ انکی بیمارپرسی کو آئے اور حضرت مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین طواف خانہ کعبہ کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبے کا پردہ پکڑے کہہ رہی ہے کہ الٰہی بہت سی شہوتون کی لذت تو جاتی رہی عذاب انکا باقی رہا الٰہی تیرے پاس سوائے دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور ادب کی چیز نہین اور یہ کہکر روتی تھی اسیطرح روتے روتے صبح کردی مین نے یہ حال دیکھکر اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخ ماری کہ وائے ہمارے حال پر اور روایت ہے کہ حضرت فضیل عرفہ کے روز خوب پھوٹ پھوٹ روتے تھے اور لوگ دعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب بغروب ہوا تو اپنی ڈاڑھی مٹھی مین پکڑکر آسمان کیطرف سر اٹھایا اور کہا کہ اگر تو نے بخش بھی دیا تب بھی مجھکو تجھسے بڑی حیا ہے پھر لوگون کے ساتھ وہان سے چلے آئے اور حضرت ابن عباس رضؓ سے حقیقت خائفین کی پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خائف وہ ہین جنکے دل خوف سے غمگین ہین اور آنکھین روتی ہین اور کہتے ہین کہ ہم کیسے خوش ہون اس صورت مین کہ موت پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے اور قیامت ہمارا وعدہ گاہ ہے اور دوزخ پر کو ہمارا راستہ ہے اور خدائے تعالیٰ کے سامنے ہمکو کھڑا ہونا ہے۔ اور حضرت حسن بصری ایک جوان پر گذرے کہ اپنی ہنسی مین ڈوبا ہوا تھا اور ایک مجلس مین لوگون کے ساتھ بیٹھا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ تو پل صراط پر کو گذرا ہے اسنے عرض کیا کہ نہین آپ

نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو جنت مین جاویگا یا دوزخ مین اسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہے راوی کہتا ہے کہ پھر اس شخص کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا اور حماد بن عبدربہ جب بیٹھتے تو ایسی طرح بیٹھتے گویا نصف کھڑے ہین اگر کوئی اُنسے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھین تو فرماتے کہ اطمینان کا بیٹھنا نڈر شخص کا ہوتا ہے مین تو بیخوف نہین اسلیے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندون کے دلون پر غفلت ڈالدی ہے یہ بھی رحمت ہے تا کہ خوف خدا سے مر نجاوین اور حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہین کہ مین نے ارادہ کیا ہے کہ جب مرونگا لوگون سے کہدونگا کہ میرے بیڑیان اور طوق ڈالکر مجھکو خدا کے پاس ایسی طرح لیجاوین جیسے کسی بھاگے ہوے غلام کو آقا کے سامنے لیجاتے ہین اور حاتم اصمؒ فرماتے ہین کہ کسی مکان اصلح پر فریفتہ مت ہو کہ جنت سے زیادہ اصلح کوئی جگہ نہین مگر آدم کا حال اسمین جو ہوا سو ہوا اور نہ کثرت عبادت پر فریفتہ ہو کہ ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہوا اور نہ کثرت علم سے مغرور ہو کہ بلعام اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا مگر انجام اسکا کیا ہوا اور نہ صلحا کی زیارت پر فریفتہ ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر کسی کا رتبہ نہین مگر بعض اقارب اور اعدا کو آپ کی زیارت کام نہ آئی اور سریؒ فرماتے ہین کہ مین اپنی ناک کو دن مین کئی بار دیکھ لیتا ہون اس خوف سے کہ کہین میرا منھ تو کالا نہین ہوگیا۔ اور ابو حفصؒ کہتے ہین کہ چالیس برس سے میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھکو نگاہ غضب سے دیکھتا ہے اور میرے اعمال اسپر دلالت کرتے ہین اور حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ ایک روز اپنے یارون مین نکلے اور فرمایا کہ رات تو مین نے اللہ پر بڑی جرأت کی کہ اس سے جنت کا سوال کیا۔ اور محمد بن کعب القرظی کی مان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا مین تجھکو جانتی ہون کہ لڑکپن مین بھی پاک تھا اور بڑا ہو کر بھی اچھا رہا اور چونکہ رات دن تو عبادت ہی کرتا ہے تو یہ ایک عمل گویا اپنے اوپر مہلک تو نے رکھ لیا ہے اتنی مشقت کیون کرتا ہے انھون نے کہا کہ اے مادر مشفقہ مین کون سی بات سے اس امر سے نڈر ہو جاؤن کہ اگر خدا تعالیٰ نے مجھکو کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہوگیا ہو اور یہ فرماوے کہ اپنی عزت و جلال کی قسم مین تجھکو نہین بخشونگا اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین کہ مجھے نہ کسی نبی مرسل کا غبطہ ہوتا ہے نہ فرشتے مقرب کا نہ کسی بندہ نیک کا کیونکہ ان لوگون پر کیا قیامت کو عتاب نہو گا مجھے تو غبطہ صرف اس شخص کی ہے جو پیدا ہی نہین ہوا اور روایت ہے کہ ایک جوان کو انصار مین سے خوف دوزخ ہوا تو ہمیشہ رویا کرتے یہان تک کہ رونے کے باعث گھر سے باہر بھی نہ نکلتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے یہان تشریف لائے اور اسکو گلے لگایا وہ اسیوقت مردہ ہو کر گر پڑا آپ نے لوگون کو فرمایا کہ اپنے ساتھی کو تجہیز و تکفین کرو کہ خوف آتش نے اسکے جگر کو ٹکڑے کر دیا ہے۔ ۱؎ ۔ اور ابن ابی میسرہ کے حال مین کہتے ہین کہ جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے کہ کاش میری مان مجھکو نہ جنتی انکی مان نے کہا کہ ای میسرہ اللہ نے تو تیرے اوپر احسان کیا کہ تجھکو مسلمان کیا پھر تو کیون خائف ہے انھون نے کہا کہ اسکے احسان مین شک نہین مگر اسنے ہمسے کہا ہے کہ ہم سب دوزخ مین جاوینگے اور یہ نہین بیان کیا کہ اسمین سے نکل آوینگے اور فرقد سنجی کو کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر جو تمھین پہونچی ہو ہم سے کہو جواب دیا کہ مجھے یون خبر پہونچی ہے کہ بیت المقدس مین پانسو باکرہ عورتین جنکا لباس کمل اور ٹاٹ تھا آئین اور خدا کے ثواب و عذاب کا آپسمین ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز مین مرگئین۔ اور حضرت

۱؎ ابن ابی الدنیا بروایت حذیفہ و بیہقی در شعب بروایت سہل بن سعد باسناد ضعیف ۱۲

عطا سلمی بھی خائفین مین سے تھے اللہ تعالی سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف معاف کرنے کی درخواست کیا
کرتے اور مرض مین انسے لوگون نے کہا کہ آپ کا دل کسی چیز کو چاہتا ہے انھون نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دلمین
کسی چیز کی خواہش کے لیے جگہ نہین چھوڑی ہی کہتے ہین کہ چالیس برس تک انھون نے اپنا سر آسمان کیطرف نہین اٹھایا تھا نہ کبھی
اس عرصے مین ہنسے تھے اور ایک روز جو سر آسمان کیطرف کیا تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی آپ کا دستور تھا
کہ رات کو کسیوقت اپنا جسم ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہین مسخ تو نہین ہوگیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی گرتی یا غلہ گران
ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتین میرے ہی باعث ہین اگر مین مرجاؤن تو لوگ راحت پاوین اور خود فرماتے ہین کہ ایک روز ہم عتبہ
غلام کے ساتھ نکلے اور ہم مین ایسے جوان اور ادھیڑ لوگ تھے کہ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرت قیام سے انکے پانون سوج
گئے تھے اور آنکھین اندر کو دھس گئی تھین اور پوست استخوانون پر جا لگا تھا رگین تار تار کیطرح معلوم ہوتی تھین ایسے ہوگئے
تھے جیسے تربوز کے چھلکے کہ اندر کچھ نہین ہوتا گویا قبرون سے نکلے ہین یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالی نے اطاعت کرنیوالون کو کیسی
بزرگی دی اور نافرمانون کو کیسے ذلیل کیا اسی حال مین چلے جاتے تھے کہ یکایک انہین سے ایک شخص کا گذر ایک جگہ پر ہوا اور
بیہوش ہوکر گر پڑا اسکے ساتھی گرد بیٹھکر رونے لگے جاڑا بہت شدت سے تھا مگر اسکی پیشانی سے پسینا ٹپکتا تھا جب منہ پر
پانی کا چھینٹا دیا تو اسکو ہوش آیا اس سے ماجرا پوچھا اسنے کہا کہ مین نے اسجگہ خدا کی نافرمانی کی تھی جگہ دیکھکر مجھے یاد آگئی اور جو
سے یہ پچھاڑ کھائی - اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون
یالیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول وہ شخص بیہوش ہوگیا اور پھر جو ہوش آیا تو کہا کہ اے صالح کچھ اور پڑھ کہ مجھے رنج معلوم ہوتا ہے مین نے
کہا کلما ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا وہ شخص مردہ ہوکر گر پڑا - اور روایت ہے کہ زرارہ بن ابی اوفی نے لوگون کو صبح کی نماز
پڑھائی جب پڑھا فاذا نقر فی الناقور بیہوش ہوکر گر پڑے اور مرگئے اور یزید رقاشی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے آپ نے
فرمایا کہ اے یزید مجھکو نصیحت کر انھون نے کہا کہ اے امیر المومنین تم ہی اول خلیفہ نہین ہو کہ مروگے یعنے تمسے پہلے بھی بہت خلیفہ مرچکے
ہین آپ روئے اور فرمایا کہ کچھ اور نصیحت کیجیے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمہارے اور حضرت آدم کے درمیان تمہارا کوئی بزرگ ایسا
نہین جو مرا نہو آپ روئے اور فرمایا کہ اور کچھ فرمائیے انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمہارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان
مین کوئی منزل نہین یہ سنکر آپ بیہوش ہوگئے - اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ جب یہ آیت اتری وان جہنم لموعدھم اجمعین حضرت
سلمان فارسی رض نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھکر باہر نکل گئے تین دن تک پتا نہ ملا اور حضرت داؤد طائی نے ایک عورت کو ایک
لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہے بیٹا نہ معلوم تیرے کونسے گال کو پہلے کیڑے نے کھایا وہ سنتے ہی اسی جگہ بیہوش ہوکر
گر پڑے اور روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری بیمار پڑے انکا قارورہ ایک ذمی طبیب کو دکھلایا گیا اسنے کہا کہ اس شخص
کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کردیا ہے پھر آکر نبض دیکھی تو کہا کہ ملت اسلام مین اس جیسا آدمی مجھکو نہین معلوم ہوا - اور حضرت امام احمد
بن حنبل رح فرماتے ہین کہ مین نے خدا تعالی سے دعا مانگی کہ میرے اوپر ایک دروازہ خوف کا کھولدے دعا مقبول ہوئی اور خوف کا

حال تیار مین بھی ابن ابی اوفی ہے لیکن صحیح ابن اوفی ہے اور انکا قصہ ترمذی نے کتاب الصلوٰۃ مین روایت کیا ہے ۱۲

دروازہ مفتوح ہوا کہ مین اپنی عقل پر ڈرا اور التماس کیا کہ آلٰہی میری طاقت کے مقدار رہے تب میرا دل ساکن ہوا اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی فرماتے ہین کہ گریہ کرو اور اگر نہ رو تو رونی صورت بناؤ کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے مین میرا دم ہے اگر تم کو علم ہو جاوے تو اتنا چیخو کہ گلا پڑ جاوے اور نماز اتنی پڑھو کہ پیٹھ ٹوٹ جاوے اس قول مین گویا آپنے اس حدیث شریف مضمون کیطرف اشارہ فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا اور عنبری روایت کرتے ہین کہ ارباب حدیث حضرت فضیل ابن عیاض کے دروازے پر جمع ہوے آپ نے ایک روشندان سے انکی طرف سر نکالا ڈاڑھی آپ کی ہلتی تھی اور روتے تھے فرمایا کہ لوگو قرآن پر مواظبت کرو اور نماز کو ہمیشہ پڑھو یہ وقت حدیث کا نہین بلکہ یہ وقت رونے اور تضرع اور مسکنت اور ڈوبنے والے کیطرح دعا مانگنے کا ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسی کو نہ بتاوے اور اپنے دل کا علاج کرے جو معلوم ہو اسکو دستور العمل کرے جو نہ جانتا ہو اسکو ترک کرے۔ اور ایکبار آپ خوف کے مارے حیران چلے جاتے تھے لوگون نے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین فرمایا کہ مین نہین جانتا اور ذر بن عمر نے اپنے باپ عمر بن ذر سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اور کہنے والے کچھ کہتے ہین تو کوئی نہین روتا مگر جب تم کچھ کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی سنتا ہون آپ نے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ جاوے اسکا رونا اور جو اجرت لیکر روے اسکا رونا برابر نہین ہوتا غرض یہ کہ گریۂ خوف کو دل مین تاثیر زیادہ ہے اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ ایک عابد کے پاس کھڑے ہوئے جو رو رہا تھا اس سے پوچھا کہ خدا تم پر رحم کرے اس رونے کا باعث کیا ہے اسنے کہا کہ ایک خوف ہے جسکو ڈرنے والے اپنے دلون مین پاتے ہین انھون نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ حق تعالےٰ کے سامنے پیش ہونے کے واسطے کھڑا ہونے کا اسکا خوف ہے اور خواص روتے اور مناجات مین کہتے کہ آلٰہی مین بوڑھا ہوا اور میرا بدن تیری خدمت سے کمزور ہو گیا تو مجھکو آزاد کر دے اور صالح مری کہتے ہین کہ ایک بار ابن السماک میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھکو اپنی قوم کے عابدون کی کچھ عجیب بات دکھلاؤ مین انکو ایک محلے مین ایک شخص کے پاس لیگیا جو ایک جھونپڑے مین رہتا تھا ہمنے اس سے اجازت پاس آنے کی چاہی اور چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا مین نے اسکے سامنے یہ آیت پڑھی اذ الاغلال فی اعناقہم والسلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون وہ شخص ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا ہم اسکو ویساہی چھوڑ کر نکل آئے اور دوسرے کے گھر گئے اسکے پاس بھی مین نے وہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہو کر گر گیا وہان سے ہم تیسرے کے پاس گئے اور اس سے اجازت چاہی اسنے کہا کہ اگر ہمکو ہمارے پروردگار سے نہ روکو تو چلے آؤ اسکے پاس مین نے پڑھا ذٰلک لمن خاف مقامی وخاف وعید اسنے ایک نعرہ مارا اور اسکے نتھنون سے خون نکلنے لگا اور اسی خون مین تڑپنے لگا یہان تک کہ خون خشک ہو گیا اسکو بھی ہم ویساہی چھوڑ آئے غرضکہ مین نے ابن السماک کو چھ شخصون کے پاس پھرایا کہ ہر ایک کو بیہوش چھوڑ کر اسکے پاس سے چلے آئے پھر مین انکو ساتوین کے پاس لایا اور اجازت چاہی تو ایک عورت نے جھونپڑے کے اندر سے کہا کہ چلے آؤ دیکھا تو ایک پیر فرتوت اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اسکو ہمنے سلام کیا وہ خبر نہ ہوا مین نے بڑی آواز سے کہا کہ خبردار لوگون کو کل کو کھڑا ہونا ہے بوڑھے نے کہا کہ کمبخت کسکے سامنے اتنا کہہ حیران منھ کھلا ہوا آنکھین اوپر کو رہ گیا اور ایک آواز پست

سے اوہ اوہ کرنے لگا یہانتک کہ آواز بند ہوگئی اسکی عورت نے کہا کہ اب اسکے پاس سے جاؤ کیونکہ اسوقت تمکو اس سے کچھ نفع نہوگا اسکی حالت کچھ اور ہوگئی ہو پھر کچھ دنون بعد مین نے وہان کے لوگون سے ان ساتو نکا احوال پوچھا انھون نے کہا کہ ان مین سے تین تو اچھے ہوگئے اور تین جان بحق ہوے اور بوڑھے کا یہ حال ہوا کہ تین دن تک تو ویسا ہی حیران و مبہوت رہا کہ فرض بھی نہین پڑھتا تھا مگر بعد تین دن کے ہوش آیا اور روایت ہو کہ یزید بن الاسودؓ کو لوگ ابدال مین سے جانتے تھے انھون نے قسم کھائی تھی کہ کبھی نہ ہنسونگا نہ کبھی لیٹ کر سوؤنگا نہ کبھی گھی کی چیز کھاؤنگا اور اس قسم پر اپنے مرنے تک قائم رہے۔ اور حجاج نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے پوچھا کہ مین نے سنا ہو کہ تم کبھی نہین ہنسے انھون نے فرمایا کہ ہنسنے کی کیا صورت ہو دوزخ دھونکا دی گئی ہو اور طوق تیار ہین اور فرشتے دوزخ کے مستعد و آمادہ کھڑے ہین اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ اے ابو سعید آپ کو صبح کیسے ہوئی آپ نے فرمایا کہ خیریت کے ساتھ اسنے پوچھا کہ آپکا حال کیا ہو آپنے مسکرا کر فرمایا کہ تو میرا حال پوچھتا ہو یہ بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کشتی مین سوار ہو کر بیچ مین سمندر کے پہونچین اور کشتی ٹوٹ جاوے اور ایک ایک آدمی ایک ایک تختے سے لگا رہجاوے تو انکا حال تمہارے ذہن مین کیسا ہو اسنے کہا کہ بہت سخت مصیبت کا ہو آپ نے فرمایا کہ تو میرا حال انکے حال سے بھی زیادہ سخت ہو۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ایک لونڈی انکی خدمت مین حاضر ہوئی اور سلام کر کے ان کے گھر مین جو مسجد تھی اسمین دو رکعتین نماز کی پڑھین اور پھر اسکو نیند آگئی اور سو رہی اور خواب ہی مین روئی جب جاگی تو آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیرالمومنین مین نے اسوقت عجیب معاملہ دیکھا آپ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے اسنے کہا کہ مین نے دیکھا کہ دوزخ دوزخیون کے واسطے دھڑ دھڑ جل رہی ہو پھر پل صراط لا کر اسکی پشت پر رکھا گیا آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا اسنے کہا کہ پھر عبدالملک ابن مروان کو لائے اور اس پل پر اسکو چڑھایا وہ تھوڑا ہی جانے پایا تھا کہ پل الٹ گیا اور وہ دوزخ مین جا پڑا آپ نے فرمایا کہ پھر اسنے کہا کہ پھر عبدالملک کے بیٹے ولید کو لائے اور اسکو پل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے ریٹ لی اور دوزخ مین جا پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر اسنے کہا کہ پھر سلیمان بن عبدالملک کو لائے اور پل پر چڑھایا وہ بھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ پل تہ چھاپا ہو گیا اور وہ دوزخ مین گر پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر اسنے کہا کہ پھر مین نے یہ دیکھا کہ آپ کو لائے یہ اسکا کہنا تھا کہ آپ نے ایک دفعہ ایسی ایک چیخ ماری کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور وہ لونڈی اٹھی اور ان کے کان مین پکار پکار کہنے لگی کہ اے امیرالمومنین بخدا مین نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے آپ نے نجات پائی ہر چند وہ کان مین چیختی رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے تھے اور پانون دیے مارتے تھے۔ اور روایت ہو کہ حضرت اویس قرنیؓ قاص کے پاس آتے اور انکے کلام سے روتے جب وہ دوزخ کا ذکر کرتے تو آپ چیخ مارتے پھر بھاگے چلے جاتے تو لوگ انکو دیوانہ کہتے اور حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہین کہ مومن کا خوف جبتک نہین ٹھہرتا جب تک کہ دوزخ کے پل کو اپنے پیچھے نہ چھوڑے۔ اور حضرت طاؤس رحمہ اللہ کے لیے بستر کیا جاتا تو لیٹتے اور گرم کڑاہی کے دانے کی طرح اسپر ادھر ادھر لوٹتے پھر اسپر سے اچھلکر اسکو لپیٹ دھرتے اور قبلہ کیطرف صبح تک متوجہ ہوتے اور کہتے رہتے کہ دوزخ کے بیان نے خوف والون کی نیند اڑا دی اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دوزخ مین

سے ایک شخص ہزار برس کے بعد نکلیگا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص مین ہون اور یہ اسی لیے فرمایا کہ خوف دوزخ مین ہمیشہ رہنے اور سوء خاتمہ کا تھا کہتے ہین کہ آپ چالیس برس نہین ہنسے اور راوی کہتے ہین کہ جب مین انکو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قیدی ہو کہ گردن مارنے کے لیے پکڑا ہوا آیا ہو اور اگر آپ وعظ فرماتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے دیکھتے ہین اور اسکا حال آنکھون دیکھا بیان کرتے ہین اور جب چپ ہوتے تو گویا آنکھون کے سامنے آگ بھڑک رہی ہو اور جب ان پر اس شدت خوف وغم کا لوگون نے عتاب کیا تو فرمایا کہ مین کیسے بیخوف ہو جاؤن اس سے کہ خدا تعالیٰ نے اگر کوئی مجھ سے بُرائی دیکھ لی ہو اور مجھکو برا جانکر فرمانے لگے کہ چلا جا مین تجھکو نہ بخشونگا تو پھر عمل کرنا میرا بیفائدہ ہو اور حضرت ابن السماک رح سے روایت ہو کہ وہ فرماتے ہین کہ مین نے ایک مجلس مین وعظ کہا ایک جوان انمین سے اٹھا اور کہا کہ تم نے آج ایک ایسا جملہ کہا کہ اگر ہم اسکے سوا اور کچھ نہ سنین تو کچھ پروا نہین مین نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہو اسنے کہا کہ آپ نے جو یہ فرمایا ہو کہ خائفین کے دل کے دو خلود یعنی ہمیشہ رہنے کے ٹکڑے کیے ہین اور وہ یہ ہین کہ یا جنت مین ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ مین حضرت ابن السماک فرماتے ہین کہ پھر وہ چلا گیا اور دوسرے وعظ مین مین نے اسکو نہ پایا لوگون سے اسکا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہو مین اسکی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہو اسنے جواب دیا کہ اے ابو العباس یہ نوبت اسی تمھارے جملے سے ہوئی ہو کہ دو خلود یعنی خلود جنت خواہ خلود دوزخ نے خائفین کے دل کے ٹکڑے کر ڈالے ہین پھر وہ شخص اسی مرض مین مر گیا مین نے اسکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھسے کیا معاملہ کیا اسنے کہا کہ مجھکو بخشدیا اور رحم کیا اور جنت مین داخل کیا مین نے پوچھا کس وجہ سے کہا کہ اسی جملے کی بدولت۔ حاصل یہ کہ انبیاء و اولیاء و علما و صلحا سب کے خوف کا حال تمنے سنا جب ان لوگون کا یہ حال ہو تو ہمکو خوف کرنا لائق تر ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جب بہت گناہ ہون تبھی خوف ہو بلکہ اگر قلب صاف اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف ہی چاہیے ورنہ کثرت طاعت اور کمی گناہون کی بیخوف ہو جانے کی مقتضی نہین بلکہ یا مون ہونے کی وجہ یہ ہو کہ نفس شہوات کے مطیع ہون اور بدبختی غالب اور غفلت اور سختی دل کے مارے اپنے احوال کو نہ دیکھ سکتے ہون نہ موت کے پاس آنے سے جاگین اور نہ کثرت گناہون سے ہلین نہ خائفین کا احوال دیکھکر عبرت پکڑین نہ اندیشۂ خاتمہ کو دل مین جگہ دین اس صورت مین اگر خدا ہی اپنے فضل سے ہمارے احوال کا تدارک فرماوے تو اصلاح ممکن ہو اسلیے اسی بات کی دعا مانگتے ہین لیکن شرط یہ ہو کہ صرف زبانی دعا بدون استعداد کے مقبول ہو اور عجب تر بات یہ ہو کہ جب ہم دنیا مین مال کا ارادہ کرتے ہین تو اسکے کتنے لوازم جمع کرتے ہین جوتتے ہین اور بوتے ہین اور تجارت کرتے ہین اور خشکی و تری مین کیسی کیسی اندیشہ ناک باتین اختیار کرتے ہین اور اگر علم مین کوئی مرتبہ حاصل کیا چاہتے ہین تو اسکے واسطے کتنی مشقتین اٹھاتے ہین اور کتابونکی بحث و تکرار اور یاد کرنے مین راتون کو جاگتے اور کوششین کرتے ہین رزق کی تلاش مین کیا کیا محنتین کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے جو کفالت اور ضمانت روزی دینیکی فرمائی ہے اسپر یقین واثق کر کے گھر مین نہین بیٹھتے اور بیٹھے بیٹھے خدا تعالیٰ سے نہین عرض کرتے کہ الٰہی ہمکو روزی دے مگر جب ملک دائم اور سلطنت پایدار آخرت پر نظر کرتے ہین تو اسکے واسطے صرف اسی پر

کفایت کرتے ہین کہ زبان سے کہلیا کہ الٰہی تو معاف کر الٰہی تو رحم کر حالانکہ جس ذات کیطرف توقع ہو اور جسکے نام سے دھوکا کھائے ہوئے ہین وہ یون ارشاد فرماتا ہو وان لیس للانسان الا ماسعی اور ولا یغرنکم باللہ الغرور اور یاایہا الانسان ماغرک بربک الکریم مقام غور ہو کہ ان اقوال مین سے کسی سے بھی ہمکو تنبہ ہوتا ہو کوئی بات بھی ہمکو ہمارے مغالطون اور جھوٹی آرزوؤن سے نکالتی ہو اگر خوب تامل کرو تو یہ کٹ رہنے کی بات ہو بشرطیکہ خدائے تعالیٰ اپنے فضل سے توبۂ نصوح مرحمت فرماوے اور اسکے باعث ہمکو پناہ دے ہم خدا سے دعا مانگتے ہین کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہو کہ شوق توبہ ہمارے دلون کے اندر ڈالدے اور صرف زبانی حرکت توبہ کی دعا کے لیے ہمارے واسطے کافی نہ فرماوے ورنہ ہم ان لوگون مین سے ہو جاوینگے جو کہتے ہین اور نہین کرتے اور سنتے ہین اور نہین مانتے جب وعظ سنا تو رو پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پہلو تہی کر گئے اس سے زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہوگی خدائے تعالیٰ ہمکو توفیق اور رشد اپنے کرم اور فضل سے عنایت کرے اب ہم احوال خائفین کی حکایت کو اسیقدر پر کفایت کرتے ہین بموجب مثل مشہور در خانہ اگر کس ست حرفیش بس ست ورنہ شعر اگر صد باب حکمت پیش نادان * بخوانی آیدش بازیچہ در گوش * اور عیسیٰ بن مالک خولانی جو بڑے عمدہ عابدون مین سے ہین ایک راہب کا حال کہتے ہین کہ انھون نے اسکو بیت المقدس کے دروازے پر غمگین صورت بنائے کھڑا دیکھا سخت حیران تھا کثرت گریہ سے آنسو نہین رکتا تھا راوی کہتے ہین کہ جب مین نے اسکو دیکھا تو اسکی صورت سے ڈر گیا اور اس سے کہا کہ اے راہب مجھے وصیت کر کہ تجھے یادگار رکھون اسنے جواب دیا کہ العزیز کیا نصیحت تجھکو کرون سوکی ایک یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو ایسی طرح رہیو جیسے کسی کو چارطرف سے درندون اور کیڑون نے گھیر لیا ہو اور وہ ہراسان اور خائف رہتا ہو کہ کہین ایسا نہو کہ ذرا سی غفلت ہو جاوے تو درندے چیر ڈالین یا چپک جاوے تو نیند ار کیڑے کاٹ لین غرضکہ رات بھر اسکا دل خوف و ہراس ہی مین رہتا ہو گو مغالطہ کھانے والے بیخوف ہوا کرین اور دن بھر رنج مین گذرتا ہو گو نکمے لوگ خوش ہوا کرین پھر وہ راہب مجھے چھوڑ کر چلا مین نے کہا کہ کچھ اور تم کہتے تو شاید مجھکو زیادہ نفع ہوتا اسنے کہا کہ پیاسے کو جتنا پانی ملجاتا ہو وہی کافی ہوتا ہو اور یہ اسنے درست کہا اسواسطے کہ صاف دل کو تو ادنے سا خوف ہلا دیتا ہے اور سنگدل دل سے وعظ و نصیحت بمراحل دور رہتی ہو اور اسنے جو مثال بیان کی کہ ایسی طرح رہیو جیسے وہ شخص جسکے چار طرف درندے اور زہر کے جانور ہون تو اسکو یون نہ جاننا چاہیے کہ یہ مثال فرضی ہو بلکہ یہ صورت واقعی ہو کیونکہ اگر آدمی نور عقل سے اپنے باطن کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندون اور زہریلے جانورون سے پر ہے مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب اور ریا وغیرہ جو ہمیشہ اسکو چیرتے اور نیش زنی کرتے رہتے ہین بشرطیکہ ایک لحظہ بھی انسے غافل رہے مگر یہ کہ آدمی کو انکا گزند اور ایذا دنیا نہین سوجھتا جب پردہ اٹھا لیا جاویگا اور آدمی قبر مین رکھا جاویگا اسوقت دیکھیگا کہ یہ سب صفات اپنے اپنے معانی کی صورت نظر آوینگے اسوقت یہ نظر آویگا کہ سانپ اور بچھوؤن نے قبر مین آکر بدن کو گھیر لیا حالانکہ نہ سانپ ہوگا نہ بچھو بلکہ یہی صفات جو زندگی مین ہین یہی ہونگے انکی صورت اسدن سوجھ پڑیگی پس اگر یہ منظور ہو کہ انکو مار ڈالنا چاہیے اور انپر

غالب ہونا چاہیئے حالانکہ مرنے سے پیشتر یہ بات آدمی کے اختیار مین ہو تو اس سے ہرگز چوکنا نہ چاہیئے ورنہ انکا کاٹنا اور
نوچنا خوب اچھی طرح دل مین ٹھان لینا چاہیے

باب چہارم فقر اور زہد کے بیان مین

رباعی

گر چاہے تو دلسے ہووے سچا عابد	گر فقر تو اختیار اور ہو زاہد	کہتے ہین رسول فقر کو اپنا فخر	تیرے لیے بس یہی ہو کافی شاہد

واضح ہو کہ دنیا اللہ جل شانہٗ کی دشمن ہے اسکے فریب مین بہت لوگ گمراہ ہوے اور اسکے مکر سے بہتون کو لغزش ہوئی تو اسکی دوستی خطایا اور سیآت کی جڑ ہوئی اور اسکی دشمنی طاعات و قربات کی اصل اور ہمنے اسکا حال اور اسکی دوستی کی مذمت کو باب ذم دنیا مین جلد سوم کے مفصل لکھا ہے یہان جو فضیلت اس سے باز رکھنے مین اور اسمین زہد کرنے مین ہے اسکو ذکر کرتے ہین کہ منجیات مین اصل وہی ہے کیونکہ نجات کی طمع بدون دنیا سے علیحدگی اور دوری کے نہین ہو سکتی لیکن اس سے علیحدگی کی دو صورتین ہین یا تو وہ خود آدمی سے الگ رہے اسکو فقر کہتے ہین یا آدمی اس سے کنارہ کش رہے اسکو زہد کہتے ہین اور ان دونون چیزون کو سعادات کے حاصل ہونے کے باب مین دخل ہے اور فوز و نجات پر مدد کرنے مین اثر اسلیے ہم ان دونون کی حقیقت اور درجات و اقسام اور شرطین اور احکام ذکر کرتے ہین اور اس باب کی دو فصل کرتے ہین اول مین فقر اور دوسری مین زہد کو لکھتے ہین

فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور فقرا کی فضیلت اور آداب کے ذکر مین اور اسمین نو بیان ہین۔

بیان اول فقر کی حقیقت اور فقیر کے احوال و اسما کے اختلاف مین جاننا چاہیے کہ فقر حاجت کی چیز کے نہونے کا نام ہے اور بے حاجت چیز کے نہونے کو فقر نہین کہتے اور اگر حاجت کی چیز موجود ہو اور اسپر آدمی قادر ہو تو اس شخص کو فقیر نہ کہینگے اور جب یہ معلوم ہو چکا تو اب ظاہر ہے کہ جو شے سوا خداے تعالیٰ کے موجود ہے وہ فقیر ہے اسواسطے کہ ہر ایک موجود چیز کو اپنے دوسرے وقت موجود ہونے کی حاجت ہے اور وجود کا ہمیشہ رہنا خدا کے فضل و احسان سے ہے پس اگر ہستی کے پردے پر کوئی موجود ایسا ہو جسکا وجود دوسرے سے مستفاد نہو تو وہ غنی مطلق ہے اور ایسا موجود سوا ایک ذات کے ہو نہین سکتا اس سے معلوم ہوا کہ وجود مین غنی ایک ہی ہے اور اسکے سوا جتنے ہین وہ اسکی طرف محتاج ہین تاکہ انکو دوام وجود کی مدد دیوے اور اسی حصر کیطرف اشارہ ہے اس قول خداوندی مین واللہ الغنی وانتم الفقرا لیکن یہ معنی فقر مطلق کے ہین اور ہمکو غرض فقر مطلق کے بیان سے نہین بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منظور ہے ورنہ بندے کی حاجت کو اگر باعتبار اسکی ضروریات کے دیکھیے تو کچھ بھی شمار نہین ہو سکتی اسلیے کہ ضروریات و حاجت آدمی کی بیشمار ہین اور منجملہ اسکے حاجتون کے وہ ہین جو مال سے ہو سکتی ہین پس انھین کا ہمکو بیان بھی اسوقت مدنظر ہے اسی لیے کہتے ہین کہ جو شخص مال نہین رکھتا اسکو ہم اس مال کے لحاظ سے فقیر کہتے ہین جو اسکے پاس نہین بشرطیکہ اس شخص کو

ست اور تم فقرا ہو سورۂ محمد ع ۱۲

اس مال مفقود کیطرف حاجت بھی ہو پھر یہ خیال مین آتا ہے کہ فقر مین آدمی کے پانچ احوال ہین اور ہم اُن سب کو تمیز کے واسطے جدا جدا نام رکھے دیتے ہین تاکہ انکے احکام بھی علیحدہ بیان کر سکین **پہلی حالت** جو سب سے عمدہ ہے یہ کہ آدمی ایسی طرح ہو کہ اگر اسکے پاس مال آوے تو اسکو برا معلوم ہو اور ایذا پاوے اور اسکے قبول سے بھاگے اور اسمین مشغول ہونے سے اجتناب کرے اور اسکے شر سے محترز رہے ایسے شخص کو زاہد کہتے ہین **دوسری حالت** یہ ہے کہ مال کی رغبت اتنی نہو کہ جسکے حاصل ہونے سے خوش ہو اور نہ اتنی نفرت ہو کہ اس سے ایذا پاتا ہو یا اگر ملے تو چھوڑ دے ایسے شخص کا نام ہم راضی کہتے ہین **تیسری حالت** یہ ہے کہ مال کا ہونا اسکے نزدیک نہونے کی نسبت محبوب ہو اسوجہ سے کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہے مگر رغبت اتنی نہین کہ اسکی طلب مین سرگرم ہو بلکہ اس قسم کی ہو کہ اگر بلا محنت وکدورت ملے تو لیکر خوش ہو جاوے اور اگر طلب مین کچھ مشقت کا محتاج ہو اسمین مشغول نہو ایسی حالت والے کا نام ہم قانع رکھتے ہین کیونکہ اسنے موجود چیز پر قناعت کر کے طلب کو موقوف کیا باوجودیکہ کسیقدر رغبت بھی تھی **چوتھی حالت** یہ کہ طلب مال کو موقوف کرنا عاجزی کے باعث ہو ورنہ رغبت اتنی ہے کہ اگر کوئی سبیل اسکی تلاش کی ملے گو محنت ہی سے ہو تو اسکو ضرور طلب کرے یا طلب مین مشغول ہی ہو ایسی حالت والیکو ہم حریص کہتے ہین **پانچوین حالت** یہ ہے کہ جو مال اسکے پاس نہین اسکی ضرورت مین مضطر ہو مثلاً بھوکے کے پاس روٹی نہو اور ننگے کے پاس لباس نہو ایسی حالت والے کو ہم مضطر کہتے ہین اسکی رغبت طلب کے باب مین کسی طرح کی ہو ضعیف ہو یا قوی اور یہ حالت رغبت سے بہت کم جدا ہوتی ہے پس یہ پانچ احوال ہین جنمین سے اعلے زہد ہے اور اضطرار کے ساتھ مین اگر زہد بھی ملا لیا جاوے اور یہ صورت ممکن ہو تو ایسا حال زہد کے اقصی درجات مین ہے اور ان پانچون حالتون سے بڑھکر ایک اور حالت ہے جو زہد سے بھی اعلی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک ہونا اور نہونا مال کا برابر ہو کہ آنے کی خوشی نہ گئے کا غم اور اسکا حال ایسا ہو جیسا حضرت عائشہ کا تھا کہ جب انکے پاس ایک لاکھ درم کسیکی روش مین سے آئے تو لے لیے اور اسی روز تقسیم کر دیے اور جب انکی خادمہ نے عرض کیا کہ اگر آج کے درمون مین سے آپ ایک درم کا گوشت لے دیتین تو اسی سے افطار کرتے آپنے فرمایا کہ اگر پہلے سے یاد دلاتی تو ایسا ہی کرتی پس جس شخص کا حال ایسا ہو کہ اگر تمام دنیا اسکے قبضے اور خزانے مین ہو تو تب بھی اسکو ضرر نکریگی اسلیے کہ وہ شخص تمام مال کو خدا تعالی کے خزانے مین جانتا ہے نہ اپنے قبضے مین اور اسکو یہ خیال ہے کہ مال خواہ اسکے قبضے مین ہو یا کسی دوسرے کے اسکے نزدیک دونون یکسان ہین اور مناسب ہے کہ ایسی حالت والے کو مستغنی کہین اسلیے کہ وہ مال کے وجود اور عدم دونون سے غنی ہے اور مستغنی کے معنی لفظ غنی سے علیحدہ سمجھنے چاہئین جو خدا تعالی پر اور اسکے بندون مین سے بہت سامان رکھنے والون پر بولا جاتا ہے کیونکہ بندون مین سے جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اور وہ اُس سے خوش ہوتا ہے تو وہ محتاج اسبات کا ہے کہ مال مذکور اسکے پاس رہے ہر چند وہ مال کے قبضے مین آنے سے غنی ہے تاہم اسکے باقی رہنے کا محتاج ہے اسی لیے وہ من وجہ فقیر ہے مگر مستغنی مال کے قبضے مین آنے اور اسکے باقی رہنے اور اسکے قبضے مین سے نکل جانے سے سب سے غنی ہے کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اسکو مال سے ایذا نہین ہوتی اور نہ خوشی ہوتی ہے پس احتیاج قبضے سے نکالنے اور قبضے مین رکھنے کی دونون نہ رہی اور یہ بھی نہین کہ اسکے پاس نہو تاکہ محتاج قبضے مین آنے کا ہو بہر حال مستغنی کی غنا عام

ہو اور اسی جہت سے ایسا شخص اس غنی سے جو وصف خداوندی ہو قریب تر ہو اور یہ ظاہر ہو کہ بندے کا قرب خداتعالیٰ سے اسطرح
ہو کہ صفات الٰہی مین قریب ہو قرب مکانی تو ہوتا ہی نہین لیکن ہم ایسی حالت والیکو مستغنی ہی کہتے ہین تاکہ لفظ غنی اس ذات پر
بدل سکین جسکو غناء مطلق ہر چیز سے ہو اور اس قسم کا بندہ اگرچہ مال کے وجود اور عدم سے مستغنی ہو مگر سوا اسکے اور چیزون سے مستغنی نہین
نہ مدد توفیق الٰہی سے مستغنی ہو جس سے اسکا استغنا باقی ہو یہ استغنا بڑی نعمت ہو کہ خداتعالےٰ نے اس سے اسکے دل کو زینت دی ہو
جو دل کہ مال کی محبت مین مقید رہتا ہو وہ غلام ہو اور جو اس سے مستغنی ہو وہ آزاد ہو اور اللہ تعالےٰ نے ہی اسکو اس غلامی سے آزاد کیا ہے
تو اس آزادی کے ہمیشہ رہنے کی حاجت اسکو البتہ ہو اور دل غلامی اور آزادی مین دم بدم اولتے بدلتے رہتے ہین کیونکہ سب دل
درمیان خداتعالےٰ کی انگلیون کے ہین اسی لیے ایسے شخص کو مطلقاً غنی کہدینا درحقیقت نہین زیبا ہو اگر کہا جاوے تو مجازاً ہوگا
اب جاننا چاہیے کہ زہد ابرار کے درجے کا کمال ہو اور اس حالت والا یعنی مستغنی مقربین مین سے ہو تو ضرور ہوا کہ زہد اسکے حق مین درجہ
نقصان ہو اسلیے کہ ابرار کی نیکیان مقربین کی برائیان ہوتی ہین اور نیز دنیا کا برا جاننے والا بھی دنیا مین مشغول ہی جیسا اسکا رغبت
کرنیوالا ہو اور شغل ماسوائے خداتعالیٰ کا خداتعالیٰ سے حجاب ہوتا ہو کیونکہ خدائے تعالیٰ کچھ فاصلے پر تو نہین ہو کہ دوری
اسکا حجاب ہو جاوے بلکہ وہ تو آدمی کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہو اور نہ خدائے تعالیٰ کسی مکان مین ہو تاکہ آسمان و زمین آسمین
اور آدمی مین حجاب ہو جاوین تو اب ضرور ہو کہ حجاب آسمین اور آدمی مین بجز غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہونیکے اور کوئی نہوا اور اپنے
نفس اور شہوات مین مشغول ہونا بھی غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہونے مین داخل ہو اور چونکہ آدمی ہمیشہ اپنے نفس اور شہوات مین
مشغول رہتا ہو اسی لیے ہمیشہ خدائے تعالیٰ سے محجوب رہتا ہو حاصل یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی محبت مین مشغول ہو وہ خداتعالیٰ سے منحرف ہے
اور جو شخص اپنے نفس کے بغض مین لگا ہو وہ بھی خدا کے ساتھ مشغول نہین اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ جس مجلس مین عاشق و معشوق
ہون اگر رقیب بھی آجاوے تو اگر عاشق کا دل رقیب کیطرف اور اس سے بغض رکھنے کیطرف اور اسکے آنے کو برا جاننے کیطرف
متوجہ ہوگا تو چونکہ وہ ان واہیات مین مصروف ہو لذت مشاہدۂ معشوق سے محروم رہیگا اور اگر عشق مین مستغرق ہوگا تو غیر سے غافل
رہیگا اور اسکی طرف توجہ نکریگا غرضکہ جسطرح معشوق کے ہوتے ہوئے دوسرے کو محبت کی راہ سے دیکھنا عشق مین شرک ہو اور موجب
نقصان اسیطرح بغض کی راہ سے بھی دوسرے کو تاکنا معشوق کے ہوتے ہوئے عشق مین شرک و نقصان ہو گو یہ نقصان بہ نسبت اول
کے خفیف تر ہو تاہم پورا کمال نہین اور کمال پورا یہ ہو کہ قلب محبوب کے سوا اور کسی کیطرف نہ دوستی کی راہ سے نظر کرے نہ دشمنی کی
راہ سے کیونکہ جیسے ایک دل مین دو محبت ایک حالت مین نہین جمع ہوتین ایسے ہی ایک حالت مین دوستی اور دشمنی بھی نہین جمع
ہوتی پس جو شخص دنیا کی دشمنی مین مشغول ہو وہ بھی خدا سے غافل ہو جیسے وہ شخص کہ اسکی دوستی مین مشغول ہو مگر اتنا فرق ہو کہ جو دنیا کی
دوستی مین مشغول ہو وہ غافل ہو اور اپنی غفلت مین راہ بُعد طے کرتا ہو اور جو اسکی دشمنی مین مصروف ہو وہ بھی غافل ہو مگر غفلت مین طریق قرب
پر راہ چلتا ہو اسواسطے کہ ایسے شخص کیلئے توقع پڑتی ہو کہ اسکا حال انجام کو ایسا ہو جاوے کہ اتنی سی غفلت جاتی رہے اور صرف حضوری
اور شاہدہ میسر ہو جائے غرضکہ درجۂ کمال ایسے شخص کیواسطے متوقع ہو بایں وجہ کہ بغض دنیا ایک سواری ہو جو خداتعالیٰ کیطرف پہونچاتی

ہر تو دنیا سے محبت اور بغض والون کی ایسی مثال ہے جیسے دو شخص راہ حج مین سواری پر چڑہنے اور اسکے گھاس دانے کی خبر گیری
اور ہانکنے مین مشغول ہون لیکن ایک تو کعبے کیطرف کو منھ کرکے جاتا ہو اور دوسرا پیٹھ پھیر کر اسیطرف مقابل مین جاتا ہو تو یہ دونون
شخص اس بات مین برابر ہین کہ کعبے سے محجوب اور اس سے غافل اور اپنی سواری کی فکر مین شاغل ہین لیکن جو کعبہ رو جاتا ہے اسکا
حال دوسرے کی نسبت کر اچھا ہو جو پشت بکعبہ چلتا ہو کیونکہ اسکو کبھی پہونچنا نصیب نہوگا مگر شخص اول کا حال اگر بلحاظ اس شخص کے
دیکھیو جو کعبے مین معتکف ہو اور اسمین سے باہر ہی نہین جاتا کہ حاجت سواری کی فکر کی پہونچنے کیواسطے پڑے تو اسکی نسبت البتہ
اچھا نہین اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا نہ چاہیے کہ دنیا کا بغض کرنا مقصود بالذات چیز ہو بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا عذابِ روکنے والی
چیز ہو اس تک پہونچنا بدون اس رنج کے دفع کرنے کے ممکن نہین اسیواسطے حضرت ابو سلیمان دارانی کا قول ہو کہ جو شخص دنیا
مین زہد کرے اور اسی پر کفایت کر سکے تو جلدی راحت چاہتا ہو بلکہ اسکو چاہیے کہ آخرت مین مشغول ہو اس قول مین تبلادیا کہ راہ
آخرت کا چلنا زہد کے سوا ہو جیسے طریق حج کا چلنا اور ہو اور قرض خواہ مانع حج کا دفع کرنا اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ دنیا مین زہد کرنے سے اگر
مقصود یہ ہو کہ اسکے وجود اور عدم دونون مین رغبت نہو تب تو یہ نہایت درجہ کا کمال ہو اور اگر صرف اسکے نہونے کی رغبت منظور ہو تو البتہ
یہ درجہ بہ نسبت درجہ راضی اور قانع اور حریص کے تو کمال گنا جاویگا مگر مستغنی کے درجے کی نسبت کر ناقص رہیگا بلکہ مال کے حق مین کمال ہو
یہی کہ آدمی کے نزدیک مال اور پانی ایک سا ہو اور پانی کی کثرت ہمسایہ مین ہو جیسے اسکو کچھ ایذا نہین ہوتی مثلاً جیسے کوئی دریا کے
کنارے ہو اور نہ پانی کی قلت سے ایذا ہو بشرطیکہ مقدار ضروری سے کم نہو باوجودیکہ پانی اور مال دونون حاجت کی چیزین ہین تو جیسے بہت سا
پانی دیکھکر اسکے ٹرو س سے بھاگنے کی تجویز مین مشغول نہین ہوتا نہ اسکو برا سمجھتا ہو بلکہ دل مین یہ کہتا ہو کہ اس سے بقدر حاجت مین بھی
پیونگا اور خدا کے بندونکو پلاؤنگا اور کسی پر بخل نکرونگا اسیطرح مال کا حال بھی ہونا چاہیے اسلیے کہ روٹی اور پانی حاجت کے باب مین ایک ہین فرق صرف
ایک کی قلت اور دوسرے کی کثرت کا ہو۔ اور جب آدمی خدائے تعالیٰ کو پہچانے اور جس تدبیر سے اسنے انتظام عالم کیا ہو اسکو جانے تو معلوم ہو جاوے
کہ جبتک وہ زندہ رہیگا اسکو بقدر حاجت روٹی ضرور پہونچیگی جیسے پانی بقدر حاجت آتا ہو چنانچہ اسکا بیان عنقریب باب توکل مین انشاءاللہ
آدیگا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے ابو سلیمان دارانی سے کہا کہ حضرت مالک بن دینار نے مغیرہ سے فرمایا کہ گھر مین جاکر وہ
کوزہ جو تو نے مجھکو تحفۃً دیا ہو لے اسلیے کہ شیطان مجھے وسوسہ ڈالتا ہو کہ اسکو چور لیگیا حضرت ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ بات صوفیہ
کے دلون کے ضعف کی ہو مالک نے دنیا مین زہد کیا اگر کوئی کوزہ لیجاتا تو انکو کیا تھا۔ اس سے غرض یہ ہوئی کہ کوزہ کے گھر مین
رہنے کی کراہت مین بھی اسکی طرف التفات پایا جاتا ہو جسکا سبب ضعف اور نقصان ہو۔ اب اگر کوئی کہے کہ جب نفرت دنیا
داخل کمال نہین تو انبیا اور اولیا کیون دنیا سے بشدت متنفر اور بھاگتے رہے تو اسکا جواب یہ ہو کہ انکا بھاگنا ایسا ہے جیسے
پانی سے بھاگنا یعنی پانی کو مقدار حاجت پی لیا اور جسقدر بچا اسکو مشکون اور گھڑون مین بھر کر اپنے ساتھ لینے پھر بلکہ نہرون اور کنوؤن
اور چشمون ہی مین ان لوگون کیواسطے چھوڑ دیا جنکو اسکی ضرورت ہو نہ اس جہت سے کہ انکے دل اسکی دوستی یا دشمنی مین مصروف تھے دیکھو
زمین کے خزانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انھون نے لیکر انکے محل اور موقع مین خرچ

[illegible]

کردیے اُنسے بھاگے نہین کیونکہ انکے نزدیک مال اور پانی اور سونا اور پتھر برابر تھے اور اگر کسی سے مال کے لینے سے انکار منقول ہے تو یا تو ایسے شخص سے منقول ہی کہ اسکو خوف ہوا کہ اگر لونگا تو شاید مال کے فریب مین آکر دل مقید ہوجاویگا اور شہوات کیطرف بلاویگا اور یہ حال ضعیفونکا ہی پس انکے حق مین مال کی دشمنی اور اس سے بھاگنا ہی کمال ہی اور سب خلق کیلیے ایسا ہی حکم ہی اسلیے کہ سوا انبیا اور اولیا اور علماء کے سب ضعیف ہین اور یا کسی شخص قوی سے منقول ہی جو درجۂ کمال کو پہونچا ہوا سکے انکار کی وجہ یہ تھی کہ نفرت اور انکار اسواسطے ظاہر کیا کہ ضعفا دیکھکر پیروی کرین اور مال نہ لین ورنہ لینے کی پیروی مین انکی بربادی متصور ہی جیساکہ سانپ کا منتر والا اپنی اولاد کے سامنے سانپ سے بھاگتا ہی اسکا بھاگنا کچھ اسوجہ سے نہین ہی تاکہ وہ سانپ پکڑنیسے عاجز ہے بلکہ اس جہت سے ہوتا ہی کہ اگر مجھکو سانپ پکڑتے میری اولاد دیکھے گی تو وہ بھی پکڑینگے اور ہلاک ہونگے اسیطرح انبیا اور اولیا اور علماء بھی ضعیفونمین ضعیفون کاسا حال بنا لیتے ہین تاکہ ان کی اقتدا کیجاوے۔ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہی کہ مراتب چھ ہین جنمین سب سے اعلی رتبہ مستغنی کا ہی پھر زاہد اسکے بعد راضی اسکے بعد قانع پھر حریص کا باقی رہا مضطر تو اسکے باب مین زہد اور رضا اور قناعت کا تصور ہوسکتا ہی اور ان احوال کے اختلاف کے بسبب سکا رتبہ مختلف ہوتا ہی مگر فقیر ان پانچون شخصون زاہد اور راضی و قانع و حریص و مضطر کو کہہ سکتے ہین لیکن مستغنی کو اس معنی کر فقیر نہین کہہ سکتے اگر اسکو فقیر کہینگے تو اس اعتبار سے کہینگے کہ وہ خداتعالے کیطرف ہر ایک چیز مین محتاج ہی خاصکر اپنے استغنا مین مال سے پس مستغنی کو فقیر کہنا ایسا ہی جیسا وہ شخص کہ اپنے نفس کو پہچانے کہ خدا کا بندہ ہی اور اقرار بھی عبودیت کا کرے تو ایسے شخص پر بندے کا اطلاق غافلین کی نسبت زیادہ شایان ہی گو بندہ کا لفظ تمام خلق کے لیے عام ہی اسیطرح لفظ فقیر بھی عام ہی اور جو شخص اپنے نفس کو جانے کہ اللہ تعالی کا فقیر یعنی محتاج ہی تو اسکو فقیر کہنا زیادہ اچھا ہی غرضکہ لفظ فقیر دونون معنی مین مشترک ہی اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فقر کے باب مین یہ فرمایا ہی کہ اَعُوذُ بِکَ مِنَ الفَقرِ اور کَادَ الفَقرُ اَن یَکُونَ کُفرًا مخالف اس دعاے نبوی کے نہین اَللّٰھُمَّ اَحیِنِی مِسکِینًا وَّاَمِتنِی مِسکِینًا کیونکہ اول مین مضطر کا فقر مراد ہی جس سے کہ آپنے پناہ مانگی ہی اور جس فقر کی دعا مانگی ہی وہ یہ ہی کہ اقرار مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کیطرف ہی اب دونون حدیثون مین مخالفت نرہی

دوسرا بیان فقر کی مطلق فضیلت مین۔ آیات قرآنی سے فضیلت فقر ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہی لِلفُقَرَاءِ المُهَاجِرِینَ الَّذِینَ اُخرِجُوا مِن دِیَارِهِم وَاَموَالِهِم یَبتَغُونَ فَضلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضوَانًا وَیَنصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ اور فرمایا لِلفُقَرَاءِ الَّذِینَ اُحصِرُوا فِی سَبِیلِ اللّٰهِ لَا یَستَطِیعُونَ ضَربًا فِی الاَرضِ اول سیاق کلام مدح کے طور پر فرمایا پھر فقر کی صفت کو ہجرت اور گھر جانے کے وصف سے مقدم فرمایا اور اس تقدیم سے ظاہر ظہور فقر کی مدح پائی جاتی ہی اور احادیث مین بھی فقر کی مدح بہت ہی حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض سے پوچھا کہ لوگون مین سے کون بہتر ہے عرض کیا کہ جو مالدار ہو اور اللہ کا حق اپنے نفس و مال مین ادا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا ہے مگر جسکو مین نے پوچھا ہے وہ نہین پھر اصحاب نے عرض کیا کہ پھر کون شخص بہتر ہی آپ نے فرمایا کہ فقیر بعطی جو بدہ اور حضرت بلال کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلقَ اللّٰهَ فَقِیرًا وَلَا تَلقَهٗ غَنِیًّا اور ایک حدیث مین فرمایا ان اللہ

یحب الفقیر المتعفف ابا العیال اور حدیث مشہور میں ہے یدخل فقراء امتی الجنۃ قبل اغنیاءہم بخمسمائۃ عام اور ایک درحدیث میں چالیس خریف یعنی چالیس برس آئے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقیر حریص غنی حریص کی نسبت چالیس برس پیشتر جاویگا اور فقیر زاہد غنی راغب کی نسبت کہ پانسو برس پیشتر جنت میں داخل ہوگا اور ہمنے جو درجات فقر کا اختلاف ذکر کیا ہے اس سے تمکو قطعاً فرق فقرا کے درجات کا ذہن میں آیا ہوگا اور اس تحریر بالا سے معلوم کرلوگے کہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت ساڑھے بارھواں ہے جو کہ نسبت چالیس کو ہے پانسو کیطرف اور یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ مقدار معین فرمائی تو بسبب اتفاق بالغو کیطرح زبان سے نکل گئی ہے بلکہ آپ تو ہر بات میں حقیقت بیان فرماتے تھے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی اور ان درجات فقر کے باب میں جو تعیین ہے وہ ایسی ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے الرویاء الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ اس میں جو سچے خواب کو چھیالیسواں حصہ نبوت کا فرمایا ہے تو یہ اندازہ درحقیقت ایسا ہی ہے لیکن آپ کے سوا کی مجال نہیں کہ اس نسبت کیوجہ بجائے تخمین کے جان لے واقعی علت کسیکو معلوم نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ یہ بات معلوم ہے کہ نبوت اسکو کہتے ہیں جو نبی سے خاص ہو اور اسی کے باعث نبی اور لوگوں سے علیحدہ بھی ہو اور نبی میں بہت سے خواص ہوتے ہیں اول تو یہ کہ جو امور خدائے تعالے سے اور اسکی صفات اور فرشتوں اور دار آخرت سے متعلق ہوں انکا احوال واقعی جانتا ہو نہ اسطرح کہ جیسے اور لوگ سمجھتے ہیں بلکہ کثرت معلومات اور زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف میں عوام کے مخالف ہو دوسرے یہ کہ نبی کے نفس میں وہ صفت ہوتی ہے کہ جس سے افعال عادات کے خلاف پورے ہوتے ہیں جس طرح ہم میں ایک صفت ہے کہ اسکے باعث ہمارے حرکات ہمارے ارادے اور اختیار یعنی قدرت سے پورے ہوتے ہیں گو قدرت اور مقدور سب اللہ تعالے کے افعال سے ہیں تیسرے یہ کہ نبی میں ایک ایسی صفت ہوتی ہے جسکے باعث فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے جیسے بینا آدمی میں مثلاً ایک صفت ایسی ہے جو اندھے میں نہیں وہ یہ ہے کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی میں وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے غیب کا حال اسکو بیداری یا خواب میں معلوم ہو جاتا ہے یعنی اسی خاصیت کے باعث لوح محفوظ کا مطالعہ کرلیتا ہے اور جو کچھ آئندہ غیب کا حال لکھا ہوتا ہے اسکو معلوم کرلیتا ہے پس یہ کمالات و صفات ایسے ہیں کہ انکا ثبوت انبیا کے لیے ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انمیں سے ہر ایک خاصیت کئی اقسام میں منقسم ہو سکتی ہے اور ہم بھی اسکی تقسیم اگر چالیس یا پچاس یا ساٹھ وغیرہ تک کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں بلکہ اگر تکلف کریں تو ہو سکتا ہے کہ تمام صفات متعلقہ نبی کو چھیالیس ہی ثابت کردیں تاکہ سچے خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہو مگر تقسیمات کے طریقوں کا معین کرنا بدون ظن اور تخمین کے نہوگا تو ٹھیک ٹھیک معلوم نہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی چھیالیسواں حصہ اسی تقسیم کی رو سے مراد لیا ہے یا نہیں ہاں صفات کلی جنسے نبوت کامل ہوتی ہے وہ معلوم ہیں اور انکے منقسم ہونیکی اصل معلوم ہے مگر اس سے مقدار خاص مقرر کرنے کیوجہ معلوم نہیں ہو سکتی اسیطرح حدیث مذکور میں ہم جانتے ہیں کہ فقرا کے بہت سے درجات ہیں جیسا پہلے معلوم ہوا مگر یہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت کہ ساڑھے بارھواں حصہ کیوں ہوا جسکی جہت سے اول تو صرف چالیس برس ہی پیشتر غنی سے رہیگا اور دوسرا پانسو برس کے تقدم کا سزاوار ہوگا تو اسکا جاننا سوائے انبیا علیہم السلام کے طاقت بشری سے

خارج ہو البتہ اگر کوئی کچھ کہیگا تو اٹکل سے کہیگا جسپر اعتماد واثق نہو غرضکہ ہماری غرض یہ تھی کہ کوئی ضعیف الایمان یہ نسمجھ لے کہ آپ نے جو مقادیر مقرر فرمائے ہیں یہ قیود اتفاقی ہیں کیونکہ منصب نبوت ایسی باتوں سے مبرا ہو تو یہی جان لینا چاہیے کہ اندازہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہو وہ بجا اور درست ہو۔ اب اصل غرض کیطرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی احادیث فقر کے مدح کی لکھتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خیر ہذہ الامۃ فقراءہا واسرعہا تضجعا فی الجنۃ ضعفاءہا اور فرمایا ان لی حرفتین ثنتین فمن احبہما فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی الفقر والجہاد اور روایت ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے محمد اللہ عزوجل تمکو سلام کہتا ہو اور فرماتا ہو کہ کیا تمکو پسند ہو کہ میں ان پہاڑوں کو سونیکا کردوں جہاں تم رہو تمہارے ساتھ رہا کریں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ اے جبرئیل ان الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ ولہا یجمع من لا عقل لہ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ یا محمد ثبتک اللہ بالقول الثابت اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سفر میں ایک سوتے آدمی کے پاس کو گذرے جو ایک کملی میں لپٹا ہوا تھا آپ نے اسکو جگایا اور فرمایا کہ اے سونیوالے اٹھ اور خدا کا ذکر کر اُسنے کہا کہ آپ مجھسے کیا چاہتے ہیں میں نے دنیا کو اسکے اہل کے لیے چھوڑ دیا ہو آپ نے فرمایا کہ اے حبیب اب تو سو رہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص پر گذرے جو مٹی پر سوتا تھا اور سر کے تلے اینٹ تھی اور چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی اور ایک کملی کا تہمد باندھے تھا آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ دنیا میں ضائع ہو حکم ہوا کہ اے موسیٰ تجھکو معلوم نہیں کہ جب میں اپنے کسی بندے کیطرف سارے منہہ سے توجہ کرتا ہوں تو اس سے تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہوں اور حضرت ابو رافع رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک مہمان وارد ہوا آپکے پاس اسوقت اسکی خاطر داری کی کوئی چیز نہ تھی آپ نے مجھکو ایک خیبر کے یہودی کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس سے کہنا کہ رجب کے مہینے کے وعدے پر ہمکو آٹا خواہ قرض دے یا فروخت کر کے اسکے دام وعدے پر لے میں نے اس یہودی کے پاس آکر پیام حضرت کا ادا کیا اسنے کہا کہ میں بدون رہن کے نہیں دونگا میں نے آپ کی خدمت میں ماجرا عرض کیا کہ آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو بخدا کہ میں آسمان والوں میں امین ہوں اور زمین والوں میں امین ہوں اگر وہ شخص میرے ہاتھ بیچتا یا قرض دیتا تو میں ادا کر دیتا جا میری زرہ لیجا اور گرو کر دے پس جب میں نکلا تو یہ آیت اتری ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر وابقی اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کو دنیا سے تسلی دینی خدا تعالیٰ کو منظور ہو اور ایک حدیث میں آپنے فرمایا الفقر ازین بالمومن من العذار الحسن علی خد الفرس اور فرمایا من اصبح منکم معافی فی جسمہ امنا فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا اور حضرت کعب حبار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو یوں کہ کہ خوب ہوا کہ صلحا کا شعار آیا۔ اور عطا خراسانی کہتے ہیں کہ

ح۱ بہتر اس امت کے فقرا اسکے ہیں اور جنت میں جلد تر لوٹ لگانے والے امت کے ضعیف لوگ ہیں ۱۲ اسکی اصل مجھے نہیں ملی ۱۲ ح۲ میرے دو پیشے ہیں جسنے انکو پسند کیا اسنے مجھکو محبوب رکھا اور جسنے انسے بغض رکھا اسنے مجھسے بغض رکھا ایک فقیری ہو دوسرا جہاد ۱۲ اسکی سند مجھے نہیں ملی ۱۲ ح۳ دنیا اس شخص کا گھر ہو جسکا گھر نہو اور اسکا مال ہو جسکے پاس مال نہو اور اسکو وہ جوڑتا ہو جسکو عقل نہو ۱۲ یہ حدیث اور حدیثوں سے مرکب کر دی ہو پہلا ٹکڑا ترمذی حدیث کا ہو جو بروایت ابو امامہ نقل کیا ہو اور الدنیا دار لا دار لہ آخر تک احمد نے

ایک نبی انبیا علیہم السلام مین سے کنارہ دریا پر تشریف لیگئے دیکھا تو ایک شخص شکار کھیلتا تھا اسنے بسم اللہ کہکر جال ڈالا مگر کچھ نہ نکلا پھر ایک دوسرے شخص کے پاس کو گذر ہوا اسنے جال بسم الشیطان کہکر پھینکا تو اس مین اسقدر مچھلیان آئین کہ کثرت کی جہت سے انکے پکڑنے سے پہلو تہی کرتا تھا آپ نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی یہ کیا بات ہے یہ تو مین جانتا ہون کہ سب تیرے ہی قبضۂ قدرت مین ہے خدا ئے تعالیٰ نے فرشتون کو حکم فرمایا کہ میرے بندے کیواسطے ان دونون کا مرتبہ دکھلادو جب آپنے اول شخص کی بزرگی اور دوسرے کی اہانت اور ذلت کو مشاہدہ کیا تو فرمایا کہ الٰہی میرا اطمینان ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[1] کہ مین نے جنت مین جھانکا تو اکثر اسکے لوگون کو فقیر دیکھا اور دوزخ مین جو جھانکا تو اسکے لوگ اکثر غنی اور عورتین نظر آئین اور ایک روایت[2] مین ہے کہ مین نے پوچھا غنی کہان ہین حکم ہوا کہ انکو غنا نے روکدیا اور مقید کیا اور ایک روایت[3] مین ہے کہ اکثر دوزخ والون کو مین نے عورتین دیکھین مین نے پوچھا کہ انکا کیا حال ہے یعنی یہ سب دوزخ مین کیون گئین حکم ہوا کہ دو سرخ چیزون مین لگے رہنے سے یعنی سونا اور زعفران کے شغل سے باعث اور ایک حدیث[4] شریف مین ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا مین فقر ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام مین سب سے پیچھے جنت مین حضرت سلیمان علیہ السلام جاوینگے اپنی سلطنت کے باعث اور اصحاب مین سے حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنی غنا کی وجہ سے سب کے بعد جنت مین جاوینگے اور ایک روایت[5] مین ہے کہ مین نے عبدالرحمن کو دیکھا کہ جنت مین آہستہ آہستہ چلکر داخل ہوا اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ غنی جنت مین شدت یعنی بڑی محنت سے داخل ہوگا اور ایک حدیث مین جو اہل بیت سے مروی ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فاذا احب الحب البالغ اقتناہ لوگون نے اقتناہ کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ اسکے لیے نہ اہل چھوڑا نہ مال اور ایک حدیث[6] مین ہے کہ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو کہہ مرحبا بشعار الصالحین اور جب غنا کو آتے دیکھے تو کہہ کہ کسی گناہ کا عذاب جلد آگیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تیری مخلوق مین سے تیرے دوست کون لوگ ہین مجھے معلوم ہون تو مین بھی انکو تیری خاطر دوست رکھون حکم ہوا کہ کل فقیر فقیر یعنی میرے دوست ہر ایک فقیر محتاج ہین دوبار فرمانا فقیر کا یا بغرض تاکید ہے یا دوسرے فقیر سے سخت مصیبت والا مراد ہے اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین مسکنت کو پسند کرتا ہون اور دولت کو بُرا جانتا ہون اور اگر کوئی آپ کو یا مسکین کہکر پکارتا تو اس نام کو سب نامون سے اچھا جانتے اور جب سردار ان اور عرب کے توانگرون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت[8] مین عرض کیا کہ آپ ایک روز ہمارے لیے مقرر کردیجیے اور ایک روز فقرا یعنی حضرت بلال جیسے اور سلمان فارسی اور صہیب رومی اور ابو ذر غفاری اور خباب بن ارت اور عمار بن یاسر اور ابو ہریرہ اور فقرا اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ٹھہرا دیجیے کہ جس روز وہ آپ کے پاس آوین تو ہم نہ آوین اور ہم آوین تو وہ نہ آوین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ان لوگون کا لباس اون کا ہوتا تھا گرمی کی شدت مین عرق جو نکلتا تو کپڑون مین سے بو پیدا ہوتی اور توانگرون کو مثل اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن بدر فزاری اور عباس بن مرداس وغیرہ کے انکی بو سے ایذا ہوتی تھی اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی آپ نے انکی درخواست پذیرا فرمائی کہ اچھا ایک مجلس مین دونون فریق کو جمع نکرینگے پس یہ آیت اتری

ح۱ احمد بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲ ح۲ جلد دوم باب النکاح ابن کندی ۱۲ ح۳ ابو منصور در مسند فردوس بروایت معاذ بن جبل ۱۲ ح۴ ادیر گذری ۱۲

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا یعنی فقرا کے ساتھ رہو اور اغنیا کی اطاعت نکرو اور دوسری جگہ ارشاد ہے وقل الحق من ربکم یعنے فقرا کے ساتھ ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر اور حضرت ابن ام مکتوم نابینا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے لیے اجازت چاہی اسوقت کہ آپ کی خدمت اقدس میں ایک شخص قریش کے روساء میں سے حاضر تھا آپکو انکا حاضر ہونا ناگوار ہوا اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی عبس وتولی ان جاءہ الاعمی وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری یعنی ابن ام مکتوم کو اما من استغنی فانت لہ تصدی اس سے مراد وہ رئیس ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقیر کو اللہ تعالے بلا کر ایسی طرح معذرت فرمادیگا جیسے آدمی آپس میں ایک دوسرے سے عذر کرتے ہیں ارشاد فرماویگا کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی میں نے دنیا تجھسے اسوجہ سے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ اس جہت سے کہ تجھکو یہاں کرامت اور فضیلت موجود کر رکھی تھی میرے بندے اب تو ان صفوں میں جا اور پہچان کہ جسنے تجھکو دنیا میں میرے واسطے کھلایا ہو یا پہنایا ہو اور اسکی غرض سوا میری رضا کے اور کچھ نہو تو اسکا ہاتھ پکڑ لے اسکا میں نے تجھکو اختیار دیا اور اسوقت لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ عرق منہ تک آیا ہوا ہوگا یہ شخص صفوں کو چیریگا اور دیکھیگا کہ کسنے میرے ساتھ یہ سلوک بجا لاکیا تھا جسکو ایسا دیکھیگا اسکا ہاتھ پکڑ کے جنت میں لیجاویگا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فقیروں کی شناخت بہت کیا کرو اور انکے پاس سے نعمت حاصل کرو اسلیے کہ انکے پاس دولت ہے لوگوں نے عرض کیا کہ انکے پاس کیا دولت ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انسے یہ کہا جاویگا کہ دیکھو جسنے تمکو ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا ایک گھونٹ پانی دیا ہو یا کوئی کپڑا پہنایا ہو تو اسکا ہاتھ پکڑو اور جنت میں پہونچادو اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو اپنے آگے ایک چال سنی پھر جو دیکھا تو بلال تھا اور جنت کے اوپر کے طبقات جو دیکھے تو انمیں میری امت کے فقرا اور اولاد نظر آئی اور نیچے کو دیکھا تو اسمیں تو انگر اور عورتیں دکھائی دیں اور انکی بھی تعداد کم تھی میں نے پوچھا کہ انکی قلت کیوجہ کیا ہے حکم ہوا کہ عورتوں کو تو دو سرخ چیزوں یعنی سونے اور حریر نے نقصان میں ڈالا اور تو انگر بڑے حساب میں پھنس گئے اور میں نے اپنے اصحاب کو جو وہاں تلاش کیا تو عبد الرحمن بن عوف کو نہ دیکھا اخیر وہ میرے پاس روتے ہوے آئے میں نے پوچھا کہ تم مجھسے پیچھے کیوں رہے تھے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو آپ تک آنا میسر نہوا یہانتک کہ مشتبہات کو طے کر گیا اور مجھے یہ شک تھا کہ دیکھیے آپ سے ملتا ہوں یا نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیوں انھوں نے عرض کیا کہ مجھسے میرے مال کا حساب لیا جاتا تھا اسبات کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑے سابقہ والے ہیں اور ان دس آدمیوں میں سے ہیں جو مخصوص اور قطعی جنتی ہیں اور نیز ایسے تو انگروں میں سے ہیں جنکی شان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا من قال ہکذا وہکذا یعنی داد ودہش ہو جب بموجب اس حدیث کے آپ بہت کرتے تھے مگر یہ سب کچھ تھا اور باوجود اسکے تو انگری سے اس درجہ کا ضرر پایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف لیگئے اور اسکے پاس کچھ نہ دیکھا فرمایا کہ اگر اسکا نور تمام زمین والوں کو تقسیم کیا جاوے تو سب کو پہونچے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کیا نہ بتاوں تمکو جنت والوں کے بادشاہ

۱ؔ اور تھام رکھ آپ کو انکے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اسکے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں انکو چھوڑ کر تلاش میں رونق دنیا کی زندگی کی اور نہ کہا مان اسکا جسکا دل غافل کیا ہمنے اپنی یاد سے ۱۲ ۲ؔ اور کہہ سچی بات ہے تمہارے رب کیطرف سے ۱۲ ۳ؔ پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ۱۲ ۴ؔ ترمذی بروایت عائشہ اور کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲ ۵ؔ تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس سے کہ آیا اس پاس اندھا اور تجھکو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا یا سوچتا

لوگون نے عرض کیا کہ بتلا دیجیے آپ نے فرمایا کل ضعیف مستضعف اغبر اشعث ذی طمرین لایؤبہ لو اقسم علی اللہ لابرہ اور حضرت عمران بن حصین فرماتے ہین کہ مجھکو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزت اور منزلت تھی آپ نے فرمایا کہ تمھاری ہم عزت و منزلت کرتے ہین اگر ہو تو اپنی لخت جگر فاطمہ کی بیمار پرسی کو چلیں مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ کھڑے ہوے اور مین بھی ساتھ چلا یہانتک کہ حضرت فاطمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر دستک دی اور فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تشریف لا دین آپ نے فرمایا کہ مین اور میرے ساتھ والا دونون آتے ہین انھون نے پوچھا کہ آپ کے ہمراہ کون ہین آپ نے فرمایا عمران حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جسنے تمکو نبی برحق کر کے بھیجا ہے میرے بدن پر سوا ایک کملی کے اور کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ اسکو یون لپیٹ لو اور ہاتھ سے اشارہ کر دیا انھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنا بدن تو چھپا لیا مگر سر کو کیا کرون آپ کے پاس ایک پرانی چادر بدن پر تھی وہ انکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس سے سر باندھ لو غرض جب انھون نے بدن اور سر چھپا لیا تو اجازت اندر آنے کی دی اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ بیٹا صبح کو تمہارا کیا حال رہا انھون نے عرض کیا کہ مین مبتلائے درد رہی اور دکھ پر زیادہ دکھ یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کیلیے کچھ نہین بھوک نے مجھکو ستایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ ای جان بیٹا گھبراؤ مت کہ بخدا مین نے بھی تین دن سے کھانا نہین چکھا اور میری عزت خدا کے نزدیک تجھسے زیادہ ہے اور اگر مین اپنے پروردگار سے درخواست کرتا تو وہ مجھکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا پھر اپنا دست مبارک انکے شانے پر مارا اور فرمایا کہ تم خوش ہو کہ تم جنت والی عورتون کی سردار ہو انھون نے عرض کیا کہ آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی کا درجہ کہان ہے آپ نے فرمایا کہ آسیہ اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہے اور مریم علیہا السلام اپنے وقت کی عورتون کی اور خدیجہ اپنے وقت کی اور تو اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہے تم سب کی سب جنت کے ایسے مکان مین رہو گی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے کہ انمین نہ کسی طرح کی ایذا ہوگی نہ شور و غل نہ تعب و مشقت پھر فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے پر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر قانع رہ کہ مین نے تیرا نکاح ایسے سے کیا ہے جو دنیا مین سردار ہے اور آخرت مین سردار ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ اپنے فقیرون کو برا جاننے لگینگے اور دنیا کی امارت ظاہر کرینگے اور روپیہ جمع کرنے مین خصومت باہم کرینگے تو اللہ تعالی انکو چار مصیبتونکا نشانہ بنا دیگا اول قحط دوم ظلم بادشاہ سوم والیان حکام یعنی قاضی و مفتی وغیرہ کی خیانت چہارم دشمنونکا زور۔ اور فضل فقر مین آثار بھی بہت ہین چنانچہ حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ دو درم والے کی نسبت ایک درم والا کم سخت روکا جاویگا یا کم حساب لیا جاویگا اور حضرت عمرؓ نے سعید بن عامر کے پاس ہزار دینار بھیجے تو بہت رنجیدہ اور دردمند گھر مین آئے انکی بی بی نے پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ اس سے بھی بڑھکر ہے پھر فرمایا کہ ذرا اپنا پرانا دوپٹہ مجھے دو جب دوپٹہ آیا تو اسکو پھاڑ کر تھیلیاں بنائین اور انمین وہ دینار تقسیم کر دیے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور صبح تک روتے رہے پھر فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت کے فقیر جنت مین تو انگرون کی نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے یہانتک کہ اگر کوئی غنی انکی جماعت مین گھس جاویگا تو اسکا ہاتھ پکڑ کر نکالدیا جاویگا اور حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہین کہ تین آدمی جنت مین بے حساب داخل ہونگے ایک وہ شخص کہ اپنا کپڑا دھونا چاہے تو پرانا اسکے پاس نہو کہ اسکو پہن لے دوسرا وہ کہ اپنے چولھے پر دو ہنڈیان نہ چڑھائے جون تیسرا وہ کہ

مانگے تو اس سے یہ نہ کہا جاوے گا کہ کونسا پانی منظور ہے یعنی تکلف اور کثرت کھانے اور پینے اور لباس مین نہو اور روایت ہے کہ ایک فقیر حضرت سفیان ثوریؒ کی مجلس مین آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ نزدیک آؤ اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ بلاتا اور جو لوگ انکے یارون مین توانگر تھے وہ یہ تمنا کرتے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقرا کو آپ بہت پاس بٹھلاتے تھے اور توانگرون کیطرف توجہ نکرتے تھے اور مؤملؒ کہتے ہین کہ غنی کو جیسا ذلیل مین نے انکی مجلس مین دیکھا ہے ایسا کہین نہین دیکھا اسیطرح فقیر کی عزت جیسی انکے یہان ہوتی تھی اور کسی جگہ نہین ہوتی تھی اور بعض حکما کا قول ہے کہ اگر بیچارہ آدمی دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا درویشی سے ڈرتا ہے تو دونون سے نجات پاتا اور اگر جنت کی رغبت ایسی کرتا جیسے مالداری کی تو دونون باتین حاصل ہوتین اور اگر دلمین خدا تعالی سے اتنا ڈرتا جتنا ظاہر مین اسکی مخلوق سے ڈرتا ہے تو دونون جہان مین سعادت پاتا اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ جو شخص مالداری کی جہت سے تعظیم کرے اور فقیری کی جہت سے اہانت وہ ملعون ہے اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ کسی کو پرانے کپڑے ہونے کی جہت سے حقیر مت جاننا کیونکہ تیرا اور اسکا پروردگار ایک ہی ہے **شعر** خاکساران جہانرا بحقارت منگر ؛ توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد ؛ اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ فقرا کی محبت پیغمبرون کی عادات مین سے ہے اور انکی ہمنشینی اختیار کرنی صلحا کی شناخت ہے اور انکی صحبت سے بھاگنا منافقون کی علامات مین سے ہے سچ ہے **شعر** گر تو خواہی ہمنشینی با خدا ؛ گو نشین اندر حضور اولیا ؛ اور پہلی کتابون سے یہ خبر منقول ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض انبیا علیہم السلام پر وحی بھیجی کہ اسبات سے ڈرتا رہ کہ مین تجھپر غصہ ہون پھر تو میری نظر سے گر جاوے پھر مین دنیا تیرے اوپر یکبارگی انڈیل دون اور حضرت عائشہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین لاکھ لاکھ درہم بانٹ دیتین اور یہ درہم آپ کے پاس حضرت معاویہ اور ابن عامر وغیرہما بھیج دیا کرتے تھے اور باوجود اس کثرت مال کے دوپٹہ آپ کا پیوند لگا رہتا تھا اور اگر آپ کی خادمہ کہتی کہ ایک درہم کا گوشت اگر آپ خرید دیتین تو روزہ اسی سے افطار کرتین آپ فرماتین کہ اگر تو یاد دلا دیتی تو مین ایسا ہی کرتی اور یہ سب اسلیے تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہتی ہے تو فقرا کی سی زندگی اختیار کرنا اور توانگرون کے پاس مت بیٹھنا اور اپنا دوپٹہ جبتک مت اتارنا جبتک اسمین پیوند لگائے اور ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس دس ہزار درہم لایا آپ نے اسکے قبول کرنے سے انکار فرمایا اس شخص نے بہت منت کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ منظور ہے کہ ان درہم کے عوض مین میرا نام فقیرون کے دفتر مین سے مٹا دے سو ایسا مین کبھی نہ کرونگا۔

تیسرا بیان فضیلت فقرائے خاص یعنی راضیون اور قانعون اور صادقون کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طوبی لمن ہدی الی الاسلام وکان عیشہ کفافا وقنع بہ[21] اور دوسری حدیث مین ارشاد ہے یا معشر الفقراء اعطوا اللہ الرضی من قلوبکم تظفروا بثواب فقرکم والا فلا[22] اول حدیث مین قانع کی فضیلت ہے اور دوسری مین راضی کی اور دوسری حدیث کے معانی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو فقر کا ثواب نہین ہوتا مگر عام احادیث جو فقر کی فضیلت مین وارد ہین انسے معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو بھی ثواب ملیگا چنانچہ عنقریب اسکی تحقیق آویگی تو شاید یہان مراد عدم رضا سے یہ ہوگی کہ خدا تعالی کے اس فعل کو کہ دنیا اس سے روک لی برا جانے اسی برا جاننے سے فقر کا ثواب جاتا رہتا ہے اور بہت سے حریص ایسے ہوتے ہین کہ انکے دلمین انکار خدا تعالی کے فعل پر یا اسکو برا جاننا نہین گذرتا

[21] ترمذی و حاکم بروایت عائشہ ۱۲

[22] خوشخبری ہے اسکو جو ہدایت کیا گیا اسلام کیطرف اور ہو اسکی معیشت بقدر گذران کے اور اسی پر قانع ہو ۱۲

[23] [illegible]

تو انکو ثواب بھی ہوگا۔ اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک شے کی ایک کنجی ہی اور جنت کی کلید مساکین کی محبت ہی اور صابر فقیر قیامت کے دن خداے تعالیٰ کے جلیس ہونگے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حدیث مروی ہی کہ بندون مین سے محبوب تر خدائے تعالیٰ کے نزدیک وہ ہی جو اسکے رزق پر قانع ہی اور خداے تعالیٰ سے خوش ہے اور ایک حدیث مین فرمایا اللھم اجعل قوت آل محمد کفافا اور فرمایا مامن احد غنی ولا فقیر الا ود یوم القیامۃ انہ کان اوتی قوتا فی الدنیا اور خداے تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مجھکو ان لوگون کے پاس تلاش کر جنکے دل شکستہ ہون انھون نے عرض کیا کہ الٰہی وہ کون لوگ ہین حکم ہوا کہ فقراے صادق۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ کوئی فقیر کی نسبت افضل نہین ہی جبکہ وہ راضی ہو۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ خداے تعالیٰ قیامت کے روز فرماویگا کہ میری خلق مین سے برگزیدہ لوگ کہان ہین فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی وہ کون ہین فرماویگا کہ مسلمان فقیر جو قانع رہے میری دہش پر اور راضی رہے میرے حکم پر انکو جنت مین داخل کر دو پس وہ لوگ جنت مین جاکر کھاوینپیوینگے اور لوگ حساب مین پڑے ہونگے یہ فضیلت قانع اور راضی کی ہی اور زاہد کی بزرگی ہم اسباب کی فصل دوم مین لکھینگے اور قناعت اور رضا کے باب مین آثار بھی بہت ہین اور ظاہر ہی کہ قناعت کی ضد طمع ہی اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ طمع محتاجی ہی اور نا امید ہونا لوگون سے توانگری ہی اور جو شخص کہ لوگون کے مال سے توقع منقطع کرتا ہی اور قانع ہوتا ہی وہ انسے غنی ہو جاتا ہی۔ شعر: قناعت توانگر کند مرد را: خبر کن حریص جہانگرد را: اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ کوئی روز ایسا نہین کہ جو ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے یہ نہ پکارتا ہو قلیل یکفیک خیر من کثیر یطغیک یعنی تھوڑا مال جو تجھے کافی ہو بہت مال سے بہتر ہی جو تجھکو سرکش کرے اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکی عقل مین کچھ نقصان نہو اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب دنیا بڑھتی ہی تو آدمی خوش ہوتا ہی حالانکہ رات اور دن اسکی عمر پر آرہ پھیرتے جاتے ہین اور اسکا غم اسکو نہین ہوتا ارے کمبخت مال کی زیادتی کیا کام آویگی اگر عمر کم ہوتی ہی اور بعض حکماسے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہی کہا کہ تھوڑی تمنا کرنی اور قدر کفایت پر راضی رہنا اور روایت ہی کہ حضرت ابراہیم بن ادہم خراسان کے امرا مین سے تھے ایک روز اپنے ایک محل کی کھڑکی سے جھانک رہے تھے دیکھا کہ اس مکان کے صحن مین ایک شخص ہی اور اسکے ہاتھ مین ایک روٹی ہی کہ اسکو کھا رہا ہی جب کھا چکا تو سو رہا آپ نے اپنے کسی خادم سے کہا کہ جب یہ شخص اٹھے میرے پاس لے آنا جب وہ اٹھا تو سامنے گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے وہ روٹی کھائی تھی تو بھوکا تھا اسنے کہا کہ ہان آپنے پوچھا کہ اس سے شکم سیر ہو گیا کہا کہ ہان آپ نے کہا کہ پھر مزے مین سو یا اسنے کہا ہان آپنے اپنے دلمین کہا کہ پھر مین دنیا لیکر کیا کرونگا نفس تو اتنے پر قناعت کرتا ہی۔ اور ایک شخص کا گذر عامر بن عبد القیس کے پاس ہوا اور وہ نمک اور ساگ کھا رہے تھے اسنے آپسے پوچھا کہ کیا آپ دنیا سے اسقدر پر راضی ہو گئے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو وہ شخص بتا دون جو اس سے بری چیز پر راضی ہوا اسنے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہی جو آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہوا۔ اور محمد بن واسع سوکھی روٹی نکالتے اور اسکو پانی مین تر کرتے اور نمک سے کھا لیتے اور فرماتے کہ جو دنیا سے اسقدر پر راضی ہو وہ کسی کا محتاج نہوگا اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ خدا لعنت کرے ان لوگون پر جنکے لیے خدا نے تو قسم کھائی اور انھون نے اسکو سچا نہ جانا پھر آپ نے پڑھا وفی السماء رزقکم وما توعدون فورب السماء والارض انہ لحق اور حضرت

ابو ذر رضی ایک روز لوگون مین بیٹھے ہوئے تھے انکی بی بی آئین اور کہا کہ آپ یہان آئین بیٹھے ہین اور گھر مین نہ سالن کا ریزہ نہ ستو کی مٹھی آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہین ہمارے سامنے ایک بڑی سخت گھاٹی و دشوار گذار ہے اس سے وہی بچیگا جو ہلکا ہوگا انکی بی بی راضی ہو کر چلی گئین اور حضرت ذوالنون فرماتے ہین کہ لوگون مین سے کفر کے قریب تر وہ شخص ہے کہ فاقے مین صبر نہ کرے۔ اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا مال کیا ہے اسنے کہا کہ ظاہر کی زینت اور باطن کی میانہ روی اور لوگون کے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہے کہ خداوند کریم نے بعض کتب سابقہ مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم اگر تمام دنیا تیری ہو جاوے تب بھی تجھکو دنیا مین سے بجز غذا کے اور کچھ نہ ملیگا پس اگر مین تجھکو دنیا مین سے روزی دیئے جاؤن اور اسکا حساب اور پر رکھدون تو میرا احسان ہے اور قناعت اور لوگون سے آس نہ رکھنے کے باب مین یہ اشعار ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

زاری ببارگاہِ خدا کن نہ پیش خلق
آنکس غنی بود کہ شد از خلق بے نیاز
رائے ہمین زند کہ تبو مرگ چون رسد
ایام صرف نیز کنی جمع بس دراز
خرم دل آن کسی کہ بیقین کرد بر خدا
روشن ہمیشہ تازہ بر آید ترا آز

قانع بیاس باش کہ این ہست عز و ناز
اے محو منع و جمع ترا دھر در کمین
روزانہ یا شبانہ کند بر تو ترکتاز
مخزون بر اے وارث تست انچہ جمع گشت
کور و زکش دہد کہ کریم ست و کارساز
در ساحت قناعت خوش سایہ سرکہ خفت

مستغنیانہ کن بسر از خویش و ذی رحم
اندازہ مے کند کہ نماید ورے فراز
مال و منال جمع نمودی و لے بگو
از آن تست صرف تو نے انچہ ماند باز
پس ہیچ ذلتے نبرد آبروے او
فکر معیشتش نہ کند گاہ دیدہ باز

چوتھا بیان فقر کی فضیلت مین توانگری پر جاننا چاہیے کہ لوگ اسباب مین مختلف ہین حضرت جنید اور خواص اور اکثر لوگ تو فقر کو فضیلت دیتے ہین اور ابن عطا کہتے ہین کہ غنی شاکر جو اپنے حق ادا کرتا ہے وہ فقیر صابر سے افضل ہے اور کہتے ہین کہ حضرت جنید نے اس مخالفت کی جہت سے ابن عطا پر بد دعا کی تھی اور اسکی جہت انکو رنج و تکلیف پہونچی اور اسکا حال ہم باب الصبر مین لکھ آئے ہین اور صبر اور شکر مین فرق کیوجہ بھی لکھ آئے ہین اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اعمال و احوال مین فضیلت بدون تفصیل معلوم نہین ہو سکتی اب فقر اور غنا کو اگر مطلق دیکھین تو جس شخص نے اخبار و آثار کا مطالعہ کیا ہوگا اسکو فقر کی فضیلت مین کچھ تردد نہوگا مگر اسمین تفصیل ضرور ہے اسلیے کہ دو مقامون مین شک پڑتا ہے ایک تو یہ کہ فقیر صابر جو طلب کا حریص نہین بلکہ قانع ہے یا راضی اسکو مقابلہ ایسے غنی کے دیکھین جو اپنا مال خیرات مین دیتا ہو اور مال کے امساک کا حریص نہو دوسرے یہ کہ فقیر حریص کو غنی حریص کی نسبت خیال کرین کیونکہ فقیر قانع تو بلاشبہ غنی حریص ممسک کی نسبت افضل ہے اور غنی خیرات کرنیوالا بھی فقیر حریص کی نسبت افضل ہے تو صرف دو ہی صورتین شک کی رہین پہلی صورت مین کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ غنی بنسبت فقیر کے افضل ہے اسلیے کہ مال کی حرص تو دونون مین کم ہے اسمین تو برابر ہی رہے مگر غنی صدقات اور خیرات سے تقرب کرتا ہے جو فقیر سے نہین ہو سکتا کہ عاجز ہے ہماری دانست مین ابن عطا کے قول کا منشا یہی ہے لیکن جو غنی کہ مال سے متمتع ہو گو مباح ہی مین ہو وہ فقیر قانع پر افضل نہین مسلما اور انکی شاہد وہ روایت ہے جو حدیث مین وارد ہے کہ فقرا نے شکایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی کہ غنی خیرات

اور صدقات اور حج اور جہاد مین ہمسے بڑھکر ہین آپ نے انکو چند کلمات تسبیح مین ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ تم کو ان کلمات سے غنیون کی نسبت زیادہ ثواب ملیگا پھر غنیون نے بھی وہ کلمات سیکھ لیے اور پڑھنا شروع کیے فقرا دوبارہ آپ کیخدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ اب تو غنی بھی یہ کلمات پڑھنے لگے آپ نے فرمایا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء یعنی یہ خدائے تعالی کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت فرماوے اس سے ظاہرا غنی کی فضیلت معلوم ہوئی یعنی اغنیا کو جو دونون باتون کا ثواب ملگیا تو خدا کی عنایت انکے شامل حال ہے اور ابن عطا نے اپنے قول کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے یعنی جب انسے غنی اور فقیر کی فضیلت کا سوال کیا گیا تو کہا کہ غنی افضل ہے اسلیے کہ غنی خدائے تعالی کی صفت ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو وصف حق ہو وہی افضل ہے ان دونون دلیلون سے انھون نے غنی کا افضل ہونا ثابت کیا ہے مگر دونون دلیلین ٹھیک نہین دلیل اول مین تو یہ بات ہے کہ حدیث مین الٹی تفصیل پائی جاتی ہے جو دلالت انکے مقصود کے خلاف پر کرے وہ یہ کہ تسبیح مین فقیر کا ثواب غنی کے ثواب سے زیادہ ہے اور فقرا کا اس مرتبہ پر پہونچنا خدا کے فضل سے ہے جسکو وہ چاہے فضل عنایت کرے یعنی ذلک فضل اللہ کا مشار الیہ ثواب فقیر کو کرنا چاہیے نہ حال غنی کو اسلیے کہ دوسری حدیث مین جو زید بن اسلم حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہین یہ مضمون ہے کہ فقرا نے ایک شخص کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین پیام لیکر بھیجا اسنے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین فقرا کا قاصد ہون آپنے فرمایا کہ تجھکو بھی مرحبا اور جنکے پاس سے تو آیا ہے انکو بھی مرحبا وہ ایسی قوم ہے کہ جنکو مین چاہتا ہون اسنے عرض کیا کہ فقرا نے عرض کیا ہے کہ تو انگر خیر لیگئے کہ حج کرتے ہین اور ہم حج پر قادر نہین اور عمرہ کرتے ہین اور ہمکو قدرت نہین اور جب وہ مریض ہوتے ہین تو جو مال انکے پاس زیادہ ہے اسکو ذخیرہ بنانے کے لیے دے ڈالتے ہین آپ نے فرمایا کہ انکو میری طرف سے یہ کہدینا کہ جو کوئی تم مین سے صبر کرے گا اور طالب ثواب ہوگا اس مین تین باتین ہونگی جو اغنیا مین نہونگی ایک تو یہ کہ جنت مین بہت کھڑکیان ہین کہ انکو جنت والے ایسی طرح دیکھینگے جیسے زمین کے لوگ آسمان کے ستارون کو دیکھتے ہین اس مین بجز پیغمبر فقیر اور شہید فقیر اور ایماندار فقیر کے اور کوئی نہین جاویگا دوسری بات یہ کہ فقرا تو انگرون کی نسبت جنت مین پانسو برس پہلے جاوینگے تیسرے یہ کہ غنی جب کہتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور فقیر بھی یہی کلمات کہتا ہے تو غنی فقیر کے ثواب کو نہین پہونچ سکتا اگرچہ دس ہزار درم اس کے لیے خرچ کرے اور سب اعمال نیک کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیے وہ قاصد یہ سنکر واپس آیا اور فقرا سے ماجرا بیان کیا انھون نے کہا کہ ہم راضی ہوے ہمارا اطمینان ہوا انتہی تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء سے آپ کی مراد ثواب فقرا کی زیادتی ہے اغنیا کے ذکر سے رہی دوسری دلیل حق ہے بس اسکا جواب بعض اکابر نے انکو یہ دیا کہ خدائے تعالے کچھ اسباب واعراض کے باعث غنی نہین جو غنی کو وصف حق کہتے ہو ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ آدمی کے غنا کو خدا کے غنا سے کیا علاقہ اسبات کا جواب ابن عطا نے کچھ نہ دیا اور بعض اکابر نے یہ بھی جواب دیا کہ جیسے غنی وصف حق ہے ویسے ہی تکبر بھی تو خدا کا وصف ہے تو چاہیئے کہ تواضع کی نسبت افضل ہو پھر ان جواب دینے والون نے یہ فرمایا کہ نہین یون کہنا چاہیے کہ فقرا افضل ہے اسواسطے کہ بندے کی صفت ہے اور بندے کے حق مین صفات

بندگی ہی افضل ہین جیسے خوف و رجا وغیرہ اور صفات ربوبیت مین تو نزاع ہی نہ چاہیے اسلیے حدیث قدسی[۱] مین وارد ہر کہ کبریا میری
چادر ہر اور عظمت میرا تہ بند ہر جو کوئی ان دونون مین مجھسے نزاع کریگا اسکو مین توڑ دونگا اور حضرت سہل تستری رح فرماتے
ہین کہ عزت اور باقی رہنے کی محبت سے ربوبیت مین شرک اور نزاع پایا جاتا ہر کیونکہ یہ دونون صفات رب مین سے ہین غرضکہ
تفضیل غنا اور فقر مین اسیطرح کی گفتگو مین ہین اور سب کا حاصل متعلق عام روایت سے ہر جن مین تاویل کی گنجایش ہے اور
ہر ایک کا دل ایسے کلمات پر ہر کہ انسے خلاف ثابت ہونا کچھ بعید نہین مثلاً جسطرح ابن عطا کا قول غنا کی فضیلت مین با ینوجہ
کہ وصف حق ہر تکبر سے قدح کر دیا گیا اسیطرح جو لوگ فقر کو بندے کا وصف کہکر افضل کہتے ہین ان کا قول بھی مردود ہو سکتا ہے
کہ جہل و غفلت بندے کے اوصاف ہین اور علم و معرفت صفات ربوبیت مین سے ہین تو چاہیے کہ جہل و غفلت افضل ہون علم
اور معرفت سے حالانکہ اسکا کوئی بھی قائل نہوگا کہ جہل بہ نسبت علم کے افضل ہر پس امر واقعی وہی ہر جو ہمنے باب صبر مین ذکر کیا ہر
یعنی جو چیز خود اپنی ذات سے مقصود نہین بلکہ اسکی طلب کسی دوسری چیز کے لیے ہر تو چاہیئے کہ اسکو مقصود چیز ہی کے لحاظ
سے دیکھین کہ اسی سے اسکا فضل ظاہر ہوا کرتا ہر اور دنیا کا مال صرف اسی جہت سے ممنوع ہر کہ وہ خدا تک پہونچنے سے مانع ہر
اسیطرح فقر بھی خود مطلوب نہین بلکہ اس جہت سے مطلوب ہر کہ اسکے سبب خدا تعالیٰ سے جو چیز مانع ہے وہ دور ہوجاتی
ہر اور بہت سے غنی ایسے ہین کہ انکو غنا نے خداے تعالیٰ سے نہین روکا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان و عبد الرحمن
بن عوف رضہ اسیطرح بہت سے فقیر ایسے ہوتے ہین کہ فقیری کے شغل مین مقصود سے پھر جاتے ہین اور دنیا مین غایت مقصد
اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکے ساتھ انس کرنا ہر اور محبت و انس بدون معرفت ممکن نہین اور معرفت کی راہ کا چلنا اور
اشتغال کے ہوتے ہوے ممکن نہین اور فقر ہی کبھی مانع اس سلوک کا ہوتا ہر جیسے غنا کبھی عائق ہوتی ہر اور واقع
مین مانع محبت دنیا ہر کہ اسکے ساتھ محبت الٰہی دل مین جمع نہین ہوتی اور کسی چیز کا محبت رکھنے والا اسمین مشغول رہتا ہر خواہ
اسکی جدائی مین ہو یا وصال مین اور بعض اوقات تو فراق مین شغل زیادہ ہوتا ہر اور بعض اوقات وصال مین اور دنیا غافل شخصون
کی معشوقہ ہر جو اس سے محروم ہر وہ اسکی طلب مین پھنسا ہر اور جو اسپر قادر ہر وہ اسکی حفاظت اور اس سے متمتع ہونے مین لگا
ہوا ہر اس صورت مین اگر دو شخص ایسے فرض کرو جو مال کی محبت سے خالی ہون ایسی طرح کہ مال انکے نزدیک پانی جیسا ہو کہ ہوا تو واہ
واہ اور نہوا تو واہ واہ یعنی ہر ایک مال سے اسیقدر تمتع لیتا ہر جسقدر کی اسکو حاجت ہر اور مقدار حاجت کا وجود اسکے عدم کی نسبت
افضل ہر اسلیے کہ فاقے والا موت کی راہ طے کرتا ہر نہ معرفت کی اور اگر بلحاظ اکثر کے دیکھو تو فقیر خطر سے دور تر ہر اسواسطے کہ غنا کا فتنہ
مفلسی کے فتنے سے سخت تر ہے اور اس سے بچاؤ کی صورت بھی ہر کہ آدمی کو مقدور نہو اور اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم
نے فرمایا کہ مفلسی کے فتنے مین جو ہم مبتلا ہوے تو ہمنے صبر کیا اور توانگری کے فتنے سے جو امتحان لیے گئے
تو صبر نہ کیا اور یہ بات ہر ایک آدمی کی سرشت مین ہر کوئی شاذ و نادر ایسا ہوگا جو اسطرح کا نہو اسکا وجود بہت سے زمانون مین کم ہوا
کرتا ہر اسواسطے انکا کہ خطاب شرع ایک شخص نادر و کمیاب کے لیے نہین بلکہ کل شخصون کیلیے ہر اور مفلسی سب کے لیے مناسب

[۱] جلد اول باب العلم مین گذری ۱۲

ہے گو کسی نادر کے لیے نہو اسی لیے شرع نے غنا سے منع فرمایا اور اسکی مذمت کی اور فقر کی فضیلت و مدح بیان فرمائی یہان تک
کہ حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ دنیا دارون کے مال کیطرف مت تاکو کیونکہ انکے مال کی چمک تمہارے ایمان کے نور
کو کھو دیگی اور بعض علما کا قول ہے کہ مالونکا لوٹ پھیر کرنا ایمان کی حلاوت چوس لیتا ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ ہر امت کیلیے ایک بچھڑا ہے
اور میری امت کا بچھڑا دینار و درم ہین اور اصل گوسالہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بھی سونے اور چاندی کے زیور کا بنا تھا حاصل
یہ کہ مال ور پانی اور سونے اور پتھر کا آدمی کے نزدیک مساوی ہونا اولیا اور انبیا علیہم السلام کے لیے متصور ہو سکتا ہے پھر انکو بھی یہ بات
جبہی کامل ہوتی ہے جب خدا کے فضل سے بہت سا مجاہدہ کرین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے فرماتے کہ مجھسے علیحدہ رہ جبکہ وہ آپ[۲۲]
کے سامنے اپنی زینت کے ساتھ مجسم متکبر ہوتی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ اے زرد رنگ والی میرے سوا کسی اور کو فریب
دے اور اے سفید رنگ والی کسی اور کو دھوکا دے یعنی جب دنیا سے مغالطہ کھانے کے آغاز اپنے جبین ظاہر پاتے تو یہ کلمات ارشاد
فرماتے باین لحاظ کہ حجت اپنے پروردگار کی پیش نظر رکھتے تھے۔ اور مال و پانی برابر ہونے کو غناء مطلق کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف[۲۳]
مین ہے کہ غنا کثرت مال سے نہین ہے بلکہ نفس کی غنا سے ہے سعدیؒ اسکا ترجمہ یون کرتے ہین توانگری بدل ست نہ بمال اور
چونکہ یہ بات بہت دشوار ہے تو ضرور ہوا کہ عام خلق کے حق مین صلاح اور بہتری مال کے نہونے مین ہو گو مال کے ہونے پر وہ اسکو
صدقے اور خیرات ہی مین صرف کیا کرین کیونکہ جب مال پر قادر ہوتے ہین تو یہ امور ضروری ہوتے ہین کہ مال سے انس ہو اور
اسکے اوپر قدرت سے متمتع ہون اور اسکے خرچ کرنے سے راحت پاوین اور ان سب باتونسے اس عالم کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے
اور جسقدر آدمی دنیا سے انس کرتا ہے اسیقدر آخرت سے وحشت کرتا ہے اور جسقدر کہ اپنی کسی صفت سے سواے صفت معرفت کے مانوس
ہوتا ہے اسیقدر خداے تعالےٰ اور اسکی دوستی سے وحشت کرتا ہے اور جب اسباب انس دنیا کے جاتے رہتے ہین تو دل بھی دنیا اور
اسکی زینت سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور جب دل ماسواے اللہ سے علیحدہ ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو بالضرور خداتعالےٰ کیطرف
متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ دل خالی تو رہتا نہین اور موجود دو ہی چیزین ہین یا خداتعالیٰ یا اسکا غیر تو جس دل کو توجہ غیر کیطرف ہوگی
وہ خداے تعالیٰ سے علیحدہ ہوگا اور جو خداے تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوگا وہ غیر سے علیحدہ ہوگا اور جسقدر ایک کیطرف متوجہ ہوگا اسیقدر
دوسرے سے منحرف ہوگا اور جتنا ایک کیطرف نزدیک ہوگا اتنی ہی دوسرے سے دوری ہوگی اور ان دونون کی مثال مشرق اور مغرب
سمجھنی چاہیے کہ یہ دونون طرفین مختلف اور مقابل ہین جو انکے بیچ مین پھریگا تو وہ جسقدر ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور ہوگا
بلکہ دونون مین سے کسیکا قرب بعینہ دوسرے کا بعینہ بعد ہے اسیطرح عین محبت دنیا عین بغض الٰہی ہے پس نظر عارف اپنے دل ہی پر
ہونی چاہیے کہ دنیا سے زہد کرتا ہے یا نہین اور اس سے مانوس ہے یا نہین غرضکہ فقر اور غنی کا فضل بلحاظ انکے دلون کے تعلق کے ہے
مال سے پس اگر تعلق دلی مال سے دونون مین یکسان ہوگا تو انکا درجہ مساوی ہے مگر یہ کہ دھوکے کی جگہ اور لغزش گاہ ہے اسلیے کہ غنی اکثر خیال
کرتا ہے کہ مین مال سے دل برداشتہ ہون حالانکہ اسکی محبت دلمین گڑی رہتی ہے اور اسکو خبر نہین ہوتی اور خبر جب ہوتی ہے جب
مال جاتا رہتا ہے اسلیے چاہیے کہ اپنے نفس کا امتحان کرے خواہ تو مال کو دیدا لنے سے خواہ جب چوری ہو جاوے پس اگر دل

[۲۲] احمد ابن منصور دیلمی بروایت حذیفہ اور اس اسناد مین جہالت ۱۲
[۲۳] حدیث ہے ترمذی ۱۳۳ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

کو التفات باوے تو جان لے کہ ؏ خود غلط بود آنچہ من پنداشتم ؛ دل برداشتہ ہونے کا خیال صرف وہم اور مغالطہ تھا لیعنے آدمیون
نے اس گمان سے کہ ہمکو لونڈی کیطرف میل نہین اپنی لونڈی بیچ دی مگر جب بیع ہو چکی اور لونڈی دے دی
تب اسکے دل سے ایک آگ شعلہ زن ہوئی جو دلمین پوشیدہ تھی پھر معلوم ہوا کہ اس شخص کو مغالطہ ہوا اور عشق اسکے دلمین ایسا چھپا تھا
جیسے راکھ مین چنگاری۔ اور یہ حال سب اغنیا کا ہی بجز انبیاء اور اولیا کے پس جب غنائے مطلق کا حاصل ہونا محال یا نہایت دشوار
ہے تو ضرور ہوا کہ یہی کہا جاوے کہ عام لوگون کے لیئے فقیری ہی اصلح ہی کیونکہ فقیر کا انس و علاقہ دنیا سے کم ہوتا ہی اور جسقدر
علاقہ ضعیف ہوتا ہی اسیقدر ثواب تسبیحات کا اور عبادات کا زیادہ ہوتا ہی اسواسطے کہ تسبیحات سے زبان کی حرکت تو منظور ہی نہین
بلکہ یہ مراد ہی کہ جس چیز کا ذکر زبان پر ہی اس سے انس پختہ ہو جاوے اور زبان ہلانے کی تاثیر خالی دلمین وارد ہوتی ہی اور غیر چیزون سے
بھرے ہوے ہین اور اسیواسطے بعض سلف کا قول ہی کہ جو شخص دنیا کی طلب مین ہو کر زہد و عبادت کرے اسکی مثال ایسی ہی جیسے
کوئی گھانس سے آگ بجھانی چاہے یا چربی دور کرنے کے لیئے گھی سے ہاتھ دھووے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ
فقیر کا سانس لینا بدون شہوت کے جسپر اسکو قدرت نہو غنی کی ہزار برس کی عبادت سے افضل ہی اور ضحاکؒ فرماتے ہین کہ
جو شخص بازار مین جاوے اور اپنی جی چاہتی چیز دیکھے پس صبر کرے اور طالب ثواب ہو تو اسکے لیئے ہزار دینار سے بہتر ہوگا جسکو
خدا کی راہ مین دیوے اور ایک شخص نے بشر بن حارث سے کہا کہ آپ خدا سے میرے لیئے دعا مانگیے کہ مجھکو عیال نے
تنگ کر رکھا ہی آپ نے فرمایا کہ جب تیرا کنبہ تجھسے کہے کہ ہمارے پاس آٹا روٹی وغیرہ نہین تو تو اسوقت میرے لیئے دعا مانگنا کہ
تیری اسوقت کی دعا میری دعا سے افضل ہی اور آپ فرمایا کرتے کہ جو غنی آدمی زاہد بننا چاہے وہ ایسا ہی جیسے باغ گھورے پر ہو
اور فقیر اگر زاہد بنے وہ ایسا ہی جیسے موتیون کا ہار کسی خوبصورت کے گلے مین پڑا ہو اور اکابر سلف کا دستور تھا کہ علم معرفت کو اغنیا سے
سننا برا جانتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ دعا مانگتے الّٰلھم انی اسئالک الذل عند النصف من نفسی والزہد فیما جاوز الکفاف[1] اور
جب صدیق اپنے حال کے کامل ہونے پر دنیا اور اسکے وجود سے خوف فرماتے تھے تو اب کیسے شک کیا جاوے کہ مال کا نہونا
بہ نسبت وجود کے اصلح ہی علاوہ ازین غنی کے احوال مین سے عمدہ تر یہ ہی کہ حلال حاصل کرے اور اچھی جگہ مین صرف کرے
اور باوجود اسکے پھر اسکا حساب میدان قیامت مین لینا چوڑا ہوگا اور بہت سا رکا رہنا پڑیگا اور جسکو حساب مین الجھاوا ہوگا وہ عذاب
دیا جاویگا اور اسیواسطے حضرت عبد الرحمن بن عوف جنت مین دیر کر داخل ہوے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
انکا حال ملاحظہ فرمایا کیونکہ حساب دینے مین مبتلا رہے اور یہین جہت حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہین کہ مجھے نہین پسند ہوتا کہ میری
دوکان مسجد کے دروازے پر ہو اس طرح کہ کوئی نماز اور ذکر مجھسے فوت نہو اور ہر روز مجھکو نفع پچاس دینار حاصل ہون اور انکو مین اللہ
کی راہ مین صرف کر ڈالا کرون لوگون نے پوچھا کہ اسمین خرابی کیا ہے آپ کو کیا خوف ہی آپ نے فرمایا کہ حساب کی برائی اچھی
نہین معلوم ہوتی اور اسیواسطے حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ فقرا نے تین چیزین اختیار کی ہین اور
اغنیا نے تین چیزین پسند کی ہین فقیرون کی اختیار کی ہوئی چیزین یہ ہین نفس کا چین سے رہنا اور

[1] الٰہی تجھسے سوال کرتا ہون مین ذلت کو جو وقت غیر النفس پورا حق مانگے اور سوال کرتا ہون زہد کا اس مقدار کہ بڑھ جاوے مقدار گزر سے ۱۲

دل کا فارغ رہنا اور حساب کا ہلکا ہونا اور اغنیا نے یہ باتین اختیار کی ہین نفس پر مشقت اور دل کا مشغول رہنا اور
حساب کی شدت اور ابن عطارحمہ نے جو کہا ہے کہ غنی وصف حق ہے اور اسی نظر سے افضل ہو تو یہ اس صورت مین درست
ہو سکتا ہو کہ جب بندہ وجود اور عدم مال دونون سے غنی ہو یعنے اسکے نزدیک وجود وعدم یکسان ہو لیکن اگر مال کے
ہونے سے غنی ہو اور اسکے باقی رہنے کا محتاج ہو تو اس کی غنا مشابہ خداتعالیٰ کی غنا کے نہوگی کیونکہ اللہ تعالے
بذات خود غنی ہے ایسی چیز کے سبب نہین جسکو زوال ہو سکے اور مال ان اشیا مین سے ہو کہ جاتا رہتا ہو مثلاً چوری
جاوے یا کوئی اور آفت آوے۔ اور کسی نے جو ابن عطا کے قول پر اعتراض کیا تھا کہ خدائے تعالے اعراض
یعنے اموال اور اسباب کے باعث غنی نہین وہ ایسی غنا کی مذمت مین درست ہو جسکا مطلب بقائے مال ہو اور یہ جو ایک صاحب
فرماتے ہین کہ صفات حق بندے کے شایان نہین صفات بندگی ہی اسکے شایان ہین یہ درست نہین اسلیے کہ علم بھی توصفات حق سے
ہو جو بندے کے حق مین سب سے عمدہ چیز ہو بلکہ منتہی بندے کا یہ ہو کہ خداتعالیٰ کے اخلاق سے عادی ہو اور مین نے بعض مشائخ سے
سنا ہو فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کا طریق یعنے راہ معرفت طے کرتا ہو ابھی راستہ قطع نہین کرلیتا کہ ننانوے نام خدائے تعالے
کے اسکے اوصاف ہو جاتے ہین یعنی اسکو ہر ایک نام مین سے ایک بہرہ ملتا ہو مگر تکبر بندے کے لائق نہین اسواسطے کہ تکبر ایسے شخص
پر کرنا جسپر استحقاق تکبر کا نہو وہ توصفات الٰہی مین سے نہین اور تکبر ایسے شخص پر کہ اسکا مستحق ہو مثلاً مومن کا تکبر کافر پر اور عالم کا تکبر
جاہل پر اور مطیع کا تکبر عاصی پر بندے کے شایان ہو ہان بعض اوقات تکبر سے فخر اور بڑھکر دعوی کرنا اور ایذادینی مقصود ہوتی ہو وہ تکبر
وصف خدائے تعالے کا نہین اسکا وصف وہی تکبر ہو جسکے یہ معنی ہین کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہو اور اسکو خود کو معلوم ہو کہ مین ایسا ہی
ہون اور بندے کو حکم ہو کہ اگر ہو سکے تو سب سے اعلیٰ مرتبے کی طلب کرے بشرطیکہ استحقاق کما حقہ ہو جھوٹ اور فریب اور دغابازی
سے نہو اس سے یہ نکلا کہ بندے کو جائز ہو کہ جانے کہ مومن بہ نسبت کافر کے اکبر ہو اور مطیع بہ نسبت عاصی کے اور عالم بہ نسبت
جاہل کے اور انسان بہ نسبت چوپایہ اور پتھر اور نبات کے بڑا ہو اور ان سب چیزون کی نسبت قرب الٰہی زیادہ تر اسی انسان کو ہے
پس اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اس صفت کے ساتھ حقیقت مین دیکھ لیگا تو اسمین شک نہین کہ صفت تکبر کی اسکو حاصل ہوگی
اور اس صفت کے لائق بھی ہوگا اور اسکے حق مین یہ صفت فضیلت ہوگی مگر مشکل یہ ہو کہ اسکو اپنی شناخت کی کوئی ترکیب نہین اسلیے
کہ یہ امر خاتمے پر موقوف ہو اور آدمی کو اپنا خاتمہ معلوم نہین کہ کیسے ہوگا اور کیا اتفاق پڑیگا پس جب خاتمے کا حال معلوم نہین تو ضرور
ہوا کہ اپنے نفس کے لیے کوئی رتبہ کافر کے رتبے سے بڑھکر اعتقاد نکرے کیونکہ ایسا ممکن ہو کہ کافر کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اسکا خاتمہ
کفر پر ایسی صورت مین شخص مذکور تکبر کے لائق نہوگا کیونکہ اسکو اپنے انجام کی شناخت تو معلوم ہی نہین اور جب یہ ممکن ہوا کہ چیزونکو اصل
حقیقت وماہیت پر معلوم کرتے تو ایسے شخص کے باب مین وہ علم کمال ہوگا اسلیے کہ وہ صفات الٰہی مین سے ہو اور چونکہ بعض اور
چیزون کو پہچاننے سے آدمی کا ضرر بھی ہوتا ہو تو ایسا علم اسکے حق مین نقصان ہوگا کیونکہ اوصاف الٰہی مین سے ایسا
علم کوئی نہین جو اسکو ضرر پہونچاوے غرضکہ ایسی باتون کا پہچاننا کہ جن مین ضرر نہو نہ بہین صفات اللہ تعالے مین سے

ہوسکتا ہی تو ضرور ہی کہ منتہائے فضیلت یہی ہو اور اسی سے انبیا اور اولیا اور علما کو فضیلت ہی تو ثابت ہوا کہ اگر آدمی کے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہو گا تو یہ وہ غنا ہی کہ ایک وجہ سے مشابہ اس غنا کے ہی جس سے خدا تعالے کی صفت کی جاتی ہے اور یہی غنا داخل فضیلت ہی اور صرف وجود مال سے جو غنا ہی اسمین کسی طرح کی فضیلت نہین یہانتک بیان صورت اول یعنے فقیر قانع اور غنی شاکر کی نسبت کا ہوا اب صورت دوم یعنے فقیر حریص اور غنی حریص کی نسبت کا ذکر ہوتا ہی کہ ان دونون مین سے کون افضل ہی اور اسکے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک ہی شخص طالب مال ہی اور اسکے لیے سعی کرتا ہی مگر نہین پاتا پھر اسکے پاس مال آگیا تو اسکے لیے دونون حالتین ہوئین مال کے نہونے کی اور ہونے کی ان دونون حالتون مین سے کونسی حالت افضل ہے پس ہم کہتے ہین کہ دیکھنا چاہیے اگر اس شخص کو مال اسقدر مطلوب ہی جو معیشت اور زندگی کے لیے ضروری ہے اور اس کی غرض اس سے یہ ہی کہ دین کی راہ طے کرے اور اسپر مدد چاہے تو اس صورت مین حالت وجود مال افضل ہے اسلیے کہ فقر تلاش مین مشغول رکھتا ہے اور جو شخص روزی کی طلب مین رہیگا اسکو قدرت فکر اور ذکر کی نہین ہو گی اور اگر ہو گی تو اس مین دوسرا شغل گھسا ہوا ہو گا **شعر** شب چو عقد نماز بر بندم ؛ چہ خورد بامداد فرزندم ؛ کا نقشہ ہو گا حالانکہ فکر و ذکر کے لیے مقدار کافی قوت کی چاہیے اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللھم اجعل قوت آل محمد[۱] کفافا اور فرمایا کاد الفقران یکون کفرا[۲] اسمین فقر سے وہی فقر مراد ہی جسمین آدمی ضروری چیز کے لیے مضطر ہو اور اگر مال مطلوب حاجت سے زیادہ ہی یا بقدر حاجت ہی ہی مگر غرض طالب کی یہ نہین کہ اس سے سلوک راہ دین پر مدد لے تو اس صورت مین حالت فقر کی افضل اور اصلح ہی اسواسطے کہ حرص مال اور اسکی محبت مین تو غنی اور فقیر دونون مساوی ہوے اور اسمین بھی کہ دونون کی غرض دین پر استعانت لینے کی نہین اور نہ انمین سے کوئی متعرض کسی گناہ کا ہی مگر اتنا فرق رہا کہ جسکے پاس ہو گا اسکو اس سے انس ہو گا اور اسکی محبت دلمین پختہ ہو گی اور دنیا پر اطمینان کریگا اور جسکے پاس نہو گا اسکا دل بمجبوری دنیا سے گذارہ کرے گا اور دنیا اسکے نزدیک بمنزلہ زندان ہو گی کہ جس سے چھوٹنا چاہیگا اور جب دو شخص سب باتون مین برابر ہوے اور دنیا سے سفر کیوقت ایک کو میل و نیاز یادہ ہوا تو ظاہر ہی کہ اسکا حال بہ نسبت دوسرے کے سخت ہو گا کیونکہ جسقدر اسکو انس اور التفات دنیا سے ہو گا اسیقدر آخرت سے وحشت ہو گی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ روح القدس نے میرے نفس مین یہ بات پھونکدی ہی احبب من احببت[۳] فانک مفارقہ اور یہ تنبیہ ہی اسبات پر کہ محبوب کی جدائی بڑی شاق ہوتی ہی تو چاہیے کہ ایسی چیز سے دوستی کرے جو کبھی جدا نہو اور وہ ذات پاک اللہ جل شانہ کی ہی اور جو جدا ہو جائے اس سے محبت نکرے اور جدا ہونے والی دنیا ہی اگر آدمی دنیا سے محبت کریگا تو خدا سے ملنے کو برا جانے گا اور اسکی موت اسی حال پر ہو گی جسکو وہ برا جانتا ہی اور محبوب چیز سے جدا ہو جاویگا اور جو کوئی اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہی تو اسکو درد فراق بقدر محبت اور انس کے ہوا کرتا ہی اور جسکے پاس دنیا ہی اور وہ اسپر قادر ہی اسکو دنیا سے انس بہ نسبت نادار کے زیادہ ہوا کرتا ہی اگرچہ نادار حریص ہو پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فقر تمام خلق کے حق مین اشرف اور افضل ہی مگر دو جگہہ ان مین غنی افضل ہی اور اصلح ہی اول تو غنا حضرت عائشہؓ کی سی کہ وجود اور عدم مال کا برابر ہو کیونکہ ایسی

۱ [illegible] آل محمد کی [illegible] بقدر گزران کے [illegible] ۲ [illegible] ۳ جس شخص سے چاہو دوستی کرو [illegible] دل مین گذری [illegible]

غنا موجب زیادتی کی ہوتی ہی یعنی اس سے یہ فائدہ ہی کہ دعا فقرا اور مساکین کی حاصل ہوتی ہی دوسرے یہ کہ فقر مقدار ضروری سے ہو یعنی مقدار ضروری کا بھی آدمی محتاج ہو تو اس حال مین بھی غنا اشرف ہی اسلیے کہ ایسے ہی فقر کے باب مین ہی کہ کیا نالن یکون کفرا اور اس فقر مین کچھ خیر نہین مگر ایسی صورت مین کہ وجود مقدار ضروری کا اسکی حیات کو باقی رکھے اور یہ شخص اس باحیات سے خدا تعالی کی معصیت اور کفر پر مدد چاہے اور اگر بالفرض بھوکا مر جاوے تو اسکے گناہ کم ہون تو اسکے مناسب حال یہی ہی کہ بھوکا مر رہے اور جس چیز کیطرف مضطر ہو وہ بھی نہ ملے یہ ہی تفصیل غنی اور فقیر کے باب مین گفتگو کی مگر ایک صورت ہے کہ اگر کوئی فقیر حریص ہو کہ مال کی طلب مین ہمہ تن مصروف ہو اور اسکو کوئی کام سوا اسکے نہو اور دوسرا شخص غنی ہی کہ اسکو مال کی حفاظت مین اس فقیر کی نسبت حرص کم ہو اور اگر مال اسکے پاس سے جاتا رہے تو اسکو اتنا درد نہو جتنا فقیر کو فقر سے ہی تو ان دونون کے حال مین اختلاف ہی اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون کو خدا تعالی سے دوری اسیقدر ہوگی جسقدر کہ مال کے نہونے سے انکو درد ہوتا ہوگا اور جسقدر یہ درد کم ہوتا ہوگا اسیقدر قرب الٰہی ہوگا واللہ اعلم

پانچوان بیان فقر کے آداب حالت فقر مین جاننا چاہیئے کہ فقیر کیلیے مراعات چند آداب کی باطن مین اور ظاہر مین اور لوگون سے ملنے مین اور اپنے افعال مین ضرور ہی باطن کا ادب تو یہ ہی کہ جسمین کراہت اس امر کی نہو جسمین خدا تعالی نے اسکو مبتلا کیا ہے یعنے فقر کو دل مین برا نہ جانے اور یہ نہ سمجھے کہ خدا ے تعالی نے جو میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اسکا کام اچھا نہین گو نفس فقر کو برا سمجھے جیسے پچھنے لگوانے والا کہ ہر چند پچھنون کو ایذا کی جہت سے برا جانتا ہی مگر پچھنے لگانے والے کے فعل کو کہ خود اسکو برا نہین جانتا بلکہ اسکا احسان مند ہوتا ہی تو یہ درجہ ہونا اقل مرتبہ ہی فقیر کو اتنا ہونا واجب ہی اور اسکے خلاف حرام ہی اور فقر کے ثواب کو کھو دیتا ہی اور یہی مراد ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مین ہی کہ اے گروہ فقرا اللہ تعالی کو رضا اپنے دلون سے دو کہ تمکو ثواب تمہارے فقر کا ملے ورنہ نہین ملیگا اور اس سے اونچا درجہ یہ ہی کہ فقر کو بھی برا نجانے بلکہ اس سے راضی رہے اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہی کہ فقر کا طالب ہو اور اس سے خوش ہو اس لحاظ سے کہ غنا کے آفات جانتا ہو اور اپنے دل سے خدا تعالے پر متوکل ہو اور اعتماد رکھتا ہو کہ مقدار ضروری بیشک مجھکو ملے ہی گی اور قدر ضرورت سے زیادہ کو برا سمجھتا ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ فقر سے اللہ تعالی عذاب بھی کرتا ہی اور ثواب بھی دیتا ہی جب فقر سے ثواب دینا منظور ہوتا ہی تو اسکی پہچان یہ ہی کہ بندے کی عادت اچھی کر دے کہ وہ اس سے اطاعت اپنے پروردگار کی کرے اور اپنی حال کا شکوہ کسی سے نہ کرے اور فقر پر شکر خدا کرے اور جب عذاب کرنا فقر سے منظور ہوتا ہی تو اسکی علامات یہ ہین کہ آدمی بدخلق ہو اور خدا کی نافرمانی کرے اور کثرت سے شکایت کرتا رہے اور حکم الٰہی پر غصہ ہو نتیجہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک فقر اچھا نہین ہوتا بلکہ وہی فقر پسندیدہ ہی کہ جسمین آدمی غصہ نہو یا فقر پر راضی رہے یا اس سے خوش ہو بایں وجہ کہ اسکا ثمرہ جانتا ہو جنانچہ یہ قول مشہور ہے کہ بندے کو جو چیز دنیا سے ملتی ہی تو اس سے یہ کہدیا جاتا ہی کہ اسکو تین حصون پر لے یعنی تین باتین اسکے ساتھ پیش آوینگی اول مصروف رہنا دوم فکر و تردد سوم زیادہ ہونا حساب کا اور فقیر کے ظاہر کا ادب یہ ہی کہ نہ مانگنا اور اچھی طرح بنانا ظاہر

کرے اور کسی سے شکایت اور فقر ظاہر نکرے بلکہ اپنے فقر کو چھپاوے اور اسباب کو بھی چھپا دے کہ مین اپنا فقر پوشیدہ رکھتا ہون
کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہوا ان اللہ یحب الفقیر المتعفف ابا العیال اور اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے یحسبھم الجاہل اغنیاء
من التعفف اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ افضل اعمال تحمل ہوا احتیاج کیحالت مین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ
فقر کو چھپانا نیکی کے خزانون مین سے ہو اور اعمال مین ادب یہ ہو کہ کسی غنی کے لیے اسکی توانگری کے باعث انکسار نکرے
بلکہ اسپر تکبر کرے چنانچہ حضرت علی فرماتے ہین کہ کیا عمدہ ہو غنی کا تواضع کرنا فقیر کیواسطے ازراہ رغبت ثواب کے اور
اس سے بھی عمدہ فقیر کا تکبر ہے غنی پر خداے تعالے پر اعتماد کی رو سے تو ایسا حال فقیر کا ہونا تو ایک رتبۂ عالی ہے مگر کمتر
درجہ یہ ہو کہ اغنیا کے پاس نہ بیٹھے نہ انکو پاس بٹھلانے کی رغبت کرے اسلیے کہ مبادی طمع یہی باتین ہوتی ہین حضرت
سفیان ثوری فرماتے ہین کہ جب فقیر توانگرون سے ملنے لگے تو جانو کہ ریاکار ہو اور جب بادشاہ سے ملے تو جانو کہ چور ہے
اور بعض عارفین کا قول ہو کہ جب فقیر توانگرون سے ملتا ہو تو اسکا اعتماد ڈھیلا ہو جاتا ہے اور جب انسے طمع کرتا ہے
تو عصمت جاتی رہتی ہے اور جب انھین مین رہنے لگتا ہو تو گمراہ ہو جاتا ہو اور چاہیے کہ اغنیا کی خاطر سے اور ان کی عطا کی طمع سے
ذکر حق سے خاموش نرہے جو بات حق ہووے بیان کرے اور افعال کا ادب یہ ہو کہ فقر کے باعث کسی عبادت سے سستی
نہ کرے اور اگر کسی قدر مال بچ رہے تو اسکے خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے کیونکہ کم مایہ کی کوشش و جہد یہی ہے اور اسکا
ثواب بہت سے مالون کے ثواب سے زیادہ ہو جو غنی کیطرف سے دیا جاوے چنانچہ زید بن اسلم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ صدقے کا ایک درم خداے تعالے کے نزدیک لاکھ درم سے افضل ہے لوگون نے عرض
کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے لاکھ درم نکالے اور خیرات کیے اور ایک آدمی
کے پاس صرف دو ہی درم ہین اور کچھ نہین اسنے اپنے جی کی خوشی سے ایکدرم دے دیا تو یہ ایک درم والا اس لاکھ والے
سے اچھا ہوگا انتہی۔ اور چاہیے کہ مال جمع نہ کرے بلکہ قدر حاجت لے اور باقی خرچ کر ڈالے اور جمع کرنے مین تین درجے
ہین ایک یہ ہے کہ صرف ایک دن اور ایک رات کا سامان رکھے یہ درجہ صدیقین کا ہو اور دوسرا یہ کہ چالیس روز کا ذخیرہ
کرے اور جو اسقدر پر زیادہ ہو وہ طول امل مین داخل ہو اور علمانے یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی میعاد سے نکالی ہے جو
خداے تعالے نے انکے لیے مقرر فرمائی تھی اس سے یہ سمجھا گیا کہ زندگی کی توقع چالیس روز کرنی جائز ہو اور یہ درجہ متقین کا ہو اور تیسرا درجہ
یہ ہو کہ برس روز کا ذخیرہ کرے یہ سب سے ادنی مرتبہ ہو اور یہ صالحین کا درجہ ہو اور جو اس سے بھی زیادہ کیلیے ذخیرہ کرے وہ عوام
مین داخل ہو خواص سے اسکو کچھ تعلق نہین پس مرد صالح جو اطمینان قلبی مین کمزور ہو اسکی غنا برس روز کی غذا مین ہو اور متقی کی
غنا چالیس روز کی خوراک مین اور خواص سے بھی خواص کی غنا ایک دن اور ایک رات کی قوت مین ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنی ازواج مطہرات کی غذا اسیطرح تقسیم فرماتے تھے یعنی جب کچھ کہین سے آتا تو انمین سے بعض کو سال بھر کی اور بعض کو چلے بھر کی
اور بعض کو ایک دن رات کی غذا عنایت فرما دیتے اور ایک دن رات کی غذا حضرت عائشہ اور حفصہ کو دیا کرتے تھے

ا ؎ اللہ تعالے دوست رکھتا ہے فقیر سوال نہ کرنے والے عیال دار کو ۱۲ ابن ماجہ بروایت عمران بن حصین ۱۲ مت

۲ ؎ آنحضرت ... سے ۱۲ [illegible]

چھٹا بیان اسرار مین کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے کوئی کچھ بھیجے تو اسکے قبول کرنے مین کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ جب فقیر کے پاس کچھ آوے تو اسکو تین باتون کا لحاظ چاہیے اول نفس مال کا دوئم دینے والے کی غرض کا سوئم لینے مین اپنی غرض کا نفس مال کا لحاظ یہ ہے کہ اگر مال حلال تمام شبہات سے خالی ہو تو لے ورنہ اگر اسمین شبہہ ہو تو لینے سے احتراز کرے اور باب حلال و حرام مین ہم درجات شبہہ کو لکھ آئے ہین اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ کس چیز سے اجتناب واجب ہے اور کس سے مستحب اسکو وہان دیکھنا چاہیے اور دینے والے کی غرض تین صورتون سے خالی نہین یا تو دل کا خوش کرنا اور طلب محبت منظور ہے اسکو ہدیہ کہتے ہین یا غرض ثواب ہے اسکو صدقہ اور زکوٰۃ کہتے ہین یا شہرت اور ریا مراد ہے اور یہ بھی تنہا ہے یا پہلی غرضون سے ملی ہوئی ہے صورت اول یعنی ہدیہ کے قبول کرنیکا مضائقہ نہین کہ سنت ہے لیکن چاہیے کہ اسمین منت نہو ورنہ ایسے ہدیہ کا ترک اولیٰ ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ بعض مین منت زیادہ ہے تو اسیقدر کو واپس کردے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی اور پنیر اور ایک ڈنبہ ہدیہ آیا تو آپ نے گھی اور پنیر رہنے دیا اور ڈنبہ کو پھیر دیا اور دستور آپ کا یہ بھی تھا کہ بعض لوگون کا ہدیہ قبول کرتے تھے اور بعضون کا پھیر دیتے تھے اور فرماتے کہ مین نے قصد کیا ہے کہ ہدیہ نہ لون مگر قرشی اور انصاری اور ثقفی اور دوسی سے اور یہ بات بعض تابعین نے بھی کی ہے چنانچہ فتح موصلی کے پاس ایک تھیلی آئی جسمین پچاس درم تھے آپ نے فرمایا کہ مجھ سے عطاؒ نے بواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اسکی روزی بدون مانگے آوے اور اسکو ہٹاوے تو وہ خدائے تعالےٰ پر واپس کرتا ہے پھر انھون نے تھیلی کھولی اور ایک درم لے لیا اور باقی سب کو واپس کر دیا اور حضرت حسن بصریؒ بھی اس حدیث کو روایت کیا کرتے تھے مگر جب انکے پاس ایک شخص نے ایک تھیلی اور خراسان کے باریک کپڑون کی گٹھری بھیجی تو آپ نے ہٹا دیا اور فرمایا کہ جو شخص میری جگہ بیٹھے اور لوگون سے اس قسم کی چیزین لیوے وہ قیامت کے روز خدا سے ایسے حال مین ملیگا کہ اسکو کچھ بہرہ ثواب سے نہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اور واعظ کا دہش کو قبول کرنا سخت تر ہے اور حضرت حسنؒ اپنے یارون کا ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم تیمیؒ اپنے یارون سے درم دو درم تک مانگ لیتے اور کوئی دوسرا اگر سیکڑون پیش کرتا تو نہ لیتے اور بعض کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی دوست انکو کچھ دیتا تو کہتے کہ اسکو اپنے پاس رہنے دو اور دیکھو کہ اگر اسکے لینے کے بعد مین تمہارے دل مین لینے سے پیشتر کی نسبت افضل ہون تو مجھے کہدینا مین لے لونگا ورنہ نہ لونگا اور اس حال کی پہچان یہ ہے کہ اگر لینے والا ہٹاوے تو دینے والے پر ناگوار گذرے اور اگر قبول کرلے تو خوش ہو اور اسکے قبول کرنے کو اپنے اوپر احسان سمجھے پس اگر لینے والے کو معلوم ہو کہ اس ہدیہ مین کسیقدر احسان بھی مخلوط ہے تو ہدیہ کا لینا مباح ہے مگر فقراء صادقین کے نزدیک مکروہ ہے اور بشرؒ فرماتے ہین کہ مین نے کسی سے کبھی کوئی چیز نہین مانگی سوا سری سقطیؒ کے اسلیے کہ میرے نزدیک انکا زہد دنیا مین ثابت ہے تو جب انکے قبضے سے کوئی چیز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہین اور باقی رہتی ہے تو ناخوش ہوتے ہین پس انکی خاطر خواہ چیز ہے مین انکا مددگار ہوتا ہون اور ایک خراسانی حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس آیا اور کچھ مال لایا اور کہا کہ آپ اسکو کھاوین آپ نے فرمایا کہ اسکو فقراء پر بانٹ دو اسنے کہا کہ مجھکو یہ غرض نہین آپ نے فرمایا کہ پھر مین اتنا کہان جیونگا جو اسقدر کھاؤن اسنے کہا کہ میری غرض یہ نہین کہ آپ

اح فعل ہوئے
اب بن حدیث ہے
ترمذی ۱۲ ۲ احمد
بروایت یعلی بن مرہ ۱۲
بروایت ابو داؤد و ترمذی
۳ احمد
بروایت ابو ہریرہ ۱۲
۴ ترمذی کی بروایت
ابو ہریرہ ۱۲ الکتاب ۵ یہ
روایت بشر کی رسالہ
مین نہین گر صحیحین مین
یہ مضمون وارد ہے کہ جب
شخص کے پاس مال بدون
مانگے آوے اور طمع نہ ہو
۱۵۵ اسکو لے لیوے ۱۲

اسکو چٹنی اور سالن مین خرچ کرین بلکہ یہ چاہتا ہون کہ شیرینی اور میوون وغیرہ مین صرف کر ڈالیے آپ نے قبول کر لیا اخر اسانی نے عرض کیا کہ بغداد مین کوئی ایسا نہین جسکا احسان مجھپر آپ سے زیادہ ہو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تم جیسے کے سوا اور کسیکا ہدیہ قبول بھی نہین کرنا چاہیے۔ دوسری صورت یعنی اگر دینے والا صرف ثواب کے لیے دیتا ہو اور یہ یا صدقہ ہوگا یا زکوۃ تو اس صورت مین فقیر کو اپنے حال پر نظر کرنا چاہیے کہ مستحق زکوۃ کا ہون یا نہین اگر یہ صفت مشتبہ ہو تو قبول کرنا محل شبہہ ہے اور ہم نے اسکی تفصیل باب اسرار زکوۃ مین بیان کی ہے اور اگر فقیر کو صدقہ دین کے باعث کوئی دیتا ہے تو چاہیے کہ اپنے دلمین سوچے اور باطن مین اگر کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور جانے کہ دینے والے کو اگر اس گناہ کی اطلاع ہوگی تو اسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اور مجھے صدقہ نہ دیگا تو ایسی صورت مین لینا حرام ہے مثلاً اگر کسی نے اس گمان سے دیا کہ فلان شخص عالم ہے یا حضرت علیؓ کی اولاد ہے اور لینے والا اس صفت سے موصوف نہین تو اسکو لینا حرام محض ہے کہ اسمین کچھ شک نہین تیسرے یہ کہ دینے والے کی غرض دینے سے ریا اور شہرت ہو تو لینے والے کو چاہیے کہ اسکی چیز واپس کر دے اور اسکی غرض فاسد مین اسکا مددگار نہو حضرت سفیان ثوریؒ کو جو کوئی شخص کچھ دیتا آپ واپس کر دیتے اور فرماتے کہ اگر مین جانتا کہ اس دینے کو یہ لوگ فخر کی راہ سے ذکر نہین کرتے تو لے لیتا۔ اور بعض اکابر پر جو لوگون نے عتاب کیا کہ جو بقصد صلہ آپ کے پاس لوگ بھیجتے ہین آپ اسکو کیون ہٹا دیتے ہین انھون نے فرمایا کہ مین انپر شفقت اور نصیحت کی راہ سے واپس کرتا ہون اسلیے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیز کو کہدیا کرتے ہین اور انکو یہ اسکا لوگون مین ظاہر ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے انکا مال کا مال جاتا ہے اور ثواب نہین ہوتا اسلیے ہٹا دیتا ہون اور لینے مین اپنی غرض کا لحاظ ایسے کرے کہ یہ دیکھے کہ لابدی چیزون کی مجھکو حاجت ہے یا نہین اگر مقدار ضرورت کا محتاج ہو اور پہلی آفتون سے بھی کوئی آفت نہو تو بہتر ہے کہ لے لے حدیث شریف مین وارد ہے کہ ما المعطی من سعۃ باعظم اجراً من الآخذ اذا کان محتاجاً[۱] اور دوسری حدیث مین ہے کہ من اتاہ شئی من ہذا المال من غیر مسئلۃ ولا استشراف فانما ہو رزق ساقہ اللہ الیہ[۲] اور ایک روایت مین ہے کہ فلا یردہ[۳] اور بعض علما کا قول ہے کہ جس شخص کو کچھ ملے اور نہ لے وہ سوال کریگا اور نہین دیا جائیگا۔ اور سری سقطیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس کچھ بھیجا کرتے تھے ایک بار انھون نے واپس کر دیا انکو سریؒ نے کہا اے احمد واپس کرنے کی آفت سے خوف کرو کہ پھیرنے کی آفت لینے کی آفت سے سخت تر ہے امام احمد صاحب نے فرمایا کہ ذرا پھر ارشاد فرمایئے انھون نے دوبارہ بھی یہی فرمایا آپ نے فرمایا کہ مین نے اسوجہ سے پھیرا کہ میرے پاس غذا ایک مہینے کی موجود ہے تو اس چیز کو اپنے پاس رہنے دو بعد ایک مہینے کے میرے پاس بھیجدینا بھی ضرورت نہین اور بعض علما کا قول ہے کہ باوجود حاجت کے پھیر دینے سے یہ خوف ہے کہ کہین خدا تعالیٰ اسکی سزا مین مبتلائے طمع کرکے کسی شبہہ وغیرہ مین نہ ڈال دے۔ پھر اگر جو مال آیا ہے وہ حاجت سے زیادہ ہے تو دو حال سے خالی نہین یا تو آدمی اپنے ہی حال مین مشغول ہو یا فقرا کے امور کا متکفل ہو کہ اپنی طبیعت مین رفق و سخاوت کی جہت سے انکو دیا کرتا ہو پس اگر اپنے ہی حال مین مصروف ہو تو کوئی وجہ لینے کی نہین بشرطیکہ سالک طریق آخرت ہو اسلیے کہ قدر حاجت سے زائد کو لیکر رکھنا محض اتباع خواہش نفس ہے اور جو عمل کہ خدا کے واسطے نہین ہوتا وہ راہ شیطان مین ہے یا اسکی طرف طالب ہے اور کاجل کی کوٹھری مین گھسنے سے داغ لگتا ہی ہے پھر اس

[۱] دینے والا بہت سے ہو کے اجر مین بڑا نہین ہے لینے والے سے جب وہ محتاج ہو طبرانی بروایت ابن عمر ۱۲

[۲] جس شخص کو اس مال مین سے کچھ بغیر سوال اور بغیر حرص کے آوے تو وہ ایک رزق ہے جو خدا تعالیٰ نے اسکی طرف بھیجا ہے احمد وابو یعلی وطبرانی بروایت خالد بن عدی جہنی ۱۲

[۳] ترجمہ اسکو واپس نہ کرے ۱۲

لینے کی بھی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ ظاہر مین لے اور پوشیدہ ہٹاوے یا فقرا پر تقسیم کردے یہ مقام تو صدیقین کا ہے اور وہ نفس پر نا گوار ہے اسکی تاب اسیکو ہے جسکی طبیعت ریاضت پر مطمئن ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ نہ لیوے تاکہ مالک اس چیز کا کسی اور کو جو اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دے ڈالے یا خود لیکر ایسے شخص کو دے ڈالے جو اپنے آپ سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اور یہ دونون باتین پوشیدہ یا ظاہر ہین اور باب اسرار زکوۃ مین ہمنے لکھا ہے کہ لینے کا اظہار بہتر ہے یا اخفا اور کچھ احکام فقر بھی وہان لکھے ہین دیکھ لینے چاہئین مگر حضرت امام احمدؒ کا قبول نکرنا سری سقطیؒ کے ہدیہ کو صرف اس جہت سے تھا کہ انکو حاجت نہ تھی اس نظر سے کہ انکے پاس مہینے بھر کی خوراک موجود تھی اور طبیعت نچاہی کہ اسکو لیکر اپنے آپ کسی اور کو دے دین کیونکہ اسمین بہت سی آفات اور خطرے ہین اور ورع اسیکا نام ہے کہ آفتون کی جگہ سے بچے کیونکہ شیطان کے فریب سے امن دشوار ہے اور بعض مجاورین مکہ فرماتے ہین کہ میرے پاس کچھ درم تھے جنکو مین نے خدا کی راہ مین صرف کرنے کو رکھے تھے مین نے ایک فقیر کو سنا کہ اپنے طواف سے فارغ ہو کر آہستہ آہستہ کہرہا تھا رباعی

یارب تجھے معلوم ہے مین ہون بھوکا	تن پر مرے باقی نہین ثابت کپڑا	اس بھوک برہنگی مین کیا ہے منظور	ہر حال کا میرے تو ہے دانا بینا

مین نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسکے پاس دو کپڑے ایسے پھٹے ہوئے ہین کہ اسکا بدن بھی نہین چھپتا مین نے اپنے دلمین کہا کہ اپنے درمون کے لیے اس سے عمدہ تر مصرف مجھکو اور کوئی نہ ملیگا مین ان درمون کو اسکے پاس لے آیا اسنے دیکھکر اسمین سے پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی دو چادرین آجاوینگی اور ایک درم کو مین تین دن خرچ کرونگا باقی کی مجھکو حاجت نہین لیجاؤ جب دوسری رات ہوئی تو مین نے اسکو نئی دو چادرین پہنے دیکھا اور اسوقت میرے دلمین اسکی طرف سے کچھ وسوسہ شیطانی گذرا اسنے میری طرف دیکھکر میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ سات بار طواف کرایا ہر ایک پھیرے مین ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کھانون مین سے ہمارے پانون کے نیچے ٹخنون تک ہوجاتا تھا مثلاً ایک دفعہ سونا ایک دفعہ چاندی پھر یاقوت اور موتی اور گوہر اور یہ چیزین لوگون کو نہ سوجھتی تھین اسنے کہا کہ خداے تعالی نے یہ سب کچھ دیا مگر مین نے زہد کیا اور لوگون کے ہاتھ سے لے لیتا ہون اسلیے کہ یہ سب چیزین بوجھ اور وبال ہین اور اورون سے کسقدر لینے مین بندون کے لیے رحمت ونعمت ہے انتہی اس سے غرض یہ ہوئی کہ مقدار حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہے وہ امتحان اور ابتلا کے لیے ہوتا ہے تاکہ اللہ دیکھے کہ وہ اسمین کیا کرتا ہے اور مقدار حاجت جو عنایت ہوتا ہے وہ رفق کے طور پر عنایت ہوتا ہے تو رفق اور ابتلا کے معنون مین فرق کو نہ بھولنا چاہیے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لاحق لابن آدم الا فی ثلث طعام یقیم صلبه وثوب یواری عورته وبیت یکنه فما زاد فهو حساب یعنی اگر آدمی مقدار حاجت ان تین چیزون مین سے لیگا تو ثواب پاویگا اور زیادتی کی صورت مین اگر خداے تعالی کی نافرمانی نکریگا تو حساب کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اگر نافرمانی کریگا تو عذاب کا مستحق ہوگا اور ایک صورت امتحان کی یہ ہے کہ آدمی کسی لذت کو خداے تعالی کی نفرت کے لیے اور اپنے نفس کی شکستگی کے لیے چھوڑنیکا عہد وعزم کرے پھر وہ لذت صاف وبے کدورت اسکے پاس آوے تاکہ اسکی عقل کی قوت کا امتحان کیا جاوے تو ایسی صورت مین اولی یہی ہے کہ اس سے باز رہے اسلیے کہ نفس کو اگر اجازت عہد شکنی کی دیگا تو نفس کو ایک چاٹ پڑجاویگی اور ہمیشہ اپنی عادت پر رجوع کیا کریگا

اور اسکا دبانا پھر نہو سکیگا اسلیے ایسی لذت کا مٹادینا بہت ضروری ہو اگر دینے والے ہی کو واپس کردے تو تو زہد ہوگا اور اگر اُس سے لیکر کسی محتاج کو دیڈالے تو نہایت درجہ کا زہد ہو اور اسپر بجز صدیقین کے اور کوئی قادر نہین اور اگر آدمی کا حال سخاوت اور خرچ کرنا اور فقرا کا تکفل اور کچھ صلحا کی خبرگیری ہو تو مقدار حاجت سے زیادہ لینے کا مضائقہ نہین اسلیے کہ فقرا کی حاجت سے تو زائد نہین مگر ایسے مال کو بہت جلد فقرا مین صرف کردینا چاہیے اسکو رکھنا نہ چاہیے اسلیے کہ اُسکے ایکرات رکھنے مین بھی فتنہ اور امتحان ہی شاید رکھ چھوڑنے سے دل کو اچھا معلوم ہو اور پھیر دینے کو دل نچاہے اور وبال جان ہوجاوے بعض لوگون نے تکفل فقرا کیخدمت کا کیا اور اس پیرایے مین مال و دولت کی کثرت اور کھانے اور پینے کی بہتایت مین پڑ گئے اسیکا نام تباہی ہے اور جس شخص کی غرض رفق اور طلب ثواب ہو اسکو جائز ہو کہ اللہ تعہ پر حسن ظن کرکے قرض لے لے مگر ظالم بادشاہونکے اعتماد پر نہ لے پھر اگر اسکو اللہ تعالی وجہ حلال سے بھیجدے تو ادا کردے اور اگر ادا سے پہلے مرجاویگا تو خداوند کریم اسکی طرف سے ادا کر دیگا اور اسکے قرض خواہون کو راضی کردیگا لیکن اسمین شرط یہ ہو کہ قرضخواہ اسکا حال خوب جانتا ہو تو چاہیے کہ قرض دینے والے سے وعدہ وغیرہ کرکے فریب نکرے بلکہ اپنا حال صاف صاف کہدے تاکہ وہ قرض جان بوجھکر دیوے اور ایسے شخص کا قرض چاہیے کہ بیت المال خواہ مال زکوۃ سے ادا ہو اور ساللہ تعالی فرماتا ہو ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتاہ اللہ[1] اسکے معنے بعض یہ کہتے ہین کہ اپنے دونون کپڑون مین سے ایک بیچڈالے اور بعضے یہ کہتے ہین کہ اپنی وجاہت پر قرض لے لے کہ یہ بھی خدا کی دی ہوئی ہو اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اپنے سرمایہ کے موافق خرچ کرتے ہین اور کچھ بندے ایسے بھی ہین کہ جتنا انکو حسن ظن خداے تعالے کے ساتھ ہوتا ہو اتنا خرچ کرتے ہین اور کسی بزرگ نے مرنے کے وقت وصیت کی کہ میرا مال تین جماعتون کو دینا اول قوی دوم سخی سوم غنی ان سے پوچھا گیا کہ انسے آپ کی کیا غرض ہو انھون نے کہا کہ قوی سے غرض اہل توکل ہین اور سخی سے مراد وہ ہین جو اللہ تعالی پر حسن ظن رکھتے ہین اور غنی سے وہ لوگ مراد ہین جو اللہ ہی کے ہورہے ہین حاصل اس بیان کا یہ کہ سبب فقیر اور مال اور دینے والے مین شروط مذکورہ بالا پائے جاوین تو فقیر اسکی حظ لے لے مگر چاہیے کہ یہ جانے کہ جو کچھ مین نے لیا وہ خدا کے پاس سے لیا دینے والے کے پاس سے نہین لیا اسلیے کہ دینے والا محض ایک واسطہ ہو کہ دینے کے واسطے مسخر کردیا گیا اور وہ دینے کے لیے مجبور ہو کیونکہ اسپر ارادہ اور اعتقاد اور لوازم مسلط ہین بدون دیے نہین بن سکتی حکایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت شقیق بلخی کو پچاس آدمیون کے ساتھ انکے مریدون سے دعوت کی اسنے بہت عمدہ کھانا تیار کرایا جب آپ بیٹھے تو اپنے مریدون سے کہا کہ یہ شخص دعوت کرنے والا یون کہتا ہو کہ جو شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ کھانا مین نے تیار کیا ہو اور کھانیوالے کے سامنے مین نے رکھا ہو تو اس شخص پر میرا کھانا حرام ہو یہ سنکر سب آپکے ساتھی اٹھکر چلے گئے صرف ایک شخص جوان جو انکے مرتبے سے کم تھا رہگیا صاحب دعوت نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اس سے آپ کو کیا مقصود تھا آپنے فرمایا کہ مجھکو ان سب کی توحید کا امتحان منظور تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو نے میرا رزق بنی اسرائیل کے ہاتھون پر ڈالدیا ہو کہ صبح کو کوئی کھلاتا ہو شام کو کوئی حکم ہوا کہ مین اپنے دوستون سے ایسا ہی کرتا ہون انکا رزق اپنے بندون مین سے

(۱) اور جسپر اسکا رزق تنگ کیا گیا ہو تو جو کچھ اللہ نے اسکو دیا ہے اسی مین سے خرچ کرے ۱۲

بر رو ن کے ہاتھ سے دلاتا ہون تا انکے باعث انکو ثواب دیا جاوے بہرحال بندے کو چاہیے کہ اگر اسکو کوئی کچھ دے تو جان لے
کہ خداے تعالی نے اسکو مسخر کر دیا ہی تو دیتا ہے

ساتوان بیان بدون ضرورت کے سوال کی حرمت اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے باب مین جاننا چاہیے کہ سوال کے باب مین بہت سی مناہی اور تشدد واقع ہین اور بعض روایات ایسے بھی وارد ہین جنسے سوال کی اجازت پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا للسائل حق ولو جاء علی فرس اور فرمایا ردوا السائل ولو بظلف محترق ان حدیثون سے اجازت سمجھی جاتی ہے اسلیے کہ اگر سوال حرام مطلق ہوتا تو اسکو دینے مین اعانت برائی کرنے والے کے برے کام کے واسطے ہوتی پس امر تحقیق اسمین یہ ہی کہ سوال اصل مین حرام ہی اور کسی ضرورت یا حاجت مہم کے لیے جو ضرورت کے قریب ہو مباح ہو جاتا ہے پس اگر اس سے مفر موجود ہو تو حرام ہی رہیگا۔ اور اصل مین جو ہمنے سوال کو حرام کہا تو اسوجہ سے کہ اس مین تین باتین حرام ضروری ہوتی ہین اول خداے تعالے کی شکایت کا ظاہر کرنا اسلیے کہ سوال یہی ہی کہ اپنی احتیاج ظاہر کرے اور اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر کم بیان کرے اور یہ عین شکایت ہی اور جسطرح کہ کسیکا غلام دوسرے سے سوال کرے تو اسکا مانگنا آقا کی ہتک اور شکایت ہوتی ہی اسیطرح بندونکا سوال موجب بے ادبی و شکایت خالق کا ہوتا ہی اسلیے حرام ہونا چاہیے اور بدون ضرورت حلال نہونا چاہیے اور ضرورت کیوقت تو مردار بھی درست ہو جاتا ہی دوسرے یہ کہ سوال مین سائل اپنے نفس کو خدا کے سوا دوسرے کے سامنے ذلیل کرتا ہی اور ایماندار کو جائز نہین کہ خدا کے سوا دوسرے کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرے بلکہ اسکو چاہیے کہ صرف اپنے مولی کیواسطے اپنے آپ کو ذلیل کرے کہ اسمین اسکی عزت ہی اور تمام خلق تو ایسے ہی ہین جیسا وہ خود ہی اسکے سامنے ذلیل ہونا بے ضرورت نہ چاہیے اور سوال مین ظاہر ہی کہ سائل بنسبت اس شخص کے جس سے سوال کرتا ہی ذلیل ہوتا ہی تیسرے یہ کہ سوال مین اکثر ایذا دوسرے شخص کی ہوتی ہی جس سے کہ مانگتا ہی کیونکہ بعض اوقات اسکا جی دینے پر خوشی خاطر راضی نہین ہوتا پس اگر اسنے سائل کی شرم سے یا ریا کے طور پر دیا تو لینے والے پر حرام ہی اور اگر نہ دیا تو بعض اوقات شرمندہ ہوتا ہی اور اپنے دلمین ایذا پاتا ہی اس سبب سے کہ بخیل کی سی صورت مفت مین بنا جاتا ہے تو دینے مین تو نقصان مالی ہی اور نہ دینے مین نقصان جاہ اور دونون صورتمین ایذا دہندہ ہین اور سبب اس ایذا کا وہی سائل ہی اور ایذا بھی بدون ضرورت حرام ہی اور جب ان تین خرابیون کو جان چکے جو سوال مین ہوتی ہین تو یہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہو گیا

مسالة الناس من الفواحش ما احل من الفواحش غيرها سمجھنا چاہیے کہ آپ نے اسکا نام فاحشہ یعنی بڑی خطا اور ظاہر ہی کہ گناہ کبیرہ بدون ضرورت مباح نہین ہوتا جیسے شراب کا پینا کہ اگر کسی کے گلے مین لقمہ پھنس جاوے اور اسکے پاس شراب ہی اسوقت موجود ہو اور چیز نہو تو لقمہ اتارنے کی مقدار پینا درست ہو جاتی ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو باوجود غنا کے مانگے تو وہ دوزخ کی چنگاریان اپنے لیے زیادہ کرتا ہی اور جو شخص سوال کرے حالانکہ اسکے پاس اسقدر ہے کہ اسکو کافی ہو تو قیامت کے روز ایسی طرح آویگا کہ اسکا منہ ایک ہڈی ہوگی جسپر گوشت نہو گا اور دوسری روایت مین

یہ ہے کہ اسکا سوال اسکے منہ پر داغ اور نشان ہونگے ان الفاظ سے صریح حرمت اور تشدد ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگون سے بیعت مسلمان ہونے کی لی اور انسے سننے اور ماننے کی شرط کر لی پھر ایک بہت چھوٹا جملہ فرمایا کہ لاتسألوا الناس شیئاً یعنے آدمیون سے کچھ مت مانگنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر سوال سے باز رہنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ جو تمسے مانگیگا تو اسکو ہم دینگے اور جو بے پروائی کریگا تو خدا تعالے اسکو بے پروا کر دیگا اور فرمایا کہ جو ہم سے سوال نہ کرے وہ ہمارا زیادہ محبوب ہے اور فرمایا استغنوا عن الناس وما قل من السؤال فهو خير لوگون نے عرض کیا اور آپ سے سوال کرنا آپ نے فرمایا کہ مجھسے بھی کم سوال کرنا بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کو سنا کہ بعد مغرب کے سوال کرتا تھا آپ نے ایک کو اسکی قوم مین سے فرمایا کہ اسکو کھانا دے دو اسنے دے دیا پھر آپ نے دوبارہ اسکو مانگتے سنا آپ نے فرمایا کہ ہم نے کہا نہین تھا کہ اسکو کھانا دیدو اسنے عرض کیا کہ مین نے اسکو کھلا دیا ہے آپ نے سائل کی جھولی جو دیکھی تو روٹیون سے بھری تھی فرمایا کہ تو سائل نہین ہے بلکہ تاجر ہے پھر جھولی لیکر زکوٰۃ کے اونٹون کے سامنے ڈالدی اور سائل کو درے لگائے اور فرمایا پھر ایسا مت کرنا پس اگر سوال حرام نہوتا تو آپ اسکے درے کیون مارتے اور اسکی جھولی کیون لیتے۔ یہان بعض فقیہ ضعیف العقل تنگ حوصلہ حضرت عمر کے اس فعل کو بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ آپ کا سائل کو مارنا تو ادب کے واسطے تھا شریعت مین سیاست کا حکم بھی ہے مگر اسکا مال لے لینا ڈانڈ ہے اور شریعت مین سزا مال لے لینے کی نہین تو کس وجہ سے حضرت عمر نے اسکا مال لے لیا اور یہ اشکال ان لوگون کو اس وجہ سے ہوا کہ فقہ کم جانتے ہین بلکہ تمام فقہا کی سمجھ حضرت عمر کی سمجھ کے سامنے گرد ہے آپ کو جسقدر اسرار دین الٰہی اور مصلحت اسکے بندون کی معلوم تھی انکو کہان میسر ہو سکتی ہے کیا حضرت کو یہ معلوم نہ تھا کہ مال کا مصادرہ اور ڈانڈ جائز نہین یا یہ سمجھ مین آسکتا ہے کہ آپ کو معلوم تو تھا مگر غصے مین خدا کی نافرمانی کی یا صرف براہ مصلحت زجر کے واسطے ایسی سزا دی جو شریعت غرّاے نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین نہو حاشا وکلا یہ بات نہ تھی بلکہ جس نشا سے کہ آپ نے یہ فعل کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اسکو سوال سے مستغنی پایا اور قطعاً معلوم کیا کہ جن لوگون نے اسکو کچھ دیا ہے تو اس اعتقاد پر دیا ہے کہ وہ محتاج ہے حالانکہ وہ جھوٹا تھا تو لوگون کا دیا ہوا اسکی ملک مین نہ آیا اسلیے کہ فریب سے لیا اب ان روٹیون کو ان کے مالکان کو پہونچانا مشکل تھا اس نظر سے کہ کیا معلوم تھا کہ کونسی روٹی کسنے دی ہے پس یہ مال لاوارث رہا اسی نظر سے اسکا خرچ کرنا مصالح اہل اسلام مین واجب ہے اور زکوٰۃ کے اونٹون کا گھاس دانہ بھی داخل مصالح ہے اور سائل نے جو اظہار حاجت کے ساتھ براہ کذب لیا اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی جھوٹ موٹ کہدے کہ مین حضرت علی کی اولاد مین ہون سو لے لے اس صورت مین وہ مال کا مالک نہین ہوتا یا کوئی صوفی اور نیکبخت اسوجہ سے دیا جاوے کہ یہ نیک ہے حالانکہ باطن مین وہ ایسا گناہ کرتا ہے کہ اگر دینے والے کو معلوم ہو تو نہ دے اور ہم چند جا لکھ چکے ہین کہ جو مال اسطرح لوگ لیتے ہین وہ

۷۱ کو بروایت عون بن مالک اشجعی ۱۲
۷۲ ابن ابی الدنیا و حارث بن ابی اسامہ بروایت ابو سعید خدری ۱۲
۷۳ لوگون سے سوال نکرنا اور سوال جتنا ہی کم ہو اتنا ہی

مالک نہین ہوتے اور وہ اُنپر حرام ہے اور واجب ہے کہ مالک کو واپس کر دین اب اس امر کی تصدیق حضرت عمرؓ کے فعل سے ہوگئی اور اس سے بہت سے فقہا غافل ہین اور یہ نہین چاہیے کہ اس کلیہ کو بھول کر حضرت عمرؓ کے فعل کو لغو سمجھا جاوے۔ غرضکہ جب معلوم ہوا کہ سوال ضرورت کے لیے مباح ہوتا ہو تو اب یہ جاننا چاہیے کہ کسی چیز کی طرف یا تو آدمی کو اضطرار ہوتا ہے یا حاجت مہم ہوتی ہے یا حاجت خفیف ہوتی ہو یا اس سے بالکل استغنا ہوتی ہو یہ چار صورتین ہین۔ مضطر تو اسطرح کہ بھوکا آدمی اپنے اوپر خوف موت یا مرض کا کر کے مانگے یا ننگا شخص جب اپنے پاس ستر کی چیز نپاوے تو سوال کرے اس حالت اضطرار کا سوال مباح ہو بشرطیکہ بقیہ شرطین سوال کی چیز مین موجود ہون کہ مباح ہو اور جس سے سوال کرتا ہو اسمین بھی کہ دلمین راضی ہو اور سائل مین بھی کہ کسب سے عاجز ہو اسلیے کہ جو کسب پر قادر ہو اور نکما بن رہا ہو اسکو سوال جائز نہین مگر جب کہ علم کی طلب نے اسکے تمام اوقات گھیر لیے ہون اور جو شخص لکھنا جانتا ہے وہ کتابت سے پیدا کر سکتا ہو اور مستغنی وہ ہے کہ ایسی چیز مانگے جسکا ایک مثل یا کئی مثل اسکے پاس ہون مثلاً ایک روپیہ کا سوال کرے حالانکہ اسکے پاس ایک یا کئی موجود ہون تو ایسے شخص کا سوال حرام ہو اور یہ دونون قسمین واضح ہین اور جسکو حاجت مہم ہو اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی مریض محتاج دوا کا ہو اس طرح کہ اگر نہ استعمال کرے تو زیادہ خوف نہین مگر پھر بھی کچھ اندلیشہ ہے یا کوئی شخص اوپر کا کپڑا رکھتا ہے مگر کرتہ نیچے پہننے کے لیے جاڑون مین اسکے پاس نہین اور اسکو جاڑا ستاتا ہے اسقدر کہ ضرورت کی حد کو نہین پہونچتا اسی طرح وہ شخص ہو کہ کرائے کے واسطے سوال کرے حالانکہ مشکل سے پیادہ بھی چل سکتا ہے تو ایسے کے لیے بھی سوال درجہ مباح مین ہو کیونکہ بلا شک حاجت تو ہو مگر صبر کرنا ایسے سوال سے بھی بہتر ہو اگر سوال کریگا تو تارک اولے ہوگا لیکن اسکا سوال مکروہ نہ کہلاویگا بشرطیکہ سوال مین سچ بولیگا اور یون کہیگا کہ میرے پیراہن کے نیچے کرتہ نہین اور جاڑا مجھکو اتنا ستاتا ہو کہ جسکی مین برداشت کر سکتا ہون مگر مجھکو تکلیف ہوتی ہے پس اگر سچ سچ کہدیگا تو انشاء اللہ اسکا سچ کہنا اسکے سوال کا کفارہ ہوجاویگا اور حاجت خفیف کی مثال یہ ہو کہ کوئی شخص کرتہ اس غرض سے مانگے کہ باہر جانے کیوقت اوپر پہن لیا کرے تاکہ اپنے کپڑون کی پھٹن یا پیوند لوگون کی نظر سے بچے رہین یا کسی کے پاس روٹی موجود ہے مگر سالن کے واسطے سوال کرے یا اسقدر ہے کہ گدھا کرایہ کر لے لیکن گھوڑے کے کرایہ کے لیے سوال کرے یا سواری کرایہ کر سکتا ہو مگر محمل کا کرایہ چاہے تو ان جیسی حاجتون مین اگر کچھ فریب ہوگا یعنی حاجت تو کچھ ہو اور ظاہر کچھ کریگا سوال حرام ہو اور اگر فریب نہوگا اور کوئی اور خرابی اُن تینون خرابیون مذکورۂ بالا یعنے شکایت خداے تعالے یا اپنی ذلت یا دوسرے کی ایذا سے پائی جاویگی تب بھی حرام ہے کیونکہ ایسی خفیف حاجت کے لیے یہ امور مباح نہین ہوسکتے اور اگر نہ فریب ہو نہ ان خرابیون مین سے کچھ ہو تو البتہ سوال کراہت کے ساتھ مباح ہو اب اگر کوئی کہے کہ بغیر سوال کہ ان خرابیون سے کیسے خالی کیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہو کہ شکایت تو اسطرح دفع ہوسکتی ہو

کہ خدائے تعالیٰ کے شکر کا اظہار کرے اور خلق سے استغنا ظاہر کرے اور بھیک مانگنے والون کی طرح سوال نہ کرے بلکہ یون کہے کہ جو کچھ میرے ملک مین ہی اسکی جہت سے مین حاجت نہین رکھتا ہون مگر نفس کی طمع اور ہو توقی مجھ سے ایک کپڑا دینے کے واسطے چاہتی ہی اور وہ زائد از حاجت اور نفس کی فضول باتون مین سے ہی پس اس کہنے سے شکایت کی حد سے نکل جاویگا اور ذلت کا دور کرنا اس طرح ہی کہ اپنے باپ سے یا رشتہ دار سے یا کسی ایسے دوست سے مانگے جسکو جانتا ہو کہ سوال کے باعث اسکی نظرون مین حقیر نہونگا یا کسی مرد سخی سے سوال کرے جسنے اپنا مال انھین باتون کے لیے تیار کر رکھا ہو اور سائل جیسے آدمیون کے آنے سے خوش ہوتا ہو بلکہ کسی کے قبول کرنے سے اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو تو ان لوگون سے سوال کرنے مین ذلت نہین رہنے کی اسلیے کہ ذلت کے احسان کے ساتھ ضرور رہتی ہی جہان احسان سائل پر نہ ہوگا وہان ذلت بھی نہوگی اور ایذا سے بچنے کا طور یہ ہی کہ سوال مین کسی شخص معین سے سوال نکرے بلکہ بیان حال کی طرح پر کنایۃً سب کو سنا دے تاکہ جسکو سچی رغبت دینے کی ہو وہ کچھ دیدے اور اگر اس جلسے مین کوئی ایسا شخص ہو کہ سب کی طرف آنکھ اٹھتی ہو اور اگر وہ نہ دیگا تو مورد ملامت ہوگا تو ایسے جلسے مین سوال کرنا داخل ایذا ہی اسلیے کہ ہوسکتا ہی کہ وہ جو کچھ دے بخوشی خاطر نہ دے بلکہ زبردستی ملامت کے خوف سے دیوے اور دل مین یہی چاہتا ہو کہ اگر ملامت بھی نہوا اور دینا بھی نہ پڑے تو خوب ہو۔ اور اگر کسی شخص معین ہی سے مانگے تب بھی فقیر کو اسکے نام کی تصریح نہ کرے بلکہ کنایۃً کہدے تاکہ وہ اگر غفلت کرنی چاہے تو بلا تردد کرسکے اور جب غفلت نہ کریگا حالانکہ قدرت اسپر حاصل تھی تو اسکا دینا اسبات کی دلیل ہوگی کہ بخوشی خاطر دیتا ہی اور سوال سے کچھ ایذا اسکو نہین ہوئی اور چاہیے کہ ایسے شخص سے سوال کرے کہ اگر وہ جواب صاف دیدے تو سائل سے شرمندہ نہو اسواسطے کہ سائل سے شرمندہ ہونے سے بھی ایذا ہوتی ہی جیسے غیر سائل کے ساتھ ریا موذی ہی۔ اب رہی یہ بات کہ اگر سائل جان لے کہ دینے والے کی وجہ یہی ہوئی کہ مجھ سے یا حاضرین جلسہ سے شرما گیا اور اگر حیا نہوتی تو کبھی ہاتھ نہ بڑھاتا تو ایسے مال کا لینا اسکو نہ حلال ہی نہ شبہہ حلال بلکہ حرام محض ہی کہ اسمین تمام امت مین سے کسیکو خلاف ہی نہین اور اسکا حکم ایسا ہی جیسے کوئی دوسرے کا مال مار پیٹکر یا ڈانڈ کی رو سے لے لیوے اسلیے کہ اسمین کچھ فرق نہین کہ ظاہر بدن پر کوڑے مارے یا باطن دل کو حیا اور خوف ملامت کے تازیانہ سے ادھیڑے بلکہ عاقلون کے دل مین باطن کی ضرب کا بڑا صدمہ ہوتا ہے اور اگر کوئی یون کہے کہ ظاہر مین تو وہ شخص دینے پر راضی ہو چکا ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ انما احکم بالظاہر واللہ یتولی السرائر تو ظاہر ہی کا اعتبار کرنا چاہیے پس اسکا جواب یہ ہی کہ ظاہر حال خصومات کے فیصلے کے لیے حکام ظاہری کیواسطے ضروری ہوتا ہی اسوجہ سے باطن کا احوال انکو معلوم نہین ہوسکتا تو مجبوری ظاہر کے زبانی قول پر حکم کرتے ہین حالانکہ زبان اکثر جھوٹ دل کیطرف سے بولا کرتی ہے مگر ضرورت کو کیا کیا جاوے اسیکا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہ سوال اس حال کا ہی جو بندہ اور خدائے تعالیٰ کے درمیان ہی اور اسمین حاکم احکم الحاکمین ہی دلون کا حال اسکے نزدیک ایسا ہے

جیسا زبانون کا اور حکام کے نزدیک ہوتا ہی تو آدمی کو چاہیئے کہ اس معاملے مین اپنے دل ہی کیطرف دیکھے گو مفتی فتوے
دیا کرین کیونکہ مفتی قاضی اور بادشاہ کو سکھلاتے ہین کہ ظاہر کے لوگون پر حکم کرین اور دلون کے مفتی علماے آخرت
ہین کہ انکے فتوے سے سلطان آخرت کی سطوت سے نجات ہوتی ہی جیسے فقیہ کے فتوے سے دنیا کے حاکم سے
نجات ملتی ہی۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سائل جو مال بے دوسرے کی رضا کے لیگا اپنے اور خداے تعالے
کے درمیان کے معاملے مین اسکا مالک نہوگا اور اس مال کو اسکے مالک کو پھٹا دینا اسپر واجب ہی پس اگر مالک
اسکے واپس لینے سے شرماوے اور واپس نہ لے تو اسکو چاہیے کہ مالک کے پاس اس چیز کے برابر کی کوئی شئے
ہدیہ کے طور پر بھیجدے تاکہ اسکے ذمے سے باہر ہو اور اگر مالک ہدیہ قبول نکرے تو اسکے وارثون کے پاس
اصل چیز بھیجدے اگر اسکے پاس تلف ہو گئی ہو تو خدا کے نزدیک اسکا ضمان اسپر ہی اور تصرف کرنے کے باعث
اور ایسے سوال سے بھی جس سے کہ ایذا ہووے گنہگار ہی۔ اور از انجا کہ رضا کا حال امر باطن ہے اور اسپر واقف ہونا
دشوار اور نجات کی صورت اس سے مشکل بانیوجہ کہ سائل کو گمان ہی کہ دینے والا راضی ہی اور وہ باطن مین راضی نہو تو انھین
باتون کے سبب سے متقی لوگون نے سرے سے سوال ہی ترک کردیا کسی سے کچھ لیتے ہی نہ تھے۔ بشر رح کسی سے
سواے سری رح کے نہ لیتے اور فرماتے کہ مجھے معلوم ہو گیا ہی کہ سری اپنے ہاتھ سے مال نکلنے سے خوش ہوتے ہین
اسواسطے جو بات انکو پسند ہی اسپر مین انکی مدد کرتا ہون اور سوال مین زیادہ تر انکار کیوجہ اور اس سے باز رہنے کا
امر موکد اسی لیے ہی کہ یہ ایذا صرف ضرورت کے لیے حلال ہوتی ہی اور ضرورت یہ ہی کہ سائل مرنے پر آلگا ہو اور اس سے
بچنے کی کوئی سبیل نرہی ہو اور جو شخص بدون برا ماننے اور ایذا پانے کے کچھ دیدے میسر نہو اسوقت البتہ مانگنا مباح
ہی جیسے کھانا سور اور مردار کا مباح ہوجاتا ہی پس اس سے باز رہنا ہی اہل ورع کا طریق ہی اور بعض اہل ورع اپنی بصیرت
سے قرائن احوال کے جاننے پر خوب اعتماد رکھتے تھے اسی لیے بعض لوگون سے لے لیتے تھے اور بعض سے نہین لیتے تھے
اور کچھ بزرگ ایسے تھے کہ وہ صرف اپنے دوستون سے لیتے تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جو چیز انکو کوئی دیتا اسمین سے
کچھ رکھتے اور کچھ پھیر دیتے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے اور گھی اور پنیر مین سے مینڈھے کو پھیر دیا تھا اور یہ حال
ان اکابر کا جب تھا کہ جب کوئی بدون مانگے دیتا تھا اسلیے کہ بدون مانگے دینا صرف رغبت ہی سے ہوتا ہی لیکن کبھی آدمی کی
رغبت اس طمع سے بھی ہوتی ہی کہ جاہ حاصل ہو یا ریا و شہرت ہو تو اس جہت سے ایسی عطا کے لینے سے بھی احتراز
کرتے تھے اور سوال سے تو باز ہی رہتے تھے فقط دو حالت مین سوال کرتے تھے ایک تو ضرورت کیوقت جیسے کہ حضرت
سلیمان اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام نے کیا تھا اور اسمین بھی شک نہین کہ سوال ایسے شخص سے کیا جسکو جانا
کہ ہمارے دینے کو دل سے چاہیگا دوسرے سوال دوستون اور بھائیون سے اور بھائیون کیواسطے پہلے اکابر اپنے
دوستون اور بھائیون کا مال بدون سوال اور استفسار کے لے لیتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ دل کی

رضا مقصود ہو گفتگوے زبانی گو نہو اور اپنے بھائیون سے اسبات کا یقین تھا کہ اگر ہم انکی چیز لینگے اور تکلف نکرینگے تو وہ ہم سے خوش ہونگے اور جب بھائیون کیطرف شک ہوتا تھا کہ جو ہم چاہتے ہین اسپر وہ راضی ہونگے یا نہین تو نوبت سوال کی انکے نسبت ہو نہیں تھی ورنہ سوال سے غنی تھے اور سوال کے مباح ہونے کی حد یہ ہو کہ سائل کو معلوم ہوجاوے کہ جس سے مین مانگتا ہون وہ اس صفت پر ہو کہ اگر میری حاجت اسکو معلوم ہوجاوے تو نوبت سوال کی نہ پہونچے بے سوال ہی دیدے گا پس ایسے شخص مین سوال کا اسیقدر اثر ہوگا کہ اسکو حاجت معلوم ہوجاوے اور کسی طرح کی تحریک حیا سے یا ضرورت حیلے کی نہوگی۔ پھر سائل کے تین حال اسکے بعد ہوتے ہین ایک تو یہ کہ اسکو یقین ہوتا ہے کہ دینے والا دل سے راضی ہو دوسرے یہ کہ اسکی ناراضی باطن کی یقیناً معلوم ہوجاوے اور یہ دونون امر احوال کے قرائن سے معلوم ہو جایا کرتے ہین تو اول صورت مین لینا حلال ہو اور دوسری مین قطعاً حرام تیسری حالت سائل کی یہ ہو کہ اسمین اسکو تردد رہے اور شک ہو کہ دینے والے نے رضاے باطن سے دیا یا کراہت سے تو ایسی صورت مین اپنے دل سے فتوے لے اور شک کو دور کرے کہ وہ گناہ ہو پس دلمین جو بات بلا تردد و شک سمجھ مین آوے اسکو اختیار کرے شک والی کو ترک کرے۔ اور اسکا معلوم کرنا قرائن احوال سے ایسے شخص کو جسکی عقل قوی اور حرص ضعیف اور شہوت کم زور ہو آسان ہو اور اگر حرص قوی ہوگی اور عقل ضعیف تب تو وہی صورت نظر پڑیگی جو اسکی غرض کے موافق ہو اور قرائن دینے والے کی ناراضامندی کے ہرگز سمجھ مین نہ آوینگے۔ اور ان باریک نکتون سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا بھید سمجھ مین آتا ہو کہ آپنے فرمایا ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ غرضکہ آپ کو کلمات جامع عنایت ہوے ہین ہر ہر لفظ مین حکمت کوٹ کوٹ بھری ہو اسی حدیث مین تامل کرو کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کو عمدہ غذا فرمایا اسوجہ سے کہ جس شخص کے پاس مال نہ ہاتھ کی کمائی کا ہو نہ اسکو اسکے باپ یا اور کسی رشتہ دار کے ترکہ سے پہونچا ہو تو وہ لوگون کے پاس سے کھاویگا اور اگر بے سوال اسکو ملیگا تو کوئی اسیوجہ سے دیگا کہ دیندار ہو اور جب اسکا باطن ایسی طرح ہوگا کہ اگر لوگون کو معلوم ہوجاوے تو کوئی دینداری کیوجہ سے کچھ نہ دے تو پھر جو کچھ لیگا وہ سب حرام ہوگا۔ اور اگر سوال کرنے سے کوئی کچھ دے تو ایسا شخص کہان ہو کہ سوال کرنے پر خوش ہوکر دے نہ ایسا سائل کہ بمقدار ضرورت ہی پر سوال کرے پس جب ان لوگون کا حال تفتیش کرو جو پرائے ہاتھ سے کھاتے ہین تو معلوم ہوگا کہ انکا سب کھانا خواہ اکثر حرام ہو اور حلال صرف اسیقدر ہو کہ جو وجہ حلال سے خود پیدا کیا ہو یا مورث کے ترکہ مین سے پہونچا ہو اور اسنے بھی حلال ہی سے پیدا کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگون کے پاس سے کھانے مین احتیاط اور ورع کا رہنا بہت دشوار ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہماری طمع اپنے غیر سے منقطع کرے اور حلال رزق کے باعث حرام سے بے پروا کرے

آٹھوان بیان اسقدر غنا کا ذکر جس سے سوال حرام ہوتا ہی جاننا چاہیے کہ یہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا

حرمت سوال کے باب مین صریح ہو من سال عن ظہر غنی فانما یسال جمرا فلیستقل منہ او لیستکثر مگر توانگری کی حد مشکل ہے اور اسکا مقرر کرنا دشوار اور مقدارون کا مقرر کرنا ہمارے اختیار مین نہین بلکہ شارع کے تبلا دینے سے معلوم ہوتی ہین اور حدیث شریف مین وارد ہو استغنوا بغنی اللہ تعالے عن غیرہ قالوا و ما ہو قال غداء یوم و عشاء لیلۃ اور دوسری حدیث مین ہو من سال و لہ خمسون درہما او عدلہا من الذہب فقد سال الحافا اور ایک روایت مین اربعون درہما واقع ہو بجاے خمسون درہما کے غرضکہ احادیث سب صحیح ہین اور مقدار توانگری کی مختلف تو چاہیے کہ یون سمجھا جاوے کہ حالات مختلفہ کے اعتبار سے مقدارین بھی مختلف ہین کیونکہ واقع مین تو امر حق ایک ہی ہوگا اور مقرر کرنا غیر ممکن ہو اور جسقدر امکان ہو وہ یہ ہو کہ تخمیناً کہا جاوے اور تخمین اسوقت صحیح ہو کہ جب تقسیم ایسی کیجاوے کہ حاوی تمام احوال محتاجون کی ہو پس ہم کہتے ہین کہ حدیث شریف مین وارد ہو لاحق لابن آدم الا فی ثلث طعام یقیم بہ صلبہ و ثوب یواری بہ عورتہ و بیت یکنہ فما زاد فہو حساب اب ان تینون چیزون یعنے غذا اور لباس اور مسکن جنکا بیان اس حدیث شریف مین ہو سب حاجتونکی اصل کیے لیتے ہین تاکہ حاجات کی اجناس بیان کرین اور پھر اجناس اور مقادیر اور اوقات کا ذکر کرین۔ اجناس حاجات تو یہی تین چیزین ہین یا جو ایسی ہی ہون مثلاً مسافر کے لیے کرایہ بشرطیکہ پیادہ نہ چل سکے وہ بھی انھین تینون مین ملا لیا جاویگا اور کوئی ایسی ہی ضروری چیز ہو وہ بھی داخل ان اجناس مین ہوگی اور آدمی مین اسکا کنبہ یعنی زن و فرزند اور جس چیز کی کفالت اسپر ہے مثلاً سواری کا جانور وغیرہ سب داخل ہین اور ان اجناس کی مقادیر کا حال یہ ہو کہ کپڑے مین رعایت اس مقدار کی ہوگی جو دینداروں کے لائق ہو یعنی ایک جوڑا جس مین کرتہ ڈوپٹہ پاجامہ جوتا ہو اور دوسرا جوڑا ہونا ضروری نہین بلکہ ہر جنس مین دوسرے کی حاجت نہین اور اسی پر سب گھر کے لوازم کو قیاس کرنا چاہیے اور یہ نچاہیے کہ باریک کپڑے کی تلاش کیجاوے یا جہان مٹی کا برتن کافی ہو تو وہان تانبے اور پیتل کے ڈھونڈھے جاوین کیونکہ یہ بے حاجت ہی غرضکہ شمار مین تو ایک پر کفایت کرنی چاہیے اور قسم مین سب سے ادنی پر کفایت چاہیے بشرطیکہ عادت سے نہایت دور نہو جیسا اور غذا کی مقدار رات مین ایک مد یعنی قریب ڈیڑھ پاو چاہیے اور یہ وہ مقدار ہو کہ شرع مین مقدر ہوئی ہو اور نوع غذا وہ ہونی چاہیے جسکو کھاتے ہین اگرچہ جو ہی کی ہو اور سالن کا ہمیشہ ہونا زائد از حاجت ہے اور بالکل ترک کر دینا بھی تکلیف ہو اسلیے کبھی کبھی اسکے طلب کی اجازت ہو باقی رہا مسکن اسکی مقدار کم سے کم اسقدر چاہیے کہ کافی ہو اسمین کچھ زینت کی قید نہین پس زینت یا مکان کے جوڑا کرنے کے لیے مانگنا بلا حاجت سوال مین داخل ہو جسکی حرمت حدیث مذکورہ بالا مین گذری۔ اور اوقات کے لحاظ سے اگر دیکھا جاوے تو جس چیز کیطرف کہ سردست آدمی محتاج ہو وہ ایک دن اور رات کی غذا اور کپڑا جسکو پہنے اور پڑ رہنے کی جگہ ہو اسکے ضروری ہونے مین تو کچھ شک نہین مگر آئندہ کے لیے اگر سوال کرے تو اسکے تین درجے ہین ایک تو یہ کہ ایسی چیز ہو جسکی احتیاج دو ایک دن ہوگی دوم یہ کہ اسکی احتیاج چالیس یا پچاس دن مین ہوگی سوم یہ کہ برس مین اسکی حاجت ہوگی۔ اب سباب مین تو ہم حکم قطعی کرتے ہین کہ جسکے

پاس اسقدر ہو کہ اسکو اور اگر عیالدار ہو تو اسکے کنبے کو برس روز کے لیے کافی ہو تو اسکو سوال کرنا حرام ہی کیونکہ یہ نہایت درجے کی توانگری ہی اور حدیث شریف مین جو پچاس درہم مذکور ہین وہ مقدار اسی توانگری کی ہے کیونکہ اکیلے آدمی کے لیے میانہ روی اگر کرے تو پانچ دینار سال بھر کو کافی ہین عیالدار کو غالبًا کافی ہونگے اور اگر اس شے کی حاجت برس کے اندر ہی ہو گی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر سائل ایسا ہو کہ حاجت کیوقت بھی موقع سوال جاتا نرہیگا اور سوال پر قادر اسوقت بھی ہو گا تب تو سوال حلال نہو گا کیونکہ سردست اسکو اس شئی سے استغنا ہی اور ہو سکتا ہی کہ حاجت کے وقت سے پیشتر ہی مرجاوے تو ایسی چیز کا سوال جسکی حاجت نہو کیا فائدہ اس صورت مین ایک دن رات کا کھانا مقدار غنا ہے اور اسی حالت کا بیان ہی اس حدیث مین جس مین مقدار توانگری اسقدر مذکور ہی اور اگر سائل ایسا ہو کہ پھر موقع سوال اسکو نہ ملیگا اور نہ کوئی دینے والا میسر ہو گا اگر اب نہ مانگیگا تو سوال مباح ہی اسلیے کہ توقع زیست کی برس روز تک کرنی کچھ محال نہین اور سوال کی تاخیر سے اسبات کا خوف ہی کہ عاجز اور مضطر رہجاویگا اور کوئی اعانت کرنے والا نہو گا۔ پس اگر خوف سوال سے عاجز رہنے کا آئیندہ کو ضعیف ہو اور جس چیز کا سوال کرتا ہی وہ بھی محل ضرورت سے خارج ہو تو سوال کرنا خالی کراہت سے نہو گا اور کراہت اسیقدر مختلف ہو گی جسقدر اضطرار کی کمی اور موقع کے جاتے رہنے کے خوف اور جس زمانے مین حاجت سوال کی ہو گی اسکی تاخیر مین اختلاف ہو گا اور ان باتون مین سے ہر ایک کا ضبط نہین ہو سکتا بلکہ یہ امور بندے کے قیاس پر متعلق ہین کہ اپنے نفس کو دیکھے اور جو معاملہ اسکے اور خدائے تعالے کے درمیان مین ہی اسکو تامل کرے اور دل سے فتویٰ لیکر اسکے بموجب عمل کرے اگر راہ آخرت طے کیا چاہتا ہے اور جس شخص کا یقین قوی ہو اور اعتماد رزق کے آنے کا آئیندہ کو کامل رکھے اور سردست کی قوت پر قناعت کرے تو اسکا درجہ خدائے تعالی کے نزدیک بہت بڑا ہی پس جب خدا تعالی نے آدمی کو آج کا رزق اسکے اور اسکے عیال کے لیے عنایت فرمایا ہو تو پھر کل کا خوف کرنا بجز ضعف یقین اور شیطان کے ڈرانے کے اور کسی چیز سے نہو گا حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہی فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین اور فرمایا الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلًا اور سوال بھی وہ بری چیز ہی جو ضرورت کیواسطے مباح کیا گیا ہی اور جو شخص ایسی حاجت کیواسطے مانگے جو اس روز نرکھتا ہو گو سال مین اسکی ضرورت لاحق ہو اسکا حال اس شخص کی نسبت سخت تر ہی جسکو مال موروثی ملے اور اسکو برس روز کی بعد کیحاجت کے واسطے رکھ چھوڑے اور یہ دونون ظاہر شریعت کے فتوے کی رو سے مباح ہین مگر ان دونون کا منشا محبت دنیا اور طول امل ہی اور نہ اعتماد کرنا خدائے تعالے کے فضل پر ہی جو اصل مہلک چیز ہی خدائے تعالی ہمکو اور سب اہل اسلام کو توفیق نیک عنایت فرماوے آمین

نوان بیان سالکین کے احوال مین۔ حضرت بشر فرمایا کرتے کہ فقرا تین ہین ایک وہ کہ سوال نکرے اور کوئی دے تو نہ لے ایسا شخص علیین مین روحانیون کے ساتھ ہو گا دوسرا وہ کہ سوال نکرے اور اگر کوئی کچھ دے تو لیلے تو یہ شخص

مقربین کے ساتھ جنات فردوس مین رہیگا تیسرا وہ کہ حاجت کیوقت سوال کرے ایسا شخص اصحاب یمین مین سے سچون کے ساتھ ہوگا غرض سب کا اتفاق ہے سوال کی مذمت پر ہے علاوہ ازین فاقے کے ساتھ مرتبہ اور درجہ بھی کم ہوجاتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم نے حضرت شقیق بلخی سے جبکہ آپ خراسان سے انکے پاس تشریف لائے پوچھا کہ آپ نے اپنے یارون مین سے فقرا کو کیسے چھوڑا حضرت شقیق نے فرمایا کہ مین نے اس حال مین چھوڑا کہ اگر انکو کوئی کچھ دے تو شکر کرین اور نہ دے تو صبر کرین اور اپنی دانست مین چونکہ سوال نکرنے کا وصف بیان کیا تھا تو نہایت درجہ کی گویا تعریف کی تھی حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ بلخ کے کتون کو تمنے ہمارے لیے ایسا چھوڑا ہے انھون نے پوچھا کہ پھر آپ کے پاس فقیر کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس فقرا ایسے ہین کہ اگر انھین کوئی کچھ نہ دے تو شکر کرین اور اگر دے تو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دین اور وہ مال اسے حوالہ کرین حضرت شقیق نے انکا سر چوم لیا اور کہا کہ استاد بجا فرماتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارباب احوال کے درجات رضا اور صبر اور شکر اور سوال کے باب مین بہت ہین سالکان طریق آخرت کو ان کا پہچاننا اور انکی تقسیم کا جاننا اور درجات کے اختلاف کو معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر نہین جانیگا تو پستی درجات سے اوج کمال پر نہ پہونچ سکیگا اور اسفل السافلین سے اعلی علیین تک رسائی نہو گی اور انسان احسن تقویم مین پیدا کیا گیا پھر اسفل السافلین مین اتارا گیا پھر حکم کیا گیا کہ اعلی علیین کی طرف ترقی کرے اور جو شخص پستی اور اوج مین تمیز نہ کریگا وہ یقینا ترقی نہ کرسکیگا بلکہ اسمین شک ہے کہ اگر جان بھی لے اور پھر کسیدرجہ سے ترقی پر قادر ہو اور ارباب احوال پر کبھی ایسی حالت غالب ہوتی ہے کہ وہ مقتضی اسباب کی ہوتی ہے کہ سوال کے باعث انکے درجات کی ترقی ہو مگر یہ امر انکے حال کی نسبت ہے کہ دوسرون کا اعمال کی نیت پر ہے مثلاً روایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت ابو الحسن نوری کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلائے اور بعض مواقع پر لوگون سے سوال کر لیتے وہ بزرگ کہتے ہین کہ مجھکو انکی یہ بات ناپسند ہوئی کہ ایسے شخص کو سوال کیا مناسب نہین پھر حضرت جنید بغدادی کے پاس آیا اور انکی خدمت مین انکا ماجرا ذکر کیا انھون نے فرمایا کہ نوری کے اس فعل کو برا نہ جاننا چاہیے کہ وہ لوگون سے اسی لیے لیتے ہین کہ انھین کو دین یعنے انسے سوال اسیلیے کیا کہ آخرت مین انکو ثواب ملے اور انکا کچھ ضرر نہو اور گویا کہ اس قول مین اشارہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کیطرف کہ آپنے فرمایا ید المعطی ہی العلیا یعنے دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اسکے معنی بعضون نے یہ فرمائے ہین کہ معطی کے ہاتھ سے غرض مال کے لینے والے کا ہاتھ ہے اسواسطے کہ ثواب وہی دیتا ہے اور اعتبار ثواب ہی کا ہے مال کا نہین پھر حضرت جنید نے فرمایا کہ ترازو لے آؤ جب ترازو آئی تو سو درم تولے اور ایک مٹھی بھر کر انمین ملا دیے اور کہا کہ نوری کے پاس لیجاؤ اور انکو دے دو راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ وزن تو اسلیے کیا کرتے ہین تاکہ مقدار معین ہوجاوے مگر انھون نے ایک سو کو تولکر اسمین بے گنتی پھر کیسے ملا دیے یہ تو آدمی حکیم ہین اور پوچھتے ہوئے مجھے حیا آئی آخر تھیلی کو مین حضرت نوری کے پاس لایا انھون نے فرمایا کہ ترازو لاؤ ترازو سے سو درم تولکر فرمایا کہ انکو جنید کے پاس واپس لیجاؤ اور کہنا کہ مین تمسے کچھ نہین پذیرا کرتا اور سو سے جسقدر زیادہ ہون وہ

لیتا ہون انکی اسبات سے مجھے اور زیادہ تعجب ہوا اور مین نے انسے پوچھا انھون نے فرمایا کہ جنید حکمتی آدمی ہے وہ چاہتا ہے کہ رسی کے دونون سرے آپ ہی پکڑے اسنے سو جو تولے تھے تو خود اپنے سمجھکر ثواب آخرت کے لینے کے لیے تولے تھے اور اسپر مٹھی بھر بے تولے جو ڈالے وہ اللہ کی نسبت سے ڈالے تو مین نے جو خدا کیواسطے تھے انکو لے لیا اور جو ان کے خود کے تھے انکو واپس کر دیا۔ راوی ان روپیون کو حضرت جنیدؒ کی خدمت مین لائے وہ رونے لگے اور فرمایا کہ نوری نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا پھیر دیا خیر خدائے تعالےٰ مالک ہے انتہی۔ دیکھنا چاہیے کہ ان لوگون کے دل کیسے صاف تھے اور حالات کیسے خالص اللہ تعالےٰ کے لیے تھے کہ ہر ایک کو ایک دوسرے دلکا حال بدون گفتگو سے زبانی دلون کے مشاہدے اور کشف راز سے معلوم ہو جاتا تھا اور یہ ثمرہ غذائے حلال اور محبت دنیا سے دل کے فارغ ہونے اور بہ تمام ہمت خدا کی طرف متوجہ ہونیکا ہے پس جو کوئی اسبات کو بدون تجربہ کے انکار کرے وہ جاہل ہے جیسے کوئی بدون دوا پیے اسکے دست آور ہونے کا انکار کرے۔ اور اگر کوئی شخص بہت دنون محنت کرے اور یہ بات حاصل نہو وہ دوسرے کے حق مین اسکا انکار کرنے لگے تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دوا دست آور پیے اور اسکو کسی اندر کے روگ سے دست نہ آوین تو وہ اسکے دست آور ہونے سے ہی انکار کرنے لگے اور یہ مرتبہ جہالت مین اگرچہ اول کی نسبت کمتر ہے مگر پھر بھی جہالت مین ایسا شخص کچھ کامل ہی ہے اہل بصیرت دو شخصون مین سے ایک کہلاویگا یا تو وہ شخص کہ راستہ چلے اور جو کچھ اہل اللہ کو معلوم ہوا ہے اسکو بھی معلوم ہو تو وہ صاحب ذوق و معرفت ہوگا اور عین الیقین کے درجہ کو پہونچ جاویگا یا وہ شخص کہ راستہ نہین چلا یا چلا ہے اور اس مرتبہ تک نہین پہونچا مگر اسپر ایمان و تصدیق رکھتا ہے اس شخص کو درجہ علم یقین کا ہے عین الیقین تک نہین پہونچا اور یہ بھی ایک رتبے مین داخل ہے اور جو نہ علم الیقین رکھتا ہو نہ عین الیقین تو وہ ایمان دارون کے زمرے سے خارج ہے قیامت کے روز منکرون اور تکبر والون کی جماعت مین اٹھیگا جن کے دل مردہ اور شیطان کے تابع ہین خدائے تعالےٰ سے ہم دعا مانگتے ہین کہ ہمکو علم مین ایسے لوگون مین سے کر دے جنکا قول یہ نقل فرمایا ہے آمنا بہٖ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔

دوسری فصل زہد کے حال مین اور اسمین پانچ بیان ہین

اول بیان زہد کی حقیقت مین۔ جاننا چاہیے کہ دنیا مین زہد کرنا سالکون کے مقامات مین سے ایک مقام عمدہ ہے اور یہ مقام بھی اور مقامات کیطرح علم اور حال و عمل سے بنتا ہے اسواسطے کہ ایمان کے سب اقسام بموجب قول بزرگان سلف کے رجوع کرتے ہین طرف عقد اور قول اور عمل کے انہین سے قول کی جگہ حال رکھا گیا کیونکہ قول ظاہر ہے اور اس سے باطن کا حال کھلجاتا ہے ورنہ خود قول مقصود بالذات نہین اور اگر قول اسیطرح پر صادر نہو کہ باطن سے نکلے تو اسکو اسلام کہتے ہین ایمان نہین کہتے۔ اور علم سبب حال کا ہوتا ہے گویا حال اسکا ثمرہ ہے اور حال کا ثمرہ عمل ہے تو اب ہم حال کو اسکے دونون طرفون یعنی

ف ہم اسپر یقین لائے سب کچھ ہمارے رب کیطرف سے ہے اور سمجھاتے وہی سمجھتے ہین جنکو عقل ہے۔

علم وعمل کے ساتھ بیان کرتے ہین کہ زہد کس حال کا نام ہے پس زہد سے ہماری یہ مراد ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بہتر کیطرف
رغبت کرنی تو جو کوئی ایک شئے سے دوسری کیطرف توجہ کرتا ہے خواہ معاوضہ سے یا بیع وغیرہ سے تو ظاہر ہے کہ جس سے
رغبت دور کرتا ہے اس سے منہ پھیرتا ہے اور جسکی خواہش ہوتی ہے اسکا راغب ہوتا ہے تو اول شئی کے لحاظ سے اگر اس شخص کا حال دیکھا
جاوے تو اسکو زہد کہینگے اور دوسری چیز کی نسبت کر رغبت اور محبت بولینگے اس سے معلوم ہوا کہ زہد کے لیے دو چیزین چاہئین
ایک وہ جسکی طرف سے رغبت ہٹائی جاوے دوسری وہ کہ جسکی طرف رغبت کیجاوے اور یہ دوسری پہلی شئی کی نسبت اچھی ہو
اور اول شئی مین بھی یہ شرط ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے اسکی طرف رغبت ہوا کرتی ہو پس جو شخص اپنی رغبت ایسی چیز سے ہٹاوے جو خود
مطلوب نہو وہ زاہد نہ کہلاویگا مثلاً پتھر اور مٹی کا چھوڑ دینے والا زاہد نہوگا زاہد وہی ہوگا جو روپیہ پیسا چھوڑ دے کیونکہ
مٹی پتھر کیطرف رغبت نہین ہوتی اور شرط دوسری چیز کی یہ ہے کہ زاہد کے نزدیک اول چیز سے بہتر ہو تاکہ اسکی رغبت
غالب ہو مثلاً بائع اپنی چیز کو جبتک نہین بیچتا جبتک کہ اسکے نزدیک مبیع سے اسکا عوض بہتر نہین ہوتا تو بائع کا حال بیع
کی نسبت کر زہد مین داخل ہے اور عوض کے لحاظ سے رغبت اور محبت مین شامل اور اسی بنا پر قرآن مجید مین ارشاد ہے
وشروہ بثمن بخس دراہم معدودۃ وکانوا فیہ من الزاہدین اس آیت مین شرا کے معنی بیع کے ہین اور برادران یوسف علیہ السلام
کا وصف بیان کیا کہ انھون نے یوسف مین زہد کیا یعنی انھون نے طمع کی کہ باپ کی توجہ صرف ہماری طرف رہجاوے اور
یہ امر انکے نزدیک یوسف علیہ السلام کی نسبت محبوب تھا اسی عوض کی طمع مین انکو فروخت کر ڈالا۔ اس بیان سے ثابت ہوا
کہ دنیا مین زاہد وہ کہلاویگا جو اسکو آخرت کی عوض بیچڈالے جو شخص اسکا عکس کرے یعنی آخرت کو دنیا کی عوض دیدے
وہ آخرت کے حق مین زاہد ہوگا مگر عادت یہ ہو رہی ہے کہ جو خاص دنیا ہی مین زہد کرے اسکو زاہد کہتے ہین جیسے الحاد اسی
میل کو کہتے ہین جو باطل کیطرف ہو حالانکہ لغت مین صرف میل کا نام الحاد ہے حق کیطرف ہو یا باطل کی اور زاہد کا نام زہد مین یہ
قید ہے کہ فی الجملہ محبوب چیز کیطرف سے بے رغبت ہو تو ظاہر ہے کہ یہ جبھی متصور ہوگی جب اس شئی کی نسبت کر دوسری چیز
محبوب تر کیطرف میل پایا جاویگا ورنہ چھوڑنا محبوب چیز کا بدون اس سے زیادہ محبوب کے محال ہے۔ اور جو شخص کہ خدا تعالےٰ
کے سوا ہر ایک چیز کیطرف سے دل اٹھاوے یہان تک کہ بہشتون سے بھی غرض نہ رکھے صرف محبت الٰہی ہی کی رغبت
ہو تو وہ زاہد مطلق ہے اور جو کہ حظوظ دنیاوی سے تو دل اٹھاوے اور حظوظ آخرت مین زہد نکرے بلکہ
حور وقصور اور نہرون اور میوون کی طمع رکھے تو وہ بھی زاہد ہوگا مگر اول شخص کی نسبت کم ہوگا اور جو شخص دنیا کی بعض لذت کو چھوڑدے
اور بعض کو نہ چھوڑے مثلاً مال کو چھوڑدے اور جاہ کو نہ چھوڑے یا غذا کے تکلفات کو ترک کرے اور زینت کا تجمل نہ چھوڑے تو
ایسے شخص کو زاہد مطلق نہ کہینگے اور درجہ اسکا زاہدون مین ایسا ہوگا جیسا توبہ کرنیوالون مین اس شخص کا ہو جو بعض گناہون سے
توبہ کرے۔ اگر یہ زہد اسکا درست ہے جیسے توبہ بعض گناہون سے صحیح ہے کیونکہ توبہ ممنوعات کے چھوڑنے کا نام ہے اور وہ زہد مباحات
کے ترک کرنیکا جو نفس کی لذت مین سے ہون اور یہ کچھ دشوار نہین کہ آدمی بعض مباحات کے چھوڑنے پر قادر ہو اور بعض کے ترک

پر نہو جیسے کہ ممنوعات کے ترک مین بھی یہ امر بعید نہین اور جو شخص کہ صرف ممنوعات کو ترک کر دے وہ زاہد نہ کہلاویگا ہر چند اسنے ممنوعات مین زہد کیا اور انسے دل اٹھا لیا لیکن اصطلاح مین زہد مباحات کے چھوڑنے ہی کا نام ہے پس اب معلوم ہوا کہ زاہد یا اسکو کہینگے کہ دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کیطرف میل کرے یا غیر اللہ سے محبت دور کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف رغبت کرے اور یہ درجہ بہت اونچا ہے اور جسطرح کہ دوسری چیز مین یہ شرط ہے کہ اسکے نزدیک بہتر ہو اسیطرح اول چیز مین یہ قید ہے کہ وہ زاہد کی قدرت مین ہو کیونکہ جس چیز پر قدرت ہی نہو اسکا چھوڑنا محال ہے اور رغبت کا دور ہونا چھوڑنے ہی سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی جہت سے جب حضرت ابن مبارکؒ سے کسی نے کہا کہ اے زاہد انھون نے فرمایا کہ زاہد عمر بن عبد العزیز ہین کہ انکے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئی اور انھون نے اسکو چھوڑ دیا اور مین نے کونسی چیز مین زہد کیا ہے۔ اب علم کا بیان سننا چاہیے جو زہد مین درکار ہے اور جسکا ثمرہ حال ہوتا ہے وہ اسبات سے واقف ہوتا ہے کہ متروک چیز بہ نسبت مرغوب کے حقیر ہے جیسے تاجر جان لیتا ہے کہ عوض مبیع کی نسبت کر بہتر ہے اسلیے اسکی رغبت کرتا ہے اور جبتک یہ علم نہین ہو لیتا تب تک خیال مین نہین آتا کہ رغبت مبیع کی دل سے جاوے تو اسیطرح جو شخص یہ بات جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی چیز پایدار ہے اور آخرت بہتر ہے اور بقائی ہے یعنی اسکی لذتین بالذات اچھی اور باقی ہین تو اسکو ذوق آخرت اور رغبت الی اللہ ہوتی ہے اور جسطرح جواہر برف کی نسبت کہ عمدہ اور پایدار ہوتے ہین اور برف کے مالک کو اسکا جواہر کے بدلے مین دیدالنا مشکل نہین معلوم ہوتا اسیطرح دنیا و آخرت کی مثال جاننی چاہیے دنیا کو سمجھنا چاہیے کہ برف آفتاب کے سامنے رکھی ہوئی ہے اور پگھلتی جاتی ہے یہانتک کہ کچھ نہ رہے اور آخرت مثل جواہر کے ہے جسکو فنا نہین تو جسقدر دنیا اور آخرت مین فرق ہونے کی معرفت زیادہ ہوگی اسیقدر بیع اور معاملہ کی رغبت زیادہ ہوگی یہانتک کہ جسکو اپنے نفس اور مال کے فروخت کرنیکا یقین کامل ہوگا بموجب فحوائے اس آیت کے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ تو اسکا حال خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکا معاملہ مفید ہے فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ زہد تین ثمرہ سے صفائی ہی جہت ہوتی ہے کہ آخرت کو بہتر اور باقی جانے اور بعض اوقات یہ امر کہ شخص کو معلوم ہوتا ہے مگر وہ دنیا کے چھوڑنے پر قدرت نہین کرتا اور یہ امر علم و یقین کے کم ہونے یا اسوقت غلبۂ شہوت مین مبتلے ہونے یا شیطان کے ہاتھ مین گرفتار ہونے یا شیطان کے وعدہ امروز فردا سے دھوکا کھا جانے سے ہوا کرتا ہے یہ اسی مغالطے مین رہتا ہے کہ موت آدباتی ہے اور اسوقت بجز حسرت و ندامت اور کچھ ساتھ نہین جاتا۔ دنیا کی حقارت اس قول خداوندی سے ثابت ہے قل متاع الدنیا قلیل اور آخرت کی نفاست پر اس آیت مین اشارہ ہے وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن اسمین بتلادیا کہ علم جوہر کی نفاست کا اسکی عوض سے واقف ہوا کرتا ہے اور چونکہ زہد بدون معاوضہ اور رغبت محبوب تر چیز کے متصور نہین ہو سکتا اسلیے ایک شخص نے اپنی دعا مین یہ التجا کی کہ الٰہی میرے نزدیک دنیا ایسی کر دے جیسی تیرے نزدیک ہے پس اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسطرح مت کہ یون دعا کر کہ الٰہی دنیا میری سمجھ مین ایسی کر جیسے تونے اپنے نیک بندون کے نزدیک اسکو کیا ہے اور اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا کو ایسی حقیر جانتا ہے جیسی وہ واقع مین ہے اور ہر ایک مخلوق اسکے جلال کی نسبت حقیر ہے

اسنے خرید لی مسلمانون سے انکی جان اور مال اس قیمت پر کہ مسلمانون کو بہشت ہے ۱۲ [illegible] سو خوشیان کرو اس معاملت پر جو تمنے کی ہے اس سے ۱۲ [illegible] کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے ۱۲ [illegible] [illegible]

اور بندہ جو دنیا کو حقیر بنے لیے جانتا ہو تو اس شے کی نسبت کر ہو جو بندے کیلیے بہتر ہو اور یہ ہو نہین سکتا کہ گھوڑیکا بیچنے والا گو اس سے
دل برداشتہ ہو وہ گھوڑے کو ایسا سمجھے جیسا مثلاً حشرات الارض کو جانتا ہو کیونکہ ان چیزونکی تو اسکو حاجت نہین ہو گی مگر گھوڑے
سے مستغنی نہین ہو اور اللہ تعالی بذات خود ہر آپ ماسوا سے غنی ہو وہ ہر ایک چیزون کو اپنے جلال کے سامنے ایک ہی درجے مین سمجھتا ہو
اور فرق صرف ایک دوسرے کی نسبت سے جانتا ہو نہ اپنے جلال کے لحاظ سے اور زاہد وہ ہو جو فرق اشیا کا اپنے نفس کے
لحاظ سے جانتا ہو نہ دوسرے کے اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ خداے تعالی اسطرح کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہو
اسطرح کی حقارت اور شخص کے نزدیک ہونی متصور نہین اسکی دعا بھی نہ چاہیے باقی رہا عمل جو حال زہد سے صادر ہوتا ہو
وہ چھوڑنا اور اختیار کرنا ہو کیونکہ زہد معاملہ داد و ستد اور معاوضہ بہتر چیز سے ادنی کا ہو تو جیسے بیع و شرا مین یہ مقصود
ہوتا ہو کہ مبیع کو ترک کر کے اپنے قبضے سے نکالیے اور اسکے عوض کو لے لیجیے اسیطرح زہد مین بھی یہ غرض ہو کہ جس چیز مین زہد
کیا اسکو یعنے دنیا کو مع تمامی اسباب ولوازم وعلائق کے ترک کرے یہانتک کہ اسکی محبت دل سے جاتی رہے اور محبت طاعات
دل مین آجاوے اور جو چیز دل مین سے نکلے وہ آنکھ اور ہاتھ اور تمام اعضا سے نکلجاوے اور آنکھ وغیرہ اعضاء طاعات
طاعات پر مداومت کرین ورنہ صرف دنیا ترک کرنے سے ایسا ہوگا جیسا کوئی مبیع تو مشتری کو دیدے اور اس سے
زر ثمن نہ لے اور جب جانبین کی شرائط داد و ستد حسب مذکورہ بالا ہو جائین تو اسکو قرہ ہو کہ یہ معاملہ نفع کا ہوا کیونکہ جس سے
معاملہ ہوا ہو وہ اپنے عہد کو پورا کریگا مثلاً اگر کوئی شخص بیع سلم کرے اور موجود چیز غائب کیلیے دیڈالے اور اسکی تلاش مین
سرگرم ہو تو اگر عاقد یعنی معاملہ کرنیوالا معتبر اور عہد کا سچا اور ادا کرنے پر قادر ہو تو بیشک اسکو مال مطلوب دیگا اسیطرح معاملہ
خدا تعالے کے ساتھ ہو جسمین سب صفات مذکور بدرجہ کمال موجود ہین پس اس معاملے کے نافع ہونے مین کیا شک ہو اور
جو شخص کہ دنیا کو اپنے پاس رکھے اسکا زہد کبھی نہین درست ہوگا شعر آنکس کہ درم گرفت و دینار نہ زاہد تر از دو گر بیست آرے
دیکھو اللہ تعالے نے برادران یوسف علیہ السلام کی صفت زہد بنیامین کے باب مین ذکر نہین فرمائی ہر چند دونون کے لیے
کہتے تھے کہ یوسف اور اسکا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہمسے بہتر ہین اور دونکو بھی مثل یوسف علیہ السلام کے جدا کرنا چاہتے
تھے حتی کہ ایک کی سفارش کے باعث رہنے دیا اسی جہت سے انکے باب مین زاہد نہ کہلائے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے
نکلنے کا قصد کیا تھا جب ہی وصف زہد سے خداے تعالی نے انکو موصوف نہ کیا بلکہ جب بیچ چکے اور بیچ ڈالا تو زاہد فرمایا
اس سے معلوم ہوا کہ رہنے دنیا علامت رغبت کی ہو اور پاس سے نکال دنیا علامت زہد کی پھر اگر تم اپنے قبضے مین دنیا
کچھ تو نکالدینا اور کچھ باقی رکھو تو زاہد اسیقدر مین ہوگے جسکو قبضے مین سے نکال دیا زاہد مطلق نہین کہلاؤگے اور اگر تمھارے پاس
کچھ مال ہی نہو اور دنیا موافق نہو تو پھر تمسے زہد ہونا ممکن نہین کیونکہ جس چیز پر تمکو قدرت ہی نہین اسکے چھوڑنے کیا معنے
اور اگر شیطان تمکو فریب دے اور سوجھاوے کہ دنیا گو تمھارے پاس نہین آتی تم اسمین زاہد ہو تو تمکو نہین چاہیے کہ
اسکے جال مین آؤ اور اپنے آپ کو زاہد سمجھو بدون اسکے کہ اعتماد قوی اور عہد مضبوط خدا تعالی کی طرف سے

رکھتے ہو اسلیے کہ جب تک تم قدرت کے وقت کو امتحان نہ کرو گے تب تک کیسے اعتبار کرو گے کہ ہم ترک پر قادر ہین بہت آدمی ایسے ہین کہ اپنے گمان مین گناہ کو برا جانتے ہین جب تک کہ اسپر دسترس نہین ہوتا مگر جب اس گناہ کے لوازم انکو میسر ہو جاتے ہین اور کوئی روک ٹوک یا خوف لوگون کا نہین ہوتا تو اسمین مبتلا ہو جاتے ہین پس جب نفس کے مغالطے کا حال گناہون مین یہ ہو تو اگر مباحات مین یہ وعدہ کرے اسپر کیسے اعتبار کر لو گے اور نفس کا عہد غلیظ اسطرح ہو کہ اسکا امتحان چند بار قدرت کیوقت کر لو اور جب اپنے وعدے کو ہمیشہ پورا کرے حالانکہ کوئی مزاحم اور عذر ظاہری اور باطنی بھی نہو تب کچھ مضائقہ نہین کہ تم نفس پر کسیقدر اعتماد کر لو لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ اسکے بدلجانے سے بھی ڈرتے رہو اسلیے کہ وہ جلدی سے عہد توڑ کر اپنی خواہش طبعی کی طرف رجوع کر جاتا ہے حاصل یہ کہ نفس سے امن جب ہی ہے جبکہ وہ کسی چیز کو ترک کر دے اور اس صورت مین بھی امن صرف اسی متروک چیز کی نسبت کر ہو گا بشرطیکہ باوجود قدرت ترک کیا ہو۔ ابن ابی لیلے نے ابن شبرمہ سے کہا کہ تم اس نور باف زادہ یعنی امام ابو حنیفہ کو فی کو دیکھتے ہو کہ جس مسئلہ مین ہم فتوی دیتے ہین اسکو رو کر دیتے ہین انھون نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہین کہ وہ نور باف کے بیٹے ہین یا کیا ہین اتنا جانتا ہون کہ دنیا انکے پاس آئی تو وہ اس سے بھاگے اور ہمسے دنیا بھاگی تو ہمنے اسکی طلب کی یعنی انہے باوجود قدرت کے دنیا مین زہد کیا یہ کتنا فضل ہے اسیطرح زمانہ فیض نشانہ جناب رسالتمآب مین مسلمانون نے کہا کہ ہم خدا تعالی سے محبت رکھتے ہین اور اگر ہمکو معلوم ہوتا کہ اسکی محبت کونسی چیز کرنے سے ہے تو ہم وہی کرتے اسوقت یہ آیت اتری ولو انا کتبنا علیہم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منہم حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فرمایا کہ تو ان تھوڑون مین سے ہے اور وہ فرماتے ہین کہ مجھکو معلوم نہ تھا کہ ہم مین سے کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو دنیا سے محبت رکھتے ہین مگر اس آیت کے اترنے سے معلوم ہوا منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ اب جاننا چاہیے کہ زہد اسکا نام نہین کہ مال کو ترک کرے اور اسکو سخاوت اور جوانمردی کی راہ سے خرچ کر ڈالے یا بطور دلون کے مائل کرنے کے یا اور کسی طمع سے دیدے کیونکہ یہ باتین اخلاق عمدہ مین سے ہین انکو عبادت مین کچھ دخل نہین زہد اسیکا نام ہے کہ آخرت کی نفاست کے مقابل دنیا کو حقیر جانکر ترک کر دے ورنہ ہر ایک قسم ترک کی ایسے شخص سے ممکن ہے جو آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو مگر اسکا ترک یا براہ مروت یا سخاوت یا خوش خلقی کے ہوتا ہے زہد نہین ہوتا کیونکہ نام کا ہونا اور دلونکا مائل ہونا یہ لذات دنیاوی ہین اور مال سے زیادہ لذیذ ہین اور جسطرح کہ مال کو سلم کے طور پر دنیا اور عوض کی طمع رکھنی زہد نہین ہے اسیطرح مال کا اس طمع سے دینا کہ نام ہو گا یا لوگ تعریف کرینگے یا سخاوت مین شہرت ہو گی یا اس خوف سے دینا کہ پاس رکھنے سے اسکی حفاظت مین محنت و مشقت اٹھانی پڑیگی یا اسکے حاصل کرنے کے لیے بادشاہون کے یہان یا امرا کے سامنے ذلیل ہونا پڑیگا یہ بھی داخل زہد نہین بلکہ ایک لذت دنیاوی کو چھوڑ کر دوسری کا حاصل کرنا ہے زاہد وہی ہے جسکے پاس دنیا بے غل و غش ذلیل ہو کر آوے اور وہ اس سے لذت لینے پر قادر ہو اسطرح کہ

نہ نقصان جاہ کا ہوتا ہو نہ بدنامی ہوتی ہو نہ اور کسیطرح کا حظ نفسانی فوت ہوتا ہو اور وہ ایسی صورت مین دنیا کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ اسکے ساتھ انس کرنے سے غیر اللہ سے مانوس اور ماسوا کا محب ہو جاؤنگا اور خدا تعالے کی محبت مین مشرک ہونگا اس طمع سے چھوڑے کہ آخرت کا ثواب اسکے چھوڑنے سے ملیگا مثلاً دنیا کے شربت اس طمع سے چھوڑے کہ جنت کے شربت ملینگے اور عورتون اور لونڈیون سے ہم بستر اسوجہ سے نہو کہ جنت مین حور عین سے صحبت رہیگی اور باغون کی سیر جنت کے باغون اور گلزارون کی توقع پر ترک کرے اور زینت و کلفت جنت کی آرائش و تجمل کی طمع سے چھوڑ دے یہان کے لذیذ کھانون پر اسوجہ سے لات مارے کہ جنت کے میوون پر ہاتھ مارے اور اس بات کا تردد نہو کہ وہان کوئی یہ کہیگا اذہبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا غرضکہ جمیع ان باتون کو جو جنت مین وعدہ ہے دنیا کی بے غل وغش چیزون پر ترجیح دے یہ سمجھکر کہ جو کچھ آخرت مین ہو وہی بہتر و پائدار ہے اور اسکے سوا جتنے ہین سب معاملات دنیوی فانی اور بیفائدہ ہین

دوسرا بیان زہد کی فضیلت مین۔ اللہ تعالی فرماتا ہو فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن اس آیت مین زہد کو علما کیطرف منسوب کیا اور اہل زہد کو علم سے موصوف فرمایا یہ نہایت درجے کی تعریف ہو اور فرمایا اولٰئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا اسکی تفسیر مین مفسرین نے فرمایا کہ جنھون نے دنیا مین زہد کرنے پر صبر کیا وہ مراد ہین اور فرمایا انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملاً احسن عملاً کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ کونسا زیادہ زاہد ہو دنیا مین اسی سے معلوم ہوا کہ زہد کو احسن اعمال فرمایا اور فرمایا من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب اور فرمایا ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوٰۃ الدنیا لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر وابقی اور فرمایا یستحبون الحیوٰۃ الدنیا علی الآخرۃ یہ وصف کفار کا ہو اس سے معلوم ہوتا کہ مومن وہ ہو جو موصوف اس صفت کی ضد سے ہو یعنے آخرت کی محبت دنیا پر چاہتا ہو اور احادیث مین سے جو دنیا کی مذمت مین وارد ہین وہ بہت ہین چنانچہ انمین سے کسیقدر ہم جلد ثالث مین لکھ آئے ہین کیونکہ محبت دنیا مہلکات مین سے ہو جو اس جلد مین مذکور ہین اور اب ہم بعض دنیا کی فضیلت لکھتے ہین جو منجیات مین سے ہو اور وہی مراد زہد سے ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو دنیا ہی کا تردد ہوا اللہ تعالے اسکا کام ابتر اور دل اسکا پریشان کر دیتا ہو اور افلاس اسکے پیش نظر کرتا ہو اور اسکو دنیا سے اسیقدر آتا ہو جتنا اسکے لیے لکھا ہوا ہو اور جس شخص کو صرف آخرت کی فکر ہو اللہ تعالے اسکی ہمت مجتمع رکھتا ہو اور اس کی معیشت کو محفوظ رکھتا ہو اور توانگری اسکے دل مین ڈالتا ہو اور اسکے پاس دنیا ذلیل وخوار آتی ہو اور ایک حدیث شریف مین فرمایا کہ جب تم کسی بندہ کو دیکھو کہ اسکو سکوت اور دنیا مین زہد ملا ہو تو اس سے قریب ہوا کرو اسلیے کہ وہ سکھلایا جاتا ہو حکمت

ف تو قارون اپنی قوم کے سامنے اپنی تیاری سے کہنے لگے جو طالب ہین دنیا کی زندگی کے اے کسیطرح ہمکو ملے جیسا کچھ ملا ہو قارون کو بیشک اسکی بڑی قسمت ہو اور بولے جنکو ملی تھی بوجھ اے خرابی تمہاری اللہ کا دیا ثواب بہتر ہو انکو جو یقین لائے ۱۲ ف ۳ وہ لوگ پاوینگے اپنا حق دوہرا اسپر کہ ٹھہرے رہے ۱۲ ف ۴ ہمنے بنایا ہو جو کچھ زمین پر ہے اسکی رونق تا جانچین لوگون کو کون انمین کرتا ہو اچھا کام ۱۲ ف ۵ جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی ۱۲

ف ۶ بڑھا دین ہم اسکو اسکی کھیتی اور جو چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اسکو دین ہم کچھ اسمین سے اور اسکو نہین آخرت مین کچھ حصہ ۱۲ ف ۷ اور نہ پسار اپنی آنکھین اس چیز پر جو برتنے کو دی ہمنے ان طرح طرح کے لوگون کو رونق دنیا کے جینے کی انکے جانچنے کو اور تیرے رب کی روزی بہتر ہے اور دیر رہنے والی ۱۲ ف ۸ جو پسند رکھتے ہین زندگی دنیا کی آخرت سے ۱۲

۱۷۸ ابن ماجہ بروایت زید بن ثابت ۱۲

۱۷۹ ابن ماجہ بروایت ابی خلاد بسند ضعیف ۱۲

کو اور اللہ تعالی فرماتا ہی ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور اسیواسطے کہا گیا ہی کہ جو شخص چالیس روز دنیا مین زہد کرے خدا تعالی
اسکے دل مین چشمے حکمت کے جاری فرماتا ہی اور وہی اسکی زبان سے نکلواتا ہی اور بعض اصحاب سے روایت ہے[72] کہ ہم نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کونسا آدمی بہتر ہے آپ نے فرمایا[73] کل مومن مخموم القلب صدوق اللسان ہمنے عرض
کیا کہ مخموم القلب کسکو کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ پرہیزگار اور صاف آدمی ہی جسمین نہ خیانت ہو نہ کھوٹا پن نہ سرکشی ہو نہ حسد
ہمنے عرض کیا کہ اسکے بعد کون بہتر ہی آپ نے فرمایا کہ الذی یشنأ الدنیا ویحب الآخرۃ اس سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ برا آدمی وہ ہی جو دنیا
کو دوست رکھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا[75] ان اردت ان یحبک اللہ فازہد فی الدنیا اسمین زہد کو سبب محبت فرمایا اور
جسکو خدا تعالی دوست رکھتا ہی وہ اعلی درجات مین پہونچتا ہی اسلیے ضرور ہوا کہ دنیا مین زہد کرنا افضل مقامات مین سے
ہو اور اسکا مفہوم بھی یہی ہی کہ دنیا سے دوستی کرنیوالا خدا کے بغض مین مبتلا ہوتا ہی اور ایک حدیث مین جو اہل بیت
سے مروی ہی یہ ارشاد ہی کہ الزہد والورع یجولان فی القلب کل لیلۃ فان صادفا قلبا فیہ الایمان والحیاء اقاما فیہ والا ارتحلا اور جب
کہ حضرت حارثہ رضہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین یقیناً ایماندار ہون آپ نے فرمایا
کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہی انھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا اسکے ڈھیلے اور پتھر اور سونا
میرے نزدیک برابر ہین گویا مین جنت اور دوزخ مین ہون اور گویا مین اپنے رب کے عرش کے پاس کھڑا ہوا ہون آپ نے
فرمایا کہ تو نے پہچانا اسی پر رہنا پھر فرمایا کہ یہ ایک بندہ ہی کہ اللہ تعالے نے اسکا دل ایمان سے روشن کیا ہی پس دیکھنا چاہیے
کہ حضرت حارثہ نے اظہار حقیقت ایمان کو زہد ہی سے شروع کیا اور پھر اسکو یقین سے متصل کیا اور اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے انکو صاف بتلایا اور ارشاد کیا کہ یہ ایک بندہ ہی کہ اللہ تعالی نے اسکا دل ایمان سے منور کیا اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے اس آیت مین فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام پوچھا کہ یہ شرح کیسی ہی آپنے فرمایا[79] کہ نور جب داخل ہوتا ہے تو
اسکے لیے سینہ کھلجاتا ہی تو لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کوئی پہچان ہی آپنے فرمایا کہ ہان پہچان یہ ہی کہ دار ناپائدار سے علیحدہ رہنا
اور دار خلود کیطرف رجوع کرنا اور موت سے پیشتر اسکی تیاری کرنی۔ تو دیکھو کیسے آپنے زہد کو شرط اسلام فرمایا یعنے علامت
اسکی دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی رغبت کو ارشاد فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداے تعالے سے جیسا حق شرمانے
کا ہی شرماؤ لوگون نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالے سے شرماتے تو ہین آپ نے فرمایا کہ ایسا نہین اسلیے کہ مکان بناتے ہو جسمین نہین
رہتے اور جمع کرتے ہو وہ چیز کہ نہین کھاتے اس حدیث شریف مین بیان فرمایا کہ یہ دونون باتین خداے تعالے سے حیا
کرنے کے خلاف ہین اور جب کسی جگہ کے لوگ قاصد آپ کی خدمت مین آئے تو عرض کیا کہ ہم مومن ہین آپنے فرمایا کہ تمہارے
ایمان کی پہچان کیا ہی انھونے عرض کیا کہ صبر کرنا مصیبت کیوقت اور شکر کرنا فراخی عیش کی حالت مین اور حکم الٰہی پر راضی
رہنا اور دشمنون پر جب مصیبت آوے تو اسپر شماتت نہ کرنا آپنے فرمایا کہ اگر تم واقع مین ایسے ہی ہو تو جو کھاتے نہین
اسکو مت اکٹھا کرنا اور جسمین نہ رہنا ہو اسکو مت بنانا اور جس چیز کو چھوڑ جاؤ اسکی رغبت مت کرنا انتہی اس حدیث مین زہد کو

۷۱ اور جسکو سمجھ کی بات [illegible] خوبی ملی بہت ۱۲
۷۲ ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن عمرو [illegible] ۱۲
۷۳ [illegible] صاف زبان کا سچا ۱۲
۷۴ جو دنیا کو برا جانے اور آخرت کو دوست رکھے ۱۲
۷۵ اگر تو یہ چاہے کہ خدا تعالی تجھکو دوست رکھے [illegible]

انکے ایمان کا تتمہ فرمایا اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اثنائے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی لا آلہ الا اللہ کہیگا اسطرح کہ اسمین دوسری چیز نہ ملاوے تو اسکے لیے جنت واجب ہو حضرت علیؓ نے اٹھکر عرض کیا کہ میرے پدر و مادر آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ دوسری چیز نہ ملانے سے کیا غرض ہو اسکی صفت یا تفسیر فرمادیجیے آپنے فرمایا کہ دنیا کی طلب اور اسکی پیروی کے لیے اسکو دوست رکھنا اور بعض لوگ ایسے ہین کہ قول تو رسولون کے سے کہتے ہین اور کام حکام ظالم کے سے کرتے ہین تو جو کوئی لا آلہ الا اللہ کہے اور ان امور مین سے اسمین کچھ نہو تو اسکے لیے جنت واجب ہو اور ایک حدیث مین ہو کہ سخاوت یقین مین سے ہو اور یقین والا دوزخ مین نہ جاویگا اور بخل شک مین سے ہو اور جسنے شک کیا وہ جنت مین نہ جاویگا اور یہ بھی ایک حدیث مین وارد ہو کہ سخی اللہ تعالے سے قریب ہو لوگون سے قریب ہے جنت سے قریب ہے اور بخیل اللہ تعالے اور مخلوق سے دور ہو دوزخ سے قریب ہو اور چونکہ بخل ثمرہ رغبت دنیا کا ہے اور سخاوت زہد کا ثمرہ تو ظاہر ہو کہ ثمرہ کی صفت کرنی بعینہ مثمر کی صفت کرنی ہو اور حضرت ابن مسیبؒ حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اللہ تعالے اسکے دل مین حکمت داخل کرتا ہو پھر اسکی زبان سے حکمت ہی بلواتا ہو اور اسکو دنیا کا مرض اور اسکی دوا دونون تبلا دیتا ہو اور اسکو دنیا مین سے دار السلام کیطرف سلامت نکالتا ہو اور روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ ایسی اونٹنیون پر گذرے کہ وہ بہت دودھ دیتی تھین اور حاملہ تھین اور ایسی اونٹنیون کو عرب کے لوگ بہت محبوب اور نفیس مال جانتے تھے کیونکہ انسے سب طرح کے فائدے تھے کہ باربرداری اور گوشت اور دودھ اور اون کے لیے مفید تھین اور اسیوجہ سے کہ اس مال کی عظمت انکے دلون مین تھی کلام مجید مین ارشاد فرمایا واذا العشار عطلت غرضکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹنیون کیطرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنکھین بند کرلین لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ تو ہملوگون کا بڑا عمدہ مال ہو اسکو آپ کیون نہین دیکھتے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھکو منع فرمایا ہو پھر یہ آیت پڑھی ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه اور مسروقؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہین کہ وہ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خداے تعالی سے غذا طلب کیون نہین فرماتے کہ آپ کو کھانا کھلاوے اور آپ کی بھوک کی حالت دیکھکر مین رو پڑی آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ قسم ہو اس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہو اگر مین اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلین تو اللہ تعالے انکو جہان مین چاہتا زمین پر میرے ساتھ کر دیتا لیکن مین نے دنیا کی بھوک کو سیری پر اور یہان کے فقر کو غنا پر اور یہان کے رنج کو خوشی پر اختیار کرلیا اے عائشہؓ دنیا محمدؐ و آل محمد کو مناسب نہین ہو اے عائشہ اللہ تعالی نے رسولون مین سے اولو العزمون کیلیے یہی پسند کیا ہو کہ دنیا کی برائی پر صبر کرین اور اسکی محبوب چیز سے رکے رہین پھر میرے لیے پسند کیا کہ جس بات کا انکو حکم کیا وہی میرے لیے پسند فرمایا چنانچہ کلام مجید مین ارشاد ہو فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل قسم بخدا مین اسکی فرمانبرداری سے مفر نہین دیکھتا اور جیسا انھون نے صبر کیا ویسا ہی مین بھی اپنے حتی الوسع کرونگا اور بدون خدا کی توفیق کے قوت بھی اس کام کی نہین اور حضرت عمرؓ کے حال مین کہتے ہین کہ جب آپ کیوقت مین بہت سی فتحین ہو مین تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہ ام المومنین نے آپ کی

خدمت مین عرض کیا کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپکے پاس آیا کرین تو آپ نرم و بار یک کپڑے پہنا کیجئے اور کچھ کھانے کیواسطے فرما دیا کیجیے کہ آپ بھی کھاوین اور دوسرون کو بھی کھلاوین حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے حفصہ تمکو معلوم ہو کہ مرد کا حال اسکی بی بی کو زیادہ معلوم ہوتا ہے انھون نے عرض کیا کہ درست و بجا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تمسے بقسم پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو معلوم ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپ نے اور انکے گھر والون نے دن کا کھانا شکم سیر ہو کر نہ کھایا اگر رات کو بھوکے رہے اور رات کو کھایا تو دن کو بھوکے رہے اور تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اتنے برسون پیغمبر تھے مگر خرما سے بھی کبھی انھون نے یا انکے گھر والون نے شکم سیر نہ کیا یہانتک کہ اللہ نے خیبر کو مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک روز تمنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دستر خوان بچھایا کہ وہ کچھ اونچا تھا۔ یہ امر آپ کو ناگوار ہوا حتی کہ چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے اس دستر خوان کو اٹھوا دیا اور کھانا اس سے کچھ نیچے خواہ زمین پر رکھا گیا اور تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک کمل کو دو تہ کر کے اسپر سویا کرتے تھے ایک رات کسی نے اسکو چار تہ کر دیا کہ آپ نے اسپر خواب استراحت فرمائی جب آپ جاگے تو ارشاد فرمایا کہ تمنے مجھے رات کے جاگنے سے روک دیا اس سے کمل کو بدستور دو تہ کر کے بچھایا کرو اور تمھین معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کے واسطے اتارتے اور دھو کر پھیلائے اتنے مین حضرت بلال آکر نماز کی اطلاع کرتے تو آپکے پاس دوسرا کپڑا نہین ہوتا تھا کہ اسکو پہنکر نماز کیواسطے نکلتے جب وہی کپڑے سوکھتے تو انکو پہنکر نکلتے اور تمکو معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلیے ایک عورت نے بنی ظفر مین سے دو چادرین ایک تہمد اور ایک دوپٹہ بنایا تھا اور ان مین سے ایک اول بھیجدی تھی کہ دوسری ابتک تیار نہ تھی آپ اسی ایک چادر کو بدن پر لپیٹے ہوے نماز کو نکلے اور دوسرا کپڑا بدن پر کوئی نہ تھا اسی کے دونون کنارون کی گردن کے پاس گرہ لگا لی تھی اور اسیطرح نماز پڑھی۔ غرض حضرت عمر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتنا حال بیان کیا کہ حضرت ام المومنین حفصہؓ رونے لگین اور خود بھی روئے اور ایسی ڈھاڑ ماری کہ لوگون کو معلوم ہوا کہ آپکی جان نکلجاویگی اور بعض روایات مین حضرت عمر کا قول اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر چلے اب مین اگر انکے طریق کے سوا چلونگا تو مجھے دوسرا ہی بیراہ طے کرایا جاویگا اور مین بخدا کہ انھین کی زندگی پر صبر کرونگا تاکہ ان دونون کے ساتھ ویسا ہی عیش واسع پاؤن اور حضرت ابو سعید خدری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مجھسے پہلے انبیا فقر مین مبتلا کیے جاتے وہ کمل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے اور پھر جوؤن سے انکا امتحان ہوتا تھا کہ اتنی جوئین ہو جاتی تھین کہ قریب تھا کہ انکو مار ڈالین مگر یہ حالت ان لوگونکو زیادہ محبوب تھی بہ نسبت اسکے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو۔ اور حضرت ابن عباس روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی پر پہونچے تو ساگ کی سبزی انکی لاغری کی جہت سے پیٹ سے معلوم ہوتی تھی غرض کہ اللہ تعالے کے انبیا اور رسول جو خلق کی نسبت کہ خداے تعالے کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی فلاح سے زیادہ واقف تھے انکا زہد مین یہ حال تھا۔ اور حضرت عمر سے ایک حدیث مین وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے دنیا کی اور خرابی ہے دینار و درم یعنی روپیہ اشرفی کی حضرت عمر فرماتے ہین کہ

71 ترمذی بروایت عائشہ رضی ۱۲
72 بخاری بروایت انس بلا اکل علے خوان ۱۲
73 ترمذی در شمائل بروایت حفصہ
74 بخاری بروایت ابو درداء ۱۲
75 ابن ماجہ بروایت عبادہ بن صامت بسند ضعیف ۱۲
76 ابن ماجہ ... ذکر جوؤن کا ... امتحان ... ابن ماجہ و ترمذی ... ابن حبان ... روایت ... روایت کیا ہے ... انکی ... سبزی ... پیٹ سے ...

ہم سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو خدائے تعالیٰ نے سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا اب ہم کونسی چیز جوڑین آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ باتین حاصل کرنی چاہئیں زبان ذاکر اور دل شاکر اور بی بی نیکبخت کہ خاوند کو امر آخرت پر اسکی مدد کرے اور حضرت حذیفہؓ سے یہ حدیث مروی ہی من اثر الدنیا علے الآخرۃ ابتلاہ اللہ بثلاث ہما لا یفارق قلبہ ابدا و فقرا لا یستغنی ابدا و حرصا لا یشبع ابدا اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ ایمان کامل نہین ہوتا جبتک کہ نہ مشہور ہونا مشہور ہونے کی نسبت کر محبوب نہو اور جبتک کہ شے کی قلت کثرت کی نسبت کر پسند نہو اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پل ہی اسپر سے اتر جاؤ اسپر عمارت مت بناؤ انسے لوگون نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دین تو ہم ایک گھر بناوین جسمین اللہ تعالیٰ کی عبادت کرین آپنے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بناؤ انھون نے عرض کیا کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھہرے گی آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی محبت کے ساتھ کیسے بنیگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میرے پروردگار نے مجھپر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو تو سارے سنگستان مکہ کو تمہارے لیے سونا کردیا جاوے مین نے عرض کیا کہ الٰہی مجھکو منظور نہین بلکہ مین ایک روز بھوکا رہون اور ایک روز شکم سیر ہون تاکہ جس روز مین بھوکا رہون تو تیری درگاہ مین تضرع اور دعا کرون اور جسدن مین شکم سیر ہون اسمین تیری حمد کرون اور حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باہر جاتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ صفا پر چڑھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبریلؑ قسم ہی اس ذات کی جسنے تمکو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ شام کو آل محمد کے نہ مٹھی ستو کی ہوگی نہ آٹے کی یہ کلام آپ کہنے نہ پائے تھے کہ ایک دفعہ ہی آسمان سے ایک کڑک کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم برپا ہونیکا ہوا حضرت جبریلؑ نے عرض کیا کہ نہین بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام ہین کہ جب آپکے کلام سنے تو نیچے اترے ہین حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت اقدس مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ تمنے کہا تھا وہ سنا اب مجھکو زمین کی کنجیان لیکر بھیجا ہی اور حکم کیا ہی کہ آپسے عرض کرون کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑون کو زمرد اور یاقوت اور سونے چاندی کا کرکے تمہارے ساتھ چلاؤن اور اگر چاہو تو پیغمبر اور بادشاہ ہو چاہو نبی اور بندہ ہو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کیطرف اشارہ کیا کہ اللہ کیواسطے تواضع کیجیے تم آپنے تین بار فرمایا کہ مین رسول اور بندہ رہونگا اور ایک حدیث مین ہی کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہی تو اسکو دنیا مین زاہد کرتا ہی اور آخرت کا راغب اور اپنے عیبون کا بینا بنا دیتا ہی اور ایک شخص کو آپنے فرمایا کہ دنیا مین زہد کر خدائے تعالےٰ تجھکو محبوب جانیگا اور لوگون کے ہاتھ کی چیز مین زہد کر کہ لوگ تجھکو محبوب جاننیگے اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ من اراد ان یوتیہ اللہ علما بغیر تعلم و ہدیٰ بغیر ہدایۃ فلیزہد فی الدنیا اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ من اشتاق الی الجنۃ سارع الی الخیرات ومن خاف من النار لہا عن الشہوات ومن ترقب الموت ترک اللذات ومن زہد فی الدنیا ہانت علیہ المصیبات اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہی کہ چار چیزین ایسی ہین کہ بدون مشقت

ح جو شخص آخرت پر دنیا کو اختیار کرتا ہی اللہ تعالےٰ اسکو تین باتون مین مبتلا کرتا ہی اول فکر کہ اسکے دل سے جدا نہو دوم مفلسی کہ کبھی تونگر نہو سوم حرص

نہین ملتین اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہی دوم تواضع سوم کثرت ذکر چہارم شئے کی قلت اور از انجا کہ انبیاء علیہم السلام خلق کو دنیا سے پھیرنے کے ہی لیے مبعوث ہوے تھے کہ اس سے پھیر کر متوجہ آخرت کردین اور انھون نے جو خلق سے کلام کیے تو اکثر کلام متضمن دنیا کی برائی اور اسکی محبت کی مذمت پر تھے اس جہت سے بعض دنیا کے سبب احادیث کا بیان کرنا غیر ممکن ہے مگر جو کچھ بیان کیا گیا اسیقدر کافی ہی۔ اور آثار بھی اسباب مین بہت ہین چنانچہ روایت ہی کہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ بندون کیطرف سے خداے تعالے کے غصے کو ٹالتا رہتا ہی جبتک کہ بندے وہ چیز نہ مانگین جو انکی دنیا مین سے کم ہوگئی ہو اور ایک روایت مین یہ ہی کہ جبتک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح نہ دین اور اگر ایسا کرینگے اور پھر کہینگے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالی فرماویگا کہ تم جھوٹے ہو اس کلمہ کے کہنے مین سچے نہین ہو۔ اور بعض صحابہ رض سے روایت ہے کہ انھون نے فرمایا کہ ہم نے سب اعمال کو کیا مگر امر آخرت کے باب مین دنیا کے زہد سے بڑھکر کوئی عمل نہ پایا اور بعضے صحابہ رض نے ایک تابعی سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش اصحاب رض کی نسبت زیادہ کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے بہتر تھے کسی نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہی انھون نے فرمایا کہ وہ تمہاری نسبت دنیا مین زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمر رض کا قول ہی کہ دنیا مین زہد کرنا دل اور بدن کی راحت ہی اور بلال بن سعد فرماتے ہین کہ ہمارا گناہ یہی کافی ہی کہ خداے تعالے ہمکو دنیا مین زہد کرنے کو فرماتا ہی اور ہم اسمین رغبت کرتے ہین اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رح سے عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہی کہ کسی عالم زاہد کو دیکھون آپ نے فرمایا کہ کمبخت یہ تو کھوئی ہوئی چیز ہی جو ملتی نہین اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ جنت کے آٹھ دروازے ہین جب جنت والے ان کی طرف جاوینگے تو انکے دربان ان سے کہینگے کہ قسم ہے اپنے رب کے عزت کی کہ ان دروازون مین زاہدون سے پہلے کوئی نہ جاویگا جو جنت کے عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور یوسف بن اسباط رح نے فرمایا کہ مین اللہ تعالے سے تین باتین چاہتا ہون اول یہ کہ جب مین مرون تو میرے پاس ایک درم بھی نہو دوم یہ کہ مجھپر کسی کا قرض نہو سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے یہ تینون باتین انکو عطا فرمائین۔ روایت ہی کہ کسی بادشاہ نے فقہا کے پاس کچھ انعام بھیجا انھون نے اسکو قبول کر لیا اور حضرت فضیل بن عیاض رح کے پاس جو دس ہزار درم بھیجے تو انھون نے قبول نہ کیے انکے بیٹون نے ان سے عرض کیا اور فقہا نے تو قبول کر لیے اور آپ باوجود افلاس کے پھیرے دیتے ہین حضرت فضیل رح روپڑے اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہی کہ میری مثال اور تمہاری ایسی ہی جیسے کچھ لوگون کے پاس ایک بیل تھا اس سے کھیتی کرتے تھے جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اسکو ذبح کر ڈالا تاکہ اسکے چمڑے سے منتفع ہون ایسے ہی تم بھی میرا ذبح کرنا چاہتے ہو کہ مین بوڑھا ہو گیا بیٹو تمکو بھوک سے مرجانا اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے پدر پیر کو ذبح کرو۔ اور حضرت عبید بن عمیر رح کہتے ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام مون پہنتے اور درختون کے پتے کھاتے نہ انکے کوئی لڑکا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو کل کے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے جہان شام ہوتی وہان ہی سو رہتے اور ابو حازم رح کی بی بی نے ان سے کہا کہ اب موسم سرما سرپر آگیا ہمکو غلہ اور کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہی کہ اسکے بدون چارہ نہین انھون نے فرمایا ان سب چیزون سے چارہ ہی چارہ اس سے نہین کہ مرینگے اور اسکے بعد اٹھائے جاوینگے اور خداے تعالے کے سامنے کھڑے ہونگے

پھر جنت بپا ہوگی یا دوزخ اور حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیون نہین دھوتے آپ نے فرمایا کہ مرگ اس سے بھی جلد تر ہے یعنی موت بہت قریب ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین کہ ہمارے دلوں پر تین پردے ہین جبتک وہ دور نہین ہوتے تب تک بندے پر یقین ظاہر نہین ہوتا ایک موجود چیز سے خوش ہونا دوسرے مفقود پر رنج کرنا سوم تعریف سے خوش ہونا پس جب کوئی موجود چیز سے خوش ہوتا ہے تو وہ حریص ہے اور جب مفقود پر غم کرتا ہے تو غصہ کرنیوالا ہے اور غصے والے کو عذاب ہوتا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہے تو تعجب کرتا ہے اور عجب عمل کو باطل کردیتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جس شخص کا دل زاہد ہے اسکی دو رکعتین اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والوں کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہین اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جو چیزین خداے تعالےٰ نے ہم سے پھیر دین اور ہمکو نہین دین ان مین اسکا انعام ہمارے اوپر زیادہ ہے بہ نسبت اُن اشیا کے جو ہمکو دی ہین اور گویا اسمین اس حدیث شریف کیطرف اشارہ ہے کہ ان اللہ یحمی عبدہ المومن من الدنیا و ہو یحبہ کما تحمون مریضکم الطعام والشراب تخافون علیہ پس اگر مریض اس بات کو سمجھے تو جانے کہ لوگون کا سلوک کھانے کے نہ دینے مین جسکا انجام تندرستی ہے دینے کی نسبت کر زیادہ ہے جسکا ثمرہ مرض ہے اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ دنیا دار فانی ہے نہ باقی اور خانۂ مصیبت ہے نہ خانۂ راحت جو اسکو پہچان لیتا ہے وہ اسکی وسعت پر خوش نہین ہوتا ہے نہ تنگی پر رنج کرے اور حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہین کہ عابد کا عمل خالص نہین ہوتا جبتک چار چیزون سے فارغ نہو بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلت۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ مین نے ایسے لوگون کو دیکھا ہے اور ایسون کے ساتھ رہا ہون کہ دنیا کی کسی بات سے خوش نہوتے تھے کوئی شے انکے ہاتھ آتی اور کسی چیز پر رنج نہ کرتے تھے جو چلی جاوے اور دنیا انکے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے بعضے پچاس برس اور ساٹھ برس زندگی بسر کرتے تھے اسطرح کہ نہ کبھی انکا کپڑا تہ ہوا نہ انکے لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھایا اور نہ اپنے گھر مین کبھی کھانے کو کہا جب تنہائی ہوتی تو کھڑے ہوجاتے سجدے کرتے آنسو رخسارون پر بہاتے اللہ تعالےٰ سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی کرتے رہتے جب بھلائی کرتے تو اسکے شکر مین مشغول ہوجاتے اور اللہ سے اسکے قبول کی درخواست کرتے اور جب بدی کرتے تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے مگر بخدا کہ گناہون سے نہین بچے اور نہ بدون مغفرت اور رحمت الٰہی کے ساحل نجات پر پہونچے

تیسرا بیان درجات زہد کے ذکر مین اسمین چار تقسیمین ہین ایک خود زہد کی دوسری جس چیز کی رغبت سے زہد ہوتا ہے تیسری جس چیز سے زہد کرتے ہین چوتھی احکام زہد کی پس تقسیم اول تو یہ ہے کہ زہد فی نفسہ بحسب تفاوت اپنی قوت کے تین درجے رکھتا ہے اول درجہ جو سب مین نیچے ہے یہ ہے کہ زہد دنیا مین کرے مگر دنیا کی خواہش بھی ہے اور دل کو میل اور نفس کو التفات دنیا کیطرف ہو مگر زاہد بہ تکلف اور مجاہدہ سے اسکو روکتا ہے ایسے شخص کو متزہد کہتے ہین اور یہ آغاز زہد کا ہوتا ہے ایسے شخص کے حق مین جو درجہ زہد پر پہونچے اپنی کوشش اور عمل سے پہونچے ایسا شخص اول اپنے نفس کو گلاتا ہے پھر تھیلی کو اور زاہد اول تھیلی کو گلاتا ہے پھر نفس و طاعات مین گھلاتا ہے نہ یہ کہ جو چیز جدا ہوگئی اسکے فراق کے صبر مین نفس کو گلاوے اور متزہد خطرے مین ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا

ہر کہ اسکا نفس غالب ہوجاتا ہی اور شہوت اسکو کھینچتی ہی تو دنیا کیطرف اور اس سے آرام لینے کیطرف عود کرتا ہی خواہ تھوڑی چیز مین ہو یا بہت مین۔ دوسرا درجہ یہ ہی کہ دنیا کو اپنی رغبت سے چھوڑدے بانیوجہ کہ جس چیز کی طمع کی ہی اسکی نسبت دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی ایک درم کو دو درم کی طمع مین جانے دے کہ اسکو اس درم کے جانیکا رنج نہین ہوتا گو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑتا ہی لیکن یہ زاہد اپنے زہد کو سمجھتا ہی اور اسکی طرف التفات کرتا ہی جیسے بیچنے والا اپنی چیز کو دیکر جانتا ہی کہ مین نے ایسی چیز دیکر عوض لیا اسی لحاظ سے اسطرح کا زاہد اپنے نفس پر ہوسکتا ہی کہ عجب کرے یا زہد پر عجب کرے اور جانے کہ ہمنے ایک ایسی چیز چھوڑی جسکی کچھ قدر تھی اور اسکے عوض اس سے زیادہ قدر کی چیز اختیار کی بہرحال یہ درجہ بھی نقصان کا ہی تیسرا درجہ جو سب سے بڑھکر ہی یہ ہے کہ زہد اپنی خوشی سے کرے اور زہد مین بھی زہد کرے یعنے اسکو کچھ نہ سمجھے اس لحاظ سے کہ دنیا کو محض ناچیز جانے جیسے کوئی ٹھیکری دے اور موتی لے لے تو اسکو معاوضہ نہ جانیگا اور یہ نہ سمجھیگا کہ مین نے یہ موتی کچھ دیکر لیا ہی اور نہ اس ٹھیکری کا کبھی خیال کریگا اور دنیا کو اگر بلحاظ خدا تعالی اور عیش آخرت کے دیکھو تو جیسے ٹھیکری موتی کی نسبت ادنی اور خسیس ہی وہ اس سے بھی زیادہ خسیس ہے پس زہد کا کمال اس درجہ مین ہی اور سبب اس زہد کا کمال معرفت ہی یعنے اُسکو خوف دنیا کیطرف التفات کا نہین جیسے لینے والے کو خیال ٹھیکری کا نہین آتا اور یہ دل نہین چاہتا کہ اس معاملے کو فسخ کرکے اپنی چیز واپس لے لون حضرت ابو یزیدؒ نے ابو موسی عبدالرحیم[عہ] سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کررہے تھے انھون نے کہا کہ زہد کا پوچھا کہ کس چیز سے کہا دنیا سے انھون نے اپنا ہاتھ جھاڑا اور کہا کہ مین جانتا تھا کہ کسی چیز کی گفتگو ہوتی ہوگی دنیا تو ناچیز ہی زہد اس مین کیا ہوگا اور جو شخص کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑدے اسکی مثال اہل معرفت اور ارباب قلوب کے نزدیک جنکو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا ہی ایسی ہی جیسے کوئی شخص بادشاہی مین جانا چاہے اور دروازے پر ایک کتا کھڑا ہو کہ وہ اسکو نہ جانے دے اور یہ اسکے سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینکدے وہ کتا اسکے شغل مین لگے اور یہ دروازے مین گھس جاوے اور بادشاہی تقرب حاصل کرکے تمام سلطنت کا کاروبار اسکے سپرد ہوجاوے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بادشاہی کے عوض اپنا کچھ احسان بادشاہ پر جانیگا اور کہیگا کہ ہمنے بھی دروازے کے کتے کو ایک لقمہ دیدیا ہی اسیطرح شیطان خدا تعالی کے دروازے کا کتا ہی کہ لوگون کو اندر نہین جانے دیتا باوجودیکہ دروازہ کھلا ہوا ہے اور پردہ اٹھا ہوا اور دنیا ایک لقمہ کیطرح ہی کہ اگر اسکو کھاؤ تو لذت صرف چابنے کیوقت ہوتی ہی اور نگلتے ہی جاتی رہتی ہی پھر اسکا بوجھ معدہ مین رہتا ہی اور نوبت بدبو اور نجاست ہوجانے کی پہونچتی ہی پھر حاجت اس بوجھ کے نکالنے کی پڑتی ہی پس جو شخص ایسی چیز کو اسلیے چھوڑدے کہ سلطنت ملے اسکو اس دنیا کا کیا خیال ہوگا اور ساری دنیا کی نسبت یعنے جو کچھ ایک شخص کو ملتی ہی گو اسکی حیات سو برس کی ہو آخرت کی نعمت کیطرف اس سے بھی کم ہی جو لقمہ کو ہی سلطنت کیطرف اسلیے کہ متناہی چیز کو بے نہایت چیز کی طرف کچھ نسبت نہین اور اگر دنیا بالفرض ہزار[عہ] برس کی زیست ہو اور بے غل وغش ملے جب بھی متناہی رہے گی اور عیش جاودانی آخرت سے اسکو کچھ نسبت نہوگی اور جب کہ مدت عمر بھی کم اور لذت بھی خالی از کدورت نہین تو پھر بھلا اسکو آخرت سے کیا نسبت حاصل یہ کہ زاہد اپنے زہد کو جبھی دیکھتا ہی جب جس چیز مین زہد کیا ہی اسکی طرف التفات

[عہ] اصل مین عن الف الف ہے جسکے معنے دس لاکھ کے ہین ۱۲

کرے اور اسکی طرف جب التفات کریگا جب اسکو کوئی چیز قابل قدر و قیمت جانیگا اور اسکا قدر و قیمت کے قابل جاننا نقصان معرفت سے ہوا کرتا ہی اسلیے سبب زہد کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا یہ مین درجات زہد کے اور انمین سے پھر ہر ایک درجے کے بہت سے درجات ہین مثلاً متزہد آدمی جو صبر دنیا پر کرتا ہی تو بعضے صبر مین مشقت زیادہ ہوتی ہی اور بعض مین کم تو اسی مشقت کی کمی بیشی پر اس درجے مین بھی اختلاف و تفاوت ہوگا اسیطرح جو شخص اپنے زہد سے عجب کرتا ہی جسقدر اسکو التفات اپنے زہد کیطرف ہوگا اسی کے بموجب اسکے درجے مین اختلاف ہوگا۔ دوسری تقسیم زہد کی باعتبار اس چیز کے جسکی رغبت زہد کہتے ہین پس اسکے بھی تین درجے ہین سب کے نیچے کا درجہ یہ ہی کہ مرغوب فیہ آگ دوزخ اور تمام تکلیفات مثل عذاب قبر اور مناقشہ حساب اور پل صراط کے خطرے اور سب اہوال سے نجات پانا یعنے جن اہوال کا ذکر احادیث مین ہی مثلاً مذکور ہی کہ آدمی حساب مین کھڑا کیا جاویگا ایسی طرح کہ اگر سو اونٹ پیاسے اسکے پسینے سے پانی پیوین تو سب کا پیٹ بھر جاوے تو ایسے اہوال سے نجات پانیکی رغبت زہد ہی اور یہ زہد خوف کرنیوالون کے لیے ہوتا ہی اور وہ لوگ گویا نیست ہونے پر راضی ہوجاوین اگر نیست کر دیے جاوین کیونکہ تکلیف سے چھوٹنا بجز نیستی کے حاصل ہوجاتا ہی دوسرے یہ ہی کہ زہد سے رغبت خدا تعالی کے ثواب و انعام اور لذتونکی جسکا وعدہ جنت مین ہی مثل حور و قصور وغیرہ کے ہو یہ زہد جانیوالون کا ہوتا ہی کیونکہ ان لوگون نے جو دنیا کو چھوڑا تو اسلیے نہین کہ نیستی پر قناعت کرکے رنج سے چھٹی پاوین بلکہ طمع وجود دائمی اور دولت سرمدی کی جسکی کچھ انتہا نہین تیسرا درجہ جو سب مین اعلیٰ ہی یہ ہی کہ رغبت سوا خدا اور دیدار خدا کے اور کچھ نہو نہ دل کو التفات تکلیفات کیطرف ہو کہ اس سے نجات چاہے نہ توجہ لذات کیطرف ہو کہ انکا حصول منظور ہو بلکہ ہمہ تن مستغرق خدا تعالی مین ہو اور حسب حال اسکا یہ شعر ہوگیا ہو شعر کیے ہین دیکھے دان دیکھے کو کیے خواہ وینے خوان ویکھے جیئے: موحد حقیقی وہی ہی جو خدائے تعالی کے سوا اور کسی کی طلب نہ کرے کیونکہ جو خدا تعالی کے سوا دوسرے کی طلب کرتا ہی وہ اسکی پرستش کرتا ہی اور ہر ایک مطلوب معبود ہی اور ہر ایک طالب اپنے مطلوب کے لحاظ سے اسکا بندہ ہی غیر اللہ کی طلب بھی شرک خفی ہی اس قسم کا زہد محبین کا ہی اور وہی لوگ عارف ہین کیونکہ اللہ تعالی سے خاص وہی محبت کرتا ہی جو اسکو پہچانتا ہی اور جو شخص کہ دینار اور درم کو جانتا ہو اور اسکو معلوم ہو کہ دونون ایک ساتھ نہ رکھ سکونگا تو وہ دینار ہی کی محبت کریگا اسیطرح جو شخص خدائے تعالی کو پہچانتا ہی اور لذت دیدار کو بھی جانتا ہی اور یہ بھی اسکو معلوم ہی کہ لذت دیدار الٰہی اور لذت آسایش جنت اور حور و قصور اور دیکھنا وہان کے رنگ و نقش و نگار کا ایک ساتھ ممکن نہین تو وہ صرف لذت دیدار ہی چاہیگا غیر کو ترجیح نہ دیگا شعر دولت دیدار تیری گر نہو: کیا کرینگے جنت فردوس کو: اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اہل جنت کو دیدار الٰہی کے سمجھنے کیوقت لذت حور و قصور اور آسایش جنت کی گنجایش ممکن باقی رہیگی بلکہ لذات دیدار کو لذات جنت کیطرف ایسی نسبت ہی جیسی لذت سلطنت دنیا اور تمام لوگون کے مالک ہونے کو ہی لذت چڑیا پکڑنے اور اسکے کھیل مین مصروف ہونے کیطرف سے جو لوگ طالب آسایش جنت ہین وہ اہل معرفت اور صاحب دلون کے نزدیک ایسے ہین جیسے کوئی لڑکا لذت سلطنت چھوڑکر چڑیا سے کھیلنے کا طالب ہو اور یہ امر اسوجہ سے ہوتا ہی کہ وہ لذت سلطنت سے ناواقف ہوتا ہی نہ اس جہت سے کہ چڑیا

[illegible]

سے کھیلنا فی نفسہ سلطنت سے بڑھکر اور لذیذ تر ہو۔ تیسری تقسیم زہد کی باعتبار اس چیز کے ہو جس سے زہد کرتے ہیں
باب مین اقوال بہت ہین اور غالباً سو سے زیادہ ہونگے سب کی نقل سے کچھ فائدہ نہین مگر ایک تقریر ایسی لکھتے
جو جامع تفصیلون کی ہو جس سے معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ اسباب مین منقول ہو خالی قصور سے نہین کل کا احاطہ کسی
نہین پس ہم کہتے ہین کہ وہ چیز جس سے زہد ہو وہ یا مجمل ہو یا مفصل اور اسکی تفصیل کے لیے بھی چند مراتب ہین کہ بعض مین تفصیل
افراد کی زیادہ ہو اور بعض مین مجمل کی جمعیت بہت ہو اب اجمال درجہ اول مین تو یہ ہو کہ ہر ایک چیز ما سوائے اللہ سے زہد کرنا چاہیے
یہانتک کہ اپنے نفس سے بھی زہد کرے اور دوسرے درجے کا اجمال یہ ہو کہ جس صفت سے نفس کو نفع ہو اسمین زہد کرے
اس مین سب مقتضائے طبیعت کے مثل شہوت اور غضب اور کبر اور ریاست اور مال اور جاہ وغیرہ آگئے اور تیسرے درجے
کا اجمال یہ ہو کہ مال اور جاہ اور انکے لوازم مین زہد کرے کیونکہ تمام حظوظ نفسانی کا مآل انھین کیطرف آرہتا ہو اور
چوتھے درجے کا اجمال یہ ہو کہ علم اور قدرت اور دینار و درم مین زہد کرے کیونکہ مالون کے اقسام گو کتنے ہی ہون سب دینار
و درم مین آجاتے ہین اور جاہ کے کتنے ہی اسباب ہون وہ علم و قدرت مین شامل ہین اور علم و قدرت سے ہماری مراد اس علم
و قدرت سے ہو جس سے غرض دلون کا مالک ہونا ہو اسلیے کہ معنی جاہ کے دلون کا مالک ہونا ہو اور انپر قابو پانا ہو جیسے مال کے معنی چیزونکا مالک
ہونا اور انپر قدرت پانا ہو پس اگر اس تفصیل کو بڑھاتے جاؤ اور اس سے زیادہ شرح و بسط کرتے جاؤ تو کیا عجب ہو کہ یہ چیزین جن سے زہد
ہوتا ہو شمار سے زائد ہو جاوین۔ خداوند کریم نے ایک آیت مین انھین سے سات بیان کیے ہین اور فرمایا زین للناس حب الشہوات
من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیٰوۃ الدنیا پھر دوسری آیت
مین انکو پانچ کر دیا ہو اور فرمایا اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد پھر ایک جگہ دو ہی کر دی ہین اور
فرمایا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولہو پھر سب کو ایک ہی کر کے ارشاد فرمایا ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی لفظ ہوی ایسا ہے
کہ تمام حظوظ نفسانی و دنیاوی کو شامل ہو تو چاہیے کہ زہد اسی مین ہو اور جب تمکو حال مجمل کرنے اور مفصل کرنیکا معلوم ہوا تو جان لیا
ہوگا کہ ان مین سے بعض مخالف بعض کے نہین بلکہ فرق صرف ایک دفعہ شرح کرنیکا اور دوسری بار اجمال کا ہو حاصل یہ کہ زہد یہ ہو کہ
تمام حظوظ نفسانی سے دل اٹھا لیا جاوے اور جب حظوظ سے دل برداشتگی ہو گی تو دنیا سے بھی ہو گی اور بالضرور امل بھی کوتاہ ہو گی
کیونکہ زندگی اسی لیے مطلوب ہوتی ہو کہ دنیا سے متمتع ہو اور بقا کا چاہنا اسی تمتع کیواسطے ہو مثلاً کوئی شخص جو ایک چیز کا ارادہ
کرتا ہو اسکا دوام چاہتا ہو اور زندگی کی محبت کے بھی معنی یہی ہین کہ جو چیز موجود یا ممکن اس زندگی مین ہے اسکی محبت ہمیشہ کو رہے
پس جب اسی سے دل برداشتہ ہوگا تو زندگی بھی نہین چاہیگا اور اسی بنا پر جب لوگون پر جہاد فرض ہوا تو کہا ربنا لم کتبت علینا القتال
لولا اخرتنا الی اجل قریب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قل متاع الدنیا قلیل یعنے تم جو باقی رہنا اپنا چاہتے ہو سو دنیا کے فائدے
لینے کے لئے ہے اور وہ ایک بہت تھوڑی چیز ہے اسکے بعد حال زاہدون اور منافقون کا کھل گیا زاہد جو اللہ کی محبت رکھتے تھے
وہ تو اللہ کی راہ مین ایسے لڑے کہ گویا سیسا پلائی ہوئی دیوار ہیں اور متوقع دو عمدہ باتون مین سے ایک کے ہوئے اور جب جہاد کیواسطے

پکار ہوتی تھی تو انکے مشام جان جنت کی خوشبو سے معطر ہوجاتے تھے اور جہاد کیواسطے جیسا پیاسا پانی پر گرتا ہی دوڑتے تھے
تاکہ دین خدا کی مدد کرین اور درجۂ شہادت لین اور اگر کوئی ان مین سے اپنی موت مرتا تھا تو اس درجے کے نہ ملنے کی حسرت
کرتا تھا یہانتک کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جب اپنے مرض موت مین بستر پر حالت نزع مین ہوے تو فرماتے تھے کہ مین نے
بتوقع شہادت اپنی جان بہت لڑائی اور صفون مین کفار کی گھس گیا مگر وہ درجہ نہ ملا اور آج بڑھیونکی سی موت مرتا ہون جب
آپ کا انتقال ہوا تو آٹھ سو زخمون کے داغ بدن پر تھے ایمان مین سچے لوگون کا یہ حال تھا اور منافقین کا یہ حال تھا کہ موت
کے خوف سے جماعت مین سے بھاگ گئے انسے کہا گیا ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ان لوگون نے جو زندہ
رہنے کو شہادت پر ترجیح دی تو ادنی چیز اعلی کے بدلے مین لیا انکا یہ حال ہوا کہ اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدے
فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین اور مخلص تو خداے تعالی کے ہاتھ اپنی جان و مال بیچ چکے ہین اس وعدے پر کہ انکو جنت ملے
جب دیکھینگے کہ بیس یا تیس برس تمتع کے عوض عیش جاودانی ملی تو اسوقت اپنے معاملہ سے خوش ہونگے جب تمکو یہ حال معلوم
ہوچکا کہ جس چیز سے زہد چاہیے اسکی تفصیل یہ ہی تو جان لو کہ جو کچھ لوگون نے اسباب مین یعنے تعریف زہد مین لکھا ہی ان کے
اقوال مین صرف بعض اقسام زہد کی چیزون کے پائے جاتے ہین ہر ایک شخص نے تعریف زہد مین یا تو مخاطب کے حال کے
مناسب کچھ لکھا ہی یا جو بات اپنے نفس پر غالب پائی اسکو بیان فرمادیا ہی مثلاً حضرت بشر فرماتے ہین کہ دنیا مین زہد کرنا یہ ہی
لوگون مین زہد کرے اس قول مین صرف جاہ سے زہد کا اشارہ پایا جاتا ہی اور قاسم جوعی فرماتے ہین کہ زہد دنیا زہد شکم کو کہتے ہین
جسقدر آدمی اپنے پیٹ پر قابو رکھتا ہوگا اسیقدر زہد اسمین ہوگا اسمین اشارہ ایک خواہش کیطرف ہی اور واقع مین یہ خواہش
اور شہوات سے بڑھکر ہے اور اکثر شہوات کا منشا یہی ہوتی ہی اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ زہد دنیا سے مراد قناعت ہی اس قول
مین اشارہ صرف مال کے زہد کا ہی اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ زہد امل کے کوتاہ کرنے کا نام ہی یہ قول جامع تمام شہوات
کا ہی کیونکہ جو شخص کسی شہوت کیطرف میل کرتا ہی اپنے جی مین جبتک کا باقی رہنا تجویز کرلیتا ہی اسی لیے اسکے امل مین طول
ہوتا ہی اور جسکی امل کوتاہ ہوتی ہی وہ گویا تمام شہوات سے دل اٹھا لیتا ہی - اور حضرت اویسؒ فرماتے ہین کہ جب زاہد طلب معاش کیلیے
نکلے تو اسکا زہد جاتا رہتا ہی اس سے انکا مقصود تعریف زہد کی نہین بلکہ توکل کو زہد مین شرط کیا ہی اور یہ بھی نہین کا قول ہی کہ زہد اسکا
نام ہی کہ رزق مضمون کی طلب نکرے - اور ارباب حدیث کا قول ہی کہ دنیا کیا ہی کہ رائے اور عقل سے عمل کرنا اور زہد اسکا نام ہی
کہ علم کا اتباع کرے اور سنت کی اقتدا لازم کرلے اس قول مین اگر رائے سے رائے فاسد اور عقل سے وہ عقل مراد ہی جس سے
کہ دنیا مین جاہ طلب کیا جاتا ہی تو واقع مین یہ قول ٹھیک ہی لیکن اس مین اشارہ یا تو صرف بعض اسباب جاہ کی طرف ہے
یا ایسی شہوات کیطرف جو فضول ہین مثلاً بعض علوم اسطرح کے ہین کہ انسے کچھ فائدہ نہین اور لوگون نے انکو اتنا طول دیا ہی
کہ اگر آدمی تمام عمر ایک ہی علم مین مصروف رہے تو پورا نہ کر پاوے تو زاہد کے لیے ضرور ہوا کہ فضول امر سے اول زہد کر
اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ زاہد وہ ہی کہ جب کسی کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھسے بہتر ہی انکا مذہب یہ ہی کہ زہد تواضع کا نام ہی اور یہ

اشارہ ہو جاہ و عجب کے نہونے کا جو بعض اقسام زہد سے ہو اور بعضونکا قول ہو کہ زہد طلب حلال کو کہتے ہین اور اس قول کو حضرت اویس رضؓ وغیرہم کے قول سے کچھ نسبت نہین کہ وہ فرماتے ہین کہ زہد طلب کو ترک کر دینے کا نام ہو اور اسمین شک نہین کہ انکی مراد طلب حلال ہی کو ترک کرنے سے تھی۔ اور یوسف بن اسباط فرماتے ہین کہ جو شخص ایذا پر صبر کرے۔ اور شہوات کو چھوڑ دے اور روٹی وجہ حلال سے کھاوے اسکو اصل زہد حاصل ہو اسیطرح انکے سوا زہد کے باب مین بہت سے اقوال ہین کہ انکے لکھنے سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص امور کے حقائق لوگون کے قول سے معلوم کرنے چاہے تو قولونمین اختلاف پاکر حیران رہجاویگا اگر جسکو امر حق ظاہر ہو جاویگا اور اسکا ادراک اپنے دل کے مشاہدہ سے کریگا تو پھر سنی ہوئی بات سے کچھ مستفید نہوگا اسلیے کہ حق بات پر اعتماد کر چکا اور جس شخص نے کہ اپنے قصور بصیرت سے کچھ کوتاہی کی اسپر اطلاع پائیگا اور جسنے کمال معرفت کے ہوتے ہوے جتنی حاجت دیکھی اسقدر بیان پر اکتفا کی اسپر بھی واقف ہو جاویگا۔ اور ان بزرگون نے جو اختصار پر کفایت کی تو اسوجہ سے نہین کہ انکی بصیرت کچھ کم تھی مگر اس سبب سے کہ جو کچھ انھونے فرمایا ہو حاجت ہی کیوقت فرمایا ہو تو جسقدر حاجت دیکھی اسیقدر بیان کیا اور چونکہ حاجات مختلف ہوتی ہین اسی جہت سے کلمات جواب بھی مختلف ہوے اور بعض اوقات سبب کفایت کرنیکا یہ ہوتا ہو کہ غرض ان کلمات سے خبر دینا اس حال کا ہوتا ہو جو بندے مین دائمی ہوتا ہو اور وہ حال بھی خود بندیکا ایک مقام ہو اور ازانجاکہ ہر ایک بندے کے لیے ایک جدا حال ہوتا ہو تو جن کلمات سے اسکی خبر دیجاویگی وہ بھی بلاشک مختلف ہونگے لیکن امر حق واقع مین ایک ہی ہوگا اسکا مختلف ہونا ممکن نہین اور سب اقوال مین سے زہد کے باب مین جو جامع اور درحقیقت کامل ہو گو اسمین تفصیل نہین قول ابو سلیمان دارانی کا ہو کہ وہ فرماتے ہین کہ زہد کے باب مین ہمنے بہت تقریرین سنین اور ہمارے نزدیک زہد یہ ہو کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانع ہو اسکو ترک کرے اور ایک قول مین تفصیل بھی بیان کی اور کہا کہ جو شخص نکاح کرے یا طلب معیشت کیلیے سفر کرے یا حدیث لکھے وہ دنیا کا مائل ہوا تو ان سب چیزون کو زہد کے خلاف کر دیا۔ اور ایکبار انھونے یہ آیت پڑھی الا من اتی اللہ بقلب سلیم اور فرمایا کہ قلب سلیم سے وہ دل مراد ہو کہ جسمین خدا کے سوا کچھ نہو اور فرمایا کہ لوگون نے جو دنیا مین زہد کیا تو اسلیے کہ انکے دل دنیا کے ترددات سے چھوٹ کر آخرت کے لیے فارغ ہو جاوین۔ اب زہد کی جو تھی تقسیم کو سننا چاہیے کہ احکام کے لحاظ سے زہد کی تین قسمین ہین فرض اور نفل اور سلامت اور یہی قول حضرت ابراہیم بن ادہم کا ہو زہد فرض تو حرام مین زہد کرنا ہو اور نفل حلال مین اور سلامت شبہات مین اور ہمنے تفصیل درجات ورع کے باب حلال و حرام مین لکھی ہو اور وہ زہد مین سے ہو کیونکہ حضرت مالک بن انس رضؓ سے پوچھا گیا کہ زہد کیا چیز ہے فرمایا کہ تقوی ہو اور اگر زہد کو بلحاظ خفیہ امور کے چھوڑنے کے دیکھا جاوے تو کچھ انتہا نہین کیونکہ نفس جن چیزون سے متمتع ہوتا ہو جیسے خطرات اور تمام حالات کے خصوصا ریا خفی وغیرہ کہ سوا بڑے علما کے اور کوئی انپر واقف نہین ہوتا متمتع ہوتا ہو انکی کچھ انتہا نہین تو اسمین زہد کرنے کی بھی انتہا نہین بلکہ امور ظاہر مین بھی درجات زہد کے غیر متناہی ہین نہایت اعلی درجہ اسمین وہ ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام کو حاصل تھا کہ لیٹتے وقت پتھر سر کے تلے رکھ لیا شیطان نے آپ سے کہا کہ آپنے تو دنیا کو ترک کیا تھا اب یہ کیا ہوا آپ نے فرمایا کہ تونے کونسی چیز دنیا کی دیکھی اسنے کہا کہ سر تلے پتھر رکھا کہ سر اونچا رہے اور آسایش ملے آپنے پتھر سر تلے سے نکالکر پھینکدیا

کرے اسکو اور دنیا کو دونون کو لیجا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حال مین ہے کہ آپ نے ٹاٹ اسقدر پہنا کہ آپ کی جلد مین اسکے نشان
پڑ گئے اور نرم لباس کو نہ پہنا کہ جلد کو آسایش ہو گی آپ کی مادر مشفقہ نے فرمایا کہ ٹاٹ کے عوض اون کا کرتہ پہن لو آپنے ویسا ہی کیا وحی
ہوئی کہ اے یحییٰ ہمارے اوپر دنیا کو پسند کیا آپ روئے اور اس کرتے کو نکالکر اپنا پہلا ہی لباس پہین لیا۔ اور حضرت امام احمد فرماتے ہین
کہ زہد حضرت اویس ہی کا تھا کہ برہنگی سے یہ نوبت پہونچی تھی کہ ایک چٹائی کی تھیلی مین بیٹھے رہتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
ایک دیوار کے سایہ مین بیٹھ گئے دیوار والے نے انکو اٹھا دیا آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھکو نہین اٹھایا مجھکو اسنے اٹھایا جسکو میرے لیے
مین آسایش لینا منظور نہوئی غرضکہ درجات زہد کے ظاہر و باطن کے اعتبار سے بیشمار ہین اقل درجہ یہ ہے کہ ہر شبہہ اور ممنوع چیز مین زہد کرے
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ زہد اسی کا نام ہے کہ حلال مین ہو نہ شبہہ اور ممنوع مین اور شبہہ اور ممنوع چیز مین زہد کرنا تو زہد کے درجات مین سے
کسی مین نہین پھر دیکھا کہ اس زمانے مین حلال باقی نہین رہا اسواسطے انکے نزدیک اس زہد غیر ممکن ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب یہ ٹھہرا کہ
زہد خدا تعالیٰ کے ماسوا کا ترک کرنا ہے تو کھانے اور پینے اور لباس اور لوگون کے ملنے اور گفتگو کرنے سے زہد کیسے ہوسکیگا کیونکہ
ان امور مین مشغول ہونا تو ماسوا اللہ مین مشغول ہونا ہے پس اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا سے پھر کر خدائے تعالیٰ کیطرف تمام توجہ سے مشغول
ہونیکے یہ معنی ہین کہ خدائے تعالیٰ کیطرف بتمام دل و ہمت ذکر اور فکر کی رو سے متوجہ ہو اور یہ بات بدون زندگی کے ممکن نہین اور زندگی بدون
ضروریات نفس کے نہین ہوسکتی پس جب آدمی دنیا سے مہلکات بدن کے دفع پر اقتصار کرے اور اس سے غرض عبادت پر بدن سے
مدد لینی ہو تو اس حرکت سے غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہوگا اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مقصود کیطرف بدون اسکے جانا ممکن نہو وہ
مقصود ہی مین گنی جاتی ہے مثلاً کوئی شخص راہ حج مین سواری کو آب و دانہ دیتا ہے تو حج سے روگردان نہوگا مگر چاہیے کہ بدن خدا تعالیٰ کے راستے
مین ایسا ہی ہو جیسے سواری حج کے راستے مین یعنے آسایش سواری کی مقصود بالذات نہین صرف اتنا مطلب ہے کہ اسکے مہلکات دور
کرتا رہے تاکہ منزل مقصود پر پہونچا دے اسیطرح بدن کا محفوظ رکھنا بھوک اور پیاس اور گرمی و سردی سے چاہیے غرض مہلکات مین
کھانے اور پینے اور لباس اور مسکن سے چاہیے اور ان چیزون مین سے مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور لذت اور آسایش مقصود نہو بلکہ
اطاعت الٰہی پر قوت منظور ہو تو یہ بات مخالف زہد کے نہین بلکہ شرط کی ہے کہ زہد مین اسکا ہونا ضروری ہے اور اگر کہو کہ بھوک کیوقت
کھانا کھانے مین تو لذت خواہ مخواہ ہو گی تو یہ لذت مضر نہین بشرطیکہ مقصود لذت حاصل کرنا نہو مثلاً اگر کوئی ٹھنڈا پانی پیوے تو کبھی اسکو
لذت معلوم ہوتی ہے مگر انجام اسکا یہی ہے کہ تکلیف پیاس کی دفع ہو جاوے اور اگر کوئی پاخانہ پھرتا ہے تو اس سے بھی راحت ہوا کرتی ہے
مگر اسکو آدمی مقصود اور مطلوب نہین سمجھتا اسلیے دل کو اسکی طرف کچھ توجہ نہین ہوتی ایسے ہی بعض اوقات آدمی تہجد کو اٹھتا ہے اور
اسوقت کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اچھی معلوم ہوا کرتی ہے یا صبح کو جانورون کی بولیان خوش معلوم ہوتی ہین لیکن اگر مقصود بالذات نہون تو
انسے کچھ ضرر نہین اور مقصود بالذات اسطرح ہو جاتے ہین کہ کوئی جگہ ایسی ہی تلاش کرے جہان کی ہوا اچھی ہو اور جانورون کی
آواز بھی ہوتی ہو وغیرہ پس اگر بدون اپنے قصد کے ایسی جگہ ہاتھ آ گئی تو کچھ حرج نہین اور خوف نکرنا چاہیے بعضے لوگ ایسے
بھی تھے جنھون نے ایسی جگہ تلاش کی جہان صبح کی ہوا نہ لگے اس خوف سے کہ کہین اس سے راحت پاکر دل کو انس نہو جاوے

کہ اس سے انس ہونا دنیا کے ساتھ انس ہونا ہے اور جس قدر غیر خدا سے انس ہوتا ہے اسیقدر خدا کے ساتھ
انس ہونے مین خلل پڑتا ہو اور اسیوجہ سے حضرت داؤد طائی اپنا پانی کھلے گھڑے مین رکھتے اور دھوپ سے علیحدہ نہ کرتے اور
گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی ٹھنڈا پانی پیوے اسپر دنیا کا چھوڑنا مشکل پڑتا ہو تو اسطرح کے خوف اختیار کرنیوالون کے ہین
اور ان سب مین احتیاط کرنی ہوشیاری کی بات ہو کیونکہ اگرچہ اسمین دقت پڑتی ہو مگر تھوڑے دنون اس سے بچ رہنا ہمیشہ کی لذت
کے واسطے اہل معرفت پر کچھ گران نہین جو اپنے نفس کو شرعی سیاست سے دبائے رکھتے ہین اور حبل متین یقین کو پکڑے ہوے
ہین اور دنیا و دین کے ایک دوسرے کی ضد ہونے کو خوب پہچانتے ہین

چوتھا بیان ضروریات زندگی مین زہد کرنے کی تفصیل مین جاننا چاہیے کہ آدمی جن چیزون مین ڈوبے ہوے ہین وہ دو قسم ہین
یا تو ضروری یا فضول فضول تو ایسی اشیا جیسے پلے ہوے گھوڑے کہ اکثر آدمی انکو آرام سواری کی جہت سے رکھتے ہین حالانکہ
پیادہ بھی چل سکتے ہین اور ضروری چیزین ایسی ہین جیسے کھانا اور پینا اور چونکہ ہم تفصیل فضول کی نہین کر سکتے اسلیے کہ وہ بے حد
و شمار ہین اور ضروری چیزین البتہ شمار ہو سکتی ہین اور ان مین باعتبار مقدار اور جنس اور اوقات کے فضول کو دخل بھی ہو لہذا
انکے باب مین زہد ہونے کی صورت کا لکھنا ضروری ہے اور ضروری چیزین چھ ہین غذا اور لباس اور مسکن اور اسباب خانہ داری اور نکاح
اور مال اور غرض کے حصول کے لیے یعنے ان چھون مین سے کسی کے ملنے کے لیے جاہ کا ہونا بھی ضروری ہو اور جاہ کے معنے
اور اس سے لوگون کی محبت کی وجہ اور اس سے بچنے کی کیفیت ہم نے جلد ثالث کے باب الربا مین لکھی ہی۔ اور اب ہم
صرف ان چھ ضروری چیزون کے بیان پر اکتفا کرتے ہین ضرورت اول غذا اس مین آدمی کیلیے اسقدر ضروری ہے جو اسکو توانا رکھے
لہذا اسمین زہد کی تکمیل کے لیے اسکا کچھ طول اور عرض کم کرنا چاہیے طول باعتبار تمام عمر کے ہو اسلیے کہ جو شخص ایک دن کا کھانا رکھتا ہے
بھی اسپر قانع نہین ہوتا اور عرض اسکا مقدار غذا اور جنس اور وقت مین ہوا کرتا ہی پس طول کو اسطرح گھٹانا چاہیے کہ امل کو
کوتاہ کرے اور کمتر درجہ زہد کا اسباب مین یہ ہو کہ جب شدت کی بھوک اور مرض کا خوف ہو اسوقت بھوک کے دفع
کی مقدار پر کفایت کرے اور جسکا یہ حال ہو وہ جب کچھ پاوے گا دن کے کھانے مین سے رات کیلیے نہین رکھیگا۔
یہ درجہ سب سے اونچا ہی دوسرا درجہ یہ ہو کہ ایک مہینہ یا چالیس روز کے لیے ذخیرہ کرے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک برس کیلیے
ذخیرہ کرے اور یہ حال ضعیف زاہدون کا ہو اور جو برس روز سے زیادہ کے واسطے ذخیرہ کرے تو اسکو زاہد کہنا محال ہو اسلیے
کہ جو شخص برس دن سے زیادہ جینے کی توقع کرے وہ بیشک طویل الامل ہو اس سے زہد نہین پورا ہوگا ہان جس صورت مین کہ کوئی پیشہ
نہین رکھتا اور لوگون کے مال لینے کو دل نہ چاہے تو برس روز سے زیادہ کا بھی مضائقہ نہین جیسے حضرت داؤد طائی کو بیس دینار
ترکہ مین سے ملے تو آپ نے ان کو رکھ چھوڑا اور بیس برس مین انکو اٹھایا یہ امر انکا اصل زہد کے خلاف نہین لیکن ان لوگون کے
نزدیک جو زہد مین توکل کو شرط کہتے ہین البتہ خلاف ہو اور عرض کی کمی مقدار کی روسے یہ ہو کہ ایک دن رات مین
کمتر درجہ پاؤ سیر ہے اور متوسط درجہ آدھ سیر اور اعلےٰ درجہ وہ مقدار ہو کہ شارع نے کفارہ مین مساکین کے لیے

نصف

مقرر کی ہے اور جو اس سے زیادہ کھاوے تو بسیار خواری اور پیٹ کے دھندھے مین لگنے مین داخل ہے اور جو شخص ایک مد عرب پر بس نکرے تو شکم کے باب مین اسکو زہد ذرہ بھر نہوگا اور جنس کی رو سے کمی یہ ہے کہ جو غذا ہو سکے خواہ بھوسی ہی کی روٹی ہو اور اوسط درجہ جو و چنے کی روٹی ہو اور اعلے درجہ بدون چھنے گیہون کے آٹے کی روٹی اور اگر چھنے ہوئے آٹے کا پھلکا ہوگا تو زہد کے اول درجے کا تو کیا ذکر ہے سب سے پچھلے مقام زہد سے بھی خارج ہوگا اور آسائش والون مین داخل ہوگا اور سالن مین سے ادنی نمک یا ساگ یا سرکہ ہے اور اوسط زیتون کا تیل یا کوئی اور چکنائی تھوڑی سی اور اعلی گوشت ہے کسی قسم کا ہو اور یہ ہفتے مین ایک دو دفعہ ہو اگر دو دفعہ سے زیادہ ہفتے مین ہوگا تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا ایسا شخص شکم کے باب مین ہرگز زاہد نہ کہلاوے گا اور وقت کے اعتبار سے کمی یہ ہے کہ رات دن مین ایکبار کھاوے یعنے روزہ رکھا کرے اور اوسط یہ ہے کہ ایکدن روزہ رکھے اور رات کو کھانا نہ کھاوے صرف پانی پی لے اور دوسرے روز روزہ رکھے تو کھانا کھالے اور پانی نہ پیوے اور بڑھکر یہ ہے کہ تین دن یا ہفتہ بھر یا زیادہ دنون کا روزہ رکھ سکے اور ہم نے طریق خوراک کے کم کرنے اور اسکی حرص کے توڑنے کا حال جلد ثالث مین لکھا ہے اور احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا اپنے پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ انھون نے غذا مین اور سالن کے چھوڑنے مین کیسے زہد کیا حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ہم پر چالیس چالیس روز گذر جاتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مین نہ چراغ جلتا تھا نہ آگ سلگتی تھی کسی نے پوچھا کہ پھر بسر اوقات کی کیا صورت تھی آپنے فرمایا کہ دو سیاہ چیزون خرما اور پانی سے انتہی۔ اس سے گوشت اور شوربا اور سالن سب کا ترک پایا جاتا ہے اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور اون کا کپڑا پہنتے تھے اور گٹھی ہوئی جوتی کو اپنے پاے مبارک سے مشرف فرماتے تھے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیان چاٹتے اور زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون کھانا بندون کی طرح کھاتا ہون اور بندون ہی کی طرح بیٹھتا ہون اور حضرت عیسے علیہ السلام نے فرمایا کہ مین تمسے سچ کہتا ہون کہ جو شخص جنت کا طالب ہو تو جو کی روٹی اور گھورے پر کتون کے ساتھ پڑ رہنا اسکو کافی ہے اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ جب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے کبھی تین روز پیٹ بھر کر گیہون کی روٹی نہ کھائی۔ اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے کہ اے بنی اسرائیل خالص پانی پیو اور جنگل کا ساگ اور جو کی روٹی کھاؤ اور گیہون کی روٹی سے اجتناب کرو کہ تم اسکا شکر ہرگز نکر سکوگے اور جلد ثالث مین ہمنے غذا اور پانی کے باب مین سیرت انبیا اور بزرگان سلف کی لکھدی دوبارہ بیان نہین کرتے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا والونکے پاس تشریف لائے تو وہ لوگ آپ کی خدمت مین دودھ مین شہد ملا کر لائے آپنے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہین کرتا مگر خداے تعالی کے واسطے انکسار کرنے کے لیے چھوڑتا ہون۔ اور حضرت عمر رض کے پاس جو شہد کا سرد شربت لائے اور گرمی کا موسم تھا آپنے فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے الگ کرو اور یحیی بن معاذ رازی فرماتے ہین کہ سچا زاہد وہ ہے کہ غذا جو کچھ میسر ہو کھالے اور لباس بمقدار ستر عورت پہنے اور جہان جگہ ملے وہان رہے دنیا اسکا محبس ہو اور قبر خوابگاہ اور خلوت مجلس عبرت پکڑنا اسکا تامل ہو اور قرآن اسکی گفتگو اور رب اسکا انیس اور ذکر رفیق اور زہد ہمسر اور حزن اسکا حال اور حیا شعار بھوک اسکا سالن ہو اور حکمت سخن اور خاک اسکا

[illegible]

۷ عائشہ رض سے یہ مضمون روایت کیا بالفاظ مختلف ۱۲ اسکی سند پہلے گذری ۱۲

۷ یہ حدیث حسن کا نہین بلکہ بروایت عائشہ مروی ہے اسکی سند بھی پہلے گذری ۱۲

۷ یہ حدیث پہلے گذری ۱۲

۵ ۷ اسکی سند پہلے گذری ۱۲

بستر ہو اور تقوے توشہ اور سکوت غنیمت اور صبر تکیہ اور توکل حسب اور عقل راہ نما اور عبادت پیشہ اور جنت پہونچنے کا مقام ہو انشاء اللہ تعالیٰ

ضرورت دوم لباس ہے اسمین کمتر درجہ وہ ہے جو گرمی اور سردی کو دور کرے اور برہنگی کو چھپاوے اور وہ ایک چادر ہے جس مین سب چھپ جاوے اور اوسط پوشاک یہ ہے کہ ایک کرتہ اور ٹوپی اور جوتے کا جوڑا اور اعلے یہ ہے کہ اسکے ساتھ عمامہ اور پاجامہ بھی ہو اور اگر مقدار مین اس سے زیادہ ہو تو وہ زہد کی حد سے خارج ہے۔ اور زاہد کی شرط یہ ہے کہ جب کپڑا دھوئے تو دوسرا پہننے کے لیے نہ رکھتا ہو بلکہ گھر مین بیٹھا رہے اور جب دو دو کرتے اور پاجامے اور عمامے ہون تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا جو مقدار کی رو سے ہوتے ہین اور جنس لباس مین ادنی درجہ موٹا ٹاٹ ہے اور اوسط درجہ موٹا کمل اور اعلی درجہ موٹا کپڑا روئی کا اور وقت کی رو سے سب سے زیادہ وقت یہ ہے کہ ایک برس اسکو پہن سکے اور کمتر یہ ہے کہ ایک دن پہن سکے یہانتک کہ بعض بزرگون نے اپنے کپڑے مین تیہون کے پیوند لگائے گو بہت جلد خشک ہو جاتے ہین مگر دفع الوقتی ممکن ہے اور اوسط وقت یہ ہے کہ لباس ایسا ہو جو ایک مہینا یا اسکے قریب تن پر رہ سکے پس ایسے کپڑے کا ڈھونڈھنا جو برس سے زیادہ رہے طول امل مین داخل ہے جو زہد کے خلاف ہے مگر اس صورت مین کہ موٹے کپڑے کی تلاش کی اور موٹا اکثر دیرپا ہوتا ہے اور بہت رہتا ہے تو اسمین کچھ حرج نہین پس جو شخص اس مقدار سے زیادہ کپڑا پاوے تو چاہیے کہ اسکو دیڈالے کیونکہ اگر رکھ چھوڑیگا تو زاہد نرہیگا بلکہ دنیا سے محبت کرنیوالا ہو گا اور اسباب مین بھی احوال انبیاء اور صحابہ کا نظر رکھنا چاہیے کہ انھون نے لباس کو کیسے چھوڑا تھا حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہین کہ حضرت عائشہؓ نے ہمکو ایک چادر نمدی اور ایک موٹا تہمد دکھایا اور فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ان دونون مین ہوئی تھی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ تبذل آدمی کو چاہتا ہے کہ جو کچھ پہنے اسکی پروا نہ کرے اور حضرت عمرو بن الاسود عنسی نے فرمایا کہ مین کبھی شہرت کا کپڑا نہ پہنونگا اور نہ کبھی رات کو کپڑا بچھا کر سوؤنگا اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار ہونگا اور نہ اپنا پیٹ غذا سے کبھی بھرونگا پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس شخص کو طریق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ عمرو بن اسود کو دیکھے اور حدیث شریف مین ہے کہ جو بندہ شہرت کا لباس پہنتا ہے خدا تعالیٰ اسکی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے یہانتک کہ اسکو بدن سے نکالے اگرچہ اسکے نزدیک پیارا ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا مول لیا جسکی قیمت چار درم یعنی قریب سوا روپیہ کے تھی اور آپ کا جوڑا کپڑے کا دس درم کا تھا اور ازار یعنے تہمد ساڑھے چار ہاتھ کا تھا اور آپ نے پاجامہ تین درم کو خرید فرمایا اور آپ دو شملے سفید اون کے پہنا کرتے تھے اسکا نام حلہ تھا کیونکہ وہ دونون ایک ہی جنس سے تھے اور بعض اوقات آپ دو چادرین یمانی یا سحولی موٹی قسم کی پہنا کرتے تھے اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کرتہ تیلی کا سا کپڑا ہوتا تھا اور ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا سندس کا زرد لکیرین کھنچا ہوا پہنا جسکی قیمت دو سو درم تھی اصحاب اسکو چھوتے تھے اور تعجب سے کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس یہ جنت سے آیا ہے حالانکہ وہ کپڑا آپ کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے ہدیے کے طور پر بھیجا تھا آپنے چاہا کہ اسکو پہنکر اعزاز و اکرام بادشاہ کا فرماوین پھر آپنے اسکو نکالکر ایک شخص کے پاس مشرکون مین سے بھیجدیا جس سے صلہ رحم کرنا منظور تھا پھر حریر دیبا کو مردون کے لیے حرام فرمایا گویا اول اسلیے پہنا تھا کہ حرمت کی تاکید ہو جیسے سونے کی انگوٹھی ایک روز پہنی پھر نکالڈالی اور اسکا پہننا مردونپر حرام کر دیا اور جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے بریرہ انکی لونڈی

۷۱ جلد دوم مین گذر چکی بخاری ومسلم ۷۲ مجھے نہین ملی اسکی اصل ۷۳ احمد ۷۴ ابن ماجہ بروایت ابو ذر مختصراً ۷۵ ابو یعلی بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف ۷۶ اسکا پتہ مجھے نہین ملا ۷۷ طبقات ابن سعد بروایت ابو بردہ ... ۷۸ ...

اسکے باب مین فرمایا کہ دلالگی فرط مالک کیواسطے کرلو جب لوگون نے شرط کرلی تو آپ منبر پر چڑھے اور اسکو حرام کیا اور جیسے کہ تین روز متعہ مباح فرمایا اور پھر امر نکاح کی تاکید کے لیے اسکو حرام فرمایا۔ اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ چادر علمدار مین نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اسکی طرف دیکھنے نے مجھے نماز سے مشغول کردیا اسکو ابو جہم کے پاس لیجاؤ اور اسکی چادر مجھے لادو یعنی اپنا عمدہ کپڑا دیکر ادنی چادر پسند فرمائی۔ اور آپ کے جوتے کا تسمہ پرانا ہوگیا تھا اسمین نیا تسمہ لگاکر نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ وہی پرانا تسمہ اسمین لگادو اور نیا نکالڈالو کہ نماز مین میری نگاہ اسپر جاتی ہے اور سونے کی انگوٹھی پہنی اور منبر پر اسکو جو دیکھا تو پھینک دیا اور فرمایا کہ اسنے مجکو تمسے روکدیا کبھی اسکو دیکھتا ہون کبھی تمکو اور ایک بار آپ نے جوتے کا جوڑا نیا پہنا اور اچھا جو معلوم ہوا تو سجدہ کیا اور لوگون سے فرمایا کہ مجکو اسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی مین نے اس خوف سے سجدہ کیا کہ خدا تعالے مجھسے ناراض نہو پھر اسکو نکالکر جو مسکین پہلے دیکھا اسکے حوالہ فرمایا۔ اور سنان بن سعد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جبہ اون کا سیاہ و سفید دھاریون کا بنا گیا اور اسکا کنارہ سیاہ رکھا گیا جب اسکو آپ نے اپنے تن مبارک سے مشرف فرمایا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو کیسا عمدہ اور ملائم ہے ابن سعد کہتے ہین کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو مجھے دیدا لیے اور آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی کچھ چیز مانگتا تو بخل اس چیز کا نہ کرتے وہ جبہ شریف اسکو دیدیا اور فرمایا کہ میرے واسطے ایک اور بنایا جاوے ابھی وہ دوسرا کارگاہ ہی مین تھا کہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا کے پاس تشریف لیگئے وہ اسوقت آٹا پیستی تھین اور اونٹ کے بالون کی چادر اوڑھے ہوے تھین جب آپ نے انکو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا کہ اے فاطمہؓ آسائش جاودانی کیواسطے تلخی دنیا کی پی جا پس اللہ تعالے نے یہ آیت بھیجی ولسوف یعطیک ربک فترضی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو ساکنین عالم بالا نے یہ خبر دی ہے کہ بہترین میری امت کے وہ لوگ ہین جو ظاہر مین وسعت رحمت الٰہی کے باعث ہنستے رہتے ہین اور خفیہ عذاب کے خوف سے روتے ہین انکا بوجھ لوگون پر ہلکا ہے اور انکے خود کے اوپر بھاری ہے پرانے کپڑے پہنتے ہین اور راہبون کی پیروی کرتے ہین جسم انکے زمین مین ہین اور دل عرش بریں کے پاس غرض کہ لباس کے باب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی اور اپنی امت کو سب کو حکم انہی پیروی کا فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے من احبنی فلیستن بسنتی اور فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ اور نیز ارشاد فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو خاصکر ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہے تو اغنیاء کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا اور اپنا کپڑا بدن سے نہ نکالنا جبتک کہ اسمین پیوند نہ لگالے اور حضرت عمرؓ کے کرتہ پر بارہ پیوند گنے گئے جنمین سے بعضے چمڑے کے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت مین تین درم کا کپڑا مول لیکر پہنا اور اسکی آستینین پہونچے پر سے کاٹ ڈالین اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اسنے مجکو یہ لباس اپنے خلعت مین سے پہنایا اور حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کپڑا وہ پہننا چاہیے جس سے نہ علماء کے نزدیک شہرت ہو نہ جہلا کے نزدیک حقارت اور فرماتے کہ فقیر میرے پاس سے نکلتا ہے اور مین نماز پڑھتا ہون تو اسکو چلا جانے دیتا ہون اور اگر کوئی دنیا دار ہو تو مین میرے پاس سے

نکلتا ہی اور اسپر یہ بڑھیا لباس ہو تو مین اس سے ناراض ہوتا ہون اور پاس کو نہین نکلنے دیتا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کے دونون کپڑے اور جوتیون کی قیمت لگائی تو ایک درم اور چار دانگ کے تھے اور ابن شبرمہ رح فرماتے ہین کہ میرے کپڑون مین سے بہتر وہ ہین جو میری خدمت کرین اور برے کپڑے وہ ہین جنکی مین خدمت کرون - اور بعض اکابر سلف کا قول ہی کہ کپڑے ایسے پہننے چاہیئن جنسے آدمی بازاریون مین ملجاوے ایسے نہ پہنے جنسے شہرت ہو اور لوگون کی نظر پڑے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی کا قول ہی کہ کپڑے تین ہین ایک کپڑا خدا کے واسطے ہی جس سے کہ برہنگی چھپ جاوے اور ایک کپڑا نفس کیواسطے ہی جسکی نرمی مطلوب ہوتی ہی اور ایک لوگون کیواسطے ہی جسکا حسن اور جوہر منظور ہوتا ہی - اور بعض بزرگونکا قول ہی کہ جسکا کپڑا اجلا ہوتا ہی اسکا دین بھی میلا ہوتا ہی اور علماء تابعین کے سب کپڑون کی قیمت بیس درم سے لیکر تیس درم تک ہوتی تھی - اور خواص دو کپڑون سے زیادہ نہ پہنتے تھے ایک کرتہ اور اسکے نیچے تہمد اور کبھی اپنا کرتہ الٹکر اسکا دامن سر پر ڈال لیتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اول زہد لباس کا ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ البذاذۃ من الایمان یعنے کپڑون کا پرانا ہونا یا تواضع کی سی صورت مین رہنا ایمان مین سے ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ جو شخص باوجود قدرت کے خدا کے لیے انکسار اور اسکی مرضی کی خواہش کیواسطے خوبصورتی کا کپڑا چھوڑ دے اللہ تعالیٰ پر ضروری ہی کہ اسکے لیے جنت کے خلعت یاقوت کی جادانیون مین جمع رکھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیا کیطرف وحی بھیجی کہ میرے اولیا سے کہدو کہ میرے دشمنونکا لباس نہ پہنو اور جس راہ سے میرے دشمن آتے ہین اس راہ مین داخل نہو ورنہ دشمنون کی طرح وہ بھی میرے دشمن ہو جاوینگے - اور رافع بن خدیج رض نے بشر بن مروان کو کوفے کے منبر پر باریک کپڑے پہنے وعظ کہتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اپنے سردار کو دیکھو کہ لوگون کو وعظ سناتا ہی اور اسکے بدن پر کپڑے فاسقون کے سے ہین اور عبداللہ بن عامر لباس فاخرہ پہنے حضرت ابو ذر غفاری رض کی خدمت مین حاضر ہوا اور کچھ زہد مین گفتگو کرنے لگا حضرت ابوذر نے اپنی ہتیلی منھ پر رکھکر ٹھٹہ کی بجائی ابن عامر غصہ ہوا اور شکایت ان کی حضرت ابن عمر رض سے کی انھون نے فرمایا کہ یہ تمنے خود بیجا کیا کہ یہ لباس پہنکر انکے سامنے زہد مین گفتگو کرتے ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ ہدی سے عہد لے لیا ہی کہ لوگون کے حالون مین سے ادنی اسی حالت مین رہا کرین تاکہ توانگر انکا اتباع کرین اور فقر کے باعث فقیر کی حقارت نہو - اور جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آپ ایسا موٹا لباس کیون پہنتے ہین تو فرمایا کہ یہ لباس تواضع سے قریب ہے اور اسبات کے شایان کہ مسلمان اسکی اقتدا کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنعم یعنے آرام طلبی سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ خدا کے بندے ایسے ہین جو تنعم نہین کرتے اور فضالہ ابن عبید جب والی مصر تھے تو کسی نے انکے بال بکھرے یا برہنہ دیکھکر کہا کہ آپ سردار ہو کر ایسا کرتے ہین انھون نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور اسبات کا حکم کیا کہ کبھی ننگے پاون بھی پھرا کرین - اور حضرت علی نے حضرت عمر رض سے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنے دونون ساتھیون کے ساتھ ملنا منظور

ہو تو کرتے مین پیوند لگائیے اور تہمد کو سرنگون رکھیے اور جو تی گتھی ہوئی پہنیئے اور شکم سیری سے کم کھائیے اور حضرت عمر رضی نے فرمایا ہو کہ پرانا موٹا کپڑا پہنا کرو اور لباس عجم یعنی ایران وروم کے بادشاہون کے لباس سے اجتناب کرو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کسی قوم کا سا لباس پہنے وہ انھین مین سے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میری امت کے برے لوگ وہ ہین جو دولت مین پلے رنگا رنگ کے کھانے اور کپڑے تلاش کرتے ہین اور گفتگو مین فصاحت ظاہر کرتے ہین اور فرمایا کہ ایماندار کی ازار نصف ساق تک ہوتی ہو اور اس سے لیکر ٹخنون تک بھی کچھ گناہ نہین اور جو اس سے نیچے ہو تو دوزخ مین ہو اور اللہ تعالے انہین دیکھیگا قیامت کے دن اس شخص کیطرف جو اپنی ازار شیخی سے لٹکاوے اور حضرت ابو سلیمان دارانی سے یہ حدیث مروی ہو کہ میری امت مین بال نہین پہنے گا مگر ریا کار یا احمق اور اوزاعی فرماتے ہین کہ سفر مین اون کا لباس سنت ہو اور حضر مین بدعت اور محمد بن واسع حضرت قتیبہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے انھون نے پوچھا کہ اون کے کرتے کی تمکو کیا ضرورت ہوئی وہ چپکے ہو رہے انھون نے کہا کہ مین تمسے کہتا ہون جواب نہین دیتے محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ کہون کہ زہد کی راہ سے پہنا تو اپنے منھ سے میان مٹھو بنتا ہو اور مفلسی کے باعث کہون تو خدائے تعالے کی شکایت ہوگی یہ دونون باتین مجھے ناپسند ہین - اور ابو سلیمان فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تو حکم کیا کہ اپنی برہنگی زمین سے پوشیدہ رکھو اور آپ کا دستور تھا کہ ہر چیز مین سے ایک لیتے تھے مگر پاجامے دو بناتے تھے اور جب ایک کو دھوتے تھے دوسرا پہن لیتے تھے تاکہ کوئی ایسا وقت نہ گذرے کہ آپ کی عورت کھلی ہو اور کسی نے حضرت سلمان فارسی رض سے کہا کہ آپ عمدہ کپڑا کیون نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ غلام کو عمدہ کپڑے سے کیا نسبت مگر جب آزاد ہو جاویگا تو اسکو بخدا ایسے کپڑے ملینگے کہ کبھی پرانے نہو نگے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے حال مین لکھا ہو کہ انکے پاس ایک جبہ اور ایک چادر بالون کی تھی جب تہجد کی نماز کے واسطے اٹھتے تھے پہنکر نماز پڑھا کرتے تھے - اور حضرت حسن بصری نے فرقد سنجی سے کہا کہ تم یہ جانتے ہوگے کہ تمکو گلیم پوشی کی جہت سے لوگون پر فضیلت ہو ہمکو یہ خبر پہونچی ہو کہ اکثر دوزخی کمل والے ہونگے نفاق کی جہت سے اور یحیی بن معین فرماتے ہین کہ مین نے ابو معاویہ اسود کو دیکھا کہ وہ گھورون پر سے چیتھڑے اٹھاتے تھے اور انکو دھو کر اور سی کر پہنتے تھے مین نے انسے کہا کہ تم اس سے بہتر پہنا کرو انھون نے فرمایا کہ ہمارا کیا نقصان ہو جو مصیبت فقیرون کو دنیا مین پہونچتی ہو اللہ تعالے اسکا تدارک جنت مین کر دیگا یحیی بن معین انکے اس قول کو بیان کرکے رویا کرتے - تیسری ضرورت رہنے کی جگہ ہو اس مین زہد کرنے کے تین درجات ہین سب سے عمدہ یہ ہے کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے تلاش نکرے بلکہ صرف مسجدون کے گوشون پر قناعت کرے جیسے اصحاب صفہ تھے اور اوسط یہ ہو کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے کرلے مثل چھپر اور نرکل اور پھوس وغیرہ کے اور سب سے پست درجہ یہ ہو کہ اپنے واسطے خاص کوئی کوٹھری مول کو یا کرایہ کو تلاش کرے پس اگر وسعت مسکن کی مقدار حاجت کے موافق ہی ہو زیادہ نہو اور اسمین زینت بھی نہو تو اسقدر مسکن کے ہونے سے پچھلے درجات زہد کے نہ نکلیگا - اور اگر مکان پختہ چونہ گچ کیا ہوا خوب واسع چھ ہاتھ سے اونچی چھت کا تلاش کریگا تو بالکل زہد کی حد سے خارج ہو جاویگا

اح طبرانی بسند ضعیف ۱۲ اس بسند ضعیف ۱۲ ح آثار ابوداؤد و نسائی و ابن حبان بروایت ... ۱۲ ح اس کی سند میں ... ۱۲

سکونت کے باب مین زاہد نرہیگا - اب جاننا چاہیئے کہ جنس مکان مختلف ہو سکتا ہی یعنی یا گھاس کا ہووے یا گارے کا یا اینٹ کا اور اسکی وسعت کی مقدار بھی جدا ہو سکتی ہی اور اوقات کے لحاظ سے بھی اسمین اختلاف اسکی ملکیت کا ہو سکتا ہی مثلاً اپنی ملک ہو یا کرایہ لیا ہو یا عاریت کا ہو تو ہر ایک مین ملکیت کا امتداد جدا گانہ ہوتا ہی بہر حال زہد کو ان سب اقسام مین دخل ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو چیز ضرورت کے لیے مطلوب ہو اسکا حد ضرورت سے تجاوز کرنا نہ چاہیے دنیا مین سے مقدار ضرورت دین کا آلہ اور وسیلہ ہوتا ہی اور جسقدر متجاوز ہوتی ہی اسیقدر دین کے مخالف ہی اور غرض رہنے کے مکان سے مینھ اور جاڑے کا رکنا اور لوگون کی نظر اور ایذا کا بچانا ہی اور جسقدر یہ بات ممکن ہی وہ معلوم ہی زیادہ اس سے فضول ہی اور فضول سب دنیا ہی اور جو فضول کا طالب اور ساعی ہی وہ یقیناً زہد سے بعید ہی اور کہتے ہین کہ اول طول امل جو بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوئی تو کپڑون کی عمدہ سلائی اور چونہ اینٹ کی پختہ عمارت ہی پہلے سلائی مین بڑے بڑے ٹانکے ہوتے تھے اور مکان نرکل وغیرہ کے بناتے تھے اور حدیث شریف مین ہی کہ لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ اپنے کپڑون کو یمن کی چادرون کیطرح منقش کرینگے - اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک بالاخانہ کو اونچا کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم کیا کہ گرادین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی گمٹی پر گذرے پوچھا کہ یہ کسکی ہی لوگون نے عرض کیا کہ فلان شخص کی جب وہ شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے اسکی طرف سے منھ پھیر لیا اور پھر مشتری کی طرح کبھی اسکی طرف مخاطب نہوئے اس شخص نے لوگون سے حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خفگی کا پوچھا انھون نے بیان کر دیا اسنے جا کر اس گمٹی کو گرا دیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوبارہ وہان گذرے تو اسکو نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ اس شخص نے اسکو ڈھا ڈالا آپنے اسکے لیے دعائے خیر کی - اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات شریف تک نہ کوئی اینٹ اینٹ پر رکھی نہ نے پر یعنی کسی قسم کا مکان نہین بنوایا اور ایک حدیث مین مروی ہی کہ جب اللہ کسی بندے کی برائی چاہتا ہی تو اسکا مال گارے اور پانی مین تلف کرتا ہی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم ایک چھپر کی مرمت کر رہے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو ہمنے عرض کیا کہ ہمارا چھپر ٹوٹ گیا ہی اسکو درست کرتے ہین آپنے فرمایا کہ مین اس سے جلد امر کو دیکھتا ہون - اور حضرت نوح علیہ السلام نے ایک نے کا گھر بنایا اسے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ پختہ مکان بنوالین تو بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ مرنے والے کیواسطے یہی بہت ہی اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ ہم صفوان بن محیرز کی خدمت مین گئے وہ ایک نرکل کے مکان مین تھے جو جھکا ہوا تھا کسی نے اسے کہا کہ اگر آپ اسکو درست کرلین تو بہتر ہی انھون نے فرمایا کہ بہت سے آدمی اسیمین مر چکے ہین اور یہ بدستور موجود ہی - اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا من بنی فوق ما یکفیہ کلف ان یحملہ یوم القیامۃ اور ایک حدیث مین ہی کہ ہر خرچ پر آدمی کو ثواب ملتا ہی مگر جو پانی اور گارے مین خرچ ہو اسپر ثواب نہین ہوتا اور اس آیت کی تفسیر مین تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا مفسرین فرماتے ہین کہ مراد ریاست اور اونچے مکان بنوانے سے ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ کل بناء وبال علی صاحبہ یوم القیامۃ الا ما اکن من حر و برد

اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین شکایت اپنے مکان کے تنگی کی کی آپنے فرمایا اتسع فی السماء یعنے
جنت مین مکان واسع طلب کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمرؓ نے شام کو تشریف لیجاتے ہوئے ایک محل دیکھا کہ چونے اور اینٹ
کا بنا تھا آپ نے اللہ اکبر کہکر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ اس امت مین ایسے شخص ہونگے جو ہامان کی سی عمارت بناوینگے یعنی فرعون نے جو
ہامان کو حکم دیا تھا کہ اوقد لی یاہامان علے الطین الخ سے غرض پختہ عمارت کی تھی۔ اور کہتے ہین کہ اول جسکے لیے عمارت چونے اینٹ کی
ہوئی وہ فرعون تھا اور جسنے اول بنایا وہ ہامان تھا پھر انھین کا اتباع اور سلاطین نے کیا اور بسبب طمع اور زینت ہے اور بعض اکابر
نے ایک جامع مسجد کسی شہر مین دیکھی اور فرمایا کہ مین نے اس مسجد کو شاخ خرما کی بنی دیکھی ہے پھر گچے روڑے کی پھر اب اینٹ کی بنی
دیکھی جنھون نے اول بنائی تھی وہ دوسرے فرقے سے بہتر تھے اور دوسری دفعہ کے بنانے والے تیسری بار کے لوگون سے
اچھے تھے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنا مکان زندگی بھر مین کئی کئی بار بناتے تھے اسلیے کہ وہ مکان بہت کمزور ہوتا
تھا اور وہ خود امل کو تاہ رکھتے تھے اور مکان کے باب مین زاہد تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جب حج یا جہاد کو تشریف لیجاتے تو اپنا
مکان گرا جاتے یا ہمسایہ کو دیجاتے جب وہان سے پھر کر آتے تو اور بنا لیتے اور انکے مکان گھاس اور ٹٹی کے ہوا کرتے تھے جیسے
عرب کے لوگ ہین اب تک اسی کے عادی ہین اور بلندی انکے مکانات کی قد آدم اور ایک بالشت ہوتی تھی اور حضرت حسنؒ
فرماتے ہین کہ جب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکانات مین جاتا تھا تو اپنا ہاتھ چھت مین لگا دیتا تھا اور عمروؓ بن دینار کہتے
ہین کہ جب کوئی شخص عمارت چھ ہاتھ سے اونچی بناتا ہے تو ایک فرشتہ اسکو پکارتا ہے کہ اے بدکارون کے بدکار کہانتک اونچی کریگا اور
حضرت سفیان ثوریؒ نے مضبوط عمارت کے دیکھنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے تو یہ ایسے کیون بنتے پس جو کوئی
تاکتا ہے تو بنانے والے کی گویا مدد کرتا ہے۔ اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین کہ مجھے اس شخص پر تعجب نہین کہ اسنے عمارت بنائی اور چھوڑ گیا
مجھے تعجب اس سے ہے جو اس عمارت کو دیکھکر عبرت نہین پکڑتا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ ایک قوم ابھی آویگی جو مٹی کو
اونچا کریگی اور دین کو پست اور برذون گھوڑون کو کام مین لاویگی نماز تمھارے ہی قبلہ کیطرف کو پڑھیگی مگر تمھارے دین کے سوا
پر مریگی چوتھی ضرورت اسباب خانہ ہے اسمین بھی زہد کے بہت سے درجے ہین سب مین اعلے حضرت عیسے علیہ السلام کا حال ہے کہ
آپ اپنے ساتھ ایک کنگھی اور ایک کوزہ رکھتے تھے پس ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی انگلیون سے داڑھی مین کنگھی کرتا ہے آپنے کنگھی پھینکدی
اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ نہر مین سے پانی پی رہا ہے آپ نے کوزہ کی بھی حاجت نہ سمجھی اسکو بھی پھینکدیا اسیطرح سب اسباب
کو سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر ایک چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے جب اس سے کوئی حاجت نہو تو وہ فضول ہے اور دنیا ہے اور
جس چیز سے استغنا نہو اسمین سے کمتر درجے کی چیز پر اکتفا کرے مثلاً جس بات کیلیے مٹی کا برتن کافی ہو اسمین اسی پر اکتفا
کرے اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہے بشرطیکہ مقصود اس سے بھی حاصل ہو سکتا ہو۔ اور اسیطرح
ہر آدمی کیواسطے اسباب بقدر حاجت ثابت ہوگا ایسی چیزین جن سے بہت کام نکلین مثلاً اگر پیالہ ہو تو اسی مین کھانا کھاوے اسی مین پانی
پیوے اسی مین اپنی چیز رکھے بزرگان سلف ایک برتن کو کئی مطالب مین استعمال کرنا تخفیف کی نظر سے اچھا جانتے تھے

اور زیادہ یہ ہو کہ ہر مطلب کے واسطے ایک چیز ادنی جنس کی رکھتا ہو پس اگر گنتی مین چیز زیادہ ہوگی یا نفیس ہوگی تو زہد کے کسی درجے مین نرہیگا اور طلب فضول کیطرف مائل ہوگا اور اسباب مین بھی سیرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب رض کی مد نظر رکھنی چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جسکے اندر خرما کے پیرط کا پوست بھرا تھا اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بچھونا یا دہرا کمل ہوتا تھا یا چمڑیکا گدا جسمین خرما کا پوست بھرا ہوا تھا روایت ہے کہ حضرت عمر رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مبارک مین حاضر ہوے آپ اسوقت ایک چارپائی پر جو خرما کے پوست کے بانون سے بنی ہوئی تھی لیٹے تھے جب اٹھکر بیٹھے تو حضرت عمر رض نے آپ کے پہلوے مبارک پر نشان بانون کے دیکھے اور آنکھون مین آنسو بھر لائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کیا بات ہے جو روتے ہو عرض کیا کہ مین نے فارس اور روم کے بادشاہون کو خیال کیا کہ انکے پاس کیا کچھ ملک ہے اور آپ کو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اسکے برگزیدہ ہین آپ اس موٹے بانون کی چارپائی پر لیٹے ہین آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بات پسند نہین کہ انکے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت حضرت عمر نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ نے فرمایا کہ یہ یون ہی ہے۔ اور ایک شخص حضرت ابوذر رض کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا پھر عرض کیا کہ اے ابوذر آپکے مکان مین کچھ سامان وغیرہ نہین نظر آتا آپ نے فرمایا کہ ہمارا ایک اور دوسرا مکان ہے اچھی چیز ہم وہان بھیجدیتے ہین اسنے عرض کیا کہ جبتک آپ اس مکان مین رہین جبتک کچھ اسباب یہان بھی چاہیے آپ نے فرمایا کہ گھر کا مالک ہمکو اسمین رہنے نہین دیگا۔ اور جب حضرت عمیر بن سعد جو امیر حمص تھے حضرت عمر کیخدمت مین حاضر ہوے آپنے پوچھا کہ تیرے پاس دنیا سے کیا ہے انھون نے فرمایا کہ ایک لاٹھی ہے جسپر مین تکیہ کرتا ہون اور اگر سانپ وغیرہ ملجاوے تو مار ڈالتا ہون اور ایک توشدان ساتھ ہے جسمین کھانا رہتا ہے اور ایک پیالہ ہے جسمین کھاتا ہون اور سر دھوتا ہون اور ایک لوٹا ہے جسمین پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہون اسکے سوا دنیا مین جتنی چیزین ہین وہ انھین کی تابع ہین آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اللہ تعالے تجھ پر رحم کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ کے پاس جانیکا قصد کیا انکے گھر کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا اور انکے ہاتھون مین دو چاندی کے کنگن دیکھے آپ ویسے ہی پھر گئے اسوقت حضرت ابورافع حضرت فاطمہ کے پاس گئے آپ رو رہی تھین انسے حال حضرت کے واپس تشریف لیجانے کا بیان کیا انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوکر سبب واپس تشریف لانے کا پوچھا آپنے فرمایا کہ پردہ اور کنگنون کی جہت سے چلا آیا حضرت فاطمہ نے وہ دونون کنگن حضرت بلال کے ہاتھ آپکیخدمت مین بھیجدیے کہ مین نے انکو خدا کی راہ مین صدقہ کیا آپ جہان مناسب ہو وہان خرچ کیجیے آپ نے فرمایا کہ انکو فروخت کرو اور انکی قیمت ارباب صفہ کو دیدو حضرت بلال نے ڈھائی درم کو فروخت کیا اور اصحاب صفہ کو بانٹ دیا تب آپ حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور ارشاد فرمایا کہ جان پدر تو نے خوب کیا۔ اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے مکان پر ایک پردہ دیکھا اسکو آپ نے

١ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ
٢ ترمذی در شمائل بروایت ام المومنین حفصہ رض
٣ بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق
٤ یہ حدیث بہیئت مجموعی نہین ملی مگر آپکا تشریف لیجانا فاطمہ زہرا کے پاس اور گھر کے کونے مین پردۂ منقش دیکھکر پھر آنا ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت سعید نقل کیا ہے اور نسائی نے

اٹھا ڈالا اور فرمایا کہ جب مین اسے دیکھتا ہون دنیا یاد آتی ہی اسکو فلان شخص کے پاس بھیجدو۔ اور ایک رات حضرت عائشہ[61] نے آپ کے لیے نیا فرش بچھایا اور پیشتر آپ دوہرے کمل پر استراحت فرمایا کرتے تھے اس رات صبح تک کروٹین لیتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اس بستر کو علیحدہ کرو اور میرا کمل بچھادو اسنے تمام رات مجھے سونے نہین دیا اسیطرح آپ کے پاس پانچ یا چھ درم[62] رات کو آئے تو آپ نے رہنے دیے مگر رات بھر جاگتے رہے یہان تک کہ آخر شب مین انکو تقسیم فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ اسوقت آپ کو نیند آئی حتی کہ مین نے آپ کے خراٹے کی آواز سنی پھر فرمایا کہ اگر یہ درم میرے پاس رہ جاتے اور میری وفات ہوجاتی تو میرا گمان اپنے پروردگار پر کیا ہوتا اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ مین نے ستر نیک بندے ایسے دیکھے ہین کہ انکے پاس بجز کپڑے کے اور کچھ نہ تھا ان مین سے کسی نے زمین پر کوئی کپڑا نہین بچھایا جب سونا چاہا زمین ہی پر اپنا جسم لگا کر کپڑا اوپر ڈھانک لیا پانچوین ضرورت نکاح ہی اس باب مین کچھ لوگ کہتے ہین کہ اصل نکاح اور کثرت نکاح مین زہد کے کچھ معنی نہین اور یہی قول حضرت سہل تستری کا ہی وہ فرماتے ہین کہ جب سید الزاہدین صلے اللہ علیہ وسلم کو عورتین پسند تھین تو ہم انمین زہد کیسے کرسکتے ہین اور اسی قول پر انکی موافقت ابن عیینہ نے کی ہی اور فرمایا ہی کہ صحابہ مین سے زاہد تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے انکی چار بیبیان اور کچھ اوپر دس لونڈیان تھین اور صحیح اس باب مین قول حضرت ابو سلیمان دارانی کا ہی کہ فرماتے ہین کہ جو چیز اللہ تعالے سے روکے خواہ بی بی ہو یا مال یا اولاد وہ آدمی کے لیے بری ہی اور عورت کبھی خداے تعالے سے روکا کرتی ہی اور تفصیل اسکی یہ ہی کہ بعض احوال مین مجرد رہنا افضل ہی جیساکہ باب النکاح مین بیان ہوا تو اس صورت مین نکاح نہ کرنا داخل زہد ہی اور جس جگہ زور شہوت کے دفع کیلئے نکاح افضل ہی تو ایسا نکاح واجب ہی اسکا ترک کرنا زہد مین کیسے ہوسکتا ہے ہان اگر نکاح نہ کرنے سے کوئی آفت نہوتی ہو نہ اسکے کرنے سے جماع ہو مگر ترک اسلیے کرے کہ دل کا میل عورتون کی طرف نہوجاوے اور ایسا مانوس نہو جس سے انس آلہی مین خلل پڑے تو البتہ چھوڑنا نکاح کا زہد مین سے ہی پس اگر یہ معلوم ہو کہ عورت خدا تعالے سے نہ روکیگی مگر ترک نکاح صرف لذت نظر اور ہمبستری اور مباشرت سے بچنے کے لیے ہو تو یہ زہد نہین ہے اسواسطے کہ مقصود نکاح اولاد ہی جو بقاء نسل اور امت محمدی کے بڑہانے مین موجب ثواب ہی اور جو لذت کہ انسان کو ایسی چیز مین حاصل ہو جسکا وجود ضروریات سے ہی وہ اگر مقصود بالذات نہو تو کچھ ضرر نہین کرتی اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی روٹی کھانی اور پانی پینا اسوجہ سے چھوڑدے کہ کھانے اور پینے کی لذت سے بچا رہیگا تو یہ زہد مین داخل نہین اسواسطے کہ اسمین اپنے بدن کا ہلاک کرنا ہی ایسا ہی ترک نکاح مین اپنی نسل کو کاٹ ڈالنا ہے تو صرف لذت کے بچاؤ کی جہت سے نکاح کا چھوڑنا نہ چاہیے جبتک کہ کسی اور آفت کا خوف نہو اور یہی مراد حضرت سہل تستریؒ کی ہی اور یہی وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تھی اور جب یہ امر ثابت ہوا تو جس شخص کا حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سا ہو اس باب مین کہ کثرت عورتون کی مانع شغل قلبی نہو اور نہ دل کو انکے اصلاح اور خرچ مین لگائے رکھے تو ایسا شخص اگر صرف لذت صحبت سے بچنے کے لیے نکاح نہ کرے تو اسکا زہد کسی کام کا نہین مگر یہ بات بدون انبیا اور اولیا کے

دوسرے کو کہان میسر ہے اب تو اکثر لوگون کا یہ حال ہو کہ عورتون کی کثرت انکے دل کو مصروف کردیتی ہو تو اس وقت مین یہی مناسب ہو کہ سرے سے نکاح ہی نہ کرے اور اگر خوف دل کے مشغول ہونے کا نہو لیکن یہ خوف ہو کہ ایک سے زیادہ ہونگی یا خوبصورت ہونگی تو دل نہین ماننے کا اسی کی طرف ہو رہیگا تو چاہیے کہ ایک عورت سے نکاح کرے جو خوبصورت نہ ہو اور اپنے دل کی رعایت اسمین ضرور کرے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ عورتون مین زہد یہ ہے کہ جو عورت حقیر ہو یا یتیم اسکو خوبصورت اور شریف عورت پر ترجیح دے اور اسی سے نکاح کرے اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ مین مرید متبدی کے لیے یہ پسند کرتا ہون کہ اپنا دل تین چیزون مین نہ لگاوے ورنہ اسکا حال بدلجاوے گا اول پیشہ کرنا دوم طلب حدیث سوم نکاح کرنا - اور فرمایا کہ صوفی کے لیے مین پسند کرتا ہون کہ نہ لکھے نہ پڑھے اسلیے کہ اس سے ہمت متفرق ہوتی ہے غرض کہ جب معلوم ہوا کہ نکاح کی لذت مثل غذا کی لذت کے ہو تو ثابت ہوا کہ ان دونون لذتون مین سے جونسی خدا سے روکنے والی ہوگی وہ ممنوع اور بری چیز ہے چھٹی ضرورت وہ ہو جو وسیلہ ان پانچون ضروریات کے حاصل کرنے کا ہو اور وہ مال درجاہ ہے جاہ کے تو معنی یہ ہین کہ دلون کا مالک ہونا اسطرح کہ انکے اندر اپنی جگہ ڈھونڈھنی تاکہ اسکے ذریعے سے لوگ اغراض و اعمال مین کام آوین اور جو شخص کہ سب اپنے کام خود نہین کر سکتا اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہو تو ضرور ہو کہ اسکا کچھ جاہ خادم کے دل مین ہونا چاہیے اسلیے کہ اگر خدمتگزار کے دل مین اسکی قدر و منزلت نہوگی تو وہ خدمت کیون کریگا اور اسی قدر و منزلت کا دل مین ہونا جاہ کہلاتا ہو اور اسکا آغاز تو نزدیک ہی ہو مگر انجام کو نوبت ایسے گڈھے کی پہونچا دیتا ہو جسکی کچھ تھاہ نہین اور کاجل کی کوٹھری مین گھسنے سے عجب نہین کہ داغ لگ جاوے - اب جاننا چاہیے کہ لوگون کے دلو مین جگہ کرنی یا تو کسی نفع کے حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہو یا ضرر کے دفع کرنے کے لیے یا کسی ظلم سے چھوٹنے کیلیے پس مال کے ہوتے ہوئے تو نفع کی کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت پر جو شخص خدمت کرتا ہو وہ خدمت کریگا اگرچہ آقا کی قدر و منزلت اسکے دل مین نہو ہان جو شخص بے اجرت خدمت کرتا ہو اسکے دل مین جگہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہو اور دفع ضرر کے لیے حاجت جاہ کی ایسے شہر مین ہو کہ جہان عدل خوب نہو یا ایسے ہمسایون مین رہتا ہو کہ وہ اسکو ستاتے ہون اور یہ انکے شر دفع نہ کر سکتا ہو بجز اسکے کہ انکے دلون مین جگہ ہو جاوے یا بادشاہ کے نزدیک کچھ رتبہ ہو جاوے اور اس طرح کے جاہ مین مقدار ضرورت کی کچھ معین نہین خصوصاً جبکہ اسمین خوف اور سوء ظن انجام کا ملا ہوا ہو اور طلب جاہ مین چلنے والا طریق ہلاک کا سالک ہو بلکہ زاہد کو شایان یہی ہو کہ دلو مین جگہ کا طالب نہو اسلیے کہ اسکا دل عبادت اور دین مین لگا رہتا ہو دلو مین وہ جگہ کریگا کہ جس سے اسکو ایذا نہ پہونچے گو کافرون ہی مین رہتا ہو مسلمانون مین تو بطریق اولی ایذا نہوگی باقی رہے توہمات اور خیالات مفروضہ جنسے آدمی زیادتی جاہ کا خواہان ہوتا ہو بہ نسبت اس مقدار کے کہ خود بخود حاصل ہو گیا ہو تو اسطرح کے احتمالات سب جھوٹے وہم ہین کیونکہ جو شخص طالب جاہ کا ہوگا وہ بھی تو بعض احوال مین ایذا سے نہین بچیگا پس علاج اسکا صبر اور بردباری سے کرنا اسکی نسبت بہتر ہے کہ طلب جاہ سے کیا جاوے حاصل یہ کہ دلون مین جگہ کرنے کی طلب کے لیے ہرگز اجازت نہین تھوڑی ہی مقدار اسمین سے بہت کی مقتضی ہوتی ہے

اور اسکی عادت شراب کی عادت سے بھی سخت تر ہی تو اسکے تھوڑے اور بہت سے سب سے بچنا چاہیے اور مال زندگی کے لیے ضروری ہی مگر تھوڑا سا مال کافی ہی پس اگر کوئی شخص پیشہ ور ہو تو جب ایک روز کی حاجت کے موافق حاصل کرلے تو چاہیے کہ پھر کام نہ کرے بعض اکابر کا دستور تھا کہ جب دو حبہ یعنی مقدار پانچ چھ آنہ کے کما لیتے تھے تو پھر اپنا کام بڑھا کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے یہ شرط زہد کی ہی پس اگر اس سے تجاوز کیا اور اسقدر پر نوبت پہونچی جو برس روز سے زیادہ کے لیے کافی ہو تو نہ ضعیف زاہدون مین رہیگا نہ قوی مین اور اگر اسکے پاس کوئی زمین ہو اور اسکو توکل پر خوب یقین نہو اور اُس قطعہ زمین سے اتنا رکھ چھوڑے جسکی پیداوار سال بھر کو کافی ہو تو اس سے زہد کی حد سے خارج نہوگا بشرطیکہ جو کچھ سال کے خرچ کافی سے بچے اسکو صدقہ کردے مگر ایسا شخص ضعیف زاہدون مین سے ہی اور اگر تم زہد مین سے توکل کی شرط ہو جیسے حضرت اویس قرنی نے کی ہی تو یہ شخص زاہد نہین- اور یہ جو ہم کہتے ہین کہ کوئی شخص یہ کام کرنے سے زاہدون کی حد سے نکل جاویگا اس سے ہماری غرض یہ ہی کہ جو کچھ قیامت مین عمدہ مقامات کا وعدہ زاہدین کو ہی اسکو نہ ملیگا ورنہ زہد کا نام اسپر سے بلحاظ اس چیز فضول کے جسمین زہد کیا ہی نہ جائیگا اور تنہا آدمی کا معاملہ اسباب مین بہ نسبت عیالدار کے خفیف تر ہی اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ آدمی کو نہین چاہیے کہ اپنے گھر والون سے زبردستی زہد کراوے بلکہ چاہیے کہ انکو زہد کے لیے کہے اگر مانین فبہا ورنہ انکو رہنے دے اپنے آپ جو چاہے کرے یعنی شرط زہد کی ذات پر اسی پر خاص ہی عیالدار کے ذمے لازم نہین کہ تنگی کرے ہان اسکو یہ نہ چاہیے کہ ایسی بات انکی مانے جو حد اعتدال سے نکال دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت فاطمہ زہرا کے گھر سے پردہ اور دو کنگن دیکھ کر پھر گئے تھے اس سے یہ امر سیکھنا چاہیے کیونکہ وہ زینت ہی تھی حاجت کی چیز نہ تھی مگر جو باتین کہ آدمی انکی طرف جاہ و مال سے مضطر ہوتا ہی وہ ممنوع نہین بلکہ زائد از حاجت سم قاتل ہی اور جو کافی بقدر ضرورت ہی وہ دوا نافع ہی اور انکے درمیان درجات متشابہ ہین پس جو درجہ زیادتی سے قریب ہی گو سم قاتل نہو مگر مضر ہی اور جو حد ضرورت سے قریب ہی اگرچہ دوا سے نافع نہین لیکن اسکا ضرر کم ہی اور زہر کا پینا حرام ہی اور دوا کا پینا فرض اور ان دونون کے درمیان کا حکم مشتبہ ہی جو احتیاط کریگا وہ اپنے واسطے کریگا اور جو سستی کریگا وہ اپنے لیے کریگا اور جو شخص اپنے دین کی بھلائی مد نظر رکھ کر شبہے کی چیزون کو چھوڑ کر یقین اختیار کریگا اور اپنے نفس کو ضرورت کی تنگی پر روک رکھیگا تو وہ محتاط اور فرقہ ناجیہ مین سے ہی اور جو شخص قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہو اسکو دنیا دار کہنا جائز نہین بلکہ اسقدر دنیا کا ہونا تو عین دین ہی اسلیے کہ دین کی شرط ہی اور شرط منجملہ مشروط کے ہی سمجھی جاتی ہی اور اس امر کی تائید پر روایت بھی دال ہی جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے حال مین منقول ہی کہ آپ کو ایکبار کچھ حاجت پیش ہوئی آپ اپنے ایک دوست کے پاس تشریف لیگئے تاکہ اس سے کچھ قرض لین مگر اسنے قرض نہ دیا آپ نہایت مغموم پھرے اللہ تعالے نے وحی بھیجی کہ اگر اپنے خلیل سے یعنی خدا تعالے سے مانگتے تو تمکو ضرور ملتا عرض کیا کہ الٰہی مجھے معلوم تھا کہ تجھکو دنیا ناپسند ہی اسی لیے اسمین سے مانگتے ہوے ڈر معلوم ہوا حکم ہوا کہ حاجت یعنی مقدار ضرورت دنیا مین سے نہین انتہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مقدار ضرورت داخل دین ہی اور جو اسکے سوا ہو وہ آخرت مین وبال ہی اور دنیا مین بھی وبال ہی جو شخص اغنیا کا حال دیکھتا ہی کہ کسقدر محنت و تردد مال کے حاصل کرنے اور اسکے جوڑنے اور حفاظت کرنے اور ذلت اٹھانے مین پڑتی ہی وہ جانتا ہی کہ مال کا دنیا مین وبال ہونا درست بات

ہے نہایت درجہ فلاح کا مال سے یہ ہے کہ وہ مالدار کے وارثون کو پہونچے اور وہ اسکو کھادین مگر وہ بعض اوقات مورث کے دشمن ہوا کرتے
ہین اور کبھی اس مال کو گناہ مین صرف کیا کرتے ہین تو گویا مورث ہی انکا مددگار اس گناہ پر ہوا مال دنیا کا جمع کرنیوالا اور شہوات کا طالب
ایسا ہے جیسے ریشم کا کیڑا کہ اول اپنے اوپر ریشم تنتا جاتا ہے پھر اسمین سے نکلنا چاہتا ہے مگر بچاؤ کی صورت نہین پاتا وہان ہی مرجاتا ہے اور باعث
اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہے خود کردہ را چہ علاج اسیطرح جو شخص شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہے وہ اپنے دل پر زنجیرین جکڑتا ہے سب شہوات
ہین مال و جاہ اور زن اور فرزند اور اعدا کو برا کہنا اور دوستون سے ریا کرنا وغیرہ یہ سب جدا جدا بیڑیان ہین کہ دل پر پڑجاتی ہین اب
اگر اس شخص کو اپنی غلطی معلوم ہو اور دل مین خطرہ رجوع کا آوے اور نکلنا چاہے تو نہین نکل سکیگا دل پر وہ بیڑیان اور طوق دیکھے گا کہ
انکا کاٹنا مشکل ہے اور اگر بالفرض یک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزون مین سے اپنے اختیار سے چھوڑ دے گا تو گویا اپنی جان کو
تلف کریگا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤن پر کلھاڑی ماریگا اور اسی حال مین رہیگا یہانتک کہ ملک الموت ایکبارگی سب محبوب
چیزون سے دم کے دم مین علیحدہ کردیگا اور اسوقت عجب صورت پیش آویگی کہ دل تو دنیا کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہوگا جو چھوٹنے کو ہے
سکے اور ملک الموت کے پنجے دل کی رگون کے اندر گھسے ہوے اسکو آخرت کیطرف کھینچینگے اور زنجیرین دنیاوی اسکو دنیا کیطرف کشش کرینگی
تو اس شخص کا ادنی حال مرنے کے وقت ایسا جاننا چاہیئے جیسے کسی شخص کے نصف جسم کو آرہ سے چیر کر دو طرف سے دو آدمی پکڑ کر کھینچین
اور علیحدہ کرین اور اسمین بھی یہ ہے کہ جو شخص آرے سے چیرا جائیگا تو ایذا اسکے بدن کو ہوگی اور یہ ایذا دل مین بطریق سرایت پہونچیگی اور بدن کے
ذریعہ سے دلکو بھی درد معلوم ہوگا بخلاف اس صورت موت کے کہ اسمین تکلیف خاص دل ہی پر ہوتی ہے کسی غیر چیز سے سرایت کرکے
نہین آتی تو ایسے رنج کا کیا ٹھکانا ہے غرض کہ یہ اول عذاب ہے کہ آدمی کو ملیگا اور اعلی علیین اور قرب رب العالمین کا فوت ہوجانا اسکی حسرت رہیگی یہ بعد
کو ہوگی پس دنیا کی طرف میل کرنے سے خدا تعالی کے دیدار سے محروم رہیگا اور جو وہان سے محجوب ہوتا ہے اسپر آگ دوزخ کی مسلط ہوتی ہے
کیونکہ وہ صرف محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون ثم انہم لصالوا الجحیم اس آیت مین
عذاب دوزخ کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور اگر صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جاوے اور دوزخ کا عذاب نہو تو وہی ایک کافی ہے اور جب
دونون ایک ساتھ ہونگے تو کیا حال ہوگا ہم خدا تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمارے کانون مین وہی بات جمادے جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے نفس مبارک مین پھونک دی تھی یعنی آپ سے فرمادیا گیا تھا اَحبب من اَحببت فانک مفارقہ اور ازانجاکہ اولیاء اللہ کو
معلوم ہوگیا تھا کہ آدمی اپنے اعمال اور اتباع خواہش نفسانی سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کی طرح ہلاک کرتا ہے اسلیئے انھون نے
دنیا کو ایک لخت ترک کردیا یہانتک کہ حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ مین نے ستر بدر کے لوگون کو ایسا دیکھا ہے کہ جو چیز انپر حلال تھی اسی
مین زہد اتنا کرتے تھے کہ تم اتنا حرام چیزون مین بھی نہین کرتے اور ایک روایت مین یون ہے کہ وہ مصیبت کیوقت اتنا خوش رہا کرتے کہ تم حالت
ارزانی و وسعت مین بھی نہین رہتے اگر تم انکو دیکھو تو دیوانہ جانو اور اگر وہ لوگ تمہارے کسی اچھے شخص کو دیکھین تو کہین کہ اسکو دین سے
کچھ بہرہ نہین اور اگر تم مین سے برون کو دیکھین تو کہین کہ یہ قیامت پر ایمان نہین رکھتے اور اگر ان مین سے کسی کے سامنے مال
حلال پیش کیا جاتا تھا تو نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرا دل نہ بگاڑ دے پس جو اہل دل ہوگا وہ بالضرور اسکے

بگڑنے سے بھی ڈرے گا اور جن لوگون کے دلون کو دنیا کی محبت نے مردہ کر دیا ہے انکا حال خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا والذین ہم عن آیاتنا غافلون اور فرمایا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا
اور فرمایا فاعرض عن من تولےٰ عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم ان آیتون مین ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی سب باتین
غفلت اور نادانستگی کی وجہ سے ہین۔ اور بہمین لحاظ ایک شخص نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھکو اپنے سفر مین ساتھ
رکھیے انھون نے فرمایا کہ اپنا مال دیگر میرے ساتھ ہو جانا اسنے عرض کیا کہ یہ تو مجھسے نہین ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ غنی جنت
مین تعجب ہے کہ داخل ہو اور ایک روایت مین یون ہے کہ غنی جنت مین بڑی مشکل سے داخل ہوگا اور بعض اکابر نے فرمایا ہے
کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے چار فرشتے اطراف دنیا مین چار آوازین دیتے ہین دو فرشتے مشرق مین اور دو مغرب مین مشرق
کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے طالب خیر قدم بڑھا اور اے طالب شر بس کر اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی دینے والے کو عمدہ عوض عنایت فرما
اور بخیل کو بربادی مرحمت فرما اور مغرب کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ موت کیواسطے پیدا ہو اور اجڑنے کے لیے عمارت بناؤ اور دوسرا
کہتا ہے کہ لمبے حساب کے لیے کھاؤ اور نفع اٹھاؤ

پانچوان بیان زہد کی علامات مین ۔

جاننا چاہیے کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ مال کا تارک زاہد ہے حالانکہ ایسا نہین کیونکہ مال کا چھوڑنا اور اس سے دل برداشتگی ظاہر کرنی ایسے
شخص پر جو زہد پر مدح کو اچھا جانے بہت آسان ہے دیکھو اکثر راہب ہین کہ انھون نے اپنے نفسون کو تھوڑی سی غذا کا عادی کر لیا ہے
اور ایک بندی خانے مین بیٹھنا لازم کر لیا ہے انکی خوشی صرف یہی ہے کہ لوگ ہمارا حال جانین اور دیکھکر تعریف کرین پس صرف مال چھوڑنے
سے دلیل قطعی زہد کی کہان رہی بلکہ زہد مال اور جاہ دونون سے ضرور ہے تاکہ اور سب حظوظ نفسانی مین زہد پورا ہو ایک اور ظرفہ امر ہے
کہ بعض لوگ بڑے عمدہ پشمینے کے لباس اور بڑھیا کپڑے پہن کر دعوے زہد کا کرتے ہین چنانچہ ابراہیم خواص ان مدعیون کے وصف مین
فرماتے ہین کہ ایک لوگ دعوی زہد کا کرتے ہین اور پوشاک عمدہ پہن کر لوگون کو دھوکا دیتے ہین تاکہ انکو اگر کوئی پوشاک بھیجے تو ویسی
ہی بھیجے اور انکی طرف فقیرون کیطرح نہ دیکھے کہ حقیر جانکر کچھ مسکینون کی طرح دیدے اور ایسے لوگ اپنے آپ کو متبع علم کا کہتے ہین
اور جانتے ہین کہ ہم طریق سنت پر ہین چیزین ہمارے پاس آتی ہین ہمکو انسے کچھ سروکار نہین حالانکہ اگر واقع مین دیکھا جائے تو دوسرونکا
روگ اپنے آپ لیتے ہین یہ سب کے سب دنیا کو بدلے دین کے کھاتے ہین انکی مراد اپنے باطنون کا تصفیہ اور اپنے نفسونکے عادات کی
تہذیب نہین انپر انکی صفات ظاہر ہوکر غالب ہوگئین پس انھون نے انکو اپنا حال کہ دیا یہ لوگ دنیا کے راغب در پیروی ہوائے نفسانی
کے ہین انتہی غرضکہ پہچاننا زہد کا ایک مشکل بات ہے بلکہ زہد کا حال زاہد پر بھی مشتبہ رہتا ہے زاہد کو چاہیئے کہ اپنے باطن تین علامتون
پر اعتماد کیا کرے اول پہچان یہ ہے کہ موجود پر خوش نہو نہ مفقود پر رنجیدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لکیلا تاسوا علےٰ ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم
بلکہ اسکے برعکس ہونا چاہیے کہ مال کے ہونے سے رنجیدہ ہو اور جاتے رہنے سے خوش ہو دوسری پہچان یہ ہے کہ اسکے نزدیک
برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا برابر ہو اول بات علامت مال مین زہد کی ہے اور دوسری علامت جاہ مین زہد کی ہے تیسری پہچان یہ

ہے کہ انس اللہ تعہ کے ساتھ ہو اور دل پر حلاوت طاعت کی غالب رہے کیونکہ دل حلاوت محبت سے خالی نہین رہتا ہی یا محبت دنیا
کی اسمین رہتی ہی یا محبت اللہ تعالے کی ان دونون کا حال دل مین ایسا ہی جیسے پیالے مین پانی اور ہوا کا حال ہوتا ہے کہ پانی
جب اسمین آتا ہی جب ہوا اسمین سے نکل جاتی ہے دونون اکٹھا نہین ہوتے اور جو شخص اللہ تعہ سے مانوس ہوتا ہے
وہ اس مین مصروف رہتا ہی دوسری چیز مین مشغول نہین ہوتا اور اسیوجہ سے جب بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ زہد نے زاہدون کو
کہانتک پہونچا دیا فرمایا کہ اللہ تعہ کے ساتھ مانوس ہونے تک۔ اور خدائیتعالے کا انس اور دنیا کا انس جمع نہین ہوتے چنانچہ اہل
معرفت کا قول ہی کہ جب ایمان ظاہر دل پر لگا رہتا ہی تو دنیا اور آخرت دونون سے محبت کرتا ہی اور دونون کے لیے کام کرتا ہی مگر جب
ایمان دل کے سیاہ نقطے مین چلا آتا ہی اور اسمین رہنے لگتا ہی تو دنیا سے بغض کرتا ہی اور اسکی طرف نگاہ نہین کرتا نہ اسکے لیے عمل کرے اور اسی
واسطے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا مین منقول ہی اللھم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی اور حضرت سلیمانؒ فرماتے ہین جو اپنے نفس مین مشغول
ہوگا وہ آدمیون سے بیخبر ہوگا اور یہ مقام عمل کرنیوالون کا ہی اور جو شخص اپنے رب مین مشغول ہوگا وہ اپنے نفس سے بیخبر ہوگا یہ رتبہ
عارفین کا ہی **شعر** اگر یارے از خویشتن دم مزن ؛ کہ شرک ست با یار و با خویشتن ؛ زاہد کے لیے ضرور ہی کہ ان دونون مقامون مین سے
ایک مین رہے پہلا مقام یہ ہی کہ اپنے نفس مین لگا رہے اس حال مین اسکے نزدیک تعریف و مذمت اور وجود مال اور عدم برابر ہونگے
اور تھوڑا سا مال رکھنے سے اسکے زہد کا جاتا رہنا نہ پایا جاویگا ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سلیمانؒ سے پوچھا کہ
کیا حضرت داؤد طائی زاہد تھے انھون نے فرمایا کہ البتہ مین نے کہا کہ سنا ہے انکو باپ کے ترکے مین سے بیس دینار پہونچے تھے انکو
انھون نے بیس برس مین خرچ کیا تھا وہ زاہد کیسے ہوے وہ تو دینار رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ تمہاری غرض یہ ہی کہ وہ حقیقت زہد کو
پہونچ جاتے حقیقت سے مراد حضرت ابو سلیمانؒ کی انتہا تھی یعنے زہد کی کچھ انتہا نہین اسلیے کہ صفات نفس کے بہت ہین اور زہد
کامل جبھی ہوتا ہے جب صفات مین زہد کرے پس جو شخص کہ دنیا مین سے کسی چیز کو باوجود قدرت کے صرف اپنے دل اور دین کے
خوف سے چھوڑیگا اسکو اسیقدر زہد سے بہرہ ہوگا اور انتہا یہ ہی کہ ماسوا اللہ کو سب کو ترک کر دے یہانتک کہ پتھر بھی سر نہ رکھے
جیسے حضرت عیسے علیہ السلام نے کیا تھا۔ ہم خدائے تعہ سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو زہد کا اول ہی درجہ نصیب فرماوے انتہا کے درجات
کی طمع تو ہم جیسون کو کہان ہو سکتی ہی اگرچہ خدائے تعالے کے فضل سے امید توڑنے کی اجازت نہین اور اگر ہم اپنے اور پر عجائب نعمائے الہی
کو لحاظ کرین تو جانین کہ اسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین پس اگر اسکے جود کے اعتبار سے کہ ہر ایک کمال سے بڑھکر ہے ہم بھی اپنی حیثیت
سے بڑھکر سوال کرین تو کچھ دور نہین۔ جب یہ معلوم ہوا کہ زہد کی علامت فقر اور غنا اور عزت اور ذلت اور تعریف اور مذمت
کا یکسان ہونا ہی اور یہ بات غلبۂ انس الہی سے ہوتی ہی تو اب جاننا چاہیے کہ اس سے بالضرور اور علامات متفرع ہوتے ہین
مثلاً دنیا کو ترک کرے اور یہ نہ پروا ہو کہ کس کے پاس گئی۔ اور بعضون نے فرمایا ہی کہ علامت زہد کی یہ ہی کہ دنیا کو جیسی کہ ہے ویسی ہی چھوڑ دے
یہ نہ کہے کہ مین سرائے بناؤنگا یا مسجد بنوا دونگا اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ زہد کی علامت موجود چیز کی سخاوت ہی اور ابن خفیف
کہتے ہین کہ زہد کی علامت یہ ہی کہ جب چیز ہاتھ سے جاوے تو راحت پاوے اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ بلا تکلف دنیا سے علیحدہ

ہونا اور اعراض کرنا زہد ہے اور حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ اون ایک نشان ہے زہد کی نشانیون مین سے پس نچاہیے کہ تین درم کا کمل پہنے اور دل مین رغبت پانچ درم کے کمل کی ہو۔ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ زہد کی علامت عمل کا کوتاہ کرنا ہے۔ اور سریؒ فرماتے ہین کہ زاہد کی چین اچھی نہین ہوتی جب اپنے نفس سے بیخبر ہو اور عارف کی عیش اچھی نہین ہوتی جبکہ اپنے نفس مین مشغول ہو اور نصر آبادی کہتے ہین کہ زاہد دنیا مین مسافر ہے اور عارف آخرت مین اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ زہد کی تین علامتین ہین عمل کرنا بلا علاقہ اور قول بدون طمع اور عزت بدون ریاست اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ زاہد تمکو سرکہ اور رائی سونگھاتا ہے اور عارف مشک و عنبر اور انسے ایک شخص نے پوچھا کہ مین توکل کی دوکان مین آکر چادر زہد کی کب اوڑھونگا اور زاہدون مین کب بیٹھونگا انھون نے فرمایا کہ جب باطن مین تیرے نفس کی ریاضت اس درجہ کو پہونچ جاویگی کہ اگر اللہ تجھ سے تین دن رزق علٰحدہ رکھے تو تیرے جی مین یقین ضعیف نہو اور جبتک اس درجے کو نہ پہونچے تو تجھکو زاہدون کے فرش پر بیٹھنا جہالت ہے پھر یہ بھی خوف ہے کہ کہین رسوا نہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا مثل دلھن کے ہے اور جو اسکو طلب کرتا ہے وہ اسکی مشاطہ ہے اور جو کوئی اسمین زہد کرتا ہے وہ اسکا منھ کالا کرتا ہے اور بال نوچتا ہے اور کپڑے پھاڑتا ہے اور عارف اللہ تعالیٰ سے مشغول رہتا ہے اسکی طرف التفات نہین کرتا۔ اور سریؒ کہتے ہین کہ زہد مین سے مین نے جو بات چاہی وہ مجکو ملی مگر آدمیون مین زہد کرنے کو مین نہ پہونچا اور نہ اسکی مجھے طاقت ہے۔ اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین اللہ تعالیٰ نے سب برائی ایک کوٹھری مین بند کی اور اسکی کنجی محبت دنیا بنائی اور تمام خیر ایک کوٹھری مین بند کی اور اسکی کلید دنیا مین زہد کرنے کو بنایا یہ بیان تھا جو ہمکو حقیقت زہد اور اسکے احکام مین لکھنا منظور تھا اور چونکہ زہد بدون توکل تمام نہین ہوتا اسی لیے اب ہم توکل کو شروع کرتے ہین و باللہ التوفیق

پانچوان باب توحید و توکل کے بیانمین

رباعی گر تجھکو ہے عقل رکھ توکل پہ قدم ؛ توحید خدا کا دم نہ تو مار نہ دم ؛ تدبیر کو کیا دخل ہے تقدیر مین جب ؛ لکھنا تھا جو لکھ چکا ترے حق مین قلم

واضح ہو کہ توکل دین کی منزلون مین سے ایک منزل اور یقین کے مقامات مین سے ایک مقام بلکہ مقربین کے عالی درجات مین سے ہے اور وہ علم کی رو سے نہایت دقیق اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہے۔ سمجھنے کی رو سے اسکے باریک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسباب کا لحاظ کرنا اور انپر تکیہ کرنا تو توحید مین شرک ہے اور اگر ان سے بالکل تساہل اور سستی کی جاوے تو سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہوتا ہے اور اسباب کو لحاظ بھی نکرنا اور انپر تکیہ بھی کرنا قیاس مین مشکل سے آتا ہے بلکہ ورطۂ جہالت مین پھنساتا ہے اسی لیے معنی توکل کے ایسی طرح سمجھنے کہ مقتضاے توحید کے بھی موافق ہو اور عقل و شرع کے بھی مطابق نہایت باریک اور مشکل ہے اسکے واقف ہونے پر اس پوشیدگی اور دقت کے ہوتے ہوے سواے ایسے علما کے جنکی آنکھ مین فضل آلہی سے حقائق کا نور سمایا ہوا ہو اور کسی کی مجال نہین البتہ بڑے علمانے دیکھ کر معلوم کرلیا اور جو دیکھا سو بیان کیا جسطرح انسے بیان کرایا گیا اس طرح

انھون نے کہا اور ہم اس باب مین ایک مقدمہ اور دو فصلین لکھتے ہین مقدمے مین توکل کی فضیلت اور فصل اول مین توحید اور دوسری مین توکل کی حالت اور عمل لکھین گے

مقدمہ توکل کی فضیلت کے ذکر مین۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین اور فرمایا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور فرمایا ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ اور فرمایا ان اللہ یحب المتوکلین پس ایسے مقام کا کیا کہنا ہی جواسپر پہونچے وہ اللہ کا محب ہوا اور اللہ تعالیٰ اسکا کفیل ہو جس شخص کا خدا تعالیٰ کافی ہو اور محبت اور محافظت کرے وہ بڑی فلاح والا ہی اسلیے کہ محبوب کو عذاب نہوگا نہ دور رہے گا نہ محجوب ہوگا اور ایک آیت مین ارشاد ہے الیس اللہ بکاف عبدہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص طالب کفایت غیر سے ہو وہ توکل کا تارک ہی اور اس آیت کی تکذیب کرنیوالا کیونکہ یہ سوال استفہام اقراری کے طور پر ہی جیسے یہ آیت ہی ہل اتے علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا پس غرض یہی ہی کہ بیشک اللہ تعالیٰ بندے کو کافی ہی اور فرمایا ومن یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم یعنی ایسی عزت والا ہی کہ جو کوئی اسکی پناہ مین آجاوے اسکو ذلیل نہین کرتا اور جو اسکی جناب مین ملتجی ہو اسکو تلف نہین فرماتا اور ایسا حکیم ہے کہ جو اسکی تدبیر پر بھروسا کرتا ہی وہ اسکی تدبیر سے کوتاہی نہین فرماتا اور فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم اس مین بیان فرمایا کہ ہر ایک ماسوی اللہ مسخر ہے اسکو بھی حاجت تمہاری جیسی حاجتون کی ہوتی ہی تو اسپر توکل کیسے کیا جاوے اور فرمایا ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ اور فرمایا وللہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لا یفقہون اور فرمایا یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ اور سوا ان آیات کے جو کچھ قرآن مجید مین توحید کا مذکور ہی اس سب مین تنبیہ ہی کہ غیر کا لحاظ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ واحد قہار پر توکل کرو اور احادیث توکل کے باب مین یہ ہین کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو موسم حج مین امتین دکھائی گئین مین نے اپنی امت کو دیکھا کہ ان سے سب پہاڑ اور نشیب بھر گئے ہین مجھکو ان کی کثرت اور ہیئت سے تعجب ہوا مجھ سے سوال ہوا کہ تو خوش ہوا مین نے کہا کہ البتہ حکم ہوا کہ انکے ساتھ ستر ہزار اور جنت مین بے حساب داخل ہون گے لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے آپ نے فرمایا الذین لا یکتوون ولا یتطیرون ولا یسترقون وعلی ربہم یتوکلون اسکو سنکر عکاشہ بن محصن اٹھے اور عرض کیا کہ آپ خدائے تعالیٰ سے دعا مانگین کہ اللہ تعالیٰ مجھکو بھی انھین لوگون مین سے کرے آپ نے فرمایا اللہم اجعلہ منہم یعنے الٰہی تو اسکو ان مین سے کردے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خدائے تعالیٰ مجھکو بھی انھین سے کردے آپ نے فرمایا کہ اس دعا مین تجھ سے

ف ۱ اللہ پر بھروسا کرو اگر یقین رکھتے ہو ۱۲ ف ۲ اور اللہ پر بھروسا چاہیے بھروسے والے کو ۱۲ ف ۳ اور جو کوئی بھروسا رکھے اللہ پر تو وہ اسکو بس ہی ۱۲ ف ۴ اللہ چاہتا ہی توکل والون کو ۱۲ ف ۵ کیا اللہ بس نہین اپنے بندون کو ۱۲ ف ۶ کبھی ہوا ہی انسان پر ایک وقت زمانے مین جو نہ تھا کچھ چیز تکرار مین آئی ۱۲ ف ۷ اور جو کوئی بھروسا کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہی حکمت والا ۱۲ ف ۸ جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے بندے ہین تم سے ۱۲ ف ۹ بیشک جنکو پوجتے ہو اللہ کے سوائے مالک نہین

سبقت عکاشہ کر چکا اور ایک حدیث شریف[۲۱] مین وارد ہی کہ اگر تم لوگ اللہ تعہ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تم کو خدا ے تعالے
ایسی طرح روزی دے جیسے پرندون کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے اٹھتے ہین اور شام کو شکم سیر ہو جاتے ہین اور فرمایا[۲۲] من انقطع الی اللہ
عز وجل کفاہ اللہ تعہ کل مؤنۃ ورزقہ من حیث لا یحتسب ومن انقطع الی الدنیا وکلہ اللہ الیہا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا[۲۳] کہ جسکو یہ
اچھا معلوم ہو کہ سب لوگون مین زیادہ غنی ہو جاوے اسکو چاہیئے کہ اپنے سامنے کی چیز کی نسبت کہ خدا تعالے کے پاس کی چیز پر زیادہ اعتماد
کرے اور روایت ہی[۲۴] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کو جب فقر و فاقہ ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ نماز کے واسطے کھڑے ہو جاؤ
اور فرماتے کہ اسبات کا حکم مجھکو میرے پروردگار نے دیا چنانچہ ارشاد فرمایا[۲۵] وامر اہلک بالصلوۃ واصطبر علیہا اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا[۲۶] کہ جس شخص نے تعویذ کرایا یا داغ دیا اسنے توکل نہین کیا یعنے ہر چند تعویذ کرنا قرآن مجید یا اور الفاظ سے جو شرع مین
وارد ہین جائز ہی مگر توکل چاہتا ہے کہ سرے سے اسبات کیطرف التفات نہ رہے کہتے ہین کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گوپھن
مین رکھکر آگ مین پھینکا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انسے پوچھا کہ آپ کو کچھ حاجت ہی آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تم سے نہین
یہ اسواسطے کہا کہ جب انکو آگ مین پھینکنے کے لیے پکڑا تھا تو انھین نے فرمایا تھا حسبی اللہ ونعم الوکیل پس اس قول کا نباہ
منظور تھا اسی وفا کے لیے قرآن مجید مین اللہ تعہ فرماتا ہے وابراہیم الذی وفی یعنے وہ ابراہیم جسنے بات کو پورا کیا اور حضرت
داؤد علیہ السلام پر خدا تعالے نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص کہ صرف میری حبل متین سے تمسک کرے گا خلق سے سروکار
نہ رکھیگا اگر اسکے ساتھ تمام آسمان و زمین دغا کرین گے تو مین اسکے لیے نکلنے کی راہ پیدا کر دونگا اور آثار اس باب مین یہ ہین
کہ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہین کہ مجھکو بچھو نے کاٹا میری مان نے مجھکو قسم دلائی کہ تو جھاڑ والے مین نے جھاڑنے والے کے
ہاتھ مین اپنا وہ ہاتھ دیدیا جسمین نہین کاٹا تھا۔ اور ابراہیم خواص نے یہ آیت پڑھی وتوکل علے الحی الذی لا یموت آخر تک پھر
فرمایا کہ بندے کو بعد اس آیت کے خدا کے سوا کسی کی طرف التجا کرنی نہ چاہیے اور بعض اکابر کو خواب مین کسی نے یہ جملہ کہدیا کہ جسنے
اعتماد کیا اللہ تعہ پر اسنے اپنا رزق جمع کر لیا۔ اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ ایسا نہو کہ آدمی رزق مضمون کی تلاش مین اپنے فرض
اعمال سے بیخبر ہو جاوے اور آخرت کا معاملہ ابتر کر دے اور اسکو دنیا مین اسیقدر ملیگا جتنا کہ اسکے لیے لکھا گیا ہی اور یحیی بن معاذ
فرماتے ہین کہ جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہی تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ رزق کو بھی حکم ہی کہ آدمی کو تلاش کرلے اور حضرت
ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ مین نے ایک راہب سے پوچھا کہ تو کہان سے کھاتا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ بات
میرے جاننے کی نہین میرے پروردگار سے پوچھ لو کہ مجکو کہان سے کھلاتا ہے۔ اور ہرم بن حیان نے حضرت اویس قرنی سے
پوچھا کہ مین کہان رہون انھون نے شام کیطرف کو اشارہ فرمادیا پھر ہرم نے پوچھا کہ معیشت یعنے بسر اوقات کی کیا صورت ہی
حضرت اویس رح نے فرمایا کہ تف ہی ان دلون پر انمین شک ملا ہوا ہی انکو نصیحت سے کیا فائدہ ہوگا۔ اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ جب اللہ تعہ کو آدمی نے اپنا وکیل جان لیا تو ہر ایک بہتری کی راہ اسکو مل گئی

---

۲۱ ترمذی وحاکم بروایت بخاری ومسلم عمر فاروق ۱۲ ۲۲ جو شخص اللہ تعہ کا ہو رہتا ہی اسکو اللہ تعہ ہر ایک مشقت سے بچا دیتا ہی اور ایسی جگہ سے اسکو روزی
دیتا ہے جہان سے اسکو گمان بھی نہ ہو اور جو شخص دنیا کا ہو رہتا ہی اللہ اسکو دنیا کے حوالہ کر دیتا ہی ۱۲ طبرانی در صغیر و بیہقی در شعب بروایت حسن عن عمران بن حصین اور ابن ابی الدنیا ابن ابی حاتم ۲۳ ابن ابی الدنیا بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲ ابو حاتم ۲۴ طبرانی در اوسط و ابو نعیم و بیہقی در شعب بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۲۵ طبرانی بروایت محمد بن حمزہ عن عبد اللہ بن سلام ۱۲ ۲۵ اپنے گھر والون کو نماز کا اور آپ بھی قائم رہو اس پر ۱۲ ۲۶ ترمذی و نسائی و ابن ماجہ بروایت مغیرہ بن شعبہ ۱۲ ۲۷ کافی ہے مجھکو اللہ اور اچھا ذمہ دار ہے ۱۲

فصل اول توحید کے ذکر مین اسمین بیان اس توحید کی حقیقت کا ہر جو توکل کی اصل ہر جاننا چاہیئے کہ ایمان کے اقسام مین سے توکل بھی ہر اور اسکے سب اقسام علم اور حال اور عمل سے بنتے ہین پس توکل بھی بالضرور انھین تینون چیزون سے حاصل ہوتا ہے اول علم جو اصل ہر پھر عمل جو ثمرہ ہر تیسرا حال جو توکل کے لفظ سے مراد ہر پس اول ہم اس علم کا بیان شروع کرتے ہین جو اصل ہے اور اسی کا قول اصل لغت مین ایمان ہر اسلیے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہین اور جو تصدیق دل سے ہوگی وہ علم ہے اور اگر تصدیق قوی ہو جاتی ہر تو اسکو یقین کہنے لگتے ہین مگر چونکہ اقسام یقین کے بہت ہین اور ہم کو انمین سے صرف وہ بیان کرنے ہین جن کے اوپر مدار توکل کا ہر اور وہ قسم وہ توحید ہر جو اس کلمہ طیبہ مین سمجھی جاتی ہر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور نیز وہ ایمان قدرت پر ہے جسکا بیان ان کلمات مین ہر لہ الملک اور اسی مین ایمان جود و حکمت الٰہی پر بھی ہر جسپر یہ قول دلالت کرتا ہر ولہ الحمد پس جس شخص نے کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر[1] پس اسکا وہ ایمان جو توکل کی اصل ہے پورا ہو گیا اور اس کہنے سے ہماری یہ غرض ہر کہ معنی اس کلمے کے ایک وصف لازم آدمی کے دل کے ہو جاوین اور دل پر غالب رہین رہی توحید وہ اصل اصول ہر مگر اس مین کلام طویل ہر اور وہ علم مکاشفہ سے ہے لیکن بعض علوم مکاشفہ احوال کے ذریعے سے اعمال سے بھی متعلق ہین اور علم معاملہ بدون انکے کامل نہین ہوتا اس صورت مین ہم توحید مین سے اسیقدر بیان کرین گے جو متعلق معاملے سے ہر ورنہ توحید ایک دریاے ناپیدا کنار ہر اسکی کچھ انتہا ہی نہین - اب جاننا چاہیے کہ توحید کے چار مراتب ہین ایک مغز دوسرے مغز کا مغز تیسرے پوست چوتھے پوست کے اوپر کا پوست اور کم فہمون کے سمجھانے کے لیے ہم اسکی ایک مثال فرض کر لیتے ہین کہ توحید کو مثل اخروٹ کے اپنے اوپر کے چھلکے مین سمجھنا چاہیے کہ اسپر دو چھلکے ہوتے ہین اور ایک مغز ہوتا ہے پھر مغز کے اندر تیل ہوتا ہر - پس مرتبہ اول توحید کا تو یہ ہر کہ آدمی اپنی زبان سے تو لا الہ الا اللہ کہے مگر اسکا دل اس سے غافل ہو یا منکر مثل توحید منافقون کے اور دوسرا مرتبہ یہ ہر کہ معنی اس لفظ کے اسکا دل بھی سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اسکی تصدیق کرتے ہین یہ توحید عوام کی ہر تیسرا مرتبہ یہ ہر کہ بذریعہ نور حق کے یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہو جاوین یہ مقام مقربین کا ہر اور اسکا حال اسطرح ہر کہ اشیاء کو بہت تو جانتا ہر مگر باوجود اشیا کی کثرت کے انکو واحد قہار سے ہی صادر سمجھتا ہر اور چوتھا مرتبہ یہ ہر کہ وجود مین سوا ذات واحد یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے **شعر** چو سلطان عزت علم برکشد ؛ جہان سر بجیب عدم درکشد ؛ کا مضمون ہو جاوے اور یہ مشاہدہ صدیقون کا ہر اور اسکا نام صوفیہ کرام قدس اسرارہم فنا در توحید کہتے ہین یعنی اسلیے کہ اس رتبے والا سوا ایک ذات کے اور کچھ نہین دیکھتا تو اپنے نفس کو بھی نہین دیکھتا اور جب احد یکتا مین مستغرق ہونے کی جہت سے اپنے نفس کو نہین دیکھتا تو توحید مین اپنے نفس سے فانی ہو گا یعنی اپنے نفس کے دیکھنے سے جگتا نہین رہا - پس ان مراتب مین سے اول شخص تو صرف موحد زبان کا ہر اسکا فائدہ دنیا مین یہ ہر کہ قتل سے بچ جاتا ہر اور دوسرا شخص ان معنون کر موحد ہے کہ اپنے دل سے لفظ کے معنے سمجھتا ہے اور دل سے تکذیب اپنے اعتقاد کی نہین کرتا اور اسطرح کی توحید دل پر ایک گرہ ہر اسمین بسط اور کشادگی نہین ہوتی تاہم اس توحید والا عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہر بشرطیکہ اسی پر خاتمہ ہو اور گناہون کے باعث اسکو ضعیف نہ کر دیا ہو پھر اس گرہ کے لیے چند حیلے تو اس قسم کے ہین

[1] نہین ہے کوئی معبود سوائے خدا کے وہ ہر اکیلا کوئی اسکا شریک نہین اسیکو سلطنت ہر اور اسیکی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

جیسے اسکا ڈھیلا کرنا اور کھولنا منظور ہوتا ہو انکو بدعت کہتے ہین اور کچھ تدبیرین ایسی ہین جن سے اس گرہ کا مضبوط کرنا اور اسکے ڈھیلے کرنیوالے اور کھولنے والے حیلون کا دور کرنا مقصود ہوتا ہو انکو کلام کہتے ہین اور جو علم کلام جانتا ہو اسکو متکلم کہتے ہین اور اسکے مقابل کو مبتدع اور غرض متکلم کی یہ ہوتی ہو کہ مبتدع کو عوام کے دلون سے وہ گرہ نہ کھولنے دے اور متکلم کو کبھی موحد بھی کہتے ہین اس نظر سے کہ وہ اپنے کلام کے باعث معنی لفظ توحید کے عوام کے دلون مین حفاظت کرتا ہو تاکہ توحید کی گرہ کھلنے نہ پاوے اور تیسرا شخص ان معنون کر موحد ہو کہ اسنے صرف ایک ہی فاعل کا مشاہدہ کیا یعنی اسکو امر حق جون کا تون کھل گیا واقع مین فاعل ایک ہی نظر آتا ہو اور حقیقت جیسی ہو ویسی ہی سوجھ پڑتی ہے مگر اسنے بزور اپنے دل کو معتقد معنی لفظ حقیقت کا رکھا ہو تو یہ مرتبہ عوام اور متکلمون کا ہو کیونکہ عامی اور متکلم کے اعتقاد مین کچھ فرق نہین بلکہ یہ فرق ہو کہ متکلم ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہو کہ جو کوئی اس سے اعتقاد کو ضعیف کرنا چاہے تو اسکی تقریر دفع کردے۔ اور چوتھا شخص اس نظر سے موحد ہو کہ اسکے مشاہدے مین بجز واحد مطلق کے اور کوئی نہین آیا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہین دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے **شعر** وحدت مین تیری خوف دوئی کا نہ آسکے ؛ آئینہ کیا مجال تجھے منھ دکھا سکے ؛ یہ مرتبہ توحید مین سب سے اعلےٰ ہو۔ پس پہلا مرتبہ تو اوپر کا سا چھلکا اخروٹ کا ہو اور دوسرا مرتبہ مثل دوسرے چھلکے کے ہو اور تیسرا مغز کے مانند ہو اور چوتھا مثل تیل کے ہو جو مغز مین سے نکلتا ہو اور جسطرح کہ اوپر کے چھلکے سے کوئی فائدہ نہین اگر کھائیے تو تلخ ہو اور اگر اسکا باطن دیکھا جاوے تو بری صورت کا ہو اگر جلائیے تو آگ بجھا دے اور دھوان زیادہ کرے اور اگر مکان مین رکھیے تو جگہ روکے غرض کسی قابل نہین بجز اسکے کہ چندروز اخروٹ کی حفاظت اس سے ہو اور جب مغز نکال لیا جاوے تو پھینکدیا جاوے اسیطرح توحید زبانی کا حال ہو جسمین دل کی تصدیق نہو کہ ایسی توحید سے کچھ فائدہ نہین نقصان بہت سے ظاہر و باطن مین بری ہو ہان چندروز کا فائدہ یہ ہو کہ نیچے کے چھلکے یعنی دل اور بدن کے بچاؤ کے لیے موت کیوقت تک کام آتی ہو اور منافق کے بدن کو طعمۂ سیف مجاہدین نہین ہونے دیتی اسلیے کہ انکو حکم دلون کے چیرنے کا نہین ہو ظاہر کے اسلام کو دیکھتے ہین اسوجہ سے منافقون کا بدن تلوار سے محفوظ رہ جاتا ہو مگر موت کے وقت یہ توحید انکے بدن سے علیحدہ ہو جاویگی اسکے بعد پھر اس سے کچھ کام نہ چلیگا اور جسطرح کہ نیچے کا چھلکا بہ نسبت اوپر کے چھلکے کے ظاہر مین بہت مفید ہو یعنی اس سے مغز کی حفاظت ہوتی ہو اور رکھ چھوڑنے سے بگڑنے نہین دیتا اور اگر جدا کر لیا جاوے تو ایندھن کے بھی کام کا ہو تا ہم بہر حال مغز کی نسبت کم ہو اسیطرح صرف اعتقاد بدون کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہے مگر کشف و مشاہدہ کی بہ نسبت جو سینے کی کشادگی اور نور حق کی اسمین تابش سے حاصل ہوتا ہو اسکی قدر کم ہو کیونکہ یہی کشادگی اس آیت شریف مین مراد ہو فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام اور اس آیت مین بھی افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ اور جسطرح کہ مغز ذات خود پوست کی نسبت کر نفیس ہو اور گویا مقصود وہی ہو مگر پھر بھی تیل نکالنے پر کچھ کھلی وغیرہ کی آمیزش سے خالی نہین اسیطرح توحید فعل یعنی فاعل کا ایک جاننا بھی سالکون کے حق مین بڑا مقصد عالی ہو مگر اسمین کچھ نہ کچھ التفات غیر کی طرف پایا جاتا ہو اور اس شخص کی نسبت جو ایک کے سوا دوسرے کو دیکھتا ہی نہین ایسے شخص کا لحاظ کثرت کیطرف ہو پس اگر تم یہ کہو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ آدمی بجز ایک ذات کے مشاہدہ نکرے حالانکہ آسمان و زمین اور تمام اجسام محسوسہ کو دیکھتا ہو اور یہ چیزین بہت ہین تو بہت سی چیزین ایک کسطرح ہونگی اسکا جواب یہ ہو کہ یہ

نکتہ انتہائے علوم مکاشفات مین کا ہو ان علوم کے اسرار کا کسی کتاب مین لکھنا جائز نہین عارفین فرماتے ہین کہ راز ربوبیت کا افشا کرنا کفر ہو علاوہ ازین اس امر کو علم معاملہ سے کچھ علاقہ بھی نہین ہان ابتداے نظر جو کثرت کا واحد جاننا بعید معلوم ہوتا ہے اسکو سمجھا دینا ممکن ہے اور وہ اسطرح ہو کہ بعض چیزین کسی خاص مشاہدے سے دیکھو تو بہت ہین اور کسی اور اعتبار سے دیکھو تو واحد ہین مثلاً اگر انسان کو اسکی روح اور جسم اور ہاتھ پانؤن اور رگون اور ہڈیون اور آنتون کے لحاظ سے دیکھو تو بہت ہو اور اگر دوسرے اعتبار سے مشاہدہ کرو تو ایک ہو یعنے انسانیت کے لحاظ سے دیکھو تو ایک ہے۔ اور بہت شخص ایسے ہین کہ انسان کو دیکھتے ہین تو انکے دل مین خیال اسکی رگون کی کثرت کا اور آنتون اور ہاتھ پانؤن کا اور جدا ہونے روح و جسم اور اعضا کا نہین گزرتا۔ اور دونون صورتون مین فرق یہی ہو کہ جب آدمی کو حالت استغراق واحد کے ساتھ ہوتی ہو تو وہ واحد مین تفرق اور جدائی نہین دیکھتا اور جب عین کثرت کی طرف التفات کرتا ہو تو خیال علیحدہ ہو۔ ان اشیا کا گذرتا ہو اسیطرح جتنی اشیا موجود ہین خواہ خالق ہو یا مخلوق سب کیلیے اعتبارات اور مشاہدات بہت اور جدا جدا ہین کہ کسی اعتبار سے وہ واحد ہین اور کسی سے بہت پھر بعض اعتبارات سے کثرت زیادہ ہوتی ہو اور بعض سے کم۔ اور انسان کو جو ہم نے مثال مین لکھا ہو ہر چند مطابق مطلب کے نہین تاہم اس سے فی الجملہ مشاہدے مین کثرت کا واحد ہو جانا معلوم ہو جاتا ہو اور اس قسم کے موحدین پر محل انکار نہین رہتا اور جس مقام پر کہ ابھی آدمی کی رسائی نہین ہوئی اسکی تصدیق کرنے لگتا ہو اس تصدیق کی بدولت اسمین توحید اعلے مرتبہ والے سے کچھ بہرہ ہو جاتا ہو گو جس قسم کی توحید پر ایمان لایا ہو وہ حالت حاصل نہوئی ہو جیسے مثلاً کوئی نبوت پر ایمان لاوے تو ہر چند خود نبی نہو مگر نبوت سے اسکو اسیقدر بہرہ ہوگا جسقدر کہ اسپر ایمان قوی ہوگا اور یہ مشاہدہ جسمین کہ بجز ذات واحد مطلق کے اور کچھ نہین سوجھتا کبھی تو ہمیشہ رہتا ہو اور کبھی بجلی کی طرح کوند جاتا ہو اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے ہمیشہ یہ حال رہنا بہت ہی کم ہو روایت ہو کہ حسین بن منصور حلاج نے ابراہیم خواص کو سفر کرتے دیکھا تو پوچھا کہ تم کس فکر مین ہو انھون نے فرمایا کہ مین سفر مین پھرتا ہون تاکہ توکل مین اپنا حال درست کرون اور خواص متوکلین مین) سے تھے حسین بن منصور نے فرمایا کہ تم نے اپنی تمام عمر اپنے باطن کی آبادی مین ضایع کی فنا در توحید کہان گئی اسکو کیون نہین اختیار کرتے **شعر** اگر یارے از خویشتن دم مزن ۞ کہ شرک ست با یار و با خویشتن ۞ گویا حضرت خواصؒ توحید مین تیسرے مقام کی درستی کرتے تھے اور حسین نے ان کو چوتھے مقام پر ترغیب دی غرض کہ مقامات موحدین کا حال بر سبیل اجمال بیان کیا گیا اب اسقدر توحید کی شرح سننی چاہیئے جسپر توکل مبنی ہے پس چوتھے مقام کے بیان مین تو خوض ہی کرنا نہ چاہیے اور نہ توکل اسپر مبنی ہو بلکہ حال توکل تیسری قسم کی توحید سے حاصل ہوتا ہے اور قسم اول کی توحید نفاق ہے اسکا حال ظاہر ہی ہو اور دوسری قسم کی توحید عام مسلمانون مین موجود ہے اسکے پختہ کرنے کا طور علم کلام مین مذکور ہو اور بدعتیون کے اعتراضات کا جواب بھی اسی علم مین موجود ہو اس مین سے جسقدر کہ ضروری ہو ہمنے اسکا ذکر کتاب اقتصاد فی الاعتقاد مین لکھا ہو۔ باقی رہی تیسری قسم توحید کی سو اسی پر توکل مبنی ہو اسلیے کہ صرف توحید اعتقادی تو موجب حال توکل کے نہین ہو اسمین کچھ کشف و مشاہدہ کا ہونا بھی چاہیے پس تیسری قسم مین سے جسقدر پر توکل موقوف ہے

اسکو ہم بیان کرتے ہین اسکی تفصیل تو اس جیسی کتاب مین نہین آسکتی مگر مختصر یہ ہو کہ آدمی پر یہ امر ظاہر ہو جاویگا کہ فاعل سوا خدائے تعا کے اور کوئی نہین اور جتنی موجود چیزین ہین یعنے خلق اور رزق اور بخشش اور منع دنیا اور موت و حیات اور تو انگری و مفلسی وغیرہ جن کو کسی نام سے کہہ سکتے ہین انکا موجد اور مبدع اور مخترع اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی اسکا شریک نہین جب آدمی پر یہ بات کھل جاویگی تو پھر اور کیطرف نہ دیکھے گا بلکہ خداے تعالیٰ ہی سے خوف کرے گا اور اسی سے توقع رکھیگا اور اسی پر اعتماد و توکل کرے گا اسلیے کہ کرنیوالا کامون کا تو صرف وہی ہو دوسرا اور کوئی نہین اور جو اسکے سوا ہین وہ سب مسخر ہین خود ایک ذرہ بھی آسمانون اور زمین کے ملکوت مین سے نہین ہلا سکتے اور جب باب مکاشفہ آدمی کے اوپر کھلجاتا ہو تو یہ امر اسکو آنکھ کے مشاہدے سے بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ اس توحید سے آدمی کو شیطان ایسی جگہ مین روک دیتا ہو جہان اسکو یہ معلوم ہو کہ انسان کے دل پر کچھ ملاؤ شرک کا بھی چلا جاویگا اور اسکی دو صورتین ہین اوّل حیوانات کے اختیار پر التفات کرنے سے۔ دوم جمادات کے التفات سے۔ جمادات کے التفات سے شرک ایسے کرتا ہو کہ مثلاً آدمی کھیتی کے نکلنے اور جمنے مین مینھ پر اعتماد کرے اور مینھ کے برسنے کے لیے ابر پر اور ابر کے اکٹھا ہونے کے واسطے سردی پر اعتماد کرے اور کشتی کے برابر رہنے اور چلنے مین ہوا پر اعتماد کرے تو یہ سب باتین توحید کے باب مین شرک ہین اور حقیقت امور سے جہالت کی دلیل ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجاہم الی البر اذا ہم یشرکون اسکے معنی بعض مفسرین یہ فرماتے ہین کہ کشتی کے سوار کہنے لگتے ہین کہ اگر ہوا اچھی نہوتی تو ہم نہ بہونچتے اور جس شخص پر حال عالم کا واقعی معلوم ہوگیا ہو وہ جانتا ہو کہ ہوا موقوف ایک ہوا ہو اور ہوا اپنے آپ سے نہین چلتی جبتک اسکو کوئی حرکت دینے والا نہو اسیطرح اسکے محرک کو ایک اور محرک چاہیے یہانتک کہ سلسلہ محرک اول پر پہونچے کہ اسکو کوئی محرک نہین اور نہ وہ بذات خود متحرک ہو بس نجات کے باب مین بندے کا التفات ہوا کیطرف ایسا ہو جیسا کوئی شخص گردن مارا جانے کو پکڑا جاوے اور بادشاہ اسکی رہائی اور عفو قصور کا حکم لکھدے تو یہ شخص دوات اور کاغذ اور قلم کو جنسے کہ حکم لکھا گیا ہو یاد کرے اور کہے کہ اگر قلم نہوتا تو مین نہ بچتا اور اپنی نجات قلم سے سمجھے جسنے قلم کو ہلایا اس سے نہ سمجھے تو یہ نہایت جہالت ہو اور جو شخص جانے کہ قلم کچھ حکم نہین دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھ مین مسخر ہوتا ہو تو وہ قلم کیطرف التفات نہین کریگا اور سوا کاتب کے اور کا شکر گزار نہوگا بلکہ بعض اوقات نجات کی خوشی اور بادشاہ کے شکر مین دل پر قلم اور سیاہی وغیرہ کا خطرہ بھی نہوگا۔ پس آفتاب اور چاند اور ستارے اور مینھ اور ابر اور زمین اور ہر ایک حیوان اور پتھر وغیرہ سب خداے تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین اسطرح مسخر ہین جیسے کاتب کے ہاتھ مین قلم بلکہ یہ مثال بھی صرف سمجھانے کے واسطے کہ دیگئی کہ لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ دستخط بادشاہ کیا کرتے ہین اور واقع مین کاتب خدا تعالیٰ ہی ہو چنانچہ ارشاد فرماتا ہو وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ پس جب آدمی پر یہ بات کھلجاتی ہے کہ تمام چیزین آسمان و زمین کی اسطرح مسخر ہین تو شیطان اس سے ناامید پھرتا ہو کہ اب اسکی توحید مین یہ شرک جمادات کا تو نہین ملا سکتا مگر دوسری صورت سے پیش آتا ہو یعنے التفات حیوانات کے اختیار کا اپنے افعال اختیاری مین دل مین ڈالتا ہو اور کہتا ہو کہ تو سب باتون کو اللہ کیطرف سے کیسے

اعتقاد کرتا ہے دیکھ فلان شخص تجکو اپنے اختیار سے رزق دیتا ہی اگر چاہے دے اور چاہے بند کر دے اور بادشاہ کو اختیار ہی چاہے تیری گردن تلوار سے اڑا دے چاہے معاف کر دے تو خوف بادشاہ ہی سے چاہیے اور اسی سے توقع رکھنی چاہیے کیونکہ تو اسی کے قابو مین ہی اور یہ بات تو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اسمین کچھ شک نہین اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر قلم کو تو کاتب نہین جانتا اس جہت سے کہ وہ کاتب کے ہاتھ مین مسخر ہی تو کاتب تو اس سے باختیار خود لکھتا ہی اسکو کاتب کیون نہین جانتا اس خطرے مین اکثر لوگون کے قدم لغزش کھا جاتے ہین بجز اللہ تعالیٰ کے مخلص بندون کے جنپر شیطان مردود کو قابو نہین وہ لوگ البتہ چشم بصیرت سے کاتب کو بھی مسخر اور مضطر دیکھتے ہین جیسے ضعفا قلم کو مسخر دیکھتے ہین اور انکو معلوم ہو گیا ہی کہ ضعفا نے اسباب مین ایسی غلطی کی جیسے چیونٹی مثلاً کاغذ پر پھرتی ہو اور دیکھے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ کر رہی ہی اور اسکی بینائی ہاتھ اور انگلیون پر نہ پہونچتی ہو جہانتک کاتب کو دیکھے تو وہ غلطی سے یہی جانیگی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم ہی سیاہ کرتا ہی اور اسکی غلطی کی وجہ یہی ہی کہ اسکی بینائی قلم کی نوک سے اوپر نہین جا سکتی اسواسطے کہ آنکھ کا حدقہ بہت تنگ ہی بس اسیطرح جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے خدائے تعالیٰ کے نور سے نہین کھلا اسکی بصیرت آسمان و زمین کے جبار کے دیکھنے سے قاصر ہے وہ نہین دیکھ سکتا کہ وہ واحد یکتا سب کے اوپر غالب ہے اسی لیے کاتب ہی پر اثناء راہ مین ٹھہر گیا اور یہ صرف جہالت ہی اور ارباب قلوب اور مشاہدات کا حال یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسمان و زمین کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کاملہ سے گویا کر دیتا ہے یہانتک کہ وہ لوگ ان ذرات کی تقدیس اور تسبیح خدا تعالیٰ اکے لیے سنتے ہین اور انکے گوش حق نیوش مین آواز ان اشیا کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدون کسی حرف اور صوت کے سنائی دیتی ہی جنکے کان ہی نہین وہ اسکو البتہ نہین سنتے سچ ہی شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ؎ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ؎ ہماری غرض کان سے یہ کان نہین جو آواز کی چیزون کے سوا نہین سن سکتے ایسے کان تو گدھے کے بھی ہوتے ہین اور نہ ایسی چیزون کی کچھ قدر ہے جس مین کہ بہائم شریک ہون بلکہ ان کانون سے یہ غرض ہی جنسے وہ کلام سمجھے جاوین جس مین نہ حروف ہون نہ آواز نہ عربی نہ عجمی بس اگر کوئی کہے کہ یہ تو ایک تعجب کی بات ہی عقل اسکو قبول نہین کرتی اشیا کے بولنے کی کیفیت کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کیسے بولتی ہین اور کیا کہتی ہین تسبیح اور تقدیس خدائے تعالیٰ کی کسطرح کرتی ہی اور اپنے نفسون کے عاجز ہونیکی شہادت کیسے دیتی ہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ آسمان و زمین کے ہر ذرے کو ارباب قلوب کے ساتھ باطن مین ایک مناجات ہی اور اسکا کچھ حصر و انتہا نہین اسلیے کہ وہ کلمات خدائے تعالیٰ کے کلام کے سمندر سے جسکی کچھ حد نہین مدد پاتے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مددا پھر یہ سب ذرات اسرار ملک اور ملکوت کے بیان کرتے ہین اور بھید کا افشا کرنا برا ہے بلکہ سینۂ احرار قبر اسرار ہوتا ہی اور تمنے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ جو شخص بادشاہ کے راز کا امین ہو اور بادشاہ اس سے اپنے خفیہ امور کہے تو وہ سب کے سامنے بیان کر دے اور اگر بھید کا افشا کرنا درست ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ فرماتے لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیراً بلکہ ذکر فرما دیتے تاکہ رودین اور خندہ نہ کرین اور نیز تقدیر کے راز کے فاش کرنے سے منع نہ فرماتے اور یہ ارشاد نہ فرماتے کہ جب ستارون کا ذکر ہوا کرے تو چپ رہو اور تقدیر کا مذکور ہو تو سکوت کرو اور میرے اصحاب کا جب ذکر ہو تو خاموش ہو جاؤ

اور نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بعض اسرار کے لیے خاص نہ فرماتے۔ غرضکہ ذرات ملک و ملکوت کے جو اہل دل سے مناجات کرتے ہین اُن باتون کو مذکور نہ کرنے کی دو وجہ مین اول محال ہونا افشائے راز کا دوم بے انتہا ہونا انکے کلمات و حکایات کا تاہم جو مثال نیچے اوپر لکھی ہو یعنے حرکت قلم مین اسکی تھوڑی سی گفتگو برسبیل اجمال لکھے دیتے ہین تاکہ مجملاً توکل کے مبنی ہونے کی کیفیت اس سمجھ مین آجاوے اور ہرچند یہ گفتگو حروف و آواز سے متعلق نہین مگر اسکو ہم حروف و آواز سمجھانے کی ضرورت کیلئے بنائے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ ایک شخص سالک نے جو نور الٰہی مشعل راہ رکھتا تھا کاغذ کو دیکھا کہ اسکا رخ سیاہی سے کالا ہو گیا ہو اسنے پوچھا کہ تیرا منھ تو سفید گالا تھا اب تونے کالا کیون کیا اسکی کیا وجہ ہو کاغذ نے جواب دیا کہ یہ کیا انصاف ہو کہ یہ بات مجھ سے پوچھتا ہو مین نے اپنے آپ تو کالا نہین کیا روشنائی سے پوچھ کہ وہ دوات مین جہان اسکا ٹھکانا اور وطن تھا بیٹھی تھی وہان سے نکلی اور میرے صفحۂ رخ پر زبردستی تاخت کی اسنے کہا کہ تو سچا ہو پھر روشنائی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے جو تونے کاغذ کا منھ سیاہ کیا اسنے کہا کہ بھلا مجھ سے پوچھتے ہو مین تو دوات مین چپ چاپ بیٹھی تھی میرا قصد نہ تھا کہ اسجگہ سے نکلون مگر قلم نے اپنی طمع فاسد سے مجھپر زیادتی کی اور مجکو وطن سے بے وطن کر دیا اور میری جماعت کو تتر بتر کر ڈالا سارے صفحے پر تمکو متفرق معلوم ہی ہوتی ہون عیان راچہ بیان تو اسکی وجہ قلم سے پوچھنی چاہیے مجھ سے کیا علاقہ اسنے کہا کہ تو درست کہتی ہو پھر قلم سے وجہ اسکے ظلم و زیادتی کی روشنائی پر پوچھی اسنے کہا کہ یہ امر مجھ سے پوچھتے ہو مین تو ایک سینٹھا تھا کہ نہرون کے کنارے ہرے ہرے درختون مین کھڑا تھا ہاتھ چھری لے کر پہونچا اور مجکو جڑ سے اکھاڑ کر میرا پوست اتارا اور کپڑے پھاڑے پوریان جدا کین پھر تراشا اور سر چیرا اور قط لگایا پھر سیاہی مین ڈبو دیا اب مجھ سے خدمت لیتا ہے اور مجکو سر کے بل چلاتا ہو تو مجھ سے پوچھ کر کیون زخم پر نمک چھڑکتا ہو الگ رہ اور ہاتھ سے پوچھ جسنے مجھے دبا رکھا ہو اسنے کہا کہ تیرا قول درست ہو ہاتھ سے پوچھا کہ تونے قلم پر کیون ظلم کیا ہو اس سے خدمت کیون لیتا ہو ہاتھ نے کہا کہ میان صاحب مین گوشت اور ہڈی اور خون ہون تمنے کہین دیکھا ہو کہ گوشت ظلم کرتا ہو یا کوئی جسم اپنے آپ حرکت کرتا ہو مین تو ایک سواری ہون مجھپر ایک سوار قدرت نام سوار رہتا ہو مجھے وہی پھراتا اور دوڑاتا ہو تمام زمین پر لیے پھرتا ہو دیکھو درخت اور پتھر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہین ہلتا اور نہ اپنے آپ حرکت کرے کیونکہ انپر یہ زبردست سوار نہین مردون کے ہاتھ ہین اور مجھ مین صورت شکل مین کچھ فرق نہین وہ کیون قلم نہین پکڑتے غرضکہ مجھ سے اور قلم سے کچھ واسطہ نہین یہ سوال قدرت سے کرنا چاہیے میرا کچھ قصور نہین مین صرف سواری ہون سوار ہی مجھے ہلاتا ہو اسنے کہا کہ بجا ہو پھر قدرت سے پوچھا کہ کیا وجہ ہو کہ تو ہاتھ سے خدمت لیتی ہے اور اسے ادھر اُدھر پھراتی ہو اسنے کہا کہ تم مجھے عتاب و ملامت مت کرو بہت ایسا ہوتا ہو کہ ملامتگر پر خود ملامت عائد ہوتی ہو اور جسکو ملامت کرتے ہین اسکا قصور نہین نکلتا تمکو میرا حال کیا معلوم نہین کیسے جانا کہ مین نے ہاتھ پر سوار ہونے سے زیادتی کی مین تو اسپر ملنے سے پہلے بھی سوار تھی مجھے اسکے ہلانے سے کیا مطلب تھا مین تو چپ چاپ سوتی تھی اور ایسے خواب خرگوش مین تھی کہ لوگ یہ جانتے کہ مردہ ہے یا معدوم ہی یعنے نہ خود متحرک تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہانتک کہ ایک موکل آیا اور اسنے مجکو ہلایا اور زبردستی مجھ سے یہ کام لیا جسپر تم

ملامت کرتے ہو مجکو طاقت اسکے موافقت کی تھی نہ تاب مخالفت اس موکل کا نام ارادہ ہی مین اسکو نام ہی سے جانتی ہون یا اسے پہچانتی ہون کہ ایک بارگی اسنے چڑھائی کرکے مجکو گہری نیند سے جگادیا اور بزور مجھسے وہ کام لیا اگر یہ میری تجویز تھا کوئی پوچھتا تو مجکو گنجایش تھی کہ مین کچھ بھی نہ کرتی اسنے کہا درست ہی پھر ارادسے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا تھا کہ قدرت پر جو چپ چاپ اطمینان سے سورہی تھی جا پڑا اور اسکو حرکت دینے مین لگادیا اور ایسی زبردستی کی کہ اسکو تاب مخالفت نہین ہوئی اور بجز تیری اطاعت کے کوئی گریز اور مفر نظر نہ آیا ارادے نے کہا کہ جلدی مت کرو شاید تمہارے عتاب کا عذر میرے پاس موجود ہی یعنی مین اپنے آپ نہین اٹھا بلکہ مجکو ایک زبردست کے حکم نے اٹھایا اور بھیجا مین اسکے آنے سے پیشتر ٹھہرا ہوا تھا مگر بارگاہ حضرت دل سے علم کا قاصد عقل کی زبانی میرے پاس آیا اور یہ پیام سنایا کہ قدرت کو اٹھادے مین نے بمجبوری قدرت کو حرکت دی اسلیے کہ مین بیچارہ تابع علم و عقل کا ہون مجھے خبر نہین کہ مجکو انکی خدمتگزاری کا کیون حکم ہی اور کس لیے مین انکی طاعت کے لیے مجبور ہون اتنا جانتا ہون کہ جبتک یہ ایلچی نہین آتا تب تک چین چان سے رہتا ہون یہی میرا حاکم ہی خواہ عادل ہی یا ظالم ہی اسی کیلیے مین مستعد ہون اور اسکی اطاعت مجھپر واجب و لازم ہی بلکہ جب یہ حکم قطعی کردیتا ہی تو مجکو تاب مخالفت نہین رہتی اپنی جان کی قسم ہی کہ جب تک وہ خود اپنے جی مین متردد اور حکم مین متحیر رہتا ہے تو مین چپکا رہتا ہون مگر چوکنا اور حکم کا منتظر رہتا ہون اور جب حکم اسکا یقینی ہوتا ہی تو اپنی سرشت کی رو سے مین اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے مضطر ہوجاتا ہون اور قدرت کو تعمیل مقتضاے حکم کے لیے اٹھا دیتا ہون اب تم اپنا سوال اور عتاب مجھسے الگ رکھو علم سے میرا حال پوچھو بقول شخصے کہ مردہ بدست زندہ حکم حاکم مرگ مفاجات محکوم کو بجز اطاعت اور کیا چارہ ہی سالک نے کہا سچ ہی پھر علم اور عقل و دل سے جاکر مطالبہ و عتاب کیا کہ تمنے ارادے کو اپنا تابع قدرت کے اٹھانے کے لیے کیون کیا اور اس سے خدمت کیون لی عقل نے تو جواب دیا کہ مین تو ایک چراغ ہون خود روشن نہین ہوا کسی اور نے روشن کیا ہی اور دل نے کہا کہ مین ایک تختی ہون خود نہین پھیلی کسینے پھیلایا ہی اور علم نے کہا کہ مین ایک نقش ہون جو تختی دل کی سفیدی پر چراغ عقل کے روشن ہونے کے بعد منقوش ہوجاتا ہون اور مین خود منقوش نہین ہوا بہت دنون یہ تختی مجھسے پیشتر خالی بھی تھی پس جس قلم نے کہ مجھکو نقش کیا اس سے پوچھو کیونکہ نقش بدون قلم کے نہین اسوقت سائل عاجز ہوکر جواب پر قانع نہوا اور کہنے لگا کہ اس راہ مین مین بہت پھرا اور بہت سی منزلین طے کین اور جس سے مجھے توقع ہوئی کہ یہ تبلادیگا وہ دوسرے ہی پر حوالہ کرتا گیا مگر پھرنے کی کثرت سے مین خوش ہی ہوتا تھا اسلیے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول دل پسند تو دیتا تھا اور دفع سوال مین ایک عذر ظاہر بیان کرتا تھا مگر تو جو کہتا ہی کہ مین خط اور نقش ہون مجھکو قلم نے لکھا ہی یہ بات مین نہین سمجھا اسلیے کہ مین قلم صرف نے وغیرہ کا جانتا ہون اور تختی بھی لوہے لکڑی کی دیکھی ہی اور نقش سیاہی و سرخی وغیرہ کا معلوم ہی چراغ آگ سے روشن دیکھا ہے مگر اب جو ذکر تختی اور چراغ اور خط اور قلم کا ہی انمین سے کوئی چیز نہین دیکھتا عجیب بات ہی کہ گھور سنتا ہون اور چکی نہین دیکھتا علم نے کہا کہ تم جو کہتے ہو ٹھیک ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ تمہارے پاس مایہ اور زاد کم ہے اور سواری کمزور اور جس راہ کے طے کرنے کا قصد رکھتے ہو اس مین مہلکے اور مخاوف بہت ہین بہتر یہ ہی کہ اب اس خیال سے درگزر و اور اپنی راہ لو تم مرد اس میدان کے

نہین ہو جسکا کام اُسی کو ساجے اور اگر تم مقصد کی راہ پوری ہی کرنی چاہتے ہو تو لو کان لگاؤ اور سنو کہ تمہارے اس راستے کے عالم تین ہین اول عالم ملک وشہادت ہو جسمین کی چیزین کاغذ اور قلم اور روشنائی اور ہاتھ وغیرہ تھے ان سے تم بتدریج بڑھ آئے دوسرا عالم ملکوت ہو وہ میرے بعد ہو جب تم مجھ سے آگے چلوگے تو اس عالم کی منزلون مین جا پہونچوگے اسی عالم مین جنگل وسیع اور بڑے بڑے دریا اور اونچے اونچے پہاڑ ہین مجھے نہین معلوم کہ تم ان مین کیسے بچوگے اور تیسرا عالم جبروت ہو وہ ملک اور ملکوت کے درمیان مین ہو اسمین سے تم تین منزلین طے کر چکے ہو اسلیے کہ اسکے شروع مین منزل قدرت اور ارادہ اور علم ہو اور یہ عالم ملک اور ملکوت مین واسطہ ہو یعنے عالم ملک کا راستہ بہ نسبت اسکے سہل ہو اور عالم ملکوت کا راستہ اسکی نسبت نہایت سخت اور دشوار گزار ہے اس عالم کو ان دونون عالم کے درمیان ایسا جاننا چاہیے جیسے کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہو یعنے نہ تو وہ مضطرب پانی کی طرح ہوتی ہو نہ ساکن زمین کی طرح اور جو شخص زمین پر چلتا ہو وہ عالم ملک اور شہادت مین چلتا ہو پس گر اسکی قوت زیادہ ہو اور کشتی پر سوار ہو سکے تو ایسا ہوگا کہ گویا عالم جبروت مین سیر کرتا ہو اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہو اور پانی پر بے کشتی چلنے لگے تو بلا تردد عالم ملکوت مین سیر کریگا پس اگر تم پانی پر بدون کشتی نہین چل سکتے تو پھر جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے کشتی کو پیچھے چھوڑا اب تو صرف نرا پانی ہی رہ گیا ہے اور آغاز عالم ملکوت کا یہ ہو کہ جس قلم سے کہ دل کی تختی پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہین وہ حاصل ہو جاوے تم نے یہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسے علیہ السلام کے حال مین نہین سنی کہ جب آپ کے سامنے مذکور ہوا کہ حضرت عیسے علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا لو ازداد یقینا لمشی علے الھواء یعنے اگر انکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے سالک نے کہا کہ مین اپنے معاملے مین حیران ہون اور تو نے جو راستے کا خوف بتایا اس سے میرا دل تھراتا ہے مجھے معلوم نہین کہ جو جنگل تو نے بتائے ہین مجھ مین طاقت انکے قطع کی ہے یا نہین اسکی کچھ پہچان بھی ہو علم نے کہا کہ علامت کیون نہین یہ علامت ہے کہ تم اپنی آنکھ خوب نظر سادھ کر میری طرف کھولو اگر تمکو وہ قلم جس سے مین دل پر منقوش ہوتا ہون نظر آوے تو ایسا لگتا ہو کہ تم اس راہ کے اہل ہوگے کیونکہ جو شخص عالم جبروت سے بڑھکر ملکوت کے دروازے پر دستک دیتا ہو اسکو وہ قلم سوجھنے لگتا ہو دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتداے نبوت مین وہ قلم معلوم ہوا تھا جب کہ یہ آیت اتری اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم سالک نے کہا کہ مین نے اپنی آنکھ کھولی اور خوب تاکا مگر مجھکو تو نہ کلک نظر آتی ہے نہ لکڑی اور مین نے تو قلم انھین چیزون کے دیکھے ہین علم نے کہا کہ تم کیسی بات کہتے ہو تمنے نہین سنا کہ گھر کا سامان مثل مالک مکان کے ہوا کرتا ہو تمھین معلوم نہین کہ اسکی ذات کسی ذات سے مشابہ نہین نہ اسکا ہاتھ اور ہاتھون کے مانند نہ قلم اسکا اور قلمون کی صورت نہ اسکا خط اور خطون کیطرح نہ اسکا کلام اور کلامون کے موافق یہ امور الٰہی ہین اور عالم ملکوت مین سے ہین جس طرح کہ اور اجسام مکان مین ہوتے ہین خدا تعالے کی ذات نہ تو جسم ہو نہ کسی مکان مین نہ اسکا ہاتھ مرکب گوشت اور ہڈی اور خون سے ہو جیسے اور ہاتھ ہوتے ہین نہ قلم اسکا نے کا نہ تختی لکڑی کی نہ کلام حروف و آواز کا نہ کتابت نقش و نگار کی نہ روشنائی پھٹکری اور مازو وغیرہ کی پس اگر تمکو یہ باتین ایسی نہین سوجھتین تو ہماری دانست مین تم مخنث ہو یعنی جو لوگ خدا تعالے کو

منزہ اور پاک سمجھتے ہین وہ تو مردہ ہین اور جو اسکو تشبیہ اور اجسام سے دیتے ہین وہ مؤنث ہین اور تم ان دونون کے درمیان مخنث ہو نہ ادھر ہو نہ اُدھر ہو تباؤ تو خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کو اجسام سے کیسے منزہ کیا اور اسکے کلام کو معانی حروف و آوازون سے کس طرح پاک سمجھا کہ اب اسکے ہاتھ اور قلم اور تختی اور کتابت پر توقف کرتے ہو اور انکو نہین سمجھتے ہو پس اگر ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم علے صورتہ کے یہ معنی سمجھے ہو کہ جیسے صورت ظاہری حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ سے محسوس ہوتی تھی خدائے تعالیٰ اسی صورت کا ہی تو تمہارے مشبہ ہونے مین کیا شبہہ ہی جیسے کہتے ہین کہ صرف یہودی ہو جاؤ ورنہ توریت سے مت کھیلو یعنے توریت سے کھیلنا دلالت خالص یہودی ہونے کی ہی اسیطرح جو شخص خدائے تعالیٰ کو اجسام ظاہری جیسا جانے وہ بھی نرا مشبہ ہے اور اگر تم اس حدیث سے صورت باطنی جو چشم باطن سے معلوم ہوتی ہی نہ چشم ظاہر سے سمجھتے ہو تو بیشک تم خدائے تعالیٰ کو پاک سمجھتے ہو نرے منزہ اور پاکی کے میدان کے مرد ہو اور اب منزل طے کر لو تم طویٰ کے وادی مقدس مین ہو اور سر قلبی سے سنو کہ کیا حکم ہوتا ہی شاید اسبات سے تمکو تجلی پر راہ ملے اور کیا عجب عرش سے تمکو بھی وہی آواز پہونچے جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو پہونچی تھی کہ انّی انا ربّک فاخلع نعلیک جب سالک نے علم کی تقریر سنی اپنے قصور سے واقف ہوا اور معلوم کیا کہ واقع مین مین تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان مین مخنث ہون اور اسکا دل نفس کو عین نقصان مین دیکھ کر مارے غصہ کے جل گیا اور چونکہ اسکے دل کا تیل ایسا تھا کہ بدون آگ لگے ہی قریب جلنے کے تھا جب علم کی اشتعالک اسکو پہونچی وہ تیل روغن ہو گیا اور نور علی نور بنگیا علم نے اس سے کہا کہ لو اب موقع غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو شاید تجلی کی راہ ملے سالک نے آنکھ جو کھولی تو اسکو وہ قلم الٰہی معلوم ہونے لگا دیکھا تو جیسا علم نے تبایا تھا ویسے ہی ہی کہ نہ وہ نے کا ہی نہ لکڑی کا نہ اسکے نوک ہی نہ ہونٹھ وہ سب آدمیون کے دلون پر طرح طرح کے علوم لکھتا ہی اور اسکی ایک نوک ہر ایک دل پر ہی حالانکہ اسکے کوئی نوک نہین سالک کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ علم عجب رفیق ہی اللہ تعالیٰ اسکو میری طرف سے جزائے خیر دے کہ جو کچھ اوصاف اسنے قلم کے تبائے تھے وہ سب مجھپر ظاہر ہو گئے واقع مین یہ قلم اور قلمون کیطرح کا نہین پھر سالک علم کا شکر گزار ہو کر رخصت ہوا اور کہا کہ مین تیرے پاس بہت ٹھہرا اور بہت کچھ پوچھا اب میرا قصد ہی کہ قلم کی خدمت مین جا کر اسکا حال دریافت کرون غرض وہان سے چل کر قلم سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہی کہ تو ہمیشہ لوگون کے دلون پر ایسے علم لکھتا ہی جنسے ارادہ جا کر قدرت کو اٹھا دیتا ہے اور افعال اختیاری زیر د ہونے لگتے ہین قلم نے کہا کہ تمنے عالم ملک و شہادت مین جو کچھ دیکھا تھا اور وہان کے قلم کا جواب سنا تھا وہ تم بھول گئے یعنی جب تمنے اس قلم سے پوچھا تھا تو اسنے ہاتھ پر حوالہ کر دیا تھا اسنے کہا کہ مین بھولا نہین قلم نے کہا کہ تو وہی جواب میرا ہی جو اس قلم کا تھا اسنے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہی تو تو اسکی صورت کا نہین قلم نے کہا کہ تمنے نہین سنا کہ ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علی صورتہ سالک نے کہا کہ مین نے سنا ہی قلم نے کہا کہ میرا حال بادشاہ کے دہنے ہاتھ سے پوچھو کہ مین اسی کے قبضے مین رہتا ہون وہی مجکو پھیرتا ہی مین اسکے قابو مین مسخر ہون یعنی قلم الٰہی اور قلم آدمی مین مسخر ہونے کی رو سے کچھ فرق نہین اگر فرق ہی تو ظاہر صورت کا ہی سالک نے پوچھا کہ بادشاہ کا دہنا ہاتھ کیا ہی قلم نے کہا کہ اسکا ذکر تمنے اس آیت مین سنا ہی والسمٰوٰت مطویات بیمینہ اقلام بھی اسکے دہنے ہاتھ کے قبضے مین ہین وہ جس طرح چاہتا ہے

انکو پھیرتا ہو سالک قلم کے پاس سے یمین کے پاس گیا اور اسمین قلم سے بھی زیادہ عجائب دیکھے کہ جنمین سے کسی کا وصف نہین ہو سکتا بلکہ ہزار ہا دفتر مین اسکی شرح و وصف کا دسوان حصہ بھی نہین لکھا جا سکتا خلاصہ یہ کہ وہ یمین یعنے دہنا ہاتھ ہو نہ اور دہنون کی طرح کا اور بازو ہو نہ اور بازوؤن کی طرح کا اور انگلیان ہین نہ اور انگشتون کے موافق اس ہاتھ مین قلم کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر معلوم کیا کہ قلم کا عذر درست ہو تب دہنے ہاتھ سے اسکا حال پوچھا کہ قلم کو حرکت کیون دیتے ہو اسنے جواب دیا کہ میرا وہی جواب ہو جو عالم شہادت کے ہاتھ نے دیا تھا یعنے حوالہ قدرت پر کیا کیونکہ ہاتھ کو خود بخود حرکت نہین اسکا محرک قدرت ہوتی ہو سالک قدرت کے عالم کو گیا اور وہان ایسے عجائب دیکھے جنکے سامنے پہلے کے عجائب گرد تھے قدرت سے حال حرکت یمین کا پوچھا اسنے جواب دیا کہ مین صرف صفت ہون قادر سے پوچھ کہ اسکا بتانا موصوف کا کام ہو نہ صفت کا اور اسوقت قریب تھا کہ سالک کو لغزش ہو جاتی اور زبان سوال کشادہ کر بیٹھتا مگر اسکو استقلال مرحمت ہوا اور سرادقات عظمت وتنازہ طلق سے آواز آئی کہ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون اس امر کو سنکر سالک پر ہیبت چھا گئی اور پچھاڑ کھا کر بیہوش ہو گیا اور اسی بیہوشی مین دیر تک تڑپتا تھا جب ہوش آئے تو کہا کہ الٰہی تو پاک ہو تیری شان کیا بڑی ہو مین نے تیرے سامنے توبہ کی اور تجھپر بھروسا کیا اور ایمان لایا کہ تو بادشاہ جبار قہار یکتا کردگار ہو مین تیرے سوا کسی سے نہ ڈرونگا نہ دوسرے سے توقع کرونگا اور پناہ نہ مانگونگا مگر تیرے عفو کی تیرے عذاب سے اور تیری رضا کی تیرے غصے سے اور مجھے اب کچھ کام نہین بجز اسکے کہ تیرے سامنے گڑ گڑا کر سوال کرون اور منت و سماجت سے یہ کہون کہ میرا سینہ کھولدے تاکہ مین تجکو پہچان لون اور میری زبان کی گرہ دور کردے تاکہ مین تیری تعریف کرون حجاب کی آڑ سے خطاب ہوا کہ خبردار ثنا کی طمع مت کر اور سرور کائنات مفخر انبیا سے آگے بڑھکر قدم مت دھر انھین کے پاس جا جو تجکو وہ دین وہ لے لے اور جس چیز سے روکین اس سے باز رہ اور جو کچھ انھون نے کہا ہو وہ زبان پر لا دیکھو انھون نے اس درگاہ مین اس قول کے سوا کچھ نہین کہا سبحانک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علے نفسک سالک نے عرض کیا کہ الٰہی اگر زبان کو یارا تیری ثنا کا نہین تو یہی معلوم ہو جاوے کہ دل کو بھی تیری معرفت کی توقع ہو سکتی ہو یا نہین آواز آئی کہ کیا صدیقون کی گردن پر سے کودا چاہتا ہو خبردار اور ہوش سنبھال صدیق اکبرؓ کا حال دیکھ اور انکی پیروی کر اسلیے کہ سید الانبیا کے اصحاب ستارون کے مثل ہین جنکی اقتدا کریگا راستہ ملیگا صدیق اکبرؓ کہتے ہین العجز عن درک الادراک ادراک خلاصہ یہ کہ ہماری درگاہ سے تیرا بہرہ اسیقدر بہت ہو کہ تو یہ جان لے کہ مین اس دربار سے محروم ہون اور جمال اور جلال کے ملاحظے سے عاجز ہون کیونکہ ؎ قیصر کہ خاصان درین رہ فرس راندہ اند؛ بلا احصی از تگ فروماندہ اند؛ اسکے بعد سالک پھرا اور اپنے سوال اور عتاب کا عذر یمین اور قلم اور ارادہ اور قدرت اور بعد کی چیزون سے کیا اور کہا کہ مجکو معذور رکھو اسلیے کہ مین اجنبی تھا اور ان ملکو مین نیا آیا تھا اور جو شخص اجنبی چلا آتا ہے اسکو دہشت ہوتی ہی ہو میرا انکار تمپر صرف قصور اور جہالت سے تھا اب مجکو تمہارا عذر معلوم ہو گیا اور ظاہر ہوا کہ ملک اور ملکوت اور عزت و جبروت مین یگانہ ذات اور حکم کی رو سے وہ خداے واحد و قہار ہو تم لوگ اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر اور متحرک ہو وہی اول ہے وہی آخر وہی باطن ہو اور وہی ظاہر جب سالک نے یہ بات عالم ظاہری مین بیان کی تو لوگون نے تعجب کیا اور اس سے پوچھا کہ کیسے ہو سکتا ہے

نہ ہی اول ہو وہی آخر یہ دونون وصف تو ایک دوسرے کے ضد ہین اسیطرح ظاہر اور باطن کیسے ہوگا اسلئے کہ جو اول ہوگا وہ آخر نہوگا اور جو چیز ظاہر ہے وہ باطن نہو گی سالک نے کہا کہ وہ ذات اول موجودات کی نسبت کرہے یعنی سب چیزین مرتب ایک دوسرے کے بعد اسی سے صادر ہوئی ہین اور آخر چلنے والون کی سیر کے لحاظ سے ہو کہ وہ ہمیشہ ایک منزل سے دوسری منزل تک ترقی کرتے چلے جاتے ہین یہان تک کہ انتہا اس درگاہ عالی پناہ پر ہوتی ہو اور اسکے بعد کوئی سفر باقی نہین رہتا سفر کا آخر وہی ہو پس وہ وجود مین اول ہو اور مشاہدہ مین آخر ہے اسیطرح وہ ان لوگون کی نسبت کر جو عالم شہادت مین بیٹھکر اسکے طالب حواس خمسہ سے ہین باطن ہو اور جو لوگ اسکو اپنے دل کے چراغ روشن مین باطن کی بصیرت سے جو عالم ملکوت تک پہونچی ہوئی ہو طلب کرتے ہین انکی نسبت کر ظاہر ہو پس توحید فعلی سالکین کی اسطرح تھی جن لوگون پر کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہو انکا طریق توحید اسطرح تھا۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ توحید اس درجے کو پہونچی کہ عالم ملکوت پر ایمان لانے پر اسکی بنا ہو تو اگر کوئی شخص عالم ملکوت کو نہ سمجھے یا انکار کرے تو اسکا طریق کیا ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ منکر کا تو کچھ علاج نہین بجز اسکے اس سے یہ کہا جاوے کہ تیرا ملکوت سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے فرقۂ سمینہ عالم جبروت کے منکر ہین کہ عالم کو منحصر پانچون حواس مین کرتے ہین اور قدرت اور ارادہ اور علم کے منکر ہین اسلیے کہ وہ حواس خمسہ سے محسوس نہین ہوتے یعنی انھون نے پستی عالم شہادت ہی کو پکڑ لیا ہو اسی کی چیزون کو جانتے ہین اسکے ماورا نہین جانتے پس اگر منکر مذکور کہے کہ مین بھی انھین مین سے ہون یعنی سوائے عالم شہادت کے سوا اور چیز کو نہین جانتا یہی حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہو تو اس سے یہ کہنا چاہئے کہ تو جو ماوراء حواس کی چیزون کا انکار کرتا ہو اور جنھنے انکا مشاہدہ کر لیا ہو تو تیرا انکار ایسا ہی جیسے فرقۂ سوفسطائی حواس خمسہ کا انکار کرتے ہین اور کہتے کہ جو کچھ انسے محسوس ہوتا ہو قابل اعتبار نہین شاید ہم خواب ہی مین دیکھتے پھر اگر وہ کہے کہ مین بھی سوفسطائی ہون مجھے بھی محسوسات مین شک ہی تو یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص کا مزاج بگڑ گیا اور اسکا علاج غیر ممکن ہو اور اسکو چند روز چھوڑ دینا چاہیے اسلیے کہ طبیب ہر ایک مریض کا تو علاج کر ہی نہین سکتے البتہ جس مریض کا مرض علاج پذیر ہوتا ہو اسکا علاج کرتے ہین یہ حال تو منکر کا ہو لیکن اگر کوئی منکر تو نہو بلکہ سمجھتا نہو تو سالکون نے اسکی تدبیر یہ نکالی ہے کہ اسکی وہ آنکھ جس سے عالم ملکوت سوجھ پڑتا ہو دیکھتے ہین اگر اسکو درست پاتے ہین اور اس مین پانی اترا ہوتا ہے جو قابل دور کرنے اور صاف کرنے کے ہو تو اسکی صفا اور دور کرنے مین مشغول ہوجاتے ہین جیسے کحال ظاہری آنکھون مین کیا کرتے ہین پھر جب اسکی بینائی ٹھیک ہوجاتی ہے تو اسکو راستہ تبلا دیا جاتا ہو تاکہ اسپر چلا جاوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خواص اصحابؓ کے باب مین یہی تدبیر استعمال فرمائی پھر اگر علاج کے قابل نہوا تو جو طریق ہمنے توحید کے باب مین لکھا ہو اسکا چلنا اس سے ممکن نہین اور نہ یہ ہو سکتا ہو کہ ذرات ملک و ملکوت کا کلام شہادت توحید پر سنے پس ایسے شخص کو حروف و آواز سے سمجھانا چاہیے اور ایسی تقریر توحید کی پست کرنی چاہیے جو اسکی فہم کے موافق ہو اسلیے کہ عالم شہادت مین بھی توحید موجود ہو مثلاً ہر کوئی جانتا ہو کہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین پھوٹتی ہو تو اس سے اسی کی عقل کے مناسب یہ تقریر کرنی چاہیے کہ عالم کا معبود اور مدبر ایک ہی ہو اسواسطے کہ اگر سوائے خدا کے زیادہ معبود زمین و آسمان مین ہوتے تو زمین و آسمان خراب ہوجاتے بموجب کہ مثل مشہور کہ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند تو چونکہ یہ تقریر اس شخص کے تجربے اور مشاہدہ شہادت کے مناسب ہوگی اسی لیے اسکے دل مین توحید کا

اعتقاد جم جاویگا اور اللہ تعؔ نے بھی انبیا علیہم السلام کو یہی حکم فرمایا کہ لوگون سے انکی فہم کے بموجب گفتگو کرو اور اسیوجہ سے قرآن شریف بھی زبان عربی مین عرب کے محاورات مین جس بات کے عادی تھے انھین الفاظ سے نازل ہوا۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ توحید اعتقادی توکل کی بنا اور اصل ہونے کی لیاقت رکھتی ہے یا نہین تو اسکا حال یہ ہو کہ ہوسکتی ہو اسلیے کہ اعتقاد جب زبردست ہوتا ہو تو احوال کے برانگیختہ کرنے مین کشف ہی کا سا کام کرتا ہو مگر ازانجاکہ اکثر ضعیف ہی ہوتی ہو اور اسکو تزلزل غالب ہو اسیواسطے توحید اعتقادی والا ایک متکلم کا محتاج ہو جو اپنی تقریر سے اسکو بچاے رکھے یا خود علم کلام سیکھے جسکے باعث جو توحید مان باپ یا استاد وغیرہ سے سیکھی ہو وہ محفوظ رہے مگر جو شخص کہ راہ دیکھ کر خود چلیگا اسکو کچھ خوف تزلزل وغیرہ کا نہین بلکہ اگر پردہ اٹھا لیا جاوے تو اسکو یقین بدستور رہیگا کچھ زیادہ نہو گا گو وضاحت زیادہ ہوجاوے جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو صبح کیوقت دیکھے اور پھر آفتاب کے نکلنے پر دیکھے تو دوبارہ دیکھنے سے کچھ یہ یقین اسکے آدمی ہونے کا زیادہ نہو گا صرف اتنا فرق ہو گا کہ اول بار مین تفصیل اسکے خط و خال کی معلوم نہ تھی وہ دوبارہ خوب معلوم ہو جاویگی اسیطرح اہل مکاشفہ کی توحید کے یقین کو سمجھنا چاہیے کہ اول ہی سے ایسا یقین ہوتا ہو جسکو کچھ تزلزل نہو اہل کشف کی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسے فرعون کے جادوگر تھے کہ اول سے چونکہ انتہاے تاثیر سحر کو طول مشاہدہ اور تجربہ کے باعث جانتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی بات دیکھی جو حد سحر سے بڑھکر تھی اور امر حق انپر کھل گیا تو اسبات کی پروانہ کی کہ فرعون مردود نے یہ وعید کیا ہے لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم فی جذوع النخل بلکہ یہ کہا کہ لن نوثرک علی ماجاءنا من البینات والذی فطرنا فاقض ما انت قاض انما تقضی ہذہ الحیوۃ الدنیا حاصل یہ کہ کشف اور ظاہر ہوجانے کے بعد جو بات ہوتی ہو اسمین تغیر نہین ہوتی اسیطرح اہل کشف کی توحید مین کسی طرح کا تزلزل نہین ہوتا اور توحید اعتقادی کا حال ایسا ہو جیسے سامری کے ساتھ والے تھے کہ انکا ایمان چونکہ ظاہر کے سانپ دیکھنے پر تھا تو جب سامری کا بچھڑا دیکھا اور اسکی آواز سنی تو پھر بیٹھے اور سامری کا یہ قول سننے لگے ہذا الہکم والہ موسیٰ فنسی اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ یہ بچھڑا نہ بات کا جواب دے نہ کچھ فائدہ اور نقصان پہونچاوے غرضکہ جو شخص سانپون کے دیکھنے پر اعتقاد رکھتا ہو گا جب بچھڑے کو دیکھیگا تو بالضرور پھر جاویگا اسلیے کہ دونون چیزین عالم شہادت سے ہین اور اختلاف اور تغیر عالم شہادت مین بہت ہو اور ازانجاکہ عالم ملکوت خداے تعؔ کی جانب سے ہو تو اسیوجہ سے اسمین بھی خلاف اور تغیر ہرگز کچھ نہین ہوتا یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ جو کچھ توحید کا حال تمنے لکھا ہو وہ اس صورت مین ہو جہان یہ ثابت ہو کہ واسطے اور اسباب سب مسخر ہین اور یہ اور جگہ تو ظاہر ہو مگر انسان کی حرکت مین نہین اسواسطے کہ انسان جب چاہتا ہو حرکت کرتا ہو اور جسوقت چاہتا ہو ٹھہر جاتا ہو تو یہ مسخر کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہو کہ اگر یون ہوتا کہ اگر انسان ارادہ اپنے چاہنے کا کرے تو چاہتا ہو اور اگر خواہش کا ارادہ نہ کرے تو نہین چاہتا تب البتہ پانون پھسلنے کی جگہ اور غلطی کا موقع تھا مگر اب تو تمکو معلوم ہوچکا کہ انسان فعل جب کرتا ہو جب چاہتا ہو لیکن یہ نہین ہو کہ چاہنا اسکے اختیار مین ہو کہ چاہے تو چاہے اور چاہے نہ چاہے اسلیے کہ اگر خواہش انسان کے اختیار مین ہو تو دوسری مشیت پر موقوف ہو گی اور وہ تیسری پر اسیطرح غیر متناہی سلسلہ ہوجاویگا اور جب مشیت اختیاری نہوئی تو جب کبھی اسکی وہ خواہش جو قدرت کو مقدور کیطرف پھیرتی ہو موجود ہو گی تو قدرت بلاشک اُسی کام مین مصروف ہو گی اور اُسکو تاب مخالفت نہو گی۔ حاصل یہ کہ اتنی باتین ضروری ہین قدرت

کے ہوتے ہوئے حرکت ضرور ہوگی مشیت کے پختہ ہونے پر قدرت ضرور محرک ہوگی اور مشیت دلمین بے اختیار پیدا ہونی بھی ضروری ہو یہ سب امور اسی ترتیب سے ضروری ہین بندے کو یہ اختیار نہین کہ مشیت کو روک دے نہ یہ اختیار ہو کہ بعد مشیت کے قدرت کو مقدور چیز کیطرف نہ پھرنے دے نہ یہ کہ بعد برانگیختہ کرنے مشیت کے قدرت کو حرکت نہونے دے غرضکہ سب امور مین بندہ ناچار ہو اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے تو محض جبر ثابت ہوتا ہو جو اختیار کے خلاف ہو اور ہم لوگ قائل اختیار کے ہین پس جب آدمی ہر طرح سے مجبور ہوا تو مختار کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہو کہ اگر حقیقت حاصل کھولدی جاوے تو معلوم ہو کہ انسان عین اختیار ہی مین مجبور ہو مگر جو شخص اختیار کو نہین سمجھتا وہ کیسے سمجھیگا کہ انسان کو اختیار مین مجبوری ہو پس اول ہم اختیار کا بیان متکلمون کے طور پر مختصر بیان کیے دیتے ہین جو اس مقام کے شایان ہو ورنہ اس کتاب مین ہماری غرض بجز علم معاملہ کے بیان کے اور کچھ نہین پس ہم کہتے ہین کہ لفظ فعل انسان مین تین طرح بولا جاتا ہے مثلاً کہتے ہین کہ انسان انگلیون سے لکھتا ہو اور پھیپھڑے اور گلے سے سانس لیتا ہو اور جب پانی پر کھڑا ہوتا ہے تو اسے اپنے جسم سے چیر دیتا ہو ان تینون جملون مین فعل پانی کے چیرنے اور سانس لینے اور لکھنے کا آدمی کی ہی طرف منسوب ہوتا ہو اور یہ تینون فعل اضطرار اور جبر مین یکسان ہین مگر اسکے سوا اور باتون مین جدا جدا ہین جنکا حال ہم تین عبارتون مین لکھتے ہین پس پانی کے چیرنے کا تو فعل طبیعی نام رکھتے ہین اور سانس لینے کو فعل ارادی کہتے ہین اور کتابت کو فعل اختیاری فرض کرتے ہین اب ہر ایک کا حال سنو کہ فعل طبیعی مین جبر ظاہر ہے اسلیے کہ جب انسان پانی کی سطح پر کھڑا ہوگا یا ہوا مین چلے گا تو پانی اور ہوا دونون چر جاوینگے غرض کہ چلنے کے بعد چرنا ضروری ہو اور سانس لینا بھی ایسا ہی اسلیے کہ گلے کی حرکت کو سانس لینے کے ارادے کیطرف وہی نسبت ہو جو پانی کے پھٹنے کو ہو بدن کے بوجھ کیطرف پس جب ثقل موجود ہوگا تو اسکے بعد چرنا پایا جاویگا جیسے سانس لینے کے ارادے کے ہوتے ہوے سانس موجود ہوتا ہو مگر ثقل کا ہونا آدمی کے اختیار مین نہین اسیطرح ارادہ فعل ارادی کا بھی آدمی کے بس مین نہین اسیواسطے دیکھتے ہو کہ جب سوئی لیکر کسی آنکھ کیطرف کو کرو تو پلکین بے اختیار بند ہو جاتی ہین اگر وہ شخص چاہے کہ کھلی رکھے نہین رکھ سکیگا باوجودیکہ پلکون کا بند کرنا فعل ارادی ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ جب ادراک کے سامنے صورت سوئی کی بندھ جاتی ہو تو ارادہ بند کرنے پلکون کا ضرور ہی پیدا ہو جاتا ہے اور اسی ارادہ سے حرکت پیدا ہوتی ہو اگر اس حرکت کو روکنا چاہیگا تو نہو سکے گا گو یہ فعل قدرت و ارادہ سے ہو اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے افعال بھی ضروری ہونے مین فعل طبیعی مین داخل ہین رہا فعل اختیاری وہی محل شبہہ مین ہو یعنے کتابت اور کلام وغیرہ کو کہ سکتے ہین کہ اگر چاہے کرے اور چاہے نہ کرے اور کبھی ان کی خواہش کرتا ہے کبھی نہین کرتا ہو اسی سے گمان ہوتا ہو کہ انکا امر مفوض انسان کی طرف ہو اور وجہ اس گمان کی اختیار کے معنی سے ناواقفیت ہے اسی لیے ہم اسکو واضح کیے دیتے ہین اسکا بیان یہ ہو کہ ارادہ تابع اس علم کا ہوتا ہے جو یہ حکم کرتا ہے کہ یہ چیز آدمی کے موافق ہو اور اس اعتبار سے اشیا کی دو قسمین ہین بعض تو ایسی ہین کہ آدمی کا مشاہدہ ظاہر یا باطن بدون حیرت و تردد کے کہدیتا ہے کہ یہ تیرے موافق ہین اور بعض ایسی ہین کہ عقل انمین متردد ہوتی ہو اول کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص تمہاری آنکھ مین سوئی مارنی چاہے یا شمشیر علم کرکے تمپر جھکے تو تمکو اسی بات کا علم ہوگا کہ اس بلا کا ٹالنا میرے حق مین بہتر اور موافق ہے اس

مین کچھ تردد نہ کروگے اور فوراً اس علم کے سبب ارادہ پیدا ہوگا اور اُسکے باعث قدرت متحرک ہوگی اور سوئی کے دفع کے لیے پلکین جھپک جائینگی اور تلوار کے روک کو ہاتھ اٹھ جائینگے اور گویہ باتین ارادہ سے ہوئین مگر بلا تامل و تفکر ہوئین اور جن باتون مین کہ عقل وتمیز کو تامل ہوتا ہی اور نہین جانتے کہ موافق ہین یا نہین اُن مین حاجت فکر کی ہوتی ہی یہانتک کہ عقل پر کھلجاوے کہ اسکا کرنا اچھا ہی یا نہ کرنا پس جب فکر سے علم اسکے بہتر ہونیکا حاصل ہوجاتا ہی تو یہ بھی ایسا ہی ہوجاتا ہے جیسے اول قسم کی اشیا مین بلا فکر تھا اور اسیواسطے یہان بھی اس علم کے باعث ارادہ پیدا ہوتا ہی جیسے وہان تلوار وسوئی کی روک کیلیے پیدا ہوا تھا پس جسوقت یہ ارادہ ایسے فعل کیواسطے اٹھتا ہی جسکی بہتری عقل کو معلوم ہوچکی ہو اس صورت مین اُسکا نام اختیار ہوتا ہی جو خیر سے مشتق ہے یعنے اختیار کیا چیز ہی کہ برانگیختہ ہونا ایسے فعل کیطرف جو عقل کے نزدیک خیر ہے اور یہ وہی ارادہ بعینہ ہی فرق یہی ہی کہ اس ارادے کے ابھرنے مین فعل کے خیر ہونیکا انتظار اپنے حق مین نہین کرنا پڑا تھا مگر یہ کہ تلوار کے دفع کرنے مین بہتری بدون فکر بلکہ بداہتہً ظاہر ہوئی اور اس مین حاجت فکر کی ہوئی پس اختیار ایک ارادہ خاص ہے یعنے وہ ارادہ کہ عقل کے اشارے سے ایسی چیزون مین اٹھتا ہی جنکے ادراک مین عقل کو تامل ہوتا ہی اور اسی بنا پر یہ کہا گیا ہی کہ اختیار مین عقل کو حاجت اسبات کی ہوتی ہی کہ وہ بہتر کامون مین سے زیادہ بہتر کو تمیز کرے اور دو بُری باتون مین سے زیادہ بری کو اور یہ ہو نہین سکتا کہ ارادہ بدون حکم حس اور خیال کے یا بے حکم ناطق عقل کے اٹھ کھڑا ہو اسیواسطے اگر کوئی شخص مثلاً اپنے ہاتھ سے اپنی گردن جدا کرنی چاہے تو نہین ہو سکیگا نہ اس جہت سے کہ اسکے ہاتھ مین زور نہین یا چھری موجود نہین بلکہ اسوجہ سے کہ یہان وہ ارادہ نہین جو قدرت کو اٹھایا کرتا ہے اور ارادہ کے نہونے کی یہ جہت ہی کہ وہ جب ہوا کرتا ہی جب عقل یا حس سے معلوم ہوجاوے کہ فعل موافق ہی اور ظاہر ہی کہ اپنے آپکو مار ڈالنا عقل کے موافق نہین اسی لیے باوجود قوت اعضا کے ممکن نہین کہ آدمی اپنے آپ کو قتل کر ڈالے مگر اس صورت مین کہ ایسی تکلیف اور دناک مین مبتلا ہو جسکی اسکو تاب نہو کیونکہ اس صورت مین عقل کو حکم مین تردد و توقف ہوتا ہی یعنی اپنا مار ڈالنا بھی بُرا ہی اور مبتلائے آلام و مصائب رہنا بھی بُرا تو عقل کو ان دونون بُرائیون مین تردد ہوتا ہی کہ کون سی بہتر ہی اگر بعد فکر کے اسکے نزدیک اس امر کو ترجیح ہوتی ہی کہ قتل کرنے مین بُرائی کم ہی تب تو اپنے آپ کو قتل نہین کر سکتا اور اگر عقل قتل مین برائی کم پاتی ہی اور حکم قطعی ایسا کرتی ہی کہ اس سے پھرنے اور مائل ہوجانے کی گنجائش نہو تو ارادہ اور قدرت پیدا ہوتے ہین اور آدمی اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہی جیسے کوئی شخص کسی کے پیچھے تلوار لیکر دوڑے تو دوسرا آدمی کبھی چھت پر سے خوف کے مارے گر پڑتا ہی اگرچہ وہان سے گر کر مر جاوے مگر اسکی کچھ پروا نہین کرتا اور نہ یہ ہوسکے کہ چھت پر سے اپنے آپ کو نہ گرادے اور اگر کوئی پیچھے سے ہلکی چوٹ مارتا ہوا جاتا ہو تو چھت کے کنارے پر پہونچکر عقل حکم کرتی کہ مار کا سہنا بہ نسبت گرنے کے آسان ہی اور اعضا توقف کرتے پھر ممکن نہین تھا کہ اپنے آپ کو گرادے اور نہ اسکا ارادہ پیدا ہوتا کیونکہ ارادہ تابع عقل اور حس کے حکم کا ہوتا ہی اور قدرت ارادے کی تابع ہی اور حرکت اعضا قدرت کے تابع اور یہ سب آدمی مین ضروری پیدا ہوتے ہین ایسی طرح کہ اسکو خبر نہین ہوتی کیونکہ آدمی ان اُمور کا محل ہی اور یہ ہرگز نہین کہ اس سے صادر ہوتے ہون اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مجبور ہونے کے یہ معنی ہین کہ یہ سب افعال اسمین غیر سے حاصل ہوتے ہین خود اس سے نہین ہوتے اور مختار ہونیکے یہ معنی ہین کہ وہ محل اُس ارادہ کا ہی جو اس مین

جبراً پیدا ہوا بعد اسکے کہ عقل نے کسی کام کو خیر محض اور موافق ہونیکا حکم کر دیا اور حکم بھی جبراً ہوا پس اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اختیار پر مجبور ہو مثلاً آگ کا فعل جلانے مین صرف جبر ہو اور خدا تعالے کا فعل محض اختیار ہو اور انسان کا فعل ان دونون مراتب کے درمیان ہو یعنی اختیار پر جبر ہے اور ازانجا کہ یہ ایک تیسری قسم ہو تو اہل حق نے اسکے لیے نام بھی جدا ڈھونڈھا اور اسباب مین اقتدا کتاب اللہ تعالیٰ کا کرکے اسکو کسب کہا اور یہ نہ جبر کے خلاف ہو نہ اختیار کے بلکہ سمجھ والون کے نزدیک دونون باتونکا جامع ہو اور خدائے تعالیٰ کا فعل جو اختیار کہلاتا ہو اسمین یہ شرط ہو کہ وہ اختیار نہو جو ارادہ بعد حیرت و تردد کے ہوا کرتا ہو اسلیے کہ یہ بات خدا تعالے کی شان مین محال ہو اور جتنے الفاظ کہ لغات مین مذکور ہین انکا استعمال خدائے تعالیٰ کے حق مین استعارہ اور مجاز ہی کی راہ سے ہو اور اسبات کا ذکر کرنا طویل اور قابل اس مقام کے نہین اب اگر کوئی کہے کہ علم نے ارادہ پیدا کیا اور ارادے نے قدرت اور قدرت نے حرکت یعنی ہر ایک پچھلی چیز اول سے پیدا ہوئی اس سے تمہاری اگر یہ غرض ہو کہ بدون قدرت آلہی کے ایک نے دوسری چیز کو پیدا کر دیا تو یہ ہو نہین سکتا اور اگر یہ غرض نہین تو انکے ایک دوسرے پر مترتب ہونیکے کیا معنی ہین پس اسکا جواب یہ ہو کہ یہ کہنا کہ انمین سے بعض نے بعض کو پیدا کیا جہالت محض ہو بلکہ ان سب کا حوالہ اسبات پر ہو جسکو قدرت ازلی سے تعبیر کرتے ہین اور سب کی اصل وہی ہو عوام اس سے واقف نہین جو لوگ علم مین راسخ ہین وہ البتہ اسکے معنے کی ماہیت سمجھے ہین عوام اس لفظ ہی کو جانتے ہین اور اسمین ایک قسم کی قدرت مشابہ انسان کی قدرت کے سمجھتے ہین حالانکہ یہ امر حق سے بہت دور ہو اور اسکا بیان بہت طویل ہو لیکن اتنا جاننا چاہیے کہ بعض مقدورات بعض پر مترتب ہوتے ہین اسطرح جیسے مشروط شرط پر ہوتا ہو اسی جہت قدرت ازلی سے ارادہ جب ہی صادر ہوتا ہو جب علم ہو لیتا ہو اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد محل حیات کے صادر ہوتی ہو یہ نہین کہ سکتے کہ حیات جسم سے حاصل ہوتی ہو جو شرط حیات ہو اسیطرح اور درجات ترتیب کو جاننا چاہیے لیکن بعض شرطین تو اکثر عوام پر ظاہر ہو جاتی ہین اور بعضے بدون خواص اور کشف والون کے جو نور حق سے دیکھتے ہین ظاہر نہین ہوتین ورنہ جو متقدم مقدم ہوتا ہو یا جو متاخر پیچھے ہوتا ہو وہ لزوم اور حق ہی کے ساتھ ہوتا ہو سب افعال آلہی کو ایسا ہی جاننا چاہیے اگر یہ بات نہوتی تو تقدیم اور تاخیر لغو اور مجنونون کے فعل کے مانند ہوتی خداوند کریم ان واہی خیالات سے پاک و مبرا ہو خود اسکی طرف اشارہ فرماتا ہو و ما خلقنا السموات والارض و ما بینھما لاعبین ما خلقناھما الا بالحق اس سے معلوم ہوتا ہو کہ جو چیزین آسمان و زمین کے اندر ہین وہ ترتیب واجب اور حق لازم کے ساتھ ہوتی ہین جسطرح وہ ظاہر ہوتی ہین اُسکے سوا اور کسی طرح انکا ہونا متصور نہین ہو سکتا جو ترتیب انمین ہو اسکے خلاف اور کوئی ترتیب ممکن نہین اب جو کوئی متاخر چیز پیچھے ہوتی ہو تو صرف شرط کے انتظار کے سبب سے کہ مشروط کا ہونا شرط سے پہلے محال ہو اور محال کو تحت قدرت داخل ہونیکے ساتھ موصوف نہین کیا کرتے ہین غرضکہ علم جو نطفہ سے پیچھے ہوتا ہو تو یہی سبب ہے کہ نطفہ مین حیات نہین جو شرط علم ہو اور حیات کے ساتھ علم ہونے کے بعد جو ارادہ پیچھے ہوتا ہو تو شرط علم کے ہونیکی جہت سے اور انمین سے ہر چیز کا اپنی شرط کے بعد اسطرح ہونا واجب اور لازم ہو ترتیب حق یہی ہو یہ بات نہین کہ اس ترتیب مین کچھ اتفاق و سرسری ہونیکو دخل ہو بلکہ یہ ترتیب مقتضائے حکمت و تدبیر کے بموجب ہے اور اسکا سمجھنا بہت مشکل ہو لیکن ہم ایسی مثال بیان کرتے ہین جس سے معلوم ہو کہ باوجود قدرت کے فعل مقدور اپنی شرط پر موقوف رہتا ہو ہر ایک کا ذہن اس تک نہین آتا اس مثال سے جو لوگ تھوڑی اور ضعیف فہم رکھتے ہین اُنکو بھی حق بات کے آغاز و شروع کی باتین سمجھنی سہل ہو جاونگی فرض کرو کہ ایک بے وضو آدمی پانی مین گردن تک ڈوبا ہوا ہو تو باوجودیکہ پانی استعمال کرنے اور ملے رہنے سے بے وضو ہونا جاتا رہتا ہو مگر اسکے اعضا سے حدث دور نہو گا بلکہ شرط کا

اور ہم نے جو بنایا آسمان و زمین اور جو ان کے بیچ مین ہے کھیل نہین بنایا ہم نے ان کو مگر ٹھیک کام پر ۱۲

منتظر رہیگا کہ جب منھ بھی دھو یا جاوے تو دور ہو اسیطرح جان لو کہ قدرت ازلی بھی سب مقدورات سے ملی ہوئی اور سب کے متعلق ہے جیسے پانی تمام اعضا سے ملا ہوا تھا مگر مقدور چیز جب ہی موجود ہوگی جب اسکی شرط پائی جاوے گی جیسے مثال بالا مین حدث کا دور ہونا وجود شرط پر منحصر تھا اور وہ منھ دھونا ہے پس جو شخص پانی مین کھڑا ہو کر اپنا منھ پانی کے سطح پر رکھدے اور پانی سب اعضا مین تاثیر کرے اور حدث جاتا رہے تو جاہل یہ خیال کرتے ہین کہ حدث ہاتھون سے اسواسطے گیا کہ منھ سے جاتا رہا یعنی منھ کے حدث دور ہونے کو علت ہاتھون کے حدث کے جانے کی کہتے ہین پانی کو رافع حدث نہین جانتے کیونکہ دور ہونا حدث کا منھ دھونے کے بعد ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی پیشتر سے اعضا سے ملا ہوا تھا رافع حدث نہ تھا اور اب پانی کچھ بدل تو گیا ہی نہین جیسا تھا ویسا ہی ہے وہ بات اس سے پیشتر حاصل نہ تھی وہ اب کیسے ہو گی مگر منھ دھونے سے حدث کا جانا قطعی ہے تو ثابت ہوا کہ منھ دھونا ہی رافع حدث کا ہے پانی رافع نہین اگر پانی ہوتا پہلے بھی ہوتا اور یہ خیال ان لوگون کا محض جہالت ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کوئی یہ گمان کرے کہ حرکت قدرت سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت ارادہ سے اور ارادہ علم سے حالانکہ یہ دونون باتین غلط ہین بلکہ اصل یہ ہے کہ جب منھ سے حدث مرتفع ہوا تو ہاتھون کا حدث بھی اس پانی سے جو ہاتھون سے ملا ہوا تھا مرتفع ہوا کیونکہ منھ دھونے سے مرتفع نہین اور یہ مانا کہ پانی نہین بدلا اور ہاتھ نہین بدلا اور نہ کوئی چیز نئی ہوئی مگر شرط جو مفقود تھی وہ ہو گئی اسلیے اسکا اثر بھی ظاہر ہو گیا پس مقدورات کا صادر ہونا قدرت ازلی سے اسیطرح سمجھنا چاہیے باوجودیکہ قدرت ازلی قدیم ہے اور مقدورات سب حادث ہین اور یہ ذکر ایک جداگانہ دستک عالم مکاشفات کے دروازے کی ہے اسی لیے ہم اسکو بھی چھوڑے دیتے ہین اسلیے کہ ہمارا مقصود تو صرف توحید اور فعل کے طریق پر تنبیہ کرنا ہے کیونکہ فاعل حقیقت مین ایک ہے اور وہی قابل خوف و رجا ہے اور اسی پر توکل و اعتماد زیبا ہے اور جسقدر ہم نے اسباب مین لکھا ہے اسکو سب توحیدون کے سمندرون مین سے تیسری قسم کی توحید کے سمندر کا ایک قطرہ جاننا چاہیے اسکا پورا بیان تو عمر نوح مین بھی محال ہے اور ایسا ہی ہے جیسے کوئی سمندر کے پانی کو قطرہ قطرہ کر کے سب اٹھانا چاہے اور یہ تمام تقریر کلمہ لا الہ الا اللہ کے مضمون مین داخل ہے تو دیکھنا چاہیے کہ یہ کلمہ زبان پہ کتنا ہلکا ہے اور اسکے لفظون کے معنون کا اعتقاد دلمین کتنا سہل ہے اور اسکی حقیقت اور مغز علمائے راسخین کے نزدیک کتنی بڑی ہے اور ون کے نزدیک کا تو کیا ذکر ہے یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ توحید کے معنی تو یہ ہین کہ سواے خداے تعہ کے کوئی فاعل نہین اور شرع سے افعال کا ثبوت بندون کیلیے پایا جاتا ہے تو یہ دونون اکٹھے کیسے ہو سکتے ہین کیونکہ اگر بندہ فاعل ہوگا تو خدا تعالے کیسے ہوگا اور اگر اللہ تعہ ہوگا تو بندے کو کس طرح کہوگے اور ایک ہی فعل کے دو فاعل ہونا یہ سمجھ مین نہین آتا پس اسکا جواب یہ ہے کہ جب فاعل کے معنی ایک ہی لیے جاوین تب البتہ یہی بات ہے کہ ایک فعل کے فاعل دو نہین متصور ہوتے اور اگر فاعل کے دو معنی ہون اور لفظ مجمل ہو کہ دونون پر ہو سکتا ہو تو کچھ دشوار نہین مثلاً کہا کرتے ہین کہ امیر نے فلان شخص کو قتل کر ڈالا اور یہ بھی کہتے ہین کہ جلاد نے مار ڈالا تو یہان امیر اور اعتبار سے قاتل کہلاتا اور جلاد اور اعتبار سے اسیطرح بندہ اپنے فعل کا اور اعتبار سے فاعل ہے اور خداے تعہ اور اعتبار سے اللہ تعہ کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ فعل کا ایجاد و اختراع کرنیوالا ہے اور بندے کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ بندہ وہ محل ہے جس مین قدرت پیدا ہوئی بعد اسکے کہ خدا تعالے نے بندے مین ارادہ پیدا کیا اور اس سے پہلے علم پیدا کیا یعنی ارتباط قدرت و ارادہ و حرکت کا قدرت سے تو ایسا ہی ہے جیسے شرط کا ارتباط مشروط سے

ہوتا ہی اور قدرت الٰہی سے اسطرح ہی جسطرح معلول کا ارتباط علت سے اور موجد کا ایجاد کی ہوئی چیز سے ہوتا ہی اور جو چیز کہ اسکو قدرت سے ارتباط ہوتا ہی تو محل قدرت کو بھی فاعل کہہ دیتے ہین خواہ کسی طرح کا ارتباط ہو مثلاً جلاد اور امیر دونون کو قاتل اسیوجہ سے کہتے ہین کہ قتل دونون کی قدرت سے ارتباط رکھتا ہی مگر ارتباط دو طرح کا ہی اسیواسطے قتل دونون کا فعل کہلاتا ہی اسیطرح ارتباط مقدورات کا دو قدرتون سے سمجھنا چاہیے اور اسی موافقت اور مطابقت کے لیے خداے تعالیٰ نے افعال کو قرآن مجید مین کبھی فرشتون کی طرف اور کبھی بندون کیطرف اور کبھی انھین افعال کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہی چنانچہ موت کے باب مین ارشاد ہی قل یتوفٰکم ملک الموت پھر فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتہا اور فرمایا افرایتم ما تحرثون اسمین بندون کیطرف کشتکاری کو منسوب فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہی انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیہا حبا و عنبا اور فرمایا فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا اور پھر فرمایا فنفخنا فیہا من روحنا حالانکہ پھونکنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور ایک جگہ ارشاد ہی فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ تفسیر مین اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ جب جبریل تمپر قرآن پڑھین اور فرمایا قاتلوہم یعذبہم اللہ بایدیکم اسمین قتل کو تو مسلمانون کیطرف منسوب فرمایا اور عذاب دینے کو اپنی طرف اور عذاب دینا العبتہ قتل کرنا ہی چنانچہ دوسری جگہ اسکو بصراحت فرمایا فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم اور فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اسمین بظاہر نفی اور اثبات کو جمع فرمایا ہی مگر حقیقت مین یہ غرض ہی کہ نفی اس اعتبار سے ہی جس سے کہ خداے تعالیٰ فاعل ہو اور اثبات اس اعتبار سے جس سے کہ بندہ فاعل ہو اور یہ دونون علیحدہ علیحدہ باتین ہین اور فرمایا الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم پھر فرمایا الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان اور فرمایا ثم ان علینا بیانہ اور فرمایا افرأیتم ما تمنون أانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمون کے فرشتے کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ رحم مین جاکر نطفے کو ہاتھ مین لیتا ہے اور اسکو جسم کیصورت بناتا ہی اور کہتا ہی کہ الٰہی یہ مرد بنے یا عورت برابر ہو یا ٹیڑھا اللہ تعالیٰ اسکے جواب مین جو چاہتا ہی ارشاد فرما دیتا ہی اور فرشتہ اسیطرح بنا دیتا ہے اور دوسری روایت مین ہے کہ فرشتہ صورت بناکر اسمین روح پھونک دیتا ہے خواہ سعادت کے ساتھ یا شقاوت کے انتہی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس فرشتے کا نام روح ہی وہ وہ ہے جو جسمون مین روح ڈالتا ہی اور وہ اپنے کسی خاص طرح پر سانس لیتا ہی تو اسکا ہر ایک سانس روح بنکر جسم مین چلا جاتا ہی اسلیے اسکا نام روح رکھا گیا ہی اس بزرگ نے جو کچھ اس جلیسے فرشتے کے باب مین کہا ہی اور صفت بیان کی ہی وہ درست ہی اہل دل نے اپنی بصیرت سے اسکا مشاہدہ بھی کیا ہی مگر اسکا نام روح ہونا بدون سند نقلی کے نہین ہو سکتا اور بے دلیل نقلی اسکو روح کہ دینا صرف تخمین ہی اور اسیطرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین دلائل اور آیات زمین و آسمان مین ذکر فرمائے پھر فرمایا اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیء شہید اور فرمایا شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو

ف۱ تو کہہ بھر لیتا ہی تمکو فرشتہ موت کا ۱۲ ف۲ اللہ کھینچ لیتا ہی جانین جب وقت ہوا انکے مرنے کا ۱۲ ف۳ بھلا دیکھو تو جو بوتے ہو ۱۲ ف۴ ہمنے ڈالا پانی اوپر سے پھر چیرا زمین کو پھاڑ کر پھر اگایا اسمین اناج اور انگور اور ترکاری ۱۲ ف۵ پھر بھیجا ہمنے اسکے پاس اپنا فرشتہ پھر بن آیا اسکے آگے آدمی پورا ۱۲ ف۶ پھر ہمنے پھونک دی اسمین ایک اپنی طرف کی جان ۱۲ ف۷ پھر جب ہم پڑھنے لگین تو ساتھ رہ اسکے پڑھنے کے ف۸ لڑو انسے تا عذاب کرے اللہ انکو تمہارے ہاتھون سے ۱۲ ف۹ سو تمنے انھین نہین مارا لیکن اللہ نے مارا ۱۲ ف۱۰ اور تونے نہین پھینکی تھی مٹھی خاک کہ جسوقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی ۱۲ ف۱۱ جسنے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا ۱۲ ف۱۲ رحمن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی پھر سکھائی

مین تبلایا کہ خود خداے سبحانہ اپنے نفس پر دلیل ہی اور یہ امر کچھ خلاف نہین بلکہ استدلال کی راہین مختلف ہین بہت طالب ایسے ہین کہ انھون نے موجودات کو دیکھ کر خداے تعالیٰ کو پہچانا ہی اور بہت سے طالبون نے اللہ تعالیٰ سے موجودات کو جانا ہی چنانچہ بعضون کا بر فرماتے ہین کہ مین نے اپنے رب کو اسی کی بدولت پہچانا اگر میرا پروردگار نہو تا تو مین اسکو ہرگز نہ جانتا اور یہی مراد اس آیت مین ہی اولم یکف بربک انہ علی کل شی شہید اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی صفت بیان فرمائی کہ زندہ کرنیوالا اور مارنیوالا مین ہون مگر پھر موت اور حیات کو دو فرشتون کی طرف مفوض فرمایا چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ موت اور حیات کے دو فرشتون نے آپسمین مناظرہ کیا ملک الموت نے کہا کہ مین زندون کو مردہ کرتا ہون اور حیات کے فرشتے نے کہا کہ مین مردون کو زندہ کرتا ہون اللہ تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ تم دونون جسکام پر مقرر ہو وہ کیے جاؤ مارنے اور جلانے والا مین ہون میرے سوا اور کوئی مار اور جلا نہین سکتا حاصل یہ کہ فعل کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہی اگر سمجھو تو کچھ اسمین تناقض نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو خرما عنایت فرمایا تھا ارشاد فرمایا خذہا لم تاتہا لاتیتک آنے کو اس شخص کی طرف اور خرما کیطرف منسوب فرمایا حالانکہ خرما انسان کی طرف ایسی طرح نہین آتا جیسے انسان اسکی طرف جاتا ہی اسیطرح جب ایک تائب نے کہا کہ مین خداے تعالیٰ کیطرف توبہ کرتا ہون نہ محمد صلعم کیطرف تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حقدار کیلیے جان لیا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سب باتون کو خداے تعالیٰ ہی کیطرف منسوب کرے وہ ایسا محقق ہی کہ حق اور حقیقت کے حقدار کو جانتا ہی اور جو شخص اسکے غیر کیطرف کچھ نسبت کرے اور اپنے قول مین استعارہ اور مجاز کہتا ہی اور مجاز کے واسطے بھی ایک وجہ ہی جیسے کہ حقیقت کے لیے ایک وجہ ہے اور لفظ فاعل واضع لغت نے اختراع کرنے والے کے لیے بنایا ہی مگر چونکہ اسنے خیال کیا کہ انسان بھی اپنی قدرت سے اختراع کرتا ہی اسلیے اسکو بھی فاعل اپنے کام کا کہہ دیا اور اسکے فاعل کہنے کو معنی حقیقی سمجھ گیا اور وہم کیا کہ اس فعل کی نسبت خداے تعالیٰ کیطرف مجازاً ہی جیسے قتل کی نسبت حاکم کیطرف مجازاً ہی اور جلاد کیطرف حقیقت مین مگر اہل حق کو عقدہ کھلا تو معلوم ہوا کہ امر بالعکس ہی اور واضع لغت سے کہا کہ اگر لفظ فاعل تو نے مخترع کے واسطے بنایا ہی تو فاعل سوائے خداے تعالیٰ کے اور کوئی نہین پس حقیقی معنی خاص خداے تعالیٰ کے واسطے ہین اور دوسرے کے لیے بولنا مجاز ہی یعنی اس مقصود سے جو واضع لغت نے لفظ بنایا تھا تجاوز کر گیا کیونکہ اختراع کا منصب خدا کا ہی اور جبکہ یہ حقیقی معنی بعض عرب کی زبان پر قصداً یا اتفاقاً جاری ہو گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بہت سچا شعر جو شاعر نے کہا ہی قول لبید کا ہی شعر الا کل شئی ما خلا اللہ باطل ؛ وکل نعیم لا محالۃ زائل ؛ جسکا ترجمہ یہ ہے ؏ ہر چیز سوا خدا کے جانو باطل ؛ سب چین یہان کے ہونگے لا محالہ زائل ؛ یعنے جس چیز کو کہ قیام اپنی ذات سے نہین ؛ دوسرے کے سبب قائم ہے وہ بذات خود باطل ہی اسکی حقیقت اور حقیقت غیر سے ہی نہ خود اس سے پس ثابت ہوا کہ حقیقت مین سوا ذات حی قیوم کے جسکا ہمتا کے اور کوئی حق نہین کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہی سوا اسکے سب قائم اسکی قدرت سے ہین اسی جہت سے وہی حق ہی اور سب باطل ہین اور اسی جہت سے حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ اے مسکین خداے تعالیٰ موجود تھا اور تو نہ تھا اور وہ ہوگا اور تو نہوگا آج جو تو ہو گیا تو کہنے لگا مین تو اب بھی ایسا ہی ہو جا جیسا پہلے نہین تھا کیونکہ آج ویسا ہی وقت ہی جیسا پہلے تھا شعر بہشت تن آسانی آنکہ خوری ؛ کہ بر دوزخ نیستی بگذری ؛ اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بالکل کارخانہ خیر کا ہی تو پھر تواب عذاب کیا

معنی ہین اور غضب اور رضا سے کیا مراد ہو اپنے ہی فعل پر خدائے تعہ راضی اور ناراض کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہو کہ باب الشکر مین اسبات کیطرف ہم اشارہ کرچکے ہین دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین یہ مقدار وہ ہو جو توحید مورث حال توکل کے باب مین ہمکو بطور اثر لکھنی منظور تھی اور یہ بدون ایمان اور اعتقاد کرنے رحمت و حکمت کے کامل نہین ہوتی اسلیے کہ توحید سے لازم آتا ہو کہ مسبب الاسباب کیطرف نظر ہو اور وسعت رحمت پر ایمان ہونیسے اعتماد مسبب الاسباب پر ہوتا ہو۔ اور حال توکل جیساکہ آیندہ مذکور ہوگا جب ہی پورا ہوتا ہو جب وکیل پر اعتماد اور دلکا اطمینان اسکی شفقت پر ہو اور ایمان کی یہ قسم بھی بہت بڑی قسم ہو اہل کشف کے طریق کیصورت اسباب مین لکھنی طویل ہو مگر اسکا خلاصہ لکھے دیتے ہین تاکہ طالب مقام توکل اسکا معتقد قطعی اعتقاد سے ہوجاوے اور کسیطرح کا شک نکرے وہ یہ ہو کہ ایسے یقین سے کہ جسمین شائبہ ضعف اور شک نہو یہ تصدیق کرے اور خدا تعالے اگر تمام خلق کو سب سے زیادہ عقیل شخص کے موافق عقل دیتا اور سب سے زیادہ عالم جیسا علم عنایت کرتا اور جسقدر علم کی انکے نفسون مین سمائی ہوتی اتنی ہی عنایت فرماتا اور انکو حکمت اس درجہ کی دیتا کہ جسکی کچھ انتہا نہین پھر جیسے ان کی شمار بڑھتی جاتی ویسی ہی علم اور حکمت اور عقل کو ترقی بخشتا رہتا اور انپر انجام کار کا حال ظاہر کردیتا اور اسرار ملکوت بھی سب کو تبلا دیتا اور لطف و عقوبت کے دقائق سے بھی آگاہ کردیتا یہانتک کہ خیر و شر اور نفع و ضرر پر سب واقف ہوجاتے پھر انکو حکم کرتا کہ تم اپنے علم و حکمت کے زور سے ملک اور ملکوت کا انتظام کرو اور سب بالاتفاق ہوکر تدبیر کرتے تو جو انتظام کہ خدائے تعہ نے دنیا و آخرت مین کر رکھا ہو ان سب کی تدبیر اس انتظام مین مچھر کے پر کے برابر بھی کمی و بیشی تجویز نہ کرتے نہ اسمین ذرہ برابر نشیب و فراز عمل مین لاتے نہ کوئی مرض یا عیب یا نقصان یا فقر یا ضرر ان لوگون سے جو انمین مبتلا ہین دور کرتے نہ کسی کی صحت یا کمال یا تونگری یا نفع ان اشخاص سے جو ان امور سے سرفراز ہین زائل کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعہ نے آسمان و زمین مین پیدا کیا ہو اگر اسکی طرف آنکھ اٹھاتے اور مدتون تک دیکھتے رہتے تب بھی اسمین کچھ فتور و قصور نہ دیکھتے اور اسبات کا بھی یقین چاہیے کہ اور جو اشیا کہ اللہ تعہ نے مثل رزق اور موت اور رنج اور راحت اور عجز و قدرت اور کفر و ایمان اور طاعت و عصیان وغیرہ کے اپنے بندون مین تقسیم کی ہین وہ سب محض عدل و انصاف اور حق صریح ہو اسمین کسیطرح کا ظلم اور جور نہین اور سب اشیا ترتیب واجب اور حق پر ہین انکی ترتیب و مقدار جیسی ہونی چاہیے ویسی ہی ہو اور اس سے بہتر اور کامل تر اور عمدہ ممکن ہی نہین اور اگر بالفرض اس ترتیب سے عمدہ ترتیب تھی اور اسکو خدائے تعہ نے باوجود قدرت کے رکھ چھوڑا اور بندون کو عنایت نہ کی تو یہ امر داخل بخل کے ہو جو مخالف جود کے ہو اور ظلم ہو نہ عدل اور اگر قدرت نہ تھی تو عاجزی لازم آتی ہو جو خلاف معبود ہونے کے ہو بلکہ جو فقر و ضرر دنیاوی ہو وہ دنیا مین تو کمی ہو مگر آخرت مین زیادتی ہو اور جو نقصان کہ آخرت مین کسی شخص کی نسبت ہو وہ دوسرے کی نسبت کر عیش و آسایش ہو اسلیے کہ مثلاً اگر رات نہوتی تو دن کی قدر کیسے معلوم ہوتی اور اگر مرض نہوتا تو تندرست صحت سے کیسے لذت پاتے اور اگر دوزخ نہوتی تو جنت والے قدر نعمت کیا جانتے اور جسطرح کہ انسانون کی روح کے لیے بہائم کی ارواح کو فدا کرنا اور انسانون کا انکو ذبح کرنا ظلم نہین بلکہ کامل کو ناقص پر ترجیح دینا عین عدل ہو اسیطرح ساکنین جنت کی زیادتی نعمت کے لیے دوزخ والون کی سزا زیادہ کرنی اور کافرون کو ایمانداروں کا فدیہ عین عدل ہو اور اگر بالفرض ناقص پیدا نہوتا تو کامل کیسے پہچانا جاتا اور اگر بہائم پیدا نہوتے تو شرف انسانی کب ظاہر ہوتا اسلیے کہ کمال و نقص کسی کی نسبت کر ظاہر ہوا کرتے ہین اس سے

معلوم ہوا کہ کامل اور ناقص دونون کا پیدا کرنا مقتضائے جود و حکمت سے ہی۔ اور جسطرح کہ جب ہاتھ سڑ جاتا ہی تو اسکا کاٹنا جان کے بچانے کیلیے عدل کی بات ہی اسواسطے کہ ناقص چیز کا فدیہ کامل کے واسطے کیا جاتا ہی اسیطرح جو فرق خلق مین پایا جاتا ہی کہ دنیا مین کسی کی قسمت مین کچھ ہے اور کسی کی قسمت مین کچھ تو یہ سب عدل ہی کہ اسمین جور نہین اور حق ہی کہ اسمین کھیل و کود نہین اور یہ بیان بھی بڑا گہرا اور وسیع اور موج خیز سمندر ہی کہ چوڑائی مین توحید کے سمندر سے کچھ کم نہین اسمین بہت سے عقل کے کوتاہ ڈوب گئے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ باریک بات ہی سوائے عاقلون کے اور کوئی نہین سمجھتا اور اس سمندر کے پار راز تقدیر کا ہی جسمین اکثر لوگ حیران ہین اور اسکے افشا سے اہل کشف منع کردیے گئے ہین اور حاصل یہ کہ خیر و شر دونون حکمی چیزین ہین اور جس چیز کا کہ حکم ہو چکا ہی وہ مشیت کے بعد ضروری ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ اسکے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہین نہ کوئی تقدیر کا ٹالنے والا بلکہ چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہی اور اسکا ہونا بدرت معین کا منتظر ہے جو آدمی کو پہونچا ہی وہ ایسا نہ تھا کہ نہ پہونچے اور جا سکو نہ پہونچا وہ پہونچنے والا نہ تھا شعر۔ بدر دو صاف ترا حکم نیست دم درکش کہ انچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست۔ اب یہ رموز علوم مکاشفہ کے جو اصل توکل کے ہین اسیقدر پر ختم کردیے جاتے ہین اور علم معاملہ کی طرف توسن خامہ کی باگ موڑتے ہین و باللہ التوفیق۔

دوسری فصل توکل کے احوال و اعمال مین اسمین تین بیان ہین بیان اول توکل کا حال پہلے ہم بیان کرچکے ہین کہ توکل کا مقام علم اور حال اور عمل سے بنتا ہے اور اسمین سے علم کو ہم لکھ چکے اور حال جو واقع مین توکل اسیکا نام ہی اور علم اسکی اصل اور عمل اسکا ثمرہ ہی اسکو اب لکھتے ہین واضح ہو کہ توکل کی تعریف مین اکثر لوگون نے بہت کچھ لکھا ہی اور عبارتین انکی جدا جدا ہین مگر ہر ایک شخص نے اپنے نفس کے مقام کو لکھا ہی اور اسی کی تعریف کی ہے چنانچہ عادت اہل تصوف کی یہی ہی اس نظر سے ان سب قولون کے نقل کرنے مین بجز طول کلام کے اور کچھ فائدہ نہ دیکھکر انکو قلم انداز کرتے ہین اور امر واقعی حوالہ قلم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ لفظ توکل مشتق وکالت سے ہی جسکے معنے دوسرے پر اعتماد کرکے کام سپرد کرنے کے ہین جسکو کام سپرد کرتے ہین اسکو وکیل کہتے اور جو کام سپرد کرتا ہی اسکو متکل اور متوکل کہتے ہین بشرطیکہ وکیل پر اسکے نفس کا اطمینان اور اعتقاد ہو اور اسکو متہم عجز اور قصور کا نہ سمجھتا ہو غرضکہ توکل صرف وکیل پر اعتماد دلی کو کہتے ہین اب ہم مقدمات کی وکیل کو بطور مثال فرض کیے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر فریب سے جھوٹا دعوے کرے اور مدعا علیہ اس سے لڑنے کے لیے اپنی طرف سے ایسے شخص کو وکیل کرے جو اسکا فریب وا شگاف کردے تو وہ وکیل پر متوکل اور اعتماد کرنے والا اور اسکی وکالت پر مطمئن نہ کہلاویگا جبتک کہ چار باتون کا اعتقاد اسمین نہ رکھتا ہوگا اول نہایت درجے کی ہدایت دوم قدرت کامل سوم غایت مرتبہ کی فصاحت چہارم شفقت تام ہدایت اسلیے کہ اسکے باعث فریب کے مقامات جان لے یہانتک کہ نازک و باریک حیلے بھی اس سے ہرگز چھپے نہ رہین اور قدرت اسلیے کہ حق کی تصریح کرے حاکم کی منھ دیکھی بات نہ کہے رعب مین نہ آوے شرم اور نامردی اظہار حق مین روا نہ رکھے اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ وکیل کو وجہ فریب طرف ثانی کی معلوم ہوجاتی ہی مگر خوف یا نامردی یا حیا یا کسی اور مانع کے باعث سے جس سے دل تصریح حق سے ضعیف ہوجاتا ہی اسکو زبان پر نہین لاتا۔ اور فصاحت اسلیے کہ یہ بھی ایک طرح کی قدرت ہی مگر قدرت لسانی ہی کہ دل جس بات پر جرأت کرے اور اشارہ کرے اسکو اچھی طرح بیان کرسکے کیونکہ یہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص فریب کے

موقعے جانتا ہو وہ اپنی تیزی زبان سے اسکا عقدہ بھی حل کردیا کرے اور شفقت تام اسلیے چاہیے کہ اسکے باعث جسقدر کوشش کہ وکیل سے اسکے حق مین ہو سکے اسکو بجالاوے کیونکہ صرف مقدمہ لڑانے پر وکیل کا قادر ہونا کافی نہین جب تک کہ عنایت و توجہ متوکل کے حال پر نہو اور اسکے کام کو ضروری اور قابل دل لگانے کے نہ سمجھے اور اگر ایسی صورت ہو کہ طرف ثانی جیتے تو کچھ غرض نہین اور متوکل جیتے تو کچھ پروا نہین اسکا حق مارا جاوے یا باقی رہے کسی سے کچھ مطلب نہین تو کام کی درستی معلوم پس اگر متوکل کو ان چارون باتون مین خواہ انمین سے ایک مین بھی شک ہوگا یا اسکے عندیے مین طرف ثانی ان چارون مین کامل تر ہوگا تو اسکو اپنے وکیل پر خوب اطمینان نہوگا بلکہ دلمین متردد رہیگا اور ہمہ تن اسباب کی تدبیر نکالیگا کہ کسی طرح وکیل مین جو کمی ہے یہ دور ہو جاوے اور طرف ثانی کا غلبہ فرو ہو اور جسقدر متوکل کو ان چارون باتونکا وکیل مین اعتقاد ہوگا اسیقدر اسکا اسپر اعتماد اور اطمینان سمجھنا چاہیے اور چونکہ لوگون کے اعتقاد اور ظن قوی اور ضعیف ہونے مین بے انتہا متفاوت ہوتے ہین اسی جہت سے ضرور ہے کہ احوال متوکلین کی قوت اطمینان و اعتماد مین بھی فرق بہت ہو یہانتک کہ نوبت اس یقین کی پہونچ جاوے جسمین ضعف نہو مثلاً اگر وکیل اپنے موکل کا باپ ہو جو سب طرح کے حلال و حرام کے لیے بیٹے کے واسطے دوڑا پھرتا ہے تو ظاہر ہے کہ بیٹے کو یقین کمال شفقت اور عنایت کا اپنے حال پر ہوگا اور ایک خصلت ان چار خصلتون مین سے قطعی ہو جاویگی اسیطرح اور خصلتین بھی قطعی ہو سکتی ہین مثلاً مدت سے کسیکو وکالت کرتے دیکھا یا لوگون سے متواتر سنا کہ فلان شخص بڑا خوش تقریر اور زبردست بیان اور حق دلانے کا دھنی ہے بلکہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرنے مین ایک صورت سے باندھ دیتا ہے۔ پس جب اس مثال مین توکل جان لیا تو اسی پر خدا تعالے کے اوپر توکل کرنے کو قیاس کرنا چاہیے یعنے اگر آدمی کے دل مین کشف سے یا پکے اعتقاد سے جم جاوے کہ فاعل سوائے خدائے تعالے کے کوئی نہین جیسا کہ اسکی تقریر اوپر گزری اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی اعتقاد کرے کہ خداوند کریم بندون کا حال خوب جانتا ہے اور انکے کافی ہونے کے لیے قدرت کامل رکھتا ہے اور اسکی رحمت کامل اور عنایت شامل سب بندون پر ایک ایک پر واصل ہے نہ اسکی قدرت کے بعد کوئی قدرت ہے نہ اسکے علم سے سوا کوئی علم ہے نہ اسکی عنایت و رحمت کے سوا جو مجھپر ہے کوئی اور رحمت و عنایت ہے تو اس صورت مین بیشک اسکا دل صرف خدائے تعالے پر توکل کرے گا دوسرے کیطرف التفات نکریگا بلکہ جب کوئی حرکت یا قدرت کا ذکر کریگا تو اپنے نفس کی طاقت و قدرت پر بھی لحاظ نہ کریگا اسواسطے کہ بمضمون لاحول و لاقوۃ الا باللہ کے حول و قوت خدا ہی کی بدولت ہے حول سے مراد حرکت ہے اور قوت سے مراد قدرت۔ پس اگر آدمی اپنے نفس مین یہ حالت نہ پاوے تو اسکے دو سبب ہین یا تو یہ کہ ان چارون باتون مین سے کسی پر یقین کم ہوگا یا دل پر ضعف اور مرض نامردی اور اوہام واہی کے سبب کچی غالب ہوگی کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یقین مین کچھ نقصان نہین ہوتا مگر وہم کی تبعیت اور فرمانبرداری سے دلمین کچی آجاتی ہے مثلاً کوئی شخص شہد کھاتا ہو اور اس سے کہدیا جاوے کہ یہ تو پاخانے کی صورت ہے تو اسکی طبیعت بعض اوقات نفرت ایسی کریگی کہ پھر کھانا دشوار ہوگا اور اگر عاقل سے کہا جاوے کہ مردے کے پاس قبر مین یا بستر پر یا کوٹھری مین لیٹ جاوے تو اسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اگرچہ یقین سے جانتا ہے کہ یہ مردہ ہے اور بالفعل جماد بے حس و حرکت ہے اور خدائے تعالے کی عادت جاری ہے کہ اب اسکو زندہ نہین فرماویگا گو زندہ کرنے پر قادر ہے جس طرح

عہ یعنی ہر طاقت اپنی نہ سمجھے بلکہ ریاضت کی اور نہ روزہ عبادت کرنے کی مگر خدا سے تقوی کی مدد سے ۱۲

یہ اسکا دستور ہو کہ کاتب کے ہاتھ کے قلم کو سانپ نہین کردیتا نہ بلی کو شیر کرے گو انکے سانپ اور شیر کردینے پر قدرت رکھتا ہو پس باوجودیکہ عاقل شخص اس یقین مین کچھ شک وشبہہ نہین رکھتا مگر اسکی طبیعت میت کے ساتھ بستر پر خواہ بند کوٹھری مین تنہا رہنے سے نفرت کرتی ہو اگرچہ اور تمام جمادات سے نفرت نہین کرتی اور یہ دل مین ایک نامردی ہو اور ایک قسم کا ضعف ہو کہ جس سے آدمی کم خالی ہوتے ہین کچھ نہ کچھ ہر ایک مین ہوتا ہو یہی ضعف کبھی زیادہ ہوکر روگ ہوجاتا ہو حتی کہ آدمی گھر مین علحدہ دروازے کو خوب بند کرکے نہین سوتا بہرحال توکل کے کامل ہونے کو دل اور یقین کی دونون کی قوت چاہیے انھین دونون کی قوت سے دل کو قرار اور اطمینان ہوتا ہو دل مین قرار اور چیز ہے اور یقین دوسری چیز بہت یقین ایسے ہوتے ہین جنکے ساتھ اطمینان نہین ہوتا جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال مین مذکور ہو قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ زندہ کرنا میت معین کا دکھلادے تاکہ میرے خیال مین جم جاوے اسواسطے کہ نفس تابع خیال کا ہوتا ہے اور اسی سے اسکا اطمینان ہوتا ہو اور یقین سے اول اول مطمئن نہین ہوتا مگر رفتہ رفتہ آخر کو درجہ نفس مطمئنہ کا پاتا ہو شروع مین ہرگز نہین پاتا اور بعضے مطمئن ایسے ہین کہ انکو یقین نہین ہوتا جیسے سب ارباب ملت ومذہب مثلاً یہودی ونصرانی کو اپنے یہودی ہونے اور نصرانیت پر اطمینان ہو مگر یقین دونون مین سے کسی کو نہین صرف غلبۂ ظن اور من مانتی بات پر چلتے ہین حالانکہ خدائے تعم کے پاس سے انکو ہدایت جو سبب یقین کا ہو پہونچ چکی مگر وہ اس سے منحرف رہتے ہین غرض یہ کہ نامردی اور جرأت سرشت مین داخل ہین انکے ہوتے ہوئے یقین مفید نہین ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک سبب مخالف توکل ہو جیسے کہ چارون خصلتون پر یقین کم ہونا ایک سبب ہو اور جب یہ اسباب یعنی یقین واطمینان وغیرہ سب اکٹھے ہوجاتے ہین تو اللہ تعم پر اعتماد حاصل ہوجاتا ہو روایت ہی کہ توریت مین لکھا ہوا ہو کہ جو شخص کسی اپنے جیسے انسان پر توکل کرے وہ ملعون ہو اور ایک حدیث شریف[22] مین وارد ہو کہ جو شخص بندون سے عزت چاہے اسکو خدائے تعم ذلیل کرتا ہو اور جب تمکو معنی توکل کے معلوم ہوے اور وہ حالت جسکا نام توکل ہو جان چکے تو اب جاننا چاہیے کہ اس حالت کے قوت وضعف کی رو سے تین درجے ہین پہلا درجہ تو وہ ہو جو ہمنے ابھی ذکر کیا کہ حال بندے کا توکل اور اعتماد وکفالت وعنایت الٰہی پر ایسا ہو جیسا اعتماد موکل کو وکیل پر ہوتا ہو دوسرا درجہ جو اس سے قوی ہو وہ یہ ہو کہ حال متوکل کا خدائے تعم کے ساتھ ایسا ہو جیسا بچے کا حال مان کے ساتھ ہوتا ہو کہ وہ سوا مان کے اور کسی کو نہین پہچانتا اور سوا اسکے اور سے داد فریاد نہین کرتا اسی پر اعتماد کرتا ہو اور اگر اسکو دیکھتا ہو تو دامن سے لپٹ جاتا ہو اور نہین چھوڑتا اور اگر اسکے پیچھے کوئی بات اسپر پیش آتی ہو تو اول مان ہی کو پکارتا ہو اور اول اسکے دلمین اسی کا دھیان آتا ہو کیونکہ اسکا ٹھکانا مان ہی تک ہو اور اسکو مان کی شفقت اور کفیل وکافی ہونے کا ایسا یقین ہو جو خالی ایک قسم کے ادراک سے نہین جتنی تمیز اسکو حاصل ہو اس سے اسی کو سمجھتا بوجھتا ہے اور یون گمان ہو کہ یہ امر طبعی ہو اس جہت سے کہ لڑکے سے ان عادتون کا اگر مطالبہ کیا جاوے تو وہ نہ انکی تفصیل بیان کرسکیگا نہ انکی تفصیل اپنے ذہن مین حاضر کرسکیگا لیکن یہ سب باتین ادراک کے سوا ہین پس جو شخص کہ دل سے خدائے تعم کیطرف متوجہ ہوگا اور نظر اور اعتماد اسی پر رکھتا ہوگا تو وہ خدائے تعم پر عاشق ہوگا جیسے لڑکا اپنی مان پر ہوتا ہو اور وہی واقع مین اللہ تعم پر متوکل ہوگا کیونکہ لڑکا بھی

اپنی مان پر متوکل رہتا ہی اور فرق ان دونون درجے والون مین یہ ہی کہ اس درجے والا ایسا متوکل ہی کہ اپنے توکل مین خود توکل سے بھی
بیخبر ہو گیا یعنے اسکا دل توکل اور اسکی حقیقت کیطرف ملتفت نہین بلکہ صرف جسپر توکل ہی اسی کیطرف التفات رکھتا ہی اور اسکے دل مین
اسکے سوا اور کسی کی گنجایش نہین اور پہلے درجے والا بتکلف اور کسب سے متوکل ہی اسیواسطے اپنے توکل سے بیخبر نہین یعنی اسکو توکل کیطرف
التفات ہی اور اسکو سمجھتا ہی اور یہ امر اسبات کا مانع ہی کہ صرف خداے تعم پر نظر ہو اور اسی درجہ اول کیطرف اشارہ حضرت سہل تستری رح
کے قول مین ہی کہ جب انسے کسی نے پوچھا کہ ادنی مرتبہ توکل کا کیا ہی انھون نے فرمایا کہ آرزؤن کا ترک کرنا سائل نے پوچھا کہ اوسط کیا ہی
انھون نے فرمایا کہ اختیار کا ترک کرنا یہ اشارہ دوسرے درجے کیطرف فرمایا اور اعلے درجے کو جو پوچھا تو اسکو کچھ بیان نہ کیا اور فرمایا
کہ اسکو وہی جانتا ہی جو اوسط درجہ پر پہونچ جاتا ہی تیسرا درجہ توکل کا جو سب سے اعلے ہی یہ ہی کہ متوکل اپنی حرکات و سکنات مین خداے تعم کے
سامنے ایسا ہو جیسا مردہ نہلانے والے کے سامنے ہوتا ہی کہ اپنے نفس کو مردہ سمجھے جسکو قدرت ازلیہ حرکت دیتی ہو جیسے نہلانیوالے کا ہاتھ
مردے کو حرکت دیتا ہی اور وہ ایسا شخص ہوتا ہی جسکا یقین اسبات پر قوی ہو کہ حرکت کا دینے والا اور قدرت اور ارادہ اور علم اور تمام
صفات کا جاری کرنیوالا وہی ہی اور یہ سب چیزین جبرًا پیدا ہو جاتی ہین پس ایسا شخص علین انتظار مین ہیگا کہ مجھپر کیا پیش آویگا اور لڑکے
سے اسباب مین جدا ہو گا کہ وہ اپنی مان سے فریاد کرتا ہی اور دامن مین لپٹ جاتا ہی اور اسکے پیچھے دوڑتا ہی اور یہ ایسے لڑکے کی طرح ہی
کہ جانے کہ اگر خود فریاد نہ کریگا تو مان اسکو ڈھونڈھ لیگی اور اگر اسکے دامن سے نہ لپٹیگا تو وہ خود اٹھا لیگی اور اگر اس سے دودھ نہ مانگیگا تو وہ
خود پلا دیگی یہ مقام توکل کا اسبات کا مقتضی ہی کہ متوکل خداے تعم کے کرم اور عنایت پر اعتماد کرکے دعا اور سوال ترک کردے اس
نظر سے کہ وہ بدون سوال ہی مانگنے سے افضل چیز عطا فرماویگا کیونکہ بہت سی نعمتین سوال اور دعا سے پہلے بے استحقاق دے رکھی ہین اور
دوسرا مرتبہ مقتضی ترک دعا کا خداے تعم سے نہین بلکہ دوسرے سے سوال نکرنے کا مقتضی ہی باقی رہی یہ بات کہ ان احوال کا وجود
بھی ہی یا نہین تو اسکی صورت یہ ہی کہ انکا وجود محال تو نہین مگر البتہ بہت نادر و کمیاب ہی جنمین دوسرا اور تیسرا تو حکم عنقا ہی رکھتا ہی اول درجہ
زیادہ تر ممکن الحصول ہی اور دوسرا اور تیسرا درجہ اگر ہو بھی تو اسکا دوام اور بھی دشوار ہی بلکہ تیسرا درجہ تو دوام مین ایسا ہی جیسے خوف کی زردی کہ ادھر
آئی اُدھر جاتی رہی اسوجہ سے کہ دل کا کشادہ ہونا اپنی حرکت اور قدرت اور دیگر اسباب سے ایک امر طبیعی ہے اور اسکا رکنا ایک امر عارضی ہی جیسے
خون کا چار طرف پھیلنا امر طبیعی ہی اور رک رہنا عارضی اور خوف کے یہی معنی ہین کہ خون ظاہر جلد سے باطن کیطرف سمٹ جاوے یہان تک
کہ ظاہر جلد سے وہ سرخی جو جلد کے باریک پردے مین سے جھلکتی تھی جاتی رہے اور جلد خود ایک باریک پردہ ہی جسمین سے خون کی سرخی کی
دمک سوجھتی ہی پس خون کا سمٹنا بالضرور زردی لاوے گا مگر یہ ہمیشہ نہین رہیگا اسیطرح دل کا بالکل حرکت و قدرت کی طرف سے
سمٹ جانا اور انکو نظر انداز کرنا اور اسباب ظاہری پر التفات نہ کرنا ہمیشہ نہین رہتا اور دوسرے درجے کا دوام ایسا ہی جیسے زردی بخار
والے کی کہ وہ کبھی ایک دو روز ٹھہر جاتی ہی زیادہ نہین ٹھہرتی اور درجہ اول کا دوام مشابہ اس بیمار کی زردی کے ہی جسکا مرض پک گیا ہو
اسکا ہمیشہ رہنا بھی دشوار نہین نہ جاتا رہنا کچھ بعید ہی باقی رہا یہ کہ بندے کو کچھ علاقہ اور تدبیر اسباب ظاہری کے ساتھ ان مقامات مین رہتا ہی
یا نہین پس تیسرے مقام مین تو سرے سے تدبیر نہین رہتی جبتک کہ حالت مذکورہ باقی رہتی ہی بلکہ اس حالت والا حیرانون کیطرح رہتا ہی اور

دوسرے مقام مین اور کچھ تدبیر نہین ہوتی مگر خدائے تعہ سے فریاد کرنی اور دعا سوال سے اسکی طرف التجا کرتی رہتی ہی جیسے لڑکا اپنی مان سے صرف علاقہ رکھتا ہی اور مقام اول مین نہ تدبیر نابود ہوتی ہی نہ اختیار مگر بعض تدبیرات جاتی رہتی ہین جیسے موکل نے وکیل پر اعتماد کرکے بعض تدابیر جو غیر وکیل سے متعلق ہون نہین کرتا مگر جو تدبیر کہ اسکا وکیل بتاتا ہی یا اپنے آپ اسکی عادت و تجربہ سے معلوم ہی اسکو کرتا ہی مثلاً وکیل نے کہا کہ جب تو موجود ہوگا جب ہی مین مقدمے مین لب کشائی کرونگا تو موکل خواہ مخواہ اپنی حاضری کی تدبیر کریگا اور یہ امر خلاف توکل نہین یعنی اسمین یہ بات نہین کہ وکیل سے منحرف ہوکر صرف اپنی قدر یا عزت کی تدبیر پر اظہار حجت مین اعتماد کیا ہو بلکہ توکل کی تمامی مین سے ہی کہ جو کچھ وکیل اسکے لیے مناسب جان کر کہہ دے وہی عمل مین لاوے اگر اسپر متوکل نہوتا اور اسکی بات پر اعتماد نہ کرتا تو اسکے کہنے سے کیون حاضر ہوتا اور جو امر کہ عادت سے وکیل کے معلوم ہو اسکی مثال یہ ہی کہ مثلاً موکل کو معلوم ہے کہ میرا وکیل طرفثانی سے بدون دستاویز نہین لڑتا تو اسکا توکل جب پورا ہوگا کہ وکیل کی عادت سے واقف ہونے کے بعد اسی کے بموجب کاربند ہو اور دستاویز روبکاری کیوقت بغل مین دبائے جاوے غرضکہ اول صورت مین اپنے آپ حاضر ہونا اور صورت دوم مین دستاویز کا لیجانا داخل تدبیر ہی اگر انمین سے کسیکو چھوڑ دیگا تو اسکے توکل مین نقصان نہوگا تو ان دونون تدبیرون کی بجا آوری کیسے توکل مین باعث نقصان ہوسکتی ہی ہان وکیل کے اشارے کے بموجب خود حاضر ہونا یا اسکی عادت سے واقف ہوکر دستاویز کا ساتھ رکھنا اور پھر اسکی حجت اور کلام طرفثانی سے بیٹھ کر سننا بعض اوقات مقام دوم اور سوم پر بھی پہونچا دیتا ہی یعنی روبکاری کے وقت مبہوت سا رہجاتا ہو کہ دیکھیے کیا ہو اور اپنی حول و قوت پر کچھ اعتماد نہین کرتا اسپر اعتماد صرف اسیوقت تک تھا کہ چلا آیا اور دستاویز لے آیا اور اب وہ وقت پہونچا کہ اس مین صرف نفس کا اطمینان اور اعتقاد وکیل ہی پر رہ گیا اور اسبات کا انتظار کہ میرے حق مین کیا ہو اب اگر اسبات کو سوچو تو تمام اعتراض توکل کے باب مین دور ہوجاتے ہین اور سمجھ لو کہ توکل کی کچھ یہ شرط نہین کہ آدمی سب تدبیر اور کام چھوڑ دے کوئی سی تدبیر اور کام کرنے ہی نہ پاوے توکل کے ساتھ کوئی درست ہی نہین بلکہ جائز ہونا بعض کا اور ناروا ہونا بعض امور کا توکل مین تفصیل کے ساتھ ہے اعمال توکل مین عنقریب اسکا بیان مذکور ہوگا یہان سے یہی معلوم ہوگا کہ اگر متوکل اشارہ وکیل سے یا اسکی عادت کی واقفیت سے خود حاضر ہو یا دستاویز ساتھ لے آوے تو یہ امر مخالف توکل نہین اسواسطے کہ اسے یہ تو معلوم ہی کہ اگر وکیل نہوتا تو میرا آنا اور دستاویز لانا بیکار اور دردسری محض تھی اس سے گویا کام نکالتا یعنے ان دونون باتون کا مفید ہونا کچھ اپنی تدبیر کے باعث نہین جانتا بلکہ اس نظر سے کہ وکیل نے انکو لڑنے کے واسطے مقرر کر رکھا ہی اور اسنے یہ امر اسکے اشارے خواہ عادت سے معلوم کرلیا ہی یہ بھی انکو مفید جانتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ اسکی حول و قوت صرف وکیل ہی کے باعث ہی مگر وکیل کیلیے یہ کلمہ کہنا معنے کامل نہین بخشتا اسواسطے کہ وکیل اسکی حول و قوت کا خالق نہین بلکہ وکیل نے اسکی حول و قوت کو یعنی دونون تدابیر مذکورہ کو بذاتہا مفید کردیا اگرچہ اسکی تاثیر تو مفید نہوتین بلکہ یہ کلمہ وکیل برحق خدائے تعہ کی شان مین صادق ہی کہ وہ خالق حول و قوت کا ہی جیسے کہ اسکی تقریر بیان توحید مین گذری اسی نے ان دونون کو مفید بھی بنایا کہ انکو شرط ان فوائد و مقاصد کی کردی جنکو ان دونون کے بعد پیدا کریگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ مناسب درست اور ٹھیک ہی بس جو شخص کہ ان امور کا مشاہدہ ان الفاظ سے کریگا اسکو وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث مین آیا ہی ہوگا ورنہ بڑا تعجب ہوتا ہی کہ اتنا ثواب سب کا سب ان تنے الفاظ سے جو زبان پر سہولت سے گزر جاوین اور انکے معانی کا دل مین آسانی

سے اعتقاد آجاوے کس طرح ملتا ہی اور جب معلوم ہو کہ یہ ثواب اس مشاہدے کا ہی جو ہمنے توحید کے ذکر مین بیان کیا ہی تو تعجب نہین رہتا
اور نسبت اس کلمے کی اور اسکے ثواب کی کلمہ لا الہ الا اللہ اور اسکے ثواب کیطرف ایسی ہی جیسے ایک کلمے کے معنون کو نسبت ہی دوسرے
کلمے کے معنون کی طرف یعنے لا حول و لا قوۃ الا باللہ مین تو صرف دو چیزون یعنے حول و قوت ہی کو خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہی
اور کلمہ لا الہ الا اللہ مین سب چیزون کی نسبت اسی کیطرف ہی جو فرق کل چیزون اور دو چیزون مین ہی وہی فرق ان دونون کلمون کے
ثواب مین بھی ہی۔ اور جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہی کہ توحید متضمن دو پوست اور دو مغز کو ہوتی ہی ویسے ہی یہ کلمہ اور تمام کلمات بھی انھین
چارون چیزون پر متضمن ہین اور اکثر لوگ صرف دو پوست کے پابند ہین مغزون کیطرف نہین جھکتے جنکی طرف اشارہ اس حدیث شریف
مین ہی من قال لا الہ الا اللہ صادقا من قلبہ مخلصا وجبت لہ الجنۃ اور جس حدیث مین کہ صدق اور اخلاص کی قید نہین وہان مطلق سے
مقید ہی مراد ہی جیسے بعض جگہ مغفرت کو ایمان اور عمل صالح کیطرف منسوب کیا ہی اور بعض جا صرف ایمان ہی پر منحصر فرمایا تو ایسی جگہ مین
ایمان سے مطلق مراد نہین بلکہ مقید عمل صالح کے ساتھ مراد ہی اسلیے کہ سلطنت اخروی صرف بات سے نہین ملتی زبان کا ملنا بات ہی
اور دل کا اعتقاد بھی ایک بات ہی مگر وہ نفس کی بات ہی مگر صدق و اخلاص اور ہی چیز ہے کہ نہ زبان کی گفتگو ہی نہ نفس کی گفتگو اور تخت
سلطنت صرف مقربین کے لیے بچھایا جاوے گا اور وہ اخلاص والے ہی لوگ ہین ہان جو لوگ کہ اصحاب یمین سے ان کے
نزدیک رتبے مین ہونگے انکو بھی خدائے تعالیٰ کے یہان درجے ملینگے مگر سلطنت کے درجے کو نہ پہنچینگے دیکھو خدائے تعالیٰ نے سورہ واقعہ
مین جو مقربین سابقین کا ذکر فرمایا تو سریر کا ذکر بھی انکے لیے فرمایا علی سرر موضونۃ متکئین علیہا متقابلین اور جب اصحاب یمین کی نوبت آئی تو
اور کچھ نہین بیان کیا صرف کھانے پینے دیکھنے اور نکاح کی لذات مثل میوون اور پانی اور سایہ اور درختون اور حورون کے بیان
فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ لذات تو بہائم کو بھی ہمیشہ رہتی ہین پھر کہان لذات بہائم اور کہان وہ سلطنت قائم اور جوار رب العالمین مین
رہنا دائم ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اگر ان لذات کی کچھ قدر ہوتی تو بہائم کو نہ ملتی اور فرشتے انسے محروم نہ کیے جاتے
نہ انکا درجہ بہائم سے بڑھکر ہوتا بہائم کو یہ سبھی کچھ میسر ہے باغون مین پھرتے ہین پانی کے چشمون کی اور درختونکی بہار دیکھتے ہین اقسام
کی غذا کھاتے ہین نر و مادہ مین جفتیان ہوتی ہین بتاؤ تو یہ سب لذتین اعلیٰ اور اشرف اور اسباب کے لائق ہین کہ اہل کمال کے
نزدیک فرشتون کے احوال پر انکو ترجیح ہو اور وہ یہ جانین کہ جیسے فرشتے قرب الٰہی سے خوش رہتے ہین ویسے ہم نہون بہائم کی طرح
ان لذائذ مین مبتلا ہون یہ کہان ہو سکتا ہی مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا تم گدھے ہو جاؤ یا حضرت جبریل علیہ السلام کے
درجے مین ہو جاؤ تو وہ گدھے کا درجہ فرشتے کے درجے پر کیسے اختیار کریگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیز کسی کے مشابہ ہوتی ہی وہ اسکی
کیطرف کھینچتی ہی مثلاً جسکا میلان کفش دوزی کیطرف بہ نسبت محرری کے زیادہ ہو گا وہ اپنے جوہر کی رو سے کفش دوزی ہی کے ساتھ
مشابہ تر ہو گا یعنے اسپر وہی پیشہ زیادہ پھبیگا اسیطرح جسکے نفس کا میلان لذات بہائم کیطرف بہ نسبت لذات ملائکہ کے زیادہ ہو گا
وہ بہائم کا مشابہ زیادہ ہو گا ایسے ہی لوگون کے حق مین خدائے تعالیٰ فرماتا ہی اولئک کالانعام بل ہم اضل ان لوگون کو اضل اسواسطے
فرمایا کہ انعام کو تو ملکہ تلاش کرنے درجۂ ملائکہ کا نہین وہ تو اس سے مجبور ہین اور انسان مین تو قوت اسکے طلب کی ہے

پس جو شخص کسی کمال کے حاصل کرنے پر قادر ہو اور نہ کرے وہ بلاشبہ مذمت کیلیے زیادہ شایان ہے اور عاجز کی نسبت گمراہ ہونے مین زیادہ ہے۔ اور یہ کلام چونکہ جملۂ معترضہ کے طور پر آ گئے اسواسطے ہم اصل مقصود کیطرف پھر رجوع کرتے ہین کہ ہم معنی کلمۂ لا الٰہ الا اللہ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے لکھ چکے اور جو کوئی انکو بدون مشاہدے کے کہے اسپر توکل کا حال مقصود نہین یہان اگر کوئی کہے کہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ مین صرف دو چیزون کی نسبت خداے تعہ کیطرف ہے پس اگر کوئی یون کہے کہ آسمان و زمین کو خداے تعہ نے پیدا کیا ہے تو اسکا ثواب بھی لاحول کے برابر ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا ثواب اتنا نہین اسلیے کہ ثواب بقدر درجہ ثواب کی چیز کے ہوتا ہے اور یہان دونون مین کچھ مساوات نہین کیونکہ اگر کوئی حول و قوت کو مجازاً چھوٹا کہے اور آسمان و زمین کو بڑا تو گو جسم مین آسمان و زمین بڑے ہین مگر انکی بڑائی ایسی ہی جاننی چاہیے جیسے کہا کرتے ہین کہ عقل بڑی یا کھنبہ یہ بات ہر ایک شخص جانتا ہے کہ زمین و آسمان آدمیون کیطرف سے نہین بلکہ وہ دونون خداے تعہ کی پیدائش سے ہین مگر حول و قوت کا معاملہ ایسا مشکل ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ اور بہت سی جماعتین جنکو دعوے اپنی باریک بینی اور عقل و راے کا اور بال کی کھال نکالنے کا ہے سب اسمین دنگ ہین اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونون چیزین بھاری اور خطرے کی جگہ اور لغزش کی جا ہین غافل لوگ اسمین اسی لیے تباہ ہوے کہ اپنے لیے ایک امر ثابت کیا حالانکہ یہ توحید مین شرک ہے اور سوا خداے تعہ کے دوسرے خالق کا ٹھہرانا ہے پس جو شخص اس گھاٹی کو خداے تعہ کی توفیق سے طے کرتا ہے اسکا رتبہ عالی اور درجہ بلند ہوتا ہے اور وہی کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی تصدیق کرتا ہے اور ہم یہ لکھ آئے ہین کہ توحید مین دو ہی گھاٹیان بڑی ہین ایک دیکھنا آسمان اور زمین اور آفتاب اور چاند و ستارون اور ابر اور مینھ اور تمام جمادات کا دوم نظر کرنا حیوانات کے اختیار کا اور یہ دونون مین سے بڑا اور بڑا خطر اور گویا کہ سر توحید ہے اور اسی واسطے اس کلمے کا ثواب بڑا ہے یعنے ثواب اس مشاہدے کا جسکا ترجمہ یہ کلمہ ہے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ توکل کا حال یہ ہے کہ اپنی حول و قوت سے علیحدہ ہونا اور واحد مطلق پر توکل کرنا اور اعمال توکل کی تفصیل مین یہ بات ناظرین پر واضح ہو گی دوسرا بیان مشایخ کے اقوال جو توکل کے باب مین ہین انکا ذکر یہ ذکر اسواسطے کیا جاتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ کسی نے فرمایا وہ سب ہماری اس تقریر مین یعنی توکل کے تین درجون مین شامل ہے اور ہر ایک کے قول مین بعض حالات کا اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ابو موسیٰ دبیلی فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابو یزید بسطامی سے پوچھا کہ توکل کیا چیز ہے انھون نے فرمایا کہ تمہارا قول اسباب مین کیا ہے مین نے کہا کہ ہمارے ساتھی تو یون کہتے ہین کہ اگر بالفرض سانپ اور بچھو آدمی کو داہنے اور بائین سے گھیر لین تو اسکے باطن مین کچھ جنبش نہو انھون نے فرمایا کہ ہان اسی کے قریب ہے مگر بالفرض اگر اہل جنت بہشت مین مزے اڑاتے ہون اور دوزخ والے عذاب مین گرفتار ہون اور توکل والا ان دونو مین تمیز کرے تو بالکلیہ توکل سے باہر ہو جاوے گا پس حضرت ابو موسیٰ کا قول تو سب سے بہتر حال توکل کا یعنے تیسرا مقام بیان فرماتے ہین اور حضرت ابو یزید کا قول مشعر عمدہ انواع علم پر ہے جو اصل توکل ہے یعنے علم حکمت الٰہی اور یہ کہ جو کچھ خداے تعہ نے کیا وہی ہونا چاہیے بحق عدل و حکمت کے لحاظ سے اہل جنت اور دوزخ مین کچھ فرق نہین اور یہ علم نہایت غامض ہے اور اس سے بڑھکر راز تقدیر ہے حضرت ابو یزید رح بجز اعلے مقامات اور اقصے درجات کے کم کچھ فرمایا کرتے تھے۔ اور توکل کے مقام اول مین یہ شرط نہین کہ سانپون سے نہ احتراز کرے

کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے غار مین اُن کی راہین بند فرمائی تھین اگر توکل کے خلاف یہ فعل ہوتا تو آپ کیون کرتے لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف پانون سے سانپ کے بل بند کر دیے ہون اور باطن مین تغیر نہ آیا ہو یا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس نفیس کا گزند نامناسب جانکر ایسا کیا ہو اپنے واسطے نہ کیا ہو اور توکل باطن کے اس تغیر سے جاتا ہے جو خاص اپنے نفع کے لیے ہو غرض اسطرح کی تاویلات کو گنجایش ہے مگر ہم آگے لکھینگے کہ اس جیسی باتین اور اس سے زیادہ مخالف توکل کی نہین کیونکہ باطن ذی تغیر سانپون سے دخل خوف ہے اور متوکل کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرے جسنے سانپون کو مسلط کیا ہے کیونکہ سانپونکی حرکت و قدرت بدون خداے تعالیٰ کے کچھ نہین پس اگر احتراز کرے تو تکیہ اپنی تدبیر اور حول اور قوت پر نکرے بلکہ خالق حول و قوت پر کرے اور حضرت ذو النون مصری سے جو توکل کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ علحدہ ہونا ارباب سے اور قطع کرنا اسباب کا توکل ہے ارباب سے علحدہ ہونا تو اشارہ علم توحید کیطرف ہے اور قطع اسباب سے اشارہ اعمال کیطرف ہے اسمین حال کی نسبت صریح لفظ کوئی نہین گو ضمناً حال کی تعریف پائی جاتی ہے پھر لوگون نے انسے پوچھا کہ اور زیادہ فرمائیے آپنے فرمایا کہ نفس کا ڈالنا عبودیت مین اور خارج کرنا ربوبیت سے اسمین اشارہ حول و قوت سے قطع ہونے کی طرف ہے فقط اور حمدون گازر سے جو حال توکل کا پوچھا تو فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس دس ہزار درہم ہون اور ایک دانگ قرض ہو تو اسبات سے نڈر نہ رہے کہ مر جاؤنگا اور یہ قرض گردن پر رہیگا اور اگر دس ہزار درم قرض ہون اور اسکے ادا کے لیے کچھ ترکہ پاس نہو تو خداے تعالیٰ سے اسکے ادا کرنے کا نا امید نہو اور اس قول مین اشارہ صرف وسعت قدرت الٰہی پر ایمان لانے کا ہے اور یہ کہ مقدورات کے لیے اسباب ظاہر سوا اور اسباب خفیہ ہین۔ اور حضرت ابو عبد اللہ قرشی رح سے کسی نے توکل کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہ ہر حال مین خداے تعالیٰ سے متعلق رہنا سائل نے پوچھا کہ اور کچھ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو سبب کہ دوسرے سبب کیطرف موصل ہو اسکو چھوڑ دینا اور محض خداے تعالیٰ ہی کو کفیل سمجھنا تو اول جملہ تو تینون مقامون کو عام ہے اور دوسرا جملہ اشارہ خاص مقام ثالث کیطرف ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل کیا تھا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تمہاری طرف نہین کیونکہ حضرت جبرئیل ع کی درخواست کا آپ کی حفاظت کے لیے ایک سبب تھا جو مفضی دوسرے سبب کیطرف تھا آپنے اسکو اس اعتماد سے ترک کر دیا کہ اگر خداے تعالیٰ کو منظور ہوگا تو جبرئیل علیہ السلام کو حفاظت کے لیے مسخر فرماویگا یعنی متولی انتظام کا وہی ہوگا اور یہ حال مبہوت کا ہوتا ہے جو اپنے نفس سے بباعث خداے تعالیٰ کے بیخبر ہو اور اسکے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اس حال کا وجود بہت کم اور مشکل ہے اور دوام بشرط وجود اور بھی زیادہ مشکل اور حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہین کہ توکل دو چیزون کا نام ہے اضطراب بدون سکون کے اور سکون بدون اضطراب کے اس سے انکی مراد غالباً مقام ثانی ہے یعنی سکون بلا اضطراب سے تو یہ غرض ہے کہ دلکا سکون اور اعتماد وکیل پر بلا تردد ہو اور اضطراب بلا سکون سے یہ اشارہ ہے کہ التجا و تضرع فریاد اسکے سامنے ہو جیسے لڑکا اپنے بدن سے ان کیطرف مضطرب رہتا ہے اور اسکا دل اسکی کمال شفقت پر مطمئن ہوتا ہے اور ابو علی دقاق رح کہتے ہین کہ توکل تین درجے رکھتا ہے اول توکل پھر تسلیم پھر تفویض پس متوکل تو خداے تعالیٰ کے وعدے پر ساکن ہو جاتا ہے اور تسلیم والا اسکے جاننے ہی پر کفایت کرتا ہے اور تفویض والا اسکے حکم پر راضی ہوتا ہے اس قول مین اشارہ اسبات کیطرف ہے کہ متوکل کا دیکھنا بلحاظ اس شخص کے جسکو دیکھتا ہے درجات مختلف رکھتا ہے پس علم تو اصل ہے اور

وعدہ اسکا تابع ہے اور حکم وعدے کے پیچھے ہوتا ہی اور غالباً متوکل کے دل پر ان مین سے کسی نہ کسی کا ملاحظہ غالب رہتا ہے۔ اور مشائخ کے اقوال تو توکل کے باب مین اور بھی بہت ہین مگر ان کے لکھنے سے طول ہی ہوتا ہی اسلیے نقل کرنے سے کچھ فائدہ نہین اسکی حقیقت حال جو کچھ تھی واشگاف بیان کردیگئی وہی نافع بھی ہی ملتبس ابیان متوکلون کے اعمال کے ذکر مین واضح ہو کہ علم مورث حال کا ہوتا ہے اور حال مورث اعمال کا۔ اور بعضون کو یہ گمان ہی کہ توکل کے یہ معنے ہین کہ نہ بدن سے کوئی کام کرے نہ دل سے کوئی تدبیر اور زمین پر پھٹے کپڑے کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی مثال پڑا رہے اور یہ گمان جاہلون کا ہی اسلیے کہ یہ امر شرعاً حرام ہی اور شرع مین تعریف متوکلین کی مذکور ہی تو کیسے ہوسکتا ہی کہ جو امر حرام ہے اسکی کرنے سے کوئی رتبہ قابل تعریف ملجاوے اسلیے ہم اسکی تحقیق لکھتے ہین اور امر واقعی اسباب مین جو کچھ ہی اسکو کرسی وجود پر جلوہ گر کرتے ہین اصل یہ ہی کہ توکل کی تاثیر بندے کے کام مین جب معلوم ہوتی ہے جب اسکا مقصود علم ہو اور بندہ جو اپنے اختیار سے کچھ کرتا ہی تو اسکی کوشش چار غرضون کیلیے ہوتی ہی اول حاصل کرنا کسی نافع چیز کا جو اپنے پاس نہو جیسے مال کا حاصل کرنا دوم حفاظت اپنی اشیاء نافعہ کی جیسے ذخیرہ کرنا سوم کسی ایذا رسان کو پہلے ایذا سے دفع کرنا مثلاً درندہ خواہ چور وغیرہ کو ٹالنا چہارم جو مصیبت اپنے اوپر آگئی ہو اسکو دور کرنا آدمی کی کوشش عہ ان چارون اقسام سے باہر نہین پس ہم شرط توکل کی اور اسکے درجات ان چارون طرح کے اعمال مین مع دلائل شرعی چار فنون مین لکھتے ہین فن اول نافع چیز کے حاصل کرنے مین جن اسباب سے کہ نافع چیز آدمی تک پہونچتی ہی وہ تین قسم کے ہین اول تو وہ جو یقینی ہین دوم جنمین ظن غالب قابل اعتماد کے ہی سوم وہی کہ انپر نفس کو اعتماد کامل اور اطمینان نہین قسم اول جو یقینی اسباب مین ہین وہ وہ ہین کہ انکے ساتھ مسببات خداے تعالیٰ کے حکم و مشیت سے وابستہ ہین اور ہمیشہ اسیطرح ہوتا ہی اسکے خلاف نہین ہوتا۔ مثلاً جب آدمی کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہو اور وہ بھوکا بھی ہو مگر اسپر ہاتھ نہ بڑھاوے اور کہے کہ مین تو متوکل ہون اور توکل کی شرط ہی کہ کچھ کام نہ کرے ہاتھ کا بڑھانا بھی ایک کام ہی اور پھر کھانیکا دانتون سے چبانا اور دونون جبڑون کو چلانا اور نگلنا بھی ایک کام ہی تو اس قسم کی باتین توکل مین داخل نہین اسکو جنون کہتے ہین اسواسطے کہ اسکے لیے خداے تعالیٰ نے یہ اسباب قطعی بنا دیے ہین کبھی انکے خلاف نہین ہوتا اور انسے دست برداری کسطرح ہوسکتی ہی مثلاً کوئی شخص اسکا منتظر رہے کہ خداے تعالیٰ اسکا پیٹ بدون کھانا کھائے بھر دے یا روٹی مین حرکت پیدا کردے کہ وہ خود منھ مین چلی آوے یا کسی فرشتے کو مسخر کردے کہ وہ کھانا چاب کر معدے مین رکھدے تو وہ شخص خداے تعالیٰ کی عادت سے جو اسنے خلق مین جاری کر رکھی ہی ناواقف ہے اسیطرح اگر کوئی زمین کو جوتے بوے نہین اور اسباب کی طمع کرے کہ اللہ تعالیٰ اسمین غلہ اگا دے اور بیج نہ ڈالنا پڑے یا کوئی اپنی زوجہ سے اولاد کا خواہان بدون صحبت ہو جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو ایسی باتین سب جنون ہین ایسی جگہ ترک عمل کا نام توکل نہین بلکہ توکل حال اور علم سے ہونا چاہیے یعنی علم تو اسباب کا ہونا کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کو اور ہاتھ اور دانت اور قوت حرکت کو پیدا کیا اور کھانا اور پانی دینا اسی کا کام ہی اور حال یہ ہو کہ سکون قلبی اور اعتماد خداے تعالیٰ کے فعل پر ہو نہ ہاتھ اور غذا پر اور واقع مین بھی ہاتھ پر اعتماد کیسے کیا جاوے کہ بعض اوقات فوراً خشک ہوجاتا ہی کبھی فالج مارجاتا ہی اسیطرح قوت پر بھی اعتماد نہین ہوسکتا کیونکہ آدمی کو اکثر ایسا صدمہ پیش آتا ہی کہ اسیوقت عقل جاتی رہتی اور قوت حرکت زائل ہوجاتی ہی اور کھانے کے موجود ہونے پر بھی

عہ مشکوٰۃ عن مغیرہ بن شعبہ ۱۲

اعتماد نہین ہو سکتا کہ بعض اوقات کوئی زبردست اسکو چھین لیتا ہو یا کوئی سانپ وغیرہ آجاتا ہو تو آدمی کھانا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہو غرضکہ ان
چیزون مین جب اسطرح کے احتمالات پیدا ہوتے ہین اور انکا کوئی علاج بجز فضل ایزدی کے نہین تو اسی پر آدمی کو خوش ہونا اور اعتماد
کرنا شایان ہو جب آدمی کا حال اور علم اسطرح پر ہو تو چاہیے کہ ہاتھ بڑھاوے کہ متوکل ہی رہیگا۔ دوسری قسم اسباب کی وہ ہین جو یقینی نہین
مگر غالب یہ ہو کہ مسببات بدون اسکے نہین حاصل ہوتے یا اگر حاصل ہوتے ہین تو بہت دشواری سے حاصل ہوتے ہین مثلاً کوئی شخص شہرون
اور قافلون سے جدا ہو کر ایسے جنگلون مین سفر کرے کہ اسمین آدمیونکی آمد و رفت بہت شاذ و نادر ہو اور ایسی راہ مین توشہ ساتھ لیلے
تو یہ نہ لینا توکل مین شرط نہین بلکہ جنگلوں مین توشہ ساتھ لینا اول کے لوگون کا دستور سنت ہو اور اس سے توکل نہین جاتا بشرطیکہ اعتماد
فضل آلہی پر ہو نہ زاد پر جیسا کہ پہلے بیان ہوا لیکن اگر کوئی زاد نہ لیوے تو جائز ہے اور یہ رتبہ مقامات توکل مین سے بہت بڑھ کر
اور اونچا ہو یہین جہت یہ طریق خواص رح کا دستور تھا اب اگر کوئی کہے کہ توشہ نہ لینے سے تو اپنی جان کو ہلاکی مین ڈالنا ہے جو شرعًا
ناجائز ہے تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ صورت حرام ہونے سے دو وجہ سے نکل سکتی ہو اول یہ کہ کسی شخص نے اپنے نفس پر ریاضت و مجاہدہ
کرکے عادت ایک ہفتہ یا اس سے کم و بیش کی بھوک برداشت کرنے کی ڈال لی ہو اسطرح کہ برداشت گرسنگی اس مدت تک دون
تنگدلی اور پریشانی خاطر اور دشواری ذکر آلہی کے کر سکے دوسرے یہ کہ گھاس اور ساگ وغیرہ کو غذا کر سکے اگر یہ دونون شرطین
ہون گی تو غالب یہی ہو کہ ہر ہفتے مین جنگل مین کوئی نہ کوئی آدمی ملجائے گا یا کسی گانون اور بستی مین گزر ہو گا یا کچھ ساگ وغیرہ ایسا
ملجاویگا جس سے وقت ٹل جاوے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے زندہ رہے مجاہدہ کرنا توکل کی اصل ہو اور خواص رح اور ان کے مثل کے اور
لوگون کا اسی پر اعتماد تھا اور اسکی دلیل یہ ہو کہ خواص رح اپنے ساتھ سوئی اور مقراض اور رسی اور ڈولچی ضرور رکھتے تھے اور فرماتے
تھے کہ اس سے توکل مین خلل نہین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ انکو معلوم تھا کہ جنگلون مین پانی اوپر تو ہوتا ہی نہین اور خدا نے تعالیٰ کی عادت
نہین کہ پیاسے کے واسطے پانی کنوئین مین سے بدون ڈول رسی اوپر کو چڑھاوے اور جنگل مین اکثر ڈول رسی نہین ملتی
گھاس پتی بہت ملتی ہو اور پانی کی ضرورت سفر مین کئی بار وضو کے لیے اور پینے کیواسطے ہوتی ہو کیونکہ مسافر چلنے کی حرارت
کے مارے پانی سے صبر نہین کر سکتا گو کھانے سے صبر کر سکتا ہو اسیطرح آپ کے پاس اکثر ایک ہی کپڑا رہتا تھا تو اگر جنگل مین پھٹتا تھا
تو وہان سوئی مقراض کہان اور بدون سیے ستر عورت ممکن نہین نہ جنگل مین کوئی ایسی چیز جو قائم مقام مقراض و سوئی کے
ہوجایا کرے پس جتنی چیزین ان چارون چیزون کے معنون مین ہین یعنی انسے بر آمد مطلب ایسا ہی ہو جیسا ان چارون سوئی مقراض
ڈول رسی سے ہو تو اسکو اول قسم کا تابع سمجھنا چاہیے اور تابع اسلیے کہا کہ ان مین احتمالات ہو سکتے ہین کہ مثلاً کپڑا اٹھ جائے
یا کوئی دوسرا آدمی کپڑا دیدے یا کنوئین پر کوئی پانی پلانے والا ملجاوے اور پہلی قسم مین احتمال نہین کہ کھانا چبا چبایا منھ مین خود
چلا آوے اسواسطے ان دونون مین بہت فرق ہوا مگر دوسری قسم کی چیزین مذکورہ اول قسم کے معنون مین شریک ہین یعنی ایسی
چیزون کو توکل کے باعث ترک کرنا جائز نہو گا اس بنا پر یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص پہاڑون کی گھاٹیون مین سے کسی گھاٹی مین متوکل
ہو کر جا رہے جہان نہ پانی ہو نہ گھاس نہ کوئی بشر وہان کو گزرے تو وہ شخص اس فعل سے گناہگار اور اپنی جان اپنے ہاتھ سے

کھودیگا۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک زاہد شہرون سے جدا ہو کر کسی پہاڑ تلے مین سات روز رہا اور کہا کہ مین کسی سے کچھ نہ مانگون گا جبتک کہ خداے تعالیٰ مجکو میرا رزق نہ پہونچاوے سات روز تک بیٹھا اور مرنے کے قریب ہو گیا مگر رزق نہ آیا جناب باری مین التجا کی کہ الٰہی اگر تو مجکو زندہ رکھتا ہے تو جتنا رزق میری قسمت مین تونے لکھدیا ہو وہ مجکو عنایت کر ورنہ میری روح قبض کر حکم ہوا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ تجکو رزق نہ دونگا جبتک کہ تو شہرون مین جاکر لوگون مین نہ بیٹھیگا وہ شہر مین جاکر بیٹھا اسکے پاس کوئی کھانا لایا کوئی پانی لایا کھا پی کر کچھ دل مین وسواس کیا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تو یہ چاہتا ہے کہ اپنی دنیا مین زہد کرنے سے میری حکمت کو ضائع کرے کیا تجکو معلوم نہین کہ مین اپنے بندون کو دوسرون کے ہاتھ سے رزق پہونچانا اس سے بہتر جانتا ہون کہ خود اپنے ید قدرت سے دون اس سے معلوم ہوا کہ دور رہنا تمام اسباب سے مخالف حکمت الٰہی اور متضمن ناواقفیت عادت خداوندی کے ہے اور عمل کرنا خداے تعالیٰ کے دستور مقرری کے بموجب اسطرح کہ توکل خداے تعالےٰ پر ہو نہ اسباب پر توکل کے خلاف نہین جیسا کہ ہمنے وکیل مقدمات کی مثال مین بیان کیا ہے لیکن اسباب کی دو قسمین ہین ظاہر اور پوشیدہ تو متوکل کو چاہیے کہ اسباب ظاہری سے اعراض کرکے اسباب خفیہ کیطرف اکتفا کرے اور اسمین یہ بھی قید ہے کہ دلکا اطمینان اور قرار مسبب الاسباب پر ہو نہ اسباب پر باقی رہا یہ کہ بدون کسی پیشے کے شہر مین آدمی کا بیٹھ رہنا کیسا ہے حرام ہے یا مباح یا مستحب تو اسکا حال یہ ہے کہ حرام تو نہین اسلیے کہ جب جنگلون مین پھرنیوالا اپنی جان کو تلف کرنے والا نہ ٹھہرا تو شہر مین رہنے والا کسی طرح اپنی جان ضائع کرنے والا نہین ہو سکتا تاکہ اس فعل کی حرمت لازم آجاوے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسکی غذا ایسی جگہ سے پہونچا کرے جہان سے اسکو خیال نہ ہو مگر کبھی دیر کر لیگی اور اسپر صبر ممکن ہے یہان تک کہ کہین سے اتفاقاً آجاوے لیکن اگر حجرے کا دروازہ ایسی طرح بند کرکے بیٹھے کہ کسی کا گذر اس تک نہو تو ایسا کرنا حرام ہے اور اگر حجرے کا دروازہ تو کھلا رکھے مگر مصروف عبادت نہو بیکار بیٹھا ہو تو ایسی صورت مین پیشہ کرنا اور نکلنا اچھا ہے گو بیٹھ رہنا حرام نہین الا اس صورت مین کہ فاقے سے موت کے کنارے جا لگے اسوقت نکلنا اور مانگنا اور کچھ کسب معیشت کرنا لازم ہے اور اگر دل سے مشغول خداے تعالیٰ کے ساتھ ہو آدمیون کیطرف تاک نہو کہ کون دروازے مین آتا ہے اور رزق لاتا ہے بلکہ خداے تعالیٰ کے فضل ہی کی تاک ہو اور اسی سے شغل ہو تو یہ بات افضل ہے اور توکل کے مقامات مین سب سے اعلیٰ ہے اسکا طریق یہ ہے کہ خداے تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور فکر روزی نکرے کہ روزی بالضرور اسکو پہونچے گی اور اس صورت مین جو بعض علما فرماتے ہین کہ بندہ اگر اپنے رزق سے بھاگے تو رزق اسکو ڈھونڈھ لیگا جیسے کوئی موت سے بھاگے تو وہ جا لیتی ہے درست ہے شعر ہین توکل کن ملرزان پا و دست : رزق تو بر تو ز تو عاشق تر ست : اور یہ بھی اسکا قول بجا ہے کہ اگر آدمی خداے تعالےٰ سے دعا مانگے کہ مجھے روزی مت دے تو قبول نہوگی اور اس دعا سے گنہگار ہوگا اور اسکو بارگاہ کبریا سے حکم ہوگا کہ او جاہل یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تجکو پیدا کرون اور رزق نہ دون اور اسیواسطے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ لوگون نے ہر ایک چیز مین آپس مین اختلاف کیا ہے مگر رزق اور موت مین سب کا اتفاق ہے کہ بجز خداے تعالیٰ کے کوئی رازق اور مارنے والا نہین

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لو توکلتم علے اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا و تروح بطانا و لزالت بدعائکم الجبال اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ پرندون کی طرف دیکھو کہ وہ نہ کھیتی کرتے ہین نہ خرمن اور ذخیرہ کرتے ہین مگر خداے تعالیٰ ان کو برابر ہر روز رزق دیتا ہی اور اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ بڑے ہین تو چوپاؤن کو دیکھو کہ انکے لیے خداے تعالےٰ نے رزق کے واسطے اس خلق کو کیسے مقرر کر دیا ہے اور ابو یعقوب سوسی رح کہتے ہین کہ متوکلون کا رزق بدون ان کی مشقت کے لوگون کے ہاتھون پر چلتا رہتا ہے یہانتک کہ انکو بلا تردد ملتا ہے اور اور لوگ اسی کی فکر مین لگے رہتے ہین رزق کے واسطے رنج اٹھاتے ہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اللہ تعالےٰ اپنے سب بندون کو رزق دیتا ہے مگر بعضے ذلت کے ساتھ کھاتے ہین مثلاً بھیک مانگ کر اور بعضے مشقت اور انتظار سے کھاتے ہین جیسے تاجر اور بعضے جان کھپانے سے جیسے کاریگر اور بعضے عزت سے جیسے صوفیہ کہ حاکم کے پاس گئے اور اپنا رزق اسکے ہاتھ سے لے آئے اور درمیانی کو کچھ نہ سمجھا تیسرے قسم وہ اسباب ہین کہ انسے مسبب پر پہونچنا وہمی بات ہی کچھ ظاہر کا اعتبار نہین جیسے بڑی باریک باریک تدبیرین تحصیل مال مین کرنی کہ کچھ ضرور نہین کہ جو تدبیرین جسطرح کرے تو ویسا ہی ظہور مین آوے اور اس قسم کے کرنے سے بالکلیہ درجات توکل سے نکلجاتا ہی اور تمام آدمی اسی مین مبتلا ہین مال مباح کے حاصل کرنے کے لیے بیسون حیلے باریک نکالتے رہتے ہین اور مال شبہے کا لینا یا ایسے طریق سے مال کا پیدا کرنا جس مین شبہہ ہو تو بطریق اولے توکل کو باطل کرتا ہی کیونکہ وہ تو نہایت درجے کا گھسنا دنیا مین اور اسباب پر توکل کرنا ہی اور اس قسم کے اسباب کو حصول سے مفید کیطرف وہ نسبت ہی جو منتر اور فال اور داغ دینے کو ایذا دہندہ چیز کے دور کرنے کیطرف ہے اسی لیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کا وصف ان اشیا کے نہ کرنے کو تو فرمایا مگر یہ نہین فرمایا کہ متوکل کسب معیشت بالکل نہین کرتے اور شہرون مین نہین رہتے اور کسی سے کچھ نہین لیتے بلکہ فرمایا کہ یہ سب امور کرتے ہین اور تیسری قسم کے اسباب جنسے اعتماد مسبب کے حاصل ہونے کا نہین اتنے ہین کہ انکا شمار ممکن نہین اور حضرت سہل رح توکل کے باب مین فرماتے ہین کہ تدبیر کا ترک کرنا توکل ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ان کو اپنے نفس سے محجوب نہین رکھا انکا حجاب ان کی تدبیر ہی ہوتی ہے اور غالباً انکی مراد تدبیر سے نکالنا اسباب بعیدہ کا ہی فکر سے کیونکہ انھین مین سوچ و تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے ظاہری اسباب مین نہین ہوتی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسباب بعض ایسے ہوتے ہین کہ انکے تعلق سے توکل سے آدمی خارج ہو جاتا ہی اور بعضے ایسے ہین کہ انکے کرنے سے خارج نہین ہوتا اور اس دوسری کی دو قسمین ہین ایک اسباب یقینی اور دوسری ظنی اسباب یقینی کے کرنیسے توکل سے خارج نہین ہوتا بشرطیکہ حال توکل اور علم موجود ہو یعنے تکیہ صرف مسبب الاسباب پر ہو پس اسباب یقینی مین توکل باعتبار حال اور علم کے ہی نہ عمل کے اور اسباب ظنی مین باعتبار حال اور علم اور عمل سب کے ہی اور ان اسباب کے عمل مین لانے کے رو سے متوکلون کے تین مقام ہین اول مقام خواص اور ان کے مثل کا ہے کہ بے توشہ جنگلون مین پھرے اور فضل الٰہی پر اعتماد ہو کہ ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ طاقت

صبر کی عنایت فرماویگا یا کچھ ساگ وغیرہ یا غذا مل جاویگی اور اگر کچھ نہ ملیگا تو فاقے سے مرنے پر راضی اور ثابت قدم رہیگا کیونکہ توشے والے بھی بعض وقت فاقے سے مرتے ہین کہ انکا توشہ جاتا رہتا ہے یا کوئی راہ بھلا دیتا ہی تو موت کا آنا توشہ اور بے توشہ دونون طرح ممکن ہی اسی لیے فضل الٰہی پر توکل والے ہوا دوسرا مقام یہ ہی کہ اپنے گھر یا مسجد مین بیٹھ رہے مگر گانون یا شہر مین یہ صورت ہو وہ اس مقام والا اول سے کم ہی مگر متوکل ضرور ہی اسلیے کہ آخر کسب اور اسباب ظاہر کو ترک کرکے فضل الٰہی پر اعتماد کرتا ہی کہ وہ اسباب خفیہ سے میرا کام بنادیگا اور ہر چند یہ شخص شہرون مین بیٹھکر اسباب رزق کا متعرض ہی کیونکہ شہر مین رہنا بھی اسباب رزق کے کھینچنے کے ہین مگر اس سے اس شخص کا توکل باطل نہین ہوتا بشرطیکہ نظر اس ذات کیطرف ہو جو شہر کے باشندون سے اسکو رزق دلواتا ہی باشندون کیطرف التفات نہو اسلیے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہی کہ سب کے سب اسکے حال سے غافل ہو جاوین اور اگر خداے تعالیٰ اپنے فضل سے اسکا حال انکو نہ بتادے اور انکی خواہشون کو اسکی طرف راغب نکرے تو وہ کیسے اسکو پوچھین اور خبر گیری کرین تیسرا مقام یہ ہی کہ چل پھر کر کسب معیشت اسطرح کرے جسطرح ہمنے باب آداب الکسب کی فصل سوم اور چہارم مین لکھا ہی اسطرح کے کمانے سے بھی مقامات توکل سے نہین نکلیگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور جاہ اور بضاعت پر نہو اسلیے کہ یہ چیزین تو دم کے دم مین خداے تعالیٰ فنا کردیتا ہے بلکہ یون چاہیے کہ نظر کفیل برحق کیطرف ہو کہ اسی نے یہ سب چیزین بچا رکھی ہین اور رزق کا سامان بہم کردیا ہی اور اپنے کسب و بضاعت اور کفایت کو خداے تعالیٰ کی قدرت کی نسبت کر ایسا جانے جیسا قلم بادشاہ کے ہاتھ مین حکم لکھتا ہی کہ وہان نظر قلم کی طرف نہین ہوتی بلکہ بادشاہ کے دل کیطرف ہوتی ہی کہ کیا جانے کیا دل مین آویگا اور کسطرف کو مائل ہوگا کیا حکم کر بیٹھے گا پھر اگر یہ کسب معیشت کرنے والا اپنے عیال کے لیے یا مساکین کے دینے کیلیے کماتا ہو تو ظاہر مین تو کمانیوالا ہوگا مگر باطن مین علیحدہ ہوگا اور اس شخص کا حال بہ نسبت گھر مین بیٹھنے والے کے اشرف ہی اور اسبات کی دلیل کہ کسب مخالف حال توکل کے نہین بشرطیکہ اسمین شرطون کی رعایت اور حال اور علم کا لحاظ رہے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا یہ ہی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوے تو اپنی گٹھری بغل مین دباکر بازار مین تشریف لے گئے مسلمانون کو برا معلوم ہوا اور عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیون کرتے ہین اب تو آپ نبوت کی خلافت پر ہین آپ نے فرمایا کہ مین اپنے عیال کا اگر شغل نکرون تو وہ تباہ ہو جاوینگے اور جب اپنے ہی عیال کو مین تلف کردونگا تو اورونکو تو بطریق اولیٰ ضائع کرونگا لوگون نے آپ کی فکر دور کرنے کے لیے ایک مسلمان کے گھر والون کے موافق آپ کیلیے مقرر کردیا پس جب آپ نے انکی مرضی اسیطرف پائی تو انکے دلکا خوش کرنا اور مسلمانون کے کام مین سب وقت خرچ کرنا آپنے اولیٰ جانا اور یہ محال ہی کہ کہا جاوے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مقام توکل مین نہ تھے تو انسے بڑھکر مقام توکل پر اور کون ہی اسلیے کہ متوکل تو یقیناً تھے پس معلوم ہوا کہ آپ متوکل باعتبار کسب و سعی نہ کرنے کے نہ تھے بلکہ قطع التفات کے رو سے تھے کہ اپنی قوت و کفایت پر ملتفت نہ تھے خداے تعالیٰ ہی کو معیشت کا بہم کرنے والا اور مسبب الاسباب جانتے تھے اور رعایت شرطون کی کسب کے طریق مین ملحوظ رکھتے تھے کہ مقدار حاجت پر اکتفا کرتے تھے بہت کی تمنا نہ تھی نہ فخر اور رکھ چھوڑنے کی ہوس نہ یہ بات کہ اپنا درم اور کے درم سے اچھا معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اپنے درم کو غیر کے درم سے بہتر و محبوب سمجھے وہ دنیا کا حریص و محب ہی اور توکل بدون دنیا مین زہد کیے درست نہین ہوتا ہان زہد بدون

توکل کے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہو۔ اور ابو جعفر حداد جو حضرت جنید کے مرشد اور متوکلین میں سے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے بیس برس توکل کو چھپایا اور بازار سے جدا نہوا میرا دستور تھا کہ ایک دینار ہمیشہ پیدا کرتا تھا مگر رات کیلئے دمڑی نرکھتا تھا اور نہ اپنی راحت کے لیے اسمین سے کچھ خرچ کرتا تھا اتنا بھی نہیں کہ کچھ کوڑیان دیکر غسل ہی کر لون بلکہ رات آنے سے پیشتر ہی سب کو خرچ کر دیا کرتا تھا اور حضرت جنید انکے سامنے توکل کے باب مین کچھ گفتگو نہیں فرماتے تھے اور یون کہا کرتے تھے کہ مقام توکل مین آپ کے ہوتے ہوئے مجکو کچھ کہنے سے شرم آتی ہے اب جاننا چاہئیے کہ صوفیون کی خانقاہون مین نقدی لیکر بیٹھنا توکل سے بعید ہے پس اگر نقدی نہو نہ وقف نہ کوئی اور بات اور انھون نے خادم کو حکم دیا کہ باہر سے نکلکر لے آیا کرے تو اسطرح پر توکل ضعیف کے ساتھ درست ہے مگر مال اور علم سے توی ہو جاتا ہے جیسے توکل پیشہ ور کا اور اگر نہ خانقاہ والے سوال نکرین بلکہ جو کوئی کچھ دیجاوے اسی پر قانع رہین تو یہ بات انکے توکل مین بہت قوی ہے مگر یہ لوگ اسباب مین انگشت نما ہو گئے اور دکان کر لی پس خانقاہ مین بیٹھنا ایسا ہی جیسا بازار مین جانا اور بازار مین جانے والا متوکل نہیں ہوتا بدون بہت سی شرطون کے جنکا بیان پہلے ہو چکا۔ باقی رہا یہ کہ آدمی کو گھر مین بیٹھ رہنا افضل ہے یا پھر کر کچھ کمانا تو اسکا حال یہ ہے کہ اگر کمائی چھوڑنے سے ذکر و فکر اور اخلاص اور تمام وقت عبادت مین بسر کرنے کے لیے چھٹی ملجاوے اور کسب معیشت مین ان امور مین ابتری ہوتی ہو اور باوجود اسکے لوگون سے کچھ طمع بھی نہو نہ اسباب کا انتظار کہ کوئی آکر ہمین کچھ دیجاوے بلکہ صبر اور اللہ پر توکل کرنے مین دلکا مضبوط ہو۔ تو ایسے شخص کو گھر بیٹھنا بہتر ہے اور اگر گھر مین دل گھبرا دے اور لوگون کیطرف تاک ہو تو جہد کرکے پیدا کرنا اچھا ہے اسلیے کہ دل سے لوگون کی تاک کرنی گویا دل سے سوال کرنا ہے اسکا چھوڑنا کام کے چھوڑنے کی نسبت کر زیادہ مہم ہے متوکلین کا دستور تھا کہ جو چیز انکے نفس طمع کرتے تھے اسکو نہیں لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل نے ابوبکر مروزی کو فرمایا کہ فلان فقیر کو اجرت معمولی سے کچھ زیادہ دینا جب وہ دینے لگے فقیر نے واپس کر دیا اور چلا گیا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ اب جاکر اسکو دے دو اب وہ لے لیگا وہ گئے اور اسکو دیا تو لے لیا امام صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی کہ یہان نہ لیا اور نکلکر لے لیا فرمایا کہ اول اسکے نفس کو طمع زیادہ ملنے کی تھی اسواسطے نہ لیا جب یہان سے چلا گیا تو نفس کو نا امیدی اور یاس ہو گئی تو لے لیا اور خواص جب کبھی اپنی رغبت کسی شخص کے دینے کیطرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے عادی ہو جانے سے خوف کرتے تو اس سے کوئی چیز قبول نکرتے اور انسے جو کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے سفر مین سب سے زیادہ عجیب کیا بات دیکھی فرمایا کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری صحبت سے راضی ہوئے مگر مین انسے اس جہت سے علیحدہ ہو گیا کہ کہین میرے نفس کو انکے ساتھ سکون و قرار نہو جاوے اور توکل مین نقصان نہونے پاوے غرضکہ کسب معیشت کرنے والا جب آداب کمانے کے اور اسکی نیت کے شرطون کی رعایت کرے گا جس طرح کہ باب الکسب مین بیان ہوا ہے یعنی مقصود استدعاء کثرت نہو اور نہ اپنی بضاعت اور کفایت پر اعتماد ہو تو وہ متوکل ہوگا اور علامت اسکے تکیہ نکرنے کی اپنی بضاعت پر یہ ہے کہ اگر اسکا مال چوری جاوے یا تجارت مین گھٹی ہو یا کوئی اور کام بند ہو جاوے تو اس پر راضی رہے دل کی طمانینت باطل نہو نہ دل مین اضطراب راہ پاوے بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسا ہی رہے کیونکہ دستور کی بات ہے کہ جبکا دل کسی چیز سے وابستہ نہیں ہوتا اسکے جاتے رہنے سے بھی اسکا دل مضطر نہیں ہوتا اور جو کسی چیز کے جانے سے بیقرار ہوتا ہے

تو وہ اس چیز سے تسکین پاتا ہو بشرؒ چرخے بنایا کرتے پھر انکو چھوڑ دیا اسلیے کہ بعلویؒ نے انکو لکھا کہ مین نے سنا ہے کہ تم نے اپنے رزق پر مدد یہ کام اختیار کرنے سے لی ہے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر خدائے تعالیٰ تم کو بہرا اور اندھا کر دے تب رزق کس پر ہوگا اس نوشتے نے ان کے دل مین تاثیر کی سب اوزار چرخہ بنانے کے دے ڈالے اور چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ جب وہ چرخہ بنانے مین انگشت نما ہو گئے اور لوگ اسیواسطے انکے پاس آنے لگے چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ اپنے عیال کے مرنیکے بعد چھوڑ دیا جیسے حضرت سفیان ثوری کے پاس پچاس دینار تھے انسے تجارت کیا کرتے جب انکے اہل کا انتقال ہوا تو انکو بانٹ دیا اب اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ آدمی پاس بضاعت تو ہو اور اسکے ساتھ دل بستگی نہو حالانکہ اسکو معلوم ہی کہ کسب بدون بضاعت ممکن نہین اسکا جواب یہ ہی کہ اسکی صورت یہ ہی کہ یون جانے کہ جن لوگون کو خدائے تعالیٰ بدون بضاعت روزی دیتا ہی وہ بھی بہت ہین اور ایسے بھی بہت ہین کہ ان کی بضاعت بہت تھی مگر چوری گئی اور جاتی رہی اور یہ بھی دل مین ٹھان لے کہ خدائے تعالیٰ میرے ساتھ وہی سلوک کریگا جو اسکے نزدیک میرے حق مین بہتر ہوگا اگر وہ میرا مال ضائع کر دیگا تو اسکے نزدیک اسمین کچھ بہتری ہی شاید اگر بچا رہتا تو موجب فساد دین کا ہوتا بڑا خدائے تعالیٰ کا احسان ہوا کہ دین کے بگاڑ سے بچا دیا اور غایت اخلاص یہ ہی کہ آدمی بھوک سے مر جاوے تو چاہیے کہ اعتقاد کرے کہ بھوک سے مرنا آخرت مین میرے حق مین مفید ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بدون کسی تقصیر کے میری طرف سے یہ بات میرے واسطے تجویز فرمائی ہی تو میری بہتری اسی مین ہی جب ان سب باتونکا اعتقاد کریگا تو اسکے نزدیک وجود بضاعت کا اور عدم برابر ہی حدیث شریف مین ہی کہ بندہ رات کو کسی امر کا امور تجارت مین سے قصد کرتا ہی اور وہ کام ایسا ہوتا ہے کہ اگر اسکو کرے تو اسکی بربادی ہو پس خدائے تعالیٰ اسکی طرف عرش کے اوپر سے نظر کرتا ہی اور اسکو کام سے باز رکھتا ہی تو صبح کو وہ شخص نہایت غمگین واندوہناک ہوتا ہی اور اپنے ہمسایہ اور چچازاد بھائی کی بدشگنی لیتا ہی کہ مین نے کسکا منہ دیکھا تھا کسنے میرے اوپر مصیبت ڈالی حالانکہ یہ امر صرف ایک رحمت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اسپر کی انتہی اور اسی جہت سے حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مجھے کچھ پروا نہین خواہ مین غنی رہون یا فقیر اسواسطے کہ مجھے معلوم نہین کہ تونگری و فقیری مین سے میرے حق مین کون سی بہتر ہے اور جو شخص ان امور پر یقین کامل نہ رکھتا ہو اس سے توکل نہوسکیگا اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ مجکو ہر مقام سے بہرہ ہے مگر حضرت توکل کہ اسکی بو بھی مین نے نہین سونگھی پس باوجود اپنے بلند قدر ہونیکے ایسا فرماتے ہین کہ مجکو توکل نہین ملا یہ نہین فرمایا کہ اسکا حصول ممکن نہین اور غالباً ان کی مراد یہ ہوگی کہ اعلےٰ درجہ توکل کا نصیب نہین ہوا اور جبتک کہ ایمان اسبات پر پکا نہو کہ خدائے تعالیٰ کے سوا نہ کوئی فاعل ہی نہ کوئی رازق اور جو کچھ وہ بندے پر مقدر کرتا ہے خواہ فقر ہو یا غنا موت ہو یا جینا اسکے حق مین وہی بہتر ہے بہ نسبت اسبات کے جسکو بندہ تمنا کرے تب تک حال توکل بھی کامل نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ توکل کی بنا ان امور پر ایمان کے قوی ہونے سے ہوتی ہی جیسا کہ گذرا اور ایسا ہی حال و مقامات دین کا احوال اور اعمال مین سے ہی کہ وہ بھی اپنے اصول یعنی ایمان پر مبنی ہوتے ہین حاصل یہ کہ مقام توکل سمجھ مین آتا ہی مگر دلکی قوت اور یقین کا زور چاہتا ہے اسلیے حضرت سہل فرماتے ہین کہ جو شخص طعنہ کمانے پر کرے وہ سنت پر طعنہ کرتا ہی اور جو شخص ترک کمائی یعنے توکل

پر کرے وہ توحید پر طعنہ زن ہی اب وہ علاج لکھتے ہین جو دل کے اسباب ظاہری سے پھرنے مین مفید ہو اور اسباب خفیہ کے بہم
کرنے مین خدائے تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن پیدا کرے وہ یہ ہی کہ یون جاننا چاہیے کہ سوء ظن تعلیم شیطان سے ہے اور حسن ظن خدائے
تعالیٰ کی تلقین ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلاً [1] کیونکہ انسان
اپنی سرشت کی رو سے شیطان کے ڈرانے کو بہت سنتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص سوء ظن کے باعث
ڈرے وہ حریص ہی اور جبن اسپر نامردی اور ضعف دلی زیادہ ہو جاوے اور نیز متکلمین جو پابند اسباب ظاہری اور انپر ترغیب دینے والے
ہین نظر پڑین تب سوء ظن غالب ہو جاتا ہی اور توکل بالکل جاتا رہتا ہی بلکہ رزق کو اسباب خفیہ سے سمجھنا بھی توکل کو باطل کر دیتا ہی چنانچہ
حکایت ہی کہ کوئی عابد کسی مسجد مین بیٹھ رہا اور اسکے پاس مال نہ تھا امام مسجد نے اس سے کہا کہ اگر تم کچھ کر کے کھاؤ تو تمہارے لیے اچھا ہی
اسنے جواب نہ دیا تین بار ایسا ہی ہوا چوتھی بار اسنے کہا کہ میان صاحب مسجد کے پاس ایک یہودی ہی اسنے ہر روز دو روٹیونکی کفالت
میرے لیے کر لی ہی امام نے کہا کہ اگر وہ اس کفالت مین سچا ہو تو تمہارا مسجد مین رہنا بہتر ہے عابد نے کہا کہ کیا خوب تم خدا کے سامنے اور
لوگون کے آگے ایسی ناقص توحید کے ساتھ کھڑے ہوتے ہو اگر امامت نہ کرو تو تمہارے حق مین بہتر ہو کیونکہ تم یہودی کے وعدے کو
خدائے تعالیٰ نے جو کفالت رزق کی کی ہی اسپر ترجیح دیتے ہو اور ایکبار کسی مسجد کے امام نے کسی نمازی سے پوچھا کہ تم کہان سے
کھانا کھاتے ہو اسنے کہا کہ ذرا ٹھہرو اول مین نے جو نماز تمہارے پیچھے پڑھی ہی وہ پھیر لون تب جواب دون گا اور خدائے تعالیٰ کے
فضل سے بواسطہ اسباب خفیہ رزق بھیجنے پر حسن ظن رکھنے کیلئے ان حکایات کا سننا مفید ہی جنمین رزق بھیجنے مین اللہ تعالیٰ کے عجیب
الطاف اور احسان پائے جاتے ہون اور بعض مین قہر خدائے تعالیٰ کا مذکور ہو کہ تاجرون اور تونگرون کا مال غارت کر کے ان کو
بھوک سے ہلاک کر دیا چنانچہ روایت ہی کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کا ایک خادم حذیفہ مرعشی تھا اس سے لوگون نے پوچھا کہ
کوئی بات آپ کی جو بہت عجیب تمنے دیکھی ہو بیان کرو اسنے کہا کہ ہم ایکبار مکہ معظمہ کے راستے مین چند روز بھوکے رہے کھانا نہ ملا
پھر کوفے مین گئے اور ایک ویران مسجد مین داخل ہوئے حضرت ابراہیم نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہی کہ تمکو بھوک
لگی ہی مین نے عرض کیا کہ آپ کی تشخیص بجا ہی آپ نے فرمایا کہ سیاہی اور کاغذ لے آ مین لے آیا آپ نے یہ رقعہ لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہر حال مین تو ہی مقصود ہی اور ہر بات سے تو ہی مطلوب پھر کچھ شعر لکھے جنکا ترجمہ یہ ہی **قطعہ** حامد و شاکر ہون اور ذاکر خدا ؛
بھوکا اور پیاسا ہون اور ننگا جدا ؛ وصف چھ ہین مین کا ضامن ہون مین ؛ التجا ہے تو ہو ضامن تین کا ؛ مدح میری غیر کو ہے
جلتی آگ ؛ آگ مین گھسنے سے تو مجکو بچا ؛ حذیفہ کہتے ہین کہ پھر وہ رقعہ مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر جا اور سوا خدائے تعالیٰ کے اور کسی سے
ہرگز دل مت لگا اور جو شخص اول ہی ملے اسکو یہ رقعہ حوالے کر مین رقعہ لیکر نکلا اول جو شخص مجکو ملا وہ ایک خچر پر سوار تھا مین نے
رقعہ اسکو حوالہ کیا اسنے اسکو لیا اور مضمون سے واقف ہو کر رویا اور کہا کہ اس رقعے کے لکھنے والے کہان ہین مین نے کہا کہ
فلانی مسجد مین تشریف رکھتے ہین اسنے مجکو ایک تھیلی دی جسمین چھ سو دینار تھے پھر مین نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا اور اس سے
اول شخص کا حال پوچھا اسنے کہا کہ یہ ایک شخص نصرانی ہی مین نے حضرت ابراہیم کی خدمت مین حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا انھون نے

[1] شیطان وعدہ دیتا ہی تمکو محتاجگی کا اور حکم کرتا ہی تمکو بیحیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہی تمکو بخشش کا اپنی طرف سے اور فضل کا ۱۲

فرمایا کہ ابھی ان دیناروں کو ہاتھ مت لگاؤ وہ اسی دم آیا چاہتا ہو جب ایک گھڑی گزری وہ نصرانی آیا اور آپکے سر کو بوسہ دینے لگا اور مسلمان ہو گیا اور ابو یعقوب اقطع بصری کہتے ہین کہ مین ایکبار حرم شریف مین دس روز بھوکا رہا مجکو ضعف معلوم ہونے لگا دل مین آیا کہ باہر چلیے جنگل کیطرف نکلا کہ کوئی شے ایسی ملے جس سے ضعف کو تسکین ہو مین نے دیکھا کہ ایک شلجم زمین پر پڑا ہی اسکو مین نے اٹھایا مگر دل میرا اس سے گھبرایا اور پھر یہ معلوم ہوا کہ گویا کوئی مجھ سے یون کہتا ہو کہ تو دس روز تو بھوکا رہا اور آخر کو لیا تو ایک سڑا شلجم لیا مین اسکو پھینک کر پھر حرم شریف مین چلا آیا اور بیٹھ گیا دیکھتا کیا ہون کہ ایک عجم کا آدمی چلا آتا ہے وہ آکر میرے سامنے بیٹھ گیا اور ایک خلتا میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ یہ آپ کے لیے ہے مین نے پوچھا کہ مجھے تم نے کیسے خاص کیا اس نے کہا کہ اصل یہ ہے کہ ہم دس روز سے سمندر مین تھے اور کشتی ڈوبنے کو ہو رہی تھی مین نے نذر کی تھی کہ اگر خداے تعہ مجکو بچاویگا تو مین یہ خلتا مجاورین مین سے اسکو دونگا جسپر اول میری نظر پڑیگی اور اب تم ہی کو اول مین نے دیکھا یہ وجہ خصوصیت کی ہے مین نے کہا کہ اچھا اسے کھولو اسنے کھولا تو اسمین مصر کا میدہ اور چھلے ہوے بادام اور برفیان تھین مین نے ہر ایک مین سے ایک مٹھی لے لی اور اس سے کہا کہ باقی کو تم اپنے ساتھیون کو میری طرف سے ہدیہ دینا مین نے تمہاری نذر قبول کی پھر اپنے دل مین کہا کہ تیرا رزق تو دس منزل سے چلکر تیرے پاس آتا ہو اور تو اسکو جنگل مین ڈھونڈھتا ہی اور ممشاد دینوری کہتے ہین کہ مجھپر کچھ قرض تھا اسکے باعث میرا دل اسی تردد مین مبتلا ہو گیا یعنے عبادت و ذکر مین حضور اور اخلاص کامل نرہا مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہو کہ اے بخیل تو نے ہم پر اتنا قرض کر لیا لے اب تیرا کام لینا ہی اور ہمارا کام دینا بعد اسکے مین نے کسی بقال یا قصاب وغیرہ کا حساب نہین کیا اور بنان حمال کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ کی راہ مین تھا اور مصر سے جاتا تھا اور میرے پاس زاد راہ تھا میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھ سے کہا کہ اے بنان تو لدو ہو کہ اپنی پشت پر زاد لادے پھرتا ہے اور یہ وہم کرتا ہو کہ خداے تعہ رزق نہ دیگا مین نے اسکے کہنے سے اپنا توشہ پھینک دیا پھر مجھپر تین دن گزر گئے کہ مین نے کچھ نہ کھایا راستے مین مین نے ایک پازیب پڑی دیکھی اپنے جی مین کہا کہ اسکو اٹھا لینا چاہیے کیا عجب ہے کہ اسکا مالک آوے تو اس سے کچھ لیکر دے دون اتنے مین وہی عورت آگئی اور مجھ سے کہا کہ کیا تو سوداگر ہے جو یون کہتا ہو کہ شاید اسکا مالک آجاوے تو اس سے کچھ لیلون پھر اسنے میری طرف چند درم پھینک دیے اور کہا کہ انکو خرچ کر مین نے انکو لیکر قریب مکہ معظمہ تک نباہ دیا اور یہ بھی بنان ہی کی حکایت ہے کہ انکو ایک لونڈی کی ضرورت خدمت کے واسطے ہوئی انھون نے اپنے بھائیون سے صاف صاف کہدیا ان سب نے لونڈی کے دام انکے لیے جمع کر دیے اور کہا کہ اب قافلہ آنے کو ہی اسمین سے جونسی لونڈی مناسب ہوگی وہ لے لیجاوینگے جب قافلہ آیا تو سب لوگونکی رائے ایک لونڈی پر متفق ہوئی کہ یہ بنان کے لائق ہی اس لونڈی کے مالک سے اسکے دام پوچھے اسنے کہا کہ یہ بکاؤ نہین ہی جب لوگون نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ یہ لونڈی بنان حمال کیواسطے ہی اسکو ایک سمرقند کی عورت نے ہدیہ بھیجی ہو وہ لونڈی بنان کے پاس ارسال کی گئی اور انسے قصہ بیان کیا گیا۔ اور کہتے ہین کہ زمانہ گزشتہ مین ایک شخص اپنے سفر مین ایک روٹی ساتھ لیے تھا اور کہتا تھا کہ اسکو کھالونگا تو مر جاؤنگا اللہ تعہ نے اسپر ایک فرشتہ کو مقرر کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص روٹی کھالے تو اسے اس رزق پہونچانا اور اگر نہ کھاوے تو ہم اسکے سوا

اور کچھ اسکو نہ دینگے وہ شخص روٹی اپنے ساتھ لیے رہا یہانتک کہ مر گیا اور نہ کھائی اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین ایک جنگل مین بدون زادراہ کے گیا اور فاقے پر فاقہ ہوا دور سے ایک منزل نظر پڑی اسکو دیکھکر مین خوش ہوا کہ اب پہونچ گیا پھر دل مین سوچا کہ مین نے غیر پر تکیہ کیا اور قسم کھائی کہ اس گانون مین نجاونگا جبتک کہ مجھے خود کوئی نہ لیجاوے مین نے اپنے لیے ریت مین ایک گڑھا کھود ڈالا اور اپنا جسم اسمین سینے تک چھپا دیا آدھی رات کو وہان کے لوگون نے ایک بلند آواز سنی کہ اے بستی والو ایک اللہ کے ولی نے اپنے آپ کو اس ریت مین قید کیا ہے اسکی خبر لو وہان سے کچھ لوگ آئے اور مجکو نکالکر گانون مین لیگئے اور روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے دروازے پر پڑا رہتا اسکو ایک روز ناگاہ آواز آئی کہ اے شخص تو نے ہجرت عمرؓ کے لیے کی تھی یا خدا کے لیے جا اور کلام اللہ سیکھ وہ تجکو عمر کے دروازے سے بے پروا کر دیگا وہ شخص اٹھکر چلا گیا اور اسکا پتا نہ ملا یہان تک کہ حضرت عمرؓ نے اسکو ڈھنڈھوایا معلوم ہوا کہ اسنے گوشہ نشینی اختیار کی اور عبادت مین لگ گیا حضرت عمرؓ اسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا دل تمکو دیکھنے کو بہت چاہتا تھا کیا وجہ ہوئی کہ تم ہمسے نہین ملتے اسنے جواب دیا کہ مین نے قرآن پڑھا اسنے مجکو عمرؓ اور آل عمرؓ سب سے بے پروا کر دیا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے کلام مجید مین کیا دیکھا اسنے کہا کہ مین نے یہ دیکھا (۱) وفی السماء رزقکم وما توعدون تب مین نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان مین ہے اور مین اسکو زمین مین ڈھونڈھتا ہون حضرت عمرؓ رو پڑے اور کہا کہ سچ کہتے ہو پھر آپ کا دستور تھا کہ اس شخص کے پاس آکر بیٹھا کرتے اور ابو حمزہ خراسانیؒ کہتے ہین کہ ایک سال مین نے حج کیا راہ مین چلا جاتا تھا کہ یکایک کنوئین مین گر پڑا میرے نفس نے مجھ سے تکرار کی کہ فریاد کرنی چاہیے مگر مین نے کہا کہ بخدا مین ہرگز فریاد نکرونگا اسی خلجان مین تھا کہ دو شخص اس کنوئین پر آے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئین کا منھ بند کر دین کہ کوئی اسمین نہ گر پڑے یہ کہکر بانس اور چٹائی لائے اور اسکا منھ بند کر دیا مین نے ارادہ کیا کہ چیخون مگر دل مین سوچا کہ جس سے چیخ کر کہون گا وہ تو ان دونون شخصون کی نسبت قریب تر ہے اسلیے چپکا ہو رہا اسی اثنا مین ایک گھڑی کے بعد کوئی چیز آئی اور کنوئین کا منھ کھولکر اپنے پانون کنوئین مین لٹکائے اور گنگناتی آواز مین گویا یہ کہا کہ مجکو لپٹ جا مین نے اسکی آواز سے مطلب سمجھ لیا اور لپٹ گیا اسنے باہر نکالا مین نے دیکھا کہ وہ درندہ ہے وہ مجکو چھوڑ کر چلا گیا اسوقت سروش غیبی نے میرے گوش ہوش مین یہ ندا کی کہ اے ابو حمزہؒ دیکھ کیا خوب ہوا کہ ہم نے تجکو مرنے سے بذریعہ موت ہی کے بچا لیا ابو حمزہ وہان سے چلے اور کچھ اشعار پڑھتے جاتے جنکا ترجمہ یہ ہے **نظم** ز شرح عشق مرا شرم باز داشت دلی ❊ چو حال بر تو عیانست فارغم ز خبر ❊ گواہ تیر من از لطف خویش آوردی ❊ بلے ز لطف دہد دست ورگ لطف دگر ❊ بغیب جلوہ نمودی چنانکہ پندارم ❊ عیان بدست من اینک ز آمدی بنظر ❊ چو دیدمت ہمہ دہشت شوم ز ہیبت تو ❊ پذیرم انس چو بینم ز مہر و لطف اثر ❊ حیات من ہمہ از تست و موت من از تو ❊ عجب کہ زندگی و موت از یکے زدہ سر ❊ اور اسطرح کے حالات اور حکایات بیشمار ہین اور جب ایمان آدمی کا قوی ہو اور اسکے ساتھ قدرت ایک ہفتہ بھوکا رہنے کے بدون تنگدلی کے موجود ہو اور اسباب کا اعتقاد بھی پکا ہو کہ اگر سات روز تک رزق اسکو نہ ملیگا تو خدا تعالےٰ کے نزدیک اسکا مرنا ہی اچھا ہے اسیواسطے رزق روک لیا ہے تب البتہ ان احوال و مشاہدات سے توکل کامل ہوگا ورنہ در صورت ضعف ایمان کے حالات و مشاہدات صرف سے ہرگز توکل کامل نہوگا **تنبیہ** ذکر مین عیالدار کے توکل کے واضح ہو کہ جو شخص عیالدار ہو اسکا حکم تنہا شخص سے علحدہ ہے اسواسطے کہ

(۱) اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ ہوتا ہے ۱۲

تنہا آدمی کا توکل بدون دو باتون کے درست نہین اول بھوک پر ایک ہفتہ قادر ہونا اسطرح کہ نہ لوگون کیطرف تاک ہو نہ نفس تنگ ہو دوسرے وہ اقسام ایمان کے جو ہم لکھ چکے ہین ان مین سے ایک یہ ہو کہ اگر رزق نہ ملے تو موت پر دل سے راضی ہو اس لحاظ سے کہ اپنا رزق موت کو جانے اور بھوک اگرچہ دنیا کی گھٹی ہو مگر آخرت کی زیادتی ہو تو یون جانے کہ بھوک نہین عنایت ہوئی بلکہ جو رزق میرے حق مین اچھا ہو یعنے رزق آخرت وہ ملا ہو اور یہ وہ مرض ہو کہ اسمین موت ہو گی اور اس سے خوش ہو اور یہ کہ میرے لیے یون ہی حکم تھا یس اسطرح سے توکل تنہا آدمی کے لیے کامل ہو جاتا ہو اور عیال پر دباؤ دینا کہ خواہ مخواہ بھوک پر صبر کرو درست نہین اور نہ یہ ہو سکتا ہو کہ انکے سامنے تقریر توحید کے عقیدے کی کیجاوے اور یہ کہ فاقے سے مرنا ایک رزق عمدہ ہو اور واقع مین غبطہ کرنیکے لائق ہو اگر اتفاقاً شاذ و نادر میسر ہو جاوے اسیطرح اور اعتقادات انکے عنایے مین بزور نہین جما سکتا اس سے معلوم ہوا کہ انکے باب مین آدمی کو توکل کمانیوالے کا سا چاہیے جو تیسرا مقام توکل کا ہو جیسے حضرت ابوبکر رض کا توکل تھا کہ آپ کسب معیشت کیلئے نکلے تھے اور جنگلون مین چلا جانا اور عیال کو چھوڑ جانا یا ان کی خبرداری نکرنی اور بہانہ توکل کا انکے باب مین حرام ہو بعض مرتبہ یہ امر انکی تباہی کا موجب ہوتا ہو اسکا مواخذہ عیالدار کے ذمے رہتا ہو بلکہ تحقیق یہ ہو کہ آدمی مین خود مین اور اسکے عیال مین کچھ فرق نہین اگر عیال بھی چندروز بھوکا رہنا اسکے ساتھ منظور کرین اور بھوک سے مرنے کو رزق اور غنیمت اخروی جانین تو آدمی کو جائز ہو کہ انکے باب مین بھی توکل کرے اور خود اسکا نفس بھی تو عیال ہو اسکا تلف کرنا بھی اسکو درست نہین مگر ایسی صورت مین کہ مدت تک بھوک پر صبر کرنے مین موافقت کرے پس اگر نفس کو بے برداشت بھوک کی نہو اور بھوک سے دل گھبرا جاتا ہو عبادت ٹھیک نہوتی ہو تو ایسے شخص کو توکل جائز نہین اسیواسطے روایت ہو کہ ابوتراب نخشبی نے ایک شخص کو دیکھا کہ تین دن کے بھوکا رہنے کے بعد ایک تربز کے چھلکے کو کھانے کیلیے اٹھایا آپنے اسکو فرمایا کہ تصوف تیرے مناسب حال نہین تو بازار مین رہا کر یعنی بدون توکل کے تصوف مت کر اور توکل نہین درست ہو مگر ایسی شخص کو جو کھانیسے تین دن سے زیادہ صبر کرے۔ اور حضرت علی رودباری فرماتے ہین کہ جب فقیر پانچ ہی دن کے بعد کہنے لگے کہ مین بھوکا ہون تو اسکو بازار مین رہنے دو اور اسکو کہو کہ کچھ کام کاج کیا کرے غرضکہ آدمی کا بدن بھی اسکی عیال ہو اور بدن کی مضر چیز مین توکل کرنا ایسا ہی ہے جیسا عیال کے باب مین توکل کرنا صرف نفس و عیال مین ایک ہی چیز کا فرق ہو وہ یہ ہو کہ آدمی کو اپنے نفس پر تو دباؤ دینا بھوک پر صبر کرنے کیلیے جائز ہو اور عیال پر جائز نہین۔ اور اس تقریر سے ہمنے جان لیا ہو گا کہ توکل اسباب سے علیحدہ ہونیکا نام نہین بلکہ بھوک پر مدت تک صبر کرنیکا عادی ہونا اور اگر کبھی اتفاقاً رزق مین تاخیر ہو جاوے تو موت پر راضی ہو جانا توکل ہو اور شہرون اور قصبون مین رہنا اور ایسے جنگلون مین رہنا جنمین کچھ نہ کچھ ساگ پات وغیرہ میسر ہو بقا کا سامان ہو مگر کچھ تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہو کیونکہ ہمیشہ ساگ پات پر گذر کرنی بدون صبر کے ممکن نہین اور شہرون مین رہکر توکل کرنا بہ نسبت جنگل کے توکل کے حصول اسباب بقا کے لیے زیادہ اچھا ہو حالانکہ یہ اسباب بھی ہین مگر یہ کہ لوگون نے ان اسباب کو کچھ شمار نہین کیا اور ایسے اسباب کیطرف جھک پڑے جو انسے ظاہر تر ہین اور اسکی وجہ یہی ہو کہ انکا ایمان ضعیف اور حرص زیادہ اور دنیا مین تکلیف اٹھانے پر صبر کرنا آخرت کے نفع کیلیے قلیل اور سوء ظن اور طول امل کے باعث انکے دلون پر غالب ہو۔ اور جو شخص کہ آسمان و زمین کے اسرار مین غور کرے اسکو یقیناً معلوم ہو جاوے گا کہ خدا تعالیٰ نے انتظام ملک

ودر ملکوت کا ایسا کر رکھا ہو کہ بندے سے اسکا رزق علٰحدہ نہین ہو سکتا گو وہ تردد نکرے اسلیے کہ جو تردد سے عاجز ہو اسکو بھی تو رزق ملتا ہو دیکھو بچہ اپنی مان کے پیٹ مین تردد سے عاجز ہے تو خداے تعالٰی نے اسکی ناف کیسی طرح مان کی ناف سے ملادی کہ مان کی غذا سے بچ بچا کر نال کے ذریعے سے بچے کے پیٹ مین رزق جاتا ہو اسمین بچے کی کچھ تدبیر نہین پھر جب وہ مان کے پیٹ سے جدا ہوا تو مان پر محبت و شفقت ایسی ڈالدی گئی کہ وہ خواہ مخواہ اسکی متکفل رہتی ہو اور اس تکفل مین وہ مجبور ہو اسلیے کہ خداے تعالٰی نے اسکے دل مین آتش محبت کو دوبالا کر رکھا ہو پھر چونکہ بچے کے دانت نہین ہوتے جنسے کھانا چباوے تو اسکی غذا دودھ مقرر کی جسمین چبانے کی حاجت ہی نہو علاوہ ازین بچہ اپنے مزاج کی نرمی کے باعث غذاے کثیف کا متحمل نہ تھا اس جہت سے جدا ہوتے ہی پستان مادر سے شیر لطیف اسکے لیے مقدار حاجت جاری کردیا بھلا اسمین کچھ بچے کی تدبیر ہوئی یا مان نے کچھ سامان کیا پھر جب ایسی عمر کو پہونچا کہ غذاے کثیف اسکو موافق پڑے تب اسکو دانت اور کچلیان اور ڈاڑھین چابنے کے لیے اگادین اور جب بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا اور اپنے ضروریات آپ سے کرنے لگا تو اسکے لیے سامان علم سیکھنے اور طریق آخرت کے چلنے کا آسان کردیا اب بالغ ہونے کے بعد نامردی کرنی عین جہالت ہو اسواسطے کہ بالغ ہونے سے کچھ اسباب معیشت کم نہین ہوئے بلکہ زیادہ ہوگئے یعنی اول کمانے پر قادر نہ تھا اب قدرت ہوگئی تو ایک قدرت ہی کتنی بڑھ گئی ہان پہلے شفقت کرنے والا اسپر ایک شخص تھا یعنے مان یا باپ اور اسکی شفقت واقع مین بہت تھی کہ ایک دن مین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھلاتا پلاتا تھا اور اسکا کھلانا اسیوجہ سے تھا کہ خداے تعالٰی نے اسپر محبت اور شفقت کو مسلط کردیا تھا اب اللہ تعالٰی نے شفقت اور محبت اور رحم اور ترس تمام مسلمانون بلکہ تمام شہر والون پر پھیلادی یہانتک کہ جو کوئی انمین سے کسی محتاج کو دیکھتا ہی تو اسکا دل بھر آتا ہے اور اسکے حال پر ترس کرتا ہو اور دل مین شوق اسکی حاجت روائی کا اٹھتا ہو تو پہلے تو ایک ہی مشفق تھا اب تو ہزار سے زیادہ مشفق ہوگئے اور پہلے سے انکی شفقت نہونے کا یہ باعث تھا کہ وہ اسکو اپنے مان باپ کی شفقت اور انکی ظل حمایت مین دیکھتے تھے کہ ایک مشفق خاص اسکے واسطے موجود ہے اسکو حاجت کیا ہو اور اگر یتیم دیکھتے تو بیشک خداے تعالٰی ایک شخص یا کئی شخصون کے دل مین رحم و ترس ڈالتا ہے کہ اسکو اپنے یہان لاکر کفالت کرتے چنانچہ اب تک ارزانی کے موسمون مین کہین نہین سنا گیا کہ کوئی یتیم بھوک سے مرگیا ہو باوجودیکہ وہ کچھ تردد نہین کرتا اور نہ اسکا کوئی کفیل خاص ہوتا ہو مگر اللہ تعالٰی اسکی کفالت بذریعہ اس شفقت کے فرماتا ہے جسکو اسنے بندون کے دلون مین پیدا کردی ہو پھر بالغ ہونے کے بعد اسکو روزی کی فکر نہ معلوم کیون ہوتی ہو لیکن مین کیون نہوئی حالانکہ پہلے تو ایک ہی مشفق تھا اب ہزارون ہوگئے اور ہرچند مان کی شفقت قوی تر اور کافی تر تھی مگر ایک ہی تھی اور شفقت بہت سے لوگون کی گو تھوڑی ہو مگر اندک اندک خیلے شود کے مضمون کے بموجب سب کی شفقت ملکر اتنی ہوجاتی ہے جس سے غرض نکلجاوے بہت سے یتیم ایسے ہین کہ اللہ تعالٰی نے ان کو ایسا حال عنایت فرمایا کہ باپ مان والون کو بھی میسر نہین تو جسقدر شفقت مین لوگون کی کمی ہے اسکی مکافات انکی کثرت سے ہوجاتی ہو بموجب مثل مشہور دو چار کی لاٹھی ایک آدمی کا بوجھ بہر حال تنعم بمقدار ضرورت حاصل ہو اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے قطعہ انچہ نوشتہ قلمی نشود بیش و کم ٭ پس حرکت ہم سکون

ہست مساوی ہمہ :: جہل بود ہم چنون سعی تو از بہر رزق :: زانکہ خدا مید ہد رزق چنین در شکم :: اب اگر کوئی کہے کہ آدمی یتیم کی تو اس جہت سے کفالت کرتے ہین کہ اسکو لڑکپن کی جہت سے عاجز تصور کرتے ہین مگر جو شخص بالغ کما سکتا ہو اسکی طرف کوئی التفات نہین کرتا اسکو یہ کہتے ہین کہ یہ ہم جیسا ہٹا کٹا ہے اپنے آپ اپنے واسطے کیون نہین کماتا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اگر وہ شخص بیکار و کاہل ہو تو لوگ سچ کہتے ہین کہ ایسے شخص کو کمانا چاہیے اسکے حق مین توکل کے کیا معنے توکل تو ایک مقام دین کے مقامات مین سے ہی اور اس سے استعانت خداے تعہ کے لیے ہو رہنے کے واسطے کیجاتی ہے بیکار کو توکل سے کیا نسبت اور اگر وہ شخص مشغول بخدا کسی مسجد یا حجرے کا ملازم اور علم و عبادت پر مداومت کرتا ہو تو ایسے کو کوئی ملامت نہین کرتا کہ تم کیون نہین کماتے اور نہ اسکو تکلیف کمانے کی دین بلکہ اسکے مشغول بخدا ہونے ہی سے لوگون کے دلون مین اسکی محبت ایسی جم جاتی ہے کہ اسکی ضروریات کے خود متکفل ہوتے ہین صرف اسکے ذمے اتنی بات چاہیے کہ دروازے بند نہ کرے اور نہ لوگون کے درمیان مین سے جنگل و پہاڑ پر بھاگے آج تک کسی نے نہ سنا ہوگا کہ جو عالم و عابد کہ شہر مین رہکر تمام وقت مشغول بخدا ہوا ہو وہ فاقے سے مرا ہو اور نہ کبھی ایسا کوئی سنے بلکہ اسطرح کا شخص چاہے تو اور بہت سے لوگون کو صرف اپنے ایما سے کھلا سکتا ہی اسلیے کہ جو شخص اللہ تعہ کے واسطے ہو رہتا ہی اللہ تعالی اسکا ہو رہتا ہی اور جو مشغول بخدا ہوتا ہی اللہ تعہ اسکی محبت لوگونکے دلون مین ڈالدیتا ہی اور اسکے لیے دلون کو ایسا مسخر کرتا ہے جیسے مان کے دل کو بچے کے لیے اسلیے کہ اللہ تعہ نے انتظام ملک اور ملکوت کا ان دونون کے رہنے والون کے واسطے کافی بنایا ہی جو شخص اس انتظام کا مشاہدہ کرتا ہی وہ مدبر پر ایمان لاکر اسکے ساتھ مشغول ہوتا ہی اور اسباب کے مدبر ہی پر نظر کرتا ہی نہ اسباب پر ہان خداے تعہ نے انتظام ایسا نہین کیا کہ جو اسکے ساتھ مشغول ہو اسکو حلوا تر اور قورما اور لباس فاخرہ اور عمدہ سواری ہمیشہ خواہ مخواہ ملا کرے گو بعض اوقات یہ سب کچھ ملجاے مگر ایسا انتظام کیا ہی کہ جو شخص مشغول بعبادت ہو اسکو ہر ہفتے مین جو کی روٹی یا ساگ پات کھانے کو ضرور ملجاوے اور غالب یہ ہی کہ اس سے زیادہ ملے بلکہ قدر حاجت سے زیادہ ہی ملتا ہی پس اب جو شخص توکل کو چھوڑتا ہی تو صرف اس جہت سے کہ اسکا نفس ہمیشہ آسایش اور مزہ اڑانیکا راغب اور عمدہ لباس اور لطیف غذائین کھانے کا مائل ہی اور یہ باتین راہ آخرت مین سے نہین اور نہ بدون تردد میسر ہون اور اکثر تردد سے بھی نہین ملتین بہت کم اور شاذ و نادر حاصل ہوتی ہین اور شاذ و نادر ہین بھی کبھی بے تردد ہی ملجاتی ہین تو جس شخص کی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہی اسکے نزدیک سعی و تردد کا اثر ضعیف ہی ہی اسیواسطے ایسا شخص اپنی تدبیر و تردد پر مطمئن نہین ہوتا بلکہ ملک و ملکوت کے مدبر پر اطمینان کرتا ہی جسنے ایسا انتظام خلق کا کر رکھا ہی کہ اسکے بندون مین سے کسی بندے کا رزق رہ نہین جاتا نہ اپنے رزق سے کوئی بندہ جدا ہوا اگرچہ شاذ و نادر کبھی تاخیر کرجاتا ہی اور یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہی اور تدبیر و تردد کے ساتھ بھی تاخیر کبھی ہو جایا کرتی ہے پس جب اس شخص پر یہ باتین منکشف ہونگی اور اسکے ساتھ دل مین قوت اور نفس مین شجاعت بھی ہوگی تو اسکا حال وہ ہوگا جو حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ میرا دل یون چاہتا ہی کہ تمام بصرے کے رہنے والے میرے عیال مین ہون یعنے سب کا کھانا میرے ذمے ہو اور ایک ایک دانہ ایک ایک اشرفی کو ملتا ہو اور وہب بن الورد فرماتے ہین کہ اگر آسمان تانبے

کا ہوجاوے اور زمین رانگ کی اور مین اپنے رزق کا اہتمام کرون تو اپنے گمان مین بین مشرک ہون۔ پس جب ان باتون کو تم نے سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہوگا کہ توکل ایک مقام ہے جس کے معنی فی نفسہ سمجھ مین آتے ہین اور اسپر پہونچنا ایسے شخص کو جو اپنے نفس پر اجتہاد کرے ممکن ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص منکر اصل توکل کا اور اسکے امکان کا ہی اسکا انکار سراسر جہالت سے ہے الغرض دونون باتون کے افلاس کو جمع نکر یعنے ذوق کی راہ سے اس مقام کے وجود سے بھی مفلس رہے اور اسکو ممکن اعتقاد کرنے سے بھی مفلس رہے ایسا نہونا چاہیے اب تجکو چاہیے کہ تھوڑے لیسے پر قناعت کر اور بسر اوقات کی مقدار پر راضی ہو وہ تجکو ضرور بھیجیگا اگرچہ تو اس سے بھاگے اور اگر تو ایسا کریگا تو خداوند کریم تیرا رزق تیرے پاس ایسے شخص کے ہاتھون بھجوادیگا کہ تجکو گمان بھی نہو اور جب تو تقوی اور توکل مین مشغول ہوگا تو تجربہ سے مصداق اس آیت کا معلوم کریگا۔ من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب مگر خداوند کریم متکفل اسبات کا نہین کہ رزق مین مرغ اور لذیذ کھانے ہی دے بلکہ اسکی کفالت اس رزق کی ہے جس سے ہمیشہ زندگی رہے یہ رزق ہر ایک شخص کو جو ضامن کے ساتھ لگا رہے اور اسپر ایمان رکھے ملا کرتا ہے اسلیے کہ جو اسباب خفیہ رزق کے خداے تعہ کے انتظام مین موجود ہین وہ اسکی نسبت بہت زیادہ ہین جو خلق کو معلوم ہین بلکہ رزق کے آنے کی راہین بے شمار ہین اور انکو کوئی بتلا نہین سکتا کیونکہ انکا ظہور تو زمین ہی پر ہی اور سبب آسمان پر جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی وفی السماء رزقکم وما توعدون اور آسمان کے اسرار کی کسیکو اطلاع نہین اور اسیوجہ سے جب ایک جماعت حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوئی تو آپنے فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتے ہو انھون نے کہا کہ ہم رزق کو ڈھونڈتے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر تمکو اسکی جگہ معلوم ہو کہ کہان ہی تو تلاش کرو انھون نے عرض کیا کہ ہم خدا سے مانگینگے آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہ جانو کہ وہ تمکو بھولجاویگا تو اسکو یاد دلاؤ انھون نے عرض کیا کہ اچھا ہم گھرون مین بیٹھکر توکل کرینگے دیکھین کیا ہوگا آپنے فرمایا کہ تجربے کے لیے توکل کرنا شک مین داخل ہے انھون نے عرض کیا کہ پھر کیا کرین آپ نے فرمایا کہ تدبیر چھوڑ دو۔ اور احمد بن عیسی خراز کہتے ہین کہ مین جنگل مین تھا مجکو بہت بھوک لگی میرے نفس پر یہ بات غالب ہوئی کہ خداے تعہ سے کھانے کی درخواست کرون مگر مین نے کہا کہ یہ فعل متوکلون کا نہین تب نفس نے زور ڈالا کہ خداے تعہ سے صبر کا سوال کرون جب مین نے اس دعا کا قصد کیا تو ایک ہاتف نے مجکو پکارا اور یہ کہا قطعہ گمان کرتا ہی ہم سے قریب ہونے گا: قریب ہمسے جو نہو وہ تباہ ہو کیسے :: سوال تنگی مین کرتا ہی صبر کا گویا: نہ دیکھتے ہین ہم اسکو نہ ہمکو وہ دیکھے: تم نے اب سمجھ لیا ہوگا کہ جس شخص کا نفس منکسر اور دل قوی ہو اور باطن مین ضعف نامردی نرکھتا ہو اور اللہ تعہ کے انتظام پر اعتقاد مضبوط ہو تو وہ ہمیشہ مطمئن اور خداے تعہ پر اعتماد رکھنے والا رہیگا اسلیے کہ اسکا بد تر حال مرنا ہی اور موت کسیطرح اسکو آنے سے نہ رکے گی جیسے اور لوگون پر جنکو اطمینان نہین آویگی۔ حاصل یہ کہ توکل کامل یہ ہی کہ بندے کیطرف سے قناعت ہو اور خداے تعہ کیطرف سے جس رزق کی ضمانت کر لی ہی اسکا پہونچانا اور اسکے جو انتظام قانعون کے رزق پہونچانے کا ان اسباب سے بنا رکھا ہی اور اسکی ضمانت کی ہے وہ اپنی ضمانت مین سچا ہی جسکو تجربہ کرنا منظور ہو قناعت کرکے دیکھ لے کہ اسکا وعدہ بیشک سچا ہی اور ایسی ایسی جگہ سے رزق عجیب پہونچادے گا کہ آدمی کے وہم و خیال مین نہون مگر آدمی کو اپنے توکل مین اسباب کیطرف تاک نہو بلکہ تاک مسبب الاسباب ہی کی ہو جیسے لکھنے مین قلم کا

ف اور جو کوئی ڈرتا ہو اللہ سے وہ کردے اسکا گذارہ اور روزی دے اسکو جہان سے اسکو خیال بھی نہ ہو ۱۲ [illegible]

خیال نہین کرتے ہین بلکہ کاتب کے دل کا کرتے ہین جو اصل حرکت قلم کی ہو اور چونکہ محرک دل ایک ہی ہو تو نہین چاہیے کہ اسکے سوا کسی اور کیطرف التفات بندے کا ہو اور یہ شرط توکل کی اسلیے ہی جو جنگل مین بدون زاد پھرتا ہو خواہ شہر دن مین گمنام بیٹھتا ہو مگر جو شخص عبادت اور علم مین مشہور ہو جب وہ دن رات مین ایک دفعہ کسی طرح کے کھانے پر گو لذیذ نہو اور ایک موٹے کپڑے پر جو مناسب دینداروں کے ہو کفایت کرے تو اسقدر اسکو ہمیشہ ایسی جگہ سے پہونچ جائیگا جہان سے اسکو گمان بھی نہو بلکہ اسکا کئی گنا پہونچے گا پس ایسے شخص کو توکل چھوڑنا اور رزق کا اہتمام کرنا نہایت ضعف اور نقصان کی بات ہو اسلیے کہ اگر کوئی گمنام آدمی شہر مین جاکر کوئی پیشہ کرے تو اسکو اتنا ذریعہ رزق کا نہین جتنا عالم و عابد کو ہے کہ اسکا مشہور ہونا بڑا ذریعہ ہی پس دینداروں کو اہتمام رزق کرنا برا ہی اور علما کو اور بھی برا کیونکہ علما کو قناعت شرط ہی اور عالم قانع کا رزق اور اسکے ساتھ بہت سے لوگون کا آتا ہی ہان اگر عالم کو یہ منظور ہو کہ لوگون کے ہاتھ سے نہ لون اور اپنی کمائی کا کھاؤن تو البتہ یہ وجہ اس عالم کی شان کے شایان ہی جو ظاہر علم و عمل پر چلتا ہو اور سیر باطن اسکو نہین کیونکہ فکر معیشت باطن کی سیر سے مانع ہوتی ہی تو ایسے شخص کو سلوک مین مشغول ہونا اور ان لوگون سے کچھ لینا جو اپنی خوشی سے خداے تعالیٰ کا تقرب چاہتے ہین بہتر ہے اسواسطے کہ اس صورت مین فکر معیشت سے فراغت رہیگی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو رہیگا اور دینے والے کو ثواب ملنے پر معین و مددگار ہوگا اور جو شخص خداے تعالیٰ کی عادت جاری پر نظر کرے تو جان لے کہ رزق مقدار سامان کے نہین ہوا کرتا اور اسیواسطے بعض بادشاہان فارس نے کسی حکیم سے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ بعضے احمق رزق دیے جاتے ہین اور عاقل محروم رہتے ہین اسنے جواب دیا کہ صانع نے یہ چاہا کہ لوگ مجکو پہچانین اسلیے کہ اگر ہر عاقل کو رزق ملتا اور ہر احمق محروم رہتا تو لوگون کو یہی گمان ہوتا کہ عاقل کو عقل نے رزق دیا جبکہ اسکے برعکس معاملہ نظر آیا تو جانا کہ رازق کوئی اور ہی ہو جو اسباب ظاہری ہین انکا کچھ اعتبار نہین شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین شعر اگر روزی بدانش برفزودی ؛ ز نادان تنگ تر روزی نبودی ؛ فائدہ متوکلین کے احوال جو اسباب کے ساتھ متعلق ہوتے ہین انکی مثال مین واضح ہو کہ خلق کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہو جیسے ایک جماعت سائلون کی بادشاہی محل کے دروازے کے میدان مین کھڑی ہو اور وہ سب کھانے کی حاجت رکھتی ہو اور وہ بادشاہ بہت سے غلامون کو روٹیان لیکر بھیجے اور انکو حکم کردے کہ بعضون کو دو دنیا اور بعضون کو ایک اور اسباب مین کوشش کرنا کہ کوئی رہ نجاوے اور پھر ایک منادی کو حکم کرے کہ ان لوگون کو پکار کر سنادو کہ ٹھہرے رہو اور میرے غلامون کو جب وہ تمہارے پاس آوین مت لپٹو بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اطمینان سے رہو غلام حکم کے تابع ہین اور انکو حکم ہوا ہی کہ تمکو کھانا پہونچا دین پس جو کوئی غلامون سے لپٹیگا اور انکو ستاویگا اور دروازہ کھلنے پر دو روٹیان لیکر چلا جاویگا مین اسکے پیچھے ایک غلام بھیجونگا وہ اسپر مقرر رہیگا یہانتک کہ اسکی سزا اس روز دون جو مین نے اپنے عندیے مین ٹھہرالیا ہو مگر مین اسکو کہتا نہین ہون کہ کب سزا دونگا اور جو غلامونکو نہ ستاویگا اور ایک روٹی پر قناعت کریگا جو غلام کے ہاتھ سے اسکو ملیگی اور چپکا رہیگا اسکو اسی روز جسمین دوسرے کو سزا دونگا ایک بھاری خلعت عنایت کرونگا اور جو اپنی جگہ ہی پر ٹھہرا رہیگا اور دو روٹیان پاویگا تو اسکو نہ سزا ہوگی نہ خلعت اور جس شخص کو میرے غلام کچھ نہ دلوین اور وہ انکو بھوکا سو رہیگا اور میرے غلامون پر خفا نہوگا نہ یہ کلمہ منھ سے نکالیگا کہ کاش مجکو بھی ایک روٹی ملجاتی تو ایسے شخص کو مین اپنا وزیر بناونگا

اور کارخانہ سلطنت اسکے سپرد کردونگا پس اس ندا کے بعد سائلون کی چار قسمین ہوگئین ایک تو وہ کہ جنپر غلبۂ شکم ہوا اور انھون نے التفات سزاے موعود کیطرف نہ کیا اور کہا کہ آج سے کل تک بہت وقت ہے ہمکو بھوک اب لگ رہی ہے یہ سوچ کر غلامون پر چڑھ گئے اور انکو ستا کر دو دو روٹیان لے لین اور میعاد مذکور مین مستحق سزاے موعود کے ہوئے اسوقت پچھتائے مگر کیا ہوتا ہے دوسرے وہ کہ غلامون سے تو سزا کے خوف کے مارے نہ لپٹے مگر شدت گرسنگی سے دو روٹیان لین اور سزا سے محفوظ رہے اور ان کو خلعت بھی نہ ملا تیسرے وہ کہ انھون نے یہ کہا کہ ایسی جگہ بیٹھنا چاہیے کہ غلامون کے سامنے ہون تاکہ وہ ہم کو چھوڑ نہ جائین مگر جب وہ روٹیان دین تو ایک ہی روٹی لینا چاہئے اور اسی پر قناعت کرنی چاہیے شاید ہم کو خلعت ملجاوے پس ان کو حسب وعدہ بادشاہی خلعت ملگیا چوتھی قسم وہ لوگ جو صحن کے کونون مین جا چھپے اور غلامون کی نظر سے بچے اور آپس مین کہا کہ اگر تجکو ڈھونڈ بھالکر دیوینگے تو ایک روٹی لیکر قناعت کرلیوینگے اور اگر ان کی نظر سے رہ گئے تو رات بھر بھوک کی سختی کی برداشت کرلینگے شاید پھر رات کو اگر غلامون پر خفگی بھی نہ آوے تو رتبۂ وزارت اور قرب بادشاہ کا حاصل ہو مگر انکا منصوبہ نہ چلا اور غلامون نے انکو ہر گوشے مین تجسس کرکے ایک ایک روٹی پہونچادی اور اسیطرح ہر روز معاملہ ہوا کیا چند روز کے بعد اتفاقاً تین آدمی ایک کونے مین چھپ گئے اور غلامونکی آنکھ انپر نہ پڑی تسپر بھی زیادہ تفتیش وہ نکر سکے اور وہ تینون آدمی سخت بھوک مین سوئے دو نے تو انمین سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا تو ہم غلامون کے سامنے ہوجاتے اور اپنا کھانا لے لیتے ہم سے صبر نہین ہوسکتا اور تیسرا آدمی چپ رہا صبح تک ویسے ہی گزار دیا اسی کو درجۂ قرب و وزارت ملا اس مثال مین میدان زندگی دنیاوی ہے اور اسکا دروازہ موت اور میعاد نامعلوم روز قیامت اور وزارت کے وعدے سے غرض وعدہ شہادت ہے جو متوکل کے لیے ہے بشرطیکہ بھوک مین راضی وفات پاوے اور اس وعدے کے وفا کے لیے تاخیر قیامت تک نہوگی کیونکہ شہداء خدا تعالی کے پاس زندہ رہتے ہین اور انکو رزق ملتا ہے اور غلامون مطیع فرمان بادشاہی سے غرض اسباب ہین اور غلامون سے لپٹنے والے وہ ہین جو اسباب مین حد سے زیادہ بڑھتے ہین اور جو شخص صحن کے بیچ مین غلامون کی زیر نگاہ بیٹھے انسے وہ لوگ مراد ہین جو شہرون کی خانقاہون اور مسجدون مین ساکن بیٹھ رہے ہین اور گوشون مین چھپنے والے وہ ہین جو توکل کی ہیئت پر جنگلون مین پھرتے ہین اور اسباب انکے پیچھے پھرتے ہین اور رزق ملے جاتا ہے مگر شاذ و نادر کبھی نہین ملتا پس اگر کوئی ان مین سے بھوکا خدا سے راضی ہوکر مرتا ہے تو اسکو شہادت اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور خلق مین جو یہ تقسیم ہے تو شاید سو مین سے نوے آدمی تو ایسے ہین جنکا تعلق اسباب سے ہے اور سات ایسے ہین جو شہرون مین مقیم ہین اور اپنے سامنے ہونے اور مشہور ہونے کو سبب گذر کرلیتے ہین اور تین ایسے ہین جو جنگلون مین پھرتے ہین ان تین مین سے دو اسباب پر خفا ہین اور صرف ایک مرتبۂ قرب پر پہونچا ہے اور شاید کہ زمانہ گزشتہ مین یہ نسبت ہوگی اب تو دس ہزار مین سے ایک بھی ایسا نہین جو تارک اسباب ہو۔

دوسرا فن اسباب جمعیت کے لیے متعرض ہونے مین یعنے مفید چیزون کے رکھ چھوڑنے کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ جس شخص کا مال وراثت یا کمانے یا مانگنے یا کسی اور سبب سے ملے تو اسکے لیے رکھ چھوڑنے مین تین حال ہین اول یہ کہ اسمین سے بقدر حاجت ہر وقت

لے لے یعنے اگر بھوکا ہو تو کھالے اور ننگا ہو تو پہن لے اور حاجت مکان کی ہو تو مختصر مکان خرید لے اور باقی کو اسی وقت بانٹ دے
اور سوائے اس مقدار کے جس کی طرف کسی کو حاجت یا استحقاق ہے اور نہ لے اور نہ رکھے اور اگر رکھے تو اسی نیت پر
پس ایسا شخص مقتضائے توکل کا کار بند واقع مین ہے اور یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسری حالت جو اسکے برعکس اور ضد ہے
اور حد توکل سے آدمی کو باہر کر دیتی ہے یہ ہے کہ مال کو یا چیز کو برس روز یا اس سے زیادہ کیلیے رکھ چھوڑے ایسا شخص ہرگز متوکل
نہین - اور بعضون کا قول ہے کہ حیوانات مین سے صرف تین جاندار ذخیرہ کرتے ہین چوہا اور چیونٹی اور آدمی تیسری حالت یہ ہے
کہ چالیس روز یا اس سے کم کے لیے رکھ چھوڑے یہ حالت آیا آدمی کو اس مقام محمود سے جبکا متوکلون کو وعدہ ہے محروم کرتی ہے یا نہین
اسمین اختلاف ہے حضرت سہل تستری کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت حد توکل سے خارج کر دیتی ہے اور خواص فرماتے ہین کہ چالیس روز
تک کے رکھنے سے خارج از توکل نہین ہوتا زیادہ مدت سے ہوتا ہے اور ابو طالب مکی فرماتے ہین کہ چالیس روز سے زیادہ
مین بھی خارج نہین ہوتا اور جب اصل ذخیرہ کرنیکی جائز ہوئی تو پھر اس اختلاف کے کچھ معنی نہین ہان ہو سکتا ہے کہ کوئی گمان کرے
کہ ذخیرہ کرنا سرے سے توکل کی ضد ہے اور اسکی میعاد مقرر کسیکو معلوم نہین اور جو ثواب کہ کسی رتبے کیلیے وعدہ کیا گیا ہے وہ متفرع
اسی رتبے پر ہوتا ہے اور اس رتبہ کا آغاز اور انجام ہے جو انجام پر پاسکے ہین انکا نام سابقین ہے اور آغاز والونکا نام اصحاب الیمین اور سابقین اور
اصحاب الیمین کے بھی بہت سے درجات ہین اور انکا سلسلہ ایسا ہے کہ اصحاب الیمین سے اونچے درجے والے ان کے متصل ہین
جو سابقین مین سے نیچے درجے کے لوگ ہون پس ایسی صورت مین مقرر کرنے کے کیا معنے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ ذخیرہ
نہ کرنے سے توکل جب پورا ہوتا ہے جب امل کوتاہ ہو اور بالکل توقع زیست کی نہو نی اسکی قید کرنی دشوار ہے گو ایک ہی
دم کے لیے کیون نہو کیونکہ ایسا ہونا گویا غیر ممکن ہے۔ پھر طول امل اور اسکی کوتاہی مین لوگ متفاوت ہین اور کمتر درجہ امل کا ایک
دن رات یا اس سے کم ساعات ہین اور غایت درجہ اسقدر ہے کہ جسقدر انسان کی عمر ہوتی ہے اور انکے بیچ مین درجات ہین جنکا شمار نہین
پس جو شخص کہ زیادہ ایک مہینے سے توقع زیست نکرے وہ مقصود مین اس سے نزدیک تر ہوگا جو برس روز کی توقع کرے
اور اسکی قید لگانی چالیس روز کی بلحاظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی میعاد کے بعید ہے اسلیے کہ آپ کی میعاد سے مقصود یہ نہ تھا کہ ترک
امل کے مقدار کی ذکر کی جاوے بلکہ وہ میعاد اسلیے تھی کہ مستحق موعود چیز کے ملنے کے ہو جاوین جو بدون چالیس روز گزرے
نہین مل سکتی تھی اور چالیس روز کے بعد یہ استحقاق ایک بھید کے باعث تھا جو خدائے تعالیٰ کی عادتون مین سے ہے کہ اس جیسے
امور مین کیا کرتا ہے چنانچہ حدیث[۱۷] مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے چالیس روز خمیر کیا یعنے استحقاق
اس مٹی کے خمیر ہونے کا مدت مذکور پر موقوف تھا غرضکہ جو شخص برس روز کے سوا کے لیے جمع کریگا تو بجز اس کے نہین کہ
اسکے دل مین ضعف ہو اور اسباب ظاہری پر مائل پس ایسا شخص مقام توکل سے خارج اور انتظام الٰہی پر جو اسنے خفیہ اسباب
سے رکھا ہے غیر معتقد ہے کیونکہ اسباب داخلی پیداوار ون اور زکاتون کے ہر سال ہوتے ہی رہتے ہین - اور جو شخص کہ برس
سے کم کے لیے ذخیرہ کرے تو اسکو بقدر اسکے امل کی کمی کے درجہ ہوگا اور جس شخص کو توقع دو مہینے کی ہو اسکا

[۱۷] ابو منصور دیلمی و ابو منصور بن کروح من حدیث ابن مسعود و سلمان بسند ضعیف ۱۲

درجہ اس کے موافق نہ ہوگا جو اپنی امل ایک مہینا کرے اور نہ اس کے موافق جو تین مہینے کی امل رکھتا ہو بلکہ اسکا درجہ ان دونون کے بیچ مین ہوگا اور ذخیرہ کرنیکا مانع بجز کوتاہی امل کے اور کوئی چیز نہین تو افضل یہی ہو کہ ہرگز ذخیرہ نہ کرے اور اگر دل ضعیف ہو تو جسقدر ذخیرہ قلیل ہوگا اتنا ہی افضل ہوگا چنانچہ اس فقیر کا قصہ[اح] مشہور ہے جس کے لیے حضرت علے اور حضرت اسامہ رضو کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور جب انھون نے غسل دیکر اسی کی چادر کا کفن اسکو پہنایا تو آپ نے اپنے اصحاب رضو سے فرمایا کہ یہ شخص قیامت کو ایسی طرح اٹھے گا کہ اسکا منھ چودھوین رات کا سا چاند ہوگا اور اگر ایک خصلت اسمین نہوتی تو آفتاب روشن کا سا منھ لے کر اٹھتا اصحاب نے عرض کیا کہ وہ کونسی خصلت تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص روزہ دار بھی تھا تہجد گزار بھی تھا خداے تعہ کا ذکر بھی بہت کرتا تھا مگر جب جاڑے آتے تھے تو گرمیون کے کپڑے دوسری گرمیون کے واسطے رکھ چھوڑتا تھا اور گرمی آتی تھی تو جاڑے کے کپڑے دوسرے جاڑے کے لیے رکھ چھوڑتا تھا پھر آپ نے فرمایا من اقل ما اوتیتم منہ الیقین وعزیمۃ الصبر انتہی اور کوزہ اور دستر خوان یا اور چیزین جنکی حاجت ہمیشہ ہوتی ہو وہ انمین داخل نہین یعنی انکا رکھ چھوڑنا درجے کو کم نہین کرتا لیکن جاڑے کے کپڑون کی حاجت گرمیون مین نہین رہتی اور یہ حکم اس شخص کے باب مین ہے کہ ترک ذخیرہ سے اسکا دل مضطرب نہو اور نفس کو لوگون کے ہاتھون کی طرف تاک نہو بلکہ اسکا دل سواے وکیل برحق کے اور کسی کیطرف ملتفت نہو پس اگر ایسی صورت ہو کہ نرکھنے سے نفس مین پریشانی ایسی ہوتی ہو جس سے دل عبادت اور ذکر و فکر سے باز رہتا ہو تو اس کے لیے رکھ چھوڑنا ہی بہتر ہے بلکہ اگر کوئی متاع رکھ چھوڑے جسکی آمد اسکی ضروریات کو کافی ہو اور اسکے دل کو اطمینان بدون اسکے نہوتا ہو تو اسکے لیے یہی اولے ہو کیونکہ مقصود دلون کی اصلاح ہو تاکہ خداے تعہ کے ذکر کے لیے فارغ ہوجاوین اور بعض لوگ ایسے ہین جنکو مال کا ہونا دل مین پریشانی لاتا ہو اور بعض ایسے ہین کہ انکو نہونے سے پریشانی ہوتی ہو اور ممنوع وہی چیز ہے جو خداے عزوجل سے مانع ہو خواہ وجود مال ہو یا عدم ورنہ دنیا فی نفسہا ممنوع نہین ہے اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام اصناف خلق پر مبعوث ہوے تھے کہ ان مین تاجر اور حرفہ والے اور دوسرے پیشے والے سب قسم کے لوگ تھے پس نہ تاجر کو تجارت چھوڑنے کو حکم فرمایا نہ کسی پیشے والے کو اپنا پیشہ ترک کرنے کو کہا نہ جو شخص انکا تارک تھا اسکو حکم تجارت اور پیشے مین مشغول ہونے کا دیا بلکہ سب کو اللہ تعہ کیطرف بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمہاری فوز و نجات اسمین ہو کہ اپنے دلونکو دنیا کی طرف سے خداے تعہ کیطرف پھیرو اور ازانجا کہ مشغول ہونا خداے تعہ کے ساتھ سب سے عمدہ دلکا ہو تو ضعیف کے لیے مقدار حاجت رکھ چھوڑنا بہتر ہے جیسے کہ قوی کیلئے ذخیرہ کرنا ہو اور یہ سب حکم تنہا آدمی کا ہو اور عیالدار کا حکم یہ ہو کہ اگر اپنے عیال کے ضعف دور کرنے اور انکی تسکین خاطر کے لیے ایک برس کی غذا جمع کریگا تو حد توکل سے خارج نہوگا اور برس سے زیادہ کیلیے ذخیرہ کرنا توکل کو باطل کرتا ہو اسواسطے کہ اسباب ہر برس مین مکرر ہوتے رہتے ہین تو زیادہ کیواسطے ذخیرہ کرنا ضعف قلبی پر دلالت کرتا ہو جو قوت توکل کے خلاف ہو کیونکہ متوکل اسیکا نام ہو جو موحد اور قوی دل اور خداے تعہ کے فضل پر مطمئن اور اسکے انتظام کا معتقد ہو نہ اسباب ظاہری کے

اح یہ قصہ مجکو نہیں ملا اور اسکے آخر کے جملے اقل ما اوتیتم بسند بہیہ گزری ۲۲ ح جس چیز مین سے کم تم کو دیے گئے ہو وہ یقین اور عزم صبر ہے ۱۲

ہونے پر معتمد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کی غذا برس روز کی ذخیرہ کی اور حضرت ام ایمن وغیرہا کو فرمایا کہ کل کیواسطے کچھ نہ رکھو اور حضرت بلال نے جو ایک ٹکڑا روٹی کا افطار کے لیے رکھ چھوڑا تھا انکو ارشاد فرمایا انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا اور یہ بھی انھین کو ارشاد فرمایا ہی اذا سئلت فلا تمنع واذا اعطیت فلا تخبا اس صورت مین اقتدا سید المتوکلین صلے اللہ علیہ وسلم کی کرنی چاہیے کہ کوتاہی امل آپ کی اس درجے پر تھی کہ پیشاب کے بعد باوجود پانی کے قریب ہونے کے تیمم کرلیتے تھے کہ مجھے کیا معلوم ہو کہ شاید پانی تک نہ پہونچوں اور آپنے جو ذخیرہ کیا تو اس سے کچھ آپ کا توکل کم نہین ہوا اسلیے کہ آپکو اعتماد اپنے ذخیرہ پر نہ تھا بلکہ ذخیرہ کیا تو اس غرض سے کہ یہ طریق امت کے لوگون کے لیے مسنون ہو جاوے کیونکہ امت کے قوی بنسبت آپ کی قوت کے پھر بھی ضعیف ہین اور برس روز کا ذخیرہ جو عیال کے لیے فرمایا تو بنا اسوجہ سے کہ آپ مین یا آپکے عیال مین کچھ ضعف قلبی ہو بلکہ اس نظر سے کہ ضعفاے امت کیلیے وہ طریق مسنون ہو اور صاف تصریح فرمادی کہ ان اللہ تعالی یحب ان توتی رخصه کما یحب ان توتی عزائمه اس سے بھی ضعیفون کے دلونکو تسلین منظور تھی کہ ایسا نہو کہ ضعف کے باعث وہ لوگ درجہ یاس و ناامیدی کو پہونچ جاوین اور انتہاے درجہ پر پہونچنے سے عاجز ہوکر جو کچھ انسے بن سکتی ہو اسکو بھی ترک کرین اور اسکی وجہ یہی ہو کہ آپ کا وجود باجود رحمت تمام عالم کیلیے تھا جنکی اصناف مختلف اور درجات متفاوت ہین اور جب یہ معلوم ہو چکا تو تمنے جان لیا ہوگا کہ ذخیرہ کرنا بعض لوگون کو مضر ہی اور بعضون کو غیر مضر اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابو امامہ باہلی سے مروی ہی کہ بعض اصحاب صفہ کا انتقال ہوا ان کے پاس کفن بھی نہ نکلا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے کپڑونکو تلاش کرو ڈھونڈھا تو دو دینار تہمد کے اندر نکلے آپ نے فرمایا کہ یہ دو داغ ہین حالانکہ انکے سوا اور مسلمان جو مرتے تھے اور بہت کچھ چھوڑ مرتے تھے کسی کے حق مین یہ نہ فرماتے تھے اور چونکہ انکا حال دو وجہ کا احتمال رکھتا ہی اسوجہ سے اس حدیث کے بھی دو معنی ہو سکتے ہین اول تو یہ کہ دو داغ آتش دوزخ کے ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی تکوے بہا جباہم وجنوبہم وظہورہم اور یہ اس صورت مین ہی کہ حال ان اصحاب صفہ کا زہد اور فقر اور توکل کا اظہار ہو حالانکہ واقع مین ایسے نہ تھے تو ایک طرح کا دھوکا ہوا دوسرا یہ کہ تلبیس اور دھوکا کچھ نہو تو اس صورت مین حدیث مذکور کے یہ معنی ہین کہ درجۂ کمال سے نقصان ہے یعنی جسطرح آدمی کے منھ پر داغ ہونے سے چہرے کی خوبصورتی مین فرق ہو جاتا ہی ویسا ہی ان دونون دیناروں سے انکے چہرۂ کمال مین نقصان ہو گیا اسلیے کہ آدمی جو کچھ چھوڑ مرتا ہی وہ آخرت مین اسکے لیے موجب نقصان ہی کیونکہ جسقدر کسی کو دنیا مین سے ملتا ہی اسیقدر آخرت مین سے ناقص ہو جاتا ہی اور اسباب کیوجہ کہ فارغ بالی کیساتھ جمع کرنا اور ذخیرے کی چیز پر دل نہ دھرنا ضرور نہین کہ توکل کو باطل کردے یہ ہی کہ حسین مغازلی جو حضرت بشر کے یارون مین سے ہین فرماتے ہین کہ مین حضرت بشر کی خدمت مین چاشت کے وقت بیٹھا تھا اتنے مین ایک بزرگ آپ کے پاس ادھیڑ عمر کے گندم گون کلے کھنچے ہوے تشریف لائے حضرت بشر ان کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوے اور مین نے انکو اور کسی کی تعظیم کے لیے اٹھتے نہین دیکھا پھر آپنے مجکو چند درم دیے اور فرمایا کہ بہت عمدہ کھانا اور خوشبو جو ہماری حیثیت کے لائق ہو خرید لاؤ اور آپ نے ایسے الفاظ کبھی مجھ سے نہین فرمائے تھے غرضکہ مین کھانا لے آیا آپ نے ان بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا حالانکہ پہلے کسی کے ساتھ کھاتے مین نے ان کو نہ دیکھا تھا جب بقدر حاجت کھا چکے اور کھانا بہت کچھ بچ رہا تو وہ بزرگ اسکو لیکر اپنے کپڑے مین باندھ کر ساتھ

۱ [illegible] بیہقی
ترمذی جلد اول باب الزہد ۱۲ ۲ ح ترمذی ۱۲ ۳ ح [illegible] بروایت بلال [illegible]
۳ ح [illegible] عرش سے تنگی کی
[illegible] بروایت ابن مسعود
۱۲ بزار بروایت [illegible] اور اس مین [illegible]
وابو ہریرہ [illegible] رکھو [illegible]
۴ ح [illegible] ۱۲
[illegible]
[illegible] اور جب [illegible]
[illegible] طبرانی [illegible]
بروایت ابو سعید [illegible]
۵ ح ابن ابی الدنیا بروایت ابن عباس [illegible] ضعیف ۱۲ ۶ ح [illegible] پسند کرتا ہی کہ عمل کیا جاوے اسکی اجازتون پر جیسا کہ پسند کرتا ہی کہ ادا کی جاوین اسکی عزیمتین ۱۲ احمد و طبرانی و بیہقی بروایت ابن عمر ۱۲ ۷ ح [illegible] [illegible] بن حوشب عن ابی [illegible] ۱۲ ۸ ح داغین گے اس سے انکے ماتھے اور کروٹین اور پیٹھین ۱۲

لے گئے مجکو تعجب ہوا اور ان کی حرکت بُری معلوم ہوئی حضرت بشر نے مجھسے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہو کہ تمکو انکی یہ حرکت ناپسند معلوم ہوئی میں نے عرض کیا کہ البتہ اسوجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لے گئے آپ نے فرمایا کہ یہ بزرگ ہمارے بھائی حضرت فتح موصلی رح ہیں کہ آج موصل سے ہمارے ملنے کو تشریف لائے تھے ان کی غرض اس فعل سے یہ تھی کہ ہمکو تعلیم کر دیں کہ جب توکل صحیح ہوجاتا ہو تو اسکے ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہیں کرتا تیسرا فن خوف کے باعث جو ضرر پیش آتا ہو اسکے دفع کرنے کے اسباب کی تدبیر میں معلوم کرنا چاہیے کہ ضرر کبھی نفس یا مال میں خوف کی جہت سے پیش ہوتا ہو اور توکل کی شرط نہیں کہ سرے سے اسباب دافعہ ترک کرے مثلاً جس زمین میں درندے بہت ہوں وہاں سو رہنا یا جنگل میں سیلاب کی جگہ یا جھکی ہوئی دیوار کے نیچے یا ٹوٹی چھت کے نیچے سونا داخل توکل نہیں بلکہ یہ سب امور ممنوع ہیں ایسا شخص اپنی جان کو بیفائدہ معرض ہلاک میں ڈالتا ہو بلکہ یہ اسباب تین طرح کے ہیں ایک تو وہ کہ قطعی ہوں دوسرے ظنی تیسرے وہمی پس وہمی اسباب کا چھوڑنا شرط توکل ہو اور وہمی اسباب وہ ہیں کہ ان کی نسبت دفع ضرر کیطرف ایسی ہو جیسے داغ اور منتر وغیرہ کو ہو کہ یہ دونوں بعض اوقات تو کسی خوفناک چیز کی روک کے لیے پہلے ہی سے کردی جاتی ہیں اور بعض اوقات بعد اس چیز کے نازل ہونے کے برتی جاتی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متوکلوں کا وصف بجز ترک داغ اور منتر اور بدفالی کے اور کچھ نہیں بیان فرمایا یہ نہیں ارشاد کیا کہ متوکل جب کسی سرد جگہ میں جاتے ہیں تو جبہ نہیں پہنتے حالانکہ جبہ بھی سردی متوقع کے لیئے پہنا جاتا ہو اور یہی حال ہو اور چیزوں کا جو ایسی ہی ہوں ہاں نکلتے وقت جاڑے کے سفر میں اگر لہسن کھاوے اس غرض سے کہ اندر سے گرمی کی قوت زور کرے تو اسقسم اسباب پر اعتماد اور تعلق ہو سکتا ہو یہ امر قریب داغ کے ہو بخلاف جبہ کے اور اگر کسی انسان سے ضرر پہونچے تو اسکے دفع کرنے کے اسباب کو ترک کرنیکی یا ایک وجہ ہو یعنی اگر آدمیوں کی اذیت پر صبر بھی کر سکتا ہو اور ایذا کو روک کر اپنا انتقام لے سکتا ہو توکل کی شرط یہ ہو کہ صبر اور برداشت کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو فاتخذہ وکیلا واصبر علی ما یقولون واہجرہم ہجراً جمیلا اور فرمایا ولنصبرن علی ما اذیتمونا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور فرمایا ودع اذاہم وتوکل علی اللہ اور فرمایا فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل اور فرمایا نعم اجر العاملین الذین صبروا وعلی ربہم یتوکلون اور یہ سب آیتیں انسانوں سے ضرر اور ایذا کے باب میں ہیں مگر صبر کرنا سانپوں کی ایذا اور درندوں کے ضرر اور بچھوؤں کی تکلیف پر اور ان کی روک نکرنی توکل میں سے کچھ بھی نہیں اسلیئے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں حالانکہ جو کام سالک کرتا ہو یا ترک کرتا ہو تو خود اس کام سے غرض نہیں ہوتی بلکہ فائدہ دین پر منظور ہوتی ہو اور ترتیب اسباب کا دفع ضرر میں ایسا ہی ہو جیسا فن اول میں کسب معیشت اور حصول اشیائے مفیدہ کے اسباب میں مذکور ہوا دوبارہ لکھنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور یہی حال مال کے بچانے کے اسباب میں سمجھنا چاہیے مثلاً نکلتے وقت اگر گھر کا قفل لگادے یا اونٹ کا پاؤں باندھ دے تو اس سے توکل میں فرق نہ آویگا کیونکہ یہ اسباب خدائے تعالیٰ کی عادت جاریہ سے قطعاً یا بطور ظن معلوم ہو چکے ہیں ان کی تعمیل میں کچھ حرج نہیں اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو جسنے اپنا اونٹ چھوڑ دیا اور کہا کہ میں نے خدا پر توکل کیا ارشاد فرمایا ع بر توکل زانوے اشتر ببند : یعنی توکل کر اور اسکا پاؤں بھی باندھ دے اور خداوند کریم ارشاد فرماتا ہو خذوا حذرکم اور نماز خوف کی کیفیت میں ارشاد فرمایا ولیاخذوا اسلحتہم اور فرمایا واعدوا لہم ما استطعتم من

قوۃ ومن رباط الخیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا فاسر بعبادی لیلاً رات کو جانا دشمنون کی آنکھ سے چھپنا ہے جس مین ایک گونہ سبب دفع ضرر کا موجود ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا غار مین خفیہ ہونا دشمنونکی آنکھ سے پوشیدہ رہنا ہے کہ ضرر نہ پہونچاوین اور نماز مین ہتھیارون کا لینا قطعی واقع نہین ہے جیسے سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا کہ قطعی واقع ہے لیکن ہتھیارون کا لینا ایک سبب ظنی ہے اور ہم بیان کرچکے کہ ظنی بھی مثل قطعی کے ہے تو صرف سبب موہوم ہی ایسا رہ گیا ہے جسکے ترک کا مقتضی توکل ہے۔ اور یہ جو مروی ہے کہ بعض اولیا کے شانے پر شیر نے پنجہ رکھدیا اور انھون نے جنبش نہ کی اور بعض نے شیر کو اپنا تابع کرکے اسپر سواری کی تو اس قسم کی روایات اگرچہ واقع مین درست ہین مگر بطور اقتدا انکو سیکھنا نہ چاہیے بلکہ یہ ایک مقام بلند کرامات کا ہے اور توکل کی شرائط مین سے نہین اور اسمین راز ہے کہ جو کوئی اسپر نہین پہونچتا واقف نہین ہوتا اب اگر کوئی پوچھے کہ اس مقام کے پہونچنے کی علامت کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہونچنے والے کو نشان پوچھنے کی کچھ حاجت نہین اسکو خود معلوم ہوجاتا ہے کہ مین اس درجے پر پہونچ گیا مگر اس مقام سے پہلے کے نشان کچھ ذکر کردیے جاتے ہین پیشتر کی علامت یہ ہے کہ جو کتا آدمی کے ساتھ اسکی جلو مین رہتا ہے اور جسکا نام غضب ہے اور اسکا کام یہ ہے کہ خود مالک کو اور دوسرون کو کاٹتا رہتا ہے اول وہ مسخر اور تابع ہوجاوے اگر وہ اسطرح کا مطیع ہوجاوے کہ اشارہ پر ہی چلے بدون اشارہ ابھرنے ہی نہ پاوے تب کیا عجب ہے کہ آدمی کا درجہ بلند ہوتے ہوتے یہ نوبت بھی پہونچے کہ اسکا مطیع شیر ہوجاوے جو درندون کا بادشاہ ہے اور جنگل کا کتا۔ مگر گھر کے کتے کا مطیع ہوجانا جنگل کے کتے کی نسبت کرزیادہ بہتر ہے اور بدن کے کتے کا تابع ہونا گھر کے کتے کی نسبت کرزیادہ اولی ہے اگر باطن کا کتا آدمی کا تابع نہین ہوا تو توقع نکرنا چاہیے کہ ظاہر کا کتا تابع ہو رہی یہ بات کہ متوکل نے جب دشمن کے خوف سے ہتھیار لیے اور چور کے ڈر سے قفل لگایا اور چلے جانے کے خوف سے اونٹ کی ٹانگ باندھی تو اسکا توکل کس اعتبار سے کہلاویگا اسکی صورت یہ ہے کہ وہ شخص متوکل علم اور حال کی رو سے کہلاویگا علم تو یون ہو کہ چور اگر دفع ہوا تو کچھ میرے قفل لگانے سے نہین ہوا بلکہ صرف خدائے تعالیٰ کے دفع کرنے سے ہوا کیونکہ اکثر دروازون پر قفل لگاتا مفید نہین ہوتا بہت سے اونٹ ٹانگ بندھے پر مرجاتے ہین خواہ بھاگ جاتے ہین بہت سے ہتھیار بند قتل ہوجاتے یا مغلوب ہوجاتے ہین پس ان اسباب پر تکیہ کیا رہا بلکہ مسبب الاسباب پر تکیہ چاہیے جیسا کہ ہمنے وکیل مقدمات کی مثال مین لکھا ہے کہ موکل جب اسکے کہنے سے خود آتا ہے اور دستاویز لاتا ہے تو اسکو نہ اپنے اوپر نہ اپنی دستاویز پر تکیہ ہوتا ہے بلکہ وکیل کی تدبیر وقوت پر بھروسا ہوتا ہے اور حال اسطرح ہونا چاہیے کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ میرے گھر اور نفس مین حکم کریگا مین اسپر راضی ہون اور زبان سے یہ کہے کہ الٰہی اگر تو میرے گھر کی چیز پر کسی ایسے کو مسلط کریگا جو اسکو لیجاوے تو وہ تیری ہی راہ مین ہے اور مین تیرے حکم پر راضی ہون اسلیے کہ جو کچھ تونے مجکو دے رکھا ہے مین نہین جانتا کہ ہبہ ہے کہ پھر تو مجھ سے واپس نہ لیگا یا عاریت اور امانت ہے کہ ہٹا لیگا اور مجکو نہین معلوم کہ وہ میرا رزق ہے یا تونے کسی اور کی قسمت مین لکھ دیا ہے بہرحال مین تیرے حکم پر راضی ہون۔ شعر

آنچہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست ؎ بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست ؎

پس جب یہ حال اور وہ علم مذکورۂ بالا ہوگا تو اونٹ کی ٹانگ باندھنے اور ہتھیار لینے اور قفل لگانے سے توکل کی حد سے خارج نہوگا پھر جب گھر مین پھر کر آوے اور اپنی چیز

گھر مین پاوے تو یہ تصور کرے کہ یہ ایک نئی نعمت خدائے تعالیٰ کی ہے اور اگر چوری گئی ہو تو اپنے دل کیطرف لحاظ کرے اگر دل کو راضی اور خوش پاوے یہ سمجھ کر کہ خدائے تعالیٰ نے جو یہ مجھ سے لے لیا تو صرف اسی لیے کہ آخرت مین میرا رزق بڑھاوے گا تو اس صورت مین اسکا مقام توکل ٹھیک ہے اور اسکا گمان بھی درست ہے اور اگر دل کو اس چیز کے جانیسے رنج ہوا اور بہت سا صبر درکار ہوا تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص دعوے توکل مین سچا نہین اسلیے کہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے اور زہد اسی کا ٹھیک ہوتا ہے جو نہ آنے کی خوشی کرے نہ گئے کا غم بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہو کہ چیز کے جانے سے خوش ہوا اور آنے سے رنجیدہ پس جبکا حال یہ ہو کہ گئی چیز پر رنج کرتا ہو تو اسکا توکل کیسے درست ہوگا ہان بعض اوقات مقام صبر ہو سکتا ہے بشرطیکہ رنج کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے شکایت نہ کرے نہ اسکی تجسس و تلاش مین بہت کوشش کرے اور اگر ان باتون پر قادر نہو حتی کہ دل مین رنجیدہ ہو اور زبان سے شکایت کرے اور خوب تلاش کامل کرے تو یہ چوری گویا اسکے حق مین زیادتی گناہ کی ہوئی اسلیے کہ اسکے باعث معلوم ہوا کہ وہ شخص سب مقامات سے قاصر اور تمام دعوون مین جھوٹا ہے اسکے بعد اسکو نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اور اسکی کوئی بات نہ سننا چاہیے اور اسکے جال مین نہ پھنسنا چاہیے کیونکہ وہ بُری باتون کا حکم کرنیوالا اور خیر سے باز رکھنے والا ہے اور نیکی کا مدعی ہے اب اگر یہ کہو کہ متوکل کے پاس کمال کہان ہوتا ہے جو چوری جاوے تو اسکا حال یہ ہے کہ اسکے گھر مین آخر کچھ نہ کچھ ہوتا ہے مثلاً کھانے کا پیالہ اور پینے کا کوزہ اور وضو کا لوٹا اور زاد رکھنے کا توشہ دان اور لاٹھی وغیرہ سامان معیشت ضرور ہوتا ہے علاوہ ازین کبھی اس کی ملک مین مال آجاتا ہے تو وہ اسکو روک رکھتا ہے اس خیال سے کہ کوئی محتاج ملجاوے تو اسے حوالہ کردون پس اس نیت سے رکھ چھوڑنا توکل کو باطل نہین کرتا اور توکل کی شرط مین نہین کہ پانی پینے کا کوزہ اور کھانے کا برتن بھی دیڈالے بلکہ یہ حکم دیڈالنے کا ماکول چیزون اور زائد از حاجت مال مین ہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت فقرائے متوکلین کو روٹی پہونچانے کے لیے مساجد کے گوشون مین جاری ہے مگر یہ نہین کہ انکو کوزے اور متاع بھی ہر روز اور ہر ہفتے مین پہونچ جایا کرین اور عادت الٰہی سے نکلنا توکل مین شرط نہین اسی نظر سے خواص سفر مین رسی اور ڈولچی اور مقراض اور سوئی رکھا کرتے تھے مگر کھانا نہ رکھتے تھے اسلیے کہ خدا تعالیٰ کی عادت سے دونون چیزون مین فرق ہے پھر اگر یہ کہو کہ جب آدمی کی حاجت کی چیز جاتی رہیگی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسپر افسوس اور غم نکرے اگر اسکی خواہش کی چیز وہ نہ تھی تو اسنے اسکو کیون رکھ چھوڑا تھا اور دروازے کو قفل کیون لگایا تھا اور اگر اسلیے رکھا تھا کہ اسکو حاجت کے سبب مرغوب تھی تو پھر کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ مرغوب چیز چھن جاوے اور آدمی کو رنج دل مین نہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ متوکل آدمی جو اپنی چیز کا بچاؤ کرتا ہے اسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سے اپنے دین پر مدد لے کیونکہ اسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ چیز میرے حق مین بہتر ہے اگر میرے پاس ہوتی اور بہتر نہوتی تو مجکو اللہ تعالیٰ یہ چیز عنایت نفرماتا پس اس چیز کے ملنے سے اسنے استدلال اسبات کا کرلیا کہ خدائے تعالیٰ نے میرے لیے بہم کردی اور حسن ظن خدائے تعالیٰ کے ساتھ کیا کہ میری بہتری اسکے ہونے ہی مین ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی ظن کیا کہ یہ چیز میرے اسباب دینی پر مددگار ہوگی اور یہ بات اسکے ذہن مین یقینی نہ تھی کیونکہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ بہتری اور مصلحت یون ہو کہ یہ شئے اسکے پاس سے جاتی رہے اور جو غرض اس سے نکلتی اسکو یہ مشقت اور

تکلیف سے نکالے اور اس مشقت اور تکلیف کا ثواب زیادہ ہو پس جب اللہ تعالی نے چور کو مسلط کر کے وہ چیز اسکے پاس سے نکالدی تو بھلا ظن اور کچھ ہو گیا اسلیے کہ وہ تو ہر حال مین خداے تعالی کے ساتھ حسن ظن ہی رکھتا ہو اب یون کہتا ہو کہ اگر خداے تعالی اس چیز کا رہنا میرے پاس اتبک اور آیندہ کو اسکا نہ رہنا میرے لیے بہتر نہ جانتا تو مجھ سے نہ لیتا پس ایسے ظن کرنے سے ہو سکتا ہو کہ رنج و ملال نرہے کیونکہ اس سے آدمی کی خوشی خود اسباب کے ساتھ نہین رہتی بلکہ اسباب سے اسوجہ سے خوشی ہوتی ہو کہ انکو اللہ تعالی مسبب الاسباب نے اپنی عنایت و شفقت سے بہم کر دیا ہو اور اسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی بیمار کسی طبیب مشفق کے سامنے ہو کہ جو کچھ وہ اسکے حق مین تجویز کرے اسکو اپنی عین مصلحت جانے اور راضی رہے مثلاً اگر کھانا دے تو خوش ہو اور سمجھے کہ اگر طبیب نے اسمین ہر فائدہ نہین جانا اور مجکو اسکی برداشت کی تاب نہین دیکھی تو کیون دیا اور اگر وہ غذا اسکے پاس سے ہٹالے تب بھی خوش ہو اور کہے کہ اگر غذا آج حق مین مضر نہ تھی اور مجکو موت کے سر نہین لگادی تھی تو طبیب مجھ سے کیون ہٹا لیتا اور جو شخص کہ اللہ تعالی کے الطاف کو اتنا بھی نجانے جیسا مریض اپنے باپ کی شفقت کا اعتقاد رکھتا ہو جو علم طب مین مہارت کامل رکھتا ہو تو ایسے شخص سے توکل ہونا معلوم ہو اسکا توکل ہرگز درست نہین اور جو شخص خداے تعالی کو پہچانتا ہو اور اسکے افعال و عادات سے واقف ہو کہ بندونکی اصلاح اسطرح پر کیا کرتا ہو تو وہ اسباب پر ہرگز خوش نہوتا کیونکہ اسکو کیا معلوم ہو کہ کونسا سبب اسکے حق مین بہتر ہو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہو کہ اگر مین غنی ہو جاؤن یا فقیر مجکو کچھ پروا نہین اسلیے کہ مجھے نہین معلوم کہ ان دونون حالتون مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہو تو اسیطرح متوکل کو بھی چاہیے کہ اسکا اسباب چوری جاوے یا باقی رہے کچھ پروا نہ کرے اسلیے کہ اسے کیا معلوم ہو کہ کونسا حال اسکے حق مین دنیا و آخرت مین مفید ہو کیونکہ بہت سی چیزین دنیا کی سبب ہلاک انسان ہوا کرتی ہین اور بہت سے تونگر اپنے مال کی بدولت ایسے واقعے مین مبتلا ہو جاتے ہین کہ فقیر ہونے کی تمنا کیا کرتے ہین: **فائدہ** متوکلون کے آداب مین چیز کے چوری جانے پر جب متوکل اپنے گھر سے نکلے تو گھر کی چیز کے باب مین اسکے چند آداب ہین اول یہ کہ دروازے کو قفل لگادے اور سامان حفاظت زیادہ نکیا کرے مثلاً ہمسایون سے کہنا کہ دیکھتے رہنا یا کئی قفل لگانے وغیرہ چنانچہ حضرت مالک بن دینار اپنے دروازے پر قفل نہ دیتے تھے بلکہ کھجور کی رسی سے باندھ جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کتون کا خوف نہوتا تو مین کواڑونکو باندھتا بھی نہین دوسرے یہ کہ گھر مین کوئی ایسی چیز نہ چھوڑے جسپر چورون کو رغبت ہو اور اپنے آپ ان کی معصیت کا سبب بنے یا اسکے رکھ چھوڑنے سے ان کی رغبت جوش کرے اور اسی لیے جب مغیرہ نے حضرت مالک بن دینار رح کو ایک لوٹا ہدیہ بھیجا تو انھون نے فرمایا کہ اسکو لیلو مجکو حاجت نہین انھون نے پوچھا کہ کسواسطے آپ نے فرمایا کہ مجھے دشمن وسواس ڈالتا ہو کہ اسکو چور لیگئے پس گویا آپ نے اسبات سے احتراز کیا کہ چور گنہگار ہو اور شیطان جو چوری کا وسواس دل مین ڈالتا ہو اس سے دل پریشان ہو اور اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی نے اس قصے کو سنکر فرمایا کہ یہ امر ضعف قلوب صوفیہ سے ہے انھون نے تو زہد کیا تھا اسکو کوئی لیجاتا انکا کیا مطلب تھا تیسرے یہ کہ جس چیز کو بمجبوری گھر مین چھوڑ جاوے تو چاہیے کہ نکلنے کیوقت نیت کرے کہ جو کچھ خداے تعالی اسمین حکم کریگا مین اسپر راضی ہون اگر کسی چور کو مسلط کر کے چھڑوادے تو جو کوئی اسکو لیگا اسکو یہ چیز معاف ہو یا یہ چیز خدا کی راہ مین وقف ہو اگر لینے والا فقیر ہو تو اسپر

صدقہ ہو اور اگر فقیر کی شرط نہ کرے تو بہتر ہو اور اگر اس چیز کو کوئی غنی لیگا تو دو نیتین ہو وینگی اول تو یہ کہ اسکے مال کے سبب وہ
معصیت سے باز رہے یعنے اگر اسقدر ملگیا کہ پھر چوری کرنے کی حاجت نرہی تو ہمیشہ جو مال حرام چور کھایا کرتا اسکا گناہ معاف
کرنے سے جاتا رہا اور دوسری نیت یہ ہو کہ کسی اور مسلمان پر ظلم نکریگا تو اسکا مال گویا دوسرے کے حق مین فدیہ ہوگیا اور جب اپنے
مال سے دوسرے کے مال بچانے کی نیت ہوگی یا نیت چور کی معصیت دور کرنے خواہ کم کرنے کی ہوگی تو مسلمانونکی خیر خواہی پائی
جاویگی اور اس حدیث شریف کے بموجب کاربند ہوگا انصر اخاک ظالما او مظلوما اور ظالم کی مدد اسطرح ہو کہ اسکو ظلم سے باز رکھا اور
ظلم کا معاف کر دینا ظلم کا نیست کرنا ہوا اور آئندہ کو باز رکھنا اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ نیت اسکو کسی طرح پر مضر نہین کیونکہ اسمین
کوئی ایسی بات نہین جو چور کو مسلط کر دے اور قضاے ازلی کو بدل دے مگر زہد کی وجہ سے یہ نیت ایسی درست ہو جاتی ہو کہ اگر
اسکا مال چوری جاوے تو ہر درم کے عوض سات سو ملین اسلیے کہ اسکی نیت تو ہو گئی ہو نیت ہی کے باعث ثواب ہوا کرتا ہو اور اگر
مال چوری نجاوے تب بھی اسکو ثواب حاصل ہوگا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو کہ آپ نے اس شخص کے باب مین جو
اپنی بی بی سے عزل ترک کرے اور نطفہ اپنے مقام مین جا رہے ارشاد فرمایا کہ اسکو اتنا ثواب ہو کہ اس صحبت سے ایک لڑکا پیدا ہو اور بڑا
ہو کر جہاد کرے اور اللہ کی راہ مین مارا جاوے گو اسکے واقع مین لڑکا نہو کیونکہ ولد کے باب مین اسکا کام تو صرف صحبت ہی ہے پیدا
کرنا اور زندہ رکھنا اور رزق اور بقا اسکے اختیار مین نہین پس بالفرض لڑکا ہوتا تو اسکو صرف اپنے فعل کا ثواب ملتا وہ اب بھی موجود ہو
اسیطرح چوری کا حال اوپر کی مثال مین سمجھنا چاہیے چوتھے یہ کہ جب جانے کہ مال چوری گیا تو چاہیے کہ ناخوش نہو بلکہ اگر بن سکے تو خوش ہو
اور کہے اگر اللہ تعالے اسمین بہتری نہ جانتا تو مجھ سے نہ چھینتا پھر اگر اسکو وقف نکر گیا ہو تو چاہیے کہ اسکی تلاش مین بہت کوشش نکرے
نہ مسلمانون سے بدظن ہو اور اگر وقف کر گیا ہو تو تلاش ترک کرے کیونکہ اسکو تو وہ پہلے ہی ذخیرہ آخرت اپنے لیے کر چکا ہے پس اگر
اسکو وہ چیز ملے تو نہ لے اسلیے کہ اسکو وقف کر چکا ہو اور اگر قبول کر لے تو ظاہر علم کی رو سے اسکی ملک مین آجاویگی کیونکہ صرف اس
نیت مشروط سے ملک ظاہر شرع مین نہین جاتی مگر متوکلین کے نزدیک یہ بات اچھی نہین اور روایت ہو کہ حضرت ابن عمر کی اونٹنی
چوری گئی آپ تلاش کرتے کرتے تھک گئے پھر اسکو خدا کی راہ مین وقف کر دیا اور مسجد مین داخل ہو کر دوگانہ پڑھا اتنے مین ایک
شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ کی اونٹنی فلانی جگہ ہو آپ نے اپنا جوتا پہنا اور کھڑے ہوے پھر استغفر اللہ کہکر بیٹھ گئے لوگون نے
عرض کیا کہ آپ تشریف لیجا کر اسکو لے آئیے آپ نے فرمایا کہ مین اسکو فی سبیل اللہ کر چکا ہون اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ
مین نے ایک اپنے بھائی کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ خداے تعالے نے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ مجکو
بخشدیا اور جنت مین داخل کیا اور جو مکان جنت مین میرے تھے وہ مجکو بتلا دیے انکو مین نے دیکھ لیا۔ راوی کہتے ہین کہ وہ
شخص باوجود اسکے رنجیدہ اور غمگین معلوم ہوتے تھے اسلیے مین نے کہا کہ تمکو خداے تعالے نے بخشدیا اور جنت مین داخل ہوگئے
پھر تم غمگین کیون ہو انھون نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا کہ مین قیامت تک غمگین رہونگا مین نے پوچھا کہ اسکی
وجہ کیا ہے انھون نے کہا کہ جب مین نے اپنے مکان جنت مین دیکھے تو میرے لیے علیین مین مقامات ایسے اونچے کیے گئے

کسان کے برابر مین نے جنت مین نہ دیکھے تھے مین انسے خوش ہوا اور ان کے اندر جانے کا ارادہ کیا اسیوقت ایک پکارنے والے نے ان کے اوپر سے آواز دی کہ اسکو یہان سے ہٹا دو یہ مقامات اسکے واسطے نہیں ہے یہ اسکے لیے ہین جو سبیل کو پورا کرے مین نے پوچھا کہ سبیل کا پورا کرنا کیا ہے مجھ سے کسی نے کہا کہ تو چیز کو فی سبیل اللہ دیکر پھر پھیر لیا کرتا تھا اگر تو سبیل کو پورا کرتا تو ہم بھی تجکو ان مقامات مین جانے دیتے۔ اور بعض عابدین ذکیہ کے حال مین لکھا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس ہمیانی لیے سوتا تھا جب وہ جاگا تو ہمیانی نہ پائی پاس والے شخص کو متہم کیا اس شخص نے پوچھا کہ تیرا مال کسقدر تھا اسنے تعداد بتلائی پس گھر پر ساتھ لیجاکر اپنے پاس سے اسیقدر دے دیا۔ پھر اسکے بعد اسکے دوستون نے کہا کہ ہمیانی تو ہمنے ہنسی کیواسطے لے لی تھی تو وہ مع ان دوستون کے جنپر تہمت کی تھی اسکے گھر آئے اور تہمت سے معذرت خواہ ہوکر اسکا مال پھیرنا چاہا اسنے کہا کہ مین نہ لونگا یہ مال تمھین رہنے دو حلال طیب ہے مین نے اپنی خوشی سے دیا ہے اور جو مال مین اللہ کی راہ مین نکالتا ہون اسکو واپس نہیں لیتا ہون جب انھون نے بہت اصرار کیا اسنے بیٹے کو بلایا اور اس مال کو تھیلیون مین رکھکر فقرا کے پاس بھیجنا شروع کیا یہانتک کہ اسمین سے کچھ نہ رہا پس سلف کا حال اسطرح تھا اسیطرح جو کوئی روٹی لیکر کسی فقیر کو دیا چاہتا اور وہ اتنے مین چلا جاتا تو اس روٹی کا واپس گھر مین لانا مکروہ جانتے اور کسی اور فقیر کو دیدیتے اور یہی حال دراہم و دنیارون اور تمام خیرات و صدقات مین سمجھنا چاہیے پانچوان ادب جو سب سے کم ہے یہ ہے کہ چور پر جسنے مال لیا ہو بددعا نہ کرے اور اگر ایسا کریگا تو توکل باطل ہوجاویگا اور یہ معلوم ہوگا کہ اسنے گئی چیز پر افسوس کیا اسکا جانا اسکو برا معلوم ہوا اسلیے زہد بھی جاتا رہیگا اور اگر زیادہ بددعا کریگا تو جو مصیبت اسکو ہوئی اسکا ثواب بھی نہ پاویگا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص اپنے ظالم پر بددعا کرتا ہے وہ اپنا بدلہ لے لیتا ہے اور روایت ہے کہ ربیع بن خثیم کا گھوڑا جو کہ بیس ہزار درم کا تھا چوری گیا اسوقت آپ نماز پڑھتے تھے نماز کو نہ توڑا اور نہ اسکی تلاش مین کچھ اضطراب کیا لوگ انکے پاس تسلی دینے کو آئے آپ نے فرمایا کہ جب چور گھوڑا کھولتا تھا مین اس کو دیکھتا تھا لوگون نے پوچھا کہ پھر آپ نے اسکو کیون نہ للکارا انہے فرمایا کہ مین ایسی چیز مین مصروف تھا کہ وہ میرے نزدیک اس سے محبوب تھی یعنی نماز پڑھتا تھا لوگ چور کو بددعا دینے لگے آپنے فرمایا کہ اسے کچھ مت کہو اور اسکے حق مین اچھا کہو اسلیے کہ مین نے وہ گھوڑا اسپر صدقہ کردیا اور بعض اکابر سے ایسے وقت مین کہ انکی چیز چوری گئی تھی کسی نے کہا کہ آپ اپنے ظالم پر بددعا کیون نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ مین یہ اچھا نہیں جانتا کہ اسپر شیطان کا مددگار بنون کسی نے پوچھا کہ بھلا اگر وہ چیز آپکے پاس لاوے آپنے کہا کہ لینا تو در کنار مین اسکو دیکھون بھی نہیں اسواسطے کہ وہ چیز مینے اسکو معاف کردی ہے اور بعض بزرگون سے کسی نے درخواست کی کہ اپنے ظالم پر بددعا کرو انھون نے فرمایا کہ مجھپر کسی نے ظلم ہی نہیں کیا پھر فرمایا کہ اسنے اپنی جان پر ظلم کیا یہ کیا تھوڑا ہے کہ مین اس بیچارے پر اور زیادہ برائی چاہون اور کسی شخص نے بعض اکابر کے سامنے حجاج بن یوسف کو بہت گالیان دین انھون نے فرمایا کہ تو اسے گالی دینے مین مت ڈوب اسلیے کہ اللہ تعالیٰ جیسے کہ حجاج سے لوگون کے مال اور جان پر ستم کرنیکا عوض لیگا ویسے ہی جن لوگون نے اسکی ہتک عزت کی ہوگی انسے اسکا عوض لیگا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ بندہ پر ظلم کرتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ظالم کو گالیان دیتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے یہانتک کہ اسکے ظلم کے برابر ہوکر جتنا زیادہ کہ رہتا ہے اسکا

مطالبہ ظالم کیطرف سے اسکے ذمہ پر رہتا ہی ظالم کو اسقدر کا عوض مظلوم سے دلایا جاویگا. چھٹا ادب یہ ہی کہ چور کے لیے غمگین ہو کہ اسنے گناہ کیا اور خدائے تعم کے عذاب کا مستحق ہوا اور اللہ تعم کا شکر کرے کہ مجکو مظلوم کیا نہ ظالم اور نقصان دنیا ہوا نہ نقصان دین چنانچہ کسی شخص نے ایک عالم سے شکایت کی کہ لہزنون نے مجھپر تاخت کر کے میرا مال لے لیا انھون نے فرمایا کہ تجکو اپنے مال کے رنج کی بہ نسبت اسبات کا زیادہ رنج ہونا چاہیے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ ہو گئے جو یہ لوٹ کھسوٹ حلال جانتے ہین اگر یہ غم نہو گا تو تم مسلمانون کے خیر خواہ نہین ہو اور علی بن فضیل رح طواف کرتے تھے انکے دینار چوری گئے انکے باپ نے انکو دیکھا کہ روتے ہین پوچھا کہ دینارون کے واسطے روتے ہو انھون نے کہا کہ نہین بلکہ اس بیچارے کے حال پر روتا ہون کہ قیامت کو اس سے سوال ہو گا اور اس سے کچھ نہ بن پڑیگا اور بعض اکابر سے جو کسی نے ظالم پر بد دعا کرنے کو کہا تو انھون نے فرمایا کہ مجکو اسکا غم اتنا ہے کہ اسمین اسپر بد دعا کرنے کی مہلت نہین. یہ اخلاق سلف کے تھے خداوند کریم سبکو اپنی رحمت کرے۔ **چوتھا فن** ضرر موجود کے دور کرنے مین سعی کرنے کے ذکر مین مثلاً مرض کی دوا کرنی وغیرہ واضح ہو کہ اسباب ضرر کے دور کرنے والے بھی تین قسم ہین اول یقینی جیسے پانی پیاس کا ضرر کھو دیتا ہی اور روٹی بھوک کا دوسرے ظنی جیسے فصد اور پچھنا اور جلاب اور تمام معالجات طبی کہ برودت کا علاج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے ہوتا ہی اور طب مین انکو اسباب ظاہری جانتے ہین تیسرے وہمی جیسے داغ دینا اور منتر پس اسباب یقینی کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ انکا چھوڑنا بشرطیکہ خوف موت ہو حرام ہی اور اسباب وہمی کا چھوڑنا البتہ توکل کی شرط ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کو انکا تارک فرمایا ہی اور ان سب اسباب مین سے قوی تر داغ ہی اور اسکے قریب منتر ہے اور آخر درجہ شگون کا ہی اور ان اسباب پر اعتماد و تکیہ اسباب کیطرف ملاحظہ کرنے مین نہایت درجے کا تعمق ہی باقی رہا درجہ متوسط یعنے اسباب ظنی مثلاً دوا کرنی ان اسباب سے جو اطبا کے نزدیک اسباب ظاہر ہین تو انکا کرنا مخالف توکل کے نہین بخلاف موہوم کے نہ انکا چھوڑنا ممنوع ہی بخلاف اسباب یقینی کے بلکہ انکا چھوڑنا بعض احوال مین بعض اشخاص کے حق مین کرنے کی نسبت افضل ہو جایا کرتا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ درجہ یقینی اور وہمی کے درمیان مین ہی اور دوا کرنی توکل کے مخالف نہین اسکی یہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو کیا اور اورون کو ارشاد فرمایا اور اسکے فوائد زبان مبارک سے بیان فرمائے مثلاً فرمایا ما من داء الا وله دواء عرفه من عرفه وجهله من جهله الا السام سام سے مراد موت ہی اور فرمایا تداووا عباد اللہ فان الذي انزل الداء انزل الدواء اور جب کسی شخص نے آپسے دوا اور منتر کا حال پوچھا کہ یہ دونون خدائے تعم کا حکم کچھ ٹال دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ بھی خدائے تعم کے حکم مین سے ہین اور ایک حدیث مشہور مین ہی کہ ما مررت بملاء من الملائکۃ الا قالوا مر امتک بالحجامۃ اور حدیث مین ہی کہ آپنے حجامت کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ پچھنے لگواؤ سترہ اور انیس اور اکیس برس کی عمر مین تاکہ خون جوش کر کے تمکو ہلاک نکر دے اسمین دو باتین ذکر فرمائین ایک تو یہ کہ جوش خون سبب موت ہی اور حکم الٰہی سے وہ مہلک ہی دوسرے یہ کہ خون کا نکالنا موت سے نجات کیصورت ہی کیونکہ خون مہلک کا جلد مین سے نکالنا اور بچھو کا کپڑون مین سے باہر کرنا اور سانپ کا گھر مین سے دور کرنا ان سب مین کچھ فرق نہین اور توکل کی شرط بھی نہین

ا ح کوئی درد ایسا نہین جسکی دوا نہو جانتا ہی اسکو جو جانتا ہے اور نہین جانتا اسکو جو نہین جانتا بجز موت کے ۱۲ طبرانی در کبیر بروایت ابن عباس بسند ضعیف

ح د ترمذی بروایت اسامہ بن شریک مگر اس مین الا السام کی جگہ الا الہرم ہی اور مسلم مین بروایت جابر ہے لکل داء دواء یعنے ہر درد کا دوا ہست ۱۲ ح ۳ دوا کرو اے اللہ کے بندو کہ جسنے مرض اتارا ہے اسی نے دوا اتاری ہی ترمذی و ابن ماجہ بروایت اسامہ بن شریک

۲ ح ترمذی و ابن ماجہ بروایت اسامہ بن شریک ۱۲ ح ۴ مین جس جماعت پر فرشتون کی گذرا انھون نے یہی کہا کہ اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم کرو ۱۲ ترمذی بروایت ابن مسعود اور کہا کہ حسن اور غریب ہی ۱۲ ح ۵ بزار بروایت ابن عباس مرفوعاً ۱۲

کہ ان چیزون کو ترک کرے بلکہ یہ تو ایسا ہی جیسا کہ آگ پر اسکے بجھانے کیواسطے پانی ڈالا جاوے یا گھر مین آگ لگنے پر اسکا ضرر دور کرنیکو پانی ڈال دیا جاوے اور یہ امر توکل مین ہرگز نہین کہ جو عادت وکیل برحق کی ہو اس سے باہر ہو جاوے اور ایک حدیث مقطوع مین[۱] ہو کہ جو کوئی سترھوین تاریخ مہینے کی منگل کے روز پچھنے لگواوے اسکے لیے برس روز کی بیماریکا علاج ہوگا اسیطرح بہت سا کچھ فرمایا ہو جو اور دون کو حکم علاج کا دیا ہو اسکو سننا چاہیے کہ آپنے بہت سے اصحاب[۱] کو دوا اور پرہیز کے لیے ارشاد فرمایا ہو[۲] اور حضرت سعد بن معاذ کی فصد کھولی[۳] اور سعد بن زرارہ کے داغ دلوایا[۴] اور حضرت علی کو آشوب چشم تھا آپنے انسے فرمایا کہ تم خرما مت کھاؤ اور یہ چیز کھاؤ کہ تمھارے مزاج کے مناسب ہے یعنی ساگ جو کے آٹے مین پکے ہوے کو فرمایا کہ اسمین سے کھاؤ[۵] اور حضرت صہیب کی آنکھ مین درد تھا اور وہ خرما کھا رہے تھے آپ نے فرمایا[۶] کہ تم خرما کھاتے ہو اور تمہاری آنکھ مین درد ہو انھون نے عرض کیا کہ مین دوسری ڈاڑھ سے کھاتا ہون آپ ہنس پڑے باقی رہا فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پس ایک حدیث مین جو اہلبیت سے مروی ہو وارد ہو کہ آپ ہمیشہ ہر ایک رات مین سرمہ لگاتے تھے اور ہر مہینے پچھنے اور ہر برس جلاب سنا کا لیتے تھے۔ اور کئی بار بچھو وغیرہ کا بھی آپنے علاج کیا ہو اور یہ بھی مروی ہو کہ وحی اترنے کے وقت آپ کے سر مین درد ہو جاتا تھا تو سر مبارک پر منہدی کا لیپ کیا کرتے تھے اور بعض روایات مین ہو کہ آپ اپنے زخم پر منہدی رکھدیا کرتے تھے۔ اور ایکبار کسی زخم پر آپ نے خاک ہی چھڑک دی تھی غرض کہ آپ کے علاج کرنے اور لوگون کو علاج کا ارشاد فرمانے کے باب مین روایات خارج از شمار ہین اور اسباب مین ایک کتاب بھی بنی ہو جسکا نام طب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہو۔ اور بعض علمانے بنی اسرائیل کے قصص مین لکھا ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک مرض ہوا آپکے پاس بنی اسرائیل آئے اور آپ کے مرض کی تشخیص کی اور عرض کیا کہ اگر یہ علاج آپ کرین تو اچھے ہو جاوین آپ نے فرمایا کہ مین دوا نہ کرونگا یہانتک کہ خدا تعالیٰ مجکو بدون دوا ہی اچھا کر دے وہ مرض بڑھ گیا پھر لوگون نے عرض کیا کہ اس مرض کی یہی دوا ہو اور ہمنے بہت بار اسکا تجربہ کیا ہو اور یہی ہمکو مفید پڑتی ہو آپنے اسبار بھی انکار کیا اور مرض بڑھ گیا خداے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ قسم ہو اپنی عزت و جلال کی تجکو اچھا نکرونگا جبتک لوگون کی دوا بتائی ہوئی نہ کریگا آپ نے لوگون کو علاج کے واسطے فرمایا انھون نے وہی دوا کھلائی آپ اچھے ہو گئے مگر دل مین کچھ وسوسہ گزرا خداے تعالیٰ نے وحی کی کہ تم چاہتے ہو کہ میرے اوپر توکل کرنے سے میرا انتظام حکمت درہم کرو بتاؤ تو دوا مین فائدہ کسنے رکھا ہو وہ بھی تو میرے ہی حکم سے شفا دیتی ہو اور ایک اور روایت ہو کہ کسی نبی نے انبیا علیہم السلام سے اپنے مرض کی شکایت کی انکو وحی ہوئی کہ انڈے کھایا کرو اور ایک پیغمبر نے شکایت ضعف باہ کی کی تو انکو گوشت اور دودھ کھانیکا حکم ہوا کہ انمین قوت ہو۔ اور مروی ہو کہ کسی قوم نے اپنے نبی علیہ السلام سے یہ شکایت کی کہ ہماری اولاد اچھی صورت نہین ہوتی انکو وحی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ حاملہ عورتون کو بہی کھلایا کرین اس سے اولاد خوبصورت ہوگی اور یہ تدبیر تیسرے اور چوتھے مہینہ مین حمل کے کرنی چاہیے کہ صورت لڑکے کی خداے تعالیٰ انھین دنون مین بناتا ہو وہ لوگ حاملہ کو بہی کھلایا کرتے اور بچہ ہونیکے بعد خرما تازہ دیا کرتے اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالیٰ نے اپنی عادت اسیطرح رکھی ہو کہ ہر مسبب کے لیے ایک سبب ہوتا ہو کہ ظہور حکمت الٰہی کا موجب ہو اور دوا بھی امثال

۱ طبرانی بروایت معقل بن یسار اور اسکی سند مین ایک راوی ضعیف ہو ۱۲ ۲ دوا کے لیے حدیث تداووا عباد اللہ اوپر گزری اور پرہیز کا ذکر آگے آویگا ۱۲

دوا اسباب کے ایک سبب تابع حکم الٰہی ہو تو جیسے روٹی بھوک کی دوا ہو اور پانی پیاس کی اسیطرح سکنجبین صفرا کی دوا ہو اور محمودہ دستون کی صرف دو باتون کا فرق ہو ایک تو یہ کہ بھوک کا علاج روٹی سے اور پیاس کا پانی سے ایسا ظاہر ہو کہ کوئی فرد بشر ایسا نہین کہ اسکو نجانتا ہو اور صفرا کا علاج سکنجبین سے صرف بعض لوگ جانتے ہین مگر جسکو اسکا تجربہ ہو گیا ہو اسکے نزدیک ایسا ہی جیسے بھوک کا علاج روٹی سے ہے دوسرا فرق یہ ہو کہ دوا جو دست لاتی ہو اور سکنجبین صفرا کو ٹھہرا دیتی ہو تو اسکے لیے کچھ شرطین باطن مین اور بھی ہین اور مزاج مین بھی کچھ اسباب مین کہ بعض اوقات ان شروط و اسباب پر واقفیت ہونی دشوار ہوتی ہو پھر اگر کوئی شرط نہین پائی جاتی تو دوا سے دست نہین آتے مگر پیاس کے جانے کے لیے سوائے پانی کے اور کوئی شرط نہین گو بعض اوقات اتفاقاً ایسا عارضہ لاحق ہو جاتا ہو کہ باوجود بہت سا پانی پینے کے بھی پیاس نہین جاتی الا یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہو بہر حال اسباب کا خلل پذیر ہونا انھین دو چیزون سے ہمیشہ ہوتا ہو ورنہ سبب کے بعد اسکا مسبب ضرور ہو گا بشرطیکہ سبب کی شرطین سب کامل ہون اور یہ سب باتین خدائے تعالیٰ ہی کی تدبیر اور تسخیر اور ترتیب سے بمقتضائے اسکی حکمت اور بکمال قدرت کے ہوتی ہین پس متوکل کو ان اشیا کا استعمال کرنا اور مسبب الاسباب پر نظر رکھنی اور طبیب اور دوا کیطرف التفات نرکھنا توکل کے برخلاف نہین چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال مین لکھا ہو کہ آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی دوا اور شفا کس کے پاس سے ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پاس سے آپ نے عرض کیا کہ پھر طبیب کیا کرتے ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق کھاتے ہین اور میرے بندون کا دل خوش کرتے ہین یہانتک کہ میری شفا یا قضا مین سے بندے پر کوئی آجاوے اس سے معلوم ہوا کہ دوا کرنیکے ساتھ توکل کے یہ معنی ہین کہ توکل علم اور حال سے ہو نہ عمل سے جیسا کہ اسکا حال پہلے فن مین گزرا اگر دوا سرے سے نکرتا توکل مین شرط نہین۔ اب اگر یہ کہو کہ داغ بھی انھین علاجون مین سے ہو جسکا فائدہ خوب ظاہر ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ ایسا نہین اسباب ظاہری ایسے ہین جیسے فصد اور پچھنے اور مسہل کا پینا اور حرارت زدہ کو سرد دواؤن کا پینا وغیرہ اور اگر داغ بھی ایسا ہی ہوتا تو بہت سے ملک اس سے خالی نہین رہتے حالانکہ بہت شہرون مین اسکی عادت لوگون کو نہین صرف بعض ترک اور عرب داغ دیتے ہین پس اسکے وہمی سبب ہونیمین کچھ شک نہین جیسے منتر وغیرہ ہین ویسے ہی یہ بھی ہو صرف اتنا فرق ہو کہ داغ دینا آگ سے جلانا ہو اور اسکی حاجت نہین اسلیے کہ جس کسی مرض کا علاج داغ سے کیا جاتا ہو اسکی کوئی ایسی بھی دوا ہوتی ہو جسمین جلانے کی نوبت نہ پہونچے پس آگ سے جلانا ایک زخم جسم کا خراب کر دینا ہو اور اسکی سرایت کا بھی ڈر رہتا ہو باوجودیکہ اسکی کچھ حاجت نہین بخلاف فصد و حجامت کے کہ انکی سرایت بعید ہو اور انکے قائم مقام کوئی اور شئی نہین اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے داغ دینے سے ہی منع فرمایا[1] منتر سے منع نہین فرمایا[2] حالانکہ توکل سے دونون بعید ہین اور روایت ہے کہ عمران بن حصین بیمار پڑے لوگون نے انکو داغ دینے کی صلاح دی مگر انھون نے نہ مانا لوگون نے اصرار کیا اور امیر نے انکو قسم کھلائی یہانتک کہ آپ نے داغ لیا پھر کہا کرتے کہ مین نور دیکھا کرتا تھا اور آواز سنا کرتا تھا اور مجکو فرشتے سلام کرتے تھے جب مین نے داغ کھایا سب باتین جاتی رہین اور فرمایا کرتے کہ چند داغ کھانے تھے سو کھائے مگر انسے کچھ فائدہ نہوا نہ مراد ملی پھر آپ نے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کی خدائے تعالیٰ نے جو فرشتون کا معاملہ انسے ہوتا تھا وہ پھر جاری فرما دیا۔ اور مطرف بن عبد اللہ سے فرمایا کہ جو بزرگی اللہ تعالیٰ نے مجکو پہلے دے رکھی تھی اس سے پھر سرفراز فرمایا اور انسے اپنی کرامت کے جاتے رہنے کی خبر بھی کہہ چکے

[1] بخاری بروایت ابن عباس ۱۲
[2] صحیحین مین بروایت عائشہ رقیہ کی اجازت منقول ہی ۱۲

تھے۔ حاصل یہ کہ داغ اور جو چیز اس قسم کی ہو وہ متوکل کی شان کے لائق نہین اسواسطے کا اسکے لیے متوکل کو تدبیر کیحاجت ہوتی ہی اور تدبیر متوکل کے حق مین اچھی نہین اسمین اسباب کیطرف التفات اور غور زیادہ پایا جاتا ہی تنبیہ۔ اس بیان مین کہ دوا نہ کرنی بعض اوقات مین اچھی ہوتی ہی اور قوت توکل کی دلیل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف نہین واضح ہو کہ سلف مین سے جن لوگون نے دوا کی ہے وہ بشمار ہین مگر بعض اکابر نے دوا نہین بھی کی تو گمان ہوتا ہی کہ دوا نہ کرنی انکے حق مین نقصان کی بات ہو اسواسطے کہ اگر یہ بات کمال کی ہوتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکو ترک نفرماتے کیونکہ جو حال توکل مین آپکا تھا اس سے کامل تر تو دوسرے کا ہونے سے رہا تو بجز اسکے کہ نقصان کی طرف گمان جاوے اور کیا ہو سکتا ہی اور اسمین بڑے بڑے اکابر مین جیسے حضرت ابو بکر کہ جب آپ کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ فرمائین تو کوئی طبیب ہم آپ کے لیے بلاوین آپنے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ مین جو چاہتا ہون سو کرتا ہون۔ اور حضرت ابو درداء سے حالت مرض مین کسی نے پوچھا کہ آپکو کس چیز کی شکایت ہی آپ نے فرمایا کہ اپنے گناہون کی لوگون نے پوچھا کہ آپکا دل کس چیز کو چاہتا ہی آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی مغفرت کو لوگون نے عرض کیا کہ ہم آپ کے لیے طبیب بلالاوین آپ نے فرمایا کہ مجکو طبیب ہی نے بیمار کیا ہی اور حضرت ابو ذر کی آنکھین دکھتی تھین لوگون نے کہا کہ آپ انکا علاج کیجیئے آپ نے فرمایا کہ مجکو ان کی کچھ فکر نہین لوگون نے کہا کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت بخشے آپنے فرمایا کہ مین اس سے وہ دعا مانگونگا جو آنکھون کی نسبت زیادہ مہم ہو۔ اور ربیع بن خثیم کو فالج ہو گیا تھا انسے لوگون نے کہا کہ آپ دوا کرین انھون نے فرمایا کہ مین نے قصد تو کیا تھا مگر پھر عاد اور ثمود اور دوسری قومین بہت سی یاد آگیئن کہ انمین بہت سے طبیب تھے لیکن نہ طبیب رہا نہ مریض نہ کچھ جھاڑ پھونک کام آئی اور حضرت احمد بن حنبل فرماتے ہین کہ جو شخص توکل کا معتقد ہو کر یہ راہ چلے اسکے لیے مین یہ اچھا سمجھتا ہون کہ دوا وغیرہ پینے سے علاج نکرے اور اسکو خود کو بیمار یا ان ہو تمین تو طبیب کے پوچھنے پر بھی اسے نہ کہنے اور حضرت سہل سے پوچھا گیا کہ بندے کا توکل کب درست ہوتا ہی آپ نے فرمایا کہ جب اسکے جسم مین ضرر اور مال مین نقصان آوے تو وہ اسکی طرف التفات نہ کرے اور اپنے ہی حال مین مشغول رہے اور یہی جانے کہ خدا تعالیٰ میرے سر پر قائم ہی بہر حال یہ ان دوا کے تارکین مین سے بہت لوگ ہین انکے فعل مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل مین مطابقت جب ہو سکتی ہی جب موانع علاج کو بیان کر دیا جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دوا نکرنے کے چند اسباب ہین سبب اول تو یہ ہی کہ مریض صاحب کشف ہو اسکو مکاشفے سے دریافت ہو گیا ہو کہ میری موت قریب ہی دوا سے مجکو کچھ فائدہ نہوگا اور یہ امر کبھی سچے خواب سے اور کبھی غلبۂ ظن سے اور کبھی کشف واقعی سے معلوم ہوا کرتا ہی اغلب ہی حضرت ابو بکر صدیق نے جو علاج نہ کیا تو اسکی وجہ یہی تھی کہ آپ اہل مکاشفہ سے تھے چنانچہ حضرت عائشہ سے میراث کے باب مین فرمایا تھا کہ تیری دو بہنین ہین حالانکہ اسوقت ایک ہی بہن تھی مگر آپ کی زوجہ حاملہ تھین اور بعد کو لڑکی ہی پیدا ہوئی پس آپنے پیشتر سے مکاشفے کے طور پر معلوم کر لیا تھا کہ لڑکی کا حمل ہی تو کیا عجب ہی کہ آپ کو کشف سے اپنی موت کا حال بھی معلوم ہو گیا ہو ورنہ جب آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دوا کرتے اور دوسرون کو دوا کا حکم فرماتے دیکھا تھا تو انکار کیسے کرتے یہ امر آپ کی ذات سے ہرگز ممکن نہین معلوم ہوتا دوسرا سبب یہ ہی کہ مریض کو اپنی ہی لگی ہو اور خوف انجام سے اور اپنے حال پر خدا تعالیٰ کے واقف ہونے مین

ایسا مشغول ہو کہ اُس سے فراغت علاج کرنیکی نہ پاتا ہو یعنی اس رنج و تردد مین مرض کی تکلیف نہ معلوم ہوتی ہو کہ نوبت اُسکے دوا کی ہو۔ چنانچے
ولاس امر پر حضرت ابو ذرؓ کی تقریر اور حضرت ابو دردأؓ کا کلام دال ہی کہ حضرت ابو ذرؓ نے تو فرمایا تھا کہ مجھے کچھ آنکھو نکی فکر نہین اور حضرت
ابو درداءؓ نے فرمایا تھا کہ مجکو شکایت اپنے گناہون کی ہی پس گویا دل مین خوف گناہونکا صدمہ جسم کے مرض کی تکلیف کی نسبت زیادہ تھا
اور ایسے مریض کا حال ایسا سمجھو جیسے کسی کا کوئی نہایت عزیز مرگیا ہو اور اُسکا صدمہ اُسکے دل پر ہوا ہو یا کوئی شخص کسی بادشاہ کے
پاس گرفتار ہو کر گردن اُڑائے جانے کو لیا جاتا ہو اور اسکے دل پر خوف چھایا ہو تو ظاہر ہی کہ ایسے شخص سے اگر کہا جائے کہ تو بھوکا
ہے کھانا کیون نہین کھاتا تو وہ یہ کہیگا کہ مجھے اس صدمے کے باعث بھوک پیاس کچھ نہین معلوم ہوتی اس سے یہ نہین جانا جاتا کہ وہ
شخص بھوک کیحالت مین کھانے کو نافع کہنے سے منکر ہی اور نہ کھانے والون پر کچھ طعن پایا جاتا ہی اور اسی کے قریب ہی حضرت سہل
تستری کا اشتغال بحال خود یعنی جب اُنسے کسی نے سوال کیا کہ قوت کیا چیز ہی آپنے فرمایا کہ حی قیوم کا ذکر کرنا قوت ہی سائل نے عرض کیا کہ میری
غرض قوام انسانی سے ہی آپنے فرمایا کہ قوام علم ہی اُسنے پوچھا کہ مین غذا کو پوچھتا ہون آپنے فرمایا کہ غذا ذکر ہی اُسنے پوچھا کہ جسم ظاہر کا کھانا
پوچھتا ہون آپ نے فرمایا کہ جسم ظاہر سے تجھے کیا کام پڑا ہی اسکو اُسی پر چھوڑ جسنے اسکی پیشتر کفالت کی ہی وہی اسکی کفالت
آگے کو بھی کریگا اور جب اسمین روگ آجاوے تو اسکے بنانے والے کے سپرد کر کیا دیکھتا نہین کہ جب کسی کام مین عیب ہوجاتا ہی تو اسکے
کاریگر کو دیتے ہین کہ اسکو ٹھیک کردے تیسرا سبب یہ ہی کہ بیماری پرانی ہو اور جو دوا اسکے لیے لوگ بتاتے ہون اسکا نفع وہمی ہو
جیسے داغ اور منتر کا فائدہ وہمی ہوا کرتا ہی تو ایسی صورت مین متوکل شخص دوا نہین کرتا اور اسیکی طرف اشارہ ہی ربیع ابن خثیمؓ کے قول
مین کہ مین نے عاد اور ثمود کی قوم کو یاد کیا کہ انمین طبیب بہت سے تھے مگر نہ مریض بچا نہ طبیب اس سے ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہی کہ دوا
پر اعتماد یقینی نہین ہی اور یہ امر کبھی تو واقع مین ایسا ہی ہوتا ہی اور کبھی مریض کے عندیے مین متحقق ہوتا ہی اسلیے کہ اسکو طب مین مہارت
اور تجربہ کم ہوتا ہی اس نظر سے اسکو ظن غالب دوا کے نفع کا نہین ہوتا اور اسمین شک نہین کہ طبیب تجربہ کار کو دوا کا اعتقاد بہ نسبت
عوام کے زیادہ ہوا کرتا ہی تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اعتماد اور ظن اعتقاد کے موافق ہوتا ہی اور اعتقاد اسقدر ہوتا ہی جسقدر کہ تجربہ
ہوتا ہی اور عابدین مین سے جن لوگون نے دوا ترک کی ہی ان مین سے اکثر کی سند یہی ہی کہ دوا انکے نزدیک ایک موہوم چیز نا قابل
اعتبار تھی اور یہ امر ماہر علوم طبیہ پر ظاہر ہی کہ بعض دوائین واقع مین ایسی ہی ہین اور بعض کا حال ایسا نہین مگر جو طبیب نہین وہ
سب کو بعض اوقات ایک ہی نظر سے دیکھتا ہی اور دوا کرنے کو مثل داغنے اور منتر وغیرہ کے پابندی اسباب جانتا ہے۔ چوتھا
سبب یہ ہی کہ دوا نہ کرنے سے بیمار کو یہ غرض ہوتی ہی کہ مرض باقی رہے تاکہ اس مرض پر اچھی طرح صبر کرنے سے مرض کا ثواب
پاوے یا یہ منظور ہوتا ہی کہ خدائے تعالیٰ کی بلا پر اپنے نفس کو دیکھے کہ صبر کرنے کی تاب رکھتا ہی یا نہین اسلیے کہ مرض کے ثواب
مین بہت کچھ احادیث وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہم انبیا کے گروہ پر اور لوگون کی نسبت زیادہ سخت
مصیبت ہوتی ہی پھر اسیطرح درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہی مصیبت بندے پر بقدر ایمان کے ہوا کرتی ہی پس اگر ایمان اسکا سخت اور پکا
ہوگا تو مصیبت بھی سخت ہوگی اور اگر اُسکے ایمان مین ضعف ہوگا تو مصیبت بھی ہلکی ہوگی اور ایک حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے

۱ح احمد و ابو یعلی و حاکم بروایت سعد بن ابی وقاص ۱۲ ۲ح طبرانی بروایت ابو امامہ بسند ضعیف ۱۲

بندے کا امتحان مصیبت سے ایسی طرح لیتا ہی جیسے تم مین سے کوئی شخص اپنے سونے کا امتحان آنچ سے لیتا ہی پس بعض آدمی تو کندن کیطرح نکلتے ہین اور بعض اس سے کم اور بعض کالے جلے ہوے نکلتے ہین اور ایک حدیث مین جو اہلبیت سے مروی ہی یہ وارد ہی کہ اللہ تعہ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہی تو اسپر بلا بھیجتا ہی وہ اگر اُسپر صبر کرتا ہی تو اسکو مجتبیٰ کرتا ہی اور اگر اسپر راضی ہوتا ہی تو مصطفےٰ کرتا ہی اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ تم لوگ اسبات کو پسند کرتے ہو کہ خونی گدھون کی طرح ہو جاؤ مرض بیماری کچھ تمکو نہ آوے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ مومن کو جب دیکھوگے تو دلکا تندرست اور بدن کا مریض پاؤگے اور منافق کو بدن مین زیادہ تر صحیح اور دلکا زیادہ تر روگی دیکھوگے غرضکہ جب لوگون نے مرض کی تمنا صفت اور بلا کی تعریف اسدرجہ کی سنی تو انکو مرض سے بڑی محبت پیدا ہوئی اور اسکا آنا اپنے اوپر غنیمت سمجھا کہ اسپر صبر کرنے کا ثواب ملے پس بعض اکابر کا تو یہ دستور ہوا کہ اپنی بیماری کو چھپاتے اور طبیب سے اسکا ذکر نکرتے اور بیماری کی تکلیف کھینچتے رہتے اور خداے تعہ کے حکم پر راضی رہتے اور جانتے کہ دلپر حق کا غلبہ ایسا ہی کہ مرض سے اسمین کچھ خلل نہوگا مرض کے باعث صرف اعضاے ظاہری پر اثر ہوگا کہ اعمال سے رکجاوینگے اور جان لیا کہ اگر خداے تعہ کے حکم پر صبر کیا تو بیٹھکر ہی نماز پڑھینگے تو یہ نماز حالت تندرستی اور صحت کی نماز سے بہتر ہی گو وہ کھڑے ہو کر ادا کیجاوے چنانچہ ایک حدیث قدسی مین مذکور ہی کہ اللہ تعہ اپنے فرشتون کو ارشاد فرماتا ہی کہ میرے بندے کے وہی عمل صالح لکھو جنکو یہ کیا کرتا تھا اسواسطے کہ یہ شخص میری قید مین ہی اگر مین اسکو رہا کرونگا تو گوشت کے عوض مین عمدہ گوشت اور خون کی عوض مین اچھا خون بدلونگا اور اگر اسکو وفات بھیجونگا تو اپنی رحمت کیطرف اسکی وفات کرونگا اور ایک حدیث شریف مین ہی افضل الاعمال ما اکرہت علیہ النفوس بعض محدثین نے اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ مثل بیماریان اور مصائب بہت آوین اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین وعسےٰ ان تکرہوا شیأ وہو خیر لکم اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ اگرچہ آدمی طاعات سے ضعیف ہو جاوے اور فرائض سے قاصر رہے تاہم دوا کا نہ کرنا بہ نسبت اسکے بہتر ہے کہ طاعات کیواسطے علاج کرے اور آپکو ایک بڑی بیماری تھی مگر اسکا علاج کبھی نکرتے اور لوگون کو جو اس بیماری مین مبتلا پاتے تو انکی دوا کرتے اور جب کسی شخص کو بیٹھکر نماز پڑھتے دیکھتے کہ اعمال نیک امراض کی تاب نہ لا کر اسلیے دوا کرتا ہی کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور طاعات کی بجا آوری مین اُٹھ سکے تو بہت تعجب کرتے اور فرماتے کہ اس شخص کا بیٹھکر نماز پڑھنا اور اپنے حال پر راضی رہنا اسبات سے بہتر ہی کہ صرف قوت اور کھڑے ہو کر نماز کیلیے دوا کرے اور آپسے جب کسی شخص نے حال دوا پینے کا پوچھا تو فرمایا کہ جو کوئی کسی دوا کو پیوے تو خیر آپ یہ گنجایش ہی کہ اللہ تعہ نے ضعف والون کے لیے مقرر کردی اور جو دوا مین نہ پڑے تو افضل ہی اسلیے کہ اگر کوئی چیز دوا مین سے نے گا گو سرد پانی ہی ہو تو اس سے سوال ہوگا کہ تونے کیون لیا اور جو شخص کچھ بھی نکریگا اس سے سوال کس بات کا ہوگا اور آپ کا مذہب اور بصریون کا یہی تھا کہ بھوک اور شہوات کے توڑنے سے نفس کو ضعیف کرنا چاہیے اسوجہ سے کہ انکو معلوم تھا کہ ذرہ کے برابر اعمال قلوب مین سے مثل صبر اور رضا اور توکل کے اعمال جوارح کے پہاڑ جیسے عملون سے افضل ہی اور مرض اعمال قلوب کا مانع نہین مگر اُسی صورت مین کہ اسکی تکلیف نہایت زیادہ اور بیہوش کرنیوالی ہو اور حضرت سہل کا یہ بھی قول ہی کہ جسم کی بیماری رحمت ہی اور دل کی عقوبت پانچوان سبب یہ ہی کہ آدمی پہلے کچھ گناہ کرچکا ہو اور انکا خوف کرتا ہو اور تدارک کرنے سے عاجز ہو تو زیادہ بیمار رہنے کو اسکا کفارہ سمجھتا ہو اور علاج اسلیے نکرتا ہو کہ ایسا نہو کہ مرض جلد جاتا رہے

اور کفارہ گناہوں کا خوب نہونے پاوے۔ حدیث شریف میں وارد ہی کہ آدمی پر بخار اور تپ کہنہ ہمیشہ اسلیے رہتے ہیں کہ انجام کو زمین پر صاف
ہونے کیطرح ہوجاوے کوئی خطا اور گناہ اسپر نرہے۔ اور ایک حدیث شریف میں ہی کہ ایک روز کا بخار سال بھر کا کفارہ ہوتا ہی بعضون
نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہی کہ بخار ایک سال کی قوت کو گرا دیتا ہی اسلیے سال بھر کا کفارہ ہوتا ہی اور بعض نے کہا ہے کہ انسان کے
تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور تپ ہر جوڑ میں جاتی ہی اور اس سے ایک تکلیف جداگانہ آدمی کو ہوتی ہی تو ہر ایک تکلیف ایک روز کا کفارہ ہوکر
سال بھر کا کفارہ ہوگیا اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تپ کو کفارۂ گناہ ارشاد فرمایا تو حضرت زید بن ثابتؓ نے خدا ے تعالیٰ سے دعا
مانگی کہ میں ہمیشہ بخار میں مبتلا رہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت وفات تک آپ سے بخار جدا نہوا اور چند لوگوں نے انصار میں سے بھی یہی دعا
مانگی تھی انکو بھی کبھی بخار نہ چھوڑتا تھا۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ من اذہبت کریمتیہ لم یرض لہ ثوابا دون الجنۃ
تو انصار میں ایسے لوگ بھی تھے جو اندھے ہونیکی تمنا کیا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے جسم و مال کی مصیبت
سے خوش نہو اس توقع سے کہ اسکے باعث اسکے گناہوں کا کفارہ ہوگا تو وہ شخص عالم نہیں اور روایت ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بہت مصیبت رکھتا ہی جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی اسپر رحم فرما حکم ہوا کہ اور کیسے رحم کروں اسی سے تو
اسپر رحم کرونگا یعنے اس مصیبت کے باعث اسکے گناہ دور کرکے اسکے درجات بڑھاؤنگا چھٹا سبب یہ ہی کہ آدمی زیادہ اچھا رہنے
سے ڈرے کہ میرا نفس تکبر اور سرکشی میں مبتلا ہوجاویگا اس نظر سے دوا چھوڑ دیتا ہی کہ ایسا نہو کہ مرض جلد دور ہوجاوے تو پھر وہی غفلت اور
اترانا اور سرکشی اور طول امل اور لیت و لعل تدارک مافات عود کر آوے اور خیرات میں تاخیر کرنے لگے اسلیے کہ تندرستی اسیکا نام ہے کہ صفات
سب قوی ہوں اور انھیں کے باعث خواہش نفس اٹھتی ہی اور شہوات کو جنبش ہوتی ہی اور معاصی کی رغبت دلاتی ہیں کمتر درجہ
یہ ہی کہ مباحات سے لذت حاصل کرنے کیطرف بلاتی ہیں اور یہ اوقات کا ضایع کرنا ہی اور نفع عظیم مخالفت نفس اور ملازمت طاعت
کو برباد کر دینا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہی تو اسکو امراض و مصائب سے متنبہ کر دینے سے خالی نہیں چھوڑتا اسی
جہت سے مشہور ہی کہ ایماندار علت یا قلت یا ذلت سے خالی نہیں ہوتا اور ایک حدیث قدسی میں ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مفلسی
میرا جیلخانہ ہی اور مرض میری بیڑی ہی اسمین میں اسی کو قید کرتا ہوں جسکو اپنی مخلوق میں سے دوست رکھتا ہوں غرضکہ جب
مرض میں آدمی سرکشی اور گناہوں کے ارتکاب سے رکا رہتا ہی تو اس سے زیادہ اور کونسی چیز ہوگی اور جس شخص کو اپنے نفس پر خوف سرکشی اور گناہ کا
ہو اسکو اپنے مرض کا علاج ہرگز نہ کرنا چاہیے کیونکہ گناہ نکرنے ہی میں خیریت ہی چنانچہ بعض عارفین نے کسی سے پوچھا کہ تم میرے بعد کیسے
رہے اسنے کہا کہ خیریت سے رہا انھوں نے فرمایا کہ اگر تمنے کوئی گناہ خدا ے تعالیٰ کا نہیں کیا تو واقع میں خیریت سے رہے اور اگر گناہ کیا
تو گناہ سے بڑھکر کونسا روگ ہی جسنے گناہ کیا وہ خاک خیریت سے رہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق میں عید کے روز کی
زینت کو دیکھکر پوچھا کہ ان لوگوں نے یہ کیا کیا ہی لوگوں نے عرض کیا کہ یہ دن انکی عید کا ہی آپنے فرمایا کہ جس روز ہم خدا ے تعالیٰ کی نافرمانی
نکریں تو وہ دن ہماری عید کا ہی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون یعنی عافیت کو اور فرمایا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنیٰ

۱ ؎ ابو یعلی و ابن عدی بروایت ابو ہریرہ و طبرانی بروایت ابو درداء مگر بخار کی جگہ درد سر نقل کیا ہی ۱۲ ۲ ؎ قضاعی در مسند شہاب بروایت ابن مسعود بسند ضعیف ۱۲

اور استغنا خواہ مال سے ہو یا عافیت سے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہو کہ فرعون نے جو دعویٰ خدائی کیا تھا اسکی وجہ یہی تھی کہ مدت
تک آرام سے رہا تھا یعنے چار سو برس تک نہ میرین درد ہوا نہ بدن پر حرارت آئی نہ کوئی رگ تیز چلی اسی لیے دعوے خدائی اس
مردود نے کیا اور اگر ایک روز کو درد شقیقہ سری اسکو ہوجاتا تو دعوی خدائی کا تو کیا ذکر ہی اور بیہودہ امور سے بھی باز رہتا۔ اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اکثروا من ذکر ہاذم اللذات اور کہتے ہین کہ بخار موت کا قاصد ہے تو واقع مین موت کی یاد دلانیوالا
اور لیت ولعل کا دفع کرنے والا ٹھہرا اور اللہ تعہ فرماتا ہی اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ہم یذکرون
اسکے معنے یہ ہین کہ انکو امراض مین مبتلا کرکے انکا امتحان لیا جاتا ہی۔ اور کہتے ہین کہ بندہ جب دو بار بیمار ہوتا ہے اور توبہ
نہین کرتا تو اس سے ملک الموت یون کہتا ہی کہ اے غافل تیرے پاس میرا قاصد پر قاصد آیا مگر تو خبر نہوا اور اکابر سلف کا اسلیے
دستور تھا کہ اگر کوئی سال ایسا گزرتا جسمین انپر کوئی مصیبت نفس یا مال کی نہوتی تو بہت گھبراتے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ ایماندار
پر ہر چالیس دن مین کوئی خوف یا مصیبت آجایا کرتی ہی یہانتک کہ روایت ہی کہ حضرت عمار بن یاسر رض نے ایک عورت سے نکاح
کیا وہ کبھی بیمار نہوتی اسلیے آپ نے اسکو طلاق دیدی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کی تعریف
ہوئی یہانتک کہ آپ نے چاہا کہ اسکو شرف نکاح سے مشرف فرماوین مگر لوگون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ عورت کبھی بیمار نہین ہوئی
آپ نے فرمایا کہ تو مجھے اسکی کچھ حاجت نہین اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیماریون اور دردون کا ذکر فرمایا کہ دردسر ایسا ہے
اور فلان مرض ایسا ایک شخص نے کہا کہ دردسر کیا ہوتا ہی مین تو اسکو جانتا بھی نہین آپ نے فرمایا کہ تو مجھسے علیحدہ رہ جو کوئی چاہے
کہ دوزخی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے اور یہ اسلیے فرمایا کہ دوسری حدیث مین وارد ہوچکا ہی کہ ہر ایماندار کے لیے بخار اسکا حصہ ہی
آتش دوزخ سے اور حضرت انس اور حضرت عائشہ رض کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ قیامت
کے روز شہیدون کے ساتھ بھی کوئی ہوگا آپ نے فرمایا کہ البتہ جو شخص ہر روز موت کو بیس بار یاد کر لیا کرے اور ایک روایت مین
ہے کہ جو شخص اپنے گناہون کو یاد کرکے رنجیدہ ہوا کرے اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد مرض مین بہت ہوتی ہی پس جب فوائد مرض کے
بہت ہوے تو بعض اکابر نے تدبیر زوال مرض کی اور علاج بالکل ترک کیا اسوجہ سے کہ اپنے واسطے اسی مین زیادتی درجہ
دیکھی اس جہت سے نہین چھوڑا کہ دوا کرنے کو نقصان سمجھا ہو اور دوا کرنا نقصان کیسے ہوسکتا ہی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم سے ثابت ہوچکا **تنبیہ دوم** ان لوگون کے اقوال کے رد مین جو دوا نہ کرنے کو ہر حال مین افضل کہتے ہین واضح ہو کہ اگر کوئی
یون کہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دوا کی تھی تو اس نظر سے کی تھی کہ وہ اورون کے لیے مسنون ہوجاوے ورنہ دوا
کرنا ضعفا کا حال ہی قوی لوگون کا درجہ مقتضی اس امر کا ہی کہ توکل دوا نہ کرنے پر کیا جاوے تو اس سے یہ کہنا چاہیے کہ تمہاری تقریر
کے بموجب توکل مین شرط ہونا چاہیے کہ پچھنے بھی نہ لگاوے اور جوش خون کے وقت فصد بھی نہ لیوے اگر وہ کہے کہ ہان
یہ بھی شرط ہی تو یہ بھی لازم آویگا کہ اگر متوکل کو بچھو یا سانپ کاٹے تو اسکو اپنے پاس سے نہ ہٹاوے اسلیے کہ خون اللہ کا ٹہرا اور بچھو
بدن پر کاٹتا ہی اور ان دونون مین کچھ فرق نہین جیسے اسمین علیحدگی بچاہیے ویسے ہی اسمین بھی کنارہ کرے پھر اگر اسکو بھی شرط توکل کہے تو

۱ھ بت کتاب الموت ذکر کیا جانے والی لذتون کا ۱۲ نسائی ابن ماجہ ... حسن ... گر ... نہین ... ایکبار ... پھر توبہ نہین کرتے نہ نصیحت پکڑتے ہین ۱۲ ۳ احمد ابو داود ... بروایت ... اسکی اسناد مین ایک راوی کا نام نہین لیا گیا ۱۲ ۷ بزار بروایت علقمہ ... ابو امامہ ۱۲ ۷ اسکی سند ... نہین ملی ۱۲

اس سے یہ کہنا چاہیے کہ متوکل کو نچاہیے کہ تشنگی اور بھوک اور سردی کے گزند کو اپنے اوپر سے دور کرے اسلیے ہمیش بھی پانی اور روٹی اور کپڑے سے دور نکرے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین کہ کھانے اور پانی اور لباس کا استعمال چھوڑنا داخل توکل ہے اور ان چیزون مین اور اول کی باتون مین کچھ فرق نہین بلکہ جسطرح دوا زوال مرض کا سبب ہے اسیطرح پانی زوال تشنگی کا باعث ہے اور ان سب اسباب کو خدائے تعالیٰ نے اسی لیے بنایا ہے اور اسی طرح اپنی عادت رکھی ہے اور اسکے توکل کی شرط نہونے کی یہ دلیل ہے کہ صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد مبارک مین آپ کے ساتھ جب قصد شام کا کیا اور جابیہ تک متصل دمشق کے پہونچے انکو خبر پہونچی کہ شام مین طاعون اور وباء عظیم پھیلی ہوئی ہے اب یہان لوگون کے دو فرقے ہوگئے کچھ نے تو کہا کہ ہم وہان نجائینگے اور جلتی آگ مین خود نگرینگے اور بعض لوگون نے کہا کہ ہم شہر مین چلے جائینگے اور اللہ پر توکل کرینگے خدا کی تقدیر سے گریز نکرینگے موت سے نہ بھاگین گے ورنہ ان لوگون کے مانند ہوجاوینگے جن کی شان مین خدائے تعالیٰ فرماتا ہے الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت[ط] غرض دونون فریق حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوے اور آپ سے استمزاج لیا آپ نے فرمایا کہ یہان سے ہٹنا چاہیے وہان داخل نہونا چاہیے جن لوگون کی تجویز آپ کے موافق نہ تھی انھون نے عرض کیا کہ کیا ہم خدائے تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگین آپنے فرمایا کہ ہان تقدیر اسی کی تقدیر کیطرف بھاگتے ہین اسمین کیا مضائقہ ہے پھر آپ نے ان کے سامنے ایک مثال بیان فرمائی کہ بھلا اگر کسی شخص کے پاس تم مین سے ایک گلہ بکریون کا ہو اور اسکو دو گھاٹیان چرانے کے لیے ہون ایک مین سبزی خوب ہو اور دوسری خشک ہو تو وہ اگر سبزی والی مین چراویگا تب بھی خدائے تعالیٰ کے حکم سے ہوگا اور اگر خشک مین چراویگا تب بھی خدائے تعالیٰ کی تقدیر سے ہوگا لوگون نے اسکی تصدیق کی پھر آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو طلب فرمایا کہ ان کی صلاح لین دوسرے روز حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ تشریف لائے آپ نے انسے صلاح لی انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اسباب مین میری راے یہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنی ہے آپ نے فرمایا اللہ اکبر اسکو بیان کیجیے انھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جب کسی سرزمین مین تم وبا سنو تو اسپر جرأت نہ کرو اور جب ایسی جگہ مین وبا ہو جہان تم موجود ہو تو وہان سے اسکے مارے مت نکلو حضرت عمرؓ اسکو سنکر بہت خوش ہوے اور اپنی راے کی مطابقت حدیث سے معلوم کرکے خدا کا شکر کیا اور لوگون کو جابیہ سے ہٹا لائے تو اب دیکھنا چاہیے کہ صحابہؓ اور سب کا اتفاق ترک توکل پر کیسے ہوگیا اگر ان جیسے امور شرط توکل ہون تو صحابہؓ کا ترک توکل جو اعلے مقامات مین سے ہے لازم آتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ پھر جس شہر مین وبا ہو اس سے نکلنے کو کیون منع فرمایا ہے حالانکہ وبا کا باعث طب مین ہوا ہے اور ہوا ہی مضر بھی ہے اور ظاہر ہے کہ مضر چیز سے گریز کرنا عمدہ علاج ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکی اجازت ندیگئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسمین تو خلاف نہین کہ مضر چیز سے گریز کرنا داخل ممانعت نہین جیسے پچھنے لگانا اور فصد کھلانی کہ مضر چیز سے بچنے کے لیے کیجاتی ہے اور ان جیسی باتون مین توکل کا چھوڑنا مباح ہے مگر اس سے کچھ مقصود مذکورہ بالا پر دلالت نہین پائی جاتی ہے ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا ضرر صرف ظاہر بدن پر لگنے سے نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ اسمین سانس لینے سے ہوتا ہے یعنی جب ہوا مین بدبو اور نقصان ہوتا ہے اور اسمین زیادہ سانس لیا جاتا ہے تو وہ پھیپھڑے اور دل یا وریدون کے پردون مین سانس کے ذریعے سے بتدریج پہونچکر تاثیر کرتی ہے بہرحال ظاہر بدن پر وبا ظاہر نہین ہوتی جبتک کہ باطن مین خوب تاثیر نہ کرچکے اس صورت مین اگر

[ط] کیا تونے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھرون سے اور وہ ہزارون تھے موت کے ڈر سے ۱۲ ح بخاری نے یہ تمام قصہ نقل کیا ہے ۱۲

کوئی شخص شہر مین رہتا ہو اور وہان سے نکلیگا تو غالب یہی ہے کہ جو تاثیر ہوا کی اسکو ہو چکی ہے اُس سے نہ بچیگا لیکن احتمال خلاصی کا بھی ہے کہ ابھی شاید تاثیر قوی نہو ئی ہو تو یہ وبا سے نکلنا ایک وہمی سبب خلاص کا ہو! جیسے جھاڑ پھونک اور شگون وغیرہ ہوتے ہین اب اگر وہان سے نکلنے مین صرف یہی بات پائی جاتی تو مخالف توکل نہ تھی اور نہ اسکی ممانعت ہوتی مگر ممانعت ایک اور سبب سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تندرستون کو اجازت نکلنے کی دیجاوے تو شہر مین سوائے مبتلایان وبا کے اور کوئی نرہے کہ انکو کھانا کھلاوے یا پانی کا گھونٹ پلاوے اور وہ خود متکفل ان باتون کے اپنے مرض کے باعث نہین ہوسکتے اس حال مین تندرستون کا وہان سے نکلنا گویا حقیقت مین بیمارونکو زندہ درگور کرنا ہے جنکی توقع زیست بھی ہے جیسے تندرستون کو احتمال بچ جانے کا ہے ویسا ہی ہوسکتا ہے کہ وہ بھی بچ جاوین اگر تندرست وہان ٹھہرے رہینگے تو موت کا یقین نہین کہ خواہی نخواہی مرجاوینگے اگر چلے جاوینگے تو بچنے کا یقین نہین مگر انکا نکلنا البتہ باقی بیمارون کے حق مین یقینی زہر ہوگا۔ اور مسلمان سب آپسمین مثل عمارت کے ہین کہ ایک کی تقویت دوسرے سے ہے یا مثل جسم کے اعضا کے ہین کہ جب ایک عضو مین درد ہوتا ہے تو دوسرون کو بیچینی ہوتی ہے پس نکلنے سے منع کرنے کیوجہ ہمارے نزدیک یہی معلوم ہوتی ہے آگے خدا جانے اور جو شخص ابھی تک شہر مین داخل نہین ہوا اُسکے حق مین یہ معاملہ برعکس ہے یعنے اسکے باطن مین ہوا نے اپنا اثر نہین کیا نہ شہر کے بیمارونکو اسکی حاجت ہے اگر وہ آویگا تو یہ تلف ہوجاوینگے ہان اگر بالفرض وبا والے شہر مین سوائے وبازدہ لوگون کے اور کوئی نرہا ہو اور انکو حاجت خدمتگزارون اور متکفلون کی ہو اور اسوقت کچھ لوگ ان کی اعانت کو آوین تو کیا عجب ہے کہ انکا اسطرح آنا مستحب گنا جاوے اور منع نہو اسلیے کہ ضرر کا ہونا تو امر موہوم ہے اور بقیہ مسلمانون سے ضرر کا دفع کرنا یقینی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف[۱] مین وبا سے بھاگنے کو ایسا فرمایا ہے جیسے جہاد کی صف سے بھاگنا یعنے اپنے بھاگنے سے دوسرے مسلمانونکی دل شکنی اور انکے تباہ ہونے مین سعی پائی جاتی ہے یہ باتین باریک ہین جو کوئی لحاظ نہین کرتا اور ظاہر احادیث و آثار پر نظر کرتا ہے تو اسکے نزدیک اکثر باتین جو اسکے گوش زد ہوتی ہین ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہوتی ہین عابدون اور زاہدون کو ایسی صورتون مین بہت دھوکا پڑتا ہے اور غلطی کرجاتے ہین علم کو خدا تعالےٰ نے اسی سے شرف دیا ہے اب تقریر گزشتہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوا کے نکرنے مین بہتری ہے تو اسپر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دوا نہ کی ہوتی تاکہ یہ فضل بھی آپ کو ملتا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ دوا کو نکرنے کی فضیلت اسی شخص کے حق مین ہے کہ جو اپنے بہت سے گناہون کا مرض کو کفارہ کیا چاہتا ہو یا تندرستی کیحالت مین اپنے نفس کی سرکشی سے خوف رکھتا ہو یا شہوات کے غلبے کا ڈر ہو یا غلبۂ غفلت کی جہت سے موت کا یاد رکھنا چاہتا ہو یا مقامات متوکلین اور مریض شخصون سے قاصر ہو کر صابرین ہی کے ثواب کا خواہان ہو یا جو فوائد لطیف کہ خدا تعالےٰ نے دواؤن مین رکھے ہین انکو خوب نہ سمجھتا ہو حتی کہ دواؤن کو مثل جھاڑ پھونک وہمی جانتا ہو یا اپنی حالت مین ایسا مشغول ہو کہ دوا نکرسکتا ہو اور اگر دوا کرے تو اس حالت سے جاتا رہے کیونکہ دونون کے جمع کی تاب بسبب ضعف کے نہین رکھتا غرضکہ مانع علاج کی یہی باتین ہین اور یہ سب امور بہ نسبت بعض لوگون کے کمال مین داخل ہین مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درجے کے لحاظ سے نقصان مین شامل ہین بلکہ آپ کا مقام ان سب مقامات سے اعلےٰ اور اشرف تھا اسلیے آپ کا حال مقتضی اس امر کا تھا کہ آپکا مشاہدہ اسباب کے وجود و عدم دونو مین ایک سا رہے کیونکہ آپکو بہر حال التفات مسبب الاسباب ہی کیطرف تھا اور جس شخص کا رتبہ یہ ہو اسکو اسباب سے کچھ ضرر نہین ہوتا جیسا

[۱] احمد بروایت عائشہ ۱۲ احمد بروایت جابر بن عبد اللہ و ابن خزیمہ ۱۲

کہ ہمنے مال کے باب مین بیان کیا ہے کہ اسکی رغبت بھی نقصان ہی اور اس سے نفرت بھی گو کمال ہی مگر پھر بھی بہ نسبت اس شخص کے جسکے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہو نقصان ہی یعنے ڈھیلے اور سونے کا برابر ہونا اسبات سے کامل تر ہی کہ سونے سے نفرت ہو اور ڈھیلے سے نہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی حال تھا کہ ڈھیلا اور سونا آپ کے نزدیک برابر تھا اور اسکو آپ اسلیے نہ رکھتے تھے کہ خلق کو مقام زہد کی تعلیم فرمائین کہ غایت ان کی قوت کی یہی ہی نہ اُس خوف سے کہ اسکے رکھنے سے آپ کے نفس کو معاذ اللہ کسی طرح کا ڈر تھا اس سے تو آپ کا رتبہ کہین بڑھکر تھا کہ دنیا آپ کو فریب دے سکے آپ کے اوپر زمین کے خزانے پیش کیے گئے آپ نے انکو قبول نہ فرمایا اسی جیسے مشاہدے کی جہت سے آپ کے نزدیک اسباب کا استعمال کرنا اور نکرنا مساوی تھا اور استعمال دوا کو جو نچھوڑا تو اس نظر سے کہ خدائے تعالی کی عادت اسیطرح جاری ہے اور اُمت کو انکی حاجت کی چیز کی اجازت دینی منظور تھی باوجودیکہ اسمین کچھ ضرر نہین بخلاف مال جمع کرنیکے کہ اُسکا ضرر بہت بڑا ہی ہان دوا کرنیکا ضرر ایک صورت مین ہو سکتا ہی کہ صرف دوا ہی کو نافع سمجھے نہ اُسکے پیدا کرنیوالے کو یہ امر البتہ شریعت مین ممنوع ہی یا اس صورت مین ہو سکتا ہی کہ دوا کرنے سے حصول صحت اسلیے منظور ہو کہ اس سے اعانت معاصی پر لیجاوے یہ بھی ممنوع ہی مگر یہ دونون صورتین شاذ و نادر ہین اکثر اہل ایمان صحت کو معصیت کیواسطے نہین چاہتے نہ کوئی دوا کو بذات خود مفید سمجھتے بلکہ اسی نظر سے مفید جانتا ہی کہ خدائے تعالے نے اسمین نفع رکھدیا ہے جسطرح کہ پانی اور روٹی کو پیاس اور بھوک کے لیے بذات خود نافع نہین جانتا حاصل یہ کہ حکم دوا کرنے کا وہ ہی جو حکم اُس کام کا ہی جسکے لیے دوا کرتا ہی یعنی اگر اسلیے دوا کرتا ہی کہ استعانت طاعت یا معصیت پر ہو تو ایسا حکم ہوگا اور اگر اسلیے ہی کہ اشیاے مباح سے لذت حاصل کرے تو ویسا ہوگا - اس ساری تقریر سے ظاہر ہوا کہ بعض احوال مین دوا نکرنا افضل ہی اور بعض مین دوا کرنا بھی افضل ہوتا ہی اور یہ افضلیت باعتبار حالات اور لوگون اور انکی نیتون کے مختلف ہوتی ہی اور نیز معلوم ہوا کہ توکل مین دوا کا کرنا یا نکرنا کچھ شرط نہین صرف شرط یہ ہی کہ وہمی باتونکو چھوڑدے اور ایسی تدبیرون مین پڑجاتا ہی جو متوکلین کی شان نہین رہیا نہین تنبیہ مرض کے ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے کے بیان مین جاننا چاہیے کہ مرض اور افلاس اور قسم مصائب کو پوشیدہ رکھنا نیکی کے خزانون مین سے ہی اور بڑا رتبہ عالی ہی اسلیے کہ خدائے تعالے کے حکم پر راضی ہونا اور اسکی بلا پر صبر کرنا اور وہی معاملہ ہے جو بندے مین اور خدائے تعالی مین ہی تو اسکو چھپانے مین آفتون سے زیادہ تر بچاؤ کی صورت ہی مگر تاہم اسکے ظاہر کرنے مین بشرطیکہ نیت درست ہو کچھ مضائقہ نہین اور ایسی غرض جنکے لیے ظاہر کرنا مرض وغیرہ کا درست ہو تین ہین اول یہ کہ مقصود اُسکے اظہار سے طلب علاج ہو یعنی طبیب سے اپنا حال بیان کرے نہ شکایت کے طور پر بلکہ حکایت کے طور پر کہ جو کچھ قدرت اللہ تعالی کی اُسپر ظاہر ہو جون کی تون نقل کردے چنانچہ حضرت بشر عبدالرحمن طبیب کے سامنے اپنے درد کا بیان کیا کرتے اور حضرت امام احمد بن حنبل رح جو مرض ہوتا اسکو کہدیا کرتے اور فرماتے کہ جو کچھ اللہ تعالی کی قدرت نے مجھ مین اثر کیا مین صرف اسکو کہتا ہون دوسرے یہ کہ مریض مقتدا لوگون مین سے ہو اور معرفت مین مستقل ہو وہ اپنے مرض کو سوائے طبیب کے اوروں سے اس غرض سے کہے کہ لوگ مرض مین اچھی طرح صبر کرنا سیکھین بلکہ اچھی طرح شکر کرنا تعلیم پاوین یعنے ایسی طرح مرض کو بیان کرے کہ اس سے معلوم یہ ہو کہ انکے عندیے مین مرض ایک نعمت ہی اور جسطرح نعمت کا ذکر کرتے ہین اسیطرح مرض کا بھی ذکر کرے کہ لوگ اسپر شکر کیا کرین حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جب مریض اللہ تعالی کی حمد اور شکر کے بعد اپنا درد بیان کرتا ہی تو یہ بیان داخل شکایت نہین رہتا تیسرے یہ کہ اظہار مرض سے غرض اپنی عاجزی

اس کا بیان ... [illegible] ۱۲

اور خداے تعالیٰ کیطرف احتیاج ظاہر کرنی ہو اور یہ صورت ایسے شخص سے اچھی معلوم ہوتی ہو جو قوت و شجاعت کے شایان ہو اور عاجزی کرنی اس سے بعید معلوم ہوتی ہو جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حالات مرض مین لوگون نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ برا ہون لوگ ایک دوسرے کو تاکنے لگے یعنی اس جواب کو اچھا نہ جانا بلکہ شکایت سمجھی آپ نے فرمایا کہ کیا مین خداے تعالیٰ پر بہادری کرون غرضکہ آپ نے اپنا عجز اور احتیاج خداے تعہ کیطرف ظاہر کرنی اچھی سمجھی باوجودیکہ آپ کی قوت و شجاعت معروف و مشہور تھی اور اسمین وہی طریق چلے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تعلیم فرمایا تھا کہ جب آپ بیمار ہوتے تھے تو دعا مانگتے کہ الٰہی مجکو بلا پر صبر عنایت فرما آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا کا سوال تو تمنے خود کیا اللہ تعہ سے تندرستی کی دعا مانگو۔ حاصل یہ کہ ان تین نیتون سے مرض کے ذکر کرنے کی اجازت ہی اور اظہار مین انکی شرط ہونے کی وجہ یہ ہو کہ ذکر مرض شکایت ہے اور خدائے تعہ کی شکایت کرنی حرام ہی جیسے کہ افلاس کے باعث سوال کی حرمت مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ شکایت کے متضمن ہونیکی جہت سے بدون ضرورت حلال نہین ہوتا اور ذکر مرض قرینہ خفگی اور خدائے تعہ کے فعل کو اچھا نجاننے کیوجہ سے شکایت ہو جاتا ہو پس اگر قرینہ خفگی بھی نہو اور نہ وہ تینون نیتین مذکورہ بالا ہون تو اظہار مرض کو حرام تو نہین کہ سکتے البتہ یہ کہینگے کہ اسکا اظہار نکرنا بہتر تھا کیونکہ اسمین بعض اوقات تو وہم شکایت کا ہوتا ہی اور بعض اوقات بناوٹ کو دخل ہوتا ہو کہ جسقدر بیماری موجود ہو اس سے زیادہ بیان ہو جاتی ہی یا جسقدر توکل دوا نہ کرنے مین کیا ہی اس سے زیادہ کہدیا جاتا ہی ایسی صورتمین اسکے لیے اظہار کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی اظہار کی نسبت کو اگر دوا کرے اور آرام پاوے تو اچھا ہی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس شخص نے مرض کو کہدیا اسنے صبر نہین کیا اور قرآن مجید مین جو صبر جمیل وارد ہی اسکی تفسیر مین لکھا ہو کہ اس سے مراد وہی صبر ہے جسمین شکایت نہو۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھین کس چیز نے کھوئین آپ نے فرمایا کہ مرور زمان اور کثرت اندوہ نے پس اللہ تعہ نے انپر وحی بھیجی کہ تم میری شکایت کے لیے میرے بندون کے سامنے تیار ہو گئے آپ نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے توبہ کی اب ایسا نہو گا اور حضرت طاؤس اور مجاہدرح روایت کرتے ہین کہ بیمار پر اسکا آہ آہ کرنا لکھا جاتا ہی اور اکابر سلف بیمار کی آہ کو برا جانتے تھے اس سبب سے کہ آہ کرنا بھی ایسی بات کا اظہار ہی جو مقتضی شکایت ہی یہانتک کہ روایت ہو کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے شیطان کا بہرہ اور کچھ نہین ہوا بجز اسکے کہ آپ نے اپنے مرض مین آہ کی تھی اس ملعون نے آپ کی اسی آہ کو اپنا بہرہ کر لیا اور حدیث شریف مین ہو کہ جب بندہ مرض مین مبتلا ہوتا ہی اللہ تعہ دونون فرشتون کو وحی فرماتا ہو کہ دیکھو اپنے عیادت کرنے والون سے کیا کہتا ہی پس اگر بیمار اپنے پوچھنے والون سے خدا کا شکر اور وصف بیان کرتا ہی تو فرشتے اسکے لیے دعاء خیر کرتے ہین اور اگر وہ شکایت کرتا ہی اور برائی بیان کرتا ہی تو وہ دونون فرشتے کہتے ہین کہ تو ایسا ہی رہیگا۔ اور بعضے عابد شکایت کے خوف سے اور اس ڈر سے کہ کہین کلام زیادہ نہو جاوے اپنی عیادت بری جانتے تھے حتے کہ اگر بیمار پڑتے تو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتے کوئی انکے پاس نجاتا جب اچھے ہوتے تو خود ہی لوگون مین نکلتے یہی حال فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد اور بشر بن الحارث کا تھا اور حضرت فضیل فرمایا کرتے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ بیمار ہون مگر عیادت کرنے والے نہون مین بیماری سے انہین لوگون کے باعث گھبراتا ہون

چھٹا باب محبت اور شوق اور انس ورضا کے بیان مین

رباعی چاہیے جو سلوک راہ دین اے دلبر؛ اول ہی سے اپنا رہنما شوق کو کر؛ پھر داغ محبت سے بنا دیدۂ دل؛ تا انس و رضا کا آوے میدان نظر؛ جاننا چاہیے کہ محبت الٰہی سب مقامات مین سے انتہا ہے، درجہ کی غایت اور سب مین بلند رتبہ رکھتی ہے اسلیے کہ بعد ادراک محبت کے کوئی سا مقام کیون نہو خواہ شوق ہو یا انس یا رضا وغیرہ سب اسکے توابع اور ثمرات ہین اور محبت سے پہلے جتنے مقامات مثل توبہ اور صبر اور زہد اور دوسرے مقامات کے ہین وہ سب محبت کے مقدمات ہین۔ اور دوسرے مقامات اگرچہ انکا ہونا بہت نادر ہی پھر بھی سب دلون مین انکا امکان ہوتا ہی اور اسکے امکان کے ایمان سے کوئی دل خالی نہین ہوتا مگر محبت الٰہی پر ایمان ہی لانا مشکل ہے یہانتک کہ بعض علما نے اسکے امکان ہی سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ محبت الٰہی کے یہی معنی ہین کہ اسکی طاعت پر مواظبت کیجاوے اور محبت حقیقی خداے تعالیٰ کے ساتھ محال ہی کیونکہ وہ اپنی جنس اور مثل کے ساتھ ہوتی ہے اور ان لوگون نے جب محبت کا انکار کیا تو انس اور شوق اور لذت مناجات اور تمام لوازم محبت کو انکار کر بیٹھے اسلیے اسباب مین ہمکو ضرور ہوا کہ جو امور محبت سے متعلق ہین مع دلائل شرعی کے جو محبت مین وارد ہین بیان کرین اور یہ باب مشتمل ہے دو فصلون اور ایک خاتمے پر

فصل اول محبت کے ذکر مین اور اسمین بھی بارہ بیان ہین **اول بیان** دلائل شرعی کا اسباب مین کہ بندے کو محبت خداے تعالیٰ سے ہوتی ہے یعنے اس محبت کا وجود ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جمیع امت کا اتفاق اسپر ہے کہ بندے کو خداے تعالیٰ اور اسکے رسول سے محبت فرض ہی پس اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر محبت کا وجود ہی نہو تو فرض کیسے کیجاویگی اور محبت کی تفسیر جو بعضے لوگ طاعت سے کرتے ہین وہ کیسے ہو سکتی ہے اسلیے کہ طاعت تو تابع محبت اور اسکا ثمرہ ہی پہلے محبت کا وجود ہولے تو بعد محبوب کی اطاعت ہو اور محبت کے وجود پر یہ دلیل ہی کہ خداے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی یحبہم ویحبونہ اور دوسری جگہ ارشاد ہی والذین آمنوا اشد حبا للہ ان دونون آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ محبت کا وجود بھی ہی اور اسمین تفاوت بھی ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث مین محبت آلٰہی کو شرط ایمان فرمایا ہی چنانچہ ابو رزین عقیلی نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول کا تیرے نزدیک سب ان کے ماسوا سے محبوب تر ہونا ایمان ہی اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ لا یومن احدکم حتےٰ یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما اور دوسری حدیث مین ہی کہ لا یومن العبد حتےٰ اکون احب الیہ من اہلہ ومالہ والناس اجمعین اور ایک روایت مین ومن نفسہ بھی ہی اور کیون نہو کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہی قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموہا وتجارۃ تخشون کسادہا ومساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتےٰ یاتی اللہ بامرہ اور اسکو تہدید اور انکار

حت وہ انکو چاہتا ہی اور وہ اسکو چاہتے ہین ۱۲ ﴿ ف ﴾ اور الیمان والونکو اس سے زیادہ محبت اللہ کی ۱۲ ﴿ ۳ ﴾ ۱ احمد مع اندک سا زیادتی ہی اول اور اسکی سند مین انقطاع ہی ۱۲ ﴿ ۴ ﴾ تم مین سے کوئی مومن نہوئے گا جبتک کہ اللہ اور اسکا رسول اسکے نزدیک اُسکے ماسوا سے محبوب تر نہون ۱۲ بخاری ومسلم بروایت انس ۱۲

بھی کئی جگہ میں ارشاد فرمایا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی محبت کے لیے حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا احبوا اللہ لما یغذوکم بہٖ من نعمۃ واحبونی لحب اللہ ایاے اور ایک روایت میں ہو کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ مفلسی کے لیے تیار رہو اسنے عرض کیا کہ میں اللہ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تو بلا کے لیے تیار ہو جا۔ اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضؓ کو آتے ہوے دیکھا کہ ایک مینڈھے کی کھال کمر سے لپیٹے چلے آتے ہیں آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالے نے اسکا دل روشن کر دیا ہو میں نے اسکو اسکے ماں باپ کے سامنے دیکھا تھا کہ اسکو عمدہ کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اور اب اللہ اور رسول کی محبت نے اسکا یہ درجہ کیا ہو جو دیکھتے ہو اور حدیث مشہور میں ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ملک الموت علیہ السلام سے اسوقت ارشاد فرمایا جب وہ آپ کی روح کے قبض کے لیے تشریف لاے کہ بھلا تمنے کوئی ایسا خلیل دیکھا ہو جو اپنے خلیل کو مارے اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ بھلا تمنے کوئی ایسا محبت والا دیکھا ہے کہ اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے پس آپ نے ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا کہ لے اب قبض کر اور یہ بات اسی بندے پر کھلتی ہو جو اللہ تعالیٰ سے بتمام دل محبت رکھتا ہو وہ جب جانتا ہو کہ موت سبب ملاقات کا ہو تو اسکا دل موت کیطرف راغب ہوتا ہو اور خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی محبوب نہیں ہوتا کہ اسکی طرف التفات کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی دعا میں ارشاد فرماتے اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب ما یقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد اور ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہو گی آپ نے فرمایا کہ تو نے اسکا کیا سامان کیا ہو اسنے عرض کیا کہ میں نے بہت سی نمازیں اور بہت روزے تو ذخیرہ نہیں کیے مگر مجکو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے محبت ہو آپنے فرمایا کہ المرء مع من احب یعنے آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہو حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جیسا اس بات کو سنکر خوش ہوے اور حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں کہ جو شخص خالص محبت الٰہی سے مزہ چکھتا ہو وہ ذائقہ طلب دنیا سے اسکو روک دیتا ہو اور تمام آدمیوں سے اسکو وحشت دلاتا ہو اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جو شخص خداے تعالیٰ کو پہچانتا ہو اسکو محبوب جانتا ہو اور جو دنیا کو پہچانتا ہو اسمیں زہد کرتا ہو اور ایماندار آدمی لہو میں نہیں پڑتا کہ غافل ہو جاوے وہ تو جب فکر کرتا ہو تو اندوہ کرتا ہو اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنت اور اسکے درمیان کی نعمت انکو خداے تعالیٰ سے نہیں روکتی دنیا کے باعث تو کیسے خداے تعالیٰ سے باز رہینگے اور حضرت عیسے علیہ السلام تین شخصوں پر گزرے جنکے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے آپ نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیوں ہوا ہے انھوں نے عرض کیا کہ آتش دوزخ کے خوف سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوف والوں کو ضرور مامون رکھیگا پھر وہاں سے بڑھکر آپ اور تین شخصوں پر گزرے وہ پہلوں سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ کے متغیر تھے آپنے انسے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کس وجہ سے

۱ح اللہ سے محبت اسوجہ سے کرو کہ وہ تمکو ہر صبح اپنی نعمت سے سرفراز فرماتا ہو اور مجھ سے محبت اسلیے کرو کہ خداے تعالیٰ مجھ سے محبت رکھتا ہو ۱۲ ترمذی بروایت ابن عباس اور کہا ہو کہ حسن اور غریب ہے ۱۲ ۲ح ترمذی بروایت عبداللہ بن مغفل باختلاف الفاظ اور اسمیں آخر حدیث نہیں ہو ۱۲ ۳ح ابو نعیم در حلیہ ۱۲ ۴ح اسکی

۲ح سند میں ضعف ہے [illegible] ۱۲ ۵ح عراقی نے [illegible] اور جو [illegible] اسکی محبت [illegible] محبت رکھے اسکی [illegible] محبت اور جو عمل [illegible] میرے نزدیک [illegible] اسکی محبت اور [illegible] محبت کو میرے [illegible] ۶ح [illegible] محبوب کر ۱۲ جلد اول باب الدعا میں گزری ۱۲

۶ح قلعہ ہذا ئے نعم الخ حل میں ہو کہ موت کے سوا مومن کی کوئی دوسری چیز پسندیدہ نہیں رہجاتی ۱۲/۶ ۷ح بخاری و مسلم بروایت انس ۱۲

انھون نے عرض کیا کہ جنت کے شوق کے باعث سے آپنے فرمایا کہ ضرور ہو کہ خداے تعہ تمکو وہ چیز عنایت فرمائے جسکے تم متوقع ہو پھر آپ بڑھے اور تین شخص دیکھے جو پہلے دونون فرقونسے بھی زیادہ دبلے اور رنگ بدلے تھے نور کا یہ عالم تھا کہ گویا چہرون پر آئینے جڑے تھے آپ نے انسے پوچھا کہ کس چیز سے تم ایسے ہو رہے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم اللہ عز وجل سے محبت رکھتے ہین آپ نے فرمایا کہ مقرب[عہ] تمھین ہو۔ اور عبدالواحد بن زید فرماتے ہین کہ مین ایک شخص پر گذرا جو برف مین سوتا تھا مین نے پوچھا کہ تمکو سردی نہین معلوم ہوتی اسنے کہا کہ جو شخص محبت الٰہی مین گرم رہتا ہو اسکو سردی نہین معلوم ہوتی اور سری سقطی فرماتے ہین کہ قیامت کے روز جنکو محبت الٰہی غالب نہو گی انکو انبیا کے نام سے پکارینگے مثلاً ارشاد ہو گا کہ اے امت موسیٰ اور اے امت عیلےٰ اور اے امت محمد صلعم مگر محبین اسطرح پکارے جاوینگے کہ اے اولیاء اللہ خدائے پاک کیطرف چلو انکے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہون گے اور ہرم بن حیانؒ فرماتے ہین کہ ایماندار جب اپنے رب کو پہچانتا ہو تو اس سے محبت کرتا ہو اور جب محبت کرتا ہے تو اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس توجہ کا مزا پاتا ہو تو دنیا کی طرف خواہش کی نظر سے نہین دیکھتا نہ آخرت کیطرف کاہلی کی نظر سے دیکھے اپنے جسم سے تو دنیا مین رہتا ہو اور روح سے آخرت مین۔ اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ خدائے تعہ کا عفو تمام گناہون کو لے لیتا ہو پس اسکی رضا کا کیا حال ہو گا اور اسکی رضا مین سب امیدین ملجاتی ہین تو اسکی محبت کیسے ہو گی اور اسکی محبت عقلون کو مدہوش کر دیتی ہو تو اسکی مودت کا کیا ٹھکانا ہو اور اسکی مودت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہو تو اسکا لطف کیسا کچھ ہو گا اور بعض کتب آسمانی مین ہو کہ اے میرے بندے قسم ہو مجکو تیرے حق کی مین تجھ سے محبت رکھتا ہون تجکو بھی میرے حق کی قسم ہے کہ میرا محب ہو جا۔ اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ ایک رائی کے برابر محبت میرے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اچھی ہے جو بے محبت ہو اور یہ بھی انھین کا قول ہو کہ الٰہی مین تیرے صحن مین کھڑا ہون اور تیری ثنا مین مشغول ہون تو نے مجکو چھٹپن ہی سے اپنی طرف لے لیا اور لباس اپنی معرفت کا در بر کیا اور اپنے لطف سے بہرہ دیا احوال و اعمال و پردہ پوشی اور توبہ اور زہد اور شوق اور رضا اور محبت مین مجکو بدلتا رہا اپنے حوضون مین سے مجکو پلایا اور اپنے باغون مین پھرایا مین تیرے امر کا ملازم اور تیرے قول مین مشغوف رہا اب جب میری مونچھین نکلین اور قدرت ہو گئی تو آج بڑا ہو کر مین تجسے کیسے پھر جاؤن مین تو لڑکپن ہی سے ان امور کا تجھ سے عادی ہو رہا ہون مین تو جبتک رہونگا تیرے ہی گرد بھنبھناؤنگا اور انکسار کے ساتھ تیرے ہی سامنے گڑگڑاؤنگا کیونکہ مین تجھ سے محبت رکھتا ہون اور ہر ایک محب اپنے حبیب ہی سے مشغوف رہتا ہو اور اسکے غیر سے معروف رہتا ہے۔ غرضکہ اللہ تعہ کی محبت کے باب مین اخبار و آثار اتنے ہین کہ شمار نہین ہو سکتے اور یہ ایک امر ظاہر ہے خفا اگر ہے تو محبت کے معنون کی تحقیق مین ہو اسلیے ہم اسکی طرف توجہ کرتے ہین **دوسرا بیان** محبت کی حقیقت اور اسکے اسباب کے بیان مین اور اس امر کی تحقیق کہ بندے کی محبت خدائے تعہ کے ساتھ ہونے کے کیا معنے ہین۔ واضح ہو کہ اس بیان کا مطلب جب تک نہ کھلیگا جبتک کہ محبت کی حقیقت فی نفسہا نہ بیان کیجاوے پھر اسکی شرطون اور اسباب کی معرفت بیان ہو پھر اسکے بعد اسبات کو دیکھنا چاہیے کہ خداے تعہ کے باب مین اس محبت کے ہونے کے کیا معنی ہین پس سب سے اول تو یہ بات

[عہ] نور معنوی [illegible] ۱۲

اہم اور قابل سمجھنے کے ہے کہ بدون معرفت وادراک کے محبت نہین ہوسکتی اسواسطے کہ انسان اسی چیز سے محبت کرتا ہے جس کو
پہچانتا ہو اور یہین لحاظ جمادات کو اس صفت سے موصوف نہین کرسکتے بلکہ یہ خاصیت زندہ اور ادراک رکھنے والے کی ہے
پھر مدرکات جو دیکھتے ہین تو وہ یا تو ادراک والے کی طبیعت کے موافق اور مناسب اور لذت وہ ہوتے ہین یا اسکی طبیعت کے
مخالف اور ایذارسان ہوتے ہین یا ان مین اثر لذت رسانی اور ایذادہی کا کچھ بھی نہین ہوتا ان تینون قسمون مین سے ایسے مدرکات
جنکے ادراک سے مدرک کو لذت اور راحت ہو وہ اسکے نزدیک محبوب ہوا کرتے ہین اور جنکے ادراک سے رنج ہو وہ اسکے نزدیک
برے ہوتے ہین اور جنمین ادراک کے بعد نہ رنج ہو نہ راحت اسکو نہ مدرک کے نزدیک محبوب کہہ سکتے ہین نہ مبغوض غرض ہر ایک
لذیذ چیز لذت پانیوالے کے نزدیک محبوب ہوتی ہے اور اسکے محبوب ہونے کے یہ معنی ہین کہ طبیعت مین اسکی طرف کو میل ہے
اور مبغوض کے یہ معنے ہین کہ طبیعت کو اس سے نفرت ہے پس محبت اسیکا نام ہے کہ طبیعت کا میل ایسی شے کیطرف ہو جس سے
لذت ملتی ہو اگر یہ میل طبیعت پختہ اور قوی ہوجاتا ہے تو اسکو عشق کہنے لگتے ہین اسیطرح بعض طبیعت کی نفرت کو رنج و مصیبت رسان
سے کہتے ہین اور جب یہ نفرت قوی ہوجاتی ہے تو اسکو مقت کہتے ہین یہ ہین معنی محبت کی حقیقت کے کہ جسکا جاننا ضرور ہے امر دوم
اہم یہ ہے کہ انجاکہ محبت تابع ادراک اور معرفت کے ہے تو بحسب انقسام مدرکات اور حواس کے اسکی بھی تقسیم ہو گی اسلیے
کہ ہر حس کے واسطے مدرکات مین سے ایک خاص چیز کا ادراک ہوتا ہے اور ہر ایک کو بعض مدرکات سے لذت ہوتی ہے
اور اسی لذت کے باعث طبیعت کو اس چیز کیطرف میل ہوتا ہے تو طبع سلیم کے نزدیک وہ شے محبوب ہوتی ہے مثلاً آنکھ کی لذت
دیکھنے کی چیزون مین ہے کہ اچھی چیزین اور ملیح صورتین دیکھے اور کان کی لذت نغمات دلاویز اور صوات فرحت انگیز مین ہے
اور ناک کی لذت عمدہ خوشبوؤن مین اور ذائقے کی لذت غذاؤن مین اور لمس کی لذت نرمی اور نازکی مین اور چونکہ یہ مدرکات
حواس کو لذت دیتے ہین تو اسلیے محبوب ہین یعنے طبع سلیم کو انکی طرف رغبت ہے یہان تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حبب الی من دنیاکم ثلث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اس حدیث مین آپ نے خوشبو کو محبوب فرمایا اور
ظاہر ہے کہ اس سے آنکھ اور کان کو کچھ بہرہ نہین بلکہ صرف سونگھنے کی حس کو ہے اور عورتون کو محبوب فرمایا حالانکہ انسے
بہرہ سونگھنے وغیرہ کو نہین بینائی اور لمس کو ہے اور نماز کو خنکی چشم ارشاد فرمایا اور اسکو سب سے زیادہ محبوب
ٹھہرایا اور ظاہر ہے کہ نماز سے حواس خمسہ کو کچھ بہرہ نہین بلکہ ایک چھٹی حس کو جو دل کے ماتحت ہے اسکا ادراک
اسی کو ہے جسکے دل ہو۔ اور حواس خمسہ کی لذات مین تو انسان کے شریک بہائم بھی ہین پس اگر محبت کو مدرکات حواس
خمسہ پر منحصر کرکے کہین کہ خدا ئے کریم حواس سے مدرک نہین ہوتا اور خیال مین صورت نہین پکڑتا اسلیے اسکی محبت بھی
نہین ہوسکتی تو اس صورت مین انسان کی خاصیت بیکار ٹھہر گی اور وہ چھٹی حس جس سے کہ انسان حیوانات سے ممتاز ہے اور جسکو عقل
یا نور یا قلب یا کوئی اور اسطرح کا لفظ کہ سکتے ہین لغو ہوجاویگی اور یہ امر بعید ہے اسلیے کہ بصیرت باطنی ظاہر کی بینائی کی نسبت قوی تر ہے
اور قلب کو بہ نسبت آنکھ کے زیادہ تر ادراک ہے اور وہ معانی جو عقل سے مدرک ہوتے ہین انکا جمال بہ نسبت ظاہر کی صورتونکے جو آنکھ کو

سوجھتی ہین زیادہ ہو پس ضرور ہی کہ جن امور شریفہ آلہیہ کو قلب ادراک کرتا ہو اور وہ حواس سے نہین معلوم ہو سکتے انکے ادراک سے قلب کو جو لذت ہوتی ہو وہ کامل اور مکمل ہو اسیلئے طبع سلیم کا میل اسکی طرف قوی تر ہوگا اور محبت اسیکا نام ہے کہ طبیعت کو ایسی چیز کی طرف رغبت ہو جسکے ادراک مین لذت ہو چنانچہ عنقریب اسکی تفصیل مذکور ہوگی اس صورت مین محبت آلہی کا انکار وہی کریگا جو درجۂ بہائم مین ہو اور ادراک حواس سے مطلق آگے قدم نہ رکھے تیسرا امر اہم یہ ہو کہ بدیہی بات ہو کہ انسان اپنے نفس کو محبوب جانتا ہے اور اسمین بھی شبہہ نہین کہ انسان کبھی غیر کو بھی اپنے نفس کیواسطے محبوب جانتا ہے اور یہ امر کہ غیر سے محبت صرف اسکی ذات کے لیے ہو نہ اپنے نفس کی خاطر یہ ضعیفون پر مشکل ہوگیا ہے انکے نزدیک ممکن ہی نہین کہ انسان دوسرے سے صرف اسکی ذات کے لیے محبت کرے اور اپنے آپ کو اس سے کچھ بہرہ نہو اور حق یہ ہو کہ ایسی محبت ممکن ہو اور موجود بھی ہے اسی لیے ہم محبت کے اسباب واقسام کو بیان کرتے ہین اسکی تفصیل یہ ہو کہ ہر ایک زندہ کے نزدیک سب سے اول محبوب اسکا نفس و ذات ہے اور اپنے نفس کی محبت سے یہ غرض ہو کہ اسکی طبیعت مین رغبت اپنے وجود کے دوام اور بقا کی ہو اور عدم اور ہلاک کی نفرت اس لیے کہ محبوب بالطبع وہی چیز ہوا کرتی ہو جو محبت والے کے مناسب ہو اور اپنے نفس کے دوام اور بقا سے کونسی چیز زیادہ موافق ہوگی اور اپنے عدم اور ہلاک سے بڑھکر کیا چیز مخالف ہوگی اسی لیے انسان دوام وجود سے محبت رکھتا ہو اور قتل اور موت سے نفرت نہ اسلیے کہ اسکو موت کے بعد کا خوف عذاب وغیرہ ہوتا ہو یا موت کے وقت کی جان کندنی سے ڈرتا ہو بلکہ اگر بالفرض ایسی طرح پر مرے کہ کچھ مصیبت جان کندنی کی نہو اور نہ ثواب وعذاب کا تردد ہو تب بھی مرنے پر راضی نہوگا موت کو برا ہی جانیگا ہان اگر زندگی مین شدت سے رنج کا تحمل ہوگا اسوقت موت اور نیستی کو محبوب جانیگا اسلیے کہ جب کسی بلا مین پھنستا ہو تو یہ امر محبوب ہوتا ہے کہ بلا ٹلجاوے اس صورت مین اگر نیستی کو محبوب جانیگا تو نہ اسلیے کہ نیستی ہو بلکہ اسلیے کہ نیست ہونیسے وہ بلا جاتی رہیگی حاصل یہ کہ ہلاک اور نیستی سے نفرت ہوا کرتی ہو اور دوام وجود سے محبت اور جسطرح کہ دوام وجود محبوب ہو اسیطرح کمال وجود بھی محبوب ہو اسلیے کہ ناقص مین کمال نہین اور نقصان بھی بہ نسبت کمال کے نیستی ہو اور نیستی صفات کی اور کمال وجود کی نفرت کی چیز ہو اور جسطرح کہ صفات کمال نہونے سے نفرت ہوتی ہے اسیطرح انکے ہونے سے محبت ہوتی ہو جیسے اصل وجود کا دوام محبوب ہوتا ہے اور یہ امر خدائے تعالی کیطرف سے سرشتی ہو غرضکہ محبوب اول انسان کے لیے اسکی ذات ہو پھر سلامتی اعضا پھر مال اور اولاد اور کنبا اور دوست اعضا کی سلامتی اسلیے محبوب اور مطلوب ہو کہ کمال وجود اور اسکا دوام اسپر موقوف ہو اور مال بھی اسی لیے محبوب ہو کہ وہ بھی سامان دوام اور کمال وجود کا ہو اسیطرح سب اسباب کو جاننا چاہیے یعنے انسان جوان چیزون سے محبت رکھتا ہو تو خود ان کی ذات سے نہین بلکہ اسوجہ سے کہ انکے باعث دوام اور کمال اپنے وجود کا ہے یہانتک کہ اپنے لڑکے کو محبوب سمجھتا ہے گو اس سے کچھ اسکا فائدہ نہو اور طرح طرح کی مشقتین اٹھانی پڑین مگر اسی لیے کہ بعد اپنے عدم کے وجود مین نائب وہی ہوتا ہو تو نسل کے باقی رہنے مین بھی گویا اپنی ایک طرح کی بقا ہے اور چونکہ اپنے بقا کی طمع ہمیشہ کے لیے بن نہین پڑتی اور بقا کی محبت شدت سے ہوتی ہو تو اپنی بقا کے عوض ایسے شخص کی بقا چاہتا ہے جو اپنے قائم مقام ہو اور وہ لڑکا ہو گویا کہ وہ بھی اسی کا ایک ٹکڑا ہی ہان اگر آدمی کو کہا جاوے کہ یا اپنا قتل اختیار کر یا اپنے پسر کا اور اسکی

طبیعت اسوقت اعتدال پر ہو تو وہ اپنا ہی باقی رہنا چاہے گا اسلیے کہ ہر چند لڑکے کا باقی رہنا بھی من وجہ اپنا باقی رہنا ہی مگر تا ہم
بعینہ اپنا باقی رہنا نہین اسیطرح محبت اقارب اور ہمانمان کی اپنے نفس کے کمال کی محبت کے سبب ہوتی ہی کیونکہ آدمی اقارب کے
باعث اپنے نفس کو بہت اور قوی سمجھتا ہی اور انکے کمال سے اپنا فخر جانتا ہی اسلیے کہ مال وعیال اور اسباب خارجی انسان کے حق مین
مثل بازو کے ہین جنسے تکمیل انسان ہوتی ہی اور وجود کا کمال اور دوام بلاشبہہ طبعًا محبوب ہوا کرتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ
ہر ایک بندے کے نزدیک اسکی ذات اور ذات کا کمال اور انکا دوام محبوب ہی اور اسکا عکس مکروہ پس یہ تو اول سبب محبت کا ہوا۔
دوسرا سبب محبت کا احسان ہی کہ انسان بندۂ احسان مشہور ہی اور دلونکی سرشت مین ہے کہ احسان کرنیوالون سے محبت
کرتے ہین اور برائی کرنے والون سے بغض رکھتے ہین اور یہ جو حدیث شریف مین وارد ہی کہ اللّٰھم لاتجعل لفاجر علیّ یدا فیحبہ قلبی
اسمین اشارہ ہی کہ محسن کے لیے محبت قلبی اضطراری ہوتی ہی جسکو ٹال نہین سکتے اور یہ امر سرشتی اور فطری ہی کہ اسکی تبدیل کی کوئی
سبیل نہین اور اسی سبب سے آدمی کبھی ایسے انسان سے محبت کرتا ہی جو کچھ اس سے رشتہ اور علاقہ نہ رکھتا ہو محض اجنبی ہو اور اس سبب
دوم کو اگر واقع مین غور کرو تو اسکا مآل بھی اول ہی سبب کیطرف ہی اسلیے کہ محسن اسی کو کہتے ہین جو مال اور دیگر اسباب سے
اپنی مدد کرے پس ضرور ہی کہ اسکے احسان کے باعث یا وجود کا دوام یا کمال حاصل ہو یا لذائذ ہی ملین جنسے کہ وجود تیار ہوتا ہی ہان
یہ فرق ہی کہ اعضا کی محبت اسلیے ہوتی ہی کہ انسے کمال وجود کا ہی تو خود اعضا ہی بعینہا کمال مطلوب مین داخل ہین مگر محسن عین کمال
مطلوب کا نہین ہوتا بلکہ کبھی سبب کمال ہوا کرتا ہی جیسے طبیب کہ کبھی سبب اعضا کی صحت کے دوام کا ہوتا ہی پس صحت کی محبت
اور طبیب کی محبت مین فرق ہی اسلیے کہ صحت تو خود مطلوب بالذات ہی اور طبیب اپنی ذات کے باعث محبوب نہین بلکہ اس سبب سے
محبوب ہی کہ وہ صحت کا سبب ہی اسیطرح علم اور استاد دونون محبوب چیزین ہین مگر علم محبوب بالذات ہی اور استاد اس جہت سے
محبوب ہے کہ وہ سبب علم محبوب کا ہی اسیطرح کھانا پینا محبوب ہے اور روپیہ پیسا بھی محبوب لیکن غذا بالذات محبوب ہی اور نقد اسکا
وسیلہ ہونے کے باعث محبوب ہی پس فرق دونون محبوبون مین اگر ہے تو رتبے کا ہی کہ ایک اول ہی اور ایک اسکے بعد ورنہ اپنے نفس
کی محبت دونون مین پائی جاتی ہی یعنے جو شخص محسن سے اسکے احسان کے باعث محبت رکھتا ہی تو وہ اسکی ذات کا محب نہین
بلکہ اسکے احسان کو دوست رکھتا ہی اور احسان ایک فعل محسن کے افعال مین سے ہی کہ اگر محسن وہ فعل بجا نہ لاوے تو محبت
جاتی رہے گو خود اسکی ذات باقی رہے اور اگر فعل احسان کسی قدر کم ہو جاوے تو اسیقدر محبت کم ہو جاوے اور اگر زیادہ
ہو تو محبت بھی زیادہ ہو اس محبت کی کمی بیشی احسان کی کمی بیشی پر منحصر ہی **تیسرا سبب** محبت کا یہ ہی کہ کسی چیز کو خود اس کی
ذات کے باعث محبوب جانے نہ اسلیے کہ اس سے اپنے آپ کو کچھ فائدہ ہوتا ہو بلکہ خود اسکی ذات ہی عین فائدہ ہو اس محبت
کو حقیقی کہتے ہین ایسی محبت کے ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہوتا ہے مثلاً محبت حسن وجمال کی کہ ہر ایک جمال جمال کے مدرکون کے
نزدیک محبوب ہوتا ہی اور یہ محبت صرف جمال ہی کے باعث ہی اسلیے کہ اسمین جمال کا ادراک ہی عین لذت ہے اور لذت خود
بالذات محبوب ہوتی ہے کسی اور کی جہت سے نہین۔ اور یہ گمان کرنا نچاہیے کہ محبت اچھی صورتون کی بدون قضائے شہوت اور

اے الٰہی کسی بدکار کی نعمت میرے اوپر مت کر کہ اسکی وجہ سے میرا دل اسکی محبت کرے ۱۲ ابو منصور دیلمی نے مسند فردوس میں روایت کی معاذ سے بسند ضعیف منقطع ۱۲

تمنا کے ممکن نہین اسلیے کہ پورا کرنا خواہش اور تمنا کا دوسری لذت ہی اسکے لیے بھی بعض اوقات صورتون کو محبوب سمجھا کرتے ہین اور خود جمال بھی لذیذ ہی اسلیے ہو سکتا ہی کہ خود محبوب بالذات ہو مثلاً سبزہ اور آب روان محبوب ہی نہ اس جہت سے کہ انسے کھانے یا پینے کا فائدہ ہو یا کوئی اور حظ سواد یکھنے کے ملتا ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سبزہ اور آب روان اچھا معلوم ہوا کرتا تھا اور طبائع سلیمہ سبکے سب نظر کرنا غنچون اور پھولون اور خوبصورت جانورون اور عمدہ گل بوٹون اور اچھے نقشون کیطرف باعث لذت جانتے ہین یہانتک کہ آدمی انسے اپنا غم غلط کرتے ہین اور ان کے دیکھنے سے دل بہلاتے ہین پس یہ چیزین لذت رسان ہین اور ہر ایک لذیذ چیز محبوب ہوتی ہی اور کوئی حسن و جمال ایسا نہین کہ اسکے ادراک مین لذت نہو اور نہ کسی کو جمال کے محبوب ہونے مین کسی طرح کا انکار ہے اب اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ خدائے تعالیٰ صاحب جمال ہی تو ظاہر ہی کہ جس شخص پر اسکا جمال و جلال کھلجاوے اسکے نزدیک بیشک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ان اللہ جمیل ویحب الجمال **چوتھا** سبب محبت کا خود حسن و جمال ہی یہان معنی حسن و جمال کا بیان ضروری ہی تا واضح ہو کہ جو لوگ خیالات اور محسوسات کے محبس مین قید ہین وہ اکثر یہی جانتے ہین کہ حسن و جمال اسیکا نام ہے کہ پیدائش متناسب اور شکل درست رنگ عمدہ سفید و سرخ قد کشیدہ وغیرہ باتین ہون جنسے کہ وصف سراپائے انسان کیا کرتے ہین اسوجہ سے کہ حسن غالب خلق پر وہی ہے جو آنکھون سے نظر آوے انکا التفات اکثر شخصون کی صورتون پر ہوتا ہی اسلیے گمان کرتے ہین کہ جو چیز نظر نہ آوے نہ شکل رکھے نہ خیال مین جمے نہ رنگ ڈھنگ ہو اسکا حسن ممکن نہین اور جب حسن ممکن نہوا تو اسکے ادراک مین لذت بھی نہو گی اسی لیے محبوب بھی نہو گی اور یہ انکی بڑی غلطی ہی اسلیے کہ حسن منحصر آنکھ کے محسوسات اور تناسب پیدائش اور سفیدی و سرخی رنگ پر نہین مثلاً ہم کہتے ہین کہ یہ نوشت حسین ہی اور یہ آواز اچھی ہی اور یہ گھوڑا حسین ہی بلکہ یہ بھی کہتے ہین کہ یہ کپڑا اور یہ برتن اچھا ہے پس اگر حسن کے معنی صورتون ہی مین منحصر رکھے جاوین تو پھر آواز اور خط کے حسن کے کیا معنے ہونگے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ آنکھ کو اچھے خط سے لذت ہوتی ہی اور کان کو نغمات عمدہ سے اور جتنے مدرکات حواس کے ہین وہ سب یا اچھے ہین یا برے پس وہ معنی حسن کے کون سے ہین جسمین یہ سب اشیا مشترک ہین انکو بیان کرنا ضروری ہے اور یہ بحث طویل ہی علم معاملہ کے شایان نہین کہ اسمین طوالت دیجاوے البتہ تصریح حق کئے دیتے ہین کہ ہر ایک شئے کا جمال اور حسن اس امر سے ہوتا ہی کہ جسقدر کمال اسکے لائق اور ممکن ہو وہ اسمین آجاوے تو جب سب کمالات ممکن اسمین جمع ہو جاوین تو وہ شئے نہایت حسن مین ہو گی اور اگر بعض کمالات ہونگے تو حسن و جمال بھی انھین کی نسبت سے ہو گا مثلاً گھوڑا حسین وہ ہی جو جتنی باتین خوبی کی گھوڑے مین ہونی چاہئین سب رکھتا ہو یعنی صورت و شکل اور رنگ ڈھنگ خوش رفتاری خوش لگامی دوڑ دھوپ وغیرہ سب اسمین ہون اور عمدہ خط وہ ہے جسمین خوشنویسی کے متعلق سب امور پائے جائین مثلاً متناسب ہونا حروف کا اور مقابلہ کششون کا اور راستی نشست اور درستی کرسی اور خوبی دوائر وغیرہ اور ہر چیز کے لیے ایک کمال ہی جو اسکے لائق ہے دوسری چیز مین بعض اوقات اس کمال کے ضد شایان ہوا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن ہر چیز کا اسی کمال مین ہوگا جو اسکے شایان ہی مثلاً جن باتون سے گھوڑے کو اچھا کہتے ہین انسے آدمی کو اچھا نہ کہینگے اور جن امور سے خط عمدہ کہلاویگا انسے گھوڑا عمدہ نہ کہلاویگا اور جنسے برتن

(۱) ابو نعیم در طب نبوی بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲ (۲) اخرجہ مسلم ان اللہ جمیل یحب الجمال من حدیث ابن مسعود ۱۲

اچھے ہونگے انسے کپڑے اچھے نہونگے اسیطرح سب چیزون کو جاننا چاہیئے اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چیزین گو سب کی سب آنکھ سے محسوس نہین ہوتین مثل آواز اور ذائقہ کی اشیا کے مگر آخر کسی نہ کسی حس سے مدرک ہوتی ہین تو محسوسات مین داخل رہین اور حسن وجمال محسوسات سے تو انکار نہین نہ اس سے انکار کہ محسوسات کے ادراک سے لذت نہین ہوتی بلکہ انکار حسن و جمال کا ایسے اشیا مین ہے جو حواس سے مدرک نہون تو اسکا جواب یہ ہے کہ حسن وجمال منحصر محسوسات ہی مین نہین غیر محسوسات مین بھی حسن وجمال موجود ہے مثلاً کہتے ہین کہ یہ خلق حسن ہے اور یہ علم اچھا ہے اور یہ خصلت عمدہ ہے اور یہ اخلاق جمیلہ ہین اور انسے مراد علم اور عقل اور عفت اور شجاعت اور تقوے اور کرم اور مروت اور سب عادات خیر ہوتی ہین ان مین سے کوئی بھی ایسی نہین جو حواس خمسہ سے مدرک ہو بلکہ یہ اشیاء نور بصیرت باطنی سے دریافت ہوتی ہین اور یہ سب کے سب محبوب ہین جو شخص ان صفات سے متصف ہو وہ بھی طبعاً محبوب ہوتا ہے اس شخص کے نزدیک جو اسکے صفات سے واقف ہو مثلاً دیکھو کہ طبیعت مین یہ امر سرشتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے محبت کرین اور صحابہ کو محبوب جانین حالانکہ ان مین سے کسی کو نہین دیکھا اسیطرح محبت ائمۂ مذہب کی مثل امام ابو حنیفہؒ وامام شافعیؒ وامام مالکؒ وغیرہم کے ہے یہانتک کہ آدمی کبھی اپنے امام کی محبت عشق سے زیادہ کرتا ہے اور اسی محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی مدد اور حفاظت مین خرچ کر ڈالتا ہے اور جو شخص اسکے امام پر کچھ طعن کرے اسکو مارنے مرنے پر مستعد ہوجاتا ہے ارباب مذاہب مین نصرت مذہب کے لیے بہت کشت وخون ہوچکے ہین اور ہم کو معلوم نہین کہ جو شخص مثلاً امام شافعیؒ سے محبت کرتا ہے وہ کیون کرتا ہے انکی صورت تو اسنے کبھی دیکھی ہی نہین اور اگر بالفرض صورت دیکھتا بھی تو شاید اسکو ناپسند کرتا تو انکی پسندیدگی جسنے افراط محبت پر آمادہ کیا ہے کچھ صورت ظاہری کے سبب سے نہین وہ تو خاک ہوگئی اور مٹی مین ملگئی بلکہ صورت باطنی کی جہت سے ہے یعنی صفات دینی مثل تقوی اور کثرت علم اور واقف ہونا طریق دین پر اور ہمت کرنی علم شرع کی تعلیم پر اور عالم مین منتشر کرنا خیرات وغیرہ کا اور یہ باتین ایسی ہین کہ انکا جمال بدون نور بصیرت کے معلوم نہین ہوسکتا حواس انکے ادراک سے قاصر ہین اسی طرح جو شخص حضرت ابو بکر صدیقؓ سے محبت رکھتا ہے اور انکو اور اصحاب سے فضیلت دیتا ہے یا حضرت علیؓ سے محبت رکھتا ہے اور انکو افضل سمجھتا ہے اور ان کے باب مین تعصب کرتا ہے تو انکو صرف امور باطنی کے لحاظ سے محبوب جانتا ہے یعنی علم اور دین اور تقوی اور شجاعت اور کرم وغیرہ کی جہت سے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ مثلاً جو شخص حضرت صدیق اکبرؓ سے محبت رکھتا ہے وہ انکے گوشت وپوست اور ہاتھ پانون اور استخوان اور شکل کے باعث محبت نہین کرتا کیونکہ یہ چیزین تو سب متبدل اور زائل ہوگئین باقی وہی ہین جنسے کہ صدیق صدیقؓ کہلاتے تھے یعنی صفات محمودہ جو عادات حسنہ کی مصادر تھین پس محبت بھی انھین صفات کے باقی رہنے سے باقی ہے گو صورتین نہین رہین اور ان صفات کا مآل صرف دو چیزون علم اور قدرت پر رجوع کرتا ہے کہ آپ نے حقائق امور کو جانا اور اسبات پر قادر ہوئے کہ اپنے نفس کے شہوات کو دبا کر اسکو متحمل ان اوصاف کا کیا ہے ذاتی علم وقدرت سے سب عادات نیک متفرع ہوتی ہین اور یہ دونون حس سے محسوس نہین ہوتین اور ان دونونکا محل تمام جسم مین سے ایک جزو لایتجزی ہے جو واقع مین محبوب ہے اور ازانجا کہ اس جزو لایتجزی کی کوئی صورت اور شکل اور رنگ نہین جو آنکھ کو سوجھے اور سوجھنے کی جہت سے محبوب قرار دیا جاوے تو ضرور ہے کہ اسکی محبت بدون ذریعہ حس کے ہو اس سے معلوم ہوا کہ سیر وعادات مین جمال موجود ہے اور اگر سیرت

جمیلہ بدون علم اور بصیرت کے صادر ہوتی تو مو حب محبت نہ تھی حاصل یہ کہ محبوب مصدر سیرت ہے اور وہ اخلاق حمیدہ اور فضائل شریفہ ہین اور ان سب کا مآل کمال علم و قدرت کیطرف رجوع کرتا ہے اور یہ طبعاً محبوب ہے اور حواس سے مدرک نہین یہانتک کہ لڑکا جو اپنی طبیعت پر چھوٹا ہوا ہو اگر ہم اسکے نزدیک کسی غائب یا حاضر یا زندہ یا مردہ کو محبوب کرنا چاہین تو اسکی راہ ہمارے پاس اور کوئی نہین بجز اسکے کہ اس شخص کے وصف مین مبالغہ کیا جاوے اور اسکی شجاعت و کرم اور علم اور تمام عمدہ خصلتین اسکے سامنے طوالت کیساتھ بیان کیجاوین جب انکا اعتقاد اسکو ہوجاویگا تو بے اختیار محبت کرنے لگیگا اس سے نہو سکیگا کہ محبت نکرے دیکھو صحابہؓ کی محبت اور ابوجہل اور شیطان ملعون کا بغض دلمین لوگون کے اسیطرح جمے ہین کہ صحابہؓ کی بھلائیان اور ان دونون مردودون کی برائیان بہت طول طویل سنین اور یہ محاسن اور برائیان وہی ہین جو حواس سے معلوم نہین ہوتین بلکہ لوگون نے جب حاتم کی تعریف سخاوت کی کی اور حضرت خالدؓ کو شجاعت سے موصوف کیا تو دلون مین انکی محبت خواہی نخواہی ہوگئی یہ محبت نہ تو صورت ظاہری کیطرف دیکھنے سے نہ کچھ محب کو فائدہ پہونچنے کی جہت سے ہے بلکہ جب کسی بادشاہ کی سیرت عدل اور احسان کی اور صدقہ اور خیرات کرنے کی بیان کیجاوے تو گو وہ اتنا دور ہو کہ محبون تک اسکے احسان کا آنا بعد مسافت کی جہت سے نہو سکتا ہو مگر تاہم اسکی محبت لوگون کی دلون مین ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت مین یہ کچھ ضرور نہین کہ محبت والے پر خاص کچھ احسان ہوا ہو بلکہ محسن اپنی ذات سے محبوب ہوتا ہے اگرچہ احسان اسکا محب تک کبھی نہ پہونچے اسلیے کہ ہر ایک حسن و جمال محبوب ہے اور صورتین دو قسم کی ہین ظاہری اور باطنی اور حسن و جمال دونو مین ہوا کرتا ہے اور ظاہری صورتین تو ظاہر کی آنکھ سے معلوم ہوتی ہین اور باطن کی صورتین بصیرت باطنی سے تو جسکو بصیرت باطنی ہی نہ ملی ہوگی وہ نہ باطن کی صورتین دیکھے نہ انسے لذت پاوے نہ محبت و میل رکھے اور جسکی بصیرت باطنی حواس ظاہری کی نسبت کر غالب ہو وہ معانی باطنی ہی کو بہ نسبت معانی ظاہری کے زیادہ محبوب جانیگا پس اگر ایک شخص کسی نقش دیوار سے جمال ظاہر کے باعث محبت کرے اور دوسرا شخص کسی نبی سے جمال باطنی کے باعث محبت رکھے ان دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہے پانچوان سبب محبت کا مناسبت خفیہ ہے جو محب اور محبوب مین ہوتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمیون مین محبت مصمم ہوجاتی ہے نہ کسی جمال یا فائدے کی جہت سے بلکہ بجز روحون کے تناسب کے چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد فرمایا[1] فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف اور اس امر کو ہمنے کتاب آداب صحبت مین جس جگہ کہ حب فی اللہ کا ذکر ہے محقق بیان کیا ہے وہان دیکھ لینا چاہیے کہ یہ عجائب اسباب محبت مین سے ہے۔ اس سب بیان سے معلوم ہوا کہ اقسام محبت کے پانچ سبب ہوتے ہین اول انسان کی محبت اپنے وجود کے کمال اور بقا کی دوم محبت اپنے محسن کی ایسی چیزون مین جنسے اپنے وجود کا دوام پایا جاوے اور بقاے وجود اور مہلکات کے دور کرنے کی اعانت ملے تیسرے محبت ایسے شخص کی جو بذات خود لوگون سے سلوک کرے گو محب کے ساتھ سلوک نہ کرے چوتھے محبت ایسی چیز کی جو بذات خود جمال والی ہو خواہ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی پانچوین ایسے شخص سے محبت کہ اسمین اور محب مین پوشیدہ مناسبت باطن مین ہو پس اگر یہ اسباب ایک ہی شخص مین جمع ہوجاوین تو بلاشک محبت دوبالا ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کے کوئی لڑکا خوبصورت خوش خلق علم مین یکتا تدبیر مین اچھا لوگون سے سلوک کرنیوالا اور باپ کا خدمتگزار ہو تو ظاہر ہے کہ باپ کو ایسے شخص سے نہایت درجے کی محبت

[1] روحین جو ان مین سے آشنا ہوئین وہ باہم الفت کرتی ہین اور جو نا آشنا رہین وہ جدا ہوتی ہین ۱۲ مسلم بروایت ابی ہریرہؓ

ہو گی اور محبت کی قوت ان اسباب کے جمع ہونے پر اسیقدر زیادہ ہونی چاہیے جسقدر کہ یہ عادتین فی نفسہا قوی ہون پس اگر یہ صفات کسی شخص مین بدرجۂ کمال ہون تو محبت بھی اعلیٰ درجے کی ہو گی **تیسرا بیان** اس امر مین کہ مستحق محبت صرف خداے پاک کی ذات ہو واضح ہو کہ ان اسباب مذکورہ بیان سابق کا کامل ہونا اور جمع ہونا خداوند جل جلالہ کی ذات کے سوا اور کسی مین نہین ہو سکتا اسی لیے واقع مین مستحق محبت بھی سوا اسکی ذات پاک کے اور کوئی نہین اور جو کوئی غیر خدا سے محبت کرے اور خدا کیطرف اسکا لگاؤ نہ کرے تو اپنی جہالت اور قصور معرفت الٰہی سے ہو اور یہ کہ محبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی عمدہ ہے اس وجہ سے کہ وہ عین محبت الٰہی ہو اور اسیطرح محبت علما اور اتقیا کو تصور کرنا چاہیے اسلیے کہ محبوب کا محبوب اور اسکا رسول اور اسکا محب سب محبوب ہوتے ہین اور سب کا مآل اصل ہی کی محبت کیطرف رجوع کرتا ہو اسلیے غیر کیطرف تجاوز نہین کرتا پس واقع مین اہل بصیرت کے نزدیک سواے خداے تعالیٰ کے اور کوئی محبوب نہین اور نہ کوئی مستحق محبت ہے اسکی تشریح یہ ہے کہ جو اسباب پانچوان ہمنے ذکر کیے ہین انکی طرف رجوع کرین اور ثابت کردین کہ وے سب کے سب خداے تعالیٰ مین جمع ہین اور غیر اللہ مین اکٹھے نہین پائے جاتے ایک یا دو پائے جاتے ہین اور خداے تعالیٰ مین انکا ہونا حقیقۃً ہو اور دوسرے مین مجازاً بلکہ وہم و تخیل ہی ہے کہ اسکی کچھ حقیقت نہین اور جب یہ امر ثابت ہو جاویگا تو اہل بصیرت پر کھلجاویگا کہ جو بات کم عقلون اور ضعیف دل والون نے خیال کر رکھی کہ واقع مین محبت الٰہی محال ہو یہ امر بالکل خلاف ہو بلکہ تحقیق اس امر کی مقتضی ہے کہ سواے خداے تعالیٰ کے اور کسی سے محبت نہ کیجاوے اب سبب اول پر غور کرو یعنے انسان اپنے نفس کو محبوب جانتا ہو اور اسکا دوام و کمال و بقا چاہتا ہو اور ہلاک اور نیستی اور نقصان اور موانع کمال سے بغض رکھتا ہو یہ باتین ہر ایک زندہ کی سرشت مین داخل ہین اور ممکن نہین کہ کوئی انسے خالی ہو یہی باتین مقتضی نہایت محبت الٰہی کی ہین اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہو وہ یقیناً جانتا ہو کہ اسکا وجود کچھ اسکی طرف سے نہین بلکہ اسکی ذات کا وجود اور دوام اور کمال اللہ کیطرف سے اور اسی کے باعث ہو تو وہی وجود کا موجد اور وہی اسکا باقی رکھنے والا ہے اور وہی صفات کمال پیدا کرکے اسکو کامل کرتا ہو کمال کیطرف پہونچنے کے اسباب کو پیدا کرتا ہو پھر ہدایت استعمال اسباب کی پیدا کرتا ہو ورنہ بندہ اپنی ذات کی رو سے کچھ وجود نہین رکھتا محض محو اور عدم ہے اگر خداے تعالیٰ اپنے فضل سے موجود نہ کرے اور بعد وجود کے اگر اسکا فضل شامل حال نہو تو ہلاک ہو جاوے اور اگر وہ اپنے کرم سے کامل نکرے تو ناقص رہے حاصل یہ کہ کوئی شئے ایسی موجود نہین جسکو اپنی ذات سے قیام ہو سواے ذات خداے قیوم اور زندہ کے جو بذات خود قائم ہے اور اور اشیا اسکے باعث قائم ہین پس اگر عارف اپنی ذات سے محبت رکھیگا تو ضرور ہو کہ اس ذات سے محبت رکھے جس سے اسکا وجود ہوا ہو اور جس سے کہ اسکے وجود کو دوام ہے بشرطیکہ اسکو خالق اور موجد اور مخترع اور باقی رکھنے والا اور قائم بالذات اور دوسرون کا قائم رکھنے والا جانے اور اگر ایسی ذات سے محبت نہ رکھے تو اپنے نفس اور رب سے دونون سے جاہل ہو اسلیے کہ محبت ثمرہ معرفت ہی جب معرفت نہو گی تو محبت نہو گی اور اگر معرفت ضعیف ہو گی تو محبت بھی ضعیف ہو گی اور اگر قوی ہو گی تو قوی ہو گی اسیواسطے حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے رب کو پہچانیگا وہ اس سے محبت کریگا اور جو شخص دنیا کو

پہچانیگا اسمین زہد کریگا اور یہ کیسے خیال مین آسکتا ہے کہ آدمی اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے رب سے محبت نکرے جس سے کہ نفس کا قیام ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص کہ آفتاب کی دھوپ مین مبتلا ہو اور اسکے بچاؤ کے لیے سایے کو محبوب جانے وہ بیشک درختون کو بھی محبوب جانیگا جنسے سایے کا قیام ہے اور ہر ایک موجود چیز کو خدائے تعم کی قدرت کیطرف ایسی ہی نسبت ہے جیسی سایے کو ہو درخت کیطرف اور نور کو ہو آفتاب کیطرف یعنے جسطرح نور کا وجود تابع آفتاب کا اور سایے کا وجود تابع درختونکا ہے اسی طرح کل موجودات کا وجود تابع اسکے وجود کا ہے اور سب کچھ اسی کے آثار قدرت مین سے ہو اور یہ مثال بھی اگر تامل کرو تو عوام کی فہم کے موافق درست ہو کہ انکو یہ خیال ہو کہ نور آفتاب کا اثر ہو اور اسمین سے نکلتا ہو اور اسی کے باعث موجود ہو حالانکہ یہ خیال غلط ہے اسلیے کہ اہل دل پر یہ بات آنکھ کے مشاہدے کی نسبت بھی زیادہ منکشف ہو چکی ہو کہ نور بھی قدرت آلہی سے حاصل ہوتا ہو یعنے جسطرح کہ آفتاب اور اسکی شکل و صورت خدا کی قدرت سے بنی ہو اسیطرح جب آفتاب اجسام کثیف کے مقابل ہوتا ہو اسکا نور بھی اسی کی قدرت سے اختراع و ایجاد پاتا ہو مگر چونکہ غرض مثالون سے سمجھانا مطلب کا ہے اسی لیے نفس حقیقت مطلوب نہین غرضکہ اگر انسان کو اپنے نفس سے محبت ضروری ہو تو اس ذات سے بھی اسکی محبت ضروری ہونی چاہیے جسکے باعث اول تو اسکے نفس کو قیام ہو اور پھر اسکی اصل و صفات اور ظاہر و باطن اور جواہر و اعراض کا دوام اسی سے ہو بشرطیکہ اس امر کو اسیطرح جان لے اور کوئی شخص اس محبت سے خالی نہوگا بجز ایسے شخص کے کہ اپنے نفس و شہوت مین مشغول ہوکر اپنے خالق اور رب سے غافل ہو اور اسکو جیسا کہ چاہیے ویسا نجانے اور اپنی نظر کو شہوات اور محسوسات ہی پر مقصور کرے یعنے نظر صرف عالم شہادت ہی پر رکھے جسمین بہائم بھی اسکے شریک ہین کہ وہی لذت اور تنعم انکو بھی میسر ہے اور عالم ملکوت سے قطع نظر کرلے جس ہنر مین وہی پہونچ سکتا ہو جسکو کچھ مناسبت فرشتون سے ہو اور اسکی نظر اس عالم مین اسیقدر ہوگی جسقدر کہ اسکو صفات مین فرشتون سے قرب ہوگا اور جسقدر کہ پستی عالم بہائم مین نازل ہوگا اسیقدر اس عالم مین اسکی سیر کم ہوگی اب دوسرا سبب یعنے ایسے شخص سے محبت کرنی جو اپنے ساتھ مال سے سلوک کرے اور کلام مین نرمی برتے اور ہر ایک طرح سے اسکی اعانت کرے اور دشمنون کے قلع و قمع کرنے مین اور بدنون کی بدی دور کرنے مین مدد کرے اور تمام اسکی غرضون مین خواہ متعلق خود اسکے نفس کے ہون یا اولاد و اقارب کے سب مین ذریعہ حصول کا ہو تو ظاہر ہو کہ ایسا شخص خواہ مخواہ محبوب ہوگا اور یہ سبب بھی مقتضی اسی امر کا ہے کہ خدائے تعم کے سوا اور کسی سے محبت نکیجاوے اسلیے کہ اگر خدائے تعم کو جیسا حق اسکے پہچاننے کا ہو ویسا پہچانے تو جانے گا کہ احسان کرنے والا صرف وہی ہے ہماری غرض یہان یہ نہین کہ اسکے احسان جو ہر ایک بندے پر ہین ان کی شمار کرین اسلیے کہ وہ تو حیطۂ شمار سے باہر ہین جیسا خود ارشاد فرماتا ہو وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اسکی طرف مختصر ہم بیان الشکر مین اشارہ بھی کر آئے ہین بلکہ یہان اسیقدر لکھتے ہین کہ احسان آدمی کیطرف سے غیر ممکن ہو اگر آدمی کو محسن کہین تو صرف مجازاً ہوسکتا ہو اور واقع مین محسن خدائے تعم ہی ہو اسکے لیے فرض کرو کہ کسی شخص نے تمکو اپنے تمام خزانے دیدالے اور انپر بالکل اختیار دیدیا جس طرح چاہو انکو خرچ کرو تو تمکو یہ گمان ہوگا کہ یہ احسان تمہارے ساتھ اس شخص کیطرف سے ہوا حالانکہ یہ غلط ہو اسلیے کہ اسکے احسان مین

”اگر گنو احسان خدا نہ پورا کر سکو گے“ ۱۲

کئی باتین ہین اول خود اُس شخص کا ہونا دوم اسکے مال کا ہونا سوم مال پر قادر ہونا چہارم ارادہ مال کے حوالہ کرنیکا خاص تمکو اب ہم کہتے ہین کہ اس شخص کو کسنے پیدا کیا اور اسکی مال کو کسنے پیدا کیا اور اسکی قدرت اور ارادہ کو کسنے پیدا کیا اور تمہاری طرف اسکی محبت اور توجہ کسنے کی اور اسکے دلمین یہ کسنے ڈالدیا کہ تمہارے ساتھ سلوک کرنے مین اسکا کچھ نفع دینی یا دنیاوی ہو اگر یہ سب باتین نہوتین تو وہ تمکو ایک خرمہرہ بھی نہ دیتا مگر جب اللہ تعالی نے تمام لوازم پیدا فرما دیے اور اسکے دلمین جما دیا کہ اسکا نفع دینی یا دنیوی تمہارے حوالہ کرنے مین ہے تو وہ بیچارہ حوالہ کرنے مین مجبور و بے بس ہو اسکے خلاف کرہی نہین سکتا اس صورت مین محسن اسی ذات کو جاننا چاہیے جسنے اُس شخص کو تمہارے لیے مضطر اور مسخر کیا اور اسکے اوپر تمام لوازم کو مسلط کیا جنسے فعل احسان ہونے کو ہو ہان ایک بات رہی کہ مال کا اس شخص کے قبضے مین ہونا اسبات پر اشارہ کرتا ہو کہ شاید محسن وہی ہو تو اسکو یون جاننا چاہیے کہ وہ شخص جو دیتا ہے صرف واسطہ ہو خدائے تعالی کے احسان کا یعنی خدائے تعالی نے اسکو مال اسواسطے دیا کہ وہ تم تک پہونچا وے پھر وہ دے نہین تو کیا کرے اسکا حال مثل پرنالہ کے سمجھنا چاہیے کہ وہ پانی کے بہنے مین مجبور ہو پس اگر تم اسکو محسن جانو اور خود اسکا شکریہ کرو نہ اس جہت سے کہ وہ بذات خود محسن نہ کہ وہ واسطہ ہو تو بیشک نفس الامر سے تم ناواقف ہو کیونکہ انسان جب احسان کرتا ہو تو اپنے نفس ہی پر کرتا ہو اور کسی مخلوق پر اسکا احسان کرنا محال ہو اسلیے کہ آدمی جو مال خرچ کرتا ہو تو اسکا عوض پہلے تاک لیتا ہو یا تو آخرت مین اگر ثواب منظور ہو یا دنیا مین اگر منت یا دوسرے کا مسخر کرنا یا تعریف اور شہرت سخاوت یا آوازۂ نام نیک یا لوگون کے دلون کو اپنی طاعت و محبت کیطرف کھینچنا مقصود ہو اور جسطرح کہ آدمی اپنا مال دریا مین نہین ڈالتا اسوجہ سے کہ اسمین کوئی غرض نہین اسیطرح کسی آدمی کے ہاتھ مین بھی بے غرض نہین ڈالتا اور وہی غرض اسکی مراد و مقصود ہوا کرتی ہو پس اب تمکو جو مال دیا ہو تو تم مقصود نہین ہو بلکہ تمہارا اس مال کو لے لینا اس شخص کی غرض حاصل ہونیکا وسیلہ ہو وہ غرض خواہ ذکر دنیا ہو یا شکر و ثواب تو اسنے تمکو مال پر قابض کر دینے سے ذریعہ اپنے نفس کی غرض حاصل ہونیکا کیا تو اس صورت مین وہ اپنے نفس ہی کا محسن ہو اور مال کے بدلے مین جو چیز اسکے نزدیک عمدہ ہے اسکو لیا چاہتا ہو اگر اس عوض کو اسکے عندیے مین ترجیح نہوتی تو تمہارے لیے اپنا مال ہرگز نہ چھوڑتا بہر حال وہ شخص مستحق شکر و محبت کا نہین دو وجہ سے اول تو یہ کہ خدائے تعالی نے تمام لوازم دینے کے اسپر مسلط کر دیے اسکو انکا خلاف کرنیکی مجال نہین اسکا حال مثل بادشاہی خزانچی کے ہو کہ اگر بحکم بادشاہ وہ کسی کو خلعت دیدے تو اسپر اپنا احسان کچھ نہین سمجھتا اسلیے کہ اسکو حکم بادشاہی کی تعمیل پر ضرور ہی تاب مخالفت ہرگز نہین اگر بادشاہ اسکو اسکی طبیعت پر چھوڑ دے تو ہرگز نہ دے اسیطرح اگر خداوند کریم محسن کو اسکی طبیعت پر چھوڑ دے تو وہ کبھی کسیکو کوڑی نہ دے مگر اسنے اول اسکے دل مین لوازم اور بواعث دینے کے مسلط کیے اور پھر یہ دلمین ڈالا کہ اسکا فائدہ دینی یا دنیاوی مال کے دینے مین ہے تو اسلیے وہ مال دیتا ہو دوسری وجہ یہ کہ جو کچھ یہ دیتا ہے اسکی نسبت کر جو کچھ اس کے نزدیک عمدہ چیز ہے بدلے مین لیتا ہو تو جیسے بائع کو نہین کہتے کہ یہ محسن ہو ویسے ہی دینے والے کو محسن نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ بائع اپنی چیز جبھی دیتا ہو جب اسکا بدلہ خاطر خواہ لے لیتا ہو اور دینے والا بھی مال کے عوض ثواب یا حمد و ثنا یا اور کوئی عوض سمجھ لیتا ہو تو مال دیتا ہے اور عوض مین یہ شرط نہین کہ وہ کوئی چیز محسوس از قسم مال ہو بلکہ لذائذ اور فوائد ایسے عوض ہین کہ انکے سامنے مال کی کچھ

حقیقت نہین حاصل یہ کہ احسان جود کی صورت مین ہوتا ہو یعنی مال کا ایسی طرح دینا کہ دینے والے کو نہ کوئی عوض منظور ہو نہ کچھ فائدہ اور جو سوائے خداوند کریم کے اور شخص سے سرزد ہونی محال ہو البتہ اسکا احسان وانعام خلق پر خاص خلق کے نفع کے لیے ہو خدائے تعو کا فائدہ اسمین کچھ نہین نہ کوئی غرض اسکی متعلق ہو اس صورت مین غیر کے اوپر جود واحسان کا بولنا یا جھوٹ ہو یا مجاز دوسرے مین جود واحسان محال وممتنع ہو جیسے سیاہی اور سفیدی کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہو خداوند کریم ہی جود اور احسان اور فضل ومنت مین یگانہ ہو پس اگر طبیعت مین محبت محسن کی ہوا کرتی ہو تو عارف کو چاہیے کہ سوائے خدائے تعو کے اور کسی سے محبت نہ کرے اسواسطے کہ احسان دوسرے سے ہونا محال ہے صاحب احسان صرف خدا کی ذات ہو تو وہی مستحق اس محبت کا بھی ہو دوسرا شخص جو احسان پر مستحق محبت ہوگا تو ایسی طرح ہو سکتا ہو کہ محبت کرنے والا احسان کے معنے اور حقیقت نہ جانتا ہو اور تیسرا سبب یعنے انسان کا محبت کرنا خود محسن سے گو اسکا احسان اپنے اوپر نہو یہ بھی طبیعتون مین موجود ہو مثلاً اگر کسی بادشاہ کی خبر تم کو پہونچے کہ وہ عابد اور عادل اور عالم رحم دل لوگون پر مہربان اور سب سے بتواضع پیش آتا ہو اور تم سے وہ بہت دور ہو اور دوسرے بادشاہ کی خبر پہونچے کہ وہ ظالم اور متکبر اور فاسق شریر لوگون کی ہتک کرنے والا ہو اور وہ بھی دور ہے تو تمکو اپنے دل مین ان دونون مین فرق معلوم ہوگا کہ اول کیطرف دلکا میل پاؤگے اور دوسرے سے نفرت یعنے اول سے محبت معلوم ہوگی اور دوسرے سے بغض باوجودیکہ اول کے خیر اور دوسرے کے شر سے تم ناامید اور مامون ہو اسوجہ سے کہ توقع انکے ملکون مین جانے کی نہین تو یہ محبت محسن کی صرف اس نظر سے ہو کہ وہ محسن ہو نہ اس جہت سے کہ تمکو بھی کچھ دیتا ہے یہ سبب بھی مقتضی خدائے تعو کی محبت کا ہو بلکہ اس امر کو چاہتا ہو کہ سوا اسکے اور کسی سے محبت نہ کیجاوے مگر اسی شرط پر کہ کسی سبب سے اسکو لگاؤ خدائے تعو کیطرف ہو اسلیے کہ سب کا محسن اور تمام اقسام خلق پر فضل وانعام کرنے والا وہی ہے کہ اول ان کو ایجاد کیا اور پھر ان کے اعضا کامل بنائے اور اسباب ضروری مہیا کیے پھر انکی آسایش کے لیے ایسے اسباب کو پیدا فرمایا جنمین حاجات کا شائبہ تھا گو وہ ضرورت کے شائبہ مین نہ تھے پھر اور زوائد سے زینت دی جو نہ ضرورت مین داخل تھے نہ حاجت مین اعضائے ضروری سر اور دل اور جگر ہین اور حاجت کے اعضا آنکھ اور ہاتھ اور پاؤن ہین اور زوائد جیسے ابرو کا کمان کی شکل ہونا اور سرخی لب اور آنکھون کا بادامی ہونا وغیرہ کہ ان سے کوئی حاجت متعلق نہین صرف زینت مقصود ہو اور نعمت ضروری خارج از بدن انسان پانی اور غذا ہے اور حاجت کی مثال دوا اور گوشت اور میوے ہین اور زوائد کی مثال درختون کی سبزی اور کلیون اور پھولون کی زنگارنگی اور لذیذ میوون اور غذاؤن کی کہ جنکے نہونے سے کوئی ضرورت اور حاجت انسانی زائل نہین ہوتی اور یہ تینون اقسام کی نعمتین ہر حیوان کے لیئے موجود ہین بلکہ ہر ایک نبات کے لیے بلکہ تمام اصناف خلق کے لیے عرش سے لیکر فرش تک یہ نعمتین پائی جاتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ محسن وہی ہو دوسرا شخص محسن کس طرح ہو سکتا ہو اگر کسی نے احسان کیا تو وہ بھی اسی کی قدرت کی حسنات مین سے ایک حسنہ ہو کہ وہی خالق حسن کا ہو اور وہی محسن اور احسان اور اسباب احسان کا غرضکہ اس سبب سے بھی غیر سے محبت کرنی محض

جہالت ہو اور جو شخص اس بات کو جانے گا اس علت کے باعث بھی سوا خدائے تعہ کے اور سے محبت نکرے گا اور چوتھا سبب یعنے جمال والا جمال ہی کے باعث محبوب ہوتا ہو سوا جمال کے اور کوئی فائدہ محبت والے کو اس سے نہین جیسا کہ مشہور ہی شعر گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد ٭ ہر کجا پائے نہد دست بدارند ش پیش ٭ اسکو ہم بیان ہی کر چکے کہ یہ بات بھی طبیعتون کی سرشت مین داخل ہو اور جمال کی دو قسمین ہین ایک ظاہری جو سر کی آنکھ سے سوجھتا ہو اور ایک باطنی جو دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے معلوم ہوتا ہو اور جمال اول کو لڑکے اور بہائم سب دیکھتے ہین اور دوسرے کے ادراک کے لیے اہل دل مخصوص ہین اور جو لوگ کہ صرف ظاہر کی زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہین وہ انکے شریک نہین اور جو جمال ہو وہ مدرک کے نزدیک محبوب ہوتا ہو پس اگر وہ دل سے مدرک ہو تو محبوب دلی ہوگا اور اسکی مثال انبیا اور علما اور مکارم اخلاق والون کی محبت ہو کہ یہ محبت تو ہوتی ہے مگر چہرہ ان محبوبون کا اور دوسرے اعضا غائب ہین اور صورت باطنی کے حسن سے مراد یہی ہو اور حس اس صورت کو ادراک نہین کرتی ہان جو آثار کہ اس صورت باطنی سے صادر ہوتے ہین اور اسپر دال ہوتے ہین ان کو ادراک کرتی ہے یہان تک کہ جب دلالت قلب کی اسپر ہوتی ہو تو قلب اسکی طرف میل و محبت کرتا ہو مثلاً اگر کوئی محبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا صدیق اکبرؓ یا امام شافعیؒ سے کرتا ہو تو یہی وجہ ہو کہ کوئی امر انکا اسکو اچھا معلوم ہوا ہے اور یہ بات نہ انکے حسن صورت سے ہے نہ حسن افعال سے بلکہ حسن افعال اسبات پر دال ہین کہ جو صفات کہ مصدر ان افعال کے ہین اور افعال انھین سے صادر ہوا کرتے ہین وہ اچھے ہین جیسے کوئی شخص مصنف کی تصنیف کی خوبی یا کسی شاعر کے شعر کا حسن بلکہ کسی نقاش یا معمار کے نقش و بنا کی عمدگی دیکھے تو اسکو ان افعال سے اسکے صفات جمیلۂ باطنی منکشف ہونگے جنکا حاصل انجام کو علم و قدرت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر جسقدر کہ معلوم اشرف اور جمال مین کامل تر اور اعظم ہوگا اسیقدر علم بھی اشرف اور اکمل ہوگا اور جسقدر قدرت کی چیز رتبہ اور منزلت مین بڑی ہوگی اسیقدر قدرت بھی رتبہ اور قدر مین اشرف اور اجل ہوگی اور ظاہر ہے کہ سب معلومات مین بزرگ تر خدائے تعہ ہے تو ضرور ہو کہ علوم مین عمدہ تر اور اشرف خدائے تعہ کی معرفت ہوگی ایسا ہی جو اسکے قریب اور مختص ہو لیکن جسقدر کوئی چیز متعلق معرفت سے ہوگی اسیقدر اسکو شرف ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ صفات صدیقین کا جمال جنکو کہ دل طبعاً چاہتے ہین تین امور کیطرف راجع ہو اول انکا علم اللہ تعہ اور فرشتون اور کتابون اور رسولون اور انبیا کی شریعتون پر دوسرے خود اپنے نفسون اور اللہ کے بندون کی اصلاح کی قدرت کہ ارشاد و سیاست سے کرتے ہین تیسرے انکا پاک ہونا رذائل اور خباثت اور شہوات غالبہ سے جو راہ خیر سے ہٹاتے ہین اور بدی کیطرف بلاتے ہین اور انھین جیسی باتون کے باعث انبیا اور علما اور خلفا اور وہ سلاطین جو اہل کرم اور صاحب عدل ہین لوگونکو محبوب ہین پس ان تینون امرون کو خدا تعہ کے صفات کی بہ نسبت دیکھنا چاہیے علم کا حال تو یہ ہو کہ اگر تمام اولین اور آخرین کے علم کو اکٹھا کرو تو خداوند کریم کے علم سے کچھ بھی نسبت نہین اسکا علم تمام اشیا پر ایسا محیط ہو کہ جسکی صفت خود ارشاد فرماتا ہو لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض اور تمام مخلوق کو ارشاد ہو وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بلکہ اگر تمام اہل زمین و آسمان جمع ہو کر دریافت کیا چاہین کہ

ط ۱۲ غائب نہین ہے اس سے مثقال ذرہ کا آسمانون مین نہ زمین مین ۱۲ اور تمکو نہین دیا گیا مگر تھوڑا سا علم ۱۲

مثلاً چیونٹی اور مچھر کے پیدا کرنے مین اسنے کیا حکمت رکھی ہو تو اسکے ستوین حصے پر بھی واقف نہونگے اور نہ اسکے علم سے کچھ آگاہ ہونگے بجز اس مقدار کے جو اسکو منظور ہوا اور جسقدر قدر قلیل تمام خلقت کو معلوم ہے وہ بھی اسی کی تعلیم سے ہے جیسا خود فرماتا ہے خلق الانسان وعلمہ البیان پس اگر علم کا جمال اور شرف امر محبوب ہو اور بذات خود اپنے موصوف کے لیے زینت اور کمال ہے تو اس نظر سے خداے تعالی کے سوا اور کوئی محبوب نہونا چاہیے اسلیے کہ علما کے علوم اسکے علم کے مقابل جہل ہین پس اگر کوئی شخص اپنے زمانے کے عالم تر کو بھی جانے اور جاہل تر کو بھی تو نہین ہوسکتا کہ علم کے سبب سے اجہل کو تو محبوب جانے اور اعلم کو چھوڑ دے گو اجہل بھی اپنی معیشت کا علم رکھتا ہو اور بندون کے علم اور خدائے تعالی کے علم مین جو فرق ہے وہ اس سے زائد ہے جو ان دونون شخصون کے علوم مین ہے اسواسطے کہ اعلم زمانہ اجہل پر جو زیادتی رکھتا ہو وہ علوم متناہی سے رکھتا ہے کہ ہوسکتا ہو اگر اجہل بھی محنت کرے تو انکو سیکھ لے اور زیادتی خداے تعالی کے علوم کی خلائق کے علوم پر بے انتہا ہے کیونکہ اس کی معلومات بے نہایت ہین جنکی شان یہ ہی ؏ دو کونش یکے قطرہ در بحر علم : اور خلق کے معلومات محدود ہین پس محدود اور لاانتہا مین کچھ بھی نسبت نہین ۔ اور صفت قدرت کو دیکھو تو وہ بھی کمال ہو اور عاجزی نقصان کی چیز ہے اور ہر ایک کمال اور عظمت اور بہادری اور غلبہ و استیلا محبوب ہو اور اسکا ادراک لذیذ یہانتک کہ انسان حکایتون مین شجاعت حضرت علی رضی اور حضرت خالد رضی اور اور شجاعون کی سنکر اوسان کی قدرت و استیلا اقران و امثال پر معلوم کرکے دلمین حرکت اور خوشی اور راحت ضرور ہی پاویگا صرف سننے کی لذت سے اسقدر خوشی ہوتی ہو دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے اور یہ صفت کمال موجب محبت کی دلمین ہوتی ہے کہ جو کوئی شخص موصوف اس صفت سے ہو اسکو محبوب جانیے پس اب تمام خلق کی قدرت کو خدائے تعالی کی قدرت کے مقابل کرنا چاہیے جو شخص قوت مین سب سے زیادہ ہو اور ملک بھی نہایت واسع رکھتا ہو اور شہوات کو سب سے زیادہ دباوے اور خباثت نفس کی بیخ کنی اورون سے زیادہ بجالاوے اور خود اپنے نفس کی سیاست اور دوسرونکی سیاست کا بھی جامع ہو ایسے شخص کی قدرت انتہا درجہ کی یہ ہوا کرتی ہے کہ اپنے نفس کے بعض صفات پر اور آدمیون سے چند لوگون پر بعض امور مین قادر ہوا کرتا ہو اور باانیہمہ اپنے نفس کے واسطے نہ موت کا مالک ہوتا ہو نہ حیات اور پھر اٹھنے کا نہ کسی طرح کے ضرر اور فائدے کا بلکہ اپنی آنکھ کی حفاظت اندھے ہونے سے اور زبان کی گونگا ہونے سے اور کان کی بہرا ہونے سے اور بدن کی بیماری سے بھی نہین کرسکتا اور جتنی چیزین کہ اسکے بس مین نہین اور اسکا نفس اس سے اپنے لیے اور غیر کے لیے عاجز ہو انکے شمار کی کچھ حاجت نہین یہ حال تو ان اشیا مین ہی جو متعلق اسکی قدرت کے ہین اور جو چیزین کہ اسکی قدرت کے متعلق ہی نہین جیسے آسمانون کے ملکوت اور ستارے اور زمین اور اس کے پہاڑ اور سمندر اور ہوائین اور بجلیان اور معدنیات اور نباتات اور حیوانات اور دیگر اجزا تو انکے ایک ذرہ پر بھی قادر نہین اور اپنے نفس پر اور غیر پر جو قدرت رکھتا ہے وہ بھی اسکے نفس کیطرف سے نہین نہ اسکے نفس کے ساتھ قائم بلکہ خدائے تعالی اسکا اور اسکی قدرت و اسباب کا سب کا پیدا کرنے والا ہے جسنے اسکو قادر کر رکھا ہے اگر وہ ایک مچھر کو بڑے سے بڑے بادشاہ اور سب سے زبردست پر حیوانات مین سے مسلط کردے تو مچھر ہلاک کردے غرضکہ بندے کو قدرت بدون عنایت مولے

کے نہین جیساکہ خود روئے زمین کے سب مین بڑے بادشاہ ذوالقرنین کے باب مین ارشاد فرماتا ہو انا مکنا لہ فی الارض اس سے
معلوم ہواکہ تمام ملک وسلطنت صرف خداے تعہ کے قادر کرنے سے انکو ملی تھی کہ ایک جزو پر زمین کے مالک کر دیا تھا اور زمین
تمام جہا تمام اجسام کی نسبت کر ایک ڈھیلا ہی اور جو ولایتین کہ جنسے آدمی بہرہ مند ہوتا ہی وہ سب ملکر اس ڈھیلے کی نسبت کر ایک
کنکر ہین اور وہ بھی خدائے تعہ کے فضل اور قدرت سے تصرف انسانی مین آتی ہین اس صورت مین محال ہو کہ کوئی بندہ بندگان الہی
سے اس جہت سے محبوب جانا جاوے کہ وہ قدرت اور سیاست اور استیلا و تصرف اور کمال قوت رکھتا ہے اور خدائے تعالے سے
یہ محبت نہو حالانکہ حول و قوت اُسکے سوا کسی کو نہین وہی جبار و قہار اور دانا اور قادر ہے آسمان اُسکے اختیار مین ہین اور زمین
اور اُسکی چیزین اسکے قبضے مین تمام مخلوقات اُسی کے پنجۂ قدرت مین ہو اگر سب کے سب کو ہلاک کر دے تو اسکی سلطنت
اور ملک مین سے کوئی ذرہ کم نہین ہوتا اور اگر ان جیسے لاکھون پیدا کرے تو پیدایش سے عاجزی اور ماندگی اور اختراع
مین کاہلی نہین آتی اس صورت مین جو قدرت اور قادر ہے وہ اسی کے آثار قدرت مین سے ایک اثر ہے تو عظمت اور جلال
اور کبریا اور قہر اور استیلا سب اُسی کو شایان ہے پس اگر ممکن ہو کہ محبت کسی سے کمال قدرت کی جہت سے کی جاوے تو
ایسی محبت کا مستحق بھی سوا خدائے تعہ قادر مطلق کے اور کوئی نہین ہوسکتا اور صفت عیبون سے منزہ ہونے کی اور رذائل
اور خباثت سے پاک ہونے کی جو موجبات محبت مین سے اور مقتضیات حسن وجمال مین سے ہو اور باطنی صور تو نہین ہوا
کرتی ہو اگرچہ انبیا اور صدیقین بھی عیوب اور نقصانون سے بری تھے مگر کمال تنزہ اور تقدس بجز واحد قدوس ذی الجلال والاکرام کے
اور کسی مین نہین پایا جاتا مخلوق ایسی کوئی نہین جسمین کوئی نقصان نہو بلکہ اگر دیکھو تو مخلوق ہونا اور عاجز اور مسخر اور مجبور ہونا عین
نقصان ہو اس سے معلوم ہوا کہ کمال جسکا نام ہو وہ خداے واحد ہی کے لیے ہو غیر کو اتنا ہی کمال ہو جتنا اسنے عطا فرمایا اور یہ
ہو نہین سکتا کہ دوسرے کو منتہائے کمال عنایت ہو اسلیے کہ انتہائے کمال کا اقل درجہ یہ ہو کہ بندہ مسخر اور قایم بالغیر نہ ہو اور
یہ بات سوائے خداے تعہ کی ذات کے اور مین ہونی محال ہو پس کمال کے درجات مین یکتا اور عیوب اور نقصانون سے
مبرا اسی کی ذات ہو اور بیان کرنا تقدس اور تنزہ کی وجہونکا خداے تعہ کے لیے بہت طویل ہے اور علوم مکاشفہ کے
اسرار مین سے ہے اسلیے ہم اسکو ذکر نہین کرتے خلاصہ یہ کہ اگر صفت تقدس اور تنزہ بھی کمال و جمال محبوب ہو تو اسکی حقیقت
بھی بجز خداے تعہ کے اور کسی کے لیے نہین ہو اور اگر کسی مین تنزہ ہو تو وہ اورون کی نسبت ہے مثلاً گھوڑا بہ نسبت گدھے کے
کامل ہو اور انسان گھوڑے کی نسبت کہ نقصان کم رکھتا ہو مگر چاہیے کہ کسی مین نقصان نہو یہ بات نہین بلکہ اصل نقصان سب
مین ہے فرق صرف درجات نقصان مین ہو کہ بعضون مین کم اور بعضون مین زیادہ ہو حاصل یہ کہ جمیل محبوب ہوتا ہے اور
جمیل مطلق وہ یگانہ ہو کہ جسکا کوئی مثل نہین اور فرد ہو کہ جسکی کوئی ضد نہین وہ ایسا پاک ہے کہ اسکا کوئی مزاحم نہین اور
ایسا غنی کہ اسکو کسی کی حاجت نہین ایسا قادر کہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جیسا چاہے ویسا حکم دے نہ کوئی اسکے
حکم کو ٹالے نہ اُسکی قضا کو کوئی پھیر ڈالے عالم اسطرح کا کہ ذرہ بھر چیز آسمان و زمین کی اسکے علم سے باہر نہین قاہر ایسا

کہ اسکے قبضۂ قدرت سے جابرون کی گردنین نہین نکلتین نہ ملوک وسلاطین اس کی گرفت اور سطوت سے سرک سکین
ازلی ایسا کہ اسکی وجود کی ابتدا نہین اور ابدی ایسا کہ اسکی بقا کی انتہا نہین اپنی ذات مین ایسا ضروری کہ عدم کا تصور اسکی
جناب سے کوسون دور اور ایسا قیوم کہ خود قائم اور دوسری چیزونکا اسی سے قیام اور ظہور آسمانون اور زمین کا جبار
وہی ہے اور جمادات اور حیوانات ونباتات کا خالق وہی عزت وجبروت مین یگانہ اور ملک وملکوت مین یکتا ہے زمانہ فضل او
جلال اور کبریا وجمال اور قدرت وکمال سب اُسی کے لیے ہین جسکے جلال کی معرفت مین عقلین حیران اور اس کے وصف
مین زبانین سرگردان ہین عارفین کا کمال معرفت یہی ہے کہ اسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین اور منتہائے نبوت
انبیا یہی ہے کہ اسکے وصف سے قصور کا اعتراف کرین چنانچہ سید انبیا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عہ
لا احصے ثناء علیک انت کما اثنیت علے نفسک اور سید الصدیق حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہین کہ العجز عن درک الادراک ادراک
سبحان اللہ کیا ذات اقدس ہے کہ اپنے پہچاننے کا کوئی طریق سوا عاجزی کے مقرر نہین فرمایا شعر۔ جز
خضوع وبندگی واضطرار : اندران حضرت ندارد اعتبار : اب ہمکو معلوم نہین کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خدائے تعالے سے
محبت حقیقی نہین ہو سکتی مجازاً ہو سکتی ہے وہ کیا ان اوصاف کو اوصاف جمال اور محامد کمال نہین جانتے یا خدائے تعالے کو ان
اوصاف سے موصوف نہین سمجھتے یا کمال اور عظمت کو طبعاً محبوب ہونا نہین تصور کرتے سچ ہے کہ شعر گر نہ بیند بروز شپرہ چشم :
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ : یہ بھی خدائے تعالے کی غیرت جمال اور جلال ہے کہ اندھون کی آنکھ سے در پردہ رہتا ہے اور بجز ان
لوگون کے جنکے لیے ازل سے خوبی لکھی گئی اور آتش حجاب سے دور ہین اورون پر اپنی تجلی نہین فرماتا وہ بیچارے ظلمات
نابینائی مین حیران ہین اور وسعت آباد محسوسات اور شہوات بہائم مین پریشان ظاہری زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہین اور
آخرت سے غافل ہین افسوس کہ یہ لوگ کچھ نہین جانتے اور محبت اس سبب سے بہ نسبت احسان کے قوی تر ہوتی ہے کہ
احسان کم وبیش ہوا کرتا ہے اور یہین لحاظ خدائے تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ محبوب تر محبوبون کا میرے
نزدیک وہ ہے جو میری عبادت بدون عطا کے کرے لیکن ربوبیت اپنا حق ادا ضرور کرتی ہے۔ اور زبور مین ہے کہ اُس شخص سے
ظالم تر کوئی نہین جو جنت یا دوزخ کے سبب میری پرستش کرے اگر مین جنت یا دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کیا اسبات کے شایان نہ
تھا کہ کوئی میری اطاعت کرے اور حضرت عیسےٰ کا گزر عابدین کی جماعت پر ہوا جو لاغر ہو رہے تھے اور انھون نے عرض کیا کہ
ہم دوزخ سے خوف رکھتے ہین اور جنت کی طمع آپ نے انکو فرمایا کہ تم مخلوق ہی سے ڈرتے ہو اور مخلوق ہی کے متوقع ہو
اور ایک اور لوگون پر جو گذر ہوا وہ بھی دبلے تھے انھون نے عرض کیا کہ ہم خدا کی عبادت اُسکی محبت اور تعظیم کے لیے کرتے ہین
آپ نے فرمایا کہ تم واقع مین اللہ کے ولی ہو مجکو تمھین لوگون مین رہنے کا حکم ہے اور حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہین کہ بے مجھے
شرم آتی ہے کہ خدا کی عبادت ثواب یا عذاب کے مارے کرون اور بدذات غلام کے موافق نہون کہ اگر ڈر نہ ہو تو کام نہ کرے
یا اُس بُرے مزدور جیسا ہو جاؤن کہ اگر مزدوری نہ پاوے تو کچھ نہ کرے اور یہ مضمون حدیث شریف مین بھی ہے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہو

عہ اصل مین لفظ احصی کا ہے ۱۲ ح نہین پہونچ سکتی ۔۔۔ تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے اپنی ذات کی تعریف ۔۔۔ ۱۲ ح ۔۔۔ ادراک سے عاجز ۔۔۔ ۱۲ ح ۔۔۔

جیسے برا مزدور کہ اگر اجرت نہ پاوے تو کام نکرے اور نہ ایسا ہو جیسا برا غلام کہ اگر خوف نہو تو کام نکرے۔ باقی رہا پانچوان سبب محبت کا یعنے مناسبت اور ہم شکل ہونا پس اسکو بھی محبت مین دخل ہے اسلیے کہ جو چیز جسکے مشابہ ہوتی ہو وہ اُسی کیطرف کھنچتی ہو دیکھو اسی باعث سے لڑکا لڑکے سے الفت کرتا ہو اور بڑا بڑے سے اور ہر جانور اپنے جنس سے اور جدا اپنی قسم کا نہین ہوتا اس سے نفرت کرتا ہے عالم کو عالم سے زیادہ اُنس ہوتا ہے حرفہ والے سے اتنا نہین ہوتا جیسے کرتا جیسے کرتا جولاہا سے زیادہ الفت ہوتی ہو کہ اتنی کسانون کیسے نہین ہوتی اور یہ ایک بات ایسی ہے کہ تجربہ اسکا شاہد ہو اور اخبار و آثار سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہو چنانچہ اسکا بیان ہم باب آداب صحبت مین لکھ چکے ہین جہان خدا کی راہ مین بھائی چارہ کا ذکر ہے جسکا دل چاہے وہان دیکھ لے اور جب مناسبت سبب محبت کا ٹھہری تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مناسبت کبھی تو ظاہر کی بات مین ہوتی ہے جیسے لڑکے کی مناسبت لڑکے سے کہ لڑکپن مین دونون کو مناسبت ہے کبھی کسی خفیہ امر مین مناسبت ہوتی ہے کہ اُسپر اورون کو وقوف نہین ہوتا جیسے دو شخصون مین اتفاقاً اتحاد ہو جاتا ہو کہ نہ انھون نے ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہے نہ کچھ مال کی طمع وغیرہ ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اسکی طرف اشارہ فرماتے ہین کہ الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف اس حدیث مین تعارف سے غرض تناسب ہو اور تناکر سے غیر تناسب۔ حاصل یہ کہ یہ سبب بھی مقتضی خدائے تعالیٰ کی محبت کا ہو کہ بندے مین اور اُسمین مناسبت باطنی ہوتی ہو نہ یہ کہ صورت و شکل ایک سی ہو بلکہ وہ مناسبت ایسے امور باطنی مین ہوتی ہے کہ بعض اُنمین سے کتابون مین لکھے جا سکتے ہین اور بعض ممکن نہین کہ لکھے جا سکین بلکہ انکو پردہ غیرت ہی مین مخفی رہنے دینا ٹھیک ہو تاکہ سالکان طریق معرفت جب شرط سلوک پوری کر چکین تو خود اُن امور پر مطلع ہو جاوین پس جو مناسبت قابل لکھنے کے ہو وہ یہ ہو کہ بندے کا قرب خدائے تعالیٰ سے ان صفات مین ہو جنکے لیے اقتدا کا حکم ہو اسطرح کہ تخلقوا باخلاق اللہ اور یہ امر اسیطرح ہو کہ محامد صفات جو اوصاف الٰہی مین سے ہین انکو حاصل کیا جاوے مثلاً علم اور نیکی اور احسان اور لطف اور دوسرون کو خیر کا پہونچانا اور خلق پر رحم کرنا اور انکو نصیحت کرنا اور حق بات کی ہدایت کرنی اور باطل سے منع کرنا وغیرہ مکارم شرعی سیکھنے کہ ہر ایک ان مین سے بندے کو قرب الٰہی سے بہرہ ور کرتی ہو نہ اس اعتبار سے کہ قرب مکانی ہو بلکہ قرب صفات کے رو سے ہو جاتا ہو اور جس مناسبت کا ذکر کرنا جائز نہین اور کتابون مین نہین لکھی جا سکتی وہ ہی مناسبت خاص ہو کہ جو صرف آدمی مین پائی جاتی ہو اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس قول خداوندی مین ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اسمین بیان فرمایا کہ روح امر ربانی ہو خلق کی عقل کی حد سے خارج ہو اور اس سے واضح تر دوسری آیت ہو فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی اور اسیوجہسے اسکو فرشتون سے سجدہ کرایا اور اسی کی طرف اشارہ اس آیت مین انا جعلناک خلیفۃ فی الارض اسلیے کہ آدمی مستحق خلافت الٰہی کا صرف اسی مناسبت سے ہوا ہو اور اسی کیطرف رمز ہو اس حدیث شریف مین ان اللہ خلق آدم علے صورتہ اس سے کوتاہ اندیشون نے گمان کر لیا کہ صورت تو نام اسی شکل کا ہو جو ظاہری اور مدرک بالحواس ہو اسی لیے خدا کو دوسری اشیا سے تشبیہ دی اور جسم اور صورت گھڑ لیے معاذ اللہ منہا

اور اسی مناسبت کیطرف اشارہ ہے اس حدیث قدسی مین کہ جناب احدیت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آلٰہی یہ کیسے ہو سکتا ہے حکم ہوا کہ میرا فلان بندہ بیمار ہوا تو نے اسکی عیادت نہ کی اگر تو اسکی بیمار پرسی کرتا تو مجکو اسکے پاس پاتا اور یہ مناسبت جب ظاہر ہوتی ہے جب فرضون پر قائم ہو کر آدمی نوافل پر مواظبت کرے جیسا کہ حدیث قدسی مین مذکور ہے لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصرہ بہ و لسانہ الذی ینطق بہ اور یہ مقام ایسا ہے کہ شبدیز قلم کی باگ کو یہان روکنا واجب ہے اسلیے کہ لوگ اسبات سے بہت متفرق ہو گئے ہین بعضے کوتاہ فہم تو تشبیہ ظاہر کیطرف جھک پڑے اور بعضے مسرف غالی مناسبت سے بھی بڑھ گئے اور اتحاد کے قائل ہوے کہ خدا تعالیٰ بندے مین حلول کر جاتا ہے یہانتک کہ بعضون نے انا الحق زبان سے نکالا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے باب مین نصارے بھٹک گئے کہ انکو خدا کہنے لگے کچھ لوگون نے یہ کہا کہ عالم ناسوت نے لباس لاہوت در بر کیا اور بعضے اسبات کے قائل ہوئے کہ ناسوت اور لاہوت متحد ہین مگر جن لوگون پر کہ تشبیہ و تمثیل کا محال ہونا اور اتحاد اور حلول کا ممتنع ہونا منکشف ہو گیا ہے اور باوجود اسکے امر واقعی اور سر حقیقی بھی جانتے ہین تو ایسے لوگ کم ہین اور شاید حضرت ابو الحسن نوریؒ اسی مقام کو تاکا کرتے تھے کہ انکو ایک شعر سے وجد غالب ہو گیا جس کا ترجمہ یہ ہے شعر مرا عشق بہر دم بر تو است نزول ؁ کز ان نزول ہمہ حیرت اند جملہ عقول ؁ تو اس شعر سے آپ کو اتنا وجد ہوا کہ اسی حال مین برابر جنگل نیستان مین دوڑتے پھرتے تھے نے تو کٹ گئی تھی مگر اسکی جڑین باقی تھین انسے آپ کے پانون چر گئے اور ورم کر آئے اور اسیمین آپ کا وصال ہوا غرضکہ مناسبت بھی اسباب محبت مین سے بہت بڑا سبب ہے اور سب سے زیادہ قوی اور عمدہ اور بعید تر ہے اور اسکا وجود بہت کم ہے پس ان پانچون اسباب کو دیکھو تو خدائے تعالیٰ مین حقیقۃً جمع ہین اور سبکے سب اعلےٰ درجات مین ہین نہ ادنےٰ مین اس صورت مین ارباب بصیرت کے نزدیک قابل پذیرائی صرف محبت آلٰہی ہی ہو سکتی ہے جیسے کہ انھون کے نزدیک غیر اللہ ہی کی محبت کا وجود ہے پھر خلق مین سے اگر کوئی شخص انمین کے ایک سبب کی جہت سے بھی محبوب ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرا بھی اس سبب مین شریک ہو تو وہ بھی محبوب ہو اور شرکت محبت کے باب مین نقصان ہے اور محبوب کے کمال سے اعراض اور کوئی وصف محبوب اسطرح کا نہین کہ جسمین کوئی شخص یکتا ہو اور اسکا شریک نہ پایا جاوے اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اسکے لیے شریک کا پایا جانا خالی امکان سے نہین مگر خداوند کریم جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو نہایت درجے کی جلال اور جمال کی ہین اسکا شریک انمین نہ تو کوئی بالفعل ہے اور نہ آگے کو ممکن اس سے معلوم ہوا کہ اسکی محبت مین شرکت نہین ہو سکتی اسی جہت سے اسکی محبت مین نقصان کو بھی دخل نہین ہو سکتا جیسے کہ شرکت کو اسکی صفات مین راہ نہین اب ثابت ہوا کہ اصل محبت اور کمال محبت کا مستحق وہی ہے کہ جسمین ہرگز دوسرے کو شرکت نہین

چوتھا بیان

اسباب مین کہ سبسے اعلےٰ اور اشرف لذت معرفت آلٰہی اور اسکے دیدار کی ہے اور ممکن نہین کہ اسپر کسی لذت کو ترجیح ہو مگر اسی شخص کے نزدیک جو اس لذت سے محروم ہو جانا چاہیے کہ لذتین تابع ادراکات کی ہین اور انسان بہت سی قوتون اور طبیعتون کا جامع ہے اور ہر ایک قوت و طبیعت کے لیے ایک لذت جداگانہ ہے یعنے حصول مقتضائے طبع کا جسکے لیے

بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا تقرب کرتا ہے یہان تک کہ مین اسکو دوست رکھتا ہون اور جب دوست رکھتا ہون تو ہو جاتا ہون مین اسکا

ہر ایک قوت مخلوق ہی اسکی لذت کہلاتا ہی اسلیے کہ انسان مین یہ قویٰ بیفائدہ تو پیدا ہی نہین ہوئے ہر ایک قوت و طبیعت ایک ایسے امر کے لیے بنی ہی جو اسکا مقتضائے طبع ہی مثلاً طبیعت غضب تشفی اور انتقام کیلیے پیدا ہوئی ہی تو ضرور ہی کہ اسکی لذت غلبہ اور انتقام ہی سے ہو جو اسکے مقتضائے طبع ہی اور قوت خواہش طعام تحصیل غذا کے لیے مخلوق ہوئی ہی جس سے کہ بقاے وجود ہو تو اسکی لذت اسی غذا کے ملنے مین ہو گی جو اسکے مقتضائے طبع ہی اسیطرح لذت سننے اور دیکھنے اور سونگھنے کی ایسی ہی چیزون سے ہو گی جو انکے مقتضائے طبع ہون پس ان قویٰ مین کوئی قوت ایسی نہین کہ جسکو اپنے مدرکات سے رنج اور لذت نہو تی ہو اسیطرح دل مین ایک قوت ہے جسکو نور الٰہی کہتے ہین جسکے باب مین خداے تعہ فرماتا ہی افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ اور اسکو عقل اور بصیرت باطنی اور نور ایمان اور نور یقین بھی کہتے ہین اور اسکے نامون مین مشغول ہونے سے کچھ غرض نہین کہ ہر ایک کی جدا جدا اصطلاح ہی اور کم عقل یہ گمان کرتے ہین کہ الفاظ کے اختلاف سے معنی مین اختلاف ہی اسلیے کہ وہ لوگ الفاظ ہی سے معنی کے نکالنے کے پابند ہین حالانکہ یہ بات امر واجبی کے برعکس ہے بہر حال دل مین ایک ایسی صفت ہی جس سے کہ اسکو تمام بدن سے تمیز ہی اسی صفت سے دل ان باتون کو دریافت کرتا ہے جو نہ متخیل ہین نہ محسوس مثلاً عالم کا پیدا ہونا یا اسکا محتاج ہونا ایک خالق مدبر حکیم و قدیم کیطرف جو صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہو اور ہم اس صفت قلبی کا نام عقل رکھتے ہین بشرطیکہ کوئی شخص عقل سے وہ قوت نہ سمجھے جس سے کہ ادراک طریقۂ مجادلہ اور مناظرہ کا ہوتا ہی کیونکہ بالفعل عقل انھین معنون مین مشہور ہی اور اسیوجہ سے بعض صوفیہ نے عقل کو برا کہا ہی ورنہ جو صفت انسانی کہ اسکے باعث بہائم سے متمیز ہو اور معرفت الٰہی کو اس سے دریافت کرے وہ تو بڑی عمدہ صفت ہی اسکو تو برا کہنا ہی نچاہیے اور یہ قوت اسی لیے پیدا ہوئی ہی کہ اسکے باعث سب امور کی حقیقت معلوم ہو تو اسکا مقتضاے طبع معرفت اور علم ہی اور یہی اسکی لذت ہے جیسے اور قویٰ کا مقتضائے طبع انکے حق مین لذت ہی اور اسبات مین بھی کچھ شک نہین کہ علم و معرفت مین لذت ضرور ہی یہانتک کہ اگر کوئی شخص کسی ادنی سی چیز کا عالم اور عارف کہلاتا ہی وہ خوش ہوتا ہی اور جو جہل کیطرف منسوب کیا جاتا ہی گو کسی امر حقیر ہی مین ہو تو ناخوش ہوتا ہی دیکھو آدمی اگر کوئی حقیر چیز ہی جانتا ہو تو اس سے فخر اور بڑائی کرنے مین صبر نہین کرتا مثلاً جو شطرنج کھیلنا جانتا ہے اور یہ ادنی بات ہی مگر باوجود اسکی خست کے اسکی تعلیم سے چپ نہین رہتا اور جو کچھ جانتا ہوتا ہے اسپر زبان چل ہی جاتی ہی اور یہ اسی لیے ہی کہ لذت اسکے جاننے کی بہت ہوتی ہے اور اسکے علم کو اپنی ذات کا کمال سمجھتا ہی اور وجہ یہ ہی کہ علم سب صفات ربوبیت مین سے اخص ہی اور منتہاے کمال ہی اور اسلیے جب کسی شخص کی تعریف ذکا اور کثرت علم کی کی جاتی ہے تو طبیعت کو راحت ہوتی ہی کیونکہ ثنا کے سننے سے اپنے علم اور ذات کے کمال کا وقوف ہوتا ہی اسلیے عجب کرتا ہے اور لذت پاتا ہی پھر علم زراعت اور درخت کی اتنی لذت نہین جتنی سیاست ملک و تدبیر سلطنت اور امور خلق کے جاننے کی ہی اور نہ لذت علم نحو اور شعر کی ایسی ہی جیسے خدائے تعہ اور اسکے فرشتون اور اسرار آسمان و زمین کے علم کی ہی بلکہ اصل یہ ہی کہ لذت علم کی بقدر شرف علم کے ہوتی ہی اور شرف علم بقدر شرف معلوم کے ہوتا ہی یہانتک کہ جو شخص لوگون کے باطن کے حالات دریافت کرکے لوگون سے کہتا ہے اسمین بڑا مزہ پاتا ہی اور اگر معلوم نہین ہوتے تو اسکی طبیعت چاہتی ہی کہ انکو تلاش کرے پھر اگر شہر کے رئیس کے دل کا

ف بھلا جسکا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لئے پس وہ اجالے میں ہے اپنے رب کیطرف سے ۱۲

حال اور اسکی ریاست کی تدبیر پر واقف ہو تو یہ امر اسکے نزدیک کسانون اور نور بافون وغیرہ غربا کے باطن کا حال معلوم ہونیکی نسبت کر زیادہ عمدہ اور لذیذ معلوم ہوگا اور اگر رئیس سے بڑھکر وزیر کے حالات کا علم ہوگا اور اسکی تدابیر وزارت پر واقفیت ہوگی تو یہ رئیس کے اسرار جاننے کی نسبت کر اچھا جانیگا اور اگر بادشاہ کے باطن کا حال معلوم ہوگا جو وزیر سے بھی بڑھکر ہی تو وزیر کے حالات سے بھی زیادہ تر اچھا معلوم ہوگا اور اس امر پر تعریف چاہنی اور حرص اور بحث بہت اچھی معلوم ہوگی اور یہی ذکر زیادہ محبوب ہوا اسلیے کہ اسمین لذت زیادہ ہی اس سے معلوم ہوا کہ معارف مین سے لذیذ تر وہ ہین جو اشرف ہین اور انکا شرف بحسب معلوم کے شرف کے ہی پس اگر معلومات مین کوئی چیز سب مین اشرف اور اعلےٰ اور اجل اور اکرم ہو تو ظاہر ہی کہ اسکا علم سب علوم سے بیشک لذیذ تر اور اشرف اور اطیب ہوگا اب ہمکو کوئی بتادے کہ جس شخص نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور تکمیل کی اور انکو زینت دی اور نئے سر سے بنایا اور دوبارہ بھی بناویگا اور انکا مدبر اور منتظم وہی ہے اس سے زیادہ تر بڑھکر کونسی چیز موجود ہی جو اشرف اور اعلےٰ اور اکمل اور اعظم ہو یا یہ ہوسکتا ہی کہ جناب احدیت کے سوا کوئی اور دربار اسطرح کا ہو کہ ملک اور کمال اور جمال اور جلال مین سب سے زیادہ ہو وہی دربار ہی جسکے مبادی جلال اور عجائب احوال مین وصف واصفون کا قاصر ہی شعر صانعے کز کمال عز و جلال ؛ در ثنایش زبان ناطقہ لال ؛ پس اگر تمکو ان امور مین شک نہین تو اسبات مین بھی شک نکرنا چاہیے کہ اسرار ربوبیت اور انتظام امور الٰہیہ پر واقف ہونا جو محیط تمام موجودات پر ہین اقسام معارف مین سب سے بڑھکر ہی اور معارف کی نسبت کر لذیذ اور عمدہ اور اشرف ہی یہی واقفیت ایسی ہی کہ جب نفس کو ہو جاوے تو اپنا کمال اور جمال سمجھنا اسکو زیبا ہے اور اس سے خوش ہونا اور راحت پانا بجا اس بیان سے معلوم ہوا کہ علم لذیذ ہی اور کل علوم مین لذیذ تر خداے تعالیٰ اور اسکے صفات اور افعال کا علم اور جو تدبیر کہ وہ اپنی مملکت مین عرش سے لیکر فرش تک کرتا رہتا ہی اسکا علم ہی پس اس سے صاف سمجھنا چاہیے کہ معرفت کی لذت اور لذتون کی نسبت کر مثل لذت شہوت اور غضب اور تمام حواس کی لذتون کے فائق تر ہی اسلیے کہ لذات مین اول تو نوع کا اختلاف ہوتا ہی مثلاً لذت جماع اور ہی اور لذت سماع اور اور معرفت کی لذت اور ہی اور ریاست کی اور دوسرے یہ کہ انمین کمی بیشی کا اختلاف ہوتا ہی جیسے جماع سے ایک شخص مجرد کامل الشہوت اور حریص کو لذت زیادہ ہوگی اور سست کو اسکی نسبت کم ہوگی اسیطرح جو شخص نہایت درجے کا خوبصورت ہو اسکی طرف دیکھنے سے اور لذت ہوگی اور جو شخص جمال کم رکھتا ہو اسکی طرف دیکھنے سے اور ہوگی لذت کی قوت اور زیادتی کی پہچان یہ ہی کہ اسکے ہوتے دوسری لذت کو اختیار نکرے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا اچھی صورت تاکتا رہے یا خوشبو سونگھا کرے اور وہ صورت اول پسند کرے تو معلوم ہوگا کہ اسکے نزدیک دیدار خوبصورت کا خوشبو کی نسبت کر زیادہ لذیذ ہے اسیطرح اگر کھانا موجود ہو اور وقت کھانے کا بھی ہو اور شطرنج کھیلنے والا غذا کو ترک کرکے کھیل ہی مین مصروف رہے تو جانا جائیگا کہ شطرنج مین مات دینے کی لذت اسکے نزدیک غذا کی لذت سے بڑھکر ہی غرضکہ یہ علامت ایک سچی کسوٹی ہی اس سے لذتون کی ترجیح خوب معلوم ہوتی ہی اب ہم پھر اصل مقصود کیطرف رجوع کرتے ہین کہ لذات کی دو قسم ہین ایک ظاہری جیسے حواس خمسہ کی لذات دوسری باطنی جیسے ریاست اور غلبہ اور بزرگی اور علم وغیرہ کی لذات کہ یہ لذت نہ آنکھ کو ہی نہ کان کو نہ ناک کو نہ ذائقہ اور لمس کو اور باطنی لذات

بہ نسبت ظاہری لذات کے اہل کمال پر غالب تر ہوتے ہین مثلاً اگر کسی کو اختیار دیا جاوے کہ حریرہ اور مرغ اور حلوا کی لذت اختیار کرے یا ریاست اور غلبہ ورو شمنون کا زیر کرنا پسند کرے تو وہ شخص اگر پست ہمت مردہ دل پیٹ کا کتا ہوگا تب تو گوشت اور حلوا اختیار کریگا اور اگر بلند ہمت اور عقل کا پورا ہوگا تو ریاست پسند کریگا اور بھوکا رہنا اور ضروری غذا سے بھی چند روز صبر کرلینا اسپر آسان ہوگا تو ریاست کو ترجیح دینے سے سمجھا جاویگا کہ لذت ریاست اسکے نزدیک عمدہ غذاؤن سے لذیذ تر ہے ہان جو ناقص کہ اسکے معانی باطنی ابھی پورے نہین ہوے جیسے لڑکا اور کم عقل جسکی قوت باطنی جاتی رہی ہو وہ کھانیکی چیزونکی لذت ریاست کی لذت پر ترجیح دیگا اور جیسے کہ اس شخص پر کہ جو حالت لڑکپن اور کم عقلی سے بری ہو لذت ریاست اور کرامت غالب تر ہوتی ہے اسیطرح لذت معرفت آلہی ورمطالعہ جمال حضرت ربوبیت اور سیر اسرار امور آلہی کی لذت ریاست کی نسبت کہ جو خلق پر مستولی ہے بہت زیادہ ہے اس لذت کو اس آیت سے تعبیر کرتے ہین لاتعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور ایسے لوگون کے لیے وہ لذات ہین کہ جو نہ آنکھون دیکھے نہ کانون سنے نہ کسی بشر کے دلمین گذرین اور یہ لذت اسی کو معلوم ہوگی جو دونون لذتون کو چکھے پھر بیشک وہ تجرد اور تنہائی اور ذکر و فکر اور بحر معرفت مین تیرنا پسند کریگا اور خلق کی ریاست کو حقیر جانکر ترک کریگا کیونکہ اسکو معلوم ہے کہ یہ ریاست بھی جاتی رہیگی اور جسپر ریاست ہے وہ بھی نہ رہیگی اور اسمین طرح طرح کی کدورات ملی ہین کہ انسے خالی ہونا ممکن ہی نہین اور موت پر تو ضروری ہی اسکا خاتمہ ہوجائیگا اور موت ضرور آئے گی۔ مطابق مضمون اس آیت کے حتے اذا اخذت الارض زخرفہا و ازینت وظن اہلہا انہم قادرون علیہا اتیہا امرنا لیلا او نہارا فجعلناہا حصیدا کان لم تغن بالامس پس ایسی لذت کی نسبت کہ خدائے تعالیٰ کی معرفت اور اسکے صفات وافعال اور انتظام مملکت جو اعلے علیین سے اسفل السافلین تک کر رکھا ہے اسکی سیر کی لذت کو برا جانے گا اسلیے کہ اس لذت مین کچھ مزاحمت اور کدورت نہین جو کوئی اسکو دیکھا چاہے اسکے لیے واسع ہے اگر اسکے پھیلاؤ کو دیکھیے تو جہانتک انداز ہو سکتا ہے آسمانون اور زمین کا عرض کہہ سکتے ہین مگر جب ان حدود سے بڑھیے تو اسکے پھیلاؤ کی کچھ نہایت نہین حاصل یہ کہ عارف جو اسکا مطالعہ کرتا ہے وہ مدام اس جنت مین رہتا ہے جسکا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اسی کے چمنون مین گلگشت کرتا ہے اور میوون کو توڑتا ہے چشمون سے پانی پیتا ہے اور اسبات سے مامون رہتا ہے کہ یہ جاتی رہیگی کیونکہ اس جنت کے پھل ایسے نہین کہ کبھی جلتے رہین اور نہ کسی انکی روک پھر اسپر دائمی اور سرمدی ہین کہ موت کے باعث جاتے نہین رہتے اس لیے کہ موت محل معرفت آلہی کو فنا نہین کرتی اور محل معرفت روح ہے جو امر ربانی اور آسمانی ہے موت صرف روح کے حالات اور اس کے کامون اور عوائق کو تبدیل کرتی ہے اور اسکو حبس سے رہا کردیتی ہے نیست ہرگز نہین کرتی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتہم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون یہ نہ جاننا چاہیے کہ یہ آیت اُس شخص کے باب مین ہے جو معرکے مین مارا گیا ہو بلکہ عارف کو ہر ایک دم مین درجہ ہزار

دلت سو کسی جی کو معلوم نہین جو چھپا دھرا ہے ان کے واسطے جو ٹھنڈک ہے آنکھون کی ۱۲ دست یہان تک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور سنگار پر آئی اور اٹکلے زمین والے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے پہونچا اسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اسکو کاٹ کر ڈھیر گویا کل کو یہان نتھی بستی

شہید کا ملتا ہو اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ شہید آخرت مین تمنا کریگا کہ کسیطرح دنیا مین پھر جاؤن اور دوبارہ لڑائی مین مارا جاؤن اور اس تمنا کی وجہ یہ ہو کہ ثواب شہادت بہت بڑا ملیگا اور شہدا کو یہ تمنا ہو گی کہ کاش ہم علما ہوتے اس وجہ سے کہ علماء کا درجہ بہت زیادہ دیکھینگے غرضکہ سب آسمان وزمین کے ملک عارف کے میدان ہین جہان چاہے وہان سیر کرے اسکی حاجت نہین کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور تن بدن لیجاوے اور اسی ملکوت کے جمال کے مطالعہ کے باعث اس جنت مین رہتا ہو جسکا عرض آسمان وزمین ہو اور ہر ایک عارف کو اتنا ہی کچھ ہو یہ نہین کہ ایک دوسرے پر تنگی ڈالتا ہو مگر اتنا ہے کہ جسقدر جسکی نظر اور معرفت ہو گی اسیقدر اسکی سیرگاہ کو وسعت ہو گی اور اسی سے خدا کے نزدیک انکے درجات مین تفاوت ہوتا ہو جو شمار مین نہین آسکتا اس بیان سے ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہو وہ اہل کمال مین حواس کی سب لذتون سے بڑھکر ہوتی ہے اور یہ لذت بہیمہ اور لڑکے کم عقل کو نہین ہوتی اور محسوسات اور شہوات کی لذت بھی اہل کمال کو ہوتی ہو مگر ریاست کی لذت کو اسپر ترجیح دیتے ہین مگر معرفت آلہی اور اسکے صفات اور افعال اور آسمانون اور اسکی سلطنت کے اسرار کی معرفت جو ریاست کی لذت سے بڑھکر ہو پس اسکو وہی شخص جانتا ہو جو معرفت کے رتبے کو پہونچے اور اسکا مزہ چکھے اسکو ایسے کے سامنے ثابت کرنا جسکے دل نہو غیر ممکن ہو اسلیے کہ دل اس قوت کا معدن ہی تو جسکے دل ہی نہوگا وہ اس مزے کو کیا جانیگا جیسے لذت جماع کی ترجیح لڑکے کے نزدیک کھیل کود پر ثابت نہین کرسکتے نہ نامرد کو اسکی ترجیح عطر سونگھنے پر معلوم ہو اسواسطے کہ لڑکے اور نامرد مین وہ قوت ہی نہین جس سے وہ لذت ملتی ہو مگر جو شخص سونگھنے کی قوت بھی درست رکھتا ہو اور نامردی سے بھی بری ہو وہ البتہ دونون لذتون کا فرق جانیگا پس اب یہی کہنا چاہیے کہ یہ لذت چکھنے کی نہین جو چکھے سو جانے ہان طالب العلم اگرچہ طلب معرفت امور آلہیہ مین مصروف نہین ہوتے تب بھی اس لذت کی بو انکے مشام جان مین پہونچتی ہو جس وقت مشکلات اور شبہات انپر منکشف ہوتے ہین جنکے حل ہونیکے لیے انکو کمال حرص ہوتی ہے کیونکہ ان کا منکشف ہونا بھی ایک طرح کی معرفت اور علم مین داخل ہو انکے معلومات ایسے شریف نہین جیسے معلومات معرفت آلہی ہوتے ہین مگر جو شخص اپنی فکر کو معرفت خداے پاک مین دیر تک رکھتا ہو اور اسرار ملک آلہی مین سے اسپر کچھ شمہ بھی منکشف ہوجاتا ہو تو اس سے اسقدر خوش ہوتا ہو کہ پھولا نہین سماتا اور مارے خوشی کے اڑا جاتا ہو اور تعجب کرتا ہو کہ میرا نفس کیسے ثابت رہا اور اس امر کا تحمل ہوا اور یہ ایسی چیز ہے کہ بدون ذوق اسکا ادراک نہین ہوسکتا کہنے سے اسمین فائدہ کم ہوتا ہو پس اسقدر بیان سے تمکو معلوم ہوا ہو گا کہ معرفت خداے پاک سب اشیا سے لذیذتر ہو اور یہ کہ کوئی لذت اس سے زیادہ نہین اور اسی لیے حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ اللہ تعم کے کچھ بندے ایسے ہین کہ انکو خداے تعم سے نہ خوف دوزخ روکے نہ توقع جنت تو ایسے لوگون کو دنیا کس طرح روک سکتی ہے اور اسیطرح حضرت معروف کرخی کے بعض مریدون نے انسے سوال کیا کہ اے ابو محفوظ آپ ارشاد فرماوین کہ کونسی چیز نے آپ کو عبادت کی ترغیب دی اور خلق سے علیحدہ کیا آپ چپ ہو رہے اسنے کہا کہ موت کی یاد نے آپکا یہ حال کیا ہو آپنے فرمایا کہ موت کی کیا اصل ہو اسنے پوچھا کہ قبر برزخ کی یاد سے ایسے ہوے آپنے فرمایا کہ یہ بھی بے اصل ہین اسنے کہا کہ دوزخ کے خوف اور جنت کی توقع نے ایسا کیا ہے آپ فرمایا کہ انکی بھی کچھ اصل نہین یہ سب چیزین ایک بادشاہ کے قبضے مین ہین کہ اگر اسکو چاہو تو یہ سب

باتین تمکو بھلا دے اور اگر تم مین اور اسمین معرفت ہوجاوے تو پھر ان سب سے بچاوے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات مین ہی جب تم کسی جوان کو خدائے تعالیٰ کی جستجو مین فریفتہ دیکھو تو جان لو کہ اسنے اسکو اور سب چیزون سے غافل کردیا اور بعض شیوخ نے حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کو خواب مین دیکھا انسے پوچھا کہ ابو نصر تمار اور عبدالوہاب وراق کا کیا حال ہی آپ نے فرمایا مین نے انکو اسوقت خدائے تعالیٰ کے سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہی اس شخص نے پوچھا کہ آپکا کیا حال ہی کہا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کیطرف رغبت کم ہی اسلیے مجکو اپنا دیدار مرحمت فرمایا۔ اور علی بن الموفق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انھون نے خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے کہتے ہین کہ وہان کیا دیکھتا ہون کہ ایک شخص دسترخوان پر بیٹھا ہی اور دو فرشتے اسکے دونون طرف ہین انواع واقسام کے میوے انکو کھلا رہے ہین اور ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہوے لوگونکی صورتین پہچانتے ہین اور بعض کو اندر کر دیتے ہین اور بعض کو واپس کرتے ہین پھر مین انسے حظیرہ قدس کیطرف آگے بڑھ گیا وہان سراوقات عرش مین ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ جل شانہ کیطرف تاک لگائے ہوئے ہی اور کسی طرف نہین دیکھتا مین نے رضوان سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہی کہا معروف کرخی ہین کہ جنھون نے خدا کی عبادت نہ خوف آتش سے کی نہ توقع جنت بلکہ صرف اسکی محبت سے کی اللہ تعالیٰ نے انکو قیامت تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت دیدی اور کہا کہ دونون شخص دوسرے بشر بن الحارث اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہین۔ اور اسیوجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو آج اپنے نفس مین مشغول رہیگا وہ کل کو بھی اسی مین مصروف رہیگا اور جو آج خدائے تعالیٰ کیساتھ مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اسی کیساتھ مشغول رہیگا اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رابعہ بصری سے پوچھا کہ آپ کے ایمان کی حقیقت کیا ہی انھون نے فرمایا کہ مین نے اسکی عبادت دوزخ کے خوف سے نہین کی اور نہ جنت کے اشتیاق سے تاکہ میرا حال بُرے مزدور کا سا ہو بلکہ عبادت صرف اسکی محبت اور اشتیاق کے باعث کی ہی اور محبت کے باب مین انھون نے کچھ شعر فرمائے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی قطعہ ایک تو عشق کے باعث ہی مجھے تجھسے وداد :: دوسرے اس سے کہ شایان محبت ہی تو :: الفت عشق ہی سے ہی مری یہ کیفیت :: یاد مین تیری سدا غیر سے مین ہون یکسو :: اور جس حب کا کہ لائق ہی تو اس سے تونے :: پردے یہ کھول دیے دیکھتی ہون مین تجکو :: پر تنا اسمین ہو یا اسمین وہ ہی سب تجکو :: میری تعریف کسی مین بھی نہین ہی سزا :: اور غالباً ان کی مراد محبت عشق سے یہ ہی کہ اللہ کی محبت اسکے احسان اور انعام کے باعث کی ہو یعنے وہ لذات کہ دنیا مین اُسے عنایت فرمائے ہین وہ باعث محبت ہوے ہون اور دوسری محبت سے مراد یہ ہی کہ محبت صرف اسکے جمال اور جلال کے باعث کی جو انکو منکشف ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ قسم محبت اعلیٰ اور اقوےٰ ہی۔ اور جمال ربوبیت کے دیکھنے کی لذت وہ ہی جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا ہی۔ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۱ اور اگر کسی شخص کی صفائے قلب غایت کو پہونچ جاتی ہی تو اسکو بعض ان لذتون مین سے دنیا ہی مین حاصل ہوجاتی ہین اسیواسطے بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین یا اللہ اور یارب نہین کہتا ہون اور اپنے دل پر پہاڑ سے زیادہ اسکو بوجھ جانتا ہون اسواسطے کہ پکارنا پردے کی آڑ سے ہوا کرتا ہی اور کبھی تمنے دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہمنشین کو پکارتا ہو اور یہ بھی انکا ہی قول ہی کہ جب آدمی اس علم مین نہایت کو پہونچ جاتا ہی تو

۱؎ مین نے اپنے نیک بندون کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جو کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گزری ۱۲ بخاری بروایت ابو ہریرہ ۱۲

لوگ اسکو پتھر مارتے ہین یعنی اسکی گفتگو انکی عقلون کی حد سے باہر ہونے لگتی ہے تو اسکے قول کو جنون یا کفر سمجھتے ہین الحاصل مقصود عارفونکا اسکا وصل اور ملاقات ہی ہے اور وہی انکی خنکی چشم ہے کہ کسی کو نہین معلوم کیا انکے لیے اسمین چھپی ہوئی چیز ہے اور جب وہ حاصل ہوجاتی ہے تو اور ترددات اور شہوات بالکل جاتے رہتے ہین اور دل اسکی لذت مین مستغرق ہوجاتا ہے اسطرح کا استغراق ہے کہ اگر وہ شخص آگ مین ڈال دیا جاوے تو اسکی تکلیف معلوم نہو اور اگر جنت کی آسایش اسپر پیش کیجاوے تو اس مزے کے سامنے اسکو ہیچ جانے کیونکہ وہ مزہ تو ایسا ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی لذت ہی نہین اب یہ معلوم نہین کہ جو لوگ محسوسات کی محبت کے سوا اور کچھ نہین سمجھتے وہ خداے تعہ کی صورت دیکھنے کی لذت پر کیسے ایمان لاتے ہین اس کی تو کوئی شکل وصورت نہین اور اللہ تعہ نے جو اپنے بندون سے اسکا وعدہ فرمایا ہے اور اسکو سب نعمتون سے بڑا فرمایا ہے اسکے کیا معنی ہین بلکہ اصل یہ ہے کہ جو شخص خدائے تعہ کو پہچانتا ہے وہ اسبات کو جانتا ہے کہ جتنی لذتین متفرق اور مختلف شہوات سے ہوتی ہین وہ سب اس ایک لذت مین جمع ہین جیسا کہ کسی کا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے نظم آرزوہا داشتم در دل خلاف یکدگر ؛ تا ترا نظارہ کردم جمع شد اہواے من ؛ رشک بر من می برد شخصے کہ بودم حاسدش ؛ گشتہ ام مولاے مردم تا توئی مولاے من ؛ گشت فارغ خاطرم از دین ودنیا بر ہمہ ؛ تا بتو مشغولم اے دین من ودنیاے من ؛ اور اسیواسطے بعضونکا یہ قول ہے ؎ ہجر او ہولناک تر ز سقر ؛ وصل او خوشتر از بہشت بر بین ؛ اور اس سے انکی غرض صرف کھانے پینے اور نکاح کی لذت پر اس لذت کو ترجیح دینی ہے جو دل کو معرفت الٰہی مین حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ جنت وہ جگہ ہے جہان حواس کو انکی لذات سے تمتع ہوگا اور قلب کو صرف خداے تعہ کی لقا مین لذت ہے اور لذتون کے باب مین خلق کے حالات اسطرح سمجھنے چاہئین کہ مثلاً لڑکے مین ابتداے حرکت اور تمیز مین ایک قوت پیدا ہوتی ہے جسکے باعث کھیل کو وہ لذیذ جانتا ہے جتنے کا اس کے نزدیک سب چیزون سے زیادہ لذیذ کھیل ہی ہوتا ہے پھر اسکے بعد زینت کی اور کپڑے پہننے اور سوار ہونیکی لذت پیدا ہوتی ہے کہ اسکے سامنے پہلی لذت کھیل کی حقیر جاننے لگتا ہے پھر اسکے بعد لذت جماع اور عورتونکی خواہش پیدا ہوتی ہے اسکے باعث دونون پہلی لذتین بھی چھوڑنے کو تیار ہوجاتا ہے پھر ریاست اور بلندی اور فخر اور مال اور اولاد کی کثرت کی لذت پیدا ہوتی ہے دنیاوی لذتون مین سے یہ لذت سب سے اعلیٰ اور قوی تر ہے اور انھین کیطرف قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے چنانچہ فرمایا اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد پھر بعد ان سب کے ایک قوت پیدا ہوتی ہے جسکے باعث لذت معرفت الٰہی اور اسکے افعال کی ادراک کرتا ہے اس لذت کے ہوتے ہوئے تمام پہلی لذتون کو حقیر سمجھتا ہے غرضکہ جو لذت پیچھے ہوتی ہے وہ پیشتر سے قوی تر ہوتی ہے اور یہ سب مین بعد کو ہے کیونکہ کھیل کی محبت سن تمیز مین پیدا ہوتی ہے اور عورتون اور زینت کی محبت سن بلوغ مین اور ریاست کی محبت بعد بیس سالہ ہونے کے اور علوم کی محبت قریب چالیس کے اور یہی انتہا درجہ ہے اور جسطرح کہ لڑکا ایسے شخص پر کہ کھیل کو چھوڑ کر عورتون سے میل کرے یا ریاست کا طالب ہو ہنسا کرتا ہے اسیطرح رئیس بھی ان لوگون پر ہنستے ہین جو ریاست کو ترک کرکے معرفت الٰہی مین مصروف ہوتے ہین اور عارف انسے یہ کہتے ہین کہ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون فسوف تعلمون

پانچوان بیان اسبات کی وجہ مین کہ معرفت دنیاوی کی نسبت

آخرت مین لذت دیدار کیون زیادہ ہوگی واضح ہو کہ مدرکات دو قسم کے ہین ایک تو وہ جو خیال مین آتے ہین مثلاً خیالی صورتین اور رنگ برنگ کے اجسام اور حیوانات اور نباتات جو شکلین رکھتے ہین اور ایک وہ ہین جو خیال مین نہین آتے جیسے خدا تعالیٰ کی ذات اور دوسری چیزین جو جسم نہین رکھتین مثل علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ کے۔ اور اگر کوئی شخص کسی انسان کو دیکھ کر اپنی آنکھ بند کرلے تو اسکی صورت اپنے خیال مین پاویگا ایسی طرح کہ گویا اسکو دیکھ رہا ہی مگر جب آنکھ کھول کر دیکھیگا تو کچھ فرق معلوم ہوگا نہ اس معنی کر کہ دونون صورتون مین کچھ اختلاف ہوا اسلیے کہ وہ تو دونون ایک ہی ہین صرف فرق اس اعتبار سے ہوگا کہ صورت خیالی مین انکشاف اور وضوح خوب نہ تھا جب آنکھ سے اسکی رویت ہوئی تو وضوح خوب ہوگیا اور اسکی مثال ایسی جاننی چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسیکو پہلے طلوع آفتاب کے فجر دم دیکھے پھر دن نکلنے اور روشنی پھیلنے کے بعد دیکھے ان دونون دفعہ کے دیکھنے مین صرف فرق زیادتی انکشاف ہی کا ہوگا اسیطرح خیال بھی اول کے ادراک کا نام ہے اور اس ادراک کی تکمیل کا نام رویت ہی اور یہ نہایت درجہ کا کشف ہی اور اسکا نام رویت بھی اسی جہت سے کہ انتہاے درجہ کا کشف ہوتا ہے کچھ اس جہت سے نہین کہ رویت متعلق آنکھ سے ہی بلکہ اگر اللہ تعالیٰ اس ادراک کامل کو پیشانی یا سینہ مین مثلاً رکھ دیتا تب بھی اسکا نام رویت ہی ہوتا اور جب یہ تقریر خیالی صورتون مین تمہاری سمجھ مین آگئی تو اب جانو کہ جو معلومات ایسی ہین کہ خیال مین بھی نہین آتین انکے ادراک کے بھی دو درجے ہین ایک ادراک اول ہی اور دوسرا اس ادراک کی تکمیل ہی اور ان دونون ادراکون مین زیادتی کشف و وضوح کا ایسا ہی فرق ہی جیسا صورت خیالی اور آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز مین فرق تھا اسلیے دوسرے ادراک کو بہ نسبت اول کے مشاہدہ اور لقا اور رویت کہتے ہین اور یہ نام اس ادراک کا واقع مین درست ہی اسواسطے کہ رویت کو رویت صرف غایت کشف کی جہت سے کہتے ہین اور جسطرح کہ قاعدۂ الٰہی اسبات پر جاری ہی کہ آنکھون کے بند کرنے سے خوب کشف نہین ہوتا اور اگر مرئی شئے مین اور آنکھ مین کوئی حجاب ہو تو رویت کے لیے اسکا دور ہونا ضروری ہی اور جبتک وہ حجاب دور نہوگا تو جو ادراک حاصل ہوگا وہ صرف تخیل کے طور پر ہوگا رویت نہ کہلاویگا اسی طور پر یہ بھی مقتضاے عادت الٰہی ہی کہ نفس جبتک بدن کے عوارض مین محجوب اور مقتضاے شہوات اور بشریت مین مبتلا رہیگا تب تک اسکو مشاہدہ اور رویت ان معلومات کی جو خیال سے باہر ہین نہوگی بلکہ زندگی دنیاوی ہی رویت سے حجاب ہی جیسے پلکونکا بند کرنا آنکھ کی رویت کا حجاب ہوتا ہی اور زندگی کے حجاب ہونے کی وجہ بہت طول طویل ہی اس علم مین اسکی تقریر شایان نہین یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رویت کی استدعا مین جواب ارشاد ہوا تھا کہ لن ترانی تو ہرگز نہ دیکھ سکیگا[۱] مجکو یعنے حجاب حیات مانع ہماری رویت کا ہی اور کلام مجید مین ارشاد ہے لا تدرکہ الابصار اس سے بھی غرض یہی ہے کہ دنیا مین رویت الٰہی نہین اور مذہب صحیح یہی[۲] ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب کو بھی رویت خداوندی حاصل نہین کی پس جب کہ موت کے باعث حجاب دور ہوجاتا ہی تو نفس کدورت دنیا مین آلودہ رہتا ہے بالکل اس سے جدا نہین ہوتا گو آلودگی مین فرق ہوتا ہی بعض نفس تو ایسے ہوتے ہین کہ انپر خباثت اور زنگ کا گذر ہوتے ہوتے ایسے ہوجاتے ہین جیسے آئینے کو مدت تک زنگ مین رہنے سے مورچہ لگ جاتا ہے اور اسکا جوہر ہی

ف۱ اسکو نہین پا سکتین آنکھین ۱۲ ف۲ یہ قول حضرت عائشہ رضہ کا ہے مگر مسلم مین بروایت ابوذر رویت ثابت ہے اور یہی مذہب حضرت ابن عباس اور اکثر علما کا ہے ۱۲

خراب ہو جاتا ہے کہ جلا اور صفائی کچھ فائدہ نہین کرتی ایسے لوگ تو خدا ے تعہ سے ابدالآباد کیلیے محجوب رہینگے نعوذ باللہ منہا اور بعض نفس ایسے ہوتے ہین کہ انکی کدورات اسدرجہ کی نہین ہوتین کہ جہر اور زنگ دل کو پہونچین اور اصلاح پذیر نہون وہ چندے دوزخ پر پیش کیے جائینگے کہ میل کچیل انکا سب دور ہو جاوے اور جسقدر کہ حاجت صفا اور جلا کی ہوگی اسقدر دوزخ کا سامنا بھی ہوگا اور کم سے کم مومنین کے حق مین ایک لحظہ ہے اور زیادہ سے زیادہ سات ہزار برس جیسا کہ اخبار سے مفہوم ہوتا ہے[1] اور اس دنیا سے کوئی نفس ایسا نہین جاتا جسپر کچھ غبار یا کدورات نہو گو تھوڑی ہی سہی اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے[2] وان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نفس کا گذر آگ پر تو یقینی ہوگا مگر اس سے نجات ہونے کا یقین نہین وہان سے رہائی جب ہو کہ جب خداے تعالے نفس کی طہارت اور صفائی اچھی طرح کر دے اور جو مدت خدا ے تعہ نے مقرر فرمائی ہے وہ پوری ہو لے اور جن باتون کا شریعت مین مذکور ہے یعنے حساب کتاب اور وریشی وغیرہ سب ہو چکین اور استحقاق جنت کا بھی ہو اور یہ وقت مبہم ہے کسی کو اللہ تعالے نے اسپر مطلع نہین فرمایا کیونکہ یہ صورتین بعد قیامت کے ہونگی اور قیامت کا وقت معلوم نہین ان صورتون کے بعد نفس صاف اور پاکیزہ کدورات سے ہوگا کہ اسمین کسی طرح کا داغ یا غبار نرہیگا پھر اسبات کے شایان ہوگا کہ اس مین خداوند جل و علے تجلی فرماوے یہ تجلی اسوقت ایسی طرح ہوگی کہ اس سے انکشاف اور وضوح پہلے علم کا ہوگا جیسے کہ وضوح مرئیات کا متخیلات کی نسبت کر ہوتا ہے اسی مشاہدہ اور تجلی کا نام رویت اور دیدار ہے اس سے معلوم ہوا کہ رویت بلاشک ہے بشرطیکہ رویت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ادراک خیالی کا کسی صورت خیالی کسی خاص جہت مین جو ہوتا ہے اسکی تکمیل کا نام رویت ہے ایسا ہی رویت الہی بھی ہوگی اسلیے کہ خداے تعہ ان سب امور سے بری ہے بلکہ جس طرح کہ خداے تعالے کو دنیا مین عرفان حقیقی سے اچھی طرح جانا اور پابند خیال اور صورت اور شکل اور جہت کے نہوے اسی طرح آخرت مین دیدار ہوگا بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو معرفت دنیا مین ہوتی ہے وہی کامل ہو کر درجۂ کمال کشف کو پہونچ جاتی ہے اور وہی مشاہدہ اور رویت کہلاتی ہے اس رویت آخرت اور معلوم دنیاوی مین کچھ اختلاف بجز زیادتی کشف اور وضوح کے نہین ہوتا جیسا کہ خیال کی مثال مین اوپر گزرا پس جب کہ معرفت الہی مین ثبوت صورت اور جہت کا ممکن نہین تو اس کے پورا ہونے مین اور صرف وضوح اور کشف کے مرتبے کو پہونچنے مین صورت اور جہت کیسے ہو گی وہ دونون تو ایک ہی ہین صرف رویت اخروی مین انکشاف ہی زیادہ ہے جیسا صورت مرئی مین بہ نسبت صورت خیالی کے کشف زیادہ ہوتا ہے اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت مین[3] نورہم یسعی بین ایدیہم وبایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا اس لیے کہ تمامی نور سے صرف زیادتی کشف ہی کی ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دیدار اور رویت کے درجے کو وہی لوگ پہونچینگے جو دنیا مین عارف ہونگے کیونکہ معرفت دنیاوی ہی ایسا تخم ہے جو آخرت مین مشاہدہ ہو جاتا ہے جیسے گٹھلی انجام کو درخت بنجاتی ہے اور دانہ پیڑ ہو جاتا ہے اور جسکی زمین مین گٹھلی ہی نہوگی اسکو درخت کہان سے پیدا ہوگا اور جو بیج نہ ڈالے گا

[1] حکیم ترمذی در نوادر بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف ۱۲

[2] اور کوئی نہین تم مین جو نہ پہونچیگا اسپر ہو چکا [illegible] وعدہ مقرر [illegible] اور چھوڑ دینگے [illegible]

[3] [illegible] ان کی روشنی [illegible] اور [illegible] ہمارے پوری [illegible] روشنی ۱۲

وہ کیسے خرمن پاویگا ع چو تخم افگنی بر ہمان چشم دار؛ خود مشہور ہو پس اسی طرح جو شخص اللہ تعالےٰ کو دنیا مین نہ پہچانے گا وہ آخرت مین اسکو کیسے دیکھے گا اور ازانجاکہ معرفت کے درجات مختلف ہوتے ہین تو تجلی بھی مختلف ہو گی جیسے بیج کے اختلاف سے سبزہ اور روئیدگی مختلف ہوا کرتی ہے مثلاً اگر بیج بہت ہو گا یا کم ہو گا۔ اور اچھا قوی ہو گا یا ضعیف ہو گا تو اسکی روئیدگی بھی ویسی ہی ہو گی اسی طرح تجلی کا حال معلوم کرنا چاہیے کہ جیسی معرفت ہو گی ویسی ہی تجلی بھی ہو گی اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہو کہ ان اللہ یتجلی للناس عامتہ ولابی بکر خاصتہ پس یہ گمان نکرنا چاہیے کہ لذت دیدار اور نظر جیسی حضرت ابوبکر کو ہو گی ویسی ہی انسے کم درجے والون کو بھی ہو گی بلکہ انکی لذت کا سوان حصہ بھی انسے کم درجے والون کو نہ ملیگا اگر انکی معرفت آپ کی معرفت کی نسبت سوان حصہ ہو گی اور ازانجاکہ حضرت ابوبکر رضؓ سر معرفت مین لوگون سے بڑھ کر تھے اور یہ راز آپ کے سینۂ مبارک مین جاگزین تھا اسی لیے آخرت مین اسی تجلی کے مستحق ہوے جو خاص انھین کے لیے ہو۔ اور جیسے کہ دنیا مین لوگون کو دیکھتے ہو کہ بعضے لذت ریاست کو مطعومات اور نکاح کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اور بعضے لذت علم اور انکشاف اسرار آسمانون اور زمین اور امور الٰہیہ کو ریاست اور ماکولات و مشروبات وغیرہ کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اسیطرح آخرت مین معاملہ ہو گا کہ بعض لوگ لذت دیدار الٰہی کو جنت کی آسایش پر مقدم جانتے ہین اس لیے کہ جنت مین کھانے اور پینے اور نکاح ہی کی لذت ہو گی اور یہ لوگ بعینہ وہی ہین کہ جنکا حال ہم نے اوپر لکھا ہے کہ لذت علم و معرفت اور اطلاع اسرار ربوبیت کو تمام انواع لذات پر ترجیح دیتے ہین جنمین لوگ مشغول ہین اور اسیواسطے جب حضرت رابعہؒ سے پوچھا گیا کہ جنت کے باب مین آپ کی کیا راے ہو فرمایا کہ الجار ثم الدار یعنے اول صاحب خانہ پھر خانہ اس قول مین آپ نے بیان کیا کہ میرے دلمین التفات جنت کیطرف نہین بلکہ مالک جنت کیطرف ہو ؎ طوبیٰ کا سایہ تجکو مبارک ہو زاہدا ؛ ہم کو تو ملک مرحمت یار چاہیئے ؛ اور جو شخص اللہ تعؔ کو دنیا مین نہ پہچانیگا وہ اسکو آخرت مین بھی نہ دیکھے گا جسکو لذت معرفت دنیا مین نہو گی وہ آخرت مین لذت دیدار نہ پاویگا اسلیے کہ دنیا سے اگر کسی کے ساتھ کچھ نہ جاویگا تو آخرت مین اسکو کوئی نئی بات نہو گی جو یہان بوویگا وہی وہان کاٹیگا اور آدمی جس بات پر مرا ہو گا اسی پر اسکا حشر ہو گا اور جس بات پر جیا ہو گا اسی پر مریگا پس جسقدر توشۂ معرفت ساتھ ہو گا اسیقدر لذت پاویگا وہی معرفت مشاہدہ کی صورت بنجاویگی اور زیادتی کشف سے لذت دوبالا ہو گی جیسے کہ عاشق اگر محبوب کی صورت خیالی ذہن مین رکھتا ہو اور پھر صورت آنکھ سے دیکھتا ہو تو چونکہ وہی اسکی منتہاے لذت ہے اسلیے اسکی لذت خیالی صورت کی بہ نسبت مضاعف ہو جاتی ہو اور ازانجاکہ جنت مین ہر ایک کو دل چاہتی چیز ملیگی تو جو شخص سواے دیدار الٰہی کے اور کچھ نہ چاہتا ہو گا اسکو اسکے سوا مین کچھ لذت بھی نہو گی بلکہ کیا عجب ہو کہ ایذا پاوے حاصل یہ کہ آسایش جنت اسقدر ہوتی ہو جسقدر محبت الٰہی ہو اور محبت بقدر معرفت ہوتی ہو تو معلوم ہوا کہ اصل سعادت معرفت ہی ہو جسکو شرع مین ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اب اگر یون کہو کہ لذت دیدار کو اگر کچھ نسبت معرفت کیطرف ہو تو معلوم ہوا کہ بہت کم ہو گی گو معرفت کی نسبت کر دو گنی چوگنی وغیرہ ہو کیونکہ معرفت کی لذت دنیا مین بہت ضعیف ہو پس اسکا دوگنا چوگنا کرنے سے ایسی حد کو نہین پہونچیگی جسکے سامنے

ح/ ان اللہ تعالےٰ لوگون کے واسطے عام تجلی فرماویگا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کیلیے خاص ۱۲ ابن عدی کیہ روایت جابر اور کہا ہے کہ باطل ہے اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات مین لکھا ہے ۱۲

سب جنت کی لذتین ہیچ معلوم ہون تو اسکا جواب یہ ہو کہ لذت معرفت کو کم سمجھنے کا منشا معرفت سے خالی ہونا ہے پس جو شخص معرفت سے خالی ہوگا وہ اسکی لذت کیسے جانیگا اور اگر تھوڑی سی معرفت اسکین ہوئے اور دلمین علائق دنیاوی بھرے ہون تو اسکو اسکا مزہ کیا ملیگا البتہ عارفین کو انکی معرفت اور فکر اور مناجات مین وہ مزے ہین کہ انکی عوض اگر ان کے سامنے جنت کی لذتین پیش کیجاوین تو ہرگز نہ لین اور اپنی لذتون کو جنت کے مزون سے نہ بدلین پھر یہ لذت عارفین کی باوجود کمال لذت دیدار اور مشاہدہ سے کچھ نسبت ہی نہین رکھتی جیسے کہ تصور معشوق کی لذت کو اسکے دیدار سے کچھ نسبت نہین ہوتی یا عمدہ مزہ دار کھانون کے سونگھنے کی لذت کو انکے ذائقے کی لذت سے کچھ نسبت نہین یا ہاتھ سے چھونے کی لذت کو جماع سے کچھ نسبت نہین اور ان دونون مین زیادہ فرق بدون مثال بیان کیے ممکن نہین اسیواسطے ہم کہتے ہین کہ لذت دیدار معشوق دنیا مین کئی سبب سے متفاوت ہوتی ہو اول جمال معشوق کا کامل ہونا اور ناقص ہونا تو ظاہر ہے کہ نظر کو زیادہ کامل کیطرف دیکھنے سے زیادہ لذت ہوتی ہو دوسرے محبت اور خواہش اور عشق کا غالب ہونا کہ عاشق زار کو جو لذت ہوگی وہ کم محبت والے کو نہو گی تیسرے ادراک کامل ہونا کہ اگر محبوب کو نزدیک سے بے پردہ خوب چاندنی مین دیکھے گا تو لذت زیادہ ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ اندھیرے مین یا پردۂ باریک کی آڑ مین یا دور سے دیکھے اسیطرح پاس لپٹنا اور کپڑیکا حجاب ہونا وہ مزہ نہین دیتا جو حالت برہنگی مین دیتا ہو چوتھے موانع اور دل کے پریشان کرنے والے ترددات کا برطرف ہونا مثلاً ایک شخص تندرست فارغ البال بے تردد اپنے محبوب کو دیکھتا ہو تو جو کیفیت اسکو ہوگی وہ اسکو نہ ہوگی جو حالت خوف مین اپنے معشوق کو دیکھتا ہو یا بیمار دردمند ہو یا اسکا دل کسی ایسے تردد مین مبتلا ہو کہ کیفیت دیدار اچھی طرح محسوس نہین کرتا اب فرض کرو کہ ایک عاشق جسکا عشق ضعیف ہے وہ اپنے معشوق کیطرف باریک پردے کی آڑ سے فاصلے سے دیکھتا ہے اس طرح کہ اس کی صورت کی ماہیت اچھی طرح نہین سوجھتی اور اسپر طرہ یہ ہو کہ اس عاشق کے گرد بچھو اور سانپ وغیرہ موذیات جمع ہین کہ اسکو کاٹ رہے ہین اور اسکے دل کو پراگندہ کرتے ہین تو ظاہر ہو کہ اس شخص کو کچھ نہ کچھ تو لذت اپنے معشوق کے دیدار کی ہوگی لیکن اگر اسپر یکایک ایسی حالت آجاوے کہ جس سے فاصلہ بھی برطرف ہوجاوے اور پردہ بھی اٹھ جاوے اور موذیات برطرف ہوجاوین اور چاندنا بھی خوب ہوجاوے اور یہ شخص تندرست بے فکر ہوجاوے اور شہوت قوی اور شدت عشق کا ہجوم اسقدر ہو کہ نہایت درجے پر پہونچ جاوے تو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی لذت کا کیا حال ہوگا اور پہلی حالت کو اس دوسری سے کیا نسبت ہوگی اسیطرح لذت معرفت کو لذت دیدار کیطرف نسبت سمجھنا چاہیے یعنے پردہ باریک تو بدن انسان ہو اور سانپ بچھو وغیرہ شہوات ہین جو انسان پر مسلط ہین مثل بھوک پیاس غضب غم واندوہ وغیرہ اور ضعف شہوت ومحبت یہ ہو کہ دنیا مین نفس شوق ملا اعلیٰ کا کم رکھتا ہو اور لذت عرفان مین ناقص ہو اور اسفل السافلین کی طرف راغب جیسے لڑکا بباعث چڑیا سے کھیلنے کے لذت ریاست کے بڑھنے سے قاصر ہوتا ہو پس عارف اگرچہ دنیا مین اسکی معرفت قوی ہو تاہم ان مکروہات سے خالی نہین ہوتا اور خالی ہونا ان ترددات سے البتہ ناممکن ہو ہان بعض اوقات یہ موانع کسی صورت مین ضعیف ہوجاتے ہین اسوقت جمال معرفت ایسا نظر پڑتا ہے کہ

کہ جس سے عقل حیران ہوجاتی ہو اور لذت اتنی زیادہ ہوتی ہو کہ اسکی زیادتی سے دل پھٹنے کے قریب ہوجاتا ہو مگر یہ حالت مثل برق خاطف کے ہوتی ہو بہت کم ٹھہرتی ہو بلکہ شواغل اور افکار اور خواطر ایسے پیش آتے ہین کہ جو عارف کو تردد مین ڈالدین اور عیش مکدر کردین اور اس حیات فانی مین یہ بات ہمیشہ ہی رہتی ہو اسلیے ہنگام موت تک یہ لذت مکدر ہی رہتی ہو عمدہ زندگی بعد موت کے ہو جسکے لیے حدیث شریف مین وارد ہو لاعیش الاعیش الآخرۃ اور کلام مجید مین ارشاد ہو وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان لو کانوا یعلمون اور جو شخص اس درجے کو پہنچ جاتا ہو وہ خداے تعالی کی ملاقات کو محبوب جانتا ہے اسی لیے موت کو اچھا سمجھتا ہے اور اسکو برا نہین جانتا مگر اسی خیال سے کہ موت سے پہلے معرفت اور زیادہ کامل ہوجاوے کیونکہ معرفت مثل تخم کے ہی جسقدر یہان اچھی اور کامل ہوجاوے اسیقدر اسکا ثمرہ کامل اور عمدہ قیامت مین ہوگا اور معرفت ایک دریاے ناپیدا کنار ہے تو گو احاطہ کنہ جلال الٰہی کا محال ہے مگر جسقدر معرفت اللہ کی اور اسکے صفات اور افعال و اسرار مملکت کی زیادہ اور قوی ہوگی اسیقدر لذت آخرت بھی بہت اور بڑی ہوگی اور حاصل کرنا تخم معرفت کا بدون دنیا کے ممکن نہین اور اسکا بونا بدون مزرعہ قلب کے نہین ہوسکتا اور اسکا خرمن آخرت مین حاصل ہوتا ہو اور اسی لیے حدیث شریف مین وارد ہو افضل السعادات طول العمر فی طاعۃ اللہ اسلیے کہ اگر عمر طویل ہوگی اور مداومت فکر اور مجاہدہ اور علیحدگی علائق دنیاوی سے اور ہمہ تن طلب مین سرگرمی میسر ہوگی تو ظاہر ہے کہ معرفت بھی کامل اور واسع اور زیادہ ہو پس جو شخص موت کو محبوب جانتا ہے اسکی وجہ یہی ہوتی ہو کہ معرفت مین اپنے آپ کو ایسے درجے پر دیکھتا ہو کہ اس سے زیادہ کا ملنا اسکو معلوم نہین ہوتا اور جو موت کو برا جانتا ہو وہ اس نظر سے کہ اگر عمر زیادہ ہوگی تو توقع زیادتی معرفت کی رکھتا ہو اور اسوقت اپنے آپ کو درجہ ممکن الحصول سے قاصر پاتا ہے اہل معرفت کے نزدیک موت کو برا خواہ اچھا سمجھنے کی یہی وجہ ہوتی ہو بخلاف تمام خلق کے کہ انکی نظر صرف شہوات دنیاوی پر ہوتی ہو اگر ساری آرزوئین خاطر خواہ زیادہ ملین تو طول عمر چاہتی ہو اور اگر تنگی ہوئی تو موت کو چاہتی ہو حالانکہ یہ باتین محرومی اور خسارگی ہین انکا منشا جہالت اور غفلت ہو اور یہی دونون ہر ایک طرح کی بدبختی کی جڑ ہین اور معرفت سب سعادتون کی اصل ہے اس تحقیق سے تمکو معنی محبت اور معنی عشق معلوم ہوگئے کہ زیادتی محبت کو عشق کہتے ہین اور نیز معنی لذت معرفت اور معنی رویت اور لذت رویت کی معلوم ہوگئی اور یہ کہ لذت دیدار سب لذتون سے اہل عقل و کمال دونون کے نزدیک لذیذ تر ہو گو اہل نقصان کے عندیے مین ویسی نہو جیسی کہ ریاست کی لذت لڑکون کے نزدیک غذا کی چیزون سے عمدہ نہین ہوتی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ رویت الٰہی کا محل آخرت مین دل ہوگا یا آنکھ تو لوگون کو اسباب مین اختلاف ہو اور اہل بصیرت اس خلاف پر دھیان نہین کرتے وہ کہتے ہین کہ عقلمند کو آم کھانے سے غرض ہو نہ پیڑ گننے سے تو جو شخص اپنے معشوق کو دیکھنا چاہتا ہو وہ عشق کی حالت مین اسبات کی پروا نہین کرتا کہ دیدار معشوق آنکھون مین پیدا ہوگا یا پیشانی مین بلکہ اسکی غرض رویت اور اسکی لذت سے ہو برابر ہو کہ وہ آنکھ سے حاصل ہو یا اور کسی عضو سے کیونکہ آنکھ تو صرف محل اور ظرف ہو وہ تو دیکھتی ہی نہین نہ اسکا کچھ اعتبار اور امر حق اسباب مین یہ ہو کہ قدرت الٰہی مین دونون باتونکی گنجائش ہے دونون سے رویت کی نعمت دے سکتا ہو تو یہ صورت تو جواز کی ہوئی اور دونون جائز صورتون مین سے آخرت

یہ زندگی کا زیادہ ہونا ہے ۱۲ اس باب مین حدیث ترمذی کا ہے اور خود یہ روایت پہلے گذری ۱۲

مین کونسی ہوگی یہ بات بدون شارع سے سننے کے معلوم نہین ہو سکتی ٹھیک اسمین وہی حال ہے جو اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رویت کے لیے آنکھ مین قوت دیجاویگی اور دلائل شرعی سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ مین آتا ہے اسلیے کہ الفاظ رویت اور نظر وغیرہ کے مستعمل مین بظاہر انسے آنکھ ہی کی نظر معلوم ہوتی ہے اور ظاہر الفاظ کو بدون ضرورت تاویل کرنا جائز نہین واللہ تعالیٰ اعلم

چھٹا بیان

ان اسباب کے ذکر مین جنسے اللہ تعالیٰ کی محبت قوی ہوتی ہے جاننا چاہیے کہ آخرت مین لوگون مین سے سعید تر حال وہ شخص ہوگا جوان مین سے اللہ تعالیٰ کی محبت قوی تر رکھتا ہوگا اسلیے کہ آخرت کے معنے یہی ہین کہ خدائے تعالیٰ کے پاس آنا اور سعادت ملاقات سے مشرف ہونا اور ظاہر ہے کہ جب عاشق اپنے محبوب کے پاس بہت سے دنون کے اشتیاق کے بعد جائے گا اور اسکے دیدار سے ہمیشہ کو مشرف ہوگا اور کوئی چیز روک ٹوک کی کبھی نہین پائیگا اور رقیب اور اغیار اور کدورت اور انقطاع کا خوف کچھ نہوگا تو کیسی کچھ خوشی اور لذت اسکو حاصل ہوگی مگر یہ لذت بقدر قوت محبت کے ہوگی پس جسقدر محبت زیادہ ہوگی اسقدر لذت زیادہ ہوگی اور بندے کو محبت الٰہی صرف دنیا مین حاصل کرنے سے ہوتی ہے اور اصل محبت سے کوئی ایماندار خالی نہین اسلیے کہ اصل معرفت سب مین ہوتی ہے مگر فرط محبت اور استیلائے محبت جسکو عشق کہتے ہین یہ بہتون مین نہین ہوتی اسکے حاصل کرنے کے دو سبب ہوتے ہین اول علائق دنیا سے علٰحدہ ہونا اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکال ڈالنی اسلیے کہ دل مثل برتن کے ہے اگر برتن مین مثلاً پانی ہو تو اسمین گنجایش سرکے کی نہوگی اور دو دل خدائے تعالیٰ نے کسی کو عنایت نہین فرمائے کہ ایک سے خدا کی محبت کرے اور دوسرے مین غیر کی محبت بھرے اور کمال محبت اسمین ہے کہ خدائے تعالیٰ کو تمام دل سے چاہے اور جبتک غیر کیطرف التفات رکھیگا تو ایک گونہ اسکے دلکا غیر سے مشغول رہیگا تو جسقدر غیر اللہ سے مشغول ہوگا اسیقدر اسمین سے محبت الٰہی کم ہوگی جیسے برتن مین جسقدر پانی رہتا ہے اسیقدر سرکہ کم آتا ہے اور اسی نکتہ کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اور اس آیت مین ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا البتہ یہی مراد ہے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود اور محبوب سوا خدائے تعالیٰ کے نہین کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہے اسلیے کہ عبد مقید کو کہتے ہین اور جسکا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہے اور عاشق محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہے تو محبوب معبود ہوا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ارایت من اتخذ الٰہہ ہواہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ابغض الہ عبد فی الارض لہوائے اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے من قال لا الٰہ الا اللہ خالصا مخلصا دخل الجنۃ اور معنے اخلاص کے یہ ہین کہ دل کو خالص خدائے تعالیٰ کے لیے کرلے کہ اسمین دوسرے کی شرکت باقی نرہے دلکا محبوب اور معبود اور مقصود صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہو اور جس شخص کا یہ حال ہو تو دنیا اسکا قید خانہ ہے اسلیے کہ مشاہدۂ محبوب سے اسکو روکتی ہے اور مرنا اسکے حق مین قید سے چھوٹنا اور محبوب کے پاس جانا ہے تو جس شخص کا محبوب ایک ہی ہو اور اسکی طرف مدت سے اشتیاق رکھتا ہو اور قید خانے مین بند ہو وہ اگر قید خانے سے چھوٹے اور محبوب سے ملے اور ابد الآباد تک امن چین مین رہے اسکا کیا کہنا ہے پس محبت الٰہی کی دلو نمین کم ہونے کا ایک تو یہی سبب ہے کہ دنیا کی محبت دلو نمین قوی ہے اور اسمین محبت زن و فرزند اور مال و اقارب اور زمین اور چوپایون اور باغات اور سیر و تماشا کی داخل ہے حتے کہ اگر جانورون کی آواز خوش اور نسیم سحری کی حرکت سے خوش ہوگا تو راحت

دنیاوی کیطرف متوجہ ہوگا اور اسکے باعث نقصان محبت الہی کے درپے ہوگا اور جسقدر انس دنیا سے ہوگا اسیقدر انس الہی کم ہوگا اور جس
شخص کو دنیا مین سے کسیقدر ملتا ہی اسیقدر آخرت مین سے کم ہوجاتا ہی جیسے کوئی شخص مشرق سے جتنا قریب ہوتا ہی اتنا ہی مغرب سے دور
ہوجاتا ہی اور جتنا ایک بی بی کا دل خوش کرے اتنا ہی اسکی سوت کو رنج ہوتا ہی اسلیے کہ دنیا وآخرت مثل دو سوتون یا مشرق ومغرب
کے ہین اور یہ بات اہل دل پر آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوئی ہی اور دل محبت دنیا کی بیخ کنی کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو
اختیار کرنا اور خوف ورجا کی باگ سے انکا مطیع ہونا ہی پس جو مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف ورجا کے ہمنے لکھے ہین وہ محبت کے
دونون رکنون مین سے ایک کے حاصل کرنے کے ہین اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہی اور انکا شروع اللہ پر اور قیامت کے
دن پر اور جنت ودوزخ پر ایمان لانا ہی پھر اس سے خوف ورجا پیدا ہوتے ہین اور ان دونون سے توبہ اور اسپر صبر کرنا متفرع ہوتا ہی
اور رفتہ رفتہ دنیا اور مال وجاہ مین اور تمام حظوظ دنیاوی مین زہد کرنا حاصل ہوتا ہی اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک
ہوجاتا ہی یہان تک کہ بعد اسکے دل مین معرفت الہی اور اسکی محبت آنے کی گنجایش ہوتی ہی غرضکہ یہ سب امور مقدمات صفائی دل
کے ہین اور یہی صفائی محبت کے دو رکنون مین سے ایک ہی اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس حدیث مین الطہور شطر الایمان جیسا کہ شروع
باب طہارت مین ہمنے اسکو لکھا ہی۔ دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت الہی کا قوی ہونا اور دل مین اسکا پھیل جانا ہے
اور یہ امر تمام علائق دنیاوی اور اسکے اشغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہے جیسا زمین کو گھاس وغیرہ سے صاف کرکے
بیج ڈالتے ہین اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہی پھر اس سے محبت ومعرفت کا درخت پیدا ہوتا ہی اور اسکا نام کلمہ طیبہ ہی جسکی مثال خدا
تعالیٰ بیان فرماتا ہی ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین الیہ یصعد
الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ کلم طیب سے مراد معرفت ہی اور عمل صالح اُس معرفت کے حق مین مثل حمال اور خادم کے ہے اور
عمل صالح سب کا سب اسی لیے ہی کہ اول دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اسکی طہارت کو باقی رکھے غرضکہ عمل صرف اسی معرفت کیلیے مقصود
ہوتا ہی اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہی اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہی اور اسکی غرض عمل ہی
اور عمل سے غرض صفائے قلب اور اسکی طہارت ہی تاکہ اسمین حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے زینت پاوے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہین اور
جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اسکے پیچھے محبت ضرور ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل اور صحیح ہو جب خوبصورت کو چشم ظاہر سے
دیکھیگا تو اُس سے محبت کریگا اور اسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضرور ہوتی ہی
اور محبت ضرور ہی کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے دنیاوی کاروبار برطرف ہونے کی اس معرفت کیطرف یہ چیزین پہونچاتی ہین یعنی فکر صاف
اور ذکر دائم اور بہت سی کوشش طلب مین اور نظر دائمی خدائے تعالیٰ اور اسکی صفات اور ملکوت افلاک اور تمام مخلوقات مین رکھنی اور جو
لوگ اس درجے پر پہونچتے ہین وہ دو قسم کے ہین قسم اول زبردست انکا یہ حال ہی کہ اول خدائے تعالیٰ کو پہچانتے ہین پھر اسکے سبب اسکے
غیر کو پہچانتے ہین قسم دوم ضعفا کہ اول معرفت افعال کی کرتے ہین پھر افعال سے فاعل کیطرف ترقی کرتے ہین اور قسم اول کیطرف اشارہ ہے
اس آیت مین اولم یکف بربک انہ علی کل شئی شہید اور اسمین شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو اور بعض عارفین نے اسی نظر سے جواب دیا تھا کہ جب

ح: پاکی نصف ایمان ہے مسلم عن ابی مالک الاشعری ۱۲
ت: بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اسکی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنی آسمان میں ۱۲
ت: اسکی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا کام نیک اسکو اٹھا لیتا ہے ۱۲
ت: کیا تیرا رب کافی نہیں ہے ہر چیز پر گواہ ۱۲
ت: اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ۱۲

انسے پوچھا گیا کہ تمنے اپنے رب کو کس چیز سے پہچانا انھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب کو رب ہی سے پہچانا اور اگر میرا رب نہ ہوتا تو مین اسکو نہ پہچانتا اور دوسرے کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتے یتبین لہم انہ الحق اور اس آیت مین اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض اور اسمین قل انظروا ماذا فی السموات والارض اور اسمین الذی خلق سبع سموات طباقا ما ترے فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر ہل ترے من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وہو حسیر اور یہ طریق اکثر لوگون پر سہل ہے اور سالکین کو اسمین گنجایش زیادہ ہے اور اسی پر اکثر آیات قرآنی متضمن ہین کہ کہین تدبر کا حکم ہے کہین تفکر کا کہین عبرت پکڑنے کا کہین نظر و تامل کرنیکا اور اتنی آیتون مین مذکور ہے کہ انکا شمار نہین ہو سکتا پس اگر یہ کہو کہ یہ دونون راستے مشکل ہین ہمکو تو کوئی ایسی تدبیر بتلانی چاہیے جس سے معرفت کے حاصل ہونے پر مدد مل سکے اور اس سے محبت تک پہونچ سکین تو اسکا جواب یہ ہے کہ بہتر طریق تو خدائے تعالیٰ کی معرفت سے اور تمام خلق کی معرفت پر پہونچنا ہے اور وہ طریق باریک ہے اسباب مین گفتگو کرنی اکثر لوگون کی فہم کی حد سے باہر ہے اسکو کتاب مین لکھنے سے فائدہ نہین مگر جو طریق سہل تر اور ادنیٰ ہے وہ البتہ اکثر سمجھ مین سب کی آسکتا ہے اور اسکے سمجھنے سے جو فہم قاصر ہو رہی ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ تدبر سے روگردان ہین اور شہوات اور نفس کی لذات مین غلطان پیچان اور اسکے لکھنے کی یہ بات مانع ہے کہ اسکا پھیلاؤ اور کثرت بہت ہے اور اسکے اقسام اتنے ہین کہ شمار اور نہایت سے زائد ہین اسلیے کہ کوئی ذرہ آسمان برین سے زیر زمین تک ایسا نہین کہ جسمین عجیب نشانیان کمال قدرت اور کمال حکمت اور بے انتہا جلال و عظمت الٰہی پر دال نہون اور اسطرح کے ذرات لاانتہا ہین خود ارشاد فرماتا ہے لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی تو ایسے ذکر مین مصروف ہونا علوم مکاشفہ کے سمندر مین غوطہ مارنا ہے اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ اسکو علوم معاملہ کا طفیلی کرکے لکھا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ مختصرا ایک مثال بطور رمز و ایما بیان کر دیجاوے تاکہ اس سے اسکی جنس پر متنبہ ہو جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دونون طریقون مین سے سہل تر دیکھنا افعال کا ہے اور اسی کا ذکر کرتے ہین اور اعلےٰ طریق کو چھوڑے دیتے ہین افعال الٰہی کو جو دیکھتے ہین تو وہ بھی بہت ہین انمین سے کمتر اور حقیر و صغیر لیکر اسکے عجائب مین نظر کرتے ہین ظاہر ہے کہ باعتبار فرشتون اور ملکوت آسمانی کے سب مخلوقات مین سے کمتر زمین اور اسکے اوپر کی چیزین ہین زمین کو اگر جسم اور حجم کی رو سے دیکھو تو آفتاب باوجودیکہ چھوٹا معلوم ہوتا ہے مگر سیکڑون گنا اس سے زیادہ ہے تو آفتاب کی نسبت کر اسکی چھوٹائی سوچنی چاہیے پھر آفتاب کی خردی اس آسمان کی نسبت کر دیکھو جسمین وہ جڑا ہوا ہے کہ اس سے آفتاب کو کچھ نسبت ہی نہین اور آسمان چہارم مین اسکا مقام ہے یہ آسمان اپنے اوپر کے آسمانونکی نسبت کر چھوٹا ہے اور ساتون آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہین جیسے جنگل مین کوئی لوہے کا کڑا پڑا ہو اور کرسی عرش مین ایسی ہی ہے تو یہ نظر تو انکے وجود پر باعتبار حجم کے ہوئی جسکی رو سے زمین ساری کی ساری انکے مقابل کتنی حقیر ٹھہرتی ہے بلکہ اگر زمین کو سمندرون ہی کی نسبت کر دیکھو تو نہایت چھوٹی ہے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ الارض فی البحر کالاصطبل فی الارض اور تجربہ مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہے یعنی معلوم ہوا ہے کہ جسقدر زمین پانی سے باہر ہے اسکو تمام کرہ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک چھوٹے جزیرے کو ہے تمام خشکی کیطرف پھر آدمی کو دیکھنا چاہیے جو مٹی سے بنا ہے اور مٹی زمین کا ایک جزو ہے اسیطرح تمام حیوانات کو دیکھو کہ زمین کی نسبت کتنے چھوٹے ہین ان سب کو جانے دو جن حیوانات کو تم چھوٹا جانتے ہو انمین سے مچھر اور شہد کی مکھی

جو ایسے ہی ہون انکو دیکھو مثلاً مچھر کو اس چھوٹے سے جسم پر عقل حاضر اور فکر صاف سے تامل کرو کہ اسکو خدائے تعالیٰ نے سب سے بڑے حیوان یعنی ہاتھی کی شکل بنایا کہ اسکے ایک سونڈ لگائی اور باوجود اس چھوٹی شکل کے جتنے اعضا ہاتھی کو عنایت فرمائے اتنے ہی اسکو بھی دیے اور بازو زیادہ پیدا فرمائے پھر یہ دیکھو کہ اسکے اعضاے ظاہری کو کیسے تقسیم کیا ہو کہ بازو نکالے اور ہاتھ پانون بنائے اور آنکھ اور کان دیے اور باطن کے اعضا بھی مثل تمام حیوانات کے بنائے اور ان مین قوت غاذیہ اور جاذبہ اور دافعہ اور ماسکہ اور ہاضمہ ویسی ہی دی جیسے اور حیوانات مین یہ تو شکل وصفات کا حال ہوا اب یہ دیکھو کہ اسکی غذا کیسی تبلادی کہ آدمی کا خون ہی اور آدمی کیطرف اڑنے کا سامان اسکو دیدیا اور سونڈ اسکی نوکیلی تیز پیدا کی اور جلد انسان کے مسام کیسے اسکو تبلادیے کہ اپنی سونڈ ان مین سے ایک مین رکھے اور اسکو کیسا سخت بنایا ہو کہ مسام مین چبھا دیتا ہے اور اسکو چوسنا اور خون پینا کیسے تبلادیا اور سونڈ کو باوجود اتنی پتلی ہونیکے کیسا مجوف بنایا کہ اسمین سے خون پتلا ہوکر اسکے پیٹ مین چلا آوے اور تمام اعضا مین پھیل کر اسکو غذا پہونچا دے پھر اسکے معدے اور دیگر اعضاء امعاء باطنی کو خیال کرو کہ کتنے چھوٹے ہونگے اور اسکو کیسے تبلادیا کہ انسان اسکو اپنے ہاتھ سے مارا کرتا ہی اور بھاگنے کا حیلہ بھی سکھلادیا اور اسکا سامان اسکو عنایت کیا اور اسکے کان ایسے بنائے کہ جب سے ہاتھ کی تھوڑی سی حرکت بھی سن لیتا ہو گو ابھی ہاتھ اس سے دور ہوتا ہی حرکت کے سنتے ہی کاٹنا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہی جب ہاتھ ٹھہرتا ہی تو پھر چلا آتا ہی پھر اسکی آنکھونکے ڈھیلے کیسے بنائے کہ اپنی غذا کی جگہ دیکھ لیتا ہی باوجودیکہ چہرہ ذرا سا ہی ہوتا ہی اور چونکہ ہر چھوٹے حیوان کا ڈھیلا چھوٹائی کی جہت سے پپوٹونکا متحمل نہ تھا اور آئینہ ڈھیلے کیلیے پپوٹے بمنزلہ آلہ جلا ہوا کرتے ہین کہ خس و خاشاک و غبار سے اسکو صاف رکھے لہذا مچھر اور مکھی کے لیے دو پانون بنادیے اسلیے مکھی کو دیکھتے ہو کہ اپنے ان دونون پانون سے آنکھ کے ڈھیلے ہمیشہ صاف کرتی رہتی ہی اور انسان اور بڑے حیوانونکے ڈھیلون کیلیے پپوٹے پیدا کردیے کہ ایک دوسرے سے ملجاتے ہین اور انکے کنارے تیلے رکھے تاکہ جو غبار ڈھیلے پر آجاوے اسکو جمع کرکے پلکون پر ڈالدین اور پلکون کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھ کی روشنی کو منتشر نہونے دین اور دیکھنے مین مدد ہون اور آنکھ خوبصورت معلوم ہو اور غبار کیوقت آنکھ پر جال سا پڑجاوے کہ غبار تو نہ آنے پاوے اور جال کی آڑ سے دیکھنے مین خلل واقع نہو اور مچھر کے دو ڈھیلے بے پپوٹونکے صاف جلادار بنائے اور اسکو ترکیب انکی صفائی کی تبلادی کہ اپنے دونون پانون سے صاف کرتا ہی اور ازانجاکہ اسکی بینائی ضعیف ہوتی ہی اسلیے چراغ پر گر پڑتا ہی کیونکہ ضعف بصر کی جہت سے وہ دن کی روشنی کا طالب ہوتا ہی اور جب وہ بیچارہ چراغ کی روشنی دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو اندھیری کوٹھری مین سمجھتا ہی اور چراغ کی روشنی کو روشندان سمجھتا ہی اسلیے روشنی کی طلب مین اسکی طرف جاتا ہی اور جب اس سے آگے بڑھکر اندھیرا دیکھتا ہی تو گمان کرتا ہی کہ روشندان مجکو نہین ملا اور اسکی سیدھ مین نہین پہونچا تب پھر دوبارہ چراغ کیطرف لوٹتا ہی یہانتک کہ جل جاتا ہی اور شاید تمکو خیال ہو کہ یہ امر اسکے نقصان اور جہالت سے ہوتا ہی تو جان لے کہ انسان کی جہالت مچھر کی جہالت سے بڑھکر ہی دیکھو آدمی بھی شہوات دنیاوی پر گرنے مین ایسا ہی ہی جیسا پروانہ آگ مین گرنے مین ہی کیونکہ انوار شہوات صورت ظاہری کی رو سے آدمی کو معلوم ہوتے ہین اور اسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ انکے نیچے زہر قاتل ہی اسلیے اپنے نفس کو ہمیشہ شہوتون مین ڈالتا ہی رہتا ہی یہانتک کہ انجام کو انمین گرفتار ہوکر ہلاک ابدی مین جا پڑتا ہی کاش انسان کا جہل پروانے ہی کا سا ہوتا مگر یہ بھی نہین وہ ظاہر کی روشنی

سے دھو دکا کھاکر اگر جلجاتا ہو تو اسیوقت چھوٹ جاتا ہو اور آدمی تو شہوات مین مبتلا ہونیسے یا ہمیشہ کو یا مدت مدید کے لیے آتش دوزخ
مین رہتا ہو اور اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علانیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم
حاصل یہ کہ اس چھوٹے سے جانور مین یہ شمۂ عجائب صنعت الٰہی ہو اور اسمین اتنے عجائب ہین کہ اگر اگلے پچھلے لوگ متفق ہوکر حقیقت اسکی دریافت
کیا چاہین تو کنہ کو تو کیا پہونچین گے جو ظاہر صورت مین صاف صاف باتین ہین وہ بھی انکو معلوم نہونگی خفیہ امور کا جاننا سواے خداے تعالیٰ کے
اور کسیکا کام نہین پھر ہر ایک جاندار اور روئیدگی مین ایک یائی ایسی عجیب چیزین ہین کہ اسمین خاص ہین دوسرے مین نہین پائی جاتین مثلاً
شہد کی مکھی کو غور کرو کہ کیسے اسکو خداے تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اونچے درختون اور پہاڑون اور مکانون پر چھتہ بناتی ہو اور اسکے لعاب سے موم اور شہد
بنتا ہو ایک روشنی کے کام کا ہو اور دوسرے مین مرضونکی شفا رکھی ہو پھر اسکی عجائب باتون کو غور کرو کہ پھولون اور کلیون پر ہی بیٹھتی ہے اور
نجاست و پلیدگی کے گرد نہین جاتی اور اپنے حاکم کی جو جسم مین سب سے بڑی ہوتی ہو اطاعت کرتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے انکے حاکم مین بھی یہ عدل
و انصاف رکھا ہو کہ اگر کوئی نجاست پر بیٹھکر چھتے مین جانا چاہتی ہو تو فوراً مار ڈالی جاتی ہو مکان کو دیکھو کہ موم سے کیسا بناتی ہو بدون سطر و پرکار
مسدس خانے بناتی چلی جاتی ہو اور گول اور چوکھوٹے اور پانچ کھونٹ کے نہین بناتی صرف مسدس چھ گوشے والے بناتی ہو اسکی بھی ایک وجہ ہو کہ
مہندس بھی نجانتے ہونگے یعنی سب سے زیادہ وسیع شکل دائرے کی ہو یا جو اس سے قریب ہو اسلیے کہ مربع مین تو کونے بیکار رہجاتے ہین کہ مکھی کا جسم
گول ہوتا ہو تو مربع مین رہنے سے زاویے بیکار رہجاتے ہین اور اگر گول بناتی تو انکو ایک دوسرے سے ملانے مین فرجے بیکار رہجاتے اسواسطے
کہ گول چیزین جب ایک دوسرے سے ملتی ہین تو خوب متصل نہین ہوتین اور نہ اور یہ وار شکلو نمین ایسی کوئی نہین کہ گنجائش مین تو گول شکل کا سا کام
دیوے اور ملانے مین اسمین فرجہ نرہے بجز شکل مسدس کے کہ اسمین دونون صفتین موجود ہین اور یہ خاصیت اسی شکل کی ہو تو غور کا مقام ہو
کہ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے جانور کو کیسے یہ باتین بتائین اور اسپر اپنا لطف و کرم کیسے ظاہر کیا کہ جس چیز کیطرف اسکو حاجت تھی وہ اسکو سکھادی
تاکہ چین سے رہے ان باتون کو اگر سوچا وہ پیٹ کے دھندے سے فرصت بھی ہو اور شہوات نفس اور ہمسرونکی عداوت اور بھائیون کی
طرفداری وغیرہ سے بھی بے فکر ہو تو جانو کہ کیسی عجیب باتین ہین کہ خداوند کریم عظیم الشان نے اپنی عنایت و احسان سے ذرا ذرا سے جانورون
بیقدر مین رکھی ہین اب انھین کو دیکھکر عبرت پکڑو اور اسرار زمین و آسمان کو جاننے دو جسقدر کہ ہماری فہم ناقص مین گذرا ہو اسکو اگر واضح کرکے
لکھا جاوے تو بہت سی عمرین چاہئین حالانکہ ہمارے علم کو علما اور انبیا کے علم سے کچھ نسبت نہین اور سارے خلق کے علم کو خداے تعالیٰ کے علم سے
کچھ نسبت نہین بلکہ جو باتین خلق کو معلوم ہوئی ہین انکو خداے تعالیٰ کے علم کے سامنے علم ہی نہ کہنا چاہیے غرضکہ اس جیسی باتین سوچنے سے وہ معرفت پیدا
ہوتی ہو جو دونون طریقونمین سے سہل تر سے حاصل ہوتی ہو اور معرفت کی زیادتی سے محبت زیادہ ہوتی ہو پس اگر تمکو سعادت ملاقات الٰہی سے
مشرف ہونے کی طلب ہو تو دنیا کو پس پشت ڈالو اور ذکر دائم اور فکر لازم مین مستغرق رہو اس سے عجب نہین کہ کچھ نہ کچھ مل رہے اور اس
تھوڑی ہی سی چیز کے عوض مین ایسی سلطنت ملیگی کہ جسکی انتہا نہو

ساتوان بیان

اس امر مین کہ کیا وجہ ہو کہ لوگ محبت کے باب مین متفاوت ہوتے
ہین جاننا چاہیے کہ اصل محبت تو سب ایماندارونمین ہوتی ہو اسلیے کہ ایمان مین سب مشترک ہین مگر محبت مین مختلف ہوتے ہین اسوجہ سے
کہ معرفت اور محبت دنیا مین مختلف ہوتی ہین اور یہ ظاہر ہو کہ افعال مین اسیقدر تفاوت ہوتا ہو جتنا انکے اسباب و علتونمین ہوتا ہے اور

۱۲ م ترجمہ تم لوگ آگ مین پروانون کی طرح گرتے ہو اور مین تمہاری کمرین پکڑتا ہون ۱۲ بخاری و مسلم مین باختلاف الفاظ یہ مضمون مروی ہے ۱۲

لوگون مین اکثر ایسے ہین کہ خدائے تعہ کے صفات اور اسماجو انکے کانون مین پڑے ہین وہی سیکھ کر یاد کرتے ہین اور کچھ نہین جانتے اور بعض اوقات ان اسماء و صفات کے معانی ایسے خیال کر لیے کہ خداوند جل شانہٗ ان معانی سے مبرا ہی اور بعض اوقات حقیقة الامر پر واقف نہوے اور انکے کچھ نکمے معنی بھی خیال نہ کیے بلکہ تسلیم و تصدیق کے طور پر ایمان لاے اور عمل مین مصروف ہو کر گفتگو کو بالاے طاق رکھدیا یہ لوگ اصحاب یمین یعنی بچنے والے ہین اور جو لوگ خیال فاسد بنا لیتے ہین وہ گمراہ ہین اور جو حقیقت کے عارف ہین وہ مقرب لوگ ہین اور اللہ تعہ نے ذکر ان تینون قسم کے لوگونکا اس آیت مین فرمایا ہی فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنة نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لک من اصحاب الیمین واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم وتصلیة جحیم اور چونکہ بدون مثال کے لوگ باتین کم سمجھتے ہین اسلیے اختلاف محبت کی ہم مثال لکھے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ مثلاً شافعی مذہب والون کو حضرت امام شافعی سے محبت ہے اس محبت مین فقیہ اور عالم اور عوام سب مشترک ہین کہ انکے فضل اور دینداری اور سیرت نیک اور خصائل حمیدہ سے سب واقف ہین مگر عامی انکے علم کو مجمل جانتا ہی اور فقیہ مفصل جانتا ہی اسی لیے فقیہ کا آپکو جاننا کامل تر ہوگا اور اس جاننے سے آپ کے ساتھ محبت اور عجب بھی فقیہ ہی کو زیادہ ہوگا اسلیے کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف دیکھتا ہی اور اس کو اچھا جانتا ہی اور اس تصنیف کے باعث مصنف کا فضل پہچانتا ہی تو اسکو یقیناً محبوب جانتا ہی اور اسکی طرف اسکا دل مائل ہوتا ہے پس اگر اس تصنیف کی نسبت کر کوئی دوسری تصنیف اس سے بھی عمدہ اور عجیب دیکھے گا تو بیشک محبت دوبالا ہو گی اسلیے کہ اسکے علم کی معرفت بھی بڑھ گئی اسیطرح آدمی کسی شاعر کے باب مین اگر اعتقاد کرتا ہے کہ شعر خوب کہتا ہی تو اس سے محبت کرتا ہی اور جب اسکے اشعار نادر اس قسم کے سنتا ہی کہ جسمین شاعر کی مہارت اور سخندانی معلوم ہو تو پہلے معرفت زیادہ ہوتی ہے اور محبت بھی زیادہ ہو جاتی ہی اسیطرح تمام صناعات اور فضائل عمل کا حال ہی اور عامی کبھی سنتا ہی کہ فلان شخص مصنف ہے اور اسکی تصنیف اچھی ہوتی ہی مگر مضمون تصنیف سے واقف نہین ہوتا تو اسکو مجمل معرفت ہوتی ہی اور اسی نسبت کر میل و محبت بھی مجمل ہوتا ہی اور دانا شخص جب تصانیف کو مطالعہ کرتا ہی اور انکے عجائب پر واقف ہوتا ہی تو اسکی محبت یقیناً دوبالا ہوتی ہی اسواسطے کہ عجائب صنعت اور شعر و تصنیف کے صفات صانع اور شاعر اور مصنف کے کمال پر دال ہوتے ہین اب عالم سب کا سب خداے تعہ کی ساخت اور تصنیف ہی اور عامی صرف اسکا اعتقاد اور علم رکھتا ہی مگر اہل بصیرت اسکی صنعت کی تفصیل سے واقف ہوتا ہے یہانتک کہ مچھر مین مثلاً وہ عجائب دیکھتا ہے کہ ان مین عقل دنگ ہو شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ❊ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ❊ اسی وجہ سے اسکے دل مین خداے تعالے کی عظمت و جلال اور کمال صفات زیادہ ہوتی ہی اور اسکے باعث محبت بڑھتی ہے اور جسقدر صنائع الٰہی کی عجیب باتون پر اطلاع بڑھتی جاتی ہی اسیقدر اسکی عظمت و جلال دل مین زیادہ معلوم ہوتی ہی اور اتنی ہی محبت بھی بڑھتی جاتی ہی اور ازانجا کہ عجائب صنع الٰہی کا دریا ناپیدا کنار ہے اسی لیے محبت مین اہل معرفت کا تفاوت بھی بیشمار ہے اور جن سببون سے کہ محبت مین اختلاف ہوتا ہی وہ اختلاف ان پانچون سببون کا ہے جو محبت کے لیے ہم لکھ چکے ہین مثلاً اگر کوئی شخص خداے

پس اگر ہے وہ مقربون مین
تو راحت ہے اور روزی
اور باغ نعمت کا اور جو
اگر ہے وہ داہنے والون
مین سے تو سلامتی پہنچے
تجھکو داہنے والون
سے اور جو اگر ہے وہ
جھٹلانے والون
بہکنون مین تو مہمانی
ہے جلتا پانی اور بیٹھنا
آگ مین ۱۲

تعالےٰ سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہو کہ وہ اسکا محسن اور منعم ہے اسکی ذات سے محبت نہین رکھتا تو اس کی محبت ضعیف ہے اسواسطے کہ احسان کے بدلنے سے یہ محبت بدل جاتی ہو تو بلا کی حالت مین یہ محبت ایسی نہین ہوتی جیسے خوشی اور آسایش کی حالت مین ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اسوجہ سے محبت رکھتا ہوگا کہ ذات پاک خداوندی مستحق محبت ہو کہ کمال وجمال اور مجد وعظمت سب اسکو حاصل ہو تو اسکی محبت احسان کے مختلف ہونے سے نہین بدلا کرتی ہمیشہ یکسان رہتی ہے غرضکہ محبت مین لوگون کے مختلف ہونے کی یہ وجہ ہو اور اسی وجہ سے سعادت اخروی مین فرق ہوا کرتا ہے اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وللآخرۃ اکبر درجات واکبر تفضیلا[ل] **آٹھوان بیان** اس امر کی وجہ مین کہ معرفت خداے پاک مین خلق کی فہم کیون قاصر ہے واضح ہو کہ موجودات مین سے ظاہر تر خداے پاک ہو اور اس سے چاہیے تھا کہ سب معرفتون سے اول اسکی معرفت فہم مین آتی اور عقل پر سہل تر ہوتی مگر معاملہ بالعکس نظر آتا ہو تو اسکی وجہ بیان کرنی ضرور ہوئی اور یہ جو ہمنے کہا کہ وہ سب موجودات مین سے ظاہر تر ہو یہ اسی باعث سے کہا جو بدون مثال کے سمجھ مین نہین آنے کا اور وہ یہ ہے کہ ہم اگر کسی انسان کو لکھتے یا سیتے یا کوئی اور کام کرتے دیکھین تو اسکا زندہ ہونا ہمارے نزدیک سب موجودات مین سے ظاہر تر ہوگا یعنی اسکی زندگی اور علم وقدرت اور ارادہ کام کا ہمارے عندیے مین اسکی اور صفات ظاہری اور باطنی کی نسبت کر زیادہ واضح ہوگا اسلیے کہ صفات باطنی مثل شہوت وغضب اور خلق اور صحت ومرض وغیرہ کو تو ہم جانتے ہی نہین باقی رہین صفات ظاہری انمین سے بعض کو ہم نہین جانتے اور بعض مین شک ہو مثلاً مقدار طول اور رنگ جلد وغیرہ آنکھ سے معلوم ہو سکتے ہین مگر انمین کسی وجہ سے شک بھی رہ سکتا ہو اور حیات اور علم اور قدرت وارادہ بدون اسکے کہ ان مین حس بصر کا لگاؤ ہو ہمپر ظاہر ہو جاتی ہین کہ یہ چیزین حواس خمسہ مین سے کسی چیز سے معلوم نہین ہوتین لیکن ان چیزون کا علم بدون حرکت کے ہمکو نہین ہو سکتا پھر اگر ہم تمام عالم کیطرف برابر نظر کرینگے تو کیا وجہ کہ خداے تعالیٰ کی صفت ہمکو معلوم نہو دونون صورت مین بات تو ایک ہو اور صاف صاف ہو بلکہ جب عالم کو مشاہدہ کرین گے اور حواس ظاہری اور باطنی سے ادراک کرینگے خواہ وہ پتھر ہو یا ڈھیلا یا نبات وشجر یا حیوان یا زمین وآسمان یا ستارے یا خشکی وتری یا عناصر یا عرض وجوہر وغیرہ تو ان سب سے وجود اللہ تعالیٰ کا اور قدرت وعلم اور تمام صفات ضرور ہی مشاہدہ ہون گے اور سب سے ثبوت کامل اسکے وجود وغیرہ کا ہے بلکہ اول دلیل خداے تعالیٰ کے وجود اور صفات پر ہمارے نفس اور جسم اور اوصاف اور احوال کا بدلنا اور ہمارے دلون کا اور تمام اطوار کا حرکات وسکنات مین پھر جانا ہو اور ہمکو علم کی راہ سے ظاہر تر سب مین اپنا نفس معلوم ہوتا ہو پھر وہ چیزین جو ہمارے حواس خمسہ سے معلوم ہوتی ہین پھر وہ جو عقل وبصیرت سے مدرک ہوتی ہین اور ان سب مدرکات مین سے ہر ایک چیز ایک شاہد اور دلیل جداگانہ ہو اور جتنی چیزین عالم مین ہین سب کے سب شواہد ناطقہ اور دلائل کاملہ اسبات پر ہین کہ انکا پیدا کرنے والا اور مدبر اور بدلنے والا اور حرکت دینے والا موجود ہے اور اسکے علم وقدرت اور لطف وحکمت پر بھی دال ہین اور ان سب موجودات مدرکات کی کچھ انتہا نہین تو خداے تعالیٰ کے وجود اور صفات کے دلائل کی بھی کچھ شمار نہین اب اگر کاتب کی حیات وعلم قدرت ہمکو صرف ایک دلیل یعنے اسکے ہاتھ کی حرکت دیکھنے سے ثابت

[ل] اور البتہ آخرت بڑے ہین درجے مین اور بڑی ہے بزرگی مین ۱۲

اور ظاہر ہوجاتی ہو تو خدائے تعہ کا وجود وحیات وغیرہ کس طرح ظاہر نہوگا اسکے لیے تو کوئی چیز ایسی ممکن ہی نہین کہ اسکے وجود وغیرہ پر دال نہو نہ ہمارے نفسون کے اندر کوئی شئے ایسی ہو نہ باہر اسلیے کہ ہر ایک ذرہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ مین اپنے آپ موجود اور متحرک نہین میرا موجد اور محرک کوئی اور ہو اور اسی پر ہمارے اعضا کی ترکیب اور ہڈیون کے جوڑ اور گوشت اور پٹھے اور مسامات اور ہاتھ پانون کی صورت اور تمام اجزائے ظاہری وباطنی شاہد ہین اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ یہ چیزین آپ ہی آپ مرکب نہین ہوئین جیسا یہ جانتے ہین کہ کاتب کا ہاتھ خود بخود نہین ہلتا لیکن ازآنجا کہ موجودات مین سے کوئی شئے مدرک اور محسوس اور معقول اور حاضر اور غائب ایسی نہین جو خدائے تعہ کے وجود پر شاہد نہو تو اسی لیے اسکا ظہور اتنا ظاہر ہوگیا کہ عقلین اسکے ادراک سے متحیر رہ گئین اسلیے کہ جو شئے کہ اسکے سمجھنے مین ہماری عقل قاصر ہے اسکے قصور کے دو ہی سبب ہوتے ہین یا اس شئے کا بذات خود خفیہ اور باریک ہونا جسکی مثال ہر ایک کو معلوم ہو یا اس شئے کا وضوح حدسے زیادہ ہونا جیسے شپر رات کو دیکھتی ہو اور دن کو نہین دیکھتی نہ اسوجہ سے کہ دن بہ نسبت رات کے پوشیدہ ہو بلکہ اسوجہ سے کہ شدت سے ظاہر ہے کہ شپر اپنے ضعف بصر سے اسکی تاب نہین رکھتی آفتاب کا نور چمکنے اور خوب ظاہر ہونے کے وقت اسکی بینائی کو منتشر کردیتا ہو ہان جب اسمین کچھ تاریکی ملجاتی ہے اور ظہور مین ضعف آجاتا ہو تو اسکی بینائی کام دینے لگتی ہو اسیطرح ہماری عقلین ضعیف ہین اور جمال حضرت الٰہی کا نہایت درجے کی چمک اور نور اور شدت کا شمول رکھتا ہو کہ کوئی ذرہ اسکے ظہور سے نہین چھوٹا مصرع ہر سنگ مین شرارہی تیرے ظہور کا ؛؛ مصداق اس بیان کا ہو پس جب ملکوت زمین وآسمان مین کوئی ذرہ اسکے ظہور سے خالی نہین تو یہی ظہور سبب اسکے خفی رہنے کا ہوگیا ہے سبحان اللہ شعر افراط نور آڑ ہو جسکے جمال کی ؛؛ کب چشم ودل کو تاب ہو اسکے جلال کی ؛؛ اور شدت ظہور کے باعث خفی رہنے سے تعجب نکرنا چاہیے اسلیے کہ چیزین یا اپنی ضدون سے کھل جایا کرتی ہین اور جس چیز کا وجود ایسا عام ہو کہ کوئی ضد ہی نہو اسکا ادراک ضرور مشکل ہوگا یا اشیاے مختلف اس طور کی ہون کہ کچھ دلالت کرتی ہون اور کچھ نکرتی ہون تو جلد انمین فرق معلوم ہوسکتا ہے اور اگر سب اشیاء دلالت مین ایک ہی طور پر مشترک ہون تب بھی مشکل پڑیگی مثلاً آفتاب کا نور جو زمین پر پڑتا ہو ہمکو معلوم ہو کہ یہ آفتاب کے غروب ہونے پر جاتا رہتا ہو اور ایک عرض ہے آفتاب کیساتھ قائم ہو پس اگر آفتاب ہمیشہ روشن رہتا اور غروب نہوتا تو ہمکو یہی گمان ہوتا کہ اجسام مین بجز انکے رنگون سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے اور کوئی چیز نہین کیونکہ ہر وقت یہی رنگ نظر پڑتے ہین روشنی تو جسم نہین ہو کہ نظر پڑے مگر جب آفتاب غروب ہوگیا اور تاریکی سب جگہ پھیلی تو ہمکو دونون حالو نمین فرق معلوم ہوا اور جان لیا کہ اجسام کو روشنی دھوپ سے تھی اور ان مین ایک بات تھی کہ وہ غروب پر جاتی رہی غرضکہ دھوپ کا وجود اسکے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ نسیت نہوتی تو اسپر اطلاع مشکل سے ہوتی اسلیے کہ اجسام ایک سے نظر پڑتے اندھیرے اجالے کا کچھ فرق نہوتا پس دیکھنا چاہیے کہ نور سبی چیز جو محسوسات مین سے ظاہر تر ہو اور دوسری چیزون کو ظاہر کرتا ہو صرف ظہور کے باعث اسکا حال کیسے مشتبہ ہوسکتا ہو بشرطیکہ اندھیرا نہو اب خدا تعالیٰ تو سب امور سے ظاہر تر ہے اور سب چیزین اسی سے ظاہر ہوئی ہین اگر اسکو عدم یا غائب ہونا یا بدلنا ہو تو آسمان وزمین گر پڑتے اور ملک وملکوت بیکار ہوجاتے اور دونون حالون مین فرق معلوم پڑتا اسیطرح اگر بعض چیزین اسکے ساتھ موجود ہوتین اور بعضی غیر کے ساتھ تب بھی فرق دونون چیزون کی

دلالت مین ہوتا مگر اسکی دلالت سب اشیا مین ایک ہی طرح ہی اور اسکا وجود سب احوال مین دائم و قائم ہی کہ اسکے خلاف ہونا محال ہی تو بالضرور بشدت ظہور موجب خفا ہی ہوا پس یہی باعث فہم کے قاصر رہنے کا ہی مگر جس شخص کی بصیرت قوی اور قوت غالب ہی وہ اپنے اعتدال کے حال مین سوا خدائے تعالی کے اور کسی کو نہین دیکھتا نہ اور کو پہچانے اور جانتا ہی کہ موجود سوا خدائے تعالی کے اور کوئی نہین غیر کے افعال اسی کے آثار قدرت مین سے ایک اثر ہین تو وہ اسی کے تابع ہین واقع مین بدون اسکے غیر کو وجود نہین بلکہ وجود اسی واحد برحق کو ہے جسکے باعث تمام افعال کا وجود ہی اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ کوئی فعل ایسا نہین دیکھتا جسمین نظر فاعل حقیقی کیطرف نہو نہ آسمان کو آسمان جانے نہ زمین کو زمین نہ درخت و حیوان کو انکے وجود کے اعتبار سے دیکھے بلکہ ان اشیا مین اس نظر سے دیکھتا ہی کہ واحد برحق کے افعال و صنائع مین غرضکہ اسکی نظر غیر کیطرف جاتی ہی نہین جیسے کوئی شخص کوئی شعر یا خط یا تصنیف دیکھکر شاعر اور کاتب اور مصنف کیطرف لحاظ کرے اور ان چیزون کو اس اعتبار سے دیکھے کہ ان اشخاص کے آثار مین سے ایک اثر ہین نہ اس نظر سے کہ سیاہی سے کاغذ پر لکھے ہوئے ہین تو ظاہر ہی کہ اس شخص کی نظر غیر مصنف کیطرف نہو گی اور چونکہ تمام عالم تصنیف خدائے تعالی کی ہی تو جو شخص اسکی طرف اس اعتبار سے دیکھے کہ وہ خدا کا فعل ہی اور اسی اعتبار سے اسکو پہچانے اور محبت کرے تو وہ خدا کے سوا اور کسی مین نہ ناظر ہوگا نہ اور کا عارف نہ دوسرے کا محب اور واقع مین موحد حقیقی وہی ہوگا جو خدائے تعالی کے سوا اور کسی کیطرف نظر نہین کرتا یہانتک کہ اپنے نفس کیطرف بجز اس اعتبار کے نہین دیکھتا کہ خدا کا بندہ ہی بس ایسے ہی شخص کو کہا کرتے ہین کہ توحید مین فنا ہوگیا اور اپنے نفس سے فنا ہوگیا اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس قول مین کسی بزرگ کے کہ فرمایا ہم اپنے آپ تھے پھر خودی سے فنا ہوگئے تو اب بدون خودی کے رہ گئے پس یہ امور اہل بصیرت کے نزدیک معلوم ہین لوگون کی فہم بسبب ضعف کے انکو معلوم نہین کر سکتی اور علما سے انکی تشریح اور توضیح ایسی عبارت مین نہین ہو سکتی جس سے اور لوگ بھی غرض کو سمجھ جاوین علاوہ اسکے وہ اپنے اپنے نفس مین مشغول ہین اور اعتقاد رکھتے ہین کہ اسبات کو غیر سے ذکر کرنا کچھ مفید نہین یہی وجہ ہے کہ لوگون کی فہم معرفت الٰہی سے قاصر ہین اور اس کے اوپر یہ امر زائد ہوگیا کہ مدرکات سب کے سب جو خدائے تعالی پر شاہد ہین آدمی کو انکا ادراک لڑکپن مین بے عقلی کی حالت مین ہوتا ہی پھر آہستہ آہستہ عقل پیدا ہوتی ہی حالانکہ اسوقت اپنی شہوات مین ڈوبا رہتا ہی اور مدرکات و محسوسات کو دیکھتے دیکھتے انسے مالوف و مانوس ہو جاتا ہی دل مین ان کی کچھ قدر و منزلت نہین رہتی کہ انکے باعث کوئی نئی بات معرفت کی اس سے سرزد ہو ہان اگر یکایک کوئی نادر حیوان یا سبزہ یا کوئی اور فعل خدا کے افعال مین سے خلاف عادت عجیب نظر پڑتا ہی تو خود طبیعت سے معرفت کا قول زبان پر آجاتا ہی اور کہنے لگتا ہے سبحان اللہ اور اپنے نفس اور اعضا اور اقسام حیوانات کو جنسے مالوف ہو رہا ہی دن بھر دیکھتا ہی اور سب کے سب شواہد قاطعہ ہین مگر اسکو زیادتی انس سے انکا شاہد ہونا محسوس نہین ہوتا اور اگر کوئی اندھا مادرزاد عاقل بالغ ہو پھر ایکبارگی اسکی آنکھ کھل جاوے اور آسمان زمین اور درختون اور نباتات و حیوانات پر دفعۃً اسکی نگاہ پڑے تو خوف ہی کہ کہین اسکی عقل چکر مین نہ آجاوے کیونکہ ایسی عجائب چیزون کی شہادت انکے خالق پر اسکو نہایت عجیب معلوم ہوگی حاصل یہ کہ اسی جیسے اسباب اور شہوات مین ڈوبا رہنے سے خلق پر راہ معرفت بند ہی تو یہان یہ مثل صادق آتی ہی کہ بغل مین گھوڑا اور شہر مین ڈھنڈھورا اور اسی لیے کسی نے قطعہ کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ تو وہ ظاہر ہے کہ پوشیدہ

نہین خلقت پر ؛ لیک جو اصل سے اندھا ہو نہ دیکھے مہتاب ؛ ہو ترا پردہ فقط یہ جو ہی شدت کا ظہور ؛ نہ کیسے معلوم ہو جبکا کہ ہو شہرت ہی حجاب ؛ طریق معرفت اتنا پاس اور لوگ اس سے اتنے دور ؎ شعر ؎ دوست نزدیک تراز من بہ من ست ؛ وین عجب ترکہ من از وے دورم ؛ بدیہی امور جب مطلوب ہوتے ہین تو مشکل ہو جاتے ہین

نوان بیان شوق الٰہی کے معنون کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ جو شخص محبت الٰہی کا واقع مین ہونے کا منکر ہی اسکو شوق کی حقیقت سے بھی انکار ضرور ہوگا اسلیے کہ شوق تو محبوب ہی کیطرف ہوتا ہی اور ہم یہان ثابت کرتے ہین کہ عارف کو شوق خدا کی طرف ضرور ہوتا ہے اور وہ شائق ہونے پر مجبور ہی اور اسکا ثبوت دو طرح پر ہی اول بطریق نظر اور تجربہ بصیرت کے دوم بطور اخبار و آثار کے اول طریق کے اثبات مین تو وہی کافی ہی جو اثبات محبت مین پہلے گذر چکا ہی یعنی محبوب کے غائب ہونے کی صورتمین اسکی طرف اشتیاق ضرور ہوتا ہی اور جو موجود اور حاصل ہو اسکی طرف اشتیاق نہین ہوتا اسلیے کہ شوق نام طلب اور مشتاقی کا ہی کسی امر مین اور موجود کی تلاش نہین ہوا کرتی اور اسکی توضیح یہ ہی کہ شوق ایسی ہی چیز کیطرف ممکن ہی جو من وجہ مدرک ہوا اور من وجہ غیر مدرک اور جو ایسی چیز ہو کہ کبھی اسکا ادراک نہوا ہو تو اسکی طرف اشتیاق ہی ہرگز نہوگا مثلاً اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو نہ کبھی دیکھا نہ اسکی تعریف سنی تو خیال مین نہین آتا کہ وہ اسکا مشتاق ہو اسیطرح اگر کسی چیز کا ادراک کمال درجے پر ہو جاوے تو اسکی طرف بھی شوق نہین رہتا اور کمال ادراک دیکھنے سے ہوتا ہی پس جو شخص کہ اپنے محبوب کے مشاہدے مین ہی اسکو مدام دیکھ رہا ہی اسکو بھی سمجھ مین نہین آتا کہ شوق ہو بلکہ شوق اسی چیز سے متعلق ہوتا ہی جو ایک صورت سے مدرک ہو اور ایک سے نہین اسکی مثال مشاہدات مین سے یہ ہی کہ فرض کرو کہ کسی کا معشوق اسکے پاس نہین اور اسکا خیال اسکے دل مین ہی تو اس خیال کے تکمیل کے لیے دیکھنے کا مشتاق ہوگا اور اگر بالفرض اسکے دل سے اسکا خیال اور ذکر اور معرفت سب جاتا رہا اور نسیاً منسیاً ہو گیا تو خیال مین نہین آتا کہ وہ شخص پھر اسکا مشتاق ہو اور اگر اسکو دیکھے تو سمجھ مین نہین آتا کہ دیکھنے کے وقت اسکا شائق ہو اسلیے کہ شوق کے معنے تو یہ ہین کہ جو خیال دل مین ہی اسکی تکمیل کا طالب ہو تا وہ بات یہان کب پائی جاتی ہے اسیطرح کبھی معشوق کو اندھیرے مین دیکھا ہی اس طرح کہ اسکی صورت اچھی طرح منکشف نہین ہوتی تو مشتاق اس دیدار کی تکمیل کا ہوتا ہی اور چاہتا ہی کہ چاندنا ہو تو اسکو قرار واقعی دیکھ لون یا یہ کہ چہرہ محبوب کا تو دیکھا مگر اسکے بال اور محاسن نہین دیکھے تو اسکے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہی گو انکو کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ نفس مین کوئی خیال دیکھنے کے بعد جما ہو مگر چونکہ معلوم ہی کہ اسکا ایک عضو یا کئی اعضا خوبصورت ہین اور تفصیل جمال کی دیکھکر معلوم نہین کی تو اس بات کا مشتاق ہوتا ہی کہ جو بات کبھی نظر نہین پڑی وہ منکشف ہو جاوے اور یہ دونون صورتمین خداے تعالیٰ مین متصور ہین بلکہ ہر ایک عارف کے لیے ضروری لازم ہین اسلیے کہ جو کچھ امور الٰہیہ مین سے عارفون پر واضح ہوا ہی گو غایت وضوح اس مین ہی پھر بھی ایسا ہی کہ گویا باریک پردے کی آڑ سے دیکھا ہی تو نہایت درجے کا وضوح نہ رہا بلکہ شائبہ تخیلات کے ساتھ مخلوط ہوگا کیونکہ اس عالم مین خیالات سب معلومات کے لیے تمثیل و مشابہت سے جدا نہین ہوتے اور اس قسم کے خیالات عارف کا مزہ تلخ کرتے ہین اور ان خیالات پر کاروبار دنیاوی بھی اضافہ ہو جاتے ہین بہر حال کمال وضوح مشاہدہ اور تجلی کے اشراق کا نام ہی جو دنیا مین نہین ہو سکتی آخرت مین ہوگی اور چونکہ منتہاے محبوب عارفون کا وہی ہی تو بیشک موجب شوق ہوگی تا

شق شوق کی تو ہو گئی یعنے جس چیز کا انکشاف کسی قدر ہوا تھا اسکے کامل انکشاف کا شائق ہونا اب دوسری شق یہ ہو کہ امور آلٰہیہ کی کچھ انتہا نہین ہر بندے کیلیے کسیقدر منکشف ہوتے ہین اکثر دقیق باتین نامعلوم رہجاتی ہین اور عارف کو انکے وجود کا علم ہوتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ امور خداے تعالی کو معلوم ہین اور یہ جتنی باتین مجکو معلوم نہین وہ معلومات کی نسبت کرزائد ہین اسی لیے ہمیشہ انکا طالب اور شائق رہتا ہو یہانتک کہ اسکو اصل معرفت ان معلومات کی ہو اسکو معلوم ہونیسے باقی ہین نہ انکا علم واضح طور پر آیا نہ مجمل طور پر اور شوق اول تو آخرت مین تمام ہوگا یعنی اس حال کے حاصل ہونے سے جسکو مشاہدہ اور دیدار کہتے ہین اس شوق کا دنیا مین فرو ہوجانا ممکن نہین خلیفہ حضرت ابراہیم بن ادہم جو مشتاقون مین سے ہین کہتے ہین کہ ایک دن مین نے عرض کیا کہ الٰہی تو اگر اپنے عاشقون مین سے کسی کو ایسی چیز عنایت فرماتا ہو جس سے اسکے دل کو تسلی تیرے وصال سے پیشتر ہوجاتی ہو تو وہ چیز مجکو بھی مرحمت ہو مجکو اضطراب نے بہت تنگ کیا ہی بس رات کو مین نے خواب مین دیکھا کہ خداوند کریم نے مجکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم تجھے شرم نہین آتی کہ مجھسے ایسی چیز مانگتا ہی جس سے میری ملاقات کے پیشتر ہی تسکین خاطر کردے تبلا تو سہی کہین مشتاق کو اپنے حبیب کے ملنے سے پیشتر بھی تسکین ہوا کرتی ہو مین نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری محبت مین حیرت زدہ ہو کر معلوم نہ کیا کہ کیا کہون اب تو میرا قصور معاف فرما اور مجکو سکھلادے کہ کیا کہون ارشاد ہوا کہ یون کہ اللھم ارضنی بقضائک وصبرنی علی بلائک واوزعنی شکر نعمائک کیونکہ یہ شوق آخرت مین فرو ہوگا۔ اور دوسری شق شوق کی تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اسکا انجام نہ دنیا مین ہو نہ آخرت مین اسواسطے کہ اسکا انجام جب ہو جب آخرت مین بندے کو خداے تعالی کا جلال اور اسکے صفات اور حکمت اور افعال اسقدر معلوم ہون جسقدر کہ خدا تعالی کو معلوم ہین اور یہ امر قطعاً محال ہو اسواسطے کہ معلومات الٰہی کی کچھ انتہا نہین اور ہمیشہ بندہ یہی جانیگا کہ جمال و جلال مین سے ابھی اور کچھ باقی ہو جو مجھپر نہین کھلا تو کبھی اسکا شوق فرو نہو گا خصوص وہ شخص جو اپنے درجے پر اور بہت سے درجات دیکھیگا اسکو یہ شوق اور زیادہ ہوگا مگر از انجا کہ یہ طلب اصل وصال ہونے کے بعد محض تکمیل وصال کے لیے ہو اسلیے یہ شوق لذیذ معلوم ہوگا جسمین کچھ درد نہو اور کچھ بعید نہین کہ کشف اور نظر کے الطاف پیاپے بے انتہا ہوتے ہین اور انسے راحت و لذت ہمیشہ روز افزون ہوتی رہے اور یہ نئی نئی لذتین الطاف کی اس چیز کے شوق سے جو حاصل نہوئی ہو بے فکر کردین اور یہ اس صورت مین ہو کہ جس چیز مین دنیا مین مطلق کشف نہوا تھا اسکا ظاہر ہونا اور اس مین کشف حاصل ہونا ممکن ہو ورنہ راحت و لذت کسی حد پر ٹھہر کر بڑھنے کی نہین مگر ہمیشہ کو برقرار ایک سی رہیگی اور یہ جو خداے تعالی فرماتا ہے نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا۔ اسمین سے بھی یہ معنی نکلتے ہین یعنی دنیا مین سے اگر اصل نور ہمراہ ہوگا تو آخرت مین پورا نور مرحمت کیا جاویگا اور وہ کشف کہ دنیا مین نہوئے تھے وہ اسجگہ حاصل ہونگے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہو کہ اتمام نور سے اسی نور کا پورا ہونا مراد ہو جو دنیا مین روشن ہوا تھا اور آخرت مین اسکی تکمیل و اشراق سے غرض ہو اور آیت اسی پچھلے معنونکی مسلم ہی انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نورا اس آیت سے معلوم ہوتا ہو کہ انوار کی اصل کا دنیا سے ہمراہ ہونا ضرور ہو آخرت مین انکی چمک کچھ اور زیادہ ہوجاویگی یہ بات نہوگی کہ کوئی نیا نور ملے اور اسباب مین اٹکل سے کچھ کہدینا محل خطر ہے ہمکو اب تک کوئی ایسی بات نہین ملی جسپر اعتماد کیا جاوے اللہ تعالی سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمارا علم زیادہ کرے اور

ہدایت بڑھاوے اور حق کا حق ہمپر ظاہر کرے پس انوار بصیرت مین سے اسقدر حقیقت شوق اور اس کے معنون کے کشف کے لیے کافی ہے اور اخبار وآثار جنسے شوق کا ثبوت ہے لاتعداد لاتحصے ہین چنانچہ یہ دعا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور ہی ہو کہ اللّٰھم انی اسألک الرضا بعد القضاء وبرد العیش بعد الموت ولذۃ النظر الی وجھک الکریم والشوق الی لقائک اور حضرت ابو درداء نے حضرت کعب احبار سے کہا کہ مجھسے کوئی آیت توریت کی بیان کرو انھون نے کہا کہ اللہ تعہ فرماتا ہو کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت ہو اور مین انکی ملاقات کا زیادہ تر مشتاق ہون اور کہا کہ توریت مین اسی آیت کے قریب یہ بھی مذکور ہو کہ جو شخص مجکو طلب کریگا وہ مجکو پاویگا اور جو میرے سوا کسی اور کی طلب کریگا مجکو نپاویگا حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ مین شہادت دیتا ہون کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ آپ بھی یہی فرماتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین مروی ہے کہ خدائے تعہ نے انکو ارشاد فرمایا کہ اے داؤد میرے زمین والون کو سنادے کہ جو مجھسے محبت کریگا مین اسکا حبیب ہون اور جو میرے پاس بیٹھے گا مین اسکا جلیس ہون اور جو میرے ذکر سے انس حاصل کریگا مین اسکا انیس ہون اور جو میرے ساتھ رہیگا مین اسکے ساتھ ہون اور جو مجکو اختیار کریگا مین اسکو اختیار کرونگا اور جو میرا کہا مانیگا مین اسکا کہا مانونگا اور جو شخص مجھسے محبت کرتا ہو اور اسکی محبت دل سے مجکو خوب معلوم ہوجاتی ہو تو مین اسکو اپنے واسطے مقبول کرتا ہون اور اس سے ایسی محبت کرتا ہون کہ میری خلق مین سے اسپر کوئی مقدم نہین ہوتا جو مجکو سچ سچ طلب کرتا ہو وہ مجکو پاتا ہو اور جو غیر کو طلب کرتا ہو وہ مجکو نہین پاتا تو اے زمین کے باشندو تم اب جس حال مین ہو کہ دنیا کے فریب مین آرہے ہو اسکو چھوڑدو اور میری کرامت اور صحبت اور پاس بیٹھنے کیطرف چلو اور میرے ساتھ انس کرو مین تمہارے ساتھ انس کرونگا اور تمہاری محبت کیطرف سرعت کرونگا اسلیے کہ مین نے اپنے احباب کا خمیر ابراہیم اپنے خلیل اور موسیٰ اپنے کلیم اور محمد اپنے صفی کے خمیر سے بنایا ہو اور مین نے مشتاقون سے دل اپنے نور سے بنائے ہین اور اپنے جلال سے ان کو پرورش کیا ہو اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ اللہ تعہ نے بعض صدیقین پر وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ خاص بندے ایسے ہین جو مجھسے محبت رکھتے ہین اور مین انسے محبت رکھتا ہون اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین انکا مشتاق ہون اور وہ مجکو یاد کرتے ہین مین انکو یاد کرتا ہون وہ میری طرف دیکھتے ہین مین انکی طرف دیکھتا ہون اگر تو بھی انکی راہ چلیگا تو مین تجھسے محبت کرونگا اور اگر انکی راہ سے پھریگا تو تجھپر غصہ ہونگا اس بزرگ نے عرض کیا کہ الٰہی ان بندون کی پہچان کیا ہے حکم ہوا کہ دن کو سایے کو ایسا تاکتے ہین جیسے چرواہا شفیق اپنی بکریونکو تاکتا رہتا ہو اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق رہتے ہین جیسے پرندہ شام کو اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہو پس جب رات چھاجاتی ہو اور اندھیرا کھیجاتا ہو اور بچھونے بچھ جاتے ہین اور سراپردے آویزان ہوتے ہین اور ہر ایک حبیب اپنے حبیب سے ملتا ہو اسوقت وہ میرے لیے اپنے قدم اٹھاتے ہین اور پیشانی بچھاتے ہین اور میرے کلام سے مجھسے سرگوشی کرتے ہین اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہین انمین سے کوئی چیختا ہو کوئی روتا ہو کوئی آہ کرتا ہو کوئی شاکی ہو کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا اور کوئی رکوع کرتا ہو اور کوئی سجدہ جو کچھ وہ لوگ میرے باعث سے برداشت کرتے ہین اور میری محبت مین شکایت رکھتے ہین وہ سب بسر وچشم سب سے بیشتر جو مین انکو دونگا تو تین باتین ہین اول یہ کہ اپنے نور سے انکے دلون مین ڈالدونگا کہ

لحہ آ گئی ہین ... سوال کرتا ہون ... کو بعد ... اور ٹھنڈک عیش کی ... مرنے کے اور ... تیری ... اور شوق ... کیطرف تیرے ملنے کے ۱۲ جلد اول باب الدعا مین گذری ۱۲ ع اصل من نصبت الاستر الخ ہے جسکے معنے یہ ہین کہ تخت بچھ گئے ۱۲

وہ میرے حال سے خبر دینگے جیسے ہین انکے حال سے خبر دیتا ہون دوسرے یہ کہ اگر آسمان اور زمین اور جو چیز ان دونون مین ہے انکے وزن کے مقابل ہوگی تو مین انکی خاطر ان اشیا کو کم جانونگا تیسرے یہ کہ مین اپنا چہرۂ مقدس انکی طرف کرونگا اور تمکو معلوم ہو کہ جسکی طرف مین متوجہ ہون کسی کو معلوم ہوگا کہ مین اسے کیا کچھ دیا چاہتا ہون اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین منقول ہو کہ خدائے تعو نے انپر وحی بھیجی کہ اے داؤد جنت کو کب تک یاد کریگا اور میری طرف شوق کی درخواست مجھسے نہ کرے گا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مشتاق کون ہین ارشاد ہوا کہ وہ لوگ میرے مشتاق ہین جنکو مین نے ہر ایک کدورت سے صاف کر دیا ہو اور خوف سے آگاہ کر دیا ہو ان کے دلون مین اپنی طرف سوراخ کر دیا ہو جس سے وہ میری طرف دیکھتے ہین مین انکے دلونکو اپنے ہاتھ مین لیکر اپنے آسمان پر رکھتا ہون پھر عمدہ فرشتون کو بلاتا ہون جب وہ اکھٹے ہوتے ہین تو مجکو سجدہ کرتے ہین مین انکو ارشاد فرماتا ہون کہ مین نے تمکو سجدے کیلیے نہین بلایا بلکہ اسلیے بلایا ہو کہ اپنے مشتاقون کے دلونکو تمکو دکھاؤن اور انکے باعث تمپر فخر کرون ان کے دل میرے آسمان مین فرشتون کو ایسا نور دیتے ہین جیسے آفتاب زمین والون کو روشنی دیتا ہو اے داؤد مین نے مشتاقون کے دل اپنی رضا سے بنائے اور اپنے چہرے کے نور سے انکی تربیت کی انکو اپنی ذات کے لیے بات کرنیوالا بنایا اور ان کے بدنون کو زمین مین سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور انکے دلون مین ایک راہ رکھ دی جس سے میری طرف دیکھتے ہین اور ہر روز ان کا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہو حضرت داؤد نے عرض کیا کہ الٰہی مجکو اپنے عاشقون کی زیارت کرا دے حکم ہوا کہ پہاڑ لبنان پر جا وہان چودہ آدمی کہ ان مین جوان اور بوڑھے اور ادھیڑ سب قسم کے لوگ ہین انسے جاکر میرا سلام کہنا اور کہیو کہ تمہارا رب بعد سلام تمسے کہتا ہو کہ مجھ سے تم کچھ حاجت کیون نہین مانگتے تم تو میرے دوست اور برگزیدہ اور ولی ہو مین تمہاری خوشی سے خوش ہوتا ہون اور تمہاری محبت کیطرف سبقت کرتا ہون حضرت داؤد بموجب ارشاد کے کوہ لبنان کو گئے ان لوگون کو ایک چشمہ کے پاس دیکھا کہ خدائے تعو کی عظمت مین فکر کر رہے ہین جب انھون نے حضرت داؤد کو دیکھا تو اٹھے تاکہ انسے علحدہ ہو جاوین آپ نے فرمایا کہ لوگو مین رسول خدا ہون تمہارے پاس ایک پیام ربانی پہونچانے آتا ہون انھون نے آپ کیطرف متوجہ ہو کر کان لگا دیے اور آنکھین نیچی کر لین حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ مین یہ پیام لایا ہون کہ خدائے تعو بعد سلام تمسے فرماتا ہو کہ مجھ سے کوئی حاجت کیون نہین مانگتے مجکو کیون نہین پکارتے کہ تمہاری آواز سنون تم تو میرے دوست اور اصفیا اور اولیا ہو تمہاری خوشی سے مین خوش ہوتا ہون اور تمہاری محبت کیطرف سرعت کرتا ہون اور جیسے مادر شفقہ اپنی اولاد کو دیکھتی ہو اسیطرح مین ہر گھڑی تمکو دیکھتا ہون یہ سنکر ان سب کے آنسو چہرہ پر بہنے لگے اور ہر ایک نے جدا دعا مانگی ان مین سے بوڑھے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہو ہم تیرے بندے اور تیرے بندونکی اولاد ہین جسقدر ہماری عمر گذشتہ مین تیری یاد نہوئی ہو وہ ہمکو معاف فرما دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہو ہم تیرے بندے اور تیرے غلامونکی اولاد ہین جو معاملہ ہم مین اور تجھ مین ہو اسمین یہ احسان کر کہ حسن نظر فرما تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہو ہم تیرے بندے اور تیرے بندونکے بیٹے ہین کیا ہم تجھ سے دعا پر جرأت کرین تجکو تو معلوم ہو کہ ہمکو کسی اپنے کام کی حاجت نہین اتنا احسان کر کہ اپنی طرف کے راستے پر جمارہنا ہمارے لیے ہمیشہ کیواسطے کر دے اور اسبات سے ہمپر بار منت رکھ چوتھے نے کہا کہ الٰہی ہم سے تیری رضا کی

طلب مین قصور ہوا تو اپنے جود سے اسپر ہماری اعانت کر پانچوین نے کہا کہ خدایا تو نے ہمکو نطفہ سے پیدا کیا اور اپنی عظمت مین فکر کرنے کا احسان کیا تو جو شخص کہ تیری عظمت مین مشغول اور تیرے جلال مین متفکر ہو بھلا وہ کلام کی جرأت کر سکتا ہی ہمارا مقصود تو یہی ہی کہ اپنے نور سے ہمکو قریب کر چھٹے نے کہا کہ الٰہی چونکہ تو عظیم الشان ہی اور اپنے اولیا سے قریب رہتا ہی اور اپنے اہل محبت سے بہت احسان کرتا ہے اسلیے ہماری زبان یارا نہین دیتی کہ تجھ سے کچھ دعا کرین ساتوین نے کہا کہ خدایا جو تو نے ہمارے دلونکو اپنے ذکر کی ہدایت کی اور اپنی فکر مشغول ہونے کا دھیان عنایت فرمایا تو اس نعمت کے شکر مین جو ہمسے تقصیر ہوئی ہو اسکو معاف کر آٹھوین نے کہا کہ خدایا ہماری حاجت تو تجکو معلوم ہی ہی وہ صرف تیری طرف دیکھنا ہی نوین نے کہا کہ الٰہی بندہ اپنے آقا پر کچھ جرأت نہین کر سکتا مگر چونکہ تو نے ہمکو حکم دعا کیا اور الطاف کیا ہی اسلیے عرض کرتے ہین کہ ہمکو وہ نور عنایت کر جس سے آسمانون کے طبقات کے اندھیرون مین راہ ملے دسوین نے کہا کہ خدایا تجسے تجھی کو چاہتے ہین کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ ہمارے پاس رہ گیارھوین نے کہا کہ الٰہی جو نعمت کہ تو نے ہم کو عنایت کی ہی اسکے پورا کرنے کی تجھ سے درخواست ہی بارھوین نے کہا کہ الٰہی تیری مخلوق مین سے تو ہم کو کسی چیز کی حاجت نہین پس اپنے جمال کی نظر کرنے سے ہم پر احسان کر تیرھوین نے کہا کہ میری تو یہ درخواست ہی کہ خداوندا دنیا و ما فیہا کی طرف دیکھنے سے میری آنکھ اندھی کر اور آخرت مین مشغول ہونے سے میرے دل کو اندھا کر چودھوین نے کہا کہ الٰہی یہ تو مین جانتا ہون کہ تو اپنے اولیا کو چاہتا ہی تو ہم پر اتنا احسان کر کہ اپنے سوا جتنی چیزین ہین انسے ہمارے دل کو صرف اپنے ساتھ مشغول کر لے اللہ تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ انسے کہدو کہ مین نے تمہاری گفتگو سنی اور جو کچھ تمکو محبوب ہی وہ مین نے قبول کیا تم ایک ایک آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور اپنے واسطے زمین مین تہ خانے بنا لو کہ مین تم مین اور اپنے درمیان سے حجاب اٹھایا چاہتا ہون تاکہ تم میرے نور اور جلال کو دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی یہ لوگ اس درجے کو کیسے پہونچے حکم ہوا کہ میرے ساتھ گمان اچھا رکھتے ہین اور دنیا اور اسکے باشندون سے رکے ہوے ہین میرے ساتھ تنہا رہے ہین اور مجکو پکارا کیے ہین اور یہ وہ رتبہ ہی کہ اسکو بجز تارک دنیا و ما فیہا کے جو اسمین سے کسی چیز کی یاد مین مشغول نہو اور دل اپنا میرے لیے خالی کر لے اور تمام میری مخلوق پر مجکو ہی اختیار کر لے اور کسی کو حاصل نہین ہوتا جب ایسا ہو جاتا ہی تو اسپر مین الطاف کرتا ہون اور اسکے نفس کو فارغ البال کر کے اسکے اور اپنے درمیان سے پردہ اٹھا دیتا ہون تاکہ مجکو ایسے دیکھے جیسے کوئی آنکھ سے کچھ دیکھا کرتا ہی اور اسکو اپنی کرامت دکھلاتا ہون اور اپنے چہرۂ مقدس کے نور سے ہر وقت قریب کرتا جاتا ہون اگر وہ بیمار ہو جاوے تو مین اسکا علاج ایسا کرتا ہون جیسے مادر مشفقہ اپنے بچے کا علاج کرتی ہی اور اگر اسکو پیاس لگتی ہی تو اسکو اپنے ذکر کی چاٹ سے سیراب کرتا ہون پھر اسکے بعد مین اسکو دنیا و ما فیہا سے اندھا کر دیتا ہون دنیا اسکی نظرون مین محبوب نہین کرتا کسی وقت میرے ساتھ مشغول ہونے سے دم نہین لیتا اسکا یہ حال ہوتا ہی کہ میرے پاس آنے کے لیے مجھ سے جلدی کرتا ہی اور مین اسکے مارنے کو برا سمجھتا ہون اسلیے کہ خلق مین سے میری نگاہ اسی پر ہوتی ہی وہ میرے غیر کو نہین دیکھتا نہ مین اسکے غیر کو دیکھون اے داؤد جب مین اسکو دیکھتا ہون کہ اسکا نفس گھل گیا اور جسم لاغر ہو گیا اور اعضا ٹوٹ گئے اور جب میرے ذکر کو سنتا ہے تو اسکا دل

ٹھکانے نہین رہتا تب اسکے باعث مین اپنے فرشتون اور باشندگان آسمان پر فخر کرتا ہون تو اسکو خوف زیادہ ہوجاتا ہے اور
عبادت بہت کرنے لگتا ہو اپنی عزت اور جلال کی قسم ہو کہ مین اسکو فردوس مین بٹھاؤنگا اور اسکے دل کو اپنی طرف دیکھنے سے اتنی
تسلی دونگا کہ وہ راضی ہوجاوے بلکہ راضی ہونے سے بھی زیادہ اسکو اطمینان ہووے۔ اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار
مین ہو کہ اے داؤد جو بندے کہ میری محبت کیطرف متوجہ ہین ان سے کہدے کہ اگر مین خلقت سے پوشیدہ رہون اور تم مین اور
اپنے درمیان مین پردے کو دور کردون تو اسمین تمہارا کیا ضرر ہو تم مجکو اپنے دلون کی آنکھ سے دیکھتے رہوگے اور اگر مین دنیا کو
تم سے علٰحدہ رکھون اور دین کو تم پر فراخ کرون تو اسمین تمہارا کیا نقصان ہو اور جبکہ تم میری رضا کے طالب ہو تو خلق کا ناراض
ہونا تمکو کچھ ضرر نہ دیگا اور یہ بھی انھین کے اخبار مین ہو کہ اللہ تعالے نے انپر وحی بھیجی کہ تجکو یہ گمان ہے کہ تو مجھ سے محبت
رکھتا ہو پس اگر یہ بات سچی ہو تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈال اسلیے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل مین جمع
نہین ہوتی اے داؤد میری محبت اگر کرتا ہو تو خالص کر اور باشندگان دنیا سے ظاہری ملنا مل دین مین میری تقلید کر لوگونکی مت کر
جو بات اس مین سے ایسی ہو کہ میری محبت کے موافق تجکو معلوم ہو تو اسکو اختیار کر اور جو مشکل ہو اسکو میرے حوالہ کر علاوہ
ازین مین تیری سیاست اور راستی پر رہنے کیطرف سبقت کرتا ہون اور تیرا ہادی اور قائد ہون بدون سوال کے تجکو دیتا
ہون اور سختیون پر مدد کرتا ہون اور مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہو کہ بدون ایسے بندے کے کسی کو ثواب نہ دونگا جسکا
مطلب اور ارادہ میرے سامنے عاجزی کا مجکو معلوم ہوجاوے اور جو بدون میرے نہ رہ سکے پس اگر تو ایسا ہوجاویگا تو مین ذلت
اور وحشت کو تجھسے دور کرکے تیرے دلمین غنا بھر دونگا اسلیے کہ مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہو کہ جو بندہ اپنے نفس پر مطمئن
ہو کر اسکے افعال کا نگران ہوتا ہو تو مین اسکو اسکے نفس کے حوالہ کر دیتا ہون تو اشیا کو میری طرف نسبت کر تیرے عمل اسکے خلاف نہون
ورنہ تو گناہگار ہوگا اور تجھ سے تیرے ساتھیون کو نفع نہوگا اور میری معرفت کی کچھ حد تجکو نہ ملیگی کیونکہ اسکی کچھ انتہا نہین اور جب تو
زیادہ مجھسے مانگیگا تو مین تجکو دونگا اور میری طرف سے زیادتی کی بھی کچھ حد نہین پھر بنی اسرائیل کو جتادے کہ مجھ مین اور کسی مخلوق مین
کوئی رشتہ نہین اس صورتمین انکی رغبت اور ارادت ہی میرے نزدیک زیادہ ہونی چاہیے مین انکو وہ چیز دونگا کہ نہ آنکھین دیکھی نہ کانون
سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری مجکو اپنی آنکھون کے سامنے رکھ لے اور اپنے دل کی آنکھ سے میری طرف دیکھ اور اپنے سر کی آنکھ سے
ان لوگون کی طرف مت دیکھ جنکے دل اور آنکھین مجھ سے محجوب ہین اور شتر بے مہار ہو رہے ہین مین نے انسے ثواب منقطع کر دیا ہے
مین نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہو کہ اپنا ثواب اس بندے کے لیے نہ کھولونگا جو میری طاعت مین تجربے کے لیے یا آلا بالا
تبلانے کیلیے داخل ہو اور جن لوگون کو تو سکھلادے انسے فروتنی کر اور ارادت والون پر زیادتی مت کر کیونکہ انکا مرتبہ میرے نزدیک
اتنا بڑا ہو کہ اگر اہل محبت کو معلوم ہوجاوے تو انکے پاؤن مین گر پڑین کہ انھین کے اوپر کو لوٹ والے راستہ چلین اے داؤد
اگر تو ایک مرید کو نشۂ غفلت سے نکال کر صاف کر دیگا تو مین تجکو اپنے یہان بڑا دانا اور ہوشیار لکھونگا اور جسکو مین اپنے یہان
ایسا لکھتا ہون اسپر وحشت اور احتیاج خلق نہین ہوتی اے داؤد میرے کلام سے تمسک کر اور اپنے نفس کیواسطے نفس ہی سے

لے اسمین سے کچھ مت دے ورنہ مین تجھ سے اپنی محبت کو مجوب کر دونگا میرے بندونکو میری رحمت سے نا امید مت کر اور اپنی شہوت کو میرے لیے ترک کر مین نے شہوات کو اپنی مخلوق مین سے ضعیفون کے لیے مباح کیا ہی قوی لوگون کو کیا ہوا ہی کہ وہ شہوات کو حاصل کرین انسے تو میری مناجات کی حلاوت کم ہو جاتی ہی اور زبردستون کی ادنی سزا میرے یہان یہ مقرر ہی کہ عین حصول شہوت کی جگہ مین انکی عقلون پر اپنی طرف سے حجاب ڈالدیتا ہون اسلیے کہ مین اپنے حبیب کیواسطے دنیا پسند نہین کرتا اسکو اس سے صاف رکھتا ہون اے داؤد اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ مت کر جو تجکو اپنی غفلت کے باعث میری محبت سے مجوب کر دے اس قسم کے لوگ میرے ارادتمند بندون کے راہزن ہین ترک شہوات کے لیے روزے کی مداومت سے استعانت لے اور خبردار افطار کا تجربہ مت کرنا اسلیے کہ مین روزے کو مداومت کے ساتھ ہی اچھا جانتا ہون اے داؤد اپنے نفس کی دشمنی کر کے میرا ہی حبیب بن اور نفس کو شہوت سے باز رکھ کہ مین تیری طرف دیکھون اور تجکو اپنے اور میرے درمیان کے حجاب دور نظر آوین چونکہ مجکو اپنے ثواب کا احسان تجھپر کرنا ہی تو تیری مدارات اسلیے کرتا ہون کہ میرے ثواب پر قادر ہو جاوے اور جبتک تو میری طاعت پر متمسک رہیگا مین ثواب تجھسے نہ روکونگا اور خدا سے تعا نے یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر انکو معلوم ہو کہ مین انکا کیسا منتظر ہون اور ان سے نرمی کرتا ہون اور انکے گناہون کے ترک کے لیے کیسا مشتاق ہون تو وہ لوگ میری طرف شوق کے مارے مرجاوین اور انکے جوڑ ایک دوسرے سے میری محبت کے باعث جدا ہو جاوین اے داؤد یہ تو میرا ارادہ ان لوگون کے ساتھ ہی جو مجھسے روگردان ہین تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین انکے باب مین میرا ارادہ کیسا ہوگا اے داؤد جب بندہ مجھسے بے پرواہ ہو جاتا ہی تو سب حالتون سے زیادہ محتاج میری طرف ہوتا ہی اور جب وہ میری طرف سے روگردان ہوتا ہی تو مجکو اسپر زیادہ تر رحم آتا ہی اور جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہی تو مجکو سب سے زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہی سے اے خدا قربان احسانت شوم ؛ این چہ احسان ست قربانت شوم ؛ پس یہ اخبار اور اسطرح کی اور نظیرین بیشمار ہین جو اثبات محبت اور شوق اور انس پر دلالت کرتی ہین اور معنی ان کے تو پہلے معلوم ہو چکے

دسوان بیان اللہ تعالی کی محبت کا بندے سے اور اسکے معنی - واضح ہو کہ قرآن مجید سے متواتر ثابت ہی کہ اللہ تعا بندے سے محبت رکھتا ہی پس اس محبت کے معنی کی تحقیق ضرور ہی اول ان آیات و احادیث کو لکھتے ہین جنسے یہ محبت ثابت ہوتی ہی اللہ تعا ارشاد فرماتا ہی یحبہم ویحبونہ اور فرمایا ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا اور فرمایا ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین اور اسی سبب سے جس شخص نے کہ دعوی کیا کہ مین خدا تعا کا محبوب ہون اسکے جواب مین ارشاد فرمایا قل فلم یعذبکم بذنوبکم اور حضرت انس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا اذا احب اللہ تعا عبدا لم یضرہ ذنب والتائب من الذنب کمن لا ذنب لہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ یحب التوابین اور اسکے معنی یہ ہین کہ اللہ تعا جس بندے سے محبت رکھتا ہی اسکی توبہ موت سے پہلے قبول فرمالیتا ہی پھر اسکو گناہان گذشتہ ضرر نہین کرتے گو بہت ہون جیسے کہ مسلمان ہونے کے بعد کفر گذشتہ نقصان نہین کرتا اور اللہ تعا نے محبت کے لیے گناہون کا معاف فرمانا بھی ارشاد فرمایا ہی جیسے کہ ارشاد ہی قل ان کنتم تحبون اللہ

١ وہ چاہتا ہی انکو اور وہ چاہتے ہین اسکو ٢ اللہ چاہتا ہی انکو جو لڑتے ہین اسکی راہ مین قطار باندھ کر ١٢ ٣ اللہ کو خوش آتے ہین توبہ کرنیوالے

اور خوش آتے ہین
ستھرائی والے ١٢
یعنی تو کیا عذاب
کرتا ہو تمکو
تمہارے گناہون پر ١٢
٥ جب اللہ تعالے
کسی بندے سے محبت
کرلیتا ہی تو اسکو کوئی
گناہ ضرر نہین کرتا
اور گناہ سے توبہ
کرنے والا ایسا ہے
جیسا وہ کہ جسکے ذمہ
گناہ ہی نہو ١٢ ابو منصور
دیلمی در مسند فردوس ١٢
ف تو کہہ اگر تم
محبت رکھتے ہو اللہ
کی تو میری راہ چلو
کہ اللہ تمکو چاہے اور
بخشے گناہ تمہارے ١٢

فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان اللہ یعطی الدنیا من یحب ومن لا یحب لا یعطی الایمان الا من یحب اور فرمایا من تواضع للہ رفعہ اللہ ومن تکبر وضعہ اللہ من اکثر ذکر اللہ احبہ اللہ اور حدیث قدسی لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ الی آخرہ پہلے گذر چکی ہے اور زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ خداے تعم بندے سے محبت کرتا ہے یہانتک کہ اسکی محبت اس درجے کو پہونچ جاتی ہے کہ بندے کو ارشاد فرماتا ہے کہ جو تیرا جی چاہے سو کر میں نے تجکو معاف کیا اور حقیقت کہ الفاظ محبت وارد ہیں شمار سے زائد ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بندے کی محبت خدا کے ساتھ حقیقی ہے نہ مجازی اسلیے کہ محبت کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ نفس کا خواہش کرنا ایک موافق چیز کیطرف اور عشق اس خواہش کے غلبے اور افراط کا نام ہے اور یہ بھی ہمنے بیان کر دیا ہے کہ احسان اور جمال دونوں نفس کے موافق ہیں اور یہ دونوں کبھی تو آنکھ سے مدرک ہوتے ہیں اور کبھی بصیرت سے اور محبت دونوں صورتوں میں لازم ہے کچھ آنکھ کی ضرورت نہیں ع نہ تنہا عشق از دیدار خیزد: مشہور ہے مگر خداے تعم کی محبت بندے سے اسطرح ممکن نہیں بلکہ جتنے الفاظ کہ اللہ تعم پر بولے جاتے ہیں مثل سننے جاننے وغیرہ کے وہ ایسے نہیں ہیں کہ خلق پر اور خالق پر ایک ہی طرح بولے جاتے ہوں یہانتک کہ وجود جو سب الفاظ میں سے باعتبار اشتراک کے عام تر ہے وہ بھی خلق اور خالق پر ایک ہی طرح نہیں بولا جاتا اسلیے کہ ہر ایک ما سوے اللہ کا وجود خداے تعم کے وجود سے نکلا ہے تو تابع اور متبوع کا وجود ایک سا کیوں ہونے لگا تھا البتہ لفظ کے اعتبار سے صرف شرکت پائی جاتی ہے کہ دونوں کو وجود کہتے ہیں اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً گھوڑا اور درخت جسم ہونے میں شریک ہیں کہ معنی جسمیت کے اور اسکی حقیقت دونوں میں ایک سی معلوم ہوتی ہے یہ بات نہیں کہ ایک میں تو جسمیت اصلی ہو اور دوسرے میں فرعی کیونکہ ایک کی جسمیت دوسرے سے نہیں نکلی اور وجود کے لفظ میں جو اللہ تعم اور مخلوق پر بولا جاتا ہے یہ بات نہیں اور یہ فرق سب الفاظ میں ہے یعنی علم وارادہ و قدرت سب ایسے ہی ہیں کہ ان میں خلق اور خالق دونوں ایک سے نہیں واضع لغت نے یہ الفاظ خلق کے لیے اول بنائے تھے بدین وجہ کہ عقل و فہم میں خلق ہی پیشتر ہے پس انکا استعمال خالق کے حق میں بطور استعارہ اور مجاز اور نقل کے ہو گیا اور محبت یعنی نفس کا خواہش کرنا طرف موافق اور مناسب چیز کے اس نفس میں ہو سکتی ہے جو موافق چیز کے نہ ملنے سے ناقص ہو اور جب اسکو وہ ملجائے تو اس سے فائدہ اٹھاوے اور کامل ہو جاوے اور یہ بات خداے تعم پر محال ہے اسلیے کہ وہاں تو ہر ایک کمال اور جمال اور بہار اور جلال جو اسکے لیے ممکن ہے وہ سب اسکے پاس موجود اور حاصل ہے اور ابد سے ازل تک واجب الحصول ہے نہ وہ نیا ہو سکے نہ اس سے کمال دور ہو تو اسکو غیر کیطرف نظر اس اعتبار سے نہیں ہو سکتی کہ وہ غیر ہے بلکہ اس جہت سے ہوگی کہ ہمارا فعل ہے اور وقوع میں بجز اسکی ذات و افعال کے اور کوئی موجود بھی نہیں اور یہیں لحاظ شیخ ابو سعید میہنی کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی کہ یحبہم و یحبونہ تو انھوں نے فرمایا کہ وہ اپنے ہی نفس سے محبت فرماتا ہے یعنی کل وہی ہے اسکے سوا اور کوئی موجود نہیں تو محبت بھی اپنے ہی نفس کے ساتھ ہوگی جیسے کوئی شخص صرف اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے افعال و تصانیف کو چاہے تو ظاہر ہے کہ اسکی محبت اسکی ذات سے تجاوز نکریگی خواہ ذات سے ہوگی یا ذات کے توابع سے بہر حال وہ اپنے نفس ہی کی محبت رکھیگا اور جو الفاظ کہ خدائے تعم کی محبت میں بندوں کے ساتھ وارد ہیں وہ سب ماول ہیں اور حاصل اس محبت کے معنی کا یہ ہے کہ خدائے تعم بندے کے دل پر سے حجاب کھولدیتا ہے یہانتک کہ بندہ اسکو اپنے دل سے

دیکھنے لگتا ہی یا یہ بندے کو اپنے قرب پر قادر کردیتا ہی یا ازل مین اسکو قادر کرنا منظور تھا پس اگر محبت کو ارادۂ ازلی کیطرف نسبت کیا جاوے جس سے کہ بندہ طریق قرب کا سالک ہوا ہی تو اس صورت مین محبت خداے تعہ کی اس بندے کے ساتھ ازلی ہوگی اور اگر محبت کو اس فعل کیطرف نسبت کیا جاوے جو حجاب کو بندے کے دل پر سے دور کرتا ہی تو اس صورت مین محبت حادث ہوگی کہ سبب کے حدوث سے نئی ہوجاویگی چنانچہ حدیث قدسی مین ارشاد ہی لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ الخ یعنی نوافل سے تقرب کرنا سبب صفاے باطن اور ارتفاع حجاب کا دل سے اور درجۂ قرب آلہی پر پہونچنے کا ہوتا ہی اور یہ سب امور خداے تعہ کے فعل اور لطف وکرم سے اسکے ساتھ ہوتے ہین یہی معنی خداے تعہ کی محبت کے ہین اور یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہ آویگی اور وہ یہ ہی کہ مثلاً ایک بادشاہ اپنے کسی غلام کو اپنا مقرب بناتا ہی اور ہر وقت اپنے حضور مین حاضر رہنے کا اسکو حکم دیتا ہی یا تو اس غرض سے کہ وہ اسکی مدد کریگا یا اسکے مشاہدے سے آرام پاویگا یا اسکی راے کسی امر مین لیگا یا اسباب کھانے پینے کا اسکے لیے تیار کریگا تو لوگ یہی کہینگے کہ بادشاہ اس غلام سے محبت رکھتا ہی یعنی بادشاہ اسکی طرف اس جہت سے مائل ہی کہ اسمین ایک امر موافق اور مناسب بادشاہ کے پایا جاتا ہی تو یہ صورت تو محبت کے اول معنون کی ہوئی اور کبھی بادشاہ کسی غلام کو مقرب بناتا ہی اور حضور سلطانی مین آنیسے اسکو منع نہین کرتا نہ اس جہت سے کہ اس سے کچھ بادشاہ کو نفع یا تقویت ہوگی بلکہ اس جہت سے کہ اس غلام مین بذات خود وہ عمدہ اخلاق وخصائل حمیدہ پائے جاتے ہین کہ انکے ہوتے ہوے اسکو یہی زیبا ہی کہ بادشاہ کے حضور مین رہکر قرب تام سے بہرہ یاب ہو گو بادشاہ کو اس سے کچھ مطلق غرض نہو اس صورتمین اگر بادشاہ اس شخص کے اور اپنے درمیان کا حجاب اٹھاویگا تو یہی کہا جاویگا کہ بادشاہ اس سے محبت رکھتا ہی اور اگر وہ غلام خصائل حمیدہ مین سے وہی حاصل کرے جو باعث ارتفاع حجاب ہون تو کہا جاویگا کہ اسنے ذریعہ پیدا کرکے اپنے آپ کو بادشاہ کا محبوب کردیا پس محبت آلہی بندے کے ساتھ ان معنون کے ساتھ سمجھنی چاہیے نہ کہ اول معنون کے ساتھ بلکہ دوسرے معنون کے ساتھ بھی یہ شرط ہی کہ اس قرب سے یہ نہ سمجھو کہ جب قرب نیا ہو تو کچھ تغیر خداے تعہ مین ہوجاویگا بدین وجہ کہ جو پہلے سے قریب نہ تھا اور اب قریب ہوگیا تو اسکا وصف بدل گیا اس سے یہ شبہہ ہوتا ہی کہ ہر نئے قرب پر بندے کا اور خداے تعہ کا دونون کا وصف بدل گیا یعنی پیشتر قریب نہ تھا اور اب ہوگیا حالانکہ خداے تعہ کے باب مین یہ امر محال ہی اسواسطے کہ تغیر کا آنا اسپر ناجائز ہی وہ تو ہمیشہ کمال اور جلال کی صفتون سے موصوف رہتا ہی اور اسیطرح ازل سے موجود ہی بلکہ اسکو یون جاننا چاہیے کہ حبیب کو جو خداے تعہ سے قریب کہتے ہین تو قرب سے مراد یہ ہے کہ بندہ صفات بہائم اور درندون اور شیاطین سے دور ہوکر مکارم اخلاق جسکو اخلاق آلہی کہتے ہین اختیار کرے تو معلوم ہوا کہ قرب مذکور سے غرض صفت مین قریب ہونا ہی نہ مکان مین اور جبتک اس قرب کی مثال اشخاص مین بیان نکیجاویگی اچھی طرح منکشف نہوگی پس معلوم کرنا چاہیے کہ دو شخص کبھی تو ایک دوسرے سے اسطرح قریب ہوا کرتے ہین کہ دونون ایک دوسرے کیطرف کو حرکت کرین اور کبھی ایک ساکن رہتا ہی اور دوسرا اسکی طرف کو چلتا ہی تو اس صورتمین بھی متحرک مین کچھ تغیر آکر قرب ہوتا جاتا ہی دوسرا جون کا تون رہتا ہی بلکہ صفات مین بھی اسیطرح کا قرب ہوتا ہی مثلاً شاگرد کمال علم وجمال مین اپنے استاد کے درجے کا قرب چاہتا ہی اور استاد اپنے کمال علم کے رتبے پر ساکن ہی اور درجہ شاگرد کیطرف حرکت نہین کرتا اور شاگرد اپنی حرکت سے پستی جہل سے اوج علم کیطرف ترقی کرتا رہتا ہی اور ہمیشہ اسی

کد وکاوش مین بدلتار ہتا ہی یہانتک کہ استاد سے قریب ہو جاتا ہی حالانکہ استاد ساکن اور غیر متحرک ہی تو اسیطرح بندے کی ترقی درجات قرب الٰہی مین سمجھنی چاہیے یعنی جسقدر کہ صفت مین کامل اور علم مین پورا اور حقیقت اشیا کے جاننے مین یکتا اور شیطان کے دبانے اور شہوات کے استیصال مین پکا اور بری باتون سے بچنے مین پاک وصاف ہوگا اسیقدر درجۂ کمال سے نزدیک ہوگا اور غایت درجہ کا کمال خداے تعالیٰ کے لیے ہی اور ہر شخص کا قرب اللہ تعالیٰ سے اسیقدر ہوگا جسقدر کہ اسکو ان اشیا مین کمال ہوگا مگر فرق یہ ہی کہ شاگرد کبھی ایسا ہوتا ہی کہ قریب ہوتے ہوتے استاد کے برابر یا اس سے بھی بڑھکر ہو جاتا ہی اور یہ امر خداے تعالیٰ کے باب مین محال ہے اسواسطے کہ کمال خداوندی کی کچھ نہایت نہین اور بندے کا سلوک درجات کمال مین تمناہی ہی جہانتک ہوگا ایک حد معین تک رہیگا تو بندے کو طمع مساوات کی نہین ہو سکتی پھر قرب کے درجات مین بھی تفاوت لانتہا ہی اسلیے کہ انجام کی کچھ انتہا نہین کہ کمال اسپر ختم ہو جاوے غرضکہ اللہ تعالیٰ کی محبت بندے کے ساتھ اسیطرح ہی کہ بندے پر سے شواغل اور گناہون کو مٹاکر اور اسکے باطن کو کدورات دنیاوی سے پاک کرکے اپنی ذات پاک سے قریب فرماوے اور اسکے دل سے حجاب اٹھا ڈالے یہانتک کہ بندہ اسکا مشاہدہ ایسی طرح کرے گویا اپنے دل سے اسکو دیکھ رہا ہی الا محبت بندے کی خدا کے ساتھ اسکے یہ معنی ہین کہ بندے کا خواہش کرنا اس کمال کو جس سے وہ مفلس ہی تو ظاہر ہی کہ جو چیز اسکو نہین ملی اسکی طرف اسکا اشتیاق ہوگا اور جب اسمین سے کسیقدر اسکو ملیگا تو اس سے لذت یاب ہوگا اور یہ محبت وشوق خداے تعالیٰ کیطرف سے محال ہی- اب اگر یہ کہو کہ خداے تعالیٰ کی محبت بندے کے ساتھ ایک امر مشتبہ ہی ہم کسطرح جانین کہ وہ حبیب خدا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسکی علامتین ہین انسے اسکا محبوب ہونا معلوم ہوا کرتا ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فاذا احبہ الحب البالغ اقتناہ لفظ اقتناہ کے معنی جو آپ سے پوچھے گئے تو فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اسکے پاس نہ مال چھوڑے نہ اہل اس سے معلوم ہوا کہ محبت الٰہی کی بندے کے ساتھ یہ پہچان ہے کہ اسکو غیر سے متنفر کردے اور اسمین اور غیر اللہ مین حائل ہو جاوے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا کہ آپ اپنی سواری کیلیے کوئی دراز گوش کیون نہین خریدتے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات گران ہی کہ مجکو اپنی ذات پاک سے چھڑاکر دراز گوش کا شغل عنایت فرماوے اور حدیث شریف مین ہی کہ اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فان صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ اور بعض علما فرماتے ہین کہ جب تو خدا سے محبت کرے اور خداے تعالیٰ تجکو مبتلا کرے تو جان لے کہ خداوند کریم تجکو برگزیدہ فرمایا چاہتا ہی اور بعض مریدون نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ مجھے کچھ محبت سوجھائی دی ہی انھون نے پوچھا کہ بھلا خداے تعالیٰ نے تجکو اپنے سوا کسی اور محبوب کا مبتلا بھی کیا ہی کہ اسکے اوپر تو نے خداے تعالیٰ کو ترجیح دی ہو اسنے کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی انھون نے فرمایا کہ تب محبت کی طمع مت کر کہ خداے تعالیٰ بدون مبتلا کرنے کے اسکو عنایت نہین کیا کرتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اذا احب اللہ عبدا جعل لہ واعظا من نفسہ وزاجرا من قلبہ یامرہ وینہاہ اور دوسری حدیث مین فرمایا اذا اراد اللہ بعبد خیرا بصرہ بعیوب نفسہ غرضکہ خاص تر علامات محبت الٰہی کی یہ ہی کہ بندہ خداے تعالیٰ سے محبت کرے اسی سے یہ پایا جاویگا کہ خداے تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہی اور جو فعل کہ اس بندہ کا محبوب ہونا نکلتا ہی وہ یہ ہے کہ خداوند کریم اسکے سب امور ظاہری اور باطنی اور خفیہ اور علانیہ کا متکفل ہو وہی مشورت اور تدبیر بتلاوے وہی اخلاق کی درستی

ح جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہی تو اسکو مبتلا کرتا ہی اور جب نہایت کامل محبت اسکے ساتھ کرتا ہی تو اسکو خالص کر لیتا ہی ۱۲ پہلے گزری ۱۲ ح ۳ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہی تو اسکو مبتلائے آفات کرتا ہی پس اگر وہ صبر کرے تو اسکو برگزیدہ کرتا ہی اور اگر راضی ہو تو مصطفےٰ کرتا ہے ۱۲ اوپر گزری ۱۲ ح ۳ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسکے لیے اسکے نفس مین سے ایک نصیحت کرنے والا مقرر کر دیتا ہی اور ایک جھڑکنے والا اسکے دل مین سے کہ وہ اسکو امر ونہی کرے ۱۲ اصحاب فردوس بروایت ام سلمہ لفظ وہ اذا اراد اللہ بعبدہ خیرا ۱۲ ح جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بہتری چاہتا ہی تو اسکو اسکے نفس کے عیوب بتلا دیتا ہی ۱۲ اصحاب فردوس بروایت انس مع اسناد ضعیف ۱۲

فرماوے وہی اسکے اعضا کو عمل مین مصروف کرے وہی اسکے ظاہر و باطن کو راہ راست پر لاوے اسکی فکرون کو سمیٹ کر ایک فکر
مین لگانا اسی کا کام ہو اور دنیا سے بغض اور غیر سے وحشت اور خلوت کی مناجات سے انس کا دنیا اور اپنے اور اسکے درمیان سے
حجاب کا دور کرنا سب اسی کیطرف سے ہو اسیطرح کی علامات سے محبت اللہ تعو کی بندے سے ثابت ہوا کرتی ہو اب ہم علامات بندے
کی محبت کے خدائے تعہ سے لکھتے ہین کہ وہ بھی اس محبت پر دال ہوا کرتی ہین علامات بندے کی محبت کی خدائے تعہ سے جاننا چاہیے
کہ محبت کا دعوی تو ہر شخص کرتا ہو مگر دعوی تو آسان بات ہو لیکن محبت کا پایا جانا بہت کم ہوتا ہو آدمی کو بچنا چاہیے کہ شیطان کے فریب سے
جب نفس دعوی محبت الٰہی کرے تو اسپر فریفتہ ہوجاوے جبتک کہ نفس کا امتحان محبت کی علامات سے نکرلے اور حجت اور برہان سے
صدق دعوی معلوم نہوجاوے محبت وہ درخت عمدہ ہو کہ جسکی جڑ یہان ہو اور شاخ بالائے آسمان اسکے پھل دل اور زبان اور اعضا مین ظاہر
ہوتے ہین اور انسے محبت کا وجود ایسا معلوم ہوتا ہو جیسے دھوئین سے آگ کا وجود یا پھلون سے درختونکا اور اسطرح کے آثار بہت سے
ہین ایک تو یہ ہو کہ خدائے تعہ کی لقا کو کشف اور مشاہدے کے طور پر دارالسلام مین اچھا جانے اسلیے کہ ہو نہین سکتا کہ دل کسی محبوب کو چاہے
اور اسکے مشاہدے اور لقا کو نچاہے اور از انجا کہ معلوم ہو کہ بدون دنیا سے کوچ و مفارقت کے یہ آرزو پوری نہوگی تو چاہیے کہ موت
سے محبت رکھے اور اس سے نفرت نکرے اسواسطے کہ عاشق کو اپنے وطن سے سفر کرنا اور محبوب کے دیار مین اسکے دیدار سے بہرہ ور ہونیکو جانا
گران نہین معلوم ہوتا اور موت دیدار کی کلید اور مشاہدے مین داخل ہونیکا دروازہ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ
اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ اور حضرت حذیفہ نے موت کیوقت ارشاد فرمایا کہ ایک حبیب خوب حاجت کیوقت آیا جو اس سے پشیمان ہوا اسکو فلاح نہو
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ بندے مین بعد محبت خدائے تعہ کے کوئی اور خصلت کثرت سجود سے بڑھکر نہین کہ خدائے تعہ کو پسند ہو پس
سجدے پر محبت دیدار الٰہی کو مقدم کیا اور خداوند کریم نے محبت کے صادق ہونے کیلیے راہ خدا مین مارا جانا ارشاد فرمایا یعنی جب لوگون نے
دعوی کیا کہ ہم اللہ تعہ سے محبت رکھتے ہین تو فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا اور فرمایا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ
وَیُقْتَلُوْنَ پس راہ خدا مین شہید ہونے کی طلب کو علامت محبت فرمایا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی وصیت مین جو حضرت عمرؓ کو کی تھی مذکور ہی
کہ حق بات گران ہوتی ہو اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہو اور امر باطل سبک ہوتا ہو اور باوجود اسکے برا ہو اگر تم میری وصیت یاد رکھوگے تو
کوئی غائب چیز تمکو موت سے زیادہ محبوب نہوگی جو بیشک تمکو آویگی اور اگر اس وصیت کو تلف کردوگے تو کوئی غائب چیز تمھارے نزدیک
موت سے بڑھکر بری نہوگی حالانکہ تم اسکو ٹال نہ سکوگے اور اسحاق بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہو کہ میرے باپ یعنی سعد مجھسے
فرماتے تھے کہ عبداللہ بن جحش نے مجھسے جنگ احد کے روز کہا کہ آؤ خدائے تعہ سے دعا مانگین پس ایک طرف کو ہوکر عبداللہ نے یون
دعا مانگی کہ الٰہی مین تجکو قسم دیتا ہون کہ جب کل کو مین دشمن کے مقابل ہون تو میرا مقابلہ کسی مرد ہولناک شدید الغضب سے ہو جس سے مین لڑون
اور وہ مجھ سے لڑے پھر مجکو پکڑکے میرے ناک کان کاٹے اور میرا پیٹ چیرے اور جب مین قیامت مین تیرے سامنے جاؤن تو تو مجھ سے
پوچھے کہ اے عبداللہ تیرے ناک کان کسنے کاٹے مین عرض کرون کہ الٰہی تیرے راستے مین اور تیرے رسول کے واسطے مین میرا یہ حال ہوا
ہے تو فرماوے کہ سچ کہتا ہو حضرت سعد کہتے ہین کہ مین نے آخر روز مین دیکھا کہ عبداللہ بن جحش کے ناک کان ایک ڈورے مین بندھے

حدیث جو شخص اللہ تعالیٰ کے
ملنے کو اچھا جانتا ہو
اللہ تعالیٰ اسکے ملنے کو
اچھا جانتا ہو کہا بخاری
ومسلم نے بروایت ابوہریرہ
حدیث اللہ دوست رکھتا ہو
ان کو جو لڑتے ہین
اسکی راہ مین قطار
باندھ کر ۱۲
حدیث
وہ لڑتے ہین اسکی
راہ مین پھر مارتے
ہین اور مرتے ہین
۱۲ طبرانی و
ابو نعیم ۱۲

سکتے ہین اور سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ مجکو توقع ہو کہ اللہ تعہ حضرت عبد اللہ بن جحش کی بقیہ قسم بھی سچ کرے جیسے اسنے اتنی سچی کی ہو اور حضرت سفیان ثوری اور بشر حافی فرمایا کرتے تھے کہ موت کو برا وہی سمجھتا ہو جسکو شک ہو اسلیے کہ حبیب تو ہر حال مین اپنے محبوب کی ملاقات کو برا نہین جانتا۔ اور بویطی نے کسی زاہد سے پوچھا کہ تم موت کو چاہتے ہو اسنے سکوت کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تم سچے زاہد ہوتے تو موت کو محبوب جانتے پھر یہ آیت پڑھی فتمنوا الموت ان کنتم صادقین زاہد نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہین لا یتمنین احدکم الموت آپ نے فرمایا کہ یہ ارشاد اسلیے ہو کہ تمنائے موت مین ایک طرح کا ضرر ہو کیونکہ قضاے الٰہی پر راضی ہونا اس امر سے بہتر ہو کہ اسکے حکم سے گریز کرے اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص موت سے محبت نہین رکھتا وہ خدائے تعہ کا محب ہو سکتا ہو یا نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ موت کا برا جاننا اول تو اس باعث ہوتا ہو کہ دنیا کی محبت اور زن و فرزند کی جدائی کا افسوس ہو اس سے اللہ تعہ کی محبت کے کمال مین نقصان ہوتا ہو اسلیے کہ محبت کامل وہ ہوتی ہو جو تمام دل پر محیط ہو مگر محبت زن و فرزند کے ہوتے ہوئے کچھ دشوار نہین کہ کچھ ضعیف سی محبت خداے تعہ کی بھی ہو آخر لوگ محبت الٰہی مین متفاوت تو ہوتے ہی ہین چنانچہ اس تفاوت پر یہ دلیل ہو کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ نے جب اپنی بہن فاطمہ کا نکاح اپنے غلام آزاد سالم سے کر دیا تو قریشیون نے انکو برا کہنا شروع کیا اور کہا کہ تمنے ایک عقیل عورت قریش کی غلام سے بیاہ دی آپ نے جواب دیا کہ مین نے بیاہ جب کیا ہو جب جان لیا ہو کہ سالم فاطمہ سے اچھا ہو یہ جواب اہل قریش کو نکاح سے بھی زیادہ گران گذرا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہو فاطمہ تو تمہاری بہن ہو اور سالم تمہارا غلام ہو آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جو اللہ تعہ کو تمام دل سے چاہتا ہو تو وہ سالم کو دیکھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہو کہ آدمیون مین ایسے بھی ہوتے ہین جو اللہ تعہ کو تمام دل سے نہین چاہتے بلکہ اس سے بھی محبت رکھتے ہین اور غیر سے بھی محبت رکھتے ہین تو ضرور ہو کہ جب خدا کے پاس جاوینگے تو انکو دیدار کی لذت بقدر محبت ہو گی اور جسقدر دنیا سے محبت رکھتے ہونگے اسکے چھوڑنے کیوقت اسیقدر انکو درد فراق ہوگا دوسرا باعث موت کے برا جاننے کا یہ ہو کہ بندہ مقام محبت کے شروع مین ہو اور موت کو برا نہ جانتا ہو مگر اسکے جلد آنے کو برا جانتا ہو یعنی ملاقات خدائے تعہ کے لیے کچھ سامان کرنے سے پیشتر موت کا آنا برا معلوم ہوتا ہو تو یہ حال محبت کم ہونے پر دلالت نہین کرتا بلکہ اس شخص کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کے آنے کی خبر اپنے پاس سنے اور یہ چاہے کہ وہ ایک ساعت کے بعد آوے تو بہتر ہو تاکہ اسکے لیے گھر کو آراستہ کر لے اور سامان خانہ داری سے فراغت ہو جاوے کہ پھر خاطر خواہ اسسے فارغ البال ہو کر ملے کوئی مانع اور حارج نرہے پس اس سبب سے موت کو برا جاننا کمال محبت کے خلاف نہین اس حال کی پہچان یہ ہو کہ عمل مین کوشش کرے اور اپنی فکر کو آخرت کی تیاری مین مستغرق رکھے اور ایک علامت محبت کی یہ ہو کہ جس چیز کو خدائے تعہ پسند کرے اسکو اپنی محبوب چیز پر ظاہر و باطن مین ترجیح دے اور اسکے لیے بڑی بڑی مشکل اور محنت کے عمل بجا لاوے اور اپنے ہوائے نفس کے اتباع سے اجتناب کرے اور کسل و سستی کو بالائے طاق رکھے ہمیشہ کمر طاعت الٰہی میسان جان پر چست باندھکر نوافل سے تقرب کا جویان رہے اور اسکے نزدیک زیادتی درجات کا خواہان جیسے عاشق اپنے معشوق کے دلمین زیادہ تر قرب کا خواہان رہتا ہو اور جو لوگ کہ ایثار کو پسند کرتے ہین

انکا وصف اللہ تعالیٰ قرآن مجید مین فرماتا ہی یحبون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ اور جو شخص اپنی ہواے نفس کا ہمیشہ تابع رہے تو اسکا محبوب وہی ہوگا جسکو وہ چاہتا ہی عاشق تو اپنے معشوق کی مرضی کا تابع ہوتا ہی اسکی مرضی کے سامنے اپنی مرضی کو چھوڑ دیتا ہی جیسے کسی شاعر کا قول ہی جسکا ترجمہ یہ ہی **شعر** مین تو ہون طالب وصل اسکو ہے منظور فراق: وہ خوش اسمین ہی تو مین وصل سے مین درگذرا: بلکہ سلطان عشق الٰہی جب غلبہ کرتا ہی تو پھر کوئی خواہش نہین چھوڑتا سب کی بیخ کنی کر دیتا ہے سواے معشوق کے اور کسی چیز کی رغبت اور لذت باقی نہین رکھتا جیسے کہ روایت ہی کہ زلیخا جب ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح مین آئی تو انسے علیحدہ ہوکر عبادت مین مصروف ہوئی اور خداے تعالیٰ ہی کی ہو رہی اگر آپ اپنے پاس دن کو بلاتے تو رات پر ٹال دیتی اور رات کو بلاتے تو دن پر اور کہتی کہ اے یوسف مین آپسے جبتک محبت رکھتی تھی کہ مجکو خداے تعالیٰ کی معرفت نہ تھی اب کہ مین نے اسکو پہچان لیا تو اسکی محبت نے میرے دلمین کسی اپنے غیر کی محبت نہین چھوڑی اور مجکو اس محبت کا عوض منظور نہین کہ اسکی محبت چھوڑ کر دوسرے کی محبت اختیار کرون یہی حال ہوتا یہانتک کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجکو خداوند کریم کا حکم اسی طرح ہی اور ارشاد فرمایا ہی کہ تو زلیخا سے ہم بستر ہو اسکے پیٹ سے ہم دو لڑکے عنایت فرماوینگے اور دونون کو نبی کرینگے زلیخا نے عرض کیا کہ اگر خداوند کریم نے آپ کو ارشاد فرمایا ہی اور مجکو اس نعمت کا ذریعہ بنایا ہی تو مین خداے تعالیٰ کے حکم کی تابع ہون اور صحبت پر راضی ہون اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہی وہ اسکی نافرمانی نہین کرتا اور اسی نظر سے ابن مبارک رح نے ایک قطعہ فرمایا ہے جسکا مضمون یہ ہی **قطعہ** دم بھرو اسکی محبت کا کرو تسپہ گناہ: ہین عجب طرح کے واللہ تمہارے کردار: سچی گر ہوتی محبت تو اطاعت کرتے: ہوتے عاشق تو ہین معشوق کے فرمانبردار: اور اسی باب مین یہ شعر بھی ہی ~ خواہش نہین مجھے کچھ تیری رضا کے آگے: جی کو برا لگے گو خوش ہون تیری رضا سے: اور حضرت سہل فرماتے ہین کہ علامت محبت الٰہی یہ ہی کہ اسکو اپنے نفس پر اختیار کرے یہ بات نہین کہ جو شخص خداے عزوجل کے امر کی طاعت کرے وہ اسکا حبیب ہوجاتا ہی بلکہ حبیب وہ ہی جو مناہی سے بچے اور یہ قول انکا واقع مین درست ہی اسواسطے کہ بندے کی محبت خدا کے ساتھ سبب محبت الٰہی کا بندے کے ساتھ ہوتی ہی جیسا کہ خود فرماتا ہی یحبہم ویحبونہ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو محبوب جانتا ہی تو اسکا کفیل ہوتا ہی اور اسکو دشمنون پر غالب رکھتا ہی اور از انجا کہ آدمی کے دشمن اسکا نفس اور شہوات ہین تو بالضرور اللہ تعالیٰ اسکو رسوا نکریگا اور خواہش و شہوات کے حوالہ نہ فرماویگا اور اسیوجہ سے ارشاد فرماتا ہی واللہ اعلم باعدائکم وکفی باللہ ولیا وکفی باللہ نصیرا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ نافرمانی اصل محبت کے خلاف نہین بلکہ کمال محبت اس سے نہین ہوتا مثلاً بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اپنے نفس سے محبت رکھتے ہین اور بیمار ہوتے ہین اور شفا کو محبوب جانتے ہین اور جو چیز انکو مضر ہو اسکو کھا لیتے ہین گو یہ جانتے ہین کہ یہ چیز ہمکو مضر ہی تو اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ انکو اپنے نفس سے محبت نہین بلکہ معرفت کم ہی اور خواہش غالب اسلیے حق محبت پر قائم رہنے سے عاجز ہین اور نافرمانی کی اصل محبت کے مخالف نہونے پر یہ دلیل ہی کہ نعیمان بہت جلد جلد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بسبب ارتکاب گناہ ہونیکے پکڑا آیا کرتا تھا ایکبار جو آیا اور آپ نے اسکو حد لگوائی تو ایک شخص نے اسکو لعنت کی اور کہا کہ یہ شخص کتنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا جاتا ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو لعنت مت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہی

(حاشیہ) ... راہ مومن کرنے ... جو ... اسکے لیے ... اپنے دل ... اور وطن ...

(حاشیہ) خوب جاننے والا ہے تمہارے دشمنون کو اور اللہ کافی ہے حمایتی اور بس ہے مددگار ۱۲

(حاشیہ) ۳ یہ حدیث بخاری کی ہی پہلے گذر چکی ۱۲

غرضکہ گناہ کے باعث اسکو محبت سے خارج نہ فرمایا ہان گناہ کرنا کمال محبت سے خارج کردیتا ہو اور بعض عارفین فرماتے ہین کہ جب آدمی کا ایمان ظاہر دلمین ہوتا ہو توخداے تعہ سے متوسط محبت رکھتا ہو اور جب ایمان سویداے دلمین چلاجاتا ہو تب پوری محبت کرتا ہے اور گناہونکو چھوڑدیتا ہو- الحاصل محبت کا دعوی کرنے مین خطر ہو اسیلیے حضرت فضیل فرماتے ہین کہ جب تم سے پوچھا جاوے کہ خداے تعہ سے محبت رکھتے ہو تو چپ ہو رہو اور کچھ جواب ندو اسلیے کہ اگر نہین زبان سے نکالوگے تو کافر ہوجاوگے اور اگر ہان کہوگے تو تمہارے اوصاف محبون کے سے نہین ہین پس غضب آلہی سے ڈرو اور جھوٹا دعوی نہ کرو اور بعض علما فرماتے ہین کہ جنت مین کوئی راحت اہل معرفت ومحبت کی لذت سے بڑھکر نہین اور نہ دوزخ مین کوئی عذاب سخت تر اس شخص کے عذاب سے کہ دعوی محبت کرے اور محبت کی کوئی بات اسمین نہ پائی جاوے اور ایک علامت محبت کی یہ ہو کہ ذکر آلہی کا شدت سے حریص ہو کہ نہ زبان اس سے تھکے نہ دل خالی ہو اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہو وہ اسکا ذکر بہت کیا کرتا ہو اور اسکے متعلق جو اشیا ہوتی ہین انکو بہت یاد کیا کرتا ہے پس محبت آلہی کی علامت یہ ہو کہ اسکے ذکر سے محبت ہو اور اسکے کلام یعنی قرآن مجید اور اسکے رسول پاک سے محبت ہو اسیطرح جو چیز خداے تعہ کے ساتھ منسوب ہو اس سے محبت رکھے آدمی کسی دوسرے آدمی کو چاہتا ہو تو محبوب کے محلے کے کتے سے بھی محبت کیا کرتا ہو اور ظاہر بھی ہو کہ جب محبت قوی ہوتی ہو تو محبوب سے متعدی ہو کر جتنی چیزین اس سے متعلق ہوتی ہین ان کے ساتھ بھی ہوجاتی ہو اور اسکو شرکت محبت مین نہ سمجھنا چاہیے اسلئے کہ رسول محبوب سے محبت کرے کہ یہ اسکا رسول ہو یا کلام کو بدینوجہ محبوب جاننا کہ یہ اسکا کلام ہو یہ عین محبوب ہی کی محبت ہو اسکے غیر کی نہین بلکہ اسکے متعلقات سے محبت ہونی کمال محبت پر دلالت کرتی ہو جس شخص کے دل پر محبت آلہی غالب ہوجاتی ہو وہ تمام مخلوق خدا سے محبت کرتا ہو بہین لحاظ کہ پیدائش محبوب حقیقی کی ہو پس قرآن مجید اور رسول کریم اور صلحا سے کیسے محبت نہ کریگا اور ہم اس امر کی تحقیق باب آداب الصحبت اور بھائی چارہ مین لکھ چکے ہین اسیوجہ سے اللہ تعہ فرماتا ہو قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احبوا اللہ لما یغذوکم بہ من نعمہ واحبونی للہ تعہ اور حضرت سفیان فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعہ کے محب سے محبت کرتا ہو وہ اللہ تعہ سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعہ کے اکرام وتعظیم کرنیوالے کی تعظیم کرتا ہو وہ خداے تعہ کی تعظیم کرتا ہو اور بعض مریدین سے روایت ہو کہ ایام ارادت مین مجکو مناجات کا مزہ ملا مین نے رات دن قرآن مجید کی تلاوت اختیار کی پھر چند روز قرأت چھوٹ گئی تو خواب مین مین نے ایک کہنے والے کو سنا کہ مجسے یہ کہتا ہو کہ اگر تجکو ہم سے دعوی محبت ہو تو تو نے ہماری کتاب پر کیون ظلم کیا کیا تو نے ہمارے عتاب لطیف کو جو اسمین ہو تامل نہین کیا اسکے بعد جو مین بیدار ہوا تو دلمین محبت قرآن کی بھری پائی اور اپنی پہلی حالت پر بدستور ہو گیا اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی اپنے نفس سے بجز قرآن کے اور کسی چیز کی درخواست نکرے اسلیے کہ جو قرآن سے محبت کریگا تو اللہ تعہ سے بھی محبت کریگا اور اگر قرآن سے محبت نہو گی تو خداے تعہ سے بھی نہو گی۔ اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ محبت آلہی کی پہچان محبت قرآن مجید کی ہو اور خداے تعہ اور قرآن سے محبت کی پہچان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنی ہو اور آپکے ساتھ محبت کرنیکی علامت محبت آپکے طریق کی ہو اور آپکے طریق سے محبت کا نشان آخرت کی محبت ہو اور آخرت کے محبوب ہونے کی پہچان دنیا کا بغض ہو

اور دنیا کے بغض کی علامت یہ ہی کہ اسمین سے بجز زاد آخرت کے اور کچھ نہ لے اور ایک علامت محبت یہ ہی کہ خلوت اور مناجات اور تلاوت قرآن مجید سے انس ہو اور تہجد پر مداومت کرے اور رات کے اطمینان اور عوائق کے برطرف ہونے سے صفائی وقت کو غنیمت جانے اور کمتر درجہ محبت کا یہ ہی کہ حبیب سے خلوت اور اسکی مناجات سے لذت پانے کو آسائش و راحت سمجھے تو جو شخص اسکے نزدیک خواب اور گفتگوے باہمدگر مناجات الٰہی کی نسبت کر عمدہ اور لذیذ تر ہو اسکی محبت کیسے درست ہو گی حضرت ابراہیم بن ادہم سے کسی نے اسوقت پوچھا کہ وہ پہاڑ پر سے اترے تھے کہ آپ کہان سے تشریف لائے انھون نے فرمایا کہ انس باللہ سے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہی کہ اللہ تعہ نے انکو ارشاد فرمایا کہ میری مخلوق مین سے کسی کے ساتھ انس مت کر اسلیے کہ مین دو طرح کے شخصونکو اپنے پاس سے علٰحدہ کر دیتا ہون ایک تو وہ شخص جو میرے ثواب کو دیر کر جانکر علٰحدہ ہو گیا دوسرے وہ شخص کہ مجکو بھولکر اپنے حال سے راضی ہوا اور اسکی پہچان یہ ہی کہ مین اسکو اسکے نفس کے سپرد کر دیتا ہون اور دنیا مین حیران چھوڑ دیتا ہون اور جب غیر اللہ سے آدمی مانوس ہو گا تو جسقدر انس غیر اللہ سے ہو گا اسیقدر خداے تعہ سے وحشت ہو گی اور درجہ محبت سے ساقط ہو جاویگا اور برخ غلام حبشی کے احوال مین جسکے طفیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باران رحمت کی دعا کی تھی لکھا ہی کہ خداے تعہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ برخ اچھا بندہ ہی مگر اسمین ایک عیب ہے آپ نے عرض کیا کہ الٰہی اسکا عیب کیا ہی فرمایا کہ اسکو نسیم سحر اچھی معلوم ہوتی ہی اسکی طرف رغبت کرتا ہی اور جو شخص مجھ سے محبت کیا کرتا ہو وہ کسی چیز کیطرف رغبت نہین کرتا اور روایت ہی کہ ایک عابد نے خداے تعہ کی عبادت مدت تک کسی جنگل مین کی پھر ایک پرند کو دیکھا کہ ایک درخت پر آشیانہ بنایا ہی اسمین بیٹھکر چہچہے کرتا ہی عابد نے کہا کہ اگر مین اپنی عبادت کی جگہ اس درخت کے پاس کر لون تو اس پرند کے چہچہے سے کچھ دل لگی ہو جب عبادت کی جگہ درخت کے پاس کر لی تو خداے تعہ نے اسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان عابد سے کہدو کہ تو نے ایک مخلوق سے انس کر لیا ہی اسکی سزا مین مین نے تیرا ایسا درجہ کم کر دیا کہ اب کسی عمل سے کبھی نہ ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ علامت محبت کی کمال انس کا ہونا مناجات محبوب کے ساتھ اور کمال لذت کا ہونا اسکے ساتھ تنہا ہونے مین اور جو شے کہ خلوت و مناجات مین کدورت پیدا کرے اس سے کمال درجے کی وحشت ہو اور انس کی علامت یہ ہی کہ عقل و فہم بالکل لذت مناجات مین مستغرق ہو جیسے کوئی اپنے معشوق سے ہمکلام ہو کر اس سے مناجات کرتا ہو اور بعض اکابر پر یہ لذت اس درجے کو پہونچی ہی کہ وہ نماز مین تھے اور انکے گھر مین آگ لگی مگر انکو خبر نہوئی اور بعض شخصونکا بیماری کی جہت سے نماز ہی کے اندر پانون کاٹا گیا اور خبر نہوئی اور جب محبت و انس غالب ہو جاتے ہین تو خلوت و مناجات آنکھ کی ٹھنڈک اور سینے کی راحت ہوتی ہین کہ انسے تمام فکر دور ہو جاتی ہی دونون دل پر ایسی حاوی ہوتی ہین کہ جبتک امور دنیا کئی دفعہ کان مین نہین پڑتے تب تک انکی سمجھ مین نہین آتے جیسے کوئی عاشق شیدا کہ زبان سے تو لوگون سے گفتگو کرتا ہی مگر باطن کو انس حبیب کی یاد سے ہوتا ہی غرضکہ محب اُسی کو کہتے ہین جسکا اطمینان بدون محبوب نہو حضرت قتادہؒ نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہی الذین آمنوا و تطمئن قلوبہم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کہ اطمینان سے غرض خوشی اور انس دلون کا ہی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی فرماتے ہین کہ جو کوئی خالص محبت الٰہی کا ذائقہ چکھتا ہی اسکو یہ مزہ دنیا کی طلب سے روک دیتا ہی اور سب آدمیون سے متنفر کر دیتا ہی اور مطرف بن ابی بکرؒ فرماتے ہین کہ عاشق اپنے محبوب کے ذکر سے ملول نہین ہوا کرتا اور خداے تعہ نے

ف جو یقین لائے اور چین پکڑتے ہین ان کے دل اللہ کی یاد سے سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہین دل ۱۲

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص میری محبت کا دعوی کرے اور جب رات ہو تو مجھ سے غافل ہو کر سو رہے وہ جھوٹا ہے اسلیے کہ وہ کیسا محب ہی جو اپنے حبیب کی ملاقات نہین پسند کرتا ہین تو اسوقت طالبون کے لیے موجود رہتا ہون وہ سچا ہوتا تو مجکو طلب نہ کرتا۔ اور حضرت موسٰے علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو کہان ہی کہ مین تیرے پاس آنے کا قصد کرون حکم ہوا کہ جب تو قصد کریگا فوراً پہونچ جاویگا۔ اور حضرت یحیٰی بن معاذ فرماتے ہین کہ جو شخص خدائے تعا سے محبت رکھتا ہی وہ اپنے نفس سے بغض رکھتا ہی اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہی کہ جسمین تین خصلتین نہین وہ عاشق نہین اول یہ کہ کلام خدا کو کلام خلق پر ترجیح دے دوم خدائے تعا کی ملاقات کو خلق کی ملاقات پر زیادتی دے سوم عبادت الٰہی کو خدمت خلق سے زیادہ سمجھے اور ایک علامت محبت یہ ہی کہ جو چیز سوائے خدائے تعا کے اسکے پاس سے جاتی رہے اسکا تو افسوس نکرے لیکن اگر کوئی ساعت بدون ذکر و عبادت الٰہی کے گذر جاوے تو اسکا نہایت افسوس کرے اور جب ہی غفلت ہو جاوے اسیوقت اس سے توبہ اور استغفار کرے بعض اکابر کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اسکو اپنا محبوب کرکے اسی پر اطمینان کر لیا ہی گئی چیز کا انکو غم نہین ہوتا اور اپنے نفس کی لذت مین مصروف نہین ہوتے ہین وجہ کہ انکے مالک کا ملک کامل ہی اور جو وہ چاہتا ہی وہی ہوتا ہی جو انکے واسطے ہی وہ انکو پہونچتا ہی ہی اور جو انسے جاتا رہتا ہی وہ انکے لیے اسکی اچھی تدبیر کرتا ہی اور محب کو چاہیے کہ جب اپنی غفلت سے رجوع کرے تو اپنے محبوب حقیقی کیطرف متوجہ ہو کر اسطرح اسکے عتاب کے دور کرنے کی تدبیر کرے کہ الٰہی تو نے کون سے قصور پر مجسے اپنا احسان علیحدہ کر لیا اور اپنے دربار سے دور کرکے مجھے میرے نفس اور شیطان کی پیروی مین مشغول کر دیا اس سے ذکر الٰہی کی صفا اور دل کی نرمی پیدا ہوگی اور پہلی غفلت کا عوض ہو جاویگا اور لغزش باعث نئے ہونے ذکر و صفائے قلبی کا ہوگی اور جب محب سوا محبوب کے اور کوئی چیز نہ دیکھیگا اور سب چیزون کو اسی سے جانیگا تو کسی چیز پر افسوس نکریگا اور بیشک سب حال مین راضی رہیگا اور جانیگا کہ محبوب حقیقی نے میرے حق مین وہی مقدر کیا ہی جسمین میری بہتری ہی اور اسکے ارشاد کو یاد کریگا کہ فرماتا ہی وعسیٰ ان تکرہوا شیئاً وہو خیر لکم اور ایک علامت محبت کی یہ ہی کہ طاعت الٰہی سے آسایش پاوے اور اسکو بیگار نہ سمجھے ادائے طاعت مین مشقت کچھ نہ معلوم ہو جیسے بعض اکابر کا قول ہی کہ ہمنے بیس برس تورات کو مصیبت بھری اور پھر اسکے ذریعہ سے بیس برس لذت اڑائی اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ محبت کی علامت ہمیشہ خوش رہنا اور ایسی طرح کوشش کرنا کہ بدن تھک جاوے اور دل نہ تھکے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ محبت کے عمل مین تھکن نہین ہوتی اور بعض علما فرماتے ہین کہ بخدا محب کو کبھی طاعت سے سیری نہین ہوتی گو بڑے وسیلون پر پہونچ جاوے پس اسطرح کی باتین مشاہد مین بھی موجود ہین دیکھو عاشق اپنے معشوق کی محبت مین سعی کرنے سے نہین تھکتا اور دل سے اسکی خدمت کو اچھا جانتا ہی اسمین فرق معلوم ہوتا ہی گو بدن پر وہ خدمت شاق ہو اور اگر بالفرض بدن عاجز ہو جاوے تو سب سے محبوب چیز اسکے نزدیک یہ ہو کہ پھر سے قدرت آجاوے اور عاجزی جاتی رہے تاکہ اسی خدمت مین مصروف ہو جاوے اسیطرح محبت الٰہی ہوا کرتی ہی کہ اسکے غلبے مین طاعت اور خدمت سے بہتر کوئی چیز نہین معلوم ہوتی اور قاعدے کی بات ہے کہ جو محبت آدمی پر غالب ہو جاتی ہی وہ اس سے کمتر کو دبا دیتی ہی مثلاً جس شخص کا محبوب کسل کی نسبت کر اسکے نزدیک محبوب تر ہوگا تو وہ کسل کو اسکی خدمت مین ترک کر دیگا اور اگر مال کی

نسبت کہ محبوب زیادہ ہوگا تو اسکی محبت مین مال کو چھوڑ دیگا کسی محب نے اپنا جان و مال سب فدا کر دیا تھا کچھ اسکے پاس نہ تھا اس سے کسی نے پوچھا کہ محبت مین تمہارا یہ حال کسطرح ہوا اسنے جواب دیا کہ مین نے ایک روز ایک عاشق کو سنا کہ اپنے معشوق سے خلوت مین کہ رہا تھا کہ بخدا مین تجکو اپنے تمام دل سے چاہتا ہون اور تو مجسے اپنا منھ یکسر پھیرے رہتا ہی معشوق نے جواب دیا کہ اگر تو مجھسے محبت رکھتا ہی تو تبا مجھپر کیا خرچ کریگا عاشق نے کہا کہ اول تو جو چیز میری ملک مین ہی وہ سب تجھکو دیدونگا پھر تیرے اوپر جان فدا کرونگا کہ تو راضی ہوا اس گفتگو کو سنکر مین نے سوچا کہ جب بندہ بندے کے ساتھ اسطرح ہو تو بندے کو معبود کے ساتھ کسطرح ہونا چاہیے یہی باعث محبت کی ترقی کا ہوا اور ایک علامت محبت کی یہ ہی کہ تمام خدا کے بندون پر شفیق اور رحیم ہو اور خدائے تعالیٰ کے دشمنون پر اور ان لوگون پر جو اسکی مرضی کے خلاف کرین سخت ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اشداء علی الکفار رحماء بینہم اور اس امر پر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسپر تاثیر نہ کرے اور نہ خدا کے لیے غصہ کرنے سے کوئی مانع ہو اور یہی وصف اولیا کا حدیث قدسی مین مذکور ہی یعنی میرے اولیاء وہ ہین کہ میری محبت پر ایسے فریفتہ ہین جیسے بچہ کسی چیز پر فریفتہ ہوتا ہی اور میرے ذکر پر ایسے گرتے ہین جیسے جانور اپنے گھونسلے کیطرف جھکتا ہی اور میری منہیات پر ایسے غصہ ہوتے ہین جیسے چیتا لغراتا ہی کہ اسکو پروا نہین ہوتی کہ آدمی بہت ہین یا تھوڑے پس اس مثال کو تامل کرنا چاہیے کہ لڑکے کا دل جب کسی چیز پر آجاتا ہی تو اس سے ہرگز علٰحدہ نہین ہوتا اور اگر اس چیز کو کوئی اس سے لے لے تو بجز رونے اور چیخنے کے اور کچھ کام نہین کرتا جبتک کہ وہ چیز اسکے پاس پھر نہ آوے سوتے وقت بھی اسکو اپنے کپڑون مین لے کر سوتا ہی اور جب جاگتا ہی تو پھر ہاتھ مین لے لیتا ہی اور جب اس سے جدا ہوتا ہی تو روتا ہی اور ملجاتا ہی تو ہنستا ہی اور جو شخص اس چیز مین نزاع کرتا ہی تو اس سے ناراض ہوتا ہی اور اگر کوئی شخص وہ چیز دیتا ہی تو اس سے محبت کرتا ہی اور چیتا غصے کیوقت اپنے اختیار مین نہین رہتا شدت غضب مین اسکی یہ نوبت ہوتی ہی کہ اپنی جان ہلاک کرتا ہی پس یہ علامات محبت کے ہین جس شخص مین یہ علامات پوری ہون اسکی محبت کامل اور خالص ہوگی اور آخرت مین اسکی شراب صاف اور شیرین ہوگی اور جسکی محبت مین غیر اللہ کی محبت کا ملاؤ ہوگا تو آخرت مین بمقدار محبت آسایش پاویگا یعنی اسکی شراب مین کسیقدر شراب مقربین کی ملادی جاویگی چنانچہ اللہ تعالیٰ مقربین کے احوال مین فرماتا ہی ان الابرار لفی نعیم پھر فرمایا یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون ومزاجہ من تسنیم عینا یشرب بہا المقربون غرضکہ شراب ابرار کی جو اچھی ہوگی تو اسیوجہ سے کہ اسمین ملاؤ شراب خالص کا ہوگا جو خالص مقربین کے لیے ہی اور شراب سے غرض تمام آسایش و لذت بہشت ہی جسطرح کہ کتاب سے تمام اعمال مراد ہین اور اسکے باب مین فرماتا ہی ان کتاب الابرار لفی علیین پھر فرمایا یشہدہ المقربون تو انکی کتاب کی بلندی کی یہ حد ہی کہ اتنی اونچی ہوگی کہ اسکو مقربین دیکھتے ہین اور جسطرح کہ ابرار دنیا مین مقربین کے قرب و مشاہدہ سے اپنی حالت مین زیادتی اور معرفت مین قوت پاتے ہین تو اسیطرح انکا حال آخرت مین ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ اور فرمایا کما بدانا اول خلق نعیدہ اور فرمایا جزاء وفاقا یعنی جزا موافق اعمال کے ہوگی تو عمل خالص کی جزا شراب خالص ہوگی اور مختلط کی مختلط اور ملاؤ شراب مین اسیقدر ہوگا جسقدر کہ محبت مین اور اعمال مین ملاؤ تھا جیسا کہ قرآن مجید مین چند جانکو ذکر ہی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ

لفضا عفنها وان کان مثقال حبة من خردل اتینا بها وکفی بنا حاسبین پس جو شخص کہ دنیا مین محبت کرتا تھا اور اسکی توقع جنت اور حور اور قصور کی لذت تھی تو اسکو جنت مین قادر کردیا جاویگا کہ جہان چاہے رہے لڑکون کے ساتھ کھیلے اور عورتون سے مزہ اڑاوے اسکی لذات کا خاتمہ آخرت مین انھین اشیا پر ہو جاویگا اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو محبت مین وہی ملیگا جو اسکا نفس چاہتا ہو اور جس سے اسکی آنکھ کو لذت ہو اور جس شخص کا مقصود صاحب خانہ اور مالک الملک ہوگا اور اسکے دل پر خالص اسکی محبت نے غلبہ کیا ہوگا تو وہ اس مقام مین اتارا جاویگا فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر خلاصہ یہ کہ ابرار تو باغون اور جنتون مین حور اور غلمان کے ساتھ سیر کرینگے اور مقربین دربار عالی مین حاضر رہینگے اور اسی کیطرف اپنی تاک لگائے رہینگے اور اس لذت کے ذرہ بھر کے مقابل بھی تمام جنتون کی آسائشون کو ہیچ جانینگے غرضکہ جو لوگ کہ شہوت شکم اور فرج کے پورا کرنے مین مشغول ہونگے وہ اور ہونگے اور خدائے تعالیٰ کے پاس بیٹھنے والے اور ہونگے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر اہل الجنة البلہ وعلیون لذوی الالباب یعنی اہل جنت اکثر بھولے ہین اور مقام علیون کے مستحق اہل عقل ہین اور از انجاکہ اسمجھ انسان کی معنی علیین کے جاننے سے قاصر تھی اور وہ امر عظیم الشان تھا اسلیے خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وما ادراک ما علیون۔ جیسے قارعہ کے لیے ارشاد فرمایا القارعة ما القارعة وما ادراک ما القارعة اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی محبت مین خائف اور اسکی ہیبت و تعظیم مین دبلا پتلا رہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہین کہ خوف محبت کے مخالف ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اصل یون ہے کہ عظمت کا علم موجب ہیبت کا ہوتا ہے جیسے جمال کا ادراک موجب محبت ہوا کرتا ہے محبین کے لیے مقام محبت مین ایسے خوف ہوتے ہین کہ دوسرون کو نہین ہوتے اور بعض خوف بعض کی نسبت کر زیادہ ہوا کرتا ہے ان خوفون مین اول خوف روگردانی کا ہے اور اس سے زیادہ حجاب کا اور اس سے بھی بڑھکر خوف اپنے پاس سے دور کردینے کا اور حدیث شریف مین جو مذکور ہے کہ مجکو سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا اس سے بھی خوف دوری مراد ہے جسنے سید المحبین کو بوڑھا کیا تھا اور جو اس سورہ مین جابجا وارد ہے الا بعدا لثمود الا بعدا لمدین کما بعدت ثمود اور ظاہر ہے کہ ہیبت بعد کی اور خوف دوری کا اسی کو زیادہ ہوگا جو قرب کا مالوف اور اس سے مانوس ہو اور ضرور ہے کہ بعد کا ذکر مبعدین کے باب مین اگر اہل قرب کے کان پڑیگا تو انکو بوڑھا کردیگا اور جو شخص دوری ہی سے مالوف ہے وہ قرب کیطرف کیون مشتاق ہونے لگا تھا اور جسکو حاشیہ بوسی بساط قرب کی میسر نہین ہوئی وہ بعد کے خوف سے کیون رونے لگا تھا موجب مثل مشہور بندر کیا جانے ادرک کی سار پھر خوف ٹھہر جانے کا اور زیادتی مراتب کے نہ ملنے کا ہوتا ہے ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ درجات قرب کی کچھ انتہا نہین اور بندے پر لازم ہے کہ ہر دم یہی کوشش کرے کہ کچھ قرب اور زیادہ ہو جاوے اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من استوی یوماہ فہو مغبون ومن کان یومہ شرا من امسہ فہو ملعون اور اسیطرح یہ بھی ارشاد فرمایا ہے انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ فی الیوم واللیلة سبعین مرة چونکہ آپ کا قدم راہ سلوک مین ہر وقت پڑتا تھا اور قدم اول بہ نسبت آئندہ کے بعد مین داخل تھا اسلیے آپ استغفار پڑھتے تھے سالکین کے حق مین راہ مین تھک جانا اور غیر محبوب کیطرف توجہ کرنی یہی ایک طرح کا عذاب ہے چنانچہ حدیث قدسی مین وارد ہے کہ شخص عالم جب دنیا کی شہوات کو میری طاعت پر اختیار کرتا ہے تو ادنیٰ سزا اسکی مین یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی لذت اس سے چھین

لیتا ہون حاصل یہ کہ زیادتی درجات کا چھین لینا شہوات کے باعث سے عام سالکون کے حق مین عذاب ہی اور خواص تو زیادتی سے اسیوقت محجوب ہو جاتے ہین کہ صرف دعویٰ یا عجب کرین یا جو مبادی لطف مین سے انپر ظاہر ہوا اسکی طرف میل کرین اور مکر خفی اسیکا نام ہی یہ ایسی چیز ہے کہ اس سے بچنے پر وہی قادر ہوتے ہین جنکے قدم راہ سلوک مین خوب جمے ہوون پھر خوف اس چیز کے جاتے رہنے کا ہی بعد جاتے رہنے کے نملے حضرت ابراہیم بن ادہم سفر کرتے ہوے ایک پہاڑ پر تھے کہ ایک آواز آئی کہ کوئی یہ کہتا ہی **قطعہ**۔

ہم نے بخشے جتنے ہین تیرے گناہ ❊ پر نہین بخشا قصور اعراض کا ❊ فوت جو تجھسے ہوا وہ ہی معاف ❊ فوت جو ہم سے ہوا باقی رہا ❊ اسکو سنکر آپ تڑپے اور بیہوش ہو گئے ایک رات دن ہوش نہ آیا بہت سے حالات آپ پر طاری ہوئے پھر ایک آواز پہاڑ سے سنی کہ اے ابراہیم بندہ ہو جا ابراہیم کہتے ہین کہ مین بندہ ہو گیا اور ہوش مین آیا۔ پھر خوف محبوب سے بے غم ہو جانے کا ہی یعنی عاشق ہمیشہ شوق اور طلب اور حرص مین رہتا ہی اور زیادتی کی طلب مین سستی اور بے پروائی نہین کرتا اور لطف تازہ کا منتظر رہتا ہی پس اگر یہ بات نرہی تو باعث ایک مرتبہ پر ٹھہر جانیکا یا رجعت کا ہوگا اور بیغم ہونا آدمی پر ایسی طرح آتا ہی کہ اسکو خبر نہین ہوتی جیسے بعض اوقات محبت اسیطرح ہو جاتی ہی اسلیے کہ دل کی ان تبدیلیون کے اسباب غیبی ہوتے ہین ممکن نہین کہ آدمی کو اُن پر اطلاع ہو پس جب اللہ تعالیٰ بندے کا توقف اور خرابی چاہتا ہی اس سے بیغمی کو خفیہ رکھتا ہی پس بندہ رجا ہی رجا مین ٹھہر رہتا ہی اور حسن ظن سے دھوکا کھا جاتا ہی یا اسپر غفلت یا ہواے نفسانی یا نسیان غالب ہو جاتا ہی اور یہ سب باتین شیطان کے لشکر ہین جو علم اور عقل اور ذکر و بیان وغیرہ لشکر ملائکہ پر غالب آ جاتے ہین اور جسطرح کہ خدائے تعالیٰ کے اوصاف لطف اور رحمت اور حکمت کے ایسے ہین جو بندے مین ظاہر ہونے پر مقتضی جوش محبت کے ہوتے ہین اسیطرح اسکے اوصاف ایسے بھی ظاہر ہوتے ہین جو موجب بیغمی کے ہوا کرتے ہین مثلاً اوصاف جباری اور عزت اور استغنا کے اور اسطرح کی باتین مقدمات بدبختی اور حرمان کی ہین پھر خوف اسبات کا ہی کہ دل محبت الٰہی سے اسکے غیر کیطرف منتقل ہو جاوے اور اس مقام کا نام مقت یعنے شدت غضب الٰہی ہی اور بیغمی محبوب حقیقی سے اس مقام کا مقدمہ ہی اور اعراض اور حجاب مقدمہ بیغمی کا ہوتا ہی اور تنگی سے دل تنگ ہونا اور دوام ذکر سے دل چرانا اور وظائف و اوراد سے گھبرانا اعراض و حجاب کے اسباب مقدمات ہین اس سے معلوم ہوا کہ ان اشیا کا ظاہر ہونا اسبات کی دلیل ہی کہ آدمی مقام محبت سے مقام مقت مین جا پہونچا نعوذ باللہ منہ اور ہمیشہ ان امور سے خائف رہنا اور شدت سے احتراز کرنا دلیل صدق محبت کی ہی اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہی ظاہر ہی کہ اسکے جاتے رہنے سے ڈرا کرتا ہی تو لازم آیا کہ جو محبوب ایسا ہو کہ اسکا جاتا رہنا ممکن ہو تو محب کو خوف ضرور ہوگا۔ اور بعض عارفین نے فرمایا ہی کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کی عبادت صرف محبت سے بدون خوف کے کرتا ہی وہ بباعث ناز کرنے کے اور زیادہ پاؤن پھیلانے کے ہلاک ہوتا ہی اور جو شخص اس کی عبادت صرف خوف کے طور پر بدون محبت کے کرتا ہی وہ اس سے وحشت ناک اور بعید ہو کر علیحدہ ہو جاتا ہی اور جو شخص اسکی عبادت محبت اور خوف دونون سے کرتا ہی اسکو خدائے تعالیٰ محبوب اور مقرب بناتا ہی اور اسکو قدرت و علم عنایت فرماتا ہی پس محب کو خوف ضرور ہی اور خائف کو محبت لیکن جس شخص پر کہ محبت غالب ہو کہ اسمین خوب پھیل گئی ہو اور خوف تھوڑا سا ہو تو

اسکو کہینگے کہ مقام محبت مین ہے اور اسکی شمار محبین ہی مین ہوگی اور خوف کی آمیزش سکر محبت کو کچھ تسکین دیتی رہیگی اور اگر محبت ومعرفت اور زیادہ ہو جاوین تو طاقت بشری اسکی متحمل نہو گی خوف سے البتہ اسمین اعتدال ور تخفیف ہو جاتی اور دل پر اسکا واقع ہونا آسان معلوم ہوتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ بعض ابدال نے کسی صدیق سے درخواست کی کہ خدائے تعالیٰ سے دعا کیجیئے کہ ایک ذرہ بھر اپنی معرفت مجکو عنایت فرماوے انھون نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی ان بزرگ کا یہ حال ہوا کہ پہاڑون مین سرگردان پھرے عقل حیران اور دل پریشان تھا سات روز تک آنکھین پتھرا گئین نہ اپنے آپ کسی چیز سے نفع پایا نہ ان سے کسی چیز کو فائدہ ہوا صدیق نے خدائے تعالیٰ سے انکے لیے دعا مانگی کہ الٰہی ذرہ بھر معرفت سے کچھ کم کردے انپر وحی ہوئی کہ ہمنے اس کو ذرہ بھر معرفت کا لاکھوان حصہ عنایت فرمایا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب تونے اسکے لیے دعا کی تھی اسیوقت ہمارے لاکھ بندون نے بھی درخواست کی تھی ہمنے انکی دعا قبول کرنے مین تاخیر کی تھی مگر جب تو اس شخص کا سفارشی ہوا اور تیری دعا قبول کی تو انکی بھی دعا قبول فرمائی اور ذرہ بھر معرفت کو لاکھ بندون مین تقسیم کردی جسکا نتیجہ تونے دیکھا صدیق نے عرض کیا کہ اے احکم الحاکمین جسقدر تونے اسکو عنایت فرمایا ہے اسمین سے کم کردے اللہ تعالیٰ نے دس ہزاروان حصہ اس لاکھوین حصے کا رہنے دیا اور باقی کو سلب کردیا تب اسکا خوف ومحبت ور جا ٹھکانے ہوئی اور پریشانی دفع ہوئی اور عارفون کی طرح ہو گیا عارف کا حال ایسا ہے ؎

قریب وجد ومقصودش بعید ست ؛ جدا از جملہ احرار وعبید ست ؛ صفاتش دیگر وعلمش غریب ست ؛ دلش محکم چو الواح حدید ست ؛ بمقصد ہاے او کے پے برد کس ؛ جز آن بینا کہ حال حلق دید ست ؛ ہمیشہ عیدہا دارد درین دیر ؛ ہزاران عید ہر روزش پدید ست ؛ بعید دیگر ست او شاد وخرم ؛ نہ آن عیدے کہ نزدیک تو عید ست ؛ اور حضرت جنید بغدادی چند اشعار متضمن اسرار حالات عارفین کے پڑھا کرتے تھے گو ان اسرار کا ظاہر کرنا جائز ہے مگر آپ اشارہ فرمادیا کرتے تھے انکا ترجمہ یہ ہے اشعار جماعتی ست کہ اہل علوم واسرارند ؛ ز قرب حق بمقامات قدس سیارند ؛ ورود شان نبود جز بمورد عزت ؛ رجوع شان بمقامے کہ خوشتر آنکارند ؛ ہمیشہ ہر سہ غرے گذار شان ز صفات ؛ بحلہ پوشی توحید ناز خوش دارند ؛ مقام شان لیس از زبان برتر از بیان باشد ؛ صلاح نیست کہ احوال ہر زبان آرند ؛ بپوشم انچہ کہ بینم کہ دوست می پوشد ؛ نگویم انچہ قضا وقدر روادارند ؛ بہ بندگان نہ ہم انچہ حق شان نبود ؛ دہم ہر انچہ بتفویض آن سزاوارند ؛ بنام آنکہ خدار است سر نگونی ؛ کہ اہل راز شناسند وباقی اغیارند ؛

اور ان جیسے معارف مین سب لوگون کا شریک ہونا نہین ہو سکتا اور نہ یہ جائز ہے کہ جسکو کسی قدر ان مین سے منکشف ہو جاوین وہ ان لوگون سے کہے جنکو کچھ منکشف نہین ہوا بلکہ اگر سب لوگ اسمین شریک ہوتے تو دنیا خراب ہو جاتی دنیا کی آبادی کے لیے حکمت الٰہی اسی بات کی مقتضی ہے کہ سب پر غفلت رہے اور یہ معارف تو سب کو منکشف ہونے در کنار اگر بالفرض چالیس روز تک سب لوگ حلال کھاوین تب بھی دنیا اجڑ جاوے کہ سب اسکو ترک کردین اور بازار اور معیشت سب بیکار ہو جاوین بلکہ اگر علما حلال کھانے لگین تو اپنی ہی جانون پر مشغول ہو جاوین اور زبانین اور قلم رک جاوین اور علوم جسقدر پھیلے ہوئے ہین ان مین سے بہت کچھ جاتا رہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس چیز مین جو بظاہر بری ہے اسرار وحکمتین رکھین ہین جیسے کہ خبر مین

اسرار و حکمتین ہین اور اسکے اسرار و حکمتون کی کچھ انتہا نہین جیسے کہ اسکی قدرت کی غایت نہین۔ اور ایک علامت محبت یہ ہے کہ محبت کو چھپاوے اور دعویٰ سے اجتناب کرے اور محبوب کی تعظیم کے باعث اظہار وجد و محبت سے احتراز کرے کہ اسکے بھید کو غیر سے کہنے مین اسکو غیرت ہوگی اسلیے کہ محبت بھی محبوب کا ایک بھید ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ دعویٰ مین کبھی ایسی بات بھی منھ سے نکلجاتی ہی کہ اصل بات سے بڑھکر ہو تو یہ بہتان ہوگا اسکا نتیجہ آخرت مین بُرا ہوتا ہی اور دنیا مین بھی جلد مصیبت آتی ہے ہان کبھی عاشق کو نشۂ محبت اتنا ہوتا ہی کہ اس سے مدہوش ہوجاتا ہی اور حال مضطرب ہوتا ہی اسوقت محبت ظاہر ہوجاتی ہی پس اگر اس قسم کا اظہار بدون تکلف اور اختیار کے سرزد ہو تو مجبوری ہی آتش محبت کبھی ایسی مشتعل ہوتی ہی کہ اسکی تاب کسی کو نہین ہے کبھی دل کو بہا دیتی ہی تو اسکا کوئی روکنے والا نہین ہوتا غرض جو شخص کہ راز محبت کے خفیہ رکھنے پر قادر ہی وہ تو یون کہا کرتا ہی **نظم**۔

گرچہ می گویند نزدیک ست دوست ÷ بندہ را لفظے کجا در قرب اوست ÷ در کنارم گر نشنید آفتاب ÷ دیدہ کے گرد ز دیدن بہرہ یاب ÷ نیست جز یادے مرا در دل از و ÷ سوز عشقے در درون حاصل از و ÷ اور جو شخص کہ اس راز کو چھپا نہین سکتا اس سے عاجز ہی وہ یون کہتا ہی ؎ گرچہ رازش را ہمی دارم نگاہ ÷ آشکارا میشود از اشک و آہ ÷ اور یہ بھی کہتا ہی ؎ جبکا دل ہو غیر کے ہمراہ اسکا حال کیا ÷ راز جبکا آنکھ مین ہو کب ہی ممکن لے چھپا ÷ بعض عارفین فرماتے ہین کہ لوگو مین دور تر خدا سے وہ ہوتا ہی جو اسکی طرف اشارہ بہت کرے یعنی ہر ایک چیز مین تکلف اور بناوٹ سے ہر ایک کے سامنے خدا کیطرف اشارہ کرے تو ایسا شخص عاشقین اور خداے تعہ کے واقفین کے نزدیک محب نہین بلکہ مبغوض و ممقوت ہی حضرت ذوالنون مصریؒ اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لے گئے جو اپنی محبت کا ذکر لوگون سے کیا کرتا تھا آپنے اسکو مصیبت مین مبتلا دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص خداے تعہ کیطرف کی چوٹ کی تکلیف معلوم کرتا ہے وہ اس سے محبت نہین رکھتا اس شخص نے کہا کہ لیکن مین یہ کہتا ہون کہ جو شخص اسکی چوٹ سے لذت یاب نہین ہوتا وہ اس سے محبت نہین رکھتا حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ جو شخص اپنے نفس کو اسکا محب مشہور کرتا ہی وہ اس سے محبت نہین رکھتا اس شخص نے استغفار و توبہ کی کہ پھر مین ذکر محبت کسی سے نکرونگا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ محبت الٰہی نہایت مقامات مین سے ہی اسکے ظاہر کرنے مین تو بہتری ہی معلوم ہوتی ہی کیا وجہ ہی کہ اظہار اسکا برا قرار دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ محبت عمدہ چیز ہے اور اسکا خود بخود ظاہر ہونا بھی اچھا البتہ یہ امر برا ہی کہ اسکو بتکلف ظاہر کرے اسلیے کہ ظاہر کرنے مین دعویٰ پایا جاتا ہی اور جتنی بات ہے اس سے زیادہ ظاہر ہونے کی گنجایش ہی حالانکہ سزاوار محبت یہ ہی کہ اسکی پوشیدہ محبت پر اسکے افعال و احوال دال ہون نہ اقوال اور چاہیے کہ محبت ایسی طرح ظاہر ہو کہ اسکو قصد اظہار محبت یا اظہار فعل جو محبت پر دلیل ہو نہو اسکا قصد ہمیشہ یہی رہے کہ حبیب کے سوا اور کسی کو اسکا علم نہو اور جب یہ ارادہ ہو کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہو تو یہ بات محبت مین شرک کہلاتی ہی اور اسمین خلل انداز ہی چنانچہ انجیل مین مذکور ہے کہ جب تو صدقہ کرے تو ایسی طرح صدقہ کر کہ تیرا بایان ہاتھ نہ جانے کہ داہنے ہاتھ نے کیا کیا اسکا بدلہ تجکو علانیہ وہ شخص دیگا جو خفیہ چیزون کو دیکھتا ہی اور جب تو روزہ رکھے تو تو اپنا منھ دھو اور سر مین تیل ڈال تاکہ روزہ کا حال تیرے رب کے سوا دوسرے کو معلوم نہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر کرنا قول اور فعل دونون کا بُرا ہے مگر اس صورت مین کہ نشۂ محبت غالب ہو کر زبان گویا ہوجاوے اور اعضا بے چین ہوجاوین تو اس صورت مین اس شخص پر ملامت نہین

ہوسکتی۔ روایت ہی کہ ایک شخص نے بعض مجنونون سے ایک ایسا امر دیکھا کہ اپنے آپ کو اس مین جاہل پایا اسکا حال حضرت معروف کرخیؒ سے کہا انھون نے تبسم فرماکر فرمایا کہ بھائی خدا کے محب سب قسم کے ہین چھوٹے بھی ہین اور بڑے بھی ہین عاقل ہین اور مجنون پس یہ حال جو تونے دیکھا محبون مین سے مجنونون کا ہے الغرض یہی پر سوچ لینا چاہیے اور محبت کے ظاہر کرنے کی برائی اسوجہ سے بھی ہی کہ محب اگر عارف ہوگا اور احوال فرشتون کی محبت دائمی اور شوق لازمی سے بھی واقف ہوگا جس کے باعث انکا یہ حال وتاہی کہ یسبحون اللیل والنہار لایفترون اور لایعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون تو اپنے نفس اور اظہار محبت سے شرمندہ ہوگا اور جان لیگا کہ مین سب محبون مین سے کمتر ہون خدائے تعہ کی سلطنت مین جتنے اسکے محب ہین میری دوستی سب کی نسبت کمتر ہی۔ بعض مکاشفین بیان کرتے ہین کہ مین نے تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھ مین طاقت تھی کوشش کے ساتھ عبادت کی یہان تک کہ مجکو گمان ہوا کہ خدائے تعہ کے نزدیک میرا کچھ رتبہ ہوا ہوگا اور ان بزرگ نے اپنے مکاشفات اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان مین بیان کرکے آخر مین لکھا ہی کہ مین ایک فرشتونکی صف مین پہونچا جنکی تعداد عدد مخلوقات کے برابر تھی انسے مین نے پوچھا کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم خدائے عزوجل کے محب ہین اسکی عبادت یہان تین لاکھ برس سے ایسی طرح کرتے ہین کہ ہمارے دل وزبان پر سوائے اسکے اور کچھ نہین گذرا تب تو مجکو اپنے عمل سے بہت حیا آئی اور سب اعمال ہیچ ان لوگون کو بخشدیے جو مستحق وعید ہین تاکہ انبر دوزخ مین تخفیف ہو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے نفس کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہی اور اس سے جیسا چاہیے ویسا حیا کرتا ہی تو اسکی زبان دعوے اظہار محبت سے گونگی ہوجاتی ہی ہان اسکے حرکات وسکنات اور ترددات البتہ محبت پر شاہد ہوتے ہین چنانچہ حضرت جنیدؒ اپنے استاد مرشد حضرت سَری کا حال بیان فرماتے ہین کہ ایکبار وہ بیمار ہوئے ہمکو نہ تو سبب انکی بیماری کا معلوم ہوا نہ دوا ہم سے کسی نے ایک طبیب حاذق کا ذکر کیا تو مین انکا قارورہ لے کر اس طبیب کے پاس گیا اسنے قارورہ دیکھا اور بڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر مجھسے کہا کہ یہ قارورہ تو عاشق کا سا معلوم ہوتا ہی مین نے یہ سنکر پچھاڑ کھائی اور بیہوش ہوگیا شیشی میرے ہاتھ سے گرگئی بعد ہوش آنے کے مرشد کی خدمت مین آکر سب حال کہا آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ واقع مین وہ قارورہ بہت خوب پہچانتا ہے مین نے پوچھا کہ کیا قارورہ مین بھی عشق ظاہر ہوجاتا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان قارورے مین بھی ظاہر ہوجاتا ہی اور ایک بار حضرت سریؒ نے فرمایا کہ اگر مین چاہون تو کہدون کہ اسی کی محبت نے میرا پوست ہڈیون پر لگادیا اور بدن کو دبلا کردیا پھر بیہوش ہوگئے بیہوشی سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ نے یہ قول غلبہ وجد مین جسوقت کہ بیہوشی آنے کو تھی بیان فرمایا تھا۔ اور علامت محبت مین سے انس اور رضا بھی ہین جنکا بیان عنقریب آتا ہے یہان تک علامات محبت اور اسکے ثمرات کا بیان ہوا الحاصل تمام دین کی خوبیان اور اخلاق حمیدہ ثمرہ محبت کا ہین اور جس چیز کی ثمر محبت نہین اسکو اتباع ہوائے نفسانی جاننا چاہیے جو رذائل اخلاق مین سے ہی۔ ہان اللہ تعہ کے ساتھ محبت دو قسم کی ہوتی ہی کوئی تو اس سے محبت کرتا ہے کہ اللہ تعالے کا احسان اسپر ہے اور کوئی صرف اس کے جلال اور جمال کے باعث محبت رکھتا ہے گو اس کی طرف کچھ احسان نہو اور

حاشیہ۔ یاد کرتے ہین رات اور دن نہین تھکتے ۱۲ اور حکم عدولی نہین کرتے اللہ کی جو بات ان کو فرمائی اور وہی کرتے ہین جو حکم ہو ۱۲

اسی لیے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ آدمی خداے تعؑ کی محبت مین دو قسم ہین ایک عام اور ایک خاص عوام تو محبت اسلیے کرتے ہین کہ اسکا احسان اور کثرت انعام ہمیشہ دیکھتے ہین پس اسکے الطاف دیکھ کر نہ رہ سکے کہ اس کی محبت نہ کرین مگر ان کی محبت مین کمی بیشی بقدر نعمت واحسان کے ہوتی رہتی ہو اور خواص کو جو دولت محبت ملی ہے تو اللہ جل شانہٗ کی قدر اور قدرت اور علم وحکمت کی عظمت کے باعث اور سلطنت مین یکتا ہونے کی جہت سے ملی ہو یعنے جب انھون نے اس کی صفات کاملہ اور اسماے حسنیٰ کو پہچانا تو بدون محبت نہ رہ سکے اس وجہ سے کہ انکے نزدیک خداے تعالےٰ مستحق محبت ٹھہرا گو ان سے تمام نعمتون کو برطرف کر دیا ہو ہان لوگون مین بعض ایسے ہین کہ وہ اپنی ہواے نفس اور دشمن خدا ابلیس لعین سے تو محبت رکھتے ہین اور باوجود اسکے اپنے جی مین جہالت اور مغالطے سے دھوکا کھاکر گمان کرتے ہین کہ ہم اللہ تعؑ کے محب ہین حالانکہ ان مین ان علامات محبت مین سے کوئی نہین پائی جاتی اور اگر ہوتی ہو تو نفاق اور ریا اور شہرت کے باعث ہوتی ہے اور انکی غرض اس سے حظ دنیاوی کا ملنا ہوتا ہو اور زبان سے اسکے خلاف ظاہر کرتے ہین جیسے بُرے عالم اور قاری یہ لوگ خداے تعؑ کی زمین مین اسکے دشمن ہین۔ حضرت سہل تستریؒ جب کسی شخص سے گفتگو کرتے تو اے دوست کہکر کرتے ان سے کسی نے کہا کہ آپ یہ کلمہ کیسے کہا کرتے ہین کبھی یہ بھی تو ہو سکتا ہو کہ مخاطب دوست نہو آپنے سائل کے کان مین چپکے سے کہدیا کہ دو حال سے خالی نہین یا ایماندار ہوگا یا منافق صورت اول مین خدا کا دوست ہوگا اور دوسری صورت مین شیطان کا اور ابو تراب نخشبی نے علامات محبت مین کچھ اشعار لکھے ہین جنکا ترجمہ یہ ہو **نظم** زرق بگذار گر ترا پند ست ؛ بہر عاشق علامتے چند ست ؛ زان میان این بود کہ بے تعیین ؛ ذوق ہر تلخ باشدش شیرین ؛ گر بلاے رسد ز حضرت دوست ؛ انچہ از دوست می رسد نیکوست ؛ زان میان آنکہ شورش افزاید ؛ گر ملامت ز ہر طرف آید ؛ زان میان انیکہ دل بود پُر خون ؛ لیک خندان نماید از بیرون ؛ زان میان انیکہ طبع معنی رس ؛ وقت گفتار دوست سازد و بس ؛ زان میان انیکہ با کس وناکس ؛ نہ زند جز بحرف دوست نفس ؛ اور یحییٰ بن معاذؒ نے اسی باب مین اس مضمون کے اشعار لکھے ہین ؎ زان میان انیکہ چپت و ژندہ ببر ؛ بر لب آب آیدت بہ نظر ؛ زان میان این بود کہ در شب تار ؛ نالہ وا ز فراق گر بد زار ؛ زان میان انیکہ آیدت بہ نظر ؛ در جہاد و مثال آن بہ سفر ؛ زان میان انیکہ حرص دار فنا ؛ در دل فارغش نہ گیرد جا ؛ زان میان انیکہ چینے از احیان ؛ گر خطاے رود بود گریان ؛ زان میان انیکہ گیرد این دستور ؛ کہ سپارد بدوست جملہ امور ؛ زان میان انیکہ تن دہد برضا ؛ ہر چہ بر وے رسد ز حکم قضا ؛ زان میان انیکہ چہرہ اش چون باغ ؛ باشد و قلب مثل لالہ بداغ ؛ **گیارھوان بیان** معنی انس کے خداے تعؑ کے ساتھ۔ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ انس اور خوف اور شوق آثار محبت مین سے ہین مگر یہ آثار محبت بہ اعتبار غلبۂ کیفیت وقت اور اسکی نظر کے مختلف ہوا کرتے ہین تو جس صورت مین کہ محب پر یہ کیفیت غالب ہو کہ حجابہاے غیب سے لیکر منتہاے جمال تک تاک لگائے ہو اور کنہ جلال کے واقف ہونے سے اپنا قاصر ہونا سمجھ گیا ہو تو اسوقت دل اسکی طلب مین برانگیختہ ہوتا ہو اور اسکی طرف جوش مارتا ہو تو یہ دل کا ابھار ہے

امر غالب کیطرف ہوتا ہی اسکو شوق کہتے ہین اور جس صورت مین کہ محب پر قرب کی خوشی اور جو کچھ کشف ہوا ہے اس کے باعث مشاہدۂ حضوری غالب ہو اور اسکی نظر صرف مطالعہ اس جمال پر مقصور ہو جو اسکو مکشوف ہوا ہی اور قوت مدرکہ کے پاس موجود ہی اور جو چیز کہ ابتک حاصل نہین ہوئی اسکی طرف التفات ہی نہین کرتا تو جس چیز کو دیکھتا ہی اس سے دل کو ایک سرور ہوتا ہے اس سرور کو انس کہتے ہین اور اگر محب کی نظر عزت اور استغنا اور بے پروائی وغیرہ صفات محبوب پر ہو اور امکان زوال اور دور ہوجانے کا بھی پیش نظر ہو تو ان امور کے جاننے سے دل مین رنج ہوتا ہی پس اسطرح دلکا دردمند ہونا خوف کہلاتا ہی غرض یہ حالتین اپنے اپنے ملاحظات کی تابع ہین اور یہ ملاحظات ایسے اسباب سے پیدا ہوتے ہین جو ان ملاحظون کے مقتضی ہین اور انکا حصر ممکن نہین۔ حاصل یہ کہ انس کے معنی یہ ہین کہ مطالعۂ جمال سے دلکو سرور اور خوشی ہو یہانتک کہ یہ سرور جسوقت غالب ہو اور جو چیز کہ غائب ہی اسکا لحاظ نہ رہے اور خطر زوال بھی دل پر راہ نہ پاوے تو اس سرور مین کمال درجے کی لذت اور راحت ہوگی اور یہی وجہ تھی کہ جب ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم مشتاق ہو انھون نے جواب دیا کہ شوق تو غائب چیز کیطرف ہوا کرتا ہی جب غائب حاضر ہوجاوے تو شوق کس چیز کیطرف رہے اس جواب سے پایا جاتا ہی کہ بزرگ مذکور کو جسقدر حاصل ہوا تھا اسکی خوشی مین اتنا ڈوبے تھے کہ جو کچھ مدارج زیادتی الطاف کے باقی رہے تھے انکی طرف بالکل التفات نہ تھا۔ اور جس شخص پر حالت انس غالب ہوتی ہی اسکا میل صرف تنہائی اور خلوت کیطرف ہوا کرتا ہی چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم پہاڑ سے اترے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے تشریف لاے فرمایا کہ انس باللہ سے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ خدا کے ساتھ انس کرنے کو غیر سے وحشت کرنی لازم ہی بلکہ جو امر مانع خلوت سے ہوتا ہی وہ دل پر سب سے زیادہ گران گذرتا ہی چنانچہ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خداوند عالم سے کلام کیا تو چند روز تک یہ نوبت ہوگئی کہ جب آدمی کی گفتگو سنتے بیہوش ہوجاتے اسلیے کہ محبت کے باعث کلام محبوب کا اور اسکا ایسا شیرین ہوجاتا ہی کہ دوسری چیز کی حلاوت دل سے نکل جاتی ہے اور اسیوجہ سے بعض حکما نے اپنی دعا مین یہ کلمات فرماے تھے کہ اے وہ شخص کہ اپنے ذکر سے مجکو مانوس کیا اور اپنی خلقت سے مجکو وحشت دی اور حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ اے داؤد میرا ہی مشتاق ہو اور مجھسے ہی انس کرو اور میرے غیر سے متنفر ہو اور حضرت رابعہ بصریہ سے پوچھا کہ تمکو یہ مرتبہ سلوک کا کیسے ملا فرمایا کہ بے فائدہ امور کو مین نے ترک کیا اور اس ذات سے جو قدیم ازلی ابدی ہی انس حاصل کیا اور عبدالواحد بن زید کہتے ہین کہ مین ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم کو تنہائی بہت پسند ہی اس نے جواب دیا کہ میان صاحب اگر تم تنہائی کا مزہ چکھو تو اپنے نفس سے بھی نفرت کرنے لگو تنہائی ہی تو عبادت کی جڑ ہی مین نے پوچھا کہ کم سے کم تنہائی کا فائدہ تمکو کیا ہی اسنے کہا لوگون کی خوشامد سے راحت اور ان کے شر سے محفوظ رہنا پھر مین نے کہا کہ آدمی انس باللہ کی حلاوت کب پاتا ہی اسنے کہا کہ جب محبت صاف اور معاملہ خالص ہو مین نے پوچھا کہ محبت صاف کب ہوتی ہی اسنے کہا کہ جب سب فکرین طاعت مین آکر ایک ہوجاوین اور کوئی باقی نہ رہے اور بعض حکما کا قول ہی کہ لوگون سے تعجب ہی کیسے وہ تجھسے بدل چاہتے ہین یعنی تیری عوض دوسری چیزین مصروف ہین اور دلون سے یہ تعجب ہی

کہ وہ تجھکو چھوڑ کر تیرے غیر سے کسطرح مانوس ہوے ہین اب جاننا چاہیے کہ انس باﷲ کی علامت خاص یہ ہے کہ لوگون کی صحبت سے دل تنگ ہو اور ان مین ٹھہراوے یاد الٰہی کی شیرینی کا حریص بہ شدت ہو اس صورت مین اگر وہ ملے جلے گا تو ایسا ہوگا جیسے کوئی جماعت مین اکیلا ہو اور خلوت مین مجتمع اور وطن مین مسافر اور سفر مین مقیم اور غائب ہونے کی حالت مین موجود اور مجمع مین غائب کہ بدن سے تو ملا جلا ہے اور دل سے علٰحدہ شیرینی ذکر مین ڈوبا ہوا چنانچہ حضرت علی کرم اﷲ وجہہ ایسے لوگون کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ ایسے لوگ ہین جن پر حقیقت امر کا علم ہجوم کر گیا ہے یقین کی آسایش سے بہرہ مند ہوے ہین اور جس چیز کو اہل دولت نے مشکل جانا ہے اسکو وہ آسان سمجھتے ہین اور اس ذات سے انس حاصل کیا ہے جس سے جاہل نے وحشت اختیار کی ہے دنیا کا ساتھ صرف اپنے بدن سے کیے ہین اور انکی روحین محل اعلیٰ مین لگی ہین یہ لوگ خداے تعہ کے نائب اسکی زمین مین اور اسکے دین کیطرف بلانے والے ہین۔ یہانتک معنی انس کے اور اسکی علامت اور دلیلین ہو چکین اور بعض متکلمین اسباب کے قائل ہین کہ انس اور شوق اور محبت کچھ بھی نہین اور اسکی وجہ اپنے گمان مین انھون نے یہ رکھی ہے کہ محبت وغیرہ سے تشبیہ پائی جاتی ہے جو خداے تعہ کی شان اعلیٰ کے لائق نہین اور انکو یہ معلوم نہین کہ جن باتون کا جمال بصیرت سے معلوم ہوتا ہے انکی خوبصورتی بہ نسبت آنکھ کی محسوس چیزون کی خوبصورتی کے کامل تر ہے اور اہل دل پر لذت معرفت اول قسم کی غالب تر ہوتی ہے منکرین محبت مین سے ایک احمد بن غالب معروف بہ غلام خلیل ہے کہ حضرت جنید بغدادی رح اور حضرت ابو الحسن نوری وغیرہما پر محبت و شوق و عشق کا منکر تھا اور بعض لوگ مقام رضا کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ صبر کے سوا اور کوئی مقام رضا نہین ہو سکتے اور یہ سب کلام کم فہمون کا ہے جو مقامات دین سے پوست کے سوا کچھ نہین جانتے اور ان کے گمان مین بجز پوست کے اور کسی چیز کو موجود نہین سمجھتے یعنی صرف محسوسات کے وجود کے قائل ہین اور محسوسات اور خیالات دین کے طریق مین پوست ہین مغز انکے بعد ہے جو مطلوب ہے۔ جو شخص اخروٹ سے چھلکے ہی کو جانتا ہے اسکے گمان مین وہ سب لکڑی ہے اور اس مین سے تیل نکلنا اسکے عندیے مین محال ہے مگر وہ شخص معذور ہے اور اسکا عذر قابل پذیرائی نہین

نظم

شان اہل انس شانے دیگرست ❊ آن عزیزان را نشانے دیگرست ❊ انس حق شایان ہر بطال نیست ❊ کاین طریق حیلۂ محتال نیست ❊ لائق انس ونید اہل وفا ❊ کار ایشان نیست جز صدق و صفا ❊

بارھوان بیان۔ اس انبساط اور ادلال کے معنون مین جو غلبۂ انس کے باعث ہوجایا کرتا ہے واضح ہو کہ انس جب دائمی اور غالب اور مستحکم ہو جاتا ہے اور شوق کا قلق اور تغیر اور حجاب کا خوف اسکو مکدر اور منغص نہین کرتا تو اسطرح کا انس ایک انبساط اور کشادگی اقوال اور افعال اور خداے تعہ کی مناجات مین پیدا کرتا ہے اور بعض اوقات بظاہر برا ہوتا ہے اسوجہ سے کہ متضمن جرأت اور قلت ہیبت کا ہوتا ہے مگر جو شخص کہ مقام انس مین مقیم ہوتا ہے اس سے وہ کشادگی برداشت کر لی جاتی ہے اور جو اس مقام مین مقیم نہین اور فعل و کلام مین انس والون کی مشابہت کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور قریب بہ کفر ہو جاتا ہے اس کی مثال مناجات برخ اسود کی ہے جسکے باب مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اس سے درخواست کرو کہ بنی اسرائیل کے لیے

باران رحمت کی دعا مانگے اور اسکا قصہ اسطرح ہو کہ جب بنی اسرائیل مین سات برس خشکی اور قحط سالی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار آدمیون کو ساتھ لیکر مینھ کے واسطے دعا کرنے کو نکلے اور دعا مانگی اللہ جل شانہ نے انپر وحی بھیجی کہ مین ان لوگون کی دعا کیسے قبول کرون انکے گناہ انپر چھا گئے ہین باطن کے خبیث ہین بدون یقین کے مجھسے دعا مانگتے ہین میرے عذاب سے نڈر ہین تو میرے ایک بندے کے پاس جا جسکو برخ کہتے ہین اسکو کہدے مینھ کے واسطے باہر نکلکر دعا کرے تاکہ مین قبول کرون حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو برخ کا حال لوگون سے پوچھا تو کسی نے نہ بتایا ایک روز آپ راہ مین چلے جاتے تھے دیکھین تو ایک غلام حبشی سامنے سے آتا ہو اور اسکی دونون آنکھون کے بیچ مین سجدے کی خاک لگی ہوئی ہے اور گلے سے ایک چادر بندھی ہوئی ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکو نور الٰہی سے پہچانا اور نام پوچھا اسنے کہا کہ میرا نام برخ ہے آپ نے فرمایا کہ ہم تو مدت سے تمہاری تلاش مین ہین ہمارے ساتھ چلو اور باران رحمت کے لیے دعا مانگو وہ آپ کے ساتھ نکلا اور اسطرح دعا مانگی کہ الٰہی نہ تو یہ تیرا کام ہو نہ یہ تیرا حلم اور تحمل کیا سوجھی ہو جو خشکی کر رکھی ہو کیا تیرے پاس کے چشمے گھٹ گئے ہین یا ہوائین تیری اطاعت سے منحرف ہین یا جو تیرے یہان چیز ہو وہ نبڑ گئی ہو یا گناہگارون پر تیرا غصہ سخت ہوگیا ہو کیا خطاوارون کے پیدا کرنے سے پہلے تو غفار نہین تھا تو نے ہی تو رحمت کو پیدا کیا اور مہر کا حکم دیا کیا اب ہمکو یہ دکھاتا ہو کہ تجھ تک کسی کی رسائی نہین یا جلد سزا اسلیے دیتا ہے کہ کہین مخلوق تجھسے بھاگ نہ جاوے اسیطرح کی باتین کہتا رہا یہانتک کہ پانی برسنا شروع ہوا اور بنی اسرائیل تر ہو گئے اور گھاس خدا کے حکم سے جمنا شروع ہوئی اس زور سے ابھری دو پہر مین زانون تک پہنچ گئی اسکے بعد برخ واپس آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اسکو ملے تو کہا کہ کیون مین اپنے رب سے کیسا جھگڑا اور اسنے میرے ساتھ کیسا انصاف کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسپر قصد کیا تو خدائے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ برخ مجھسے دن مین تین بار ہنستا ہے[عہ] اور حضرت حسن رض سے روایت ہو کہ بصرے مین ایک بار چند چھپر آگ سے جل گئے انکے بیچ مین ایک چھپر باقی رہ گیا اسوقت حضرت ابو موسے رض بصرے کے سردار تھے آپ کو اس حال کی جو خبر ہوئی تو اس چھپر کے مالک کو بلوایا دیکھا تو ایک بیر مرد تھا آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہو کہ تمہارا چھپر نہ جلا انھون نے کہا کہ مین نے خدائے تعالیٰ کو قسم دیدی تھی کہ اسکو نہ جلاوے حضرت ابو موسیٰ رض نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ میری امت مین ایسے لوگ ہونگے جن کے سرون کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے ہونگے مگر وہ لوگ اگر خدائے تعالیٰ کو کچھ قسم دینگے تو اللہ تعالیٰ انکو سچا کر دیگا اور یہ بھی انھین سے روایت ہے کہ بصرے مین ایکبار آگ لگی تو ابو عبیدہ خواص تشریف لائے اور آگ پر چلنے لگے حاکم بصرہ نے ان سے عرض کیا کہ دیکھیے آپ جل نہ جائین آپ نے فرمایا کہ مین نے خدائے تعالیٰ کو قسم دے دی ہے کہ مجکو آگ سے نہ جلاوے حاکم نے عرض کیا کہ تو پھر آگ کو بھی قسم دیجیے کہ بجھ جاوے آپ نے آگ کو قسم دی وہ بجھ گئی اور ایک روز ابو حفص رح چلے جاتے تھے سامنے سے ایک روستائی آیا جسکے ہوش ٹھکانے نہ تھے آپ نے اس سے پوچھا کہ تجھپر کیا مصیبت پڑی ہے اسنے کہا کہ میرا گدھا کھو گیا ہو اور اسکے سوا میرے پاس اور نہین یہ سنکر آپ ٹھہر گئے اور جناب باری مین عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت و جلال

[عہ] اصل مین بقطعی ہو جسکے معنی یہ ہین کہ دن مین تین بار ہنستا ہو بزار احمد ابن ابی الدنیا در کتاب الاولیاء سند مین انقطاع اور جہالت ہو ۱۲

کی مین ایک قدم بھی نہ چلونگا جبتک تو اس شخص کا گدھا اسکے پاس نہ پہونچاویگا آپ کا یہ کہنا تھا کہ اسی وقت گدھا آموجود
ہوا اور آپ وہان سے آگے بڑھے پس اسطرح کے معاملات انس والون سے ہوا کرتے ہین دوسرے کو نہین پہونچتا
کہ ان لوگون جیسا بنجاوے. حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہین کہ انس والے اپنے کلام مین اور خلوتون کی مناجات مین ایسے
امور کہتے ہین کہ وہ عوام کے نزدیک کفر ہوتے ہین اور ایک بار یہ فرمایا کہ ان کو اگر عوام سُنلین تو انس والون کو کافر کہنے لگین
حالانکہ انکو اپنے حالات مین ان امور سے ترقی معلوم ہوتی ہے اور انسے ان کی برداشت بھی کی جاتی ہے اور انھین کو وہ امور زیبا بھی
ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس نظم مین سہ قومی از جملہ خلق ممتاز ندہ کہ بمولاے خویش می نازند؛ چہ عجب گر جق بنازد کس؛
بندہ بر قدر خواجہ نازد وبس؛ در گذشتند از ہمہ اغیار؛ بعد دیدار او زہے دیدار؛ اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو کہ ایک ہی
بات پر خداے تعا ایک بندے سے راضی ہوا اور دوسرے سے ناراض بشرطیکہ ان دونون کے مقامات مختلف ہون
اسلیے کہ اگر آدمی کو فہم وبصیرت ہو تو قرآن مجید مین اس باب مین بہت سے اشارات ہین تمام قصے قرآن شریف
کے اہل بصیرت کے نزدیک تنبیہات اور اشارات ہین کہ ان سے عبرت پکڑین گو مغالطے مین رہنے والون کے
نزدیک وہ کہانیان ہین مثلاً اول قصہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا ہے دیکھو کہ معصیت اور مخالفت مین دونون شریک ہین
مگر ابلیس اسی معصیت سے رحمت سے دور ہوا اور دوام کو طوق لعنت اسکی گردن مین پڑا اور حضرت آدم علیہ السلام کے حق مین ارشاد
ہوا وعصیٰ آدم ربہ فغوی ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بندے کیطرف متوجہ ہونے اور دوسرے
سے اعراض کرنے مین عتاب فرمایا اگرچہ بندگی مین دونون برابر تھے مگر حال مین مختلف تھے چنانچہ ارشاد فرمایا واما من جاءک یسعیٰ وہو
یخشیٰ فانت عنہ تلہی اور دوسرے کے باب مین فرمایا اما من استغنیٰ فانت لہ تصدیٰ اسیطرح ایک لوگون مین آپ کو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا
چنانچہ ارشاد ہے واذا جاءک الذین یومنون بآیاتنا فقل سلام علیکم اور فرمایا واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون
وجہہ اور دوسرون سے اعراض کرنے کو حکم دیا اور فرمایا واذا رایت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنہم حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیرہ
واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین اسیطرح کھل کھیلنا اور ناز بھی بعض بندون سے برداشت کیا جاتا
ہے اور بعض سے نہین کیا جاتا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالت انس کے انبساط مین عرض کیا تھا ان ہی الا فتنتک تضل
بہا من تشاء وتہدی من تشاء اور جب انکو حکم ہوا کہ اذہب الیٰ فرعون یعنی فرعون کے پاس جا تو اسکے جواب مین بطور عذر عرض کیا
ولہم علی ذنب فاخاف ان یقتلون اور انی اخاف ان یکذبون اور یضیق صدری ولا ینطلق لسانی اور انا نخاف ان یفرط علینا
او ان یطغیٰ اور اس طرح کے اقوال سواے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور سے سرزد ہونے داخل بے ادبی ہین اسلیے

ف۱ اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا پھر نوازا اسکو اسکے رب نے پھر متوجہ ہوا اور راہ پہ لایا ۱۲ ف۲ اور جو آیا تیرے پاس دوڑتا اور وہ ڈرتا ہے
سو تو اس سے تغافل کرتا ہے ۱۲ ف۳ اور وہ جو پروا نہین کرتا سو تو اسکی فکر مین ہے ف۴ اور جب آوین تیرے پاس ہماری آیتین ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر ۱۲ ف۵
اور تھام رکھ آپ کو انکے ساتھ جو پکارتے ہین اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہین اسکے منھ کے ۱۲ ف۶ جب تو دیکھے کہ وہ لوگ کہ بکتے ہین ہماری آیتون مین تو ان سے

کہ جو شخص مقام انس مین مقیم ہوتا ہو اسکے ساتھ نرمی برتی جاتی ہو اور اسکی ناز برداری کیجاتی ہو دیکھو حضرت یونس علیہ السلام کہ مقام قبض اور ہیبت مین تھے انسے اس سببھی کذرات برداشت نہ کی گیئی اور اسکی سزا یہ ہوئی کہ مچھلی کے پیٹ مین تین اندھیرون کے اندر قید کیے گئے اور قیامت تک انکے حق مین یہ منادی ہوگئی لولاان تدارکہ نعمۃ من ربہ لنبذ بالعراء وہو مذموم حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ عراسے مراد قیامت ہو اور ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو انکی اقتدا سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا فاصبر لحکم ربک ولاتکن کصاحب الحوت اذ نادی وہو مکظوم اور یہ اختلافات کچھ تو احوال و مقامات کے اختلاف کے باعث ہوتے ہین اور کچھ اسوجہ سے کہ ازل مین بندون کو ایک دوسرے پر فضل دیا گیا ہو اور قسمت مین تفاوت رکھا گیا ہو چنانچہ اللہ تعہ ارشاد فرماتا ہے ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض اور فرمایا منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات حضرت عیسیٰ علیہ السلام انھین انبیا مین سے ہین جن کو فضل مرحمت ہوا اسلواسطے انھون نے اپنے نفس پر سلام کیا اور یون کہا والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاً یعنی جبکہ آپ نے مقام انس مین لطف کا مشاہدہ فرمایا تو انبساط اور ناز کے طور پر یہ کلمات فرمائے بخلاف حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جو مقام ہیبت اور حیا مین مقیم تھے انھون نے اپنے آپ کچھ نہ فرمایا یہانتک کہ ان کے پروردگار نے ان کی تعریف مین ارشاد فرمایا وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے جو معاملہ انسے کیا وہ کس طرح برداشت کر لیا گیا بعضے علما فرماتے ہین کہ مین نے اذ قالو الیوسف واخوہ احب الی ابینا منا سے لیکر کانوا فیہ من الزاہدین تک کچھ اوپر چالیس خطائین شمار کین جن مین سے بعض بعض سے بڑی ہین اور ایک کلمے مین تین اور چار جمع ہین مگر انکی خطائین معاف کی گئین اور حضرت عزیر علیہ السلام نے صرف ایک سوال تقدیر کا کیا تھا انسے درگذر نہ کی گئی یہانتک کہ انکے حق مین کہا گیا کہ دفتر نبوت سے محو کیے گئے اسیطرح بلعام بن باعورا بڑے علما مین سے تھا اسنے دنیا دین کے عوض مین کھائی اس سے درگذر نہ کی گئی اور آصف بھی مسرفین مین سے تھا اور اسکی معصیت متعلق بہ اعضائے ظاہری تھی اسکا قصور معاف ہوا چنانچہ روایت ہو کہ اللہ تعہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے سردار عابدین اور اے پسر ہادی زاہدین تیری خالہ کا بیٹا آصف کبتک میری نافرمانی کریگا مین اس سے بار بار حلم کرتا ہون قسم ہو اپنی عزت و جلال کی اگر کوئی جھوکا میری آندھیون مین سے اسکو آئیگا تو اسکے ساتھ والون کے لیے اسکو عبرت اور اسکے بعد والون کے لیے عذاب کر چھوڑونگا جب آصف خدمت اقدس حضرت سلیمان علیہ السلام مین حاضر ہوے تو آپ نے وحی کا حال انسے کہا وہ وہان سے اٹھکر باہر گئے اور ایک اونچے ٹیلے ریگ پر بالو کے خر جھکر اپنا منھ اور ہاتھ آسمان کیطرف اٹھائے اور عرض کیا کہ الٰہی تو تو ہو اور مین مین ہون اگر تو مجکو توبہ نہ نصیب کریگا تو مین توبہ کیسے کر سکتا ہون اور اگر تو مجکو نہ بچاویگا تو مین کسطرح بچ سکتا ہون اگر تو مجکو باز نہ رکھیگا تو مین دوبارہ خطا کرونگا پس اللہ تعہ نے انپر وحی بھیجی کہ تو سچ کہتا ہو اے آصف تو تو ہی ہو اور مین مین ہی ہون تم توبہ کی طرف متوجہ ہو مین نے تیری توبہ قبول کی اور مین توبہ عنایت کرنے والا اور رحمت والا ہون یہ کلام آصف کا ایسا ہی تھا جیسے کوئی ناز سے کہتا ہے اور خدائے تعہ سے اسی کی طرف بھاگتا ہو اور اسکے باعث اسی کو تاکتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہو کہ اللہ تعہ نے ایک بندے پر جو کنارۂ ہلاک پر پہونچ گیا تھا اسکے بچانے کے لیے وحی بھیجی کہ تو نے

بہت سے ایسے گناہ میرے سامنے کیے کہ انسے کمتر مین مین نے ایک امت کی امت کو تباہ کردیا مگر تجھکو معاف کردیا غرضکہ خداے تعالے کامعاملہ نبدہ ن کی تفضیل اور تقدیم اور تاخیر مین اسکی مشیت ازلی سے اسطرح ہوا کرتا ہے اور قرآن مجید مین جو قصے وارد ہین تو اسی غرض سے ہین کہ آدمی کو خداوند کریم کا معاملہ پہلے لوگون کے ساتھ معلوم ہوجاوے قرآن مجید مین جو کچھ ہے وہ ہدایت اور نور اور شناخت ہے کبھی تو خلق کو اپنی تقدیس کی شناخت ارشاد فرماتا ہے اسطرح کہ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد اور کبھی ان کو اپنی صفات جلال سے شناخت کراکر فرماتا ہے الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر اور کبھی انکی شناخت اپنے افعال پر خوف ورجا ہونے کے لیے اپنا معاملہ انبیا اور اپنے اعدا کے ساتھ بیان فرماتا ہے جیسے الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد اور الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل او رقرآن مین ان تین اقسام کے سوا اور کچھ نہین یعنی یا ارشاد معرفت ذات اور اسکی تقدیس کا ہے یا معرفت اسکی صفات اور اسماکی بیان ہے یا ذکر معرفت افعال اور معاملات کا بندہ ن کے ساتھ مذکور ہے اور از انجا کہ سورۂ اخلاص ان تین اقسام مین سے ایک قسم یعنی تقدیس کی متضمن ہے اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو قرآن مجید کا سوم حصہ ارشاد فرمایا چنانچہ فرمایا من قرء سورة الاخلاص فقد قرء ثلث القرآن اور اس سورہ کے تقدیس پر متضمن ہونے کی یہ وجہ ہے کہ غایت تقدیس اسمین ہے کہ تین باتون مین یکتا ہو اول تو یہ کہ اس سے اسکا مثل موجود نہوا ہو اسپر کلمۂ لم یلد دلالت کرتا ہے دوم یہ کہ خود اپنے مثل ونظیر سے حاصل نہوا ہو اسپر کلمۂ ولم یولد دلالت کرتا ہے تیسرے یہ کہ باوجود اسکے اصل وفرع نہونے کے یہ امر بھی ہو کہ اسکے درجے مین کوئی اسکا مثل نہو اسپر کلمہ ولم یکن لہ کفوا احد دلالت کرتا ہے اور یہ تینون باتین اس ایک کلمہ مین آگئین قل ہو اللہ احد اور ساری سورت تفصیل کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کی ہے پس یہ اسرار قرآن مجید کے ہین اور اسطرح کے اسرار بے انتہا ہین چنانچہ اللہ تعہ خود ارشاد فرماتا ہے ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین اور اسی وجہ سے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے کہ قرآن کے علوم کی بحث کرو اور اسکے عجائب تلاش کرو کہ اسمین علم اگلون اور پچھلون کا ہے اور واقع مین انکا قول درست ہے اسرار قرآنی کو وہی جانے جو اسکے ایک ایک کلمے کو خوب غور کرے اور فہم بھی صاف ہو اور یاری دے یہانتک کہ اسکو ثابت ہوجاوے کہ بیشک یہ کلام جبار قہار ملیک قادر کا ہے اور حد طاقت بشری سے خارج ہے اور اکثر اسرار قرآنی قصص اور اخبار کے ہی ضمن مین ہین تو مرد عاقل کو چاہیے کہ انکے استنباط کا حریص ہو تاکہ اسپر عجائب قرآنی مین سے وہ امور منکشف ہون جنکے سامنے اور علوم مزخرفہ کو ہیچ جانے جو کلام مجید سے خارج ہین -

دوسری فصل خداے تعہ کے حکم پر راضی ہونے کے معنی اور رضا کی حقیقت اور اسکی فضیلت کے ذکر مین واضح ہو کہ رضا محبت کے ثمرات مین سے ایک ثمرہ ہے اور مقربین کے اعلے مقامات مین سے ہے اور اسکی حقیقت اکثر لوگون پر مخفی ہے اور جو کچھ اسپر تشابہ اور ابہام آجاتا ہے وہ اور ون پر نہین کھلتا بدون ان لوگون کے جنکو خداے تعہ نے تاویل کا علم وفہم دیا ہے اور دین کی سمجھ عنایت فرمائی ہے منکر تو مانتے ہی نہین کہ جو چیز مخالف اپنی خواہش کے ہو اسپر رضا کیسے ہوسکتی ہے اور کہتے ہین کہ اگر بدینوجہ کہ یہ فعل الٰہی ہے ہر چیز پر رضا ہوسکتی ہے تو چاہیے کہ آدمی کفر اور معصیت پر بھی راضی ہوا کرے اور کچھ لوگ ایسے مغالطے مین پڑ گئے انکا اعتقاد یہی ہوگیا کہ فسق وفجور پر راضی ہونا اور اعتراض وانکار نہ کرنا یہ بھی خداے تعہ کے حکم ماننے مین داخل ہے اور اگر یہ اسرار صرف احکام ظاہری کے سنتے ہی آدمی پر کھل جایا

کرتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباسؓ کے حق مین یہ دعا نہ مانگتے کہ اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل اسلیے ضرور ہوا کہ ہم فضیلت رضا کی اور حکایات راضی شخصون کی اور رضا کی حقیقت اور مخالف خواہش کے اسکا ممکن ہونا بیان کرین اور آخر کو لکھین کہ بعض امور ایسے ہین جو رضا کی تمامی مین خیال کیے جاتے ہین مثلاً دعا نہ کرنا اور معاصی پر سکوت کرنا حالانکہ وہ رضا مین نہین ہین اور اس فصل مین پانچ بیان ہین

پہلا بیان رضا کی فضیلت مین

رضا کی فضیلت جو آیات مین وارد ہے وہ یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور فرمایا ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اور منتہائے احسان یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہو اور یہ اس صورت مین ہوتا ہے کہ بندہ خدائے تعالیٰ سے راضی ہو اور فرمایا ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان من اللہ اکبر اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو جنات عدن سے بڑھکر فرمایا جیسا دوسری جگہ اپنے ذکر کو نماز سے بڑھکر ارشاد فرمایا ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر پس جسطرح کہ نماز مین جس ذات کا ذکر ہوتا ہے اسکا مشاہدہ نماز کی نسبت کر زیادہ ہے اسیطرح رضا مالک جنت کی جنت کی نسبت اعلیٰ اور اشرف ہے بلکہ وہی غایت مطلوب جنت کے باشندون کی ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ خدائے تعالیٰ ایمان دارون کے لیے تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ مجھسے سوال کرو وہ لوگ عرض کرینگے کہ تیری رضا چاہتے ہین پس بعد دیدار کے رضا کا سوال کرنا نہایت درجے فضیلت رضا کے لیے معلوم ہوتی ہے اور بندے کی رضامندی کی حقیقت ہم عنقریب ذکر کرینگے یہان ذکر رضائے الٰہی کا بندے سے ہے اور وہ اسی معنی کے قریب ہے جو خدائے تعالیٰ کی محبت مین بندے کے ساتھ ہم لکھ آئے ہین اسکی حقیقت کو کھول دینا جائز نہین اسلیے کہ خلق کی سمجھ اسکے ادراک سے قاصر ہے اور جو شخص اسپر قادر ہوتا ہے اسکو دوسرے کے تبلانے کی ضرورت نہین آپ ہی آپ اس کی حقیقت اسکو معلوم ہوجاتی ہے حاصل یہ کہ خدائے تعالیٰ کی طرف نظر کرنے سے بڑھکر کوئی رتبہ نہین اور یہ جنت والون نے جو رضا کی درخواست کی تو اسکی وجہ یہی تھی کہ رضا موجب دوام نظر کی ہے گویا اسی کو غایت مقصود اور اقصیٰ مطالب جانا یعنی جب لذت دیدار سے مشرف ہوے اور پھر حکم سوال کا ہوا تو یہی درخواست کی کہ یہ دیدار ہمیشہ رہے اور جان لیا کہ رضا کے باعث ہمیشہ کر حجاب مرتفع رہیگا اسلیے اسکی درخواست کی اور بعض مفسرین نے اس قول خداوندی ولدینا مزید کی تفسیر مین لکھا ہے کہ اہل جنت کے پاس خداوند جل وعلیٰ کے پاس سے تین تحفے آوینگے ایک تو خدائے تعالیٰ کیطرف سے ایسا ہدیہ ہوگا کہ جنت مین اس جیسا جنتیون کے پاس نہ ہوگا وہ اس آیت مین مذکور ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور دوسرا تحفہ خدائے تعالیٰ کیطرف سے انپر سلام کا ہوگا کہ یہ ہدیہ سے فضل رکھتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سلام قولا من رب رحیم اور تیسرا تحفہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویگا کہ مین تم سے راضی ہون یہ قول ہدیہ اور سلام دونون سے افضل ہوگا اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ورضوان من اللہ اکبر یعنی رضائے الٰہی تمام لذت ونعمت سے جو بہشتیون کو میسر ہوگی بڑھکر ہے اس سے فضل رضائے الٰہی کا معلوم ہوا جو ثمرہ ہے بندے کی رضا کا اور رضا کی فضیلت اخبار مین بھی وارد ہے چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ اصحاب سے پوچھا کہ تم کیا ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہین آپ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے عرض کیا کہ بلا پر صبر کرتے ہین اور وسعت کے وقت شکر کرتے ہین اور قضا کے موقعون پر راضی رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ ایماندار ہو اور دوسری حدیث مین ہے کہ حکماء

علماء کا دوامن تعہم ان یکون انبیاء اور ایک حدیث مین ہے طوبیٰ لمن ہدی للاسلام وکان رزقہ کفافا ورضی بہ اور فرمایا من رضی من اللہ تعالیٰ بالقلیل من الرزق رضی اللہ تعالیٰ منہ بالقلیل من العمل اور فرمایا اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فان صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ اور فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو خداے تعالیٰ میری امت کے ایک گروہ کو پر عنایت فرماویگا وہ اپنی قبرون مین سے اڑکر جنت کیطرف جاوین گے اور اس مین جسطرح جہان چاہینگے وہان مزے اڑاوینگے ان سے فرشتے پوچھینگے کہ تم حساب دیکھ چکے وہ کہین گے کہ ہم نے تو حساب نہین دیکھا فرشتے پوچھینگے کہ تم پل صراط سے اتر چکے وہ جواب دینگے کہ ہم نے تو وہ بھی نہین دیکھا پھر پوچھینگے کہ تم نے دوزخ کو دیکھا وہ کہینگے ہم نے تو کچھ نہین دیکھا فرشتے کہینگے کہ تو پھر تم کس شخص کی امت مین سے ہو وہ کہین گے کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین ہین وہ پوچھینگے کہ ہم تمکو قسم دیتے ہین سچ بتاؤ کہ تمہارے اعمال دنیا مین کیا تھے وہ کہین گے کہ دو خصلتین ہم مین تھین جن کے باعث خداے تعالیٰ کے فضل سے ہم اس رتبے کو پہونچے ایک تو یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خداے تعالیٰ کی نافرمانی سے حیا کیا کرتے دوسرے یہ کہ جسقدر ہمارے لیے مقدر کر دیا تھا اسپر راضی رہتے فرشتے کہین گے کہ تب تو یہ حال تمہارا ہونا ہی چاہیے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ یا معشر الفقراء اعطوا اللہ الرضی من قلوبکم تظفروا بثواب فقرکم والا فلا اور حضرت موسے علیہ السلام کے اخبار مین ہے کہ بنی اسرائیل نے ان کی خدمت مین عرض کیا کہ اپنے رب سے ہمارے لیے کوئی ایسا کام پوچھ دیجیے کہ جب ہم اسکو کرین تو وہ ہم سے راضی ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی جو کچھ یہ کہتے ہین تو نے سنا حکم ہوا کہ اے موسیٰ ان سے کہدے کہ مجھسے راضی رہین تاکہ مین ان سے راضی ہون اور اسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہین من احب ان یعلم مالہ عند اللہ عزوجل فلینظر ما للہ عزوجل عندہ فان اللہ تبارک وتعالیٰ ینزل العبد منہ حیث انزلہ العبد من نفسہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہے کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اولیاء کو دنیا کی فکر سے کیا کام ہے فکر دنیا میری مناجات کی حلاوت ان کے دلون سے کھو دیتی ہے اے داؤد مین اپنے اولیا سے یہ بات محبوب جانتا ہون کہ روحانی ہون کچھ غم نہ کرین اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی مجکو وہ بات بتاوے جسمین تیری رضا ہو تاکہ مین اسکو کرون حکم ہوا کہ میری رضا تیری ناخوشی مین ہے تو اپنے دل نہ چاہتی بات پر صبر نہین کرنے کا عرض کیا کہ وہ کونسی بات ہے ارشاد ہو حکم ہوا میری رضا اسمین ہے کہ میری قضا پر تو راضی رہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات مین عرض کیا کہ الٰہی تیری خلق مین سے کونسی تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے ارشاد ہوا کہ جس شخص سے مین اسکی محبوب چیز لے لون تو مجھسے میل رکھے عرض کیا کہ پھر وہ کون ہین جنپر تو خفا ہوتا ہے حکم ہوا کہ وہ وہ لوگ ہین کہ کسی کام مین مجھسے خیر کی طلب کرتے ہین جب مین انکے لیے حکم کر دیتا ہون تو میرے حکم سے ناخوش ہوتے ہین۔ اور ایک روایت اس سے بھی سخت ہے کہ خداے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

ح۱ خوشحال ہے وہ شخص کہ ہدایت کیا جاوے اسلام کی ۱۲ اور اسکی روزی بقدر بسر اوقات ہو اسپر راضی ہو ۱۲ یہ حدیث پہلے گزری ۱۲ اس مین قنع ہے بجاے رضی کے ۱۲ ح۲ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑی سی روزی پر راضی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے سے عمل پر راضی ہوتا ہے ۱۲ ابو منصور دیلمی در مسند فردوس بروایت علی مرتضیٰ ۱۲ ح۳ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے اسکو مبتلا کرتا ہے پس اگر وہ صبر کرے تو اسکو برگزیدہ کرتا ہے پھر اگر راضی ہو

کوئی معبود سوا میرے نہین اور جو میری مصیبت پر صبر نہ کرے اور میری نعمتون کا شاکر نہو میرے حکم پر راضی نہو اسکو چاہیے کہ میرے سوا کوئی اور رب بنالے اور اسی جیسی حدیث قدسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی[۱] ہے کہ اللہ تعم فرماتا ہے کہ مین نے سب مقادیر کو مقدر کیا اور انکی تدبیر کی اور کام کو محکم کیا پس جو راضی ہوا تو اسکے لیے میری رضا ہے یہان تک کہ مجھسے ملے اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے میری خفگی ہے یہانتک کہ میرے پاس آوے اور ایک حدیث قدسی مشہور[۲] مین ہے کہ خدائے تعم فرماتا ہے مین نے خیر و شر دونون پیدا کیے ہین پس اچھا حال وہ ہے جسکو مین نے خیر کے لیے پیدا کیا اور اسکے ہاتھون کو خیر پر چلایا اور برائی ہے اسکو جسکو مین نے شر کے لیے بنایا اور شر کو اسکے ہاتھو نپر جاری کیا اور ہلاکی پر ہلاکی ہے اسکی جسنے چون و چرا کیا۔ اور اخبار شنیین مین مروی ہے کہ ایک پیغمبر نے دس برس تک خدائے تعم سے بھوک اور مفلسی اور جوؤن کی شکایت کی مگر کچھ مفید نہ پڑی پھر اللہ تعالے نے انپر وحی بھیجی کہ تو اسطرح کبتک شکایت کرتا رہیگا میرے یہان ام الکتاب مین پیدائش زمین و آسمان سے پہلے تیرا حال اسی طرح لکھا ہے اور ویسے ہی ہوتا جاتا ہے مینے دنیا کی پیدائش سے پہلے تجھپر اسیطرح حکم کیا ہے اب کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیرے لیے مین نئے سرسے دنیا دوبارہ بناؤن یا یہ چاہتا ہے کہ جو مین نے تیرے لیے مقدر کیا ہے اسکو بدل دون تو جو تو چاہے اور پسند کرے وہ میری خواہش اور پسند سے بڑھکر ہو قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اگر یہ بات تیرے دلمین گذرے گی تو تیرا نام دفتر نبوت سے محو کردونگا اور روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا لڑکا آپ کے بدن پر چڑھتا اترتا تھا یعنی آپ کی پسلیون پر سیڑھی کیطرح پاؤن رکھ رکھکر سر تک چڑھ جاتا اور پھر وہان سے اسیطرح اترتا آپ اپنا سر زمین کیطرف ڈالے رہتے اور کچھ نہ کہتے نہ سر اٹھاتے آپ کے کسی لڑکے نے عرض کیا کہ باباجان یہ آپ کے ساتھ کیا کرتا ہے آپ اسکو منع نہین فرماتے آپ نے فرمایا کہ جو مین دیکھتا اور جانتا ہون تمکو معلوم نہین ایک حرکت مین نے کی تھی تو اسکے عوض مین کرامت اور آسایش کے گھر سے خواری اور بدبختی کے گھر مین اتار دیا گیا اب ڈر ہے کہ اگر دوسری حرکت کرون تو اور نہ جانون کیا مصیبت مجھپر آویگی اور حضرت انس[۳] بن مالک فرماتے ہین کہ مین نے دس برس خدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کی اگر مین نے کوئی کام کیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا کہ کیون کیا اور اگر نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیون نہ کیا اور جو چیز ہو گئی تو اسکو یہ نہ فرمایا کہ کاش نہوتی اور اگر نہوئی تو یہ نہ کہا کہ کاش ہوتی اور اگر آپ کے گھر والون مین سے مجھسے کوئی جھگڑتا تو فرماتے کہ اسے چھوڑ دو جو تقدیر مین کچھ ہونا ہے وہی ہوگا اور روایت ہے کہ اللہ تعم نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد تو بھی چاہتا ہے اور مین بھی چاہتا ہون اور ہوگا وہی جو مین چاہتا ہون پس اگر تو میرے چاہے پر راضی ہوگا تو مین تیری خواہش سے تجکو کافی ہونگا اور اگر تو میری خواہش نہ مانیگا تو تجکو تیری خواہش مین مشقت مین ڈالونگا پھر بھی وہی ہوگا جو مین چاہونگا اور آثار مین بھی فضیلت رضا کی بہت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین اول جو لوگ جنت مین بلائے جاوینگے وہ وہ ہونگے جو ہر حال مین اللہ کی حمد کرتے ہین یعنی ہر حال مین راضی رہتے ہین اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح فرماتے ہین کہ مجکو سوائے مواقع تقدیر حکم الٰہی کے اور کوئی خوشی باقی نہین رہی اور انسے جو لوگون نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہین آپ نے فرمایا کہ جو کچھ خدائے تعم میرے لیے حکم کرے (یعنی تقدیر الٰہی) اور میمون بن مہران رح فرماتے ہین کہ جو شخص حکم الٰہی پر راضی نہو تو اسکی بیوقوفی کا کچھ علاج

[۱] ح طبرانی نے باختلاف الفاظ کیا ہے ۱۲ اس کے قریب بمضمون بروایت ابوامامہ بسند ضعیف نقل کیا ہے ۱۲

[۲] ح ابن شاہین نے شرح السنہ میں بروایت ابوامامہ بسند ضعیف ۱۲

[۳] ح یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے صرف آخر کا جملہ خاص بعض طرق میں ہے جو ہونا تھا وہی ہوا ۱۲

نہین اور حضرت فضیل ؒ فرماتے ہین کہ اگر تو تقدیر الٰہی پر درست نہ رہیگا تو اپنے نفس کی تقدیر پر بھی درست نہ رہے گا اور عبدالعزیز ابن ابی رواد ؒ فرماتے ہین کہ جو کی روٹی سرکے کے ساتھ کھانے مین اور اون پہننے مین شان نہین ہے بلکہ شان درویشی خدائے عزوجل سے راضی رہنے مین ہے ع درویش صفت باش وکلاہ تتری دار۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہین کہ اگر مین آگ کی چنگاری چاٹون جو جلاوے سو جلاوے اور چھوڑ دے سو چھوڑ دے تو میرے نزدیک یہ اس بات سے بہتر ہے کہ جو چیز ہوگئی ہو اسکو مین کہونگا کہ کاش نہوتی یا نہوئی چیز کو کہون کہ کاش ہوجاتی۔ اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع ؒ کے پانوئن مین زخم دیکھکر کہا کہ مجھے تمہارے اس زخم سے ترس آتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ زخم جب سے ہوا ہے مین شکر کرتا ہون کہ آنکھ مین نہین نکلا اور بنی اسرائیل کے قصون مین ہے کہ ایک عابد نے اللہ تعہ کی عبادت مدت تک کی اسکو خواب مین دکھلایا گیا کہ فلانی عورت بکریان چرانے والی جنت مین تیری رفیق ہوگی عابد نے اٹھکر اس عورت کا نشان پوچھکر اسکو تلاش کیا اور تین دن اسکے یہان مہمان رہے تاکہ اسکا عمل دیکھین عابد خود تو رات کو کھڑے رہتے اور وہ لیٹ کر سو جاتی دن کو یہ روزہ رکھتے اور وہ افطار کرتی اس سے پوچھا کہ تیرا عمل اسکے سوا اور کچھ بھی ہے عورت نے کہا کہ اور تو کچھ بھی نہین یہی ہے جو تمنے دیکھا مین تو اپنے آپ مین اور کچھ نہین جانتی یہ کہتے رہے کہ بھلا یاد کرکے کہو کوئی اور بات بھی ہے اسنے کہا کہ ایک چھوٹی سی خصلت مجھ مین اور ہے وہ یہ ہے کہ اگر مین سختی مین ہوتی ہون تو اس امر کی تمنا نہین کرتی کہ اچھی حالت مین ہون اور اگر مرض مین ہوتی ہون تو یہ تمنا نہین ہوتی کہ تندرستی مین ہوجاؤن اور اگر دھوپ مین رہون تو سایے کی متمنی نہین ہوتی یہ سنکر عابد نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ چھوٹی سی خصلت ہے یہ تو ایسی بڑی خصلت ہے جس سے عابد عاجز ہین اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ جب اللہ تعہ کوئی حکم آسمان مین فرماتا ہے تو اہل زمین سے یہ بات اسکو محبوب ہوتی ہے کہ اس کے حکم پر راضی ہون۔ اور حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہین کہ ایمان کا اعلیٰ حصّہ یہ ہے کہ حکم پر صبر کرے اور تقدیر پر راضی ہو۔ اور حضرت عمر رضؓ فرماتے ہین کہ تنگی اور فراخی مین سے جس حال مین مین رہون مجکو کچھ پروا نہین ہوتی اور حضرت سفیان ثوری ؒ نے حضرت رابعہ بصری ؒ کے سامنے ایک روز کہا کہ الٰہی تو ہم سے راضی ہو حضرت رابعہ ؒ نے فرمایا کہ تمکو شرم نہین آتی کہ خود تو اس سے راضی نہین اور اسکی رضا کی استدعا کرتے ہو انھون نے کہا کہ استغفر اللہ پھر جعفر بن سلیمان ضبعی نے حضرت رابعہ سے پوچھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کب راضی کہلاتا ہے انھون نے جواب دیا کہ جب مصیبت پر اتنا خوش ہو جتنا نعمت پر ہوتا ہے اور حضرت فضیل ؒ فرمایا کرتے کہ جب بندے کے نزدیک خدائے تعہ کا دنیا اور نہ دنیا دونون یکسان ہوجاوین تو وہ اللہ تعہ سے راضی ہوچکا۔ اور احمد بن ابی الحواری ؒ حضرت ابو سلیمان دارانی سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے فرمایا کہ اللہ تعہ اپنے کرم سے اپنے بندون سے اسی بات سے راضی ہوتا ہے جس بات سے کہ غلام اپنے آقا سے راضی ہوتا ہے احمد بن ابی الحواری نے پوچھا کہ یہ کسطرح ہے انھون نے فرمایا کہ دنیا مین مراد غلام کی یہی ہوتی ہے کہ آقا مجھسے خوش رہے انھون نے کہا کہ ہان یہی مقصود ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعہ بھی اپنے بندون سے یہی محبوب جانتا ہے کہ اس سے راضی رہین اور حضرت سہل ؒ فرماتے ہین کہ بندون کو یقین سے اسیقدر بہرہ ملتا ہے جسقدر کہ وہ رضا سے بہرہ ور ہوتے ہین اور رضا سے بہرہ اتنا ہوتا ہے جتنا وہ خدائے تعہ کے ساتھ زندگی کرتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین

کہ ان اللہ عز و جل بحکمتہ وجلالہ جعل الروح والفرح فی الرضا والیقین وجعل الغم والحزن فی الشک والسخط **دوسرا بیان** رضا کی حقیقت اور اسباب مین کہ مخالف خواہش کے وہ کیسے ہو سکتی ہو واضح ہو کہ جو لوگ یہ کہتے ہین کہ خواہش کے مخالف چیزون اور اقسام مصائب مین صبر ہی ہوتا ہو رضا کا وجود متصور نہین وہ لوگ گویا منکر محبت ہین لیکن جب محبت آلہی کا وجود اور تمام ہمت کا اسمین مستغرق ہونا ثابت ہو تو ظاہر ہو کہ محبت اس بات کی موجب ہوتی ہو کہ محب اپنے حبیب کے افعال سے راضی ہو اور یہ راضی ہونا دو طرح کا ہوتا ہو ایک تو یہ کہ رنج کا معلوم ہونا بالکل جاتا رہے یہانتک کہ اگر کوئی ایذا رسان چیز اسپر آوے یا زخم لگے تو اسکی تکلیف اور درد کچھ نہ معلوم ہو جیسے کوئی لڑنے والا کہ غصہ یا خوف کیحالت مین اکثر ایسا ہوتا ہو کہ زخم لگتا ہو اور اسکو معلوم نہین ہوتا یہانتک کہ جب خون کو دیکھتا ہو تو جانتا ہو کہ زخم لگا بلکہ کوئی اگر ادنی کام مین لگجاتا ہو تو اکثر ایسا ہوتا ہو کہ پاؤن مین کانٹا گڑ جاتا ہو اور اسکی تکلیف محسوس نہین ہوتی اسلیے کہ دل اور طرف لگا رہتا ہو اسی طرح اگر کند استرے سے پچھنے لگائے جاوین یا بال مونڈے جاوین تو اس سے آدمی کو ایذا ہوتی ہو لیکن اگر دل ٹھکانے نہو اور کسی امر اہم مین تردد رکھتا ہو تو پچھنے لگانے والا اور نائی اپنے کام سے فارغ ہو جاویگا اور اسکو خبر بھی نہوگی اور وجہ یہی ہو کہ جب دل کسی امر مین مستغرق اور نہایت درجے کو مشغول ہوتا ہو تو اسکے سوا اور کسی چیز کا ادراک نہین کرتا اسیطرح عاشق جسکی ہمت اپنے معشوق کے مشاہدے یا محبت مین مستغرق ہو اسکو بعض اوقات ایسے امور پیش آتے ہین کہ اگر عشق نہوتا تو انسے رنج و غم اور درد معلوم ہوتا مگر دل پر جوش محبت ہونیسے کچھ بھی درد و غم نہین پاتا پس جب غیر حبیب کیطرف سے مصیبت آنیکا درد نہوتا ہو تو خود حبیب کیطرف سے اگر مصیبت آویگی تو کیسے رنج ہوگا اور دل کا مشغول ہونا محبت و عشق مین ایک بڑا شغل ہو اور جب تھوڑے سے درد کا محسوس نہونا ہلکی سی محبت مین متصور ہو تو بڑی محبت مین بڑے درد کا معلوم نہونا بھی ہو سکتا ہو اسلیے کہ جیسے درد کی زیادتی ممکن ہو ویسی ہی محبت کی بھی زیادتی ہو سکتی ہو اور جسطرح کہ محبت خوبصورتون کی جو آنکھ سے سوجھتی ہین قوی ہوتی ہو اسیطرح محبت ان حسین صورتون کی جو باطن کی بصیرت سے معلوم ہوتی ہین بھی قوی ہوتی ہو اور سب ان صورتون مین سے جمال حضرت ربوبیت کا اور اسکا جلال ایسا ہو کہ اسپر اور کوئی جمال اور جلال قیاس نہین کیا جاتا تو ظاہر ہو کہ جس شخص کو کوئی چیز اسمین سے منکشف ہو جاوے تو کیا عجب ہو کہ ایسا مدہوش ہو کہ غش آجاوے اور اپنے اوپر جو درد گذرے اسکی خبر نہو چنانچہ روایت ہو کہ حضرت فتح موصلی کی بی بی لغزش کھاکر گرین اور ناخن ٹوٹ گیا آپ ہنس پڑین کسی نے پوچھا کہ آپ کو درد نہین معلوم ہوتا جواب دیا کہ ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تلخی دور کر دی اور حضرت سہل کو ایک مرض تھا کہ اورون کو وہ ہوتا تو اسکا علاج کیا کرتے اور اپنا علاج نہ کرتے انسے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہو آپ نے فرمایا کہ یار دوست کی مار مین آزار نہین ہوا کرتا۔ اور دوسری صورت یہ ہو کہ درد تو معلوم ہوتا ہو مگر اس سے راضی ہو بلکہ رغبت اور خواہش سے اس امر کو چاہتا ہو یعنی گو طبیعت پر ناگوار گذرے مگر عقل کی رو سے اسکی طرف رغبت ہو مثلاً جو شخص فصاد سے فصد کھلاوے یا پچھنے لگواوے تو اسکو فصد و حجامت کا درد تو معلوم ہوتا ہو مگر فصد و حجامت پر راغب ہوتا ہو اور فصاد کے فعل کا ممنون ہوتا ہو پس یہی حال اس شخص کا ہو جو تکلیف کی چیزون پر راضی رہے اسیطرح جو شخص فائدے کی طلب مین سفر کرتا ہو اسکو سفر کی تکلیف معلوم ہوتی ہو مگر ثمرۂ سفر ایسا اچھا اسکے نزدیک ہے کہ اسکے باعث تکلیف سفر کو گوارا کرتا ہو اور اس سے راضی ہو اور جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ مصیبت کا ثواب جو خدائے تعالیٰ کے یہان ذخیرہ ہو بہ نسبت اس چیز کے جو اسکے پاس سے جاتی رہی بڑھکر ہو تو بیشک جو مصیبت خدائے تعالیٰ کیطرف سے آویگی اسپر راضی ہوگا اور اسکی رغبت کرے گا

اور اچھا جانیگا اور خدا کے نعم کا شکر اسپر کریگا یہ اسی صورت مین ہو کہ اس ثواب اور احسان کا لحاظ رکھے جو اسکو مصیبت کے عوض ملیگا۔ اور ہو سکتا ہو کہ محبت ایسی غالب ہو کہ حبیب کی مراد اور رضا ہی مطلوب و مقصود ہو جاوے اور کچھ مراد ہی نہ رہے اور یہ سب باتین خلق کی محبت مین دیکھی جاتی ہین وصف کرنے والون نے اپنی نظم و نثر مین انکو بیان کیا ہو اسمین اور کوئی بات نہین صرف لحاظ صورت ظاہری کے جمال کا ہو جو آنکھ سے سوجھتی ہو۔ اب اس جمال کو دیکھو تو صرف گوشت و پوست و خون ہو جسمین نجاست اور خاک بلا ملی ہوئی ہو اسکا آغاز ایک نطفۂ ناپاک ہو اور اسکا انجام ایک پلید مردار اور بیچ مین پاخانے کو اٹھائے پھرتا ہو اور اگر مدرک کو دیکھے تو آنکھ خسیس ہے جو اکثر دھوکا دیتی ہو یعنی چھوٹی چیز کو بڑی دیکھتی ہو اور بڑی کو چھوٹی اور دور کو نزدیک اور بدصورت کو خوبصورت پس جب ایسی حالت مین محبت کا یہ حال ہو جاتا ہو تو جمال ازلی اور ابدی کی محبت مین یہ امر کیسے محال ہو سکتا ہو اس جمال کے کمال کی تو کچھ نہایت ہی نہین اور اس کا ادراک چشم بصیرت سے ہوتا ہو جسمین کبھی غلطی نہین ہوتی اور نہ اسپر موت آتی ہو بلکہ بصیرت باطنی بعد موت کے باقی رہتی ہو اور خدا تعالیٰ کے نزدیک زندہ اور اسکے رزق سے خوش ہو کر بعد موت زیادتی تنبہ اور انکشاف سے بہرہ ور ہوتی ہو اسبات کو اگر چشم عبرت سے دیکھو تو صاف ظاہر ہو اور اسکا پایا جانا اور عاشقون کے احوال اور اقوال اسپر شاہد ہین چنانچہ حضرت شقیق بلخی فرماتے ہین کہ جو شخص سختی کا ثواب دیکھ لیتا ہو وہ اس سے نکلنا نہین چاہتا اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ مین نے اپنے مرشد سری سقطی سے پوچھا کہ عاشق کو بلا کی تکلیف ہوتی ہے یا نہین انھون نے فرمایا کہ نہین مین نے کہا کہ اگرچہ تلوار سے مارا جاوے آپ نے فرمایا کہ گو تلوار سے ستر زور پر زد لگائی جاوین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مجکو وہی اچھا معلوم ہوتا ہو جو اسکو پسند ہو یہانتک کہ اگر وہ میرے لیے دوزخ پسند کرے تو مین دوزخ مین جانا محبوب جانتا ہون۔ اور بشر بن الحارث کہتے ہین کہ بغداد کے محلۂ شرقیہ مین مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ اسکے ہزار کوڑے لگے اُسنے کچھ اُف نہ کیا پھر اسکو قید خانے مین لے گئے مین اسکے پیچھے گیا اور پوچھا کہ تجکو کیون مارا اسنے کہا اسلیے کہ مین عاشق ہون مین نے کہا کہ تو چپکا کیون رہا اسنے کہا کہ میرا معشوق میرے سامنے مجھے دیکھتا تھا مین نے کہا کہ پھر کیا اچھا ہو جو تو معشوق حقیقی کیطرف دیکھے یہ سنکر اسنے ایک چیخ ماری اور پچھاڑ کھا کر مر گیا اور یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہین کہ جب اہل جنت خدا تعالیٰ کیطرف دیکھینگے تو لذت دیدار الٰہی کے مارے انکی آنکھین انکے دلون مین چلی جاوینگی اور آٹھ سو برس تک انکی طرف واپس نہ آوینگی تو اب بتاؤ کہ جو دل اسکے جمال اور جلال مین پڑے ہوے ہون کہ اگر جلال کو دیکھین تو خائف ہون اور جمال پر نظر کرین تو متحیر ہون انکا کیا حال ہوگا اور بشر کہتے ہین کہ مین نے شروع سلوک مین جزیرۂ عبادان کا قصد کیا وہان ایک شخص کو دیکھا کہ اندھا اور کوڑھی اور مجنون اور مرگی زدہ ہو اور چیونٹیان اسکا گوشت کھا رہی ہین مین نے اسکا سر اٹھا کر اپنی گود مین رکھ لیا اور کچھ کہتا رہا جب اسکو ہوش آیا تو کہا یہ کون اجنبی آدمی ہو جو میرے اور میرے پروردگار کے معاملے مین دخل دیتا ہو اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ ڈالیگا تب بھی تو مین اسکی محبت زیادہ ہی کرونگا بشر کہتے ہین کہ بعد اس معاملے کے جب کبھی مجکو اسطرح کا معاملہ بندے مین اور پروردگار مین معلوم ہوا مین نے کبھی اسکو برا نہین جانا اور ابو عمرو محمد بن اشعث فرماتے ہین کہ مصر والے چار مہینے تک ایسی طرح رہے کہ انکی غذا بجز دیدار حضرت یوسف علیہ السلام کے اور کچھ نہ تھی جب انکو بھوک لگتی انکی صورت دیکھ لیتے وہ لذت جمال بھوک کی تکلیف انکو معلوم نہونے دیتی تھی اور قرآن مجید مین اس سے بھی زیادہ معاملہ مذکور ہو یعنی عورتین جمال

حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسی فریفتہ ہوئین کہ بیخبر اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اور سعید بن احمدؒ کہتے ہین کہ بصرے مین عطاء بن مسلم کی سرائے مین مین نے ایک جوان کو دیکھا کہ چھرا ہاتھ مین لیے پکار پکار لوگون کے بیچ مین کہہ رہا تھا قطعہ ہے قیامت سے بڑا تیری جدائی کا زور؛ آہ اس درد جدائی سے تو مرنا بہتر؛ بولے وہ کوچ ہی مین بولا نہین میرا کوچ؛ بلکہ کرتی ہے حقیقت مین مری جان سفر؛ پھر چھری سے اپنا پیٹ چیر کر مرگیا مین نے اسکا حال پوچھا تو لوگون نے مجھسے کہا کہ کیسی بادشاہ کے ایک غلام پر عاشق تھا ایک روز صرف وہ اس سے محجوب رہا اسکے لیے اسنے یہ حال کیا اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا کہ مجکو وہ شخص بتاؤ جو زمین مین سب سے زیادہ عبادت کرتا ہو حضرت جبرئیلؑ نے ایسے شخص کو تبلایا کہ جذام نے اسکے ہاتھ اور پاؤن علیحدہ کر دیے تھے اور کان اور آنکھین غارت کر دی تھین آپ نے کہا کہ وہ یہ کہتا تھا الٰہی جب تک تو نے چاہا ان اشیاء سے مجکو فائدہ دیا اور جب تو نے چاہا انکو مجھسے چھین لیا اے نیکوکار اور مطلب پر پہونچانے والے مجکو توقع اپنی ذات کی باقی رہنے دے یہ کیا تھوڑی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ایک لڑکا بیمار ہوا آپ کو بہت شدت سے غم ہوا یہانتک کہ لوگون کو خوف ہوا کہ کہین اس لڑکے کے سبب آپ کو کچھ ہو نہ جاوے وہ لڑکا جب مرگیا تو آپ اسکے جنازے کے ساتھ ہوے اور کسی شخص کو ایسی خوشی چہرے پر نہوتی ہوگی جیسی اسوقت آپ کو تھی لوگون نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجکو اسکی بیماری سے اسپر ترس آتا تھا اس لیے غمگین تھا اب جو مشیت الٰہی ہو چکی تو مین اسپر خوش ہون اور حضرت مسروقؒ فرماتے ہین کہ ایک شخص جنگل مین تھا اسکے پاس ایک کتا اور ایک گدھا اور ایک مرغ تھا مرغ تو نماز کے واسطے جگایا کرتا تھا اور گدھے پر پانی اور خیمہ اور ضروری چیزین لادتا تھا اور کتا حفاظت کیا کرتا تھا اتفاقاً ایک لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ لے گئی اس شخص کے گھر والون کو رنج ہوا مگر وہ شخص نیکبخت تھا اسنے کہا کہ اسی مین بہتری ہوگی پھر ایک بھیڑیا آیا اسنے گدھے کا پیٹ پھاڑ ڈالا وہ مرگیا اسپر بھی لوگون نے رنج کیا مگر اسنے یہی کہا کہ اسی مین بہتری ہوگی پھر کتا بھی مرگیا جب بھی اسنے یہی کہا کہ اسی مین بہتری ہوگی پھر ایک روز صبح کو اسکے گھر والون نے دیکھا کہ انکے گردو پیش کے سب لوگ غلامی مین گرفتار ہو گئے وہ باقی رہ گئے اور وجہ انکی گرفتاری کی یہ ہوئی کہ کتے اور گدھے اور مرغون کی آواز سنکر لوگ پکڑے گئے انکے یہان سب پہلے جا چکے تھے یہ محفوظ رہے تو ان چیزون کے ہلاک ہونے مین یہ حکمت تھی اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خدائے تعم کے لطف خفی کو جانتا ہے وہ ہر حال مین اسکے فعل سے راضی رہتا ہے اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شخص اندھے برص والے اپاہج دونون طرف سے فالج زدہ پر گزرے کہ اسکا گوشت جذام کے باعث بکھر گیا تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ شکر ہے اس خدا کو جسنے مجکو ایسے امراض سے صحت دی جسمین بہتونکو مبتلا کر رکھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بھلا وہ کونسی مصیبت ہے جو تیرے اوپر نہین اسنے کہا کہ اے روح اللہ مین اس شخص سے بہتر ہون جسکے دل مین خدائے تعم نے وہ چیز نہین ڈالی جو میرے دل مین اپنی معرفت سے ڈالی ہے آپ نے فرمایا کہ درست کہتے ہو اپنا ہاتھ لاؤ اسنے جو ہاتھ دیا آپ کے ہاتھ مین آتے ہی چہرہ سب سے عمدہ اور صورت بہت اچھی ہوگئی اسکا سب مرض جاتا رہا وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہکر عبادت کرنے لگا۔ اور حضرت عروہ بن زبیرؓ کا پاؤن سڑ گیا تھا انھون نے زانو سے پاؤن کٹوایا پھر فرمایا کہ خدائے تعم کا شکر ہے جسنے مجھسے ایک لے لیا تیری ذات کی قسم ہے اگر تو نے لے لیا تو تو نے ہی باقی رکھا تھا اور اگر تو نے بیمار کیا تو تو نے ہی عافیت دی تھی پھر

اس رات بہی ورد پڑھتے رہے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے کہ مفلسی اور توانگری دو سواریان ہین مجکو پروا نہین کسی پر چڑھ جاؤن فقیری مین تو صبر ہی اور توانگری مین داد و دہش اور حضرت ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہین کہ مجکو ہر ایک مقام سے ایک کیفیت حاصل ہوئی ہی سوائے رضا کے کہ اسمین سے مجکو صرف ایک مہک سی ملی ہی اور اسپر اگر اللہ تعالیٰ تمام خلق کو جنت مین داخل کرے اور مجکو دوزخ مین تو مین اسپر راضی ہون۔ ایک عارف سے لوگون نے کہا کہ تمکو رضا کا اقصیٰ مرتبہ حاصل ہوا ہی کہ نہین اسنے کہا کہ اقصیٰ مرتبہ تو نہین ملا مگر مقام رضا پر مین پہونچ گیا ہون اگر خدائے تعالیٰ مجکو دوزخ کا پل بناوے کہ لوگ میرے اوپر کو گذر کر جنت مین جاوین پھر اپنی قسم سچی کرنیکو مجھسے ہی دوزخ کو بھر دے تو اسکے اس حکم کو مین پسند کرون اور اسکی تقسیم پر راضی ہون۔ اور یہ کلام ایسے شخص کا ہی جسکی ہمت قطعاً محبت مین مستغرق ہو یہانتک کہ اسکو آتش دوزخ کی تکلیف بالکل محسوس نہو اور اگر ہو بھی تو وہ لذت حصول رضائے محبوب مین چھپ جاوے یعنی جب اسکو اسبات کا فرلے کہ مجکو دوزخ مین ڈالنے سے اسکی رضا پوری ہوگی اور اسکی رضا عین مقصود ہی تو اس لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہو بھی تو دب جاوے اور غلبہ کرنا اس حالت کا نفس الامر مین محال نہین گو ہم جیسے ضعیفون کے حالات کی بہ نسبت کر بعید معلوم ہوتا ہو لیکن جو ضعیف کہ کسی کیفیت سے عاجز ہو اسکو نہ چاہیے کہ زبردستون کے حالات کا منکر ہو اور یگمان کرے کہ جس امر مین عاجز ہون اس سے اولیا بھی عاجز ہین۔ اور رود باریؒ کہتے ہین کہ مین نے ابو عبداللہ بن جلاء دمشقی سے پوچھا کہ یہ جو فلان شخص کا قول ہی کہ مین دوست رکھتا ہون کہ میرا جسم مقراضون سے ٹکڑے کیا جاوے اور تمام خلق اسکی اطاعت کرین اسکے کیا معنی ہین انھون نے فرمایا کہ بہائی صاحب اگر یہ قول بطور تعظیم واجلال کے ہی تب تو مجکو معلوم نہین اور اگر خلق کی خیر خواہی اور شفقت سے سرزد ہوا ہی تو البتہ جانتا ہون لوگ کہتے ہین کہ اسکے بعد انکو غش آگیا اور حضرت عمران بن الحصینؓ کو استسقا کا مرض تھا تیس برس تک پشت پر لیٹے رہے نہ اٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے قضائے حاجت کے لیے چارپائی کے بان کاٹ دیے گئے تھے انکے پاس مطرف اور ان کے بھائی علا آئے پس انکے بھائی انکا حال دیکھکر رونے لگے انھون نے پوچھا کہ تم کیون روتے ہو انھون نے کہا کہ تمہارے اوپر یہ بڑی سختی دیکھکر روتا ہون انھون نے فرمایا کہ مت روؤ اسواسطے کہ جو چیز خدائے تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہی وہی مجکو زیادہ پسند ہی اور مین تم سے ایک بات کہتا ہون غالباً خدائے تعالیٰ اس سے تمکو نفع دیگا مگر میرے مرنے تک تم اسکو کسی سے مت کہنا وہ بات یہ ہی کہ فرشتے میری زیارت کرتے ہین مین ان سے انس پاتا ہون اور مجکو سلام کرتے ہین مین انکا سلام سنتا ہون اس سے مین جانتا ہون کہ جس مرض مین یہ بڑی نعمت ہو وہ عذاب نہین پس جو شخص اپنی مصیبت مین ایسے امور مشاہدہ کرے بھلا وہ کیسے راضی نہوگا مطرف کہتے ہین کہ پھر سوید بن شعبہ کی عیادت کو گئے ہمنے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہی ہمکو گمان ہوا کہ اسکے نیچے کچھ نہین یہانتک کہ انکے منہ پر سے کپڑا اٹھایا گیا ان کی بی بی نے کہا کہ آپ کو کیا کھلاؤن کیا پلاؤن انھون نے کہا کہ لیٹے لیٹے کروٹین دکھ گئین چوتڑ چھل گئے اور دبلا اتنا ہو گیا ہون کہ اسقدر بہت سے کھانا پینا متروک ہی مگر مجکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اس کیفیت مین سے ناخن کے برابر بھی مین کمی کرون اور جب سعد بن ابی وقاصؓ مکہ مین تشریف لائے اور ان کی آنکھین جاتی رہی تھین لوگ انکے پاس جوق جوق دوڑے چلے آتے تھے اور آپ سے دعا کی استدعا کرتے تھے آپ ہر ایک کے لیے دعا مانگتے تھے اور وجہ دعا منگوانے کی یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے حضرت عبداللہ بن السائب کہتے ہین کہ مین

بھی اُن دنون لڑکا تھا آپکی خدمت مین آیا اور آپ کو اپنا نشان بتایا آپ نے مجکو پہچانا اور فرمایا کہ اہل مکہ کا تو قاری ہی مین نے کہا کہ البتہ پھر اور گفتگو ہوئی یہانتک کہ آخر کو مین نے کہا کہ چچا جان آپ اور ونکے واسطے دعا کرتے ہین اپنے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خداے تعم آپ کی بینائی جو ن کی تو ن کر دے آپ نے تبسم فرماکر کہا کہ بیٹا خداے پاک کے حکم کی رضا میرے نزدیک بینائی سے اچھی ہی اور ایک صوفی کا لڑکا چھوٹا سا تین دن تک نہ ملا اور نہ اسکا حال معلوم ہوا لوگون نے ان سے کہا کہ آپ خداے تعم سے دعا مانگیے کہ اسکو واپس لاوے اور تم سے ملا دے انھون نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعم نے مجھپر حکم کیا اسپر اعتراض کرنا میرے نزدیک لڑکے کے جاتے رہنے سے زیادہ سخت ہی اور بعض عابد کہتے ہین کہ مین نے ایک بڑا گناہ کیا تھا جسکے عوض مین ساٹھ برس سے روتا ہون اور یہ عابد نہایت محنت عبادت مین کرتے تھے کہ کسیطرح توبہ اس گناہ سے قبول ہو لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ ہی انھون نے فرمایا کہ ایک بات ہو گئی تھی مین نے اسکو کہا تھا کہ نہوتی تو خوب ہوتا۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ اگر میرا جسم مقراضون سے کترا جاوے تو میرے نزدیک اسبات سے محبوب ہی کہ جو چیز اللہ تعالے نے کی ہو اسکو مین کہون کہ اگر نہ کرتا تو خوب تھا۔ اور عبدالواحد بن زیدؒ کو کسی نے خبر دی کہ یہان ایک شخص ہی کہ اسنے پچاس برس عبادت کی ہی وہ اسکے پاس گئے اور پوچھا کہ یار اپنا حال تو کہو محبوب حقیقی پر قانع ہوے ہو کہ نہین اسنے کہا نہین پوچھا کہ اس سے انس ہوا کہ نہین کہا نہین پھر پوچھا کہ اس سے راضی ہوے ہو کہ نہین اسنے جواب دیا کہ نہین کہا کہ بس تمکو اسکے پاس سے بہرہ صرف نماز روزہ ہی ہے اس نے کہا کہ ہان انھون نے کہا کہ مجھے تجھسے شرم آتی ہی نہین تو مین کہدیتا کہ تیرا پچاس برس کا معاملہ اندر سے نکما ہی یعنی اتنے دنون تک تیرے دل کا دروازہ نہ کھلا کہ اس سے بسبب اعمال دلی کے درجات قرب کیطرف ترقی کرتا اب تک طبقات اصحاب یمین مین ہی رہا اسواسطے کہ تجکو اس سے افزونی اعمال ظاہری ہی مین ہوئی جو عوام کو بھی ہوا کرتی ہی اور ایک جماعت حضرت شبلیؒ کے پاس مارستان مین گئی جہان وہ قید تھے اور اپنے سامنے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے ان لوگون سے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو انھون نے کہا کہ ہم آپ کے دوست ہین آپ انکی طرف کو ڈھیلے مارنے لگے یہان تک کہ وہ بھاگ گئے پھر آپ نے کہا کہ تمکو کیا ہوا ہی تم میری محبت کا دعوی کرتے ہو اگر سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو اور شبلیؒ نے ایک شعر کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی ؎ بادۂ عشق الٰہی سے نشہ ہی مجھکو ؛ کہین تبلادو کہ عاشق تو ہو اور مست نہو ؛ اور بعض عابدین اہل شام کا قول ہی کہ تم سب کے سب اللہ عزوجل سے اسکی تصدیق کرتے ہوے ملوگے اور غالباً اسکی تکذیب بھی کی ہوگی اسواسطے کہ تم مین سے اگر کسی کی انگلی سونے کی ہو تو اس سے اشارہ کرنے لگتا ہی اور اگر اس مین کچھ خلل ہو تو اسکو چھپاتا پھرتا ہی اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ سونا خداے تعم کے نزدیک برا ہی اور لوگ اس سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہین اور بلا آخرت والون کے حق مین زیور ہی اسکو برا جانتے ہین۔ اور روایت ہی کہ بازار مین آگ لگی لوگون نے حضرت سریؒ کو خبر دی کہ بازار جل گیا اور تمہاری دکان نہین جلی انھون نے فرمایا کہ الحمد للہ پھر کہا کہ مین نے الحمد للہ کیسے کہا صرف مین ہی تو بچا ہون اور مسلمان تو نہین بچے پس تجارت سے توبہ کی اور زندگی بھر دکانداری اسلیے چھوڑ دی کہ صرف اپنے بچنے پر الحمد للہ کہا تھا اس سے توبہ و استغفار چاہیے تو توبہ اور استغفار کے لیے کاروبار سے دست بردار ہوے پس ان حکایات کو اگر تامل کرو تو قطعاً جان لو کہ خواہش کے مخالف بات پر رضا محال نہین بلکہ وہ ایک بڑا مقام اہل دین کے مقامات مین سے ہی اسواسطے کہ محبت خلق مین اور انکے حظوظ مین ویسا ممکن ہی تو محبت الٰہی

ف ان چیزون [illegible] ۱۲

اور حظوظ اخروی مین بطریق اولی ممکن ہی اور یہ امکان دو طرح سے ہوگا اول تو یہ کہ تکلیف پر رضا بتوقع ثواب کے ہو جیسے فصد اور حجامت اور تلخی دوا پر رضا بتوقع شفا کے ہوتی ہی دوسرے یہ کہ رضا اسپر اور کسی حظ کے لیے نہو صرف اس غرض سے ہو کہ یہ امر محبوب کی مراد اور مرضی ہی اور کبھی محبت اس درجے پر بڑھ جاتی ہی کہ عاشق کی مراد معشوق کی مرضی مین چھپ جاتی ہی اس صورت مین سب چیزون سے زیادہ لذیذ اسکے نزدیک محبوب کے دل کی خوشی اور اسکی مرضی کے موافق کام کا ہونا ہوتا ہی گو اسکی جان ہی ہلاک ہونے مین کیون نہو چنانچہ مشہور ہی ع جس زخم مین خوشی ہو تمہاری کہان ہی درد ؛ اور یہ رضا تکلیف کے معلوم ہونے پر بھی ممکن ہی اور کبھی محبت اسطرح غالب ہوتی ہے کہ ادراک درد سے بیہوش کر دیتی ہی قیاس اور تجربہ سے ایسی محبت اور اس حالت کا وجود ثابت ہی پس جو شخص کہ یہ کیفیت اپنے نفس مین نہ پاوے اسکو اسکا انکار کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اسکو تو یہ کیفیت اسوجہ سے نہین ہی کہ اسمین اسکا سبب یعنے فرط محبت موجود نہین اور جو شخص کہ محبت کے ذائقے سے آگاہ نہین وہ محبت کے عجائب کو کیا جانے جتنی باتین ہم لکھ چکے ہین عاشقون پر اس سے بھی بڑی بڑی عجیب باتین ہوا کرتی ہین چنانچہ عمرو بن حارث رافقی کہتے ہین کہ موضع رقہ مین مین اپنے ایک دوست کے پاس ایک مجلس مین تھا اور ہمارے ساتھ ایک جوان تھا کہ ایک گانیوالی عورت پر عاشق تھا اور وہ بھی اس مجلس مین تھی اسنے باجا بجایا اور اسی مضمون کا گیت گایا ع ذلت عشق کی پہچان ہی عاشق کو بگاہ ؛ خاص جب اپنے لیے کوئی نہ پاوے تدبیر ؛ اس جوان نے کہا کہ کیا خوب تونے گایا اب کیا مجکو تو اجازت مرنے کی دیتی ہی اسنے کہا کہ اگر راست باز ہے تو مر جا راوی کہتا ہی کہ اسنے اپنا سر تکیے پر رکھا اور منھ اور آنکھین بند کر لین ہمنے جو اسکو ہلایا تو مردہ پایا - اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لڑکے کی آستین پکڑے اس سے عاجزی کی باتین کر رہا تھا اور اپنے آپ کو اسکا عاشق بتاتا تھا اس لڑکے نے اسکی طرف دیکھکر کہا کہ تیرا یہ جھوٹ کبتک رہیگا اسنے کہا کہ مین جھوٹا نہین ہون خدا جانتا ہی کہ جو کچھ مین کہتا ہون اسمین سچا ہون یہانتک کہ اگر تو کہے کہ مر جا تو مین مر جاؤن لڑکے نے کہا کہ اگر تو سچا ہی تو مر جا اس شخص نے علحدہ ہو کر اپنی آنکھین بند کر لین پھر جو لوگون نے دیکھا تو مرا پایا اور سمنون محب کہتے ہین کہ ہمارے ہمسایہ مین ایک شخص رہتا تھا اسکے پاس ایک لونڈی تھی جس سے اسکو کمال ہی محبت تھی اتفاقاً وہ بیمار پڑی ایک روز وہ شخص اسکے لیے خرما اور پنیر کا گھی مین حلوا بناتا تھا جسوقت وہ چمچہ پھیرتا تھا اس لونڈی نے کرب مرض مین آہ کہا اس شخص نے جو یہ آواز سنی اسکے ہوش جاتے رہے اور چمچہ ہاتھ سے گر پڑا اور اضطراب مین انگلیون ہی سے ہانڈی چلانے لگا یہانتک کہ انگلیان اسکی سب جل کر گر گیئن اس لونڈی نے پوچھا کہ یہ کیا ہی اسنے کہا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہی - اور محمد بن عبد اللہ بغدادی کہتے ہین کہ مین نے بصرہ مین ایک جوان کو اونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ جھانک کر لوگون سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا شعر نا ہو جب عشق مین یون جی سے گذر جائے ؛ بے موت نہین عشق مین کچھ خیر تو مر جاے ؛ پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور مر گیا پس اس جیسے امور مخلوق کی محبت مین جب ہو سکتے ہون تو خالق کی محبت مین ہونے تو بطریق اولی ہین اسواسطے کہ باطن کی بصیرت بہ نسبت چشم ظاہری کے راست تر ہی اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر ایک جمال سے کامل تر ہی بلکہ عالم مین جتنا جمال ہی وہ اسی جمال کی خوبیون مین سے ایک خوبی ہی ہان جسکی آنکھ نہین ہوتی وہ صورتون کی خوبی کا انکار کیا کرتا ہی اور جو بہرا ہوتا ہی وہ لذت نغمات موزون کا منکر ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ جسکے دل نہو گا وہ بیشک ان لذتون کا منکر ہو گا جنکو بدون دل کے سمجھ ہی نہین سکتے **تیسرا بیان** اسباب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا کے نہین - واضح ہو کہ دعا کے باعث وہ مانگنے والا مقام

رضا سے خارج نہین ہوتا اسیطرح گناہون کو برا جاننا اور مجرمون سے خفا رہنا اور اسباب گناہون کو برا سمجھنا اور انکے دور کرنے مین امر معروف اور نہی منکر بجالانا بھی مخالف رضا کے نہین اور اسباب مین بعض ناحق والون کو غلطی ہوئی ہے وہ کہتے ہین کہ گناہ اور بدکاری اور کفر اللہ تعالےٰ کی قضا و قدر سے ہین تو انسے رضا چاہیے یہ لوگ تاویل سے ناواقف اور اسرار شرع سے غافل ہین دعا کو خدائے تعالےٰ نے ہمارے لیے عبادت ہی کر دیا ہے چنانچہ کثرت سے دعا مانگنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اور انبیا علیہم السلام کا اسبات پر ثبوت کافی ہے جیسا کہ ہم نے باب الدعا مین لکھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مقامات رضا سے اعلیٰ مقام پر تھے اگر دعا خلاف رضا ہوتی تو کثرت سے آپ کیون دعا مانگتے اور خداوند کریم اپنے بعض بندون کی تعریف یون فرماتا ہے کہ یدعوننا رغبا و رھبا اور گناہون کا انکار اور انکو برا جاننا اور انپر راضی نہونا بھی خدائے تعالےٰ نے اپنے بندون کے لیے موجب عبادت بنایا ہے اور انپر راضی ہونے کی مذمت ارشاد کی ہے جیسے کہ فرمایا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا اور فرمایا ورضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع اللہ علی قلوبہم اور ایک حدیث مشہور مین ہے کہ من شہد منکرا فرضی بہ فکانہ قد فعلہ اور ایک حدیث مین ہے الدال علی الشر کفاعلہ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ آدمی بری بات سے غائب اور علیحدہ رہتا ہے اور اسپر اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا مجرم کو ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہے آپ نے فرمایا کہ یہ اسطرح ہے کہ وہ بری بات مین شریک تو نہوا مگر جب اسکو خبر پہونچی تو اسپر راضی ہوا اور ایک حدیث مین ہے کہ اگر کوئی بندہ مشرق مین مارا جاوے اور دوسرا شخص مغرب مین اسکے قتل سے راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اسکے قتل مین شریک ہوگا اور خدائے تعالےٰ نے خیرات مین اور شر سے بچنے مین رغبت اور غبطہ کرنے کو ارشاد فرمایا ہے جیسے کہ ارشاد ہے وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لا حسد الا فی اثنتین رجل اتاہ اللہ حکمۃ فھو یبثھا فی الناس ویعلمھا ورجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق اور ایک روایت مین یہ ہے کہ ورجل اتاہ اللہ القرآن فھو یقوم بہ اناء اللیل والنھار فیقول الرجل لو اتانی اللہ مثل ما اتی ھذا لفعلت مثل ما یفعل اور کافرون اور فاجرون سے بغض رکھنے اور انپر انکار کرنے مین قرآن و حدیث کے دلائل بیشمار ہین چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین اور فرمایا یایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء اور فرمایا وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا اور حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر مومن سے عہد لیا ہے کہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے عہد لیا ہے کہ ہر ایک ایماندار سے بغض رکھے اور فرمایا کہ المرء مع من احب اور فرمایا من احب قوما ووالاھم حشر معھم یوم القیامۃ اور فرمایا اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور اسکے دلائل بہت ہین ہمنے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ذکر مین باب آداب صحبت اور باب امر معروف اور نہی منکر مین انکو لکھا ہے دوبارہ یہان نہین لکھتے اب اگر کوئی یہ کہے کہ آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا چاہیے پس اگر معاصی بدون قضاء اللہ کے ہین تو یہ محال ہے اور

اس سے توحید مین خلل ہوتا ہی اور اگر قضاء اللہ سے ہین تو انکا برا جاننا اور انپر خفا ہونا قضاء اللہ کا برا جاننا ہی پس طریق ان ضدین کے جمع کرنیکا کیا ہی رضا اور کراہت ایک ہی چیز مین کیسے جمع ہو سکتی ہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین جو لوگ ضعیف اور اسرار علوم سے کم واقف ہین انپر یہ امر مشتبہ ہو جاتا ہی چنانچہ بعض لوگون کو جو شبہہ پڑا تو منکرات پر سکوت کرنے کو رضا کا مقام سمجھ گئے اور اسکا نام حسن خلق رکھ لیا حالانکہ یہ محض جہالت ہی اصل یہ ہی کہ رضا اور کراہت جب ایک چیز پر ایک ہی جہت سے ایکطرح پر وارد ہون تو البتہ ایک دوسرے کی ضد ہین لیکن اگر کراہت اور جہت سے ہو اور رضا اور جہت سے تب کیا ضد ہی مثلاً اگر کوئی تمہارا دشمن مرجاوے کہ وہ تمہارے کسی دشمن کا بھی دشمن جانی ہو اور اس کے ہلاک مین ساعی رہتا ہو تو ظاہر ہی کہ تمکو اسکا مرنا اسوجہ سے تو برا معلوم ہوگا کہ وہ تمہارے دشمن کی فکر مین رہا کرتا تھا اور اسوجہ سے اچھا معلوم ہوگا کہ تمہارا ایک دشمن کم ہو گیا اسیطرح معصیت کے بھی دو رخ ہین ایک اللہ کیطرف کہ اسکے فعل اور اختیار اور ارادہ سے ہوے اسوجہ سے تو معصیت پر رضا چاہیے کہ جسکی چیز ہی وہ اپنی چیز مین جو چاہے سو کرے اور ایک رخ بندے کیطرف ہی کہ اسکے کسب سے حاصل ہوے اور اسکی صفت کہلاتی ہی اور اسکے لیے اسبات کی علامت ہی کہ خدا تعالے کے نزدیک مغضوب اور مبغوض ہو گیا اسوجہ سے کہ اسنے بندے پر اسباب دوری اور خفگی کے مسلط کر دیے پس اس نظر سے معصیت بری اور مذموم ہی اور چونکہ یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہین آنے کی اسواسطے اسکی مثال کیلئے ہم ایک معشوق مخلوق مین سے فرض کرتے ہین کہ اسنے اپنے عاشقون کے سامنے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہی کہ اپنے دوستدارون اور مبغض والون مین تمیز کرین اور اسکے لیے ایک سچی آزمایش مقرر کرین یعنے اول فلان عاشق کیطرف قصد کرین اور اسکو اتنا ستاوین اور مارین کہ وہ ہمکو گالیان دینے کو مضطر ہو پس جب وہ گالیان دینے لگیگا تو ہم اس سے بغض کرینگے اور اسکو اپنا دشمن جانینگے پھر جسکو وہ محبوب جانیگا ہمکو معلوم ہو جاویگا کہ وہ ہمارا دشمن ہی اور جس سے وہ بغض رکھیگا اسکی محبت اور صدق کا حال معلوم ہو جاویگا پھر اسنے جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا اور اسکی مراد بھی پوری ہوئی یعنی جسکو مارا اور ستایا اسنے گالیان دین جو بغض کا سبب تھین اور بغض بھی ہو گیا جو عداوت کا باعث ہی اس صورت مین جو شخص اسکا عاشق صادق اور شروط محبت سے واقف ہی اسکو چاہیے کہ معشوق سے یون کہے کہ جان من تمنے جو تدبیر اس شخص کے ایذا کی اور مارنے کی اور نکالنے کی اور بغض و عداوت پر آمادہ کرنے کی کی یہ سب مجکو پسند ہی اور مین اس سے راضی ہون کیونکہ وہ تیری تجویز و تدبیر و فعل و ارادہ ہی مگر اس شخص نے جو تجکو گالی دی تو اسکی طرف سے زیادتی ہی کیونکہ اسکو شایان تھا کہ صبر کرتا اور گالی نہ دیتا مگر چونکہ تیری مراد اسکی ضرب سے یہی تھی کہ کسیطرح گالی منہ سے نکالے جو سبب غصہ کا ہو تو یہ فعل اس جہت سے کہ تیری مراد و تدبیر کے موافق ہوا مین اسپر راضی ہون اگر تیری مراد حاصل نہوتی تو تیری تدبیر مین نقصان اور مطلوب مین تاخیر ہوتی یہ بات مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی کہ تیری مراد تجکو نہ ملے لیکن اس نظر سے کہ فعل اس شخص کا وصف اور کسب ہی اور اسکی زیادتی اور گستاخی ہی کہ ایسے خوبصورت کا مقابلہ کیا بلکہ مقتضا تیرے جمال کا یہ تھا کہ مار کو برداشت کرتا اور گالی نہ دیتا تو البتہ اسکی زیادتی کو مین برا جانتا ہون اور تو جو اسکو گالیون کے باعث دشمن جانتا ہی تو مین اسپر راضی اور اسکو پسند کرتا ہون کیونکہ تیری مراد ہی اور تیری موافقت کے باعث مین اس سے بغض بھی رکھتا ہون اسلیے کہ شرط محبت یہ ہی کہ محبوب کے حبیب کا دوستدار اور اسکے دشمن کا دشمن ہو اور وہ جو تجھسے بغض رکھتا ہی تو اسوجہ سے کہ تونے اسپر دوامی بغض مسلط کیے اور اپنے نفس سے دور کرنے کا ارادہ کیا مین اسپر راضی ہون مگر اسوجہ سے کہ وہ بغض اس شخص کا وصف اور کسب اور فعل ہی اسکو برا جانتا ہون غرضکہ ان امور مین سے ہر ایک چیز کو معشوق کیطرف منسوب کرنیسے اچھا جانتا ہی اور مجرم کیطرف نسبت کرنیسے برا اور ناقص

اسمین ہو کہ یون کہے کہ راضی بھی اسی نظر سے ہون کہ تیری مراد ہو اور برا بھی اسی نظر سے جانتا ہون کہ تیرا مقصود ہو اور جب اسکو اس نظر سے مکروہ جانا کہ وہ دوسرے کا کسب اور وصف اور فعل ہو نہ معشوق کی مراد ہونے کی جہت سے تو اسمین کسیطرح کی خرابی نہین اور ایسا ہو سکتا ہو کہ آدمی ایک چیز کو ایک وجہ سے برا جانے اور دوسری وجہ سے اس سے راضی ہو اسکی نظیرین بیشمار ہین پس اب مطلب اصلی پر رجوع کرنا چاہیے کہ جب خداے تعہ نے بندے پر لوازم شہوات کے مسلط کر دیے یہانتک کہ وہ معصیت سے محبت کرنے لگا اور محبت کے مارے مرتکب معصیت ہوا تو یہ ایسا ہی ہو جیسا مثال مذکورہ بالا مین معشوق نے اپنے عاشق کو اتنا مارا کہ مار کے باعث اسکو غصہ آیا اور غصہ کے باعث گالیان دین اور خداے تعہ جو اپنی نافرمانی کرنے والے سے خفا ہوتا ہی تو گو اسکی خطا خداے تعہ کی ہی تدبیر سے ہوتی ہو مگر وہ ایسی ہو جیسے معشوق اپنے گالی دینے والے سے بغض کرے ہرچند گالیان اسنے معشوق کی تدبیر سے دی تھین نہ وہ ایسے اسباب اختیار کرتا نہ وہ بیچارہ گالیان دیتا اور اللہ تعہ جو ہر ایک اپنے بندے کے ساتھ یہی کرتا ہو یعنی دواعی معصیت کو اسپر مسلط کر دیتا ہو اس سے صاف ظاہر ہو کہ اسکی مشیت اس بندے کے دور کرنے اور اسپر خفگی کرنے کے لیے پہلے ہو چکی ہو پس جو بندہ کہ اللہ تعہ سے محبت رکھتا ہو اسپر واجب ہو کہ جس سے خداے تعہ بغض رکھے اس سے وہ بھی بغض رکھے اور جسپر وہ غصہ ہو اسپر وہ بھی غصہ ہو اور جسکو وہ اپنی درگاہ سے دور کر دے اس سے وہ بندۂ محب بھی عداوت کرے گو وہ مجرم خداے تعہ کی قدرت اور قہر سے مخالف اور دشمن زبردستی ہوا ہو لیکن پھر بھی ملعون اور مردود درگاہ تو ہو ہی اسلیے جتنے اس جناب عالی کے محب ہین انکی نظر مین اسکا مبغوض اور ممقوت ہونا ضرور ہو تاکہ محبوب کی موافقت پائی جاوے کہ جبپر اسنے اپنا غضب ظاہر کیا اور درگاہ سے دور کر دیا اسپر عاشق بھی اپنا غضب ظاہر کرے اور اس تقریر سے جتنی روایتین کہ اخبار کی ہین انمین بغض فی اللہ اور حب فی اللہ اور کافرون پر سختی کرنی اور انسے کڑا رہنا اور ناراضی کے باب مین تاکید کا ذکر ہو باوجودیکہ قضاء اللہ پر راضی رہنے کے درست ہو جاتے ہین یعنی انمین رضا سے یہی مقصود ہو کہ رضا اس اعتبار سے کہ وہ افعال منسوب خداے تعہ کیطرف ہین اور یہ سب باتین استمداد تقدیر کے معاملے سے چاہتی ہین جسکے افشا کی اجازت نہین اور وہ یہ ہو کہ خیر و شر دونون داخل مشیت اور ارادہ ہین مگر شر مراد اور مکروہ ہو اور خیر مطلوب اور مرضی یعنی پسندیدہ پس جو شخص یہ کہے کہ شر خداے تعہ کیطرف سے نہین وہ جاہل ہے اسیطرح جو یہ کہے کہ خیر و شر دونون خداے تعہ کیطرف سے ہین اور انمین کچھ فرق رضا اور کراہت کا نہین وہ بھی قصوروار ہو اور اسکو مفصل شرح وار بیان کرنے کی اجازت نہین لہذا اس سے سکوت اولی ہو اور یہی مناسب ہے کہ جسطرح شریعت حکم دے وہی طریق اختیار کرنا چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ القدر سر اللہ فلا تفشوہ[۸] اس سے معلوم ہوا کہ یہ علم علم مکاشفہ سے متعلق ہو اور یہان ہمکو مقصود یہ تھا کہ بیان کرین کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا اور گناہون کو برا سمجھنا باوجودیکہ وہ بھی قضاء اللہ ہی سے ہین ایک ساتھ ممکن ہو اور چنانچہ اسکا بیان بخوبی کر دیا اور ظاہر ہوا کہ رضا اور کراہت کا جمع ہونا ممکن ہو سر تقدیر کے افشا کی بھی ضرورت نہوئی اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہون سے بچنے اور انکی مغفرت اور عفو کے لیے دعا مانگنی یا اور اسباب جو دین پر معین ہون انکی درخواست کرنی قضاء اللہ پر رضا کے خلاف نہین اسلیے کہ اللہ تعہ نے جو دعا کو بندونکے لیے عبادت مقرر فرمایا ہو تو اسلیے ہو کہ دعا کے باعث انسے ذکر صاف نکلے اور دل مین مسکنت پیدا ہو اور رقت اور تضرع آوے جسکے باعث دل کی جلا ہو اور موجب کشف اور سبب پے در پے ہونے لطف کی افزونیون کا ہو جیسے آبخورے کا اٹھانا اور پانی پینا رضا بقضاء اللہ کے خلاف نہین اسلیے کہ پانی کا ڈھونڈھنا اور پینا پیاس دور کرنے کے لیے خواہ دوسرے سبب کا مباشر ہونا جسکو مسبب الاسباب نے کسی دوسری چیز کے لیے بنایا ہو رضا کے

[۸] القدر سر اللہ فلا تفشوہ ابو نعیم فی الحلیۃ من حدیث ابن عمر وابن عدی من حدیث ابن عمر بسند ضعیف ۱۲

خلاف نہین اسیطرح دعا بھی ایک سبب ہی جسکو خداے تعہ نے مفتاح اور موجب جلاے قلب وغیرہ کا بنایا ہی اور اسکے لیے امر فرمایا پس دعا کرنا کیسے رضا کے خلاف ہوگا اور ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ اسباب پر موافق عادت الٰہی کے تمسک کرنا مخالف توکل کے نہین چنانچہ اسکا بیان شرح باب التوکل مین لکھ چکے اسی طرح رضا کے بھی مخالف نہین کیونکہ رضا ایک مقام متصل توکل کے ہی۔ ہان مصیبت کا ظاہر کرنا شکایت کے طور پر اور دل مین اسکو خداے تعہ کیطرف سے برا جاننا رضا کے خلاف ہی مگر بلا کا ظاہر کرنا شکر کے طور پر اور قدرت الٰہی کے منکشف ہونے کے طور پر خلاف نہین بعض اکابر فرماتے ہین کہ قضاء اللہ رضا کی خوبی مین داخل ہی کہ شکایت کے طور پر گرمیون مین یون نہ کہے کہ یہ دن بہت گرم ہی مگر جاڑون مین یہ کہنا داخل شکر ہی اور شکایت بہر حال رضا کے خلاف ہی۔ غذا کو برا کہنا اور عیب نکالنا بھی رضا کے خلاف ہی کہ مذمت کسی چیز کی مذمت اسکے بنانیوالے کی ہوتی ہی اور ظاہر ہی کہ سب چیزین اسی کی بنائی ہوئی ہین اور اگر کوئی یون کہے کہ فقیری بلا و محنت ہی اور عیال رنج و مشقت اور پیشہ وری اندوہ و کلفت تو یہ قول بھی رضا مین خلل انداز ہی بلکہ چاہیے کہ تدبیر و مملکت کو مدبر اور مالک کے سپرد کردے اور وہ قول کہے جو حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مین نہین پروا کرتا خواہ فقیر ہو جاؤن یا تونگر اسواسطے کہ مین نہین جانتا کہ ان دونون مین سے میرے حق مین کون شئے بہتر ہی **چوتھا بیان** اسباب مین کہ ان شہرون سے بھاگنا جہان گناہون کا ظہور ہو اور گناہونکی مذمت کرنی رضا مین خلل انداز نہین واضح ہو کہ کم فہم آدمی کبھی یہ خیال کرتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طاعون والے شہر سے نکلنے کو منع فرمایا ہی تو آپکا منع فرمانا اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ جس شہر مین گناہ ظاہر ہوے ہون وہان سے بھی نکلنا نہ چاہیے اسواسطے کہ دونون صورت مین قضاء اللہ سے بھاگنا لازم آتا ہی اور یہ بات نہین ہی بلکہ نہی کی علت بعد ظہور طاعون کے یہ ہی اگر یہ باب مفتوح ہو تو تندرست لوگ تو شہر سے چلے جاوین اور بیمار آدمی رہجاوین کوئی انکا خبر گیران نہو لاغری اور مرض سے تباہ ہوجاوین اور اسیلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو مشابہت صف قتال سے بھاگنے کے ساتھ دی تھی اور اگر یہ بھی اسی جہت سے ہوتی کہ قضا سے بھاگنے کیصورت ہی تو جو شخص شہر وبا کے قریب پہونچ جاتا ہی اسکو وہانسے پھر جانے کی کیون اجازت دیتے اور اسکا حال ہمنے باب توکل مین لکھا ہی اور جب علت نہی کی معلوم ہوگئی تو ظاہر ہوا کہ جن شہرون مین ظہور گناہونکا ہو وہانسے بھاگنا قضا سے بھاگنے مین داخل نہین بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضرور ہی اس سے بھاگنا بھی داخل حکم الٰہی ہی اسیطرح ان مواضع کی مذمت جو گناہ پر برانگیختہ کرین اور ان اسباب کی برائی جو موجب معصیت ہوان لوگونکے علیحدہ کرنیکو واسطے بیان کرنی ضرور ہی سلف کے صلحا اکثر اسبات کے عادی رہے ہین یہانتک کہ ایک جماعت نے بغداد کی برائی پر اتفاق کیا تھا اور سب ظاہر کرتے تھے اور اس سے بھاگنے کی تلاش مین رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن مبارکؒ فرماتے تھے کہ مین مشرق اور مغرب مین پھرا کوئی شہر بغداد سے زیادہ برا نہین دیکھا لوگون نے پوچھا کہ وہ شہر کیسا ہی آپنے فرمایا کہ اسمین خداے تعہ کی نعمت کی حقارت ہوتی ہی اور اسکی نافرمانی کو ادنیٰ بات سمجھتے ہین اور جب آپ خراسان مین تشریف لائے تو لوگون نے بغداد کا حال آپ سے پوچھا آپنے فرمایا کہ مین نے اسمین صرف تین قسم کے لوگ دیکھے یا سپاہی غضبناک یا سوداگر حسرتزدہ یا قاری حیرت زدہ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ یہ قول انکا غیبت تھا اسلیے کہ آپ نے کسی شخص معین کا تو نام لیا ہی نہین کہ اسکو اس سے ضرر ہو نہ کسی بغدادی کو ہدف بنایا بلکہ آپکا قصد اس بیان سے لوگون کا ڈرانا تھا اور جب آپ مکہ کو تشریف لیجاتے تو بغداد مین اسقدر ٹھہرتے کہ قافلہ سولہ روز مین تیار ہو جاتا آپ سولہ روز کے ٹھہرنے کی عوض مین سولہ دینار خیرات کر دیتے دن پیچھے ایک دینار پڑ جاتا۔ اور بعض لوگ عراق کو برا کہتے تھے مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت کعب احبارؓ عراق کو برا کہا کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہی اسنے عرض کیا کہ عراق مین آپنے فرمایا کہ تیرا وہان کیا

کلام ہو مین نے یون سنا ہو کہ جو شخص عراق مین رہتا ہو اسکے پیچھے اللہ تعہ کوئی بلا لگا دیتا ہو اور حضرت کعب احبار رضہ نے ایک روز عراق کا ذکر فرمایا تو کہا کہ اسمین دس حصو نمین سے نو حصہ برائی ہو اور اسمین وہ لاعلاج ہو اور یہ بھی کسی بزرگ کا قول ہو کہ خیر کے دس حصہ ہوے اسمین سے نو حصہ شام مین ہین اور ایک حصہ عراق مین اور شر کے دس حصو نمین سے نو حصے عراق مین ہین اور ایک حصہ شام مین اور بعض محدثین کہتے ہین کہ ہم ایک روز فضیل بن عیاض رح کیخدمت مین تھے اتنے مین ایک صوفی عبا پہنے آیا آپ نے اسکو اپنے برابر بٹھلایا اور اسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمہارا مکان کہان ہو اسنے کہا بغداد مین آپ نے اس سے منھ پھیر لیا "اور فرمایا کہ ہمارے پاس لوگ لباس قرا ہونکا سا پہنکر آتے ہین اور جب ہم انسے پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو تو کہتے ہین کہ ظالمونکے گھونسلے مین رہتے ہین۔ اور حضرت بشر بن الحارث رح فرمایا کرتے کہ بغداد مین جو عابد ہوا چاہے وہ ایسا ہے کہ پاخانے مین عابد بنے۔ اور فرماتے کہ مین جو یہان مقیم ہون میری اقتدا یہان کے رہنے مین مت کرو جسکا دل باہر جانے کو ہو چلا جاوے اور حضرت احمد بن حنبل رح فرمایا کرتے کہ اگر ان بال بچون کا تعلق ہمسے نہوتا تو ہم تو اس شہر مین نہ رہتے لوگون نے پوچھا کہ پھر کہان رہتے آپ نے فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیون مین جا رہتے اور کسی بزرگ سے جو حال بغداد کے باشندونکا پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ وہان کا زاہد بیکار زاہد ہو اور شریر بھی بکا شریر ہو پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہو کہ جو شخص ایسے شہر مین پھنس جاوے جنمین معاصی کی کثرت اور خیر کی قلت ہو تو اسکو وہان ٹھہرنے کا کچھ عذر نچاہیے بلکہ وہانسے ہجرت کرنی چاہیے اللہ تعہ ارشاد فرماتا ہو الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا پس اگر ہجرت کا مانع اسکو عیال وغیرہ ہو تو وہان کے رہنے پر راضی نہونا چاہیے نہ اطمینان قلبی اسجگہ کیطرف کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ برداشتہ خاطر ہو کر یہ دعا مانگتا رہے ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا اور اسکی وجہ یہ ہو کہ ظلم جب کثرت سے ہوتا ہو تو مصیبت آتی ہو اور سب کو تباہ کر دیتی ہو گیہون کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہو مطیع لوگ بھی مارے پڑتے ہین اللہ تعہ ارشاد فرماتا ہو واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ غرضکہ کسی چیز مین اسباب نقص دین سے رضاے مطلق نہین مگر صرف اس جہت سے کہ وہ منسوب فعل الٰہی سے ہو اور خود انسے رضا کی کسی حال مین کوئی وجہ نہین اور اگر تین شخص تین مقام کے ہون یعنی ایک تو اس درجے کا ہو کہ موت کو شوق دیدار الٰہی کے واسطے محبوب جانتا ہو اور دوسرا زندگی کو اپنے مولیٰ کیخدمت کیلیے اچھا سمجھتا ہو اور تیسرا کہتا ہو کہ مین پسند نہین کرتا جو کچھ خداے تعہ میرے حق مین پسند کرے مین اسی پر راضی ہون تو علما کو اختلاف ہو کہ ان تینون شخصون مین سے افضل کونسا ہو اور یہ مسئلہ کسی عارف سے جو پوچھا گیا تو انھون نے فرمایا کہ رضا والا شخص افضل ہو اسلیے کہ ان سب مین سے فضول مین کمتر وہی ہو اور ایک روز وہیب بن الورد اور سفیان ثوری اور یوسف بن سباط اکٹھے ہوے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ آج سے پہلے مجکو اچانک موت بری معلوم ہوتی تھی مگر آج مین چاہتا ہون کہ مر جاؤن حضرت یوسف بن سباط نے انسے سبب پوچھا آپنے فرمایا کہ یہ وجہ ہو کہ مین فتنے سے ڈرتا ہون انھون نے کہا کہ مجھے تو زیادہ جینا برا نہین معلوم ہوتا حضرت سفیان رح نے پوچھا کہ کیون انھون نے فرمایا کہ اس توقع سے کہ شاید کوئی روز ایسا آجاوے جسمین مجکو توبہ نصیب ہو اور کوئی نیک عمل کرون پھر حضرت وہیب رح سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہین انھون نے فرمایا کہ مین تو کچھ پسند نہین کرتا جو کچھ اللہ جل شانہ کو محبوب ہے وہی مجکو محبوب ہو خواہ زندہ رکھے یا وفات دے حضرت سفیان ثوری رح نے انکی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ بخدا یہ روحانی ہے۔ پانچوان بیان عاشقون کی کچھ حکایات اور انکے اقوال ومکاشفات کے ذکر مین بعض عارفین سے کسی نے پوچھا کہ تم محب ہو انھون نے کہا کہ مین محب نہین ہون بلکہ محبوب ہون محب تو مشقت زدہ ہوتا ہو اور انھین سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہین کہ تم سات مین سے ایک ہو انھون نے کہا کہ مین پورا سات ہون اور یہ بزرگ

فرمایا کرتے کہ جب تم نے مجکو دیکھ لیا تو چالیس ابدال کو دیکھ لیا لوگون نے کہا کہ آپ تو ایک ہی ہین یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ ایک کا دیکھنا چالیس کے دیکھنے
کے برابر ہوا انھون نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ مین نے چالیس ابدال کو دیکھا ہو اور ہر ایک ابدال سے ایک خلق اسکے اخلاق مین سے حاصل کیا ہو اور ایسے
کسی نے سوال کیا کہ ہمنے سنا ہو کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے ہین آپنے تبسم کیا اور کہا کہ جو شخص خضرؑ کو دیکھے اس سے تعجب کیا ہو بلکہ تعجب
شخص سے ہو کہ خضر اسکو دیکھنا چاہین اور وہ چھپ جاوے اور حضرت خضرؑ سے مروی ہو کہ انھون نے فرمایا کہ جب کبھی کسی دن میرے دل مین یہ خطرہ ہوا ہو کہ
اب کوئی اللہ کا ولی ایسا نہین رہا جسکو مین نجانتا ہون اسی روز مجکو ایسا ولی ملا ہو کہ پہلے سے مین اسکو نجانتا تھا اور حضرت ابو یزید بسطامیؒ سے ایک بار کسی نے
عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ جو آپکو ہوتا ہو اسکا حال ہمسے ارشاد فرمایئے آپنے چیخ ماری اور فرمایا کہ تمہاری شان کے شایان نہین کہ تم اسکو جانو لوگون نے
عرض کیا کہ خدا تعالیٰ کے باب مین جو سخت سے سخت مجاہدہ آپ نے اپنے نفس پر کیا ہو وے کہدیجیے آپ نے فرمایا کہ تمکو اس سے واقف کرنا بھی
جائز نہین انھون نے عرض کیا کہ تو شروع طریقت مین جو کچھ اپنے نفس کی ریاضت آپ کیا کرتے تھے وہی فرمایئے آپنے فرمایا کہ ہان اسطرح سے
کہ مین نے اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کیطرف بلایا اسنے سرکشی کی مین نے اسکو قسم دیدی کہ ایک برس نہ پانی پیونگا نہ خواب کا ذائقہ چکھونگا پس نفس نے
اسکو پورا کر دیا۔ اور یحییٰ بن معاذؒ روایت کرتے ہین کہ مین نے ابو یزیدؒ کو نماز عشا کے بعد انکے بعض مشاہدات مین دیکھا کہ صبح صادق تک اس
صورت سے بیٹھے ہین کہ گھٹنے زمین پر رکھے پنجون کے بل تلوے اور ایڑیان زمین سے اٹھائے ٹھوڑی کو سینے سے لگائے دونون آنکھین کھلی ہوئی
ذرا نہ جھپکتی تھین جب صبح قریب ہوئی تو آپ نے ایک بڑا سجدہ کیا اور پھر بیٹھے اور جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی کچھ لوگون نے تجھسے مانگا اور تو نے انکو پانی
پر اور ہوا مین چلنا عنایت فرمایا وہ لوگ اسی پر راضی ہو گئے اور مین تجھ سے ان امور سے پناہ مانگتا ہون اور بعض لوگون نے تجھسے درخواست کی تو نے
انکو زمین کا طے کرنا مرحمت کیا اور وہ اسپر راضی ہوے اور مین اس سے تجھسے پناہ مانگتا ہون اور ایک قوم نے تجھسے سوال کیا تو تو نے انکو زمین کے
خزانے دیدیے اور وہ خوش ہو گئے مگر مین تجھسے انسے بھی پناہ مانگتا ہون یہانتک کہ کچھ اوپر بیس مقام کرامات اولیا کے آپنے اپنی دعا مین شمار کیے پھر
جو میری طرف التفات فرمایا اور دیکھا تو فرمایا کہ یحییٰ ہو مینے عرض کیا کہ خادم حاضر ہو ارشاد فرمایا کہ تو یہان کب سے ہو مین نے عرض کیا کہ بڑی دیر سے حاضر
ہون آپ چپ ہو رہے مین نے عرض کیا کہ مجھسے کچھ حال بیان فرمایئے آپنے فرمایا کہ جو تیرے حال کے مناسب ہو وہ کہتا ہون وہ یہ ہو کہ خدا تعالیٰ
نے مجکو فلک اسفل مین داخل کیا اور ملکوت سفلی مین مجکو پھرایا اور زمینون اور تحت الثریٰ کی سیر کرائی پھر فلک علوی مین داخل کیا اور آسمانون مین
مجکو پھرایا اور جنت سے لیکر عرش تک جو چیز آسمانون مین تھین سب مجکو دکھائین پھر مجکو اپنے سامنے کھڑا کر کے ارشاد فرمایا کہ جو چیزین تو نے دیکھین انمین
سے جو مانگیگا مین تجکو دیدونگا مین نے عرض کیا کہ خداوندا مین نے کوئی چیز ایسی نہین دیکھی جسکو مین اچھا جانتا ہون اور تجھسے اسکو مانگون فرمایا
کہ تو میرا بندہ سچا ہو تو ٹھیک میرے ہی واسطے میری عبادت کرتا ہو مین تیرے ساتھ یہ کرونگا اور یہ کرونگا بہت سی باتین فرمائین یحییٰ بن معاذؒ
کہتے ہین کہ مجکو اس بات سے ہول آئی اور اس سے بھر گیا اور تعجب کیا اور عرض کیا کہ حضور آپ نے خدا تعالیٰ سے اسکی معرفت کا سوال کیون نکیا آپ نے کہا
تو اس شہنشاہ کا حکم تھا کہ مانگ کیا مانگتا ہو حضرت ابو یزید نے مجھپر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہ مجکو اپنے نفس سے خدا تعالیٰ پر غیرت آئی کہ اسکے سوا اور کوئی اسکو
نہ پہچانے اسکی معرفت غیر کو مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی سچ ہو شعر با سایہ ترا نمی پسندم ؛ عشق است و ہزار بدگمانی ؛ اور روایت ہو کہ ابو تراب نخشبیؒ
کسی مرید پر نازان تھے اسکو اپنے پاس جگہ دیتے اور اسکی خدمت کرتے اور وہ عبادت مین مشغول رہتا ایکروز اسکو ابو تراب نے فرمایا کہ ابو یزید بسطامی کی

ملازمت کرلے اُسنے کہاکہ مجکو اُنکی حاجت نہین جب اُنھون نے بہت اصرار کیا تو مرید کو ایک جوش آگیا اور کہاکہ مین ابو یزید کو لیا کرونگا مین نے خدائے تعم کو دیکھا ہو اسنے مجکو ابو یزید کے دیکھنے سے بے پرواکر دیا ابو تراب کہتے ہین کہ جب تو میری طبیعت بھی بگڑ گئی اور نفس قابو مین نرہا اور بول اُٹھا کہ خدائے تعم کے دیکھنے پر مغرور ہوتا ہو اگر ابو یزید کو ایکبار دیکھیگا تو خداے تعم کو ستر بار دیکھنے سے تیرے حق مین زیادہ مفید ہوگا وہ مرید بہت حیران ہوا اسنے کہاکہ یہ کیسے ہو سکتا ہو ابو تراب نے کہاکہ تو خداے تعم کو اپنے پاس دیکھتا ہو تو وہ تیری مقدار کے موافق ظاہر ہوتا ہو اور ابو یزید کو تو خداے تعم کے پاس دیکھیگا کہ اُسکے لیے اسکی مقدار کے موافق ظہور ہوگا اسنے اس قول کا بھید معلوم کر لیا اور کہاکہ مجکو انکے پاس لیچلو ابو تراب نے یہان ایک بڑا قصہ لکھا ہو اُسکے آخر مین لکھا ہو کہ ہم جاکر ایک ٹیلے پر کھڑے ہوے اس انتظار مین کہ ابو یزید بیشہ سے نکلین کیونکہ وہ ان دنون درندون کے جنگل مین رہا کرتے تھے اسی اثنا مین حضرت ابو یزید ایک پوستین اپنی کمر پر ڈالے نکلے مین نے اس جوان سے کہاکہ یہ ہین ابو یزید انکی طرف دیکھ اسکا دیکھنا تھا کہ اسنے پچھاڑ کھائی پھر جو ہمنے اسکو ہلایا تو مردہ پایا ہم سب نے ملکر اسکو دفن کیا اور مین نے حضرت ابو یزید رح سے عرض کیا کہ حضرت آپکی طرف دیکھنے سے یہ شخص مر گیا آپنے فرمایا کہ یہ بات نہین بلکہ تیرا مرید سچا تھا اور اسکے دلمین ایک بھید پوشیدہ تھا کہ اسکا وصف اسپر منکشف نہین ہوا تھا جب اسنے مجکو دیکھا تو اسکے دلکا بھید کھل گیا اسکو تاب اوسکے برداشت کی نہوئی اسلیے کہ وہ ضعیف مریدون کے مقام مین تھا اسی سے مارا پڑا۔ اور جبکہ زنگی بصرہ مین داخل ہوے اور کشت وخون کیا اور مال غارت کیا حضرت سہل رح کے مرید انکے پاس جمع ہوے اور آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خداے تعم سے دعا کیجیے کہ انکو دفع کرے آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا کہ اس شہر مین اللہ تعم کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اگر ظالمون پر بددعا کرین تو کوئی ظالم زمین کے پردے پر صبح تک زندہ نرہے ایک ہی رات مین سب کا خاتمہ ہو جاوے مگر وہ بددعا نہین کرتے سبھون نے پوچھا کیون آپ نے فرمایا اسوجہ سے کہ جو چیز خداے تعم کو اچھی نہین معلوم ہوتی اسکو وہ بھی اچھی نہین سمجھتے پھر دعا کے قبول ہونے مین چند اشیا ذکر فرمائین جنکا ذکر نہین کیا جا سکتا یہانتک کہ یہ بھی کہاکہ اگر وہ اللہ تعم سے درخواست کرین کہ قیامت برپا نکرے تو خداے تعم اسکو بھی نہ قائم کرے اور یہ باتین بذات خود ممکن ہین پس جس شخص کو انمین سے کچھ بھی بہرہ نہو اسکو چاہیے کہ انکی تصدیق اور ایمان سے تو خالی نہو یعنی اسیقدر کی تصدیق کرے کہ ممکن ہین اسلیے کہ قدرت خدا تعالی کی وسیع اور اسکا فضل عام اور ملک اور ملکوت کے عجائب بہت ہین اور خداے تعم کے مقدورات کی کچھ انتہا نہین اور اسکا فضل جو برگزیدہ بندونپر کرتا ہو اسکی بھی کچھ حد نہین اور اسی جہت سے حضرت ابو یزید فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی مناجات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی خلت عنایت فرماوے تو اور اس سے زیادہ طلب کر اسلیے کہ اسکے پاس کچھ کمی نہین ان مراتب سے بیحد ہا گنا زیادہ اسکے پاس موجود ہین اگر تو کسی درجے پر مطمئن ہو جاویگا تو اسی سے تیرا حجاب کر دیگا۔ اور یہ بلا انھین لوگون کے لیے ہو جو انکا سا حال رکھتا ہو اسواسطے کہ وہ بڑے درجے کے لوگ ہین۔ اور بعض عارفین فرماتے ہین کہ مجکو مکاشفہ مین ایسا معلوم ہوا کہ چالیس حورین ہوا مین دوڑتی ہین اور انپر لباس اور زیور سونے اور چاندی اور جواہر کا چھن چھن بولتا ہو اور انکے ساتھ ساتھ پھرتا ہو مین نے انکو ایک نظر دیکھ لیا اُسکے عوض مین چالیس روز کی سزا مجکو ملی پھر بعد اسکے ایسی حورین نظر آئین کہ پہلی سے بیشتر کی حورون سے حسن وجمال مین زیادہ تھین اور مجھسے کہا گیا انکی طرف دیکھ مین نے اپنی آنکھین بند کر لین اور سجدہ کیا اور عرض کیا کہ الٰہی تجھسے مین تیرے سوا سے پناہ مانگتا ہون مجکو انکی حاجت نہین اسیطرح مین تضرع کرتا رہا یہانتک کہ اللہ تعم نے میرے پاس سے انکو ہٹا لیا پس مومن کو چاہیے کہ اسطرح کے مکاشفات کا انکار نکرے اسوجہ سے کہ اپنے آپکو ویسا کیون نہین ہوتا اور اگر یہی ہوا کرے کہ ہر کوئی وہی بات

مانا کرے جو اسکے نفس تنگ و تاریک مین مشاہدہ ہوجاوے تو راہ ایمان بالکل تنگ ہوجاویگی۔ یہ حالات اسطرح کے نہین کہ جلد ظاہر ہون بلکہ یہ حالات بعد گھاٹیون کے گزرنے اور مقامات کثیرہ کے حاصل ہونے کے ظاہر ہوا کرتے ہین ان مقامات مین سے ادنی اخلاص کا کرنا اور حظوظ نفس اور ملاحظۂ خلق کو تمام اعمال ظاہری و باطنی سے نکال ڈالنا پھر اس امر کو لوگون سے خفیہ رکھنا اور گوشۂ گمنامی مین بیٹھ رہنا ہے بس یہ باتین ان لوگون کی سلوک کے اوائل اور مقامات کے آغاز کی ہین جو لوگون مین سب سے بڑے پرہیزگار و نیز کمتر موجود ہین اور دلکو کدورات التفات سے صاف کرنیکے بعد سپر نور یقین کا فیض ہوتا ہے اور مبادی حق کے منکشف ہونے لگتے ہین اور بدون تجربہ اور سلوک طریق کے اسکا انکار کر بیٹھنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ صورت کا منکشف ہونا لوہے مین گو وہ جلا کیا جاوے اور آئینہ کی صورت کا کردیا جاوے ممکن نہین اسکے انکار کی وجہ یہی ہے کہ اپنے ہاتھ کے لوہے کو جسپر زنگ اور میل چڑھا ہو دیکھتا ہے کہ اسمین تو کوئی صورت بنتی ہی نہین اسلیے اسنے اسوقت کے انکشاف کا بھی انکار کیا جب سکو جلا کرکے جوہر نکالا جاوے مگر اس امر کا انکار نہایت جہل اور گمراہی ہے یہی حکم اس شخص کا ہے جو کرامات اولیا کا منکر ہو اسلیے کہ اسکے پاس اور تو کوئی دلیل نہین بجز اسکے کہ خود اس کیفیت سے قاصر ہے اور جسکو اسنے دیکھا اسکو قاصر پایا الا یہ کہ بجبت انکار قدرت الٰہی نہایت خراب ہے مکاشفہ کی خوشبو وہ شخص سونگھتا ہے جو کچھ بھی مبادی طریقت مین چلا ہو اور جبتک وہ راہ ہی نہین چلیگا تب تک کیا جانیگا کہ اس راہ مین کیا کیا ہوتا ہے حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ تم اس مرتبے پر کیسے پہونچے آپ نے فرمایا کہ مین خدا تعالیٰ سے دعا مانگا کرتا تھا کہ میرا حال خفیہ رکھے کسی پر ظاہر نکرے اور روایت ہے کہ انھون نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور انسے کہا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمپر اپنی طاعت آسان کرے سکہا کہ اور کچھ دعا کیجیے انھون نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس طاعت کو خلق سے پوشیدہ رکھے یا یہ کہ اس طاعت کو خود تجھسے خفیہ رکھے کہ تو اسپر التفات نکرے اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ مجکو شوق حضرت خضر علیہ السلام کے دیکھنے کا بہت ہوا مین نے ایکبار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ انکی زیارت مجکو کرادے تاکہ مجھے وہ بات تعلیم کرین جو سب سے زیادہ میرے لیے اہم ہو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور انکی زیارت مجکو ہوئی اسوقت مجکو اور کچھ نہ سوجھی مین نے یہی کہا کہ اے ابو العباس آپ مجکو ایسی چیز سکھائیے کہ جب مین اسکو پڑھون تو لوگون کے دلون سے محجوب ہوجاؤن انکے دلو نمین میری کچھ قدر نرہے اور میری نیکبختی اور دیانت کو کوئی نجانے انھون نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اللھم اسبل علی کثیف سترک و حط علی سرادقات حجبک واجعلنی فی مکنون غیبک واحجبنی عن قلوب خلقک پھر آپ غائب ہوگئے نہ مین نے انکو پھر دیکھا نہ کبھی مشتاق ہوا مگر جو دعا انھون نے سکھائی تھی اسکو ہمیشہ پڑھتا رہا بیان کرتے ہین کہ اس دعا کی تاثیر انپر اتنی ہوئی کہ ذلت و اہانت و بیقدری اس درجہ کو پہونچی کہ ذمی لوگ بھی انسے تمسخر کیا کرتے اور بیگار مین پکڑ کر اپنا بوجھ انکے سر پر رکھتے اور چونکہ انکی وقعت کچھ انکی نظر و نمین نہ تھی یہ سب کچھ برداشت کرتے لڑکے انکا جد الکھیل بناتے حاصل یہ کہ انکے دلکا چین اور درستی حال ذلت اور گمنامی مین تھی یہ حال اولیاء اللہ کا تھا انکی تلاش بھی ایسے ہی لوگون مین چاہیے اور مغالطہ کھانیوالے لوگ انکو ایسے شخصو نمین تلاش کرتے ہین جو پیوند کار گدڑیان اور چادرین پہنتے ہون اور علم اور ورع اور ریاست کی راہ سے خلق مین مشہور ہون حالانکہ غیرت اللہ جل شانہٗ کی اپنے اولیا پر اسی بات کی متقاضی ہے کہ انکو خفیہ ہی رکھے جیسا کہ حدیث قدسی مین ارشاد ہے کہ میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہین انکو سوا میرے اور کوئی نہین پہچانتا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ رب اشعث اغبر ذی طمرین لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ خلاصہ یہ کہ ایسے معانی کی خوشبو سے زیادہ محروم ان دلون کے مشام ہین جو تکبر اور عجب کرتے ہین اور اپنے عمل اور علم سے اپنے لیے خیر خوش پاتے ہین اور تر دیکتر وہ دل ہین جو شکستہ [illegible]

(۱) اے الٰہی ڈال دے میرے عیبون پر موٹا پردہ اور ڈالدے مجھپر حجابون کے سراپردے اور کردے مجھکو اپنے غیب مخفی مین اور پوشیدہ کردے مجھکو اپنی مخلوق کے دلون سے ۱۲

(۲) بہت سے پریشان مو غبار آلودہ ایسے دو چادر والے جن کی کچھ قدر نہین ہوتی ایسے ہوتے ہین کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کچھ قسم دین تو اللہ انکو سچا کر دے ۱۲ مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

ہین اور اپنے نفسون کی ذلت اسقدر سمجھتے ہین کہ اگر ذلیل و خوار کیے جاوین تو ذلت انکو معلوم بھی نہو جیسے غلام ذلت کو معلوم نہین کرتا جبوقت کہ اُسکا آقا اسپر اونچا بیٹھتا ہی پس جب یہ کیفیت ہوجاوے کہ ذلت کو معلوم نکرے نہ یہ خبر ہوکہ میرا التفات ذلت کیطرف ہی ملکہ اپنے جی مین اسسے بھی کم رتبہ ہو کہ تمام اقسام ذلت کو اپنے حق مین ذلت سمجھے یعنی اپنے نفس کو سب ذلتون سے کمتر جانے یہانتک کہ تواضع بالطبع اسکی ذات کی صفت ہوجاوے تو ایسے دل سے توقع ہی کہ وہ اُن خوشبوؤن کے مبادی کی لپٹ سونگھے پس اگر ہم مین ایسا دل نہو اور ایسی روح سے بھی ہم محروم ہون تو ہمکو نہین چاہیے کہ جو لوگ اسکے اہل ہین انکے لیے اون کرامات کے امکان کا ایمان نرکھین کیونکہ اگر آدمی سے یہ نہو سکے کہ خداے تعالیٰ کا ولی ہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اسکے اولیا سے محبت رکھتا ہو اور انپر ایمان ہو شاید اسیوجہ سے انکے زمرے مین حشر ہو کہ المرء مع من احب حدیث مشہور ہی اور مسکنت اور ذلت کے زیادہ تر مفید ہونے کی یہ دلیل ہی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہی کہ آپ نے بنی اسرائیل سے پوچھا کہ کھیتی کہان جمتی ہی لوگون نے عرض کیا کہ مٹی مین آپ نے فرمایا کہ تو مین تم سے سچ کہتا ہون کہ حکمت بھی اسی دل مین جمتی ہے جو مثل مٹی کے ہو اسی مضمون کو اس مصرع مین ادا کیا ہی مصرع خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی :: اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کے طالبون نے شروط ولایت کی جستجو کیلیے نفس کو ذلیل کرنے مین کمال درجے کی فروتنی اور خست پر پہونچا دیا ہی یہانتک کہ روایت ہی کہ ابن کرنبی جو حضرت جنیدؒ کے استاد تھے انکو ایک شخص نے دعوت کے لیے بلایا جب دروازے کے قریب پہونچے تو ہٹا دیا تھوڑی دور جب چلے گئے تو پھر اس شخص نے بلایا پھر دروازے کے پاس سے ہٹا دیا اسیطرح تین بار بلایا اور ہٹایا چوتھی دفعہ انکو گھر مین لیگیا اور کہا کہ مین نے آپکی تواضع کے امتحان کیلیے یہ حرکت کی تھی آپ نے فرمایا کہ مین نے اپنے نفس کو بیس برس سے ذلت پر عادی کرلیا ہی یہانتک کہ اب بمنزلہ کتے کے ہوگیا ہی کہ اگر ہٹا دو تو ہٹ جاوے اور جب اسکی طرف ہڈی پھینکو تو چلا آوے پس تو اگر مجھکو پچاس دفعہ ہٹا دیتا اور بلاتا تو مین پھر چلا آتا۔ اور انھین کا حال یہ بھی ہی کہ فرماتے ہین کہ مین ایک محلہ مین اترا اور وہان نیک بختی مین انگشت نما ہوا میرا دل اس سے پریشان ہوا اسلیے مین حمام مین گیا اور وہان قصداً عمدہ کپڑے کسی کے اٹھا لیے اور انکو پہنکر انکے اوپر اپنی گدڑی پہن لی اور باہر نکلکر آہستہ آہستہ چلنے لگا لوگون نے مجھکو آ پکڑا اور میری گدڑی اتار کر وہ کپڑے مجھسے لیلیے اور خوب معمول چپت سے میری خبر لی آئندہ کو مین حمام کا چور مشہور ہوا تب میرا دل مطمئن ہوا اب تامل کرنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنے نفس کیسی ریاضت لیتے تھے تاکہ خداے تعالیٰ انکو خلق کیطرف دیکھنے سے چھڑاوے اور رفتہ رفتہ اپنے نفس کیطرف بھی التفات نرہے اسواسطے کہ جو شخص اپنے نفس کیطرف التفات رکھتا ہی وہ خداے تعالیٰ سے محجوب رہتا ہی اور اسکا شغل نفس ہی اسکے حق مین حجاب ہوتا ہی اسلیے کہ خداے تعالیٰ مین اور دل مین کوئی دوریکا حجاب یا حائل نہین بلکہ دلونکی دوری یہی ہی کہ وہ غیر اللہ مین یا اپنے نفسونکے ساتھ مشغول ہون اور سبسے زیادہ حجاب شغل نفس ہی اسلیے منقول ہی کہ ایک خوبصورت شخص عظیم الشان روساء بسطام مین سے کبھی حضرت ابو یزید بسطامی کی مجلس سے جدا نہوتا ایک روز اسنے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ مین تیس برس سے برابر روزہ رکھتا ہون کبھی افطار نہین کرتا اور رات بھر جاگتا ہون کبھی نہین سوتا مگر باوجود اس ریاضت کے جو علم کہ آپ بیان فرماتے ہین اسمین سے اپنے دل مین کچھ نہین پاتا حالانکہ مین اسکی تصدیق کرتا ہون اور اس سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر تو تین سو برس بالفرض روزہ رکھیگا اور راتون کو جاگے گا اس علم مین سے ایک ذرہ نپاویگا اسنے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہی آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ تو اپنے نفس کے باعث محجوب ہی اسنے عرض کیا کہ پھر اسکا کچھ علاج ہی آپ نے فرمایا کہ ہان علاج کیون نہین اسنے

کہا کہ تو وہ علاج مجکو ارشاد ہو کہ مین کرون آپ نے فرمایا کہ تو اس علاج کو قبول نکریگا اسنے کہا کہ آپ کر تو فرمایئن کہ مین اسکو بجالاؤن آپ نے فرمایا کہ ابھی نائی کے پاس جا اور اپنا سر اور ڈاڑھی منڈوا اور یہ لباس اتار کر ایک کمل کا تہمد کر اور اپنی گردن مین ایک جھولی اخروٹ کی ڈال لے اور اپنے گرد لڑکون کو جمع کر اور انسے کہدے کہ جو کوئی میرے دھول لگائیگا مین اسکو ایک اخروٹ دونگا اور اسیصورت سے بازار مین جا اور سب بازارون مین مجمع کیوقت پھر اور جو شخص تیرے آشنا ہون انکے پاس بھی اسیطرح جا اس شخص نے کہا سبحان اللہ آپ مجکو ایسا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تیرا سبحان اللہ کہنا شرک ہے اسنے پوچھا کہ کس طرح آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے نفس کو بڑا جانکر سبحان اللہ کہا کچھ خدا کی تعظیم کے لیے سبحان اللہ نہین کہا اسنے عرض کیا کہ یہ تو مین نہین کرونگا اور کچھ بتائیے تو کرون آپنے فرمایا کہ سب تدبیرون سے پہلے اسیکو کرنا چاہیے اسنے کہا کہ اسکی تو مجکو طاقت نہین آپنے فرمایا کہ مینے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تو قبول نکریگا پس یہ تدبیر جو حضرت ابو یزیدؒ نے بتائی تھی اس شخص کا علاج ہے جسکو یہ مرض ہو کہ اپنے نفس کیطرف التفات رکھتا ہو اور لوگونکا التفات اپنی طرف چاہتا ہو اور اس بیماری سے بچنے کی دوا بجز اس تدبیر کے یا اور اسی قسم کی تدبیر کے اور کچھ نہین پس جو شخص کہ علاج کی تاب نہ رکھتا ہو اسکو نچاہیے کہ جو شخص اس مرض مین مبتلا نہوا ہو یا ہوا ہو اور اپنے نفس کا علاج اسی تدبیر سے کرتا ہو اسکو کہے کہ اس سے شفا ممکن نہین اسلیے کہ اقل درجہ صحت کا یہ ہے کہ اسکے امکان ہی کا ایمان رکھتا ہو اور جسمین اسقدر بھی بات نہ پائی جاوے تو اسکی خرابی ہے اور یہ امور شریعت مین صاف صاف ظاہر ہین اور باوجود ظہور کے اس شخص کے نزدیک دشوار ہین جو اپنے نفس کو علماے شرع سے تصور کرتا ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ لا یستکمل العبد الایمان حتی تکون قلة الشیٔ احب الیہ من کثرتہ وحتی یکون ان لا یعرف احب الیہ من ان یعرف اور فرمایا ثلاث من کن فیہ استکمل ایمانہ لا یخاف فی اللہ لومة لائم ولا یرائی بشیٔ من عملہ واذا عرض لہ امران احدہما للدنیا والاخر للآخرة اختار امر الآخرة علی امر الدنیا اور فرمایا لا یکمل ایمان العبد حتی یکون فیہ ثلث خصال اذا غضب لم یخرجہ غضبہ عن الحق واذا رضی لم یدخلہ رضاہ فی باطل واذا قدر لم یتناول ما لیس لہ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ ثلث من اوتیہن فقد اوتی مثل ما اوتی آل داؤد العدل فی الرضی والغضب والقصد فی الغنی والفقر وخشیة اللہ فی السر والعلانیة تو یہ شرطین ہین کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے لیے ارشاد فرمائی ہین پس اس شخص سے تعجب ہے کہ دین کا تو دعوی رکھتا ہو اور اپنے آپ مین ان شرطون مین سے ذرہ بھر بھی نہ پاتا ہو پھر اپنے علم اور عقل سے بھی بہرہ رکھتا ہو کہ جو بات ایمان کی بعد بڑے بڑے مقامات طے کرنے کے حاصل ہوا کرتی ہے اسکا انکار کرے اور اخبار مین وارد ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض پیغمبرون کیطرف وحی بھیجی کہ مین اپنا خلیل اس شخص کو بنایا کرتا ہون جو میرے ذکر مین سستی اور قصور نہ کرے اور سوا میرے اور کوئی اسکو فکر نہو نہ میرے اوپر کسی چیز کو میری مخلوقات مین سے اختیار کرے اور اگر اسکو آگ مین جلاوین تو آگ کی سوزش سے درد نہ معلوم ہو اور اگر آرون سے چیرین تو اس سے بھی تکلیف محسوس نہو پس جس شخص کی محبت اس درجے کو بھی نہ پہونچی ہو اسکو محبت کے بعد کی کرامات اور مکاشفات کیسے معلوم ہونگے یہ مکاشفات تو سب بعد محبت کے ہوتے ہین اور محبت کمال ایمان کے بعد ہوتی ہے اور ایمان کے مقامات اور اسکے کم و بیش ہونیکے اختلاف کی کچھ شمار نہین اور اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

[illegible]

[illegible]

نے حضرت صدیق رضؓ کو فرمایا تھا کہ اللہ تعہ نے تم کو اتنا ایمان دیا ہی کہ وہ ان سب لوگون کے ایمان کے برابر ہے جو میری امت مین سے مجھ پر ایمان لائے ہین اور مجکو جو ایمان دیا ہی وہ سب اولاد آدم کے ایمان کے برابر ہی جو خدا پر ایمان رکھتے ہین اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ اللہ تعہ کے تین سٹو اخلاق ہین جو شخص توحید کے ساتھ ایک خلق لیکر بھی اس سے ملیگا وہ داخل جنت ہوگا۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے پوچھا کہ یا حضرت مجھ مین بھی کوئی ان اخلاق مین سے ہی آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر تجھ مین سبکے سب ہین اور ان سب مین محبوب اللہ تعہ کے نزدیک سخاوت ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے لٹکائی گئی اسکے ایک پلہ مین مجکو رکھا اور ایک پلہ مین میری امت کو رکھا میرا پلہ بھاری ہوا اور ابو بکر رضؓ کو ایک پلہ مین رکھا اور میری امت کو لاکر ایک پلہ مین رکھا ابو بکرؓ کا پلہ جھکا رہا اور باوجود ان سب امور کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعہ کے ساتھ اسطرح کا استغراق تھا کہ آپکے دلمین گنجایش خلت کی دوسرے کے ساتھ نہ تھی اسیواسطے فرمایا کہ اگر مین لوگون مین سے کسیکو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا مگر مین اللہ تعہ کا خلیل ہون

خاتمہ۔ کچھ کلمات متفرق متعلقہ محبت کے ذکر مین جنسے فائدہ ہوا کرتا ہے

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہی اور لوگ کہتے ہین کہ ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہے اور کچھ یون کہتے ہین کہ محبوب کو سب پر ترجیح دینا محبت ہی اور بعضون کا یہ قول ہی کہ دنیا مین باقی رہنے کو برا جاننا محبت ہی اور یہ سب اقوال محبت کے ثمرات کیطرف اشارہ کرتے ہین نفس محبت کو کسی نے بیان نہین کیا اور کسی بزرگ کا یہ قول ہی کہ محبت وہ بات محبوب کی ہی جو دلون کو مغلوب رکھے دل و زبان اسکے ادراک و بیان سے عاجز ہین اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ علاقے والے پر محبت حرام ہی اور فرمایا کہ جو محبت عوض کے مقابل ہوتی ہی تو جب عوض جاتا رہتا ہی محبت بھی جاتی رہتی ہی اور حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا ہی کہ جو شخص محبت خدا کی ظاہر کرے اسکے کہدو کہ اس بات سے ڈرے کہ غیر اللہ کے لیے ذلیل بنے اور کسی نے حضرت شبلیؒ سے پوچھا کہ ہمسے عارف و محب کی صفت کہیے آپ نے فرمایا کہ عارف اگر بولے تو ہلاک ہوجاوے اور محب اگر چپکا رہے تو ہلاک ہو اور آپکا ایک قطعہ کہا ہی یہ جسکا ترجمہ ہی **قطعہ** اے خداوند رحیم اور کریم ؛ عشق تیرا ہی میرے دلمین مقیم ؛ تونے کھوئی ہے میری آنکھ سے نیند ؛ مجھپہ جو گذرے ہی تو ہی ہی علیم ؛ اور چند اشعار ایک اور شخص نے اسی باب مین کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی **قطعہ** ہے عجب گر کہے کوئی کہ حبیب یاد آیا ؛ اسکو کیا بھول گیا ہون کہ کہون یاد آیا ؛ یاد سے تیری مین مرتا ہون پہ جی اٹھتا ہون ؛ حسن ظن مجکو نہوتا تو مین کیسے جیتا ؛ آرزوون سے مرا جینا ہی اور شوق سے موت ؛ مرنے جلنے کا مرے تجھپہ یہ دستور نہ بدھا ؛ بادۂ عشق سے گو مین نے پیے جام پہ جام ؛ پر نہ وہ مے ہی چکی اور نہ مین سیر ہوا ؛ خوب ہو سامنے گر آنکھ کے ہو اسکا خیال ؛ پھر جو کوتاہی کرون دید مین تو مین اندھا ؛ اور حضرت رابعہ عدویہؒ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہی جو ہمکو ہمارے حبیب کا پتا بتاوے انکی خادمہ نے کہا کہ ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہی مگر دنیا نے اس سے علیحدہ کر رکھا ہی۔ اور ابن جلاؒ کہتے ہین کہ خدائے تعہ نے حضرت عیسے علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کے سر پر مطلع ہوتا ہون اور اسمین محبت دنیا و آخرت کی نہین پاتا تو اسکو اپنی محبت سے بھر دیتا ہون اور اپنی حفاظت سے اسکا کفیل ہوتا ہون اور روایت ہی کہ حضرت سمنونؒ نے ایک روز محبت کے باب مین گفتگو کی اتنے مین ایک پرند آپکے سامنے اترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا یہانتک کہ اسمین سے خون نکلا اور مر گیا اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو جانتا ہی کہ تو نے جو اپنی محبت سے مجھپر اکرام کیا ہی اور اپنے ذکر سے مجکو مانوس کیا ہی اور اپنی عظمت کی

۱؎ اس حدیث کو طبرانی نے بہ روایت انس و مغیرہ بن عبد الرحمن اور بزار نے بروایت عثمان بن عفان اسکے قریب مضمون روایت کیا ہی مگر ان روایتون مین سوال حضرت صدیق کا اور جواب نہین عراقی ۱۲

۲؎ اسکی سند مین ضعف ہی ۱۲ ابن عبد المجید سے اسکی سند ضعیف ہی ۱۲

۳؎ بخاری و مسلم کی حدیث ہی ۱۲

فکر کے لیے مجکو مخصوص کر دیا تو اسکے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہین۔ اور حضرت سری فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعم سے
محبت کرتا ہو وہ عیش کرتا ہو اور جو دنیا کیطرف رغبت کرتا ہو وہ خفیف ہوتا ہو اور احمق وہ ہو جو صبح اور شام نکمی چیز مین سعی کرتا ہو اور عاقل
آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہو۔ اور حضرت رابعہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے انھون
نے فرمایا کہ مجکو محبت تو آپ کے ساتھ بہت ہو مگر خداے تعم کی محبت نے مجکو مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہو اور حضرت عیسے علیہ السلام سے
کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہو آپ نے فرمایا کہ خداے تعم سے راضی ہونا اور اسکی محبت کرنا اور حضرت ابو یزید فرماتے ہین کہ محب
دنیا کی محبت کرتا ہو نہ آخرت کی بلکہ اپنے مولا سے مولا ہی کو چاہتا ہو اور حضرت شبلی کا قول ہو کہ محبت لذت مین مدہوشی اور تعظیم مین حیرت کا نام ہو اور
بعضون نے کہا ہو کہ محبت اسکا نام ہو کہ اپنے آپ سے نشان مٹا دے یہانتک کہ کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے جسکا مائل محب سے اسی کیطرف راجع
ہو۔ اور بعضے کہتے ہین کہ محبت یہ ہو کہ محبوب سے دل خوشی اور بشارت کے ساتھ نزدیک ہو۔ اور خواص فرماتے ہین کہ محبت ارادون کا مٹانا
اور سب صفات وحاجات کا جلا دینا ہو اور حضرت سہل سے جو محبت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت یہ ہو کہ جب اللہ تعم نے کسی اپنے بندہ کی دلی
مراد سمجھ لی تو اسکو اپنے مشاہدے کے لیے پھیر دیا اور بعضون نے کہا ہو کہ محب کا معاملہ چار مقامون پر ہوتا ہو اول محبت دوم ہیبت سوم حیا چہارم تعظیم
اور ان چارون مین سے افضل تعظیم اور محبت ہین اسلیے کہ یہ دونون اہل جنت کے ساتھ جنت مین باقی رہتے ہین اور انکے سوا اور چیزین انسے علحدہ
ہو جاتی ہین اور ہرم بن حبان کہتے ہین کہ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہو تو اس سے محبت کرتا ہو اور جب اس سے محبت کرتا ہو تو اسکی طرف متوجہ
ہوتا ہو اور جب توجہ کا مزا پاتا ہو تو دنیا کیطرف نظر خواہش سے نہین دیکھتا نہ آخرت کیطرف نظر کاہلی سے دیکھے اور وہ اپنے جسم سے تو دنیا مین رہتا
ہو اور روح سے آخرت مین اور عبد اللہ بن محمد کہتے ہین کہ مین نے ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رو رو یہ کہہ رہی تھی اور آنسو چہرہ پر بہہ رہے تھے بخدا کہ
مین خداے تعم کے شوق مین اور اسکی ملاقات کے اشتیاق مین زندگی سے تنگ آگئی ہون یہانتک کہ اگر موت بکتی ہوتی تو مین اسکو خرید لیتی راوی کہتے ہین کہ
مین نے اس سے پوچھا کہ تجکو اپنے عمل پر اطمینان ہو اسنے کہا کہ اطمینان تو نہین مگر مین اسے محبت رکھتی ہون اور اسپر مجکو حسن ظن ہو تو کیا تم کو یہ
خیال ہو کہ باوجود محبت کے وہ مجکو عذاب دیگا اور اللہ تعم نے حضرت داؤد پر وحی بھیجی کہ جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر انکو معلوم ہو جاوے کہ
مین انکا کیسا منتظر رہتا ہون اور اسکے ساتھ نرمی برتتا ہون اور انکے گناہ چھوڑنے کا مشتاق ہون تو انکو میریطرف اتنا شوق ہو کہ اسمین مر جاوین
اور میری محبت سے انکے جوڑ بند جدا ہو جاوین اے داؤد میری خواہش جب روگردانون کے باب مین یہ کچھ ہو تو جو لوگ میریطرف متوجہ ہین انکے باب مین قیاس
کرنا چاہیے کہ کیسی ہوگی اے داؤد سب سے زیادہ محتاج میریطرف بندہ اس حال مین ہوتا ہو جب مجھسے بے پروا ہو جاتا ہو اور زیادہ تر رحیم اپنے
بندے پر مین جب ہوتا ہون جب مجھسے روگردان ہو جاتا ہو اور زیادہ تر بزرگی میرے بندے کو اسوقت ہوتی ہو جب وہ میریطرف رجوع کرتا ہو
اور ابو خالد صفار کہتے ہین کہ ایک نبی انبیا مین سے کسی عابد سے ملے اور فرمایا کہ اے گروہ عابدان تم جس بات پر عمل کرتے ہو ہم اسپر نہین کرتے
تم تو خوف ورجا پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر اور حضرت شبلی کہتے ہین کہ خداے تعم نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے
داؤد ذکر میرا ذاکرون کے واسطے ہو اور جنت اطاعت کرنے والون کے لیے ہو اور دیدار مشتاقون کے لیے اور مین خود اپنے محبون کے لیے ہون
اور حضرت آدم کو وحی ہوئی کہ جو شخص کسی حبیب سے محبت کرتا ہو اسکے قول کو سچا جانتا ہو اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا ہے اسکے

فضل سے راضی ہوتا ہو اور جو اسکی طرف مشتاق ہوتا ہو تو اپنا راستہ جلد جلد چلتا ہے اور خواص اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے اور کہتے کہ ہائے شوق اسکا جو مجکو دیکھتا ہو اور مین اسکو نہین دیکھتا اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ حضرت یونس اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کبڑے ہوگئے اور نماز اتنی پڑھی کہ طاقت حرکت کی نرہی اور فرمایا کہ قسم ہو تیرے عزت و جلال کی اگر مجھ مین اور تیرے درمیان مین کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجکو تیرا اتنا شوق ہو کہ مین اسمین بھی گھس جاتا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلعم سے آپکا طریق پوچھا آپ نے فرمایا کہ معرفت میرا راس المال ہو اور عقل میری دین کی اصل ہو اور محبت میری بنا ہو اور شوق میری سواری اور ذکر خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی اور طاعت میرا حسب اور جہاد میرا خلق ہو اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین ہو اور حضرت ذوالنون نے فرمایا ہو کہ پاک ہو وہ ذات جسنے ارواح کو لشکر کے لشکر بنا دیے پس عارفین کی روحین تو جلالی اور قدسی ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ کیطرف وہ لوگ مشتاق ہوے اور مومنون کی روحین روحانی ہین اسی جہت سے جنت کے شائق ہوے اور غافلون کی روحین ہوائی ہین وہ بہمین وجہ دنیا کے راغب ہوے اور بعض مشایخ سے مروی ہو کہ انھون نے ایک شخص گندم گون لاغر تن کو جبل لگام مین دیکھا کہ ایک پتھر پر سے دوسرے پر کودتا تھا اور کہتا تھا ۔ ترے شوق و الفت نے مارا ہو جال ۔ پھنسایا مجھے اور کیا ہو یہ حال ۔ اور کہتے ہین کہ شوق ایک آتش الٰہی ہے جسکو خدائے تعالیٰ اپنے اولیا کے دل مین روشن کرتا ہو یہانتک کہ اسکے باعث تمام انکے دل کی چیزین مثل خواطر اور ارادات اور عوارض و حاجات کے سب جل جاتی ہین اب اسباب کو اسیقدر پر تمام کیا جاتا ہے

ساتوان باب نیت اور اخلاص اور صدق کے بیان مین

رباعی ۔ نیت پہ شریعت مین ہو موقوف عمل ۔ اخلاص نہو اسمین تو ہو وہ مختل ۔ نیت کی درستی بھی ہوا اور ہو اخلاص ۔ بے صدق مگر نہو کبھی عقدہ حل ۔ واضح ہو کہ اہل دل کو ایمان کی بصیرت اور نور قرآن سے یہ بات منکشف ہوئی ہو کہ بدون علم و عمل کے شرف سعادت حاصل نہین ہو سکتا اسلیے آدمی سب تباہ کار ہین بجز علم والون کے اور عالم بھی سب ہلاک ہین بجز عاملون کے اور عامل بھی سب ایسے ہی ہین سوائے اخلاص والون کے اور اخلاص والے بڑے خطرے مین ہین غرضکہ عمل بدون نیت کے نری مشقت ہو اور نیت بدون اخلاص کے ریا اور مثل نفاق اور معصیت کے ہو اور اخلاص بدون صدق اور تحقیق کے ایک دھوکا سا ہو چنانچہ خدائے تعالیٰ اس عمل کا حال جسمین ارادہ غیر اللہ کا مخلوط ہو اسطرح ارشاد فرماتا ہو وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباءً منثورا ۔ اور ہمکو معلوم نہین کہ جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ پہچانتا ہو وہ اسکو درست کیسے کریگا یا جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ کیسے اخلاص بجا لاویگا اور جب صدق کے معنی نجانتا ہو تو اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کریگا ۔ اسلیے جو بندہ کہ عبادت الٰہی کیا چاہے اسپر اول یہ ضرور ہو کہ نیت کو سیکھے تاکہ اسکی شناسائی ہو پھر حقیقت صدق و اخلاص کی سمجھکر نیت کو عمل سے صحیح کرے کہ صدق و اخلاص ہی سبب بندے کی نجات اور اخلاص کا ہین اسلیے ہم اسباب کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین ہر ایک فصل مین ان تینون چیزون مین سے ایک ایک لکھینگے ۔

فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت وغیرہ کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر **پہلا بیان** نیت کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تطرد الذین

۱ ح قاضی عیاض نے اسکو حضرت علی مرتضیٰ سے منقول بیان کیا ہو مگر مجھکو سند نہین ملی ۱۲ ات ۲ اللہ ہم پہونچے انکے کامون پر جو کیے تھے پھر کر ڈالا اسکو خاک اڑتی ۱۲ ات ۳ اور نہ ہانک انکو جو پکارتے ہین اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے اسکا منھ ۱۲

یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ اس آیت مین ارادے سے مراد نیت ہی اور آنحضرت صلعم فرماتے ہین انما الاعمال بالنیات ولکل امرء ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امراۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر شہید بستر پر مرنے والے ہونگے اور بہت سے قتیل دو صفونکے درمیان مین خدا جانے ان کی نیت کیا تھی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما اس آیت مین نیت کو توفیق کا سبب فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتون کو اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون کو اور اعمال کو دیکھتا ہی اور دلونکے دیکھنے کی وجہ یہی ہی کہ نیت کا محل ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ بندہ اعمال حسنہ کیا کرتا ہی اور انکو فرشتے مہری صحیفونمین لیکر اوپر چڑھتے ہین اور خدائے تعالیٰ کے سامنے جا رکھتے ہین ارشاد ہوتا ہی کہ اس صحیفے کو ڈالدو اسلیے کہ جو کچھ اسمین ہی اسکے عامل نے اس سے میری نیت نہین کی پھر فرشتون کو امر فرماتا ہے کہ اس شخص کے واسطے یہ لکھ لو اور یہ لکھ لو وہ عرض کرتے ہین کہ الٰہی اسنے تو انمین سے کوئی کام کیا نہین ارشاد ہوتا ہی کہ اسنے ان کامون کی نیت کی تھی اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی چار طرح کے ہین ایک وہ ہی جسکو خدائے تعالیٰ نے علم اور مال دیا ہو اور وہ اپنے علم کے بموجب اپنے مال مین کام کرتا ہو تو دوسرا شخص یون کہتا ہی کہ اگر مجکو اللہ تعالیٰ ایسا ہی دے جیسا اس شخص کو دیا ہی تو مین بھی ایسا ہی کام کرونگا جیسا وہ کرتا ہی تو یہ دونون ثواب مین برابر ہین اور تیسرا وہ شخص ہی کہ اسکو خدائے تعالیٰ نے مال دیا ہو اور علم نہ دیا ہو اور وہ اپنی جہل کے باعث مال کو واہیات مین اڑاتا ہو اور کوئی شخص یون کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجکو مال دے تو مین بھی ایسا ہی کرون جیسا یہ کرتا ہی تو یہ دونون گناہ مین برابر ہین۔ پس دیکھنا چاہیے کہ صرف نیت کے باعث عمل کی خوبیون اور برائیون مین آپ نے شریک فرمایا۔ اور اسیطرح حدیث انس بن مالک مین مروی ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک مین نکلے تو فرمایا کہ مدینہ مین کچھ لوگ ایسے ہین کہ جو کچھ ہم یہان کرتے ہین یعنی جنگل طے کرتے ہین یا ایسی جگہ کو پامال کرتے ہین جو کافرون کو غصہ دلاوے یا کچھ خرچ کرتے ہین یا بھوکے ہوتے ہین وہ ان سب مین ہمارے ثواب کے شریک ہین حالانکہ وہ مدینے مین ہین لوگون نے عرض کیا کہ یہ کسطرح ہی وہ تو ہمارے ساتھ نہین آپ نے فرمایا کہ انکو عذر نے روک دیا ہی پس حسن نیت کے باعث شریک ہو گئے اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث مین ہی کہ من ہاجر یبتغی شیئا فہو لہ چنانچہ ایک شخص نے ہجرت کی اور وہین سے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا اسکا نام مہاجر ام قیس ہو گیا اور اسیطرح ایک حدیث مین ہی کہ ایک شخص خدا کی راہ مین مارا گیا اور اسکا نام قتیل حمار ہوا اس جہت سے کہ وہ ایک شخص سے اسواسطے لڑا کہ اسکا مال اور گدھا لیوے اسی پر مارا گیا اور اپنی نیت کیطرف منسوب ہوا۔ اور عبادہؓ کی حدیث مین یون مروی ہی من غزا وہو لا ینوی الا عقالا فلہ ما نوی اور حضرت ابی فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص سے مدد چاہی کہ غزوہ مین میرے ساتھ ہوا اسنے کہا کہ میرے لیے کچھ اجرت مقرر کردو تو ساتھ دون مین نے ویسا ہی کیا اور اس ماجرا کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اسکو دنیا اور آخرت سے اسیقدر ملا جو تو نے مقرر کردیا تھا اور بنی اسرائیل کے قصون مین ہی کہ ایک شخص بالو کے ٹیلون پر قحط کیحالت مین گذرا اور اپنے دلمین کہا کہ اگر یہ ریت طعام پختہ ہوتا تو مین لوگون کو بانٹ دیتا

۱ح اعمال معتبر نیتون ہی پر ہین بخاری ومسلم بروایت عمر فاروق ۱۲ ۲ح اور ہر شخص کے لیے وہ ہی جو نیت کی پس جسکی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کیطرف ہو گی تو اسکی ہجرت اللہ اور اسکے رسول کیطرف ہو گی اور جسکی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسکو ملے یا عورت کیطرف اور جسکو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کیطرف ہو گی جسکی طرف ہجرت کی ہی ۱۲ ۳ح ۱ حم

اللہ تعالیٰ نے انکے نبی پر وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہدو کہ خداے تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کیا اور تیرے حسن نیت کا مشکور ہوا اور تجکو وہی ثواب دیا
کہ بالفرض اسقدر کھانا ہوتا اور تو اسکو بانٹ دیتا اور یہ بہت سی احادیث مین آیا ہو کہ من ہم بحسنۃ ولم یعملہا کتبت لہ حسنۃ[۱] اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کی حدیث مین ہو[۲] کہ جس شخص کی نیت دنیا ہو اللہ تعالیٰ اسکا افلاس اسکی آنکھون کے سامنے کر دیتا ہو اور وہ ایسے وقت مین دنیا سے مفارقت کرتا ہو
کہ زیادہ رغبت دنیا کی اسکو ہوتی ہو اور جسکی نیت آخرت ہوتی ہو اللہ تعالیٰ اسکی غنا اسکے دل مین کر دیتا ہو اور اسکا سامان اسپر جمع کر دیتا ہو اور وہ
دنیا مین زاہد تر ہو کر اٹھتا ہو اور حضرت ام سلمہؓ کی روایت مین ہے[۳] کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر کا ذکر کیا جسکا خسف یعنی زمین مین دھنسنا جنگل مین ہو حضرت ام سلمہ نے
پوچھا کہ یا حضرت ان مین وہ شخص بھی ہوگا جو زبردستی یا اجرت کے سبب ہمراہ ہو آپ نے فرمایا کہ انکا حشر انکی نیتو نپر ہوگا اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنا ہو کہ فرماتے تھے انما الاعمال بالنیات[۴] انما یقتتل المقتتلون علی النیات اور ایک حدیث[۵] مین ہے کہ جب دو صفین ملتی
ہین تو فرشتے اتر کر خلق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہین کہ فلان شخص دنیا کے واسطے لڑتا ہو اور فلان حمیت کے لیے اور فلان تعصب کیواسطے
خبردار کہ کسیکو یہ نہ کہو کہ خدا کی راہ مین شہید ہوا جو شخص کہ اس غرض سے لڑے کہ خداے تعالیٰ کا بول بالا ہو وہ خدا کی راہ مین ہے اور حضرت جابرؓ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا یبعث کل عبد علی ما مات علیہ اور احنف بن قیس ابی بکرہ سے راوی ہین
کہ آپ نے فرمایا اذا التقی المسلمان بسیفیہما فالقاتل والمقتول فی النار لوگون نے عرض کیا ایک تو قاتل ہونے کی جہت سے جاوے گا
مقتول کا کیا باعث ہو آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اسنے دوسرے کے مارنے کا ارادہ کیا تھا اور حدیث ابی ہریرہؓ مین ہے کہ جو شخص کسی
عورت سے کسیقدر مہر پر نکاح کرے اور نیت اسکے ادا کی نرکھتا ہو تو وہ زانی ہو اور جو شخص کچھ قرض لے اور اسکے دینے کی نیت
نہو تو وہ چور ہو اور ایک حدیث مین ہو کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص خداے تعالیٰ کیواسطے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن ایسے حال مین آویگا کہ
اسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو شخص غیر اللہ کے لیے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن آویگا اور اسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ
ہوگی اور آثار نیت کے فضائل مین یہ ہین کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سب اعمال مین افضل وہ ہو جو خداے تعالیٰ نے فرض کیا ہو اور بچنا ان
اشیا سے جو خداے تعالیٰ نے حرام فرمائی ہین اور درستی نیت کی ان امور مین ہو جو خداے تعالیٰ کے پاس ہین۔ اور سالم بن عبداللہ نے
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا کہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد بندے کے واسطے نیت کی مقدار پر ہوتی ہو پس جسکی نیت کامل ہوگی
اسکے لیے خداے تعالیٰ کی مدد بھی پوری ہوگی اور اگر نیت مین نقصان ہوگا تو مدد بھی اسیقدر ناقص ہوگی۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہو کہ
اکثر کام چھوٹے ہوتے ہین انکو نیت بڑا کر دیتی ہو اور اکثر کام بڑے ہوتے ہین نیت انکو چھوٹا کر دیتی ہو اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہین کہ جو شخص نیکوکار ہو اسکی نیت تقوی کی ہوتی ہو اگر اسکے تمام اعضا دنیا مین متعلق ہو جاوینگے تو اسکی نیت کسی دن اسکو نیک نیت کیطرف
ہٹا دیگی اور جاہل کا حال اسکے خلاف ہو اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ پہلے لوگ نیت کو اسطرح سیکھا کرتے تھے جیسے تم عمل کو
سیکھتے ہو اور بعض علما کا قول ہو کہ عمل سے پیشتر نیت عمل کی تلاش کرنی چاہیے اور جبتک خیر کی نیت کروگے جبتک خیر مین رہوگے
اور کوئی طالب علما کے پاس پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی شخص مجکو ایسا عمل بتادے کہ اسکے باعث مین ہمیشہ خداے تعالیٰ کے واسطے

۱؎ جو شخص قصد کرے کسی نیکی کا اور اسکو کیا نہو اسکے لیے ایک نیکی لکھی جاویگی ۱۲ بخاری و مسلم کی حدیث ہو پہلے گذری ۱۲ ۲؎ ابن ماجہ نے بروایت ابن ثابت یہ مضمون

۱؎ نقل کیا ہو ابن عمرؓ سے اسکی سند نہین ملی ۱۲ ۳؎ مسلم و ابوداؤد ۱۲ ۴؎ آپس مین لڑنے والے اپنی اپنی نیتو نپر ایک دوسرے کو مارتے ہین ۱۲ ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۵؎ ابن مبارک سند موقوفا علی ابن مسعود اور آخر حدیث بخاری و مسلم مین بروایت ابو موسی اوری ہو ۱۲ ۶؎ ہر بندہ اسی چیز پر اٹھایا جاویگا جسپر مرا ہو ۱۲ مسلم ۱۲ ۷؎ جب دو مسلمان اپنی تلوارین لیکر بھڑین تو قاتل اور مقتول دونون دوزخ مین جاوینگے ۱۲ بخاری ۸؎ ۹؎ بروایت صہیب ۱۲ ابوالولید مغفر ۹؎ بروایت یحیی بن عبدالرحمن ابی علقمہ مرسلا ۱۲

عامل ہون اسلیے کہ یہ مجکو اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھپر کوئی گھڑی رات اور دن مین ایسی گذرے جسمین مین خدا کیواسطے عمل نکرتا ہون اسکو علما نے کہا کہ تیرا مطلب تجکو حاصل ہے جسقدر ہوسکے خیر کیا کر اور جب عمل خیر سے تھکے یا اسکو چھوڑے تو دلسے اسکے کرنے کا قصد کر اسلیے کہ جو عمل خیر کا قصد کرتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا خیر کرتا ہے - اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمت تمپر شمار سے زیادہ ہے اور تمہارے گناہ تمہاری دانست سے پوشیدہ تر ہین لیکن اگر صبح اور شام کو توبہ کر لیا کرو تو بیچ کے گناہ بخشدیے جاوینگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ مژدہ ہے اس آنکھ کو جو سووے اور قصد معصیت نہ کرے اور بیگناہ ہی بیدار ہو جاگے اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ قیامت کو لوگ اپنی نیت کی مقدار پر اٹھائے جاوینگے اور حضرت فضیل بن عیاضؒ جب یہ آیت پڑھتے ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم روتے اور اسکو مکرر پڑھتے اور کہتے کہ الٰہی اگر تو ہمارا امتحان کریگا تو ہمکو فضیحت اور رسوا کریگا اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ نیتون ہی کے باعث جنتی جنت مین ہمیشہ رہینگے اور دوزخی دوزخ مین - اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ توریت مین لکھا ہوا ہے کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی بہت ہے اور جس سے میرا غیر ارادہ کیا گیا ہوگا وہ بہت بھی تھوڑا ہے اور ہلال بن سعدؒ کہتے ہین کہ بندہ مومن کا سا قول کہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسکو اور اسکے قول کو نہین چھوڑتا جبتک کہ اسکے عمل کو نہ دیکھے پس اگر عمل کرتا ہے تو اسکے ورع کو دیکھتا ہے اور اگر ورع بھی کرتا ہے تو یہ دیکھتا ہے کہ اسکی نیت کیا ہے پس اگر نیت درست ہوئی تو اسکے سب کام درست ہونگے - حاصل یہ کہ اعمال کی بنا نیتین ہین عمل اپنے خیر ہونے مین نیت کا محتاج اور نیت خود اپنے آپ خیر ہے گو کسی مانع کی جہت سے عمل نہو سکے **دوسرا بیان** نیت کی حقیقت کا جاننا چاہیے کہ نیت اور ارادہ اور قصد الفاظ مرادف ہین جو ایک معنی کے واسطے آتے ہین اور وہ دل کی ایک حالت اور صفت ہے کہ علم و عمل کے بیچ مین ہوتی ہے علم تو اس سے پہلے آتا ہے اسوجہ سے کہ اصل اور شرط اس حالت کی علم ہی ہوتا ہے اور عمل اسکے بعد ہوتا ہے بدین نظر کہ اس حالت کا ثمرہ اور فرع ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک کام یعنی ہر ایک حرکت اور سکون اختیاری تین چیزون سے پورا ہوتا ہے علم اور ارادہ اور قدرت اسلیے کہ انسان جس چیز کو نہین جانتا اسکا ارادہ نہین کرتا پس اسکا جاننا ضروری ہوا اور کام نہین کرتا جبتک کہ ارادہ نہین کرتا تو عمل کے لیے ارادے کا ہونا ضرور ہوا اور ارادے کے معنی یہ ہین کہ دلکا برانگیختہ ہونا ایسی چیز کیطرف جو اسکے عندیے مین اسکے مقصود کے موافق ہو خواہ اسوقت ہو یا انجام کو اور چونکہ انسان کی سرشت اسیطرح کی ہے کہ بعض امور اسکے موافق اور اسکی غرض کے مناسب ہوتے ہین اور بعض مخالف تو ضرور ہوا کہ اسکو احتیاج مناسب و موافق چیز کی اپنی طرف کھینچنے کی اور بری چیز کو اپنے نفس سے علٰحدہ کرنے کی پڑی اسلیے اسبات کی حاجت ہوئی کہ مضر اور مفید چیزونکو جانے اور پہچانے تاکہ مفید کو حاصل کرے اور مضر سے بھاگے مثلاً جو شخص غذا کو نہین دیکھتا اور نہین پہچانتا تو ممکن نہین کہ غذا کھاوے اور جو شخص آگ کو نہین دیکھتا اس سے بھاگ بھی نہین سکتا اسلیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور معرفت کو پیدا کیا اور انکے لیے اسباب بنائے یعنی حواس ظاہری اور باطنی اور انسے ہماری غرض نہین پھر اگر غذا کو دیکھا اور جانا کہ یہ موافق ہے تب بھی کھانے کے لیے یہ امر کافی نہین جبتک کہ آدمی مین میل و رغبت و خواہش غذا پر برانگیختہ کرنیوالی نہو دیکھو مریض غذا دیکھتا بھی ہے اور جانتا ہے کہ یہ موافق ہے مگر رغبت کے نہونے اور قوت محرک کے جاتے رہنے سے اسکو کھا تا نہین اسکے لیے اللہ تعالیٰ نے میل و رغبت و ارادہ پیدا کیا ہے اور مراد ہماری اس سے یہی ہے کہ نفس مین ایک اشتیاق اور دلمین توجہ رکھدی پھر یہ رغبت اور ارادہ بھی کافی نہین چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اپاہج آدمی کھانا دیکھتا بھی ہے اور اسکا تناول کرنا بھی چاہتا ہے مگر اپنے اپاہج ہونے کی جہت سے

نہین کھاسکتا پس اس وقت کے دفع کے لیئے قدرت اور اعضاے متحرک پیدا کیے جنسے تناول کامل ہو پس عضو بدون قدرت کے حرکت نہین کرتا اور قدرت ارادہ کی منتظر رہتی ہی اور ارادہ علم ومعرفت خواہ ظن واعتقاد کا منتظر رہتا ہی یعنی اسباب کا دلمین اعتقاد پختہ ہوجاوے کہ وہ شے ہمارے موافق ہی توجب معرفت مصمم ہوجاتی ہی کہ فلان چیز مرضی کے موافق ہی اور اسکا کرنا ضرور ہی اور کوئی دوسرا مانع بھی نہو تو ارادہ اٹھتا ہی اور رغبت ثابت ہوتی ہی اور جب ارادہ اٹھتا ہی تو قدرت اعضا کی حرکت دینے کو تیار ہوجاتی ہی حاصل یہ کہ قدرت ارادہ کی تابع ہی اور ارادہ حکم اعتقاد کا خادم ہی تو نیت کی تعریف اس صورت مین یہ ہوئی کہ وہ ایک صفت متوسط اعتقاد اور قدرت کے درمیان مین ہی یعنی ارادہ اور نفس کا ابھرنا رغبت اور میل کے حکم سے ایسی چیز کیطرف جو اسکی غرض کے موافق حال مین یا مآل مین ہو پس اول محرک تو غرض مطلوب ہوتی ہی اور باعث اسی کو کہتے ہین اور یہی غرض ابھارنیوالی نیت کیا ہوا مقصد ہی اور ابھرنا قصد اور نیت ہی اور قدرت کا ہاتھ پانون وغیرہ کو ہلانا عمل ہی مگر ازانجا کہ برانگیختہ ہونا قدرت کا عمل کے لیئے کبھی ایک ہی باعث سے ہوتا ہی اور کبھی دو باعثون سے جو ایک ہی فعل مین اکٹھے ہوجاتے ہین اور ان دو مین بھی کبھی یہ صورت ہوتی ہی کہ ہر واحد قدرت کے برانگیختہ کرنے پر قادر ہوتا ہی اور کبھی قاصر کہ بدون اجتماع دوسرے باعث کے کافی نہین ہوتا اور کبھی ایک کافی تو ہوتا ہی مگر دوسرا باعث اسکا معاون ومددگار ہوجاتا ہی گو اکیلا خود مستقل نہین ہوتا تو اسی لیے ان چارون اقسام کے لیے جدا جدا نام اور مثالین ہونی چاہئین پہلی قسم یہ ہی کہ باعث صرف اکیلا ایک ہی ہو مثلاً اگر آدمی پر کوئی درندہ حملہ کرے تو جیسے ہی وہ اسکو دیکھیگا فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوگا اس صورت مین اسکا محرک بجز بھاگنے کی غرض کے اور کوئی نہین اسلیے کہ جب اسنے درندے کو دیکھا اور اسکو اپنے نفس کے لیے مضر جانا اسیوقت اسکا نفس بھاگنے پر راغب ہوا اور اسی رغبت کے بموجب قدرت بھی کام کرنے لگی ایسی صورت مین یہی کہا جاتا ہی کہ نیت اس شخص کی درندے سے بھاگنے ہی کی ہی کھڑے ہونیسے اور کچھ مطلب نہین ایسی نیت کو نیت خالص کہتے ہین اور اس نیت کے مقتضا کے موافق عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہین یعنی اگر بلحاظ غرض باعث کے دیکھا جاوے تو اس عمل کو اخلاص کہنا چاہیے جسکے معنی یہ ہین کہ غیر کی مشارکت اور خلط سے خالص ہی دوسری قسم یہ ہی کہ عمل کے لیے دو باعث جمع ہون اور ان مین سے ہر ایک تنہا بھی قدرت کے محرک ہونیکے لیے مستقل ہو اسکی مثال محسوسات مین یہ ہی کہ دو آدمی ملکر ایک بھاری بوجھ اتنے زور سے اٹھاوین کہ اگر تنہا بھی اتنا زور ہوتا تو کافی تھا اور ہماری غرض کے بموجب یہ مثال ہی کہ آدمی سے اسکا کوئی فقیر رشتہ دار کچھ حاجت کی درخواست کرے اور وہ اسکو پورا کردے اور اسکے فقر اور قرابت دونون کا لحاظ کرے اور اسبات کو جانے کہ اگر یہ فقیر نہوتا تب بھی مین صرف قرابت کے باعث اسکی حاجت پوری کردیتا یا قرابت نہوتی تو فقیر ہی کی جہت سے حاجت روائی کرتا اور دلمین اس بات کا اپنے نفس سے یقین ہو کہ اگر کوئی رشتہ دار غنی درخواست کرے تو اسکی قضاے حاجت مین رغبت کریگا یا کوئی فقیر اجنبی سوال کرے تب بھی راغب ہوگا۔ اسیطرح جس شخص کو طبیب نے حکم ترک غذا کا دیا ہو اور اسی اثنا مین عرفہ کا دن آجاوے اور وہ روزہ رکھلے اور جانے کہ اگر عرفہ نہوتا تو پرہیز کی جہت سے غذا ترک کردیتا اور پرہیز نہوتا تو ثواب کی خاطر کھانا نہ کھاتا اور اب دونون جمع ہوگئے اور اسنے عمل کیا اور دوسرا باعث پہلے باعث کا رفیق ہوا تو اس دوسرے باعث کا نام ہم رفیق کہتے ہین یعنی دونون باعث ایک دوسرے کے رفیق ہین۔ اور تیسری قسم یہ ہی کہ دونون باعثون مین سے تنہائی کی صورت مین کوئی بھی کافی نہ ہو مگر

عہ اصل مین یون ہی کہ قدرت کا ارادہ پر ۱ اعتماد ہی ... ۱۲

دونون ملکر باعث حرکت قدرت کے ہوے ہون محسوسات مین اسکی مثال یہ ہو کہ دو کمزور ملکر کسی چیز کو اٹھا دین کہ جدا جدا ان سے نہ اٹھ سکتی ہوا اور ہمارے مطلب کی مثال یہ ہو کہ کسی آدمی کا رشتہ دار غنی اسکے پاس آوے اور ایک روپیہ مانگے تو اسکو نہ دے اور اجنبی فقیر آکر مانگے تو اسکو بھی نہ دے لیکن اگر قریب مفلس مانگنے آوے تو اسکو دیدے اس صورت مین اسکے ارادے کا باعث دونون باعثون یعنی قرابت اور فقر کے ملنے سے ہوگا۔ اسیطرح اگر کوئی شخص لوگون کے سامنے ثواب کے لیے اور ثنا کی غرض سے صدقہ دیوے اور ایسی طرح ہو کہ اگر صرف قصد ثواب ہی ہوتا اور سائل تنہائی مین ملتا تو دینے پر آمادہ نہوتا یا صرف غرض ثنا ہوتی اور مانگنے والا ایسا فاسق ہوتا کہ اسکے دینے مین ثواب نہو تو نہ دیتا اور جب دونون باتین جمع ہو گیئن تو ملکر دلکو حرکت دی اس قسم کے باعث کا نام ہم شریک رکھتے ہین اور چوتھی قسم یہ ہو کہ دونون باعثون مین سے ایک تو ایسا ہو کہ اگر تنہا ہو تو کارگر ہو جاوے اور دوسرا ایسا نہو مگر جب پہلے کے ساتھ ملتا ہو تو کچھ نہ کچھ مدد اور سہولت کر دیتا ہو اسکی مثال محسوس چیز و نمین یہ ہو کہ کوئی شخص زبردست کچھ بوجھ اٹھاتا ہو اور اسکو کوئی کمزور بھی سہارا دیدے ہر چند قوی آدمی خود اسکو اٹھا سکتا تھا اور ضعیف سے ممکن نہ تھا کہ اٹھا سکے۔ مگر تاہم کچھ آسانی اٹھانے مین ہو جاتی ہو اور ہماری مراد کے موافق یہ مثال ہو کہ مثلاً کوئی شخص کسی وظیفہ یا صدقہ کا عادی ہو اور اتفاق سے وظیفہ یا صدقے کیوقت کچھ لوگ آگئے تو انکے دیکھنے کے باعث اسپر وہ عمل آسان ہو گیا اور اپنے نفس سے اسبات کو جانتا ہو کہ اگر تنہا ہوتا تب بھی اپنے عمل سے سستی نہ کرتا اور اگر طاعت کا خیال نہوتا تو صرف ریا ایسی نہ تھی جس سے وہ عمل سرزد ہوتا پس اسطرح کی نیت۔ مین کسیقدر اختلاط ہو جاتا ہو ایسی قسم کے باعث کو معین کہتے ہین حاصل یہ کہ دوسرا باعث یا رفیق ہوتا ہی یا شریک یا معین اور ان سب کا حکم ہم اخلاص کی فصل مین لکھینگے یہان مقصود نیت کے اقسام کے بیان سے ہو اسواسطے کہ عمل تابع نیت کا ہوتا ہو اور اسی سے حکم حاصل کرتا ہو اسلیے ارشاد ہوا ہو انما الاعمال بالنیات اور ظاہر ہو کہ تابع کا خود کچھ حکم نہین ہوتا ہی حکم متبوع ہی کا رکھتا ہو میسرا بیان اس حدیث کے بھید کے بیان مین کہ نیۃ المومن خیر من عملہ یعنی ایماندار کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہو حدیث مین جو وارد ہو تو اسکی کیا وجہ ہو اور اس سے کیا مراد ہو بعض شخصون کو یہ خیال ہو کہ نیت کی ترجیح کا باعث یہ ہو کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہو سوائے خداے تعہ کے اسپر کوئی واقف نہین ہوتا اور عمل ظاہر ہو اور پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہو اسلیے نیت کو بھی ترجیح ہو پس ہر چند اتنی بات درست ہو کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہو مگر وہ یہان مراد نہین اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہو کہ اگر آدمی نیت کرے کہ خداے تعہ کا ذکر اپنے دلسے کرے یا مسلمانون کے کام مین فکر کرے تو نیت تفکر کی خود تفکر سے بہتر ہو اور کبھی یہ گمان ہوتا ہو کہ ترجیح نیت کی یہ وجہ ہو کہ نیت تو انجام عمل تک رہتی ہو اور اعمال مین دوام نہین ہوتا اور یہ بھی ضعیف ہو اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہو کہ عمل کثیر عمل قلیل کی نسبت کر بہتر ہو۔ علاوہ ازین یہ ضرور نہین کہ نیت کو دوام ہوا کرے اسلیے کہ نیت اعمال نماز کی کبھی صرف چند گنتی کے لحظات تک ہوا کرتی ہو اور اعمال دیر تک رہا کرتے ہین اور عموم حدیث سے یہ پایا جاتا ہو کہ نیت کو عمل پر ترجیح ہو اور بعضے یہ تقریر کرتے ہین کہ اسکے معنی ہین کہ اگر نیت صرف ہو تو وہ محض عمل بدون نیت سے بہتر ہو ہر چند یہ تو ہو کہ عمل بدون نیت سے نیت اچھی ہو مگر یہ مراد نہین ہو سکتی اسلیے کہ عمل بدون نیت یا غفلت کے ساتھ مین کچھ بھی خیر نہین اور نیت اگر عمل سے تنہا ہو تو وہ بالکل خیر ہو اور ترجیح انھین اشیا مین ہونی چاہیے جو اصل خیر مین مشترک ہون بلکہ مراد یہ ہو کہ جو طاعت کہ نیت و عمل سے مرکب ہو اور نیت بھی من جملہ خیرات ہو اور عمل بھی تو ساری طاعت مین سے نیت بہ نسبت عمل کے بہتر ہو یعنی نیت اور عمل ہر چند دونون مقصود مین تاثیر رکھتے ہین مگر نیت کی تاثیر عمل کی نسبت کر بہت ہوتی ہو پس حدیث مذکور کے معنی یہ ہین کہ نیت مومن

کی منجملہ اسکی طاعت کے اس عمل سے بہتر ہی جو وہ بھی منجملہ اسکی طاعت کے ہو اور غرض یہ ہی کہ بندے کو نیت مین بھی اختیار ہی اور عمل مین بھی اسواسطے کہ دونون عمل ہی ہین مگر بہتری نیت ہی کو ہی یہ تو معنی اس حدیث کے ہوے اب باقی رہا یہ کہ عمل سے اسکے بہتر اور افضل ہونیکا کیا سبب ہی تو اسکو وہی سمجھیگا جو دین کے مقصود اور اسکے طریق کو سمجھتا ہو اور جانتا ہو کہ طریق کی تاثیر مقصود کے پہچاننے مین کس طرح ہوتی ہی اور بعض اثرون کو بعض پر قیاس کرے تاکہ معلوم ہووے کہ مقصود کے لحاظ سے فلانے اثر کو افضیلت ہی مثلاً جو شخص کہے کہ روٹی میوے کی نسبت کر بہتر ہی تو اسکی مراد یہ ہی کہ روٹی بلحاظ مقصود کے یعنی قوت اور غذا ہونے کے بہتر ہی اور اسبات کو وہی سمجھیگا جو یہ سمجھے کہ غذا کسی مطلب خاص کیلیے ہی جسکو صحت اور بقا کہتے ہین اور غذا مین تاثیرات مختلف اسباب مین رکھتی ہین اور انکی تاثیرات کو بھی ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے معلوم کرلے کہ اصل مقصود کس مین زیادہ ہی اور طاعات پر جو غور کیا جاتا ہی تو یہ بھی دلون کی غذائین ہین اور انسے مقصود دلون کی شفا اور بقا اور آخرت مین سلامت رہنا اور سعادت اخروی سے بہرہ ور ہونا اور خداے تعالیٰ کے دیدار سے لذت پانی ہی غرضکہ مقصود لذت سعادت یہ لقاء اللہ ہی فقط اور اس سعادت سے لذت یاب وہی ہوگا جو خداے تعالیٰ کا عارف اور محب ہو کر مرے اور اس سے محبت وہی کریگا جو اسکو جانیگا اور اس سے انس اسیکو ہوگا جو زیادہ تر اسکا ذکر کرے پس انس دوام ذکر سے حاصل ہوتا ہی اور معرفت دوام فکر سے اور محبت معرفت کی تابع ہوتی ہی اور قلب دوام ذکر اور فکر کے لیے فارغ نہین ہوتا مگر اسطرح کہ دنیاوی شغلون سے فارغ ہو اور اشغال دنیاوی سے فراغت جب ہوتی ہی جبکہ دل سے دنیا کے شہوات علیحدہ ہوجاوین یہانتک کہ خیر کیطرف مائل اور راغب ہوجاوے اور شر سے نفرت اور بغض کرے اور خیر اور طاعات کیطرف میل اسوقت پیدا ہوتا ہی کہ جان لیوے کہ سعادت اخروی انھین چیزون سے وابستہ ہی جیسے کہ عاقل فصد اور پچھنے کیطرف جب مائل ہوتا ہی کہ جان لیتا ہی کہ میری سلامتی اسمین ہی اور جب اصل میل معرفت سے حاصل ہوجاتا ہی تو وہ عمل سے قوی ہوجاتا ہی یعنی اگر مقتضاے میل کے موجب عمل پر مواظبت کیجاتی ہی تو عمل کو تقویت ہوجاتی ہی اسلیے کہ مواظبت ایسے اعمال پر کرنی قائم مقام غذا اور قوت کے صفات قلبی کے لیے ہوا کرتی ہی جس سے صفت قلبی زور پکڑ جاتی ہی اور خوب جم جاتی ہی مثلاً جو شخص طلب علم یا ریاست کی طرف مائل ہو تو شروع مین اسکا میل ضعیف ہوتا ہی مگر جب مقتضاے میل کے بموجب علم مین مشغول ہوتا ہی خواہ حصول ریاست کیلیے تدابیر شایان عمل مین لاتا ہی تو وہ میل راسخ ہوجاتا ہی حتی کہ اس سے علیحدہ ہونا اسکو مشکل پڑ جاتا ہی اور اگر میل کے خلاف کرتا ہی تو اسکو ضعف ہوتا جاتا ہی اور اکثر جاتا رہتا ہی یا جو شخص کہ کسی خوبصورت کو دیکھتا ہی تو اسکو رغبت کچھ ضعیف ہوتی ہی پھر اگر اسکے مقتضا کے بموجب ہمیشہ پاس بیٹھنا اور دیکھنا اور ہمکلام ہونا اور ملنا اختیار کرے تو وہی رغبت اتنی قوی ہوجاویگی کہ انجام کو کام اپنے اختیار سے نکل جاویگا اور علیحدہ نہین ہوسکیگا لیکن ابتدا ہی مین اگر نفس کو علیحدہ رکھیگا اور مقتضاے میل کے بموجب عمل نہ کریگا تو یہ ایسا ہوگا گویا میل کی غذا موقوف کردی تو بجز اسکے کہ وہ میل ضعیف اور شکستہ ہو کر نیست و نابود ہوجاوے اور کیا ہوگا اسیطرح سب صفت کا حال ہی اور خیرات اور طاعات سب کے سب اسلیے ہین کہ انسے آخرت مطلوب ہوتی ہی اور شرور سب کے سب سے دنیا مراد ہوتی ہی اور نفس کا میل خیرات اخروی کیطرف اور اسکا پھرنا دنیوی خیرات سے بھی دلکو ذکر اور فکر کیلیے فارغ کردیتا ہی اور یہ نتیجہ جب ہوتا ہی جبکہ اعمال طاعات پر مواظبت ہو اور جوارح سے معاصی کا ترک لازم کرلیا جاوے اسلیے کہ اعضاے ظاہری اور دلمین ایک علاقہ ہی جس سے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پہونچتا ہی مثلاً اگر کسی عضو مین زخم لگتا ہی تو اس سے دلمین درد ہوتا ہی اور دل جب کسی عزیز کے مرنیسے رنجیدہ ہوتا ہی یا کسی امر خوفناک سے غمگین ہوتا ہی تو اعضا پر اسکا اثر ظاہر ہوتا ہی کہ کہین بدن کانپتا ہی کہین رنگ بدلجاتا ہے

نیت

فرق اتنا ہی کہ دل اصل ہی گویا کہ امیر یا حاکم ہی اور اعضا مثل خادم اور رعیت کے ہین انھین کی خدمت کی جہت سے دل کے صفات پختہ ہوجاتے ہین غرضکہ دل مقصود ہی اور اعضا آلات ہین جنسے مقصود تک رسائی ہی اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ فِی الجَسَدِ مُضغَۃً اِذَا صَلُحَت صَلُحَ لَہَا سَائِرُ الجَسَدِ اور فرمایا اَللّٰہُمَّ اَصلِحِ الرَّاعِیَ وَالرَّعِیَّۃَ راعی سے مراد آپ کا قلب ہی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی لَن یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُومُہَا وَلَا دِمَاؤُہَا وَلٰکِن یَّنَالُہُ التَّقوٰی مِنکُم اور تقوی قلب کی صفت ہی اسیوجہ سے بالضرور واجب ہی کہ قلب کے اعمال مطلقا حرکات اعضا کی نسبت کر افضل ہون پھر یہ ضرور ہی کہ ان سب مین سے نیت افضل ہو اسواسطے کہ نیت دل کے میل کرنے کو خیر کیطرف اور ارادہ خیر کو کہتے ہین اور اعمال جوارح سے ہماری غرض یہ ہی کہ جنسے دل ارادۂ خیر کا عادی ہو اور میل خیر اسمین پختہ ہوجاوے تاکہ شہوات دنیا سے فارغ ہوکر ذکر اور فکر پر جھک پڑے تو ظاہر ہی کہ اعمال مین بہتری اسی غرض کے لحاظ سے ہوگی اور نیت مین چونکہ نفس مقصود حاصل ہی لہذا بلحاظ مقصود اسکو افضلیت ہونی چاہیے جیسے معدہ مین اگر درد ہو تو ایک علاج تو یہ کرتے ہین کہ اوپر سے لیپ کردین اور ایک یہ کہ ایسی دوا پلادین جو معدہ مین پہونچے پس دوا کا پینا بہ نسبت لیپ کے بہتر ہوگا اسلیے کہ اس سے بھی مقصود یہی ہی کہ اثر معدہ مین پہونچے تو جو چیز خود معدے ہی سے ملی رہے وہ بہتر اور نافع تر ہوگی اسیطرح سب طاعات کی تاثیر کو سمجھنا چاہیے اسلیے کہ انسے مطلوب قلوب کے تغیر اور انکے صفات کی تبدیل ہی نہ کچھ اعضا کی خوبی مثلاً سجدہ کرنے سے یہ غرض نہین کہ پیشانی کا رکھنا زمین پر ہی بلکہ اس سے مراد یہ ہی کہ عادت تواضع کی جو صفت قلبی ہی مضبوط ہوجاوے یعنی جو شخص اپنے نفس مین تواضع پاتا ہی تو جب اپنے اعضا سے اسپر مدد چاہیگا اور انکی شکل تواضع کی بناویگا تو اسکی تواضع پختہ ہوجاویگی اور جو شخص اپنے دلمین یتیم پر ترس پاتا ہی جب اسکے سر پر ہاتھ پھیریگا اور پیار کریگا تو وہ صفت دلمین پختہ ہوجاویگی اور ایسی صورتون مین عمل بدون نیت ہرگز مفید نہین مثلاً کوئی یتیم کے سر پر تو ہاتھ پھیرے مگر دل مین غافل ہو یا یہ گمان کرے کہ مین کپڑے پر ہاتھ پھیرتا ہون تو ایسے عمل سے اعضا کی تاثیر دل مین کچھ بھی نہوگی اسیطرح جو شخص براہ غفلت سجدہ کرے اور اسکا دل دنیا کی فکرون مین مشغول و مستغرق ہو تو اس کے زمین پر پیشانی رکھنے سے دل پر کچھ تاثیر نہین ہوتی جس سے کہ تواضع پختہ ہو اسطرح کے سجدے کا وجود اور عدم برابر ہی اور جس چیز کا وجود اور عدم بلحاظ غرض مطلوب کے برابر ہو اسکو باطل بیکار کہا کرتے ہین اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عبادت بدون نیت کے باطل ہی اور یہ اس صورت مین ہی کہ سجدہ غفلت سے کیا ہو پس جبکہ اس سے قصد ریا یا کسی شخص کی تعظیم کا کیا ہو تو اسکا وجود و عدم ہی برابر نہونگے بلکہ ایک خرابی بھی بڑھ جاویگی یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب تھی وہ تو نہوئی بلکہ جس صفت کا استیصال منظور تھا اسکی تاکید ہوئی اور وہ صفت ریا کی ہے جو دنیا کیطرف میل کرنے مین داخل ہی یہ وجہ ہی نیت کے بہتر ہونے کی عمل سے اور اسی سے معنی اس حدیث کے بھی سمجھ مین آتے ہین مَن ہَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَم یَعمَلہَا کُتِبَت لَہٗ حَسَنَۃٌ اسلیے کہ دل کا قصد کرنا اسکا خیر کیطرف مائل ہونا اور ہوائے نفسانی اور محبت دنیا سے منحرف ہونا ہی جو بڑے سرے کی خوبی ہی اور عمل کے پورا کرنے سے اس خوبی کی تاکید ہوجاتی ہی مثلاً قربانی کے ذبح سے مقصود گوشت اور خون نہین بلکہ یہ مراد ہی کہ دل محبت دنیا سے پھر جاوے اور خدائے تعالیٰ کی رضا کو اپنے مطالب سے مقدم جانکر اسکو خدائے تعالیٰ کی راہ مین دیدالے اور یہ بات نیت اور ہمت کے مصمم کرتے ہی حاصل ہوجاتی ہی گو کسی مانع کی جہت سے نوبت عمل کی نہ پہونچے چنانچہ قرآن مجید خود شاہد ہی لَن یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُومُہَا وَلَا دِمَاؤُہَا وَلٰکِن یَّنَالُہُ التَّقوٰی مِنکُم اور تقوے کا مقام احادیث کی رو سے دل ہی اور اسیوجہ سے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کچھ لوگ مدینے مین ہین اور جہاد مین ہمارے شریک ہین اسواسطے کہ انکے دل نیت بخیر ہونے اور خدا تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے اور مال وجان کے خرچ کرنے اور شہادت کی رغبت کرنے مین ایسے ہی تھے جیسے ان لوگونکے تھے جو جہاد کو نکلے تھے صرف بدن علیحدہ تھے کسی خاص مانع کی جہت سے شرکت بدنی نہو سکی تھی اور ان معنون سے سب احادیث جو ہمنے نیت کی فضیلت مین وارد کی ہین سمجھ مین آجاوینگی توانکو انھین معنونپر مطابق کرکے دیکھ لینا چاہیے تاکہ اسرار منکشف ہوجاوین **چوتھا بیان** جو اعمال کہ نیت سے متعلق ہین ان کی تفصیل کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ اعمال اگرچہ بہت سے اقسام مین منقسم ہو سکتے ہین یعنی کہہ سکتے ہین کہ وہ فعل ہین یا قول اور حرکت ہین یا سکون اور حصول فائدہ کے لیے ہین یا دفع ضرر کیلیے اور فکر کے ہین یا ذکر کے اسیطرح بہت سے ہوتے ہین کہ انکا شمار بھی نہین ہو سکتا مگر تاہم انکی تین قسمین ہین اول معاصی دوم طاعات سوم مباحات ان تینون قسمونمین نیت کے باعث جو تغیر ہوتا ہے وہ مفصل لکھا جاتا ہے قسم اول یعنی معاصی کا حال تو یہ ہے کہ وہ نیت کے باعث اسمین کچھ تغیر نہین ہوتا پس اگر کوئی جاہل حدیث انما الاعمال بالنیات سے یہ سمجھے کہ معصیت بسبب نیت کے طاعت ہوجاتی ہے تو یہ محض غلطی ہے مثلاً ایک شخص کے پاس خاطر کے باعث کوئی شخص دوسرے کی غیبت کرے یا فقیر کو کسی دوسرے کا مال کھلاوے یا مال حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سرا بناوے اور نیت خیر کرے تو سب جہالت کی باتین ہین نیت کے باعث ان امور کا ظلم اور معصیت ہونا جاتا نہ رہیگا بلکہ مقتضاے شرع کے خلاف انسے خیر کی نیت کرنی دوسری برائی ہے پس اگر دانستہ ایسا کریگا تو دشمن شرع ہوگا اور اگر نادانستگی مین کریگا تو جہالت کے باعث گنہگار ہوگا کیونکہ علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور خیرات کا خیر ہونا شرع ہی سے معلوم ہوتا ہے جو چیز شر ہے وہ خیر کیسے ہو سکتی ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ شہوت خفی اور ہواے باطنی اس امر کو دلمین ڈالدیتے ہین اسلیے کہ جب دل طلب جاہ اور لوگونکے دل اپنی طرف کرنیکا اور حظوظ نفسانی کا مائل ہوتا ہے تو جاہل آدمی پر شیطان کو خوب دغا کا بہانہ ملجاتا ہے اور اسیوجہ سے حضرت سہلؒ فرماتے ہین کہ خداے تعالیٰ کی نافرمانی کسی معصیت سے اتنی بڑھکر نہین جتنی جہل کی معصیت ہے لوگون نے پوچھا کہ حضرت جہل سے بڑھکر بھی کوئی چیز آپکو معلوم ہے انھون نے فرمایا کہ ہان اپنی جہالت سے جاہل ہونا زیادہ سخت ہے اور واقع مین آپکا قول درست ہے اسلیے کہ جہل مرکب بالکل راہ تعلم کی بند کردیتا ہے مثلاً جو شخص جانتا ہو کہ مجھے علم ہے وہ کیون سیکھیگا کسی نے سچ کہا ہے **شعر** آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند : در جہل مرکب ابد الدہر بماند۔ اسیطرح علم سے خداے تعالیٰ کی اطاعت کرنی کل سب اطاعتون سے افضل ہے اور علم کا علم سب علمونکی جڑ ہے جیسے کہ جہل کا جہل سب جہالتونکی اصل ہے تو جس شخص کو علم نافع اور مضر کا حال معلوم نہو وہ انھین علوم مین مشغول ہوگا جنپر لوگ جھکے ہوے ہین اور وہ علوم واہیات ہین جو انکے لیے دنیا کے وسیلے ہین اور ایسے ہی علوم مین مصروف ہونا مادہ جہالت اور معدن فساد عالم ہے۔ حاصل یہ کہ جو شخص جہالت کے باعث معصیت سے قصد خیر کرے تو اسکا عذر جہالت نہین سنا جاویگا البتہ ایک صورت مین معذور ہوگا کہ اسکو مسلمان ہوے تھوڑے دن ہوے ہون اور مہلت سیکھنے کی نہ ملی ہو خدا نے ظاہر ہو کہ خداے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لایعذر الجاہل علی الجہل ولا یحل للجاہل ان یمکث علی جہل ولا للعالم ان یسکت علے علمہ اور مساجد اور مدرسے مال حرام سے بنواکر جو بادشاہونکا تقرب کرتے ہین اسی کے قریب یہ بھی ہے کہ جو لوگ بیوقوف اور شریر ہون اور فسق وفجور مین مشغول اور اسی بات پر آمادہ ہون کہ علما سے جھگڑین اور فقہا کو بہکائین اور لوگون کی دلداری اور مال دنیاوی اور متاع بادشاہون اور یتیمون اور مساکینون پر دانت رکھتے ہون انکو علم پڑھایا جاوے اسلیے کہ ایسے بدذات جب علم

سیکھتے ہین تو خداے تعہ کی راہ کے راہزن ہوتے ہین اور ہر ایک اپنے شہر مین دجال کا نائب بنکر دنیا پر جھگڑتا ہی اور ہواے نفسانی کا اتباع کرتا ہی اور تقوے سے دور رہتا ہی لوگون کو اسکے دیکھنے سے خداے تعہ کی نافرمانیون کی جرأت ہوتی ہی پہر یہی علم اس شخص سے دوسرے کسی اسی جیسے کو ملجاتا ہی وہ بھی اول استاد کے قدم بقدم چلتا ہی اسیطرح یہ علم مسلسل ہوتا چلاجاتا ہی اور سب اسطرح کے عالم اس علم کو وسیلۂ شر کرتے ہین اور ان سب کا وبال اسی معلم اول پر رہتا ہی جسنے باوجود نیت فاسد شاگرد کے اسکو علم پڑھایا اور آنکھون سے اسکے اقسام معصیت اقوال اور افعال اور کھانے پہننے مسکن وغیرہ مین دیکھ لیے اور اسکی تعلیم موقوف نہ کی اسطرح کا عالم جب مرجاتا ہی تو اسکے آثار شر کے جہان مین ہزار دو ہزار برس تک پھیلے رہتے ہین اور اچھا وہی ہی جو مرے اور اسکے ساتھ اسکے گناہون کا بھی خاتمہ ہوجاوے۔ پھر تعجب یہ ہی کہ ایسے عالم جہالت سے یہ کہتے ہین کہ انما الاعمال بالنیات مین نے تو علم دین کے پھیلانے کی نیت کی ہی اگر سیکھنے والا اسکو فساد مین استعمال کریگا تو قصور اسکا ہی نہ میرا میری نیت تو یہی تھی کہ وہ اس سے امور خیر پر مدد لے اسکے اس قول کا منشا ریاست کی محبت اور مخدوم بننا اور زیادتی علم کا تکبر ہی اور شیطان بواسطہ ریاست کی محبت کے اسپر یہ امور مشتبہ کردیتا ہی مگر ہمکو نہین معلوم کہ وہ شخص اسبات کا جواب کیا دیگا کہ ایک شخص نے راہزن کو تلوار ہبہ کردی اور اسکو گھوڑا اور دوسرے لوازم تیار کردیے جنسے وہ اپنے مقصود پر مدد لے اور پھر یہ کہتا ہی کہ مین نے نیت سخاوت اور دینے کی کرلی ہے جو اللہ تعہ کے عمدہ اخلاق مین سے ہی اور میری یہ نیت ہی کہ وہ شخص اس تلوار وسامان سے خدا کی راہ مین لڑے اور غازی کو یہ سامان دینا ظاہر ہی کہ بڑے ثواب کی بات ہی اب اگر وہ خود اسکو رہزنی مین صرف کرے تو مین کیا کرون وہ خود گناہگار ہوگا حالانکہ سب فقہا کا اتفاق ہی کہ راہزن کو اسباب رہزنی سے مدد پہونچانی حرام ہی باوجودیکہ سخاوت سب اخلاق مین سے محبوب ہی اور اسکی شان مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ حق تعہ کے تین سو اخلاق ہین جو کوئی ان مین سے ایک سے بھی اسکی طرف تقرب کرتا ہی وہ جنت مین داخل ہوتا ہی اور ان سب مین محبوب خدا کو سخاوت ہی پس کیا وجہ کہ اس سخاوت کو حرام کردیا اور راہزن کے قرینۂ حال کو دیکھنا واجب فرمادیا پس جبکہ اسکی عادت ظاہر ہوگئی کہ وہ ہتھیار سے شر کے اوپر راہ لیتا ہی تو اس سے ہتھیار ونکا چھین لینا چاہیے نہ یہ کہ اور اپنے پاس سے اسکو دیے جاوین اور علم بھی وہ ہتھیار ہی کہ اس سے شیطان اور دشمنان خدا مارے جاتے ہین اور بعض اوقات اس سے دشمنان خدا کو مدد پہونچتی ہی جیسے ہواے انسانی تو جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہی اور اپنی خواہش کو آخرت پر مگر حصول خواہش سے بسبب کم علمی کے عاجز ہو تو ایسے شخص کو علم سے مدد دینی کیسے جائز ہی کہ وہ اس علم کی بدولت اپنے شہوات کے حاصل کرنے پر قادر ہوجائے۔ بزرگان سلف کا دستور تھا کہ جو شخص ان کے پاس آمد ورفت رکھتا تھا اسکے احوال کے تجسس مین رہتے تھے اگر اس سے ایک نفل مین بھی قصور دیکھتے تو اسکو برا جانتے اور خاطرداری اور تعظیم چھوڑدیتے اور اگر بدکاری یا حرام چیز کو حلال سمجھنا دیکھ لیتے تو اسکو اپنی مجلس سے نکال دیتے اور بولنا چھوڑدیتے کوئی بات سکھانے کے تو کیا معنی اسواسطے کہ انکو معلوم تھا کہ جو کوئی شخص مسئلہ سیکھتا ہی اور اسکے بموجب عمل نہین کرتا اسکو غیر جگہ مین استعمال کرتا ہی تو وہ اور کچھ نہین سیکھتا صرف شر کا وسیلہ ڈھونڈھتا ہی اور تمام اکابر سلف نے عالم بدکار سے پناہ مانگی جاہل بدکار سے نہین مانگی حضرت امام احمد بن حنبل کا حال لکھا ہی کہ ایک شخص آپ کی خدمت مین برسون سے آمد ورفت استفادہ کے طور پر رکھتا تھا اتفاقاً آپ نے اس سے منھ پھیرلیا اور گفتگو موقوف کی نظر عنایت سے گرادیا اس شخص نے ہرچند تغیر مزاج کا باعث پوچھا مگر آپ نہ تبلاتے تھے آخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار کو سڑک کیجانب سے گارا لگایا ہی اور قدآدم مٹی لی

ہو اور وہ مسلمانون کی راہ کی ناک ہو اسلیے اب تجھ مین لیاقت نہین ہو کہ علم کی نقل کرے پس سلف کے لوگون کا حال نگرانی طلبہ کا اسطرح تھا اور اس جیسی باتین غنی لوگون اور شیطان کے تابعدار و نیز مخفی رہتی ہین گو انکے پاس چادرین اور چوڑی چوڑی آستینین ہون اور وہ خود زبان دراز اور خوش تقریر ہون اور علم بھی بہت سا رکھتے ہون یعنے وہ علم جس مین دنیا سے ڈرانے اور روکنے کا بیان اور آخرت کی ترغیب و طلبی نہو بلکہ وہ علم ہو جو خلق مین مروج ہو اور اسکے باعث مال حرام جمع کرتے ہین اور لوگون کی پیروی چاہتے ہین اور ہمسرون پر بڑھ بڑھ کر بیٹھتے ہین اس تقریر گذشتہ سے ثابت ہوا کہ حدیث الاعمال بالنیات خاص دو قسم اعمال کے لیے ہو یعنی طاعات اور مباحات کے لیے اور معاصی کے لیے نہین ہو اسلیے کہ طاعات تو نیت کے سبب سے معصیت بھی ہو جاتی ہین اور نیت ہی سے طاعت بھی رہتی ہو اور مباح کا بھی یہی حال ہو کہ نیت ہی سے معصیت اور طاعات دونون ہو سکتی ہین مگر معصیت کسیطرح طاعت نہین ہو سکتی بلکہ نیت سے اسمین برعکس تاثیر ہو کہ جب معصیت مین خبیث نیتین ملجاتی ہین تو اسکا وبال اور گناہ اور زیادہ ہو جاتا ہو جیسا اسکا بیان باب التوبہ مین گذرا دوسری قسم اعمال کی طاعات ہین وہ دو باتون مین نیت سے متعلق ہین اول تو اصل صحت مین دوم ثواب کی زیادتی مین اصل تو اسطرح کہ عمل سے عبادت خدا کی نیت کرے اور کچھ نہو یعنی اگر ریا کی نیت کریگا تو وہ عبادت معصیت ہو جائیگی اور ثواب کا زیادہ ہونا اسطرح کہ بہت سی نیک نیتین ایک عمل مین کرے تو جب ایک طاعت مین نیت چند خیرات کی کریگا تو ہر ایک نیت پر ایک ثواب جداگانہ ملیگا کیونکہ ہر نیت ایک حسنہ ہو اور ایک حسنہ پیچھے بموجب حدیث شریف کے دس گنا ثواب ملسکتا ہو مثلاً کوئی شخص مسجد مین بیٹھے اور اس بیٹھنے مین بہت سی نیتین کرے ہر چند یہ ایک طاعت ہو مگر بہت سی نیتون سے اتنی ہو سکتی ہو کہ اعمال متقین کی سی فضیلت اسمین آجاے اور مقربین کے درجے کو اسکے باعث پہونچ جاے پہلی نیت یہ ہو کہ یون جانے کہ مسجد خدا کا گھر ہو اور جو اسمین آتا ہو اسکو خدا کی زیارت ہوتی ہو تو مسجد مین بیٹھنے سے زیارت اپنے پروردگار کی نیت کرلے تاکہ وہ ثواب جسکا وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین فرمایا ہو حاصل ہو چنانچہ آپ فرماتے ہین من قعد فی المسجد فقد زار اللہ تعالیٰ وحق علی المزور اکرام زائرہ دوسرے یہ کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی نیت کرے تاکہ جبتک انتظار مین رہے نماز ہی کا ثواب ملے اور یہی مراد ہو کلمہ و رابطوا سے جو قرآن مجید مین وارد ہے تیسرے کان اور آنکھ کا روکنا اور اعضا کو حرکات اور ترددات سے محفوظ رکھکر راہب بننا اسلیے کہ اعتکاف روزہ کے مثل باز رہنے کا نام ہو اور وہ ایک قسم کی رہبانیت ہو اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رہبانیۃ امتی القعود فی المساجد چوتھے ہمت کا منحصر کرنا خداے تعالیٰ پر اور فکر آخرت کے بھید کا پیچھا لینا اور جو اشغال اس سے روکنے والے ہین انکو دفع کرنا پانچوین ذکر الٰہی کیلیے تنہا ہو جانا یا صرف اسکا ذکر سننے کے لیے یا اسکی یاد کے لیے ہو رہنا جیسے کہ حدیث شریف مین وارد ہو من غدا الی المسجد لیذکر اللہ تعالیٰ او یذکر بہ کان کالمجاہد فی سبیل اللہ تعالیٰ چھٹے قصداً امر معروف اور نہی منکر کا کرنا اسلیے کہ مسجد مین ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہین جو نماز اچھی طرح نہ پڑھین یا ایسے حرکات کے مرتکب ہون جو انکو جائز نہون تو مسجد مین بیٹھنے والا انکو اچھی بات سکھاوے اور دین کی راہ بتاوے تاکہ جو امر خیر وہ اس سے سیکھین اسمین یہ بھی شریک ہو اور خیرات اسکی زیادہ ہو جاوین ساتوین یہ کہ کسی برادر دینی سے کچھ استفادہ کی نیت ہو کہ مسجد مین اکثر دینداری خدا تعالیٰ کے محب اور اللہ تعالیٰ کے باب مین دوستی کرنے والے موجود رہا کرتے ہین انسے استفادہ ہو تو ذخیرۂ آخرت اور غنیمت ہے آٹھوین یہ کہ گناہون کو خداے تعالیٰ کی شرم سے چھوڑ دے اور اسبات سے محترز رہے کہ خداے تعالیٰ کے گھر مین وہ بات نکرے جو مقتضی ہتک حرمت ہو اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جو شخص کثرت سے آمد و رفت مسجد کی رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اسکو سات باتون مین سے ایک عنایت فرماتا ہو یا کوئی بھائی ملتا ہو جس سے خداے تعالیٰ کے

باب مین استفادہ ہو یا رحمت نازل ہوتی ہو یا علم عجیب یا ایک کلمہ جو راہ راست بتا وے یا نکمی بات سے چھڑا دے یا گناہونکا چھوڑنا خدا تعالیٰ کے خوف سے یا اسکی شرم سے پس بہت سی نیتین کرنے کا یہ طور ہے اسی پر سب طاعات اور مباحات کو قیاس کر لینا چاہیے اسواسطے کہ کوئی طاعت ایسی نہین جو محتمل بہت سی نیات کی نہو بندۂ مومن کے دلمین انمین سے اسیقدر آتی ہین جسقدر کہ وہ طلب خیر مین جد و جہد اور فکر کرتا ہے اسی سے اعمال ستھرے ہوتے ہین اور حسنات زیادہ ہوتے ہین تیسری قسم مباحات ہین انمین بھی ایک یا کئی نیتین اس قسم کی ہوسکتی ہین جنسے کہ مباحات عمدہ قربات مین سے ہوجاوین اور انسے بلند مدارج حاصل ہون بڑا نقصان اسکو ہے جو انسے غافل ہو اور جانورون کیطرح سہو اور غفلت سے انکو بجالاوے اور یہ نہ چاہیے کہ آدمی کسی خطرہ یا قدم و لحظہ کو حقیر سمجھے اسلیے کہ قیامت کو ان سبکی پوچھ ہوگی کہ کیون کیا تھا اور اس سے کیا نیت تھی یہ صورت اس مباح مین ہے جسمین کراہت کا خلط نہو اور اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلالہا حساب وحرامہا عقاب اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان العبد لیسأل یوم القیمۃ عن کل شئی حتی عن کحل عینیہ وعن فتات الطینۃ باصبعیہ وعن لمس ثوب اخیہ اور دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص خدا کے واسطے خوشبو لگاوے قیامت کو ایسی طرح آویگا کہ اسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو غیر اللہ کیواسطے خوشبو لگاوے وہ قیامت کو ایسی طرح آویگا کہ اسکی بدبو مردار کی بدبو سے بھی زیادہ ہوگی یہان دیکھو کہ خوشبو لگانا مباح ہے مگر نیت کا ہونا اسمین ضرور ہے اب اگر پوچھو کہ خوشبو لگانی نفس کے حظوظ مین سے ہے وہ خدا کیواسطے کیسے ہوسکتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کو یا اور اوقات مین خوشبو لگاوے تو ہوسکتا ہے کہ اسکا مقصود صرف دنیاوی لذات سے راحت پانیکا ہو یا اظہار اپنے فخر کا اور مال کی کثرت کا ہو تاکہ ہمسر حسد کرین یا خلق کو دکھلانا منظور ہو تاکہ انکے دلونمین اسکی جگہ ہو اور اسکا ذکر جب کرین تو کہین کہ خوشبو پسند آدمی ہے خوشبو سے ذوق ہے یا یہ منظور ہو کہ اجنبی عورتون کے دلون مین محبوب ہوجاوے بشرطیکہ ان کو دیکھا کرتا ہو اور بہت سے امور اسیطرح کے ہوسکتے ہین اور ان سب سے خوشبو لگانی معصیت ہوجاتی ہے اسیوجہ سے اسکی بدبو مردار سے بڑھکر قیامت مین ہوگی مگر صرف پہلا قصد یعنی لذات دنیاوی سے راحت پانی البتہ معصیت نہین سوال اس سے بھی ہوگا اور جس سے حساب کا جھگڑا ہوگا اسکو عذاب ہوگا اور جو شخص کہ کوئی چیز دنیا کے مباحات مین سے کر لیگا تو قیامت کو اسپر عذاب تو نہو گا مگر اسیقدر راحت آخرت کم کر دیجاویگی اور اگر تامل کرو تو بڑے نقصان کی بات ہے کہ یہان کے ایک امر فانی کے عوض مین وہ راحت جاودانی کم ہوجاوے اور اچھی نیتین خوشبو مین یہ ہین کہ مثلاً اس سے اتباع سنت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جمعہ کے روز نیت کرے اور خانۂ خدا کی تعظیم کی نیت کرے کہ خدا تعالیٰ کی زیارت کو مسجد مین بے خوشبو نجانا چاہیے یا اپنے پاس والون کو راحت پہونچانے کی نیت کرے یا خود اپنے نفس سے بدبو دور کرنے کی نیت کرے کہ جو میرے پاس بیٹھے اسکو ایذا میری بدبو کی نہو یا یہ نیت کرے کہ بدبو کے معصیت مین لوگ میری غیبت کرتے ہونگے وہ غیبت سے باز رہین اور میرے سبب سے خدا تعالیٰ کی معصیت نکرین اسلیے کہ جو شخص غیبت کا متعرض ہوتا ہے اور وہ اس سے بچنے پر قادر ہے تو وہ اس معصیت مین شریک ہوا کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم اسمین اشارہ ہے کہ شر کا سبب ہونا بھی شر ہے اور نیت اپنے دماغ کے علاج کی کرے تاکہ خوشبو سے ذہن و ذکا زیادہ ہو اور مہمات دینی کا سمجھنا اور ان مین فکر کرنا آسان پڑے چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ جسکی خوشبو اچھی ہوتی ہے اسکی عقل زیادہ ہوتی ہے غرضکہ اسطرح کی نیتین ایسی ہین کہ جب آدمی کے دلپر تجارت آخرت اور طلب خیر غالب ہوتی ہے تو ایسی نیتین کرنے سے عاجز نہین ہے کر سکتا ہے اور جس صورت مین کہ اسکے دلپر آسائش

دنیا ہی غالب ہو تو البتہ یہ نیتین اسکے دلمین نہین آتین اور اگر کوئی ذکر بھی کرے جب بھی اسکا دل نہین ابھرتا کہ یہ نیتین کرے اور اگر کوئی ان نیتون مین سے کرتا بھی ہو تو صرف خطرے کے طور پہ ہوتی ہین کہ اسکو نیت نہین کہہ سکتے اور مباحات بہت سے ہین اور ان مین نیتونکی شمار ممکن نہین اس ایک ہی مثال سے باقی کو قیاس کر لو اور اسیوجہ سے بعض عارفین سلف نے فرمایا ہو کہ مجکو مستحب معلوم ہوتا ہو کہ ہر چیز مین ایک نیت کر لیا کرون یہانتک کہ کھانے اور پینے اور سونے اور پاخانہ مین جانے اور دوسری چیزونمین سب مین ایک نیت ہو اور یہ سب باتین اس قسم کی ہین کہ ان مین نیت تقرب الی اللہ کی ہو سکتی ہی اسواسطے کہ جو چیز کہ سبب بدن کے باقی رہنے اور معاملات بدنی سے دلکے فارغ ہونیکا ہو وہ دین پر معین ہوتی ہو مثلاً جو کھانا کھانے سے یہ نیت کرے کہ عبادت پر قوت ہو اور صحبت سے یہ نیت کرے کہ دین کی درستی اور اپنی اہلیہ کے دلکی خوشی اور توقع ولد صالح کی کہ میرے بعد خدائے تعالیٰ کی عبادت کرے اور امت محمدیؐ اس سے بڑھے تو اس صورت مین وہ شخص اپنے کھانے اور صحبت سے طاعت بجالانیوالا ہوگا اور سبب حظوظ نفس سے بڑھکر یہ دونون چیزین ہین تو جس شخص کے دلپر فکر آخرت غالب ہو اسپر ان دونون سے خیر کی نیت کرنی محال نہین اسیطرح چاہیے کہ جب آدمی کا مال جاتا رہے تو اسمین بھی نیک نیت کرے اور کہدے کہ وہ مال فی سبیل اللہ ہو اور جب یہ سنے کہ میری غیبت کوئی کرتا ہو تو دلمین خوش ہو یہ سمجھے کہ اسکے عوض مین غیبت کرنیوالا میری برائیان اٹھاویگا اور اسکے نامۂ اعمال مین سے نیکیان میرے نامۂ اعمال مین چلی آوینگی اور اس امر کی نیت اسطرح کرے کہ جواب کچھ بندے چپکا ہو رہے کہ حدیث شریف[۱] مین ہو کہ بندے کا حساب ہوگا تو اسکے سب اعمال آفت کے آجانے سے بیکار ہو جائینگے یہانتک کہ مستحق دوزخ کا ہوگا پھر اسکے لیے اعمال صالحہ کا دفتر کھولا جاویگا جس سے وہ نیر اور جنت ہوگا پس وہ شخص تعجب کر کے کہیگا کہ الٰہی یہ اعمال تو مین نے کبھی کیے نہ تھے تو اس سے کہا جاویگا کہ یہ اعمال ان لوگون کے تجھے ملے ہین جنھون نے تیری غیبت کی اور تجھپر ظلم وزیادتی کی اور دوسری حدیث[۲] مین ہو کہ بندہ قیامت کے روز ایسے حسنات لاویگا جو پہاڑ کے برابر ہون اور اگر وہ سب اسکے لیے ہون تو جنت مین داخل ہو جاوے مگر چونکہ ایسی صورت سے آویگا کہ کسی پر ظلم کیا ہوگا اور کسی کو گالی دی ہوگی کسی کو مارا ہوگا اسی لیے ان سب مظلومون کو اسکے حسنات دیدیے جاوینگے یہانتک کہ اسکے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہیگی فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی اسکی حسنات ہو چکین اور ابھی دعویدار باقی ہین حکم ہوگا کہ اسپر انکے سئیات ڈالدو اور اسکے لیے ایک رقعہ دوزخ مین لکھدو غرض کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے حرکات مین سے کسی کو حقیر نہ جانے اور ایسا نہ ہو کہ بعض امور کو حقیر جانکر اسکے شرور سے نہ بچے اور سوال اور حساب کے دن کے لیے اسکی جوابدہی کی تیاری نہ کرے اللہ تعالیٰ ہر ایک امر کا دانا بینا ہو چنانچہ فرماتا ہو مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ اور بعض سلف سے منقول ہو کہ مین نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ ہمسایہ کی دیوار سے اسپر مٹی ڈالکر خشک کر دون مگر دل نے نمانا پھر مین نے کہا کہ یہ تو مٹی ہی ہو اسکی کیا اصل ہو غرض مٹی سے اسکو خشک کر دیا اسکے بعد غیب سے یہ آواز آئی سے جو سمجھے ہین یہ خاک لینی روا ؛ قیامت کو دیکھینگے اپنی سزا ؛ اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوریؒ کے ساتھ نماز پڑھی دیکھا تو آپکا کپڑا الٹا تھا آپکی خدمت مین عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ کپڑے کو سیدھا کر لین مگر پھر نہ کیا اس شخص نے اسکا باعث پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین نے کپڑے کو خدائے تعالیٰ کے واسطے پہنا تھا مین نہین چاہتا کہ اسکے غیر کے واسطے اسکو سیدھا کرون اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ قیامت کو کوئی شخص دوسرے آدمی سے الجھیگا اور کہیگا کہ میرا تیرا معاملہ خدائے تعالیٰ کے سامنے ہو وہ کہیگا کہ بخدا مین تجھکو نہین جانتا وہ کہیگا کہ جانتا کیون نہین تو نے ایک اینٹ میری دیوار مین سے لی تھی اور ایک دھاگا میرے کپڑے مین سے لیا تھا اسیطرح کے اخبار خائفین کے دل کے پرزے کیے دیتے ہین پس اگر تم کچھ عقل اور حوصلہ رکھتے ہو اور مغالطہ کھانیوالون مین نہین ہو تو اپنے اعمال کے نگران

[۱] ابو منصور دیلمی در فردوس و ابو نعیم بروایت شمرت بن سعد بلوی مختصراً اسکی سند مین ابن لہیعہ ہے ۱۲

[۲] یہ حدیث کچھ اختلاف کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے مسلم ...ہے جو نہین ... اس سے ... دیکھنا ... اصل مین ... ہے ... ۱۲ منہ

رہو اور اس سے پیشتر کہ تمسے حساب مین بال کی کھال نکالی جاوے تمہین اپنے حرکات وسکنات کو سوچ سمجھکر کرو جو حرکت کرو پہلے سوچ لو کہ کیون کرتے ہو اور کیا نیت ہی اور اسکے باعث دنیا مین سے کیا ملیگا اور آخرت مین سے کچھ جاتا رہیگا کہ نہین پھر دل کے بھی نگران رہو کہ کسی کام کے ترک مین کیا نیت کرتا ہی کیونکہ کام کا چھوڑنا بھی ایک فعل ہی اسمین بھی نیت صحیح کا ہونا ضرور ہی ایسا نہو کہ اسکا موجب کوئی ہوا ے خفی ہو کہ جسپر آگاہی نہین ہوا کرتی اور ظاہر کی باتون سے دھوکا مت کھاؤ اسکے باطن اور بھید پر غور کرتے رہو تاکہ حیلۂ مغالطہ سے نکلجاؤ حضرت ذکریا علیہ السلام کے حال مین لکھا ہی کہ کسی کی دیوار گارے کی اجرت پر بناتے تھے دیوار والون نے آپ کو دو روٹیان لادین اور آپکا دستور تھا کہ بدون اپنے ہاتھ کی حرفت کے کھانا نہ کھاتے تھے جسوقت آپ کھانے بیٹھے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے آپ نے ان کی تواضع نہ کی یہانتک کہ سب کھاچکے لوگون کو آپسے تعجب ہوا اسلیے کہ آپ سخی اور زاہد مشہور تھے اور یہ گمان کیا کہ بظاہر تواضع کرلینا بہتر تھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ لوگون کی مزدوری کرتا ہون اور انھون نے مجھے روٹی اسلیے دی تھی کہ انکا کام کرنیکی طاقت مجھ مین آجاوے پس اگر تم بھی اس کھانے مین شریک ہوتے تو نہ تمہارا پیٹ بھرتا نہ میرا اور مین انکے کام مین ضعیف رہتا تو دیکھو کہ عاقل آدمی نور خدا سے اسطرح باطن کو دیکھا کرتا ہی یعنی کام مین سستی ہونی فرض کا نقصان ہی اور تواضع کھانے کی نکرنی نفل کا نقصان ہی فرائض کے ہوتے ہوے نوافل کی کچھ پوچھ نہین اور بعض اکابر سے روایت ہی کہ مین حضرت سفیان ثوری رح کیخدمت مین گیا اسوقت آپ کھانا کھاتے تھے مجھسے کلام بھی نہ کیا یہانتک کہ اپنی انگلیان چاٹین پھر فرمایا کہ اگر مین یہ کھانا قرض نہ لیتا تو مجھے اچھا معلوم ہوتا کہ تم بھی اسمین سے کھاتے اور حضرت سفیان ہی کا قول ہی کہ جو شخص کسی دوسرے کو اپنے کھانے مین شریک ہونیکو کہے اور اسکو کھلانے کی رغبت نہو تو اگر اسکے کہنے سے دوسرا کھالیگا تب تو اسپر دو گناہ ہونگے اور اگر نہ کھاویگا تو ایک ہی گناہ رہیگا یعنی ایک گناہ تو نفاق ہی کہ باطن مین شرکت نہین چاہتا تو اضع ظاہری کرتا ہی اور دوسرا یہ ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کو ایسی بات پر برانگیختہ کرتا ہی کہ وہ جان لے تو برا جانے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے سب اعمال مین اسطرح نیت کا تجسس کیا کرے جس کام کو کرے بدون نیت نہ کرے اور اگر نیت اسوقت نہو تو توقف کرے اسلیے کہ نیت اپنے اختیار مین نہین کہ جب چاہے موجود ہو جاوے

پانچوان بیان

اسباب مین کہ نیت اختیار مین نہین ہوتی ہی

واضح ہو کہ جاہل آدمی جب نیت کی خوبی جو ہمنے لکھی ہی سنتا ہی اور اس قول نبوی کو سنتا ہی کہ انما الاعمال بالنیات تو اپنے سب کامونکے شروع مین دلمین کہا کرتا ہی کہ نیت کرتا ہون خدا کے واسطے پڑھانے کی یا تجارت کی یا کھانے کی وغیرہ اور گمان کرتا ہی کہ یہ نیت ہوگئی حالانکہ یہ بات تو حدیث نفس ہی یا زبانی کلمات ہین یا فکر ہی یا ایک خاطر سے دوسرے کیطرف بدلنا ہی نیت سے ان امور کو کچھ سروکار نہین اسلیے کہ نیت تو نام نفس کے اچھلا اور توجہ اور میل کا ہی ایسی چیز کیطرف کہ جسمین نفس کی غرض اسوقت یا انجام کو اسکے عندیے مین ہو اور میل اگر نہین ہوگا تو ممکن نہین کہ اسکو صرف ارادہ سے حاصل و ایجاد کرلیا جاوے بلکہ اسکی صورت تو ایسی ہوگی جیسے پیٹ بھرا آدمی کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ کھانے کی خواہش کرون اور اسکی طرف مائل ہون یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ فلان شخص پر عاشق ہون اور اسکو اپنے دلمین بڑا اور محبوب جانون اور ظاہر ہی کہ یہ دونون باتین دشوار ہین بلکہ دل کو کسی چیز کیطرف پھیرنے اور مائل کرنے کا طریق یہ ہی ہی کہ اول اسکے اسباب حاصل کرے اور وہ بھی کبھی اختیاری ہوتے ہین اور کبھی نہین اور نفس جو فعل پر ابھرتا ہی تو کسی غرض کے باعث ہوتا ہی جو نفس کے موافق اور مناسب ہوتی ہی اور جبتک انسان یقین و اعتقاد نہین کرلیتا کہ میری غرض وابستہ فلان فعل سے ہی تب تک اپنا قصد اسکی طرف متوجہ نہین کرتا اور یہ بات ہر وقت اختیاری

نہین کہ دل مین کسی چیز کا اعتقاد جما لیا کرے اور اگر اعتقاد بھی ہوجاتا ہی تو دل متوجہ جب ہوتا ہی جبکہ فارغ ہو اور اس غرض کی نسبت کسی اور قوی غرض مین مشغول نہو اور یہ بات بھی ہر وقت ممکن نہین پھر رغبت دلانے والی اور پھیرنیوالی چیزون کے بہت سے اسباب ہین جنسے وہ اکٹھے ہوجایا کرتے ہین اور انکا جمع ہونا ہر شخص کے حال اور عمل کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہی مثلاً اگر شہوت نکاح کی آدمی پر غالب ہو اور لڑکا ہونے سے کوئی غرض صحیح دینی خواہ دنیاوی اسکے اعتقاد مین نہو تو ایسے شخص سے نہین ہوسکیگا کہ صحبت کیوقت ولد کی نیت کرے بلکہ صحبت صرف بہ نیت قضاء شہوت ہوگی اسواسطے کہ نیت تو غرض پر موقوف ہی اور یہان غرض شہوت ہی فرض کی گئی ہی تو ولد کی نیت کیسے ہوگی اسیطرح اگر دل پر امر یہ غالب نہو کہ سنت نکاح ادا کرنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع پائی جاتی ہی اور اسوجہ سے اسکا ثواب زیادہ ہوجاتا ہی تو ممکن نہین کہ نکاح سے اتباع سنت کی نیت ہوسکے کہ زبان سے کہہ لے یا دلمین کہہ لے اور صرف کہہ لینا گفتگو ہی نیت نہین ہاں اس نیت کے حاصل کرنے کا یہ طور ہی کہ اول اپنا ایمان شریعت پر قوی کرے اور اسبات پر ایمان قوی ہو کہ جو شخص امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت مین سعی کرتا ہی اسکو بہت ثواب ہوتا ہی اور دل مین سے جتنی نفرت کی چیزین اولاد کی ہین وہ دور کردے یعنی پرورش کی مشقت وغیرہ سے نفرت دلمین نہو جب اسطرح کریگا تو کیا عجب ہی کہ دل مین سے رغبت اولاد کے پیدا ہونے کی اٹھے اور اسکو باعث ثواب سمجھے اور وہ رغبت اسکو حرکت دے اور اسکے اعضا عقد نکاح کے لیے جنبش مین آوین پس اگر قدرت زبان کی محرک عقد کے قبول کیواسطے اسطرح پیدا ہوگی یعنی جو باعث کہ دل پر غالب ہوگیا ہی اسکی جہت سے قدرت نے زبان مین حرکت قبول نکاح کی دی ہوگی تب تو البتہ نکاح کرنیوالا نیت رکھتا ہوگا اور اگر ایسا نہوگا تو جو بات دلمین مان لیتا ہی اور اسکو باربار کہتا ہی کہ میرا قصد اولاد کا ہی وہ وسواس اور ہذیان ہی اور اسیوجہ سے کہ نیت کے لیے دلکا ابھار اور اعتقاد غرض صحیح کا پہلے سے ہونا چاہیے سلف والون مین سے بہت لوگون نے بعض طاعتون سے پہلو تہی کی ہی اسلیے کہ انکو نیت موجود نہوئی اور فرما بھی دیا کہ ہمکو اس امر مین کچھ نیت حاضر نہین چنانچہ روایت ہی کہ ابن سیرینؒ نے حضرت حسن بصریؒ کے جنازے کی نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دلمین نیت حاضر نہین ہوتی۔ اور کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالون مین کنگھی کرنے کے لیے مانگی کہ بال سلجھاوین اسنے پوچھا کہ آئینہ لاؤن وہ بزرگ چپ ہورہے پھر کہا کہ ہاں لوگون نے پوچھا کہ اتنے سکوت کی وجہ کیا تھی انھونے جواب دیا کہ اول سے میری نیت کنگھی کی تھی اور آئینہ کی نیت نہ تھی اسلیے مینے سکوت کیا یہانتک کہ خدا تعالے نے نیت آئینہ کی دلمین مہیا کردی اور ایک عالم کوفہ کے حماد بن ابی سلیمان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوریؒ سے کہا گیا کہ آپ انکے جنازے پر نہین جاتے آپ نے فرمایا کہ اگر مجکو نیت ہوتی تو مین ضرور جاتا اور اکابر سلف سے جب کوئی کسی عمل خیر کی درخواست کرتا تو جواب دیتے کہ اگر ہمکو خدا تعالے نیت عنایت فرماویگا تو کرینگے اور حضرت طاؤسؒ بدون نیت حدیث بیان نہ فرماتے اگر کوئی کچھ پوچھتا بھی تو جواب نہ دیتے اور جب نیت ہوتی تو بدون پوچھے شروع کردیتے لوگون نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہی کہ جب ہم درخواست حدیث بیان کرنے کی کرتے ہین تو آپ نہین کرتے اور اپنے آپ کہنے لگتے ہو آپنے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بدون نیت مین بیان کیا کرون جب مجھے نیت حاضر ہوتی ہی تو بیان کرتا ہون اور منقول ہی کہ داؤد بن محبر نے جب کتاب عقل بنائی تو حضرت احمد بن حنبلؒ انکے پاس آئے اور وہ کتاب مانگ کر ایک نظر اسمین ڈالی اور پھیر دی انھونے پوچھا کہ کیون ناپسند کرتے ہو آپنے فرمایا کہ اسمین ضعیف اسناد ہین داؤد نے فرمایا کہ مین نے اسکی بنا اسناد پر نہین رکھی اسکو امتحان علم کی نظر سے دیکھیے مینے جو اسمین عقل کے لحاظ سے نظر کی تو مجکو مفید ہوئی امام احمدؒ نے

۷۱: دیکھو باب نکاح جلد دوم ۱۲ عنہ نقال داؤد [illegible] فیہ بعین الخبر [illegible] داؤد نے فرمایا کہ مین نے اس کی بنا اسناد پر نہین رکھی ہے [illegible] اس کی نگاہ سے [illegible] دیکھنا [illegible] اسکو عقل کی نگاہ سے دیکھو [illegible] امام احمد نے [illegible]

فرمایا کہ تو لاؤ مجکو دو تاکہ مین بھی اس نظر سے دیکھون جس نظر سے تمنے دیکھا ہی پھر وہ کتاب لی اور مدت تک انکے پاس رہی پھر فرمایا کہ تمکو خداے تعم
جزاے خیر دے مجکو اس کتاب نے فائدہ دیا۔ اور حضرت طاؤسؒ سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دعا کرو انھون نے فرمایا کہ اچھا مین دعا کی نیت
اپنے مین پاؤن تو کرون اور بعض اکابر سے منقول ہی کہ مین ایک مہینے سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا ہون مجھ مین ابتک درست
نہین ہوئی اور عیسٰی ابن کثیرؒ کہتے ہین کہ مین میمون بن مہرانؒ کے ساتھ گیا جب وہ اپنے دروازے پر پہونچے تو مین ہٹا انکے بیٹے نے انسے کہا
کہ آپ انکو رات کا کھانا نہین کھلاتے فرمایا کہ میری نیت مین نہین اور یہ اسلیے کہ نیت تابع نظر کی ہوتی ہی جب نظر بدلجاتی ہی تو نیت بھی بدلجاتی ہی
اکابر سلف کا اعتقاد تھا کہ بدون نیت کے کوئی کام نہ کرتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی روح ہی اور عمل بدون نیت صادق کے ریا اور تکلف ہے اور ایسا
عمل سبب غضب ہے نہ سبب قرب اور یہ بھی جانتے تھے کہ نیت اسکا نام نہین کہ زبان سے کوئی کہلے کہ نیت کرتا ہون بلکہ وہ دل کا ابھار ہی قائم مقام
فتوح غیبی کے خداے تعم کیطرف سے بعض اوقات میسر ہوتی ہی اور بعض اوقات نہین ہان جس شخص کے دل پر اکثر امر دینی غالب رہتا ہی اسکو اکثر اوقات
میسر ہوتی ہی اسلیے کہ اسکا دل فی الجملہ مائل اصل خیر کا رہتا ہی تو دوسری خیرات پر بھی وقت پر ابھر کھڑا ہوتا ہی اور جسکا دل مائل بطرف دنیا ہوتا ہی اور دنیا
اسپر غالب ہوتی ہی اسکو یہ بات حاصل نہین ہوتی خیرات کا تو کیا ذکر ہی فرائض مین بھی اسکو نیت میسر نہین ہوتی ہی اور اگر ہوتی ہی تو نہایت کوشش اور جدوجہد
سے ہوجاتی ہی اسطرح کہ دوزخ کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اسکے عذاب سے ڈرا دے یا آسایش جنت یاد آجاوے اور اپنے نفس کو اسکی رغبت دلاوے تو ایسی صورتون
مین کبھی ایک ضعیف سا ارادہ اٹھ کھڑا ہوتا ہی تو اسکو ثواب بھی بقدر نیت رغبت ہی کے ملتا ہی لیکن طاعت بہ نیت خدا کی تعظیم کے مستحق طاعت
وعبودیت وہی ہی دنیا کے راغب کو میسر نہین ہوتی اور یہ نیت سب مین اعلیٰ اور کمیاب ہی روے زمین پر ایسے لوگ کم ہین جو اسکو سمجھین اور اسکو استعمال
کرنا تو درکنار ہی۔ اور لوگون کی نیتین طاعات مین کئی قسم پر ہین بعض ایسے ہین کہ انکا عمل خوف کے باعث سے سرزد ہوتا ہی یعنی اسوجہ سے کہ دوزخ سے
ڈرتے ہین اور بعض کا عمل متوقع ہوا کرتا ہی کہ رغبت جنت کی انکے عمل کا باعث ہوتی ہی اور اسطرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی نسبت کم کم ہے یعنے
جو طاعت کہ بہ نسبت خدا کی تعظیم محض کے کیجائے اور کسی جہت سے نہو اسکی نسبت کر یہ نیت خوف ورجا کی کرنا کم ہی مگر بہر حال تمام صحیح نیتون مین سے
ہی اسلیے کہ آخر میل ایسی چیز کیطرف توجہ ہی۔ جو آخرت مین موعود ہی گو وہ چیز اس جنس مین سے ہی جسکی الفت دنیا مین ہی اور غالب ترغیب باعتو نمین سے
شکم اور شرمگاہ مین اور ان کی حاجت کے پورا ہونے کی جگہ جنت ہی پس جو شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہی وہ گو اپنے شکم اور شرمگاہ کیلیے کرتا ہی جیسے
خراب مزدور اور ایسے شخص کا درجہ بھولے لوگون کا سا درجہ ہوگا اور اپنے عمل سے دہ اسدرجے کو پہونچ جاویگا کیونکہ اکثر اہل الجنۃ البلہ واقع ہی مگر عباد عقلا اونکی
صرف ذکر الٰہی اور فکر ہوتی ہی اسوجہ سے کہ وہ اسکے جمال وجلال کے محب ہوتے ہین اور انکے تمام اعمال اسی محبت وذکر وفکر کے موکد ہوا کرتے
ہین ان لوگون کا رتبہ اس سے بڑا ہی کہ منکوح اور مطعوم چیز کیطرف جنت مین التفات کرین اسواسطے کہ انکی نیت جنت نہتی بلکہ یہ وہ لوگ
ہین کہ یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ اور چونکہ ثواب بقدر نیات ملیگا اسلیے ضرور ہوا کہ یہ لوگ خداے تعم کے دیدار فیض آثار سے خرے
اڑائین اور ان لوگون پر ہنسین جو حورون کیطرف ملتفت ہون جیسے حورونکے دیکھنے والے ان لوگون کو ہنسین جو مٹی کے کھلونونکو تاکین بلکہ
فرق درمیان جمال حضرت ربوبیت اور جمال حورونکے کہین زیادہ ہی اس فرق سے جو حورون کے جمال اور مٹی کے کھلونون کے جمال مین ہی
بلکہ نفوس بہیمیہ کا حورون سے راضی ہونا اور خداے تعم کے جمال سے اعراض کرنا ایسا جاننا چاہیے جیسے خنفسا اپنے جوڑے سے مانوف

[illegible]

رہتا ہے اور عورتون کے جمال سے روگردان پس اکثر دنیو نکا اندھا ہونا خدائے تعالیٰ کے جمال وجلال سے ایسا ہی ہے جیسا خفسا ادراک جمال عورتون سے اندھا ہے کہ اسکو انکی کچھ خبر ہی نہین اور اگر اسکو عقل ہوتی ہے اور عورتون کا ذکر اسکے سامنے کیا جاتا تو وہ ان لوگون پر ہنستا جو انکی طرف مائل مین مگر اصل یہ ہے کہ کل حزب بمالدیہم فرحون خدائے تعالیٰ خود فرماتا ہے اور اسلیے پیدا بھی فرمایا چنانچہ فرمایا ولذلک خلقہم پس ہمیشہ مختلف اور متفاوت رہینگے منقول ہے کہ احمد بن خضرویہ نے خدائے عزوجل کو خواب مین دیکھا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک شخص مجھسے جنت کا طالب ہے سوائے ابویزید کے کہ وہ مجکو طلب کرتا ہے اور حضرت ابویزیدؒ نے خواب مین خدائے جل شانہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی تیری طرف آنے کا کیا طریق ہے ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے ہاتھ اٹھا اور میری طرف قدم بڑھا۔ اور کسی شخص نے حضرت شبلی کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ فرمایا کہا کہ کسی دعوی پر مجھسے دلیل طلب نہین فرمائی مگر ایک قول پر جو مین نے ایک روز کہا تھا کہ جنت کے خسارہ سے بڑھکر کونسا خسارہ ہوگا اسپر البتہ ارشاد فرمایا کہ میرے دیدار کے خسارے سے بڑھکر کونسا خسارہ ہے غرض یہ کہ ان نیتونکا درجہ متفاوت ہے جس شخص کے دل پر ان مین سے ایک غالب ہو جاتی ہے اسکو اکثر دوسری نیت کیطرف عدول کی نوبت نہین پہونچتی اور ان حقائق کی واقفیت موجب ایسے اعمال وافعال کا شوق ہے کہ فقہائے ظاہر انکا انکار کرتے ہین مگر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کی نیت امر مباح مین قوی موجود ہو اور نفل مین نہو تو اسکے حق مین مباح اولیٰ ہے اور وہی اسکے لیے نفل کا کام دیگا اور خود نفل اسکے حق مین نقصان ہے اسواسطے کہ انما الاعمال بالنیات ہے مثلاً معاف کرنا فقہ کی رو سے بہ نسبت انتقام کے افضل ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو معاف کرنے مین تو نیت نہین ہوتی ظلم کا بدلہ لینے مین نیت ہوتی ہے تو اس صورت مین انتقام ہی افضل ہے یا یہ کہ اسکی نیت کھانے اور پینے اور سونے کی ہو تاکہ اپنے نفس کو راحت دے اور آئندہ کی عبادات کے لیے قوت پاوے اور اسوقت نیت روزہ اور نماز کی نہو تو کھانا اور سو رہنا اسکے حق مین افضل ہے بلکہ اگر عبادت کرتے کرتے تھک جاوے اور اسکا سرور نہ رہے اور رغبت سست ہو جاوے اور جانے کہ اگر گھڑی بھر کھیل مین یا باتون مین مصروف رہنے سے سرور حالت اصلی پر آجاویگا تو کھیلنا اسکے حق مین نماز سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہین کہ مین اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دیتا ہون پس یہ امر میرے لیے حق پر مدد کرتا ہے اور حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ دلون کو راحت دو ورنہ اگر انپر زبردستی کیجاویگی تو اندھے ہو جاوینگے اور یہ دقائق بڑے بڑے عالم پا سکتے ہین اور چھوٹونکو معلوم نہین ہو سکتے بلکہ طبیب حاذق کبھی حرارت زدہ کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالانکہ وہ بھی گرم ہے اور اسکو کم جاننے والا طب کا بعید جانتا ہے اور معالج کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اول اسکی قوت بحالت اصلی آجاوے تاکہ ضد سے علاج کرنیکی برداشت کر سکے اسیطرح جو شخص شطرنج خوب کھیل سکتا ہے کبھی رخ اور گھوڑا مفت کٹا دیتا ہے تاکہ کسی منصوبے سے حریف کو مات کرے مگر جسکو کھیلنا کم آتا ہے اور دوسرے منصوبے نہین جان سکتا وہ اسکی اس حرکت پر خندہ اور تعجب کرتا ہے اسیطرح بہادر جنگ آزمودہ کبھی اپنے مقابل سے بھاگتا ہے اور اسکو دم دیتا ہے کہ کہین موقع پاکر ایکدفعہ ہی اسپر حملہ کرکے غالب آجاوے پس ایسا ہی طریق الی اللہ کے سلوک کا حال ہے کہ یہ بھی بالکل شیطان سے لڑنا ہے اور اسکا علاج کرنا جو شخص توفیق یافتہ اور عاقل ہوتا ہے وہ ایسے لطائف الحیل کرتا ہے جنکو ضعفا بعید جانتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو بجا ہے کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے دل مین اسکو برا جانے اور نہ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد پر اعتراض کرے بلکہ جہانتک اسکی فہم کی حد ہو وہان توقف کرے اور جو باتین اسکی سمجھ مین نہ آویں اسکو انہین کے حوالہ کرے یہانتک کہ انکے رتبے کو پہونچکر خود اسپر اسکا بھید کھلجاوے

دوسری فصل اخلاص کی فضیلت اور حقیقت و درجات کے بیان مین مشتمل پانچ بیانونپر پہلا بیان اخلاص کی فضیلت مین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما امروا الا لیعبدوا اللہ

[illegible]

مخلصین لہ الدین اور فرمایا الا للہ الدین الخالص اور فرمایا الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینہم للہ اور فرمایا فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا یہ آیت اُس شخص کے باب مین اتری کہ خدا تعالی کیواسطے عمل کرے اور چاہے کہ اسپر لوگ اسکی تعریف کرین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثلاث لا یغل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص العمل للہ والنصیحۃ للولاۃ ولزوم الجماعۃ اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ میرے باپ کو یہ گمان ہوا کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کم مایہ والون پر مجکو فضیلت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جلشانہ نے اس امت کی ضعیفون اور انکی دعا اور اخلاص اور نماز سے مدد کی ہے اور حضرت حسنؓ سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اخلاص میرے بھیدونمین سے ایک بھید ہے اسکو اپنے جس بندے کے دلمین چاہتا ہون سپرد کر دیتا ہون اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عمل کی قلت کا تردد مت کرو بلکہ قبول کا تردد کرو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرمایا اخلص العمل یجزک منہ القلیل اور ایک حدیث مین فرمایا ما من عبد یخلص للہ العمل اربعین یوما الا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ اور فرمایا کہ قیامت کے روز جو لوگ اول پوچھے جاوینگے تین شخص ہونگے ایک وہ شخص کہ اللہ تعالی نے اسکو علم دیا اس سے خدا تعالی سوال فرماویگا کہ تونے اپنے علم سے کیا کیا وہ کہیگا کہ الٰہی دن رات مین اُسی کیخدمت کرتا تھا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے کہینگے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تونے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ یون کہین کہ فلان شخص عالم ہے تو یاد رکھ کہ یہ تو کہا گیا۔ دوسرا وہ شخص کہ جسکو خدا تعالی نے مال دیا اللہ تعالی اس سے فرماویگا کہ مین نے تجھپر انعام کیا تونے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الٰہی رات دن مین صدقہ دیا کرتا تھا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہینگے کہ جھوٹھ کہتا ہے بلکہ تونے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص سخی ہے سو یہ تو کہا گیا تیسرا وہ شخص جو خدا کی راہ مین مارا گیا اللہ تعالی اُس سے فرماویگا کہ تونے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الٰہی تونے جہاد کا حکم دیا تھا اسلیے مین لڑا یہانتک کہ مارا گیا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اسکو جھٹلاوینگے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص شجاع ہے تو یہ کہا گیا حضرت ابوہریرہ راوی اس حدیث کے بیان فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ اے ابوہریرہ سب سے اول انھین تین شخصو نسے آتش جہنم بھڑکائی جاویگی اس حدیث کے راوی نے حضرت معاویہؓ کے پاس جاکر اس حدیث کو بیان کیا آپ سنکر اتنا روئے کہ دم نکلنے کے قریب ہوگئے پھر فرمایا کہ سچ فرمایا ہے اللہ جل شانہ نے من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اور بنی اسرائیل کے حالات مین ہے کہ ایک عابد مدت سے عبادت خدا تعالی کی کیا کرتا تھا اسکے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہان ایک قوم ہے کہ خدا تعالی کے سوا درخت کی پرستش کرتی ہے وہ عابد اس بات سے غصے مین آیا اور اپنی کلہاڑی کندھے پر رکھکر درخت کیطرف کو چلا کہ اسکو کاٹ ڈالے راستے مین اسکو شیطان ایک پیر مرد کیصورت مین ملا اور پوچھا کہ کہان کا ارادہ ہے عابد نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ فلان درخت کاٹ ڈالون اسنے کہا کہ تمھین اس سے کیا مطلب پڑا ہے کہ اپنی عبادت اور شغل چھوڑ کر اور بات مین مصروف ہوتے ہو عابد نے کہا کہ یہ بھی داخل عبادت ہے اسنے کہا کہ تو مین آپکو کاٹنے نہ دونگا جب زیادہ تکرار بڑھی تو عابد نے شیطان کو زمین پر ڈالکر اسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اسنے کہا کہ تم مجکو چھوڑ دو تا کہ مین کچھ تمسے کہون عابد کھڑا ہو گیا ابلیس نے کہا کہ بڑے تعجب

ذات ستا ہے اسکو ہر بندگی نری ۱۲ احسٓ جنھون نے توبہ کی اور سنوارا آپکو اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور نرے حکم بردار ہوے اللہ کے ۱۲ احسٓ پھر جسکو امید ہو ملنے کی اپنے رب سو کرے کچھ کام نیک اور ساجھا نہ رکھے اپنے رب کی بندگی مین کسی کا ۱۲ ہم ح تین باتین ہین کہ انپر مرد مسلمان کا دل خیانت نہین جتا تا خالص کرنا عمل کا اللہ کے لیے اور نصیحت امام کی

اور ساتھ رہنا جماعت کے ساتھ ۱۲ ترمذی نے ابن مسعود سے اور ابن ماجہ نے زید بن ثابت سے اور حاکم نے نعمان بن بشیر سے ۱۲ ۷۵ نسائی نے اسکو نقل کیا ہے اور صحابی سے کہ اور الفاظ سے روایت کیا ہے ۱۲ ۷۶ ابو القاسم قشیری نے بروایت علی بن ابی طالب نقل کیا ہے اور سند اسکی ضعیف ہے ۱۲ اخلاص کا ذکر اسمین ہے ۱۲ ۷۷ ابو منصور دیلمی نے مسند فردوس میں بروایت معاذ اور اسکی سند منقطع ہے ۱۲ ۷۸ جو بندہ کہ چالیس روز اپنا عمل خدا تعالی کے لیے خالص کرتا ہے اسکے دل سے حکمت کے چشمے اسکی زبان پر پیدا ہو جاتے ہین حدیث پہلے گزری اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات میں لکھا ہے ۱۲ ۷۹ یہ حدیث پہلے گزری ۱۲ جو کوئی چاہے دنیا کا

کی بات ہو کہ خداے تعالی نے تو تیرے اوپر اسکا کاٹنا فرض نہین کیا نہ تو اسکی عبادت کرتا ہو اگر دوسرا کوئی عبادت کرے تو اُسکا گناہ تجھپر ہو نیسے
رہا اور روے زمین پر خداے تعالی کے انبیا بہت سے ہین اگر اسکو منظور ہوگا تو کسی نبی کو درخت والونکے پاس بھیجکر انکو کاٹنے کا حکم کردیگا تجھکو
کچھ ضرور نہین کہ جو بات تیرے ذمے نہو اسکے درپے ہو عابد نے کہا کہ مین تو اسکو ضرور کاٹونگا شیطان نے پھر قصد کشتی کا کیا عابد نے اسکو
دے مارا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا جب ابلیس عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک ایسی بات بتائین جو تیرے حق مین بہتر اور مفید ہو عابد نے کہا کہ اچھا
اُسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تو کہون عابد نے اسکو چھوڑ دیا ابلیس نے کہا کہ تو ایک مرد محتاج ہے اور لوگون پر پڑا ہوا ہے وہ سب تجکو کھانا دیتے ہین اور مجھے
ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تیرا دل یون چاہتا ہو کہ اپنے بھائیون سے سلوک کرے اور ہمسایون سے مدارات کرے اور پیٹ بھر کر لوگون سے بے پروا ہو جاوے
عابد نے کہا کہ یہ بات تو درست ہو ابلیس نے کہا کہ تو اب تو لوٹ جا اب مین تیرے سرہانے ہر شب دو دینار رکھدیا کرونگا صبح کو تو انکو لے لیا کرنا اور
اپنے نفس اور کنبے کے خرچ مین اٹھایا کرنا اور بھائیون کو دیا کرنا یہ بات تیرے حق مین اور دوسرے مسلمانون کے حق مین اس درخت کے کاٹنے
کی نسبت کہ زیادہ مفید ہوگی اسکے کٹنے سے کچھ فائدہ نہوگا اسکی جگہ اور بودیا جاویگا انکا کیا جاویگا مگر تجکو اور تیرے بھائیونکو اسکے کٹنے سے کچھ
نہ ملیگا عابد نے ابلیس کے قول مین تامل کیا اور کہا کہ یہ بوڑھا سچ کہتا ہو مین کچھ پیغمبر نہین کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو نہ خداے تعالی نے مجکو اسکے کاٹنے
کا حکم دیا ہو کہ اگر نہ کاٹونگا تو نافرمان ٹھہرونگا اور یہ جو بات بتلاتا ہو اسمین زیادہ فائدہ ہو اسکے بعد اس سے قول و قرار کرلیا اور قسما قسمی ہوگئی عابد اپنے
عبادت خانے مین پھر آیا اور رات کو سو یا جب صبح ہوئی تو دو دینار اپنے سر تلے پائے انکو لے لیا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تیسرے روز اور
آیندہ کو پھر کچھ نہ پایا پھر غصہ ہوا اور تبر اٹھا چلدیا راستے مین ابلیس پیر مرد کی صورت مین ملا اور پوچھا کہ کہان کو اسنے کہا کہ وہ درخت کاٹنے جاتا
ہون ابلیس نے کہا کہ تو جھوٹا ہو اب تجھسے نہین کٹ سکتا نہ تو وہانتک پہنچ سکے عابد نے چاہا کہ پہلی دفعہ کیطرح اسکو دے پٹکے ابلیس نے کہا کہ اب وہ دن دور گئے
اور عابد کو اٹھا کر پچھاڑ دیا عابد اُسکے دونون پاؤنمین چڑیا کیطرح معلوم ہونے لگا پھر شیطان اسکے سینے پر بیٹھ گیا اور کہا کہ یا تو اس کام سے باز آ
نہین تو ذبح کرڈالونگا عابد نے دیکھا کہ مجھکو کسی طرح تاب مقاومت نہین اس سے کہا کہ تو مجھپر غالب آیا اب مجکو چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلے مین کیسے
غالب ہو گیا تھا اور اب تو کیسے جیتا اسنے کہا کہ وجہ یہ ہو کہ پہلے تو نے غصہ خداے تعالی کے واسطے کیا تھا اور تیری نیت آخرت تھی اسلیے اللہ تعالی
نے مجکو تیرا ذلیل بنا دیا تھا اور اب تو نے غصہ اپنے نفس کے واسطے اور دنیا کے لیے کیا اسواسطے مینے تجکو پچھاڑ دیا اور یہ حکایت تصدیق ہے
اس آیت کی لأغوينهم أجمعين الا عبادك منهم المخلصين اسلیے کہ بندہ شیطان سے بدون اخلاص نہین چھوٹتا اور اسلیے حضرت معروف کرخی اپنے
نفس کو مارتے اور کہتے اے نفس خلاص کر کہ تجکو خلاص ہو اور یعقوب مکفوف کہتے ہین کہ مخلص وہ ہو جو اپنے حسنات ایسے چھپاوے جیسے برائیان
چھپاتا ہو اور ابو سلیمان فرماتے ہین کہ خوشحال وہ شخص ہو کہ جسکا ایک قدم بھی صحیح ہو جاوے کہ سواے خداے تعالی کے اور کسیکی نیت اسمین نہو۔ اور حضرت عمرؓ
نے حضرت ابو موسی اشعری کو لکھا کہ جسکی نیت خالص ہوتی ہو اسکو اللہ تعالی وہ بات کفایت کرتا ہو جو اسمین اور لوگو مین ہو اور بعض اولیا نے اپنے
کسی بھائی کو لکھا کہ اپنے اعمال مین نیت کو خالص کر دو کہ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا۔ اور ایوب سختیانی کہتے ہین کہ عمل کرنیوالون پر سب اعمال
سے زیادہ سخت نیت کا خالص کرنا ہو اور مطرف کہا کرتے تھے کہ جو شخص صاف ہوتا ہو اسکے لیے صفائی کیجاتی ہو اور جو شخص خلط کرتا ہو اسکے لیے خلط کیا
جاتا ہو اور بعض اکابر کو کسی شخص نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسے پایا انھون نے فرمایا کہ جو چیز مین نے خداے تعالی کے

ف۔ بے راہ کرونگا ان سب کو مگر جو تیرے چنے بندے ہین ۱۲

واسطے کی تھی اسکو تو پایا یہانتک کہ انار کی گھٹلی مین نے راستے مین سے ہٹادی تھی پایا ایک بلی میری مرگئی تھی انکو حسنات کے پلے مین پایا اور میری ٹوپی مین ایک دھاگا ریشم کا تھا اسکو برائیون کے پلے مین پایا اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مرگیا تھا اسکا ثواب مجکو نہ ملا مین نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو حسنات کے پلے مین موجود ہو مگر گدھے کا مرنا اسمین نہین ہو مجکو حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہان بھیجا گیا جہان تو نے اسکو بھیجا تھا یعنی جب وہ مرگیا تھا اور تجکو اُسکے مرنے کا حال معلوم ہوا تو تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت مین گیا اسلیے تیرا ثواب اسمین باطل ہوا اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا اور ایک روایت مین ہو کہ اُنھون نے یہ بھی کہا کہ مین نے ایک صدقہ لوگون کے سامنے دیا تھا تو لوگون کا میری طرف دیکھنا مجھے اچھا معلوم ہوا اسکا یہ حال ہوا کہ اسپر نہ ثواب ہی ملا نہ عذاب۔ اور حضرت سفیان ثوری نے جب اس حال کو سنا تو فرمایا کہ بہت اچھا حال ہوا کہ اسپر اس صدقے کے باعث عذاب نہوا یہ تو علین احسان ہوا۔ اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ اخلاص عیبون سے عمل کو ایسا جدا کردیتا ہو جیسے دودھ گوبر اور خون سے علٰحدہ ہوا کرتا ہے اور نقل ہو کہ ایک شخص عورتون کا لباس پہنکر جہان عورتون کا مجمع ہوتا شادی غمی مین جایا کرتا ایک روز کسی مجمع مین گیا وہان ایک موتی چوری گیا لوگون نے غل مچایا کہ دروازہ بند کردو کہ ہم تلاشی لینگے پس ایک ایک کی تلاشی لینی شروع کی یہانتک کہ نوبت اس شخص کی اور ایک اسکے ساتھ کی عورت کی پہونچی اسنے اللہ تعٰ سے اخلاص کے ساتھ دعا مانگی اور کہا کہ الٰہی اگر مین اس رسوائی سے نجات پاؤن تو پھر کبھی بھیس نہ بدلونگا وہ موتی اُس عورت کے پاس سے نکلا اور لوگون نے پکار کے کہا کہ موتی پاگیا اب کسیکی تلاشی نہو سب کو چھوڑدو وہ شخص بھی چھوٹ گیا اور بعض صوفیہ سے روایت ہو کہ مین ابو عُبَید تستری کے پاس کھڑا تھا اور وہ بعد عصر کے عرفہ کے دن اپنی زمین جوت رہے تھے اتنے مین ان کا کوئی بھائی ابدال آیا اور اس نے کچھ آہستہ کہا ابو عبید نے جواب دیا کہ نہین وہ وہان سے بادل کیطرح زمین تانپنے لگے حتی کہ میری نظر سے غائب ہوگئے مین نے ابو عبیدؒ سے پوچھا کہ اُنھون نے آپ سے کیا کہا تھا انھون نے جواب دیا کہ مجھسے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو مین نے انکار کردیا مین نے کہا کہ آپ نے حج کیون نہ کیا انھون نے فرمایا کہ مجکو حج کی نیت نہ تھی مین نے یہ نیت کی تھی کہ اس زمین کو شام تک جوت لون تو اسبات سے خوف کیا کہ اگر حج کو انکی خاطر ساتھ ہو لیتا تو موجب غضب الٰہی کا ہوتا کہ خدا کے کام مین دوسری چیز داخل کرتا اس صورت مین جو کام مین کر رہا ہون وہ میرے نزدیک ستر حجون سے بڑھکر ہو۔ اور بعض اکابر سے منقول ہو کہ مین تری کی راہ جہاد کو چلا ایک شخص نے ہم مین سے ایک توشدان بیچنا چاہا مین نے کہا کہ اسکو مول لے لون جہاد مین کام آویگا جب فلان شہر مین پہونچونگا تو اسکو بیچڈالونگا کچھ فائدہ ملو رہیگا اس خیال سے اسکو لے لیا اسی رات خواب مین دیکھا کہ گویا دو شخص آسمان سے اُترے ہین ایک دوسرے سے کہتا ہو کہ غازیون کو لکھ لو دوسرا اسکو بتلانے لگا کہ لکھ فلانا شخص سیر کیواسطے نکلا اور فلانا ریا کے لیے اور فلان تجارت کے لیے اور فلان خدا کی راہ مین پھر اسنے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھو یہ شخص تجارت کے لیے نکلا مین نے کہا کہ خدا سے ڈرو مین تجارت کے واسطے کب نکلا ہون میرے پاس کیا ہو جسمین تجارت کرونگا مین تو جہاد ہی کیواسطے نکلا ہون اسنے کہا کہ میان صاحب تم نے کل توشدان خریدا ہو اور تمہاری نیت ہو کہ اسمین سے کچھ فائدہ تمکو ملے مین رونے لگا اور کہا کہ مجھے تاجر مت لکھو اسنے دوسرے شخص کی طرف دیکھا اور کہا کہ تمہاری کیا رائے ہو اسنے کہا کہ یون لکھنا چاہیے کہ فلان شخص غزوہ کے واسطے نکلا مگر اسنے اثناے راہ مین ایک توشہ دان مول لیا کہ اُس سے نفع ہو اسپر خداے تعٰ جو چاہیگا حکم فرماویگا اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر تم تنہائی مین اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے بہتر ہے کہ ستر یا سات سو حدیثین بڑی اسناد کے ساتھ لکھو۔ اور بعضون کا قول ہو کہ ایک ساعت کے اخلاص مین ہمیشہ کی نجات ہو لیکن اخلاص کمیاب ہو

اور یون کہتے ہین کہ علم تخم ہو اور عمل کھیتی ہو اور اُسکا پانی اخلاص ہو اور بعضون کا قول ہو کہ جب خداے تعو کسی بندے سے بغض رکھتا ہو تو تین باتین اسکو دیتا ہو اور تین نہین دیتا نیکبختون کی صحبت تو دیتا ہو مگر یہ نہین کہ انسے کچھ بات قبول کرلین اور اعمال صالحہ عنایت فرماتا ہو تو ان مین اخلاص نہین دیتا اور حکمت دیتا ہو تو انمین صدق نہین دیتا اور سوسیؒ کہتے ہین کہ خلائق کے عمل سے خداے تعو کی مراد صرف اخلاص ہے اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ اللہ تعو کے کچھ بندے ہین کہ وہ عاقل ہوتے ہین اور جب عاقل ہوتے ہین تو عمل کرتے ہین اور جب عمل کرتے ہین تو اخلاص کرتے ہین پھر تو اخلاص انکو تمام اقسام نیکیون کیطرف بلاتی ہو۔ اور محمد بن سعید مروزی کہتے ہین کہ تمام معاملہ دو اصلون کیطرف رجوع کرتا ہے ایک تو فعل اسکا تیرے ساتھ ہو دوسرے تیرا فعل اسکے لیے پس جو کچھ وہ تیرے ساتھ کرے اسپر تو راضی رہنا چاہیے اور جو تو اسکے خاطر کام کرے اُسمین اخلاص کرنا چاہیے اگر یہ دونون باتین بن پڑین تو دونون جہان کی فلاح کو پہونچیگا

دوسرا بیان اخلاص کی حقیقت مین جاننا چاہیے کہ ہر چیز مین یہ ممکن ہو کہ دوسری چیز کا خلط ہو پس جب کہ خلط اور آمیزش سے صاف اور خالص ہو تو اسکو خالص کہا کرتے ہین اور جس فعل سے وہ شئی صاف ہو اسکو اخلاص یعنی خالص کرنا بولتے ہین اللہ تعو فرماتا ہو مِنۢ بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین[ف] تو دودھ کا خالص ہونا یہی ہو کہ اسمین خلط خون اور گوبر کا نہو نا اور ایسی چیزون کا جنکا ملنا اسمین ممکن ہو اور اخلاص کی ضد اشراک یعنی شرک کرنا ہو تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو مخلص نہین وہ مشرک ہو مگر یہ کہ شرک کے بہت سے درجات ہین جو اخلاص توحید مین ہوتا ہو اسکی ضد شرک رالوہیت ہے اور شرک مین سے کچھ تو خفی ہو اور کچھ ظاہر اور یہی حال اخلاص کا ہو اور اخلاص اور شرک دونون قلب پر وارد ہوتے ہین یعنی محل انکا دل ہو اور انکا ورود قصدون اور نیتون سے ہوا کرتا ہو اور ہم حقیقت نیت کی بیان کرچکے اور یہ بھی کہ نیت موافق باعث کے ہوا کرتی ہو تو جس صورت مین کہ باعث صرف ایک ہی ہو تو اسکے سبب سے جو فعل صادر ہوگا باعتبار اس غرض مقصود کے اخلاص ہونا چاہیے فرض کرو کہ کسی شخص نے صدقہ دیا اور اسکی غرض محض ریا ہو تو وہ مخلص ہو اس اعتبار سے کہ ریا مین اور کسی چیز کی آمیزش نہین کی اور جسکی غرض صرف تقرب الی اللہ ہو وہ بھی مخلص کہلاویگا تو یہ باعتبار لغت کے ہوا مگر اصطلاح اور عادت کی رو سے اخلاص اسی کو کہتے ہین کہ نیت صرف تقرب الی اللہ کی ہو اور جمیع آمیزشون سے پاک وصاف ہو جیسے الحاد کے معنی لغت مین میل کرنے کے ہین مگر اصطلاح مین حق سے میل کرنیکا نام ہو اور جس فعل کا باعث محض ریا ہوتی ہو وہ ہلاک کو پہونچا دیتا ہو اسمین ہماری گفتگو نہین اسلیے کہ جو باتین اس سے متعلق تھین ہم تیسری جلد باب ریا مین لکھ چکے ہین ادنی یہ ہو کہ حدیث شریف[۲] مین آیا ہو کہ ریاکار قیامت کے دن چار نامون سے پکارا جاویگا او ریاکار او مکار او مشرک او کافر۔ اب ہم اُس صورت کا بیان کرتے ہین کہ آدمی کی نیت تو قصد تقرب ہی کی ہو مگر اسکے باعث مین کوئی دوسری چیز ریا یا اور کوئی حظ نفس وغیرہ ملگیا ہو مثلا کوئی شخص بقصد تقرب روزہ رکھے تاکہ پرہیز کا فائدہ بھی حاصل ہو اور تقرب بھی رہے یا غلام آزاد کرے کہ اسکے نان ونفقہ اور بدخلقی سے چھوٹ جاوے یا حج کرے اسلیے کہ سفر کی حرکت سے اسکا مزاج درست ہوجاوے یا اسلیے کہ کسی بُرائی سے جو وطن مین رہنے سے اسپر آتی بچ جاوے یا اسلیے کہ کسی دشمن سے فرار کی نیت ہو یا زن وفرزند خواہ اور کسی کام سے تھک گیا ہو اور چندروز استراحت کرنا چاہے یا جہاد کرے تاکہ لڑائی کے فن مین مہارت ہو اور اسکے اسباب ولوازم جمع کرسکے اور لشکر کا فراہم کرنا اور اسکا غنیم پر چڑھا لیجانا آجاوے یا تہجد پڑھے اور اسمین یہ غرض ہو کہ جاگتا رہے تاکہ اپنے گھر بار کی حفاظت کرے یا علم اسلیے سیکھے کہ اسکے باعث سے مال بقدر کفایت کا طلب کرنا آسان ہوجاوے خواہ اسلیے کہ اپنی قوم مین عزت دار ہو خواہ اسوجہ سے

ف گوبر اور لہو کے بیچ مین سے دودھ ستھرا رچتا پینے والون کو ۱۲ ؎۲ یہ حدیث جلد ثالث مین گذری ۱۲

اسے کہ اسکا مال ومتاع علم کے طفیل سے طامعین کی طمع سے محفوظ رہے یا درس ووعظ اسلیے کہے کہ چپ رہنے کی مصیبت سے چھوٹ جاوے اور گفتگو کی لذت سے بہرہ ور ہو یا علما اور صوفیہ کرام کی خدمت اسلیے کرے کہ انکی نظرون اور لوگون کی نظرون مین اسکی حرمت زیادہ ہو یا اسلیے کہ دنیا کے لوگ اسکے ساتھ نرمی برتین اور اسکا ساتھ دین یا کلام مجید اسلیے لکھے کہ ہمیشہ لکھنے سے خط اچھا ہوجاویگا یا حج کو پیادہ اسلیے جاوے تاکہ اپنے اوپر سے کرائے کا بوجھ ہلکا کرے یا وضو اسلیے کرے کہ بدن صاف اور سرد ہوجاوے یا اسوجہ سے غسل کرے کہ اسکی بو اچھی ہوجاوے یا حدیث اسلیے روایت کرے کہ لوگ جانین کہ بڑے محدث ہین یا مسجد مین اعتکاف اسلیے کرے کہ گھر کے کرایہ مین تخفیف ہوگی یا روزہ اسلیے رکھے کہ کھانا پکانے کی وقت نہو یا اسلیے کہ کام کرنے مین کھانے کا کھانا حارج نہو یا صدقہ کسی سائل کو اسلیے دے کہ اسکے سوال سے عاجز آگیا ہو تو اس کا ٹالنا منظور ہو یا بیمار کی عیادت اسلیے کرے کہ جب وہ خود بیمار ہو تو اسکی بھی کوئی عیادت کرنے آوے یا جنازے کے ساتھ اسلیے جاوے کہ کوئی اسکے یہان اگر مرجاوے تو اسکے ساتھ بھی لوگ چلین یا ان باتون کو اس نیت سے کرے تاکہ خیر کے ساتھ مشہور اور مذکور ہو اور لوگ نیکبختی کی نگاہ سے اسکی طرف دیکھین ان سب صور تونمین اگر باعث تقرب الی اللہ بھی ہوگا اور ان خطرات مین سے بھی کوئی خطرہ اسکے ساتھ ہوجاویگا حتی کہ اسکے باعث اس فعل کا کرنا آسان معلوم ہوگا تو اسکا عمل حد اخلاص سے باہر نکلجاویگا اسکو یہ نہین کہینگے کہ خالص خدا کی ذات کیواسطے ہے اور اسمین شرک کو راستہ ہوجاویگا اور اللہ تعم حدیث قدسی مین ارشاد فرماتا ہے کہ مین سب شرکا کی انسبت شرک سے غنی تر ہون غرضکہ دنیا کے حظوظ مین سے جو حظ اسطرح کا ہوگا کہ نفس اسکی طرف مائل اور دل راغب ہو وہ خواہ تھوڑا ہو یا بہت جب کسی عمل مین دخل پاویگا تو اس حظ کے دخل سے اسکی صفائی اور خلاص مکدر ہوجاویگی اور از انجا کہ انسان اپنے حظوظ اور شہوات مین ڈوبا رہتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اسکا کوئی فعل یا عبادت اس جنس کے حظوظ اور اغراض سے درست سے خالی ہو اسلیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنی تمام عمر مین ایک لحظہ بھی خالص ذات خدا کے لیے میسر ہوگا وہ نجات پاویگا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اخلاص نہایت کمیاب چیز ہے اور دل کا صاف کرنا ان آمیزشون سے بہت دشوار ہے بلکہ خالص اسی کو کہتے ہین کہ جسمین کوئی باعث سوائے تقرب الی اللہ کی طلب کے اور کوئی شی نہو۔ اور یہ حظوظ اگر تنہا باعث اعمال ہون تب تو ظاہر ہے کہ عمل کرنیوالے پر نہایت سختی ان اعمال مین کیجاویگی مگر ہم ان صور تون کو پیش نظر کرتے ہین کہ قصد اصلی تو تقرب ہی ہو اور انمین کسیقدر یہ آمیزشین بھی زائد ہوجاوین اور انکے زائد ہونے کی تین صورتین ہین یا بطور رفاقت یا بطور شرکت یا بر سبیل اعانت جیسا کہ نیت کے بیان مین گذرا پھر باعث نفسی یا تو باعث دینی کے برابر ہو یا زیادہ یا کم اور انمین سے ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اخلاص کے معنی یہ ہین کہ عمل ان سب آمیزشون سے خالی ہو خواہ یہ آمیزشین تھوڑی ہون یا بہت یہانتک کہ باعث بجز قصد تقرب کے اور کوئی نہو اور یہ بات اس شخص کیلیے متصور ہے جو اللہ تعم کا عاشق زار اور آخرت مین تمام ہمت ڈوبا ہوا ہو اسطرح کہ دنیا کی محبت کو اسکے دلمین گنجایش نرہی ہو یہانتک کہ کھانا پینا اسکو کچھ محبوب معلوم ہوتا ہو انکی رغبت اسمین ایسی ہو جیسے قضاے حاجت کی ہوتی ہے کہ سرشت کی رو سے ضروری معلوم ہو یعنی کھانے کی رغبت اس جہت سے نہو کہ کھانا ہے بلکہ اس نظر سے ہو کہ اس سے خدا۔ تعم کی عبادت پر تقویت کرنا ہے اور تمنا کرے کہ کیا خوب ہو جو بھوک کی آفت سے محفوظ ہوجاوے کہ پھر حاجت کھانے کی نرہے اور نہ دلمین کوئی حظ امر فضول زائد از حاجت کا رہے اور اسکے نزدیک قدر ضرورت ہی مطلوب ہو اس نظر سے کہ دین کی ضرورت ہے پس سوائے فکر الہی کے اور کوئی فکر نہو تو اسطرح کا آدمی اگر کھاویگا یا سوئیگا یا حاجت قضا کریگا سب صورتونمین خالص العمل اور درست نیت رہیگا بلکہ سب حرکات وسکنات

مین اسکی نیت صحیح ہو گی یہانتک کہ اگر مثلاً سوویگا تاکہ اپنے نفس کو آیندہ کی عبادت کے لیے قوت اور راحت ہوجاوے تو اسکا سونا بھی عبادت ہوگا اور اسمین بھی اسکو مخلصونکا درجہ ملیگا اور جبکا حال ایسا نہوگا تو اعمال مین اخلاص کا ہونا اسکے حق مین بہت ہی نادر اور کم ہوگا اور جس طرح کہ حرکات اور سکنات ایسے شخص کے جسپر محبت خدا اور محبت آخرت غالب ہو صفت اسکی ہمت کی حاصل کرکے بالکل اخلاص ہوجاتی ہین اسیطرح جس شخص کے نفس پر دنیا اور ریاست اور بڑائی یا اور کوئی چیز غیر اللہ غالب ہوجاوے تو اسکے حرکات وسکنات بھی اسی کی صفت پیدا کرلیتے ہین پس کوئی اسکی عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ سلامت نہین رہتی بہت کم اخلاص اسمین ہوتا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اخلاص کا علاج یہ ہی کہ نفس کے حظون کو توڑ دے۔ اور دنیا کی طمع کو قطع کرے اور آخرت کے لیے ایسی طرح خاص ہو رہے کہ وہی دل پر غالب ہوجاوے اسوقت مین اخلاص میسر ہوگی اور بہت سے اعمال ایسے ہین کہ انسان اسمین مشقت کیا کرتا ہی اور اپنے گمان مین انکو خاص خدائے تعالیٰ کی ذات کیواسطے سمجھتا ہی حالانکہ اسکو مغالطہ ہوتا ہی اسلیے کہ ان مین آفت کیوجہ اسکو معلوم نہین ہوتی چنانچہ بعض اکابر سے منقول ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ مین نے اپنی تیس برس کی نماز جو مسجد کی صف اول مین پڑھی تھی قضا کی اسلیے کہ ایک روز مجھکو دیر کسی عذر کے باعث سے ہوگئی تو مین نے دوسری صف مین نماز پڑھی پس مجکو نہایت شرم لوگون سے آئی کہ انھون نے مجکو دوسری صف مین دیکھا اسوقت مین نے جانا کہ لوگ جو مجکو صف اول مین دیکھتے تھے اس سے مجکو خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجکو اسکی خبر نہ تھی۔ اور یہ بات ایسی باریک اور خفیہ ہی کہ اعمال اس جیسے امور سے کم خالی ہوتے ہین اور نہ ہر ایک کو اسکی خبر ہو بجز ان لوگون کے جنکو خدائے تعالیٰ توفیق دیتا ہی اور جو اس سے غافل ہین وہ آخرت مین اپنے سب حسنات کو سئیات پاوینگے اور ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت سے وبدالہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون وبدالہم سیات ماکسبوا اور اس آیت سے قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اور سب سے زیادہ تعرض اس فتنے کا علما کو ہی اسلیے اکثرون کے لیے باعث علم کے پھیلانے کا غلبے کی لذت اور سرور کی خوشی اور حمد وثنا کی مسرت ہوا کرتی ہی اور شیطان انپر حق کو خفی کردیتا ہے اور مغالطہ دیتا ہے کہ تمہاری غرض دین الٰہی کا پھیلانا اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے مخالفون کو دفع کرنا ہی۔ واعظ جو خلق کو اور بادشاہون کو نصیحت کرتے ہین تو خدائے تعالیٰ پر احسان جتاتے ہین اور لوگ جو انکا قول قبول کرتے ہین اور ان کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو بہت خوش ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمکو مسرت اسبات کی ہی کہ خدائے تعالیٰ نے ہم سے دین کی نصرت کا کام لیا حالانکہ اگر کوئی انکا ہم پیشہ پیدا ہو کہ ان سے وعظ اچھا کہتا ہو اور لوگ اسکی طرف متوجہ ہوجاوین تو انکو نہایت برا معلوم ہوتا ہی اور اسکا رنج کرتے ہین اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر انکے وعظ کا باعث دین ہی تھا تو انکو دوسرے واعظ کے ہونیسے خدا کا شکر کرنا چاہیے تھا کہ اسنے یہ کام دوسرے سے لیا اور ان کو نہ کرنا پڑا اگر شیطان پھر بھی انکو نہین چھوڑتا اور کہتا ہی کہ تم کو غم اسوجہ سے نہین کہ لوگون نے تمکو چھوڑ کر دوسرے کا وعظ سنا بلکہ اس نظر سے غم ہے کہ تمہارا ثواب جاتا رہا یعنی اگر لوگ تمہارے وعظ سے رو براہ ہوتے تو تمکو ثواب ہوتا اس ثواب کے نہ ملنے کا غم کرنا بہتر ہی اور بیچارے کو یہ معلوم نہین کہ امر حق کی اطاعت اور افضل شخص کو معاملہ سپرد کرنے مین آخرت مین ثواب زیادہ ہوتا ہی نسبت تنہا خود کرنے کے دیکھو اگر اسطرح کا غم اچھا ہوتا تو جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی غم کرتے کہ تمام خلق کے مصالح کا تکفل بہت بڑا ثواب رکھتا ہی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے خوش ہوئے تھے جانتے تھے کہ یہ ہم سے افضل ہین اب نہین معلوم کہ علما ایسی بات سے کیون نہین خوش ہوتے

اور بعض اہل علم شیطان کے اس دہوکے مین آجاتے ہین کہ جی مین کہنے لگتے ہین کہ اگر ہمسے افضل کوئی پیدا ہوگا تو ہم اس سے خوش ہونگے مگر پہلے امتحان کے یہ کہنا محض مغالطہ ہی اسلیے کہ نفس اس جیسے وعدہ کر لینے مین نہایت سہولت سے منقاد ہو جاتا ہی مگر جب وہ موقع آپڑتا ہی تو وعدہ پورا نہین کرتا فوراً بدلجاتا ہی اور اسباب کو وہی جانتا ہی جو نفس کے مکرون سے واقف ہی اور اسکا امتحان بہت کرتا رہتا ہی حاصل یہ کہ حقیقت اخلاص کو پہچاننا اور اسپر عمل کرنا ایک سمندر ہی کہ اسمین لوگونکا پتا نہین لگتا کوئی شاذ ونادر بچتا ہی جو کہ اس آیت مین مستثنیٰ ہی الا عبادک منہم المخلصین پس بندے کو چاہیے کہ ان دقائق کو خوب تلاش اور تجسس کرتا رہے ورنہ نادانستہ گروہ شیاطین مین جا ملیگا۔ **بیان** اخلاص کے باب مین لوگونکے قولون کے ذکر مین سوسیؒ کہتے ہین کہ اخلاص اسکا نام ہی کہ اخلاص پر نظر نہ رہے اسلیے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھیگا تو اسکے اخلاص کے لیے حاجت اخلاص کی رہیگی اس قول مین اشارہ یہ ہی کہ عمل کو عجب سے صاف کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص کیطرف نظر کرنا عجب ہے جو منجملہ آفات ہی اور خالص اسی کو کہتے ہین جو سب آفتون سے صاف ہو تو جب اخلاص مین عجب ہوگا اسمین ابھی ایک آفت باقی ہی اور سہلؒ فرماتے ہین کہ اخلاص یہ ہی کہ بندے کے حرکات اور سکون خاص خداے تعالیٰ کیواسطے ہون یہ تعریف جامع ہی کہ غرض کو محیط ہی اور اسی معنون کو مفید ہی قول حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا کہ فرماتے ہین اخلاص سچا کرنا نیت کا ہی خداے تعالیٰ کے ساتھ اور حضرت سہلؒ سے جو پوچھا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اخلاص ہی اسوجہ سے کہ نفس کو اسمین کچھ بہرہ نہین اور رویمؒ کا قول ہے کہ عمل مین اخلاص اسکا نام ہی کہ مخلص اسپر دونون جہان مین کچھ عوض نہ چاہے اور اس قول مین یہ اشارہ ہی کہ حظوظ نفس خواہ دنیاوی ہون یا اخروی سب آفت ہین تو جو شخص عبادت اسلیے کرے کہ جنت مین شہوات سے نفس کو آسائش ملے وہ آفت زدہ ہی بلکہ اصل یہ ہی کہ عمل سے سوائے رضاے الٰہی کے اور کوئی بات نہ چاہیے اور یہ قول اشارہ ہی صدیقون کے اخلاص کیطرف اسی کو اخلاص محض کہتے ہین اور جو شخص بتوقع جنت یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ باعتبار دنیوی لذات کے البتہ مخلص ہی ورنہ اصل مین وہ حظ شکم وفرجگاہ کا طالب ہی اور اہل حق کے نزدیک مطلوب واقعی صرف رضاے الٰہی ہی نہ کوئی حظ اسکے سوا اور یہ جو کہتے ہین کہ انسان کسی نہ کسی حظ کے لیے حرکت کیا کرتا ہی اور حظون سے بری ہونا صفت الٰہی ہی جو اس سے بری ہونے کا مدعی ہو وہ کافر ہے چنانچہ قاضی ابو بکر باقلانیؒ نے حکم کفر کا اس شخص پر کیا جو مدعی حظوظ سے بری ہونے کا ہو اور فرمایا کہ یہ صفت خداے تعالیٰ کی ہی انسان اسکا مدعی نہین ہو سکتا تو یہ سب درست ہی مگر لوگونکی مراد اخلاص مین حظون سے بری ہونے سے یہ ہی کہ ان حظون سے بری ہو جنکو لوگ حظ کہتے ہون اور لوگ جنکو حظ کہتے ہین وہ شہوات مذکورہ جنت مین کی ہین اور صرف معرفت اور مناجات اور دیدار الٰہی کی لذت جو اہل دل کا حظ ہی اسکو لوگ حظ نہین جانتے بلکہ اس سے تو تعجب کرتے ہین حالانکہ یہ اتنا بڑا حظ ہی کہ اگر تمام جنت کے مزے طاعت اور مناجات اور مشاہدے حضرت الٰہی کے عوض مین ان لوگون کو دیے جاوین تو انکو حقیر جانین اور ذرا متوجہ نہون تو حرکت ان لوگون کی اور اطاعت سب حظ کے لیے ہی مگر ان حظون کے لیے نہین جنکو عوام حظ کہتے ہین انکا حظ صرف انکا معبود ہی نہ اور کوئی چیز اور ابو عثمانؒ کہتے ہین کہ اخلاص یہ ہی کہ خالق کیطرف نظر دائمی رکھکر خلق کے دیکھنے کو فراموش کردے اس قول مین اشارہ صرف آفت ریا سے محفوظ رہنے کا ہی۔ اسیطرح بعض اکابر کا قول ہی کہ عمل مین اخلاص یہ ہی کہ اسپر نہ شیطان کو خبر ہو کہ اسکو بگاڑے نہ فرشتے کو کہ اسے لکھے اسمین اشارہ صرف عمل کے اخفا کا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اخلاص وہ ہی جو خلائق سے پوشیدہ اور علائق سے مصفا ہو یہ قول جامع تر مقاصد کا ہی اور مجاہی

کہتے ہین کہ اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملے مین سے خلق کو نکال ڈالے اسمین صرف ریا کی نفی ہے اسیطرح قول خواصؒ کا ہے کہ جو شخص جام ریاست نوش کرتا ہے وہ عبودیت کے اخلاص سے نکلجاتا ہے اور حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیخدمت مین عرض کیا کہ اعمال مین سے خالص کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص خداے تعالیٰ کے واسطے عمل کرتا ہے اور اسبات کو پسند نہین کرتا کہ کوئی شخص اسپر اسکی تعریف کرے اسمین بھی ترک ریا کا اشارہ ہے اور اسکو خاص اسلیے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص مین خلل آتا ہے انمین سے قوی تر یہی ہے۔ اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ اخلاص کدورتون سے عمل کو صاف کرنے کا نام ہے اور فضیلؒ فرماتے ہین کہ لوگون کے باعث عمل نکرنا ریا اور انکی خاطر عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ خداے تعالیٰ تجکو ان دونون باتون سے بچاوے۔ اور بعضون نے کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ ہمیشہ مراقبہ رکھے اور بالکل حظوظ کو فراموش کر جاوے یہ بیان کامل ہے اور اقوال اسباب مین بہت ہین مگر جب حقیقت اخلاص کی معلوم ہو چکی تو اب سب اقوال کے نقل کرنے سے کیا فائدہ بلکہ بیان شافی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعنی جب آپ سے اخلاص کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ اَن تقول ربی اللہ ثم تستقیم کما امرت اس سے غرض یہ ہے کہ اپنے نفس اور ہوا کی عبادت نکرے اور بجز اپنے رب کے اور کسی کی عبادت نہ کرے پھر اسکی عبادت مین جیسا حکم ہے ویسا ہی مستقیم بنا رہے یعنی ماسوا اللہ سے قطع نظر کرلے اور واقعی اخلاص یہی ہے **چوتھا بیان** اُن آمیزشون اور آفات کے درجات مین جو اخلاص کو مکدر کرتی ہین۔ واضح ہو کہ جو آفتین اخلاص کو ابتر کرتی ہین انمین سے بعضی ظاہر ہین اور بعضی پوشیدہ اور بعضی باوجود ظاہر ہونے کے ضعیف ہین اور بعضی باوجود خفی ہونے کے قوی ہین اور ظہور و خفا مین انکے درجات کا اختلاف بدون مثال کے نہین سمجھا جاتا اور اخلاص کی ابتر کرنیوالی چیزون مین سے ظاہر تر ریا ہے اسی کی مثال ہم لکھتے ہین کہ مثلاً ایک نمازی اپنی نماز مین اخلاص کر رہا ہے اسوقت شیطان اسپر آفت ڈالتا ہے اسطرح کہ نماز پڑھتے مین اگر کچھ لوگ اسکو دیکھ لین یا کوئی اسکے پاس آجاوے تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ اپنی نماز اچھی طرح پڑھ تاکہ یہ دیکھنے والا تجکو نظر تعظیم سے دیکھے اور نیکبخت سمجھے تیری حقارت اور غیبت نہ کرے اور وہ اسبات کو مانکر اعضا مین خشوع ظاہر کرے اور رکوع و سجدہ اچھی طرح ادا کرے یہ قسم ریا کی درجۂ اول اور ریاے ظاہر ہے یہ مریدین مین سے مبتدیون پر بھی مخفی نہین رہتی ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ مرید اس آفت کو سمجھ گیا ہو اور اس سے احتراز کرتا ہو یعنی اسمین شیطان کی اطاعت نکرتا ہو نہ اسکی طرف متوجہ ہوتا ہو جسطرح پہلے پڑھتا تھا اسیطرح پڑھتا رہے تو اب شیطان خیر کے بہانے سے اسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مقتدا اور پیشوا اور انگشت نما ہے جو کام تو کریگا اور لوگ اسمین تیری اقتدا کرینگے تو انکے اعمال کا ثواب تجکو ملیگا بشرطیکہ تو اچھی طرح عمل کریگا اور انکا وبال تیری گردن پر رہیگا اگر تو بری طرح کریگا اس صورت مین اس شخص دیکھنے والے کے سامنے عمل اچھی طرح کر شاید وہ خشوع اور اچھی طرح سجاآوری مین تیری اقتدا کرے اور یہ درجہ پہلے درجہ کی نسبت کرکچھ باریک ہے جو لوگ درجۂ اول سے فریب مین نہین آتے وہ کبھی اس جال مین پھنس جاتے ہین مگر یہ بھی ریا ہی ہے اخلاص کی بربادی اس سے بھی ہو جاتی ہے اسلیے کہ اگر واقع مین خشوع اور عبادت کی خوبی اسکے نزدیک بہتر ہے کہ دوسرے کی خاطر اسکو نہین چھوڑتا تو تنہائی مین اپنے نفس کو انکا عادی کیون نہ کیا اور یہ ہو نہین سکتا کہ دوسرے کا نفس اسکے نزدیک بہ نسبت اپنے نفس کے عزیز ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ صرف دھوکا ہے بلکہ پیشوا وہ ہے جو اپنے دم سے مستقیم ہو اور اسکا دل روشن اسطرح کہ اسکی روشنی دوسرون پر پڑتی ہے تو البتہ اسکا ثواب اسکو ملیگا اور وہ صورت تو محض نفاق اور دھوکے کی ہے یہ ہمنے مانا کہ اگر اسکی کوئی اقتدا کریگا تو مقتدی کو ثواب ملیگا مگر اس مقتدا سے تو بازپرس اسبات کی ہوگی کہ جو چیز تجھ مین نہ تھی اسکو کیون ظاہر کیا اور اسپر عذاب بھی پاجاویگا میرا درجہ

۱۷ ذکر کہ میرا پروردگار اللہ ہے پھر مستقیم رہے جیسا تجکو حکم کیا گیا ۱۲ ان الفاظ سے اس کی روایت میری نظر سے نہین گذری ترمذی اور ابن ماجہ نے بمعنا بن نقل سفیان بن عبداللہ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسی بات بتائیے جسکو میں تھام لون فرمایا قل ربی اللہ ثم استقم ۱۲

جو دوسرے درجے کی نسبت کر بھی باریک ہو یہ ہو کہ بندہ اسبات مین اپنے نفس کا امتحان لے اور مکر شیطان سے آگاہ ہو کر جان لے کہ خلوت
مین اصل ہونا اور غیر کے دیکھنے کیصورت مین اور حال ہونا محض ریا ہی اور اخلاص کیصورت یہ ہو کہ نماز تنہائی مین ایسی ہی ہو جیسے مجمع مین
ہوتی ہو اور اپنے نفس اور پروردگار سے اسبات کی حیا کرے کہ خلق کے دیکھنے کی صورت مین عادت کے موجب خشوع زیادہ کرے اس نظر
سے تنہائی مین اپنے نفس پر متوجہ ہو اور وہان بھی نماز اسی خوبصورتی سے پڑھنی اختیار کرے جو ہیئت کہ مجمع مین اسکو پسند ہو اگر مجمع مین بھی اسطرح پڑھے
تو یہ صورت بھی ریاے دقیق اور خفی کی ہو اسلیے کہ خلوت مین اسنے نماز کو اس نیت سے اچھی طرح پڑھا کہ مجمع مین بھی اسی صورت سے ادا ہو تو
تنہائی اور مجمع مین دونو مین اسکی نظر خلق کیطرف رہی اور اخلاص اسطرح ہو تا کہ بہائم کا دیکھنا اور خلق کا دیکھنا دونون اسکی نظر مین یکسان ہو جاوین
تو گویا اسکا دل گوارا نہین کرتا کہ لوگون کے سامنے نماز کو بری طرح ادا کرے پھر اپنے دلمین شرماتا ہو کہ کہین ریاکارون کی صورت مین نہو جاوے
اور اسکو یہ گمان ہو کہ اگر خلوت اور مجمع مین نماز کیصورت ایک ہی ہو جاویگی تو ریا سے خارج ہو جاؤنگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ ریا سے
خارج ہونے کی صورت یہ ہو کہ خلق کی طرف التفات ایسا ہی ہو جیسا جمادات کیطرف ہوتا ہی خواہ خلوت مین ہو یا مجمع مین ورنہ یہ شخص
دونون صورتون مین خلق کی طرف ہمت سے مشغول رہیگا اور یہ بات شیطان کے خفیہ مکرون مین سے ہی چوتھا درجہ جو نہایت خفی ہے
یہ ہے کہ لوگ اسکو نماز پڑھتے دیکھین اور شیطان اسکو یہ نہ کہہ سکے کہ تو ان کی خاطر خشوع کر اسواسطے کہ اسکو معلوم ہے کہ
یہ فریب یہ شخص سمجھ گیا ہے داؤ مین نہ آدے گا تو شیطان اس سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالے کی عظمت اور جلال مین تامل کر
جس کے سامنے تو کھڑا ہے اور اسبات سے حیا کر کہ کہین خداے تعالیٰ تیرے دل کو ایسے حال مین نہ دیکھے کہ دل اس سے غافل ہو
اس خیال کے آنے سے اسکا دل حاضر ہوتا ہی اور اعضا خشوع کرنے لگتے ہین اور اسکو گمان ہوتا ہی کہ اخلاص یہی ہی حالانکہ یہ عین مکر و فریب ہے
اسلیے کہ اگر خداے تعالیٰ کے جلال پر تدبر کرنے سے یہ خشوع ہوتا تو تنہائی مین بھی یہ خطرہ ہوا کرتا اسطرح نہوتا کہ جب کوئی غیر شخص ہو تو اسی کے آنے
سے یہ کیفیت حاصل ہوتی اور اس آفت سے بچنے کی علامت یہ ہو کہ یہ خیال تنہائی مین بھی دل پر جاری ہے جسطرح کہ مجمع مین رہتا ہو اور یہ بات نہو کہ دوسرے
شخص کے آنے پر ہی موقوف ہو جیسے کہ بہائم کے آنے پر کوئی خیال اس قسم کا منجر نہین ہوتا غرضکہ جبتک آدمی کو انسان کے دیکھنے اور بہائم
کے دیکھنے مین اپنے اعمال مین فرق معلوم ہو تب تک وہ صفاے اخلاص سے خارج اور اسکا باطن آلودہ شرک خفی یعنی ریا کا ہی یہی شرک اسطرح کا ہی
کہ آدمی کے دل مین سیاہ چیونٹی کی چال سے جو اندھیری رات مین سخت پتھر پر چلے مخفی تر ہے جیسا کہ حدیث مین وارد ہی اور شیطان سے کوئی شخص نہین
بچ سکتا ہی مگر وہ شخص جسکی نظر دقیق ہو اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور توفیق و ہدایت سے بہرہ یاب ہو ورنہ شیطان ان لوگون کی تاک مین ہر وقت رہتا
ہی جو عبادت الٰہی کے لیے مستعد ہون انسے ایک لحظہ غافل نہین رہتا یہانتک کہ انکو ہر ایک حرکت اور کام مین ریا پر لا ڈالتا ہی حتی کہ آنکھ مین سرمہ
لگانا اور لبون کا کتروانا اور جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور اوقات مخصوصہ مین سنت ہین اور چونکہ خلق کی نظر کو انسے علاقہ ہی اور
طبیعت کو رغبت اسلیے نفس کو انمین ایک حظ خفی ہی پس شیطان بندہ کو ان چیزون کے فعل کیطرف بلاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ فعل سنت ہی اسکو ترک
کرنا نہ چاہیے اور نفس اسکی تقریر سے اسی لیے ابھرتا ہی کہ اسمین وہ شہوات خفیہ موجود ہین یا دلکا ابھار ان شہوات سے مخلوط ہوتا ہی اسقدر کہ
اسکے باعث سے حد اخلاص سے نکلجاتا ہی اور جو چیز کہ ان سب فتون سے محفوظ نہو وہ خالص نہین بلکہ جو شخص کسی آباد مسجد عمدہ بنی ہوئی صاف و پاکیزہ

مین اعتکاف کرے اور اسمین دل لگتا ہو تو شیطان رغبت اعتکاف کی دلاتا ہی اور فضائل اعتکاف کثرت سے اسکے سامنے بیان کرتا ہی اور محرک خفی اس صورت مین بعض اوقات مسجد کی خوبصورتی اور طبیعت کا اس سے راحت پانا ہوتا ہی اور یہ امر اسوقت معلوم ہوتا ہی جب دوسری مسجد جو ویسی خوبصورت نہو اسمین اعتکاف کو دل نہ چاہے اور یہ سب باتین طبیعت کی آمیزشون اور نفس کی کدورتین مخلوط ہین حقیقت اخلاص انسے جاتی رہتی ہی اسکو ایسا جاننا چاہیے جیسا خالص سونے مین ملاؤ ہوتا ہی کہ کبھی تو اتنا ہوتا ہی کہ ملاؤ ہی غالب ہو اور کبھی کم ہوتا ہی مگر جلد معلوم ہو جاتا ہی اور کبھی اتنا تھوڑا ہوتا ہی کہ بدون خوب پرکھنے والے بنیا کے اور کوئی نہین جان سکتا اور دل کا ملاؤ اور شیطان کا دغل اور نفس کی خباثت اس سے کہین دقیق اور خفیہ تر ہی چنانچہ مشہور ہی ع کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم : اسی لیے کہا گیا ہی کہ دو رکعتین عالم کی جاہل کی ایک برس کی عبادت سے افضل ہین اس قول مین عالم سے وہی شخص مراد ہی جو آفات اعمال کے دقائق جانتا ہو تاکہ اپنے عمل کو انسے پاک وصاف کرے اور جاہل تو ظاہر عبادت پر نظر رکھا کرتا ہی اور اسی سے مغالطے مین پڑ جاتا ہی جیسے کوئی گنوار ایک کھوٹی ٹکنمی اشرفی کو بظاہر سرخ اور گول دیکھکر مغالطے مین آجاتا ہی حالانکہ کندن مین سے تھوڑا سا سونا بھی اس اشرفی سے بہتر ہوتا ہی جو غبی اور ناواقف اچھا سمجھ لیتے ہین اسیطرح عبادات کا معاملہ مختلف ہی بلکہ یہ سخت تر اور برا ہی اور اعمال مین جسقدر آفات راہ پاتے ہین انکا حصر اور شمار غیر ممکن ہی ہم اسیقدر مثال پر کفایت کرتے ہین ورخانہ اگر کس ست حرفے بس ست : اور غبی آدمی کو گفتگوے طویل سے بھی کچھ اثر نہین ہوتا پس طول سخن لاحاصل ہی سیج ہی قطعہ نہ گو نیلاز سر بازیچہ حرفی : کز ان پندے نگیرد صاحب ہوش : اگر صد باب حکمت پیش نادان : بخوانی آیدش بازیچہ در گوش :

پانچوان بیان عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر مین. جاننا چاہیے کہ عمل جب کہ خالص خدائے تعالے کے واسطے نہین ہوتا اور اسمین ملونی ریا یا اور نفس کے حظون کی ہوتی ہے تو لوگون کا اختلاف ہی کہ ایسا عمل مستحق ثواب ہی یا سزاوار عذاب یا دونون مین سے کسی کا مقتضی نہین اور یہ تو ظاہر ہی کہ جس عمل مین صرف مقصود ریا ہو گی وہ موجب عذاب اور غضب ہی اور جو خاص لوجہ اللہ ہو گا وہ سبب ثواب ہی صرف اختلاف عمل مخلوط مین ہے اور ظاہر اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اسپر آدمی کو ثواب نہو تاہم اخبار جو اسباب مین وارد ہین انمین اختلاف ہی اور ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ قوت باعث کی مقدار کو دیکھنا چاہیے پس اگر باعث دینی اور باعث نفسی دونون برابر ہون تو دونونکی کچھ تاثیر نرہیگی ایسے عمل کا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر باعث ریا غالب اور قوی ہوگا تو اس عمل سے کچھ فائدہ نہوگا بلکہ مضر پڑیگا اور موجب عذاب ہوگا ہان اسکا عذاب اس عمل کے عذاب سے ہلکا ہوگا جسکا باعث محض ریا ہو اور تقرب کا ملاؤ اسمین کچھ بھی نہو. اور اگر قصد تقرب دوسرے باعث کی نسبت کر قوی تر ہوگا تو جسقدر قوت باعث دینی یعنی تقرب کی زیادہ ہوگی اسیقدر اسکو ثواب ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور فرمایا ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضاعفہا ان آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ قصد خیر تلف نہوگا بلکہ اگر قصد ریا سے بڑھکر ہوگا تو قصد ریا کے برابر تو باطل ہو جاویگا اور زیادتی باقی رہیگی اور اگر مغلوب ہوگا تو جتنا عذاب صرف قصد فاسد کی رو سے ملتا اسمین سے کسیقدر تخفیف ہو جاویگی اور اس امر کی تحقیق یہ ہی کہ اعمال کی تاثیر دلون مین یہ ہوتی ہی کہ جس صفت سے وہ صادر ہوتے ہین اسی صفت قلبی کو مستحکم کیا کرتے ہین مثلاً صفت ریا مہلکات مین سے ہی اور اس مہلک کی غذا اور قوت اسطرح ہوتی ہی کہ اسکے موافق عمل کیا جاوے اور داعیہ خیر نجات دینے والی صفات مین سے ہی اسکی قوت اسکے موافق عمل کرنے

سے ہوتی ہو پس جب یہ دونون صفتین دل مین اکٹھی ہون تو دونون ایک دوسرے کی ضد ہین جب ایک کے موافق عمل کریگا تو اسی کو تقویت ہوگی خواہ وہ مدبا ہو یا تقرب اور ان دونون مین ایک مہلک ہو اور دوسری نجات دینے والی پس اگر دونون کی تقویت یکسان ہی ہے تو دونون برابر رہینگے مثلاً کسی کو حرارت کی چیزون سے ضرر ہوتا ہو اور اسنے گرم چیزین کھائین پھر ان گرم چیزون کی قوت کی مقدار پر سرد چیزون کا استعمال کیا تو دونون کے کھانے کے بعد ایسی کیفیت ہوگی کہ گویا کوئی چیز نہین کھائی اور اگر دونون مین سے کوئی غالب ہوگی تو مقدار غلبہ کی ضرور تاثیر کریگی تو جس طرح کہ کوئی ذرہ کھانے پینے کی دوا کا جسم مین خدائے تعالیٰ کی عادت کے بموجب بدون تاثیر کے نہین رہتا اسیطرح کوئی ذرہ خیر و شر کا بھی تلف نہین ہوتا دلمین روشنی یا تاریکی کا اثر ضرور پہونچاتا ہو اور خدائے تعالیٰ سے قریب یا بعید ضرور کرتا ہو پس اگر ایسا عمل کیا جس سے ایک بالشت مثلاً قرب ہو اور اسمین ایسا خلط کیا جس سے ایک ہی بالشت دوری ہو تو جس حالت پر تھا اسی پر رہیگا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر ایک ایسا ہو کہ اس سے قرب دو بالشت کا ہو اور دوسرا ایسا جس سے ایک بالشت دوری تو ظاہر ہو کہ ایک بالشت کا فضل اسکو رہیگا اور حدیث شریف مین ہو کہ اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اس صورت مین جبکہ ریائے محض کو اخلاص محض اسکے بعد مٹا دیتی ہو تو ضرور یہ ہوا کہ اگر دونون اکٹھے ہونگے تو ایک دوسرے کے برعکس عمل کرینگے۔ اور اسکی وجہ ایک یہ بھی ہو کہ اس بات پر اجماع امت ہو کہ جو شخص حج کے واسطے نکلے اور مال تجارت بھی اسکے ساتھ ہو تو اسکا حج درست ہو اور اسپر ثواب دیا جاویگا گو اسکے ساتھ ایک نفس کے حظون مین سے ملگیا ہو۔ ہان یہ کہا جاسکتا ہو کہ اس شخص کو ثواب حج کے اعمال کا جب ہوتا ہو جب مکۂ معظمہ مین پہونچتا ہو اور تجارت حج پر موقوف نہین تو حج خالص رہا البتہ بعد مسافت حج اور تجارت مین مشترک رہا تو اگر قصد تجارت ہوگا تو اس طول مسافت مین کچھ ثواب نہ ملیگا لیکن بہتر یہ ہو کہ یون کہا جاوے کہ جس صورت مین محرک اصلی حج ہو اور غرض تجارت مثل معین اور تابع کے ہو تو نفس سفر مین بھی ثواب ملیگا اور ہم نہین کہ سکتے کہ غازیون کو کفار کے ساتھ ایسی جہت مین لڑنا جہان غنیمت بہت ملے اور ایسی جہت مین کہ غنیمت نہو کچھ فرق نہین معلوم ہوتا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ یہ کہنا بعید ہو کہ اس فرق کے معلوم ہونے سے انکو جہاد کا ثواب بالکل نہ ملے بلکہ یون کہنا مناسب ہو کہ اگر باعث اصلی اور محرک قوی بلند کرنا کلمۂ خدائے تعالیٰ کا ہو اور رغبت غنیمت اسکی تابع ہو تو اس سے ثواب ضائع نہجاویگا ہان اس شخص کے ثواب کے برابر نہوگا جسکا دل غنیمت کیطرف بالکل ملتفت نہو اسلئے کہ اس التفات سے نقصان تو بے شبہہ ہے اب اگر یہ کہو کہ آیات و اخبار سے ایسا پایا جاتا ہو کہ ریا کی آمیزش ثواب کو ضائع کرتی ہو اور جیسی ریا کی آمیزش ہو ویسے ہی تلاش غنیمت کا خلط ہو اور تجارت وغیرہ حظوظ بھی ایسے ہی ہین چنانچہ طاؤس اور دوسرے تابعین روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص احسان کرتا ہو یا صدقہ دیتا ہو مگر اسکو یہ بات محبوب ہو کہ لوگ اسکی تعریف بھی کرین اور ثواب بھی ملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ یہ آیت اتری فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اور حضرت معاذؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنی الریاء شرک اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جس شخص نے اپنے عمل مین شرک کیا ہوگا اس سے کہا جاویگا کہ تو اپنا بدلہ اس سے لے جسکے لیے تو نے عمل کیا ہے اور حضرت عبادہؓ سے روایت حدیث قدسی کی ہو کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہو کہ مین سب شریکون کی نسبت کر شرک سے غنی ہون جو شخص کوئی عمل کرتا ہو اور اسمین میرے ساتھ

غیر کو شریک کرتا ہو تو مین اپنا حصہ بھی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہون اور حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہین کہ ایک اعرابی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک مرد غیرت کے لیے لڑتا ہے اور دوسرا شجاعت کی خاطر اور تیسرا اسلیے کہ اسکا مرتبہ خدا کی راہ مین معلوم ہو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلیے لڑے کہ خداے تعالیٰ کا بول بالا رہے وہ راہ خدا مین ہے۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ تم کہتے ہو کہ فلان شخص شہید ہوا اور شاید کہ اسنے اپنی سواری کی خورجی روپیون سے بھر لی ہو یعنی نیت کا حال معلوم نہین کہ خالص بھی یا غنیمت کے لیے گیا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ہاجر یبتغی شیئاً من الدنیا فہو لہ ہم کہتے ہین کہ یہ حدیثین اس مدعا کے مخالف نہین جو ہمنے ذکر کیا ہے بلکہ مراد ان سے وہ شخص ہے جو عمل سے دنیا ہی کا طالب ہو جیسے کہ فرمایا من ہاجر یبتغی شیئاً من الدنیا اور دنیا ہی کی طلب اسکی نیت پر غالب ہو اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ عمل کا دنیا کے لیے کرنا معصیت اور زیادتی ہے نہ اسوجہ سے کہ طلب دنیا حرام ہے بلکہ اس نظر سے کہ دنیا کا طلب کرنا اعمال دین کے عوض مین حرام ہے اسلیے کہ اسمین ریا اور عبادت کا اپنی جگہ سے بدلنا پایا جاتا ہے اور لفظ شرکت جہان کہین وارد ہے اس سے برابری مراد ہے اور ہم بیان کر چکے ہین کہ جب دونون قصد برابر ہونگے تو ساقط ہو جاوینگے اس عمل پر نہ ثواب ہوگا نہ عذاب تو ایسے عمل سے توقع ثواب کی نہ کرنی چاہیے پھر انسان ہمیشہ شرکت کی حالت مین خطرے مین ہے کیونکہ اسے کیا معلوم ہے کہ دونون قصدون سے اسپر کونسا غالب ہے کیا عجب ہے کہ بعض اوقات عمل اسکے حق مین وبال ہو جاوے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اس سے یہ مراد ہے کہ شرکت کے ہوتے ہوے توقع ثواب نہ رکھنی چاہیے بہتر ہے احوال شرکت مین سے ہے کہ عمل ساقط ہو جاوے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ منصب شہادت لڑائی مین بدون اخلاص نہین ملتا مگر یہ کہنا بعید ہے کہ جس شخص کا ارادہ دینی اسطرح کا ہو کہ صرف جہاد کے لیے اسکو آمادہ کردے گو غنیمت نہو اور کفار کی جماعت تونگر اور مفلس دونون سے لڑ سکتا ہو لیکن تونگرون کیطرف اسلیے جھکے کہ مقصد اصلی خداے تعالیٰ کا بول بالا رکھنے کا بھی حاصل ہو اور غنیمت بھی ملے تو ایسے شخص کو ثواب جہاد کا نہ ملے اور معاذ اللہ اگر معاملہ اسیطرح ہو تو دین مین کمال تنگی ہو اور مسلمان مایوس ہو جائین اسلیے کہ ان جیسی آمیزشون سے تو کبھی انسان خالی ہی نہین رہتا کہ مقصود اصلی کے ساتھ مین کوئی تابع نہو اور اگر یہ صورت ہوتی بھی ہے تو نہایت کم اسلیے ایسی آمیزشون کی تاثیر ثواب کے کم کرنے مین البتہ ہوا کرتی ہے یہ نہین کہ ثواب بالکل حبط ہو جاوے ہان اتنا ہے کہ انسان کو اس حالت مین بڑا خطرہ ہے اسواسطے کہ اسکو بعض اوقات گمان ہوتا ہے کہ قوی تر باعث عمل کا قصد تقرب الی اللہ ہے حالانکہ اسکے باطن پر غالب حظ نفسی ہوتا ہے اور یہ بات نہایت درجہ کو خفی رہتی ہے یعنی اجر کامل اخلاص سے حاصل ہوا کرتا ہے اور آدمی جتنی چاہے احتیاط کرے اپنے نفس سے اسکو اخلاص کا الیقین بہت ہی کم ہوگا اسوجہ سے عمل کرنے والے کو چاہیے کہ بعد خوب کوشش و احتیاط کے ہمیشہ رد و قبول مین متردد رہے کہ کہین میری عبادت مین کوئی آفت ایسی پیش نہ آئی ہو جسکا وبال ثواب کی نسبت کر زیادہ ہو اہل بصیرت مین سے جو لوگ خوف کیا کرتے تھے انکا یہی دستور تھا اور ہر اہل بصیرت کو اپنا دستور العمل یہی رکھنا چاہیے اسیوجہ سے حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ میرا عمل جو ظاہر ہو گیا ہے اسکو مین شمار نہین کرتا اور عبدالعزیز بن ابی رواد کہتے ہین کہ مین اس گھر کا مجاور

ساٹھ برس رہا اور ساٹھ حج کیے لیکن اعمال آلہی مین سے جو عمل مین نے کیا جب سمین اپنے نفس کو ٹٹولا تو شیطان کا حصہ اس عمل مین بہ نسبت خداے تعہ کے حصہ کے زیادہ پایا مین یہی غنیمت جانون اگر وہ اعمال نہ موجب ثواب ہون نہ باعث عقاب اور باوجود ان سب آفتو کے یہ بھی نہین چاہیے کہ آفت ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑ دیا جاوے اسلیے کہ منتہاے آرزوے شیطان یہی ہو کہ آدمی عمل نکرے اور مقصود اس بیان بالا سے یہ ہو کہ اخلاص نجانے پاوے اور جب عمل ترک کر دیا جاویگا تو عمل اور اخلاص دونون جاتے رہینگے منقول ہو کہ کوئی فقیر حضرت ابوسعید حراز کی خدمت کیا کرتا اور انکے کامون مین مدد دیا کرتا ایک روز انھون نے حرکات مین اخلاص کے ہونیکا ذکر فرمایا وہ فقیر ہر ایک حرکت کیوقت اپنے دلکا نگران ہوا اور اخلاص کا طالب اسے اپنی حاجات کا پورا کرنا بھی متعذر ہو گیا اور حضرت ابوسعید کو اس سے تکلیف ہوئی کہ کام کرنے مین خود دقت اٹھانی پڑی اس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیون نہین کرتے اسنے کہا کہ مین آپ کے ارشاد کے بموجب اعمال مین حقیقت اخلاص کا مطالبہ اپنے نفس سے کرتا ہون مگر اکثر کامون مین میرا نفس اخلاص سے عاجز ہو اسلیے چھوڑ دیتا ہون آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کر اخلاص عمل کو قطع نہین کرتا عمل پر مواظبت کر اور اخلاص کے حاصل کرنے مین کوشش کر مین نے تمسے یہ نہین کہا کہ عمل کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا ہو کہ عمل کو خالص کر دو اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ خلق کے باعث عمل کا چھوڑنا ریا ہو اور خلق کے باعث اسکا کرنا شرک ہو

تیسری فصل

صدق کی فضیلت اور حقیقت کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر **پہلا بیان** صدق کی فضیلت مین اللہ تعہ فرماتا ہے کہ رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اور صدق کی فضیلت مین اسیقدر کافی ہو کہ صدیق اسی سے مشتق ہو اور اللہ تعہ نے اپنے انبیاؑ کی مدح و ثنا مین انکو صدیق فرمایا ہو چنانچہ فرمایا واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا اور فرمایا واذکر فی الکتاب اسمعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا اور فرمایا واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان الصدق یہدی الی البر والبر یہدی الی الجنۃ وان الرجل لیصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا وان الکذب یہدی الی الفجور والفجور یہدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ چار باتین ایسی ہین کہ جس شخص مین ہون نفع اسی کو ہو اول صدق دوم حیا سوم حسن خلق چہارم شکر اور بشر بن الحارث فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعہ سے معاملہ صدق کے ساتھ کرتا ہو وہ لوگون سے نفرت کیا کرتا ہو اور ابو عبداللہ رملی کہتے ہین کہ مین نے منصور دینوری کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعہ نے تمسے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ مجکو بخش دیا اور مجھپر رحم کیا اور جو مجکو توقع نہ تھی وہ عنایت فرمایا پھر مین نے پوچھا کہ جس چیز سے بندہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہو اسمین سب سے اچھی کیا چیز ہو انھون نے فرمایا کہ صدق ہو اور سب سے بُری چیز خداے تعہ کیطرف متوجہ ہونے کی جھوٹ ہو۔ اور ابو سلیمان فرماتے ہین کہ صدق کو اپنی سواری کر لو اور امر حق کو تلوار اور اللہ تعہ کو اپنا اعلے درجے کا مطلوب اور ایک شخص نے کسی حکیم سے ذکر کیا کہ مین نے کوئی سچا آدمی نہین دیکھا حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہوتا تو سچون کو پہچانتا اور محمد بن علی کتانی کہتے ہین کہ ہم نے خداے تعہ کے دین کو تین ارکان پر مبنی پایا اول صدق دوم حق سوم عدل پس عدل تو دلون پر ہوتا ہو اور حق اعضا پر اور صدق عقلون پر اور حضرت ثوریؒ نے اس آیت کی تفسیر مین ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوہہم مسودۃ فرمایا ہو کہ یہ وہ لوگ ہین کہ انھون نے دعوی محبت آلہی کا کیا اور اس دعوی مین سچے نہوے اور اللہ تعہ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص مجکو اپنے باطن مین تصدیق کرتا ہو مین اسکو خلائق مین ظاہر طور سچا کرتا ہون۔ اور ایک شخص نے حضرت شبلیؒ کی مجلس مین چیخ ماری اور اپنے آپکو دجلہ مین گرا دیا حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص

سچا ہوگا تو اسکو خداے تعہ ایسا بچاویگا جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچادیا تھا اور اگر جھوٹا ہوگا تو وہ اسکو اسطرح غرق کردیگا جیسا فرعون کو غرق کردیا تھا اور بعض اکابرؒ فرماتے ہین کہ فقہا اور علما کا سب کا اتفاق ہو کہ تین باتین اگر درست ہوجاوین تو آدمی کی نجات ہوجاوے اور یہ تینون ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہین اوّل اسلام جو بدعت اور ہوا سے خالص ہو دوم اعمال مین خداے تعہ کے واسطے صدق کا ہونا سوم حلال کی غذا اور وہب بن منبہؒ فرماتے ہین کہ توریت کے حاشیے پر مین نے بائیس جملے دیکھے جنکو بنی اسرائیل کے نیکبخت جمع ہوکر پڑھا پڑھایا کرتے تھے وہ جملے یہ ہین کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہین کوئی مال حلم سے بڑھکر زیادہ مفید نہین کوئی حسب غصے سے زیادہ کمتر نہین کوئی ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہین کوئی رفیق جہل سے بڑھکر عیب دار نہین کوئی شرف تقوے سے زیادہ عزیز نہین کوئی کرم ترک ہوی سے زیادہ کامل نہین کوئی عمل فکر سے افضل نہین کوئی حسنہ صبر سے اعلے نہین کوئی برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنیوالی نہین کوئی دوا نرمتر نرمی سے نہین۔ کوئی مرض حمق سے زیادہ ایذا رسان نہین کوئی رسول حق سے عادل تر نہین کوئی دلیل ناصح تر صدق سے نہین کوئی فقیری ذلیل تر طمع سے نہین کوئی تونگری زیادہ بدبخت جوڑنے سے نہین کوئی زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہین کوئی معیشت عفت سے زیادہ گوارا تر نہین کوئی عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہین کوئی زہد قناعت سے بہتر نہین کوئی محافظ سکوت سے زیادہ نہین۔ کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیکتر نہین۔ اور محمد بن سعید مروزی فرماتے ہین کہ جب تو اللہ تعہ کو صدق کے ساتھ طلب کرے تو اللہ تعہ تیرے ہاتھ مین ایک آئینہ عنایت فرماوے جسمین تجکو عجائب دنیا و آخرت کے نظر آوین اور ابوبکر وراق کہتے ہین کہ اپنے اور خدا کے درمیان مین صدق کی حفاظت کر اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان ملحوظ رکھ اور حضرت ذوالنونؒ سے کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی درستی کی بھی کوئی سبیل ہو آپ نے ایک قطعہ فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہو قطعہ صدق چاہین وے نہین ملتا ÷ اسمین ہم ہین مذبذب اور حیران ÷ ہے گران ہم پہ ترک خواہش نفس ÷ دعوی عشق ہو مگر آسان ÷ اور حضرت سہل سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہے جسپر ہم ہین آپ نے فرمایا کہ صدق اور سخاوت اور شجاعت سائل نے پوچھا کہ اور کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تقوے اور حیا اور غذاے حلال اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا اور حضرت جنیدؒ اس جملے کی تفسیر مین لیسئل الصادقین عن صدقہم فرماتے ہین کہ جو لوگ اپنے عندیے مین صادق ہین ان کے صدق کا حال خدا کے نزدیک پوچھا جاویگا اور یہ معاملہ پر خطر ہو **دوسرا بیان** صدق کی حقیقت اور اسکے معنون اور مراتب کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ لفظ صدق چھ معنون مین مستعمل ہوتا ہو اوّل صدق قول کا۔ دوم صدق نیت کا سوم صدق در عزم۔ چہارم وفاے عزم مین صدق کا ہونا۔ پنجم صدق در عمل ششم دین کے سب مقامات کی تحقیق مین صدق کا ہونا۔ پس جو شخص ان چھوؤن باتون مین صدق کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ صدیق ہوگا اسلیے کہ صدق مین غایت درجے کو ہونچیگا تو صیغہ مبالغہ اسپر صحیح ہوگا پھر صادقین کے بہت سے درجات ہین جس شخص کو کسی خاص چیز مین صدق حاصل ہوگا وہ اسی شے کی نسبت کر صادق کہلاویگا جسمین اسکا صدق پایا جاویگا اب ہر ایک صدق کی تفصیل لکھی جاتی ہو پہلا صدق زبان کا ہو اور وہ اخبار مین اور ان اقوال مین جو متضمن اخبار ہون ہوا کرتا ہو اور خبر یا زمان گذشتہ سے متعلق ہوتی ہو یا زمانہ آئندہ سے اور اسمین داخل ہو وعدے کا پورا کرنا اور خلاف وعدہ کرنا اور ہر ایک بندے پر لازم ہو کہ اپنے اقوال کا نگران رہے اور بجز سچ کے اور کوئی گفتگو نہ کرے اور سب اقسام صدق سے مشہور اور ظاہر تر یہی قسم ہے پس جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا

اح الفاظ احیاء سے واضح نہیں ان الفاظ کے ساتھ اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲ الخ ۱۲ پیچھے اشعر مجھکو ان سے ان کا سبق ۱۲

اور اشیا کا حال جیسے واقع مین ہین اسکے خلاف نہ کہیگا تو وہ صادق کہلاویگا لیکن اس صدق کے لیے دو کمال ہین اول تو کنایات سے احتراز کرنا کہ کہتے ہین کہ کنایات مین جھوٹ سے بچاؤ ہے اور وجہ انسے بچنے کی یہ ہے کہ یہ بھی قائم مقام جھوٹ کے ہوتے ہین کیونکہ جھوٹ مین یہی بات تو ممنوع ہے کہ جو چیز واقع مین کسیطرح ہے اسکو برعکس نہ سمجھانا چاہیے مگر ازانجا کہ اسکی طرف حاجت پڑتی ہے اور بعض اوقات مصلحت وقت اسکی مقتضی ہوتی ہے مثلاً لڑکون اور عورتون وغیرہ کی تادیب مین اور ظالمون سے بچنے مین اور دشمنون سے لڑنے مین اور اسرار ملک پر انکی اطلاع سے احتراز کرنے مین تو ایسی صورتون مین اگر کوئی شخص جھوٹ کے لیے مجبور ہو تو صدق باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا کیواسطے وہ بات کہے جسکا حکم اسکو حق کرے اور جسقدر کا مقتضی دین ہو جب اسطرح بولیگا تو صادق ہوگا گو اسکے کلام سے مضمون غیر واقع سمجھا جاوے اسواسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہین بلکہ امر حق پر دلالت کرنے کی جہت سے اور اسوجہ سے کہ حق کیطرف بلانا ہی مقصود ہوتا ہے اسلیے اسکے ظاہر کو دیکھنا نہین چاہیے بلکہ معنون کو نظر کرنا چاہیے ہان ایسی جگہون مین جہانتک ہوسکے کنایات کو کام مین لانا چاہیے تاکہ صریح جھوٹ نہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا کہ جب کسی سفر کیطرف متوجہ ہوتے تو اسکو دوسرے سے چھپاتے تاکہ خبر دشمنون کو نہ پہونچے اور وہ چڑھ آوین یہ بات داخل دروغ نہین اور ایک حدیث شریف مین آیا ہے فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا او نمی خیرا[1] اور آپنے تین جگہو نمین حسب مصلحت وقت جھوٹ بولنے کی اجازت فرمائی ایک تو جو شخص دو آدمیو نمین صلح کرادے دوم جسکی دو زوجہ ہون سوم جو شخص کہ لڑائی کے مصالح مین ہو اور صدق سے ان جگہون مین صدق نیت مراد لیا جاتا ہے بس لحاظ نیت اور ارادۂ خیر ہی کا کیا جاتا ہے لفظون پر لحاظ نہین رہتا بس جو شخص کہ اسکا قصد درست اور نیت صادق ہو اور محض خیر کا طالب ہو وہ صادق اور صدیق ہی ہوگا گو اسکے الفاظ کیسے ہی ہون پھر بھی اشارۃً بیان کرنا بہتر ہے اور اسکا طریق یہ ہے کہ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ جب انکو ظالم تلاش کرتا اور وہ گھر مین ہوتے تو اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی انگلی سے ایک دائرہ کھینچ لے اور اسمین انگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہین اس بہانہ سے جھوٹ سے احتراز کرتے اور ظالم سے بھی بچے رہتے تو انکا قول سچ تھا مگر ظالم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھر مین نہین غرضکہ کمال اول لفظ مین تو یہ ہے کہ صریح جھوٹ اور کنایات دروغ سے احتراز کرے اور بدون ضرورت ان دونو کے گرد نہ پھرے اور دوسرا کمال یہ ہے کہ صدق کے ان الفاظ سے معنون کی بھی رعایت رکھے جیسے کہ خدائے تعالے سے مناجات اور دعا کرتا ہے مثلاً زبان سے اگر کہے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض[3] اور دل خدائے تعالے سے منحرف اور دنیا کی آرزوؤن اور شہوات مین مشغول ہو تو یہ شخص جھوٹا ہے یا زبان سے کہے کہ ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہین یا کہے کہ مین بندۂ خدا ہون اور بندہ ہونے کی ماہیت اسمین نہ پائی جاتی ہو خدائے تعالے کے سوا مطلوب کوئی اور چیز ہو تو اسکا کلام سچ نہوگا اور اگر قیامت کو بازپرس اس جملے کے صدق کی ہوگی کہ مین بندۂ خدا ہون تو اسسے صدق ثابت نہوگا اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کا بندہ یا دنیا اور شہوات کا بندہ ہوگا تو اپنے قول مین سچا نہوگا اور جو شخص کسی چیز کا پابند ہوجاتا ہے وہ اسکا بندہ کہلاتا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے دنیا کے بندو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم و عبد الحلۃ و عبد الخمیصۃ اس حدیث مین جس شخص کا دل جس چیز مین مقید تھا اسکو اسیکا بندہ فرمایا حالانکہ سچا بندہ اللہ تعالے کا وہ ہے جو اول غیر اللہ سے آزاد ہوکر آزاد مطلق ہوجاوے جب یہ آزادی آویگی تو دل فارغ ہوگا اور اسمین خدائے تعالے کا بندہ ہونا سماوے گا اور یہ بندگی

[1] بخاری و مسلم بروایت کعب بن مالک ۱۲ [2] جھوٹا نہین ہے وہ شخص جو دو مین صلح کرے تو کہے بہتر یا پہونچادے بہتر ۱۲ بخاری و مسلم

[2] بروایت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ۱۲ [3] میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو اس کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ۱۲ ہلاک ہو بندہ دینار کا اور بندہ درہم کا اور بندہ لباس کا اور بندہ جھول کا ۱۲ بخاری بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

بندے کو خداے تعہ اور اسکی محبت مین مشغول کردیگی اور اسکا باطن وظاہر مقید اللہ تعہ کی اطاعت کا ہوجاویگا اور کوئی مراد اسکی سواے خداے تعالےٰ کے نرہیگی پھر یہ رتبہ بھی آدمی طے کرکے بعض اوقات ایک اور مقام پر جو اس سے بھی اعلےٰ ہی پہونچ جاتا ہی جسکو آزادی کہتے ہین یعنی اسبات سے آزاد ہوجاوے کہ اپنے آپ کوئی ارادہ خداے تعہ کے واسطے بھی نہ کرے بلکہ جو کچھ اسکو منظور ہو اسی پر قانع رہے خواہ وہ دور کرے خواہ نزدیک اپنے ارادے کو اسکے ارادہ مین فنا کردے تو ایسا شخص دوبار آزاد ہوگا اول تو غیر اللہ سے آزاد ہوکر بندہ خاص ہوا پھر اپنے نفس سے آزاد ہوکر اپنے آپ سے نیست ہوا اور اپنے آقا کے سبب موجود کہ اگر اسنے ہلایا تو ہلا اور ٹھہرایا تو ٹھہر گیا اور اگر مصیبت مین مبتلا کیا تو راضی ہوا اسمین گنجایش کسی چیز کی درخواست کی یا اعتراض کی باقی ہی نہین رہی بلکہ خداے تعہ کے سامنے وہ ایسا ہی جیسا مردہ بدست زندہ اور بندگی خداے تعہ مین یہ نہایت درجے کا صدق ہی اس سے معلوم ہوا کہ سچا بندہ وہی ہی جسکا وجود اپنے نفس کے لیے نہو بلکہ خداے تعہ کے لیے ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہی اور غیر اللہ سے آزادی صادقین کے درجات مین سے ہی اسکے بعد خدا کی عبودیت حاصل ہوا کرتی ہی اور اس سے پیشتر والے کو نہ استحقاق صادق کہے جانے کا ہی نہ صدیق کا. دوسرا صدق نیت اور ارادے کا ہی جسکا مآل اخلاص کیطرف راجع ہی یعنی سالک ایسے حال مین ہو کہ حرکات اور سکنات مین اسکا باعث سواے خداے تعہ کے اور نہو پس اگر کوئی حظوظ نفسانی مین سے اسمین ملجاویگا تو صدق نیت جاتا رہیگا اور اس شخص کو اس صورت مین جھوٹا کہہ سکتے ہین چنانچہ فضیلت اخلاص مین ہمنے ایک حدیث تین شخصون کے سوال وجواب کی نقل کی ہی کہ جسوقت عالم سے سوال ہوگا کہ تونے علم سیکھ کر کیا عمل کیا وہ جواب دیگا کہ مینے فلان فلان کام کیا اللہ تعہ فرماوے گا کہ تو جھوٹا ہی بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص عالم ہی یہان دیکھنا چاہیے کہ اسکو یون نہین فرمایا گیا کہ تونے عمل نہین کیا بلکہ صرف ارادہ و نیت مین اسکو جھٹلایا. اور بعض اکابر کا قول ہی کہ صدق کے معنی یہی ہین کہ قصد مین توجہ صحیح ہو اسیطرح اس آیت مین واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون بعد اسکے کہ انھون نے کہا تھا انک لرسول اللہ حالانکہ یہ قول سچ ہی اللہ تعہ نے انکی زبانی قول کو نہین جھٹلایا بلکہ جو بات انکے دلمین پوشیدہ تھی اس اعتقاد کی تکذیب فرمائی اور اسکا یہ تکذیب خبر پر ہوا کرتی ہی اور یہ قول کفار کا حال کے قرینہ سے متضمن خبر کا ہی اسلیے کہ کہنے والے اپنا اعتقاد زبان سے بتلاتے ہین کہ جیسا ہم منھ سے کہتے ہین وہی ہمارا عقیدہ ہی تو اسی کی تکذیب فرمائی کہ حال کے قرینے کو جو تم اپنے عقائد پر دال تبلاتے ہو یہ جھوٹ ہی حاصل یہ کہ ایک معنی صدق کی نیت کا خالص ہونا جسکو اخلاص کہتے ہین اس سے یہ نکلا کہ جو صادق ہوگا وہ ضرور ہی کہ مخلص بھی ہو تیسرا صدق عزم کا ہی یعنی انسان کبھی پیشتر عمل سے سینے دلمین امنگ کیا کرتا ہی اور کہا کرتا ہی کہ اگر اللہ تعہ مجکو مال دیوے تو سب صدقہ کرڈالون یا نصف دے دیون اور اگر خدا کی راہ مین کسی دشمن سے ملون تو کچھ پروانہ کرون گو مارا ہی جاؤن اور اگر اللہ تعہ مجکو حکومت دے تو عدل کرون اور خداے تعہ کی نافرمانی ظلم کرنے یا خلق کیطرف میل کرنے سے نہ کرون پس یہ امنگ کبھی آدمی اپنے دلمین پاتا ہی اور یہ عزیمت کبھی تو پکی اور صادق ہوتی ہی اور کبھی اسکے عزم مین ایک قسم کا میل اور تردد اور ضعف ہوتا ہی جو صدق کے خلاف ہی تو گویا صدق کے معنی یہان پورا اور قوی ہونے کے ہین مثلاً کہتے ہین کہ فلان شخص کو اشتہاے صادق ہی یعنی پوری اور قوی ہی اور اگر کہتے ہین کہ فلان مریض کو اشتہاے کاذب ہی یعنی اسکی اشتہا کسی سبب ثابت اور قوی سے نہین یا یہ کہ اسکی اشتہا ضعیف ہی پس جس صورت مین کہ صدق سے یہ معنی مراد لیے جاوین تو صادق اور صدیق ایسے شخص کو کہینگے جو اپنے عزم کو خیرات کے باب مین پورا اور قوی پاوے نہ اسمین میل و کجی ہو نہ ضعف و تردد بلکہ اسکا نفس ہمیشہ خیرات کے اوپر عزم مصمم اور پختہ رکھتا ہو جیسے حضرت عمر رضہ نے فرمایا تھا

ت اور اسپر گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہین ۱۲ کہتے تو بے شک رسول اللہ کا ۱۲

کہ اگر مجکو لوگ گردن کاٹنے کو پیش کردین تو مجکو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہی کہ مین اس قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکر صدیق رضہ ہون تو آپنے اپنے دلمین عزم پختہ اور محبت صادق اسبات کی پائی کہ باوجود حضرت ابوبکر رضہ کے امیر نہ بنین پھر اس عزم کو اپنے قتل ہوجانیسے تاکید کردی اور مراتب صادقین کے عزم مین مختلف ہوتے ہین کبھی عزم کو اتنا پاتا ہی کہ اسکی حد نہین یہانتک کہ اسکے باعث قتل پر راضی ہوجاتا ہی لیکن جب اپنی تجویز پر چھوڑا جاوے تو جرأت قتل ہوجانے کے لیے نہ کرے اور اگر اس سے قتل کی گفتگو کیجاوے تو عزم ٹوٹ جاوے بلکہ صادقین اور مومنین مین ایسے بھی لوگ ہین کہ اگر بالفرض ان کو اختیار کردیا جاوے کہ تم اپنا قتل ہونا اختیار کردیا حضرت ابوبکر رضہ کا تو انکو اپنی ہی زندگی بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق کے محبوب ہوگی چوتھا صدق عزم کے پورا کرنے مین ہی اسلیے کہ نفس سردست تو عزم کر لیا کرتا ہی کہ وعدہ اور عزم مین کیا خرچ ہوتا ہی مگر جب موقع آجاتا ہی اور قدرت حاصل ہوتی ہی اور شہوات کا زور ہوتا ہی تو عزم ڈھیلا ہوجاتا ہی اور شہوات غالب ہو کر عزم کو پورا نہین ہونے دیتین اور یہ بات وفاے عزم کے صدق کے خلاف ہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ اس قسم کے صدق کے باب مین فرماتا ہی رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اسکی شان نزول مین لکھا ہی کہ حضرت انس رضہ اپنے چچا انس بن نضر کا حال روایت[ا] کرتے ہین کہ وہ جنگ بدر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شریک نہ تھے انکو یہ امر نہایت گران گذرا اور فرمایا کہ پہلا ہی شہادت کا موقع تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو تشریف فرما ہوے اور مین آپ کی خدمت سے غائب رہا بخدا اگر اللہ تعم مجکو پھر کوئی ایسا موقع شہادت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین دکھلاویگا تو اللہ تعم دیکھیگا کہ مین کیا کرونگا۔ راوی کہتے ہین کہ آپ سال آئندہ مین جنگ احد مین حاضر ہوے سامنے سے حضرت سعد بن معاذ نے آپ سے پوچھا کہ اے ابو عمرو کہان کو آپ نے فرمایا کہ جنت کی ہوا کیا خوب ہی مجھے احد کے اسیطرف معلوم ہوتی ہی پھر آپ اتنا لڑے کہ شہید ہوے آپ کے بدن مین کچھ اوپر اسی زخم تیر اور تلوار اور نیزے کے تھے آپ کی بہن نے فرمایا کہ مین نے اپنے بھائی کو زخمون کے باعث نہ پہچانا انگلیون کی پورون سے البتہ پہچانا تب آیت اتری رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر رضہ کے پاس کھڑے ہوے جو آپ کے لشکر کے نیزہ بردار تھے اور احد کے روز منھ کے بل گر کر شہید ہوے انکے پاس بھی آپ نے یہ آیت پڑھی رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر اور فضالہ بن عبید رضہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت عمر بن خطاب رضہ سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپ نے فرمایا کہ شہدا چار ہین ایک شخص ایماندار جسکا ایمان خوب کھرا ہی کہ دشمن کو دیکھا اور اللہ تعم کی تصدیق کی یہانتک کہ شہید ہوا یہ ایسا شخص ہوگا کہ قیامت کے روز لوگ اسکی طرف اپنی آنکھین اسطرح اٹھاوینگے اور آپنے سر اٹھایا یہانتک کہ کلاہ مبارک گر پڑی۔ راوی کہتا ہی کہ مین نہین جانتا کہ کلاہ حضرت کی گر گئی یا حضرت عمر رضہ کی اور ایک وہ مرد دیندار کھرے ایمان والا ہی کہ جب دشمن سے ملا تو گویا اسکی آنکھون مین نکلے دے دیے اسپر ایک تیر کاری آلگا اور شہید ہوگیا یہ دوسرے درجے مین ہی اور ایک مرد با ایمان ایسا ہی جسنے کچھ عمل اچھا کیا اور کچھ برا اور دشمن سے بھڑا اور خداے تعم کی تصدیق کی یہانتک کہ شہید ہوا یہ تیسرے درجے مین ہی اور ایک مرد با ایمان ہے جسنے اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے بھڑ کر خداے تعم کی تصدیق کی حتی کہ شہید ہوا تو یہ چوتھے درجے مین ہی اور حضرت مجاہد رضہ روایت کرتے ہین کہ دو شخص نکلے اور بھرے مجمع مین آکر کہا کہ اگر اللہ تعم ہمکو مال دیگا تو ہم صدقہ دینگے خداے تعم نے انکو مال عنایت فرمایا مگر انھون نے بخل کیا تو یہ آیت اتری منہم من عاہد اللہ لئن آتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین اور بعضون نے لکھا ہے کہ یہ عہد ایک ایسی شی تھی جسکو خداے تعم نے ان لوگون کے

ف من مومنین رجال ... دیکھا جو قول کیا تھا اسکو پورا کر دکھایا ... اور کوئی ان میں اور دیکھتا ۱۲ ۳ح ترمذی نے اسکو نقل کیا ہے ۱۲

اح ترمذی اور نسائی نے اسکو روایت کیا ہے اور بخاری مین مختصراً منقول ہے ۱۲ ۲ح ابو نعیم وابو عبید بروایت ابن عمیر مرسلاً ۱۲

دلون مین روشن کر دیا تھا زبان سے انھون نے کچھ نہین کہا تھا اس عہد کے پورا کرنے پر ارشاد فرمایا ومنھم من عاہد اللہ لئن آتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما آتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون اس آیت مین عزم کو عہد فرمایا اور اس کے خلاف کرنے کو کذب اور اسکے پورا کرنے کو صدق اور یہ صدق تیسرے صدق کی نسبت کر سخت تر ہے اسلیے کہ نفس کبھی عزم پر تیار ہو جاتا ہی مگر پورا کرتے وقت جو اسکی سختی اور شہوات کا جوش ہوتا ہی اور اسباب موجود اور قدرت حاصل ہوتی ہی تو اسوقت پہلو تہی کر جاتا ہی اسیوجہ سے حضرت عمرؓ نے استثنا فرمایا تھا یعنی جب آپ نے فرمایا کہ مجکو اگر گردن مارنے کے واسطے آگے کر دین تو مجکو اسبات سے اچھا معلوم ہوتا ہی کہ مین ایسی قوم کا امیر نہون جسمین حضرت ابو بکرؓ ہون اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بشرطیکہ قتل کے وقت میرا نفس مجکو کوئی ایسی بات نہ سوجھاوے جواب میرے دل مین نہین اسلیے کہ مین اپنے نفس سے مامون نہین شاید اسپر اسوقت قتل گران گذرے تو اس عزم سے پھر جاویگا اس قول مین اشارہ ہی کہ عزم کا پورا کرنا بہت سخت ہی اور حضرت ابو سعیدؓ حراز فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے ہین انھون نے مجھ سے پوچھا کہ صدق کیا چیز ہی مین نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا انھون نے کہا کہ تو سچ کہتا ہی اور آسمان کو چلے گئے پانچوان صدق اعمال مین ہی وہ یہ ہی کہ ایسی کوشش کرے کہ اسکے اعمال ظاہری سے یہ بات نہ پائی جاوے کہ دل مین اسکے کوئی بات ہی جو واقع مین نہین اور یہ کوشش کچھ اعمال کے ترک کرنے سے نہو بلکہ اسطرح ہو کہ باطن کو ظاہر کی تصدیق پر کھینچ لاوے اور یہ بات ترک ریا کے خلاف ہی جسکا ذکر ہم کر چکے ہین اسلیے کہ ریا کار تو یہی چاہا کرتا ہے کہ اعمال ظاہری سے لوگ اسکے باطن کو متصف صفات حمیدہ سے جانین اور اس صدق سے ترک ریا غرض نہین کیونکہ اکثر نمازی اپنی نماز مین خشوع کی سی صورت بنائے رہتے ہین انکا مقصود یہ نہین ہوتا کہ کوئی دوسرا انکو دیکھے لیکن انکا دل نماز سے غافل رہتا ہی اگر بالفرض اسکو کوئی دیکھے تو جانے کہ خداے تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہی حالانکہ باطن مین وہ بازار مین یا اپنی کسی شہوت کے سامنے کھڑا ہوتا ہی تو اس قسم کے اعمال زبان حال سے باطن کا احوال کہتے ہین جسمین وہ شخص جھوٹا ہی اس سے باز پرس اعمال مین صدق کی ہی اسیطرح آدمی کبھی وقار اور سکون کی ہیئت سے چلتا ہی اور اسکے باطن مین ان دونون صفتون کا پتا بھی نہین ہوتا تو ایسا شخص اپنے عمل مین صادق نہین ہوتا اگرچہ خلق کیطرف ملتفت نہو نہ انکے لیے ریا کرتا ہو اور اس سے نجات نہین ہوتی مگر اسیصورت سے کہ آدمی کا ظاہر و باطن یکسان ہو جاوے یا باطن بہ نسبت ظاہر کے اچھا ہو اور اسی بات کے خوف سے بعضے لوگون نے ظاہر کی ابتری اور برے لوگونکا لباس اختیار کیا تھا تاکہ انپر گمان خیر کا ظاہر کو دیکھکر کوئی نہ کرے ورنہ ظاہر کے حال سے اگر باطن پر دلالت ہوگی اور باطن ایسا نہوگا تو کاذب ٹھہرینگے غرضکہ مخالف ہونا ظاہر کا باطن سے اگر قصداً ہوگا تو اسکا نام ریا ہوگا اور اسکے باعث اخلاص جاتا رہتا ہی اور اگر بے قصد ہو تو اس سے صدق جاتا رہتا ہی اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللھم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ اور زید بن الحارثؓ فرماتے ہین کہ جب آدمی کا ظاہر و باطن برابر ہو جاتا ہی تو یہ عدل کیصورت ہی اور اگر باطن افضل ہی بہ نسبت ظاہر کے تو اسکا نام فضل ہی اور اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے افضل ہو تو اسکا نام جور ہی پھر کچھ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہی

قطعہ

اگر مومن کا ظاہر مثل باطن ہو تو کیا کہنا ؛ اسی سے دو جہان مین ہوتی ہی تعریف اور عزت ؛ وگر ظاہر ہو اچھا اور باطن مین خرابی ہو ؛ تو پھر سب کوششین برباد ہین اور رائیگان محنت ؛ بھونا لوا ثمرفی

اچھی کو جس دکان پر چاہو۔ طمع کی اگر ہو۔ ے تو سب اس سے کرین نفرت: اور عطیہ بن عبد الغافر رح فرماتے ہین کہ جب ایماندار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے تو اللہ تعہ اسکے باعث فرشتون پر فخر کرتا ہی اور فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہی اور معاویہ بن قرہ کہتے ہین کہ کوئی مجکو ایسا شخص تبلادے جو رات کو رویا کرے اور دن کو ہنسا کرے اور عبد الواحد کہتے ہین کہ حضرت حسن رح کا دستور تھا کہ جب کچھ انکو امر کیا جاتا تو سب لوگون سے بڑھکر اسکے عامل ہوتے تھے اور اگر کسی کام سے منع کیا جاتا تو سب سے زیادہ تارک ہوتے تھے اور مین نے کبھی کسی کو نہین دیکھا جسکا باطن ظاہر سے اتنا مشابہ ہو جتنا انکا تھا اور ابو عبد الرحمن زاہد کہتے تھے کہ الٰہی مین نے اپنے اور لوگون کے درمیان کا معاملہ تو انسے امانت کے ساتھ کیا اور مجھ مین اور تجھ مین جو معاملہ تھا اسکو مین نے تیرے ساتھ خیانت سے کیا اور رویا کیا تے اور ابو یعقوب نہر جوری کہتے ہین کہ صدق یہ ہی کہ حق کی موافقت ظاہر و باطن مین ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ایک صدق کی قسم ہی چھٹا صدق جو سب درجات سے اعلےٰ اور کمیاب ہی وہ صدق دین کے مقامات مین ہی جیسے کہ صدق خوف اور رجا اور تعظیم اور زہد اور رضا اور توکل اور محبت اور تمام امور طریقت مین اسلیے کہ ان امور کے لیے ایک تو مبادی ہوتے ہین کہ جہان انکا ظہور ہوا اسپر یہ الفاظ بولنے لگے پھر آغاز کے بعد انکی غایت اور حقیقت ہوا کرتی ہے اور صادق محقق وہی ہوتا ہے جو انکی حقیقت کو پہونچ جاوے اور جب کوئی چیز غالب اور کامل ہوا کرتی ہی تو اسکے موصوف کو صادق کہا کرتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص لڑائی کا سچا ہے اور یہ خوف سچا ہی اور یہ شہوت سچی ہی اور اللہ تعہ فرماتا ہی انما المومنون الذین آمنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا و جاہدوا باموالہم و انفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون اور فرمایا و لکن البر من آمن باللہ و الیوم الآخر و الملائکۃ و الکتاب و النبیین و آتی المال علےٰ حبہ ذوی القربےٰ و الیتامیٰ و المساکین و ابن السبیل و السائلین و فی الرقاب و اقام الصلوٰۃ و آتی الزکوٰۃ و الموفون بعہدہم اذا عاہدوا و الصابرین فی الباساء و الضراء و حین الباس اولئک الذین صدقوا اور حضرت ابو ذر رض سے کسی نے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے یہی آیت پڑھی لوگون نے عرض کیا کہ ہمنے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا حال پوچھا تھا تو آپ نے بھی یہی آیت پڑھی تھی اب ہم خوف کی مثال لکھتے ہین کہ مثلاً جو بندہ اللہ تعہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہی وہ اللہ تعہ سے خوف تو ضرور رکھتا ہے مگر یہ خوف اسطرح کا ہوتا ہی کہ صرف لفظ خوف اسپر صادق آوے مگر حقیقت خوف کے درجے کو نہین پہونچتا تاکہ اسکو خوف صادق کہ سکین دیکھو جب آدمی کسی بادشاہ سے یا سفر مین راہزن وغیرہ سے ڈرتا ہی تو اسکا رنگ جدا زرد پڑ جاتا ہی اور ہاتھ پانون پر جدا لرزہ ہوتا ہے عیش تلخ ہو جاتا ہی اور خواب و خورش دشوار ہو جاتی ہی کسی بات مین دل مین لگتا جو اس پراگندہ ہو جاتے ہین بعض اوقات ڈر کے مارے وطن کی جدائی اختیار کرتا ہی آرام و چین کو چھوڑ کر وحشت اور مشقت پر سر رکھتا ہی پھر کیا بات ہی کہ آتش دوزخ سے خوف کرتا ہے اور جب مرتکب کسی معصیت کا ہوتا ہی تو ان مین سے کوئی سی بات اس پر ظاہر نہین ہوتی اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ لم ار مثل النار

لہذا منتطیع ۱۲ حرام جنت میں نیند ہی کبھی کوئی چیز خلل دوزخ سے کہ اسکے سونیکا ہوا اس سے بھاگنے والا اور نہ سویا جنت کا طالب سا ہوا اس کا طالب ۱۲ بیشتر گزری ۱۲

نام ہار ہاد لامثل الجنۃ نام طالبہا پس ان امور کی حقیقت کو پہونچنا بہت ہی کم ہے اور ان مقامات کی کچھ حد نہین کہ اس کی تمامی اور کمال تک پہونچ سکین مگر ہر شخص کو اسکے حال کے موافق ان مین سے بہرہ ہوتا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اگر بہرہ قوی ہو تو البتہ اسصورت مین بندہ صادق کہلاویگا غرضکہ معرفت اور تعظیم الٰہی اور اس سے خوف کرنے کی کوئی جا نہین اسیوجہ سے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو تمہاری صورت اصلی پر دیکھون تو انھون نے عرض کیا کہ آپ اسکے دیکھنے کی تاب نہ لاوینگے آپ نے فرمایا کہ نہین دکھلاہی دو تب انھون نے وعدہ کیا کہ اجالی رات مین بقیع مین دکھلادونگا آپ جب چاندنی مین وہان تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل نے تمام آسمان کے کنارون کو ڈھانپ رکھا ہے آپ دیکھتے ہی غش کھا گئے جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل اپنی پہلی صورت پر ہو گئے تھے آپ نے فرمایا کہ میرے گمان مین خدائے تعہ کی مخلوق مین سے اسطرح کا کوئی نہین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر آپ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھین تو کیا ہو عرش معلے انکے کندھے پر ہے اور انکے پانون سب سے نیچے کی زمین مین اترے ہوے ہین اور باوجود اسکے خدا کی عظمت سے جب وہ سکڑتے ہین تو چھوٹی چڑیا کے برابر ہو جاتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کتنی عظمت اور ہیبت چھاتی ہوگی جو اسدرجے کو پہونچ جاتے ہین اور تمام فرشتے ایسے نہین اسوجہ سے کہ معرفت مین متفاوت ہین تو صدق اور تعظیم اسکا نام ہے۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جو مین گیا تو دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ملاء اعلے مین خدائے تعہ کے خوف سے ایسے تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پشت پر ڈالدیتے ہین اسیطرح پر صحابہؓ بھی خائف تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہین پہونچے تھے اسیواسطے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ جبتک تو سب لوگون کو اللہ تعہ کے دین مین احمق نہین جانیگا تب تک حقیقت ایمان کو نہین پہونچے گا۔ اور مطرفؒ کہتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین جو اپنے اور پروردگار کے معاملے مین احمق نہو مگر اتنا ہے کہ بعض حمق بہ نسبت بعض کے آسان اور کمتر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو نہ پہونچیگا جبتک کہ لوگون کو خدا کے مقابلے مین اونٹون کے مانند نہ دیکھے اور پھر اپنے نفس کیطرف رجوع کرے اور اسکو سب سے زیادہ حقیر تر جانے اس سے معلوم ہوا کہ ان مقامات مین صادق آدمی کمیاب ہے۔ پھر درجات صدق کی کچھ حد نہین بعض اوقات بندے کو بعض امور مین صدق ہوتا ہے اور بعض مین نہین پس اگر سب امور مین صادق ہوگا تو وہ پکا صدیق ہے حضرت سعدؓ بن معاذ فرماتے ہین کہ تین باتون مین تو مین پکا ہون اور ان کے سوا اور امور مین کچا اول یہ کہ مین نے شروع اسلام سے کبھی نماز اسطرح نہین پڑھی کہ جی مین کہتا ہون کہ اس سے کب فارغ ہونگا۔ دوم یہ کہ جس جنازہ کے ساتھ گیا جی مین یہی رہا کہ اس سے یہ سوال ہوگا اور یہ یون جواب دیگا اسکے سوا دفن تک اور کچھ خیال نہین گذرا تیسرے یہ کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تو یقین کر لیا کہ بیشک حق ہے پس حضرت ابن مسیبؒ نے فرمایا کہ میری دانست مین یہ خصلتین بجز نبی کے اور کسی مین جمع نہین ہوا کین تو ان امور مین یہ صدق کی بات ہے حالانکہ بہت سے جلیل صحابہؓ نے نماز ادا کی اور جنازے کے ساتھ گئے مگر اس درجے کو نہ پہونچے یہ بیان تھا درجات صدق اور اسکے معانی کا ہے اور کلمات جو صدق کی حقیقت کے باب مین مشایخ کرام سے منقول ہین انسے ان معانی مین سے ایک ایک پائے جاتے ہین ہان ابو بکر وراقؒ نے فرمایا ہے کہ صدق تین قسم کا ہوتا ہے صدق توحید اور صدق

طاعت اور صدق معرفت صدق توحید عام مومنین کے لیے ہو چنانچہ اللہ تعہ فرماتا ہو والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون اور صدق طاعت ارباب علم اور اہل ورع کے لیے ہو اور صدق معرفت اہل ولایت کے لیے ہے جو زمین کے اوتاد ہین اور یہ سب اقسام پھر پھر اگر اُنھین اقسام مین آجاتے ہین جو ہمنے چھٹی قسم مین لکھے ہین اور ایک بات یہ ہو کہ انھون نے وہ چیزین لکھی ہین جنمین صدق ہوتا ہو اور وہ بھی پوری نہین اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ صدق مجاہدے کا نام ہو اور یہ کہ تو اللہ پر دوسرے کو اختیار نہ کرے جیسے اسنے تجھپر غیر کو اختیار نہین کیا چنانچہ فرمایا ہو اجتبٰکم اور منقول ہو کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کو محبوب کر لیتا ہون تو اسپر ایسی بلائین بھیجتا ہون جنکی تاب پہاڑون کو بھی نہو اور اسسے مجکو اسکا صدق دیکھنا منظور ہوتا ہو پھر اگر مین اسکو صابر پاتا ہون تو اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہون اور اگر مضطرب اور واویلا کرنے والا پاتا ہون کہ میری شکایت میری ہی مخلوق سے کرے تو اسکو رسوا کرتا ہون اور کچھ پروا نہین کرتا اس سے معلوم ہوا کہ صدق کی علامتون مین سے یہ بھی ہو کہ مصیبتون اور طاعتون کو دونون کو چھپاوے اور خلق کا واقف ہونا ان دونون پر بُرا جانے

آٹھوان باب مراقبہ اور محاسبہ کے بیان مین مشتمل چھ مقامات پر

رباعی جو کام کرے نفس تو لے اس سے حساب ؛ میدان جزا مین ورنہ پائیگا عذاب ؛ مرنا ہی قیامت ہی ہر ایک کے حق مین ؛ نگرانی نفس چاہیے تجکو شتاب ؛ واضح ہو کہ اللہ تعہ نے ارشاد فرمایا ہو ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفٰی بنا حاسبین اور فرمایا ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یا ویلتنا مال ہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا اور فرمایا یوم یبعثہم اللہ جمیعا فینبئہم بما عملوا احصاہ اللہ ونسوہ واللہ علی کل شیء شہید اور فرمایا یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالہم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور فرمایا ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون اور فرمایا یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بینہا وبینہ امدا بعیدا ویحذرکم اللہ نفسہ اور فرمایا ۔ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ ان آیات کے مضامین سے ان لوگون نے جو بندگان الٰہی سے اہل بصیرت ہین جان لیا کہ اللہ تعالیٰ بندون کی گھات مین لگا ہو اور انسے حساب کا الجھاؤ ہوگا اور ذرہ ذرہ خطرون اور لحظون کی پوچھ پڑیگی اور ٹھان لیا کہ ان خطرون سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ہمیشہ محاسبہ کیا کرین اور خوب نگران اپنے احوال کے رہین ہر ایک سانس اور حرکت کا مطالبہ اپنے نفس سے رکھین اور ہر خطرہ و لحظہ مین اس سے حساب لین اسلیے کہ جو کوئی اپنے نفس سے حساب لیے جانے سے پیشتر محاسبہ کرتا رہیگا اسکا حساب قیامت مین ہلکا ہوگا اور جواب بن پڑیگا اور اسکا رجوع اور انجام وہان اچھا ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ لیگا ہمیشہ پچھتاویگا اور میدان قیامت مین بہت مدت تک کھڑا رہیگا اور اسکی برائیان اسکو رسوائی اور غضب مین مبتلا کرینگی پس جب انکو یہ امر منکشف ہوا تو انھون نے جان لیا کہ ان خرابیون سے نجات کی صورت بدون طاعت الٰہی کے اور کوئی نہین اور اللہ تعہ نے صبر اور نگاہداشت کا حکم فرمایا ہے

جیسا ارشاد فرمایا یاایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا پس انھون نے اپنے نفسون پر یہ نگاہداشت کی کہ اول انسے شرطین کین پھر نگران حال رہے
پھر حساب کیا پھر سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر عتاب کیا غرضکہ ایک نگاہداشت مین انکو چھ مقام حاصل ہوے جن کی شرح اور بیان حقیقت
اور فضیلت اور ان کے اعمال کی تفصیل ضروری ہے اور اصل ان سب کی محاسبہ ہے لیکن ہر ایک حساب بعد آپس کی شرط لگانے اور نگران رہنے کے
ہوا کرتا ہے اور حساب کے بعد اگر ٹوٹا معلوم ہو تو نوبت عتاب اور عقوبت کی پہونچتی ہے اب شرح ہر مقام کی ذکر کرتے ہین پہلا مقام نفس سے آپس مین
شرط کرنے کا۔ جاننا چاہیے کہ جو لوگ تجارت کا معاملہ کرتے ہین اور اسباب تجارت مین شریک ہوتے ہین ان سب کی غرض حساب کے وقت
یہ ہوتی ہے کہ کچھ نفع بچ رہے اور جسطرح کہ تاجر اپنے شریک سے مدد لیتا ہے اور مال اسکو سپرد کرتا ہے کہ تجارت کرے پھر اس سے حساب کیا کرتا ہے اسیطرح
طریق آخرت مین تاجر عقل ہے اور اسکا نفع اور مطلب نفس کا پاک وصاف کرنا ہے کیونکہ فلاح اسکے تزکیہ پر موقوف ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قد افلح
من زکہا وقد خاب من دسہا اور اسکا تزکیہ اعمال صالحہ سے ہوتا ہے اور عقل ایسی تجارت مین نفس سے مدد لیتی ہے یعنی اسکو ایسے
کامون مین لگاتی ہے جنسے اسکا تزکیہ ہو جیسے تاجر اپنے شریک خواہ غلام تجارت پیشہ سے مدد لیا کرتا ہے اور جسطرح کہ شریک سے تاجر فائدے کے
باب مین مدعی نبکر اسبات کا محتاج ہوا کرتا ہے کہ پہلے کچھ شرطین اس سے کرلے پھر اسکا نگران حال رہے پھر حساب سمجھا کرے پھر عقاب یا عتاب
کیا کرے اسیطرح عقل بھی نفس سے ان چار باتون کی محتاج ہے اول تو اس سے شرطین کرلے کہ کچھ وظائف مقرر کردے کہ انکا پابند رہا کرے
اور طریق فلاح اسکو بتلا کر تاکید کردے کہ اسی راستے کو چلے دوم اسکی نگرانی سے ایک لحظہ غافل نہ رہے اسلیے کہ اگر اسکو شتر بے مہار چھوڑ دیگی تو
اس سے بجز خیانت اور راس المال کے تلف کردینے کے اور کچھ نہ دیکھیگی جیسے غلام خائن میدان خالی پاکر اگر مال پر اپنا قابو دیکھتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہے پھر
نگرانی کے بعد اس سے حساب لینا چاہیے اور شروط اور اقرارون کو پورا کرانا چاہیے اسلیے کہ دنیا کی سوداگری جو پیسے دمڑی کے نفع
کی ہوتی ہے اسمین کوڑی کوڑی کا حساب ہوتا ہے اور یہ سوداگری تو وہ ہے جسکا نفع فردوس برین اور انبیا اور شہدا کے ساتھ انتہا مقامات
پر پہونچتا ہے تو اسمین حساب کی رو سے بال کی کھال نکالنی اور نفس پر تنگ گیری کرنی بہت ضرور ہے پھر دنیا کے منافع خواہ لاکھون ہی کے
ہون آخر جاتے رہتے ہین تو ایسی خیر مین جو دوام کم ہو کیا خیر ہے اس سے وہ شر ہی اچھی ہے جو دائمی نہو اسلیے کہ جب وہ جاتی رہیگی تو ہمیشہ کو
خوشی تو ہوگی اور شر تو جاتی ہی رہیگی اور اگر خیر جاتی رہیگی تو خیر کی خیر گئی اور اسکا رنج ہمیشہ کو رہے گا سچ ہے بیت نہایت غم ہی ہم کو
اس خوشی سے ؛ یقین جسکی جدائی کا ہمین ہو ؛ اس صورت مین ہر محتاط پر جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو واجب ہے کہ اپنے
نفس کے حساب لینے سے اور تنگ گیری سے حرکات اور سکنات اور خطرات اور ہر قدم مین غفلت نہ کرے اسلیے کہ عمر انسان مین جو
سانس ہے وہ ایک ایسا جوہر ہے کہ جسکا کچھ عوض نہین اور اس سے ایک خزانہ ایسا مول لیا جا سکتا ہے کہ جسکی دولت ابدالآباد تک تمام نہو
پس ایسی سانسونکا ضائع ہونا یا ایسی باتون مین مصروف ہونا جو موجب ہلاک ہون بڑے نقصان عظیم کی بات ہے کہ کسی عاقل کا نفس
اسکو نہ مانیگا۔ پس جب کوئی بندہ صبح کو اٹھے اور صبح کی نماز پڑھ چکے تو ایک ساعت اپنے دلکو نفس کے شرط کرنے کیلیے فارغ کرے
جیسے کہ تاجر اسباب سپرد کرنے کے وقت اپنے شریک کارندے سے شرائط کرنے کے لیے تنہا بیٹھ جاتا ہے دوسرے شخصون کو اس مجلس مین
نہین آنے دیتا کہ شریک خوب ان شرائط کو سمجھ لے دوسری باتون سے طبیعت منتشر نہو پھر نفس سے یون کہے کہ میرا راس المال یہی عمر ہے جب

ت۱۔ اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلے مین مضبوطی کرو اور لگے رہو ۱۲ ح ت۔ مراد کو پہونچا جسنے اسکو سنوارا اور نامراد ہوا جسنے اسکو خاک مین ملایا ۱۲

یہ فنا ہوجاویگی تو اصل ہی جاتی رہیگی پھر تجارت اور طلب منفعت سے یاس ہوجاویگی اور اس آج کے دن مین اللہ تعہ نے مجکو مہلت دی ہے
اور میری موت مین تاخیر فرمائی ہے اور مجھپر انعام کیا ہے اگر بالفرض مجکو موت دیتا تو مین آخر یہی تمنا کرتا کا ایک روز مجکو دنیا مین بھیجدے کہ مین
عمل نیک کرون تو تو یہی سمجھ لے کہ مرنے کے بعد یہان واپس ہو کر اسی دن کے لیے آیا ہے تو خبردار اس دن کو تلف مت کرنا کہ ہر ایک سانس
ایک جوہر بے مول ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دن رات مین چوبیس گھڑیان ہین اور حدیث مین وارد ہے کہ بندے کے ہر روز و شب مین چوبیس خزانے
ایک قطار مین پھیلائے جاتے ہین ان مین سے ایک خزانہ اسکے لیے کھولدیا جاتا ہے تو اسکو اپنے حسنات کے نور سے پر دیکھتا ہے اور وہ حسنات
ہوتی ہین جو اس گھڑی مین کی تھین اُن نورون کے دیکھنے سے جو بادشاہ جبار کے نزدیک اسکا وسیلہ ہین اسکو وہ فرحت اور سرور اور
بشارت حاصل ہوتی ہے کہ اگر وہ سرور اہل دوزخ پر تقسیم کردیا جاوے تو اتنی خوشی انکے حصے مین آوے کہ اسکے مارے آگ کی تکلیف انکو
کچھ معلوم نہو اور جس گھڑی مین کہ اسنے خداے تعہ کی نافرمانی کی ہے اسکا خزانہ کھولا جاتا ہے تو وہ سیاہ و تاریک ہوتا ہے اسکی بدبو پھیلتی ہے اور
اندھیری اسکو دبا لیتی ہے اس خزانے کے دیکھنے سے اسکو اسطرح کا خوف و وحشت چھاتی ہے کہ وہ وحشت اگر اہل جنت کو بانٹ دیجاوے تو ان کا
آرام و چین منغص[۱] کردے اور ایک اور خزانہ اسکے لیے مفتوح ہوتا ہے کہ وہ خالی ہوتا ہے نہ اسمین خوشی کی خبر ہوتی ہے نہ غم کی یہ وہ ساعت ہوتی ہے جسمین
بندہ سویا ہے یا غافل رہا ہے یا اور مباحات دنیوی مین لگا رہا ہے اس خزانے کے دیکھنے سے وہ حسرت کرتا ہے کہ کیون خالی رہا اور اسکو اسمین ایسا
خسارہ ہوتا ہے جیسے کسی کو بڑی سلطنت اور نفع کثیر کا خسارہ بعد قدرت کے اپنی غفلت سے ہوجاوے تو اس حسرت و غبن کا کیا ٹھکانا ہے اتنی ہی
کافی ہے اسیطرح اسپر اسکی اوقات کے خزانے اسکی زندگی بھر کھولے جایا کرتے ہین تو اپنے نفس کو کہے کہ آج تو ایسی کوشش کر کہ اپنے خزانے کو بھرا ایسا
نہو کہ وہ اس سے خالی رہ جاوین جو موجب تیری سلطنت کا ہے اور سستی اور کاہلی اور آرام طلبی کو کام مین مت لا اور نہ درجات علیین مین سے تجھسے وہ باتین
فوت ہوجاویگی جو دوسرے کو ملیگی اور تجکو سوائے حسرت اور کچھ نہ ملیگا ہمیشہ افسوس کرتا رہیگا اور اگرچہ جنت مین جاویگا مگر غبن اور حسرت کی تکلیف کی برداشت
نہوگی گو آگ کی تکلیف سے کم ہو چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہمنے مانا کہ گناہگار کی خطا معاف ہوجاویگی مگر یہ بھی تو ہے کہ اسکو محسنونکا ساثواب نملیگا اس
قول مین اشارہ افسوس اور حسرت کیطرف ہے اللہ تعہ فرماتا ہے یوم یجمعکم لیوم الجمع ذلک یوم التغابن یہ تو وصیت نفس کو اوقات کے باب مین ہوئی پھر اسکو
نئے سر سے وصیت ساتون اعضا کے باب مین یعنی آنکھ اور کان اور زبان اور شکم اور شرمگاہ اور ہاتھ اور پاؤن مین کرے اور ان اعضا کو اسکے سپرد
کرے کیونکہ یہ اس تجارت مین بمنزلہ نفس کے خادمون کے ہین اور انھین سے اس تجارت کے اعمال بھی تمام ہوتے ہین اور دوزخ کے سات دروازے
ہین ہر دروازے کے لیے ایک جز تقسیم ہوجاویگا اور یہ دروازے اس شخص کے لیے متعین ہونگے جہان اعضا سے خداے تعہ کی نافرمانی کرے پس نفس
کو وصیت کرے کہ انکو خداے تعہ کی نافرمانی سے محفوظ رکھے آنکھ کو غیر محرم کیطرف یا کسی مسلمان کے ستر کیطرف دیکھنے یا اسکو حقارت سے نظر کرنے سے
بچاوے بلکہ ہر ایک فضول سے جسکی حاجت نہو محفوظ رکھے اسلیے کہ اللہ تعہ اپنے بندے سے نظر فضول کی پرسش کریگا جیسے کہ کلام فضول کی پرسش
کریگا پھر جب آنکھ کو ان چیزون کیطرف سے روکنا تو ایسے امور مین لگانا جو تجارت کے ہون اور انمین نفع ملے اور وہ اشیا وہ ہین جنکے واسطے آنکھ پیدا
ہوئی ہے یعنی چشم عبرت سے خداے تعہ کی عجائب صنعتون کو دیکھنا اور اقتدا کرنے کے لیے اعمال خیر پر نظر ڈالنی اور کتاب اللہ اور حدیث رسول کریم کو
دیکھنا اور نصیحت و استفادہ کے لیے کتب حکمت کا مطالعہ کرنا وغیرہ امور خیر سب مفصل کہدے اسیطرح بشرح وار ہر ہر عضو کے باب مین سنادے

[۱] [illegible] منغص [illegible] ۱۲

خصوص زبان اور شکم کے باب مین تاکید زیادہ کردے اسلیے کہ زبان سرشت کی رو سے چلی جاتی ہے اور ہلنے مین اسکو کچھ مشقت نہین معلوم ہوتی مگر اسکی خطائین مثل غیبت اور جھوٹ اور چغلی کے اور اپنے نفس کو صاف بنانا دوسرون کو برا کہنا کھانون کی مذمت کرنی دشمنون پر لعنت اور بددعا کرنی اور کلام مین خصومت کرنی وغیرہ بہت خراب ہین چنانچہ باب آفات زبان مین انکا ذکر ہم کیا ہے پس زبان ان آفات کے درپے رہتی ہے باوجودیکہ پیدا اسواسطے ہوئی ہے کہ ذکر کرے اور لوگون کو نصیحت ذکر کی کرے اور علمی بحث اور تعلیم خداے تعالیٰ کے بندونکو اسکا راستہ بتانے اور آپسمین دو شخصون کے جو بگاڑ ہوا سکے درست کرنے مین مصروف رہے تو نفس سے شرط کرلے کہ دن بھر بجز ذکر کے زبان کو نہ ہلاوے یا ایماندار کی گفتگو ذکر ہی ہوتا ہے اور اسکی نظر عبرت کے لیے ہے اور سکوت فکر کے لیے علاوہ ازین خداے تعالیٰ فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید تو سواے ذکر کے سکوت ہی مناسب ہے اور شکم کو تزو راسبات پر لاوے کہ حرص چھوڑ دے اور حلال روزی سے تھوڑا کھانے کا عادی ہو شبہہ کی چیزون سے احتراز کرے اور شہوات سے اسکو روک کر مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور اپنے نفس پر یہ شرط بھی لگاوے کہ اگر ان باتون مین سے کسی کے خلاف کریگا تو تجکو یہ سزا دونگا کہ شکم کے شہوات سے بالکل روک دونگا تاکہ جتنا اپنی شہوات کے باعث اسنے حاصل کیا ہے اس سے زیادہ جاتا رہے اسیطرح نفس پر سب اعضا کے باب مین شرط کرے سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اور اعضا کے طاعات اور معاصی کچھ خفی بھی نہین کہ جنکے لکھنے کی ضرورت ہو پھر اعضا کے باب مین وصیت کرنے کے بعد نفس کو وصیت ان طاعات کی کرے جو روز و شب مین کئی کئی بار ہوتی ہین پھر نوافل کے باب مین وصیت کرے جن پر نفس قادر ہے اور بہت سے کر سکتا ہے اور ان نوافل کی تفصیل اور کیفیت اور انکے اسباب سے آمادگی کی کیفیت سب مرتب کہدے اور یہ شرطین ایسی ہین کہ انکی حاجت ہر روز ہوا کرتی ہے مگر انسان جب انکا عادی چند روز رہتا ہے اور نفس ان سب شرطون کے پورا کرنے مین تن دیتا ہے تو پھر حاجت شرط کی نہین رہتی اور اگر بعض شروط مین اطاعت کرتا ہے تو نئے سرے سے شرط کرنے کی حاجت باقی ہے اور انسان کا کوئی دن ایسا نہین ہوتا جسمین ایک نئی مہم اور نیا واقعہ نہوتا ہو اور اسکا حکم علیحدہ اور خداے تعالیٰ کا حق اسمین جدا نئے طور کا نہ ہوتا ہو اور یہ بات دنیا کے اعمال مین مشغول ہونے والون کو اکثر ہوجایا کرتی ہے مثلاً حکومت اور تجارت اور تعلیم مین کم کوئی دن ہوتا ہوگا جسمین کوئی نیا معاملہ نہوتا ہو اور اسمین اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی حاجت نہ پڑتی ہو تو اسی لیے نفس سے یہ شرط بھی کرلے کہ ایسے معاملات مین مستقیم رہے اور امر حق کی اطاعت کرے اور نیز بیکار رہنے کے انجام سے نفس کو ڈراوے اور اسکو نصیحت ایسی طرح کرے جیسے بندہ بھاگا ہوا سرکش نصیحت کیا جاتا ہے کیونکہ نفس بھی طبع کی رو سے طاعات سے سرکش اور عبودیت سے منحرف ہونے کو چاہا کرتا ہے مگر وعظ و ادب نیا اسمین تاثیر کرجاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین پس اسطرح کی شرائط نفس سے کرنی مقام اول ہے اور اسکے نگاہداشت کا ہے اور اسکا نام محاسبہ قبل عمل ہے اور محاسبہ کبھی بعد عمل کے ہوتا ہے اور کبھی قبل عمل کے ڈرانے کے لیے کیا کرتے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ اور یہ آئندہ کے لیے ہے اور جو نظر کہ کثرت اور مقدار مین واسطے معرفت زیادتی اور نقصان کے ہوتی ہے اسکو محاسبہ کہا کرتے ہین پس بندہ اگر دن بھر اپنے سامنے کے اعمال پر نظر رکھیگا اس غرض سے کہ انکا حال کم و بیش ہونیکا معلوم ہوجاوے تو یہ امر بھی داخل محاسبہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا اور فرمایا ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ اسکو ڈرانے کے لیے اور آئندہ کو احتراز کرنے پر تنبیہ کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت عبادہ بن صامت رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے استدعاے وصیت اور نصیحت کی کی آپ نے فرمایا کہ جب

توکسی امر کا ارادہ کرے تو اسکا انجام سوچ لے اگر انجام بہتر ہو تو اس کام کو کر اور جو خراب ہو تو اس سے باز رہ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جب تم چاہو کہ عقل تمہارے نفسانی پر غالب رہے تو کسی شہوت کو پورا نہ کرو جبتک انجام کو نہ دیکھ لو اسلیے کہ خواہش کے نہ پورا ہونے کی نسبت کرو دلمین پشیمانی کا رہنا زیادہ برا ہے اور حضرت لقمانؑ کہتے ہین کہ ایماندار جب انجام کو دیکھ لیتا ہے تو ندامت سے بچ رہتا ہے اور شداد بن اوس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ اور دان نفسہ کے معنی یہ ہین کہ حساب لے نفس سے اور یوم الدین حساب کے دن کو کہتے ہین اور کلام مجید مین انا لمدینون کے معنی بھی یہی ہین کہ حساب لیے جاوینگے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ اپنے نفس سے محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ تمسے محاسبہ کیا جاوے اور اسکو وزن کرو پیشتر اس سے کہ وزن کیے جاؤ اور عرض اکبر کے لیے مستعد ہو رہو اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اپنے نفس سے سختی کے حساب سے پیشتر راحت کے وقت مین حساب لو اور حضرت کعب احبارؓ سے پوچھا کہ محاسبے کا حال کتاب اللہ مین تمنے کیسے دیکھا ہے انھون نے عرض کیا کہ اسمین لکھا ہے کہ زمین کے حساب کرنیوالے کو آسمان کے حساب کرنیوالے سے ہلاکی ہے حضرت عمرؓ انپر درہ لیکر اٹھے اور فرمایا کہ بجز اسکے جو اپنے نفس کا حساب لے حضرت کعبؓ نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ استثنا اسکے برابر ہی توریت مین مذکور ہے اور کلمہ بیچ مین نہین اور اس سب مین اشارہ آیندہ کے محاسبے کے لیے ہے اسواسطے کہ فرمایا ہے من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت اسکے یہ معنی ہین کہ امور کو اول وزن کرکے اور خوب تامل اور تدبر ان مین کرکے پھر انکے کرنے پر جرأت کرے دوسرا مقام مراقبے کا باب مین جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کرے اور اسپر شرائط مندرجۂ بالا کردے تو پھر یہ بات چاہیے کہ جب وہ اعمال مین داخل ہو تو اسکا ملاحظہ کیا کرے کیونکہ اگر نفس کو چھوڑ دیا جاویگا تو خراب اور سرکش ہو جاویگا پس اول ہم فضیلت مراقبے کی بیان کرتے ہین پھر اسکے درجات ذکر کرینگے

بیان اول فضیلت مراقبے مین۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو احوال احسان کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسکو دیکھتے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت اسطرح کرو گویا تم اسکو دیکھتے ہو پس اگر یہ بات نہ ہو کہ تم اسکو دیکھتے ہو تو یہ تو ہو کہ وہ تم کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے افمن ہو قائم علی کل نفس بما کسبت اور فرمایا الم یعلم بان اللہ یری اور فرمایا ان اللہ کان علیکم رقیبا اور فرمایا والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون والذین ہم بشہاداتہم قائمون اور حضرت ابن مبارکؒ نے ایک شخص کو فرمایا کہ راقب اللہ اسنے اسکے معنے پوچھے آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ ایسی طرح رہو کہ گویا خدائے تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور عبدالواحد بن زید فرماتے ہین کہ جب میرا آقا مجھکو دیکھتا ہے تو مین دوسرے کی پروا نہین کرتا اور ابو عثمان مغربی فرماتے ہین کہ جو چیزین آدمی راہ سلوک مین اپنے نفس پر لازم کرتا ہے ان سب مین بہتر محاسبہ اور مراقبہ اور اپنے علم سے اپنے عمل کی سیاست ہے اور ابن عطاؒ فرماتے ہین کہ سب سے بہتر طاعت ہمیشہ مراقبہ حق کا ہے اور جریریؒ کا قول ہے کہ ہمارا یہ امر دو اصل پر مبنی ہے ایک یہ کہ اپنے نفس پر خدائے عزوجل کا مراقبہ لازم کرے دوسرے یہ کہ علم تیرے ظاہر اعمال پر قائم ہو اور ابو عثمانؒ کہتے ہین کہ مجھ سے حضرت ابو حفصؒ نے فرمایا کہ جب تو لوگون مین بیٹھے تو اپنے نفس اور قلب کا واعظ رہ ایسا نہو ان کے پاس ہونیسے تو مغالطہ کھاوے کہ وہ لوگ تیرے ظاہر کو دیکھتے ہین اور خدائے تعالیٰ باطن کو۔ اور منقول ہے کہ کسی بزرگ کا ایک شاگرد جوان تھا کہ اسکی تعظیم وہ بہت کرتے اور اسکو اورون پر مقدم کرتے انکے اور مریدون نے عرض کیا کہ آپ اسکی تعظیم کرتے ہین حالانکہ وہ جوان ہے اور ہم بوڑھے ہین انھون نے چند پرند منگائے اور ایک ایک مرید کو

ایک جانور اور ایک چھری دی اور کہا کہ اسکو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور اس جوان کو بھی یہی کہا تو سب مریدانے اپنا پرندہ ذبح کر لائے اور وہ شخص زندہ ہی ہٹالایا شیخ نے پوچھا کہ تونے اپنے ساتھیونکے موافق ذبح کیون نہ کیا اسنے کہا کہ مجکو ایسی جگہ کوئی نہ ملی جہان کوئی نہ دیکھے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مجکو دیکھتا تھا سب مریدونے اسکے اس مراقبے کو پسند کیا اور اسکی فضیلت کے مقر ہوے۔ اور روایت ہے کہ جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تنہا ہوئی تو اٹھکر ایک بت کا منھ ڈھانک دیا حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھلا تو تو ایک پتھر کے دیکھنے سے حیا کرتی ہے مجھے کیا ہوا ہے کہ بادشاہ جبار کے دیکھنے سے شرم نہ کرون اور ایک جوان کے حال مین لکھا ہے کہ اسنے کسی لونڈی سے مباشرت چاہی اسنے کہا کہ تجکو حیا نہین آتی جوان نے کہا کہ مین کس سے حیا کرون ہمکو ستارونکے سوا اور کون دیکھتا ہے اسنے جواب دیا کہ پھر ستارون والا کہان گیا وہ بھی تو دیکھتا ہے۔ اور ایک شخص نے حضرت جنید سے پوچھا کہ آنکھ بند کرنے پر مین کس چیز سے مدد لون آپ نے فرمایا کہ یہ جانا کر کہ جس چیز کیطرف تو دیکھتا ہے تیری نگاہ اسپر پیچھے پہونچتی ہے اور ناظر حقیقی کی نگاہ تجھپر اول پہونچتی ہے اور یہ بھی آپ کا قول ہے کہ مراقبے مین پکا وہی ہوتا ہے جسکو خوف ہو کہ میرا حظ پروردگار سے جاتا رہیگا اور حضرت مالک بن دینار رحمہ نے فرمایا کہ جنات عدن جنات فردوس مین سے ہین اور اسکی عورتین جنت کے گلاب سے بنی ہین کسی نے پوچھا کہ ان جنتون مین کون رہے گا آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنات عدن مین وہ لوگ رہینگے کہ جب قصد معاصی کا کرین تو میری عظمت یاد کرین اور میرا لحاظ کرین اور وہ لوگ کہ جنکی کمرین میرے خوف کے مارے جھک گئی ہین قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ مین اہل زمین پر عذاب کا قصد کرتا ہون مگر جب اپنے خوف سے بھوک پیاس والون کیطرف دیکھتا ہون تو انسے عذاب ہٹا لیتا ہون اور محاسبی سے جو مراقبے کا حال پوچھا تو فرمایا کہ اسکا شروع یہ ہے کہ دل کو علم قرب پروردگار کا ہو اور مرتعش کا قول ہے کہ مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور ہر کلمہ پر غیب کے ملاحظے کے واسطے باطن کی رعایت رکھے اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتون سے ارشاد فرمایا کہ تم ظاہر پر مقرر ہو اور مین باطن کو دیکھتا ہون۔ اور محمد بن علی ترمذی فرماتے ہین کہ اپنا مراقبہ ایسے شخص کے لیے کر جسکی نظر سے تو غائب نہو اور شکر ایسے کا کر جسکی نعمتین تجھ سے منقطع نہون اور طاعت ایسے کی کر جس سے تو مستغنی نہین اور خضوع اس شخص کے لیے کر جسکے ملک اور سلطنت سے تو نہ نکلے اور حضرت سہل فرماتے ہین کہ بندے کے دل کو فضل اور شرف اتنا اور کسی چیز سے حاصل نہین ہوتا جتنا اسبات سے ہوتا ہے کہ یون جانے کہ جہان مین ہونگا خدا تعالیٰ میرا شاہد رہیگا۔ اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ کے کیا معنی ہین انھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی کہ رضا اسکی ہوگی جسنے خدا تعالیٰ کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور معاد کے لیے توشہ حاصل کیا اور حضرت ذوالنون سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت کو پہونچتا ہے انھوننے فرمایا کہ پانچ باتون سے ایک استقامت جسمین کجی نہو دوسرے اجتہاد جسمین سہو نہو تیسرے ظاہر و باطن مین خدا تعالیٰ کا مراقبہ چوتھے موت کی انتظاری اور اسکی تیاری پانچوین نفس کا حساب لینا پہلے اس سے کہ اس سے حساب لیا جائے اور مراقبے کے باب مین کسی نے شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار اگر کسی روز تو تنہا ہو نہ کہ تنہا ہون: بلکہ خالق ہے ترے حال کا ہر دم نگران: جان مت اسکو کہ اک دم کو ہو تجھ سے غافل: اور جو بات چھپا رکھے اس سے نہان: دیکھ تو کیسی چلی آتی ہے کل آج کے بعد: آجکل ہی مین فنا ہوتی ہے عمر انسان: اور حمید طویل نے سلیمان بن علی سے کہا کہ مجکو کچھ نصیحت کرو انھونے فرمایا کہ جب

ت۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ ملتا ہے اسکو جو ڈرا اپنے رب سے ۱۲ ع یعنے میرے خوف سے بھوک کے پیاسے رہتے ہین جب مین انکو دیکھتا ہون الخ ۱۲

تم گناہ کرتے ہو تو دو حال سے خالی نہین یا یہ گمان کرتے ہو کہ خداے تعالیٰ تمکو دیکھتا ہو تب تو تم بڑی ہی جرأت کرتے ہو اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ نہین دیکھتا تو کافر ہوا اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ مراقبہ ایسے شخص کا اپنے اوپر لازم کرو جس سے کوئی خفیہ امر پوشیدہ نہین اور توقع ایسی بات سے رکھو جو وفا کی مالک ہو اور خوف ایسے شخص سے رکھو جو عقوبت کا مالک ہو اور فرقد سنجی کہتے ہین کہ منافق تاکتا رہتا ہو جب کسی کو نہین دیکھتا تو برائی کی راہ مین داخل ہو جاتا ہو مگر صرف لوگون کو تاکتا ہو خداے تعالیٰ کا لحاظ نہین کرتا اور عبداللہ بن دینار فرماتے ہین کہ مین حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب مین کسی جگہ اترے آپکے پاس ایک چرواہا پہاڑ سے آیا آپ نے اسسے فرمایا کہ ان بکریون مین سے ایک میرے ہاتھ بیچ ڈال اسنے عرض کیا کہ مین غلام ہون مجکو اختیار فروخت نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا اسنے عرض کیا کہ پھر خدا کو کیا کہون وہ تو دیکھتا ہے حضرت عمرؓ رو دئیے پھر آپ اس کے ساتھ ہوے اور اسکے آقا سے اسکو خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا کہ اس بات نے تجکو آزاد کرا دیا اور مجکو توقع ہو کہ خدا آخرت مین بھی تجکو آزاد کرے

دوسرا بیان مراقبے کی حقیقت اور اسکے درجات مین واضح ہو کہ مراقبے کی حقیقت یہ ہو کہ رقیب کا لحاظ کرنا اور اپنی توجہ کا اسکی طرف پھیرنا یعنی اگر کوئی شخص غیر کے باعث سے کسی بات سے احتراز کرے تو کہا کرتے ہین کہ یہ فلانے کا لحاظ کرتا ہے اور اہل تصوف کی مراد مراقبے سے وہ حالت قلبی ہو جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہو اور اس حالت سے کچھ اعمال اعضا مین اور کچھ دل مین پیدا ہوا کرتے ہین پس حالت تو یہ ہو کہ قلب کا رقیب کو تاکتے رہنا اور اسی کیطرف مشغول اور ملتفت رہنا اور اسکو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہو وہ یہ ہو کہ خداے تعالیٰ کو عالم دل کی باتون اور باطن کے احوال کا جاننا اور بندے کے اعمال پر اسکو رقیب سمجھنا اور سب نفوس کے کسب پر واقف جاننا اور یہ کہ قلب کا بھید اسکے سامنے ایسا عیان ہو جیسے پوست ظاہری انسان کا خلق پر عیان ہے بلکہ اس سے بھی زائد پس یہ معرفت جب یقینی ہو جاتی ہو یعنی شک سے خالی ہوتی ہو اور پھر دل پر غالب ہو کر اسکو دبا لیتی ہو تو قلب کو پاسداری رقیب کیطرف لیجاتی ہو اور اسکی ہمت کو رقیب کیطرف پھیر دیتی ہو اور اسمین کچھ تعجب کی بات نہین کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین تو ہو مگر اس پر وہ غالب نہو جیسے موت کا علم کہ اسمین شک تو نہین مگر دل پر اسکا غلبہ نہین ہوتا بہرحال جو لوگ اس معرفت کے یقین کرنے والے ہین وہ مقرب ہین اور انکی دو قسمین ہین ایک تو صدیق اور دوسرے اصحاب یمین اسی لیے انکا مراقبہ بھی دو طرح کا ہو اول درجہ مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کیلیے ہوتا ہو اسکی کیفیت یہ ہو کہ دل اس جلال کے ملاحظے مین ڈوب جاتا ہو اور اسکی ہیبت سے شکستہ ہو جاتا ہو پھر اسمین گنجائش دوسرے کیطرف التفات کی نہین رہتی اور اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل مین ہم زیادہ نظر نہین کرتے اسلیے کہ اسکے اعمال صرف دل ہی پر منحصر رہتے ہین اور اعضاے ظاہری تو مباحات کیطرف بھی التفات نہین کرتے ممنوعات کا تو کیا ذکر ہو اور جب طاعات کے لیے حرکت کرتے ہین تو ایسے ہوتے ہین کہ گویا انھین مین منجے ہوے ہین اسی لیے انکی حفاظت کے باب مین اور درست رکھنے مین کچھ حاجت تدبیر اور توقف کی نہین بلکہ جو شخص کہ بالکل راعی کا مالک ہو وہ رعیت کو آپ درست کر دیتا ہو اور یہان دل راعی ہو اور اعضا اسکی رعیت تو جب دل مستغرق معبود مین ہوگا تو اعضا بے تکلف راستی اور درستی ہی پر چلینگے اور ایسا وہ شخص ہوتا ہو جسکو ایک ہی فکر ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو سب فکرون سے بچا دیا ہو اور جو شخص اس درجے پر پہنچ جاتا ہو وہ کبھی خلق سے اتنا غافل ہوتا ہو کہ جو شخص اسکے پاس آوے اسکی بھی خبر اسکو نہین ہوتی اور باوجود آنکھین کھلی ہونے کے اسکو نہین دیکھتا

اور اگر کچھ اس سے کہا جاوے تو باوجود بہرا نہونے کے نہین سنتا اور کبھی اسکا بیٹا پاس کو چلا جاتا ہے اور اس سے کلام نہین کرتا چنانچہ ایسا بعض اکابر کے واسطے ہو جاتا تھا انپر جو کسی نے اسباب مین عتاب کیا تو اس سے کہا کہ جب تو میرے پاس کو نکلے تو مجھے ہلا دینا اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو اسلیے کہ ایسی بات کی نظیر ان دلون مین پاؤگے جو بادشاہان زمین کی تعظیم کرتے ہین یہانتک کہ بادشاہی خادم کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انپر کچھ ہو جاوے خبر نہین ہوتی اسلیے کہ بادشاہی مجلس مین بادشاہون کی تعظیم مین ڈوبے رہتے ہین اور انپر کیا موقوف ہے کبھی آدمی کا دل کسی دنیاوی ادنے کام مین اگر مشغول ہوتا ہے تو اسمین ایسا فکر مین ڈوب جاتا ہے کہ اگر کہین کو جاتا ہے تو جس جگہ جانا منظور تھا وہانسے آگے نکلجاتا ہے اور جس کام کے لیے اٹھا تھا وہ بھولجاتا ہے۔ عبدالواحد بن زید سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس زمانے مین کبھی کوئی ایسا شخص جانتے ہین جو اپنے حال مین مشغول ہو کر خلق سے بیخبر ہو آپ نے فرمایا کہ مین ایسا صرف ایک شخص کو جانتا ہون جو ابھی تمہارے پاس آویگا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عتبہ غلام داخل ہوے آپ نے انسے پوچھا کہ تم کہان سے آئے ہو انھون نے کسی جگہ کا نام لیا ایسا کہ اسکا راستہ بازار مین تھا آپ نے پوچھا کہ راستے مین تمسے کون ملا تھا انھون نے کہا کہ مین نے تو کسی کو نہین دیکھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حال مین لکھا ہے کہ آپ چلے جاتے تھے ایک عورت کے جو دھکا لگا تو وہ منھ کے بل گر گئی لوگون نے کہا کہ آپ نے اسکو دھکا کیون دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو دیوار کے سوا اور کچھ نہین معلوم ہوتا تھا اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین ایک جماعت پر گذرا کہ وہ تیراندازی کرتے تھے اور ایک شخص انسے فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا مین اسکی طرف کو بڑھ گیا اور چاہا کہ کچھ گفتگو کرون اسنے کہا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر خوشگوار زیادہ ہے مین نے پوچھا کہ آپ تنہا ہین اسنے کہا کہ میرے ساتھ میرا پروردگار اور دو فرشتے ہین مین نے پوچھا کہ ان لوگون مین سے بڑھا ہوا کون ہے اسنے کہا کہ جسکو خدا تعالےٰ بخشدے مین نے پوچھا کہ راستہ کہان ہے اسنے اشارہ آسمان کیطرف کیا اور اٹھ کر یہ کہتا ہوا چلدیا کہ تیری اکثر مخلوق تجھسے غافل ہے تو یہ گفتگو ایسے ہی شخص کی ہے جو خدا تعالیٰ کے مشاہدے مین اتنا ڈوبا ہو کہ جو کچھ کہے وہ بھی اسیکا ذکر ہو جو سنے تو اسی کے باب مین سنے ایسے شخص کو احتیاج اپنی زبان اور اعضا کے مراقبے اور نگرانی کی نہین اسلیے کہ وہ بدون اسحالت کے جسمین وہ ہے اور کسی چیز مین حرکت ہی نہین کرتے اور حضرت شبلیؒ حضرت ابوالحسین نوریؒ کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک گوشے مین چپ چاپ جمعی سے بیٹھے ہین کوئی چیز ظاہر مین حرکت نہین کرتی حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ تمنے یہ مراقبہ اور سکون کہان سے سیکھا انھون نے فرمایا کہ ہمارے یہان ایک بلی تھی جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلون کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا بال تک نہین ہلاتی تھی اس سے مین نے یہ طریق سیکھا ہے - اور ابوعبداللہ ابن خفیف کہتے ہین کہ مین نے ابوعلی رودباری کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ کو جانیکا قصد کیا مجھے عیسیٰ بن یونس مصری نے جو زاہد کرکے معروف تھے کہا کہ موضع صور مین ایک جوان اور ایک بڈھے مراقبے کے حال پر ایک جا بیٹھے ہین اگر تم انکو ایک نظر دیکھ لو غالباً تمکو نفع ہوگا یہ سنکر مین صور مین بھوکا پیاسا داخل ہوا میری کمر مین ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے مین مسجد مین جو گیا تو دو شخصون کو دیکھا کہ قبلہ رخ بیٹھے ہوے ہین مین نے سلام کیا انھون نے جواب نہ دیا پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سنا مین نے انکو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دین جوان نے اپنی گدڑی سے سر اٹھایا اور میری طرف دیکھکر کہا کہ اے خفیف کے لڑکے دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی مین سے بھی تھوڑی ہی رہی ہے تو اس تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کرلے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہے کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی پھر میری طرف دیکھا میری بھوک پیاس سب

جاتی رہی اور ہمہ تن مجکو انھون نے لے لیا پھر جوان نے اپنا سر جھکا لیا مین اُن دونون کے پاس یہانتک رہا کہ ظہر اور عصر وہین پڑھی جب عصر پڑھ چکے تو مین نے کہا کہ مجکو نصیحت کرو اُس جوان نے میری طرف سر اٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت والے ہین ہمکو زبان نصیحت نہین مین انکے پاس تین دن رہا کہ نہ کھایا نہ پیا نہ سویا اور ان دونون نے بھی خواب خورش کچھ نہ کی اسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین اُنکو قسم دون کہ مجکو کچھ نصیحت کرین شاید مجکو ان کی نصیحت مفید ہو پس جوان نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت لازم رکھنا جسکے دیکھنے سے تجکو خداے تعہ یاد آوے اور اسکی ہیبت تیرے دل پر پڑے وہ تجکو زبان فعل سے نصیحت کرے زبان قول سے کچھ نہ کہے والسلام اب آپ تشریف لیجاوین پس جن لوگون کے دلپر تعظیم اور اجلال غالب ہوتی ہو انکے مراقبے کا حال ایسا ہوا کرتا ہو کہ انمین گنجایش اور چیز کی باقی ہی نہین رہتی۔ **دوسرا درجہ** اصحاب یمین مین سے پرہیزگارون کا ہو وہ وہ لوگ ہین کہ انکے دلون پر یہ بات تو یقیناً غالب ہو کہ خداے تعہ ہمارے ظاہر و باطن پر مطلع ہو مگر ملاحظہ جلال نے انکو مدہوش نہین کیا بلکہ انکے دل حد اعتدال پر باقی رہے اور انمین گنجایش اسبات کی بھی رہی کہ احوال اور اعمال پر التفات کرین مگر باوجود مواظبت اعمال کے مراقبہ سے جدا نہین رہے ہان انپر خداے تعہ سے حیا کا غلبہ ہو اسی لیے اگر کسی کام کی جرأت کرتے ہین تو توقف اور تامل کے ساتھ اور اگر رکھتے ہین تو تامل کے ساتھ اور جس بات سے کہ قیامت مین رسوائی ہو اسکے گرد نہین پھرتے اسلیے کہ وہ دنیا ہی مین خداے تعہ کو اپنے اوپر مطلع جانتے ہین تو قیامت کے انتظار کی کیا حاجت ہو اور ان دونون درجون کے اختلاف کا حال مشاہدات سے معلوم ہو سکتا ہو مثلاً اگر کوئی شخص خلوت مین کوئی کام کرتا ہو اور اسکے پاس لڑکا یا کوئی عورت آجاوے اور اُسکو معلوم ہو جاوے کہ میرے کام کی اطلاع اسکو ہو گئی تو وہ اس سے حیا کرنے لگیگا اور اچھی طرح بیٹھ جاویگا اور ظاہر ہو کہ لڑکے اور عورت کی تعظیم کے باعث درستی نشست و برخاست کی نہین کرتا بلکہ حیا کے باعث کرتا ہو اسلیے کہ انکا مشاہدہ اگرچہ مدہوش و مستغرق نہین کرتا مگر حیا البتہ جوش مین آتی ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہو کہ کوئی بادشاہ یا دوسرا بزرگ اسکے پاس آجاتا ہو تو اسکی تعظیم اتنا مستغرق کر دیتی ہو کہ تمام کامون کو چھڑو دیتا ہے اور یہ چھوڑنا حیا کے باعث نہین ہوتا بلکہ تعظیم کی جہت سے ہوتا ہو اسیطرح بندون کے مرتبے خداے تعہ کے مراقبے مین مختلف ہوا کرتے ہین اور جو شخص اس درجے مین ہوتا ہو وہ اسبات کا محتاج ہو کہ اپنے سب حرکات اور سکنات اور خطرات ولحظات اور سب اختیارات کو نگران رہے اور ان اشیا مین دو نظرین ہونی چاہئین ایک عمل سے پہلے اور ایک عین عمل کے اندر پہلے عمل کے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو مجکو ظاہر ہوا ہو اور جسکے واسطے میری خاطر نے حرکت کی ہو وہ امر خاص خداے تعہ کے واسطے ہو یا وہ ہواے نفس یا اتباع شیطان مین سے ہی جبتک یہ امر منکشف نہو تب تک اس فعل کی مبادرت نکرے بلکہ ٹھہرا رہے پس جب نور الٰہی سے معلوم ہو جاوے کہ یہ امر خاص خداے تعہ کے واسطے ہو تو اسکو کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ امر غیر اللہ کے واسطے ہو تو اُس سے باز رہے اور خداے تعہ سے شرم کرے پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ اسکی رغبت اور میل اور قصد کیون کیا اور اسکو اُسکے فعل کی بدی سمجھاوے کہ تو اپنی رسوائی مین سعی کرتا ہو اور اپنا دشمن ہو اگر خداے تعہ اپنی عصمت سے تلافی نفرماوے تو تیرا کہین ٹھکانا نہ لگے اور ابتداے امور مین یہ توقف ظاہر ہونے تک واجب و لازم ہو کسی کو اس سے مفر نہین اور حدیث مین ہے کہ بندے کے لیے ہر حرکت مین گو ذرا سی ہی کیون نہو تین دفتر کھولے جاوینگے پہلے مین یہ ہوگا کہ یہ کام کیون کیا دوسرے مین ہوگا کہ کسطرح کیا تیسرے مین ہوگا کہ کسکے لیے کیا یعنی اول سوال ہوگا کہ تونے جو یہ کام کیا تو اس نظر سے کہ اپنے آقا کے لیے کرنا چاہیے یا صرف اپنی شہوت کے میل سے اسکی رغبت کی پس اگر اس سوال سے بچ گیا یعنی خداے تعہ

ہی کے واسطے اسی کام کا کرنا ضرور تھا تو دوسرا سوال ہو گا کہ یہ کام کسطرح کیا ہر عمل مین خدائے تعالیٰ کے لیے شرط اور حکم جسکی مقدار اور وقت اور صفت بدون علم کے معلوم نہین ہوتی تو اس سے کہا جاوے گا کہ تو نے یہ کام علم یقینی سے کیا یا جہل اور گمان سے پھر اگر اس سوال سے بھی بچ گیا تو تیسرا سوال ہو گا کہ کسکے لیے عمل کیا یعنی بازپرس اخلاص کی ہو گی کہ خاص رضائے الٰہی کے لیے کیا ہے اور لا الٰہ الا اللہ کو نباہا ہے تب تو تیرا اجر خدائے تعالیٰ پر ہے اور اگر اپنے جی سے مخلوق کے دکھلانے کو کیا ہے تو اسی سے جا کر اپنا اجر لے اور اگر اسواسطے کیا ہے کہ کچھ دنیا اسکے باعث ملجاوے تو وہ ہم تجکو دے ہی چکے ہین اور اگر سہو و غفلت کے ساتھ کیا ہے تو ثواب بھی جاتا رہا اور عمل بیکار اور سعی برباد ہو گئی اور اگر میرے غیر کے واسطے کیا ہے تو مستحق میرے عذاب اور غصے کا ہوا اسلیے کہ تو میرا بندہ تھا اور میرا ہی رزق کھاتا تھا میری نعمتون مین چین اڑاتا تھا پھر دوسرے کیلیے عمل کیا معنی کیا تو نے میرا قول نہین سنا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم اور ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ تیرا برا ہو کیا تو نے نہین سنا کہ مین فرماتا ہون الا للہ الدین الخالص پس جب بندہ جانتا ہے کہ میرے پیچھے اتنے مطالبات اور جھڑکیان لگینگی تو وہ اپنے نفس کا مطالبہ اس بڑے مطالبے سے پہلے ہی کرنے لگتا ہے اور سوال کے جواب کی تیاری کر رکھتا ہے مگر جواب کا باصواب ہونا چاہیے پس اگر کوئی کام شروع سے ہی کرے خواہ دوبارہ کرے دونون صورتون مین تامل کے بعد کرے اگر پلک یا انگلی ہلاوے وہ بھی بعد تامل کے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا تھا کہ آدمی اپنی آنکھو نکے سرمے اور گارا توڑنے اور اپنے بھائی کا کپڑا اچھونے پر بھی پوچھا جاویگا اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ پہلے اکابر کا دستور تھا کہ اگر کچھ صدقہ کیا چاہتے تو تامل اور توقف کرتے اور اگر معلوم ہو جاتا کہ خدا کے واسطے ہے تو دیتے اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ خدائے تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو اپنے قصد کے وقت ٹھہر جاوے پھر اگر خدائے تعالیٰ کے واسطے وہ مقصد ہو تو اسکو پورا کرے اور اگر اسکے سوا کسی اور کے لیے ہو تو تاخیر کرے اور حدیث سعدؓ مین مذکور ہے کہ جب انکو سلمان فارسیؓ نے وصیت کی تو فرمایا کہ اپنے قصد کیوقت خدائے تعالیٰ سے خوف کیا کر جب کبھی (یعنی بازو یم ۱۲) قصد کرے۔ اور محمد بن علی فرماتے ہین کہ ایماندار توقف کرنے والا اور تامل کرنے والا ہوتا ہے کہ اپنے قصد کے وقت توقف کیا کرتا ہے ایسا نہین ہوتا جیسا رات کو لکڑیان جمع کرنے والا یعنی وہ جلد مین خاک بلا سب اٹھا لیتا ہے ایماندار ایسا نہین ہوتا اس مراقبے مین یہ اول نظر کا حال ہے اور اس سے بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ آدمی کو علم متین حاصل ہو اور اسرار اعمال اور نفس کی غورین اور شیطان کے مکر پر معرفت حقیقی موجود ہو پس جبتک کہ اپنے نفس اور رب اور اپنے دشمن ابلیس کو نہ جانیگا اور یہ نہ پہچانیگا کہ ہوائے نفس کے موافق کیا چیز ہے اور اسمین اور اس چیز مین جسکو خدائے تعالیٰ محبوب اور پسند کرتا ہے یعنی اسکی نیت اور قصد اور فکر اور حرکت و سکون مین سے کون سی خدائے تعالیٰ کے پسند ہے اور کونسی موافق ہوائے نفس کے ہے اسمین تمیز نہ کریگا تب تک سلامت اس مراقبے مین نہ رہیگا بلکہ اکثر لوگ ایسے امور مین جو خدائے تعالیٰ کو برے معلوم ہون مرتکب جہالت کے ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم اچھے کام کرتے ہین۔ اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ جس چیز کو جاہل سیکھ سکتا ہے اسمین اسکا عذر جہالت پذیرا ہو بلکہ علم کا طلب کرنا سب مسلمانون پر فرض ہے اور اسی جہت سے عالم کی دو رکعتین جاہل کی ہزار رکعتون سے افضل ہوتی ہین کیونکہ وہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکرون اور اسکے مغالطہ دینے کے موقع سے واقف ہوتا ہے اور ان سب کو نیست کر دیتا ہے اور جاہل اسکو جانتا ہی نہین تو اس سے احتراز کیسے کرے گا

ان جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا بندے ہین تم جیسے ۱۲ ف

بیشک جنکو پوجتے ہو اللہ کے سوا مالک نہین تمہاری روزی کے سو تم ڈھونڈھو اللہ کے ہان روزی اور اسکی بندگی کرو اور اسکا حق مانو ۱۲

سن رکھو اللہ ہی کے لیے ہے بندگی خالص ۱۲ ف

اس سے پہلے باب ۱۲

ابن ابی الدنیا ۱۲ و حاکم موقوفاً ۱۲

بلکہ وہ ہمیشہ مشقت بھرا کریگا اور شیطان اُس سے خوش اور شادان رہیگا جہل و غفلت سے خدا بچاوے تمام بدبختی اور خسارے کی جڑ یہی ہو پس اللہ تعالی کا حکم ہر بندے پر یہی ہو کہ جب کام کے واسطے قصد کرے اور اعضا سے اسکے لیے سعی کرے تو اپنے نفس کا نگران رہے اور فعل کے کرنے مین جلدی نہ کرے یہان تک کہ نور علم سے ثابت ہو جاوے کہ یہ فعل خدا ہی کیواسطے ہو پس اسکا مباشر ہو اور اگر ہوائے نفس کے لیے ہو تو اُس سے باز رہے اور دل کو اس مین فکر کرنے سے اور قصد کرنے سے جھڑک دے کیونکہ باطل امر مین اگر اول ہی خطرہ کو دفع نہ کیا جاوے گا تو موجب رغبت ہو گا اور رغبت سے قصد پیدا ہو گا اور پھر وہ قصد پک جاویگا اور اسکے بعد فعل کا موجب ہو گا اور فعل موجب تباہی اور غضب الٰہی کا ہو گا اسلیے چاہیے کہ شر کے مادے کی بیخ کنی اول ہی سے کیجاوے یعنی خطرۂ اول ہی کو دفع کرنا چاہیے اسلیے کہ اور خیر ین تو اسکی تابع ہین اور جب بندے پر یہ بات مشتبہ ہو جاوے اور منکشف نہو تو اسبات مین نور علم سے فکر کرے اور خدائے تعالی سے پناہ مانگے کہ بواسطہ ہوائے نفس کے شیطان کے جال مین نہ آ جاوے اور اگر اپنی کوشش اور فکر سے کچھ نہ بن پڑے تو علمائے دین کے نور سے اقتباس کرے مگر ایسے علما کے پاس نہ جاوے جو گمراہ کرنے والے اور دنیا پر متوجہ ہونے والے ہین بلکہ انسے ایسا بھاگے جیسا شیطان سے بھاگے چنانچہ خدائے تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ میرے باب مین اس عالم سے سوال مت کر جسکو محبت دنیا نے بدمست کر رکھا ہو وہ تجکو میری محبت سے علٰحدہ کر دیگا ایسے لوگ میرے بندونکے راہزن ہین پس جو دل کہ دنیا کی محبت اور کثرت طمع کے باعث چوپٹ اندھیرے ہین وہ خدائے تعالی کے نور سے محجوب ہین اسلیے کہ چشمہ دونون نور کا حضرت ربوبیت ہو پس جو شخص کہ اس سے لشت پھیر لیگا اسکو نور کسطرح ہو گا اور جو شخص کہ خدائے تعالی کے دشمن پر متوجہ ہو گا اور جسسے خدائے تعالی کو بغض اور غضب ہے یعنی شہوات دنیا سے عشق پیدا کریگا تو اسکو وہ تجلی کب ملیگی۔ پس ہمت مرید اول اسی باب مین مصروف ہونی چاہیے کہ علم اچھی طرح سیکھے اور عالم ایسا تلاش کرے کہ جو دنیا سے روگردان یا اسکی کم رغبت رکھنے والا ہو بشرطیکہ بالکل روگردان عالم نہ ملے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی شبہات کے آنے کیوقت چشم بینا کو پسند کرتا ہو اور ہجوم شہوات کیوقت عقل کامل کو محبوب جانتا ہو دونون باتون کو آپ نے تبع فرما دیا کہ واقع مین یہی دونون ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہین تو جس شخص کو عقل ایسی ہو کہ شہوات سے نہ روکے اس کو آنکھ پرکھنے والی شبہات کی بھی نہو گی اور اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من قارف ذنبا فارقہ عقل لا یعود الیہ ابدا پس آدمی کی عقل ضعیف ہی کتنی ہو جسکو گناہ کرنے سے قصد کھو دینے کا ڈر ہے اور آفات اعمال کی معرفت اس زمانے مین بالکل جاتی رہی ہو اسلیے کہ سب آدمیون نے یہ علوم مفیدہ تو چھوڑ دیے اور جو خصومات کہ لوگون مین باعث شہوات برپا ہوتے ہین انکے درمیان پڑنے مین مشغول ہو کر اسکا نام فقہ رکھا اور علم جو دین کا فقہ تھا اسکو علوم سے خارج کر دیا اور صرف فقہ دنیا ہی کے واسطے ہو گئی جس سے صرف دفع کرنا شغلون کا دلون سے منظور تھا کہ فقہ دینی کے لیے فارغ ہو جاوین اور وجہ فقہ دنیا کی علم دین مین ہونے کی بھی یہی تھی کہ یہ فقہ ذریعۂ فقہ دین کا تھا مگر لوگون نے معاملہ برعکس کر دیا اور حدیث شریف مین ہو کہ تم لوگ آج ایسے زمانے مین ہو کہ تم مین سے بہتر وہ ہو جو عمل کیطرف سبقت کرے اور ایک وقت تمپر عنقریب آویگا کہ اسمین تم مین سے بہتر وہ ہو گا جو توقف کرے اور اسی جہت سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے اہل عراق اور اہل شام سے لڑنے مین توقف کیا کہ انپر امر مشتبہ ہو گیا حضرت سعد ابی وقاص اور عبد اللہ بن عمر اور اسامہ اور محمد بن مسلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم انھین لوگون مین سے تھے جنھون نے توقف کیا تھا پس جو شخص اشتباہ کے

وقت توقف نہ کرے وہ اپنی خواہش کا پیرو اور خود راے اور ان لوگون مین سے ہوگا جنکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاذا رایت شحا مطاعا وھوی متبعا واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بخاصۃ نفسک اور جو شخص کسی شبہے مین بدون تحقیق خوض کرتا ہے وہ اس آیت کے خلاف کرتا ہی ولا تقف ما لیس لک بہ علم اور اس حدیث کے بھی ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اور ظن سے مراد اس حدیث مین ظن بدون دلیل کے ہی جیسے بعض عوام اشتباہ کی صورت مین اپنے دل سے فتوے لیتے ہین اور اپنے ظن کے متبع ہوجاتے ہین اور چونکہ یہ امر نہایت سخت ہی اسیوجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ ولا تجعلہ متشابہا علی فاتبع الھوی اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ امور تین طرح کے ہین ایک وہ جسکا اچھا ہونا ظاہر ہی اسکو کرنا چاہیے دوسرے وہ کہ برائی اسکی عیان ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے تیسرے وہ کہ مشتبہ ہو تو اسکو اسکے واقفکار کے سپرد کرنا چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم انی اعوذ بک ان اقول فی الدین بغیر علم غرضکہ علم اور امر حق کا ظاہر ہونا خداے تعم کے بڑے انعامون مین سے ہی بندون پر اور ایمان بھی ایک قسم کے کشف اور علم کا نام ہی اور اسیوجہ سے خداے تعم اپنے بندے پر منت رکھنے کے طور پر ارشاد فرماتا ہی وکان فضل اللہ علیک عظیما فضل سے مراد علم ہی اور فرمایا فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور فرمایا ان علینا للھدی اور فرمایا ثم ان علینا بیانہ اور فرمایا وعلی اللہ قصد السبیل اور حضرت علی فرماتے ہین کہ ہواے نفس نابینائی کی شریک ہی اور حیرت کیوقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہی اور یقین بہت عمدہ ٹالنے والا غم کا ہی اور جھوٹ کا مآل پشیمانی ہی اور راستی مین سلامتی ہی اور بہت سے بیگانے یگانون سے قریب تر ہوتے ہین اور جسکا کوئی حبیب نہو وہ غریب ہے اور صدیق وہ ہی جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کے باعث کسی حبیب سے پھرنا نہ چاہیے اور کرم عمدہ عادت ہی اور حیا ہر احسان کا سبب ہے اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقوے ہے اور زیادہ مستحکم سبب جسکو تو اختیار کرے وہ ہی جو تجھ مین اور خداے تعم مین ہو اور دنیا مین سے تیرا اسیقدر ہی جسقدر سے تو نے اپنا آخرت کا ٹھکانا درست کرلیا اور رزق دو طرح کے ہین ایک جسکو تو تلاش کرتا ہی اور ایک جو تجھکو تلاش کرتا ہی کہ اگر تو اس تک نہ پہونچے تو وہ تیرے پاس آدیگا اور اگر تیرے پاس کی چیز پر کچھ مصیبت آوے اور اسپر تو واویلا کرے تو ایسی چیز پر تو واویلا نہ کر جو تجھ تک پہونچی ہی نہین اور جو چیز نہین ہوتی اسپر اس چیز سے قیاس کرلے جو ہوگئی اسواسطے کہ امور ایک ہی سے ہوتے ہین اور جو چیز آدمی سے ہرگز فوت نہو تی اسکے ملنے سے خوش ہوا کرتا ہی اور جس چیز کو کبھی نہ پاسکتا اسکے جاتے رہنے سے ناخوش ہوا کرتا ہی پس جو کچھ تجھکو دنیا سے ملے نہ اسپر خوش ہو اور نہ ایسی چیز پر جو جاتی رہے افسوس کر بلکہ ہر اسبات پر کہ جو توشۂ آخرت کر لیا ہو اور افسوس ایسی چیز پر کر جو پیچھے چھوڑدی ہو اور آخرت مین مشغول رہا کر اور موت کے بعد کی فکر کیا کر اور ہماری غرض ان جملون کی نقل سے ایک جملہ ہی یعنی حیرت کیوقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہی اس صورت مین مراقبہ کرنے والے کی نظر اول قصد اور حرکت پر ہونی چاہیے کہ وہ خداے تعم کے لیے ہی یا اپنی ہواے نفس کے واسطے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسمین وہ موجود ہین اسکا ایمان کامل ہی اول یہ کہ خداے تعم کے معاملات مین ملامتگرون کی ملامت سے خوف نکرے دوم اپنے کسی عمل سے ریا نکرے سوم جب اسکو دو امر پیش آوین ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا آخرت کو دنیا پر اختیار کرے اور جب اسکو کوئی اپنا عمل ایسا معلوم ہو کہ مباح تو ہی مگر اسمین کچھ فائدہ نہین تو اسکو ترک کرے اسلیے

ا ح پس جب تو دیکھے بخل جس کی پیروی ہوتی ہو اور خواہش نفس جسکا اتباع ہوتا ہو اور معجب کرتا ہر صاحب تجویز اپنی تجویز کو تو تو خاص اپنے نفس کو لازم پکڑ ۱۲ پہلے گذری ۱۲ ف ۳ لا اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہین تجکو ۱۲ ۳ ح بچائے رکھو اپنے آپ کو گمان سے کہ گمان بات مین سے زیادہ تر جھوٹا ہی ۱۲ پیشتر گذر چکی ۱۲ ف ۴ لا الٰہی دکھلا

کہ حدیث شریف مین ہو مِنْ حُسنِ اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ[1] دوسری نظر مراقبے کی عمل کے شروع کیوقت ہوتی ہو اور اسکی صورت یہ ہے کہ کیفیت
عمل کا طالب ہو تاکہ خداے تعو کا حق اسمین ادا کرے اور اسکے پورا کرنے مین نیت کو درست کرے اور اسکی صورت کامل کرکے اکمل ترین وجوہ پر
حتی الامکان بجا لاوے اور یہ بات اپنے سب احوال مین لازم کرلے اسلیے کہ سب احوال مین کوئی نہ کوئی حرکت اور سکون ہے تو خالی رہنے ہی کا نہین پس
اگر سب امور مین خداے تعو کا مراقبہ کریگا تو اللہ تعو کی عبادت پر نیت اور حسن فعل اور رعایت آداب کے ساتھ قادر ہوجائیگا مثلاً اگر بیٹھا ہو تو چاہیے
قبلہ رخ بیٹھے اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خیر المجالس ما استقبل بہ القبلۃ[2] اور چارزانو نہ بیٹھے اسواسطے کہ بادشاہون کے سامنے بیٹھنے
کی یہ صورت نہین تو بادشاہ حقیقی جو اُسکے حال کو دیکھتا ہو اسکے سامنے کیسے چارزانو بیٹھے گا حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ مین ایک دفعہ چارزانو
بیٹھ گیا پس ایک ہاتف کو سنا کہ کہتا ہو کہ بادشاہوں کے سامنے تو اسیطرح بیٹھا کرتا ہو اسکے بعد پھر مین کبھی چارزانو نہین بیٹھا اور اگر سووے تو اپنے
دہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہوکر سووے اور تمام آداب جو ہم اپنے اپنے موقعون پر لکھ آئے ہین سب امور مین ہر ایک کا لحاظ رکھے یہی باتین داخل مراقبہ
ہین بلکہ اگر پاخانہ پھرنے مین بھی اسکے آداب کی رعایت کریگا تو یہ بھی مراقبے کا کمال ہو حاصل یہ کہ بندہ تین حال سے خالی نہین یا طاعت مین ہوگا یا معصیت
مین یا مباح مین اور ان تینون حالتون کے لیے تین مراقبے ہین طاعات مین تو مراقبہ یہ ہو کہ اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور کامل کرنا اور آداب
کا لحاظ رکھنا اور آفات سے بچانا پیش نظر رکھے اور اگر معصیت ہو تو اسکا مراقبہ توبہ اور ندامت اور باز رہنے اور حیا اور اسکے کفارہ مین مشغول
ہونے سے کرے اور اگر مباح مین ہو تو اسکا مراقبہ ادب کی رعایت سے ہے پھر منعم کی نعمت کا شکر کرنے سے اور بندہ اپنے تمام احوال مین بلا سے خالی نہین جسپر
صبر کرنا ضروری ہو اور نعمت سے خالی نہین جسکا شکر کرنا چاہیے یہ بھی مراقبے ہی کی بات ہو بلکہ بندے پر ہر حال مین اللہ تعو کا ایک فرض ہو خواہ
وہ فعل ہو جسکا کرنا اسکو لازم ہو یا امر ممنوع ہے جسکا چھوڑنا ضرور ہو یا مستحب ہے کہ اسپر اسلیے برانگیختہ کیا جاتا ہو تاکہ مغفرت الٰہی کیطرف سبقت کرے
اور بندگان خدا پر فضیلت حاصل کرے یا امر مباح ہو کہ اسمین اسکے جسم و دل کی درستی ہو اور بجا آوری طاعت مین اس سے مدد ملتی ہو اور ان مین سے
ہر ایک کے لیے حدود ہین جنکی رعایت دوام مراقبے کے لیے ضرور ہو ورنہ جو کوئی خداے تعو کی حدود سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی واسطے برا کریگا
تو بندے کو چاہیے کہ تمام اوقات مین ان تینون قسمون مین اپنے نفس کا جویا ہے جبکہ فرائض سے فارغ ہو جاوے اور نوافل پر قادر ہو تو چاہیے کہ
افضل اعمال کی تلاش کرے تاکہ اسمین مشغول ہو اسلیے کہ جو شخص کہ زیادہ نفع حاصل کرنے پر قادر ہو کر جانے دے تو وہ نقصان اٹھاویگا اور جتنی
فضیلت جس عمل مین ہوگی نفع اسیقدر ملیگا اسی لیے بندہ اپنی دنیا مین سے آخرت کے لیے لے لیوے جیسا کہ اللہ تعو فرماتا ہو ولا تنس نصیبک
من الدنیا[3] اور یہ سب باتین ایک ساعت کے صبر مین ہوسکتی ہین اسلیے کہ ساعتین تین ہین ایک وہ جو گذر گئی اسمین تو کچھ مشقت کرنی ہی نہین گئی
کیسطرح وہ گذری ہو مصیبت مین خواہ آرام مین اور ایک ساعت وہ ہو جو آئندہ آویگی اسکا حال بندے کو معلوم نہین کہ جبتک جیے گا یا نہین اور نہ
یہ معلوم کہ خداے تعو اسمین کیا حکم کریگا اور ایک ساعت وہ ہو جسمین بندہ موجود ہو تو چاہیے کہ اس ایک ساعت مین جسکو زمانہ حال کہتے ہین
اپنے نفس پر مجاہدہ اور مراقبہ خداے تعو کا کرے اسلیے کہ اگر اسکو دوسری ساعت نہ ملی تو اس ساعت کے جاتے رہنے کا افسوس تو نہوگا
اور اگر دوسری ساعت ملی تو اسمین بھی اپنا حق پورا لے لیوے جیسا اول ساعت سے لیا اور اپنی زیست کی توقع پچاس برس نہ ٹھہرا لے
کہ کہین گھبرانے لگے کہ اتنے دنون کیسے مراقبہ کرونگا بلکہ اپنے آپ کو اسی گھڑی کا مہمان جانے اور سمجھے کہ گویا یہ آخری سانس ہین اور عجب

[1] ح آدمی کی اسلام کی خوبی یہ ہے چھوڑ دینا اسکا جو بیفائدہ ہو ۱۲ [2] ح بہتر نشست وہ ہے جو قبلہ رخ ہو حاکم بروایت ابن عباس ۱۲ [3] ح اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے ۱۲

بھی نہین کہ آخری ہی سانس ہون اور اسکو معلوم نہو اور جب اس ساعت کا آخری ہونا ممکن ہو تو چاہیے کہ اسمین ایسے حال پر رہے کہ اگر بالفرض موت اس حال مین آجاوے تو اپنے مرنے کو اس حال مین برا جانے یا سب احوال اسکے اسطرح پر رہین جو حضرت ابو ذر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن تین ہی باتون کا طامع ہوتا ہی یا توشۂ آخرت کا یا درستی معاش کا یا جائز چیز کے دیکھنے کا اور ایک حدیث[۲۲] انھین سے اور منقول ہی جسمین اسیطرح کا مضمون ہو یعنی عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہئین ایک تو وہ کہ جس مین اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ اسمین اپنے نفس کا حساب لے اور ایک وہ کہ اسمین خداے تعہ کی صنعت مین فکر کرے اور ایک وہ کہ اسمین کھانے پینے کے لیے فارغ ہو۔ اسلیے کہ اس ساعت سے اسکو باقی ساعتون پر مدد ہوگی۔ پھر یہ ساعت جسمین آدمی کے اعضا کھانے پینے مین مصروف ہون یہ بھی کسی ایسے عمل سے جو افضل اعمال ہو خالی رہنی نہین چاہیے اسمین بھی ذکر اور فکر کرنا چاہیے یعنی جس کھانے کو مثلاً کھاتا ہو اسمین اتنے عجائب ہین کہ اگر انمین فکر کرکے انکو سمجھے تو بہت سے اعضا کے اعمال سے یہ فکر افضل ہو اور اسباب مین لوگون کی چار قسمین ہین اول وہ لوگ ہین جو کھانے کو چشم عبرت سے دیکھتے ہین کہ کیسی عجیب صنعت سے مخلوق ہوا ہے جانورون کی زندگی اس سے کیسی متعلق ہوگئی ہو اللہ تعہ نے اسکے لوازم کسطرح مقرر فرمائے ہین اور بھوک کو پیدا کیا اور بھوک کے لوازم جو اسکے مسخر ہین انکو بنایا چنانچہ انمین بعض کی تفصیل ہم باب الشکر مین لکھ آئے ہین پس یہ فکر تو ارباب الش کو ہوتی ہو دوسرے وہ لوگ ہین جو کھانے کو غصہ اور مکروہ جاننے کی نظر سے دیکھتے ہین اور صرف اضطرار کیوجہ کا لحاظ کرتے ہین اور یہ پسند کرتے ہین کہ کسیطرح اس سے مستغنی ہو جائین مگر کیا کرین کہ اشتہا کے باعث مقہور اور مجبور ہین یہ نظر زاہدون کی ہو تیسرے وہ لوگ ہین جو صنعت صانع کو دیکھکر اس سے صفات صانع اور خالق پر ترقی کرتے ہین پس غذاؤن کا دیکھنا ہی انپر دروازہ فکر وا کرتا ہو اور یہ نظر سب مین اعلی ہو یہ مقامات عارفین اور محبون کی علامات مین سے ہین اسلیے محب جب اپنے حبیب کی صنعت اور کتاب اور تصنیف دیکھتا ہو تو صنعت کو بھولکر اسکا دل صانع مین مشغول ہوجاتا ہو اور بندہ جس چیز مین فکر کرے اسمین خداے تعہ کی صنعت موجود ہو پس اس سے صانع کیطرف نظر کرنے کی بہت گنجایش ہے بشرطیکہ ملکوت کے دروازے اسپر مفتوح ہون اور یہ بات بہت کمیاب ہو چوتھی قسم وہ لوگ ہین کہ کھانے کو نظر رغبت اور حرص سے دیکھتے ہین کہ اگر اسمین سے کچھ جاتا رہے تو اسپر افسوس کرتے ہین اور اگر سامنے آوے تو خوش ہوتے ہین اور جو چیز انمین سے انکی مرضی کے موافق نہو اس کو برا کہین اور اسکے بنانے والے یعنی پکانیوالے کی برائی کرین اور یہ نہین جانتے کہ فاعل حقیقی اس چیز کا اور اس چیز کے پکانیوالیکا اور اسکی درچی کی قدرت وعلم کا خداے تعہ ہی ہو اور جو شخص خدا کی مخلوق مین سے کسی چیز کو بدون اجازت آلہی برا کہے وہ خداے تعہ کو برا کہتا ہو اور اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۲۳] کہ دہر کو گالی مت دو اسلیے کہ خداے تعہ ہی دہر ہو پس یہ دوسری نگاہداشت ہو کہ اعمال پر مدام مراقبہ رکھے اور اسکی شرح بہت طویل ہو مگر جسقدر مین نے لکھا ہو اسقدر سے راہ پر آگاہی ہو جاتی ہو بشرطیکہ آدمی اصل کو مضبوط کرے

تیسرا مقام بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا اسمین بھی دو بیان ہین بیان اول محاسبے کی فضیلت مین اللہ تعہ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد اور اس آیت مین گذشتہ اعمال پر محاسبہ کرنے کا اشارہ ہو اور اسیوجہ سے حضرت عمر نے فرمایا کہ اپنے نفسون سے حساب لو پہلے اس سے کہ تمسے حساب لیا جاوے اور انکو جانچو پیشتر اس سے کہ تمہاری جانچ کیجاوے اور حدیث مین ہو کہ ایک شخص آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجکو کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ کیا تو وصیت چاہتا ہی اسنے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا قصد کرے تو اسکے انجام کو سوچ لے اگر وہ اچھا ہو تو کر اور اگر برا ہو تو اس سے باز آ اور ایک حدیث مین ہی کہ عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہئین ایک ساعت نفس کے حساب کے لیے ہونی چاہیے اور اللہ تعم فرماتا ہی توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون اور توبہ اسیکا نام ہی کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اسپر نظر ندامت سے دیکھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لاستغفر اللہ تعم واتوب الیہ فی الیوم مائة مرة اور اللہ تعم فرماتا ہی ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون اور حضرت عمر رض جب رات ہوتی تو اپنی ٹانگون پر درہ لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تو نے آج کیا کیا اور میمون بن مہران فرماتے ہین کہ بندہ متقین سے نہین ہوتا جبتک اپنے نفس سے اسطرح حساب نکرے جسطرح شریک سے کیا کرتے ہین اور دو شریک آپس مین حساب بعد عمل کے کیا کرتے ہین اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے مرنے کے وقت ارشاد فرمایا کہ لوگون مین سے مجکو عمر سے زیادہ کوئی محبوب تر نہین پھر انسے پوچھا کہ مین نے کیا کہا حضرت عائشہ نے آپکا قول کہہ دیا آپ نے فرمایا کہ یہ نہین بلکہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ کوئی عزیز نہین تو دیکھو کلام سے فارغ ہونے کے بعد کیسے آپ نے تامل کیا اور اسکی جگہ دوسرا جملہ بدلدیا اور حضرت ابو طلحہ کے حال مین مروی ہی کہ جب انکو نماز مین پرند کا خیال ہوا تو سوچکر اپنا باغ صدقہ کر دیا یعنے ندامت اس فعل کی اتنی ہوئی کہ باغ دیڈالا اس توقع پر کہ خداے تعم اسکے عوض مین اور دے دیگا اور حضرت ابن سلام رض کے حال مین ہے کہ انھون نے ایک لکڑیونکا بوجھ اٹھایا انسے کسی نے عرض کیا کہ آپ کے یہان غلام تو تھے جو اس کام کو کرتے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا امتحان چاہتا ہون کہ اس امر کو برا تو نہین جانتا اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ مومن اپنے نفس پر ناظم ہوتا ہی خداے تعم کے واسطے اس سے حساب لیا کرتا ہی اور ان لوگون پر حساب ہلکا ہوگا جنھون نے دنیا مین اپنے نفسون سے حساب لیا اور قیامت کو سخت حساب ان لوگون پر ہوگا جنھون نے اس کام کو بے محاسبہ لیا پھر آپ نے محاسبہ کی تفسیر فرمائی کہ مومن پر اچانک کوئی بات آتی ہے کہ اسکو اچھی معلوم ہوتی ہی تو کہتا ہی کہ تو تو مجھے اچھی لگتی ہی اور میرے کام کی ہی مگر کیا کیجیے کہ تجھ مین اور مجھ مین آڑ کر دیگئی ہی اور یہ حساب عمل سے اول ہوتا ہی پھر آپ نے فرمایا اور بعض اوقات مومن آدمی سے کوئی تقصیر ہوجاتی ہی تو اپنے نفس کیطرف رجوع کرتا ہی اور کہتا ہے کہ تیرا ارادہ اس سے کیا ہی بخدا اسکے لیے میرا عذر نہ مانا جاویگا اور اسکی طرف مین کبھی مڑکر نہ دیکھونگا انشاء اللہ اور انس بن مالک رض سے روایت ہی کہ ایک روز حضرت عمر رض اور مین باہر نکلے آپ ایک باغ مین چلے گئے اور میرے اور آپ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی مین نے سنا کہ آپ باغ مین یون فرماتے تھے کہ کیا خوب عمر بن خطاب امیر المومنین ہی بخدا کہ تو خدا سے خوف کرتا رہ ورنہ وہ تجکو بیشک عذاب دیگا اور حضرت حسنؒ نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل مین ارشاد فرمایا ولا اقسم بالنفس اللوامة کہ مومن ہمیشہ اپنے نفس پر عتاب کرتا رہتا ہی کہ میرا ارادہ اس کلمہ سے کیا تھا اور مقصود اس کھانے سے کیا اور اس پینے سے کیا مطلب تھا اور بدکار عمر بسر کرتا ہی کبھی اپنے نفس کو عتاب نہین کرتا اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ خداے تعم رحم کرے اس بندے پر جو اپنے نفس سے یون کہے کہ تو فلان قصور والا نہین تو فلان خطا والا نہین پھر اسکو مہار دے اور کتاب اللہ کا تبیع کر دے کہ وہی اسکو لیے پھرے اور یہ قول داخل معاتبۂ نفس مین ہے چنانچہ اپنے محل پر اسکا مذکور

ہوگا اور میمون بن مہران رحمہ اللہ کہتے ہین کہ صاف آدمی اپنے نفس کا حساب بادشاہ ظالم اور بخیل شریک سے بھی کڑا لیتا ہے اور ابراہیم تیمی فرماتے ہین کہ مین نے اپنے نفس کو جنت مین ایک صورت بنا کر اسکے پھل کھانے شروع کیے اور نہر دیکھ پانی پیا اور وہان کی کنواریون کو گلے لگایا پھر ایک صورت اسکی بنائی اور دوزخ مین گیا وہان کی غذا کھائی اور پانی پیپ وغیرہ کا پیا اور طوق اور زنجیرین پہنین پھر اپنے نفس سے مین نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اسنے کہا کہ اب مین یہ چاہتا ہون کہ دنیا مین واپس کیا جاؤن تاکہ نیک عمل کرون مین نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہے یعنی ابھی دنیا ہی مین ہے تو نیک عمل کیا کر۔ اور مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین نے خطبہ حجاج کا سنا کہ وہ کہتا تھا کہ خدا رحم کرے اس بندے پر کہ اپنے نفس کا حساب لے قبل اسکے کہ اسکا حساب دوسرے کے قبضے مین چلا جاوے اور اس بندہ پر رحم کرے جو اپنے عمل کی باگ تھامے اور تامل کرے کہ اس سے میری مراد کیا ہے اور اسپر رحم کرے جو اپنے پیمانہ پر نظر کرے اور اسپر جو اپنی میزان پر نظر کرے پس حجاج نے اسیطرح اتنے لوگونکا نام لیا کہ مجھے رولا دیا اور احنف بن قیس کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ مین انکے ساتھ رہا کرتا تھا اور انکا دستور تھا کہ رات کو نماز کی جگہ اکثر دعا مانگتے اور چراغ کے پاس جا کر اسکے شعلے مین اپنی انگلی رکھتے جب آگ کی حرارت اسکو معلوم ہوتی تو اپنے نفس سے کہتے کہ اے احنف فلان روز تجھے کیا ہوا تھا کہ وہ کام کیا اور فلان روز تو نے فلان کام کس باعث سے کیا **دوسرا بیان بعد عمل کے محاسبے کی حقیقت** واضح ہو کہ جسطرح یہ ضرور ہے کہ بندے کیواسطے شروع دن مین ایک ایسا وقت ہو جسمین وہ اپنے نفس سے شرائط کر لیا کرے اور اسکو حق کی وصیت کر دیا کرے اسیطرح یہ بھی چاہیے کہ آخر روز مین ایک ایسی ساعت ہو کہ اسمین نفس سے باز پرس اور محاسبہ سب اسکی حرکات و سکنات کا کیا کرے جیسے دنیا مین سوداگر اپنے شریکون سے سال کی تمامی خواہ مہینے یا دن کی تمامی پر کیا کرتے ہین اس حرص سے کہ متاع دنیا کہین تلف نہو جاوے حالانکہ اگر وہ جاتی رہے تو انکے حق مین اسکا جانا بہتر ہو اور اگر بالفرض ملی تو صرف چند روز رہیگی پس جب ایسی فانی چیز کے لیے اتنا بکھیڑا کرتے ہین تو عاقل آدمی ایسی چیزونکا محاسبہ اپنے نفس سے کسطرح نکریگا جنپر بدبختی اور سعادت کا اندیشہ ابد الآباد کے لیے ہے اسمین اگر کوئی سستی کرے تو محض غفلت اور قلت توفیق کے باعث ہو اور شریک سے حساب کتاب سے یہ غرض ہوتی ہو کہ راس المال کو دیکھا جاوے پھر نفع اور نقصان دیکھا جاوے تاکہ کمی بیشی کا حال معلوم ہوے پس اگر کچھ فائدہ ہو تو اس سے لے لے اور شکور اسکی کارگزاری کا ہووے اور اگر ٹوٹا ہو تو اس سے بھر لے اور آیندہ کو اسکی تلافی کرائے اسیطرح بندہ کا راس المال دین مین فرائض ہین اور اسکا فائدہ نوافل اور مستحبات ہین اور ٹوٹا معاصی ہین اور وقت اس تجارت کا تمام دن ہو اور اس تجارت مین کارندہ نفس امارہ ہے تو اول اس سے فرائض کا حساب لینا چاہیے کہ جیسا چاہیے تھا ویسا انکو ادا کیا ہے یا نہین صورت اول مین خدا کا شکر کرنا چاہیے اور نفس کو رغبت دلانی چاہیے کہ ایسے ہی کیا کرے اور اگر اصل سے ہی نہ ادا کیا ہو تو اس سے مطالبہ انکے قضا کا کرے اور اگر ناقص طور پر ادا کیا ہو تو انکے نقصان کا جبر نوافل سے کرنا چاہیے اور اگر مرتکب معصیت ہوا ہو تو اسکی سزا اور عذاب اور عتاب مین مشغول ہو تاکہ جو جو قصور اسنے کیا ہو اسکا تدارک اچھی طرح کرے جسطرح سوداگر اپنے شریک سے کیا کرتا ہے اور جیسے دنیا کے حساب مین کوڑی کوڑی اور دمڑی دمڑی کی تلاش کیجاتی ہے اور اندر باوتی اور نقصان کے مدات یاد کر لیے جاتے ہین تاکہ کسی چیز مین غبن کارندہ بکار ہے نپاوے اسیطرح چاہیے کہ نفس کے غبن اور مکر سے بھی احتراز کیا جاوے کہ یہ بڑا مکار دھوکے باز ہے پس اول اس سے تمام دن کی گفتگو کا جواب صحیح طلب کرے اور اپنے آپ وہ حساب اس سے لے جو میدان قیامت مین اس سے کوئی اور لیگا اسیطرح نظر کا حساب لے اور خاطرون اور فکرون اور نشست اور برخاست اور کھانے اور پینے اور سونے کا حساب یہانتک کہ سکوت کا جواب طلب کرے کہ چپ

کیون ہوا اور سکون کی باز پرس کرے کہ کیون ساکن ہوا پس جبکہ سب باتین جو نفس پر واجب تھین معلوم کرلین اور یہ بھی جان لیا کہ ان واجبات مین سے نفس نے اسقدر ادا کیا تو جسقدر باقی رہے انکو اپنے صفحۂ دلپر لکھ لے جیسے کارندے کے ذمہ جو باقی نکلتی ہے وہ اسکے حساب مین لکھ لیجاتی ہے اور دلپر بھی منقوش ہوتی ہے پھر جب نفس قرضدار ٹھہرا اس سے قرضون کا وصول کرنا ممکن ہے بعض تاوان سے اور کچھ وہی شے پھیر دینے سے کچھ اسکو سزا دینے سے وصول ہو سکتے ہین مگر وصول کے لیے حساب کا صحیح ہونا اور جسقدر اسکے ذمے واجب لادا نکلے اسکا جدا ہونا ضرور ہے جب حساب ہو چکے اور باقی ٹھیک ٹھیک نکل آوے تب اس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے پھر مناسب ہے کہ اس سے محاسبہ تمام عمر کے دن اور گھڑی گھڑی کا سب اعضاے ظاہری اور باطنی مین لیا جاوے چنانچہ توبہ بن صمہ کے حال مین لکھا ہے کہ وہ موضع رقہ مین تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے ایک روز انھون نے اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس کی نکلی اسکے دن گنے تو اکیس ہزار پانسو دن ہوے ایکبار گی چیخ ماری کہ ہاے افسوس بادشاہ حقیقی سے اکیس ہزار پانسو گناہ سے ملونگا اور جب ہر روز دس ہزار گناہ ہون تو کیا کرونگا پھر بیہوش ہو کر گر پڑے معلوم ہوا کہ وفات پائی لوگون نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ لے اب فردوس برین کو چلا جا پس اسیطرح اپنی سانسون کا حساب نفس سے کرے اور جو نافرمانی قلب اور اعضا سے سرزد ہوئی ہو اسکا حساب کرے اور اگر بندہ ہر گناہ پر اپنے گھر مین ایک کنکر ڈالدیا کرے تو اسکا گھر تھوڑے ہی دنون مین بھر جاوے اتنی خطائین کرتا ہے مگر گناہون کی یادداشت مین تساہل کرتا ہے حالانکہ دونون فرشتے اسکے گناہ اسپر لکھتے جاتے ہین چنانچہ اللہ تعہ فرماتا ہے احصاہ اللہ ونسوہ

چوتھا مقام نفس پر بعد قصور کے سزا کرنے کا

جب آدمی اپنے نفس کا حساب لے اور ارتکاب گناہ اور قصور سے سالم نہو اور خداے تعہ کے حقوق مین اسکی سستی ثابت ہو تو چاہیے کہ اسکو مہلت نہ دے اسلیے کہ مہلت دیگا تو گناہون کا کرنا اسپر آسان ہوگا اور معاصی سے اسکو ایسا انس ہوگا کہ پھر باز آنا دشوار ہوگا اور یہی موجب اسکی تباہی کا ہو جاویگا بلکہ یون چاہیے کہ ایسی صورت مین اسکو سزا دے مثلاً اگر اقتضاے شہوت سے کوئی لقمہ شبہے کا کھالے تو شکم کو بھوک کی سزا دے اور اگر غیر محرم کو دیکھا ہو تو آنکھون کی سزا یہ کرے کہ کچھ نہ دیکھنے دے اسیطرح ہر ہر عضو کی سزا یہی دے کہ جس چیز کیطرف اسکی رغبت ہو اس سے اسکو روک دے سالکین طریق آخرت کا دستور ایسا ہی تھا چنانچہ منصور بن ابراہیم ایک عابد کا حال لکھتے ہین کہ اسنے ایک عورت سے باتین کین رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اسکی ران پر رکھدیا پھر نادم ہو کر وہی ہاتھ آگ پر رکھدیا کہ جلکر کباب ہو گیا اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص تھا کہ اپنے عبادت خانے مین عبادت کیا کرتا اسی طرح مدت تک رہا ایک روز باہر کیطرف جھانکا اور ایک عورت کو دیکھکر اسپر عاشق ہوا اور قصد فاسد دل مین لایا اور اپنا پانوٴن باہر نکالا تاکہ اتر کر اسکے پاس جاوے رحمت ازلی جو اسکی معین ہوئی اپنے دل مین کہنے لگا کہ یہ مین کیا حرکت کرتا ہون غرضکہ اسکا نفس ساکن ہو گیا اور خداے تعہ نے اسکو بچا دیا پھر اپنے کیے پر نادم ہوا جب چاہا کہ پانوٴن عبادتخانہ مین ہٹالے تو کہا کہ یہ کہان ہو سکتا ہے کہ جو پانوٴن خداے تعہ کی نافرمانی کے لیے باہر نکلا تھا وہ میرے ساتھ عبادت خانے مین آوے بخدا یہ کبھی نہوگا یہ کہکر اس پانوٴن کو باہر ہی لٹکا رہنے دیا مینھ اور برف اور ہوا اور دھوپ لگ لگ کر وہ پانوٴن کٹکر گر پڑا اللہ تعہ اسکی اس توبہ سے مشکور ہوا اور اسکا ذکر اپنی بعض کتب مین فرمایا اور حضرت جنید سے مروی ہے کہ انھون نے فرمایا کہ مین نے ابن کریبی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک رات مجکو حاجت غسل ہوئی اور جاڑے کی رات تھی مین نے دیکھا کہ میرا نفس نہانے سے تقاعد اور سستی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اتنا ٹھہر جاوٴن کہ صبح ہو جاوے اور پانی گرم کرلون یا حمام مین نہالون نفس پر مشقت نہ ڈالون مین نے کہا کیا خوب مین نے تمام عمر خداے تعہ کا

حل: اللہ نے شمار کر رکھا ہے اور وہ اسکو بھول گئے ۱۲

کام کیا تو اسکا میرے اوپر حق واجب ہے وہ جلدی کہنے مین تو مجکو نہ ملیگا توقف اور تاخیر مین ملجاویگا مجھے بھی قسم ہو کہ اسی گدڑی سمیت نہاؤنگا اور بدن سے نہین اتارونگا نہ اسکو نچوڑونگا نہ دھوپ مین سوکھاؤنگا اور روایت ہو کہ غزوانؓ اور حضرت ابو موسیٰ ایک ساتھ کسی جہاد مین تھے کوئی عورت ظاہر ہوئی غزوانؓ نے اسکی طرف دیکھا پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ورم کر گئی اور کہا کہ تو ایسی چیز کو دیکھتی ہے جو تیرے مضر ہو اور کسی شخص نے ایک عورت کیطرف ایک نظر ڈالی اسکے کفارہ مین اپنے نفس پر التزام کر لیا کہ ٹھنڈا پانی عمر بھر نہ پیونگا پھر ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ نفس پر عیش تلخ رہے اور منقول ہو کہ حسان بن ابی سنان ایک دریچے پر گذرے اور کہا کہ یہ کب بنگیا پھر اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوے اور کہا کہ بیفائدہ سوال کیون کرتا ہو تیری سزا یہ ہو کہ برس روز روزہ رکھونگا پھر سال بھر کے روزے رکھے اور مالک بن ضیغم کہتے ہین کہ رباح قیسیؒ میرے والد کو پوچھتے ہوے بعد عصر کے آے ہمنے کہا کہ وہ سوتے ہین انھون نے فرمایا اسوقت سوتے ہین یہ وقت سونیکا ہو پھر چلے گئے ہمنے انکے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کہین تو انکو جگا دین وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ اور ہی دھن مین تھے میری بات سمجھنے کی انکو فرصت نہ تھی مین نے دیکھا کہ وہ قبرستان مین گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا کہ تو نے یہ کہا کہ یہ سونے کا وقت ہو کیا تیرے ذمہ یہ کہنا واجب تھا جسوقت آدمی چاہے سو رہے تو کون ہے اور تو کیا جانے کہ یہ سونے کا وقت ہو یا نہین تو نے ایسی بات کیون کہی جو تو نہین جانتا اب خبردار ہو کہ مین خدا ے تعالیٰ سے پکا عہد کرتا ہون اسکو کبھی نہین توڑونگا کہ تجکو سونے کیواسطے برس دن تک زمین پر کمر نہ لگاؤنگا بشرطیکہ کوئی مرض حائل نہو اور عقل مین فتور نہ آوے ارے بیحیا تجھے شرم نہین آتی کبتک اور ون کو جھڑکے گا اور اپنی گمراہی سے باز نہ آویگا یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور انکو خبر نہ تھی کہ مین بھی وہان ہون جب مین نے انکا یہ حال دیکھا تو انکو اسی کیفیت سے چھوڑ کر واپس آیا۔ اور تمیم داریؓ سے منقول ہو کہ وہ ایک رات سو گئے اور تہجد کو نہ اٹھے اس خطا کے عوض نفس کو سزا یہ دی کہ برس روز تک شب بیداری کی اور خواب کو ناجائز کر لیا اور حضرت طلحہ سے روایت ہو کہ ایک شخص ایک روز چلا اور اپنے کپڑے اتار کر دھوپ کی ریت مین کنکرون پر خوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اے رات کے مُردار اور دن کے بیکار لے مزا چکھ آتش جہنم مین اس سے بھی زیادہ حرارت ہو اسی اثنا مین اسکی نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑی جو ایک درخت کے سایہ تلے تشریف رکھتے تھے آپکی خدمت اقدس مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا نفس مجھپر غالب ہو گیا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو علاج تو نے کیا اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی آگاہ ہو کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے باعث فرشتون پر فخر کیا پھر آپنے اصحابؓ کو فرمایا کہ اپنے اس بھائی سے کچھ توشہ لو پس لوگون نے ہر طرف سے اسکو کہنا شروع کیا کہ میان ہمارے لیے بھی دعا کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سب کے لیے دعا کر اس شخص نے کہا کہ الٰہی تقویٰ کو انکا توشہ بنا اور ہدایت پر انکے کام کو جمع کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ الٰہی تو اسکو راہ راست پر کر تب اس شخص نے کہا کہ الٰہی جنت کو انکا ٹھکانا کر۔ اور حذیفہ بن قتادہ فرماتے ہین کہ کسی شخص سے کسی نے پوچھا کہ شہوات نفس مین تم اپنے نفس سے کیا معاملہ کرتے ہو اسنے کہا کہ روے زمین پر ایسا کوئی نفس نہین جسکے ساتھ مجکو اتنا بغض ہو جتنا اپنے نفس سے ہو پھر بھلا مین اسکو اسکی خواہش کیون دینے لگا تھا اور ابن سماکؒ حضرت داؤد طائیؒ کے یہان اسوقت گئے کہ آپ کی روح پرواز کر گئی تھی اور آپ گھر کے اندر زمین پر پڑے ہوے تھے انھون نے انکو دیکھ کر فرمایا کہ اے داؤد تو نے اپنے نفس کو محبوس رکھا پیشتر اس سے کہ محبوس کیا جاوے اور اسکو عذاب دیجانے سے پیشتر ہی عذاب دیا پس یہ کام جس کے

واسطے تو کیا کرتا تھا آج دیکھیگا کہ وہ کیا کچھ ثواب دیگا۔ اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مدت تک عبادت کی تھی پھر اسکو کچھ حاجت خدائے تعالیٰ سے پیش آئی اسکے لیے ستر ہفتے تک اسطرح کی ریاضت کی کہ ایک ہفتے مین گیارہ خرمے کھاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کی درخواست کی اللہ تعالیٰ نے قبول نہ فرمائی انھون نے اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوکر کہا کہ تو نے جیسا کیا ویسا پایا اگر تجھ مین کچھ خیر ہوتی تو حاجت پوری کی جاتی اسیوقت اسکے پاس ایک فرشتہ اترا اور کہا کہ اے ابن آدم تیری یہ ایک ساعت تیری تمام عبادت زمانہ گذشتہ سے بہتر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے تیری حاجت پوری کی۔ اور عبداللہ بن قیس کہتے ہین کہ ہم جہاد مین تھے جب دشمن آموجود ہوا تو لوگون مین پکار پڑی سب لڑائی کے لیے تیار ہوگئے اس روز ہوا بہت تیز تھی مین نے دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مخاطب ہوکر کہ رہا تھا کہ اے نفس مین فلان جہاد مین شریک ہوا تو تو نے کہا کہ اپنے زن و فرزند کیطرف چل مین نے تیرا کہنا مان لیا اور لوٹ گیا پھر فلان فلان جہاد مین شریک ہوا اور تو نے وہی کہا جو اول کہا تھا اور مین نے تیرا قول مانا مگر آج بخدا تجکو خدا کے سامنے کیے دیتا ہون خواہ تجھے پکڑے یا چھوڑ دے راوی کہتے ہین کہ مین نے دلمین کہا کہ مجھے بھی آج اس شخص کو دیکھنا ہے اور اسکو دیکھتا رہا لوگون نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ شخص اول حملہ کرنے والون مین تھا پھر جب دشمن نے چڑھائی کی تو ادھر کے قدم اٹھ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا یہانتک کہ کئی بار ایسا ہی ہوا کہ لوگ ہٹ گئے اور وہ کھڑا ہوا لڑتا رہا اسیطرح یہانتک لڑا کہ آخر کو شہید ہوا مین اسپر اور اسکے گھوڑے پر ساٹھ ستر نیزے کے زخم شمار کیے اور حدیث ابوطلحہ کا حال پہلے ہم لکھ آئے ہین کہ باغ مین کسی جانور کی آواز سے جو نماز مین خیال بٹا تو اس باغ ہی کو اس کفارہ مین صدقہ کردیا اور یہ بھی پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو اپنے پانون مین درہ مارا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آج کیا کیا۔ اور مجمع سے مروی ہے کہ آپ نے ایکبار اپنا سر چھت کیطرف اٹھایا اور ایک عورت پر نگاہ جا پڑی آپنے اپنے نفس پر لازم کرلیا کہ جبتک دنیا مین رہونگا اپنا سر آسمان کیطرف نہ اٹھاؤنگا اور احنف بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپکا دستور تھا کہ اپنی انگلی جلتی بتی پر رکھ دیتے اور کہتے کہ اے نفس تجکو کیا ہوا تھا کہ فلان روز تو نے فلان قصور کیا تھا اور وہب بن الورد کو کوئی بات اپنے نفس کی بری معلوم ہوئی تو آپ نے اپنی چھاتی کے چند بال اکھاڑے یہانتک کہ اسکی تکلیف زیادہ ہوئی پھر اپنے نفس سے کہنے لگے کہ مین تو تیرا ہی بھلا چاہتا ہون اور محمد بن بشر نے داؤد طائی کو دیکھا کہ افطار روزہ کے بعد روٹی پھیکی کھاتے ہین انسے عرض کیا کہ آپ نمک سے کھالیجیے انھون نے فرمایا کہ میرا نفس اس روز سے نمک کا طالب ہے مگر داؤد جبتک دنیا مین ہے نمک نہین چکھیگا۔ غرضکہ احتیاط والے اپنے نفسونکو یون سزا دیا کرتے تھے اور عجیب بات ہے کہ آدمی اپنے غلام لونڈی اور زن و فرزند کو ارتکاب عادت بد پر یا کسی کام مین قصور کرنے پر تو سزا دیتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر درگذر کر جاؤن تو کہین یہ لوگ میرے ہاتھ سے نہ نکل جاوین اور سر نہ چڑھ جاوین پھر اپنے نفس کو کیسے جانے دیتا ہے وہ تو سب مین بڑا دشمن اور زیادہ سرکش ہے زن و فرزند کی سرکشی کو اسکی سرکشی سے کیا نسبت انکا مآل تو یہی ہے کہ صرف دنیا کی معیشت پر پریشان کرینگے لیکن اگر عقل ہو تو جانے کہ دنیا کی عیش ہیچ ہے عیش آخرت ہی کی ہے کہ اسمین وہ راحت دائمی ہے کہ جسکی کبھی انتہا ہی نہین اور نفس اس عیش جاودانی کو مکدر کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اسکی سزا بطریق اولیٰ کرنی چاہیے

پانچوان مقام مجاہدہ کا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ جب نفس سے حساب لیا اور اسکو مرتکب کسی گناہ کا دیکھا تو چاہیے کہ اسکی سزا ان عقوبات سے کرے جو پہلے گذرین اور اسکو دیکھے کہ کسل کے باعث کسی مستحب مین یا وظیفہ مین سستی کرتا ہے تو چاہیے کہ اسکی تادیب اسطرح کرے کہ وظیفونکا بوجھ اسپر لادے اور تدارک مافات کے لیے چند قسم کے وظائف اسپر لازم کردے یہی دستور سلف کے عمل کرنیوالون کا تھا جو خدائے تعالیٰ کے واسطے

کام کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر کو جب عصر کی نماز کی جماعت نہ ملی تو نفس پر یہ سزا کی کہ ایک زمین جسکی قیمت دو لاکھ درم تھے صدقہ کر دی۔ اور حضرت ابن عمر کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہو جاتی تو اس شب تمام رات جاگتے اور ایکبار نماز مغرب مین اتنی دیر ہوئی کہ دو ستارے نکل آئے آپ نے دو غلام آزاد کر دیے اور ابن ابی ربیعہ کی فجر کی سنتین قضا ہو گئین تو آپنے ایک غلام آزاد کر دیا اور بعض اکابر اپنے نفس پر سال بھر کے روزے یا پیادہ حج کرنا یا تمام مال کو صدقہ کر دینا مقرر کر لیتے تھے اور یہ امور صرف نفس کی نگاہداشت کے لیے کرتے تھے اور وہ بات اختیار کرتے کہ جسمین اسکی نجات ہو جاوے۔ پس اگر یہ کہو کہ اگر ہمارا نفس مجاہدہ و وظائف دائمی پر ہماری اطاعت نکرے تو پھر اسکا کیا علاج ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا علاج یون کرے کہ فضیلت مجتہدین کی جو اخبار مین وارد ہے وہ اسکو سناوے اور سب سے زیادہ نافع علاج یہ ہے کہ کسی ایسے بندے کی صحبت کا جویا ہو جو عبادت مین خوب جد و جہد کرتا ہو تاکہ اسکا حال دیکھنے سے اسکی اقتدا کرے بعض اکابر کہا کرتے تھے کہ جب عبادت مین مجکو کچھ سستی پیش آتی تو مین محمد بن واسع کا حال اور انکا مجاہدہ دیکھا کرتا ایک ہفتہ تک ایسا ہی کرتا مجھسے سستی جاتی رہتی مگر یہ علاج مشکل ہے اسلیے کہ اس زمانے مین ایسا شخص جو عبادت مین جہد کرے مفقود ہے پہلو نکا سا اجتہاد اب کہان ہے تو اس سے یہی بہتر ہے کہ مشاہدے سے عدول کر کے سننے کیطرف رجوع کرے کہ انکے احوال سننے سے زیادہ کوئی مفید بات نہین اور انکے اخبار کو مطالعہ کرے کہ کتنی کوشش وہ کرتے تھے انکی مشقت تو ہو چکی مگر ثواب اور راحت ابد الآباد تک باقی رہیگی کہ کبھی منقطع نہو گی ان کی سلطنت کتنی بڑی ہے اور بڑا افسوس اسپر ہے جو انکی اقتدا نکرے اور چند روز ان شہوات سے متمتع ہو جو عیش کو مکدر کرتی ہے پھر اسپر موت آجاوے اور اسمین اور اسکی خواہشون مین جدائی ڈالدے معاذ اللہ منہا۔ اور ہم اوصاف مجتہدین کے وہ لکھتے ہین جنسے مرید کی رغبت جنبش مین آوے کہ ان کی اقتدا کر کے اعمال مین خوب جد و جہد کیجیے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ رحم اللہ اقواما یحسبہم الناس مرضی وما ہم بمرضی حضرت حسن فرماتے ہین کہ مریضون سے اس حدیث مین وہ لوگ مراد ہین جنکو عبادت نے مرتاض کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین یؤتون ما آتوا وقلوبہم وجلۃ حضرت حسن فرماتے ہین کہ اس سے وہ لوگ مراد ہین جو اعمال نیکی کے جسقدر انسے ہو سکے کرتے ہین اور پھر ڈرتے ہین کہ ان کے باعث عذاب الٰہی سے ہمکو نجات نہو گی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتون سے فرماتا ہے کہ میرے بندے جو اجتہاد و کوشش کرتے ہین ان کو کیا ہوا ہے وہ کہتے ہین کہ الٰہی تو نے ان کو ایک چیز سے ڈرا دیا ہے وہ اس سے ڈرتے ہین اور ایک چیز کا شوق دلا دیا ہے وہ اسکی طرف مشتاق ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے مجھے دیکھ پائین تو کیا ہو فرشتے عرض کرتے ہین کہ پھر اور زیادہ کوشش کرنے لگین اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ مین نے بہت سے لوگون کو دیکھا اور ان مین سے ایسی جماعتون کے ساتھ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنیسے خوش نہوتے اور نہ کسی چیز کے جانیکا غم کرتے دنیا انکے نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جسکو تم اپنے پانوٗن سے ملتے ہو بعضے ان مین سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی انکے لیے کپڑا نہ تہ ہوا اور نہ کبھی اپنی بی بی سے کسی کھانیکی فرمایش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور انکو مینے کتاب اللہ اور حدیث پر عامل پایا جہان رات ہوتی ہاتھ پانوٗن پر کھڑے ہو گئے چہرون کو زمین پر رکھتے اور رخسارون پر آنسو بہاتے کہ آخرت مین رہائی پاوین جب کوئی اچھی بات کرتے تو اس سے خوش ہوتے اور اسکے شکر مین جد و جہد بجا لاتے اور اللہ تعالیٰ سے اسکے قبول فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی برائی کرتے تو اس سے غمگین

ہوتے اور خدا تعالیٰ سے درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسیطرح اسی حال پر رہے اور یہ جانا کہ گناہون سے نہ بچے اور نہ بدون مغفرت کے نجات پائی - اور حکایت ہو کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بیماری کی حالت مین پوچھنے گئے آپ نے دیکھا کہ انمین ایک نوجوان نہایت دبلا ہے اس سے آپ نے پوچھا کہ تیری یہ صورت کیون ہو رہی ہو اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین بیماریون نے یہ حال کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجکو خدا کے واسطے پوچھتا ہون کہ سچ بتا اسنے عرض کیا کہ سچ تو یہ ہو کہ مین نے دنیا کی حلاوت چکھی تو اسکو تلخ پایا اور اسکی آرائش اور حلاوت میری نظرون مین حقیر ہوگئی مجکو سونا اور پتھر یکسان نظر آتا ہو اور یہ حال رہتا ہو کہ گویا اللہ جل و علا کے عرش کے پاس ہون اور لوگ جنت اور دوزخ مین داخل کیے جاتے ہین اسی مارے تمام دن پیاسا رہتا ہون اور رات بھر جاگتا ہون اور خدا تعالیٰ کے ثواب و عقاب کے سامنے یہ حال جسمین مین رہتا ہون کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا نہایت کمتر اور حقیر چیز ہے اور ابو نعیم کہتے ہین کہ داؤد طائی رح روٹی کے ریزون کو پانی مین گھولکر پی جاتے تھے اور روٹی نہ کھاتے تھے اسکا حال جو انسے پوچھا گیا تو فرمایا کہ روٹی چابنے مین دیر لگجاتی ہے پچاس آیتون کے پڑھنے کا وقت روٹی کھانے مین زیادہ صرف ہو جاتا ہو اور ایک شخص انکی خدمت مین ایک روز آیا اور کہا کہ آپ کے گھر کی چھت مین ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہو تو آپ نے فرمایا کہ بیشک ٹوٹی ہوگی مین نے بیس برس سے چھت کیطرف نہین دیکھا اور اکابر سلف کا دستور تھا کہ فضول نظر کو بھی برا جانتے تھے جیسے کہ فضول کلام کو سمجھتے تھے اور محمد بن عبدالعزیز رح کہتے ہین کہ احمد بن زرین رح کے پاس ہم صبح سے عصر تک بیٹھے مگر انھون نے دہنے کو توجہ کی نہ بائین کو انسے جو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آنکھین اسواسطے پیدا کی ہین کہ بندہ ان سے عظمت الٰہی کو دیکھے پس جو شخص بدون عبرت کے نظر ڈالے اسپر گناہ لکھا جاتا ہو اور مسروق کی بی بی کہتی ہین کہ انکو جب کسی نے دیکھا تو یہی پایا کہ کثرت نماز کے باعث انکی دونون پنڈلیان ورم کیے رہتی تھین اور مین آپ کے پیچھے بیٹھکر آپ کے حال پر ترس کر کے رویا کرتی تھی اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ اگر تین باتین نہوتین تو مین ایک روز کی زندگی بھی اچھی نہ جانتا ایک تو دوپہر مین خدا کے لیے پیاسا رہنا دوم آدھی رات مین سجدہ کرنا سوم ان لوگون کے پاس بیٹھنا کہ اچھی باتون کو ایسا چھانٹتے ہین جیسے گرمی مین اچھے خرما کو چھانٹا کرتے ہین اور اسود بن یزید عبادت مین اجتہاد کرتے اور گرمی مین روزہ رکھتے یہانتک کہ انکا جسم سبز اور زرد ہو جاتا تو علقمہ بن قیس انسے کہتے کہ تم اپنے نفس کو کیون عذاب دیتے ہو فرماتے کہ مین تو اسکی تکریم چاہتا ہون اور آپ کا دستور تھا کہ روزہ اتنا رکھتے کہ بدن سبز پڑجاتا اور نماز اتنی پڑھتے کہ گر پڑتے انکے پاس انس رض بن مالک اور حسن رح تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو ان امور کا حکم نہین کیا یعنی اتنا اجتہاد فرض نہین کیا پھر کیون کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین تو غلام مملوک ہون مسکنت اور عاجزی کی کسی چیز کو بدون کیے نہین چھوڑتا اور کوئی مرتعش دن مین ہزار رکعت نماز روزمرہ پڑھتے یہانتک کہ دونون پانون سے بیٹھ رہتے تو بیٹھے ہی بیٹھے ہزار رکعت پڑھتے اور جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو گوٹ مارکر بیٹھتے اور کہتے کہ مجھے بڑا تعجب ہو کہ خلق نے تیری عوض مین دوسری چیز کا ارادہ کیسے کیا اور تیرے سوا اور چیز سے کسطرح مانوس ہوگئے بلکہ مجھے یہ تعجب ہے کہ جب خلق نے تیرے سوا اور چیز کا ذکر کیا تو انکے دل کسطرح روشن ہوے اور ثابت بنانی رح کے حال مین ہے کہ انکو نماز بہت محبوب تھی اسی لیے دعا مانگا کرتے کہ الٰہی اگر تو کسی کو قبر مین اپنی نماز کی اجازت دے تو مجھی کو بے اجازت دینا کہ اپنی قبر مین نماز پڑھون اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سری رح سے زیادہ عابد کسی کو نہین دیکھا کہ اٹھانوے برس کی عمر ہوئی تھی

مگر بجز مرض موت کے کبھی کسی نے لیٹے ہوے انکو نہ دیکھا اور حارث بن سعد کہتے ہین کہ کچھ لوگ ایک راہب کے پاس گئے اور جو مشقت کہ وہ اپنے نفس پر کرتا تھا دیکھی اور اس سے اسباب مین کہا کہ اسنے جواب دیا کہ جو کچھ مصائب اور اہوال خلق پر منظور ہین انکے سامنے اس مشقت کی کیا اصل ہی مگر لوگ غافل ہین اپنے نفسون کے لذات پر گرے ہوے ہین اور جو حظ اکبر کہ انکو خدا کے پاس سے ملیگا اسکو بھولے ہین یہ سنکر سب لوگ رو پڑے اور ابو محمد مغازلی کہتے ہین کہ ابو محمد جریری ایک سال بھر مکہ معظمہ مین مجاور رہے نہ سوئے نہ کلام کیا نہ ستون یا دیوار سے تکیہ لگایا نہ ٹانگین پھیلائین ایک روز انکے پاس ابو بکر کتانی رح گئے اور سلام کے بعد کہا کہ آپ اس اعتکاف پر کس چیز سے قادر ہوے آپ نے فرمایا کہ جس علم نے میرے باطن کو نخپتہ کر رکھا ہے اسی نے میرے ظاہر کی مدد کی ہو کتانی اپنا سر نیچے کر کے سوچتے ہوے چلدیے اور بعض اکابر روایت کرتے ہین کہ مین فتح موصلی رح کے پاس گیا دیکھا تو آپ اپنے ہاتھ پھیلائے روتے ہین یہانتک کہ آنسو اُن کی انگلیون کے بیچ مین سے گر رہے ہین مین انکے قریب گیا اور آنسوؤن کو دیکھا کہ زردی آمیز ہین مین نے انسے کہا کہ اے فتح تمکو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو انھون نے فرمایا کہ اگر تو مجکو قسم نہ دیتا تو مین ہرگز نہ بتاتا ہان مین خون روتا ہون مین نے پوچھا کہ آپ آنسو کیون بہاتے ہین فرمایا کہ اس جہت سے کہ جو حق خدا تعالے کا مجھپر واجب تھا اسمین مین نے قصور کیا اور خون اسلیے رویا کہ آنسو کہین ہمیں قبول نہ نکلے ہون پھر مین نے انکو بعد مرنے کے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالے نے تمسے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجکو بخشدیا مین نے پوچھا کہ آپکے آنسوؤن کے باب مین کیا کیا فرمایا کہ مجکو اللہ جل شانہٗ نے پاس بلا کر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس بات پر بہاتا تھا مین نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب مین قصور کرنے کی جہت سے پھر پوچھا کہ خون کس واسطے روتا تھا مینے عرض کیا کہ کہین آنسو ہمیں قبول نہوے ہون پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے تیری مراد کیا تھی قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ تیرے دونون نگاہبان چالیس برس تیرے نامۂ اعمال کو لایا کیے اسمین کوئی خطا نہین اور منقول ہو کہ کچھ لوگ چلے جاتے تھے راہ بھول گئے ایک راہب کے پاس پہونچے جو لوگون سے علیحدہ تھا اسکو جو پکارا تو اسنے عبادتخانے مین سے سر نکالکر ان کیطرف دیکھا اس سے انھون نے کہا کہ ہم راستہ بھول گئے ہین راستہ کدھر کو ہی اسنے اپنے سر سے اشارہ آسمان کیطرف کیا وہ اسکا مطلب سمجھ گئے کہ معرفت کا راستہ بتاتا ہی پھر اس سے کہا کہ ہم تجسے پوچھین جواب دیگا اسنے کہا کہ پوچھو اور زیادہ مت پوچھیو کہ دن پھر نہین آنے کا نہ عمر پھر سے آویگی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہی لوگون کو اسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور کہا کہ فردائے قیامت مین لوگونکا حشر خدا تعالے کے نزدیک کس چیز پر ہوگا اسنے کہا کہ اپنی اپنی نیتون پر پھر اس سے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کر اسنے کہا کہ اپنے سفر کی حیثیت کے بموجب توشہ لو اسلیے کہ بہتر توشہ وہی ہی جو مقصود تک پہونچاوے پھر انکو راستہ بتا کر سر اندر کر لیا اور عبد الواحد بن زید کہتے ہین کہ میرا گذر ایک چین کے راہب کے پاس ہوا مین نے اسے راہب کر کے پکارا اسنے جواب نہ دیا دوبارہ پھر مین نے کہا کہ او راہب وہ نہ بولا سہ بارہ پھر کہا اسنے میری طرف سر نکالا اور کہا کہ میان صاحب مین راہب نہین راہب وہ ہی جو خدا تعالے سے ڈرے اور اسکی تعظیم کرے اور اسکی بلا پر صبر کرے اور اسکی قضا پر راضی رہے اور اسکی نعمتون کا شکر کرے اور اسکی عظمت کے سامنے تواضع کرے اور اسکی عزت کے مقابل ذلیل رہے اور اسکی قدرت کو اپنے نفس کو حوالہ کرے اور اسکی ہیبت سے خضوع کرے اور اسکے حساب اور عذاب مین تامل کرے دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد اور خدا تعالے سے مانگنا اسکو سونے نہ دے راہب تو اسکو کہتے ہین اور میرا حال جو پوچھو تو مین باؤلا کتا ہون اپنے آپ کو اس عبادتخانے مین بند کر لیا ہے تاکہ

لوگون کو نہ کاٹون مینے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگون کو خداے تعالیٰ سے علیحدہ کر رکھا ہے پہچاننے کے بعد کیون منحرف ہین اسنے کہا کہ برادر خلق کو جو خداے تعالیٰ سے علیحدہ کیا ہے تو صرف دنیا کی محبت اور اسکی زینت نے کیا ہے دنیا ہی گناہون اور معاصی کی جگہ ہے ہوشیار وہ ہے جو دنیا کو اپنے دل سے پھینکدے اور خداے تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہون سے توبہ کرے اور ایسی بات پر متوجہ ہو جو خداے تعالیٰ سے نزدیک کرین۔ اور کسی نے حضرت داؤد طائیؒ سے کہا کہ آپ اپنی ڈاڑھی مین کنگھی کر لیجیے انھون نے فرمایا کہ تو بس مین بیکار رہون اور حضرت اویس قرنیؓ کا دستور تھا کہ فرماتے کہ یہ رات رکوع کی ہے اس رات کو ایک ہی رکوع مین صبح کر دیتے اور جب دوسری رات آتی تو فرماتے کہ یہ سجدہ کی رات ہے اسکو سجدے ہی مین بسر کرتے اور منقول ہے کہ جب عتبہ غلامؒ تائب ہوے تو کھانے اور پینے کیطرف راغب نہوتے ان کی مادر مشفقہ انسے کہتی کہ بیٹا اپنے نفس پر نرمی کر وہ جواب دیتے کہ مین آرام ہی کا طالب ہون تھوڑی سی مشقت مجھے کر لینے دو پھر مدتون تک آرام ہی کرونگا اور منقول ہے کہ حضرت مسروقؒ نے حج کیا تو جب سوئے سجدے ہی کیحالت مین سوئے اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ رات کے چلنے کی تعریف لوگ صبح کو کیا کرتے ہین اور تقوے کو بعد موت کے اچھا جانینگے۔ اور عبداللہ بن داؤد کہتے ہین کہ بزرگان سلف مین سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر تہ کر دیتا یعنی تمام رات مین سونا بالکل موقوف کر دیتا اور کہمس بن الحسن ہر روز ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ اے سب برائیون کی جڑ اٹھ کھڑا ہو جب آپ ضعیف ہو گئے تو پانسو پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہ گیا اور ربیع بن خثیمؒ کی لڑکی ان سے کہا کرتی کہ باباجان یہ کیا بات ہے کہ سب لوگ سوتے ہین اور آپ نہین سوتے آپ فرماتے کہ بیٹی مجکو آگ کا ڈر ہے اور جب انکی ماں نے انکا حال رونے اور جاگنے کا دیکھا تو کہا کہ بیٹا تو نے شاید کسیکو مار ڈالا ہے جو ایسا رہتا ہے انھون نے فرمایا کہ ہان انکی ماں نے کہا کہ وہ شخص کون تھا کہ ہم اسکے رشتہ دارون کو ڈھونڈھین کہ وہ تجکو خون معاف کر دین اسلیے کہ تیرا حال اگر وہ دیکھینگے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دینگے آپ کہتے کہ وہ تو میرا نفس ہے۔ اور بشر بن الحارث کے بھانجے جنکا نام عمرو ہے کہتے ہین کہ میرے ماموں بشر بن الحارث میری ماں سے کہتے کہ بہن میری پسلیاں اور تہیگاہ مجھ مین گڑتی ہین میری ماں نے کہا بھائی اگر تم کہو تو تمہارے واسطے ایک مٹھی میدے کا اپنے پاس سے حریرہ بنا دون اسکو پیوگے تو کچھ توانائی تم مین آ جاویگی ماموں صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہین اللہ تعالیٰ مجھسے یہ نہ پوچھے کہ تیرے پاس آٹا کہانسے آیا تو پھر مین کیا جواب دونگا میری ماں رونے لگی اور وہ خود بھی روئے اور انکے ساتھ مین بھی رویا راوی کہتے ہین کہ میری ماں نے جب انکا حال دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس کمزور ہو گیا تو انسے کہا کہ بھائی کیا اچھا ہوتا کہ تمہاری ماں مجھین پیدا نہوتی اسلیے کہ تمہارا حال دیکھکر میرا جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے انھون نے جواب دیا کہ بہن مین بھی یہی کہتا ہون شعر مرا اے کاشکے مادر نمی زاد ۞ دگر مے زاد کس شیرم نمی داد ۞ میری ماں انکے واسطے شب و روز رویا کرتی۔ اور ربیع کہتے ہین کہ مین حضرت اویسؓ کی خدمت مین آیا تو انکو نماز فجر پڑھکر بیٹھا پایا مین بھی بیٹھ گیا اور دلمین کہا کہ ان کے وظیفے مین حارج نہونا چاہیے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہانتک کہ ظہر پڑھی اور ظہر کیوقت سے عصر تک برابر نماز پڑھتے رہے بعد عصر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مغرب تک بیٹھے رہے نماز مغرب کے بعد پھر اپنی بیٹھک پر جمے یہانتک کہ عشا پڑھی پھر اسی جگہ جم گئے یہانتک کہ نماز صبح پڑھی پھر جو بیٹھے تو سو گئے پھر فرمایا کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون ایسی آنکھون سے جو سو جاوین اور ایسے شکم سے جو سیر نہوئے مینے دلمین کہا کہ مجکو انسے اسیقدر کافی ہے پھر مین واپس آیا اور ایک شخص نے حضرت اویسؓ سے پوچھا کہ یہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار جیسے معلوم ہوتے ہین انھون نے فرمایا کہ مین بیمار

نہون تو کیا ہون کہ بیمار رون کو کھانا ملتا ہو اور ویس نہین کھاتا بیمار سوتے ہین اور ویس نہین سوتا۔ اور احمد بن حرب کہتے ہین کہ جو شخص یہ جانتا ہے کہ جنت اسکے اوپر آراستہ ہو اور دوزخ اسکے نیچے دہک رہی ہو تو تعجب ہو کہ وہ ان دونون کے بیچ مین کیسے سوتا ہو اور ایک عابد بزرگ کہتے ہین کہ مین حضرت ابراہیم بن ادہم کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا تو نماز عشا سے آپ فارغ ہو چکے ہین مین آپ کو دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا آپ اپنے آپ کو ایک کمل مین لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کروٹ بھی نہ لی یہانتک کہ صبح ہوئی اور موذن نے اذان دی آپ اٹھکر نماز مین شریک ہوے اور وضو نہ کیا یہ بات میرے دلمین کھٹکی مین نے آپ سے کہا کہ آپ تمام رات تو لیٹ کر سوتے رہے پھر نیا وضو نہ کیا آپ نے فرمایا کہ مین تو رات بھر کبھی جنت کے باغون مین دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلون مین بھلا اس صورت مین نیند آیا کرتی ہے۔ اور ثابت بنانی کہتے ہین کہ مین ایسے لوگون سے ملا ہون کہ نماز پڑھتے پڑھتے اتنا تھک جاتے تھے کہ اپنے بستر پر بدون گھٹنیون چلنے کے نہین آ سکتے تھے اور کہتے ہین کہ ابو بکر بن عیاش نے چالیس برس زمین پر اپنی کمر نہین لگائی اور انکی ایک آنکھ مین پانی اتر آیا بیس برس تک انکے گھر والون کو خبر نہوئی کہ ایک آنکھ سے نہین سوجھتا اور منقول ہو کہ سمنون کا وظیفہ ہر روز پانسو رکعتین تھین۔ اور ابو بکر مطوعی کہتے ہین کہ جوانی مین ایک رات دن مین اکتیس ہزار دفعہ قل ہو اللہ پڑھا کرتا تھا یا چالیس ہزار مرتبہ راوی کو شک ہو کہ کونسا عدد فرمایا اور ابو منصور بن معتمر ایسے حال سے رہتے کہ اگر کوئی دیکھے تو کہے کہ اس شخص پر کوئی مصیبت بھاری پڑی ہو یہ حال رہتا کہ آنکھین نیچے کو آواز پست ہر وقت چشم تر اگر ذرا ہلاؤ تو آٹھ آٹھ آنسو گرین انکی مان ان سے کہتی کہ تو اپنے نفس پر یہ کیا کرتا ہو تمام رات رویا کرتا ہو چپ نہین ہوتا شاید بیٹا تو نے کوئی خون کیا ہو یا کیا بات ہو وہ جواب دیتے کہ اے مان مین ہی جانتا ہون جو مین نے اپنے نفس پر کیا ہے اور کسی نے عامر بن عبد اللہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے صبر کرتے ہو انھون نے فرمایا کہ وہ صرف اسطرح ہو کہ دن کے کھانے کو رات پر ٹال دیا اور رات کے سونے کو دن پر حوالہ کر دیا اور یہ کچھ بڑی بات نہین اور یہ فرمایا کرتے کہ مین نے جنت کی مثال اور چیز نہین دیکھی جسکا طالب سو گیا ہو اور نہ دوزخ کے مثل جس سے گریز کرنے والا سوتا ہو اور جب رات آتی تو کہتے کہ آگ کی حرارت نے خواب کو کھو دیا پھر صبح تک نسوتے جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت آتش نے نیند دور کر دی اور شام تک نہ سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جو ڈرتا ہو سو شام ہی سے چل دیتا ہو اور صبح کے وقت لوگون کو رات کا چلنا اچھا معلوم ہوتا ہو اور بعض اکابر نے فرمایا ہو کہ مین عامر بن قیس کے ساتھ چار مہینے رہا مین نے انکو کبھی نہ دیکھا کہ رات کو یا دن کو سوئے ہون اور ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیون مین سے راوی ہو کہ مین نے آپ کے پیچھے نماز صبح کی پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو اپنی دہنی طرف کو پھر بیٹھے اور آپ پر کچھ اثر غم تھا آفتاب کے نکلنے تک آپ ویسے ہی رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹا اور فرمایا کہ بخدا مین نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور آج انکے مثل کوئی امر نہین پایا جاتا وہ لوگ صبح کو میلے زرد رنگ الجھے بال اٹھتے رات کو سجدہ و نماز مین کاٹ دیتے خدا کی کتاب پڑھتے اور پانوٴن اور پیشانیون کو باری باری زور دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو ایسا ہلتے جیسا درخت تند ہوا کے دن ہلتا ہو اور ان کی آنکھون سے آنسو اتنے جاتے کہ انکے کپڑے تر ہو جاتے اور آپ لوگون کا یہ حال ہو کہ رات کو خوب غافل ہو کر سوتے ہین اور ابو مسلم خولانی نے ایک کوڑا اپنے گھر کی نماز گاہ مین لٹکا رکھا تھا اس سے اپنے نفس کو ڈراتے اور کہا کرتے کہ اٹھ کھڑا ہو نہین تو یقین جان کہ تجکو اتنا رگیدونگا کہ تو ہی تھکیگا میرا کچھ نجاویگا پھر جب انپر سستی آتی تو کوڑا لیکر اپنی پنڈلیون مین مارتے اور کہتے کہ میری سواری کی نسبت تو تو ہی زیادہ تر سزا وار

مارنے کا ہی اور کہا کرتے کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے ہونگے کہ دین کو کچھ ہم ہی نے اختیار کیا ہے اور لوگون کو ہمارے ساتھ شرکت
نصیب نہین سخدا کہ اسمین ہم بھی ان کی شرکت اچھی طرح کرینگے تاکہ وہ بھی جانین کہ ہمارے پیچھے کچھ لوگ رہے ہین اور صفوان بن سلیم کی دونون پنڈلیان
کثرت قیام سے رہگئی تھین اور اجتہاد مین اس درجے کو پہونچ گئے تھے کہ اگر بالفرض انسے کہا جاتا کہ قیامت کل ہوگی تو انکے اعمال معمولی مین کچھ
زیادتی نہونے پاتی انکا دستور تھا کہ جاڑے کے دنون مین چھپت پر سوتے اور گرمیون مین کوٹھری کے اندر تاکہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے
نیند نہ آوے موت انکی حالت سجدہ مین ہوئی یہ دعا مانگا کرتے کہ الٰہی مین تیری ملاقات چاہتا ہون تو میرے ملنے کو پسند فرما اور حضرت قاسم
بن محمدؒ کہتے ہین کہ مین ایک روز صبح کو اٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح اٹھکر اول اپنی پھوپھی حضرت عائشہؓ کی خدمت مین جاکر انکو سلام کر آتا اس قدر جو
گیا تو دیکھا کہ آپ نماز چاشت پڑھ رہی ہین اور اسمین یہ آیت فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم[ف] پڑھ پڑھکر رو رہی ہین مین کھڑے کھڑے تھک گیا اور انکا
وہی حال رہا جب مین نے دیکھا کہ انکو ابھی دیر ہے بازار کو چلا گیا کہ اول اپنے کام سے فراغت پاؤن تو پھر آؤنگا مین کام سے فراغت کے بعد جو آیا تو پھر بھی انکو
اسی حال مین پایا کہ روتی جاتی تھین اور دعا مانگتی تھین اور اس آیت کو مکرر پڑھتی تھین اور محمد بن اسحٰق کہتے ہین کہ جب ہمارے پاس عبدالرحمٰن بن اسود حج کے
ارادے سے آکر اترے تو انکے ایک پانون مین کچھ مرض ہو گیا تو آپ ایک پانون پر کھڑے ہوکر عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ
مجکو موت سے کچھ خوف نہین صرف اتنا ڈر ہے کہ میرا تہجد چھوٹ جاویگا اور حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہین کہ نیکبختون کی علامتین یہ ہین کہ شب بیداری
کے باعث زرد رنگ اور رونے کے مارے آنکھین چندھی اور روزے کے مارے لب خشک ہون اور انپر خشوع والون کی طرح غبار ہو اور حضرت
حسنؒ سے کسی نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تہجد گذار شخصون کے چہرے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ
تنہائی مین ہوتے ہین اللہ تعالیٰ انکو اپنے نور مین سے نور پہنا دیتا ہے اور حضرت عامر بن عبدالقیس فرمایا کرتے کہ الٰہی تو نے مجکو پیدا کیا تب
مجسے مشورت نہین لی اور ماریگا تب مجھے خبر نہین فرماویگا اور میرے ساتھ ایک دشمن ایسا پیدا کر دیا کہ میرے خون کی جگہون مین پھرتا ہے
اور وہ مجکو دیکھتا ہے اور مین اسکو نہین دیکھتا اور پھر مجکو ارشاد فرمایا کہ تو رکا رہ الٰہی . بھلا مین کیسے رکون اگر تو مجکو نہ روکے الٰہی دنیا مین رنج
وغم ہین اور آخرت مین حساب وعذاب تو راحت کہان ہے اسی مضمون کو کسی نے نظم کیا ہے شعر۔ یان فکر معیشت ہے وہان دغدغۂ حشر۔ آسودگی حرمت
نہ یان ہے نہ وہان ہے : اور جعفر بن محمد کہتے ہین کہ عتبہ غلامؒ رات کو تین چیخون مین بسر کیا کرتے اس طرح کہ جب نماز عشا سے فارغ ہوتے
اپنا سر دونون زانوؤن کے درمیان رکھکر فکر کرتے جب سوم حصہ شب گذرتا ایک چیخ مارتے پھر گھٹنیون مین سر دیکر فکر کرنے
لگتے جب ایک تہائی اور گذر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے یہانتک کہ تیسری چیخ صبح کو مارا کرتے راوی کہتے ہین کہ مین نے انکا حال کسی بصرے
کے رہنے والے سے کہا اسنے کہا کہ تم انکی چیخون پر خیال مت کرو بلکہ یہ سوچو کہ دو چیخون کے درمیان انپر کیا کیفیت گذرتی ہوگی کہ وہ چیخ
مارتے تھے اور قاسم بن راشد شیبانی کہتے ہین کہ محصب مین ہمارے پاس زمعہؒ اپنی زوجہ اور دختر دن سمیت ٹھہرے ہوئے تھے انکا دستور
تھا کہ بہت رات سے اٹھکر نماز پڑھا کرتے جب سحر ہوتی تو زور سے پکارتے کہ اے آرام کرنیوالو کیا اس تمام رات سوؤگے اور اٹھکر چلیگے نہین یہ سنکر
سب اٹھ بیٹھتے تھے کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی تلاوت کرتا کوئی وضو کرتا جب فجر ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے
چلنے کو اچھا جانا کرتے ہین اور بعض حکما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اسکے انعام کے باعث اسکو پہچان گئے ہین اور اسنے

[ف] اللہ نے احسان کیا ہم پر اور بچا لیا ہم کو لو کے عذاب سے ۱۲

بعد انکا سینہ کھولدیا تو اسکی اطاعت کی اور اسپر توکل کیا اور خلق اور امر کو اسی کے حوالہ کیا اسلیے انکے دل صفائے یقین کی کانین اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے ہوگئے ہین حال انکا یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگون مین رکھتے ہین اور انکے دل ملکوت مین جولانیان کرتے ہین اور محجوب غیب مین پناہ لیتے ہین پھر وہان سے جو پھرتے ہین تو انکے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہین کہ جنکا وصف کوئی بیان نہین کر سکتا وہ لوگ باطن کی خوبی مین تو حریرے ہین اور ظاہر مین جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے ہر ایک سے بتواضع پیش آتے ہین اور یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہین ملسکتا بلکہ خداے تعالیٰ کا فضل ہے جسکو چاہے دے اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ مین بیت المقدس کے پہاڑون مین پھرتا تھا اتفاقاً ایک جنگل مین آیا اور ایک آواز زور کی سنی اور وہ پہاڑ اسکا جواب دیتے تھے اور ٹبری گونج تھی مین اس آواز کے درپے ہوا تو ایک باغ مین پہونچا جو درختون سے چھپا ہوا تھا اسمین ایک شخص کو دیکھا کہ کھڑا ہوا اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضراً وما عملت من سوء تود لوان بینہا وبینہ امداً بعیداً ویحذرکم اللہ نفسہ[ل] مین اسکے پیچھے بیٹھ کر سننے لگا وہ یہی پڑھتا رہا یکایک چیخ مار کر بیہوش ہوگیا مین نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہوگیا پھر مین اسکے افاقے کا منتظر رہا ایک گھنٹے کے بعد اسکو ہوش ہوا مین سے سنا کہ یہ کہتا ہے الٰہی مین تجھسے دروغگویون کے مقام سے پناہ مانگتا ہون اور جھوٹے مدعیون کے اعمال سے اور غافلون کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہون تیرے ہی لیے خوف کرنیوالون کے دل الخشوع کرتے ہین تیری ہی طرف قصوروارون کی توقع جھکتی ہے تیری ہی عظمت کے لیے عارفون کے دل ذلیل ہوئے ہین پھر اپنے دونون ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجکو دنیا سے کیا سروکار اور اسکو مجھسے کیا علاقہ ہے اے دنیا جو تجھ جیسا ہو اسی کے پاس جا اور جو تجکو پسند کرے انھین کو جا کر اپنی آسائش اور سہرا بعل طرح کے آرام سے فریب دے پھر کہا کہ بھلے لوگ کہان گئے زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر ہین مٹی مین سڑتے ہین اور چند روز مین فنا ہو جاتے ہین مین نے اسکو پکارا کہ اے بندۂ خدا مین آج دن بھر سے تیرے پیچھے تیرے فراغت پانے کا منتظر ہون اسنے کہا کہ بھلا اس شخص کو فراغت کسطرح ہوگی جو زمانے سے بیشی چاہتا ہے اور زمانہ اس سے بیشی چاہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہین موت اسکے نفس پر سبقت نہ کر جاوے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جس کے دن تو گذر گئے ہون اور اسکے گناہ رہ گئے ہون پھر اسنے میری طرف سے دھیان پھیر خداے تعالیٰ سے مخاطب ہو کہنے لگا کہ ان گناہون کے واسطے تو ہی ہے اور ہر شدت کے واسطے جس کے آنے کی مجکو توقع ہے اور یہ آیت پڑھی وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون[ت] پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا مین نے کہا کہ اسکا دم نکل گیا مین اسکے قریب گیا دیکھا تو تڑپ رہا ہے پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ مین کون ہون اور میرا خطرہ کیا ہے تو اپنے فضل سے میری برائی معاف کر اور اپنے پردۂ رحمت مین مجھ کو چھپا اور اپنے کرم ذاتی سے میرے گناہون سے درگذر فرما جس وقت کہ مین تیرے سامنے کھڑا ہون۔ مین نے اس سے کہا کہ قسم ہے تجکو اس ذات کی جس کی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھ سے کچھ کلام کر تو اسنے کہا کہ کلام اس سے جا کر کرو جس کے کلام سے تمکو کچھ فائدہ ہو اور اس شخص کے کلام کو جانے دو جسکو گناہون نے تباہ کر دیا ہو مین اسجگہ مین نہ معلوم کس مدت سے ابلیس سے لڑتا ہون اور وہ مجھ سے لڑتا ہے آج تک میرا کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجکو نکالتا ایک تو آیا ہے تو مجھسے علیحدہ ہی رہ اسلیے کہ تو نے میری

ل‍ ت جسدن پاویگا ہر شخص جو کی ہر نیکی روبرو اور جو کی ہو برائی آرزو کرے گا کہ مجھ مین اور اسمین فرق پڑ جاوے دور کا اور اللہ ڈراتا ہے تمکو آپ سے ۱۲ ح‍ ت اور نظر آیا انکو اللہ کیطرف سے جو خیال نہ رکھتے تھے ۱۲

زبان کو بیکار کر دیا اور اپنی بات کی طرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا مین تیرے شر سے خدائے تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہون پھر توقع رکھتا ہون کہ وہ اپنے غصّے سے مجھ کو پناہ دے اللہ اپنی رحمت سے مجھپر فضل کرے راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص خدائے تعالیٰ کا ولی ہے ایسا نہ ہو کہ کہین مین اسکو باتون مین مشغول کرون تو اسی جگہ مجھپر عذاب آوے اس خیال سے مین اسکو چھوڑ کر واپس آیا اور ایک اور تنکنجت روایت کرتے ہین کہ مین سفر مین چلتے چلتے ایک درخت کی طرف کو گیا کہ اس کے نیچے ذرا دم لون دیکھا تو ایک بوڑھا مجھپر چڑھا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اٹھ کھڑا ہو کہ موت مری نہین پھر سامنے ہی کو چل دیا مین اسکے پیچھے ہوا اور سنا کہ یون کہتا تھا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ الٰہی میرے لیے موت مین برکت کر مین نے کہا کہ بعد موت کے بھی اسنے کہا جو شخص بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ احتیاط اور خوف کے مارے چلنے کے لیے دامن اٹھائے رہیگا دنیا مین اس کے رہنے کی جگہ نہو گی پھر کہا کہ اے وہ شخص جسکی ذات کے لیے تمام چہرے ذلیل ہین اپنا دیدار دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور فردائے قیامت مین اپنے سامنے کی جھڑکی کی فضیحت سے محفوظ رکھ اب تجھ سے مجھے شرم آنے کا وقت آپہونچا اور تجھ سے روگردان رہنے سے اب مین باز آیا اگر تیرا حلم نہوتا تو مجکو میری موت بھی نہ کھپاتی اور اگر تیرا عفو نہوتا تو میری توقع تیرے پاس کی چیزون تک نہ پھیلتی پھر وہ شخص مجکو چھوڑ کر چلا گیا اور مجاہدین کے باب مین یہ اشعار ہین **اشعار**

جسم مین ہو لاغری اور دل مین ہو غم کا اثر ؛ گہ پہاڑون مین ہو گا ہے دشت مین اسکا گذر ؛ فاش جب موج پر کرے نالہ مثال عندلیب ؛ خواب راحت رنگ رو کی طرح کر جائے سفر ؛ خوف اسکو جوش مین آوے تو پھر ہو مضطرب ؛ یون دعا مانگے اغثنی یا عمادی فی الخطر ؛ جو بری نوبت ہو تو اسکا خدا یا ہے حلیم ؛ تو بہت کرتا ہے بندون کی خطا سے درگذر ؛ اور کسی اور نے مجاہد کے حال مین کچھ اشعار لکھے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے **اشعار** زنہارِ مطربہ گر زیب تن کرین پوشاک ؛ نہووے ان مین نمود جو اسکو ہے لذت کرے خدا کی طلب چھوڑ کر عیال اور مال ؛ بغیر سیر کسی سے نہ ہو اسے الفت ؛ رہے عبادت خالق مین اپنے خاطر خواہ پسند گوشہ نشینی ہو تا نہ ہو شہرت ؛ پھرے جہان کہین بس ذوق ہو تلاوت کا ؛ زبان و دل کو نہو ذکر کے سوا حرکت ؛ سناوے مژدہ رسان آکے اسکے مرنے پر ؛ کہ ہر طرح کے الم سے تجھے ملے راحت ؛ تمنا اسکی ہو جو کچھ پھر اسکو حاصل ہو ؛ ہزارون عیش کرے ہو کے داخل جنت ؛ اور کرز بن وبرہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتے اور عبادات مین اپنے نفس پر مجاہدہ بہت کرتے لوگون نے انسے کہا کہ تم اپنے نفس پر بہت مجاہدہ کیا کرتے ہو انھون نے کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہے کہا کہ سات ہزار برس انھون نے پوچھا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہے کہا کہ پچاس ہزار برس آپ نے فرمایا کہ سات دن کا کام کرنے سے اگر تم اس قیامت کے دن سے بے خوف ہو جاؤ تو اس بات سے تم عاجز نہین ہو اس قول سے انکی غرض یہ ہے کہ اگر بالفرض آدمی دنیا کے برابر سات ہزار برس جیوے اور نفس پر اسلیے مجاہدہ کرے کہ اس ایک روز سے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے نجات پاوے تب بھی اسکو بہت فائدہ ہے اور آدمی کو چاہیے کہ ایسی صورت مین بھی جہاد نفس کی رغبت اسکو ہوتی اور جب عمر ذرا سی ہے اور آخرت کی کچھ انتہا نہین تب تو ظاہر ہے کہ زندگی بھر کے مجاہدہ کی آخرت کے سامنے کیا اصل ہے غرضکہ سیرت صلحائے سلف کی نفس کے مراقبے اور مجاہدے

مین ایسی ہوتی ہے پس اگر تمہارا نفس سرکشی کرے اور عبادت پر مواظبت کرنے سے باز رہے تو ان لوگون کا حال مطالعہ کرو کیونکہ ایسے لوگون کا وجود اب نایاب ہے اور اگر ایسے لوگون کا دیکھنا نصیب ہو اور دیکھکر اقتدا کرو تو کیا کہنا ہے ؏ شنیدہ کے بود مانند دیدہ؛ دیکھنے کا اثر اقتدا مین بہت زیادہ ہوا کرتا ہے اور اگر دیکھنے سے عاجز ہو تو ان کے احوال سننے ہی سے غفلت نکرو بقول مشہور ؏ گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت ست؛ اور اپنے لیے وہ باتون مین ایک پسند کر دیا تو یہ کہ جو لوگ عاقل اور حکما اور دین مین اہل بصیرت ہیں ان کی اقتدا کرکے ان کے زمرے مین داخل ہو یا اپنے زمانے کے غافلون جاہلون کی اقتدا کرو مگران بیوقوفون کی جماعت مین رہنے اور ان کو دونون سے مشابہ ہونے پر ہرگز راضی مت ہو عقلا کی مخالفت کسیطرح اختیار مت کرو اور اگر تمہارا نفس یون کہے کہ اکابر سلف تو زبردست لوگ تھے ہم کو انکے اقتدا کی مجال نہین تو جن عورتون نے عبادت مین مجاہدے کیے ہین ان کے حالات دیکھو اور نفس سے کہو کہ کمبخت تجھے غیرت نہین آتی کیا عورت سے بھی کم رہیگا یہ تو بڑی ذلت کی بات ہے کہ مرد ہو کر دین یا دنیا کے معاملے مین عورت سے کم رہے۔ اب ہم کچھ تھوڑا سا حال مجتہد عورتون کا لکھتے ہین حبیبہ عدویہ کے حال مین لکھتے ہین کہ انکا معمول تھا کہ جب نماز عشا پڑھ چکتین تو اپنی چھت پر کھڑی ہوتین اور کرتہ اور دوپٹہ خوب کسکر کہتین کہ الٰہی ستارے چھٹک پڑے اور آنکھین سو گئین بادشاہون نے اپنے دروازے بند کر لیے ہر ایک حبیب اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا اب مین تیرے سامنے کھڑی ہون پھر نماز پڑھتی رہتین جب فجر ہو جاتی تو کہتین کہ الٰہی رات نے منھ موڑا اور دن روشن ہو گیا مجھے معلوم نہین کہ تو نے مجھ سے یہ رات قبول فرمائی تو مین مبارکبادی اپنے آپ کو دون یا تو نے نامنظور کی تو تعزیت کرون قسم ہے تیری عزت کی جبتک تو مجکو باقی رکھے گا اپنا طریق یہ ہی رکھون گی اور اگر تو اپنے دروازے سے مجکو جھڑک دیگا تو مین ہرگز نہ ٹلونگی اسلیئے کہ میرے جی مین تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہے اور عجردہ سے روایت کرتے ہین کہ یہ نابینا تھین رات بھر جاگتین جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک سے کہتین کہ عابدون نے تیرے ہی لیے تاریکی شب کو بسر کیا تیری رحمت اور فضل مغفرت کیطرف سبقت کرتے ہین الٰہی مین تیرے ہی وزیعے سے تجھسے سوال کرتی ہون کسی اور کے ذریعے سے نہین مانگتی کہ تو مجکو سابقین کے اول زمرے مین کر دے اور مجکو علیین مین مقربین کے درجے تک پہونچا دے اور اپنے نیکبخت بندون مین شامل کر دے تو میرے کریم ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین اور سب بڑونکا بڑا ہی پھر سجدے کیلیے اسی طرح گرتین کہ اسکے دھماکے کی آواز سنائی دیتی پھر صبح تک دعا مانگتی اور روتی رہتین اور یحیٰے بن بسطام کہتے ہین کہ مین شعوانہ کی مجلس مین حاضر ہوتا اور جو کچھ انکی فریاد و زاری ہوتی اسکو دیکھا کرتا ایکبار مین نے اپنے ایک یار سے کہا کہ چلو جب یہ تنہا ہون تو انسے کہین کہ اپنے نفس پر کچھ نرمی کرین اس نے کہا کہ اختیار ہے چلو ہم ان کی خدمت مین آئے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کرین اور اتنا نہ رویا کرین تو جو تمہاری مراد ہو اسپر یہ بات زیادہ ممد ہوگی وہ یہ بات سنکر رو پڑین پھر کہا کہ مین تو یہ چاہتی ہون کہ اتنا روؤن کہ میرے تن مین ایک آنسو نرہے پھر خون رویا کرون یہانتک کہ کسی میرے عضو مین ایک قطرہ خون کا باقی نرہے مگر مجھے رونا کہان آتا ہی مین کب روتی ہون اسی جملے کو بہت دفعہ کہا کہ مین کہان روتی ہون پھر بیہوش ہو گئین اور محمد بن معاذ کہتے ہین کہ مجسے ایک عابد عورت نے بیان کیا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ مین جنت مین داخل کی گئی ہون اور دیکھتی ہون کہ تمام اہل جنت اپنے اپنے دروازے پر کھڑے ہین مین نے پوچھا کہ جنت والے کیون کھڑے ہین مجسے کسی نے کہا کہ اس عورت کے انتظار مین کھڑے ہین جسکے لیے

جنتین آراستہ کی گئی ہین مینے کہا کہ وہ عورت کون ہو مجسے کسی نے کہا کہ ایک کالی لونڈی ایلہ کے لوگون کی ہو جسکو شعوانہ کہتے ہین مین نے کہا کہ وہ تو میری بہن ہو مین اسی گفتگو مین تھی کہ اتنے مین وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا مین اڑتی آپہونچی جب مینے انکو دیکھا تو پکارا کہ بہن تم تو مجسے محبت کیا کرتی ہو اپنے رب سے دعا کرو کہ مجکو بھی تمہارے ساتھ ملاوے انھونے تبسم کیا اور فرمایا کہ ابھی تیرے آنیکا وقت نہین آیا مگر میری دو باتین یاد کرلے اول تو یہ کہ اپنے دل پر مدام غم رکھنا دوم یہ کہ اللہ تعہ کی محبت کو اپنی ہوا ے نفس پر مقدم رکھنا پھر انشاءاللہ تعہ تجکو نقصان نہ ہوگا کبھی تیری موت آوے اور عبدالصمد بن الحسن کہتے ہین کہ میرے پاس ایک روم کی لونڈی تھی جس سے مین بہت خوش تھا ایک رات وہ میرے پاس سوتی تھی مین جو جاگا تو اس کو پہلو مین نپایا اٹھکر ڈھونڈھنے لگا دیکھا تو وہ سجدہ مین پڑی ہوئی کہ رہی ہو الٰہی بباعث اس محبت کے جو تجکو میرے ساتھ ہو مجکو بخشدے مینے کہا کہ یون مت کہہ کہ جو محبت تجکو میرے ساتھ ہو بلکہ یون کہہ جو محبت مجکو تیرے ساتھ ہو اسکے باعث گناہ معاف کر اسنے کہا کہ آقا صاحب یہ نہین وہی مجسے محبت رکھتا ہو تو شرک سے نکالکر مشرف باسلام فرمایا اور اسی کی محبت سے یہ ہو کہ مجھے یہ رات کو جگایا حالانکہ بہت اسکی مخلوق سوتی ہے اور ابوہاشم قرشی کہتے ہین کہ ایک عورت یمن کی باشندہ جسکو سریہ کہتے تھے ہمارے ایک مکان مین آکر ٹھہری مین اسکی فریاد وزاری رات رہے سے سنا کرتا ایک روز مین نے اپنے خادم سے کہا کہ اس عورت کو جھانک کر دیکھ کہ کیا کرتی ہو اسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ اور کچھ نہین کرتی یہ کرتی ہو کہ اپنی نظر آسمان کیطرف سے نہین ہٹاتی اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی کہہ رہی ہو کہ تونے سریہ کو پیدا کیا پھر اپنی نعمت سے اسکو غذا دی اور ایک حال سے دوسرے مین رکھا تیرے سب احوال اسکے حق مین اچھے ہین تیرے مصائب اسکے عندیے مین سلوک ہین اور وہ باوجود اسکے اپنے آپکو تیرے غصے کیلیے متعرض ہوتی ہو کہ بے تامل تیری نافرمانی کی جرائت کرتی رہتی ہو کیا تو یہ جانتا ہو کہ وہ یہ گمان کرتی ہو گی کہ تو اسکے افعال بد نہین دیکھتا ہوگا حالانکہ تو علیم اور خبیر اور ہر چیز پر قادر ہو۔ اور ذوالنون مصری فرماتے ہین کہ ایک رات مین وادی کنعان سے نکلا جبکہ وادی کے اوپر گیا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک کالی چیز میری طرف کو آتی ہو اور کہتی ہو کہ وبدالہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون اور روتی ہے جب وہ مجسے نزدیک ہوئی تو معلوم ہوا کہ ایک عورت صوف کا جبہ پہنے اور ہاتھ مین ڈولچی لیے ہے اسنے کہا کہ تو کون ہو جو خداے تعہ سے فارغ ہوکر اور ون کی طرف متوجہ ہوتا ہے مین نے کہا کہ ایک مرد مسافر ہون اسنے کہا کہ تعجب کی بات ہے خداے تعہ کے ہوتے ہوے غربت و سفر کے کیا معنی ہین اسکے اس کہنے سے رو پڑا اسنے کہا کہ تو کیون رویا مین نے کہا کہ دوا ایسے درد پر پڑی کہ زخم ہو گیا تھا اور دوا سے جلد اچھا ہونے لگا اسنے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کیون روتا ہو مین نے کہا کہ سچے کیا رویا نہین کرتے اسنے کہا نہین مین نے پوچھا کہ کیا وجہ اسنے کہا کہ رونا دل کی راحت ہوتا ہو مین اسبات کو سنکر تعجب کرتا رہ گیا اور کچھ نہ کہا اور احمد بن علی کہتے ہین کہ ہم نے عفیرہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی انھون نے ہمکو اجازت نہ دی ہم دروازہ ہی پر پڑے رہے اور کہین نہ ہٹے جب انکو معلوم ہوا تو وہ دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئین اور یہ کہکر دروازہ کھولا کہ الٰہی مین تجسے پناہ مانگتی ہون اس شخص سے جو مجکو تیرے ذکر سے روکے ہم اندر گئے اور انسے کہا کہ آپ ہمارے لیے دعا کرین انھونے فرمایا کہ اللہ تعہ تمہاری ضیافت میرے گھر مین یون کرے کہ تمہاری مغفرت فرماوے پھر ہم سے کہا کہ عطاے سلمی نے چالیس برس آسمان کیطرف نگاہ نہ کی اور ایک نگاہ نے جو انپر خیانت کی تو بیہوش ہوکر گر پڑے اور پیٹ مین کوئی پردہ پھٹ گیا کاش عفیرہ اپنا سر اٹھاوے اور نافرمانی نہ کرے اور کیا اچھا ہو کہ اگر نافرمانی کی ہو تو اسکو دوبارہ نکرے اور بعض صلحا سے منقول ہو کہ مین ایک روز

د ا اور نظر آیا انکو اللہ کیطرف سے جو خیال نہ رکھتے تھے ۱۲

بازار گیا اور میرے ساتھ ایک حبشی لونڈی تھی مین بازار سے علحدہ ایک جگہ پر اسکو بٹھلا گیا اور کسی ضرورت کو چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ جبتک مین نہ آؤن یہان سے مت ٹلنا جب مین اپنے کام سے پھر کر آیا تو اسکو جہان بٹھلا گیا تھا وہان نہ پایا پس گھر کو واپس آیا اور نہایت غصہ اسپر تھا جب اسنے مجکو دیکھا تو چہرے سے غصہ پہچان گئی اور مجسے کہا کہ آپ جلدی نکرین میری بات سن لین جسجگہ مجکو آپ بٹھلا گئے تھے وہان مین نے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا نہ پایا مجھے خوف ہوا کہ کہین یہ جگہ دھس نہ جاوے اسلیے مین وہانسے چلی آئی راوی کہتا ہو کہ مجکو اسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور اس سے کہا کہ تو آزاد ہے اسنے کہا کہ یہ آپ نے برا کیا مین آپ کی خدمت کیا کرتی تھی تو مجکو دو ثواب ہوتے تھے اب ایک جاتا رہا اور ابن علاء سعدی کہتے ہین کہ میرے چچا کی لڑکی کا نام بریرہ تھا وہ عابدہ تھین اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھین جب ایسی آیت پر آتین کہ اسمین دوزخ کا ذکر ہوتا تو روتین اسیطرح کیا کرتین یہانتک کہ رونے کی کثرت سے انکی آنکھین جاتی رہین اسکے چچازاد بھائیون نے آپسمین کہا کہ چلو انکو کثرت گریہ کے باب مین ملامت کرین ہم سب کے سب انکے پاس گئے اور پوچھا کہ اے بریرہ تم کیسی ہو جواب دیا کہ مہمان ہین اجنبی زمین مین پڑے ہین اور اسکے منتظر ہین کہ کب کوئی ہمکو بلاوے اور ہم جاوین ہم نے کہا کہ پھر یہ رونا کب تک رہیگا آنکھین تو جاتی رہین انھون نے کہا کہ اگر میری آنکھون کو خدا کے یہان کچھ بہتری ہے تو دنیا مین جو کچھ ان مین سے جاتا رہا اس سے انکا کیا نقصان ہو اور اگر ان کو خدا کے یہان برائی ہو تو اور اس سے زیادہ رووینگی یہ کہکر منھ پھیر لیا لوگون نے کہا کہ یہان سے اٹھ کھڑے ہو انکا حال کچھ اور ہی ہو اپنا سا حال نہین اور معاذہ عدویہ جب دن نکلتا تو کہتین کہ یہ وہ دن ہو جسمین مین مرونگی اور شام تک کچھ نکھاتین جب رات ہوجاتی تو کہتین کہ اس رات مین مرونگی اور صبح تک نماز مین مصروف رہتین اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ مین ایک رات حضرت رابعہ کے یہان رہا وہ اپنی محراب مین کھڑی ہوئین اور مین مکان کے ایک گوشے مین اور صبح تک ہم دونون کھڑے رہے جب صبح ہوئی تو مین نے کہا کہ جس شخص نے ہم کو قوت اس رات کے قائم ہونے کی عنایت فرمائی اسکا شکر یہ کیا ہو حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اسکا شکر یہ ہو کہ دن کو اسکے واسطے روزہ رکھین۔ اور شعوانہ اپنی دعا مین یون کہا کرتین کہ الٰہی مجھے تیرے ملنے کا نہایت شوق ہو اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہو کہ تیرے یہان توقع کرنے والون کی امید نہین ٹوٹتی نہ مشتاقون کا شوق تیرے یہان نکما ہو الٰہی اگر اب میری موت ہو اور کسی عمل نے مجکو تجھسے نزدیک نہ کیا ہو تو اپنی بیماریون کا ذریعہ گناہون کے اقرار کو کرتی ہون پس اگر تو معاف فرماویگا تو تجھسے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور اگر تو عذاب دیگا تو تجھسے عادل تر کون ہو الٰہی مین نے جو اپنے نفس کے لیے نظر کی تو اسپر ستم کیا اب سکے واسطے تیرا حسن نظر رہا ہو اگر تو اسکا مطلب پورا نہ فرماویگا تو اسکی خرابی اور تباہی ہو الٰہی تو میری زندگی بھر مجھپر احسان کرتا رہا تو اس احسان کو موت کے بعد قطع مت فرما اور جو شخص مجکو ایام حیات مین میرا ذمہ دار احسان کا رہا ہو اس سے مجکو توقع ہو کہ مرنے کے وقت بھی مجھپر بخشش کرے الٰہی تو تو میری حیات مین ہمیشہ ذمہ دار میرے ساتھ سلوک ہی کا رہا تو پھر بعد مرنے کے مین تیرے حسن نظر سے کسطرح مایوس ہون الٰہی اگر میرے گناہون نے مجکو ڈرایا ہو تو جو محبت مجکو تجھسے ہو اسنے اطمینان دلایا ہو پس میرے معاملے کو اسطرح بھگتا جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل بکر اس شخص پر کر جو جہل مین مغرور ہو الٰہی اگر تجکو میری رسوائی منظور ہوتی تو تو مجکو ہدایت نفرماتا اور اگر میری فضیحت مقصود ہوتی تو پردہ پوشی کیون کرتا پس جس سبب سے کہ تو نے ہدایت کیا اسی سے مجکو بہرہ ور فرما اور جس باعث سے پردہ پوشی کی اسکو ہمیشہ کر الٰہی مجھے گمان نہین کہ جس مطلب مین مین نے اپنی عمر کاٹی ہو اسکو تو نامنظور فرماکر مجکو ہٹا دیگا الٰہی اگر مین نے گناہ نہ کیا ہوتا تو تیرے عذاب سے کیون ڈرتی اور اگر تیرا کرم نہ پہچانتی تو تیرے ثواب کی توقع کیون کرتی۔ اور خواص رح کہتے ہین کہ ہم رحلہ عابدہ کے

پاس گئے انکا حال یہ تھا کہ روزہ رکھتے رکھتے کالی پڑ گئی تھین اور روتے روتے اندھی ہو گئی تھین اور نماز پڑھتے پڑھتے بے سکتی ہو گئی تھین نماز بیٹھے بیٹھے پڑھا کرتی تھین ہمنے انکو سلام کیا اور کچھ بیان عفو الٰہی کا کیا تاکہ انپر معاملہ آسان ہو جاوے انھون نے سنکر ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ من آنم کہ من دانم میرے نفس کا حال مجھی کو معلوم ہے اسی سے میرا دل زخمی اور جگر پارہ پارہ ہے مین یہ چاہتی ہون کہ کاش خداے تعالیٰ مجکو نہ پیدا کرتا اور میرا کچھ ذکر دنیا مین نہوتا یہ کہکر پھر نماز پڑھنے لگین- پس اگر تمکو اپنے نفس کی نگاہداشت اور حفاظت منظور ہو توان مردون اور عورتون کا حال دیکھو جنھون نے اجتہاد کیا تاکہ تم کو بھی سر ودا بھرے اور حرص اجتہاد زیادہ ہو اور اپنے زمانے والون کیطرف ہرگز مت دیکھنا جن کے باب مین خداے تعالیٰ فرماتا ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ[ف۱] اور اجتہاد والون کی حکاتیین بشمار ہین ہمنے جسقدر لکھی ہین عبرت والے کے لیے بس ہین اور اگر تمکو زیادہ دیکھنا منظور ہو تو کتاب حلیۃ الاولیا کا مطالعہ ہمیشہ کیا کرو اسمین بیان احوال صحابہ و تابعین اور انکے بعد لوگون کا ہے اسکے دیکھنے سے تمکو معلوم ہوگا کہ تم اور تمہارے اہل زمانہ سبکے سب اہل دین سے بمراحل دور ہین پھر اگر تمہارا نفس اسی زمانہ والون کو دیکھنے کو کہے اور یہ حجت کرے کہ خیر اسی زمانہ مین ہے کہ بہت سے مددگار ہین علاوہ اسکے اگر ان کی مخالفت کرتے ہو تو لوگ دیوانہ کہینگے اور ہنسی کرینگے اسی لیے ضرور ہوا کہ با ہمین ہو مان بباید ساخت ؎ جو انکا حال ہوگا وہی تمہارا ہوگا مصیبت بھی ہوگی تو سب پر ہوگی اور مثل مشہور ہے مرگ انبوہ جشنے دارد تو نفس کی اس دلیل سے ایسا نہو کہ تم دھوکا کھا جاؤ اور اسکے مکر مین مبتلا ہو جاؤ بلکہ اس سے یون کہو کہ بھلا اگر کوئی بڑا سیلاب آتا ہو جو شہر کے شہر کو تباہ کردے اور لوگون کو اسکی حقیقت معلوم نہوا سلیے وہ راہ احتیاط نہ چلین اور اپنی جگہ سے نہ ہلین اور تمکو انسے علیحدہ ہونے کی طاقت ہو کہ کشتی مین سوار ہو کر اس سیلاب سے بچ سکتے ہو تو اسوقت بھی تمہارے دل مین گذرتا ہے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد اسوقت تو تم ان کی موافقت نہین کرتے اور انکی احتیاط نہ کرنے کو حماقت سمجھتے ہو اور اپنے بچاؤ کی فکر کرتے ہو پس جب ڈوبنے کے ڈر سے جسکا عذاب ایکساعت کا ہے تم لوگون کی موافقت ترک کردیتے ہو تو پھر کیا بات ہے کہ جو عذاب ہمیشہ کا ہے اس سے گریز نہین کرتے اور ہر وقت اسکے مستحق ہوتے چلے جاتے ہو اور مصیبت جب عام ہوتی ہے تو اچھی معلوم ہوتی ہے یہ بھی بیان درست نہین اسلیے کہ دوزخیون کو اتنی مہلت کہان جو عام یا خاص کیطرف التفات کرین سوا اسکے دیکھو کہ کفار کو صرف انکے اہل زمانہ کی موافقت ہی نے تباہ کیا انھون نے بھی یہی کہا تھا انا وجدنا آبائنا علی امۃ وانا علیٰ آثارہم مقتدون[ف۲] غرضکہ جب تم نفس کے عتاب کرنے مین مشغول ہو اور اس سے اجتہاد لو اور وہ کہنا نہ مانے تو اسکو ملامت کرنے اور جھڑکنے سے باز نہ آؤ اور اسکو جتاتے رہو کہ یہ نافرمانی تیرے حق مین بُری ہے پس کیا عجب ہے کہ وہ ان باتون کے باعث اپنی سرکشی سے باز رہے چھٹا مقام نفس کی توبیخ اور عتاب مین واضح ہو کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اسکا نفس ہے جو بغل کا گھونسا ہے وہ بدی کا امر کرتا ہے اور مائل بشر پیدا ہوا ہے خیر سے بھاگتا رہتا ہے اور آدمی کو اسکے تزکیہ اور راست رکھنے اور زبردستی خداے تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شہوات سے روکنے اور لذات سے علیحدہ رکھنے کا حکم ہوا ہے پس اگر آدمی اسکی خبر نہ لے تو سرکشی کرکے بھاگ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہین آتا اور اگر ہمیشہ ڈانٹ اور عتاب اور ملامت کرتا رہے تو وہی نفس پھر نفس لوامہ ہو جاتا ہے جسکی قسم خداے تعالیٰ نے کھائی ہے اور توقع ہے کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ ہو جاوے جو زمرۂ بندگان الٰہی مین راضی اور مرضی ہو کر بلایا جاویگا اسلیے آدمی پر لازم ہے کہ کسیوقت اسکی نصیحت اور عتاب سے غافل نرہے اور دوسرے کو نصیحت جب کرے جب اول اپنے نفس کو کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابن مریم تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت مان جاوے تو پھر لوگون کو

ف۱ اور اگر تو کہا مانے اکثر لوگون کا جو دنیا مین ہین تجکو بھلا دین اللہ کی راہ سے ۱۲ ف۲ ہم نے پائے اپنے باپ دادے ایک راہ پر اور ہم انھین کے قدمون پر چلتے ہین ۱۲

نصیحت کر ورنہ مجھ سے شرم کر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین اور اسکا طور یہ ہے کہ نفس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی بیوقوفی اور غباوت اور نادانی ثابت کر دے کہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ سمجھتا ہے اور اگر اسکو احمق کہہ دے تو بہت ہی بُرا مانتا ہے پس اس سے یون کہنا چاہیے کہ اے نفس تو کتنا بڑا جاہل ہے تو تو کہتا ہے کہ مین حکمت اور ذکا اور دانائی مین پکا ہون مگر تیرے برابر بیوقوف اور کم فہم کوئی نہین کیا تو نہین جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہین اور انمین سے ایک مین تو عنقریب جاوے گا پھر تجھے کیا ہوا ہے کہ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور کھیل مین مشغول رہتا ہے حالانکہ تجھ سے یہ بڑا کام لیا جاتا ہے شاید آج یا کل تجکو موت آ جاوے اور جسکو دور سمجھتا ہے خدا کے نزدیک وہ قریب ہی ہو کیا تجھے یہ معلوم نہین کہ جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے بعید وہ ہے جو آنے کی نہین کیا تو یہ نہین جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکایک آتی ہے نہ کوئی اسکا پہلے قاصد آوے نہ کچھ وعدہ اور پیام ہو نہ یہ کہ گرمی مین آوے اور جاڑے مین نہ آوے یا جاڑے مین آوے گرمی مین نہ آوے یا دن کو آوے رات کو نہ آوے یا رات کو آوے دن کو نہ آوے یا لڑکپن مین آوے جوانی مین نہ آوے یا جوانی مین آوے لڑکپن مین نہ آوے بلکہ ہر ایک سانس مین ناگاہ موت کا آنا ممکن ہے اور اگر موت دفعۃً نہو تو مرض تو دفعۃً ہوتا ہے جو موت پر پہونچا دیتا ہے پس نہ معلوم تجھے کیا ہوا ہے کہ باوجودیکہ موت اتنی نزدیک ہے اسکی تیاری نہین کرتا کیا تو اس آیت کو نہین سمجھتا اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون ما یاتیہم من ذکر من ربہم محدث الا استمعوہ وہم یلعبون لاہیۃ قلوبہم۔ اگر تو خدائے تعالیٰ کی نافرمانی پر اسلیے جرأت کرتا ہے کہ تیرے اعتقاد مین خدائے تعالیٰ تجکو نہین دیکھتا تو تو بڑا کافر ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کو اپنے اوپر مطلع سمجھتا ہے تو سخت بےحیا ہے اگر تیرے سامنے کوئی تیرا غلام بلکہ تیرا بھائی کوئی ایسی بات کرے جو تجکو بری معلوم ہو تو تو کتنا ناک منھ چڑھاوے اور غصہ کھاوے پھر کونسی جرأت سے تو خدائے تعالیٰ کے غصہ کا متعرض ہوتا ہے اور اسکے عذاب و عقاب سے نہین ڈرتا کیا تجکو یہ گمان ہے کہ اسکے عذاب کی برداشت کر سکو نگا ہرگز نہین یہ بات دل سے دور رکھ اور اگر اسکے عذاب کا امتحان کیا چاہے تو ایک ساعت تپش آفتاب مین یا حمام تیز مین بیٹھ یا اپنی انگلی آگ سے قریب کر تاکہ قدر طاقت اور حوصلہ اپنا معلوم ہو جاوے یا یہ مغالطہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کریم اور صاحب فضل ہے اسکو کسی کی طاعت کی حاجت نہین پس اللہ تعالیٰ کے کرم پر دنیا کے کامون مین کیون نہین اعتماد کرتا جب کوئی دشمن تیرا قصد کرتا ہے تو کیون حیلے اسکے دفع کے کرتا ہے جب کیون نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسکو دور کر دیگا یا جب کوئی کام دنیاوی تجکو دباتا ہے جو بدون روپئے پیسے کے نہین سرانجام ہوتا تو اسوقت تیرا کیون دم سا نکلتا ہے اور اسکی طلب مین بیسیون حیلے بناتا ہے اسوقت اعتماد کرم الٰہی پر کہان جاتا ہے کیون نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی خزانہ تبلا دیگا یا کسی اپنے بندے کو بھیجدے گا کہ تیرا کام بدون تیرے ہاتھ پانون ہلائے سرانجام کر دیگا کیا تو یہ جانتا ہے کہ خدائے تعالیٰ صرف آخرت ہی مین کریم ہے دنیا مین نہین اور تجھے تو معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ کا طریق بدلا نہین جاتا اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہی ہے اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جو وہ کماوے ارے نفس تیرے جھوٹے دعوے اور نفاق بڑے ہی عجیب ہین اسلیے کہ تو زبان سے تو دعویٰ ایمان کرتا ہے مگر نفاق کا اثر تجھ پر ظاہر ہے دیکھ تیرا آقا اور پروردگار فرماتا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ اور آخرت کے باب مین فرماتا ہے وان لیس للانسان الا ما سعی ان دونون آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اسنے فرمائی ہے کہ تیری سعی کی اسمین کچھ حاجت نہین اور

آخرت کو بندے کی کمائی پر منحصر رکھا مگر تو نے اپنے افعال سے خدائے تعالیٰ کو جھوٹا کیا کہ جس چیز کی کفالت وہ کرتا ہے اسپر تو مدہوشوں اور باولوں کیطرح گرتا ہے اور امر آخرت کو جو تیری سعی پر منحصر رکھا تھا اس سے بالکل روگردان اور حقارت کنان ہے پس یہ تو نشان ایمان نہیں اگر زبان ہی سے ایمان معتبر ہوتا تو منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجے مین کیون ہوتے ارے کمبخت گویا تو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا اور گمان کرتا ہے کہ مرنے کے بعد تجکو رہائی ہوجاویگی اور بھاگ جاویگا ہرگز ایسا نہو گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایحسب الانسان ان یترک سدی الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی پس اگر تجکو یہی گمان ہے کہ ویسے ہی چھوڑ دیا جاویگا تو تیری برابر اور جاہل نہین اور تو پکا کافر ہے یہ تو سوچ کہ اللہ تعالیٰ نے تجکو کس چیز سے بنایا ہے چنانچہ خود فرماتا ہے قتل الانسان ما اکفرہ من ای شئی خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ پھر کیا تو اسکو جھوٹ جانتا ہے کہ جب وہ چاہے گا تجکو مرنے کے بعد اٹھا کھڑا کر لیگا۔ اگر تو جھوٹ نہین جانتا تو پھر احتیاط کیون نہین کرتا اور اگر بالفرض کوئی یہودی تجھ سے کہدے کہ تیرے مرض مین فلان کھانا مضر ہے تو گو وہ تیرے نزدیک سب کھانون سے لذیذ تر ہو مگر تو اس سے صبر کر لیگا اور اسکو چھوڑ دیگا اور جی کو کڑا کر لیگا۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ جن انبیا کو معجزے عنایت ہوے انکا قول اور خدائے تعالیٰ کا قول اسکی آسمانی کتابون مین تیرے نزدیک اتنا بھی نہین کہ ایک یہودی کے قول کے برابر ہو جو اٹکل پچو بے دلیل باوجود نقصان علم وعقل کے کہ دیتا ہے کہ اسکا اثر تو ہوتا ہے اور خدا اور رسول کے کہنے کا اثر نہین اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا تجھ سے کہدے کہ تیرے کپڑے مین ایک بچھو ہے تو بدون اسکے کہ تو کوئی حجت پوچھے فوراً اپنے کپڑے پھینکدیتا ہے کیا انبیا اور علما اور حکما اور تمام اولیا کا قول تیرے نزدیک لڑکے کے قول سے بھی کمتر ہے جو محض نادان ہوتا ہے یا یہ کہ جہنم کی حرارت اور اسکے طوق اور عذاب اور سنیٹھر اور گرز اور پیپ اور ہوائے گرم اور سانپ بچھو کو دنیا کے بچھو سے کم جانتا ہے جسکی تکلیف اڑکر ایک روز یا اس سے بھی کم ہوتی ہے یہ کام تو دانشمندونکا نہین بلکہ اگر بہائم پر تیرا حال منکشف ہو تو تجھپر اور تیری عقل پر ہنسین پھر اے کمبخت اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہے اور واقعی جانتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ عمل مین لیت ولعل کرتا ہے موت تو تیری گھات مین لگی ہے کیا عجب ہے کہ مہلت نہ لینے دے اور جلدی سے اچک لے تو کس باعث سے اس سے نڈر بیٹھا ہے کہ جلد نہ آوے گی اور ہمنے مانا کہ تجکو سو برس کی مہلت ملجاوے تب بھی تو راستہ بدون کاٹے نہین کٹتا اور کام بدون کیے تمام نہین ہوتا فرض کرو کہ ایک شخص فقہ سیکھنے کو گھر سے باہر نکلے اور باہر جاکر برسون بیکار نکما بیٹھا رہے اور نفس کو وعدہ کرتا رہے کہ پچھلے برس سیکھ لونگا جب گھر کو جانے کے تھوڑے دن رہینگے تو تجکو اس شخص کی عقل پر ہنسی آویگی کہ یہ بھی عجیب شخص ہے کہ ذرا سی مدت مین فقہ سیکھنا چاہتا ہے یا بدون فقہ سیکھے فقہا کے منصب کا طالب ہے اور خدائے تعالیٰ کے کرم پر بھروسا رکھتا ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آخر عمر مین کوشش عمل مین کرنی نافع ہے اور اس سے بلند درجے ملتے ہین تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زندگی بہت باقی ہے شاید یہی روز آخری ہو پس اسمین مشغول بعبادت نہونے کے کیا معنی اگر مہلت کا پروانہ بھی ملگیا ہو تب بھی عمل پر مبادرت نہ کرنے اور لیت ولعل کرنے کی کیا وجہ ہے بجز اسکے کہ اپنی خواہشون کے خلاف کرنے سے عاجز ہے اسلیے کہ اسمین محنت ومشقت ہوتی ہے پس اگر یہ انتظار ہے کہ عبادت ایسے دن کرین جسدن مخالفت شہوات کی دشوار نہ معلوم ہو تو ایسا دن نہ خدائے تعالیٰ نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرماوے جنت تو جب ملیگی تو شاق باتون سے چھپی ہوئی

ملیگی اور وہ کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہونگی اسکا وجود تو محال ہو سوچ تو سہی کہ کب سے تو وعدہ کرتا ہو کہ کل کرونگا اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہوجاتی ہو جب آج ہی نہ کیا تو کل کیا کریگا تجھے یہ نہین معلوم کہ جو کل آج ہوگئی اسکو حکم گذشتہ کا ہوگیا بلکہ اصل یہی ہو کہ تو آج اگر عاجز ہو تو کل کو عاجز تر ہوگا اسواسطے کہ شہوت مثل جمے ہوے درخت کے ہو جسکا اکھاڑنا بندے کے لیے داخل عبادت ہو پس اگر سستی کے باعث اسکو نہ اکھاڑا اور دوسرے دن پر رکھا تو اسکی مثال ایسی ہو کہ جب آدمی قوی اور جوان ہو اسوقت درخت کے اکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور اسے رہنے دے اور جانتا ہو کہ مدت کے زیادہ ہونیسے درخت مین مضبوطی زیادہ ہوجاتی ہو اور آدمی مین ضعف آتا جاتا ہو تو جس درخت کو کہ جوان ہو کر نہ اکھاڑسکا اسکو بڑھاپے مین کبھی نہ اکھاڑسکیگا شیخ سعدی فرماتے ہیں قطعہ درختے کہ اکنون گرفت است پائے ؛ بہ نیروے شخصے برآید زجائے ؛ دگر ہمچنان روزگارے ہلی ؛ بگردونش از بیخ برنگسلی ؛ واقعی یہ ہو کہ بڑھاپے کی ریاضت ایک مشقت ہی مشقت ہو مثل مشہور ہو کہ بوڑھے توتے نہین پڑھتے بھیڑیے کی تادیب محض تعذیب ہو تر لکڑی کو جہاںسے چاہو موڑ لو اگر خشک ہوجاوے گی تو پھر نہ مڑیگی ع چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ ؛ نشود خشک جز بہ آتش راست ؛ پس اے نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتون کو بھی نہین سمجھتا اور تاخیر پر مائل ہو تو پھر کیون اپنے آپ کو عاقل کہتا ہو اس حماقت سے بڑھکر اور کونسی ہوگی اور شاید تو یہ تقریر کرے کہ مین عمل پر اسلیے مستقیم نہین ہوسکتا کہ لذت شہوات کا حریص ہون اور تکلیف و مشقت پر کم صبر کرسکتا ہون تو یہ نہایت ہی درجہ کی حماقت اور پلے سرے کا برا عذر ہو اسلیے کہ اگر یہ بات تیری سچی ہو تو ایسی شہوات کا طالب کیون نہین ہوتا جو ابدالآباد تک صاف اور خالی از جملہ کدورات ہون اور انکے ملنے کی توقع جنت کے سوا اور جگہ نہین اور اگر واقع مین تو شہوت ہی کا حریص ہو تو یہ حرص اسطرح مٹ سکتی ہو کہ تو شہوت دنیاوی کے خلاف کرے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہو کہ ایک لقمہ کے باعث بہت سے لقمون سے دست بردار ہونا پڑتا ہو اور ہم یہ پوچھتے ہین کہ اگر کسی مریض کو کوئی طبیب کہے کہ ٹھنڈا پانی تین دن مت پینا تاکہ تندرست ہوجاو اور پھر مزے سے عمر بھر پیا کرو اور یہ بھی کہدے کہ اگر اس تین دن کے عرصہ مین پانی پیوگے تو کسی سخت مرض دیرپا مین مبتلا ہوجاوگے اور تمام عمر کا پینا چھوٹ جاویگا تو اسصورت مین مقتضائے عقل اس بیمار کے لیے کیا یہ ہو کہ تین دن صبر کرکے تمام عمر عیش سے رہے یا اسیوقت اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھسے تین دن صبر نہوسکیگا اور مخالف خواہش کی تکلیف برداشت نہوسکیگی گو اسکے بعد تین سو دن یا تین ہزار دن برداشت کرنی پڑے اب اگر تمام عمر کو مدت آسائش اہل جنت اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کرکے دیکھو یعنی ایام زندگی کو ابد کیطرف نسبت کرو تو جو نسبت تین دن کو ہو تمام عمر کیطرف اس سے بھی وہ تھوڑی ہی ہوگی گو آدمی کی عمر کتنی ہی بڑی ہو کیونکہ صورت اول نسبت محدود چیز کی ہو لاانتہا شی کیطرف جو واقع مین کچھ بھی نہین اور صورت دوم مین محدود کی نسبت دوسری محدود چیز کیطرف ہو یہ خواہ مخواہ بڑی ہوگی اور یہ تو کوئی بتادے کہ شہوات سے صبر کرنے کی تکلیف سخت اور اسکی مدت بڑی ہو یا درکات دوزخ مین رہنے اور آگ کی تکلیف سہنے کی پس جو شخص کہ مجاہدے کی تکلیف کی برداشت نہین کرسکتا اس سے خدائے تعالیٰ کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت ہوگی پس جو تو اپنے نفس پر شفقت کرنے مین سستی کرتا ہو تو دو حال سے خالی نہین یا تو خفیہ کفر رکھتا ہو یا علانیہ بیوقوفی کفر خفی تو یہ ہو کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہو اور مقدار ثواب اور عذاب کو بڑا نہ جانتا ہو اور علانیہ بیوقوفی یہ ہو کہ خدائے تعالیٰ کے کرم اور عفو پر اعتماد ہو اور اسکی ان باتون پر التفات نہو کہ وہ عذاب دینے کے لیے مہلت بھی دیتا ہو اور تیری عبادت کی اسکو کچھ پروا نہین پھر باوجود اسکے

روٹی کے لقمے مین یا کوڑی بھر مال کے باب مین یا خلق سے کسی کلمہ کے سننے مین خدائے تعہ کے اوپر اعتماد نہین کرتا بلکہ جتنے حیلے اسباب مین حصول غرض کے لیے ہون سب کو استعمال مین لاتا ہی اسی جہالت کے باعث حماقت کا لقب تجکو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے عنایت ہوا چنانچہ فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ الامانی۔ ارے کمبخت دنیا کی زندگی پر مغرور نہو اور نہ اور کسی چیز سے خدائے تعہ پر مغالطہ کھا تو اپنی آپ فکر کر دوسرے پر تیرا مطلب مہم نہین اپنے اوقات ضائع مت کر کہ چند نفس گنتی کے ہین جب ایک سانس چلا جاتا ہی تو تجھ مین سے کچھ کم ہی ہوجاتا ہی بیمار ہونیسے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو اور مفلسی سے پہلے توانگری کو اور بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پیشتر زندگانی کو اور جبتک تو آخرت مین رہیگا اسیقدر اسکی تیاری کر دنیا مین بھی تو تو اسیطرح کرتا ہی کہ جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہی اتنے ہی دنون کا سامان کیا کرتا ہی کہ غذا اور لباس اور لکڑیان وغیرہ لوازم اکٹھا کر لیتا ہے اور ان مین سے کسی چیز مین خدائے تعہ کے کرم پر تکیہ نہین کرتا کہ وہ آپ اپنے فضل سے سردی کی تکلیف بدون جبہ اور اون اور لکڑی وغیرہ کے دفع کر دیگا حالانکہ وہ ان سب امور پر قادر ہی تو پھر کیا تجھے یہ گمان ہی کہ جاڑون کی سردی کی نسبت کر جہنم کے زمہریر مین سردی کم ہوگی یا تھوڑے دنون رہیگی یا یہ گمان ہی کہ وہان کے زمہریر سے بدون کچھ کیے نجات ہوجاویگی یہ بات ٹل سکے دور رکھ بلکہ جیسے جاڑے کی سردی بدون لبادے اور آگ اور دوسرے لوازم کے نہین جاتی اسیطرح حرارت و برودت جہنم بھی بدون گڈھی توحید اور طاعت کے خندق کے نہین جانے کی اور کرم الٰہی یہ کیا تھوڑا ہی کہ تجکو طریق قلعہ بند ہونے کا تبلایا اور اسکے سامان تیرے لیے مہیا کیے جیسے جاڑے کی سردی کے دفع کے لیے آگ کو پیدا کیا اور اسکے نکالنے کا طریق سنگ اور لوہے وغیرہ سے تبلا دیا تاکہ تو خود سردی کو اپنے اوپر سے ٹال سکے کرم اسکا اسمین نہین ہی کہ بدون قلعہ کے تجھ سے عذاب دور کر دے یا بدون لوازم و اسباب ظاہری کے سردی گرمی کو ٹالے رکھے اور جسطرح کہ لکڑیون کا خریدنا اور جبہ وغیرہ کا لینا کچھ خدائے تعہ کے کام کا نہین وہ ان سب سے بے پروا ہی بلکہ ان چیزون کو صرف تیرے آرام کے لیے بنایا ہی اسیطرح جتنے طاعات اور مجاہدات ہین انسے بھی وہ مستغنی ہی یہ چیزین صرف تیری نجات کے لیے ہین مولانا روم فرماتے ہین شعر

من نہ کردم امر تا سودے کنم ؛ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم ؛

پس جو کوئی اچھا کرے گا وہ اپنے واسطے اور برا کریگا تو اپنے واسطے اللہ تعہ سب سے بے پروا ہی اے نفس اپنا جہل چھوڑ اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر اللہ تعہ فرماتا ہی ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ۔ اور فرمایا کما بدانا اول خلق نعیدہ۔ اور فرمایا کما بدا کم تعودون۔ اور خداوند کریم کے طریق و عادات مین کچھ تغیر اور تبدیل کو راہ نہین اے کمبخت مین تو تجھے دنیا ہی سے مالوف اور مانوس دیکھتا ہون اسی سبب سے اسکی جدائی مجھپر شاق ہی تو اس سے نزدیک ہوتا جاتا ہی اور اپنے نفس مین اسکی دوستی مضبوط کرتا جاتا ہی تو جان لے کہ تو خدائے تعہ کے ثواب اور عذاب اور احوال قیامت اور وہان کے حالات سے غافل ہی اور اسی سبب سے موت پر تجکو ایمان اور یقین نہین کہ اس سے تجھ مین اور تیرے دل چاہتی چیزون مین جدائی ہوگی بھلا تبا تو کہ اگر کوئی شخص بادشاہی گھر مین جاوے اسلیے کہ دوسرے دروازہ سے نکلجاوے اور اسمین کسی خوبصورت پر پہچان کر نظر ڈالے کہ ہمہ تن دل اسمین مصروف ہوجاویگا اور انجام کو اسکی جدائی ضرور ہوگی تو ایسا شخص عاقل ہوگا یا عقل کا دشمن اسیطرح یہ دنیا مالک الملک کا گھر ہے اور تجکو اسمین صرف اجازت گذرنے کی دیگئی ہی اور جتنی چیزین اس دنیا مین ہین وہ اس سے سفر کرنیوالون کے ساتھ نہین جاتین موت کے

بعد دنیا ہی مین رہتی ہین اور اسیواسطے سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ انؔ روح القدس نفث فی روعی احبب ما احببت
فانک مفارقہ واعمل ما شئت فانک مجزی بہ وعش ما شئت فانک میت تجھے کیا معلوم نہین کہ جو شخص دنیا کیطرف التفات کرکے اس سے مانوس ہوتا ہے
اور باوجودیکہ موت اسکے پیچھے ہے تو جب اسکو چھوڑ دیتا ہے بہت سی حسرت لیجاتا ہے اور توشہ اپنا زہر قاتل کو کرتا ہے اور وہ خود نہین جانتا
گذرے ہوے لوگونکا حال نہین دیکھتا کہ کیسے اونچے مکان بنائے پھر چھوڑکر چلے گئے شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ؛ رفت و منزل
بدیگرے پرداخت ؛ ان کی زمین وملک پر اللہ تعالیٰ نے کیسے انکے دشمنون کو وارث کردیا ہی دیکھ لے کہ جو چیز انکے کھانے کی نہین اسکو کیونکر
جوڑتے ہین اور جس مکان مین نہین رہتے اسکو کسطرح بناتے ہین اور توقع ایسی ایسی کرتے ہین جو انکو نہین ملتی ہر ایک شخص اونچا
مکان آسمان کیطرف کو بناتا ہے اور اسکے رہنے کی جگہ قبر زمین کے اندر ہوگی تو بتاؤ کہ دنیا مین حمق اور کم عقلی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کوئی اپنی
دنیا کو آباد کرتا ہے حالانکہ اس سے سفر ضرور کریگا کوئی اپنی آخرت خراب کرتا ہے حالانکہ اسکی طرف ضرور جاویگا پس اے نفس تجکو ان احمقون
کی حماقت مین موافقت کرنے سے شرم نہین آتی اب فرض کر کہ تو اہل بصیرت مین سے نہین کہ جسکو یہ باتین سوجھین بلکہ سرشت ہی سے چاہتا ہے
کہ کسی کے موافق ہو جاوے اور کسی کا اقتدا کرے تو اس صورت مین انبیا اور علما اور حکما کی عقل کو اور ان لوگون کی عقل کو جو دنیا پر اوندھے منھ گرے
ہوے ہین مقابلہ کر اور اگر تو اپنے آپ کو عاقل جانتا ہے تو انمین سے جو تیرے نزدیک زیادہ عاقل ہون انکا اتباع اور اقتدا کر اے
نفس تیرا حال عجیب ہے اور جہل نہایت سخت اور سرکشی ظاہر تر تعجب ہے کہ تو ان صاف اور کھلی باتون سے اندھا بن رہا ہے شاید جاہ کی محبت سے تیری
آنکھون مین چربی چھا گئی ہے تو یہ نہین سوچتا کہ جاہ صرف بعض لوگون کے میل کرنے کا نام ہے تو فرض کرلے کہ جتنے لوگ روے زمین پر ہین سب تجھے
سجدہ کرتے ہین اور کہا مانتے ہین پھر کیا تو یہ نہین جانتا کہ پچاس یا سو برس کے بعد نہ تو روے زمین پر رہیگا نہ وہ جنھون نے تجھے سجدہ کیا
تھا اور تیری اطاعت کی تھی اور پھر ایک اور زمانہ آویگا کہ جسمین نہ تیرا ذکر رہیگا نہ ان شخصون کا ذکر رہیگا جو تیرا ذکر کرتے تھے جیسے تجھے
بیشتر کے بادشاہون کا حال ہوا کہ اب کہین بتادے کسی کا نام ونشان پایا جاتا ہے پس ایسی چیز جو ہمیشہ کو رہے اسکو ایسی چیز کے عوض
مین جو پچاس یا سو برس رہے تو کیسے بیچتا ہے اور جاہ بھی اس صورت مین کہ تو زمین کے بادشاہون مین سے کوئی بادشاہ ہو اور مشرق ومغرب
تیری اطاعت کرین اور جمیع لوازم اسکے تیرے پاس موجود ہون اور جس صورت مین کہ تو اپنے ادبار اور نحوست سے کسی محلہ کا کیا اپنے گھر کا
مالک نہو تو اس صورت مین آخرت کو چھوڑنا نہایت ہی حماقت ہے پھر اگر آخرت کی رغبت کے باعث تجسے دنیا نہین چھوٹتی اسوجہ سے کہ تو
جاہل ہے اور بصیرت نہین رکھتا تو یہی خیال کرکے چھوڑ دے کہ دنیا کے شریک خسیس ہین اور اسمین مشقت بہت ہے اور جلد فنا ہو جاتی ہے جب بہت
دنیا تجھے چھوڑے ہوے ہے تو تو اس مین سے تھوڑی کو کیون نہین چھوڑتا یعنی بہت مال اگر تیرے پاس نہین آتا تو تھوڑے کو خود مت لے
اور اگر دنیا تیرے موافق ہے تو تو اس [illegible] ہوتا ہے تیرے شہر ہی مین بہت لوگ کافر ایسے ہونگے جو دنیا مین تجسے بڑھکر ہونگے اور
اسکی لذت وزینت انکے پاس تجھ سے زیادہ ہوگی پس تف ہے دنیا پر جسمین خسیس لوگ بھی تجسے بڑھکر ہون اور چونکہ تو انبیا اور صدیقین مقربین
کے زمرے مین رہنے اور رب العالمین کے ہمسایہ مین رہنے سے منھ پھیر کر ان احمق جاہلون کی جماعت مین جو تیون کے پاس رہنا اختیار کرتا ہے
اور وہ بھی چند روز کے لیے تو معلوم ہوا کہ تو بڑا ہی جاہل اور ہمت کا خسیس اور عقل کا کچا ہے کہ نہ دنیا ہی ملی نہ دین ملا ارے کمبخت اب تو سبقت کرکے مرکے

۱؎ جبرئیلؑ نے میرے دل مین یہ بات پھونک دی کہ جس چیز سے تو چاہے محبت کر اس سے جدا ضرور ہوگا اور جو چاہے عمل کر اسکی جزا ضرور ملیگی اور جتنا چاہے جی لے کہ مرنا ضرور ہے باب العلم وغیرہ مین گذری ۱۲

پر آپہونچا موت نزدیک آگئی پیام اسکا آموجود ہوا جو کرنا ہو اب کر لے تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھے گا نہ روزہ رکھیگا نہ خدا کو تجھ سے
راضی کر دیگا اے کمبخت اب تیری زندگی کے چند روز رہے ہین اور یہی تیرا سرمایہ ہو بشرطیکہ اسمین تو تجارت کرے اکثر سرمایہ تو تو ضائع کر ہی چکا ہے کہ
اگر تمام عمر اس بربادر فتہ زمانے پر روویگا تب بھی تھوڑا ہو اور اگر عادت پر اصرار کر کے باقی عمر کو بھی تلف کر ڈالیگا تو کیا حال ہو گا کیا تو نہین جانتا کہ
موت تیری وعدے کی جگہ ہو اور قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا بستر اور کیڑے تیرے انیس اور اندھیرا جلیس ہو اور خوف اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہو کیا تجھے
معلوم نہین کہ مردون کا لشکر شہر کے دروازہ پر تیرا منتظر ہو انھون نے اپنے اوپر کار سمی قسمین دے لی ہین کہ بدون تجھے ساتھ لیے نہ ملینگے کیا تو یہ
نہین جانتا کہ وہ سب تمنا کرتے ہین کہ کاش ہمکو ایک روز ملے جو دنیا مین جا کر اپنے قصورونکا تدارک کر آوین اور تجکو تو یہ بات حاصل ہو کہ اگر تو اپنی عمر
کا ایک روز تمام دنیا کے عوض انکے ہاتھ بیچے تو وہ اسکو بہزار خوشی خرید لین بشرطیکہ انکو قدرت ہو اور تو اپنے دنون کو یون غفلت اور بیکاری
مین تلف کر رہا ہو ہائے کمبخت تجکو ذرا شرم نہین اپنے ظاہر کو تو خلق کے لیے بنا تا سنوارتا ہو اور باطن مین بڑے بڑے گناہ کر کے خداے تعالیٰ
سے لڑتا ہو خلق کی تو شرم ہو اور خالق کی نہین کیا وہ تجکو خلق کی نسبت کر بھی کم دیکھتا ہو لوگون کو تو تو خیر کے لیے حکم کرتا ہے اور اپنے آپ ایسی
پاجی باتون مین آلودہ ہو اور ون کو خداے تعالیٰ کیطرف بلاتا ہو اور خود اس سے بھاگتا ہو اور ون کو اسکی یاد دلاتا ہے اور خود اسکو بھولا ہوا ہو
کیا تجھے یہ معلوم نہین کہ گناہگار پاخانہ سے زیادہ بدبودار ہوتا ہو اور پاخانہ دوسرے کو پاک نہین کر سکتا تو جب تیرا باطن پاک نہین تو دوسرے
کے پاک کرنے کی طمع تجکو لا حاصل ہو ارے کمبخت اگر تو اپنے آپکو جیسا چاہیے ویسا پہچانے تو تو یہی گمان کرے کہ جتنی بلا لوگون پر آتی ہے وہ سب
تیری نحوست سے ہو تیرا یہ حال ہو تو شیطان کا گدہا بنگیا ہو کہ جہان چاہتا ہو وہان تجھے لیے پھرتا ہو اور تیری ہنسی کرتا ہو اور باوجود اسکے تو اپنے عمل
پر شیخی کرتا ہو حالانکہ اسمین آفتین اتنی ہین کہ اگر انسے بالکل بچا رہے تو کچھ نفع ہو اور تجکو باوجود بہت سی خطاؤن کے اپنے عمل پر اتنی شیخی
کیون ہو گیا نہین دیکھتا کہ شیطان نے خداے تعالیٰ کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا مین ملعون اور راندۂ درگاہ ہو گیا اور حضرت آدم
علیہ السلام باوجودیکہ نبی اور صفی خداے تعالیٰ کے تھے مگر ایک خطا کے باعث جنت مین سے نکال دیے گئے ہائے کمبخت تو کتنا غدار اور بیحیا ہو اور کتنا جاہلت
کا پرکالہ اور کتنا معاصی پر دلاور اور کتنا اپنے انجام سے بیخبر ارے کمبخت کبتک معاملہ کو بنا کر بگاڑیگا اور کبتک عہد کر کر توڑیگا کیا اتنی خطاؤن پر
بھی دنیا کو آباد کرتا ہو کہ گویا اس سے سفر نہ کریگا قبر والون کا حال کیون نہین دیکھتا کہ انھون نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے
تھے اور بڑی بڑی توقع رکھتے تھے سب کے سب تباہ ہو گئے اور گھر انکے ویران اور توقع دھوکے کی ٹٹی ہو گئی نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و
دشوکت شعر خاک انھون کا بستر ہو اور سر کے نیچے پتھر ہو؛ آہ وہ مسکین پیاری پیاری کیسی چاؤ سے پلیان تھین؛ کیا تجکو انکے حال سے عبرت نہین
ہوتی کیا تو انکا حال نہین دیکھتا کیا تو یہ گمان کرتا ہو کہ آخرت مین وہی بلائے گئے ہین تو ہمیشہ دنیا ہی مین رہیگا اگر یہ بات ہو تو بہت بیہودہ
وہم ہو جبسے تو اپنی مان کے پیٹ سے نکلا ہو تب سے تو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے اور تو روے زمین پر اپنا مکان بناتا ہے
تھوڑے دنون مین شکم زمین تیری قبر ہو گی کیا تجھے خوف نہین کہ جب جان گلے مین اٹکیگی اور تیرے مالک کے رسول تیرے پاس سیاہ رنگ
اور ترش رو ہو کر آوینگے اور خبر عذاب سناوینگے تو اسوقت اگر تو ندامت کریگا تو کچھ فائدہ ہو گا یا تیرا درد کوئی سنیگا یا [illegible] تیری بیکسی کر
ترس آویگا اور عجیب تر یہ ہو کہ باوجود اسکے تجکو دعوی اپنی بصیرت اور دانائی کا ہو کیا دانائی کی یہی بات ہو کہ ہر روز اپنے مال کے زائد ہونے

سے خوش ہو اور عمر کے کم ہونے کا غم نہ کرے اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ ہو اے کمبخت تو آخرت سے روگردان ہے اور وہ تیری طرف آتی ہے اور دنیا کیطرف تو متوجہ ہے اور وہ تجھ سے روگردان اور تو اپنی آنکھ سے بہت سے اپنے بھائیون اور اقارب کو دیکھتا ہے کہ انھون نے جس چیز آئندہ کی توقع کی پوری نہوئی جو کام کل پر رکھا اس تک نہ پہونچے اور مرتے دم حسرت کرتے چلے گئے مگر تو اپنی جہالت سے باز نہین آتا ارے نفس سلدن سے خوف کر کہ اللہ تعالے نے قسم کھائی ہے کہ جس بندے کو مین نے امر و نہی کی ہے اس سے اسکے عملون کی بازپرس ضرور کرونگا چھوٹا بڑا ظاہر و باطن کچھ بدون پوچھے نہ چھوڑونگا اب تو سوچ کہ کیا منھ لیکر خدائے تعالے کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور سوال کے واسطے تیار ہو جا جواب باصواب مہیا کر اور بقیہ عمر کے جو چھوٹے چھوٹے دن ہین ان مین بڑے دنون کے واسطے عمل کر رکھ اس دار فنا اور بیت الحزن مین اور دار باقی اور خانۂ جاودانی کے لیے کچھ کر لے پہلے اس سے کہ تو بیکار ہو جائے اور دنیا مین سے باختیار خود بھلے آدمیون کیطرح نکلجا اس سے پیشتر کہ اسمین سے بزور نکالا جاوے اور دنیا کی تر و تازگی اگر تیری مساعدت کرے تو اس سے خوش مت ہو اسلیے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اٹھاتا ہے اور بہت نقصان والون کو اپنے نقصان کی خبر نہین ہوتی پس خرابی ہے اس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بیخبر ہو پھر اسپر ہنسے اور خوش ہو اور کھیلے اور ٹھٹھے کرے اور کھاوے اور پیوے حالانکہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ مین وہ آگ کی چھپٹیون مین مندرج ہو اے نفس اب تجھے چاہیے کہ دنیا کو جب دیکھے تو نظر عبرت سے دیکھے اور اسکے لیے سعی مجبورون کی طرح کرے اور اسکو باختیار خود ترک کرے اور آخرت کی طلب مین سبقت کرے اور ایسے لوگون مین مت ہو کہ جسقدر انکو ملا ہے اسکا شکر کرنے سے قاصر ہے اور بقیہ عمر مین اور زیادتی کے خواہان ہین اور لوگون کو منع کرتے ہین آپ باز نہین آتے اور اے نفس یاد رکھ کہ دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہین اور نہ جسم کا کوئی خلیفہ پس جو شخص رات دن کے ابلق گھوڑے پر سوار ہے وہ اسے لیے چلا جاتا ہے گو وہ خود نہ جاوے تو اب تو میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے روگردان ہوتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے اور مین نہین جانتا کہ تو آگ سے خوش ہے یا اس نصیحت پر کان دھرے پس اگر سختی دل نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو اسکو ہمیشہ کی تہجد گزاری اور شب بیداری سے دور کر اور اگر اس تدبیر سے دور نہو تو ہمیشہ روزہ رکھ اور اس سے بھی نجاوے تو ملاقات و گفتگو کم کر اور یہ بھی مفید نہو تو قریبون سے سلوک اور یتیمون پر مہر کیا کر اور یہ بھی کارگر نہو تو جان لے کہ خدائے تعالے نے دل پر مہر لگا کر قفل لگا دیا اور تاریکی گناہون کی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب زور کی چھا گئی پس اپنے آپ کو دوزخ مین گیا ہوا جان لے اس لیے کہ خدائے تعالے نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ اسکے واسطے پیدا کیے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اسکے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اور ہر ایک شخص سے وہی کام بن آتا ہے جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے تو تجھ مین اگر گنجایش نصیحت سننے کی نرہی ہو تو اپنے نفس سے نا امید ہو اور نا امید ہونا گناہ کبیرہ ہے خدا پناہ دے اسلیے نا امید تو ہو نہین سکتا اور رجا کی بھی کوئی صورت نہین کہ تمام خیر کے راستے تجھپر مسدود ہین اگر ایسی صورت مین رجا کرے تو واقع مین رجا نہین بلکہ مغالطہ کھاتا ہے جب نا امیدی بن سکتی ہے نہ رجا تو اب یہ دیکھ کہ جس مصیبت مین تو مبتلا ہوا ہے اسپر تجکو غم ہوتا ہے یا نہین اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو آنکھ سے گرتا ہے یا نہین اگر گرتا ہے تو آنسوؤن کا منبع بحر رحمت مین سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ مین رجا کی جگہ باقی ہے اس صورت مین نوحہ اور گریہ اور زاری پر مواظبت کر اور

ارحم الراحمین سے فریاد چاہ اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد و زاری سے ملول ہو نہ شکایت سے تھک شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرماوے اور تیری فریادرسی کرے اسلیئے کہ تیری مصیبت تو بڑھ گئی اور بلا سخت ہو گئی اور اصرار نافرمانی حد سے تجاوز کر گیا اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا نہ کوئی باعث اور وسیلہ تیرے پاس ہے تو اب ٹھکانا اور راستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام اور ملجا اور ماوا بجز اس عالی سرکار کے کہیں نہیں اسکے سامنے گریہ وزاری کر اور ڈاڑھیں مار اور اپنے تضرع مین اتنا خشوع کر جتنی تجھ مین جہالت اور گناہوں کی کثرت ہے اسواسطے کہ وہ ذلیل تضرع کرنیوالے پر رحم فرمایا کرتا ہے اور طالب شیفتہ کی فریاد کو پہونچتا ہے اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے اور آج تو اسکی طرف مضطر ہے اور اسکی رحمت کا محتاج اسوجہ سے کہ سب راستے تجھ پر تنگ ہو گئے اور حیلے جاتے رہے تدبیریں بند ہو گئیں نہ نصیحت نے تجھ مین تاثیر کی نہ توبیخ نے تجکو ملائم کیا اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے اس کی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہے اسکی جناب مین یون کہ **اشعار**

یارب خلاف امر تو بسیار کردہ ایم
مارا ز غایت کرمت چشم بر عطا
ہموارہ از تو لطف خداوندی آمدہ است
لطف است اگر کشی قلم عفو بر خطا
دلہائے دوستان تو خون می شود ز خوف
مارا بس است رحمت و فضل تو متکا

امید ہست از کرمت عفو ما مضی
یارب بلطف خویش گناہان ما بپوش
وز ما چنانکہ در خور ما فعل ناسزا
دلہائے خستہ را ز کرم مرہمی فرست
باز از کمال لطف تو دل مید ہد رجا
یارب قبول کن بہ بزرگی و لطف خویش

چشم گناہگار بود بر خطائے خویش
روزے کہ راز ہا فتد از پردہ بر ملا
عدل است اگر عقوبت ما بے گنہ کنی
اے اسم اعظمت در گنجینہ شفا
گر خلق تکیہ بر عمل خویش کردہ اند
کانرا کہ رو کنی نبود ہیچ ملتجا

اس امر مین اقتدا اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی کر چنانچہ وہب بن منبہؒ روایت کرتے ہین کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے جنت سے زمین پر اتار دیا تو یہان اسطرح رہے کہ آنکھون سے آنسو نہ تھمتے تھے اللہ تعالیٰ نے ساتوین روز انپر نظر عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ خاطر اندوہگین غصہ پیے نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہین انپر وحی بھیجی کہ اے آدم اتنی کوشش جو تو کرتا ہے کیا وجہ ہے عرض کیا کہ الٰہی میری مصیبت بڑھ گئی اور گناہون نے مجکو گھیر لیا عالم ملکوت سے مین نکالا گیا اور اس کرامت کے بعد اس ذلت کے مقام مین آیا اور سعادت سے نکلکر بدبختی مین پڑا اور راحت کے بعد دار مصیبت مین پھنسا اور عافیت کے بعد اس بلا مین مبتلا ہوا اور اس دوام اور بقا کو چھوڑ کر اس موت اور نیستی کے گھر مین آیا تو اپنی خطا پر کیسے نہ روؤن خدائے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم کیا مین نے تجکو اپنے لیے برگزیدہ نہین کیا تھا اور تجکو اپنے گھر مین نہین اتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہین کیا تھا اور اپنے غصہ سے نہین ڈرایا تھا کیا تجکو مین نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہین کیا تھا اور اپنی روح تجھ مین نہین ڈالی تھی اور تجکو اپنے فرشتون سے سجدہ نہین کرایا تھا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی تو میرے عہد کو بھول گیا اور میرے غصہ کا متعرض ہوا قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ اگر مین زمین کو ایسے لوگون سے بھر دون کہ سب کے سب تجھ جیسی عبادت کرین اور میری تسبیح کرین اور پھر میری نافرمانی کرین تو انکو گناہگار رونیکے مقام مین اتار دونگا یہ سنکر حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس تک روئے۔ اور عبید اللہ بجلی بہت رویا کرتے اور گریہ کی حالت مین رات بھر یہ کہا کرتے کہ الٰہی مین وہ ہون کہ جتنی میری عمر بڑھی اتنے ہی میرے

گناہ زیادہ ہوئے ہین وہ ہون کہ جب ایک گناہ کے چھوڑنے کا قصد کیا تب ہی میرے پیش نظر دوسری خواہش نفس ہو گئی ہاے عبید تیری خطا پرانی بھی ہونے پائی کہ تو دوسری کا طالب ہوا آہ عبید اگر دوزخ تیرا ٹھکانا اور مقام ہو تو تو کیا کریگا واے عبید اگر گرز تیرے سر کے لیے بنتے ہون ہاے عبید طالبون کے تو مطلب پورے ہوے مگر شاید تیری حاجت پوری نہو اور منصور بن عمار کہتے ہین کہ مین نے ایک رات کوفہ مین ایک عابد کو سنا کہ اپنے رب سے مناجات کر رہا تھا اور یہ کہتا تھا کہ الٰہی قسم ہو تیری عزت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کرون اور نہ اس جہت سے گناہ کیا کہ مجکو تیرا رتبہ نہین معلوم تھا یا اپنے نفس کو تیرے عذاب مین پیش کیا چاہتا تھا یا تیرے دیکھنے کو کچھ حقیر جانتا تھا بلکہ اصل یہ ہوئی کہ میرے نفس نے ایک چیز کو میری نظر مین اچھا کر دیا اور میری نحوست نے اسباب مین تائید کی اور تیری بردہ پوشی جو میرے اوپر رہتی ہے اسنے مجکو مغالطہ دیا تو اپنی جہالت کے باعث تیری نافرمانی کی اور اپنے فعل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچاویگا اور اگر تو میری رسی منقطع کر دیگا تو مین کسکی حبل متین کو پکڑونگا بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب کل کو تیرے سامنے سب کھڑے ہونگے اور ہلکے پھلکے لوگون کو کہا جاویگا کہ تم گذر جاؤ اور بھاری بوجھ والونکو حکم ہوگا کہ اتر جاؤ تو مین ہلکون کے ساتھ ہو کر پار ہو جاؤنگا یا بھاری لوگون کے ساتھ مین نیچے اتار دیا جاؤنگا ہاے افسوس جتنی میری عمر بڑھی اور برس زیادہ ہوے اتنے ہی گناہ اور معاصی بڑھ گئے اب کہانتک مین توبہ کرونگا اور کبتک انکو دوبارہ کرتا جاؤنگا کیا وہ وقت نہین آیا کہ مین اپنے پروردگار سے شرم کرون۔ غرضکہ لوگون کی مناجات کا طریق اپنے خدا سے اسطرح تھا اور یون اپنے نفسون کو عتاب کیا کرتے تھے اور مطلب انکا مناجات سے رضا الٰہی کی طلب تھی اور عتاب نفس سے مقصود تنبیہ اور رعایت نفس تھا پس جس شخص نے عتاب اور مناجات نہ کی وہ اپنے نفس کا رعایت کرنیوالا نہین اور کیا بعید ہے کہ خداے تعالیٰ بھی اس سے خوش نہ ہو والحمد للہ اولاً و آخراً

نوان باب فکر اور عبرت کے بیان مین مشتمل تین بیانون پر

رباعی احسن تو جہان مین مست و ہشیار کو دیکھ۔ ان ارض و سما و بحر و کہسار کو دیکھ۔ کر خلق خدا مین فکر عبرت کے لیے۔ ہان فاعتبروا یا اولی الابصار کو دیکھ۔ اننجا کہ حدیث شریف مین ہے کہ ایک ساعت کا فکر کرنا برس روز کی عبادت سے بہتر ہے اور کلام مجید مین عبرت اور تدبر اور تامل اور تفکر کی ترغیب بہت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فکر کرنا مفتاح انوار اور مبدء بصیرت ہے اور علوم کے لیے جال اور معارف کے واسطے شکار کرنے کا آلہ ہے اور اکثر لوگون کو اسکی فضیلت اور رتبہ تو معلوم ہے مگر اسکی حقیقت اور نتیجہ اور طریق اور کیفیت نہین جانتے یعنی نہین سمجھتے کہ فکر کیسے کرتے ہین اور کن چیزون مین کرتے ہین اور کسواسطے کرتے ہین اور اس سے مطلوب کیا چیز ہے اور جس مطلب کے لیے فکر کرتے ہین وہ مقصود بالذات ہے یا کوئی ثمرہ ہے اور ثمرہ ہے تو کس قسم کا ہے علوم ہین یا احوال ہین یا دونون سے مرکب ہوتا ہے اور ان سب امور کا بیان ضروری ہے لہذا ہم اول فضیلت فکر کی پھر اسکی حقیقت اور ثمرہ پھر جہان جہان فکر چل سکتی ہے وہ مقامات بیان کرتے ہین۔

بیان اول فکر کی فضیلت مین اللہ جلشانہ نے تفکر و تدبر کو اپنی کتاب مجید مین بیشمار جگہ مین ذکر فرمایا ہے اور متفکرین کی تعریف مین ارشاد فرمایا الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ کچھ لوگون نے خداے تعالیٰ کے باب مین فکر کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ کی مخلوقات مین فکر کرو خود

اسمین فکر مت کرو کہ اسکی قدر عالی کے دریافت پر تم ہرگز قادر نہوگے۔ اور روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز چند لوگون پہ گزرے کہ وہ فکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تم بولتے کیون نہین انھون نے عرض کیا کہ ہم خدائے تعہ کی مخلوقات مین فکر کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ بس ایسا ہی کیا کرو خود اسمین فکر مت کیا کرو کہ یہان سے قریب ایک سفید زمین ہی جسکی روشنی سفیدی ہی اور سفیدی روشنی مغرب کیطرف کو چالیس روز کی راہ ہی اسمین خدا کی مخلوق مین سے ایسے لوگ ہین کہ خدائے تعہ کی نافرمانی ایکدم نہین کرتے لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ شیطان اُن لوگون سے کدہر رہتا ہی آپ نے فرمایا کہ انکو معلوم بھی نہین کہ شیطان پیدا ہوا ہے یا نہین انھون نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضرت آدم کی اولاد ہین آپ نے فرمایا کہ وہ نہین جانتے کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوے ہین کہ نہین۔ اور عطارؒ سے مروی ہی کہ ایک روز مین اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ کیخدمت مین گئے آپ نے پردہ کی آڑ سے ہمسے گفتگو کی پھر پوچھا کہ اے عبید کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے پاس نہین آتے انھون نے عرض کیا کہ وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زر غبا تزدد حبا پھر ابن عمیر نے پوچھا کہ آپ ہم سے کوئی عجیب بات جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو بیان فرمائیے حضرت عائشہؓ رو پڑین اور فرمایا کہ انکی تو سب باتین عجیب ہی تھین ایک رات میرے پاس آئے اور مجھ سے ملکر لیٹے پھر فرمایا کہ مجکو چھوڑو کہ مین اپنے پروردگار کی عبادت کرون پھر اُٹھکر ایک مشک مین سے پانی لیکر وضو کیا پھر نماز کو کھڑے ہوے اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی شریف تر ہوگئی پھر سجدے مین روئے یہانتک کہ زمین بھیگ گئی پھر کروٹ سے لیٹ گئے یہانتک کہ بلال نماز صبح کی اطلاع کے واسطے آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کے تو گناہ اگلے اور پچھلے سب خدائے تعہ نے معاف فرما دیے پھر آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین کیون نہ روؤن اے بلال آج رات میرے اوپر یہ آیت اُتری ہی اِنَّ فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب پھر فرمایا کہ خرابی ہی اسکی جو اسکو پڑھے اور اسمین فکر نہ کرے حضرت اوزاعی سے کسی نے پوچھا کہ تفکر کی حد ان آیات مین کیا ہی انھون نے فرمایا کہ انکو پڑھکر سمجھ جاوے اور محمد بن واسع سے روایت ہی کہ ایک شخص اہل بصرہ مین سے حضرت ابوذرؓ کی ماں کے پاس بعد انکی وفات کے گیا اور انکی ماں سے انکی عبادت کا حال پوچھا انھون نے فرمایا کہ تمام دن گھر کے کونے مین فکر کیا کرتے تھے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ ایک گھڑی فکر کرنا تمام رات کی شب بیداری سے بہتر ہے اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین کہ تفکر ایک آئینہ ہی جسمین آدمی کی نیکیان اور بدیان معلوم ہوا کرتی ہین۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کہا گیا کہ تم فکر بہت کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ فکر عقل کا مغز ہی اور سفیان بن عیینہؒ اکثر مثال مین یہ شعر پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہی شعر فکر ہو گر میسر انسان کو؛ اسکو ہر ایک شے مین عبرت ہو؛ اور طاؤسؒ سے مروی ہی کہ حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیخدمت مین عرض کیا کہ یاروح اللہ زمین کے پردے پر آج کوئی تمہارے برابر ہی یا نہین آپ نے فرمایا کہ ہان جس شخص کی گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت تو وہ میرے ہی مثل ہی اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ جسکے کلام مین حکمت نہو وہ لغو ہی اور جسکا سکوت فکر نہو وہ سہو ہے اور جسکی نظر عبرت کے لیے نہو وہ لہو ہے اور اس آیت کی تفسیر مین ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔ انکا یہ قول ہے کہ اسکے معنی ہین کہ انکے دلون کو اپنے معاملہ مین فکر کرنے سے روک دونگا اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اعطوا اعینکم حظہا من العبادۃ۔ لوگون نے عرض کیا کہ عبادت سے انکا بہرہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید مین نظر کرنا اور

اُسمین فکر کرنا اور اسکے عجائب سے عبرت حاصل کرنی - اور ایک عورت کا قول ہی جو جنگل مین مکہ معظمہ کے قریب رہا کرتی تھی کہ اگر متقیون کے دل اپنی فکر سے وہ آخرت کی چیز دیکھ پاوین جو انکے لیے حجب غیب مین جمع ہے تو دنیا مین نہ انکا عیش کبھی صاف ہو نہ آنکھ کو دنیا مین خنکی اور قرار ہو - اور لقمانؑ اکیلے بہت بیٹھا کرتے انکا آقا انکے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا ہی بیٹھتے ہو اگر لوگون کے پاس بیٹھو تو دل بھی لگے وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا رہنے سے فکر خوب ہوتی ہی اور بہت فکر جنت کی راہبر ہے اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ جس آدمی کی فکر زیادہ ہوتی ہی وہ جان جاتا ہی اور جو جانتا ہی وہ عمل کرتا ہی اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہین کہ خداے تعہ کی نعمتون مین فکر کرنا بہترین عبادت ہی اور حضرت عبد اللہ بن مبارک نے ایک روز سہل بن علی کو خاموش و متفکر دیکھکر پوچھا کہ کہان پہونچ گئے اُنھون نے فرمایا کہ پل صراط پر اور حضرت بشرؒ فرماتے ہین کہ اگر آدمی اللہ تعہ کی عظمت مین فکر کیا کرین تو اللہ تعالے کی نافرمانی نکرین اور حضرت عباس رضہ سے مروی ہی کہ دو رکعتین متوسط تفکر کے ساتھ تمام رات کی نماز گزاری سے بہتر ہین جس مین دل حاضر نہو - اور ابو شریح چلے جاتے تھے راستے مین بیٹھ گئے اور اپنی چادر منھ پر لیکر رونے لگے لوگون نے انسے سبب رونے کا پوچھا تو اُنھون نے فرمایا کہ اپنی عمر کے چلے جانے اور عمل کے کم ہونے اور موت کے قریب آجانے کی مجھے فکر ہوئی تھی اور ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ اپنی آنکھون کو رونیکا عادی کرو اور دلون کو فکر کا اور یہ بھی فرماتے ہین کہ دنیا کے باب مین فکر کرنا آخرت کے لیے آڑ ہی اور اہل ولایت کے حق مین عذاب اور آخرت مین فکر کرنا مورث حکمت ہی اور دلون کو زندہ کرتا ہی اور حاتمؒ کہتے ہین کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہی اور ذکر سے محبت اور تفکر سے خوف اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ خیر کی فکر کرنا اسکے عمل مین لانیکا مقتضی ہوتا ہی اور شر پر ندامت کرنی اسکے ترک کی مقتضی ہے اور روایت ہے کہ اللہ تعہ نے کسی کتاب آسمانی مین ارشاد فرمایا ہی کہ مین ہر ایک حکیم کے کلام قبول نہین کرتا ہون بلکہ اسکے قصد اور خواہش کو دیکھتا ہون جب یہ دونون میرے واسطے ہوتے ہین تو مین اسکے سکوت کو تفکر کر دیتا ہون اور اسکے کلام کو حمد اگرچہ وہ نہ بولے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے فکر کے عادی ہوا کرتے ہین اور فکر سے ذکر کے یہانتک کہ انکے دل گویا ہو جاتے ہین اور حکمت بولنے لگتے ہین اور اسحاق بن خلفؒ فرماتے ہین کہ داؤد طائیؒ چاندنی رات مین ایک چھت پر تھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت مین فکر کرنے لگے اور آسمان کیطرف کو دیکھکر روتے جاتے تھے یہان تک کہ ایک ہمسایہ کے گھر مین گر پڑے مالک مکان اپنے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ مین لیکر انکو چور خیال کر کے دوڑا جب دیکھا کہ داؤد ہین تو تلوار رکھ دی اور پوچھا کہ آپ کو چھت پر سے کسنے گرا دیا انھون نے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہین اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ سب سے اعلیٰ اور اشرف مجلس یہ ہی کہ توحید کے میدان مین فکر کے ساتھ بیٹھکر معرفت کی ہوا کھاوے اور جام محبت اتحاد کے دریا سے پیے اور اللہ جلشانہ پر حسن ظن کے ساتھ نظر کرے پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کہنا ہی بہت ہی عمدہ ہین اور اس پینے کی چیز کا کیا کہنا ہی نہایت لذیذ ہی خوش حال وہ ہی جسکو خداے تعہ نے یہ بات میسر کی ہو - اور حضرت شافعیؒ فرماتے ہین کہ کلام پر مدد لو سکوت سے اور استنباط پر فکر سے اور یہ بھی فرمایا ہی کہ کامون مین نظر کا درست ہونا مغالطہ سے نجات دیتا ہی اور راے مین پختگی کا ہونا قصور اور ندامت سے بچاتا ہی اور تامل اور فکر سے آدمی کی احتیاط اور دانائی ظاہر ہوتی ہی اور حکما سے مشورہ کرنا نفس مین استقلال اور بصیرت مین قوت پیدا کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ عزم سے پہلے فکر کر لینا چاہیے اور اچانک کام کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے اور شروع کار سے پہلے مشورہ کرنا چاہیے اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ فضیلتین چار ہین اول

حکمت ہی اسکا مادہ فکر ہی دوم عفت ہی اسکا اعتدال شہوت مین ہی تیسری قوت اسکا اعتدال غصے مین ہی چوتھی عدل اسکی راستی قواے نفس کے اعتدال مین ہی یہ ہین علما کے اقوال فکر کے باب مین مگر کسی نے ان مین سے اسکی حقیقت کا بیان نہین کیا نہ یہ لکھا کہ کہان کہان ہو سکتا ہے

دوسرا بیان فکر کی حقیقت اور اسکے ثمرے کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ فکر کے معنی یہ ہین کہ دل مین دو معرفتون کو موجود کرنا تاکہ ان سے تیسری معرفت پیدا ہو اور مثال اسکی یہ ہی کہ جو شخص دنیا کیطرف مائل ہو کر دنیا کی زندگی کو ترجیح دے اور یہ چاہے کہ کسی طرح یہ معلوم ہو جاوے کہ دنیا کی نسبت کر آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہی تو اُسکے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ دوسرے سے سنے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور سنتے ہی مان لے اور اسکو سچا جانے بدون اسکے کہ حقیقت امر پر کچھ بصیرت کارگر ہوئی ہو اور صرف اُسکے کہنے کے اعتماد پر اپنے عمل سے مائل آخرت کی ترجیح کا ہو جاوے تو اس طریق کو تقلید کہتے ہین معرفت نہین کہتے اور دوسرا طریق یہ ہی کہ اول یہ جانے کہ جو شئے پائدار ہو اسکو اختیار کرنا بہتر ہے پھر یہ جانے کہ آخرت پائدار ہی اور ان دونون معرفتون سے اسکو تیسری معرفت حاصل ہو یعنی آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہی اور ظاہر ہو کہ اس تیسری بات کو جاننا بدون دونون پہلی معرفتون کے ممکن نہین پس دل مین دونون پہلی معرفتون کا موجود کرنا تیسری معرفت تک پہونچنے کے لیے تفکر اور اعتبار اور تذکر اور نظر اور تامل اور تدبر کہلاتا ہی انمین سے تدبر اور تامل اور تفکر الفاظ تو جدا جدا ہین مگر انکے معنی جدا نہین سب ایک ہی معنی پر بولے جاتے ہین اور لفظ تذکر اور اعتبار اور نظر کے معنی جدا جدا ہین گو اصل مسمی ایک ہی ہی جیسے کہ صارم اور مہند اور سیف ایک ہی چیز پر بولے جاتے ہین مگر اعتبارات مختلف ہوتے ہین یعنی صارم تلوار کو اس اعتبار سے کہتے ہین کہ وہ کاٹنے والی ہی اور مہند یا مہندی اس جہت سے کہتے ہین کہ جگہ کیطرف منسوب ہی اور سیف مطلق تلوار کو کہتے ہین اور کوئی امر اس سے زائد نہین سمجھا جاتا ہی اسیطرح دو معرفتون کے موجود کرنے کو اعتبار اس نظر سے کہتے ہین کہ ان دونون سے تیسری معرفت کیطرف عبور کر سکتے ہین اعتبار نہین بولتے اور نظر اور تفکر اسکو اس لحاظ سے کہتے ہین کہ اسمین تلاش تیسری معرفت کی ہی پس جو شخص کہ تیسری معرفت کا طالب نہو اسکو ناظر نہ کہین گے اس سے معلوم ہوا کہ جو متفکر ہوگا وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو اور تذکر کا فائدہ یہ ہی کہ دل پر معارف مکرر آکر جم جاوین اور اس مین سے محو نہون اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ علم زیادہ ہو اور جو معرفت نہ تھی وہ حاصل ہو جاوے یہی فرق ہی تذکر اور تفکر مین اور معارف جب دل مین جمع ہوتے ہین اور ایک خاص ترکیب سے ملتے ہین تو انسے اور معرفت نکلتی ہی یعنی ایک معرفت ثمرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہے اور جب یہ نئی معرفت حاصل ہوتی ہی اور دوسری معرفت سے ملتی ہے اس سے ایک اور نتیجہ ہوتا ہی اسیطرح یہ ثمرات بڑھتے جاتے ہین اور علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین اور فکر بے انتہا آگے کو چلتی جاتی ہے اور یہ زیادتی معارف کی یا تو موت سے بند ہوتی ہی یا موانع سے اور یہ طریق اسکو حاصل ہوتا ہی جو علم سے ثمرہ لے سکتا ہو اور طریق تفکر کو پہچانتا ہو مگر اکثر لوگ علوم کی زیادتی سے محروم ہین اسلیے کہ انکے پاس راس المال ہی نہین یعنی وہ علوم اور معارف جن سے اور معارف پیدا ہوتے ہین انکو حاصل نہین جیسے کسی شخص کے پاس سرمایہ نہو تو وہ نفع پر قادر نہین ہوتا مگر بعض اوقات سرمایہ تو رکھتا ہی مگر پیشہ تجارت خوب نہین جانتا اسلیے کچھ فائدہ نہین پاتا اسی طرح بعض اوقات آدمی کے پاس معارف بجاے راس المال تو ہوتے ہین مگر اسکو انکا اچھی طرح کام مین لانا اور ایسی طرح ملانا نہین آتا جس سے اور نتیجہ حاصل ہو اور طریق استعمال کبھی تو دل مین نور الٰہی کے باعث سرشتی ہی معلوم ہوا کرتا ہے جیسے انبیا علیہم السلام کو تھا اور

یہ بات بہت کمیاب ہو اور کبھی سیکھنے اور مہارت پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہو اور یہی اکثر ہے پھر متفکر کو کبھی یہ معارف آتے ہین اور ثمرہ حاصل ہوتا ہو مگر اسکے حاصل ہونے کی کیفیت معلوم نہین ہوتی اور نہ اسکو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہو اسوجہ سے کہ مہارت بیان کرنے کے فن کی نہین رکھتا مثلاً بہت سے انسان جانتے ہین کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہو اور یہ علم یقینی ہوتا ہو لیکن اگر سبب اس معرفت کا اس سے پوچھا جاوے تو ہرگز بیان نہ کرسکیگا کہ یہ معرفت کہان سے اسکو ہوئی حالانکہ بدون دو پہلی معرفتون کے یہ معرفت اسکو حاصل نہین ہوئی جیسا کہ اوپر گذرا۔ حاصل یہ کہ تفکر کے معنی یہ ہین کہ دو معرفتونکا حاضر کرنا اس نظر سے کہ ذریعہ تیسری معرفت کا ہون اور فکر کا ثمرہ علوم اور احوال اور اعمال سب کچھ ہوسکتے ہین مگر اسکا ثمرہ خاص صرف علم ہو اور کوئی چیز نہین ہان جسوقت دلمین علم حاصل ہوتا ہو تو دل کا حال بدلجاتا ہو اور جب اسکا حال بدلتا ہو تو جوارح کے اعمال بھی بدلجاتے ہین اسلیے کہ عمل تابع حال کا ہو اور حال تابع علم کا اور علم تابع فکر کا اس سے معلوم ہوا کہ فکر سب خیرات کی اصل اور مبدأ ہو اور اس بیان سے فضیلت فکر کی بھی ثابت ہوتی ہو اور یہ کہ فکر بہ نسبت ذکر کے بہتر ہی اسلیے کہ فکر مین ذکر بھی ہو اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہو اور قلب کا ذکر اعضاے ظاہری کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی نظر سے ہے کہ اسمین کچھ ذکر ہوا کرتا ہو اس سے ثابت ہوا کہ فکر سب اعمال سے افضل ہو اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر برس روز کی عبادت سے بہتر ہو پھر بعضون نے کہا ہے کہ حال وہ ہو جو بُری چیزون سے محبوب اشیاء کیطرف منتقل ہوتا ہو اور رغبت اور حرص سے زہد اور قناعت کیطرف انتقال کرتا ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ حال وہ ہو کہ مشاہدہ اور تقویٰ پیدا کرتا ہو اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے لعلّھم یتّقون او یحدث لھم ذکرا۔ اور اگر تم کو منظور ہو کہ فکر کے باعث حال کے متغیر ہونے کی صورت معلوم کرو تو اسکی مثال وہی ہو جو ہم اوپر لکھ چکے ہین اسمین فکر سے ہمکو بھی معلوم ہوتا ہو کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہو جب یہ معرفت ہمارے دلون مین یقیناً جمجاتی ہے تو دل آخرت کیطرف رغبت کرنے لگتے ہین اور دنیا مین زہد کیطرف مائل ہوجاتے ہین اور حال سے ہماری مراد یہی ہے اسلیے کہ دل کا حال پہلے اس معرفت کے یہ تھا کہ سردست کی چیز کو محبوب جانتا تھا اور اسی کیطرف مائل تھا اور آخرت سے تنفر اور کم رغبت مگر اس معرفت سے دلکا حال اور ہوگیا اور اسکا ارادہ اور رغبت بدل گئی اور تغیر ارادے کے باعث اعضا کے اعمال بھی اور کے اور ہوگئے کہ دنیا کو چھوڑ کر متوجہ اعمال آخرت ہوے غرضکہ یہان پانچ درجے ہین اول تذکر یعنی دل مین دونون معرفتونکا حاضر کرنا دوم تفکر یعنی دونون معرفتون سے معرفت مقصودہ کا طلب کرنا تیسرے حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا اور دلکا اس سے روشن ہونا چوتھے حصول نور معرفت کے باعث دل کے حال کا بدلجانا پانچوین جسطرح دلکا حال بدلتا جاوے اسیطرح اعضاے ظاہری بھی دل کی خدمت کرین پس جسطرح کہ پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہو اور اس سے جگہ روشن ہوجاتی ہو اور آنکھ کو سوجھنے لگتا ہو اور پہلے سے نہین سوجھتا تھا اور اعضا عمل کے لیے آمادہ ہوجاتے ہین اسیطرح نور معرفت سے فکر پیدا ہوتا ہو یعنی فکر دونون معرفتون کو جمع کرکے انمین ایک تالیف خاص دیتا ہو جس سے نور معرفت پھیلتا ہو جیسے لوہا اور پتھر اکٹھا کرنے اور انمین ایک خاص ضرب لگانے سے آگ نکل آتی ہو پھر اس نور معرفت سے دلکا حال بدل جاتا ہے اور جس چیز کیطرف پہلے مائل نہ تھا اسکی طرف مائل ہوتا ہو جیسے آگ کی روشنی سے آنکھ کا حال بدلجاتا ہو اور جو چیز پہلے نہین دیکھتی تھی وہ اب دیکھنے لگتی ہے پھر دل کے حال کے مقتضا کے موافق اعمال کے اعضا متحرک ہوتے ہین جیسے اندھیرے کے سبب سے جو شخص کام نکر سکتا تھا روشنی ہونے سے

تاکہ وہ ڈرین یا ڈالے انکے دل مین سوچ ۱۲

کلام کرنے پر مستعد ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ثمرہ فکر کا علوم اور احوال ہین اور انواع علوم بھی بیشمار ہین کہ جو احوال کہ دلپر ان کی تبدیلی ممکن ہے انکی بھی کچھ حد نہین اسی لیے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ تمام فکر کی شاخون کو منحصر کر دے اور اسکے چلنے کی جگہ اور ثمرات کو شمار کر دے تو کبھی نہو سکیگا اسواسطے کہ فکر کے چلنے کی جگہین اور ثمرات بے انتہا ہین مگر ہم اسبات مین کوشش کرتے ہین کہ فکر کی راہین جو مہمات علوم دینی کے اعتبار سے ہین اور ان احوال کے اعتبار سے جو سالکین کے مقامات گنے جاتے ہین ضبط کرین تو اسطرح ضبط کرنا ایک مجمل طور پر ہوگا اسلیے کہ اسکی تفصیل تو چاہتی ہے کہ تمام علوم کی شرح کیجاوے اور یہ سب باب اس کتاب کے گویا بعض علوم کی شرح ہین کیونکہ انمین وہ علوم ہین جو افکار مخصوص سے حاصل ہوتے ہین تو اس حساب سے بہت طول ہو جاویگا اس نظر سے ہم بطور اشارہ اجمالی بیان کرتے ہین تاکہ فکر کی راہین مجمل معلوم ہو جائین۔

تیسرا بیان۔ فکر کی راہون کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ فکر کبھی تو ایسے امر مین ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہو اور کبھی غیر دین مین اور ہم کو یہان غرض اس فکر کے بیان سے ہے جو دین سے متعلق ہو اسلیے ہم قسم دوم کو چھوڑے دیتے ہین اور دین سے ہماری مراد یہ ہے کہ معاملہ جو خداے تعالی اور بندے کے درمیان ہے۔ اب فکر دو حال سے خالی نہین یا تو بندہ اور اُسکی صفات اور احوال سے متعلق ہو یا معبود اور اسکی صفات اور افعال سے اور جو فکر بندے سے متعلق ہے اسکی دو قسمین ہین یا تو بندہ کے ان احوال وغیرہ مین ہو جو خداے تعالی کے نزدیک محبوب ہون یا انمین جو مکروہ ہون اور ان دونون قسمون کے سوا اور کسی چیز مین فکر کی حاجت نہین اور جو فکر متعلق خداے تعالی سے ہے وہ یا اسکی ذات اور صفات اور اسماء حسنیٰ مین ہوگا یا اسکے افعال اور ملک اور ملکوت اور تمام آسمانون اور زمینون اور انکے درمیان کی چیزون مین اور فکر کا منحصر ہونا ان اقسام مین ایک مثال سے واضح ہوگا وہ یہ ہے کہ جو لوگ سالک الی اللہ ہین اور اسکی دیدار کے مشتاق انکا حال عاشقون کے حال کے مشابہ ہے اسلیے ہم عاشق شیدا کو مثال کے لیے ٹھہرا کر کہتے ہین کہ جو عاشق ہمہ تن اپنے عشق مین ڈوبا ہوا ہو اسکا فکر دو باتون سے تجاوز نہ کریگا یا تو معشوق سے متعلق ہوگا یا اپنے نفس سے اور اگر معشوق کا فکر کریگا تو یا تو اسکے جمال اور کمال ذاتی مین فکر کریگا تاکہ اسمین فکر کرے اور مشاہدے سے لذت حاصل کرے اور یا اسکے افعال لطیف عمدہ مین فکر کریگا جنسے اسکے اخلاق وصفات کی خوبی سمجھی جاتی ہے تاکہ اس سے لذت دوچند اور محبت دوبالا ہو اور اگر اپنے نفس مین فکر کریگا تو یا اپنی ایسی صفات مین کریگا جنسے محبوب کی نظر مین گر جاوے اس غرض سے کہ انسے اجتناب کرے یا ایسی صفات مین کریگا جو اسکو محبوب کے نزدیک کرین اور موجب اسکی محبت کا اپنے ساتھ ہون تاکہ ان صفات سے متصف ہو۔ اور اگر ان امور کے سوا کسی اور چیز مین فکر کریگا تو وہ خارج از حد عشق ہے اور باعث نقصان ہے اسواسطے کہ عشق کامل اور پورا وہ ہے جسمین کہ عاشق ڈوبا رہے اور اسکے دلپر ایسی طرح چھا جاوے کہ دوسرے کی گنجایش اسمین نچھوڑے اور عاشق خداے تعالی کا ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اسکی نظر اور فکر محبوب سے تجاوز نہ کرے اور جبتک اسکا فکر ان چارون قسمون مین منحصر رہیگا تب تک وہ مقتضاے محبت سے ہرگز خارج نہوگا اب ہم قسم اول کا بیان شروع کرتے ہین یعنی فکر کرنا اپنے نفس کی صفات اور افعال مین تاکہ انمین سے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ کی تمیز کرے اسلیے یہ فکر وہی ہے جو متعلق علم معاملہ سے ہے جو اس کتاب مین مقصود ہے اور دوسری قسم متعلق علم مکاشفہ سے ہے پھر جو افعال وصفات کہ خداے تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہین انکی دو قسمین ہین ایک ظاہری کہ جیسے طاعات اور معاصی ہین اور ایک باطنی جیسے صفات منجیات اور مہلکات جنکا محل دل ہے اور انکی تفصیل جلد سوم اور چہارم مین ہے اور طاعات اور معاصی منقسم ہین دو قسمون پر یعنی یا وہ معاصی ہین

کہ ساتوان اعضا سے متعلق ہون اور سب بدن کیطرف منسوب ہون جیسے جہاد سے بھاگنا اور ماباپ کی نافرمانی کرنی اور حرام جگہ مین رہنا اور سیطرح کے مکارہ مین تین باتون مین فکر واجب ہو اول تو یہ کہ امر خدائے تعہ کے نزدیک بھی مکروہ ہے یا نہین اسلیے کہ اکثر چیزون کا مکروہ ہونا بدون نظر دقیق کے معلوم نہین ہوا کرتا دوسرے اسباب مین فکر کرنا کہ اگر مکروہ ہے تو اس سے بچنے کی تدبیر کیا ہے تیسرے یہ کہ اس مکروہ کا مرتکب بالفعل ہے تاکہ اسکو چھوڑ دے یا اسکو کرنے کو ہو تو اس سے باز رہے یا پہلے کیا ہو تو اسکا تدارک کرے اسیطرح محبوب چیزون کی تقسیم کو خیال کرو اور جب ان قسمون کو جمع کرو تو فکر کی راہین ان اقسام مین سو سے بڑھجا دین گی اور بندے کو ضرورت فکر کی یا سب مین پڑتی ہو یا اکثر مین اور ان اقسام مین سے ایک ایک کی شرح تو طویل ہو مگر یہ قسم منحصر چار نوع پر ہے اول طاعات دوم معاصی سوم صفات مہلکہ چہارم صفات منجیہ پس ان چارون مین سے ہم ایک ایک مثال لکھ دیتے ہین تاکہ طالب اسی پر اور مثالون کو قیاس کرلے اور فکر کا طریق اسپر واضح اور وسیع ہو جاوے قسم اول معاصی مین آدمی کو چاہیے کہ ہر روز کی صبح کو اپنے ساتون اعضا مین تفصیل وار اور سارے بدن مین مجملاً فکر کرے کہ مین کسی معصیت کا مرتکب فلان عضو سے ہون یا نہین اگر اسیوقت ہو تو اسکو ترک کرے اور گذشتہ زمانے مین اگر مرتکب ہوا ہو تو توبہ اور ندامت سے اسکا تدارک کرے یا اسدن کرنے کو ہو تو احتناب اور علیحدہ رہنے کے لیے آمادہ ہو مثلاً زبان مین نظر کرے اور کہے کہ یہ غیبت اور جھوٹ اور خودستائی اور ٹھٹھا اور بات کاٹنی اور دوسرے کو بنانا اور غیر مفید باتون مین دخل دینا وغیرہ باتین کرتی ہو تو اول اپنے دلمین جالے کہ یہ سب امور خدائے تعہ کے نزدیک برے ہین اور آیات قرآنی اور احادیث جو ان باتون کی سزا مین شدت عذاب پر دال ہین انکو فکر کرے پھر اپنے حالات کو سوچے کہ بدون جانے اور خبر ہوے کیسے ان چیزون مین جا گھستا ہے پھر یہ سوچ کہ انسے بچنا کیسے ہو سکتا ہو اور جان لے کہ آفات زبانی سے محفوظ رہنا بدون گوشہ نشینی اور تنہائی کے بن نہ پڑیگا یا یہ صورت بچاؤ کی ہو کہ کسی نیکبخت پرہیزگار کی صحبت مین رہے کہ جب کوئی کلمہ بیجا منھ سے نکلے تبھی وہ نیکبخت اسکو روک دیا کرے یا یہ کہ منھ مین کنکر رکھکر دوسرے کے پاس بیٹھا کرے تاکہ اس سے یاد رہے کہ آفات زبانی سے حفاظت کے لیے یہ رکھا ہو انسے احتراز چاہیے غرضکہ احتراز کی تدبیر مین اسطرح کی فکر کیا کرے اسیطرح کان مین فکر کرے کہ اس سے غیبت اور جھوٹ اور فضول کلام اور لہو اور بدعت کی باتین سننے مین آتی ہین اور یہ سب بری ہین اور سننے مین کوئی شخص خاص نہین ہر شخص کی زبان سے سننے مین آہی جاتی ہین تو پھر فکر انکے سننے سے بچنے کی کرلے کہ بچاؤ کی صورت گوشہ گیری سے ہو یا جب کوئی دوسرا شخص سامنے کہے تو اسکو منع کردینے سے ہو اور پیٹ کے باب مین فکر کرلے کہ یہ اللہ تعہ کی نافرمانی کھانے مین اور پینے مین کرتا ہے اسطرح کہ یا حلال رزق سے بہت سا کھاجاتا ہو جس سے شہوت بڑھتی ہو اور شہوت شیطان دشمن خدا کا ہتھیار ہو یا مال حرام اور مشتبہ سے تو یہ نظر کرے کہ میری غذا اور لباس اور مسکن اور وجہ معیشت کہان سے ہو اور حلال رزق کی آمد کی صورتین سوچے اور یہ فکر کرے کہ اسمین سے مجھے کسطرح لے کونسا حیلہ حلال رزق کا ہو اور کس تدبیر سے حرام کا تارک ہو جاؤنگا اور یہ بات اپنے دلمین ٹھان لے کہ حرام غذا کے ساتھ ساری عبادتین بیکار ہین اور رزق حلال عبادات کی اصل ہو اور اللہ تعہ اس بندے کی نماز نہین قبول کرتا جسکے کپڑے مین یکدرم حرام کا لگاؤ ہو جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہو علیٰ ہذا القیاس اپنے سب اعضا مین فکر کرے کہ ہمکو سب کے لکھنے کی ضرورت نہین اسیقدر کافی معلوم ہوتا ہے جب فکر کے باعث ان احوال کو واقعی طور پر جان جاویگا تو تمام دن نگران رہیگا اور اعضا کو ان سب خرابیون سے

بچا دیگا۔ دوسری قسم طاعات ہین تو اول فرائض جو اسکے ذمہ فرض ہین انکو دیکھے کہ انکو نقصان اور تقصیر سے بچاتا ہے کہ نہین، اور پھر ان کے نقصان کو نوافل سے پورا کرتا ہو کہ نہین۔ پھر ہر عضو کے باب مین فکر کرے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہین وہ اس سے ہوتے ہی ہین مثلاً کہے کہ آنکھ دیکھنے کے لیے پیدا ہوئی ہو کہ اسرار آسمان و زمین کے بچشم عبرت دیکھے تاکہ طاعت الٰہی مین لگی رہے اور کتاب اللہ اور حدیث شریف کے دیکھنے کے لیے ہو اور مین قادر ہون کہ ان دونون چیزون کو دیکھکر آنکھ کو مشغول طاعت الٰہی کرون تو کیون نہین کرتا اور یہ بھی مجھ سے ہوسکتا ہو کہ فلان شخص مطیع کو تعظیم کی آنکھ سے دیکھکر اسکے دلکو مسرور کرون اور فلان بدکار کو بنظر حقارت دیکھکر اسکو نافرمانی سے روکدون مگر کیا وجہ کہ مین یہ امور نہین کرتا اسیطرح کان کے باب مین کہے کہ مین مظلوم کی فریاد بھی سن سکتا ہون یا حکمت اور علم اور قرأت اور ذکر کے سننے پر قادر ہون پھر کان کو بیکار کیون رکھتا ہون خدائے تعالیٰ نے تو مجکو اسلیے حوالہ کیے ہین کہ مین انسے اسکی نعمتونکا شکر کرون پھر اسکی نعمت کی ناشکری کرنی اور اسکو ضائع اور بیکار رکھنے کی کیا وجہ ہو اسیطرح زبان مین فکر کرے کہ مین زبان سے تعلیم اور وعظ کے باعث اللہ تعالیٰ کا تقرب کرسکتا ہون اور نیکبختون کے دل مین محبوب ہوسکتا ہون اور اگر کسی نیکبخت خواہ عالم کے سامنے کوئی عمدہ بات کہون تو اسکے دل پر سرور لاسکتا ہون اور فقرا کے حالات پوچھ سکتا ہون اور عمدہ کلمات کہہ سکتا ہون جنمین سے ہر ایک کلمہ صدقہ ہو تو پھر اس نعمت سے اپنی زبان کو کیون محروم رکھتا ہون اسیطرح مال مین فکر کرے کہ مین فلان مال کو صدقہ کرسکتا ہون اسوجہ سے کہ مجھے اسکی حاجت نہین ورا گر آیندہ حاجت بھی ہو گی تو خدائے تعالیٰ اور عنایت کردیگا اور بالفعل اگر حاجت بھی ہو تو دوسرے کے کام نکالنے کی زیادہ تر مجکو ضرورت ہو کہ وہ شخص اس چیز کا مجھسے زیادہ حاجتمند ہے پس تمام اپنے اعضا اور بدن اور مال اور مواشی اور غلامون اور اولاد کو فکر کرے کہ یہ ساری چیزین آدمی کے آلات و اسباب ہین جنسے کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت پر قادر ہوسکتا ہو پس فکر دقیق کرکے جو جو طاعتین انسے ممکن ہون اول تو وہ نکالے پھر باتین سوچے جنسے ان طاعات کیطرف اپنے آپکو رغبت ہو پھر انمین اخلاص نیت کی تدبیر سوچے جس سے کہ عمل صاف و پاکیزہ ہو تیسری قسم وہ صفات مہلکہ ہین جنکا محل دل ہو انکو جلد سوم مین ہمنے بیان کیا ہو انکی ماہیت وغیرہ وہان سے دیکھ لے اور وہ یہ صفات ہین غالب ہونا شہوت کا اور غضب اور بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور بدگمانی اور غفلت اور غرور وغیرہ اور اپنے دل سے ان صفات کا جو یار ہے پس اگر گمان کرے کہ میرا دل انسے پاک ہو تو اسکے امتحان کی کیفیت اور علامات سے نفس کی درستی حجت کو فکر کرے اسلیے کہ نفس ہمیشہ وعدہ خیر کا کرتا رہتا ہو اور پھر خلاف کرتا ہو مثلاً اگر نفس تواضع کا دعویٰ کرے اور کبر سے بری ہونے کا مدعی ہو تو چاہیے کہ ایک بوجھ لکڑیونکا اپنے سر پر رکھکر بازار مین لیجاوے تاکہ راستی دعویٰ معلوم ہو اکابر سلف اسیطرح اپنے نفسون کا امتحان کیا کرتے تھے اور اگر حلم کا دعویٰ کرے تو کوئی ایسی بات کرے جسمین دوسرے پر غصہ آوے پھر دیکھے کہ مین غصہ پی سکتا ہون یا نہین اسیطرح تمام صفتون مین فکر ہونا چاہیے اور یہ فکر اسباب مین ہو کہ مین ان صفات سے موصوف ہون یا نہین اور انکے لیے علامات ہین جو ہم جلد ثالث مین لکھ چکے ہین پس اگر کسی علامت سے معلوم ہو کہ فلان صفت مجھ مین موجود ہو تو ان اسباب کی فکر کرے جنسے وہ صفت نظرون مین بُری معلوم ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ اسکا منشا جہالت اور غفلت اور خبث باطن سے ہو مثلاً اگر اپنے نفس مین عمل کی شیخی پاوے تو فکر کرے اور کہے کہ میرا عمل تو میرے بدن اور اعضا اور قدرت اور ارادہ سے ہوا ہو اور یہ سب چیزین نہ میری ہین نہ میرے اختیار مین بلکہ وہ تو خدائے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہین اسنے مجھپر ان چیزون کا انعام فرمایا ہو کہ مجکو پیدا کیا اور میرے

ہاتھ پانوٗن اور قدرت اور ارادے کو بنایا اور اپنی قدرت سے میرے اعضا کو جنبش دی تو پھر مین اپنے عمل خواہ نفس کی کیا شیخی کرون میرے نفس کو خود تو قیام بذات خود میسر ہی نہین اور جب اپنے نفس مین کبر پاوے تو اپنے نفس کو یون سمجھاوے کہ تو اپنے آپ کو کیون بڑا سمجھتا ہے بڑا تو وہ ہے جو خداے تعم کے نزدیک بڑا ہو اور یہ بات بعد موت کے معلوم ہو گی کہ کون اسکے نزدیک بڑا ہو ظاہر کا تو حال یہ ہے کہ بہت سے کافر زندگی بھر کفر کرتے اور مرنے کے وقت خداے تعم کے مقرب اور کفر سے خارج ہو کر مرتے ہین اور بہت سے مسلمان بدبخت مرنے کے وقت خاتمہ کے بگڑنے سے تباہ ہو جاتے ہین پس جب کبر مہلک ہو اور اسکا منشا حماقت تو فکر کرے کہ اسکے دور کرنیکا علاج یہ ہے کہ تواضع کرنے والون کے سے افعال اختیار کرے اور جب اپنے نفس مین کھانے کی شہوت اور حرص پاوے تو سوچے کہ یہ صفت بہائم کی ہو اگر کھانے کی اشتہا اور شہوت جماع مین کمال ہوتا تو یہ خداے تعم کی صفات اور فرشتون کی صفات مین داخل ہوتے جیسے علم و قدرت داخل ہین اور چونکہ بہائم ہی ان صفات سے موصوف ہوتے ہین تو اگر حرص اسپر غالب ہو گی تو بہائم سے مشابہ تر اور فرشتون مقرب سے دور تر ہوگا اسی طرح غضب کے باب مین اپنے نفس سے تقریر کرے اور اسکے علاج کی راہ سوچے اور یہ سب باتین ہم ہر ایک صفت کے بیان مین لکھ چکے ہین جسکو طریق فکر کی وسعت منظور ہو وہ ضرور ان سب باتون کو دیکھ لے جنمین ہمنے ان صفات کا حال لکھا ہو چوتھی قسم نجات دینے والی چیزین ہین یعنی توبہ اور گناہون پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا اور خوف و رجا اور دنیا مین زہد کرنا اور اخلاص و صدق اور اللہ تعم کی محبت اور اسکی تعظیم اور اسکے افعال پر راضی ہونا اور اسکا شوق کرنا اور اسکے لیے تواضع اور خشوع کرنا جنکو ہمنے اس جلد چہارم مین لکھا ہو اور ہر ایک خیر کے اسباب و علامات ذکر کر دیے ہین پس بندے کو ہر روز فکر کرنا چاہیے کہ ان اوصاف مین سے جو اللہ تعم کیطرف نزدیک کرتے ہین مجکو کون سے کی حاجت ہے جب کسی کیطرف حاجت معلوم ہو تو جانے کہ یہ صفات احوال ہین بدون علوم کے حاصل نہین ہوتے اور علوم فکرون کے ثمرات ہوتے ہین پس جب کہ یہ منظور ہو کہ آدمی اپنے نفس کی توبہ اور ندامت کا حال حاصل کرے تو اول اپنے گناہون کو تلاش کرے اور انکو سوچ اور نفس پر سب کے سب اکٹھے کر دے اور دل مین ان کو بہت بڑے جانے پھر اس سخت وعید پر نظر کرے جو شریعت مین ان گناہون کے باب مین وارد ہین اور پھر اپنے جی مین ٹھان لے کہ مین خداے تعم کے غضب کا کام کر رہا ہون اس تدبیر سے اسکو ندامت کا حال پیدا ہوگا اور جب یہ چاہے کہ شکر کا حال دل سے ابھرے تو اللہ تعم کے احسانات اور انعامات کو دیکھے اور اسبات کو غور کرے کہ اسنے اپنے کرم و فضل سے کیسا پردہ ڈال رکھا ہو اور گناہون پر فضیحت نہین فرماتا اس امر کا بیان تھوڑا سا باب الشکر مین ہم لکھ آئے ہین وہان مطالعہ کر لینا چاہیے اور جب حال محبت اور شوق کا پیدا کیا چاہے تو خداے تعم کے جلال اور جمال اور عظمت اور کبریائی مین فکر کرے یعنی اسکی عجائب حکمت اور بدائع صنعت کو دیکھکر اسکا جلال اور جمال غور کرے اور اسکا تھوڑا سا بیان دوسری قسم مین فکر کی ذکر کیا جاویگا اور جب حالت خوف پیدا کیا چاہے تو اول اپنے گناہ ظاہری اور باطنی پر نظر کرے پھر موت اور اسکے سکرات اور مرنے کے بعد منکر نکیر کا سوال اور قبر کا عذاب اور اسکے سانپ بچھو کیڑے پھر صور کے پھکنے پر پکار کا خوف پھر محشر کا ہول جس وقت کہ سب خلق ایک جگہ جمع ہو گی پھر حساب کا جھگڑا اور تنکے تنکے کی بازپرس پھر پل صراط کی تیزی اور باریکی اور اسپر گذرنے مین یہ اندیشہ کہ اگر بائین رخ کو گیا تو دوزخ والون مین سے ہوگا اور دہنی طرف کو گیا تو جنت والون مین سے ہوگا - اور دار القرار مین اتارا جائیگا پھر سوچے احوال قیامت کے بعد اپنے دلمین دوزخ اور اسکے

ملبغات اور گرز اور اہوال اور زنجیرین اور طوق اور سنیٹہر اور پیپ اور طرح طرح کے عذاب اور اسپر کے فرشتون کی بُری صورتین حاضر کرے اور یہ کہ وہ فرشتے جب گناہگارون کی جلدین پکاوین گی دوسری کھالین بدلدینگے اور وہ اگر دوزخ مین سے نکلنا چاہین گے تو پھر اس مین کردیے جاوینگے اور جب اسکو دور سے دیکھین گے تو اسکی کھدکھداٹ اور چیخ سینگے اسیطرح جتنی باتین کہ کلام مجید مین دوزخ کے بیان مین وارد ہین سب کو پیش نظر کرے اور جب حال رجا پیدا کیا چاہے تو جنت اور اسکی لذت اور درخت اور نہرین اور حورین اور غلمان اور آسایش دائمی اور ملک بیزوال پر غور کرے۔ غرضکہ وہ فکر جس سے ایسے علوم مطلوب ہوتے ہین کہ انسے حالات عمدہ حاصل ہون یا صفات مذمومہ سے پاک ہوسکین اسکا طریق یہی ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا اور ہمنے ان احوال مین سے ہر ایک حال مین ایک باب علٰحدہ لکھا ہے جس سے تفصیل فکر پر مدد ہو سکتی ہے مگر سب کا ذکر ایک جگہ نہین ہے ایک جگہ سے سب کے پائے جانے کے لیے کلام مجید کی تلاوت کے برابر کوئی چیز نافع نہین اسلیے کہ کلام مجید سب مقامات اور حالات کا جامع ہے اور اسمین لوگون کے لیے شفا ہے اسوجہ سے کہ اسمین وہ باتین بھی ہین جن سے خوف اور رجا اور صبر و شکر اور محبت اور شوق اور دوسرے احوال پیدا ہون اور وہ امور بھی ہین جو تمام صفات مذمومہ سے باز رکھین تو چاہیے کہ آدمی اسکی تلاوت کیا کرے اور جس چیز مین تفکر منظور ہو اسکے مضمون کی آیت کو دوہرانا اختیار کرے گو سو دفعہ وہ پڑھی جاوے اسلیے کہ ایک آیت کو تفکر اور فہم کے ساتھ پڑھنا سارے کلام مجید کے ختم سے بہتر ہے جو بے سمجھے پڑھا جاوے تو آیتون کے سوچنے مین توقف کرے گو ایک رات گذر جاوے اسلیے کہ ایک ایک لفظ کے نیچے وہ اسرار ہین کہ جنکے شمار نہین اور جبتک صاف دل سے فکر دقیق نہ کیا جاوے اور معاملہ درست نہو تب تک وہ معلوم بھی نہین ہوتے اسیطرح احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا ہے کہ آپ کو کلمات جامع عنایت ہوئے ہین ہر لفظ آپ کے ارشاد کا حکمت کا سمندر ہے اگر عالم انکو جیسا چاہیے ویسی طرح سوچے تو کبھی عمر بھر اسکا غور پورا نہو ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طول رکھتی ہے مثلاً اس حدیث کو غور کرنا چاہیے کہ آپ فرماتے ہین اِنّ روح القدس نفث فی روعی احبب ما احببت فانک مفارقہ وعش ما شئت فانک میت واعمل ما شئت فانک مجزی بہ یہ کلمات تمام اولین و آخرین کی حکمتون پر جامع ہین تامل کرنے والون کو عمر بھر سوچنے کو کافی ہین اسلیے کہ اگر اسکے معنون پر واقف ہون اور انکے دل پر یقین کیطرح غالب ہوجاوین تو انپر چھا جاوینگے اور پھر انکو اتنا نہ دیکھینگے کہ دنیا کیطرف ذرا بھی التفات رہے یہ طریق ہے علوم معاملہ مین فکر کرنے کا اور بندے کی صفات مین اس نظر سے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہین یا مذموم بندی کو چاہیے کہ ان فکرون مین ہر وقت ڈوبا رہے تاکہ اپنے دلکو اخلاق محمودہ اور مقامات شریفہ سے آباد کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو مکروہات سے پاک کرے اور یہ یاد رہے کہ ان امور مین فکر کرنا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے مگر مطلب اصلی یہ نہین بلکہ جو ان فکرون مین مشغول رہے وہ صدیقون کے مطلب سے محجوب ہے انکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے جلال و جمال مین فکر کرنے سے لذت پاوین اور دل ایسی طرح اسمین ڈوب جاے کہ اپنے نفس اور حالات اور مقامات اور صفات سب کو بھولجاوین صرف محبوب حقیقی ہی مین انکی نیت مستغرق ہو جیسے عاشق شیدا اپنے معشوق کے دیدار کے وقت ہوتا ہے کہ اسکو اپنے نفس کے حالات اور صفات پر نظر کرنے کی فرصت ہی نہین ہوتی حیران جیسا رہجاتا ہے اور یہ کمال درجہ کی لذت عاشقون کی ہے اور جو کچھ ہمنے لکھا ہے وہ فکر باطن کی آبادی کا ہے تاقرب اور وصال کی صلاحیت ہوجاوے پس اگر تمام عمر اپنے نفس کی اصلاح ہی مین تلف کی تو پھر قرب سے لذت کب پاویگا اسواسطے حضرت خواص جنگلون مین پھرا کرتے انسے حسین بن منصور

ملے اور پوچھا کہ تم کس حال مین ہو انھون نے کہا کہ مین جنگلون مین پھرتا ہون تاکہ اپنا حال توکل مین اچھا کرون حضرت حسین بن منصور نے فرمایا کہ عمر تو آپ نے اپنے باطن کی درستی مین صرف کر دی فنا در توحید کونسے وقت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ واحد برحق مین فنا ہونا طالبون کا عمدہ مطلب اور صدیقین کی انتہا درجے کی لذت ہی اور صفات مہلکات سے بچنا ایسا ہی جیسے نکاح میں عدت سے نکلنا اور منجیات صفتون اور جمیع طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہی جیسا عورت خاوند کے لیے تیاری کرے اور منہہ ہاتھ دھووے اور بالون مین کنگھی کرے تاکہ خاوند کے ملنے کی لیاقت پیدا ہو جاوے پس اگر عورت تمام عمر رحم کی صفائی اور کنگھی چوٹی ہی مین ضائع کر دے تو خاوند کی ملاقات سے محجوب رہیگی اسیطرح دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہمنشینی کی اہل ہو اور اگر شریر غلام کیطرح ہو کہ بدون مار کے خوف اور اجرت کی طمع کے نہین ملا کرتا تو اپنے بدن کی مشقت اعمال ظاہری سے رہنے دو اسواسطے کہ تمہارے درمیان مین اور تمہارے دلمین بڑا گاڑھا پردہ ہے اعمال سے البتہ یہ ہوگا کہ اگر اچھی طرح پر ادا کروگے تو اہل جنت مین سے ہوگے مگر ہمنشینی کے لیے اور ہی لوگ ہین شعر موسیا آداب دانان دیگر اند: سوختہ جان و روانان دیگر اند: اور جب علوم معاملہ مین جو بندہ اور رب کے درمیان ہوتا ہی فکر کی جولانی معلوم کر چکے تو اب انکو صبح اور شام اپنا دستور اور عادت کر لو اور اپنے نفس سے اور ان صفات سے جو خداے تعہ سے دور کرتے ہین اور ان احوال سے جو اسکی طرف نزدیک کرتے ہین غافل نرہنا چاہیے بلکہ ہر مرید کو چاہیے کہ اپنے پاس ایک بیاض رکھے کہ اسمین سب صفات مہلکات اور منجیات اور تمام معاصی اور طاعات لکھی ہون اور ہر روز ان سے اپنے نفس کی پرتال کیا کرے مہلکات مین سے اسکو دس چیزون مین نظر کرنا کافی ہو کہ اگر انسے بچ جاویگا تو سب سے بچا رہیگا وہ دس یہ ہین ١ بخل اور ٢ کبر اور ٣ عجب اور ٤ ریا اور ٥ حسد اور ٦ شدت غضب اور ٧ حرص غذا اور ٨ کثرت شہوت اور ٩ محبت مال اور ١٠ محبت جاہ اور منجیات سے بھی دس کافی ہین ١ گناہون پر ندامت اور ٢ بلا پر صبر کرنا اور ٣ قضا پر راضی رہنا اور ٤ نعمتون پر شکر کرنا اور ٥ خوف ورجا کا معتدل رہنا اور ٦ دنیا مین زہد کا کرنا اور ٧ اعمال مین اخلاص کرنا اور ٨ خلق سے خوش خلقی سے پیش آنا اور ٩ محبت اللہ تعہ کی اور ١٠ اسکے سامنے خشوع کرنا تو یہ بیس باتین ہوئین جن مین سے دس بُری ہین اور دس اچھی پس ایک بات مین فکر کرنا شروع کرے جب مثلاً ایک بری بات جاتی رہے تو اس بیاض مین اس صفت پر خط کھینچ دے اور اسکے باب مین فکر نہ کرے اور خداے تعہ کا شکر کرے کہ اسنے اس سے تو نجات دی اور دل کو اس سے صاف فرمایا اور یہ جانے کہ یہ بات خداے تعہ کے توفیق اور مدد سے ہوئی ورنہ اگر وہ ہم کو ہمارے نفس ہی پر چھوڑ دیتا تو ادنی اسی بری صفت بھی ہم سے دور نہو سکتی غرض کہ ایک ایک کو اسیطرح لیتا جاوے اور جب وہ دور ہوتی جاوے تو بیاض مین اسپر قلم مارتا جاوے یہانتک کہ دسون بری صفتین تمام ہو جاوین اسیطرح نفس سے پھر اسبات کا خواہان ہو کہ صفات منجیات کے ساتھ موصوف ہو پس جب منجیات مین سے ایک کے ساتھ متصف ہو مثلاً توبہ اور ندامت کی صفت اسمین آجاوے تو اسپر خط کر دے اور باقی صفات مین مشغول ہو تاکہ رفتہ رفتہ سب کا متصف ہو جاوے مگر یہ طریق ایسے شخص کے لیے ہی جو نہایت مستعد ہو اور جو لوگ کہ صلحا مین شمار ہوتے ہین انمین سے اکثر ان کو چاہیے کہ وہ اپنے دفترون مین ظاہری گناہ بھی لکھ لین جیسے شبہہ کا کھانا اور غیبت اور چغلی پر زبان کھولنی اور خصومت کرنی اور نفس کی ثنا کرنی اور دشمنون کی عداوت مین مبالغہ کرنا اور دوستون کی دوستی مین افراط کرنا اور خلق کی منہہ دیکھی بات کرنی اور امر بالمعروف اور نہی منکر کو چھوڑنا وغیرہ کہ اکثر لوگ جو بڑے نیکبخت شمار کیے جاتے ہین انمین یہ گناہ کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہین اور جبتک اعضاے ظاہری گناہون سے پاک نہین ہوتے دل کی آبادی مین مشغول ہونا اور اسکو صاف کرنا ممکن نہین بلکہ آدمیون کے ہر ایک فریق پر

ایک قسم کی معصیت غالب ہوتی ہی پس چاہیے کہ وہ لوگ اسی کے درپے ہون اور اسی کی تدبیر کرین ایسے گناہون مین فکر کرین جنسے کہ وہ کنارہ پر ہون مثلاً عالم پر منبر گاما اکثر اپنے علم کا اظہار کیا کرتا ہو اور شہرت اور آوازہ کا خواہان ہوتا ہو خواہ تدریس سے ہو یا وعظ سے اور جو شخص اس امر کے درپے ہوتا ہو وہ ایسے فتنہ مین پڑتا ہو کہ اس سے بجز صدیقون کے اور کوئی نہین نجات پاتا یعنی اگر اسکا کلام مقبول ہوتا ہو اور دلون مین خوب تاثیر کرتا ہے تو عالم مذکور عُجب اور اترانے اور زینت اور تکلف سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب باتین مہلک ہین اور اگر کوئی اسکے کلام کو نہ مانے تو غصہ اور غیرت اور کینے سے خالی نہین ہوتا حالانکہ اگر نہ ماننے والا کسی دوسرے عالم کے کلام کو نہ ملنے تو اسکو اسپر چندان غصہ نہین آتا اپنے کلام نہ ملنے پر زیادہ آتا ہو اور اسکی وجہہ یہ ہوتی ہو کہ شیطان اسکو بہکاتا ہو اور کہتا ہو کہ تیرا غصہ اسلیے ہو کہ اسنے حق بات کو نہ مانا اور اسپر انکار کیا پس اگر یہ اپنے کلام کے نہ ماننے اور دوسرے عالم کے کلام کے نہ ماننے پر یکسان خفا ہوتا ہو تو خیر ورنہ ظاہر ہو کہ مغالطے مین پڑا ہوا اور شیطان کا بنایا ہوا ہو کا ہو جبکہ لوگون کے ماننے سے اسکو خوشی ہوتی ہو اور انکی تعریف کرنے سے پھولتا ہو اور انکے نہ ماننے اور رد گردانی کو برا جانتا ہو تو کچھ نہ کچھ تکلف اور بناوٹ لفظون کی خوبصورتی سے ادا کرنے مین بھی کرنے لگتا ہو اس توقع سے کہ اسکے سبب لوگ تعریف کرینگے حالانکہ تکلف خدا تعالیٰ کو پسند نہین اور شیطان یہان بھی اسکو دھوکا دیتا ہو اور کہتا ہو کہ تو جو الفاظ کو اچھی طرح ادا کرتا ہو تو تیری غرض یہ ہو کہ حق بات پھیلے اور دلمین خوب جگہ کرے اور اس سے صرف بلند کرنا دین الٰہی کا ہو تو اس صورت مین اگر یہ اپنے الفاظ کی خوبصورتی پر دوسرے عالمون کے الفاظ کی نسبت مکر زیادہ خوش ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فریبی ہو اور طلب جاہ کا حریص گو خود گمان کرے کہ میری غرض دین ہو اور جب اسکے دلمین صفات خلجان پیدا کرتے ہین تو انکا اثر ظاہر مین بھی ہو جایا کرتا ہو یہانتک کہ اگر کوئی اسکی تعظیم کرے یا اسکے فضل کا معتقد ہو اور دوسرا شخص کسی دوسرے عالم کا معتقد ہو تو یہ اپنے معتقد کی زیادہ آؤ بھگت کیا کرتا ہو بہ نسبت دوسرے کے معتقد کے گو دوسرا عالم اسکی نسبت کر اعتقاد کا لائق تر ہو اور اکثر اہل علم مین غیرت کی نوبت یہانتک ہو جاتی ہو کہ عورتون کی طرح غیرت کرنے لگتے ہین اور ایک کا شاگرد اگر دوسرے کے پاس جاوے تو اسپر نہایت شاق ہوتا ہو ہر چند یہ جانتا ہو کہ شاگرد دوسرے کے پاس بھی مستفید ہوتا ہو اور دین کی باتین سیکھتا ہو اور ان سب امور کا منشا وہی صفات مہلکہ ہین جو دل کے اندر مخفی ہین اور عالم براہ مغالطہ جانتا ہو کہ مین انسے بچا ہوا ہون اور وہ ان علامات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوتے ہین غرضکہ عالم کا فتنہ بہت بڑا ہو وہ یا بادشاہ ہو یا بالکل تباہ اور عوام کیطرح بچ جانے کی طمع اسکو نہین تو جو عالم اپنے نفس مین ان صفات کو معلوم کرے اسپر گوشہ نشینی اور تنہائی اور گمنامی کی طلب واجب ہے اور سوالات مین فتوےٰ دینے سے گریز کرنا لازم و کھو زمانہ صحابہؓ مین مسجد شریف مین بہت سے اصحاب رہتے تھے کہ سب کے سب مفتی ہوتے تھے مگر فتوےٰ دینے سے پہلو تہی کرتے تھے اور اگر کوئی دیتا بھی تھا تو یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اگر مجکو بچا دیتا تو خوب تھا اور عزلت کیوقت آدمیون کے شیطانون سے ڈرنا چاہیے کہ وہ یون کہتے ہین کہ تم گوشہ نشینی اختیار مت کرو اسلیے کہ اگر سب ایسا ہی کرینگے تو علوم خلق مین سے جاتے رہینگے اسکا جواب یون دینا چاہیے کہ دین اسلام مین میری کچھ حاجت نہین وہ مجھ سے پیشتر بھی بھرپور تھا اور ایسا ہی بعد کو بھی رہیگا میرے مرنے سے دین کے ارکان گر نہین جائینگے اسلیے کہ دین کو کچھ میری پروا نہین لیکن میرا یہ حال ہو کہ اپنے دل کی اصلاح سے مین بے پروا نہین ہون اور یہ کہنا کہ میرے بیٹھ رہنے سے علم جاتا رہیگا خیال خام ہو کہ نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہو اسلیے کہ اگر لوگون کو بالفرض قید خانے مین بند کرکے بیڑیان ڈالدی جاوین اور کہدیا جاوے کہ اگر علم طلب کروگے تو آگ مین جلا دیے جاؤگے تو ریاست اور بڑائی کی محبت انکو اس بات پر آمادہ کرے گی

کہ ٹیریان توڑ کر اور دیوارین گرا کر نکل بھاگین اور علم تحصیل کرین پس جبتک کہ شیطان خلق کو ریاست کی محبت دلاتا رہیگا علم کسیطرح نہین جاسکتا اور ظاہر ہے کہ شیطان قیامت تک اپنے کام سے سستی اختیار نکریگا تو جب ہی تک علوم بھی باقی رہینگے بلکہ علوم دینی ایسے لوگونکے باعث پھیلین گے کہ جنکو آخرت مین کچھ نہ ملے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان اللہ لیؤید ہذا الدین باقوام لاخلاق لہم وان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر۔ پس عالم کو نہین چاہیے کہ ایسے فریبون سے دھوکا کھا کر خلق سے ملنے مین مشغول ہو اور اپنے دلمین جاہ دنیا اور ثنا اور تعظیم کی محبت کو پرورش کرے جو نفاق کا تخم ہے حدیث شریف مین ہے کہ جاہ و مال کی محبت نفاق کو ایسا اگاتی ہے جیسے پانی ساگ کو اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ما ذئبان ضاریان ارسلا فی زریبۃ غنم باکثر فسادا فیہا من حب الجاہ والمال فی دین المرء المسلم اور محبت جاہ کی دل سے بدون گوشہ نشینی اور لوگون سے گریز کرنے اور جن باتون سے انکے دلون مین جاہ بڑھتا ہے انکو چھوڑنے کے نہین اکھڑتی تو عالم کو اپنے دل سے ان خفیہ صفات کی تلاش کی فکر چاہیے اور یہ کہ تدبیر انسے نجات کی کیا ہے اور یہ فکر عالم متقی کے لیے ہے اور ہم جیسون کو تو فکر ان باتون کی چاہیے جن سے ہمارا ایمان روز حساب پر قوی ہو جاوے اسلیے کہ اگر ہم کو لوگون کو بزرگان سلف دیکھین تو قطعاً کہین کہ یہ لوگ روز حساب کے معتقد نہین اسلیے کہ ہمارے اعمال ایسے نہین ہے جیسے جنت اور دوزخ پر اعتقاد رکھنے والون کے ہوا کرتے ہین کیونکہ جو کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جس چیز کی توقع کیا کرتا ہے اسکو طلب کیا کرتا ہے اور یہ بھی ہم جانتے ہین کہ دوزخ سے گریز شبہات اور حرام اور معاصی کے چھوڑنے سے ہوتا ہے حالانکہ ہم انمین ڈوبے رہتے ہین اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے اسمین بھی ہم قاصر ہین بلکہ فرائض ہی اچھی طرح نہین ادا ہوتے تو ہمکو علم کا ثمرہ یہی ملا کہ لوگ دنیا کے حریص ہونے مین ہماری اقتدا کرین اور یہ کہین کہ اگر حرص دنیا بری ہوتی تو علما ہماری نسبت کر اس سے پرہیز زیادہ کرتے پس کیا اچھا ہوتا کہ ہم عوام کی طرح ہوتے اور جب ہم مرجاتے تو ہمارے ساتھ ہی ہمارے گناہ مرجاتے اب تو اگر سوچتے ہین تو جس فتنہ کے ہم سامنے ہوئے ہین وہ بہت ہی بڑا ہے پس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو درست کرے اور ہمارے باعث سے دوسرون کو درست کرے اور ہمکو مرنے سے پیشتر توبہ کی توفیق دے وہی کریم اور رحیم اور ہم پر انعام کرنے والا ہے علما اور صلحا کی فکرون کے طریق علوم معاملہ مین یہ تھے جب وہ انسے فارغ ہوتے ہین تو انکا التفات انکے نفوس سے ہٹ جاتا ہے اور ان فکرون سے ترقی کر کے خدا کی عظمت اور جلال اور دیدۂ دل سے اسکے مشاہدہ کی لذت مین فکر کرنے لگتے ہین اور یہ فکر واجب ہوتا ہے جب سب مہلکات سے علیحدہ ہو اور سب منجیات سے متصف اور اگر اس سے پیشتر کچھ اسمین ظاہر ہوگا تو روگ والا اور ناقص اور پر کدورت اور جلد جانے والا ہوگا بجلی کی طرح چمک جاویگا اسکو قرار اور دوام نہوگا اور ایسی صورت مین سالک کا حال مثل اس عاشق کے ہوگا جو اپنے معشوق سے خلوت کرے اور اسکے کپڑون کے اندر سانپ اور بچھو ہون کہ برابر کاٹ رہے ہون اور لذت مشاہدہ کو اسپر مکدر کردین اور بدون انکے نکالے آسایش پوری نہو اور یہ صفات مذمومہ سانپ اور بچھو ہین انسے بھی ایذا اور پریشانی ہوتی ہے قبر مین انکے نیشون کی تکلیف سانپ بچھو کے کاٹنے کی نسبت کر زیادہ ہوگی۔ قسم اول فکر کا بیان اسیقدر کافی ہے اس سے آگاہی طریق فکر کی ہوجاتی ہے کہ جو صفات بندے کے خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہین ان مین کسطرح کیا کیا فکر کرے۔ دوسری قسم فکر کرنا خدائے تعالیٰ کے جلال اور عظمت اور کبریائی مین اور اسمین چند مقامات ہین سب سے اعلےٰ مقام یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اسکے نامون کے معنی مین فکر کرے مگر ایسا فکر کرنا ممنوع ہے اسلیے کہ شرع مین ارشاد ہوا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی مخلوق مین فکر کرو اسکی ذات مین فکر مت کرو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عقلین اسکی ذات مین حیران ہین بجز صدیقین کے اور کوئی اسطرف آنکھ نہین کھول

سکتا اور وہ بھی اسکے ہمیشہ دیکھنے کی تاب نہین رکھتے بلکہ تمام خلق کی آنکھونکا حال خداے تعہ کے جلال کی نسبت کر ایسا ہو جیسا شپرّ کی آنکھ کا حال ہو نزد آفتاب کی نسبت کر یعنی شپرّ کو مجال آفتاب کے نور دیکھنے کی نہین بلکہ دن کو چھپی رہتی ہے اور رات کو کسیقدر روشنی مین جو آفتاب سے زمین پر رہتی ہو دیکھتی ہو اور صدیقونکا حال مثل انسان کے حال کے ہو کہ آفتاب کو دیکھ تو سکتا ہو مگر ہمیشہ نہین دیکھ سکتا ورنہ خوف بینائی کے جاتے رہنے کا ہو بشرطیکہ مدام اسکی طرف تاکے اور خوب نظر گاڑ کر دیکھنے سے بھی آنکھین چندھی اور بینائی متفرق ہو جاتی ہے اسی طرح خداے تعہ کی ذات کیطرف دیکھنا مورث حیرت اور مدہوشی اور عقل کے اضطراب کا ہوتا ہے اس صورت مین مناسب یہی ہے کہ خداے پاک کی ذات وصفات مین فکر ہے کے راستون کا بیان نہ کیا جاوے اسلیے کہ اکثر عقلون کو اسکی تاب نہین بلکہ تھوڑی سی مقدار جسکی تصریح بعض علمانے کی ہو کہ خداے تعہ مکان اور اطراف اور جہات سے پاک ہو وہ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر نہ اس سے ملا ہوا ہے نہ جدا اسی سے کچھ لوگون کی عقل ایسی حیران ہوئی کہ وہ اسکے منکر ہوئے کیونکہ نہ سننے کی طاقت انکو ہوئی نہ پہچاننے کی بلکہ بعضے لوگ تو اس سے کمتر کی بھی برداشت نہ کر سکے یعنی جب انسے کہا گیا کہ خدائے تعہ اسبات سے بری ہو کہ اسکے کوئی سر اور ہاتھ اور پاؤن اور آنکھ اور عضو اور کوئی جسم معین مقدار اور حجم والا ہو تو انھون نے اسکو نہ مانا اور گمان کیا کہ یہ تعریف تو خدائے تعہ کی عظمت وجلال مین نقصان پیدا کرتی ہو بلکہ بعض عوام احمقون نے کہا کہ یہ تعریف تو ہند کے تربوز کی ہو خداے تعہ کی نہین اسلیے کہ اس بیچارے کو یہی گمان تھا کہ بزرگی اور عظمت انھین اعضا مین ہو کیونکہ انسان صرف اپنے آپ ہی کو جانتا ہو اور اسی کی بڑائی کرتا ہو تو جو چیز کہ صفات مین اسکی برابری نہین کرتی اسمین کچھ عظمت نہین سمجھتا ہان غایت اسکی یہ ہو کہ اپنے نفس کو خوبصورت تخت پر بیٹھا ہوا سامنے نوکر چاکر کام کرتے ہوے فرض کرلے تو ضرور ہو کہ خدائے تعہ کے باب مین بھی مان لیگا تاکہ اسکی عظمت سمجھے بلکہ اگر مکھی کو عقل ہوتی اور اس سے کہا جاتا کہ تیرے خالق کے نہ تو بازو ہین نہ پر نہ پاؤن نہ اڑان تو وہ اسکو نہ مانتی اور کہتی کہ بھلا میرا پیدا کرنے والا مجھ سے کم کسطرح ہوگا کیا یہ ہو سکتا ہو کہ اسکے پر کٹے ہوے ہون یا اپاہج ہو کہ اڑ نہ سکے مجھ مین تو سامان اور قدرت ہو اور جو میرا پیدا کرنے والا ہو اسمین یہ لوازم اور قدرت نہون اور اکثر لوگون کی عقلین اسی عقل کے قریب ہین سچ ہو کہ انسان بڑا جاہل اور ظالم اور ناشکر ہو اور اسیواسطے اللہ تعہ نے اپنے بعض انبیاء پر وحی بھیجی کہ میرے بندون سے میری صفتین مت کہو ورنہ مجکو نہ مانینگے بلکہ انسے میرا حال ایسے الفاظ مین کہو کہ وہ سمجھ لین اور ازانجا کہ خداے تعہ کی ذات وصفات مین غور کرنی اسوجہ سے ممنوع ٹھہری اسلیے شرع کا ادب اور خلق کی بہتری اسی بات کی مقتضی ہین کہ ہم بھی اسکے درپے نہون بلکہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنی غور کرنا اسکے افعال اور عجائب صنعت اور غریب معاملات مین جو اسکی مخلوق مین ہین اسلیے کہ ان سب سے اسکے جلال اور عظمت اور کبریا اور پاک ہونا اور کمال علم وحکمت اور جاری ہونا اسکی مشیت کا پایا جاتا ہو پس اسکی صفات پر غور اسکی صفات کے آثار ہی سے کرنا چاہیے اسلیے کہ ہمکو یہ تو تاب نہین کہ اسکی صفات کیطرف نظر کرین تو انکے آثار ہی پر نظر چاہیے جیسے جب آفتاب چمکتا ہو تو ہم اسکی طرف نہین دیکھ سکتے بلکہ زمین کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہین اور اسی سے آفتاب کے نور کی عظمت چاند اور ستارون کے نور کی نسبت کر سمجھتے ہین اسلیے کہ زمین کا روشن ہونا آفتاب کے نور کے آثار مین سے ہو اور اثر کو دیکھنے سے موثر کچھ نہ کچھ سمجھ مین آیا کرتا ہو گو خود موثر کے دیکھنے کے قائم مقام نہو اور تمام موجودات دنیا کے آثار قدرت الٰہی مین سے ایک اثر ہے اور اسی کے انوار ذات مین سے ایک نور ہو بلکہ کوئی تاریکی عدم سے بڑھکر نہین نہ کوئی نور وجود سے

زیادہ اور وجود سب چیزونکا خداے تعم کے انوار ذات مین سے ایک نور ہے اسلیے کہ تمام چیزونکا وجود اسکی ذات سے قائم ہے جو خود بخود قائم ہے جسطرح کہ جسمون کا نور آفتاب کے نور سے ہے اور وہ خود روشن ہے اور جب تھوڑا سا آفتاب کو گہن لگتا ہے تو عادت یون ہے کہ ایک پانی کا طشت رکھکر دیکھا کرتے ہین تاکہ اسکو دیکھ سکین اور آنکھ خیرگی نہ کرے اس صورت مین پانی ایک ذریعہ ہوتا ہے کہ آفتاب کے نور سے کسیقدر کم کر دیتا ہے تاکہ اسکی طرف نظر کرنے کی تاب ہو تو اسیطرح افعال الہی بھی ایسا ذریعہ ہوتے ہین جنمین ہم فاعل کی صفتین مشاہدہ کرتے ہین اور نور ذات سے متحیر نہین ہوتے اسلیے کہ ہم مین اور ذات مین افعال کا واسطہ اور دوری ہو گئی اور اسی بھید کے باعث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تفکروا فی خلق اللہ ولا تتفکروا فی ذات اللہ۔ پس اب کیفیت تفکر کی خداے تعم کی مخلوق مین معلوم کرنی چاہیئے واضح ہو کہ جو چیز سواے خداے تعم کے موجود ہے وہ اسیکا فعل اور اسی کی پیدایش ہے اور ہر ایک ذرہ مین جوہر اور عرض اور صفت اور موصوف کے بہت سے عجائب اور غرائب ہین جنسے خداے تعم کی حکمت اور قدرت اور جلال و عظمت ظاہر ہوتی ہے اور انکا شمار کرنا غیر ممکن ہے بلکہ اگر سمندر روشنائی ہو جاوے اور اس سے ان عجائب لکھے جاوین تو اسکا خاتمہ ہو جاوے اور انکا چھوٹا حصہ نہ ملے تاہم بطور نمونہ ان مین سے ہم کچھ ایک لکھے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ موجودات جو خداے تعم کی مخلوق ہین انکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ انکی اصل نہ معلوم ہو تو ایسے اشیا مین ہمسے تفکر نہین ہو سکتا اور ایسے موجودات بہت ہین جنکو ہم نہین جانتے چنانچہ اللہ تعم فرماتا ہے ویخلق مالا تعلمون اور فرمایا سبحان الذی خلق الازواج کلہا مما تنبت الارض ومن انفسہم ومما لا یعلمون۔ اور فرمایا وننشئکم فیما لا تعلمون اور ایک وہ ہین کہ انکی اصل معلوم ہے اور مجملاً بھی پہچانی جاتی ہین مگر تفصیل نہین معلوم تو ایسی اشیا مین ہمکو ممکن ہے کہ ہم انکی تفصیل مین فکر کرین اور ان اشیا کی دو قسمین ہین ایک وہ جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور ایک وہ کہ آنکھ سے نہین سوجھتی جو آنکھ سے نظر نہین آتین وہ فرشتے اور جن اور شیاطین اور عرش اور کرسی وغیرہ ہین ایسے اشیا مین بھی فکر کی مجال تنگ ہے اسی جہت سے ہم اسی قسم کی فکر کو لکھتے ہین جو سمجھنے کے زیادہ تر قریب ہے یعنی وہ اشیا جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور وہ ساتون آسمان اور زمین ہین اور جو چیزا انکے درمیان ہے پس آسمان مین یہ چیزین نظر آتی ہین ستارے اور چاند اور سورج اور انکی حرکت اور گردش اور نکلنا اور ڈوب جانا اور زمین مین یہ معلوم ہوتے ہین پہاڑ اور کانین اور نہرین اور دریا اور حیوانات اور نباتات اور آسمان اور زمین کے درمیان یعنی جو مین یہ اشیا محسوس ہوتی ہین بادل اور مینھ اور برف اور اولے اور رعد اور بجلی اور صاعقہ اور ٹوٹتے ستارے اور تند ہوائین غرضکہ آسمان و زمین اور انکے درمیان مین اس جنس کی اشیا معلوم ہوتی ہین اور انمین سے ہر ایک جنس چند نوع پر منقسم ہے ہر نوع کی بہت سی قسمین ہین پھر اقسام کی فروع ہین اسیطرح شاخ در شاخ ہوتی چلی گئی ہین جسقدر اختلاف صفات اور ہیئت اور معانی ظاہری اور باطنی کا ہوتا جاتا ہے اسیقدر اقسام بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ان سب شاخون مین فکر کی مجال ہے کوئی ذرہ جمادات اور نباتات اور حیوانات اور آسمان اور ستارہ کا ایسا نہین حرکت کرتا جسکا حرکت دینے والا خداے تعم نہو اور اسکی حرکت مین ایک حکمت یا دو یا دس یا ہزار حکمتین خداے تعم کی وحدانیت اور اسکے جلال و عظمت پر دال نہون اور یہ سب اشیا نشانیان اور آیات دالہ ہین قرآن مجید مین انمین فکر کرنے کی ترغیب ہے جیسے کہ اللہ تعم فرماتا ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب اور ومن آیاتہ تو کلام مجید مین شروع سے آخر تک بہت جگہ ہے پس بعض آیات مین فکر کرنے کی کیفیت ذکر کرتے ہین مثلاً ایک خداے تعم کی آیات مین سے یہ ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوا ہے اور سب سے تر آدمی سے اسکا نفس ہے اور اسمین خداے تعم کی عظمت پر اتنے عجائب

ڈال مین کہ عمرین کٹ جاوین اور دسوان حصّہ بھی نہ معلوم ہوں اور آدمی اُنسے غافل ہو پھر بھلا جب تو اپنے ہی نفس سے غافل ہے تو دوسرے کی معرفت کی طمع کیسے کرتا ہو اور تجکو خلاصے تم اپنی کتاب مجید مین بیار شاد فرماتا ہو کہ اپنے نفس مین تامل کر چنانچہ فرمایا وفی انفسکم افلا تبصرون اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ تو ناپاک نطفہ سے بنا ہو جیسے ارشاد ہو قتل الانسان مااکفرہ من ای شیٔ خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ اور فرمایا ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون۔ اور فرمایا الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوٰی اور فرمایا الم نخلقکم من ماء مہین فجعلناہ فی قرار مکین الی قدر معلوم اور فرمایا اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین۔ اور فرمایا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج پھر یہ بیان فرمایا کہ نطفہ کو پھٹکی کر دیا اور پھٹکی کو لوتھڑا اور لوتھڑے کو ہڈیان چنانچہ فرمایا ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما پس نطفہ کے بار بار کلام مین ذکر کرنے سے یہ غرض نہین کہ یہ لفظ ہی سنا جاوے اور اسکے معنون مین تفکر نہ کیا جاوے بلکہ مراد یہی ہے کہ نطفے پر غور کرو مثلاً اسطرح کہ وہ ایک پانی ناپاک کی بوند ہو اگر گھڑی بھر چھوڑ دیا جاوے کہ ہوا اسکو لگتی رہے تو خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے ایسی ناپاک چیز کو دیکھو کہ رب الارباب نے مرد کی پیٹھ اور عورت کی چھاتیون سے کیسے نکالا مرد اور عورت کو کیسے اکٹھا کیا اور انکے دلون مین الفت اور محبت ڈالی اور اسی رشتۂ محبت اور شہوت سے دونون آپس مین ملے پھر صحبت کی حرکت سے مرد مین سے اس نطفہ کو نکالا اور عورت کے رحم مین ڈالا پھر حیض کا خون کہان کہان کی رگون کے اندر سے کھینچکر رحم مین اکٹھا کیا اور نطفے سے بچہ بنا کر اسکو خون حیض کھلایا پلایا یہانتک کہ بڑھا اور پرورش پائی پھر یہ دیکھو کہ نطفہ سفید چمکتا ہوا تھا اسکو سرخ پھٹکی کیسے بنا دیا پھر پھٹکی کو لوتھڑا کیسے کر دیا پھر نطفہ کے حصے کیسے کر دیے اسکے ٹکڑے تو یکسان تھے مگر کسی کو ہڈی کر دیا کسی کو پٹھا کسی کو رگ کسی کو گوشت پھر گوشت و پٹھون اور رگون سے اعضاے ظاہری کسطرح بنائے سر کو تو گول بنایا اور کان اور آنکھ اور ناک اور منھ اور دوسرے منفذون کو کشادہ کیا اور ہاتھ اور پانؤن کو لمبا بنا دیا اور انکے سرون مین انگلیان اور انگلیون مین پورین بھانٹ دین پھر اعضائے باطنی یعنی دل اور معدہ اور جگر اور تلی اور پھیپڑا اور رحم اور مثانہ اور آنتین کسطرح بنائین کہ ہر ایک کی شکل اور مقدار اور عمل معین ہو پھر انھین ہر ایک عضو اور قسمون سے مرکب فرمایا مثلاً آنکھ کو سات طبقون سے مرکب کیا جنمین سے ہر ایک طبقہ کا ایک جدا ہی وصف ہو اور جدا ہی صورت اگر ایک طبقہ جاتا رہے یا کوئی اسکی صفت زائل ہو جاوے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہو جاوے غرضکہ جو جو عجائب ان اعضا مین سے ایک ایک مین جدا جدا پائے جاتے ہین ایک ہی عضو کے اگر آدمی عجائب بھی ہم لکھین تو عمر کا خاتمہ ہو اب ہڈیون کو غور کرو کہ کیسی سخت اور مضبوط ہوتی ہین انکو نرم اور پتلے نطفہ سے کیسے بنایا اور انکو بدن کی راستی کا موجب ٹھہرایا پھر انکی مقدارین اور صورتین جدی جدی بنائین کوئی چھوٹی ہو کوئی بڑی کوئی لمبی ہو کوئی چوڑی کوئی گول کوئی بیچ مین سے خالی کوئی ٹھوس کوئی پتلی اور باریک اور از انجا کہ انسان کو ضرورت حرکت کی سارے بدن سے بھی اور بعض اعضا سے بھی حرکت کی احتیاج تھی کہ جس عضو کے ہلانے کی ضرورت جس کام کے لیے ہو صرف اسی کو ہلا لیا کرے تو اسی لیے اسکی ہڈی ایک نہین بنائی گئی بلکہ بہت سی ہڈیان اور انکے بیچ مین جوڑ بنائے گئے تاکہ انسے حرکت آسان ہو اور

ف اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوجھ نہین ۱۲ ف مارا جائیو آدمی کیسا ناشکر ہو کس چیز سے بنایا اسکو ایک بوند سے بنایا پھر اندازہ رکھا اسکا پھر راہ آسان کر دی اسکو پھر اسکو مردہ کیا پھر قبر مین رکھوایا پھر جب چاہا اسکو اٹھا نکالا ۱۲ ف اور اسکی نشانیون سے یہ کہ تم کو بنایا مٹی سے پھر اب تم انسان ہو پھیل پڑے ۱۱ ف بھلا نہ تھا

ہر جوڑ و ہڈی کی شکل کو موافق حرکت مطلوب کے رکھا پھر جب جوڑ ہڈیون کے ملائے ہین تو ان کی یہ صورت ہے کہ ایک ہڈی کے کنارے کو دوسرے کنارے کے ریشون سے ملا دیا ہے یعنی ایک کے سرے سے دو ریشے نکلے ہین اور دوسرے مین جا چمٹے ہین گویا یہی بندھن ہے پھر ایک ہڈی کے سرین کونے زائد اس سے باہر کو نکلے ہوے بنائے ہین اور دوسرے کے سرے مین اسی کے موافق گھر اگڑھا بنا دیا ہے تاکہ وہ زوائد ان مین خوب برابر آجاوین تو اب آدمی کا حال ایسا ہو گیا کہ اگر اپنے بدن کی کسی چیز کو ہلانا چاہے ہلا سکتا ہے اور اگر جوڑ نہوتے تو یہ امر ہرگز نہو سکتا پھر دیکھو کہ سر کی ہڈیون کو کیسے پیدا کیا اور کیسے اکٹھا کر کے ملایا وہ گنتی مین پچپن[55] جدی جدی شکلون اور صورتون کی ہین ان سب کو ایک دوسرے سے ملا کر تمام سر جیسا نظر آتا ہے بنایا ان ہڈیون سے چھ[6] ہڈیان خاص کھوپڑی کی ہین اور چودہ[14] اوپر کے جبڑے کی اور بارہ[12] نیچے کے جبڑے کی اور باقی دانت ہین جنمین سے بعضے چوڑے ہین کہ لیاقت پیسنے کی رکھتے ہین اور بعضے تیز قابل کاٹنے کے اور بعضے نکیلے ہین تو کچھ ڈاڑھین اور بعض کچلیان اور بعض سادہ دانت ہین پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اسکو سات منکون سے مرکب کیا جو بیچ مین سے خالی اور گول ہین اور ان مین گھٹاؤ بڑھاؤ ہے جس سے ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہین اور حکمت کیوجہ اسباب مین لکھنی طول چاہتی ہے پھر گردن کو پشت پر رکھا اور پشت کو گردن کے نیچے سے لیکر سرین کی ہڈی تک چوبیس[24] مہرون سے بنایا اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزا سے مرکب کیا نیچے کیطرف سے تو اس سے ریڑھ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین چیزون سے مرکب ہے پھر پشت کی ہڈیون کو سینے کی ہڈیون اور مونڈھے اور ہاتھون اور زیر ناف اور سرین کی ہڈیونمین ملایا پھر رانون اور پنڈلیون اور پاؤن کی انگلیون کی ہڈیان ہین انکے شمار ہم نہین لکھتے مگر سارے بدن مین دو سو اڑتالیس ہڈیان ہین ان مین وہ چھوٹی ہڈیان داخل نہین جیسے جوڑون کے گڑھے بھرے ہوے ہین اب دیکھو کہ ان سب کو ایک نطفہ نرم اور تپلے سے کیسے بنایا اور ہڈیون کے شمار ذکر کرنے سے یہ مقصود نہین کہ ان کی گنتی معلوم ہو جاوے اسواسطے کہ یہ تو ادنی علم ہے تشریح والے طبیب اسکو جانا کرتے ہین بلکہ غرض یہ ہے کہ ان ہڈیون کو دیکھکر جسنے انمین انتظام دیا ہے اور انکو پیدا کیا ہے اسکی طرف غور کرین کہ کیسے انسے انکو مقرر کیا اور انمین انتظام کیا اور انکی شکلین اور مقدارین علحدہ علحدہ بنائین اور انکے شمار معین رکھے کہ اگر ایک بڑھ جاتی ہے تو آدمی پر وبال ہو جاتی ہے اور اسکے دور کرنے کا محتاج ہو جاتا ہے اور اگر ایک کم ہو جاتی ہے تو اس کمی کے تدارک کا جبر کرنا پڑتا ہے طبیب جو ہڈیون پر غور کرتا ہے اسلیے کرتا ہے کہ انکے علاج کا ماہر ہو جاوے اور اہل بصیرت جو انپر غور کرتے ہین تو انسے بڑائی انکے پیدا کرنے والے کی سمجھتے ہین کہ کیا تصویر بنائی ہے تو دونون نظرون مین نہایت درجہ کا فرق ہے پھر دیکھو کہ خدائے تعالی نے ہڈیون کے ہلانے کے اسباب کیسے بنائے یعنی مچھلیان بدنمین پانچسو انتیس پیدا کین اور مچھلی گوشت اور پٹھے سے اور بند اور جھلیون سے بنی ہے اور وہ سب مقدار اور شکلونمین جیسی جگہ اور جیسی حاجت ہے اسکے موافق جدا جدا ہین ان مین سے چوبیس[24] مچھلیان تو آنکھ کے ڈھیلے اور پپوٹون کے ہلانے کو ہین کہ اگر ان مین سے ایک کم ہو جاوے تو آنکھ کا معاملہ ناقص ہو جاوے اسیطرح ہر عضو کے لیے ایک شمار معین اور مقدار معین پر مچھلیان بنی ہین اور پٹھون اور رگون اور شریانون کا حال اور انکے شمار اور نکلنے کی جگہ اور شاخون کے پھوٹنے کا ماجرا اس سبب سے عجیب تر ہے اور اسکی تفصیل طول چاہتی ہے غرضکہ فکر کو ان اجزا مین سے ہر ایک مین دوڑنے کی گنجایش ہے پھر ہر ہر عضو مین پھر سارے بدن مین فکر کی مجال ہے اور یہ سب اجسام بدن کے عجائبات اور معانی اور صفات کے نادرات پر غور کرنا ہے جو حواس سے معلوم نہین ہوتے اب ظاہر انسان اور اسکے باطن او بدن اور اسکے صفات کو غور کرو تو انمین بھی وہ عجائب اور صنعت معلوم ہو گی جس سے تعجب آوے اور یہ سب خدائے تعالی کی صنعت ایک قطرہ آب ناپاک مین ہے ؎ دہد قطرہ را صورتے چون پری ؛ کہ کردست بر آب صورت گری ؛ اب

جو پانی کے قطرہ مین یہ صنعت کرتا ہو تو اسکی صنعت ملکوت آسمانون اور انکے ستارہ نمین کیا کچھ ہو گی اور انکی وضع اور شکلون اور مقدارون اور شمار اور بعضون کے یکجا ہونے اور اسکی صورتین علحدہ ہونے اور نکلنے اور ڈوبنے کی جگہ جدا ہونے مین کیسی کچھ حکمت ہو گی یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ کوئی ذرہ آسمانون کے ملکوت کا کسی حکمت اور حکم سے خالی ہو بلکہ یون جاننا چاہیے کہ پیدائش کی روسے وہ مضبوط اور براہ صنعت نہایت درست اور بدن انسان کی نسبت کر زیادہ تر جامع عجائبات کا ہو بلکہ تمام روے زمین کی چیزون کو آسمانون کے عجائب سے کچھ نسبت ہی نہین اور اسلیے خداے تعالیٰ فرماتا ہی ءانتم اشد خلقا ام السماء بنٰہا رفع سمکہا فسوٰہا واغطش لیلہا واخرج ضحٰہا پھر اب نطفے کیطرف رجوع کر کے دیکھو کہ اول کیا تھا اور پھر کیا ہو گیا اور سوچو کہ اگر تمام جن اور انسان اسبات پر متفق ہون کہ نطفے کے واسطے کان اور آنکھ خواہ عقل یا قدرت یا علم یا روح پیدا کرین یا اسمین ہڈیان یا رگین یا پٹھے یا چمڑا یا بال بناوین تو بھلا بنا سکینگے بلکہ اگر یہ چاہین کہ خداے تعالیٰ کے بنانے کے بعد اسکی کنہ حقیقت اور کیفیت خلقت کو معلوم کرین تو اس سے عاجز ہونگے تو اب تمسے تعجب آتا ہو کہ اگر تم کسی آدمی کی صورت دیوار پر نکلی دیکھو جسکے بنانے مین مصور نے داد استادی دی ہو یہانتک کہ تصویر کو ایسا بنایا ہو کہ دیکھنے والا کہدے کہ انسان ہی ہو بولنے کی کسر ہے تو تم مصور کی نقاشی سے نہایت تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ واہ رے استاد کیسا چابکدست اور ہوشیار اور اپنے فن مین یگانہ ہو اور دلمین بھی اسکی بڑائی بسیگی باوجودیکہ جانتے ہو کہ وہ تصویر صرف رنگ اور قلم اور ہاتھ اور دیوار اور قدرت اور علم اور ارادہ سے بنی ہو اور انمین سے کوئی چیز مصور کا فعل اور اسکی پیدائش نہین بلکہ ان چیزون کو دوسرے نے پیدا کیا ہو جو کچھ مصور نے کیا وہ یہی ہو سکتا ہی کہ رنگ کو دیوار پر ایک ترتیب خاص سے اکٹھا کر دیا مگر تمکو اس سے نہایت تعجب ہوتا ہو اور خود آدمی کو دیکھکر تعجب نہین کرتے کہ ایک قطرۂ ناپاک نیست تھا پھر اسکو اسکے پیدا کرنے والے نے پشتون اور چھاتیون مین پیدا کیا پھر وہان سے نکالکر اسکی شکل اور مقدار اور صورت عمدہ طور پر بنائی اور اسکے اجزا جو ایک صورت کے تھے انکو جدا جدا عضو بنائے پھر ہڈیون کو مضبوط کیا اور اعضا کی شکلین اچھی کین اور ظاہر اور باطن کو آراستہ کیا اور گون اور پٹھون کو ایک دوسرے پر رکھا اور انمین غذا کے جانے کی جگہ مقرر کی تاکہ سبب اسکے زندہ رہنے کا ہو اور اسکو سنتا دیکھتا جانتا بولتا کر دیا اور اسکی پشت کو بدن کی بنیاد مقرر کی اور پیٹ کو تمام آلات غذا کا حاوی اور سر کو سب حواس کا جامع بنایا پھر آنکھون کو کھولا اور انکے طبقون کو ایک دوسرے پر رکھا اور انکی شکلین اور رنگ ڈھنگ اچھا کیا پھر انکو پپوٹون سے ڈھانپا تاکہ انکی حفاظت اور جلا کرتے رہین اور خس و خاشاک روکتے رہین پھر انکے تلون مین جو واقع مین تل سے زیادہ نہین آسمانون کی صورتین ظاہر کین باوجودیکہ اتنے پھیلے ہوے اور لمبے چوڑے ہین مگر آنکھ مین نظر آتے ہین پھر کانون کو جو بنایا تو ان مین کڑوا پانی رکھدیا کہ سماعت بنی رہے اور کیڑے اندر نہ جاوین اور انکے گرد سیپ کی صورت کے چمڑے رکھدیے تاکہ آواز انسے اکٹھی ہو کر کان کے سوراخ مین جاوے اور یہ بھی فائدہ ہو کہ اگر کوئی کیڑا چلے تو اسکی چال ان چمڑون پر معلوم ہو جاوے اور کان کے سوراخون مین بہت سے گڑھے اور ٹیڑھے راستے رکھے تاکہ کیڑا اگر کان مین جاوے تو بہت سا چلے اور آدمی اگر سوتا ہو تو اسکی بہت سی حرکت سے جاگ پڑے پھر ناک کو چہرہ کے بیچ مین اونچا کیا اور اسکی شکل عمدہ بنائی اور اسکے دونون نتھنے کھولے اور ان مین سونگھنے کی قوت عنایت فرمائی تاکہ بو کے سونگھنے سے اپنی غذا اور کھانے کی چیزین معلوم کر سکے اور ہوا کی روح دل کی غذا کے لیے نتھنون کی راہ پہونچ سکے اور اندر کی حرارت کو تسکین ہوتی رہے اور منھ کو کھلا رکھا اور اسمین زبان رکھی جو دل کے اندر کی باتین بیان کر سکے اور منھ کو دانتون سے زینت دی تاکہ سامان پیسنے اور توڑنے اور کاٹنے کا حاصل ہو دانتون کی جڑونکو مضبوط اور انکے سرون کو تیز اور رنگ کو سفید

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا اسنے اسکو بنایا اونچی کی اسکی چھت پھر اسکو صاف کیا اور اندھیری کی رات اسکی اور کھول نکالی اسکی دھوپ ۱۲

بنایا اور ایسا برابر برابر رکھا کہ گویا موتی پر دئیے ہین اور ہونٹون کو بنا کر انکا رنگ اور شکل عمدہ بنایا تاکہ منھ پر آپسمین ملسکین اور اسکی راہ بند
ہوجاوے اور یہ بھی فائدہ ہو کہ انسے گفتگو کے حروف پورے نکلین پھر نرخرے کو پیدا کیا کہ اس سے آواز نکلے اور زبان مین قوت حرکت اور علحدہ
کرنے کی رکھی تاکہ جدا جدا مخارج مین آواز کو علحدہ کردے اور اس ذریعہ سے بہت سے حروف بولنے کی گنجایش ہوجاوے پھر تنگی اور فراخی
اور نرمی اور سختی اور صاف اور کھردرا ہونے اور لمبے اور چھوٹے ہونے مین نرخرون کو مختلف طرح کا بنایا تاکہ اسکے سبب سے آوازین جدی
ہوجائین اور دو آوازون مین خلط نہوجاوے بلکہ دونون آوازین جدا جدا معلوم ہون یہانتک کہ آدمی ایکدوسرے کو اندھیرے مین آواز ہی
سے پہچان لین پھر سر کو بالون اور زلفون سے زینت دی اور چہرے کو داڑھی اور ابرو سے اور ابرو کو پتلے بالون اور کمان کی صورت ہونے
سے آراستہ فرمایا اور آنکھون کو پلکون سے زینت بخشی پھر اعضائے باطن کو پیدا فرما کر ہر ایک کو ایک معین کام کے واسطے مخصوص فرمایا مثلاً معدے
کو غذا کے پکانے کے لیے مسخر کیا اور جگر کو اسلیئے بنایا کہ غذا کو خون کردے اور تلی اور پتے اور گردے کو جگر کا خادم بنایا تلی کی یہ خدمت ہے کہ سودا
کو جگر سے جذب کرتی ہو اور پتا صفرا کو اور گردہ رطوبت آبی کو اور پھکنا گردے کا خادم ہو کہ پانی گردے مین سے لیکر پیشاب گاہ کے راستہ سے
نکالدیتا ہو اور رگین جگر کی یہ خدمت کرتی ہین کہ خون کو بدن کے تمام اطراف مین پہونچاتی ہین پھر دونون ہاتھون کو پیدا کیا اور انکو لمبا بنایا تاکہ
چیزون کیطرف بڑھ سکین اور ہتیلی کو چوڑا کرکے اسکی تقسیم پانچ انگلیون مین کی اور ہر انگلی پے تین تین پورین رکھین اور چار انگلیون کو ایک طرف
رکھا اور انگوٹھے کو ایک طرف تاکہ انگوٹھا سب پر گھوم سکے اور چارون انگلیون کو طول مین مختلف رکھکر ایک صف مین ایک دوسرے کے
بعد رکھا اگر سب اول اور آخر کے لوگ متفق ہو کر کوئی اور صورت بڑی باریک فکر سے نکالا چاہین کہ اس وضع خاص سے جو انگلیون کو
اب حاصل ہو دوسرے طور پر رکھین اور سب کام دیوین جواب دیتی ہین تیسر ہرگز نہوسکیگا اسلیے کہ اس ترتیب خداداد سے بہت فوائد ہین
لینا اور دینا اور پکڑنا سب اسی سے ہوتا ہو اگر انگلیون کو پھیلا ہوا رکھے تو ایک تشتری ہو جو چاہو اسپر رکھ لو اور اگر انکو بند کر لو تو مارنے کا
آلہ گھونسا ہوجاویگا اور اگر ادھکھلی رکھو تو چلو جیسے کیصورت ہوجاویگی اور اگر ملا کر کھولدو تو کھرپی یا بیلچے کی شکل ہوجاوے گی پھر انگلیون کے
سرون پر ناخن پیدا کیے کہ انکی زینت کی زینت ہو اور پشت کیجانب سے انکی روک ہو کہ کٹ نہ جاوین اور باریک چیزین جو پورون سے نہ
اٹھ سکین انکو بھی اٹھا سکے اور اپنا بدن حاجت کے وقت انسے کھجا سکے پس ناخن سب اعضا مین ادنی ہو لیکن اگر بالفرض نہوا ور آدمی کو
خارش ہوجاوے تو نہایت عاجز اور ضعیف ترین خلق ہوجاوے اور کوئی بدن کھجلانے مین اپنے ناخن کا قائم مقام نہوسکے شیخ سعدی شیرازی
فرماتے ہین ؎ بغمخوارگی جز سر انگشت من ✽ نخارد کسے در جہان پشت من ✽ پھر ہاتھ کو خارش کی جگہ بتلادی کہ اسی جگہ پہونچتا ہے گو
آدمی نیند اور غفلت ہی مین ہو اور اگر بدن کھجلانے مین دوسرے سے مدد لیتا تو خارش کی جگہ پر بڑی مشقت کے بعد مطلع کر پاتا پھر
یہ سب باتین نطفے مین پیٹ کے اندر تین اندھیرون کے درمیان بناوین کہ اگر بالغرض رحم پر سے سب پردے اٹھا لیے جاوین اور آدمی
کو بچہ نظر آنے لگے تو دیکھے کہ یہ سب امور ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے جاتے ہین نہ مصور معلوم ہوتا ہو نہ کوئی آلہ اسکے بنانے کا دکھائی
دیتا ہے تو بھلا ایسا کوئی مصور یا کاریگر تمنے دیکھا ہو کہ اپنے اوزار کو ہاتھ نہ لگائے نہ جس چیز کو بناتا ہے اسکو چھووے نہ اسکے
پاس آوے اور تہ بتہ کے اندھیرون کے اندر اسمین تصرف کرے یہ شان اسی پاک ذات کی ہو اور کسیکی مجال نہین پھر اسکی کمال قدرت اور حکمت

کامل کو دیکھو کہ جب بچہ بڑھا اور رحم مین گنجایش نرہی تو اسکو کیسے بتادیا کہ اوندھا ہو کر اور وہان سے ملکر اس تنگی سے نکلنے کی راہ ڈھونڈھتا ہو گویا جس چیز کی طرف محتاج ہو اسکو سمجھتا بوجھتا ہو پھر جب نکل آیا اور غذا کا محتاج ہوا تو کیسے اسکو چھاتی منھ مین دبانے کی ہدایت کی پھر چونکہ اسکا بدن نرم تھا اور موٹی غذا کی برداشت نہ رکھتا تھا تو کیسے اسکے لیے لطیف دودھ کا انتظام کیا اور خون اور غلیظ مین سے کیسا خالص گلے مین اترتا پیدا کیا اور چھاتیون کو کیسے بنایا اور انمین دودھ اکٹھا کیا اور انکے سر ایسے کردیے کہ لڑکے کے منھ مین آجاوین پھر ان مین سوراخ بہت باریک رکھے تاکہ دودھ بدون دبائے نہ نکلے اور دبانے سے آہستہ آہستہ نکلے اسلیے کہ لڑکا تھوڑا ہی تھوڑا متحمل ہو سکتا ہو پھر اسکو چوسنا کیسے بتادیا تاکہ شدت بھوک کیوقت اس تنگ جگہ سے دودھ بہت سا نکلے پھر اس مہر ومحبت الٰہی کو دیکھو کہ دانتون کا پیدا کرنا دو برس کے پورا کرنے پر رکھا اسلیے کہ دو برس تک اسکی غذا دودھ ہی سے ہوتی ہو دانت کی حاجت نہین ہوتی اور جب بڑا ہوتا ہو تو نرم دودھ اسکے موافق نہین ہوتا اسوقت غذا گاڑھی چاہیے اور غذا کو چابنے اور پیسنے کی ضرورت ہو اسی لیے جب حاجت ہوئی تب دانت دیے نہ پہلے دیے نہ پیچھے پس تعجب ہو کہ اول اللہ پاک نے یہ سخت ہڈیان ان نرم مسوڑون مین کیسے نکالین پھر والدین کے دل مین شفقت ڈالدی کہ جسوقت وہ اپنے آپ اپنے لیے کچھ نہین کرسکتا اسوقت یہ دونون اسکی خدمت کرتے ہین اگر خداوند کریم انکے دل مین رحمت نہ ڈالتا تو بچے سے زیادہ کوئی عاجز تر اپنی تدبیر سے نہوتا پھر دیکھو کہ جون جون بڑھتا گیا اسکو قدرت اور تمیز اور عقل اور ہدایت کیسے رفتہ رفتہ دیتا گیا یہانتک کہ مہاکلا ہو کر قریب بلوغ ہوا پھر جوان پھر ادھیڑ پھر بوڑھا ہوا یا تو ناشکر یا شکرگزار مطیع یا نافرمان ایماندار یا کافر بنا جیسے خدائے تعالیٰ فرماتا ہو هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا پس اول لطف وکرم کو دیکھو پھر قدرت وحکمت پر غور کرو تو عجائبات حضرت ربوبیت سے مبہوت رہجاؤ گے اور نہایت تعجب اس شخص سے ہو کہ جو عمدہ خط یا کوئی اچھا نقش دیوار پر دیکھتا ہو اور اسکو پسند کرتا ہے تو اپنی ساری ہمت کاتب اور نقاش کے تصور مین لگاتا ہو کہ کیسے لکھا اور کیسے نقش کیا اور اسکو اپنے دل مین بڑا جان کر کہتا رہتا ہو کہ یہ شخص کتنا بڑا ماہر اور فن مین کامل اور زبردست اور قدرت والا ہے مگر یہ عجائب اپنے آپ مین اور دوسرون مین دیکھتا ہو اور اسکے کاریگر اور مصور برحق سے غافل رہتا ہے اسکی عظمت اسکو بہوش کیون نہین کرتی اور اسکے جلال اور حکمت سے متحیر کیون نہین ہوتا۔ پس یہ چند عجائبات آدمی کے بدن کے ہین سب کا لکھنا ممکن نہین اگر آدمی فکر کیا چاہے اسکے فکر کے دوڑانے کو بہت ہی قریب ہین اور خالق کی عظمت پر نہایت واضح دلیل ہین مگر آدمی ان سے غافل اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگا ہوا ہو اسکے سوا اور کچھ نہین آتا کہ بھوک لگی تو کھالیا اور پیٹ بھرا تو سو رہا شہوت ہوئی تو صحبت کی غصہ آیا تو لڑلیا حالانکہ ان باتون مین بہائم اور درندے سب آدمی کے شریک ہین خاصیت انسانی جس سے بہائم محروم ہین وہ یہ ہے کہ آسمانون اور زمین کے اسرار اور جانون اور جہان کے عجائب کو غور کرکے خدائے تعالیٰ کو پہچانے اسلیے کہ اس سے بندہ مقرب فرشتون کی جماعت مین داخل ہو جاتا ہے اور انبیا اور صدیقین کی جماعت مین اٹھکر خدائے تعالیٰ کی جناب سے نزدیک ہوتا ہو یہ مرتبہ بہائم کو نہین ہو نہ اس آدمی کو جو دنیا سے صرف شہوات بہائم پر راضی ہوا اسلیے کہ ایسا انسان بہائم سے بہت برا ہو اس لیے کہ بہائم مین تو قدرت معرفت کی سرے سے نہین اور انسان مین تو خدائے تعالیٰ نے قدرت پیدا کی تھی مگر اس نے اسکو بیکار رکھا اور نعمت الٰہی کا شکر نہ کیا تو ایسے لوگ بہائم کیا بلکہ ان سے بھی بدتر ہین اور جب تمکو اپنے آپ مین فکر کرنے کا طریق معلوم ہو گیا تو اب زمین کو دیکھو جو تمہاری قرارگاہ ہے پھر اسکی نہرون اور دریاؤن

اور پہاڑون اور کانون مین فکر کرو پھر ان کے بعد آسمانون کے اسرار پر ترقی کرو پس زمین مین بہت نشانیان ہین ایک یہ کہ زمین کو بچھونا اور سبز بنایا اور اس مین راستے اور سڑکین بنائین اور اسکو نرم کیا تاکہ اسکے اطراف مین پھرو اور اسکو ساکن بنایا کہ ہلتی نہین اور اس مین پہاڑون کی میخین جڑ دین کہ حرکت سے اسکی مانع ہون پھر اسکے اطراف کو چوڑا کیا یہان تک کہ آدمی اسکے سب اطراف مین پھرنے سے عاجز ہے گو انکی عمرین بڑی ہون اور گردش زیادہ کرین چنانچہ ان باتون کو خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے والسماء بنیناها بأید وانا لموسعون والارض فرشناها فنعم الماهدون. اور فرمایا ہو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبها. اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا۔ اسی طرح کلام مجید مین خداے تعالیٰ نے ذکر زمین کا بہت جگہ فرمایا ہو تاکہ اسکے عجائب مین فکر کیا جاے کہ اسکی پشت زندون کے رہنے کی جگہ ہے اور پیٹ مردون کے سونے کا مقام ہو اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا۔ پس زمین کو دیکھو کہ بیجان ہوتی ہے اور جب اسپر پانی پڑتا ہو تو تازہ ہو کر ابھرتی ہو اور سبز ہو کر عجب سبزی نکالتی ہو اور اسمین طرح طرح کے حیوانات نکل پڑتے ہین پھر دیکھو کہ زمین کے کنارون کو اونچے اونچے اٹل پہاڑون ٹھوس اور سخت سے کیسے مضبوط کیا اور کسطرح پانی اسکے نیچے رکھا کہ چشمے نکالے اور نہرین بہائین جو روے زمین پر چلتی ہین اور پتھر خشک اور میلی مٹی سے پانی شیرین اور پتلا صاف نکھرا نکالا اور اس سے ہر چیز کو زندہ کیا اقسام کے درخت اور روئیدگی نخل اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور خرما اور انار اور میوہاے بیشمار جدی جدی شکلون اور رنگ اور مزہ اور صفت اور بو کے پانی ہی کے سبب نکالے کھانے مین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھکر ہین حالانکہ ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہین اور ایک ہی زمین سے نکلتے ہین اب اگر کوئی کہے کہ ان میوون کا اختلاف انکے بیجون کے مختلف ہونے سے ہے تو ہم کہتے ہین کہ گٹھلی مین خوشے کہان لگے ہوے تھے اور ایک دانہ مین سات بالین اور ہر بال مین سو دانے کہان تھے پھر جنگلون کی زمین کو دیکھو اور اسکے ظاہر و باطن کی جستجو کرو تو ایک سی مٹی معلوم ہوگی اور جب اسپر پانی پڑتا ہو تو ترو تازہ ہو کر ابھرتی ہو اور رنگ برنگ کی جنسین اور ایک سی صورت کے سبزے اور مختلف صورت کے اگاتی ہو کہ ہر ایک کا مزہ اور بو اور رنگ اور شکل دوسرے سے علٰحدہ ہو پھر انکی کثرت اور اختلاف اقسام اور کثرت اشکال پر لحاظ کرو پھر طبیعتون کے مختلف ہونے اور کثرت منافع پر غور کرو کہ اللہ جل شانہ نے ان نباتات مین کیسے عجیب فوائد رکھے ہین مثلاً کوئی غذا کے کام کی ہو کوئی قوت دیتی ہو کوئی موجب زندگی ہو کوئی قاتل ہو کوئی سرد ہے کوئی گرم کوئی معدے مین جاکر صفرے کو رگون کے اندر سے دور کرتی ہو کوئی خود صفرا بنجاتی ہو کوئی دفع بلغم و سودا ہو اور کوئی بلغم و سودا بنجاتی ہے کوئی مصفی خون ہو کوئی خون ہو جاتی ہو کوئی مفرح ہو کسی سے نیند آتی ہو کسی سے زور بڑھتا ہو کسی سے ضعف ہوتا ہو غرضکہ زمین سے جو پتیا یا تنکا نکلتا ہو اسمین ایسے فوائد ہین کہ آدمی انکی ماہیت پر مطلع نہین ہو سکتا پھر ان نباتات مین سے ہر ایک کی پرورش مین کسانون اور مالیون کو جدا جدا کام کرنا پڑتا ہو مثلاً خرما مین نر کا پانی مادہ مین دیا جاتا ہے انگور کو چھانٹا جاتا ہو کھیتی مین سے گھاس وغیرہ علٰحدہ کرنا پڑتا ہو کسی کا بیج زمین مین بکھیرتے ہین کسی کی پود لگاتے ہین کسی کی قلم لگاتے ہین اگر ہم چاہین کہ نباتات کی جنسون اور قسمون کا اختلاف اور انکے منافع اور حالات اور عجائبات بیان کرین تو اسی کے لیے ایک مدت چاہیے اسی لیے ہر جنس مین سے کسی قدر کافی ہو جس سے فکر کا طور معلوم ہو جاے نباتات کے عجائب تو ہو چکے دوسری نشانی زمین مین یہ ہو کہ پہاڑون اور کانون مین زمین کے جواہر رکھے ہین یہی زمین ہو کہ اسمین بہت ٹکڑے پاس پاس ایک دوسرے سے صفات مین علٰحدہ ہین مثلاً پہاڑون کو

دیکھو کہ ان مین سے جواہر نفیس چاندی سونا فیروزہ لعل وغیرہ کیسے نکلتے ہین کہ بعضے تو ہتوڑون سے پٹتے ہین جیسے چاندی سونا تانبا رانگا لوہا اور بعضے نہین پٹتے جیسے فیروزہ اور لعل وغیرہ اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے لوگون کو انکا نکالنا اور صاف کرنا اور ان سے برتن اور اوزار اور نقد اور زیور بنانا تبلا دیا پھر زمین کی کانون کو دیکھو کہ رال اور گندھک اور قیر وغیرہ ان مین سے نکلتے ہین اور سب سے ادنی نمک ہو جسکی حاجت کھانے کی درستی مین ہوتی ہو اگر کسی شہر مین نہو تو جلد لوگ مرنے لگین خدائے تعالیٰ کی رحمت کو دیکھنا چاہیئے کہ بعض زمینون کے جوہر کو کیسے شور بنایا کہ ان مین صاف پانی مینھ کا اکٹھا ہو کر نمک شور گرمی کر نیوالا بنایا کہ ممکن نہین کہ کوئی اسکو تنہا پیسا پھر کھالے بلکہ اسلیئے بنایا کہ اس سے کھانا درست ہو جاوے اور جب تم اسکو کھاؤ تو عیش اچھی طرح ہو اور کوئی پتھر اور حیوان اور نباتات ایسے نہین جس مین ایک حکمت یا زیادہ اس قسم کی نہ ہو کوئی ان مین سے بیکار اور کھیل کے لیے نہین بنی بلکہ سب کو جیسا چاہیئے تھا اور جس طرح چاہیئے تھا اور جیسے اس کے جلال اور کرم اور لطف کے شایان تھا حق طور پر بنایا اور اسی وجہ سے خود فرمایا ف وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین ما خلقنا ہما الا بالحق۔ تیسری نشانی اقسام حیوانات ہین کہ انمین سے بعضے اڑتے ہین اور بعضے چلتے ہین اور چلنے والون مین بعضے دو پاؤن سے چلتے ہین بعضے چار سے بعضے دس اور سو سے چنانچہ بعض حشرات الارض مین یہ امر دیکھا جاتا ہی پھر فوائد اور صورت شکل اور عادات اور طبائع مین سب مختلف ہین پھر جو پرندے اور خشکی کے وحشیون اور خانگی بہائم کو دیکھو ان مین وہ عجائب پاؤ گے جنسے انکے خالق اور مقدر اور مصوّر کی عظمت اور قدرت اور حکمت مین کچھ شبہہ نہ کرو گے اور ان سب کا لکھنا ممکن نہین بلکہ اگر ہم چاہین کہ عجائب چھوٹے جانورون مثل مچھر اور چیونٹی اور شہد کی مکھی اور مکڑی کے بیان کرین کہ گھر ایسے بناتے ہین اور غذا ایسی جمع کرتے ہین اور اپنے جوڑے سے الفت اسطرح ہوتی ہو اور گھر کی شکل موزون بنانے مین ایسی مہارت ہوتی ہو اور اپنی حاجتون کیطرف اسطرح راستہ ملتا ہی تو ہرگز ہم سے سب بیان نہو سکے گا مثلاً مکڑی کو دیکھتے ہو کہ اپنا گھر نہر کے کنارے بناتی ہو تو اول وہ جگہ ایسی تلاش کرتی ہو کہ ان دونون مین تھوڑا سا فاصلا ایک ہاتھ یا اس سے کم و بیش ہو تاکہ دونون جگہ مین اپنا تار پہونچا سکے پھر وہ اسطرح شروع کرتی ہو کہ اپنا لعاب یعنی تار ایک کنارے پر ڈالتی ہو تاکہ اس مین چمٹ جاوے پھر دوسری طرف جاکر وہان دوسرا سرا تار کا چپکا دیتی ہو اسیطرح دوبارہ سہ بارہ آمد و رفت کرتی ہو اور فاصلہ تارونکا مناسب اور موزون رکھتی ہے یہانتک کہ جب تارون کے سرے دونون جگہ مین مضبوط ہو جاتے ہین اور انکو تانے کی شکل کر لیتی ہو تب بانے مین مصروف ہوتی ہو اور بانے کو تانے پر رکھنا شروع کرتی ہو اور جہان بانے کا تار تانے سے ملتا ہو وہان مضبوط گرہ دیتی ہو اور اسمین بھی موزونیت اور شکل ہندسی کو لحاظ رکھتی ہے اور اس تانے بانے سے ایسا جال بناتی ہو جسمین مچھر اور مکھی پھنس جاوے اور اپنے آپ ایک کونے مین تاک لگائے بیٹھی رہتی ہو کہ کوئی شکار جال مین پھنسے جب کوئی پھنس جاتا ہو تو لپک کر اسکو پکڑ کے کھا جاتی ہو جب اسطرح شکار کرنے سے تھک جاتی ہو تو کسی دیوار کا کونا ڈھونڈھکر کونے کے دونون جانب مین تار لگا کر ایک اور تار مین آپ لٹک جاتی ہو اور الٹی ہوا مین لٹکی رہتی ہو اور اوڑتی مکھی وغیرہ کی منتظر رہتی ہو جب کسی مکھی کا گذر وہان ہوتا ہو تو اسکو پکڑ کر اپنا تار اسکی ٹانگون مین لپیٹ کر خوب مضبوط کر دیتی ہو پھر اسکو کھا لیتی ہو پس کوئی حیوان چھوٹا یا بڑا ایسا نہین کہ اس مین ان عجائبات مین سے بیشمار نہون پھر کہو تو کہ مکڑی نے یہ صنعت اپنے آپ سیکھی ہے یا خود بخود موجود ہو گئی ہے یا کسی آدمی نے اسکو بتایا خواہ سکھلایا ہو یا اسکا کوئی ہادی اور بتلانے والا نہین کوئی اہل دانش اسمین شک نہ کریگا کہ وہ بیچاری عاجز اور ضعیف ہو بلکہ ہاتھی

ف – اور ہم نے نہین بنائے آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ ہے کھیلتے ہوئے ان کو بنایا ہم نے ٹھیک کام پر ۱۲

جسکا تن بہت بڑا اور قوت ظاہر ہے وہ بھی اپنے نفس کے امر سے عاجز ہے یہ تو ضعیف ہی جانور ہے پھر بھلا وہ اپنی شکل اور صورت اور حرکت اور ہدایت اور عجیب صنعت سے اپنے پیدا کرنیوالے حکمت والے اور قادر دانا پر شہادت نہیں دیتی۔ ہوشیار آدمی تو ایسے چھوٹے سے جانور مین عظمت خالق مدبر کی اور اسکا جلال اور کمال قدرت و حکمت دیکھتا ہے جس سے عقلین حیران رہجاوین بڑے حیوانون کا تو کیا ذکر ہے اور یہ قسم بھی بیحد و شمار ہے اسلیے کہ حیوانات اور ان کی شکلین اور عادات اور طبیعتین بیشمار ہین اور دلون کو تعجب ان سے اسواسطے نہین ہوتا کہ کثرت سے دیکھنے کے باعث انسے مانوس ہوگئے ہین ہان اگر کسی حیوان عجیب یا نئے کیڑے کو دیکھتے ہین تو تعجب کرکے کہتے ہین کہ سبحان اللہ عجیب جانور ہے اور انسان سب حیوانات سے عجیب تر ہے اپنے آپ کو دیکھکر تعجب نہین کرتا بلکہ جن چوپایون سے مانوس ہورہا ہے اگر انکی شکلون اور منافع اور فوائد کا لحاظ کرے اور انکے چمڑون اور اون اور بالون کو دیکھے کہ خداے تعالیٰ نے انکو اپنے خلق کا لباس اور گھر سفر اور حضر مین اور پینے کی چیزونکے برتن اور غذا رکھنے کے ظروف اور پاؤن کی حفاظت کے لیے بنایا ہے اور انکے دودھ اور گوشت کو مخلوق کی غذا مقرر کی ہے پھر بعض چوپایونکو سواری کی زینت اور بعض کو بوجھ لادنے کے لیے اور دور دور کے جنگل اور بیشے طے کرنے کو بنایا ہے تو دیکھنے والون کو انکے پیدا کرنیوالے کی حکمت سے کمال ہی تعجب ہے اسلیے کہ اس نے انکو جب ہی پیدا کیا جب انکے سب فوائد پیدا کرنے سے پیشتر اپنے علم مین گھیر لیے تو دیکھو کہ کیا ذات پاک ہے جسکے علم مین بےفکر و تامل سب امور کھلے ہین اور کسی وزیر اور مشورت دینے والے کی مدد نہین لیتا پس وہی ہے دانا خبردار حکمت و قدرت والا جسنے اپنے مخلوق کی ادنیٰ چیز سے عارفون کے دل سے شہادت اپنی توحید کی نکالی تو خلق کو اسکے سوا اور کچھ نہین کہ اسکے قہر اور قدرت کا یقین کرین اور اسکے پروردگار ہونے کے مقر ہون اور اسکی عظمت اور جلال کی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین پس اب کون ایسا ہے جو اسکی ثنا کرسکے وہ ایسا ہی ہے جیسا وہ خود اپنی ثنا کرے انتہا معرفت ہماری تو یہی ہے کہ اسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین ہم خداے تعالیٰ سے درخواست کرتے ہین کہ اپنی ہدایت سے ہمکو مشرف فرماوے بمنہ و کمال رافتہ چوتھی نشانی گھیرے گھیرے سمندر جو زمین کے حصون مین ہین سب کے سب اس بحر اعظم کے ٹکڑے ہین جو ساری زمین کے گرد ہے اور یہ سب اتنے ہین کہ جتنے زمین اور پہاڑ پانی سے کھلے ہوے ہین وہ سب پانی کی نسبت کر ایسے ہین جیسے بڑے سمندر مین ایک چھوٹا جزیرہ ہو اور باقی زمین پانی سے چھپی ہوئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین الارض فی البحر کالاصطبل فی الارض۔[1] تو اب اصطبل کو زمین کے ساتھ نسبت کرکے جان لو کہ زمین کو سمندر کے ساتھ وہی نسبت ہے اور جب تم زمین کے عجائب دیکھ چکے تو اب سمندر کے عجائب مین تامل کرو اسلیے کہ سمندر مین حیوانات اور جواہر کے عجائب ان عجائب کے دو نے چوگنے ہین جو زمین پر دیکھتے ہو جیسے کہ پھیلاؤ سمندر کا زمین کی وسعت سے زیادہ ہے اسیطرح اسکے عجائب بھی زیادہ ہین اور سمندر کی بڑائی کی جہت سے یہ ہے کہ اس مین حیوانات اتنے بڑے ہوتے ہین کہ اگر تم انکو سطح پانی کے اوپر دیکھو تو یہ گمان کرو کہ کوئی ٹاپو ہے اور بعض اوقات ایسا ہوا بھی ہے کہ تری کے مسافر جب ایسی کسی مچھلی کی کمر کو جزیرہ سمجھکر اتر پڑے ہین اور اسپر آگ جلائی اور آگ کی حرارت سے جب اسنے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ جانور ہے اور جتنے اقسام حیوانات کے خشکی مین ہین مثلاً گھوڑا پرند گاے انسان وغیرہ یہی اقسام دو نے چوگنے بلکہ کہین زیادہ تری مین پائے جاتے ہین اور سمندر مین بعض چیزین ایسی بھی ہین جنکی نظیر خشکی مین نہین پائی جاتی انکے صفات ان کتابون مین مذکور ہین جنھون نے مشقت دریائی سفر کی اٹھاکر اسکے عجائب کو جمع کیا ہے پھر دیکھو کہ خداے تعالیٰ نے موتی کیسے بنایا اور اسکو سیپ کے اندر پانی کے نیچے کیسے گول کیا پھر دیکھو کہ مونگے کو پانی کے نیچے ٹھوس پتھر مین سے کیسے نکالا وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پتھر مین سے سبزہ نکلا پھر اسکے سوا عنبر اور دوسری نفیس چیزون کو دیکھو جنکو سمندر پھینکتا ہے اور

[1] زمین سمندر مین ایسی ہے جیسے اصطبل ہو زمین مین ۱۲ یعنی چھوٹا حصہ خشکی کا ہے اور بڑا سمندر کا ہے ۱۲

اس سے نکلتی ہین پھر کشتیون کے عجائب کو دیکھو کہ انکو اللہ تعالیٰ نے پانی کی سطح پر کیسے روکا اور تاجرون اور مال کے طالبون وغیرہم کو ان مین پھرایا اور کشتیون کو انکا تابع کیا کہ اپنے بوجھ اسمین لادین پھر ہواؤن کو بھیجا کہ کشتیون کو چلا دین پھر ملاحون کو ہواؤن کے رخ اور ان کے چلنے کی جگہ اور وقت تبلا دیے غرضکہ سمندر مین جتنے عجائب خدائے تعالیٰ کی صنعت کے ہین وہ بہت سی جلدون مین پورے نہین بیان ہو سکتے اور ان سب مین سے عجیب اور ظاہر تر پانی کے قطرے کی کیفیت ہو کہ وہ ایک جسم تپلا بہتا ہوا شفاف اور اجزا کا متصل گویا ایک ہی چیز ہے اسکی ترکیب نازک اور جدا ہونے کو جلد قبول کرتی ہو کہ گویا علٰحدہ ہی ہو تصرف جو چاہو سو کرو خواہ ملا دو یا جدا کرو خشکی کے سب جانورون کی حیات اور نبات کی زندگی اسی سے ہو پس اگر کوئی بندہ ایک گھونٹ پانی کا محتاج ہو اور اسکو نہ پینے دیا جاوے تو اگر اسکے ملک مین تمام روے زمین کے خزانے ہون تو اس ایک گھونٹ کے واسطے سب دنیا خرچ کر ڈالے پھر پینے کے بعد اگر پیشاب کی راہ اسکے نکالنے کے لیے منع کر دیا جاوے تب بھی سارے خزانے روے زمین کے دے ڈالنے کو تیار ہو تو آدمی سے نہایت تعجب ہو کہ دینار اور درہم اور جواہر کو تو بڑا سمجھے اور پانی کے گھونٹ سے جو خدائے تعالیٰ کی ایسی نعمت ہو کہ اسکے پینے خواہ نکالنے کے واسطے تمام دنیا دے ڈالے غافل رہے پس پانی کے عجائب اور نہرون اور کنوؤن اور سمندرون کے غرائب کو سوچو کہ فکر کی ان مین گنجائش اور جولانی کی جا ہو اور یہ سب چیزین دلیلین ایک دوسرے کی معاون اور علامات متفقہ ہین کہ اپنی زبان حال سے صراحۃً اپنے پیدا کرنے والے کا جلال بیان کر رہی ہین اور اسکے کمال حکمت کو ظاہر کر رہی ہین اور اہل دل کو اپنے نغمات ولاویز سے پکار کر یون کہتی ہین کہ کیا تو مجھے نہین دیکھتا کیا میری صورت اور ترکیب اور صفات اور فوائد اور اختلاف حالات پر نظر نہین کرتا کیا تجھے یہ گمان ہو کہ مین خود بخود ہو گئی ہون یا کسی نے میری جنس مین سے مجھے پیدا کیا ہو کیا تجھے شرم نہین آتی کہ جب کوئی لفظ تین چار حرفون کا لکھا دیکھتا ہو تو یقین کر لیتا ہے کہ اسکو کسی آدمی دانا قدرت و ارادہ والے اور کلام کرنے والے نے لکھا ہو اور تو عجائب نوشتے جو خدائے تعالیٰ کے میرے چہرے کے ورق پر اس قلم الٰہی سے لکھے ہوئے ہین جسکی ذات اور حرکت اور لکھنے کی جگہ سے ملنا آنکھ سے نہین سوجھتا دیکھتا ہو اور پھر تیرے دل مین اسکے کاریگر کا جلال نہین آتا۔ اور نطفہ کان والون سے یہ کہتا ہو نہ ان لوگون سے جو کانون سے معزول ہین کہ محجوبون وہم کرو کہ اندر کے پردون کے اندھیرے مین خون حیض مین ڈوبا ہوا ہون اسوقت کہ میرے چہرے پر نقش و تصویر ظاہر ہوتی ہو یعنی نقاش ازل میری آنکھ اور پلکین اور پیشانی اور رخسارہ اور لب بناتا ہو پھر دیکھو کہ رفتہ رفتہ سارے نقش ایک دوسرے کے بعد ہوتے چلے جاتے ہین اور نقاش نہ اندر نطفہ کے نظر آویگا نہ باہر نہ بچہ دان مین ہوگا نہ اس سے خارج اور ان نقشون کی خبر مان کو ہو نہ باپ کو نہ نطفہ کو نہ رحم کو تو بھلا کیا یہ نقاش اس نقاش سے عجیب زیادہ نہین جو قلم سے عجیب صورت بنایا کرتا ہو جسکو ایک یا دو بار تم بناتے دیکھو تو سیکھ جاؤ تو کیا تم سے یہ بھی ہو سکتا ہو کہ اسیطرح نقش و تصویر نطفہ کے ظاہر و باطن اور اسکے تمام اجزا کو سیکھ لو اور نطفہ کو بدون ہاتھ لگائے اور اندر باہر سے پاس ہونیکے نقش بنا دو بس اسپر بھی اگر تم نہ سمجھو کہ نطفے کا نقاش و مصور اپنا نظیر اور برابر نہین رکھتا اور کوئی نقاش و مصور اسکی برابری نہین کر سکتا جیسے اسکا کام بے نظیر ہو اور اسکے برابر کوئی نقش و صورت نہین ویسی ہی اسکی ذات ہو اسلیے کہ کامون مین جتنا فرق ہوتا ہو اتنا ہی کاریگرون مین ہوا کرتا ہے تو اگر تم کو ان امور سے تعجب آوے تو اپنے نہ تعجب کرنے پر تعجب کرو اسلیے کہ جس چیز نے کہ باوجود اس ظہور کے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا وہ بلاشک قابل زیادہ تر تعجب کے ہو بس پاک ہے وہ ذات جسنے ہدایت کی اور گمراہ کیا اور بد بخت اور نیک بخت بنایا اور اپنے دوستون کے دل کی

آنکھین کھول دین تو انھون نے اسکو تمام ذرات عالم اور اسکے اجزا مین مشاہدہ کیا۔ اپنے دشمنون کے دل اندھے کردیے اور اپنی عزت و عظمت اُنسے مخفی رکھی تو اسی کو خلق اور امر اور منت اور فضل اور لطف اور قہر نہ کوئی اسکے حکم کو ٹالے نہ کوئی اسکی قضا کو پیچھے کر سکے۔ پانچوین نشانی ہوا کہ لطیف ہو جو آسمان اور زمین کے بیچ مین رکی ہوئی ہو چلنے کے وقت تو اسکا جسم بدن پر لگنے سے معلوم ہوتا ہو مگر آنکھ سے اسکا وجود نہین سوجھتا اور وہ سب کی سب مثل ایک دریا کے ہو پرند آسمان کی جو مین اسیسے پھرتے ہین اور جیسے آبی جانور پانی مین اپنے بازو اور ہاتھ پاؤن مار کر تیرتے ہین اسیطرح پرند بھی ہوا مین اپنے بازوؤن سے ہوا کو چیرتے ہین اور جیسے تیز ہوا کے چلنے سے موجین دریا کی اٹھتی ہین اسی طرح آندھی سے اس ہوا کے دریا مین لہرین اٹھتی ہین پس جب اللہ تعہ ہوا کو حرکت دیتا ہو تو وہ چلتی ہوا ہو جاتی ہو پھر اگر چاہتا ہے تو اسکو اپنے باران رحمت کے لیے خوشخبری کر دیتا ہو جیسا کہ ارشاد فرماتا ہو وارسلنا الریاح لواقح اس صورت مین ہوا کی حرکت سے ہوا کی جان حیوانات اور نباتات مین ہو بختی ہو اور وہ بڑھنے کے لیے تیار ہو جاتے ہین اور اگر چاہتا ہو تو اسکو اپنے خلق مین سے نافرمانون کے لیے عذاب کر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا انا ارسلنا علیہم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر تنزع الناس کانہم اعجاز نخل منقعر پھر ہوا کی نزاکت اور سختی کو دیکھو کہ باوجود لطافت کے کتنا زور اسمین ہو مثلاً ایک مشک مین ہوا بھر کر اگر کوئی شخص چاہے کہ اسکو پانی مین ڈبو دے تو ہرگز نہ کر سکیگا اور سخت لوہا اگر پانی پر رکھا جائے تو اندر چلا جاویگا تو خیال کرو کہ ہوا پانی سے باوجود لطافت کے کیسی رکتی ہو کہ ہرگز اسکے اندر نہین رہتی اور اسی حکمت سے خدائے تعہ نے کشتیون کو پانی کی سطح پر روکا ہو اور جو چیز مجوف بیچ مین سے خالی جسمین ہوا ہو اسکا یہی حال ہو کہ پانی مین نہین ڈوبتی اسواسطے کہ اس مین کی ہوا پانی مین ڈوبنے سے روکتی ہو اور کشتی کے اندر کے سطح کو نہین چھوڑتی اسیوجہ سے بھاری کشتی باوجود قوت اور سختی کے اسی ہوائے لطیف کے سہارے سے پانی پر ٹھہری رہتی ہو جیسے کوئی کنوئین مین گر پڑے اور ایک زبردست آدمی کا دامن پکڑ لے جو اسمین نہ گر سکے اسیطرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ سے ہوائے قوی کے دامن تھام لیتی ہے اور پانی مین ڈوبنے سے بچی رہتی ہو پس پاک ہو وہ ذات جسنے بھاری جہاز کو ہوائے لطیف کے سہارے سے رکھا بدون کسی علاقہ یا گرہ اور بندش وغیرہ کے جو نظر نہ آوین پھر جو کے عجائب کو دیکھو کہ اسمین بادل اور رعد اور بجلی اور مینھ اور برف اور شہاب اور کڑاکے عجیب باتین آسمان اور زمین کے درمیان کی ہین اور اللہ تعہ نے ان کیطرف مجملا اشارہ قرآن مجید مین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہو وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین۔ درمیان کی چیزین یہی ہین جو مذکور ہوئین اس آیت مین انکو مجمل فرما دیا اور ان کی تفصیل کیطرف چند جا اشارہ فرمایا مثلاً والسحاب المسخر بین السماء والارض۔ اور دوسری آیتون مین جہان رعد اور برق اور مینھ و بادل کا ذکر ہے پس اگر تم کو ان سب سے بہرہ بجز اسکے نہو کہ مینھ کو آنکھ سے دیکھ لیا اور رعد کو کان سے سن لیا تو اس امر مین تو تمہارے شریک بہائم بھی ہین اسلیے تمکو پستی مرتبۂ بہائم سے عالم بالا کے لوگون مین شامل ہونے کے لیے ترقی کرنی چاہیئے یعنی جب تمہاری آنکھین کھلی ہین اور تمنے ان چیزون کے ظاہر کو دیکھ لیا تو اب اپنے ظاہر کی آنکھ بند کر لو اور اپنی چشم باطنی سے انکے باطنی عجائب کیطرف نظر کرو تکہ عمدہ اور عجیب اسرار نظر پڑین اور یہ قسم بھی ایسی ہو کہ فکر اسمین بہت بڑھ جاتا ہو اسلیئے کہ اسکے پورا ہونیکی توقع نہین مثلاً گاڑھے بادل اندھیرے کو دیکھو کہ کسطرح صاف جو مین اکٹھا ہوتا ہو جسمین کہین کدورت نہین ہوتی اور اسکو خدائے تعہ جب چاہے اور جہان چاہے کیسے پیدا کر دیتا ہو اور وہ باوجود اپنی نرمی کے بھاری پانی کو اٹھاتا ہو اور اوپر مین لیے پھرتا ہو یہانتک کہ خدائے تعہ اسکو اجازت پانی کے چھوڑنے کی دے تو بعد اجازت مینھ کے قطرات ایسے جدا کرتا ہو جیسے خدائے تعہ نے مقدر کیے ہون اور جن شکل کے ارادہ

کیسے ہون تو دیکھتے ہو کہ بادل زمین پر پانی ڈالنے لگتا ہو ایک ایک قطرہ اسطرح گرتا ہو کہ ایک دوسرے سے جدا ہو مقدور نہین کہ دو ایک دوسرے سے ملجاوین یا ایک ہی جگہ گرین بلکہ ہر ایک اسی طور پر گریگا جو اسکے لیے مقرر ہوا ہو اس سے ذرا انحراف نکریگا نہ پچھلا آگے بڑھیگا نہ اگلا پیچھے ہٹیگا یہانتک کہ زمین پر قطرہ ہی قطرہ گریگا پس اگر اگلے پچھلے سب لوگ جمع ہو کر چاہین کہ بادلون مین سے ایک قطرہ پیدا کرلین تو نہ کرسکین یا جسقدر قطرے ایک شہر مین یا ایک گانوٗن مین گرتے ہین اور انکے شمار معلوم کرلین تو جن اور انسان دونون کے حساب سے باہر ہونگے انکے شمار کو بجز انکے موجد کے اور کوئی نہین جانتا پھر ان مین سے ہر قطرہ زمین کے ایک حصہ کیواسطے معین ہو اور جس حیوان یعنی پرند یا وحشی یا کیڑے وغیرہ کے لیے وہ قطرہ ہو تو اس قطرہ پر خط الٰہی سے لکھا ہوا ہو جو ظاہر کی آنکھ سے نہین سوجھتا کہ یہ قطرہ رزق فلانے کیڑے کا ہو جو فلان پہاڑ کیطرف مین ہے جب اسکو پیاس لگیگی تو یہ قطرہ اسکے پاس پہونچیگا علاوہ ازین جو عجائب کہ دلون کے بستہ ہونے مین اس لطیف پانی سے یا دھنی روئی کیطرح پانی کے جم کر گرنے مین ہین تو انکی کچھ شمار نہین یہ سب باتین خدائے جبار قادر کے فضل اور خالق زبردست کے قہر سے ہین جنمین کسی مخلوق کو شرکت نہین نہ انمین کسیطرح کا دخل بلکہ ایمان دارون کو بجز مسکنت اور خضوع کے اسکے جلال و عظمت کے سامنے اور کچھ بہرہ نہین نہ اندھے منکرونکو بجز اسکے اور کچھ حاصل ہو کہ اسکی کیفیت کو بے سمجھے بوجھے اٹکلی تکے لگاوین اور اسکا کوئی سبب اور علت پیدا کرین مثلاً جاہل مغالطہ مین پڑا ہوا کہتا ہے کہ پانی برسنے کا یہ سبب ہے کہ پانی اپنی سرشت سے بھاری ہو یہی وجہ ہو کہ نیچے گر پڑتا ہو اور اسباب کو جانتا ہو کہ ہم کو وجہ معلوم ہوگئی اور اس سے خوش ہوتا ہو اور اگر اس سے پوچھا جاوے کہ سرشت کے معنی کیا ہین اور سرشت کو کسنے پیدا کیا اور پانی کی سرشت مین بوجھ کسنے بنایا اور یہ کیا بات ہو کہ درخت کی جڑ مین پانی ڈالنے سے اس کی شاخون مین اوپر پہونچ جاتا ہو وہ تو اپنی سرشت سے بھاری ہو تو نیچے گر کر پھر اوپر کیونکر چڑھ گیا اور درخت کے اندر کی نلیون مین سے تھوڑا تھوڑا سب طرف کے تہون مین اسطرح پھیل گیا کہ آنکھون سے جاتا ہوا نہین معلوم ہوتا اور پتے پتے کے ہر جزو کو غذا پہونچاتا ہو اور ان رگون مین ہو کر جاتا ہو جو مثل بال کے باریک ہین اور چھوٹی ہین اسطرح کہ اول بڑی رگ مین جاتا ہو جو پتے کی جڑ ہو پھر اس رگ سے ان رگون مین جاتا ہے جو پتے کے اندر چھوٹی چھوٹی اور باریک پھیلی ہوئی ہین اور علیٰ ہذا القیاس انسے اور چھوٹی ہین تو بڑی رگ کو مثل نہر کے جاننا چاہیئے پھر اس سے جو شاخین نکلی ہین وہ چھوٹی نہریان ہین اور ان نہرون سے نالیان نکلی ہین اور نالیون مین سے مکڑی کے تار جیسے باریک دھاگے ہین کہ آنکھ سے نہین سوجھتے اور تمام پتے کے عرض مین پھیلے ہوئے ہین انھین مین کو پانی ہو کر پتے کے سب اجزا مین پہونچ جاتا ہو اور اسکو غذا دیکر بڑھاتا ہو اور ابھارتا ہو اور اسکی تروتازگی قائم رکھتا ہو اسیطرح تمام پھل کے اجزا کو سمجھنا چاہیئے پس اگر پانی اپنی طبیعت کی رو سے نیچے کو حرکت کرتا ہے تو یہان اوپر کو کیون کرتا ہے اگر کہو کہ رگون کی کشش سے یہ اثر ہوتا ہو تو بتاؤ کہ وہ کشش کہان سے آئی آخر کہوگے کہ خدائے تعالیٰ نے ان مین یہ خاصیت رکھی ہو تو اول ہی سے کیون نہین کہتے کہ خدائے تعالیٰ کی حکمت اور قدرت سے یہ معاملے ہوتے ہین جہالت سے کیا فائدہ ؎ آنچہ دانا کند کند نادان ؛ لیک بعد از خرابی بسیار ؛ چھٹی نشانی اسکی آسمانون کے اسرار اور ان مین کے ستارون کی کیفیتن ہین اور اصل یہی ہین تو اگر کسی کو سب باتین معلوم ہون اور آسمانون کے عجائب معلوم نہ ہون تو واقع مین اسکو کچھ نہین معلوم ہوا اسلیے کہ زمین اور دریا اور ہوا اور جتنی چیزین سوائے آسمان کے ہین آسمانون کی نسبت کر ایسی ہین جیسے ایک قطرہ سمندر کی نسبت کر بلکہ اس سے بھی چھوٹی پس غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانون کے اور ستارون کے امر کو اپنی کتاب مین

کیسا بڑا کیا ہو کوئی سورہ ایسی نہین جو انکی بڑائی پر شامل نہو اور چند جا انکی قسم بھی موجود ہو جیسے والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق اور والسماء ذات الحبک اور والسماء وما بناہا اور والشمس وضحہا والقمر اذا تلہا اور فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس اور والنجم اذا ہوی اور فلا اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم۔ پس عجائب نطفہ ناپاک کے تمکو معلوم ہو کہ انکی معرفت سے اگلے پچھلے لوگ عاجز ہین مگر اسکی قسم خدائے تعالیٰ نے نہین کھائی تو اس سے قیاس کر لینا چاہیئے کہ جس چیز کی خدائے تعالیٰ نے قسم کھائی ہو اسکے عجائب کیا کچھ ہونگے علاوہ قسم کے رزق کا حوالہ بھی آسمان پر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہو وفی السماء رزقکم وما توعدون اور آسمانون کے باب مین فکر کرنیوالون کی ثنا فرمائی اس قول مین ویتفکرون فی خلق السموات والارض اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین ویل لمن قرا ہذہ الآیۃ ثم مسح بہا سبلتہ یعنی بے فکر کیے آگے بڑھجاوے اور اعراض کرنے والون کی مذمت فرمائی چنانچہ فرمایا وجعلنا السماء سقفا محفوظا وہم عن آیاتہا معرضون۔ اب غور کرو کہ تمام دریاؤن اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہو چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ علاوہ ازین زمین وغیرہ عنقریب بدلنے والے ہین اور آسمان سخت محکم ہین اور تغیر سے محفوظ یہان تک کہ ان کا وقت مقرری تغیر کا پہونچے اور یہین لحاظ خدائے تعالیٰ نے انکو محفوظ فرمایا جیسا کہ اوپر کی آیت مین گذرا اور فرمایا وبنینا فوقکم سبعا شدادا۔ اور فرمایا ءانتم اشد خلقا ام السماء بناہا رفع سمکہا فسوٰہا پس انکے عجائب پر غور کرو تاکہ ملکوت وجبروت کے عجائب نظر آوین اور یہ گمان مت کرو کہ ملکوت کے دیکھنے سے یہ غرض ہو کہ آنکھ اٹھا کر آسمان کا نیلاپن اور ستارون کی روشنی اور چھٹکنا دیکھ لیا اسلیے کہ اس نظر مین تو بہائم بھی تمہارے شریک ہین اگر یہی نظر مقصود ہوتی تو خدائے تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح کیون فرماتا جیسا اس آیت مین ہو وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ بلکہ اصل یہ ہو کہ جتنی چیزین آنکھ سے سوجھتی ہین تو قرآن مجید ان کو ملک اور شہادت کے نام سے بیان فرماتا ہے اور جو آنکھ سے غائب ہین انکو غیب اور ملکوت کے نام سے اور اللہ تعالیٰ غیب اور شہادت دونون کو جانتا ہے اور ملک اور ملکوت دونونکا حاکم کوئی شخص اسکے علم پر کچھ بھی حاوی نہین مگر اسقدر کہ وہ چاہے جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول پس اے عاقل اپنا فکر ملکوت مین بہت کر تاکہ تیرے لیے شاید آسمانون کے دروازے کھلجاوین اور تو اپنے دل سے ان کے اطراف مین جولانیان کرے یہانتک کہ تیرا دل عرش خدائے تعالیٰ کے سامنے جا کھڑا ہو اور اس حال مین غالباً توقع ہے کہ تو رتبۂ حضرت عمر رضی کو پہونچ جاوے جو ارشاد فرماتے ہین کہ میرے دل نے خدائے تعالیٰ کو دیکھا اور ان چھوٹی نشانیون کو ترتیب دیکھنے کی وجہ یہ ہی کہ دور کی چیز پر نزدیک کی چیز سے گذر کر پہونچا کرتے ہین اور سب سے نزدیک تر آدمی کا نفس ہو پھر زمین ہو جسپر رہتا ہی پھر ہوا ہو جو اسکے بدن سے لگی ہوئی ہو پھر نباتات اور حیوانات اور زمین کی چیزین ہین پھر اوپر کے اشیا ہین پھر ساتون آسمان اور انکے ستارے ہین پھر کرسی پھر عرش پھر جو فرشتے کہ عرش کے اٹھانے والے اور آسمانون کے خزانچی ہین پھر ان سب کے بعد عرش وکرسی آسمان وزمین اور ان کی درمیانی چیزون کے مالک کیطرف نظر کرنی ہو پس معلوم ہوا کہ آدمی مین اور خدائے تعالیٰ مین اتنے جنگل وسیع اور فاصلۂ بعید اور گھاٹیان بلند ہین اور وہ ابھی اپنے قریب سب سے نیچے کی گھاٹی سے بھی فارغ نہین ہوا یعنے ابھی ظاہر نفس کی معرفت سے فرصت نہین پائی اور بیحیائی سے زبان معرفت کے دعوی کے لیے کھولتا ہو اور کہتا ہو کہ مین اسکو پہچان گیا اور

جب قسم کھائی تو جاننے والون کو ... قسم ہو آسمان کی ۱۲ جس مین برج ہین ۱۲ ح قسم ہی آسمان کی اور رات کو آنیوالے کی ۱۲ ح ۳ قسم ہو آسمان کی جالی دار کی ۱۲ اور آسمان کی اور جیسا کہ اسکو بنایا ۱۲ قسم ہی سورج کی اور دھوپ چڑھی کی اور چاند کی جب پیچھے آوے اسکے ۱۲ قسم کھاتا ہون پیچھے ہٹ جانے والے سیدھے چلنے والے دبک جانے والون کی ۱۲ قسم ہو تارے کی

حاشیہ: سو مین قسم کھاتا ہون تارون کے ڈوبنے کی اور یہ قسم ہو اگر سمجھو تو بڑی قسم ہو ۱۲ ح اور آسمان مین ہو روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا ۱۲ ح اور دھیان کرتے ہین آسمان و زمین کی پیدائش مین ۱۲ ح خرابی ہو اسکی جو پڑھے اس آیت کو پھر اپنی مونچھون کو تاؤ دے یہ حدیث بغیر گذری ۱۲ ح اور بنایا ہم نے آسمان کو چھت بچاؤ کی اور وہ اسکے نمونہ دیکھان مین نہین لاتے ۱۲ ح اور چنے تمہارے اوپر سات آسمان مضبوط ۱۲ ح کیا تمہاری مشکل ہو بنانے مین یا آسمان اسنے بنایا اونچا کیا اسکا بلند برابر کیا ۱۲ ح اور ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان وزمین کی ۱۲ ح جاننے والا بھید کا سو نہین خبر دیتا بھید کی کسی کو مگر جو پسند کیا کوئی رسول ۱۲

اسکی خلق کو جان لیا اب کس چیز مین فکر کرون اور کیا دیکھون اس سے کہنا چاہیئے کہ آسمان کی طرف اپنا سر کر اور اس مین اور اس کے ستارون اور ان کی گردشون اور ان کے طلوع و غروب اور سورج اور چاند اور مشرق اور مغرب کے اختلاف اور ہمیشہ حرکت کی مشقت مین نظر کر کہ کبھی اپنی چال مین سستی اور تغیر نہین کرتے بلکہ سب کے سب ترتیب دار منزلون مین ایک حساب معین بلا کم و بیش سے پھرتے ہین یہانتک کہ خدائے تعالیٰ ان کو مکتوب کی طرح تہ کر دے اور ستارون کے شمار اور انکی کثرت اور رنگ کے اختلاف غور کر کہ کوئی سرخی مائل ہے کوئی سفیدی مائل اور کسی کا رنگ رانگ کا سا ہی پھر ان کی شکلون پر نظر کر کہ بعضے بچھو کی صورت پر ہین اور بعضے بکری کے بچہ کی صورت اور بعضے بیل اور شیر اور انسان کی صورت اور زمین مین کوئی ایسی صورت نہین جسکے مانند آسمان مین نہو پھر آفتاب کی چال کو برس روز کی مدت مین اس کے آسمان مین غور کر کہ ہر روز اسکا طلوع و غروب ایک نئی چال سے ہوتا ہی جو خالق نے اسکے لیے معین کر دی ہے اگر آفتاب کا طلوع اور غروب نہوتا تو دن رات کیونکر ہوتی وقت نہ پہچانا جاتا یا ہمیشہ اندھیرا رہتا یا اجالا معاش کے حاصل کرنے کا وقت اور آرام کا زمانہ جدا نہوتا تو دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے رات کو اوڑھنا اور سونے کو آرام اور دن کو روزگار کے لیے بنایا اور دیکھ کہ رات مین سے دن مین اور دن مین سے رات مین کیسے کم و بیش ایک ترتیب معین سے کیا کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتین اور کسطرح آفتاب کی چال کو آسمان کے عین بیچ مین سے جھکا دیا جس کے باعث گرمی اور جاڑا اور ربیع اور خریف نوبت بنوبت ہونے لگی جب آفتاب خط استوا سے نیچے کو خط جدی کیطرف ہو جاتا ہی تو ہوا سرد ہو جاتی ہی اور جاڑا آجاتا ہی اور جب اسکی چال عین خط سرطان کے بیچ مین ہوتی ہی تو شدت کی گرمی ہوتی ہی اور جب نقاط اعتدال پر ہوتا ہی تو موسم بھی معتدل رہتا ہی۔ اور آسمانون کے عجائب اتنے ہین کہ ان مین کے لاکھون حصہ کے شمار کرنے کی طمع نہین ہو سکتی اسقدر جو ہمنے لکھا تو صرف طریق فکر بتلانے کو لکھ دیا حاصل یہ ہی کہ یون اعتقاد کر لو کہ کوئی ستارہ ایسا نہین جسکی پیدائش مین خدائے تعالیٰ نے بہت سی حکمتین نہ رکھی ہون پھر اسکی مقدار اور شکل اور رنگ مین پھر آسمان مین سے ایک جاے معین رکھنے مین پھر خط استوا اور پاس کے ستارون سے نزدیک دور ہونے مین سب مین حکمتین بہت ہین اور اس امر کو اسی پر قیاس کر لو جو ہم اعضاے بدن انسانی کے باب مین لکھ آے ہین کہ کوئی جزو اعضا کا ایسا نہین جسمین ایک حکمت بلکہ بہت سی حکمتین نہون اور آسمان کا معاملہ تو اعضا سے بہت بڑا بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کچھ نسبت ہی نہین نہ جسم کی بڑائی مین اور نہ کثرت معانی مین اور معانی کی کثرت کے فرق کو اتنا جانو جتنا ان دونون کی بڑائی مین فرق ہی اور یہ تو تمھین معلوم ہی کہ زمین اتنی بڑی اور وسیع ہی کہ آدمی سے اسکے گرد نہین پھرا جا سکتا اور اسپر ناظرین کا اتفاق ہی کہ آفتاب کا پھیلاو بہ نسبت زمین کے چند اوپر ایک سو ساٹھ گنا زیادہ ہے اور اخبار سے بھی آفتاب کی بڑائی معلوم ہوتی ہی پھر ستارے جو تمکو چھوٹے معلوم ہوتے ہین ان مین سب سے چھوٹے سے چھوٹا زمین سے آٹھ گنا ہی اور بڑے کا تو کیا ٹھکانا ہی اس سے تمکو انکا فاصلہ اور بلندی سمجھ مین آویگی کہ کتنی دور ہین کہ باوجود کلانی کے اتنے چھوٹے نظر آتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی دوری کیطرف اشارہ فرمایا کہ رفع سمکها فسوٰیها۔ اور اخبار مین ہی کہ ہر آسمان سے دوسرے تک فاصلہ پانسو برس کی راہ کا ہی پس جب ایک ستارے کی مقدار زمین سے بہت گنی ہی تو اب ان کی کثرت کو لحاظ کرو پھر اس آسمان کو دیکھو جسمین ستارے جڑے ہین کہ کتنا بڑا ہوگا پھر سرعت سیر کو دیکھو کہ تم کو ان کی چال تک نہین معلوم ہوتی سرعت کے معلوم ہونے کا تو کیا ذکر ہی مگر اسمین شک نہ کرو کہ آسمان ایک لحظہ مین مقدار عرض ستارے کے چلتا ہے اسلیے کہ جب ایک کنارہ ستارے کا نکلتا ہی اس سے دوسرے کنارے تک کے نکلنے کا وقت ایک لحظہ ہی پس اگر ستارے کا عرض زمین سے سو گنا ہی تو

آسمان ایک لحظہ مین زمین کے عرض سے سو گنا چلا اور اسیطور پر ہمیشہ چلتا رہتا ہو گر تم اس سے غافل ہو اور دیکھو کہ حضرت جبرئیل نے آفتاب کی سرعت سیر کو کن لفظون سے تعبیر کیا یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے پوچھا کہ دن ڈھل گیا تو انھون نے کہا کہ نہین ہان آپ نے پوچھا کہ نہین ہان کہنے کی کیا وجہ ہو انھون نے عرض کیا کہ جب سے مین نے نہین کہکر ہان کہا آفتاب پانسو برس کی راہ طے کر گیا تو اسکے جسم کی عظمت اور سرعت سیر کو دیکھو پھر خداے تعم حکیم کی قدرت کو دیکھو کہ باوجود وسعت اسکے اطراف کے کسطرح آنکھ کے چھوٹے سے ڈھیلے مین اسکی صورت قائم کی کہ اگر زمین پر بیٹھکر اسکی طرف آنکھ کھولو تو سب ستارے نظر آوین پس آسمانون اور ستارون کی کثرت اور عظمت کیطرف مت دیکھو بلکہ انکے خالق کی طرف غور کرو کہ کسطرح انکو پیدا کیا اور بے ستون اور بے کسی لگاؤ کے انکو تھام رکھا ہو اور سارا عالم مثل ایک گھر کے ہے اور آسمان اسکی چھت ہو تو تعجب کی بات ہو کہ جب تم کسی امیر کے گھر مین جاتے ہو اور اسکو منقش رنگ برنگ اور سنہرے کام سے آراستہ دیکھتے ہو تو تمہارا تعجب تمام نہین ہوتا اور ہمیشہ اسی کو یاد کرتے رہتے ہو اور اسکی خوبی کی عمر بھر تعریف کرتے ہو اور اس بڑے گھر کو ہمیشہ دیکھتے ہو اور اسکی زمین اور ہوا اور چھت اور عمدہ متاعون اور نادر حیوانات اور عجائب نقوش پر روزمرہ نگاہ ڈالتے ہو اور دل سے اسکی طرف متوجہ نہین ہوتے یہ گھر کچھ اس گھر سے کم نہین جس کی تم تعریف کیا کرتے ہو بلکہ اگر تامل کرو تو وہ ایک جزو زمین کا ہو جو اس عالیشان گھر کے اجزا مین سے ایک حقیر جز ہو مگر باوجود اسکے تم اس کیطرف نہین دیکھتے اسکی وجہ یہی ہو کہ یہ جہان تمہارے رب کا گھر ہو اور اسنے اسکو تنہا بنایا ہو اور تم اپنے نفس اور اپنے رب اور اسکے گھر کو سب کو بھولکر اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگے ہو تمکو بجز اپنی شہوت اور حشمت کے اور کچھ فکر نہین اور انجام تمہاری شہوت کا یہ ہو کہ اپنا پیٹ بھر لو یہ نہین ہو سکتا کہ چوپایہ کے دسوین حصہ کے برابر بھی کھا سکو تو اسباب مین چوپایہ تم سے دس درجہ زیادہ ہو اور غایت حشمت یہ ہو کہ تمہارے پاس دس یا سو آشنا جمع ہو کر زبان سے تمہاری خوشامد کرین اور دل مین تم سے بدعقیدہ رہین اور اگر بالفرض دوستی مین سچے ہی ہون تب بھی نہ تمہارے لیے نہ اپنے لیے کسی فائدے یا نقصان کے مالک نہین نہ زندگی اور موت اور اسکے بعد اٹھنے کے مالک حالانکہ تمہارے شہر مین بہت سے کافر ہونگے جنکی دولت وجاہ تمہاری دولت سے زیادہ ہو اور تم اسمین مشغول ہو کر جمال ملکوت زمین و آسمان سے غافل ہو پھر تمکو اس فرحت سے بھی خبر نہین جو مالک ملکوت کے جمال دیکھنے سے ہوتا ہے اور تمہاری مثال اسباب مین ایسی ہو جیسے کوئی چیونٹی کسی ایسے محل عالیشان شاہی مین گھر کھودلے جسکے پائے مضبوط اور عمارتین عالی اور مکانات مین لونڈی غلام بنے سنورے موجود اور اقسام اقسام کی نفیس چیزین اور ذخیرے مرتب رکھے ہون تو وہ چیونٹی جب اپنے سوراخ سے نکلیگی اور دوسری چیونٹی سے ملیگی تو اگر بولنے پر قادر ہوگی تو اس سے اور گفتگو نہ کریگی صرف اپنے مکان کا حال اور غذا کا ماجرا اور جوڑ رکھنے کی کیفیت بیان کریگی پادشاہی محل کا حال اور محل مین جو بادشاہ رہتا ہو اسکی اسکو کچھ خبر نہو گی نہ اسمین فکر کریگی بلکہ یہ مثال بھی ٹھیک نہین اسلیے کہ چیونٹی کو تو قدرت ہی نہین کہ اپنی نظر کو اپنے نفس اور غذا اور گھر سے دوسرے کیطرف بڑھاوے تو وہ بیچاری جو محل شاہی اور اسکی زمین اور چھت اور دیوارین اور تمام عمارت اور اسکے باشندون سے غافل ہو تو مجبوری غافل ہو کہ قدرت نہین رکھتی اور تم جو خداے تعم کے گھر اور اسکے باشندون سے غافل ہو کہ آسمان کو اتنا جانتے ہو کہ جتنا چیونٹی تمہارے گھر کی چھت کو جانتی ہو اور آسمان کے فرشتون کو ایسا سمجھتے جیسا وہ تمکو سمجھتی ہو حالانکہ تمکو قدرت ہے کہ ملکوت مین جولانیان کرو اور وہان کے عجائب مین سے وہ باتین معلوم کرو جنسے خلق غافل ہو تو باوجود اسکے متوجہ نہونا اسبات پر دال ہو کہ تم چیونٹی سے بھی بدتر ہو اب ہم قلم کی باگ اس ذکر کے ذکر سے روکتے ہین اسلیے کہ یہ ایسا میدان ہو جسکی کچھ انتہا نہین اگر ہم بہت سی عمرین بڑی بڑی اسمین صرف کرین تب بھی جتنی معرفت کہ اللہ تعم نے ہم کو اپنے فضل سے

۱۲ اسکی سند صحیح نہین ملی ۱۲

عنایت فرمائی ہو اسکی شرح نہ کر سکین اور جسقدر ہمنے معلوم کیا ہی وہ اور عالمون اور ان کے علم کی نسبت کر نہایت کم اور حقیر ہو اور علما اور اولیا کی معرفت بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کی معرفت کے یہی حال رکھتی ہو اور انبیا کو جسقدر معرفت ہو وہ اس معرفت کے سامنے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھی نہایت تھوڑی اور حقیر ہو اور جو سارے انبیا کو معرفت تھی وہ بہ نسبت مقرب فرشتون مثل اسرافیل اور جبرئیل کی معرفت کے تھوڑی ہو پھر تمام علوم فرشتون اور جن اور آدمیونکے اگر خداے تعالیٰ کے علم کیطرف نسبت کیے جاوین تو اس لائق ہی نہین کہ انکو علم کہا جاوے بلکہ بہتر یہ ہو کہ انکا نام مدہوشی اور حیرت اور قصور اور عاجزی رکھا جاوے پس پاک ہو وہ ذات کہ اپنے بندونکو جتایا جو جتایا پھر سب کو یہ فرمایا وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یہ ہے بیان ان مجمل طریقون کا جنمین فکر ان لوگون کی دوڑتی ہو جو خداے تعالیٰ کی مخلوق مین فکر کرتے ہین اور انمین بیان خداے تعالیٰ کی ذات مین فکر کرنے کا نہین مگر خلق مین فکر کرنے سے ضرور ہو کہ خالق کی معرفت اور اسکی عظمت وہیبت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو اور جسقدر عجائب صنعت الٰہی کی معرفت زیادہ ہو گی اسیقدر اسکے جلال وعظمت کی معرفت کامل تر ہو گی اور اسکو ایسا جانو جیسے تم کسی عالم کے علم سے مطلع ہو کر اسکی بڑائی کرو تو ہمیشہ یہ ہو گا کہ اگر کوئی اسکی عمدہ تصنیف یا شعر دیکھو گے تو اس سے اور زیادہ معرفت بڑھیگی اور اتنی ہی اسکی توقیر اور عزت زیادہ کرو گے یہان تک کہ ہر ایک کلمہ اسکے کلام اور ہر بیت اسکے اشعار کی تمہارے دل مین اسکی جگہ زیادہ کریگی اور اسبات کی خواہان ہو گی کہ تم اسکی تعظیم کرو اسیطرح خداے تعالیٰ کی مخلوق مین اور اسکی تصنیف وتالیف مین تامل کرنیکا حال ہو اور جو چیز مخلوق کی موجود ہو وہی کی تصنیف وتالیف ہو اور اسمین فکر کرنا کبھی تمام نہین ہوتا بلکہ ہر ایک بندہ اسیقدر کرتا ہو جتنا اسکو مرحمت ہوا ہو اب چاہیے کہ اس ذکر پر ہم بس کرین اور اسکو تتمہ باب الشکر کا کرین اسلیے کہ باب الشکر مین ہماری نظر خداے تعالیٰ کے افعال پر اس اعتبار سے ہو کہ اسکا احسان اور انعام ہمارے اوپر ہو کہ اسنے ایسی ایسی چیزین بنائین اور اسباب مین صرف اسی اعتبار سے ہی کہ افعال الٰہی ایسے ایسے ہین اور جن چیزون مین ہمنے نظر کی ہو انھین مین فلسفی بھی نظر کرتا ہو اور اسکی نظر اسکی گمراہی اور بدبختی کا باعث ہوتی ہے اور توفیق والا ان اشیا مین دیکھتا ہو تو اسکی نظر سبب اسکی ہدایت اور سعادت کا ہوتی ہو اور کوئی ذرہ آسمان اور زمین مین ایسا نہین کہ اللہ تعالیٰ اسکے باعث جسکو چاہے گمراہ نہ کرے اور جسکو چاہے ہدایت نہ کرے پس جو شخص ان امور مین اس نظر سے دیکھیگا کہ یہ خداے تعالیٰ کے افعال اور صنائع ہین تو وہ انسے معرفت خداے تعالیٰ کی عظمت وجلال کی حاصل کریگا اور ہدایت پاویگا اور جو انمین نظر قصور سے دیکھیگا یعنی اس نظر سے کہ یہ سب چیزین ایک دوسرے پر موثر ہین اور مسبب الاسباب سے علاقہ نہین رکھتین تو وہ بدبخت اور تباہ ہو گا خداے تعالیٰ ہمکو گمراہی سے بچاوے اور اس سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو جاہلون کے قدم کی لغزش کی جگہ سے اپنی رحمت اور کرم اور فضل سے محفوظ رکھے۔ نوان باب جلد چہارم منجیات کا تمام ہوا اسکے بعد دسوان باب ہے جسمین موت اور اسکے بعد کے احوال یاد کرنے کا ذکر ہی اور اسی پر کتاب احیاء کا خاتمہ ہو وصلے اللہ علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

دسوان باب موت اور اسکے بعد کے ذکر مین

رباعی احسن جو تجھے عقل ہو تو موت نہ بھول ✿ کر موت کے سامان مین فکر معقول ✿ ہو زندگی چند نفس مثل حباب ✿ اس فانی حیات پر تو اتنا مت بھول ✿ جاننا چاہیے کہ جس شخص کے بچھڑنے کا وقت موت ہو اور بستر خاک اسکی خوابگاہ ہو کیڑے اسکے انیس ہون اور منکر نکیر اسکے جلیس گور اسکا مقام ہو اور شکم زمین جاے آرام قیامت اسکے وعدے کی جگہ ہو اور بہشت یا دوزخ اسکے اترنے کی جگہ تو اسکو شایان ہو کہ بجز موت کے کسی امر مین فکر نہ کرے نہ اور کسی چیز کا ذکر کرے نہ اور کسی چیز کے لئے سامان بہم پہونچاوے نہ اسکے سوائے کوئی تدبیر عمل مین لاوے نہ اور چیز کی تاک ہو نہ اسکے سوا کا تپاک

[illegible]

اہتمام بھی اسی کا ہو اور انتظار بھی اسی کا اور زیبا ہی کہ اپنے نفس کو مردون اور قبر والون مین شمار کرے اسلیے کہ جو چیز آنیوالی ہی وہ بہت پاس ہی دور وہی ہی جو نہ آوے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ دانا وہ ہی جو اپنے نفس کو دباوے اور موت کے بعد کیلیے عمل کرے اور ظاہر ہی کہ جب تک کسی چیز کا ذکر دل پر بار بار نہو تب تک اسکی تیاری نہین ہو سکتی اور بار بار ذکر جب ہوتا ہی جب یاد دلانیوالی چیزین سنتا رہے اور جن چیزون سے اسپر تنبیہ ہو انکو دھیان کرتا رہے اسلیے ہم موت کا حال اور اسکے آگے اور پیچھے کی باتین اور آخرت اور قیامت اور بہشت و دوزخ کے حالات کہ بندیکو انکا بار بار ذکر کرنا اور انپر مدام فکر کرنا ضرور ہی بیان کرتے ہین تاکہ اسکو تیاری کیلیے ترغیب دے اسلیے کہ سفر کا وقت آپہونچا اور زندگی بہت تھوڑی رہی ہے اور لوگ خواب خرگوش مین ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون اور اسباب کے ہم دو حصے کرتے ہین **حصۂ اول** مین مقدمات موت سے لیکر صور کے پھکنے تک کے حالات ہین اور یہ حصہ مشتمل ہے آٹھ فصلون پر جن مین ذکر موت کی فضیلت اور طول امل اور سکرات موت اور وفات شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کی اور زیارت قبور اور حقیقت موت اور قبر کا حال اور مردون کے حالات جو خواب مین معلوم ہوئے ہین مذکور ہین۔

فصل اول موت کو یاد کرنے اور کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب مین واضح ہو کہ جو شخص دنیا مین ڈوبا رہتا ہی اور اسکے مغالطہ مین سرگردان اور اسکی شہوات کا عاشق اسکا دل موت سے غافل رہتا ہی اور اسیوجہ سے اسکو یاد نہین کرتا اور اگر اسکو کوئی یاد دلادے تو برا جانتا ہی اور اسکے ذکر سے نفرت کرتا ہی ایسے ہی لوگون کے حق مین خداے تعالیٰ فرماتا ہی قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون پھر آدمی تین طرح کے ہین یا ڈوبا ہوا یا مبتدی توبہ کرنے والا یا عارف منتہی اول قسم کا آدمی موت کو یاد نہین کرتا اور اگر کرتا ہی تو اپنی دنیا پر افسوس کے مارے کرتا ہی اور اسکی برائی کرنے لگتا ہی ایسے شخص کو موت کی یاد خداے تعالیٰ سے اور زیادہ دور کر دیتی ہی اور تائب موت کو اسلیے زیادہ یاد کرتا ہی کہ اسکے دل مین سے خوف اٹھے اور توبہ کو انجام تک پورا کرے اور بعض اوقات جو اسکو برا جانتا ہے تو اس نظر سے کہ کہین پہلے توبہ کے کامل ہونے اور توشے کی درستی کے موت نہ آجاوے یہ شخص موت کے برا جاننے مین معذور ہی اور اس حدیث کے مضمون مین داخل نہین من کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقائہ اسلیے کہ یہ شخص موت کو اور خداے تعالیٰ سے ملنے کو برا نہین جانتا بلکہ اپنے قصور اور تقصیر کے باعث اسبات سے ڈرتا ہی کہ خداے تعالیٰ کی ملاقات کہین جاتی نرہے اسکا حال ایسا ہی جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کی ملاقات مین اسوجہ سے دیر کرے کہ اس عرصہ مین معشوق کی مرضی کے موافق تیاری کرنے مین لگا رہے تو ایسے شخص کو یہ نہ کہینگے کہ معشوق سے ملنے کو برا جانتا ہی اور اسکی پہچان یہ ہی کہ ہمیشہ موت کے سامان مین لگا رہے کوئی کام اسکے سوا نہو ورنہ اول قسم مین شامل ہوجاویگا اور تیسرا شخص یعنی عارف وہ ہمیشہ موت کو یاد کیا کرتا ہی اسلیے کہ موت پر وعدۂ ملاقات حبیب ہی اور عاشق اپنے معشوق کے وعدۂ وصال کو کبھی بھولا نہین کرتا ایسا شخص اکثر موت کی جلدی کیا کرتا ہی اور اسکے آنے سے خوش ہوتا ہی اور اسکو محبوب جانتا ہی تاکہ گناہ گارونکے مقام سے رہا ہوکر رب العالمین کے پڑوس مین جا پڑے جیسے حضرت حذیفہؓ کے حال مین لکھا ہی کہ جب ان کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ حبیب ضرورت کیوقت پر آیا جو پشیمان ہو اسکو فلاح نصیب نہو الٰہی اگر تو جانتا ہی کہ مجکو مفلسی بہ نسبت تونگری کے زیادہ پسند ہی اور مرض بہ نسبت صحت کے اور موت بہ نسبت حیات کے تو مجپر موت کو آسان فرما کہ مین تجھ سے ملون پس تائب تو موت کے برا جاننے مین معذور ہی اور عارف موت کے اچھا جاننے مین اور اسکی تمنا کرنے مین اور ان دونون سے بڑھکر وہ ہی جو اپنا معاملہ خداے تعالیٰ کو سپرد کرے کہ اپنے لئے

نہ موت پسند کرے نہ زندگی بلکہ سب چیزون سے محبوب تر اسکے نزدیک وہی ہو جو اسکے مالک کے نزدیک محبوب تر ہو اسطرح کا شخص فرط محبت اور عشق کے باعث مقام تسلیم اور رضا مین پہونچ جاتا ہو اور یہی منتہائے غائی اور منتہائے آرزو ہو بہرحال موت کے ذکر مین ثواب اور فضیلت ہے اسلیے کہ دنیا مین ڈوبا ہوا بھی موت کی یاد سے یہ فائدہ اٹھاتا ہو کہ دنیا سے کنارہ کشی کرتا ہو کیونکہ موت کی یاد اسکی راحت کو مکدر اور عیش کو تلخ کر دیتی ہے اور جن چیزون سے کہ آدمی کی لذتین اور شہوتین گھٹتی ہوتی ہین وہی نجات کی سبب ہین -

بیان اول موت کی یاد کی فضیلت مین جسطرح کہ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین اکثروا من ذکر ہاذم اللذات - اسکے معنی یہ ہین کہ موت کی یاد سے اپنی لذتون کو مکدر کرو تاکہ تمہارا میلان انکی جانب جاتا رہے اور پھر خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور فرمایا کہ اگر بہائم کو وہ بات معلوم ہو کہ جو تم جانتے ہو تو تم ان مین سے فربہ کبھی نہ کھاؤ یعنی سب لاغر ہو جاوین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ بھلا شہیدون کے ساتھ بھی کوئی اٹھیگا آپ نے فرمایا کہ ہان جو رات دن مین موت کو بیس بار یاد کریگا اور سبب اس سب فضیلت کا یہ ہو کہ موت کا یاد کرنا موجب دنیا سے علٰحدگی اور آخرت کی تیاری کا ہو اور اس سے غفلت کرنی مقتضی دنیا کی شہوات مین ڈوبنے کی ہو اور ایک حدیث شریف مین ہو تحفۃ المومنین الموت یہ اسلیے فرمایا کہ دنیا ایماندار کا زندان ہو ہمیشہ اس مین رنج و تعب مین مبتلا اور نفس و شیطان سے مصیبتین بھگتتا رہتا ہو تو موت کے باعث اسکو اس عذاب سے چھٹی ہو جاتی ہے اور چھوٹنا اسکے حق مین تحفہ ہو اور ایک حدیث مین ارشاد ہو کہ الموت کفارۃ لکل مسلم - اسمین مسلم سے مراد سچا مسلمان اور پکا ایماندار ہے کہ اسکے ہاتھ و زبان سے مسلمان بچے رہین اور اسمین اخلاق ایماندارون کے موجود ہون اور بجز لغزشون اور گناہ صغیرہ کے کبائر مین آلودہ نہوا ہو ایسے گناہون سے موت اسکے حق مین کفارہ ہو جاتی ہو بشرطیکہ فرائض پر قائم رہا ہو اور عطاء خراسانی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ایک مجلس پر ہوا جسمین آواز ہنسی کی بلند تھی آپ نے فرمایا کہ اس اپنی مجلس مین ذکر لذتون کی مکدر کرنے والی کا شامل کر دو لوگون نے عرض کیا کہ لذات کی مکدر کرنے والی کیا ہو آپ نے فرمایا موت ہو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اکثروا من ذکر الموت فانہ یمحص الذنوب ویزہد فی الدنیا اور فرمایا کفی بالموت مفرقا اور ایک حدیث مین مفرقا کی جگہ واعظا ہے اور ایک بار آپ مسجد مین تشریف لائے دیکھا تو کچھ لوگ باتین کر کے ہنستے ہین آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو سن لو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے اگر تمکو معلوم ہو جو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا روؤ اور ایک شخص کا مذکور آپ کے سامنے ہوا لوگون نے اسکی خوب تعریف کی آپ نے پوچھا کہ تمہارا یار موت کی یاد مین کیسا تھا لوگون نے عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے نہین سنا آپ نے فرمایا تو وہ اس مرتبے کا نہین جسپر تم اسکو سمجھے ہوے ہو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عشرہ کے دسوین روز گیا ایک شخص نے انصار مین سے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین سے زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اسکی تیاری سب سے زیادہ کرے وہی لوگ دانا ہین دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لے گئے اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا عاقل کے لیے خوشی کا نام نہ چھوڑا اور ربیع بن خثیم فرماتے ہین کہ ایماندار اگر کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اسکے لیے اور کوئی نہین اور فرمایا کرتے کہ جب مین مرون تو میری خبر کسی کو نہ کرنا آہستہ مجکو میرے رب کی طرف گھسکا دینا

[illegible]

[illegible]

اور بعض حکمانے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ برادر اس دار ناپائدار مین موت سے ڈر پیشتر اس سے کہ تو ایسے مقام مین جاوے کہ موت کی تمنا کرے اور نہ پاوے اور حضرت ابن سیرین رح کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو انکا ہر ایک عضو مرجاتا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح ہر شب فقیہون کو جمع کرتے کہ وہ موت اور آخرت اور قیامت کا چرچا کیا کرتے اور اسقدر رویا کرتے کہ گویا سامنے جنازہ دھرا ہوا ہے اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہین کہ دو چیزون نے لذت دنیا کی مجھ سے علیحدہ کردی ایک موت کے ذکر نے دوسرے خدا کے سامنے کھڑے ہونے نے اور حضرت کعب رض فرماتے ہین کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اسپر دنیا کی مصیبتین اور رنج آسان ہوجاتے ہین اور مطرف رح کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ بصرہ کی مسجد مین کوئی یون کہ رہا ہے کہ موت کی یاد نے خوف کرنے والون کے دل ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے اب بخدا وہ ہوش باختہ نظر آتے ہین اور اشعث رح فرماتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کرتے پاتے تھے اور حضرت صفیہ رض فرماتی ہین کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے شکایت اپنے دل کی سختی کی کی آپ نے اسکو فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہوجاویگا اسنے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہوگئی پھر حضرت عائشہ رض کی شکرگزاری کے لیے آئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد مین خون ٹپکنے لگتا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جو ذکر موت اور قیامت کا ہوتا تو اتنا روتے کہ آپکے جوڑ اکھڑ جاتے جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی حالت اصلی پر آتی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے جس عاقل کو دیکھا ہے تو موت سے خائف اور اسی سے اندوہناک پایا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے کسی عالم سے کہا کہ مجھکو نصیحت فرمائیے انھون نے فرمایا کہ حاکمون مین تمھین اول نہین کہ مرگئے یعنی اور حاکم بھی تم سے پہلے مرچکے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمائیے عالم نے کہا کہ تمہارے باپ دادون مین سے حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایسا نہین جسنے موت نہ چکھی ہو اور اب تمہاری نوبت ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رح اس بات کو سنکر رو پڑے اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی ہر روز کئی بار اس مین لیٹا کرتے اسیطرح ذکر موت کی مداومت کیا کرتے اور کہا کرتے اگر ایک دم کو موت کا ذکر میرے دل سے جدا ہوگا تو دل خراب ہوجاویگا اور مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کہتے ہین کہ اس موت نے تو راحت والون کے چین مین رخنہ کردیا پس ایسی راحت تلاش کرو جسکو فنا نہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے عنبسہ رح سے فرمایا کہ موت کی یاد بہت کر پس اگر تجھکو عیش کی وسعت حاصل ہو تو اسکو تنگ کر اور اگر تنگی عیش ہو تو اسکو وسیع کر اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مین نے ام ہارون سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب جانتی ہو انھون نے فرمایا کہ نہین مین نے پوچھا کہ کسواسطے انھون نے فرمایا کہ اگر تم کسی شخص کا قصور کرو تو اسکی ملاقات نہ چاہوگے پس مین اسکی نافرمانی کرکے اسکی وصال کیلیے اچھی جانون

دوسرا بیان دل مین ذکر موت کے جمانیکا طریق جاننا چاہیئے کہ موت ہولناک ہے اور اسکا اندیشہ بہت بڑا ہے اور آدمی جو اس سے غافل ہین تو اسوجہ سے کہ اسکا فکر کم کرتے ہین اور اسکا ذکر نہین کرتے اور اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دل فارغ سے نہین کرتا بلکہ دل شہوت دنیا سے بھرا رہتا ہے اسلیئے ذکر موت کی تاثیر دل مین نہین ہوتی تو اسکا طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے دلکو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے ہے اور چیزون سے خالی کرے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل خطرناک مین جانا یا جہاز مین سوار ہوکر سمندر مین سفر کرنا چاہے تو اسکو سوا اسی فکر کے اور کوئی فکر نہین رہتا تو جب موت کی یاد دل مین جم جاویگی تو کیا عجب ہے کہ اسمین اثر کرے اور اس صورت مین سرور و خوشی دنیا کی کم ہوجاوے اور دل مین شکستگی اور نرمی آجاوے

اور زیادہ تر موثر طریق اسباب مین یہ ہو کہ اپنے ہمسرون اور ہم عمرون کو جو پہلے مر چکے ہین یاد کرے یا انکی موت اور چھوٹ جانے کو خیال کرے اور انکی صورتین اور عہدے اور حالات یاد کرے اور سوچے کہ اب مٹی نے ان کی وہ خوبصورتی خاک مین ملادی انکے اعضا قبرونمین متفرق ہوگئے کسطرح اپنی بیبیو نکو بیوہ اور لڑکون کو یتیم چھوڑ گئے مال انکے جاتے رہے مسجدین انکی ویران ہوگئین مجلسین سونی پڑ گیئن کچھ نشان انکا نہ رہا یا وہ کرو فر تھا یا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ہو لیس ایک ایک شخص کو جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل مین اسکے حال اور کیفیت موت کی تفصیل کرے اور اسکی صورت کا تصور کرکے اسکی خوشی اور تردد اور زندگی اور بقا کے لیے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت وجوانی پر اعتماد کرنا اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور موت جلد اور ہلاک شتاب سے غافل رہنا یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ وہ کیسے چلتا پھرتا تھا اب اسکے دونون پانوئن اور سب جوڑ ٹوٹ گئے اور کیسے بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا اب کیڑون نے زبان اور خاک نے دانت چاٹ لیے اپنے لیے ایسی تدبیرین نکالتا تھا کہ بیس برس تک انکی حاجت نہ پڑے حالانکہ مرنے مین ایک ہی مہینا باقی تھا اور اسکو خبر نہ تھی کہ مجکو کیا پیش آنا ہو موت ایسے وقت مین آگئی کہ اسکو گمان نہ تھا یکایک موت کا فرشتہ اسکی نظرون مین ظاہر ہوگیا اور اسکے کان مین آواز بہشت خواہ دوزخ کی ڈالدی جب یہ تامل کر چکے تو پھر اپنے نفس پر غور کرے کہ مین بھی ویسا ہی ہون اور مجکو غفلت بھی ویسی ہی ہو جیسے ان لوگون کو تھی اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہو جو انکا ہوا حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ جب تو مردونکو یاد کرے تو اپنے آپ کو بھی ان ہی جیسا شمار کرے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ نیکبخت وہ ہو جو اپنے غیر سے نصیحت پاوے یعنی دوسرون کے حال سے عبرت حاصل کرے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہین کہ تم کیا دیکھتے نہین کہ ہر روز ایک نہ ایک صبح کے مسافر خواہ شام کے مسافر کو خدا تعالی کے پاس جانے کے لیے سامان کر دیتے ہو اور اسکو زمین کے ایک غار مین رکھدیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کر لیتا ہو احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہو اسباب سے علیحدہ ہو جاتی ہین تو ان فکرون یا ان جیسے اور فکرون کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان مین جانا اور بیمارون کا دیکھنا ایسی تدبیر ہی جس سے کہ موت کی یاد دل پر تازہ ہوتی چلی جاتی ہو یہانتک کہ ایسی غالب ہو جاتی ہو کہ ہر وقت آنکھون کے سامنے رہتی ہو ایسی صورت مین بعید نہین کہ آدمی موت کی تیاری کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ کم دیتا ہو اس سے آگاہی اور خوف کچھ نہین ہوتا۔ اور جب کبھی آدمی کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہو تو چاہیئے کہ اسیوقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہو۔ ابن مطیعؒ نے ایک روز اپنے گھر کو دیکھا اور اسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہوتی تو مین تجھسے خوش ہوتا اور اگر آل کار ہمارا قبرون کی تنگی نہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھین ٹھنڈی ہوتین پھر بہت زور سے روئے یہانتک کہ آواز بلند ہوئی

دوسری فصل فضیلت امل کی کوتاہی اور طول امل اور اسکے اسباب وکیفیت وعلاج کے بیان مین مشتمل چار بیانون پر

بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنے کی آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو فرمایا کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نکر اور اگر شام کرے تو صبح کا اور اپنی زندگی سے موت کے واسطے کچھ لے اور تندرستی سے بیماری کیلیئے اسلیئے کہ اے عبداللہ تجکو معلوم نہین کہ تیرا کل کو کیا نام ہوگا یعنی مردہ کہلاویگا یا زندہ۔[1] اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ مجکو خوف تمپر دو خصلتون کا ہے ایک پیروی خواہش نفس کی دوسری طول امل اسلیے کہ پیروی خواہش نفس کی حق سے پھیر دیتی ہو اور طول امل دنیا کی محبت ہو پھر فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی دنیا اسکو بھی دیتا ہو جس سے محبت رکھتا ہو اور اسکو بھی جس سے بغض رکھتا ہو اور جب اللہ تعالی کسی بندے کو دوست رکھتا ہو تو اسکو ایمان دیتا ہو سن لو کہ کچھ لوگ[2]

۱؎ ابن حبان نے نقل کیا ہو اور بخاری نے اسکو قول ابن عمرؓ سے روایت کیا ہو آخر حدیث کن فی الدنیا کانک غریب ہے ۲؎ ابن ابی الدنیا در قصر امل بسند ضعیف ۱۲

دین کے اہل ہین اور کچھ دنیا کے تو تم اہل دین سے ہو جاؤ نہ اہل دنیا سے یاد رکھو کہ دنیا منھ پھیر کر چل چکی ہے اور آخرت اسطرف منھ کیے چل چکی ہے خبردار ہو کہ تم عمل کے دن مین ہو جسمین کچھ حساب نہین اور عنقریب حساب کے دن مین ہو گے جسمین عمل نہو گا انتہی اور ام منذر فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم ایک شام کو لوگون کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم خدائے تعالیٰ سے شرم نہین کرتے انھون نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ ایسی چیزین جمع کرتے ہو جو کھاتے نہین اور اعمال ان امور کے کرتے ہو جو پاتے نہین اور مکانات ایسے بناتے ہو جنمین رہتے نہین اور حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہین کہ حضرت اسامہ بن زید نے ایک لونڈی مہینہ بھر کے وعدہ پر حضرت زید بن ثابتؓ سے سو دینار کو خریدی پس مین نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ کیا تمکو تعجب نہین آتا کہ اسامہ مہینہ کے وعدہ پر خریدلی ہوا ہے اسامہ بیشک طول امل رکھتا ہے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ مین نے اپنی دونون آنکھین کبھی اسطرح نہین کھولین کہ یہ گمان نہ کیا ہو کہ پلکین بند کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ میری روح قبض کر لیگا اور نہ کبھی مین نے آنکھ اوپر کو ایسی طرح کی کہ جان نکلنے کے پیشتر اسکے نیچے کرنے کا گمان کیا ہو اور نہ کبھی لقمہ ایسا کھایا کہ یہ گمان کیا ہو کہ موت سے پہلے اسکو نگلجاؤنگا پھر فرمایا کہ اے آدم کی اولاد اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانون کو مردون مین شمار کرو قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے جس چیز کا تم سے وعدہ ہے وہ بیشک آویگی اور تم ٹھکانہ سکو گے انتہی اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کیواسطے نکلتے اور پیشاب کر کے مٹی سے طہارت کر لیتے مین آپکی خدمت مین عرض کرتا کہ حضرت پانی تو آپ سے قریب ہی ہے آپ فرماتے کہ مجھے کیا معلوم شاید مین پانی تک نہ پہونچون انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین لکڑیان لین ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اسکے پاس اور تیسری کو دور گاڑا پھر پوچھا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے لوگون نے عرض کیا کہ خدا اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ پاس کی دونون لکڑیان ایک انسان ہے اور ایک اسکی موت اور دور کی لکڑی اسکی امل ہے کہ آدمی اس سے معاملہ رکھتا ہے اور موت اس تک پہونچنے نہین دیتی بیچ ہی مین اچک لیتی ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کی مثال یہ ہے کہ اسکے گرد ننانوے موتین ہین اگر ان سے بچے تو بڑھاپے مین پڑے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ یہ آدمی ہے اور یہ اسکے گرد اسکی موتین اسکی طرف کو منھ اٹھائے ہوے ہین اور بڑھاپا انکے بعد ہے اور امل بڑھاپے کے بعد ہے آدمی زیست کی حرص کرتا ہے اور یہ موتین اسکی طرف کو منھ اٹھائے ہوئے ہین جسکو حکم ہوتا ہے وہی اسکو دھر دباتی ہے پھر اگر ان موتون سے بچ گیا تو بڑھاپا اسکا خاتمہ کر دیتا ہے امل کا اسکو انتظار ہی رہتا ہے اور عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہین کہ ہمارے واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لکیر چوگوشی کھینچی اور اسکے بیچ مین ایک لکیر کھینچ کر اسکے گرد اور لکیرین کھینچین اور ایک لکیر مربع سے باہر کھینچی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے لوگون نے عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے بیچ والے خط کو تو انسان فرمایا اور مربع خط کو موت فرمایا جو انسان کو محیط ہے اور یہ خطوط درمیانی مصائب ہین کہ اسکو نوچ رہے ہین اگر ایک نوچنا بھول جاوے تو دوسری نوچ لیتی ہے اور جو خط باہر ہے اسکو امل فرمایا۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہرم ابن آدم ویبقی معہ اثنتان الحرص والامل اور ایک روایت مین ہے وتشب معہ اثنتان الحرص علی المال والحرص علی العمر سچ ہے ؎ مرد چون پیر شود حرص جوان میگردد: اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ اس امت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات پاوینگے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے مارے ہلاک ہونگے اور منقول ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بیٹھے ہوے تھے اور ایک بڈھا اپنی کدالی سے زمین کھود رہا تھا آپ نے

جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی اس شخص سے امل کو دور کر دے وہ بوڑھا کدالی پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا پھر حضرت عیسےٰ نے دعا مانگی کہ الٰہی اسکی امل اسکو دے دے وہ شخص اٹھکر کام کرنے لگا حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیون لیٹ رہا تھا اور اب کیون کام کرنے لگا بوڑھے نے کہا کہ کام کرنے مین میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ تو تو بوڑھا ہوا اب کب تک کام کریگا اسلیے مین نے کدال پھینک دی اور لیٹ رہا پھر میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ جبتک مین زندہ ہون بسر اوقات کی فکر ضرور ہے اسلیے اٹھکر اپنا کام کرنے لگا اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ تم سب چھا جانتے ہو کہ جنت مین جاؤ لوگون نے عرض کیا کہ ہان یارسول اللہ آپنے فرمایا تو زندگی کی حرص کم کرو اور اپنی موتون کو آنکھون کے سامنے جمالو اور اللہ تعالیٰ سے جیسی چاہیے ویسی شرم کرو ۔ اور آنحضرت صلعم دعا مین یون فرمایا کرتے اللھم انی اعوذ بک من دنیا تمنع خیر الآخرة اعوذ بک من حیاة تمنع خیر الممات واعوذ بک من امل یمنع خیر العمل ۔ **آثار** مطرف بن عبداللہ کہتے ہین کہ اگر مین جانتا کہ میری موت کب ہوگی تو اپنی عقل کے جانے کا خوف کرتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر احسان کیا ہے کہ موت سے غفلت دے دی ہے اگر غفلت نہوتی تو نہ زندگی اچھی طرح ہوتی اور نہ بازار لگتے ۔ اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ بھولنا اور امل دو بڑی نعمتین ہین بنی آدم پر اگر یہ دونون نہوتین تو مسلمان راستون مین نہ چلتے اور ثوریؒ فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ انسان احمق پیدا ہوا ہے اگر یہ بات نہوتی تو زندگی بخوبی نہو سکتی ۔ اور سعید بن عبدالرحمن فرماتے ہین کہ دنیا اسلیے آباد ہے کہ اسکے لوگون کو عقلین کم ہین اور حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہین کہ تین چیزون نے مجھے تعجب مین اتنا ڈالا کہ ہنسا دیا ایک تو زندگی دنیا کا حریص حالانکہ موت اسکی طالب ہے دوسرے غافل کہ اس سے غفلت نہین کیجاوے گی سوئم منھ بھر ہنسنے والا کہ نہین جانتا کہ پروردگار عالم اس سے ناراض ہے یا راضی اور تین دوسری چیزین ہین کہ انھون نے مجکو اتنا غمگین کیا کہ رولادیا اول فراق دوستون کا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکی جماعت کا دوسرے خوف قیامت مین کھڑے ہونے کا تیسرے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا کہ یہ معلوم نہین کہ مجھے جنت کو حکم کیا جاویگا یا دوزخ کو ۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین نے زرارہ بن ابی اوفی کو بعد انکے مرنے کے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے نزدیک اعمال مین سے کونسا زیادہ ہے انھون نے کہا کہ توکل اور امل کی کوتاہی اور حضرت ثوریؒ فرماتے ہین کہ دنیا مین زہد کرنا امل کا مختصر کرنا ہے نہ موٹا کھانا اور کمل پہننا اور مفضل بن فضالہؒ نے اپنے رب سے التجا کی کہ امل دور کر دے انسے اشتہا کھانے پینے کی جاتی رہی پھر دعا مانگی تو خدا تعالیٰ نے امل دے دی اور کھانے پینے لگے اور حضرت حسن سے کسی نے کہا کہ اے ابوسعید آپ اپنا کرتا نہین دھوتے آپ نے فرمایا کہ معاملہ اس سے جلد معلوم ہوتا ہے اور یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ موت تمہاری پیشانیون کے بالون مین بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے کوتہ ہوتی جاتی ہے اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ایسا ہون جیسے کوئی شخص اپنی گردن پھیلائے ہو اور اسکے سر پر تلوار ہو اور انتظار کرتا ہو کہ کب اڑائی جاویگی اور داود طائیؒ کہتے ہین کہ اگر مین اپنی امل کرون کہ مہینہ بھر جیون تو جانون کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوا اور یہ امل مین کیسے کر سکتا ہون حالانکہ دیکھتا ہون کہ تمام خلق پر مصیبتین رات دن کی ساعتون مین چھاتی رہتی ہین اور کہتے ہین کہ شقیق بلخی رح اپنے استاد ابوہاشم رمانیؒ کے پاس آئے اور انکے گوشۂ چادر مین کچھ بندھا تھا انکے استاد نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے شقیق نے کہا کہ کچھ بادام ہین میرے ایک بھائی نے مجھے دیے ہین اور کہا ہے کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم انسے افطار کرنا انکے استاد نے فرمایا کہ شقیق تم اپنے جی مین یہ کہتے ہو کہ مین شام تک زندہ رہونگا مین تم سے اب کبھی نہ بولونگا شقیق فرماتے ہین کہ استاد نے یہ کہکر دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ رہے اور حضرت عمر

احمد ابن ابی الدنیا
بروایت ابن السعید عن ابیہ
ابن شعیب عن ابیہ
عن جدہ ۱۲۰ ۳۲۷
ابن ابی الدنیا مرسلاً
بروایت حسن ۱۲
۳۲۷ الٰہی مین
پناہ مانگتا ہون
ایسی دنیا سے جو
آخرت کی بہتری
کے اور ایسی زندگی
سے جو موت
کی بہتری سے
باز رکھے اور ایسے
عمل سے جو عمل کی
بہتری سے مانع
ہو ابن ابی الدنیا
در قصر امل بروایت
حوشب عن النبی
صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم جو شب
کا حال مجھے نہین معلوم
عہ صحیح زرارہ
ابن اوفی ۱۲

بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ سن لو کہ ہر سفر کے لیے توشہ ضرور ہی اسلیے دنیا سے آخرت تک کے سفر کا توشہ اپنے تقویٰ کو کرلو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کسی نے خداے تعالیٰ کے ثواب اور عذاب مہیا کو دیکھ لیا ہو تو ثواب کو دیکھکر رغبت کرو اور عذاب کو دیکھکر خوف کرو اور حرص زندگی کو زیادہ مت بڑھاؤ ورنہ تمہارے دل سخت ہو جاوینگے اور تم اپنے دشمن کے تابع ہو جاؤ گے بخدا کہ وہ شخص اپنی امل کو نہین پھیلاتا جو نہین جانتا کہ شام کے بعد مجکو صبح ملیگی کہ نہین یا صبح ملی تو پھر شام ملیگی کہ نہین اور ان دونون کے درمیان مین موتون کے دہلے اکثر ہوا کرتے ہین مینے اور تمنے اکثر ان لوگون کو دیکھا ہے جو دنیا پر مغرور تھے آنکھ ٹھنڈی اسی کی ہی جو عذاب آلہی سے نجات پانے کا اعتماد رکھتا ہو اور خوش وہی ہوتا ہی جو اہوال قیامت سے نڈر ہو اور جن لوگونکا یہ حال ہو کہ ایک زخم ابھی بھرا ہی نہین اور دوسرا دوسری طرف سے اور لگا تو وہ کیسے خوش ہون مین خداے تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہون اسبات سے کہ تمکو اسبات کا حکم کرون جس سے اپنے نفس کو منع کرون پھر پڑجاوے میری تجارت مین نقصان اور میرا خسارہ اور بیچارگی اس روز ظاہر ہو جسدن توانگری اور محتاجی کھلیگی اور ترازوئین کھڑی ہونگی تم ایسے معاملے کی تکلیف دیے گئے ہو کہ اگر ستارے اسکی تکلیف دیے جاتے تو بے نور ہو جاتے اور پہاڑ گل جاتے اور زمین پھٹ جاتی تم کیا جانتے نہین کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہین اور تمکو بے شک ان مین سے ایک مین جانا ہی اور ایک شخص نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اور ان دونون مین واسطہ موت ہی اور ہم پراگندہ خوابون مین ہین والسلام اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ دنیا پر غم کرنا بہت لنبا ہی اور موت آدمی سے قریب ہی اور ہر روز کچھ نہ کچھ گھٹتا جاتا ہی اور بدن مین بلا آہستہ آہستہ ٹہل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ کوچ کا نقارہ بجایا جاوے سفر کی تیاری کر لینی چاہیئے والسلام اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ جبتک حضرت آدم علیہ السلام نے خطا نہین کی تھی انکی امل پیٹھ پیچھے تھی اور موت آنکھون کے سامنے اور جب آپنے خطا کی تو معاملہ برعکس ہو گیا کہ امل تو آنکھون کے سامنے کردی گئی اور موت پیٹھ کے پیچھے اور عبداللہ بن سمیطؒ کہتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے سنا ہی کہ کہتے تھے اے وہ شخص کہ اپنے زیادہ تندرست رہنے سے مغالطہ مین ہو گیا تو نے کسی کو بدون بیماری مرتے نہین دیکھا اے وہ شخص کہ بہت سی مہلت پانیسے مغالطہ مین ہو گیا تو نے کبھی کسی گرفتار کو نہین دیکھا کہ بدون سامان پکڑا گیا ہو اگر تو اپنی عمر کی زیادتی مین فکر کرے اپنی پہلی لذتین سب بھولجاوے بھلا تم لوگ تندرستی سے مغالطے مین پڑے ہوئے ہو یا بہت دنون آرام سے گذرنے پر اکڑتے ہو یا موت سے نڈر ہو یا ملک الموت پر دلیر ہو ملک الموت جب آویگا تو اس سے تم کو نہ تمہاری ثروت بچاویگی نہ کثرت جمعیت تمکو کیا معلوم نہین کہ موت کا وقت سختیون اور غصون اور قصور پر پشیمانی کی گھڑی ہی پھر یون کہا کرتے تھے کہ خداے تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو موت کے بعد کے لیے عمل کرے خداے تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر کہ اپنے نفس پر موت سے پہلے ترس کی نظر کرے اور ابو زکریا تیمیؒ کہتے ہین کہ سلیمان بن عبدالملک مسجد حرام مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر جسپر کچھ کندہ تھا کوئی ان کے سامنے لایا اسکے پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے دیکھا تو اسمین یہ لکھا تھا کہ اے آدمی اگر تو اپنی موت کیوقت کی نزدیکی دیکھ پاوے تو اپنی طول امل کو چھوڑ دے اور عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو اور طمع اور حیلے کم کردے اور تو کل کو پشیمانی اٹھاویگا اگر تیرا قدم لغزش کریگا اور تیرے گھر والے اور نوکر چاکر تجھکو حوالہ کر دینگے اور باپ اور رشتہ دار تجھ سے جدا ہونگے اور بیٹا اور داماد چھوڑ دینگے تو پھر دنیا مین نہ پھریگا نہ اپنے عمل مین زیادتی پاویگا پس قیامت کے لیے حسرت اور ندامت سے پیشتر کچھ کرلے اسکو سنکر خلیفہ سلیمان بہت روئے اور بعضون نے کہا ہی کہ مین نے

خط محمد بن یوسف کا بنام عبدالرحمن بن یوسف کے دیکھا اسمین لکھا تھا کہ بعد سلام کے مین شکر کرتا ہون اس معبود کا جسکے سوا اور کوئی معبود نہین اور تجکو ڈراتا ہون اس حال سے کہ تو اپنے مہلت کے گھر سے قیام کی جگہ اور جزاء اعمال کے گھر مین جاویگا اب تو زمین کے اوپر رہتا ہے چندروز مین اسکے اندر ہوجاویگا پھر تیرے پاس منکر اور نکیر آکر تجکو بٹھلاوینگے اور تجکو ڈانٹ بتاوینگے پس اگر اسوقت اللہ تیرے ساتھ ہوگا تو کچھ خوف اور وحشت اور حاجت نہین اور اگر معاملہ دگرگون ہوا تو خداے تعالیٰ مجکو اور تجکو پناہ دے بری نوبت ہوگی مقام لیٹنے کا تنگ ہوجاویگا تجکو خبر نہین کہ پھر اٹھنے کے لیے چیخ ہوگی اور صور پھونکا جاویگا اور خداے جبار مقدمات خلق کے فیصلہ کیلئے آمادہ ہوگا زمین اپنے لوگون سے اور آسمان اپنے باشندون سے خالی ہوجاوینگے اسرار کھل جاوینگے اور جہنم بھڑکائی جاویگی میزانین کھڑی ہونگی اور انبیا اور شہدا کو بلوا کر لوگونکے باب مین ٹھیک ٹھیک حکم دیا جاویگا اور کہا جاویگا کہ سب تعریفین اللہ کو شایان ہین جو سب عالمونکا پروردگار ہے تو بہت سے رسوا ہونگے اور بہتون کی پردہ پوشی کیجاویگی اور بہت سے تباہ ہونگے اور بہت سے نجات پاوینگے بہتونپر عذاب ہوگا اور بہتونپر رحم مجکو معلوم نہین کہ اس روز میرا اور تیرا کیا حال ہونا ہے اسیسے لذتین جاتی رہین شہوات چھوٹ گئین امل کوتاہ ہوگئے سوتے بیدار ہوے غافل چونکنے ہوے خداے تعالیٰ اس بڑے خوف پر ہماری اور تمہاری مدد کرے اور دنیا اور آخرت کی جگہ ہمارے اور تمہارے دلمین ایسی کرے جیسے متقیونکے دلمین کرتا ہے اسلیے کہ ہم اسی کے ہین اور اسی کے باعث موجود والسلام - اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحنے خطبہ پڑھا اور خداے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرکے فرمایا لوگو تم نکمے نہین پیدا ہوے نہ مہمل چھوڑے جاؤگے تمکو ایک اٹھنے کی جگہ مین خدائے تعالیٰ حکم اور فیصلے کیواسطے اکٹھا کریگا پس ناامید اور بدبخت کل کو وہ بندہ ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کہ ہر چیز پر پھیلی ہے اور اپنی جنت سے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے نکالدے اور کل کو امن اس شخص کو ہوگا جو خوف اور تقوی کرے اور تھوڑی اور ناپائدار چیز اور بدبختی کو بہت اور پائدار اور سعادت کے عوض مین دیڈالے دیکھو مرے ہوؤن کا سوگ تم کرتے ہو اسیطرح تمہارے پس ماندہ تمہارا کرینگے ہر روز دیکھتے ہو کہ صبح کو اور شام کو خداے تعالیٰ کے پاس لوگ چلے جاتے ہین انکا وقت پورا ہوگیا اور امل جاتی رہی تم انکو زمین کے گڑھے کے اندر بے فرش و بے تکیہ رکھدیتے ہو کہ نہ کوئی سامان اسکے ساتھ ہے نہ کوئی رفیق و غمخوار صرف حساب کا سامنا ہے بخدا کہ مین یہ بات تو تم سے کہتا ہون مگر جتنے گناہ اپنے نفس مین جانتا ہون انسے زیادہ مین تم مین سے کسی مین نہین جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کے طریق ٹھیک ٹھیک ہین ان مین اسکی طاعت کے لیے امر کرتا ہون اور معصیت سے منع کرتا ہون اور خدائے تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہون اسکے بعد اپنی آستین منھ پر رکھکر اتنا روئے کہ آنسوؤنسے ڈاڑھی بھیگ گئی اور پھر اس مقام پر آنے کی نوبت نہ آئی یہان تک کہ وفات پائی اور قعقاع بن حکیم کہتے ہین کہ مین نے تیس برس سے موت کا سامان کرلیا ہے تو جب موت آوے گی تو مین اتنی دیر بھی اچھی نہ جانونگا کہ ایک چیز کو دوسری سے پیچھے کردون اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ کوفے کی مسجد مین مین نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ کہتا تھا کہ مین تیس برس سے اس مسجد مین موت کا منتظر ہون کہ آوے اب اگر آوے گی تو مین اسکو نہ کسی چیز کا حکم کرون نہ کسی چیز سے منع کرون اور نہ میری کسی کے پاس کوئی چیز ہے نہ کسی کی میرے پاس اور عبداللہ بن ثعلبہ کہتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید تمہارا کفن دھوبی کے یہان سے آچکا ہو - اور محمد بن علی زاہد کہتے ہین کہ ہم کوفہ مین ایک جنازے کے ساتھ نکلے اور داؤد طائی رح بھی اسمین شریک تھے جنازہ جب دفن ہونے لگا تو داؤد طائی ایک طرف کو ہو بیٹھے مین ان کے پاس جا بیٹھا تو

ہین نے سنا کہ یون کہتے تھے جو وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہو وہ دور کی چیز نزدیک جانتا ہو اور جسکو امل زیادہ ہوتی ہو اسکا عمل ضعیف ہوتا ہے اور جو آنے والی چیز ہو وہ قریب اور بھائی جہان یاد رکھ کہ جو شئے خدائے تعالیٰ سے تجکو اور کام مین لگاوے وہ تیرے اوپر منحوس ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا کے باشندے جو قبرون مین ہین ان کا یہ حال ہو کہ جو چھوڑ گئے اس سے پشیمان ہین اور جو آگے بھیج دیا تھا اس سے شاد ان کر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہین دنیا دار اسی پر لڑتے مرتے ہین اور اسی پر رغبت اور حاکمون کے سامنے خصومت کرتے ہین اور روایت ہے کہ حضرت معروف کرخیؒ نے نماز کی تکبیر کہی اور محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھاؤ انھون نے کہا کہ مین یہ نماز اگر پڑھا دونگا تو دوسری نماز کوئی نہین پڑھانیکا حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ تم اپنے دل مین کہتے ہو کہ مین دوسری نماز بھی پڑھونگا ہم اللہ تعالیٰ سے طول امل سے پناہ مانگتے ہین کہ وہ عمل نیک کی مانع ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جا نہین عہٗ بہت سے گھر ایسے ہین کہ خدائے تعم نے ان پر فنا لکھدی ہو اور ان کے رہنے والون پر اس مین سے چلا جانا تو بہت سے بخوبی آباد چند روز مین اجڑ جاتے ہین اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ انکے رہنے پر حرص کرین سفر کر جاتے ہین پس لوگو خدائے تعم تمپر رحم کرے اسمین سے اچھی طرح نکلو اور جو کچھ تمہارے سامنے لے چلنے کی چیزین ہون ان مین سے عمدہ اپنے ساتھ لو اور توشہ لے لو کہ بہتر توشہ تقویٰ ہو دنیا کا حال ایسا ہو جیسے سکڑتا سایہ کہ چلا جاتا ہو ابھی تو آدمی دنیا کا راغب اور اس سے خنک چشم بیٹھا ہو کہ اتنے مین خدائے تعم نے اسکو اپنے حکم سے طلب فرمالیا اور اسکے سرپر موت کا رونا ڈالا تو سب اسکے نشان چھین لیے اور اسکی عمارت اور دولت دوسرون کے لیے کردی دنیا جتنی تازگی دیتی ہو اتنا خوش نہین کرتی خوش کم کرتی ہو اور رنج بہت دیتی ہو سچ ہے

جہان مین عرصہ عشرت سے سوا دہ چند ہو غم کا ؛ اگر ہو عید کا اک دن تو عشرہ ہو محرم کا ؛

اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے خطبے مین فرمایا کرتے کہان گئے وہ لوگ جنکے منہ خوبصورت چمک دمک کے ساتھ تھے اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے کہان ہین وہ لوگ جنھون نے شہر بنائے اور شہر پناہون سے انکو مضبوط کیا کہان ہین وہ بہادر کہ لڑائی مین بڑھ چڑھکر رہا کرتے تھے زمانے نے ان کو زیر کردیا قبرون کے اندھیرون مین جا پڑے تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانون کے لیے نجات کی صورت ڈھونڈھو

دوسرا بیان

طول امل کے سبب اور اسکے علاج مین جاننا چاہیئے کہ طول امل کے دو سبب ہین ایک جہالت اور دوسرے دنیا کی محبت دنیا کی محبت کا یہ حال ہو کہ آدمی جب اس سے اور اسکی شہوات و لذات و علائق سے مانوس ہوتا ہو تو اسکے دل پر اسکی جدائی شاق ہوتی ہے اور موت جو سبب دنیا کی مفارقت کا ہو اس سے اسکا دل متنفر ہوتا ہو اور اسمین فکر نہین کرتا اور جس چیز سے آدمی نفرت کیا کرتا ہے اسکو اپنے نفس سے ٹالا کرتا ہو اور آدمی ہمیشہ جھوٹی آرزؤن مین مشغول رہتا ہو اپنے نفس کے لیے ایسی ہی آرزو کرتا ہو جو اسکی مراد کے موافق ہو اور اسکی مرضی کے موافق دنیا مین رہتا ہو تو اسی کا خیال رکھتا ہو اور اسی کو اپنے لیے فرض کرلیتا ہو اور جو لوازم یہان رہنے کے ہین اور جنکی اسکو ضرورت ہوتی ہو یعنی مال اور اولاد اور گھر اور دوست اور سواریان وغیرہ سامان کو فرض کرلیتا تو اسکا دل اسی فکر پر رک جاتا ہو موت کی یاد نہین رہتی اسکا قریب ہونا خیال مین نہین گذرتا اور اگر کسی وجہ سے موت کا معاملہ اور اسکی تیاری کا حال جو دل مین گذرتا ہو تو اسکا نفس وعدہ کرلیتا ہو اور لیت و لعل مین ڈالتا ہو اور کہتا ہو کہ ابھی بہت دن باقی ہین بڑا ہوکر توبہ کرلیجو اور بڑا ہونے پر کہتا ہے کہ بوڑھا ہوکر توبہ کیجو اور بوڑھا ہوتا ہو تو کہتا ہے

عہٗ اصل مین یہ ہو کہ یہ دنیا ایسا گھر ہے کہ اللہ تعم نے اسپر فنا کا حکم لکھدیا ہو اور اس کے لوگون پر وہان سے چلا جانا الخ ۱۲

کہ یہ مکان بناکر اور یہ زمین آباد کرکے اور اس سفر سے لوٹ کر اور اس لڑکے کی شادی اور دختر کے جہیز سے فارغ ہوکر اور اس دشمن کے قہر سے جو بدگوئی کرتا رہتا ہی محفوظ ہوکر توبہ کرلینا غرضکہ ہمیشہ اسیطرح ٹالتا اور تاخیر اسکا شیوہ رہتا ہی اور جس کام مین گھستا ہے اسکے پورا کرنے مین دس کام اور لگ جاتے ہین اور دن کے بعد دوسرا دن رفتہ رفتہ گذرا چلا جاتا ہی اور ایک کام سے دوسرا کام آتا جاتا ہی یہانتک کہ موت ایسے وقت مین آچک لیتی ہی کہ اسکو گمان بھی نہین ہوتا اسوقت بجز حسرت وافسوس اور کچھ حاصل نہین ہوتا اور اکثر دوزخ والے لیت ولعل ہی سے فریاد کرینگے کہ ہاے ہمنے کیون تاخیر کی تھی اور آدمی بیچارہ یہ نہین جانتا کہ جس امر کے باعث آج تاخیر کرتا ہی وہ کل کو بھی تو اسکے ساتھ ہوگا بلکہ مدت گذرنے پر تو اسکو استحکام اور مضبوطی زیادہ ہوجاویگی اور اسکو یہ گمان ہی کہ دنیا مین خوض کرنیوالے کو اور اسکی حفاظت کرنیوالے کو کبھی نہ کبھی فراغ ہوسکتا ہی اور یہ اسکی خام خیالی ہی اس سے فارغ وہی ہوتا ہی جو اسکو مختصر کرے جیسے کسی نے کہا ہی ؎ کار دنیا کسے تمام نکرد ؛ ہر چہ گیرید مختصر گیرید ؛ اور اصل ان سب آرزوون کی دنیا کی محبت ہی اور اس حدیث کے مضمون سے غفلت اَحْبِبْ مَن اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُه اور جہالت کا حال یہ ہی کہ انسان کبھی اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہی تو جوان ہوتے ہوے موت کا آنا بعید جانتا ہی اور بیچارہ یہ نہین سوچتا کہ اگر اپنی بستی کے بوڑھون کو گنے تو دس پانچ ہونگے اور انکے کم ہونے کی یہی وجہ ہی کہ جوانی مین موت بہت ہوتی ہی جبتک ایک بوڑھا مرتا ہی ہزار جوان اور لڑکے مرجاتے ہین اور کبھی موت کو اپنی تندرستی کے باعث بعید جانتا ہی اور اچانک موت کے آنے کو دشوار سمجھتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ اچانک مرجانا کچھ دشوار نہین اور اگر بالفرض دشوار ہو تو یکایک بیمار ہوجانا تو دشوار نہین اور بیماری تو اچانک ہی ہوا کرتی ہی اور جب بیمار ہوا تو موت کیا دور ہی اور اگر یہ غافل سوچے اور معلوم کرے کہ موت کے لیے کوئی وقت مخصوص جوانی اور بڑھاپے اور ادھیڑپن کا یا کوئی موسم گرمی جاڑے خزان بہار یا رات دن کا معین نہین تب البتہ بہت چوکنا ہو اور اسکے سامان مین لگے مگر جہالت اور محبت دنیا کے باعث طول امل مین گرفتار ہی اور موت کے جلد آنے سے غافل وہ ہمیشہ یہی گمان کرتا ہی کہ موت میرے سامنے ہی ہوگی اپنے اوپر اسکا آنا فرض نہین کرتا یہی خیال کرتا ہی کہ مین جنازے کے ساتھ چلونگا یہ نہین فرض کرتا کہ میرے جنازے کے ساتھ بھی لوگ چلینگے اسلیے کہ ہمیشہ جنازون کے ساتھ رہتے رہتے اس سے مالوف ہورہا ہی دوسرونکو مرتے دیکھکر اور ویسے ہی مرنے کا عادی ہی اپنے مرنے سے انس نہین اور نہ ممکن ہی کہ اپنی موت سے الفت کرے اسلیے کہ وہ واقع نہین ہوئی اور اگر ہوگی تو ایک ہی دفعہ ہوگی وہی اول ہی وہی دوم پس اس سے الفت کیسے ہو تو اس صورت مین اسکا علاج یہ ہی کہ اپنے نفس کو غیر پر قیاس کرے اور جانے کہ یقیناً میرا جنازہ بھی اٹھیگا اور قبر مین دفن کیا جاوے اور کیا عجب ہی کہ جو اینٹ تختہ میری گور مین لگیگا وہ بن چکا ہو اور مجھکو علم نہو اس صورت مین تاخیر کرنی محض نادانی ہی اور جب یہ معلوم ہوچکا کہ سبب تاخیر کا جہل اور محبت دنیا ہی تو ظاہر ہی کہ علاج سبب کو دور کرنے سے ہوگا پس جہل کو تو اسطرح دور کرنا چاہیے کہ دل حاضر سے فکر صاف کرے اور پوری حکمت کی باتین صاف دل والون سے سنے اور محبت دنیا کا دل سے نکالنا البتہ سخت ہے اور یہ وہ مرض لاعلاج ہی جسکے علاج مین اگلے پچھلے سب تھک گئے ہین اسکا علاج یہی ہی کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر ہو اور جو کچھ بڑا عذاب اور عمدہ ثواب اس روز ہونا ہی اسپر یقین کامل ہو اسلیے کہ اس یقین سے دنیا کی محبت دل سے جاتی رہیگی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو دور کردیتی ہی تو جس صورت مین دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو معاینہ کریگا تو برا جانیگا کہ دنیا پر نظر ڈالے گو سلطنت تمام روے زمین ہی کی کیون نہو اسلیئے کہ ہر ایک بندے کو جو تھوڑی سی دنیا ملتی ہی تو وہ بھی کدورت اور بیمزگی سے خالی نہین ہوتی تو اسی چیز سے

کس طرح خوش ہوگا اُسکی محبت دلمین کیسے جمیگی بشرطیکہ آخرت پر یقین ہو ہم خدا سے تعہ سے سوال کرتے ہین کہ دنیا کو ہماری نظرون مین ایسا کردے جیسا اپنے نیک بندون کی نظرون مین کر رکھا ہے اور موت کے دل پر چھٹنے کا علاج اس سے اچھا کوئی نہین کہ جو لوگ اپنے ہمسر اور ساتھ والے مرگئے ہین انکے حال پر غور کرے کہ انپر موت ایسے وقت مین آگئی کہ انکو خیال سکا نہ تھا جو شخص اسکے لیے تیار تھا اسکو تو فلاح عظیم ہوئی اور جو طول امل سے مغالطہ مین تھا اسکو کھلا کھلی خسارہ ہوا پس انسان کو ہر ساعت چاہیئے کہ اپنے پانون اور اعضا کیطرف دیکھے اور تامل کرے کہ ہان انکو کیڑے ایسے کھا جاوینگے اور ہڈیان ان کی کسطرح علحدہ اور متفرق ہوجاوینگی اور تامل کرے کہ کیڑے اول دہنی آنکھ کا ڈھیلا یا بائین آنکھ کا کھانا شروع کرینگے اور جو اعضا میرے بدن پر ہین کوئی ایسا نہین جو کیڑون کی خوراک نہو اور میرے ساتھ بجز علم اور ایسے عمل کے جو خالص خدائے تعہ کے لیے ہو اور کچھ نرہیگا اسیطرح وہ حالات بھی سوچ جنکو ہم عنقریب لکھینگے یعنی عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال اور حشر و نشر اور قیامت کے اہوال اور بڑے دن کی پیشی کے لیے پکار کا خوف وغیرہ تو یہ فکر اس قسم کی ہے کہ آدمی کے دل پر موت کو تازہ کرتی رہے اور اسکی تیاری مین لگاتی رہے

تیسرا بیان لوگونکے مراتب کا طول اور قصر امل کے باب مین واضح ہو کہ اسباب مین لوگ مختلف مراتب کے ہین بعض تو ایسے ہین کہ وہ ہمیشہ جینا چاہتے ہین جیسے خدائے تعہ فرماتا ہے یود احدہم لو یعمر الف سنۃ اور بعضے بوڑھا ہونے تک زندگی کے حریص ہوتے ہین یعنی جتنی عمر اور زندگی بڑی سے بڑی لوگون کی دیکھی اتنی ہی کے خواہان ہوے ایسا شخص دنیا سے بہت محبت کیا کرتا ہے حدیث شریف مین ہے کہ بوڑھا آدمی دنیا کی طلب کی محبت مین جوان ہوتا ہے گو بڑھاپے کے سبب سے اسکی ہانس مرگئی ہون مگر تقویٰ والے اور وہ کمتر ہین انتہیٰ اور بعض ایک برس دن کے جینے کی توقع رکھتے ہین اور اس سے زیادہ کے سامان کی تدبیر نہین کرتے اور آیندہ سال مین اپنا وجود نہین فرض کرتے مگر گرمی مین جاڑے کے لیے اور جاڑے مین گرمی کے لیے سامان کیا کرتے ہین پس اگر سال بھر کے لیے سامان کافی ہو تو عبادت مین مشغول ہوتے ہین اور بعضے صرف ایک موسم مثلاً گرمی خواہ جاڑے ہی تک کی امل کرتے ہین تو اسی نظر سے گرمیون مین جاڑے کا سامان اور جاڑون مین گرمی کا جمع نہین کرتے اور بعض کے امل کا مآل صرف ایک دن اور رات کا ہوتا ہے تو صرف دن بھر کی تیاری کرتا ہے کل کی فکر نہین کرتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ کل کی روزی کا اہتمام مت کرو اسواسطے کہ اگر کل کی تمکو مہلت ملیگی تو تمہارا رزق اور مہلت دونون تمکو پہونچینگی اور اگر کل تمہاری مہلت نہین تو تمکو اہتمام بھی نچاہیئے دوسرون کے لیے تمکو کیا ضرور ہے کہ فکر کرو اور بعضون کی امل ایک ساعت کی ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ جب تو صبح کرے تو اپنے دلمین شام کا خیال نکر اور شام کرے تو صبح کا دھیان نکر اور بعض ایک ساعت کا باقی رہنا بھی نہین جانتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم استنجا کے بعد باوجود ساعت کے اندر ہی پانی پر قدرت کے تیمم کرلیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ شاید مین پانی تک نہ پہونچون اور بعضے ایسے ہوتے ہین کہ موت گویا انکی آنکھون کے سامنے ہے اور لیا چاہتی ہے وہ اسکے منتظر رہتے ہین ایسا شخص رخصت کرنیوالے کی سی نماز پڑھا کرتا ہے اور یہی حال معاذ بن جبل کا ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسے انکے ایمان کی حقیقت پوچھی تو عرض کیا کہ مین نے کوئی قدم ایسا نہین رکھا کہ گمان کیا ہو کہ اب دوسرا اسکے بعد رکھونگا اور جیسا کہ اسود حبشی کے حال مین ہے کہ وہ رات کو نماز پڑھتے اور دہنے بائین تکتے کسی نے انسے کہا کہ یہ کیا بات ہے انھون نے کہا کہ مین ملک الموت کو دیکھتا ہون کہ کون سی طرف سے میرے پاس آتا ہے تو یہ ہین لوگونکے مراتب اور ہر ایک کے لیے خدائے تعہ کے پاس درجات ہین اور جس شخص کی امل ایک مہینا ہے وہ ایسا نہین جسکی امل ایک مہینا اور ایکدن ہے یعنی دونون کا درجہ یکسان نہین اسلیے

کہ اللہ تعم ذرہ بھر بے انصافی نہین فرماتا ہو فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ پھر اثر امل کے چھوٹا ہونے کا عمل پر سبقت کرنے سے ظاہر ہوتا ہو جو کوئی دعوی کرے کہ میری امل تھوڑی ہو وہ جھوٹا ہو بلکہ اسکے اعمال سے ظاہر ہوگی یعنی وہ ایسے اسباب کے درپے ہوتا ہے کہ غالباً برس روز مین بھی ان کی ضرورت نہو تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ امل بڑی رکھتا ہو اور توفیق کی پہچان یہ ہے کہ موت آنکھون کے سامنے ہو اس سے ایک گھڑی غافل نہو اور اسی کی تیاری مین معروف رہے کہ ابھی آجاوے گی اور اگر شام تک بچ جاوے تو خدائے تعم کا شکر کرے کہ مجھسے اپنی طاعت کرائی اور اس امر سے خوش ہو کہ دن ضائع نہوا بلکہ اسمین سے جتنا اپنا بہرہ تھا ملگیا اور ذخیرۂ آخرت ہوا پھر صبح کو از سر نو اسیطرح کرے اور ہر صبح و شام یہی کام کرے اور یہ بات اس شخص کو میسر ہوتی ہو جسکو کل کی فکر نہو کہ کل کو کیا ہوگا ایسا شخص اگر مریگا تو سعادت اور غنیمت پاویگا اور اگر زندہ رہیگا تو عمدہ تیاری اور لذت مناجات سے خوش رہیگا موت سے اسکی سعادت ہو اور حیات سے زیادتی منزلت پس اے مسکین موت کو اپنے دل پر رکھ لے اسلیے کہ جان تجھے اڑائے لیے جاتی ہو اور تو اپنے نفس سے غافل ہو عجب نہین کہ تو منزل کے قریب پہونچ گیا ہو اور مسافت طے کرچکا ہو اور یہ بات تجکو جبھی حاصل ہوگی جب جتنی مہلت پاویگا اسمین عمل کریگا

چوتھا بیان عمل پر مبادرت اور تاخیر کی آفت سے بچنے مین۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دو بھائی غائب ہون اور ایک کا انتظار تو اسکو دوسرے دن آنے کا ہو اور دوسرے کا سال بھر کے بعد یا اور کسی مدت کے بعد تو وہ شخص دوسرے کے آنیکی تیاری نہ کریگا بلکہ جو شخص دوسرے روز آویگا اسکے آنے کا سامان کریگا اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ تیاری قرب انتظار سے ہوا کرتی ہو اس صورت مین جو شخص موت کے آنیکا انتظار برس روز کے بعد کریگا تو اسکا دل اسی مدت سے متعلق رہیگا بیچ کے دنون پر دھیان نہ دیگا اور انکو بھول جاویگا ہر صبح کو اسی بات کا منتظر رہیگا کہ ابھی برس بھر کا مل پڑا ہو اور شروع اسی دن کو جانتا ہو جس مین موجود ہو جو دن گذرتے جاتے ہین انکو کم نہین کرتا اور یہ امر اسکو ہمیشہ عمل پر مبادرت نہین کرنے دیتا اسلیے کہ اپنے نفس کے لیے ہمیشہ گنجایش اس برس مین تصور کرتا ہو اور اسیوجہ سے عمل مین تاخیر کرتا ہو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین[72] کہ نہین انتظار کرتا تم مین سے کوئی دنیا مین سے مگر توانگری جو مانع طاعت سے ہو یا مفلسی جو طاعت سے بھلا دے یا مرض مفسد یا بوڑھاپا کہ عقل کو خبط کردے یا موت جلدی کی جسکے باعث کوئی کار ثواب نہ بن پڑے یا دجال پس دجال برا غائب ہو کہ انتظار کیا جاوے یا قیامت کا انتظار کرتا ہو اور قیامت نہایت سخت اور تلخ ہو انتہی۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرنے مین فرمایا[73] کہ پانچ چیزون کو پانچ چیزون سے پہلے غنیمت جان اپنی جوانی کو بوڑھاپے سے پہلے اور تندرستی کو بیماری سے اور توانگری کو مفلسی سے اور فارغ ہونے کو شغل سے اور زندگی کو موت سے پیشتر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ یعنے آدمی ان دونون نعمتونکو غنیمت نہین جانتا اور جب جاتی رہتی ہین تب انکی قدر پہچانتا ہو جیسا کہ مشہور ہو ؎ قدر ہر نعمت ست بعد زوال ؛ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا[75] جو خوف کرتا ہو وہ اول شب مین چل دیتا ہو اور جو اول شب مین چلتا ہو وہ منزل کو پہونچ جاتا ہو سن لو کہ خدائے تعم کی متاع بھاری مول ہو اور آگاہ ہو کہ خدائے تعم کی متاع جنت ہو اور فرمایا[76] جائت الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ جاء الموت بما فیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے اصحابؓ سے غفلت یا مغالطہ ملاحظہ فرماتے تو ان مین بلند آواز سے پکارتے[77] اتتکم المنیۃ راتبۃ لازمۃ اما بشقاوۃ واما بسعادۃ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے[79] فرمایا کہ مین ڈرانے والا ہون اور موت غارت کرنے والی ہو اور

ذرہ بھر سے بھی کم نیکی کرے گا وہ دیکھے گا ۱۲ ترمذی بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ۷۲ ابن ابی الدنیا ۱۲ ۷۳ و ابن ابی الدنیا ۱۲ دو نعمتین ہین کہ ان مین اکثر لوگ خسارے مین ہین ۱۲ یعنی ایک مدت رسیدہ ۱۲ دوسری اوپر ترمذی بروایت ابن عباس ۱۲ ۷۵ ترمذی بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ۷۶ آئی ہلانے والی اور اسکے پیچھے ہلانے والی آئی آئی موت مع ان چیزون کے جو اس کے اندر ہین ۱۲ ترمذی بروایت ابی ابن کعب ۱۲ ۷۷ ابن ابی الدنیا بروایت زید سلمی ۱۲ ۷۸ موت تمہارے پاس آئی لازم پکڑنے والی یا بدبختی کے ساتھ یا نیک بختی کے ۱۲ ۷۹ ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲

قیامت وعدے کی بگلہ ہی اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ[1] آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسوقت باہر نکلے کہ آفتاب درختون کی ٹہنیون پر پہونچ گیا تھا فرمایا کہ دنیا مین سے اسیقدر رہا ہی جتنا کہ اس دن سے باقی ہی بہ نسبت اس مقدار کے کہ گذر گیا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا[2] کہ دنیا کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی کپڑا کہ شروع سے اخیر تک پھٹکر ایک دھاگے مین اخیر کو لٹکا رہگیا ہو تو بعید نہین کہ وہ دھاگا بھی ٹوٹ جاوے اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ[3] آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ پڑھنے مین قیامت کا ذکر فرماتے تو اپنی آواز بلند کرتے اور رخسار مبارک سرخ پڑجاتے گویا کسی لشکر سے ڈراتے ہین فرماتے کہ صبح ہوتے آئے اور شام ہوتے آئے ہین اور قیامت ان دونو کی طرح بھیجی گئی ہی اور اپنی دونون انگلیون کو ملا لیتے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام پھر فرمایا کہ نور جب سینے مین داخل ہوتا ہی تو کھل جاتا ہی لوگون نے عرض کیا کہ حضرت اسکی کچھ پہچان بھی ہی جس سے معلوم ہو جاوے آپ نے فرمایا کہ ہان اس مغالطے کے گھر سے علٰحدہ رہنا اور دار باقی کیطرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اسکی تیاری کرنی اور سدیؒ اس آیت کی تفسیر مین الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً فرماتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہی کہ کون موت کی یاد زیادہ کرتا ہی اور اسکی تیاری اچھی طرح کرتا ہی اور اس سے خوف اور دہشت بہت رکھتا ہی اور حضرت خدیفہؓ فرماتے ہین کہ کوئی صبح اور شام ایسی نہین کہ ایک پکارنیوالا یہ نہ پکارتا ہو کہ لوگو کوچ کوچ اور مضمون مصرحۂ بالا کی تصدیق یہ آیت ہی انہا لاحدی الکبر نذیرا للبشر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر یعنی موت مین اور سحیم مولی بنی تمیم کہتے ہین کہ مین عامر بن عبداللہ کے پاس جاکر بیٹھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے انھون نے جلدی سے سلام پھیر کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ اپنی حاجت کہو کہ مین ایک تاک مین ہون مین نے پوچھا کہ کس چیز کی تاک مین ہو فرمایا کہ خدا تجھپر رحم کرے مین ملک الموت کی تاک مین ہون یہ سنکر مین کھڑا ہو گیا اور وہ نماز مین مصروف ہوئے اور حضرت داؤد طائیؒ چلے جاتے تھے ایک شخص نے انسے کسی بات کا سوال کیا انھون نے فرمایا کہ مجھے جانے دو مین اپنی جان نکلنے تک کا موقع غنیمت جانتا ہون اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ تاخیر ہر چیز مین بہتر ہی بجز اعمال آخرت کے اور منذرؒ کہتے ہین کہ مین نے مالک بن دینار کو سنا ہی کہ اپنے نفس سے فرماتے تھے ارے کمبخت عمل پر مبادرت کر پہلے اس سے کہ وہ امر آجاوے اور اسی جملے کو بار بار کہتے تھے یہانتک کہ مین نے ساٹھ بار انسے سنا اور وہ مجکو نہین دیکھتے تھے۔ اور حضرت حسنؒ نے اپنی وعظ مین فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے جلدی کرو کیونکہ یہ چند سانس ہین اگر رک گئے تو تم سے وہ عمل نہو سکینگے جنسے اللہ تعالیٰ کیطرف تقرب کرتے ہو خدا تعالیٰ رحم کرے اس آدمی پر جو اپنے نفس کی فکر کرے اور اپنے گناہون پر رووے پھر یہ آیت پڑھی انما نعد لہم عدا مراد انفاس سے ہی آخر شمار آدمی کی جان نکلنی اسکے بعد اپنے عمل کی جدائی پھر اسکے بعد قبر مین داخل ہونا۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی موت سے پہلے بہت ریاضت سخت شروع کی انسے کہا گیا کہ آپ محنت کم کرین یا اپنے نفس پر کچھ نرمی کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ مین جب گھوڑے چھوٹ کر حد کے قریب پہونچتے ہین تو جتنی دوڑ ان مین ہوتی ہی وہ اسیوقت نکالتے ہین اور جو مدت کہ میری موت کی باقی ہی وہ اس سے بھی کم ہی غرضکہ مرتے دم تک اسیطرح عمل کیا کیے اور اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی سواری کس لے اسلیئے کہ جہنم پر اترنے کی کوئی چیز نہین یعنی اسپر اترنے کی چیز اعمال ہی ہونگے تو انہین کو شش کر اور ایک خلیفہ نے اپنے منبر پر یہ کہا کہ اے بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے اور ایسے لوگ ہو جاؤ جنکو چیخ سنائی گئی ہو اور ہوشیار ہو گئے ہون اور جان لیا ہو کہ دنیا ہمارا گھر نہین ہی تو اسکو آخرت کے عوض مین دیدالا ہو اور موت کے لیے تیار ہو جاؤ کہ وہ سر پر کھڑی ہو اور کوچ کی تیاری کرو کہ وہی برا

[1] ابن ابی الدنیا در قصر امل و ترمذی بروایت ابو سعید ۱۲

[2] ابن ابی الدنیا بروایت انس اور یہ ضعیف ہے ۱۲

[3] مسلم ۱۲

مشکل ہے اور جو عرصہ ایسا ہو کہ گھٹنے سے کم ہوتا ہو اور ساعت میں ڈھے جاتا ہو وہ کمتر مدت ہونے کے لیے زیبا ہے اور جس غائب کو نئے رات دن لیے چلے آتے ہیں وہ جلد آنے کا شایان ہے اور جو آنے والا کہ نہ جانتا ہو کہ فلاح پر اتارا ہوگا یا بدبختی پر وہ عمدہ سامان کرنیکا مستحق ہے پس اپنے رب کے نزدیک پرہیزگار وہ ہے جو اپنے نفس کی خیر خواہی کرے اور پہلے توبہ کر چکے اور اپنی شہوت پر غالب ہو اسلیے کہ اسکی موت کا حال تو اس سے پوشیدہ اور زیست کی حرص اسکو زیب دیتی ہے اور شیطان اسپر مقرر ہے کہ توبہ کی آرزو دلاتا ہے تاکہ ٹالتا رہے اور گناہوں کو اس کی نظر میں چکنا تا ہے تاکہ انکا مرتکب ہو یہانتک کہ اسکی موت اسپر دوڑ آوے اور یہ سب سے زیادہ اس سے غافل ہو اور یاد رکھو کہ تم میں اور بہشت اور دوزخ میں صرف موت ہی کا آنا ہے تو بڑا افسوس ہے اس غفلت والے کے حال پر جسکی زندگی اسپر حجت ہو اور اسکے دن ہی اسکو بدبختی میں ڈالیں خداے تعالیٰ ہمکو اور تمکو ایسے لوگوں میں سے کرے جو نعمت سے نہ اتراویں اور نہ کسی گناہ کے باعث طاعت الٰہی میں قصور کریں اور نہ مرنے کے بعد حسرت اٹھاویں وہی دعا کا سننے والا ہے اور اسکے ہاتھ میں بہتری ہے ہمیشہ کو اور وہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم حتی جاء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور فرمایا ہے کہ فتنتم انفسکم سے مراد شہوتوں اور لذتوں کے باعث ہے اور تربصتم سے غرض یہ ہے کہ توبہ کے لیے انتظار اور تاخیر کی اور ارتبتم یعنی شک کیا اور امر اللہ سے موت مراد ہے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ صبر کرو اور راہ راست پر رہو کہ یہ تھوڑے دن زندگی کے ہیں تم مسافر ٹھہرے ہوے ہو ایک کی طلبی ہو جاتی ہے اور وہ چلا جاتا ہے اور مڑ کر نہیں دیکھتا تم تو ایسے جو تمہارے سامنے ہے عمدہ چیز لیکر نقل مکان کرو اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم سب مہمان ہو اور تمہارا مال عاریت ہے پس مہمان جانیکو ہے اور عاریت جسکی ہے اسکے پاس جانیوالی ہے اور ابو عبیدہ ناجی کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے مرض موت میں انکے پاس گئے تو انھوں نے فرمایا کہ بہت خوب ہوا کہ آپ صاحب تشریف لائے خداے تعالیٰ تمکو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہمکو اور تمکو جنت میں نازل کرے یہ ایک کھلی نیکی ہے اگر تم صبر کرو اور سچا جانو اور تقویٰ اختیار کرو ایسا نہو کہ اس خبر کو اس کان ڈالو اور دوسرے سے نکال دو جس شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ انکے پاس جو چیز صبح کو آئی وہ شام کو چلی گئی کبھی آپ نے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی نہ نرے پر نرے یعنی مکان کسی قسم کا نہیں بنوایا بلکہ آپ کے لیے علم اونچا کیا گیا اسی کیطرف آپ مستعد ہوے جلدی جلدی کرو جلدی کرو تم کس چیز پر میل کرتے ہو بخدا کہ تم اور موت گویا اکٹھے ہی ہو خداے تعالیٰ رحم کرے اس بندہ پر جو عیش کو ایک ہی عیش یعنی آخرت کی کرے پس ایک ٹکڑا کھالے اور پرانا پہن لے اور زمین پر لیٹ رہے اور عبادت میں کوشش کرے اور خطا پر رووے اور عذاب سے گریز کرکے رحمت کا خواہاں رہے یہانتک کہ اسکی موت اسی حال پر آوے اور عاصم احولؒ کہتے ہیں کہ مجھسے فضیل رقاشی نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میاں صاحب لوگوں کی کثرت کے باعث اپنے نفس سے غافل نہونا چاہیے اسلیے کہ معاملہ خاص تمسے ہوگا نہ انسے اور یہ نہ کہو کہ وہاں ہو آؤں وہاں پھر آؤں کہ اس صورت میں دن مفت جاتا رہیگا اور موت تمہارے اوپر معین ہے وہ معلوم نہیں کسوقت آوے اور جیسے نئی نیکی پرانے گناہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلد پکڑ لیتی ہے ایسی تم نے کوئی چیز کبھی نہ دیکھی ہوگی

تیسری فصل

موت کی شدت اور سختیوں میں اور موت کے وقت جو احوال متعب ہیں انکے ذکر میں واضح ہو کہ اگر بندہ بیچارہ پر کوئی ہول اور عذاب بجز جان کندنی کی سختی کے نہوتا تب بھی سزاوار تھا کہ اسکا عیش تلخ اور سرور مکدر رہتا اور سہو و غفلت سے علیحدہ رہتا اور بڑی بڑی فکر موت کے باب میں کرکے اسکی تیاریاں بڑی دھوم سے کیا کرتا خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ ہر دم اسکے درپے ہے چنانچہ بعض حکما فرماتے ہیں کہ

سختیان تیرے سوا دوسرے کے ہاتھ مین ہین تجکو معلوم نہین کہ تجہپر کب آکر ینگی اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا موت کا حال تجکو معلوم نہین کہ کب آویگی تو پہلے اس سے کہ وہ اچانک تجکو آجاوے تو اسکی تیاری کرلے اور تعجب یہ ہر کہ آدمی اگر بڑی سے بڑی لذت مین اور عمدہ مجلس تماشے مین ہو اور یہ تصور کرے کہ ابھی ایک سپاہی آکر پانچ لاٹھیان ماریگا تو وہ لذت خاک مین ملجاویگی اور عیش مین کدورت آجاویگی اور یہ معلوم ہر کہ ملک الموت جان کندنی کی سختیان عین غفلت کیوقت مین لاڈالیگا مگر اس سے کچھ عیش مکدر نہین ہوتا اسکا سبب بجز جہالت اور مغالطے کے اور کیا کہنا چاہیئے اور جسقدر تکلیف کہ جان کندنی مین ہوتی ہر اسکی ماہیت بجز اس شخص کے کہ اسکو چکھے اور کسیکو معلوم نہین ہوتی اور جو شخص اسکو نہین چکھتا وہ دو طرح پر معلوم کر سکتا ہر یا تو اور دردون پر قیاس کرنے سے جو اسکو ہوے ہون یا اور لوگونکا حال نزع مین نہایت کرب پر دیکھنے سے پس قیاس کی صورت تو یہ ہر کہ جس عضو مین جان نہین ہوتی اسکو درد معلوم نہین ہوتا اور جب اسمین جان ہوتی ہر تو درد معلوم ہوتا ہر تو معلوم ہوا کہ درد کی معلوم کرنیوالی چیز روح ہر جب کسی عضو مین زخم لگتا ہر یا سوزش ہوتی ہر تو اسکا اثر روح پر پہونچتا ہر اور جسقدر اثر روح پر پہونچتا ہر اسیقدر اسکو درد ہوتا ہر اور چونکہ درد گوشت اور خون وغیرہ مین بٹ جاتا ہر تو روح کو صرف تھوڑا ہی صدمہ ہوتا ہر تو اگر ایسی صورت ہو کہ درد خاص روح ہی پر ہو اور دوسری چیز پر نہو تو ظاہر ہر کہ یہ درد نہایت برا ہوگا اور جانکنی کے یہی معنی ہین کہ نفس روح پر صدمہ ہوتا ہر اور اسکے تمام اجزا مین وہ پھیل جاتا ہر یہانتک کہ اجزاے روح مین سے جو تمام بدن کے اندر پھیلی ہوئی ہر کوئی جزء باقی نہین رہتا جسمین درد نہو مثلاً آدمی کے اگر کانٹا لگتا ہر تو درد جو اسکو معلوم اور محسوس ہوتا ہر وہ صرف روح کے اس حصہ مین ہر جو اسجگہ ملی ہوئی ہر جہان کانٹا لگا ہر اور جلنے کی تکلیف اسلیئے زیادہ معلوم ہوتی ہر کہ آگ کے اجزا تمام بدن مین گھس جاتے ہین کوئی عضو ظاہر و باطن ایسا نہین رہتا جسمین آگ نہ لگی ہو تو جو روح کہ ان اجزا مین پھیلی ہوئی ہوتی ہر اسکے اجزاے روحانی ہر ایک جگہ پر صدمہ درد کا سہتے ہین اور زخم تو فقط اسی جگہ ہوتا ہر جہان لوہا وغیرہ لگا ہر اسیوجہ سے زخم کی تکلیف جلنے کی نسبت کم ہوتی ہر اور جانکنی نفس روح پر گرتی ہر اور اسکے تمام اجزا کو حاوی ہوتی ہر اسلیئے کہ ہر ایک رگ و پے مین سے کھینچ کھینچ کر وہی نکلتی ہر کوئی اجزا اور جوڑ اور بال اور کھال سر سے پانون تک باقی نہین رہتی جسمین سے نہ نکالی جاتی ہو تو اسکی تکلیف اور سختی کو مت پوچھو اسی لیے کہتے ہین کہ موت تلوارون کی ضرب اور آرے سے چیرنے اور مقراض سے کترنے کی نسبت کر بہت سخت ہر کیونکہ تلوار وغیرہ سے بدن کا کٹنا اسلیئے تکلیف دیتا ہر کہ اس مین روح ہوتی ہر تو جب خاص روح ہی پر صدمہ ہو تو کیسے سخت تر نہوگا باقی رہا یہ کہ مار وغیرہ کی تکلیف مین آدمی چیختا ہر اور جانکنی مین فریاد و چیخ کچھ نہین ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہر کہ اول صورت مین دل مین اور زبان مین قوت رہتی ہر اور دوسری صورت مین موت کی سختی دل اور زبان اور ہر عضو پر چڑھ جاتی ہر اور تمام قوت کو ضائع کر دیتی ہر اور ہر ایک عضو سست پڑ جاتا ہر قوت فریاد کی باقی نہین چھوڑتی عقل کو جدا پریشان کر دیتی ہر اور زبان کو جدا گونگا بنا دیتی ہر اور ہاتھ پانون کو جدا ڈھیلا کر دیتی ہر آدمی اسوقت چاہتا ہر کہ اگر بن پڑے تو آہ اور واویلا اور فریاد کرنے سے کچھ دم لون مگر نہین ہو سکتا اگر کچھ اسمین قوت رہتی ہر تو جان نکلتے وقت اور اسکے کھینچنے کے وقت حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہر رنگ بدلکر مٹیالا ہو جاتا ہر گویا جس مٹی سے بنا تھا وہی اس سے ظاہر ہوئی تمام رگین کھنچتی ہین اسلیئے کہ وہ اندر اور باہر پھیلا ہوا ہر یہانتک کہ آنکھ کے ڈھیلے اوپر چڑھ جاتے ہین اور ہونٹھ سکڑ جاتے ہین اور زبان جڑ کیجانب کو کھنچ جاتی ہر اور خصیے اوپر کیطرف کو ہو جاتے ہین انگلیان سرد پڑ جاتی ہین تو ایسے بدن کا حال کیا پوچھتے ہو جسکی ہر ایک رگ نکلتی ہو کیا پوچھتے ہو ہم اس جسم

ناتوان کی ؛ رگ رگ مین نیش غم ہو کیسے کہان کہان کی ؛ اگر ایک رگ کھنچتی ہوتی تو اسکا درد بہت ہوتا جب ساری جان ہی نکلتی ہو اور وہ بھی ایک رگ سے نہین بلکہ تمام رگون سے تو اسکی تکلیف کیون نہ زیادہ ہو گی ؎ ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسی ؛ کہ از عبانش برون میکنند ندانے ؛ قیاس کن کہ چہ حالت بود دوران ساعت ؛ کہ از وجود عزیزش بدر رود جانے ؛ پھر ایک ایک عضو بتدریج مرنے لگتا ہو اول دونون پانْوْن ٹھنڈے ہوتے ہین پھر پنڈلیان پھر رانین پھر ہر ایک عضو مین نئی سختی اور نئی شدت ہوتی جاتی ہو یہانتک کہ نوبت گلے کی پہونچتی ہے اسوقت اسکی نظر دنیا سے اور اسکے باشندون سے علیٰحدہ ہوتی ہو اور دروازہ توبہ کا اسپر بند ہوجاتا ہو اور حسرت و ندامت اسپر چھاجاتی ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین

تقبل توبۃ العبد مالم یغرغر۔ اور حضرت مجاہدؒ اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین ولیست التوبۃ للذین یعملون السئیات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن کہ مراد وہ وقت ہو کہ ملک الموت نظر آوے اور فرشتے سوجھائی دین غرضکہ تلخی موت کا مزہ اور اسکی سختی شدت جانکنی کے وقت قابل بیان نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے کہ اللّٰہم ہون علی محمد سکرات الموت اور آدمی جو اس مصیبت سے پناہ نہین مانگتے اور اسکو برا نہین جانتے اسکی وجہ یہ ہو کہ وہ اس تکلیف کو جانتے ہی نہین اسلیئے کہ چیزونکا حال ہونے سے پہلے نور نبوت اور ولایت سے معلوم ہوا کرتا ہو اور یہی وجہ انبیاء و اولیا موت سے بہت خوف رکھتے تھے یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ حوارین خدائے تعالیٰ سے دعا مانگو کہ مجھپر موت کی سختی کو آسان فرماوے اسلیئے کہ مین موت سے اتنا ڈرتا ہون کہ اسکے خوف کے مارے مرا جاتا ہون اور روایت ہے کہ چند لوگ بنی اسرائیل مین سے ایک قبرستان پر گذرے اور آپس مین کہا کہ آؤ دعا مانگین کہ ان قبرون سے ایک شخص نکلے اور اس سے کچھ پوچھین لوگون نے دعا کی دیکھا تو ایک شخص اٹھا جسکی آنکھون کے درمیان مین سجدے کا نشان تھا اور ایک قبر مین سے نکلکر آیا تھا اسنے پوچھا کہ لوگو تمہاری کیا غرض مجھسے ہو مجکو پچاس برس ہوے کہ موت کو چکھا ہو ابھی تک اسکی تلخی میرے منھ سے نہین گئی اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی موت کی سختی دیکھکر کسیکی موت کی آسانی پر مجھے غبطہ نہین ہوتا اور روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ الٰہی تو جان کو پٹھے اور ہڈیون اور انگلیون مین سے لیتا ہے تو میرے اوپر موت کو آسان فرما اور حضرت حسنؓ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے موت کا درد اور گلے مین رکنا بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اسکی تکلیف تین سو چوٹ تلوار کے برابر ہے اور آپ سے جو شدت موت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ آسان سی آسان موت ایسی ہو جیسے پانْون مین گوکھرو ہو کہ جب وہ اسمین سے نکلتا ہے تو بدون ایذا کے نہین نکلتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ جو اسپر گذرتا ہی مجھے معلوم ہو کوئی رگ اسکی ایسی نہین جسکو موت کی تکلیف علیٰحدہ نہو اور حضرت علیؓ لوگون کو لڑائی پر ترغیب دیتے اور یہ فرماتے کہ اگر تم قتل نہوگے تب بھی مروگے قسم ہو اس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہو ہزار تلوارون کی ضرب مجھپر بستر پر مرنے کی نسبت کر آسان ہو اور اوزاعیؒ فرماتے ہین کہ ہمکو تحقیق معلوم ہوا ہو کہ مردے کو مرنے کا درد قبر سے دوبارہ اٹھنے تک رہا کرتا ہو اور شداد بن اوسؓ فرماتے ہین کہ کوئی خوف ایماندار پر دنیا اور آخرت مین موت سے بڑھکر نہین اور وہ آرون سے چیرنے اور مقراضون سے کترنے اور ہنڈیون مین ابالنے کی نسبت کر زیادہ ہو اور اگر بالفرض مردہ زندہ ہوکر دنیا والون کو موت کی تکلیف سنادے تو وہ اپنی زندگی سے نفع نہ اٹھادین نہ خواب سے راحت پاوین اور زید بن اسلم اپنے باپ سے

احہ بندے کی توبہ قبول ہوتی ہو جبتک گلے مین دم رککر نہ بولے ۱۲ ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابن عمرؓ دکتا ۱۲ ان کی توبہ نہین جو کرتے جاتے ہین برے کام جبتک سامنے آئے

روایت کرتے ہین کہ جب مومن کو کچھ درجات باقی رہتے ہین کہ عمل کے باعث انپر نہین پہونچ سکا تو اپر موت سخت کردی جاتی ہے تاکہ اس کی
جہت سے اپنا درجہ جنت مین حاصل کرلے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہو کہ جسکا بدلہ نہین دیا گیا تو اسپر موت مین آسانی کردی جاتی ہے
تاکہ عوض اپنی نیکی کا پاکر کھرا دوزخ مین چلا جاوے اور بعض اکابر سے مروی ہو کہ اکثر مریضون کے پاس جاکر پوچھا کرتے کہ تم موت کو کیسے پاتے
ہو جب وہ خود مرض موت مین مبتلا ہوے تو لوگون نے انسے پوچھا کہ تمھین موت کیسی معلوم ہوتی ہو کہا کہ یون معلوم ہوتا ہے کہ آسمان
زمین سے آملا ہو اور میری روح ایک سوئی کے ناکے سے نکلتی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت الفجاۃ راحۃ للمومن واسف
علی الفاجر اور حضرت مکحول رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک بال مردے کے بالون مین سے آسمان اور
زمین کے باشندے پر رکھدیا جاوے تو خداے تعم کے حکم سے سب مرجاوین اسلیے کہ ہر بال مین موت ہو اور جس چیز پر موت آتی ہو وہ مرجاتی ہو اور
روایت ہو کہ اگر ایک قطرہ موت کی تکلیف کا تمام دنیا کے پہاڑون پر رکھدیا جاوے تو گل جاوین اور روایت ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
جب وفات پائی تو اللہ تعم نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے خلیل تونے موت کو کیسا پایا حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ جیسے گرم سیخ تر روئی مین
کیجاوے اور پھر اسکو کھینچا جاوے حکم ہوا کہ ہم نے تیرے اوپر موت مین آسانی فرمائی ہو۔ اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح
جب اللہ تعم کے پاس گئی تو خداے تعم نے پوچھا کہ تونے موت کو کیسا پایا عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو ایسا پایا جیسا زندہ چڑیا کو دیگچی مین چھوڑدین
کہ نہ تو مرتی ہو کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہو کہ اڑجاوے اور ایک روایت مین یون ہو کہ اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ بکری کی کھال قصاب
کے ہاتھ سے اترے اور روایت صحیح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ مین پانی وفات شریف کے وقت رکھا ہوا تھا آپ
اسمین ہاتھ ڈالکر اپنے منھ پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اللہم ہون علی سکرات الموت اور حضرت فاطمہ رض فرماتی تھین کہ بابا جان آہ تمپر کتنی سختی ہو اور آپ
جواب مین فرماتے تھے کہ آج کے بعد پھر تیرے باپ پر سختی نہین ہو اور حضرت عمر رض نے حضرت کعب احبار رض سے فرمایا کہ کچھ موت کا حال بیان
کرو انھون نے فرمایا کہ موت کا حال ایسا ہو جیسے کانٹے دار شاخ کسی آدمی کے اندر گھسیڑ دیجاوے اور ہر ایک کانٹا اسکی ساری رگون مین
چبھ جاوے اور پھر اس شاخ کو کوئی بڑا زبردست پکڑکر کھینچے کہ جو ہاتھ مین آیا سو آیا اور جو رہا سو رہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ
بندہ موت کی سختی کھینچتا ہو اور اسکے جوڑ ایک دوسرے پر سلام کرکے کہتے ہین کہ لو اب ہم تم قیامت تک جدا ہوتے ہین تو یہ حال موت کی سختیون کا
اللہ تعم کے اولیا اور دوستون پر ہو اور ہم لوگ جو گناہون مین ڈوبے ہین ہمارا کیا حال ہوتا ہو ہمارے اوپر موت کے سکرات کے سوا اور مصیبتین بھی آوینگی
اسلیے کہ موت کی مصیبتین تین ہین اول تو جانکنی کی سختی جسکا ذکر ادھر ہوا دوسرے مصیبت ملک الموت کی صورت دیکھنے کی ہو اور اس سے خوف اور دہشت کا
دل پر آنا اسکی صورت ایسی ہو کہ اگر سب سے زیادہ توانا اور زور آور آدمی ملک الموت کی وہ صورت دیکھے جس سے کہ وہ گناہگارون کی جان نکالتا ہے
اسکو تاب دیکھنے کی نہو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مروی ہو کہ آپ نے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ تمسے ہوسکتا ہو کہ مجکو وہ صورت دکھاؤ جسمین تم
بدکار کی روح قبض کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ مین دکھا سکتا ہون مگر آپ کو تاب نہوگی آپنے فرمایا کہ تاب کیون نہوگی ملک الموت نے کہا کہ تو منھ پھیرے جب آپنے منھ
پھیرا اور پھر دوبارہ انکی طرف دیکھا تو دیکھا ایک سیاہ آدمی بال کھڑے ہوے بدبودار کالے کپڑون والا کھڑا ہو اور اسکے منھ اور نتھنون سے آگ کی لپٹ اور دھوان
نکلتا ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا پھر جو ہوش مین آئے تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر بدکار کو مرنے کیوقت

بجز تمہارے دیدار کے اور کوئی تکلیف نہو تو اسکو یہی کافی ہو اور حضرت ابوہریرہ رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام مرد غیرت والے تھے جب باہر جاتے تو دروازے بند کر جاتے ایک دن دروازہ بند کرکے باہر گئے انکی بی بی نے جو گھر مین جھانکا تو دیکھا کہ ایک آدمی گھر کے اندر ہو انھون نے کہا کہ اس آدمی کو یہان کون لایا ہو اگر داؤد علیہ السلام آئینگے تو اسکے سر پر بلا آویگی جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لاے اور اس شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہو اُسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ نہ بادشاہون سے ڈرون نہ دربانون سے رکون آپنے فرمایا کہ تو معلوم ہوتا ہو کہ تم ملک الموت ہو یہ کہکر حضرت داؤد علیہ السلام کمل مین چھپ گئے اور روایت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کھوپری پر گذرے اور اسمین ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ خدا کے حکم سے بول اسنے عرض کیا کہ اے روح اللہ مین فلانے وقت کا بادشاہ ہون جسوقت کہ مین تاج سر پر رکھے بیٹھا تھا اور میرے تخت کے گرد میرے نوکر چاکر سب موجود تھے یکایک مجکو ملک الموت نظر پڑا اسکے دیکھتے ہی میرے جوڑ سب ڈھیلے ہوگئے پھر میری جان اسکی طرف نکل پڑی پس کیا خوب ہوتا کہ وہ جماعت تتر بتر ہوتی اور وہ انس و الفت وحشت و نفرت سے بدلجاتی غرضکہ یہ مصیبت گناہگارون کو بھگتنی پڑتی ہو اور اطاعت کرنیوالے اس سے محفوظ رہتے ہین اور انبیا علیہم السلام نے صرف شدت جانکنی کی بیان کی ہو وہ خوف جو ملک الموت کے دیکھنے سے ہوتا ہو اسکو بیان نہین فرمایا اگر آدمی اسکو خواب مین بھی دیکھلے تو باقی عمر عیش تلخ ہوجاوے تو جو اس حال مین اسکو دیکھتے ہونگے انکا کیا حال ہوتا ہوگا اور مطیع آدمی اسکو نہایت حسین اور شکیل صورت مین دیکھتا ہو چنانچہ حضرت عکرمہ رضہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرد غیرت والے تھے انکا ایک حجرہ تھا جس مین عبادت کیا کرتے جب باہر جاتے تو اسکو بند کر جاتے ایک روز جو لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک آدمی ہو آپ نے پوچھا کہ تجکو میرے گھر مین کسنے داخل کیا اسنے کہا کہ گھر کے مالک نے فرمایا کہ گھر تو میرا ہو اسنے کہا کہ مجھے اسنے بھیجا ہو جو مجسے اور تجسے دونون سے زیادہ مالک ہو آپ نے پوچھا کہ تو فرشتون مین سے کون ہو اسنے عرض کیا کہ مین ملک الموت ہون آپنے فرمایا کہ جس صورت سے تم مومن کی روح نکالتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو اسنے عرض کیا کہ ہان ذرا منھ پھیریے تو آپ نے منھ پھیر لیا پھر جو مڑ کر دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو پایا راوی نے اسکے حسن اور لباس کی خوبی اور خوشبو بیان کی ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر مومن کو صرف تیرا ہی دیدار ہوجاوے اور کچھ ثواب وغیرہ نہ ملے تب بھی اسکو کافی ہو اور اسی مین شامل ہو دو فرشتون کاتبان کا دیکھنا حضرت وہبؒ بیان فرماتے ہین کہ ہمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ جو مردہ مرتا ہو تو اسکے سامنے دو فرشتے اسکے عمل کے لکھنے والے ظاہر ہوتے ہین پس اگر وہ شخص مطیع ہوتا ہو تو اس سے کہتے ہین کہ خدائے تعالیٰ ہماری طرف سے تجکو جزاے خیر دے بہت سی سچی مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور بہت سے نیک کامون مین ہمکو حاضر کیا اور اگر بدکار ہوتا ہو تو یون کہتے ہین کہ خدائے تعالیٰ تجکو ہماری طرف سے خیر کا بدلہ نہ دے کہ بہت سی بُری مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور برے کامون مین ہمکو حاضر کیا اور بری باتین سنوائین خدا تجکو جزاے خیر نہ دے اور یہ ماجرا اسوقت ہوتا ہو جب مردے کی آنکھ اسپر پڑتی ہو اور پھر کبھی دنیا کیطرف نہین پھرتا۔ تیسری مصیبت یہ ہو کہ گناہگارون کو انکا ٹھکانا دوزخ سے نظر پڑتا ہو اور دیکھنے سے پہلے ہی ڈرتے ہین اسلیے کہ حالت جانکنی مین ان کے قوی سست ہوجاتے ہین اور جانین نکلنے کے لیے منقاد ہوجاتی ہین مگر انکی روحین جبتک ملک الموت کا ایک نغمہ نہین سن لیتین تب تک نہین نکلتین اسکے نغمے دو ہین ایک تو یہ کہ اے دشمن خدا تو دوزخ کی خوشخبری سن اور ایک یہ کہ اے ولی اللہ تو

احمد ابن ابی الدنیا ۱۲

بہشت کی خبر خوش سن اہل عقل کا خوف اسی سے تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی دنیا مین سے ہرگز نہ نکلے گا جبتک کہ اپنا ٹھکانا نہ جان لے اور اپنی بیٹھک جنت یا دوزخ مین سے نہ دیکھ لے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [۲] نے فرمایا کہ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ لوگون نے عرض کیا کہ ہم سب موت کو برا جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد نہین بلکہ یہ غرض ہے کہ مومن پر جو خبر آنے والی ہے اگر آسان کردیجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور روایت ہے کہ حذیفہ بن الیمان رضؓ نے آخر شب اپنی جانکنی کیحالت مین حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ اٹھکر دیکھو کیا وقت ہے وہ اٹھکر دیکھ آے اور فرمایا کہ لال تارا نکل چکا ہے حضرت حذیفہ رضؓ نے فرمایا کہ مین پناہ مانگتا ہون خداے تعالیٰ سے کہ صبح کو دوزخ مین جاؤن اور مروان حضرت ابو ہریرہ رضؓ کے پاس نزع کے وقت مین گیا اور کہا کہ الٰہی اسپر آسان کر آپ نے فرمایا کہ الٰہی سختی کر بعدہٗ آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین اسوجہ سے نہین روتا کہ دنیا کا غم ہے یا تمہاری جدائی کا رنج ہے مگر مین اپنے رب کیطرف سے دو فردون مین سے ایک پر نظر کر رہا ہون خواہ جنت کا ہو یا دوزخ کا اور حدیث شریف مین ہے [۳] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے ملک الموت میرے فلان بندے کے پاس جا اور اسکی روح میرے پاس لا تاکہ مین اسکو راحت دون اسکے عمل سے مجھے یہی وبس ہے کہ مین نے اسکا امتحان کیا تو جیسا مین چاہتا تھا اسکو ویسا پایا پس ملک الموت مع پانسو فرشتون کے اس بندے کے پاس آتا ہے اور فرشتون کے پاس پھولون کی چھڑیان اور زعفران کی شاخین ہوتی ہین ہر فرشتہ اسکو نئی ہی بشارت سناتا ہے اور اسکی روح کے نکلنے کے لیے فرشتے دو صفون مین گلدستے لیے کھڑے ہوجاتے ہین جب انکو شیطان دیکھتا ہے تو اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخین اور دھاڑین مارتا ہے اسکا لشکر اس سے پوچھتا ہے کہ تجھے کیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ تمکو کیا نہین سوجھتا جو مرتبہ اس بندے کو عنایت ہوا ہے تم کہان تھے کہ اسکی خبر نہ لی لشکری کہتے ہین کہ ہمنے تو بہت ہاتھ پاؤن مارے مگر وہ بچ گیا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ایماندار کو راحت بجز دیدار الٰہی کے نہین اور جسکی راحت خداے تعالیٰ کے ملنے مین ہوتی ہے تو موت کا دن اسکے لیے سرور اور فرحت اور امن اور عزت اور شرف کا دن ہے شعر عروسی بود نوبت ماتمت ؛ اگر نیک روزی بود خاتمت ؛ اور کسی نے جابر بن زید رح سے موت کے وقت کہا کہ تم کیا چاہتے ہو انھون نے فرمایا کہ حسن بصریؒ کو دیکھنا چاہتا ہون جب وہ انکے پاس تشریف لیگئے تو لوگون نے کہا کہ حضرت حسن بصریؒ موجود ہین انھون نے اپنی آنکھ انکی طرف اٹھائی اور کہا کہ او بھائی اب ہم تم سے جدا ہوکر جنت یا دوزخ کیطرف جاتے ہین اور محمد بن واسع رح نے موت کے وقت فرمایا کہ بھائیو السلام علیکم دوزخ کی تیاری ہے مگر اس صورت مین کہ خداے تعالیٰ مجھسے درگذر فرماوے اور بعض اکابر نے تمنا کی کہ ہمیشہ جانکنی مین رہین نہ ثواب کے لیے اٹھین نہ عذاب کے لیے غرضکہ خاتمہ کے برا ہونے کے خوف نے عارفون کے دل ٹکڑے ٹکڑے کردیے ہین اور واقع مین موت کے وقت یہ سخت مصیبت ہے اور خاتمے کے برا ہونے کا حال اور اس سے عارفونکا شدت سے خائف رہنا ہم باب خوف ورجا مین لکھ آئے ہین اور وہ اسجگہ کے لایق ہے مگر دوبارہ لکھنے سے ہم طوالت نہین کرتے اب ان حالات کو سنا چاہیے جو موت کے وقت مردے کے حق مین سخت ہین واضح ہو کہ بہتر صورت مرنے کے وقت آدمی کے لیے یہ ہے کہ ساکن ہو اور اسکی زبان کلمۂ شہادت سے گویا ہو اور دل خداے تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو صورت کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ میت کیواسطے

پنج

[۲] جو شخص اللہ تعالیٰ کے ملنے کو محبوب جانتا ہے اللہ اسکے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور جو اسکے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے ملنے کو برا جانتا ہے ۱۲ بخاری ومسلم بروایت عبادہ بن صامت ۱۲

[۳] ح ابن ابی الدنیا بروایت تمیم داری باسناد ضعیف اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے بقریب اسی مضمون کے نقل کیا ہے ۱۲

[۳] ح حکیم ترمذی نے نوادر الاصول مین بروایت سلمان اسکی سند صحیح نہین ہے ۱۲

[۱] ح ابن ابی الدنیا بروایت سخیفے عن علے رضؓ مرفوعاً اور صحیحین مین بروایت عبادہ بن الصامت اس مضمون کی شاہد حدیث موجود ہے ۱۲

۷۳

تین باتون مین توقع بہتری کی جانو ایک یہ کہ اسکی پیشانی پر عرق ہو دوم آنکھین آنسوؤن سے تر ہون سوم لب خشک ہون یہ علامتین خدائے تعالیٰ کی رحمت کی ہین جو اسپر اتری ہین اور اگر گلا گھونٹے ہوے کی طرح خراٹے لے اور رنگ سُرخ ہو اور لب مٹیالے ہون یہ علامتین خدائے تعالیٰ کے عذاب کی ہین جو اسپر نازل ہوا اور زبان سے کلمۂ شہادت کا نکلنا خیر کی علامت ہی حضرت ابو سعید خدری رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ اور حضرت حذیفہ رض کی روایت مین اسکے بعد یہ ہی فانہا تہدم ما قبلہا من الخطایا اور حضرت عثمان رض فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا من مات وہو یعلم ان لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ اور عبد اللہ کی روایت مین یعلم کی جگہ یشہد ہے اور حضرت عثمان رض فرماتے ہین کہ جب میت مرنے کے قریب ہو تو اسکو کلمۂ طیبہ تعلیم کرو اسلیے کہ جس بندہ کا خاتمہ اس کلمہ پر ہوگا وہ اسکا توشہ جنت کے لیے ہوگا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین اپنے مردون کے پاس جاؤ اور انکو نصیحت کرو اور کلمۂ طیبہ کی تعلیم کرو اسلیے کہ وہ دیکھتے ہین جو تم نہین دیکھتے اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ ملک الموت ایک شخص کے پاس گیا اور اسکے دل کو دیکھا تو اسمین کچھ نہ پایا پھر اسکے جبڑے جدا کیے تو دیکھا کہ اسکی زبان کی نوک تالو مین لگی ہوئی ہی اور وہ کلمۂ طیبہ کہ رہا ہی پس اسی کی بدولت اسکی مغفرت ہوئی اور تعلیم کرنیوالے کو چاہیے کہ تعلیم مین اصرار نکرے بلکہ نرمی کرے اسلیے کہ بعض اوقات مریض کی زبان بولنے پر یاری نہین دیتی اسوقت اسپر یہ امر گران گذرتا ہی اور آخر کو تعلیم کو گران جاننے لگتا ہی اور کلمہ کو برا سمجھتا اس سے خوف ہی کہ کہین خاتمہ برا نہو جاوے اور معنی اس کلمے کے یہ ہین کہ آدمی مرے اور اسکے دل مین کوئی چیز خدائے تعالیٰ کے سوا نہو پس جس صورت مین کہ اسکا مطلوب سواے واحد برحق کے اور کچھ نہ رہیگا تو موت کے سبب اپنے محبوب کے پاس آنا اسکے حق مین نہایت راحت کی بات ہوگی اور اگر دل دنیا مین مشغول اور اسکی طرف التفات رکھنے والا اسکی لذتونپر متاسف ہوگا اور کلمہ اسکی زبان ہی پر ہوگا دلمین اسکا ثبوت نہوگا تو معاملہ خطر مین پڑ جاویگا کہ خدا چاہے تو راحت دے چاہے نہ دے اسلیے کہ صرف حرکت زبان کی کم فائدہ کرتی ہی مگر خدائے تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے اور حسن ظن کا حال یہ ہی کہ وہ بھی اسوقت مین مستحب ہی اور اسکا حال ہم باب الرجا مین لکھ آئے احادیث مین حسن ظن کی فضیلت آئی ہی واثلہ بن الاسقع رض ایک بیمار کے پاس گئے اور پوچھا کہ بتاؤ خدائے تعالیٰ سے کیا گمان رکھتے ہو اسنے کہا کہ میرے گناہون نے مجکو ڈبو دیا ہی اور ہلاک کے کنارے لگا دیا ہی مگر مین اپنے رب کی رحمت کی توقع رکھتا ہون یہ سنکر واثلہ نے اللہ اکبر کہا اور سب گھر والون نے انکے ساتھ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین اپنے بندے کے گمان کے پاس ہون تو وہ جو چاہے مجھپر گمان کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جوان پر نزع کی حالت مین داخل ہوے اور فرمایا کہ تو اپنے آپ کو کیسا جانتا ہی اسنے عرض کیا کہ مین خدائے تعالیٰ سے توقع رکھتا ہون اور اپنے گناہون سے ڈرتا ہون آپنے فرمایا کہ یہ دونون باتین ایسے وقت مین جس بندے کے دل مین اکٹھی ہوئی ہین اللہ تعالیٰ اسکو وہی دیتا ہی جو وہ توقع رکھتا ہے اور خوف سے اسکو مامون رکھتا ہی اور ثابت بنانی رح فرماتے ہین کہ ایک جوان تیز مزاج تھا اور اسکی مان اسکو نصیحت کیا کرتی اور کہا کرتی کہ بیٹا تجھے ایک روز آنا ہی وہ دن یاد کر جب اسپر موت آئی تو اسکی مان اسپر گر پڑی اور کہنے لگی اے بیٹا مین تجکو اسی پچھاڑ کھانے سے ڈرایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ تیرے اوپر ایک دن آتا ہی اسنے کہا کہ اے مادر مشفقہ میرا رب بہت احسان کرنے والا ہی مجھے توقع ہے کہ آج بھی کسی قدر احسان سے مجکو محروم نہ فرماوے گا راوی کہتے ہین کہ خدائے تعالیٰ نے اس شخص پر حسن ظن کے باعث رحم فرمایا اور جابر بن وداعہ کہتے ہین کہ ایک

جوان کو کبر تھا جب وہ مرنے لگا تو اسکی مان نے کہا کہ بیٹا کچھ وصیت کرتا ہے اسنے کہا کہ ہان میری انگوٹھی مت نکالیو کہ اسمین خدائے تعہ کا نام ہے شاید خدائے تعہ مجھپر رحم کرے جب وہ دفن ہوا خواب مین کسی نے اسکو دیکھا کہ اُسنے کہا کہ میری مان سے کہ دیجیو کہ مجکو کلمہ نے فائدہ کیا اور خدائے تعالٰی نے مغفرت فرمائی اور ایک اعرابی بیمار ہوا لوگون نے اس سے کہا کہ تو مرجاویگا اسنے پوچھا کہ مرنے کے بعد مجھے کہان لیجاوینگے لوگون نے کہا کہ اللہ تعہ کے پاس اُسنے کہا کہ اسکے پاس جانے کو مین بُرا نہین جانتا وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ سلوک ہی کرتا رہا ہے اور معتمر بن سلیمان کہتے ہین کہ میرا باپ جب مرنے لگا تو مجھسے فرمایا کہ میرے سامنے معاملے کی آسانی کا مذکور کرتا کہ مین خدائے تعہ سے حسن ظن کے ساتھ ملون - اور اکابر سلف مستحب جانتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے سامنے ذکر اس کے عمل کی خوبیون کا کیا جاوے تاکہ وہ رب سے حسن ظن کرے

فائدہ اُن حکایتون کے باب مین جو زبان حال سے وہ حسرت ظاہر کرتی ہین جو بندہ کو ملک الموت کی ملاقات کیوقت ہوتی ہے اشعث بن اسلم رحمہ فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیمؑ نے ملک الموت سے پوچھا جسکا نام عزرائیلؑ ہے اور اسکی دو آنکھین ہین ایک چہرے مین اور ایک گدی مین کہ اے ملک الموت جب کوئی جان پورب مین ہو اور کوئی پچھم مین ہو یا کسی جگہ وبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپس مین لڑتے ہون تو تم ایسی صورتون مین کیا کرتے ہو ملک الموت نے کہا کہ مین روحون کو خدائے تعہ کے حکم سے پکارتا ہون وہ میری ان دونون انگلیون مین ہو جاتی ہین اور راوی کہتے ہین کہ زمین ملک الموت کے سامنے مثل طشت کے پھیلی ہوئی ہے جسکو چاہتا ہے اسمین سے لے لیتا ہے اور کہتے ہین کہ ملک الموت حضرت ابراہیم کو بشارت دیتے تھے کہ آپ اللہ تعالٰی کے خلیل ہین اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ تم لوگون مین عدل نہین کرتے ایک کو لیتے اور ایک کو چھوڑ دیتے ہو اسنے عرض کیا کہ اسبات کو مین آپ سے زیادہ نہین جانتا مجکو نوشتے ملجاتے ہین کہ انمین نام مُردون کے ہوتے ہین اور وہب بن منبہؒ کہتے ہین کہ ایک بادشاہ تھا اسنے کسی جگہ جانے کو سواری کی تیاری کی اول کپڑے منگائے وہ اچھے نہ معلوم ہوے دوسرا جوڑا منگایا یہانتک کہ سب مین عمدہ جوڑا پہنا اسیطرح پھر سواریان منگاتا گیا اور جو سب سے عمدہ سواری تھی اسپر سوار ہوا پھر شیطان نے آکر اسکے نتھنون مین پھونک دیا اور غرور سے بھر دیا پھر وہ مع اپنے لشکر کے چلا اور غرور کے مارے لوگون کیطرف نہین دیکھتا تھا اتنے مین اسکے پاس ایک آدمی برانی صورت کا آیا اور اسکو سلام کیا اسنے سلام کا جواب نہ دیا اس شخص نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی بادشاہ نے کہا کہ باگ چھوڑ دے تونے بڑی گستاخی کی اسنے کہا کہ مجکو تجھسے ایک کام ہے اسنے کہا کہ جبتک مین اترون اسقدر ٹھہر جا اسنے کہا کہ نہین ابھی ضرورت ہے اور باگ کو خوب دبایا بادشاہ نے کہا کہ اچھا کہہ کیا کہتا ہے اسنے کہا کہ وہ راز کی بات ہے بادشاہ نے اپنا سر جھکا دیا اسنے کان مین آہستہ سے کہدیا کہ مین ملک الموت ہون بادشاہ کا رنگ فق ہو گیا زبان لڑکھڑانے لگی اور کہا کہ مجھے اتنی مہلت دے کہ مین اپنے گھر جاکر اپنی حاجت پوری کر لون اور گھر والون سے رخصت ہو لون اسنے کہا کہ اب مہلت نہین اپنے گھر اور اسباب کو اب کبھی دیکھنا نصیب نہو گا یہ کہکر اسکی روح قبض کر لی بادشاہ لکڑی کے کندے کی طرح گر پڑا پھر ملک الموت آگے بڑھا اور ایک ایماندار بندے سے ملا اور اسکو سلام کیا اسنے سلام کا جواب دیا ملک الموت نے کہا کہ مجکو تجھسے کچھ کان مین کہنا ہے اسنے کہا بہت بہتر اسنے آہستہ سے کان مین کہدیا کہ مین ملک الموت ہون اسنے کہا بہت خوب کیا آپ تشریف لائے مجھے مدت سے انتظار تھا روے زمین پر کوئی چیز غائب ایسی نہین کہ مجھے تمسے زیادہ اسکی ملاقات کا شوق ہو ملک الموت نے کہا کہ اپنی حاجت پوری کر لے جسکے لیے گھر سے نکلا ہے اسنے کہا کہ مجکو خدائے تعہ کے ملنے سے زیادہ اور محبوب تر دوسرا کوئی کام نہین ملک الموت نے کہا کہ اپنی جان نکلنے کے لیئے کوئی حالت

پسند کرے کیسے حال مین تیری جان قبض کرون اسنے پوچھا کہ یہ بات تم کر سکتے ہو کہا کہ ہان مجکو یہی حکم ہے اسنے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ مین وضو کرکے نماز
پڑھون جسوقت سجدے مین ہون اسوقت میری جان نکال لینا ملک الموت نے ایسا ہی کیا اور بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہین کہ ایک شخص کے
بنی اسرائیل مین سے بہت سامان جمع کیا جب مرنے لگا اپنے لڑکون سے کہا کہ مجکو میرے مال کے اقسام دکھاؤ اسکے سامنے گھوڑے اور اونٹ
اور غلام اور دوسری اشیا کردی گئین جب اسنے ان مالون کو دیکھا تو ازبر حسرت کرکے رویا ملک الموت نے جو اسکو روتے دیکھا تو کہا کہ روتا کیون
ہو قسم ہو اس ذات کی جسنے تجکو یہ سب دیا ہو مین تیرے گھر سے بدون تیرے بدن سے تیری جان کو جدا کیے نہ نکلونگا اسنے کہا کہ تو اتنی مہلت
دے کہ مین ان کو دے ڈالون اسنے کہا کہ یہ نہین ہوگا اب مہلت دور گئی مہلت سے پیشتر کیون نہ دیدیا یہ کہکر اسکی روح قبض کر لی اور روایت
ہے کہ ایک شخص نے مال جمع کیا تھا اور کوئی قسم مال کی جمع کرنے سے نہ چھوڑی تھی اور ایک مکان عمدہ بناکر اسمین دو دروازے مضبوط لگائے
تھے اور اسپر اپنے غلامون کا پہرہ بٹھایا تھا پھر اسنے اپنے یگانون کو اکٹھا کیا اور انکے لیے کھانا پکوایا اور اپنے تخت پر پانون پر پانون رکھکر
بیٹھ گیا اور وہ کھاتے رہے جب کھا چکے تو اپنے نفس سے کہا کہ اے نفس اب تو کچھ برسون مزے اڑا کہ مین نے تیرے لیے اتنا جمع کیا ہو کہ بس کریگا ابھی
اس کلام کو ختم نہ کرچکا تھا کہ اسکے پاس ملک الموت فقیرون کے بھیس مین پرانے کپڑے پہنے اور گلے مین جھجھولی ڈالے آیا اور کواڑونکو ایسے زور سے
کھڑکھڑایا کہ وہ اپنے بستر پر ڈر گیا نوکر چاکر اس فقیر پر دوڑ پڑے کہ تجھے کیا ہوا ہو اسنے کہا کہ اپنے آقا کو ذرا میرے پاس بلالاؤ انھون نے کہا کہ ہمارا آقا
تجھ جیسے کی خاطر نکلیگا اسنے کہا کہ ہان انھون نے جاکر ماجرا آقا سے کہا اسنے کہا کہ تمنے اسکی خدمت نہ کی فقیر نے دوبارہ دروازے کو پہلی مرتبہ سے بھی
زیادہ زور سے کھٹکھٹایا پہرہ دار اسکی طرف دوڑے اسنے کہا کہ اپنے آقا سے کہدو کہ مین ملک الموت ہون جب یہ سنا تو نوکرون پر رعب چھا گیا اور
آقا پر ذلت اور خشوع آپڑی کہنے لگا کہ اس سے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ اسکے عوض مین کسی اور کو لینا منظور ہو ملک الموت اسکے سامنے گھس گیا اور
کہا کہ اپنے مال مین جو کرنا ہو سو کرلے کہ مین تیرے گھر سے جبھی نکلونگا جب تیری جان لونگا اسنے اپنا مال سامنے دکھوایا اور دیکھکر کہا کہ اے مال خدا تجکو لعنت
کرے تونے ہی مجکو میرے رب کی عبادت سے روکا اور اس سے تخلیہ نکرنے دیا اللہ تعالیٰ نے مال کو گویا کردیا اسنے جواب دیا کہ تو مجھے کیون برا کہتا ہو تو خود
مجکو بادشاہون کے پاس لیجاتا تھا اور مفلسون کو اپنے دروازے سے ہٹا دیا کرتا تھا اور طرح طرح کے مزے مجھسے اڑاتا تھا[عہ] اور بادشاہونکی مجلسونمین بیٹھتا تھا
اور بری راہ مین اٹھایا کرتا تھا تو مین تجھے نہین[عہ] بچا سکتا اگر تو مجھے خیر مین خرچ کیا کرتا تو البتہ تیرے کام آتا اے آدمی تو مٹی سے پیدا ہوا ہو چاہے نیکی کر
چاہے گناہ پھر ملک الموت نے اسکی روح قبض کر لی اور وہ گر پڑا۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ ملک الموت نے کسی بڑے بادشاہ جابر
کی روح قبض کی کہ زمین پر اس جیسا کوئی نہ تھا جب وہ اسکی روح کو لیکر آسمان پر گئے تو ان سے فرشتون نے پوچھا کہ جن لوگون کی تم نے جان
نکالی ہو ان مین سب سے زیادہ کس پر تمکو ترس آیا ہو ملک الموت نے کہا کہ مجکو حکم ایک عورت کی جان نکالنے کا ایک جنگل مین ہوا تھا مین جب اسکے
پاس آیا تو دیکھا کہ اسکے اسیوقت لڑکا ہوا تھا تو مجھے اسپر رحم آیا کہ تنہا ہو اور سفر مین مرتی ہو اور اسکے لڑکے پر ترس آیا کہ یہ چھوٹا بچہ جنگل مین
رہیگا اور اسکا کوئی خبر گیران نہین ہو فرشتون نے کہا کہ وہ بادشاہ جسکی روح تم اب قبض کر لائے ہو وہی لڑکا ہو جس پر تمکو رحم آیا تھا ملک الموت
نے کہا سبحان اللہ جسپر چاہے لطف فرماوے عطاء بن یسار کہتے ہین کہ جب شعبان کی بیچ کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک نوشتہ
ملتا ہے اور یہ کہدیا جاتا ہو کہ جو لوگ اسمین مندرج ہین ان کی روح اس سال مین قبض کرلو پس آدمی درخت لگاتا ہو اور شادی کرتا ہے اور

عہ اصل مین ہے کہ ہو مرہ سرکنہ نزل علی السلاطین بہ نزل الملکون عن ابہم الخ یعنے میرے ہی ذریعہ سے تجھے بادشاہون سے ملنا جانا نصیب ہوتا تھا اور انکی مجلس مین تو بیٹھنے لگتا تھا جب ہمکو دیے جاتے ہین ۱۲

عہ اصل مین ہے کہ تجلس مجالس الملوک بی الخ یعنے میرے ہی ذریعہ سے بادشاہون کیطرح مجلس جاکر بیٹھتا تھا ۱۲

عہ وفی الاصل فلا امتنع منک الخ یعنے مین تجھے انکار نہین کرتا تھا ۱۲

عمارت بناتا ہو حالانکہ نام اسکا اس نوشتے مین ہوتا ہو اور اسکو خبر نہین ہوتی - اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ ملک الموت ہر روز ہر ایک گھر مین تین بار تجسس کرتا ہو جس شخص کو جانتا ہو کہ اسکا رزق پورا ہو چکا اور دن گذر چکے اسکی روح قبض کر لیتا ہو پس جب روح قبض کرتا ہو تو اسکے گھر والے رونے چلانے لگتے ہین ملک الموت دروازے کے بازو پکڑ کر کہتا ہو کہ بخدا مین نے نہ اسکی روزی کھائی نہ اسکی عمر تباہ کی نہ کچھ دن اس کے گھٹائے اور مین تو تم مین اسیطرح آتا رہونگا یہانتک کہ تم مین سے کسی کو نہ چھوڑونگا راوی فرماتے ہین کہ بخدا اگر وہ لوگ اسکو کھڑے ہوے دیکھین اور اسکی گفتگو سنین تو اپنے مردے کو بھولجاوین اور اپنے نفسون پر روین اور یزید رقاشیؒ کہتے ہین کہ ایک بادشاہ ظالم بنی اسرائیل مین کا اپنے گھر مین بیٹھا تھا اور اپنے کسی گھر والے سے تخلیہ کر رہا تھا اتنے مین دیکھا کہ ایک شخص دروازے سے چلا آتا ہے اسکو دیکھکر غضبناک اور ہیبت زدہ ہو کر اسکی طرف لپکا اور کہا کہ تو کون ہے اور میرے گھر مین تجھے کس نے پہونچایا اسنے جواب دیا کہ گھر کے مالک نے مجھے یہان داخل کیا ہو اور میرا حال جو پوچھتے ہو تو مین وہ ہون کہ دربان مجھے نہین روک سکتے پادشاہون سے اجازت مین نہین مانگتا نہ کسی دبدبے والے کی صولت سے ڈرون کوئی ظالم سرکش مجھے نہین منع کر سکتا نہ کوئی شیطان بدذات تب تو بادشاہ کے چھکے چھوٹ گئے اور بدن پر اتنا لرزہ پڑا کہ اوندھے منھ زمین پر گر گیا پھر اپنا سر ذلت اور مسکنت کی راہ سے اسکی طرف اٹھا کر کہنے لگا کہ معلوم ہوا کہ تو ملک الموت ہی اسنے کہا کہ ہان مین وہی ہون بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اتنی مہلت دیگا کہ مین اپنا عہد از سر نو کر لون اور توبہ کرون اسنے کہا کہ بس اب رہنے دے تیری مدت پوری ہوئی اور سانس ختم ہو چکی گھڑیان تمام ہوئین مہلت کی کوئی سبیل نہین بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے کہان لیجاوے گا اسنے کہا کہ تیرے اعمال کیطرف جو پہلے کر لیا ہو گا اور گھر کی جانب جو پیشتر بنایا ہوگا بادشاہ نے کہا کہ مین نے نہ تو کوئی عمل پیشتر کیا نہ کوئی اچھا گھر بنایا ملک الموت نے کہا کہ تو پھر آگ مین لیجاؤنگا جو گوشت پوست کچھ نہ چھوڑے پھر اسکی جان نکال لی اور وہ مر کر گر پڑا اس کے گھر والون مین سے کوئی رونے لگا کوئی چیخنے یزید راوی کہتے ہین کہ اگر ان لوگون کو اسکے ٹھکانے کی اطلاع ہوتی تو مرے کی نسبت کر اور بھی زیادہ واویلا کرتے اور اعمش خیثمہؒ سے روایت کرتے ہین کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئے اور انکے ہمنشینون مین سے ایک کو تاکتے رہے جب باہر نکلے تو اس مصاحب نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ یہ کون تھا آپ نے فرمایا کہ ملک الموت تھا اسنے کہا کہ یہ مجھے بہت تاکتے تھے گویا میری جان کے خواہان تھے آپ نے فرمایا کہ پھر تیری کیا مرضی ہو اسنے عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجکو بچاوین اور ہوا کو حکم کر دین کہ مجکو زمین کے سب سے اسطرف پہونچا دے آپ نے ہوا کو حکم دیا وہ حکم بجا لائی جب دوبارہ ملک الموت آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے انسے پوچھا کہ مین نے دیکھا تھا کہ تم میرے فلان مصاحب کو بہت تاکتے تھے انھون نے فرمایا کہ ہان مین متعجب تھا کہ مجکو حکم ہوا تھا کہ اسکی روح کو تھوڑی ہی دیر کے بعد زمین ہند کے اقصے حصہ مین قبض کرون اور وہ آپ کے پاس بیٹھا تھا لیکن مین نے وقت مقرری پر اس کو وہین پایا

چوتھی فصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کی وفات شریف کے ذکر مین -

حال وفات شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور فعل اور موت اور حیات اور سب حالات مین عمدہ اقتدا ہو اسلیے کہ آپ کے حالات ناظرین کے ۴۸

لیے عبرت ہین اور سمجھنے والون کو موجب بصیرت کیونکہ کوئی شخص اللہ تعہ کے نزدیک آپ سے بڑھکر بزرگتر نہ تھا آپ ہی اسکے خلیل اور حبیب اور مناجات کرنے والے اور برگزیدہ اور رسول و پیغامبر ہین اور باوجود اسکے دیکھو کہ جب آپ کی مدت شریف پوری ہو گئی تو ایک گھڑی کی بھی مہلت نہ دی اور وفات شریف کے وقت ایک لحظے کی تاخیر نہوئی بلکہ نزع کیوقت اللہ تعہ نے آپ کے پاس اپنے بزرگ فرشتون کو جو خلق کی جان نکالنے پر متعین ہین بھیجا جنھون نے نہایت جد و جہد اور سرعت کے ساتھ آپ کی روح پر فتوح کو جسم اقدس اور اطہر سے منتقل کر کے خدائے تعہ کی رحمت اور رضا اور عمدہ خوبصورتون بلکہ مکان خاطر خواہ مین خدائے تعہ کے ہمسایہ مین پہونچا دیا اور اسپر بھی حالت نزع مین کرب آپ کے اوپر زیادہ ہوا اور آہ نکلی اور پیہم قلق ہوا اور کلمات شوق زبان پر آئے رنگ متغیر اور پیشانی عرق آلود ہوئی اور دونون ہاتھ اضطرار مین کہین کے کہین پڑے یہان تک کہ اس کیفیت کو دیکھکر حاضرین بیتاب اور دیکھنے والے جگر کباب تھے تو بتاؤ کہ عہدۂ نبوت کے باعث تقدیران سے ٹل گئی یا حکم الٰہی نے آپ کے خاندان کا کچھ لحاظ کیا یا آپ سے باین وجہ درگذر کی کہ آپ حق کے مددگار اور خلق کے لیے بشارت اور خوف پہونچانے والے تھے یہ بات کوئی نہین ہوئی بلکہ جس چیز کا آپ کو حکم تھا اسکی فرمانبرداری کی اور جو لوح محفوظ مین معاینہ فرما چکے تھے اسکے بموجب کاربند ہوے یہ آپ کا حال ہوا حالانکہ آپ خدائے تعہ کے نزدیک صاحب مقام محمود اور حوض کوثر ہین اور آپ ہی قبر سے پیشتر اٹھینگے اور آپ ہی قیامت مین لب سفارش مجرمون کے لیے کھولینگے شعر فرمالوائے حمد بدست محمد است ✤ ہمشوع اوست وجملہ جہانش متابع ست ✤ پس بڑے تعجب کی بات ہو کہ ہمکو آپ کے حالات سے عبرت نہین ہوتی اور جو کیفیت ہمپر گذرے گی اسپر یقین نہین کرتے بلکہ شہوتون مین گرفتار اور گناہون اور برائیون کے یار رہتے ہین ہمین کیا ہوا ہو کہ ایسے سید المرسلین اور امام المتقین اور حبیب رب العالمین کی کیفیت سے نصیحت نہین مانتے شاید ہم یہ سمجھ رہے ہین کہ ہم ہمیشہ رہینگے یا یہ وہم دامنگیر ہو کہ باوجود بدافعالی کے خدائے تعہ کے نزدیک ہم بڑے ہین سو یہ بات بخیر بلکہ ہم تو یقینًا جانتے ہین کہ سب کے سب دوزخ پر وارد ہونگے اور اس سے بجز پرہیزگارونکے اور کوئی نہ بچیگا تو ورود مین تو ہمکو کلام ہی نہین مگر وہان سے پھر آنے کا وہم کرتے ہین اور اگر پھر آنے کا ظن غالب کرین تو اپنی جانون کے دشمن اور ظالم ہین اسلیے کہ ہم پرہیزگار تو نہین پھر وہان سے پھرنے کا گمان غالب کیسے کرتے ہین اللہ تعالیٰ تو یون فرماتا ہو وان منکم الا واردہا کان علیٰ ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا پس ہر ایک بندہ کو اپنے نفس پر غور کرنا چاہیے کہ وہ ظالمون سے قریب تر ہو یا پرہیزگارون سے تو بعد اسکے ائمہ اکابر سلف کی سیرت کو دیکھو اپنے نفس پر غور کرو کہ ان لوگون کا دستور تھا کہ باوجود عنایت ہونے توفیق کے خائف رہتے تھے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حال پر غور کرو کہ اپنے واقعہ شریفہ کا یقین رکھتے تھے اسلیے کہ آپ سید المرسلین اور متقیون کے پیشوا تھے اور عبرت کرو کہ دنیا سے علحدہ ہونیکے وقت کیسا کرب آپکو ہوا اور جنت ماویٰ مین تشریف لیجانے کے وقت کیسا سخت معاملہ گذرا اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ ہم اپنے سب ایماندارونکی مان یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے گھر مین وفات شریف کیوقت گئے آپ نے ہماری طرف دیکھا اور دونون آنکھین ڈبڈبا گئین پھر فرمایا کہ خوب ہوا تم آئے خدا تمکو زندہ رکھے اور پناہ دے اور مدد فرمائے مین تمکو خدائے تعہ سے ڈرنیکی وصیت کرتا ہون اور تمہارے باب مین خدائے تعہ سے وصیت کرتا ہون مین اسکی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہون وصیت یہ ہو کہ اللہ تعہ پر اسکے شہرون اور بندون مین چڑھائی نکرو اور موت کا وقت آلگا ہو اور رجوع اللہ کیطرف اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنت ماویٰ اور بھرپور جام وصال کیطرف ہو تو تم میری طرف سے خود اپنے آپ کو اور جو شخص

میرے بعد تمہارے دین مین داخل ہو اسکو سلام اور رحمت خدا کی کہیو اور روایت ہو[ح۱] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت جبرئیل
علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کا کون ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو وحی بھیجی کہ میرے حبیب کو مژدہ سنا دے کہ مین اسکو اسکی
امت کے باب مین رسوا نکرونگا اور یہ بھی بشارت دی کہ جب لوگ زمین سے اٹھینگے تو میرا حبیب انسے اول ہوگا اور جب سب اکٹھے ہونگے
تو وہی انکا سردار ہوگا۔ اور جنت اور امتون پر حرام ہو یہانتک کہ اسمین اسکی امت نہ جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری
آنکھین ٹھنڈی ہوئین اور فکر مٹی ؎ جانم فدائے تو کہ تراہست بیگمان ؛؛ از مہد تا بہ لحد ہمین فکر امتان ؛؛ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین[ح۲] کہ حالت مرض مین
ہمکو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات کنوون سے سات مشکین پانی کی منگوا کر نہلاو مین ہمنے ایسا ہی کیا آپ کو کچھ آرام
معلوم ہوا پھر لوگون کو نماز پڑھائی اور احد کی لڑائی مین جو لوگ شریک تھے انکے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور انصار کے باب مین وصیت کی یعنی
اسطرح ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو اور انصار ایسے ہو گئے ہین کہ جس ہئیت پر کہ آج ہین اس سے زیادہ نہونگے وہ لوگ میرے
خاص ہین کہ جنمین مین نے آکر جگہ لی بس انکے محسن کی تعظیم کیجیو اور برائی کرنیوالے کی خطا سے درگذر یو پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دنیا مین اور خدائے تعالیٰ
کے پاس کی چیز مین اختیار دیا گیا اسنے خدائے تعالیٰ کی چیز پسند کی یہ سنکر حضرت ابوبکر رضہ روئے اور جانا کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر استقلال کر گھبراو نہین یہ دروازے جو مسجد مین کھلے ہین سب بند کر دینا مگر ابوبکر کا دروازہ مت بند کرنا اسلیے
کہ اپنے نزدیک مین کسی شخص کو یاری مین ابوبکر سے بڑھکر نہین جانتا ہون حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پُرفتوح
نے میرے ہی گھر مین اور میری ہی باری کے دن مین اور میری ہی گود مین اعلیٰ علیین کو پرواز فرمایا اور مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کا لعاب اور میرا
جمع کر دیا اسطرح کہ اسوقت میرے پاس میرا بھائی عبدالرحمٰن ایک مسواک ہاتھ مین لیے آگیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسواک کی طرف
دیکھنے لگے مین سمجھی کہ یہ آپکو اچھی معلوم ہوتی ہو اور آپ سے پوچھا کہ اسے آپ کے لیے لے دون آپ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہان مین نے
مسواک لیکر آپ کو دے دی آپ نے اسکو منھ مین ڈالا تو کڑوی معلوم ہوئی مین نے پوچھا کہ مین نرم کر دون آپ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا مین نے
دانتون سے ملائم کر دی اور آپ کے سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا اپنا ہاتھ اسمین ڈالتے تھے اور فرماتے تھے لا الٰہ الا اللہ موت کی بڑی سختیان ہین پھر آپنے اپنا
دست مبارک اوپر کو اٹھا کر فرمایا رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ مین نے تب اپنے دل مین کہا کہ بخدا اب ہمکو آپ نہ پسند کرینگے اور سعید بن عبداللہ اپنے باپ سے
روایت کرتے ہین[ح۴] کہ جب انصار رضہ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت زیادہ بھاری ہوتی جاتی ہو تو مسجد شریف کا گرد لیا پس حضرت عباس رضہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لیگئے اور آپ سے جاکر عرض کیا کہ لوگ جمع ہین اور ڈرتے ہین پھر آپ کے پاس حضرت فضل گئے اور یہی کہا پھر حضرت
علی رضہ گئے اور ایسا ہی کچھ عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لو پکڑو انھون نے ہاتھ تھام لیا آپ نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہین انھون نے عرض کیا
کہ یہ کہتے ہین کہ ہمکو خوف آپ کے مرنے کا ہو اور آپ کے پاس مردون کے اکٹھا ہونے سے انکی عورتین چیخنے لگین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھے اور حضرت
علی رضہ اور فضل رضہ پر سہارا دیے باہر نکلے اور حضرت عباس رضہ آگے آگے تھے اور آپ کا سر مبارک پٹی سے بندھا تھا اور قدم شریف گھسیٹکر رکھتے تھے یہانتک
کہ منبر کے سب سے نیچے کے درجے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپ کیطرف متوجہ ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو مین نے سنا ہو کہ تم
میری موت سے ڈرتے ہو گویا موت سے نفرت کرتے ہو اور تم میری موت کا جو انکار کرتے ہو تو کیا مین نے تمکو اپنی موت کی خبر نہین دی یا تمہاری خبر

ح۱ طبرانی درکبیر بروایت جابر وابن عباس اور اسکی اسناد مین عبدالمنعم بن ادریس ہی ۱۲ ح۲ دارمی و مسند خود اسی سند مین ابراہیم بن مختار مختلف فیہ ہو ۱۲ ح۳ بخاری ومسلم ۱۲ ح۴ یہ حدیث منکر ہی اسکی سند مجھے نہین ملی اور عبداللہ بن ضرار تابعی ہو اور سعید اسکے بیٹا ضعیف ہو ۱۲

مرگ نہین پہونچی جو انبیا مجھسے پہلے تم مین بھیجے گئے ان مین سے کوئی بچا اور تم مین ہمیشہ کو رہا ہو سن لو کہ مین اپنے رب سے ملنے والا ہون اور تم بھی اس سے ملوگے اور مین تم کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ پہلے ہجرت کر کے آئے انکے ساتھ بہتری کیجیو اور ہجرت کرنیوالون کو آپس مین سلوک کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہون اسلیئے کہ اللہ تعم فرماتا ہو والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اور سب معاملات خدائے تعم کے حکم سے ہوا کرتے ہین تو ایسا نہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اس مین جائز ہونے کی درخواست کرو کیونکہ اللہ تعم کسی کی جلدی کے باعث جلدی نہین کیا کرتا اور جو شخص اللہ تعم پر غالب ہونا چاہیگا اللہ تعم اسکو مغلوب کریگا اور جو خدائے تعم سے داؤن چاہیگا اللہ تعم اسکو دھوکا دیگا وہ خود فرماتا ہو فہل عسیتم[ع] ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اور مین تمکو انصار کے باب مین خیر کی وصیت کرتا ہون اسلیئے کہ انھون نے تم سے پہلے مدینے مین اقامت اور ایمان کا خلوص حاصل کیا تم انکے ساتھ احسان کرنا دیکھو انھون نے اپنے پھل آدھے تمکو دیئے تمکو گھرون مین وسعت کر دی باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانون پر تمکو ترجیح دی یاد رکھو کہ اگر تم مین سے کوئی دو آدمیون پر بھی حکومت پاوے تو چاہیئے کہ انکے محسن کیطرف سے جو کچھ وہ دین قبول کرے اور اگر کوئی ان مین سے کچھ برائی کرے تو اس سے درگذر کرے اور آگاہ رہو کہ اُنپر اپنے آپ کو ترجیح مت دینا اور معلوم کر لو کہ مین تمہارا اگوا ہون[عہ] اور تم مجھسے ملنے والے ہو اور خبردار رہو کہ تمہارے وعدہ کی جگہ حوض ہے میری حوض اس سے بھی زیادہ چوڑی ہو جو شام کے بصرہ اور یمن کے صنعا مین ہو اسمین ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہو جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو جو کوئی اسمین سے پانی پیئیگا کبھی پیاسا نہوگا اسکی کنکرین موتی ہین اور خاک مشک اگر قیامت مین کوئی اس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم رہا سن لو جسکو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے پاس اس حوض پر آوے تو چاہیے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے صرف انسے وہی کام لے جسکے جو لائق کرنے کے ہون پھر حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اے رسولخدا کچھ قریش کے باب مین بھی لوگون سے فرما دیجیئے آپنے فرمایا کہ اس امر یعنی خلافت کی وصیت مین قریش کو کرتا ہون اور لوگ قریش کے تابع ہین نیک انکے نیک کا تابع ہو اور بد بد کا پس اے قریش والو لوگون کو خیر کی وصیت کرتے رہنا اے لوگو گناہ نعمتون کو بدل ڈالتے ہین اور اخلاق کو متغیر کر دیتے ہین پس جب لوگ نیکی کرینگے تو انکے امام بھی انکے ساتھ نیکی کرینگے اور جب بدکار ہونگے تو حاکم بھی انپر رحم نہ کرینگے اللہ تعم فرماتا ہو وکذالک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون[عہ]

اور حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہین[عہ] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اے ابو بکر کچھ پوچھ لے انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم کیا موت قریب آئی آپ نے فرمایا کہ نزدیک ہوئی اور لٹک آئی انھون نے کہا کہ اے نبی اللہ خدائے تعم کے پاس کی چیزین آپ کو مبارک ہون ہمین یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کہان تشریف لیجائینگے آپ نے فرمایا کہ خدائے تعم کی طرف اور سدرۃ المنتہی کیطرف پھر جنت ماوی اور فردوس اعلی اور جام اوفی اور رفیق اعلی اور بہرۂ پائدار اور عیش خوشگوار کیطرف حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ آپ کو غسل کون دے گا آپ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے مرد جو قریب تر ہون سب سے پھر وہ جو انسے ذرا دور ہون انھون نے عرض کیا کہ آپ کو کفن کیا دیوین آپ نے فرمایا کہ میرے یہی کپڑے اور حلۂ یمانی اور مصر کا سفید انھون نے عرض کیا کہ آپ پر ہم نماز کیسے پڑھین یہ کہکر حضرت ابو بکرؓ اور ہم سب روے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روئے ۔ زور دہجیر تو زہرہ شدہ است

ا۔ قسم ہے اترتے دن کی مقرر انسان پر ٹوٹا ہے مگر جو یقین لائے اور کیے بھلے کام اور آپس مین تقید کیا سچے دین کا اور آپس مین تقید کیا صبر کا ۱۲

[ع] پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت ملے تو خرابی ڈالو ملک مین اور قطع کرو اپنے ناتے ۱۲

[عہ] جو شخص اپنے [illegible] دینی سامان کرے ۱۲

[عہ] اور اسیطرح ہم ساتھ ملا دینگے گنہگارون کو ایک دوسرے سے بدلہ ان کی کمائی کا ۱۲

[عہ] ابن سعد نے [illegible] بروایت محمد بن عمر واقدی بسند ضعیف مرسلا ۱۲

آب مگر ونکو سیل اشک زدیدہ نمیشود موقوف ؛ پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو خدائے تعالیٰ تمکو مغفرت کرے اور تمہارے نبی کے عوض مین تم کو جزائے خیر دے کہ جب تم مجکو نہلا کر کفناؤ تو چارپائی پر میری اسی حجرے مین قبر کے کنارے پر رکھکر ذرا ایک ساعت کو باہر چلے جانا کہ اول جو مجھپر نماز پڑھیگا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے کہ تم پر وہ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہین پھر خدائے تعالیٰ فرشتون کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی اجازت دیگا تو مخلوق خدا مین سے اول میرے پاس جبرئیل آکر میری نماز پڑھینگے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت بہت سے لشکرون سے پھر تمام باقی فرشتے علیہم السلام میری نماز پڑھینگے پھر تم مجھپر اندر آکر نماز پڑھیو اور ایک ایک جتھا جدا جدا صلوٰۃ و سلام مجھپر کہتے جائیو اور میری تعریف کر کے مجکو ایذا مت دیجیو نہ چیخ ماریو نہ پکار کر روئیو اور مناسب ہے کہ اول امام نماز شروع کرے اور میرے اہلبیت جو قریب تر ہون ان کے بعد وہ جو ان سے دور ہون پھر اسیطرح پھر عورتون کی جماعتین پھر لڑکون کے گروہ حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اترے آپ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے کچھ لوگ جو میرے قریب سے قریب ہون بہت سے فرشتون کے ساتھ کہ تم انکو نہ دیکھوگے اور وہ تمھین دیکھینگے اب میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگون کو دین کا حال بتاؤ اور عبداللہ بن ربیعہؓ فرماتے ہین کہ شروع ربیع الاول مین حضرت بلالؓ نے نماز کیلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھاوے مین باہر نکلا اور دروازے کے سامنے صرف حضرت عمرؓ کو مع چند لوگون کے دیکھا جنمین حضرت ابوبکرؓ نہ تھے مین نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ کھڑے ہوکر نماز کو پڑھاوین حضرت عمرؓ نے اٹھکر نماز کے لیے اللہ اکبر کہا چونکہ آپ کی آواز بلند تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنی فرمایا کہ ابوبکرؓ کہان ہین عمرؓ کے آگے ہونیکو نہ خدا مانیگا نہ مسلمان اس جملے کو تین بار فرما کر ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگون کو نماز پڑھاوے حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ابوبکرؓ ایک نرم دل آدمی ہین جب آپ کی جگہ کھڑے ہونگے تو گریہ انپر غالب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تم حضرت یوسفؑ کی ساتھ والی ہو ابوبکرؓ ہی سے کہو کہ نماز پڑھاوے عبداللہ راوی کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے پڑھانے کے بعد پھر حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی پس حضرت عمرؓ مجھسے کہا کرتے کہ اے ربیعہ کے بیٹے تو نے یہ کیا کیا اگر مجکو یہ گمان نہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجکو ارشاد فرمایا ہوگا تو مین صرف تیرے کہنے سے کبھی نماز نہ پڑھاتا مین کہا کرتا کہ مجھے اسوقت تمسے بہتر اور کوئی امامت کے لیے نظر نہ آیا حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ مین نے جو حضرت ابوبکرؓ کیطرف سے عذر کیا تھا تو اسکی یہ وجہ تھی کہ وہ دنیا کے راغب نہ تھے علاوہ اسکے خلافت مین اندیشہ اور خطرہ بہت ہی مگر جسکو خدا بچاوے اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز کبھی نہ پسند کرینگے کہ حضرت کی زندگی ہی مین کوئی آپ کی جگہ نماز پڑھاوے مگر یہ کہ خدائے تعالیٰ چاہے اور حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے سے لوگ انسے حسد کرینگے اور ان سے سرکش ہوجاوینگے اور فال بد کہینگے مگر چونکہ ہوتا وہی ہی جو خدا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے محفوظ رکھا اور جس چیز سے مین ڈرا کرتی تھی اس سے صاف بچایا اور فرماتی ہین کہ جب وہ دن ہوا جسمین آپ کی وفات ہوئی ہے تو لوگون نے کچھ مزاج مبارک مین صبح کیوقت ہلکا پن اور مرض مین تخفیف پائی اسی لیے سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو گئے اور خوشی خوشی کامون مین مصروف ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف عورتین رہ گئین ہمارا حال اس روز ایسا تھا کہ توقع اور خوشی جیسی ہمکو اس روز تھی ایسی کبھی پہلے نہوئی تھی اسی اثنا مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ یہ فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے اور عورتین تو باہر چلی گئین اور مین آپ کا سر مبارک گود مین لیے تھی جب آپ بیٹھ گئے تو مین بھی حجرے کے گوشے مین ہوگئی پس آپ نے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی پھر مجکو بلا کر سر مبارک میری گود مین رکھ لیا اور عورتون سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ مین نے

عرض کیا کہ یہ آہٹ تو جبرئیل علیہ السلام کی نہ تھی آپ نے فرمایا کہ درست ہے اے عائشہ رض یہ ملک الموت ہے کہ میرے پاس آکر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ بدون اذن آپ کے پاس نہ آؤن تو اگر آپ اجازت نہ دینگے تو چلا جاؤنگا اور اگر اجازت دینگے تو اندر آؤنگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ کی روح بدون آپ کے ارشاد کے نہ قبض کرون اب آپ کا ارشاد کیا ہے مین نے اس سے کہدیا ہے کہ جبتک جبرئیل علیہ السلام آوین جبتک مجھسے علیحدہ رہو اب جبرئیل ع کے آنے کی ساعت ہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ یہ آپ نے ایسی صورت پیش کی کہ جبکا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی تو ہمنے سکوت کیا اور یہ معلوم ہوا کہ گویا ہم سخت آواز کے مارے دنگ رہ گئے ہین کہ کچھ آپ سے نہین کہتے اور نہ اس امر کی بڑائی اور ہیبت کے سبب سے کسی کو تاب گویائی کی تھی ہمارے دل رعب سے بھر گئے تھے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ساعت مین تشریف لائے سلام لیا مین نے انکی آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر آئے اور آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو اور وہ آپکا حال آپسے زیادہ جانتا ہے مگر چاہتا ہے کہ آپکی کرامت اور شرف بڑھا کر خلق پر آپکی بزرگی اور شرافت کامل کردے اور یہ امر آپ کی اُمت مین سنت ہوجاوے آپنے فرمایا کہ مین اپنے آپکو دردمند پاتا ہون حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ کو مژدہ ہو کہ خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ جو مرتبے آپ کے لیے تیار کیے ہین انپر آپکو پہنچاوے آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل ع ملک الموت نے مجھسے اجازت چاہی اور یہ حال کہا حضرت جبرئیل ع نے عرض کیا کہ اے محمد آپ کا رب آپ کا مشتاق ہے اور جو کچھ آپ سے کیا چاہتا ہے وہ مین بتا ہی چکا ہون بخدا کہ ملک الموت نے آج تک نہ کسی سے اجازت مانگی نہ آیندہ کو کبھی کسی سے مانگیگا مگر خدائے تعالیٰ کو آپ کا شرف پورا کرنا منظور ہے اور وہ آپ کا مشتاق ہے آپ نے فرمایا کہ تو اب تم اسکے آنے تک یہان سے مت جاؤ یہ فرماکر عورتون کو اندر بلالیا اور حضرت فاطمہ رض سے فرمایا کہ میرے پاس آؤ وہ آپ کے اوپر جھک گئین آپ نے کچھ انکے کان مین کہا انھون نے جو سر اٹھایا تو آنکھون مین سے آٹھ آٹھ آنسو نکلتے تھے اور تاب گفتگو نہ تھی پھر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کو کر انھون نے منھ سے کان ملادیا پھر کچھ کان مین ارشاد فرمایا پھر جو انھون نے سر اٹھایا تو ہنستی تھین اور بول نہ سکتی تھین ہمکو اس حال سے تعجب ہوا بعد کو مین نے انسے ماجرا پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ اول بار مجھسے ارشاد فرمایا کہ مین آج وفات پاؤنگا اس سبب سے مین روئی اور دوبارہ ارشاد فرمایا کہ مین نے خدائے تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ سب سے اول میرے گھر والون سے تجھکو مجھسے ملادے اور میرے ساتھ رکھے اسلیئے مین ہنسی پھر حضرت فاطمہ رض نے اپنے دونون صاحبزادون کو آپ کے پاس کیا آپ نے دونون کو پیار کیا پھر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی آپ نے اجازت دی انھون نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ مجکو کیا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجکو میرے رب سے ابھی ملادو انھون نے عرض کیا کہ آج ہی ملادونگا اور تمہارے رب کا یہ حال ہے کہ تمہاری طرف مشتاق ہے اور جتنا تردد آپ کیطرف سے پروردگار کو ہے اتنا کسی کیطرف سے نہین کیا اور مجکو بدون اجازت کے اندر جانے سے کسی کے پاس منع نہین فرمایا بجز آپ کے لیکن آپکی ساعت آپکے آگے ہی ہے یہ کہکر چلے گئے اور حضرت جبرئیل آئے اور عرض کیا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یہ میرا زمین پر آخر کا اترنا ہے پھر کبھی نہین اترونگا وحی بھی تہ ہوئی اور دنیا بھی زمین مین مجکو آپ کے سوا کوئی کام نہ تھا نہ بجز آپ کی حضوری کے اور کوئی غرض ؎ رفت از بوے سر زلف تو خلقے بچمن ؛ ورنہ کی بوئے نسیم سحری بود غرض ؛ اب مین ہون اور میری جگہ ہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ بخدا گھر مین کسی کو تاب ایک لفظ کے بولنے کی نہ تھی اور نہ کوئی مردون کو بلاتا تھا اسلیئے کہ حضرت جبرئیل ع کا یہ کلام نہایت درجہ کو بڑا معلوم ہوتا تھا اور ہم سب خائف و ترسان تھے پھر مین نے اٹھکر آپ کے سر مبارک کو اپنی گود مین رکھ لیا اور آپکے سینۂ مبارک کو تھام لیا اور آپ کو بیہوشی شروع ہوئی یہانتک کہ دبا دبا لیتی تھی اور آپ کی پیشانی مین سے اتنا پسینا ٹپکتا تھا کہ مین نے کسی آدمی کے اتنا نہین دیکھا اور اپنی انگلی سے اسکو پونچھتی جاتی تھی اور

کوئی خوشبو مین نے اس سے زیادہ نہین دیکھی اور جب آپکو افاقہ ہوتا تو مین کہتی کہ مین اور میرے مان باپ اور گھربار سب آپ پر فدا ہون آپ کی پیشانی اتنا پسینا کیون دیتی ہو آپنے فرمایا کہ اے عائشہ مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہو اور کافر کی جان باچھونکی راہ گدھے کی جان کی طرح نکلتی ہو اسوقت ہم ڈر گئے اور اپنے اپنے گھر آدمی بھیجا تو اول شخص جو ہمارے پاس آیا میرا بھائی تھا مگر آپ سے نہ مل سکا اسکو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا اسکے آنے سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرماے خلد بریں ہو چکے تھے غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپ کی روح عرش بریں کو پرواز کر گئی اور خدا ئے تع ہی نے لوگون کو آپ کے پاس نہ آنے دیا اسلیے کہ جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کو آپ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا اور جب آپ کو بیہوشی ہوتی تھی تو یہی فرماتے تھے بل رفیق اعلیٰ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کو کئی کئی بار اختیار دیا جاتا تھا اور جب طاقت گفتار ہوتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز نماز تم لوگ ہمیشہ جمے رہوگے جبتک نماز اکٹھے پڑھوگے نماز کی وصیت مرتے دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آپ کی وفات دوشنبہ کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان مین ہوئی۔ حضرت فاطمہ رضؓ نے فرمایا کہ دوشنبہ مجھپر مبارک نہین بخدا کہ امت کو ہمیشہ اس روز بڑی مصیبت ہوا کریگی اور جس روز کوفے مین حضرت علیؓ پر مصیبت آئی تو حضرت ام کلثوم ؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ مین میرے لیے خیر نہین اسی مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اور اسی مین میرے شوہر یعنی حضرت عمر رضؓ شہید ہوے اور اسی مین میرے باپ یعنی حضرت علیؓ شہید ہوے تو اس روز مین میرے واسطے کچھ خیر نہین اور حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہین کہ جب آپ خلد بریں کو تشریف فرما ہوے تو لوگ نہایت سختی مین پڑے یہانتک کہ آواز گریہ بلند ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرشتون نے آپ کے کپڑون مین ڈھانپ دیا اب لوگ مختلف حال پر ہوگئے بعضے موت سے منکر ہوے اور بعضے گونگے ہوگئے کہ مدت تک نہ بولے اور بعضے عقل سے خارج ہوے کہ بات مہمل کرنے لگے اور کچھ لوگون کی عقل ٹھکانے رہی اور کچھ لوگ بیٹھے رہ گئے حضرت عمر بن خطاب رضؓ ان لوگون مین تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے اور حضرت علیؓ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور حضرت عثمان رضؓ گونگے ہوگئے حضرت عمر رضؓ نے باہر نکلکر فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات نہین پائی اللہ تعہ انکو پھیر دیگا اور منافق لوگون کے ہاتھ اور پاؤن کاٹ دیگا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کی تمنا کرتے ہین جیسے خدائے تعہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا ویسے ہی ہمارے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہو وہ اب تمہارے پاس پھرے آتے ہین اور ایک روایت مین یون ہو کہ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال سے اپنی زبان روکو وہ مرے نہین بخدا کہ اگر اب کسی کو کہتے سنونگا تو اپنی تلوار سے اسکے دو کردونگا اور حضرت علی رضؓ گھر مین بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور حضرت عثمان رضؓ کچھ نہ بولتے تھے لوگ انکا ہاتھ پکڑ کر لیجاتے تھے اور لے آتے تھے گویا فرقت یار مین راہ بھی نہ معلوم ہوتی تھی ؎ رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورت دوست ✽ ہمچو شمعے کہ چراغش ز مقابل ببرود ✽ مسلمانون مین سے جیسا حال حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کا تھا ایسا اور کسی کا نہ تھا کہ اللہ تعہ نے ان دونون کو توفیق اور راستی عنایت فرمائی تھی اگرچہ لوگ صرف حضرت ابوبکر رضؓ کے قول سے اپنی حرکات سے باز رہتے تھے حضرت عباس رضؓ نے تشریف لاکر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کو چکھا اور وہ تو اپنی زندگی مین تمہارے درمیان فرمایا کرتے تھے انک میت وانہم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون اور حضرت ابوبکر رضؓ بنی حارث بن خزرج مین تھے جب انکو خبر وفات شریف پہونچی تو تشریف لائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر آپ کے دیدار سے مشرف ہوے پھر آپ کے اوپر جھک کر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ مادر و پدرم فدائے تو یا رسول اللہ

اللہ تعہ آپ کو دو بار تو موت دینے ہی کا نہین پس ایک ہی بار مرنا تھا سو آپ وفات پا چکے پھر حضرت ابو بکر رضہ لوگون کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگو جو کوئی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوچتا تھا تو انھون نے تو وفات پائی اور جو کوئی محمد کے رب کو پوچتا تھا وہ البتہ زندہ ہی نہین مریگا اللہ تعہ فرماتا ہی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا پس لوگون کا ایسا حال ہوا کہ گویا اس آیت کو اسی دن سنا تھا اور ایک روایت مین ہی کہ حضرت ابو بکر رضہ کو جب خبر ہوئی تو آپ حجرۂ شریف مین درود پڑھتے داخل ہوئے آنکھون سے آنسو جاری تھے اور ہڑکی کی آواز دانتون کی رگڑ سے سنائی دیتی تھی مگر باوجود اسکے قول و فعل اچھا کرنے مین بہادر تھے آتے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جھک پڑے اور آپ کے روے مبارک کو کھولکر پیشانی اور رخسارون پر بوسہ دیا اور چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اور میرے مان باپ اور گھر بار آپ پر فدا ہون آپ زندہ بھی اچھے رہے اور مرکر بھی اچھے آپ کی موت سے وہ بات ختم ہوگئی جو کسی نبی کی موت سے نہوئی تھی یعنے نبوت یا وحی تو آپ کا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے برتر ہی آپ مخصوص ہوے تو ایسے کہ سب کے رنجون کے ضامن ہوگئے اور عام ہوئے تو ایسے کہ ہم سب آپ کے باب مین برابر ہین یعنی آپ کی رسالت تمام آدمیون کے لیے ہی اور اگر آپ کی موت آپ کے اختیار سے نہوتی تو آپ کے غم مین ہم اپنی جانین فدا کرتے اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرما دیتے تو آنکھون کا پانی ختم کر دیتے مگر جو بات آپ ہم سے دور نہین کر سکتے وہ رنج اور یادگاری ہی کہ کبھی نہ ملینگے الٰہی تو یہ باتین اپنے حبیب کو ہماری طرف سے پہونچاوے اور اے محمد صلے اللہ علیک آپ ہمکو اپنے رب کے پاس یاد رکھین اور گوشۂ خاطر مین جگہ دین آپ اپنے پیچھے اگر وقار نہ چھوڑ جاتے تو کسی کی کیا مجال تھی جو آپ کے بعد کی مشقت کا تحمل ہوتا الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہونچاوے اور ہمارے درمیان مین اسکی نگاہبانی فرما اور حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہی کہ جب حضرت ابو بکر رضہ حجرۂ شریف مین داخل ہوے اور صلوٰۃ و ثنا کہی تو گھر والون نے ایک شور برپا کیا جسکی آواز باہر تک والون نے سنی جب آپ کچھ کہتے تھے جبھی آواز اور زیادہ ہوتی تھی اور انکی آواز کسی طرح نہ پست ہوئی مگر اسی حال مین ایک شخص بلند آواز زور آور نے دروازے پر سے یہ کہا کہ اے گھر والو سلام علیکم کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون خداے تعہ موجود رہنے مین ہر ایک شخص کا نائب ہی یعنے جو جاتا رہتا ہی اسکا عوض وہ خود موجود ہی اور ہر رغبت کے لیے اللہ اور ہر خوف سے نجات حاصل ہی اور اسی سے توقع رکھو اور اسی پر اعتماد کرو جب گھر والون نے یہ آواز سنی تو یہ نہ معلوم ہوا کہ کسکی آواز ہی رونا موقوف کر دیا رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی موقوف ہوگئی کسی نے باہر بالکل گرد دیکھا تو کسی کو نہ پایا پھر گھر مین چلا آیا اور رونا شروع ہوا ایک اور پکارنے والے نے آواز دی کہ اسکو بھی لوگ نہ پہچانتے تھے اسنے یہ کہا کہ اے اہلبیت خداے تعہ کو یاد کرو اور اسکا شکر کرو ہر حال مین تاکہ تم مخلصومنین سے ہوجاؤ اسکے باقی رہنے مین ہر مصیبت سے تسکین اور ہر مرغوب چیز سے عوض حاصل ہی تو اللہ تعہ ہی کی اطاعت کرو اور اسی کے حکم کے بموجب عمل کرو پس حضرت ابو بکر رضنے فرمایا کہ یہ دونون خضر اور الیاس علیہم السلام تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازے پر حاضر ہوے تھے اور قعقاع بن عمرو نے حکایت خطبہ حضرت ابو بکر رضہ کی پوری لکھی ہی وہ کہتے ہین کہ حضرت ابو بکر رضہ لوگون مین خطبہ پڑھنے کو اٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رو یا ہی کیے سارا خطبہ متضمن درود شریف پر تھا اول خداے تعہ کی حمد و ثنا ہر حال مین بیان کی اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اسکے سوا کوئی معبود نہین وہ واحد برحق ہی اسنے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کفار کی جماعتون کو شکست دی تو خداے تعہ یکتا کا شکر ہی اور یہ بھی گواہی دیتا ہون کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے

ف اور تشہد تو ایک دہرایا نہ جو پہلے پہلے اس سے حیات رسول نہین اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤن اور جو کوئی پھر جاوے گا الٹے پاؤن وہ نہ بگاڑ سکیگا اللہ کا کچھ ۱۲ اسرح ابن ابی الدنیا بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲ اسرح ابن ابی الدنیا بروایت انس و طبرانی در اوسط بسند ضعیف اور ذکر الیاس کا میری نظر سے کہین نہین گزرا ۱۲ ف ہرچند کہ چھٹی ... پھر بیماری ...

بندے اور رسول اور نبیون کے تمام کرنیوالے ہین اور گواہی دیتا ہون کہ کتاب ایسی ہی ہو جیسی اتری اور دین ایسا ہی ہو جیسا کہ مشروع ہوا اور حدیث ایسی ہی ہو جیسی بیان فرمائی اور قول وہی ہو جو انھون نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ حق ہو کھلا ہوا الٰہی پس رحمت کر محمدؐ اپنے بندے اور رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور چنے ہوئے اور بہترین پر ایسی رحمت کہ تو نے کسی پر اپنی مخلوق مین سے کی ہو اس سے بڑھکر ہو الٰہی اپنی رحمتین اور عفو اور مہر اور برکتین سب مخصوص کردے سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو خیر کی طرف کھینچنے والے اور خیر کے پیشوا اور رسول رحمت ہین الٰہی تو انکا قرب زیادہ فرما اور انکی دلیل بڑی کر اور انکا مقام اچھا کر اور ان کو ایسے مقام محمود مین اٹھا کہ اگلے پچھلے سب انکے غبطہ کرین اور انکے مقام محمود پر ہونے سے ہمکو قیامت کے دن نفع پہونچا اور آخرت مین ان کی عوض تو ہمارے درمیان رہ اور انکو جنت مین درجہ اور وسیلے پر پہونچادے الٰہی تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جسطرح کہ تو نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرمائی تو ہی ہو اچھے کام والا اور بزرگی والا بعد اسکے فرمایا کہ اے لوگو جو کوئی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو انھون نے تو وفات پائی اور جو کوئی خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہو نہین مریگا اور اللہ تعالیٰ نے انکے باب مین پہلے ہی تمکو کہدیا ہو پس ان کو بیصبری سے مت پکارو اسلیے کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیواسطے اپنے پاس کی چیز بہ نسبت تمہارے پاس کی چیز کے پسند فرمائی اور انہا ثواب عنایت فرمانے کو انکو اٹھالیا اور تم مین اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی پس جو شخص کہ ان دونون پر تمسک کرے گا وہ عارف ہوگا اور جو کوئی ان دونون مین فرق کریگا وہ اس آیت کا منکر ہی یاایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط اور چاہیے کہ شیطان تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرنے سے تمکو غافل نہ کردے اور دین مین تمہارے اوپر کوئی بلا نہ لاڈالے خیر سے جلدی کر شیطان پر کہ اسکو تھکا مارو گے اور اسکو مہلت مت دو ورنہ وہ تم سے ملیگا اور تمکو فتنے مین ڈال دیگا اور حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہو کہ جب حضرت ابو بکر رضؓ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضؓ سے کہا کہ مین نے سنا ہو کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہین مرے ہین کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا حال فلان روز اور فلان روز فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید مین فرماتا ہے انک میت وانہم میتون حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ مصیبت کے باعث مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ مضمون کتاب اللہ مین آج کے سوا اور کبھی سنا ہی نہین مین گواہی دیتا ہون کہ قرآن مجید جیسا اترا ہو وہی حق ہو اور حدیث ویسی ہی ہو جیسی بیان فرمائی ہو اور اللہ زندہ ہو کہ نہین مریگا انا للہ وانا الیہ راجعون اور اللہ تعالیٰ کے صلوات اسکے رسول پر نازل ہون اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس چاہتے ہین پھر حضرت ابو بکر رضؓ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ جب لوگ آپ کے نہلانے کو جمع ہوئے تو آپس مین کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ رسول خدا کو کیسے نہلاوین یعنے انکو ننگا کرکے نہلاوین جیسا اور مردون کو نہلایا کرتے ہین یا کپڑون سمیت نہلاوین اسی تردد مین تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند بھیجدی یہانتک کہ کوئی آدمی ایسا نہ رہا جو چھاتی پر اپنی ڈاڑھی لگائے نہ سوتا ہو پھر کسی کہنے والے نے جسکا حال معلوم نہین کہ کون تھا کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع کپڑون کے نہلاؤ اس مین سب چونک پڑے اور اسی آواز غیب کے بموجب عمل کیا اور آپ کو قمیص مین نہلایا اور غسل سے فارغ ہو کر کفن پہنایا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ہم نے آپ کے قمیص کو اتارنا چاہا ہمکو آواز ہوئی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا کرتا مت اتارو ہمنے ویسے رہنے دیا اور کرتہ پہنے ہی نہلایا جسطرح اپنے مردون کو لٹا کر نہلاتے تھے ہم اگر آپ کے

حاشیہ [illegible]

کسی عضو کو بدلنا چاہتے تھے تو ہمکو ذرا بھی دقت نہوتی تھی وہ عضو بدلجاتا تھا یہانتک کہ اسکے غسل سے فارغ ہوجاتے تھے اور ہمکو گھر مین ہوا کی سی سنسناہٹ سنائی دیتی تھی اور آواز آتی تھی کہ رسول خدا کے ساتھ نرمی کرو کہ تمکو کچھ کرنا نہین پڑیگا تو وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرح پر تھی آپ نے نہ کوئی بالون کا کپڑا چھوڑا نہ اون کا جو تھا وہ سب آپ کے ساتھ دفن ہوگیا ابو جعفرؓ کہتے ہین کہ لحد مین آپ کا بستر اور چادر بچھائی گئی اور اسکے اوپر آپ کے وہ کپڑے ڈالے گئے جو آپ زیب تن مبارک فرماتے تھے پھر ان کے اوپر آپ مع اپنے کفن کے رکھے گئے غرضکہ اپنی وفات کے بعد آپ نے کچھ مال نہ چھوڑا اور نہ زندگی مین مکان کی نیت سے اینٹ پر اینٹ رکھی نہ نے پرنے تو آپ کی وفات مین عبرت کامل اور مسلمانون کے واسطے عمدہ اقتدا ہی

وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت عائشہ رضؓ آپ کے پاس آئین اور مثال کے طور پر ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی شعر کثرت دولت قسم ہر مردکے آوے نہ کام : جب رکا سینے مین دم ہو اور لبون پر جان ہو ؛ آپنے اپنا چہرہ کھولدیا اور فرمایا کہ یون مت کہو یہ کہو کہ وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ماکنت منہ تحید میرے ان دونون کپڑون کو دیکھ رکھو انکو دھوکر مجکو انھین مین کفنانا اسلیے کہ نئے کپڑے کی حاجت مردے کی نسبت کہ زندہ کو زیادہ ہی اور حضرت عائشہ رضؓ نے آپ کی موت کیوقت ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی شعر ہوتی تھی بارش اس رخ پر نور کے طفیل ؛ بیودن کی عصمت اس سے یتیمون کی تھی بہار ؛ آپ نے فرمایا کہ اس شعر کے مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہین اور لوگون نے آپکے پاس آکر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلادین جو آپ کا حال دیکھے آپنے فرمایا کہ میرے طبیب نے مجھے دیکھکر کہدیا ہی کہ انی فعال لما ارید یعنی مین جو چاہونگا سو کرونگا اور حضرت سلمان فارسیؓ آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکر کچھ ہمکو وصیت کیجئے آپنے فرمایا کہ خدائے تعم تمہارے لیے دنیا فتح کرنے کو ہی تم اسمین سے اسیقدر لینا کہ بسراوقات کے موافق ہو اور یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہے وہ اللہ تعم کے عہد مین ہوجاتا ہی تو ایسا نہ کرو کہ خدائے تعم سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تمکو منہ کے بل دوزخ مین ڈال دے اور جب حضرت ابوبکر رضؓ بہت بیمار ہوئے کہ باہر نہ نکل سکے اور لوگون نے چاہا کہ اپنا نائب کسی کو کردین تو آپنے حضرت عمرؓ کو اپنا نائب کیا لوگون نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپنے اپنا نائب ایک شخص تند مزاج سخت دل کو کیا ہی خدائے تعم کو کیا جواب دو گے آپنے فرمایا کہ یہ کہونگا کہ تیری مخلوق مین سے جو سب سے بہتر تھا اسکو نائب کیا ہی پھر حضرت عمر رضؓ کو بلوایا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ مین تمکو ایک وصیت کرتا ہون یاد رکھو کہ اللہ تعم کے حق کچھ دن مین ہین کہ انکو رات مین قبول نہین کرتا اور اللہ تعم کے حقوق کچھ رات مین ہین کہ انکو دن مین قبول نہین کرتا اور وہ نفل کو قبول نہین فرماتا جبتک کہ فرض ادا نکرو اور قیامت کے روز جو بھاری پلے والون کے پلے بھاری ہونگے تو وجہ یہی ہوگی کہ انھون نے دنیا مین حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اوپر اسکو بھاری سمجھا ہوگا اور اس ترازو کے لیے جسمین بجز حق کے اور کچھ نہ رکھا جاوے شایان یہی ہی کہ وزن زیادہ ہو اور ہلکے پلے والونکے جو قیامت مین پلے ہلکے ہونگے تو اسکی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا مین انھون نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اسی کو اپنے اوپر ہلکا معلوم کیا ہوگا اور جس ترازو مین کہ باطل کے سوا اور کچھ نہ رکھا جائے اسکو ہلکا ہی ہونا زیبا ہی اور خدائے تعم نے اہل جنت کا ذکر انکے اعمال مین سے بہتر کے ساتھ کیا ہی اور انکی برائی سے درگذر فرمایا تو کہنے والا یون کہتا ہی کہ مین ان لوگون سے کم ہون اور انکے درجے کو نہین پہونچتا اور دوزخ والونکا ذکر انکے بدترین اعمال سے کیا ہی اور جو عمل نیک انھون نے کیا ہی اسکو نہ بر واپس کردیا تو کہنے والا یون کہتا ہی کہ مین ان لوگون سے افضل ہون اور آیت رحمت اور آیت عذاب کو ذکر فرمایا ہی تاکہ مومن کو رغبت اور خوف دونون رہین اور ہاتھ اپنا ہلاک مین نہ ڈالے اور

اللہ تعہ سے بجز حق کے اور کسی کی تمنا نہ کرے پس اے عمر رض اگر تم میری یہ وصیت یاد رکھو گے تو تمھارے نزدیک کوئی غائب چیز موت سے زیادہ محبوب تر نہو گی اور اسکا آنا تمپر ضروری ہی اور اگر میری وصیت تلف کردو گے تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تمکو بری معلوم نہو گی اور اس سے تم بھاگ نہ سکو گے نہ اسکو تھکا سکو گے اور حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ جب حضرت ابو بکر مرنے کو ہوے تو آپکے پاس کچھ لوگ صحابہ مین سے آے اور کہا کہ اے نائب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ ہمکو کچھ توشہ عنایت کر دیجیے کہ اب ہم دیکھتے ہین کہ آپ کا حال دگرگون ہوا آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ان کلمات کو کہکر مر جاویگا تو اللہ تعہ اسکی روح کو افق مبین مین کر دیگا لوگون نے عرض کیا کہ افق مبین کیا چیز ہو آپنے فرمایا کہ ایک میدان عرش کے سامنے ہو اسمین باغ اور نہرین اور درخت اور پرندہین ہر روز اسکو سو رحمتین خداے تعہ کی چھپا لیتی ہین تو جو شخص ان کلمات کو کہیگا اللہ تعہ اسکی روح کو اسی مکان موصوفہ بالا مین رکھے گا کلمات یہ ہین الٓہی تو نے خلق کو شروع سے پیدا کیا اور تجکو کچھ حاجت ان کی نہ تھی پھر تو نے ان کے دو فرق کر دیے ایک جنت کے لیے اور ایک دوزخ کے لیے تو مجکو جنت کے لیے کر نہ دوزخ کے لیے الٓہی تو نے خلق کو کئی فرقے پیدا کیا اور پیدایش سے پہلے انکو علٰحدہ کر دیا کہ بعضون کو بدبخت اور بعضون کو نیکبخت اور غوش اور راہ یافتہ بنایا پس مجکو اپنی طاعت سے سعید کر دے اور اپنی معصیت سے بدبخت نہ کر الٓہی جو ہر ایک نفس کماتا ہے وہ تجھکو اسکی پیدایش سے پہلے معلوم ہو تو جس چیز کو وہ کرتا ہو اس سے گریز نہین پس مجکو ان لوگون مین سے کر دے جنسے تو اپنی طاعت کا کام لیتا ہو الٓہی بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہین جانتا تو تو اپنی خواہش اس امر کی کر کہ مین ایسی بات چاہنے لگون جو مجکو تجھسے قریب کر دے الٓہی تو نے بندون کے حرکات کا اندازہ کر رکھا ہو کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے نہین حرکت کرتی تو میرے حرکات کو اپنے تقویٰ مین کر دے الٓہی تو نے خیر اور شر دونون کو پیدا کیا اور دونون کے کرنے والون کو بنایا پس مجکو دونون قسمون مین جو بہتر ہو اس مین کر دے الٓہی تو نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور ان مین سے ہر ایک کے لیے رہنے والے بنائے تو مجکو تو اپنی جنت کے باشندون مین سے کر دے الٓہی تو نے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور انکے سینون کو کھولدیا اور ایک قوم کی تو نے گمراہی چاہی اور انکے سینون کو تنگ بنایا تو خدایا میرا سینہ ایمان کے لیے کھول دے اور ایمان کو میرے دل مین اچھا کر دکھا اور مجکو کفر اور بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دلا اور مجکو نیک چال والون مین سے کر الٓہی تو نے امور تدبیر کیے اور انکا ٹھکانا اپنی طرف کیا پس بعد موت کے مجکو اچھی زندگی سے زندہ کر اور مرتبے مین مجکو اپنے نزدیک فرما الٓہی جو شخص صبح اور شام کرتا ہو اسطرح کہ اسکا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو تو ہوا کرے مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ بعد اسکے آپنے فرمایا

کہ یہ سب مضامین کتاب اللہ عزّ وجل مین ہین

وفات حضرت عمر بن خطاب رض کی

عمرو بن میمون کہتے ہین کہ جس صبح کو حضرت عمر رض کے زخم لگا مین بھی جماعت مین کھڑا تھا میرے اور انکے درمیان مین صرف حضرت عبد اللہ بن عباس رض تھے آپ جب دو صفون کے بیچ مین گذرتے تو کھڑے ہو جاتے اور اگر کچھ خلل دیکھتے تو فرماتے کہ برابر ہو جاؤ یہانتک کہ جب کجی اور نقصان نہ رہتا تب آگے بڑھتے اور اکثر پہلی رکعت مین سورہ یوسف یا نحل یا اور کوئی ایسی ہی سورت پڑھتے تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاوین پس آپنے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ مین نے سنا کہ آپ فرماتے ہین کہ مجکو کتے نے مار ڈالا یا کھا لیا جب آپ کے ابو لولو نے زخم لگایا اور وہ خبیث کافر دو دھاری چھری لیکر بھاگا جسکے پاس کو نکلا اسے اسے زخمی کرتا گیا یہانتک کہ تیرہ آدمیون کو زخمی کیا جنمین سے نو نے وفات پائی اور ایک روایت مین سات مرے پس جب ایک مسلمان نے یہ صورت

دیکھی تو اسپر اپنا کپڑا ڈال دیا جب اس کافر نے دیکھا کہ مین پکڑا گیا اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا اور واصل جہنم ہوا ادھر حضرت عمر رض نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو پکڑ کر آگے کر دیا کہ نماز پڑھا وین اسوقت جو حضرت عمر رض کے پاس کے لوگ تھے انھون نے تو یہ ماجرا دیکھا اور جو لوگ مسجد کے اطراف مین تھے ان کو اس حال کی کچھ خبر نہوئی بجز اسکے کہ حضرت عمر رض کی آواز آنی موقوف ہو گئی اور کہنے لگے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ غرضکہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز مختصر پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو حضرت عمر رض نے حضرت ابن عباس رض کو فرمایا کہ دیکھو مجکو کسنے زخمی کیا حضرت ابن عباس رض ایک ساعت کو غائب ہوئے پھر آکر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے یہ حرکت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا اسکو قتل کرے مین نے تو اسپر احسان کرنے کے لیے امر کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اسنے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی اور تم اور تمہارے باپ ہی بہت چاہتے ہو کہ مدینۂ منورہ مین کفار عجم کی کثرت ہو یہ اسلیے فرمایا کہ حضرت عباس رض کے پاس غلام بہت تھے حضرت ابن عباس رض نے عرض کیا کہ اگر آپکی مرضی ہو تو سب کو مار ڈالین آپنے فرمایا کہ اب قتل کرتے ہو جب تمہاری بولی بولنے لگے تمہارے قبلہ کیطرف کو نماز پڑھنے لگے تمہارا سا حج کرنے لگے غرضکہ آپ کو مسجد شریف سے آپ کے گھر مین اٹھا لائے اور ہم بھی ساتھ گئے اور لوگون کا یہ حال تھا کہ گویا اس دن سے پیشتر کبھی انپر مصیبت نہ آئی تھی اور اپنی اپنی کہ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپکے اوپر موت کا خوف ہے کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہین اتنے مین آپ کے لیے عرق انگور لائے آپ نے جو پیا تو پیٹ مین سے نکل گیا پھر دودھ لائے وہ بھی پیا تو نکل گیا تب لوگون نے جان لیا کہ آپ نہین بچینگے اور لوگ آکر آپ کی ثنا کرتے جاتے تھے ایک شخص جوان آیا اسنے یون کہا کہ اے امیر المومنین آپکو خداے تعالیٰ کیطرف سے بشارت ہو آپکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور قدامت اسلام مین وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپکو معلوم ہی ہے پھر آپ حاکم ہوئے اور عدل فرمایا پھر شہادت ملی آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ یہ سب باتین میری گذر ہی کے لائق ہو جاوین نہ انسے میرا نقصان ہو نہ فائدہ جب وہ شخص جانے لگا تو اسکا پائجامہ زمین کو لگتا تھا آپنے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ جب وہ ہٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کپڑا اونچا کر اس سے گرد وغیرہ سے بچا رہیگا اور خداے تم سے تقوی کے بھی قریب تر ہو پھر اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ اے عبداللہ دیکھ کہ میرے اوپر کتنا قرض ہے حساب جو کیا تو چھیاسی ہزار یا کچھ کم و بیش پایا آپنے فرمایا کہ اگر ہمارے خاندان کا مال اسکو وفا کرے تب تو اسی مین سے ادا کر دینا ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور اگر انکا مال بھی وفا نکرے تو قریش سے لیکر ادا کرنا اور قریش کے سوا اورون کیطرف مت بڑھنا اور میریطرف سے یہ قرضہ دے دینا اور اب ام المومنین عائشہ صدیقہ رض کے پاس جا اور کہہ کہ عمر رض تمکو سلام کہتے ہین یہ مت کہنا کہ امیر المومنین اسلیئے کہ مین آج مومنونکا سردار نہین ہون اور کہنا کہ وہ اجازت چاہتے ہین کہ اپنے دونون ساتھیون کے پاس مدفون ہون حضرت عبداللہ بن عمر رض حضرت عائشہ رض کے پاس گئے اور سلام کے بعد اجازت مانگی اور انکے پاس جاکر دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہین ان سے عرض کیا کہ عمر بن خطاب آپکو سلام کہتے ہین اور آپ کی اجازت چاہتے ہین کہ مین اپنے دونون یارون کے پاس دفن ہون حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ مین نے یہ جگہ اپنے لیے رکھی تھی مگر آج مین اپنے نفس پر عمر رض کو ترجیح دیتی ہون جب عبداللہ پھر کر حضرت عمر رض کی خدمت مین آئے لوگون نے کہا کہ عبداللہ حاضر ہین حضرت عائشہ رض کے پاس ہو آئے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ مجکو اٹھاؤ ایک شخص نے انکو اپنے سہارے سے بٹھا دیا آپنے صاحبزادہ سے پوچھا کہ کیفیت بیان کرو کیا جواب لائے انھون نے عرض کیا کہ جو بات آپکو محبوب تھی وہی حضرت عائشہ رض نے منظور کر لی اور اجازت دیدی آپنے فرمایا الحمد للہ کوئی چیز میرے نزدیک اس سے بڑھکر ضروری نہ تھی جب مر جاؤن تو میرے جنازے کو لیجانا اور دروازے پر پہونچکر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر رض اجازت چاہتے ہین اگر وہ اجازت دین تو مجکو اندر لیجانا اور اگر مجکو ہٹا دین تو مسلمانونکے قبرستان مین لیجا کر دفن کر دینا اور حضرت ام المومنین حفصہ رض

تشریف لائین عورتین انکو دیکھا نکے ہوے تھین جب ہمنے انکو دیکھا تو ہم علیحدہ ہو گئے وہ حضرت عمر رض کے پاس آئین اور ایک ساعت بھر انکے پاس روئین پھر مردون نے اجازت چاہی تو وہ اندر مکان کے ہو گئین انکے رونے کی آواز اندر سے ہمنے سنی پھر لوگون نے کہا کہ اے امیر المومنین ہمکو وصیت کیجیے اور اپنا خلیفہ کسی کو مقرر کر دیجیے آپنے فرمایا کہ مین خلافت کے لیے ان لوگون سے بڑھکر اور کسی کو مستحق نہین جانتا ہون ان لوگونکا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انسے راضی ہی اس جہان سے تشریف لیگئے ہین پھر آپنے حضرت علی رض اور حضرت عثمان رض اور حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض اور حضرت سعد رض اور حضرت عبدالرحمن رض کا نام لیا اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمر بھی تمہارے پاس آویگا مگر خلافت سے اسکو کچھ سروکار نہین یہ ایسی صورت سے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رض کی تسکین ہو جاوے پھر فرمایا کہ اگر نوبت خلافت کی سعد کو پہونچے تو فبہا ورنہ جو کوئی امیر ہو اس سے استعانت کیا کرے اسلیے کہ مین نے اسکو کچھ عاجزی اور خیانت کیوجہ سے معزول نہین کیا اور مین اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ اول ہجرت کر کے آئے ہین انکی فضیلت پہچانے اور ان کی حرمت کی حفاظت کرے اور تعظیم کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ انصار کے ساتھ خیر کیا کرے یہ وہ لوگ ہین کہ اسجگہ مین اور ایمان مین سب سے پہلے انھون نے جگہ پکڑی ہے ان کے محسن کی طرف سے قبول کیا کرے اور برائی کرنیوالے سے درگذر کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ اطراف کے شہر والون سے سلوک کرے اسلیے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی اور مالون کے جمع کرنیوالے اور موجب دشمنون کے جلنے کے ہین اور یہ کہ انسے کچھ نہ لے بجز اسکے جو انکے مال سے زائد ہو اور بخوشی دیدین اور عرب والون سے خیر کرنے کی وصیت کرتا ہون بانیوجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہین انکے زوائد مال مین سے لیکر انھین کے مفلسون کو دیدیا کرے اور اسکو وصیت کرتا ہون کہ خدا اے تعالیٰ کے عہد اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو لحاظ کرے اور ذمی لوگون سے عہد پورا کیا کرے اور انکی حمایت لیلیے اور انسے لڑا کرے اور انکی طاقت سے زیادہ انسے کام نہ لیا کرے راوی کہتے ہین کہ جب آپ کی روح خلد بریں کو پرواز کر گئی تو ہم آپکے جنازے کو لیکر چلے حضرت عبداللہ بن عمر رض نے حضرت ام المومنین عائشہ رض کیخدمت مین جا کر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر بن الخطاب اجازت چاہتے ہین حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ اندر لے آو غرضکہ اندر لیجا کر انکے دونون یارونکے پاس دفن کر دیا آخر حدیث تک اور آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ مجھسے جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہے کہ عمر کی موت پر اسلام روویگا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جب حضرت عمر رض کو چارپائی پر رکھا تو لوگون نے آکر جنازے کو گھیر لیا دعا کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے پہلے اسکے کہ جنازہ اٹھے اور مین بھی ان لوگون مین تھا تنے مین ایک شخص نے میرے دونون مونڈھے پکڑکر مجکو ڈرا دیا مین نے جو پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے انھون نے کلمات رحم حضرت عمر رض کیلئے پڑھے اور فرمایا کہ تمنے اپنے بعد کسی کو ایسا نہ چھوڑا کہ مجکو اس جیسا عمل کر کے مرنا محبوب تر ہو تمہارا ہی سا عمل کر کے خدا سے تمسے ملنا مجکو پسند آتا ہے اور قسم ہے خدا کی کہ مجکو گمان غالب تھا کہ اللہ تعالیٰ تمکو تمہارے دونون یارون کے ساتھ کر دیگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ مین اکثر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اور ابوبکر اور عمر گئے اور مین اور ابوبکر رض اور عمر رض نکلے اور مین اور ابوبکر اور عمر رض اندر آئے جب ہر ایک بات مین اسیطرح فرماتے تھے تو مجکو توقع اور گمان غالب تھا کہ اللہ تعالیٰ تمکو تمہارے دونون یارون کے ساتھ کر دے گا۔

وفات حضرت عثمان رض کی

حدیث آپ کی شہادت کی مشہور ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام رض فرماتے ہین کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھرے ہوے تھے تو مین آپ کے سلام کو آیا اور ان کے پاس اندر گیا آپ نے فرمایا کہ بھائی خوب ہوا تم آئے آج رات مین نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ اس نابدان مین سے ارشاد فرماتے ہین کہ اے عثمان تجھے لوگون نے گھیر لیا مین نے عرض کیا کہ ہان پھر فرمایا کہ تجھے پیاسا رکھا

۱ ابوبکر آخرمی نے کتاب الشریعہ بروایت ابی ابن کعب بسند ضعیف اور اسکو ابن جوزی نے موضوعات مین نقل کیا ہے ۱۲

۲ بخاری و مسلم مین یہ تمام حدیث مروی ہے ۱۲

ع نسخہ الاصل یعملون الخ یعنی دعا اور استغفار کرتے تھے ۱۲

مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آپ نے ایک ڈول پانی کا لٹکا دیا مین نے اس مین سے پانی پیٹ بھر کر پیا یہانتک کہ اسکی ٹھنڈک اپنی چھاتیون اور مونڈھون مین پاتا ہون اور فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجکو مدد ملے اور انپر غالب ہو جا اور چاہے تو ہمارے پاس افطار کر مین نے آپ ہی کے پاس افطار کرنا پسند کر لیا پس آپ کی شہادت اسی روز ہوئی اور حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے ان لوگون سے پوچھا جنھون نے حضرت عثمان کو زخمی ہونے پر خون مین تڑپتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمان رضؓ نے اپنے خون مین لوٹنے کے وقت کیا فرمایا تھا لوگون نے کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ یون فرماتے تھے الٰہی امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کر یعنے اتفاق ان مین عنایت فرما یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے فرمایا کہ قسم ہر خدا ے تعالیٰ کی اگر وہ دعا مانگتے کہ کبھی ان مین اتفاق نہو تو قیامت تک اتفاق نہوتا اور ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہین کہ جسوقت حضرت عثمان رضؓ نے مکان کے اوپر سے لوگون کیطرف نیچے کو دیکھا تھا مین بھی موجود تھا آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس ان دونون شخصون کو لاؤ جنھون نے تمکو یہان لا کر جمایا ہے وہ دونون بلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اونٹ یا دو گدھے آتے ہین پھر حضرت عثمان رضؓ نے لوگون کیطرف دیکھکر فرمایا کہ مین تم کو خدا ے تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لاے تھے تو مدینے مین میٹھا پانی بجز چاہ رومہ کے اور جگہ نہ تھا تو آپنے فرمایا کوئی ہے کہ اس کنوئین کو خرید کر اپنا ڈول مسلمانون کے ڈول کے ساتھ اسمین ڈالے اور جنت مین اس سے بہتر پاوے پس مین نے خاص اپنے مال سے اسکو مول لیا اور تم آج اسکا پانی مجھے نہین پینے دیتے نہ دریا کا پانی پینے دیتے ہو لوگون نے کہا کہ یہ درست ہے آپ نے فرمایا کہ مین تم سے بقسم پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے کہ مین نے مفلس لشکر کو سامان لڑائی کا دیا تھا لوگون نے کہا کہ ہان دیا تھا آپنے فرمایا کہ مین بقسم پوچھتا ہون کہ تم جانتے ہو کہ مسجد نمازیون سے تنگی کرتی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو فلان لوگون کی زمین خرید کر مسجد بڑھا دے اور اس سے بہتر جنت مین پاوے تو مین نے خاص اپنی گرہ سے اسکو خریدا اور تم آج مجکو اسمین دو رکعت نماز پڑھنے سے مانع ہو لوگون نے کہا کہ درست ہے آپنے فرمایا کہ مین تم سے بقسم پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکۂ معظمہ مین جبل ثبیر پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ اور مین تھا اتنے مین پہاڑنے حرکت کی یہانتک کہ اسکے پتھر نیچے کو گر پڑے آپنے اسکے ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر جا اے ثبیر کہ تیرے اوپر صرف ایک نبیؐ اور ایک صدیق رضؓ اور دو شہید ہین لوگون نے کہا آپ بجا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی ان لوگون نے میری گواہی دی مین بیشک شہید ہون اور ایک شیخ ضبہ مین سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عثمان رضؓ کو جسوقت زخمی کیا اور خون آپ کی ریش مبارک پر بہتا تھا آپ اسوقت فرماتے تھے کہ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین الٰہی ان لوگون کے ہاتھ سے مین تجھی سے انتقام چاہتا ہون اور اپنے سب کامون مین تجھی سے مدد چاہتا ہون اور جس امر مین تو نے مجکو مبتلا کیا ہے اسپر تجھی سے درخواست صبر کی کرتا ہون

وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

اصبغ حنظلی کہتے ہین کہ جب وہ رات ہوئی جسکی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوے ہین تو آپ لیٹے ہوے تھے ابن تیاح فجر کیوقت آپ کے پاس آئے اور نماز فجر کے لیے عرض کیا آپ نے تاخیر کی اور لیٹے رہے دوبارہ وہ پھر آئے پھر آپنے دیر کی جب تیسری بار آئے تو آپ اٹھکر چلے اور ایک قطعہ پڑھتے تھے جسکا مضمون یہ ہے ؎ موت کی تیاری کر آئیگی وہ بیگمان ؛ موت سے گھبرائے مت جب ہو تری مہمان ؛ جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہونچے تو ابن ملجم خبیث نے آپ پر حملہ کر کے مار ڈالا حضرت ام کلثوم آپ کی بیٹی باہر نکلین اور کہنے لگین کہ صبح

کی نماز کو کیا ہوا ہر کہ میرے شوہر حضرت عمرؓ بھی اسی نماز مین شہید ہوے اور میرے باپ بھی اسی نماز مین اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہر رب کعبہ کی کہ میرا مطلب حاصل ہوا۔ اور حضرت محمد بن علی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جب آپ زخمی ہوے تو اپنے لڑکون کو وصیت کی اور پھر مرتے دم تک بجز لاالہ الا اللہ کے اور کچھ نہ بولے اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام موت کے قریب ہوے تو حضرت امام حسین علیہ السلام انکے پاس آئے اور کہا کہ بھائی تم کیون گھبراتے ہو تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی بن ابی طالبؓ سے ملوگے وہ دونون تمہارے باپ ہین اور خدیجہ بنت خویلدؓ اور فاطمہ زہراؓ سے ملوگے وہ دونون تمہاری مان ہین اور حمزہ اور جعفرؓ سے ملوگے وہ دونون تمہارے چچا ہین حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی مین ایسے معاملے سے ملونگا کہ اس جیسے سے کبھی نہین ملا اور حضرت محمد بن حسینؓ فرماتے ہین کہ جب لوگون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آگھیرا تو آپ کو یقین ہوا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے تو اپنے یارون مین کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے فرمایا کہ جو کچھ حال ہو رہا ہے تم دیکھتے ہی ہو دنیا بدل گئی اور انجان ہو گئی سلوک نے منہ موڑ لیا دنیا اتنی رہ گئی ہر جیسے برتن مین پانی کی تری تو اب ایسی زندگی ناگوار سے مجکو موت ہی پسند ہر کیا دیکھتے نہین کہ حق بات پر عمل اور باطل سے باز رہنا اسی لیے ہر کہ ایماندار خدائے تعالیٰ سے ملنے کی رغبت کرے اور مجکو موت ہی سعادت معلوم ہوتی ہر اور ان ظالمون کے ساتھ زندگی محرومی جانتا ہون

پانچوین فصل اُن اقوال کے ذکر مین جو موت کے وقت خلفاء اور امراء اور صالحین نے فرمائے ہین جب امیر معاویہ رضؓ کی وفات قریب ہوئی تو کہا کہ مجکو بٹھلادو لوگون نے بٹھلا دیا آپ نے خدائے تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر شروع کیا پھر روئے اور کہا۔ اے معاویہؓ بڑھاپے اور شکستگی کے وقت خدائے تعالیٰ کا ذکر سوجھا اسکا وقت تو جب تھا جب شاخ جوانی تر و تازہ تھی یہ کہکر اور زیادہ روے تاآنکہ آواز رونے کی بلند ہوئی اور کہا کہ الٰہی اس بوڑھے کمبخت دل سخت پر رحم فرما یا الٰہی لغزش سے درگذر اور خطا کو معاف کر اور اپنے حلم سے اس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرے سوا کسی کی توقع نہین رکھتا نہ غیر پر اعتماد کرے اور ایک بوڑھا شخص قریش مین سے بیان کرتا ہر کہ ان کے مرض موت مین لوگونکے ساتھ مین بھی ان کے پاس گیا تھا لوگون نے انکے بدن مین جھریان دیکھین انھون نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ دنیا سب کی سب وہی ہر جو ہم آزما اور دیکھ چکے آگاہ ہو کہ ہماری تونگری اور عیش سے لذت یابی کے باعث دنیا کی رونق ہمارے سامنے ہوئی اور ابھی جھنے نہ پائی تھی کہ دنیا نے اسکو ہر ایک حال مین توڑ ڈالا ہے اور رسی کے بعد رسی کاٹ دی اب دنیا ایسی ہو گئی کہ ہکو کھونڈ پیچھے چھوڑ گئی اور ملامت کرنے لگی تو تف ہر ایسے گھر پر اور تھوک ہر ایسی دنیا پر اور روایت ہر کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہؓ نے پڑھا یہ تھا کہ لوگو جو کھیتی کرتا ہی سو کاٹتا ہر اور مین تمہارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تم پر ہوگا وہ مجھسے برا ہی ہوگا جیسے مجھسے پیشتر کے حاکم مجھ سے بہتر تھے اور اے یزید جب میری موت ہو جاوے تو مجکو کسی ہوشیار عاقل سے نہلوانا کہ عاقل خدائے تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ رکھتا ہر اس سے کہیو کہ غسل اچھی طرح دے اور اللہ اکبر پکار کر کہے پھر دیکھنا کہ خزانے مین ایک رومال ہر اسمین ایک کپڑا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑون مین سے اور کچھ ریزے آپ کے بالون اور ناخنون کے رکھے ہین تو ریزون کو لیکر میری ناک اور منھ اور کان اور آنکھ مین رکھنا اور کپڑے کو کفنون کے اندر میرے بدن پر رکھدینا اور اے یزید خدائے تعالیٰ کا حکم مان باپ کے باب مین یاد رکھنا اور جب تم لوگ مجکو میرے نئے کپڑون یعنے کفن مین لپیٹ چکو اور میری قبر مین رکھ چکو تو معاویہ کو اور ارحم الراحمین کو تنہا چھوڑ دینا۔ اور محمد بن عقبہؓ

کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ رضؓ پر موت آئی تو کہنے لگے کہ کیا خوب ہوتا کہ میں ایک شخص قریش کا بھوکا ہوتا اور امر خلافت میں سے کسی چیز کا مالک نہوتا اور جب عبدالملک بن مروان کی وفات قریب ہوئی تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف میں کپڑے کو اپنے ہاتھ میں لپیٹ کر پتھر پر مار رہا ہے عبدالملک نے کہا کہ بخدا خوب ہوتا جو میں دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا اور معاملات دنیا میں سے کسی چیز کا والی نہ ہوتا یہ بات ابوحازم رحہ نے سنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اسنے ان حکام کو ایسا بنایا کہ اپنے مرنے کے وقت اس حال کی تمنا کرتے ہیں جس میں ہم ہیں اور ہمکو جب موت آتی ہے تو ہم ان کے احوال کی تمنا نہیں کرتے اور کسی نے عبدالملک سے اسکے مرض موت میں پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو اسنے کہا کہ میں ایسا پاتا ہوں جیسا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ولقد جئتمونا فرادى كما خلقناكم اول مرة وتركتم ما خولناكم وراء ظهوركم فاطمہ بنت عبدالملک جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحہ کی بی بی تھیں کہتی ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحہ اپنے مرض موت میں دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میری موت کو لوگوں پر ظاہر مت کر گو دن میں سے ایک ہی گھڑی کے لیے ظاہر نہو پس جس روز کہ آپ کی وفات ہوئی میں انکے پاس سے اٹھکر ایک اور گھر میں چلی گئی کہ مجھ میں اور آپ میں ایک دروازہ حائل تھا اور آپ اپنے ایک برج میں رہے میں نے سنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين پھر ساکت ہوے جب مجکو نہ آپ کی کچھ آواز معلوم ہوئی نہ آہٹ تو میں نے آپ کے ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھنا آپ کیا سوتے ہیں جب وہ آپ کے پاس گیا تو چیخ ماری میں جھپٹی دیکھا تو آپ مرچکے ہیں غرضکہ خدائے تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی کہ کچھ دیر تک آپ کی موت ظاہر نہوئی۔ اور ان سے مرنے سے پیشتر کسی نے سوال کیا کہ اے امیر المومنین کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ میں تمکو اپنے اس حال سے ڈراتا ہوں کہ تمکو بھی ایک روز ایسا ہی ہونا ہے اور منقول ہے کہ جب آپ سخت بیمار ہوے تو آپ کے واسطے ایک طبیب بلایا گیا اسنے آپ کا حال دیکھکر کہا کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے اور ان کی موت سے میں مامون نہیں آپ نے اپنی آنکھ اوپر کو اٹھاکر طبیب سے فرمایا کہ جسکو زہر نہیں دیا جاتا اسکی موت پر بھی تو تم مامون نہیں اسنے پوچھا کہ اب زہر کا اثر معلوم بھی ہوا آپ نے فرمایا کہ جب زہر میرے پیٹ میں پڑا تھا جبھی مجکو معلوم ہو گیا تھا اسنے کہا کہ پھر آپ علاج کیجیے ورنہ مجکو خوف ہے کہ آپ کی جان جاتی رہیگی آپ نے فرمایا کہ جان میری پروردگار کے پاس جائے گی جو سب سے بہتر جانے کی جگہ ہے بخدا اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس ہے تو اپنا ہاتھ کان تک اٹھاکر اسکو نہ لیتا الٰہی عمر کے لیے اپنی ملاقات میں خیر کر اسکے بعد آپ تھوڑے ہی دنوں میں راہی ملک بقا ہوے اور روایت ہے کہ جب آپ کی موت قریب پہونچی تو روئے کسی نے کہا کہ اے امیر المومنین رونے کا کیا مقام آپ کو مژدہ ہو کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کے باعث بہت سی سنتوں کو زندہ کیا اور عدل ظاہر فرمایا آپ نے روکر فرمایا کہ کیا میں میدان محشر میں کھڑا نہیں کیا جاؤنگا اور اس خلق کے باب میں پوچھا نہ جاؤنگا بخدا کہ اگر میں بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خدائے تعالیٰ کے سامنے اپنی حجت پیش نہ کرسکیگا مگر یہ کہ خدائے تعالیٰ ہی اسکو تعلیم فرماوے اور جس صورت میں کہ اکثر عدل ہم سے تلف ہوگیا ہو تو اب نہایت خوف کا مقام ہے یہ کہکر بہت روئے اور اسکے بعد بہت کم جیے اور منقول ہے کہ مرنے کے وقت آپ نے فرمایا کہ مجکو بٹھلا دو لوگوں نے بٹھلا دیا آپ نے فرمایا کہ الٰہی میں وہ ہوں کہ تو نے حکم کیا میں نے اسکی بجاآوری میں کوتاہی کی اور تو نے منع کیا تو میں نے نہ مانا یہ جملے تین بار فرماکر کہا کہ لیکن لا الہ الا اللہ یعنے توحید میں میں نے

کوتاہی نہین کی پھر آپ نے سر اٹھاکر تیز نگاہ سے دیکھا لوگون نے جو سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ لوگ موجود دیکھتا ہون کہ نہ وہ آدمی ہین نہ جن پھر آپ کی وفات ہوئی رحمہ اللہ تعہ اور خلیفہ ہارون رشید کے حال مین لکھتے ہین کہ انھون نے مرنے کے وقت اپنا کفن اپنے ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اسکو دیکھ کر کہتے تھے ما اغنی عنی مالیہ ہلک عنی سلطانیہ اور مامون راکھ بچھاکر اسپر لیٹ رہے اور کہتے تھے کہ اے وہ شخص جس کی سلطنت کبھی نجاوے گی تو اس شخص پر رحم کر جسکا ملک جاتا رہا اور معتصم باللہ اپنی موت کیوقت کہتے تھے کہ اگر مین جانتا کہ میری عمر تھوڑی ہے تو جو کچھ مین نے کیا ہرگز نہ کرتا اور منتصر اپنی موت کے وقت بہت مضطرب تھے لوگون نے کہا کہ آپ کو کچھ خطرہ نہین گھبرائیے نہین کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آپہونچی اور عمرو بن عاص نے اپنے بیٹون سے موت کیوقت صندوقون کو دیکھکر کہا کہ ان کو مع ان کے اندر کی چیز کے کون لیگا کاش ان مین مینگنیان ہوتین اور حجاج بن یوسف نے مرتے دم کہا کہ الٰہی تو میری مغفرت فرما کہ لوگ یون کہتے ہین کہ تو میری مغفرت نہین کرے گا حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حجاج کی تقریر اچھی معلوم ہوا کرتی اور اسپر غبطہ کیا کرتے اور جب یہ حال حضرت حسن بصری رح سے کہا گیا تو آپ نے کہا کہ کیا حجاج نے یون ہی کہا تھا لوگون نے کہا ہان آپ نے فرمایا کہ تو کیا عجب کہ خدائے تعہ اسکے حال پر رحم کرے :

اب اقوال خاص لوگون کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اہل تصوف رضی اللہ عنہم اجمعین کے لکھے جاتے ہین جب حضرت معاذ رض کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھسے توقع رکھتا ہون الٰہی تو جانتا ہے کہ مین دنیا کو اور اس مین بہت جینے کو اسلیے پسند نہین کرتا تھا کہ نہرین جاری کرون یا درخت لگاؤن بلکہ گرمیون کے دوپہر مین پیاسا رہنے اور زمانے کی آفات سہنے اور ذکر کے حلقون مین دوزانو علما کے پاس بیٹھنے کے لیے پسند کرتا تھا اور جب آپ پر جان کنی کی شدت ہوئی اور ایسی سختی ہوئی کہ اور کسی پر نہوئی تھی تو جب آپ بیہوشی سے افاقہ پاتے تھے اپنی آنکھ کھولدیتے تھے اور فرماتے تھے کہ الٰہی تو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے قسم ہے تیری عزت کی کہ میرا دل تجھسے محبت رکھتا ہے۔ اور جب حضرت سلمان فارسی رض نے سفر آخرت کی تیاری فرمائی تو روئے لوگون نے سبب گریہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ دنیا پر اضطراب کی راہ سے نہین رویا بلکہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسے اقرار لیا تھا کہ مقدار زاد دنیا مین ہم مین سے کسی کے لیے اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے جب آپ کی وفات ہوئی تو جتنا کچھ چھوڑا تھا اسکو جو دیکھا گیا تو کل کی قیمت چند اوپر دس درم یعنے چار روپیہ کے قریب تھی اور جب حضرت بلال رض کے کان مین موت کی اذان کی آواز پہونچی تو ان کی بی بی نے کہا کہ ہائے کیسا غم ہے انھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ واہ کیسی خوشی ہے کہ کل کو ہم اپنے دوستون محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملینگے اور منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رض مرنے کے وقت آنکھین کھولکر ہنس پڑے اور فرمایا لمثل ہذا فلیعمل العاملون اور حضرت ابراہیم نخعی رح کو جب موت قریب ہوئی تو روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین خدائے تعہ کے ایلچی کا منتظر ہون کہ مجکو بشارت جنت کی دیتا ہے یا دوزخ کی اور جب ابن منکدر رح کی وفات قریب ہوئی تو روئے اور ان سے گریہ کا باعث پوچھا گیا فرمایا کہ مین کسی ایسے گناہ کے لیے نہین روتا کہ مجکو اسکے ارتکاب کا یقین ہو بلکہ یہ خوف ہے کہ کہین مین نے کوئی کام کیا ہو اور اپنی دانست مین اسکو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خدائے تعہ کے نزدیک بڑا ہو اور عامر بن عبدالقیس کی جب وفات پہونچی تو روئے پوچھا گیا کہ کیون روتے ہو فرمایا کہ نہ مین موت سے

[illegible]

گھبرا کر روتا ہون نہ دنیا پر حریص ہو کر بلکہ جو چیز کہ اب مجھسے چھوٹ جائیگی یعنے دو پہر کی پیاس اور جاڑون کی رات کو جاگنا اسکے لیے روتا ہون اور جب حضرت فضیل رح کی وفات پہونچی تو بیہوش ہو گئے پھر آنکھین کھولکر فرمایا کہ افسوس اتنا بڑا سفر اور اتنا تھوڑا توشہ اور جب حضرت عبداللہ بن مبارک کی موت قریب ہوئی اپنے غلام نصر سے فرمایا کہ میرا سر مٹی پر رکھدے نصر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہے اس نے کہا کہ مجکو آپکی آسائش اور عیش یاد آتی ہے اور اب آپ فقیر اور محتاج ہو کر مرتے ہین آپ نے فرمایا کہ چپ رہ مین نے خدا سے تو سے درخواست کی کہ زندگانی میری توانگرون کی سی کرے اور موت فقیرون کی سی عنایت فرماوے پھر فرمایا کہ میرے سامنے تلقین کے لیے کلمہ پڑھنا اگر جبتک میری زبان سے دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا اور عطاء بن یسار رح کہتے ہین کہ ایک شخص کے سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا اور اس سے کہا کہ بچ گئے اسنے جواب دیا کہ مین ابھی تک تجھسے مامون نہین۔ اور بعض اکابر موت کے وقت روئے لوگون نے موجب پوچھا فرمایا کہ ایک آیت کلام مجید کی رلاتی ہے انما یتقبل اللہ من المتقین ف اور حضرت حسن رح ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے کہ نزع کے حال مین تھا فرمایا کہ جس کام کی ابتدا یہ ہو اسکی انتہا سے ڈرنا چاہیے اور جسکی انتہا یہ ہو اسکی ابتدا کو ترک کرنا زیبا ہے۔ اور جریری کہتے ہین کہ حضرت جنید رح کی نزع کے وقت مین انکے پاس تھا وہ دن جمعہ کا اور نوروز سال تھا آپ کلام اللہ پڑھتے تھے اور اسی حالت مین ختم کر لیا مین نے عرض کیا کہ اس حالت مین آپ نے ختم کیا آپ نے فرمایا کہ میرے شروع کیے ہوئے کو پورا کرنے کا مستحق مجھسے زیادہ اور کون تھا کہ اسوقت میرے نامۂ اعمال تہ ہوتے ہین اور رویم کہتے ہین کہ مین حضرت ابو سعید خراز کی وفات کے وقت موجود تھا وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے جنکا ترجمہ یہ ہے ؎

ذکر کا ہو عارفون کے دل کو ہر دم اشتیاق
نشے مین متوالے جیسے جاتے ہین سب بھول بھال
تن تو ہین انکے زمین پر کشتہ اسکے عشق سے

اور مناجاتون مین انکو راز کی ہے قیل و قال
فکر انکی ایسے میدان مین کرے جولانیان
پردہ ہاے غیب مین اوپر کو ہو روحون کی چال
کچھ ضرر ہی کیون نہو انکو نہین ہوتا ملال

پیتے ہی جام فنا وہ بھول دنیا کو گئے
ہو محبون کا جہان روشن ستارونکا سا حال
دم نہین لیتے مگر جس جا سے ہو نزدیک دوست

اور حضرت جنید رح سے جو کہا گیا کہ ابو سعید خراز پر مرنے کے وقت حال بہت تھا آپ نے فرمایا کہ اگر ان کی روح اشتیاق ہی کے مارے اڑ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح سے کہا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہین فرمایا کہ یہ تمنا ہے کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اسکو پہچان لون اور کسی بزرگ سے نزع کے وقت کہا گیا کہ کہو اللہ اسنے کہا کہ تم کبتک کہے جاؤگے مین تو اسی اسم ذات سے جلا جاتا ہون اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ممشاد دینوری کی خدمت مین تھا کہ اتنے مین ایک فقیر آیا اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ یہان کوئی صاف وشستہ جگہ ہے جس مین آدمی مر سکے لوگون نے اسکو ایک جگہ بتائی کہ پانی کے کنارے پر تھی اس فقیر نے تازہ وضو کیا اور کچھ رکعتین پڑھین بعد اسکے اس جگہ مین گیا اور پانون پھیلا کر مر گیا۔ اور ابو العباس دینوری رح اپنی مجلس مین کچھ فرما رہے تھے کہ ایک عورت کو حال آیا اور چیخ ماری آپ نے اسکو فرمایا کہ مرجا وہ عورت اُٹھی اور دروازے تک پہونچکر آپ کیطرف کو مڑ کر دیکھا اور کہا کہ لو مین مر گئی اور مردہ ہو کر گر پڑی اور فاطمہ ہمشیرہ ابو علی رودباری کی فرماتی ہین کہ جب میرے بھائی کی موت قریب ہوئی تو انکا سر میری گود مین تھا انھون نے آنکھین کھول کر فرمایا کہ

ف ترجمہ قبول کرتا ہے اللہ پرہیزگارون سے ۱۲

یہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنتین آراستہ ہوئین اور یہ ایک کہنے والا کہ رہا ہے کہ اے ابو علی ہم نے تجکو غایت مرتبہ پر پہونچا دیا اگرچہ تیرا ارادہ نہو پھر آپ نے ایک قطعہ پڑھا جسکا مضمون یہ ہے قطعہ چشم الفت مین نہ ڈالون گا کسی پر بخدا ؛ جب تلک مجھکو نہ دکھلاوے گا تو اپنا جمال ؛ چشم بیمار سے دیتا ہے تو تکلیف مجھے ؛ رخ جو گلگون ہے حیا سے وہ مجھی پر ہے لال ؛ اور حضرت جنیدرح سے کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو آپ نے فرمایا کہ مین اسکو بھولا تھوڑا ہی ہون جو یاد کرون اور جعفر بن نقیر نے بکران دینوری حضرت شبلیؒ کے خادم سے پوچھا کہ ان کے مرنے کے وقت تمنے کیا حال دیکھا بکران نے کہا کہ حضرت شبلیؒ نے یہ فرمایا کہ میرے اوپر ایک شخص کا ایک درم ہے جو ظلماً اس سے میرے پاس آیا تھا ہر چند مین نے اس شخص کیطرف سے ہزارون صدقے دے ڈالے ہین مگر میرے دل پر اس سے بڑھکر کوئی شغل نہین پھر فرمایا کہ نماز کے لیے مجکو وضو کرا دے مین نے وضو کرایا۔ اور ڈاڑھی کا خلال بھول گیا آپ کی زبان بند تھی میرا ہاتھ پکڑ کر ڈاڑھی مین دیدیا پھر وفات پائی جعفر روئے اور کہا کہ ایسے شخص کے باب مین تم کیا کہتے ہو کہ آخر عمر مین بھی ان سے ایک مستحب شریعت کا چھوٹنے نہ پایا۔ اور بشر بن الحارثؒ سے مرنے کے وقت کہا گیا اسوقت کہ آپ کو سختی بہت تھی کہ تمکو زندگی محبوب ہے جو موت سے ایسے چین بجبین ہو انھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ خدائے تعٰ کے پاس جانا بہت مشکل کام ہے اور صالح بن مسمار سے کسی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے اور کنبے کے باب مین کچھ وصیت کر جاؤ انھون نے کہا کہ مجھے خدائے تعٰ سے شرم آتی ہے کہ انکے باب مین اسکے سوا کسی اور کو وصیت کرون اور جب حضرت ابو سلیمان دارانی کو حالت نزع ہوئی تو انکے یاران طریقت انکے پاس آئے اور کہا کہ مژدہ ہو کہ آپ رب غفور رحیم کے پاس جاتے ہین آپ نے فرمایا کہ یون کیون نہین کہتے کہ ڈرو اسلیے کہ اب ایسے پروردگار کے سامنے جاتے ہو کہ چھوٹے گناہون کا حساب لیگا اور بڑے گناہون پر عذاب دے گا۔ اور جب ابو بکر واسطیؒ کی جان نکلنے لگی لوگون نے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ خدائے تعٰ کا مقصود جو تم سے ہے اسکا لحاظ رکھو۔ اور کسی بزرگ کو نزع شروع ہوا تو انکی بی بی رونے لگی پوچھا کہ کیون روتی ہے اس نے کہا کہ تمہارے اوپر روتی ہون انھون نے کہا کہ اگر رونا ہے تو اپنے نفس پر رو مین تو اس دن کے لیے چالیس برس رو چکا ہون۔ اور حضرت جنیدرح فرماتے ہین کہ مین سری سقطیؒ کی عیادت کو انکے مرض موت مین گیا اور پوچھا کہ کیا حال ہے آپ نے اس مضمون کا شعر پڑھا شعر چگونہ شکوہ حالم کنم بنزد طبیب ؛ کہ انچہ برمن مسکین رسیدہ است از دوست ؛ مین نے پنکھا لیکر چاہا کہ آپ پر ہوا کرون آپ نے فرمایا کہ پنکھے کی ہوا اس شخص کو کیسے معلوم ہوگی جس کا دل جل رہا ہے پھر کچھ شعر پڑھے جنکا مطلب یہ تھا

اشعار

آنکھ سے آنسو چلے آتے ہین دل مین آگ ہے
شوق سے ہو ناک مین دم اور قلق ہووے فزید

کرب تو ہو پاس میرے صبر ہے مجھسے بعید
یا الٰہی گر کشایش ہے کسی شے مین مری

کیسے راحت ہو اُسے جسکو کہ ہووے اضطراب
جب تلک مجھ مین رمق ہے کر اسے مجھپر پدید

اور روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت شبلیؒ کے یارون مین سے موت کیوقت انکے پاس گئے اور کہا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ انھون نے یہ قطعہ پڑھا قطعہ جس گھر مین کہ تو مقیم ہووے ؛ وان شمع کی کچھ نہین ہے حاجت ؛ بس ہے ہمین تیری ذات ماٰمول ؛ جسدن کرین پیش لوگ حجت ؛ اس حال سے چاہون گر کشایش ؛ وہ دن نہ کرے خدا عنایت ؛ اور روایت ہے کہ ابو العباس بن عطاء حضرت جنیدرض کے پاس ان کے نزع کے وقت گئے اور سلام کیا انھون نے اسوقت جواب نہ دیا پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجھکو معذور رکھو کہ مین اپنے

وظیفے مین مشغول تھا پھر قبلہ کیطرف منھ پھیر کر اللہ اکبر کہا اور رخصت ہوسے۔ اور کتانی رح سے کسی نے مرتے وقت کہا کہ آپ کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر میری موت نزدیک نہ ہوتی تو مین ہرگز نہ تبلاتا مین اپنے دل کے دروازے پر چالیس برس کھڑا رہا جب اس مین غیر اللہ آتا تو مین اسکو اسکے پاس سے ہٹا دیتا اور معمر کہتے ہین کہ جب حکم بن عبدالملک کو موت آئی تو مین بھی وہان موجود تھا مین نے کہا کہ الٰہی تو اس شخص پر موت کی سختیون کو آسان فرما کہ یہ شخص حنین اور حیان تھا اسکی بہت سی خوبیان بیان کین ان کو جو ہوش آیا تو پوچھا کہ کون بولتا تھا مین نے کہا کہ مین فرمایا کہ ملک الموت مجھ سے کہتے ہین کہ مین ہر سخی پر نرمی کرتا ہون یہ کہکر چل بسے اور جب یوسف بن اسباط کی وفات قریب ہوئی تو حضرت حذیفہ رض ان کے پاس گئے دیکھا تو قلق اور اضطراب بہت ہے پوچھا کہ اسے ابو محمد یہ وقت گھبرانے کا ہے انھون نے فرمایا کہ مین کیسے نہ گھبراؤن کہ مین یقینگا جانتا ہون کہ اپنے کسی عمل مین مین سنے خدائے تعالےٰ کی تصدیق نہین کی حذیفہ رض نے فرمایا کہ اس نیک مرد سے بڑا تعجب ہر کہ مرنے کے وقت حلف کرتا ہے کہ اپنے کسی عمل مین خدائے تعہ کی تصدیق نہین کی اور معاذلی رح کہتے ہین کہ مین اُس جماعت والون مین سے ایک بوڑھے کے پاس گیا جو مرض موت مین تھا اسکو سنا کہ کہتا تھا الٰہی تجھ سے سب کچھ کرنا ممکن ہے تو میرے حال پر رحم فرما۔ اور بعض اکابر ممشاد دینوری رح کے پاس نزع کی حالت مین گئے اور ان کے واسطے دعا کی کہ خدائے تعالےٰ آپ کے ساتھ ایسا ویسا سلوک فرماوے وہ ہنس پڑے پھر فرمایا کہ تیس برس سے جنت مع اسکے اندر کی چیزون کے میرے سامنے کی جاتی ہے مین نے نظر بھر کے بھی اسکو نہین دیکھا اور رویم رح سے مرتے دم کہا گیا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ انھون نے کہا کہ مین اس سے بہتر اور کوئی چیز نہین کہ سکتا اور جب سفیان ثوری رح کی وفات آئی تو ان سے کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو انھون نے فرمایا کہ کیا وہان اور کوئی بات نہین اور مزنی رح حضرت امام شافعی رح کی مرض موت مین اُن کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیسے صبح کی فرمایا کہ اسطرح صبح کی کہ دنیا سے رحلت کرتا ہون اور بھائیون سے مفارقت اور اپنے اعمال بد سے ملاقات کرتا ہون اور جام موت کو پیتا ہون اور خدائے تعہ کے پاس جاتا ہون یہ معلوم نہین کہ میری روح جنت مین جاویگی کہ اسکی تہنیت اُسکو دون یا دوزخ مین جاوے گی کہ ماتم پرسی کرون پھر یہ اشعار پڑھے ؎

سخت جب میرا ہوا دل اور ہوئین سب راہین بند عفو کے تیرے مقابل عفو ہی اعظم رہا	کر دیا اپنی رجا کو زینہ تیرے عفو کا تو ہمیشہ مغفرت کرتا ہی بندون کے گناہ	اپنے جرمون کو بڑا سمجھا تھا مین پر جب کیا اپنے جود و عفو و احسان و کرم سے اے خدا
گر نہوتا تو تو عابد تھا نڈر ابلیس سے	اب تو تیرے ہی صفی آدم کو اسنے چل دیا	

اور جب احمد بن خضرویہ پر نزع کا عالم ہوا تو کسی نے ایک مسئلہ پوچھا انکی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ بیٹا ایک دروازے کو مین پچانوے برس سے کھٹکھٹاتا تھا وہ اب کھلیگا مجھے معلوم نہین کہ سعادت پر کھلیگا یا میری بدبختی پر تو مجھے جواب کی مہلت کہان ہے یہ ہین صلحا کے اقوال اور جیسے ان لوگون کے حال مختلف تھے ویسے ہی اقوال بھی مختلف ہین بعضون پر خوف غالب تھا اور بعضون پر رجا اور بعضون پر شوق اور محبت پس ہر ایک نے اپنے مقتضائے حال کے موافق گفتگو کی ہے اور سب کے اقوال اُنکے حالات کی نسبت کر درست و بجا ہین +

چھٹی فصل اُن اقوال کے بیان مین جو عارفون نے جنازے اور قبرستان پر کہے ہین اور زیارت قبرون کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اوّل جنازے سے عبرت پکڑنے مین۔ واضح ہو کہ عاقل کے لیے جنازہ بھی عبرت اور تنبیہ کی چیز ہے اور غفلت والون کو اُسکے دیکھنے سے بجز دل کی سختی کے اور کچھ نہین بڑھتا اسلیے کہ انکو گمان ہو کہ ہم ہمیشہ اورون ہی کے جنازے دیکھین گے یہ نہین جانتے کہ ہم بھی بیشک چارپائی پر اٹھائے جاوینگے یہ انکا صرف وہم ہی ہو چند روز بعد کچھ نہ بن پڑیگا اور یہ نہین سوچتے کہ جتنے چارپائی پر اٹھائے جاتے ہین سب یہی جانا کرتے تھے مگر انکا خیال باطل نکلا اور جلدی ہی انکی مدت پوری ہوگئی پس ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ جب جنازہ دیکھے تو اپنے آپ کو فرض کرے کہ اسمین مین ہون اسلیے کہ آخر عنقریب یون ہی ہونا ہی شاید دوسرے یا تیسرے دن ہو۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رض جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ چلو ہم بھی تمہارے پیچھے ہین اور مکحول دمشقی جب جنازہ دیکھتے تو کہتے کہ تم صبح کو جاتے ہو تو ہم شام کو جائینگے نصیحت کامل ہے اور غفلت جلد آتی ہے پہلا جاتا ہے اور پچھلے کو عقل نہین اور اسید بن حضیر کہتے ہین کہ مین کسی جنازے پر ایسی طرح نہین گیا کہ میرے جی مین اسکے سوا کچھ اور گذرا ہو کہ اس مُردے کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور اسکا انجام کیا ہونا ہے اور جب کہ مالک بن دینار رح کے بھائی کا انتقال ہوا تو وہ اُسکے جنازے کے ساتھ نکلے اور رو کر کہتے تھے کہ بخدا میری آنکھ ٹھنڈی نہوگی جبتک یہ نہ جانونگا کہ تیرا آل کہان ہوا اور یہ بات زندگی بھر نہ جانونگا اور اعمش کہتے ہین کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ تعزیت کس شخص سے کرین اسلیے کہ سب کو غم یکسان ہوتا تھا اور ثابت بنانی رح کہتے ہین کہ ہم جنازون مین شریک ہوتے تھے تو بجز منھ ڈھانپ ڈھانپ رونے والون کے اور کسی کو نہین دیکھتے تھے غرضکہ اکابر کا دستور موت سے ڈرنے کا اسطرح تھا اب معاملہ برعکس ہی جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوتے ہین وہ اکثر ہنستے ہین اور کھیلتے ہین اور گفتگو کرتے ہین تو اسکی میراث ہی کی کرتے ہین کہ وارثون کے لیے یہ چھوڑا اور جو مُردے کے ہمسر اور قریب ہوتے ہین وہ بھی یہی سوچتے ہین کہ کسی طرح سے کچھ ترکہ ہمکو بھی پہونچے کسی کو فکر یہ نہین ہوتی کہ جب ہمارا جنازہ اٹھیگا تو خداے تعالے کو کیا منظور ہوگا ہماری نوبت کیسے کریگا اور اس غفلت کا سبب بجز دل کی سختی کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا گناہ کثرت سے کرتے کرتے دل ہمارے کرخت ہوگئے یہانتک کہ خداے تعم کو اور قیامت کے دن کو اور آخرت کے خوفون کو جو ہمارے سامنے ہین بھول گئے بس کھیل اور غفلت مین پڑ گئے اور ایسی چیزون مین لگے جو ہمارے کام نہ آوین خداے تعم سے التجا ہے کہ وہ ہمکو اس خواب غفلت سے جگا دے سب سے بہتر جنازے کے شریکون کا یہ حال ہوتا ہو کہ میت پر روویں لیکن اگر عاقل ہون تو میت کی جگہ اپنے حال پر رونا چاہیئے کہ میت پر رونے کی نسبت کر اپنے حال پر رونا مناسب تر ہے ابراہیم زیتون فروش نے کچھ لوگون کو دیکھا کہ میت کا مرثیہ کہ رہے ہین فرمایا کہ تم اگر اپنے احوال پر روؤ تو تمہارے لیے بہتر ہو اسلیے کہ وہ شخص تین خوفون سے بچ چکا ہے ایک ملک الموت کی صورت کہ اسنے دیکھ لی دوسرے موت کی تلخی اسنے چکھ لی تیسرے خاتمے کا خوف اس سے بھی وہ بیخوف ہو چکا اور تم کو یہ سب باقی ہین اور ابو عمرو بن العلا کہتے ہین کہ مین جریر کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے کاتب سے اپنا شعر بنا کر لکھوا رہے تھے کہ اتنے مین ایک

جنازہ آیا فرمایا کہ مجکو توان جنازون نے بوڑھا کردیا پھر یہ قطعہ پڑھا **قطعہ** سامنے آتے جنازے ہین تو ہم ڈرتے ہین ؛ لہو مین پڑتے ہین پر آنکھ سے جب ہون اوجھل ؛ دیکھ جون بھیڑیے کو بکریان ڈرجاتی ہین ؛ اُسکے جاتے ہی مگر کرتی ہین پھر کود اُچھل ؛ اور جنازے مین شریک ہونیکے آداب یہ ہین کہ فکر کرنا اور غفلت سے ہوشیار ہونا اور موت کی تیاری کرنی اور تواضع کی ہیئت پر اُس کے آگے چلنا چنانچہ تمام آداب اور سنن ہم فقہ کے بیان مین لکھ آئے ہین اور ایک اُسکے آداب مین سے یہ ہو کہ میت پر حُسن ظن کرنا اگرچہ فاسق ہو اور اپنے نفس سے بدگمان رہنا گو ظاہر مین نیک ہو اسلیئے کہ خاتمے کا حال پرخطر ہے اسکی حقیقت معلوم نہین اور اسیواسطے عمرو بن ذر سے منقول ہو کہ کوئی شخص اُن کے ہمسایے مین سے مرگیا تھا اور وہ گناہ بہت کرتا تھا تو بہت سے آدمیون نے اُسکے جنازے سے پہلو تہی کی عمر بن ذر گئے اور اسکی نماز پڑھی جب وہ قبر مین رکھا گیا تو اسکی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے فلان تجھ پر خدائے تعالیٰ رحم کرے تو اپنی عمر بھر توحید کے ساتھ رہا اور اپنے ماتھے کو سجدون سے گرد آلود کیا اور لوگ جو کہتے ہین کہ تو گناہ گار اور خطاوار ہے تو ہم مین سے کون ایسا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو اور خطاوار نہو اور نقل ہے کہ ایک شخص جو نہایت درجہ کا فسادی تھا اطراف بصرہ مین مرگیا اُس کی عورت کو کوئی نہ ملا جو جنازے پر مدد کرتا اسلیے کہ کثرت فسق کے باعث کوئی گردنہ ٹھٹکا اس نے پلہ دارون کو اُجرت دے کر جنازہ اٹھوایا اور نماز کی جگہ لیگئی تو کسی نے اسکی نماز نہ پڑھی وہ جنازے کو جنگل مین دفن کرنے لیے لے گئی وہان سے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑا زاہد رہتا تھا عورت نے اسکو دیکھا کہ گویا جنازے کا منتظر ہے جنازہ جب پہونچا تو زاہد نے اُس کی نماز پڑھنی چاہی شہر مین شہرہ ہوا کہ فلان زاہد پہاڑ پر سے فلان شخص کی نماز کو اُترا ہی بس شہر والے نکلے اور زاہد کے ساتھ نماز مین شریک ہوے مگر متعجب تھے کہ زاہد نے نماز کیسے پڑھی اُس سے جب پوچھا تو کہا کہ مجکو خواب مین کسی نے کہا کہ فلان جگہ اتر کر جا وہان تجکو ایک جنازہ ملے گا کہ اُسکے ساتھ بجز اُسکی بی بی کے اور کوئی نہین اُسکے اوپر نماز پڑھ کہ وہ شخص بخشا گیا ہے اس سے لوگون کا تعجب اور بھی زیادہ ہوا زاہد نے اس میت کی بی بی کو بلاکر اس شخص کا حال اور اسکی عادت پوچھی اس نے کہا کہ سیرت اُسکی مشہور ہے دن بھر شراب خانے مین شراب پیا کرتا تھا زاہد نے کہا کہ تامل کرکے کہہ کچھ اُسکے اعمال خیر مین سے بھی تجھے معلوم ہے اس نے کہا کہ ہان تین باتین تھین اوّل یہ کہ ہر روز صبح کے وقت نشہ سے افاقہ ہوتا تو کپڑے بدل کر وضو کرتا اور نماز صبح جماعت مین پڑھتا پھر میخانہ مین جاکر فسق مین مشغول ہوتا دوسرے یہ کہ کبھی اسکا گھر یتیم سے خالی نہین رہتا تھا ایک دو ہمیشہ رہتے تھے اپنی اولاد کی نسبت کو اُن کے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اور ان کے حال کا نہایت جویار رہتا تھا تیسرے یہ کہ جب رات کو اُسکا نشہ ہلکا ہوتا تو اندھیری مین روتا اور کہتا کہ الٰہی تو دوزخ کا کونسا گوشہ مجھ ناپاک سے بھرنا چاہتا ہے زاہد کا شک یہ سُنکر دور ہوا اور اپنے مقام کو لوٹ گیا اور صلتہ بن اشیم سے مروی ہے کہ اسکا کوئی بھائی مدفون ہوا تو اُسنے اسکی قبر پر یہ شعر پڑھا **شعر** گر قبر سے بچا تو بڑی بات سے بچا ؛ ورنہ مجھے یقین نہین تیری نجات کا ؛

دوسرا بیان قبر کے حال اور قبرون پر لوگون کے اقوال مین ضحاکؒ سے مروی ہو کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین سے زاہد تر کون ہو آپ نے فرمایا کہ جو قبر کو اور اپنے گلنے کو نہ بھولے اور زینت دنیا کی زیادتی کو ترک کرے اور باقی

چیز کو فانی پر ترجیح دے اور روز آئندہ کو اپنی زندگی مین نہ شمار کرے اور اپنے نفس کو مُردون مین گنے اور حضرت علی رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے کہ قبرستان مین بیٹھے رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے ان لوگون کو عمدہ ہمسایہ پایا ہین ان کو سچے ہمسائے جانتا ہون کہ زبان کو روکے ہین اور آخرت کو یاد دلاتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ مارایت منظراً الا والقبر افظع منہ اور حضرت عمر بن خطاب رضؓ فرماتے ہین کہ ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گورستان مین گئے آپ ایک قبر پر بیٹھے اور روئے مین اور لوگون کی نسبت کہ آپ سے قریب تر تھا مین بھی آپ کو دیکھکر رویا اور لوگ بھی روئے آپ نے ہمسے پوچھا کہ تم کیون روتے ہو ہم نے عرض کیا کہ آپ کے رونے کے باعث ہم روتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ قبر میری مان آمنہ بنت وہب کی ہی مین نے خدائے تعہ سے اذن مانگا تھا کہ زیارت ان کی کرون مجھکو اجازت دیدی پھر مین نے ان کی مغفرت کے لیے دعا کی تو خدائے تعہ نے نامنظور فرمائی تو مجھکو وہی رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عثمان رضؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ڈاڑھی بھیگ جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کے بیان کے وقت نہین روتے اور جب قبر پر کھڑے ہوتے ہین تو روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلون مین سے اول منزل ہو اگر اس سے مردہ بچ گیا تو اور منزلین اس سے آسان ہین اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کی منزلین اور بھی کڑی کڑی ہین۔ اور روایت ہو کہ عمرو بن العاص رضؓ نے ایک قبرستان کو دیکھا اور اتر کر دو رکعت نماز پڑھی لوگون نے پوچھا کہ آپ نے یہ ایسی بات کی ہے کہ کبھی نہین کی تھی فرمایا کہ مین نے قبر والون کو اور اس چیز کو جو ان مین اور خدائے تعہ مین حائل ہو گئی یاد کیا تو اسکو اچھا جانا کہ دو رکعتون سے خدائے تعہ کی نزدیکی حاصل کرون اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہین کہ اول جو چیز آدمی سے گفتگو کرتی ہے وہ قبر کا گڑھا ہی کہ اس سے یون کہتا ہے مین کیڑون کا گھر ہون اور تنہائی کا مکان ہون اور غربت اور تاریکی کی جگہ ہون یہ چیزین تو مین نے تیرے لیے تیار کی ہین تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہو اور حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہین کہ مین تمکو اپنی مفلسی کا دن بتائے دیتا ہون وہ وہ دن ہے کہ جسمین مین اپنی قبر مین رکھا جاؤن گا۔ اور حضرت ابو درداء رضؓ قبرون پر بیٹھا کرتے لوگون نے جو سبب پوچھا تو فرمایا کہ مین ایسے لوگون۔۔ مین بیٹھتا ہون کہ مجھکو میری آخرت یاد دلاتے ہین اور جب مین چلا آتا ہون تو میری غیبت نہین کرتے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رات کو قبرستان مین آتے اور قبر والون سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے قبر والو تمکو کیا ہوا ہے کہ جب مین پکارتا ہون تو جواب نہین دیتے پھر فرماتے کہ ہان ان کو میرے جواب دینے مین کوئی شئے مانع ہو گئی ہو اور گویا کہ مین بھی انھین جیسا ہون پھر نماز پر متوجہ ہوتے اور صبح ہونے تک پڑھتے رہتے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے بعض ہمنشینون کو فرمایا کہ اے فلان مین رات کو جاگا کیا اور قبر کا اور اسکے رہنے والے کا حال سوچا رہا اگر تو مُردے کا حال تین دن بعد قبر مین دیکھے تو اسکے پاس ہونے سے وحشت کرے گو پہلے کتنا ہی انس اس کے ساتھ رکھتا تھا اور قبر کو دیکھے کہ اس مین کیڑے دوڑ رہے ہین پیپ بہ رہی ہے رنگ مردے کا بدل گیا ہے بو بگڑ گئی ہے کیڑے بدن کھا رہے ہین کفن پرانا ہو گیا ہو اور پہلے صورت بھی اچھی تھی اور بو بھی عمدہ کپڑے صاف تھے یہ کہکر آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ اور یزید رقاشی رحؒ کہا کرتے کہ اے وہ شخص کہ گڑھے مین مدفون ہے اور قبر مین اکیلا پڑا ہے اور زمین کے اندر اپنے اعمال نیک سے انس رکھتا ہے مجھے معلوم نہین کہ تجھکو کون سے عملون سے بشارت ملی اور کون سے بھائیون پر تو نے

۱ح مین نے جس چیز پر نظر ڈالی ہی قبر کو اس سے زیادہ خوفناک پایا ہی ۱۲ جلد دوم باب آداب الصحبت مین گزری ۱۲ ۲ح یہ بھی باب آداب الصحبت مین گزر چکی ۱۲ ۳ح ترمذی وحاکم وابن ماجہ ۱۲

غبطہ کی پھر روتے یہان تک کہ ڈوپٹہ تر ہوجاتا تو فرماتے کہ بخدا اپنے اعمال صالحہ سے خوشخبری لے اور اپنے ان بھائیون پر غبطہ کر جو خدائے تعالےٰ کی طاعت پر مدد کیا کرتے تھے اور ان کا یہ بھی دستور تھا کہ جب قبرون کو دیکھا کرتے تو بیل کیطرح ڈکرایا کرتے اور حاتم اصم کہتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنا حال نہ سوچے نہ مُردون کے لیے دعا کرے تو وہ اپنے اور انکے حق مین خیانت کرتا ہے اور بکر عابد رح اپنی مان سے کہا کرتے کہ کیا خوب ہوتا کہ تم میرے حق مین بانجھ ہوتین کیونکہ تمہارے بیٹے کو قبر مین بہت دنون بند رہنا پڑے گا اور پھر وہان سے کوچ کرنا پڑے گا اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تجھکو پروردگار دارالسلام کیطرف بلاتا ہے تو دیکھ کہ تو اسکو کہان سے جواب دیتا ہے اگر تو اسکو دنیا مین سے جواب دیگا اور اسکی طرف سفر کرنے کے لیے مستعد ہوگا تب تو دارالسلام مین داخل ہوگا اور اگر قبر مین سے جواب دے گا تو اس گھر مین نہ جانے پاوے گا۔ اور حسن بن صالح جب قبرون پر گذرتے تو کہتے کہ تم ظاہر مین تو خوب ہو مگر مصیبت تو تمہارے پیٹ مین ہے۔ اور عطاء سلمی رح جب رات ہوجاتی تو قبرستان مین جاکر کہتے کہ اے قبر والو تم مر گئے ہائے رے موت اور تم نے اپنے عمل دیکھے وائے رے اعمال پھر کہتے کہ کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا اور صبح تک یہی کہتے رہتے۔ اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کرے گا تو جنت کے باغون مین سے اُس کو ایک باغ دے گا اور جو اس سے غافل رہے گا اُسکو دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا پاوے گا۔ اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود دی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو اسکے اندر گھسکر لیٹ رہتے اور بڑی دیر تک پڑے رہتے پھر فرماتے رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت اسکو کئی بار دوہراتے پھر اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ ربیع اب تو تو واپس بھیج دیا گیا اب عمل کر اور احمد بن حرب کہتے ہین کہ جو شخص اپنی خوابگاہ کو درست کرتا ہے اور سونے کے واسطے بچھونے کو برابر کرتا ہے اُس سے زمین تعجب کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے ابن آدم تو اپنے بہت دنون سڑنے کو کیون نہین یاد کرتا میرے اور تیرے بیچ مین کوئی چیز حائل نہین۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب انھون نے قبرون کو دیکھا تو روئے پھر میری طرف متوجہ ہوے فرمایا کہ اے میمون یہ میرے باپ دادون کی یعنی بنی امیّہ کی قبرین ہین گویا دنیا والون سے کبھی اُن کی لذت و عیش مین شریک ہی نہ ہوئے تھے دیکھ کیسے بچھڑے پڑے ہین انپر مصیبتین ٹوٹ پڑین اور کہنگی بلی ہو گئی بدنون مین کیڑون نے گھر بنا لیے پھر روئے اور فرمایا کہ بخدا مین کسی کو ان قبروالون مین سے ایسا نہین جانتا کہ اسپر انعام ہوا ہو اور عذاب خدا سے محفوظ رہا ہو۔ اور ثابت بنانی رح کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا جب وہان سے نکلنا چاہا تو سنا کہ ایک کہنے والا کہتا ہے کہ اے ثابت قبر والون کے سکوت سے دھوکا مت کھانا ان مین بہت سے نفس مغموم ہین۔ اور منقول ہے کہ فاطمہ بنت امام حسن علیہ السلام نے قبرستان مین جاکر جنازہ اپنے شوہر حضرت حسن بن حسین علیہ السلام کا دیکھا اور اپنا منہ ڈھانپ کر یہ شعر پڑھا شعر تھی رجا لیک ہوگئی اندوہ ؛ اس مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے ؛ اور مروی ہے کہ انھون نے اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ کاڑا اور برس روز اُس مین معتکف رہین جب برس روز ہوچکا تو خیمہ اکھاڑا اور مدینۂ منورہ مین آئین بقیع کے ایک جانب سے آواز آئی کہ جو جاتا رہا تھا کیا اسکو پایا دوسری جانب سے سنا کہ ناامید ہوکر پھر آئی۔ اور ابو موسیٰ تمیمی رح کہتے ہین کہ فرزدق کی بی بی نے وفات پائی اُس کے جنازے کے ساتھ بصرہ کے رؤسا نکلے ان مین حضرت حسن رح بھی تھے آپ نے فرزدق سے

فرمایا کہ تو نے اس دن کے واسطے کیا سامان کر رکھا ہے اس نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی ساٹھ برس کے عرصہ سے اسی دن کے لیے ہے جب وہ عورت مدفون ہوئی تو فرزدق نے اُسکی قبر پر کہا ؎ عفو تیرا جو نہو مجھپہ تو پھر قبر کے بعد ؛ ہے یہ ڈر تنگی سوزش نہ ہو اس سے بڑھکر ؛ جس گھڑی آوے قیامت مین کڑا سا پیادہ ؛ لے چلے باندھ فرزدق کو سوء ربغفر ؛ طوق گردن مین ہو اور آنکھین ہون نیلی جبکی ؛ جاوے دوزخ کو تو کب پاوے وہ مطلب پہ ظفر ؛ اور اہل قبور کے باب مین لوگون نے یہ بھی کہا ہے ؎

ہو کھڑا قبرون پہ مُردون کو تو اس طور پکار
کسکو تم مین سے ہوا قبر مین حب اکرام
ایک دیتے ہین جواب ایسی زبان سے تجھکو
باغ جنت مین جہان چاہے پھرے باآرام
کون تم مین ہو گرفتار عذاب و آلام ؛
مُہر خاموشی ہو سب مُردون کے منھ پر یکسان
جس سے معلوم حقائق کے ہون حالات تمام
دامن آلودہ اگر جُرم سے رکھتا ہے تو وہ
کون ماموں ہوا قبر کے ڈر سے تم مین
کسطرح فضل کا اُن کے کوئی جانے انجام
یعنی ہم مین سے کسی نے جو اطاعت کی ہے
لوٹے ہے قعر جہنم مین بہت ہونا کام
سانپ بچھو جو تھے دوزخ کے وہ اُسپر دوڑے
روح پر نیش کے صدمے یہ گذرتے ہین مدام

اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت پر گذرے کہ وہ ایک قبر پر رو کر کہہ رہی تھی ؎

جان تیری گئی اور پھر نہ ملی ہائے دریغ
لوگون نے تیری جگہ لحد مین کی ہائے دریغ
جبکہ تکیہ ترا یہ مٹی بنی ہائے دریغ
میری آنکھون مین بھلا کیسے گذر خواب کا ہو

پھر اُسنے کہا کہ بیٹا معلوم نہین کہ کیڑون نے تیرے دونون رخسارون مین سے اول کونسا کھانا شروع کیا حضرت داؤد طائی پچھاڑ کھا کر بیہوش گر پڑے اور حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ مین گورستان مین گیا اور یہ قطعہ بنا کر پڑھا

قطعہ

مقابر مین آیا تو مین نے کہا ؛
کہان ہین جنھین سلطنت پر تھا ناز
کہان ہین رئیس اور کدھر ہین فقیر
کدھر ہین جو تھے کبر والے امیر

مین نے اُنکے درمیان سے آواز سنی کہ کہنے والا تو نہ سوجھتا تھا اور آواز آتی تھی ؎

خبر اور مخبر نہ دونون رہے
وہ کرتے ہین ان صورتون کو حقیر
ہوئے پنجۂ موت مین سب اسیر
جو تو پوچھتا ہے گذشتون کا حال
ہے کیڑون کی آمد سحر اور شام
تجھے اُن سے عبرت نہین اے خبیر

آپ کہتے ہین کہ مین سنکر روتا ہوا چلا آیا

تیسرا بیان

چند نوشتون کے بیان مین جو قبرون پر لکھے ملے ہین ایک قبر پر اس مضمون کا قطعہ لکھا تھا ؎

قبرین چپکی ہین وے تجھکو سناتی ہین راز
آخرت کے لیے گو جمع نہین کرتا تو
اُنکے باشندے ہین مٹی کے تلے گو خاموش
تجھکو تو مرنا ہو پھر کس کے لیے ہو یہ خروش

اور ایک اور قبر پر یہ قطعہ کندہ تھا

قطعہ

خانۂ تو اگرچہ ہست فراخ — قبرت آباد و جا بنش محکم
از چنین قبر گو چہ سود ترا — منہدم گر تنت بود ہر دم

اور ابن سماک کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا تو دیکھا کہ ایک قبر پر یہ لکھا تھا ؎

بگور من گذرے مے کنند اقارب من ؛ — اگر چنانکہ تعارف بمن نمے دارند
ولے ادائے دیونم ثقیل پندارند — گرفت ہر یکے سہم خود و خوش ست و لیک

نمودہ اند بجود ہا متاع من تقسیم
نیا درند بیاد م تو گوئی اغیارند

اور ایک قبر پر یہ لکھا پایا ؎

دوست کو یارونکے اندر سے اچک لیتی ہے وہ — موت کا مانع نہین دربان نہ کوئی پاسبان
لکھتے ہین تجہیز کرام کاتبین سب داستان — دمبدم تیرے دمون مین ہوتی جاتی ہے کمی
موت جاہل پر جہالت سے نہین کرتی ہے رحم — علم پر عالم کے بھی اسکو نہین ترس اے جوان
جنین گونگے پن کا کچھ گلہ ہے نہ تھا ہرگز نشان — کنگرے تیرے مکان مین تھے لگے آباد تھا

کسطرح ہوتا ہے خوش دنیا کی تو لذات سے
عمر کرتا ہے تو غافل لذتون مین رائیگان ؛
موت نے قبرون مین گونگا کر دیا کیا دین جواب
آج قبرون مین پرانی قبر ہے تیری نہان

اور ایک اور قبر پر یہ لکھا دیکھا ؎

یارون پہ گذر مین نے کیا جب نہین اُن کی — گھوڑ دوڑ کے گھوڑون کی طرح قبرین برابر
آنکھون سے مرے آنسو گرے خوب سا رویا — پھر دیکھا تو اُن مین ہی لگا اپنا تھا بستر

اور ایک طبیب کی قبر پر لکھا دیکھا گیا

مثنوی

جب کسی نے پاس میرے آ دیا مجکو سُنا — قبر مین نعمان گیا تب مین نے اس سے یہ کہا
اسکی نباضی و قارورہ شناسی کیا ہوئی — دوسرون کو کیسے وہ امراض سے دیتا چھڑا

وہ تو تھا مشہور طب مین اب کہان وہ طب گئی
بن نہ آیا ہو علاج اس سے جوانی موت کا

اور دوسری قبر پر یہ لکھا ملا ؎

لو گو میرے دل مین تھی ایک آرزو — جس سے مانع ہو گئی میری اجل
کر سکے دینا مین جو کوئی عمل — مین نہین آیا ہون تنہا گور مین

اَب خدا کا خوف ہے اسکو ضرور
ایسے ہی سب آوینگے ہان آج کل

تو یہ مبتین قبرون پر اسلیے لکھی گئی ہین کہ انکے باشندے موت سے پہلے عبرت کم پکڑتے تھے اور ہوشیار وہ ہے جو دوسرون کی قبر کو دیکھ کر اپنے آپ کو انھین مین تصور کرے ان مین ملنے کی تیاری کرے اور جانے کہ یہ لوگ جبتک مین ان مین نہ ملون گا اپنی جگہ سے نہ ٹلینگے اور ٹھان لے کہ جن دنون کو مین ضائع کر رہا ہون ان مین سے اگر ایک دن بھی ان قبر والون کو ملجاوے تو ان کے نزدیک تمام دنیا سے محبوب تر ہو کیونکہ انکو اعمال کی قدر اب معلوم ہوئی اور حقیقت امور کی اب جانی اور انکو جو زندگی کے ایک روز پر افسوس ہے تو اسلیے ہے کہ تقصیر والا اپنی کمی کا تدارک کر لے اور عذاب سے چھٹی پاوے اور توفیق والا اپنا رتبہ پورا کرے اور ثواب زیادہ پاوے اور انھون نے عمر کی قدر بعد منقطع ہونے کے جانی اب ایک ساعت کے لیے بھی حسرت پر حسرت کرتے ہین اور تم کو تو وہ ساعت میسر ہے

بلکہ کیا عجب ہو کہ بہت سی ساعتون پر قادر ہو مگر انکو ضائع کر رہے ہو تو یہ بات خوب دل مین ٹھان لو کہ جب کام ہاتھ سے نکل جائیگا تب ان ساعتون کے ضائع کرنے پر افسوس کروگے کہ ہائے ہمنے اپنی گھڑی سے جلد اپنا حصہ کیون نے لیا ایک نیکبخت کہتے ہین کہ مین نے اپنے ایک بھائی کو خواب مین دیکھا اور کہا تو جی گیا الحمد للہ رب العالمین اسنے کہا کہ اگر مین اس کلمہ کے کہنے پر یعنے الحمد للہ رب العالمین پر قادر ہون تو دنیا ومافیہا سے مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے پھر کہا کہ تونے جب نہ دیکھا کہ لوگ مجھے دفن کر رہے تھے اور ایک شخص نے اٹھکر دو رکعتین پڑہین اگر مین انکے پڑھنے پر قادر ہو جاؤن تو دنیا ومافیہا سے مجھے محبوب تر ہین

چوتھا بیان ان اقوال کا جو لوگون نے اپنے لڑکے کے مرنے پر کہے ہین جس شخص کا لڑکا یا کوئی اور قریب مرگیا ہو تو اس کے پیشتر مرجانے کو یون سمجھے کہ مین اور وہ دونون سفر مین تھے اور قصد دونون کا وہ شہر تھا جو رہنے کی جگہ اور وطن اصلی ہے اب لڑکا اس مکان مین پہلے چلا گیا اور مین بھی اس سے جلد جا ملون گا تو اس سوچنے سے تاسف زیادہ نہو گا اسلیے کہ جان لیگا کہ مین بھی قریب اس سے ملتا ہون صرف موت مین چند روز کی تقدیم وتاخیر ہے اور موت کا حال بھی یہی ہے کہ اسکے معنے وطن مین چلے جانے کے ہین جب تک کہ پچھلا شخص آملے جب اسبات کو اعتقاد کرے گا تو اسکا اضطراب اور اندوہ کم ہو گا خصوصاً اس صورت مین کہ لڑکے کے مرجانے پر وہ ثواب ملنے کا وعدہ ہے جسکے سامنے کسی معصیت کی کچھ اصل نہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر مین پیٹ سے گرا ہوا بچہ آگے بھیجون تو مجکو اسبات سے بہتر ہی کہ اپنے پیچھے سو سوار چھوڑدن اور ہر ایک ان مین سے اللہ تعالیٰ کے راستے مین جہاد کرے اور آپ نے گرے ہوے حمل کا اسلیے ذکر فرمایا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ ہو جاوے ورنہ ثواب اسیقدر ہوتا ہے جسقدر کہ لڑکے کی جگہ دل مین ہوا اور زید بن اسلمؓ فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک لڑکا مر گیا تھا آپ نے اسپر بہت رنج کیا آپ سے پوچھا گیا کہ اس کی قدر آپ کے نزدیک کتنی تھی آپ نے فرمایا کہ زمین کے برابر اور سونے کے مانند تو انسے کہا گیا کہ آپ کو آخرت مین ثواب بھی اتنا ہی ہو گا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مرجاوین اور وہ انپر صبر کرکے ثواب کا طالب ہو تو وہ اس شخص کے لیے دوزخ سے سپر ہونگے ایک عورت نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی عرض کیا کہ خواہ دو بچے مرجاوین آپ نے فرمایا کہ خواہ دو ہون اور والد کو چاہیے کہ اپنے لڑکے کے حق مین موت کے وقت دعا کرے اسلیے کہ اس کی دعا زیادہ توقع والی اور قریب تر قبول کے ہوتی ہے محمد بن سلیمان اپنے لڑکے کی قبر پر کھڑے ہوے اور فرمایا کہ الٰہی آج مین تجھ سے اسکے لیے توقع رکھتا ہون اور اسکے باب مین تجھ سے ڈرتا ہون تو میری امید کو ثابت کر اور میرے خوف کو دور فرما اور ابو سنانؒ اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوے اور کہا کہ الٰہی جو میرا حق اسکے ذمے واجب تھا وہ مین نے اسکو بخشدیا تو جو تیرا حق اسکے ذمہ پر واجب ہو وہ تو بخشدے کہ تو زیادہ جواد اور زیادہ کریم ہی۔ اور ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ الٰہی جو کچھ اسنے میرے ساتھ سلوک کرنے مین قصور کیا وہ مین نے اسکو معاف کیا بس جو کچھ تیری طاعت مین اسنے قصور کیا ہو وہ تو معاف فرما اور جب ذر بن عمر کی وفات ہوئی تو اسکے باپ عمر اسکی لحد مین رکھے جانے کے بعد کھڑے ہوے اور کہا کہ اے ذر مجکو تیرے باب مین اتنا خوف ہی کہ اس سے ہم تجھ پر غم کرنا بھول گئے ہمکو معلوم نہین کہ تجھسے کیا سوال ہوا اور تونے کیا جواب دیا پھر کہا کہ الٰہی

ح ۱ ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ اور اس مین سو کا شمار نہین ۱۲ م ح ۲ باب الثکل مین گذری ۱۲

یہ ذرہ ہو کہ جبتک تونے چاہا اس سے مجکو نفع دیا اور اب اسکی مدت اور روزی تونے پوری کی اور اس پر ظلم نہین کیا الٰہی تونے اسپر اپنی طاعت اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی الٰہی جو کچھ تونے اس مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب مجکو دینا کیا ہے وہ مین نے اسکو بخش دیا پس تو اسکا عذاب مجکو دے ڈال اور اسکو عذاب مت کر اس تقریر سے سب آدمی رو پڑے پھر پھرنے کے وقت یون کہا کہ اے ذرہ تیرے بعد ہمکو کسی اور کیحاجت نہین نہ اللہ تعہ کے ہوتے ہوے کسی انسان کی ضرورت اب ہم جاتے ہین اور تجکو تنہا چھوڑتے ہین اور اگر ٹھہرے بھی رہین تو تجکو کچھ فائدہ نہ دینگے اور ایک شخص نے بصرہ مین ایک عورت کو دیکھ کر کہا کہ اس جیسی تازگی مین نے کبھی نہین دیکھی اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہو کہ اسکو رنج کم ہو اس عورت نے کہا کہ اے بندۂ خدا مین تو ایسے غم مین ہون کہ اس مین میرا شریک کوئی نہین اس نے پوچھا کہ کس طرح عورت نے کہا کہ حال یہ ہے کہ میرے شوہر نے عید اضحیٰ کے روز ایک بکری ذبح کی تھی اور میرے دو لڑکے خوبصورت کھیل رہے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ تو دیکھا چاہتا ہو کہ ہمارے باپ نے بکری کیسے ذبح کی اسنے کہا کہ اچھا اب اسنے چھوٹے کو پکڑ کے ذبح کر ڈالا اور ہمکو جب خبر ہوئی کہ جب وہ بڑا خون مین لوٹ رہا تھا جب چیخ اور رونا بہت ہوا تو بڑا لڑکا بھاگ کر ایک پہاڑ کیطرف چھپنے چلا گیا وہان کہین بھیڑیا موجود تھا اسنے اس لڑکے کو کھا لیا اسکا باپ جو اسکو ڈھونڈھنے نکلا تو گرمی کی شدت کے باعث پیاس کے مارے مرگیا تو اب گردش دوران نے مجکو ہی تنہا چھوڑ دیا غرضکہ اس طرح کے مصائب کو لڑکون کے مرنے کے وقت یاد کرنا چاہیے تاکہ شدت واویلا سے تسلی ہو اسلیئے کہ کوئی مصیبت ایسی نہین کہ اس سے بڑی خیال مین نہ آسکتی ہو اور خدائے تعہ اسکو ہر حال مین دور نہ فرماتا ہو تو معلوم ہوا کہ بہت سے مصائب وہی ہین جنکو اللہ تعالےٰ دفع کرتا ہی ہو پس آدمی کو جزع کرنے کا مقام کسی صورت مین نہین ہو۔

پانچوان بیان قبرون کی زیارت اور میت کے واسطے دعا کرنے اور اسکے متعلقات کے ذکر مین

قبرون کی زیارت خواہ کسی کی ہون موت کی یاد اور عبرت حاصل کرنے کے لیے مستحب ہو اور صلحا کی قبرون کی زیارت عبرت کے علاوہ تبرک کے لیے بھی مستحب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول زیارت قبور سے منع فرمایا تھا پھر اسکی اجازت دی[۷۱] حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین[۷۲] کہ آپ نے فرمایا کہ مین نے تم کو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا مگر آگاہ ہو کہ قبرونکی زیارت کیا کرو کہ وہ تمکو آخرت یاد دلاوین گی لیکن کوئی کلمہ بیجا مت کہو۔ اور آنحضرت[۷۳] صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مان کی قبر کی زیارت ہزار مسلح آدمیون کے ساتھ کی اور جتنے آدمی کہ اس روز روتے معلوم ہوے اس سے زیادہ کبھی نہین معلوم ہوے اور اسی روز مین آپ نے ارشاد فرمایا[۷۴] کہ مجکو اجازت زیارت کی ملی نہ بخشش کی درخواست کرنے کی جیساکہ ہم پہلے لکھ آئے ہین اور ابن ابی ملیکہ رض فرماتے ہین[۷۵] کہ ایک روز حضرت ام المومنین عائشہ رض صدیقہ قبرستان سے تشریف لائین مین نے عرض کیا کہ آپ کہان سے تشریف لائین انھون نے فرمایا کہ اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے مین نے عرض کیا کہ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہین فرمایا تھا انھون نے فرمایا کہ ہان اول منع فرمایا تھا پھر اجازت دیدی تھی۔ اور اس سے تمسک کر کے عورتون کو قبرستان مین جانے کی اجازت نہ دینی چاہیے اسلیے کہ وہ قبرون پر جاکر کلمات ناشائستہ بہت کہتی ہین تو زیارت قبر سے جو انکو بہتری ہوتی وہ بدی سے کمتر ہی علاوہ ازین اثنائے راہ مین پردیکا کھولنا اور زینت کا غیرون پر ظاہر

۷۱ مسلم بروایت بریدہ ۱۲
۷۲ ابن ابی الدنیا
۷۳ در کتاب القبور ۱۲ ۷۳ ابن ابی الدنیا بروایت نیز حاکم اسکی تخریج کی ابن عمران منہ ہے
اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے اور سند سے بھی نقل کیا ہو ۱۲
۷۴ مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲
۷۵ ابن ابی الدنیا ۱۲

ہونا بھی ان سے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونون بڑے گناہ ہین اور زیارت صرف مسنون ہو تو ادائے سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا ہان اگر عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنکر نکلے کہ کوئی مرد اسکی طرف توجہ نہ کرے اور قبر پر جاکر صرف دعا کرے اور کوئی بات نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین اور حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قبرون کی زیارت کر اور ان سے آخرت کو یاد کر اور مردون کو نہلا اسواسطے کہ بدن خالی از روح کی تدبیر کرنی ایک بڑی بلیغ نصیحت ہو اور جنازون کی نماز پڑھ شاید اس سے تجکو غم ہو اسلیے کہ غمگین خدائے تعہ کے سایہ مین ہوگا اور ابن ابی ملیکہ رحہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زیارت کرو اپنے مردون کی اور انپر سلام کرو اور انکے لیے دعا کرو اسلیے کہ تمکو انسے عبرت ہوگی اور حضرت نافع رضہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضہ جس قبر پر گذرتے اسپر کھڑے ہوکر سلام کرتے اور حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے باپ امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی ہین کہ حضرت فاطمہ زہرا رضہ اپنے چچا حضرت حمزہ رضہ کی قبر کی زیارت کو چند روز بعد جایا کرتین اور اسکے پاس نماز پڑھتین اور رویا کرتین۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے مان باپ خواہ ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اسکے گناہ بخشدیے جاتے ہین اور نیک لکھا جاتا ہو۔ اور حضرت ابن سیرین رحہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے مان باپ مرجاتے ہین اور وہ انکا نافرمان ہوتا ہو اور ان کے بعد انکے حق مین دعا کرتا ہو تو اللہ تعہ اسکو فرمانبردارون مین لکھ دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ من زار قبری فقد وجبت لہ شفاعتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من زارنی بالمدینہ محتسبا کنت لہ شفیعا و شہیدا یوم القیامۃ اور حضرت کعب احبار رضہ فرماتے ہین کہ جو فجر طلوع ہوتی ہے اسمین ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترکر قبر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیتے ہین اور اپنے بازو پھڑ پھڑا کر آپ پر درود شریف بھیجتے ہین یہانتک کہ جب شام ہوجاتی ہو تو وہ فرشتے آسمان کو چڑھ جاتے ہین اور اتنے ہی اور اترتے ہین اور جیسا پہلون نے کیا تھا ویسا ہی یہ بھی کرتے ہین یہانتک کہ جب زمین پھٹیگی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھین گے اور آپ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آپ کی تعظیم کرتے ہونگے اور قبرون کی زیارت مین مستحب یہ ہو کہ قبلہ کیطرف پشت دیکر میت کیطرف منھ کرکے کھڑا ہو اور مردے پر سلام کرے اور قبر کو نہ پوچھے نہ ہاتھ لگاوے نہ بوسہ دے اسلیے کہ یہ افعال نصاریٰ کی عادت مین سے ہین حضرت نافع رحہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عمر رضہ کو سو دفعہ بلکہ زیادہ دیکھا ہو کہ آپ روضۂ مطہرہ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ سلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام ابی بکر رضہ پر سلام میرے باپ پر اور لوٹ آتے تھے۔ اور ابو امامہ رحہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت انس بن مالک رضہ کو دیکھا کہ قبر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر دونون ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ مین نے گمان کیا کہ آپ نے نماز کے لیے اللہ اکبر کہا پھر آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام کہکر واپس آئے اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہو اور اسکے پاس بیٹھتا ہو تو وہ اس سے انس حاصل کرتا ہو اور اسکے سلام کا جواب دیتا ہو جب تک کہ وہ وہان سے اٹھے۔ اور سلیمان بن سحیم کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور

ح ابن ابی الدنیا و حاکم ۱۲ ۲ ح ابن ابی الدنیا نے اسیطرح مرسلاً نقل کیا ہو ۱۲ ۳ ح طبرانی در صغیر و اوسط بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۴ ح ابن ابی الدنیا مرسلاً ۱۲

عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ جو آپ کے پاس حاضر ہوتے ہین اور آپ پر سلام کرتے ہین تو آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان سمجھتا ہون اور انکا جواب دیتا ہون ؎ بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب ؛ کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو ؛ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ جب آدمی کسی جان پہچان کی قبر پر گذرتا ہو اور سلام کرتا ہو تو مردہ جواب دیتا ہے اور پہچان لیتا ہے اور جب ناآشنا کی قبر پر گذر کر سلام کرتا ہو تو وہ سلام کا جواب ہی دیتا ہے اور ایک شخص عاصم جحدری کی اولاد مین سے کہتا ہے کہ مین نے عاصم کو مرنے کے دو برس بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم مرگئے تھے انھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تم کہان رہتے ہو انھون نے فرمایا کہ ہم جنت کے باغون مین سے ایک باغ مین رہتے ہین ہم اور چند ہمارے یار ہر جمعہ کی رات اور اسکی صبح کو ابو بکر بن عبد اللہ مزنیؒ کے پاس اکٹھے ہوتے ہین اور تم لوگون کی خبرین سنتے ہین مین نے پوچھا کہ تمہارے جسم ملتے ہین یا روحین انھون نے فرمایا کہ جسم تو پڑے سوتے ہین انکا ملنا کہان مگر روحون مین ملاقات ہوتی ہو مین نے پوچھا کہ تم ہماری زیارت سے بھی مطلع ہوتے ہو انھون نے فرمایا کہ ہان جمعہ کی رات کو اور تمام روز جمعہ کو اور ہفتے کے دن آفتاب نکلنے تک تمہاری زیارت کی خبر ہوتی ہے مین نے کہا کہ اور دنون مین کیون نہین خبر ہوتی انھون نے فرمایا کہ جمعہ کی بزرگی اور فضل کے باعث اس مین اطلاع ہوتی ہو - اور محمد بن واسعؒ جمعہ کے روز قبرون کی زیارت کیا کرتے انسے کہا گیا کہ آپ دوشنبے کے روز تک کی تاخیر فرمایا کیجیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ مردے اپنے زیارت کرنے والون کو جمعہ کے روز اور ایک دن اس سے پیشتر اور ایک دن اسکے بعد پہچانا کرتے ہین - اور ضحاکؒ کہتے ہین کہ جو شخص ہفتے کے روز آفتاب نکلنے سے پیشتر کسی قبر کی زیارت کرتا ہو تو میت کو اسکی زیارت کا حال معلوم ہو جاتا ہو لوگون نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے انھون نے فرمایا کہ جمعہ کی عظمت کے باعث اسوقت تک یہ اثر رہتا ہو - اور بشر بن منصورؒ کہتے ہین کہ طاعون یعنے وبا کے دنون مین ایک شخص قبرستان مین آمد رفت کیا کرتا اور جنازون کی نماز پڑھا کرتا جب شام ہوتی تو قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو کر یون کہا کرتا کہ خدا تعالیٰ تمہاری وحشت کو انس سے بدلے اور تمہاری غریبی پر رحم فرماوے اور خطاؤن سے درگذرے اور حسنات تمہارے قبول کرے - ان کلمات سے زائد کچھ نہین کہتا تھا وہ شخص کہتا ہے کہ ایک شام کو اتفاقاً مین قبرستان کیطرف نہ گیا اور حسب دستور دعا نہ کی اپنے گھر چلا آیا جب مین سو رہا تو خواب مین دیکھا کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے مین نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور میرے پاس کیون آئے ہو انھون نے کہا کہ ہم قبرستان کے لوگ ہین مین نے پوچھا کہ پھر کیا مطلب ہو انھون نے کہا کہ جب تم گھر کو پھرا کرتے تھے تو تمنے عادت کر لی تھی کہ کچھ تحفہ ہم کو دیا کرتے تھے مین نے پوچھا کہ کیا تحفہ تھا انھون نے کہا کہ کچھ دعا مانگا کرتے تھے آج تم نے اس سے ہمکو محروم رکھا اسلیے با این مراد ہم آئے ہین شعر بروے خود در طماع باز نتوان کرد ؛ چو باز شد بدرشتی فراز نتوان کرد ؛ مین نے کہا کہ اچھا اب مین پھر ہدیہ تمہارا پہونچاتا رہونگا چنانچہ پھر مین نے کبھی ناغہ نہ کیا اور بشار بن غالب بجرانی کہتے ہین کہ مین رابعہ عدویہؒ کے حق مین بہت دعا کیا کرتا تھا ایک رات مین نے ان کو خواب مین دیکھا کہ فرماتی ہین کہ اے بشار تیرے تحفے ہمارے پاس پے درپے نور کے طباقون مین حریر کے رومالون مین لپٹے ہوئے آتے ہین مین نے کہا کہ ان کی یہ کیفیت کیون ہوتی ہو انھون نے فرمایا کہ جو مسلمان زندہ اپنے مردہ دوستون کے حق مین دعا کیا کرتا ہو اور وہ قبول ہو جاتی ہو تو وہ دعا اسیطرح نور کے طباقون مین رکھکر حریر کے رومالون مین لپیٹی جاتی ہے پھر

مردے کو دیجاتی ہو اور اس سے کہدیا جاتا ہو کہ یہ فلان شخص کا ہدیہ تیرے لیے ہو اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مردہ مثل ڈوبے ہوے فریاد خواہ کے ہے دعا کا منتظر رہتا ہو کہ باپ یا بھائی یا دوست کیطرف سے پہونچے اور جب دعا اسکو کسی جانب سے پہونچتی ہے تو اسکے نزدیک دنیا و ما فیہا سے محبوب تر ہوتی ہو اور زندون کے تحفے مردون کے لیے دعا اور مغفرت کی درخواست ہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ میرا ایک بھائی مرگیا تھا مین نے اسکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ جب تجھے قبر مین رکھا تیرا کیا حال ہوا اس نے کہا کہ ایک شخص میرے پاس آگ کی شہاب لایا اگر ایک دعا کرنے والا میرے حق مین دعا نہ کرتا تو مجھے یقین تھا کہ وہ آگ کی شہاب سے مجھے مارتا۔ اور یہان سے مستحب ہے دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اور اسکے لیے دعا مانگنی سعید بن عبداللہ ازدیؒ کہتے ہین کہ مین ابو امامہ باہلیؓ کی نزع کے وقت ان کی خدمت مین گیا انھون نے فرمایا کہ اے ابو سعید جب مین مرجاؤن تو میرے ساتھ وہ معاملہ کیجیو جسکا امر ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو یعنی آپ نے یون ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم مین سے کوئی مرجاوے اور اسکو تم مٹی دے چلو تو چاہیے کہ ایک شخص تم مین سے اسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے کہ اے فلان شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سنیگا تو مگر جواب نہین دیگا پھر اسے دوبارہ اسی طرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جاویگا پھر تیسری دفعہ اسیطرح کہے وہ کہیگا کہ ارشاد کر خدا تعالیٰ تجھپر رحم کرے مگر تم اسکے اس جواب کو نہ سنو گے پھر اس سے کہے کہ یاد کر اس چیز کو جسپر تو دنیا سے اٹھا ہے یعنی گواہی لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہو اور دین اسلام ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین اور قرآن امام ہے اسلیے کہ اگر یہ اس کو سنا دوگے تو منکر اور نکیر اسکے پاس سے ہٹ جاوینگے اور یون کہین گے کہ یہان سے چلدو اس شخص کے پاس ہم کیون بیٹھین اس کو تو حجت سکھلادی گئی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کیطرف سے منکر نکیر کو جواب دیگا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر اس کی مان کا نام معلوم نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اسکو حوا کا لڑکا کہکر پکارے انتہی۔ اور قبرون پر کلام مجید کے پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین علی بن موسی آہنگر کہتے ہین کہ مین امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھا اور محمد بن قدامہ بھی ہمارے ساتھ تھے جب جنازہ دفن ہو چکا تو ایک اندھا آدمی قبر کے پاس قرآن پڑھنے لگا امام احمدؒ نے فرمایا کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا بدعت ہے جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک بشر بن اسمعیل حلبی کیسا شخص ہے آپ نے فرمایا کہ معتبر ہے اور ان سے پوچھا کہ تمنے انسے کچھ یاد کیا ہو انھون نے کہا کہ ہان مجکو خبر دی بشر بن اسمٰعیل نے عبدالرحمٰن بن علاء بن لجلاج سے کہ عبدالرحمٰن کے باپ علاء بن لجلاج نے وصیت کی کہ جب مین دفن ہو چکون تو میری قبر پر سر کیطرف شروع سورۂ بقر کا اور اسکا آخر پڑھا جاوے اور علاءؒ نے فرمایا کہ مین نے سنا ہو حضرت ابن عمرؓ سے کہ انھون نے بھی اس کی وصیت کی تھی تب امام احمدؒ نے محمد بن قدامہ سے کہا کہ تو جاؤ اور اس شخص سے کہدو کہ قرآن پڑھے اور محمد بن احمد مروزی کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبلؒ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب تم قبرستان مین جاؤ تو سورۂ الحمد اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور قل ہو اللہ پڑھکر اسکا ثواب قبرستان والون کو بخشدیا کرو کہ انکو پہونچیگا اور ابو قلابہ کہتے ہین کہ مین شام سے بصرہ مین آیا اور خندق پر اتر کر وضو کرکے رات کو دو رکعتین پڑھین اور ایک قبر پر سر رکھکر سو گیا خواب مین دیکھا کہ قبر والا مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ تمنے رات بھر مجھ کو ایذا دی

[illegible] ضعیف نقل کیا ہے ۱۲

پھر کہا کہ تم نہین جانتے مگر ہم جانتے ہین اور ہم عمل پر قادر نہین یہ دو رکعتین جو تم نے پڑھین ہمارے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہین پھر کہا کہ دنیا والون کو خداے تعالیٰ ہماری طرف سے جزاے خیر دیوے ان کو ہماری طرف سے سلام کہنا اسلیے کہ کبھی ان کی دعا سے ہمارے پاس ایک نور پہاڑ کے برابر آجایا کرتا ہے۔ غرضکہ قبر کی زیارت سے زندہ کو تو یہ فائدہ ہو کہ عبرت ہو اور مُردے کو یہ فائدہ ہے کہ دعا پہونچے اسی لیے زیارت کرنے والے کو اپنے حق مین اور میت کے حق مین دعا کرنے سے غافل نہونا چاہیے نہ عبرت حاصل کرنے سے غفلت کرنی چاہیے اور عبرت حاصل کرنا اسطرح ہوتا ہے کہ اپنے دل مین مردے کی صورت جمالے کہ اسکے اعضا کیسے علحدہ ہو گئے اور وہ قبر سے کیسے اُٹھے گا اور یہ بھی تصور کرے کہ مین بھی عنقریب ایسا ہی ہو جاؤنگا جیسا کہ مطرف بن ابی بکر ہذلی کہتے ہین کہ عبد قیس کی اولاد مین سے ایک بڑھیا عابدہ تھی جب رات ہوتی تو وہ کمر باندھتی اور نماز پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی اور جب دن ہوتا تو قبرون مین چلی جاتی مین نے سنا ہے کہ لوگون نے اسکو کہا کہ تم کثرت سے قبرستان مین کیون جاتی ہو اسنے جواب دیا کہ دل سخت جب جفا کرتا ہے تو اسکو یہ پرانے کھنڈر ملائم کرتے ہین اور مین جو قبرون مین آتی ہون تو یہ دیکھتی ہون کہ گویا لوگ قبرون کی تہون مین سے نکلے ہین مُنھ ان کے خاک آلود اور رنگ متغیر اور کفن میلے ہین تو ایسی نظر کا کیا کہنا ہے اگر اسیطرح کی نظر بندون کے دلون مین جم جاوے تو نفسون پر اسکی تلخی کیا کچھ ہو اور بدن اسکے باعث کیا کچھ تلف نہون بلکہ چاہیے کہ صورت مردے کی وہ دل مین یاد کرے جسکو حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے بیان کیا تھا یعنے ایک فقیہ نے آکر آپ کی صورت کے بدل جانے سے نہایت تعجب کیا کہ کثرت عبادت اور مشقت سے آپ کا کچھ اور ہی طور ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ میان صاحب قبر مین دفن ہونے کے بعد اگر مجھے تین دن پیچھے دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے کہ آنکھین نکلکر رخسارون پر کو بہی ہونگی اور ہونٹ دانتون سے چمٹے ہونگے منھ کھلا ہوا ہو گا اسمین سے پیپ نکلتی ہوگی پیٹ پھول کر سینے سے اونچا ہو گا پیپ پاخانے کے راستے سے نکلی ہوگی اور نجاسات اور ریم نتھنون سے نکلتے ہونگے جب یہ صورت دیکھو گے تو زیادہ تر تعجب کرو گے اور نیز مستحب ہے کہ میت کی تعریف کرے اور جب اسکا ذکر آوے تو اچھا ہی کہے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی مرجاوے تو اسکو چھوڑ دو اسکی برائی مت کرو اور ایک حدیث شریف مین فرمایا کہ مردون کو گالی مت دو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ گئے ہین اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہے کہ اپنے مردون کا ذکر بہتری سے کیا کرو اس لیے کہ اگر وہ جنتی ہین تو برا کہنے کا گناہ تمپر ہو گا اور اگر وہ دوزخی ہین تو ان کو انھین کی مصیبت کافی ہے۔ اور حضرت انس بن مالک فرماتے ہین کہ ایک جنازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کو گذرا تو لوگون نے اسکی برائی بہت سی بیان کی آپ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی پھر اور جنازہ آیا تو لوگون نے اسکی بھلائی ذکر کی آپ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی حضرت عمر رضہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہو گئی آپ نے فرمایا کہ اس جنازے کی تمنے بھلائی بیان کی اسکے لیے جنت واجب ہو گئی اور پہلے جنازے کی برائی کی تو اسپر دوزخ واجب ہو گئی اور تم خداے تعالیٰ کے گواہ ہو زمین مین یعنی جس چیز کی گواہی دے دو گے ویسا ہی حکم ہو گا اور حضرت ابو ہریرہ رضہ اس حدیث کو روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہے اور لوگ اسکا وہ حال بیان کرتے ہین جو علم الٰہی مین ویسا نہین ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرشتون سے فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو مین نے اپنے بندون کی گواہی اس بندے کے باب مین قبول کی اور اسکے جو گناہ جانتا ہون ان کو معاف کیا

ساتوین فصل موت کی حقیقت مین اور جو حال کہ میت پر قبر مین صور کے پھونکنے تک گذرتا ہے اس کے ذکر مین اس فصل مین چار بیان ہین

بیان اول موت کی حقیقت مین واضح ہو کہ لوگ موت کی حقیقت کے بیان مین جھوٹے بیان اور خیالات کرتے ہین اور غلطی پر ہین مثلاً بعض گمان کرتے ہین کہ موت نیست ہو جاتا ہو نہ حشر ہوگا نہ نشر نہ خیر اور شر کا کچھ انجام ہے انسان کی موت ایسی ہے جیسے اور حیوانات کی یا سوکھی گھاس کی یہ راے ملحدین اور ان لوگون کی ہو جو اللہ تعالےٰ اور روز قیامت پر ایمان نہین لاتے اور بعض یہ گمان کرتے ہین کہ موت سے آدمی نیست ہو جاتا ہو مگر قبر سے لیکر حشر تک نہ کسی عذاب سے درد پاتا ہے نہ ثواب سے راحت اور بعض یہ کہتے ہین کہ روح باقی رہتی ہے موت سے نیست نہین ہوتی اور ثواب اور عذاب روحون ہی کو ہے جسمون کو نہین اور جسم ہرگز نہ اٹھائے جاوینگے نہ پھر سے زندہ ہونگے اور یہ سب اقوال گمان خراب اور حق سے پھرے ہوے ہین اور جو بات کہ اعتبار کے لائق اور آیات اور حدیث سے ثابت ہو وہ یہ ہو کہ موت صرف حال کے بدلنے کا نام ہو اور روح جسم سے جدا ہونے کے بعد یا عذاب مین مبتلا یا آسایش مین چین کرتی باقی رہتی ہو اور روح کے جسم سے جدا ہونے کے یہ معنی ہین کہ اسکا تصرف جسم پر سے جاتا رہتا ہے جسم اس کی اطاعت سے باہر ہو جاتا ہو یعنے اعضا سب کے سب روح کے آلات ہین کہ انسے وہ کام لیا کرتی ہے مثلاً ہاتھ سے پکڑا کرتی ہے کان سے سنا کرتی ہو آنکھ سے دیکھا کرتی ہو اور دل سے اشیا کی حقیقت جانا کرتی ہو اور دل سے غرض یہان روح ہو تو یہ غرض ہوئی کہ روح اشیا کی حقیقت خود معلوم کیا کرتی ہو کسی آلہ کی ضرورت نہین اسیطرح کبھی اپنے آپ اقسام غم سے دکھ پایا کرتی ہو اور انواع خوشی سے سکھ اور یہ امور متعلق اعضائے جسمی سے نہین تو جتنی باتین ایسی ہین کہ انسے خود روح موصوف ہوتی ہو وہ تو بعد جسم کے جدا ہونے کے بھی روح کے ساتھ رہتی ہین اور جو باتین روح کو بواسطۂ اعضا کے ہوا کرتی ہین وہ جسم کے مرنے سے جاتی رہتی ہین یہانتک کہ دوبارہ پھر جسم مین روح آوے اور روح کا جسم مین دوبارہ آنا نہ قبر مین کچھ دشوار ہو نہ قیامت کے روز تک کی دیر ہونی کچھ بعید ہے اللہ تعالیٰ نے جیسا جس بندے کے واسطے حکم کر دیا ہو وہی اسکو خوب جانتا ہو اور موت کے باعث جسم کا بیکار ہونا ایسا ہو جیسے اپاہج آدمی کے اعضا مزاج کے بگڑنے سے یا پٹھون مین سدہ واقع ہونے کے باعث نکمے ہو جاتے ہین اور ان مین روح نہین اثر کر سکتی تو اسصورت مین روح کا عالم ہونا اور عاقل اور مدرک ہونا باقی رہتا ہو اور بعض اعضا سے کام لیتی ہو اور بعض اس سے نافرمان ہو جاتے ہین اور موت کے معنی سب اعضا کے روح سے نافرمان ہونے کے ہین اور اعضا تو روح کے آلات تھے جنسے وہ کام لیتی تھی اور روح سے غرض وہ چیز ہے جو انسان کے اندر علوم اور غمون کی تکلیف اور خوشیون کی لذت معلوم کرتی ہو تو جب روح کا تصرف اعضا مین باطل ہو گیا تو اسکے علوم اور ادراکات اور خوشیون اور غم اور لذت اور درد کا قبول کرنا تو نہین جاتا رہا اور انسان واقع مین وہی چیز ہو جو علوم کو ادراک کرتی ہے اور رنج و راحت کو پاتی ہے اور یہ صفت نہین مرتی بلکہ موت کے باعث سے بدن پر سے اسکا تصرف اٹھ جاتا ہو اور بدن اسکا آلہ نہین رہتا جیسے لنجے پن کے یہ معنی ہین کہ روح کے آلہ ہونے سے ہاتھ نکل گیا اور اسکے کام کا نہ رہا اسیطرح موت گویا سارے اعضا کا اپاہج ہو جانا ہے کہ کوئی اسکا آلہ نہ رہا اور انسان کی حقیقت جو اسکا نفس اور روح ہو وہ بدستور موجود ہے ہان اسکے حال کا بدلنا دو طرح سے ہو اول تو یہ کہ

اس سے اسکی آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ اور پانون اور جملہ اعضا چھن گئے اور اہل واقارب اور زن وفرزند اور تمام اشیاء اور گھوڑے اور سواریان اور غلام اور گھر اور تمام جایداد چھن گئی اور اسمین کچھ فرق نہین کہ آدمی سے یہ چیزین چھن جاوین یا خود اسکو ان چیزون سے چھین لیا جاوے اسواسطے کہ ایذا دینے والی چیز تو جدائی ہو اور جدائی دونون صورتون مین حاصل ہو ایسا ہوتا ہو کہ کبھی تو آدمی کا مال لوٹ لیا جاتا ہو اور کبھی مال وغیرہ بدستور رہتا ہو اس مالک ہی کو قید کر لیا جاتا ہو دونون صورتون مین درد یا ن ہوتا ہے اور موت بھی یہی ہے کہ انسان کو اسکے جمیع اموال اور لواحق سے لیکر ایک اور عالم مین بھیجدیا جاوے جو اس عالم کے مشابہ نہو پس اگر دنیا مین اسکی کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے اسکو انس وراحت تھی تو بعد موت کے اس چیز کی حسرت اسپر بڑی ہو گی اور اس کی جدائی مین اس شخص کو نہایت تکلیف ہو گی بلکہ اسکا دل ہر ایک چیز کیطرف التفات کریگا مال کیطرف جدا اور جاہ کی طرف جدا اور جایداد غیر منقول کی طرف جدا یہانتک کہ اگر کوئی کرتا پہنکر خوش ہوا کرتا ہو گا تو اسکے چھوٹنے کا بھی رنج ہو گا اور اگر بجز خدائے تعالےٰ کے ذکر کے اور چیز سے خوش نہ تھا اور نہ اسکے سوا دوسرے سے الفت رکھتا تھا تو مرنے سے بڑی آسایش ملیگی اسلیے کہ موانع برطرف ہون گے اور محبوب مین اور اپنے آپ مین تخلیہ ہو جائیگا تمام اسباب دنیاوی خدائے تعالےٰ کے ذکر سے شاغل ہی ہین وہ سب برطرف ہون گے پس ایک وجہ زندگی اور موت کے حال مین اختلاف کی تو یہ تھی جو بیان ہوئی دوسری وجہ حال کے بدلنے کی یہ ہو کہ موت کے باعث انسان کو وہ باتین کھلجاتی ہین جو زندگی مین نہین کھلتی تھین جیسے جاگتے آدمی کو ایسے حالات منکشف ہوتے ہین جو خواب مین نہین ہوتے اور آدمی سب مردہ ہین جب مرینگے تو جاگینگے سب سے پہلے جو آدمی پر حال کھلیگا وہ اسکی نیکیون کا نفع یا برائیون کا ضرر ہو گا حالانکہ یہ حال اسکے دل کے اندر کی بیاض مین لکھا تھا مگر دنیا کے کامون کی جہت سے اسکو خبر نہ تھی جب دنیا کے کام برطرف ہو گئے تو سارے اعمال اس پر کھل گئے اب جو برائی دیکھتا ہو اسپر ایسی حسرت کرتا ہو کہ اس حسرت سے بچنے کے لیے آگ مین گھس جانے کو اختیار کر سکتا ہو اور ایسے حال مین اس سے کہا جاتا ہو کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور یہ بات اسوقت کھلتی ہو کہ جب سانس ٹوٹ جاتی ہے اور دفن نہین ہوتا اور جدائی کی آگ بھڑکی ہوتی ہو یعنے اس دنیائے ناپائدار سے جس چیز پر اطمینان تھا اور مقدار زاد اور پہونچانے کی قدر اس سے مراد نہ تھی اسکے جدا ہونے کی آگ لگی ہوئی ہو اور جو شخص کہ دنیا مین سے زاد ہی کے موافق کا طالب ہوتا ہے تو اسکو مرنے کے بعد کچھ رنج جدائی کا نہین ہوتا بلکہ وہ منزل پر پہونچکر خوش ہوتا ہو کہ زاد کا تردد جاتا رہا اور وجہ اس کی خوشی کی یہ ہے کہ اسکو غرض منزل مقصود تھی نہ خود زاد سے اور یہ حال ایسے شخصون کا ہوتا ہو جو دنیا مین سے بقدر ضرورت ہی لیتے ہین اور چاہتے رہتے ہین کہ کسی طرح اتنی ضرورت بھی نہ رہے پس ان کی آرزو مرنے سے پوری ہو جاتی ہو کہ اسقدر سے بھی مستغنی ہو جاتے ہین اور یہ عذاب کے اقسام اور رنج بہت بڑے ہین کہ پہلے دفن کے آدمی پر ٹوٹ پڑتے ہین پھر دفن کے وقت کبھی اور قسم کے عذاب کے لیے اس کی روح جسم مین دوبارہ لائی جاتی ہو اور کبھی معاف کر دیا جاتا ہو اور جو شخص دنیا سے لذت یاب اور اسپر مطمئن ہوتا ہے اسکا حال ایسا سمجھو جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی غیبت مین اسکے محل اور سلطنت اور پایۂ تخت مین خوب مزے اڑائے اور اعتماد کرتا ہو کہ بادشاہ میرے معاملے مین کچھ سہولت برتیگا یا یہ کہ جو کچھ مین برے کام کر رہا ہون انکا علم بادشاہ کو نہ ہو گا اور بادشاہ اسکو اچانک

[illegible] ۱۲

پکڑ لے اور اسپر ایک فرد پیش کرے جسمین اسکی خطائین اور بدافعالیان ذرہ ذرہ سی لکھی ہوئی ہین اور بادشاہ بھی بڑا زبردست اور
غیرت ناک ہو اور جو لوگ اسکے محل مین یا سلطنت مین مرتکب افعال ناشایستہ ہون ان سے عوض لینے والا ہو اور کسی کی سفارش
نافرمانون کے باب مین نہ سنتا ہو تو ایسی صورت مین اس گرفتار کا حال سوچنا چاہیے کہ پہلے سزا وغیرہ ہونے سے
اسکو کسقدر خوف اور شرم اور حسرت وندامت ہوگی یہی حال بدکار میت کا ہے جو دنیا پر مغرور اور مطمئن ہوتا ہے کہ پہلے قبر
کے عذاب نازل ہونے سے بلکہ عین مرنے کے وقت خوف و شرم وحسرت وندامت ٹوٹے پڑتی ہے اور جسم کے مارنے و
کاٹنے کی نسبت کر رسوائی اور فضیحت اور پردہ کے فاش ہونیکا عذاب اسکو زیادہ ہوتا ہے معاذ اللہ منہا غرضکہ موت کے وقت مردہ
کا حال ایسا ہوتا ہے اہل بصیرت نے اسکو باطن کے مشاہدے سے دیکھا ہے جو ظاہر کے دیکھنے سے بھی قوی تر ہے اور اسپر قرآن وحدیث
کے دلائل بھی موجود ہین ہان کنہ حقیقت موت کا حال معلوم ہونا ممکن نہین اسلیے کہ موت کی معرفت بدون زندگی کی معرفت کے ممکن
نہین اور زندگی کی معرفت روح کی حقیقت کے جاننے اور اسکی ذات کے پہچاننے پر موقوف ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اسکے باب مین گفتگو کرنے کی اجازت نہین دی اور الروح من امر ربی کہنے کے سوا اور کچھ زیادہ کہنے سے منع فرمایا ہے تو کسی کو
علماے دین مین سے نہین پہونچ سکتا کہ روح کے راز کھولے گو اسپر مطلع ہو صرف اسباب مین اسی قدر اجازت ہے کہ حال روح
کا بعد موت کے ذکر کرین اور اسبات پر بہت سی آیتین اور حدیثین دلالت کرتی ہین کہ موت سے روح نیست نہین ہوتی نہ
اسکا ادراک فنا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ شہدا کے باب مین ارشاد فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء
عند ربہم یرزقون فرحین اور جبکہ جنگ بدر مین شرفاے قریش مارے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ایک کو
پکارا[23] اے فلان اور اے فلان مجھ سے جو میرے رب نے وعدہ کیا تھا اسکو مین نے سچا پایا تمسے جو تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا تمنے
بھی سچا پایا کہ نہین لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ان لوگون کو پکارتے ہین وہ تو مردہ ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات
کی جسکے قبضے مین میری جان ہے وہ اس کلام کو تمسے زیادہ سنتے ہین مگر وہ جواب پر قادر نہین تو یہ حدیث نص ہے شقی کی روح کے باقی رہنے اور
اسکے ادراک و معرفت بحال رہنے کے باب مین اور آیت نص ہے شہدا کی ارواح مین اور میت کی دو ہی قسمین ہین یا سعید ہوتا ہے یا شقی اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم[24] نے فرمایا کہ قبر یا ایک گڑھا ہے آگ کے گڑھون مین سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغون مین سے یہ حدیث صریح نص
ہے اسباب مین کہ موت کے معنے صرف حال کے بدلنے کے ہین اور اسمین کہ میت کیواسطے جو کچھ سعادت اور شقاوت ہونے کو ہوتی ہے
وہ مرتے ہی بلا تاخیر ہو جایا کرتی ہے صرف بعض اقسام کے عذاب اور ثواب البتہ پیچھے پڑ رہتے ہین مگر ان کی اصل اسیوقت ہو جاتی ہے اور
حضرت انس رضؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا[25] الموت القیامۃ فمن مات فقد قامت قیامتہ اور ایک حدیث
شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[26] کہ جب کوئی تم مین سے مرجاتا ہے تو اسکا ٹھکانا صبح وشام اسپر پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہوتا
ہے تو جنت مین اور اگر دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ مین سے ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے یہانتک کہ خداے تعالیٰ
تجھ کو اس مین قیامت کے دن پہونچا دے اور جو کچھ ان ٹھکانون کے دیکھنے سے لذت یا عذاب اسوقت ہوتا ہوگا وہ مخفی نہین اور

ابو قیس کہتے ہین کہ ہم حضرت علقمہ رضؓ کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھے آپ نے فرمایا کہ اسکی قیامت تو قائم ہو گئی۔ اور حضرت علے کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ نفس کو دنیا سے نکلنا حرام ہی جبتک کہ یہ نہ جان لے کہ جنت والون مین سے ہون یا دوزخ والون مین سے اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات غریباً مات شہیداً ووقی فتانی القبر وغدی وریح علیہ برزقہ من الجنۃ اور حضرت مسروق رضؓ فرماتے ہین کہ مجھے اتنی غبطہ اور کسی پر نہین آتی جتنی اس ایماندار پر آتی ہے کہ لحد مین جاکر دنیا کے تکالیف سے آرام پایا ہو اور خداے تعہ کے عذاب سے محفوظ رہا ہو۔ اور یعلی بن ولید کہتے ہین کہ مین ایک روز حضرت ابو درداء رضؓ کے ساتھ چلا جاتا تھا مین نے آپ سے پوچھا کہ جس شخص سے آپ محبت رکھتے ہین اس کے لیے آپ کونسا حال پسند کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ موت اس کے لیے پسند کرتا ہون مین نے پوچھا کہ اگر وہ نہ مرے آپ نے فرمایا کہ تو یہ پسند کرتا ہون کہ اسکا مال اور اولاد کم ہو اور موت کو اسلیے پسند کرتا ہون کہ موت کی محبت مومن ہی کو ہوا کرتی ہی اور موت مومن کے حق مین قید سے چھوٹنا ہے اور مال اور اولاد کی قلت اسواسطے پسند کرتا ہون کہ یہ چیزین آزمایش کی ہین اور دنیا کے ساتھ انس کی باعث ہین اور ایسی چیز سے انس کرنا جسکا چھوڑنا ضروری ہو نہایت بدبختی ہی اور جو چیز خداے تعہ کے اور اسکے ذکر اور انس کے سوا ہے ان سب کو مرنے پر چھوڑ دینا ضروری ہے اور اسی سے حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے فرمایا کہ مومن کی مثال اسکے دم یا روح نکلنے کے وقت ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے مین ہو اور اس مین سے چھوڑ دیا جاوے اور زمین مین سیر کرتا کودتا پھرے اور یہ جو آپ نے ذکر فرمایا ہے یہ اسی شخص کا حال ہے جو دنیا سے علٰحدہ اور کنارہ کش ہو اور بجز ذکر اللہ تعہ کے اور کسی چیز سے انس نہ رکھتا ہو اور دنیا کے علائق اسکو محبوب حقیقی سے روکتے ہون اور شہوتون کی سختی کھٹکتی اسکو ایذا دیتی ہو تو ایسے شخص کو موت مین سب موذیون سے چھٹی ہو جاتی ہے اور جس محبوب سے اسکو انس تھا بے روک ٹوک اس سے تخلیہ نصیب ہوتا ہی اور بہت زیبا ہے کہ یہ امر منتہاے آسائش اور کامل لذت ان شہیدون کے لیے ہو جو خدا کی راہ مین مقتول ہوئے ہین اسلیے کہ وہ جو مرنے پر جرأت کرتے ہین تو جبھی کرتے ہین جب اپنی توجہ دنیا کے علاقون سے قطع کر لیتے ہین اور مشتاق دیدار الٰہی کے ہو کر اسکی رضاجوئی مین قتل پر راضی ہوتے ہین پس اگر دنیا کی طرف نظر کرے گا تو اپنی خوشی سے اسکو آخرت کے بدلے مین بیچڈالیگا اور بیچنے والے کا دل مبیع کیطرف التفات نہین کیا کرتا اور اگر آخرت کی طرف نظر کرے گا تو اسکو خریدا ہی ہے اور اسی کا شائق تھا تو جس چیز کو مول لیا ہے اسکو جب دیکھے گا تو کیسی کچھ خوشی ہو گی اور جس چیز کو بیچ دیا ہو اسکے جدا ہونے پر کتنا کم التفات ہو گا۔ اور دل کا خالص ہونا محبت الٰہی مین کبھی اتفاقاً ہو جایا کرتا ہی یہ ضرور نہین کہ موت بھی اسی پر ہو اسی لیے بدلجاتا ہی اور خدا کی راہ مین لڑنا موت کا سبب ہی تو اسی حالت پر موت کے آنے کا سبب ہو گا اور یہین وجہ اسکی لذت زیادہ ہوتی ہی کیونکہ معنی لذت کے یہ ہین کہ آدمی اپنی مراد کو پہنچ جاوے اور جی چاہتی بات میسر ہو اللہ تعہ فرماتا ہی ولہم فیہا ما یشتہون اس آیت مین سب لذتین جنت کی آگئین اور بڑے سے بڑا عذاب یہ ہی کہ آدمی اپنی مراد سے روک دیا جاوے چنانچہ خداے تعالے فرماتا ہے وحیل بینہم وبین ما یشتہون یہ آیت اہل دوزخ کے تمام عذابون کی جامع ہی اور آسائش مذکورۂ بالا شہید کو فوراً دم نکلتے ہی ملتی ہے اور یہ امر ارباب قلوب کو نور یقین سے منکشف ہوتا ہی اور اگر تمکو اسپر شہادت نقلی منظور ہو تو شہداء کے باب مین جتنی احادیث ہین وہ سب

اور جو شخص حالت سفر مین مرجاوے وہ شہید مرتا ہی اور قبر کے فتنہ [illegible] سے بچ جاتا ہی [illegible] اسکی روزی جنت سے دکھائی جاتی ہی ۱۲ [illegible] دل چاہے ان مین ۱۲

اسپر دال ہین ہر ایک حدیث مین شہدا کی انتہاے لذت کو اور ہی لفظون سے تعبیر فرمایا ہی حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو فرمایا اور انکا باپ جنگ احد مین شہید ہو گیا تھا کہ مین تجکو خبر خوش سناؤن انھون نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ کو خدا ئے تعم بشارت خیر دے آپ نے فرمایا کہ خداے عز وجل نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور اپنے سامنے بٹھلا کر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے جو چاہے مجھسے تمنا کر مین تجکو دونگا تیرے باپ نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری عبادت جیسی چاہیے ویسی نہین کی مین تجھ سے یہ تمنا کرتا ہون کہ تو مجھکو پھر دنیا مین بھیجدے تاکہ مین تیرے رسول کے ساتھ ہو کر لڑون اور دوسری دفعہ تیری راہ مین مارا جاؤن اللہ تعم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری طرف سے پہلے ہو چکا ہی کہ تو دنیا مین لوٹ کر نہ جاوے گا - اور حضرت کعب رضؓ فرماتے ہین کہ جنت مین ایک شخص روتا ہوا پایا جاویگا اس سے کہا جاویگا کہ تو جنت مین ہو کر کیون روتا ہے وہ کہیگا کہ مین اسلیے روتا ہون کہ خدا کی راہ مین صرف ایک ہی بار مارا گیا مین یہ چاہتا تھا کہ پھر جا کر لڑون اور کئی بار مارا جاؤن اور جاننا چاہیے کہ ایمان دار کو مرنے کے بعد خداے تعالٰے کا جلال اتنا وسیع معلوم ہوتا ہی جسکے سامنے دنیا تنگ اور مثل قید خانے کے معلوم ہوتی ہی اور اسکا حال ایسا ہوتا ہی جیسے کوئی اندھیرے قید خانے مین محبوس ہو اور اسپر ایک دروازہ ایسے باغ وسیع کیطرف کو کھولدیا جاوے کہ اسکی وسعت پر آنکھ کام نہ کرتی ہو اور اسمین طرح طرح کے درخت اور پھل اور پھول اور جانور ہون تو ظاہر ہی کہ وہ شخص اس باغ مین پہونچکر اس اندھیرے قید خانے مین پھر آنا نہ چاہیگا اور ایک مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی بیان فرمائی ہی[۲] یعنے ایک شخص مر گیا تھا اسکو آپ نے فرمایا کہ یہ دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو دنیا دارون کے لیے چھوڑ گیا اگر یہ راضی ہی تو اسے دنیا مین پھر کر آنا اچھا نہ معلوم ہو گا جیسے تم مین سے کوئی اچھا نہین جانتا کہ دوبارہ اپنی مان کے پیٹ مین جاوے اس حدیث مین تبلا دیا کہ آخرت کی وسعت کو دنیا سے وہ نسبت ہی جو دنیا کی وسعت کو رحم کی تاریکی کیطرف ہی - اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہی[۳] کہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسے بچہ اپنی مان کے پیٹ مین کہ جب پیٹ سے نکلتا ہی تو اپنے نکلنے پر روتا ہی مگر جب روشنی دیکھتا ہی تو پھر اپنی جگہ پر جانا پسند نہین کرتا یہی حال مومن کا ہے کہ موت سے گھبراتا ہی مگر جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہی تو پھر دنیا مین آنا پسند نہین کرتا جیسے بچہ مان کے پیٹ مین جانا نہین چاہتا اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص مر گیا آپ نے فرمایا کہ مستریح او مستراح منہ یعنے یا اسکو راحت ملی یا اس سے دوسرون کو راحت ہو گئی اسمین مستریح سے اشارہ مومن کیطرف ہی کہ بلاے دنیوی سے راحت پائی اور مستراح منہ سے فاجر کیطرف اشارہ ہی کہ دنیا والے اس سے راحت مین ہو جاتے ہین اور ابو عمر پانی پلانے والے کہتے ہین کہ ہم لڑکے سے تھے ہمارے پاس کو حضرت ابن عمر رضؓ گذرے اور ایک قبر کیطرف نگاہ کی دیکھا تو ایک کھوپڑی کھلی ہوئی ہے ایک شخص کو آپ نے ارشاد فرمایا اسنے اسپر مٹی ڈالدی پھر فرمایا کہ یہ خاک ان بدنون کو کچھ ضرر نہین کرتی اور جنپر کہ ثواب اور عذاب قیامت تک ہوتا ہی وہ ارواح ہین اور عمرو بن دینارؒ فرماتے ہین کہ جو میت مرتی ہی وہ جو کچھ اسکے گھر اسکے بعد ہوتا ہی جانتی ہے یہان تک کہ لوگ مردے کو غسل اور کفن دیتے ہین اور وہ انکو دیکھتا ہی اور مالک بن انسؒ فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہی کہ مومنون کی روحین

[۱] ترمذی و ابن ماجہ بروایت جابرؓ و ابن ابی الدنیا بروایت عائشہ رضؓ اور اس کی سند مین ضعف ہی ۱۲ [۲] ابن ابی الدنیا بروایت عمرو بن دینار مرسلاً ۱۲ [۳]

چھوٹی رہتی ہین جہان چاہتی ہین وہان جاتی ہین - اور نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہین کہ مین نے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا[۱] کہ آگاہ رہو دنیا مین صرف اسقدر رہا ہی جیسے مکھی اسکے جو مین ملتی ہی پس اللہ سے خوف کرو اپنے مردہ بھائیون کے باب مین اسلیے کہ تمہارے اعمال انپر پیش ہوتے ہین اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے[۲] فرمایا کہ اپنے مردون کو اپنے برے اعمال سے فضیحت مت کرو کیونکہ تمہارے اعمال بد تمہارے مردہ دوستون پر پیش ہوا کرتے ہین اور اسیواسطے حضرت ابو درداؓ نے دعا مین فرمایا کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون کہ ایسا کام کرون جس سے عبداللہ بن رواحہؓ کے سامنے فضیحت ہون حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت ابو درداؓ کے مامون تھے اور پہلے مرچکے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کسی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مومنون کی روحین کہان رہتی ہین آپ نے فرمایا کہ سفید جانورون کی صورت مین عرش کے سایے مین رہتی ہین اور کافرون کی روحین ساتوین زمین مین رہتی ہین اور حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مردہ اپنے غسل دینے والے اور اٹھانے والے اور قبر مین اتارنے والے کو پہچانا کرتا ہی - اور صالح مری فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ روحین موت کے وقت ملا کرتی ہین پہلے مردون کی روحین اس حال کے مردے کی روح سے کہتی ہین کہ تیرا ٹھکانا کہان ہوا اور تو پاک جسم مین رہا یا ناپاک مین اور عبید بن عمیر کہتے ہین کہ اہل قبور اخبار کے منتظر رہتے ہین جب کوئی مردہ انکے پاس جاتا ہی تو وہ کہتے ہین کہ فلان شخص کا کیا حال ہی وہ کہتا ہی کہ دنیا سے تو وہ آلیا کیا تمہارے پاس نہین آیا وہ کہتے ہین کہ نہین پھر کہتے ہین کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اسکو کسی اور راستے سے لے گئے ہمارے پاس نہین لاے اور جعفر بن سعید سے مروی ہی کہ جب کوئی مرجاتا ہی تو اسکا لڑکا اسکے استقبال کو آتا ہی جیسے کسی مسافر کا استقبال کیا کرتے ہین - اور مجاہدؒ فرماتے ہین کہ جس شخص کا لڑکا نیکبخت ہوتا ہی تو اسکی نیکبختی کی بشارت اسکو قبر مین دیجاتی ہی - اور ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۳] کہ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اس سے خدا کے بندون مین سے رحمت والے مردے ایسے ملتے ہین جیسے دنیا مین خوشخبری سنانے والا کسی کے پاس آتا ہے اور کہتے ہین کہ اس اپنے بھائی کو دیکھو تاکہ اسکو تسکین ہوجاوے کہ یہ شخص بڑی سختی مین تھا پھر اس سے پوچھتے ہین کہ فلان شخص کا کیا حال اور فلانی عورت کیسی ہی اور فلانی عورت نے نکاح کیا کہ نہین پس جب اس سے کسی ایسے شخص کا حال پوچھتے ہین کہ وہ اس سے پہلے مرگیا ہوتا ہے اور وہ جواب دیتا ہی کہ وہ تو مجھ سے پہلے مرچکا ہی کہتے ہین کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اسکو اسکی اماں دوزخ مین لیگئے **دوسرا بیان** قبر کا اور مردون کا کلام میت سے آور مردے یا زبان سے کہتے ہین یا حال سے تقریر کرتے ہین اور زبان حال مردون کے سمجھانے کے لیے فصیح تر ہی بہ نسبت زبان مقال کے زندون کے سمجھانے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب[۴] مردہ قبر مین رکھا جاتا ہی تو قبر اس سے کہتی ہی کہ اے خانہ خراب آدمی تجکو کس چیز نے مجھسے مغالطے مین رکھا تو نے نجانا کہ مین آزمایش کا گھر ہون اور تاریکی کا مکان اور تنہائی کی جگہ اور کیڑون کا خانہ ہون میرے باب مین تجھے کس چیز نے دھوکا دیا کہ تو میرے اوپر اکڑ کر چلتا تھا پس اگر نیکبخت ہوتا ہی تو اسکی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہی کہ تو دیکھتی نہین یہ شخص اچھی بات کا امر کیا کرتا تھا اور بری بات

۱؎ ابن ابی الدنیا وابوبکر بن بلال بروایت مالک بن اذاعن نعمان اور مالک بن اذا مختلف فیہ ہی ۱۲ ۲؎ ابن ابی الدنیا واماتلی بسند ضعیف ۱۲ ۳؎ ۴؎

سے منع کیا کرتا تھا قبر کہتی ہو کہ تو اب مین اسپر سبز ہو ئی جاتی ہون اور اسکا جسم نور ہنجاویگا اور روح خدا ے تعہ کے پاس چلی جائے گی انتہی۔ اور عبید بن عمیر لیثی کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہو اسکا گڑھا جسمین وہ دفن ہوگا اس سے کہتا ہو کہ مین تنہائی اور تارکی اور اکیلے رہنے کا مکان ہون اگر تو اپنی زندگی مین خدا ے تعہ کا مطیع رہا ہوگا تو مین آج تجھپر رحمت بنونگا اور اگر تو نافرمان رہا ہوگا تو عذاب بنون گا مین وہ ہون کہ جو مجھ مین مطیع ہو کر گھسے گا وہ خوش ہو کر نکلے گا اور جو عاصی ہو کر آویگا وہ تباہ ہو کر نکلے گا۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہین کہ جب آدمی قبر مین رکھا جاتا ہو اور اُسکو عذاب یا اور کوئی بری بات ہوتی ہو تو اسکے پڑوس کے مردے اس سے کہتے ہین کہ اے اپنے قریبون اور پڑوسیون سے دنیا مین پیچھے رہنے والے کیا تجکو ہمسے عبرت نہو ئی کیا اپنے آپ سے آگے آنے والونکا حال تو نے نہ سوچا تو نے نہ دیکھا کہ ہمارے اعمال مرنے سے تمام ہوگئے تھے تجکو تو مہلت تھی تو نے تدارک اس چیز کا کیون نہ کرلیا جو تیرے اقارب سے رہ گئی تھی اور زمین کے حصے اس سے کہتے ہین کہ اے ظاہر دنیا پر دھوکا کھانے والے جو لوگ تیرے گھر والون مین سے زمین کے شکم مین چلے گئے تھے ان سے تو نے عبرت کیون نہ پکڑی انکو دنیا نے تجھسے پہلے دھوکا دیا پھر انکی موت انکو قبرون مین لے گئی تو انکو دیکھتا تھا کہ دوسرون کے کاندھے پر اس منزل مین چلے جاتے ہین جو انکے لیے ضرور تھی۔ اور یزید رقاسی کہتے ہین کہ مین نے سنا ہو کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہے تو اسکے اعمال اسکو آگھیرتے ہین پھر انکو خدا ے تعہ گویا کرتا ہو وہ کہتے ہین کہ اے اکیلے بندے گڑھے مین پڑے ہوے تیرے دوست اور گھر والے تیرے پاس سے چلے گئے تو ہمارے پاس آج تیرا کوئی انیس نہین اور حضرت کعب رضہ فرماتے ہین کہ جب نیک بندہ قبر مین رکھا جاتا ہو تو اسکے اعمال نیک نماز روزہ حج زکوۃ جہاد اسکو گھیر لیتے ہین پھر عذاب کے فرشتے اسکے پانون کیطرف سے آتے ہین تو نماز کہتی ہو کہ اس سے الگ رہو یہ شخص اللہ کے واسطے انپر بہت کھڑا رہا کرتا تھا پھر فرشتے سر کیطرف آتے ہین تو روزہ کہتا ہو کہ ادھر کو تمکو راہ نہین دنیا مین یہ شخص بہت پیاسا رہا کرتا تھا فرشتے بدن کیطرف سے آتے ہین تو حج اور جہاد کہتے ہین کہ یہانسے الگ رہو کہ اسنے اس بدن سے حج کے لیے بہت محنت و مشقت اٹھائی اور اللہ کی راہ مین جہاد کیا تمکو راہ نہ ملیگی فرشتے ہاتھون کیطرف سے آتے ہین تو صدقہ کہتا ہے کہ اس شخص نیک کو جانے دو بہت سا صدقہ اُسنے ان ہاتھون سے دیا ہو کہ وہ اللہ تعہ کو مقبول ہوا اور اسی کی رضا جوئی کو دیا تھا تو تم کو یہان راہ نہ ملیگی تب اس سے کہا جاتا ہو کہ مبارکباد تو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرا پھر اسکے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہین اور اسکے لیے جنت کا بستر بچھاتے ہین اور حلہ بہشتی لاتے ہین اور اسکی قبر کو جہانتک نظر کام کرے وہانتک کشادہ کرتے ہین اور جنت مین سے ایک قندیل آجاتا ہو کہ اسی کی روشنی مین قبر مین سے اٹھنے تک رہتا ہو اور عبد اللہ بن عبید بن عمیر نے ایک جنازے کے ساتھ مین فرمایا کہ مین نے سنا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو[۱] کہ مردہ قبر مین بٹھلایا جاتا ہو اور وہ آواز اپنے ساتھیون کے پانون کی سنتا ہے اور اس سے بجز اسکی قبر کے اور کوئی چیز کلام نہین کرتی قبر کہتی ہو کہ اے خانہ خراب تجکو مجھسے کسی نے نہین ڈرایا تھا تجھے یہ خوف نہین دلایا گیا تھا کہ مین تنگ اور بدبودار اور ہولناک اور کیڑونسے بہری ہون پس تو نے میرے لیے کیا سامان کیا۔

تیسرا بیان قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال مین حضرت براء بن عازب رضہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص انصار کے جنازے[۲] پر نکلے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک نیچے کو ڈالکر اسکی قبر پر بیٹھے پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے

[۱] ح ابن ابی الدنیا نے اسیطرح مرسلاً نقل کیا ہو ۱۲ [۲] ح ابو داؤد و حاکم نے پوری نقل کی ہو اور نسائی و ابن ماجہ نے مختصراً ۱۲

عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہون پھر فرمایا کہ جب ایماندار آخرت کی پیشی مین ہوتا ہو تو اللہ تعا ایسے فرشتون کو بھیجتا ہے کہ گویا ان کے مُنھ
آفتاب ہوتے ہین ان کے ساتھ مین اسکی خوشبو اور کفن ہوتا ہو وہ اُسکی آنکھون کے سامنے بیٹھتے ہین جب اُسکی روح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ
آسمان وزمین کے درمیان کا اور ہر ایک فرشتہ آسمان کا اسپر رحمت بھیجتے ہین اور آسمان کے دروازے کھلجاتے ہین کوئی دروازہ ایسا
نہین ہوتا کہ اسکی روح اپنے اندر ہو کر جانا نہ چاہتا ہو جب اسکی روح اوپر چڑھتی ہو تو فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی یہ تیرا فلان بندہ ہے
حکم ہوتا ہو کہ اسکو ہٹا لیجاؤ اور جو کچھ ہمنے اسکے لیے سامان کرامت مہیا کیا ہو دکھلاؤ اسلیے کہ ہم وعدہ کرچکے ہین منہا خلقناکم وفیہا
نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃً اخریٰ اور وہ شخص پھرتے لوگون کی جوتیون کی آواز سنتا ہے یہان تک کہ اس سے کہا جاتا ہو کہ تیرا رب کون
ہو اور دین کیا اور نبی کون ہو وہ جواب دیتا ہو کہ میرا رب اللہ ہو اور دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم ہین اور سوال ہین اس سے نہایت سختی کے ساتھ پوچھتے ہین اور یہ آخر جانچ ہو جو مردے پر ہوتی ہو پس جب وہ جواب
مذکور دیتا ہو تو پکارنے والا پکارتا ہو کہ تو سچ کہتا ہو یہی معنی ہین اس آیت کے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ
پھر اسکے پاس ایک آنے والا خوبصورت خوش لباس خوشبودار آکر کہتا ہو کہ تجکو رحمت پروردگار کی بشارت ہو اور ان جنتون کا مژدہ ہو جن
مین لذت دائمی ہو وہ کہتا ہو کہ تجکو بھی بشارت خیر کی خداے تعم دے تو کون ہو وہ کہتا ہو کہ مین تیرا عمل نیک ہون بخدا کہ مین نے تیرا
حال بھی جانا کہ تو خداے تعم کی طاعت مین جلد باز اور معصیت مین دیر کرنے والا تھا خداے تعم تجکو جزاے خیر دے پھر ایک منادی
پکارتا ہو کہ اسکے لیے جنت کے بسترون مین سے بستر کرو اور ایک دروازہ جنت کیطرف کو کھول دو پس بستر جنت مین سے بچھا دیا جاتا
ہو اور دروازہ جنت کیطرف کو کھول دیا جاتا ہو وہ اسوقت کہتا ہو کہ الٰہی قیامت کو جلد برپا کر تا کہ مین اپنے اہل اور مال کی طرف رجوع
کرون۔ اور کافر کا حال یہ ہوتا ہو کہ جب آخرت کے سامنے ہوتا ہو اور دنیا سے علٰحدہ ہوا چاہتا ہے تو اسپر فرشتے تند خو کڑے اترتے
ہین اور ان کے ساتھ آگ کے کپڑے اور گندھک کا کرتہ ہوتا ہو وہ اسکے گرد ہو جاتے ہین اور جب اسکی جان نکلتی ہو تو اسپر تمام فرشتے
ادھر کے اور تمام فرشتے آسمان کے لعنت کرتے ہین اور دروازے آسمانون کے بند کردیے جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اپنے اندر
کو اسکی روح جانے دینا برا نہ جانتا ہو جب اسکی روح چڑھتی ہو تو پھینک دیجاتی ہو اور عرض کیا جاتا ہو کہ الٰہی تیرے فلان بندے کو نہ آسمان نے
قبول کیا نہ زمین نے اللہ عزوجل فرماتا ہو اسکو ہٹانے جاؤ اور جو سامان برائی کا اسکے لیے ہمنے مہیا کیا ہو اسکو دکھاؤ کہ ہم نے اس سے وعدہ
کر لیا ہو منہا خلقناکم آخر آیت تک اور وہ جوتیون کی آواز لوگون کے پھرنے کیوقت سنتا ہو یہانتک کہ اس سے کہا جاتا ہو کہ تیرا رب کون
ہو اور نبی کون اور دین کیا وہ جواب دیتا ہو کہ مین تو نہین جانتا اس سے کہا جاتا ہو کہ تو نہ جانیو پھر اسکے پاس ایک آنے والا بدصورت بدبودار
بدلباس آتا ہو اور کہتا ہو کہ تجکو مژدہ ہو غضب الٰہی اور عذاب دردناک دیرپا کا وہ کہتا ہو کہ خداے تعم تجکو بدی کی خبر سنا دے تو
کون ہے وہ کہے گا کہ مین تیرا عمل بد ہون بخدا تو خداے تعم کی نافرمانی مین جلد باز اور طاعت الٰہی مین تاخیر کرنے والا تھا خداے
تجکو جزاے بد دیوے وہ کہتا ہو کہ تجھے بھی خداے تعالےٰ جزاے بد دیوے پھر اسپر ایک بہرا اندھا گونگا معین کیا جاتا ہے
جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہو کہ اگر جن وانسان اسکے اٹھانے پر متفق ہون تو نہو سکے اگر اسکو پہاڑ پہ مارے تو مٹی ہوجاوے

ف۔ اسی زمین سے ہمنے تمکو بنایا اور اسمین تمکو پھر ڈالتے ہین اور اس سے نکالینگے تمکو دوسری بار ۱۲ ۲ مضبوط کرتا ہو اللہ ایمان والون کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی اور آخرت مین ۱۲

وہ اُسکی سے اس کافر کو مارتا ہی تو وہ مٹی ہو جاتا ہی پھر اُسمین جان آجاتی ہی پھر اسکی آنکھون کے بیچ مین ایک چوٹ لگاتا ہے کہ اس کی آواز سوائے جن وانسان کے سب زمین پر کے رہنے والے سنتے ہین پھر ایک پکارنیوالا پکارتا ہی کہ اسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھا دو اور ایک دروازہ دوزخ کیطرف کھول دو اسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھا دیجاتی ہین اور ایک دروازہ دوزخ کی طرف کھول دیا جاتا ہی اور محمد بن علیؒ کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہی موت کیوقت اسکے اعمال نیک و بد اسکے سامنے صورت بنکر آتے ہین تو اپنی نیکیون کو تو دیکھتا ہی اور بدیون سے آنکھین بند کر لیتا ہی اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرنے لگتا ہی تو اسکے پاس فرشتے ایک حریر کے کپڑے مین مشک اور ریحان کی مٹی لیکر آتے ہین پس اس کی روح ایسے نکال لیتے ہین جیسے آٹے مین سے بال نکال لیا جاتا ہی اور کہا جاتا ہی کہ اے نفس مطمئنہ خدائے تعالیٰ کی کرامت اور راحت کیطرف نکل تو اس سے راضی اور وہ تجھسے خوش اور جب اسکی جان نکلتی ہی تو اسے مشک و ریحان مین رکھ کر اوپر سے حریر لپیٹ دیا جاتا ہی اور اُسکو علیین یعنے اوپر والون مین بھیجدیا جاتا ہی اور کافر کو جب موت آتی ہی تو اسکے پاس فرشتے ٹاٹ مین چنگاریان لیکر آتے ہین اور بڑی سختی سے جان نکالتے ہین اور کہا جاتا ہی کہ اے نفس پلید خدائے تعالیٰ کے عذاب اور خواری کیطرف نکل کہ تو اس سے خفا اور وہ تجھپر خفا پھر جب اس کی جان نکلتی ہی تو اسی چنگاریون مین رکھدیجاتی ہی اور روح ان مین چھنچھناتی رہتی ہی اور اوپر سے ٹاٹ لپیٹ کر سجین یعنے زندان مین بھیجدیجاتی ہے۔ اور محمد بن کعب قرظی رحؒ نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا حتے اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کہ مراد یہ ہی کہ خدائے تعالیٰ پوچھتا ہی کہ تو کیا چاہتا ہی کون سی چیز کی رغبت کرتا ہی کیا یہ چاہتا ہی کہ پھر کر مال جمع کرے اور باغ لگاوے اور عمارت بناوے اور نہرین کھدوادے وہ کہتا ہی کہ نہین بلکہ جو کچھ چھوڑ آیا ہون اسمین اچھا کام کردون خدائے تعالیٰ فرماتا ہی کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا یعنے موت کے وقت یہ کلام کرتا ہی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن اپنی قبر مین ایک سبز باغ مین رہتا ہی اور اسکی قبر ستر گز وسیع ہو جاتی ہی اور نورانی ہوتی ہی جیسے چودھوین رات کا چاند اور تم کو معلوم ہے کہ یہ آیت کس باب مین اتری ہی فان لہ معیشۃ ضنکا لوگون نے عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ عذاب کافر کا قبر مین ہوگا کہ اسپر ننانوے تنین مسلط کردیجائینگی اور جانتے ہو کہ تنین کیا چیز ہے ننانوے اژدہا کہ ہر ایک کے سات سات پھن ہونگے اور وہ اسکے جسم مین قیامت تک نوچتے کھسوٹتے اور پھنکارین مارتے رہینگے انتہی۔ اور اس خاص شمار سے جو حدیث مین مذکور ہوئی تعجب نہین کرنا چاہیے اسلیے کہ شمار ان سانپون اور بچھوؤن کی موافق شمار برے اخلاق یعنے کبر اور ریا اور حسد اور کینہ اور بغض وغیرہ کے ہوگی اسلیے کہ ان صفات کے اصول چند گنتی کے ہین پھر انمین سے چند فروع نکلی ہین پھر ان فروع کی چند قسمین ہین اور یہ صفات سب کے سب اپنی ذات سے مہلک ہین اور یہی خود بچھو اور سانپ بن جاوینگے تو جو صفت ان مین سے زبردست ہوگی وہ اژدہا کی طرح ڈسےگی اور کمزور بچھو کی طرح کاٹیگی اور متوسط سانپ کیطرح ایذا دیگی اور اہل دل اور بصیرت ان مہلکات کو اور ان کے منقسم ہونے کو فروعات مین نور بصیرت سے دیکھتے ہین مگر یہ کہ انکی شمار پر بجز نور نبوت اور کسی چیز سے اطلاع نہین ہو سکتی غرضکہ ان جیسے اخبار کے ظاہر صحیح ہین اور ان مین پوشیدہ اسرار ہین جو ارباب بصیرت کے نزدیک ظاہر ہین پس جس شخص پر ان کی

احمد و بزار نے اسیطرح نقل کی ہے اور نسائی و ابن حبان نے بالفاظ مختلف ۱۲ اخلت یہانتک کہ جب پہنچی انمین کسیکو موت کہیگا اے رب مجکو پھر بھیجیو شاید کچھ مین بھلا کام کردون اسمین جو پیچھے چھوڑ آیا ۱۲ ادستی کوئی نہین بدبات ہے کہ وہ کہتا ہے ۱۲ سہ حم ابن حبان نے نقل کی ہے ۱۲

تو اسکو ملتی ہے گزران تنگی کی ۱۲

حقیقت منکشف نہ ہو اسکو انکے ظاہر معنون کا انکار نہ چاہیے بلکہ کمتر درجہ ایمان کا یقین کرنا اور مان لینا ہے اب اگر یہ کہو کہ ہم کافر کو قبر مین مدت تک دیکھتے ہین اور تاکتے رہتے ہین مگر ان باتون مین سے کچھ بھی نہین دیکھتے تو تجربہ کے خلاف پر یقین لانے کی صورت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان جیسے امور کی تصدیق کی تین صورتین ہو سکتی ہین اول جو ظاہر تر اور صحیح تر اور اعتراض سے سالم تر ہے یہ ہے کہ یون تصدیق کرو کہ یہ چیزین یعنے سانپ بچھو وغیرہ موجود ہین مردے کو کاٹتے ہین مگر ہمکو اس جہت سے نہین معلوم ہوتے کہ اس آنکھ مین لیاقت ان امور کے دیکھنے کی نہین اسلیے کہ یہ باتین اور دوسری جو آخرت سے متعلق ہین وہ سب عالم ملکوت کی چیزین ہین جو چشم ظاہری سے نظر نہین آتین دیکھو صحابہ رض حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اترنے پر کیسے ایمان لاتے تھے حالانکہ ان کو دیکھتے نہ تھے اور اسپر بھی ان کا ایمان تھا کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکو دیکھتے ہین اگر تمکو اسپر ایمان نہو تو اول اصل ایمان فرشتون اور وحی پر درست کرنا لابدی ہے اور اگر اسپر ایمان رکھتے ہو اور جائز جانتے ہو کہ نبی ایک چیز کو دیکھ سکتا ہے جسکو اسکی امت نہین دیکھ سکتی تو یہ باتین مردے کے حق مین کیون نہین جائز ہین جسطرح فرشتہ آدمیون اور حیوانون کے مشابہ نہین اسیطرح سانپ بچھو مردے کی قبر مین کے دنیا کے سانپ بچھو جیسے نہین ان کی جنس دوسری ہے اور وہ حاسہ اور ہے جس سے معلوم ہوا کرتے ہین دوسری صورت یہ ہے کہ تم سونے والے کا حال دیکھو کہ کبھی خواب مین دیکھتا ہے کہ مجھے بچھو یا سانپ کاٹتا ہے اور اسکے اسکا درد بھی اتنا ہوتا ہے کہ بعض اوقات نیند ہی مین چیخ پڑتا ہے اور پیشانی پر پسینا آجاتا ہے اور کبھی اپنی جگہ سے اچھل پڑتا ہے تو سونے والے کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے اور درد ایسا ہی پاتا ہے جیسے جاگتا آدمی حالانکہ تمکو وہ ہلتا جلتا نہین معلوم ہوتا نہ اسکے گرد کوئی سانپ بچھو سوجھتا ہے اور اسکے حق مین سانپ بھی موجود ہے اور تکلیف بھی ہے مگر تمہارے مشاہدے سے خارج ہے اور جب کہ عذاب کی تکلیف کاٹنے سے حاصل ہے تو سانپون کا خیالی ہونا یا آنکھ سے سوجھنا یکسان ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ تمکو معلوم ہے کہ سانپ خود تکلیف نہین پہونچاتا بلکہ ایذا اسکے زہر سے ہوتی ہے پھر زہر بھی درد نہین بلکہ زہر کا اثر جو تم مین ہو جاتا ہے تکلیف اس سے ہوتی ہے پس اگر بدون زہر کے ویسا ہی اثر بدن مین پایا جاوے تو ظاہر ہے کہ تکلیف تو بہت ہوگی مگر اس تکلیف کو اور طرح پر نہین بتا سکتے بجز اسکے کہ جس سبب سے ایسی تکلیف عادت مین ہوا کرتی ہے اسی سبب کیطرف منسوب کر دیا جاوے مثلاً اگر انسان مین لذت صحبت کی پیدا ہو جاوے بدون اس کے کہ ظاہر مین ہم بستری عورت سے ہو تو اس لذت کو کیسے بتاؤ گے یہی کہو گے کہ صحبت کی لذت ہے اس اضافت سے سبب کی شناخت ہو جاویگی اور اسکا ثمرہ معلوم ہو جاویگا گو صورت سبب کی موجود نہو سبب کو ثمرے ہی کے لیے چاہتے ہین اسکی ذات سے غرض نہین ہوتی اور یہ صفات مہلکہ نفس کے اندر موت کیوقت ایذا دینے والے بنجاتے ہین تو ان کی ایذا سانپ اور بچھو کی سی ایذا کی طرح ہو جاتی ہے بدون اسکے کہ سانپ بچھو کا وجود ہو اور صفت کا موذی ہو جانا ایسا ہے جیسے عشق معشوق کے مرنے پر موذی ہو جاتا ہے یعنے پہلے سے تو مزہ دار تھا اب اسپر ایسی حالت آگئی کہ وہی لذیذ موذی بنگیا یہانتک کہ دل پر وہ عذاب ہوتا ہے کہ عاشق تمنا کرتا ہے کہ کاش عشق اور وصال کا مزہ نہ چکھا ہوتا بلکہ یہی حال بعینہ میت کے عذاب کا ہے کہ اسپر دنیا مین عشق مسلط کر دیا گیا تو مال اور متاع اور جاہ اور اولاد اور اقارب اور آشناؤن سے عشق کرنے لگا اور اگر ان چیزون کو اسکے پاس سے زندگی مین کوئی ایسا شخص لے لیتا جس سے واپس لینے کی امید نہوتی تو تم دیکھتے کہ اسکا کیا برا حال ہوتا اور کیسا عذاب ہوتا اور تمنا کرتا کہ کاش

میرے پاس کبھی کچھ نہ ہوا ہوتا کہ آج اس روز سیاہ کا منھ نہ دیکھتا اور انکی جدائی کا درد نہ سہتا اور موت کے معنی بھی یہی ہین کہ دنیاوی محبوبات یکبارگی جدے ہوجاوین تو جو شخص صرف دنیا ہی سے خوش ہوتا ہو اور وہ اس سے چھین کر اسکے دشمنون کو دے دی جاوے اسکا کیا حال ہوگا؟ جسکا اکلوتا ہی غائب ہوجاوے؟ اسکا کیا جانئیے کیسا ہو حال: پھر اس عذاب پہ یہ اضافہ ہوگا کہ دولت آخرت کے نہ ملنے کی حسرت ہوگی اور خداے عزوجل سے محجوب رہنا پڑیگا اسواسطے کہ غیر اللہ کی محبت خداے تعالےٰ سے بھی روک دیتی ہے اور دولت اخروی سے بہرہ مند ہونے سے باز رکھتی ہے حاصل یہ کہ رنج فراق تمام محبوب چیزون کا اور دولت اخروی کے نہ ملنے کی حسرت اور درگاہ الٰہی سے مردود اور محجوب رہنے کی ذلت اسکو ابدالآباد تک ایک دوسرے کے بعد ہوگی اور ایسی تکلیف سے عذاب دیا جاویگا اسلیے کہ بار فراق کے بعد کوئی آگ بجز جہنم کے نہین چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کلا[1] انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون ثم انہم لصالوا الجحیم مگر جو شخص دنیا کا انس نہ رکھتا ہو اور خداے تعالےٰ کے سوا اور کسی سے محبت نہ کی ہو اور دیدار الٰہی کا شائق ہو تو وہ دنیا کی قید سے چھوٹ جاویگا اور دنیا مین شہوات کے شدائد بھگتنے سے رہائی پاویگا اور اپنے محبوب کے پاس سب علاقون اور موانع سے یکسو ہوکر آویگا اور ابدالآباد تک زوال کے کھٹکے سے بیخوف ہوکر خوب چین اڑاویگا تو جسکو عمل کرنا ہو وہ ایسے ہی مزے کے لیے کرے اب اصل مقصد کیطرف رجوع کرتے ہین کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو اتنا چاہتا ہے کہ اگر اسکو اختیار دیا جاوے کہ دو باتون مین سے ایک پسند کر یا گھوڑا دیدال یا بچھو سے کٹوا لے تو وہ بچھو کے نیش پر صبر کرنا اختیار کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کی تکلیف اسکے نزدیک بچھو کے کاٹے سے زیادہ ہے اور جب گھوڑا جدا ہوجاتا ہے تو اسکی محبت اسکو کاٹا کرتی ہے تو چاہیے کہ انھین نیشون کے لیے تیار ہو رہے اسواسطے کہ موت تو اسکا گھوڑا اور سواری اور گھر اور زمین اور دن و فرزند اور دوست آشنا اور جاہ وحشمت سب چھین لیگی بلکہ کان اور آنکھ اور اعضا بھی چلے جاوینگے اور پھر اسکے ہٹا کر دینے سے ناامیدی ہے اس صورت مین اگر ان چیزون کے سوا اور کسی سے محبت نہ ہوگی اور یہ سب کے سب اس سے لے لیے جاوینگے تو انکی تکلیف بچھوؤن اور سانپون سے بڑھکر ہوگی جیسے کہ زندگی مین اگر کوئی ساری چیزین چھین لیتا تو سخت عذاب ہوتا اسیطرح موت کے بعد ہوگا اسلیے کہ یہ تو ہم لکھ ہی چکے ہین کہ انسان مین جو چیز مدرک رنج وراحت کی ہے وہ نہین مرتی بلکہ عذاب ان اشیاء کا مرنے کے بعد سخت تر ہوگا اسلیے کہ زندگی مین تو چند اسباب ہوسکتے ہین جنسے دل بہل جاوے مثلاً لوگون کے پاس بیٹھنے اور ان سے گفتگو کرنے اور تسکین دینے اور پھر آنے کی توقع کرنی اور بدلہ لینے کی امید رکھنی وغیرہ سے تسلی ہوسکتی ہے مرنے کے بعد تو تسلی کے سب راستے بند ہوگئے اور ناامیدی ہوجو ہوئی اب تسلی کہان اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کرتے یار ومال سے ایسی محبت رکھتا ہوگا کہ اگر چھین لیا جاتا تو اسکو ناگوار ہوتا تو وہ اسپر افسوس کریگا اور تکلیف اٹھاویگا لیکن اگر دنیا مین ہلکا رہیگا تو اس عذاب سے بچا رہیگا اور یہی مراد ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قول[2] سے نجا المخففون اور اگر دنیا مین گرانبار ہوگا تو بڑا عذاب ہوگا اور جسطرح کہ دنیا مین اگر کسیکا ایک روپیہ چوری جاوے اور دوسرے کے دس چوری جاوین تو اول کا حال بہ نسبت دوسرے کے ہلکا ہوگا اسیطرح حال ایک درم والے کا ہلکا ہوگا بہ نسبت دو درم والے کے اور یہی مراد ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قول[3] سے کہ ایکدرم والا حساب مین ہلکا ہے بہ نسبت دو درم والے کے اور جو چیز دنیا مین سے مرنے کیوقت تیرے بعد رہتی ہے وہ مرنے

[1] بات کوئی نہین وہ اپنے رب سے اسدن روکے جاوینگے پھر مقرر وہ پیٹھنے والے ہین دوزخ مین ۱۲ [2] نجات پائی ہلکے پھلکون نے ۱۲ [3] اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲

ئے بعد تجھپر حسرت ہوگی اب چاہے تو اپنا مال زیادہ کر چاہے کم کر اگر زیادہ کریگا تو اپنی حسرت ہی بڑھاویگا اور اگر کم کریگا تو اپنی پیٹھ پر بوجھ ہلکا کریگا اور سانپ اور بچھو تو انکے گرون کی قبرون مین زیادہ ہوتے ہین جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے محبوب سمجھتے ہین اور اسپر راضی اور مطمئن ہین غرضکہ ایمان کی صورتین تبرکہ سانپ اور بچھوؤن اور تمام اقسام کے عذاب مین یہ تین ہین جو اوپر مذکور ہوئین۔ حضرت ابو سعید خدری رضنے اپنے ایک بیٹے کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بیٹا مجکو نصیحت کر اسنے کہا کہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سمین اسکا خلاف مت کرو آپ نے پوچھا کہ اور کچھ کہو اس نے کہا کہ تم کو تاب اسپر عمل کرنے کی نہ ہوگی آپ نے فرمایا کہ تم کہدو اسنے کہا کہ اپنے اور خداے تعالےٰ کے درمیان مین کرتہ مت کرو یعنے کرتہ مت پہنو ورنہ موجب حجاب ہوگا پس آپ نے تیس برس تک کرتہ نہ پہنا اب اگر کہو کہ ان تینون صورتون مین سے درست کونسی ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ تو اول ہی صورت کے قائل ہین اور صورتون کے منکر ہین اور بعضے اول کے منکر اور دوسری کے مقر ہین اور بعضے صرف تیسری کے مقر ہین اور واقع مین حق یہ ہے کہ یہ تینون صورتین ممکن ہین ہم کو چشم بصیرت سے ایسا ہی کچھ معلوم ہوا ہے اور جو شخص بعض صورتون کا منکر ہے تو وہ اپنی تنگی حوصلہ کے باعث سے ہے اور قدرت الٰہی کی وسعت اور اسکی عجائب تدبیر کے نہ جاننے سے اسی لیے افعال الٰہی مین سے جس بات کا مانوس اور عادی نہین اسکو انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ نادانی اور کوتاہی فہم ہے بلکہ اصل یہی ہے کہ تینون صورتین عذاب دینے کی ممکن ہین اور انکو سچ جاننا واجب ہے کسی بندے کو کسیطرح عذاب دیا جاتا ہے اور کسی کو کسی طرح اور بعض ایسے بھی ہوتے ہین کہ انپر تینون صورتون سے عذاب دیا جاتا ہے خداے تعالیٰ ہمکو اپنے تھوڑے اور بہت عذاب سے پناہ مین رکھے تو یہی ٹھیک بات ہے اسکو بے دلیل ہی تقلید کے طور پر سچ جان لو ورنہ روے زمین پر کوئی ایسا نہین جو اسبات کو تحقیق طور پر جانتا ہو اور مین تم کو یہ وصیت کرتا ہون کہ اپنی نظر اس امر کی تفصیل مین بہت نہ کیا کرو اور نہ اسکی معرفت مین مشغول ہو بلکہ شغل صرف عذاب کے دور کرنے کی تدبیر مین کرو خواہ کسی طور کا ہو پس اگر تم عمل اور عبادت کو چھوڑ کر عذاب کی کیفیت کے جاننے مین مشغول ہوگے تو تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ پکڑ کر ہاتھ اور ناک کاٹنے کے لیے قید کردے اور وہ رات بھر سوچتا رہے کہ بادشاہ چھری سے کاٹے گا یا ملوار سے یا استرے سے اور یہ نہ سوچے کہ اس عذاب سے بچنے کا حیلہ کیا ہے تو یہ نہایت جہالت ہے پس جب یقیناً معلوم ہو چکا ہو کہ بندے پر مرنے کے بعد سخت عذاب یا آسایش جاودانی ہوگی تو چاہیے کہ اسی کی تدبیر کرے اور کیفیت عذاب و ثواب مین گفتگو کرنی اور ان کی تفصیل معلوم کرنی محض فضول اور تضیع اوقات ہے

چوتھا بیان منکر نکیر کے سوال اور انکی صورت اور قبر کے دبانے اور تتمہ عذاب قبر کے ذکر مین حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مرتا ہے تو اسکے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ نیلی آنکھون والے آتے ہین ایک کو منکر کہتے ہین دوسرے کو نکیر وہ اس سے پوچھتے ہین کہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب مین کیا کہا کرتا تھا پس اگر بندہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مین ان کو اللہ کا بندہ اور اسکا رسول کہا کرتا تھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ دونون فرشتے کہتے ہین کہ ہم پہلے سے جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا پھر اسکی قبر ستر گز در ستر گز پھیلا دیجاتی ہے اور اسکی قبر مین روشنی کردیجاتی ہے پھر کہا جاتا ہے کہ سو رہ وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑدو کہ مین اپنے گھر والون مین جاکر انسے حال کہ آؤن اس سے کہا جاتا ہے کہ سو جاؤ وہ اسیطرح سو جاتا ہے کہ اسکو وہی جگاتا ہے جو گھر بھر مین اس کا

ا؎ ترمذی و ابن حبان مع اختلاف ۱۲ ۲؎ مین گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود نہین سوا خدا کے اور مین گواہی دیتا ہون کہ محمد رسول ہین اللہ کے ۱۲

زیادہ محبوب ہو یہانتک کہ اس خوابگاہ سے اسکو خدا ے تعہ ہی اٹھاویگا اور اگر بندہ منافق ہوتا ہو تو کہتا ہو کہ مین نہین جانتا جو لوگون کو کہتے سنا کرتا تھا وہ مین بھی کہا کرتا تھا وہ دونون فرشتے کہین گے کہ ہکو پہلے سے معلوم تھا کہ تو یون کہیگا پھر زمین کو حکم ہوتا ہو کہ اسپر ملجاز مین اس طرح اسکو کھینچتی ہو کہ اسکی پسلیان ادھر کی اُدھر ہو جاتی ہین پس ہمیشہ اسیطرح عذاب دیا جاتا ہو یہانتک کہ اللہ تعالے اسکو اس لوٹنے کی جگہ سے اٹھاوے اور عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا کہ[1] اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو مر جاویگا اور تیری قوم تجکو لیجاوگی اور تیرے لیے تین ہاتھ طول اور ڈیڑھ ہاتھ عرض کا گڑھا تجویز کرین گے اور تیرے پاس آکر غسل اور کفن دیکر اور خوشبو لگا کر تجکو اٹھاوینگے یہانتک کہ تجکو اس گڑھے مین رکھ کر تیرے اوپر مٹی ڈالین گے اور دفن کر دینگے اور جب تیرے پاس سے پھر ینگے تو تیرے پاس قبر کے دو جانچنے والے منکر اور نکیر جنکی آواز سخت رعد کی سی اور آنکھین اُچکنے والی بجلی کی سی ہونگی بال انکے گھسٹتے ہونگے اور قبر کو اپنی کچلیون سے اُدھیر کر تجھے جھڑ جھڑا اور ہلا ڈالینگے اسوقت اے عمر تیرا کیا حال ہوگا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میری عقل بھی اسوقت میرے ساتھ رہیگی جیسی اب ہو آپ نے فرمایا کہ ہان حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ تو کچھ فکر نہ فرمایئے مین انکو کافی ہونگا انتہی یہ حدیث نص صریح ہو اسبات مین کہ موت کے باعث عقل نہین بدلتی صرف اعضا بدل جاتے ہین اور مردہ عاقل اور مدرک درد و راحت کا رہتا ہو جیسا اپنی زندگی مین تھا اسکی عقل مین کچھ خلل نہین آتا اور عقل مدرک اُن اعضا کا نام نہین وہ ایک باطنی چیز ہے جسکے طول اور عرض کچھ نہین بلکہ جو خود منقسم نہین ہوتی وہی اشیا کا ادراک کرتی ہو اور اگر بالفرض انسان کے تمام اعضا بکھر جاوین اور صرف وہ جزو مدرک جسکے حصے نہین ہو سکتے وہی رہ جاوے تو انسان عاقل پورا پورا باقی رہے گا اور یہی حال اسکا بعد موت کے ہوتا ہو اسلیے کہ اس جزو پر موت اور نیستی نہین آتی اور محمد بن منکدرؒ فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہو کہ کافر پر اسکی قبر مین ایک چوپایہ بہرا اندھا متعین ہوتا ہو جسکے ہاتھ مین لوہے کا تازیانہ ہوتا ہو اسکا سر مثل کوہان شتر کے ہوتا ہے وہ اس تازیانے سے کافر کو قیامت تک مارتا رہتا ہو نہ اسکو دیکھتا ہو کہ بچا کر مارے نہ آواز سنتا ہو کہ رحم کرے اور حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ جب مردہ اپنی قبر مین رکھا جاتا ہو تو اسکے اعمال نیک اسکو آکر گھیر لیتے ہین پس اگر عذاب سر کیطرف سے آتا ہو تو قرآن مجید کی قراءت روکتی ہے اور اگر دونون پانون کیطرف سے آتا ہو تو کھڑا ہونا روکتا ہو اور اگر ہاتھون کیطرف سے آتا ہے تو ہاتھ کہتے ہین کہ بخدا یہ شخص ہم کو صدقہ اور دعا کے واسطے پھیلایا کرتا تھا تمکو اسپر راہ نہ ملے گی اور اگر منہ کیطرف سے آتا ہو تو ذکر اور روزہ آڑ ہو جاتا ہے اسی طرح ایکطرف کو نماز اور صبر کھڑے ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کچھ کسر رہیگی تو ہم اسکے ساتھ ہون گے حضرت سفیانؒ فرماتے ہین کہ آدمی کے اعمال نیک اسکی طرف سے ایسے جھگڑتے ہین اور عذاب کو روکتے ہین جیسے کوئی اپنے بھائی یا زن و فرزند کی طرف سے لڑا کرتا ہے پھر اسکو کہا جاتا ہے کہ خدا ے تعہ تیری خوابگاہ مین برکت کرے تیرے دوست اور رفیق بہت خوب ہین اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہو کہ ہم[2] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھے آپ قبر کے سرہانے بیٹھکر اسکے اندر دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ مومن اسمین ایسا دبایا جاتا ہو کہ اسکا سینہ اور پسلیان اور ہڈیان چور ہو جاتی ہین اور حضرت عائشہؓ[3] فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر دبایا کرتی ہے اگر اسکے داب سے کوئی بچتا تو سعد بن معاذ بچتے اور حضرت انسؓ[4] فرماتے ہین کہ جب

۱؎ ابن ابی الدنیا نے اسیطرح مرسلاً نقل کی ہو اور احمد اور ابن حبان نے بروایت عبداللہ بن عمر مرفوعاً روایت کی ہو ۱۲ ۲؎ احمد بسند ضعیف ۱۲ ۳؎ احمد بروایت عائشہ صدیقہ رضہ ۱۲ ۴؎ ابن ابی الدنیا بروایت سلیمان اعمش عن انس اور سلیمان کا سننا حضرت انس سے ثابت نہین ۱۲

حضرت زینب دختر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور وہ اکثر بیمار رہا کرتی تھیں آپ ان کے جنازہ کے ساتھ ہوے اور کچھ تغیر آپ کے چہرۂ مبارک پر ہم کو معلوم ہوا جب ہم قبر پر پہونچے تو آپ قبر کے اندر اترے اور آپ کا چہرہ گونہ تابان ہوا جب باہر نکلے تو خوب صاف روشن ہوگیا ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے جو حال آپ کا دیکھا یہ کسواسطے تھا آپ نے فرمایا کہ مجکو اپنی بیٹی کا بھونچنا یاد آتا تھا اور سختی عذاب قبر دل مین گذری تھی جب مین قبر مین اترا مجھے خبر دی گئی کہ اللہ تعالے نے اسپر عذاب قبر کو ہلکا کر دیا اور وہ اتنا دبائی گئی کہ اسکی آواز پورب پچھم کے درمیان کے لوگون نے سنی یعنی سواے انسان اور جنات کے

آٹھوین فصل مُردون کے اُن حالات مین جو خواب مین مکاشفہ سے معلوم ہوے ہین جاننا چاہیے کہ نور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہی اور عبرت کی راہون مین سے ہی اس سے مردونکا حال مجملاً معلوم ہوجاتا ہی کہ وہ سعید ہین یا شقی مگر کسی شخص خاص کا حال نور بصیرت سے معلوم نہین ہوتا اسلیے کہ اگر ہم زید و عمرو کے ایمان پر مثلاً اعتماد کرین تو یہ تو نہین جانتے کہ انکی موت کس حال پر ہوئی اور خاتمہ کیسا ہوا اور اگرچہ ظاہری نیک بختی پر انکے اعتماد کر سکتے ہین مگر چونکہ تقوے کا مقام دل ہی اور وہ ایسی باریک چیز ہی کہ خود تقوے والے کو نہین معلوم ہوتی تو دوسرے کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ متقی ہی کیونکہ حکم ظاہری کی نیکبختی پر بدون باطن کے تقوی کے نہین کیا جا سکتا اور اللہ تعم فرماتا ہی انما یتقبل اللہ من المتقین اس سے معلوم ہوا کہ زید و عمرو کے حکم کی معرفت بدون ان کے حال دیکھنے کے نہین ہو سکتی اور جب آدمی مرجاتا ہی تو عالم ظاہری سے عالم غیب اور ملکوت مین چلا جاتا ہی پس چشم ظاہری سے نہین معلوم ہوتا بلکہ دوسری آنکھ سے سوجھتا ہی جو ہر ایک انسان کے دلمین پیدا ہوئی ہی مگر انسان نے اُس آنکھ پر اپنی شہوات اور کامونکا گاڑھا پردہ ڈال رکھا ہی اسی لیے اس آنکھ سے کچھ نہین دیکھتا اور نہ توقع ہی کہ عالم ملکوت کی کوئی چیز اسکو نظر آوے جب تک کہ وہ پردہ دل کی آنکھ پر سے دور نہو جاوے اور چونکہ انبیا علیہم السلام کی آنکھ پر سے وہ پردہ ہٹا ہوا تھا اسی لیے انھون نے ملکوت کیطرف نظر کی اور اسکے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ مردے بھی عالم ملکوت مین ہین اسلیے انبیا علیہم السلام نے انکو بھی دیکھکر انکا حال بتایا اور یہین وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کا دبانا حضرت سعد بن معاذ رضہ کے حق مین اور اپنی بیٹی حضرت زینب رضہ کے حق مین ملاحظہ فرمایا اسیطرح حضرت جابر رضہ کو انکے باپ کا حال سنایا جو شہید ہو گئے تھے کہ خداے تعم نے انکو اپنے سامنے بے حجاب بٹھلایا۔ اور اسطرح کا مشاہدہ تو انبیا کے سوا اوران اولیا کے سوا جو انبیا کے درجے سے قریب ہین اور لوگون کو نہین ہو سکتا بلکہ ہم جیسون کو ایک اور مشاہدہ ضعیف ہوا کرتا ہی مگر وہ بھی مشاہدہ نبوی ہی اور وہ مشاہدہ خواب کا ہی جو نبوت کے انوار مین سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ اور خواب بھی ایک انکشاف ہی ہی اور جبھی ہوا کرتا ہی جب دل پر سے پردہ ہٹ جاوے اسی جہت سے بجز آدمی نیکبخت راست باز کے اور کے خواب کا اعتبار نہین ہوتا اور جو شخص جھوٹ بہت بکتا ہو اسکا خواب سچ نہوگا اور جو شخص فساد و گناہ بہت کرتا ہو اسکا دل تاریک ہوجاتا ہی تو جو کچھ وہ دیکھیگا وہ خواب پریشان ہوگا اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کے لیے حکم فرمایا تاکہ آدمی پاک ہوکر سووے اور اسمین اشارہ طہارت باطن کیطرف بھی ہی جو اصل

ف اللہ قبول کرتا ہے پرہیزگارون سے ۱۲ ح سچا خواب ایک حصہ ہے نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ۱۲ یہ حدیث پہلے گزر چکی ۱۲ ع ۱۵ اصل مین ضغطہ ہے جسکے معنی زور سے دبوچا جانا ہین ۱۲

ہوا اور طہارت ظاہر بمنزلہ اسکے تتمہ کے ہو اور جب باطن صاف ہوتا ہو تو دل کی آنکھ مین وہ چیز منکشف ہوتی ہو جو آگے کو ہو گی جیسے آنحضرت صلعم
کو مکہ مین تشریف[اح] لیجانا خواب مین معلوم ہو گیا تھا یہانتک کہ پھر اسکی تصدیق کے لیے یہ آیت اتری لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق اور
آدمی ایسے خوابون سے کم خالی ہوتا ہو جنہین کچھ سچی باتین نظر آ جاوین اور خواب کا سچ ہونا اور اسمین غیب کا حال معلوم ہو جانا خداے تعالے
کی عجیب صنعتون اور سرشت آدم کی نادر باتون مین سے ہو اور بڑی واضح تر دلیلون سے عالم ملکوت پر اور لوگ اس سے غافل ہین جیسے دل
کے تمامی عجائب اور عالم کے غرائب سے غافل ہین اور خواب کی حقیقت کو بیان کرنا علوم مکاشفہ کی باریک باتون مین سے ہو یہ تو ہو نہین سکتا کہ علم
معاملہ کے ساتھ اسکا ذکر ضمیمہ کر کے بیان کیا جاوے لیکن جسقدر کہ یہان ذکر ہو سکتا ہو وہ ایک مثال ہو جس سے تمکو مقصود سمجھ مین آجاویگا وہ
یہ ہو کہ یون جانو کہ دل کی مثال مانند آئینہ کے ہو جس مین صورتین اور امور کی حقیقتین منعکس ہوتی ہین اور جو کچھ کہ اللہ تعالے نے شروع
پیدایش عالم سے آخر تک تجویز فرمایا ہو وہ ایک جا لکھا ہوا ہو جسکا نام کبھی لوح محفوظ اور کبھی کتاب مبین اور کبھی امام مبین بولتے ہین چنانچہ
یہ تینون نام قرآن مجید مین بھی خداے تعم نے فرمائے ہین غرضکہ جو کچھ عالم مین ہو چکا ہو اور ہوویگا وہ سب اس مین منقش اور لکھا ہوا
ہو مگر وہ نقش ایسا نہین جو اس آنکھ سے سوجھے اور یہ گمان مت کرو کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہو اور کتاب کاغذ یا پتے کی ہے
بلکہ یون سمجھ لینا چاہیے کہ خداے تعم کی تختی خلق کی تختی کے مشابہ نہین اور نہ اسکی کتاب مخلوق کی کتاب جیسی جس طرح کہ اسکی ذات اور
صفات خلق کی ذات وصفات سے نہین ملتی بلکہ اگر تم اسکی مثال چاہو جس سے کہ یہ مطلب تمہاری سمجھ مین آوے تو یون سمجھو کہ لوح محفوظ
مین تمام چیزون کا ثابت ہونا ایسا ہو جیسے قرآن کے الفاظ اور حروف حافظ قرآن کے دل و دماغ مین ہوتے ہین وہ بھی ایسی طرح لکھے
رہتے ہین کہ جب حافظ پڑھتا ہے تو گویا دیکھتا جاتا ہو حالانکہ اگر اسکے دماغ کو ذرا ذرا سا ڈھونڈھکر دیکھو تو اس خط مین سے کوئی
حرف نہ ملے نہ دل مین نشان پایا جاویگا تو اسیطرح سمجھ لینا چاہیے کہ تمام تجویزات الٰہی اور احکامات خداوندی لوح محفوظ مین منقوش ہین اور
لوح محفوظ مثل آئینہ کے ہو کہ اسمین تمام اشیا کی صورت منعکس اور بنی ہوئی ہو پس اگر ایک آئینہ کے مقابل مین دوسرا آئینہ رکھا جاوے
تو ظاہر ہو کہ ایک کی صورت دوسرے مین ظاہر ہو جاویگی بشرطیکہ دونون مین کوئی پردہ نہو اور چونکہ دل ایک آئینہ ہے جس مین آثار علوم
کے پیدا ہوتے ہین اور لوح محفوظ وہ آئینہ ہو جس مین تمام علوم کے آثار موجود رہتے ہین اور مشغول ہونا دل کا اپنی شہوات اور حواس کی
خواہشون مین ان دونون آئینون مین حجاب ہو اسیوجہ سے لوح محفوظ کا مطالعہ نہین کر سکتا جو عالم ملکوت سے ہو پس اگر کوئی ہوا
چلے جس سے یہ بیچ کا پردہ ہلے اور سامنے سے علیحدہ ہو جاوے تو آئینہ دل مین کچھ چیز عالم ملکوت مین سے بجلی کیطرح چمک جاوے گی اور
کبھی وہ چمک ثابت اور پائدار ہو جاتی ہو کبھی جلد چلی جاتی ہو اور اکثر یونہی ہوتا ہو کہ جلد جاتی رہے اور دل جبتک آدمی جاگتا رہتا ہو جبتک
جو کچھ حواس کے ذریعہ سے عالم ظاہری مین سے اسپر پہونچتا ہو اسمین لگا رہتا ہو اور اسیوجہ سے عالم ملکوت سے آڑ مین رہتا ہے
اور سونے کے معنی یہ ہین کہ حواس سب ساکن ہو جاوین اور کوئی چیز دل پر نہ پہونچاوین پس جب دل حواس کیطرف سے اور خیال سے
فارغ ہوتا ہو اور اسکا جوہر بھی صاف ہوتا ہو تو اسکے اور لوح محفوظ کے بیچ مین سے پردہ اٹھ جاتا ہو اور کوئی چیز لوح محفوظ کی دل مین
پڑ جاتی ہو جیسے ایک آئینہ مین کی صورت دوسرے مین بنجاتی ہو بشرطیکہ دونون مین حجاب نہو مگر چونکہ سونا سارے حواس کو تو کام سے

[اح] بخاری و مسلم بروایت حضرت براء بن عازب ۱۲

روک دیتا ہو لیکن خیال کو اسکے کام سے نہین روکتا اور اسکی حرکت کو موقوف نہین کرتا اسیوجہ سے جو بات دل مین ٹپرتی ہو خیال اس کی طرف دوڑ جاتا ہو اور اسبات کی مناسبت ایسی ایسی چیز سے دے لیتا ہو جو اسکے قریب ہو اور ازانجا کہ خیالات دوسری چیزون کی نسبت کر حافظہ مین زیادہ جمع کرتے ہین اسی لیے خیال ہی حافظہ مین باقی رہجاتا ہو پس جب آدمی جاگتا ہو تو خیال کے سوا کچھ یاد نہین رکھتا اب تعبیر دینے والے کو یہ دیکھنا پڑتا ہو کہ یہ خیال کونسی بات کے مشابہ ہو اور مناسبت ہی سے اسبات کا پتہ پا لیتا ہے اور جو شخص علم تعبیر مین نظر رکھتا ہے اسکے نزدیک اسکی مثالین ظاہر ہین یہان ایک مثال لکھ دینی کافی ہوگی وہ یہ ہو کہ ایک شخص نے خواب مین دیکھا کہ اسکے ہاتھ مین انگوٹھی ہو اس سے مردون کے منھ پر اور عورتون کی شرمگاہ پر مُہر کرتا ہو اسنے یہ خواب حضرت ابن سیرینؒ سے بیان کیا آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہو کہ تو موذن ہو رمضان مین صبح ہونے سے پہلے اذان کہا کرتا ہے اس شخص نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ مہر کرنے سے غرض روکنا ہو اور اسی کے لیے مہر کیا کرتے ہین اور دل پر لوح محفوظ سے حال آدمی کا جو ن کا تون کھلا کرتا ہے مثلاً اس مثال مین آدمیون کو کھانے پینے اور ہم بستری سے روکنا ظاہر ہوا ہوگا مگر خیال اسبات کا عادی ہے کہ انگوٹھی سے مہر لگانے کو منع کیا کرتے ہین اسلیے اس روکنے کی ایک صورت خیالی بنائی جسمین اصل معنی باقی رہین اور وہی یاد بھی رہے کہ حافظہ مین صورت خیالی ہی رہا کرتی ہے پس یہ علم خواب سے ایک تھوڑا سا بیان ہے اور اس علم کے عجائب منحصر نہین اور کیون نہو خواب تو موت کے مانند ہو اور موت خود ایک عجیب امر ہے اور خواب اور موت کی مشابہت اسوجہ سے ہو کہ خواب مین بھی کچھ تھوڑا سا حال عالم غیب کا معلوم ہو جاتا ہو یہانتک کہ سوتا جان لیتا ہو کہ آئندہ کو کیا ہوگا یہی ایک ذراسی وجہ مشابہت کی ہو اور موت سے تو بالکل پردہ دور ہو جاتا ہو اور حال معلوم ہو جاتا ہو حتی کہ انسان دم ٹوٹتے ہی بدون تاخیر کے اپنے نفس کو یا تو گھرا ہوا مصیبت اور رسوائی اور فضیحت مین پاویگا نعوذ باللہ منہ یا دولت پایدار اور ٹری سلطنت بے انتہا پر حاوی پاویگا اور بدبختون کو جب حال نظر آویگا تو انسے یون کہا جاویگا لقد کنت فی غفلة من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید اور کہا جاویگا افسحر ہذا ام انتم لاتبصرون اصلوہا فاصبروا او لاتصبروا سواء علیکم انما تجزون ماکنتم تعملون اور انھین کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین وبدالہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون غرضکہ جو سب سے ٹرھکر عالم اور سب سے زیادہ حکیم ہوگا اسکو مرنے کے بعد عجائب اور آیات مین سے وہ معلوم ہونگے کہ کبھی اسکے دلمین انکا وہم اور خطرہ نگذرا ہوگا پس اگر عاقل کو کوئی رنج اور غم نہو بجز اسکے کہ اسوقت کا حال سوچا کرے کہ حجاب کس چیز پر سے اٹھیگا اور کیا معلوم ہوگا بدبختی لازمی یا سعادت دائمی مین سے کونسی نظر آویگی تو یہی فکر تمام عمر کے لیے کافی ہو اور ٹرا تعجب ہو کہ یہ مصیبتین ہمارے سامنے ہین اور ہم غفلت مین ہین اور سب سے زیادہ تعجب یہ ہو کہ ہم اپنے مالون اور گھر والون اور اسباب اور اولاد سے بلکہ اپنے اعضا کان ناک وغیرہ سے خوش ہوتے ہین حالانکہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ ان سب کو چھوڑ جاوینگے لیکن وہ شخص کہان ہو جسکے دل مین روح القدس ڈال دے اور وہ بات کہے جو سید المرسلین کو ارشاد فرمائی ہو احبب ما احببت فانک مفارقہ وعش ماشئت فانک میت واعمل ماشئت فانک مجزی بہ اور ازانجا کہ یہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظرون مین دیدۂ یقین سے محسوس تھا تو دنیا مین اسی لیے مسافرون کی طرح رہے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ نے پر نے اور نہ پیچھے دینار چھوڑا نہ درم نہ کسی کو حبیب بنایا نہ خلیل ہان یون ارشاد فرمایا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل الرحمن اس

ارشاد مین بیان فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی خلت دل کے اندر وطن کر گئی ہو اور اسکی محبت سویدائے دل پر چھا گئی ہے اسیواسطے کسی اور خلیل اور حبیب کے لیے گنجایش نہین چھوڑی اور اپنی امت کو یہ ارشاد فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور امت آپ کی وہی ہو جو آپ کی پیرو ہو اور آپ کی پیروی وہی کرتا ہو جو دنیا سے روگردان ہو کر آخرت پر متوجہ ہوا سواسطے کہ آپنے بجز خدائے تعالیٰ اور روز آخرت کے اور چیز کیطرف نہین بلایا نہ اور چیزون سے بجز دنیا اور سردست کی لذتون کے باز رکھا پس جسقدر تم دنیا سے روگردان ہوگے اور آخرت پر توجہ کروگے اتنا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا راستہ چلوگے اور جسقدر آپکا طریق اختیار کروگے اسیقدر پیرو ہوگے اور جتنی آپ کی پیروی کروگے اتنے ہی آپ کی امت مین سے ہوگے اور جسقدر دنیا کیطرف میل کروگے اسیقدر آپ کے راستہ سے انحراف کروگے اور آپ کی متابعت سے روگردانی کروگے اور ان لوگون مین ہوجاؤگے جنکی شان مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاما من طغیٰ و آثر الحیوٰۃ الدنیا فان الجحیم ہی الماویٰ پس اگر تم فریب کی گھات سے قدم باہر نکالو اور اپنے دل مین انصاف کرو اور تم کیا ہم سب ایسا ہی ہین اگر گریبان مین منھ ڈالکر دیکھین تو جانین کہ صبح سے شام تک صرف حال کی لذتون کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہین اور تمام ہمارا حرکت اور سکون صرف اسی دنیائے ناپایدار کے لیے ہو پھر یہ طمع رکھتے ہین کہ کل کو آپ کی امت اور تابعین مین سے ہونگے واہ کیا دور کا وہم ہو اور کتنی سرد طمع ہی نہین دیکھتے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہو افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون اب بات کہین کی کہین جا پڑی اسلیے اسکو چھوڑکر وہ خوابین ذکر کرتے ہین جن کے معلوم ہونے سے بہت فائدہ ہو اسلیے کہ نبوت تو جاتی رہی

صرف بشارت دینے والی چیزین خوابین ہی رہگئی ہین

بیان اُن خوابون کا جو مُردون کے حالات اور ان اعمال پر متضمن ہین جو آخرت مین کام آوین اُن مین سے ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو اگر کسی کو نصیب ہوجاوے آپ فرماتے ہین من رانی فی المنام فقد رانی حقا فان الشیطان لا یتمثل بی اور حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور دیکھا کہ آپ میری طرف التفات نہین فرماتے ہین مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کیا قصور کیا ہو آپنے میری طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا کہ تم روزہ کی حالت مین کیا بوسہ نہین لیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ مجھکو قسم ہو اس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہو مین روزہ کی حالت مین کبھی عورت کا بوسہ نہ لونگا اور حضرت عباسؓ فرماتے ہین کہ مجکو حضرت عمرؓ سے دوستی تھی۔ مجھے یہ تمنا ہوئی کہ آپ کو خواب مین دیکھون پس برس روز کے بعد آپ کو خواب مین دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینا پونچھتے ہین اور فرماتے ہین کہ اب مجھ کو فراغت ہوئی ہے میرا تختہ لوٹ ہی چکا تھا اگر مین رؤف اور رحیم سے نہ ملا ہوتا۔ اور حضرت امام حسنؓ فرماتے ہین کہ مجھ سے میرے والد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آج رات مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہ پہونچی آپ نے فرمایا کہ ان کے حق مین بددعا کرو مین نے کہا کہ الٰہی مجکو انکے عوض مین وہ لوگ عنایت فرما جو انسے بہتر ہون اور میرے بدلے مین ان کو وہ شخص دے جو مجھسے برا ہو یہ خواب کہکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے پس ابن ملجم خبیث نے آپ کو زخمی کیا اور بعض محدثین سے مروی ہو کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعائے مغفرت فرماوین آپ نے میری طرف سے

منھ پھیر لیا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سفیان بن عیینہ نے ہمسے حدیث بیان کی اور انھوں نے محمد بن منکدر سے اور انھوں نے جابر بن عبد اللہ رضؓ سے کہ آپ سے کوئی چیز کبھی ایسی نہین مانگی گئی جسپر آپ نے نہین فرمایا ہو یہ سنکر آپ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ خداے تعہ تیری مغفرت فرماوے۔ اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضؓ فرماتے ہین کہ مجھسے ابولہب سے بھائی چارہ تھا اور وہ میرا یار تھا جب وہ مرگیا اور اللہ تعہ نے اسکے حال کی خبر فرمائی جیسا کچھ کہ قرآن مین ہے مین نے اسپر بہت غم کیا اور اس کے معاملے کا مجھے بہت تردد ہوا مین نے خداے تعہ سے برس روز کامل دعا مانگی کہ اسکو خواب مین مجھے دکھلادے پس ایک روز مین نے دیکھا کہ آگ مین دہک رہا ہے مین نے اسکا حال پوچھا اسنے کہا کہ مین دوزخ کے عذاب مین گرفتار ہوا کبھی وہ عذاب مجھ سے ہلکا نہین ہوتا نہ راحت ملتی ہے مگر دوشنبہ کی رات کو تمام دنون اور راتون سے تخفیف ہوجاتی ہے مین نے پوچھا کہ یہ کسطرح ہے کہا کہ اس رات محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے تھے ایک لونڈی نے آکر مجکو خوشی سنائی کہ آمنہ کے لڑکا ہوا مین نے خوش ہوکر اپنی لونڈی کو آزاد کردیا اللہ تعالے نے اسکے بدلے مین مجھکو یہ ثواب دیا کہ مجھسے ہر دوشنبہ کی رات کو عذاب اٹھالیا۔ اور عبد الواحد بن زید کہتے ہین کہ مین حج کے ارادے سے نکلا ایک شخص میرے ساتھ ہوا کہ ہر نشست و برخاست اور حرکت و سکون مین درود شریف پڑھتا تھا مین نے اس سے اسکی وجہ پوچھی اسنے کہا کہ مین اول دفعہ مکۂ معظمہ کیطرف کو چلا اور میرے ساتھ میرا باپ بھی تھا جب ہم مکہ معظمہ سے پھرے تو ایک منزل مین سوئے مین سوتا ہی تھا کہ خواب مین ایک شخص نے مجھسے کہا کہ اٹھ تیرے باپ کو خدا نے موت دی اور اسکا منھ کالا کردیا مین ڈرتا ہوا اٹھا اور والد کے چہرے سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو مردہ اور منھ سیاہ پایا مجھکو اس حال سے نہایت خوف ہوا اسی غم مین ڈوبا ہوا تھا کہ پھر مجھکو نیند آگئی خواب مین دیکھا کہ میرے باپ کے سرپر چار حبشی لوہے کے سونٹے لیے کھڑے ہین اتنے مین ایک شخص بزرگ نہایت حسین سبز جوڑا پہنے ہوے آئے اور انسے کہا کہ الگ ہو اور اپنا دست مبارک میرے باپ کے منھ پر پھیر کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ تیرے باپ کا منھ اللہ تعہ نے سفید کردیا مین نے ان کیخدمت مین عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے مان باپ قربان ہون آپ کون ہین انھون نے فرمایا کہ مین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہون مین نے اٹھکر جو باپ کا منھ کھولا تو واقع مین نورانی براق پایا اس روز سے مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا موقوف نہین کیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحؒ سے مروی ہے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کو آپ کی خدمت مین بیٹھا پایا مین سلام کرکے ان دونون کے بیچ مین بیٹھ گیا اتنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضؓ حاضر خدمت ہوے ان دونون کو ایک کوٹھری مین میرے سامنے کرکے دروازہ بند کردیا گیا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت علی رضؓ یہ کہتے ہوے باہر نکلے کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرے لیے حکم ہوا انکے بعد ہی بہت جلد امیر معاویہ رضؓ یہ کہتے ہوے نکلے کہ قسم ہے خداے کعبہ کی کہ میری خطا بخش دیگئی اور ایک بار حضرت ابن عباس رضؓ سوتے تھے نیند سے بیدار ہوے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ بخدا امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور یہ معاملہ آپ نے قبل خبر شہادت پہونچنے کے دیکھا تھا آپکے یارون نے اسکو نہ مانا تو آپ نے فرمایا کہ مین نے خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک شیشے مین خون لیے ہین اور فرماتے ہین کہ تجھے معلوم ہے کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا میرے لڑکے

حسینؓ کو شہید کیا اور یہ اسکا اور اسکے ساتھیون کا خون ہے اسکو اللہ تعہ کے سامنے لیجاؤنگا چوبیس روز بعد آپ کی شہادت کی خبر آئی کہ جس روز حضرت ابن عباسؓ نے دیکھا تھا اسی روز شہید ہوے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ آپ اپنی زبان مبارک کے باب مین ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اسنے مجھکو تباہی کی جگھون مین پہونچایا ہے پس اللہ تعہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا آپ نے فرمایا کہ مین نے اس زبان سے لاالٰہ الا اللہ کہا تھا اسلیے مجکو جنت مین وارد کیا۔ اب مشائخ کرام رحؒ کے خوابون کا ذکر کیا جاتا ہے کسی شیخ سے نقل ہے کہ انھون نے متمم دورقی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعہ نے آپ سے کیا کیا انھون نے فرمایا کہ مجھکو جنتون مین پھروایا اور پھر پوچھا کہ کوئی چیز جنتون مین تجھکو اچھی معلوم ہوئی مین نے عرض کیا کہ نہین ارشاد ہوا کہ اگر تو کسی چیز کو اچھی جانتا تو مین تجھکو اسی کے حوالے کرتا اور اپنے حضور مین نہ پہونچاتا اور کسی نے یوسف بن حسین کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ تم سے خدانے فرمایا انھون نے کہا کہ مجکو بخشدیا اس شخص نے پوچھا کہ آمرزش کی وجہ کیا ہوئی کہا کہ مین نے ٹھیک بات کو ہزل مین نہین ملایا تھا۔ اور منصور بن اسمعیل سے روایت ہے کہ مین نے عبداللہ بزاز کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہو کیا معاملہ گذرا انھون نے کہا کہ خداے تعہ نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور جتنے گناہون کا مین نے اقرار کیا ان سب کو بخش دیا مگر ایک گناہ کو اس سے کہتے ہوے مجھے شرم آئی اسلیے مجھکو پسینے مین کھڑا کیا یہانتک کہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا مین نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا انھون نے کہا کہ مین نے ایک مرد کو دیکھا اور اسکو پسند کیا اسلیے مجھے حیا آئی کہ اسکا کیا ذکر کرون۔ اور ابوجعفر صیدلانی رحؒ کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ ایک جماعت درویشون کی آپ کے گرد ہے اسی اثنا مین آسمان پھٹا اور اس سے دو فرشتے کہ ایک کے ہاتھ مین طشت دوسرے کے ہاتھ مین آفتابہ تھا اترے طشت والے نے اپنا طشت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا آپ نے ہاتھ مبارک دھوئے پھر ارشاد فرمایا تو اورون نے بھی ہاتھ دھوئے پھر طشت میرے سامنے رکھا تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اسکے ہاتھ پر پانی مت ڈال یہ انمین سے نہین ہے مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ سے کیا یہ روایت نہین ہے کہ آپ نے فرمایا ہے المرء مع من احب آپ نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہے مین نے عرض کیا کہ تو مین آپ سے اور ان درویشون سے محبت رکھتا ہون آپ نے اس فرشتے کو ارشاد فرمایا کہ اسکے ہاتھ پر بھی پانی ڈال کہ یہ بھی انھین مین سے ہے اور حضرت جنید رحؒ فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ لوگون کو وعظ سناتا ہون اتنے مین ایک فرشتے نے میرے پاس آکر پوچھا کہ جن چیزون سے خداے تعہ کے تقرب کے طالب تقرب کیا کرتے ہین انمین سے اللہ تعہ کے نزدیک تر کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ پوشیدہ عمل ترازو مین پورا ہے وہ فرشتہ یہ کہتا چلا گیا کہ بخدا کلام توفیق یافتہ شخص کا ہے۔ اور مجمع کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمنے معاملہ کیسے پایا آپ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا مین زاہد تھے انکو دیکھا کہ دنیا و آخرت کی خیر لے گئے اور ایک شام کے آدمی نے علاء بن زیاد سے کہا کہ مین نے خواب مین تمکو جنت مین دیکھا ہے وہ اپنی بیٹھک سے اترے اور اس شخص کے پاس آکر کہا کہ اسکی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیطان نے کوئی بات چاہی تھی اس سے مین بچ گیا ہون اسنے اب کسی شخص کو میرے قتل کے واسطے معین کیا ہے اور محمد بن واسع فرماتے ہین کہ خواب مومن کو خوش کیا کرتی ہے مغالطے مین نہین ڈالا کرتی۔ اور صالح بن بشیر کہتے ہین کہ مین نے

ع آدمی اسکے ساتھ ہوگا جس سے دوستی رکھے ۱۲ یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے جو پیشتر گذر چکی ۱۲

عطاء سلمی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی تمپر رحم کرے دنیا مین تم بہت غم کیا کرتے تھے انھون نے فرمایا کہ لو پھر اب تو اسکے بعد مجکو بڑی خوشی اور فرحت دائمی ہوئی مین نے پوچھا کہ آپ کونسے درجے مین ہین فرمایا کہ اُن لوگون کے ساتھ جنپر خداے تعالے انے انعام کیا ہی یعنی نبیون اور صدیقون اور شہدا اور صالحون کے ساتھ - اور کسی نے حضرت زرارہ بن ابی اوفیٰ سے خواب مین پوچھا کہ اعمال مین سے تمہارے نزدیک کونسا افضل ہی انھون نے فرمایا کہ راضی رہنا خداے تعالی کے حکم پر اور کوتاہ کرنا امل کا اور یزید بن مدعور رح کہتے ہین کہ مین نے اوزاعی رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ مجکو کوئی ایسا عمل بتاؤ جس سے مین خداے تعالے کا تقرب حاصل کرون آپ نے فرمایا کہ مین نے یہان عالمون کے رتبے سے بڑھکر اور کسیکا رتبہ نہین پایا انکے بعد درجہ غمگین لوگون کا ہے راوی کہتا ہے کہ یزید بن مدعور بہت بوڑھے تھے اس خواب کے بعد ہمیشہ رویا کیے یہانتک کہ آنکھین جاتی رہین اور ابن عینیہ کہتے ہین کہ مین نے اپنے بھائی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بھائی تمسے خداے تعالی نے کیا معاملہ فرمایا انھون نے کہا کہ جس گناہ پر مین نے استغفار پڑھا تھا اور آمرزش کی درخواست کی تھی وہ تو خداے تعالی نے بخشدیا اور جس گناہ سے استغفار نہین کیا تھا وہ نہ بخشا - اور علی طلحی کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتون کے مشابہ نہ تھی مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ مین حور ہون مین نے کہا کہ تو مجھسے بیاہ کرلے اسنے کہا کہ میرے مالک سے میری نسبت کی درخواست کر اور میرا مہر دیدے مین نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے اسنے کہا کہ اپنے نفس کو اسکی تمام آفتون سے بچائے رکھ اور ابراہیم بن اسحاق حربی کہتے ہین کہ مین نے حضرت زبیدہ رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تمسے کیا کیا انھون نے فرمایا کہ مجکو بخشدیا مین نے کہا کہ انھین خیراتون کے عوض مین جو تم نے مکہ کی راہ مین دی تھین انھون نے کہا کہ مین نے جو خیراتین دی تھین ان کا ثواب تو مالکون کے پاس چلا گیا مجھے تو صرف نیت کے باعث بخشدیا - اور حضرت سفیان ثوری رح نے جب وفات پائی تو خواب مین کسی نے ان کو دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا کیا انھون نے فرمایا کہ ایک قدم تو مین نے پل صراط پر رکھا دوسرا جنت مین رکھا اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے خواب کی حالت مین ایک لونڈی کو دیکھا جس سے خوبصورت زیادہ مین نے نہین دیکھی تھی اور اسکا منھ نور سے چمک رہا تھا مین نے پوچھا کہ تیرے منھ کی چمک کس باعث سے ہی اسنے کہا کہ تمھین یاد ہے کہ ایک رات مین تم روئے تھے مین نے کہا کہ ہان مجھے یاد ہی اسنے کہا کہ مین نے تمہارے آنسو لیکر اپنے منھ کو لگا لیے تھے اسی سے میرا منھ ایسا چمکنے لگا اور کتانی رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت جنید رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا انھون نے فرمایا کہ وہ اشادات تباہ ہوگئے اور نہ وہ عبادتین کام آئین صرف دو رکعتین جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے وہی ہمکو ملین - اور زبیدہ رح کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا حال گذرا انھون نے کہا کہ ان چار جملون کی بدولت خداے تعالی نے مغفرت فرمائی - لا الٰہ الا اللہ افنی بہا عمری لا الٰہ الا اللہ ادخل بہا قبری لا الٰہ الا اللہ اخلو بہا وحدی لا الٰہ الا اللہ القی بہا ربی اور بشر رح کو کسی نے خواب مین دیکھکر انسے پوچھا کہ خداے تعالی نے تمسے کیا سلوک کیا فرمایا کہ مجھپر رحم فرمایا اور ارشاد کیا کہ بشر تجھے شرم نہ آئی کہ ہم سے اتنا ڈرتا تھا اور ابو سلیمان دارانی رح کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا انھون نے فرمایا کہ مجھپر رحم کیا

اح کوئی معبود نہین سوا خدا کے اسی پر فنا کرون مین اپنی عمر اور اسی پر داخل ہون اپنی قبر مین اور اسی پر تنہا خلوت کرون اور اسی پر اپنے رب سے ملون ۱۲ ع ۵ اصل مین بھی یہی ہر لیکن صحیح ابن ادنی ہے ۱۲

اور جتنا ضرر کہ ہم لوگون کے اشارون سے یعنی شہرت اور انگشت نما ہونیسے ہوا اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوا اور ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک جوان کو دیکھا کہ اس سے بہتر کبھی نہین دیکھا تھا مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اسنے کہا کہ تقوی ہون مین نے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اسنے کہا کہ دل غمگین مین رہتا ہون پھر جو مین نے دیکھا تو ایک عورت کالی بھتنی سی نظر آئی مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اسنے کہا کہ مین دل کی بیماری ہون مین نے پوچھا تو کہان رہتی ہے اسنے کہا کہ جو دل خوش اور اکڑباز ہوا سمین رہتی ہون پھر مین جاگ پڑا اور عہد کیا کہ بدون مجبوری کبھی نہ ہنسونگا۔ اور ابو سعید خرازؒ کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا شیطان میرے اوپر چڑھ آیا ہے مین نے لاٹھی کو پکڑ کے چاہا کہ اسکو مارون وہ لاٹھی سے نہ ڈرا اسوقت غیب سے آواز آئی کہ یہ اس سے نہین ڈرا کرتا بلکہ ایک نور سے ڈرتا ہے جو دل کے اندر ہوتا ہے۔ اور مسوحی کہتے ہین کہ مین نے شیطان کو خواب مین برہنہ دیکھا کہ چلا جاتا ہے مین نے کہا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اسنے کہا سبحان اللہ یہ لوگ آدمی ہین اگر یہ آدمی ہوتے تو مین انکو صبح و شام کیون کھلونا بناتا جیسے لڑکے گیند سے کھیلا کرتے ہین بلکہ آدمی اور ہی لوگ ہین جنھون نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ ہمارے صوفی یارون کی طرف کیا۔ اور حضرت ابو سعید خرازؒ کہتے ہین کہ مین دمشق مین تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر تکیہ کیے ہوے میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوے اسوقت مین کچھ الفاظ کہکر اپنے سینے پر ضرب لگاتا تھا آپ نے فرمایا کہ اسکی برائی بہتری کی نسبت کہ زیادہ ہے اور ابن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوریؒ کو خواب مین دیکھا کہ جنت مین ایکدرخت پر سے دوسرے پر اڑ رہے ہین اور کہتے ہین لمثل ہذا فلیعمل العاملون[ف] مین نے انسے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے فرمایا کہ لوگون کی شناسائی کم کرو اور ابو حاتم رازی قبیصہ بن عقبہ سے راوی ہین کہ انھون نے سفیان ثوری کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا ے تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا انھون نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا

قطعہ جو دیکھا سامنے سے مین نے رب کو تو یہ فرمایا: مبارک ہو تجھے ابن سعید اسدم رضا میری: تہجد تو پڑھا کرتا تھا راتون کو اندھیرین مین بہاتا شوق کے آنسو دکھاتا دل کی مشتاقی: پسند اب کرلے جنت کا مکان تو جونسا چاہے: ملا کر روز ہم سے کیونکہ اب جاتی رہی دوری:

اور شبلیؒ کو مرنے کے تین دن بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا ے تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھسے ایسا مطالبہ کیا کہ مین ناامید ہو گیا جب میری ناامیدی ملاحظہ فرمائی تو مجکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیا۔ اور مجنون بنی عامر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا ے تعالی نے تمسے کیا کیا کہا کہ مجکو بخشدیا اور محبین کے لیے مجکو حجت ٹھہرا دیا۔ اور حضرت ثوریؒ کو کسی نے خواب مین دیکھ کر پوچھا کہ تم سے خدا ے تعالی نے کیا کیا فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اس شخص نے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کا کیا حال ہے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس ہر روز دو دفعہ جایا کرتے ہین اور بعض اکابر کو کسی نے خواب مین دیکھکر جو حال پوچھا تو کہا کہ ہم سے جو حساب کیا تو نہایت وقت کی پھر احسان کر کے آزاد کر دیا۔ اور حضرت مالک بن انسؒ کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ آپ سے ہوا فرمایا کہ میری مغفرت کی ایک کلمے سے جو حضرت عثمان بن عفانؓ جنازے کے دیکھنے پر فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہے کہ سبحان الحی الذی لایموت[ف] اور جس رات حضرت حسن بصریؒ کا وصال ہوا تو کسی نے خواب مین دیکھا کہ گویا دروازے آسمان کے کھلے ہین اور ایک منادی پکارتا ہے کہ حسن بصری اللہ کے پاس آئے اس حال مین کہ خدا اونسے راضی ہے۔ اور جاحظ کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا کیفیت گذری تو

ف ایسی چیزون کے واسطے محنت کرین محنت والے ۱۲ ف پاک ہے وہ زندہ جو نہین مریگا ۱۲

اُس نے اس مضمون کا شعر پڑھا شعر لکھو اپنے قلم سے کچھ تو ایسی چیز کو لکھو: کہ گر دیکھو قیامت مین تو ہووے خوش تمہارا دل:
فائدہ مترجم کہتا ہو کہ شاید اس شخص کی نجات کا باعث یہ ہوا ہوگا کہ اپنی تصانیف مین کچھ عمدہ الفاظ آخرت کے کارآمد لکھے ہونگے اس شعر مین اسی طرف اشارہ کیا کہ لکھنے کے لیے حسنات اختیار کرنی چاہئین۔ اور حضرت جنیدؒ نے ابلیس لعین کو خواب مین برہنہ دیکھکر فرمایا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اسنے کہا کہ یہ لوگ آدمی نہین بلکہ وہ لوگ آدمی ہین جو مسجد شونیزی واقع بغداد مین ہین انھون نے میرے جسم کو لاغر اور جگر کو کباب کیا ہو حضرت جنید فرماتے ہین کہ جب مین جاگا تو مسجد مذکور مین گیا دیکھا تو کچھ لوگ اپنے زانو پر سر رکھے ہوے فکر مین لگے ہین جب انھون نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اس خبیث کے کہنے سے تم فریب مین مت آنا اور نصیر آبادیؒ کو بعد وفات کے مکۂ معظمہ مین کسی نے خواب مین دیکھ کر پوچھا کہ کیا حال گذرا فرمایا کہ اول تو مجھپر اشراف کا سا عتاب ہوا پھر مجھکو فرمایا گیا کہ اے ابوالقاسم ملنے کے بعد کیا جدائی ہوا کرتی ہو مین نے عرض کیا کہ نہین اے عظمت والے پس مجکو لحد ہی مین رکھنے پائے تھے کہ مین اپنے رب سے جا ملا۔ اور عتبہ غلام نے ایک حور کو خواب مین دیکھا کہ بہت حسین ہو اور کہتی ہو کہ اے عتبہ مین تیرے اوپر عاشق ہون تو خبردار ایسی بات نہ کرنا جو مجھ مین اور تجھ مین حجاب ہو جاوے عتبہ نے جواب دیا کہ مین نے دنیا کو تین طلاق دے دیے جبتک تجھ سے نہ ملونگا اس کی طرف رجوع نہ کرونگا۔ اور منقول ہو کہ ایوب سختیانی کسی گنہگار کا جنازہ دیکھکر اپنے دروازے مین گھس گئے تاکہ اسکی نماز نہ پڑھنی پڑے بعض شخصون نے اس مردے کو خواب مین دیکھ کر پوچھا کہو کیا معاملہ ہوا اسنے کہا کہ خداے تعہ نے مجھکو بخشدیا اور ایوب سے کہدینا کہ اگر رحمت الٰہی کے خزانے تمہارے قابو مین ہوتے تو نبڑ جانے کے ڈر سے تم انکو روک رکھتے اور بعض اکابر سے مروی ہو کہ جس رات حضرت داؤد طائیؒ کا انتقال ہوا مین نے خواب مین دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اُترتے اور چڑھتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کونسی رات ہو انھون نے کہا کہ یہ وہ رات ہو کہ داؤد طائیؒ نے وفات پائی ہو اور انکی روح کے لیے جنتین آراستہ کی گئی ہین اور ابوسعید شحام کہتے ہین کہ مین نے سہل صعلوکیؒ کو خواب مین دیکھا اور کہا کہ اے شیخ انھون نے فرمایا کہ اب شیخ کہنا چھوڑ دو مین نے پوچھا کہ وہ حالات جو مین نے تمہارے دیکھے تھے اس سبب سے کہتا ہون انھون نے فرمایا کہ وہ کچھ کام نہ آئے مین نے پوچھا کہ پھر آخر خداے تعہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہا کہ مجکو اُن مسائل کے ثواب مین بخشدیا جو فلان بڑھیا پوچھا کرتی تھی۔ ابوبکر رشیدیؒ کہتے ہین کہ مین نے محمد طوسی معلم کو خواب مین دیکھا تو انھون نے مجھسے یہ کہا کہ ابوسعید زرگرادیب سے یہ کہدینا ؎ ما زیاران چشم یاری داشتیم: خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم: جب مین جاگا تو ابوسعید سے جاکر مضمون بیان کیا انھون نے کہا کہ مین ہر جمعہ کو انکی قبر پر جایا کرتا تھا اس جمعہ کو نہین گیا ہون اسی کی شکایت ہو۔ ابن راشد کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن مبارکؒ کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم کیا مر نہین گئے تھے انھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تو خداے تعہ نے تمسے کیا کیا انھون نے کہا کہ مجھکو بخش دیا ایسی مغفرت سے کہ ہر گناہ کو گھیر لیا مین نے پوچھا کہ پھر سفیان ثوری کا کیا حال ہو انھون نے کہا کہ انکا کیا کہنا ہو وہ تو اس آیت کے مصداق ہین مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ مین نے حضرت امام شافعیؒ کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالے نے آپ سے کیا کیا آپ نے فرمایا کہ مجکو ایک سونے کی کرسی پر بٹھایا اور میرے اوپر دُر شاداب بکھیرے اور ایک شخص نے حضرت

حسن بصریؒ کے مریدون مین سے جس رات ان کی وفات ہوئی تھی خواب مین دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہو کہ اللہ تعالےٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو خلق سے برگزیدہ فرمایا اور حسن بصریؒ کو ان کے وقت کے لوگون سے اچھا اور برگزیدہ کیا اور ابو یعقوب قاری کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک شخص گندم گون کشیدہ قامت کو دیکھا کہ لوگ اسکے پیچھے جاتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین لوگون نے کہا کہ حضرت اویس قرنیؓ ہین مین بھی آپ کے پیچھے چلا اور عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے مجھ سے ناک چڑھائی مین نے عرض کیا کہ مین راہ نہین جانتا آپ سے رہنمائی چاہتا ہون اگر آپ مجھے راہ دکھا دینگے خداے تعالےٰ آپ کو جزا دیگا آپ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اللہ تعہ کی رحمت کو اسکی محبت کے وقت طلب کرو اور اسکے بدلا لینے سے نافرمانی کے وقت خوف کرو اس اثنا مین اس سے امید مت منقطع کرو پھر آپ منہ پھیر کر چلدیے اور مجکو چھوڑ گئے اور ابو بکر بن ابی مریم کہتے ہین کہ مین نے ورقاے بن بشر حضرمی کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہو انھون نے کہا کہ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹی ملی مین نے پوچھا کہ تم نے کونسے عمل کو افضل پایا انھون نے فرمایا کہ خداے تعہ کے خوف سے رونے کو اور یزید بن نعامہ کہتے ہین کہ جارف یعنے وباے عام مین ایک عورت مرگئی تھی اسکے باپ نے اسکو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ بیٹی مجھسے آخرت کا حال کہہ اسنے کہا کہ بابا ہم ایک بھاری کام پر پہونچے ہین ہم جانتے ہین اور عمل نہین کرتے ہین اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہین بخدا کہ ایکبار یا دوبار سبحان اللہ کہنا یا ایکخواہ دو رکعت نماز کا میرے نامۂ اعمال مین ہونا مجکو دنیا اور مافیہا سے محبوب تر ہو۔ اور بعض مرید عتبہ غلامؒ کے کہتے ہین کہ مین نے عتبہؒ کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعہ نے تم سے کیا معاملہ کیا انھون نے فرمایا کہ مین برکت سے اس دعا کی جنت مین داخل ہوا جو تیرے گھر مین لکھی ہوئی ہو جب مین اٹھا تو اپنے گھر کے اندر گیا دیکھا تو عتبہ غلام کے خط سے گھر کی دیوار پر لکھا پایا یا ہادی المضلین ویا ارحم المذنبین ویا مقبل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذا الخطر العظیم والمسلمین کلھم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین آمین رب العالمین۔ اور موسیٰ بن حماد کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری کو جنت مین دیکھا کہ ایک پیڑ سے دوسرے پر اڑتے پھرتے ہین مین نے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ تمکو یہ مرتبہ کس بات سے ملا فرمایا کہ ورع سے مین نے پوچھا کہ علی بن عاصم کا حال تو بتاؤ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے ستارے اور کسی تابعی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجکو نصیحت فرمائیے فرمایا کہ بہتر جو شخص نقصان کا جویا نہین رہتا وہ نقصان مین رہتا ہے اور جو نقصان مین رہے اسکے لیے موت بہتر ہی اور امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ مجکو ان دنون مین ایک امر مشکل ایسا پیش آیا تھا جس نے مجکو درد و رنج دیا اور خداے تعہ کے سوا اور کسی کو اسپر واقفیت نہ تھی کل رات میرے پاس ایک آنیوالا آیا اور خواب مین مجھ سے کہا کہ اے محمد بن ادریس یون دعا مانگو اللھم انی لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا ولا موتا ولا حیاتا ولا نشورا ولا استطیع ان اخذ الا ما اعطیتنی ولا اتقی الا ما وقیتنی اللھم فوفقنی لما تحب وترضی من القول والعمل فی عافیۃ جب مین صبح کو اٹھا تو اس دعا کو مکرر پڑھا جب دن چڑھا اللہ تعالےٰ نے میرا مطلب مجکو عنایت فرمایا اور جس مصیبت مین مین تھا اس سے نجات آسان فرمائی۔ تو تمکو چاہیے کہ ان دعاؤن کو ہمیشہ پڑھتے رہو اور انسے غافل نہ رہو یہ تھے کچھ مکاشفات جنسے مردونکا احوال معلوم ہوتا ہی اور ان اعمال پر دلالت کرتے ہین جو اللہ تعالےٰ سے قریب

کر دین اب ان کے بعد ہم وہ حالات لکھتے ہین جو صور کے پھنکنے سے لیکر آخر تک یعنے جنت خواہ دوزخ مین ٹھہر جانے تک مردون کو پیش ہوتے ہین

دوسرا حصہ باب ذکر موت کا ان حالات مین موت کے جو صور کے پھنکنے سے لیکر جنت یا دوزخ مین قرار پانے تک ہوتے ہین اور جو کچھ ہول اس درمیان مین پیش ہوتے ہین انکی تفصیل مین اس قسم مین پندرہ بیان ہین اور آخر کو ایک خاتمہ ہے جس مین خداے تعم کی رحمت کے وسیع ہونے کا ذکر ہے اور اسی پر کتاب کی تمامی ہے انشاء اللہ تعالے۔

پہلا بیان نفخ صور کے ذکر مین پہلے بیانون سے تم کو اتنے حالات معلوم ہوچکے ہین میت کے حال کی شدت موت کے سکرات مین اور خطرہ خاتمے کے خوف کا پھر قبر کی تاریکی کو بھگتنا اور اسکے کیڑون کی ایذا سہنی پھر منکر نکیر اور انکا سوال پھر عذاب قبر کو بھگتنا بشرطیکہ ان لوگون مین سے ہو جنپر غصہ ہوا ہو اور یہ جتنے اہوال گذرے ہین ان سب سے بڑھکر وہ خطرات ہین کہ مردے کے سامنے ہین یعنی صور کا پھنکنا اور قیامت کے دن اٹھنا اور خداے تعم کے سامنے پیش ہونا اور تھوڑے بہت کی پوچھ ہونی اور اعمال کے مقدار کی شناخت کے لیے ترازو کا کھڑا ہونا پھر باوجود باریکی اور تیزی کے پل صراط پر سے اترنا پھر مقدمے کے فیصل ہونے کے لیے یعنی سعادت یا شقاوت کا حکم لگنے کے لیے پکار کا منتظر رہنا تو یہ اہوال و خطرات ایسے ہین کہ تمکو انکا پہچانا ضروری ہو پھر انپر خوب یقین اور تصدیق کے طور پر ایمان لانا پھر ان مین بہت سا فکر و تامل کرنا تاکہ تمھارے دل مین سے انکی تیاری کے لوازم پیدا ہون اور اکثر لوگون کا یہ حال ہو کہ قیامت کے دن پر ایمان انکے خاص دلو نمین نہین بیٹھا اور سویداے ضمیر مین جگہ نہین پکڑی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ لوگ موسم گرما کی گرمی اور جاڑے کی سردی کے لیے کتنے سامان کرتے ہین اور دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی سردی کے لیے باوجودیکہ ان مین نہایت سختی اور خطرات ہونگے ڈھیل کرتے ہین ہان اتنا ہو کہ جب آخرت کا حال انسے پوچھے تو زبان سے اسکا اقرار کرتے ہین مگر دل ان کے اس سے غافل رہتے ہین اور جو شخص دوسرے سے کہے کہ تیرے سامنے کے کھانے مین زہر ہے اور وہ دوسرا اس کی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتے ہو پھر کھانا کھاوے تو زبان سے تو اسکو سچا کہا اور عمل سے اسکو جھٹلایا اور عمل کی رو سے جھٹلانا زبان کے جھٹلانے کی نسبت کر زیادہ ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعم فرماتا ہو کہ مجھ کو آدمی نے گالی دی اور اسکو زیبا نہ تھا کہ مجھے گالی دے اور اسنے مجھکو جھٹلایا اور اسکو شایان نہ تھا کہ جھٹلاوے اسکا گالی دینا تو یہ ہو کہ کہتا ہے کہ خدا کا کوئی لڑکا ہو اور جھٹلانا اسطرح ہو کہ کہتا ہو کہ مجھے جیسا اول پیدا کیا ہو اسطرح کبھی نہ اٹھاویگا۔ اور دلون مین جو پھر سے اٹھنے کی تصدیق اور یقین مستحکم نہین تو اسکی وجہ یہی ہو کہ لوگ اس جہلو مین اسطرح کی باتین کم سمجھتے ہین۔ اور اگر بالفرض آدمی حیوانات کا پیدا ہونا نہ دیکھتا اور اس سے کہا جاتا کہ تیرا ایک بنانے والا ہو کہ وہ نطفۂ ناپاک سے ایسا آدمی بناتا ہے جو عاقل اور متکلم اور تصرف کرنے والا ہو تو اس کے باطن کو اسکی تصدیق نہایت سخت ہوتی اور اسی جہت سے خداتعالی فرماتا ہو اولم یرالانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین اور فرمایا ایحسب الانسان ان یترک سدی الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی اغرضک آدمی کی پیدایش مین باوجود کثرت عجائب اور اختلاف اعضا کی ترکیب کے عجیب پر عجیب باتین اسکے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے

مین ہین تو جو شخص اسکی صنعت اور قدرت مین عجائب کو معائنہ کرتا ہے وہ خداے تعالیٰ کی قدرت وحکمت سے اسکا انکار کیسے کرتا ہے پس اگر تمہارے ایمان ہی مین ضعف ہو تو پہلے پیدائش کو غور کرکے ایمان کو پکا کر لو اسلیے کہ دوسری بار کی پیدائش اول ہی کی طرح بلکہ اس سے سہلتر ہو اور اگر تمہارا ایمان دوبارہ اٹھنے پر قوی ہو تو دل مین ان خوفون کو بھی ٹھان لو اور اس باب مین اتنا فکر اور عبرت کیا کرو کہ دل سے راحت اور آرام جاتا رہے اور خداے تعالیٰ کے سامنے جانے کی تیاری مین لگ جاؤ اول اس آواز کا فکر کرو کہ قبر کے باشندون کے کان مین پڑیگی یعنی صور کا زور سے پھنکنا کہ ایک ہی چیخ ایسی ہوگی کہ جس سے قبرون مین سے مردے نکل پڑینگے پس اپنے آپ کو فرض کرو کہ تم بھی قبر سے چہرہ متغیر اور بدن سر سے پاؤن تک غبار آلود قبر کی مٹی مین سنا ہوا نکلے ہو اور چیخ کی شدت سے حیران اور آواز کی طرف کو نگران ہو اور تمام خلق اپنی اپنی قبرون سے یکبارگی نکل پڑی ہو کہ مدتون تک ان مین ٹپے پڑتے تھے اور ایک مصیبت تو انکو رنج وغم اور انتظار کی سختی کی کہ انجام کب کو معلوم ہوگا پہلے سے تھی اب یک نشد دو شد یہ خوف اور رعب اور ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون اور فرمایا فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر اور فرمایا یقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذہم وہم یخصمون فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اہلہم یرجعون ونفخ فی الصور فاذا ہم من الاجداث الی ربہم ینسلون قالوا یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ہذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون پس اگر مردون کے سامنے اس آواز کی دہشت کے سوا اور کچھ ہول نہ ہوتا تب بھی اس سے ڈرنا اور بچنا لائق تھا اسلیے کہ وہ ایسی پھونک اور چیخ ہوگی کہ اس سے جو لوگ آسمان و زمین کے ہین سب مرجاوینگے صرف جنکو اللہ تعالیٰ چاہیگا یعنی چند فرشتے باقی رہ جاوینگے اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیف انعم وصاحب الصور قد التقم القرن وحنی الجبہۃ واصغی بالاذن ینتظر متی یومر فینفخ مقاتل فرماتے ہین کہ صور کے معنی شاخ یعنے نرسنگھے کے ہین اور اس کی کیفیت یون ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نفیری کی شکل کے نرسنگھے پر اپنا منہ رکھے ہوے ہین اس نرسنگھے کے منہ کا دائرہ اتنا چوڑا ہے جتنا پھیلاؤ آسمانون اور زمین کا ہے اور حضرت اسرافیل اپنی آنکھ عرش کیطرف کو اٹھائے منتظر ہین کہ کب حکم اول پھونک کا ہو جب وہ اول پھونک مارینگے تو آسمان وزمین کے لوگ جتنے جاندار ہونگے سب خوف کی شدت سے مرجاوینگے صرف چار فرشتے حضرت جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام رہ جاوینگے پھر حکم الٰہی ملک الموت کو ہوگا کہ اول حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح نکالین پھر حضرت میکائیل کی پھر حضرت اسرافیل کی پھر ملک الموت کو حکم ہوگا وہ خود مرجاوینگے اور چالیس برس تک خلق اول صور کے پھونکنے کے بعد عالم برزخ مین رہینگی پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرکے حکم فرماوے گا کہ دوسری دفعہ پھونک نرسنگھے مین مارو اور اسی کو اللہ تعالیٰ کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون یعنی پاؤن پر کھڑے ہوکر جی اٹھنے کو دیکھین گے

---

(۱) ت اور پھونکا گیا نرسنگھا پھر بیہوش ہوگرا جو کوئی ہے آسمانون اور زمین مین مگر جسکو اللہ نے چاہا پھر پھونکا گیا دوسری بار پھر تب ہی وہ کھڑے ہوگئے دیکھنے ۱۲

(۲) ت پھر جب کھڑکھڑائے وہ کھوکھرا پھر وہ اسدن مشکل دن ہے منکرون پر نہیں آسان ۱۲ (۳) ت اور کہتے ہین کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو یہی راہ دیکھتے ہین ایک چنگھاڑ کی جو انکو پکڑیگی جب آپس مین جھگڑ رہے ہونگے پھر نہ سکینگے کہ کچھ کہہ مرین اور نہ اپنے گھر کو پھر جاوین گے اور پھونکا جاوے نرسنگھا پھر تبھی وہ قبرون سے

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مجھکو اللہ تعہ نے مبعوث فرمایا تو صاحب صور اسرافیل ؑ کو کہلا بھیجا انھون نے صور کو اپنے منھ سے لگالیا اور ایک پانُون کو آگے اور دوسرے کو پیچھے کرکے منتظر ہین کہ کب حکم پھونکنے کا ہو تو سن لو کہ پھونک سے ڈرو انتہی پس ایسے حال مین خلق کی کیفیت اور اُن کی ذلت اور شکستہ حالی اور بیچارگی اور اس چیخ کا خوف اور حکم سعادت اور شقاوت کا انتظار سوچو اور اپنے آپ کو بھی ان کے درمیان فرض کرو کہ جیسے وہ ٹوٹے حال سے ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے جیسے وہ حیرت زدہ ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے بلکہ دنیا مین جو لوگ امیر اور توانگر اور ناز پروردہ اور بادشاہ ہونگے وہ اس روز سب زمین کے باشندون سے ذلیل اور چھوٹے اور حقیر اور پامال ذرہ کے مثال ہونگے اسوقت وحشی جنگلون سے اور پہاڑون سے آکر اپنے سر جھکاکر باوجود وحشت کے لوگون مین رل ملجاوینگے اور گو انھون نے کچھ خطا نہ کی ہوگی مگر اس روز کے اٹھنے اور شدت چیخ اور ہول سے پھونک کے ڈر کر سب وحشت بھول جاوینگے اور جو کڑی بھولکر لوگون مین آملینگے چنانچہ اللہ تعہ فرماتا ہے واذا الوحوش حشرت پھر شیطان سرکش کہ پہلے متمرد اور منحرف تھے آوینگے اور خدا کے سامنے پیش ہونے کی ہیبت کے مارے گردن جھکاوینگے اور مضمون اس آیت کا صادق ہوگا فوربک لنحشرنہم والشیاطین ثم لنحضرنہم حول جہنم جثیا پس اپنے حال مین اور اپنے دلکی کیفیت مین اس مقام پر فکر کرو کہ کیسی گذرے گی

دوسرا بیان محشر کی زمین اور اسکے لوگون کے ذکر مین پھر غور کرو کہ جی اٹھنے کے بعد ننگے پانُون ننگے بدن بے ختنہ کیے کیسے زمین محشر مین ہنکائے جاوینگے وہ ایک زمین نرم ہموار سفید رنگ ہے کہ جسمین کچھ اونچ نیچ نہین نہ کوئی ٹیلہ ہے کہ آدمی اسکے پیچھے چھپ جاوے نہ گڑھا ہے کہ اسکے اندر آنکھ سے اوجھل ہو بلکہ ساری زمین ایک سی پھیلی ہوئی ہے کچھ اسمین فرق نہین اسکی طرف لوگ گروہ کے گروہ ہنکائے جاوینگے پس پاک ہے وہ ذات جو لوگون کو باوجود اقسام مختلف ہونے کے اطراف زمین سے پہلے اور دوسری پھونک سے ایک جگہ لاکر جمع فرماویگا اور ان دلون کو زیبا ہے کہ اس روز تڑپتے ہون اور آنکھون کو شایان ہے کہ نیچے کو ہون۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز لوگونکا حشر ایک زمین سفید خاکی پر ہوگا جو مانند گردہ صاف کے ہوگی اور اسمین کوئی عمارت کسی کی نہوگی کہ جسکے باعث آدمی چھپ سکے یا نظر کام نہ کرے اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ وہ زمین دنیا کی سی زمین ہوگی بلکہ دنیا کی زمین سے صرف نام مین شریک ہے اللہ تعہ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ زمین مین کچھ کمی بیشی کی جاوے گی اور اسکے درخت اور پہاڑ اور جنگل اور دوسری چیزین جاتی رہینگی اور عکاظ کے چمڑے کی طرح پھیلائی جاوے گی زمین سفید مثل چاندی کے ہوگی جسپر کوئی خون یا گناہ نہوا ہوگا اور آسمانون کے چاند سورج ستارے جاتے رہینگے پس اے مسکین اس روز کے ہول اور شدت کو غور کر کہ جب خلق اس زمین پر اکٹھی ہوجاوے گی تو انکے اوپر سے ستارے بکھر پڑینگے آفتاب بے نور اور چاند بے روشنی ہوجاوینگے زمین پر کا چراغ گل ہونے سے بالکل اندھیرا ہوجاویگا لوگ اسی حال مین ہونگے کہ دفعۃً سرون کے اوپر سے آسمان چکر کرکے باوجود سختی اور پانسو برس کے مٹاپے کے پھٹ جاوینگے اور فرشتے اسکے کنارون اور اطراف پر کھڑے ہونگے تو نہ معلوم اس کے پھٹنے کی آواز سے تیرے کان مین کیسی ہول پیدا ہوگی اور اسدن کی ہیبت کیسی ہوگی جسمین آسمان اتنے موٹے اور سخت ہوکر پھٹ جاوینگے اور گلی ہوئی چاندی زردی آمیز کی طرح بہنے لگین گے پھر گلابی رنگ سرخ چمڑے کی طرح اور گلے ہوئے تانبے کیطرح ہوجاوینگے اور پہاڑ

دھنی اون کی طرح اور آدمی مثل بکھرے ہوے پتنگون کے ہونگے اور برہنہ یا ننگے بدن چلتے ہونگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوے اٹھینگے پسینا ان کے منھ تک مثل لگام کے کانون کی لو تک پہونچ گیا ہوگا حضرت ام المومنین سودہ رض راوی اس حدیث کی فرماتی ہین کہ مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یارسول اللہ بڑی خرابی ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کی طرف ننگے دیکھین گے آپ نے فرمایا کہ اس دن آدمیون کو اور ہی فکر ہوگا دیکھنے کی فرصت نہوگی لکل امرء منھم یومئذ شان یغنیہ پس وہ دن کیسا سخت ہوگا کہ برہنگیان اسمین عیان ہون گی اور باوجود اسکے دیکھنے اور التفات کرنے سے مامون رہین گے اور کیون نہو کہ بعضے تو پیٹ کے بل اور بعضے سر کے بل چلینگے تو انکو دوسرون کی طرف التفات کی قدرت کہان ہوگی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ تین قسم ہو کر اٹھین گے سوار اور پیادہ پا اور سر کے بل ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ سر کے بل لوگ کیسے چلینگے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اُن کو پاؤن کے بل چلایا ہو وہ قادر ہو کہ سر کے بل بھی چلاوے۔ اور یہ آدمی کی طبعی بات ہو کہ جس چیز سے مانوس نہین ہوتا اسکا انکار کیا کرتا ہے مثلاً اگر آدمی سانپ کو پیٹ کے بل نہایت تیزی سے چلتا نہ دیکھے تو یہی کہے کہ بدون پاؤن کے رفتار نہین ہو سکتی اور جسنے پاؤن چلتے کسی کو نہ دیکھا ہو وہ پاؤن سے چلنے کو بھی دشوار جانے گا اس نظر سے آدمی کو چاہیے کہ قیامت کے عجائب سے جو بات دنیا کی قیاس کے مخالف ہو اسکا انکار نہ کرے اسلیے اگر بالفرض دنیا کے عجائب اسکے مشاہدے مین نہ گذرے ہون اور پھر دفعۃً اس کے دیکھنے مین آتے ہین تو انکا بھی انکار کرنے لگتا ہو حالانکہ واقعی بات ہوتی ہو اسیطرح قیامت کے عجائب کو جاننا چاہیے اور دل مین تصور باندھ لینا چاہیے کہ ہم بھی ننگے منگے ذلیل راندے حیرت زدہ ہکے بکے اسبات کے منتظر کھڑے ہونگے کہ ہمکو سعادت اور شقاوت مین سے کس چیز کا حکم ہوگا اور اس حالت کو بہت بڑی جاننی چاہیے کہ نہایت سخت ہے

تیسرا بیان پسینے کے ذکر مین پھر خلق کے ازدحام کو سوچ کہ اس کھڑے ہونے کی جگہ مین ساتون آسمان اور ساتون زمین کے لوگ یعنی فرشتے اور جن اور انسان اور شیطان اور وحش اور درندے اور پرند جمع ہونگے پھر انپر آفتاب نہایت تیزی سے چمکے گا اور جیسا اب کچھ اسکا ہلکا معاملہ ہو اس سے بدلدیا جاویگا پھر خلق کے سرون سے مقدار دو کمانون کے بیچ کے ہوگا اور زمین پر کوئی سایہ سواے سایۂ تخت رحمٰن کے نہوگا اور بدون مقربون کے اسکے سایہ مین اور کوئی نہ رہنے پاویگا اسوقت کچھ لوگ تو عرش کے سایہ مین ہونگے اور کچھ آفتاب کی تپش مین سسکتے ہونگے کہ مارے گرمی اور دھوپ کے کلیجہ منھ کو آتا ہوگا اور اسپر یہ کہ خلق کی دھکا پیل شدت انبوہ کے باعث اتنی ہوگی کہ کندھے سے کندھا چھلتا ہوگا اور علاوہ اسکے فضیحت اور رسوائی جو خداے تعالیٰ کے سامنے جانے سے ہوگی اسکے خوف سے جدا شرم وحیا آویگی تو اتنی حرارتین جمع ہونگی ایک آفتاب کی گرمی دوسری سانسونکی حرارت تیسری دلون کی سوزش حیا وخوف کی آگ سے اسی جہت سے ہر بال کی جڑ مین سے پسینا نکلنا شروع ہوگا یہانتک کہ قیامت کی زمین پر بہنے لگیگا اور پھر بدنون کی طرف کو ابھرنا شروع ہوگا جسکا جتنا مرتبہ خداے تعالیٰ کے نزدیک ہوگا اسی کے مقدار اسکا پسینا ابھرے گا پس بعضون کا پسینا زانو تک اور بعضون کا تہیگاہ تک اور بعضون کا کانون کی لو تک اور بعضونکا قریب سر پر سے گذر جانے تک حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روز آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے تو بعضون کا پسینا اتنا ہوگا کہ نصف کان تک اسمین ڈوب جاویگا اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگون کو پسینا آوے گا یہانتک کہ انکا پسینا زمین مین ستر باع جاویگا اور لوگون کے منھ تک بشکل لگام پہونچ جاویگا اور ان کے کانون تک پہونچیگا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے صحیحین مین اسیطرح روایت کیا ہے اور ایک دوسری حدیث شریف مین ہے کہ لوگ کھڑے ہوے چالیس برس تک آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے اور شدت کرب کے باعث پسینا ان کے منھ کا لگام ہو جاویگا اور عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آفتاب زمین سے قریب ہو جاویگا اور آدمیون کو پسینا آوے گا پس بعضون کے ٹخنے تک اور بعضون کے نصف ساق تک اور بعضون کے زانو تک اور بعضون کے رانون تک اور بعضون کے تہیگاہ تک اور بعضون کے منھ تک پہونچے گا اور آپ نے ہاتھ مبارک کو منھ پر بشکل لگام رکھکر اشارہ منھ تک پہونچنے کا فرمایا اور بعض ایسے ہونگے کہ انکو پسینا ڈھانپ لیگا اور آپ نے سر مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایسے انکے سر پر ہو کر پھر جاویگا پس اے مسکین اہل محشر کے پسینے اور انکی سختی کو سوچ اور یہ دھیان کر کہ اس تکلیف مین بعض لوگ یون عرض کرینگے کہ الٰہی ہم کو اس کرب اور انتظار سے نجات دے گو دوزخ ہی مین ڈالے جاوین اور یہ تکالیف وہ ہین کہ ابھی نوبت حساب اور عذاب کی نہین آئی اور تو بھی انھین مین سے ایک ہوگا تجھے معلوم نہین کہ تیرا پسینا کہان تک پہونچے گا اور جان لے کہ اگر دنیا مین کسی کا پسینا خدا کی راہ مین یعنی حج اور جہاد اور روزہ اور نماز اور کسی مسلمان کی کارروائی کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کی مشقت اٹھانے مین نہ نکلا ہوگا تو اسکا پسینا اس روز حیا و خوف کے باعث قیامت کے میدان مین نکلے گا اور اس کی تکلیف بہت دنون تک رہے گی اور اگر آدمی جہالت اور مغالطہ سے علیحدہ ہو تو یقیناً جان لے کہ طاعات الٰہی مین سختیون کا اٹھانا اور پسینے کا آنا آسان بات اور تھوڑی دیر کو ہے اور کرب و انتظار قیامت مین پسینا آنا بہت زیادہ اور دیرپا ہے اس لیے کہ وہ دن ہی ایسا ہے کہ جسکی مدت اور شدت دونون زیادہ ہین

چوتھا بیان

قیامت کے دن کی بڑائی کے ذکر مین جس روز مین کہ خلق اوپر کو تاک لگائے کھڑے ہونگے اور انکے دل چرے ہوے ہونگے نہ انسے کوئی کلام کرتا ہوگا نہ ان کے معاملے مین نظر کی جاتی ہوگی تو تین سو برس تک کھڑے رہینگے نہ کھانیکا کوئی لقمہ کھاوینگے نہ پانی کا کوئی گھونٹ پیوینگے نہ ہوا کا جھوکا انپر چلیگا حضرت کعبؓ اور حضرت قتادہؓ اس آیت کی تفسیر مین یوم یقوم الناس لرب العالمین فرماتے ہین کہ تین سو برس تک کھڑے رہینگے بلکہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا کہ تم لوگون کا کیا حال ہوگا جب خداے تعالیٰ تم کو اسطرح جمع کریگا جیسے ترکش مین تیر کھچا کھچ بھرے جاتے ہین پچاس ہزار برس تک تمہاری طرف نظر نہین کریگا اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ تم اس دن کو کیا خیال کرتے ہو جس روز کہ لوگ اپنی ٹانگون پر بقدر پچاس ہزار برس کے کھڑے ہونگے کہ نہ کوئی لقمہ کھاوینگے نہ کوئی گھونٹ پانی پیوینگے یہانتک کہ جب پیاس کے مارے گردنین جدا ہو جاوینگی اور بھوک سے پیٹ جل جاوینگے تو انکو دوزخ مین لیجا کر چشمۂ حمیم سے پانی پلایا جاوے گا جسکی حرارت اور لپٹ انتہا کو ہوگی جب انپر مشقت اتنی ہوگی جسکی تاب انکو نہوگی تو ایک دوسرے سے کہینگے کہ چلو جس شخص کی خداے تعالےٰ کے

نزدیک عزت اور پاس ہوا سکو ڈھونڈھیں تاکہ ہمارے حق مین شفاعت کرے پس جس پیغمبر کے دامن کو پکڑینگے وہی ان کو ہٹا دے گا اور نفسی نفسی کہکر کہیگا کہ مجھے اپنے معاملے سے دوسرون کے معاملے کی فرصت نہین اور عذر کریگا کہ آج اللہ تعالے کا غصہ اتنا زور پر ہو کہ کبھی ایسا نہین ہوا تھا نہ آگے کو ہوگا یہانتکہ کہ ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے حکم پاوینگے شفاعت فرماوینگے اللہ تعہ فرماتا ہی لاتنفع الشفاعۃ الالمن اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا اب اسدن کے طول کو سوچ اور اس کے انتظار کی سختی کو غور کر تاکہ تجھکو اپنی چھوٹی سی عمر مین گناہون پر صبر کرنے کا انتظار آسان ہوجاوے اور جان لے کہ جو کوئی دنیا مین بہت انتظار موت کا کریگا اور شہوات پر صبر کرتا رہیگا اسکو اسدن مین خاص کر انتظار کم کرنا پڑے گا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب آپسے اسدن کا طول پوچھا گیا تو فرمایا کہ قسم ہی اس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہی وہ وقت مومن پر اتنا ہلکا اور تھوڑا معلوم ہوگا کہ جتنے وقت مین نماز فرض دنیا مین پڑھا کرتا تھا اس سے بھی آسان تر معلوم ہوگا پس تو کوشش کر کہ انھین ایماندارون مین سے ہو اسلیے کہ جب تک تجھ مین دم ہی اور زندگی مین سے سانس باقی ہی تب تک معاملہ تیرے اختیار مین ہی اور عنان استعداد تیرے ہاتھ مین ان چھوٹے دنون مین ان بڑے دنون کے لیے کچھ کرلے کہ تجھکو اتنا فائدہ ملیگا جسکی خوشی کی کچھ حد نہین اور اپنی عمر بلکہ تمام دنیا کی عمر کو جو سات ہزار برس کی ہی حقیر جان اسلیے کہ اگر بالفرض تو سات ہزار برس صبر کرے اسوجہ سے کہ اسدن سے رہائی پاوے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے تب بھی ظاہر ہی کہ تجھکو بہت سا فائدہ ملے اور مشقت کم اٹھانی پڑے چہ جائے کہ پچاس ساٹھ برس ہی محنت کرکے پچاس ہزار برس کی تکلیف سے بچاؤ ہوتا ہو

پانچوان بیان روز قیامت اور اسکے مصائب اور نامون کے ذکر مین اسکین اسدن کی تیاری کر جسکی شان بڑی اور اسکا زمانہ دراز اور حاکم زبردست اور وعدہ قریب ہی اس دن کے واقعات ایک سے ایک بڑھکر ہونگے آسمانون کو دیکھے گا کہ چرجائینگے اور ستارے اسکی دہشت سے جھڑ پڑینگے اور ان کے نور میلے ہوجاوینگے اور آفتاب کی دھوپ تہ ہوجاویگی اور پہاڑ چلائے جاوینگے اور بیانی انٹنیان چھٹی پھرینگی اور جنگل کے وحشیون مین رول پڑے گی اور دریا ابلنے لگین گے اور نفس بدنون سے آملینگے اور دوزخ دہکائی جاویگی اور جنت قریب لائی جاویگی اور پہاڑ اڑائے جاوینگے اور زمین پھیلائی جاویگی زمین کو تو دیکھیگا کہ اسکی بھونچال سے ہلائی جاوے گی اور اپنے بوجھ سونے چاندی وغیرہ کے نکال پھینکیگی اس دن آدمی بھانت بھانت کے ہوجاوینگے کہ اپنے کیے کو دیکھین اس دن پہاڑ اور زمین اٹھائے جاوین پھر ایک چکی دیے جاوین اور ہونے والی چیز ہو پڑے اور آسمان پھٹکر اس روز سست بنیاد ہوجاوے اور فرشتے اسکے کنارون پر ہون اور تیرے رب کے تخت کو بجائے چار فرشتون کے آٹھ اٹھاوین اس روز تمہارا سامنا ہوگا تمہارا کوئی بھید چھپ نہ رہیگا۔ اسدن پہاڑ چلائے جاوین اور زمین کو تو کھلی دیکھے اس روز زمین لرزیگی کپکپا کر اور پہاڑ ٹکڑے ہون ٹوٹ کر اور اڑتے گرد ہوجاوین اس روز آدمی بکھرے ہوے پتنگون کی طرح ہووین اور پہاڑ رنگین اون دھنی ہوئی کی طرح اس روز بھول جاویگی ہر دودھ پلائی اپنے بچے کو اور ڈالدیگی پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو لوگون کو نشے مین دیکھے گا حالانکہ انپر نشہ نہوگا بلکہ خدا تعہ کا عذاب سخت ہوگا اس روز بدل جاوے گی اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور لوگ نکل کھڑے

ختم کلام ... بتاریخ ۲۳ ۱۲ ... سعید ... ۱۲

ہون سامنے اللہ یکتا زبردست کے اس روز پہاڑ اڑا کر بکھیر دیے جاوینگے اور زمین چٹیر میدان کر دیجاویگی کہ اس مین موڑ اور ٹیلا کچھ نہ
نظر آوے اس روز تو جن پہاڑون کو دیکھکر جانتا ہی کہ جم رہے ہین وہ بادل کیطرح چلتے ہونگے اور آسمان پھٹکر گلابی لال چمڑے
کی طرح ہو جاوینگے اور اس روز پوچھ نہو اسکے گناہ کی کسی آدمی نہ کسی جن سے اس روز گناہگار کو حکم نہو بولنے کا اور نہ گناہون کی پرسش
ہو بلکہ ماتھے کے بالون اور پانوُن سے پکڑا جاوے اس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پاویگا آرزو کریگا کہ مجھ مین اور
اسمین فرق بہت سا پڑ جاوے اس روز معلوم کرے نفس جو لے کر آیا اور حاضر ہو جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔ اس روز زبانین
گونگی ہو جاوینگی اور ہاتھ پانوُن بولنے لگینگے وہ دن ایسا ہی کہ اسکی یاد نے سید المرسلین کو بوڑھا کر دیا یعنے جب حضرت ابو بکر صدیق رضہ
نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ مین دیکھتا ہون کہ آپ بوڑھے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ مجکو سورۂ ہود اور اسکی بہنون (یعنے
سورۂ واقعہ اور مرسلات اور نبا اور کورت) نے بوڑھا کر دیا پس اے قاری عاجز تجھکو کلام مجید کی قرائت سے اتنا ہی بہرہ ہی
کہ اسکے الفاظ زبان پر پھرا لے اور جیب کو انسے حرکت دے لے ورنہ اگر تو جو کچھ پڑھتا ہی اسکو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا پھٹ
جاتا اہوال سے کہ سید المرسلین کے بال سفید ہو سے تھے اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر اکتفا کی تو تو قرآن کے ثمرے سے محروم رہا دیکھ
جن امور کا ذکر قرآن مجید مین ہی ان مین سے ایک قیامت ہی اللہ تعہ نے اسکے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہی اور اسکے نام بہت سے ارشاد
کیے ہین تاکہ تو کثرت الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے ناموں کی کثرت سے یہ مقصود نہین کہ ایک چیز کے بہت سے نام اور القاب معلوم
ہون بلکہ انسے عقل والون کی تنبیہ منظور ہی اسلیے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے ایک بھید ہی اور اسکی ہر ایک صفت مین ایک معنی
ہین تجکو چاہیے کہ ان معانی کی پہچان کا حریص ہو نام اسکے سب ہم تجھے بتائے دیتے ہین وہ یہ ہین روز قیامت روز حسرت روز ندامت
روز حساب روز محاسبہ روز سوال روز سبقت جوئی جھگڑے کا دن رعب کا دن زلزلے کا دن الٹ دینے کا دن کڑک کا
دن روز واقعہ روز قارعہ روز راجفہ روز رادفہ روز غاشیہ روز مصیبت روز حاقہ روز طامہ روز صاخہ روز تلاق روز فراق روز
مساق روز قصاص روز تناد روز مآب روز عذاب روز گریز روز قرار روز لقا روز بقا روز قضا روز جزا روز بلا روز گریہ روز حشر
روز وعید روز پیشی روز وزن روز حق روز حکم روز فصل روز جمع روز بعث روز فتح روز رسوائی روز عظیم روز عقیم روز عسیر
روز دین روز یقین روز نشور روز مصیر روز نفخہ روز صیحہ روز رجفہ روز جنبش روز توبیخ روز نشہ روز خوف روز اضطراب
روز منتہی روز ماوی روز میقات روز میعاد روز مرصاد روز قلق روز عرق روز افتقار روز انکدار روز انتشار روز انشقاق روز
وقوف روز خروج روز خلود روز تغابن روز عبوس روز معلوم روز موعود روز مشہود وہ روز جسمین شک نہین وہ روز جسمین امتحان دل کے
بھید کا ہو وہ روز جسمین کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہ آوے وہ روز جسمین آنکھین اوپر کو لگین وہ روز کہ اسمین کوئی رفیق کسی
رفیق کے کچھ کام نہ آوے وہ روز جسمین بھلا نہ کر سکے کوئی کسی کا کچھ وہ روز جسمین دوزخ کیطرف کو دھکیلے جاوین جس روز کہ آگ مین
منھ کے بل گھسیٹے جاوینگے جس روز کہ آگ مین انکے منھ اوندھے ڈالے جاوین جس روز کہ باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آویگا جس روز
کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ سے بھاگیگا جس روز کہ نہ بولینگے اور انکو اجازت نہ ہوگی کہ عذر کرین اور وہ دن کہ جسمین کوئی شخص عذاب

۱۷ ترمذی کی حدیث ہے [illegible] ۱۲

اُنکی سے روکنے والا نہوگا جس روز کہ لوگ ہکل کھڑے ہون گے جس روز کہ لوگ آگ مین عذاب دیے جاوینگے جس روز کہ مال اور اولاد فائدہ نہ دے جس روز کہ ظالمونکا عذر انکے کام نہ آوے اور انکو لعنت اور خراب ٹھکانا ملے جس روز کہ عذر نامنظور ہون اور بھیدون کی جانچ ہو اور دل کی پوشیدہ باتین ظاہر ہوجاوین اور پردے کھلجاوین جس روز کہ آنکھین دبی ہون اور آوازین ساکن اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا کم ہو اور چھپی باتین علانیہ اور خطائین واضح ہون جس روز کہ بندے ہنکائے جاوین اور انکے ساتھ گواہ ہون اور لڑکے بوڑھے ہوجاوین اور بڑے نشے مین ہون تو ایسے دن مین ترازوئین قائم ہونگی اور دفتر اعمال کھولے جاوینگے اور دوزخ ظاہر کی جاوے گی اور پانی گرم جوش دیا جاویگا اور آگ دھڑ دھڑ جلیگی اور کافر ناامید ہونگے اور آتشین بھڑکائی جاوینگی اور رنگ متغیر اور زبانین گونگی اور ہاتھ پاؤن بولتے ہونگے پس اے انسان تجھکو کس چیز نے خداے تعالیٰ کریم پر مغالطہ دیا کہ تو نے دروازے بند کر اور پردے چھوڑ اور خلق سے چھپ کر گناہ کیے اب تیرا کیا کریگا کہ تیرے ہی اعضا تجھپر گواہی دینگے پس نہایت خرابی ہے ہم سب غافلون کی کہ خداے تعالیٰ تو ہمارے پاس سید المرسلین صلعم کو بھیجے اور اسپر کتاب مبین اتارے اور ہم کو قیامت کے دن کے یہ سب صفات بتا دیے پھر ہماری غفلت کو بھی جتادے اور یون فرماوے اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون لاھیۃ قلوبھم پھر قرب قیامت کو یون ارشاد فرماوے اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور فرماوے انھم یرونہ بعیدا ونراہ قریبا اور وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبا ہم کو چاہیے تھا کہ اپنا عمدہ احوال قرآن مجید کی تلاوت سے جانکر اسپر عمل کرتے نہ یہ کہ اسکے معانی مین تامل نہ کرین اور نہ قیامت کے دن کے بہت سے نامون اور اوصاف کو لحاظ کرین اور نہ اس کی مصیبتون سے چھوٹنے کی فکر کرین پس ایسی غفلت سے خداے تعالیٰ ہم کو بچاوے اور اپنی رحمت واسعہ سے اسکا تدارک کرے

چھٹا بیان سوال کے ذکر مین پھر اے مسکین بعد ان احوال کے جو سوال تجھسے روبرو بلا ذریعہ ہوگا اسکو سوچ کہ تھوڑے اور بہت اور تنکے تنکے کا سوال تجھسے ہوگا اس درمیان مین کہ تو قیامت کی سختی اور پسینے کی بلا اور بڑی آفات مین ہوگا کہ یکایک آسمان کے کنارون سے بڑے ڈیل ڈول اور نہایت موٹے اور تند خو کڑے فرشتے اترینگے انکو حکم ہوگا کہ گناہگارون کے ماتھے کے بال پکڑ کے جبار کے سامنے پیش ہونے کی جگہ لاؤ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خداے عزوجل کے یہان ایک فرشتہ ہے کہ اسکی دونون آنکھون کی پلکونکا فاصلہ ایک برس روز کے سفر کی راہ ہے اب کہ جب ایسے فرشتے تیرے پاس بھیجے جاوینگے کہ تجھے پکڑ کے پیشی کے مقام مین لیجاوین تو اپنے نفس پر تو کیا گمان کرتا ہے اُن فرشتون کو تو دیکھے گا کہ باوجود اتنے بڑے ڈیل ہونے کے اس روز کی شدت سے شکستہ حال اور غضب جبار کو جو انپر عیان ہوگا بندون کے لیے اپنا شعار بنائے ہونگے ان کے اترنے کے وقت جتنے نبی اور صدیق اور نیک بندے ہونگے سجدے مین گر پڑینگے اس خوف سے کہ کہین ہم بھی نہ پکڑے جاوین جب یہ حال مقربونکا ہو تو گناہگارون نافرمان پر کیا گذریگی اسوقت مین بعضے لوگ شدت خوف سے فرشتون سے پوچھ بیٹھینگے کہ ہمارا پروردگار تمھین مین ہے کیونکہ انکا رعب اور ہیبت نہایت درجے کو ہوگی فرشتے انکے سوال سے ڈر جائینگے کہ خداے تعالیٰ کی شان اُس سے پاک ہے کہ ہم مین ہو نا دیکھو اور پکار کر کہینگے کہ ہمارا رب پاک ہے اور وہ ہم مین نہین مگر آگے آتا ہے تاکہ زمین والون کا دم ہوجاوے

اب فرشتے خلق کو چارطرف سے گھیر کر پرا باندھکر کھڑے ہونگے اور ہرایک پر لباس ذلت اور عاجزی کا اور صورت خوف و ہیبت کی اس روز کی شدت سے ہوگی اور اسوقت اللہ تعہ اپنے اس قول کو سچا فرماویگا فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین اور اس قول کو فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون اور شروع پوچھ انبیا سے ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انک انت علام الغیوب تو اس روز کی شدت کیسی کچھ ہوگی جسمین انبیا کی عقلین جاتی رہین گی اور علم شدت ہیبت کی جہت سے محو ہوجاوینگے اسلیے کہ ان سے جب یہ سوال ہوگا کہ تمکو جو خلق کیطرف بھیجا تھا تو انھون نے کیا جواب دیا انبیا کو اس سوال کا جواب معلوم تھا مگر عقل زائل ہوجاویگی اور شدت ہیبت سے نہ جانینگے کہ کیا کہین یہی بولینگے کہ لاعلم لنا انک انت علام الغیوب اور واقع مین اسوقت انکا یہ جواب درست اور سچا ہوگا کیونکہ عقلین پرواز کرگئین اور علوم مٹ گئے تو بجز لاعلمی کے اور کچھ نہین رہا یہانتک کہ اللہ تعہ انکو قوت عنایت کرے پھر حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جاویگا اور پوچھا جاویگا کہ تمنے رسالت کو پہونچایا وہ عرض کرینگے کہ ہان پھر ان کی امت سے پوچھا جاویگا کہ تم کو پیام پہونچا وہ عرض کرینگے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہین آیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلواکر خطاب احدیت ہوگا کہ کیا تمنے لوگون سے کہا تھا کہ مجھکو اور میری مان کو دو خدا سواے معبود برحق کے بناؤ وہ اس سوال کے جواب مین برسون مضطرب رہین گے پس ایسے روز کی بڑائی قابل غور ہے جسمین انبیا علیہم السلام پر ایسے سوال کی سیاست قائم کیجاویگی پھر فرشتے آوینگے اور ایک ایک کو پکارینگے کہ اے فلان شخص فلان عورت کے لڑکے پیشی کے مقام پر حاضر ہو اس آواز سے شانے تھراوینگے اور ہاتھ پانون مین کھلبلی پڑے گی اور عقلین حیران ہون گی اور بعض لوگ تمنا کرینگے کہ ہم کو دوزخ مین ڈال دیا جاوے ہمارے اعمال بدحساب کے لیے پیش نہ ہون اور نہ ان کا پردہ خلق کے سامنے فاش ہو اور سوال سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہوگا اور میدان محشر اس نور سے چمکنے لگے گا ہر بندے کو اسوقت یہی گمان ہوگا کہ خداے تعہ بندون کی بازپرس کے لیے متوجہ ہے اور ہرایک یہی سمجھے گا کہ میرے سوا اور کوئی اسکو نہین دیکھتا اور پکڑ اور بازپرس صرف مجھی سے ہوگی اور کسی دوسرے سے نہوگی اور اب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم جبار جل شانہٗ کا پہونچے گا کہ میرے پاس دوزخ کو لے آ حضرت جبرئیل دوزخ کے پاس آوینگے اور اس سے فرماوینگے کہ اپنے مالک اور خالق کے حکم کی تعمیل کر اور حاضر حضور ہو وہ اسوقت غیظ اور غضب مین ہوگی آواز کے سنتے ہی ہیجان مین آویگی اور جوش کھاویگی اور خلائق کی طرف کو جھنجھلا کر چلاوے گی خلقت اسکا شور و زور اور جوش سنیگی اور اسکے محافظ مخلوق کیطرف کو غضب مین بھرے ان لوگون پر جنھون نے خدائے تعالے کی نافرمانی کی اور اسکا حکم نہ مانا ڈھلینگے پس اپنے دل مین دھیان کر اور تصور کر کہ لوگون کے دلونکا اسوقت کیا حال ہوگا خوف اور رعب سے پھٹے جاتے ہونگے اور لوگ زانو کے بل گر گر پڑینگے اور پشت پھیر کر بھاگینگے ہر ایک قوم گھٹنے کے بل گری نظر آویگی اور بعضے منھ کے بل اوندھے گرینگے اور نافرمان اور ظالم تباہی اور خرابی پکارینگے کہ ہاے تباہ ہوے ہاے مرے اور صدیق نفسی نفسی کہتے ہونگے وہ اس حال مین ہونگے کہ دوزخ دوسری چیخ اور مارے گی اسوقت لوگون کا خوف دونا ہوجاویگا اور قوی سست ہوجاوین گے اور جانینگے نہ ہم گرفتار ہونگے پھر تیسری چنگھاڑ مارےگی تو لوگ منھ کے بل گر پڑینگے اور آنکھین اوپر کو کھولے ہونگے اور دبی چھپی نگاہ سے

دیکھتے ہونگے اسوقت ظالمون کے دل ٹوٹ کر غم کے مارے گلے مین آجاوینگے اور عقلین سعیدون اور بدبختون کی سب کی جاتی رہین گی بعد اسکے اللہ تعہ رسولون کی طرف متوجہ ہو کر سوال فرماویگا کہ ماذا اجبتم جب لوگ یہ سیاست اور ڈانٹ انبیا علیہم السلام پر دیکھین گے تو گنا ہگارون پر خوف بے انتہا ہوگا اور باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے اور شوہر منکوحہ سے بھاگینگے اور ہر کسی کو اپنی ہی فکر ہوگی کہ دیکھیے کیا ہو پھر ایک ایک کو پکڑ کر اللہ تعہ کے روبرو تھوڑے اور بہت اور ظاہر اور چھپے ہوے اعمال سے پوچھے گا اور اسکے ہاتھ پاؤن اور تمامی اعضا سے باز پرس فرماویگا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھینگے آپ نے فرمایا کہ بھلا جب دوپہر کو آفتاب کے درمیان کوئی بادل نہو تم اسکے دیکھنے مین کچھ خلاف کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ اگر چودھوین رات کے چاند مین کوئی بادل حائل نہو تو تم اسکے دیکھنے مین کچھ شک کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے خداے تعہ کے دیکھنے مین بھی کچھ شک و تامل نکروگے پھر بندے سے ملکر اس سے ارشاد فرماویگا کہ مین نے تیرے اوپر اکرام نہین کیا تھا تجھے سردار نہین بنایا تھا تیرا جوڑا نہین دیا تھا گھوڑے اونٹ تیرے تابع نہین کیے تھے تجھکو رئیس نہین بنایا تھا کہ چوتھ لیا کرے بندہ کہیگا کہ یہ سب نعمتین دی تھین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے گمان تھا کہ مجھ سے ملنا ہے وہ عرض کرے گا کہ نہین فرماویگا کہ اچھا ہم بھی تجھے بھولجاتے ہین جیسا تو ہمکو بھول گیا پس اے مسکین خیال کر کہ جب فرشتے تیرے دونون بازو پکڑینگے اور تو خدائے تعہ کے سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھسے بالمشافہہ سوال فرماویگا کہ مین نے تجھکو جوانی کی نعمت نہین دی تھی تو کس چیز مین اسکو کھویا اور تجھکو زندگی سے مہلت نہین دی اسکو کونسی چیز مین ڈبویا مال جو مین نے تجھ کو دیا اسکو تو نے کہان سے حاصل کیا اور کس چیز مین خرچ کیا علم کی دولت جو تجھکو دی تو اپنے علم سے تو نے کیا عمل کیا تو تامل کر کہ جب اللہ تعہ اسطرح اپنے انعام اور احسان اور تیری نافرمانیان اور برائیان ایک ایک شمار فرماویگا تو تجھکو کیسی شرم و حیا آویگی اور اگر تو انکار بھی کرے تو بن نہ پڑیگا کہ تیرے اعضا خود اعمال بد پر گواہی دینگے۔ حضرت انس فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ہنسے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مین کس چیز سے ہنستا ہون ہم نے عرض کیا کہ خدائے تعہ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے بندے کا خطاب اپنے پروردگار کے ساتھ یاد آیا کہ یون عرض کریگا کہ الٰہی تو نے ظلم سے تو مجھے پناہ دی ہے حکم ہوگا کہ ہان ظلم نہ ہوگا وہ عرض کریگا کہ تو مین جب قائل ہونگا جب کوئی گواہ مجھی مین سے ہو اللہ تعہ ارشاد فرماویگا کہ کفی بنفسک الیوم علیک حسیباً اور کرام کاتبین گواہی کو بس ہین پھر بندے کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اسکے اعضا کو بولنے کا حکم ہوگا اعضا اس کے اعمال سب کہہ سناوینگے پھر جب اسکے منہ پر سے روک اٹھا لیجاویگی تو اپنے اعضا سے کہیگا کہ تم پر تباہی اور بربادی ہو مین تو تمہاری ہی طرف سے لڑتا تھا پس ہم خداے تعہ سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہمکو سب خلق کے سامنے ہمارے اعضا کی گواہی سے فضیحت کرے مگر یہ کہ اللہ تعہ نے مومن سے وعدہ فرمایا ہے کہ اسکی پردہ پوشی فرماویگا اور اپنے سوا کسی کو اسکے حال پر مطلع نہین کریگا حضرت ابن عمرؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کی گفتگو کرتے کیسے سنا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہی کہ تم مین کا ایک شخص اپنے پروردگار سے اتنا قریب ہوگا کہ وہ اپنا شانہ عٓ اسپر رکھے گا اور پوچھے گا کہ
تو نے فلان فلان قصور کیا وہ عرض کریگا کہ ہان مین نے کیا پھر پوچھیگا کہ تو نے فلان فلان خطا کی وہ عرض کریگا کہ کی پھر اللہ جل شانہ
فرماویگا کہ مین نے ان خطاؤن کو دنیا مین پوشیدہ رکھا اور کسی پر ظاہر نہونے دیا آج انکو تیری خاطر بخشے دیتا ہون اور حدیث شریف
مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کا عیب چھپاویگا اللہ تعالے قیامت کے روز اسکے عیب چھپاویگا
اس حدیث کا مصداق ایسا شخص ہوگا جو لوگون کے عیب چھپادے اور اگر وہ اسکے حق مین کچھ کمی کرین تو اس تقصیر کی برداشت کرے
اور اپنی زبان کو انکی برائیون کے ذکر مین نہ ہلاوے نہ انکے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہے کہ وہ سنین تو برا مانین تو اس طرح کا شخص اس
بات کے شایان ہی کہ قیامت کے روز اسیطرح کا بدلہ پاوے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اس نے کسی دوسرے کی پردہ پوشی بھی کی ہو
تو تیرے کان مین تو پکار پیشی کے لیے حاضری کی پڑ چکی ہو تجھکو تو وہی خوف گناہون کی سزا مین کافی ہے اسلیے کہ تیرے ماتھے کے
بال پکڑ کے آگے کو کھینچینگے اسوقت تیرا دل دھڑکتا ہوگا عقل اڑی ہوئی ہوگی شانے تھرّاتے ہونگے ہاتھ پاؤن مین ہل چل ہوگی
رنگ بدلا ہوا ہوگا اور شدت خوف سے عالم سیاہ معلوم ہوگا اور تو لوگون کی گردنین پھاندتا اور صفین چیرتا چلا جاتا ہوگا اور کوتل گھوڑے
کی طرح تجھے لیے جاتے ہونگے ساری خلقت تیری طرف دیکھتی ہوگی پس اپنے نفس کو اس صورت و ہیئت مین فرض کرلے اور خیال کر
کہ فرشتون کے قبضے مین اسی حال سے گرفتار چلا جاتا ہوگا یہان تک کہ خداے تعٓ کے عرش کے سامنے لیجاکر تجھکو اپنے
ہاتھون سے ڈال دینگے اور اللہ جل شانہ تجھکو اپنے کلام عظمت والے سے پکاریگا کہ اے آدم کے بیٹے مجھ سے قریب
ہو تو دل مضطر اور غمگین اور خائف اور شکستہ سے اور نگاہ نیچی اور ذلیل سے اسکے قریب جاویگا اور تیرے ہاتھ مین تیرا نامۂ اعمال
جس مین ادنی سے اعلی تک سب خطائین لکھی ہونگی دیا جاویگا تو بہت سی برائیون کو بھول گیا ہوگا اسکو دیکھ کر یاد کریگا اور بہت سی
طاعتون کی آفتون سے تو غافل ہوگا ان کی برائیان تجھپر کھلجاوینگی اسوقت کتنی خجالت اور بزدلی تجھکو عارض ہوگی اور کتنی عاجزی
اور زبان کی بندش پیش ہوگی پھر نہ معلوم کہ تو کون سے پاؤن سے خداے تعٓ کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان سے
جواب دیگا اور کون سے دل سے جو کہیگا اسکو سمجھے گا پھر یہ سوچ کہ جب خداے تعٓ اپنے روبرو سب گناہون کو یاد دلاویگا
تو کتنی بڑی حیا تجھکو ہوگی یعنی جب فرماویگا کہ اے میرے بندے تو نے مجھ سے حیا نہ کی اور برائی سے میرا سامنا کیا اور میری مخلوق
سے حیا کی ان کے واسطے اچھا کام کھلا کھلی کیا بھلا مین تیرے نزدیک اپنے بندون کی نسبت کچھ بھی ذلیل تر تھا کہ تو نے میرے
دیکھنے کو اپنی طرف ہلکا جانا اور کچھ پروا انکی اور میرے سوا دوسرے کی نظر کو بڑا سمجھا کیا مین نے تجھکو انعام نہین کیا تھا پس کس
چیز سے تجھ کو میرے باب مین مغالطہ ہوا کیا تو نے یہ جانا کہ مین تجھے نہین دیکھتا تھا یا تو مجھ سے نہ ملیگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہین کہ تم مین سے ہر کسی سے خداے تعٓ اسطرح سوال کریگا کہ اسکے اور تمہارے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا نہ کوئی بیچ مین بیان کرنیوالا
اور ایک حدیث مین آپ نے فرمایا کہ تم مین سے ہر کوئی خداے تعٓ کے سامنے ایسی طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور
خداے تعٓ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور اللہ تعٓ اس سے ارشاد فرماوے گا کہ کیا مین نے تیرے اوپر انعام نہین کیا تھا

؎ اصل مین لفظ کنفہ بالنون ہے جس کی معنی پردۂ رحمت مین ڈھانپ لیگا ہے ۱۲
؎ مسلم نے نقل کی ہے ۱۲
؎ یہ حدیث بیہقی و طبرانی نے نقل کی ہے ۱۲
؎ بخاری یہ حدیث عدی بن حاتم سے ہے ۱۲

کیا تجھکو مین نے مال نہین دیا تھا وہ عرض کریگا کہ کیون نہین پھر پوچھیگا کہ کیا مین نے تیرے پاس رسول نہین بھیجا تھا وہ عرض کرے گا کہ بھیجا تھا پھر وہ شخص اپنی دہنی طرف دیکھیگا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہ آویگا اور بائین طرف دیکھیگا تو آگ ہی نظر پڑے گی پس چاہیئے کہ ہر کوئی تم مین سے اس آگ سے بچے گو نصف خرما ہی صدقہ دے کر ہو اور اگر یہ بھی نہ پاوے تو کلمۂ طیبہ سے بچے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر ایک خداے تعؔ کے سامنے ایسی طرح اکیلا ہوگا جیسے چودھوین رات کے چاند کے سامنے علیحدہ ہوتا ہے پھر اللہ تعؔ فرماویگا کہ اے ابن آدم مجھپر تجھکو کس چیز نے فریب دیا اے ابن آدم تو نے جو کچھ جانا اس پر کیا عمل کیا اے ابن آدم تو نے پیغمبرون کو کیا جواب دیا اے ابن آدم کیا مین تیری آنکھ کو نہین دیکھتا تھا جب تو اسی سے وہ چیز دیکھتا تھا کہ تجھکو جائز نہ تھی کیا مین تیرے کانون کو نہ دیکھتا تھا جب تو انسے ناجائز باتین سنتا تھا اسی طرح فرماتا جاویگا یہان تک کہ تمام اعضا کو شمار کریگا۔ اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہین کہ بندے کے پانون خداے تعؔ کے سامنے نہ ہلینگے جب تک اس سے چار باتون کی پوچھ نہ ہولے گی ایک تو عمر کا حال کہ کس چیز مین گذرانی دوسرے علم کا حال کہ اس سے کیا عمل کیا تیسرے جسم کا حال کہ کس چیز مین اسکو مبتلا رکھا چوتھے مال کا حال کہ کہان سے اسکو پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا پس اے مسکین تجھکو اسوقت کتنی بڑی حیا ہوگی اور کتنا بڑا اندیشہ ہوگا اسلیے کہ دو حال سے خالی نہین یا تو تجھسے یہ کہا جاویگا کہ ہمنے تیری خطا پر دنیا مین پردہ پوشی کی تو آج بھی بخشے دیتے ہین اس صورت مین تو تو نہایت خوش و خرم ہوگا اور اگلے پچھلے سب تیرا رشک کرینگے یا یہ فرشتون کو حکم کیا جاوے گا کہ اس بندے کو پکڑو اور گلے مین طوق ڈالو پھر دوزخ مین داخل کردو اس صورت مین اگر سب آسمان و زمین تیرے حال پر روین تو زیبا ہے کہ تیری مصیبت ہی بڑی اور حسرت نہایت سخت ہوگی اس امر پر کہ خداے تعؔ کی طاعت مین تو نے قصور کیا اور دنیاے دنی کی بدولت جو ساتھ بھی نہ رہی آخرت مین یہ گل کھلا

ساتوان بیان میزان کے ذکر مین۔ پھر میزان کے باب مین فکر کرنے مین غفلت نہ کرنی چاہیے اور نہ نامہاے اعمال کے دہنے بائین اڑنے مین تامل سے بیخبر رہنا چاہیے اسلیے کہ سوال کے بعد آدمی تین گروہ ہوجاوینگے ایک تو وہ لوگ ہون گے کہ ان کے پاس کوئی نیکی نہو گی انکے لیے ایک سیاہ گردن دوزخ سے نکلیگی اور جیسے پرند دانہ چن لیتا ہے اسیطرح وہ انکو اٹھا کر دوزخ مین ڈال دیگی اور دوزخ انکو نگلجاویگی اور انپر بدبختی کی ندا ہوجاویگی جسکے بعد کبھی سعادت نہو دوسرے وہ لوگ ہون گے کہ ان کے پاس کوئی بدی نہو گی پس ایک پکارنیوالا پکاریگا کہ جو لوگ ہر حال مین خداے تعؔ کی حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہون اس آواز کو سنکر حمد والے کھڑے ہونگے اور جنت کو چلے جاوینگے پھر یہی معاملہ تہجد گزارون کے ساتھ کیا جاویگا پھر ان لوگون کے ساتھ جنکو خداے تعؔ کی یاد سے نہ دنیا کی تجارت نے روکا ہوگا نہ بیع نے اور انپر حکم سعادت کا پکار دیا جاوے گا جس کے بعد بدبختی نہ باقی رہیگی تیسری قسم اسطرح کے لوگ اکثر ہونگے کہ جنھون نے نیک عمل اور بد کو ملایا اور انپر تو خفیہ ہوگا مگر خداے تعالےٰ سے پوشیدہ نہوگا کہ انکی نیکیان زیادہ ہین یا برائیان مگر اللہ تعؔ کو منظور ہوگا کہ ان لوگونکو بھی حقیقت حال تبلادے تاکہ معاف کرنے کے وقت اسکا فضل اور سزا کرنے کے وقت اسکا عدل ظاہر ہو اسی لیے وہ نامۂ اعمال جنمین نیکیان اور بدیان ہون گی اڑائے

جاویگے اور ترازو کھڑی کیجاویگی اور آنکھین لوگون کی نامۂ اعمال کو تکتی ہونگی کہ دیکھیے دہنے ہاتھ مین پڑتا ہے یا بائین مین پھر ترازو کے کانٹے کی جانب کو دیکھینگے کہ نیکیون کیطرف کو جھکتا ہو یا بدیون کیطرف کو اور یہ وقت نہایت خوف کا ہے جس سے خلق کی عقل اڑے گی۔ اور حضرت حسن رح روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ رض کی گود مین تھا کہ آپ سو گئے اس اثنا مین حضرت عائشہ رض نے آخرت کو یاد کیا اور روئین یہانتک کہ ان کے آنسو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے آپ جاگ پڑے اور پوچھا کہ اے عائشہ رض کیون روتی ہو انھون نے عرض کیا کہ آخرت کی یاد سے روتی ہون بھلا قیامت کو مرد اپنے گھر والون کو بھی یاد کرینگے آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے مگر تین جگہ مین کہ وہان آدمی صرف اپنے نفس ہی کو یاد کریگا ایک تو جب ترازو مین رکھا ہون اور عمل تلنے لگین یہانتک کہ آدمی دیکھ لے کہ میری ترازو ہلکی ہوئی یا بھاری اور ایک نامۂ اعمال کے اڑنے کے وقت حتی کہ دیکھے کہ میرا نامہ دہنے ہاتھ مین آتا ہے یا بائین مین اور ایک پل صراط پر۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آدمی کو قیامت کے روز لاکر میزان کے دونون پلون کے بیچ مین کھڑا کردینگے اور اسپر ایک فرشتہ مقرر رہیگا اگر اسکا پلہ بھاری ہوا تو فرشتۂ مذکور ایسی آواز سے پکاریگا کہ تمام خلق سنیگی کہ فلان شخص سعید ہوا اور ایسی سعادت پائی کہ جسکے بعد کبھی شقاوت نہین اور اگر پلہ ہلکا ہوا تو لوگون کو سنا کر پکاریگا کہ فلان شخص ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی سعید نہو گا اور نیکی کے پلے کے ہلکے ہونے کی صورت مین دوزخ کے فرشتے لوہے کے گرز ہاتھ مین لیے اور آگ کے کپڑے پہنے ہوے دوزخ کے حصے کے لوگون کو پکڑ کر دوزخ مین لیجاوینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خداے تعالے حضرت آدم علیہ السلام کو پکاریگا اور فرمائیگا کہ اے آدم کھڑا ہو اور جتنے لوگ دوزخ مین جانے کے ہین انکو دوزخ مین بھیج وہ پوچھینگے کہ الٰہی وہ کتنے لوگ ہین اللہ تعالی فرمائیگا کہ ہزار پیچھے نوسے ننانوے ہین جب صحابہ رض نے یہ سنا تو نہایت غمگین ہوے یہان تک کہ کبھی ہنسی نہ ظاہر کی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ حال دیکھا آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو اسلیے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے مین محمد صلعم کی جان ہے کہ تمہارے ساتھ مین دو مخلوق ایسے ہین کہ جب کبھی کسی کے مقابل ہوتے ہین تو انسے بڑھکر ہی رہے ہین اور جو لوگ آدم کی اولاد اور شیطان کی اولاد سے مر گئے ہین وہ بھی اسی مین آگئے (یعنی انسے بھی بڑھکر ہین) صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کونسی قومین ہین آپ نے فرمایا کہ وہ یاجوج اور ماجوج ہین راوی کہتے ہین کہ اسکو سنکر صحابہ رض خوش ہوے پھر آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین محمد صلعم کی جان ہے تم لوگ قیامت مین ایسے ہوگے جیسے اونٹ کے پہلو مین سیاہ داغ ہوتا ہے یا گھوڑے وغیرہ کی آنکھون مین گھٹا ہوتا ہے

آٹھوان بیان خصومت اور حقوق کے دلانے کے ذکر مین۔ ترازو کے ہول تو تو معلوم کر چکا اور ہر ایک کو یہ اندیشہ اور تا کنا کہ اسکا میل کسطرف ہوتا ہے اگر وزن بھاری ہو گیا تو چین چان مین ہوا اور اگر ہلکا ہوا تو جلتی آگ مین گیا اب معلوم کرنا چاہیے کہ حساب کے اور ترازو کے اندیشے سے اسی شخص کو نجات ہو گی جو دنیا مین اپنے نفس کا حساب کرے اور میزان شریعت مین اسکے اعمال اور اقوال اور خطرے اور التفات کو تولے چنانچہ حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ اپنے نفس کا حساب لو پہلے اس سے کہ تمسے حساب لیا جاوے

اور اسکو تو یون پہلے اس سے کہ تم تولے جاؤ اور آدمی کا نفس سے حساب لینا یہ ہو کہ موت سے پیشتر توبہ خالص ہر ایک گناہ سے کرے اور جو کچھ قصور اور کمی اللہ تعالے کے فرائض مین ہوئی ہو اسکا تدارک کرے اور حقوق لوگون کے دام دام کوڑی کوڑی دے دے اور جسکی ہتک اپنی زبان اور ہاتھ سے کی ہو یا دل سے بدگمان ہوا ہو اس سے معاف کرادے اور لوگون کے دل خوش رکھے یہان تک کہ مرے تو ایسی طرح کہ کوئی حق اور کوئی فرض اسکے ذمے نرہے تو ایسا شخص بیحساب جنت مین داخل ہوگا اور اگر حقوق کے ادا کرنے سے پہلے مریگا تو حقدار قیامت مین اسکو آگھیر ینگے کوئی ہاتھ پکڑیگا کوئی ماتھے کے بال کوئی گریبان کوئی کہیگا تونے مجھپر ظلم کیا کوئی کہیگا تونے مجھے گالی دی کوئی کہیگا تونے میرے ساتھ تمسخر کیا کوئی کہے گا تونے میری غیبت کی کوئی کہیگا کہ تو میرا ہمسایہ تھا مجھے ایذا دی کوئی کہیگا تونے مجھسے معاملے مین دغا کی کوئی کہے گا تونے خرید و فروخت مین مجھے لوٹ لیا اور اپنی چیز کا عیب چھپائے رکھا کوئی کہیگا تو اپنے اسباب کا مول تبلانے مین جھوٹ بولا کوئی کہیگا کہ تونے مجکو حاجتمند دیکھا اور باوجودیکہ تو غنی تھا مگر مجکو کھانا نہ کھلایا کوئی کہیگا کہ تونے مجکو مظلوم پایا اور تو ظلم کے دور کرنے پر قادر تھا لیکن تونے ظالم سے درگذر کی اور میری حمایت نہ کی پس جس گھڑی تیرا یہ حال ہوگا کہ حقدار تیرے بدن مین ناخن گڑ دئے ہونگے اور تیرا گریبان ہاتھ سے مضبوط پکڑے ہونگے اور تو انکی کثرت سے حیران پریشان ہوگا یہانتک کہ اپنی عمر بھر مین جس سے تونے ایکدرم کا معاملہ کیا ہوگا یا ایک مجلس مین کسی کے پاس بیٹھا ہوگا اور اسکا حق تیرے اوپر رہا ہوگا خواہ غیبت کے باعث یا خیانت کے سبب یا اسکو کمتر نگاہ سے دیکھنے کے لیے وہ سب تیرے گرد ہونگے اور تو انکے معاملے سے ضعیف ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کیطرف اس توقع سے اٹھائے ہوگا کہ وہی انکے ہاتھ سے چھڑادے تو اسی حال مین تیرے کان مین آواز جبار جل جلالہ کی آویگی یہ فرماتا ہو الیوم تجزی کل نفس ما کسبت لا ظلم الیوم۔ اسوقت تیرا دل مارے ہیبت کے نکل پڑے گا اور تجھکو اپنی تباہی کا یقین ہوجاویگا اور وہ قول یاد کریگا جس سے کہ خدائے تعالے نے اپنے رسول کی زبانی تجکو ڈرایا ہو چنانچہ ارشاد فرمایا ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون انما یؤخرہم لیوم تشخص فیہ الابصار مہطعین مقنعی رؤسہم لا یرتد الیہم طرفہم وافئدتہم ہواء پس دنیا مین لوگون کی ہتک اور ان کے مال لینے سے کتنا خوش ہوتا ہو اس روز تجکو اسکی کیسی حسرت زیادہ ہوگی کہ جب تجکو فرش عدل پر کھڑا کرکے خطاب سیاست روبرو ہوگا اور تو اسوقت مفلس اور عاجز اور محتاج اور ذلیل ہوگا کہ نہ کوئی حق ادا کرسکتا ہوگا نہ کوئی عذر رکھتا ہوگا پھر تیری نیکیان جنکے لیے تونے مشقتین عمر بھر اٹھائی ہونگی لے کر حقدارون کے حقوق کے عوض انکو دے دیجاوینگی حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہو لوگون نے عرض کیا کہ مفلس ہم مین وہ ہو جسکے پاس روپیہ پیسا اسباب نہو آپ نے فرمایا کہ مفلس میری امت مین سے وہ ہو جو قیامت مین نماز روزہ زکوۃ لیکر آویگا اور کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو تہمت زنا لگائی ہوگی اور کسیکا مال لیا ہوگا اور کسیکا خون کیا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو اسکے سب حسنات ان سب حقدارون کو جدا جدا دیے جاوینگے اور اگر اسکے پاس نیکیان نرہینگی اور اسپر حکم اخیر نہوا ہوگا تو حقدارون کی خطائین لیکر اسپر رکھدی جاوینگی پھر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اب اس روز اپنی مصیبت مین تامل کرکہ اول تو دنیا مین کوئی نیکی

ریا اور شیطان کے مکرون کی آفت سے ثابت نہین رہتی اور اگر بہت دنون کے بعد ایک آدھ بچی رہے گی تو اس پر حقدار دوڑین گے اور لے لینگے اور اگر تو دن کو روزہ رکھے اور رات کو جاگا کرے اور پھر اپنے نفس کا حساب کرے تو غالبًا یہی پاوے گا کہ کوئی دن ایسا نہین گذرتا ہوگا جس مین مسلمانون کی غیبت تیری زبان پر اتنی جاری ہوتی ہو کہ تمام تیری نیکیون کو حاوی ہوجاوے باقی برائیان علٰحدہ ہین کہ کہین حرام کھاتا ہو اور کہین شبہہ کا مال چکھتا ہو اور طاعتون مین کوتاہی کرتا ہو تو ایسی صورت مین بھلا حقوق سے خلاص کی کیا توقع ہو اس روز کہ جس مین بے سینگ کے مینڈھے جو پائے کا حق شاخدار سے لیا جاویگا چنانچہ حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھا اور مجھسے پوچھا کہ تمھین معلوم ہے کہ یہ کیون ٹکرین مارتی ہین مین نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تمہارے پروردگار کو معلوم ہو اور وہی عنقریب ان کے درمیان مین قیامت کے روز حکم کرے گا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس آیت کی تفسیر مین وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق اٹھیگی چوپائے اور چرند پرند اور سب چیزین پس اللہ تعالیٰ کا عدل اس نوبت کو پہونچیگا کہ مینڈھے جانور کا حق سینگ والے سے لیگا پھر فرماویگا کہ مٹی ہوجاؤ تو اسیوقت کافر کہیگا کہ کاش مین مٹی ہوتا پس اے مسکین تیرے اوپر کیا گذریگا جس روز کہ تو اپنا نامۂ اعمال نیکیون سے خالی پاویگا جنکے لیے بہت سی مشقتین اٹھائی ہونگی اور کہیگا کہ میری نیکیان کہان گئین تجھ سے کہا جائیگا کہ تیرے حقدارون کے دفتر مین چلی گئین اور دیکھیگا کہ نامۂ اعمال بالکل بدیون سے پر ہی حالانکہ دنیا مین انسے بچنے مین بہت تکلیفین سہی تھین پھر پوچھیگا کہ الٰہی ان خطاؤن کا تو مین کبھی مرتکب نہین ہوا حکم ہوگا کہ یہ برائیان ان لوگون کی ہین جنکی تو نے غیبت کی اور ان کو گالیان دین اور برائی پہونچائی اور خرید و فروخت اور پاس رہنے اور کلام کرنے اور بحث اور نصیحت اور درس اور تمام قسم کے معاملون مین زیادتی کی۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان زمین عرب مین بتون کی پرستش سے ناامید ہوا مگر وہ تمسے ایسی چیز پر راضی ہوگا کہ وہ بت پرستی کی نسبت کر کم ہوگی اور باتین حقیر ہین مگر سب مہلک ہین پس ظلم سے بچو جتنا تمسے ہوسکے اسلیے کہ بندہ قیامت کے روز پہاڑ کے برابر طاعتین لاویگا اور جانیگا کہ یہ مجھے بچا لینگی بارہا ایک دوسرا بندہ آکر کہیگا کہ الٰہی فلان شخص نے مجھپر ظلم کیا اور میرا حق زبردستی لے لیا اللہ تعالیٰ حکم فرماویگا کہ اسکی نیکیون مین کم کردے اسی طرح حقدار آتے جاوینگے اور نیکیان لیتے جاوینگے یہانتک کہ اسکے پاس نیکیون مین سے کچھ نہ رہیگا اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے مسافر جنگل مین اترین اور ان کے پاس ایندھن نہو اسلیے سب ادھر ادھر ہو جاوین اور لکڑیان جمع کرلادین اور فوراً آگ جلا کر جو منظور رکھا وہ کرلین اسیطرح گناہ بھی ہین یعنی ساری کمائی کو ایک دم مین خاک سیاہ کردیتے ہین۔ اور جب یہ آیت اتری انک میت وانہم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون حضرت زبیرؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ گناہون کے ساتھ کیا وہ معاملے بھی ہمپر اضافہ کیے جاوینگے جو دنیا مین ہمارے آپس مین ہوے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان بیشک یہ معاملات بھی بھگتنے پڑینگے یہانتک کہ سب حقدارون کو انکا حق دے دو حضرت زبیرؓ نے عرض کیا کہ بخدا تب تو بڑا سخت معاملہ ہو پس ایسے دن کی سختی کتنی بڑی ہے جس مین ایک قدم سے بھی درگذر نہو گی نہ طمانچہ اور لقمہ اور کلمہ سے چشم پوشی کیجاویگی یہانتک کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جاوے

حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے یحشر اللہ العباد عراۃ غرلا بہما ہمنے عرض کیا کہ بہما سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس کچھ نہو گا پھر ان کو انکا پروردگار ایسی آواز سے پکاریگا کہ دور اور نزدیک والے سب یکسان سنینگے اور یہ فرماویگا کہ مین بادشاہ بدلہ لینے والا ہون نہین ہوسکتا کہ کوئی اہل جنت مین سے جنت مین جاوے اور اسپر کوئی حق اہل دوزخ کا ہو جبتک مین اس جنتی سے عوض اسکا نہ لے چکون اور نہ کوئی اہل دوزخ آگ مین داخل ہوسکتا ہے اس حال مین کہ کسی اہل جنت کا اسپر حق ہو یہانتک کہ اس دوزخی سے اس جنتی کا عوض نہ دلے لون حتی کہ طمانچے کا بھی ہم نے عرض کیا کہ یہ عوض کس طرح ہوگا ہم تو اللہ تعالے کے پاس ننگے بے ختنہ کیے مفلس جاوینگے آپ نے فرمایا کہ عوض نیکیون اور بدیون سے دلا یا جاویگا انتہی۔ پس بندگان خدا اللہ تعہ سے خوف کرو اور بندون کے حقوق یعنے ان کے مال لینے اور ہتک عزت کرنے اور ان کے دل تنگ کرنے اور معاملے مین بدخلقی کرنے سے احتراز کرو اس لئے کہ جو قصور بندے کے اور خاص خدا ے تعہ کے درمیان ہونگے تو انکی طرف مغفرت جلد آویگی اور بندون کے حقوق جلد معاف نہونگے اور جس شخص کے ذمہ حقوق بہت سے ہون اور زبردستی سے لوگون سے چھین لیے ہون اور پھر انسے توبہ کی ہو اور حقدارون سے انکا معاف کرانا مشکل ہو تو چاہیے کہ نیکیان بہت سی کرے کہ قصاص کے روز کام آوین اور بعض نیکیان خاص اپنے اور خداے تعہ کے درمیان مین چھپا کر کمال اخلاص کے ساتھ کرے اسطرح کہ سواے خداے تعہ کے اور کسی کو اسپر واقفیت نہ ہو اس لیے کہ شاید یہی صورت اسکی نزدیکی کی خداے تعہ سے ہو جاوے اور اسکے باعث مستحق اس لطف کا ہو جاوے جس کو خداے تعالے نے اپنے مومن محبون کے لیے دربارہ دور کرنے حقوق عباد کے ان کے ذمہ سے رکھ چھوڑا ہے چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوے تھے کہ یکایک آپ ہنسے یہان تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہوے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے مان باپ فدا ہون یا رسول اللہ آپ کو کس بات سے ہنسی آگئی آپ نے فرمایا کہ دو شخص میری امت مین سے خداے تعہ کے سامنے دوزانو ہوے اور ایک نے جناب الٰہی مین عرض کی کہ الٰہی میرا حق اس میرے ساتھی سے دلادے خداے تعہ نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اسکا حق دے دے اس نے عرض کیا کہ بارخدایا میرے پاس تو کوئی نیکی نہین رہی اللہ تعہ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیسی کریگا کہ اسکے پاس تو کوئی نیکی نہین رہی اسنے عرض کیا کہ الٰہی تو یہ شخص میرے گناہون مین سے اپنے اوپر لے لے راوی کہتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھین ڈبڈبا آئین اور رونے لگے پھر فرمایا کہ یہ دن بہت بڑا ہے اسدن مین آدمی اسبات کے محتاج ہونگے کہ کوئی ان کی طرف سے ان کے گناہ اپنے اوپر لے لے پھر فرمایا کہ اللہ تعہ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر اٹھا کر جنت مین دیکھ اسنے سر اٹھایا اور عرض کیا کہ الٰہی مجھے چاندی کے شہر بلند اور سونے کے محل موتیون سے جڑے معلوم ہوتے ہین یہ کونسے نبی کے ہین یا کون سے صدیق کے یا کس شہید کے اللہ تعہ نے فرمایا کہ یہ اسکے ہین جو انکا مول اداکرے اسنے عرض کیا کہ ان کے مول کا مالک کون ہے کس سے دیا جاسکتا ہے فرمایا کہ انکا مول تیرے پاس ہے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کرنا اسنے

عرض کیا کہ الٰہی مین نے اسکو معاف کیا حکم ہوا کہ اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت مین داخل کر پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور آپس مین صلح رکھو کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں مین خود میل کراتا ہے انتہیٰ۔ اس حدیث مین تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہ مرتبہ خداے تعالیٰ کے اخلاق کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے یعنے آپس مین میل کرانے اور دوسرے اخلاق اختیار کرنے سے پس اب تو اپنے نفس کے باب مین فکر کر کہ اگر تیرا نامۂ اعمال حقوق سے خالی ہوگا یا خداے تعالیٰ تیرے لیے لطف فرماکر معاف فرماویگا اور تجکو یقین سعادت ابدی کا ہوگا تو تو فیصلہ کی جگہ سے پھرنے کے وقت کیسا خوش ہوگا کہ تجھکو خلعت رضا ہوگی اور ایسی سعادت پر رجوع کرے گا جسکے بعد شقاوت نہو اور ایسی دولت پاویگا جسکے گرد فنا نہ پھٹکے اور اسوقت خوشی اور سرور کے مارے تیرا دل اڑیگا اور چہرہ سفید اور نورانی اور ایسا چمکنے لگے گا جیسے چاند چودھوین رات کو چمکتا ہے تو اب خیال کر کہ خلق کے درمیان تو کیسے سر اٹھائے ناز سے چلتا ہوگا کہ پیٹھ گناہون سے خالی ہوگی اور تازگی نسیم راحت اور رضا کی ٹھنڈک کی تیرے دونون پہلو سے دمک رہی ہوگی اور تمام خلق اگلی پچھلی تجکو دیکھتی ہوگی اور تیرے حسن وجمال مین غبطہ کرتی ہوگی اور فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلتے ہونگے اور پکار کر مجمع مین کہتے ہون گے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور اسکو راضی کر دیا اور ایسی سعادت کو پہونچا کہ جسکے بعد کبھی بدبختی نہوگی بھلا تیرے نزدیک کیا یہ رتبہ اُس مرتبے سے بڑا نہین جسکو تو دنیا مین لوگون کے دلون مین حاصل کرتا ہے اور اسکے لیے ریا اور تکلف اور دین مین سستی اور بناوٹ کرتا ہے پس اگر تو جانتا ہے کہ یہ رتبہ دنیا کے رتبے سے بہتر ہے بلکہ دنیا کے رتبے کو اس مرتبے سے کچھ نسبت ہی نہین تو پھر اس رتبے کے حاصل کرنے کے واسطے اخلاص صاف اور خدا کے ساتھ معاملہ کرنے مین نیت درست کو وسیلہ بنا کہ یہ رتبہ بدون اخلاص اور سچی نیت کے تجکو نہ ملیگا اور اگر معاملہ دگرگون ہوا یعنے معاذ اللہ تیرے نامۂ اعمال مین کوئی گناہ نکلا جسکو تو ہلکا جانتا تھا اور خداے تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑا ٹھہرا اور اس کے باعث تجھپر غصہ ہوکر کہدیا کہ اے میرے بندے تجھپر میری لعنت ہے مین تجھسے تیری عبادت قبول نہین کرتا تو اس آواز کے سنتے ہی تیرا منھ سیاہ ہوجاویگا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے باعث فرشتے بھی تجھپر غضبناک ہوکر کہینگے کہ تجھپر ہماری لعنت اور تمام خلائق کی لعنت ہو اور اسوقت دوزخ کے فرشتے اپنے خالق کے غصے کے باعث خفا ہوکر تجھپر جھپٹ پڑینگے اور باوجود اپنی سختی اور بدخلقی اور بری صورتون کے تیرے پاس آکر تیرے ماتھے کے بال پکڑینگے اور تجکو منھ کے بھل مجمع مین گھسیٹینگے اور تمام لوگ تیرے منھ کی سیاہی اور غم کے ظاہر ہونے کو تاک رہے ہونگے اور تو تباہی اور خرابی پکارتا ہوگا اور وہ کہتے ہونگے کہ آج مت پکار ایک ہلاکی کو بلکہ پکار بہت سی ہلاکیون کو اور فرشتے پکار کرتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی فضیحتون اور رسوائیون کو کھول دیا اور اس کے برے عیبون کے باعث اسکو لعنت کیا پس ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی نیکبخت نہوگا اور کیا عجب ہے کہ یہ تمام خرابی کسی ایسے گناہ کے باعث سے ہے جسکو تو نے بندون کے خوف سے کیا ہے یا ان کے دلون مین جگہ ڈھونڈھنے کے لیے یا ان کے سامنے رسوائی کے خوف سے تو دیکھ کہ تو کتنا بڑا جاہل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چند بندون کے سامنے رسوا ہونے سے دنیاے فانی مین احتراز کرتا ہے مگر اس بری رسوائی سے ایسے بڑے مجمع مین نہین ڈرتا جہان خداے تعالیٰ کے غصے کا سامنا جدا ہوگا اور اسکا عذاب جدا تکلیف دیگا

اور دوزخ کے فرشتون کے پنجون مین گرفتار ہوکر آگ کو چلا جاتا ہوگا پس یہ حال اور اہوال تیرے ہین اور تجھ کو ابھی بڑے اندیشے کی خبر نہین وہ اندیشہ پل صراط کا جو آگے مذکور ہوتا ہے

اوان بیان پل صراط کے ذکر مین پھر ان ہولون کے بعد اس آیت مین تامل کرو یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا اور اس آیت مین فاہدوہم الی صراط الجحیم وقفوہم انہم مسئولون یعنی لوگ بعد اہوال مذکورۂ بالا کے صراط کیطرف ہنکائے جاوینگے وہ ایک پل ہے کہ دوزخ کے اوپر بنا ہوا ہے تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پتلا پس جو شخص دنیا مین راہ راست پر سیدھا رہیگا وہ آخرت کے پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پاویگا اور جو دنیا مین سیدھا رہنے سے عدول کریگا اور گناہون سے اس کی پشت بھاری ہوگی وہ پل صراط کے اول ہی قدم مین لغزش کریگا اور ہلاک ہوجائیگا پس اب سوچ کہ جب تو پل صراط کو دیکھیگا اور اس کی تیزی اور باریکی پر نگاہ کریگا پھر اسکے نیچے دوزخ کی سیاہی نظر پڑیگی اور آگ کی چیخ اور جھنجھلاہٹ سنے گا تو تیرے دل مین کیسا خوف بھرے گا اور تجھسے بزور کہا جائیگا کہ اسپر کو چلے باوجودیکہ تیرا حال ضعیف ہوگا اور دل مضطرب اور پانون ڈگمگاتے اور گناہون کے باعث پیٹھ ایسی وزنی ہوگی کہ تجھسے زمین پر نہ چلا جاوے پل صراط تو علحدہ رہا پھر جب تیرا کیا حال ہوگا جب تو اپنا ایک پانون اسپر رکھیگا اور اسکی تیزی پانون کو معلوم ہوگی اور دوسرا پانون اٹھانے کے لیے مجبور ہوگا اور سامنے سے لوگ پھسل پھسل کر گرتے ہونگے اور دوزخ کے فرشتے انکو کانٹون اور انکڑون سے اٹھاتے ہونگے اور تو دیکھتا ہوگا کہ وہ سر نیچے اور پانون اوپر آگ مین چلے جاتے ہونگے تو کیا کچھ خوف اس حال سے تجھکو ہوگا اور کیسے سخت مقام پر چڑھائی ہوگی اور کیسے تنگ راستے مین جانا ہوگا پس اپنے حال کو دیکھ کہ جب اسپر جائیگا اور چڑھیگا اور تیری پیٹھ گناہون سے وزنی ہوگی اور دہنے بائین خلق آگ مین گرتی دیکھیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے کہتے ہونگے کہ الٰہی بچاوے الٰہی بچاوے اور فریاد تباہی اور خرابی کی دوزخ کے گڑھے مین سے تجھ تک پہونچتی ہوگی اس لیے کہ اکثر لوگ جو پل سے پھسلکر گرینگے واویلا مچاوینگے تو تیرا کیا حال ہوگا اگر تیرا پانون لغزش کر گیا اور پشیمانی کام نہ آئی اور تو بھی فریاد اور واویلا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ مین اسی روز سیاہ سے ڈرا کرتا تھا کاش زندگی مین اس روز کیواسطے کچھ کیا ہوتا کاش رسول کے ساتھ مین راستہ اختیار کیا ہوتا کاش فلان کو یار نہ بنایا ہوتا کاش مین مٹی ہوتا کاش مین معدوم ہوتا کاش میری مان مجکو نہ جنتی اور اسوقت شعلے آگ کے تجھکو معاذ اللہ اچک لین اور پکارنیوالا پکارے اخسئوا فیہا ولا تکلمون پس کوئی سبیل بجز چیخنے اور آہ کرنے اور سانس بھرنے اور فریاد چاہنے کے نہین رہیگی پس آپ اپنی عقل کو تو کیسے دیکھتا ہے حالانکہ یہ اندیشے تیرے سامنے ہین اگر تجکو ان باتون پر ایمان نہین تو معلوم ہوا کہ طبقات جہنم مین تو بہت دنون رہنا چاہتا ہے اور اگر ایمان ہے اور ان سے غافل ہوکر تیاری مین سستی کرتا ہے تو بڑا ہی ٹوٹے اور سرکشی والا ہے اور ایسے ایمان سے تجھے کیا فائدہ جو خدائے تعالیٰ کی طاعت مین رضا جوئی پر آمادہ نہ کرے اور نہ اسکی نافرمانی چھوڑا دے اگر بالفرض تیرے سامنے سوائے ہول پل صراط اور اسکے اوپر سے گذرنے کے خوف سے دل کی دہشت کے اور کوئی اندیشہ نہ ہوتا گو تو سلامت ہی گذر جاوے تب بھی ہول اور دہشت اور ڈر کو اتنا ہی کافی تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ پل صراط دوزخ کے بیچ مین رکھا جاویگا اور جو شخص کہ رسولون مین سے اپنی امت کو لیکر اتریگا وہ

مین ہونگا اور اس روز سوائے رسولون کے اور کوئی نہین بولیگا اور سب پیغمبر یہی کہتے ہونگے کہ اللّٰھم سلم اللّٰھم سلم اور دوزخ مین کانٹے سعدان کے کانٹے کی شکل کے ہونگے بھلا تمنے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ تو اسی شکل کے ہون گے مگر ان کی بڑائی کی مقدار کو سوا خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نہین جانتا اور وہ آدمیون کو موافق ان کے اعمال کے آچھین گے پس بعضے تو اپنے عمل کے باعث ہلاک ہی ہوجاوینگے اور بعض بچ بچ کر رائی جیسی ہوجاوینگے پھر بچ جاوینگے اور حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی دوزخ کے پل پر گذرینگے اور اسپر گوکھرو اور کانٹے اور آنکڑے ہون گے کہ لوگون کو داہنے اور بائین سے لپٹینگے اور اسکے دونون طرف فرشتے کہتے ہونگے کہ الٰہی بچا الٰہی بچا پس بعضے لوگ تو مثل بجلی کے گذرینگے اور بعضے ہوا کی طرح اور بعضے دوڑتے گھوڑے اور بعضے بھاگتے ہوئے جائینگے اور بعضے چال چلتے اور بعضے گھٹنون چلینگے اور بعضے چوتڑ یون گھسٹینگے اور دوزخ کے لوگ جو اسمین رہینگے وہ تو نہ مرینگے نہ جیوینگے مگر جو لوگ کہ گناہون اور خطاؤن مین پکڑے جاوینگے اور جلکر کوئلے سیاہ ہوجاوینگے پھر شفاعت کی اجازت ہوگی آخر حدیث تک اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگلون پچھلون سب کو قیامت کے روز جمع کریگا چالیس برس آسمان کیطرف کو آنکھین لیے کھڑے رہین گے اور منتظر حکم فیصل کے ہون گے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود نے ایماندارون کے سجدے کے وقت تک بیان کیا اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ مومنین کو حکم کرے گا کہ اپنے سر اٹھاؤ وہ سر اٹھاوین گے پس انکو انکے اعمال کے موافق نور عنایت ہوگا تو بعضون کو تو بڑے پہاڑ کے برابر نور ملیگا کہ انکے سامنے چلیگا اور بعضون کو اس سے کچھ کم ملیگا اور بعضون کو درخت خرما کے برابر ملے گا اور بعضون کو اس سے کچھ کم یہان تک کہ آخر کو ایک شخص کو نور اسکے پاؤن کے انگوٹھے پر عنایت ہوگا وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہوجاوے گا جب چمکیگا جب تو وہ پاؤن بڑھاویگا اور جب گل ہوگا تب کھڑا رہجاویگا پھر پل صراط کے گذرنے کو ذکر فرمایا کہ اپنے نور کے موافق اسپر سے گذرینگے بعضے بعضے تو پلک مارنے کی طرح اور بعضے بجلی کی طرح اور بعضے بادل کی طرح اور بعضے ستارون کے ٹوٹنے کی طرح اور بعضے ہوا کے مانند اور بعضے گھوڑے کی دوڑ کے مانند اور بعضے آدمی کے بھاگنے کے مانند یہانتک کہ جس شخص کے پاؤن کے انگوٹھے پر نور ملا ہوگا وہ اپنے منہ اور دونون ہاتھ پاؤن پر گھسٹتا چلیگا ایک ہاتھ بڑھاویگا تو دوسرا اٹکا رہجاویگا اور ایک پاؤن آگے کو کریگا تو دوسرا الجھا رہیگا اور اسکے پہلوؤن کو آگ لگتی ہوگی اسیطرح سے جاتے جاتے پار ہوجاویگا جب خلاص ہوگا تو وہان کھڑا ہوکر کہیگا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجکو ایسی طرح نجات دی کہ کسی کو نہین دی اسلیے کہ مجکو جب بچایا جب مین اسکا مزہ دیکھ چکا پھر اس شخص کو جنت کے دروازے کے پاس ایک چشمہ پر لیجاوینگے وہان وہ نہاویگا۔ اور حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پل صراط تلوار کی تیزی کی طرح یا چھری کی دھار کی تیزی کی مثال ہے اور فرشتے مومن مردون اور عورتون کو بچاتے ہونگے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میری کمر پکڑے ہونگے اور مین کہتا ہونگا کہ الٰہی بچادے بچادے مگر لغزش کرنے والے مرد اور عورتین اس روز بہت ہونگے تو پل صراط کے اہوال اور مصائب یہ ہین ان مین بہت فکر کر اسلیے کہ قیامت کے اہوال سے زیادہ تر وہی شخص بچے گا جو دنیا مین اسکا فکر زیادہ کریگا کیونکہ خدائے تعالیٰ ایک بندے پر دو خوف جمع نہین فرماویگا تو جو کوئی ان اہوال

سے دنیا مین ڈریگا وہ آخرت مین اس سے مامون رہیگا اور ہماری غرض خوف سے یہ نہین کہ عورتون کی طرح سننے کے وقت دل پر رقت ہوئی اور آنکھون سے رو لیے اور پھر جلدی سے بھول بھال لہو ولعب مین مصروف ہو گئے یہ بات خوف مین ہرگز داخل نہین بلکہ جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہی اس سے بھاگا کرتا ہی اور جس چیز کی امید کیا کرتا ہی اسکو طلب کیا کرتا ہے اس صورت مین وہی خوف اُس روز نجات دیگا جسکے باعث آدمی خدائے تعٰ کی نافرمانی سے باز رہے اور اسکی طاعت پر آمادہ ہو اور عورتون کے رونے کی نسبت کر بھی زیادہ تر بڑا خوف بیوقوفون احمقون کا ہی کہ جب اہوال کو سنتے ہین تو فوراً زبان سے استعاذہ نکلتا ہے کوئی کہتا ہے استعنت باللہ کوئی کہتا ہی نعوذ باللہ خدا کی پناہ الٰہی بچائیو اور باوجود اسکے ان گناہون پر اصرار رکھتے ہین جو سبب ان کے ہلاک ہونے کا ہے تو ایسے شخصون کے پناہ مانگنے سے شیطان ہنستا ہی جیسے اس شخص پر ہنسا کرتے ہین جس پر جنگل مین کوئی درندہ حملہ کرے اور اسکے پیچھے ایک قلعہ ہو یا گڑھی مضبوط ہو تو جب وہ اس درندے کی ڈانٹ اور حملے کو دور سے دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ پناہ ہے اس گڑھی کی دوہائی ہے اسکی سخت عمارت اور مضبوط دیوارون کی اور یہ قول زبان ہی سے کہے اور اپنی جگہ سے نہ ہلے تو ان باتون سے درندہ تھوڑا ہی ہٹا جاتا ہی اسیطرح آخرت کے اہوال کی گڑھی بجز لا الٰہ الا اللہ کے اور کوئی نہین مگر اسکا صرف زبانی کہنا کار آمد نہین بلکہ اسکا سچ جاننا بھی ضرور ہی اور سچ جاننا اسطرح ہی کہ آدمی کا مقصود سوائے خدائے تعٰ کے نہو اور نہ کوئی معبود اس کے سوا اور جو شخص کہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو تو وہ راستہ توحید سے ابھی دور ہی اور اسکا معاملہ خود خطرناک ہے پس اگر آدمی سے یہ بھی نہو سکے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت کرے اور ان کی سنت کی نہر گی بجا لاوے اور آپ کی امت کے نیکبختون کی دلداری کرے اور ان کی دعاؤن سے برکت حاصل کرے شاید اسی جہت سے آپ کی شفاعت یا ان صلحا کی شفاعت نصیب ہو اور اگر اپنے پاس کچھ مایہ نہو تو شفاعت ہی سے نجات ملجاوے

دسوان بیان شفاعت کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ جب کچھ جماعتون پر ایماندارون کے عذاب کا ثبوت ہو گا تو اللہ تعالے اپنے فضل سے ان کے باب مین شفاعت انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی اور ایسے لوگون کی جنکا خدائے تعٰ کے نزدیک مرتبہ اور حسن معاملہ ہو قبول فرماویگا پس یہ لوگ اپنے رشتہ اور قرابت والون اور دوستون اور آشناؤن کے باب مین شفاعت کرینگے تو آدمی کو چاہیے کہ اسبات کا حریص ہو کہ ان لوگون کے نزدیک رتبۂ شفاعت حاصل کرے اسکی صورت یہ ہی کہ کسی آدمی کو ہرگز حقیر نہ جانے کہ اللہ تعٰ نے اپنی ولایت کو اپنے بندون مین پوشیدہ رکھا ہی تو شاید جس شخص کو تیری آنکھ حقیر جانتی ہے وہ اللہ کا ولی ہو **شعر**

خاکساران جہان را بحقارت منگر ؛ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد ؛ اور کسی معصیت کو ہرگز چھوٹا نہ جانے کہ اللہ تعالے نے اپنا غضب اپنی نافرمانیون مین چھپا رکھا ہی تو شاید جس معصیت کو تو حقیر جانتا ہی اسی مین خدائے تعٰ کا غضب ہو اور کسی طاعت کو حقیر مت جان کہ اللہ نے اپنی رضا اپنی طاعت مین پوشیدہ رکھی ہی تو شاید اسی طاعت مین اسکی رضا ہو گو وہ طاعت کلمۂ طیبہ ہی ہو یا ایک لقمہ ہو یا نیت درست یا کوئی اور اسی کے قائم مقام ہو اور شفاعت کی دلیلین قرآن شریف اور حدیث مین بہت ہین اللہ تعالے فرماتا ہی ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا

پڑھا رب انہن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم اور قول حضرت عیسے علیہ السلام کا ان تعذبہم فانہم عبادک پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا امتی امتی پھر آپ روئے اللہ عزوجل نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیون روتے ہو چنانچہ حضرت جبرئیلؑ نے خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا کہ خدائے تعالیٰ سبب گریہ پوچھتا ہے آپ نے فرمایا کہ غم امت کے باعث روتا ہون حالانکہ یہ سبب خدائے تعالیٰ کو معلوم تھا جب حضرت جبرئیلؑ نے جناب احدیت مین عرض کیا تو حکم ہوا کہ جاؤ میرے حبیب سے کہو کہ مین تجکو تیری امت مین راضی کرونگا ناخوش نہین کرونگا۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتین ہین کہ مجکو عنایت ہوئی ہین مجھسے پہلے کسی کو عنایت نہین ہوئی تھین اول تو رعب ایک مہینے کے فاصلے سے دوم مجکو غنیمتین حلال کی گئین مجھسے پہلے کسی کو حلال نہین ہوئین تیسرے میرے لیے زمین مسجد کر دیگئی اور اُسکی خاک پاک کرنے کی چیز تو جس شخص پر میری امت مین سے نماز آجاوے تو چاہیے کہ پڑھے یعنی پانی کے نہ ملنے سے حرج نہین اسلیے کہ مٹی ہر جگہ تیمم کے لیے موجود ہے نہ خاص جگہ نماز کی شرط ہے کہ زمین ساری سجدہ گاہ ہے چوتھے مجکو شفاعت ملی پانچوین یہ کہ ہر ایک نبی خاص اپنی قوم کے لیے بھیجا گیا ہے اور مین سب کے لیے بھیجا گیا ہون۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو مین نبیون کا امام ہونگا اور ان کیطرف سے بولنے والا اور انکی سفارش کرنے والا ہونگا اور اسمین کچھ فخر نہین کرتا ہون اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مین اولاد آدم کا سردار ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اول ہون ان لوگون کا جو زمین پھٹکر نکلینگے اور مین اول سفارش کرونگا اور سب سے پہلے میری سفارش مقبول ہوگی میرے ہاتھ مین حمد کا علم ہوگا آدمؑ اور انکے سوا اسکے نیچے ہونگے اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ ہر ایک نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے تو مین چاہتا ہون کہ اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کے واسطے دبا رکھون۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جاوینگے اور وہ انپر بیٹھ جاوینگے مگر میرا منبر خالی رہیگا مین اسپر نہین بیٹھنے کا اور اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا رہونگا اس خوف سے کہ مبادا مین جنت مین بھیجدیا جاؤن اور میری امت پیچھے رہ جاوے پس مین عرض کرونگا کہ یارب امتی امتی تو ارشاد فرماویگا کہ اے محمد تو کیا چاہتا ہے جو تیری امت کے ساتھ کرون مین عرض کرونگا الٰہی انکا حساب جلد ہو جاوے پس مین سفارش کیے جاؤنگا یہانتک کہ جن لوگون کو دوزخ مین بھیجدیا گیا ہوگا انکے لیے برائت نامہ مجکو ملیگا اور مالک دوزخ کا داروغہ مجھسے کہے گا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمنے اپنی امت مین خدائے تعالیٰ کے غضب کے واسطے آگ کا کچھ حق نہ چھوڑا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مین قیامت کے دن روے زمین کے پتھرون اور ڈھیلون سے بھی زیادہ کے لیے سفارش کرونگا۔ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت آیا اور ہاتھ آپکے سامنے کیا گیا آپ کو ہاتھ اچھا معلوم ہوا کرتا تھا آپ نے اسمین سے دانت سے کاٹا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن مین آدمیونکا سردار ہونگا اور تم کو معلوم ہے کہ

[1] اے رب انھون نے بہکایا بہت لوگون کو سو کوئی میری راہ چلا سو وہ تو میرا ہے اور جسنے میرا کہنا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے ۱۲ [2] اگر تو انکو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہین ۱۲

[3] بخاری ومسلم بروایت جابر ۱۲ [4] ترمذی وابن ماجہ بروایت ابی بن کعب ۱۲ [5] ترمذی وابن ماجہ بروایت ابو سعید خدریؓ ۱۲ [6] بخاری

کہ اسکی کیا وجہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اگلون اور پچھلون کو ایک میدان مین جمع کرے گا اور پکارنے والے کی آواز انکو سنا دیگا اور نظر کے سامنے رکھیگا اور آفتاب قریب ہوگا اور آدمیون پر غم اور کرب اتنا ہوگا کہ اسکی برداشت نہ کر سکین گے تب آدمی ایک دوسرے سے کہینگے کہ دیکھتے نہین کہ ہماری کیا نوبت ہوئی ہے کسی ایسے کو کیون نہین تجویز کرتے جو پروردگار سے سفارش کرے تب آپس مین کہینگے کہ چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائین چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر کہینگے کہ تم ابو البشر ہو خدا تعالیٰ نے تم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تم مین اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے فرشتون کو سجدہ کا حکم کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو دیکھو ہمارا کیا حال ہو اور ہماری کیا نوبت پہونچی ہو حضرت آدم علیہ السلام انکو جواب دینگے کہ آج میرا پروردگار ایسا خفا ہوا ہو کہ نہ کبھی پہلے ہوا تھا نہ آگے کو ہو اور اسنے مجھکو ایک درخت جنت سے منع کیا تھا مین نے اسکا کہنا نہ مانا مجھے اپنی ہی جان کی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت نوح ع کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم زمین کے باشندون کے پاس اول رسول ہو کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو بندۂ شکر گزار فرمایا ہمارے باب مین اپنے پروردگار سے سفارش کرو دیکھو کہ ہمارا کیا حال ہے وہ جواب دینگے کہ آج خدا تعالیٰ ایسا غصہ ہو رہا ہو کہ پہلے کبھی نہ ایسا ہوا نہ آگے کو کبھی ایسا ہو اور مین اپنی قوم پر ایک بد دعا کر چکا ہون مین اپنی ہی جان کے بچاؤ مین ہون تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور زمین کے لوگون مین سے اسکے خلیل ہو اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کرو دیکھتے ہو کہ ہم کس حال مین ہین حضرت ابراہیم جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غصہ ہوا ہو کہ پہلے کبھی نہین ہوا تھا نہ آئندہ کو ہو اور مین تین بار جھوٹ بولا تھا اور انکا آپ ذکر کر دینگے کہ مجھے اپنی ہی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم موسی علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہینگے کہ آپ رسول خدا ہین آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگون پر زیادتی دی اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے دیکھئے ہمارا کیا حال ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہو کہ نہ پہلے ہوا نہ پیچھے ایسا ہوا اور مین نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا جسکے مار ڈالنے کا مجھ کو حکم نہ تھا مجھے اپنی ہی فکر ہے تم دوسرے کے پاس جاؤ تم حضرت عیسے ع کے پاس جاؤ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہین گے آپ اللہ کے رسول اور اسکے کلمہ ہین کہ مریم کی طرف ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ کی روح ہین اور آپ نے لوگون سے گود مین کلام کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے اور دیکھیے کہ ہماری کیا نوبت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسے غصے مین ہو کہ نہ پہلے ایسا ہوا نہ آگے کو ایسا ہو اور کوئی خطا اپنی ذکر نہین فرمائی مین اپنے ہی نفس کی فکر مین ہون تم کسی اور کے پاس جاؤ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس لوگ میرے پاس آوینگے اور کہین گے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ رسول خدا اور خاتم انبیا ہین اور اللہ تعالے نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرمائے اپنے رب سے آپ ہماری سفارش فرمائیے اور ہمارے حال زار کو ملاحظہ فرمائیے ع لب بجنبان پئے شفاعت ما: منگر بر گناہ وطاعت ما: مین روانہ ہو کر عرش کے نیچے آؤن گا اور اپنے رب کے لیے سجدے

مین جاؤنگا پھر اللہ تعالےٰ میرے اوپر اپنے محامد اور ثنا کی خوبی سے وہ چیز کھول دیگا کہ پہلے کسی کے اوپر نہین کھولی پھر کہا جاوے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اٹھا مانگ تجکو ملے گا اور شفاعت کر تیری شفاعت منظور ہوگی پس مین اپنا سر اٹھاؤن گا اور کہون گا امتی امتی یارب یعنے الٰہی میری امت کو بخشدے مجکو حکم ہوگا کہ اے محمدؐ اپنی امت مین سے جن لوگون پر حساب نہین اُن کو جنت کے دروازون مین سے دہنے دروازے سے اندر پہونچاوے اور باقی دروازون مین تیری امت کے لوگ اور لوگون کے شریک ہین پھر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ فاصلہ دو کواڑون کا جنت کے اتنا ہے جتنا درمیان مکہ اور حمیر یا جتنا درمیان مکہ اور بصرہ کے ہے اور ایک دوسری حدیث مین یہی مضمون جو ان کا تون ہے اور اس مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطائین بھی مذکور ہین یعنے اول کواکب کے باب مین فرمایا کہ ہذا ربی یہ میرا پروردگار ہے دوسرے کفار کے معبودون کو فرمایا بل فعلہ کبیرہم ہذا یہ کام ان مین سے اس بڑے بت نے کیا ہے تیسرے آپ کا فرمانا کہ انی سقیم مین بیمار ہون۔ غرض کہ یہ حال ہے شفاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی امت کے لوگ عالم اور نیکبخت بھی سفارش کرینگے یہان تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے جنت مین ربیعہ اور مضر کی قوم سے زیادہ لوگ داخل ہونگے اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو حکم ہوگا کہ اے شخص اٹھ اور سفارش کر وہ اٹھکر اپنے خاندان اور گھر والون اور ایک اور دو شخصون کے لیے موافق اپنے عمل کے سفارش کرے گا۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جنت مین کا قیامت کے روز دوزخ والون مین جھانکیگا اسکو ایک دوزخی پکارے گا کہ اے فلان تو مجھے پہچانتا ہے وہ کہیگا کہ مین تو نہین پہچانتا تو بتا کون ہے وہ کہیگا کہ دنیا مین فلان روز تو میرے پاس کو گذرا اور ایک گھونٹ پانی پینے کو مجھسے مانگا مین نے تجھے پانی پلایا جنتی کہیگا کہ ہان مین نے تجکو پہچانا وہ کہیگا کہ تو اسی گھونٹ کی عوض اپنے رب سے میرے باب مین سفارش کر وہ اللہ تعالےٰ سے اسکے حال کہنے کی اجازت لیکر کہیگا کہ الٰہی مین دوزخ والون پر جھانکا تو ایک شخص نے دوزخیون مین سے مجھے پکارا اور کہا کہ مجھے تو پہچانتا ہے مین نے کہا کہ نہین تو کون ہے اس نے کہا کہ مین وہ ہون کہ تو نے مجھے دنیا مین پانی پینے کو مانگا تھا مین نے تجھے پانی پلادیا تھا اسکے عوض مین تو میری سفارش اپنے پروردگار سے کر پس الٰہی تو اسکے باب مین سفارش قبول فرما اللہ تعالےٰ اسکی سفارش قبول فرماویگا اور حکم صادر ہوگا تو دوزخ سے باہر نکل آوے گا اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی قبرون سے اٹھین گے تو سب سے اول مین نکلونگا اور جب وہ میرے پاس آوینگے تو مین انکا خطیب یعنی ان کیطرف سے بولنے والا اور معذرت کرنے والا جناب الٰہی مین ہونگا اور جب وہ ناامید ہونگے تو مین انکو بشارت دونگا حمد کا علم اس روز میرے ہاتھ مین ہوگا اور مین سب اولاد آدم سے اپنے رب کے نزدیک گرامی تر ہون اور کچھ فخر نہین اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اپنے رب کے سامنے کھڑا ہون گا اور ایک لباس بہشت کے حلون مین سے پہنونگا پھر عرش کے دہنے طرف کھڑا ہون گا جس مقام پر کہ خلق مین سے میرے سوا کوئی کھڑا نہوگا۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار

کرتے تھے آپ باہر نکلے یہانتک کہ جب انسے قریب پہونچے تو سنا کہ وہ باتین کر رہے ہین آپ نے ان کی باتین سنین کسی نے کہا کہ تعجب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا کہ یہ امر کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے عجیب تر نہین اللہ تعالیٰ نے انسے کلام فرمایا ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہین اور شخص بولا کہ آدم علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہوئے اور سلام کیا اور فرمایا کہ مین نے تمہاری گفتگو سنی اور تمہارا تعجب کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے ہمکلام ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور آدم علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور وہ ایسے ہی ہین اب سن لو کہ مین اللہ کا حبیب ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اٹھانے والا لوائے حمد کا قیامت کے دن ہون اور کچھ فخر نہین اور مین سب سے پہلے سفارش کرنیوالا ہون اور سفارش میری سب سے اول قبول ہونیوالی ہے اور کچھ فخر نہین اور مین لوگون مین سے سب سے پہلے جنت کے دروازون کے کڑے ہلاؤنگا اور میرے لیے دروازہ خدائے تعالیٰ کھول دیگا اور مین اندر جاؤنگا اور فقرائے مومنین میرے ساتھ ہونگے اور کچھ فخر نہین اور مین سب اگلون اور پچھلون سے بزرگتر ہون اور کچھ فخر نہین

گیارھوان بیان حوض کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ حوض ایک بڑی عطا ہی جسکو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرمایا ہی اور اخبار اسکے وصف پر مشتمل ہین ہم اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتے ہین کہ دنیا مین وہ ہمکو اسکا علم اور آخرت مین اسکا ذائقہ نصیب فرماوے اسلیے کہ اسکی تاثیر یہ ہی کہ جو کوئی اس مین سے پیوے تو پھر کبھی پیاسا نہو حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہلکی نیند سوئے پھر جو سر اٹھایا تو تبسم کرتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون ہنسے آپ نے فرمایا کہ ایک آیت مجھپر اسوقت اتری ہی اور پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر یہانتک کہ تمام کیا سورۃ کو پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جسکا وعدہ مجھ سے میرے پروردگار نے جنت مین کیا ہی اسپر برکت بہت ہی اسپر ایک حوض ہی کہ جسپر میری امت قیامت کے دن آوے گی اسکے برتن اتنے ہین جتنے آسمان کے ستارے۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حال مین کہ مین جنت مین سیر کرتا تھا یکایک مین ایک نہر پر پہونچا کہ جسکے دو طرفہ قبے موتیون کے بیچ مین سے خالی تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہی انھون نے کہا کہ یہ کوثر ہی جو آپ کے رب نے آپ کو مرحمت کی ہو پھر فرشتے نے اسپر اپنا ہاتھ مارا تو دیکھا کہ اسکی مٹی مشک اذفر ہے اور وہی راوی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے حوض کے دونون طرف کی پتھریلی زمین مین اتنا فاصلہ ہی جتنا مدینہ منورہ اور صنعائے یمن مین ہے یا جتنا مدینہ مکرمہ اور عمان شام کے شہر مین ہی اور حضرت ابن عمر رض روایت کرتے ہین کہ جب سورۂ انا اعطینا اتری تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہی جنت مین جسکے دونون کنارے سونے کے ہین اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے بڑھکر خوشبو ہی موتی اور مونگے کی پتھریون پر بہتا ہے اور ثوبان مولی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حوض عدن سے لیکر عمان

بلقاے شام کے شہر تک ہی اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اسکے کوزے آسمان کے ستارون کی گنتی کے برابر ہین جو شخص اس مین سے ایک گھونٹ پیویگا کبھی پیاسا نہو گا لوگون مین سے اسپر سب سے پہلے فقراے مہاجرین آوینگے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جن کے سر کے بال اُلجھے ہوے اور کپڑے میلے ہین اور جو چین کرنے والیون سے نکاح نہین کرتے اور ان کے لیے ڈیوڑھیون کے دروازے نہین کھولے جاتے۔ اس حدیث کو سنکر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ مین نے تو فاطمہ بنت عبدالملک دولت والی ناز پروردہ سے نکاح کیا ہے اور میرے لیے دروازے ڈیوڑھیون کے بھی مفتوح ہین مگر یہ کہ خداے تعہ مجھپر رحم کرے ضرور ہوا کہ مین سر مین تیل نہ ڈالون گا تاکہ بال اُلجھ جاوین اور نہ کپڑے دھلاؤنگا تاکہ میلے رہین اور حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ حوض کے برتن کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہی اس ذات کی جسکے ہاتھ مین محمدؐ کی جان ہے کہ اسکے برتن آسمان کے ستارون کے شمار سے زیادہ ہین جب کہ رات اندھیری اور آسمان گرد و غبار سے صاف ہو جو کوئی اس مین سے پیویگا آخر تک پیاسا نہو گا اور اس مین دو پرنالے جنت سے گرتے ہین اور اسکا عرض طول کے برابر ہے اور وہ اتنا ہے جتنا فاصلہ عمان اور ایلہ کے درمیان ہی اور اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہی۔ اور حضرت سمرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے واسطے ایک حوض ہی اور انبیا آپسمین فخر کرینگے کہ کسکے حوض پر زیادہ آدمی آتے ہین اور مین توقع کرتا ہون کہ ان سب سے زیادہ میری حوض پر لوگ وارد ہون پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ توقع ہی اسلیے ہر ایک بندے کو چاہیے کہ توقع کرے کہ حوض پر آنے والون مین سے ہو اور اسبات سے احتراز کرے کہ براہ مغالطہ تمنا کرے اور جانے کہ مین توقع کرتا ہون اسلیے کہ توقع خرمن کی اس شخص کو ہوتی ہے جو زمین مین بیج ڈالے اور اسکو صاف کرے اور پانی دے پھر بیٹھکر اللہ تعہ کے فضل سے توقع کرے کہ وہ اگا دیگا اور کاٹنے کے وقت تک آفات سے محفوظ رکھیگا مگر جب شخص نہ زمین جوتے نہ بووے نہ اسکو صاف کرے نہ پانی سینچے اور امید رکھے کہ خداے تعہ اپنے فضل سے دانہ جما دیگا اور میوہ لگاویگا تو یہ شخص توقع والا نہین بلکہ مغالطہ والا اور جاڈکر نیوالا ہی اور اب اکثر لوگون کی توقع کا یہی حال ہی وہ احمقون کے سے مغالطہ مین پڑے ہین ہم پناہ مانگتے ہین خداے تعہ سے اس غفلت اور مغالطہ سے اسلیے کہ خداے تعالے اپر مغالطہ ہوجانا دنیا کے باب مین مغالطہ کھانے کی نسبت کہ بہت زیادہ ہی اللہ تعہ فرماتا ہی فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور

بارھوان بیان

دوزخ کے حال اور اسکے ہولون اور عذابون کے ذکر مین اے لوگو تم جو دنیاے فانی اور قریب الزوال کے دھندون پر مغالطہ کھا کر اپنے نفس سے غافل ہو تو ایسی چیز مین فکر کرنا چھوڑو جسمین سے کوچ کر جاؤگے اور اس چیز مین فکر کرو کہ جسمین وارد ہوگے یعنے تم کو اطلاع مل چکی کہ آتش جہنم سب کے اترنے کی جگہ ہی چنانچہ قرآن مجید مین ارشاد ہی وان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا اس آیت سے اترنا تو یقینا ثابت ہے اور نجات مین شک ہے پس اب اپنے دل مین اس اترنے کی جگہ کا ہول سوچو کہ شاید اس سے بچنے کے لیے مستعد ہوجاؤ اور لوگون کے حال مین تامل کرو

کہ قیامت کے مصائب سے انپر گذرا ہوگا وہ تو گذر ہی چکا ہوگا ابھی اسکی سختی اور اہوال مین گرفتار ہوے منتظر ہونگے کہ اسکی حقیقت حال اور سفارش کرنے والے کی سفارش کی منظوری معلوم ہو کہ اتنے مین مجرمون کو اندھیریان شاخ در شاخ آگھیرینگی اور انپر آتش شعلہ انگیز چھا جاویگی آواز اور جھنجھناہٹ ان کے کان مین پڑیگی اور شدت غضب پر دال ہوگی اسوقت مین مجرمونکو اپنی ہلاکی کا یقین ہوجاوے گا اور سب لوگ گھٹنے کے بل گر جاوینگے اور جو لوگ بری بھی ہونگے انکو اپنے برے انجام سے خوف لگیگا اور دوزخ کے فرشتون مین سے ایک پکارنے والا یون کہتا ہوا نکلے گا کہ کہان ہے فلان بیٹا فلان کا جسکا نفس دنیا مین طول امل کے باعث لیت ولعل کیا کرتا تھا اور برے کام مین اپنی عمر تلف کیا کرتا تھا پس اسپر لوہے کے گرز لیکر لپکینگے اور بڑی بڑی دھمکیان دینگے اور سخت عذاب مین کھینچینگے اور اوندھے منھ دوزخ کے قعر مین ڈالدینگے اور کہینگے کہ لے مزا چکھ تو تو عزت والا اور بزرگی والا ہے اب اس گھر مین رہ جسکے کنارے تنگ اور راہ تاریک اور مبہم اور مہلک ہین اسیر اسمین ہمیشہ رہتا ہے اور یہ ہمیشہ آتشخانہ بنا رہتا ہے اسکے قیدیون کے پینے کی چیز کھولتا پانی ہے اور انکا ٹھکانا دوزخ آگ کے فرشتے انکو جدا گرز مارتے ہین اور آگ انکو جدا سمیٹتی ہے انکی تمنا اسمین مرجانے کی ہے مگر اس سے رستگاری کہان انکے پانوئن ماتھے کے بالون سے بندھے ہونگے اور گناہون کی تاریکی سے منھ سیاہ ہونگے ہر طرف اور ہر گوشے مین پکارینگے اور چلاوینگے اے مالک ہمسے جو وعدہ عذاب تھا سو پورا ہو چکا ہمپر بیڑیان بھاری پڑ گئین ہمارے چمڑے جل گئے یہان سے نکال دے کہ اب ایسا نہ کرینگے دوزخ کا داروغہ جواب دیگا کہ بس اب امن کے دن دور گئے تمکو اس ذلت کے گھر سے نکلنا نصیب نہ ہوگا اسمین ٹھیکارے پڑے رہو مجھسے گفتگو نہ کرو اگر تم بالفرض نکال بھی دیے جاؤ گے تو تم اپنے کردار سے باز نہ آؤ گے جس چیز سے تمکو روکا گیا ہے وہی عمل مین لاؤ گے اسکے سننے سے نا امید ہونگے اور خدا تعالے کے مقابل مین جو باتین کی ہونگی انپر افسوس کرینگے مگر اب کیا ہوتا ہے اب تو نہ عذر سے کام چلے نہ پشیمانی بچاوے نہ حسرت سود مند ہو بلکہ منھ کے بل گلون مین طوق پڑے ہوے دوزخ مین قید ہونگے کہ آگ ہی اوپر آگ ہی نیچے آگ ہی داہنے آگ ہی بائین ہوگی غرضکہ آگ مین ڈوبے رہینگے کہ کھانا ہوگا تو آگ کا اور پینا ہوگا تو آگ کا اور کپڑا ہوگا تو آگ کا اور بچھونا ہوگا تو آگ کا یعنی وہ لوگ آگ کے کپڑے اور گندھک کے کرتے پہنے گرز کھاتے ہونگے اور بھاری بیڑیان پڑی ہونگی اور دوزخ کی تنگ راہون مین آواز کرتے اور اسکے طبقات مین شکستہ پھرتے ہونگے اور اطراف وجوانب مین اضطراب کرتے ہونگے آگ انکو ہانڈی کے ابال کی طرح ابالے گی اور وہ خرابی اور تباہی اور فریاد اور واویلا کا غل کرتے ہونگے جب ہی ہلاک کا لفظ منھ سے نکالینگے تو انکے سر کے اوپر سے کھولتا پانی ڈالا جاویگا جس سے ان کی آنتین اور چمڑے گھل جاوینگے اور اوپر سے گرزون کی مار ہوگی جس سے انکے ماتھے چور ہوکر منھ سے پیپ نکلیگی اور پیاس کے مارے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہونگے آنکھون کے ڈھیلے رخسارون پر بہ نکلینگے رخسارون کے اوپر سے گوشت اور ہاتھ پانوئن پر سے گوشت اور پوست اور بال سب جھڑ پڑینگے اور جب چمڑے پک جاوینگے تو اور چمڑے بدل دیے جاوینگے اور گوشت سے ہڈیان خالی ہونگی اور جان صرف رگون اور پٹھون مین لگی رہجاویگی اور سان آگ کی لپٹون مین شور کر رہی ہوگی اور وہ لوگ اس حال مین موت کی تمنا کرینگے مگر نہ مرینگے پس جب تم ان لوگونکا حال دیکھو کہ منھ تو کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو رہے اور

آنکھون سے اندھے اور زبانون سے گونگے ہڈیان اور پیٹھین ٹوٹی ہوئین ناک کان کٹے ہوے چمڑے پھٹے ہوے ہاتھون کے طوق گردنون مین پڑے ہوے اور پیشانی کے بالون سے پانون بندھے ہوے ہین اور آگ پر اپنے چہرون سے چلتے ہین اور لوہے کے گوکھرو اپنی آنکھ کے ڈھیلون سے کچلتے ہین تو تمہارا کیا حال ہو تم کو نظر آوے کہ آگ کا شعلہ ان کے اندر کے اجزا مین دوڑ رہا ہے اور ظاہر کے اعضا پر دوزخ کے سانپ بچھو لپٹے ہین یہ تو حالات مجمل ہون گے اب ان کی تفصیل کو دیکھو یعنی اول دوزخ کے جنگلون اور اسکی گھاٹیون مین فکر کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[41] کہ جہنم مین ستر ہزار جنگل ہین اور ہر جنگل مین ستر ہزار شعبے اور ہر شعبے مین ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو ہین کافر اور منافق جبتک ان سب سے نہین ملتا تب تک اپنے انجام کو نہین پہونچتا اور حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[42] کہ وادی حزن یا چاہ حزن سے پناہ مانگو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہو آپ نے فرمایا کہ جہنم کا ایک جنگل ہو جس سے جہنم ہر روز ستر بار پناہ مانگتی ہو اسکو اللہ تعالے نے ریاوالے قاریون کے لیے بنایا ہے۔ یہ حال تو جہنم کی وسعت اور اسکے جنگلون کے شاخ در شاخ ہونے کا ہو اور اسکے جنگلون کی شمار اتنی ہی ہے جتنے دنیا کے جنگل اور اسکی خواہشین ہین اور جہنم کے دروازون کی شمار موافق تعداد سات اعضا کے ہو جنسے آدمی گناہ کرتا ہو اور ایک دوسرے کے اوپر ہین سب سے اوپر والا جہنم ہو پھر سقر پھر لظی پھر حطمہ پھر سعیر پھر جحیم اور سب سے نیچے ہاویہ ہے پھر اب ہاویہ کے عمق کو تامل کرو کہ اسکے عمق کی کچھ حد نہین جیسے کہ دنیا کے شہوات کی کچھ حد نہین یعنی جسطرح دنیا کی ایک حاجت پوری نہین ہوتی کہ دوسری اس سے بڑی پیش آجاتی ہو اسیطرح دوزخ کا ایک گڑھا تمام نہین ہوتا کہ دوسرا اس سے گہرا آتا ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت[43] صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ دفعۃً ایک دھما کا سنا آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہو ہمنے کہا کہ اللہ تعالے اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے کہ جہنم مین ستر برس ہوے جب چھوٹا گیا تھا اسوقت اس کی تہ پر پہونچا پھر دوزخ کے طبقون کے فرق کو تامل کرو کہ آخرت کے معاملات مین بڑے بڑے درجے اور برائیان ہین پس جس طرح لوگون کا دنیا پر گرنا مختلف ہو۔ یعنے بعضے تو خوب اسمین ڈوبے ہوے کی طرح مصروف رہتے ہین اور بعضے ایک حد معین تک اسمین گھستے ہین اسیطرح آگ کا لگنا بھی انپر متفاوت ہوگا کیونکہ اللہ تعہ ذرہ بھر بھی ظلم نہ کرے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دوزخ مین جاوے گا یہ ضرور نہین کہ اسپر ہر قسم کا عذاب پے درپے ہو وہ دوزخ مین کسی طرح سے جاوے بلکہ ہر شخص پر عذاب ایک حد خاص پر ہوگا جو اسکی نافرمانی کے موافق ہو اسپر بھی جسکو کم سے کم عذاب ہوگا اسکا یہ حال ہوگا کہ اگر بالفرض اسکے پاس تمام دنیا ہو تو وہ اپنی تکلیف کی شدت کے عوض مین دے ڈالے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[44] کہ قیامت کے روز آدمی پر کمتر عذاب دوزخ کا یہ ہوگا کہ اسکو دو جوتیان آگ کی پہنائی جاوینگی جس سے اسکا مغز ابلنے لگیگا تو دیکھو جسپر ہلکا عذاب ہو گا اس کی تو یہ کیفیت ہے جسپر سخت ہوگا اسکی کیا صورت ہوگی اور اگر تم کو عذاب آتش مین کچھ شک ہو تو اپنی انگلی ذرا آگ کے پاس لیجاؤ اور اس سے قیاس اس آگ کا کر لو پھر یہ یاد رہے کہ یہ تمہارا قیاس درست نہوگا اسواسطے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مشابہ نہین مگر چونکہ دنیا مین کوئی عذاب سخت آگ کی نسبت کر نہین تو عذاب جہنم کو تبلانے کے لیے دنیا کی آگ سے تشبیہ دی ورنہ اگر دوزخیون کو بجاے

آتش دوزخ کے دنیا کی آگ دیجاوے تو بیشک دوڑ کر اپنی خوشی سے اسمین کود پڑین اسلیے کہ دوزخ کی تکلیف بہت زیادہ ہے اور دنیا کی آگ اسکی نسبت گویا راحت ہے اور اسی لیے بعض احادیث مین[1] آیا ہے کہ دنیا کی آگ آب رحمت سے ستر پانی مین دھوئی گئی ہے یہانتک کہ دنیا کے لوگون کے کام کی ہوئی ہے بلکہ ایک جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کی تصریح بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ آگ ہزار برس جھونکی گئی یہان تک کہ لال ہوگئی پھر جھونکی گئی یہانتک کہ سفید ہوگئی پھر جھونکی گئی یہان تک کہ سیاہ ہوگئی اب وہ سیاہ اندھیری ہے اور ایک[2] حدیث مین آیا ہے کہ دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی اور عرض کیا کہ الٰہی میرے حصہ نے بعض کو کھا لیا اسکو اجازت ملی کہ دو سانس لے لیا کر ایک جاڑے مین ایک گرمی مین پس موسم گرما مین جو تم کو سخت گرمی معلوم ہوتی ہے یہ اسی کی سانس کی حرارت ہے اور جاڑے مین جو شدت کا جاڑا معلوم ہوتا ہے تو اسی کی سانس کی تاثیر ہے اور حضرت انس رضؓ فرماتے ہین کہ قیامت کے دن کافرون مین سے سب سے زیادہ ناز پروردہ دولت والے شخص کو لاوینگے اور اسکو حکم ہوگا کہ اسکو آگ مین غوطہ دے دو غوطے کے بعد اس سے پوچھا جاویگا کہ بھلا کبھی تو نے آرام دنیا مین پایا تھا وہ کہیگا کہ نہین اور مسلمانون مین سے جسکو دنیا مین سب سے زیادہ تکلیف ہوئی ہوگی اسکو لاوینگے اور حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین غوطہ دے دو پھر اس سے پوچھا جاویگا کہ تو نے کبھی کوئی تکلیف اٹھائی ہے وہ کہیگا کہ نہین اور حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ اگر مسجد مین لاکھ[3] آدمی یا زیادہ ہون پھر ایک آدمی دوزخیون مین سے سانس لے تو یہ سب مرجاوین۔ اور بعض علما نے اس آیت کی تفسیر مین[4] تلفح وجوھھم النار کہا ہے کہ آگ انکو ایک لپٹ دیگی جس سے کسی ہڈی پر گوشت نہ چھوڑیگی بلکہ ایڑی پر گرادیگی پھر اس پیپ کی بدبو مین تامل کرو جو دوزخیون کے بدن مین سے بہیگی یہان تک کہ اس مین ڈوب جاوینگے اور اسکا نام غساق ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم[4] نے فرمایا کہ اگر ایک ڈول جہنم کے غساق کا دنیا مین ڈال دیا جاوے تو تمام باشندے بدبو کر جاوین اور یہی ان کو پینے کو ملیگا جب پیاس سے فریاد کرینگے چنانچہ قرآن مجید مین ہے[5] ویسقیٰ من ماء صدید یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ ویاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت اور دوسری جگہ ہے وان[6] یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا پھر ان کے کھانے کو دیکھو کہ سینہڑ ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[7] ثم انکم ایھا الضالون المکذبون لاٰکلون من شجر من زقوم فمالئون منھا البطون فشاربون علیہ من الحمیم فشاربون شرب الھیم اور فرمایا انھا شجرۃ[8] تخرج فی اصل الجحیم طلعھا کانہ رؤس الشیاطین فانھم لاٰکلون منھا فمالئون منھا البطون ثم ان لھم علیھا لشوبا من حمیم ثم ان مرجعھم لالی الجحیم اور فرمایا تصلیٰ نارا حامیۃ تسقیٰ من عین آنیۃ اور فرمایا ان[1] لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما اور حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر[2] ایک قطرہ زقوم کا دنیا کے سمندرون مین گر پڑے تو دنیا کے لوگون پر ان کی زندگی خراب ہوجاوے پس کیا حال ہوگا ان لوگون کا جنکی یہ غذا ہوگی اور حضرت انس رضؓ

۱ ابن عبد البر نے بروایت ابن عباس سات رفعہ دریا کے پانی سے بجھایا جاتا نقل کیا ہے ۱۲ ۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۳ ف مارتی ہے انکے منہ پر آگ ۱۲ ۴ ح ترمذی اور اس روایت مین رشید ابن سعد ضعیف ہے ۱۲ ۵ ف اور پلاوین گے اسکو پانی پیپ کا گھونٹ گھونٹ لیتا ہے اسکو اور گلے سے نہین اتار سکتا اور چلی آتی ہے اسپر موت ہر جگہ سے اور وہ نہین مرتا ۱۲ ۶ ف اور اگر فریاد کرینگے تو ملیگا پانی جیسا پیپ بھون ڈالے منہ کو کیا برا پینا ہے اور کیا برا آرام ۱۲ ۷ ف پھر تم جو ہو اے بہکے جھٹلانے والو البتہ کھاؤ گے ایک درخت سینہڑ کے سے پھر بھروگے اس سے پیٹ پھر پیو گے اسپر ایک جلتا پانی پھر پیوگے جیسے پیوین اونٹ تونسے ۱۲ ۸ ف وہ ایک درخت ہے کہ نکلتا ہے دوزخ کی جڑ مین اسکا پھل جیسے

فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی رغبت خدائے تعالے نے دلائی ہے اسمین تو رغبت کرو اور جس چیز سے خوف دلایا اور ڈرایا ہو اس سے ڈرو یعنے اسکے عذاب اور سزا سے خوف کرو اور جہنم سے ڈرو کہ اگر ایک قطرہ جنت کا تمہاری دنیا مین جس مین کہ تم موجود ہو تمہارے پاس ہو تو دنیا کو تمہارے لیے اچھا کردے اور اگر دوزخ کا قطرہ تمہارے ساتھ اس دنیا مین کہ تم موجود ہو ہووے تو تمہارے اوپر اسکو میلا اور برا کردے اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ والون پر بھوک ڈال دی جاویگی تا کہ انپر عذاب کی تکلیف ٹھیک ٹھیک ہو پس کھانے کے لیے فریاد کرینگے تو غذا کانٹون کی دیجاویگی جو نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے اور پختہ کھانے کے لیے جو فریاد کرینگے تو کھانا گلے مین اٹکتا لگے گا پھر یاد کرینگے کہ ہم دنیا مین گلے مین اٹکی چیزون کو پانی سے اتار لیا کرتے تھے پھر پانی کے لیے فریاد کرینگے تو کھولتا پانی لوہے کے آنکڑون سے اٹھا کر ان کے قریب کیا جاویگا جبھی ان کے منھ کے پاس کیا جاویگا تو منھ بھن جاوینگے اور جب وہ پانی پیٹ مین جاویگا تو پیٹ کے اندر کے اعضاء کے ٹکڑے کردیگا پھر کہینگے کہ جہنم کے داروغون کو بلاؤ انکو بلا کر کہینگے کہ اپنے رب سے دعا مانگو کہ ہمکو کسی روز عذاب مین تخفیف کردے وہ کہینگے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزے نہین لائے تھے وہ کہینگے کہ لائے تو تھے داروغہ کہینگے کہ تو پکارا کرو کافرون کا پکارنا محض گمراہی کا ہو پھر وہ لوگ مالک کو پکار کر کہینگے کہ تیرا رب ہمپر جو حکم کرنا ہو کر چکے مالک جواب دیگا کہ تم دوزخ ہی مین رہوگے اعمش کہتے ہین کہ مالک سے کہنے اور اسکے جواب دینے مین مین نے یہ سنا ہے کہ ہزار برس کا فاصلہ ہوگا پھر کہینگے کہ اپنے رب کو پکارو اس سے بہتر اور کوئی نہین چنانچہ خدائے تعالے سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمپر بدبختی غالب ہوئی اور ہم گمراہ تھے الٰہی ہمکو اس بلا سے نکال اگر پھر ہم ایسا کرین تو ہم ظالم ہون گے جناب الٰہی سے انکو جواب ملے گا کہ اخسئوا فیہا ولا تکلمون یعنے دوزخ ہی مین پھٹکارے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو یہ جواب سنکر ہر ایک خیر سے ناامید ہون گے اور چیخنا چلانا اور حسرت اور ہلاکی کے الفاظ بولنے شروع کرینگے۔ اور حضرت ابو امامہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر مین ویسقی من ماء صدید یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ فرمایا کہ پانی اسکے پاس کیا جاوے گا تو اس سے ناک چڑھاویگا مگر جب اسکے منھ سے لگایا جاویگا تو منھ کو جھلس دیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور جب پیویگا تو آنتین کٹکر پاخانے کے مقام سے نکل پڑینگی اللہ تعالے فرماتا ہو وسقوا ماء حمیما فقطع امعاءہم اور فرمایا وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمہل یشوی الوجوہ پس بھوک اور پیاس کے وقت یہ غذا اور پانی ہوگا اب دیکھو کہ جہنم کے سانپ اور بچھو بڑے قد کے نہایت زہریلے بری صورت کے دوزخیون پر معین ہونگے اور انپر برانگیختہ کیے جاوینگے تو ایک دم بھر کے لیے بھی نوچنے اور کاٹنے سے مہلت نہ دینگے حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خدائے تعالے نے مال دیا اور اس نے اسکی زکوٰۃ نہ دی تو اسکا مال قیامت کے روز گنجے سانپ کی صورت بنایا جاویگا جسکی آنکھون پر دو نقطے سیاہ ہونگے اور اس شخص کے گلے مین پڑ کر اسکی دونون باچھین پکڑ کر کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی ولا تحسبن الذین یبخلون

۱؎ اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲ ۲؎ ترمذی بروایت شمر بن عطیہ عن شہر بن حوشب عن ام الدرداء عن ابی الدرداء ۱۲ ۵؎ اصل مین ہے کہ حتی یعدل ما ہم فیہ من العذاب الخ یعنی تا کہ مقابل

بما اٰتاہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم[۱] نے فرمایا کہ دوزخ مین سانپ بختی اونٹون کی گردنون جیسے ہونگے وہ اگر ایک دفعہ کاٹینگے تو اسکی لہر چالیس برس تک معلوم ہوگی اور اسمین بچھو اتنے بڑے ہونگے جیسے پالان کھنچے خچر انکے نیش کی لہر چالیس برس تک رہیگی اور یہ سانپ اور بچھو اس شخص پر مسلط کیے جاوینگے جسپر دنیا مین بخل اور بد خلقی اور لوگون کی ایذا مسلط ہو اور جوان باتون سے دنیا مین محفوظ ہو وہ ان سانپون سے محفوظ رہیگا۔ اسکے لیے سانپ مجسم نہ کیے جاوینگے پھر ان سب کے بعد دوزخیون کے جسم کی بڑائی مین فکر کرو کہ اللہ تعالے انکا جسم طول اور عرض دونون مین بڑھاویگا تاکہ اسکے باعث انکو زیادہ عذاب اور آگ کی لپٹ اور سانپ بچھوؤن کا کاٹنا بہت جگہ ہوسکے اور سب کی تکلیف ایکبارگی برابر ہوتی رہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ[۲] وسلم سے روایت کرتے ہین کہ کافر کی ڈاڑھ دوزخ مین مثل احد پہاڑ کے ہوگی اور اسکے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کے برابر ہوگی اور ایک حدیث[۳] مین ہے کہ کافر کا نیچے کا ہونٹ سینے پر آپڑیگا اور اوپر کا اتنا اونچا ہوگا کہ اسکے چہرے کو ڈھانپ لیگا اور ایک حدیث[۴] مین ہے کہ قیامت کے روز کافر اپنی زبان دوزخ کے بندی خانہ مین گھسیٹینگے اور لوگ اسکو اپنے پاؤن تلے ملینگے اور باوجود جسم کے بڑا ہونے کے آگ انکو بار بار بھونکتی رہیگی نئے نئے گوشت پوست انپر آتے رہینگے حضرت حسن رض اس آیت کی تفسیر مین کلما نضجت جلودہم بدلناہم جلودا غیرہا فرماتے ہین کہ آگ دوزخیون کو ایک دن مین ستر ہزار بار کھا لیا کریگی جب کھا لیگی جب ہی کہدیا جاوے گا کہ پھر ویسے ہی ہو جاؤ وہ فوراً جون کے تون ہوجاوینگے پھر اب دوزخیون کے رونے مین فکر کر اور ان کی چنگھاڑ اور تباہی اور خرابی پکارنے کو خیال کر کہ یہ باتین انپر آگ مین ڈالتے وقت مسلط کیجاوینگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[۶] کہ جہنم کو اس روز اسطرح لاوینگے کہ اسکی ستر ہزار باگین ہونگی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے لگے ہونگے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیون پر رونا بھیجا جاوے گا تو اتنا روینگے کہ آنسو نہ رہینگے پھر خون رووینگے یہانتک کہ چہرون مین دراڑین سو جھنے لگینگی ایسی کہ اگر ان مین کشتیان چھوڑدیجاوین تو بہنے لگین اور جب تک کہ انکو رونے اور چیخنے اور واویلا اور تباہی پکارنے کی اجازت رہیگی تب تک انکو کچھ راحت ملتی رہیگی مگر پھر ان باتون سے بھی روک دیے جاوینگے اور محمد بن کعب رض فرماتے ہین کہ دوزخ والے پانچ بار دعا مانگینگے چار کا تو خداے تعالے انکو جواب دیگا جب پانچوین ہوگی تو پھر کبھی بولنا نصیب نہوگا اول بار یہ کہینگے ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فہل الی خروج من سبیل اللہ تعالے ان کو یون ارشاد فرماویگا ذلکم بانہ اذا دعی اللہ وحدہ کفرتم وان یشرک بہ تومنوا فالحکم للہ العلی الکبیر دوسری بار یہ عرض کرینگے ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا اللہ تعالے جواب دیگا اولم تکونوا اقسمتم من قبل ما لکم من زوال تیسری بار کہینگے ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اللہ تعالے

۱ احمد بروایت ابن لہیعہ عن جراح عن عبداللہ بن الحارث ۲ مسلم نے روایت کی ہے ۱۲ ۳ ترمذی بروایت ابوسعید ۱۲ ۴ ترمذی بروایت ابو المخارق عن ابن عمر اور ابو مخارق مجہول ہے ۱۲ ۵ حوذت بجلوی گی کھال ان کی بدل کر دینگے انکو اور کھال ۱۲ ۶ مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲ ۷ ابن ماجہ بروایت یزید رقاشی عن انس اور رقاشی ضعیف ہے ۱۲ ۸ اے رب ہمارے تو موت دیچکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا دو بار اب قائل ہوے ہم اپنے گناہون کے پھر اب بھی ہے نکلنے کی

جواب دیگا اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر چوتھی بار التجا کرینگے ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین ربنا اخرجنا منہا فان عدنا فانا ظالمون اللہ تعالیٰ ان کے جواب مین ارشاد فرماوے گا اخسئوا فیہا ولا تکلمون اس کے بعد پھر نہ بولینگے اور یہ نہایت درجہ کا سخت عذاب ہی مثل مشہور ہے کہ زبردست مارے اور رونے نہ دے حضرت مالک بن انس رضی فرماتے ہین کہ حضرت زید بن اسلم رضی نے اس آیت کی تفسیر مین سواء علینا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محیص ارشاد فرمایا کہ سو برس صبر کیا اور سو برس بیقراری کی پھر کہا سواء علینا الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز موت کو حاضر کرین گے ایسی صورت مین کہ گویا سفید مینڈھا ہی پھر وہ جنت اور دوزخ کے درمیان مین ذبح کیجاویگی اور اہل جنت سے کہدیا جاوے گا کہ اب ہمیشہ رہنا ہے بلا موت کے اور دوزخ والون کو سنا دیا جاویگا کہ سدا رہنا ہی بے مرنے کے۔ اور حضرت حسن بصری رضی سے مروی ہے کہ ایک شخص ہزار برس بعد دوزخ سے نکلے گا اور وہ شخص مین ہی ہون تو کیا اچھا ہو اور ایک بار کسی نے آپ کو ایک گوشے مین بیٹھے ہوے روتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہین مجھے دوزخ مین ڈال دے اور کچھ پروا نہ کرے غرضکہ مجملاً عذاب اہل جہنم کی قسمین یہ ہین اور اسکے غمون اور محنتون اور حسرتون کی تفصیل کی کچھ انتہا نہین شدت عذاب کے ساتھ جو بڑی مصیبت دوزخیون پر ہوگی یہ ہے کہ راحت جنت کے نہ ملنے کی حسرت اور خدائے تعالیٰ کے نہ ملنے کی حسرت اور اس کی خوشنودی کے کھو بیٹھنے کی حسرت ہوگی اور جانتے ہونگے کہ یہ سب نعمتین ہم نے چند کھوٹے داموں کے عوض مین دے ڈالین یعنی ان نعمتون کو جو کھویا تو صرف دنیا کے چند چھوٹے دنون کی شہوات کے بدلے مین ضائع کیا اور وہ بھی صاف از کدورت نہ تھین بلکہ کدورت آمیز تھین اسی لیے کہینگے کہ ہائے افسوس ہم نے اپنے نفسون کو اپنے پروردگار کی نافرمانی کر کے کیسے ہلاک کیا اور چند چھوٹے دنون کے صبر کی تکلیف نہ اٹھائی اگر ہم صبر کرتے تو وہ دن گذر ہی جاتے اور اب ہم راضی اور خوش اور چین چان سے خدائے تعالیٰ کے سائے مین رہتے پس جب ان سے لذت آخرت تو جاتے رہے اور ان مکروہات مین مبتلا ہوے اور ان کے پاس دنیا کی آسایش اور لذت سے کچھ نہ رہا تو اس حسرت کا کیا ٹھکانا ہے پھر اگر وہ جنت کی آسایش کو مشاہدہ نہ کرتے تب بھی انکو زیادہ حسرت نہوتی مگر جنت کی بہار بھی انکے سامنے کیجاوے گی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کو حکم ہوگا کہ جنت کیطرف لیجاؤ جب وہ اسکے پاس جاوین گے اور اس کی خوشبو سونگھینگے اور اسکے محلون کو دیکھینگے اور جو چیزین کہ اللہ تعالیٰ نے جنت والون کے واسطے تیار کین انپر انکی نگاہ پڑے گی تو آواز ہوگی کہ ان کو وہان سے ہٹا لو جنت مین ان کو کچھ بہرہ نہین پس وہان سے ایسی حسرت لیکر پھرینگے کہ ایسی اگلون پچھلون مین کسی کو نہ ہوئی ہوگی اور عرض کرینگے کہ الٰہی اگر تو ہم کو پہلے ہی دوزخ مین ڈالتا اور یہ بہارین اور اپنے دوستون کے لیے جو کچھ تو نے تیار کی ہین ہم کو نہ دکھاتا تو دوزخ مین جانا آسان معلوم ہوتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماوے گا کہ مین نے قصداً ایسا کیا ہے اسلیے کہ تم دنیا مین جب علٰحدہ ہوتے تھے تو بڑی بڑی نافرمانیون سے میرے سامنے ہوا کرتے تھے اور جب لوگون سے ملتے تھے تو انسے فروتنی سے

کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو جتنی مین سوچ لے جسکو سوچنا ہو اور پہنچا تم کو ڈر سنانے والا اب چکھو کہ کوئی نہین گنہگارون کا مددگار ۱۲ ترجمہ اسے رب ہمارے زور

لیتے ان کے دکھلاوے کو وہ باتین کرتے جو دل سے میرے واسطے نہ کرتے لوگون سے ڈرتے اور مجھ سے نہ ڈرتے ان کی تعظیم کرتے اور میری نہ کرتے ان کی خاطر سے کوئی چیز چھوڑ دیتے اور میری خاطر سے نہ چھوڑتے تو آج مین تم کو عذاب دردناک چکھاؤن گا اور ثواب پائدار سے جدا محروم کردیا ہی احمد بن حرب کہتے ہین کہ عجیب بات ہی کہ ہم لوگ دھوپ کے اوپر تو سایے کو ترجیح دیتے ہین مگر دوزخ پر جنت کو ترجیح نہین دیتے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہین کہ بہت سے جسم صحیح اور صورتین ملیح اور زبانین فصیح قیامت کے روز دوزخ کی تہون مین فریاد کرین گی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مجھکو تیرے آفتاب کی گرمی پر تو صبر ہی نہین پھر دوزخ کی گرمی پر کیسے صبر ہوگا اور تیری مہربانی کی آواز پر تو مجکو صبر نہین پھر تیرے عذاب کی آواز پر مجھے کیسے صبر ہوگا پس اے مسکین ان ہولون کو دیکھ اور جان کہ خدا اے تعہ نے دوزخ کو مع اسکے ہولون کے پیدا کیا ہی اور اسکے واسطے اہل بنائے ہین کہ وہ نہ زیادہ ہون نہ کم ہون اور یہ بات پہلے سے ہوچکی ہے اور اس سے فراغت ہوگئی اور اللہ تعہ جو فرماتا ہی وانذرہم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وہم فی غفلۃ وہم لایؤمنون اسمین گو اشارہ روز قیامت کیطرف ہی مگر حکم قیامت کے دن نہین ہوگا بلکہ وہ تو ازل آزال مین ہوچکا ہی اسکا ظہور قیامت کے روز ہوگا تجھے نہایت تعجب ہی کہ تو ہنسی اور کھیل اور دنیا کی حقیر چیزون مین مصروف ہوتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ حکم قضا تیرے حق مین ازل مین کیا ہوچکا ہی۔ اب اگر یہ پوچھو کہ ہمکو کیا معلوم ہو کہ ہمارا آثار اکہان ہوگا اور ٹھکانا اور مآل کس چیز کیطرف ہی اور حکم قضا ہمارے باب مین کیا ہوچکا ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس امر کی ایک پہچان ہی جس سے کہ تم کو اپنے رجا کا حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہی کہ تم اپنے احوال و اعمال پر نظر کرو اسلیے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر ہوتا ہی جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہو پس اگر تیرا یہ حال ہو کہ سبیل خیر تیرے لیے میسر ہو تب تو تجکو مژدہ ہو کہ تو دوزخ سے دور رہیگا اور اگر یہ حال ہو کہ جہان خیر کا قصد کیا بہت سے موانع پیش آگئے اور ان کو دور کرتا رہا اور جہان شر کا قصد کیا تو فوراً اسکے لوازم تجھکو میسر ہوگئے تو جان لے کہ تیرے اوپر حکم دگرگون ہوچکا ہے اسلیے کہان باتون کی دلالت انجام پر ایسی ہی جیسے مینھ کی دلالت روئیدگی پر اور دھوئین کی دلالت آگ پر اور چونکہ اللہ تعہ نے فرمایا ہی ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم تو اپنے نفس کو دونون آیتون پر پیش کر دونون گھرون مین سے تجھے اپنا ٹھکانا تو معلوم ہوجاوے گا

تیرھوان بیان جنت کی کیفیت اور اسکی راحت کے اقسام مین واضح ہو کہ جس گھر کے غمون اور مصائب کا حال اوپر گذرا اس کے مقابل ایک اور گھر ہے اب اسکی راحت اور خوشی مین تامل کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص ان دونون مین سے ایک سے دور ہوگا وہ بالضرور دوسرے مین جا ٹھہریگا پس تجکو چاہیے کہ دوزخ کے اہوال کو فکر کرکے تو اپنے دل مین خوف پیدا کرے اور جنت والون کے لیے جو راحت دائمی کا وعدہ ہی اس مین بہت سا فکر کرکے رجا پیدا کرے اور اپنے نفس کو خوف کے تازیانے لگا اور رجا کی باگ سے راہ راست کیطرف کھینچ اسکے باعث تجھکو بڑی سلطنت ملیگی اور عذاب دردناک سے محفوظ رہے گا پس جنت والون کے حال مین فکر کرکہ ان کے چہرون پر آرام کی تازگی ہوگی اور شراب سربمہر پلائی جاتی ہوگی اور یاقوت سرخ کے

منبرون پر قدر شاداب اور سفید کے خیمون مین بیٹھے ہونگے جن مین بچھونے سبز چھاپہ کے بچھے ہوئے اور تختون پر تکیے لگے ہوئے ہونگے اور وہ خیمے شراب اور شہد کی نہرون کے کنارون پر کھڑے ہوئے اور غلامون اور بچون سے بھرے ہوئے اور گوری گوری عورتون بڑی آنکھ والیون سے آراستہ خوش خلق اور خوبصورتون سے مزین ہونگے وہ حورین ایسی ہون گی گویا یاقوت اور مونگا ہین اور انکوان جنتیون سے پیشتر کسی نے پہلے نہین رکھا ہوگا جنت کے درجون مین خرام ناز کرینگی اور جب انمین سے کوئی حور تبختر کرے گی تو اسکے دامنون کو ستر ہزار لڑکے اٹھاوینگے اور انپر سفید حریر کی چادرین ایسی ہونگی کہ جنکو دیکھکر آنکھین دنگ ہون موتی اور مونگے سے جڑی ہوئے تاج ان کے سر پر ہونگے آنکھون مین سرخ ڈورے ناز کی تپلیان عطر بیز بڑھاپے اور مفلسی سے مامون لعل کے محلون مین پردہ نشین نیچی نگاہ والیان ہون گی انکے مکان جنت کے باغون کے بیچ بنے ہونگے پھر ان مردون اور عورتون پر آبخورون اور بدھنیونکا دور ہوگا اور شراب خالص اور سفید پینے والون کو جس سے لذت ہو اسکے پیالے ان مین چلینگے اور ان پیالون کو ان مین لڑکے خالص موتی جیسے لیے پھرینگے یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہوگا کہ چین کے مقام مین باغون اور چشمون کے درمیان بستانون اور نہرون کے بیچ مین سچی بیٹھک مین اپنے بادشاہ ذی اقتدار کے پاس بیٹھے اسکی صورت کریم کو تاکتے ہونگے اور اس لذت کی شادابی ان کے چہرے سے چمکتی ہوگی نہ انپر گرد ہوگی نہ ذلت بلکہ بندہ ہاے معزز ہون گے اور طرح طرح کے تحفون سے پروردگار کیطرف سے ان کی خبر گیری ہوتی ہوگی غرضکہ اپنی خاطر خواہ آرزوئن مین سلامت رہینگے نہ کسیکا خوف ہوگا نہ غم کرینگے اور موت کے شبہے سے محفوظ رہ کر جنت مین چین کرینگے اور اسکی غذاؤن مین سے کھائین گے اور نہرون مین سے دودھ اور شراب، اور شہد پوینگے ان نہرون کی زمین چاندی کی ہوگی اور کنکر مین مونگے کی اور مٹی مشک اذفر کی اور سبزہ زعفران کا اور بادل جو اسمین برسے گا اسمین پانی شیرین کافور کے ٹیلون پر پڑیگا اور آبخورے جو ملینگے تو موتیون اور لعل اور مونگے سے جڑے ہونگے اور ان مین شراب سربمہر جسمین سلسبیل شیرین کی ملونی ہوگی دیجاوینگی پیالے ایسے ہون گے کہ ان کے جوہر کی صفائی کے باعث شراب کی سرخی اور لطافت ان مین سے صاف عیان ہوگی انکو کسی آدمی نے نہین بنایا جسکی بناوٹ مین کسی طرح کا قصور اور فتور رہا ہو اور ایسے خادم کے ہاتھ مین ہونگے جسکے چہرے کی جوت سورج کی جوت کے مشابہ ہوگی مگر سورج مین وہ صورت کی ملائمیت اور زلفون کی خوبی اور آنکھون کی ملاحت کہان پس تعجب ہے اس شخص سے کہ ایسے گھر پر ایمان رکھتا ہو اور یقین رکھتا ہو کہ اسکے باشندے نہین مرینگے اور جو اسمین جاویگا اسپر درد اور مصیبت نہ آویگی اور نہ کوئی حادثہ نگاہ تغیر و تبدل اسکے باشندون کیطرف دیکھیگا تو وہ شخص ایسے دار فانی مین کیسے دل لگاتا ہے جسکے خراب کرنیکا حکم خدا ے تعالیٰ نے دیا ہے اور اسکو زندگی یہان کی کیسے خوشگوار معلوم ہوتی ہے بخدا کہ اگر بالفرض جنت مین بجز تندرستی اجسام کے اور موت اور بھوک اور پیاس وغیرہ حوادث سے محفوظ رہنے کے اور کچھ نہ ہوتا تب بھی لائق تھا کہ دنیا کو اسکے سبب سے چھوڑ دیا جاوے اور ایسی چیز کو جسکا منقطع ہوجانا اور مکدر رہنا ضروری ہے جنت پر ترجیح نہ دیجاوے اور جس صورت مین کہ جنت والے بادشاہ سب باتون سے مامون اور ہر ایک طرح کی خوشی سے بہرہ ور ہون اور سب دل چاہتی باتین انکو میسر ہون اور ہر روز صحن عرش مین حاضر ہو کر

دیدار الٰہی کی وہ لذت پاتے ہون جو تمام لذات جنت سے اعلیٰ اور اشرف بلکہ اسکے سامنے ان کی کچھ اصل ہی نہین اور ہمیشہ اسی آسائش اور اقسام آرام مین گذارتے ہون اور زوال سے بےخوف ہون تب تو دنیا مین دل لگانا کمال ہی حماقت ہی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے جنت والو تمکو وہ تندرستی ہو کہ کبھی بیمار نہوگے اور تمکو وہ زندگی ہو کہ کبھی نہ مروگے اور تم کو وہ جوانی ہو کہ کبھی بوڑھے نہوگے اور تمکو وہ تونگری ہو کہ کبھی محتاج نہوگے تو یہی اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہو ونودوا ان تلکموا الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون اور جب تمکو جنت کی کیفیت دریافت کرنی منظور ہو تو قرآن مجید کو پڑھو کہ اس سے زیادہ اور کوئی بیان نہین اور اس آیت ولمن خاف مقام ربہ جنتان سے لیکر آخر سورۂ رحمٰن تک تلاوت کرو اور سورۂ واقعہ وغیرہا کو پڑھو اور اگر یہ منظور ہو کہ احادیث سے جنت کی صفات کی تفصیل معلوم کرو تو حدیث کی رو سے کئی امور جنت کے قابل طلب ہین اول جنتون کے شمار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آیت مذکورۂ بالا کی تفسیر مین ارشاد فرماتے ہین کہ وہ دونون جنتین چاندی کی ہونگی ان کے برتن اور زمین کی چیزین سب چاندی کی ہونگی اور دو جنتین مع برتنون اور اپنے اندر کی چیزون کے سونے کی ہونگی اور لوگون مین اپنے پروردگار کے دیکھنے مین بجز چادر کبریا کے اور کوئی چیز حائل نہین ہوگی وہ چادر اس کی وجہ کریم پر جنت عدن مین ہی دوم جنت کے دروازون کو تامل کرو کہ وہ موافق اصول طاعات کے بہت ہین جسطرح کہ دوزخ کے دروازے موافق اصول معاصی کے کئی ہین حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال مین خدائے تعالیٰ کی راہ مین دو جوڑے خرچ کریگا وہ جنت کے دروازون مین سے بلایا جاوے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہین پس جو کوئی نمازی ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جاویگا اور جو شخص روزہ دار ہوگا وہ باب الریان سے پکارا جاوے گا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا وہ باب الصدقہ سے بلایا جاویگا اور جو اہل جہاد ہوگا وہ باب الجہاد سے بلایا جاوے گا پس حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہو کہ کوئی کسی دروازے سے بلایا جاویگا الا کوئی ایسا بھی ہو کہ ان سب دروازون سے بلایا جاوے آپ نے فرمایا کہ ہان ایسے لوگ بھی ہونگے کہ جنت کے سب دروازون سے بلائے جاوین اور مجھکو توقع ہے کہ تو ان مین سے ہو اور عاصم بن ضمرہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت علیؓ نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور اس کے بارہ مین ایسی طویل تقریر کی کہ مجھکو یاد نہین بعد اسکے یہ آیت پڑھی وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمرا اور فرمایا کہ جب یہ لوگ اسکے کسی دروازے پر پہونچینگے تو اسکے پاس درخت دیکھینگے جسکی جڑ کے پاس دو چشمے بہتے ہونگے وہ بموجب حکم کے ان دونون مین سے ایک کا قصد کرینگے اور اسکا پانی پیوینگے اسکے پیتے ہی پیٹ مین جو ایذا یا حاجت ہوگی وہ جاتی رہیگی پھر دوسرے چشمے کی طرف قصد کرینگے اور اس سے نہاوینگے انپر راحت کی شادابی عیان ہوگی پھر کبھی انکے بالون مین فرق نہ پاویگا اور الجھنے اور میلے ہونے نہ پاوینگے ہر وقت ایسے معلوم ہونگے کہ تیل پڑا ہوا ہی پھر جنت تک پہونچینگے تو جنت کے داروغہ ان سے کہینگے سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین پھر انسے لڑکے ملینگے اور انکا گرد ایسا لینگے جیسے کوئی رشتہ دار دنیا مین دورسے آیا کرتا ہی اور اسکے گرد ہوا کرتے ہین وہ لڑکے

۳ اور جو کوئی شخص ڈرا ہو اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے سے اسکو ہین دو باغ ۱۲
۴ بخاری و مسلم بروایت ابو موسیٰ ۱۲
۵ بخاری و مسلم نے لکھی ۱۲ خلاصہ
اور ہانکے گئے وہ لوگ جو ڈرتے رہے اپنے رب سے جنت کی طرف گروہ گروہ یہانتک کہ جب پہنچے اس پر ... سلام ہے ... سو داخل ہو اس مین سدا رہنے کو ۱۲

ا مسلم بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وابو سعید ۱۲ ۲ اور آواز ہوگی کہ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے بدلا اپنے کامونکے

انسے کہینگے کہ تمکو بشارت ہو اس کرامت کی کہ خداے تعم نے تمہارے لیے تیاری ہو پھر ایک لڑکا ان لڑکون مین سے جاکر اس جنتی کی کسی حور سے کہیگا کہ فلان شخص آیا ہی اور وہی نام لیگا جو دنیا مین اسکا تھا وہ کہیگی کہ تو نے اسکو دیکھا ہی لڑکا کہیگا کہ ہان دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے آتا ہی وہ حور خوشی کے مارے اٹھیگی اور اپنے دروازے کی دہلی پر پیشوائی کو آکھڑی ہو گی جب جنتی اپنے گھر مین داخل ہو گا تو دیکھیگا کہ پتھرون کی جگہ موتی ہین اور انپر ایک عمارت عالیشان سرخ زرد سبز ہر ایک رنگ کی بنی ہو پھر اپنا سر اٹھاویگا تو چھت بجلی سی چمکتی نظر آویگی اور اگر خداے تعم نظر کو قدرت نہ دیتا تو کیا عجب تھا کہ اسکی چمک سے نظر جاتی رہتی پھر اپنی نظر کو نیچی کرے گا تو دیکھیگا کہ اسکی بیبیان ہین اور پیالے رکھے ہوے اور فرش بچھے ہوے اور تکیے لگے ہوے ہین پھر تکیہ لگا کر کہیگا کہ خداے تعم کا شکر ہے جسنے ہم کو اسپر ہدایت کی اگر خداے تعم ہدایت نہ فرماتا تو ہم اس قابل نہ تھے کہ راہ پاتے پھر ایک منادی پکاریگا کہ تم زندہ رہوگے کہ کبھی نہ مروگے اور ٹھہروگے کہ کبھی سفر نہ کروگے اور تندرست رہوگے اسطرح کہ کبھی بیمار نہوگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز مین جنت کے دروازے پر آکر اسکو کھلواؤنگا داروغہ کہے گا کہ تم کون ہو مین کہونگا کہ محمدؐ ہون وہ کہے گا کہ مجھکو بھی حکم ہے کہ آپ سے پیشتر کسی کے لیے دروازہ نہ کھولون تیسری جنت کی کھڑکیون مین تامل کرو اور ان کے درجون کی بلندی مختلف ہونے کو دیکھو کہ آخرت مین بڑے بڑے درجے اور فضیلتین ہین اور جس طرح کہ آدمیون مین ظاہر کی طاعتون اور باطن کی عمدہ عادتون مین فرق بین ہوتا ہے اسی طرح جو ان کو ثواب ملے گا اس مین تفاوت ہوگا پس اگر کسی کو یہ منظور ہو کہ مجھے سب سے اعلی درجہ ملے تو چاہیے کہ اسباب مین کوشش کرے کہ کوئی شخص اس سے خداے تعم کی طاعت مین بڑھنے نپاوے کیونکہ اللہ تعم نے خود آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی اسباب مین حرص کرنے کا حکم دیا ہو چنانچہ ارشاد ہے سابقوا الی مغفرة من ربکم اور فرمایا وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور تعجب یہ ہو کہ اگر آدمی پر اسکے ہمسر یا ہمسایے روپیہ مین خواہ اونچا مکان بنانے مین بڑھ جاوین تو یہ امر اسپر شاق ہو اور اس سے نہایت دل تنگ ہو اور حسد کے مارے زندگی تلخ ہو جاوے اور جنت مین عمدہ حال یہ ہوگا کہ بہت سے اسطرح کے ہونگے کہ اس سے ایسی لطیف باتون مین بڑھے ہونگے کہ جنکے سامنے تمام دنیا کی کچھ اصل نہین چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے کھڑکیون والون کو اپنے اوپر ایسا دیکھینگے جیسے تم ستارے کو مشرق اور مغرب کے کنارے مین جاتا دیکھتے ہو اور وہ اسواسطے ایسے نظر آوینگے کہ جنت والون مین اور ان مین رتبے کی رو سے بہت فرق ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ مراتب انبیاہی کے ہونگے انکے سوا اورون کو نہ ملینگے آپ نے فرمایا کہ کیون نہین ملینگے قسم ہو اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہو اس رتبے والے وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعم پر ایمان لائے اور رسولون کی تصدیق کی اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا کہ بلند درجے والون کو ان کے نیچے کے لوگ ایسے دیکھینگے جیسے تم آسمان کے کسی کنارے سے ستارے کو نکلتے دیکھتے ہو اور ابو بکرؓ اور عمرؓ انھین بلند درجے والون مین سے ہین اور فضل مین بڑھ کر ہین۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمسے فرمایا کہ تم سے مین جنت کی کھڑکیون کا بیان کرون مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہون آپ نے فرمایا کہ جنت مین

۷۴ بخاری و مسلم
۷۵ ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابو سعید ۷۶ ابو نعیم بروایت حسن

گھڑ گیان ہیں جو اہر کی قسم سے جنمین سے اندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر معلوم ہوتی ہے اور ان میں راحت اور لذت اتنی ہے کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی نہ کسی آدمی کے دل میں گذری میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ گھڑ گیان کن لوگون کو ملینگی آپ نے فرمایا ان لوگون کو جو اسلام کو پھیلاوین اور کھانا کھلاوین اور ہمیشہ روزہ رکھین اور رات کو لوگون کے سوتے ہوے نماز پڑھین راوی کہتے ہین کہ ہم نے عرض کیا کہ ان باتون کی طاقت کس کو ہے آپ نے فرمایا کہ میری امت اسکی طاقت رکھتی ہے اور اب میں تم کو اسکا حال بتاتا ہون جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے ملے اور اسکو سلام کرے خواہ سلام کا جواب دے تو اسنے اسلام کو پھیلایا اور جسنے اپنے گھر والون اور کنبے کو اتنا کھانا کھلایا کہ انکا پیٹ بھر دیا تو اسنے کھانا کھلایا اور جس نے رمضان کے روزے رکھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھ لیے اسنے ہمیشہ روزے رکھے اور جسنے نماز عشا اور نماز فجر جماعت سے پڑھی اسنے رات کو نماز پڑھی کہ لوگ سوتے ہوتے ہین یعنی یہود اور نصاری اور مجوس اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے ومساکن طیبۃ فی جنات عدن آپ نے فرمایا کہ مساکن سے غرض موتی کے محل ہین ہر محل مین ستر گھر لعل سرخ کے ہین اور ہر گھر مین ستر کوٹھریان ہین سبز زمرد کی ہر کوٹھری مین ستر تخت ہین ہر تخت پر ستر فرش ہر رنگ کے ہین ہر فرش پر ایک بی بی حورون مین سے ہے ہر کوٹھری مین ستر دستر خوان ہین ہر دستر خوان پر ستر رنگ کا کھانا ہے ہر کوٹھری مین ستر لونڈیان ہین ایمان دار کو ہر روز اتنی طاقت عنایت ہوگی کہ ان سب سے بہتر ہو جاوے چوتھی جنت کی دیوار اور زمین اور درخت اور نہرون مین تامل کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیے کہ جو اسمین رہینگے وہ کیسے اسکی صورت دیکھکر خوش ہون گے اور جو لوگ اس سے محروم رہینگے انکو کیسی کچھ حسرت ہوگی کہ اسکے بدلے مین دنیا پر قناعت کی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی دیوار کی ایک اینٹ چاندی کی اور ایک سونے کی اور اسکی مٹی زعفران ہے اور گارا مشک اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا سفید میدا مشک خالص ہے اور حضرت ابوہریرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جسکو یہ منظور ہو کہ آخرت مین خداے تعالیٰ شراب پلاوے تو چاہیے کہ دنیا مین شراب نہ پیوے اور جسکو یہ منظور ہو کہ خداے تعالیٰ اسکو آخرت مین حریر پہناوے تو چاہیے کہ دنیا مین حریر کا پہننا ترک کرے جنت کی نہرین مشک کے ٹیلون یا مشک کے پہاڑون کے نیچے سے نکلتی ہین اور اگر جنت کے لوگون مین سے کسی کے پاس سب سے کمتر زیور ہو اور وہ تمام دنیا کے زیور سے مقابلہ کیا جاوے تو جو زیور کہ اللہ تعالیٰ آخرت مین دے گا وہ تمام دنیا کے زیور سے اچھا ہوگا اور حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایک درخت ایسا ہے کہ اگر سوار اسکے سایے مین سو برس چلے تب بھی اسکو تمام نہ کر پاوے اگر چاہو تو قرآن مجید مین سے وظل ممدود پڑھ لو اور حضرت ابوامامہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اعراب اور انکے مسائل سے نفع دیتا ہے ایک بار ایک اعرابی آیا اور اسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین درخت ایذا دینے والا

لـ اللہ تمھارے گھر بسنے کو باغون مین ۱۲ ۷۲ ابن حبان و در کتاب العظمت بعبارت حسن عن ابی ہریرہ و حسن بصری کا سماع حضرت ابوہریرہ سے ثابت نہیں ۱۲ ۷۳ ترمذی

با ختلاف بنو ضعیف و بنا موقوفا علے ابی سعید ۱۲ ۷۴ مسلم بروایت ابو سعید اور سائل کا نام ابن صیاد ہے ۱۲ ۷۵ طبرانی در اوسط و نسائی ۱۲ در صحیحین منا بروایت انس ۱۲ ۷۶ بیہقی در ضعفا بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۷۷ طبرانی در اوسط بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۷۸ بخاری نے لکھا ہے مسلم نے اور ایسا ہے ۷۹ ابن دنیا ۱۲ ۸۰ ابن ... عن صفوان بن عمرو عن سلیم بن عامر ... ابو امامہ ... ۱۲

کے بارے فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہ تھا کہ جنت مین کوئی درخت ایسا بھی ہے جو جنتی کو ایذا دے آپ نے فرمایا کہ وہ کونسا درخت ہے اسنے عرض کیا کہ بیری ہے جس مین کانٹے ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے فی سدرٍ مخضود اللہ تعالے اس کے کانٹے کاٹ دیگا اور ہر کانٹے کی جگہ ایک پھل لگا دیگا کہ ہر پھل مین سے بہتر طرح کا مزہ ہوگا اور ایک دوسرے سے ملتا نہ ہوگا اور جریر بن عبداللہ رح کہتے ہین کہ ہم صفاح مین ٹھہرے دیکھا تو ایک شخص درخت کے نیچے سوتا ہے اور دھوپ اسپر آنے کو تھی مین نے غلام سے کہا کہ یہ چمڑے کا بچھونا لیجا اور انپر سایہ کر لے اسنے جاکر سایہ کر لیا جب وہ جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی ہین مین نے ان کی خدمت مین جاکر سلام کیا آپ نے فرمایا کہ اے جریر اللہ کے واسطے تواضع کر جو شخص دنیا مین خدائے تعالے کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعالے اسکو قیامت مین بزرگی دیتا ہے تجھ کو معلوم ہے کہ قیامت مین تاریکیان کیا ہون گی مین نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ لوگون کا آپس مین ایک دوسرے پر ظلم کرنا پھر ایک چھوٹی سی لکڑی اٹھائی کہ چھوٹے ہونے کی جہت سے گویا مجھے معلوم نہوتی تھی پھر فرمایا کہ اے جریر اگر تو اسکے موافق جنت مین ڈھونڈھے گا تو نہ لکڑی پاویگا مین نے عرض کیا کہ پھر خرما کے درخت اور دوسرے پیڑ کہان جاوینگے فرمایا کہ وہ لکڑی کے نہون گے ان کی جڑین موتی اور سونے کی ہون گی اور انکے اوپر پھل ہونگے پانچوین اہل جنت کے لباس اور فرش اور تخت اور مسند اور خیمون کو تامل کرو اللہ تعالے فرماتا ہے یحلون فیہا من اساور من ذہب ولؤلؤا ولباسہم فیہا حریر اسیطرح آیتون مین اسکی تفصیل بہت ہے اور حدیثون مین بھی تفصیل آئی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنت مین داخل ہوگا وہ نعمت دیا جاویگا کہ نہ محتاج ہوگا نہ کپڑے پرانے ہونگے نہ جوانی گھٹے گی اور جنت مین وہ نعمتین ہونگی جو نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی نہ کسی آدمی کے دل مین گذرین اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے جنتیون کے کپڑون کا حال بیان فرمایئے کہ وہ مخلوق ہونگے یا کہ پیدا کر دیے جاوینگے یا بناوٹ ہوگی کہ بُنے جاوینگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور بعض لوگ ہنسنے لگے آپ نے فرمایا کہ تم کیون ہنستے ہو کیا اس سے ہنستے ہو کہ جو شخص نہین جانتا وہ جاننے والے سے پوچھتا ہے پھر فرمایا کہ جنت کے میوون مین سے نکلا کرینگے دو بار اسکو ارشاد فرمایا اور حضرت ابوہریرہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ اول گروہ جو جنت مین داخل ہوگا انکی صورتین چودھوین رات کے چاند سی ہونگی وہ نہ جنت مین تھوکینگے نہ چھینکینگے نہ پاخانہ پھرینگے انکے برتن اور کنگھیان سونے چاندی کی ہون گی اور انکا پسینا مشک کا ہوگا ہر ایک کے لیے ان مین سے دو بیبیان ہون گی جنکی پنڈلیون کا مغز گوشت مین سے حسن اور لطافت کے باعث معلوم ہوتا ہوگا نہ آپس مین اختلاف رہیگا نہ دلون مین بغض بلکہ یکدل ہوکر صبح شام خدائے تعالے کی تسبیح کرینگے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ ہر ایک بی بی پر ستر لباس ہونگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر مین یحلون فیہا من اساور من ذہب فرمایا کہ ان لوگوں کے تاج ایسے ہونگے کہ ان میں کا ادنی موتی کی چمک پورب سے لیکر پچھم تک روشن کر دے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ خیمہ جنتوں کا موتی بیچ میں سے خالی ہوگا جسکی اونچائی ساٹھ میل کی ہوگی اسکے ہر ایک گوشے میں مومن کی گھر والی

درخت بیری کے درختون مین بھی ایسے بھی ہین ۱۲ جن کو نہ ہنیا و نیز ۱۲ سیر تکلیف سے ہیں آسکو وہان اسکی ۱۲ اور موتی کی انکی اپر ایک ہر وہان بیر کی ۱۲ مسلم نے نقل سرح اس مین کیا ہے اسلام جنت مین آنحضرت کا حلیہ اور ۱۲ نعمتین مین بعض کی بات سے چھوڑ سکتے جنکو نہین ہے ۱۲ بخاری و مسلم نے بروایت ابوہریرہ دوسری حدیث مین روایت کی ہے ۱۲ نسائی بروایت عبداللہ بن عمر ۱۲ بخاری و مسلم ترمذی بروایت ابو سعید اور اسمین آیت کا ذکر نہین ہے اور اسکی سند مین رشدین بن سعد ہے ۱۲ بخاری و مسلم ترمذی بروایت ابو موسی اشعری ۱۲

ہوگی جسکو دوسری نہ دیکھین گی یہ روایت بخاری نے اپنی کتاب مین لکھی ہے حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہین کہ خیمہ موتی مجوف ہے اسکا طول وعرض ایک فرسخ کا اور چار ہزار دروازے سونے کے ہونگے اور حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی مین وفرش مرفوعہ ارشاد فرمایا ہے کہ فاصلہ درمیان دو فرشون کے اتنا ہوگا جتنا آسمان اور زمین مین ہو **چھٹی** جنت والون کے کھانے مین تامل کر وکھانے کا حال قرآن مجید مین مذکور ہے کہ میوے اور موٹے پرند اور من وسلوی اور شہد اور دودھ اور بہت سے اقسام بشمار ہونگے اللہ تعالے فرماتا ہے کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل واتوبہ متشابہا اور اہل جنت کے پینے کی چیز کا حال بھی خداے تعالے نے بہت سی جگہون مین ذکر فرمایا ہو اور ثوبان مولی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کھڑا تھا کہ ایک عالم علماے یہود مین سے آیا اسنے چند سوال پوچھے یہانتک کہ پوچھا کہ پل صراط پر لوگون مین سے اول کون اتریگا آپ نے فرمایا کہ فقراے مہاجرین یہودی نے پوچھا کہ جب وہ جنت مین جائینگے انکو تحفہ کیا ملیگا آپ نے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کے کباب اسنے عرض کیا کہ اسکے بعد انکی غذا کیا ہوگی آپ نے فرمایا کہ جنت کا بیل جو اسکے کنارون مین کھاتا پھرتا ہے وہ انکے لیے ذبح ہوگا اسنے پوچھا کہ اسپر پانی کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ جس چشمے کا نام سلسبیل ہے اسمین سے پانی پوینگے اس نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین اور زید بن ارقم فرماتے ہین کہ ایک شخص یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابو القاسم آپ فرماتے ہین کہ جنت کے لوگ اسمین کھاوین پوینگے اور اپنے یارون سے کہا کہ اگر آپ اس امر کا مجھ سے اقرار کرینگے تو مین اعتراض کرونگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان قسم ہو اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہو کہ جنتیون مین سے ایک ایک کو طاقت سو مردون کے کھانے اور پینے اور صحبت کی عنایت ہوگی یہودی نے کہا جو شخص کھاوے پویگا اسکو پاخانے کی احتیاج ہوگی آپ نے فرمایا کہ پاخانے کی عوض مین یہ ہوگا کہ ان کے پوست سے پسینا مشک کے مانند بہیگا اور پیٹ صاف ہو جاوے گا اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جنت مین پرند کو دیکھ کر اسکی خواہش کریگا تو وہ تیرے سامنے ذبح ہوکر بھن جاوے گا اور حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین کچھ پرند مثل بختی اونٹ کے ہین حضرت ابو بکر رضؓ نے عرض کیا کہ وہ خوب ہین یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ انسے خوب زیادہ وہ ہین جو انکو کھاویگا اور تو اے ابو بکر ان لوگون مین سے ہو جو ان کو کھاوین گے اور حضرت عبد اللہ بن عمر اس آیت کی تفسیر مین یطاف علیہم بصحاف ارشاد فرماتے ہین کہ جنت والون پر ستر پیالون کا سونے کے دور ہوگا کہ ہر ایک مین ان مین سے نئی قسم کا کھانا ہوگا جو دوسرے مین نہوگا اور حضرت ابن مسعود رضؓ ومزاجہ من تسنیم مین فرماتے ہین کہ ملونی اصحاب یمین کے لیے ملائی جاوے گی اور مقرب لوگ اسکو خالص بے ملونی کے پوین گے اور حضرت ابو درداء وختامہ مسک کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ وہ ایک سفید شراب چاندی کے مانند ہو جس سے جنت والون کی آخر شراب پر مہر کرین گے اگر کوئی شخص دنیا والون مین سے اسمین اپنا ہاتھ ڈالے پھر باہر نکال لے تو کوئی جاندار

باقی نہ رہے کہ اُسکو خوشبو اُسکی نہ پہونچے **ساتوین** حور اور لڑکون کی کیفیت کو سوچو قرآن مجید مین ان کے اوصاف جا بجا آئے اور احادیث مین کچھ زیادہ شرح سے وارد ہی۔ چنانچہ حضرت انس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ مین ایکبار صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم مین سے کسی کی مقدار قوس یا پانوٗن رکھنے کی جگہ جنت مین دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر کوئی عورت جنت والون کی عورتون مین سے زمین کی طرف آجاوے تو آسمان و زمین کے درمیان اجالا ہو جاوے اور خوشبو سے بھر جاوے اور اسکے سر کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی کانھن الیاقوت والمرجان کی تفسیر مین ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی صورتین پردے مین سے آئینہ سے بھی صاف نظر آوین گی اور ان کے زیور مین سے ادنیٰ موتی مشرق سے لے کر مغرب تک روشن کر دے گا اور انپر ستر کپڑے ایسے ہون گے جنمین سے آدمی کی نظر پار ہو جاویگی یہانتک کہ انکی پنڈلیون کا مغز ان کے اندر سے معلوم ہو گا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جنت کے اندر مین ایک جگہ مین گیا جسکو مینذخ کہتے ہین اسپر موتی اور سبز زبرجد اور لعل سرخ کے خیمے تھے ان کی عورتون نے مجھسے کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ مین نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آواز کن عورتون کی ہے انھون نے کہا کہ یہ عورتین خیمون مین پردہ نشین ہین انھون نے اپنے پروردگار سے آپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی چنانچہ ان کو اجازت مرحمت فرمائی پس وہ کہنے لگین کہ ہم راضی ہین کبھی ناراض نہونگے اور ہم ہمیشہ رہنے والیان ہین کبھی سفر نہ کرینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی حور مقصورات فی الخیام اور حضرت مجاہد وازواج مطہرۃ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ پاک سے غرض حیض اور بول و براز اور تھوک اور رینٹ اور منی اور جننے سے ہے کہ ان سب سے پاک ہون گی۔ اور اوزاعیؒ فی شغل فاکہون کے ذکر مین فرماتے ہین کہ ان کا کام باکرہ عورتون کی بکارت دور کرنے کا ہوگا اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنت والے جماع بھی کرینگے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو ان مین سے ایک دن مین اتنی قوت ملیگی کہ تم مین سے ستر مردون سے زیادہ ہو۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ اہل جنت مین سے ادنیٰ مرتبہ وہ شخص ہوگا کہ اسکے ساتھ ہزار خادم ہون گے اور ہر خادم کو وہ کام ہوگا جو دوسرے کو نہوگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت مین سے ایک شخص پانسو حورون اور چار ہزار باکرہ عورتون اور آٹھ ہزار مرد رسیدہ عورتون سے نکاح کریگا اور ان مین سے ہر ایک سے اتنا معانقہ کریگا جتنا دنیا مین جیا ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت مین ایک بازار ہے کہ اس مین خرید و فروخت کچھ نہین بجز مردون اور عورتون کی صورتون کے پس جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کریگا تو اس بازار مین جاویگا اور اس مین حورون بڑی آنکھ والیون کے جمع ہونے کی جگہ ہے وہ ایسی بلند آواز سے کہتی ہین کہ لوگون نے ایسی نہین سنی ہم ہمیشہ رہینگی کہ فنا نہونگی اور ہم نعمت والی ہین کہ محتاج نہون گی اور ہم خوش ہین کہ کبھی خفا نہون گی پس اچھا ہے وہ شخص جو ہمارا ہو اور ہم اسکی ہون۔ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حورین جنت مین گاتی ہین اور کہتی ہین کہ ہم خوبصورت اور مہربان ہین اور کریم مردون کے لیے ہم کو چھپا رکھا ہے

اور یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ فی روضۃ یحبرون مین فرماتے ہین کہ جنت مین راگ ہوگا۔ اور ابو امامہ باہلی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱] کہ جو بندہ جنت مین داخل ہوتا ہے اس کے سر اور پانون کے پاس دو حورین بہشتی بیٹھکر نہایت خوش آوازی سے گیت سناتی ہین جس کو انسان اور جن سنتے ہین اور وہ گیت مزامیر شیطان یعنے شعر نہین ہوتا بلکہ خدائے تعالیٰ کی حمد اور تقدس کا حال ہوتا ہے

چودھوان بیان چند متفرق اوصاف اہل جنت کے جو احادیث مین وارد ہین حضرت اسامہ بن زید رضی روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض سے فرمایا کہ سنو کوئی ہے کہ جنت کی تیاری کرے جنت کو کچھ خطرہ نہین وہ بخدائے کعبہ ایک نور ہے تابان اور ایک گلدستہ ریحان اور محل مضبوط اور نہر جاری اور میوے پکے ہوئے کثرت سے اور زوجہ خوبصورت صاحب جمال خوشی اور نعمت مین مقام ابد مین یا مقام نصرت مین مکان عالیشان محفوظ مین لوگون نے عرض کیا کہ ہم ہین اسکی تیاری کرنے والے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ کہو انشاء اللہ تعالیٰ پھر آپ نے جہاد کا ذکر فرمایا اور اسکی رغبت دلائی۔ اور ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ جنت مین گھوڑا بھی ہوگا کہ وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تجھ کو گھوڑا پسند ہے تو یاقوت سرخ کا گھوڑا تجھے ملیگا کہ جنت مین جہان تو چاہے تجکو لیے ہوئے اڑتا پھریگا اور ایک اور شخص نے آپ سے پوچھا کہ بھلا جنت مین اونٹ بھی ہوگا آپ نے فرمایا[۳] کہ اے بندۂ خدا جب تو جنت مین داخل ہوگا تو جو تیرا نفس چاہے گا اور جس سے تیری آنکھون کو لذت ہو وہ سب کچھ ملیگا اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی کا دل چاہیگا تو اسکے اولاد ہوگی اور اسکا حمل اور وضع حمل اور جوانی ایک ساعت مین ہو جاوے گی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اہل جنت جنت مین ٹھہر جاوینگے تو بھائی بھائیون کے مشتاق ہون گے پس ایک کا تخت دوسرے کے پاس جاوے گا اور ملاقات کرینگے اور وہ باتین کرینگے جو دنیا مین دونون مین ہوتی تھین ایک کہیگا کہ بھائی تجھے یاد ہے کہ فلان روز فلان مجلس مین ہم نے خدائے تعالیٰ سے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بخشدیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۵] ان اہل الجنۃ جرد مرد بیض جعاد مکحولون ابناء ثلث وثلثین علی خلق آدم طولہم ستون ذراعا فی عرض سبعۃ اذرع اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اہل جنت مین سے ادنیٰ وہ ہوگا جسکے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیان ہونگی اور اسکے لیے ایک خیمہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا کھڑا کیا جاویگا جتنا فاصلہ جابیہ اور صنعا کے درمیان ہے اور ان کے سرون پر تاج ہونگے اور ان مین کا ادنیٰ موتی پورب سے پچھم تک کو روشن کردیگا اور فرمایا کہ مین نے جنت کو دیکھا تو اسکے انارون مین کا انار مثل پشت اونٹ پالان کسے ہوئے کے تھا اور اسمین کا پرند مثل بختی اونٹ کے اور اسی مین ایک لونڈی کو دیکھا اور اس سے مین نے پوچھا کہ تو کس کی ہے اسنے کہا کہ زید بن حارثہ کی ہون اور جنت مین جو چیز نظر پڑی وہ ایسی ہی تھی کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی اور نہ کسی بشر کے دلمین گذری اور

۱؎ باغ مین ہین انکی آؤ بھگت ہوتی ہے ۱۲ ۲؎ ترمذی نے کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے بروایت ابو ایوب اور کہا ہے کہ اسکی سند قوی نہین ۱۲ ۳؎ ترمذی نے بروایت بریدہ ایک حدیث کے اثنا مین نقل کیا ہے ۱۲ ۴؎ ابن ماجہ بروایت ابو سعید ۱۲ ۵؎ جنت والے

حضرت کعب رضہ فرماتے ہین کہ اللہ تعہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور جنت کے درخت اپنے ہاتھ سے لگائے پھر اسکو کہا کہ بول جنت نے کہا کہ قد افلح المومنون یعنے ایمان دارون کی بن پڑی پس جنت کی یہ صفتین ہین جن کو ہم نے اول مجملاً بیان کیا پھر مفصل نقل کیا۔ اور حضرت حسن بصری رح نے ان سب کو ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اسکے انار ڈول جیسے ہین اور اسکی نہرین ایسے پانی کی ہین جو نہین سڑتا اور دو نہرین دودھ کی ہین جسکا مزہ نہین بدلتا اور نہرین شہد صاف کی جسکو آدمیون نے صاف نہین کیا اور نہرین ایسی شراب کی ہین جو پینے والون کو مزہ دے نہ نیند سے اسکا سرور بھولے نہ اس سے سرون مین درد ہو اور جنت مین وہ بہار ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی بشر کے دل مین گذری اسکے لوگ بادشاہ نعمت والے تینتیس برس کے ایک ہی سن مین ہونگے انکا قد ساٹھ ہاتھ کا سرمہ لگائے بدن بالون سے صاف چہرہ سبزے سے خالی ہوگا عذاب سے مامون گھر کو ان سے اطمینان اور اسکی نہرین یاقوت اور زبرجد کے کنکرون پر پھرتی ہین اور اسکے درخت اور رگین اور انگور موتی ہین اور پھلون کا احوال سوائے خدائے تعہ کے اور کوئی نہین جانتا اور اسکی خوشبو پانسو برس کی راہ سے پائی جاتی ہے اور جنت والون کو جنت مین گھوڑے اور اونٹ تیز قدم اور سبک رفتار ملینگے جنکی کاٹھیان اور باگین اور زین یاقوت کے ہونگے جنت مین سیر کرینگے اور انکی بیبیان حورین ہونگی جیسے موتی لپٹا ہوا یعنی نظر اور دست مالی کے آسیب سے محفوظ اور وہ عورت اپنی دونون انگلیون مین ستر لباس پکڑ کر پہنیگی اور اسکی پنڈلی کا مغز ان سب لباسون کے اندر سے معلوم ہوگا اللہ تعہ نے اخلاق کو برائی سے پاک فرمایا اور جسمون کو موت سے نہ جنت مین ناک صاف کرینگے نہ بول و براز کرینگے بلکہ ان کی عوض مین ڈکار اور پسینا مثل مشک کے ہوگا انکا رزق صبح و شام اسمین ملے گا مگر یہ کہ رات نہوگی جو صبح شام ہو اور شام صبح پر نوبت بہ نوبت آتی رہے اور سب سے آخرین جو شخص جنت مین داخل ہوگا اور مرتبے مین سب سے کم ہوگا اسکا یہ حال ہوگا کہ آنکھ اٹھاکر سو برس کی راہ تک دیکھنے لگیگا اور اسکی سلطنت چاندی سونے کے محلون اور موتی کے خیمون مین اسیقدر فاصلے تک ہوگی اور اسکی آنکھ کو قدرت دیجاویگی کہ دور اور نزدیک کی چیزین یکسان دیکھے صبح کو بھی جنت والون کے پاس ستر ہزار سونے کے پیالے لائے جاوینگے اور شام کو بھی اتنے ہی موجود ہونگے اور ہر پیالے مین جدا ہی کھانا ہوگا اور وہ اول سے لیکر آخر تک سب کا مزہ چکھینگے اور جنت مین ایک یاقوت ہے جسمین ستر ہزار گھر ہین اور ہر گھر مین ستر ہزار کوٹھریان ہین جنمین کہین نہ شگاف ہے نہ سوراخ ہے۔ اور حضرت مجاہد رح نے فرمایا ہے کہ جنت مین ادنی مرتبہ کا شخص وہ ہوگا کہ اپنی سلطنت مین ہزار برس سفر کرے اور وہ دور و نزدیک کے اشیا کو برابر دیکھے گا اور سب مین اعلی درجہ وہ ہوگا جو صبح شام اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوگا اور حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ اہل جنت مین ایسا کوئی نہوگا جسکے ہاتھ مین تین کنگن نہون ایک سونے کا ہوگا ایک موتی کا ایک چاندی کا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ جنت مین ایک حور ہے جسکا نام عینا ہے جب وہ چلتی ہے تو اس کے دہنی اور بائین طرف سے ستر ہزار لونڈیان ساتھ چلتی ہین اور وہ کہتی ہے کہ کہان ہین وہ لوگ جو اچھی بات کا حکم کرنے والے ہین اور بری بات سے منع کرنے والے اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ دنیا کا ترک کرنا سخت کام ہے مگر جنت کا ہاتھ سے نکلنا

سب سے زیادہ سخت ہی اور دنیا کا چھوڑ دینا آخرت کا مہر ہے اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ دنیا کی طلب مین نفس کی ذلت ہے اور آخرت کی طلب مین اسکی عزت تو تعجب ہی اس شخص سے کہ فانی چیز کی طلب مین ذلت کو پسند کرے اور باقی چیز کی طلب مین عزت کو ترک کرے

پندرھوان بیان خدائے تعالیٰ کے وجہ کریم کی رویت اور دیدار کے ذکر مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ اس زیادتی سے مراد دیدار الٰہی اور شرف رویت ہی جو ایسی بڑی لذت ہی کہ اسمین جنت کی آسایش بھول جاتی ہے اور ہم نے رویت کی حقیقت باب المحبت مین بیان کی ہی اور اسکا ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے ہی بخلاف اس عقیدے کے جو اہل بدعت رکھتے ہین۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی روایت کرتے ہین کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے چودھوین رات کے چاند کو دیکھکر فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کا دیدار ایسا دیکھو گے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اسکے دیکھنے مین تم ایک دوسرے پر نہین گرتے یعنے سب بے تکلف اور بے مشقت دیکھتے ہو پس اگر تم سے ہوسکے کہ طلوع اور غروب آفتاب سے پیشتر کی نماز سے نہ تھکو تو اسکو ادا کیا کرو پھر یہ آیت پڑھی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہی اور مسلم نے اپنی کتاب مین حضرت صہیب رضہ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ اور فرمایا کہ جب جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین چلے جاوینگے تو ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل جنت تم سے خدائے تعالیٰ کا ایک وعدہ ہی وہ چاہتا ہے کہ اسکو تمسے پورا کرے وہ عرض کرینگے وہ کونسا وعدہ ہی کیا ہمارے وزن بھاری نہین کر چکا اور منھ سفید نہین کیے اور جنت مین نہین داخل کیا اور دوزخ سے نہین بچایا پھر فرمایا کہ اسکے بعد پردہ اٹھالیا جاویگا اور لوگ خدائے تعالیٰ کی صورت کیطرف دیکھینگے پس یہ حال ہوگا کہ کوئی چیز انکو خدائے تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب نہ ملی ہوگی اور حدیث رویت کو چند صحابہ نے بھی روایت کیا ہے غرضکہ غرض دیدار غایت خوبی اور نہایت درجہ کی نعمت ہی اور جنتی لذتون کی شرح ہم نے اوپر کی ہی وہ اس نعمت کے آگے بھول جاتی ہین اور اہل جنت کو جو اس نعمت دیدار کے وقت سرور ہوگا اسکی کچھ انتہا نہین بلکہ لذات جنت کو لذت دیدار کیطرف کچھ نسبت ہی نہین اور چونکہ ہم اسکی تفصیل باب محبت اور شوق اور رضا مین خوب لکھ چکے ہین اسی لیے اس باب مین مختصر طور پر کچھ کہدیا پس آدمی کو چاہیے کہ جنت مین سے اسکی ہمت سوائے دیدار الٰہی کے اور کسی طرف نہو اور دوسری لذتون مین جنت کے تو بہائم بھی شریک ہین جو چراگاہون مین چھوٹے پھرتے ہین

خاتمہ خدائے تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کے ذکر مین اس سے فال نیک لینے کے طور پر اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب جانتے تھے اور ہمارے اعمال ایسے نہین جنسے ہم توقع مغفرت کی کرین اسی لیے ہم فال نیک لینے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہین اور توقع رکھتے ہین کہ وہ ہمارا انجام دنیا و آخرت مین خیر کے ساتھ کرے جیسے ہمنے اس کتاب کو اسکی رحمت کے ذکر پہ تمام کیا اور وہ خود فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء اور فرمایا

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم اور فرمایا ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما اور ہم خداے تعہ سے بخشش چاہتے ہین جہان کہین اس کتاب مین یا اور تمام ہماری کتابون مین ہمارا قدم پھسلا ہو یا قلم بہکا ہو اور اُن اپنے قولون سے بھی آمرزش چاہتے ہین جن کے موافق ہمارے اعمال نہون اور اُس علم اور بصیرت سے جسکا دعوی ہم نے خداے تعہ کے دین مین کیا ہو اور اسمین قصور کیا ہو اور اس علم و عمل سے جس سے ہم نے خاص اسی کی ذات پاک کا قصد کیا ہو پھر اسمین کوئی دوسرا مل گیا ہو اور اس وعدے سے جسکو ہم نے اپنے جی سے اس سے کیا ہو اور پھر اسکے پورا کرنے مین ہم نے کوتہی کی ہو اور اس نعمت سے جسکو اسنے ہمکو دیا اور ہم نے اسکو اس کی نافرمانی مین برتا اور اس عیب سے جس کے ساتھ ہم متصف تھے اور ہمنے اوروں پر اسکو صریح لفظ یا اشارہ سے لگایا اور ان کو ناقص اور قصوروار ٹھہرایا اور اس خطرے سے جو ہم کو موجب تکلف اور بناوٹ اور لوگون کے دکھلانے کا کسی کتاب لکھنے یا کلام کرنے یا علم کے پڑھنے پڑھانے مین ہوا ہو ان سب باتون سے بخشش چاہنے کے بعد ہم اپنے لیے اور ان لوگون کے لیے جو ہماری اس کتاب کو پڑھین یا لکھین یا سنین یہ توقع کرتے ہین کہ وہ ہم سب کو مغفرت اور رحمت سے عزت بخشین اور ہماری سب ظاہری اور باطنی خطاؤن سے درگذر فرماوین اس لیے کہ اسکا کرم عام اور رحمت وسیع اور بخشش تمام اقسام خلق پر جاری ہے اور ہم بھی ایک مخلوق اللہ تعہ کے ہین ہمارا وسیلہ اسکی طرف بجز اسکے فضل و کرم کے اور کوئی نہین چنانچہ اس کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعہ کی سو رحمتین ہین ان مین سے ایک رحمت کو جن اور انسان اور پرند اور بہائم اور حشرات زمین کے درمیان اتارا ہی اسی سے ہر چیز ین آپس مین رحم اور مہر کرتی ہین اور ننانوے رحمت کو پیچھے رکھا ہے ان سے اپنے بندون پر قیامت کے روز رحم فرماویگا اور روایت ہی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالےٰ ایک نوشتہ عرش کے نیچے سے نکالے گا جس مین یہ لکھا ہوگا کہ میری رحمت بڑھ گئی میرے غضب سے اور مین سب مہربانون سے زیادہ تر مہربان ہون پس دوزخ مین سے جنت والون کے دُونے آدمی باہر ہو جاوینگے اور ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداے تعہ قیامت کے روز ہمارے لیے ہنستا ہوا تجلی فرماوے گا اور ارشاد کرے گا کہ خوش ہو اے گروہ مسلمانون کے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جسکی عوض مین نے یہودی و نصرانی کو دوزخ مین نہ ڈالا ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعہ حضرت آدم علیہ السلام کی سفارش انکی تمام اولاد مین سے ایک لاکھ اور ایک کروڑ کے باب مین منظور فرماوے گا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعہ قیامت کے روز ایمانداروں سے پوچھے گا کہ تم کو میرا ملنا محبوب تھا وہ عرض کرین گے کہ خداوندا ہان اللہ تعہ فرماویگا کہ کیون وہ عرض کرینگے کہ ہمنے تیری مغفرت اور عفو کی توقع کر لی تھی پس فرماوے گا کہ مین نے تمہارے لیے اپنی مغفرت واجب کر دی۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز حکم فرماویگا کہ دوزخ مین سے ان لوگون کو نکال لو جنھون نے مجھے ایک روز یاد کیا ہو یا ایک مقام پر مجھ سے ڈرے ہون۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جب دوزخ والے دوزخ مین اکٹھے ہون گے اور ان کے ساتھ جسقدر خداے تعہ کو

منظور ہوگا اسقدر اہل قبلہ ہونگے تو کافر مسلمانون سے سوال کرینگے کہ کیا تم مسلمان نہ تھے وہ کہینگے کہ تھے کیون نہین کافر کہینگے
کہ تمہارا اسلام تمہارے کام نہ آیا اسلیے کہ تم بھی دوزخ مین ہمارے ساتھ ہو وہ جواب دینگے کہ ہمارے پاس گناہ بہت
تھے ان کے باعث ہم ماخوذ ہوے اللہ تعم ان کی تقریر سنے گا اور حکم فرماویگا کہ جو اشخاص اہل قبلہ سے دوزخ مین ہین سب نکال
لیے جاوین وہ بموجب حکم کے نکالے جاوینگے جب کافر یہ معاملہ دیکھینگے تو کہینگے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ایسے ہی نکالے
جاتے جیسے یہ لوگ دوزخ سے نکالے گئے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین اور
ایک حدیث مین ارشاد ہو کہ اللہ تعم اپنے بندۂ مومن پر زیادہ تر رحم کرتا ہی بہ نسبت مادر مشفقہ کے اپنی اولاد پر۔ اور جابر بن عبد اللہ رضہ
فرماتے ہین کہ قیامت کے روز جس کی نیکیان برائیون سے بڑھکر ہونگی تو وہ بیحساب جنت مین داخل ہوگا اور جس کی نیکیان
اور برائیان قیامت کو برابر ہونگی اس سے کچھ تھوڑا سا حساب لیا جاویگا پھر جنت مین داخل ہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کی سفارش اس شخص کے لیے ہی جس نے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہو اور اسکی پیٹھ گناہون کے بوجھ سے بھاری ہو اور
روایت ہی کہ خداے تعم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ قارون نے تجھسے فریاد کی تو نے اسکی فریاد رسی
نہ کی قسم ہی اپنی عزت وجلال کی اگر وہ مجھ سے فریاد کرتا تو مین اسکی فریاد کو پہونچتا اور اسکا قصور معاف کردیتا اور سعید رضہ بن بلال کہتے
ہین کہ قیامت کے روز دو آدمیون کو دوزخ مین سے نکالنے کا حکم ہوگا اللہ تعم انکو فرماویگا کہ یہ تمہارا بدلہ اعمال کا ہے اور مین بندون
پر ظلم کاروادار نہین ہون پھر فرماکر حکم دیگا کہ ان کو دوزخ مین پھر لیجاؤ پس ایک تو اپنی بیڑیون مین دوڑے گا یہان تک کہ دوزخ مین
گھس جاویگا اور دوسرا توقف سے اور پاؤن ملتا جاویگا پھر انکے واپس لانے کا حکم ہوگا اور ان سے انکی حرکت کا سوال ہوگا کہ
ایک کیون دوڑ کر گیا اور دوسرا کیون دیر لگاتا ہی تو جو دوڑ کر گیا تھا وہ عرض کریگا کہ ابھی مین نافرمانی کے وبال سے ڈرا ہوا تھا
اب خوف کیا کہ مبادا کہین دوبارہ تیرے غضب مین نہ پڑجاؤن اور جسنے دیر لگائی وہ عرض کریگا کہ الٰہی مجھکو تیرے ساتھ
حسن ظن تھا جس سے مین یہ سمجھا کہ جب تو دوزخ مین سے نکال چکا ہی دوبارہ اسمین نہ بھیجے گا اللہ تعالے ان دونون کو جنت مین
جانیکا حکم فرماویگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا
پکاریگا کہ اے امت محمد صلعم جو حقوق میرے تمہارے ذمہ پر تھے وہ مین نے تمکو معاف کیے اب تمہارے آپس کے حقوق
رہے انکو آپس مین ایک دوسرے کو بخشدو اور میری رحمت سے جنت مین داخل ہو۔ اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے
حضرت ابن عباس کو یہ آیت پڑھتے سنا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا اعرابی نے کہا کہ بخدا آتش سے بچایا تو نہین
ہو تو یہ چاہتا ہی کہ اسمین ڈال دے حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ آیتون کو بے سمجھ والون سے نہ پڑھا کرو۔ اور صنابحی
کہتے ہین کہ مین حضرت عبادہ بن الصامت کے مرض موت مین ان کی خدمت مین گیا اور رویا انھون نے فرمایا کہ ٹھہرو تم کیون روتے ہو
بخدا کہ جو حدیث کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی اور اسمین تمہاری بہتری ہوئی وہ مین نے تم سے بیان کردی ہی مگر ایک

ربما کسی وقت آرزو کرینگے وہ لوگ جو منکر ہین کسیطرح ہوتے مسلمان ۱۲ وکنتم اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے پھر تم کو اس سے خلاص کیا ۱۲

عسہ نقال الاعرابی واللہ ما انقذکم الخ یعنی اعرابی نے کہا کہ بخدا ان کو نہین نکالا در حالیکہ ان کو وہان ڈالنا چاہتا ہو یعنی ارادہ الٰہی ازل ہی سے ان کو جہنم مین ڈالنے کا ہوا تو اب ہی ان کو نکال دیا یہ ابن عباس نے اعرابی کا یہ مکنہ ... ۱۲ عفی عنہ

حدیث ہو وہ بھی آج کہے دیتا ہون کہ میری جان اب رک گئی ہو مین نے سنا ہو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص گواہی دے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی اللہ تعا اسپر دوزخ حرام فرما دیتا ہو۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعا ایک شخص کو میری امت کے سب مجمع کے سامنے چھوڑیگا اسپر ننانوے طومار پھیلائے جاوینگے اور ہر طومار آنکھ کے پہونچنے تک کا لنبا ہوگا پھر اللہ تعا اس سے پوچھیگا کہ ان دفترون مین تجھکو کسی کا انکار تو نہین تیرے اوپر میرے کاتبون محافظون نے زبردستی تو نہین لکھ لیے وہ عرض کریگا کہ خدایا نہین پھر ارشاد فرماویگا کہ تجھے کچھ عذر کہنا ہو عرض کریگا کہ نہین پھر خدائے تعا فرماویگا کہ ہان ہمارے یہان تیری ایک نیکی ہو اور تجھپر آج ظلم نہوگا پس ایک چھوٹا سا پرچہ نکالیگا جس مین ہوگا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ وہ عرض کریگا کہ الٰہی یہ پرچہ بھلا ان طومارون کے سامنے کیا کریگا اللہ تعا فرماویگا کہ تجھپر ظلم نہین ہوگا پس وہ طومار ایک پلہ مین رکھے جاوینگے اور وہ پرچہ دوسرے پلے مین پس طومار ہلکے ہو جاوینگے اور وہ پرچہ بھاری اتریگا کیونکہ خدائے تعا کے ساتھ کوئی چیز ہم پلہ نہین ہو سکتی اور ایک حدیث طویل مین جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصف قیامت اور پل صراط کا فرمایا ہو آخر کو ارشاد فرمایا ہو کہ اللہ تعا فرشتون کو ارشاد فرماویگا کہ جسکے دل مین دینار کی برابر خیر پاؤ اسکو دوزخ سے نکال لو تو فرشتے حکم کے بموجب بہت سے لوگون کو نکالینگے اور جناب باری مین عرض کرینگے کہ جن لوگون کو تو نے حکم کیا تھا انمین سے ہمنے کسی کو نہین چھوڑا حکم ہوگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل مین آدھے دینار کی برابر خیر پاؤ اسکو نکال لو پھر بہت سی خلقت کو نکالینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا جن لوگون کے لیے تو نے حکم دیا تھا ان مین سے ہمنے کسی کو نہین چھوڑا اللہ تعا فرماویگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل مین ذرہ کی برابر خیر پاؤ اسکو نکال لو پس بہت سے لوگون کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا جن مین سے تو نے ہم کو امر فرمایا تھا ان مین سے ہمنے کوئی نہین چھوڑا۔ پس حضرت ابو سعید رضہ فرمایا کرتے کہ اگر تم اس حدیث مین مجھکو سچا نہ جانو تو چاہو تو قرآن مین پڑھ لو ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد اسکے اللہ تعا فرماتا ہو کہ فرشتون نے سفارش کی اور نبیون نے سفارش کی اور مومنین نے سفارش کی اور کوئی باقی نہین رہا بجز ارحم الراحمین کے پس ایک مٹھی بھریگا اور دوزخ مین سے ایسے لوگون کو نکالیگا جنھون نے کبھی خیر نہ کی ہوگی اور کوئلے ہو گئے ہونگے پس انکو اس نہر مین ڈالیگا جو جنت کے دروازون مین ہو اور نہر الحیات کہلاتی ہو پھر اسمین سے ایسے نکلینگے جیسے رو کے پانی سے سبزہ نکل آتا ہو تم دیکھتے نہین کہ سبزہ چونکہ پتھر اور درخت سب کے متصل ہوتا ہو تو جو مقابل آفتاب کے ہوتا ہو وہ زرد اور سفید ہوتا ہو اور جو اسمین سے سایہ مین ہوتا ہو وہ سفید ہوتا ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ گویا آپ نے جنگل مین چرایا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ پھر ایسے نکلینگے جیسے موتی اور ان کی گردنون مین مہرین ہونگی جنسے اہل جنت انکو پہچانینگے اور کہینگے کہ یہ لوگ خدا کے آزاد کیے ہوے ہین اللہ تعا نے انکو جنت مین داخل کیا بدون اسکے کہ انھون نے کوئی عمل کیا یا کوئی خیر آگے بھیجی ہو پھر اللہ تعا انکو ارشاد فرماویگا کہ تم جنت مین داخل ہو اور جو دیکھو وہ تمہارے ہی لیے ہو وہ عرض کرینگے کہ الٰہی تو نے ہمکو وہ چیز دی جو کسیکو لوگون

مین سے نہین دی اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تمہارے لیے میرے پاس وہ ہی جو اس سے بھی افضل ہی وہ عرض کرینگے کہ الٰہی اس سے افضل کونسی چیز ہے وہ ارشاد فرماویگا کہ وہ میرا تمسے راضی ہونا ہی کہ مین تمسے کبھی ناراض نہونگا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے صحیحین مین روایت کیا ہی اور نیز بخاری نے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر مین سے تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے سامنے امتین پیش کی گئین ایک نبی جاتا تھا کہ اسکے ساتھ ایک شخص اور ایک نبی کے ساتھ دو اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا اور کسی پیغمبر کے ساتھ دس پانچ تھے پھر مین نے بہت سا انبوہ دیکھا اور توقع کی کہ یہ میری امت ہوگی پس مجھے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور انکی قوم ہی پھر مجھسے کہا گیا کہ دیکھ مین نے ایک ایسا انبوہ کثیر دیکھا کہ اسنے کنارون کو آسمان نے روکدیا پھر مجھسے کہا گیا کہ ایسے ہی ایسے دیکھ پس مین نے بڑی بھاری جماعت کو دیکھا پھر مجھسے کہا گیا کہ یہ لوگ تیری امت ہین اور ان لوگون کے ساتھ ستر ہزار جنت مین بیحساب داخل ہونگے اسکے بعد لوگ جدا ہو گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے تصریح نہ فرمائی کہ بیحساب کون لوگ جنت مین داخل ہونگے اسکا چرچہ صحابہ رضی نے آپسمین کیا اور کہا ہم تو شرک مین پیدا ہوے لیکن اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہمارے بیٹے ہونگے جو بیحساب جنت مین جاوینگے یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہین جو نہ داغ کھاوین نہ منتر پڑھین نہ بدفالی کرین اور اپنے رب پر بھروسا کرین پس عکاشہ کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ خداے تعالیٰ مجکو ان لوگون مین سے کرے آپ نے فرمایا کہ تو ان مین سے ہی پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور جیسا عکاشہ نے عرض کیا تھا ویسا ہی عرض کیا پس آپنے فرمایا کہ اب تو عکاشہ کے حق مین تجھ سے پیشتر وہ دعا ہو چکی۔ اور عمرو بن حزم انصاری سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمسے تین روز غائب رہے کہ صرف فرض نماز کے لیے نکلتے تھے پھر چلے جاتے تھے جب چوتھا روز ہوا تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہمسے رکے رہے یہانتک کہ ہمنے گمان کیا کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپنے فرمایا کہ خیر کے سوائی بات کوئی نہین ہوئی میرے پروردگار نے مجھسے وعدہ کیا ہی کہ میری امت مین سے جنت مین ستر ہزار بیحساب داخل کریگا مین نے ان تین دنون مین اپنے رب سے درخواست کی کہ اور زیادہ لوگ بیحساب داخل ہون پس مین نے اپنے رب کو بڑائی والا ہر چیز موجود رکھتا اور کریم پایا کہ اسنے ستر ہزار مین سے ہر شخص کے ساتھ مین ستر ہزار مجکو عطا فرمائے مین نے عرض کیا کہ الٰہی میری امت اس تعداد کو پہونچیگی ارشاد ہوا کہ ہم تیرے لیے شمار اعراب مین سے پورے کر دینگے اور حضرت ابوذر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل[1] علیہ السلام پتھریلی زمین کیطرف یعنی مدینۂ مطہرہ کے متصل ظاہر ہوے اور مجھسے کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری دے کہ جو کوئی مریگا اس طرح کہ نہ شریک کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت مین داخل ہوگا پس مین نے کہا کہ اے جبرئیل گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے کہا ہان گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے جواب دیا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے کہا کہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے اور شراب پیوے اور حضرت ابوذر رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ[2] وسلم نے یہ آیت پڑھی[3] ولمن خاف مقام ربہ جنتان پس مین نے عرض کیا کہ اگرچہ زنا اور چوری کرے

ا ح بخاری و مسلم ۱۲ ۲ ح احمد نے نقل کی ہی ۱۲ ۳ ح اور جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اسکو ہین دو باغ ۱۲

یارسول اللہ آپ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان پھر مین نے عرض کیا کہ گو زنا اور چوری کرے پھر آپ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان پس مین نے عرض کیا کہ گو زنا اور چوری کرے یارسول اللہ آپ نے جواب دیا کہ ہان گو ابو درداء کو بُرا معلوم ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مومن کو ایک دوسری ملت کا آدمی حوالہ کیا جاویگا اور اس سے کہدیا جاویگا کہ یہ تیرا بدلہ ہے دوزخ سے اور مسلم نے اپنی کتاب مین ابو بردہؓ سے روایت کی ہے کہ انھون نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے حدیث بیان کی کہ مجھ سے میرے باپ ابو موسیٰ اشعری نے روایت کیا ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان مرتا ہے اللہ تعالےٰ اسکے عوض دوزخ مین کوئی یہودی یا نصرانی داخل کر دیتا ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابو بردہؓ کو تین بار قسم دلائی کہ تم کو قسم ہے اس معبود کی جس کے سوا کوئی معبود نہین تمہارے باپ نے تم سے حدیث نقل کی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انھون نے قسم کھائی کہ ہان مجھ سے بیان کی ہے اور روایت ہے کہ ایک لڑکا کسی معرکۂ جہاد مین کھڑا تھا اور اسپر بولی ہو رہی تھی کہ جو زیادہ دے سو لے اور وہ دن گرمی کا نہایت حرارت کا تھا اسکو ایک عورت نے لوگون کے خیمے کے اندر سے دیکھا اور وہان سے دوڑتی آئی اور اس کے ساتھی اسکے پیچھے آتے تھے یہان تک کہ اس نے لڑکے کو اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا پھر اپنے آپ اس پتھریلی گرم زمین پر لیٹ کر گرمی سے بچانے کے لیے لڑکے کو اپنے اوپر لے لیا اور کہنے لگی میرے بچے میرے لڑکے پس آدمی روئے اور جس حال مین تھی اسکو چھوڑ دیا اتنے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوے لوگون نے ماجرا آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ ان کے ترس کھانے سے خوش ہوے پھر ان کو خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ کیا اس عورت کے اپنے بچے کے اوپر رحم کرنے سے تمکو تعجب ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ تم سب پر اس عورت کے رحم کی نسبت کہ اپنے بچے پر زیادہ تر رحیم ہے پس مسلمان وہان سے نہایت سرور اور عمدہ بشارت کے ساتھ علٰحدہ ہوے تو یہ حدیثین اور جو کچھ ہم باب الرجا مین لکھ آئے ہین ہم کو بشارت خدائے تعالےٰ کی رحمت کی وسعت کی دیتی ہین اسلیے ہم اس سے توقع رکھتے ہین کہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے جس کے ہم سزاوار ہین اور ہم سے اپنے فضل و کرم سے وہ انعام و احسان کرے جسکے لائق اسکی جود و رحمت ہے

فقط والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

قطعۂ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم غفر اللہ لہ و لوالدیہ

نہ تھا آسان کچھ کوزے مین لانا بحر قلزم کا	غرض احباب جب اس سے اٹھائینگے تو بولینگے	عجائب ہے یہ اُردو ترجمہ جلد چہارم کا سنہ ۱۲۸۰ھ	لکھا جب ترجمہ عمدہ تو حسن یہ لکھی تاریخ

اؔ ح مسلم بروایت ابو موسیٰ ۱۲ ۲ؔ ح بخاری و مسلم نے بروایت عمر بن خطابؓ اس قصہ کو اور طرح پر نقل کیا ہے ۱۲

قیمت ۔/۴۳۰ روپے